besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

اوّل

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ
عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

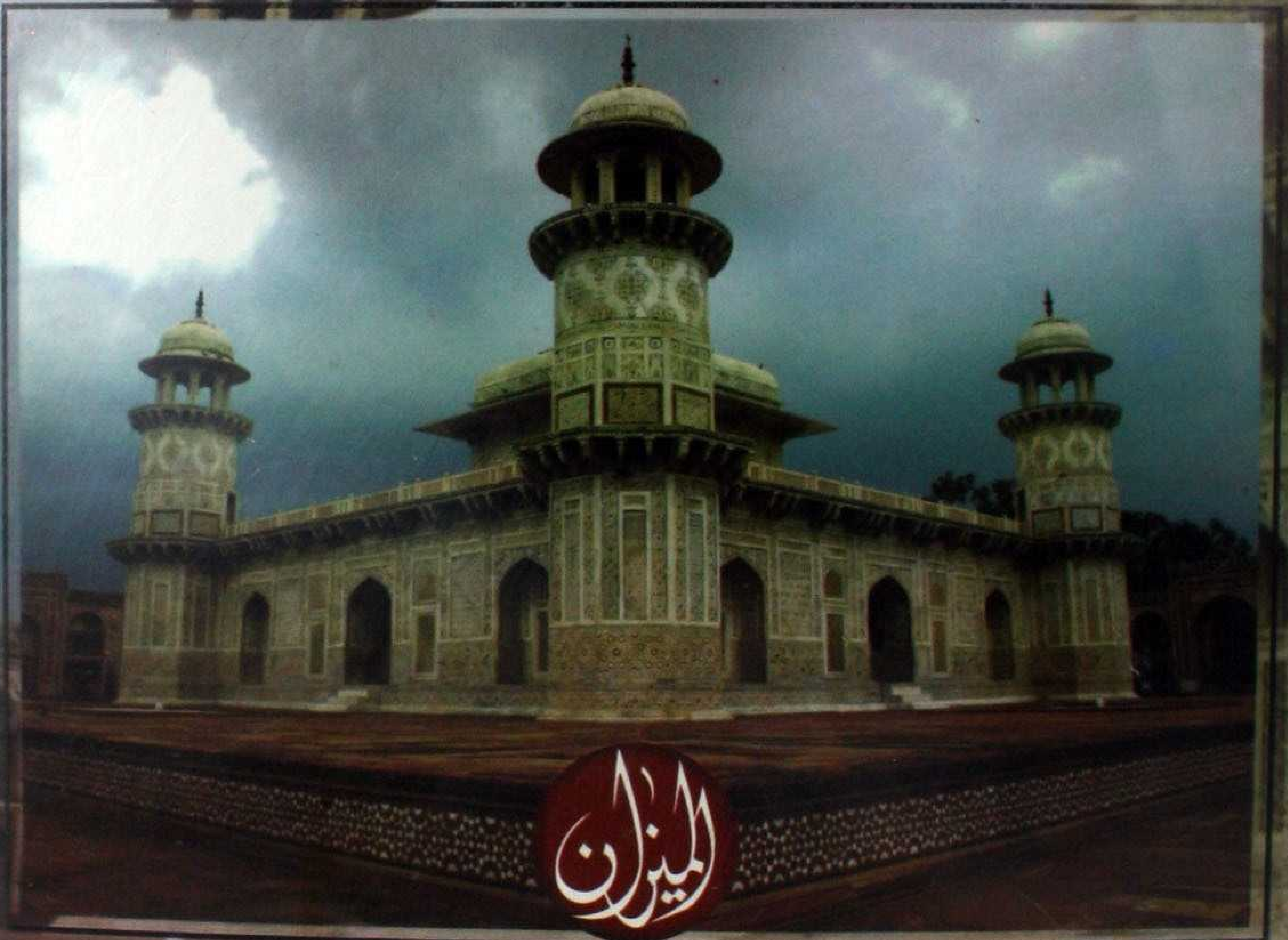

المیزان

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

اوّل

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

urdubooks.wordpress.com

المیزان

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

کاپی رائٹ رجسٹریشن

تاریخ فرشتہ (مکمل چار حصے) کے ترجمہ وکمپوزنگ' طباعت واشاعت کے جملہ حقوق
خواجہ عبدالرحمٰن طارق سے ایک معاہدہ کے تحت "المیزان" کے نام محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات- ۰۲۲/۱

سن اشاعت ۲۰۰۸ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

besturdubooks.wordpress.com

خواجہ عبدالحیؒ المعروف بہ مشفق خواجہ

خواجہ عبدالرحمٰن طارق

برادرِ بزرگ خواجہ عبدالحی المعروف بہ مشفق خواجہ (ولادت ۱۹ دسمبر ۱۹۳۶، وفات ۲۰ فروری ۲۰۰۵) کی شہرت بہ حیثیت شاعر، ناقد، محقق اور کالم نگار خوش بو کی طرح چہار سو پھیلی، لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب ایک نہایت عمدہ مترجم بھی تھے، انھوں نے طالب علمی کے زمانے میں 'تاریخ فرشتہ' اور روسو کی خودنوشت کے بالترتیب فارسی اور انگریزی سے ترجمے کیے اور عمر کے آخری دور میں کتاب:........فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا: تاریخ فرشتہ، نفیس اکیڈمی، کراچی نے شایع کی اور روسو کی خودنوشت کا مسودہ راقم کے کتب خانے میں محفوظ ہے اس کا ترجمہ 'جریدہ' جامعہ کراچی (غالباً شمار: ۳۷ یا ۳۸) میں شایع ہو چکا ہے۔

۱۹۴۸ء میں والد گرامی جناب خواجہ عبدالوحیدؒ نے سرکاری ملازمت چھوڑ کر ایک نجی ادارے (ڈالمیا سیمنٹ فیکٹری) میں شمولیت اختیار کر لی اور ہم لوگ لاھور سے ڈنڈوت منتقل ہو گیے۔ خشک پہاڑوں کے درمیان اس بے آب و گیاہ بستی میں مختصر قیام کے بعد والد گرامی نے دوبارہ سرکاری ملازمت اختیار کر لی اور ۱۹۴۹ء میں ہم لوگ کراچی منتقل ہو گیے۔ ہمارا قیام نیوٹاون پولیس اسٹیشن کے قریب سرکاری رہائش گاہ جہاں گیر روڈ ایسٹ کے کوارٹر نمبر ۲۲/۳ میں تھا، ان دنوں یہ علاقہ بہت صاف ستھرا اور متوسط درجے کے سرکاری ملازمین کا مسکن تھا۔ ہماری رہائش گاہ تین کمروں، دو برآمدوں اور ایک کشادہ دالان پر مشتمل تھی، جو ایک بڑے کنبے کے لیے کافی نہ تھی اس لیے باہر والے برآمدے کو لکڑی کی جالی لگا کر دو چھوٹے چھوٹے کمروں میں تقسیم کر لیا گیا، جو کتب خانہ اور مہمان خانے کے طور پر استعمال کیے جانے لگے۔ مذکورہ کتب خانہ والد گرامی کا تھا، لیکن ہم سب بہن بھائی بلاتکلف استفادہ کرنے کے مجاز تھے۔ بڑے کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کرتے اور بچے انگریزی رسائل، خاص طور پر نیشنل جیاگرافک میگزین کی تصاویر دیکھ کر دل بہلاتے۔ بچوں کی کہانیوں کی کتابیں اور رسائل (پھول، تعلیم و تربیت اور کلیاں) بھی اس کتب خانے کا حصہ تھے۔ مشفق بھائی جان نے جب اسلامیہ کالج (آرٹس) کراچی میں داخلہ لیا تو انھوں نے اپنی کتابوں کے لیے کتب خانے کے ایک کونے میں، ایک علاحدہ الماری لگائی۔ اس الماری میں انھوں نے اپنی تصنیف کردہ بچوں کی کہانیوں کی کتابیں اور چند اردو، فارسی اور انگریزی کی کتابیں سلیقے سے سجا رکھی تھیں۔ الماری کا آخری خانہ پرانے رسائل اور اخبارات کے تراشوں کے لیے مخصوص تھا۔ مولوی احمد دین وکیل کی 'سرگذشت الفاظ' اور دو بیاضیں ان کے سرھانے رکھی رھتیں۔ ایک بیاض میں بچوں کی نظمیں اور دوسری بیاض میں غزلیں صاف کر کے لکھا کرتے تھے (اول الذکر بیاض راقم کے کتب خانے میں آج بھی محفوظ ہے)

ان دنوں اسلامیہ کالج، گرو مندر کے قریب واقع تھا، اب یہاں خواتین کا کالج ہے۔ خواجہ صاحب بی اے کے پہلے یا دوسرے سال کے طالب علم تھے، جب انھوں نے اقبال گاھندری (نفیس اکیڈمی، کراچی) کے ایما پر 'تاریخ فرشتہ' کے ترجمے کا آغاز کیا، یہ کام وہ والد گرامی کے کتب خانے میں بیٹھ کر کرتے تھے۔ اگر گھر میں مہمانوں کی وجہ سے ہنگامہ ہوتا تو جمشید روڈ کے مغربی سرے کے

besturdubooks.wordpress.com

دائیں جانب ایک ایرانی چائے خانے میں بیٹھ کر کام کرتے۔ جہاں عموماً ان کے ہم جماعت دوست سید مظفر احمد اور رضی اختر شو ان کے ہم راہ ہوتے۔ اس ہوٹل میں مجھے بارہا ارشاد احمد عثمانی اور عبدالرؤف عروج کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں بعض ا طالب علم بھی آ کر بیٹھتے تھے، جنھوں نے بعد میں سیاست اور صحافت کے میدانوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ ترجمہ کرنے کے دوران فارسی اردو ڈکشنری اور اردو لغت کا استعمال اس کثرت سے کرتے کہ دیکھنے والوں کو شدید کوفت ہوتی، اس کی وجہ شاید یہ تھی ک بنیادی طور پر ایک Perfectionist تھے۔ اکثر یوں بھی ہوتا کہ خواجہ صاحب 'تاریخ فرشتہ' کا فارسی نسخہ، فارسی اردو ڈکشنری اور ا لغت سامنے رکھ کر، ترجمہ مظفر مرحوم کو املا کراتے تھے۔ یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا۔ چھٹی والے دن تو دونوں دوست صبح سے شام تک اس کام میں ہمہ تن مشغول رہتے۔ کبھی کبھی والد گرامی کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا جاتا۔ کام کے دوران دونوں دوست ادھر ادھر باتوں سے مکمل اجتناب کرتے۔ خواجہ صاحب جو دوستوں کی محفلوں میں بلبل کی طرح چہکتے تھے، کام کے وقت ان کی سنجیدگی قابل د ہوتی۔ کام کے دوران صرف ایک غیر متعلقہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہتا اور وہ چائے نوشی کا عمل تھا۔ خواجہ صاحب بلا کے چا نوش تھے۔ کام سے وقفے کے دوران گھر سے باہر جا کر، کچھ دیر کے لیے سگرٹ نوشی کا شغل فرماتے (خواجہ صاحب نے کبھی ا والدین، بزرگوں اور بڑے بھائی بہنوں کے سامنے سگرٹ نوشی نھیں کی)۔

جہاں تک میری یادداشت ساتھ دیتی ھے، خواجہ صاحب نے قریباً بارہ ماہ کے مختصر عرصے میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا نفیس اکیڈمی، نے یہ ترجمہ دو جلدوں میں شایع کیا۔ ملک بھر کے معتبر اخبارات اور رسائل نے اس پر عمدہ تبصرے کیے، لیکن خوا صاحب نے ہمیشہ اس کام کو اپنی طالب علمانہ کاوش قرار دیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان کی زندگی میں جب دوسرا اڈیشن شایع ہوا تو اس بھی مترجم کی حیثیت سے ان کا اصل نام 'خواجہ عبدالحی' شایع کیا گیا لیکن صاحبانِ علم و نظر اس ترجمے سے بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب کو اردو ھی نھیں فارسی پر بھی مکمل عبور حاصل تھا۔

گزشتہ سال جب عزیزم محمد شاہد عادل (المیزان، لاہور) نے اس کتاب کی اشاعت کا اشتیاق ظاہر کیا تو، میرا جواب صرف یہ چھے لفظ تھے:

چشمِ ما روشن، دلِ ما شاد

besturdubooks.wordpress.com

فہرست جلد اول

	دیباچہ مترجم	
	حرفے چند	19
	مقدمہ	23
1	اہل ہندوستان کے عقائد	23
2	نسل انسانی کی تقسیم	25
3	کوروؤں اور پانڈوؤں کے حالات	25
4	راجسوی جگ	27
5	سری کرشن	28
6	رانی گندھاری کی بد دعا کا قصہ	29
7	مہابھارت	30
8	مسلمانوں کا عقیدہ	31
9	کشن کی حکومت	32
10	مہاراج کی حکومت	33
11	کیشو راج کی حکومت	34
12	منیر رائے کی حکومت	34
13	راجہ سورج	35
14	ہندوستان میں بت پرستی	35
15	لہراج کی حکومت	36
16	کیدار برہمن کی حکومت	36
17	شنگل کی حکومت	36
18	برہٹ کی حکومت	37
19	مہاراج کچھواہہ کی حکومت	37
20	کیدراج کی حکومت	38
21	جے چند کی حکومت	38
22	راجہ دہلو کی حکومت	38
23	راجہ فور کی حکومت	38
24	راجہ سیسار چند کی حکومت	39
25	راجہ جونہ کی حکومت	39
26	راجہ کرپان چند کی حکومت	39
27	راجہ بکرماجیت کی حکومت	40
28	راجہ بھوج کی حکومت	40
29	راجہ باسدیو کی حکومت	41
30	راجہ رام دیو راجپوت کی حکومت	41
31	پرتاپ چند سیسودیہ کی حکومت	43
32	انند دیو راجپوت کی حکومت	43
33	مال دیو کی حکومت	43
34	ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد	45
35	افغان	46

مقالہ اول

	تذکرہ سلاطین لاہور	49
	امیر ناصر الدین سبکتگین	50
1	الپتگین کے حالات	50
2	سبکتگین کے ابتدائی حالات	50
3	سبکتگین کے عہد حکومت	51
4	قصدار پر لشکر کشی	51
5	جے پال سے معرکہ آرائی	52
6	جے پال کی شکست	53
7	امیر نوح سے ملاقات	54
8	امیر ابو علی ہجوری کی پریشانی	54
9	امیر ابو علی ہجوری سے جنگ	54
10	ایک عجیب و غریب واقعہ	55
11	سبکتگین کا انتقال	56

besturdubooks.wordpress.com

امیر اسمٰعیل بن امیر ناصر الدین سبکتگین 57

امین الملت یمین الدولہ سلطان محمود غزنوی 59

1 صورت و سیرت 59
2 پیدائش 59
3 حالات ابتدائے حکومت 60
4 خطاب و اعزاز 61
5 ہندوستان پر حملے 62
6 جے پال سے معرکہ آرائی 62
7 بھاٹنہ کی فتح 62
8 ملتان پر لشکر کشی 63
9 ایلک خاں کے حملے کی روداد 64
10 ایک دلچسپ واقعہ 65
11 اب سارا کا ارتداد 65
12 انند پال سے معرکہ 66
13 نگر کوٹ پر حملہ 66
14 غور پر لشکر کشی 67
15 ملتان پر حملہ 68
16 تھانیسر پر حملہ 68
17 ایک اور دلچسپ واقعہ 69
18 خلیفہ بغداد سے خط و کتابت 70
19 نندونہ کے قلعہ پر حملہ 70
20 ایک المناک حادثہ 71
21 اہل خوارزم سے جنگ 71
22 قنوج پر لشکر کشی 71
23 قلعہ میرٹ کی فتح 72
24 قلعہ مہاون کی فتح 72
25 متھرا کی فتح 72
72
27 قلعہ منج کی فتح 73
28 قلعہ چندپال کی فتح 73
29 راجہ چند رائے پر حملہ 73
30 عروس فلک مسجد کی تعمیر 74
31 چند نوادرات 74
32 فتح نامہ محمود 74
33 بدویوں کی سرزنش 75
34 راجہ انند پال سے معرکہ 75
35 راجہ نندا سے جنگ 76
36 قیرات اور ناردین کی فتح 76
37 لاہور کی فتح 76
38 راجہ نندا پر لشکر کشی 77
39 بلخ میں محمود کا ورود 77
40 فتح سومنات 78
41 کچھ سومنات کے بارے میں 78
42 محمود کے سفر کے حالات 78
43 سومنات میں ورود 79
44 معرکہ آرائی 79
45 فتح سومنات کے بعد 80
46 لفظ سومنات کی اصل 80
47 کچھ سومنات کے مندر کے بارے میں 81
48 راجہ پرم دیو کی سرزنش 81
49 قلعہ کندہ پر قبضہ 82
50 نہروالا کی طرف کوچ 82
51 سرانڈیپ اور پیگو وغیرہ پر حملے کا ارادہ 82
52 نہروالا کے حکمران کا انتخاب 82
53 وابشلیم مرتاض کا نہروالا کا حاکم مقرر ہونا 83
54 وابشلیم دشمن مرتاض پر حملہ 83

besturdubooks.wordpress.com

56	وابشلیم مرتاض کی بدقسمتی	84
57	عجیب و غریب بت	85
58	خلیفہ بغداد کا خط بنام محمود	85
59	جتائی قوم پر حملہ	86
60	ترکمانی سلجوقیوں سے معرکہ	86
61	سلطان محمود کی وفات	87
62	رنگ روپ عادات و اطوار	87
63	دولت سے محبت	87
64	ختم المرسلینؐ کی زیارت	88
65	محمود کا عدل و انصاف	88
66	شیخ ابوالحسن خرقانی سے ملاقات	90
67	خرقہ شیخ کی کرامت	91
68	ایک جواری کا دلچسپ واقعہ	92
69	محمود کا پہلا وزیر۔ ابوالعباس	92
70	ابوالعباس کی معزولی	93
71	دوسرا وزیر۔ خواجہ احمد بن حسن میمندی	93
72	تیسرا وزیر۔ احمد حسین بن میکال	94
73	زاہد آہو پوش کا واقعہ	94
74	سلطان محمود کے زمانہ کے مشہور شاعر	95
75	عصائیری	95
76	اسدی۔ طوسی	95
77	منوچہر بلخی	95
78	حکیم عنصری	95
79	عسجدی	96
80	فرخی	96
81	دقیقی	96
	امیر محمدؒ بن محمود غزنوی	**97**
1	امیر ایاز کی شورش	97
2	امیر مسعود کی خواہش	97
3	امراء کی غداری اور امیر محمد کا زوال	98
	مسعود بن محمود غزنوی	**99**
1	مسعود کے ساتھ حق تلفی	99
2	کیچ اور مکران کی فتح	99
3	رے اور ہمدان وغیرہ کا انتظام	100
4	ترکمانیوں سے معرکے	100
5	علی تگین سے جنگ	100
6	التونتاش کا زخمی ہونا	101
7	علی تگین سے صلح اور التونتاش کی وفات	101
8	ہندوستان پر لشکر کشی	101
9	قحط اور مرض	102
10	والی طبرستان پر حملہ	102
11	ترکمانیوں سے معرکہ آرائی	102
12	احمد نیا تگین کی سرکشی	103
13	قلعہ ہانسی کی فتح	103
14	سون پت کی فتح	103
15	طغرل بیگ کی سرزنش کا ارادہ	104
16	علی قندری ---- ڈاکو کا حشر	105
17	ترکمانیوں سے معاہدہ	105
18	ترکمانیوں سے جنگ	106
19	مسعود کا میدان جنگ سے فرار	106
20	حفاظتی انتظامات	106
21	لاہور کو روانگی	106
22	مسعود کی گرفتاری	107
23	سلطان مسعود کا قتل	107
	امیر مودود بن امیر مسعود	**108**
1	امیر محمد سے جنگ	108
2	بنائے فتح آباد	108

besturdubooks.wordpress.com

3 جنگ مودود و مجدود کی تیاری 109

4 ہانسی، تھانیسر اور نگرکوٹ پر ہندوؤں کا قبضہ 109

5 لاہور پر ہندوؤں کا حملہ 111

6 ترکمانیوں سے معرکہ کا حملہ 111

7 طغرل کی سرکشی 112

8 غور پر حملہ 112

9 قزدار و بہرام کی سرزنش 112

10 ابو علی کا قتل 113

11 مودود کی وفات 113

ابو جعفر مسعود بن مودود 114

ابوالحسن علی بن مسعود 114

سلطان عبدالرشید بن سلطان مسعود غزنوی 115

1 عبدالرشید کا قتل 115

2 طغرل حاجب کی بادشاہت 115

3 طغرل کا قتل 116

فرخ زاد بن سلطان مسعود بن محمود غزنوی 117

ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی 119

1 عادات خصائل 119

2 اجودھن اور روپال کے قلعوں کی فتح 120

3 درہ کی فتح 120

4 ابراہیم شاہ کی مستقل مزاجی۔ ایک واقعہ 121

5 ابوالفرج 122

علاؤ الدولہ مسعود بن ابراہیم بن مسعود غزنوی 123

سلطان الدولہ ارسلاں شاہ بن سلطان مسعود 123

معزالدولہ بہرام شاہ بن مسعود 125

1 کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ 125

2 محمد باہلیم سے معرکہ آرائی 126

3 سیف الدین سوری کی یورش 126

4 علاؤ الدین سے معرکہ آرائی 127

5 مشہور شاعر حکیم سنائی کا ذکر 128

ظہیر الدولہ خسرو شاہ بن بہرام شاہ 130

1 علاؤ الدین کی جہاں سوزی 130

خسرو ملک بن خسرو شاہ 132

1 شہاب الدین غوری کا پہلا حملہ 132

2 شہاب الدین غوری کا دوسرا حملہ 132

3 سیالکوٹ کے قلعے کا محاصرہ 132

4 شہاب الدین غوری کا تیسرا حملہ 132

مقالہ دوم

سلاطین دہلی کے حالات میں 134

1 تمہید 135

2 ہندوؤں کے عقائد 135

3 شہر دہلی کی بنا 137

4 غوریوں کا احوال 138

5 قطب الدین حسن اور اس کی اولاد کے حالات 139

6 سیف الدین 141

7 غیاث الدین اور شہاب الدین 141

8 سیف الدین محمد بن علاؤ الدین 142

شہاب الدین غوری 143

1 ملتان اور اچھ کی فتح 143

besturdubooks.wordpress.com

3 ترائن کی پہلی لڑائی 144
4 شہاب الدین کے زندہ بچنے کا واقعہ 145
5 ترائن کی دوسری لڑائی 146
6 معتوب امیروں کی معافی 146
7 معرکہ آرائی 146
8 واپسی 148
9 قطب الدین ایبک کی سرگرمیاں 148
10 شہاب الدین کی آمد 148
11 اجمیر اور گجرات پر حملہ 149
12 دیگر فتوحات 149
13 غیاث الدین کی وفات 149
14 خوارزم پر حملہ 149
15 ایبک (غلام شہاب الدین) کی سرگرمیاں 150
16 ایلدگز (غلام شہاب الدین) کی سرگرمیاں 150
17 گکھروں کا مشرف بہ اسلام ہونا 151
18 تراہیہ کی طرف توجہ 152
19 شہاب الدین کا قتل 152
20 شہاب الدین کی شہادت کے 153

سلطان قطب الدین ایبک 154

1 قطب الدین کے ابتدائی حالات 154
2 قطب الدین کی فیاضی 154
3 قطب الدین کی عارضی اسیری 154
4 قطب الدین کا ہندوستان کا سپہ سالار مقرر ہونا 155
5 راجہ جیتواں کی شکست 155
6 راجہ بنارس سے مقابلہ 155
7 سفید ہاتھی 156
8 دہلی و اجمیر میں شورش 156
9 قطب الدین ایبک کا غزنی جانا 157
10 جامع مسجد کی تعمیر کی تکمیل 157
11 نہران کے راجپوتوں سے جنگ 158
12 غزنی سے امدادی فوج کی آمد 158
13 گجرات پر قبضہ 158
14 کالنجر پر حملہ 159
15 مہوہ اور بدایوں کی فتح 159
16 قطب الدین کی خودمختاری 159
17 تاج الدین یلدوز سے معرکے 160
18 قطب الدین کی وفات 160

سلطان تاج الدین یلدوز 162

1 ابتدائی حالات 162
2 بیٹے کی وفات کا عجیب و غریب واقعہ 162
3 یلدوز کی تخت نشینی 163
4 یلدوز کی معرکہ آرائیاں 163
5 ناصر الدین قباچہ 164

اختیار الدین محمد خلجی 164

بہاء الدین طغرل 164

آرام شاہ بن قطب الدین ایبک 165

شمس الدین التمش 166

1 ابتدائی حالات 166
2 التمش امیر الامرائی کے عہدے پر 167
3 تخت نشینی 167
4 جالور پر لشکر کشی 167
5 تاج الدین یلدوز سے جنگ 168
6 ناصرالدین قباچہ سے معرکے 168
7 خوارزم شاہ سے معرکہ 168
8 لکھنوتی اور بہادر پر لشکر کشی 168
9 قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت 169

besturdubooks.wordpress.com

10	رنتھمبور کی فتح	169
11	عمامہ خلافت التمش کے لئے	169
12	فتح گوالیار	170
13	وفات	170
14	حوض شمسی	170
15	غیبی امداد	171
16	خدمت فقراء	171
17	ذوق سماع	171
18	قاتلانہ حملہ	172

رکن الدین فیروز شاہ 173

1	رکن الدین کی عیش کوشی	173
2	شاہ ترکان کا اقتدار	173
3	ملک میں بغاوت و سرکشی کا دور دورہ	173
4	رضیہ کی تخت نشینی	174

رضیہ سلطانہ 175

1	ابتدائی حالات	175
2	التمش کی رائے رضیہ کے متعلق	175
3	چند امراء کی بغاوت	175
4	حکومت کی تنظیم نو	176
5	یاقوت حبشی کا اقتدار	176
6	رضیہ کا زوال اور گرفتاری	176
7	رضیہ اور ملک التونیہ کی شادی	177
8	رضیہ کا قتل	177

معزالدین بہرام شاہ 178

1	اپتگین کا اقتدار	178
2	اپتگین کا خاتمہ	178
3	امراء کی سازش	178
4	امراء پر عتاب	179
5	لاہور پر چنگیزی مغلوں پر حملہ	179

علاؤالدین مسعود بن رکن الدین فیروز شاہ 181

1	اعزالدین بلبن کی تخت نشینی	181
2	علاؤالدین مسعود کی تخت نشینی	181
3	التمش کے بیٹوں کی رہائی	181
4	لکھنوتی پر مغلوں کا حملہ	181
5	علاؤالدین کی بدکرداری	181

ناصرالدین محمود 183

1	تخت نشینی	183
2	انتظامات سلطنت	183
3	بلبن کی نیابت	184
4	ملتان پر حملہ	184
5	سکندر اعظم کا واقعہ	184
6	راجہ دکی ملکی پر حملہ	185
7	ملتان پر حملہ	185
8	جاہر دیو سے مقابلہ	185
9	خان اعظم کا ہانسی میں قیام	186
10	عماد الدین ریحانی کی برطرفی	186
11	باغی امراء کی سرکوبی	187
12	کشلی خاں اور قتلغ خاں کی سرگرمیاں	187
13	مغلوں کا حملہ	187
14	کوہ پایہ' رنتھمبور اور سوالک پر لشکر کشی	188
15	ہلاکو خاں کے سفیر کی آمد	188
16	ناصرالدین کا کردار	188
17	ناصرالدین اخلاق	189
18	طہارت نفس	189

besturdubooks.wordpress.com

1	غلامانہ زندگی	190
2	بلبن بارگاہ التمش میں	190
3	بلبن کا ماضی---- مستقبل کا اشاریہ	190
4	جاگیرداری	190
5	امیر حاجبی اور وزارت	191
6	تخت نشینی	191
7	ترکان چہل گانی	191
8	بلبن کی بلند نظری	191
9	کردار کی بلندی کا ایک واقعہ	192
10	بیرونی شاہزادوں کی آمد	192
11	دربار کی شان و شوکت	192
12	بلبن کا انصاف اور حق پرستی	193
13	دستور جہانبانی	194
14	بلبن کی شخصیت	194
15	امن و امان	195
16	شکار کا شوق	195
17	بلبن کی عاقبت اندیشی	195
18	تاتار خاں کی اطاعت	196
19	میواتی لیٹروں کا خاتمہ	196
20	باغیوں کی سرزنش	196
21	کوہ پایہ کا سفر	197
22	لاہور کا سفر	197
23	بوڑھے لشکریوں کی معزولی	197
24	شیر خاں کا انتقال	198
25	ایک محمد کشیل خاں اور علاؤ الدین	198
26	علاؤ الدین کی سخاوت	199
27	خان شہید	199
28	ایک نادر بیاض شعر	199
29	محفل وجد و حال	200
30	شیخ سعدی سے عقیدت	200
31	بغرا خاں	200
32	طغرل کی بغاوت	201
33	امین خاں کی شکست	201
34	ملک ترضی کی شکست	202
35	طغرل کا فرار	202
36	طغرل کی تلاش	202
37	طغرل کا قتل	203
38	انعامات و اعزاز	203
39	طغرل کے ہمدردوں کا قتل عام	203
40	بغرا خاں کا حاکم لکھنوتی ہونا	203
41	بلبن کی نصیحتیں	204
42	دہلی میں واپسی	204
43	خان شہید کی دہلی میں آمد	205
44	خان شہید کی نصیحتیں	205
45	تیمور خاں کا حملہ	206
46	تیمور اور خان شہید میں جنگ	206
47	شہزادہ سلطان محمد خان شہید کی شہادت	206
48	کیخسرو حاکم ملتان	207
49	بلبن کی بیماری	207
50	کیخسرو کی ولی عہدی	207
51	بلبن کا انتقال	208
52	کیقباد کی تخت نشینی	208

معز الدین کیقباد 209

1	ابتدائی حالات	209
2	عیش کوشی	209
3	نظام سلطنت	209
4	ملک نظام الدین کا جنون	210
5	کیخسرو کے اندیشے	210

besturdubooks.wordpress.com

6 کیخسرو کا قتل 210
7 ملک نظام الدین کا عروج 211
8 امراء کی تباہی و بربادی 211
9 نظام الدین کا خیال خام 211
10 بغرا خاں کا حملہ 212
11 باپ بیٹے میں صلح 212
12 نصیحتیں 213
13 بغرا خاں کی واپسی 214
14 کیقباد کا عارضی زہد 214
15 ایک فتنہ روزگار 215
16 بے راہروی اور بیماری 216
17 ملک نظام کا خاتمہ 216
18 کیومرث کی تخت نشینی 216
19 فتنہ و فساد 216
20 کیومرث کی گرفتاری 217
21 کیقباد کی موت 217

جلال الدین فیروز شاہ خلجی 218

1 لفظ خلجی کا اصل 218
2 شہر نو کی تعمیر 219
3 انتظامات حکومت 219
4 قدیم دہلی میں درود 219
5 جلال الدین کی شخصیت اور کردار 220
6 ملک چھجو سے معرکہ آرائی 221
7 ساجی ابتری 222
8 امراء کی سازش 223
9 مولانا سراج الدین حلبی کا واقعہ 223
10 المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب 224
11 سیدی مولہ 224
12 خیرات و مبرات 225
13 سیدی مولہ کا حکمرانی کا خواب 226
14 سیدی مولہ کا امتحان 226
15 سیدی مولہ کا قتل 227
16 سیاہ آندھی 227
17 شہزادہ خانخاناں کی وفات 227
18 رنتھنبور پر حملہ 228
19 مغلوں کا حملہ 228
20 دیوگڑھ کی فتح 229
12 کافروں کی بدبختی 230
22 غیبی امداد 231
23 علاؤ الدین کی تخت نشینی کے تفصیلی حالات 232
24 علاؤ الدین کے بارے میں مشورے 233
25 علاؤ الدین کا خط 234
26 جلال الدین کا کڑہ کا سفر کرنا 235
27 جلال الدین کا قتل 236
28 جلال الدین کے سر کی تشہیر 237
29 علاؤ الدین کی تخت نشینی 238

علاؤ الدین خلجی 239

1 دہلی کو روانگی 239
2 ہنگامہ عیش و عشرت 240
3 جلال الدین کی اولاد کی تباہی 241
4 مغلوں کا حملہ 241
5 جلالی امراء پر عتاب 242
6 گجرات کی فتح 242
7 نو مسلم مغلوں کی بغاوت۔۔ شاہی لشکر میں پھوٹ 242
8 وحشیانہ سزائیں 243
9 سیوستان کا محاصرہ 243
10 [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

11	ظفر خاں کا قتل	244
12	علاؤ الدین کی خام خیالیاں	245
13	علاؤ الملک کوتوال کی دانشمندی	246
14	رنتھنبور پر حملہ	247
15	علاؤ الدین کے قتل کی ناکام کوشش	248
16	رنتھنبور میں ورود	249
17	اودھ اور بدایوں کے حاکموں کی بغاوت	249
18	حاجی مولی کی بغاوت	249
19	حاجی مولی کا قتل	250
20	بغاوتوں کو روکنے کی تدابیر	251
21	خفیہ خبر رسانی کا انتظام	251
22	شراب نوشی پر پابندی	252
23	امراء کے باہمی تعلقات پر پابندی	252
24	دولت کی تحدید	253
25	مساوات کا دور دورہ	253
26	فاسد خیالات اور ان کی اصلاح	253
27	قاضی مغیث الدین سے بادشاہ کی گفتگو	254
28	قلعہ چتوڑ کی فتح	256
29	مغلوں کا حملہ	256
30	ضروریات زندگی کی ارزانی	257
31	قاعدہ نمبر1 (غلے سے متعلق)	257
32	قاعدہ نمبر2 (کپڑے سے متعلق)	258
33	قاعدہ نمبر3 (گھوڑوں کے متعلق)	259
34	قاعدہ نمبر4 (غلاموں اور کنیزوں سے متعلق)	260
35	قاعدہ نمبر5 (گائے بھینسوں وغیرہ سے متعلق)	260
36	عہد علائی کے سکے	261
37	مغلوں کا حملہ	262
38	مالوہ اور اجین وغیرہ کی فتح	262
39	پدمنی کا قصہ۔ راجہ رتن سین کی رہائی	263
40	مغلوں کا نیا حملہ	263
41	مغلوں کا ایک اور حملہ	264
42	علاؤ الدین کی کامیابیوں کا راز	264
43	دکن پر حملہ	264
44	دیولدی کا قصہ	265
45	راجہ رائے کرن سے معرکہ	266
46	دیولدی کا ملنا	266
47	دیوگڑھ کی تسخیر	266
48	رامدیو کی عزت افزائی	267
49	قلعہ سیوانہ پر حملہ	267
50	قلعہ جالور کی فتح	267
51	کانیر دیو کا قتل	268
52	ورنگل کی تسخیر کا عزم	268
53	راجہ رام دیو کی مہمان نوازی	268
54	بیرونی قلعے کی فتح	269
55	لدر دیو کی اطاعت	269
56	ڈاک کا انتظام	269
57	حضرت محبوب الٰہیؒ کا ارشاد	269
58	حضرت محبوب الٰہیؒ سے عقیدت	270
59	دھور سمندر اور معبر کی فتح	270
60	مال و دولت کی فراوانی	270
61	علاؤ الدین کی بخشش	271
62	نو مسلم مغلوں کا قتل	271
63	اباحیوں کا قتل	272
64	عادات و خصائل	272
65	بزرگان دین	272
66	علمائے کرام	273
67	قاری اور واعظ	274
68	ندیم اور مصاحب	274

besturdubooks.wordpress.com

69	شعرائے کرام	274
70	امیر خسروؒ	274
71	حسن سنجریؒ	275
72	دیگر شعراء	275
73	مورخین اور اطباء	275
74	علاؤ الدین کا زوال	275
75	ملک نائب کی محبت	275
76	بیٹوں کی تربیت کی طرف سے بے توجہی	276
77	راجہ تلنگانہ کا خط	276
78	ملک نائب کی مہم دکن	276
79	علاؤ الدین خلجی کی بیماری	276
80	ملک جہاں اور خضر خاں کی نامعقولیت	276
81	خضر خاں کی امروہے کو روانگی	277
82	خضر خاں کی واپسی	277
823	خضر خاں اور شادی خاں کی گرفتاری	277
84	بغاوتیں	277
85	علاؤ الدین کا انتقال	278
	شہاب الدین عمر بن علاؤ الدین خلجی	279
1	خاندان علائی پر ظلم	279
2	شیخ نجم الدین کا فیضان روحانی	279
3	ملک نائب کے عزائم	279
4	شہزادہ مبارک کے قتل کی کوشش	279
5	ملک نائب کا قتل	280
	قطب الدین مبارک شاہ خلجی	281
1	خطابات اور عہدوں کی تقسیم	281
2	قیدیوں سے ہمدردی	281

4	گجرات کی بغاوت	282
5	دیوگڑھ پر حملہ	282
6	خسرو خاں کا اعزاز	282
7	قتل کی سازش	283
8	شہزادوں کا قتل	283
9	مبارک شاہ کی عاقبت اندیشی	283
10	بے گناہوں پر ظلم	283
11	حضرت محبوب الٰہیؒ سے عداوت	284
12	بازاری عورتوں کی فراوانی	284
13	حسام الدین کا حاکم گجرات ہونا	284
14	دکن میں بغاوت	284
15	خسرو خاں کا مالابار پہنچنا	285
16	حاکم تلنگانہ پر تشدد	285
17	خسرو خاں کا خیال خام	285
18	خسرو خاں کی عیاری	285
19	امراء پر عتاب	286
20	خسرو خاں کی حرکات	286
21	خسرو خاں کی قوت	286
22	یوسف صوفی کا مشورہ	286
23	ایک نئی تدبیر	287
24	خسرو خاں کا شاہی حرم کی چابیاں حاصل کرنا	287
25	قاضی خاں کی حق گوئی	287
26	قاضی خاں کا قتل	288
27	ہنگامہ	288
28	مبارک شاہ کا قتل	288
29	بادشاہ کے بیٹوں کا قتل	289
30	امراء کی گرفتاری	289
31	خسرو خاں کی تخت نشینی	289

besturdubooks.wordpress.com

33 مذہبی حالت 290
34 ملک فخر الدین جونا کا فرار 290
35 ملک جونا اور غازی ملک کی ملاقات 290
36 حاکم ملتان کا قتل 290
37 ملک بیگ لکھی کا حشر 291
38 خسرو خاں کے لشکر اور غازی ملک سے جنگ 291
39 غازی ملک کا دہلی آنا 291
40 غازی ملک اور خسرو خاں کی جنگ 291
41 غازی ملک کی فتح اور تخت نشینی 291

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ 293

1 لفظ تغلق کا ماخذ 293
2 غیاث الدین کا کردار 293
3 جاگیریں اور عہدے بخشا 293
4 الغ خاں' تلنگانہ پر پہلا حملہ اور اسکے اسباب 294
5 جھوٹی افواہیں اور فوج میں بدامنی 295
6 تلنگانہ پر دوسرا حملہ اور فتح 295
7 لکھنوتی اور سنار گاؤں کی بغاوتیں 296
8 قلعہ ترہٹ کی فتح 296
9 غیاث الدین کی وفات 296

سلطان محمدؐ شاہ تغلق 298

1 تخت نشینی 298
2 سلطان محمدؐ شاہ تغلق کا کردار 298
3 مراعات اور عطائے جاگیر 298
4 علم نوازی 298
5 مغلوں کا حملہ 300
6 زوال سلطنت کے اسباب 300
7 خراج کی زیادتی 300
8 خزانے کی تباہی 301
9 ملک گیری کا سودا 301
10 کوہ ہماچل کی تسخیر کا ارادہ 302
11 آلام و مصائب کی یورش 302
12 دہلی تباہی و بربادی 302
13 بغاوتیں' ملک بہاؤ الدین کی بغاوت 303
14 مرکز کی تبدیلی 303
15 قلعہ کندھانہ کی فتح 304
16 بہرام ابیہ کی بغاوت 304
17 علاقہ دو آبہ میں بغاوت 305
18 قتل و غارت گری کا شوق 305
19 فخر الدین خاں کی بغاوت 305
20 ویرانی و تباہی کا دور دورہ 306
21 سامنہ کی بغاوت 307
22 ملک جندر کی بغاوت 307
23 خلعت خلافت عباسیہ 744ھ 307
24 کشنانایک کی بغاوت 308
25 نظام مائیں کی سرکشی 309
26 ہنگامہ دکن 309
27 علی شاہ کی بغاوت 309
28 عین الملک کی بغاوت 310
29 قتلغ خاں کی معزولی 311
30 قوانین خاں امیر کوٹی 311
31 محمد تغلق کی سیاست 313
32 قلعہ دھارا کی تسخیر 315

فیروز شاہ تغلق 318

1 سیاسی ابتری 318
2 نوروز گرگین کی بغاوت 318
3 فیروز تغلق کی جانشینی 318
4 جانشینی کا فیصلہ 320

besturdubooks.wordpress.com

5 فتح خاں کی ولادت 320
6 فیروز تغلق کا کردار 320
7 ولادت محمد خاں 321
8 مہمات 321
9 خلیفہ عباسیہ کا فرمان نیابت 321
10 شہزادہ فتح خاں کی تعلیم و تربیت 322
11 شہزادہ محمد خاں 326
12 شہزادہ محمد خاں تخت نشینی 326
13 ناصر الدین کی شکست 327
14 غیاث الدین تغلق شاہ کی جانشینی 327
15 فیروز شاہ کی رحلت 328
16 فتوحات فیروز شاہی 328

غیاث الدین تغلق شاہ بن فتح خاں 330

تغلق شاہ کا کردار 330

ابوبکر شاہ بن ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ تغلق 330

ناصر الدین محمدؒ بن سلطان فیروز شاہ باربک تغلق 332

1 تخت نشینی 332
2 ہمایوں خاں 332
3 ناصر الدین کی حکمرانی 333
4 ناصر الدین کی رحلت 334

سکندر شاہ بن ناصر الدین محمدؒ شاہ 335

ناصر الدین محمود بن ناصر الدین محمدؒ 336

1 نصرت شاہ 337
2 دو بادشاہوں کی حکمرانی 337
4 امیر تیمور کا ہندوستان پر حملہ 800ھ 338
5 قلعہ بھٹیر کی فتح 339
6 قلعہ لونی پر قبضہ 340
7 ناصر الدین محمود کی شکست 341
8 امیر تیمور کی ہندوستان سے واپسی 341
9 ملو خاں کا دہلی پر حملہ 343
10 ملو خاں کا قلعہ گوالیار پر حملہ 343
11 ابراہیم لودھی اور بیرم خاں کا معرکہ 344
12 ناصر الدین محمود کی وفات 345
13 دولت خاں لودھی کی تخت نشینی 345
14 دولت خاں لودھی کا انتقال 346

besturdubooks.wordpress.com

دیباچہ مترجم

تاریخ، تہذیب و تمدن کا ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں انسانیت کے خدوخال اپنی تمام خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ بڑی وضاحت سے ابھر کر ہوتے ہیں۔ انسانی تہذیب نے "خوب سے خوب تر کی تلاش میں جو ارتقائی سفر طے کیا اور جن وادیوں اور منزلوں سے یہ کاروان رنگ و بو گزرا ہے۔ ان کی روداد جب الفاظ کا پیکر اختیار کرتی ہے تو "تاریخ" بن جاتی ہے' لیکن تاریخ ماضی کے واقعات کو صرف دہرا دینے ہی کا نام نہیں بلکہ ماضی کی بازیافت کا فن ہے۔ ظاہر ہے کہ کچھ مخصوص افراد کے نام گنوا کر یا کچھ چیدہ شخصیتوں کے حالات لکھ کر عہد گزشتہ کو زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ واقعات کے اسباب و نتائج کو گہری نظر سے دیکھا جائے۔ اور اجتماعی زندگی کی ان قدروں کا جائزہ لیا جائے جو اقوام و ملل کے عروج و زوال سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ مورخ کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ اپنے پیش رو مورخین کے بیانات "انداز دیگر" سے پیش کر دے' بلکہ اسے سیاسی' معاشی اور جغرافیائی حالات کے فکری تجزیے سے اسباب و واقعات اور ان کے اثرات کی ایک ایسی تصویر پیش کرنی پڑتی ہے۔ جو ماضی کے ہر پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ تاریخ کا دیگر معاشرتی علوم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ایک مورخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام معاشرتی علوم اور علوم تاریخ سے ان کے تعلق پر گہری نظر رکھتا ہو۔

اگر ہم تاریخ نگاری کے فن کا جائزہ لیں تو ہمیں واضح طور پر نظر آئے گا کہ ابتداء میں تاریخ کا مفہوم یہ تھا کہ کچھ نمایاں افراد کے حالات زندگی لکھ دیے جائیں۔ کسی ملک کی تاریخ یوں لکھی جاتی تھی کہ وہاں کے سلاطین کا یکے بعد دیگرے تذکرہ کر دیا جاتا تھا۔ اور حالات و واقعات اور ان کے اسباب و نتائج کے باہمی تعلق اور اجتماعی زندگی کی تصویر کشی کو بالکل نظرانداز کر دیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ انداز نظر متروک ہوتا گیا اور تاریخ اجتماعی زندگی کی داستان بنتی گئی۔

تاریخ کے بارے میں بے شمار نظریات ہیں۔ ہر مورخ نے اپنا نظریہ تاریخ جداگانہ طور پر بیان کیا ہے لیکن ایک حقیقت ان تمام نظریات کے پس پردہ کارفرما ہے۔ کہ اگر تاریخ سچائی کے رخ سے نقاب نہیں اٹھاتی تو وہ محض داستان طرازی ہے۔ یعنی حقیقت کو تلاش کرنے کا جذبہ ہی تاریخ اور قصص و حکایات میں فرق پیدا کرتا ہے۔

علم تاریخ سے ہر دور میں دلچسپی لی گئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ اپنے ماضی سے لگاؤ رہا ہے وہ اپنے پیچھے پھیلے ہوئے لامتناہی ارتقائی راستوں کی طرف مڑ کر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ کیونکہ ہر گزرا ہوا لمحہ اور اس سے وابستہ یادیں عزیز ہی نہیں ہوتیں بلکہ متاع حیات کا درجہ رکھتیں ہیں۔ ماضی کا مطالعہ حال کو سمجھنے اور مستقبل کو بہتر بنانے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ گزرے ہوئے زمانے کو فراموش کر کے حال و مستقبل کو سازگار بنانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

تاریخ کے مطالعہ کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ علم سیاسی شعور کی بیداری میں بڑی مدد دیتا ہے۔ آج کی دنیا میں جمہوریت کی مقبولیت نے ہر فرد پر بڑی ذمہ داریاں ڈال دی ہیں۔ وہ اب اپنے حکمرانوں کا انتخاب خود آپ ہی کرتا ہے۔ گویا تاریخ کی تشکیل میں وہ اہم خدمت انجام دیتا ہے۔ عہد حاضر کے شہری کے لیے ضروری ہے کہ وہ گزشتہ ادوار کی تاریخ کو سامنے رکھے اور اس کے گہرے مطالعہ کے بعد کسی نتیجے پر پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں علم تاریخ اس کے سیاسی شعور کی نشو و نما میں بہت زیادہ حصہ لے گا۔ تاریخ کا مطالعہ ہر باشعور شہری کے لیے ضروری ہے اس سے نگاہ میں وسعت اور ذہن میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ ایک شہری اور علم تاریخ کے درمیان شاگرد اور

besturdubooks.wordpress.com

فارسی زبان کا ماہر ہو گا وہ ترجمہ کیوں پڑھنے لگا وہ اصل کو بہرحال ترجیح دے گا اور اس سے استفادہ کرے گا۔

زیرِ نظر ترجمے کو راقم الحروف نے ہر اعتبار سے موجودہ زمانے کے انداز نگارش سے قریب کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح کہ اصل کتاب کے مفاہیم و مطالب میں سرمو فرق نہیں آنے دیا۔ جابجا حواشی بھی دیئے گئے ہیں جن میں قدیم شہروں اور دریاؤں کے موجودہ نام اور ان کے جغرافیائی حالات بھی درج کیے ہیں۔ فرشتہ سے جہاں کہیں کسی تاریخی یا جغرافیائی صورت حال کے بارے میں غلط بیانی ہو گئی ہے وہاں اس کی حتی الامکان حاشئے میں تصحیح بھی کر دی ہے۔

عبدالحیٔ خواجہ ایم۔اے

besturdubooks.wordpress.com

حرفِ چند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا تعالیٰ کی حمد و نعت رسول کے بعد یہ بندہ عاجز کہ جسے محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی کہتے ہیں اور جو فرشتہ کے لقب سے مشہور ہے۔ بزم دنیا کے ان پاک نفس حضرات کی خدمت میں کہ جن کے دل الفاظ و معانی کے عیب و صواب کو پرکھنا جانتے ہیں یہ عرض کرتا ہے کہ جن دنوں یہ ناچیز احمد نگر میں رہتا تھا۔ ان دنوں اس کے کانوں میں کبھی کبھی یہ صدائے غیب آتی تھی۔

"اے نگار خانہ ہستی میں نقش طرازیاں اور رنگ آمیزیاں کرنے والے! جب یہ امر مسلمہ ہے کہ حق پرست لوگوں کا شکر ادا کرنا اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا درحقیقت خداوند باری تعالیٰ کی تعریف کے مترادف ہے تو پھر یہ تیرا فرض ہے کہ تو ایک ایسی کتاب تصنیف کرے جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے حالات اور اولیائے کرام کے تذکرے پر مشتمل ہو کیونکہ ہندوستان کی ظاہری اور باطنی حکومت انہیں دو طرح کی عظیم الشان شخصیتوں کی مرہون منت رہی ہے اور رہے گی۔

مجھے اس قسم کی کوئی کتاب دستیاب نہ ہو سکی کہ جس میں ہندوستان کے عالی مرتبت بادشاہوں کے حالات درج ہوتے۔ اس لیے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچنے میں قدرے تاخیر ہوئی۔ ۹۹۷ء میں میں نے دارالسلطنت احمد نگر کو خیرباد کہا اور بیجا پور پہنچا۔ اور یہاں کے فرمانروا یعنی والیے دکن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی طبیعت میں حقائق سے دلچسپی لینے کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور اکثر تاریخی کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہتی ہیں۔ اس عالی مقام فرمانروا نے اپنی روایتی کرم گستری اور شفقت سے مجھے بھی نوازا۔ اور طرح طرح کے انعامات عطا کیے اور مہربانیاں کیں۔ نیز حکم فرمایا "یہ تیرا فرض ہے اور حق بندگی ہے کہ تو ہمارے مبارک حالات و واقعات اور ہندوستان کے دوسرے بادشاہوں کے کارنامے سپرد قلم کرے۔ تو ایک مشاق غواص کی طرح دریائے فکر سے ان چمکدار جواہرات کو نکال اور گوش ہائے ہوش میں آویزاں کر۔ اپنی طبیعت کے باغبان سے کہ جو الطاف شاہانہ کا پروردہ ہے ایک ایسا گلشن آراستہ کر کہ جس میں گلستان معنی کے بلبل چہچہائیں۔ اپنی طبع تعمیر پسند سے کہ جو خسروانہ عنایتوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے یہ کہہ کر کہ وہ ایک ایسے محل کی بنیاد کھڑی کرے کہ جس کی سپاس گزاری کی شیرینی سے صاحبان فرہاد منش شریں کام ہوں۔ عطارد کی طرح ایک ایسی دوکان آراستہ کر کہ پاک روحیں اس کے سامان کی خریداری کے لیے آئیں۔ حضرت سلیمانؑ کی مانند ایک ایسا دسترخوان بچھا کہ جنت کے پرندے اس کی ریزہ چینی کے لیے زمین کی طرف آئیں۔

زی مرتبت شاہ جب اس قدر مہربان ہوا تو میں اس کی عنایتوں کے جام سے سرشار ہو کر حق خدمت بندگی بجا لایا۔ اور عرض کیا کہ "اب جب کہ میری بے زبان قسمت کو نعمت خوش الحانی مل گئی ہے اور میری گفتگو شاہی کلام سے ہم آہنگ ہوئی ہے تو اس میں کیا تعجب ہے کہ میں کلیم کی طرح قدر و منزلت کے طور پر اپنا پرچم لہراؤں اور خداوند تعالیٰ کی مدد اور بادشاہ سلامت کی مسیحا نفسی کے طفیل بازار حسن میں ایک ایسا معشوق نازنیں لاؤں کہ جسے دیکھ کر زلیخائے زمانہ پکار اٹھے کہ یہی یوسف ثانی ہے۔ یا یہ کہ ایک زلیخا حسین دلہن کو بیجا پور کی جلوہ گاہ میں تخت رعنائی پر اس طرح بٹھاؤں کہ دنیا یوسف کنعان کی طرح اس کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

بسازم یکے بوستاں چوں بہشت کہ خلدش بے بنی بہ اروی بہشت
گلستانے آرائم ازخوش سخن! کہ ہرگز نہ گرودز گردش کہن

اس گفتگو کے بعد میں نے ہندوستان کی تاریخ سے متعلق کتابیں جمع کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ہر مقام اور ہر ملک کی تاریخی کتابوں کے مختلف نسخے جمع کیے، لیکن ان کتابوں میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں ہندوستانی بادشاہوں کے مکمل حالات اور ان کے زمانوں کے مفصل واقعات درج ہوں۔ کتابوں کے اس فراہم شدہ مجموعے میں سب سے بہتر نسخہ "تاریخ نظام الدین احمد بخشی" کا تھا لیکن اس میں ایسے بہت سے حالات و واقعات درج نہ تھے جن کا خود مجھے ذاتی طور پر علم تھا۔ یہ عالم دیکھ کر میرا شوق تصنیف و تالیف تیز سے تیز تر ہو گیا اور میں نے متقدمین کی ان تصنیف کردہ کتابوں کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا اور اس مخفی خزانے کو جو ان کتابوں میں موتیوں کی طرح بکھرا پڑا تھا ایک خاص ترتیب کے ساتھ تاگے میں پرو دیا ہے۔ میری محنت اس کتاب کی صورت میں کہ جس کا نام "گلشن ابراہیمی" ہے۔ آپ کے سامنے ہے۔

میں نے اس کتاب کو جو زمین تحقیق کی پیداوار ہے اور جس کا شانہ حق و صداقت کی چادر سے سجا ہوا ہے۔ ۱۰۱۵ھ میں عدالت پناہ، معارف سپاہ، گوہر معدن شاہنشاہی، فروغ خاندان جہاں پناہی، انتخاب دیوان قضا و قدر، مقدمہ جنود فتح و ظفر بادشاہ جہاں پناہ کے اسم مبارک سے معنون کر کے ان کے مبارک محفل میں ایک تحفے کی صورت میں پیش کیا۔

میں یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنے آپ کو ان ذی علم اور فاضل مصنفین کے مقابلے پر پیش کروں جو اعلیٰ درجے کی تصانیف اپنی یادگار کے طور پر چھوڑ کر عالم فانی کو خیرباد کہہ چکے ہیں اور ان گرامی قدر تصانیف کے بالمقابل اپنی اس حقیر تصنیف کو لاؤں۔ کیونکہ ایسا کرنا بے ادبی کے مترادف ہو گا۔ لہٰذا اس سلسلے میں میرا خاموش رہنا ہی بہتر ہو گا۔ ہاں اس قدر کہنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ نکتہ شناس اور معاملہ فہم اصحاب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اس کتاب کو اسلاف کی تصانیف سے وہی نسبت ہے جو کعبے کو بیت المقدس سے۔

مرا در سخن گرچہ آں پایہ نیست دلے خاک فطرت تنک مایہ نیست

مجھے امید ہے کہ یہ سادہ رخسار محبوب جو ہر طرح کی تزئین و آرائش سے بے نیاز ہے اور گوہر شب چراغ جو عبارت آرائی اور نظم کی پابندیوں سے آزاد ہے عنایات خسروانہ کو اپنی جانب مبذول کرے گا اور یہ خالص اور کھرا سکہ مروج ہو گا اور قبولیت حاصل کرے گا۔

ذیل میں ان کتابوں کے نام دیے جاتے ہیں جو زیر نظر کتاب کی تیاری میں میرے زیر مطالعہ رہیں۔

۱۔ ترجمہ یمینی زین الاخبار۔

۲۔ تاج المآثر۔

۳ طبقات ناصری

۴ ملحقات شیخ عین الدین بیجاپوری۔

۵ تاریخ فیروز شاہی

۶ واقعات بابری

۷ واقعات ہمایونی

۸ تاریخ بنا کتی

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

۱۰- سراج التواریخ بہمنی تالیف ملا محمد لاری۔
۱۱- تاریخ مبارک شاہی۔
۱۲- تحفۃ السلاطین بہمنی تالیف ملا داؤد بیدری۔
۱۳- تاریخ الفی۔
۱۴- تاریخ اُستادی ملا احمد تتوی۔
۱۵- روضۃ الصفا۔
۱۶- حبیب السیر۔
۱۷- تاریخ حاجی محمد قندہاری۔
۱۸- طبقات محمود شاہی بزرگ (مندوی)
۱۹- طبقات محمود شاہی بزرگ (مندوی)
۲۰- تاریخ محمود شاہی خورد (مندوی)
۲۱- تاریخ نظام الدین احمد بخشی۔
۲۲- تاریخ بنگالہ۔
۲۳- تاریخ سندھ۔
۲۴- تاریخ کشمیر
۲۵- نسخہ الفوائد الفواد
۲۶- نسخہ منیر المجالس
۲۷- نسخہ قلبی
۲۸- نسخہ خیر العارفین شیخ جمالی شاعر

یہ کتاب بارہ مقالوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں ایک "مقدمہ" اور آخر میں "خاتمہ" ہے۔

تفصیل مقالات

۱- تذکرہ سلاطین لاہور
۲- تذکرہ سلاطین دہلی
۳- تذکرہ شاہان دکن
۴- تذکرہ شاہان گجرات
۵- تذکرہ سلاطین مالوہ
۶- تذکرہ شاہان خاندیش
۷- تذکرہ شاہان ملتان
۸- تذکرہ شاہان سندھ

besturdubooks.wordpress.com

۹- تذکرہ شاہان کشمیر

۱۰- تذکرہ فرمانروایان ملیبار

۱۱- تذکرہ شاہان بنگالہ

۱۲- تذکرہ مشائخ ہند

besturdubooks.wordpress.com

مقدمہ

اہل ہندوستان کے عقائد

مہابھارت ہندوؤں کی ایک مستند کتاب ہے۔ اس زمانے میں ان کی کوئی اور کتاب اس سے زیادہ بڑی اور معتبر نہیں ہے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں شیخ مبارک کے صاحبزادے ابوالفیض فیضی نے اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا اس کتاب میں ایک لاکھ سے زائد اشعار ہیں۔ ہندوؤں کے عقائد کے بارے میں اس کتاب کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ مکمل تاریخی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ شروع سے آخر تک اصل حقیقت سے باخبر ہو جائیں۔

صوفی ہو' فلسفہ دان ہو یا فقیہ ہر کوئی تخلیق دنیا کے بارے میں الگ الگ خیال رکھتا ہے ایک گروہ کی رائے دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔ مہابھارت میں اس قسم کے تیرے (۱۳) مختلف مشربوں کا تذکرہ ہے' لیکن جو اہل نظر ہیں ان کے نزدیک ان میں سے کوئی مشرب ایسا نہیں ہے جو دنیا کی پیدائش کے بارے میں بالغ نظر اصحاب کو مطمئن کر سکے۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق (جو اسلامی عقیدے سے مختلف ہے) اس جہاں بوقلموں کی گردش چار ادوار پر ختم ہوتی ہے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ست یگ

۲۔ ترتیا یگ

۳۔ دواپر یگ

۴۔ کل یگ

"کل یگ" کے خاتمے پر پہلا یگ یعنی "ست یگ" نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے دوسرے یگ پہلے کی طرح آتے ہیں اور "کل یگ" پر خاتمہ ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح ان چاروں یگوں (زمانوں) کی گردش جاری رہتی ہے نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ابتدا کب ہوئی اور نہ انتہا کا کچھ پتہ چلتا ہے۔

میں نے ایک معتبر کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ "اے امیرالمومنین حضرت آدم علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل دنیا میں کون تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا آدم۔" اس شخص نے تین بار یہ سوال دہرایا اور حضرت علیؓ نے تینوں بار یہی جواب دیا۔ اس پر وہ شخص متعجب ہو کر خاموش ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے جب اس سائل کو متعجب اور خاموش دیکھا تو فرمایا۔ "اگر تو تیس ہزار مرتبہ مجھ سے یہ سوال کرتا تو میں ہر بار یہی جواب دیتا" اس روایت سے بھی اس دنیا کی قدامت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوؤں کا "تقسیم ادوار" کا عقیدہ ہر حیثیت سے ایک بے سروپا افسانہ ہے۔

بعض قدیم برہمن اہل علم کے مختلف اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی آخری حد یا انتہا معین ہے اور قیامت کا آنا لازمی ہے لیکن بعد کے ہندو عالم ان اقوال کی جو تعبیر دیتے ہیں وہ اس کے برخلاف ہے۔ یعنی ان کے نزدیک "تقسیم ادوار" کا وہی قدیم عقیدہ درست ہے۔ بہرحال "ست یگ" کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال (۱۷۲۸۰۰۰) کہی جاتی ہے۔ اس یگ (دور) میں انسانوں کا چال چلن

besturdubooks.wordpress.com

درست اور صالح سمجھا جاتا ہے کہ اس دور میں کسی انسان کا بھی خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو قدم ذرہ برابر بھی سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹتا اور ہر شخص کے تمام افعال خداوند تعالیٰ کی مرضی و منشاء کے تابع ہوتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس دور کے انسانوں کی طبعی عمر ایک لاکھ سال ہوتی ہے۔ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ اس قول اور عمر کی اصل حقیقت کیا ہے۔

دوسرے دور یعنی "ترتیا یگ" کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال (۱۲۹۶۰۰۰) بتائی جاتی ہے۔ اس زمانے میں اِنسانوں کی کل آبادی کا تین چوتھائی حصہ اپنے کردار و گفتار کے لحاظ سے منشائے خداوندی کے تابع ہوتا ہے اور اِنسانوں کی طبعی عمر دس ہزار سال بتائی جاتی ہے۔

تیسرے دور "دواپر یگ" کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال (۸۶۴۰۰۰) ہوتی ہے اس دور میں آدھی اِنسانی آبادی کے کردار و گفتار میں نیکی اور سچائی ہوتی ہے اور اِنسان کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ حضرت آدم و نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام کی عمریں جو ہزار سال کے قریب سمجھی جاتی ہیں ہندو ان کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے چونکہ "دواپر یگ" کا زمانہ پایا اس لیے ان کی عمروں میں اتنی طوالت ہے۔

چوتھے دور "کل یگ" کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال (۴۳۲۰۰۰) بتائی جاتی ہے۔ اس دور میں اِنسانی آبادی کے تین حصے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں اس دور میں اِنسانی کی طبعی عمر ایک سو سال ہوتی ہے۔ ان چاروں ادوار کی مدتوں کا طول اہل ہند کے اعتقاد کے مطابق یہ ہے۔

ست یگ = ترتیا یگ + کل یگ
ترتیا یگ = دواپر یگ + کل یگ
دواپر یگ = دو کل یگ (۸۶۴۰۰۰ سال
کل یگ (۴۳۲۰۰۰ سال

موجودہ زمانہ آنحضرتؐ کی ہجرت کا ایک ہزار پندرھواں سال ہے۔ اہل ہند (ہندوؤں) کے عقیدے کے مطابق یہ "کل یگ" ہے۔ جس کے ابھی صرف چار ہزار سال گزرے ہیں۔ سبحان اللہ دنیا کی قدامت اور اِنسان کے اس طرفہ پن کا کیا کہنا؟

اس عقیدے پر تمام ہندوؤں کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پانچ عناصر پیدا کیے۔ اول خاک، دوم آگ، سوم پانی، چہارم ہوا، اور پنجم "اکاس" ان کے بعد "برہما" نام کے ایک ذہین و فطین شخص کو پیدا کیا اور اس کو اس دنیا کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عام لوگ "اکاس" کے معنی "آسمان" مراد لیتے ہیں، لیکن خاص خاص ہندو اس عقیدے کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک ہندوستان کے عالم و فلسفہ دان کسی آسمانی ہستی کے قائل نہیں ہیں۔ اور جو کچھ اوپر کی فضا میں نظر آتا ہے وہ جمی ہوئی ہوا ہے اور اسی کا فرضی نام "آسمان" پڑ گیا ہے۔ آسمان پر جو درخشندہ ستارے نظر آتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ قدیم بزرگ ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں خدا کی سچی عبادت کی اور اس کے نتیجے میں یہ نورانی وجود اختیار کر لیا اور ان کی ذات خداوند تعالیٰ کے اوصاف کی حامل ہوگی یہ نورانی وجود اپنے ارادے سے بسیط آسمانی فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ ان بزرگوں یا نورانی پیکروں میں جو کمال کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے ہیں وہ بہت زیادہ اونچائی پر ہیں۔ بڑے ستارے ہیں اور اس دنیا کی طرف پلٹنے کا خیال نہیں کرتے، لیکن جو کم درجے کے کامل بزرگ ہیں انہوں نے چھوٹے ستاروں کا روپ اختیار کر لیا ہے، لیکن وہ فضا کی انتہائی بلندیوں پر متمکن نہیں بلکہ اپنی دنیاوی عبادات و ریاضت کے مطابق بلندی پر ہیں۔ یہ نورانی وجود دنیا کی طرف واپس آ جاتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق لفظ "اکاس" سے مراد آسمان نہیں وہ کوئی اور چیز ہے۔ جس کا اس جگہ بیان کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔

besturdubooks.wordpress.com

نسل اِنسانی کی تقسیم

"برہما" خدا تعالیٰ کے حکم سے اِنسان کو عدم سے عالم وجود میں لایا اور انہیں چار گروہوں میں تقسیم کیا- اول برہمن' دوم چھتری' سوم ویش اور چہارم شودر- برہمنوں کو عبادت' مذہبی احکام کی نگہداشت' قوانین خداوندی کی حفاظت سونپی گئی اور اہل دنیا کا روحانی پیشوا مقرر کیا گیا- دوسرے گروہ یعنی چھتریوں کو دنیاوی انتظام سونپا گیا- حکومت و سیاست کی باگ ان کے ہاتھ میں دی گئی- تیسرے گروہ یعنی ویشوں کے ذمے کھیتی باڑی اور دیگر پیشوں اور حرفتوں کا کام کیا گیا- اور چوتھے گروہ یعنی شودروں کو متذکرہ تین گروہوں کی خدمت گزاری پر مقرر کیا گیا-

دنیا اور عقبیٰ کے فوائد کے لیے "برہما" نے ایک کتاب لکھی جس کو "وید" کہتے ہیں اس کتاب میں برہما نے اپنے غیبی علم اور تائید الہامی کی مدد سے ایسے قوانین بنائے ہیں کہ جن پر عمل کر کے اِنسان دنیا کی ہر شے سے وابستہ رہتے ہوئے بھی خدا کو فراموش نہیں کر سکتا اور ہر چیز میں اسی کا جلوہ دیکھتا ہے- نیز ایسے ضابطے مقرر کیے ہیں کہ اِنسانوں کے ہر طبقے اور ہر گروہ کے معاملات بخوبی طے پا جائیں- ان تمام قوانین و ضوابط و قواعد کی پوری تفصیل کے ساتھ وید میں لکھا گیا ہے- برہما نے اس کتاب کو کلام الٰہی مشہور کیا تاکہ اِنسان اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کریں اور جو لوگ آگے ہیں وہ اپنی جگہ سے نہ بڑھیں اور جو پیچھے ہیں وہ اپنے اصلی مقام سے نہ ہٹیں (یعنی جو کام جس کے سپرد کیا گیا ہے وہ اسی پر عمل کرے) اور یوں سب کے سب سیدھے راستے پر چلیں اور "وید" کے قوانین کے پابند رہیں' وید کے اشلوکوں کی تعداد ایک لاکھ ہے- اشلوک چار "چرنوں" کا مجموعہ ہوتا ہے- اور "چرن" ایک "اچھر" سے کم اور چھبیس (۲۶) اچھروں سے زیادہ کا نہیں ہوتا- "اچھر" ایک حرف کو یا ان دو حرفوں کو کہتے ہیں جن میں دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے-

ہندوستان کے علماء و فضلاء اس امر پر متفق ہیں کہ وید کے اس عجیب و غریب مصنف یعنی برہما نے ایک سو سال کی عمر پائی' لیکن اس کو آج کل کے سو سالوں کے برابر نہیں سمجھنا چاہیے- یہ درست ہے کہ برہما کی عمر کا ہر سال تین سو ساٹھ دنوں کا سمجھا جاتا ہے لیکن جس دور میں برہما موجود تھے اس دور کا ہر دن آج کے چار ہزار سالوں کے برابر ہے اور اس دور کی ہر رات بھی اتنی ہی بڑی ہوتی تھی- ہندوستان کے علماء اس امر پر بھی متفق ہیں کہ ابتدائی زمانے سے لے کر اب تک کئی ہزار "برہما" پیدا ہوئے- اور خدا کے حکم سے روپوش ہو گئے- میں نے برہمنوں کے معتبر گروہ سے یہ سنا ہے کہ اس زمانے میں جو برہما موجود ہے اس کا عدد شمار ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) ہے- اور اس کی عمر سے پچاس سال اور آدھا دن گزر چکے ہیں اور باقی آدھے دن کا آغاز اب ہوا ہے-

کوروؤں اور پانڈوؤں کے حالات

ہندوستان- کے مورخین کا بیان ہے کہ "دواپر یگ" کے نصف آخر میں ہستنا پور میں ایک راجہ تھا جو ذات کا کھتری اور نام کا "بھرت" تھا- اس کی اولاد جب سات نسلوں تک حکومت کر چکی تو آٹھویں نسل میں اس خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو بڑا ہو کر راجہ کور کے نام سے مشہور ہوا- ہندوستان کا مشہور شہر کورکھیت (تھانیسر) اسی راجہ کے نام پر آباد کیا گیا اور اسی کی اولاد نے کوروؤں کے نام سے شہرت پائی- راجہ کور کی چھٹی پشت میں ایک لڑکا پیدا ہوا- جس نے بڑے ہو کر راجہ چتربرج کے نام سے شہرت پائی یہ ایک عظیم المرتبت راجہ تھا- اس کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام "دہتر آشتر" اور دوسرے کا "پنڈا" رکھا گیا- دہتر آشتر بڑا لڑکا تھا باپ کی جگہ سنبھالنے کا حق اسی کو تھا- لیکن اندھا ہونے کی وجہ سے سلطنت کا بار نہ اٹھا سکا اسی لیے چتربرج کے بعد اس کی سلطنت اس کے چھوٹے بیٹے پنڈا کو ملی- پنڈا کو بڑی عظمت اور جلالت نصیب ہوئی جس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس کی اولاد خود اس کے نام سے مشہور ہوئی اور پانڈو کہلائی- راجہ پنڈا کے یہاں پانچ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں جدھسٹر' بھیم سین' ارجن' نکل' اور سہدیو- اول الذکر تین لڑکوں کی والدہ کا نام رانی کنتی تھا- اور آخر الذکر دو رانی مادری کے بطن سے پیدا ہوئے- دہتر آشتر کے ایک سو ایک (۱۰۱) بیٹے کوروؤں کے تاریخی

besturdubooks.wordpress.com

نام سے مشہور ہیں۔

جب رضائے خداوندی سے راجہ پنڈا کا انتقال ہوا تو حکومت و سلطنت دھتر آشتر کے ہاتھ آئی حقیقت میں حکومت دھتر آشتر کی تھی کیونکہ وہ خود اندھا تھا۔ خاص طور پر اس کا بیٹا دریودھن آگے آگے تھا اور وہی باپ کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ چونکہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حکومت کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے اور مدعیوں کو کچل دیا جائے۔ تاکہ سلطنت خطرے سے محفوظ ہو جائے۔ اسی لیے دریودھن کو پانڈوؤں کی طرف سے تشویش ہوئی۔ (کیونکہ وہ سلطنت کے دعویدار بنتے تھے) اور وہ ان کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔ دھتر آشتر نے پانڈوؤں کے دعوے اور دشمنی کا عالم دیکھا تو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے گھر شہر سے باہر بنائیں۔ اس میں یہ مصلحت تھی کہ شاید دوری کے سبب سے جنگ کے شعلے زیادہ نہ بھڑکیں۔ جب دھتر آشتر کے اس حکم کی تعمیل ہونے لگی اور پانڈوؤں کے لیے گھر تعمیر ہونے لگا تو دریودھن نے کاری گروں اور معماروں سے مل کر یہ طے کیا کہ اس گھر کو رال اور لاکھ سے بنایا جائے۔ تاکہ ایک چنگاری دکھانے ہی سے اس گھر میں شعلے بھڑکنے لگیں اور دشمنوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

پانڈوؤں کو اس سازش کا علم ہو گیا لہٰذا وہ چوکنے ہو گئے اور اس مکان میں بڑی احتیاط سے رہنے لگے۔ ایک رات موقع پا کر پانڈوؤں نے خود ہی اپنے مکان میں آگ لگا دی اور اپنی ماں کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک عورت جس کا نام بھیل تھا اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ دریودھن کی طرف سے اس کام کے لیے متعین کی گئی تھی کہ موقع پا کر مکان کو آگ لگا دے' اتفاق سے وہ اس مکان میں موجود تھی۔ اور "چاہ کندہ را چاہ درپیش" کے مصداق جل کر خاک ہو گئی۔

دریودھن کے جاسوس نے اس عورت اور اس کے پانچ لڑکوں کے جلنے سے یہ سمجھا کہ پانڈو مع اپنی ماں کے جل کر مر گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہ اطلاع دریودھن کو دی کہ دشمن کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ کورو یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے آپ کو دشمن کے خوف سے محفوظ و مامون سمجھنے لگے۔

اس واقعے کے بعد جیسا کہ مہابھارت میں لکھا ہے۔ پانڈو اپنی وضع قطع اور نام بدل کر جنگل سے شہر میں آ گئے اور کنپلا (یہ مقام ہندوستان کے ضلع فرخ آباد کی تحصیل قائم گنج میں واقعہ ہے آج کل اس کا نام "کنپل" ہے) میں آ کر آباد ہو گئے اور یہاں کے راجہ کی بیٹی دروپدی سے مشترکہ شادی کر لی۔ (یعنی پانچوں بھائی دروپدی کے شوہر تھے) ان کے نزدیک یہ "مشترکہ شادی" باہمی اتحاد و محبت کا سبب تھی۔ دروپدی کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ وہ ان بھائیوں کے ساتھ بستر بستر روز باری باری سے رہا کرے۔ چونکہ اس طرح کی شادی ہندوؤں کے قانون کے مطابق جائز نہیں ہے اس لیے بہت سے ہندو عالموں نے اس واقعے کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پانڈوؤں کی پیشانی سے اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے اس لیے ان کی عظمت و شان دن بدن بڑھتی رہی۔ دریودھن اور اس کے حواریوں کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ اس کی تحقیقات کرنے لگے۔ اور آخر کار انہوں نے حقیقت کا سراغ لگا ہی لیا کہ پانڈوؤں کے جلنے کی اطلاع غلط تھی اور وہ ابھی تک صحیح و سلامت موجود ہیں۔ اب کوروؤں نے ایک دوسری چال چلی اور اپنے چچا زاد بھائیوں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے کی کوشش کی اور ان کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا انہیں ہستنا پور آنے کی دعوت دی۔ پانڈوؤں نے یہ دعوت قبول کی اور ہستنا پور جا پہنچے۔ دریودھن نے ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر تواضع کی۔ دونوں میں حکومت کی تقسیم کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ اندرپت جسے پرانی دہلی کہا جاتا ہے مع آدھی سلطنت کے پانڈوؤں کے قبضے میں رہے اور ہستنا پور باقی آدھی کے ساتھ کوروؤں کے زیر نگیں رہے۔ حکومت کی اس تقسیم کے بعد سلطنت کے اکثر امیروں نے پانڈوؤں میں اقبال مندی اور جہانگیری کے آثار دیکھ کر ان کی اطاعت قبول کی اور کورو ظاہری طور پر تو بالکل خاموش رہے لیکن دل ہی دل میں پانڈوؤں کی تباہی کے منصوبے باندھتے رہے۔

besturdubooks.wordpress.com

راجسوی جگ

اس دوران میں جدھشٹر (پانڈو بھائیوں میں سب سے بڑا) کے دل میں بلند ہمتی کی ایک بہت بڑی لہر اٹھی اس نے "راجسوی جگ" کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ اس جگ کا انعقاد اس طرح کیا جاتا ہے کہ آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اس میں ہر طرح کے میوے' خوشبوئیں اور غلہ جات ڈالے جاتے ہیں نیز ہر قسم کے صدقے اور خیراتیں دی جاتی ہیں تا کہ خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اس جگ کے منعقد کرنے کی ایک اہم بنیادی شرط یہ ہے کہ ساری دنیا کے راجہ جگ کرنے والے راجہ کے دربار میں اس کے مطیع ہو کر جمع ہوں اور اس جگ کی تمام رسمیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیں۔ اس شرط کو پورا کرنے کے لیے جدھشٹر نے اپنے چاروں بھائیوں کو ساری دنیا فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چونکہ خداوند تعالیٰ پانڈوؤں پر مہربان تھا اس لیے پانڈوؤں نے جو سوچا تھا وہی ہوا۔ چاروں باہمت اور بہادر بھائیوں نے خدا کی مدد سے ساری دنیا میں چاروں طرف اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا۔ اور ہر ملک' شہر اور قصبے کے فرمانرواؤں اور راجاؤں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔ خطا' روم' حبش' عرب' عجم' ترکستان اور ماوراالنہر (مہابھارت میں ان ملکوں کے نام کہیں نہیں ہیں۔ مشہور محقق برٹس کا خیال ہے کہ یہ نام مسلمانوں کے عہد میں داخل روایت ہو گئے ہوں گے) وغیرہ مشہور و معروف مقامات کے فرمانرواؤں کو مع بے شمار زر و جواہر کے دارالحکومت اندرپت میں لایا گیا اور حسب منشا راجسوی جگ کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کیا گیا۔

دریودھن نے جب پانڈوؤں کی یہ شان و شوکت' عظمت اور جاہ و جلال دیکھا اور ان کی سلطنت کی وسعت پر نظر کی تو انسانی فطرت کے مطابق اس کے دل میں حسد کی جو آگ جل رہی تھی اب اور بھڑک گئی۔ اپنے حریفوں کو ختم کرنے کا خیال رہ رہ کر اس کے دل میں آنے لگا اس سلسلے میں وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف حیلہ باز و مکار درباریوں سے مشورے کرنے لگا۔ اس زمانے میں جوا کھیلنے کا عام رواج تھا۔ چالاک درباریوں نے دریودھن کو جوئے میں کوروؤں کی قسمت کا پانسہ پلٹنے کا مشورہ دیا اور ایک خاص قسم کی جوسر پر جوا کھیلنے کو کہا۔ اس مقصد کے لیے یہ طے پایا کہ جوا کھیلنے کے لیے ایک ایسا پانسہ بنایا جائے جو ہر بار دشمن کے خلاف پڑے۔ (دریودھن کو یہ تجویز پسند آئی اور اس نے) اس (خاص قسم کے پانسے سے) جدھشٹر اور اس کے بھائیوں سے جوا کھیلنے کا ارادہ کیا۔

(جب یہ سب کچھ طے ہو گیا تو) بڑی لجاجت اور ملائمت کے ساتھ جدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو ہستناپور آنے کی دعوت دی گئی۔ جب بے خبر اور سچا راجہ جدھشٹر ہستناپور پہنچا تو دریودھن نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور خوب اچھی طرح اس کی مدارت کی اور فرصت کے وقت تفریح کے طور پر جوا کھیلنے کو کہا۔ پانڈوؤں کو چونکہ دریودھن کی عیاری کا حال معلوم نہ تھا اس لیے وہ بغیر کسی حیل و حجت کے جوا کھیلنے پر تیار ہو گئے۔ اس پر دریودھن نے اپنا وہی مخصوص پانسہ نکالا اور کھیلنا شروع کر دیا۔ دو چار ہاتھوں ہی میں پانڈو اپنا ملک و مال ہار بیٹھے اور یوں دریودھن ہر چیز کا مالک بن بیٹھا لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک آخری بازی اس شرط پر لگانے کو کہا کہ اگر پانڈو جیت جائیں تو انہیں ان کا سب ہارا ہوا مال و ملک واپس کر دیا جائے اور اگر ہار جائیں تو وہ آبادی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں اور وہاں بارہ سال تک پرندوں اور چرندوں وغیرہ کے ساتھ زندگی گزاریں اور جب جلاوطنی کی یہ مدت ختم ہو جائے تو وہ واپس آبادی میں آئیں اور ایک سال تک گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کریں کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ وہ کون ہیں۔ اگر یہ راز کھل گیا تو انہیں پھر بارہ سال کی جلاوطنی بھگتنی ہو گی۔

پانڈو بدقسمتی سے یہ آخری بازی بھی ہار گئے۔ شرط کے موافق انہوں نے شہر کی سکونت ترک کر کے جنگل میں بسیرا بنایا اور بارہ سال گزار دیئے۔

جلاوطنی کے یہ بارہ سال پورے کرنے کے بعد پانڈو دکن کے قریب ملک وائین میں آئے اور یہاں انتہائی گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ دریودھن نے ان کا کھوج لگانے کی بہت کوشش کی' لیکن اسے کہیں ان کا سراغ نہ ملا۔ (پانڈو حسب شرط ایک سال تک

گمنامی کے اس عالم میں رہے) جب جلاوطنی کی تمام شرائط پوری ہو گئیں تو پانڈوؤں نے سری کرشن کو اپنا ایلچی بنا کر دریو دھن کے دربار میں بھیجا اور اپنے ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ دریو دھن نے اس مطالبے کو رد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی جنگ سے فیصلہ کرنے کی ٹھانی گئی۔ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی فوجوں کو سامان جنگ سے پوری طرح آراستہ کیا اور تھانیسر کے قریب کورکھیت کے میدان میں بالمقابل صف آرا ہو گئے۔ یہ عظیم الشان معرکہ جنگ "کل جگ" کے شروع کے دور میں برپا ہوا۔ دونوں لشکر اس بری طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے کہ الامان والحفیظ! اٹھارہ روز تک یہ ہنگامہ برپا رہا اور اس طرح سے کہ دونوں طرف کے لشکریوں کو حریفوں اور حلیفوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ چونکہ مکاری اور غداری کا انجام ہمیشہ ذلت و رسوائی ہوتا ہے اس لیے دریو دھن کا اس جنگ میں قصہ تمام ہوا۔ اور اس کے لشکری بھی موت کے گھاٹ اتارے گئے' ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق اس جنگ میں کوروؤں کی طرف سے شامل ہونے والا لشکر گیارہ "کشون" پر اور پانڈوؤں کا لشکر سات "کشون" پر مشتمل تھا۔ ہندوستان والوں کی اصطلاح کے مطابق ایک "کشون" اکیس ہزار چھ سو بہتر (۲۱۶۷۲) فیل سواروں' اتنے ہی سانڈنی سواروں۔ پینسٹھ ہزار چودہ سو (۶۵۱۴۰۰) گھوڑے سواروں اور ایک لاکھ نو ہزار چار سو پچاس (۱۰۹۴۵۰) پیادہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ سپاہیوں کی اس قدر بھاری تعداد سے صرف بارہ آدمی زندہ بچے۔ چار کوروؤں کے لشکر میں سے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ایک برہمن کرپا چارج جو فریقین کا استاد تھا اور مالک سیف و قلم تھا۔ ۲۔ درون نامی ایک عالم کا بیٹا اشوتھامان جو کرپاچارج کی طرح فریقین کا استاد تھا۔ ۳۔ کرت برماں نامی ایک شخص جو یادو خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۴۔ دریو دھن کے باپ کا نجی نامی رتھ بان۔ باقی آٹھ آدمی پانڈوؤں کے لشکر میں سے بچے تھے۔ پانچوں پانڈو بھائی' سانک نامی یادو خاندان کا فرد' دریو دھن کا سوتیلا بھائی یویوچھ اور آٹھویں سری کرشن کہ جو اپنی شہرت کی وجہ سے تعریف سے بے نیاز ہیں۔

اس جگہ چونکہ اتفاقیہ طور پر سری کرشن کا نام آگیا ہے۔ اس لیے ناظرین کی اطلاع کے لیے ان کا تھوڑا سا حال لکھ دینا مناسب ہو گا۔

سری کرشن

اہل ہند اس امر پر پوری طرح متفق ہیں کہ سری کرشن شہر متھرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں لوگوں میں مختلف عقیدے مروج ہیں۔ بعض انہیں دنیا بھر کے تمام سیاستدانوں کا سردار اور ڈپلومیسی میں اعلیٰ مانتے ہیں' بعض ان کی پیغمبری کے قائل ہیں' بعض ان کو خدا کا اوتار سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ سری کرشن کی ولادت اور پرورش کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ متھرا کے والی راجہ کنس کو نجومیوں نے بتایا کہ اس کی موت کرشن کے ہاتھوں واقع ہو گی۔ راجہ نے یہ سن کر حکم دے دیا کہ اس لڑکے کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے لیکن سری کرشن بچ گئے۔ پیدائش سے لے کر گیارہ سال کی عمر تک وہ نند نامی ایک شخص کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ آخر کار انہوں نے ایک موقعہ پر راجہ کنس کو قتل کیا اور اس کے باپ راجہ اوگرسین کو تخت پر بٹھایا لیکن اوگرسین کی حکومت برائے نام تھی حقیقی اقتدار خود سری کرشن کے ہاتھوں میں تھا۔ سری کرشن نے اپنی زندگی کے ابتدائی بتیس سال بہت عیش و آرام میں گزارے جن کے متعلق بہت سے عجیب و غریب قصے آج تک مشہور ہیں جب عیش و آرام کے بتیس سال گزر گئے تو دوسرے راجاؤں نے سری کرشن کو ستانا شروع کیا۔ بہار و پٹنہ کے راجہ جراسنگھ نے ایک طرف سے متھرا پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے ملیچھوں (ملیچھ یعنی ایسی قوم جو ہندوؤں کے دین و مذہب میں شامل نہ تھی) کے راجہ کالیون نے حملہ کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ دوسرا راجہ عرب کا فرمانروا تھا واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض سری کرشن ان دونوں راجاؤں کی یورش سے بچنے کے لیے متھرا سے دوارکا چلے گئے جو احمد آباد گجرات سے ... میل کے برابر ہوتا ہے کے فاصلے پر دریائے شور کے کنارے آباد ہے۔ دوارکا کے قلعے میں پناہ گزین ہوئے سری کرشن ...

besturdubooks.wordpress.com

کا خیال ہے کہ سری کرشن کو موت نہیں آئی بلکہ (انہوں نے) بحالت زندگی روپوشی اختیار کی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

رانی گندھاری کی بددعا کا قصہ

کہا جاتا ہے کہ جب رانی گندھاری کی زچگی کا زمانہ قریب آیا تو ایک دن اس نے سوچا کہ جب یہ لڑکا (دریودھن) پیدا ہو گا تو اس کا باپ (دہتر آشتر) اندھا ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکے گا بہتر یہی ہے کہ میں اپنے شوہر کی رفاقت کا پورا پورا خیال رکھوں اور دہتر آشتر کی طرح لڑکے کو دیکھنے سے باز رہوں اسی خیال کی بنا پر جب دریودھن پیدا ہوا تو رانی گندھاری نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے بیٹے کے جسم پر نگاہیں نہ ڈالیں یہاں تک کہ جوان ہو کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور لڑائی کا بے شمار سامان لے کر دشمنوں کے مقابلے پر میدان جنگ میں آیا اور رانی روز اول کی طرح بیٹے کے دیدار سے محروم رہی جب لڑائی کا دن مقرر ہوا اور خطرے کی گھڑی قریب آئی تو اس سے ایک روز پہلے گندھاری نے اپنے بیٹے دیوردھن کو بلا کر کہا۔

"اے نور نظر انسان اپنی اولاد کو ہر طرح کی آفات اور بلاؤں سے محفوظ اور بے خوف رکھتا ہے کل جب کہ جنگ شروع ہو گی مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیرے نازک جسم کو جو کسی خاص زرہ سے محفوظ نہیں ہے کوئی صدمہ نہ پہنچے اس لیے تو بالکل عریاں ہو کر میرے سامنے آتا کہ میں تیرے سارے جسم پر نگاہ ڈالوں" دریودھن نے اپنی ماں سے اس طرح عریاں ہو کر سامنے آنے کا طریقہ پوچھا ماں نے جواب دیا۔ "اے میرے بیٹے اس زمانے میں عقل، سچائی، انجام بینی اور بزرگی میں پانڈوؤں کے برابر کوئی نہیں ہے تجھ کو چاہیے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا طریقہ دریافت کرے۔" دریودھن نے ماں کا کہنا مانا اور پانڈوؤں کے پاس پہنچا اور انہیں اپنے آنے کی وجہ بتائی پانڈوؤں نے یہ جاننے کے باوجود کہ دیوردھن ان کا جانی دشمن ہے سچائی اور طبیعت کے استقلال کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"فطرت کا یہ قانون ہے کہ اولاد ماں کے پیٹ سے بالکل برہنہ پیدا ہوتی ہے اور والدین کی نظر اسی برہنہ حالت میں بچے پر پڑتی ہے چونکہ تیری ماں نے اب تک تجھے نہیں دیکھا اس لیے تجھے اس کے سامنے برہنہ جانا چاہیے کیونکہ اس کے لیے تیرا وجود اب بھی وہی حیثیت رکھتا ہے جو حیثیت کہ تیری ولادت کے روز تھی لہٰذا یہ تیرا فرض ہے کہ تو اپنی ماں کا کہنا مانے اور اس کے سامنے بالکل برہنہ جائے تاکہ وہ تیرے جسم پر پاک نگاہیں ڈال کر تجھے تمام آفات سے محفوظ کر دے۔"

دریودھن یہ نیک مشورہ حاصل کر کے اٹھا اور اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا راستے میں سری کرشن سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا "اس طرح تنہا دشمن کے لشکر میں آنا خلاف مصلحت ہے آخر تم کس لیے آئے تھے؟ دریودھن نے اس کے جواب میں تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس پر سری کرشن نے کہا "پانڈوؤں نے تجھے جو مشورہ دیا ہے وہ بہت موزوں و مناسب ہے تو بس صرف اتنی احتیاط کر لینا کہ اپنے گلے میں پھولوں کا ایک لمبا ہار سا پہن لینا تاکہ تیری ستر پوشی ہو سکے اس عالم برہنگی میں پھر تو اپنی ماں کے سامنے چلے جانا۔" دریودھن کو سری کرشن کا مشورہ پسند آیا اور اس نے اسی پر عمل کیا اور اپنی ماں کے سامنے جا کر کہنے لگا۔ "اے مادر گرامی حاضر ہو گیا ہوں اپنی آنکھیں کھولیے اور مجھے دیکھیے۔" ماں نے یہ سوچ کر کہ دریودھن پانڈوؤں سے نیک مشورہ لے کر آیا ہو گا آنکھیں کھول دیں لیکن جونہی اس کی نگاہ دریودھن کے گلے میں پڑے ہوئے پھولوں کے ہار پر پڑی تو وہ ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئی جب اسے ہوش آیا تو وہ زار و قطار رونے لگی۔ اور پوچھنے لگی کیا یہ ہار پہن کر آنے کا مشورہ تجھے پانڈوؤں نے دیا تھا۔" دریودھن نے جواب دیا بخدا پانڈوؤں نے یہ مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ سری کرشن راستے میں ملے تھے میں نے ان کی رائے پر عمل کیا ہے۔" یہ بات سن کر گندھاری نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے جلے ہوئے دل سے سری کرشن کو بددعا دی اور اپنے بیٹے سے کہا۔ "اے بیٹے تیرے جسم کی یہی جگہ جو میری نگاہوں سے اوجھل رہ گئی ہے دشمن کے وار سے زخمی ہو گی اور پھر یہی تیری ہلاکت کا سبب ہو گی۔" چنانچہ دریودھن کی موت اسی طرح واقع ہوئی۔

مختصر یہ کہ کوروؤں کے خاندان کی تباہی اور دریودھن کے قتل کے بعد جدھشٹر ممالک ہندوستان کا فرماں روا ہوا اور ساری دنیا میں

besturdubooks.wordpress.com

اس کی سلطنت کا شہرہ ہوا۔ "مہابھارت" کے بعد پورے تیس سال تک جدمشٹر نے حکومت کی، مگر قبل اس کے کہ دنیا اسے چھوڑے اس نے خود ہی دنیا کی ماہیت و حقیقت پر غور کر کے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس نے چاروں بھائیوں کو ساتھ لے کر گوشہ نشینی میں بقیہ زندگی گزار دی اور اسی عالم میں دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔ کوروؤں اور پانڈوؤں دونوں نے مل کر چھہتر برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد اکیلے دریودھن نے تیرہ (۱۳) سال تک فرماں روائی کی۔ مہابھارت کے بعد جدمشٹر نے تیس سال تک حکومت کا کاروبار سنبھالا۔ اس حساب سے ان چچازاد بھائیوں کی کل مدت سلطنت ایک سو پچیس (۱۲۵) سال ہوتی ہے۔

سبحان اللہ! ایسا عجیب و غریب قصہ ہندوستان کے علاوہ دنیا کی تاریخ میں شائد ہی کہیں اور ملے۔

مہابھارت

قدیم روایتوں کے بیان کرنے والے لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد پانڈوؤں کے خاندان میں ارجن کی اولاد سے تیسری نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ لڑکا ہر طرح کی ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ جب یہ تخت پر بیٹھا تو اپنی ان خوبیوں کی وجہ سے اپنی رعایا میں ہر دلعزیز ہوا۔ اس نے بڑے عدل اور انصاف سے حکومت کی اور ماضی کے واقعات کو حال اور مستقبل کے لیے عبرت انگیز سمجھ کر ہمیشہ خالق کائنات کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی۔ ایک دن اس راجہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ آخر میرے بزرگوں کے درمیان جنگ وجدال کی اصل وجہ کیا تھی اور ان کی بزم و رزم کے احوال کی اصل حقیقت کیا تھی۔" اس خیال کے پیش نظر اس نے مشہور و معروف عالم بھشم سے اصل حالات جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ بھشم نے جواب دیا۔ "میرا اُستاد بیاس خود اس معرکے میں موجود تھا۔ وہ اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہے لہٰذا بہتر ہے کہ آپ اسی سے پوچھیں۔" راجہ نے بیاس کو شاہی عنایات و انعامات سے سرفراز کیا اور اپنی خواہش بیان کی۔ بیاس نے بڑھاپے کی ضعف اور عبادت کی مصروفیات کی بنا پر اس طویل اور عظیم الشان واقعے کو بیان کرنے میں معذوری کا اظہار کیا۔ البتہ یہ کیا کہ اس تمام واقعہ کو تھوڑا تھوڑا کر کے قلم بند کرتا رہا۔ اور درمیان میں جابجا نصیحتوں کا اضافہ کر کے کتاب کو مکمل کیا اور اس کا نام مہابھارت رکھا۔ اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ "مہا" کے معنی "بزرگ" یا "بڑے" کے ہیں اور بھارت جنگ یا لڑائی کو کہتے ہیں کیونکہ اس کتاب میں بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر ہے اس لئے اسے مہابھارت کہتے ہیں لیکن یہ معنی درست معلوم نہیں ہوتے کیونکہ ہندی زبان میں "بھارت" کا لفظ کبھی بھی "جنگ" کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ بظاہر اس کتاب کی صحیح وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اس میں مہاراجہ بھرت کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے یہ کتاب اسی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے "بھرت" میں "الف" کا اضافہ ہو کر لفظ بھارت بن گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ہندوستان والے بیاس کو بڑا پاکیزہ فطرت اور عارف کامل مانتے ہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ بیاس زندہ جاوید ہے۔ بعض ہندو عالموں کے نزدیک یہ ماننا عین حق ہے کہ "ہر یگ" میں انسانوں کے گروہ سے ایک ایسا اِنسان اٹھتا ہے جو لوگوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرتا ہے ایسے شخص کو "بیاس" کہتے ہیں اور بعض اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ شخصیت جو "بیاس" کے نام سے موسوم ہے زمانے کے رواج کے مطابق مختلف لباسوں اور صورتوں میں منظرعام پر آتی رہتی ہیں۔ بہرحال (کچھ بھی ہو) اس عالم و فاضل بیاس نے برہما کے الہامی کلام "وید" کو تفصیل اور شرح کے ساتھ چار کتابوں میں تقسیم کیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رگ وید ۲۔ یجر وید ۳۔ سام وید ۴۔ اتھر وید۔ وید کے اس مشہور شارح کو بیاس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ (بیاس) کے اصل معنی تفصیل کرنے اور حل کرنے والے کے ہیں ورنہ اس کا حقیقی نام "دوی بائین" ہے۔ اور وہ دو آب کے علاقے میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی پیدائش کے متعلق ایک عجیب و غریب اور دور از کار قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر کرنا [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

اس مقام پر بیاس نے بعد تکمیل کتاب ایک جشن عظیم بپا کیا جس میں بیاس نے خلق خدا کو اپنے علمی خزانے اور انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ بیاس نے ساٹھ لاکھ اشلوکوں کو اس طور پر تقسیم کیا کہ تیس لاکھ اشلوک دیوتاؤں یعنی عالم بالا کی مقدس ہستیوں سے متعلق ہیں۔ پندرہ لاکھ اشلوک عالم بالا کے دوسرے طبقے یعنی "ستر لوک" کے رہنے والوں سے متعلق ہیں۔ چودہ (۱۴) لاکھ اشلوک جنوں، راکھشوں اور گندھرب وغیرہ دوسری ذی حیات مخلوق سے متعلق ہیں۔ بقیہ ایک لاکھ اشلوک بنی نوع انسان کے افادے کے لیے ہیں۔ ان ایک لاکھ اشلوک کو اٹھارہ "پرب" یعنی ابواب میں تقسیم کرنے کے ہر ذی استعداد شخص کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے یہ ایک لاکھ اشلوک اب تک محفوظ ہیں اور انہیں کے مجموعے کو مہابھارت کہا جاتا ہے ان اشلوکوں کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) اشلوکوں میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی معرکہ آرائی کا احوال قلم بند کیا گیا ہے اور باقی اشلوکوں میں مختلف طرح کے وعظ نصیحتیں مختلف داستانیں روایات اور ان کی تفصیل و شرح ہے نیز گزشتہ زمانے کے بزم و رزم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

برہمن اس امر پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر یگ میں ایک پیغمبر یا مجتہد ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسانوں کی اصلاح کے لیے ایک کتاب تصنیف کرتا ہے۔ باوجود ایک طویل مدت گزرنے کے وہ تمام کتابیں اب تک محفوظ ہیں۔ خطا، ختن، اور چین کے غیر مسلموں کی طرح ہندوستان کے غیر مسلم بھی یہی کہتے ہیں کہ طوفان نوح کے منکر ہیں۔ بعض ہندوؤں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ دو مشہور ذاتیں برہمن، کھتری تو شروع زمانے سے ہیں یعنی ہمیشہ سے۔ اور بقیہ ذاتیں (ویش، شودر) تیسرے دواپر یگ کے آخری اور چوتھے کل یگ کے ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ راجپوت شروع میں نہ تھے بعد میں پیدا ہوئے۔ اور مشہور کھتری راجہ بکرماجیت کی وفات کے بعد (جو اس کتاب کی تحریر سے ایک ہزار چھ (۱۰۰۶) سال کا زمانہ ہے) راجپوت قوم کے لوگوں کے ہاتھ حکومت بھی آئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ راجہ سورج (جس کا ذکر آگے آئے گا) کی اولاد کو راجپوت کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی پیدائش کا آغاز آدم خاکی سے ہوا اور اسی طرح آدم خاکی کا وجود آئندہ بھی ظاہر ہوتا رہے گا اور یہ دنیا بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی لیکن ذی عقل اور صاحب بصیرت حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش سے لے کر اس وقت تک جسے آٹھ لاکھ سال کی طویل مدت گردانا جاتا ہے عین ممکن ہے کہ کئی ہزار آدم دنیا میں آکر روپوش ہو چکے ہوں۔ اور جنوں میں سے ہوں کہ جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ "خاکی" نہ تھے۔ ان میں سے بعض "بادنہاد" (ہوا سے بنے ہوئے) اور بعض "آتش نہاد" تھے۔ اگرچہ قانون فطرت روز اول سے یہی ہے کہ جب کوئی قوم (احکام خداوندی کی) نافرمانی کرتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس سے سخت انتقام لیتا ہے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور اس کی جگہ دوسری قوم پیدا کرتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر قوم خاکی نہاد ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے ہر قوم کو خاکی نہاد سمجھ رکھا ہے اور ہر آدم کو آدم خاکی سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال غلط ہے خود ہندوؤں کی بعض ایسی روائتیں موجود ہیں جو گزشتہ ادوار کی مخلوق کے قد و قامت کی بزرگی، ان کی عمر کی درازی، کارناموں کی نادر الوجود قوت (جیسی کہ رام لچھمن سے منسوب کی جاتی ہے) ہرگز بشری فطرت اور احوال انسانی کے موافق و مطابق نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو یہ تذکرہ محض حروف اور آوازیں ہیں جو عقل کے ترازو میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور اگر یہ صحیح ہیں تو پھر یہ ان ناری اور ہوائی مخلوقات کی نسبت ہوں گے کہ جن کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ

ہم مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت آدم سے پہلے دنیا میں کوئی آدم خاکی پیدا نہیں ہوا۔ اور ان کے دور سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال کا زمانہ گزرا ہے۔ دنیا کی مدت قیام کو لاکھوں برس سے بھی زیادہ بتانا ہمارے نزدیک غلط ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق یہ درست ہے کہ ہندوستان بھی دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح حضرت آدم کی اولاد سے آباد ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی سام، یافث اور حام کو ازروئے کھیتی باڑی اور کاروبار کا حکم دے کر دنیا کی چاروں

besturdubooks.wordpress.com

اطراف میں روانہ کیا۔

سام حضرت نوحؑ کے بڑے بیٹے اور جانشین تھے۔ ان کے فرزندوں کی تعداد ننانوے (۹۹) تھی۔ جن میں ارشد' ارفخشد' کیئ' نود' یود' ارم' قبط' عاد اور قحطان مشہور ہیں۔ اور عرب کے تمام قبیلے انہیں کی نسل سے ہیں۔ حضرت ہود' صالح اور ابراہیم علیہم السلام اپنا سلسلہ نسب ارفخشد تک پہنچاتے ہیں۔ ارفخشد کا دوسرا بیٹا کیومرث شاہان عجم کا مورث اعلیٰ ہے۔ کیومرث کے چھ بیٹے تھے۔ سیامک' عراق' فارس' شام' تورا اور دمغان بڑا بیٹا سیامک باپ کا جانشین ہوا۔ اور باقی بیٹے جس جس جگہ گئے وہ جگہ انہیں کے نام سے موسوم ہوئی اور وہاں انہیں کی اولاد آباد ہوئی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام عجم تھا اور عجم کے سب رہنے والے اسی کی اولاد میں سے ہیں۔ سیامک کے بڑے بیٹے کا نام ہوشنگ تھا عجم کے تمام بادشاہ "یزدجرد" تک اسی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت نوحؑ کے تیسرے بیٹے یافث اپنے والد محترم کے ایماء پر مشرق اور شمال کی طرف گئے اور وہیں آباد ہو گئے۔ اس کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور بیٹا ترک نام کا ہے۔ ترکستان کی تمام قومیں یعنی مغل' ازبک' ترکمانی اور ایران کے وردما کے ترکمانی اسی کی اولاد میں ہیں' یافث کے دوسرے مشہور بیٹے کا نام چین تھا ملک چین کا نام اسی کے نام پر ہے۔ تیسرے بیٹے کا نام آردیس ہے۔ اس کی اولاد شمالی ملکوں کی سرحد پر بحر ظلمات تک آباد ہوئی' اہل تاجیک' غور و سقلاب اسی کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوحؑ کا تیسرا بیٹا حام اپنے عالی قدر والد کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصے کی طرف گیا اور اس کو آباد و خوشحال کیا۔ حام کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں ۱۔ ہند ۲۔ سندھ ۳۔ حبش ۴۔ افرنج ۵۔ ہرمز ۶۔ اور بویہ۔ ان سب بیٹوں کے نام پر ایک ایک شہر آباد ہوا۔ حام کے سب سے زیادہ مشہور بیٹے ہند نے ملک ہندوستان کو اپنایا اور اسے خوب آباد و سرسبز و شاداب کیا۔ اس کے دوسرے بھائی سندھ نے ملک سندھ میں قیام کیا۔ اور تہتہ (ٹھٹھہ) اور ملتان کو اپنے بیٹوں کے نام سے آباد کیا۔ ہند کے چار بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ پورب ۲۔ بنگ ۳۔ دکن ۴۔ نہروال۔ جو ملک اور شہر آج کل ان ناموں سے مشہور ہیں وہ انہی کے آباد کیے ہوئے ہیں۔ ہند کے بیٹے دکن کے گھر تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مرہٹ اور دوسرے کا کنہڑا اور تیسرے کا تلنگ تھا۔ دکن نے اپنے ملک کو اپنے تینوں بیٹوں میں برابر برابر تقسیم کیا۔ آج کل دکن میں جو ان ناموں کی تین مشہور قومیں ہیں وہ انہی تینوں کی نسل سے ہیں۔ ہند کے بیٹے نہروال کے بھی تین بیٹے تھے جن کے نام بھروج' کنباج اور مالراج ہیں۔ ان تینوں کے نام پر بھی تین شہر آباد ہوئے۔ اور ان شہروں میں ان کی اولادیں آج تک آباد ہیں۔ ہند کے تیسرے بیٹے بنگ کے گھر میں بہت سی اولاد ہوئی۔ انہوں نے ملک بنگالہ آباد کیا' چوتھے بیٹے پورب کے ہاں جو ہند کا سب سے بڑا بیٹا تھا بیالیس (۴۲) بیٹے پیدا ہوئے اور کچھ ہی عرصے میں ان کی اولاد اس قدر بڑھی کہ انہوں نے ملک کے انتظام کے لئے اپنے خاندان میں سے ایک شخص کشن نامی کو اپنا سردار اور فرماں روا بنایا۔

کشن کی حکومت

ملک ہندوستان میں جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی' وہ کشن تھا۔ یہ کشن وہ مشہور سری کرشن نہیں ہے بلکہ یہ کشن ایک اور شخص تھا جس کو ہندوستان والوں نے اس کی بہادری اور مردانگی کے پیش نظر اپنا فرماں روا منتخب کیا تھا۔ یہ شخص بہت بھاری جسم کا تھا' اس کا وزن اس قدر تھا کہ گھوڑا اس کی سواری کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ للذا اس نے حکم دیا تھا کہ جنگلی ہاتھیوں کو حسن تدبیر سے رام کیا جائے تاکہ وہ ان پر سواری کرے...... راجہ کشن کے زمانے میں ہند کے بیٹے بنگ کی نسل سے ایک دانشور اور عاقل برہمن پیدا ہوا جسے کشن نے اپنا وزیر بنایا۔ ہندوستان کی بعض صنعتیں اسی برہمن کے حسن تدبیر سے رائج ہوئیں۔ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ لکھنے اور پڑھنے کا رواج بھی اسی دانشور برہمن کی فلاحی کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں پہلا شہر جو آباد ہوا وہ اودھ ہے۔ کشن نے چار سو (۴۰۰) سال کی

besturdubooks.wordpress.com

تھے جن میں سب سے بڑا جس کا نام مہاراج تھا باپ کے بعد مسند حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

مہاراج کی حکومت

اپنے باپ کشن کی وفات کے بعد مہاراج نے اپنی قوم کے سرداروں اور بھائی بندوں کے مشورے سے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور یہ حقیقت ہے کہ ملک کو آباد کرنے اور حکومت کے انتظام کو بہترین طریقے پر چلانے میں اس نے اپنے باپ سے زیادہ محنت کی' اپنی رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ ہند کے بیٹے پورب کی اولاد کو حکومت اور سیاست کے کاموں کے لئے منتخب کیا۔ برہمن کی نسل کے لوگوں کے سپرد وزارت اور نجوم و طبابت کے اہم کام کیے۔ ایک طبقہ زراعت اور کھیتی کے کاموں کے لئے متعین کیا اور ایک قوم کو پیشہ وری کا حکم دیا۔

مہاراج نے زراعت کی ترقی و ترویج پر بہت زیادہ توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایسے شہر جو ہندوستان سے بہت دور کے مقامات پر تھے آباد ہو گئے۔ اس نے شہر بہار آباد کیا اور دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر میں بسایا۔ شہر میں بے شمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں اور نواحی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لئے وقف کر دیا۔ ان اصلاحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سنیاسی' جوگی اور برہمن فرقے کے لوگ پڑھنے پڑھانے سے پوری پوری دلچسپی لینے لگے۔ مہاراج نے سات سو (۷۰۰) سال تک ہندوستان پر حکومت کی' اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کی حالات بدل گئی۔ یہ راجہ ہندوستان کا جمشید اور فریدون تھا۔ اس نے حکومت کے کاموں کے استحکام اور رعایا و افواج کی بہتری کے لئے بہت سے قاعدے اور اصول مقرر کیے۔ جن میں سے چند قاعدے آج تک اسی طرح جاری ہیں۔ اس نے شاہان ایران کے ساتھ ہمیشہ خلوص و محبت کا برتاؤ رکھا' لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کا بھتیجا ناراض ہو کر فریدون کے پاس گیا اور اس سے اپنے چچا کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ فریدون نے ایک بہت بڑی فوج گرشپ بن اطرود کے ساتھ اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔ جب گرشپ ہندوستان آیا تو اس کی فوج نے بہت سے آباد شہروں کو ویران کر دیا اور غارت گری کا یہ سلسلہ دس روز تک جاری رہا۔ مہاراج نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے اپنے ملک کا ایک حصہ دے کر اپنے بھتیجے کو راضی کر لیا۔ اور چند عمدہ اور قیمتی اشیاء فریدون کی خدمت میں بطور تحفے میں بھیجیں----- مہاراج کے آخری زمانے میں سنگدیپ اور کرناٹک کے زمینداروں نے آپس میں مل کر پوری قوت کے ساتھ اس کی فوج کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی' مہاراج کا بیٹا لڑائی میں مارا گیا۔ شیو رائے اور مہاراج کی باقی ماندہ فوج زخمی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی اور اپنے اسباب اور ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ گئی۔ مہاراج نے جب یہ خبر سنی تو وہ دم بریدہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا اور سخت غصے میں آیا۔ اس پیچ و تاب اور غم و غصہ کا سبب یہ تھا کہ دکن کے معمولی زمینداروں کی یہ سرکشی اتنی بڑی تھی کہ ایسی سرکشی تلنگ' پیگو اور ملیبار جیسے دور دراز مقامات کے بہادر اور جانباز زمینداروں نے بھی کبھی نہ کی تھی۔ مہاراج نے اس شکست کا انتقام لینے کا پکا ارادہ کیا' لیکن اس زمانے میں بادشاہ ایران کے حکم سے ایرانی سردار سام بن نریمان ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے پنجاب کی سرحد تک پہنچ چکا تھا اور مالچند سپہ سالار (یعنی مہاراج کی افواج کا سپہ سالار) بقیہ سپاہ کو لے کر اس کے مقابلے پر گیا ہوا تھا۔ لہٰذا مہاراج کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا۔ جب تک کہ مالچند سردار شام سے صلح کر کے واپس نہ آگیا۔ مالچند نے یہ صلح اپنے چرب زبان ایلچیوں کے توسط سے بہت سے زر و جواہر اور ملک پنجاب کو سام کے حوالے کر دینے پر کی تھی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ فریدوں کے عہد سے پنجاب ہمیشہ ایرانی بادشاہوں کے قبضے میں رہا۔ اور گرشپ کی اولاد یعنی رستم کے بزرگ پنجاب' کابل' زابل' سندھ اور نیمروز (مغربی افغانستان اور موجودہ خراسان کے چند علاقوں کا نام زابل یا زابلستان تھا۔ اس کا جنوبی علاقہ جس کا زیادہ تر حصہ اب سیستان میں شامل ہے نیمروز کہلاتا تھا۔) پر جاگیرداروں کی صورت میں قابض رہے۔

مالچند ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ملک مالوہ ابھی تک اسی کے نام سے مشہور ہے (گرشپ سے صلح کرنے کے

bestudubooks.wordpress.com

بعد) جب وہ واپس مہاراج کے پاس پہنچا تو اسے دکن جانے کا حکم ملا- اس نے بڑے استقلال اور شان و شوکت کے ساتھ فوراً ملک دکن کا رخ کیا- جب دشمنوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو ہراساں ہو کر ادھر ادھر بھاگ نکلے- مالچند نے فساد پھیلانے والے گروہ کو بری طرح تہ تیغ کیا کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا- اس نے جابجا تھانے اور چوکیاں قائم کیں اور واپس آیا- واپسی میں گوالیار اور بیانے کے قلعے تعمیر کروائے اور راگ کا علم جو موسیقی کے نام سے مشہور ہے دکن اور تلنگانے سے لاکر ہندوستان میں مروج کیا- چونکہ مالچند کا زیادہ وقت گوالیار ہی میں گزرا اور وہ تمام مشہور موسیقار اور کلاونت جو اس کے ساتھ دکن سے آئے تھے گوالیار ہی میں رہے اس لئے اس شہر میں موسیقی کو بہت ترقی اور فروغ حاصل ہوا-

کیشوراج کی حکومت

مہاراج نے سات سو سال کی عمر پائی' اس کے چودہ (۱۴) بیٹے تھے- جن میں سے سب سے بڑا کیشو راج اپنے باپ کا جانشین ہوا- کیشو راج نے اپنے عہد حکومت میں اپنے ہر بھائی کو مملکت کے کسی نہ کسی حصے میں بھیجا اور خود کالپی سے گونڈوارہ (گونڈوانہ یا وسط ہند) آیا- اور دکن سے سنگلدیپ (لنکا) تک کا سفر کیا- اس سفر میں اس نے سرکش اور کج کلاہ راجاؤں سے خراج لیا اور تحفے حاصل کیے اور اپنی رعیت کی پوری پوری طرح بہبودی کی کوشش کی- جب وہ اس سفر سے واپس ہوا تو دکن کے زمینداروں نے آپس میں متحد ہو کر بغاوت کا علم بلند کیا- ان زمینداروں کی قوت و طاقت روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی- ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ وہ کیشو راج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے- اس وقت کیشو راج نے یہ محسوس کیا کہ اس میں ان سرکشوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے- لہٰذا مجبوراً اسے ان سے صلح کرنی پڑی- اس کے بعد وہ اپنے دارالسلطنت میں آیا اور بیش قیمت تحفوں کے ساتھ ایک خط شاہ ایران منوچہر کی خدمت میں ارسال کیا اور اس سے مدد کا خواہاں ہوا- (اس خط کے جواب میں) منوچہر نے ایک زبردست فوج سام بن نریمان کی ماتحتی میں ہندوستان کی طرف روانہ کی- کیشو راج نے جالندھر پہنچ کر اس فوج کا استقبال کیا اور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر اس کی مہمان داری اور خاطر و تواضع کی اور پھر اس فوج کو لے کر دکن کی جانب روانہ ہوا- دکن کے زمینداروں نے جب اس زبردست فوج کی آمد کی خبر سنی تو وہ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے اس طرح دکن پھر کیشو راج کی ماتحتی میں آگیا---- (اس فتح کے بعد) کیشو راج نے سام بن نریمان کی بڑی اچھی طرح خاطرداری کی اور اسے رخصت کرنے کے لئے پنجاب کی سرحد تک گیا- اور منوچہر شاہ ایران کے لئے بہت سے تحفے اور نذرانے اس کے ساتھ روانہ کیے- بعد ازاں کیشو راج اپنے پایہ تخت اودھ میں آیا اور آخر عمر تک وہیں رہا- اہل ہندوستان کو اس نے اپنے انصاف کی برکت سے مالا مال اور خوش حال رکھا- اس نے دو سو بیس (۲۲۰) سال تک حکومت کی- اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منیر رائے تخت پر بیٹھا-

منیر رائے کی حکومت

منیر رائے کو ہندوؤں کی علمی کتابوں یعنی شاستر وغیرہ سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ اہل علم اور عقل مند لوگوں کی محبت کو پسند کرتا تھا- اس بنا پر اس نے (غیر علمی مشاغل یعنی) سواری اور لشکر کشی وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا- وہ اپنا بیشتر وقت علماء و فضلاء کی محفل میں گزارتا تھا- اس نے اہل ضرورت اور فقراء وغیرہ میں بے شمار دولت تقسیم کی اور بہار جا کر بہت زیادہ خیرات کی- منیر نامی شہر اسی راجہ کی عہد میں آباد ہوا- اس راجہ نے بڑی ناشائستہ حرکت یہ کی کہ جب سام بن نریمان کا انتقال ہوا تو منوچہر شاہ ایران کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہو گئی- ایرانی بادشاہوں کے پرانے دشمن افراسیاب نے موقعے سے فائدہ اٹھایا اور ایران پر حملہ کر کے غلبہ حاصل کر لیا- اس وقت منیر رائے نے سام بن نریمان اور منوچہر کے احسانات کو فراموش کر کے پنجاب پر حملہ کیا اور اسے زال بن سام کے عمال کے قبضے سے نکال کر

besturdubooks.wordpress.com

بھیجا تاکہ اپنے آپ کو اس کا دوست ظاہر کرے۔ اس زمانے سے لے کر کیقباد کے عہد تک پنجاب ہندوستان کے راجاؤں کے قبضے میں رہا' لیکن جب (مشہور عالم) رستم پہلوان اپنے باپ دادا کے منصب سرداری پر پہنچا تو اس نے پنجاب کو واپس لینے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا۔ منیر رائے رستم کا مقابلہ نہ کر سکا اور ترہٹ کے کوہستان کی طرف بھاگ نکلا۔ جب رستم نے پنجاب' سندھ اور ملتان کو فتح کر کے ترہٹ کا عزم کیا تو منیر رائے (دریائے سون کے دائیں کنارے کا علاقے جو اب گمل کھنڈ اور چھوٹے ناگپور میں شامل ہے) جھار کھنڈ اور کونڈواڑے کے کوہستانوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی اسے خوشی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ اسی زمانے میں انتہائی رنج و غم کے ساتھ راہی ملک عدم ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ منیر رائے کا زمانہ سلطنت پانچ سو سینتیس (۵۳۷) سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راجہ سورج

کہا جاتا ہے کہ جب منیر رائے کی وفات کی خبر رستم نے سنی تو اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو سلطنت کی ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ کیونکہ منیر رائے کی بدعہدی اور بے وفائی اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے اب ہندوستان کے سرداروں میں سورج کو جو اس کی خدمت میں پہنچ گیا تھا (اس کام کے لئے منتخب کیا اور) ہندوستان کی حکومت اس کے سپرد کی اور خود واپس ایران چلا گیا۔ سورج نے ہندوستان میں اپنی حکومت کو بہت مضبوط اور طاقتور بنایا اور ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی کہ دریائے بنگالہ سے لے کر دکن کی سرحد تک اسی کی عمل داری تھی اور اسی کے نائبین حکومت کرتے تھے اپنے عہد حکومت میں راجہ سورج نے زراعت کی ترقی اور بستیوں کی آبادی کی طرف بہت توجہ کی۔

جھار کھنڈ کے کوہستان کا ایک برہمن جو جادو ٹونے وغیرہ میں بڑی مہارت رکھتا تھا راجہ سورج کے دربار میں آیا' اس نے تھوڑے عرصے میں راجہ کی نگاہوں میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا۔ اس برہمن نے راجہ کو بت پرستی کی تعلیم دی۔

ہندوستان میں بت پرستی

چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ہند نے اپنے بزرگوں کو خدا کی عبادت اور اطاعت گزاری کرتے ہوئے سنا اور دیکھا تھا۔ لہٰذا (وہ خود بھی اسی راہ پر گامزن رہا اور) اس کی اولاد بھی کئی نسلوں تک اسی مشرب کی پیروی کرتی رہی۔ مہاراج کے زمانے میں ایران سے ایک شخص ہندوستان آیا اور اس نے یہاں کے لوگوں کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی اس کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ ستارہ پرست لوگ بھی آگ کی پرستش کرنے لگے' لیکن اس کے بعد جب بت پرستی کا رواج ہوا تو یہی طریقہ سب سے زیادہ مروج و مقبول ہوا۔ بت پرستی کو اس درجہ مقبولیت اس سبب سے ہوئی کہ اس برہمن نے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے راجہ کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی سونے چاندی یا پتھر کی شبیہ بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر ہوتا ہے۔ اس عقیدے کو لوگوں نے اس حد تک اپنایا کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے بزرگوں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ خود راجہ سورج نے بھی دریائے گنگا کے کنارے شہر قنوج آباد کر کے وہاں بت پرستی شروع کی۔ رعیت نے بھی اپنے فرماں روا کی تقلید کی اور ہر کوئی اس مشرب کے مطابق اپنے اپنے طور پر بت پرستی میں مبتلا ہو گیا (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) ہندوستان میں بت پرستوں کے نوے (۹۰) مختلف گروہ پیدا ہو گئے۔ راجہ سورج نے چونکہ قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا تھا۔ اس لئے اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ شہر کا پھیلاؤ پچیس (۲۵) کوس تک بڑھتا چلا گیا۔ راجہ سورج کی مدت حکومت دو سو پچاس برس ہے۔ اس مدت کے بعد اس نے انتقال کیا۔ یہ راجہ شاہ ایران کیقباد کا ہمعصر تھا اور اسے ہر سال خراج ادا کیا کرتا تھا۔ نیز اس نے ہمیشہ رستم کے احسان کو یاد رکھا۔ اس کا بڑا لحاظ کیا اور اپنی بھانجی کی شادی رستم کے ساتھ کر دی۔ راجہ ہر سال بادشاہ ایران کو خراج بھیجنے کے ساتھ ساتھ رستم کے لئے بھی تحفے تحائف ارسال کیا کرتا تھا۔

اس راجہ کے پینتیس (۳۵) بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑا لہراج تھا جو اس کا جانشین ہوا۔

bestudubooks.wordpress.com

لہراج کی حکومت

لہراج نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر "لہراج" آباد کیا۔ اس راجہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم موسیقی سے دلچسپی لینے میں گزارا۔ اس کے باپ یعنی راجہ سورج نے اپنے عہد حکومت میں بنارس شہر کی بنیاد رکھی تھی' لیکن اس شہر کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کروا سکا تھا۔ لہراج نے اس شہر کو بسانے میں پوری کوشش کی اس نے اپنے بھائیوں کو ہمیشہ عزیز رکھا اور انہیں ان کے حال کے مناسب جاگیریں وغیرہ دے کر ہمیشہ خوش رکھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس راجہ نے اپنے باپ کی اولاد کو "راجپوت" کے نام سے اور دوسرے لوگوں کو مختلف فرقوں اور ناموں سے موسوم کیا' لیکن ان خوبیوں کے باوجود اس نے حکومت اور سلطنت کے امور اور قواعد میں بڑا خلل پیدا کیا۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کی حکومت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور ہر شخص حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں سنبھالنے کے خواب دیکھنے لگا۔ ایسے ہی لوگوں میں کیدار نامی ایک برہمن بھی تھا۔ اس نے سوامک کے کوہستان سے سرکشی کی اور لہراج پر حملہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لہراج کو شکست ہوئی ہندوستان کی حکومت کیدار کے ہاتھوں آگئی کہا جاتا ہے کہ لہراج نے ۲۶ سال تک حکومت کی۔

"کوہستان سوامک" کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہ کوہستان سلسلہ ہمالیہ کی جنوبی شاخ ہے)

کیدار برہمن کی حکومت

کہا جاتا ہے کہ جب کیدار مسند حکومت پر بیٹھا اس وقت وہ حکومت اور سلطنت کے امور سے پوری طرح واقف تھا۔ اس لئے اس کا نام بھی ہندوستان کے مشہور اور عالی مرتبت فرماں رواؤں میں شامل ہو گیا۔ ایران کے مشہور بادشاہوں "کیخسرو" اور "کیکاؤس" کو اس نے ہمیشہ خوش رکھا۔ ان کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہا اور ان کا مطیع بن کر رہا۔ اس نے کالنجر کے قلعے کی بنا ڈالی اور اسے مکمل کروایا۔ اس کے عہد میں شنگل نامی ایک باغی نے کوچ بہار کی طرف سے نکل کر سلطنت پر حملہ کیا اور ملک بنگال و بہار کو فتح کر کے ایک بھاری فوج تیار کی۔ اس کی کیدار سے کئی بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں جن کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ کیدار کو شکست ہوئی اور شنگل کو فتح اور یوں شنگل ہندوستان کا راجہ بن گیا۔ کیدار کی مدت حکومت انیس سال ہے۔

شنگل کی حکومت

شنگل نے زمام اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنی شان و شوکت اور رعب داب کا سکہ بٹھایا۔ لکھنوتی کا شہر جو اب گور کے نام سے مشہور ہے اسی نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دو ہزار سال تک صوبہ بنگالہ کا دارالسلطنت رہا' لیکن سلاطین تیموریہ کے عہد میں ویران ہو گیا اور اس کے بجائے ٹانڈہ کو حکام نے اپنی قیام گاہ بنایا۔ شنگل نے ایک زبردست فوج تیار کی جس میں چار ہزار ہاتھی' ایک لاکھ سوار اور چار لاکھ پیادے شامل تھے۔ اس وجہ سے اس پر غرور و تکبر کا نشہ چھایا رہنے لگا۔ اس کے عہد حکومت میں افراسیاب نے جب اپنا ایلچی خراج وصول کرنے کے لئے ہندوستان بھیجا تو شنگل نے اسے ذلیل و خوار کر کے واپس بھیج دیا۔ افراسیاب کو جب شنگل کی اس حرکت کا علم ہوا تو وہ بہت برافروختہ ہوا۔ اور اس نے اپنے سپہ سالار "پیران ویسہ" کو پچاس ہزار خونخوار ترک سپاہ کے ساتھ ہندوستان کی طرف بھیجا۔ شنگل نے بھی ہمت نہیں ہاری اور ایک بہت بڑی فوج اپنے ساتھ لے کر (پیران ویسہ) کے مقابلے کے لئے نکل پڑا۔ بنگالہ کی سرحد کے قریب کوچ کے کوہستان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور لڑائی شروع ہوئی جو دو دن دو رات تک جاری رہی۔ اس جنگ میں اگرچہ ترکوں نے بڑی بہادری سے کام لیا اور اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے اور پچاس ہزار دشمنوں کا کام تمام کیا' لیکن دشمنوں کی بھاری جمعیت کی وجہ سے انہیں بھی نقصان اٹھانا پڑا اور ان کے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر کار (نتیجہ یہ نکلا) کہ ترکوں ...

besturdubooks.wordpress.com

بھاگ کر ایک مضبوط جگہ پر پناہ گزین ہوئی۔ "پیران ویسہ" نے اپنے ساتھیوں کی رائے سے جنگ کی ساری کیفیت ایک خط میں لکھ کر افراسیاب کو روانہ کی اور خود رات دن چھپ چھپا کر دشمن کے حملے سے اپنا بچاؤ کرتا۔ ترکوں کی فوج ہندوؤں کو جو چاروں طرف سے حملہ کرتے تھے تیراندازی کر کے پسپا کرتی رہی' لیکن پھر بھی ہر ترک کے دل میں یہی خیال رہ رہ کر آتا تھا کہ آخر اس جنگ کا انجام کیا ہو گا۔

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں افراسیاب شہر کنک وژ میں مقیم تھا جو خطا اور ختن کے درمیان خان بالغ سے ایک مہینے کی مسافت پر واقع ہے۔ جب افراسیاب کو "پیران ویسہ" کے حالات کا علم ہوا تو وہ ایک لاکھ ترکی سواروں کی جمعیت تیار کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اور چاند کی رفتار سے بھی تیز چل کر عین اس وقت ہندوستان میں وارد ہوا۔ جب کہ شنگل نے ہندوستان بھر کے تمام راجاؤں کو جمع کر کے "پیران ویسہ" کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ہر طرف سے ترکی سپہ سالار کو گھیر کر پناہ کے تمام راستے بند کر رکھے تھے۔ افراسیاب نے یہاں آتے ہی دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ اس حملے کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں تلواریں اور سینے میں دل' دونوں ہی بیکار ہو گئے۔ ان کی فوج آسمانی ستاروں کی طرح بکھر گئی اور اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی۔ پیران ویسہ کو جب محاصرے کی مصیبت سے نجات ملی۔ تو وہ اپنے آقا (افراسیاب) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ افراسیاب نے اسے ساتھ لے کر (بھاگتے ہوئے) دشمن کا پیچھا کیا اور جو شخص جس جگہ نظر آیا اسے وہیں قتل کر دیا۔ شنگل بھاگتا ہوا ملک بنگالہ میں پہنچا اور یہاں لکھنوتی میں پناہ گزین ہوا' لیکن ترکوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ لہٰذا شنگل (اپنی جان بچانے کے لیے) لکھنوتی میں صرف ایک روز ٹھہر کر کوہستان ترہٹ (اس نام کا علاقہ آج کل بنگال کے دو اضلاع مظفر پور اور دربھنگہ میں تقسیم ہو گیا ہے اور اب اس کا پرانا نام ترہٹ مروج نہیں رہا) کی طرف بھاگ گیا۔ ترکوں نے بنگالے میں ایسی غارت گری کی کہ کہیں بھی آبادی کا نشان تک نہ چھوڑا۔ لیکن افراسیاب نے پھر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس پر شنگل نے مجبور ہو کر (کئی) عقل مند پیامبر افراسیاب کے پاس بھیجے اور یہ کہلوایا کہ میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ افراسیاب نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور شنگل تلوار اور کفن باندھ کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ استدعا کی کہ افراسیابؒ اسے اپنے ہمراہ توران (ترکستان) لے چلے افراسیاب کو شنگل کی عقیدت مندی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور وہ اسے اپنے ساتھ توران لے گیا۔ ملک ہندوستان کی حکومت افراسیاب نے شنگل کے بیٹے "برہٹ" کے سپرد کر دی۔ شنگل نے بقیہ عمر افراسیاب کی خدمت میں گزار دی یہاں تک کہ ہاوران کی جنگ میں رستم کے ہاتھوں مارا گیا۔ شنگل نے ہندوستان پر کل چونسٹھ (۶۴) سال حکومت کی۔

برہٹ کی حکومت

(شنگل کا بیٹا) برہٹ بڑا عبادت گزار' نیک طبیعت اور خلیق انسان تھا اس کی سلطنت گڑھی سے مالوے تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی سلطنت کی آمدنی کے تین حصے کیا کرتا تھا ایک حصہ' غرباء و فقراء میں خیرات کر دیتا۔ ایک حصہ فوج اور جانوروں وغیرہ پر صرف کرتا۔ اس تقسیم کی وجہ سے اس کی فوج میں کمی واقع ہو گئی۔ مالوے کے راجہ نے جو اس کا مطیع اور خراج گزار تھا بغاوت کر کے گوالیار کے قلعے کو اس کے عہدیداروں سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ قلعہ رہتاس کا بانی راجہ برہٹ بھی جو رہتاس میں ایک بڑا بت خانہ بنا کر مشغول عبادت تھا' اس کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ برہٹ نے اکیاسی (۸۱) سال تک حکومت کر کے وفات پائی۔ برہٹ چونکہ لاولد مرا تھا اس لئے اس کی وفات کے بعد دارالسلطنت قنوج کے آس پاس طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ کچھواہہ قوم کے ایک شخص مہاراج نامی نے مارواڑ سے نکل کر قنوج پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان کا راجہ بن گیا۔

مہاراج کچھواہہ کی حکومت

مہاراج نے حکومت حاصل کرنے کے بعد ایک مدت تک اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کی اور جب اس نے اپنی قوت میں مناسب اضافہ کر لیا۔ تو اس نے نہروالہ (گجرات) کے ملک پر حملہ کیا اور اسے وہاں کے زمینداروں سے جن میں سے بیشتر اسیر تھے' چھین کر اپنے

besturdubooks.wordpress.com

قبضے میں کر لیا۔ مہاراج مظفر و منصور واپس آیا۔ اس نے چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مہاراج گشتاسپ کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کو تحفے تحائف وغیرہ ارسال کیا کرتا تھا۔

کیدراج کی حکومت

مہاراج کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھانجا کیدراج تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس زمانے میں رستم کی موت واقع ہو چکی تھی۔ اور کچھ عرصے سے پنجاب کا کوئی طاقتور حکمران نہ رہا تھا۔ اس لئے کیدراج نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور کچھ دنوں شہر بھیرہ میں جو ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے قیام کر کے جموں کا قلعہ تعمیر کروایا۔ اور اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام داک درگا تھا جو کھکروں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور حکمران بننے کا پورا پورا اہل تھا۔ وہاں کا حاکم مقرر کیا اس وقت سے لے کر اب تک یہ قلعہ اسی قوم کے قبضے میں ہے۔ کچھ عرصے بعد پنجاب کے زمینداروں کے دو معتبر فرقوں کھکر اور چوبیہ نے کابل اور قندہار کے وسطی کوہستانی اور جنگلی (علاقے کے) باشندوں کے اتحاد سے ایک بہت بڑی فوج تیار کی اور کیدراج پر حملہ کر دیا۔ کیدراج نے مجبور ہو کر یہ علاقہ انہیں زمینداروں کے سپرد کر دیا۔ اس وقت یہ قوم تفرقے کی حالت میں مختلف سرداروں کی ماتحتی میں پنجاب کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہے' یہ وہی قوم ہے جسے اب افغان کہا جاتا ہے۔ کیدراج نے تینتالیس (۴۳) سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دے کر وفات پائی۔

جے چند کی حکومت

جے چند کیدراج کا سپہ سالار تھا اس نے کیدراج کے مرتے ہی قوت و اقتدار حاصل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا اور راجہ بن بیٹھا) اس کے عہد حکومت میں ایک بہت بڑا قحط پڑا چونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا اس لئے اس نے خدا کے بندوں کی کوئی پروانہ کی اور شہ بیانہ میں مشغول عیش و عشرت رہا۔ خدا کی مخلوق کی جانیں ضائع ہوئیں اور فوج اور رعایا کی تباہی سے اکثر گاؤں اور قبضے ویران ہو گئے۔ (اس کے باوجود بھی) جے چند نے کوئی پروانہ کی اور اس بے پروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک عرصے تک ہندوستان اپنی اصلی حالت پر نہ آ سکا اور سارے ملک پر اداسی چھائی رہی۔ جے چند نے ساٹھ (۶۰) سال تک حکومت کر کے وفات پائی۔ وہ بہمن و داراب کے زمانے میں تھا اور ان بادشاہوں کو ہر سال نذرانہ بھیجا کرتا تھا اس نے اپنے پیچھے ایک کم عمر لڑکا چھوڑا جو حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ اس لئے جے چند کی بیوی اس لڑکے کو تخت پر بٹھا کر خود حکمرانی کرتی رہی۔ کچھ عرصے بعد جے چند کے بھائی دہلو نے سلطنت کے سرداروں اور امیروں وزیروں وغیرہ کی اتفاق رائے سے اس لڑکے کو تخت سے اتار دیا اور خود عنان حکومت سنبھالی لی۔

راجہ دہلو کی حکومت

یہ راجہ بڑا بہادر' باہمت اور دلیر شخص تھا۔ رعایا سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا اس کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ رعایا خوش حال رہے اور آرام سے زندگی بسر کرے۔ دہلی شہر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جب دہلو کو حکومت کرتے ہوئے چالیس (۴۰) سال گزرے تو کمایوں کے راجاؤں نے ایک عزیز فور (فور سے مراد مشہور راجہ پورس ہے جس نے سکندر کے ساتھ جنگ کی تھی۔) نامی نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ فور نے پہلے تو کمایوں پر قبضہ کیا اور بعد ازاں قلعہ قنوج پر حملہ کیا۔ یہاں اس کی راجہ دہلو سے بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دہلو گرفتار ہوا فور نے اسے قلعہ رہتاس میں قید کر دیا۔

راجہ فور کی حکومت

فور نے راجہ دہلو کو قلعہ رہتاس میں قید کرنے کے بعد بنگالے پر قبضہ کیا اور سمندر تک تمام ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں لے آیا

besturdubooks.wordpress.com

قبضے میں کر لیا۔ مہاراج مظفر و منصور واپس آیا۔ اس نے چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مہاراج گشتاسپ کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کو تحفے تحائف وغیرہ ارسال کیا کرتا تھا۔

کیدراج کی حکومت

مہاراج کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھانجا کیدراج تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس زمانے میں رستم کی موت واقع ہو چکی تھی۔ اور کچھ عرصے سے پنجاب کا کوئی طاقتور حکمران نہ رہا تھا۔ اس لئے کیدراج نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور کچھ دنوں شہر بھیرہ میں جو ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے قیام کر کے جموں کا قلعہ تعمیر کروایا۔ اور اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام داک درگا تھا جو کھکروں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور حکمران بننے کا پورا پورا اہل تھا۔ وہاں کا حاکم مقرر کیا اس وقت سے لے کر اب تک یہ قلعہ اسی قوم کے قبضے میں ہے۔ کچھ عرصے بعد پنجاب کے زمینداروں کے دو معتبر فرقوں کھکر اور چوبیہ نے کابل اور قندھار کے وسطی کوہستانی اور جنگلی (علاقے کے) باشندوں کے اتحاد سے ایک بہت بڑی فوج تیار کی اور کیدراج پر حملہ کر دیا۔ کیدراج نے مجبور ہو کر یہ علاقہ انہیں زمینداروں کے سپرد کر دیا۔ اس وقت یہ قوم تفرقے کی حالت میں مختلف سرداروں کی ماتحتی میں پنجاب کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہے' یہ وہی قوم ہے جسے اب افغان کہا جاتا ہے۔ کیدراج نے تینتالیس (۴۳) سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دے کر وفات پائی۔

جے چند کی حکومت

جے چند کیراج کا سپہ سالار تھا اس نے کیدراج کے مرتے ہی قوت و اقتدار حاصل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا اور راجہ بن بیٹھا) اس کے عہد حکومت میں ایک بہت بڑا قحط پڑا چونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا اس لئے اس نے خدا کے بندوں کی کوئی پروانہ کی اور شہ بیانہ میں مشغول عیش و عشرت رہا۔ خدا کی مخلوق کی جانیں ضائع ہوئیں اور فوج اور رعایا کی تباہی سے اکثر گاؤں اور قصبے ویران ہو گئے۔ (اس کے باوجود بھی) جے چند نے کوئی پروانہ کی اور اس بے پروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک عرصے تک ہندوستان اپنی اصلی حالت پر نہ آ سکا اور سارے ملک پر اداسی چھائی رہی۔ جے چند نے ساٹھ (۶۰) سال تک حکومت کر کے وفات پائی۔ وہ بہمن و داراب کے زمانے میں تھا اور ان بادشاہوں کو ہر سال نذرانہ بھیجا کرتا تھا اس نے اپنے پیچھے ایک کم عمر لڑکا چھوڑا جو حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ اس لئے جے چند کی بیوی اس لڑکے کو تخت پر بٹھا کر خود حکمرانی کرتی رہی۔ کچھ عرصے بعد جے چند کے بھائی دہلو نے سلطنت کے سرداروں اور امیروں وزیروں وغیرہ کی اتفاق رائے سے اس لڑکے کو تخت سے اتار دیا اور خود عنان حکومت سنبھالی لی۔

راجہ دہلو کی حکومت

یہ راجہ بڑا بہادر' باہمت اور دلیر شخص تھا۔ رعایا سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا اس کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ رعایا خوش حال رہے اور آرام سے زندگی بسر کرے۔ دہلی شہر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جب دہلو کو حکومت کرتے ہوئے چالیس (۴۰) سال گزرے تو کماؤں کے راجاؤں نے ایک عزیز فور (فور سے مراد مشہور راجہ پورس ہے جس نے سکندر کے ساتھ جنگ کی تھی۔) نامی نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ فور نے پہلے تو کماؤں پر قبضہ کیا اور بعد ازاں قلعہ قنوج پر حملہ کیا۔ یہاں اس کی راجہ دہلو سے بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دہلو گرفتار ہوا۔ فور نے اسے قلعہ رہتاس میں قید کر دیا۔

راجہ فور کی حکومت

فور نے راجہ دہلو کو قلعہ رہتاس میں قید کرنے کے بعد بنگالے پر قبضہ کیا اور سمندر تک تمام ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں لے آیا

besturdubooks.wordpress.com

فور نے گذشتہ راجگان ہند کی طرح شاہان ایران کو خراج دینا بند کر دیا تھا اس لئے سکندر نے اس پر حملہ کیا۔ فور نے (اس حملے کی) بالکل پروانہ کی اور ایک بہت بڑا کیڑوں مکوڑوں کی طرح لشکر لے کر اس نے سرہند کے قریب سکندر کا مقابلہ کیا دونوں بادشاہوں میں زبردست جنگ ہوئی فور اس جنگ میں کام آیا۔ فور نے تہتر (۷۳) سال تک حکومت کی۔

دنیا کے واقعات و حوادث سے باخبر رہنے کے متمنی لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجہ بالا واقعات کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اور بھی بہت سے عظیم الشان راجہ اس زمانے میں گزرے۔ مثلاً گل چند جس نے گلبرگہ آباد کیا۔ راجہ مرچ چند جس کے نام سے قصبہ مرچ اب تک آباد ہے۔ اور بیجے چند جس نے بیجاپور کو آباد کر کے اسے سارے دکن کا دارالسلطنت بنایا' وغیرہ وغیرہ۔ اس جگہ سارے راجوں کے ناموں کی مفصل فہرست دینا موجب طوالت ہو گا۔

جب سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو قلعہ بیدر کا بانی' اور قوم راج بیدر سکندر کا سردار (جو دکن میں تمام قوموں اور فرقوں میں شجاعت و دلیری میں مشہور ہے) راجہ بیدر سکندر کے حملے اور راجہ پورس کے مارے جانے سے سخت ہراساں ہوا (اسے اپنی فکر لاحق ہوئی لہٰذا) اس نے بہت سامال و دولت اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو کچھ کہ اس کے پاس تھا اپنے بیٹے کے ساتھ سکندر کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ اس کے ملک پر حملہ نہ کرے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ کر واپس ایران چلا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سکندر نے اس پر حملہ نہ کیا اور واپس ایران چلا گیا۔

راجہ سینسار چند کی حکومت

فور کی وفات اور سکندر کی واپسی ایران کے بعد سینسار چند نامی ایک شخص نے ہندوستان کی عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کچھ ہی مدت میں ہندوستان میں ایک مستحکم اور پائیدار حکومت قائم کر لی۔ چونکہ اس راجہ نے راجہ پورس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس سے وہ بہت خوف زدہ تھا لہٰذا ہر سال وہ نذرانے کی رقم' طلبی سے پہلے ہی شاہ ایران گودرز کی خدمت میں روانہ کر دیتا تھا۔ سینسار کو خدمت کرتے ہوئے جب ستر (۷۰) سال گزر گئے تو جونہ نامی ایک شخص نے سرکشی کی اور حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

راجہ جونہ کی حکومت

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جونہ راجہ کافور کا بھانجا تھا جب وہ تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے اچھے کاموں اور نیک عادتوں کی وجہ سے ملک کو خوش حال اور آسودہ بنانے کی کوششیں کیں۔ اس نے گنگا اور جمنا دونوں دریاؤں کے کناروں پر بہت سے نئے قصبے اور گاؤں آباد کئے اور حسب مقدور عدل اور انصاف سے حکومت کی۔ راجہ جونہ کے ہم عصر ایرانی بادشاہ اردشیر بابکاں نے جب ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان کی سرحد پر پہنچ گیا تو راجہ جونہ کو سخت تشویش لاحق ہوئی۔ لہٰذا وہ اردشیر بابکاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے زر و جواہر اور کوہ پیکر ہاتھی اس کی نذر کئے (اس وجہ سے اردشیر) حملہ کئے بغیر واپس چلا گیا اس کی واپسی کے بعد جونہ واپس قنوج میں آیا۔ اور ایک عرصے تک بڑے آرام سے حکومت کرتا رہا۔ اس واقعہ کے نوے (۹۰) سال بعد اس کا انتقال ہوا۔ اس راجہ نے اپنے پیچھے بائیس (۲۲) بیٹے چھوڑے' ان میں سب سے بڑا جس کا نام کریان چند تھا سلطنت کا وارث ہوا۔

راجہ کریان چند کی حکومت

کریان چند بڑا ظالم اور سفاک راجہ تھا۔ وہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر خلق خدا کو مروا دیتا تھا۔ اور بے گناہ لوگوں پر طرح طرح کی تہمتیں باندھ کر ان کا مال و اسباب ضبط کر لیتا تھا۔ اپنی رعایا سے وہ بڑی سختی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ ان سختیوں اور سفاکیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ دارالسلطنت کو چھوڑ کر ادھر ادھر کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ ہندوستان کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ قنوج کی قومی اور اجتماعی قوت میں زبردست کمی واقع ہوئی اور راجہ مع مختصر سی فوج کے تنہا رہ گیا۔ حکومت کی وہ اگلی سی شان و شوکت ختم ہو گئی اور

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان میں طوائف الملوکی کا ایسا دور دورہ ہوا کہ آس پاس کے سارے راجہ باغی اور خود مختار بن گئے۔

یہ باغی اور خود مختار راجہ اس قدر طاقت ور اور عالی مرتبت ہوئے کہ تاریخ میں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے (یہاں) صرف قنوج اور ہند کے راجاؤں ہی کے تذکرے پر اکتفاء نہیں کی جاتی' بلکہ ان دوسرے راجاؤں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے ذیل میں مالوے کے راجہ بکرماجیت کا حال درج کیا جاتا ہے۔

راجہ بکرماجیت کی حکومت

بکرماجیت کا تعلق پوار قوم سے تھا وہ طبیعت کا بہت نیک تھا۔ اس کی اصل حقیقت ان قصوں اور روایتوں سے معلوم کی جا سکتی ہے جو ہندوؤں کی قوم میں کہانیوں کی طرح مشہور ہیں۔ راجہ بکرماجیت ابتدائے جوانی سے کئی سال تک فقیروں کی وضع قطع اختیار کر کے انہیں کے گروہ میں شامل ہو کر جگہ جگہ کی سیاحت اور طرح طرح کے مجاہدے کرتا رہا۔ جب اس کی عمر پچاس (۵۰) سال کی ہوئی تو اس نے غیبی رہنمائی سے سپہ گیری کے میدان میں قدم رکھا چونکہ خدا کی مرضی اسی میں تھی کہ یہ فقیر ایک بہت بڑا فرمانروا بنے اور خدا کے بندوں کو ظالم حکمرانوں کے پنجہ ظلم سے آزاد کرائے۔ اس لئے بکرماجیت کو بڑی ترقی حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی عرصے میں نہروالا اور مالوہ اس کے قبضے میں آ گئے عنان حکومت سنبھالتے ہی اس راجہ نے عدل و انصاف کو دنیا میں اس طرح پھیلایا اور اپنے احسان کے چتر کے سائے تلے ہر شہر اور اہل شہر کو اس طرح پناہ دی کہ ظلم اور سفاکی کا کہیں بھی نام و نشان نہ رہا۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ بکرماجیت کی حالت اس کا مرتبہ دنیا کے عام انسانوں سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ اس کے عرفان اور روشن ضمیری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی تھی وہ بغیر کسی کمی بیشی کے ظاہر ہو جاتی تھی اور ہر اچھا یا برا واقعہ جو رات کو اس کے ملک میں ہوتا اس کی اطلاع اسے دن ہی میں ہو جاتی تھی۔

باوجود فرمانروا ہونے کے وہ اپنی رعایا کے ساتھ بالکل برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ اس کے گھر کا تمام سرمایہ ایک مٹی کے پیالے اور ایک بوریئے پر مشتمل تھا۔ بکرماجیت نے اجین کو آباد کیا اور دھارے کے قلعے کو تعمیر کروا کے اپنا مسکن بنایا۔ اجین کا مشہور بت خانہ مہاکال بھی اسی نے بنوایا تھا اور ان جوگیوں اور برہمنوں کے وظیفے مقرر کئے تھے جو اس بت خانہ میں رہ کر عبادت کرتے تھے وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنی رعایا کے حالات جاننے اور خدا کی عبادت کرنے میں صرف کرتا تھا ہندوستان کے لوگ اس راجہ کے متعلق بہت اچھا عقیدہ رکھتے ہیں اور بہت سے عجیب و غریب افسانے اور قصے اس کے نام سے منسوب کرتے ہیں (ہندوؤں کے) سال اور مہینوں کی ابتدا اسی راجہ کی وفات کے دن اور مہینے سے ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت کہ جو ہجرت نبوی کا ایک ہزار پندرہواں (۱۰۱۵) سال ہے۔ سنہ بکرماجیت کی ابتداء کو ایک ہزار چھ سو تریسٹھ (۱۶۶۳) سال گزر چکے ہیں۔ راجہ بکرماجیت ایران کے بادشاہ اردشیر کا ہم عصر تھا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ اس کا اور شاپور کا زمانہ ایک ہی تھا۔ بکرماجیت کے آخری زمانے میں ایک زمیندار نے جس کا نام سال باہن تھا۔ اس پر حملہ کیا۔ (دریائے) نربدا کے کنارے دونوں کے لشکروں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں سال باہن کو فتح حاصل ہوئی اور بکرماجیت مقتول ہوا۔

سال باہن کے عہد حکومت کی بہت سی ایسی روایتیں بیان کی جاتی ہیں جو تاریخی لحاظ سے معتبر نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہے بکرماجیت کی وفات کے بعد ایک عرصے تک مالوہ بالکل ویران رہا اور کوئی انصاف پسند راجہ اور سخی حاکم اس پر فرمانروا نہ ہوا یہاں تک کہ راجہ بھوج نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

راجہ بھوج کی حکومت

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

راتوں کو بھیس بدل بدل کر پھرتا تھا اور ضرورت مندوں اور فقیروں وغیرہ کے حالات سے آگاہ ہو کر ان کی خبر گیری کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی خوش حالی اور آسودگی کی کوشش کرتا تھا۔ یہ تین مقامات کھرکھوں' بیجانگر' اور ہنڈیہ اسی راجہ کے عہد میں آباد کئے گئے تھے۔ راجہ بھوج کثرت ازدواج کا بڑا شوقین تھا۔ وہ ہر سال میں دو مرتبہ ایک بہت بڑا جشن منایا کرتا تھا۔ جس میں ہندوستان کے ہر گوشے کے رقص و سرود کے ماہرین شرکت کیا کرتے تھے۔ جشن کا یہ سلسلہ چالیس روز تک رہتا تھا اور اس میں سوائے ناچ گانے کے کوئی اور کام نہ ہوا کرتا تھا۔ دوران جشن میں ہر گروہ کو کھانا' شراب اور پان وغیرہ حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ رخصت کے وقت ہر شخص کو ایک خلعت اور دس مثقال سونا دیا جاتا تھا۔ راجہ بھوج نے پچاس (۵۰) سال تک حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

راجہ باسدیو کی حکومت

راجہ بھوج کے زمانے ہی میں ایک شخص جس کا نام باسدیو تھا' قنوج کا راجہ بن بیٹھا اور بہار کو جو بنگالے کی طرح قنوج سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ پھر دوبارہ اپنے قبضے میں لے آیا۔ اور اپنا رعب اچھی طرح قائم کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی راجہ کے زمانہ میں بہرام گور ایک سوداگر کے بھیس میں ہندوستان آیا تھا۔ تاکہ وہ اس ملک کے اور یہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کرے۔ بہرام گور کے (ہندوستان) آنے اور (یہاں) اس کو پہچان لئے جانے کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جن دنوں وہ یہاں تھا ایک جنگلی ہاتھی قنوج کے نواح میں اتفاق سے آ گیا تھا اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ یہ مدہوش ہاتھی لوگوں کی جانوں کو تلف نہ کرتا ہو۔ راجہ باسدیو نے کئی بار اس ہاتھی کا کام تمام کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر بار ناکام رہا۔ جس روز بہرام قنوج میں داخل ہوا اسی روز یہ بدمست ہاتھی جھومتا ہوا شہر کی حدود تک آ پہنچا اور شہر میں بڑا شور و غوغا بپا ہوا۔ راجہ نے شہر کے تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ بہرام گور نے جب یہ خبر سنی تو وہ اکیلا اس بدمست اور جنگلی ہاتھی کے سامنے آیا اور ایک ہی تیر ایسا مارا کہ اس سفاک جانور کا کام تمام ہو گیا۔ اہل شہر نے جو یہ تماشا دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ جب یہ عالم دیکھا تو تحسین و آفرین کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور (عقیدت و محبت) سے بہرام گور کے پیروں پر گر پڑے۔ جب راجہ باسدیو کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے بہرام گور کو بلایا' بہرام راجہ کی طلبی پر اس کے سامنے آیا۔ راجہ کے ایک مصاحب نے بہرام کو جب دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ کیونکہ ایک سال قبل جب وہ نذرانہ لے کر ایران گیا تھا تو اس نے بہرام گور کو دیکھا تھا۔ اس مصاحب نے راجہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ باسدیو کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ فوراً اسی وقت بہرام کے سامنے خادموں کی طرح حاضر ہوا اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی۔ نیز بہت اعزاز و اکرام اور دولت کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ باسدیو جب تک زندہ رہا ہر سال بیش قیمت تحفے تحائف بہرام گور کو بھیجتا رہا۔ باسدیو نے ستر سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مشہور شہر کالپی اسی راجہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے بتیس (۳۲) بیٹے چھوڑے' جو سلطنت حاصل کرنے کے لئے آپس میں متواتر دس سال تک لڑتے رہے۔ آخر کار باسدیو کے سپہ سالار نے ان بھائیوں کے باہمی نفاق سے فائدہ اٹھایا اور فوج کے سرداروں کے مشورے اور اتفاق رائے سے قنوج پر قبضہ کر کے ایک عظیم الشان راجہ بن بیٹھا۔

راجہ رام دیو راجپوت کی حکومت

راجہ رام دیو کا راٹھور قوم سے تعلق تھا وہ بہت بہادر اور دلیر اور مدبر تھا۔ اس نے سب سے پہلے تو ان سرکش سرداروں کو جن کی فطرت میں خود نمائی شامل تھی' بتدریج مطیع کر کے مقامی فتنہ و فساد کو ختم کیا۔ بعد ازاں ایک لشکر جرار تیار کر کے مارواڑ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے اپنے تصرف میں لایا۔ وہاں سے اس نے کچھواہہ قوم کو نکال کر اپنی قوم راٹھور کو آباد کیا۔ چنانچہ اسی تاریخ سے راٹھور مارواڑ میں آباد ہوئے۔ پھر راجہ رام دیو نے خود ہی کچھواہہ قوم کو رہتاس کے قلعے کے قرب و جوار میں آباد ہونے کی ترغیب دی اور اس قوم کے سرداروں کی لڑکیوں کو اپنے تصرف میں لایا اور انہیں اپنے محل میں داخل کیا اس کے بعد اس نے لکھنوتی پر حملہ کر کے اس پر

besturdubooks.wordpress.com

غلبہ حاصل کیا اور اپنے بھتیجے کو وہاں کی حکمرانی سونپی (اس طرح) وہ بے شمار مال و دولت سمیٹ کر تین سال بعد اپنے دارالسلطنت قنوج میں واپس آیا- اس کے دو سال بعد رام دیو نے مالوے پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا- وہاں اس نے بہت سے نئے قصبے اور دیہات آباد کئے۔ فرور (یہ مقام گوالیار کے قریب واقع ہے) کے قلعے کی مرمت کروائی اور راٹھور قوم کے ایک سردار کو وہاں کا حاکم مقرر کیا- اس کے بعد اس نے بیجانگر کے راجہ شیورائے سے اس کی بیٹی طلب کی' شیورائے جو اس زمانے میں ملک دکن کا فرمانروا تھا- راجہ رام دیو کی وسعت سلطنت اور شان و شوکت سے خائف ہو کر اپنی بیٹی مع بیش قیمت تحائف اور جہیز کے رام دیو کے گھر بھیج دی- رام دیو نے گونڈواڑے میں دو سال تک قیام کیا اور بہت سرکش اور بڑے بڑے زمینداروں کو اپنا مطیع بنا کر قنوج کی طرف واپس ہوا- اس کے بعد کے سات سال اس نے عیش و عشرت میں بسر کئے اور پھر کوہستان سوالک کی طرف متوجہ ہوا- وہاں پہنچ کر اس نے تمام راجاؤں کو اپنا باج گزار بنایا' لیکن راجہ کماؤں نے باج گزار بننے سے انکار کر دیا- یہ راجہ اس ملک کا سب سے بڑا فرمانروا تھا اور اس ملک کی حکومت اس گھرانے میں دو ہزار (۲۰۰۰) سال سے مسلسل چلی آ رہی تھی- راجہ کماؤں راجہ رام دیو کے مقابلے کے لئے سامنے آیا- صبح سے شام تک دونوں کے لشکروں میں جنگ ہوتی رہی- طرفین کے بہت سے بہادر اس جنگ میں کام آئے کہ جن کی موت سے ان کے گھرانے برباد و ویران ہو گئے- آخر کار رام دیو کی اقبال مندی نے دشمن کو نیچا دکھایا اور اسے فاتح بنایا- راجہ کماؤں بے شمار مال و اسباب اور بہت سے ہاتھی میدان جنگ میں چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپا-

کوہستان سوالک کی مہم سے فارغ ہو کر راجہ رام دیو نے اپنی فتح کی عنان کوہستان نگر کوٹ کی طرف موڑی- اور اس ملک کے قصبوں اور شہروں کو فتح کرتا ہوا اور مال غنیمت سمیٹتا ہوا "ہنکوٹ پنڈی" پہنچا- یہاں سے وہ آگے نہ بڑھا کیونکہ درگا کے مندر کی حرمت اس کے پیش نظر تھی- ایک جگہ قیام کر کے اس نے اپنا ایک ایلچی ہنکوٹ پنڈی کے راجہ کے پاس بھیج کر اسے طلب کیا- راجہ نے رام دیو کے پاس آنے میں حیل و حجت کی- آخر کار برہمن اس معاملے میں پڑے اور انہوں نے یہ تصفیہ کیا کہ رام دیو بت خانے کی زیارت کرنے کے لئے آئے اور ہنکوٹ پنڈی کا راجہ اس سے وہیں ملاقات کرے- رام دیو نے اس فیصلے کو منظور کر لیا اور بت خانے میں آ کر ہنکوٹ پنڈی کے راجہ سے ملاقات کی رام دیو نے عظیم الشان نذر بت خانے میں چڑھائی اور یہاں کے ملازموں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا- نیز راجہ نگر کوٹ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ رچایا- ان معاملات سے فارغ ہو کر رام دیو جموں کے قلعے کی طرف بڑھا- جموں کے راجہ نے اپنی شان و شوکت' قلعے کی مضبوطی' راستے کی مشکلات' جنگلوں کی گنجانی اور غلے کی فراوانی کے خیال سے رام دیو کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا لیکن اپنی بدقسمتی سے وہ رام دیو کا مقابلہ نہ کر سکا اور میدان جنگ سے فرار ہو گیا- رام دیو نے اپنے لشکر کا ایک حصہ تو راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ جموں کا محاصرہ کر لیا- اور کچھ ہی عرصے میں اس کو فتح کر لیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا اور بہت سا بیش قیمت مال و اسباب اپنے قبضے میں کیا- جموں کا راجہ اپنی اس تباہی سے مجبور ہو کر بڑی عاجزی سے رام دیو کے سامنے آیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی- رام دیو نے اسے معاف کر دیا اور اس کی لڑکی سے اپنے دوسرے لڑکے کی شادی کی- پھر یہاں سے روانہ ہوا اور بہت (دریائے جہلم مراد ہے) کے کنارے سے جو کشمیر سے پنجاب کی طرف بہتا ہے- بنگالے کی اس سرحدی جگہ تک کہ جہاں دریائے شور کے کنارے کوہستان سوالک (کوہستان ہمالیہ کے جنوبی پہاڑ مراد ہیں) کا سلسلہ ختم ہوتا ہے کا سفر خوب سیر و تفریح میں طے کیا اور تقریباً پانچ راجاؤں کو جو اس کوہستان کے مختلف حصوں پر حکومت کرتے تھے اپنا مطیع اور باج گزار بنایا اور بے شمار زر و جواہر اور بہت سا مال و اسباب اور ان گنت ہاتھی گھوڑے وغیرہ ساتھ لے کر واپس قنوج میں آیا-

قنوج پہنچ کر رام دیو نے ایک بہت بڑا جشن کیا اور اپنے لشکریوں کی تنخواہوں کو دس گنا اور بیس گنا کر دیا- قنوج کے بہادر اور جان باز

besturdubooks.wordpress.com

فرمانروائی کرتا رہا۔ اس کے بعد کبھی بھی کسی مقام پر حملہ نہ کیا۔

رام دیو نے چون (۵۴) سال تک حکومت کرنے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اہل ہندوستان اس بات پر متفق ہیں کہ رام دیو جیسا عظیم الشان راجہ ہندوستان میں نہیں گزرا۔ یہ راجہ شاہ ایران کیقباد کے فرزند فیروز شاہ ساسانی کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کی خدمت میں خراج اور تحفے تحائف بھیجتا رہا اور اطاعت و فرمانبرداری میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیتا تھا۔

پرتاپ چند سیسودیہ کی حکومت

راجہ رام دیو کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں حصول سلطنت کے لئے جھگڑا ہوا اور نوبت باقاعدہ جنگ تک پہنچی۔ اس باہمی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ قنوج کی حکومت بالکل تباہ و برباد ہو گئی اور رام دیو کا عظیم الشان خزانہ اسی کی نذر ہو گیا' اسی باہمی جنگ و جدال سے رام دیو کے ایک سپہ سالار پرتاپ چند نے فائدہ اٹھایا اور ایک عظیم الشان لشکر اپنی حمایت میں تیار کر کے قنوج پر حملہ کر دیا اور اسے بڑی آسانی سے اپنے قبضے میں کر لیا۔

قنوج پر قابض ہو جانے کے بعد پرتاپ چند نے سب سے پہلے تو رام دیو کے لڑکوں کی طرف سے اطمینان کیا اور ان کا سارا گھرانہ تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد آس پاس کے زمینداروں کی خبر لی۔ جو موقع سے فائدہ اٹھا کر مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ ان زمینداروں کو ختم کر کے خود ایک بہت بڑا راجہ بن بیٹھا۔

ان تمام کامیابیوں کی وجہ سے پرتاپ چند میں غرور و تکبر کا مادہ پیدا ہو گیا اور اس نشے میں ایسا غرق ہوا کہ شاہان ایران کو خراج بھیجنا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور نوشیرواں کے ایلچی کو جو خراج لینے کے لئے ہندوستان آیا ہوا تھا' خالی ہاتھ واپس کر دیا۔ (اس کے جواب میں) جب ایرانی فوج پرتاپ چند کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئی اور پنجاب و ملتان تک پہنچی تو اس نے اس فوج کی کثرت سے خائف ہو کر معافی مانگ لی اور اپنی حرکت پر نادم ہوا۔ نیز بے شمار دولت بھیج کر ایرانی فوج کو قتل و غارت گری سے باز رکھا۔ اس کے بعد وہ جب تک زندہ رہا ہر سال شاہ ایران کو خراج ارسال کرتا رہا۔

پرتاپ چند کی وفات کے بعد آس پاس کے چھوٹے چھوٹے راجہ خود مختار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی اولاد کے قبضے میں بہت تھوڑا سا ملک باقی رہا۔ اس کے جانشین رانا کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کیونکہ ہندی میں رانا کے معنی ہیں چھوٹا اور کمزور راجہ۔ اس تاریخ کے لکھنے کے وقت تک اس خاندان میں حکومت باقی ہے لیکن وہ صرف کومل مری کے کوہستان اور اس کے آس پاس کے علاقے پر حکمران ہیں اور رانا کے لقب سے مشہور ہیں۔ چتوڑ اور فنڈ سور وغیرہ اس خاندان کی حکومت میں نہیں رہے اب وہ خاندان تیموریہ کے قبضے میں ہیں۔

انند دیو راجپوت کی حکومت

یہ راجہ بیس قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ راجہ پرتاپ کی موت کے بعد اس راجہ نے مالوے سے سر اٹھایا اور اس کے آس پاس کا تمام علاقہ اپنے زیر نگین کیا۔ چونکہ اس کی قسمت کا ستارہ بلندی پر تھا اس لئے اس کی سلطنت میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور مالوہ' نہرواله' مرہٹ' دکن اور برار کے علاقے اس کے قبضے میں آ گئے۔ رام گڑھ' ماہور اور مندو کے قلعے اسی نے بنوائے تھے۔ یہ راجہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا ہم عصر تھا۔ سولہ سال فرمانروائی کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

مالدیو کی حکومت

اسی زمانے میں مالدیو نامی ایک ہندو دوآب سے نمایاں ہوا اور ایک لشکر کثیر جمع کر کے دہلی کو راجہ پرتاپ کے لڑکوں سے چھین لیا اور پھر قنوج پر چڑھائی کی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں قنوج اس قدر آباد تھا کہ اس شہر میں تنبولیوں کی تیس

besturdubooks.wordpress.com

(۳۰) ہزار دکانیں تھیں اور اہل رقص و سرور کے ساٹھ (۶۰) ہزار گھرانے تھے۔ اسی سے قنوج کی آبادی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مالدیو نے بیالیس (۴۲) سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

چونکہ مالدیو نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑی تھی۔ اس لئے اس کے مرتے ہی چاروں طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا اور (اس زمانے سے لے کر) اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے تک کوئی ایسا فرمانروا نہیں گزرا جس کی عظمت و وسعت سلطنت قابل ذکر ہو۔ جس وقت سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت یہاں مختلف راج قائم تھے۔ قنوج میں راجہ کور' میرٹھ میں راجہ دھرم دھت' نہاون میں راجہ گل چند' لاہور میں راجہ جے پال اور کالنجر میں راجہ بجیرا کی حکومت تھی۔ اسی طرح مالوہ' اجمیر' گجرات اور گوالیار میں بھی جدا جدا حکومتیں قائم تھیں۔ لہٰذا ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہے اور سلاطین اسلام کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ کہ وہی اس کتاب کا اصل موضوع ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

ہندوستان میں سب سے پہلے جس مسلمان نے قدم رکھا اور اہل ہندوستان سے معرکہ آرائیاں کیں وہ "مہلب بن ابی صفرہ" تھا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ہجرت نبوی کے اٹھائیسویں (۲۸) سال امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں بصرے کے حاکم "عبداللہ بن عامر" نے فارس پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں کو جنہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد بد عہدی کی تھی، شکست دی اور واپس بصرے آیا۔ ہجرت کے تیسویں (۳۰) سال امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے ولید بن عتبہ کو جو کوفے کا حاکم تھا، اس وجہ سے معزول کر دیا کہ اسے شراب خوری کی عادت تھی اور اس کی جگہ سعید بن العاص کو مقرر کر دیا۔ سعید اسی سال طبرستان کی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت امام حسن و امام حسینؓ بھی اس کے ساتھ اس معرکے میں شریک ہوئے۔ استر آباد کے دارالسلطنت جرجان کو حضرت حسنینؓ کے قدموں کی برکت سے فتح کر لیا گیا۔ وہاں کے باشندوں نے دو لاکھ دینار سالانہ دینا منظور کئے۔ اہل جرجان اسلام لے آئے اور خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

ہجرت نبوی کے اکتیسویں (۳۱) سال حضرت عثمان غنی نے عبداللہ بن عامر کو خراسان فتح کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ ایک لشکر جرار کو ہمراہ لے کر کرمان کے راستے سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لشکر کے مقدمتہ الجیش حنیف بن قیس تھے۔ غازیان اسلام کا یہ لشکر جرار سیستان (یہ علاقہ ایرانی مکران اور خراسان کے وسط میں واقع ہے اور اسے "کوہستان" کہا جاتا ہے۔)، قہستان، اور نیشاپور کو زیر کرتا ہوا اپنے محکوم کو اطاعت گزار بناتا ہوا طوس پہنچا۔ یہاں کے باشندوں نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کی اور مسلمانوں کے لشکر نے سرخس، ہرات، بادغیس، غرجستان، مرو، طالقان اور بلخ کو اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ چونکہ عبداللہ بن عامر کو تھوڑے سے عرصے میں مکمل طور پر فتح حاصل ہو گئی۔ لہٰذا انہوں نے خراسان کا حاکم قیس بن ہاشم کو مقرر کیا۔ مرو، طالقان اور نیشاپور میں حنیف بن قیس کو اور ہرات، غور اور غرجستان میں خالد بن عبداللہ کو حاکم مقرر کیا اور خود حج کا احرام باندھ کر کعبے کی طرف روانہ ہو گئے------- ہجرت نبوی کے بتیسویں (۳۲) سال حضرت عثمانؓ کے حکم سے عبداللہ بن عامر بلخ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن متعدد مخالف اسباب کی بنا پر امیر لشکر اور بہت سے مسلمان لشکری اس جنگ میں شہید ہوئے۔ اور بقیہ لشکر پریشان ہو کر بھاگا۔ یہ مسلمان سپاہی جرجان (بحر خزر کے جنوب شرقی مقام کا نام تھا کہ جسے اب استر آباد کہتے ہیں) اور جیلان (جیلان یا گیلان، جرجان سے متصل علاقہ) میں آ کر پناہ گزین ہوئے۔ اسی سال عبداللہ بن عامر حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک ایرانی سردار جس کا نام قارون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ خراسان اس وقت بہادران اسلام سے خالی ہے تو اس نے طبس، ہرات، بادغیس، قہستان اور غور وغیرہ کے چالیس ہزار باشندوں کو جمع کیا اور ایک لشکر جرار تیار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن ہازم نے جو حنیف بن قیس کے ساتھ نیشاپور میں مقیم تھا۔ چالیس ہزار لشکریوں کی مدد سے اس فتنے کو دبایا اور اس کے صلے میں وہ خراسان کا حاکم بنایا گیا۔

۴۴ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو بصرہ، خراسان اور سیستان کا حاکم مقرر کیا اور اسی سال زیاد کے حکم سے عبدالرحمٰن

besturdubooks.wordpress.com

بن ربیعہ نے کابل کو فتح کیا اور اہل کابل کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ کابل کی فتح کے کچھ ہی عرصے بعد ایک نامور عرب امیر مہلب بن ابی صفرہ مرو کے راستے سے کابل و زابل آئے اور ہندوستان پہنچ کر انہوں نے جہاد کیا اور دس یا بارہ ہزار کنیز و غلام اسیر کیے۔ ان میں کچھ لوگ توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کر کے مسلمان ہو گئے۔

۵۳ھ میں زیاد بن ابیہ کی انگلی پر طاعون کی پھنسی نکلی اور اس سے اس نے وفات پائی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس کے بیٹے عبداللہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا۔ کچھ عرصے بعد عبداللہ نے ماوراء النہر کا عزم کیا اور اس ملک کے بہت شہروں کو فتح کر کے واپس آیا۔ اس فتح کے صلے میں اسے بصرے کی حکومت ملی لیکن اس نے اسلم بن زراعہ کو اپنی طرف سے خراسان کا حاکم مقرر کیا اور خود کوفہ میں مقیم رہا۔ ۵۰ھ میں خراسان کی حکومت حضرت امیر معاویہؓ نے سعد بن عثمان غنیؓ کے سپرد کی۔ ۶۳ھ میں یزید بن معاویہ نے مسلم بن زیاد کو سیستان اور خراسان کا حاکم متعین کیا۔ جن لوگوں کو یزید نے مسلم کے ہمراہ روانہ کیا تھا انہیں میں ایک مہلب بن ابی صفرہ بھی تھا۔ مسلم نے اپنے چھوٹے بھائی یزید کو سیستان کی حکومت سپرد کی۔ جب یزید بن زیاد نے یہ سنا کہ کابل کے بادشاہ نے سرکشی کر کے مسلمانوں کے حاکم ابو عبداللہ بن زیاد کو قید کر لیا ہے تو اس نے ایک لشکر جرار جمع کر کے اہل کابل سے جنگ کی' ایک زبردست اور شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں یزید کو شکست ہوئی اور اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ جنگ میں مارا گیا۔

جب مسلم بن زیاد کو ان حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے طلحہ بن عبداللہ بن حنیف کو جو "طلحۃ الطلحات" کے نام سے مشہور ہے۔ کابل روانہ کیا۔ کابل پہنچ کر طلحہ نے پانچ لاکھ درہم ادا کر کے ابو عبداللہ کو شاہ کابل کی قید سے آزاد کروایا۔ بعد ازاں مسلم نے سیستان کی حکومت طلحہ کو سونپی اور غور اور بادغیس کے باشندوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کر کے کابل روانہ کیا اور اہل کابل کو زبردستی اپنا مطیع" و فرمانبردار بنایا اور خالد بن عبداللہ کو جسے بعض لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اولاد سے اور بعض ابوجہل کی اولاد سے بتاتے ہیں' حاکم کابل مقرر کیا۔

جب خالد بن عبداللہ کابل کی حکمرانی سے معزول ہوا تو اس نے عراق و عرب کی طرف واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ نئے حاکم کے خوف سے کابل میں قیام کرنا بھی مشکل تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے بال بچوں اور متعلقین کو جو عربی النسل تھے ساتھ لیا اور شاہ کابل کی راہنمائی میں کوہ سلیمان پر اپنا ڈیرہ جمایا۔ جو ملتان اور پشاور کے درمیان واقع ہے۔ خالد نے اپنی بیٹی کی شادی ایک شریف افغانی کے ساتھ کر دی جو کہ مذہب اسلام اختیار کر چکا تھا۔ اس لڑکی کے بطن سے بہت سے لڑکے پیدا ہوئے جن میں دو لودھی اور سور بہت مشہور اور ممتاز تھے۔ افغانیوں کے گروہ میں دو مشہور فرقے لودھی اور سوری انہیں دو بھائیوں کی اولاد سے ہیں۔

افغان

کتاب "مطلع الانوار" جو ایک معتبر مصنف کی تصنیف کردہ ہے اور جسے میں نے برہان پور خاندیس میں پڑھا تھا...... یہ لکھا ہے کہ افغان حقیقت میں قبطی فرعونی ہیں۔ جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس زمانے میں بہت سے قبطی توبہ کر کے دین موسیٰ میں شامل ہو گئے تھے لیکن ان قبطیوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی کہ جس نے باوجود طرح طرح کی مصیبتوں کے یہ دین اختیار نہ کیا اور فرعون کی دوستی میں اور اس کے دعوائے خدائی کے ماننے میں ثابت قدم رہی۔ اس کے نتیجے میں اس جماعت کو جلاوطن ہونا پڑا لہٰذا یہ ہندوستان آئی اور کوہ سلیمان پر متوطن ہوئی۔

اس جماعت سے بہت سے قبیلے پیدا ہوئے جو افغانوں کے نام سے مشہور ہیں۔ جس وقت کہ خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تھا اس وقت اس کے بہت سے دشمن ملک دور دور سے آ کر ابرہہ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اس کے ساتھ مل کر کعبہ پر حملہ کیا تھا انہیں

besturdubooks.wordpress.com

جنم واصل ہوئے۔ مختصر یہ کہ مسلمان افغان کھیتی باڑی اور معاش کی طرف متوجہ ہوئے اور بے شمار گھوڑوں' گائے اور بکریوں وغیرہ کے مالک بن گئے۔ ان افغانوں نے ان مسلمانوں کے ساتھ جو محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان آئے تھے بڑے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ جب ان کی نسل کثرت سے پھیلی تو یہ ۱۴۳ء میں کوہستان کے علاقے سے نکل کر ہندوستان کے مختلف شہروں کرماج' پشاور اور شنوران وغیرہ پر قابض ہو گئے۔ راجہ اجمیر کے ایک رشتہ دار نے جو لاہور کا راجہ تھا ان افغانوں کے فتنے کو دبانے کا ارادہ کیا اور اپنے ایک امیر کو مع ہزار سواروں کے ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ افغان اس لشکر کے مقابلے پر نکلے اور انہوں نے بیشتر ہندو سواروں کو قتل کر کے اس لشکر کو شکست دی۔ اس واقعہ کے بعد لاہور کے راجہ نے اپنے بھتیجے کو دو ہزار سواروں اور پانچ ہزار پیادہ سپاہیوں کے ساتھ افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ اس بار خلج' غور اور کابل کے مسلمانوں نے افغانوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھا اور چار ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر تیار کر کے ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ افغانوں کو اس مدد کے ملنے سے بڑی تقویت پہنچی۔ انہوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ اہل ہند سے پانچ مہینے میں ستر لڑائیاں لڑیں اور اکثر لڑائیوں میں فتح حاصل کی۔ لڑائی کے دوران میں ہی سردی کا موسم شروع ہو گیا۔ جاڑے نے اہل ہند کو بالکل مجبور اور عاجز کر دیا۔ لہٰذا وہ لڑائی بند کر کے واپس اپنے وطن چلے گئے' لیکن جب جاڑوں کا زمانہ ختم ہو گیا تو لاہور کے راجہ نے پھر ایک نئے لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔ اس دفعہ بھی کابل اور خلج کے باشندوں نے افغانوں کی مدد کی اور کرماج اور پشاور کے درمیان دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس جنگ کی کیفیت یہ تھی کہ کبھی تو اہل ہند افغانوں پر غالب آ کر انہیں پہاڑوں تک بھگا دیتے اور کبھی افغان تیروں کی بوچھاڑ سے اہل ہند کو پسپا کرتے اور انہیں ان کے خیموں اور قیام گاہوں سے باہر نکال دیتے۔

جب برسات کا زمانہ آیا تو دریائے نیلاب (نیلاب سے مراد دریائے اٹک یا سندھ ہے) کا سیلاب دیکھ کر اہل ہند لڑائی کے نتیجے کا خیال کیے بغیر اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے اور اسی طرح کابل اور خلج کے مسلمانوں نے بھی اپنے وطنوں کو مراجعت کی۔ کابل اور خلج کے باشندوں سے جب کبھی ان کا کوئی ہم وطن یہ پوچھتا کہ کوہستان کے مسلمانوں پر کیا گزری تو وہ جواب دیتے کہ ان کے ملک کو کوہستان نہ کہو' افغانستان کہو۔ کیونکہ اب وہاں افغان وغوغہ یعنی شور اور فریاد کے سوا کچھ اور سنائی نہیں دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی بناء پر کوہستان کے مسلمانوں کو افغان اور ان کے وطن کو افغانستان کہا جانے لگا' لیکن اہل ہند ان کوہستانی مسلمانوں کو پٹھان کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ معلوم نہ ہو سکی' لیکن خیال یہ ہے کہ اسلامی بادشاہوں کے عہد میں جب پہلی بار یہ قوم ہندوستان میں آئی تو پٹنے میں آباد ہوئی۔ اس لیے اہل ہند ان کو پٹھان کہنے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس دوران میں ہندو کھکروں اور لاہور کے راجہ کے درمیان بجائے دوستی کے رنجش پیدا ہو گئی اس وجہ سے کھکر قوم نے قوم افغان سے دوستی اور میل ملاپ پیدا کر لیا۔ اس پر راجہ لاہور نے بھی افغانوں سے لڑائی بند کر دی اور ان سے صلح کر کے ملغان کے چند گاؤں ان کو دیے۔ خلجیوں کو جو افغانوں کی مدد سے اسی جنگل میں آباد تھے اس شرط پر افغانوں کی سی مراعات دیں کہ وہ افغانوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے میں سرحد کی حفاظت کریں۔ افغانوں نے پشاور کے کوہستان میں ایک حصار کھینچا اور اس کا نام "خیبر" رکھا۔ اور "روہ" کے ملک پر ایسے قابض ہوئے کہ آل سامان کے عہد حکومت میں سامانی لشکر کو کبھی انہوں نے لاہور تک نہ پہنچنے دیا۔ اسی بنا پر سامانی لشکر کی لوٹ مار آخر تک ہمیشہ سندھ اور بھاطنہ ("بھاطنہ" کی اصل "بھاٹیہ" معلوم ہوتی ہے۔ اس نام کا ایک مقام ملتان کے قریب تھا) کی طرف رہی ہے۔ روہ سے وہ مخصوص کوہستانی سلسلہ مراد ہے جو لمبائی میں بجور ("بجور" سے چترال اور دریائے کابل کا درمیانی علاقہ مراد ہے) سے سیوی (سیوی سے مراد ریاست قلات کا علاقہ ہے) تک جو بکر کا علاقہ ہے اور چوڑائی میں حسن ابدال اور کابل تک پھیلا ہوا ہے۔ جب غزنی کی حکومت الپتگین کے ہاتھ میں آئی تو اس نے کئی بار لمغان (افغانستان کے مشرقی اضلاع جو پشاور کے قریب تک پاکستان کی حدود میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا نام "لمغان" تھا۔) اور ملتان میں لوٹ مچائی اور بہت سے لونڈی اور غلام قید کر کے لے گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

جب افغانوں نے یہ دیکھا کہ الپتگین سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی راہ نہیں تو انہوں نے راجہ جے پال سے الپتگین کا مقابلہ کرنے کے لیے مدد چاہی۔ جے پال نے اس خیال کے پیش نظر کہ ہندوستان کی فوج سردی کی وجہ سے سرحدی مقامات پر ہمیشہ قیام نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں بھاٹنہ کے راجہ سے مشورہ کیا۔ اس نے جو رائے دی اس کے مطابق ایک ایسے شخص کو جو افغانوں میں سے معتبر اور قابل اعتماد شخص تھا اور جس کا نام شیخ حمید تھا اس ملک کا امیر مقرر کیا۔ شیخ حمید نے لمغان اور ملتان کو اپنے قبضے میں کیا اور ہر مقام پر ایک ایک حاکم بطور اپنے نائب کے مقرر کیا اور اسی زمانے سے افغانوں میں حکومت اور سلطنت کا سلسلہ شروع ہوا۔

الپتگین کی وفات کے بعد اس کا جانشین سبکتگین ہوا۔ شیخ حمید نے سبکتگین کی مخالفت کو مناسب نہ سمجھا اور اسے یہ پیغام بھیجا کہ ہم مسلمان مذہب اسلام کے پیرو ہونے کی وجہ سے ایک ہیں۔ اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ اس طبقے (یعنی افغانوں) کو اپنا سمجھے اور جب (کبھی) مسلمانوں کی فوج ہندوستان پر چڑھائی کرے تو اس کا لشکر (یعنی سبکتگین کا) کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے اور اس جماعت کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ سبکتگین نے بھی مصلحت وقت کے پیش نظر شیخ حمید کی درخواست قبول کر لی اور جب راجہ جے پال پر فتح پائی تو افغانوں کی بہت خاطر تواضع کی اور ملتان کے اکثر حصے ان کو عطا کیے۔ لیکن سبکتگین کے بیٹے سلطان محمود نے اپنے باپ کے برعکس عمل کیا۔ اس نے ہمیشہ افغانوں کو سرنگوں اور مغلوب رکھا۔ ان میں سے جو سرکش تھے انہیں قتل کیا اور جو اطاعت شعار تھے ان سے ملازموں کا سا سلوک کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

مقالہ اول

تذکرہ سلاطین لاہور

جن کو "سلاطین غزنویہ" بھی کہا جاتا ہے

besturdubooks.wordpress.com

امیر ناصر الدین سبکتگین

اگرچہ امیر ناصر الدین کی فتوحات کا سیلاب دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھا اور کبھی اس کی حکومت پنجاب تک نہیں پہنچی' تاہم بعض مورخین نے اسے سلاطین لاہور کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

الپتگین کے حالات

تمام مورخین یہ کہتے ہیں کہ سبکتگین دراصل الپتگین کا غلام ترکی نژاد تھا۔ سامانی حکومت کے عہد میں الپتگین خراسان کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ کچھ ہی عرصے میں اس نے اپنی حکومت کو پوری طرح قوی بنالیا اور (مکمل) غلبہ حاصل کر لیا۔ جب عبد الملک کا انتقال ہوا تو امرائے بخارا نے الپتگین کے پاس ایک قاصد بھیجا اور یہ دریافت کیا کہ آل سامان میں اب کونسا شخص حکومت کرنے کا اہل ہے؟ الپتگین نے جواب دیا کہ منصور بن عبد الملک ابھی نوجوان ہے۔ لہٰذا اس کام کے لیے اس کے چچا سے زیادہ اور کوئی موزوں نہیں' لیکن اس سے قبل کہ قاصد الپتگین کا جواب لے کر واپس لوٹتا امرائے سلطنت نے اتفاق رائے سے منصور کو تخت پر بٹھا دیا۔

منصور نے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لیتے ہی الپتگین کو بخارا میں طلب کیا الپتگین ڈر گیا۔ (کیونکہ وہ منصور کو حکومت کا اہل نہ سمجھنے کی رائے دے چکا تھا۔) لیکن اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے وہ منصور کے دائرہ اطاعت سے نکل گیا اور علم سرکشی بلند کیا۔ ۳۵۱ھ میں وہ تین ہزار سواروں کو لے کر جو اس کے غلام تھے خراسان سے غزنی کی طرف روانہ ہوا اور غزنی کو فتح کر کے اپنی حکومت مستقل طور پر قائم کر لی۔ جب منصور نے دیکھا کہ خراسان خالی ہے تو اس نے وہاں کی حکومت ابو الحسن محمد بن ابراہیم ہجوری کو دے دی۔ نیز دو تین بار الپتگین کے مقابلے پر اپنا لشکر بھیجا' لیکن ہر بار الپتگین کو فتح ہوئی اور منصور کی فوج شکست کھا کر دشمن کے سامنے سے بھاگ نکلی۔

احمد اللہ مستوفی کے قول کے مطابق الپتگین نے پندرہ (۱۵) سال تک ہمت و اقبال مندی سے حکومت کی اس عرصے میں اس کے سپہ سالار سبکتگین نے کئی بار ہندوؤں سے جہاد کیا اور ہر بار ان کے مقابلے پر کامیابی حاصل کی۔ ۳۶۵ھ میں الپتگین کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا ابو اسحاق سبکتگین کے ساتھ بخارا روانہ ہوا۔

امیر منصور نے غزنیں کی حکومت اگرچہ ظاہری طور پر ابو اسحاق کو سونپ رکھی تھی لیکن امور سلطنت کے تمام اہم کام سبکتگین کی رائے سے انجام پاتے (یعنی حقیقت میں) حکومت اسی کے ہاتھ میں رہی۔

تھوڑے ہی عرصے میں ابو اسحاق کا انتقال ہو گیا۔ غزنیں کے امیروں اور ارکان سلطنت نے سبکتگین کے چہرے پر اقبال و فتح مندی کے آثار دیکھ کر ۳۶۷ھ میں اسے اپنا مستقل بادشاہ تسلیم کر لیا اور الپتگین کی بیٹی (یعنی ابو اسحاق کی بہن) سے اس کی شادی کر دی۔ الپتگین نے (اپنے عہد حکومت میں) عدل اور انصاف کی ترویج میں بڑا حصہ لیا اور ظلم و تعدی کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ امراء شرفاء اور ارکان سلطنت پر طرح طرح کی مہربانیاں اور عنایتیں کیں اور ان کے دلوں میں اپنی محبت اور جہانداری کی قابلیت کا سکہ بٹھایا۔

سبکتگین کے ابتدائی حالات

مشہور مورخ منہاج جرجانی نے اپنی کتاب "طبقات ناصری" میں سبکتگین کے ابتدائی حالات اس طرح لکھے ہیں کہ ایک سوداگر جس کا نام نصر حاجی تھا وہ سبکتگین کو ترکستان [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کے آثار دیکھ کر اسے اپنے خاص لوگوں کے حلقے میں شامل کر لیا۔ غزنی کی جنگ میں اسے لشکر کا امیر الامراء بنایا اور اپنی طرف سے وکیل مطلق قرار دیا۔ مذکورہ مورخ (جوزجانی) سبکتگین کے نسب کی بابت لکھتا ہے کہ یہ ایران کے بادشاہ یزدجرد کی نسل سے ہے جس کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔

جب حضرت عثمان کے عہد خلافت میں یزدجرد ملک مرو میں اسیا کے مقام پر قتل کیا گیا تو اس کے تابعین اور اس کی اولاد وہاں سے نکل کر ترکستان کی طرف فرار ہو گئی۔ ترکستان پہنچ کر انہوں نے ترکوں سے بہت میل ملاپ کیا اور اس قوم سے شادی بیاہ کی رسم کی ابتدا کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو تین نسلوں کے گزرنے کے بعد یہ "آدھے ترک" بھی "اصل ترک" مشہور ہو گئے۔ چنانچہ سبکتگین کا شجرہ نسب یہ ہے۔ سبکتگین بن جوقان بن قراالحکم بن قزل ارسلان بن قرانامان بن فیروز بن یزدجرد۔

سبکتگین کا عہد حکومت

جب سبکتگین نے عنان حکومت سنبھالی تو بست (مشرقی خراسان کا ایک شہر) کے قلعے پر طغا نام کے ایک شخص نے قبضہ کر لیا لیکن اس شخص کے ایک دشمن جس کا نام باتور تھا اس پر حملہ کر کے اسے قلعے سے باہر نکال دیا۔ طغا نے امیر سبکتگین کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست پیش کی اگر امیر، دشمن کے مقابلے میں میری مدد فرمائیں اور میں قلعے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر تمام عمر خدمت گاروں اور خراج گزاروں کی طرح اطاعت کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔ امیر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور باتور پر لشکر کشی کر کے اسے شکست دی اور طغا کو اس کی حکمرانی واپس دلوا دی، لیکن طغا نے احسان فراموشی کی اور اپنے وعدے کے ایفا میں ٹال مٹول کرتا رہا۔ جب امیر سبکتگین نے یہ دیکھا کہ طغا کی ہر بات اور ہر عمل میں مکر اور فریب کاری نظر آتی ہے تو اس نے ایک دن شکار گاہ میں (جب کہ دونوں کی ملاقات ہوئی) طغا سے ایک ایسے امر کے بارے میں باز پرس کی جس کے ایفاء کا وہ وعدہ کر چکا تھا۔ طغا نے اس کے جواب میں کچھ ناشائستہ کلمات کہے اور تلوار کھینچ کر امیر سبکتگین کے ہاتھ پر ایک کاری زخم لگایا۔ امیر نے اسی زخمی ہاتھ سے اس پر تلوار کا ایک وار کیا اور چاہتا تھا کہ دوسرے وار میں اس بدمعاش اور فریب پیشہ انسان کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے کہ دونوں (یعنی سبکتگین اور طغا) کی فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور ہنگامہ بپا ہو گیا۔ طغا کو اس افراتفری میں جان بچانے کا موقع مل گیا اور وہ کرماچ کی طرف بھاگ گیا۔ اس سرکش کے بھاگنے کے بعد قلعہ امیر سبکتگین کے ہاتھ آ گیا۔ اس قلعے کی دستیابی سے سبکتگین کو جہاں اور بہت سے فائدے ہوئے وہاں ایک یہ فائدہ بھی ہوا کہ اس کی ابو الفتح سے ملاقات ہو گئی۔ ابو الفتح مختلف فنون کا ماہر کامل اور خصوصاً فن انشاء پردازی اور کتابت میں اپنی مثال آپ تھا۔ وہ حقیقت میں باتور (جسے امیر سبکتگین نے طغا کی درخواست پر شکست دی تھی) کا میر منشی تھا اور اس کے اخراج کے بعد بست میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ امیر سبکتگین کو جب اس فاضل شخص کے حالات کا علم ہوا تو اس باکمال اور قابل قدر اہل فن کو اپنی باریابی سے نوازا اور اس کی لیاقت اور اہلیت کے مطابق اسے طرح طرح کی عنایتوں اور مہربانیوں سے سرفراز کیا نیز اسے عہدہ انشاء پر متمکن کیا۔ ابو الفتح سلطان محمود کے ابتدائی زمانے تک اس عہدے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ بعد ازاں سلطان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر اس ملازمت سے علیحدہ ہو گیا اور ترکستان چلا گیا۔

قصدار پر لشکر کشی

امیر سبکتگین کو جب بست کی مہم سے فراغت ملی تو وہ قصدار (بلوچستان کا ایک مقام جو آج کل خزدار کے نام سے مشہور ہے) کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر بخارا کے حاکم کو نظر بند کیا اور اسے اپنا مطیع بنا کر قصدار کا علاقہ اس کو جاگیر میں دیا۔ بخارا کی فتح کے بعد سبکتگین نے اہل ہند سے جہاد کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور ۳۶۷ھ کے اواخر میں ہندوستان پہنچ کر چند قلعے فتح کیے اکثر جگہوں پر مسجدیں تعمیر کروائیں اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے کامران و بامراد واپس غزنی پہنچا۔

besturdubooks.wordpress.com

جے پال سے معرکہ آرائی

راجہ استپال کا بیٹا راجہ جے پال جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا اور جس کی سلطنت سرہند سے لمغان تک اور کشمیر سے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی اس زمانے میں قلعہ بھٹنڈہ میں مقیم تھا تاکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک سکے۔ اس راجہ نے جب دیکھا کہ مسلمان حملہ آوروں کا ارادہ اب اس کی سلطنت حاصل کرنا ہے تو اس نے پریشان ہو کر ان غیر ملکی حملہ آوروں کی یورش کو روکنے کا تہیہ کیا اور کوہ پیکر ہاتھیوں اور بہادر سپاہیوں کا ایک بہت بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کی سلطنت کی طرف بڑھا (اس کے جواب میں) امیر سبکتگین نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور اس کے مقابلے کے لیے غزنین سے روانہ ہوا۔ ملتان کی سرحد پر دونوں فرماں رواؤں میں آمنا سامنا ہوا اور کئی روز تک مسلسل لڑائی جاری رہی۔ اس معرکے میں سلطان محمود (غزنوی) نے باوجود کم سنی کے اپنی بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ ان کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہ لڑائی چند روز تک کچھ اس طرح ہوتی رہی کہ فاتح اور مفتوح کی تمیز کرنا دشوار تھی۔

ایک دن ایک گروہ نے سلطان محمود سے جا کر کہا کہ راجہ جے پال کی فوج جہاں مقیم ہے وہاں قریب ہی ایک چشمہ ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس میں تھوڑی سی نجاست ڈال دی جائے تو آندھی کے تیز تھپیڑوں' بادل کی گرج اور بجلی کی چمک دمک سے فوراً ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ (یہ سن کر) سلطان محمود نے حکم دیا کہ فوراً اس چشمے میں تھوڑی سے نجاست ڈال دی جائے۔ فوراً حکم سلطان کی تعمیل کی گئی۔ نجاست جونہی چشمے میں پڑی آسمان پر انتہائی گہرے بادل چھا گئے۔ بادل کی گھن گرج اور بجلی کی چمک کڑک سے میدان کارزار میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہو گئی۔ لشکر کے تمام گھوڑے اور بار برداری کے دیگر جانور ہوا میں انتہائی ٹھنڈک پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ لشکریوں کے بدن سردی کی شدت سے ٹھٹھر کر رہ گئے اور ہر فرد نقل و حرکت سے معذور ہو گیا۔ اس عالم میں ہر لشکری فریاد و زاری کرنے لگا اور جے پال کے لشکر میں ماتم بپا ہو گیا۔

راجہ جے پال نے جب یہ دیکھا کہ اس آسمانی مصیبت سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس نے چند قابل اعتبار ایلچیوں کو امیر سبکتگین کی خدمت میں روانہ کیا اور (ان کی معرفت) صلح کی درخواست کی۔ جس میں یہ شرط رکھی کہ اگر سبکتگین اس وقت جنگ بند کر دے تو جے پال اپنے ملک میں اس کا (یعنی سبکتگین کا) حکم چلائے گا اور اسے کوہ پیکر ہاتھیوں کی کچھ قطاریں اور چند بیش قیمت تحفے بطور نذرانہ دے گا۔ نیز ہر سال خراج اور جزیہ کی رقم باقاعدگی سے ادا کرتا رہے گا۔ امیر سبکتگین نے انسانی ہمدردی کے پیش نظر اس درخواست صلح کو منظور کر لینا چاہا' لیکن سلطان محمود نے اختلاف کیا جس کی وجہ سے صلح نامے کی تکمیل میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی۔ اس پر جے پال نے ایک سمجھ دار ایلچی سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا۔ اس ایلچی نے راجہ کا پیغام دیا کہ "ابھی آپ اہل ہند اور خاص طور پر راجپوتوں کی جہالت اور تعصب کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ اس قوم کی جہالت اور بے فکری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے (اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا) تو یہ آخر کار مجبور ہو کر یہ قدم اٹھاتے ہیں کہ اپنا تمام مال و اسباب اور بیش قیمت اشیاء مایوس ہو کر آگ کی نذر کر دیتے ہیں اور اس فعل کو اپنی آخرت کی بہبودی تصور کرتے ہیں لیکن اگر اس کے بعد بھی اپنی مصیبت سے چھٹکارا پانے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو اپنے قدیم رواج کے مطابق اپنی عورتوں اور حرام کو بھی نذر آتش کر دیتے ہیں اور پھر جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس دنیاوی مال و متاع کچھ نہیں رہا۔ تو پھر یہ دشمن سے معرکہ آرائی کرتے ہیں۔ اور اس معرکے میں اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیتے ہیں اور سوائے مٹی کے ان کا نام و نشان کچھ باقی نہیں رہتا اب ان کی مصیبت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اپنے پرانے دستور کے مطابق عمل کریں۔ اگر آپ کو ان کی تباہی و بربادی ہی منظور ہے تو خیر ورنہ بہتر یہی ہے کہ آپ صلح کر کے ہم سب کو اپنا ممنون بنائیں۔" سلطان محمود نے جب یہ باتیں سنیں تو اسے ہندوؤں

besturdubooks.wordpress.com

پیش کرے۔ جے پال نے اپنی حکومت کے ایک معتبر رکن "دولت" کو اس نذرانے کے عوض امیر سبکتگین کے پاس گروی رکھا اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر لاہور آیا کہ حسب شرط صلح ہاتھی اور درہم ان کے حوالے کرے۔ لاہور پہنچ کر جے پال نے بد عہدی کی اور ان مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ جب تک امیر سبکتگین میرے سردار "دولت" کو واپس نہ کرے گا میں ان مسلمانوں کو قید میں رکھوں گا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں ہندو راجاؤں کے دربار کا یہ دستور تھا کہ ملک کے عاقل اور فہیم برہمن راجہ کی داہنی طرف اور لشکری اور سپاہی بائیں جانب بیٹھتے تھے جب کوئی اہم معاملہ در پیش ہوتا تو یہ درباری راجہ کو اپنے مشورے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ (اس مسئلے پر غور و فکر کا موقع آیا تو) یہ درباری اس نتیجے پر پہنچے کہ راجہ کی رائے بالکل غلط ہے اور اس کا یہ فعل انتہائی نامناسب ہے۔ راجہ کی داہنی اور بائیں دونوں طرف سے بالاتفاق ایک ہی آواز بلند ہوئی اور سب نے یہ کہا کہ ایسے طاقتور دشمن سے وعدہ خلافی کرنا احتیاط اور عاقبت اندیشی کے بالکل خلاف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بدعہدی ہمارے لیے تباہی و بربادی کا باعث ہو اور ہم پر وہ مصائب نازل ہوں کہ دنیا میں کہیں ہمارا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ احتیاط اور مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اس ترک (یعنی امیر سبکتگین) سے جس کا خوف عوام و خواص سبھی کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے' بدعہدی کر کے جنگ نہ کریں اور خدا کے بندوں کے امن و امان کا خیال رکھتے ہوئے بلا حیل و حجت وہ رقم سبکتگین کو ادا کر دیں جس پر صلح ہوئی ہے۔ چونکہ راجہ جے پال کا برا وقت (قریب) آ پہنچا تھا للذا اس نے درباریوں کے مشورے اور استدعا کو قابل اعتنانہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑا رہا۔

جے پال کی شکست

جب امیر سبکتگین کو اس معاملے کی خبر ہوئی تو اسے جے پال کی بد عہدی پر بے انتہا غصہ آیا اور وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر (جے پال کو اس حرکت کی سزا دینے کے لیے) ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جے پال نے بھی ہندوستان کے دیگر راجاؤں سے مدد لے کر ایک لشکر جرار تیار کیا اور سبکتگین کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ ہندوستان کے تمام راجاؤں نے اس خیال سے جے پال کو مدد دی کہ اس طرح ان کا اپنا فائدہ ہے (اور ان کی سلطنتیں بیرونی دشمن سے محفوظ ہو جائیں گی) خاص طور پر دہلی' کالنجر' قنوج اور اجمیر کے راجاؤں نے خوب دل کھول کر بہترین لشکر' دولت اور دیگر اشیاء سے جے پال کی مدد کی۔ الغرض جے پال نے ایک لاکھ سوار اور ان گنت پیادہ سپاہی جمع کر لیے اور سبکتگین کے مقابلے پر آیا۔

امیر سبکتگین نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر جے پال کی فوج اور اس کی طاقت کا اندازہ کیا۔ اسے یہ معلوم ہو گیا کہ جے پال کا لشکر ایک دریائے ذخار کے مانند ہے۔ جس میں لشکریوں کی تعداد حد شمار سے باہر ہے لیکن اس کثرت سپاہ سے وہ قطعاً مرعوب نہ ہوا اور اپنے اور دشمن کے معرکے کو شیر اور بکری کی لڑائی جان کر پہاڑ سے نیچے اترا اور اپنے فوجی سرداروں سے مل کر ان میں سے ہر ایک کا دل بڑھایا۔ انہیں جہاد کے ثواب اور فوائد سے آگاہ کیا اور کہا کہ مصلحت وقت اسی میں ہے کہ پانچ پانچ سو سواروں کے دستے بنائے جائیں یہ دستے باری باری لڑیں پہلے ایک دستہ میدان جنگ میں جائے۔ جب وہ تھک جائے تو دوسرا روانہ ہو مسلمانوں کی فوج نے اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق جنگ شروع کی اور اس میں اس حد تک کامیابی حاصل کی کہ دشمنوں کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو رہے ہیں اور وہ بدحواس ہیں تو انہوں نے ایک بار مل کر حملہ کر دیا۔ اور بے شمار ہندوؤں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ ہندوؤں کی فوج سامنے کی طرف بھاگ نکلی' مسلمانوں نے نیلاب کے کنارے تک ان کا پیچھا کیا اور وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری کی۔ اس معرکے میں بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور لمغان و پشاور کے ملک دریائے نیلاب کے کنارے تک مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں قانون اسلامی مروج ہوا اور امیر ناصر الدین کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا۔ اس فتح

besturdubooks.wordpress.com

کے بعد امیر ناصر الدین نے اپنے ایک سردار کو دو ہزار سواروں کے ساتھ پشاور میں چھوڑا اور اس علاقے کے آس پاس کے افغانی اور خلجی صحرانشینوں کو بھی مطیع کرتا ہوا واپس غزنی پہنچا۔

امیر نوح سے ملاقات

اسی زمانے میں امیر نوح سامانی نے سبکتگین کے پاس ابو نصر فارسی کو اس مقصد کے لیے بھیجا کہ وہ فائق (بخارا کا امیر) کی حرکات ناشائستہ بیان کر کے مدد کی درخواست کرے۔ سبکتگین آل سامان کی بیچارگی کی داستان سن کر اپنی غیرت کی وجہ سے سخت بے چین ہوا اور اسی بے چینی کے عالم میں فوراً ماوراء النہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ امیر نوح مقام سرخس تک سبکتگین کے استقبال کے لیے آیا۔ اگرچہ ملاقات سے پہلے سبکتگین امیر نوح سے کہلوا چکا تھا کہ اسے (یعنی سبکتگین کو) بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے گھوڑے سے اتر کر امیر نوح کا رکاب کو بوسہ دینے کی خدمت میں معاف رکھا جائے اور امیر نوح نے اس بات کو مان بھی لیا تھا لیکن جونہی دونوں کا آمنا سامنا ہوا اور سبکتگین نے امیر نوح کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو بادشاہی رعب داب سے وہ کچھ ایسا مجبور ہوا کہ وہ بے اختیار اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور امیر نوح کی رکاب کو بوسہ دیا۔ امیر نوح نے بھی بڑی خوشی اور عزت افزائی کے ساتھ سبکتگین کو گلے سے لگایا۔ ان دونوں امیروں کی ملاقات سے تمام دیکھنے والے بہت خوش ہوئے اور ان سب پر اس خوشی کا خاص اثر ہوا۔ ان دونوں میں یہ بڑی پر لطف اور دلچسپ ملاقات تھی۔ مختصر یہ کہ جب بات چیت' خاطر و مدارات سے فراغت ہوئی تو اصل معاملہ درمیان میں آیا اور امور سلطنت کے بارے میں بات چیت ہوئی اور دشمنوں کے دفعیے کی تدابیر پر صلاح و مشورہ ہونے لگا۔ آخر کار یہی طے پایا کہ سبکتگین واپس غزنی جائے اور ایک لشکر جرار تیار کرے۔ اس کے بعد امیر نوح نے سبکتگین اس کی اولاد اور متعلقین کو طرح طرح کی بیش بہا خلعتوں اور نوازشوں کے ساتھ رخصت کیا اور خود لشکر کشی کا ارادہ کر کے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔

ابو علی ہجوری کی پریشانی

جب ابو علی ہجوری کو جس کے پاس فائق پناہ گزین تھا۔ اس تمام معاملے کی خبر ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے اپنے امیروں وزیروں سے مشورہ لیا کہ اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو کہاں اور کس والی ملک کے پاس مدد کی درخواست لے کر جانا چاہیے ان لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ فخر الدولہ دیلمی سے میل ملاپ پیدا کرنا چاہیے اور اس کی دوستی پر تکیہ کرنا چاہیے۔ ابو علی ہجوری نے جعفر ذوالقرنین کو جرجان کا سفیر مقرر کیا اور خراسان و ترکستان کی وہ بیش قیمت اور گراں قدر اشیاء جو مل سکیں فخر الدولہ دیلمی اور اس کے وزیر کے لیے بطور تحفہ ارسال کیں اور یوں ان سے دوستی پیدا کر کے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران میں امیر سبکتگین (لشکر لے کر) بلخ پہنچا اور امیر نوح بھی بخارا سے روانہ ہو کر وہاں اس سے جا ملا۔ جب فائق اور ابو علی ہجوری کو ان کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی ایک لشکر جرار لے کر معرکہ آرائی کے لیے نکلے۔ اس لشکر میں دارا ابن شمس المعانی اور قابوس بن دشمگر بھی جو فخر الدولہ کی طرف سے ان کی مدد کے لیے دو ہزار سواروں کے ساتھ آئے ہوئے تھے شامل تھے۔

امیر ابو علی ہجوری سے جنگ

امیر سبکتگین نے ایک وسیع میدان جنگ کے لیے منتخب کیا اور میمنہ اور میسرہ کو سپاہیوں سے آراستہ کر کے خود امیر نوح اور اپنے بیٹے سلطان محمود کے ساتھ فوج کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ جب دونوں جانب صف آرائی ہو گئی اور لڑائی شروع ہو گئی تو ابو علی ہجوری کا میمنہ اور میسرہ امیر نوح کے دونوں دستوں پر غالب آیا اس طرح امیر نوح کے لشکر کے قدم اکھڑنے لگے۔ عین ممکن تھا کہ بنا بنایا کام بگڑ جاتا کہ ایک ... ابن قابوس نے ابو علی ہجوری کے قلب لشکر سے نکل کر حملہ کیا۔ اور جب دونوں صفوں کے درمیان آیا تو اپنی سپر کو پیچھے کی طرف

besturdubooks.wordpress.com

وزیروں نے جب یہ عالم دیکھا تو وہ یہ سمجھ کر کہ ابن قابوس نے تنہا ہی غداری نہ کی ہو گی بلکہ لشکر کا ایک بڑا حصہ اس کے ساتھ ہو گا۔ سخت پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ امیر ناصرالدین نے جب دشمن کے لشکر کی یہ پریشانی دیکھی تو اس نے اپنے لشکر کے چیدہ بہادروں کے ایک دستے کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ خراسانی لشکر اس زبردست حملے سے بدحواس ہو گیا اور سامنے کی طرف بھاگ نکلا۔ سلطان محمود نے ان بھاگنے والوں کا پیچھا کیا ان میں سے بیشتر کو قتل کیا اور جو باقی بچے انہیں قید کر لیا۔ یہ بد نصیب بھاگنے والے جنہوں نے اپنے آقا کے ساتھ نمک حرامی کی تھی۔ اس قدر مال و اسباب اور اسلحہ وغیرہ چھوڑ کر بھاگے کہ اگر اس کا دسواں حصہ بھی اپنی عزت بچانے میں صرف کرتے تو زمانے کی مشکلات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے۔

جب فائق اور امیر ابو علی ہجوری نیشاپور کی طرف فرار ہو گئے تو امیر نوح نے سبکتگین کو "ناصرالدین" کا خطاب دیا اور اس کے فرزند سلطان محمود کو "سیف الدولہ" کا لقب عطا کر کے ابو علی ہجوری کی بجائے امیر الامراء مقرر کیا اور خود کامیاب اور کامران بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ جب امیر ناصرالدین اور سلطان محمود بڑی آن بان اور شان و شوکت سے نیشاپور کی طرف روانہ ہوئے تو فائق اور ابو علی ہجوری بدحواس ہو کر جرجان بھاگ گئے اور فخر الدولہ دیلمی کے ہاں پناہ گزین ہوئے۔ جب امیر ناصرالدین غزنی کو روانہ ہو گیا اور سلطان محمود تنہا نیشاپور ہی میں رہ گیا تو ابو علی ہجوری اور فائق نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس سے پہلے کہ امیر نوح اور امیر ناصرالدین کی طرف سے سلطان محمود کو مدد پہنچے اس پر حملہ کر دیا۔ سلطان محمود کو شکست ہوئی اور ان دونوں نے تمام مال و اسباب اپنے قبضے میں کر لیا جب امیر ناصرالدین نے یہ افسوس ناک اور حیران کن خبر سنی تو وہ فوراً ایک زبردست لشکر تیار کر کے نیشاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ طوس کے قریب امیر ناصرالدین اور فائق اور امیر ابو علی کا آمنا سامنا ہوا دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ ابھی طرفین کے جوہر پوری طرح نہ کھلے تھے کہ امیر ابو علی ہجوری کے لشکر کے پیچھے سے گرد و غبار سا اٹھتا دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب نے دیکھا کہ سلطان محمود ایک زبردست فوج لیے چلا آ رہا ہے۔ اب امیر ابو علی ہجوری نے اپنے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کے دونوں دستوں کو قلب لشکر سے ملا کر فائق کے لشکر کے ساتھ امیر ناصرالدین کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ امیر ناصرالدین نے اس حملے کو بڑی جرات اور دلیری سے روکا اور میدان جنگ میں ڈٹا رہا۔ اتنے میں سلطان محمود شیر کی طرح گرجتا ہوا دشمن کے سر پر آ پہنچا اور اس کی فوج کے چھکے چھڑا دیے۔ امیر ابو علی ہجوری اور فائق اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے اور کلات (خراسان اور طوس کے درمیان ایک قلعہ تھا۔) کے قلعے میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

اس فتح کے بعد امیر سبکتگین نے بڑے آرام اور اطمینان کے ساتھ حکومت کی اور چھپن (۵۶) سال کی عمر میں بمقام ترمذ شعبان ۳۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ وفات کے بعد اس کے جسم کو تابوت میں رکھ کر غزنی لایا گیا اور وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ سبکتگین نے بیس سال تک فرمانروائی کی اور اس کے بعد اس کی اولاد میں سے چودہ (۱۴) افراد نے باری باری مسند حکومت سنبھالی اور وہ لاہور اور اس کے اطراف پر قابض رہے۔ ابو العباس فضل ابن احمد اسفرائنی سبکتگین کا وزیر تھا جو حکومت و سلطنت کے امور انتظام، رعایا کی خبر گیری، سپاہ و لشکر کی درستی، غرض ہر معاملے میں پوری مہارت رکھتا تھا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

"جامع الحکایات" میں لکھا ہے کہ نیشاپور میں جب امیر ناصرالدین، الپتگین کی ملازمت میں تھا تو اس کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا اور وہ تمام دن اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں گھوما کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی مع اپنے بچے کے جنگل میں چر رہی ہے۔ سبکتگین نے اسے دیکھتے ہی گھوڑے کو دوڑایا اور ہرنی کے بچے کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس نے اس بچے کو اپنی زین سے باندھ دیا اور شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرنی پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے اور اس کی صورت اور حرکات سے پریشانی اور رنج کا اظہار ہو رہا ہے یہ عالم دیکھ کر سبکتگین

besturdubooks.wordpress.com

کو اس بے زبان جانور پر بہت رحم آیا اور اس نے بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کی رہائی سے بہت خوش ہوئی اور اپنے بچے کو ہمراہ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی وہ تھوڑی تھوڑی دور چل کر سبکتگین کی طرف مڑ مڑ کر دیکھ لیتی تھی جیسے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔

جس دن کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو سبکتگین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ "اے ناصر الدین تو نے ایک بے زبان جانور پر جو رحم کیا ہے وہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں بہت مقبول ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے صلے میں تجھے چاہیے کہ یہی طریق اختیار کرے اور کبھی رحم کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ کیونکہ یہ طریق دین و دنیا کا سرمایہ ہے" ----- "معاصر الملوک" میں لکھا ہے کہ سلطان محمود نے اپنی جوانی کے ابتدائی زمانے اور باپ کی زندگی میں غزنی میں ایک سرسبز و شاداب باغ لگوایا تھا اور اس باغ میں ایک بڑی عمدہ اور عالی شان عمارت تعمیر کروائی تھی۔ جب یہ باغ اور عمارت پوری طرح تیار ہو گئی تو ایک جشن عظیم منعقد کیا اور اپنے باپ اور دوسرے ارکان سلطنت کو اس باغ میں مدعو کیا امیر ناصر الدین نے اس باغ اور عمارت کو دیکھا تو سلطان محمود سے کہا۔ "اے بیٹے اگرچہ یہ باغ اور یہ عمارت بہت خوبصورت ہیں لیکن ایسی چیزیں تو تمہارے ملازم بھی بنا سکتے ہیں۔ بادشاہوں کی شان و شوکت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ ایسی عمارت کی بنیاد ڈالیں جس کی مثال پیدا نہ کی جا سکے۔" محمود نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "وہ کون سی عمارت ہے جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔" سبکتگین نے جواب دیا۔ "اس عمارت سے مراد اہل علم کے دل ہیں۔ اس گھر کی زمین میں اگر تم اپنی محبت اور احسان کے بیج بوؤ گے اور وہ بار آور ہوں گے تو ان کے پھل ایسے ہوں گے جن کے چکھنے سے تمہیں دین و دنیا کی سعادت کی لذت ملے گی۔ اور تمہارا نیک نام روز حشر تک زندہ رہے گا۔

سبکتگین کا انتقال

"ترجمہ یمینی" (یعنی مشہور تاریخ یمینی) میں لکھا ہے کہ سبکتگین نے اپنی وفات سے چند روز قبل ایک دن شیخ ابوالفتح سے دوران گفتگو میں کہا۔ "ہم انسان نازل شدہ مصائب کو دور کرنے کی تدابیر اور لاحق شدہ امراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے سوچتے رہتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ قصاب سے بھیڑ کو اس کے بال کترنے کے لیے پہلی مرتبہ زمین پر پٹکتا اور اس کے پاؤں مضبوطی سے باندھ دیتا ہے۔ بھیڑ اپنے اوپر ایک نئی اور عجیب مصیبت دیکھ کر زندگی سے مایوس ہو جاتی ہے اور مرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے' لیکن قصاب اپنے کام سے فارغ ہو کر اسے آزاد چھوڑ دیتا ہے اور وہ خوشی سے اچھلنے کودنے لگتی ہے۔ دوسری مرتبہ پھر جب قصاب اسے پکڑتا ہے تو وہ ایک شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتی ہے خوف اور امید دونوں کا اسے خیال رہتا ہے (یعنی وہ یہ خیال بھی کرتی ہے کہ اسے ذبح کر دیا جائے اور ساتھ یہ امید بھی ہوتی ہے کہ گذشتہ موقع کی طرح اس بار بھی اسے رہا کر دیا جائے گا۔ اور جب قصاب (اس کے بال کتر کر) اسے آزاد کر دیتا ہے تو وہ پھر خوش ہو جاتی ہے اور خوف کا احساس اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ جب قصاب اسے ذبح کرنے کے خیال سے زمین پر گراتا ہے تو اس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور وہ یہ خیال کرتی ہے کہ پہلے کی طرح اس بار بھی تھوڑی دیر کے لیے اس کی آزادی سلب کی گئی ہے اور کچھ لمحوں کے بعد وہ پہلے کی طرح آزاد ہو جائے گی۔ وہ بے خبری اور بے خوفی کے عالم میں رہتی ہے اور اسی عالم میں اس کے گلے پر چھری پھیر دی جاتی ہے اور وہ دنیا سے گزر جاتی ہے۔ ہم انسان بھی چونکہ ہمیشہ طرح طرح کی مصیبتوں اور نت نئے امراض میں آئے دن مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہر مصیبت اور ہر مرض میں اس سے رہائی کا خیال کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ آخری مصیبت موت کا پیغام لے کر آتی ہے اور اسی غفلت کے عالم میں ہمارے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر ہمیں اس دنیا سے لے جاتی ہے۔" مورخین لکھتے ہیں کہ سبکتگین نے یہ باتیں اپنی موت سے چار روز قبل کہی تھیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

besturdubooks.wordpress.com

امیر اسمٰعیل بن امیر ناصر الدین سبکتگین

جب امیر ناصر الدین سبکتگین نے دنیا سے رحلت کی تو اس وقت چونکہ سیف الدولہ سلطان محمود نیشا پور میں مقیم تھا۔ اس لیے اس کا چھوٹا بھائی امیر اسمٰعیل اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق بلخ میں اس کا جانشین ہوا۔ امیر اسمٰعیل نے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کی باپ کے جمع کردہ خزانے کو اہل لشکر میں فراخ دلی سے تقسیم کیا۔ اور لشکریوں کی دل جوئی اور خاطر داری پوری پوری طرح کی لیکن باوجود ان عنایتوں اور مہربانیوں کے اہل لشکر میں خود غرضوں کی طمع روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی اور وہ آئے دن طرح طرح کے مطالبات کرتے رہتے اور کسی طرح بھی امیر اسمٰعیل کے قابو میں نہ آتے تھے۔ سلطان محمود کو نیشا پور میں ان معاملات کا علم ہوا اور اس نے اپنے بھائی کو اس بارے میں افسوس کا ایک خط لکھا۔ محمود نے وہ خط ابو الحسن حموی کے ہاتھ روانہ کیا اور ساتھ یہ پیغام دیا۔ "امیر ناصر الدین جو ہم سب کے پشت پناہ تھے وہ اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں اور ان کے بعد تم سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے تم میری آنکھیں ہو اور جو کچھ تمہاری خواہش ہو میں اسے پورا کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن سلطنت کے قیام اور حکومت کے انتظامات کے لیے سن رسیدہ اور پختہ کار ہونا بہت ضروری ہے اس کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اچھا معاملہ فہم ہو۔ اگر تم میں یہ صفات ہوتیں تو میں تم سے زیادہ کسی کی اطاعت کو ترجیح نہ دیتا۔ والد صاحب نے جو تم کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا تو اس کا سبب صرف مصلحت وقت اور سلطنت کی حفاظت تھا میری دوری کی وجہ سے یہ امر ناگزیر تھا۔ اب وقت کی مصلحت یہ ہے کہ تم اچھائی اور برائی کے فرق کو سمجھو اور اس معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور جو کچھ باپ کا متروکہ ہے اسے شریعت کے مطابق تقسیم کرو۔ غزنی جو ہماری حکومت اور رعب داب کا سرچشمہ ہے، مجھے دے دو تاکہ بلخ و خراسان کو دشمنوں سے پاک و صاف کر کے تمہارے حوالے کر دوں۔

امیر اسمٰعیل نے اپنے بھائی کے کہنے کی کوئی پروانہ کی اور مخالفت پر ڈٹا رہا۔ سلطان محمود نے جب یہ دیکھا کہ زبانی نصیحت سے کوئی کام نہیں چلتا تو اس نے اس مثل پر عمل کیا کہ "آخری تنبیہہ مار ہے۔" اور اپنے چچا معز الحق اور اپنے چھوٹے بھائی نصیر الدین کو ساتھ لے کر نیشاپور سے غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ (امیر اسمٰعیل بھی اپنے لشکر لے کر) بلخ سے آگے بڑھے جب دونوں بھائیوں کے لشکر آمنے سامنے آئے تو محمود نے آخری بار یہ کوشش کی کہ امیر اسمٰعیل جنگ سے باز رہے اور دونوں بھائیوں میں صلح ہو جائے لیکن اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اسمٰعیل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ سلطان محمود نے ناچار اپنے لشکر کی صف آرائی کی اور اسمٰعیل بھی اپنے سرداروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ اس نے اپنی فوج کا ہر پہلو پوری طرح درست کر لیا تھا اور کوہ پیکر ہاتھی اور اس کے ساتھ تھے------ دونوں بھائیوں کی افواج میں معرکہ آرائی ہوئی اور میدان جنگ میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ آخر سلطان محمود نے اپنے قلب لشکر سے نکل کر دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ اس حملے سے فریق مخالف کے چھکے چھوٹ گئے۔ سلطان اسمٰعیل کی فوج سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی اور غزنی میں قلعہ بند ہو گئی۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کو عہد و پیمان کے بعد قلعہ سے باہر نکالا اور ملک کے خزانے وغیرہ پر قبضہ کیا اور چند قابل اعتبار لوگوں کو وہاں کا عامل مقرر کر کے خود بلخ کی طرف روانہ ہوا۔

اس لڑائی کے چند روز بعد ایک دن امیر اسمٰعیل اور سلطان محمود ----- دونوں بھائی آپس میں بیٹھے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے کہ سلطان محمود نے کسی بہانے سے اس لڑائی کا ذکر چھیڑا۔ اور اسمٰعیل سے پوچھا۔ "اگر تمہاری قسمت یاوری کرتی اور تم جیت جاتے تو پھر میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔" اسمٰعیل نے جواب دیا۔ "میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اگر مجھے فتح نصیب ہوتی تو تمہیں ایک قلعے میں نظر

besturdubooks.wordpress.com

بند کر دوں گا اور وہاں تمہیں راحت و آرام کا تمام سامان بہم پہنچاؤں گا۔۔۔۔" سلطان محمود کو جب اپنے بھائی کے دل کی بات معلوم ہو گئی۔ تو اس نے لڑائی کے اس تذکرے کو ختم کیا اور خاموش ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد سلطان محمود نے امیر اسمٰعیل کو جرجان کے قلعے میں نظر بند کر دیا اور اس کے لیے راحت و آرام کا تمام سامان بہم پہنچایا اور اس طرح امیر اسمٰعیل کا اپنے بھائی کے لیے جو خیال تھا وہ خود اس کی اپنی حالت پر صادق آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

امین الملت یمین الدولہ سلطان محمود غزنوی

تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سلطان محمود تمام دنیاوی اور دینی خوبیوں کا مجموعہ تھا اور اپنی دلیری و شجاعت' عدل و انصاف' انتظام سلطنت اور فتوحات کی بنا پر دنیا کے گوشے گوشے میں مشہور تھا اس کی معرکہ آرائیوں کا اصل سبب یہ تھا کہ اسلام اور انصاف کی برکات کو پھیلایا جائے اور ظلم و تعدی کی بنیادوں کو ڈھا دیا جائے اس کی بہادری اور جرات مندی اور استقلال کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں سیلاب کی طرح بڑھتا ہوا چلا جاتا تھا اور کسی بلندی اور پستی کا مطلق خیال نہ کرتا تھا- انصاف کا یہ عالم تھا کہ دور و نزدیک ہر مقام پر اس کی انصاف پسندی کا بول بالا تھا- باوجود اس شہرت اور نیک نامی کے بعض مورخین نے اسے حریص اور لالچی لکھا ہے اور اس کی اولعزمی اور حوصلوں کی بلندی پر بھی اسے بخیل کہا ہے- اس ناچیز مورخ محمد قاسم فرشتہ کی رائے یہ ہے کہ ایسے اولعزم بادشاہ کو بخیل کہنا ان مورخین کی ناانصافی اور کم توجہی کا ثبوت ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ اسے دولت سے محبت تھی وہ حتی الامکان اسے جمع کرنا چاہتا تھا لیکن اسے دولت کو فراخ دلی سے خرچ کرنا بھی آتا تھا اور وہ خرچ کرتا تھا-

فتح بلاد و مقامات ابو نصر مشکاتی اور مجلدات ابو الفضل وغیرہ تمام قابل اعتبار کتابیں اس امر کی شاہد ہیں کہ سلطان محمود کے دربار میں جس قدر شاعران باعلم اور بہادران روز گار جمع تھے اتنے شاید ہی کسی دوسرے بادشاہ کے دربار میں جمع ہوئے ہوں اور سمجھنے والے جانتے ہیں کہ اہل علم کا ایسا گروہ بغیر عنایات اور بخششوں کے جمع نہیں ہو سکتا- سلطان محمود ہمیشہ اہل کمال سے دوستی رکھتا تھا اور ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کرتا تھا- مقررہ تنخواہوں کے علاوہ ہر سال مزید چار لاکھ درہم ان میں تقسیم کرتا تھا اور ہر طرح کی خاطر و مدارات کرتا تھا- ان اوصاف کے باوجود سلطان محمود کے بخیل مشہور ہونے کی بظاہر دو وجوہ نظر آتی ہیں ایک تو فردوسی طوسی کا قصہ اور دوسرے سلطان محمود کا اپنی آخر عمر میں اپنی رعایا اور دولت مندوں سے بلا ضرورت روپیہ طلب کرنا-

صورت و سیرت

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان محمود کی صورت خوشنما اور خوب نہ تھی ایک روز اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو اپنی بدصورتی سے بہت رنجیدہ اور پریشان ہوا- اور اپنے وزیر سے کہا- "مشہور ہے کہ بادشاہوں کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں روشنی آتی ہے ایک میری صورت ہے کہ جسے دیکھ کر شاید دیکھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو-" وزیر نے جواب دیا تمہاری صورت تو شاید ہزاروں میں ایک دیکھتا ہو- لیکن تمہاری سیرت سے سبھوں کو تعلق ہے تم اگر عمدہ سیرت کے حامل ہو جاؤ گے اور ہمیشہ ایسے ہی رہو گے تو لوگوں میں تمہیں ہر دلعزیزی حاصل ہو گی-" محمود کو اپنے وزیر کی یہ بات بہت پسند آئی اور اس کے کہنے پر عمل کیا- (سلطان محمود نے اپنی سیرت کو اس حد تک خوبیوں کا مجموعہ بنایا کہ) تمام بادشاہوں سے زیادہ مقبول و محبوب ہوا-

پیدائش

سلطان محمود کی ماں ایک زابلی شریف کی بیٹی تھی- اسی وجہ سے سلطان کو محمود زابلی بھی کہا جاتا ہے- سلطان محمود ۳۵۷ھ میں عاشورہ کی رات کو پیدا ہوئے------ کتاب "منہاج السراج" میں جو زجانی لکھتا ہے کہ سلطان محمود کی قسمت کا ستارہ اور صاحب صلی اللہ علیہ کے طالع مبارک کا ستارہ ایک ہی تھا-

سلطان محمود کے پیدا ہونے سے ایک گھڑی پہلے اس کے باپ سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان میں آتش دان کے اندر سے

bestUrdubooks.wordpress.com

ایک درخت نکلا اور اس قدر بلند ہوا کہ ساری دنیا اس کے سائے میں آ گئی- سبکتگین کی جب آنکھ کھلی تو وہ اس خواب کی تعبیر کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر محمود کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی- یہ خبر سن کر سبکتگین کو بے انتہا خوشی ہوئی- اس نے اپنے خواب سے جس کی ابتداء اور انتہا بہت اچھی تھی- خوش ہوا اور امیدیں قائم کیں اور اس لڑکے کا نام محمود رکھا- چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ لڑکا بڑا ہو کر ایک عظیم الشان حکمران بنا اور اس کی سلطنت یہاں تک وسیع ہوئی کہ ایک عالم نے اس کے انصاف کے سائے میں آرام اور راحت حاصل کی- چنانچہ فردوسی شاہنامہ میں بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے-

اسی زمانے میں امیر ناصر الدین سبکتگین نے ہندوؤں کا وہ مشہور بت خانہ جو سودرہ کے کنارے پر واقع تھا مسمار کیا اور اس طرح گویا خداوند باری تعالیٰ کے حضور میں اس لڑکے (محمود) کی پیدائش کا شکر بجا لایا- اور اپنے بیٹے کے طالع کی مدد سے جو پیغمبر اسلامؑ کے طالع سے مطابقت رکھتا تھا بت پرستوں کے مقابلے پر فتح حاصل کی-

حالات ابتدائے حکومت

جلوس محمودی کے پہلے ہی سال سیستان میں سونے کی ایک کان جو درخت کی مانند تھی زمین کے اندر نمودار ہوئی جس قدر اس کان کو کھودا جاتا تھا سونا نکلتا آتا تھا یہاں تک کہ کھودتے کھودتے اس کان کا گھیرا تین (۳) گز مدور ہو گیا یہ کان ایک عرصے تک باقی رہی یہاں تک کہ سلطان مسعود کے زمانے میں ایک زلزلہ نے اسے بالکل معدوم کر دیا-

جب سلطان نے اپنے بھائی امیر اسمعیل کی جنگ سے فراغت حاصل کی تو وہ بلخ کی طرف متوجہ ہوا- امیر منصور نے خراسان کی امیر الامراء کا منصب جو محمود اور اس کے باپ کا طرہ امتیاز تھا اس زمانے میں بکتوزن کے سپرد کر دیا تھا- سلطان محمود نے اس سلسلے میں ایک قاصد امیر منصور کے پاس بخارا روانہ کیا اور اس منصب سے علیحدگی پر اظہار افسوس کیا- اس پر منصور نے جواب دیا- "میں نے تمہیں بلخ، ترمذ اور ہرات کا امیر الامراء مقرر کر دیا ہے- بکتوزن چونکہ ہمارے خاندان کا قدیم خیر خواہ ہے اس لیے بلاوجہ اس عہدے سے اسے معزول کرنا مناسب نہیں-

سلطان محمود نے ابو الحسن کو بہت سے تحفے تحائف اور دوسری چیزوں کے ساتھ امیر منصور کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ "بادشاہ کی دور اندیشی سے مجھے توقع ہے کہ ہماری دیرینہ دوستی اور خلوص کی مضبوط بنیادیں بے رخی کی وجہ سے کمزور نہ ہوں گی اور میرے والد کے حقوق خدمت جو آل سامان پر ہیں نظر انداز نہ کیے جائیں گے اور دنیا کی کوئی بھی چیز ہمارے آپس کے رشتہ اخوت و محبت کو توڑ کر فرمانبرداری کی بنیادوں کو مسمار نہ کر سکے گی-" جب ابو الحسن حموی بخارا پہنچا تو امیر منصور نے اپنی وزارت کی امید دلا کر اپنے پاس ہی رکھ لیا اور سلطان محمود کو کوئی جواب نہ دیا- (لہٰذا مجبوراً) اب محمود نے نیشاپور پر حملہ کیا- بکتوزن کو جب اس حملے کا علم ہوا تو وہ خود شہر چھوڑ کر فرار ہو گیا اور امیر منصور کو ایک خط کے ذریعے اس کی اطلاع دی- امیر منصور نے حقیقت حال سے آگاہ ہوتے ہی فوراً اپنی فوج کو تیار کیا اور جوانی کے نشے میں سرشار ہو کر سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کے لیے نیشاپور روانہ ہوا اور سرخس میں جا کر مقیم ہوا-

سلطان محمود اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھا کہ امیر منصور اس کے مقابلے پر کسی طرح نہیں ٹھہر سکتا' لیکن اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ احسان فراموشی کے داغ سے اپنے دامن کو آلودہ کرے- لہٰذا وہ نیشاپور کو چھوڑ کر مرغاب چلا گیا----- اسی زمانے میں بکتوزن نے فائق کے مشورہ پر غداری کی اور امیر منصور کو قید کر کے اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں اور اس کے چھوٹے بھائی عبد الملک کو حکومت کی کرسی پر بٹھا دیا اور خود سلطان محمود کے ڈر سے مرو بھاگ گیا- سلطان محمود نے جب یہ خبر سنی تو فوراً اس کا پیچھا کیا اور مرو پہنچ کر بکتوزن اور فائق سے معرکہ آرائی کی- چونکہ ان دونوں بدنصیبوں نے محسن کے ساتھ احسان فراموشی اور کفران نعمت کا ...

besturdubooks.wordpress.com

امیر منصور کے چھوٹے بھائی عبد الملک کو ساتھ لے کر بخارا کی طرف بھاگا اور بکتوزن نے نیشاپور کی راہ پائی- کچھ عرصے کے بعد بکتوزن نے پھر سلطان محمود سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اس نے بخارا پہنچ کر اپنی منتشر فوج کو جمع کرنا شروع کیا' لیکن اس سے قبل کہ اس کی فوج یکجا ہوتی- اسے موت نے اپنی آغوش میں لے لیا- فائق کے انتقال کے فوراً بعد ایلک خاں کاشغر سے بخارا پہنچا اور اس نے عبد الملک اور اس کے ہوا خواہوں کا نام و نشان تک مٹا دیا- عبد الملک کی موت کے ساتھ آل سامان کا بھی خاتمہ ہوا- جو ایک سو انہائیس سال سے حکومت کرتی چلی آ رہی تھی-

خطاب و اعزاز

ان چھوٹی چھوٹی پریشانیوں کے ختم ہو جانے کے بعد سلطان محمود بڑے اطمینان اور چین کے ساتھ بلخ اور خراسان پر حکومت کرنے لگا جب محمود کے کروفر اور شان و شوکت کا آوازہ بلند ہوا اور تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوئی تو خلیفہ بغداد القادر باللہ عباسی نے اسے ایک قیمتی خلعت (ایک ایسا خلعت کہ اس جیسا خلیفہ نے اس سے پہلے کسی کو نہ بھیجا تھا-) اور امین الملت اور یمین الدولہ کا خطاب عطا کیا-

او آخر ذی قعدہ ۳۹۸ھ میں سلطان محمود بلخ سے ہرات آیا اور ہرات سے سیستان پہنچا- یہاں کے حاکم خلیف بن احمد کو اپنا مطیع بنایا اور واپس غزنی آگیا- غزنی پہنچ کر محمود ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور ہندوستان کے چند قلعوں کو فتح کر کے واپس اپنے دارالسلطنت آگیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر کے عوام و خواص دونوں کے دلوں میں گھر کر لیا- ایلک خاں نے ماوراء النہر کو آل سامان کے قبضے سے نکال کر سلطان محمود کی خدمت میں فتح نامہ ارسال کیا اور مملکت خراسان پر قبضہ کرنے کی خوش خبری سنائی- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایلک خاں اور سلطان محمود میں بڑے گہرے اور دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے- اس کے جواب میں محمود نے اس زمانے کے مشہور محدث ابو الطیب سہل بن سلیمان معلوکی کو اپنا پیغامبر بنا کر ایلک خاں کے پاس بھیجا اور ایلک خاں کی بیٹی سے شادی کرنے کی درخواست کی- نیز انتہائی قیمتی اور اعلیٰ درجے کے یاقوت و لعل اور مروارید' مونگے کی مالیں- عنبر کے ڈبے' روپے اور اشرفیوں کے توڑے' خوشبو دار کافوری بتیاں اور ہندوستان کے دوسرے نوادرات (مثلاً عود کے درخت' ہندوستان کی تلواریں' کوہ پیکر ہاتھی' زریں اور چمکدار جھول جو زیورات سے اس طرح سجے ہوئے تھے کہ ان کے دیکھنے سے آنکھوں کو چکاچوند پیدا ہوتی' علاوہ ازیں گراں قدر ساز و یراق سے لدے ہوئے اعلیٰ نسل کے گھوڑے ابو الطیب کے ساتھ (ایلک خاں کے لیے) بھجوائے- امام ابو الطیب جب ترکستان پہنچے تو ایلک خاں کے حکم سے ترکوں نے جن میں سے بیشتر مذہب اسلام قبول کر چکے تھے ان کی بے حد تعظیم و تکریم کی- امام ابو الطیب نے وہاں اس وقت تک قیام کیا کہ جب تک پیام بری کے فرائض پوری طرح ادا نہ کر لیے ایلک خاں کی بیٹی سے سلطان محمود کے نکاح کی بات چیت طے کرنے کے بعد ابو الطیب واپس ہوئے- ان کے ساتھ ایلک خاں کے دیئے ہوئے اعلیٰ درجے کے بیش قیمت تحائف' خالص سونا اور چاندی' خطا اور ختن کی خوبصورت لونڈیاں اور غلام' قاقم و سمور اور دوسری بہت سی اعلیٰ درجے کی اشیاء وغیرہ تھیں- یہ سب چیزیں انہوں نے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیں- سلطان محمود نے امام ابو الطیب کو اس خدمت گزاری کے عوض طرح طرح کے اعزاز و اکرام سے نوازا-

اس کے بعد ایک مدت تک سلطان محمود اور ایلک خاں کے درمیان رشتہ اتحاد و یگانگت اور رابطہ لطف و محبت قائم رہا اور پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ گردش دوراں اور چغل خوروں کی کوششوں کے ہاتھوں یہ جگری دوست ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے-

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان پر حملے

جے پال سے معرکہ آرائی

سلطان محمود نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ سلطنت کی مہمات سے فارغ ہو کر ہندوستان پر حملہ کرے گا اور غیر مسلموں سے لڑائیاں لڑے گا۔ اب اس نے اس عہد کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیا اور یہ طے کیا کہ تقریباً ہر سال ایک خاص موسم میں ہندوؤں سے معرکہ آرائی کرے گا۔ چنانچہ (اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے) وہ شوال ۳۹۱ھ میں دس ہزار لشکریوں کے ساتھ غزنی سے پشاور آیا۔ راجہ جے پال بھی ایک زبردست لشکر کے ساتھ جس میں بارہ ہزار سوار، بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) پیادے اور تین سو ہاتھی تھے محمود کے مقابلے پر نکلا۔ ۸ محرم ۳۹۲ھ بروز دو شنبہ دونوں حکمرانوں کے لشکر آپس میں معرکہ آرا ہوئے۔ فریقین نے بڑی مردانگی اور دلیری سے ایک دوسرے پر حملہ کیا، لیکن فتح سلطان محمود ہی کو ہوئی۔ لہٰذا وہ اسلامی فاتح ہونے کی وجہ سے محمود غازی کے نام سے مشہور ہوا۔ راجہ جے پال پندرہ اشخاص کے ساتھ جو اس کے بیٹے اور رشتہ دار تھے، گرفتار ہوا۔ اس کے لشکر کے پانچ ہزار سپاہی تہ تیغ کیے گئے اور باقی بدحواس و پریشان ہو کر فرار ہو گئے۔ اس معرکے میں بہت سامال و اسباب محمود کے ہاتھ لگا۔ بہت سی دوسری اشیاء کے ساتھ سولہ (۱۶) جڑاؤ مالے جو قیدیوں کے گلے سے اتار کر محمود کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ جن میں سے ہر مالے کی قیمت جوہریوں کے اندازے کے مطابق ایک لاکھ اسی ہزار (۱۸۰۰۰۰) دینار تھی۔ سلطان محمود پشاور سے پہندہ کے قلعے میں گیا اور اس کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ جب موسم بہار قریب آیا تو سلطان محمود نے راجہ جے پال اور دوسرے اسیروں کو اپنا باجگزار بنا کر رہا کر دیا اور بہت سے باغی و سرکش افغانوں کو تہ تیغ کیا اور کچھ کو اپنا غلام بنا کر غزنی کو واپس لوٹا۔

ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو ہندو راجہ دوبار مسلمانوں سے شکست کھائے یا ان کی قید میں رہ چکا ہو، وہ اس قابل نہیں رہتا کہ فرمانروائی کرے۔ اور یہ چیز ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کو سوائے آگ کے کوئی دوسری شے پاک نہیں کر سکتی۔ جے پال چونکہ دو مرتبہ محمود سے شکست کھا چکا تھا اس لیے اس نے اپنے عقیدے کے مطابق اپنے بیٹے انند پال کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور خود کو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا۔

بھاطنہ کی فتح

۳۹۳ھ میں سلطان محمود پھر سیستان گیا اور اس بار خلیف بن قیس کو اپنے ہمراہ غزنی لے آیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد محمود نے ہندوستان کو فتح کرنے کا پھر ارادہ کیا۔ وہ ۳۹۵ھ میں غزنی سے بھاطنہ (یہ دراصل بھاٹیہ ہے جو ملتان کے قریب ایک مقام تھا اور ایک ہندو راجہ کا دارالسلطنت تھا) کی طرف روانہ ہوا اور ملتان کی سرحد سے گزر کر بھاطنہ میں مقیم ہوا۔ بھاطنہ کے گرد کھینچی ہوئی شہرپناہ بے حد بلند اور مضبوط تھی اور اس کے گرد ایک خندق بھی تھی۔ جس کی تھاہ کی کچھ خبر نہ تھی اور اس خندق کا منہ بہت چوڑا تھا۔ بھاطنہ کے فرمانروا کا نام "بجے راؤ" تھا اور وہ اپنی فوج کی کثرت، ہاتھیوں کی قوت اور طاقت پر اس درجہ مغرور تھا کہ نہ تو سبکتگین کے ہندوستانی نائبوں کی پروا کرتا تھا اور نہ ہی راجہ جے پال کو خاطر میں لاتا تھا۔ جب سلطان محمود اس کی سرزنش کے لیے اس کی جانب بڑھا تو وہ بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے مسلمانوں کی فوج کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، تین روز تک بازار جنگ گرم رہا اور دونوں اطراف نے غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ...

besturdubooks.wordpress.com

جنگ سے اکھڑنے کے آثار پیدا ہو گئے' عین ممکن تھا کہ ہندوؤں کو فتح یابی نصیب ہوتی کہ سلطان محمود نے اپنی فوج میں یہ منادی کرادی کہ آج "سلطانی جنگ" ہو گی۔ لہٰذا فوج کا ہر فرد خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان جان دینے کے لیے تیار ہو جائے اور (دشمن) کے مقابلے کے لیے میدان میں آجائے۔ جب بجے راؤ کو مسلمانوں کے اس ارادے کی خبر پہنچی تو وہ پریشان ہو کر مندر میں آیا اور اپنے معبودوں سے مدد کا خواستگار ہوا نیز اپنی فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا وہ اپنے لشکر کو لے کر بڑی شان و شوکت اور کروفر سے' شہر سے نکل کر میدان جنگ میں آیا۔ مسلمانوں نے میمنہ اور میسرہ دونوں جانب سے ایک ہی بار ہندوؤں پر حملہ کر دیا اور صبح سویرے سے لے کر غروب آفتاب تک اپنی ہمت و مردانگی کے جوہر دکھاتے رہے' اگرچہ فریقین کے بے شمار سپاہی اس معرکہ آرائی میں کام آئے' لیکن میدان جنگ سے کسی فریق کے پاؤں نہ اکھڑے۔

سلطان محمود نے پریشان ہو کر خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و کامرانی کی دعا مانگی اور حضرت ختم المرسلین کا واسطہ دے کر مدد طلب کی اور اپنے قلب لشکر کو ساتھ لے کر ہندوؤں کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ محمود کا یہ حملہ اس قدر زبردست تھا کہ ہندوؤں کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور ان کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ راجہ بجے راؤ اپنی بھاگی ہوئی فوج کو لے کر قلعے میں پناہ گزین ہوا۔ سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور خندق کو پاٹنے کا حکم دے دیا۔ جب خندق پٹنے کے قریب ہوئی تو بجے راؤ نے یہ محسوس کر کے کہ اب دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہے عالم بدحواسی میں اپنے لشکر کو سلطان محمود کے مقابلے پر چھوڑ دیا اور خود اپنے خاص ساتھیوں کے ہمراہ فرار ہو گیا اور دریائے سندھ کے قریب ایک جنگل میں جا چھپا۔ سلطان محمود کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو اس نے اسلامی لشکر کا ایک حصہ بجے راؤ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ان بہادر مسلمانوں نے (بڑی سرعت سے اس کا پیچھا کیا اور) اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس موقع پر بجے راؤ کو سوائے جان سے گزر جانے کے دشمنوں سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہ آئی لہٰذا اس نے پریشانی کے عالم میں اپنے خنجر سے آپ ہی اپنی جان لے لی۔ مسلمان سپاہیوں نے اس کا سر کاٹ کر سلطان محمود کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کیا۔ اس فتح میں مسلمانوں کے ہاتھ دو سو اسی ہاتھی (۲۸۰) اور دوسری بہت سی گراں قدر اشیاء آئیں اور بھاٹنہ اپنے تمام مضافات کے ساتھ اسلامی مملکت میں داخل کیا گیا۔

ملتان پر لشکر کشی

اس مہم کے بعد سلطان محمود غزنی میں واپس آیا۔ ۳۹۶ھ میں اس نے پھر ملتان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ ملتان کا مرحوم حاکم شیخ حمید لودھی' امیر سبکتگین مرحوم کے بہی خواہوں میں سے تھا اور ہر طرح سے امیر مرحوم کی اطاعت اور فرمانبرداری بجالاتا تھا۔ شیخ حمید کے بعد اس کا بے دین پوتا ابوالفتح ملتان کا حاکم مقرر ہوا۔ کچھ عرصے تک تو ابوالفتح نے اپنے اسلاف کی پیروی کی اور محمود کے حلقہ بگوشوں میں شامل رہا' لیکن بعد ازاں مذہب کے ساتھ حقوق خدمت سے بھی منہ پھیر بیٹھا اور جب سلطان محمود نے بھاٹنہ کا محاصرہ کیا تو ابوالفتح نے اپنی نمک حرامی کا عملی ثبوت دینا شروع کیا اور اس سے بہت سی ناشائستہ حرکتیں سرزد ہوئیں جن کے پیش نظر سلطان محمود نے اسے جلد از جلد تنبیہہ کرنا مناسب سمجھا۔ اس سال تو محمود نے مصلحتاً ابوالفتح سے کچھ نہ کہا البتہ اس کے دوسرے سال اس نے یہ پکا ارادہ کر لیا کہ اس بدکردار انسان کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دی جائے۔ "زین الاخبار" کی روایت کے مطابق سلطان محمود نے غیر معمولی راستے سے سفر اختیار کیا اور فوراً ابوالفتح پر حملہ کر دیا۔ راجہ انند پال راستے کا روڑہ بن کر سلطان محمود کی کامیابی کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگا' لیکن اسلامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکا اور شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ مورخ الفی بیان کرتا ہے کہ جب ابوالفتح کو محمود کی روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے گھبرا کر راجہ انندپال کو محمود کے عزائم سے باخبر کیا اور مدد کی درخواست کی۔ انند پال نے اس بار بھی جاہلانہ دلیری سے کام لیتے ہوئے لاہور سے پشاور پہنچ کر اپنے لشکر کو اسلامی فوج کے روکنے کے لیے روانہ کیا۔ انندپال کی اس

besturdubooks.wordpress.com

حرکت سے سلطان محمود بہت غضبناک ہوا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ پہلے اسی عاقبت نااندیش کا مقابلہ کیا جائے اور اس کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے۔ سلطان کے لشکر کے بہادروں نے اس حکم کی تعمیل کی اور بڑی بہادری سے انندپال کے مقابلے پر آئے اور ای ہمت اور سرفروشی سے لڑے کہ دشمن کی فوج کو بدحواس اور منتشر کر دیا۔ انندپال نے اپنی فوج کا جو یہ حال دیکھا تو جان بچا کر فرار ہو گی سلطان نے اپنے لشکر کا ایک دستہ اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جب اسلامی لشکر اس کا پیچھا کرتے ہوئے دریائے چناب کے کنار سودرہ کے مضافات میں پہنچ گیا تو انندپال کی ہمت نے جواب دے دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ گھبرا کر کشمیر کے پہاڑوں میں چھپا۔ سلطان نے بھی اب زیادہ پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے اصل مقصد یعنی ملتان کی فتح کے پیش نظر پسندہ ہوتا ہوا ملتان کی طرف بڑھا۔ جب ابوالفتح نے یہ دیکھا کہ محمود کا مقابلہ کرنے میں ہندوستان کے سب سے بڑے راجہ انندپال کا یہ حشر ہوا ہے تو اس نے اپ خیریت اسی میں دیکھی کہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ لہٰذا اس نے اسی پر عمل کیا اور سلطان کی خدمت میں اپنے قصوروں کی معافی ک درخواست پیش کی اور اس بات کا وعدہ کیا کہ ہر سال دس ہزار اشرفیاں سلطان کی خدمت میں پیش کرے گا۔ سلطان نے ابوالفتح ک درخواست کو قبول کر لیا اور محاصرے کے آٹھ روز بعد مندرجہ بالا شرط پر صلح کر کے واپسی کا ارادہ کیا۔ سلطان ابھی سوار بھی نہ ہو پایا تھ کہ حاکم ہرات "ارسلان جاذب" کے تیز رفتار قاصد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے ایلک خاں کے حملے اور اس کی غارت گری کی خبر سنائی۔ سلطان نے یہ خبر سنتے ہی جلد از جلد پتمندہ کے تمام اہم کام سکھپال کے سپرد کیے اور خود غزنی کی طرف روانہ ہوا سکھپال حقیقت میں ایک ہندو راجہ کا بیٹا تھا جو پشاور میں ابو علی ہجوری کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ عام طور پر اب با کے نام سے مشہور ہے۔

ایلک خاں کے حملے کی روداد

ایلک خاں کے حملے کی داستان اور اس کی اپنی روداد ذیل کی سطور میں درج کی جاتی ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایک عرصہ دراز تک سلطان محمود اور ایلک خاں کے درمیان خلوص و محبت کا رشتہ قائم رہا اور اس رشتے کو خسر و دامادی کے تعلق نے اور زیادہ مضبوط کر دیا تھا (یعنی سلطان محمود نے ایلک خاں کی لڑکی سے شادی کی تھی) لیکن کچھ عرصہ بعد محبت اور خلوص کو دشمنوں' بدکرداروں' فساد پھیلانے والوں اور چغل خوروں نے دشمنی میں بدل دیا تھا اور یہ دونوں دوست ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلطان محمود ملتان کی طرف روانہ ہوا اور خراسان سے لشکر کا ایک بہت بڑا اور زبردست حصہ اس کے ساتھ رخصت ہو گیا تو ایلک خاں کے لالچی پن کو اظہار کا موقع ملا اور اس نے خراسان کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے اپنے سپہ سالار سیاوش تگین کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ خراسان کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا اور جعفر تگین کو بلخ کا کوتوال مقرر کیا۔ ہرات کے حاکم ارسلان جاذب نے جب یہ خبر سنی تو فوراً غزنی کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں پہنچ کر دارالسلطنت کی حفاظت کرے' چونکہ خراسان کے بہت سے امراء سلطان کی اس طویل غیرحاضری سے طرح طرح کے شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے ایلک خاں کی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان محمود نے غزنی پہنچ کر ایک زبردست فوج تیار کی اور بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جعفر تگین' سلطان محمود کی آمد خبر سنتے ہی بھاگ نکلا اور ترمذ میں جا کر دم لیا۔ ارسلان جاذب نے سلطانی حکم کے مطابق سیاوش تگین کی طرف پیش قدمی کی اور ہرات سے ماوراءالنہر کی طرف روانہ ہوا۔ ایلک خاں نے چین کے بادشاہ قدر خاں سے مدد کی درخواست کی۔ قدر خاں پچاس ہزار سوار لے کر ایلک خاں کی مدد کے لیے آیا۔ اس نئی مدد سے ایلک خاں کی ہمت بڑھ گئی اور وہ قدر خاں کے ساتھ دریائے جیحون سے پار اترا اور بلخ سے چار کوس کے فاصلے پر سلطان محمود کے مقابلے کے لیے مقیم ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

طائی کو مقرر کیا۔ میمنہ پر التونتاش کو متعین کیا اور میسرہ کو ارسلان جاذب اور دوسرے افغانی سرداروں کی نگرانی میں دیا۔ فریقین کے لشکر بڑی بے قراری سے ایک دوسرے پر جھپٹے اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی صداؤں سے ساری فضا میں ایک غلغلہ مچ گیا۔ گرد و غبار کی وجہ سے میدان جنگ تیرہ تار ہو گیا اور اس شدت سے لڑائی کا بازار گرم ہوا کہ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ تلواروں اور نیزوں کی ضربوں سے میدان جنگ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ایلک خاں اپنے مخصوص غلاموں کا دستہ لے کر آگے بڑھا اور جوہر مردانگی دکھانے لگا۔ سلطان محمود نے جب ترکوں کی بہادری اور جرات کا یہ عالم دیکھا تو اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ کر قاضی الحاجات کی درگاہ میں فتح و کامرانی کی دعا مانگنے لگا۔ اس نے صدقات اور خیرات کی منتیں مانیں اور پھر ایک کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر' خدا کی رحمت کے سہارے دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کی رحمت سلطان محمود کے سر پر سایہ کیے ہوئے تھے اس لیے اس کے ہاتھی نے پہلے ہی حملے میں ایلک خاں کے علمبردار کو اپنی سونڈ کی لپیٹ میں لے کر اوپر کی طرف اچھالا اور اس کے بعد ترکوں کی فوج کی طرف بڑھا اور ان گنت ترکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب غزنوی لشکر نے اپنے بادشاہ کو اس سرفروشی اور جانبازی کے ساتھ دشمن پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو تمام فوج نے ایک ساتھ حریف پر حملہ کر دیا اور تلواروں اور نیزوں سے ترکوں کے سینے چھلنی کر دیے۔ ترکوں کی فوج میں ایسی پریشانی اور بدحواسی پھیلی کہ سپاہی اپنے سرداروں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگے۔ ایلک خاں اور قدر خاں (شاہ چین) نے بڑے مشکلوں سے اپنی جانیں بچائیں اور سر پر پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے کہ دریائے جیحون کو پار کر کے اپنے ملک میں پہنچ کر ہی دم لیا۔

ایک دلچسپ واقعہ

تاریخ یمنی میں یہ لکھا ہے کہ ایلک خاں کو شکست دینے کے بعد سلطان محمود نے اس کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ زمانہ سردی کا تھا اور اس علاقے میں شدید برف باری ہوتی ہے۔ اس لیے اکثر امیروں نے یہ مشورہ دیا کہ فوج کا بڑا حصہ اس سردی کو برداشت نہ کر سکے گا۔ مگر چونکہ سلطان کو خود اس سلسلے میں بے حد اصرار تھا اس لیے فوج نے بھی چاروناچار سلطانی حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کے ساتھ لشکری بھی ایلک خاں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ روانگی کی تیسری رات جنگل میں شدید برف باری ہوئی اور اس قدر سخت سردی پڑی کہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرنے لگے۔ سلطان محمود کے لیے ایک خیمہ لگایا گیا' سردی کے اثر کو ختم کرنے کے لیے اس خیمے میں انگیٹھیاں جلائی گئیں ان انگیٹھیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لہٰذا خیمے میں اس قدر حدت پیدا ہو گئی کہ اکثر لوگ اپنے سردیوں کے موٹے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو گئے۔ اس دوران ایک غلام سلطان محمود کے سامنے آیا سلطان نے ازراہ تفریح اس سے کہا۔ "باہر جا کر ذرا سردی سے کہو کہ تم کیوں اس قدر جان توڑ کوشش کر رہی ہو۔ ہمارا تو گرمی کے مارے یہ حال ہے کہ بدن سے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔" وہ غلام فوراً خیمے سے باہر گیا اور پھر لوٹ کر اندر آیا تو بادشاہ سے بڑے ادب سے عرض کیا۔ "میں نے حضور کا پیغام سردی کو پہنچا دیا ہے۔ سردی نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر بادشاہ اور اس کے خاص ندیموں پر میرا زور نہیں چلتا تو کیا ہوا' لیکن میں سائیسوں اور دوسرے ملازموں کو آج کی رات اس قدر تنگ کروں گی کہ کل صبح بادشاہ اور اس کے امیر اپنے گھوڑوں کی تیمارداری خود اپنے ہاتھوں سے کریں گے اور مجھ سے انہیں پھر کوئی کسی قسم کی شکایت نہ ہو گی۔" بادشاہ نے اگرچہ غلام سے تفریحاً ایک بات کہی تھی لیکن اس جواب سے وہ پشیمان ہوا اور افسردہ خاطر ہوا اور واپسی کا پکا ارادہ کر لیا۔

اب سارا کا ارتداد

اسی رات کا واقعہ ہے کہ ہندوستان سے یہ خبر پہنچی کہ اب سارا نے مرتد ہو کر پھر اپنے اسلاف کا مذہب اختیار کر لیا ہے اور موقع پا کر اس نے بادشاہ کے کارندوں کو شہر سے باہر نکال دیا ہے۔ (یہ خبر سنتے ہی محمود نے ہندوستان جانے کا ارادہ کر لیا اور) صبح ہوتے ہی ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان منزل بہ منزل سفر کرتا رہا چند جاگیرداروں کو وہ پہلے روانہ کیا گیا تاکہ وہ جلد پہنچ کر اب سارا کو پکڑ کر بادشاہ

besturdubooks.wordpress.com

کے سامنے پیش کریں۔ اب سارا جب گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے آیا تو سلطان نے چار لاکھ درم (بطور جرمانہ) اس سے وصول کیے اور اپنے خزانچی کو دیئے اور اب سارا کو قید کر دیا' اس کو اسی عالم اسیری میں موت آئی محمود نے غزنی کے لیے رخت سفر باندھا اور وہاں پہنچ کر چند ایام آرام اور چین سے گزارے۔

انندپال سے معرکہ

محمود نے جب ملتان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا تو راجہ انندپال نے کچھ نازیبا حرکتوں کا ارتکاب کیا تھا (ان حرکتوں کا انتقام لینے کے لیے) سلطان محمود نے ۳۹۹ھ میں ایک لشکر جرار تیار کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ یہ خبر سن کر انندپال بہت ہی پریشان ہوا اور اس نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے مدد کی درخواست کی۔ چونکہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ہندوؤں کے مذہب اور عقیدے کے مطابق ثواب اور ترقی درجات کا باعث ہے۔ اس لیے اجین' گوالیار' کالنجر' قنوج' دہلی اور اجمیر وغیرہ کے راجاؤں کے علاوہ بھی دوسرے راجاؤں نے بھی انندپال کی بہت مدد کی اور لشکر کے دستوں پر دستے پنجاب کی طرف روانہ کیے۔ امیر سبکتگین کے مقابلے پر جس قدر فوج پہلے جمع ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ اس بار جمع ہوئی یہ ساری فوج انندپال کی ماتحتی میں سلطان محمود کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئی اور پشاور کے جنگل میں محمود کی فوج سے آمنا سامنا ہوا۔ تقریباً چالیس روز تک فریقین کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہیں' لیکن کسی کی طرف سے جنگ کا آغاز نہ کیا گیا ہندوؤں کا لشکر دن بدن بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور انہیں چاروں طرف سے تازہ مدد ملتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ کھکر کے ہندوؤں نے بھی انندپال کی مدد کی اور اس سے جا ملے ان لوگوں نے بڑی قیامت برپا کی۔ مسلمانوں کی دشمنی اور معرکہ آرائی سے ہندو بہت پریشان ہوئے۔ عورتوں نے اپنے زیور بیچ کر اپنے شوہروں کو روپیہ بھجوایا کہ وہ اس روپے کو صرف کر کے اپنی ضروریات پوری کریں تاکہ مسلمانوں کے مقابلے کی جان توڑ کوشش کر سکیں۔ جن عورتوں کے پاس زیورات وغیرہ نہ تھے' وہ چرخہ کات کر اور محنت مزدوری کر کے اپنے عزیزوں او شوہروں کی کچھ نہ کچھ مدد کرتی رہیں۔ سلطان محمود کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہندو اس مرتبہ جانبازی کا عہد لیے ہوئے ہیں تو اس نے بھی جنگ شروع کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لیا اور لشکر کے دونوں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا تاکہ ہندوؤں کا کسی طرف سے بس نہ چل سکے۔ اس کے بعد سلطان محمود نے جنگ کا آغاز کیا۔ سلطان کے حکم کے مطابق ایک ہزار تیر انداز آگے بڑھے اور انہوں نے دشمن پر تیر اندازی شروع کر دی اور سپاہیانہ داؤ پیچ سے دشمن کے لشکر کو اپنے لشکر کے قریب لے آئے۔ جب مسلمان لشکر ان کے مقابلے پر آئے تو باوجود کڑی احتیاط کے تیس (۳۰) ہزار کھکر سپاہی ننگے سر اور ننگے پاؤں عین لڑائی کے دوران دونوں طرف سے خندق پار کر کے مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں پر ایسے ٹوٹ پڑے اور اپنے بھالوں اور تلواروں وغیرہ کی مدد سے سواروں اور گھوڑوں کو ہلاک کرنے لگے۔ ان کھکری وحشیوں نے تین ہزار مسلمانوں کو شہید کیا اور اس قدر ہمت و جرات کا مظاہرہ کیا کہ سلطان محمود نے اس روز لڑائی بند کر کے اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آ جانے کا ارادہ کر لیا------ اچانک انندپال کا ہاتھی گولہ اور بارود وغیرہ کی آوازوں سے بھڑک کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ہندو لشکری یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی بہادری اور تیغ زنی سے ڈر کر انندپال میدان جنگ سے بھاگا ہے۔ ہندوستان کے سب سے بڑے راجہ کو اس عالم میں دیکھ کر ہندو لشکریوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ خود بھی راہ فرار تلاش کرنے لگے (ان بھاگنے والوں کا پیچھا کیا گیا) پانچ چھ ہزار عربی سواروں کے ساتھ عبداللہ طائی نے اور دو ہزار ترکی' افغانی اور خلجی بہادروں کے ساتھ ارسلان جاذب نے دو دن اور دو رات تک ان ہندو فراریوں کا تعاقب کیا اور آٹھ ہزار دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تیس ہاتھی اور بے شمار قیمتی مال و اسباب حاصل کیا اور سلطان محمود کے سامنے جا کر رکھا۔

نگر کوٹ پر حملہ

besturdubooks.wordpress.com

معرکہ آرائی کرنے اور وہاں کے مندر کو مسمار کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس زمانے میں نگر کوٹ کا قلعہ "قلعہ بھیم" کے نام سے مشہور تھا۔ سلطان محمود منزل بہ منزل راستہ طے کرتا ہوا نگر کوٹ پہنچا اور اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آس پاس کی غیر مسلم آبادی کو وسیع پیمانے پر موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ قلعہ راجہ بھیم کے زمانے میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا تھا اور ہندوؤں کے نزدیک یہ قلعہ "بتوں کا گڑھ" تھا۔ گردوپیش کے تمام راجہ انواع و اقسام کی اعلیٰ درجے کی اشیاء بطور نذرانہ وہاں بھیجتے تھے اور اپنے اس فعل کو تقرب خداوندی کا ایک بہت بڑا وسیلہ تصور کرتے تھے۔ چونکہ اس قلعے میں ہر چہار طرف سے دولت آکر جمع ہوتی تھی اس لیے یہاں سونے' چاندی' جواہرات اور موتیوں وغیرہ کا جس قدر بڑا ذخیرہ تھا' ویسا شاید ہی کسی بادشاہ کے خزانے میں ہو۔ یہ قلعہ بہادر سپاہیوں سے خالی تھا یہاں کے مکین زیادہ تر برہمن اور مندر کے پجاری تھے۔ اس لیے سلطان محمود کے عظیم الشان لشکر کا رعب داب ان لوگوں پر اس قدر ہوا کہ وہ سخت ہراساں ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ محاصرے کے تیسرے روز ان لوگوں نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر جان کی امان مانگی۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کی اور ان کی جان بخشی کی اور خود چند خاص ندیموں کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔ (اس قلعے سے سلطان نے بہت سی دولت اپنے قبضے میں کی) ساٹھ لاکھ اشرفیاں' سات سو من سونے اور چاندی کے اوزار' دو سو من خالص سونا' دو ہزار من خالص چاندی اور بیس من انواع و اقسام کے جواہرات جو راجہ بھیم کے زمانے میں اس مندر میں جمع ہو رہے تھے محمود کی ملکیت بن گئے۔ اور وہ دولت فراواں کو اپنے ساتھ لے کر غزنی کی طرف لوٹا۔

۴۰۰ھ میں محمود غزنی پہنچا۔ وہاں اس نے شہر سے باہر ایک مکان بنوایا اور چند سونے اور چاندی کے تخت اس مکان میں بچھوائے اور جو مال و اسباب وہ نگر کوٹ سے لایا تھا۔ اس کو قرینے سے سجا دیا۔ تمام رعایا' کیا شہری اور کیا دیہاتی سبھی اس "نمائش" کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق آتے تھے یہ نمائش تین دن تک جاری رہی۔ سلطان نے بے شمار جشن کیے اور نیکوں اور مستحقوں کو اعزاز و اکرام اور عطیوں وغیرہ سے مالا مال کیا۔

غور پر لشکر کشی

سلطان محمود نے ۴۰۱ ہجری میں غور پر حملہ کیا۔ محمد بن ثوری حاکم غور دس ہزار سوار لے کر مقابلے کے لیے نکلا دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ سورج نکلنے کے وقت سے لے کر بارہ بجے دن تک یہ معرکہ آرائی بڑی شدت سے جاری رہا' غوری نے اس معرکے میں ہمت و مردانگی کے بڑے جوہر دکھائے۔ جب سلطان محمود نے غوریوں کی جانبازی کا یہ عالم دیکھا تو فوراً اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ حریف کو دھوکا دے کر گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اس حکم پر یوں عمل کیا گیا کہ سلطان محمود کی فوج دشمن کے سامنے سے بھاگ نکلی۔ غوریوں نے یہ سمجھا کہ سلطان محمود کی فوج مقابلے کی تاب نہیں لا سکی اس لیے راہ فرار اختیار کر رہی ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس "فراری لشکر کا پیچھا کیا اور اس سلسلے میں خود اپنی کھودی ہوئی خندق پار کر گئے۔ جب غوریوں کا لشکر کھلے میدان میں آیا تو محمود نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیر دی اور یوں غوریوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا ان کے لشکر کا بیشتر حصہ موت کے گھاٹ اتارا۔ سلطان محمود کے فوج محمد بن غوری کو گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کے سامنے لائے غوری اس بے عزتی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے ایک زہر آلودہ نگینہ چوس کر محمود کی مجلس ہی میں اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔

غوری کی وفات کے بعد اس کا ملک سلطان محمود کے قبضے میں آ گیا۔ "تاریخ یمنی" میں مذکور ہے کہ اس لڑائی سے پہلے اہل غور مسلمان نہ ہوئے تھے اور وہ اس واقعہ کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن صاحب "طبقات ناصری" اور فخر الدین مبارک شاہ وغیرہ مورخین جنھوں نے غور کے سلطانوں کی تاریخیں لکھی ہیں' اس امر پر متفق ہیں کہ اہل غور حضرت علی کے عہد خلافت میں مسلمان ہو چکے تھے اور بنی امیہ کے زمانے میں جب تمام اسلامی ملکوں میں خاندان علی پر تبرا ظاہر کیا جاتا تھا تو غور ہی وہ قابل فخر مقام تھا جہاں کے

besturdubooks.wordpress.com

باشندے اہل بیت رسالت ؐ کی شان میں گستاخی کرنے سے گریز کرتے تھے۔

ملتان پر حملہ

سلطان محمود اسی سال پھر غزنی سے ملتان آیا اور بڑے قہر و غضب سے ملتان کو فتح کر لیا۔ بہت سے قرمطیوں اور کافروں کو موت کے گھاٹ اتارا اور اکثر کے پاؤں اور ہاتھ کاٹے۔ داؤد بن نصیر کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ غزنی لے گیا اسے وہاں کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ داؤد نے اسی قلعے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

تھانیسر پر حملہ

۴۰۲ھ میں سلطان محمود کے دل میں ایک بار پھر جہاد کی لہر اٹھی اور اس نے تھانیسر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ محمود نے یہ سن رکھا تھا کہ تھانیسر کی حیثیت ہندوؤں کے نزدیک ایسی ہے جیسی کہ مسلمانوں کے نزدیک کعبے کی (اسے یہ بھی معلوم تھا کہ) تھانیسر میں ایک بہت پرانا مندر ہے جس میں بڑے بڑے بت رکھے ہوئے ہیں اور سب سے بڑے بت کا نام "جگ سوم" تھا۔ جس کے متعلق ہندوؤں کا ایمان تھا کہ اس بت کا وجود اسی وقت ظہور میں آیا تھا جس وقت دنیا میں انسان پیدا ہوا تھا۔ تھانیسر پر حملہ کرنے کے خیال سے جب محمود پنجاب پہنچا تو اس نے محض اس ملحنامے کے خیال سے جو راجہ انندپال اور سلطان محمود کے درمیان ہوا تھا ایک قاصد انندپال کے پاس بھیجا اور اس کو مطلع کیا کہ اس بار میرا ارادہ تھانیسر پر حملہ کرنے کا ہے۔ چونکہ پنجاب سے تھانیسر تک کے راستے کی تمام مشکلات کو دور کرنا ہے اور راستہ صاف کرنا ہے اس لیے تم اپنے کچھ قابل اعتبار آدمی ہمارے ساتھ کر دو تاکہ جو قصبہ تمہارا ہو وہ میری فوج کی دستبرد سے محفوظ رہے۔

انندپال نے اس حکم کی تعمیل کو اپنی حکومت اور سلطنت کی پائیداری کا سبب سمجھا اور فوراً ہی خاطر و تواضع کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنے ملک کے تاجروں اور بنیوں کو حکم دیا کہ وہ غلہ و روغن وغیرہ ضروریات زندگی کو لشکر سلطانی میں پہنچانے کا انتظام کریں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ انندپال نے اپنے بھائی کو دو ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا ایک خط اس کے نام دیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "میں آپ کے احکام کی تعمیل کے لیے ہر طرح سے حاضر ہوں اور آپ کا سچا فرمانبردار ہوں لیکن اس نیاز اور محبت کی بنا پر جو مجھے آپ کی ذات و برکات سے ہے اس قدر عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ تھانیسر کا مندر شہر والوں کی ایک بہت بڑی عبادت گاہ ہے۔ اگرچہ آپ کے مذہب کی رو سے بت شکنی ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ اور اپنے گناہوں کا کفارہ ہے' لیکن نگر کوٹ کے قلعہ کی بت شکنی کر کے آپ اس مقصد کو پورا کر چکے ہیں۔ تھانیسر کے مندر کے سلسلے میں گزارش ہے کہ آپ اس کو تاخت و تاراج نہ کریں اور اس کے عوض آپ جو مناسب خیال فرمائیں' طلب کر لیں۔ یہاں کی رعایا کو اپنا باجگزار بنا کر اپنے ملک واپس تشریف لے جائیں تو یہ بندہ حقیر اپنی درخواست کی قبولیت کے شکریے کے طور پر ہر سال پچاس ہاتھی اور دیگر بیش قیمت اشیاء ارسال خدمت کیا کرے گا۔

سلطان محمود نے ان باتوں کے جواب دیا کہ۔ "ہم مسلمانوں کا اس امر پر اعتقاد ہے کہ ہم اس دنیا میں جس قدر مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کریں گے اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کریں گے اگلے جہاں میں ہمیں اتنا ہی ثواب ملے گا۔ جب دنیا سے بت پرستی کے رواج کو ختم کر دینا ہی ہمارا مقصد ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ تھانیسر جیسے بت پرستی کے مرکز کو نظرانداز کر دیا جائے اور اس کو فتح کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔"

جب یہ بات راجہ دہلی کے کانوں تک پہنچی تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا

besturdubooks.wordpress.com

لیے آ رہا ہے۔ اگر پہلے ہی ہم نے اس سیلاب مصیبت کے روکنے کی تدبیریں نہ کیں تو ہر چھوٹا اور بڑا اس سیلاب کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ میرے نزدیک اس وقت یہی مناسب ہے کہ ہم سب آپس میں مل کر سلطان محمود کا مقابلہ کریں۔" اس سے قبل کہ تمام ہندو آپس میں مل کر سلطان محمود کا مقابلہ کرتے' سلطان تھانیسر پہنچ گیا۔ شہر کو خالی پا کر مسلمانوں نے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ محمود نے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا سب سے بڑے بت "جگ سوم" کو غزنی بھجوا دیا اور یہ حکم دیا کہ اس بت کو بیچ راستے میں ڈال دیا جائے تاکہ چلنے والوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہو کر رہ جائے۔ مورخ قندھاری کے بیان کے مطابق تھانیسر کے مندر سے سرخ یاقوت کا ایک ٹکڑا محمود کے ہاتھ لگا جس کا وزن (۴۵۰) مثقال تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس طرح کا جواہر آج تک سننے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس فتح کے بعد سلطان محمود نے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا' لیکن امیروں اور وزیروں نے اسے یہ سمجھایا کہ دہلی کو اسی وقت فتح کیا جا سکتا ہے جبکہ سارے صوبہ پنجاب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور انندپال کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ سلطان محمود نے امیروں' وزیروں کے اس مشورے کو قبول کیا اور دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر کے واپس غزنی چلا آیا اور تقریباً دو لاکھ لونڈیاں اور غلام اپنے ساتھ لے گیا۔ مورخین کا بیان تھا کہ اس سال غزنی میں اس قدر ہندوستانی صورتیں نظر آتی تھیں کہ غزنی بھی ہندوستان کا ایک شہر سمجھا جانے لگا لشکر سلطانی کے ہر رکن کے پاس کئی کئی لونڈیاں اور غلام تھے۔

ایک اور دلچسپ واقعہ

سپہ سالار "التون تاش اور "ارسلان جاذب" نے ۴۰۳ھ میں غرجستھان کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم "شاہ سارا ابو نصر" کو گرفتار کر کے غزنی میں لے آئے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ جس وقت غزنوی لشکر شاہ سارا ابو نصر کو قید کر کے غزنی لا رہا تھا اس وقت ایک غلام نے یہ ارادہ کیا کہ غزنی پہنچنے سے پہلے اپنی بیوی کو حالات سے آگاہ کرے۔ اس مقصد کے پیش نظر اس غلام نے شاہ ابو نصر سے ایک خط لکھنے کی درخواست کی۔ شاہ سارا نے خط لکھنے سے اگرچہ بہت انکار کیا لیکن اس غلام کے بے حد اصرار سے مجبور ہو گیا۔ قلم کاغذ سنبھال کر اس ضدی غلام کی طرف سے اس کی بیوی کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا------ "اے بد چلن طوائف اور اے نابکار عورت! تو اپنے طور پر یہ خیال کرتی ہے کہ تیرے برے اعمال اور تیری سیاہ کاریوں کی مجھے خبر نہیں ہے اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں تو جس طرح میری دولت کو ضائع کر رہی ہے اس سے میں باخبر نہیں ہوں ------ مگر تو یہ یاد رکھ کہ میں اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہوں کہ تو شب و روز بادہ خواری اور بدکاری میں گزارتی ہے اور یوں میرے گھر کو تباہ و برباد کر کے میری عزت کو خاک میں ملا رہی ہے۔ اگر میں صحیح و سلامت اپنے وطن آیا تو پھر تجھے درست کروں گا اور تیری بد اعمالیوں کی سزا دوں گا۔" اس خط کو سربمہر کر کے شاہ سارا نے غلام کو دے دیا جب یہ خط اس غلام کی بیوی تک پہنچا تو وہ خط کے مضمون سے آگاہ ہو کر بڑی پریشان ہو گئی اور اس کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ دشمنوں نے جھوٹی سچی باتیں لگا کر اس کے شوہر کے کان بھرے ہیں۔ وہ بیچاری عورت اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ اپنی چند لونڈیاں لے کر اپنے گھر سے نکل کر کسی گوشے میں چھپ گئی (تاکہ جب اس کا شوہر واپس آئی تو اس سے برا سلوک نہ کرے) جب وہ غلام شاہ سارا کو غزنی پہنچا کر اپنے وطن واپس آیا اور اپنے گھر پر پہنچا تو وہاں اس نے گھر کا دروازہ بند پایا' گھر بالکل خالی تھا' اس نے دروازہ کھولا اور دیکھا یہاں تو آبادی کا نشان تک نہیں اور بھرا گھر ویران ہے۔ نہ بیوی ہی کی کوئی خبر ہے اور نہ لونڈیوں اور غلاموں کا کوئی اتہ پتہ! یہ عالم دیکھ کر اس غلام نے آس پاس کے رہنے والوں سے اصل حقیقت کے جاننے کی کوشش کی۔ اس پر ہمسایوں نے غلام کو اس "عجیب و غریب خط" کی بات بتائی۔ یہ سن کر وہ بے چارا اپنا سر پیٹنے اور رونے لگا۔ وہ ہر شخص سے کہتا تھا کہ مجھے خط کے مضمون کا مطلق علم نہیں ہے بے چارے نے اپنی بیوی کو بہت تلاش کیا اور آخر کار اس کو ڈھونڈ نکالا اور معذرت کر کے اس راضی کر لیا' کہا جاتا ہے کہ جب شاہ سارا ابو نصر پہلی مرتبہ سلطان محمود کے دربار میں آیا تو بعض خوش مزاج مصاحبوں نے مندرجہ بالا واقعہ اس سے بیان کیا۔ محمود یہ قصہ سن

besturdubooks.wordpress.com

کر مسکرایا اور کہا جو شخص اپنے بزرگوں کا ادب نہیں کرتا اور اپنی حد سے باہر قدم رکھتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

خلیفہ بغداد سے خط و کتابت

اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود نے بغداد کے خلیفہ القادر باللہ العباسی کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں یہ درج تھا کہ "خراسان کا بیشتر حصہ چونکہ مملکت غزنویہ کے ماتحت ہے اس لیے یہ بہتر ہو گا کہ خراسان کا بقیہ حصہ جو خلافت کا محکوم ہے وہ بھی حکومت غزنی کے حوالے کر دیا جائے۔" خلیفہ بغداد نے سلطان محمود کی اس خواہش کی مجبوراً پورا کیا اور پورا خراسان سلطان محمود کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے بعد محمود نے خلیفہ سے کہا کہ سمرقند بھی ایک فرمان کے ذریعے اس کے حوالے کر دیا جائے۔ خلیفہ نے بڑے زوردار الفاظ میں انکار کر دیا اور محمود کو لکھا۔ "اگر تو میری مرضی کو خلاف سمرقند کی طرف آنکھ اٹھائے گا تو میں تمام دنیا کو تیرے خلاف ابھار دوں گا۔" یہ جواب پا کر محمود کو بڑا غصہ آیا اور اس نے خلیفہ کے قاصد سے کہا۔ "میں اب جان گیا ہوں کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں ہزارہا کوہ پیکر ہاتھیوں سے دارالخلافت کو روند ڈالوں اور بارگاہ خلافت کا ملبہ انہیں ہاتھیوں پر ڈال کر غزنی لے آؤں۔" یہ جواب پا کر قاصد واپس بغداد چلا گیا اور کچھ عرصے بعد ایک خط لے کر پھر غزنی آیا۔ جس وقت خلیفہ بغداد کا یہ قاصد خط لے کر پہنچا تو اس وقت محمود اپنی بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا غلام ہاتھ باندھے ہوئے سامنے کھڑے تھے اور دربار کے سامنے کوہ پیکر ہاتھیوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ قاصد نے محمود کے سامنے حاضر ہو کر سربمہر خط پیش کیا اور کہا کہ خلیفہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے خط کا جواب یہ ہے معاملات خارجہ کے امیر (وزیر) خواجہ ابونصر روزنی نے یہ خط کھولا اور دیکھا کہ اس میں بسم اللہ کے بعد چند سطور حروف مقطعات الم۔ ال م میں لکھی ہوئی ہیں اور ان سطور میں لکھا تھا الحمدللہ رب العالمین والصلوہ علی رسولہ والہ اجمعین۔ اس عجیب و غریب خط کو پڑھ کر اور سن کر سلطان محمود اور تمام درباری بڑے حیران ہوئے اور دیر تک غور کرتے رہے کہ اس تحریر سے خلیفہ بغداد کی کیا مراد ہے اور ان مقطعات سے کس امر کی طرف اشارا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن کو ان مقطعات سے کچھ بھی تعلق تھا وہ سب پڑھی گئیں اور ان کے مفاہیم و مطالب پر غور کیا گیا' لیکن کسی کی سمجھ میں اس خط کا مطلب نہ آیا۔ کچھ دیر بعد خواجہ ابوبکر قہستانی نے جنھیں ابھی سلطان محمود کے دربار میں کچھ زیادہ رسوخ حاصل نہ ہوا تھا۔ جرات سے کام لے کر عرض کیا----- "میرا خیال ہے کہ چونکہ آنجناب نے خلیفہ بغداد کو کوہ پیکر ہاتھیوں سے روند دینے کی دھمکی دی اس لیے ممکن ہے کہ خلیفہ نے اس کا جواب میں سورہ فیل کی طرف اشارہ کیا ہو اور ان مقطعات سے الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل مراد ہو۔" سلطان محمود نے جب یہ بات سنی تو اس کا ہوش جاتا رہا جب ہوش آیا تو وہ بہت رویا اور خلیفہ بغداد کے قاصد سے معافی مانگی اسے بیش قیمت تحفے تحائف دے کر واپس بغداد روانہ کیا اور ابوبکر قہستانی کو قیمتی خلعت دے کر اپنے امیروں کے گروہ میں شامل کر لیا۔

نندونہ کے قلعے پر حملہ

۴۰۴ھ میں سلطان محمود نے بالنات کے مشہور قلعہ نندونہ پر حملہ کیا اس زمانے میں راجہ انندپال کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا لاہور کا راجہ تھا۔ جب اس راجہ کو محمود کے حملے کی اطلاع پہنچی تو اس نے محمود کا مقابلہ کرنا اپنی طاقت سے باہر پا کر چند سمجھ دار اور تجربہ کار لوگوں کے سپرد قلعے کو کیا اور خود درہ کشمیر میں جا کر چھپ گیا۔ محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور نقب زنی اور قلعے کے دروازے کھولنے کی دوسری تجویزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ اہل قلعہ نے عاجز ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور جان کی امان طلب کی محمود نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اپنے ایک معتمد خاص کو قلعے کا حاکم مقرر کیا اور خود درہ کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ انندپال

besturdubooks.wordpress.com

ایک المناک حادثہ

۴۰۶ھ میں سلطان محمود نے کشمیر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، کشمیر کی حدود میں پہنچ کر اس نے "لوہ کوٹ" کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ اپنی بلندی اور مضبوطی کی وجہ سے بے حد مشہور و معروف تھا۔ اس لیے اس کے سر کرنے میں بڑی دیر لگی (اس دوران میں) سردی اور برف باری کی شدت ہو گئی اور غزنوی فوج کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ اہل قلعہ کو دارالسلطنت کشمیر سے بھی مدد پہنچ گئی۔ ان وجوہ کی بنا پر محمود نے محاصرے سے دستبردار ہو کر غزنی واپس جانا مناسب سمجھا۔ واپسی پر فوج غلط راستے پر پڑ جانے کی وجہ سے ایک ایسی جگہ جا پہنچی جہاں چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ سارا جنگل پانی سے بھرا ہوا تھا بہت سے لوگ اس پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ہندوستان کو تسخیر کرنے کے سلسلے میں سلطان محمود کو سب سے پہلے جو سب سے برا حادثہ پیش آیا وہ یہی تھا۔ الغرض چند دنوں کی حیرانی و پریشانی کے بعد محمود نے اس مصیبت سے نجات پائی اور وہ بغیر کوئی کارنامہ سرانجام دیئے ہوئے غزنی واپس آ گیا۔

اہل خوازم سے جنگ

اسی سال کا واقعہ ہے کہ ابوالعباس مامون خوارزم شاہ نے محمود کو ایک خط لکھا جس میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ محمود اپنی بہن کی شادی خوارزم شاہ سے کر دے۔ محمود نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اپنی بہن کو خوارزم شاہ کے عقد میں دے دیا۔ ۴۰۷ھ سلطان محمود کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ باغیوں نے فتنہ و فساد پیدا کر کے خوارزم شاہ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ غزنی سے بلخ پہنچا اور وہاں سے خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ جب سلطان محمود خوارزم کی سرحد کے قریبی علاقے حضر بند میں پہنچا تو اس نے اپنے ایک امیر محمد طائی نامی کو مقدمتہ الجیش بنا کر اپنے لشکر کے آگے روانہ کیا اور خود ایک مقام پر ٹھہر گیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ غزنوی لشکر نے ایک جگہ قیام کیا اور جب تمام لشکری صبح کی نماز میں مشغول ہوئے تو اہل خوازم کے سپہ سالار نے جس کا نام خمار تاش تھا، ایک دم کمین گاہ سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوا اور بہت سے غزنوی لشکریوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ سلطان محمود نے نماز سے فارغ ہو کر ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا جس میں تمام لشکری اس کے غلامان خاص تھے۔ اس لشکر نے خمار تاش کا پیچھا کیا، خمار تاش گرفتار ہوا اور محمود کے سامنے لایا گیا۔ محمود اسے حراست میں لے کر ہزار اسپ کے قلعے کی طرف بڑھا اس قلعے کے قریب اہل خوارزم کی فوج ایک جگہ جمع ہو کر سلطان محمود کی فوج سے معرکہ آراء ہوئی۔ دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی اس جنگ کے نتیجے میں اہل خوارزم کو شکست فاش ہوئی اور ان کا سپہ سالار الپتگین بخاری قید ہوا۔ اس کے بعد محمود نے خوارزم کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر عباس کے قاتلوں سے قصاص لیا اور اپنے امیر التون تاش کو خوارزم شاہی کا خطاب دے کر "خوارزم اور آورکند" کا حکمران مقرر کیا۔ خوارزم کو فتح کرنے کے بعد محمود بلخ پہنچا اور اپنے بیٹے امیر مسعود کو ہرات کا حاکم مقرر کیا۔ نیز ابو سہل محمد بن حسین زوزنی کو مسعود کا وکیل مقرر کر کے اس کے ساتھ روانہ کیا۔ محمود نے اپنے دوسری امیر محمد کو گورگان کا حاکم بنایا اور ابوبکر قستانی کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔

قنوج پر لشکر کشی

خوارزم کی مہم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد محمود نے سردیوں کے دن بست میں گزارے تاکہ سپاہیوں کو آرام کا موقع مل جائے۔ سردیوں کی رخصت کے بعد ۴۰۹ھ میں جب کہ موسم بہار کی آمد آمد تھی، آب و ہوا میں اعتدال تھا اور چاروں طرف سبزی اور شگفتگی کا دور دورہ تھا، محمود نے قنوج جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک لاکھ لشکری اپنے خاصے کے اور بیس ہزار دیگر مسلمانوں میں سے جو ترکستان، ماوراء النہر اور خراسان وغیرہ سے جہاد کی نیت سے آئے ہوئے تھے اور اس امر کے منتظر تھے کہ محمود سفر پر روانہ ہو۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ گشتاسپ سے لے کر محمود کے عہد تک کسی غیر قوم کے فرد (یعنی غیر ہندوستانی) نے قنوج پر حملہ کشی نہیں کی۔ اس مدت کے بعد محمود پہلا شخص ہے جس نے اس مہم کا بیڑا اٹھایا۔ غزنی سے لے کر قنوج تک کا راستہ تین مہینوں میں طے ہوتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

راستے میں سات بڑے بڑے دریا پڑتے ہیں کہ جنھیں عبور کرنا پڑتا ہے (محمود نے یہ سفر باآسانی طے کر لیا) جب وہ کشمیر کی حدود میں پہنچا تو والیٔ کشمیر نے سلطان کی خدمت میں بیش قیمت تحفے اور نذرانے پیش کیے۔ محمود نے بھی اسے شاہی عنایات سے سرفراز کیا۔ والیٔ کشمیر محمود کے لشکر کا مقدمتہ الجیش بن کر ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ سفر کی منزلیں طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر جب قنوج پہنچا تو قلعے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ عظیم الشان قلعہ اپنی مضبوطی اور بلندی کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ قنوج کے راجہ کا نام "کورا" تھا۔ باوجود اس کے کہ یہ راجہ اپنے وقت کا زبردست فرمانروا تھا' مگر مسلمانوں کے لشکر کی کثرت اور سلطان محمود کی حشمت و شوکت دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے محمود کا مقابلہ کرنے کی سکت اپنے آپ میں نہ پائی اس نے قاصد بھیج کر محمود سے اطاعت اور فرمابرداری کا اظہار کیا چونکہ اس راجہ کی قسمت ابھی بگڑی نہ تھی۔ اس لیے وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے بیٹوں اور درباریوں کے ساتھ قلعے سے باہر آیا اور سلطان محمود کی خدمت میں پہنچ کر اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ محمود نے راجہ کورا سے بڑی محبت اور نرمی کا برتاؤ کیا اور اسے اپنے حلقہ بگوشوں میں شامل کر لیا۔ صاحب "حبیب السیر" کا بیان ہے کہ محمود کی اطاعت کے ساتھ ساتھ راجہ کورا مشرف بہ اسلام بھی ہو گیا تھا۔ "واللہ اعلم باصواب"

قلعہ میرٹ کی فتح

قنوج میں تین روز قیام کرنے کے بعد محمود نے قلعہ میرٹ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ (جب محمود کی آمد کی خبر ہوئی تو) اس قلعے کا راجہ جس کا نام ہروت تھا۔ قلعے کو چند قابل اعتبار درباریوں کے سپرد کر کے خود کسی جنگل کی طرف نکل گیا۔ اہل قلعہ محمود کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا انھوں نے دو لاکھ پچاس ہزار (۲۵۰۰۰۰) روپے اور تیس ہاتھی پیش کر کے جان کی امان طلب کی' محمود نے اس نذرانے کو قبول کر لیا اور جان کی امان دے دی۔

قلعہ مہاون کی فتح

میرٹ کے قلعے کی فتح کے بعد محمود قلعہ مہاون کو فتح کرنے کے ارادہ سے چلا جو دریائے جمنا کے کنارے پر واقعہ ہے۔ اس قلعے کا حاکم راجہ گل چند کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ایک ہاتھی پر سوار ہو کر دریا پار کر کے اترنا ہی چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی فوج اس کے سر پر آ پہنچی۔ یہ عالم دیکھ کر گل چند نے پہلے تو خنجر سے اپنی بیوی اور بیٹے کے سر کاٹ ڈالے اور بعد ازاں یہی خنجر اپنے پیٹ میں بھونک لیا۔ اس قلعہ سے بہت سا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا جس کی تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ دیگر اشیاء کے ساتھ اسی (۸۰) کوہ پیکر ہاتھی بھی ملے۔

متھرا کی فتح

ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد محمود نے متھرا کی طرف توجہ کی اس نے یہ سن رکھا تھا کہ اس علاقے میں متھرا نام کا ایک شہر آباد ہے جو سری کرشن کی جنم بھومی ہے' چونکہ ہندوؤں کے نزدیک کرشن خدا کے اوتار ہیں۔ اس لیے متھرا کی دولت اور یہاں کی آبادی اپنی مثال آپ ہے اور اس شہر میں ایسی عجیب و غریب اشیاء ہیں کہ جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ محمود نے جب متھرا پر حملہ کیا تو باوجود اس کے کہ یہ شہر راجہ دہلی کے زیر نگیں تھا' کوئی بھی محمود کے مقابلے میں نہ آیا۔ لہٰذا وہ بغیر کسی روک ٹوک کے متھرا پر قابض ہو گیا اور اس نے دل کھول کر اس شہر کو تاراج و برباد کیا۔ بہت سے بت خانوں کو جو شہر اور اس کے گردوپیش آباد تھے' توڑا اور جلایا اور ان سے بے شمار زر و جواہر حاصل کیا۔ متھرا کی بلند عمارتوں اور مندروں کو دیکھ کر محمود بہت حیران ہوا۔ اس کی حیرت کا اندازہ اس خط سے

besturdubooks.wordpress.com

توڑتے تھک گیا ہوں، لیکن ان کا شمار نہیں کر سکا۔ اگر کوئی اس قسم کی عمارت بنانا چاہے تو ممکن ہے کہ ایک لاکھ اشرفیاں صرف کرنے کے بعد، دو سو سال کے عرصے میں بہت ہی مشاق اور ماہر معماروں کے ہاتھوں اس کام کو انجام دیا جا سکے۔

مورخین کا بیان ہے کہ بے شمار مال غنیمت کے علاوہ پانچ سونے کے بنے ہوئے بت بھی تھے جن کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان کی قیمت پچاس (۵۰) ہزار زر سرخ تجویز گئی تھی۔ ان بتوں میں سے ایک بت میں ارزقی یاقوت کا بھی ایک ٹکڑا جڑا ہوا تھا۔ جس کا وزن چار سو مثقال تھا۔ جب یہ بت پاش پاش کیا گیا تو اٹھانوے ہزار تین سو (۹۸۳۰۰) مثقال سونا اس میں سے برآمد ہوا۔ ان پانچ سونے کے بتوں کے علاوہ سو بت اور تھے، جن میں چھوٹے بھی تھے اور بڑے بھی اور جو سب کے سب چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ ان بتوں کو توڑ کر جو چاندی حاصل کی گئی وہ اتنی زیادہ تھی کہ ایک سو اونٹوں پر لادی گئی۔ اس بت شکنی کے بعد سلطان محمود نے متھرا کی مشہور عمارتوں کو نذر آتش کر دیا اور بیس (۲۰) روز قیام کرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہو گیا۔

سات قلعوں کی فتح

مورخ الفی کا بیان ہے کہ اثنائے راہ میں محمود نے یہ سنا کہ متھرا کہ قریب ہی دریا کہ کنارے سات قلعے آباد ہیں جو اپنی بلندی اور مضبوطی کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی محمود نے ان قلعوں کا رخ کیا اور جب ان قلعوں کے حاکم نے محمود کی آمد کی خبر سنی تو وہ بدحواس ہو کر بھاگ گیا، محمود نے ان قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ محمود نے ان قلعوں میں ان بت خانوں کو بھی دیکھا جن کی بنیاد چار ہزار سال قبل پڑی تھی۔ ان بت خانوں کو محمود نے خوب لوٹا اور ان کے تمام مال و اسباب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

قلعہ منج کی فتح

ان قلعوں کی فتح کے بعد مسلمانوں کے لشکر نے قلعہ منج کا رخ کیا یہ قلعہ بہادر سپاہیوں اور ہر طرح کی ضروریات کے سامان سے پر تھا۔ محمود نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اور پندرہ (۱۵) روز تک قلعہ کشائی کی تدبیریں عمل میں لاتا رہا۔ اس دوران میں سلطان محمود نے قلعہ کا محاصرہ بڑی سختی سے کر کے آمدورفت کے تمام راستے مسدود کر رکھے تھے جب اہل قلعہ کو یہ احساس ہو گیا کہ مسلمان قلعہ فتح کیے بغیر نہ رہیں گے تو ان میں سے بہتوں نے قلعے سے اتر کر اپنی جانیں اپنے ہاتھوں سے تلف کر دیں۔ کچھ نے اپنے بال بچوں سمیت اپنے آپ کو نذر آتش کر کے ہلاک کر دیا اور جو لوگ باقی بچے وہ قلعہ کا دروازہ کھول کر خنجر بکف باہر نکل آئے۔ انہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور یہ سب کے سب مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ محمود نے اس قلعے کے تمام مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔

قلعہ چندپال کی فتح

اس کے بعد محمود نے قلعہ چندپال کا رخ کیا۔ راجہ چندپال نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنا عبث اور مشکل ہے، راہ فرار اختیار کی۔ وہ اپنے بیوی بچوں اور بیش قیمت جواہرات وغیرہ لے کر قریب کی پہاڑیوں میں جا چھپا محمود نے اس قلعے کے بقیہ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

راجہ چند رائے پر حملہ

قلعہ چندپال کی فتح کے بعد محمود نے قریب ہی کے ایک مغرور اور سرکش راجہ چند رائے سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چند رائے نے بھی چندپال ہی کی تقلید کی اور مع اپنے اہل و عیال کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ چندپال کے پاس ایک نہایت ہی طاقتور اور کوہ پیکر ہاتھی تھا جو پورے ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ محمود نے اس ہاتھی کو خریدنے کے لیے بارہا کوشش کی تھی، لیکن وہ کامیاب نہ ہوا تھا۔ چند رائے کے فرار کے بعد وہ ہاتھی اتفاق سے ایک رات بغیر فیل بان کے اپنے تھان سے بھاگا اور محمود کے خیمے کے [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

سامنے پیش کیا۔ محمود اس ہاتھی کو یوں اچانک اپنے قبضے میں دیکھ کر بے حد خوش ہوا چونکہ یہ ہاتھی بغیر کسی قسم کی محنت اور معاوضے کے محض تائید خداوندی سے ملا تھا' لہٰذا محمود نے اس خوشی میں ایک بہت بڑا جشن منایا اور اس ہاتھی کا نام خداداد رکھا اور اسے اپنے ہمراہ غزنی لے کر آیا۔

"عروس فلک" مسجد کی تعمیر

جب سلطان محمود اپنے دارالسلطنت غزنی واپس پہنچا' تو اس نے حکم دیا کہ اس تمام مال غنیمت کی فہرست بنائی جائے اور قیمت کا اندازہ کیا جائے جو اس سفر میں ہاتھ لگا ہے۔ فوراً اس حکم شاہی کی تعمیل کی گئی' حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں بیس ہزار اشرفیاں' کئی لاکھ روپے' پچاس ہزار لونڈی غلام' تین سو پچاس ہاتھی اور دوسری بہت سی بیش قیمت اشیاء سلطان محمود کے ہاتھ آئی ہیں۔ محمود کا سفر چونکہ بڑا کامیاب رہا تھا اور اسے متعدد فتوحات نصیب ہوئی تھیں۔ اس لیے اس نے حکم دیا کہ اس نعمت خداوندی کے شکریہ کے طور پر غزنی میں ایک جامع مسجد تعمیر کی جائے۔ اس عمارت کو سنگ مرمر سے بنایا جائے اور دیگر بیش قیمت و گراں قدر پتھر' مربع' مسدس' مثمن اور مدور' ہر صورت کے تراش کر اس عمارت میں نصب کیے جائیں تاکہ دیکھنے والے عمارت کی خوبصورتی اور متانت سے متاثر ہوں اور صاحب عمارت کی ہمت عالی کی داد دیں۔

جب یہ مسجد تیار ہو گئی تو سلطان محمود نے اس کو بڑے سلیقے سے آراستہ کیا' خوب صورت قندیلوں سے اسے بقعہ نور بنا دیا۔ روشنی کی کثرت اور آرائش کی خوبی کی وجہ سے لوگ اس مسجد کو "عروس فلک" کہنے لگے ------ اس مسجد کے ساتھ ہی سلطان محمود نے ایک عالیشان مدرسے کی بنیاد ڈالی اور مدرسے کے کتب خانے میں نایاب اور اعلیٰ کتب جمع کیں۔ مسجد اور مدرسے کے اخراجات کے لیے بہت سے دیہات وقف کر دیئے گئے' تاکہ طلبا' مدرسین اور دیگر عملے کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ محمود کا مسجد اور مدرسے کو تعمیر کروانا' امیروں اور ارکان سلطنت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا اور انہوں نے اپنے بادشاہ کی تقلید کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مختصر سے عرصے میں غزنی میں بیشمار مسجدیں' درسگاہیں' سرائیں اور خانقاہیں تعمیر ہو گئیں۔

چند نوادرت

سفر قنوج میں سلطان محمود کے ہاتھ جہاں اور بہت سی بیش قیمت اشیاء آئیں۔ وہیں ایک عجیب و غریب مرغ بھی تھا' جو اپنی صورت و شکل کے لحاظ سے قمری سے مشابہ تھا۔ اس مرغ کی یہ خاصیت تھی کہ جس جگہ موجود ہوتا اگر وہاں کوئی زہر آلود کھانا لایا جاتا' تو اس پر اضطراب کی حالت طاری ہو جاتی اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو گرنے لگتے۔ اس عجیب و غریب پرندے کو سلطان محمود نے چند دیگر گراں قدر تحائف کے ساتھ خلیفہ القادر باللہ عباسی کے پاس بغداد بھجوا دیا۔ اس مرغ کے علاوہ ایک عجیب و غریب پتھر بھی محمود کو ملا تھا' اس پتھر کی یہ خاصیت تھی کہ اگر کسی شخص کے جسم پر کوئی زخم ہوتا اور وہ کتنا ہی کاری کیوں نہ ہوتا' اگر اس پتھر کو گھس کر اس پر لگا دیا جاتا تو وہ زخم فوراً ہی مندمل ہو جاتا۔

فتح نامہ محمود

سلطان محمود نے ۴۱۰ھ میں ایک "فتحنامہ" جس میں اس کی تمام ہندوستانی فتوحات کی تفصیل درج تھی' خلیفہ بغداد کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب یہ "فتحنامہ" خلیفہ کو ملا تو اسی وقت ایک بہت بڑی محفل اس غرض سے منعقد کی کہ یہ فتحنامہ خدا کے بندوں کو بلند آواز سے سنایا جائے۔ لوگوں نے جب اس "فتحنامہ" کو سنا' تو بے اختیار خداوند باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور کفر و ظلمت کی تباہی و تاراجی پر مسرت کا اظہار کیا' نیز سلطان محمود کی جرات و ...

besturdubooks.wordpress.com

دن ہے۔ تمام لوگوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ عرب، عجم، روم اور شام میں جو کارنامے صحابہ کرام نے سرانجام دیئے وہی بعینہ ہندوستان میں سلطان محمود کی ذات سے ظہور میں آئے۔ جن کی وجہ سے محمود نے دین و دنیا دونوں جگہ سعادت حاصل کی۔

بدویوں کی سرزنش

۴۱۲ھ کا واقعہ ہے کہ علماء اور زاہدوں کے ایک گروہ نے سلطان محمود کی خدمت میں گذارش کی کہ آپ ہر سال ہندوستان جاکر تو کفار سے معرکہ آرائی کرتے ہیں اور وہاں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کا مقدس فریضہ انجام دیتے ہیں لیکن آپ نے اب تک بیت اللہ کے راستے پر نظر نہیں کی۔ ایک مدت سے کعبہ کا راستہ بدویوں اور قرملیوں کی راہزنی کی وجہ سے بند پڑا ہوا ہے اور مسلمان لوٹ مار کی وجہ سے حج کی ثواب سے محروم ہیں یہ ظاہر ہے کہ خلافت عباسی میں اب اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ اس مقدس راستے کو ان رہزنوں سے پاک و صاف کرے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ ہی اس سلسلے میں کوئی اقدام فرمائیں ------ سلطان محمود نے اس التجا کو قبول کیا اور اپنی سلطنت کے قاضی القضاہ ابو محمد ناصر نامی کو حاجیوں کے ایک قافلے کا امیر مقرر کیا اور بدویوں کو لوٹ مار سے باز رکھنے کے لیے (۳۰) ہزار اشرفیاں ابو محمد نامی کے سپرد کیں اور قافلے کو مکے کی جانب روانہ کیا۔ اس قافلے کے ساتھ غزنی کے بہت سے امیر اور سردار بھی حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں بعد یہ قافلہ مختلف منزلیں طے کرتا ہوا ایک جنگل میں پہنچا اور فید نامی ایک مقام پر قیام کیا، بدویوں نے معمول کے مطابق اس قافلے کو لوٹنا چاہا۔ ابو محمد نامی نے بدویوں سے صلح کرنی چاہی اور پانچ (۵) ہزار اشرفیاں ان کے پاس بھجوائیں تاکہ وہ اہل قافلہ کو دق نہ دیں، لیکن بدویوں کے سردار حماد بن علی نے صلح کرنے سے انکار کیا اور اپنے ساتھیوں کو لوٹ مار کا حکم دیا۔ جب بدویوں نے قافلے پر چھاپہ مارا تو اہل قافلہ نے انہیں منتشر کرنے کے لیے تیر چلانا شروع کر دیئے۔ اتفاق سے ایک ترکی غلام (جو ماہر تیرانداز تھا) کا تیر بدویوں کے سردار حماد بن علی کے سر پر لگا۔ وہ اس صدمے کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ بدویوں نے فوراً اس کو اٹھایا اور اہل قافلہ کے سامنے سے بھاگ گئے۔ اس حادثے کے بعد ابو محمد نامی مع اپنے قافلے کے راستے کی تمام مشکلات کو جھیلتے ہوئے کعبے تک پہنچے اور حج کرنے کے بعد صحیح سلامت غزنی واپس آئے۔

راجہ انندپال سے معرکہ

اسی سال یعنی ۴۱۲ھ میں سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے لوگ قنوج کے راجہ کورا کے خلاف ہو گئے ہیں اور چاروں طرف سے اس پر لعنت و ملامت کی جا رہی ہے۔ یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ کالنجر کے راجہ نندا پال نے قنوج پر حملہ کر دیا کہ کورا نے سلطان محمود کی اطاعت کیوں قبول کی اس حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ راجہ کورا قتل کر دیا گیا۔ محمود کو جب معلوم ہوا تو اس نے کثیر لشکر فراہم کیا اور بہت سے ساز و سامان کے ساتھ راجہ نندا سے انتقام لینے کے لیے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ مسلمانوں کا لشکر جب دریائے جمنا کے کنارے پہنچا تو راجہ انندپال کا بیٹا جو محمود سے کئی بار شکست کھا چکا تھا۔ راجہ نندا کی مدد کے لیے محمود کے راستے میں حائل ہوا۔ اس زمانے میں دریائے جمنا میں پانی بہت چڑھا ہوا تھا اور وہ بہت گہرا تھا۔ اس لیے محمود کے لشکر کے لیے دریا کو پار کرنا بہت مشکل ہو گیا اور ہر شخص دریا کے پار کرنے کے سلسلے میں پس و پیش کر رہا تھا۔ اتفاق سے محمود کے آٹھ خاصے کے غلام ہمت کر کے دریا کے پار اتر گئے اور ہندوؤں کے لشکر سے جا ملے اور اپنے حملے سے تتر بتر کر دیا۔ انندپال کا بیٹا اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگ گیا۔ یہ آٹھوں غلام ہندی لشکر کو شکست دینے کے بعد ایک قریبی شہر میں داخل ہو گئے اور خوب جی کھول کر انہوں نے شہر کو لوٹا اور وہاں کے مندروں کو مسمار کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ صرف آٹھ آدمیوں نے کس طرح اتنے بڑے لشکر کو شکست دی۔ اس شبے کو یوں دور کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آٹھ اشخاص سلطانی لشکر کے آٹھ امیر ہوں اور ہر ایک اپنے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتر کر ہندوؤں سے معرکہ آراء ہوا ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ نندا سے جنگ

انند پال کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کی فوج نندا کی طرف بڑھی۔ کالنجر پہنچ کر محمود کو معلوم ہوا کہ دشمن کا لشکر بہت بڑا ہے اور وہ چھتیس (۳۶) ہزار سواروں' پینتالیس (۴۵) ہزار پیادوں اور چھ سو چالیس ہاتھیوں پر مشتمل ہے۔ محمود نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ہندوؤں کے لشکر کا معائنہ کیا اور ان کی کثرت کو دیکھ کر دل ہی دل میں اپنے آگے بڑھنے سے پشیمان ہوا لیکن اس نے اپنا حوصلہ پست نہ کیا اور اپنے سر کو بارگاہ خداوندی میں جھکا کر بڑے خشوع و خضوع سے فتح کی دعا مانگی۔ محمود کا لشکر جس روز کالنجر پہنچا اور اس نے فتح کی دعا مانگی۔ اسی رات نندا کے دل میں محمود کا خوف کچھ ایسا بیٹھا کہ وہ اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر راتوں رات میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ صبح کو جب محمود نے یہ خبر سنی تو وہ ہندوؤں کے لشکر میں آیا اور آس پاس کے تمام کمیں گاہوں کو دیکھ کر ہندوؤں کی طرف سے پورا پورا اطمینان کر لیا' جب اسے اس بات کا کامل یقین ہو گیا کہ دشمن کی قوت ختم ہو چکی ہے تو اس نے دل کھول کر غارت گری کا بازار گرم کیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اس قدر آیا کہ اس کی تفصیل بیان سے باہر ہے۔ کالنجر کے قریب ایک جنگل سے مسلمان لشکریوں نے پانچ سو اسی (۵۸۰) ہاتھی پکڑے۔ محمود چونکہ پنجاب اور دوسرے علاقوں کی طرف سے پوری طرح مطمئن نہ تھا۔ اس لیے اس نے اسی قدر فتح پر اکتفا کیا اور غزنی واپس آگیا۔

قیرات اور ناردین کی فتح

کالنجر کی فتح کے بعد محمود کو معلوم ہوا کہ ابھی تک قیرات اور ناردین کے باشندے بت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور باوجود اسلامی فتوحات کی کثرت کے انہوں نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا نیز خود سری بھی ان میں ابھی موجود ہے۔ یہ سنتے ہی محمود نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور سناروں' بڑھیوں اور سنگتراشوں کی ایک بڑی جماعت لے کر لشکر کے ہمراہ قیرات اور ناردین کی طرف روانہ ہوا۔

محمود نے پہلے تو قیرات پر حملہ کیا۔ قیرات اپنی آب و ہوا کی وجہ سے ایک سرد مقام ہے' جو ہندوستان اور ترکستان کے درمیان واقع ہے۔ یہ مقام اپنے سبزہ زاروں اور پھلوں کے باغوں کی وجہ سے دنیا بھر میں اپنی شہرت رکھتا ہے۔ اس شہر کے حاکم نے مع اپنی رعایا کے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے محمود کو اس کے فتح کرنے میں کچھ زیادہ وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

قیرات کی فتح کے بعد سلطان محمود نے خود تو وہیں قیام کیا اور حاجب علی بن ارسلان جاذب کو ناردین کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ اس نے ناردین کو فتح کیا اور بہت سی لونڈیوں' غلاموں اور مال و دولت پر قابض ہوا۔ جب حاجب علی بن ارسلان جاذب نے ناردین کے سب سے بڑے مندر کو مسمار کیا تو عمارت کے ایک حصے سے ایک رو پہلا منقش پتھر برآمد ہوا۔ جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اس مندر کی تعمیر کو چالیس (۴۰) ہزار سال کا زمانہ گزر چکا ہے۔ محمود نے جب ناردین کی فتح کی خبر سنی تو وہ خود وہاں پہنچا اور اس شہر میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کروایا۔ اس مقام کی حکومت اس نے علی بن قدر سلجوقی کو سونپی اور خود غزنی واپس آگیا۔

لاہور کی فتح

۴۱۲ھ میں سلطان محمود نے اپنی عنان فتح کو کشمیر کی طرف موڑا اور نواح کشمیر میں پہنچ کر "لوہ کوٹ" کے قلعے کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ ایک مہینے تک رہا۔ یہ قلعہ بہت مضبوط تھا اس لیے محمود اپنی تمام کوششوں کے باوجود اسے فتح نہ کر سکا۔ یہ عالم دیکھ کر اس نے لوہ کوٹ کی تسخیر کا خیال ترک کیا اور لاہور کی طرف چل پڑا۔ لاہور پہنچنے کے بعد اس نے خود تو شہر میں ہی قیام کیا' لیکن اپنی فوج کو متعدد حصوں میں تقسیم کر کے شہر کے مختلف حصوں میں غارت گری کے لیے روانہ کیا۔ سپاہیوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے خوب جی کھول کر شہر اور اس کے آس پاس کے قصبوں اور دیہاتوں کو لوٹا اور بے شمار مال غنیمت لے کر سلطان محمود کی خدمت میں ...

besturdubooks.wordpress.com

کمزور اور ضعیف راجہ اجمیر کی طرف بھاگ گیا اور وہاں کے راجہ کے سائے میں پناہ لی- سلطان محمود نے لاہور پر قبضہ کر کے اسے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کے سپرد کیا اور پنجاب کے دوسرے مقبوضات کی حکومتیں بھی قابل اور دیانتدار عاملوں کے سپرد کر کے ملک گیری کے اصولوں اور قوانین کے پیش نظر غارت گری اور لوٹ مار سے ہاتھ کھینچ لیا- لاہور میں اس نے ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور اس ملک کے تمام حصوں میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرانے کے بعد اس نے موسم بہار کی ابتداء میں غزنی کو واپسی کے لیے اپنا رخت سفر باندھا-

راجہ نندا پر لشکر کشی

۴۱۳ھ میں سلطان محمود نے ایک بار پھر راجہ نندا کے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا- اس سلسلے میں جب وہ قلعہ گوالیار کے قریب پہنچا تو طمع نے اس کو اس قلعے کا محاصرہ کرنے پر مجبور کیا- لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا جب محاصرے کو چار دن گزر گئے تو اس قلعے کے راجہ نے اس شرط پر محمود سے صلح کی درخواست کی کہ وہ پینتیس (۳۵) ہاتھی محمود کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرے گا- محمود نے اس درخواست کو قبول کر لیا (اور صلح کر لی)

گوالیار کے راجہ سے صلح کرنے کے بعد سلطان محمود راجہ نندا کے ملک یعنی کالنجر میں پہنچا- راجہ نندا نے بھی تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کی پیش کش پر صلح کی درخواست کی- محمود نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اس سے وعدے کے مطابق تین سو ہاتھی طلب کیے- راجہ نندا نے محمود کے لشکر کا امتحان لینے کی غرض سے تین سو مست ہاتھی بغیر فیلبانوں کے قلعے سے باہر نکال کر جنگل میں چھوڑ دیئے- محمود نے اپنے ترک لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ ان ہاتھیوں کو پکڑ کر ان پر سوار ہو جائیں ان لشکریوں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی- راجہ نندا نے محمود کی تعریف میں ہندی زبان میں ایک شعر لکھ کر اس کے پاس بھیجا- سلطان محمود نے مشہور ہندوستانی' عربی اور عجمی شعراء کو جو اس کے دربار میں ملازم تھے' یہ شعر سنایا سب نے اس شعر کو بہت پسند کیا اور دل کھول کر اس کی تعریف کی- اس شعر کی خوبی اور لطافت سے متاثر ہو کر سلطان محمود نے راجہ نندا کے پاس پندرہ قلعوں کا فرمان بھیجا کہ جن میں کالنجر کا قلعہ بھی شامل تھا- راجہ نے اس فرمان کے شکریے کے طور پر بہت سے بیش قیمت جواہرات اور دوسری گراں قدر اشیاء محمود کی خدمت میں پیش کیں- راجہ نندا کے اس خلوص سے سلطان محمود بہت خوش ہوا اور اس سے کسی قسم کا تعرض کیے بغیر اپنے دارالسلطنت غزنی کو واپس چلا گیا-

بلخ میں محمود کا ورود

۴۱۵ھ میں سلطان محمود نے اپنی فوج کی جانچ پڑتال کی حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ اس سپاہ کے علاوہ جو مملکت کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے محمود کے پاس چون ہزار (۵۴۰۰۰) سوار' اور تین سو ہاتھی ہیں- محمود نے اس فوج کو مرتب کیا اور بلخ کی طرف روانہ ہوا- اس زمانے میں ماوراء النہر کے باشندے علی تگین کے ظلم و استبداد سے تنگ آ کر فریاد و فغان کر رہے تھے- اس لیے جونہی سلطان محمود کی فوج دریائے جیحون کے پار اتری ماوراء النہر کے تمام نامی گرامی امراء اور روساء سلطان محمود کے استقبال کے لیے آئے- اور ہر شخص نے اپنی حیثیت کے مطابق بارگاہ سلطان میں نذرانہ عقیدت پیش کیا- یوسف قدر خاں بھی جو سارے ترکستان کا فرمانروا تھا- محمود کے استقبال کے لیے آیا اور بڑے خلوص اور محبت سے ملا- محمود بھی اس سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا اور اس کی خاطر تواضع اور مہمانداری میں کئی روز تک جشن مسرت منایا- الغرض یہ دونوں حکمران ایک دوسرے سے بڑے خلوص سے ملاقات کرنے اور تحفے تحائف پیش کرنے کے بعد رخصت ہوئے- علی تگین کو جب سلطان محمود کی آمد کی خبر ملی تو وہ ڈر کے مارے اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا- محمود نے اپنے چند قابل اعتبار آدمی اس کے پیچھے روانہ کیے جنہوں نے اسے گرفتار کر کے بارگاہ سلطان میں پیش کیا- سلطان محمود نے علی تگین کو پابہ زنجیر کر کے ہندوستان کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور خود غزنی واپس چلا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

فتح سومنات

۴۱۵ھ میں محمود کو اس کے چند قابل اعتبار لوگوں نے بتایا کہ ہندوستان والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ (موت کے بعد) انسان کی روح بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور سومنات ہر روح کو اس کے اعمال اور کردار کے مطابق (ازروئے تناسخ) نیا جسم عطا کرتا ہے ہندوؤں کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ دریا کا اتار چڑھاؤ اصل میں سومنات کی عبادت ہے۔ جو اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے محمود کو یہ بھی بتایا گیا کہ ہندوؤں کے خیال میں وہ بت جنہیں محمود نے پاش پاش کیا ایسے بت تھے جن سے سومنات ناراض تھا۔ اسی لیے اس نے ان بتوں کی طرف داری نہیں کی۔ ورنہ اس میں اس قدر قوت ہے کہ وہ جسے چاہے ایک لمحے میں تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ محمود کو یہ بھی بتایا گیا کہ برہمنوں کے اعتقاد کے مطابق سومنات بادشاہ ہے اور باقی تمام بت اس کے دربان اور مصاحب ہیں۔ محمود نے جب یہ بے معنی افسانے سنے تو اس کے دل میں جہاد کا شوق پھر چٹکیاں لینے لگا اور اس نے سومنات کو فتح کرنے کا اور وہاں کے بت پرستوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

اس مقصد کے پیش نظر سلطان محمود نے اپنا خاص لشکر تیار کیا اور دیگر تیس (۳۰) ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیا جو ترکستان وغیرہ سے جہاد کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ اور بیس (۲۰) شعبان ۴۱۵ھ کو سومنات کی طرف چل دیا۔

کچھ سومنات کے بارے میں

اس زمانے میں سومنات ایک بہت بڑا شہر تھا اور یہ دریائے عمان (مراد شمالی بحیرہ عرب) کے کنارے پر واقع تھا یہ شہر اپنے عظیم الشان بت کی وجہ سے تمام برہمنوں اور غیر مسلموں کے نزدیک کعبے کی سی اہمیت رکھتا تھا۔ آج کل یہ شہر بندر دیو میں ہے اور اہل فرنگ کے قبضے میں ہے بعض تاریخوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چند غیر مسلم ایک بہت بڑا بت' خانہ کعبہ سے ہندوستان میں لائے تھے" اس بت کا نام سومنات تھا' اسے اس جگہ نصب کیا گیا۔ لہٰذا اس مقام کا نام بھی اس بت کے نام پر رکھا گیا' لیکن برہمنوں کی ان کتابوں سے جو اسلام کے ظہور سے کئی ہزار سال پہلے تصنیف کی گئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ روایت غلط ہے (ان کتابوں کے بیان کے مطابق) یہ بت سری کرشن کے زمانے سے تمام برہمنوں کا معبود ہے اور برہمنوں کے قول کے مطابق سری کرشن نے اس جگہ دنیا اور اہل دنیا سے روپوشی اختیار کی تھی۔

محمود کے سفر کے حالات

رمضان المبارک ۴۱۵ھ کے وسط میں سلطان محمود مع اپنے لشکر کے ملتان پہنچا یہاں سے آگے راستے میں ایک خشک اور بے آب و گیاہ جنگل پڑتا تھا۔ اس لیے سلطان نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ چند دنوں کا پانی اور غلہ رکھ لیں اس کے علاوہ خود اس نے بھی بیس (۲۰) ہزار اونٹوں پر غلہ اور پانی رکھ کر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس خطرناک جنگل کا سفر تمام ہو گیا تو محمودی لشکر اجمیر کی سرحد پر جا پہنچا' اجمیر کا راجہ محمود کی آمد کی خبر سن کر روپوش ہو گیا تھا' اس لیے حسب معمول سلطانی لشکر نے جی کھول کر اس شہر کو تاراج کیا' لیکن اجمیر کے قلعے کو تسخیر کرنے کی کوشش میں وقت صرف نہ کیا گیا کیونکہ محمود کا ارادہ سومنات کو فتح کرنے کا تھا لہٰذا یہاں سے یہ لشکر آگے بڑھ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

کے سر پر خدا کی رحمت کچھ اس طرح سایہ کیے ہوئے تھی کہ ان قلعوں میں بسنے والوں نے بجائے جنگ کرنے کے محمود کے خوف سے اپنے قلعے مع تمام مال و اسباب کے محمود کے سپرد کر دیئے۔ ان قلعوں سے فرصت حاصل کرنے کے بعد محمود نہروالہ میں جسے پٹن گجرات بھی کہا جاتا ہے پہنچا۔ اس شہر کے تمام باشندے سلطان محمود کے خوف سے شہر خالی کر کے کہیں اور جا چکے تھے۔ لہٰذا محمود کے حکم سے اس شہر کا تمام غلہ اپنے ساتھ لاد لیا گیا اس کے بعد لشکر نے بڑی تیز رفتاری سے سفر طے کیا اور سومنات کے قریب جا پہنچا۔

سومنات میں ورود

جب مسلمانوں کا لشکر سومنات کے قریب دریا کے کنارے پر پہنچا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ سومنات کا قلعہ بہت ہی بلند ہے اور دریا کا پانی قلعے کی فصیل تک پہنچا ہوا ہے۔ اہل سومنات قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کو دیکھ رہے تھے اور چلا چلا کر مسلمانوں کو یہ کہہ رہے تھے ہمارا معبود سومنات خود تم کو یہاں کھینچ کر لایا ہے تاکہ ایک ساتھ ہی تم سب کو تباہ و ہلاک کر دے اور اس صورت سے تم سے ان تمام بتوں کا بدلہ لے کہ جنہیں تم نے پاش پاش کیا ہے۔

معرکہ آرائی

مسلمانوں کے زبردست لشکر نے اپنے باہمت اور دلیر بادشاہ سلطان محمود کے حکم سے پیش قدمی کی اور قلعے کی دیوار کے نیچے پہنچ کر معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ہندوؤں نے جب مسلمانوں کی یہ ہمت اور اولوالعزمی دیکھی تو وہ تیروں کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے قلعے کی دیوار سے نیچے قلعے کے اندر اتر گئے اور مندر میں جا کر سومنات سے فتح کی دعائیں مانگنے لگے۔ مسلمان بہت سی سیڑھیاں لگا کر قلعے کے ایک حصے پر چڑھ گئے۔ اور بلند آواز سے تکبیر کا نعرہ مارا اس دن صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات کے آثار نمایاں ہونے لگے اور چاروں طرف اندھیرا چھانے لگا تو اسلامی لشکر اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ گیا۔ دوسرے روز صبح ہوئی تو پھر مسلمانوں نے حملہ کیا اور تیروں کی بوچھاڑ اور نیزوں کی ضربوں سے ہندوؤں کو قلعے کے اس حصے سے پسپا کر دیا اور گزشتہ دن کی طرح سیڑھیاں لگا کر قلعے کے چاروں طرف سے اہل قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہ عالم دیکھ کر اہل سومنات مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور سومنات کے بت سے بغل گیر ہو ہو کر ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے۔ "مارو مارو" کی آوازیں لگاتے ہوئے وہ اس قدر لڑے کہ ایک ایک کر کے تقریباً سبھی ہلاک ہو گئے۔

تیسرے روز ہندوؤں کے وہ لشکر جو قلعے کے آس پاس جمع تھے اہل قلعہ کی مدد کے لیے مسلمانوں کے سامنے مقابلہ پر آ گئے محمود نے اپنی فوج کے ایک بڑے حصے کو قلعے کے محاصرے سے واپس بلایا اور اسے ساتھ لے کر اس بیرونی لشکر سے نبرد آزما ہوا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اور میدان جنگ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ یہ عالم دیکھ کر دیکھنے والوں کے دل لرز لرز اٹھے۔ "پرم دیو" اور "دابشلیم" کے لشکروں کے یکے بعد دیگرے آ جانے سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میدان جنگ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جائیں محمود کو جب اس بات کا احساس ہوا تو وہ پریشان ہو کر ایک گوشے میں آیا اور حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کی مقدس عبا کو ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گیا۔ اور بڑے ہی خلوص کے ساتھ اس نے خداوند تعالیٰ سے فتح کی دعا مانگی اور اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد اس نے ہندوؤں پر ایک زبردست حملہ کیا اور فتح حاصل کی۔

اس معرکے میں تقریباً پانچ (۵) ہزار سومناتی قتل ہوئے۔ باقی ماندہ لشکر اور پجاری جن کی تعداد چار ہزار تھی اپنی جان بچا کر دریا کی طرف بھاگے اور کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ سراندیپ کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ وہاں جا کر پناہ لیں۔ محمود نے پہلے ہی سے ان فراریوں کا انتظام کر رکھا تھا اور کشتیوں میں مسلمان لشکر کے چھوٹے چھوٹے دستے بٹھا کر ان کشتیوں کو دریا میں چھوڑ رکھا تھا تاکہ وہ بھاگنے والوں کا راستہ روک سکیں لہٰذا جس وقت ہندو کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے اسی وقت مسلمان لشکریوں نے ان پر حملہ کر

besturdubooks.wordpress.com

کے ان کی کشتیوں کو غرق آب کر دیا۔

فتح سومنات کے بعد

جب ہندوؤں کی طرف سے پوری طرح اطمینان ہو گیا تو سلطان محمود اپنے بیٹوں اور معززین سلطنت کو ساتھ لے کر قلعے میں داخل ہوا۔ اور قلعے کے ہر ہر حصے کو بغور دیکھنے لگا عمارت کو دیکھنے کے بعد سلطان محمود ایک اندرونی راستے کے ذریعے بت خانے میں پہنچا اس نے دیکھا کہ بت خانہ اپنے طول و عرض کے لحاظ سے اچھا خاصہ بڑا تھا اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس کی چھت چھپن (۵۶) ستونوں پر قائم تھی۔ بت خانے میں سومنات رکھا ہوا تھا۔ اس بت کی لمبائی پانچ (۵) گز تھی جس میں دو (۲) گز زمین کے اندر گڑا ہوا تھا۔ اور تین (۳) گز اوپر نظر آتا تھا' یہ بت پتھر کا بنا ہوا تھا۔ جب محمود کی نظر اس پر پڑی تو اس کی اسلامی غیرت کے جوش نے شدت اختیار کی۔ لہٰذا اس نے گرز سے جو اس کے ہاتھ میں تھا' ایک کاری ضرب لگائی اور اس بت کا منہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے حکم دیا کہ اس بت میں سے پتھر کے دو ٹکڑے کاٹ کر علیحدہ کیے جائیں اور غزنی بھجوا دیئے جائیں ان میں سے ایک ٹکڑا جامع مسجد کے دروازے پر اور دوسرا ایوان سلطنت کے صحن میں رکھا جائے۔ (اس حکم کی تعمیل کی گئی) چنانچہ اس وقت سے لے کر اب تک چھ سو (۶۰۰) سال کا زمانہ گزرنے کے باوجود یہ ٹکڑے وہیں رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ سومنات کے بت سے دو اور ٹکڑے علیحدہ کیے گئے' جو مکے اور مدینے بھیجے گئے تاکہ انہیں عام راستے میں رکھ دیا جائے اور لوگ انہیں دیکھ کر سلطان محمود کی ہمت و جرات کی داد دیں۔

تاریخ میں یہ واقعہ پوری صحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت سلطان محمود نے سومنات کے بت کو پاش پاش کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت برہمنوں کے طبقے نے معززین سلطنت کے توسط سے سلطان سے درخواست کی کہ اس بت کو نہ توڑا جائے اور یونہی چھوڑ دیا جائے۔ ہندوؤں نے اس کے عوض دولت کی ایک بہت بڑی مقدار دینے کا وعدہ کیا معززین سلطنت نے ہندوؤں کی اس درخواست کو سلطان تک پہنچاتے وقت یہ خیال ظاہر کیا کہ اس درخواست کو قبول کر لینے میں ہمارا فائدہ ہے۔ بت کو توڑ ڈالنے سے نہ تو بت پرستی کی رسم اس شہر سے مٹ سکتی ہے اور نہ ہمیں کوئی فائدہ ہو گا اگر ہم اس بت کو نہ توڑنے کے معاوضے میں کوئی معقول رقم قبول کر لیں گے تو اس سے غریب مسلمانوں کا فائدہ ہو گا۔ اس کے جواب میں محمود نے ان سے کہا تم جو کہتے ہو وہ صحیح ہے لیکن اگر تمہارے کہنے پر چلوں گا تو میرے بعد دنیا مجھے "محمود بت فروش" کے نام سے یاد کرے گی اور اگر میں اس بت کو پاش پاش کروں گا تو مجھے "محمود بت شکن" کے نام سے یاد کرے گی۔ مجھے تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں مجھے محمود بت شکن پکارا جائے۔ نہ کہ "محمود بت فروش" محمود کی نیک نیتی اسی وقت رنگ لائی اور جس وقت اس بت کو توڑا گیا تو اس کے پیٹ میں سے ان گنت اور بیش قیمت جواہر اور اعلیٰ درجے کے موتی نکلے۔ ان سب جواہرات کی قیمت برہمنوں کی پیش کردہ رقم سے سو (۱۰۰) گنا زیادہ تھی۔

لفظ سومنات کی اصل

"حبیب السیر" میں لکھا ہے کہ تمام مورخین اس امر سے متفق ہیں کہ "سومنات" اس مخصوص بت کا نام تھا جسے ہندوستان کے تمام باشندے بتوں کا سردار مانتے ہیں' لیکن حضرت "شیخ فرید الدین عطار" کے قول کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ "سومنات" سوم "اور نات" سے مرکب ہے "سوم" مندر کا نام ہے اور "نات" اس بت کا جو مندر میں رکھا ہوا تھا۔ اس عاجز مورخ فرشتہ کی رائے یہ ہے کہ جو کچھ قدیم مورخین نے لکھا ہے وہ درست ہے اور حضرت عطار کا قول بھی ان مورخین کے بیان کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ لفظ "سومنات" "سوم" اور "نات" سے مرکب ہے۔ لیکن "سوم" اس راجہ کا نام ہے جس نے یہ بت بنایا اور "نات" خود اس بت کا علم ہے دونوں لفظ استعمال کی کثرت کی وجہ سے "بعلبک" کی طرح ایک ہو گئے۔ اور یہ مفرد لفظ اس بت کا نام پڑ گیا بلکہ یہاں تک ہوا کہ

besturdubooks.wordpress.com

ہندی زبان میں نات کے معنے بزرگ یا بڑے کے ہیں جیسا کہ الفاظ جگ نات وغیرہ سے ظاہر ہے کہ "جگ نات" بھی جاگ اور نات سے مرکب ہے "جگ" کے معنی خلائق کے ہیں اور "نات" کے معنی خالق' لیکن ازروئے محاورہ اب ان الفاظ کے لغوی معانی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ دونوں لفظ مل کر اسم مفرد کی صورت میں کسی خاص شخص کا نام سمجھے جاتے ہیں۔

کچھ سومنات کے مندر کے بارے میں

(سومنات کا مندر ہندوؤں کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا تھا) جب کبھی سورج گہن یا چاند گہن ہوتا تو یہاں تقریباً دو لاکھ تیس ہزار (۲۳۰۰۰۰) آدمی جمع ہوتے' جن میں سے بیشتر دور دراز کے علاقوں سے مرادیں مانگنے اور نذریں چڑھانے کے لیے آتے تھے۔ ہندوستان کے راجہ اس مندر کے اخراجات کے لیے وقتاً فوقتاً گاؤں اور قصبے وغیرہ وقف کیا کرتے تھے جس وقت سلطان محمود نے اس پر حملہ کیا تھا اس وقت تقریباً دو ہزار قصبوں کی آمدنی اس کے اخراجات کے لیے وقف تھی۔ اس مندر میں ہر وقت دو ہزار برہمن پوجا پاٹ کے لیے موجود رہتے تھے۔ یہ پجاری روزانہ رات کے وقت سومنات کو گنگا کے تازہ پانی سے دھویا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ سومنات اور گنگا کا درمیانی فاصلہ (۶۰۰) کوس کا ہے۔ ان پجاریوں نے مندر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سونے کی ایک زنجیر باندھ رکھی تھی جس کا وزن دو سو من تھا۔ اس زنجیر میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں پوجا پاٹ کے وقت اس زنجیر کو ہلایا جاتا اور گھنٹیاں بجنے لگتیں اور ان گھنٹیوں کی آواز سے پجاری عین وقت مقررہ پر پوجا کے لیے مندر میں حاضر ہو جاتے یہاں پانچ سو (۵۰۰) گانے بجانے والی عورتیں اور تین سو (۳۰۰) مرد سازندے ملازم تھے' جن کے اخراجات وقف شدہ دیہاتوں اور قصبوں کی آمدنی سے پورے ہوتے تھے۔ پجاریوں کے سر اور داڑھیاں مونڈھنے کے لیے تین سو حجام ہر وقت یہاں موجود رہتے تھے۔ ہندوستان کے بیشتر راجہ اپنی بیٹیوں کو سومنات کی خدمت کے لیے مندر میں بھیج دیتے تھے۔ یہ لڑکیاں تمام عمر کنواری رہ کر مندر میں مختلف فرائض سرانجام دیتی تھیں۔

اس مندر سے سلطان محمود کو جو اعلیٰ درجے کے جواہرات اور سونا چاندی ہاتھ لگا وہ اس قدر زیادہ تھا کہ اس کا دسواں حصہ بھی اس سے پہلے کسی بادشاہ کے خزانے میں جمع نہ ہوا ہو گا تاریخ "زین المآثر" میں لکھا ہے کہ مندر کی وہ مخصوص جگہ جہاں بت "سومنات" رکھا ہوا تھا بالکل تاریک تھی اور وہاں جو روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ دراصل اعلیٰ درجے کے جواہرات کی شعاعیں تھیں۔ یہ جواہرات مندر میں قندیلوں میں جڑے ہوئے تھے۔ اسی تاریخ (زین المآثر) میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سومنات کے خزانے سے سونے چاندی کے چھوٹے چھوٹے بت اتنی بڑی تعداد میں برآمد ہوئے کہ ان کی قیمت کا اندازہ تقریباً ناممکن ہے چنانچہ حکیم سنائی ارشاد کرتے ہیں۔

کعبہ و سومنات چوں افلاک شدز محمود و از محمدؐ پاک
ایں زکعبہ بتاں بروں انداخت آں زکیں سومنات اپرداخت

راجہ پرم دیو کی سرزنش

جب سلطان محمود سومنات کی تباہی و غارت گری سے بالکل فارغ ہو گیا تو اس نے نہروالہ کے عالی شان راجہ پرم دیو کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا۔ جن دنوں سلطان محمود سومنات کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ان دنوں راجہ پرم دیو نے جرات و ہمت سے کام لے کر ایک بڑا لشکر سومنات کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا۔ اس لشکر سے جنگ کرنے میں تقریباً دو تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے۔ محمود کے ذہن میں راجہ پرم دیو کی اس جسارت کی یاد پوری طرح محفوظ تھی جس کا انتقام لینا بہت ضروری تھا۔ سومنات کی فتح کے بعد راجہ پرم دیو اپنے دارالسلطنت نہروالہ سے فرار ہو کر کندھ کے قلعے میں پناہ گزین ہو گیا تھا سومنات سے کندھ کا فاصلہ چالیس کوس کا تھا۔ سلطان محمود نے اس فاصلے کی کوئی پروانہ کی اور منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا کندھ جا پہنچا۔ جب مسلمانوں کا لشکر کندھ کے قلعے کے قریب پہنچا تو وہاں ایک بہت بڑی خندق نظر آئی جو قلعے کو چاروں طرف سے محیط کیے ہوئے تھی [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

تھا محمود کے لشکر کے غوطہ خوروں نے اس پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کہیں سے بھی خندق کی تھاہ نہ ملی۔ آخر کار ہندی غوطہ خوروں نے ایک ایسی جگہ کا پتہ چلالیا جہاں گہرائی کم تھی اور اس خندق کو عبور کرنا ممکن تھا۔ ان غوطہ خوروں کا بیان تھا کہ اگر اس کو عبور کرتے وقت پانی میں ہلچل پیدا ہو گئی تو سارا لشکر تباہ ہو جائے گا یہ سن کر سلطان محمود نے قرآن کریم سے استخارہ کیا اور اجازت ملنے پر خدا کی ذات بابرکات پر بھروسا کر کے اس نے اپنے امیروں اور لشکریوں کے ہمراہ پانی میں گھوڑے ڈال دیئے اور صحیح و سلامت سارا لشکر پار اتر گیا اور قلعے پر ایک دم حملہ کر دیا۔ پرم دیو اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر' بھیس بدل کر مسلمانوں کی آنکھوں سے بچ بچا کر فرار ہو گیا۔

قلعہ کندھ پر قبضہ

راجہ پرم دیو کے فرار ہوتے ہی اہل قلعہ نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور اسلامی فوج نے قلعے کے اندر داخل ہو کر بہت سے غیر مسلموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا نیز ہندوؤں کی عورتوں اور بچوں کو اپنا قیدی بنا لیا گیا۔ محمود نے حکم دیا کہ راجہ پرم دیو کے خزانے کی تمام دولت اور جواہرات وغیرہ شاہی خزانے میں جمع کیے جائیں جس کے دروازے پر ہمیشہ "ہل من مزید" کا نقارہ بجتا رہتا ہے۔

نہروالہ کی طرف کوچ

سلطان محمود نے قلعہ کندھ فتح کرنے کے بعد خاص نہروالہ کی طرف کوچ کیا یہاں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ باشندوں کے حسن و جمال زمین کی سرسبزی و شادابی' آب رواں کی کثرت اور دولت کی فراوانی کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ شہر ہندوستان کا بہترین علاقہ ہے اس علاقے کی بہترین آب و ہوا اور دوسری خوبیوں پر سلطان محمود کے دل میں یہ خیال آیا کہ چند سال تک یہیں قیام کرے۔ بلکہ ایک مرتبہ تو اس کے دل میں یہ امنگ بھی اٹھی کہ اس علاقے کو اپنی سلطنت کا مرکزی مقام بنا لے اور غزنی کی حکومت سلطان مسعود کے حوالے کر دے۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمود کی اس خواہش کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں نہروالہ میں خالص سونے کی چند کانیں بھی تھیں اور انہیں کے لالچ نے اسے نہروالہ کا والہ و شیدا بنا دیا تھا۔ ممکن ہے یہ روایت درست ہو مگر اس وقت تو نہروالہ میں سونے کی کسی کان کا نام و نشان بھی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے ہاتھوں یہ کانیں معدوم ہو گئیں ہوں۔ جیسا کہ سلطان محمود ہی کے ابتدائی زمانے میں سیستان میں سونے کی ایک کان تھی لیکن اس کے آخری زمانے میں ایک زلزلہ آنے سے معدوم ہو گئی۔

سراندیپ اور پیکو وغیرہ پر حملے کا ارادہ

اس کے بعد محمود نے چاہا کہ سراندیپ' پیکو اور اسی قسم کی دوسری بندرگاہوں کو اپنے قبضے میں لائے کہ جہاں سونے اور یاقوت کی کانیں ہیں۔ اس خواہش کے مد نظر اس نے لشکریوں کو کشتیوں میں بٹھا کر ان جزائر تک پہنچانے کا حکم دیا تاکہ ان علاقوں کی بیش قیمت اور قیمتی اشیاء کو حاصل کیا جا سکے' لیکن محمود کی سلطنت کے ارکان نے اس موقعے پر یہ عرض کیا کہ "ہم نے خراسان کو ایک عرصے کے بعد خس و خاشاک سے پاک کیا ہے اور ان گراں قدر جواہر پر بہت سی عزیز اور پیاری جانیں قربان کی ہیں۔ لہٰذا ان قربانیوں کے پیش نظر اس ملک عزیز کو چھوڑ کر گجرات کو دارالسلطنت بنانا دور اندیشی نہیں ہے۔" سلطان محمود کو ارکان سلطنت کا یہ مشورہ قابل قبول معلوم ہوا اور اس نے غزنی کی طرف کوچ کا ارادہ کیا۔

نہروالہ کے حکمران کا انتخاب

besturdubooks.wordpress.com

حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔" درباریوں نے آپس میں مشورہ کیا اور محمود سے کہا "چونکہ دوبارہ اس علاقے کی طرف ہمارے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ یہیں کے کسی شخص کو یہاں کا حاکم مقرر کیا جائے۔" یہ رائے سن کر سومنات کے شہریوں سے بھی اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ اس شہر کے معززین نے محمود سے کہا۔ "اس شہر کے باشندوں میں کوئی گروہ یا خاندان حسب و نسب میں "دا شلیم" خاندان کی برابری نہیں کر سکتا۔ آج کل اس خاندان کا ایک فرد برہمنوں کا بھیس بدل کر عبادت اور ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہے۔ اگر جہاں پناہ یہ ملک اسی کے سپرد کر دیں تو مناسب ہو گا۔" لیکن اہل سومنات کے ایک دوسرے طبقے نے اس مشورے کی مخالفت کی اور کہا۔ "دا شلیم خاندان کا یہ فرد بڑا تند مزاج اور خشک طبیعت آدمی ہے اس نے چند بار حکمران بننے کا خواب دیکھا اور ہر بار اپنے بھائیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اب جان بچانے کے لیے مندر میں پناہ گزین ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی عبادت و ریاضت سچے دل سے نہیں ہے بلکہ زمانے کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے یہ بھیس اختیار کیا ہے۔ ہاں اس کے رشتہ داروں میں ایک ایسا شخص ضرور موجود ہے جو بڑا عقل مند اور سمجھ دار ہے اور ہندوستان کے تمام برہمن اس کی ہربات کو عقل اور فراست کا گراں قدر جوہر سمجھ کر فوراً قبول کر لیتے ہیں اور یہ شخص فلاں ملک کا حاکم بھی ہے۔ اگر جہاں پناہ اس کے نام اس ملک کا فرمان صادر فرمائیں گے تو وہ بڑے خلوص سے خدمت عالی جاہ میں حاضری دے گا۔ اس کے علاوہ وہ مقررہ خراج ہر سال باوجود اس قدر فاصلے کے شاہی خزانے میں داخل کرتا رہے گا۔" سلطان محمود نے اس کے جواب میں کہا۔ "اگر وہ شخص خود میرے پاس آ کر یہ درخواست کرتا تو ممکن تھا کہ میں اس کی درخواست قبول کر لیتا، لیکن اس قدر وسیع ملک ایک ایسے شخص کے سپرد کرنا جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اور جو خود بھی ایک ملک حکمران ہے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

دا شلیم مرتاض کا نہوالہ کا حاکم مقرر ہونا

ان مشوروں کے بعد آخر کار سلطان محمود نے دا شلیم مرتاض کو نہوالہ کی حکمرانی کے لیے منتخب کر لیا اسے بلایا اور نہوالہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ دا شلیم مرتاض نے سالانہ خراج کی رقم مقرر کرنے کے بعد سلطان محمود سے کہا۔ "میرا ہم قوم فلاں دا شلیم میرا جانی دشمن ہے۔ اسے جب یہ معلوم ہو گا کہ آپ مجھے نہوالہ کی حکومت سونپ کر اپنے ملک واپس چلے گئے ہیں تو وہ مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر ضرور حملہ کرے گا۔ چونکہ اس وقت میری حکومت کی بنیادیں پوری طرح مضبوط نہیں ہیں اس لیے اس کے غالب آ جانے کا امکان ہے۔ اگر آپ مجھ پر اتنا کرم اور کریں کہ اس دشمن کی شرارتوں سے مجھے مطمئن کر دیں تو میں اس عنایت کے شکرانے کے طور پر کابل اور زابل کے خراج سے دگنی رقم شاہی خزانے میں ہر سال جمع کیا کروں گا۔" محمود نے اس کے جواب میں اس سے کہا۔ "ہم لوگ اپنے ملک سے جہاد کی نیت سے نکلے ہیں اور دو سال گزر چکے ہیں ہم نے غزنی کی صورت نہیں دیکھی اگر ہم (تمہارے دشمن دا شلیم پر لشکر کشی کریں گے تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ ہمیں چھ مہینے اور اپنے وطن سے علیحدہ رہنا ہو گا لیکن خداوند تعالیٰ کی رضا پر چلنے والوں کے لیے یہ دو سال اور ڈھائی سال برابر ہیں۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ہم چلتے چلتے اس قصے کو ختم کر دیں۔

دا شلیم دشمن مرتاض پر حملہ

اس کے بعد سلطان محمود نے اپنے لشکر کو دا شلیم دشمن مرتاض کے ملک کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور محمود نے وہاں پہنچ کر تھوڑی سی مدت میں اس ملک کو فتح کر لیا۔ اور راجہ دا شلیم (دشمن مرتاض) کو گرفتار کر کے مرتاض کے حوالے کر دیا۔ دا شلیم مرتاض نے سلطان محمود سے عرض کی کہ "ہمارے مذہب میں کسی بادشاہ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ دستور رائج ہے کہ جب ایک راجہ دوسرے راجہ کو شکست دے کر گرفتار کر لیتا ہے تو فاتح اپنے تخت کے نیچے ایک تنگ و تاریک اور اندھیری کوٹھڑی بنوا کر مفتوح راجہ کو اس میں قید کر دیتا ہے۔ اس کوٹھڑی کی دیوار میں ایک سوراخ کر دیا جاتا ہے اور قیدی کو اس سوراخ کے

besturdubooks.wordpress.com

ذریعے کھانا اور پانی پہنچایا جاتا ہے یہ قید اس وقت تک رہتی ہے جب تک فاتح و مفتوح دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال نہ ہو جائے۔ چونکہ اس وقت میرے پاس نہ تو ایسا کوئی قید خانہ ہے اور نہ ہی مجھ میں ابھی اتنی قوت ہے کہ دشمن کو اس طرح قید میں رکھ کر اس کی حفاظت کروں۔ نیز آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ کہیں اس راجہ کے ہمدرد علم بغاوت بلند کر کے اسے میرے قبضے سے چھڑا نہ لیں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس قیدی کو میرے پاس چھوڑنے کی بجائے اپنے ساتھ غزنی لے جائیں اور جب میری حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی تو میں اپنا آدمی بھیج کر اس قیدی کو منگوا لوں گا۔" سلطان محمود نے مرتاض کی درخواست منظور کر لی اور ڈھائی برس کے بعد غزنی کی حکومت کی طرف روانہ ہوا۔

غزنی کو واپسی

جب سلطان محمود نے غزنی کی طرف روانہ ہوا تو اس زمانے میں پرم دیور اور راجہ اجمیر نے ایک لشکر جرار تیار کر کے سلطان محمود کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن محمود نے اس وقت ان سے جنگ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھا اور راستہ بدل کر سندھ کے راستے ملتان کی طرف نکل گیا اس راستے میں بعض مقامات پر پانی اور شادابی نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی لشکر کو طرح طرح کی ناقابل برداشت مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اور بڑی مشکلوں کے بعد سلطان محمود ۴۱۷ھ میں غزنی پہنچا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب سلطان محمود سندھ کے جنگلوں میں سفر کرتا ہوا ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے یہ مناسب خیال کیا کہ راستے بتانے کے لیے کوئی رہبر ساتھ لے لینا چاہیے۔ ایک ہندو نے راہبری کا کام سنبھالا اور مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ اس ہندو راہبر نے قصداً لشکر کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا جہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ ایک ایسے جنگل سے اس لشکر کا گزر ہوا جہاں سپاہیوں کو ایک دن اور ایک رات تک پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہوا۔ یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ لشکریوں کے لیے وہ جنگل میدان قیامت بن گیا۔ سلطان محمود نے یہ عالم دیکھ کر اس ہندو رہبر سے پوچھا کہ آخر وہ کس طرف سے لشکر کو لے کر جا رہا ہے اس نے جواب دیا۔ "میں سومنات کے جاں نثاروں میں سے ہوں اور آپ کو اور آپ کی فوج کو جان بوجھ کر اس جنگل میں لایا ہوں تاکہ آپ سب کو تباہ و برباد کیا جائے جہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔ سلطان محمود نے جب یہ جواب سنا تو اسے بے انتہا غصہ آیا اور اس ہندو رہبر کو فوراً وہیں قتل کر دیا۔

اسی رات کو سلطان محمود اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک گوشے میں آیا اور اپنے سرنیاز کو خاک پر رکھ کر اس نے خداوند تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ مسلمانوں کو جلد از جلد اس بلائے ناگہانی سے نجات دے۔ رات ابھی تھوڑی ہی گزری تھی کہ اس جنگل میں شمال کی جانب ایک روشنی نظر آئی۔ سلطان محمود نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور اسی روشنی کے تعاقب میں چلنے کا اشارہ کیا بادشاہی لشکر نے حکم کی تعمیل کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر تمام رات کی مسافت کے بعد آخر کار صبح کے وقت پانی کے کنارے پر پہنچ گیا اور اس طرح بادشاہ کی نیک نیتی اور خلوص کی بدولت لشکر نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

داشلیم مرتاض کی بدقسمتی

جب داشلیم مرتاض نے اپنی حکومت کی بنیادوں کو اچھی طرح مضبوط کر لیا اور وہ سومنات پر پوری قوت کے ساتھ حکومت کرنے لگا تو اس نے چند سال کے بعد سلطان محمود کی خدمت میں اپنے ایلچی روانہ کیے۔ اور داشلیم (جو مرتاض کا دشمن اور سلطان محمود کے پاس قید تھا) کی واپسی کا تقاضہ کیا تاکہ وہ اسے اپنے دستور کے مطابق سزا دے سکے ان ایلچیوں کے ہاتھ مرتاض نے بہت سے گراں قدر [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے سلطان سے کہا۔ "کافروں پر رحم کرنا اسلام کے احکامات کے خلاف ہے اور آپ نے داشلیم مرتاض سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کرنا آپ کے شایان شان نہیں ہے۔" ان معززین کے کہنے پر سلطان محمود نے داشلیم قیدی کو مرتاض کے ایلچیوں کے سپرد کر دیا اور یہ ایلچی اس قیدی کو اپنے ہمراہ لے کر سومنات کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سومنات کی حدود میں پہنچے تو انہوں نے مرتاض کو اپنی آمد کی خبر دی اس عبادت گزار راجہ نے یہ خبر سن کر اپنے کارکنوں کو مطابق دستور قید خانہ تیار کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے قیدی کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ مرتاض نے ایک طشت اور لوٹا بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ انہیں دستور کے مطابق قیدی کے سر پہ رکھ کر اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ بھگاتا ہوا لائے اور اسی حالت میں اسے قید خانے تک پہنچائے۔

راستے میں مرتاض ایک جگہ پر رک گیا اور سیر و شکار میں مصروف ہو گیا۔ شکار کی تلاش میں اس نے بڑی بھاگ دوڑ کی اور آخر کار دھوپ کی شدت سے تنگ آ کر ایک درخت کے نیچے سائے میں دم لینے کے لیے بیٹھ گیا۔ شکار کے لیے بھاگ دوڑ کی وجہ سے مرتاض کی حالت خستہ ہو رہی تھی لہٰذا وہ اپنے چہرے پر ایک سرخ رومال ڈال کر وہیں لیٹ گیا۔ اسی عالم میں قضائے الٰہی سے اس کی قسمت کا پانسہ پلٹا گیا۔ (ہوا یہ کہ) ایک سخت چنگل پرندے نے سرخ رومال کو گوشت کا ٹکڑا سمجھا اور نیچے اتر کر اس رومال پر ایسا زور کا جھپٹا مارا کہ اس پرندے کے ناخن مرتاض کی آنکھوں میں گھس گئے اور اس کی آنکھیں زائل ہو گئیں۔ چونکہ اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ کسی ایسے شخص کو راجہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا جس کے جسم کے کسی حصے میں کسی قسم کا کوئی نقص ہو۔ اس لیے راجہ کے لشکر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر شخص نے مرتاض کی اطاعت سے انکار کر دیا عین اسی وقت داشلیم قیدی بھی وہاں پہنچ گیا۔ چونکہ مرتاض کے بعد اس قیدی کے علاوہ اور کوئی سلطنت کا مستحق نہ تھا اس لیے اسی قیدی کو حکمرانی کے لیے منتخب کیا گیا اور مرتاض کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو داشلیم قیدی کے ساتھ ہونے والا تھا یعنی اس کے سر پر وہی طشت اور لوٹا رکھا گیا اور قیدیوں کی طرح اسے گھوڑے کے ساتھ دوڑاتے ہوئے لایا گیا اور قید خانے میں داخل کر دیا گیا خدا کی قدرت بھی عجیب و غریب ہے چند لمحوں کے اندر کیا سے کیا ہو گیا۔ جو سزا مرتاض نے اپنے قیدی کے لیے تجویز کی تھی وہ اسے خود ہی بھگتنی پڑی۔ مثل مشہور ہے کہ "چاہ کندہ را چاہ در پیش" اس کے مصداق مرتاض خون کے آنسو روتا ہوا قید خانے میں داخل ہوا اور تمام عمر اپنی بدقسمتی کا ماتم کرتا رہا اس واقعے سے جو نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے اس سے متعلق شیخ سعدی نے کیا عمدہ بات کہی ہے۔ "یہ سچ ہے کہ خدا کی قدرت ایک لمحے میں کسی ایک شخص کو تخت شاہی سے اتار کر فرش پر بٹھا دیتی ہے اور دوسرے کو مچھلی کے پیٹ میں بھی تمام آفات سے محفوظ رکھتی ہے۔"

عجیب و غریب بت

"جامع الحکایات" میں مذکور ہے کہ سلطان محمود نے نہروالہ کے سفر میں شہر کے مندر میں ایک ایسا بت بھی دیکھا جو بغیر کسی سہارے کے ہوا میں معلق تھا۔ سلطان اس بت کو دیکھ کر بہت حیران ہوا' اس نے اپنے دربار کے علماء فضلاء سے اس کی وجہ پوچھی ان لوگوں نے بہت غور و خوض کے بعد جواب دیا کہ اس بت خانے کی چھت اور تمام دیواریں مقناطیسی پتھر کی بنی ہوئی ہیں اور یہ بت لوہے کا ہے۔ آس پاس کی مقناطیسی کشش اور اس بت میں خاص تعلق ہے ہر جانب کی کشش مساوی ہونے کی وجہ سے بت کسی ایک طرف جھکنے نہیں پاتا اور بالکل درمیان میں معلق ہو گیا ہے۔ اس بات کو آزمانے کے لیے سلطان نے حکم دیا کہ اس بت خانے کی ایک دیوار گرا دی جائے فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی جونہی ایک جانب کی دیوار گری یہ بت بھی زمین پر گر پڑا۔

خلیفہ بغداد کا خط بنام محمود

جس سال سلطان محمود سفر سومنات سے کامیاب و کامران واپس آیا اسی سال خلیفہ القادر باللہ عباسی نے سلطان کے نام ایک خط لکھا اور اسی کے ساتھ خراسان' ہندوستان' نیمروز اور خوارزم کا لوائے سلطنت بھی عطا کیا۔ اس خط میں خلیفہ نے سلطان محمود اور اس کے

besturdubooks.wordpress.com

بیٹوں اور بھائیوں کو خطابات سے نوازا تھا جن کی تفصیل یہ ہے۔

سلطان محمود کہف الدولہ والاسلام

امیر مسعود امیر الدولہ جمال الملت

امیر محمد جلال الدولہ جمال الملت

امیر یوسف عضد الدولہ موید الملت

ان خطابات کے علاوہ خلیفہ نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ "تم جس کو اپنا ولی عہد بناؤ گے ہم بھی اسی کو قبول کریں گے۔" سلطان محمود کو یہ خط جس وقت موصول ہوا وہ اس وقت بلخ میں تھا اس نے تمام مفتوحہ ممالک میں ان خطابات کا اعلان کر دیا۔

جتائی قوم پر حملہ

اسی سال سلطان محمود نے قوم جتائی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قوم کوہ جودی کے دامن میں دریا کے کنارے پر آباد تھی (حملہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ) جب سلطان سومنات کی فتح کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس آ رہا تھا تو اس قوم کے باغیوں نے راستے میں سلطانی لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی اور مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی تھی (ظاہر ہے کہ ان کی اس حرکت ناشائستہ کا بدلہ لینا ضروری تھا۔ تاکہ آئندہ انہیں ایسی جرات نہ ہو سکے) سلطان محمود ایک زبردست اور عظیم الشان فوج تیار کر کے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ سفر کی مختلف منزلیں طے کرتا ہوا وہ ملتان پہنچا وہاں پہنچ کر اس نے چودہ سو (۱۴۰۰) کشتیاں بنانے کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ ہر کشتی میں لوہے کی تین (۳) سلاخیں نصب کی جائیں اس صورت سے یہ کہ ایک سلاخ تو کشتی کے سامنے کی طرف ہو اور دوسری کشتی کے دونوں اطراف میں مضبوطی سے لگا دی جائیں۔ ان سلاخوں کو لگانے کا مقصد یہ تھا کہ جو چیز ان کے سامنے آئے وہ ان سے ٹکرا کر ٹوٹ جائے اور پانی میں ڈوب جائے۔ جب یہ کشتیاں تیار ہو گئیں تو سلطانی حکم سے ہر کشتی میں بیس بیس آدمی بٹھائے گئے۔ ہر آدمی کے حوالے تیر و کمان اور بارود کے گولے دے دیئے گئے۔ ان تمام انتظامات کے بعد یہ کشتیاں دریا میں چھوڑ دی گئیں اور جتائیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہ لشکر آگے بڑھا۔ جتائیوں کو سلطان محمود کے لشکر کی آمد کی خبر مل چکی تھی' لہٰذا انہوں نے بھی مقابلے کے لیے تیاری کی اس قوم نے اپنے بال بچوں کو تو جزیروں میں بھیج دیا اور خود تنہا مقابلے پر آئے۔ ان لوگوں نے تقریباً چار یا آٹھ ہزار کشتیاں دریا میں چھوڑیں اور ہر کشتی میں سپاہیوں کا ایک ایک مسلح دستہ بٹھایا اور مسلمانوں کے لشکر کو تباہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔ دونوں فوجیں دریا میں ایک دوسرے کے سامنے آئیں اور خوب زور کی لڑائی شروع ہو گئی۔ جتائیوں کی جو کشتی بھی مسلمانوں کی کسی کشتی کے سامنے آتی وہ فوراً آہنی سلاخوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی اور دریا میں غرق ہو جاتی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے جتائیوں کی تمام کشتیاں دریا میں ڈوب گئیں۔ دشمن کے جو سپاہی دریا میں ڈوبنے سے بچ گئے انہیں مسلمانوں نے اپنی تلواروں سے ختم کر دیا۔ ان سب کو ختم کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر دشمن کے بال بچوں کی طرف روانہ ہوا۔ جزیرے میں پہنچ کر مسلمانوں نے دشمن کے ان پس ماندگان کو قید کر لیا ان قیدیوں کو ساتھ لے کر سلطان محمود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا غزنی کی طرف واپس روانہ ہوا۔

ترکمانی سلجوقیوں سے معرکہ

۴۱۸ھ میں سلطان محمود نے ابوالحرب امیر طوس ارسلان کو باد آورد کے علاقے پر لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ اس لشکر کشی کا مقصد یہ تھا کہ ترکمانی سلجوقیوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔ کیونکہ وہ دریائے آمویہ سے گزر کر باد آورد کے گرد و نواح میں ہنگامے پیدا کر رہے تھے۔ امیر طوس نے زبردست معرکہ آرائیاں کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی آخر کار اس نے مایوس ہو کر سلطان محمود کو لکھا کہ ترکمانی سلجوقیوں کو

besturdubooks.wordpress.com

سمجھ کر اس پر عمل کیا اور ایک عظیم الشان لشکر اپنے ہمراہ لے کر دشمن کی طرف بڑھا۔ غزنوی لشکر نے بہادری کے جوہر دکھائے' ترکمانیوں کے لشکر کو منتشر کر دیا اور زبردست شکست دی۔

سلجوقی امیروں نے عراق کو خاندان بویہ کے قبضے سے نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس وجہ سے محمود نے ملک رے کی طرف کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر رے کے تمام خزانے اور دولت وغیرہ کو بغیر کسی محنت اور زحمت کے اپنے خزانے میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے ان ملحدوں اور قرمطیوں کو قتل کیا جو اس ملک میں آباد تھے۔ اور جن کے عقائد اسلام کے خلاف تھے۔ رے کی فتح کے بعد محمود نے رے اور اصفہان کی حکومت امیر مسعود کے سپرد کی اور خود واپس آیا۔

سلطان محمود کی وفات

اس آخری معرکہ آرائی کے کچھ دنوں بعد محمود سل کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھتا چلا گیا۔ شروع شروع میں تو محمود نے اپنی بیماری کو دوسروں سے چھپایا اور کسی پر اصل حقیقت ظاہر نہ ہونے دی۔ اور اپنے آپ کو پہلے ہی سا تندرست و توانا ظاہر کرتا رہا۔ اسی بیماری کی حالت میں وہ بلخ گیا اور موسم بہار میں وہاں سے غزنی واپس آیا (اس تبدیلی آب و ہوا کے باوجود) اس کا مرض شدید صورت اختیار کرتا گیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس مرض کے سبب اپنے دارالسلطنت غزنی میں تیسویں (۲۳) ربیع الثانی بروز پنج شنبہ ۴۲۱ھ کو وفات پائی۔ سلطان محمود اپنے نہاں خانۂ دل میں ہزاروں خواہش لے کر ۶۳ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔ اس کی مدت حکومت پینتیس سال بتائی جاتی ہے۔ جس روز محمود کا انتقال ہوا اس روز بارش ہو رہی تھی۔ رات کے وقت بارش ہی میں اس کی لاش کو غزنی کے قصر فیروز میں دفن کر دیا گیا۔

رنگ روپ' عادات و اطوار

محمود کا قد درمیانہ تھا (نہ زیادہ لمبا نہ بہت پست) اپنے قامت کے لحاظ سے اگرچہ وہ جاذب توجہ شخصیت کا حامل تھا' لیکن اس کے چہرے پر چیچک کے داغ نمایاں تھے۔ محمود پہلا فرمانروا ہے جس نے اپنے لیے "سلطان" کا لقب اختیار کیا۔ تاریخ سے یہ بات پوری صحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ محمود نے اپنی موت سے دو روز پہلے اپنے تمام جواہرات' روپے اور اشرفیاں' جو اس نے زندگی بھر کی جدوجہد سے جمع کی تھیں' شاہی خزانے سے نکلوا کر اپنے محل کے سامنے ڈھیر کروا دیں۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ سرخ' سفید اور دوسرے متعدد رنگوں کے جواہرات کی چمک دمک سے صحن خانہ جنت کے باغ کی طرح سجا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ محمود ان گراں قیمت جواہر پاروں پر حسرت کی نظریں ڈالتا رہا اور دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔ کچھ دیر اس نے جواہرات کو دیکھنے اور ان کی جدائی کے خیال سے رونے کے بعد انہیں پھر خزانے میں جمع کرا دیا۔ محمود نے اپنے آخری وقت میں بھی کسی کو اس خزانے سے ایک پھوٹی کوڑی نہ دی تھی' اس واقعہ سے نیز اس قسم کے دوسرے واقعات کی وجہ سے لوگ اس عالی نسب بادشاہ کو بخیل سمجھتے ہیں۔ اس واقعے کے دوسرے روز محمود نے محافے میں بیٹھ کر میدان کی سیر کی' اس کے حسب الحکم شاہی ملازموں نے شاہی اصطبل' شتر خانہ اور فیل خانہ سے تمام گھوڑے' اونٹ' ہاتھی اور دوسرے جانور اس کے سامنے پیش کیے۔ ان جانوروں کو دیکھ کر محمود تھوڑی دیر تک (دل ہی دل میں) کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد خوب دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور اسی حالت میں اپنے محل میں واپس آ گیا۔

دولت سے محبت

ابو الحسن علی بن حسین میمندی کا بیان ہے کہ ایک دن سلطان محمود نے ابو طاہر سامانی سے یہ سوال کیا کہ "آل سامان نے اپنے عہد حکومت میں کس قدر جواہرات جمع کیے تھے۔" ابو طاہر نے جواب دیا۔ "امیر نوح سامانی کے عہد میں سات (۷) رطل اعلیٰ جواہرات شاہی خزانے میں موجود تھے۔" محمود نے یہ جواب سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ الحمد للہ خداوند تعالیٰ نے مجھے سو رطل سے بھی زائد بیش

قیمت جواہرات دیئے ہیں۔"

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے آخری زمانے میں یہ سنا کہ نیشاپور میں ایک بہت بڑا دولت مند قیام پذیر ہے محمود نے حکم دیا کہ اس شخص کو غزنی بلایا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل میں اس دولت مند کو غزنی بلایا گیا اور وہ شاہی دربار میں پیش ہو سلطان محمود نے اس شخص سے کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ تو ملحد اور قرملی ہے۔" اس شخص نے جواب دیا دیا "اے بادشاہ میں نہ ملحد ہوں نہ قرملی میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میرے پاس بہت دولت ہے۔ تو جو چاہے مجھ سے لے لے لیکن ملحد اور قرملی کہہ کر بدنام نہ کر۔" سلطان محمود نے اس سے تمام دولت لے لی اور اسے حسن عقیدت کا ایک فرمان لکھ کر دے دیا۔

ختم المرسلین ﷺ کی زیارت

"طبقات ناصری" میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود کو اس مشہور حدیث "العلماء ورثۃ الانبیاء" کی صحت پر پورا یقین نہ تھا اسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے ایک رات کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا۔ فراش سونے کا شمع دان لے کر اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک ایسا طالب علم ملا جو مدرسے میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا اس طالب علم کے پاس جلانے کے لیے روغن نہ تھا۔ اس لیے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بنئے کے چراغ کے پاس آکر اپنی کتاب کو پڑھ لیتا۔ محمود کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اٹھا رکھا تھا' اس طالب علم کو دے دیا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو خواب میں محمود کو حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ؐ نے محمود سے فرمایا۔ "اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے فرزند ارجمند خداوند تعالیٰ تجھ کو ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔" آنحضرت ؐ کے اس فرمان سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالا تینوں شکوک دور ہو گئے۔

محمود کا عدل و انصاف

سلطان محمود کے انتقال کے دوسرے سال غزنی میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ اس کی وجہ سے شہر کی بہت سی عمارتیں گر گئیں خدا کے بہت سے بندوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ وہ پل جو عمر بن لیث صفار نے اپنے عہد حکومت میں دریا پر باندھا تھا اس سیلاب کی زد میں آ کر اس طرح مسمار ہوا کہ اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اہل نظر کے نزدیک یہ حادثہ محمود کے انتقال کی ایک بہت اہم نشانی ہے اور وہ اس کو محمود کے عدل و انصاف کی دلیل سمجھتے ہیں۔ محمود کے عدل و انصاف کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور اور اہم واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ایک شخص محمود کے دربار میں انصاف حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا جب محمود اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس شخص نے عرض کیا۔ "میری شکایت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے سر دربار سب لوگوں کے سامنے بیان کر سکوں۔" محمود فوراً اٹھا اور اسے اکیلے میں لے جا کر اس کا حال پوچھا' اس شخص نے کہا "آپ کے بھانجے نے ایک عرصے سے یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ وہ رات کو مسلح ہو کر میرے گھر پر آتا ہے اور اندر داخل ہو کر مجھے کوڑے مار مار کر باہر نکال دیتا ہے اور پھر خود تمام رات میری بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے میں نے ہر امیر کو اپنا حال سنایا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا اور کسی کو بھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ سے یہ بات بیان کرتا جب میں ان امراء سے مایوس ہو گیا تو میں نے آپ کے دربار میں آنا شروع کر دیا۔ اور اس موقع کے انتظار میں رہا کہ جب آپ سے اپنا حال بیان کر سکوں' اتفاق سے اب آپ میری طرف متوجہ ہوئے ہیں تو میں نے آپ سے اپنی داستان بیان کی ہے خداوند تعالیٰ نے آپ کو ملک کا حاکم اعلیٰ بنایا ہے اس لیے رعایا اور کمزور بندوں کی نگہداشت آپ کا فرض ہے اگر آپ مجھ پر رحم فرما کر میرے معاملے میں انصاف کریں گے تو

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

اس کے منصفانہ فیصلے کا انتظار کروں گا۔" محمود پر ان واقعات کا بہت اثر ہوا اور وہ یہ سب کچھ سن کر رونے لگا اور اس شخص سے یوں مخاطب ہوا۔ "اے مظلوم تو اس سے پہلے میرے پاس کیوں نہ آیا اور اتنے دنوں تک یہ ظلم کیوں برداشت کرتا رہا۔" اس شخص نے جواب میں کہا۔ "اے بادشاہ میں ایک مدت سے یہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح آپ کے حضور حاضر ہو سکوں۔ لیکن دربار کے چوکیداروں اور دربانوں کی روک تھام کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ یہ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ آج میں کس تدبیر اور بہانے سے یہاں تک پہنچا ہوں اور کس طرح ان چوکیداروں کی نظر بچا کر آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں ہم جیسے فقیروں اور غریبوں کی ایسی قسمت کہاں ہے کہ وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سلطانی دربار میں چلے آئیں اور بادشاہ سے بالمشافہ اپنی اپنی روداد غم بیان کریں۔" محمود نے جواب دیا "تم یہاں مطمئن ہو کر بیٹھو، لیکن اس ملاقات اور گفتگو کا حال کسی کو نہ بتانا اور اس بات کا خیال رکھو کہ جب وہ سفاک تمہارے گھر میں آ کر (تمہاری بیوی کی) آبرو ریزی کرے تو تم فوراً اسی وقت مجھے اطلاع دینا پھر میں اس وقت تمہارے ساتھ انصاف کروں گا اور اس سفاک کو اس کی بد کرداری کی سزا دوں گا۔" اس شخص نے یہ سن کر کہا۔۔۔ "اے بادشاہ! مجھ جیسے نادار شخص کے لیے یہ ناممکن ہے کہ جب چاہوں بلا کسی روک ٹوک کے آپ سے مل سکوں" اس پر محمود نے اسی وقت دربانوں کو بلایا اور ان سے اس شخص کو متعارف کروا کر دربانوں کو حکم دیا۔ "جس وقت بھی یہ شخص ہمارے حضور میں آنا چاہے اسے بغیر کسی اطلاع اور روک ٹوک کے آنے دیا جائے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی جائے۔"

ان دربانوں کی رخصت کے بعد سلطان محمود نے اس شخص سے چپکے سے کہا۔ "اگرچہ اب میرے حکم کے مطابق یہ لوگ تمہیں یہاں آنے سے روکنے کی جرات نہ کریں گے، لیکن پھر بھی احتیاطاً تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر کبھی اتفاقاً یہ چوبدار میری عدیم الفرصتی یا آرام کا عذر کر کے تمہیں روکنا چاہیں اور میرے پاس نہ آنے دیں تو تم فلاں جگہ سے چھپ کر چلے آنا اور آہستہ سے مجھے آواز دینا۔ میں یہ آواز سنتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔" اس گفتگو کے بعد محمود نے اس شخص کو رخصت کر دیا اور خود اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔"

وہ شخص اپنے گھر واپس آیا دو راتیں تو آرام سے گزریں اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا کہ اسے محمود سے ملاقات کی ضرورت پیش آتی۔ تیسری رات کو اس شخص کا رقیب (یعنی سلطان محمود کا بھانجا) حسب دستور اس کے گھر آیا اور اسے مار کر گھر سے نکال دیا اور خود اس کی بیوی کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ وہ شخص اسی وقت دوڑتا ہوا بادشاہی محل کی طرف آیا اور اس نے دربانوں سے کہا کہ بادشاہ کو اس کی آمد کی اطلاع دی جائے۔ دربانوں نے جواب دیا بادشاہ اس وقت دیوان خانے کی بجائے اپنی حرم سرا میں ہے اس لیے اس تک اطلاع کا پہنچانا ناممکن ہے۔" وہ شخص مایوس ہو کر اس جگہ پر پہنچا جس کے بارے میں سلطان محمود نے اس کو بتا رکھا تھا یہاں اس نے آہستہ سے کہا۔ "اے بادشاہ اس وقت آپ کس کام میں مشغول ہیں؟" سلطان محمود نے جواب دیا۔ "ٹھہرو میں آتا ہوں" تھوڑی دیر کے بعد محمود باہر آیا اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر پہنچا وہاں جا کر محمود نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کا بھانجا اس غریب شخص کی بیوی سے ہم آغوش ہو کر سویا ہوا ہے اور شمع اس کے پلنگ کے سرہانے جل رہی ہے۔ محمود نے اسی وقت شمع کو بجھایا اور اپنا خنجر نکال کر اس ظالم کا سر تن سے جدا کر دیا اس مظلوم شخص سے کہ جس کے گھر میں محمود آیا ہوا تھا محمود نے کہا۔ "اے بندۂ خدا ایک گھونٹ پانی اگر تجھے مل سکے تو فوراً لے آ تاکہ میں اپنی پیاس بجھاؤں۔"

اس شخص نے فوراً پیالے میں پانی لا کر سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ محمود نے پانی پیا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نادار سے یوں مخاطب ہوا۔ "اے شخص اب تو اطمینان کے ساتھ آرام کر میں جاتا ہوں۔" اور رخصت ہونے لگا لیکن اس شخص نے بادشاہ کا دامن پکڑ لیا اور کہا "اے بادشاہ! تجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے تجھے اس عظیم الشان مرتبے پر سرفراز کیا ہے تو مجھے یہ بتا کہ شمع گل کرنے اور سفاک کا سر تن سے جدا کرنے کے فوراً بعد پانی مانگنے اور پینے کی وجہ کیا ہے اور تو نے کس طرح اس قصے کو ختم کیا۔" سلطان محمود نے جواب دیا۔

bestUrdubooks.wordpress.com

"اے شخص میں نے تجھے ظالم سے نجات دلا دی ہے اور اس ظالم کا سر میں اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ شمع کو میں نے اس لیے بجھایا تھا کہ کہیں اس کی روشنی میں مجھے اپنے بھانجے کا چہرہ نظر نہ آ جائے اور میں اس پر رحم کھا کر انصاف سے باز نہ رہ سکوں۔ پانی مانگ کر پینے کی وجہ یہ تھی کہ جب تم نے مجھ سے اپنی روداد غم بیان کی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف نہ ہو تب تک میں نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔" قارئین کرام اس قصے سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگرچہ تاریخوں میں بادشاہوں کے عدل و انصاف کے بہت سے قصے لکھے ہیں لیکن ایسا قصہ کسی بادشاہ کے متعلق نہیں ملتا۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

شیخ ابو الحسن خرقانیؒ سے ملاقات

"تاریخ بنائے گیتی" میں بیان کیا گیا ہے کہ جب سلطان محمود خراسان گیا تو اس کے دل میں شیخ ابو الحسن خرقانیؒ (سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ) سے ملاقات کرنے کا خیال پیدا ہوا' لیکن اس شوق کے ساتھ ساتھ اسے یہ خوف بھی لاحق ہوا کہ وہ خراسان میں اس بزرگ سے ملنے کے لیے نہیں آیا ہے' بلکہ ملکی سیاسیات کے پیش نظر اس نے اس علاقے کا سفر اختیار کیا۔ لہٰذا سیاست کی بدولت خداوند تعالیٰ کے خاص بندوں کی زیارت کرنا پاس ادب سے دور ہے۔ اس وجہ سے اس نے شیخ ابو الحسنؒ سے ملاقات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور خراسان سے ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ وہاں معرکہ آرائیاں کرنے کے بعد غزنی واپس آیا۔ غزنی پہنچ کر اس نے شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی زیارت کے لیے احرام باندھا اور خرقان روانہ ہو گیا۔ جب سلطان محمود خرقان پہنچا تو اس نے ایک شخص کو شیخ صاحبؒ کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا کہ "بادشاہ آپ سے ملنے کے لیے غزنی سے چل کر یہاں آیا ہے۔ اب اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ آپ بھی اپنی خانقاہ سے باہر نکل کر آئیں اور مجھ سے ملاقات کریں۔" اس کے ساتھ ہی محمود نے قاصد سے یہ کہہ دیا کہ اگر حضرت شیخؒ باہر آنے سے انکار کریں تو انہیں یہ فرمان خداوندی سنا دینا کہ "اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم پر حاکم ہیں۔" قاصد نے حضرت شیخؒ کی خدمت میں سلطان محمود کا پیغام پہنچایا شیخ صاحب نے اپنی خانقاہ سے باہر نکلنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ انہیں اس خدمت سے معذور سمجھا جائے۔" قاصد نے محمود کی ہدایت کے مطابق متذکرہ بالا آیت پڑھ کر سنائی اس کے جواب میں شیخ صاحبؒ نے کہا محمود سے جا کر یہ کہو کہ میں اب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس حد تک مستغرق ہوں کہ رسول کی اطاعت کے مرتبے تک نہ پہنچنے کی بڑی ندامت ہے۔ بھلا ایسی صورت میں حاکم کی اطاعت کی طرف کیسے توجہ کر سکتا ہوں۔"

قاصد واپس چلا گیا اور اس نے شیخ صاحبؒ کا جواب سلطان محمود کو سنایا سلطان محمود یہ سن کر رو دیا اور اس سے کہا "چلو ہم خود ہی شیخ صاحب کے پاس چل کر لطف ملاقات و زیارت حاصل کریں۔ یہ مرد حق آگاہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہم نے غلطی سے اسے سمجھ رکھا ہے۔" یہ کہہ کر سلطان محمود حضرت شیخؒ کی طرف روانہ ہوا اس انداز سے کہ خود تو ایاز کا لباس پہنا اور اپنے کپڑے ایاز کو پہنائے اور دس عدد کنیزوں کو غلاموں کے کپڑے پہنا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ جب یہ لوگ شیخ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور ان سے سلام علیک کی شیخ نے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن وہ تعظیم کے لیے اٹھ کر کھڑے نہ ہوئے۔ اور محمود (جس نے ایاز کے کپڑے پہن رکھے تھے) کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ ایاز (جس نے محمود کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا) کی طرف ملتفت ہوئے اور اس سے کچھ فرمانے کے لیے آمادہ ہوئے۔ اس پر ایاز (یعنی اصل میں محمود) نے شیخ صاحبؒ سے کہا۔ "اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نہ تو بادشاہ کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ کی کیا فقر نے جال کی یہی کائنات ہے کہ بادشاہ کو اس طرح نظر انداز کیا جائے؟" شیخ صاحبؒ نے جواب دیا۔ "ہاں جال تو یہی ہے' لیکن تیرا شکار ابھی اس جال کا گرفتار نہیں ہے تو سامنے آ کیونکہ تو خود اس جال کا سب سے بڑا شکار ہے۔" سلطان محمود نے جب دیکھا کہ شیخ صاحب نے اصل حقیقت کو بھانپ لیا ہے تو وہ بڑے ادب سے شیخ صاحب کے سامنے بیٹھ گیا اور ان سے کہا "مجھ سے کچھ فرمائیے۔"

besturdubooks.wordpress.com

سلطان نے ان کنیزوں کو وہاں سے اٹھا دیا اور پھر شیخ صاحبؒ سے یوں مخاطب ہوا۔ "حضرت بایزید بسطامی کی کوئی حکایت مجھے سنائیے۔" شیخ صاحب نے کہا "بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ دیکھ لیا وہ ظلم و ستم کی تمام برائیوں سے محفوظ ہو گیا۔" اس پر محمود نے سوال کیا "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا بایزید کا مرتبہ حضرت محمد ﷺ کے رتبے سے بھی زیادہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دیکھنے والوں میں بھی سبھی اچھے نہ تھے۔ ابو جہل اور ابولہب ویسے ہی کافر رہے تو پھر بایزید کے دیکھنے والوں میں ہر ظالم کس طرح اچھا انسان بن سکتا ہے؟" شیخ صاحب نے سلطان محمود کی یہ بات سن کر کہا۔ "اے محمود تو اپنی بساط سے بڑھ کر باتیں نہ کر ادب کو ملحوظ رکھ' بے ادبی سے ولایت کی دنیا میں قدم نہ رکھ' تو جان لے کہ حضرت محمد ﷺ کو سوائے چار (۴) یاروں کے اور چند دیگر صحابہ کرام کے کسی اور نے نہیں دیکھا۔ کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی نہیں کہ "اور تم دیکھتے ہو ایسے لوگوں کو وہ نظر کرتے ہیں تمہاری طرف حالانکہ وہ حقیقتاً تم کو نہیں دیکھ سکتے۔" سلطان محمود کو حضرت شیخؒ کی یہ بات بہت پسند آئی اور اس نے کہا "مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔" شیخ صاحبؒ نے جواب میں کہا۔ تجھے چاہیے کہ چار چیزوں کو اختیار کرے۔ اول پرہیز گاری' دوم نماز باجماعت سوم سخاوت چہارم شفقت۔" اس کے بعد محمود نے شیخ صاحبؒ سے کہا۔ "میرے حق میں دعا کیجئے۔" شیخ صاحب نے کہا۔ "میں پانچویں وقت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا کیا کرتا ہوں اللھم اغفر للمئومنین والمئومنات' محمود نے کہا۔ "یہ دعا تو عام ہے میرے لیے کوئی خاص دعا فرمائیے۔" شیخ صاحبؒ نے فرمایا۔ "جا تیری عاقبت محمود ہو۔" اس کے بعد سلطان محمود نے روپوں کا ایک توڑا شیخ کی خدمت میں پیش کیا' شیخ نے جو کی روٹی سلطان کے سامنے رکھی اور کھانے کے لیے کہا۔ محمود نے دیکھا کہ روٹی بہت سخت ہے اس نے ہرچند اسے چبایا' لیکن نہ تو وہ دانتوں سے کٹتی تھی اور نہ ہی گلے سے نیچے اترتی تھی۔ شیخ صاحبؒ نے پوچھا کیا یہ روٹی تمہارے گلے میں اٹکتی ہے؟" محمود نے جواب اثبات میں دیا تو شیخ نے فرمایا۔ "جس طرح ہماری یہ سوکھی روٹی تمہارے گلے سے نیچے نہیں اترتی اسی طرح تمہارا یہ روپوں سے بھرا ہوا توڑا بھی ہمارے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ اس کو ہمارے سامنے سے اٹھاؤ کیونکہ ہم اس کو بہت پہلے طلاق دے چکے ہیں۔" محمود نے شیخ صاحبؒ سے کوئی چیز بطور ان کی یادگار کے مانگی انہوں نے اسے اپنا ایک خرقہ دے کر رخصت کیا۔

جب محمود رخصت کے وقت اٹھا تو اس مرتبہ شیخ صاحبؒ نے اس کی تعظیم کی اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے محمود نے کہا۔ "آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے میری بالکل کوئی پروا نہیں کی تھی' لیکن اب آپ میرے لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں؟" شیخ صاحبؒ نے جواب دیا۔ "جب تم میرے پاس آئے تھے اس وقت تم بادشاہی کے غرور میں سرشار تھے اور میرا امتحان کرنے کی غرض سے آئے تھے' لیکن اب تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ واپس جا رہے ہو۔"

خرقہ شیخؒ کی کرامت

شیخ صاحبؒ سے رخصت ہو کر سلطان محمود غزنی واپس آیا اور اس نے ان کے عطا کردہ خرقے کو بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔
جس زمانے میں محمود نے سومنات پر حملہ کیا تھا اور پرم اور داشلیم سے اس کی جنگ ہوئی تھی تو محمود کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں مسلمانوں کے لشکر پر ہندوؤں کا لشکر غالب نہ آ جائے۔ اس وقت پریشانی کے عالم میں سلطان محمود شیخ صاحبؒ کے خرقہ کو ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گیا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی۔ "اے خدا اس خرقے کے مالک کے طفیل میں مجھے ان ہندوؤں کے مقابلہ میں فتح دے۔ میں نیت کرتا ہوں کہ جو مال غنیمت یہاں سے حاصل کروں گا اسے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دوں گا۔" مورخین کا بیان ہے کہ اس دعا کے مانگتے ہی آسمان کے ایک حصے سے سیاہ بادل اٹھے اور سارے آسمان پر محیط ہو گئے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کڑک سے ہندوؤں کا لشکر ہراساں ہو گیا اور (ایسی تاریکی چھا گئی کہ) ہندو اس پریشانی کے عالم میں آپس ہی میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔
ہندوؤں کے اس باہمی جنگ کی وجہ سے پرم دیو کی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں مسلمانوں نے ہندوؤں پر فتح پائی۔

besturdubooks.wordpress.com

میں نے ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود نے شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے خرقے کو ہاتھ میں لے کر خداوند تعالیٰ سے دعامانگ کر فتح حاصل کی اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابو الحسنؒ کو دیکھا انہوں نے محمود سے فرمایا "اے محمود تو نے میرے خرقے کی آبرو ریزی کی ہے اگر تو فتح کی دعا کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔"

"جامع الحکایات" میں یہ لکھا ہے کہ جب سلطان محمود شیخ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو اس نے شیخ صاحب سے کہا۔ "اگرچہ خراسان میں مجھے بہت سے ضروری کام تھے لیکن میں ان تمام کاموں کو نظرانداز کر کے غزنی سے یہاں خاص طور پر آپ کی زیارت کے مقصد سے آیا ہوں۔" شیخ صاحبؒ نے جواب دیا اے محمود اگر تو نے غزنی سے میری زیارت کا احرام باندھا ہے تو کیا تعجب کہ اس کی برکت سے لوگ خانہ کعبہ سے تیری زیارت کا احرام باندھ کر غزنی میں آئیں" سبحان اللہ! سلطان محمود کی برتری کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ نے اس کی بابت یہ الفاظ کہے۔

ایک جواری کا دلچسپ واقعہ

"تاریخ روضۃ الصفا" میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک دن سلطان محمود اپنے محل کی چھت پر بیٹھا ہوا میدان کا نظارہ کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک عجیب و غریب بازاری آدمی پر پڑی۔ سلطان نے دیکھا کہ یہ آوارہ گرد اپنے ہاتھ میں تین (۳) پرندے لیے کھڑا ہے جب اس شخص سے محمود کی آنکھیں چار ہوئیں تو اس شخص نے اپنے ہاتھوں سے کچھ اشارہ کیا محمود نے فوراً اپنا منہ دوسری طرف کر لیا، مگر اپنے دل میں یہ سوچنے لگا کہ اس اشارے سے اس شخص کا مطلب کیا ہے؟ تھوڑی دیر بعد محمود نے پھر اس کوچہ گرد کی طرف دیکھا اس نے پھر حسب سابق ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اس مرتبہ محمود سے نہ رہا گیا اور اس نے اس شخص کو بلوایا اور پوچھا کہ "تیرے ہاتھ میں یہ پرندے کیوں ہیں اور تیرے ان اشاروں کا مطلب کیا ہے؟" اس نے جواب دیا۔ میں ایک جواری ہوں اور میں نے بادشاہ کو غائبانہ طور پر اپنا شریک تصور کر کے پانسہ پھینکا اور اس وجہ سے یہ تینوں پرندے جیتے ہیں۔" محمود نے حکم دیا کہ اس جواری سے یہ پرندے لے لیے جائیں۔"

دوسرے روز وہ جواری اپنے ہاتھوں میں دو (۲) پرندے لیے ہوئے اسی طرح محمود کے سامنے آیا محمود نے دوسرے روز بھی وہ پرندے اس سے لیے اور یہ سوچتا رہا کہ آخر اس شخص کا مقصد کیا ہے؟ تیسرے دن وہ جواری پھر تین پرندے لے کر آیا اور انہیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے چلا گیا، چوتھے روز وہ جواری پھر سلطان کو نظر آیا، لیکن اس روز وہ خالی ہاتھ تھا اور محمود نے دیکھا کہ وہ شخص بڑا غمگین اور ملول و حزین محل کے نیچے کھڑا ہوا ہے محمود نے (دل ہی دل میں) کہا معلوم نہیں آج ہمارے شریک پر کیا بیتی ہے۔ جو اس طرح غمگین اور ملول کھڑا ہوا ہے محمود نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کا حال پوچھا۔ جواری نے جواب دیا "آج میں نے بادشاہ کی شراکت میں ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار کی بازی لگائی، لیکن بدقسمتی سے پانسہ میرے خلاف پڑا (اور میں یہ رقم ہار گیا) محمود یہ سن کر مسکرایا اور اپنے دربان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس جواری کو پانچ سو (۵۰۰) دینار دے کر رخصت کر دے اور جواری سے کہا۔ "جب تک میں خود موجود نہ ہوں، تب تم میری غائبانہ شراکت میں کبھی جوا نہ کھیلنا۔"

محمود کا پہلا وزیر ------ ابو العباس

"تاریخ حبیب السیر" میں لکھا ہے سلطان محمود کا پہلا وزیر ابو العباس فضیل بن احمد تھا۔ یہ وزیر اپنے ابتدائی زمانے میں فائق کے دربار میں کاتب کے عہدے پر مامور تھا۔ جب فائق کا ستارہ گردش میں آیا تو ابو العباس نے سبکتگین کے دربار میں پناہ لی اس دربار میں اس نے بڑا فروغ حاصل کیا یہاں تک کہ وزارت کے درجے تک پہنچا۔ سبکتگین کے بعد سلطان محمود نے بھی اسے عہدۂ وزارت پر بحال رکھا۔

besturdubooks.wordpress.com

لکھے جانے لگے۔ ابو العباس کے بعد خواجہ احمد میمندی نے دوبارہ عربی زبان میں فرمان لکھنے کی طرح ڈالی۔ ابو العباس حکومت کے امور کو خوش اسلوبی سے طے کرنے اور جنگ کے انتظامات وغیرہ کے سلسلے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ محمود کے عہد حکومت میں دس سال تک عہدہ وزارت پر سرفراز رہنے کے بعد اس کے برے دن آئے اور اسے وزارت سے ہٹا دیا گیا۔

ابو العباس کی معزولی

بعض مورخین ابو العباس کی معزولی کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود کو خوبصورت اور دل نشین غلام جمع کرنے کا بہت شوق تھا "الناس علیٰ دین ملو کہم" کے مصداق رعایا بھی اپنے بادشاہ کی پیروی کرتی تھی۔ ابو العباس کو بھی (بادشاہ کی دیکھا دیکھی) غلام جمع کرنے کا چسکا پڑ گیا۔ ایک دن ابو العباس کو معلوم ہوا کہ ترکستان میں ایک بہت ہی خوبرو غلام بکنے کے لیے موجود ہے۔ ابو العباس نے فوراً اپنے ایک قابل اعتماد ملازم کو ترکستان روانہ کیا تاکہ وہ اس خوبرو غلام کو خرید کر اور عورتوں کا لباس پہنا کر غزنی میں لے آئے کسی چغل خور نے یہ بات سلطان محمود کے کانوں تک پہنچا دی۔ لہٰذا محمود نے ابو العباس سے اس غلام کو طلب کر لیا۔ ابو العباس نے حیل و حجت سے کام لے کر غلام کے دینے سے انکار کیا۔ ایک دن سلطان محمود کسی کام کے بہانے سے بغیر اطلاع دیئے ابو العباس کے گھر جا پہنچا۔ ابو العباس نے جونہی بادشاہ کو دیکھا وہ اس کی خدمت میں بڑی نیاز مندی سے حاضر ہوا اور خاطر تواضع کرنے لگا۔ اسی دوران میں وہ حسین اور خوبرو غلام پر محمود کی نظر پڑی۔ محمود نے بجبر اس غلام کو ابو العباس سے چھین لیا اور اسے عہدۂ وزارت سے معزول کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ اسی زمانے میں محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا اس کے بعض دوں فطرت اور لالچی درباریوں نے اس دوران میں ابو العباس کو بہت زیادہ تنگ کیا یہاں تک کہ وہ بے چارہ وفات پا گیا۔

دوسرا وزیر ------ خواجہ احمد بن حسن میمندی

ابو العباس کے بعد خواجہ احمد بن حسن میمندی منصب وزارت پر سرفراز ہوا۔ یہ وزیر سلطان محمود کا رضاعی بھائی اور ہم سبق بھی تھا۔ احمد کا باپ حسن میمندی سبکتگین کے عہد میں "بست نامی قصبے میں مقیم تھا اور اس کا کام بادشاہ کی طرف سے مال جمع کرنا تھا۔ حسن پر خیانت کا الزام لگایا گیا اس کی پاداش میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ جو عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ حسن میمندی سلطان محمود کا وزیر تھا بالکل غلط ہے۔

خواجہ احمد بن حسن بڑا پھرتیلا' عقل مند' سمجھ دار اور خوش خط آدمی تھا سب سے پہلے اسے عہدہ انشاء و رسالت تفویض کیا گیا۔ بادشاہ کی عنایات کی وجہ سے وہ صدر محاسبی' میر بخشی اور خراسان کی حکومت کے مختلف عہدوں پر مقرر ہوتا رہا۔ کچھ عرصے بعد جب محمود نے ابو العباس سے ناراض ہو کر وزارت سے اسے علیحدہ کر دیا اور احمد بن حسن کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ احمد نے اس عہدے پر اٹھارہ (۱۸) سال تک کام کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اپنے فرائض بڑی خوبی اور دیانت داری کے ساتھ انجام دیئے بالآخر "ہر کمالے راز والے" کے مصداق اس کی کشتی بھی بھنور میں آئی اور دربار کے بڑے بڑے امیر اس کے جانی دشمن بن گئے۔ یہاں تک کہ التونتاش سپہ سالار اور امیر علی خویشاوند جیسے نامی گرامی امیروں نے بھی احمد بن حسن کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے اور اس اعلیٰ درجے کے انسان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ ان درباریوں کی باتوں نے محمود کے دل میں اثر کر ہی لیا اور اس نے احمد بن حسن کو عہدہ وزارت سے علیحدہ کر دیا۔ محمود نے احمد کو معزولی کے بعد بہرام نامی ملازم کے سپرد کر دیا وہ اسے اپنے ساتھ درۂ کشمیر میں لے جائے اور اسے وہاں کے قید خانے کے نگران کے حوالے کر دے۔ احمد بن حسن پورے تیرہ (۱۳) سال تک کالنجر کے قلعے میں اسیری کی زندگی گزارتا رہا اور آخر کار سلطان مسعود کے زمانے میں اس زندان مصیبت سے رہا ہوا اور دوبارہ وزارت کے عہدے پر فائز ہوا احمد بن حسن نے ۴۲۴ھ میں وفات پائی۔

besturdubooks.wordpress.com

تیسرا وزیر ------ احمد حسین بن میکال

خواجہ احمد بن حسن میمندی کے بعد سلطان محمود نے احمد حسین بن میکال کو جو عام طور پر "جنگ مکال" کے نام سے مشہور ہے' اپنا وزیر بنایا- احمد حسین اپنے زمانہ بچپن ہی سے سلطان محمود کی ملازمت میں تھا اور اپنی طبیعت کی تیزی' گفتگو کی خوبی اور عادات و اطوار کی اچھائی کی وجہ سے بڑا مشہور اور امتیازی حیثیت کا مالک تھا- اس نے احمد بن حسین میمندی کی معزولی کے زمانے سے لے کر سلطان محمود کی وفات تک وزارت کے کاموں کو سرانجام دیا-

زاہد آہوپوش کا واقعہ

بعض مورخین احمد حسین کے توسط سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان محمود اپنے باپ سبکتگین کے ساتھ ابو علی سمجوری کی تباہی اور بربادی کے درپے تھا- ان دنوں اس نے ایک مقام پر یہ سنا کہ یہاں قریب ہی ایک فقیر مقیم ہے جو اپنی عبادت اور کرامت و پرہیزگاری کی وجہ سے آس پاس کے علاقوں میں بہت ہی مشہور ہے- عام طور پر لوگ اس فقیر کو "زاہد آہو پوش" کے نام سے یاد کرتے ہیں- محمود کو تو فقیروں اور درویشوں سے ہمیشہ ہی عقیدت رہی تھی- اس لیے اس نے زاہد آہوپوش سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا- احمد حسین کو اگرچہ صوفیوں اور درویشوں وغیرہ سے کوئی لگاؤ نہ تھا لیکن سلطان محمود نے اس سے کہا مجھے معلوم ہے کہ تمہیں درویشوں وغیرہ سے عقیدت اور محبت نہیں ہے' لیکن میری یہ خواہش ہے کہ زاہد آہوپوش کی خدمت میں تم بھی میرے ساتھ چلو-" احمد حسین نے محمود کی بات مان لی اور اس کے ساتھ چل پڑا- دونوں زاہد آہوپوش کے پاس پہنچے- سلطان محمود اس مرد درویش سے بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ ملا- اس زاہد نے بھی محمود کے سامنے تصوف کی چند عمدہ باتیں بیان کیں جنہیں سن کر محمود اور زیادہ اس کا معتقد ہو گیا- اور اس سے کہا "ملازمین خانقاہ کے لیے آپ کو روپیہ پیسہ یا غلہ وغیرہ جس قدر بھی درکار ہو' فرمائیں میں ابھی مہیا کیے دیتا ہوں-" زاہد آہوپوش نے یہ بات سن کر فوراً اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اور دوسرے ہی لمحے مٹھی بھر اشرفیاں سلطان محمود کے ہاتھ میں دے دیں اور اس سے کہا- "جس شخص کو خزانہ غیب سے ہر وقت دولت مل سکتی ہو اسے دوسرے کے مال کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے-"

سلطان محمود نے زاہد آہوپوش کی اس حرکت کو بہت بڑی کرامت سمجھا اور ان اشرفیوں کو احمد حسین کے حوالے کر کے کہا "تم نے دیکھا---- فقیروں کو ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے-" احمد حسین نے ان اشرفیوں کو غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ تمام اشرفیاں ابو علی سمجوری کا سکہ ہیں- جب زاہد آہوپوش سے ملاقات کرنے کے بعد محمود اور احمد حسین باہر آئے تو محمود نے کہا- "بھلا اس قسم کی چشم دید کرامتوں سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟" احمد حسین نے جواب میں کہا "میں اولیاء اللہ کی کرامات کا منکر نہیں ہوں' اس سلسلے میں صرف اس قدر عرض کروں گا کہ آپ کو کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کرنی چاہیے کہ جس کے نام کا سکہ آسمان پر بھی جاری ہو-" محمود نے جب ان اشرفیوں کو دیکھا' اور ان پر اسے ابو علی سمجوری کا نام نظر آیا تو وہ ندامت سے خاموش ہو گیا-

مورخ فرشتہ یہ بیان کرتا ہے کہ احمد حسین کی بات صحیح نہیں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت خضر اور دوسرے رجال الغیب خدائے تعالیٰ کے حکم سے روحانی اور مادی دونوں دنیاؤں کی چیزیں بوقت ضرورت اولیاء اللہ تک پہنچا دیتے ہیں- ان اشیاء کا اس طرح پہنچانا شعبدہ بازی نہیں ہے- جب سلطان مسعود تخت نشین ہوا تو اس نے احمد حسین پر الزام لگایا کہ جب وہ مکہ معظمہ سے واپس آ رہا تھا تو مصر کے مشہور کافر بادشاہ کا خلعت پہن کر قرمطی ہو گیا تھا- اس الزام کی سزا احمد حسین کو موت کی صورت میں دی گئی-

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود کے زمانے کے مشہور شاعر

عصائری

محمود کے زمانے میں عصائری رازؔ رے سے غزنی آیا تھا اور ہمیشہ یہاں کے شاعروں کا مد مقابل رہا اس نے محمود کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کے معاوضے میں محمود نے اسے چودہ (۱۴) ہزار درہم دیئے تھے۔

اسدی طوسی

اسدی طوسی محمود کے زمانے کا مشہور استاد اور خراسان کے شعراء میں سب سے زیادہ قابل تھا۔ محمود نے اس سے بارہا شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی' لیکن اسدی ہمیشہ بڑھاپے اور کمزوری کا بہانہ کر کے اس فرمائش کو ٹالتا رہا۔ اسدی کا کلام آج کل نایاب ہے اور کلام شعراء کے مجموعوں (بیاضوں یا تذکروں وغیرہ) میں بھی اس کے اشعار نظر نہیں آتے۔ اسدی نے ہمیشہ اپنے مشہور شاگرد فردوسی کو شاہنامہ لکھنے کی ترغیب دی اور آخر کار ایسا ہی ہوا اور فردوسی نے شاہنامہ لکھا۔

فردوسی غزنی سے فرار ہو کر طوس پہنچا یہاں سے رستم دار اور طالقان کے علاقوں میں گیا۔ یہاں پھر دوبارہ طوس پہنچا اس دوران میں فردوسی بیمار ہو گیا مرنے سے پہلے اس نے اسدی کو بلایا اور اس سے کہا "اب میرا آخری وقت قریب ہے۔ شاہنامے کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے مجھے افسوس ہے کہ اب یہ کتاب نامکمل رہی جاتی ہے۔ مجھے اپنے بعد کسی میں ایسی قابلیت نظر نہیں آتی کہ وہ شاہنامے کو مکمل کر سکے۔ اسدی نے یہ سن کر جواب دیا۔ "اے برخوردار! تو رنج نہ کر اگر میں زندہ رہا تو میں شاہنامے کو مکمل کر دوں گا۔" فردوسی نے کہا "استاد! تم بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تو یہ بہت مشکل ہے کہ تم اس محنت طلب کام کو انجام دے سکو۔

منوچہر بلخی

یہ شاعر بلخ کا باشندہ تھا' لیکن سلطان محمود کے زمانے میں غزنی ہی میں قیام پذیر تھا۔ دیگر شاعروں کے برعکس منوچہر ایک دولت مند اور مال دار شخص تھا۔ شاعری میں اسے کمال حاصل تھا اس کا ایک قصیدہ بہت مشہور ہے جس کا مطلع یہ ہے

اے نہادہ درمیان فرق جان خویشتین
چشم مازندہ بجان و جان تو زندہ بہ تن

حکیم عنصری

حکیم عنصری محمود کے عہد میں ملک الشعراء کا درجہ رکھتا تھا۔ شاعری کے علاوہ وہ اور بھی بہت سے کمالات اور فضائل کا مجموعہ تھا۔ مورخین بیان کرتے ہیں محمود کے دربار سے تقریباً چار (۴) سو شاعر متعلق تھے اور یہ سب کے سب عنصری کی شاگردی پر نازاں تھے۔ عنصری کو محمودی دربار میں ایک خاص مقام حاصل تھا آخری زمانے میں محمود نے اسے ملک الشعراء کا خطاب دیا اور یہ حکم دیا کہ ہر شاعر اپنی نظم عنصری کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ عنصری اگر اسے مناسب سمجھے تو بادشاہ تک پہنچائے (ورنہ واپس کر دے) عنصری کا ایک طویل قصیدہ بہت مشہور ہے۔ جس میں اس نے سلطان محمود کی تمام معرکہ آرائیوں کو نظم کیا ہے۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ایک رات عشق مجازی کے جذبے کے تحت سلطان محمود نے ایاز پر نظر ڈالی چونکہ محمود پر خداوند تعالیٰ کی رحمت سایہ کیے ہوئے تھی۔ اس لیے فوراً ہی شرعی احکام نے اسے ٹوکا اور اس پاک عشق کو فسق و فجور کی آلودگی سے پاک رکھنے کی ہدایت کی۔ محمود فوراً خواب غفلت سے بیدار ہو گیا اور اس نے ایاز کو ایک چاقو دیا اور کہا کہ اس سے فوراً اپنی راہزن زلفوں کو تراش ڈال (کہ جنہوں نے مجھے عشق مجازی کی آلودگی میں پہنچا دیا) ایاز نے پوچھا "ان زلفوں کو کس حد تک تراشوں؟" محمود نے کہا "بالکل کاٹ

besturdubooks.wordpress.com

دے۔" اس پر ایاز نے بادشاہی حکم کے تحت اپنی زلفوں کو اسی وقت کاٹ دیا۔ اس فرمانبرداری کی وجہ سے محمود کے دل میں ایاز کی محبت پہلے سے دوگنی ہو گئی اور اس نے ایاز کی اس فرمانبرداری کے عوض بہت سے قیمتی جواہرات بطور تحفہ دیئے اور خود اسی عالم مستی میں جا کر سو گیا۔

محمود جب صبح کو سو کر اٹھا تو اسے رات کا واقعہ یاد آیا اور اس نے ایاز کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس پر اسے سخت شرمندگی ہوئی۔ اس وجہ سے وہ بڑا بے چین رہا درباریوں میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ وہ محمود سے حقیقت حال پوچھتا۔ حاجب علی نے اس وقت عنصری کو بادشاہ کے سامنے جانے کے لیے کہا۔ عنصری محمود کی خدمت میں حاضر ہوا محمود نے عنصری کو کہا۔ "تم دیکھ رہے ہو کہ اس وقت میری حالت کیا ہے؟ اس وقت تم میرے حال کے مناسب کچھ نظم کرو۔" عنصری نے فی البدیہہ یہ رباعی پڑھی۔

امروزکہ زلف یار در کاستن است چہ جائے بغم نشستن خاستن است

روز طرب و نشاط و مے خاستن است کار استن سروز پیراستن است

یہ رباعی سن کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور عنصری کا منہ جواہرات سے تین مرتبہ بھرا اور اس کے بعد مطربوں کو بلا کر عیش و نشاط میں مشغول ہو گیا عنصری کا انتقال ۴۳۱ھ میں ہوا۔

عسجدی

عسجدی مرو کا رہنے والا تھا۔ اس کے قصاید بہت مشہور ہیں۔ وہ عنصری کا شاگرد اور محمود کا مداح تھا۔ اس کا وہ قصیدہ بہت مشہور جس کا مطلع یہ ہے

تاشاہ خوردہ بیں سفر سومنات کرد

کردار خویش را علم معجزات کرد

عسجدی کا دیوان کہیں نہیں ملتا' لیکن اس کی یہ رباعی مشہور خاص و عام ہے۔

از شرب مدام و لاف مشرب توبہ وز عشق بتان وسیم غب غب توبہ

در دل ہوس گناہ و برلب توبہ زین توبہ نادرست یارب توبہ

فرخی

فرخی بھی عنصری کا شاگرد تھا مورخین کا بیان ہے کہ فرخی کا باپ امیر خلف والی سیستان کا غلام تھا۔ فرخی سیستان کے کسانوں میں سے ایک کا ملازم تھا اور اس کی خدمات کے عوض اسے دو سو پنج منی کیل غلہ اور سو درم ملتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد فرخی نے بنی خلف کی ایک لڑکی سے شادی کر لی جس کی وجہ سے اس کے اخراجات بہت بڑھ گئے۔ اس نے اپنے آقا سے اپنی تنخواہ اور غلے کی مقدار میں اضافے کی درخواست کی آقا نے جواب میں کہا۔ "تم اپنی تنخواہ اور غلے میں جس قدر اضافہ چاہتے ہو میں جانتا ہوں کہ تم اس سے بھی زیادہ کے مستحق ہو لیکن مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ تمہارا مطالبہ پورا کر سکوں۔" فرخی اس سے مایوس ہو کر سلطان محمود کے بھتیجے ابو المظفر کے پاس پہنچا اور اس کی مدح میں ایک بہترین قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ اس کے صلے میں ابو المظفر نے ایک بیش قیمت خلعت اور بہت سے جواہرات اس کو دیئے۔ اس کے کچھ دنوں بعد فرخی سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا محمود کے دربار میں اس نے بڑا امتیاز حاصل کیا اور یہاں تک ترقی کی کہ بیس (۲۰) غلام زریں کمر اس کے آگے آگے چلتے تھے۔

قیمقی

besturdubooks.wordpress.com

لکھے بھی تھے بعض مورخین نے یوں لکھا ہے کہ فردوسی نے دقیقی ہی کے شاہنامے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امیر محمد بن محمود غزنوی

جب سلطان محمود کا انتقال ہوا تو اس وقت اس کا ایک بیٹا امیر محمد تو گورگان میں تھا اور دوسرا امیر مسعود صفاہان میں مقیم تھا۔ محمود کے انتقال کے بعد اس کے داماد امیر علی بن ارسلان نے اپنے خسر کی وصیت کے مطابق امیر محمد کو غزنی میں بلایا اور اسے باپ کا جانشین بنایا۔ امیر محمد نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چچا امیر یوسف کو سپہ سالار اور خوجہ ابو سہل احمد بن حسن ہمدانی کو وزارت سلطنت کے عہدے پر مقرر کیا۔ امیر محمد نے رعایا کو اپنا فرمانبردار بنانے کی بہت کوشش کی اور شاہی خزانے کے دروازے ہر خاص و عام کے لیے کھول دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ہر شخص خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگا اور رعایا اور فوج کا ہر طبقہ مطمئن نظر آنے لگا۔ لیکن امیر محمد کے یہ انعام و اکرام اس کے لیے لوگوں کے دل میں جگہ پیدا نہ کر سکے اور ایک بہت بڑا طبقہ امیر محمد کی نسبت امیر مسعود کو ترجیح دیتا رہا۔

امیر ایاز کی شورش

سلطان محمود کی وفات کے پچاس روز بعد ابو النجم امیر ایاز بن اسحاق نے غلاموں اور ابو علی دایہ کو اپنے ساتھ ملایا اور دن دہاڑے شاہی اصطبل میں داخل ہو کر خاصے کے گھوڑوں کو قبضے میں کر لیا اور یہ سب لوگ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر "بست" کی طرف روانہ ہو گئے۔ امیر محمد کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ہندو امیر سویند رائے کو ہندوؤں کا ایک لشکر جرار دے کر امیر ایاز کے پیچھے روانہ کیا۔ اس لشکر نے امیر ایاز کو تھوڑی ہی دور کے فاصلے پر جا لیا۔ طرفین میں ایک زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں سویند رائے ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ مارا گیا۔ امیر ایاز کے ساتھی بھی اس معرکے میں کام آئے ہندوؤں کے لشکر میں جو سپاہی بچ رہے تھے امیر ایاز نے انہیں گرفتار کر لیا اور ان کے سر تن سے جدا کر کے امیر محمد کے پاس بھجوا دیئے اور خود آگے بڑھا۔

امیر مسعود کی خواہش

امیر ایاز جب نیشاپور پہنچا تو وہاں وہ امیر مسعود سے ملا۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ امیر مسعود نے جب ہمدان میں اپنے باپ سلطان محمود کے انتقال کی خبر سنی تھی تو اس نے عراق اور عجم میں اپنے قابل اور تجربہ کار نائب اور عامل مقرر کر دیئے تھے اور خود جلد از جلد خراسان پہنچ گیا تھا۔ یہاں سے اس نے اپنے بھائی امیر محمد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "سلطان محمود مرحوم نے جو ملک تمہیں عطا کیے ہیں میں ان کو اپنے قبضے میں لانا نہیں چاہتا میرے لیے خود اپنے مفتوحہ ممالک یعنی جبال' طبرستان' اور عراق کافی ہیں۔ میرا مدعا صرف اتنا ہے کہ تم اپنے ممالک میں بھی یہ ہدایت کر دو کہ خطبے میں میرا نام تمہارے نام سے پہلے پڑھا جائے۔"

کتب تواریخ میں یہ مذکور ہے کہ امیر مسعود اور امیر محمد دونوں بھائی ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔ مسعود اپنے بھائی سے چند لمحے پیشتر اس دنیا میں آیا تھا اس لیے امیر محمد کو مسعود کے مقابلے میں بڑے چھوٹے کا کوئی خیال نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو چھوٹا بھائی نہ سمجھتا تھا اس لیے اس کے نزدیک مسعود کی اطاعت ضروری نہ تھی جب مسعود کا (متذکرہ بالا) خط امیر محمد کے پاس پہنچا تو وہ بہت پیچ و تاب میں آیا اور اس نے مسعود کو جواب میں بڑے سخت الفاظ استعمال کیے۔ جواب میں خط ارسال کرنے کے بعد امیر محمد نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اگرچہ دربار کے امیروں وزیروں نے بہت کوشش کی کہ دونوں بھائیوں میں لڑائی نہ ہو اور تمام معاملات پر امن فضا میں طے پائیں' لیکن امیر محمد نے کسی کی نہ سنی اور اپنے ارادے پر قائم رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

امراء کی غداری اور امیر محمد کا زوال

امیر محمد ایک بہت بڑی فوج تیار کر کے غزنی سے روانہ ہوا یکم رمضان ۴۲۱ھ کو وہ "نکیاباد" نامی مقام میں پہنچا جسے حقیقت میں "نکبت آباد" کہنا زیادہ موزوں ہو گا۔ یہاں وہ اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ رمضان کا پورا مہینہ امیر محمد نے نکیاباد ہی میں گزارا۔ اس کے عید کے روز (اتفاق سے) امیر محمد کے سر سے تاج گر پڑا۔ لوگوں نے اس واقعے کو فال بد سمجھا اور اس سے علیحدہ ہو جانے کا پکا ارادہ کر شوال کی تیسری (۳) کو مشہور معروف امیروں' امیر علی خویشاوند' امیر یوسف سبکتگین اور میر حسین وغیرہ نے امیر محمد کے خلاف بغاوت کی یہ امراء امیر مسعود کی حمایت کے نعرے لگاتے ہوئے امیر محمد کے خیمے کے گرد جمع ہو گئے۔ ان امیروں نے امیر محمد کو گرفتار کر کے ولج قلعے میں جسے اب اہل قندھار قلعہ خلج کہتے ہیں قید کر دیا اور خود امیر مسعود کے استقبال کے لیے ہرات روانہ ہو گئے۔ امیر مسعود ہرات سے بلخ پہنچ کر احمد حسین میمندی کو اس وجہ سے قتل کی سزا دی کہ اس نے مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت مصر کے خلیفہ کا بیش قیمت خلعت قبول کیا تھا۔ یہ وجہ محض ایک بہانہ تھی اصل سبب یہ تھا کہ مسعود کو یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک بار سلطان محمود کی زندگی میں احمد حسین نے دربار میں یہ کہا تھا کہ جس روز امیر مسعود بادشاہ ہو جائے اس روز مجھ کو پھانسی چڑھا دینا۔ امیر مسعود نے بے وفائی کے جرم میں ابو علی خویشاوند کو قتل اور امیر یوسف کو قید کی سزا دی۔ یوسف نے اسی عالم اسیری میں وفات پائی مسعود کے حکم سے امیر محمد کو بھی عالم اسیری میں اندھا کیا گیا۔ امیر محمد نے پچاس روز تک بھی حکومت نہ کی۔ امیر محمد قلعے میں قید رہا اور مسعود کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا لیکن ایک سال بعد اسے مودود بن مسعود کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مسعود بن محمود غزنوی

امیر مسعود بہت ہی سخی اور بہادر تھا اس کی بہادری اور جرات مندی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اسے "رستم ثانی" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس کے تیر میں ایسی تیزی تھی کہ وہ لوہے میں سوراخ کرنے کے بعد ہاتھی کے جسم میں گھس جاتا تھا۔ اس کا گرز اس قدر وزنی تھا کہ کوئی شخص بھی اسے ایک ہاتھ سے نہ اٹھا سکتا تھا۔ حق گوئی و بے باکی مسعود کا شعار تھا اس وجہ سے وہ اکثر گفتگو میں اپنے باپ سلطان محمود کے ساتھ درشت کلامی کر بیٹھتا تھا۔ اس لیے سلطان محمود اسے سخت ناپسند کرتا تھا اس کے برخلاف محمود امیر محمد کو بہت چاہتا تھا کیونکہ وہ موقع بے موقع باپ کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔ مسعود سے محمود کی نفرت اور امیر محمد سے محبت نے یہاں تک طول کھینچا کہ محمود نے مسعود کی ہر طرح سے حق تلفی کی اور خلیفہ بغداد سے یہ سفارش کی کہ فرامین اور خطبات میں امیر محمد کا نام مسعود کے نام سے پہلے لکھا جائے۔

مسعود کے ساتھ حق تلفی

"طبقات ناصری" کے مولف نے ابو نصر مشکاتی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب سلطان محمود کے مندرجہ بالا خط کا مسودہ سر دربار پڑھا گیا تو اس کو سن کر تمام درباریوں کو افسوس ہوا۔ اور مسعود کی اس حق تلفی کو سبھی نے ناموزوں خیال کیا۔ جب امیر مسعود دربار سے اٹھ کر باہر آیا تو ابو نصر بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا اور اس سے کہا۔ "تمہاری حق تلفی پر مجھے اور تمام اہل دربار کو بہت افسوس ہے۔" مسعود نے اس سے جواب میں کہا اس کی فکر نہ کرو کیا تم نے بزرگوں کا یہ قول نہیں سنا کہ تلوار خط سے زیادہ سچی اور مضبوط ہوتی ہے۔"" ابو نصر کا بیان ہے کہ جب میں مسعود کی گفتگو کرنے کے بعد واپس دربار میں آیا تو سلطان محمود نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تم مسعود کے ساتھ دربار سے باہر کیوں گئے اور تمہاری اس سے کیا بات چیت ہوئی؟ میں نے سلطان محمود سے سب کچھ صحیح صحیح بیان کر دیا۔ سلطان نے میری اور مسعود کی بات چیت سن کر کہا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مسعود ہر لحاظ سے امیر محمد سے بہتر ہے اور مجھے اس کا یقین ہے کہ میرے بعد سلطنت مسعود ہی کے قبضے میں آئے گی' لیکن میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ امیر محمد نے میری زندگی میں ہمیشہ میری بہت عزت کی ہے اور ہر طرح سے میرا خیال رکھا ہے۔ ابو نصر کا بیان ہے کہ اس سارے واقعے میں مجھے دو باتوں پر بہت تعجب ہوا ایک تو مسعود کے اس پر معنی جواب پر کہ میرے علم و فضل کے شایان شان تھا اور دوسرے سلطان محمود کے انتظام سلطنت پر کہ ادھر میں نے مسعود سے گفتگو کی اور ادھر محمود کو اطلاع ہو گئی۔

سلطان مسعود جب تخت نشین ہوا تو اس نے احمد بن حسن میمندی کو جو سلطان محمود کے حکم سے کالنجر کے قلعے میں اسیر تھا' رہا کیا اور اسے پھر وزارت سلطنت کے عہدے پر سرفراز کیا۔ اس کے علاوہ امیر احمد بن نیالتگین سے بجبر بہت سا مال و دولت حاصل کیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے امیر احمد کو ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کر کے لاہور روانہ کر دیا۔ نیز مجد الدولہ دیلمی کو جو سلطان محمود کے حکم سے ایک قلعے میں قید تھا رہا کیا اور اسے اپنے درباریوں میں شامل کر لیا۔

کچ اور مکران کی فتح

۴۲۲ھ میں امیر مسعود بلخ سے غزنی آیا یہاں پہنچ کر اس نے کچ اور مکران کو فتح کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا ان دونوں مقامات کی فتح کے بعد امیر مسعود نے یہاں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا ان دونوں شہروں کی فتح کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مسعود کے زمانے میں کچ اور مکران کے حاکم نے وفات پائی۔ اس کے دو بیٹے تھے ان میں ایک جس کا نام عیسیٰ تھا اپنے باپ کی سلطنت پر قابض ہو گیا اس نے اپنے بھائی ابو العساکر کو ہر چیز سے محروم کر کے سلطنت سے باہر نکال دیا۔ ابو العساکر میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اپنے بھائی کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا اس نے امیر مسعود کی بارگاہ میں فریاد کی اور اس نے یہ درخواست کی کہ اگر امیر مسعود اپنے لشکر کی مدد سے اسے اپنے آبائی ملک پر قابض کروا دے گا تو ہمیشہ ہمیشہ حکومت غزنی کی اطاعت کا دم بھرتا رہے گا۔ نیز اپنے علاقے میں امیر مسعود کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دے گا۔ امیر مسعود نے ابوالعساکر کی درخواست قبول کی اور ایک زبردست لشکر اس کے ساتھ مکران کی طرف روانہ کیا۔ مسعود نے اپنے سپاہیوں کو یہ ہدایت کی کہ اگر عیسیٰ صلح پر آمادہ ہو اور سلطنت میں سے نصف علاقہ ابوالعساکر کو دینے پر تیار ہو تو اس سے جنگ نہ کی جائے، لیکن اگر وہ اس لشکر کو دیکھ کر صلح پر آمادہ نہ ہو تو اس سے جنگ کی جائے اور ملک اس کے قبضے سے نکال کر ابوالعساکر کے حوالے کر دیا جائے۔

جب غزنوی فوج مکران کی حدود میں پہنچی تو اس کے افسر اعلیٰ نے سلطان مسعود کی ہدایت کے مطابق امیر عیسیٰ سے صلح کی بات چیت شروع کی اور اس بات کی پوری پوری کوشش کی کہ معاملہ امن کی فضا میں طے ہو جائے، لیکن بد قسمت عیسیٰ کے برے دن آ چکے تھے اس نے کوئی بات نہ سنی اور صلح سے انکار کر کے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ امیر عیسیٰ کے چند عاقبت اندیش امراء نے اس سے اختلاف کیا اور اسے لڑائی سے روکنے کی بہت کوشش کی، لیکن عیسیٰ پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ پہلے کی طرح لڑائی کے خیال میں مگن رہا اور اپنے خاص خاص لوگوں کو ساتھ لے کر غزنوی فوج کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، عیسیٰ خاں اس قدر لڑا کہ اپنے لشکریوں کے ساتھ ساتھ خود بھی میدان جنگ میں کام آیا۔

امیر عیسیٰ کی وفات کے بعد ابوالعساکر ملک پر قابض ہو گیا اور اس نے حسب وعدہ اپنے ملک میں امیر مسعود کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

رے اور ہمدان وغیرہ کا انتظام

اسی سال امیر مسعود نے رے، ہمدان اور دیگر کوہستانی شہروں کی حکومت اپنے ایک فراش کے سپرد کر دی جس کا نام تاش تھا۔ تاش نے تھوڑے عرصے کے اندر اندر محمود کے خراسانی امیروں کی جاگیریں ضبط کر لیں اور ان علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ سلطان مسعود کے حسب الحکم تاش نے علاء الدولہ کو اس کی سرکشی کی سزا دی اور اس کے ملک کو اس کے عاملوں کے قبضے سے نکال لیا اور ان عاملوں کو تباہ کر دیا۔

ترکمانیوں سے معرکہ

۴۲۲ھ میں سلطان مسعود غزنی سے صفاہان اور رے کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ ہرات پہنچا تو سرخس اور باد آورد کے باشندے اس کے پاس آئے اور اس سے ترکمان سلجوقی کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ مسعود نے عبد الرئیس بن عبد العزیز کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ترکمانیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ عبد الرئیس نے بارہا ترکمانیوں کے ساتھ جنگ کی، لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار سلطان مسعود ناکام و نامراد واپس غزنی آیا۔

علی تگین سے جنگ

علی تگین نے بخارا اور سمرقند پر قبضہ کر کے بڑے ہنگامے پیدا کر رکھے تھے۔ سلطان مسعود نے التونتاش کو علی تگین کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔ التونتاش خوارزم سے ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا۔ مسعود نے بھی غزنی سے پندرہ ہزار سپاہیوں کی ایک فوج التونتاش کی [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کیا اور اس کو فتح کر کے سمرقند کی طرف روانہ ہوا- علی تگین کو جب غزنوی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ شہر سے نکل کر ایک میدان میں آ گیا- اس میدان کے ایک طرف تو ایک بہت بڑی نہر بہہ رہی تھی اور دوسری طرف ایک بہت بڑا پہاڑ تھا- جب لڑائی شروع ہوئی تو التونتاش کے لشکر پر علی تگین کی فوج کے ایک دستے نے پیچھے سے حملہ کیا یہ دستہ کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا اس حملے میں غزنوی فوج کے بے شمار سپاہی مارے گئے- یہاں تک کہ التونتاش کے جسم پر بھی ایک کاری زخم لگا اتفاق سے یہ زخم جسم کے ایک ایسے حصے میں لگا جہاں پہلے بھی (جب کہ التونتاش سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان میں معرکہ آرا ہوا تھا) منجنیق کے ایک بھاری پتھر سے زخم لگ چکا تھا-

التونتاش کا زخمی ہونا

التونتاش نے اپنے اس زخم کا حال اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا اور میدان جنگ میں بڑی ثابت قدمی سے ڈٹا رہا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے حملے کے باوجود غزنوی فوج میں بددلی اور پریشانی نہ پھیلنے پائی اور غزنوی سپاہیوں نے دشمن کے بھی بے شمار افراد کو تہ تیغ کیا باقی لوگوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا- جب علی تگین کا کوئی سپاہی بھی باقی نہ رہا تو التونتاش نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا غزنوی لشکر اپنے خیموں میں واپس آ گیا- رات کے وقت التونتاش نے فوجی سرداروں کو اپنے پاس بلایا ان کو اپنے زخمی ہونے کی کیفیت بتائی اور کہا کہ "اس زخم سے میرا بچنا ناممکن نظر آتا ہے اب تم لوگ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے لڑائی کے بارے میں جو چاہو کرو-" فوجی سرداروں نے جب دیکھا کہ التونتاش کی حالت نازک ہے اور صبح دشمن سے پھر مقابلہ کرنا ہے تو انہوں نے باہمی مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ مناسب اور معقول شرائط پر صلح کر کے جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا جائے-

علی تگین سے صلح اور التونتاش کی وفات

ان فوجی سرداروں نے علی تگین کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے صلح کی درخواست کی- صلح کے لیے یہ شرط رکھی کہ بخارا تو غزنوی سلطنت میں شامل کیا جائے اور سمرقند اور اس کے آس پاس کا علاقہ علی تگین کے قبضے میں رہے- علی تگین نے اس شرط کو قبول کر لیا اور صلح کر کے دوسرے دن سمرقند کی طرف روانہ ہو گیا- غزنوی لشکر بھی واپس روانہ ہوا' روانگی کے دوسرے ہی دن التونتاش نے داعی اجل کو لبیک کہا- فوج کے سرداروں نے اس کی موت کی خبر کو راستے میں لشکریوں سے چھپائے رکھا اور خوارزم پہنچ کر اس کا اعلان کیا گیا- سلطان مسعود کو التونتاش کے مرنے کی اطلاع خراسان میں ملی اس نے التونتاش کی خدمات کے صلے میں اس کے بیٹے ہارون کو خوارزم کا حاکم مقرر کر دیا-

اسی سال وزیر سلطنت خواجہ احمد بن حسن میمندی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ ابو نصر احمد بن محمد بن عبد الصمد کو خوارزم سے بلا کر وزیر مقرر کیا گیا- ابو نصر' ہارون بن التونتاش کا دیوان زادہ تھا-

ہندوستان پر لشکر کشی

۴۲۴ھ میں سلطان مسعود نے ہندوستان پر لشکر کشی کی اور "درہ کشمیر" میں سرستی کے قلعے پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اسلامی لشکر کی آمد سے اہل قلعہ کانپ اٹھے- انہوں نے سلطان مسعود کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور یہ درخواست کی کہ ہم اس شرط پر صلح کرنے کے لیے تیار ہیں کہ بادشاہ ہم کو قتل نہ کرے اس کے صلے میں ہم اسی وقت ایک بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کریں گے اور آئندہ بھی اسی طرح ہر سال ایک معقول رقم شاہی خزانے میں بطور خراج کے داخل کرتے رہیں گے مسعود کو صلح کی یہ شرائط معقول معلوم ہوئیں- اس نے اہل قلعہ سے صلح کر کے غزنی کو واپسی کا ارادہ کر لیا اس سے قبل کہ وہ حاکم قلعہ کو کوئی جواب دیتا اسے ان مسلمان سوداگروں کی ایک درخواست موصول ہوئی جو اہل قلعہ کی سختیوں کا شکار ہو رہے تھے اس درخواست میں یہ لکھا گیا تھا- "ہم چند مسلمان تاجر اپنے وطن سے نکلے اور بدقسمتی سے ان کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہیں- ان ہندوؤں نے تعصب کی بنا پر ہم پر طرح طرح سے تشدد کیا

besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ہم سے ہمارا تمام مال اور دولت چھین کر ہمیں کوڑی کو محتاج کر دیا ہے۔ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر آپ نے ہندوؤں سے ان کی پیش کردہ شرائط پر صلح کر لی تو آپ کے جاتے ہی یہ ہندو ہم پر مصیبت ڈھائیں گے اور زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ہم اپنے احوال گوش گزار کرنے کے بعد آپ کو یہ بتا دینا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان محصور ہندوؤں کے پاس سامان رسد بالکل ختم ہو چکا ہے اور اب ان میں قلعہ بند ہو کر رہنے کی ہمت نہیں۔ اگر آپ دو تین روز تک محاصرہ قائم رکھیں گے تو یہ قلعہ بغیر کسی مزاحمت کے فتح ہو جائے گا۔"

مسعود نے یہ درخواست پڑھ کر صلح کا ارادہ فوراً ترک کر دیا اور محاصرے کی شدت میں معقول اضافہ کر دیا۔

قلعے کے ارد گرد ایک بہت گہری خندق کھدی ہوئی تھی۔ مسعود کے حکم سے اس خندق کو گنوں سے پاٹ دیا گیا اس علاقے کے گرد و نواح میں گنا بکثرت پیدا ہوتا ہے خندق کو پاٹ کر اس کی سطح اتنی بلند کی گئی کہ لشکر اس پر چڑھ کر باسانی قلعے تک پہنچ سکتا تھا مسلمان اسی ذریعے سے قلعے کے اندر گھس گئے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کو قتل کیا۔ ان کے بیوی بچوں کو قید کیا اور ان کا مال و اسباب اپنے قبضے میں کر لیا۔ سلطان مسعود نے مسلمان تاجروں کو ان کی دولت واپس کر دی اور یوں دنیا میں اپنا نیک نام چھوڑا۔

قحط اور مرض

اسی سال دنیا کے اکثر حصوں میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے ایک زبردست قحط پڑا۔ قحط گیا تو ایک عالمگیری وبا نے اپنا رنگ جمایا اس وبا سے صرف اصفہان ہی میں چالیس ہزار آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔ ہندوستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں وغیرہ میں مرنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ کھیتی باڑی اور دیگر پیشوں کے لیے مزدوروں کا ملنا مشکل ہو گیا۔ بغداد کے نواحی علاقوں موصل اور جرجستھان میں "جدری" (چیچک) کے مرض کی وبا پھیلی۔ ان شہروں کا شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہاں دو تین افراد اس مرض جان کاہ کا شکار نہ ہوئے ہوں۔

والی طبرستان پر حملہ

سلطان مسعود نے ۴۲۵ھ میں آمل اور ساری (طبرستان کے دو مقامات) فتح کرنے کا ارادہ کیا ان علاقوں کے باشندوں نے آپس میں مل کر مسعود کا مقابلہ کیا۔ لیکن غزنوی فوج کے سامنے ان کا زور نہ چل سکا اور فتح سلطان مسعود ہی کو نصیب ہوئی۔ ابا کالنجار امیر طبرستان نے اپنا ایک پیغامبر سلطان مسعود کی خدمت میں بھیجا اور اس کا مطیع رہنے کی درخواست کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے ملک میں مسعود کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کرے گا۔ (مسعود نے صلح کی یہ شرط مان لی) امیر طبرستان نے اپنے فرزند بہمن اور برادر زادے شیر دبہ کو گورگان روانہ کیا اور سلطان مسعود واپس غزنی روانہ ہوا۔

ترکمانیوں سے معرکہ آرائی

جب مسعود نیشاپور پہنچا تو وہاں کے باشندے ترکمان سلجوقی کے ظلم و ستم کی شکایت لے کر مسعود کے پاس آئے اور اس سے امان طلب کی۔ مسعود نے بک تغدی اور حسین بن علی میکال کو ایک زبردست فوج کے ساتھ ترکمانیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا جب غزنوی فوج شقید القاق (نامی مقام پر) پہنچی تو ترکمانیوں کا ایک پیغامبر بک تغدی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ "ترکمانی یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری ساری قوم غزنویوں کی تابع اور امیر مسعود کی طرف دار ہے اگر ہمیں تباہ و برباد کیا گیا تو اس سے آس پاس کے علاقوں کے باشندوں کو تکلیف ہو گی۔ لہٰذا اگر امیر مسعود ہماری معاش کے لیے زمین کی حد بندی کر دے تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ آئندہ ہم کسی کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔" بک تغدی ترکمانی قاصد کے ساتھ ذرا سختی سے پیش آیا اور اسے جواب دیا "ترکمانیوں سے جا کر کہہ دو کہ اطاعت کا اقرار کریں اور آئندہ کسی قسم کی بد اعمالی کے مرتکب نہ ہوں۔ نیز اپنا ایک قابل اعتبار آدمی سلطان مسعود کی خدمت میں بھیج کر میرے نام ایک شاہی فرمان منگوائیں تاکہ میں ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کروں اگر یہ شرائط منظور نہ ہوں تو پھر ہمارے اور ان

besturdubooks.wordpress.com

سے لڑے لیکن بک تغدی کے سامنے ان کا زور نہ چلا اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے۔

بک تغدی نے ترکمانیوں کا تعاقب کیا اور ان کے بیوی بچوں کو اپنا قیدی بنا کر ان کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد غزنوی فوج لوٹ مار کے لیے ادھر ادھر منتشر ہو گئی۔ ترکمانیوں کو ایک اچھا موقع ہاتھ آیا تو انہوں نے درۂ کوہ سے نکل کر بک تغدی پر حملہ کر دیا طرفین میں دو دن اور دو رات تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ غزنوی سپاہیوں کی تعداد کم تھی اس لیے میدان جنگ سے ان کے قدم اکھڑنے لگے یہ عالم دیکھ کر بک تغدی نے حسین میکال سے کہا۔ "اب یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ ہو گا۔ بہتر یہی ہے کہ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔" حسین میکال نے بک تغدی کے مشورے پر عمل نہ کیا۔ بک تغدی خود میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ میکال نے بڑی ہمت و جرات سے کام لیا اور خوب جان توڑ کر لڑتا رہا آخر کار دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ بک تغدی جان چھپا کر بھاگتا ہوا نیشاپور پہنچا اور امیر مسعود سے سارا ماجرا بیان کیا۔ مسعود کو اس واقعے سے بڑا رنج ہوا اور وہ ۴۲۶ھ میں ناکام و نامراد واپس غزنی روانہ ہوا۔

احمد نیالتگین کی سرکشی

اسی زمانے میں ہندوستان سے احمد نیالتگین کی بغاوت کی خبریں آئیں۔ سلطان مسعود نے ناتھ نام کے ایک ہندو سردار کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ناتھ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور احمد سے معرکہ آرا ہوا دونوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ احمد نے بڑی دلیری اور جوانمردی کے ساتھ ناتھ کا مقابلہ کیا اس لڑائی میں ناتھ مارا گیا۔ اور غزنوی فوج کو شکست ہوئی جب سلطان مسعود تک اس واقعے کی اطلاع پہنچی تو اس نے تولک بن حسین کو' جو ہندوؤں کا بہت بڑا امیر تھا نیالتگین کے مقابلے پر روانہ کیا۔ تولک نے نیالتگین سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ نیالتگین پریشانی کے عالم میں منصورہ' ٹھٹھہ اور سندھ کی طرف بھاگ گیا۔ تولک نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے جس ساتھی کو دیکھا اس کے کان اور ناک کاٹ کر اسے چھوڑ دیا۔ احمد ہانپتا کانپتا دریائے سندھ کے کنارے تک پہنچا' وہ دریا کو پار کر کے دوسری طرف اترنا ہی چاہتا تھا کہ "دفعتاً" دریا میں سیلاب آ گیا اور نیالتگین اس سیلاب کے سامنے بے دست و پا ہو کر رہ گیا اور یوں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ پانی کے بہاؤ نے نیالتگین کی لاش جب کنارے پر پھینک دی تو غزنوی سپاہیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اس کا سر کاٹ کر تولک کے سامنے پیش کیا۔ تولک نے وہ سر سلطان مسعود کے پاس غزنی بھیج دیا۔

۴۲۷ھ میں مسعود نے غزنی میں ایک نیا محل تعمیر کروایا۔ اس میں ایک بڑا خوبصورت جڑاؤ تخت بچھایا گیا اور اس تخت پر ایک عالی شان تاج جس کا وزن ستر من تھا۔ (من کا وزن فارس میں آدھ سیر کے قریب ہے) سونے کی زنجیروں سے باندھ کر لٹکایا گیا۔ مسعود نے اس جڑاؤ تخت پر قدم رنجہ فرمایا اور یہ تاج اپنے سر پر رکھا (اس سلسلے میں) اس نے دربار عام منعقد کیا اور ہر شخص کو اپنی ملاقات سے نوازا۔

قلعہ ہانسی کی فتح

اسی سال مسعود نے اپنے بیٹے مودود کو صاحب طبل و علم کیا اور خود قلعہ ہانسی کو فتح کرنے کے لیے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ "طبقات ناصری" کے مولف کا بیان ہے کہ اس زمانے میں ہانسی سوالک کا دارالسلطنت تھا ہانسی کا قلعہ بہت ہی مضبوط تھا۔ اس کی بابت ہندو عقیدہ رکھتے تھے کہ اسے کبھی کوئی مسلمان فرمانروا تسخیر نہیں کر سکتا۔ امیر مسعود نے ہانسی پہنچ کر اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اور چھ روز کی محنت کے بعد اسے فتح کر لیا۔ اس قلعے سے بہت سا مال غنیمت مسعود کے ہاتھ لگا اس نے یہ قلعہ اور تمام مال غنیمت اپنے قابل اعتماد سرداروں کے حوالے کیا اور خود سون پت کا قلعہ فتح کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

سون پت کی فتح

سون پت کے راجہ دیپال ہری کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مسعود اس کی سرزنش کے لیے آ رہا ہے تو وہ پریشان و بدحواس ہو کر

besturdubooks.wordpress.com

جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ غزنوی لشکر نے سون پت پہنچ کر وہاں کے قلعے کو تسخیر کر لیا اور اسکے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے تمام مال و دولت پر اپنا قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ دیپال ہری' راجہ سون پت یہاں سے فرار ہو چکا ہے تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا۔ دیپال کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا ساز و سامان اور لشکر جنگل ہی میں چھوڑ دیا اور خود کسی گوشے میں روپوش ہو گیا۔ مسلمانوں نے دیپال ہری کے ساز و سامان پر قبضہ کیا اور اس کے لشکر کو قتل و گرفتار کر کے یہاں سے درہ رام دیو کی طرف بڑھے۔

راجہ رام دیو اپنی آنکھوں سے دیپال ہری کا حشر دیکھ چکا تھا۔ اسے جب مسعود کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے بہت سا مال و دولت مسعود کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ درخواست کی۔ "میں بہت ضعیف اور کمزور ہوں اس لیے مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ بذات خود خدمت اقدس میں حاضر ہو سکوں' میرے حال پر رحم کیا جائے اور جو کچھ ارسال خدمت ہے اسے قبول کیا جائے اور مجھے اپنے اطاعت شعاروں میں شمار کیا جائے۔" مسعود نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا یہاں سے وہ سون پت واپس آگیا۔

امیر مسعود نے سون پت کی حفاظت اور انتظام کے لیے اپنے ایک معتمد امیر کو وہاں چھوڑا اور خود سون پت کے آس پاس کے علاقوں کی تسخیر میں مصروف ہو گیا ان علاقوں کو اس نے بہت جلد فتح کر لیا۔ ان پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غزنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب مسعود لاہور پہنچا تو اس نے کچھ دن وہاں قیام کیا اس نے اپنے دوسرے بیٹے ابو المجدود کو وہاں کا حاکم بنایا اور اسے طبل و علم عطا کیا اور ایاز خاں کو اس کا اتابک (یعنی اتالیق) مقرر کر کے خود واپس غزنی روانہ ہوا۔

طغرل بیگ کی سرزنش کا ارادہ

ترکمانیوں کی شورشوں کو ختم کرنے کے لیے مسعود ۴۳۸ھ میں بلخ پہنچا ترکمانیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بلخ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کے علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ بلخ کے باشندوں نے مسعود کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ مسعود کی غیر موجودگی میں طغرل بیگ نے دریا کو پار کر کے کئی بار مسلمانوں کو مارا اور لوٹا ہے۔ مسعود نے یہ سن کر موسم سرما میں ہی طغرل کی سرکوبی کا ارادہ کیا اور ترکمانیوں کی سرزنش کو موسم بہار کے ابتدائی زمانے تک کے لیے ملتوی کیا۔ سلطنت کے امراء اور فوجی افسروں وغیرہ کو بادشاہ کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے گزارش کی کہ دو سال سے ترکمانی خراسان میں لوٹ مار مچائے ہوئے ہیں اور اہل خراسان ان کی اس روش سے اس حد تک عاجز آچکے ہیں کہ خراسانیوں کا ایک بڑا حصہ ان کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہے اس وقت یہی مناسب ہے کہ سب سے پہلے ترکمانیوں کا قلع قمع کیا جائے اور پھر اس کے بعد کسی اور طرف توجہ کی جائے۔" (سبھی لوگ بادشاہ کے اس ارادے کے مخالف تھے اور اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرنے لگے) ایک شاعر نے اس مضمون کی ایک نظم بھی لکھی کہ بادشاہ کو پہلے طغرل بیگ پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے یہ نظم مسعود کی خدمت میں پیش کی۔ لیکن مسعود پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے ارادے پر قائم رہا۔ اس کو یہ خیال تھا کہ طغرل بیگ کا ملک باسانی اس کے قبضے میں آجائے گا۔ لہٰذا اس نے دریائے جیحون پر پل بندھوایا اور دریا کو پار کر کے ماوراء النہر پہنچا۔

ماوراء النہر میں کسی نے مسعود کا مقابلہ نہ کیا اس لیے اس صوبے کے بہت سے علاقوں پر مسعود نے بغیر کسی روک ٹوک کے قبضہ کر لیا۔ ان دنوں اس علاقے میں بڑی شدید برف باری اور بارش ہوئی' ایک تو سردیوں کا موسم اور دوسرے یہ مصیبت' اس وجہ سے غزنوی شاہی لشکر کو بہت سی تکلیفوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

انہی زمانے میں داؤد سلجوقی نے سر اٹھایا اور وہ سرخس سے بلخ کی طرف بڑھا۔ خواجہ احمد وزیر نے بلخ سے مسعود کو اطلاع دی کہ داؤد

besturdubooks.wordpress.com

ہو سکوں۔" یہ خبر ملتے ہی مسعود بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جونہی مسعود ہٹا' طغرل نے غزنی پر حملہ کر دیا اور بہت سے شاہی اونٹ اور گھوڑے لوٹ کر لے گیا۔ اس لوٹ مار کے دوران میں طغرل نے اہل غزنی کو خوب جی بھر کے بے عزتی کی۔

علی تقندری-----ڈاکو کا حشر

مسعود جب بلخ کے قرب و جوار میں پہنچا تو داؤد بلخ پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر کے مرو کی طرف چلا گیا۔ مسعود نے بلخ پہنچ کر اپنے بیٹے مودود کو ساتھ لیا اور داؤد کے تعاقب میں گورگان کی طرف روانہ ہو گیا۔ گورگان میں کچھ لوگ علی تقندری کے ظلم و ستم کا شکار تھے انہوں نے مسعود کی خدمت میں حاضر ہو کر علی تقندری کی شکایت کی اور اس کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی درخواست کی۔ علی تقندری ایک ظالم' عیار اور چالاک ڈاکو تھا' لوٹ مار اس کا پیشہ تھا اور اسی پر وہ گزر بسر کرتا تھا۔ مسعود نے اس سے اطاعت گزاری کے لیے کہا۔ اس نے انکار کی اور حسب معمولی اپنی روش پر چلتا رہا۔ علی تقندری نے جب دیکھا کہ مسعود جنگ کا ارادہ کر رہا ہے تو وہ قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ مسعود نے اس قلعے کی تسخیر کے لیے لشکر کا ایک دستہ روانہ کیا ان سپاہیوں نے باسانی قلعے کو فتح کر لیا۔ اور علی تقندری کو گرفتار کر کے مسعود کے سامنے لائے' مسعود نے اس بدمعاش شخص کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دی اور پھانسی پر چڑھا دیا۔

ترکمانیوں سے معاہدہ

جب ترکمانیوں کو یہ معلوم ہوا کہ مسعود ایک زبردست لشکر لے کر مرو کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ مسعود کے پاس پیغام بھیجا کہ "ہماری قوم پوری طرح بادشاہ کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے' ہم نے اب تک جو بدعنوانیاں کی ہیں' ان کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ اگر بادشاہ ہماری معاش کے لیے مدد فرمائے اور ہمارے لیے اتنی جاگیر وقف کر دے کہ ہم اس کی آمدنی سے ہمارے اہل و عیال اور جانوروں کی کفالت ہو سکے تو ہم سب اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی گذشتہ بدکرداریوں کے لیے معافی مانگیں گے اور آئندہ کے لیے ایسی حرکتوں سے توبہ کریں گے۔" سلطان مسعود نے ترکمانیوں کی اس درخواست کو قبول کر لیا اور ان کے سردار مسمی پیغو کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا تاکہ ترکمانی اپنے وعدوں کی کوئی ضمانت دے کر مسعود کو اپنی نیک چلنی کا یقین دلا دیں۔ ترکمانیوں نے مسعود کی خواہش کے مطابق قول و قسم دے کر اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا یقین دلایا اور مسعود نے بھی ان کی خواہش کو پورا کیا اور ان کی گزر بسر کے لیے جاگیر وقف کر دی یہاں سے مسعود نے ہرات کی طرف کوچ کیا۔

راستے میں ترکمانیوں کے ایک گروہ نے مسعود کے لشکر پر چھاپہ مارا چند سپاہیوں کو قتل کر کے وہ لوگ تھوڑا بہت مال بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ مسعود نے اپنے لشکر کا ایک دستہ ان کے پیچھے روانہ کیا۔ اس دستے نے ترکمانیوں کے اس گروہ کو جا لیا اور انہیں تہ تیغ کر دیا۔ ان مقتولوں کے سر اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر یہ دستہ سلطان مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسعود نے ان مردہ اور زندہ ترکمانیوں کو گدھوں پر سوار کر کے پیغو کے پاس بھجوا دیا۔ اور اس سے کہلا بھیجا "یہ دیکھو اور آئندہ کے لیے ہوشیار ہو جاؤ۔ جو کوئی وعدہ خلافی کرتا ہے اور اپنے عہد کو توڑتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ پیغو نے اس جماعت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور جواب میں سلطان مسعود کو کہلا بھیجا۔ "میں خود بھی ان لوگوں سے بیزار تھا اور میں خود ان کو سزا دینا چاہتا تھا جو انہیں خود بخود مل گئی۔"

مسعود ہرات سے نیشاپور آیا اور وہاں سے طوس کی طرف روانہ ہوا۔ طوس کے قرب و جوار میں بھی ترکمانیوں کے ایک چھوٹے سے لشکر نے مسعود کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔ مسعود نے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور طوس کے شہر میں داخل ہوا۔ یہاں مسعود کو معلوم ہوا کہ باد آورد کے باشندوں نے قلعہ ترکمانیوں کے حوالے کر دیا ہے۔ مسعود نے طوس کے قلعہ کو ختم کر کے اہالیان قلعہ کو قتل کیا اور پھر نیشاپور کی طرف واپس ہوا۔

مسعود نے سردیوں کا زمانہ نیشاپور ہی میں بسر کیا۔ اور ۴۳۰ھ کے موسم بہار میں طغرل بیگ کو کچلنے کے ارادے سے باد آورد کی طرف

besturdubooks.wordpress.com

روانہ ہوا۔ طغرل نے جب مسعود کی آمد کی خبر سنی تو وہ ڈر کے مارے ترن کی طرف فرار ہو گیا۔ طغرل کے فرار کی خبر سن کر مسعود نے راستے ہی سے اپنی باگ موڑی اور مہنہ ہوتا ہوا سرخس کی طرف چل نکلا۔ مہنہ میں مسعود کو معلوم ہوا کہ یہاں کے باشندے بھی بغاوت پر آمادہ ہیں اور خراج ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ مسعود نے یہاں کے باشندوں کو اس نافرمانی کا مزا چکھایا۔ بعض کو قتل کیا بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں معذور اور لاچار بنایا اور ان کے قلعے کو فتح کر کے آگے بڑھا اور دندانقان میں پہنچا۔

ترکمانیوں سے جنگ

۸ رمضان ۴۳۰ھ کو سلطان مسعود کو ایک بار پھر ترکمانیوں سے واسطہ پڑا۔ ان کے ایک زبردست لشکر نے مسعود کو چاروں طرف سے گھیر لیا بادل ناخواستہ مسعود نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی کے دوران میں مسعود کے لشکر کے کئی سردار دشمن سے جاملے (اور اس کی طرف سے لڑنے لگے) مسعود نے جب اپنے ساتھی سرداروں کی یہ نمک حرامی دیکھی تو وہ بذات خود میدان جنگ میں اترا' ترکمانیوں کے بیشتر سپاہیوں کو اس نے تلوار کے گھاٹ اتار کر سب پر اپنی دھاک بٹھا دی۔ وہ ایسی جوان مردی سے لڑا کہ شاید ہی کسی بادشاہ نے میدان جنگ میں ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا ہو مگر اس کا کیا علاج کہ مسعود کے برے دن آچکے تھے۔ فوج کا کچھ حصہ تو دشمنوں سے جاملا اور جو باقی بچا تھا اس نے میدان جنگ سے فرار ہو کر غزنی کی راہ لی۔

مسعود کا میدان جنگ سے فرار

جب مسعود نے یہ دیکھا کہ اس کے آس پاس کوئی ساتھی باقی نہیں رہا ہے تو اس نے مجبور ہو کر لڑائی سے ہاتھ اٹھایا اور دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ دشمنوں نے اسے تنہا بھاگتے ہوئے دیکھا لیکن کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اس کا تعاقب کرتا۔ مسعود اسی طرح بھاگتا ہوا مرو پہنچا وہاں اس کے مفرور لشکر کا کچھ حصہ اس سے آملا۔ راستے میں مسعود نے ان مفرور سپاہیوں سے کسی قسم کی کوئی بات نہ کی اور انہیں ساتھ لے کر غزنی پہنچا۔ یہاں اس نے مفرور سپاہیوں کے مشہور سرداروں علی دایہ' بگ تغدی' اور حاجب شیبانی وغیرہ کو گرفتار کر کے انہیں سخت ذلیل و رسوا کیا اور آخر کار انہیں ہندوستان بھجوا کر وہاں کے مختلف قلعوں میں قید کروا دیا۔ ان قیدیوں میں سے اکثر نے قید کی حالت ہی میں بہت جلد وفات پائی۔

حفاظتی انتظامات

ان مفرور سپاہیوں کو سزا دینے کے بعد مسعود ترکمانیوں کو کچلنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ آخر کار اس نے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں اپنے لشکر میں نئے سپاہیوں کو داخل کر کے اپنی قوت میں اضافہ کرے اور پھر ترکمانیوں سے معرکہ آراء ہو کر انہیں ان کی بداعمالیوں کی پوری پوری سزا دے۔ اس کے بعد مسعود نے اپنے بیٹے مودود کو دوبارہ بلخ کا امیر مقرر کیا اور خواجہ محمد بن عبد الصمد وزیر کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔ ارتگین کو بھی مودود کا مصاحب بنایا اور چار ہزار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ اسے بھی بلخ روانہ کر دیا۔ مسعود کا دوسرا لڑکا شہزادہ امیر مجدود لاہور سے آیا ہوا تھا اسے مسعود نے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ ملتان روانہ کیا۔ تاکہ وہ وہاں کے نظام حکومت کو بہتر بنائے اور ابتری و انتشار پیدا نہ ہونے دے۔ تیسرے بیٹے امیر ایزدیار کو مسعود نے کوہ پایہ غزنی کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے سرکش افغانیوں کو قابو میں رکھا جائے اور اس طرح غزنوی سلطنت کی سرحدیں انتشار سے محفوظ رہیں۔

لاہور کو روانگی

ان حفاظتی انتظامات کے بعد مسعود نے اپنے باپ (محمود غزنوی) کی جمع کی ہوئی تمام دولت اونٹوں پر لادی اور اس خزانے کو اپنے ساتھ لے کر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ مسعود نے راستے [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

ہے۔) یا دریائے جہلم کے قریب پہنچا تو مسعود کے ناقابل اعتبار غلاموں نے لالچ میں آ کر اونٹوں پر لدے ہوئے خزانے کو جی کھول کر لوٹا اسی دوران میں امیر محمد بھی وہاں پہنچ گیا۔ ان نمک حرام غلاموں نے ' جنھوں نے خزانہ شاہی کو لوٹا تھا' یہ خیال کیا کہ مسعود کو معزول کر دینا مناسب ہے' ورنہ وہ ان کی ناشائستہ حرکت کو معاف نہ کرے گا۔ (اور کڑی سزا دے گا) یہ سوچنے کے بعد ان غلاموں نے امیر مسعود پر حملہ کر دیا۔ مسعود مجبورا رباط مارکلہ میں قلعہ بند ہو گیا۔

مسعود کی گرفتاری

غزنوی فوج کا ہر چھوٹا بڑا فرد آئے دن کی جنگوں سے تنگ آ چکا تھا نیز وطن کی جدائی کی وجہ سے بھی یہ سب لوگ پریشان تھے۔ اس بنا پر سارے لشکر نے مسعود کی مخالفت کی۔ یہ لوگ رباط کے اندر داخل ہو گئے۔ اور مسعود کو گرفتار کر کے امیر محمد کے پاس لے آئے۔ امیر محمد نے اپنے بھائی سے کہا "میں نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کر دوں ہاں نظربند ضرور کروں گا' تم جو جگہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے منتخب کرو میں وہیں تمہیں قید کر دوں گا۔ تاکہ تم اپنی زندگی کے باقی دن اطمینان اور آرام سے بسر کر سکو۔" مسعود نے قلعہ گیری (یہ قلعہ دریائے سندھ کے قریب واقع تھا) میں رہنا پسند کیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت مسعود روانہ ہوا اس وقت اس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی لہٰذا اس نے اپنے بھائی امیر محمد کے پاس ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ اخراجات کے لیے رقم لائے۔ امیر محمد نے پانچ سو درہم بھجوائے جب یہ رقم مسعود کے سامنے آئی تو اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اسی عالم میں اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔ "سبحان اللہ! کل اسی وقت میرے قبضے میں زر و جواہر سے لدے ہوئے تین ہزار اونٹ تھے اور آج میری بدقسمتی کا یہ عالم ہے۔" مسعود نے اسی وقت اپنے چند ساتھیوں سے ایک ہزار دینار بطور قرض لیے اور وہ پانچ سو درہم جو امیر محمد نے بھجوائے تھے اسی شخص کو بطور انعام دے دیئے جو لے کر آیا تھا۔

سلطان مسعود کا قتل

امیر محمد چونکہ اندھا تھا اس لیے اس نے زندگی کے سادہ طریقے سے بسر کرنے پر اکتفا کی اور سلطنت کا تمام کاروبار اپنے مخبوط الحواس بیٹے احمد کے سپرد کر دیا۔ احمد عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سلیمان بن یوسف سبکتگین اور علی خویشاوند کے بیٹے کو ساتھ لے کر ایک روز قلعہ گیری میں داخل ہو گیا اور اس نے بغیر اپنے باپ کی اجازت سے سلطان مسعود کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۴۳۳ھ کا ہے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ احمد نے مسعود کو زندہ کنوئیں میں پھنکوا کر کنوئیں کو پتھر اور مٹی سے پر کر دیا یہ کہا جاتا ہے کہ احمد نے والد محمد کو مجبور کر کے مسعود کو قتل کروایا۔ "تاریخ گزیدہ" کے بیان کے مطابق مسعود نے نو سال نو ماہ حکومت کی لیکن بعضوں کے خیال میں اس کی مدت حکومت بارہ سال ہے۔

سلطان مسعود بڑا بہادر' رحم دل اور ہنس مکھ انسان تھا اسے علماء و فضلاء سے بے حد عقیدت تھی۔ اور وہ ہمیشہ ان کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتا تھا۔ اس کے زمانہ کے بہت سے علماء و فضلاء نے اپنی کتابیں اس کے نام سے معنون کی ہیں۔ استاد خوارزمی' ابوریحان منجم اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور فن ریاضی کے ماہر تھے۔ ان کی کتب "قانون مسعودی" ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ہے جو فن ریاضی سے متعلق ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سلطان مسعود ہی کے نام پر لکھی گئی۔ اس گراں بہا تصنیف کے سلسلے میں سلطان مسعود نے ابوریحان کو ایک ہاتھی کے (وزن کے) برابر چاندی دی۔ قاضی ابو محمد ناصحی نے اپنی عظیم الشان کتاب کو جو فقہ حنفی سے متعلق ہے۔ امیر مسعود ہی کے نام سے منسوب کیا اور اس کا نام کتاب مسعودی رکھا۔

"تاریخ "روضۃ الصفا" میں بیان کیا گیا ہے کہ مسعود محتاجوں اور غریبوں وغیرہ کا بہت خیال رکھتا تھا اور ہمیشہ انہیں صدقہ اور خیرات دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں مسعود نے صرف ایک دن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم خیرات کیے۔ مسعود کی حکومت کے زمانے میں ممالک غزنویہ میں بے شمار مسجدیں اور مدرسے تعمیر ہوئے۔"

besturdubooks.wordpress.com

امیر مودود بن امیر مسعود

جب امیر محمد مکحول تک اس کے بھائی امیر مسعود کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ بہت رویا جن لوگوں نے مسعود کو قتل کیا ان پر امیر محمد نے خوب لعنت ملامت بھیجی۔ اس نے مسعود کے لڑکے مودود کو بلخ میں اس مضمون کا خط بھیجا کہ فلاں فلاں افراد نے اپنے باپ کے قصاص میں تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی اور اس اقدام میں شریک نہیں ہے۔ مودود نے اس خط کے جواب میں لکھا۔ "خدا آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کے فرزند و دلبند احمد مخبوط الحواس کو اتنی عقل دے کہ وہ دنیا کے نشیب و فراز کو سمجھ سکے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کے آپ کے دیوانے بیٹے نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے اور ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے کہ جسے امیر المومنین نے "سید الملوک و السلاطین" کا لقب دیا تھا۔ میں آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن یہ خون رنگ لائے گا اور آپ کے بیٹے کو اس کے اعمال کی سزا ضرور ملے گی۔"

یہ خط روانہ کرنے کے بعد مودود نے فور مار گلہ پہنچنے کا ارادہ کیا تاکہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے سکے' لیکن ابو نصر احمد بن محمد بن عبد اللہ نے مودود کو اس ارادے سے باز رکھا اور اسے سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔ مودود کے آنے کی خبر سن کر غزنی کے تمام بڑے بڑے سردار اور امراء اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے' ان سب نے مودود کے سر پر تاج شاہی رکھ دیا۔

امیر محمد سے جنگ

۴۳۲ھ میں امیر مودود اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے غزنی سے روانہ ہوا۔ امیر محمد مکحول نے اپنے چھوٹے بیٹے نامی کو ایک زبردست فوج کا افسر اعلیٰ اور ملتان و پشاور کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے مودود کے مقابلے پر روانہ کیا۔ امیر محمد اور امیر مودود یعنی چچا بھتیجوں کے لشکر آپس میں گتھم گتھا ہوئے۔ فریقین نے اپنی اپنی کامیابی کے لیے بڑی کوششیں کیں۔ امیر محمد کی کوششیں بے کار گئیں اور امیر مودود کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ اندھا (امیر محمد) اپنے بیٹوں اور فساد کے بانی امیروں (یعنی نوشتگین بلخی' ابو علی خویشاوند اور سلیمان بن یوسف وغیرہ) کے ہمراہ گرفتار ہوا۔ مودود کے کارپردازوں نے امیر محمد مکحول کے بیٹے عبد الرحیم کے علاوہ اور باقی سب کو قتل کر دیا۔

عبد الرحیم کو قتل نہ کرنے کی وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ امیر مسعود نے عہد اسیری میں ایک روز عبد الرحیم اپنے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ امیر مسعود کو دیکھنے کے لیے قید خانے میں گیا۔ عبد الرحمن نے امیر مسعود کو دیکھتے ہی یہ جملہ کسا کہ "اب یہ سر تاج شاہی کے قابل نہیں رہا۔" اور پھر مسعود کے سر سے ٹوپی اتار لی عبد الرحیم نے اپنے بھائی کو اس حرکت ناشائستہ پر بہت ڈانٹا اور اس کے ہاتھ سے ٹوپی چھین کر پھر اپنے چچا کے سر پر رکھ دی اسی وجہ سے عبد الرحیم نے موت سے نجات پائی تھی۔

بنائے فتح آباد

جب مودود اپنے باپ کے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تو اس نے اس مقام پر جہاں اسے کامیابی نصیب ہوئی تھی' ایک شہر آباد کیا۔ اور ایک سرائے تعمیر کی اور اس شہر کا نام "فتح آباد" رکھا۔ مودود نے اپنے بھائیوں اور باپ کی لاش کی بابت حکم دیا کہ گیری سے غزنی لائی جائے اور وہ خود بھی جلد از جلد غزنی پہنچ گیا۔

غزنی پہنچ کر مودود نے ابو نصر احمد کو اپنا وزیر مقرر کیا اور پھر ۴۳۳ھ میں طاہر بن محمد کو اپنا وزیر بنایا۔ مودود نے اپنے ایک قابل اعتماد

besturdubooks.wordpress.com

محمد کا یہ بیٹا بھی نذر اجل ہو گیا۔ نامی کے انتقال کے بعد مودود کے چھوٹے بھائی مجدود بن مسعود کے سوا سلطنت کا کوئی اور مدعی باقی نہ رہا۔

جنگ مودود و مجدود کی تیاری

جب سے امیر مسعود کا قتل ہوا تھا مجدود نے ملتان کی سکونت ترک کر دی تھی اس نے لاہور پہنچ کر ایاز کے خاص مشورے اور مدد سے دریائے سندھ سے لے کر تھانیسر اور ہانسی تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا اور بڑی قوت حاصل کر لی تھی۔ مودود کو مجدود کی اس روز افزوں قوت سے خطرہ تھا لہٰذا اس نے مجدود کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی سال مودود نے ایک عظیم الشان لشکر مجدود پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ مجدود ان دنوں ہانسی میں اس غرض سے مقیم تھا کہ دہلی کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کرے تاکہ اس کی حکومت پائیدار اور مستقل ہو جائے۔ اسے جب مودود کی فوج کی آمد کی خبر ملی تو اس نے بھی ایک زبردست لشکر تیار کیا اور مقابلے کے لیے ہانسی سے روانہ ہوا اور اس سے پہلے کہ مودود کا لشکر لاہور کے قلعے پر قابض ہوتا مجدود ذوالحجہ کی چھ (۶) تاریخ کو لاہور پہنچ گیا۔

مجدود کے لشکر کی کثرت دیکھ کر مودود کی فوج میں بڑی گھبراہٹ پھیل گئی عین ممکن تھا کہ یہ گھبراہٹ اس حد تک بڑھ جاتی کہ مودود کی فوج میں انتشار پیدا ہو جاتا اور اس کے افسر اور امراء مجدود کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لیتے کہ دفعتاً قسمت نے پانسہ ہی پلٹ دیا اور عید الاضحیٰ کی صبح کو مجدود اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ مجدود کی اس ناگہانی موت کا کوئی ظاہری سبب معلوم نہ ہو سکا اور سوائے دست قضا کے کوئی دنیاوی ہاتھ اس فعل کا مرتکب نظر نہ آیا۔ مجدود کے انتقال کے تھوڑے دنوں بعد ایاز نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور اس طرح مجدود کے تمام مقبوضات بغیر کسی روک ٹوک کے مودود کے قبضے میں آ گئے۔ مودود کی طاقت اس حد تک بڑھ گئی کہ اس سے خوفزدہ ہو کر ماوراء النہر کے حکمرانوں نے بھی مودود کی اطاعت قبول کر لی۔ باوجود اس کے کہ مودود کی قوت اور حکومت نے بہت ترقی کی، لیکن سلجوقیوں نے اپنی روش سے سرمو انحراف نہ کیا۔ مودود نے اس قوم سے بھائی چارہ پیدا کرنے کی بہت کوشش کی یہاں تک کہ ان کے سردار جعفر بیگ کی لڑکی سے شادی بھی کی، لیکن یہ ہنگامہ پرور طبقہ ہمیشہ مودود کی مخالفت کرتا رہا۔

ہانسی، تھانیسر اور نگر کوٹ پر ہندوؤں کا قبضہ

۴۳۵ھ میں دہلی اور ہندوستان کے دوسرے مقامات کے ہندو راجاؤں نے آپس میں مل کر ہانسی اور تھانیسر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ان مقامات سے غزنوی سرداروں کو نکال کر ہندوؤں کا لشکر نگر کوٹ کی طرف روانہ ہوا۔ نگر کوٹ پہنچ کر ہندوؤں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ چار ماہ تک مسلسل جاری رہا۔ اس دوران میں مسلمانوں نے بارہا لاہور سے مدد طلب کی، لیکن کچھ ایسے حالات پیش آئے اور کچھ ایسی مجبوریاں سد راہ ہوئیں کہ انہیں لاہور سے کوئی مدد نہ مل سکی۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ محاصرے کی شدت اور سامان خورد و نوش کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں میں اتنی ہمت نہ رہی کہ وہ ہندوؤں کا مقابلہ کر سکیں اور یوں نگر کوٹ پر بھی تھانیسر اور ہانسی کی طرح ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔ ہندوؤں نے نگر کوٹ کو دوبارہ بت پرستوں کا مقدس مقام بنایا اور شہر میں جگہ جگہ نئے بت لگا کر بت پرستی کو نئے سرے سے رواج دیا۔

نگر کوٹ میں بت پرستی کے مروج ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ جب دلی کے راجہ نے یہ دیکھا کہ غزنوی سلطنت کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں اور حکومت میں تنزل اور پستی کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں تو اس نے ایک متعصب برہمن کے مشورے سے یہ چال چلی کہ ایک روز صبح کے وقت اپنے تمام امیروں وزیروں کو جمع کر کے ان سے کہا۔ "کل خواب میں نگر کوٹ کے بت نے مجھے ایک ہدایت دی ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ میں تمہیں بھی بتا دوں۔ ہمارے معبود نے یہ فرمایا ہے کہ اب تک تو میں غزنی میں رہتا تھا، وہاں رہنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کروں اور غزنوی سلطنت کو کمزور کر دوں، میں اپنا مقصد پورا کر چکا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے

besturdubooks.wordpress.com

مرکز پر واپس آ جاؤں اور اپنے پرستاروں کو پرستان خدا پر غالب کر دوں میرے بندوں کا یہ فرض ہے کہ وہ مجھے اپنے پاس سمجھیں اور مسلمانوں کے مقابلے میں جان کی بازی لگا دیں۔ میری مدد پر بھروسا کریں اور تمام ملکوں کو مسلمانوں کے قبضے سے نکال لیں۔"

راجہ کی اس تقریر نے حاضرین کے دل پر بہت اثر کیا اور سبھوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا پکا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے عیش و طرب کا جشن بھی منعقد کیا اور ہندوؤں نے اس دن کو ایک بہت بڑے تہوار کی طرح ہنسی خوشی بسر کیا۔ راجہ دہلی نے جب اپنی رعیت کو اپنا ہم خیال بنا لیا تو اس نے ایک نئی چال چلی۔ اس نے فوراً چند قابل اعتبار سنگتراشوں کو بلایا اور انہیں ایک ایسا بت بنانے کی ہدایت کی جو ہو بہو نگرکوٹ کے بت سے ملتا ہو۔ سنگتراشوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور جلد ہی ایک بت تیار کر لیا جو شکل و صورت کے لحاظ سے نگرکوٹ کے بت سے ملتا جلتا تھا۔ دہلی کا راجہ اس بت کو ساتھ لے کر دوسرے ہندو راجاؤں کے ساتھ ہانسی اور تھانیسر کی فتح کے بعد نگرکوٹ پہنچا اور قلعے کے ایک طرف مقیم ہو گیا اسی دن رات کے وقت راجہ نے اپنے مشیر اور چالاک برہمن کے حوالہ وہ بت کیا اور اس سے کہا کہ اسے باغ میں کسی مناسب جگہ پر نصب کر دو۔ اس برہمن نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور اس نو تراشیدہ بت کو باغ میں ایک ایسی جگہ نصب کر دیا کہ جہاں ہر آنے والے کی نظر پڑتی تھی اور خود لوگوں کی نظریں بچا کر واپس آ گیا صبح ہی صبح جب مالی اس باغ میں اپنا کام کرنے کے لیے گئے تو انہوں نے بت کو دیکھا۔ چونکہ یہ مالی نگرکوٹ کے بت سے اچھی طرح واقف تھے اس لیے وہ اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے "کہ بت واپس آ گیا ہے"۔ ان سبھوں کو اس کی بے انتہا خوشی ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے سے گلے مل مل کر اور نعرے لگا لگا کر اس خوشی کا اظہار کیا۔ مالیوں نے اس واقعے کی خبر ہندوؤں کی فوج تک پہنچائی۔ سپاہیوں کو اس خبر سے بے انتہا خوشی ہوئی اور انہوں نے خوشی کے نعرے لگا لگا کر آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔

جب راجہ دہلی نے دیکھا کہ اس کے سیدھے سادھے سپاہی اس کے دھوکے میں آ گئے ہیں تو (ان کے یقین کو اور بھی مستحکم کرنے کے لیے) وہ اپنے بیٹوں، رشتہ داروں اور معزز امراء کو ساتھ لے کر ننگے پاؤں باغ کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ باغ میں پہنچ کر راجہ نے بڑے والہانہ انداز سے اپنا سر بت کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور اپنے عقیدے اور بساط کے مطابق نذر چڑھا کر باغ سے باہر آیا۔ اس نے باہر آ کر اپنی رعیت سے کہا۔ "چونکہ ہمارا معبود غزنی سے ہندوستان تک کا سفر ایک ہی رات میں طے کر کے آیا ہے اس لیے سفر کی تکان کی وجہ سے وہ چور چور ہے لہٰذا آج تو وہ تمام دن آرام کرے گا اور کل اپنے تمام پرستاروں کو شرف باریابی عطا کرے گا۔" سارے لوگوں نے راجہ کی اس بات کا یقین کیا اور حسب استطاعت نذر چڑھا کر اور منتیں مانگ کر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف لوٹے، دوسرے دن تمام ہندو سپاہی اور عام لوگ اپنے معبود کی سرکار میں پہنچے اور انہوں نے اس بت پر اس قدر سونا چاندی اور جواہرات چڑھائے کہ غالباً محمود کی روح بے چین ہو کر غزنی سے ہندوستان کی طرف آ گئی ہو گی۔ راجہ دہلی کا وہ چالاک برہمن مشیر بت کے پاس کھڑا رہا جو شخص بھی نذر چڑھانے کے لیے بت کے پاس آتا یہ برہمن اس کے کان میں کہتا۔ تمہارے معبود کا یہ حکم ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے قلعے سے مسلمانوں کو باہر نکال دو کیونکہ یہ تمہارے دیوتا کی قیام گاہ ہے اور اسے دوبارہ اپنے معبود کی قیام گاہ بنا دو۔" ہندوؤں میں سے ہر شخص نے اس حکم کو سن کر یہ اقرار کیا کہ وہ قلعے کو خدا پرستوں کے قبضے سے نکالنے کی پوری پوری کوشش کرے گا اور مسلمانوں سے جی توڑ کر لڑے گا۔ اس کے بعد تمام ہندو سپاہیوں نے آپس میں مل کر پوری شدت کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اور جیسا کہ اوپر کی سطور میں بیان کیا جا چکا ہے مسلمانوں نے محاصرے کی سختیاں جھیل کر اور فاقہ کشی کر کر کے بالآخر لاہور کی مدد سے مایوس ہو کر قلعے کو ہندوؤں کے حوالے کر دیا اور خود لاہور روانہ ہو گئے۔

مسلمانوں کی روانگی کے بعد راجہ دہلی نے سلطان محمود کے ڈھائے ہوئے مندر کو مرمت کروایا اور اس بت کو اس اصل جگہ پر نصب

besturdubooks.wordpress.com

مسرور اور فرحاں ہو ہو کر نگر کوٹ کی طرف زیارت کے لیے آنے لگے۔ اس بار نگر کوٹ میں ہندوؤں کا بہت بڑا اجتماع ہوا اور اس نئے بت کی اتنی پوجا ہوئی کہ پہلے اصل بت کی بھی کبھی نہ ہوئی تھی۔ ہندوؤں کا یہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑا اور اہم کام شروع کرتے ہیں تو اس بت سے ضرور مشورہ لیتے ہیں۔ اگر بت اجازت دیتا ہے تو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتے ہیں ورنہ چپ ہو رہتے ہیں۔ اس زمانے میں نگر کوٹ کے قرب و جوار کے بعض جاہل مسلمان بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اس بت کو نذریں چڑھاتے ہیں اور یہ جھوٹے خدا پرست بھی اس بے حس و حرکت پتھر کو آرزوئیں اور مرادیں بر آنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

لاہور پر ہندوؤں کا حملہ

متذکرہ بالا واقعات کے ساتھ ساتھ پنجاب کے ان ہندو راجاؤں نے بھی جو مسلمانوں کے خوف سے جنگل میں جا چھپے تھے' فائدہ اٹھایا۔ تین بہت بڑے اور زبردست راجہ اتفاق باہمی سے دس ہزار سواروں اور بے شمار پیادوں کو ہمراہ لے کر لاہور کی طرف بڑھے۔ لاہور پہنچ کر ان راجاؤں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت پنجاب میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں اور مسلمان جاگیردار اور امراء مودود کی اطاعت سے منہ موڑ کر آپس میں لڑ رہے تھے جب ہندوؤں نے لاہور کا محاصرہ کیا تو پھر ان سوئے ہوئے مسلمان امراء کی آنکھیں کھلیں۔ ان مسلمانوں نے مصلحت وقت کا خیال کرتے ہوئے آپس میں مل کر ایک متحدہ لشکر تیار کیا اور امیر مودود کی اطاعت کا اقرار کر کے ہندوؤں سے معرکہ آراء ہونے کے لیے شہر سے باہر نکل آئے۔ ہندوؤں نے جب مسلمانوں کا باہمی اتفاق دیکھا اور ان کے لشکر کی کثرت کا اندازہ کیا تو وہ بدحواس ہو کر بغیر جنگ کرنے کے میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

ترکمانیوں سے معرکے

۴۳۴ھ میں امیر مودود نے ارتگین حاجب کو طخارستان (شمال مشرق خراسان کا ایک علاقہ) کی طرف روانہ کیا۔ جب ارتگین وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ داؤد ترکمانی کا بیٹا ارمن تک آ چکا ہے یہ سنتے ہی ارتگین نے ترکمانیوں پر حملہ کر دیا۔ ترکمانی فوج کے سردار کو جب یہ معلوم ہوا کہ غزنی لشکر اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے تو اس نے ڈر کے مارے اپنی فوج کو میدان ہی میں چھوڑا اور خود ایک جنگل کی راہ لی۔ ارتگین ارمن پہنچا اور وہاں اس نے ترکمانیوں کی فوج پر حملہ کر کے انہیں شکست دی اور جی بھر کر قتل کیا یہاں سے ارتگین بلخ پہنچا بلخ کو بھی اس نے فتح کر لیا اور وہ امیر مودود کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ ترکمانیوں کا لشکر اچانک طور پر اس کے مقابلے کے لیے بلخ کے قریب پہنچ گیا۔ ارتگین نے یہ محسوس کیا اس میں ترکمانیوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے امیر مودود سے مدد کی درخواست کی۔ مودود نے ارتگین کی درخواست پر کوئی توجہ نہ کی لہٰذا مجبور ہو کر ارتگین بلخ سے نکل پڑا اور ہنجر کابل ہوتا ہوا غزنی واپس آ گیا۔

چند مفسدوں اور چغل خوروں سے متاثر ہو کر ۴۳۵ء میں امیر مودود نے غزنی کے کوتوال ابو علی کو قید کر دیا' لیکن بعد میں جب اس کی بے گناہی ثابت ہو گئی تو مودود نے اسے رہا کر کے دوبارہ دیوان مملکت اور کوتوال غزنی مقرر کیا۔ مودود نے امام علی رضاؑ کے مزار کے خادم سوری بن المعتز کو بھی قید میں ڈال دیا وہ اس زمانے میں دیوان بھی تھا' سوری نے اسی قید کی حالت میں وفات پائی۔ چغل خوروں نے مودود کو ارتگین حاجب کی طرف سے بھی بدگمان کر دیا تھا لہٰذا مودود نے اپنے سامنے ارتگین کو قتل کروا دیا۔ اسی سال ترکمانیوں نے غزنی کو فتح کرنے کا خیال کیا۔ اس سلسلے میں ان کی ایک فوج بست کے قریب مقیم ہو گئی۔ مودود نے اس فوج کو شکست دینے کے لیے اپنا ایک لشکر روانہ کیا۔ ترکمانیوں کو شکست ہوئی اور وہ ادھر ادھر بھاگ نکلے۔

خواجہ طاہر وزیر کا انتقال ۴۳۶ھ میں ہوا اور اس جگہ خواجہ ابو الفتح عبدالرزاق بن احمد بن حسن میمندی کا تقرر عمل میں آیا۔ اسی سال مودود نے طغرل حاجب کو بست کی طرف روانہ کیا۔ طغرل نے سیستان پہنچ کر ابوالفضل کے بھائی اور ابوالمنصور زنگی کو قید کر لیا اور

besturdubooks.wordpress.com

ان دونوں قیدیوں کو اپنے ہمراہ لے کر غزنی واپس آیا۔

سلجوقیوں نے پھر ۴۳۷ھ میں غزنی کی طرف پیش قدمی کی اور بست سے گزر کر رباط امیر تک آپہنچے اور اس علاقے کو تباہ و برباد کر دیا۔ غزنی سے طغرل ایک عظیم الشان فوج لے کر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا اور بہت جلد ان تک جا پہنچا۔ فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آراء ہوئے زبردست جنگ ہوئی۔ غزنوی فوج کو فتح ہوئی اور ترکمانی شکست کھاکر فرار ہو گئے اس کے بعد طغرل نے گرم سیر قندھار (جنوب مغربی افغانستان کا ایک ضلع) کا رخ کیا اور اس علاقے کے ترکمانیوں کو جو "سرخ کلاہ" کے نام سے مشہور تھے قتل اور گرفتار کر کے کامیاب و کامران غزنی واپس آیا۔

طغرل کی سرکشی

امیر مودود نے ۴۳۸ھ میں طغرل کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ تکیاباد روانہ کیا' وہاں پہنچ کر طغرل کے سر میں خود مختاری کا سودا سمایا اور وہ مودود کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ مودود کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے چند قابل اعتبار آدمیوں کو طغرل کے پاس بھیجا اور اس کی تالیف قلب کی کوشش کی اسے اپنے روبرو طلب کیا۔ طغرل نے جواب دیا۔ "امیر مودود کے درباری چونکہ اس وقت میرے دشمن ہو رہے ہیں اور میرے خون کے پیاسے ہیں اس لیے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔" یہ جواب پاکر امیر مودود نے دس ہزار سپاہیوں کا لشکر علی بن خادم ربیع کی نگرانی میں روانہ کیا۔ علی بن ربیع فوراً طغرل کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے آنے سے طغرل بہت پریشان ہوا اور اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ کر چند مصاحبوں کے ہمراہ فرار ہو گیا۔ علی بن ربیع نے طغرل کی فوج پر حملہ کیا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ غزنی لایا۔

غور پر حملہ

اسی سال امیر مودود نے امیر باتگین حاجب بزرگ کو غور روانہ کیا۔ جب باتگین غور کے قریب پہنچا تو وہ ولدیچی غوری کو اپنے ساتھ لیتا ہوا قلعہ ابوعلی کی طرف بڑھا۔ باتگین نے اس قلعے کو فتح کیا اور والیے قلعہ یعنی غوریوں کے سردار ابوعلی کو گرفتار کر لیا۔ یہ قلعہ اس قدر مضبوط تھا کہ باتگین سے سات سو سال پہلے کے زمانے سے اس کو کوئی تسخیر نہ کر سکا تھا۔ باتگین نے ولدیچی اور ابوعلی کی گردنوں میں گرفتاری کا طوق ڈالا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ غزنی لے آیا۔ مودود نے ان دونوں باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قزدار بہرام کی سرزنش

غور پر لشکر کشی کے بعد امیر مودود نے اسی سال باتگین کو ترکمانیوں کے سردار بہرام نیال کے مقابلے پر روانہ کیا۔ بست کے پاس دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا باتگین کو فتح نصیب ہوئی اور ترکمانی شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

امیر قزدار نے ۴۳۹ھ میں علم سرکشی بلند کیا۔ باتگین فوراً اس کے پاس جا پہنچا اور جنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں باغیوں کو شکست فاش ہوئی۔ قزدار نے کچھ دنوں بعد امیر مودود کی اطاعت کا اقرار اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس پر باتگین نے قزدار سے صلح کر لی اور غزنی واپس آ گیا۔

امیر مودود نے ۴۴۰ھ میں اپنے دونوں بڑے بیٹوں ابوالقاسم محمود اور منصور کو ایک ہی دن خلعت سے سرفراز کر کے طبل و علم عطا کیا۔ محمود کو لاہور اور منصور کو برشور (دریائے سندھ اور قندھار کے درمیان ایک مقام) روانہ کیا گیا۔ مودود نے کوتوال غزنی ابوعلی کو بھی فوج دے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے ہندوستان روانہ کیا۔ ابوعلی نے پشاور پہنچ کر ماہ تیلہ کے قلعے کا رخ کیا تو اس قلعے کا باغی حاکم خوفزدہ ہو کر فرار ہو گیا۔ ابوعلی نے قلعے پر قبضہ کر لیا بعد ازاں بیجی رائے کو اس نے بلا بھیجا رائے ہندوؤں کا سردار تھا۔ اور محمود

besturdubooks.wordpress.com

کشمیر میں زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ ابو علی نے بھیجی رائے سے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا اور اسے امیر مودود کے پاس روانہ کر دیا۔ مودود نے اس بوڑھے سپہ سالار کی سابقہ خدمات کا پاس کرتے ہوئے اس پر بڑی عنایت کی اور موت کے خوف کو اس کے دل سے نکال کر اسے بالکل مطمئن کر دیا۔

ابو علی کا قتل

جس زمانے میں ابو علی سندھ میں کوتوال تھا' اس وقت اس کے دشمنوں نے موقع پا کر مودود کو اس کے خلاف اکسایا۔ مودود نے ابو علی کا خود مختار اور آزاد رہنا مناسب نہ سمجھا اور جب ابو علی بہت سامال و اسباب اور دولت لے کر غزنی واپس آیا تو مودود اس سے بے حد ناراض تھا۔ اس وجہ سے اس نے ابو علی کو گرفتار کر کے میرک بن حسین وکیل کے حوالے کر دیا۔ قید کے چوتھے روز ابو علی کو اس کے دشمنوں نے تہہ تیغ کر دیا۔ جن لوگوں نے ابو علی کو قتل کیا تھا انہوں نے اپنے اس فعل کو مودود سے چھپانے کی بہت کوشش کی کیونکہ انہوں نے مودود کے حکم کے بغیر ایسا کیا تھا۔ یہ قاتل مودود کو سفر کی ترغیب دیتے رہے اس ترغیب سے ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ مودود سفر کی مشغولیات میں مصروف ہو کر ابو علی کو بھول جائے۔ آخر کار یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور امیر مودود کابل کی طرف روانہ ہوا۔

مودود کی وفات

کابل پہنچنے کے بعد مودود نے خراسان جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں ترکمانیوں کا قلع قمع کرے اور اس ملک کو ان کے قبضے سے نکالے۔ اس ارادے کے پیش نظر مودود آگے بڑھا جب وہ سجاوند اور لہوکردہ کے قرب و جوار میں پہنچا تو اس نے سانکوت کے قلعے کا رخ کیا کہ اسے بھی فتح کرتا چلے۔ وہاں پہنچ کر مودود مرض قولنج کا شکار ہوا' بیماری روز بروز بڑھتی چلی گئی' اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کیا اور امیر عبد الرزاق کو سلجوقیوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے سیستان روانہ کر کے خود عماری میں بیٹھ کر غزنی واپس ہوا۔ غزنی پہنچ کر اس نے میرک وکیل کو حکم دیا کہ ابو علی کو قید خانے سے رہا کر کے اس کے سامنے پیش کرے۔ میرک وکیل نے عیاری سے کام لیتے ہوئے ایک ہفتے کی مہلت طلب کی لیکن یہ ہفتہ گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ ۲۴ رجب ۴۴۱ھ کو مودود کا انتقال ہو گیا۔ مودود نے نو سال تک حکمرانی کی بعض مورخین کا بیان ہے کہ جس سال مودود کا انتقال ہوا اسی سال ماوراء النہر اور بامیہ کے تمام سرداروں نے آپس میں طے کیا تھا کہ اپنی دولت اور لشکر سے مودود کی مدد کر کے خراسان کو سلجوقیوں کی شورشوں سے پاک کر دیں گے' لیکن چونکہ سلجوقیوں کا ستارہ قسمت بلندی پر تھا اس لیے یہ سردار اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابو جعفر مسعود بن مودود

علی بن ربیع ایک مدت سے حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا جب مودود نے وفات پائی تو اس نے مودود کے چار سالہ بیٹے مسعود کو تخت پر بٹھا دیا۔ باتگین حاجب نے جو سلطان محمود کے امراء میں سے تھا اس جانشینی کو ناپسند کیا اور علی بن ربیع سے اختلاف کیا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ باتگین اور علی بن ربیع میں جنگ ٹھن گئی۔ غزنی کے قریب سبھی لوگ مسلح ہو کر باتگین کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ اس زمانے میں سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے بیٹوں میں صرف ابو الحسن ہی غزنی میں تھا۔ علی بن ربیع نے یہ سوچ کر کہ ابوالحسن ہی اس کے نو عمر آقا (ابو جعفر مسعود بن مودود) کا دشمن بن کر اس کی (علی بن ربیع) کی بنائی ہوئی حکومت کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ ابوالحسن کو تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنایا' ابوالحسن کو فوراً علی بن ربیع کے اس ارادے کی خبر ہو گئی اور اس نے اپنی جان بچانے کے لیے باتگین کے پاس پناہ لی۔ ابوالحسن کے پہنچتے ہی باتگین نے تمام اراکین سلطنت کے مشورے سے مسعود بن مودود کو پانچ یا چھ دن کی حکمرانی کے بعد تخت سے اتار دیا۔ اور اس کے چچا یعنی ابو الحسن بن مسعود کو سلطنت غزنی کا حکمران تسلیم کر لیا۔

ابوالحسن علی بن مسعود

یکم شعبان بروز جمعہ ۴۴۱ھ میں ابوالحسن بن مسعود نے غزنی کی عنان حکومت سنبھالی اور دختر جعفر بیگ سے جو مودود کے نکاح میں تھی' شادی کر لی۔ علی بن ربیع نے جب دیکھا کہ مسعود بن مودود کو تخت سے اتار دیا گیا ہے تو اس نے اپنی جان کو محفوظ نہ پا کر' میرک و لیل کے مشورے سے' جس قدر زر و جواہر سمیٹ سکا سمیٹ کر اپنے غلاموں کے ساتھ پشاور کی طرف فرار ہو گیا۔ پشاور پہنچ کر اس نے ملتان اور سندھ کے علاقے تک اپنا قبضہ کر لیا اور باغی افغانوں کو شکست دے کر خود مختار حکومت قائم کر لی۔ ابوالحسن نے اپنے دونوں بھائیوں مردان شاہ اور ایزد شاہ کو جو نائی کے قلعے میں قید تھے' بڑی عزت و حرمت سے رہا کیا اور انہیں اپنے پاس غزنی میں رکھا۔ اس وقت عبد الرشید بن محمود غزنوی کے خروج کی خبریں برابر غزنی میں آ رہی تھیں۔ اور ابوالحسن کو ہر وقت اپنی جان اور حکومت کا خطرہ تھا اس لیے اس نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور رعایا اور سپاہیوں پر لطف و کرم کی بارش کر دی' لیکن قسمت نے ابوالحسن کا ساتھ نہ دیا اور باوجود اس کی سخاوت کے سال کے خاتمے پر عبدالرشید غزنی میں آ گیا اور ابوالحسن کو شکست دے کر وہ خود حکمران بن بیٹھا۔ کچھ عرصے تک عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا رہا' ابوالحسن نے دو سال تک حکومت کرنے کے بعد فقیری اختیار کر لی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی

عبدالرشید کا باپ کون تھا؟ اس سلسلے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی کا صلبی بیٹا تھا۔ امیر مودود کے حسب الحکم عبدالرشید اس قلعے میں قید تھا جو بست اور اسفرائن کے درمیان واقع ہے۔ عبدالرزاق بن احمد حسن میمندی نے اثنائے راہ میں امیر مودود کی وفات کی خبر سنی۔ میمندی نے اسی وقت سیستان کی مہم کو ملتوی کیا اور تکیناباد کی راہ لی۔ وہاں کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد ۴۴۳ھ کے آخر میں میمندی نے خواجہ ابوالفضل' رشید بن التونتاش اور توشگین وغیرہ کے مشورے سے اور امیر مودود کی وصیت کے مطابق عبدالرشید کو قید خانے سے نکال کر سلطنت غزنی کا وارث تسلیم کر لیا۔ یہاں سے میمندی نے عبدالرشید اور دوسرے امراء وغیرہ کو ساتھ لے کر غزنی کا سفر اختیار کیا۔

ابوالحسن نے جب عبدالرشید کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس قدر بدحواس اور خوف زدہ ہوا کہ بغیر کسی لڑائی کے تاج و تخت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ عبدالرشید نے میدان خالی پایا اور کسی روک ٹوک کے بغیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور حکمرانی کرنے لگا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلے عبدالرشید نے ابوالحسن کو گرفتار کیا اور اسے "وندی رو" کے قلعے میں قید کر دیا۔ اس کے بعد اس نے علی بن ربیع کو (جس نے ہندوستان پر پوری طرح قبضہ کر لیا تھا اور کسی وجہ سے غزنوی بادشاہوں کے سامنے آنا پسند نہ کرتا تھا) اپنے پاس بلا کر اپنی طرف سے اطمینان دلایا۔ ابن ربیع کے معاملے کو اس خوش اسلوبی سے نباہ کر رشید نے ہندوستان کی طرف توجہ کی اور توشگین کو سپہ سالار بنا کر ایک زبردست لشکر کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔

عبدالرشید کا قتل

توشگین نے لاہور پہنچ کر نگرکوٹ کے قلعے کی طرف رخ کیا۔ پانچ چھ روز کے محاصرے کے بعد اسے فتح کر کے پھر سے اسلامی سلطنت کا جزو بنا لیا۔ توشگین کو لاہور بھیجنے کے بعد مودود نے اپنے برادر نسبتی طغرل حاجب کو بھی ایک بہت بڑی فوج کا سردار بنا کر سیستان روانہ کیا۔ اس نے سیستان پہنچ کر اس علاقے کو پوری طرح فتح کر لیا اور یہاں ایسے قدم جمائے کہ حکمرانی کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نمک حرام کی اس حد تک ہمت بڑھی کہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی پر حملہ کر دیا۔ عبدالرشید کو جب طغرل کی آمد کی خبر ملی تو وہ مجبوراً قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ طغرل نے اس قلعے کو تسخیر کر لیا اور عبدالرشید کے علاوہ غزنوی خاندان کے دوسرے نو (۹) افراد کو بھی موت کے گھاٹ اتارا۔

طغرل حاجب کی بادشاہت

طغرل غزنوی تاج و تخت کا مالک بن بیٹھا اور اس نے امیر مسعود کی لڑکی سے شادی کر لی۔ ان تمام نمک حرامیوں کی وجہ سے اسے تاریخ میں "طغرل کافر نعمت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ طغرل نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد توشگین کرخی کو (جو عبدالرشید کے حکم سے پشاور میں مقیم تھا) ایک محبت آمیز خط لکھ کر اسے اپنے ہی خواہوں میں شریک کرنے کی چال چلی' لیکن توشگین نے وفاداری کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور طغرل کو اس کے خط کے جواب میں سخت سست کہا اور اس کی نمک حرامی پر اسے بہت لعنت ملامت کی۔ طغرل کو اس کے خط کا جواب دینے کے بعد توشگین نے ایک خفیہ خط مسعود کی بیٹی کے نام لکھا اور اسے طغرل کو قتل کرنے پر اکسایا۔ دختر مسعود کے علاوہ توشگین نے غزنوی خاندان کے پروردہ و پرداختہ امراء کو بھی خطوط بھیجے اور ان کی خاموشی پر لعنت ملامت کر

besturdubooks.wordpress.com

کے ان کے ضمیر کو بیدار کیا۔ توشتگین کے خطوط ملتے ہی تمام امراء کی رگوں میں شرافت کا لہو کھولنے لگا۔ اور سبھوں نے آپس میں مل کر طغرل کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

طغرل کا قتل

نو روز کے دن طغرل دربار عام منعقد کر کے سلطان محمود کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ ان امراء نے (جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے) موقع پا کر ایک دم اسے قتل کر دیا طغرل کے قتل کے بعد توشتگین بھی غزنی آگیا اور اس نے تمام امراء اور دوسرے معزز لوگوں سے مل کر فیصلہ کیا کہ امیر سبکتگین کی اولاد کا سراغ لگانا چاہیے اور ان میں سے جو قابل اور بہترین شخص ہو اسے بادشاہ تسلیم کر لینا چاہیے۔ اس فیصلے کے مطابق سبکتگین کی اولاد کے باقی ماندہ افراد کی تلاش شروع ہوئی۔ بڑی دقتوں اور مشکلوں کے بعد تین شہزادے ملے شاہزادہ فرخ زاد' شہزادہ ابراہیم شاہ اور شاہ شجاع یہ تینوں مختلف ممالک میں اسیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان میں سے بادشاہت کے لیے شاہزادہ فرخ زاد کو منتخب کیا گیا۔ تمام اراکین سلطنت نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور اس کی اطاعت گزاری کا عہد کیا۔

''طبقات ناصری'' میں تحریر ہے کہ کسی نے طغرل سے سوال کیا ''امارت کو چھوڑ کر تجھے بادشاہت کا خبط کیوں کر ہوا۔'' طغرل نے جواب دیا۔ ''جب عبدالرشید نے مجھے سیستان کی مہم پر روانہ کیا اس وقت اس نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مجھ سے وفاداری کا عہد لیا اس وقت میں نے دیکھا کہ بادشاہ کا سارا بدن خوف کی وجہ سے کانپ رہا ہے۔ اسے اس عالم میں دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایسا ڈرپوک شخص بادشاہت کے قابل نہیں ہے اور اسی وجہ سے میں نے بادشاہت حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنے ارادے میں کامیاب و کامران ہوا۔ عبدالرشید نے ایک سال سے کچھ کم عرصے تک بادشاہت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

فرخ زاد بن سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی

سلطان فرخ زاد نے جب سلطنت غزنی کے تخت پر قدم رکھا تو حکومت کی باگ ڈور توسکین کرخی کے ہاتھوں میں آ گئی۔ داؤد سلجوقی نے جب غزنی کے اس زبردست انقلاب کی خبر سنی تو اس نے غزنی پر حملہ کر دیا۔ توسکین نے غزنی کے بہادر سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر تیار کیا اور داؤد سلجوقی کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے آئے اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کے لیے جی توڑ کر کوششیں کیں۔ صبح سویرے سے لے کر شام کے وقت تک دونوں طرف سے لشکری بڑی بری طرح لڑتے رہے۔ سبھی کے ذہنوں پر اپنے حریف کو ختم کرنے کا خیال مسلط تھا۔ اس کے علاوہ انہیں کسی بات کا ہوش نہ تھا۔ متواتر لڑائی کے باوجود طرفین میں سے کسی نے کسی قسم کی کوئی کمی ظاہر نہ کی' لیکن بارہ گھنٹے کی جان سوز معرکہ آرائی کے بعد سلجوقیوں کی ہمت جواب دیتی ہوئی نظر آئی اور میدان جنگ سے ان کے قدم اکھڑنے لگے۔

اپنے لشکریوں کو بدحواس و پریشان دیکھ کر سلجوقیوں کا سردار داؤد بھی ہمت ہار بیٹھا اور آخرکار مجبور ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ توسکین کرخی نے اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر تھوڑی دور تک مفرور سلجوقیوں کا پیچھا کیا اور ان کے مال و اسباب اور باربرداری کے جانوروں کو قبضے میں کر کے وہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا۔ اس فتح سے حکومت غزنی کو بہت استقامت ملی اور اس کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوئیں۔ اس کے بعد غزنوی فوج بڑی شان و شوکت کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ ہوئی۔

اس زمانے میں خراسان پر کلیسارق نامی شخص حکومت کر رہا تھا۔ وہ سلجوقیوں کا مطیع و فرمانبردار اور ان ہی کا آدمی تھا۔ کلیسارق نے جب غزنوی لشکر کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی ایک زبردست فوج تیار کر کے اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ غزنوی لشکر سے اس کا سامنا ہو گیا۔ دونوں اطراف کے سپاہی ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ فریقین نے بڑی ہمت و جواں مردی کا ثبوت دیا اور ایک دوسرے کے خلاف بڑی جان بازی اور دلیری کے ساتھ لڑے۔ دونوں نے اس خوبی کے ساتھ معرکہ آرائی کی کہ اس کا ذکر حد بیان سے باہر ہے۔

اس معرکہ آرائی کا نتیجہ بھی غزنویوں کے حق میں رہا اور انہیں فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ کلیسارق مع اپنے نامی گرامی ساتھیوں کے غزنویوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ داؤد سلجوقی نے جب اپنے سپہ سالار کلیسارق کی گرفتاری اور سلجوقی لشکر کی شکست کی خبر سنی تو اس نے اپنے بیٹے الپ ارسلان کو فرخ زاد سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

توسکین کرخی نے اپنا لشکر تیار کیا اور الپ ارسلان کے مقابلے پر آیا۔ (اس مرتبہ بھی فریقین میں زبردست جنگ ہوئی لیکن اس جنگ کا نتیجہ پہلے سے مختلف تھا یعنی) سلجوقیوں کو فتح نصیب ہوئی اور غزنویوں کو شکست غزنی فوج کے چند نامی گرامی امیر سلجوقیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ الپ ارسلان بڑی شان و شوکت اور کروفر کے ساتھ اپنے ملک میں واپس آیا۔ فرخ زاد نے جب اس معرکہ آرائی کے انجام کی خبر سنی تو اس نے کلیسارق اور دوسرے سلجوقی سرداروں کو (جنہیں پہلی جنگ میں غزنویوں نے گرفتار کیا تھا) گراں قدر اور اعلیٰ درجے کے خلعت پہنا کر آزاد کر دیا۔ سلجوقیوں کو جب فرخ زاد کی اس مہربانی اور انسانی ہمدردی کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اس کے جواب میں غزنوی قیدیوں کو رہا کر دیا۔

فرخ زاد کا باپ کون تھا؟ اس بارے میں (ٹھیک ٹھیک کسی نے کچھ نہیں لکھا) "روضۃ الصفا" (مشہور تاریخی کتاب) میں بیان کیا گیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ فرخ زاد سلطان مسعود کا بیٹا تھا۔ احمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ وہ سلطان عبدالرشید کا بیٹا تھا۔ فرخ زاد نے چھ سال تک غزنی کی باگ ڈور سنبھالی آخر عمر میں اسے قولنج کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اسی مرض کے سبب اس نے ۴۵۰ھ میں وفات پائی۔

فرخ زاد کی وفات سے ایک برس پہلے کا واقعہ ہے کہ اس کے غلاموں کی ایک باغی جماعت نے فرخ زاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ایک دن فرخ حمام میں نہا رہا تھا کہ یہ باغی وہاں گھس گئے اور اس پر حملہ کر دیا۔ فرخ زاد نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور ان نمک حراموں کے مقابلے پر آگیا۔ ان تمام غلاموں کے ساتھ فرخ زاد تن تنہا لڑتا رہا۔ اس نے اسی عالم میں کافی دیر تک حملہ آور گروہ کا مقابلہ کیا اور اپنی شمشیر زنی کے جوہر دکھائے اس دوران میں حمام کے باہر کھڑے ہوئے شاہی ملازموں کو اس سانحہ کی خبر ہو گئی یہ لوگ بھی شاہی حمام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے فوراً ان غلاموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بادشاہ کی جان بچائی۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد فرخ زاد ہمیشہ اپنی موت کو یاد کرتا رہتا تھا اور ہر وقت دنیا کی خواہش اور اس کی محبت سے بیزاری کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ فرخ زاد کے ابتدائی عہد حکومت میں وزارت کے منصب پر حسن بن مہران فائز رہا' لیکن آخری زمانے میں اس عہدے کے لیے ابوبکر بن صالح کا تقرر عمل میں آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی

سلطان فرخ زاد کے انتقال کے بعد اس کے بھائی ابراہیم بن مسعود نے عنان حکومت سنبھالی۔ سلطان ابراہیم بڑا متقی اور پرہیز گار انسان تھا اپنے عین شباب کے زمانے میں اس نے دنیاوی لذتوں کو ترک کر دیا تھا۔ رجب اور شعبان کے دونوں مہینوں میں رمضان کی طرح وہ روزے رکھتا تھا اور اس طرح تین ماہ اس کے لیے رمضان رہتا۔ یہ نوجوان صالح اپنے اس وقت کو جو امور سلطنت سے بچ رہتا خدا کی عبادت میں صرف کرتا۔ رعایا کی خبرگیری اور اس کی خوش حالی کی فکر اسے ہر وقت رہتی تھی وہ ملک پر بڑے انصاف کے ساتھ حکومت کرتا اور غریبوں میں صدقے اور خیرات کی تقسیم کیا کرتا تھا۔

"جامع الحکایات" میں لکھا ہے کہ بادشاہی محل میں ہر سال ایک محفل وعظ و نصیحت ہوا کرتی تھی اور اس میں امام یوسف سجاوندیؒ اپنی تقریروں سے بادشاہ اور دیگر اہل محفل کے دل گرمایا کرتے تھے۔ سلطان امام یوسف سجاوندیؒ کے علم و فضل اور اتقا و پرہیز گاری کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ (اور ان کی ہر بات کو خندہ پیشانی سے سنتا تھا یہی وجہ ہے کہ) امام ہر طرح کی بات سلطان سے بلا کسی جھجک اور خوف کے کہہ دیتے تھے۔ بلکہ اکثر اوقات تو سلطان کو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر سخت الفاظ میں ٹوکا کرتے تھے۔ ان کے اس برتاؤ سے یہ حق پسند بادشاہ کبھی ملول یا آزردہ خاطر نہ ہوتا تھا۔

عادات و خصائل

سلطان ابراہیم خط نسخ میں بہت عمدہ لکھتا تھا۔ اپنے عہد حکومت کے تمام عرصے میں اس نے اپنا یہ شعار بنائے رکھا کہ ہر سال ایک قرآن اپنے قلم سے لکھ کر مکہ معظمہ ارسال کیا کرتا تھا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ سلطان موصوف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے بعض نسخے اب بھی کتب خانہ نبوی میں محفوظ ہیں۔ چونکہ یہ فرمانروا بے حد نیک، پاک فطرت اور خدا کے بندوں پر مہربان تھا اس لیے اس نے سلجوقیوں سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ کوئی دوسرے پر حملہ نہ کرے اور رعایا کو جو خداوند تعالیٰ کی ودیعت ہے ملک گیری کی ہوس میں تباہ و برباد نہ کرے۔ ابراہیم نے اپنے بیٹے مسعود کی شادی ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی سے کی اور اس باہمی معاہدے کو مستحکم و پائیدار بنایا۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدے سے پہلے ایک بار سلجوقی نے غزنی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ابراہیم نے جب یہ خبر سنی تو بڑا پریشان ہوا (اس جنگ کی مصیبت سے بچنے کے لیے اس نے ایک چال چلی) اور سلجوقی امیروں کے نام کچھ خطوط لکھے جن میں یہ مضمون درج کیا کہ "مجھے یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی ہے کہ تم سب نے اپنے بادشاہ کو غزنی کے سفر پر آمادہ کرنے میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا۔ جس طرح تم نے بادشاہ کو اس سفر پر آمادہ کر لیا ہے اسی طرح اب یہ کوشش بھی کرو کہ جلد سے جلد غزنی پہنچ جاؤ تاکہ ہم سب جلد از جلد ملک شاہ سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ اس کارگزاری کے صلے میں میں تمہیں مالا مال کر دوں گا اور جو رقوم تم سے طے ہوئی ہیں ان کو دگنی تعداد میں ادا کروں گا۔" ابراہیم نے یہ خطوط اپنے ایک ملازم کو دیئے اور اس سے کہا "ملک شاہ کو شکار کا بہت شوق ہے تو اس موقع کا انتظار کر اور جب وہ شکار کھیلنے کے لیے روانہ ہو اس وقت اس کے پیچھے پیچھے شکار گاہ میں پہنچ جا جب سلجوقی سپاہی تجھے دیکھیں گے تو تجھے پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے جائیں گے اور بادشاہ جب تجھ سے باز پرس کرے تو پہلے کچھ حیلہ و بہانہ کرنا اور بعد ازاں یہ خطوط اس کے حوالے کر دینا۔"

اس کاروائی سے سلطان ابراہیم کی غرض یہ تھی کہ ملک شاہ کے ہاتھ جب یہ خطوط لگیں تو سلجوقی امراء میں سے کوئی اس وقت اس کے

besturdubooks.wordpress.com

پاس نہ ہو۔

(یہ قاصد یا ملازم روانہ ہوا اور) قصبہ اسفرائن (خراسان کا ایک مشہور مقام) میں جا پہنچا۔ جہاں کہ ان دنوں ملک شاہ خیمہ زن تھا۔ اپنی عادت کے مطابق ایک دن ملک شاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان ابراہیم کا قاصد بھی اپنے پروگرام کے تحت اس کے پیچھے چل دیا ملک شاہ کے سپاہیوں نے جب اس قاصد کو دیکھا تو اسے حراست میں لے لیا اور ملک شاہ کے سامنے پیش کیا جب ملک شاہ نے حکم دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ قاصد کو کوڑے لگائے گئے اور اس کی پیٹھ زخمی ہو گئی تو اس نے (پہلے سے طے شدہ طریق کار کے مطابق) یہ اقرار کیا کہ میں سلطان ابراہیم کا قاصد ہوں اور اس کے ایما پر یہاں آیا ہوں تاکہ اس کے دیئے ہوئے کچھ خطوط سلجوقی امیروں تک پہنچا دوں۔ ملک شاہ نے وہ خطوط اس سے لے کر پڑھے اور فوراً اس نے اپنے ملک کو واپسی کا ارادہ کر لیا۔ (اپنے دارالحکومت پہنچ کر اس نے اس بارے میں تحقیقات کی جس کے نتیجے میں اس پر ظاہر ہو گیا کہ اس کے امراء سلطان ابراہیم کے ارادہ سے بالکل بے خبر ہیں اور یہ محض ابراہیم کی ایک ترکیب تھی جس پر عمل کر کے اس نے جنگ کے مصائب سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اس واقعے کے بعد ملک شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "اگرچہ ابراہیم نے یہ چال اس لیے چلی تھی کہ غزنوی اور سلجوقی لشکروں میں مقابلہ نہ ہو کیونکہ اس کو یقین تھا کہ اس کے نتیجے میں غزنوی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلے گی اور فتح سلجوقیوں کو ہو گی' لیکن یہ حیلہ کر کے اس نے میرے ارادے سے مجھے باز رکھا ہے اس لیے فتح دراصل اسی کو ہوئی ہے اور مجھے شکست۔"

اجودھن اور روپال کے قلعوں کی فتح

جب سلجوقیوں کی طرف سے ابراہیم شاہ کو اطمینان ہوا تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے ہندوستان کی طرف بھیجا۔ اس لشکر نے ہندوستان کے اکثر حصے فتح کیے جو اب تک اسلامی سلطنت سے علیحدہ رہے تھے ۴۷۲ھ میں ابراہیم شاہ خود ہندوستان پہنچا اور یہاں کے مشہور معروف قلعے اجودھن کا (جو اب پاک پٹن کے نام سے شہرت یافتہ ہے اور لاہور سے سو (۱۰۰) کوس کے فاصلے پر واقع ہے) محاصرہ کر کے اسے فتح کیا اجودھن کو سر کرنے کے بعد ابراہیم نے پنجاب کے سب سے بڑے قلعے روپال کی طرف توجہ کی یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا تھا۔ جس کے ایک طرف تو دریا بہتا تھا اور دوسری طرف ایک گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ اس جنگل میں خود رو درختوں کی تعداد شمار سے باہر تھی اور یہ سب آپس میں اس طرح ملے ہوئے تھے کہ سورج کی کرنوں کے لیے زمین تک پہنچنا محال تھا۔ ان میں سے بیشتر درختوں پر ہر وقت زہریلے سانپ بھی لپٹے رہتے تھے (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے) قلعہ کے دونوں طرف ٹھہرنے کے لیے بالکل جگہ نہ تھی قلعے کی حالت اور اس کے آس پاس کا یہ عالم ہر حملہ آور کو خوف زدہ کرنے اور ان کی ہمتیں توڑنے کے لیے کافی تھا' لیکن ابراہیم شاہ نے دامن ہمت و استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مشکلات کا جوان مردی سے مقابلہ کرتا ہوا وہاں تک جا پہنچا۔ کچھ عرصے تک قلعے کا محاصرہ کرنے کے بعد اس نے آخر کار اسے فتح کر لیا۔

درہ کی فتح

قلعہ روپال کو سر کرنے کے بعد ابراہیم نے اس کے قریب ہی کے ایک شہر درہ پر حملہ کیا۔ یہ شہر غیر مسلموں سے آباد تھا جو خراسانی نسل سے تعلق رکھتے تھے یہ باشندے ان خراسانیوں کی نسل سے تھے جنہیں افراسیاب نے خراسان سے جلا وطن کر کے ہندوستان کی حدود میں آباد کیا تھا یہ لوگ بت پرستی اور اسی قسم کی دوسری خرافات میں مبتلا تھے۔ درہ میں ایک تالاب تھا جس کا قطر ایک میل تھا' اس تالاب کی گہرائی بے پناہ تھی لہٰذا اس کی تہ کا پتہ چلانا بہت مشکل تھا۔ تالاب میں پانی بڑی کثرت سے رہتا تھا باوجود اس کے کہ اس شہر کے تمام باشندے اور جانور یہاں کے پانی کو استعمال کرتے تھے پھر بھی پانی کم نہ ہوتا تھا شہر کے آس پاس چاروں طرف انتہائی گھنے جنگل

besturdubooks.wordpress.com

باج گزار بنانا ہمیشہ مشکل سمجھا اور اس وجہ سے کبھی اس طرف توجہ نہ کی' لیکن محمود غزنوی کا باہمت اور بہادر جانشین کسی قسم کی مشکلوں سے نہ گھبرایا اور اس نے یہاں کے باشندوں تک نور اسلام کو پہنچانے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ اس نے کئی ہزار پیادوں کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ لشکر کے آگے چلیں اور راستے کے درختوں کو کاٹ کر لشکر کے لیے راستہ ہموار کرتے جائیں اس طریق کار کا یہ نتیجہ ہوا کہ راستہ صاف ہو گیا اور غزنوی لشکر کو آگے بڑھنے میں بڑی آسانی ہو گئی۔ جب یہ لشکر جاں بازدرہ کے قریب پہنچا تو برسات کا موسم شروع ہو گیا اور بڑی موسلا دھار بارش ہونے لگی اس وجہ سے لشکر کو کچھ عرصے کے لیے شہر کی سرحد پر ہی قیام کرنا پڑا۔ اگرچہ برسات اہل لشکر کے لیے باعث زحمت ثابت ہوئی' لیکن اولوالعزم بادشاہ ابراہیم کی پیشانی پر بل نہ آیا اور وہ قلعے کو فتح کرنے کے ارادے پر پہلے کی طرح ثابت قدم رہا۔ تین ماہ کے عرصے کے بعد بارش نے دم لیا اور لشکر کو شہر کے قریب پہنچنے کا موقع ملا۔

ابراہیم شاہ خود تو اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے کنارے پر مقیم رہا اور اپنے چند آدمیوں کو اہل شہر کے پاس اسلام کی دعوت دے کر بھیجا لیکن اس دعوت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور ذرہ کے باشندے اپنے قدیم آبائی مذہب پر قائم رہے (یہ عالم دیکھ کر ابراہیم شاہ کے لیے شہر پر حملہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا) لہٰذا اس نے مایوس ہو کر شہر پر حملہ کر دیا اور فتح حاصل کی۔ ابراہیم اس شہر سے ایک لاکھ ونڈیاں اور غلام مع بت سے بیش قیمت مال و اسباب اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوا۔

ابراہیم کی مستقل مزاجی---- ایک واقعہ

بعض تاریخوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز ابراہیم شاہ غزنی کی شاہراہ پر چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک مزدور کو دیکھا جو کسی شاہی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں ایک بھاری پتھر اپنے سر پر اٹھا کر چلا جا رہا تھا۔ یہ مزدور بڑا کمزور تھا اور پتھر کے بوجھ سے بالکل دبا جا رہا تھا مزدور کی یہ حالت دیکھ کر ابراہیم شاہ کو بڑا ترس آیا اور اس مزدور کو حکم دیا کہ وہ پتھر کو پھینک دے۔ مزدور نے حکم کی تعمیل کی اور اس طرح پتھر کے جان لیوا بوجھ سے نجات حاصل کی۔ وہ پتھر وہیں شاہراہ پر پڑا رہا اور ابراہیم شاہ اپنے محل کی طرف چلا گیا۔ پتھر راستے کے بیچوں بیچ کچھ اس طرح پڑا تھا کہ تمام راہ گیر---- پیادے ہوں یا سوار---- اس پتھر سے ٹھوکر کھاتے راستے چلنے والوں کو یہ تکلیف دیکھ کر ایک شخص نے ابراہیم شاہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو یہ پتھر یہاں سے اٹھوا کر ایک طرف کر دیا جائے (تاکہ راستہ صاف ہو جائے) اور لوگوں کو اس روزانہ کی تکلیف سے رہائی ملے۔ ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا "میں ایک شخص سے کہہ چکا ہوں کہ اس پتھر کو پھینک دے۔ اب اگر میں کسی دوسرے شخص کو اس پتھر کے اٹھانے کا حکم دوں گا تو پھر میری بات کا اعتبار اٹھ جائے گا اور لوگ مجھے متلون مزاج سمجھنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ رعایا کا اپنے بادشاہ کے متعلق ایسا خیال رکھنا کسی طرح مناسب نہیں۔" مورخین بیان کرتے ہیں کہ یہ پتھر بہرام شاہ کے دور کے آخر تک اسی جگہ پڑا رہا اور ابراہیم شاہ کے حکم کی اس کے بعد بھی اس قدر وقعت تھی کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی کسی نے مرحوم بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی۔

سلطان ابراہیم کثیر الاولاد تھا۔ بیٹوں کی تعداد چھبیس (۲۶) اور بیٹیوں کی تعداد چالیس (۴۰) تھی اس نے اپنی بیٹیوں کی ملک کے مشاہیر سادات اور علماء کے ساتھ شادیاں کیں۔

ابراہیم کے سنہ وفات اور مدت فرمانروائی میں اختلاف پایا جاتا ہے بعضوں کا بیان ہے کہ اس نے اکتیس (۳۱) سال حکومت کرنے کے بعد ۴۸۱ھ میں وفات پائی' لیکن دوسروں کا خیال ہے کہ اس نے بیالیس (۴۲) سال حکومت کی ۴۹۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ابراہیم کے دور حکومت کے ابتدائی دنوں میں ابو سہیل خجندی اور خواجہ مسعود رجحی وزیر تھے مگر آخری زمانے میں یہ خدمت عبدالمجید احمد بن عبد الصمد کے سپرد کی گئی۔ اس وزیر کی مدح میں ابوالفرج کا وہ قصیدہ بہت مشہور ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ترتیب فضل قاعدۂ جود و رسم داد
عبد الجید احمد عبد الصمد نہاد

ابوالفرج

ابوالفرج سلطان کا ہم عصر تھا اسے بعض مورخین سیستانی اور بعض غزنوی بیان کرتے ہیں (مشہور شاعر) عنصری اسی شہرہ آفاق استاد کا شاگرد ہے۔ ابوالفرج نے مشہور سامانی امیر ابوعلی سمجوری کے زمانے میں اپنے استادانہ کمالات کا مظاہرہ کیا اور ہمیشہ اسی خاندان کا مداح رہا وہ ایک بلند مرتبہ شاعر اور صاحب جاہ و حشم تھا۔ آل سامان ہمیشہ اسے اپنے عطیوں سے مالا مال کرتے رہے ابو الفرج کو فن شاعری پر کمال دسترس تھی۔ فن شاعری و عروض کے بارے میں اس کی ایک کتاب بھی موجود ہے اس کے اشعار کی بلند معیاری کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے مصنفین اپنی کتابوں میں اس کے اشعار بطور سند درج کرتے ہیں۔ ابو الفرج کا یہ قطعہ بہت مشہور ہے۔

عنقائے مغرب ست دریں دور خرمی خاص از برائے محنت و غم زاد آدمی
ہر چند گرد عالم صورت برآمدم! غم خوار آدم آمدہ بیچارہ آدمی
ہر کس بقدر خویش گرفتار محنت است کس را نہ دادہ اند براست مسلمی

besturdubooks.wordpress.com

علاؤ الدولہ مسعود بن ابراہیم بن مسعود غزنوی

سلطان مسعود بہت ہی سخی اور نیک طبیعت انسان تھا۔ اس نے بڑے ہی انصاف سے حکومت اور ان تمام برائیوں کا قلع قمع کیا جو سلطنت کی تباہی و بربادی کا باعث ہو سکتی تھیں۔ اس نے اپنے باپ ابراہیم کے عہد کے امراء کو ان کے منصبوں پر برقرار رکھا۔ اور ان کی جاگیروں کی بحالی روا رکھی۔ اس نے سلطان سنجر کی بہن "مہو عراق" کے ساتھ شادی کی اور یوں سلجوقیوں کے ساتھ اخوت اور محبت کے مراسم پیدا کیے۔

سلطان مسعود نے جاگیردار لاہور "حاجب طغا" کو ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ہندوستان پر حملے کرنے کا حکم دیا۔ طغا نے دریائے گنگا کو عبور کر کے ہندوستان کے ان علاقوں میں ہنگامہ غارت گری گرم کیا جہاں سلطان محمود غزنوی کے علاوہ کسی مسلمان بادشاہ کا گزر نہ ہوا تھا۔ طغا بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

سلطان محمود نے سولہ (۱۶) سال تک فرمانروائی کی ۵۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں بغیر کسی فتنہ و فساد کے بڑی عمدگی سے حکومت کے فرائض انجام دیئے۔

"تاریخ گزیدہ" میں لکھا ہے کہ سلطان مسعود کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کمال الدولہ شیرزاد تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے ایک سال بعد وہ اپنے بھائی ارسلان شاہ کے ہاتھوں مارا گیا' لیکن باقی تمام مورخین ارسلان شاہ کو سلطان مسعود کے بعد بے واسطہ بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔

سلطان الدولہ ارسلان شاہ بن سلطان مسعود

ارسلان شاہ نے حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان مصیبت زدہ بھائیوں میں سے صرف ایک اپنی جان بچا کر نکل سکا وہ بہرام تھا جو سلطان سنجر کے پاس پناہ گزین ہوا۔ اس میں سلطان سنجر اپنے بھائی محمد سلطان بن ملک شاہ کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ ارسلان شاہ نے بہرام کی طلبی کے لیے سلطان سنجر کو کئی خطوط روانہ کیے اور ہر طرح سے عاجزانہ درخواست کی لیکن سنجر اس کے کہنے میں نہ آیا اور اس نے ارسلان کی خواہش کے برعکس بہرام کی ہر ممکن امداد کرنے کا پکا ارادہ کر لیا وہ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے بہرام کے ساتھ خود بھی غزنی پر حملہ آور ہوا۔

ارسلان شاہ نے سنجر کے اس اقدام کی سلطان محمد سے شکایت کی اور یہ درخواست کی کہ سلطان محمد اپنے بھائی کو جنگ کرنے سے باز رکھے۔ سلطان محمد نے (ارسلان کی درخواست کے پیش نظر) بہرام اور ارسلان میں صلح کی بہت کوشش کی لیکن اس کی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جب ارسلان شاہ سلطان محمد کی کوشش سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنی ماں مہو عراق کو' جو سلطان سنجر کی سگی بہن تھی دو لاکھ دینار اور دوسرے بہت سے گراں قدر تحفے تحائف دے کر سلطان سنجر کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اس کی معرفت سلطان سنجر سے صلح کی بات چیت کرے' مہو عراق (ارسلان سے خوش نہ تھی) اس کے مظالم سے بہت تنگ آ چکی تھی نیز اسے اپنے دوسرے بیٹوں کی تباہی کا بھی از حد ملال تھا اس لیے اس نے سلطان سنجر سے صلح کی بات چیت کرنے کی بجائے اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر ارسلان کے مظالم کی داستان بیان کی اور اس سے غزنی پر حملہ کرنے کے لیے بہت اصرار کیا۔

ارسلان شاہ کو جب اپنی ماں کی طرف سے بھی مایوسی ہوئی تو اس نے مجبوراً جنگ کی تیاریاں شروع کیں [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

شمار پیادوں اور ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کوہ پیکر ہاتھیوں کا ایک زبردست لشکر تیار کر کے غزنی سے ایک کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا تاکہ سنجر سے معرکہ آرائی کرے۔ سنجر اور بہرام کا (مشترکہ) لشکر بھی فوراً سامنے آیا اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ ابتدا میں دونوں لشکر پوری جوانمردی سے لڑتے رہے۔ اور میدان جنگ میں جمے رہے لیکن کچھ دیر بعد سیستان کے بادشاہ ابوالفضل کی ہمت و جوان مردی کے طفیل سنجر و بہرام کا لشکر ارسلان کے لشکر پر غالب آنے لگا اور حریف کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑنے لگے۔ ارسلان شکست کھا کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور سلطان سنجر فاتح کی حیثیت سے غزنی میں داخل ہوا۔ سنجر نے چالیس (۴۰) روز تک غزنی میں قیام کیا' وہاں کی حکومت اس نے بہرام کے سپرد کی اور خود واپس خراسان آ گیا۔

ارسلان نے جب سنجر کی واپسی کی خبر سنی تو اس نے ہندوستانیوں کی ایک فوج تیار کی اور غزنی پر حملہ کر دیا بہرام ارسلان کا مقابلہ نہ کر سکا اور بامیان (مقام "بامیان" شہر کابل کے شمال مغرب میں اس سے تقریباً سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔) کے قلعے پر پناہ گزین ہو گیا۔ ارسلان چاہتا تھا کہ بہرام کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے اور خود غزنی پر پھر قابض ہو جائے کہ اچانک سلطان سنجر کا زبردست لشکر اس کے سر پر آ پہنچا۔ اس لشکر کو دیکھ کر ارسلان کے ہوش اڑ گئے اور وہ بدحواس ہو کر افغانوں کی طرف بھاگ نکلا۔ سنجر کے لشکر نے اس کا پیچھا کر کے اسے گرفتار کیا اور بہرام کے حوالے کر دیا۔ بہرام نے فوراً اس بدکردار کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا' ارسلان نے تین (۳) سال حکومت کرنے کے بعد ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں وفات پائی۔

"طبقات ناصری" میں لکھا ہے کہ ارسلان کا سہ سالہ عہد حکومت آسمانی مصیبتوں اور تباہیوں کا دور تھا غزنی کی حالت تباہ ہو گئی۔ اس کے عہد میں بجلی گرنے اور آگ کی بارش ہونے سے غزنی کے بہت سے گھر اور بازار تباہ و برباد ہو گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

معزالدولہ بہرام شاہ بن مسعود

بہرام شاہ بڑے رعب داب اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا وہ عالموں' فاضلوں اور فقیروں کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتا تھا تاکہ ان سے اچھی عادتیں سیکھ سکے' وہ ہر پڑھے لکھے اور ماہر فن شخص کی قدر کرتا تھا۔ بہرام شاہ کی علم دوستی اور انسان شناسی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے عہد کے بڑے بڑے مصنفوں نے اپنی تصانیف اسی کے نام پر معنون کی ہیں۔ حضرت شیخ نظامی کی شہرہ آفاق مثنوی "مخزن الاسرار" اسی بادشاہ کے نام پر منسوب ہے۔ اس عہد کے ایک مشہور شاعر سید حسن غزنوی نے بہرام کے جلوس کی تہنیت میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

منادی برآمد زہفت آسمان
کہ بہرام شاہ است شاہ زماں

یہ قصیدہ سید حسن غزنوی نے سلطان سنجر کی خدمت میں پیش کیا۔

کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ

(مشہور ہندی کتاب) کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ فارسی میں پہلی بار بہرام ہی کے زمانے میں ہوا اور اسی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ کلیلہ و دمنہ کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے راجہ نے یہ کتاب اور بساط شطرنج اور اس کے مہرے نوشیرواں عادل کی خدمت میں بطور تحفے کے ارسال کیے۔ حکیم بزرجمہر نے بڑی محنت اور کاوش سے اس کتاب کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ نیز بساط شطرنج پر مہروں کو جمانے اور ان کی چال پر بہت غور و فکر کر کے شطرنج کھیلنے کا طریقہ معلوم کیا۔ شطرنج کی حقیقت سے واقف ہو کر بزرجمہر نے ہندوستان کے قاصد سے یہ کھیل کھیلا۔ پہلی مرتبہ تو بازی قائم رہی البتہ دوسری بار بزرجمہر نے ہندوستان کے قاصد کو مات دے دی۔ بزرجمہر نے اس کھیل کے مقابلے پر "چوسر" ایجاد کی اور نوشیرواں کی طرف سے اسے ہندوستان کے راجہ کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کیا۔ ہندوستان کے باشندے اس کھیل کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے اور آخر کار مجبور ہو کر ہندوستانی عالموں نے عجمی قاصد سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ شطرنج اور چوسر کی نوعیت و حقیقت پر غور کرنے سے ہندوستانیوں اور عجمیوں کے عقیدوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ شطرنج کی ایجاد سے ہندوستانیوں کا منشا یہ ہے کہ دنیا کی تمام نیکیوں اور برائیوں کا انحصار انسان پر ہی ہے اور یہاں کے سب کام اسی کی کوششوں کے مرہون منت ہیں دنیاوی کاموں کے سلسلے میں تقدیر یا قضا و قدر کو کوئی دخل نہیں ہے۔ مختلف امور مثلاً تحصیل علم' ترقی درجات وغیرہ کے سلسلے میں انسان جیسی کوشش کرے گا ویسا ہی اس کا نتیجہ ہوگا انسان کی دنیاوی زندگی کا آسمانی تاثیرات اور ستاروں کی گردش وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ ہندوستانیوں کا یہ عقیدہ عجمیوں کے عقیدے کے خلاف ہے اس لیے بزرجمہر نے چوسر ایجاد کر کے ہندوستانی عالموں کے پاس بھیجا۔ چوسر کھیلنے کے طریقے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ انسان کی ذاتی کوشش کو دنیاوی امور کے سلسلے میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ دنیا کا ہر کام دست قضا و قدر کا محتاج ہے۔ ہر کام میں اگر تدبیر' تقدیر کے موافق ہوتی ہے تو کام بنتا ہے ورنہ انسان کو اپنی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے نرد کے تختے کی ہیئت آسمان سے مشابہ ہے اور پانسوں اور نقطوں سے مراد سیارے ہیں۔ آسمان اور سیاروں کی طرف یہ اشارہ اس مفہوم کا حامل ہے کہ قلم قدرت نے انسان کی پیشانی پر جس

besturdubooks.wordpress.com

طرح کا نقش کھینچا ہے اسی کے مطابق انسان کو دنیا میں اپنی کوشش کے پانسے پھینکنے پڑتے ہیں۔

بزرجمہر کی ترجمہ کردہ کتاب (یعنی کلیلہ و دمنہ) ایک عرصے تک صرف عجمیوں ہی میں مقبول رہی لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں ابن المقفع نے فارسی سے عربی میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد بہرام شاہ کے عہد میں اس عربی ترجمے کو پھر علمی فارسی کا لباس پہنایا گیا سلطان حسین مرزا کے زمانے میں ملا حسین واعظ نے بہرامی دور کے نسخے کی مشکل اور دقیق عبارتوں کو سلیس اور شگفتہ فارسی میں لکھا اور جابجا درج کیے ہوئے اشعار کو حذف کر کے موجودہ نسخے کو مرتب کیا جو آج کل "انوار سہیلی" کے نام سے مشہور ہے۔

محمد باہیلم سے معرکہ آرائی

بہرام شاہ نے اپنے عہد حکومت میں کئی بار ہندوستان پر حملہ کیا اور ہر بار ہندوستان کے باغیوں اور سرکشوں کو شکست فاش دے کر ان کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی۔ بہرام نے پہلی بار ۵۱۲ھ میں ہندوستان پر لشکر کشی کی اور اس نے محمد باہیلم کو ستائیس (۲۷) رمضان کے دن حراست میں لے لیا۔ محمد باہیلم سلطان ارسلان شاہ کا مقرر کردہ ہندی لشکر کا سپہ سالار تھا اور ارسلان کے انتقال کے بعد غزنوی حکومت کی اطاعت سے منحرف ہو کر مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا کچھ دنوں بعد بہرام نے محمد باہیلم کا قصور معاف کر دیا اور اسے دوبارہ ہندی لشکر کا سپہ سالار بنا دیا اور خود واپس غزنی چلا آیا۔ باہیلم نے بہرام شاہ کی اس شفقت اور مہربانی کا ذرا خیال نہ کیا اور اس کے واپس ہوتے ہی ناگور (یہ مقام ریاست جودھپور میں واقع ہے) کا قلعہ تعمیر کر کے اپنے بیوی بچوں کو اس قلعے میں بحفاظت چھوڑ کر خود عربی، عجمی، افغانی اور خلجی سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر تیار کر کے ہندوستان کے سرکشوں کو زیر کرنے میں باہیلم کو پوری پوری کامیابی ہوئی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ باہیلم کا غرور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اس غرور کے نشے میں سرشار ہو کر اس نے کھلے بندوں ملک گیری اور مستقل حکمرانی کی تیاریاں شروع کر دیں بہرام شاہ نے جب اس نمک حرام کا حال سنا تو وہ فوراً غزنی سے ہندوستان آیا' باہیلم نے بھی جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا اپنے دس بیٹوں کو جو ملک کے مختلف حصوں کے امیر تھے' ساتھ لے کر' اپنے محسن آقا (بہرام شاہ) کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ ملتان کے قریب دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا (اور لڑائی شروع ہو گئی) طرفین میں زبردست معرکہ کارزار گرم ہوا۔ یہ ایسی گھمسان کی جنگ تھی کہ تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ باہیلم کے لشکری اگرچہ پوری جواں مردی و جواں ہمتی سے لڑ رہے تھے مگر چونکہ ان کے سردار کے سر پر کفران نعمت کا وبال تھا اور اسے اس کے برے اعمال کی سزا ملنا ضروری تھی۔ اس لیے غزنوی فوج کا پلہ بھاری ہونے لگا اور باہیلم کے لشکری میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ باہیلم نے جب اپنے لشکریوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ اپنے دو بیٹوں اور چند مصاحبوں کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اسی بھاگنے کے دوران میں اتفاقاً ایک گہرے دلدل میں جا گرا اور مع اپنے بیٹوں کے اس انداز سے ہلاک ہوا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

بہرام شاہ نے باہیلم کی سرکشی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حسین بن ابراہیم علوی کو لشکر ہند کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود واپس غزنی آیا۔

سیف الدین سوری کی یورش

بہرام شاہ نے اپنے آخری زمانے میں اپنے داماد قطب الدین سوری کو قتل کروا دیا تھا۔ مقتول کا حقیقی بھائی سیف الدین سوری اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے غزنی پر حملہ آور ہوا۔ بہرام شاہ سیف الدین سوری کا مقابلہ نہ کر سکا اور غزنی سے فرار ہو کر کرمان چلا گیا۔ یہ کرمان وہ ایرانی مقام کرمان نامی نہیں ہے جس کا تاریخوں میں اکثر ذکر آتا ہے۔ بلکہ یہ ہندوستان اور غزنی کے درمیان ایک پہاڑی علاقہ

besturdubooks.wordpress.com

اسے اہل غزنی پر اس قدر بھروسا ہو گیا تھا کہ وہ غزنی ہی میں مقیم ہو گیا لیکن اپنے بھائی علاؤالدین کو تمام غوری امیروں اور لشکر کے سرداروں کے ہمراہ اپنے ملک واپس بھیج دیا- سیف الدین نے غزنی میں اپنے قیام کے دوران میں اہل غزنی کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا- چونکہ غوری بالکل بے دست و پا تھے اس لیے انہوں نے غزنویوں پر کسی قسم کا ظلم کرنا بھی مناسب نہ سمجھا- اہل غزنی اس مروت اور حسن سلوک کی اصل وجہ سے واقف تھے اس لیے وہ بظاہر تو سیف الدین کی اطاعت کا دم بھرتے رہے' لیکن بباطن بہرام شاہ کے فرمانبردار تھے اور اس سے خفیہ طور پر خط و کتابت رکھتے تھے- اہل غزنی نے اپنی اس سیاسی چال کو اس قدر طول دیا کہ سردیوں کا موسم آ گیا اور غورستان کے تمام راستے برف سے بھر گئے- بہرام شاہ اسی موقعے کے انتظار میں تھا- اس نے فوراً افغانی' خلجی اور دوسرے صحرائی فرقوں کا ایک زبردست لشکر تیار کیا اور غزنی پر حملہ کر دیا- سیف الدین پر چونکہ اہل غزنی کے اعتماد کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اس لیے اس نے بہرام شاہ کے حملے کی خبر سن کر اہل غزنی سے مشورہ کیا- غزنویوں نے اپنے مطلب کی رائے دی اور اس سے بجائے یہ کہنے کے کہ وہ اپنے ملک واپس چلا جائے اسے بہرام شاہ سے مقابلہ کرنے پر اکسایا- سیف الدین ان کے فریب میں آ گیا اور غزنویوں کا ایک لشکر اپنے ہمراہ لے کر شہر سے باہر نکلا اور بہرام شاہ کے مقابلے پر آ کھڑا ہوا- ابھی لڑائی شروع بھی نہ ہوئی تھی کی غزنویوں نے سیف الدین کو گرفتار کر کے بہرام شاہ کے سامنے پیش کیا- بہرام شاہ نے حکم دیا کہ سیف الدین کا منہ کالا کر کے اسے ایک گائے پر بٹھا کر سارے شہر میں گھمایا جائے اور اس کی ذلت و رسوائی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جائے- حسب الحکم سیف الدین کو ایک کمزور گائے پر سوار کیا گیا اور سارے شہر میں اس کی تشہیر کی گئی شہر کے لڑکے بلکہ معمر لوگ بھی اس کے پیچھے تالیاں بجاتے اور فقرے کستے ہوئے گھومتے رہے اس کے بعد بہرام نے سیف الدین کو قتل کر دیا- اور اس کا سر تن سے جدا کر کے سلطان سنجر کی خدمت میں بھیج دیا- سیف الدین کے وزیر مجد الدین کا بھی یہی حشر ہوا-

علاؤالدین سے معرکہ آرائی

جب سیف الدین کے بھائی علاؤالدین نے اپنے بھائی کا یہ حشر سنا تو اس کی حالت سخت متغیر ہوئی اسی عالم پریشانی میں اس نے ایک زبردست اور جنگجو لشکر تیار کر کے غزنی پر حملہ کر دیا- بہرام شاہ اور علاؤالدین کے درمیان جنگ ہوئی یا نہیں؟ اس بارے میں دو روایتیں مشہور ہیں- صحیح روایت تو یہ ہے کہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی کیونکہ علاؤ الدین کے غزنی پہنچنے سے پہلے ہی بہرام شاہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا اور اس کا بیٹا خسرو شاہ تخت نشین ہو چکا تھا-- لیکن عام طور پر مورخین یہی بیان کرتے ہیں کہ بہرام شاہ اور علاؤالدین کے درمیان باقاعدہ جنگ ہوئی اور بہرام شاہ شکست کھا کر ہندوستان کی طرف فرار ہو گیا- اس سارے قصے کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ بہرام شاہ نے علاؤالدین کی آمد کی خبر سنی تو ایک قاصد کے ذریعے اسے پیغام بھجوایا کہ "تیری خیریت اسی میں ہے کہ تو واپس غورستان لوٹ جا اور اپنے ارادے سے باز آ' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ غزنوی حکومت کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے- ساری دنیا کو معلوم ہے کہ غزنی کے بادشاہوں کے پاس لاکھوں جنگجو جوان اور ہزاروں کوہ پیکر ہاتھی دشمنوں اور باغیوں کی پامالی و بربادی کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں- تجھے چاہیے کہ تو اپنے انجام پر غور کرے اور میرے مقابلے کے لیے نہ آئے' کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری عاقبت نااندیشی کے ہاتھوں دنیا میں خاندان غور کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہ رہے-"

علاؤالدین نے بہرام شاہ کا یہ پیغام سن کر اس کے قاصد سے کہا' بہرام سے جا کر یہ کہہ دے کہ جو سلوک اس نے ایک شہزادے (سیف الدین) کے ساتھ کیا ہے وہ بذات خود غزنی کی بربادی اور تباہی کی ایک دلیل ہے- دنیا میں یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو مغلوب کرتا ہے' اپنے دشمن کو گرفتار کرتا ہے اسے قتل بھی کرتا ہے لیکن بہرام نے اپنے ایک تاجدار حریف (سیف الدین) کے ساتھ جو ناشائستہ حرکت کی ہے وہ ایک ایسے

besturdubooks.wordpress.com

پورا پورا یقین ہے کہ بہرام کو اس کی بدکرداری کا بدلہ زمانہ ضرور دے گا اور اسے میرے ہاتھوں سے سزا ملے گی۔ اپنے دوں فطرت بادشاہ (بہرام) سے کہہ دے کہ وہ اپنے کوہ پیکر ہاتھیوں پر ناز نہ کرے اگر وہ ہاتھیوں کا مالک ہے تو میں "خرمیلوں" کا مالک ہوں (غوریوں کے لشکر میں دو انتہائی قوی اور طاقت ور سپاہی تھے جن کو "خرمیل" کہا جاتا تھا۔ یہ سپاہی انتہائی نڈر اور بے خوف تھے اور کسی بھی چیز سے نہ ڈرتے تھے۔ اور طاقت و قوت سے ہاتھیوں کو بھی مغلوب کر لیتے تھے۔ ان میں سے بڑے کو "خرمیل بزرگ" کہا جاتا تھا اور چھوٹے کو "خرمیل کوچک" کہتے تھے۔)

بہرام کا قاصد جب علاؤالدین کا یہ جواب لے کر واپس بہرام کے پاس پہنچا تو یہ دندان شکن جواب سننے کے بعد بہرام پر بظاہر تو کوئی اثر نہ ہوا لیکن دل ہی دل میں وہ بڑا پریشان ہوا اس گفتگو کے بعد معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ سپاہیوں کی تلواروں اور تیروں نے میدان جنگ کو سر پر اٹھالیا دونوں خرمیل بھی میدان جنگ میں آئے اور لڑائی میں حصہ لینے لگے خرمیل بزرگ نے ایک بہت مشہور ہاتھی پر حملہ کیا اور اپنے خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا مگر اسے خود بچنے کا موقع نہ ملا اور وہ زخمی ہاتھی کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔ خرمیل کوچک نے ایک دوسرے ہاتھی کو پچھاڑا اور ہلاک کیا اور خود بڑی دقتوں سے اس کے نیچے سے صحیح سلامت بچ کر نکل آیا۔ جب غوریوں نے یہ جان لیا کہ غزنوی ہاتھیوں کی حیثیت ان کے لیے گائے بھینسوں سے زیادہ نہیں ہے تو ان کے حوصلے اور بڑھے اور علاؤالدین نے اپنی فوج کو ساتھ لے کر بہرام شاہ پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ غزنوی اس حملے کی تاب نہ لا سکے اور میدان جنگ سے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ بہرام شاہ کا جوان اور بہادر بیٹا دوست شاہ جو لشکر کا سردار اعلیٰ تھا' غوریوں کے ہاتھوں مارا گیا اپنے جوان بیٹے کا یہ حشر دیکھ کر بہرام انتہائی بددل ہو گیا اور اس عظیم حادثے نے اس کی ہمتوں کو پست کر دیا۔ غزنوی لشکریوں نے ایک ایک کر کے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ بہرام شاہ لشکر کی اس ابتری اور بیٹے کی موت کی وجہ سے پریشان ہو کر ہندوستان کی طرف بھاگ نکلا اور اس طرح غوری کامیاب و کامران ہوئے۔

اس واقعے کے چند روز بہرام شاہ متعدد صدمات کی تاب نہ لا کر چل بسا اس کا عہد حکومت پینتیس (۳۵) سال ہے۔ اس کی وفات کا صحیح ترین سال ۵۴۷ھ ہے۔

مشہور شاعر حکیم سنائی کا ذکر

حکیم سنائی بہرام کے دور کے بڑے مشہور شاعر تھے۔ وہ کسی زمانے میں امیروں وزیروں وغیرہ کی مدح کر کے روزگار مہیا کرتے تھے۔ ان کے دنیا سے کنارہ کش ہو کر صرف ذات خداوندی پر توکل کرنے کا قصہ "نفحات الانس" میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار جاڑوں کے زمانے میں سلطان محمود غزنوی اپنی فتوحات کے سلسلے میں غزنی سے باہر کسی مقام پر خیمہ زن تھا' حکیم سنائی نے سلطان محمود کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے اپنے وطن سے شاہی لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر میں وہ ایک شراب خانے کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک مجذوب سا شرابی شراب نوشی میں مشغول ہے اور اپنے ساقی سے کہہ رہا ہے کہ "اے محبوب مجھے سلطان محمود کی نابینائی اور عاقبت نااندیشی کا جام پلا۔" ساقی نے یہ سن کر مجذوب شرابی سے کہا۔ محمود ایک سچا مسلمان بادشاہ ہے اور خدا کے حکم کے مطابق غیر مسلموں سے جہاد کر رہا ہے تم اس کے لیے اس قسم کے الفاظ کیوں استعمال کر رہے ہو۔" اس بدمست شرابی نے جواب دیا۔ "محمود کی عاقبت نااندیشی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جس قدر ملک اس کے پاس ہے اس کا انتظام تو کر نہیں سکتا لیکن مزید ممالک کو فتح کرنے کے لالچ میں جان کھپا رہا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ساقی کے ہاتھ سے شراب کا جام لے لیا اور پی گیا اس کے بعد اس نے دوبارہ ساقی سے کہا "حکیم سنائی" کی نابینائی کا ایک جام مجھے پلا۔" ساقی نے اس بار بھی

besturdubooks.wordpress.com

نے جواب دیا' اے نادان! سنائی کو لطافت طبع اور قلب کی بصارت سے کیا تعلق؟ اگر اس میں ذرا سی بھی عقل ہوتی تو وہ ایسے کام کرتا کہ جس سے دین و دنیا دونوں میں اس کا بھلا ہوتا۔ اس کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے واہیات خیالات کو نظم کا جامہ پہنا کر امیروں اور بادشاہوں کی چوکھٹوں پر سجدہ ریزی کرتا پھرتا ہے اسے اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ خدا نے اسے کس کام کے لیے پیدا کیا ہے۔" جونہی حکیم سنائی نے مجذوب کے یہ الفاظ سنے ان کی آنکھیں کھل گئیں اسی وقت وہ دنیا کو ترک کر کے ایک گوشے میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے لگے۔

مورخ فرشتہ یہ عرض کرتا ہے کہ اسے اس واقعہ کی سچائی میں کوئی شک نہیں ہے لیکن حکیم سنائی کا سلطان محمود کے عہد میں دنیا سے کنارہ کش ہونا کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے کہ ان امور سے سبھی کو اتفاق ہے کہ سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی۔ اور حکیم سنائی بہرامی دور کے شعراء میں سے ہیں بلکہ یہاں تک معلوم ہے کہ حکیم سنائی نے اپنی مشہور مثنوی "حدیقہ" کو ۵۲۵ھ میں مکمل کر کے اسے بہرام کے نام سے منسوب کیا۔ ان دونوں ستون پر اگر غور کیا جائے تو حکیم سنائی کا سلطان محمود کے زمانے میں ترک دنیا کرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ سلطان مسعود کے عہد کا ہے کتابت کی غلطی سے مسعود کی جگہ محمود کا نام درج ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکیم سنائی کے سال وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ "تاریخ گزیدہ" کے مولف کے نزدیک سنائی نے بہرام کے عہد حکومت کے آخری دور میں وفات پائی اور بعضوں کے نزدیک ان کا سال وفات ۵۲۵ھ ہے جو کہ "حدیقہ" کی تکمیل کا سال بھی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ظہیر الدولہ خسرو شاہ بن بہرام شاہ

حسب روایت صحیح جیسا کہ اوپر کی سطور میں بیان کیا جا چکا ہے بہرام شاہ نے غزنی ہی میں وفات پائی اور عنان حکومت اس کے بیٹے خسرو شاہ کے ہاتھ میں آئی۔ خسرو شاہ نے جب حکومت ہاتھ میں لی اس زمانے میں علاؤالدین غوری کے حملے کا غلغلہ مچا ایسے پر آشوب زمانے میں خسرو شاہ نے غزنی میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور ہندوستان کی راہ لی۔ یہاں لاہور میں آ کر وہ مع اپنے اہل و عیال کے مقیم ہوا۔

علاؤالدین کی جہاں سوزی

علاؤالدین نے جب دیکھا کہ خسرو شاہ موجود نہیں ہے تو اس نے غزنی پر قبضہ کر لیا' غزنی اور اہل غزنی سے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے لگا۔ علاؤالدین نے اپنی آتش غضب کو اس طرح بجھایا کہ غزنی پہنچتے ہی اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ غزنی اور وہاں کے باشندوں کی تباہی و بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے۔ لڑاکے لشکریوں کے لیے بادشاہ کا اتنا حکم کافی تھا لہٰذا انہوں نے خوب جی کھول کر تباہی مچائی شہر کے مکانات جلا دیئے۔ اہل شہر کو قتل کر دیا سات روز تک وہ اسی شغل قتل و غارت گری میں مصروف رہے اسی دوران میں کسی نے علاؤالدین سے کہا کہ جب سیف الدین کو گائے پر بٹھا کر منہ کالا کر کے شہر میں گھمایا گیا تھا تو غزنی کی عورتیں بھی دف اور باجے بجاتی ہوئی اس جلوس میں شامل تھیں اور انہوں نے سیف الدین کا خوب مذاق اڑایا اور اس کی توہین کی۔ یہ سن کر علاؤالدین نے حکم دیا کہ غزنی کی عورتوں کو بھی قتل کیا جائے۔ لشکریوں نے اس بے کس و مجبور صنف کو بھی بری طرح قتل کیا اور مردوں کی طرح لاکھوں بے دست و پا عورتیں بھی غوریوں کی تلواریوں کا لقمہ بن گئیں۔

غزنی اور اہل غزنی پر یہ قیامت ڈھا کر علاؤالدین غور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جہاں جہاں اسے اولاد سبکتگین کی کوئی عمارت یا یادگار نظر آئی اسے فوراً مسمار کروا دیا۔ علاؤالدین نے (سیف الدین کے وزیر) سید امجد الدین کے قتل کا انتقام اس طور پر لیا کہ غزنی کے سیدوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو زیر حراست کیا تو بوروں کو مٹی سے بھر کر ان لوگوں کی گردنوں میں لٹکایا گیا اور اسی عالم میں انہیں فیروز پہاڑ پر لے جا کر قتل کیا گیا۔ ان بے گناہوں کے خون سے تو بوروں کی مٹی کو گوندھا گیا اور فیروز کوہ کے برجوں کی تعمیر کی گئی۔ علاؤالدین کے ان مظالم نے اسے "جہاں سوز" کے نام سے مشہور کر دیا۔ اور یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ اس کے نام کا جزو بن کر رہ گیا۔

علاؤالدین کی واپسی کے بعد خسرو شاہ نے اپنے آبائی ملک کو اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا اور سلطان سنجر سے مدد ملنے کی توقع پر وہ لاہور سے غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے اس زمانے میں ترکوں نے سلطان سنجر کو گرفتار کر کے غزنی پر حملہ کر دیا تھا اس لیے خسرو شاہ اپنی خواہش پوری کیے بغیر واپس لاہور آ گیا۔

بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ غوریوں نے دس سال بعد غزنی کو ترکوں کے قبضے سے نکال لیا اور اس کے بعد خسرو کے امیروں نے غزنی پر قبضہ کیا۔ بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خسرو شاہ نے علاؤالدین جہاں سوز کے حملے کے خوف سے ہندوستان میں پناہ لی تو علاؤالدین نے تکیاباد اور قندھار کے شہروں کو فتح کر کے یہاں کی حکومت غیاث الدین محمود کو سونپی اور خود واپس غور چلا گیا علاؤالدین کی واپسی کے بعد خسرو شاہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر غزنی کی طرف

besturdubooks.wordpress.com

شرط پر صلح ہو جائے کہ خسرو شاہ تکیاباد کے شہر اور قلعے سے دستبردار ہو جائے۔ اور صرف غزنی کی حکومت پر قناعت کرے لیکن خسرو شاہ نے اس شرط کو نامنظور کیا۔ اس انکار کے جواب میں علاؤالدین نے خسرو کو ذیل کی رباعی لکھ کر بھیجی۔

اول پدرت نہاد کیں رابنیاد تاخلق جہاں جملہ بہ بیدا دافتاد
ہاں تاندہی بہریک تکیاباد سرتاسر ملک آل محمود بباد

خسرو شاہ کو چونکہ سلطان سنجر کی مدد کی پوری پوری توقع تھی اس لیے اس نے علاؤالدین کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اس کی پیش کردہ شرائط پر صلح کرنے سے قطعاً انکار کر دیا' لیکن بدقسمتی سے سلطان سنجر پر ترک غالب آگئے اور علاؤالدین کے خوف سے خسرو شاہ کو لاہور واپس آنا پڑا۔ اس واقعے کے بعد علاؤالدین نے غزنی پر قبضہ کر لیا اور واپس غورستان آگیا۔

خسرو شاہ نے سات سال تک حکومت کرنے کے بعد ۵۵۵ھ میں وفات پائی۔

besturdubooks.wordpress.com

خسرو ملک بن خسرو شاہ

لاہور میں جب خسرو شاہ کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا خسرو ملک اس کا جانشین ہوا۔ خسرو ملک نے لاہور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور عدل و انصاف سے حکومت کی اس نے اپنی حکومت کو بہت طاقتور اور پائیدار بنایا۔ اور ابراہیم و بہرام کے فتح کیے ہوئے ایسے ہندوستانی علاقے جو غزنوی مملکت کے اقتدار سے نکل چکے تھے' دوبارہ اپنے قبضے میں کیے۔

شہاب الدین غوری کا پہلا حملہ

شہاب الدین غوری نے صرف غزنی پر قبضہ کرنے کو کافی نہ سمجھا اور اس کی چشم طمع یہاں کی دولت سے پر نہ ہوئی لہٰذا اس نے ہندوستان پر حملہ کر کے یہاں کے غزنوی علاقوں پر قابض ہو جانے کا ارادہ کیا۔ اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ۵۷۶ھ میں اس نے افغانستان' پشاور' سندھ اور ملتان کو فتح کر کے لاہور کا رخ کیا۔ خسرو ملک' شہاب الدین کا مقابلہ نہ کر سکا اور لاہور کے ایک قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ شہاب الدین غوری نے خسرو ملک کے ایک نو عمر لڑکے اور لاہور کے ہاتھی کو [illegible] گرفتار کیا اور انہیں اپنے ساتھ لے کر واپس غورستان آ گیا۔

شہاب الدین غوری کا دوسرا حملہ

۵۸۰ھ میں شہاب الدین غوری نے لاہور پر دوسرا حملہ کیا' خسرو ملک اس بار بھی قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ غوری نے لاہور اس کے اطراف و جوانب کو خوب جی کھول کر لوٹا' سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کر کے وہاں کی حکومت اپنے ایک امیر کے سپرد کی اور پھر غورستان میں واپس آ گیا۔

سیالکوٹ کے قلعے کا محاصرہ

غوری کے واپس ہوتے ہی خسرو ملک نے گکھڑوں کو اپنے ساتھ ملایا اور ان کی مدد سے سیالکوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن اس محاصرے سے قلعہ فتح نہ ہو سکا اور خسرو ملک ناکام واپس آ گیا۔

شہاب الدین غوری کا تیسرا حملہ

خسرو ملک کی اس حرکت پر شہاب الدین سخت برہم ہوا اور اس نے لاہور کو فتح کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس مرتبہ شہاب الدین غوری نے ایک خاص شاطرانہ چال چلی اور خسرو ملک سے دشمنی کی بجائے ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کیا۔ شہاب الدین کی چال یہ تھی کہ اس نے خسرو ملک کے گرفتار شدہ بیٹے ملک شاہ کو ۵۸۲ھ میں آزاد کر دیا اور اسے اپنے چند امیروں اور تمام شاہی اعزازات کے ساتھ باپ سے ملنے کے لیے روانہ کیا۔ شہاب الدین نے اپنے امیروں کو خاص طور پر یہ تاکید کر دی تھی کہ وہ ملک شاہ کو راستے بھر شراب پلاتے رہیں اور نشے میں اس قدر دھت رکھیں کہ راستہ طے کرنے میں معمول سے زیادہ دیر لگے۔

خسرو شاہ اپنے بیٹے ملک شاہ کی آزادی اور آمد کی خبر سن کر بے انتہا خوش ہوا اور وہ دشمن سے بے خوف و خطر ہو کر شہاب الدین کی دوستی پر بھروسا کر بیٹھا اور بڑے آرام اور راحت کے ساتھ دن گزارنے لگا۔ شہاب الدین غوری کے بھیجے ہوئے امیر اپنے بادشاہ کی ہدایت کے مطابق نہایت کم رفتاری سے سفر طے کر رہے تھے اور اس سے قبل کہ وہ ملک شاہ کو لے کر لاہور پہنچتے' شہاب الدین غوری ایک دوسرے راستے سے بڑی سرعت کے ساتھ

besturdubooks.wordpress.com

لاہور کے دریا کے کنارے پر خیمہ زن ہو گیا۔ دوسرے دن جب خسرو ملک کی آنکھیں کھلیں تو اس نے دیکھا کہ دریا کا کنارہ دشمنوں کے لشکر کی قیام گاہ بنا ہوا ہے۔ یہ عالم دیکھ کر خسرو ملک نے مجبوراً غوری سے امان طلب کر لی اور لاہور پر غوری کا قبضہ بغیر کسی جنگ کے ہو گیا۔

خسرو ملک نے اٹھائیس (۲۸) سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ اس کے مرتے ہی غزنی کی عظیم الشان حکومت محمود غزنوی کے خاندان سے نکل کر خاندان غوری کے ہاتھ میں آ گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

مقالہ دوم

سلاطین دہلی کے حالات میں

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین دہلی کے حالات میں

تمہید

سلاطین دہلی کے حالات لکھنے سے پہلے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے غیر مسلم بادشاہوں کا مختصر احوال' دارالسلطنت دہلی کی بنا کی کیفیت اور سلاطین غور کے حالات مختصر طور پر بیان کر دیئے جائیں اور اس کے بعد اصل مقصد یعنی سلاطین دہلی کے تذکرے کو شروع کیا جائے۔

ہندوؤں کے عقائد

قارئین کو یاد ہو گا کہ اس کتاب کے مقدمے میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ہندوستان کے حکماء نے زمانے کو چار مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) ست جگ (۲) ترتیا جگ (۳) دواپر جگ (۴) کل جگ اہل ہندوستان کے عقائد کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے تک کل جگ کے تین ہزار سات سو اور کچھ اوپر سال گزر چکے ہیں۔ ہندوؤں نے ہر دور کی مختلف خصوصیات اور تاثیرات متعین کی ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جب کل جگ کی متعینہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو پھر از سر نو ست جگ کا آغاز ہوتا ہے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے یہ چاروں دور آتے رہتے ہیں۔ ہر دور کے اختتام سے مراد قیامت ہے ورنہ حقیقت میں یہ دنیا بہت قدیم ہے۔ اور غیر فانی ہے لیکن اس اعتقاد کے خلاف بعض برہمنوں کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب کہ یہ بالکل نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس قلیل طبقے کے پاس حدوث عالم کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ برہمنوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہر جگ میں کسی نہ کسی پیغمبر یا رشی نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق کوئی نہ کوئی کتاب ضرور تصنیف کی ہے اور باوجود اس قدر زمانہ گزرنے کے وہ تمام کتابیں اب تک محفوظ ہیں۔

اہل ہند چونکہ چین' خطا اور ختن کے غیر مسلموں کی طرح طوفان نوح سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو اس بات کا یقین ہے کہ گذشتہ زمانوں کی تمام اشیاء محفوظ ہیں۔ ہندوؤں کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ پہلے جگ یعنی ست جگ کی ابتدا سے لے کر اب تک دنیا میں انسان آباد رہا ہے۔ ہندوؤں کے بعض عالم دنیا کی پیدائش کا زمانہ ست جگ بتاتے ہیں۔ ہندوستانی حکیموں کا کہنا ہے کہ ہر جگ میں آدم و حوا مختلف اوصاف لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض زمانوں میں انسان دراز قد' طویل العمر اور عظیم الجثہ پیدا ہوتے ہیں اور بعض زمانوں میں اس کے بالکل برعکس یعنی قد چھوٹا ہوتا ہے عمر کم ہوتی ہے اور جسم پتلا و دبلا۔ انسانوں کی پیدائش کا یہ اختلاف درختوں اور نباتات میں بھی پایا جاتا ہے اور ہر دور کے درخت اور پودے وغیرہ دوسرے دور کے درخت اور پودوں سے قدو قامت اور رنگ و بو میں مختلف ہوتے ہیں۔ انہیں ہندوؤں کا اس پر بھی اعتقاد ہے کہ برہمن اور کھتری روز اول سے موجود ہیں ان کے علاوہ دوسری ذاتیں تیسرے دور یعنی دواپر جگ کے آخری اور چوتھے دور یعنی کل جگ کے ابتدائی زمانے میں بڑی کثرت سے پیدا ہوتی رہیں۔ راجپوتوں کا مشہور فرقہ دواپر جگ کے آخری زمانے میں پیدا ہوا اور کل جگ کے ابتدائی زمانے میں اس کی بہت کثرت ہوئی۔ ہندوؤں کی دوسری ذاتیں کل جگ کے ابتدائی زمانے میں بڑی کثرت سے ظہور میں آئیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر جگ میں ان گنت بڑے بڑے راجہ ہندوستان کے مختلف حصوں پر حکومت کرتے تھے جیسا کہ مہا بھارت (جو عہد اکبری میں فارسی میں ترجمہ کی گئی تھی) میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان راجاؤں میں ایک کھتری راجہ دریودھن بھی تھا جو دواپر جگ کے آخری دور میں ہندوستان کے ایک بڑے حصے

bestUrdubooks.wordpress.com

پر حکمران تھا۔ اس راجہ کا پایہ تخت ہستناپور تھا جو دہلی کے قریب واقع تھا سری کرشن جسے ہندو اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اسی راجہ (دریودھن) کے ہم عصر تھے۔ دریودھن کے پانچ حقیقی چچازاد بھائی تھے جو پانڈوؤں کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ چونکہ ان پانچوں بھائیوں کے چہروں سے اقبال مندی اور بہادری کے جوہر نمایاں تھے اس لیے ان کی آئندہ ترقی اور ہر دلعزیزی کے خیال سے پریشان ہو کر دریودھن اپنے ان چچازاد بھائیوں کا دشمن ہو گیا وہ شب و روز اپنے ان بھائیوں کی بربادی اور تباہی کے بارے میں سوچا کرتا تھا' لیکن کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہوتی۔ آخر کار اس نے پانڈوؤں کو جوئے کے جال میں پھنسایا اور ایک دن ان کے ساتھ جوا کھیلا۔ اس موقع پر پانڈوؤں کا ستارہ کچھ گردش میں تھا لہٰذا وہ بازی ہارتے چلے گئے۔ جب وہ اپنی تمام منقولہ جائیداد ہار چکے تو پانچوں بھائیوں نے اپنے اپنے علاقے (اندر پت' سون پت' پانی پت' تپت اور باک پت) بھی ایک ایک کر کے ہاتھوں سے کھو دیئے۔ دریودھن نے جب پانڈوؤں سے سب کچھ چھین لیا تو اس نے ان کو جلاوطن کرنے کی تدبیر سوچی۔ اور جوئے کی آخری بازی اس شرط پر لگائی کہ اس بار جو فریق شکست کھائے وہ اپنا تمام مال و اسباب اور ملک چھوڑ کر بارہ برس تک جلاوطنی کی زندگی بسر کرے کہ تمام لوگ اس کے حال سے واقف اور آگاہ رہیں اور (ان بارہ برسوں کے خاتمے کے بعد) ایک سال تک اس طور پر زندگی بسر کرے کہ کسی کو ان کی خبر نہ ہو۔ یہ آخری بازی بھی پانڈو ہار گئے اور انہیں مجبوراً جلاوطن ہونا پڑا۔ پانڈو اپنے وطن سے نکل کر دکن کی طرف آئے اور بارہ برس تک اسی علاقے کے نواح میں اجنبیوں کی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ اس دوران میں دریودھن اپنے کارندوں کی معرفت پانڈوؤں کے حالات سے باخبر رہتا تھا جب بارہ (۱۲) سال پورے ہو گئے تو پانڈوؤں کو ایک سال حسب شرط گمنامی کی زندگی بسر کرنا تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنی وضع قطع تبدیل کر لی اور دکن کے موجودہ عادل شاہی علاقے پائین میں چلے آئے اور یہاں رہنے لگے۔ دریودھن نے ان کا سراغ لگانے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ جب ایک سال بھی جو اس سے پہلے کے بارہ سالوں سے کہیں زیادہ بھاری تھا ختم ہو گیا تو پانڈو اپنے بدن سے مسافرت اور غریب الوطنی کی گرد جھاڑ کر واپس آئے اور دریودھن سے اپنی سلطنت کی واپسی کی درخواست کی۔

دریودھن کو پانڈوؤں کے صحیح و سلامت واپس آنے پر بہت زیادہ افسوس ہوا۔ چونکہ اپنی گذشتہ کارروائیوں سے دریودھن کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے ان دشمنوں کو تباہ و برباد کرے۔ لہٰذا اس نے پانڈوؤں سے کہلا بھیجا کہ اگر پانچوں بھائیوں کو اپنی زندگی عزیز ہے تو وہ فوراً ملک سے باہر چلے جائیں ورنہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ دریودھن سے یہ جواب پانے کے بعد پانڈو مایوس ہو کر متھرا پہنچے اور وہاں انہوں نے ہندوؤں کے مشہور رشی سری کرشن کے سایہ عاطفت میں پناہ لی۔

سری کرشن نے دریودھن سے پانڈوؤں کی سفارش کی' لیکن دریودھن کی حرص و ہوس اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس نے ہندوؤں کے سب سے بڑے اوتار کا بھی کوئی خیال نہ کیا اور اس کی بات سنی اور ان سنی کر دی۔ جب دریودھن کسی صورت سے بھی اپنا وعدہ پورا کرنے پر راضی نہ ہوا تو آخر کار فیصلہ یہی ہوا کہ دونوں فریق باہم معرکہ آرائی کریں۔ ایک عظیم الشان جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ چونکہ خدا تعالیٰ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے اس لیے اس جنگ میں دریودھن مارا گیا اور پانڈوؤں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ پانچوں بھائی ہندوستان کے حاکم ہوئے اور تقریباً تمام ہندوستان ان کے قبضے میں رہا جب یہ پانچوں بھائی ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے بعد ان کی اولاد کئی نسلوں تک ہندوستان پر حکمرانی کرتی رہی۔

جب دواپر جگ کا زمانہ ختم ہوا تو کل جگ کے کسی عہد میں ہندوستان کی حکومت راجاؤں کے خاندان کے ہاتھوں سے نکل کر غلاموں اور ان کے متعلقین کے قبضے میں آگئی سارے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ان غلاموں کی حالت دن بدن خراب سے خراب تر ہوتی گئی اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ حکومت اجین کے مشہور راجہ بکرماجیت کے ہاتھوں میں چلی گئی بکرماجیت

besturdubooks.wordpress.com

اپنے قبضے میں لیا نیز دکن پر بھی قبضہ کر لیا۔ راجہ بکرماجیت کے آخری زمانے میں ایک ستائیس (۲۷) سالہ برہمن نے 'جو پٹن کا رہنے والا تھا اور جس کا نام سالباہن تھا دکن میں سرکشی کی اور تمام دکن پر اپنا قبضہ کر لیا۔ بکرماجیت نے سالباہن کے مقابلے کے لیے لشکر تیار کیا اور دریائے نربدا کے پار جا پہنچا۔ سالباہن مقابلے پر آیا' جنگ ہوئی اور اس میں راجہ بکرماجیت مارا گیا اور سالباہن کو فتح نصیب ہوئی۔ بکرماجیت کی وفات کے بعد سالباہن نے دریائے نربدا کو پار کر کے راجہ بکرماجیت کے ہندوستانی مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانے کا ارادہ کیا' لیکن دریا میں سخت طغیانی آ جانے کی وجہ سے اس کے سپاہی اور بار برادری کے جانور ہلاک ہو گئے۔ سالباہن کو اپنے ارادے پر سخت شرمندگی ہوئی اور اس نے یہ خیال دل سے نکال دیا۔ لہٰذا اس نے اجین کی حکومت راجہ بکرماجیت کے بیٹے کے سپرد کر دی۔

اہل ہندوستان اپنے سال کی ابتداء بکرماجیت کے جلوس سے کرتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت سنہ بکرمی کے چھ سو اکیس (۶۲۱) سال گزر چکے تھے۔ ہندوستان کے مورخین لکھتے ہیں کہ بکرماجیت کے بعد ایک عرصے تک ہندوستان کی حکومت راؤ خاندان کے قبضے میں رہی' لیکن رفتہ رفتہ ان کی قوت ختم ہوتی گئی اور کھتریوں کی اولاد' راجپوت اقتدار حاصل کرتے گئے یہاں تک کہ اس گروہ کے مختلف افراد نے ہندوستان کے حصوں میں خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔

راجپوتوں کی قوت رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی۔ بکرماجیت کے عہد ہی میں ان میں سے بعض بہت دولت مند اور صاحب حکومت ہو گئے تھے۔ بکرمی عہد کے ان صاحب اقتدار راجپوتوں نے اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی تربیت اور نشوونما بڑے اچھے طریقے سے کی تھی اور اس میں بڑی دلچسپی لی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقہ تھوڑے سے عرصے ہی میں کھتری راجاؤں کے لشکر اور دربار پر پوری طرح چھا گیا۔ اس تسلط اور اقتدار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان لوگوں نے کھتری راجاؤں کی ماتحتی سے نکل کر اپنی آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ دوسرے ماتحت راجپوت بھی اپنی کوششوں اور خود مختار راجپوت امراء کی مدد سے کھتری حکومت کی ماتحتی سے نکل کر آزاد ہوتے چلے گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا یعنی سلطان محمود سے پہلے ہی ہندوستان کے تمام حصوں پر انہیں راجپوتوں کا قبضہ تھا۔

جب ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو ان راجپوت امراؤں کی حالت ابتر ہونے لگی اور محمود اور اس کی اولاد کے پے در پے لشکر کشی نے تو ان کو بالکل ہی ختم کر کے رکھ دیا۔ غزنوی فاتحین نے سرہند' تھانیسر اور ہانسی وغیرہ کے مشہور مقامات اور قلعوں کو فتح کیا۔ لاہور اور اس کے گرد و نواح کے دیگر راجاؤں کو شکستیں دیں۔ یہ غزنوی فرمانروا اجمیر اور دہلی کے راجاؤں کو ختم کرنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ دفعتاً ان کی اپنی سلطنت زوال پذیر ہو گئی' لیکن ان کے اس ارادے کو سلطان شہاب الدین غوری نے عملی جامہ پہنایا۔ جو ہندو راجہ سلطان غوری کی دسترس سے بچ گئے انہیں دہلی' گجرات اور مندو کے اسلامی تاجداروں نے تباہ و برباد کیا۔ غوریوں کے بعد تیموری شاہوں نے راجپوت راجاؤں سے کسانوں اور مزدوروں کا کام لیا۔ غرض ان غیر مسلم فرماں رواؤں پر پے در پے ایسے حادثات گزرتے گئے کہ اس وقت یعنی جہانگیر بادشاہ غازی کے عہد میں سوائے راجپوت رانا کے کسی اور ہندو راجہ کی حکومت کا ہندوستان میں نشان تک باقی نہیں رہا سنا گیا ہے کہ بادشاہ غازی (جہانگیر) نے ان دنوں اس رانا پر بھی حملہ کر رکھا ہے۔

شہر دہلی کی بنا

۳۰۷ھ کے متبرک مہینوں میں سے کسی ایک مہینے کا واقعہ ہے کہ توران (توران سے مراد راجپوتوں کی "توار" قوم ہے) قوم کے راجپوت راجہ داوپتہ نے اندرپت کے شہر کے ساتھ ہی ایک نیا شہر آباد کیا۔ اس شہر کی مٹی بہت ہی نرم تھی اس وجہ سے لوہے کی سلاخیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ نصب نہیں کی جا سکتی تھیں اس بنا پر اس نئے شہر کا نام دہلی رکھا گیا۔ داوپتہ کے بعد دہلی پر آٹھ تورانی راجاؤں نے حکومت کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) راجہ بھوج (۲) راجہ ادھرن (۳) راجہ سپہ صندل (۴) راجہ روبیک (۵) راجہ رونگر (۶) راجہ آہنکر

besturdubooks.wordpress.com

(۷) راجہ مدن پال اور (۸) راجہ سالباہن- اس خاندان کے زوال کے بعد دہلی کی حکومت راجپوتوں کے بہترین گروہ چوہانیوں کے ہاتھ میں آئی- جب متعدد چوہانی راجہ مانک دیو' دیوراج' راول دیو' جاہردیو' سہردیو کے بعد دیگرے حکومت کر چکے تو دہلی کا چھٹا اور آخری فرمانروا راجہ پتھورا تخت نشین ہوا- اس راجہ کو شہاب الدین غوری جیسے جواں ہمت اور مستقل مزاج بادشاہ سے مقابلہ کرنا پڑا- دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ پتھورا مارا گیا- ۵۸۸ھ کے آخر میں دہلی کی حکومت چوہانیوں کے ہاتھوں سے نکل کر غور کے اسلامی بادشاہوں کے قبضے میں آ گئی-

غوریوں کا احوال

سلاطین غور کے متعلق تمام مورخین کی تقریباً یہی رائے ہے کہ یہ فرقہ ضحاک بادشاہ کی نسل سے ہے- غوریوں کے مختصر حالات یہ ہیں کہ جب ایران کے بادشاہ فریدون' ضحاک پر غالب آیا تو ضحاک کے خاندان کے تمام افراد کو یا تو قتل کر دیا یا جلاوطن کیا گیا لیکن دو بھائی سوری اور سام فریدوں کے دربار سے بسلسلہ ملازمت منسلک ہو گئے- کچھ دنوں تک تو ان دونوں بھائیوں نے فریدوں کے دربار میں زندگی بسر کی لیکن بعد ازاں اس خیال سے کہ فریدوں ان کا خاندانی دشمن ہے وہ اپنے ہمدردوں کی ایک جماعت کے ساتھ نہاوند کی طرف فرار ہو گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے حالات کو بہتر بنانا شروع کیا- سوری تو اپنے قبیلہ کا سردار بنا اور سام نے لشکر کی سرداری کو اپنے ہاتھ میں لیا دونوں بھائیوں میں باہمی خلوص اور محبت بہت تھی- سوری کی بیٹی کا نکاح سام کے بیٹے شجاع کے ساتھ ہوا- اس کے کچھ عرصے بعد سام کا انتقال ہو گیا اور شجاع اپنے چچا کے زیر سایہ بڑے آرام سے زندگی بسر کرنے لگا' لیکن یہ آرام کا زمانہ کچھ زیادہ عرصے تک نہ رہا- اور دشمنوں نے لگا بجھا کر سوری کو شجاع سے متنفر کر دیا اور سوری اس نتیجے پر پہنچا کہ شجاع سے اپنی بیٹی کو علیحدہ کرا کے اسے جلاوطن کر دے- سوری کی بیٹی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اپنے خاوند (شجاع) کو حقائق سے آگاہ کیا (شجاع نے یہ سب کچھ سن کر یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا اور) ایک رات اس نے شاہی اصطبل سے دس اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور اونٹوں کی چند قطاریں حاصل کیں اور اپنے بیوی بچوں کو ان پر سوار کرا کے اور مال" و دولت جو کچھ جلدی میں ہاتھ آ سکا لے کر غورستان کی طرف فرار ہو گیا- غورستان کے ایک محفوظ اور مضبوط مقام پر پہنچ کر اس نے قیام کیا- اس مقام کی مضبوطی سے شجاع کو اس قدر اطمینان ہوا کہ عالم مسرت میں اس کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ "زو مندیش" (یعنی اب اس شے سے مت ڈرو) اس بنا پر اس جگہ کا نام "زو مندیش" پڑ گیا- شجاع نے اس مقام پر چند قلعے تعمیر کیے اور کچھ ہی عرصے بعد اس قدر قوت حاصل کر لی کہ ایک مدت تک ایرانی لشکر سے لڑتا رہا' لیکن ایک ایسا وقت بھی آیا جب شجاع کو شکست اٹھانی پڑی اور اس نے ایرانیوں کی باج گزاری قبول کر لی-

فریدوں کی اطاعت قبول کر لینے سے شجاع کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ اندرونی طور پر اس کو اپنی حکومت کے انتظامات کا موقع مل گیا- اس کے حسن سلوک کا بڑا شہرہ ہوا- اور ضحاک کی اولاد چاروں طرف سے آ آ کر اس کے دامن میں پناہ لیتی رہی- شجاع کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں کو یکے بعد دیگرے اپنے قبیلے کی سرداری وراثت میں ملتی رہی یہاں تک کہ شسب کی سرداری کا دور آیا- جب اس قبیلے نے مذہب اسلام قبول کیا یہ زمانہ حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت کا تھا اور اس عہد میں غوریوں کا سردار شسب بن حریق اپنے قبیلے کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا- حضرت علی نے شسب اور اس کے قبیلے کی فرمانبرداری سے خوش ہو کر شسب کو غوریوں کی حکومت کا فرمان اپنے دست مبارک سے لکھ کر مرحمت فرمایا- مورخین نے شسب کا نسب نامہ ضحاک سے اس طرح ملایا ہے شسب بن حریق بن نہیق بن عیسیٰ بن زوزن بن حسین بن بہرام بن حبش بن نہس بن ابراہیم بن سعد بن اسد بن شداد بن یظام بن مشاد بن زیمان بن فریدوں بن سام بن نمید اسپ بن ضحاک بن شہران بن سند بن سام بن مرتاش بن ضحاک الملک-

چونکہ غوریوں میں شسب پہلا شخص تھا جو مشرف ...

besturdubooks.wordpress.com

عہد میں جب اولاد علیؓ پر تبرہ بازی کی جاتی تھی تو شسی اس بری حرکت میں پہلے ہی سے حصہ لیتے تھے لیکن غورستان کے شسبیوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس اہل بیت کی بے انتہا تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ابو مسلم مروزی نے اہل بیت کے دشمنوں پر خروج کیا تو فولاد شسی نے ہر ممکن طریقے سے ابو مسلم کی مدد کی اور دشمنان اہل بیت کی بربادی و تاراجی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

ہارون الرشید کا ہم عصر غوری حکمران یحیٰ بن نہاتان بھی شسی تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے یحیٰ بن نہاتان بن درمش بن پروزیر بن شسب' یحیٰ کا پوتا سوری بن محمد صفاریہ عہد حکومت میں ایک مشہور شخص تھا۔ اس سوری کا بیٹا محمد بن سوری سلطان محمود غزنوی کا ہم عصر تھا یہ سلطان محمود کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ اس پر محمود نے لشکر کشی کی اور گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ محمد کو قید کرنے کے بعد سلطان محمود نے غور کی حکومت محمد کے بیٹے ابو علی کو تفویض کی۔ ابوعلی اگرچہ سلطان محمود کا مطیع و باج گزار تھا' لیکن اہل غور اسے پسند نہ کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد کے بھتیجے عباس بن شسب بن محمد نے زبردستی سلطنت پر قبضہ کر لیا' عباس بہت ہی ظالم اور شقی حکمران تھا۔ اس کے ظلم اور برے اعمال کی سزا قدرت نے یہ دی کہ سات برس تک غورستان میں پانی کا ایک قطرہ نہ برسا۔ اس خشک سالی کی وجہ سے ہزارہا انسان بھوکے پیاسے مرگئے۔ اس عاقبت نااندیش حکمران (عباس) نے سلطان ابراہیم غزنوی کا مقابلہ کرنے کی بھی ٹھانی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو اپنی بد اعمالیوں کی سزا ملی اور غزنوی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

قطب الدین حسن اور اس کی اولاد کے حالات

عباس کی گرفتاری کے بعد سلطان ابراہیم غزنوی نے غور کی حکومت عباس کے فرزند محمد بن عباس کے سپرد کی۔ اسی کا بیٹا قطب الدین حسن ہندوستان کے غوری حکمرانوں کا جد اعلیٰ ہے۔ قطب الدین اور اس کی اولاد کے حالات بے حد دلچسپ ہیں جنہیں ذیل کی سطور میں بیان کیا جاتا ہے۔

قطب الدین نے اپنے عہد حکومت میں کسی دشمن پر حملہ کیا اور اس کے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چونکہ قطب الدین کا وقت پورا ہو چکا تھا اس لیے محاصرے کے دوران میں دشمن کے کسی سپاہی کا تیر اس کی آنکھ میں آکر لگا اس تیر کے زخم کی وہ تاب نہ لا سکا اور وہیں اس نے وفات پائی (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) غورستان کے مشہور قلعوں پر غزنوی قابض ہو گئے۔ اس ہنگامے کے دوران ہی میں قطب الدین کا بیٹا سام ہندوستان کی طرف فرار کرتا رہا۔ آخر کار ایک ایسا وقت بھی آگیا جب اسے وطن کی محبت نے ستانا شروع کیا یہاں تک کہ اس نے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر وطن جانے کے لیے دریا کا سفر اختیار کیا۔ ان لوگوں کی کشتیاں ابھی تھوڑی ہی دور پہنچی ہوں گی کہ مخالف ہوا کہ تھپیڑے شروع ہو گئے ہوا کی تیزی لحہ بہ لحہ بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ دریا میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور ان وطن کے مشتاقوں کی کشتیاں ٹوٹ پھوٹ کر غرقاب ہو گئیں۔ سام اور اس کے تمام ہم سفرپانی کی موجوں کا لقمہ بن گئے' لیکن سام کا ایک بیٹا جس کا نام اعزالدین حسن تھا' ایک ٹوٹی ہوئی کشتی کے سہارے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق دریا میں تیرنے لگا اتفاق سے ایک کشتی میں ایک شیر بھی تھا اور جب کشتی تباہ ہوئی تو اس نے بھی اپنے پنجے سے کشتی کے تختے کو پکڑ لیا اور تیرنے لگا۔ یہ تختہ وہی تھا جس کا اعزالدین نے سہارا لے رکھا تھا۔ الغرض شیر اور اعزالدین دونوں ہی اس خطرناک سفر میں ساتھ ساتھ تیرتے رہے۔ تین روز اور تین راتیں اسی عالم میں گزر گئیں۔ اور بے چارہ اعزالدین بھوکا پیاسا تختے کے ساتھ چمٹا ہوا بہتا چلا جا رہا تھا۔ تین روز کے بعد خدا نے اس مصیبت کو دور کیا اور وہ تختہ کنارے سے آلگا۔ شیر نے فوراً جنگل کی راہ لی اور اعزالدین نے اپنے صحیح سلامت بچ نکلنے کا بارگاہ خداوندی میں شکر ادا کیا۔

اعزالدین نے دریا کے کنارے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے ایک شہر کے آثار نظر آئے یہ اجنبی مسافر اٹھا اور شہر کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ کڑی مصیبت اور فاقہ کشی کی وجہ سے اس میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی تھی اس لیے وہ بڑی مشکلوں سے سورج ڈھلنے کے وقت شہر

besturdubooks.wordpress.com

میں پہنچا اور مسافروں کی طرح ایک دوکان میں پڑ کر سو رہا۔ وہاں کے چوکیداروں نے اسے چور سمجھ کر پکڑ لیا اور کوتوال شہر کے سامنے پیش کیا کوتوال نے بغیر کسی قسم کی تحقیقات کیے اسے جیل خانے میں بھجوا دیا۔ جہاں بے چارہ پورے سات سال تک پڑا رہا' سات سال بعد اس کے اچھے دن آئے۔

اور حاکم شہر کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوا اور اس مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس نے قیدیوں کو آزاد کیا اور یوں اعزالدین کو آزادی کی زندگی نصیب ہوئی۔

قید خانے سے چھٹنے کے بعد اعزالدین غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ڈاکوؤں کا ایک گروہ ملا انہوں نے یہ دیکھ کر کہ اعزالدین بلند و بالا اور خوب طاقت ور ہے اسے اپنے گروہ میں زبردستی شامل کر لیا۔ جس رات اعزالدین اس گروہ میں شامل کیا گیا۔ اسی صبح کو سلطان ابراہیم کے لشکر نے ان ڈاکوؤں گرفتار کر لیا۔ سلطان کا لشکر ایک مدت سے اس گروہ کے سراغ میں تھا۔ اعزالدین بے چارہ ابھی ایک قید ہی سے چھوٹا تھا کہ اسے دوسری قید بھگتنی پڑ گئی۔ ان ڈاکوؤں کو مع اعزالدین کے سلطان ابراہیم کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان نے ان سب کو تہ تیغ کرنے کا حکم دے دیا۔ ان ڈاکوؤں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا اور جلاد باری باری ان کا سر تن سے جدا کرنے لگا۔ جب اعزالدین کی باری اور آئی جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی تو اعزالدین نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔۔۔ "اے خدا مجھے معلوم ہے کہ تو غلط راستے پر نہیں چلا' مجھے پورا پورا یقین ہے کہ تیری ذات ہر طرح کے ظلم اور جور سے بالکل پاک ہے۔ مجھے قطعاً یہ علم نہیں ہے کہ میں بے گناہ کس لیے مارا جا رہا ہوں۔" اعزالدین کی یہ باتیں سن کر جلاد نے اس سے کہا "یوں مکار اب خدا کے سامنے بے گناہوں کی طرح فریاد کرتا ہے حالانکہ تجھ سے زیادہ کوئی ظالم نہیں ہے۔ ایک عرصے تک تو خدا کے بندوں پر ظلم اور بادشاہ کی اطاعت سے سرکشی کرتا رہا ہے کیا ایسی بدکرداریوں کے باوصف تو اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتا ہے۔ اعزالدین نے اپنی تمام داستان جلاد کو سنائی اور اسے یقین دلایا کہ خدا کا یہ فریادی بالکل بے گناہ ہے۔ جلاد کو یہ داستان سن کر اس پر رحم آ گیا اور اس کے قتل سے باز رہا۔ دوسرے قیدیوں کو قتل کرنے کے بعد جلاد نے ایک امیر کی معرفت اعزالدین کے حالات سے سلطان ابراہیم کو آگاہ کیا۔ سلطان اعزالدین کو بلایا اور خود اس سے ساری داستان سنی یہ سن کر اسے اعزالدین پر بہت رحم آیا اور ازراہ غریب پروری اسے مقربان سلطنت کے گروہ میں شامل کر لیا۔

تھوڑی سی مدت کے اندر ہی اعزالدین نے سلطان ابراہیم کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراہیم نے اسے امیر حاجب مقرر کر کے اپنے ایک عزیز کی بیٹی سے اس کی شادی کر دی۔ اس شادی کے بعد اعزالدین کا وقار روز بروز بڑھتا ہی گیا اور وہ ترقی کے مراحل بڑی تیزی سے طے کرتا رہا۔ جب سلطان ابراہیم نے وفات پائی اور اس کا بیٹا مسعود بن ابراہیم تخت نشین ہوا تو اس کا زمانہ اعزالدین کے لیے اور زیادہ مسعود و مبارک ثابت ہوا' مسعود نے اسے غور کا حاکم مقرر کر دیا۔

اعزالدین کے نسب میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض مورخین کے نزدیک وہ قطب الدین کا پوتا ہے اور اس کے بڑے بیٹے سام کی اولاد ہے لیکن بعض مورخ اسے قطب الدین ہی کا فرزند خیال کرتے ہیں۔ غزنوی خاندان کی بیوی کے بطن سے اعزالدین کے سات بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) ملک فخرالدین مسعود بامیان (۲) قطب الدین محمد داماد بہرام شاہ غزنوی (۳) شجاع الدین علی (یہ عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا۔) (۴) ناصر الدین محمد حاکم ولایت زمین دارد (۵) سیف الدین سوری (٦) بہاؤ الدین سام (۷) علاؤ الدین (یہ عام طور پر "جہاں سوز" کے نام سے مشہور ہے۔)

اعزالدین عمر بھر سلطان سنجر اور غزنوی سلطانوں کا مطیع و فرمانبردار رہا اس کے انتقال کے بعد اس کے ساتوں بیٹے جو "ہفت اختر" کے لقب سے مشہور تھے' ...

besturdubooks.wordpress.com

دوسرا گروہ ملوک غور و غزنی کہلاتا ہے۔ اس دوسرے گروہ کا پہلا حکمران قطب الدین محمد داماد بہرام شاہ ہے قطب الدین محمد تاریخ میں "ملک الجبال" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی غوری امیر نے فیروز کوہ کو بنایا اور اسے مستحکم کر کے اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور اس دارالسلطنت کے دونوں طرف دو دو کوس تک حصار کھینچ کر اس میدان کو اپنی شکار گاہ بنایا۔ اس شکار گاہ میں قطب الدین نے جابجا قلعے بنائے اور تمام شاہی ساز و سامان جمع کر کے غزنی پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ قطب الدین کے اس ارادے کی خبر بہرام شاہ کو ہوئی اور بہرام شاہ نے قطب الدین کو کسی بہانے سے غزنی میں بلا کر ایک قلعے میں قید کر دیا اور اسی قید کے زمانے ہی میں ابراہیم کے حکم سے قطب الدین کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ قطب الدین کی ہلاکت غزنوی اور غوری دونوں خاندانوں میں دشمنی کی وجہ بن گئی اور دونوں خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

سیف الدین

غوری امیروں میں سیف الدین پہلا شخص ہے جس نے اپنے لیے "سلطان" کا لقب اختیار کیا۔ (جس زمانے میں بہانے سے قطب الدین کو غزنی بلایا گیا تھا اس وقت) سیف الدین بھی اپنے بھائی قطب الدین کے ساتھ غزنی گیا ہوا تھا' جب قطب الدین ہلاک ہو گیا تو سیف الدین بھاگ کر غور میں آ گیا۔ اور اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے لشکر جمع کر کے اس نے بہرام شاہ پر چڑھائی کی۔ بہرام شاہ سیف الدین کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور غزنی چھوڑ کر ہندوستان کی طرف فرار ہو گیا۔ سیف الدین نے جب میدان خالی دیکھا تو وہاں کی عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لی اور اہل غزنی پر بھروسا کر کے اپنے بھائی بہاؤالدین کو غوری امیروں اور فوجی سرداروں کے ساتھ واپس غورستان روانہ کر دیا۔

جب سردیوں کا زمانہ شروع ہوا اور برف باری سے غورستان کے تمام راستے اٹ گئے۔ تو اہل غزنی نے (جو بباطن بہرام شاہ کے فرماں بردار تھے) موقع دیکھ کر بہرام شاہ کو غزنی آنے کی دعوت دی۔ بہرام نے اس دعوت پر لبیک کہا اور جلد از جلد غزنی پہنچ گیا۔ جیسا کہ اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ بہرام نے سیف الدین سوری اور اس کے وزیر مجد الدین کو بڑی بری طرح ذلیل و رسوا کر کے موت کے گھاٹ اتارا۔ جس دشمنی کا بیج قطب الدین نے بویا تھا اس کی نشوونما سیف الدین کے خون سے ہوئی۔ سلطان غیاث الدین کے باپ بہاؤ الدین نے جب اپنے بھائی سیف الدین کا یہ حشر سنا تو اس نے غزنی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے پیشتر کہ اس کے ارادے اور عمل میں مطابقت پیدا ہوتی اس کا ایک زہریلے پھوڑے کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔

غیاث الدین اور شہاب الدین

بہاؤ الدین کے انتقال کے بعد اعزالدین کے مشہور زمانہ بیٹے علاؤ الدین نے اپنی جہاں سوزی سے غوری خاندان کا نام بہت مشہور کر دیا۔ اس نے غزنی پر قبضہ کیا اور سلطان محمود' مسعود اور ابراہیم کے سوا باقی تمام آل سبکتگین کی قبریں کھدوائیں اور ان کی ہڈیوں کو نذر آتش کیا۔ اس ظلم و بربریت کے بعد علاؤالدین غورستان میں واپس آیا اس نے اپنے دونوں بھتیجوں غیاث الدین اور شہاب الدین (جو بہاؤ الدین کے بیٹے تھے) کو سنجر کی حکومت عطا کی۔ یہ دونوں بھائی بڑے ہی باہمت اور سخی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ان کے زیر حکومت علاقے کی آمدنی ان کے مصارف سے کہیں کم تھی' لیکن پھر بھی قرب و جوار کے سپاہی ان کی سخاوت کا غلغلہ سن سن کر ان کے شہر کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بھائی اپنی سخاوت اور ہردلعزیزی کی بنا پر' چاروں طرف مشہور ہو گئے۔ حاسدوں نے جب یہ عالم دیکھا تو انہوں نے غیاث اور شہاب کی شہرت سے جل کر علاؤ الدین کے کان بھرے اور اسے ان دونوں سے بدظن کر دیا۔ چنانچہ علاؤ الدین نے ان دونوں بے گناہ بھائیوں کو جرجستان کے قلعے میں قید کر دیا۔ بعد ازاں علاؤ الدین غرور کے نشے میں اس حد تک سرشار ہوا کہ سلطان سنجر کی اطاعت اور فرمانبرداری سے بھی انکار کر دیا۔ اعزالدین' سنجری خزانے کو جو سالانہ رقم ادا کیا کرتا

besturdubooks.wordpress.com

تھا' علاؤ الدین نے وہ بھی بند کر دی اور اسی بدعنوانی پر اکتفا نہیں کی بلکہ بلخ اور ہرات جو سنجر کی حکومت میں شامل تھے' زبردستی ان پر قبضے کر لیے۔

سلطان سنجر نے جب علاؤ الدین کی یہ بدعنوانیاں اور زیادتیاں دیکھیں تو اس نے لشکر کشی کر دی۔ علاؤ الدین اس جنگ میں سنجر کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ایک عرصے تک بے دست و پا پڑا رہا۔ آخر کار سنجر کو اس پر رحم آیا اور اس نے علاؤ الدین کو غورستان کا حاکم بنا دیا اس کے کچھ ہی عرصے بعد ۵۵۱ھ میں علاؤ الدین کا انتقال ہو گیا۔

سیف الدین محمد ابن علاؤ الدین

علاؤ الدین کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین حکمران ہوا۔ اس نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی اپنے چچیرے بھائیوں غیاث الدین اور شہاب الدین کو قلعے سے نکال کر رہا کیا اور دوبارہ سنجر کا حاکم مقرر کر دیا۔ تخت نشینی کے ایک سال اور کچھ مہینوں بعد سیف الدین کی غزنویوں سے معرکہ آرائی ہوئی اور اس جنگ کے دوران میں وہ اپنے ہی ایک لشکری کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔ سیف الدین کی وفات کے بعد غیاث الدین محمد فیروز کوہ پہنچا۔ اس نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے بھائی شہاب الدین کو جو غور کا فرمانروا تھا' اپنا سپہ سالار بنایا۔ غیاث الدین نے تھوڑی سی مدت ہی میں خراسان اور ہندوستان کو فتح کر لیا اور ان ممالک میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا غیاث الدین کا انتقال ۵۹۹ھ میں ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہاب الدین غوری

ملک سیف الدین کے بعد غور کی بادشاہت غیاث الدین کے ہاتھ میں آئی۔ غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو بلاد گرم سیر کے مشہور مقام تکیاباد میں چھوڑا۔ اور خود مملکت کے دوسرے علاقوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ شہاب الدین اپنے علاقے تکیاباد سے غزنی پر اکثر حملہ کیا کرتا تھا۔ ان حملوں کا مقصد یہ تھا کہ غزنی جو سبکتگین کی اولاد کے قبضے میں چلا گیا تھا اسے محمود کی اولاد کے قبضے سے چھین کر غور کی سلطنت میں شامل کر لیا جائے۔ شہاب الدین نے غزنی کو اپنے قبضے میں کرنے کی بارہا کوشش کی لیکن ہر بار وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ ۵۶۷ھ میں غیاث الدین نے خود غزنی پر لشکر کشی کی اور اسے خسرو ملک کے امیروں کے قبضے سے نکال کر غورستان کا ایک صوبہ بنالیا اور اس کی حکومت اپنے بھائی شہاب الدین کے سپرد کر دی۔

ملتان اور اچھ کی فتح

۵۷۲ھ میں شہاب الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین کے حکم سے ملتان پر حملہ کیا اس نے ملتان اور آس پاس کے علاقوں کو قرامطہ کے قبضے سے نکال لیا۔ اس کے بعد شہاب الدین نے اچھ پر لشکر کشی کی۔ جب اچھ کے راجہ کو شہاب الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ قلعہ بند ہو گیا۔ شہاب الدین نے قلعے کے اردگرد اپنے خیمے لگا دیے اور تسخیر قلعہ کی کوششیں کرنے لگا۔ کچھ عرصے بعد اسے احساس ہوا کہ جنگ اور محاصرے کے ذریعے قلعہ اور اہل قلعہ کو مغلوب کرنا مشکل ہے لہٰذا اس سلسلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کوئی اور چال چلنی چاہیے۔ اس خیال کے پیش نظر شہاب الدین نے راجہ اچھ کی رانی کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور یہ پیغام بجھوایا کہ "اگر تیری کوشش سے قلعہ فتح ہو گیا تو میں تجھے اپنی ملکہ بناؤں گا۔" رانی پہلے ہی سے شہاب الدین سے بہت خائف تھی اور اسے یقین تھا کہ اس معرکے میں کامیابی اسی کو ہو گی۔ لہٰذا رانی فوراً ہی شہاب الدین کے دام میں آگئی اور اس نے قاصد سے کہلوا بھیجا۔ "میری عمر تو اب ایسی نہیں رہی کہ بادشاہ کی ملکہ بنوں البتہ میری لڑکی اس قابل ہے کہ وہ شہاب الدین جیسے جانباز اور سرفروش کے عقد میں آئے۔ میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کروں گی (جب بادشاہ کو فتح حاصل ہو تو) وہ میری لڑکی کو اپنی ملکہ بنالے اور قلعے پر قابض ہو کر میرے مال و متاع اور اسباب کو ہاتھ نہ لگائے۔" شہاب الدین نے رانی کی یہ شرائط منظور کر لیں۔ اس کے بعد رانی نے دو دن ہی میں اپنے راجہ کا کام تمام کر دیا اور شہر شہاب الدین کے حوالے کر دیا۔ شہاب الدین نے حسب شرط راجہ کی بیٹی کو مسلمان کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اس کے بعد اس نے رانی اچھ اور اس کی بیٹی کو غزنی میں بھیج دیا تاکہ انہیں وہاں اسلامی تعلیمات اور قرآن سے بہرہ ور کیا جائے۔ شہاب الدین نے اگرچہ اس "مردمار" رانی کے توسط سے اپنا کام نکال لیا تھا لیکن وہ دل ہی دل میں اس سے ناراض تھا کیونکہ اس نے اپنے شوہر سے بے وفائی کی تھی لہٰذا وہ ان ماں بیٹیوں کو بالکل قابل اعتماد نہ سمجھتا تھا کچھ دنوں بعد رانی اچھ کا تو انتقال ہو گیا۔ بیٹی نے بھی شہاب الدین کی ملکہ بن کر کوئی فائدہ حاصل نہ کیا اور اپنی ماں کی وفات کے دو برس بعد رنج و غم کی زندگی بسر کر کے وفات پا گئی۔ شہاب الدین نے ملتان اور اچھ کی حکومت علی کرماج کو سونپی اور خود واپس غزنی آگیا۔

گجرات، پشاور، سندھ اور لاہور وغیرہ پر لشکر کشی

۵۷۴ھ میں شہاب الدین ملتان اور اچھ کی طرف آیا اور یہاں سے براہ ریگستان گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت گجرات کا حاکم رائے بھیم دیو تھا جو بہرامن دیو کا پرپوتا تھا۔ بھیم دیو نے خوب ڈٹ کر شہاب الدین کا مقابلہ کیا بڑے زوروں کی معرکہ آرائی رہی۔ اس

besturdubooks.wordpress.com

کے نتیجے میں مسلمانوں کو شکست ہوئی بہت سے مسلمان سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ شہاب الدین بڑی مشکلوں کے بعد میدان جنگ سے اپنی جان بچاکر غزنی واپس پہنچا۔

۵۷۵ھ میں شہاب الدین نے پشاور کے ان مقامات کو بھی فتح کر لیا جو تاریخ میں بکرام' پرشور اور فرسور کے نام سے مشہور تھے۔ اس کے دوسرے سال اس نے لاہور پر لشکر کشی کی۔ لاہور کی حکومت اس وقت غزنوی خاندان کے آخری تاجدار خسرو ملک کے ہاتھ میں تھی۔ خسرو ملک کی حکومت کی بنیادیں' راجہ دہلی اور دوسرے مقامات ہند کے راجاؤں کی دشمنی نیز افغانوں کی یورشوں کے سبب سے بہت کمزور ہو چکی تھی لہٰذا خسرو شہاب الدین کے مقابلے پر تیار نہ ہوا اور مجبوراً قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ تھوڑی بہت گفت و شنید کے بعد شہاب الدین نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ خسرو ملک نے اپنا ایک نو عمر لڑکا مع ایک شاندار ہاتھی شہاب الدین کے پاس بطور ضمانت کے بھجوا دیا۔ شہاب الدین نے بھی الصلح خیر العمل (صلح سب سے اچھا عمل ہے) کے مصداق خسرو ملک سے کچھ تعرض نہ کیا اور واپس غزنی آگیا۔

۵۷۶ھ میں شہاب الدین نے سندھ کے مشہور شہر دیول (دیول یا دیبل سندھ کا قدیمی تاریخی مقام ہے موجودہ زمانے میں اس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ شہر کس جگہ آباد تھا البتہ یہ یقینی ہے کہ کراچی کے مضافات میں تھا۔ کچھ محقق اسے موجودہ ٹھٹھ کے قرب و جوار میں بتاتے ہیں۔") پر حملہ کیا۔ اور دریائے سندھ کے کنارے کے تمام مقامات کو اپنے قبضے میں کر لیا اور بہت سامال غنیمت لے کر اپنے وطن کو واپس ہوا۔

۵۸۰ھ میں شہاب الدین نے لاہور پر پھر لشکر کشی کی اور اس شہر کے گرد و پیش کے علاقوں کو خوب جی بھر کر لوٹا۔ دریائے راوی اور چناب کے درمیان سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کروایا اور اس کی حکومت حسین خرمیل کے سپرد کی اس کے بعد وہ واپس غزنی آگیا۔ شہاب الدین کی واپسی کے بعد خسرو ملک کو ایک اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اس نے ککھروں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر سیالکوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ خسرو نے اس قلعے کو فتح کرنے کی ہر چند کوششیں کیں لیکن ناکام رہا۔ لہٰذا بے نیل مرام واپس لوٹا۔ خسرو کی اس حرکت پر شہاب الدین بہت برافروختہ ہوا۔ اس نے ۵۸۲ھ میں ایک زبردست لشکر تیار کر کے لاہور پر حملہ کر دیا۔ خسرو ملک اس بار بھی قلعہ بند ہو گیا چند روز تک تو خسرو ملک شہاب الدین سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچتا رہا لیکن آخر کار یہ سوچ کر کہ اس شیر سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہے اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ خسرو ملک بڑی عاجزی کی حالت میں شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ اسے شہر میں لے آیا۔ شہاب الدین نے لاہور کو بھی ملتان کے حاکم علی کرماج کے سپرد کیا اور خسرو ملک اور اس کے بیٹے کو غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ کی طرف روانہ کر دیا۔ سلطان غیاث الدین نے ان دونوں باپ بیٹیوں کو جرجستھان کے ایک قلعے میں قید کر دیا۔ کچھ عرصے بعد خوارزم شاہ کا حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ غیاث الدین نے خسرو ملک کو بھی سازش میں شرکت کا مجرم گردان کر تمام غزنوی قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یوں سلطان محمود کے خاندان کا چراغ گل ہو کر رہ گیا۔

ترائن کی پہلی لڑائی

شہاب الدین نے ۵۸۷ھ میں ایک بار پھر ہندوستان پر حملہ کیا اس حملے میں اس نے تبہندہ (یہاں تبہندہ سے مراد مشہور شہر "بھٹنڈہ" ہے۔) کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جو اس زمانے میں ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کا مرکزی شہر بن گیا تھا اور راجہ اجمیر کے قبضے میں تھا۔ شہاب الدین نے تبہندہ کی حکومت ملک بہاؤ الدین تولکی کے سپرد کی اور اسے مع ایک ہزار چالیس (۱۰۴۰) سواروں کی جماعت کے یہیں چھوڑ کر غزنی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ شہاب الدین رخصت ہونے ہی والا تھا کہ اسے خبر ملی کہ رائے پتھورا اپنے بھائی راجہ دہلی کھانڈے راؤ سے سازش کر کے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کو تبہندہ کے قلعے پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا ہم خیال بنا لیا ہے اور یہ

besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ یہ خبر سن کر شہاب الدین نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ایک بڑا لشکر لے کر رائے پتھورا کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ موضع ترائن جو آج کل تراوڑی کے نام سے مشہور ہے اور دہلی سے چالیس (۴۰) کوس کے فاصلے پر واقع ہے وہاں دریائے سرستی کے کنارے دونوں افواج میں آمنا سامنا ہوا۔

جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو ہندوؤں نے خوب جی توڑ کر لڑائی کی اور اپنی جانبازی کے جوہر دکھائے یہاں تک کہ مسلمان سپاہیوں کے قدم اکھڑنے لگے۔ شہاب الدین کے لشکر کا میمنہ اور میسرہ بالکل خالی ہو گیا۔ قلب لشکر میں البتہ کچھ لشکری باقی رہ گئے۔ لشکر کی یہ بے ترتیبی اور بدحالی دیکھ کر شہاب الدین کے ایک امیر نے اس کو بتایا۔ "ہماری فوج کے میمنہ اور میسرہ کے دونوں امیر جو کہ غوری خاندان کے پروردہ و پرداختہ تھے خوفزدہ و بدحواس ہو کر میدان جنگ سے فرار کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ مقدمتہ الجیش کے افغانی اور خلجی سردار بھی جو ہمیشہ بڑھ بڑھ کر باتیں کیا کرتے تھے اس وقت میدان جنگ سے غائب ہیں اس لیے میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس وقت جنگ سے کنارہ کشی کریں اور لاہور کی طرف روانہ ہو جائیں۔ شہاب الدین کو اپنے اس امیر کا مشورہ پسند نہ آیا اور اس نے ہمت و جرات سے کام لیتے ہوئے قلب لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کی رفاقت میں دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس معرکے میں شہاب الدین نے جانبازی و مردانگی کے ایسے جوہر دکھائے کہ دوست دشمن بھی تعریفیں کرنے لگے۔ شہاب الدین لڑ رہا تھا کہ اچانک راجہ دہلی کھانڈے رائے کی نظر اس پر پڑی اس نے اپنا ہاتھی شہاب الدین کی طرف بڑھایا۔ شہاب الدین بھی اپنا نیزہ سنبھال کر اس کی طرف بڑھا اور ہاتھی کے پاس پہنچ کر اس نے پورے زور سے ہاتھی کے منہ پر نیزے کا وار کیا۔ نیزہ ہاتھی کے منہ کے اندر چلا گیا اور اس کی ضرب شدید سے اس کے دانت ٹوٹ گئے۔ کھانڈے رائے نے بھی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ہاتھی کے اوپر ہی سے شہاب الدین کے بازو پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ شہاب الدین بری طرح زخمی ہو گیا عین ممکن تھا کہ شہاب الدین اس زخم کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو کر اپنے گھوڑے سے گر جائے کہ ایک خلجی سپاہی نے بڑی پھرتی سے بادشاہ کو اس مصیبت سے نجات دلائی۔ وہ شہاب الدین کے گھوڑے پر چڑھ گیا اور اس کو اپنی گود میں لے لیا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ یہ سپاہی شہاب الدین کو لے کر امیروں کے پاس پہنچا جو میدان جنگ چھوڑ کر بیس (۲۰) کوس کے فاصلے پر خیمہ زن تھے۔ لشکریوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو ان کو شکست اور بادشاہ کی غیر موجودگی سے جو پریشانی تھی وہ ختم ہو گئی۔ شہاب الدین ہندوستانی علاقوں کی حکومت اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کرنے کے بعد واپس غور چلا گیا۔

غورستان واپس پہنچ کر شہاب الدین نے میدان جنگ سے بھاگنے والے افغانی امیروں سے تو کچھ نہ کہا لیکن خلجی اور غوری امیروں کو سخت سزا دی۔ اس نے توبروں میں کچے جو بھروا کر ان امیروں کی گردن میں لٹکا دیئے اور اسی عالم میں ان کو سارے شہر میں پھرایا۔ شہاب الدین نے یہ حکم دیا کہ جو امیر اپنے توبرے کے کچے جو نہ کھائے اس قتل کر دیا جائے۔ امیروں نے اپنی جانوں کی سلامتی کو غنیمت سمجھا اور توبروں کے کچے جو کھا لیے اور اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کیا۔

شہاب الدین کے زندہ بچ نکلنے کا واقعہ

"زین المآثر" میں شہاب الدین کے زندہ بچ نکلنے کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب کھانڈے رائے کے ہاتھوں زخمی ہو کر شہاب الدین زمین پر گر پڑا تو شام تک یہ شیر غورستان اسی عالم کس مپرسی میں میدان جنگ میں پڑا رہا کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ کیونکہ ہندو سپاہی اسے اچھی طرح پہچانتے نہ تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو تھوڑی رات گزرنے کے بعد شہاب الدین کے غلاموں کا ایک گروہ اپنے بادشاہ کو تلاش کرتا ہوا اس کے پاس سے گزرا۔ اس وقت تک وہ کچھ کچھ ہوش میں آ چکا تھا اس نے اپنے غلاموں کی آواز پہچان کر ان کو بلایا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ وفادار غلام اپنے بادشاہ کو صحیح و سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اسے وہاں سے اٹھا کر اس جگہ لے چلے جہاں فراری امیر جمع تھے۔ غلاموں نے شہاب الدین کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور وہ کندھا بدلتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ تمام

bestUrdubooks.wordpress.com

رات اسی طرح سفر میں بسر ہوئی صبح سویرے بادشاہ اپنے فراری امیروں کے پاس جا پہنچا۔ امیروں سے شہاب الدین نے وہی سلوک کیا جو اوپر کی سطور میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بہر حال جو روایت بھی صحیح ہو بیان سے اصل مقصد یہ ہے کہ شہاب الدین میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ نکلا اور رائے پتھورا نے فوراً ہی تپسندہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پورے تیرہ (۱۳) مہینے تک قائم رہا۔ جب اس مصیبت نے اتنا طول کھینچا تو ضیاء الدین تولکی نے رائے پتھورا سے صلح کر لی اور اس طرح قلعے پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔

ترائن کی دوسری لڑائی

شہاب الدین غور پہنچنے کے بعد غزنی روانہ ہوا۔ وہاں اس نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے ایک زبردست فوج تیار کرنی شروع کی' مشغولیت میں اس نے دن کا چین اور رات کا آرام اپنے اوپر حرام کر لیا شکست کے دوسرے ہی سال وہ ایک لاکھ سات ہزار (۱۰۷۰۰۰) ترکی' خلجی اور افغانی سرداروں اور سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اپنے سرداروں سے شہاب الدین کا دل صاف نہ تھا۔ اس لیے اس بار اس نے حملے کے بارے میں کسی سے کوئی مشورہ نہ کیا۔ شہاب الدین کی اس فوج کا یہ عالم تھا کہ بہت سے فوجی سردار اپنی مرصع ٹوپیوں اور جنگی سامان کی وجہ سے شکل و صورت سے بادشاہ نظر آتے تھے۔

معتوب امیروں کی معافی

جب یہ عظیم الشان لشکر پشاور کے قریب پہنچا تو ایک بوڑھے امیر نے جسے بادشاہ کی خدمت میں اثر و رسوخ حاصل تھا۔ یہ درخواست کی کہ "اب تک آپ کے جاں نثاروں کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ جہاں پناہ کا ارادہ کیا ہے اور کس دشمن کی تباہی و بربادی کے لیے اتنا عظیم الشان لشکر ساتھ لے کر سفر کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔" شہاب الدین نے جواب دیا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ جس دن سے میں نے ہندوؤں سے شکست کھائی ہے اس دن سے میں نے اپنی بیوی کا منہ نہیں دیکھا اور نہ ہی لباس تبدیل کیا ہے یہ سارا سال میں نے انتہائی رنج و غم میں بسر کیا ہے۔ جن خلجی اور غوری امیروں نے میرے حقوق خدمت کو نظر انداز کر کے مجھے تنہا میدان جنگ میں چھوڑ دیا تھا میں نے ان سے سلام دعا تک کو روا نہیں رکھا۔ ان نمک حرام امیروں سے مجھے کوئی امید نہیں ہے لیکن خداوند تعالیٰ کے بھروسے پر میں اس لشکر کو لے کر ہندوستان پر حملہ کرنے جا رہا ہوں۔" بوڑھے امیر نے بادشاہ کی بات سن کر بڑے ادب سے کہا۔ "خداوند تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران اور دشمنوں کو ناکام و نامراد کرے مجھے امید ہے امیر اپنی پچھلی غفلت کی تلافی اس بار خوب اچھی طرح کریں گے اور لشکر کے سردار اپنے دامنوں سے بزدلی کے دھبے کو اپنے خون سے دھو کر ہمیشہ کے لیے اپنا نیک نام دنیا میں یادگار چھوڑ جائیں گے۔ اس قدیم نمک خوار کی یہ درخواست ہے کہ آپ اپنے امیروں کا قصور معاف کریں اور انہیں شرف باریابی عطا کریں۔" آپ کا یہ سلوک امیروں کو خود بخود راہ راست پر لے آئے گا اور وہ دل و جان سے اس امر کی کوشش کریں گے کہ گذشتہ بدنامی کو نیک نامی سے بدل کر اپنے آقا کا حق ادا کریں۔" شہاب الدین کو بوڑھے امیر کی یہ بات چیت پسند آئی اور اس نے اسی وقت دربار عام منعقد کیا' معتوب امیروں کو بیش قیمت خلعت اور مرصع خنجر عنایت کیے اور ان کی گذشتہ غفلت کو معاف کر کے آئندہ احتیاط سے کام لینے کی تلقین کی۔

معرکہ آرائی

دوسرے روز شہاب الدین نے اس مقام کو خیر باد کہا اور آگے بڑھا لشکر شاہی منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا ملتان پہنچا یہاں پہنچ کر شہاب الدین نے ان امیروں کے مرتبوں میں بہت اضافہ کیا۔ جنہوں نے اس کی غیر موجودگی میں خیر خواہی اور نمک حلالی کا دامن نہ چھوڑا تھا اور ان نازک زمانے میں بھی لاہور کے مسلمان سپہ سالار کی مدد کرتے رہے تھے تاکہ وہ گرد و پیش کے ہندو راجاؤں کا مقابلہ کر سکے۔ شاہی

besturdubooks.wordpress.com

کے توسط سے اجمیر کے راجہ اور باشندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ رائے پتھورا نے یہ دعوت پا کر اسلام اور اسلامی بادشاہ کو ناشائستہ الفاظ میں یاد کیا اور قوام الملک کو اپنے دربار سے واپس کر دیا۔

رائے پتھورا نے ہندوستان کے تمام راجاؤں کو اپنی مدد کے لیے خطوط لکھے' سبھی راجاؤں نے رائے پتھورا کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور خط ملتے ہی اپنے اپنے لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے چل پڑے اور کچھ دنوں میں تمام ہندوستان کے راجہ رائے پتھورا کے پاس جمع ہو گئے۔ راجہ تین لاکھ راجپوتوں اور افغانوں کا عظیم الشان لشکر لے کر شہاب الدین کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ۵۸۸ھ میں دریائے سرستی کے کنارے بمقام ترائن خیمہ زن ہوئے۔ جونہی شہاب الدین کا مقابلہ ہوا ڈیڑھ سو (۱۵۰) راجپوت راجاؤں نے بہادری کا بیڑہ اپنے ماتھوں پر لگایا اور انتہائی دلیری و جرات سے کام لینے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی قسمیں کھائیں۔ ان ہندو راجاؤں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ جب تک مسلمانوں کو بالکل ختم نہ کر لیں گے اس وقت تک اپنی تلواریں میان میں نہ رکھیں گے اور اس میدان جنگ میں اپنے اپنے کمالات کا ایسا مظاہرہ کریں گے کہ دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نام باقی رہے۔ یہ راجہ چونکہ شہاب الدین کو ایک مرتبہ شکست دے چکے تھے اس لیے ان کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

ان راجاؤں نے آپس میں طے کیا کہ ابتدائے جنگ سے پہلے شہاب الدین کو ایک ہدایت نامہ بھیجا جائے۔ لہٰذا انہوں نے شہاب الدین کو ایک خط لکھا جس میں یہ بیان کیا گیا تھا۔۔ "ہم ہندو راجاؤں کے لشکر کی کیفیت تو تمہیں معلوم ہو ہی گئی ہو گی۔ ہمارے ساتھ جس قدر لشکر ہے وہ تمہیں اور تمہاری فوج کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہے' لیکن ابھی مختلف افواج کی آمد جاری ہے کہ جن کے قدموں سے زمین کا سینہ کانپ رہا ہے۔ اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو اپنے سپاہیوں کی غربت پر رحم کھاؤ۔ ہم نے اپنے معبودوں کے سامنے قسم کھائی ہے اگر تم اپنے ارادے سے باز آ کر واپسی کا ارادہ کر لو گے تو ہم تم سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے اور تمہارا راستہ نہ روکیں گے۔ ہم تم پر رحم کھا کر تمہیں واپس لوٹ جانے کا نیک مشورہ دیتے ہیں۔ ورنہ یاد رکھو کہ کل صبح ہم اپنے تین (۳) ہزار ہاتھیوں کو بے شمار توپچی سپاہیوں کی فوج سے میدان جنگ کو میدان حشر بنا دیں گے اور اس کے نتیجے میں تمہیں شکست کھا کر ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔"

شہاب الدین نے ہندو راجاؤں کا یہ خط پڑھا اور اس کے جواب میں انہیں لکھا۔ "مجھے اس امر کا پورا پورا اندازہ ہے کہ آپ کا خط محبت اور ہمدردی کے جذبات سے بھرپور ہے۔ میں آپ کی ہدایات پر ضرور عمل کرتا لیکن کیا کروں' مجبور ہوں میں اپنے بھائی کا محکوم ہوں اور اسی کے حکم کے مطابق یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر مجھے اتنی فرصت ملے کہ میں کسی قابل اعتبار قاصد کو اپنے بھائی کے پاس بھیج کر آپ کے لشکر کی کثرت و قوت کا حال بیان کر سکوں اور اپنی کمزوری کی روداد بتا سکوں تو مجھے یقین ہے کہ اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ سرحد' پنجاب اور ملتان پر تو غوریوں کا قبضہ رہے اور باقی تمام ہندوستانی علاقے آپ کی حکومت میں چھوڑ دیئے جائیں۔

ہندو راجاؤں نے شہاب الدین کے جواب سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلمانوں کا لشکر واقعی بہت کمزور اور پریشانی کی حالت میں ہے۔ لہٰذا وہ اپنی قوت و کثرت کے نشے میں سرشار ہو کر مسلمانوں کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے جب شہاب الدین نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ ہندو راجہ غفلت میں پوری طرح مبتلا ہیں اور مشغول عیش و عشرت ہیں تو اس نے راتوں رات اپنا لشکر مرتب کیا اور صبح سویرے جب کہ راجپوت سپاہی قضائے حاجت اور غسل وغیرہ کے لیے باہر نکلے شہاب الدین نے فوراً میدان جنگ کی راہ لی اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ ہندوؤں کے لشکر کے سردار اگرچہ اس بلائے ناگہانی سے سخت پریشان ہوئے لیکن انہوں نے جس طرح بھی ہو سکا جلد از جلد تیاری کی اور مسلح ہو کر مسلمانوں کے مقابلے پر آ ڈٹے۔

شہاب الدین کو ہندوؤں کی فوج کی بہادری اور سرگرمی کا پورا پورا علم تھا۔ لہٰذا اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں منقسم کیا اور ہر حصے

besturdubooks.wordpress.com

کو یہ ہدایت کی کہ باری باری ہندوؤں سے لڑائی کرے۔ شہاب الدین نے اپنی فوج کے ان حصوں کے سرداروں اور لشکریوں کو یہ ہدایت بھی کی کہ جب ہندوستانی ہاتھیوں کی قطاریں مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ لوگ اپنے آپ کو جھوٹ موٹ کے فراری ثابت کریں اور جنگ کے میدان سے منہ موڑ کر ہندوؤں کا مقابلہ کرنے سے بھاگیں۔ جب ہندوستانی لشکر کے سپاہی ان کا پیچھا کرتے ہوئے اپنی حدود سے تھوڑا بہت باہر نکل آئیں تو (مسلمان لشکری) پلٹ کر ان پر حملہ کر دیں اور اپنے نیزوں اور تلواروں کی جان گزار ضربوں سے دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔

اسلامی لشکر اپنے سردار اعلیٰ کی ہدایت کے مطابق صبح سے لے کر عصر کے وقت تک دشمنوں سے لڑتا رہا لیکن باوجود ہر طرح کی کوشش کے بھی ہندوؤں کے قدم میدان جنگ سے نہ اکھڑ سکے۔ جب شہاب الدین نے یہ دیکھا کہ یہ تمام دن یونہی بے کار گزرتا جا رہا ہے تو اس نے بارہ (۱۲) ہزار بہادر سواروں کے ساتھ ہندوؤں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ایسا زبردست تھا کہ شہاب الدین اور خرمیل سرداروں کی فراست و ہمت سے ہندوؤں کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا' ان کے سپاہی میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔ ہندوستانی افسروں کو اس پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اور کچھ نہ سوجھا تو انہوں نے "جنگ مغلوبہ" شروع کر دی اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کھانڈے رائے اور دوسرے بہت سے ہندوستانی راجہ ہلاک ہو گئے۔ رائے پتھورا تھوڑی بہت بچی ہوئی فوج کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلا' لیکن وہ ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ دریائے سرستی کے کنارے مسلمان لشکریوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ شہاب الدین نے رائے پتھورا کو قتل کر دیا اور سرستی ("سرستی" اکبر اعظم کے عہد تک اسی علاقے کا ایک مشہور قصبہ تھا۔) سمانہ ہانسی اور کہرام (سمانہ اور کہرام دہلی سے تقریباً سوا سو (۱۲۵) میل کے فاصلے پر واقع ہیں اور آج کل ریاست پٹیالہ میں شامل ہیں۔) وغیرہ کے مشہور قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

واپسی

ہندو سرداروں کو قتل کرنے اور شکست دینے کے بعد شہاب الدین اجمیر میں داخل ہوا اور اجمیر اور اس کے نواح پر قبضہ کر کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ نیز رائے پتھورا کے لڑکے راجہ کولا کو اپنا باج گزار بنایا یہاں سے اس نے دہلی کا عزم کیا دہلی کے راجہ نے شہاب الدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اور طرح طرح کے قیمتی تحائف بطور نذرانہ پیش کیے۔ دہلی سے کوچ کرنے کے بعد شہاب الدین نے ملک قطب الدین ایبک کو جو اس کا غلام تھا کہرام کا حاکم مقرر کیا اور خود شمالی ہندوستان کے کوہستانی علاقوں کی غارت گری میں مشغول ہوا ان علاقوں کو برباد و تباہ کر کے غزنی واپس آ گیا۔

قطب الدین ایبک کی سرگرمیاں

شہاب الدین جب غزنی واپس چلا گیا تو قطب الدین ایبک نے اسی سال دہلی اور میرٹھ کے قلعوں پر حملہ کر کے ان دونوں علاقوں کو رائے پتھورا اور کھانڈے رائے کے رشتہ داروں کی حکومت سے نکال کر اسلامی مقبوضات میں شامل کر لیا۔ ۵۸۹ھ میں اس نے قلعہ کول کو تسخیر کیا اور اسی سال دہلی کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اس کے آس پاس کے علاقوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا اور ان تمام مقبوضہ علاقوں میں اسلامی قانون رائج کر دیا۔

شہاب الدین کی آمد

۵۹۰ھ میں شہاب الدین غزنی سے پھر ہندوستان آیا اس بار اس نے قنوج کا راستہ لیا۔ راجہ جے چند والی بنارس و قنوج تین ہزار (۳۰۰۰) سے زیادہ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر شہاب الدین کے مقابلے پر صف آرا ہوا۔ چندوار اور اٹاوہ کے قریب دونوں فوجوں کا

besturdubooks.wordpress.com

میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جے چند کے فرار کے بعد شہاب الدین حصار اسی میں داخل ہوا یہ حصار جے چند کی قیام گاہ تھا اور یہاں بے شمار دولت تھی۔ یہاں کے تمام مال و متاع پر قبضہ کرنے کے بعد شہاب الدین نے بنارس کی طرف کوچ کیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے ایک ہزار مندروں کو اس غرض سے مسمار کیا کہ مسلمانوں کے رہنے کے لیے مکان بنائے جا سکیں۔ کول کے قلعے کو سر کرنے کے بعد شہاب الدین نے ہندوستانی علاقوں کی حکومت قطب الدین ایبک کے سپرد کی اور خود دارالخلافہ میں واپس آ گیا۔

اجمیر اور گجرات پر حملہ

اسی زمانے میں رائے پتھورا کے ایک رشتہ دار جس کا نام ہیم راج تھا۔ رائے پتھورا کے بیٹے پر حملہ کیا اور اجمیر کو اس کے قبضے سے نکال لیا۔ اس کے بعد ہیم راج نے قطب الدین سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس بنا پر ۵۹۱ھ میں قطب الدین نے ہیم راج پر لشکر کشی کی اس کے جواب میں ہیم راج بھی ایک زبردست فوج لے کر قطب الدین کے مقابلے پر آیا دونوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ ہیم راج اس جنگ میں مارا گیا اور اس کے نتیجے میں اجمیر پر مسلمانوں کا براہ راست قبضہ ہو گیا۔

اس ہنگامے سے فرصت پانے کے بعد قطب الدین نے نہروالہ پر حملہ کیا اور بھیم دیو والی گجرات کو شکست فاش دی۔ گویا اس طرح قطب الدین نے بھیم دیو سے شہاب الدین کا انتقام لیا۔ اور اسے رائے پتھورا کو مدد دینے کی سزا دی' نہروالا کی فتح کے بعد قطب الدین بہت سا مال غنیمت لے کر غزنی گیا اور شاہی عنایتوں سے سرفراز ہو کر واپس دہلی آیا۔

دیگر فتوحات

۵۹۲ھ میں شہاب الدین نے پھر جنگ کرنے کی ٹھانی اور وہ ہندوستان کی طرف چلا یہاں آ کر اس نے تہنکر جو آج کل بیانہ کے نام سے مشہور ہے' فتح کیا اور اس کی حکومت بہاؤ الدین طغرل کے سپرد کی۔ بعد ازاں شہاب الدین نے طغرل کو قلعہ گوالیار کو سر کرنے کی ہدایت دی اور خود واپس غزنی روانہ ہوا۔ جب گوالیار کا قلعہ فتح ہو گیا تو اجمیر کے گرد و پیش کے راجپوت ایک بار پھر قطب الدین کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے ۵۹۳ھ میں ہندوؤں کو شکست فاش ہوئی اور نہروالہ پر بھی مسلمان قابض ہو گئے۔ ۵۹۹ھ میں مسلمانوں نے کالنجر اور بدایوں کے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

غیاث الدین کی وفات

ابھی شہاب الدین طوس اور سرخس کے مسائل کو سلجھا رہا تھا کہ اچانک اس کو خبر ملی کہ غور کا حقیقی حکمران یعنی اس کا بھائی غیاث الدین وفات پا گیا ہے' یہ خبر سنتے ہی شہاب الدین بادغیس پہنچا اور اپنے بھائی کا پوری طرح سوگ منایا۔ بعد ازاں اس نے خراسان کو آل سامان (یہاں فرشتہ نے سہوا "آل سامان" لکھ دیا ہے۔ دوسری تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہاب الدین نے خراسان کی حکومت اپنے عزیزوں میں تقسیم کی نہ کہ آل سامان میں۔) میں تقسیم کر دیا۔ اس نے اپنے چچا زاد بھائی ملک ضیاء الدین کو جو غیاث الدین کا داماد بھی تھا فیروز کوہ اور غورستان کا حاکم مقرر کیا۔ غیاث الدین کے بیٹے سلطان محمود کے حوالے بست' فرح اور اسفرائن کی حکومت کی۔ اپنے بھانجے ناصر الدین کو ہرات اور اس کے مضافات کا حاکم بنایا۔ اور خود بادغیس سے غزنی پہنچ کر شاہی تخت پر قدم رکھا۔

خوارزم پر حملہ

اسی زمانے میں شہاب الدین کو معلوم ہوا کہ مرو کے حاکم محمد خیر بیگ کو اس کے دشمنوں نے قتل کر دیا ہے۔ خبر سن کر شہاب الدین نے ۶۰۰ھ میں خوارزم پر حملہ کر دیا خوارزم شاہ شہاب الدین کا مقابلے کرنے کی جرات نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ شہاب الدین اس نہر کے کنارے مقیم ہوا جو دریائے جیحون کے پانی سے سیراب ہو کر خوارزم اور خلیج کی مشرقی جانب بہتی تھی' کچھ دنوں تک شہاب الدین بڑی جرات اور مردانگی کے ساتھ دشمنوں سے لڑتا رہا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ خطا کا سپہ سالار قرابیگ خاں اور بادشاہ

besturdubooks.wordpress.com

سمرقند سلطان عثمان خاں (اپنے ساتھ لشکر لے کر) خوارزم شاہ کی مدد کے لیے آ رہے ہیں تو شہاب الدین بڑا پریشان ہوا- ان دونوں سے خوف زدہ ہو کر اس نے اپنی ضرورت سے زیادہ سامان و اسباب کو آگ لگا دی اور خراسان کی طرف بھاگ نکلا- خوارزم شاہ نے شہاب الدین کا پیچھا کیا اور اس بری طرح پیچھے پڑا کہ شہاب الدین کو مجبوراً پلٹ کر اس سے معرکہ آرائی کرنی پڑی اس معرکہ آرائی میں شہاب الدین کو شکست ہوئی- اور یہ شیر غورستان اپنے ہاتھی گھوڑے اور خزانہ وغیرہ چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا- شہاب الدین ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے قرابیگ خاں اور سلطان عثمان نے آگھیرا- اند خود (اند خود شالی افغانستان کا ایک مشہور مقام ہے جو ان دنوں خراسان میں شامل تھا) کے مقام پر دونوں فریق میں زبردست جنگ ہوئی- شہاب الدین نے اس جنگ میں بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا- اگرچہ اس کا لشکر دشمن کے مقابلے پر کہیں کم تھا' لیکن وہ اس "کثرت و قلت" کا خیال نہ کرتے ہوئے برابر لڑتا رہا' لیکن جب دشمن کی کثیر فوج نے اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ تباہ کر دیا اور اس کے ساتھ صرف ایک سو (۱۰۰) سپاہی رہ گئے تو وہ پریشان ہوا اور اسی پریشانی کے عالم میں اند خود کے قلعے میں پناہ گزین ہو گیا- دو دن کے بعد سلطان عثمان کے توسط سے صلح ہو گئی اور شہاب الدین اند خود کا قلعہ قرابیگ خاں کے حوالے کر کے غزنی کی طرف لوٹ گیا-

ایبک (غلام شہاب الدین) کی سرگرمیاں

جس وقت شہاب الدین خوارزم سے مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہوا' ایبک نمک حرام کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا- اس احسان فراموش غلام نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اب شہاب الدین کا زندہ بچنا ناممکن ہے لہٰذا وہ ملتان پہنچا- ایبک کا ارادہ یہ تھا کہ وہ سندھ اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر کے خود مختار حکومت قائم کرے- ملتان پہنچ کر ایبک نے وہاں کے کوتوال امیر داد حسن کو مکر اور عیاری کے جال میں پھنسایا اور اس سے کہا- "مجھے شہاب الدین نے حکم دیا ہے کہ سلطنت کے سیاسی رازوں سے تمہیں آگاہ کروں-" امیر داد حسن بے چارہ اس مکار کی بات میں آگیا اور اس نے اپنی محفل کو دوسرے لوگوں سے خالی کر دیا- جب تنائی میسر آئی تو ایبک نے امیر داد حسن سے ادھر ادھر کی باتیں کرنا شروع کر دیں اور جب ایبک نے یہ دیکھا کہ امیر داد حسن گفتگو میں پوری طرح منہمک ہے تو اس نے اپنے ایک ترکی غلام کو جو پہلے ہی سے اس کام پر مقرر تھا' اشارہ کیا غلام نے اشارہ پاتے ہی تلوار نکال کر امیر داد حسن کو قتل کر ڈالا اس کے بعد ایبک نے لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ امیر داد حسن کو شہاب الدین کے حکم سے قتل کیا گیا ہے-

ایبک نے اپنی امارت کا ایک جعلی فرمان تیار کیا اور لوگوں کو دکھا کر قبتہ الاسلام یعنی ملتان پر پوری طرح قبضہ کر لیا اس کے بعد شہاب الدین کے قتل کی جھوٹی خبر نے بھی بڑی شہرت پائی- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوہ جود وغیرہ کے علاقوں کے کھکروں کے سردار سرکہ نامی نے اپنی حکومت قائم کرنے کے خیال سے لاہور پر حملہ کر دیا- اس حملے کی وجہ سے دریائے جہلم اور سودرہ کے تمام درمیانی علاقوں میں لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھے-

ایلدگز (غلام شہاب الدین) کی سرگرمیاں

(یہاں فرشتہ سے سہو ہوا ہے اس غلام کا نام دوسری تاریخوں میں "یالبور" آیا ہے-)

جب شہاب الدین اند خود کے قلعے کو قرابیگ خاں کے حوالے کر کے غزنی پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے غلام ایلدگز نے غزنی پر قبضہ کر لیا- شہاب الدین نے ہر چند چاہا کہ قلعے میں داخل ہو لیکن ایلدگز نے اجازت نہ دی اور اپنے آقا سے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی- شہاب الدین نے اس وقت ایلدگز سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ملتان کی طرف روانہ ہو گیا- ملتان پہنچ کر اسے اپنے دوسرے غلام ایبک کی نمک حرامی کا علم ہوا اور اسے یہ معلوم ہوا کہ ایبک نے امیر داد حسن کو دھوکے سے قتل کر کے ملتان پر اپنا قبضہ جما لیا ہے- جب

besturdubooks.wordpress.com

ایک کو شہاب الدین نے گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد شہاب الدین نے ایک زبردست فوج تیار کر کے غزنی کا رخ کیا۔ اس دوران میں ایلدگز نمک حرامی سے باز آ کر خود مختار حکومت کرنے کے لیے خیال سے تائب ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اپنے آقا کے مقابلے پر صف آرائی نہ کی بلکہ غلاموں کی طرح شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے اس سے اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ شہاب الدین نے دوسرے امیروں کی سفارش پر ایلدگز کو معاف کر دیا اور غزنی میں داخل ہو کر سلطنت کے اہم کاموں میں مشغول ہو گیا۔

کھکروں کا مشرف بہ اسلام ہونا

اسی زمانے میں خوارزم شاہ نے اپنا قاصد شہاب الدین کے دربار میں بھیجا اور اس کے توسط سے دونوں میں صلح ہو گئی۔ ایک اور ایلدگز کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد شہاب الدین نے کھکروں پر حملہ کیا اس کی مدد کے لیے دہلی سے قطب الدین بھی آیا۔ شہاب الدین کھکروں کو ان کی بدعنوانیوں کی پوری پوری سزا دے کر لاہور آیا اور یہاں سے اس نے قطب الدین کو دہلی کی جانب رخصت کیا اور خود یہیں قیام کیا تاکہ سلطنت کے انتظامات کی طرف توجہ کرے۔

لاہور میں قیام کے زمانے میں شہاب الدین کو معلوم ہوا کہ ان غیر مسلم کھکروں نے جو دریائے سندھ سے لے کر کوہ سوالک کے دامن تک کے علاقے میں آباد ہیں، بڑے ہنگامے پیدا کر رکھے ہیں وہ اس حد تک متعصب ہیں کہ ان کے آس پاس کی آبادی ان کے ظلم و ستم سے عاجز آ چکی ہے خاص طور پر پشاور اس کے گردو پیش کے مسلمانوں کا تو جینا مشکل ہو گیا ہے۔ ان لامذہب کھکروں نے خدا پرست مسلمانوں کے لیے پنجاب کا سفر کرنا بھی مشکل کر دیا ہے۔ یہ لوگ کسی مذہب (یا اصول) کے پابند نہیں ہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ انتہائی برا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ جب ان کی لڑکی جوان ہوتی ہے تو لڑکی کا باپ یا بھائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان کے دروازے پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ راستہ چلنے والوں کو لڑکی کی خریداری کے لیے بلایا جاتا ہے۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی شخص اس لڑکی کو پسند کر کے خرید لیتا ہے تو وہ لڑکی اس کے حوالے کر دی جاتی ہے ورنہ اس بے زبان کو وہیں موت کے گھاٹ اتار کر اس کے بوجھ سے نجات حاصل کی جاتی ہے ان لوگوں میں یہ دستور بھی رائج تھا کہ ایک عورت کئی کئی شوہروں کی زوجہ ہوتی تھی۔ جو شوہر اس عورت کے گھر جاتا وہ باہر دروازے پر اپنا نشان لگا جاتا کہ دوسرے شوہروں کو اس کی موجودگی کا علم رہے۔ ایسے عالم میں کوئی دوسرا شوہر عورت کے مکان پر آتا تو وہ نشان کو دیکھ کر اندازہ کر لیتا کہ اس وقت عورت تنہا نہیں ہے لہٰذا وہ فوراً واپس چلا جاتا۔ دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں یہ قوم بڑی ماہر تھی۔ خاص طور پر مسلمانوں کی دل آزاری سے تو وہ بہت ہی خوش ہوتے تھے الغرض یہ قوم ایک زمانہ تک اسی وحشیانہ انداز سے زندگی بسر کرتی رہی۔

سلطان شہاب الدین کے آخری زمانے میں ایک متقی و پرہیز گار مسلمان ان کھکروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اس نیک نفس خدا پرست نے ان بے دینوں کو مذہب اسلام کی خصوصیات اور عبادت اسلامی کے طریقے بتائے۔ چونکہ اس قوم کی ہدایت کا وقت آ چکا تھا اس لیے کھکروں کے امیر کو یہ باتیں بہت پسند آئیں اس نے اس پاک باز مسلمان سے پوچھا۔ "اگر میں مذہب اسلام قبول کرنے کے لیے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوں تو وہ میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔" اس مسلمان نے جواب دیا "میں اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ بادشاہ تجھے اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہو گا۔ اور اس کوہستان کی حکومت تیرے ہی سپرد کر دے گا اور تجھے یہاں کا خود مختار حاکم مان لے گا۔" (اس گفتگو کے بعد) کھکروں کے امیر نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس مرد مومن نے تمام کیفیت ایک خط میں درج کر کے سلطان شہاب الدین کو حالات سے باخبر کیا۔ یہ خط ملتے ہی سلطان شہاب الدین نے ایک مرصع کمر بند اور گراں بہا خلعت امیر کے لیے بھجوائی اور اسے اپنے دربار میں طلب کیا۔ کھکروں کا امیر شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہاب الدین نے اس کے نام کوہستانی علاقوں کی فرمانروائی کا فرمان جاری کر دیا۔ اپنے وطن واپس آکر اس امیر نے اپنی قوم کے بڑے حصے کو مسلمان کر لیا لیکن وہ تھوڑے سے کھکر جو دور دراز علاقوں میں آباد تھے اپنے آبائی مشرب کے پابند رہے۔

تراہیہ کی طرف توجہ

تراہیہ غزنی اور پنجاب کے درمیان کوہستانی علاقے میں واقع ہے اسی سال سلطان شہاب الدین نے اس علاقے پر حملہ کیا۔ اس نے جہاں قہر کی ضرورت تھی وہاں تلوار سے کام لیا اور جس جگہ نرمی سے کام نکلا وہاں لطف و محبت سے پیش آکر اس ملک کی آبادی کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ یہاں کے لوگوں اور کھکروں کو ملا کر کل تقریباً چار لاکھ غیر مسلموں نے مذہب اسلام قبول کیا اور یہ لوگ اب تک کہ اس وقت ۱۰۱۸ھ ہے اسلام پر قائم ہیں۔ ان کے ایمان پختہ ہیں اور یہ بڑے پکے مسلمان ہیں۔

الغرض ہندوستان کے تمام ہنگاموں کو فرو کرنے کے بعد ۱۶ رجب ۶۰۲ھ کو سلطان شہاب الدین نے لاہور سے غزنی کی طرف کوچ کیا۔ رخصت کے وقت سلطان نے بامیان کے فرمان روا ملک بہاؤالدین کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا۔ ''اس بار میں نے ارادہ کیا ہے کہ لشکر اسلام ترکستان کی غیر مسلم آبادی پر حملہ کرے۔ للہٰذا تم کو اس امر کی شدید تاکید کی جاتی ہے کہ تم بامیان کی تمام افواج کو جمع کر کے فوراً کوچ کرو اور دریائے جیحون کے کنارے پر خیمہ زن ہو کر دریا پر پل باندھ دو تاکہ اسلامی لشکر کو دریا پار کرتے وقت کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

شہاب الدین کا قتل

۲ شعبان ۶۰۲ھ کو سلطان شہاب الدین دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچا اور وہاں برہمیک نامی ایک مقام پر مقیم ہوا۔ یہاں کے قیام کے دوسرے روز سلطان شہاب الدین کے قتل کا المناک حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ کھکروں کی قوم میں سے بیس (۲۰) افراد سلطان شہاب الدین سے بے حد نالاں تھے کیوں کہ اس نے ان کے عزیزوں کو قتل اور خود ان کو گھر سے بے گھر کر دیا تھا۔ ان بیس (۲۰) کھکروں نے آپس میں مل کر شہاب الدین کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لیے اپنی جانیں وقف کر دیں۔ جس دن سلطان برہمیک کے مقام پر خیمہ زن ہوا اس کے دوسرے روز یہ کھکر کسی نہ کسی طرح شاہی خیمے تک پہنچ گئے۔ اس وقت شاہی لشکر کوچ کی تیاریاں کر رہا تھا اور فراش سراپردہ اتار رہے تھے یہ قاتل شاہی خیمے کے اندر داخل ہو گئے وہ شعبان کی تیسری رات تھی۔ ایک کھکر نے بڑھ کر دربان پر چاقو سے حملہ کیا اور بھاگ نکلا۔ اس دربان کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف ایک غلغلہ مچ گیا۔ شاہی خدمت گار بھی سراپردہ کو چھوڑ کر اس زخمی دربان کے پاس پہنچ گئے۔ جب کھکروں نے یہ دیکھا کہ اس وقت شاہی خیمہ خالی ہے اور تمام محافظ اپنے بادشاہ کو تنہا چھوڑ کر زخمی دربان کے گرد جمع ہیں تو وہ لوگ سراپردہ کو پھاڑ کر ہاتھوں میں چھرے اور خنجر لیے ہوئے بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت دو تین ترکی غلام بادشاہ کے پاس کھڑے تھے لیکن وہ ان کھکروں کو دیکھ کر سخت بدحواس ہوئے۔ اور خوف کی وجہ سے بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ شہاب الدین ابھی اٹھنے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ان سفاکوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور چھروں سے بائیس (۲۲) گہرے زخم اس کے جسم پر لگائے۔ اور ایسے عظیم الشان فرمانروا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ سلطان شہاب الدین کا قطعہ تاریخ شہادت یہ ہے۔

شہادت ملک بحر و بر معز الدین   کز ابتدائے جہاں مثل او نیامد یک
سوم ز غرہ شعبان بسال ششصد و دو   فتاد در رہ غزنی بمنزل رہتک

سلطان شہاب الدین نے غزنی کی حکومت کی ابتدا سے لے کر سال شہادت تک پینتیس (۳۵) سال سے کچھ اوپر عرصے تک فرمانروائی کی۔ اس کی اولاد میں [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

شہاب الدین کی شہادت کے بعد

سلطان شہاب الدین کی شہادت کے بعد اس کے وزیر موید الملک بن خواجہ محمد بجستانی نے چند سرکش کھکروں کو گرفتار کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتارا۔ سلطانی خزانہ چار ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا اہل لشکر اس کو لوٹنے پر آمادہ ہوئے۔ تو موید الملک نے غوری امراء اور فوجی سرداروں سے بات چیت کی اور ان سے شاہی خزانے کی حفاظت کی قسمیں لیں اس کے بعد لشکریوں کو ذرا دھمکا کر ان کو ان کے ارادے سے باز رکھا۔ خزانے کی حفاظت سے مطمئن ہو کر موید الملک نے بادشاہ کی لاش کو بڑے تزک و احتشام سے اٹھایا اور غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ شہاب الدین کے امراء اور فوجی سرداروں میں اس وقت دو مختلف الخیال گروہ تھے۔ ایک ترکی امیروں کا گروہ تھا جس کا سردار خود موید الملک تھا اور دوسرا گروہ تمام غوری امراء پر مشتمل تھا۔ ترکیوں کے گروہ کی یہ خواہش تھی کہ شہاب الدین کا جانشین غیاث الدین محمد کو ہونا چاہیے۔ غوری امراء بہاء الدین کی تخت نشینی کے حق میں تھے ان دونوں گروہوں میں راستے میں اختلاف رائے کا اظہار ہوا اور جب یہ "لشکر بے حاکم اعلیٰ فرساور (فرساور سے مشہور شہر پشاور مراد ہے۔ اس کی وضاحت خود فرشتہ نے بھی کی ہے) کے قرب و جوار میں پہنچا تو ان امراء کی باہمی مخالفت شدید رنگ اختیار کر گئی۔ موید الملک اور اس کے ترکی گروہ کا یہ خیال تھا کہ کرمان کے راستے سے سفر طے کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کرمان کے حکمران تاج الدین ایلدگز ("ایلدگز" صحیح نہیں ہے "یلدوز" ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آگے چل کر خود فرشتہ نے صحیح نام لکھا ہے۔) کو اپنا ہم خیال بنانا مقصود تھا۔ غوری امراء اس کے خلاف تھے' وہ بامیان کے قریبی راستے سے سفر کرنے کے حق میں تھے تاکہ بامیان پہنچ کر شاہی خزانہ بہاؤالدین کے سپرد کر کے اسے سلطنت کا وارث تسلیم کر لیں۔ اس بحث و تکرار میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ فریقین تلواریں نکالنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس موقع پر موید الملک نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا وہ معاملہ فہم امیر غوری امراء کے پاس گیا۔ اور ان سے بہت ملائم مگر بااثر الفاظ میں گفتگو کر کے انہیں یقین دلایا کہ اس وقت شیوران اور کرمان کے راستے سے سفر کرنا ہر طرح مناسب ہے۔ غوری امراء نے موید الملک کی بات مان لی اور یوں سلطانی لشکر شہاب الدین کا جنازہ اٹھائے ہوئے کرمان کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہ لشکر کرمان کے قریب پہنچا تو تاج الدین ایلدگز (یعنی یلدوز) سلطان سواری کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا۔ سواری پر نظر پڑتے ہی تاج الدین نے اپنے آقا کے آداب اور سلام کے لیے گردن جھکائی۔ اپنے آقا کے دیدار سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے اس غلام نے جب بصد اشتیاق سواری کا پردہ اٹھایا تو اسے اپنے آقا کی جیتی جاگتی تصویر کی بجائے خون میں لتھڑی ہوئی لاش نظر آئی۔ بادشاہ کی لاش کو دیکھ کر تاج الدین نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور اس غم سے رونے لگا اس مجلس "فریاد و فغاں" کو ختم کرنے کے بعد سلطانی لشکر آگے بڑھا۔ اور ۲۲ شعبان کو اپنے آقا کا جنازہ لیے ہوئے یہ لوگ غزنی میں داخل ہوئے۔

سلطان شہاب الدین کی لاش اس عمارت میں دفن کی گئی جو اس نے اپنی بیٹی کے لیے بنوائی تھی۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ غزنی کا خزانہ بے شمار روپے اور اشرفیوں سے معمور تھا۔ بہت سے دوسرے جواہرات کے علاوہ خزانے میں پانچ سو من الماس بھی تھے۔ شہاب الدین نے ہندوستان پر تین بار لشکر کشی کی دو بار تو اسے شکست ہوئی' لیکن تیسرے حملے میں اس نے اپنے دشمنوں کو بری طرح تباہ و برباد کیا۔

سلطان شہاب الدین ایک خدا ترس' رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ تھا اگرچہ وہ ایک خود مختار حکمران تھا' لیکن عالموں اور اولیاء کی صحبت میں بیٹھنے کو وہ اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور ان کی عزت اور خدمت کرنے کو وہ اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان قطب الدین ایبک

قطب الدین کی ذات میں بہت سی خصوصیات اور پسندیدہ باتیں تھیں- اس کی طبیعت شروع ہی سے حکمرانی اور بادشاہت کے لیے موزوں تھی- اس بادشاہ کو سیاست کے قاعدے اور حکمرانی کے قانون اچھی طرح معلوم تھے- حملہ کرنے اور دشمن کا سر کچلنے میں اسے بڑی مہارت حاصل تھی- قطب الدین کی سرگذشت یوں بیان کی جاتی ہے-

قطب الدین کے ابتدائی حالات

قطب الدین ایبک کو اس کے بچپن کے زمانے میں ایک سوداگر ترکستان سے نیشاپور لایا اور یہاں اسے اسی زمانے میں قاضی فخرالدین ابن عبد العزیز کوفی (جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اولاد میں سے تھے) کے پاس بیچ دیا چونکہ خداوند تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ قطب الدین ایک دن بڑا آدمی ہو گا اس لیے بچپن ہی سے اس کے چہرے سے عظمت اور برتری کے آثار نمایاں تھے- قاضی فخرالدین، قطب الدین کو بہت عزیز رکھتے تھے انہوں نے زندگی بھر اسے جدا نہ کیا اور اپنے بیٹوں کی طرح اس کی پرورش کرتے رہے-

قاضی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے کسی بیٹے نے قطب الدین کو ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا اس سوداگر نے قطب الدین کو تحفے کے طور پر سلطان شہاب الدین غوری کی خدمت میں پیش کیا- سلطان نے سوداگر کو قطب الدین کے معاوضے میں ایک بیش قرار رقم دی- چونکہ قطب الدین کے (ایک) ہاتھ کی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی اس لیے بادشاہ اور درباریوں نے اسے ایبک کہنا شروع کر دیا رفتہ رفتہ یہ لفظ اس کے نام کا جزو ہو کر رہ گیا- قطب الدین نے بڑے سلیقے اور محبت کے ساتھ سلطان شہاب الدین غوری کی خدمت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مختصر سی مدت میں قطب الدین نے بادشاہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا-

قطب الدین کی فیاضی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان شہاب الدین نے ایک رات جشن کی ایک محفل منعقد کی اس محفل میں سلطان کے قریب ترین اور مخصوص درباری شریک تھے جنہیں اس نے خلعت اور انعام سے سرفراز کیا- سب سے زیادہ قیمتی اور بہترین انعام قطب الدین کو ملا جب مجلس ختم ہوئی تو قطب الدین نے اپنے حصے کا شاہی انعام فراشوں اور خدمت گاروں کو بخش دیا- اس جود و سخاوت کی خبر شہاب الدین تک پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے قطب الدین کو اپنے درباری امیروں میں شامل کر کے اس کی جگہ شاہی تخت کے عین سامنے مقرر کی-

قطب الدین کی قسمت کا ستارہ روز بروز زیادہ بلند ہوتا گیا اور کچھ ہی دنوں میں اسے "امیر اخوری" کا مرتبہ حاصل ہو گیا- جس زمانے میں غور، غزنی اور بامیان کے حکمرانوں نے باہمی اتحاد سے خوارزم پر لشکر کشی کی تھی اس زمانے میں قطب الدین بھی اپنے بادشاہ کے ساتھ (معرکہ کارزار میں) شریک تھا-

قطب الدین کی عارضی اسیری

قطب الدین کا معمول تھا کہ وہ ہر روز چارہ تلاش کرنے کے لیے جنگل کی طرف جایا کرتا تھا- ایک دن جنگل میں دریائے مرو کے کنارے اس کا سامنا سلطان شاہ کی فوج سے ہو گیا- دونوں میں لڑائی ہوئی قطب الدین نے اس لڑائی میں بڑی جرات اور دلیری سے کام

besturdubooks.wordpress.com

شاہ کے سامنے لے گئے۔ سلطان شاہ کے حکم سے قطب الدین کو ایک لوہے کے پنجرے میں قید کر دیا گیا۔ جب غوری اور خوارزمی لشکروں میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور سلطان شاہ شکست کھا کر فرار ہو گیا تو غزنی فوج کے سپاہی قطب الدین کو اسی عالم اسیری میں مع پنجرے کے اونٹ پر لاد کر شہاب الدین کے سامنے لائے۔ سلطان نے اسی وقت قطب الدین کو اس "بلبلوں جیسی قید" سے آزاد کر کے اس کے گلے میں موتیوں کے ہار ڈالے۔

قطب الدین کا ہندوستان میں سپہ سالار مقرر ہونا

۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین نے دہلی اور اجمیر کے راجوں کو شکست دے کر کہرام اور سمانہ کو قطب الدین کی جاگیر قرار دے دیا اور اسے ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ قطب الدین نے اس عظیم الشان عہدے کی ذمہ داریوں کو پوری توجہ اور سلیقے سے نبھایا۔ کہرام اور سمانہ کے آس پاس کے تمام علاقوں اور میرٹھ کے قلعے کو قبضے میں کرنے کے بعد قطب الدین نے دہلی پر حملہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب لڑائی کی ابتداء ہوئی تو ہندو راجپوتوں نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ بند ہو گئے۔ قطب الدین نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا وہ محاصرے کی شدت میں اضافہ کرتا جاتا تھا۔ ہندوؤں نے جب یہ عالم دیکھا تو انہوں نے طرح طرح کی تکلیفوں سے تنگ آ کر قطب الدین سے امان طلب کی اور قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔

راجہ جیتواں کی شکست

۵۸۹ھ میں نہروالہ کے حاکم کا ایک قریبی عزیز جو ایک راجپوت سردار تھا اور جس کا نام جیتواں تھا اس نے ہانسی پر حملہ کیا اور قلعے کے نیچے پہنچ کر خیمہ زن ہو گیا۔ ہانسی کا مسلمان صوبہ دار نصرت الدین جیتواں کا مقابلہ نہ کر سکا اور مجبوراً قلعہ بند ہو گیا۔ قطب الدین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ فوراً ہانسی روانہ ہو گیا۔ اور قلعے کے نیچے پہنچ کر اس نے راجہ جیتواں کو شکست دی۔ یہ راجہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور نہروالہ میں پناہ گزین ہوا۔

۵۹۰ھ میں قطب الدین نے دریا کو عبور کر کے کول پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے وہ بہت سا مال غنیمت اور ایک ہزار گھوڑے لے کر واپسی کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ سلطان شہاب الدین غزنی سے ہندوستان کی طرف آ رہا ہے تاکہ بنارس اور قنوج پر قبضہ کرے۔ قطب الدین نے اپنے آقا کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اور کچھ دور چل کر سلطان سے جا ملا۔ سلطان کی خدمت میں قطب الدین نے ایک سو (۱۰۰) عربی گھوڑے، ہاتھیوں کی ایک طلائی اور ایک نقرئی زنجیر اور پچاس ہزار سوار اس مہم میں مدد کے لیے پیش کیے۔ سلطان شہاب الدین ان تحفوں سے بہت خوش ہوا اور اس نے قطب الدین کو خلعت سے سرفراز کیا نیز لشکر کا پیشرو مقرر کیا۔ قطب الدین بادشاہی لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا۔ شہاب الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے چلنے لگا۔

راجہ بنارس سے مقابلہ

قطب الدین ابھی تھوڑی دور ہی چلا ہو گا کہ بنارس کہ راجہ جے چند کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا قطب الدین نے جے چند کے لشکر کو شکست دے کر بھگا دیا۔ جے چند نے جب یہ خبر سنی تو وہ خود میدان جنگ میں آیا اور قطب الدین سے لڑائی شروع کر دی۔ مسلمان سپاہیوں نے دشمن کی فوج پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر جے چند کی آنکھ میں لگا یہ تیر ایسا کاری تھا کہ جے چند اپنے ہاتھی سے نیچے گر گیا اور وہیں ختم ہو گیا اپنے راجہ کا یہ حشر دیکھ کر دشمن کے سپاہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور یوں قطب الدین کو فتح نصیب ہوئی۔ جے چند کے احوال کی کسی کو خبر نہ تھی اور نہ ہی اس کی لاش کا کوئی سراغ ملا بڑی مشکلوں سے اس کی لاش ملی اور اس کو اس "نشانی" سے پہچانا گیا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے دانت سونے کی کیلوں اور تاروں سے بندھے ہوئے تھے۔ قطب الدین کی اس فتح کے بعد ہی

besturdubooks.wordpress.com

شہاب الدین بھی اس جگہ پہنچ گیا اور اس نے دشمن کی تباہی و بربادی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے لشکر کو ساتھ لے کر بنارس میں داخل ہوا۔

قطب الدین نے بنارس سے لے کر بنگال کی سرحد تک کے تمام شہروں کو برباد کیا اور ایک ہزار (۱۰۰۰) مندروں کو مسمار کیا۔ شہاب الدین نے بنارس کی حکومت حسام الدین اوغلبک کے سپرد کی۔ اور خود انتہائی قیمتی اور اعلیٰ درجے کے جواہرات اپنے ساتھ لے کر (جو چار ہزار اونٹوں پر لادے گئے) غزنی واپس روانہ ہوا۔

سفید ہاتھی

مورخین کا بیان ہے کہ جس دن شہاب الدین نے بنارس میں دربار عام منعقد کیا اس دن اس کی خدمت میں ہاتھیوں کی ایک قطار پیش کی گئی تھی جو ہاتھی بھی بادشاہ کے سامنے سے گزرتا وہ فیل بان کے اشارہ پر بادشاہ کو سلام کرتا ان ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا۔ جب یہ بادشاہ کے سامنے سے گزرا تو فیل بان نے اسے اشارہ کیا تاکہ وہ بادشاہ کو سلام کرے لیکن اس ہاتھی نے اشارے کی کوئی پرواہ نہ کی۔ فیل بان نے ہاتھی کو طرح طرح سے سلام کرنے پر مجبور کیا لیکن یہ شریر جانور اپنی ضد پر اڑا رہا بلکہ غضب ناک ہو گیا اور فیل بان کو جان سے مارنے پر تیار ہو گیا۔ یہ عالم دیکھ کر شہاب الدین نے اس ہاتھی کو اپنے سامنے سے رخصت کر دیا۔ جب بادشاہ وہاں سے غزنی کے لیے روانہ ہونے لگا تو اس نے یہ سفید ہاتھی خود رکھ لیا اور باقی تمام ہاتھی قطب الدین کو دے دیئے۔ شہاب الدین نے ابھی تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی کہ اس نے قطب الدین کا خیال کرتے ہوئے اس سفید ہاتھی کو مع فرمان فرزندی کے قطب الدین کے حوالے کر دیا۔ یہ ہاتھی قطب الدین کے ساتھ زندگی بھر رہا اور جس روز قطب الدین کا انتقال ہوا تھا اس کے تیسرے روز اس ہاتھی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ قطب الدین کے بعد سے لے کر اس زمانے تک پھر کسی بادشاہ دہلی کے دروازے پر سفید ہاتھی نہیں بندھا۔ دہلی کے آس پاس کے علاقوں کے فرمانرواؤں کے بارے میں بھی ایسا نہیں سنا گیا کہ کسی کے پاس یہ نادر الوجود جانور رہا ہو۔ جس زمانے میں مورخ (فرشتہ) اپنی خوش قسمتی سے بادشاہ جم جاہ سلطان ابراہیم عادل شاہ کے نمک خواروں میں داخل ہو کر سلطنت بیجاپور میں ملازم ہوا۔ اس زمانے میں البتہ میں نے معتبر سوداگروں سے یہ سنا تھا کہ جزیرہ پیگو کے فرمانروا کے دروازے پر ہمیشہ دو سفید ہاتھی بندھے رہتے ہیں۔ ان ہاتھیوں کے متعلق مشہور ہے کہ جب تک یہ دونوں زندہ رہتے ہیں اس وقت تک پیگو کے "کچلی" نامی جنگل میں سفید ہاتھیوں کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ لیکن جب متذکرہ دو ہاتھیوں میں ایک مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر کرنے کے لیے جنگل سے فوراً ایک سفید ہاتھی نمودار ہو جاتا ہے اور شکاری اسے قید کر کے شہر کے اندر لے آتے ہیں۔

دہلی و اجمیر میں شورش

سلطان شہاب الدین جب غزنی واپس چلا گیا تو اس کے بعد قطب الدین نے چند روز کے لیے حصار اسی میں قیام کیا اور اس کے آس پاس حفاظت کا معقول انتظام کر کے واپس ہوا۔ اس نے واپسی کا ابھی تھوڑا سا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ دہلی اور اجمیر دونوں مقامات پر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں ایک طرف تو ہیمراج راجپوت نے راجہ کولا پر حملہ کر کے اسے اجمیر سے نکال دیا ہے اور راجہ کولا میدان جنگ سے فرار ہو کر رتھنبور میں پناہ گزین ہو گیا ہے اور دوسری طرف چھترائے ایک لشکر جرار لے کر دہلی پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے اپنے شہر سے روانہ ہو چکا ہے۔ یہ لشکر دہلی کے قریب پہنچ چکا ہے اور اس کے غیر مسلم سپاہی جی کھول کر آس پاس کے علاقوں میں تباہی اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رہے ہیں یہ خبریں سن کر قطب الدین بالکل پریشان نہ ہوا۔ اس نے اپنے لشکر میں سے بیس ہزار جانبازوں کا انتخاب کیا اور انہیں ساتھ لے کر چھترائے کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ چھترائے کو جب قطب الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ...

besturdubooks.wordpress.com

ہیمراج نے شہر سے نکل کر قطب الدین کا مقابلہ کیا لیکن قطب الدین سے شکست کھا کر وہیں میدان جنگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور یوں اجمیر پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور ہندوؤں کا یہ مرکزی شہر ہمیشہ کے لیے مسلمان فرمانر رواؤں کا صدر مقام قرار پایا۔

۵۹۱ھ میں قطب الدین نے نہروالہ پر حملہ کیا۔ راجہ نہروالہ بھیم دیو کا سپہ سالار جیتوان جو نہروالہ کے قلعے کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا مسلمانوں کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر قلعہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ قطب الدین نے جیتوان کا تعاقب کیا اور تھوڑے سے فاصلے پر ہی اسے جا پکڑا۔ عالم بدحواسی میں جیتوان نے لڑائی شروع کر دی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ میدان جنگ میں قطب الدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ جیتوان کی موت کی خبر سن کر نہروالہ کا راجہ بھیم دیو نہروالہ سے بھاگ نکلا اور اپنی سلطنت کے کسی سرحدی مقام پر پناہ گزین ہو گیا۔ قطب الدین نے نہروالہ سے بہت سا مال غنیمت سمیٹا اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہانسی پہنچا یہاں پہنچ کر اس نے قلعہ تعمیر کروایا۔ اور کہرام کو فتح کرتا ہوا دہلی آیا۔ اسی دوران میں رنتھنبور کے قرب و جوار کے حاکم قوام الملک رکن الدین حمزہ نے قطب الدین کو یہ اطلاع دی کہ اجمیر کے راجہ کا بھائی جو شکست کھا کر جنگل میں پناہ گزین ہو گیا تھا وہ اب کچھ لشکر جمع کر کے ہانسی پر حملہ آور ہوا ہے اور اس نے راجہ کولو کو گھیر رکھا ہے راجہ کولو مسلمانوں کا باج گزار تھا اس لیے قطب الدین اس کی مدد کے لیے فوراً تیار ہوا اور اپنا لشکر ساتھ لے کر ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ اجمیر کے راجہ کو جب قطب الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھاگ گیا۔ راجہ کولہ نے قلعے سے نکل کر قطب الدین کی خدمت میں بیش بہا تحفے پیش کیے۔ قطب الدین یہ تحفے تحائف اپنے ہمراہ لے کر دہلی واپس آ گیا۔

قطب الدین ایبک کا غزنی جانا

"تاج المآثر" نامی کتاب جو قطب الدین ہی کے نام منسوب کی گئی ہے اور جس میں اسی کے حالات ہیں اس میں لکھا ہے کہ اجمیر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد قطب الدین نے نہروالہ اور تھنبور کو فتح کیا اس کے بعد وہ دہلی واپس آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے آقا سلطان شہاب الدین کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور اس میں اپنی مختلف فتوحات کی تفصیل درج کی (یہ خط پڑھ کر) سلطان شہاب الدین اپنے "بادشاہ سطوت" غلام کے کارہائے نمایاں سے بہت خوش ہوا اور اس سے ملاقات کا خواہاں ہو کر اسے غزنی میں طلب کیا۔ جونہی فرمان شاہی ملا قطب الدین غزنی کی طرف روانہ ہو گیا اور کچھ ہی دنوں میں اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شہاب الدین نے اسے شاہی انعام و اعزاز سے مالا مال کیا۔ (کچھ عرصہ غزنی میں قیام کرنے کے بعد) قطب الدین نے واپسی کا ارادہ کیا شہاب الدین نے بخوشی اجازت دے دی۔ قطب الدین وہاں سے روانہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک اس کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ ایسا بیمار ہوا کہ جانبر ہونے کی توقع بھی باقی نہ رہی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم اور شاہی طبیب کے علاج نے اسے پھر سے تندرست و توانا کر دیا اور صحت یاب ہو کر وہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ دن اس نے کرمان میں ٹھہر کر آرام کیا اور سلطان شہاب الدین کے حکم کے مطابق تاج الدین یلدوز کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد دہلی کی طرف چل پڑا۔

جامع مسجد کی تعمیر کی تکمیل

قطب الدین نے دہلی پہنچ کر پورے شہر کو دلہن کی طرح سجایا اور جشن عشرت منعقد کیا۔ درباریوں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو انعام و اعزاز سے مالا مال کیا۔ ۵۹۲ھ میں اس جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی جسے قطب الدین کے حکم کے مطابق تعمیر کرنا شروع کیا گیا تھا۔ اس خانہ خدا کی تکمیل کے بعد قطب الدین نے بیانہ کے قلعہ کو تسخیر کرنے کی تیاریاں شروع کیں، لیکن ابھی اس نے دہلی سے اپنا قدم بھی باہر نہ نکالا تھا کہ اسے سلطان شہاب الدین کی آمد کی خبر ملی۔ اس بنا پر اس نے قلعہ بیانہ کی تسخیر کا ارادہ کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دیا اور شہاب الدین کے استقبال کے لیے ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ شہاب الدین جب اپنے بہادر سپہ سالار سے ملا تو اس نے بڑی محبت سے اس سے ملاقات کی اور اسے گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ شہاب الدین نے جس مقصد کے لیے ہندوستان

besturdubooks.wordpress.com

کا سفر اختیار کیا تھا وہ وہی تھا جو قطب الدین کے پیش نظر تھا یعنی دونوں کو قلعہ بیانہ کی تسخیر کا خیال تھا۔ لہٰذا آقا اور غلام دونوں ایک ساتھ ہی بیانہ کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ اپنے اس مقصد میں دونوں کامیاب ہوئے اور شہاب الدین نے وہاں کی حکومت اپنے ایک ترکی غلام بہاء الدین طغرل کے سپرد کی۔

سلطان شہاب الدین کو بیانہ ہی میں چھوڑ کر قطب الدین نے گوالیار کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے راجہ نے جس کا نام سلکمن تھا، قطب الدین کے مقابلے میں آنے کی جرات نہ کی اس نے بہت سے قیمتی اور اعلیٰ تحفے قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیے اور سالانہ خراج کی ادائیگی کا وعدہ کیا۔

نتران کے راجپوتوں سے جنگ

بیانہ اور گوالیار کے معاملات کو سلجھانے کے بعد شہاب الدین تو غزنی کی طرف چلا گیا اور قطب الدین واپس دہلی آ گیا وہ ابھی دہلی میں پہنچا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ نتران کے راجپوت راجہ نہروالہ کے ساتھ مل گئے ہیں اور ہندوؤں کا ایک مشترکہ لشکر تیار کیا ہے جس کا ارادہ یہ ہے کہ اجمیر کو مسلمانوں کے قبضے سے نکال کر ہندوؤں کی حکومت میں لایا جائے ان معلومات کے حاصل ہوتے ہی قطب الدین نے نتران کا راستہ لیا اور وہاں راجہ نہروالہ کے پہنچنے سے پیشتر ہی راجپوتوں سے جنگ شروع کر دی۔ اس جنگ میں قطب الدین کا گھوڑا زخمی ہو کر گر گیا۔ اپنے امیر کو گرتے دیکھ کر مسلمان سپاہیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان سپاہیوں نے بڑی مشکلوں سے قطب الدین کو ایک دوسرے گھوڑے پر سوار کیا اور اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ نتران کے ہندو اپنی فتح کی خوشیاں منا ہی رہے تھے کہ راجہ نہروالہ کی فوج بھی ان کی مدد کو پہنچ گئی۔ ان دونوں لشکروں نے مل کر اجمیر کا راستہ لیا اور اجمیر سے تین کوس کے فاصلے پر مقیم ہو گئے۔

غزنی سے امدادی فوج کی آمد

ہندوؤں کی افواج نے لڑائی کا سلسلہ کئی مہینے تک جاری رکھا اسی دوران میں شہاب الدین غوری کو قطب الدین کی مجبوری اور ہندوؤں کی سرکشی کا علم ہوا۔ اس نے اپنے مشہور امیروں اسلام خاں، اسد الدین، ارسلان خلج، نصیر الدین حسین، اعزالدین موید اور شرف الدین وغیرہ کی نگرانی میں ایک زبردست لشکر قطب الدین کی مدد کے لیے ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ ایک طرف یہ لشکر جان باز غزنی سے ہندوؤں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا اور دوسری طرف سردی کے موسم نے راجپوتوں کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے کر دیے۔ یہ عالم دیکھ کر ان لوگوں نے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کے لشکر کا ہر گروہ ایک ایک کر کے اپنے اصلی مقام کو روانہ ہو گیا۔ قطب الدین کو ہندوؤں کی فوج کی واپسی اور غزنی سے امدادی فوج کی آمد سے بڑی تقویت پہنچی اور اس نے ہندو دشمنوں کو ختم کرنے کا پورا پورا تہیہ کیا۔

گجرات پر قبضہ

قطب الدین کا سب سے بڑا دشمن گجرات کا راجہ تھا اس لیے اس نے سب سے پہلے اسی پر حملہ کیا۔ ماہ صفر ۵۹۳ھ میں قطب الدین نے اجمیر سے نہروالہ کی طرف کوچ کیا راستے میں اس نے ہوتلی اور بزدل کے قلعوں کو سر کیا۔ ابھی وہ اپنی منزل پر نہ پہنچا تھا کہ اس نے سنا کہ نہروالہ کے راجہ والن واریکی راجپوت نے آپس میں مل کر مسلمانوں کا راستہ روکنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ دونوں اپنی فوجیں لے کر دونوں کے آس پاس کے علاقوں میں ابو گڑھ کے قلعے کے نیچے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہونے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ قطب الدین نے فوراً دوسرے راستے سے اس علاقے کی طرف کوچ کیا اور دروں اور پیچیدہ راستوں سے ہوتا ہوا دشمن پر حملہ آور ہوا۔ قطب الدین کے لشکر نے [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ لے کر گجرات کی طرف بڑھا۔ گجرات میں پہنچ کر قطب الدین بغیر کسی خوف و خطر کے شہر میں داخل ہو گیا اور اس نے جی کھول کر شہر کو برباد کیا۔ اس کے بعد اس نے نہروالہ کی حکومت اپنے ایک نامی گرامی امیر کے سپرد کر دی اور خود اجمیر کی راہ سے دہلی واپس آ گیا۔

کالنجر پر حملہ

دہلی پہنچ کر قطب الدین نے چند خوبصورت لونڈیاں اور غلام اور بہت سے قیمتی اور اعلیٰ درجے کے تحفے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں غزنی روانہ کیے اور دہلی میں فتح کی خوشی میں ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ اسی عالی حوصلہ صوبہ دار نے نوابوں اور درباریوں وغیرہ کو انعام و اعزاز سے نوازا اور فقیروں اور مسکینوں کو صدقے اور خیرات سے مالا مال کیا۔

۵۹۹ھ میں قطب الدین نے کالنجر پر حملہ کیا۔ وہاں کا راجہ مقابلے پر آیا' لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا اس راجہ نے اپنے انجام پر غور کیا تو اسے اپنی حرکت ناشائستہ پر بہت افسوس ہوا۔ لہٰذا نادم ہو کر اس نے اپنے بزرگوں کے طریقے کی پیروی کی اور جس طرح اس کے اسلاف سلطان محمود کے وفادار اور باج گزار تھے اسی طرح وہ بھی قطب الدین کا مطیع اور باج گزار ہو گیا۔ اس راجہ نے (صلح کے لیے) بہت سے تحفے تحائف اور ہدیے لے کر قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ لیکن جس روز اسے قطب الدین کے پاس جانا تھا اس سے ایک رات پہلے اس کا انتقال ہو گیا اور یوں ایک سلجھا ہوا معاملہ کچھ عرصے کے لیے پھر الجھ گیا۔ اس راجہ کی وفات کے بعد اس کے وکیل نے جس کا نام جدھ دیو تھا اپنے راجہ کی تقلید کو ضروری نہ سمجھا۔ اور قطب الدین کے خلاف جارحانہ اور مدافعانہ فتنہ انگیزیاں شروع کر دیں۔ جدھ دیو کی یہ ساری ہنگامہ خیزی محض اس وجہ سے تھی کہ قلعے کا چشمہ لبریز تھا اور اہل قلعہ کو پانی حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہوتی تھی۔ (لیکن یہ عالم زیادہ دیر نہ رہ سکا) چونکہ قطب الدین کی قسمت کا ستارہ بلندی پر تھا اور اس کے دشمن کے برے دن قریب آ چکے تھے اس لیے اچانک قلعے کا چشمہ خشک ہو گیا۔ اہل قلعہ پانی کی نایابی کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے اور آخر جب انہوں نے دیکھا کہ اس طرح زندہ رہنا مشکل ہے تو انہوں نے قطب الدین سے امان طلب کی اور یوں قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ قطب الدین نے کالنجر کے خزانے پر قبضہ کر لیا وہاں سے پچاس (۵۰) ہزار افراد گرفتار کیے اور ان کو مشرف بہ اسلام کیا۔

مہوہ اور بدایوں کی فتح

کالنجر کو فتح کرنے کے بعد قطب الدین نے علاقہ کالپی کے دارالسلطنت مہوہ پر حملہ کیا۔ مہوہ کے قلعے کی تسخیر کے بعد مسلمانوں کا لشکر بدایوں کی طرف روانہ ہوا اور اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ بہار سے محمد بختیار خلجی اس کی خدمت میں پہنچا اس نے بہت سے اعلیٰ اور بیش قیمت جواہرات اور تحفے قطب الدین کی خدمت میں پیش کیے قطب الدین نے اب اور آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا اور واپس دہلی آ گیا۔

قطب الدین کی خود مختاری

خوارزم کے حادثے کے بعد گکھروں کی سرزنش کے خیال سے شہاب الدین غوری ایک بار پھر ہندوستان آیا۔ قطب الدین اور شمس الدین التمش دونوں ہی اس کے ساتھ تھے۔ شہاب الدین کے ان دونوں محبوب غلاموں نے جس بہادری اور دلیری سے گکھروں کو شکست دی اس کا احوال تفصیل کے ساتھ شہاب الدین کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے گکھروں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے بعد قطب الدین تو واپس دہلی آ گیا اور شہاب الدین غزنی روانہ ہوا۔ راستے میں شہاب الدین کو شہید کر دیا گیا اور اس کا بھتیجا سلطان محمود بن سلطان غیاث الدین غورستان کا حکمران ہوا۔ اس نئے حکمران نے اپنے چچا شہاب الدین سے بھی زیادہ قطب الدین سے محبت و خلوص کا اظہار کیا اور اس کی عزت افزائی کی۔ سلطان محمود بن غیاث الدین نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی قطب الدین کو "ملک" سے "سلطان" بنا دیا اور آزادی و خود مختاری کے فرمان کے ساتھ چتر اور بادشاہی کے دیگر لوازمات بھی اس کے لیے ہندوستان بھجوا دیئے۔ قطب الدین اس

besturdubooks.wordpress.com

سلطان تاج الدین یلدوز

مورخین بیان کرتے ہیں کہ سلطان شہاب الدین غوری کو خداوند تعالیٰ نے صرف ایک بیٹی دی تھی (اور اس کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا) اس لیے اس کو ترکی غلام خریدنے اور انہیں بیٹوں کی طرح پالنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ سلطان شہاب الدین کے ایک منہ چڑھے امیر نے، جو کسی حد تک سلطان کی خدمت میں گستاخ بھی تھا، سلطان سے کہا "کیا ہی اچھا ہوتا کہ خداوند تعالیٰ بادشاہ کو کوئی بیٹا بھی عطا کرتا تاکہ کسی ناگزیر واقعے کے پیش آنے کے بعد اس کو تخت سلطنت کا وارث بنایا جاتا۔" یہ بات سن کر سلطان نے امیر کو جواب دیا۔ "عام طور پر بادشاہوں کے چند بیٹے ہوتے ہیں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد حکومت کے وارث قرار پاتے ہیں لیکن میرے کئی ہزار ایسے سعادت مند بیٹے موجود ہیں جو میرے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر ایک مدت تک میرا نام زندہ رکھیں گے۔"

ناظرین اگر غور کریں تو انہیں معلوم ہو گا کہ درحقیقت وہی کچھ ہوا جو اس نیک دل بادشاہ کی زبان سے نکلا۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ شہاب الدین غوری کے نازوں سے پالے ہوئے غلاموں نے جس رعب داب کے ساتھ ہندوستان پر حکومت کی ہے اس کی وجہ سے نہ صرف ان فرمانرواؤں کا بلکہ ان کے آقا شہاب الدین کا نام بھی حیات دوام حاصل کر چکا ہے۔

ابتدائی حالات

سلطان شہاب الدین کے مذکورہ بالا "بیٹوں" میں سے ایک سلطان تاج الدین یلدوز بھی ہے۔ یلدوز جب بچہ تھا تو اسے شہاب الدین نے ایک سوداگر سے خریدا تھا۔ یلدوز کی صورت و سیرت کی پاکیزگی اور حسن نے شہاب الدین کو اس کا دلدادہ بنا دیا۔ اس کے بہت سے لے پالکوں میں یلدوز کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ جب یلدوز جوان ہوا تو سلطان نے اس کے چہرے پر برتری اور حوصلہ مندی کے آثار نمایاں دیکھ کر اسے اپنے گرامی قدر امیروں کی جماعت میں داخل کر لیا اور شیوران اور کرمان کے علاقے اس کی جاگیر مقرر کر دیئے۔

تاج الدین یلدوز کا قیام اپنی جاگیر ہی میں رہتا تھا جب کبھی شہاب الدین ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے شیوران اور کرمان کے راستے سے گزرتا تو یلدوز ہمیشہ شاہی فوج کی مدارات اور خاطر تواضع کی خدمت سے سرفراز ہوتا۔ وہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ لشکر کے امیروں کو ایک ہزار قبا و کلاہ بطور انعام کے عطا کیا کرتا تھا۔ یلدوز کی دو بیٹیاں تھیں۔ سلطان شہاب الدین کے حکم سے اس نے ایک بیٹی کی شادی تو قطب الدین ایبک سے کر دی اور دوسری کی ناصر الدین قباچہ سے۔ ان بیٹیوں کے علاوہ خداوند تعالیٰ نے اسے دو بیٹے بھی عطا کیے تھے۔ ان بیٹوں میں سے ایک نے بچپن ہی میں وفات پائی اس کی وفات کا قصہ عجیب و غریب ہے اور اس کو بیان کرنے سے خود تاج الدین یلدوز کی سیرت کی خوبی نمایاں ہوتی ہے۔

بیٹے کی وفات کا عجیب و غریب قصہ

مورخین بیان کرتے ہیں کہ تاج الدین نے اپنے اس عزیز از جان بیٹے کو تعلیم کے لیے ایک استاد کے سپرد کیا۔ ایک روز یہ استاد اپنے اس شاگرد شہزادے سے ناراض ہوا اور غصے میں کوڑا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا چونکہ شہزادے کا آخری وقت آ چکا تھا اس لیے اس کی روح اسی وقت قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یلدوز کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو فوراً مکتب میں گیا اس نے دیکھا کہ شہزادے کے استاد کی حالت بہت بری ہو رہی ہے اور وہ اپنی حرکت پر سخت نادم ہے یہ عالم دیکھ کر یلدوز نے استاد سے کہا۔ "اس سے پہلے کہ شہزادے کی موت کی خبر اس کی

besturdubooks.wordpress.com

پاداش میں جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔" استاد نے یلدوز کی اس رحم دلی پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی ہدایت پر عمل کر کے کسی گوشے میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔

یلدوز کی تخت نشینی

اپنے آخری زمانے میں جب شہاب الدین کرمان آیا تو اس نے تاج الدین یلدوز کو ملبوس شاہی سے سرفراز کیا اور لشکر کا علم مرحمت کیا۔ شہاب الدین کی خواہش تھی کہ اس کے بعد یلدوز ہی اس کا جانشین ہو۔ حسن اتفاق سے وہی کچھ ہوا جو اس نیک دل فرماں روا کے دل میں تھا۔ جب شہاب الدین کا انتقال ہوا تو ترکی اور غزنوی امراء نے چاہا کہ سلطان غیاث الدین کے بیٹے سلطان محمود کو بلاد گرم سیر سے بلا کر شہاب الدین کا جانشین بنایا جائے۔ ان امراء نے اس مضمون کا ایک خط بھی سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس خط کے جواب میں سلطان محمود نے کہا۔ "مجھے اپنا آبائی وطن فیروز کوہ ساری دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور میرے لیے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں میں اس کو چھوڑ کر غزنی آنا پسند نہیں کرتا۔" ان امراء کو ان کے خط کا جواب دینے کے بعد سلطان محمود نے تاج الدین یلدوز کے نام خط آزادی اور حکومت غزنی کا فرمان روانہ کیا اور اس طرح اپنے مرحوم چچا (شہاب الدین) کی خواہش کو پورا کیا۔ سلطان محمود کا فرمان پاتے ہی یلدوز نے غزنی کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور غزنی کے آس پاس کے شہروں پر قبضہ کر کے سلطنت کے مختلف کاموں میں مشغول ہو گیا۔

یلدوز کی معرکہ آرائیاں

تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد تاج الدین یلدوز کو ہندوستان فتح کرنے کا جنون ہوا اور اس مقصد کے پیش نظر اس نے لاہور پر حملہ کیا' قطب الدین ایبک نے یلدوز کا مقابلہ کیا پنجاب کی حدود میں دونوں میں ایک زبردست جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں یلدوز شکست کھا کر فرار ہو گیا اور غزنی پر بھی قطب الدین کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد تاج الدین نے دوبارہ غزنی کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ (جس کی تفصیل قطب الدین کے حالات میں آ چکی ہے)

اپنی حکومت کے دوران میں ایک مرتبہ تاج الدین نے سلطان محمود بن غیاث الدین کی مدد سے ہرات پر بھی لشکر کشی کی اور اعزالدین غزمیل کو شکست دے کر کامیابی حاصل کی۔ اس نے ایک بار سیستان پر بھی حملہ کیا۔ لیکن ابھی محاصرے ہی کی نوبت آئی تھی کہ سیستان کے حکمران نے یلدوز سے صلح کر لی۔ (اسی زمانے میں جب) تاج الدین سیستان سے غزنی واپس آ رہا تھا راستے میں نصیرالدین میر شکار اس کے مقابلے پر لشکر لے کر آیا' دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ نصیرالدین کو شکست ہوئی اور یلدوز کامیاب و کامران اپنے دارالسلطنت میں واپس آیا۔

کچھ عرصے کے بعد غزنی پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا اور یلدوز شیوران و کرمان میں پناہ گزین ہوا۔ اور کچھ عرصے تک اپنی قدیمی جاگیر پر قناعت کرتا رہا' لیکن ہندوستان کی شاداب اور زرخیز زمین نے اسے زیادہ عرصے تک اس جاگیر پر قانع نہ رہنے دیا اور اس نے ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادے سے التمش پر حملہ کیا۔ یلدوز کی آمد کی اطلاع پا کر التمش بھی آگے بڑھا' مقام تراولی ("تراولی" سے فرشتہ کی مراد جیسا کہ خود اس نے ایک جگہ لکھا ہے تراوڑی یا ترائن ہے) کے قریب دونوں میں جنگ ہوئی اس جنگ میں التمش کو فتح ہوئی اور یلدوز کو شکست۔ یلدوز التمش کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اسی گرفتاری کے عالم میں اس نے وفات پائی یلدوز کی مدت حکومت نو سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ناصرالدین قباچہ

اس حکمران کے حالات "سلاطین سندھ" کے تذکرے کے ضمن میں بیان کیے جائیں گے۔

اختیارالدین محمد خلجی

اس بادشاہ کا تذکرہ "سلاطین بنگالہ" کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

بہاؤالدین طغرل

بہاء الدین طغرل فرمانروائے غورستان شہاب الدین غوری کا ایک نامی گرامی امیر اور غلام تھا۔ وہ شہاب الدین کی زندگی ہی میں غلام کے درجے سے رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے امیر کے منصب پر پہنچ گیا تھا وہ بڑی خوبیوں اور بہترین اخلاق کا حامل تھا۔ اسی بنا پر سلطان شہاب الدین کے پروردہ غلاموں میں اسے ایک خاص مقام حاصل تھا۔ ۵۹۱ھ میں سلطان شہاب الدین نے قلعہ بھکر (جو اب بیانہ کے نام سے مشہور ہے) فتح کیا۔ اور اس کی حکومت طغرل کے سپرد کی اور خود گوالیار کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ جنگ کر کے قلعے کو سر کرنا بہت دشوار ہے اس لیے اس نے جنگ تو نہ کی البتہ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور کچھ دنوں تک محاصرے کی شدت میں اضافہ کرتا رہا یہاں تک کہ گوالیار کا راجہ اس شدت کی تاب نہ لا سکا اور اس نے تنگ آکر بڑی دور اندیشی کا ثبوت دیا اور شہاب الدین کی خدمت میں قیمتی تحفے تحائف پیش کیے اور اس طرح شہاب الدین کو اپنی سلطنت کی حدود سے واپس کر دیا۔ شہاب الدین تو نذرانے کی ایک بہت بڑی رقم لے کر واپس غزنی چلا گیا' لیکن طغرل نے بیانہ میں ایک مضبوط قلعہ بنا کر وہیں رہنا شروع کر دیا۔

شہر گوالیار کے محاصرے سے دستبردار ہونے کے بعد طغرل نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ وہ اکثر گوالیار کے آس پاس کے علاقوں پر حملہ کر کے تباہی و بربادی مچایا کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہاب الدین غزنی کو واپس جاتے وقت طغرل سے کہہ گیا تھا کہ اگر گوالیار کا قلعہ فتح ہو گیا تو وہاں کی حکومت بھی بیانہ کی طرح طغرل ہی کے سپرد کی جائے گی۔ طغرل نے ایک عرصے تک لوٹ مار کا یہ سلسلہ جاری رکھا لیکن اس سے قلعے کو تسخیر کرنے میں کوئی مدد نہ ملی اور ہندو پہلے کی طرح حسب دستور قلعے میں پناہ گزین رہے۔ طغرل کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس طرح لوٹ مار سے اصل مقصد پورا نہ ہو گا اس لیے اس نے گوالیار سے دو کوس کے فاصلے پر ایک نیا اور بہت ہی مضبوط قلعہ تعمیر کروایا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس قلعے میں سکونت اختیار کی۔ طغرل نے شہر گوالیار کے آس پاس پورے ایک سال تک بہت سے حملے کیے اور اس طرح قلعے والوں کو بالکل عاجز اور مجبور کر دیا۔ قلعے والوں نے طغرل کے ان سخت اقدامات سے تنگ آکر اپنے قاصد مع بیش قیمت تحفوں کے قطب الدین ایبک کے پاس بھیجے اور قلعہ اسی کے سپرد کر دیا۔ طغرل کو جب یہ معلوم ہوا کہ قلعہ گوالیار اس کے دشمن قطب الدین ایبک کے پاس چلا گیا ہے تو اس کے حسد و رقابت کی آگ تیز تر ہو گئی۔ اس وجہ سے طغرل اور قطب الدین کی باہمی دشمنی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان شہاب الدین کے دونوں تربیت یافتہ اور پروردہ غلام ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن طغرل کی اچانک موت کی وجہ سے یہ زبردست جنگ نہ ہوئی۔ سلطان کوٹ کا مشہور قلعہ جو طغرل کی یادگار ہے اب تک موجود ہے

besturdubooks.wordpress.com

آرام شاہ بن قطب الدین ایبک

قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد سلطنت کے امیروں کی اتفاق رائے سے اسکا بیٹا آرام شاہ اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ آرام شاہ میں حکومت کرنے کی اہلیت بالکل نہ تھی اس وجہ سے ایک ہی سال کے اندر اندر تمام سلطنت انتشار کی نذر ہو گئی اور ملک میں سخت طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ناصر الدین قباچہ نے سندھ میں پہنچ کر ملتان' اوچھ' بکھر اور شیوران نامی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ بنگال میں خلجی امراء نے اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی مسلمان امراء کی خود سری کو دیکھتے ہوئے بعض ہندو راجاؤں میں بھی خود مختاری کا شوق پیدا ہوا۔ سلطنت کے تمام سرحدی علاقوں میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکنے لگے' بادشاہ کی نااہلیت اور سلطنت کی بری حالت دیکھ کر امیر علی اسماعیل اور امیر داؤد دیلمی نامی امراء بہت پریشان ہوئے انہیں اس بات پر ندامت بھی تھی کہ انہیں کے ایماء پر آرام شاہ کو قطب الدین ایبک کا جانشین مقرر کیا گیا تھا ان امراء نے آرام کو بادشاہت سے ہٹا کر شمس الدین التمش کو جو قطب الدین کا لے پالک بیٹا اور داماد تھا بادشاہ بنانے کا پکا ارادہ کر لیا۔ التمش ان دونوں بدایوں میں تھا' امراء نے اسے خط لکھ کر بلایا وہ اس خط کے ملتے ہی فوراً دہلی پہنچا اور سلطنت پر قابض ہو گیا۔

آرام شاہ کو جب امراء کے ارادے اور التمش کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ شہر سے نکل کر دہلی کے ایک قریبی علاقے میں قیام پذیر ہو گیا اور جس وقت اسے یہ اطلاع ملی کہ التمش اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا تو اس نے اپنے باپ کے بہی خواہ افسروں اور لشکریوں کو بلایا اور ان سے مدد مانگی۔ قطب الدین ایبک کے چند امراء آرام شاہ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آرام شاہ ایک زبردست لشکر لے کر دہلی پر حملہ آور ہوا التمش نے اس کا مقابلہ کیا۔ التمش کو اس معرکے میں فتح ہوئی اور آرام شاہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس فتح کے بعد التمش ہندوستان کا مستقل بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ آرام شاہ نے ایک سال سے کچھ کم عرصے تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

شمس الدین التمش

ابتدائی حالات

طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ شمس الدین التمش قراختائی ترکوں کے ایک بہت بڑے گھرانے کا بیٹا ہے' التمش کے باپ کا نام ایلم خاں تھا وہ البری قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے اپنی دولت مندی اور خدمت گاروں اور مصاحبوں کی کثرت کی وجہ سے آس پاس کے علاقوں میں بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔ التمش اپنی صورت و سیرت کے لحاظ سے اپنے تمام بھائیوں میں ممتاز تھا اس وجہ سے ایلم خاں اسے اپنے بیٹوں میں سب زیادہ چاہتا تھا۔ التمش کے بھائی اس سے خوش نہ تھے' التمش کے ساتھ اس کے دشمنوں نے وہی سلوک کیا جو حضرت یوسف کے ساتھ ان کے بھائیوں نے کیا تھا۔ التمش کے بھائیوں یا بھتیجوں نے ترکستان کے اس یوسف (التمش) کو گلہ بانی کے بہانے سے قبیلہ البری کے یعقوب (ایلم خاں) سے جدا کر کے ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ کچھ عرصے تک اس "آقا" کے گھر میں التمش بڑے آرام سے پرورش پاتا رہا' لیکن قسمت نے اسے یہاں بھی نہ رہنے دیا اور اسے ایک سوداگر حاجی بخاری نامی نے خرید لیا۔ حاجی بخاری نے التمش کو حاجی جمال الدین چست قبا کے حوالے کیا' حاجی جمال اسے اپنے ساتھ لے کر غزنی آیا۔ اہل غزنی نے اس وقت تک التمش جیسا خوبصورت ترکی غلام نہ دیکھا تھا اس لیے التمش کے غزنی پہنچتے ہی اس کے حسن و جمال کا بڑا شہرہ ہوا۔ بادشاہ کے درباریوں نے التمش کا تذکرہ شہاب الدین غوری سے کیا۔ شہاب الدین نے التمش کی قیمت کے تعین کا حکم دیا۔ حاجی جمال کے پاس التمش کے علاوہ ایک غلام اور بھی تھا دونوں غلاموں کی قیمت دو ہزار دینار بتائی گئی۔ شہاب الدین نے ایک ہزار دینار کے عوض دونوں غلاموں کو خریدنے کا خیال ظاہر کیا۔ حاجی جمال نے اس قیمت پر ان غلاموں کو بیچنے سے انکار کر دیا۔ شہاب الدین نے سوداگر کے اس گستاخانہ جواب پر ناراض ہو کر یہ حکم دے دیا کہ کوئی شخص ان غلاموں کو نہ خریدے حاجی جمال ایک سال تک غزنی میں رہا لیکن کسی نے ان غلاموں کو نہ خریدا آخر وہ ناکام و نامراد واپس بخارا آ گیا۔

کچھ دنوں تک بخارا میں قیام کرنے کے بعد حاجی جمال دوبارہ غزنی گیا جونہی التمش شہر میں داخل ہوا اہل شہر اس کے گرد گھومنے لگے۔ ہر دولت مند آدمی کی یہی تمنا تھی کہ وہ اسے خرید کر پرورش کرے۔ لیکن بادشاہ کے خوف کی وجہ سے کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی کہ وہ حاجی جمال سے معاملے کی بات چیت کرے۔ حاجی جمال بھی اسی خوف سے خاموش تھا کہ (اسی اثنا میں) التمش کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا' ہوا یہ کہ قطب الدین ایبک راجہ نہروالہ کو شکست دے کر نصیرالدین خرمیل کے ساتھ غزنی آیا۔ قطب الدین نے جب التمش کے حسن کا شہرہ سنا تو اس نے شہاب الدین سے التمش کو خریدنے کے لیے اجازت مانگی۔ شہاب الدین نے جواب دیا "چونکہ میں ایک بار لوگوں کو اس غلام کے خریدنے سے منع کر چکا ہوں اس لیے اب یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اسے غزنی کے بازار میں بکنے کی پھر اجازت دوں۔ سوداگر دہلی میں تمہارے پاس پہنچ کر اس گراں قدر غلام کو بیچ سکتا ہے۔"

سلطان قطب الدین نے کچھ دنوں تک غزنی میں قیام کیا اور پھر اپنے وزیر نظام الدین کو وہاں چند اہم کاموں کو سرانجام دینے کے لیے چھوڑ کر خود واپس دہلی آیا۔ غزنی سے روانگی کے وقت قطب الدین نے نظام الدین کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ جب دہلی آئے۔ تو اپنے ساتھ حاجی جمال کو بھی لیتا آئے۔ نظام الدین سلطنت کے ضروری کاموں سے فارغ ہو کر دہلی آیا اور اپنے ساتھ حاجی جمال کو بھی لیتا آیا۔

قطب الدین نے حاجی جمال [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

موسوم کیا اور دوسرے کا نام التمش رکھا۔ ایبک کو تو قطب الدین نے بٹھنڈہ کا امیر بنا دیا اور التمش کو بیٹا بنا کر اپنے درباریوں میں داخل کر لیا۔ قطب الدین اور یلدوز کی جنگ میں قطب الدین کی طرف سے لڑتے ہوئے ایبک کا انتقال ہو گیا اور التمش اپنے آقا کے دامن کرم میں پرورش پاتا رہا اور ترقی کرتے کرتے میر شکار کے عہدے تک پہنچا۔

قطب الدین التمش پر بڑا اعتماد کرتا تھا یہاں تک کہ گوالیار کا قلعہ فتح کر کے التمش کو اس کا حاکم بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد التمش کو برن اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں کی جاگیرداری دی گئی اور بدایوں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ جب شہاب الدین کھکروں کو ختم کرنے کے لیے ہندوستان آیا تو قطب الدین بھی شاہی حکم کے مطابق ایک زبردست لشکر لے کر شہاب الدین کی مدد کے لیے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ التمش کو جب یہ بات معلوم ہوائی تو وہ بھی بدایوں سے ایک عظیم الشان لشکر تیار کر کے قطب الدین کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ التمش نے پنجاب کے اس معرکے میں اپنی فطری بہادری کے بڑے جوہر دکھائے اور یہ ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی فوج میں اس جیسا بہادر اور جیالا سپاہی اور کوئی نہیں ہے۔

التمش امیر الامرائی کے عہدے پر

کھکروں کی فوج دریا کی دوسری طرف تھی اور ہندو سپاہیوں پر مسلمان سپاہیوں کا کوئی قابو نہ چلتا تھا۔ التمش نے ہمت و جرات سے کام لے کر دریا میں گھوڑا ڈال دیا اور دریا کو عبور کر کے دشمن پر حملہ آور ہوا۔ التمش نے تلوار کے کمالات کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دس بارہ ہزار ہندو موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ کھکروں کی فوج شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔ شہاب الدین نے التمش کی جان بازی و بہادری دیکھ کر اسے شاہی انعامات سے سرفراز کیا۔ اور قطب الدین سے سفارش کی کہ التمش کا فرمان آزادی لکھ کر اس کی آزادی کا اعلان کیا جائے اور بہترین طریقے پر اس کی پرورش کی جائے۔ قطب الدین نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور التمش کی گردن سے غلامی کا جوا ہمیشہ کے لیے اتار لیا۔ التمش نے رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے امیر الامراء کا منصب حاصل کر لیا۔

تخت نشینی

قطب الدین ایبک کو خداوند تعالیٰ نے تین بیٹیاں عطا کی تھیں ان میں سے ایک تو التمش کے نکاح میں آئی اور باقی دو باری باری ناصر الدین قباچہ سے بیاہی گئیں۔ قطب الدین کی وفات کے بعد دہلی کے امیروں اور ارکان سلطنت نے التمش کو تخت نشینی کے لیے دہلی آنے کی دعوت دی۔ التمش بدایوں کے امراء اور اپنے لشکر کے ساتھ دہلی آیا اور تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کے شمس الدین کا لقب اختیار کیا۔ التمش نے ۶۰۷ھ میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہت جلد قطب الدین کے عہد کے امیروں اور درباریوں کو اپنے لطف و کرم سے گرویدہ بنا لیا۔ اور یوں گذشتہ عہد کے تمام معززین التمش کے نام کا کلمہ پڑھنے لگے، لیکن جالداروں کا سردار اس راہ پر نہ آیا اور وہ غرور کے نشے میں سرشار ہو کر سرکشی کے خواب دیکھتا رہا۔ اس نے شہاب الدین اور قطب الدین کے زمانے کے کچھ امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی سیاسی چالوں میں پھنسا لیا اور دہلی کے گرد و نواح سے اچھی خاصی فوج جمع کر لی اور دہلی کے قریب کے ایک میدان میں التمش کے مقابلے پر آ ڈٹا۔ چونکہ التمش کی قسمت کا ستارہ بلندی پر تھا اس لیے جالدار کو شکست ہوئی۔ جالداروں کے دو (نامی گرامی) سردار اقسنقر اور فرخ شاہ میدان جنگ میں کام آئے۔ ترکی جالداروں کا افسر اعلیٰ اپنے مخصوص مصاحبوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ شمس الدین التمش کے فوجیوں نے ان باغیوں کا بری طرح پیچھا کیا۔ کچھ عرصے ہی میں ان سب باغیوں کو ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا اس کامیابی کے بعد التمش کا کوئی حریف باقی نہ رہا اور ملک ہمیشہ کے لیے باغیوں اور سرکشوں کے ہنگاموں سے پاک ہو گیا۔

جالور پر لشکر کشی

اسی زمانے میں جالور (یہ مقام اجمیر سے تقریباً ڈیڑھ سو میل جنوب مغرب میں واقع ہے) کے حاکم راجہ اڈیسہ نے خراج کی مقررہ رقم کی ادائیگی

besturdubooks.wordpress.com

میں پس و پیش کیا اور اس کے انداز سے معلوم ہوتا کہ اس کے سر پر بغاوت کا جنون چڑھا ہے اس راجہ نے التمش سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا۔ (یہ دیکھ کر) التمش نے جالور پر حملہ کر دیا اور اڈیسہ کو شکست دے کر اسے اپنا مطیع و باج گزار بنایا۔ اڈیسہ سے خراج کی رقم لے کر التمش واپس دہلی آیا۔ اس فتح کے بعد تاج الدین یلدوز نے جو محمود غوری کے فرمان پر غزنی کا فرماں روا مقرر ہوا تھا التمش کے لیے ہندوستان میں چتر و علم روانہ کیے۔ التمش نے حکومت غزنی کے احترام کے پیش نظر ان تحفوں کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔

تاج الدین یلدوز سے جنگ

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد یلدوز نے خوارزمی فوج کے مقابلے پر شکست کھائی اور شیوران و کرمان میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں بیٹھ کر وہ ہندوستان کی سرسبز و شاداب زمین کو لالچ کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یلدوز نے ۶۱۳ھ میں پنجاب اور تھانیسر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان کے ان سرحدی خطوں پر قابض ہونے کے بعد یلدوز نے التمش کے پاس اپنے چند قاصد بھیجے اور ان کی معرفت کوئی ایسی بات کہلوائی جس سے التمش کی عزت اور نام و نمود پر حرف آنے کا احتمال تھا۔ التمش کو یلدوز کے اس پیغام پر بے حد غصہ آیا اور اس نے فوراً پنجاب پر لشکر کشی کر دی۔ ترائن کے علاقے میں یلدوز اور التمش کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے' بڑی زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں یلدوز کو شکست ہوئی اور اس کے چند نامی گرامی سردار شمس الدین التمش کی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ التمش یلدوز کو اپنے ساتھ لے کر واپس دہلی آیا اور یلدوز کو بدایوں کے قلعے میں قید کر دیا گیا اس نے عالم اسیری ہی میں کسی مرض سے یا زہر سے موت پائی۔

ناصر الدین قباچہ سے معرکے

۶۱۴ھ میں التمش اور اس کے ہم زلف یعنی قطب الدین ایبک کے دوسرے داماد ناصر الدین قباچہ کے درمیان لاہور کے کسی علاقے کے بارے میں کشیدگی پیدا ہوئی۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ دونوں میں معرکہ آرائی کی نوبت آ گئی۔ منصوریہ کے نواح میں دریائے چناب کے کنارے پر دونوں حریف بالمقابل ہوئے ایک زبردست لڑائی کے بعد ناصر الدین قباچہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور التمش کو فتح نصیب ہوئی۔ ۶۱۵ھ میں قباچہ نے غزنی کے قرب و جوار کے ان خلجی امیروں کو شکست دی جو سندھ کے علاقوں کو اپنی لشکر کشی سے تباہ و برباد کیا کرتے تھے ان خلجی سرداروں نے قباچہ سے شکست کھانے کے بعد التمش کے دامن میں پناہ لی۔ التمش نے ان کی مدد کی اور ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ قباچہ پر حملہ کیا' قباچہ التمش کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنے ملک کے کسی سرحدی مقام پر روپوش ہو گیا۔ التمش نے اس کا پیچھا زیادہ کرنا مناسب نہ سمجھا (اور اتنی ہی سرزنش پر اکتفا کر کے) واپس دہلی آ گیا۔

خوارزم شاہ سے معرکہ

۶۱۸ھ میں چنگیز خاں کے قہر و غضب سے خوف زدہ ہو کر جلال الدین خوارزم شاہ اپنے ملک سے بھاگ نکلا اور لاہور کے علاقے میں آ کر پناہ گزین ہوا۔ سرحدی علاقے میں خوارزم شاہ کا موجود رہنا کسی طرح بھی مناسب نہ تھا۔ اس لیے التمش نے اس کی خبر سنتے ہی اس پر حملہ کیا۔ خوارزم شاہ التمش کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور سندھ اور سیوستان کے علاقے کی طرف بھاگ گیا۔ سندھ پہنچنے کے بعد خوارزم اور قباچہ میں جھگڑا ہو گیا اور یوں خوارزم کو جب کہیں جائے پناہ نہ ملی تو وہ کچھ اور مکران کے راستے ہندوستان کی حدود سے نکل گیا نظام الدین بخشی اور دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ جلال الدین خوارزم شاہ اس وقت ہندوستان میں آیا جب کہ دریائے سندھ کے سیلاب کی وجہ سے قباچہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا تھا ہم آگے چل کر ثابت کریں گے کہ مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

لکھنوتی اور بہار پر لشکر کشی

besturdubooks.wordpress.com

شکست دے کر اپنے اطاعت گزاروں میں داخل کیا۔ التمش نے بہار اور لکھنوتی میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور خلجی سردار سے اڑتیس زنجیر ہاتھی اور اسی ہزار روپیہ نقد لے کر اسے آزاد کر دیا۔ التمش نے اپنے بڑے بیٹے کو ناصر الدین کا خطاب عطا کر کے لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا اور اسے چتر اور دور باش عنایت کر کے لکھنوتی ہی میں چھوڑا اور خود دہلی واپس ہوا۔

ناصر الدین نے غیاث الدین خلجی سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور قتل کیا۔ اس نے خلجیوں سے بے شمار روپے اور بے حساب مال و دولت حاصل کیا اور اپنے ساتھیوں اور رفیقوں کو مالا مال کر دیا۔

قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت

قلعہ اوچہ کی تسخیر اور قباچہ کے دریا میں ڈوب مرنے کی صحیح روایت یہ ہے کہ التمش نے اپنے دشمن قباچہ کی روز افزوں قوت کو دیکھ کر اسے اپنا مطیع و اطاعت گزار بنانا چاہا۔ التمش نے اس پر ایک زبردست حملہ کر کے اسے قلعہ بند ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ قباچہ نے اوچہ کا قلعہ مستحکم کر کے بھکر میں پناہ لی۔ التمش نے قباچہ کے تعاقب میں نظام الدین جنیدی کو روانہ کیا اور خود اوچہ کے قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کرنے میں مصروف ہوا۔ التمش نے دو (۲) مہینے اور بیس (۲۰) روز کی سخت محنت کے بعد قلعہ اوچہ کو تسخیر کر لیا۔ ناصر الدین قباچہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے اپنے بیٹے علاؤ الدین کو التمش کے پاس بھیجا اور اس سے صلح کی درخواست کی، لیکن ابھی اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا کہ قباچہ کا آخری وقت آ پہنچا۔ جب قباچہ بھکر سے بھاگ رہا تھا تو اس وقت دریا میں بہت شدید سیلاب آیا اور قباچہ اس سیلاب کی نذر ہو گیا۔

رنتھنبور کی فتح

قباچہ کی غرقابی کی خبر التمش تک فوراً پہنچ گئی اور اس نے قباچہ کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ ۶۲۳ھ میں التمش نے رنتھبور کے قلعے پر حملہ کیا اور اسے فتح کیا اس کے ایک سال بعد التمش نے سندھ کے قلعے پر لشکر کشی کی اس قلعے کو بھی التمش نے حدود سوالک کے ساتھ جلد از جلد فتح کر لیا۔ التمش کے دور کے مشہور عالم و فاضل امیر روحانی نے (جو چنگیز کے دور کی ہنگامہ خیزیوں سے تنگ آ کر بخارا سے بھاگ کر دہلی آ گیا) قلعہ رنتھنبور کی فتح کی خوشی میں تہنیت کے اشعار لکھ کر التمش کی خدمت میں پیش کیے وہ اشعار یہ ہیں۔

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین ز فتح نامہ سلطان عہد شمس الدین
کہ اے ملائکہ قدس آسماں ہارا بدیں بشارت بندید حلہ و آئین
کہ از بلاد سوالک شہنشہ اسلام کشاد بارد گر قلعہ سپہر آئین
شہ مجاہد و غازی کہ دست و بازورا روان حیدر کرار مے کند تحسین

عمامہ خلافت التمش کے لیے

۶۲۶ھ میں خلافت عباسیہ کے قاصد دہلی میں آئے اور انہوں نے التمش کو بارگاہ عباسی کی طرف سے بھیجا ہوا عمامہ خلافت پیش کیا۔ التمش نے اس مذہبی خلعت کی پوری پوری تعظیم و تکریم کی اور اس خلعت فاخرہ کو زیب تن کر کے بے انتہا خوش ہوا۔ اس خوشی میں اس نے اپنے امیروں اور درباریوں کو خلعتوں اور عطیوں سے نوازا اور تمام شہر کو دلہن کی طرح سجا کر جشن مسرت منایا۔ ابھی التمش ان خوشیوں کے ہجوم میں کھویا ہوا ہی تھا کہ اسے اپنے بڑے بیٹے ناصر الدین حاکم لکھنوتی کے انتقال کی خبر ملی۔ التمش کو اس حادثہ جانکاہ کا بڑا رنج ہوا جب ماتم و تعزیت سے اسے فرصت ملی تو وہ اپنے چھوٹے بیٹے جس کا نام بھی ناصر الدین رکھا تھا بے انتہا محبت کرنے لگا۔

۶۲۷ھ میں التمش دہلی سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر ان تمام ہنگاموں کو ختم کیا جو ناصر الدین کی وفات سے اس علاقے

besturdubooks.wordpress.com

کے گوشے گوشے میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا کرنے کے بعد التمش نے عزت الملک ملک علاؤ الدین کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا اور خود واپس دہلی آ گیا۔

فتح گوالیار

۶۲۹ھ میں التمش نے گوالیار پر جو مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا حملے کا ارادہ کیا اور وہاں پہنچ کر قلعہ گوالیار کا محاصرہ کر لیا۔ ایک سال تک اس نے اس محاصرے کو قائم رکھا۔ یہاں تک کہ قلعے کے باشندے محاصرے کی سختیوں سے بہت تنگ آ گئے۔ ہندو راجہ دیوبل پر جب یہ اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ التمش قلعے کو تسخیر کیے بغیر نہ ہٹے گا تو اس نے ایک رات لوگوں کی نگاہوں سے بچ بچا کر راہ فرار اختیار کی۔ صبح کو جب اہل قلعہ نے راجہ کو غائب پایا تو انہوں نے مجبورا قلعے کے دروازے کھول دیئے اور یوں مسلمانوں کی فوج قلعے پر قابض ہو گئی۔ مسلمانوں نے بہت سے ہندوؤں کو قید کر کے ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ ان ہندو قیدیوں میں سے تین سو نافرمانوں کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقیوں کو رہا کر دیا۔ یوں گوالیار میں دوبارہ مسلمان فرمانرواؤں کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔ التمش کے شاہی میر منشی (دبیر مملکت) تاج الدین ریزہ نے گوالیار کی فتح کی خوشی میں ایک رباعی لکھی جو قلعے کے دروازے پر کندہ کروائی گئی وہ رباعی یہ ہے۔

ہر قلعہ کہ سلطان سلاطین بگرفت   از عون خدا و نصرت دیں بگرفت
آں قلعہ گوالیار و آں حصن حصین   درستہ مایتہ (۶۰۰) ستہ ثلثین (۳۰۰) بگرفت

۶۳۱ھ میں التمش نے مالوہ پر حملہ کیا اور وہاں کے قلعہ کو ختم کرنے کے بعد اجین پر بھی مکمل قبضہ کر لیا اس نے مہاکال کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی یہ مندر بہت ہی مضبوط و پائیدار تھا۔ اس کی تعمیر میں تین سو برس صرف ہوئے تھے۔ اور اس کی دیوار ایک سو گز بلند تھی۔ اس مندر سے التمش کو اجین کے راجہ بکرماجیت کی ایک نادر الوجود تصویر ملی نیز سنگ مہاکال اور پیتل کی چند دوسری تصویریں بھی ہاتھ لگیں۔ التمش ان تمام نوادرات کو اپنے ساتھ دہلی لے آیا اور انہیں جامع مسجد کے دروازے پر ڈال دیا تاکہ وہ آتے جاتے لوگوں کے پاؤں کے نیچے آ کر پامال ہوں۔

وفات

اجین کے سفر کی تکان دور کرنے کے لیے التمش نے کچھ روز دہلی میں آرام کیا پھر ملتان کی طرف چل پڑا۔ یہ سفر التمش کو موافق نہ آیا اور اس کی صحت پر برا اثر پڑا اور وہ بیمار ہو گیا بیماری نے اس حد تک طول کھینچا کہ التمش بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ امراء و سردار التمش کو اسی حالت میں عماری پر بٹھا کر دہلی لائے۔ دہلی پہنچ کر اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ کو اس کا انتقال ہو گیا۔ (خدا کی رحمت اس کی لحد پر سایہ فگن رہے)۔

حوض شمسی

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین شکر گنج ؒ اپنے پیرو مرشد حضرت قطب الدین بختیار اوشی ؒ کے ملفوظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار التمش کو حوض شمسی تعمیر کروانے کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں وہ روزانہ حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حوض کی جگہ اور اس کے رقبے وغیرہ کے بارے میں ان سے بات چیت کرتا۔ اس حوض کی تعمیر کے لیے التمش کے ذہن میں جو مقام آتا وہ فوراً اسے جا کر دیکھتا اور پھر کسی وجہ سے اس مقام کا خیال ذہن سے نکال دیتا۔ اتفاق سے ایک دن التمش کا گزر اسی جگہ ہوا کہ جہاں اب حوض شمسی واقع ہے التمش کو یہ مقام بہت پسند آیا اور اس نے اسی وقت اس جگہ پر حوض کی تعمیر کا ارادہ کر لیا۔ جس روز کا یہ واقعہ ہے اسی

besturdubooks.wordpress.com

رات کو التمش نے خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ التمش نے دیکھا کہ سرور انبیاء ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اس منتخب مقام کی طرف تشریف لائے ہیں اور التمش سے دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کس امر کا خواہاں ہے التمش جواب دیتا ہے کہ وہ اس جگہ ایک حوض تعمیر کروانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے التمش کی التجا کو پسند فرمایا اور ان کے گھوڑے نے زمین پر لات ماری جس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور زور شور سے بہنے لگا۔ التمش نے ابھی اسی قدر خواب میں دیکھا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور اس وقت قدرے رات باقی تھی اور التمش اسی وقت حضرت قطب صاحب" کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے ادب کے ساتھ ان سے اپنے خواب کی تمام روداد بیان کر دی۔ حضرت فرید شکر گنج اپنے پیرو مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ التمش اسی وقت حضرت قطب صاحب کو اپنے ساتھ اس جگہ لے گیا۔ قطب صاحب نے شمع کی روشنی میں دیکھا کہ وہاں ایک چشمہ پھوٹا ہوا ہے اور اس کا پانی ہر چہار طرف بہہ رہا ہے۔ یہ واقعہ تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ ہندوستان کے دیگر مشائخ کے ملفوظات میں بھی درج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غیبی امداد

بعض لوگ خود التمش کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں التمش بخارا میں غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس زمانے میں ایک روز اس کے آقا نے اسے ایک رائج الوقت سکہ دیا اور بازار سے انگور لانے کے لیے کہا۔ التمش انگور لانے کے لیے روانہ ہوا بازار میں جاتے جاتے اچانک وہ سکہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اس نے بہت تلاش کی مگر سکہ نہ ملا لہٰذا وہ مجبور ہو کر (آقا کے خوف سے) ایک جگہ بیٹھ کر رونے لگا۔ اس وقت ادھر سے ایک فقیر گزرا اس فقیر نے اپنے کشف باطن کے ذریعے التمش کا حال معلوم کر لیا اور انگور خرید کر اسے دیئے۔ انگور دیتے ہوئے فقیر نے التمش سے کہا اگر خدا تجھے کبھی بادشاہ بنا دے تو تو فقیروں اور حاجت مندوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا جو اللہ تعالٰی نے اس وقت تیرے ساتھ کیا ہے۔

خدمت فقراء

بعض کتب تاریخ میں یہ واقعہ بھی التمش ہی کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ جب التمش بغداد میں اپنی غلامی کا ابتدائی زمانہ بسر کر رہا تھا تو ایک روز اس کے مالک نے کچھ صاحب باطن درویشوں کو اپنے گھر مدعو کیا۔ محفل سماع شباب پر تھی اور یہ فنافی اللہ لوگ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ نعرے ہائے مستانہ بلند کر رہے تھے۔ یہ محفل رات بھر جاری رہی اور التمش رات بھر ہاتھ میں شمع لے کر کھڑا رہا۔ قاضی حمید الدین ناگوری" اس محفل کے صدر تھے۔ فقرائے پاک طینت التمش کی اس خدمت سے بے انتہا خوش ہوئے۔ اور اس گروہ کی کیمیا اثر نگاہوں کے طفیل اس خوش عقیدہ غلام (التمش) کے دن پھر گئے وہ پہلے خاک تھا اور اب کندن بن گیا۔ پہلے غلام تھا اور اب بے شمار علاقوں کا آقا۔

ذوق سماع

التمش کے عہد حکومت کا واقعہ ہے کہ ایک بار قاضی حمید الدین ناگوری" ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں ایک مقام پر قیام فرما کر خلق خدا کی راہنمائی اور ہدایت اور مقدس فریضہ انجام دیتے رہے قاضی صاحب فقراء کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو سماع کو پسند فرماتے تھے اس وجہ سے ان کی خانقاہ میں روزانہ محفل سماع منعقد ہوتی تھی۔ چونکہ اس طرح محفل سماع کا منعقد ہونا شرع کے خلاف ہے اس لیے دو مشہور علماء ملا عماد الدین اور ملا جلال الدین نے قاضی صاحب" کی روش پر شرعی اعتراض وارد کیا۔ یہ علماء قاضی صاحب" کے بہت خلاف ہو گئے اور ان کی مخالفت نے یہاں تک طول کھینچا کہ انہوں نے التمش پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اسے مجبور کیا کہ وہ

bestUrduBooks.wordpress.com

قاضی صاحب کی محافل سماع کو شاہی حکم کے ذریعے ممنوع قرار دے۔ التمش نے ان علماء کے کہنے سے مجبور ہو کر قاضی صاحب کو اپنے پاس بلوایا ان سے بحث کرنے کے لیے ملا عماد الدین اور ملا جلال الدین بھی تشریف لائے ان دونوں علماء نے قاضی صاحب سے سوال کیا۔ "ازروئے شرع سماع حرام ہے یا حلال؟" قاضی صاحب" نے جواب دیا یہ فعل اہل حال کے لیے حلال ہے اور اہل قال کے لیے حرام۔" علماء کو یہ جواب دینے کے بعد قاضی صاحب" فوراً التمش سے مخاطب ہوئے اور اس سے کہا آپ جناب کو اپنے بچپن کا وہ واقعہ تو یاد ہو گا جب (آپ غلام تھے اور) آپ کے آقا کے گھر میں محفل سماع منعقد ہوئی تھی۔ آپ اس محفل میں رات بھر شمع ہاتھ میں لے کر کھڑے رہے تھے ان اہل حال فقیروں کو آپ کی یہ خدمت پسند آئی تھی اور اسی وجہ سے انہیں فقیروں کی دعاؤں کے طفیل خداوند تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت کے مرتبے تک پہنچایا۔" قاضی صاحب کی زبان سے یہ واقعہ سن کر التمش کی آنکھوں کے سامنے وہ تمام واقعہ پھر گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ التمش قاضی صاحب" سے بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آیا اور انہیں بے حد تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت کیا۔ قاضی صاحب سے ملاقات کرنے کا یہ اثر ہوا کہ التمش نے محافل سماع کو ممنوع قرار نہ دیا بلکہ خود بھی قاضی صاحب کی خانقاہ میں حاضری دیتا اور سماع اور فقراء کی محبت سے مستفید و لطف اندوز ہوتا۔

قاتلانہ حملہ

التمش عبادات مذہبی و فرائض دین کا بڑی سختی سے پابند تھا وہ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں حاضر ہو کر نماز باجماعت ادا کرتا تھا۔ بادشاہ کی یہ مذہب دوستی اور خدا پرستی دہلی کے ملحدین کو پسند نہ آئی۔ ایک ایسے ہی گروہ کے سردار نے جس کا نام "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مصداق نور تھا اپنے ساتھیوں کے مشورے سے التمش کو عین حالت نماز میں شہید کرنے کا فیصلہ کیا۔ (ایک دن) یہ لوگ خنجر اور تلواروں سے لیس ہو کر مسجد میں گھس آئے اور چند نمازیوں کو شہید کرتے ہوئے التمش کے قریب پہنچ گئے لیکن خداوند تعالیٰ نے ان کافروں کی ستبرد سے التمش کو بچالیا اور یہ لوگ خوفزدہ ہو کر مسجد سے بھاگ نکلے۔ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا اور دیواروں اور کوٹھوں پر چڑھ کر ان پر پتھراؤ کیا اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس گروہ کا ایک ایک فرد ہلاک ہو گیا اور دہلی اس شریر گروہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئی۔

التمش کی حکومت کے آخری زمانے میں بغداد کا مشہور و معروف عالم و فاضل فخر الملک عصامی جو پورے تیس سال تک خلافت عباسیہ کی وزارت کے منصب پر سرفراز رہ چکا تھا' کسی بنا پر ناراض ہو کر بغداد سے جلاوطن ہوا اور دہلی آکر قیام پذیر ہوا۔ التمش نے اس بزرگ کا اس کی شان کے مطابق استقبال کیا اور اسے انعامات و اعزازات سے سرفراز کر کے اپنا وزیر مقرر کیا۔ التمش کے عہد حکومت میں علماء اور انشاء پردازوں کی ایک بہت بڑی جماعت بادشاہ کی سرپرستی میں اپنی تصنیف و تالیف سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچاتی تھی اس جماعت میں نور الدین عوفی کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عالم و فاضل شخص نے "جامع الحکایات" تصنیف کی اس کتاب کو التمش کے وزیر نظام الملک محمد بن ابو سعید جنیدی کے نام نامی سے منسوب کیا۔

التمش نے چھتیس (۳۶) سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین فیروز شاہ تخت دہلی پر جلوہ فگن ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

رکن الدین فیروز شاہ

ہندوستان کی معتبر کتب تواریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ ۶۲۵ھ میں التمش نے فیروز شاہ کو چتر و دور باش عطا کر کے بدایوں کے پرگنے کا حاکم مقرر کیا تھا۔ گوالیار کی فتح کے بعد التمش نے اسے لاہور کی حکومت بھی عطا کر دی اور یوں اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ جب سیوستان کے سفر کے بعد دہلی میں التمش کا انتقال ہوا تو رکن الدین فیروز شاہ اتفاق سے اس زمانے میں دہلی میں ہی مقیم تھا۔ باپ کی وفات کے بعد ۶۳۳ھ میں منگل کے روز فیروز شاہ کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ وزیروں امیروں نے نذریں پیش کیں اور شاعروں نے مبارک بادی کے قصیدے لکھے اور انعام سے سرفراز ہوئے۔ ان تمام قصیدوں میں تاج الدین ریزہ (میر منشی) کا قصیدہ بہت مشہور ہے اس کے دو شعر یہ ہیں۔

مبارک باد ملک جاودانی ملک راخاصہ در عہد جوانی
امین الدولہ رکن الدین کہ آمد درش از یمن چوں رکن یمانی

رکن الدین کی عیش کوشی

رکن الدین نے جب عنان حکومت سنبھالی تو اس نے انتظامی امور کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ کی اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کے جمع کیے ہوئے خزانے کو اس نے بڑی بے دردی سے گویوں اور بھانڈوں وغیرہ پر صرف کرنا شروع کر دیا۔ رکن الدین (کی عیش کوشی اس حد تک بڑھی کہ اس) نے حکومت کے تمام انتظامات اپنی ماں ترکان شاہ کے سپرد کر دیئے اور خود دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سارا وقت پینے پلانے اور عیاشی کی نذر کرنے لگا۔ شاہ ترکان ایک ترکی لونڈی تھی جس نے شمس الدین التمش کے حرم میں داخل ہو کر التمش پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ یہ عورت بہت ہی کینہ ور تھی اس نے اپنے بیٹے رکن الدین کی عیش کوشی اور امور سلطنت سے بے تعلقی کا بڑا فائدہ اٹھایا اور التمش کی بہت سی نکاحی بیاہی بیویوں کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کروا ڈالا۔ شمس الدین التمش کے حرم کی ترکی خواتین بھی اس دوں فطرت عورت کی آتش حسد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ ترکان شاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر یہ معزز خواتین مفلسی اور غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئیں۔

شاہ ترکان کا اقتدار

شاہ ترکان کا نشانہ ستم صرف وہی مظلوم عورتیں نہ تھیں جو التمش کے حرم میں داخل تھیں' بلکہ اس حسد پیشہ عورت نے التمش کی اولاد پر بھی بڑے ظلم ڈھائے۔ التمش کا سب سے چھوٹا لڑکا قطب الدین شاہ ترکاں ہی کے اشارے سے قتل کیا گیا۔ شاہ ترکان کے ان مظالم کی وجہ سے دہلی کا ہر چھوٹا بڑا شخص رکن الدین کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

ملک میں بغاوت و سرکشی کا دور دورہ

(ان تمام حالات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک میں ایک بے اطمینانی اور ناآسودگی کی لہر دوڑ گئی) رکن الدین کے چھوٹے بھائی غیاث الدین محمد نے' جو اودھ کا حاکم تھا' رکن الدین کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور اس نے لکھنوتی کے محاصل کی رقم جو دہلی کے خزانے میں جمع ہونے کے لیے بھیجی گئی تھی راستے ہی سے واپس منگوا لی۔ بدایوں' لاہور' ملتان اور ہانسی کے حکمرانوں نے آپس میں خط و کتابت کے ذریعے مشورہ کر کے رکن الدین کی اطاعت سے انکار کر دیا اور علم سرکشی بلند کیا۔ رکن الدین نے ان سرکش امراء کی سرزنش کا ارادہ کیا اور

besturdubooks.wordpress.com

دہلی سے روانہ ہوا وہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کیلوکھری تک پہنچا۔ اس دوران میں نظام الملک وزیر بھی شاہی باغیوں کے ڈر سے کیلوکھری سے بھاگ گیا اور کول پہنچ کر بدایوں کے حاکم سے پناہ کا طالب ہوا۔

رضیہ کی تخت نشینی

نظام الملک اور اعزالدین دونوں آپس میں مل کر لاہور پہنچے۔ لاہور کے امیروں اور معزز لوگوں نے ان دونوں سے پورا پورا تعاون کیا۔ اور ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے رکن الدین سے معرکہ آرائی کرنے پر تیار ہو گئے۔ رکن الدین کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے پنجاب کا راستہ لیا جس وقت رکن الدین کی فوج منصوریہ کے قرب و جوار میں پہنچی تو التمش کے عہد کے مشہور امراء تاج الدین ملک محمد، بہاء الدین حسن، کریم الدین، ضیاء الملک، خواجہ رشید اور امیر فخرالدین وغیرہ شاہی فوج سے علیحدہ ہو کر فوراً دہلی پہنچ گئے۔ ان امراء نے باہمی مشورے سے سلطان التمش کی بڑی بیٹی رضیہ سلطانہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کر کے تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ رضیہ سلطانہ نے شاہ ترکان کو گرفتار کر کے نظربند کر دیا۔ رکن الدین کو جب رضیہ سلطانہ کی تخت نشینی کی خبر ملی تو وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ رکن الدین جب کیلوکھری پہنچا تو رضیہ نے ایک لشکر اپنے بھائی کے مقابلے پر روانہ کیا دونوں میں جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں رکن الدین کی شکست ہوئی اور اسے قید کر کے ایک قلعے میں نظربند کر دیا گیا۔ کچھ دنوں بعد رکن الدین نے اسی عالم اسیری میں وفات پائی۔ رکن الدین کی مدت حکومت صرف چھ مہینے اور آٹھ دن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

besturdubooks.wordpress.com

رضیہ سلطانہ

ابتدائی حالات

رضیہ سلطانہ میں حکمرانی کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ عقل و فہم اور حسن تدبیر و سیاست کے لحاظ سے یہ خاتون اپنے زمانے کے بہترین مردوں کا جواب تھی۔ انسان کی صلاحیتوں کو جانچنے والوں کو رضیہ سلطانہ میں سوائے نسوانیت کے کوئی دوسرا عیب نہیں ملتا۔ جو بادشاہت کے جلیل القدر مرتبے تک پہنچنے میں حائل ہو سکے۔ رضیہ کا یہ شعار تھا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت بے حد ادب اور تعظیم کے ساتھ کرتی تھی۔ مذہبی معلومات کے علاوہ دوسرے علوم و فنون پر بھی اس کی بڑی گہری نظر تھی۔

التمش کی رائے رضیہ کے متعلق

شمس الدین التمش کے زمانے ہی سے رضیہ سلطنت کے انتظامی امور سے دلچسپی لیتی تھی اور اس زمانے میں حکومت کے بہت سے اہم اور پیچیدہ مسائل میں اس کی رائے حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ التمش کو رضیہ کی فہم و فراست پر بے حد اعتماد تھا اور اسی وجہ سے وہ امور سلطنت میں اس کی مداخلت کو بہت پسند کرتا تھا۔ گوالیار کی فتح کے بعد التمش نے اپنے چند خاص امراء کی موجودگی میں رضیہ سلطانہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ ان امراء نے اس موقع پر التمش سے سوال کیا کہ آخر بیٹوں کے ہوتے ہوئے ایک بیٹی کو وارث تاج و تخت قرار دینے میں کون سی حکمت ہے؟ التمش نے جواب دیا کہ میں بیٹوں کی عادات و اطوار اور چال چلن سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس وقت جب کہ وہ ہر لحاظ سے میرے دست نگر ہیں۔ بری طرح میخواری اور عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔ اس وجہ سے میں انہیں حکمرانی کے قابل نہیں سمجھتا رضیہ سلطانہ کو میں اپنے بیٹوں پر اس لیے ترجیح دیتا ہوں کہ اگرچہ بظاہر وہ ایک عورت ہے لیکن عقل اور پختگی کے لحاظ سے حقیقت مرد ہے

۶۳۴ھ میں رضیہ سلطانہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوئی۔ حکمرانی کے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کے لیے اس نے پردہ ترک کر دیا اور مردانہ لباس زیب تن کر کے دربار عام منعقد کیا۔ التمش کے عہد کے وہ تمام قاعدے' ضابطے اصول اور قانون جو رکن الدین کے عہد میں "نقش و نگار طاق نسیاں" ہو گئے تھے' رضیہ نے انہیں دوبارہ نافذ کیا۔ رضیہ نے حکومت کے فرائض کو انجام دینے کے سلسلے میں اپنے باپ کی پوری پوری پیروی کی اور انصاف اور جودو سخا کو اپنا شعار بنایا۔

چند امراء کی بغاوت

جب رضیہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو چند نامی گرامی امراء مثلاً نظام الملک محمد جنیدی وزیر سلطنت' علاؤ الدین شیر خانی اور ملک سیف الدین کوچی وغیرہ نے علم بغاوت سربلند کیا۔ ان امراء نے باہمی مشورے سے ملک کے دوسرے امیروں اور جاگیرداروں کو بھی رضیہ سلطانہ کے خلاف اکسایا۔ اودھ کے جاگیر دار ملک نصیر الدین کو جب ان امیروں نے بے وفائی کا حال معلوم ہوا تو اس نے رضیہ سلطانہ کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر الدین دریائے گنگا کو پار کر کے ابھی آگے بڑھا ہی تھا کہ باغی امراء نے اس پر حملہ کر دیا۔ ان امیروں نے نصیر الدین کو گرفتار کر کے اس کی فوج کو منتشر کر دیا۔ ملک نصیر الدین کی صحت کچھ اچھی نہ تھی اس لیے اس نے اسی عالم اسیری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

رضیہ سلطانہ کو جب امیروں کی سرکشی کا علم ہوا تو اس نے بڑے ہی دانش مندانہ طریقے سے ان ہنگامہ پرور امراء کی مجموعی قوت کو

besturdubooks.wordpress.com

منتشر کیا اور ایک ایک امیر کو موت کے گھاٹ اتارا- ملک سیف الدین اور اس کا بھائی میدان جنگ میں گرفتار ہوئے اور قتل کیے گئے۔ علاء الدین شیر خانی کو بابل کے علاقے میں ہلاک کیا گیا اور اس کا سر دہلی میں لایا گیا- ملک نظام الدین میدان جنگ سے بھاگ کر کوہ سرمور میں پناہ گزین ہوا اور وہیں راہی ملک عدم ہوا-

حکومت کی تنظیم نو

ان امیروں کو مناسب اور موزوں طریقے سے ختم کرنے کے بعد رضیہ سلطانہ کے رعب داب کا سکہ عوام کے دلوں پر بیٹھ گیا اور سارا ملک باغیوں اور سرکشوں کی ہنگامہ خیزیوں سے پاک و صاف ہو گیا- رضیہ نے حکومت کی بنیادوں کو پوری طرح مضبوط اور مستحکم بنا کر حکومت کے بڑے بڑے عہدے اپنے مشہور اور قابل اعتماد امیروں کے سپرد کیے- رضیہ نے سابق وزیر مملکت نظام الملک کے نائب خواجہ مہدی غزنوی کو وزارت کے منصب پر سرفراز کیا- اور یہ نیا وزیر بھی نظام الملک ہی کے خطاب سے سرفراز ہوا- لشکر کی نیابت سیف الدین ایبک کے حوالے کی گئی- اور اسے قتلغ خاں کا خطاب دیا گیا- اعزالدین کبیر خانی نے رضیہ کی اطاعت قبول کر لی تھی- اسے لاہور کا حکمران مقرر کیا گیا اسی طرح لکھنوتی' دیول' سندھ اور دوسرے مقامات کی حکومتیں بھی ملک کے نامی گرامی اور قابل اعتماد امراء کے سپرد کی گئیں اور وہ سب دارالسلطنت دہلی سے اپنی اپنی تقرری کا فرمان لے کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہوئے- کچھ عرصے بعد سیف الدین ایبک نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ قطب الدین کو نیابت لشکر سپرد کی گئی-

قطب الدین کو لشکر کا نائب بنانے کے بعد رضیہ نے اسے رنتھمبور کی فتح کے لیے روانہ کیا- قطب الدین رنتھمبور پہنچا اور اس نے وہاں سے مسلمان قیدیوں کو آزاد کروایا جو التمش کی وفات کے زمانے سے ہندوؤں کی اسیری میں زندگی بسر کر رہے تھے قطب الدین نے قلعے کو فتح کرنے کی کوشش نہ کی اور دہلی واپس آگیا-

یاقوت حبشی کا اقتدار

قطب الدین جب رنتھمبور کے لیے روانہ ہوا تو اس کے بعد دہلی کی حالت بالکل ہی بدل گئی- ملک اختیار الدین ایتگین امیر صاحب حاجب مقرر کیا گیا- جمال الدین یاقوت حبشی جو امیر آخور تھا' دربار شاہی پر بالکل چھا گیا- یاقوت حبشی نے رضیہ سلطانہ کے دل میں کچھ ایسا گھر کیا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں "امیر الامراء" بن گیا- اس کا اثر و رسوخ یہاں تک بڑھا کہ جب رضیہ گھوڑے پر سوار ہونے لگتی تو وہ اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اسے گھوڑے پر بٹھاتا- یاقوت کا یہ اقتدار و منصب دیکھ کر دربار کے تمام امراء اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور رضیہ سلطانہ کے اقبال کا ستارہ تاریکی کے دامن میں آگیا-

رضیہ کا زوال اور گرفتاری

لاہور کے حاکم اعزالدین نے ۶۳۶ھ میں علم سرکشی بلند کیا- اعزالدین کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے رضیہ سلطانہ نے اس پر لشکر کشی کی- اعزالدین نے رضیہ سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی اطاعت گزاری کا اقرار کر کے خاموش ہو رہا- رضیہ کو اعزالدین کا یہ انداز اطاعت بہت پسند آیا اور اس نے خوش ہو کر لاہور کی حکومت کے ساتھ ملتان کی حکومت بھی اعزالدین کو سونپ دی- اس سال بھٹنڈہ کے حاکم ملک التونیہ نے جو "ترکان چہل گانی" ۱ "ترکان چہل گانی" سے مراد التمش کے چالیس غلام ہیں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے مشہور تھے۔ چہل- ان کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے) میں سے تھا- یاقوت حبشی کے اثر و اقتدار سے تنگ آکر رضیہ کے خلاف بغاوت کر دی- اس کے جواب میں رضیہ نے اپنی فوج کو تیار کیا اور بھٹنڈہ پر حملہ کر دیا- شاہی فوج ابھی راستے ہی میں تھی کہ ترکی امراء نے اس پر چھاپہ مارا- اس معرکے میں ترکوں کو فتح ہوئی- یاقوت حبشی موت کے گھاٹ اتارا گیا اور رضیہ سلطانہ کو قید کر کے بھٹنڈہ کے قلعے میں نظر

besturdubooks.wordpress.com

رضیہ اور ملک التونیہ کی شادی

ان باغی امراء نے دہلی کے دوسرے امیروں سے مشورہ کیا اور انہیں اپنا ہم خیال بنا کر سلطان التمش کے بیٹے معزالدین بہرام شاہ کو تخت نشین کر دیا۔ اس دوران میں رضیہ سلطانہ نے بٹھنڈہ کے حاکم ملک التونیہ سے شادی کر لی۔ رضیہ اور التونیہ نے آپس کے صلاح و مشورے کے بعد گکھڑوں' جاٹوں اور آس پاس کے دیگر زمینداروں کے لڑاکے قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک زبردست لشکر تیار کیا اور دہلی پر حملہ کر دیا۔ معزالدین بہرام شاہ نے بھی اپنی فوج اعزالدین بلبن کی ماتحتی میں روانہ کی (اعزالدین بلبن التمش کا داماد تھا جو بعد میں الغ خاں کے لقب سے مشہور ہوا) راستے ہی میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ (ایک زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں) رضیہ سلطانہ کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر بٹھنڈے میں پناہ گزین ہوئی۔

رضیہ کا قتل

رضیہ اس شکست سے آزردہ خاطر نہ ہوئی اس کی بے چین اور اقتدار پسند طبیعت نے اسے آرام سے بیٹھنے نہ دیا اور اپنے منتشر لشکر کو از سر نو مرتب کر کے ایک بار پھر دہلی پر حملہ آور ہوئی اس بار بھی بہرام شاہ نے اعزالدین ہی کو رضیہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ ۴ ربیع الاول ۶۳۷ھ کو کیتھل کے گرد و پیش کے علاقے میں دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اس بار بھی رضیہ کو شکست ہوئی اور اعزالدین کامیاب و کامران رہا۔ رضیہ اور التونیہ دونوں میدان جنگ سے بھاگ نکلے' لیکن چند زمینداروں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ان دونوں میاں بیوی کو یا تو انہیں زمینداروں نے قتل کر دیا یا پھر ان کو گرفتار کر کے معزالدین بہرام شاہ کے سامنے لایا گیا اور اسی کے حکم سے ان دونوں کو قتل کیا گیا۔

رضیہ نے تین سال چھ دن تک حکومت کی۔ رضیہ کے زوال کے اسباب پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہر صاحب عقل شخص بڑی آسانی سے اس کا پتہ چلا سکتا ہے تھوڑے بہت غور و فکر کے بعد یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یاقوت حبشی کا حد سے بڑھا ہوا اقتدار اختیار ہی رضیہ کے زوال کا اصل سبب تھا۔ یہ پوری طرح واضح ہے کہ ایک حبشی دہلی کا امیرالامراء ہونے کا کیا حق رکھتا ہے؟ ایک ادنیٰ شخص کا ہندوستان کی سب سے بڑی شخصیت سے خاص تعلقات رکھنے کے کیا معنی ہیں؟ رضیہ سلطانہ ۲۵ ربیع الاول ۶۳۷ھ کو قتل کی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

معزالدین بہرام شاہ

اپتگین کا اقتدار

جب رضیہ سلطانہ کو بھٹنڈہ کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا تو اس کے فوراً بعد ۲۸ رمضان ۶۳۷ھ منگل کے روز معزالدین بہرام شاہ کی تخت نشینی عمل میں آئی- معزالدین نے رضیہ سلطانہ کا خاتمہ ' جیسا کہ اوپر کی سطور میں بیان کیا جا چکا ہے ' جلد از جلد کر دیا- جب معزالدین نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو ملک اختیار الدین اپتگین کی بن آئی اور وہ تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا- اپتگین اور نظام الملک کے ہاتھوں میں اصل اقتدار تھا وہ جو چاہتے کرتے ' ان دونوں کے سامنے معزالدین کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی- اپتگین نے اپنے عارضی اقتدار سے فائدہ اٹھا کر شاہی خاندان سے بھی رشتہ ناطہ جوڑا اور معزالدین کی بہن سے جو پہلے قاضی اختیار الدین کی بیوی تھی ' شادی کر لی- ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے بھی اپتگین کا آستانہ ' شاہی دربار سے کم نہ تھا اور اس کی ڈیوڑھی پر بھی بادشاہ کے دروازے کی طرح ہاتھی جھومتا تھا- اپتگین کا یہ اقتدار دیکھ کر معزالدین کے دل میں بھی خوف پیدا ہوا-

اپتگین کا خاتمہ

معزالدین نے یہ سوچ کر کہ اپتگین کا بڑھتا ہوا اقتدار کہیں اس کی بادشاہت کے لیے کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے- اپتگین سے چھٹکارا حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا- اس سلسلے میں معزالدین نے اپنے دو ترک ہمدردوں سے کام لیا اور انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اپتگین اور نظام الملک پر دیوانوں کی طرح حملہ کر کے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں- ۸ محرم الحرام ۶۳۸ھ بروز دوشنبہ بادشاہی محل میں معزالدین نے دربار شاہی منعقد کیا- معزالدین کی ہدایت کے مطابق دونوں ترک سپاہی بڑے مستانہ انداز سے دربار میں داخل ہوئے اور دیوانوں کی طرح الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگے- اپتگین اس وقت امیروں کی صف میں کھڑا تھا اس نے ان سپاہیوں کو ناشائستہ حرکات پر ڈانٹا- ان خود ساختہ دیوانوں نے اس ڈانٹ ڈپٹ سے فائدہ اٹھایا اور موقع پا کر اپتگین پر خنجر سے ایسا وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو کر تڑپنے لگا- اپتگین کو ختم کرنے کے بعد یہ "دیوانے" نظام الملک کی طرف بڑھے اور اس پر بھی حملہ کیا- نظام الملک کے بازو پر تلوار کے دو زخم آئے یہ دیکھ کر تمام امراء اپنی صفوں سے اٹھ کر دوڑے اور انہوں نے نظام الملک کو ان "دیوانوں" سے نجات دلائی- معزالدین نے اپنے آپ کو اس سارے ہنگامے سے بے تعلق ثابت کرنے کے لیے امراء کو دھوکا دیا اور ان "دیوانوں" کو گرفتار کر کے قید خانے میں بھجوا دیا- چونکہ یہ سارا کھیل (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) بادشاہ کے اشارے پر کھیلا گیا تھا اس لیے کچھ دنوں بعد ان دونوں ترک سپاہیوں کو رہا کر دیا گیا-

امراء کی سازش

زخموں کی وجہ سے نظام الملک کچھ دنوں تک تو صاحب فراش رہا جب صحت یاب ہوا تو حسب معمول دربار میں حاضر ہو کر وزارت کے فرائض سر انجام دینے لگا- ان دنوں امیر حاجب کے منصب پر بدرالدین سنقر رومی کا تقرر ہوا تھا وہ (اقتدار کی دوڑ میں) ہمیشہ نظام الملک سے آگے نکلنے کی کوشش کر کے اس کے زخموں کو تازہ کرتا رہتا تھا- کچھ دنوں بعد بدرالدین مفسدوں اور فتنہ پروروں کے اکسانے سے بادشاہ کے خلاف ہو گیا- ۷ صفر دوشنبے کے دن بدرالدین صدرالملک تاج جو "مشرف ممالک" تھا' کے گھر گیا- اور وہاں تمام امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے ان سے معزالدین بہرام شاہ کی معزولی

besturdubooks.wordpress.com

طرف تو نظام الملک کو اس مجلس مشاورت میں شرکت کے لیے بلایا اور دوسری طرف اپنا ایک خاص آدمی بھیج کر معزالدین کو تمام حالات کی خبر کر دی۔ صدر الملک کا بھیجا ہوا آدمی اپنے ساتھ بادشاہ کے ایک قابل اعتماد شخص کو لے کر آیا اس شخص نے ایک اجنبی کی طرح اس مجلس مشاروت میں شرکت کی تاکہ وہ سب باتیں سن کر بادشاہ سے بیان کرے۔ صدر الملک نے اس شخص کو ایک کونے میں کھڑا کر دیا اور خود نظام الملک سے باتیں کرنے لگا۔ تاج الدین نے گفتگو کا آغاز قاضی جلال الدین کاشانی' قاضی شمس الدین اور شیخ محمد ساوجی وغیرہ امراء و معززین کے مشورے کے مطابق کیا۔ نظام الملک نے قدرے احتیاط سے کام لیا اور ہر بات پر "ہاں ہاں" کر کے مشوروں میں شرکت کو کسی اور وقت کے لیے ٹال گیا۔ صدر الملک نے تمام باتوں سے معزالدین بادشاہ کو مطلع کر دیا۔ معزالدین اسی وقت مجلس مشاورت میں پہنچ گیا اور مفسدوں کی جماعت کو فوراً منتشر کر دیا۔

امراء پر عتاب

معزالدین بہرام شاہ نے یہ خیال کر کے کہ ملک بدرالدین کا دارالسلطنت دہلی میں رہنا مناسب نہیں ہے' اسے بدایوں کا جاگیردار مقرر کر کے دہلی سے روانہ کر دیا۔ قاضی جلال الدین کاشانی کو قضا کے عہدے سے معزول کر دیا۔ چند مہینوں کے بعد جب بدرالدین بدایوں سے واپس آیا تو معزالدین نے اسے اور تاج الدین موسیٰ کو قتل کر دیا گیا۔ اور قاضی جلال الدین کاشانی اور قاضی مارہرہ کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلوا دیا۔ ان زبردست اقدامات کی وجہ سے عام لوگوں میں سخت ہراس پھیل گیا اور سارا لشکر بادشاہ سے ناراض ہو گیا۔ نظام الملک تو پہلے ہی سے معزالدین سے برگشتہ خاطر تھا ان حالات کو دیکھ کر اس نے عوام کو بادشاہ کے خلاف بھڑکایا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا ملک بادشاہ کا دشمن اور اس کے خون کا پیاسا بن گیا۔

لاہور پر چنگیزی مغلوں کا حملہ

اسی زمانے میں ۱۷ جمادی الآخر ۶۳۹ھ کو چنگیز خانی مغلوں نے حملہ کیا اور لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ لاہور کا حاکم ملک قراقش تھا' اس نے اپنی فوج میں نااتفاقی دیکھ کر یہ ناشائستہ حرکت کی کہ آدھی رات کے وقت (آنکھ بچا کر) بھاگ نکلا اور سیدھا دہلی پہنچا۔ چنگیزی مغلوں نے جی بھر کے لاہور کو لوٹا اور برباد کیا نیز بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ جب معزالدین بہرام شاہ کو ان حالات کی خبریں پہنچیں۔ تو اس نے شاہی محل میں تمام امراء کو جمع کیا اور ان سے اپنی اطاعت کا جدید اقرار لیا۔ معزالدین نے نظام الملک اور قطب الدین حسن غوری وکیل السلطنت کو مغلوں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ دونوں لشکر کے ساتھ دریائے بیاہ (بیاس) کے کنارے قصبہ سلطان پور پہنچے تو نظام الملک نے جو پہلے ہی بادشاہ سے ناراض تھا' شاہی امیروں کو بادشاہ سے ناراض کرنے کے لیے ایک تدبیر سوچی اور اس مقام پر قیام کر کے بادشاہ کے نام ایک مکتوب اس مضمون کا روانہ کیا کہ آپ نے جن منافق سرداروں کو میرے ساتھ روانہ کیا ہے ان کے ساتھ مل کر کام کرنا بہت دشوار ہے یا تو آپ خود یہاں آیئے ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ قطب الدین کے مشورے سے جو مناسب سمجھوں ان امیروں کے ساتھ سلوک کروں۔ معزالدین بہرام شاہ نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے ساتھی سردار قتل کی سزا کے مستحق ہیں' لیکن اس وقت ان سے تعرض کرنا مناسب نہیں ہے تم ان کی خاطرداری کر کے اس مہم سے فراغت حاصل کر لو' اس کی بعد ان منافق سرداروں کو' ان کی بداعمالیوں کے مطابق سزا دی جائے گی۔ نظام الملک نے بادشاہ کا یہ فرمان امیروں کو پڑھ کر سنا دیا۔

امراء نے جب یہ پیغام سنا تو وہ اسی وقت بادشاہ کے خلاف ہو گئے اور نظام الملک کے مشورے کے مطابق معزالدین کو معزول کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ جب بادشاہ کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین اوشی کو ان امراء کے پاس صفائی اور تسلی دینے کے لیے بھیجا۔ لیکن حضرت قطب الدین جیسے مقدس بزرگ بھی ان امیروں کو ان کے ارادے سے باز نہ رکھ سکے۔ حضرت قطب الدین ناکام ہو کر دہلی واپس ہو گئے۔ ان امیروں نے بھی دہلی کا رخ کیا اور معزالدین بہرام شاہ کا محاصرہ کر لیا۔ ساڑھے تین

besturdubooks.wordpress.com

مہینے تک بادشاہ اور امیروں میں سلسلہ جنگ جاری رہا۔ امیروں کی ساتھ عام لوگوں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی، جو بادشاہ کی مخالف تھی، (اس وجہ سے) آخرکار امیروں کو فتح ہوئی اور ۸ ذیقعدہ ۶۳۹ھ کو معزالدین کی گرفتاری عمل میں آئی۔ کچھ عرصے تک تو معزالدین نظربند رہا لیکن بعد میں امیروں نے اسے اپنے ارادوں میں حارج سمجھ کر قتل کر دیا۔ معزالدین کی حکمرانی کی مدت دو سال ڈیڑھ ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

علاؤالدین مسعود بن رکن الدین فیروز شاہ

اعزالدین بلبن کی تخت نشینی

معزالدین بہرام شاہ کے قتل کے بعد اعزالدین بلبن بزرگ تخت شاہی پر براجمان ہوا اور سارے شہر میں اپنی بادشاہت کی منادی کرا دی۔ امرائے دربار اعز الدین بلبن کو پسند نہ کرتے تھے' اس لیے انہوں نے اس کی حکومت کو اچھی نظروں سے نہ دیکھا۔ اس وقت تین شہزادے ناصرالدین جلال الدین (سلطان شمس الدین کے بیٹے) اور علاؤالدین مسعود (سلطان رکن الدین کا بیٹا) قید میں تھے' ان میں سے حکمران کے انتخاب کا فیصلہ کیا گیا اور انہیں قید سے نکالا گیا ان تینوں شہزادوں سے علاؤالدین مسعود کو حکمرانی کے لیے منتخب کیا گیا۔

علاو الدین مسعود کی تخت نشینی

ذی القعدہ ۶۳۹ھ میں علاؤالدین کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ ملک قطب الدین حسن کو نائب السلطنت مقرر کیا گیا۔ نظام الملک وزارت کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ اور ملک قراقش کو امیر حاجب بنایا گیا۔ جب نظام الملک اپنی مرضی کے مطابق حکومت کے فرائض انجام دینے لگا تو دوسرے امیروں کو اس کی مطلق العنانی ایک آنکھ نہ بھائی' اور ان سب نے مل کر نظام الملک کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲ جمادی الاول ۶۴۰ھ کو چہار شنبہ کے دن نظام الملک کو قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ حیدرالملک نجم الدین ابو بکر وزیرالممالک مقرر ہوا اور غیاث الدین بلبن خورد امیر حاجب بنایا گیا' ناگور' سندھ اور اجمیر کے صوبوں کی حکمرانی بلبن بزرگ کو سونپی گئی۔ ملک تاج الدین کو بدایوں کی صوبہ داری دی گئی۔ اسی طرح باقی علاقوں کو بھی امراء نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس تقسیم کا بڑا خوشگوار نتیجہ نکلا' حکومت کا انتظام بہتر طریقے پر ہونے لگا اور رعایا امن و اطمینان کی فضا میں سانس لینے لگی۔

التمش کے بیٹوں کی رہائی

انہیں ایام میں کڑہ سے اعزالدین طغا خان لکھنوتی آیا اور اس نے شرف الملک سنقری کو علاوالدین مسعود کی خدمت میں بھیجا' علاو الدین مسعود نے اودھ کے حاکم قاضی جلال الدین کاشانی کے توسط سے اعز الدین طغاخان کو چتر و لعل اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ علاو الدین نے اپنے دونوں چچاؤں ناصرالدین اور جلال الدین کو قید سے آزاد کیا اور ان کی بے حد عزت و تکریم کی ناصرالدین کو صوبہ بہرائچ کا اور جلال الدین کو قنوج کا حاکم مقرر کیا۔ التمش کے یہ دونوں بیٹے اپنے اخلاق اور نیک نیتی کی وجہ سے اپنے اپنے علاقوں میں ہر دلعزیز اور بہت مقبول رہے۔

لکھنوتی پر مغلوں کا حملہ

۶۴۲ھ میں مغلوں کے لشکر نے لکھنوتی پر حملہ کیا۔ قیاس ہے کہ مغلوں نے اسی راستے سے سفر کیا ہو گا' کہ جس راہ سے محمد بختیار خلجی نے تبت اور ملک خطا کا سفر کیا تھا۔ علاو الدین مسعود نے ملک قرابیگ تیمور خانی کو جو ترکان خواجہ تاش میں سے تھا طغا کی امداد کے لیے لکھنوتی روانہ کیا۔ مغلوں کو اس جنگ میں شکست ہوئی اس کے بعد طغا اور قرابیگ میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے لکھنوتی کی حکومت قرابیگ کی سپرد کر دی اور طغاء کو دہلی واپس بلا لیا۔

علاو الدین کی بد کرداری

قندھار اور طالقان کی طرف سے مغلوں نے دوبارہ ۶۴۳ھ میں سندھ کے نواح پر حملہ کیا اور اوچھ کا محاصرہ کر لیا۔ علاو الدین نے اپنے

besturdubooks.wordpress.com

امیروں کو جمع کیا اور جلد از جلد اوچھ کی راہ لی۔ جب یہ لشکر دریائے بیاہ (بیاس) کی کنارے پر پہنچا تو مغل اوچھ کے قلعے کے محاصرے سے دستبردار ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ علاؤالدین کامیاب و کامران واپس دہلی آیا۔ دہلی واپس آکر علاو الدین کے کردار میں بہت سی ناگوار تبدیلیاں پیدا ہو گیں' بادہ خواری اور عیش کوشی نے علاو الدین کو عدل و انصاف کے احساس سے محروم کر دیا اور اسے ظلم و ستم اور جائداووں کی ضبطی کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ رہا۔ ان حرکات کی بنا پر حکومت کا سارا انتظام درہم و برہم ہو گیا اور سارے ملک میں فساد و فتنہ کا دروازہ کھل گیا۔ امراء نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے علاوالدین کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور اس کی معزولی کا تہیہ کر لیا۔

ان سرکش امراء نے علاؤ الدین کے چچا ناصرالدین محمود کے پاس ایک خفیہ قاصد بھیجا اور اس سے دہلی آنے کی درخواست کی۔ ناصرالدین محمود کو جب علاوالدین کے حالات کی خبر ہوئی اور اس نے امراء کو اپنی موافقت میں دیکھا تو فورا بہرائچ سے روانہ ہو گیا اور دہلی جا پہنچا۔ ۲۶ محرم ۶۴۴ھ کو امراء نے علاوالدین کو قید کر کے زنداں میں ڈال دیا اور ناصرالدین کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ کچھ دنوں بعد علاو الدین نے عالم اسیری ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس بادشاہ کی مدت حکومت چار سال اور ایک مہینہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ناصرالدین محمود

مورخین کا بیان ہے کہ حقیقت میں التمش کے بڑے لڑکے کا نام ناصرالدین تھا۔ اس بیٹے کا لکھنوتی میں انتقال ہوا' اور اس حادثے کے بعد التمش کے گھر میں اس کا سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہوا۔ التمش نے اپنے مرحوم فرزند اکبر کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے اس نومولود بیٹے کا نام بھی ناصرالدین رکھا۔ التمش کی آرزو پوری ہوئی اور ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے بڑے بیٹے کی جگہ یہ چھوٹا بیٹا ناصرالدین محمود کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ التمش نے ناصرالدین کی تربیت اور تعلیم کی طرف بڑی توجہ کی۔ علاوالدین مسعود کے عہد حکومت میں ناصر بہرائچ کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے غیر مسلموں سے بڑی جنگیں کیں اور اپنے صوبے کو خوب معمور اور آباد کیا۔ اس کے انصاف اور رعایا دوستی کی بڑی شہرت ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں اس نے بہت ہردلعزیزی حاصل کرلی۔

تخت نشینی

حکمرانی اور عدل و انصاف میں ناصرالدین کی قابلیت دہلی کے ہر امیر اور معزز شخص پر ظاہر ہو گئی۔ جب علاوالدین کی لاپرواہی اور ظلم و ستم کی وجہ سے امرائے سلطنت تنگ آ گئے تو انہوں نے ناصرالدین کو بہرائچ سے بلا کر تخت حکومت پر بٹھایا اور علاو الدین مسعود کو قید کر کے زنداں میں ڈال دیا۔ ناصرالدین نے اپنے باپ کی جگہ قصر سفید میں تخت حکومت پر جلوس کیا۔ یہ فرمانروا بہادری' عبادت و ریاضت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس نے اپنے ذاتی اخراجات کے لیے کبھی شاہی خزانے سے کوئی رقم نہیں لی۔ (وہ اپنے ذاتی محنت سے اخراجات کے لیے رقم پیدا کرتا تھا) وہ ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کی دو نسخے لکھتا اور ان کے ہدیے سے جو کچھ حاصل ہوتا' وہ اسی میں گزر اوقات کرتا۔ ناصرالدین کو علماء اور صوفیاء سے بڑی عقیدت تھی' وہ ان ہستیوں کی بڑی عزت و تعظیم کرتا تھا۔ اہل ہنر و فن کا وہ بہت قدر شناس تھا' اور ان کے مرتبے کے مطابق انہیں خلعت و انعام بخشتا۔ بہت سے شعراء نے اس کے تخت نشینی کے وقت مدحیہ قصائد نظم کیے اور (مناسب و معقول) انعام حاصل کیے۔ قاضی منہاج السراج جوزجانی مصنف "طبقات ناصری" نے بھی اس موقع پر ایک قصیدہ لکھا۔ جس کا مطلع یہ ہے

آں خداوندے کہ حاتم وبذل ورستم کوشش است
ناصر دنیاودین محمود ابن التمش است

انتظامات سلطنت

ناصرالدین کے عہد حکومت میں وزارت کا عہدہ التمش کے محبوب غلام اور داماد غیاث الدین بلبن کے سپرد کیا گیا۔ ناصرالدین نے بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب عطا کیا اور چتر و دورباش سے نوازا' ناصرالدین حکومت کے تمام امور بلبن کی رائے سے انجام دیتا تھا۔ بلبن کے چچیرے بھائی شیر خان کو خان معظم کا خطاب دیا گیا اور اسے پنجاب اور ملتان کی صوبیداری دی گئی اس تقرر کا مقصد یہ تھا کہ شیر خان مغلوں کی ہنگامہ خیزیوں کے طوفان کی روک تھام کرے جو اس وقت کابل' قندھار' غزنی اور ہرات سے ہندوستان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اُمڈا چلا آرہا تھا۔ خان معظم شیر خان نے اپنے فرائض کو بڑی خوبی سے سرانجام دیا اور بٹھیز اور بٹھنڈہ کی مضبوط و مستحکم قلعے تعمیر کر کے مغلوں کی روک تھام کی۔

besturdubooks.wordpress.com

بلبن کی نیابت

مورخین کا بیان ہے کہ جب ناصرالدین نے بلبن کو اپنا وزیر مقرر کیا تو تنہائی میں لے جا کر اس سے کہا میں نے تمہیں اپنا نائب مقرر کیا ہے اور خدا کی مخلوق پر حکمران بنایا ہے۔ تم کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ مجھے خداوند تعالیٰ کے سامنے جوابدہ اور شرمندہ ہونا پڑے۔ بلبن نے نیابت کی کچھ ایسے مضبوط، سخت اور مستحکم اصول و قوانین بنائے کہ اصل اقتدار اسی کے ہاتھ میں آگیا۔ امراء ارکان حکومت میں اتنی قدرت نہ رہی کہ وہ اس کے کاموں میں دخل دیتے۔'

ملتان پر حملہ

ماہ رجب سنہ جلوس میں ناصرالدین نے بلبن کی مشورے سے ملتان پر حملہ کیا اور یکم ذیقعدہ کو دریائے لاہور (راوی) کو پار کر کے سودرہ کے کنارے جا پہنچا۔ ناصرالدین خود تو یہاں ٹھہر گیا اور بلبن کو لشکر کا افسر بنا کر سندھ اور کوہ جود کی طرف روانہ کیا۔ بلبن نے کوہ جود اور اس کے آس پاس کے علاقے کو خوب جی بھر کر تباہ و برباد کیا اور لوٹا، نیز ان باغیوں اور کھکروں کو قتل کیا جنھوں نے پچھلے سال مغلوں کی راہنمائی کی تھی۔ ان مقتولوں کی بیویوں اور بچوں کو قید کر کے بلبن نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فوج میں سامان رسد کی کمی کی وجہ سے ناصرالدین نے ملتان میں زیادہ دیر تک قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

مورخین کا بیان ہے کہ وہ قدیم امراء جو قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کے عہد سے ملتان اور لاہور کے جاگیردار تھے، صدق دل سے بادشاہ دہلی کے مطیع و فرمانبردار نہ تھے اور مغل لٹیروں کا مقابلہ پوری طاقت کے ساتھ نہ کر کے خود اپنے آقا کے ساتھ منافقت سے کام لیتے تھے۔ ناصرالدین نے بلبن کی مشورے سے ان تمام امراء کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ ان کے بیٹوں کا تقرر کر کے ان معزول امراء کو اپنے ساتھ دہلی لے آیا۔ اس اقدام کی وجہ سے پنجاب کی سیاسی اور مالی حالت میں استحکام پیدا ہو گیا اور ناصرالدین کی حکومت کچھ عرصے کے لیے مستحکم ہو گئی

سکندر اعظم کا واقعہ

بعض قدیم تاریخوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سکندر نے دنیا کے اکثر علاقوں کو فتح کر کے ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے بعض امراء اور ارکان سلطنت نے سکندر کے اس حکم کی مخالفت کی اور ہر شخص اپنے آپ کو خود مختار سمجھنے لگا۔ سکندر نے ان امراء کو سمجھانے اور سیدھے راستے پر لانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخر کار تھک کر سکندر نے سارا ماجرا لکھ کر اپنے استاد ارسطاطالیس کی خدمت میں ایک قاصد کے ہاتھ روم روانہ کیا اور اس حکیم فرزانہ سے ان امراء کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ارسطاطالیس اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے (حسب معمول) سکندر کے ساتھ نہ تھا اور ان دنوں روم ہی میں مقیم تھا۔ ارسطاطالیس نے سکندر کے قاصد کی تمام گفتگو سنی۔ اس نے قاصد کو تو کوئی جواب نہ دیا البتہ اسے اپنے ساتھ لے کر ایک باغ میں آیا۔ ارسطاطالیس نے باغ کے مالی کو حکم دیا کہ وہ تمام بڑے اور پرانے درختوں کو جڑ سے کھود کر پھینک دے اور ان کی جگہ نئے اور چھوٹے پودے نصب کرے۔ جب مالی اپنے کام میں مصروف ہو گیا تو ارسطاطالیس اپنے گھر واپس آگیا اور سکندر کا قاصد اس سے رخصت ہو کر اپنے مالک کے پاس آیا۔ اس نے سکندر سے کہا میں نے آپ کا پیغام ارسطاطالیس تک پہنچا دیا تھا، لیکن اس نے بغیر کوئی جواب دیے مجھے واپس کر دیا ہے۔ سکندر فوراً سمجھ گیا کہ ارسطاطالیس نے اس قاصد کو گفتگو کے قابل نہیں سمجھا اور خط کا جواب تحریری طور پر نہیں دیا۔ سکندر نے اس قاصد سے پوچھا، جب تو نے اس تک پیغام پہنچایا تو اس کے بعد ارسطاطالیس نے کوئی کام بھی کیا یا نہیں؟ قاصد نے جواب دیا، جب میں نے آپ کا پیغام ارسطاطالیس کو سنایا تو وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے اپنے ہمراہ لے کر ایک باغ میں داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچ

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ دیا۔ اس کے کچھ لمحوں بعد حکیم اپنے گھر واپس آگیا اور مجھے بغیر کوئی جواب دیئے ہوئے واپس کر دیا۔ سکندر نے اس قاصد سے کہا' اے بندہ خدا حکیم نے میرے سوال کا بڑا معقول جواب دیا ہے' یہ دوسری بات ہے کہ تو کچھ نہیں سمجھا۔ سکندر نے اپنے استاد کی متذکرہ فعل کے اصل راز کو سمجھ کر سرکش اور نافرمان امراء کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ ان کے بیٹوں کا تقرر کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہو گیا۔

راجہ دکمی ملکی پر حملہ

۲ شعبان ۶۴۵ھ کو ناصرالدین محمود نے دوآب کے علاقے کا سفر کیا۔ اور بڑی محنت و ہمت نبرتھ (قنوج) کا قلعہ فتح کر لیا۔ اسی سال ۱۰ ذیقعدہ کو ناصرالدین نے کڑہ کی طرف توجہ کی اور بلبن کو اپنے لشکر کا پیشرو بنا کر روانہ کیا۔ خان اعظم بلبن نے دکمی ملکی کے دیہاتوں کو خوب جی بھر کر لوٹا اس راجہ سے بلبن کی کئی جنگیں ہوئیں جن میں بلبن کو فتح ہوئی۔ بلبن اپنی حریف کے ملازموں اور اولاد کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر کے واپس آگیا۔ بلبن اس علاقے سے بے شمار مال و دولت بھی لایا جو اس نے ناصرالدین محمود کی خدمت میں پیش کیا۔ دکمی ملکی ایک راجہ کا نام ہے جس کی حکومت دریائے جمنا کے کنارے کے علاقے میں تھی۔ اس راجہ نے پچھلے جھگڑوں اور لڑائیوں میں بادشاہی تھانوں کو تباہ کر کے کالنجر اور کڑے سے لے کر مالوہ تک کی تمام علاقے کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

۲۶ شعبان ۶۴۰ھ کو ناصرالدین محمود نے بلبن کو رتھنبور اور کوہ پایہ میوات کے علاقوں کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ بلبن نے ان علاقوں کی سرکشوں کو شکست دی اور بہت سا مال اور دولت لے کر واپس ہوا یہ سب مال اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانے میں خان اعظم بلبن کے بھائی ایبک کشلی خان کو امیر حاجب بنایا گیا۔ ایاز ریحانی وکیل السلطنت مقرر ہوا اسی سال ناصرالدین کا بھائی جلال الدین اپنی جاگیر سے دہلی آیا اور بادشاہ سے خوفزدہ ہو کر کوہ جیتور کی طرف بھاگ گیا۔ ناصرالدین نے اپنی بھائی کا تعاقب پہاڑ کے دامن تک کیا۔ ناصرالدین سات آٹھ مہینے اس علاقے میں رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ کامیاب ہونا مشکل ہے تو وہ مجبوراً دہلی واپس آگیا۔ اسی سال ناصرالدین نے قاضی عمادالدین سنقورخانی سے بدگمان ہو کر اسے قضا کے عہدے سے معزول کر دیا۔ اور پھر قاضی عمادالدین ریحانی کے اکسانے پر اسے قتل کروادیا۔

ملتان پر حملہ

ناصرالدین نے ۶۴۷ھ میں بلبن کی بیٹی سے شادی کی اور اس سے اگلے سال ۶۴۸ھ میں ملتان پر حملہ کیا۔ حاکم ملتان و لاہور شیر خان دریائے بیاس کی کنارے ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ۶ ربیع الاول ۶۴۸ھ کو ناصرالدین ملتان پہنچا۔ کچھ دنوں بعد ناصرالدین نے ملک اعزالدین بلبن بزرگ صوبیدار ناگور اور اوچہ کو اس طرف روانہ کیا اور خود واپس آگیا۔ ۶۴۹ھ میں ملک اعز الدین نے بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو بالائے طاق رکھا اور علم سرکشی بلند کیا اور خود واپس آگیا۔ ۶۴۹ھ میں ملک اعزالدین کی سرزنش کے لیے ناگور روانہ ہوا۔ اعزالدین بادشاہ کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور امان کا طالب ہوا۔ اعزالدین نے ناصرالدین سے اپنی بداعمالی کی معافی مانگی بادشاہ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی حکومت بحال کر کے واپس دہلی کامران و کامیاب آیا۔

جاہر دیو سے مقابلہ

ناصرالدین نے ۵ شعبان ۶۴۹ھ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ قلعہ نرور پر حملہ کیا۔ جاہر دیو نے اس زمانے میں پہاڑ کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کر رکھا تھا' وہ پانچ ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں کی فوج لے کر ناصرالدین کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں ایک زبردست جنگ ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ ناصرالدین نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور کچھ ہی دنوں میں اسے فتح کر لیا۔ یہاں سے بادشاہ نے چندیری اور مالوہ کے علاقے کا رخ کیا اور وہاں نامی گرامی امیروں کو مقرر کر کے واپس آیا۔ اس معرکے میں خان اعظم نے مردانگی و بہادری

besturdubooks.wordpress.com

کے بڑے جوہر دکھائے۔ اس واقعے کے بعد خان اعظم کے چچیرے بھائی شیر خاں نے جو اپنی سخاوت، بہادری اور عقلمندی کے لیے بہت مشہور تھا، غزنی کو مغلوں کے قبضے سے نکال لیا اور وہاں بھی ناصرالدین کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔ اس کے بعد شیر خان نے بادشاہ کے حسب الحکم ملتان اور اوچہ پر لشکر کشی کی۔ ملک اعزالدین بلبن میں بغاوت کے اور سرکشی کے آثار پائے جاتے تھے، لیکن وہ شیر خان کے رعب داب سے خائف ہو گیا، اور مجبوراً ناگور سے اوچہ آیا اور بغیر کسی حیل وحجت اور مزاحمت کے اس نے قلعہ شیر خان کے سپرد کر دیا اور خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ناصرالدین نے اسے بدایوں کا حاکم مقرر کر دیا

خان اعظم کا ہانسی میں قیام

۲۲ شوال ۶۵۰ھ کو ناصرالدین لاہور کے راستے سے ملتان اور اوچہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ دریائے بیاس کے کنارے پہنچا تو سموان سے سنقر قتلغ خان اور بدایوں سے ملک اعزالدین بلبن بزرگ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ سے آملے۔ ۶۵۱ھ کی ابتداء میں عماد الدین ریحانی نے خان اعظم کی غیر موجودگی میں بعض درباری امراء سے سازش کر کے خان اعظم کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا۔ جب ریحانی اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر اس نے خان اعظم کی غیر موجودگی کا یہ فائدہ اٹھایا کہ بادشاہ سے اس کے خلاف باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اس نے ناصرالدین کے کان خوب بھرے اور خان اعظم کے خلاف اسے اکسایا اور یہ باور کروایا کہ خان اعظم کا اپنی جاگیر ہانسی میں قیام کرنا ہر لحاظ سے موزوں اور مناسب ہے۔ ناصرالدین (عمادالدین ریحانی کے داؤ میں آگیا اور اس) نے خان اعظم کو دہلی کی سکونت چھوڑ کر ہانسی میں قیام کرنے کا حکم دیا (خان اعظم کو مجبوراً حکم شاہی کی تعمیل کرنی پڑی اور وہ ہانسی چلا گیا) اس کے جاتے ہی عمادالدین خوب کھیل کھیلا اس نے مختلف امراء اور منصب داروں کو دق کرنا شروع کیا۔ جنہیں خان اعظم سے تھوڑا بہت بھی تعلق تھا اور ان کے عہدوں میں تبدیلیاں بھی کیں

عمادالدین ریحانی نے ایک کشلی خان کو کڑا مانک پور کا صوبہ دار مقرر کر کے وہاں بھجوا دیا، اور عین الملک جنیدی کو جو کچھ عرصے سے دہلی میں قیام پذیر تھا، وزیر الممالک مقرر کیا۔ امیر اعزالدین کشلو خان کو امیر حاجب کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ عماد الدین ریحانی نے دہلی پہنچ کر بادشاہ کی پریشانیوں میں اور اضافہ کر دیا۔ ماہ شوال کی ابتدا میں ناصرالدین نے دہلی سے دریائے بیاس کے کنارے کے علاقوں کا سفر کیا۔ (اس زمانے میں) چونکہ شیر خان ریحانی سندھی باغیوں سے شکست کھا چکا تھا اس لیے بادشاہ نے عماد الدین کی باتوں میں آکر اس طرف فوج کو روانہ کیا اور بھٹنڈہ، اوچہ اور ملتان کے قلعوں کو شیر خان کے قبضے سے نکال کر ارسلان خان کے حوالے کیا۔ اس زمانے میں ملک اعزالدین کیتھل اور کہرام کے باغی اور مجنون زمینداروں کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اعزالدین کا انتقام لینے کے لیے ناصرالدین نے کہرام پر حملہ کر دیا اور اس کے قاتلوں کو سخت سزائیں دے کر بدایوں کی طرف روانہ ہوا کچھ روز بدایوں میں قیام کرنے کے بعد ناصرالدین واپس آگیا۔

عمادالدین ریحانی کی برطرفی

ناصرالدین کے دہلی پہنچنے پر ہندوستان کے مشہور علاقوں بدایوں، لاہور کڑہ، سوالک، سرہند، سنام اور ناگور وغیرہ کے حاکموں نے باہمی اتفاق سے خان اعظم کو یہ لکھا کہ عماد الدین ریحانی کے حد سے بڑھے ہوئے ظلم وستم کی وجہ سے حکومت کا سارا نظام بگڑ کر رہ گیا ہے۔ ان حالات میں یہی مناسب ہے کہ آپ دہلی آئیں اور پہلے کی طرح حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ خان اعظم نے امراء کی درخواست قبول کر لی اور ہانسی سے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور خان اعظم ہانسی سے نکلا اور ادھر یہ تمام امراء اس سے ملاقات کرنے کے لیے اپنی اپنی جاگیروں سے نکل کر کہرام کے نواح میں جمع ہوئے۔ عمادالدین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ناصرالدین کو باخبر کیا

besturdubooks.wordpress.com

نے یہ پیغام بھجوایا- "ہم تمام امراء آپ کے وفادار خادم اور غلام ہیں' اگر آپ کے ساتھ عمادالدین نہ ہو تو ہم سب بارگاہ سلطانی میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں گے۔" ناصرالدین نے اسی وقت عمادالدین ریحانی کو وکالت کے عہدے سے معزول کر کے بدایوں کی صوبہ داری کے لیے روانہ کر دیا- اس کے بعد تمام امراء ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہانہ نوازشات سے بہرہ اندوز ہوئے۔

ملک جلال الدین خانی جو بادشاہ کے ترکی مصاحبوں میں سے تھا' لاہور کا امیر مقرر کیا گیا اور شیر خاں کو حسب سابق دیبال پور' ملتان' بٹھنڈہ اور اس کے نواح کی امارت عطا کی گئی- ناصرالدین کامیاب و کامران دہلی واپس آیا (خان اعظم بھی اس کے ساتھ آیا) خان اعظم کے دہلی آ جانے کی وجہ سے دہلی کے باشندے بہت خوش ہوئے۔

باغی امراء کی سرکوبی

۶۵۳ ھ میں ناصرالدین اپنی ماں ملکہ جہاں سے جس نے قتلغ خان سے شادی کر لی تھی ناراض ہو گیا- اس نے قتلغ خاں کو اودھ کا جاگیردار بنا کر دہلی سے رخصت کر دیا- کچھ عرصے بعد قتلغ خاں کو بہرائچ کا حاکم مقرر کیا گیا- منصب کی اس تبدیلی کی بنا پر قتلغ خاں نے علم بغاوت سربلند کیا- اس سلسلے میں چند دوسرے امراء عمادالدین ریحانی اور ملک اعزالدین کشلی خاں وغیرہ نے اس کا ساتھ دیا- ناصرالدین نے قتلغ خاں کی سرکوبی کے لیے خان اعظم کو اور عمادالدین ریحانی کی سرکوبی کے لیے ملک تاج الدین ترک کو روانہ کیا- عمادالدین جنگ میں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور بعد میں قتل کیا گیا اور قتلغ خاں' خان اعظم کے مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا اور جیتپور میں پناہ گزین ہوا- خان اعظم اس کے علاقے کو تباہ و برباد کر کے واپس آ گیا۔

کشلی خاں اور قتلغ خاں کی سرگرمیاں

جیتپور کے حاکم راجہ دیپال نے ۶۵۵ ھ میں قتلغ خاں کی امداد کی اور قتلغ خاں ایک بہت بڑی فوج تیار کر کے سندھ کے حاکم کشلی خاں کے پاس گیا- یہ دونوں امیر آپس میں مل کر کہرام اور سمانہ کے نواح میں پہنچے اور ملک کے امن و امان میں رخنہ اندازی شروع کر دی- ناصرالدین نے اعزالدین حاجب کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان امیروں کے مقابلے پر روانہ کیا- جب فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو دہلی سے اکابرین شہر حضرت شیخ الاسلام قطب الدن اور قاضی شمس الدین بہرائچی وغیرہ نے قتلغ خاں کو خفیہ خطوط لکھے اور انہیں دہلی پہنچ کر شہر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی- الغ خاں کو ان امراء کی مکاری کا پتہ چل گیا اور اس نے بادشاہ کو تمام حالات سے باخبر کر دیا- ناصرالدین نے فوراً ان امراء کو اپنی اپنی ریاستوں میں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا- ایک روایت یہ بھی ہے کہ ناصرالدین نے ان سب لوگوں کو قید میں ڈال دیا- ان تمام حالات کی قتلغ خاں اور کشلی خاں کو کوئی خبر نہ ہوئی اور وہ ناواقفیت کے عالم میں دہلی روانہ ہو گئے اور زمانے کی رفتار سے بے نیاز ہو کر صرف دو دن میں سمانہ سے دہلی جا پہنچے- ان دونوں نے جب دہلی پہنچ کر یہ دیکھا کہ ان کے ہمدرد اور بہی خواہ وہاں موجود نہیں ہیں تو ان کی ہمتیں پست ہو گئیں- کشلی خاں نے سندھ کا راستہ لیا اور پھر خاں اعظم کی سفارش سے دوبارہ اپنی جاگیر پر بحال ہوا' لیکن قتلغ خاں کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا۔

مغلوں کا حملہ

۶۵۵ ھ کے آخر میں مغلوں کے ایک لشکر نے اوچھ اور ملتان کے علاقوں پر حملہ کیا ناصرالدین نے اس حملے کا سدباب کرنے کے لیے سراپردہ سرخ کو باہر لانے کا حکم دیا- چار ماہ بعد جب لشکر جمع ہو گیا تو بادشاہ منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا ملتان پہنچا (اس کے پہنچنے سے پہلے ہی) مغلوں کی فوج بغیر جنگ کیے ہوئے واپس چلی گئی لہٰذا ناصرالدین بھی دہلی واپس آ گیا- ناصرالدین نے شیر خان کو پنجاب کا حاکم بنایا اور لکھنوتی کی حکومت ملک جلال الدین خانی کے سپرد کی- ۶۵۶ ھ میں بادشاہ نے کڑہ مان پور کا سفر کیا- ارسلان خاں اور قلیچ خاں نے اس علاقے میں علم سرکشی بلند کر رکھا تھا اور باوجود طلبی کے ناصرالدین کے سفر ملتان میں شریک نہ ہوئے تھے- اس بار وہ (اپنی ناشائستہ حرکات

besturdubooks.wordpress.com

سے باز آگئے اور) باقاعدہ حلف اٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ارسلان خاں کو لکھنوتی اور قلیج خاں کو کوہ پایہ کی حکومت دی گئی۔ ۶۵۷ھ میں خان اعظم کے بھائی کشلی خاں کو بیانہ 'کول جالیسرا اور گوالیار کی حکومت دی گئی۔ اسی سال بادشاہ کے لیے لکھنوتی سے دو زنجیر ہاتھی اور بے شمار جواہرات اور کپڑے آئے۔ ملک اعزالدین کشلی خاں نے اسی سال داعی اجل کو لبیک کہا۔

کوہ پایہ 'رنتھنبور اور سوالک پر لشکر کشی

۶۵۷ھ میں بادشاہ کے حکم سے خان اعظم نے کوہ پایہ رنتھنبور اور سوالک پر حملہ کیا۔ میوات اور سوالک کے راجہ مونے بے شمار لشکر جمع کیا اور دشوار گزار راستوں پر بادشاہی لشکر مقابلے پر آئے الغ خاں نے ان باغیوں اور سرکشوں کو بہت آڑے ہاتھوں لیا اور بڑے غیظ و غضب و سختی سے کام لے کر ان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ ان دروں اور کھنڈروں میں بھی پہنچا کہ جہاں غیر مسلموں نے پناہ لے رکھی تھی۔ خان اعظم نے تقریباً تین چار ماہ تک ان غیر مسلموں کے ساتھ لڑائی جاری رکھی لیکن دشمن کے تمام "پناہ گزین مقامات" کو فتح نہ کیا جا سکا۔ خان اعظم نے اپنے لشکر میں یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص کسی دشمن کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا اسے دو تنکے (اس زمانے کا ایک سکہ) انعام دیئے جائیں گے اور اگر کوئی دشمن کا سر لائے گا تو اسے ایک تنکہ دیا جائے گا۔ اس حکم کے سنتے ہی فوج میں ایک نیا جوش اور نئی حرارت پیدا ہوگئی۔ ہر روز تقریباً تین چار سو فوجی دشمن کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لاتے اور خان اعظم سے انعام پاتے۔ دشمن خان اعظم کے اس طریق کار سے بہت ہراساں ہوئے۔ انہوں نے مجبور آدروں اور کھنڈروں سے سر نکالا اور میدان جنگ میں مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوئے۔ خان اعظم نے بھی ان غیر مسلموں کے مقابلے پر اپنی فوج کو مرتب کیا اور لشکر کا میمنہ 'میسرہ' مقدمہ اور قلب درست کر کے لڑائی میں مصروف ہوگیا۔ خان اعظم نے صبح سے شام تک معرکہ آرائی کی۔ اگرچہ کئی ترکی سردار اس معرکہ آرائی میں کام آئے 'لیکن فتح خان اعظم ہی کو حاصل ہوئی اور اس نے دشمن کے اڑھائی سو (۲۵۰) امراء اور سرداروں کو زندہ گرفتار کیا۔ خان اعظم نے رنتھنبور کے قلعے کو دشمن کے محاصرے سے آزاد کروایا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ واپس دہلی لوٹا۔ بادشاہ کے سامنے خان اعظم نے پابہ زنجیر قیدیوں کو پیش کیا۔ ناصرالدین نے اس گروہ کے قتل کا حکم دیا اور ان سب کو دہلی کے بازار میں مختلف طریقوں سے قتل کیا گیا۔

ہلاکو خاں کے سفیر کی آمد

ماہ ربیع الاول ۶۵۷ھ میں ہلاکو خاں کا ایک قاصد دہلی آیا۔ خان اعظم نے اسے حکومت کی قوت اور طاقت سے باخبر کرنے کے لیے پچاس ہزار (۵۰) ہزار مسلح عربی 'ایرانی' ترکی 'خلجی اور افغانی سواروں' دو لاکھ پیادوں 'لڑائی کے سامان سے لدے ہوئے دو ہزار ہاتھیوں اور تین ہزار آتش بازی کے عرادوں کو ساتھ لے کر شہر سے باہر پانچ کراس کا استقبال کیا۔ طبل و دہل کی آواز 'صدائے نفیر' ہاتھیوں کی چنگھاڑ' گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لشکر کی کڑک دمک سے سارا میدان گونج اٹھا۔ فوج کو مناسب طور ترتیب دینے کے بعد خان اعظم کچھ دور آگے بڑھا اور ہلاکو خاں کے قاصد کو اپنے ساتھ لے کر لشکر کی صفوں 'گھوڑوں' ہاتھیوں اور بہادران لشکر کا نظارہ کراتا ہوا اس قاصد کو ناصرالدین کے سامنے قصر سفید میں لایا۔ اس دن بادشاہ کا محل سونے اور چاندی کے سامان سے سجایا گیا تھا۔ معززین و امرائے سلطنت' سادات و مشائخ' وہ پچیس (۲۵) شہزادے جو چنگیز خاں کی ہنگامہ خیزیوں کی وجہ سے اپنے وطنوں سے فرار ہو کر ہندوستان میں پناہ گزین ہوئے تھے اور ہندی رائے اور رائے زادے بڑے ادب کے ساتھ دست بستہ شاہی تخت کے سامنے کھڑے تھے۔

ناصرالدین کا کردار

نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان ناصرالدین ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کے دو نسخے کتابت کرتا تھا۔ ان کا ہدیہ ملتا تھا اس سے وہ اپنے کھانے پینے کا سامان کرتا تھا۔ ایک بار ایک امیر نے بادشاہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن شریف کو معمول

besturdubooks.wordpress.com

الوقت قیمت پر ہدیہ کیے جائیں- ناصرالدین کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ' کوئی خادمہ یا کنیز وغیرہ نہ تھی جو گھر کا کام کاج کرتی- ملکہ بیچاری خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی اور گھر کے دوسرے کام انجام دیتی- ایک روز ملکہ نے ناصرالدین سے کہا روٹی پکاتے پکاتے میرے ہاتھوں میں سوزش ہوگئی ہے اگر اس کام کے لیے کوئی لونڈی خرید لیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں- ناصرالدین نے ملکہ کو جواب دیا "سرکاری خزانہ پر صرف رعایا کا حق ہے- مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنے ذاتی آرام و آسائش کے لیے اس میں سے کچھ روپیہ لے کر ایک لونڈی اپنے لیے خریدوں- تمہیں دنیاوی تکلیفوں پر صبر کرنا چاہیے خدا اس کا بدلہ تمہیں آخرت میں دے گا-"

ناصرالدین کا اخلاق

ایک روز ایک فقیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت بادشاہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا اس فقیر کی نظر قرآن شریف کے ایک ایسے صفحے پر پڑی جہاں "فیہ فیہ" دوبارہ لکھا ہوا تھا اس فقیر نے بادشاہ سے کہا- "اس جگہ ایک "فیہ" زیادہ لکھا ہوا ہے- بادشاہ نے اسی وقت قلم دوات لیکر ایک "فیہ" کے گرد حلقہ کھینچ دیا اور اس فقیر کو اس کی حاجت روائی کے بعد رخصت کر دیا- جب یہ شخص چلا گیا تو ناصرالدین نے قلم تراش لے کر یہ حلقہ جو ابھی ابھی بنایا تھا' لفظ "فیہ" سے مٹا دیا- ایک غلام پاس ہی کھڑا ہوا تھا' اس نے یہ تمام منظر دیکھا تھا' لہٰذا اس نے ناصرالدین سے پوچھا- "ایک دفعہ حلقہ کھینچنے اور دوسری بار اسے مٹا دینے میں کیا مصلحت ہے-" بادشاہ نے جواب دیا- "وہ شخص جس نے "فیہ" کی تکرار پر اعتراض کیا تھا' ایک فقیر تھا اور میرے پاس ایک ضرورت کی وجہ سے آیا تھا' میں اگر اس کے اعتراض کی تردید کرتا تو وہ نادم ہو کر' بغیر اپنی ضرورت پوری کیے یہاں سے چلا جاتا- اس لیے میں نے اس کی موجودگی میں حلقہ کھینچ دیا اور جب وہ چلا گیا تو میں نے یہ حلقہ مٹا دیا دنیا میں غبار دل دور کرنا مشکل ہے لیکن کاغذ کا نقش مٹانا آسان ہے-"

طہارت نفس

کہا جاتا ہے کہ ناصرالدین کے ایک مصاحب کا نام محمد تھا' بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا- ایک روز ناصرالدین نے اس مصاحب کو "تاج الدین" کہہ کر آوازی دی- اس مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا- ناصرالدین نے اس مصاحب کو طلب کیا اور اس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا- مصاحب نے جواب دیا "آپ ہمیشہ مجھے محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے' لیکن اس دن آپ نے خلاف معمول تاج الدین کہہ کر پکارا- میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے- اس وجہ سے میں تین روز تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بسر کیا-" بادشاہ نے قسم کھا کر کہا "میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں' لیکن میں نے جس وقت تم کو تاج الدین کے نام سے پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا مجھے یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر وضو محمد کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں-"

۶۶۳ھ میں ناصرالدین بیمار ہوا اور ۱۱ جمادی الاول ۶۶۴ھ کو اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی- اس کی مدت حکومت ۲۲ (بائیس) سال سے کچھ زیادہ ہے-

besturdubooks.wordpress.com

غیاث الدین بلبن

غلامانہ زندگی

غیاث الدین کا تعلق ترکوں کی قراختائی نسل اور البری قبیلے سے تھا اس کا باپ دس ہزار گھرانوں کا سردار تھا۔ مغل جب فتح و کامرانی کی دھومیں مچاتے ہوئے ترکستان پہنچے تو (دوسروں کی طرح) بلبن کو بھی ایک مغل نے گرفتار کر لیا۔ اس مغل نے بلبن کو ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا' یہ سوداگر اسے اپنے ساتھ بغداد لے آیا اور یہاں کے مشہور و معروف بزرگ دین خواجہ جمال الدین بصری کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ خواجہ جمال کو جب یہ معلوم ہوا کہ بلبن کا تعلق بھی اسی نسل سے ہے کہ جس نسل سے ہندوستان کے نامی گرامی بادشاہ التمش کا تھا' تو وہ گراں قدر انعام کی توقعات کے ساتھ اسی سال بلبن کو ساتھ لے کر عازم ہندوستان ہوا۔ دہلی پہنچ کر خواجہ جمال نے التمش کی خدمت میں چند ترکی النسل غلام پیش کیے بلبن بھی ان غلاموں میں شامل تھا۔ التمش نے ان سب غلاموں کو بڑی بڑی قیمتوں پر خرید لیا اور خواجہ جمال شاہی انعامات سے سرفراز ہو کر واپس بغداد چلا گیا۔

بلبن بارگاہ التمش میں

التمش نے بلبن کے چہرے سے اس کی آیندہ عظمت اور بلند اقبالی کا اندازہ کر کے اسے اپنا بازوار خاصہ مقرر کیا۔ بلبن کی قسمت کا ستارہ چمکنے لگا اور اس نے التمش کے دل میں گھر کرنے کے بعد اپنے بھائی کشیل خاں کو بھی پہچان لیا۔ اپنے باقتدار بھائی کو پہچاننے کے بعد التمش کے دربار میں بلبن کی عزت و وقعت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔ سلطان رکن الدین کے زمانے میں بلبن تمام ہندوستانی ترکوں کا امیر اعلیٰ بن کر پنجاب کے مشہور باغیوں اور سرکشوں کا سردار اعلیٰ رہا۔ رضیہ سلطانہ کے زمانے میں جب ترک دہلی کے آس پاس کے علاقے میں پہنچ کر باہمی مناقشات میں مبتلا ہوئے اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے تو شاہی فوج نے ان سب کو قید میں ڈال دیا ان ترکوں میں بلبن بھی شامل تھا۔ کچھ ہی عرصے بعد بلبن نے قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور میرشکار کے عہدے پر سرفراز ہوا۔

بلبن کا ماضی۔ مستقبل کا اشاریہ

معزالدین بہرام شاہ کے عہد حکومت میں بلبن نے بڑی ترقی کی اور میرشکاری کے عہدے سے ترقی کر کے وہ امیر آخور کے منصب عالی پر فائز ہوا۔ بلبن کی زندگی کے ہر رخ میں اس کے مستقبل کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور تھا۔ اس کے داخل زنداں ہونا ایک سبق تھا جو اسے ابتدا ہی میں پڑھا دیا گیا تھا۔ اس سے بلبن پر یہ ظاہر ہو گیا کہ صاحب حکومت ہو کر دوسروں کی تکالیف کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ میرشکاری کے عہدے پر سرفراز ہونے سے اسے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ دنیا اس کے دام سیاست میں شکار ہو گی۔ امیر آخوری کا منصب یہ ظاہر کرتا تھا کہ ایک دن یہ شہسوار حکمرانی کے میدان میں اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھائے گا۔

جاگیرداری

بلبن امیر آخوری کے منصب پر کچھ ہی دن سرفراز رہا تھا کہ اس کی قسمت کے تابندہ ستارے نے بدر روی امیر حاجب کے دل میں گھر کر لیا بدر رومی کی توجہ اور سفارش سے بلبن کا نام بھی بہرامی امراء کی فہرست میں داخل ہو گیا اور ہانسی اور رواڑی کے علاقے اسے

besturdubooks.wordpress.com

تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتے تھے۔ ان غیر مسلم سرکش میواتیوں کو شکست دینے کے بعد بلبن کی بہادری اور شجاعت کا ڈنکہ بجنے لگا اور سارے ملک میں اس کی بڑی شہرت ہوئی۔

امیر حاجبی اور وزارت

جب حکومت بہرام کے ہاتھوں میں آئی تو یہ عہد مسعود بلبن کے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا ۶۴۲ھ میں بلبن کو امیر حاجب مقرر کیا گیا۔ اس اعلیٰ مرتبے پر پہنچ کر بلبن سلطنت کے کاموں کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ ناصرالدین محمود کے عہد میں بلبن نے مزید ترقی کی اور امیر حاجب کے منصب سے بڑھ کر وزارت کے عہدہ جلیلہ تک جا پہنچا' اس عہد میں بلبن کا اقتدار انتہائی بلندیوں تک پہنچ گیا۔ التمش کے خاندان کی حکومت کے اس آخری دور میں بلبن کا اثر و اقتدار سارے ملک پر ایسا چھایا کہ ناصرالدین محمود صرف نام کا بادشاہ تھا اور اصل حکمرانی اور اقتدار کی باگ ڈور بلبن کے ہاتھ میں تھی۔

تخت نشینی

ناصرالدین محمود کا مبارک دور جب ختم ہوا تو بلبن بغیر کسی روک ٹوک کے بادشاہ بن گیا۔ اس کی تخت نشینی کی رسوم قصر سفید تخت شاہی پر عمل میں آئیں۔

مؤرخین اسلام نے غیاث الدین کے علاوہ دو چار دیگر ترکی امیروں اور سرداروں کے نام کے ساتھ "بلبن" کا لفظ لکھا ہے۔ لفظ "بلبن" کی اس عمومیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نام غیاث الدین ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ترکوں کے کسی گروہ کا خاندانی نام ہے۔

ترکان چہل گانی

التمش کے چالیس نازوں سے پالے ہوئے غلام بہت مشہور تھے اور انہیں لے پالک بیٹوں کے گروہ کو "ترکان چہل گانی" کہا جاتا ہے۔ جب التمش کا انتقال ہوا تو ترکوں کا یہ گروہ آپس میں مل کر بیٹھا' سب نے ایک دوسرے کی مدد اور محبت کی قسمیں کھائیں اور ہندوستان کی حکومت کو آپس میں تقسیم کر لیا' اس کے بعد یہ گروہ "ترکان خواجہ تاش" کے نام سے مشہور ہوا۔ ان "سیاسی بھائیوں" کے اتحاد و اتفاق کی گاڑی کچھ زیادہ دن نہ چلی اور کچھ ہی عرصے میں ان میں سے ہر ایک غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر خود پرست و خود مست نظر آنے لگا۔ اس گروہ میں سے غیاث الدین بلبن نے بڑا اقتدار حاصل کیا اور باقی سب پر غالب آگیا۔

بلبن نے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلے اپنے ان خواجہ تاش رقیبوں کا تیاپانچہ کیا اور اس گروہ میں سے جس کو جہاں بھی سر اٹھاتے دیکھا وہیں اس کو دبا دیا۔ بلبن کی دست درازیوں نے بہت طول کھینچا یہاں تک کہ اس کا چچیرا بھائی سردار شیر خاں جو "ترکان چہل گانی" کا ایک معزز رکن تھا' بلبن کی روش احتیاط کا شکار ہوا اور زہر دے کر اسے ہلاک کر دیا گیا۔ حریفوں اور دشمنوں سے ملک کو پاک کرنے کے بعد بلبن نے حکومت کے انتظامی امور کی طرف توجہ کی اور کچھ ہی عرصے میں اس نے سارے ملک کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کی عظمت اور شان و شوکت یہاں تک بڑھی کہ عراق' خراسان' اور ماوراء النہر کے حکمرانوں نے بھی اس کے ساتھ دوستی اور خلوص کا رشتہ استوار کیا۔

بلبن کی بلند نظری

بلبن ایک باشعور' سمجھدار ہوشیار اور صاحب وقار حکمران تھا۔ اس کے ہر حکم میں عقلمندی اور سنجیدگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ وہ ہمیشہ سلطنت کے اہم امور' قابل اور موزوں افراد کے سپرد کرتا تھا۔ نااہل لوگ اس کے دربار کے پاس سے بھی نہ گزرتے تھے۔ اسے جب تک لوگوں کی قابلیت' ایمانداری' معقولیت' پرہیزگاری اور پختہ کاری کا تجربہ و اندازہ نہ ہو جاتا تھا وہ اس وقت تک کوئی اہم کام ان کے سپرد نہ کرتا تھا۔ ان صفات کے ساتھ ساتھ اسے اعمال کی عالی خاندانی اور شرافت نسبی کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ اس کے مقرر کردہ عمال

besturdubooks.wordpress.com

اور صوبہ داروں میں دوں فطرت اور پست طبیعت لوگوں کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی۔ سب سے پہلے تو تقرری کے وقت ہی عاملوں اور صوبہ داروں کی نیک نیتی اور پرہیزگاری کو جانچ لیا جاتا تھا' لیکن اگر اس ابتدائی جانچ پڑتال میں کچھ کمی رہ جاتی اور بعد کو اس عامل یا صوبہ دار کی بددیانتی یا بدنسبی کا کوئی ثبوت مل جاتا تو فوراً اس کو اس عہدے سے برخاست کر دیا جاتا۔ بلبن نے غیر مسلموں کو کبھی کوئی ذمہ داری کا عہدہ نہیں دیا اس کا خیال تھا کہ غیر مسلم حاکموں کی وجہ سے مسلمان رعایا کو تکلیف پہنچے گی۔ بلبن نے اپنے تمام عہد حکومت میں جو بائیس سال کے عرصے پر پھیلا ہوا ہے کبھی ارباب لہو ولعب سے بات چیت نہیں کی (اور نہ انہیں منہ لگایا) اس کی بارگاہ تک ایسے لوگوں کا پہنچنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔

کردار کی بلندی کا ایک واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ بلبن کے زمانے میں ایک رئیس تھا جس کا نام فخرو بائی تھا۔ یہ شخص بڑا صاحب اقتدار تھا اور اس نے ایک عرصے تک بلبن کی خدمت کی تھی۔ بلبن نے اپنی عادت کے مطابق فخرو سے کبھی بات چیت نہ کی تھی۔ فخرو نے درباریوں کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا کہ اگر بادشاہ اس سے گفتگو کرے تو فخرو اس کے معاوضے میں دولت اور جنس کی ایک بڑی مقدار نذرانے کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ جب درباریوں نے فخرو کا معروضہ بلبن کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے جواب دیا۔ ''فخرو اگرچہ بہت بڑا دولتمند ہے لیکن وہ ایک بازاری شخص ہے اور بازاریوں ہی کا سردار ہے ایسے شخص سے بادشاہ کا بات چیت کرنا اس کے رعب داب اور وقار کے منافی ہے اور رعایا کے دلوں میں بادشاہ کا سچا احترام باقی نہیں رہتا۔

بیرونی شاہزادوں کی آمد

شیخ عین الدین بیجاپوری ملحقات طبقات ناصری میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے لیے یہی ایک بات کیا کم موجب فخر ہے کہ ان بادشاہوں اور حکمرانوں کے علاوہ جو بلبن کے عہد حکومت سے پہلے ہی ہندوستان میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ پندرہ اور شہزادے ترکستان' ماوراء النہر' خراسان' عراق' آذربائیجان' فارس' روم اور شام وغیرہ مختلف ممالک سے چنگیز خاں کی ہنگامہ خیزیوں سے تنگ آکر دہلی میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ سب شہزادے بلبن کے امراء میں داخل ہو کر بڑی عزت اور وقار کے مالک ہوئے۔ ان غریب الدیار شہزادوں میں سے دو بنی عباس کی نسل میں سے تھے۔ یہ دونوں تخت شاہی کے قریب دربار میں بیٹھتے تھے۔ باقی تیرہ شاہزادے بڑے ادب' عقیدت اور ذوق کے ساتھ شاہی تخت کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ مورخین تحریر کرتے ہیں کہ جب کوئی شاہزادہ یا حکمران کسی مصیبت کی وجہ سے اپنے وطن سے نکل کر غیاث الدین بلبن کے دامن میں پناہ لیتا تو بلبن اس مہمان کی آمد سے بیحد خوش ہوتا اور خدا کی درگاہ میں سجدہ شکر بجا لاتا۔ بلبن کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنے مہمانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ محلے آباد کرتا۔ اس قاعدے پر عمل کرنے کی وجہ سے پندرہ محلے ان عالی نسب مہمانوں سے آباد ہو گئے تھے۔ ان محلوں کے نام یہ ہیں (۱) محلہ عباسی (۲) محلہ سنجری (۳) محلہ خوارزم شاہی (۴) محلہ دیلمی (۵) محلہ علوی (۶) محلہ اتابکی (۷) محلہ غوری (۸) محلہ چنگیزی (۹) محلہ رومی (۱۰) محلہ سنقری (۱۱) محلہ یمنی (۱۲) محلہ موصلی (۱۳) محلہ سمرقندی (۱۴) محلہ کاشغری (۱۵) محلہ خطائی

دربار کی شان و شوکت

بلبن کے دربار میں بہت سے نادر الوجود اور لاثانی افراد یک جا ہو گئے تھے۔ یکتائے روزگار اہل سیف و قلم بھی تھے اور مشہور زمانہ گویے اور سازندے بھی۔ اس کے دربار کی شان و شوکت محمود غزنوی اور سنجر جیسے عالی شان اور ذی مرتبت حکمرانوں کے درباروں سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ان یکتائے روزگار اہل فن کا ایک گروہ یعنی علماء و فضلاء اور اہل سیف و شجاعان زمانہ بلبن کے

besturdubooks.wordpress.com

گو' سازندے 'گویے' ظریف' و بذلہ سنج وغیرہ بلبن کے چھوٹے فرزند بغراخاں کی محفل کی زیب و زینت تھے اور دنیاوی غموں کے غبار سے دلوں کو پاک و صاف کرتے تھے۔ امیروں اور رئیسوں کی دلچسپیوں کی بھی یہی کیفیت تھی اور وہ مشہور مثل "النــاس علـى ديـن ملـوكـهـم" کے مصداق ان میں سے ہر فرد اپنے اپنے مذاق طبیعت کے اعتبار سے انہیں دو گروہوں کی پرورش اور سرپرستی کرتا اور اس طرح اپنی مجلس کی رونق کو دوبالا کرتا۔

غیاث الدین بلبن' آرائش لباس' عظمت حکومت اور بادشاہی رعب داب کی ترقی کا بہت خواہاں تھا۔ وہ بڑے رعب اور شان و شوکت کے ساتھ دربار عام منعقد کیا کرتا تھا' یہ رعب داب اور شان و شوکت دیکھ کر لوگوں کے دل دہل جاتے تھے اور اس شان و شوکت کا حال سن کر باغیوں اور سرکشوں کے اجسام تھر تھر کانپنے لگتے تھے' اس کی عظمت باغیوں کے لیے ایک تازیانہ عبرت تھی۔ غیاث الدین بلبن جب سوار ہو کر کہیں جانے کے لیے نکلتا تو اس کی سواری کے ساتھ پانچ سو غوری' عربی' سیستانی' سمرقندی اور کرد سپاہی ہاؤ ہو کے نعرے بلند کرتے ہوئے پیادہ پا چلتے تھے۔ بلبن جشن کی مجالس بھی بڑی دھوم دھام سے منعقد کرتا' عید اور نو روز کے موقعوں پر دربار کو ایرانی بادشاہوں کے درباروں کی طرح سجایا جاتا اور بلبن سارا دن دربار میں بیٹھ کر امیروں اور منصب داروں سے نذریں قبول کرتا۔ یہ دستور تھا کہ جب کوئی امیر بادشاہ کی خدمت میں نذر پیش کرتا تو شاہی مقرب اس امیر کی اچھی عادات اور قابل قدر خدمات کا بادشاہ سے تذکرہ کرتے۔ محفل میں نقش و نگار سے مزین فرش بچھایا جاتا' زربفت کے پردے لٹکائے جاتے تھے اور چاندی اور سونے کے برتن استعمال کیا جاتے۔ اہل محفل کی خاطر تواضع شربت' میوے اور پان وغیرہ سے کی جاتی۔ بلبن اپنے امیروں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ "میں نے سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں ترکی امراء سے بارہا سنا ہے کہ" جو بادشاہ دربار کی ترتیب' سواری کے طریقوں اور حکمرانی کے آداب کا خیال نہیں کرتا' رعایا کے دلوں پر اس کے رعب داب کا سکہ نہیں بیٹھتا اور نہ ہی دیکھنے والے اس کی شان و شوکت اور دولت سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے (بے اصول) بادشاہوں کے دشمن بڑی قوت حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی حکمرانی کے راستے میں رکاوٹ بن کر سلطنت کی تباہی کا سبب قرار پاتے ہیں۔

بلبن کا انصاف اور حق پرستی

جس طرح بلبن دربار کی آداب اور قواعد وغیرہ کا خیال رکھتا تھا اسی طرح انصاف اور حق پرستی کو بھی پوری طرح مد نظر رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار جاندار کے بیٹے ملک نعیق نے جو شاہی امراء میں تھا اور چار ہزار سواروں کا مالک اور بدایوں کا صوبہ دار تھا' ایک فراش کو اس قدر مارا اور درے لگائے کہ وہ بیچارا مر گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بلبن بدایوں گیا تو اس مرحوم فراش کی بیوہ فریاد لے کر بلبن کے پاس آئی۔ بلبن نے تمام واقعہ سننے کے بعد حکم دیا کہ ملک نعیق کو بھی اتنے درے لگائے جائیں کہ جتنے اس فراش کو لگائے گئے تاکہ اس کا حشر بھی ویسا ہی ہو' بلبن کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ملک نعیق کی لاش شہر کے دروازے پر لٹکا دی گئی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بلبن کے ایک معتبر غلام ہیبت خاں نے' جو اودھ کا حاکم تھا سر مستی کے عالم میں ایک شخص کو ہلاک کر دیا' مقتول کی بیوی ان کے پاس فریاد لیکر آئی۔ غیاث الدین نے ہیبت خاں کو پانچ سو درے لگائے جانے کا حکم دیا۔ اس سزا کے بعد بلبن نے ہیبت خاں کو اس بیوہ کے سپرد کر دیا اور کہا "یہ شخص پہلے میرا غلام تھا لیکن اب تیرا غلام ہے' تو جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کر' چاہے اسے قتل کروا دے' چاہے معاف کر دے۔" ہیبت خاں نے چند بڑے بڑے نامی گرامی امیروں کو بیچ میں ڈال کر بلبن سے سفارش کروائی آخر کار ہیبت خاں نے اس بیوہ کو تیس ہزار روپے بطور ہرجانے کے ادا کیے اور اپنی جان بچائی۔ بادشاہ نے یہ فیصلہ قبول کر لیا لیکن ہیبت خاں اس واقعے سے اس قدر شرمندہ اور نادم ہوا کہ اس نے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

دستور جہانبانی

بلبن اپنے بیٹوں سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ "سلطان شمس الدین التمش فرماتے تھے کہ میں نے معزالدین بن بہاءالدین سام کی محفل میں
دوبار سید مبارک غزنوی سے سنا ہے کہ بادشاہوں کے اکثر افعال شرک کی حدوں کو چھو لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں
سنت نبوی صلعم کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اس وقت اور بھی زیادہ گنہگار ہو جاتے ہیں جبکہ وہ ان چار باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ وہ چا
باتیں یہ ہیں (۱) بادشاہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی شان و شوکت کے رعب داب کو مناسب موقع پر استعمال کرے اور خدا ترسی او
خلق خدا کی بھلائی ہمیشہ اس کے پیش نظر رہے (۲) بادشاہ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے ملک میں بدکاری مروج نہ ہو' فاسقو
اور بے غیرتوں کو ہمیشہ ذلیل و رسوا کرنا چاہیے (۳) امور سلطنت کو عقلمند اور مہذب لوگوں کے سپرد کرنا چاہیے۔ خلق خدا پر جنکو حا
مقرر کیا جائے وہ دیانتدار اور خدا ترس لوگ ہونے چاہیں' بدعقیدہ لوگوں کو ملک میں پنپنے نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسے لوگ رعایا کو غلط
راستے پر ڈال دیتے ہیں (۴) چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ انصاف سے پورا پورا کام لے' ماتحتوں کی کارگزاری کا
بنظر عدل جائزہ لیتا رہے تاکہ ملک سے ظلم و ستم کا نشان تک مٹ جائے۔۔۔ پس تم سب جو میرے جگر گوشے ہو یہ بات اچھی طرح سمجھ
و کہ اگر تم میں سے کسی نے کسی عاجز اور لاچار کو ستایا تو میں ظالم کو اس کے ظلم کی پوری پوری سزا دوں گا۔"

بلبن کی شخصیت

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ جب کبھی غیاث الدین بلبن کسی نہر کے کنارے یا کسی دریا کے پل کے قریب پہنچ جاتا تو خود کنارے پر کھڑا
ہو جاتا اور اپنے عہدہ داروں کو حکم دیتا کہ وہ ہاتھوں میں لکڑیاں لے کر انتظام کریں اور سب سے پہلے مریضوں' عورتوں' بچوں اور کمزور
جانوروں کو پار اتروائیں اور یہ عام حکم تھا کہ صحت مند و توانا لوگ معذروں اور لاچاروں کی مدد کریں۔ اس کے بعد گھوڑے ہاتھی اور
باربرداری کے دوسرے جانور پانی کو عبور کریں۔ ایسے انتظامات کے سلسلے میں بلبن نے اکثر مقامات پر کئی کئی دن بسر کیے' لیکن اس کے دل
پر کسی قسم کا خوف طاری نہ ہوا۔ تخت نشینی سے پہلے یعنی زمانہ امارت میں بلبن کو شراب خوری کی بہت عادت تھی اور اس کی محفل خوش
آواز ساتھیوں اور فن کارگویوں سے بھری رہتی تھی۔ متعدد امراء اور رئیس اس محفل میں بلائے جاتے اور بلبن بڑے شوق کے ساتھ ان
سے چوپڑ کھیلتا اور اہل محفل پر سونا اور چاندی نثار کرتا' لیکن جب حکومت کی باگ دوڑ بلبن کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس نے اپنی ذمہ داریوں
کو محسوس کرتے ہوئے ان افعال سے توبہ کر لی اور بادہ خواری اور دوسرے تعیشات کا نام و نشان تک اپنے ملک سے مٹا دیا اور بڑی سختی
سے ارکان مذہب یعنی روزے نماز وغیرہ کا پابند ہو گیا۔ فرائض کے علاوہ اس نے کبھی تہجد' چاشت اور اشراق کی نماز بھی قضا نہیں کی وہ ہر
وقت باوضو رہتا تھا۔ عالموں' صوفیوں اور بزرگان دین وغیرہ کی موجودگی میں دستر خوان پر کبھی پیش دستی نہ کرتا تھا۔ بلبن کی عادت تھی کہ
کھانے کے وقت علماء سے مختلف مسائل کی تحقیق کرتا وہ امیروں اور وزیروں وغیرہ کی قیام گاہوں پر ان سے ملاقات کے لیے جاتا اور
اس طرح ان کی عزت افزائی کرتا۔ اس کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد مشائخ اور علمائے دین کے گھروں میں جاتا اور شیخ برہان
الدین ۔۔۔ مولانا سراج الدین سنجری اور مولانا نجم الدین دمشقی جیسے جید اور بزرگ علماء کی صحبت سے فیض یاب ہوتا۔

بلبن قبرستان میں جا کر قبروں کی زیارت بھی کیا کرتا تھا جب حکومت کے کسی رکن یا بزرگ کا انتقال ہو جاتا تو وہ اس کے جنازے پر
جاتا اور تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا۔ بعد میں مرنے والے کے گھر پر جا کر صبر کی تلقین اور راضی برضائے خدا رہنے کی تاکید کرتا۔ مرحوم
کے وارثوں کو بلبن خلعت اور انعامات وغیرہ سے سرفراز کرتا اور یتیم بچوں کی پرورش کے لیے بھاری وظیفے مقرر کرتا اور ان کے غم
میں ۔۔۔ شریک رہتا بلبن کی عادت تھی کہ اگر کہیں سوار ہو کر جاتا اور راستے میں لوگوں کا ہجوم نظر آتا اور یہ معلوم ہوتا کہ یہاں وعظ
ہو رہا ہے تو وہ فوراً ۔۔۔ سے اتر کر مجلس وعظ میں شریک ہو جاتا۔ وہ خدا اور رسول صلعم ۔۔۔

besturdubooks.wordpress.com

روتا۔ مورخین تحریر کرتے ہیں کہ بلبن کے قدیم غلاموں اور خاص ملازموں کا بیان ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی بادشاہ کو ننگے سر اور ننگے پاؤں نہیں دیکھا۔ وہ محفل میں کبھی با آواز بلند قہقہہ نہیں لگاتا تھا۔ بلبن کا قول ہے کہ "بادشاہ کا رعب اور اس کے وقار کا سکہ رعایا کے دل پر جس قدر سنجیدگی اور متانت سے بیٹھتا ہے اس قدر سیاست کا اثر نہیں ہوتا۔" وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ "اگر کوئی بادشاہ بارعب اور دبنگ نہیں ہوتا تو اس کی رعایا سرکشی اور بغاوت کی طرف مائل ہو جاتی ہے' جو بادشاہ اپنے ذاتی وقار کا تحفظ کرتا ہے وہ بڑے اطمینان کے ساتھ مدتوں حکومت کر سکتا ہے۔ بصورت دیگر اس کی حکومت فتنہ خیزوں اور ہنگامہ آرائیوں کا مرکز بن جاتی ہے۔ قوانین انصاف محض کتابوں کی زینت بن کر رہ جاتے ہیں اور عملی زندگی میں ان کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا' ظلم و جور کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

امن و امان

بلبن ان تمام صفات اور اعلیٰ عادات کے باوجود بغاوت و سرکشی کو ناپسند کرتا تھا۔ باغی چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم' اس کی سرزنش میں کسی قسم کی رو رعایت نہ کرتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے مفسدوں کو ہر طرح کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ قتل کرنے یا قید خانے میں ڈال دینے کی سزاؤں میں وہ قطعاً دریغ نہ کرتا تھا اور اس سلسلے میں یہ امر ملحوظ خاطر نہیں رکھتا تھا کہ سزا شرع کے خلاف ہے یا موافق۔ التمش کے خاندان کے افراد کو بلبن نے اپنا دشمن سمجھ کر اشارے' کنائے' بہانے اور صریحی حکم' غرض ہر طرح سے قتل کیا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ بلبن نے محض ایک شخص کی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے ساری فوج یا سارے شہر کو تباہ کر ڈالا' یہی وجہ تھی کہ کوئی بلبن کی اطاعت کا منکر نہ ہوتا تھا۔ شمس الدین التمش کے عہد کے وہ قوانین اور ضابطے جو اس کے جانشینوں کی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے تقریباً منسوخ ہو گئے تھے' بلبن نے ان سب کو بالکل اسی طرح مروج کیا جیسے کہ وہ التمش کے عہد میں مروج تھے۔

شکار کا شوق

بلبن کو شکار سے بہت دلچسپی تھی اسی بنا پر اس کے عہد میں میرشکاری کا عہدہ بڑی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بلبن سلطنت و حکومت کے فرائض کو بخوبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ اکثر تمام دن سیروشکار میں بسر کرتا۔ سردیوں کے زمانے کو وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لیے بہت مناسب وموزوں خیال کرتا تھا اور ہمیشہ اس موسم کی آمد کا منتظر رہتا۔ اس موسم میں اس کے شکار کے لیے دہلی کے چاروں طرف بیس بیس کوس کے راستے کی حفاظت کی جاتی تھی۔ بلبن کا معمول تھا کہ وہ شکار کے لیے اس وقت نکلتا جبکہ تھوڑی سی رات باقی ہوتی اور دوسری رات کا دو تہائی حصہ جب گزر جاتا تو وہ شکارگاہ سے اپنی قیام گاہ پر واپس آ جاتا۔ اس کے ساتھ ہمیشہ ایک ہزار سوار اور ایک ہزار پیادہ تیرانداز رہتے تھے۔ جن کے تمام اخراجات شاہی خزانے سے ادا کیے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ہلاکو خاں نے بلبن کے اس شوق کی تفصیل سنی تو اس خونخوار فرمانروا نے کہا "بلبن ایک تجربہ کار اور عاقبت اندیش بادشاہ ہے بظاہر تو وہ شکار کا شوق کرتا ہے' لیکن دراصل اس صورت سے وہ سواری کی ورزش اور اپنے لشکر کی حفاظت کرتا ہے۔" بلبن نے جب ہلاکو خاں کی یہ بات سنی تو وہ اس کی عقلمندی اور شعور کا بے حد معترف ہوا اور کہنے لگا۔ فرمانروائی اور سیاست کے قواعد و ضوابط وہی شخص بہتر طور پر جان سکتا ہے جس نے اپنی تلوار کے بل پر جہاں بانی کی ہو۔

بلبن کی عاقبت اندیشی

جب غیاث الدین بلبن کی سلطنت اور حکومت کی بنیادیں اچھی طرح مضبوط اور پائیدار ہوگئیں تو اس سے اس کے چند قابل اعتبار امیروں نے عرض کی:۔

"گجرات اور مالوہ کے علاوہ چند دیگر مقامات جو قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں اسلامی حکومت میں شامل ہوگئے تھے' اب خود سر ہوگئے ہیں۔ اب یہی مناسب ہے کہ ملک کے اندرونی انتظامات کو پوری طرح انجام دینے کے بعد ان خود سر

besturdubooks.wordpress.com

علاقوں کی طرف توجہ کی جائے تاکہ ان مقامات کو دوبارہ شاہ دہلی کا مطیع و خراج گزار بنایا جا سکے۔" بلبن نے یہ سن کر ان امیروں سے کہا "ان دنوں مغلوں کی ہنگامہ خیزیاں بہت بڑھی ہوئی ہیں انھوں نے ہندوستان کے ایک حصے پر قبضہ بھی کر لیا ہے اور ان کی ایک جماعت ہندوستان پر باقاعدہ چھاپے مارتی رہتی ہے۔ اس صورت حال میں دہلی سے نکلنا اور دور دراز علاقوں کو فتح کرنے کے لیے دارالسلطنت کو محافظوں سے خالی کرنا بعید از دانشمندی ہے۔ اس وقت یہی مناسب ہے کہ اپنے ملک میں رہ کر سلطنت کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے نہ کہ نئے علاقے فتح کرنے کا ارادہ کیا جائے۔"

تاتار خاں کی اطاعت

اسی سال یعنی ۶۶۴ھ میں ارسلان خان کا بیٹا محمد تاتار خاں (جس نے سلطان ناصرالدین محمود کے زمانے میں علم سرکشی بلند کیا تھا) نے لکھنوتی سے تریسٹھ (۶۳) ہاتھی اور بہت سے دوسرے بیش بہا تحفے بلبن کی خدمت میں روانہ کیے بلبن نے اس نذرانے کو نیک فال تصور کر کے قبول کیا اور رعایا کو حکم دیا کہ شہر کو پوری طرح سجا کر جشن عیش و عشرت منعقد کریں اور خوشیاں منائیں اس موقع پر بلبن نے بڑے شوق سے چبوترہ ناصری پر جو دروازہ بدایوں کے باہر واقع ہے دربار عام منعقد کیا۔ جس میں تمام امراء اراکین سلطنت اور باجگذار علاقوں کے حکمرانوں نے شرکت کی۔ ان سب نے بادشاہ کی خدمت میں نذرانے پیش کیے اور شاہی انعامات سے سرفراز ہوئے اور یوں بلبن نے تاتار خاں کو اپنا اطاعت گزار بنا کر اسے اپنے نامی گرامی امراء کی صف میں شامل کیا۔

میواتی لیٹروں کا خاتمہ

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ التمش کے جانشینوں کے زمانے میں میواتیوں کی ایک جماعت دہلی کے آس پاس کے علاقے میں جنگلوں میں چھپ چھپا کر قتل و غارت کیا کرتی تھی۔ یہ لیٹرے راتوں کو لوگوں کے گھروں میں زبردستی گھس جاتے اور مال و اسباب اٹھا کر لے جاتے اور شہر کے آس پاس کی سراؤں کو تباہ و برباد کرتے رہتے تھے' سوداگر اور تجارت پیشہ لوگ بھی ان لیٹروں کی دستبرد سے محفوظ نہ تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ ان میواتیوں نے دن دہاڑے سقوں اور گھروں میں پانی بھرنے والی لونڈیوں پر چھاپہ مار کر غرباء کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ ان کے خوف کی وجہ سے شہر کے دروازے مغرب کے وقت بند کر دیئے جاتے تھے۔ نماز عصر کے بعد کسی شخص کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ قبرستان تک جائے۔ بلبن کو جب میواتیوں کی اس لوٹ مار اور رعایا کی مصیبتوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے اس مفسد گروہ کے قتل کو حکومت کے بقیہ تمام کاموں پر مقدم رکھا اور ان سفاکوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے دہلی سے روانہ ہوا۔ بلبن نے ان میواتیوں کو گھیر لیا اور تقریباً ایک لاکھ ظالموں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے بعد بلبن نے اس جنگل کو' جس میں یہ لٹیرے رہا کرتے تھے' بالکل صاف کروا دیا اور زمین کو زراعت پیشہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ بلبن نے اس مقام پر سپاہیوں کی چند چوکیاں بھی مقرر کیں اور ان چوکیوں کی حفاظت کے لیے اپنے کچھ معتبر سرداروں کو وہاں چھوڑ کر واپس دہلی آیا۔

باغیوں کی سرزنش

اس واقعے کے دوسرے سال بلبن نے میان دوآب کے سرکشوں اور باغیوں کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اس نے اس علاقے کی حکومت بڑے امراء کے حوالے کی اور انھیں ہدایت کی کہ ان سرکشوں کو ان کی بداعمالیوں کی ایسی سخت سزا دی جائے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ ان امراء نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور میان دوآب کی لوگوں کو مصیبتوں سے رہائی دلائی۔ ان سفاکوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد بلبن نے دو بار کنپل' پٹیالی' اور بھوجپور (یہ مقامات موجودہ بدایوں اور فرخ آباد کے ضلعوں میں واقع ہیں) کا سفر کیا اور ہر بار ان علاقوں کے باغیوں سرکشوں اور لیٹروں کو تباہ و برباد کیا۔ ان ظالموں میں سے لاکھوں کو تہ تیغ کیا گیا اور باغیوں کو مع ان کے بیوی بچوں کے' شاہی فوج

besturdubooks.wordpress.com

اصطلاح میں جون پور' بہار اور بنگالہ (مراد ہے) تمام خطروں سے پاک و صاف ہوگیا اور مسافر امن و امان کے ساتھ آنے جانے لگے۔ بلبن نے کنپل' بھوج پور اور پٹیالی میں مسجدیں اور قلعے تعمیر کروائے اور وہاں کی حکومت افغان سرداروں کے سپرد کر کے جلالی کا قلعہ تعمیر کروایا اور خود واپس دہلی آ گیا۔

بلبن جونہی دہلی پہنچا تو اسے بدایوں اور امروہہ کے حاکم کی طرف سے کیتھر کی سرکشی کی اطلاع ملی۔ اس خبر کے سنتے ہی بلبن نے فوج کو تیاری کا حکم صادر کیا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اس بار بادشاہ کوہ پایہ سفر کرے گا' لیکن قبل اس کے کہ سرخ رنگ کا شاہی سراپردہ کوچ کے لیے بادشاہی محل سے باہر نکالا جاتا' بلبن پانچ ہزار سواروں کا ایک چیدہ لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ دریائے گنگا کو عبور کرنے میں دو روز صرف ہوئے تیسرے دن مسلمانوں کا لشکر کیتھر کے علاقے میں پہنچ گیا۔ بلبن نے اس شہر میں داخل ہوتے ہی قتل عام کا حکم دے دیا۔ لشکریوں نے بادشاہی حکم کی تعمیل میں خوب جی کھول کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور عورتوں اور بچوں کے سوا کسی کو زندہ نہ چھوڑا.... غیاث الدین بلبن کی تلوار نے باغیوں کو کچھ اس طرح خاموش کیا کہ پھر جلال الدین خلجی کے زمانے تک بدایوں' سنبل اور امروہہ کے علاقوں میں کسی سرکش اور باغی کا نام سنائی نہ دیا۔ اس تمام ہنگامے کو بخیر و خوبی ختم کرنے کے بعد بلبن نے دہلی کا رخ کیا۔

کوہ پایہ کا سفر

دہلی پہنچ کر بلبن نے چند روز تک آرام کیا اور پھر کوہ پایہ کے سفر کا ارادہ کیا۔ وہاں پہنچ کر بلبن نے باغیوں' مفسدوں' شرپسندوں اور سرکشوں کی خوب خبر لی۔ قتل و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا کہ پورے دو سال تک بلبن کوہ پایہ ہی میں رہا اس علاقے سے بہت سامال غنیمت بلبن کے ہاتھ آیا۔ خاص پور پر گھوڑے تو بہت ہی ہاتھ لگے۔ اس بہتات کی وجہ سے اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کا گھوڑا تیس (۳۰) سے چالیس (۴۰) تنگہ تک سے زیادہ پر فروخت نہ ہوتا تھا۔ کوہ پایہ کو شرپسندوں سے پوری طرح پاک و صاف کرنے کے بعد بلبن دہلی واپس آ گیا۔

بلبن کے عہد کا یہ دستور تھا کہ جب بادشاہ سفر سے واپس لوٹتا تو دہلی کے تمام امراء اور ارکان سلطنت دو تین منزل پیشوائی کے لیے جاتے اور بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں داخل ہوتے۔ اس موقع پر شہر کو بڑے سلیقے سے سجایا جاتا اور بادشاہ کے صحیح و سلامت لوٹنے کی خوشی میں عیش و عشرت کی محفلیں منعقد کی جاتیں۔ جو رقوم بادشاہ پر سے صدقے کی جاتیں ان کو یک جا کر کے تمام اسلامی ممالک میں بھیج دیا جاتا کہ فقراء اور محتاجوں وغیرہ میں تقسیم کر دی جائیں۔

لاہور کا سفر

(کوہ پایہ کے سفر سے واپسی کے بعد) بلبن نے چند روز دہلی میں قیام کر کے لاہور کا سفر اختیار کیا' لاہور پہنچ کر اس نے حصار شہر کو از سر نو تعمیر کروایا جو شمسی حکمرانوں کے عہد میں مغلوں کی شورشوں کے باعث شکستہ ہوگیا تھا اس کے بعد بلبن نے نواح شہر کو آباد کیا جو مغلوں کی لوٹ مار کی وجہ سے ویران ہوگیا تھا اور پھر دہلی واپس آ گیا۔

بوڑھے لشکریوں کی معزولی

دہلی پہنچنے کے بعد چند امراء نے بلبن کو یہ بتایا کہ فوج کے بہت سے سپاہی ضعیف العمری کی وجہ سے جنگ و جدل کے کام کے نہیں رہے۔ اس وجہ سے یہ سپاہی اپنے سرداروں کو تھوڑی بہت رقم دے کر اپنے گھر بیٹھے رہتے ہیں اور جنگ میں شرکت نہیں کرتے۔ یہ سن کر بلبن نے حکم دیا کہ فوج سے تمام بوڑھے سپاہیوں کو علیحدہ کر دیا جائے ان کی خدمت کے صلے میں انھیں تیس تنگہ رقم دی جائے زاید رقم ان سے وصول کر لی جائے۔ بلبن کے اس حکم کی وجہ سے لشکر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ ان معزول لشکریوں میں سے چند معتبر اشخاص بہت سے گراں بہا تحفے تحائف [illegible]

کہ اس ضعیف العمری میں ہم پر ایسی مصیبت نازل ہوگی اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا تو جوانی میں کوئی ایسا کام کرتے جو بڑھاپے میں آج ہمارے کام آتا۔ فخرالدین کوتوال نے ان کے تحفے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا "اگر میں تم سے یہ رشوت وصول کر لوں گا تو بادشاہ پر میری سفارش کا کوئی اثر نہ ہوگا۔" اس کے بعد کوتوال نے ان لوگوں کو رخصت کر دیا اور خود حسب معمول بادشاہی دربار میں چلا گیا۔ فخر الدین دربار میں اپنی جگہ پر کچھ فکرمند اور پریشان سا تھا بلبن نے جب اس کی طرف دیکھا تو اس نے فخرالدین سے اس فکر اور پریشانی کا سبب پوچھا۔ اس تجربہ کار امیر نے عرض کیا "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ دربار شاہی میں ضعیف العمر لوگوں کی گذارشات پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ یہ دیکھ کر مجھے تشویش ہے کہ اگر قیامت کے روز رحمت الٰہی نے بھی بوڑھوں کو اپنے کرم سے محروم کر دیا تو میرا کیا حال ہوگا۔" بلبن نے فوراً فخرالدین کا اصل مطلب سمجھ لیا اور زاروقطار رونے لگا' بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ تمام معزول شدہ لشکریوں کو ان کی پوری پوری تنخواہ دی جائے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی واقع نہ ہو۔

شیر خاں کا انتقال

بلبن کی تخت نشینی کے چوتھے سال اس کے چچا زاد بھائی معظم شیر خاں خواجہ تاش نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ شیر خاں سلطان ناصرالدین محمود کے عہد سے لاہور' ملتان' بھنیر' سرہند' دیپالپور اور ان تمام علاقوں کا حاکم تھا جو مغلوں کی ہنگامہ آرائیوں کی زد پر واقع تھے۔ اس کے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود بلبن نے زہر دے کر اسے ہلاک کیا۔ شیر خاں کو اسی کے تعمیر کروائے ہوئے گنبد واقع بھنیر میں دفن کیا گیا۔ بلبن نے شیر خاں کی جاگیر کو اس طور پر تقسیم کیا کہ سنام اور سمانہ کے علاقے تیمور خاں کے سپرد کیے جو ترکان چہل گانی کا ایک معزز رکن تھا باقی علاقے بھی نامی گرامی امیروں میں بانٹ دیئے شیر خاں جب تک زندہ رہا پنجاب کی سرحدیں مغلوں کی شورشوں اور غارت گری سے محفوظ رہیں لیکن اس شیر کے آنکھ بند کرتے ہی سوئے ہوئے فتنے بیدار ہوگئے۔ مغلوں نے سر اٹھایا اور سرحدی علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

بلبن نے اپنے فرزند اکبر قاآن الملک محمد سلطان کو (جو عام طور پر خان شہید کے نام سے مشہور ہے) اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اسے چتر و دورباش اور دیگر شاہی لوازمات سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد بلبن نے خان شہید کو شیر خاں کا جانشین مقرر کیا اور اپنے چند لائق اور قابل اعتبار امیروں کو اس کا مصاحب اور مشیر بنا کر اس کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔

ایبک محمد کشیل خاں اور علاؤالدین

تاریخ "فیروز شاہی" کا مولف لکھتا ہے کہ شمس الدین التمش کے عہد کے بعض امرا نے اپنے بیٹوں کو "محمد" کے مبارک نام سے موسوم کیا تھا۔ ان امراء کو اس حسن عقیدت کا یہ صلہ ملا کہ ہر وہ لڑکا جس کا نام محمد تھا اپنے ماں باپ کی پرورش' نگہداشت اور قابل اساتذہ کی تعلیم کی وجہ سے کسی نہ کسی عمدہ صفت میں ایسا ماہر و کامل ہوا کہ آج تک دنیا میں اس کا نام باقی ہے ایسے ہی لوگوں میں ایک ایبک محمد کشیل خاں ہے۔ یہ مرد جواں تیراندازی' نیزہ بازی' بہادری وغیرہ صفات میں اپنی مثال آپ تھا اور دور دور تک اس کی شہرت تھی کشیل خاں کی ان اعلیٰ صفات کی شہرت سن سن کر مغل فرماں رواؤں کو ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ یہ امیران کے دربار کی زیب و زینت بنے۔ دوسرا شخص علاءالدین محمد بن اعزالدین کشیل خاں ہے جو غیاث الدین کا بھتیجا تھا۔ یہ امیر نیک نام محفل آرائی اور جودوسخا میں اپنے عہد کا امام تھا۔ اس کی سخاوت سے ممالک مثلاً مصر' شام' روم' بغداد' عراق خراسان' و ترکستان اور ماوراءالنہر وغیرہ سے بہت سے فضلاء اور شعراء اس کے جودوسخا کی شہرت سن سن کر ہندوستان آتے تھے اور انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر اپنے وطن واپس جاتے تھے الغرض

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

چوگان زر کے عطیہ سے نوازا نیز خان اعظم کا خطاب دیا۔ بعد ازاں بلبن نے علاؤالدین پر مزید عنایت کی اور اسے کول کا صوبہ دار بنا دیا اور ہمیشہ اس سے لطف سے پیش آتا رہا۔

علاؤالدین کی سخاوت

ملک قطب الدین حسن غوری کے ندیم خاص خواجہ معین الدین کے مشہور بیٹے خواجہ شمس الدین نے ایک مرتبہ علاؤالدین کی مدح میں چند اشعار لکھے اور غیاث الدین بلبن کے درباری مطربوں کو دیئے تاکہ جشن نو روز کے دن جب تمام امراء جمع ہوں تو شاہی دربار میں یہ اشعار پڑھے جائیں۔ ان مطربوں نے خواجہ شمس الدین کی ہدایت کے مطابق شاہی دربار میں وہ اشعار گا کر سنائے اس محفل میں کشلی خاں بھی موجود تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ اشعار کس نے لکھے ہیں جواب ملا کہ یہ اشعار خواجہ شمس الدین نے لکھے ہیں۔ محفل کے اختتام کے بعد علاؤالدین اپنے گھر آیا اور خواجہ شمس الدین کو بلا کر اپنی محفل نو روز کا تمام اعلیٰ پر تکلف سامان ان کی نذر کیا۔ مورخین تحریر کرتے ہیں کہ اس بلند ہمت اور سخاوت پسند امیر نے غیاث الدین بلبن کے عہد میں اکثر اس انداز سے بخشش کی ہے کہ اپنا سب کچھ دوسروں کے حوالے کر دیا اور سوائے اپنے لباس کے، جو زیب تن تھا، کوئی اور شے اپنے پاس نہ رکھی۔

خان شہید

تیسرا شخص محمد تاتار خاں ابن ارسلان خاں ہے جو اپنی بہادری اور پاکبازی کی وجہ سے سارے ملک میں مشہور اور ہر دلعزیز تھا۔ اس نے لکھنوتی میں کئی مرتبہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ ان محمد نام کے اشخاص میں سب سے بہتر اور افضل شہزادہ محمد سلطان خان شہید ہے۔ یہ شہزادہ غیاث الدین بلبن کا محبوب ترین بیٹا تھا وہ تمام عمدہ صفات اور پسندیدہ عادات جو ایک شہزادے میں ہونی چاہئیں، خان شہید میں موجود تھیں۔ یہ شہزادہ عقل و خرد اور ہنرپروری میں بلاشبہ اپنے زمانے کا بہترین آدمی تھا اس کی محفل میں ہمیشہ نامی گرامی علماء و فضلاء اور بڑے بڑے شاعر شرکت کرتے تھے اور وہ اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں سے ہمیشہ لطف و کرم سے پیش آتا تھا۔ اس کا لطف و کرم انھیں تک محدود نہ تھا بلکہ وہ مستحقوں اور ہنروروں کی بڑی امداد کرتا تھا۔ امیر خسرو اور خواجہ حسن جیسی مقدس ہستیاں اسی شہزادے کی محفل کی رونق تھیں۔ ان دونوں بزرگوں نے خان شہید کی ملازمت میں ملتان میں پورے پانچ سال بسر کیے۔ خان شہید ان دونوں کی سب سے زیادہ عزت اور حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ یہ شہزادہ اس قدر مہذب اور سلیقہ مند تھا کہ اگر تمام شب و روز کسی محفل میں بیٹھتا تو تب بھی اپنا زانو اونچا نہ کرتا تھا اور قسم کھاتے وقت ہمیشہ اس کی زبان پر لفظ "حقا" رہتا تھا۔ تہذیب و متانت کا یہ عالم تھا کہ مجلس شراب میں اور نشے کی حالت میں بھی اس کی زبان پر کبھی کوئی غیرمہذب کلمہ نہ آتا تھا۔ خان شہید کی محفل میں ہمیشہ علمی چرچے رہتے تھے اور وہاں خاقانی، انوری، مولانا نظامی اور امیر خسرو کا کلام پڑھا جاتا تھا۔ خان شہید (ہر شعر کو پوری طرح سمجھتا تھا) اور اس کی مناسب داد دیتا تھا۔ بڑے بڑے اساتذہ اور سخن فہم اس کی سخن فہمی کے قائل تھے، امیر خسرو نے ایک بار فرمایا، "میں نے سخن فہمی، نکتہ رسی، پختگی ذوق صحیح اور تمام نئے پرانے شعرا کے اشعار یاد رکھنے میں خان شہید جیسا فاضل شخص کوئی اور نہیں دیکھا۔

ایک نادر بیاض شعر

خان شہید نے ایک قلمی بیاض تیار کی تھی جس میں تمام نامی گرامی شعراء کے منتخب اشعار درج تھے۔ جن کی تعداد بیس (۲۰) ہزار تھی اور یہ اشعار بہت خوبصورت خط میں لکھے ہوئے تھے۔ امیر خسرو اور خواجہ حسن دونوں ہی خان شہید کے انتخاب اشعار کی خوبی کے قائل تھے اور اس کے سخن فہمی کے مداح تھے، خان شہید کے قتل کے بعد غیاث الدین بلبن نے یہ بیاض امیر علی جامدار کو دی اور جامدار نے امیر خسرو کو۔ اس عہد کے تمام نامی گرامی شعراء نے اس بیاض کو دیکھا اس کے اشعار اپنی بیاضوں میں نقل کیے اور سب نے خان شہید کو فاضل روزگار اور علم دوست شخص [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

محفل وجد و حال

جس زمانے میں خان شہید کا قیام ملتان میں تھا اس زمانے میں شیخ عثمان ترمذی" جو اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور عارف کامل تھے، اتفاق سے ملتان تشریف لائے۔ خان شہید نے شیخ صاحب" کی بہت تعظیم کی اور خاطر تواضع کی، ان کی خدمت میں نذر اور ہدیہ پیش کیا اور بڑی عاجزی سے ان سے ملتان میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ اور کہا۔ "اگر آپ یہاں قیام کرنا پسند فرمائیں گے تو حکومت کے خرچ سے ایک خانقاہ تعمیر کروادی جائے گی۔" لیکن شیخ صاحب" نے ملتان میں مستقل رہائش کو ناپسند کیا اور واپس چلے گئے۔ جن دنوں شیخ صاحب ملتان میں تھے اور حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت شیخ صدرالدین عارف کے ساتھ خان شہید کی محفل میں تشریف رکھتے تھے۔ اس محفل میں عربی اشعار پڑھے جاتے تھے، اتفاق سے کوئی ایک شعر سن کر ان بزرگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور ان کے ساتھ ساری محفل کھڑی ہوگئی۔ خان شہید نے بھی اہل محفل کا ساتھ دیا اور دست بستہ کھڑا ہوگیا۔ جب تک ان بزرگوں کو سکون نہ ہوا خان شہید کی حالت بھی اضطرار کی رہی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔

شیخ سعدی سے عقیدت

اگر کبھی کوئی شخص خان شہید کی مجلس میں کوئی نصیحت آمیز شعر پڑھتا تو وہ دنیا کے خیال کو دل سے نکال کر بڑی توجہ کے ساتھ اس شعر کو سنتا اور شعر کے مضمون سے متاثر ہو کر زاروقطار روتا۔ خان شہید کی بالغ نظری، عقلمندی اور قدرشناسی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے دو مرتبہ ملتان کی امارت کے زمانے میں اپنے قاصد بیش قیمت اور اعلیٰ تحائف کے ساتھ شیراز روانہ کیے اور حضرت شیخ مصلح الدین سعدی سے درخواست کی کہ "آپ یہاں تشریف لاکر ہمیں نوازیں۔ آپ کے لیے ملتان میں ایک خانقاہ تعمیر کروادی جائے گی اور اس کے مصارف کے لیے چند گاؤں وقف کردیے جائیں۔" چونکہ حضرت سعدی ضعیف العمری کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے اس لیے انھوں نے دونوں مرتبہ ملتان آنے میں عذر کیا لیکن ہر بار اپنے ہاتھ سے اپنے اشعار اور غزلیات لکھ کر خان شہید کی خدمت میں بطور تحفہ روانہ کیں اور امیر خسرو کی سفارش فرمائی۔ ملتان کی امارت کے زمانے میں خان شہید کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر سال بہت سے گراں بہا اور نادر تحائف لے کر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور چند روز دہلی میں قیام کر کے واپس چلا جاتا۔

بغرا خاں

اسی زمانے میں بلبن نے اپنے دوسرے لڑکے بغرا خاں کو ناصرالدین کے خطاب سے سرفراز کر کے سمانہ اور سنام کا جاگیردار مقرر کیا۔ جب بغرا خاں روانہ ہونے لگا تو بلبن نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیر میں پہنچ کر اپنے پرانے لشکر کی تنخواہوں میں اضافہ کردے اور نئے لشکر کی ضرورت جس قدر ہو اسے بھرتی کر کے مغلوں سے ہمیشہ خبردار رہے۔ بلبن نے اسے یہ نصیحت بھی کی کہ "تم سلطنت کے اہم امور میں ہمیشہ تجربہ کار امیروں سے مشورہ لیتے رہنا اور اگر کوئی بہت ہی اہم معاملہ درپیش ہو تو فوراً مجھے اطلاع کرنا اور پھر تمہیں جو ہدایات یہاں سے بھیجی جائیں اسی کے مطابق عمل کرنا۔" بلبن نے بغرا خاں سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر اس نے شراب خوری کی بری عادت ڈالی تو اسے فوراً معزول کردیا جائے گا اور آئندہ کبھی کوئی ذمہ داری کا کام اس کے حوالے نہ کیا جائے گا اور وہ اپنے باپ کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہو جائے گا۔

بغرا خاں نے ہمیشہ اپنے باپ کی نصیحتوں اور ہدایتوں کو یاد رکھا اور ان پر عمل کیا اس شہزادے نے عیش کوشی سے الگ رہ کر بڑی ہوشیاری کے ساتھ حکومت کے فرائض کو سرانجام دینا شروع کیا اور ہندوستان کو مغلوں کی ہنگامہ خیزیوں سے بچائے رکھا۔ آپس میں یہ طے پایا تھا کہ اگر مغل ہندوستان پر لشکر کشی کریں تو ملتان سے خان شہید [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

سے مغلوں کو مار بھگائیں۔

طغرل کی بغاوت

جب غیاث الدین بلبن کی حکومت کی بنیادیں پوری طرح مضبوط ہوگئیں اور ہر کام بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل میں آنے لگا تو دفعتہ ایک تازہ حادثہ پیش آیا۔ لکھنوتی کے صوبہ دار طغرل نے جو بلبن کا ایک غلام تھا' بادشاہ سے بغاوت کی ۶۷۸ھ میں طغرل نے اپنی بہادری' سخاوت اور چالاکی کے سہارے جاجنگر پر حملہ کیا اور وہاں کے راجہ کو شکست دے کر بے شمار مال غنیمت اور بہت سے ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے۔ طغرل نے یہ دیکھ کر کہ بادشاہ غیاث الدین بلبن اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور اس کے دونوں بیٹوں کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے سے فرصت نہیں ہے۔ اس مال غنیمت میں سے بادشاہ کا حصہ غصب کر لیا۔ اسی دوران میں بلبن پر بیماری نے حملہ کیا اور اس وجہ سے وہ اتنا کمزور ہوگیا کہ ایک مہینے تک اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکل سکا اور یوں لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ طغرل نے جب یہ بے بنیاد خبر سنی تو اس نے فوراً اپنی نمک حرامی کا عملی مظاہرہ کیا اور ایک زبردست لشکر جمع کر کے لکھنوتی پر آزادانہ حکومت قائم کر لی۔ اس غلام بے وفا نے ملک پر قبضے کے بعد سرخ رنگ کا چتر بھی سر پر سایہ فگن کیا اور خود کو سلطان مغیث الدین کے نام سے لکھنوتی کا بادشاہ مشہور کیا۔ اس علاقے میں طغرل کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوگیا۔

امین خاں کی شکست

طغرل کو خودمختار حکومت قائم کیے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دہلی سے غیاث الدین بلبن کی صحت یابی کے فرمان لکھنوتی پہنچے۔ طغرل اپنے آقا کو صحیح و سلامت پا کر بھی سیدھے راستے پر نہ آیا اور بجائے اپنی حرکت ناشائستہ پر نادم ہونے کے حسب سابق بغاوت پر آمادہ رہا۔ بلبن کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ملک اپتگین موئے دراز المخاطب بہ امین خاں کو لکھنوتی کا صوبہ دار مقرر کیا اور اسے ایک زبردست لشکر کا سردار بنا کر چند نامی گرامی امراء ملک تاج الدین اور جمال قندھاری وغیرہ کے ساتھ طغرل کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ امین خاں نے آب سرد (اس کو اب "سرجو" کہا جاتا ہے یہ ندی ضلع بہرائچ سے نکل کر دریائے گھاگھرا میں گر جاتی ہے) کو عبور کر کے لکھنوتی کا رخ کیا اور طغرل بھی فوج لے کر بڑھا۔ معرکہ جنگ میں طغرل نے نیزے اور تلوار وغیرہ سے کام لینے کی بجائے سونے اور چاندی سے کام لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امین خان کے سپاہیوں کا ایک بڑا حصہ روپیہ لے کر طغرل کی فوج سے جا ملا۔ اس کے بعد طغرل نے تلواروں اور نیزوں کی جنگ شروع کی' امین خاں کو شکست ہوئی اور طغرل کے قبضے میں بے شمار مال غنیمت آیا۔

ملک ترضی کی شکست

امین خاں کی شکست کی خبر جلد از جلد دہلی پہنچا دی گئی۔ بلبن یہ خبر سن کر بہت ہی رنجیدہ اور ملول ہوا اور غم و غصہ سے خون کے گھونٹ پینے لگا۔ بلبن نے امین خان کے لیے موت کی سزا تجویز کی اور ملک ترضی ترک کو ایک زبردست لشکر دے کر طغرل کے مقابلے پر روانہ کیا۔ طغرل نے ملک ترضی کو بھی شکست دی اور اس مرتبہ بھی بے شمار مال غنیمت پر قابض ہوا۔ بلبن نے جب ملک ترضی کی شکست کی خبر سنی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ خود اپنی عالی ہمتی سے طغرل کے مقابلے پر جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ بلبن نے حکم دیا کہ دریائے گنگا میں کشتیاں ڈال دی جائیں اور وہ خود شکار کے بہانے سے سنام اور سمانہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ سمانہ پہنچ کر بلبن نے وہاں کی نیابت جاندار کے بیٹے ملک سراج کے سپرد کی اور اپنے چھوٹے بیٹے بغراخاں کو خاصے کے لشکر کے ساتھ اپنے ہمراہ لے کر سمانہ سے روانہ ہوا یہاں سے بلبن میان دوآب میں آیا اور ملک فخرالدین کوتوال کو اپنا نائب مقرر کر کے دہلی میں چھوڑا اور خود بڑی شان و شوکت کے ساتھ گنگا کے راستے سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ برسات کا زمانہ تھا۔ لیکن بادشاہ کی عالی ہمتی نے اس تکلیف دہ موسم کا کوئی خیال نہ کیا۔ بارش کی وجہ سے لشکر کو راستے میں کہیں کہیں ٹھہرنا پڑا جس کی وجہ سے لکھنوتی پہنچنے میں معمول سے کہیں زیادہ تاخیر ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

طغرل نے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی اور اس کے تاخیر سے پہنچنے سے فائدہ اٹھایا اس نے اپنی فوج کو تیار کیا اور خزانہ ساتھ لے کر جاجنگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

طغرل کا فرار

طغرل کا یہ ارادہ تھا کہ جاجنگر پر قبضہ کر کے کچھ دنوں وہاں قیام کیا جائے اور جب بلبن واپس جانے لگے تو پھر لکھنوتی پر دوبارہ قبضہ کر لیا جائے۔ بلبن نے لکھنوتی پہنچ کر کچھ دنوں تو توقف کیا اور بعد ازاں سالار حسام الدین دلیل اور باربیگ برلاس کو (جو تاریخ فیروز شاہی کے مؤلف کا جد تھا) کو لکھنوتی کی مہم کے لیے روانہ کیا اور خود طغرل کو راہ راست پر لانے کے لیے جاجنگر روانہ ہوا۔ جب بلبن (سنار گاؤں) کی سرحد پر پہنچا تو وہاں کا راجہ بلبن کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ اس راجہ نے بلبن سے وعدہ کیا کہ اگر طغرل نے شکست کھا کر دریا کے راستے سے فرار ہونے کی کوشش کی تو وہ راجہ اسے دریا کے راستے جان بچانے کا موقع نہیں دے گا۔ سنار گاؤں کا بندوبست کرنے کے بعد بلبن آگے بڑھا' ابھی سفر کی اس نے تین چار منزلیں ہی طے کی تھیں کہ اسے طغرل کی روپوشی کی خبر ملی۔ لوگوں سے اس کے بارے میں بہت کچھ دریافت کیا گیا' لیکن کسی سے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ بلبن نے ملک باربیگ برلاس کو سات ہزار سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ دس بارہ کوس آگے نکل کر طغرل کا سراغ لگائے ملک برلاس نے حکم شاہی کی تعمیل کی بہت ڈھونڈا' مگر طغرل کا کہیں نام و نشان نہ پایا۔

طغرل کی تلاش

ایک روز مقدمہ لشکر ملک محمد تیرانداز حاکم کول اور اس کا بھائی ملک مقدر جو تاریخ میں "طغرل کش" کے لقب سے مشہور ہے تیس چالیس سواروں کے ساتھ فوج کے آگے آگے جا رہے تھے تاکہ طغرل کو تلاش کریں' ملک محمد نے چند بنیوں کو آتے دیکھا اس نے انھیں گرفتار کر لیا اور ان کو راستہ بتانے اور طغرل کا اتہ پتہ دینے کے لیے ڈرایا دھمکایا' لیکن ان بنیوں نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ اس پر ملک محمد نے ایک بنیے کو اسی وقت قتل کر دیا۔ اس سزا سے دوسرے ڈر گئے اور انھوں نے کہا "آپ ہم سے جو مال و متاع لینا چاہتے ہیں لے لیں' لیکن ہم کو زندہ چھوڑ دیں۔" ملک محمد نے جواب دیا۔ "ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ طغرل کے ٹھکانے کا پتہ لگائیں اگر تم ہمارے حکم کے مطابق عمل کرو گے تو تمہاری جانیں اور مال و متاع محفوظ رہے گا ورنہ نتائج کی ساری ذمہ داری تم پر ہو گی۔" جب ان بنیوں نے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو صاف صاف کہہ دیا کہ "ہم طغرل کے لشکر ہی کو غلہ دے کر آ رہے ہیں۔ آپ کے اور طغرل کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ باقی ہے اگر آپ نے آج ہی طغرل کا پیچھا کیا تو اسے پکڑ لیں گے ورنہ کل وہ جاجنگر پہنچ جائے گا۔ ملک محمد نے ان بنیوں کو اسی وقت دو سواروں کے ساتھ ملک برلاس کی خدمت میں روانہ کر دیا تاکہ اصل حقیقت سے باخبر ہو کر برلاس فوراً طغرل کے سر پر جا پہنچے۔ ورنہ اگر طغرل بچ بچا کر جاجنگر پہنچ گیا تو وہ وہاں کے باشندوں سے سازش کر کے کسی جنگل میں روپوش ہو جائے گا اور پھر اس کا ہاتھ آنا دشوار ہو جائے گا۔ بنیوں کو روانہ کرنے کے بعد ملک محمد ایک بلند مقام پر چڑھ گیا اور اس نے چاروں طرف طغرل کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ ملک محمد کو ایک طرف طغرل کا خیمہ نظر آیا اور اس نے دیکھا کہ طغرل کے سپاہی بڑے آرام و اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور لشکر کے جانور جنگل میں چر رہے ہیں۔ ملک محمد نے اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اپنے ساتھیوں سمیت فوراً طغرل کے خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ طغرل کے پاسبانوں نے ملک محمد کے لشکر کے بارے میں یہ خیال کیا کہ یہ لوگ اپنے ہی ساتھی ہیں لہٰذا کوئی مزاحمت نہ کی ملک محمد کے ہمراہیوں نے اپنی تلواریں سونت لیں اور طغرل کے جس ساتھی کو پایا [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

خانے کے راستے سے خیمے سے باہر نکلا اور ایک گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر فرار ہوگیا۔

طغرل کا قتل

چونکہ طغرل کے سر پر نمک حرامی کا وبال تھا اس لیے وہ اپنے لشکر کی طرف نہ گیا۔ بلکہ ایک چھوٹی سی ندی کی طرف' جو لشکر کے قریب ہی بہہ رہی تھی' چل دیا۔ طغرل نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اس ندی کو جلد از جلد پار کر کے جاجنگر پہنچ جائے۔ طغرل کے فرار کی وجہ سے اس کی فوج میں سخت انتشار اور بدامنی پھیل گئی اور جس کا جدھر منہ اٹھا وہ ادھر کو چل دیا۔ ملک مقدر' جس کے ہاتھوں طغرل کا قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا' طغرل کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگیا۔ ملک مقدر نے ندی کے کنارے طغرل کو جا دبوچا اور ایک ایسا کاری تیر لگایا کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ طغرل کے گرتے ہی مقدر خود بھی گھوڑے سے اترا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ طغرل کے ملازمین اپنے آقا کو تلاش کرتے ہوئے چاروں طرف پھر رہے تھے اس لیے مقدر نے طغرل کا سر تو ندی کے کنارے ایک جگہ دفن کر دیا اور جسم ندی میں بہا دیا اور خود ندی کے کنارے بیٹھ کر اپنے کپڑے دھونے لگا اس دوران میں طغرل کے ملازم اسے ڈھونڈتے ہوئے اور "خداوند عالم" "خداوند عالم" کی صدائیں لگاتے ہوئے ادھر سے گزرے' لیکن اپنی صداؤں کا کوئی جواب نہ پا کر مایوس ہو کر چلے گئے۔

انعامات و اعزاز

اسی اثنا میں ملک برلاس کی سواری دور سے آتی ہوئی نظر آئی ملک مقدر دوڑ کر اس کے پاس پہنچا فتح کی مبارکباد دی اور سارا واقعہ اس سے بیان کیا۔ ملک برلاس نے مقدر کی بے حد تعریف و توصیف کی اور طغرل کا سر مع فتحنامے کے بلبن کی خدمت میں پہنچا اور سارا قصہ بادشاہ کے گوش گزار کیا۔ یہ قصہ سن کر پہلے تو بلبن نے ملک مقدر اور ملک محمد سے غصے کا اظہار کیا اور کہا "اگر میرا اقبال ساتھ نہ دیتا تو تمہاری غلطی کی تلافی نہ ہو سکتی تھی۔" لیکن آخر میں ان دونوں کی محنت' جاں نثاری اور وفاداری کا خیال کر کے ان کے عہدے میں ترقی کی اور ملک برلاس اور ملک محمد کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ نیز ملک مقدر کو "طغرل کش" کا خطاب دے کر اپنے امراء کی صف میں شامل کیا۔ بلبن نے یہ حکم دیا کہ آج کے دن سے طغرل کو "طغرل نمک حرام" کے نام سے یاد کیا جائے جس طرح طغرل غزنوی کو "کافر نعمت" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

طغرل کے ہمدردوں کا قتل عام

اس کے بعد بلبن نے لکھنوتی کے سفر کا ارادہ کیا اور وہاں پہنچ کر اس نے حکم دیا کہ شہر کے بازار کی دونوں اطراف میں پھانسیاں لٹکائی جائیں اور طغرل کے تمام ساتھیوں' ہمراہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل فوراً کی گئی اور طغرل کے حاشیہ برداروں کو قتل کیا جانے لگا' مجرموں کے بیوی بچوں کو بھی بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ بلبن سے پہلے دہلی کے کسی بھی بادشاہ نے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو سیاسی مجرم گردان کر ان کی جانیں تلف نہ کی تھیں۔ طغرل کے ہمدردوں میں ایک فقیر بھی تھا جسے "شاہ قلندر" کہا جاتا تھا۔ طغرل اس قلندر سے بہت محبت کرتا تھا جب طغرل کے حاشیہ نشینوں کو گرفتار کر کے بلبن کے سامنے پیش کیا گیا تو یہ قلندر بھی ان میں شامل تھا۔ بلبن نے اس سے زبردستی وہ تین من سونا حاصل کیا جو طغرل نے اسے آلات قلندری بنانے کے لیے دیا تھا۔ چونکہ قلندر کے آقا طغرل کے مرنے سے اس کے بھی برے دن آ چکے تھے لہٰذا دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ طغرل کے جو سپاہی باقی بچے ان کے بارے میں یہ حکم دیا کہ انھیں ساتھ دہلی لے جایا جائے اور وہاں پہنچ کر ان کو وہی سزا دی جائے جو اوروں کو یہاں دی گئی ہے۔

بغرا خاں کا حاکم لکھنوتی ہونا

besturdubooks.wordpress.com

علاوہ جو کچھ مال غنیمت بلبن کے ہاتھ لگا تھا وہ سب اسی کو بخش دیا اسی روز بلبن نے بغرا خاں کو چتر و دور باش بھی عنایت کیا اور لکھنوتی میں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرا دیا گیا۔

بلبن کی نصیحتیں

جب بلبن لکھنوتی سے دہلی کے لیے روانہ ہونے لگا تو اس نے اپنے بیٹے بغرا خاں کو مندرجہ ذیل نصیحتیں کیں۔

(۱) لکھنوتی کے حاکم کو دہلی کے بادشاہ کے' خواہ وہ اس کا عزیز ہو یا غیر' مقابلے پر آنا اور اس سے بغاوت و سرکشی کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ دہلی لکھنوتی پر لشکر کشی کرے تو لکھنوتی کے حاکم کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ کہیں دور جا کر پناہ گزین ہو اور جب دہلی کا بادشاہ واپس چلا جائے تو حاکم لکھنوتی واپس آکر پہلے کی طرح امور سلطنت کو انجام دے۔

(۲) رعایا سے خراج کی رقم لیتے ہوئے میانہ روی اختیار کی جائے نہ تو اس قدر کم رقم لی جائے کہ باغیوں اور سرکشوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملے اور نہ ہی اتنی زیادہ رقم لی جائے کہ رعایا تباہ حال و پریشان ہو جائے۔ ملازموں کی تنخواہ اتنی ہی مقرر کرنی چاہیے جتنی کہ ان کی سال بھر کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ انھیں ضروریات سے کم تنخواہ نہ دی جائے تاکہ وہ غربت اور تنگ دستی کا شکار نہ ہوں۔

(۳) ملک کی مہمات کو اپنے خیر خواہوں کے مشورے کے بغیر سر نہ کیا جائے۔ سلطنت کے احکام جاری کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشوں کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ حق کو اپنے نفس پر قربان نہ کیا جائے۔

(۴) اپنے خدمتگاروں اور غلاموں کو' جو حکمرانی کا لازمہ ہیں بے اتفاقی کا شکار نہ کرنا چاہیے۔ ان کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنا چاہیے۔ ان کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے اور جو کوئی اس کے خلاف ترغیب دے تو اسے اپنا دشمن سمجھ کر اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا چاہیے

(۵) ہمیشہ ایسے شخص کی حمایت کی جائے جس نے دنیا سے منہ موڑ کر خدا کی ذات پر بھروسا کیا ہو۔

دہلی میں واپسی

بلبن نے یہ بیش بہا نصیحتیں کرنے کے بعد بغرا خاں کو خدا حافظ کہا اور خود دہلی کی طرف روانہ ہوا اور منزل بمنزل سفر کرتا ہوا تین مہینے کے بعد دارالسلطنت پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ملک فخرالدین کوتوال کو' جس نے بلبن کی عدم موجودگی میں حکومت کے بہت سے پیچیدہ مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کیا تھا' شاہانہ نوازشات سے مالا مال کیا۔ بلبن اپنے اس امیر سے اس حد تک خوش ہوا کہ اس نے اپنی قبا اتار کر ملک فخرالدین کو عنایت کی اور اسے اپنا بہترین دوست بنا لیا۔ فخرالدین کے علاوہ دوسرے اطاعت گزار اور فرماں بردار امراء و اراکین سلطنت کو شاہی انعامات عطا کر کے ان کی ہمت افزائی کی گئی۔ امراء کے حقوق سے عہدہ بر آ ہونے کے بعد بلبن نے فقیروں اور عالموں کی آستانہ بوسی شروع کی۔ ان سب کے حضور میں نذرانے پیش کیے اور ان کی خدمت میں آداب بجا لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوانی مطالبات کی وجہ سے جو لوگ گرفتار کیے گئے تھے ان سب کو رہا کر دیا جائے اور رعایا کی طرف جو سرکاری رقم نکلتی ہے' معاف کر دی جائے۔ اس کے بعد بلبن نے حکم دیا کہ دہلی کے بازار میں پھانسیاں لٹکائی جائیں اور جتنے مجرم لکھنوتی سے ساتھ لائے گئے ہیں ان سب لوگوں کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہ حکم سنتے ہی سارے شہر میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا کیونکہ لکھنوتی کے قیدیوں میں بہت سے اہل شہر کے رشتہ دار اور عزیز تھے۔ اہل شہر اپنے ان عزیزوں کی ناگہانی موت کی خبر سے آہ و زاری کرنے لگے۔ قاضی شہر سے اہل شہر کی یہ مصیبت اور پریشانی دیکھی نہ گئی یہ شخص بڑا متقی اور پرہیزگار تھا۔ وہ اپنی جان کی بازی لگا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت ہی نرم و ملائم

besturdubooks.wordpress.com

خان شہید کی دہلی میں آمد

شہزادہ محمد سلطان (خان شہید) نے جب بلبن کی لکھنوتی سے واپسی کی خبر سنی تو وہ اپنے باپ سے ملاقات کرنے کے لیے ملتان سے دہلی آیا' خان شہید نے بہت سے گراں بہا اور اعلیٰ درجے کے تحائف بلبن کی خدمت میں پیش کیے۔ بلبن اپنے بیٹے کی آمد اور اس کی سعادت مندی سے بہت خوش ہوا اور اسے شفقت پدرانہ سے مسرور و محظوظ کیا۔ خان شہید نے تین ماہ تک دہلی میں قیام کیا اور اس عرصے میں باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے کی قربت سے بے انتہا خوش ہوئے اور تھوڑی سی دیر کے لیے بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ اسی زمانے میں مغلوں کی ہنگامہ آرائیوں کی خبریں پہنچیں اس لیے بلبن نے مجبور ہو کر خان شہید کو رخصت کیا۔ جب خان شہید ملتان جانے کے لیے تیار ہوا تو بلبن نے تنہائی میں اسے بلا کر کہا۔ "میری زندگی کا بہت بڑا حصہ بادشاہت اور حکومت کے کاموں میں گزرا ہے اس وجہ سے میرے تجربات کا دائرہ بہت وسیع ہے میں چاہتا ہوں کہ تجھے کچھ ایسی نصیحتیں کروں جن پر عمل کرنا ہر حکمران کا فرض ہے۔ یہ نصیحتیں جو میرے بعد تیرے بہت کام آئیں گی یہ ہیں:۔

خان شہید کو نصیحتیں

(۱) تم اپنی عظمت اور حکومت کی شان کو پوری توجہ کے ساتھ برقرار رکھنا۔ اپنی نفسانی خواہشوں کی تکمیل کے لیے بادشاہی کی قوت کو کبھی کام میں نہ لانا' تجھے جو کام بھی کرنا ہو وہ خدا کے لیے کرنا اور شاہی خزانوں اور دفینوں کو جو دراصل عطیہ خداوندی ہیں' ہمیشہ اچھے کاموں میں صرف کرنا اور خلق خدا کی بھلائی کی طرف توجہ کرنا' دین کے دشمنوں کو پنپنے نہ دینا اور ان کی سرکوبی بڑی اچھی طرح کرنا' تاکہ وہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوں۔

(۲) جب خداوند تعالیٰ تجھے مخلوق کی سرداری یعنی بادشاہت عطا کرے تو اس منصب کو آسان نہ سمجھنا فرائض حکمرانی کو خدا کی نیابت سمجھنا اور یہ بہت مشکل چیز ہے۔ تم اس پاک اور بڑے کام کو ناشائستہ حرکات اور ناپسندیدہ عادات کی گندگی سے آلودہ نہ کرنا' کمینے اور ذلیل لوگوں کی صحبت سے دور بھاگنا۔

(۳) تم اپنے ملک کے حالات اور اپنے مقرر کردہ حاکموں کے افعال سے پوری طرح باخبر رہنا اور ان حاکموں کو ہمیشہ یہ تاکید کرنا کہ وہ مستحسن افعال اور اعلیٰ عادات اختیار کریں۔

(۴) ہمیشہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کو قاضی اور حاکم مقرر کرنا تاکہ رعایا انصاف اور دینداری کی برکتوں سے مستفید ہوتی رہے۔

(۵) جاہ و حشمت اور شاہی رعب داب اور بادشاہت کے تمام آداب و لوازمات کا خلوت و جلوت میں' ہر جگہ خیال رکھنا اور کسی وقت بھی عیش کوشی اور بے کار کاموں میں مصروف نہ ہونا۔

(۶) پاک طینت اور عالی ہمت لوگوں کو ہمیشہ انعام و اکرام سے مالا مال کرنا' ان کی دلجوئی اور خاطرداری پوری طرح کرنا۔ عقلمندوں اور اہل ہنر کی مدد اور ہمت افزائی کرتے رہنا' لالچی اور بے رحم لوگوں سے کبھی کسی بھلائی کی توقع نہ رکھنا کیونکہ ملک اور مذہب کی بہتری اسی میں ہے کہ یہ لوگ سلطنت کے انتظامی امور سے علیحدہ رہیں۔

(۷) عالی ہمتی اور بادشاہت دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔ دنیا کے تمام عقلمندوں اور دانشوروں نے ان دونوں کو جڑواں بھائیوں سے تشبیہ دی ہے اور یہ کہا ہے کہ بادشاہ کی ہمت کو بھی تمام ہمتوں کا بادشاہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر بادشاہ کی ہمت اور عام لوگوں کی ہمت میں کوئی فرق نہ ہوگا تو پھر بادشاہ اور عام لوگوں میں بھی کوئی فرق باقی نہ رہے گا' بے ہمتی اور بادشاہت کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

(۸) جس شخص کی ایک بار تم عزت کروا سے چھوٹی سی خطا پر کبھی ذلیل نہ کرنا' اپنے ہمدردوں اور مخلصوں کو سوائے کسی ملکی ضرورت کے کبھی رنجیدہ نہ کرنا اور اپنے سلوک سے دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش نہ کرنا' اگر کسی دشمن کو سیاست کے پنجے میں

besturdubooks.wordpress.com

گرفتار کرنا ہو تو نرمی اور عاقبت اندیشی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا' شرفاء کو تکلیف و اذیت دینے میں عجلت سے کام نہ لینا' اس لیے کہ ایسے لوگوں کی بے عزتی کا زخم آسانی سے نہیں بھرتا اور پھر اس کی تلافی مشکل ہو جاتی ہے۔

(۹) بدزبان لوگوں پر کبھی اعتبار نہ کرنا اور ان سے زیادہ تعلقات نہ بڑھانا' کیونکہ ایسے لوگوں کا اعتبار کرنے اور ان سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے اطاعت گزار اور فرمانبردار غلاموں اور ہمدردوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے اور حکومت کے کاموں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جس کام کو پورا ہونے میں تمھیں شبہ ہو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالنا' کیونکہ کسی کام کو ادھورا چھوڑ دینا بادشاہوں کے لیے بڑی ذلت اور رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔

(۱۰) عقلمندوں اور دانشوروں کے مشورے کے بغیر کسی کام کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ بادشاہ کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ رعایا کی اچھی بری بات سے واقف ہو۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر معاملے میں وہ اعتدال سے کام لے۔ نیز غصہ کی تیزی نہ دکھائے کیونکہ ایسے بادشاہوں سے لوگوں کو نفرت ہو جاتی ہے' سستی اور غیر ضروری نرمی کو بھی پاس نہ پھٹکنے دے' کیونکہ اس سے سرکشوں اور باغیوں کی ہمت بڑھتی ہے اور رعایا بدامنی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہر وقت اپنی حفاظت کرتے رہنا چاہیے کیونکہ بادشاہ کی جان رعایا کے لیے ڈھال کا کام کرتی ہے اور اسے ہر طرح کے مصائب سے بچاتی ہے۔ اپنی دروازے پر ہمیشہ مخلص اور قابل اعتبار پاسبانوں کو مقرر کرنا' اپنے چھوٹے بھائی سے ہمیشہ محبت اور نرمی کا سلوک کرنا اور اسے اپنا دست و بازو سمجھنا' اس کی جاگیر کو اسی طرح بحال رکھنا اور کسی کے چغلی کھانے پر اس کے خلاف کسی قسم کی کوئی کاروائی نہ کرنا۔

تیمور خاں کا حملہ

بلبن نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ خان شہید نے ملتان پہنچ کر بے شمار مغل ڈاکوؤں کو' جو سرحدی مقامات پر لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کیا کرتے تھے تہہ تیغ کر کے ان کے قبضے سے اپنا ملک نکال لیا۔ انھیں دنوں ایران کے تخت حکومت پر ارغون خاں بن ایاق خاں بن ہلاکو خاں بیٹھا تھا اور نامی گرامی چنگیزی امیر تیمور خاں جو ہرات' قندھار' بلخ' بدخشاں' غزنی اور بامیاں وغیرہ کا حاکم تھا اپنے ان عزیزوں اور ہم قوموں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے' جو خان شہید کے مقابلے میں مارے گئے تھے' بیس (۲۰) ہزار مغلوں کا ایک زبردست لشکر لے کر لاہور اور دیپالپور کے درمیانی علاقے میں آیا اور لوٹ مار مچا کر ملتان کی طرف بڑھا۔ خان شہید نے جب تیمور خاں کی آمد کی خبر سنی تو اس نے صبح سویرے ملتان سے کوچ کیا اور آب لاہور کے کنارے جو ملتان میں بہتا ہے دوپہر کے وقت تیمور خاں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔

تیمور اور خان شہید میں جنگ

تیمور خاں نے دریا کو پار کرنے کے بعد اپنی فوج کے میمنہ' میسرہ' قلب اور جناح کو مرتب کیا اور خان شہید سے جنگ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ خان شہید کی فوج نے اپنی جاں بازی کے جوہر دکھائے اور چند نامی گرامی مغل سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور تیمور خاں کو شکست دی۔ جب مغل سپاہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے تو ہندوستانیوں کی فوج نے بڑی عاقبت نااندیشی اور انجام فراموشی کے ساتھ ان مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا۔

شہزادہ سلطان محمد (خان شہید) کی شہادت

شہزادہ سلطان محمد کا آخری وقت قریب آ چکا تھا اس خوش فطرت شہزادے نے ظہر کی نماز کے لیے دریا کے کنارے جانماز بچھائی اور اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گیا۔ اسی اثنا میں دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ جو کمین گاہوں میں چھپا ہوا تھا موقع پا کر نکلا اور اس نے خان شہید پر حملہ کیا۔ خان شہید نے اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر مغلوں کا مقابلہ کیا اگرچہ خان شہید نے اشلری اور

besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ مغلوں پر حملہ کیا اور ہر مرتبہ ان کو قتل کیا۔ قبل اس کے کہ مغل شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوتے سوئے اتفاق سے ایک جاں گداز تیر خان شہید کو آکر لگا اور اسی سے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد مغل سپاہی بڑی تیزی سے خان شہید کے لشکر پر حملہ کرنے لگے۔ انھوں نے گھوڑوں اور دوسرے سامان پر قبضہ کر لیا اور بچے کھچے سپاہیوں کو گرفتار کرلے۔ دشمن کے غلبے کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

کیخسرو حاکم ملتان

مغل جن لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے ان میں حضرت امیر خسرو بھی شامل تھے ان کی رہائی کی روداد وہی ہے جو انھوں نے اپنی تصانیف "خضر خانی" اور دیولدی میں بیان کی ہے۔ خان شہید کے انتقال کی خبر سن کر بلبن پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا چند دن اس کے سوگ میں بسر کرنے کے بعد بلبن نے خان شہید کے نوجوان بیٹے کیخسرو کو چتروامارت بادشاہی عطا کر کے اس کے باپ کی جگہ ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ کیخسرو نے ملتان پہنچ کر اپنے باپ کے ہمدردوں اور ساتھیوں کی دلجوئی کی۔ کیخسرو کی عنایات و انعامات نے مضمحل و پریشان رعایا اور سپاہیوں کے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔

بلبن کی بیماری

غیاث الدین بلبن کی عمر اب اسی (۸۰) سال ہو چکی تھی۔ خان شہید کی دائمی مفارقت سے اس کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ اگرچہ بظاہر وہ یہی کہتا تھا کہ میں راضی برضا ہوں اور خداوند تعالٰی کی مرضی کے پیش نظر مجھے خان شہید کی موت کا کوئی غم نہیں ہے۔ لیکن وہ تنہائی میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے بیٹے کو یاد کرتا تھا' زار وقطار روتا تھا اور آہ و فریاد کرتا تھا جب بلبن نے یہ دیکھا کہ خان شہید کا غم روز بروز اس کی حالت تباہ کیے جا رہا ہے تو اس نے اپنے دوسرے بیٹے بغرا خان کو لکھنوتی سے بلایا۔ بغرا خاں وہاں سے چل پڑا لیکن وہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ بلبن کی کمزوری نے بیماری کی صورت اختیار کر لی اور چند ہی دنوں میں وہ صاحب فراش ہوگیا۔ بغرا خاں اپنے باپ کی بیماری کا حال سن کر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دہلی پہنچا۔ بغرا خاں نے باپ کو رنجیدہ و ملول دیکھ کر بھائی کی تعزیت کی اور باپ کو دلاسا دیا۔ بلبن نے بغرا خاں سے کہا "تمہارے بھائی کی وفات نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا اب میں موت کے قریب آپہنچا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت بہت قریب آگیا ہے۔ خان شہید کے بعد تمہارے سوا میرا کوئی اور وارث نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا مجھ سے دور رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ تمہارا بیٹا کیقباد اور خان شہید کا لڑکا کیخسرو' دونوں ہی ابھی نوجوان ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ حکومت آگئی تو خدا جانے وہ اپنی ناتجربہ کاری اور جوش جوانی کے باعث کیا کچھ کرے۔ تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لکھنوتی کے حاکم کو ہر حال میں بادشاہ دہلی کی اطاعت کرنی چاہیے اور اگر تم بھی سلطنت دہلی پر بیٹھو تو تمہیں چاہیے کہ لکھنوتی کے حاکم کو اپنا مطیع اور باجگذار بنا کر رکھو۔ ان حالات کے پیش نظر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے دور نہیں رہنا چاہیے۔"
بغرا خاں نے بلبن کی بات کی اہمیت کو سمجھا اور دہلی میں مقیم ہوگیا۔

کیخسرو کی ولی عہدی

کچھ دنوں بعد بلبن کی طبیعت سنبھلنے لگی اور اس کے چہرے سے صحت کے آثار نمایاں ہونے لگے یہ دیکھ کر بغرا خاں کو باپ کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہوگیا اور وہ شکار کے بہانے سے بلبن کی اجازت و اطلاع کے بغیر ہی لکھنوتی چلا گیا۔ بلبن کو بغرا خاں کی اس جدائی کا خان شہید کی موت سے بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ بغرا خاں ابھی لکھنوتی میں پہنچا بھی نہ تھا کہ بلبن کے مرض نے پھر اس پر حملہ کیا اور بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ اب اس کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اس نے کیخسرو کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور اسے اپنے پاس بلایا۔ کیخسرو جب دہلی آگیا تو بلبن نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بلبن کا انتقال

جب بلبن چند روز کا مہمان رہ گیا تو اس نے نامی گرامی امراء مثلاً وزیر الملک' وکیل السلطنت اور فخرالدین کوتوال وغیرہ کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "تم لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ شہزادہ بغرا خاں سے میں ہمیشہ ناخوش اور آزردہ خاطر رہا ہوں۔ اس کے برعکس میں خان شہید سے ہمیشہ خوش اور راضی رہا کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خان شہید میری ہر بات مانا کرتا تھا اور میرے ہر حکم کی تعمیل کیا کرتا تھا' وہ میرے کسی فرمان سے ذرا بھی تجاوز نہ کرتا تھا' لیکن بغرا خاں نے کبھی میری بات نہیں مانی وہ ہمیشہ میرے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے اور اگر کبھی اس نے میری کوئی بات مانی بھی ہے تو محض خان شہید کے خوف سے مجھے باپ اور واجب الاطاعت سمجھ کر اس نے کبھی میرا کہا نہیں مانا۔ ان تمام باتوں کو باوجود میں نے اپنی علالت کے زمانے میں بغراخاں کو لکھنوتی سے بلا کر یہاں دہلی میں رہنے کی تاکید کی اور اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا' لیکن افسوس کہ اس نے میرے اس آخری حکم کی تعمیل بھی نہ کی' اس صورت حال میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بغراخاں کو ولی عہدی سے معزول کر دوں اور کیخسرو کو اپنا جانشین مقرر کروں۔ میرے بعد تم لوگ کیخسرو کو اپنا بادشاہ منتخب کر لینا اور کیقباد کو اس کے باپ کے پاس لکھنوتی بھیج دینا۔ کوتوال فخرالدین اور دوسرے امراء نے بادشاہ سے اس وصیت پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن ۶۸۵ ھ کے آخر میں بلبن نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

کیقباد کی تخت نشینی

ملک فخرالدین کوتوال (کسی وجہ سے) خان شہید سے آرزدہ خاطر تھا۔ اس لیے اس نے اس کے بیٹے کیخسرو کو بادشاہ بنانا پسند نہ کیا۔ اس نے دربار کے دوسرے امیروں سے کیخسرو کو معزول کرنے اور اس کی جگہ بغراخاں کے بیٹے کیقباد کو تخت نشین کرنے کا مشورہ کیا۔ فخر الدین کوتوال نے امراء سے کہا۔ " کیخسرو مزاج کا بہت درشت ہے اگر حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں آ گئی تو یہ بات اچھی نہ ہو گی اور ہم لوگوں کے لیے آرام اور چین سے زندگی بسر کرنا مشکل ہو جائے گا' لیکن اس کے برخلاف کیقباد بہت ہی نیک نفس اور سیدھی سادی طبیعت کا مالک ہے۔ اس نے غیاث الدین بلبن کی آغوش محبت میں تربیت حاصل کی ہے۔ اس لیے یہی مناسب ہے کہ ہم کیقباد کو بادشاہ کا جانشین منتخب کریں۔ ان بیچارے امیروں کو اس حقیقت کا علم نہ تھا کہ اگر کیقباد کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور آ گئی تو اس کا انجام اچھا نہ ہو گا اور کیقباد کا وجود ہزارہا فتنوں کا پیش خیمہ ہو گا۔ دربار کے تمام امراء نے فخرالدین کوتوال کی رائے سے اتفاق کیا۔ انہوں نے کیخسرو کو ملتان روانہ کر دیا اور کیقباد کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا۔

اگر ہم غیاث الدین کے عہد کو سب زمانوں میں بہتر زمانہ قرار دیں تو نامناسب نہ ہو گا اس کے عہد حکومت میں شیخ فریدالدین شکر گنج' شیخ الشیوخ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور انکے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارف' شیخ بدرالدین غزنوی خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور سیدی مولا جیسے بزرگان صاحب حال اور درویشان کامل اپنے فیض سے ہندوستان کی سرزمین کو سیراب کر رہے تھے

غیاث الدین بلبن نے بائیس (۲۲) سال تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

معزالدین کیقباد

ابتدائی حالات

غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد امیروں اور ارکان سلطنت وغیرہ نے آپس میں مشورہ کر کے بغرا خاں کے بیٹے کیقباد کو معزالدین کا خطاب دے کر بلبن کا جانشین بنا دیا تھا۔ تخت نشینی کے وقت کیقباد کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ اس نے بڑی موزوں طبیعت پائی تھی اور وہ نکتہ رسی، سخن فہمی اور بہت سی دوسری عمدہ صفات کا مجموعہ تھا۔ ان اوصاف کے علاوہ خداوند تعالیٰ نے اسے صورت بھی بڑی دلکش دی تھی۔ اس کی عالی نسبی نے اس کی ذاتی خوبیوں اور حسن و جمال کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ کر دیا تھا۔ یہ نو عمر فرمانروا باپ کی طرف سے تو بلبن کا پوتا تھا اور ماں کی طرف سے (اپنے باپ کی طرح) سلطان شمس الدین التمش کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ ناصرالدین محمود کا نواسا تھا اور بغرا خاں التمش کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

عیش کوشی

پیدائش سے لے کر تخت نشینی کے وقت تک کیقباد کی پرورش بلبن کی نگرانی میں ہوئی تھی اور اس کا سارا وقت تحصیل علم ہی میں صرف ہوا تھا۔ نیک طبیعت اور بااخلاق استادوں، اچھی عادتیں رکھنے والے ندیموں کے ساتھ اس کا وقت گزرتا تھا اور یہ لوگ کیقباد کے ہر کام کی نگرانی کرتے تھے۔ مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ کیقباد کو بیکار گزارنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہ ملتا تھا۔ جب قسمت نے کیقباد کو شہزادگی سے فرمانروائی کے درجے تک پہنچایا تو وہ نگرانی کی ہر طرح کی قیدوں سے آزاد ہو گیا اور اس نے بڑی فراخ دلی سے عیش کوشی اور نفس پرستی میں اپنا وقت ضائع کرنا شروع کر دیا۔ ان کاموں میں وہ اس طرح "مصروف" ہوا کہ اسے نفس پرستی کے سوا اور کوئی بات یاد نہ رہی۔ گویوں، مسخروں، شرابیوں اور عیش پرستوں کے اقبال کا ستارہ بلند ہو گیا۔ گلی گلی، کوچے کوچے، گانے بجانے، ناچ، راگ رنگ کی محفلیں جمنے لگیں۔ بادشاہ کا یہ عالم دیکھ کر الناس علی دین ملوکھم کے مصداق ہر امیر اور دولت مند عیش و عشرت اور بادہ خواری کا گرویدہ ہو گیا۔ شہر کے بوڑھے، بچے اور جوان، سبھی ایک ہی رنگ میں رنگے گئے اور دہلی کے ہر گوشے سے غزل خوانی کی شیریں آوازیں آنے لگیں۔ شرعی قوانین کی کوئی پروا نہیں تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں شراب کے سیلاب میں بہا دیا گیا ہے۔ حالت یہ اینجا رسید کہ قاضی اور محتسب جیسے لوگ بھی ان اعمال خبیثہ میں مبتلا ہو گئے۔ شاہی دربار میں مسخروں اور گویوں کے سوا کوئی اور نظر نہ آتا تھا۔

معزالدین کیقباد نے دریائے جمنا کے کنارے کیلوکھری میں ایک بڑا شاندار محل اور اس کے ساتھ ایک خوب صورت اور وسیع باغ بنوایا اور اسی کو اپنی قیام گاہ بنا کر یہیں دارالسلطنت کی بنا ڈالی۔ دربار شاہی خوبصورت گانے والیوں اور بذلہ سنج اشخاص کا مرکز بن گیا۔ کیقباد کی یہ حالت تھی کہ پل بھر کے لیے بھی وہ ساقی و شراب کی فرقت گوارا نہ کرتا تھا اور جی کھول کر شاہی خزانے سے دولت نکال نکال کر لوگوں کو بخشتا تھا۔

نظام سلطنت

ملک نظام الدین جو ملک فخرالدین کوتوال کا بھتیجا اور داماد تھا۔ کیقباد کا دست راست تھا اور "وکیل در" کے عہدے پر سرفراز ہو کر سلطنت کے امور کے سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ اپنے زمانے کے فاضل اجل ملک قوام الدین علاقہ کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا۔ تمام امراء اور ارکان سلطنت نے بھی بادشاہی محل کے اردگرد اپنے محل تعمیر کروائے اور دن رات داد عیش دینے میں مصروف ہو گئے۔ ہر روز، روز

besturdubooks.wordpress.com

عید تھا اور ہر شب' شب برات۔ شراب کی مانگ اتنی بڑھی کہ اس کی قیمت میں دس گنا اضافہ ہوگیا۔ گویوں کی قدر و منزلت ایسی بڑھی کہ وہ بڑی مشکلوں سے دستیاب ہوتے۔ مسجدوں اور خانقاہوں پر ویرانی ہی ویرانی چھا گئی وہاں کوئی شخص نظر نہ آتا' لیکن شراب خانوں کی آبادی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔

ملک نظام الدین کا جنون

کیقباد کی عیش کوشی اور بے خبری کا یہ رنگ دیکھ کر ملک نظام الدین کے سر میں حکومت کا سودا سمایا اور اس نے سوچا کہ اس بادشاہ کو حکومت سے علیحدہ کرنا بہت آسان ہے۔ بغراخان لکھنوتی کی حکومت پر اکتفا کر کے بنگالے میں خاموشی سے بیٹھا ہوا ہے۔ لے دے کر ایک کیخسرو ہی ایسا ہے جو نظام الدین کے راستے میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ سوچنے کے بعد ملک نظام الدین نے سب سے پہلے کیخسرو کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی تباہی و بربادی کے منصوبے باندھنے لگا۔ اس بے وفا امیر نے سلطنت کے دوسرے امراء اور ارکان سے تعلقات بڑھائے۔ ان امراء اور ارکان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ نظام الدین کا کیقباد پر بہت اثر ہے للذا وہ خوف کی وجہ سے اسی کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ غلط فہمی کی بنا پر نظام الدین ان امراء اور ارکان کو اپنا سچا اور مخلص دوست سمجھ کر اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہوگیا۔

کیخسرو کے اندیشے

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں اور مشہور شاعر عصامی نے اپنی تصنیف "فتوح السلاطین" میں تحریر کیا ہے کہ کیخسرو کو جب اپنے چچازاد بھائی کیقباد کی تخت نشینی اور اس پر ملک نظام الدین کے اثر اور اس کے ارادوں کی خبر ملی تو اس نے غزنی کے حاکم تیمور خاں سے تعلقات بڑھائے اور خود غزنی پہنچ کر تیمور خاں سے کیقباد اور ملک نظام الدین کے مقابلے کے لیے امداد کا طالب ہوا۔ کیخسرو کو توقع کے مطابق جواب نہ ملا اور تیمور خاں نے اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔ کیخسرو رنجیدہ و ملول ہو کر غزنی سے ملتان واپس آگیا اور معزالدین کیقباد کو یہ پیغام بھجوایا۔ میرا یہ فرض ہے کہ میں ہر حال میں تمھاری اطاعت اور فرمانبرداری کروں اور مجھے یہ یقین ہے کہ تمھیں مجھ سے برادرانہ محبت اور خلوص ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے دربار کے کچھ عاقبت نا اندیش لوگ تمھارے اور میرے درمیان فساد کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ یہ اہل غرض لوگ تمھیں میرے خلاف اکساتے رہتے ہیں اور میری طرف سے تمھارے کان بھرتے رہتے ہیں' لیکن اگر تم مجھے اپنا بہی خواہ اور سچا ہمدرد سمجھ کر میرے باپ کی جگہ میرے حوالے کرو تو یہ فعل برادرانہ شفقت اور حمیت کے عین مطابق ہوگا

کیخسرو کا قتل

کیقباد نے اس پیغام کا جواب یہ بھجوایا "میں دنیا میں تجھ سے بڑھ کر کسی اور سے محبت نہیں کرتا ہوں جو کچھ گزر چکا ہے اسے تم اپنے دل سے نکال ڈالو اور بغیر کسی خوف و خطر کے میرے پاس آجاؤ تاکہ بد زبانوں کی زبانیں بند ہو جائیں اور میں تمھیں بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ ملتان کا حاکم مقرر کر دوں۔" یہ جواب پانے کے بعد کیخسرو نے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ ملک نظام الدین پہلے ہی سے بلبن کے خاندان کی تباہی کا تہیہ کیے بیٹھا تھا۔ جونہی اس نے کیخسرو کی روانگی کی خبر سنی اس نے اپنی عیاری اور چالاکی کا جال بچھایا اور کیقباد سے کہا' شاہزادہ کیخسرو تیرا شریک سلطنت ہے اور غیاث الدین کے بڑے بیٹے کا جانشین ہے میں جانتا ہوں کہ فلاں فلاں امراء اس سے خفیہ طور پر مراسلت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت تمھارے ہاتھوں سے چھین کر کیخسرو کے ہاتھ میں دے دیں۔ کیقباد اس وقت نشے کے عالم میں تھا غفلت کی اس کیفیت میں اس نے ملک نظام الدین کی باتوں کا یقین کر لیا اور فوراً کیخسرو کے قتل کا فرمان لکھ کر نظام

besturdubooks.wordpress.com

کیا- ان امراء نے رہتک کے علاقے میں پہنچ کر کیخسرو اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا-

ملک نظام الدین کا عروج

ملک خطیر بادشاہ کا مشیر اور وزیر تھا اس پر بھی ملک نظام الدین نے سازش کا الزام لگایا اور اسے گدھے پر بٹھا کر بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ شہر سے نکال دیا- خواجہ خطیر کے علاوہ غیاث الدین بلبن کے اور بھی کئی امراء کو اسی طرح سازش کے الزام میں تہ تیغ کیا گیا اور ان کی لاشوں کو دریائے جمنا کی لہروں کی سپرد کر دیا گیا- اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ چاروں طرف ملک نظام الدین کے رعب و داب کا سکہ بیٹھ گیا (امراء بھی اس سے سہمے رہنے لگے) اور اس کی شان و شوکت میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوگیا-

انہیں دنوں یہ خبر ملی کہ مغلوں کی فوج لاہور کے قریب پہنچ گئی ہے- مغلوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ملک باربیگ برلاس اور خان جہاں کو روانہ کیا گیا- لاہور کے نواح میں فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی- اس لڑائی میں مغلوں کے بہت سے سردار مارے گئے اور جو بچے انہیں گرفتار کر کے دہلی لایا گیا-

امراء کی تباہی و بربادی

اس کے بعد ملک نظام الدین نے عیاری اور چالاکی کا ایک اور جال بچھایا' ایک روز تنہائی میں اس نے کیقباد سے یہ کہا جو مغل امیر سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد سے دہلی میں مقیم ہیں' وہ بھی اپنے ہم قوموں اور ہم جنسوں کی سی خصوصیات رکھتے ہیں- اگر انہوں نے کسی روز آپ کی اطاعت سے منحرف ہو کر بغاوت کی تو پھران کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا- کیقباد ملک نظام الدین کی ان توہم آمیز باتوں میں آگیا اور اس نے دہلی کے تمام مغل امیروں کے قتل کا فرمان جاری کر دیا- نظام الدین نے ان امراء کو ایک دن میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیا- دہلی کے وہ امراء جو مغل امیروں کے رشتہ دار تھے انہیں گرفتار کر کے دور دراز علاقوں میں بھجوا دیا گیا اور قلعوں میں نظر بند کر دیا گیا- قدیم امراء کو خوب اچھی طرح تباہ کرنے کے بعد ملک نظام الدین نے دوسرے امراء پر نگاہ ڈالی اور اس نے ملتان کے حاکم ملک نظام بیگ اور لاہور کے حاکم ملک ترکی کو ختم کرنے کا تہیہ کیا- نظام الدین (حسب سابق) ان مقاصد میں بھی کامیاب ہوگیا اور سارا ملک اس کے حریفوں سے خالی ہوگیا-

نظام الدین کا خیال خام

ان امراء کی تباہی و بربادی کے بعد کیقباد پوری طرح ملک نظام کے قبضے میں آگیا- اگر کوئی ہمدرد و بہی خواہ کیقباد سے ملک نظام الدین کے بارے میں کچھ کہتا تو کیقباد فوراً" نظام الدین کو اطلاع کر دیتا پھر اسے گرفتار کر کے نظام الدین کے پاس بھجوا دیتا- ملک نظام الدین کی بیوی نے جو امیر الامراء ملک فخر الدین کوتوال کی بیٹی تھی' شاہی محلات کی طرف توجہ کی- وہ بادشاہ کی منہ بولی ماں بن کر شاہی محلات پر چھا گئی اور ہر طرف اس کا حکم چلنے لگا- جو امراء کسی نہ کسی طرح بچ گئے تھے وہ نظام الدین کی "دربار داری" کرنے لگے' اور اپنے آپ کو اس چالاک و عیار امیر کی دست و برد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے رہے- ان تمام باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ بادشاہ کی بارگاہ بے رونق اور بے نور ہو کر رہ گئی' دربار شاہی کی تمام شان و شوکت اب نظام الدین کے دروازے پر نظر آنے لگی- امیرالامراء ملک فخر الدین کوتوال جو اس وقت نوے (۹۰) سال کا ہو چکا تھا اسے بھی اپنے چالاک داماد کی "کارستانیوں" کی خبریں ملیں- اس پیرانہ سال امیر نے اپنے عاقبت نااندیش اور مغرور بھتیجے (اور داماد) کو بلا کر سمجھانے کی کوشش کی اور پر زور دلیلوں سے اسے ذہن نشین کرانا چاہا کہ سلطنت کا خیال خام وہ چھوڑ دے' لیکن ملک نظام پر ان نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اپنے ضعیف العمر چچا کو یہ جواب دیا "آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے اور آپ کے کہنے کے خلاف عمل کرنا نادانی اور حماقت ہے' لیکن میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس سے تمام خلق خدا میری جانی دشمن ہوگئی ہے اور سب لوگوں پر میرا مقصد واضح ہو گیا ہے- اب اگر میں اپنے ارادے سے منحرف ہو گیا تو لوگ مجھے زندہ نہ

besturdubooks.wordpress.com

چھوڑیں گے"۔ ملک فخرالدین نے یہ جواب سن کر نظام الدین کو بہت سخت سست کہا اور لعنت ملامت کی اور اسے اپنے سامنے سے دور کر دیا۔ درباری امراء کو جب ملک فخرالدین کی اس بات کا علم ہوا تو ان سب نے اس بوڑھے امیر کی وفاداری کو سراہا اور اس کی انجام بینی کی تعریف کی یہ امراء ملک فخرالدین کی طرف سے بالکل مطمئن ہو گئے

بغرا خاں کا حملہ

انھیں دنوں بغرا خاں کو اپنے نو عمر بیٹے اور نظام الدین کے اقتدار و تسلط سے آگاہی ہوئی۔ اس نے کیقباد کے نام ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور اشاروں ہی اشاروں میں اس کو ملک نظام الدین کی عیاری و چالاکی اور اس کے ارادوں سے آگاہ کیا' لیکن کیقباد پر باپ کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب بغرا خاں نے یہ دیکھا کہ کسی طرح بھی کیقباد کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو اس نے دو سال انتظار کرنے کے بعد مجبوراً دہلی پر حملہ کر دیا۔ کیقباد کو جب اپنے باپ کے ارادوں کی اطلاع ملی اور یہ خبریں پہنچیں کہ بغرا خاں کا لشکر بہار تک پہنچ گیا ہے تو اس نے بھی اپنی فوج تیار کی اور باپ کا مقابلہ کرنے کے لیے بہار کی طرف بڑھا اور گرمیوں کے دنوں میں دریائے گھگر کے کنارے پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ بغرا خاں کو جب معلوم ہوا کہ کیقباد دریائے گھگر کے کنارے مقیم ہوا ہے تو وہ بہار سے چل پڑا اور آب سرو کے کنارے پہنچا۔ جب باپ بیٹے کے لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے تو بغرا خاں نے دہلی کی حکومت کے خیال کو ترک کر کے صلح کے خطوط کو کیقباد کے پاس بھیجا اور اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

باپ بیٹے میں صلح

ملک نظام الدین کیقباد پر چھایا ہوا تھا اور اس کے ارادے اسی صورت میں پورے ہو سکتے تھے کہ باپ بیٹوں میں ٹھنی رہے۔ لہٰذا اس نے کیقباد کو بغرا خاں سے صلح کرنے سے باز رکھا' کیقباد اپنی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے باپ سے معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گیا۔ باپ بیٹوں میں مسلسل تین روز تک خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ جب بغرا خاں نے یہ دیکھا کہ "حریفانہ نامہ و پیام" سے کام نہیں نکلتا تو اس نے پدرانہ جذبات سے کام لیا اور کیقباد کے نام ایک محبت آمیز خط بھیجا' جس میں تحریر کیا "اے بیٹے میں تیری جدائی کی وجہ سے بہت پریشان و ملول ہوں اور تجھ سے ملنے کا بہت شوق ہے اگر تو کوئی ایسا انتظام کر سکے کہ میں تجھے ایک لمحے کے لیے دیکھ سکوں تو اس سے مجھے بڑا سکون پہنچے گا اور تیرے عیش و آرام میں کسی طرح کا خلل نہ پڑے گا" اس خط نے کیقباد کو متاثر کیا اور اس نے لڑائی کے خیال کو دل سے نکال دیا اور صلح کا ارادہ کر لیا اور باپ سے تنہائی میں ملنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک نظام نے اسے تنہا ملنے سے روکا آخر کار یہ طے پایا کہ کیقباد اپنی تمام شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ آب گھگر کے کنارے سے روانہ ہو اور آب سرو کے کنارے جا پہنچے اور بغرا خاں بادشاہ کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آب سرو کی دوسری طرف سے سفر کرتا ہوا کیقباد سے ملنے کے لیے آئے۔ منجموں نے باپ بیٹوں کی ملاقات کے لیے ایک مبارک گھڑی کا تعین کر دیا اور بغرا خاں اسی وقت کشتی میں سوار ہو کر دریا کے اس پار آگیا' دریا کو پار کر کے وہ شاہی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور خلوت خانے میں پہنچ کر تین جگہ زمین بوس ہوا۔ ابھی وہ بادشاہ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کیقباد نے تخت سے اتر کر اپنے باپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور فرط محبت سے زار زار رونے لگے۔ اس محبت انگیز منظر کا اثر درباریوں پر بھی پڑا اور کئی صاحب دل درباریوں کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے

جب دونوں اچھی طرح ملاقات کر چکے تو بغرا خاں نے کیقباد کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھا دیا اور خود بڑے ادب کے ساتھ تخت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کیقباد نے جب باپ کا یہ سلوک دیکھا تو وہ تخت سے اتر آیا اور بغرا خاں کو تخت پر بٹھا کر خود اس کے سامنے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹوں پر سے روپے اور اشرفیاں نچھاور کی جانے لگیں۔ شاعروں نے مدحیہ قصاید لکھے اور پڑھے اور ان اور

besturdubooks.wordpress.com

باپ بیٹے ایک دوسرے کی محبت آمیز گفتگو سے بہت محظوظ ہوئے۔ کچھ دیر بعد بغرا خاں وہاں سے رخصت ہوا اور دریا کو پار کر کے اپنے پڑاو میں پہنچا۔ اس کے بعد ایک دوسرے کو تحفے تحائف ارسال کیے گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو قیمتی اشیاء لذیذ کھانے اور پر لطف شربت روانہ کیے۔ دونوں لشکروں کے سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ بیگانگی کی خلیجوں کو پاٹ کر ایک دوسرے سے ہمدردانہ و دوستانہ ملاقات کریں۔ چند روز تک کیقباد اور بغرا خاں کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بغرا خاں بیٹے سے ملنے کے لیے آتا اور بیٹا خوب جی کھول کر باپ کی خاطر تواضع کرتا۔ ان دنوں دونوں باپ بیٹوں کو ایک دوسرے سے ملاقات کرنے اور آرام و عیش سے وقت گزارنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ حضرت امیر خسرو نے اپنے مثنوی "قران السعدین" میں باپ بیٹے کی اس ملاقات کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔

جب دونوں ایک دوسرے سے بچھڑنے لگے تو بغرا خان نے کیقباد سے کہا "جمشید کا قول ہے کہ جس بادشاہ کے خزانے میں اتنی دولت نہ ہو کہ وہ دشمن کے غلبے کے وقت اس دولت سے (حسب منشا) کام لے سکے یا قحط کے زمانے میں رعایا کی مدد کر سکے تو ایسے بادشاہ کو فرمانروائے جہاں کہنا مناسب نہیں ہے"۔ پھر بغرا خاں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تجھے اور نصیحتیں کروں تجھے چاہیے کہ تو ان نصیحتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور ان پر عمل کرے' اس پر کیقباد نے کہا "آپ میرے سرپرست اور ہمدرد ہیں اور مجھے خواب غفلت سے جگانا چاہتے ہیں آپ میرے لیے جو کچھ بہتر سمجھیں بلا تکلف فرمائیں تاکہ میں ان نصیحتوں پر عمل کر سکوں اور ان کے خلاف نہ جاؤں" بغرا خاں کی محبت پدری جوش میں آئی اور اس نے کہا' میں جو اتنی دور سے یہ پر مصیبت سفر گوارا کر کے آیا ہوں تو اس کا مقصد یہی تھا کہ تجھے نصیحت کر کے اپنا فرض پورا کروں۔ جوانی کی غفلتوں کی خواب سے تجھے بیدار کروں۔ یہ کہنے کے بعد ناصر الدین نے شاہی دربار میں تخلیہ کرایا پھر کہا کہ ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو بھی یہاں بلایا جائے تاکہ میں ان دونوں کے سامنے سب باتیں کروں۔ ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین فوراً حاضر ہوگئے۔ بغرا خاں نے کیقباد سے کہا "اے فرزند تمھیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ خدا نے تمھیں میرے باپ کا جانشین بنایا مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی اور میں یہی سمجھتا تھا کہ دہلی کی حکومت میرے ہی قبضے میں آئی ہے لیکن جب مجھے تمھاری لاپروائی کی خبریں پہنچیں تو مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ اس غفلت اور عیش کوشی کے باوجود تم زندہ کس طرح رہے۔ میں تو مدت سے تم کو اور اپنے آپ کو مردہ خیال کرتا ہوں اور عرصہ ہوا میں اپنے آپ سے اس کی تعزیت بھی کر چکا ہوں۔ تمھاری اس حالت کو دیکھ کر میں دہلی اور لکھنوتی دونوں حکومتوں کو مائل بزوال سمجھ رہا ہوں۔ خصوصاً اس دن تو مجھے اس سلطنت کے زوال کا مکمل یقین ہو گیا تھا جس دن تم نے میرے باپ کے وفادار اور پروردہ امیروں کا ناحق خون کیا۔ اس ظلم اور خونریزی سے ایک تو یہ سب نظیر امیر اپنی جان سے گئے اور ساتھ ہی دوسرے ارکان سلطنت بھی ان بے گناہوں کی موت کو دیکھ کر تم سے برگشتہ اور خوفزدہ ہوگئے۔ اب مجھے اس سلطنت کی خوشحالی اور بقا کی کوئی امید نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے تم اس سے بالکل بے خبر ہو۔ تمھارے کان بہرہ اور آنکھیں نا آشنا ہیں۔ ذرا غور کرو کہ میرے بڑے بھائی نے جو ولی عہد تھا ایک ہی بیٹا یادگار چھوڑا تھا اور خود باپ کے سامنے ہی وفات پا گئے تھے۔ اس کا بیٹا کیخسرو ہر طرح سے سلطنت کا حقدار تھا اور تمھارا بازو تھا مگر خود غرض امیروں اور دوستوں کے کہنے پر تمھارے ظلم کا شکار ہو گیا۔ ان فسادیوں اور بدخواہوں کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ کیخسرو کے بعد تمھیں بھی ختم کر ڈالیں اور بلبنی خاندان کو ختم کر کے یہ بد اصل خود سلطنت پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ تمھیں اگر اپنی جوانی پر رحم نہیں آتا تو اپنی اولاد اور متعلقین ہی پر رحم کرو۔ اس غفلت کی نیند سے اٹھو اور اپنی حفاظت خود آپ کرو۔ یہ میری چار نصیحتیں ہیں ان پر ہمیشہ کاربند رہو۔

نصیحتیں

(۱) اپنی صحت اور جان کا خیال رکھو اور علاج معالجے کی طرف پورا دھیان دو۔ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو دیکھو یہ چہرہ کبھی گلاب کے پھول کی طرح تازہ اور شاداب تھا اور اب جوانی کی غلط کاریوں کی وجہ سے لکڑی کی طرح خشک اور زرد ہے۔ عیاشی نے تمھیں کمزور اور

besturdubooks.wordpress.com

ضعیف کر دیا ہے ان عادات کو بالکل ترک کر دو۔ کیوں کہ جب تمھاری جان ہی سلامت نہیں دنیاوی لذتوں سے کس طرح لطف اندوز ہو سکو گے۔

(۲) اب اپنے امیروں اور حاکموں کی خونریزی سے اجتناب کرو تاکہ تمھارے خیر خواہ تم پر کچھ بھروسہ کر سکیں۔ ان امیروں یعنی ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو ناراض مت کرو یہ تجربہ کار اور دور اندیش ہیں۔ اپنے پختہ کار امیروں میں سے دو اور امیروں کو منتخب کر کے اپنا شریک کار بناؤ۔ ان چاروں امیروں کو ایوان سلطنت کے چار ستون سمجھو۔ ایک کو وزارت دوسرے کو رسالت تیسرے کو دیوانی اور چوتھے کو انشا کا عہدہ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرو اور ہر کام میں ان کا مشورہ لو۔ ان کے مرتبے ان کے عہدے کے لحاظ سے کم و بیش ضرور ہوں گے۔ اس لیے ان میں سے کسی کو بھی دوسروں پر اتنی فوقیت نہ دو کہ انھیں سرکشی اور بغاوت کا موقع ملے۔

(۳) اگر کسی راز کو فاش کرنا منظور ہو تو وہ ان چاروں ہی کے گوش گزار کرنا۔ ایسا نہ کرنا کہ صرف کسی ایک ہی کو بتانا ورنہ باقی تینوں تجھے قابل اعتماد نہ سمجھیں گے اور تجھ سے ناراض ہو جائیں گے

(۴) نماز اور روزے کی پوری پوری پابندی کرنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ان فرائض کو ترک کر کے دنیا اور آخرت میں ناکام و محروم رہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض عالموں نے حیلہ گری سے تجھے اس شرط پر رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اجازت دی ہے کہ تو روزانہ ایک غلام کو آزاد کر دے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ تجھے انہوں نے بتایا ہے کہ اس طرح روزے کا کفارہ ادا ہو سکتا ہے (میں نے سنا ہے کہ) تو اس فتوے پر عمل کرتا ہے۔ لیکن اے میرے بیٹے عالموں کے قول و فعل سے تمھارا الگ رہنا ہی اچھا ہے۔ دینی مسائل کو ایسے عالموں سے نہ پوچھنا چاہیے جنھوں نے لالچ اور ہوس میں مبتلا ہو کر دنیا پرستی کو اپنا شعار بنا لیا ہو۔ مذہب کے بارے میں ایسے برگزیدہ عالموں سے مشورہ لینا چاہیے جنھوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہو اور جن کی نگاہوں میں دنیا کی تمام دولت کی وقعت ایک ذرے کے برابر بھی نہ ہو

بغرا خاں کی واپسی

بغرا خاں نے بیٹے کو یہ نصیحتیں کرنے کے بعد زار زار رونا شروع کر دیا۔ اور غلبہ محبت سے مجبور ہو کر اس نے کیقباد کو اپنے آغوش میں لے لیا اور اس کے کان میں بڑی آہستگی سے کہنا شروع کر دیا' تجھے لازم ہے کہ جس قدر بھی جلد ہو سکے ملک نظام کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ ورنہ اگر اسے کوئی موقع مل گیا تو وہ فوراً" تیری جان لے لے گا۔ بغرا خاں ' کیقباد کو یہ نصیحتیں کرنے کے بعد وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے گھر آگیا۔ اس تجربہ کار باپ کو اپنے بیٹے کے انجام (اور اس کی موجودہ حالت) کا کچھ ایسا صدمہ ہوا کہ اس نے اس دن کھانا تک نہ کھایا اور اپنے درباریوں سے کہا۔ "میں آج دہلی اور اپنے بیٹے' دونوں ہی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو کر آیا ہوں"۔ بغرا خاں نے بیٹے کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ ہمیشہ کے لیے بادشاہ دہلی کا فرمانبردار رہے چنانچہ اس نے اسی پر عمل کیا۔ بلبنی حکومت کی تباہی کے بعد بھی بغرا خاں نے جلال الدین خلجی' علاؤ الدین اور قطب الدین کی پوری پوری اطاعت گزاری کی اور خود مختاری و حکمرانی کا خیال دل سے نکال کر دوسرے امراء کی طرح سلطنت دہلی کا فرماں بردار رہا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب سلطان تغلق بنگالہ آیا تو بغرا خاں نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ بادشاہ کا استقبال کیا اور اس کی خدمت میں بہت گراں قدر تحائف پیش کیے۔ تغلق نے بھی بغرا خاں کی بہت عزت افزائی کی اور اسے لکھنوتی اور بنگالہ کا حاکم مقرر کیا اور چترو دورباش عطا کیا۔

کیقباد کا عارضی "زہد"

سلطان معز الدین کیقباد اپنے باپ بغرا خاں سے ملاقات کرنے کے بعد دہلی واپس آگیا۔ کچھ دنوں تک تو اس جواں سال بادشاہ نے

besturdubooks.wordpress.com

کی حسن پرستی اور گرمی محفل کی شہرت چاروں طرف ہو چکی تھی۔ خوبصورت عورتوں اور حسینوں کے پرے کے پرے اس کی بارگاہ میں ہر وقت آتے رہتے تھے۔ یہ دل کو موہ لینے والے اور سحر طراز معشوق طرح طرح کے بناؤ سنگار کر کے اپنے حسن کو مختلف طریقوں سے ابھار ابھار کر کیقباد سے ملنے کے لیے آتے اور اس کے دروازے پر پڑے رہتے چونکہ کیقباد فطرتاً حسن پرست تھا۔ اس لیے وہ ہر صورت ان لوگوں سے مہربانی اور التفات سے پیش آتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا۔

ایک فتنہ روزگار

ایک دن کا واقعہ ہے کہ اتفاق سے ایک حسین و جمیل دوشیزہ جو اپنے حسن میں لاثانی تھی' زرنگار قبا زیب تن کیے ہوئے ایک عراقی گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کے وقت بادشاہ کے سامنے آئی۔ شاہی چتر و دورباش کے پاس پہنچ کر اس فتنہ روزگار نے دل نشین اداؤں اور بے حد سریلی آواز کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

گر قدم بر چشم ما خواہی نہاد
دیدہ در رہ مے نہم تا میروی

یہ شعر پڑھنے کے فوراً ہی بعد اس آفت جان نے کیقباد سے اس غزل کا مطلع پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ کیقباد نے اجازت دے دی تو اس حسینہ دلفریب نے کہا۔

سرد سمینا بہ صحرا میروی
نیک بد عہدی کہ تنہا میروی

کیقباد اس حسینہ کے حسن و جمال پر کچھ ایسا ریجھا اور اس کی اداؤں کا کچھ ایسا گھائل ہوا کہ عشق کا دم بھرتے ہوئے پھر صنم پرستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے اپنے باپ کی نصیحتوں کو نظر انداز کر دیا وہیں راستے ہی میں ٹھہر کر اس حسینہ کو یہ شعر سنایا۔

فغاں کیں لولیان شوخ و شیریں کار شہر آشوب
چناں بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا

یہ شعر پڑھنے کے بعد کیقباد گھوڑے سے اتر پڑا اور اسی جگہ خیمہ شاہی لگوا کر اس آفت جاں سے غزلیں سننے اور اس کا رقص دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اور اس کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلا۔

شب زمے تو بہ کنم از بیم ناز شاہداں
بامداداں روئے ساقی باز درکار آورد

اس سراپا شوخی نے بادشاہ کی زبان سے یہ شعر سن کر اسی زمین اور ردیف اور قافیہ میں یہ شعر پڑا

غمزہ زاہد فریبم عابد صد سالہ را
موئے پیشانی گرفتہ پیش خمار آورد

کیقباد اس خوبصورت عورت کی حاضر جوابی' شیریں کلامی اور برجستہ گوئی دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور اسے مجلس کا ساقی مقرر کر دیا۔ اس پروردہ صد فتنہ نے شراب کا جام بھر کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے جذبات محبت سے مغلوب ہو کر شراب کا جام اس کے ہاتھ سے لے لیا اور شراب نوشی شروع کر دی۔ امراء اور اراکین دولت نے بھی اپنے حکمران کی تقلید کی اور شاہی خیمے کے قریب ہی اپنی اپنی محفلیں آراستہ کیں اور تمام دن اور رات عیش و عشرت کے ہنگامے برپا کرتے رہے۔

bestudubooks.wordpress.com

بے راہ روی اور بیماری

کیقباد کی عاقبت نا اندیشی اور جوانی کی بے راہ روی نے پھر وہی پہلا سا عالم اختیار کیا۔ اور اس کا تمام وقت حسن پرستی اور شراب نوشی میں صرف ہونے لگا۔ رعایا نے بھی اسی روش کو اپنایا اور شہر کے ہر گلی کوچے میں بادہ نوشی کھلم کھلا ہونے لگی۔ حکمران اور رعایا دونوں ہی اپنے انجام سے بے خبر ہو کر داد عیش دینے لگے سب کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑ گئے چند دن اس عالم میں گزرے، شراب نوشی اور عیش کوشی کی کثرت کی وجہ سے بادشاہ کی صحت کو نقصان پہنچا اور وہ کمزور و نحیف ہو کر بستر مرگ پر جا پڑ گیا۔

ملک نظام کا خاتمہ

اب اس عالم میں اسے باپ کی نصیحتیں یاد آئیں۔ اس نے اپنی ذات کو محفوظ رکھنے کے لیے ملک نظام الدین کے خاتمے کو ضروری سمجھا۔ بیماری کی وجہ سے کیقباد کا دماغ سخت پریشان تھا اس لیے وہ ملک نظام کو کسی معقول اور مناسب طریقے سے علیحدہ نہ کر سکا اور غصے اور مخالفت سے کام لینے لگا اور ملک نظام کو ملتان جانے اور وہاں کی حکومت کی حالت کو درست کرنے کا حکم دیا۔ ملک نظام سمجھ گیا کہ بادشاہ اسے اپنے پاس سے دور کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے پس و پیش سے کام لیا مختلف بہانوں سے معذوری کا اظہار کیا۔ حکومت کے اکابر اور درباری امراء بادشاہ کے مقصد کو تاڑ گئے اور انھیں معلوم ہوگیا کہ کیقباد ملک نظام سے اب خوش نہیں اور اسے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ درباری امراء میں سے اکثر ملک نظام کے ہاتھوں پریشان تھے لہٰذا ان میں سے چند نے کیقباد کے اشارے سے ملک نظام کو زہر دے کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

ملک نظام کے انتقال کے بعد کیقباد نے میر جاندار اور نائب سمانہ ملک جلال الدین فیروز بن ملک یغرس خلجی کو سمانہ سے بلایا اور اسے شائستہ خاں کا خطاب دے کر "عارض ممالک" کے عہدے پر سرفراز کیا۔ برن کا صوبہ اسے جاگیر میں عطا کیا گیا۔

کیومرث کی تخت نشینی

بادشاہ کا مرض روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا اور اس نے لقوہ اور فالج کی صورت اختیار کر لی۔ اب کیقباد بالکل ہی صاحب فراش ہوگیا اور سلطنت کے کاموں میں برائے نام بھی حصہ لینے کے قابل نہ رہا۔ بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر امراء بادشاہت کے خواب دیکھنے لگے ہر امیر کے سر میں حکمرانی کا سودا سما گیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر چند معزز اراکین حکومت نے یہی مناسب سمجھا کہ کیقباد کے بیٹے کیومرث کو سلطان شمس الدین کا خطاب دے کر تخت نشین کر دیا۔ کیومرث کی عمر اس وقت تین سال تھی۔

فتنہ و فساد

اب شاہی امراء دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ خلجی امراء کا تھا جو جلال الدین فیروز کی وفاداری کا دم بھرتا تھا اور اسی کے ساتھ بہار پور میں مقیم تھا۔ دوسرا گروہ ترکی سرداروں کا تھا۔ یہ گروہ ملک ایتمر کچن اور ملک ایتمر سرخہ کے زیر اثر تھا اور کیومرث کا حامی تھا ان گروہ کا قیام چبوترہ ناصری کے قریبی میدان میں تھا۔ کیقباد کوشک کیلوکھری میں بیمار اور لاچار پڑا تھا۔ شاہی اطبا اس کے ساتھ رہتے تھے اور اس کے علاج میں مصروف تھے۔ جب بھی اس قسم کے حالات پیش آتے ہیں تو ملک کے امن و امان کو ضرور نقصان پہنچتا ہے اور طرح طرح کے فتنہ و فساد پیدا ہوتے ہیں اور آپس کا اتفاق و اتحاد خواب بن کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اب یہاں بھی طرح طرح کے جھگڑے پیدا ہونے لگے اور ہر گروہ دوسرے کا شدید مخالف نظر آنے لگا۔ ترکی امراء اس کوشش میں نظر آنے لگے کہ کیومرث کو جو کہ ان کے قبضے میں ہے اپنا بادشاہ تسلیم [illegible] نے جلال الدین فیروز اور دوسرے خلجی امراء کو جو غیر ترکی ہونے کی وجہ سے سلطنت و حکمرانی کے اہل نہیں ہیں، [illegible] کیا جائے اور خود حکومت پر [illegible] حاصل [illegible] کیا جائے ان امراء کے پیش نظر ترکی امراء نے خلجی [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

اپنے تمام ہم قوم امراء اور سرداروں کو اکٹھا کر کے انھیں صورت حال سے آگاہ کیا اور اپنا ہم راز بنایا۔

کیومرث کی گرفتاری

انھیں دنوں ملک اتیمر کچن' جلال الدین کے پاس بہادر پور اس ارادے سے گیا کہ اسے چبوترہ ناصری تک لے کر آئے اور پھر اس کا کام تمام کر دے۔ جلال الدین کو ملک اتیمر کے ارادے کی خبر مل چکی تھی۔ لہٰذا جس وقت ملک اتیمر بہادر پور پہنچا تو جلال الدین کے سواریوں نے غصے اور غضب میں آکر اس ترکی امیر کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد جلال الدین کے بیٹے جو اپنی شجاعت اور دلیری کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے' پانچ سو (۵۰۰) سواروں کا لشکر ساتھ لے کر کیومرث کی فوج کی طرف بڑھے اور ترکوں پر حملہ کرتے ہوئے بادشاہی خیمے تک جا پہنچے۔ خیمے کا پردہ چاک کر کے انھوں نے کیومرث اور ملک فخرالدین کوتوال کے بیٹوں کو حراست میں لیا اور انھیں اپنے ساتھ لے کر واپس بہادر پور میں اپنے باپ جلال الدین کے پاس پہنچے۔ ملک اتیمر سرخہ نے ان لوگوں کا پیچھا کیا لیکن جلال الدین کے بیٹوں نے راستے ہی میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دہلی کے تمام باشندے خلجیوں کے اقتدار کو پسند نہ کرتے تھے اس لیے اہل دہلی کا ایک بہت بڑا گروہ کیومرث کی مدد کے لیے خلجیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ لوگ بدایوں دروازے پر آکر جمع ہو گئے۔ ملک فخرالدین کوتوال کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں خلجی اس کے گرفتار شدہ بیٹوں کو ہلاک نہ کر دیں اس لیے اس نے بڑی مشکلوں سے اس مجمع کو منتشر کیا۔

کیقباد کی موت

دہلی کے امراء کی ایک بڑی تعداد اسی دن جلال الدین کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئی۔ جلال الدین نے ان ترک بچوں کو' جن کے باپ کیقباد کے ہاتھوں مارے گئے۔ کیقباد سے بدلہ لینے کے لیے کیلوکھری کے محل کی طرف روانہ کیا۔ ان ترک بچوں نے کیقباد کو' جو بیماری کی وجہ سے پہلے ہی ادھ موا ہو چکا تھا اور صرف سانس کا رشتہ باقی تھا' ایک کپڑے میں لپیٹ کر دو چار ضربات لگائیں اور لاش کو دریائے جمنا میں بہا دیا۔

اس کے بعد جلال الدین خلجی نے سلطان کا لقب اختیار کر لیا اور غیاث الدین بلبن کے بھتیجے ملک چھجو کو جو حکومت کا دعوے دار تھا' کڑہ کا حاکم مقرر کر کے اودھ روانہ کر دیا۔ جلال الدین نے شاہی نجومی کے مشورے کے مطابق مبارک گھڑی میں کیلوکھری کے محل میں قیام اور کیومرث کا جوا گلے سے اتار کر آزادی اور خودمختاری سے حکومت کے فرائض انجام دینے لگا۔

کیقباد کے انتقال کے بعد سلطنت' غور کے ترکی نژاد غلاموں کے ہاتھ سے نکل کر خلجیوں کے قبضے میں آ گئی۔ مندرجہ بالا واقعات ۶۸۷ھ کے اواخر میں پیش آئے۔ کیقباد نے تین سال سے کچھ مدت زیادہ تک حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

جلال الدین فیروز شاہ خلجی

(مشہور مورخ) نظام الدین احمد بخشی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ "ایک معتبر تاریخ کے مطالعہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ خلجیوں کا طبقہ چنگیز خاں کے داماد قالج خاں کی نسل سے ہے۔" اس مورخ نے قالج خاں کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے، جو چنگیز خاں کی بیٹی تھی، کسی وجہ سے ناراض ہوگیا۔ لیکن اس نے، چنگیز خاں کے خوف کی وجہ سے اپنی ناراضگی کو ظاہر نہ کیا۔ اس لیے وہ بظاہر تو ہر طرح سے اپنی بیوی کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہتا، لیکن بباطن اپنے لیے کسی اور ہی جائے پناہ کو ڈھونڈتا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا کہ جب چنگیز خاں دریائے سندھ کے کنارے سلطان جلال الدین خوارزمی کی تباہی میں مصروف ہوا، اور ایران و توران کی مہمات سے فارغ ہو کر اپنے وطن میں واپس پہنچا۔ قالج خاں نے چنگیز خاں کی غیر موجودگی میں غور اور جرجستان کے پہاڑی علاقوں کا بغور جائزہ لیا اور اس علاقے کی مضبوطی اور استحکام سے پوری پوری واقفیت حاصل کر لی۔ ایک روز موقع پا کر قالج خاں نے اپنے بیوی بچوں اور اہل قبیلہ کو، جو تعداد میں تقریباً تیس ہزار (۳۰) تھے، ساتھ لے کر چنگیز خاں سے جدا ہوا اور اس پہاڑی علاقے کی طرف فرار ہوگیا اور وہاں مستقل قیام اختیار کر لیا۔ کچھ ہی دنوں میں قالج خاں نے بہت قوت حاصل کر لی، چنگیز خاں کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں نے قالج خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ قالج کی اولاد اور اس کے قبیلے کی قوت اور اقتدار میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

لفظ خلجی کی اصل

جب غوری فرمانرواؤں اور ان کے پروردہ غلاموں نے ہندوستان فتح کیا تو خلجیوں کے گروہ کے گروہ ہندوستان آکر شاہی ملازمتیں اختیار کرنے لگے۔ ان خلجیوں میں سے بعض افراد نے بہت اقتدار اور رسوخ حاصل کیا اور وہ شاہی امراء اور اراکین سلطنت کے معزز عہدوں تک پہنچے۔ ان مقتدر امرائے خلجی میں سلطان جلال الدین فیروز شاہ اور سلطان محمود خلجی مندوی کے باپ بھی تھے۔ متذکرہ بالا مورخ کا بیان ہے کہ قالج خاں کی نسبت سے ان امراء کو عام طور پر قالجی کہا جاتا تھا کثرت استعمال سے "الف" گر گیا اور "ق" کا غ سے تبادلہ ہو گیا اور یوں "قالجی" سے "غلجی" بن گیا۔ لیکن تاریخ سلجوقیاں کے مصنف کی رائے اس سے مختلف ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ترک بن یافث کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام خلج تھا، خلجی اسی کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ مورخ فرشتہ بھی اسی رائے کو صحیح تسلیم کرتا ہے اس لیے کہ اگر نظام الدین کے بیان کو مان لیا جائے تو پھر خلجیوں کا وجود چنگیزی عہد کے بعد ثابت ہوتا ہے اور یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ معتبر تاریخوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر ناصر الدین اور سلطان محمود غزنوی کے بہت سے امیر خلجی کہلاتے تھے اور یہ بات مسلم ہے کہ یہ دونوں حکمران چنگیز سے پہلے گزرے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قالج خاں خود بھی خلجی خاندان سے تعلق رکھتا ہو اور سلطان جلال الدین دہلوی اور سلطان محمود مندوی اس کی نسل سے ہوں۔

مختصر جلال الدین خلجی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ بہادر پور سے کیلو کھری آیا، کچھ دنوں تک تو اس نے سلطان شمس الدین کو تخت پر بٹھا کر خود اس کے نائب کی حیثیت سے کام کیا۔ لیکن ۶۸۸ھ میں اس نے شمس الدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ستر (۷۰) سال تھی۔ گزشتہ حکمرانوں کے دستور العمل کے خلاف جلال الدین نے

besturdubooks.wordpress.com

نے پوری طرح اپنایا اور زندگی بھر کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچائی۔ جلال الدین کو اہل دہلی پر پورا پورا اعتماد نہ تھا اس لیے اس نے کیلوکھری کو اپنا مستقر قرار دیا اور ان عمارتوں کو، جن کی تعمیر معزالدین نے شروع کروائی تھی مکمل کروایا۔

شہر نو کی تعمیر

جلال الدین نے دریائے جمنا کے کنارے ایک بڑا خوبصورت باغ لگوایا اور اس باغ کے اردگرد پتھر اور چونے کی ایک فصیل کھنچوائی۔ وہ اپنے امراء اور ہوا خواہوں کو ہمیشہ عمارات تعمیر کروانے کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ جلال الدین نے کیلوکھری میں مسجدوں اور بازاروں کا ایک خوبصورت سلسلہ تعمیر کروا کے اس شہر کو "شہرنو" کے نام سے موسوم کیا۔ (کیلوکھری میں بادشاہ کے قیام کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسی شہر میں آنے لگے) امیروں نے بادشاہی محل کے آس پاس اپنے محلات تعمیر کروائے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کا قدیم شہر ویران سا ہو گیا۔ امیر خسرو نے اسی حصار کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

شہادر شہر نوکر دی حصارے
کہ رفت از کنگرہ تادر قمر سنگ

انتظامات حکومت

جلال الدین نے اپنی تخت نشینی کے ابتدائی ایام میں ملک گیری کی طرف توجہ کی اور سلطنت کے امور کی انجام دہی میں سیاست سے بھی کام لیا۔ اس نے بلبن کے بھتیجے ملک چھجو (ابن کشلی خاں) کو کڑہ کا حاکم مقرر کر کے اودھ روانہ کیا اور اپنے بھائی کو "عارض ممالک" بنا کر "یغرش خاں" کا خطاب دیا اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو خطابات سے نوازا۔ بڑے کو اختیارالدین خانخاناں، منجھلے کو ارکلی خاں اور سب سے چھوٹے کو قدر خاں کا خطاب دیا۔ ان میں سے ہر ایک کو جاگیر بھی عطا کی۔ جلال الدین نے شہاب الدین مسعود کے بیٹوں یعنی اپنے بھتیجوں کو بھی بادشاہی عنایات سے نوازا۔ علاؤ الدین اور الماس خاں (جو بعد میں الغ خاں کے نام سے مشہور ہوا) کو پرورش کیا۔ علاء الدین کو اپنے امراء میں شامل کیا اور الماس بیگ کو آخر بیگ بنایا۔ جلال الدین نے اپنے بھانجے ملک احمد حبیب کو "باربک" اور ملک خرم کو "میرور" کے عہدے پر سرفراز کیا۔ خواجہ خطیر کو وزیر الممالک اور امیر الامراء ملک فخر الدین کو کوتوال مقرر کیا۔

قدیم دہلی میں ورود

جب جلال الدین کے لطف و کرم کی عام شہرت ہوئی اور یہ فرمانروا اپنی اعلیٰ خصوصیات کی بنا پر لوگوں میں ہر دلعزیز ہو گیا تو دہلی کے قدیم اور مشہور و معزز خاندانوں کے اراکین جو ساٹھ (۶۰) سال تک ترکی نژاد بادشاہوں کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور خلجیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو اپنی توہین سمجھتے تھے، دہلی سے شہرنو میں آئے۔ ان سب نے بڑے خلوص، عقیدت اور محبت کے ساتھ جلال الدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ہمدردوں میں شامل ہو گئے۔ جب جلال الدین نے یہ دیکھا کہ عام و خاص بھی لوگ مطمئن ہیں اور ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہے تو وہ کیلوکھری کا محل چھوڑ کر قدیم دہلی میں آیا۔ جب وہ دہلی کے بادشاہی محل کے قریب پہنچا تو اس نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور دہلی کے بادشاہوں کے تخت پر رونق افروز ہوا۔ تخت شاہی پر بیٹھ کر جلال الدین نے بلند آواز سے کہا۔ "میں سوچتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کا شکر کس طرح ادا کروں ایک وہ دن تھا کہ جب میں اسی تخت کے سامنے زمین بوس ہو کر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا تھا اور آج خود اس تخت پر بیٹھا ہوں اور بہت سے میرے عزیز اور ہمدرد جو ہر لحاظ سے مجھ سے .... بہتر ہیں، دست بستہ میرے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔" تخت شاہی پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد جلال الدین نے غیاث الدین بلبن کے خاص محل "کوشک لعل" کا رخ کیا۔ بارگاہ سلطانی کے قریب پہنچ کر وہ اپنی عادت کے مطابق گھوڑے سے اترا۔ جلال الدین کو گھوڑے سے اترتے دیکھ کر ملک حبیب احمد نے فوراً کہا اب یہ محل آپ کی ملکیت ہے۔ اپنے خاص محل میں شاہی آداب کو ملحوظ رکھنا آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔" جلال

besturdubooks.wordpress.com

الدین نے جواب دیا اپنے آقائے ولی نعمت کی عزت و حرمت کرنا ہر انسان کا فرض اولین اور فعل مستحسن ہے۔" ملک حبیب احمد نے کہا۔ "اب حضور کو اسی محل میں قیام کرنا چاہیے۔"

جلال الدین نے جواب میں کہا "سلطان مرحوم نے اس محل کو' اس زمانے میں' جبکہ وہ امراء کی صف میں شامل تھے' اپنے ذاتی روپے سے بنوایا تھا' اس لیے اس محل کے مالک غیاث الدین کے وارث ہیں' نہ کہ میں۔ اس پر ملک احمد نے کہا۔ "ملکی انتظامات کے پیش نظر ایسی احتیاط کو ملحوظ رکھنا مناسب نہیں ہے۔" جلال الدین نے کہا "میں اس زندگی مستعار کے لیے اسلامی شرع کے احکام کی خلاف ورزی کرنا پسند نہیں کرتا۔" اس کے بعد جلال الدین پیادہ پا کوشک میں داخل ہوا۔ اس محل کے ایسے مقامات پر' جہاں غیاث الدین بلبن بیٹھتا تھا' جلال الدین نے حفظ مراتب کو پیش نظر وہاں پاؤں نہ رکھا بلکہ اسی چبوترے پر بیٹھا جس پر بلبن کے زمانے میں امراء اور اراکین سلطنت بیٹھا کرتے تھے۔

جلال الدین نے اپنے امراء کو مخاطب کر کے کہا۔ خدا ایتمر کچن اور ایتمر سرخہ کو تباہ و برباد کرے کہ انھوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور میں نے اپنی جان کے خطرے کے پیش نظر اس عظیم الشان بار (بادشاہت) کو اپنے ناتواں کندھوں پر لادا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ جب باوجود اس تزک و احتشام' رعب داب' کثرت امراء ملازمین کے سلطنت نے غیاث الدین بلبن کے ساتھ وفا نہ کی اور اس کے آنکھیں بند کرتے ہی اس کی اولاد تباہ و برباد ہوگئی تو میرے بعد میری اولاد کا کیا حشر ہوگا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میرے بعد میرے وارث کیا کریں گے اور زمانہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا یا نہیں؟ بادشاہ کی اس تقریر سے بیشتر حاضرین جو دانشمند اور تجربہ کار تھے' بہت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ پڑا۔ بعض ایسے درباری جو جوانی کے نشے میں سرشار اور قدرے بیباک تھے آپس میں سرگوشیاں کر کے بادشاہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ ان نوجوانوں نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا کہ جلال الدین نے آج ہی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اور آج ہی سے اپنے زوال کے خواب دیکھنے شروع کر دیے ہیں۔ جب ابھی سے اس کا یہ عالم ہے تو اس سے قہروسیاست' جو حکومت کی بنیاد ہوتے ہیں' کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

مختصر یہ کہ بعد جلال الدین کوشک محل سے دہلی واپس آیا۔ اس کے بعد اس نے دہلی میں ایک بہت عظیم الشان جشن مسرت منایا اور اپنی ایک بیٹی کی' جو حسن و جمال میں لاثانی تھی۔ علاؤ الدین خلجی کے ساتھ شادی کی اور دوسری بیٹی کو الماس بیگ الغ خاں سے بیاہا۔

جلال الدین کی شخصیت اور کردار

جلال الدین بہت ہی نیک طبیعت' خوش اخلاق اور پسندیدہ عادات کا مالک تھا۔ یہ بادشاہ قدر شناسی و حق گوئی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا جس کسی کو ایک بار جاگیر عطا کرتا تھا' پھر اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرتا تھا۔ امراء اور اراکین سلطنت سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ معاف کر دیتا' خطاکاروں کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرتا' ظالم و شقی بادشاہوں کی طرح لالچ' ظلم اور سختی سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا محفل بادہ پرستاں میں اپنے ہم نشینوں کے ساتھ برابری و مساوات کا سلوک کرتا۔ ایسی محفلوں میں عام طور پر ملک تاج الدین کوچی' ملک اعزالدین غوری' ملک قرابیگ' ملک نصرت' ملک حبیب' ملک کمال الدین ابوالمعالی' ملک نصیر الدین کہرام اور ملک سعد الدین منطقی وغیرہ اس کے ساتھ شرکت کرتے۔ یہ تمام لوگ اپنی عادات و اخلاق' شجاعت' موزونی طبیعت اور آداب مجلس کے لحاظ سے اپنے وقت کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

ان امراء کے علاوہ تاج الدین عراقی' امیر خسرو' خواجہ حسن' موید جرجانی' موید دیوانہ' امیر ارسلان کلاہی' اختیار الدین باغی' اور باقی خطیب وغیرہ بادشاہ کے مصاحبین خاص تھے۔ ان میں سے ہر ایک شاعری اور علم تاریخ کا ماہر تھا اور اپنے زمانے کا بہترین استاد تھا۔ بادشاہی

besturdubooks.wordpress.com

باساقی تھے، محمد شاہ چنگی، فتوخاں، نصیر خاں اور بہروز وغیرہ بے مثل مطرب، یہ سب لوگ شاہی مجلس کی گرمی کا باعث تھے۔ امیر خسرو ہر روز تازہ غزلیں کہہ کر لاتے، مجلس میں پیش کرتے اور روزانہ ہی شاہی انعامات سے سرفراز ہوتے۔ جلال الدین جس زمانے میں "میر جامداری" کے عہدے سے ترقی کر کے "عارض ممالک" کے مرتبہ پر فائز ہوا تھا، امیر خسرو اسی زمانے میں اس کے ملازم ہو گئے تھے۔ جلال الدین خسرو کا بڑا قدر دان تھا اور انھیں بہت معقول تنخواہ دیتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جلال الدین، امیر خسرو سے اس حد تک خوش ہوا کہ انھیں اپنا جامہ خاص عنایت کیا۔ جب جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا تو اس نے امیر خسرو کی بہت بڑھ چڑھ کر عزت افزائی کی اور انھیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر کے "مصحف داری" کا منصب عطا کیا۔ جلال الدین نے امیر خسرو کو جامہ اور سفید کمر بند عطا کر کے امراء کے گروہ میں بھی شامل کر لیا تھا۔

ملک چھجو سے معرکہ آرائی

جلال الدین کی تخت نشینی کے دوسرے سال سلطان غیاث الدین کے بھتیجے ملک چھجو نے اودھ کے حاکم امیر علی جامدار کی مدد اور پشت پناہی سے کڑہ میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر لیا اور سلطان مغیث الدین کا لقب اختیار کر کے سارے اودھ کا خود مختار فرماں روا بن بیٹھا۔ اس علاقے کے تمام امراء نے ملک چھجو کا ساتھ دیا اور وہ ایک زبردست لشکر اپنے ہمراہ لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جلال الدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً اپنے بیٹے ارکلی خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کا سردار بنا کر سلطان مغیث الدین (ملک چھجو) کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور خود بھی ایک جرار لشکر لے کر ارکلی خاں کے پیچھے پیچھے بارہ کوس کے فاصلے سے روانہ ہوا۔ ارکلی خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا ملک چھجو کے سر پر جا پہنچا اور فریقین میں جنگ شروع ہوگئی۔ ارکلی خاں کے لشکر نے بہت بہادری اور جرات کا ثبوت دیا اور دشمن کی فوج کے چھکے چھڑا دیے۔ ملک چھجو حواس باختہ ہو کر اپنی فوج کے ہمراہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ارکلی خان نے دشمن کا پیچھا کیا اور کچھ دور پہنچ کر امیر علی جامدار اور دیگر مشہور بلبنی امراء کو گرفتار کر لیا۔ ارکلی خاں نے ان قیدیوں کی گردن میں دو شاخے لٹکا دیے اور انھیں اونٹوں پر سوار کر کے سلطان جلال الدین خلجی کے پاس لایا۔ جب یہ قیدی جلال الدین کے سامنے آئے تو اس نیک طبیعت اور رحم دل بادشاہ نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور بلند آواز سے کہا۔ "یہ کیا ظلم ہے ان معزز اور صاحب حشم امراء کی یہ حالت کس نے بنائی ہے۔" یہ کہہ کر جلال الدین نے حکم دیا کہ فوراً ان امراء کو اونٹوں سے اتار لیا جائے اور ان کی گردنوں سے دوشاخے علیحدہ کر لیے جائیں۔ ان قیدیوں میں بعض ایسے امراء بھی شامل تھے جو سلطان غیاث الدن کے دربار میں بہت ہی معزز اور محترم عہدوں پر فائز تھے۔ جلال الدین نے ایسے تمام امراء کو حمام میں بھجوا دیا اور انھیں خلعت خاص سے سرفراز کیا۔ (نہا دھو کر جب یہ امراء واپس آئے تو) جلال الدین نے انھیں اپنی خاص مجلس میں شریک کیا اور عطر و پان وغیرہ سے ان سب کی تواضع کی گئی۔ مجلس میں جب شراب آئی تو جلال الدین نے ان امراء کی پوری پوری خاطر و مدارات کی۔ جلال الدین ان قیدی امراء کی جس قدر خاطر مدارات کر رہا تھا یہ مغرور قیدی اسی قدر شرم و ندامت سے زمین میں گڑے جا رہے تھے۔ جب جلال الدین نے یہ دیکھا کہ ندامت کی وجہ سے ان امراء کا بہت برا حال ہے تو اس نے ان سے کہا۔ "آپ لوگ اس قدر شرمندہ کیوں ہو رہے ہیں آپ میرے ملازم تو تھے نہیں کہ جو میں آپ کی بغاوت کو نمک حرامی سے تعبیر کروں بلکہ ایک حیثیت سے تو آپ سب حضرات قابل قدر ہیں۔ کہ آپ نے اپنے مالک کا حق نمک پوری پوری طرح ادا کیا ہے اور اسی کا ساتھ دیا کہ جس کے نمک خوار تھے۔ آپ لوگوں کی یہ کوشش ہر لحاظ سے مناسب اور بجا تھی کہ بادشاہت کا منصب آپ کے آقا سلطان غیاث الدین کے خاندان سے باہر نہ جائے، لیکن اس کا کیا علاج کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی آپ کے ارادہ کے خلاف تھی۔ آپ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے اور بادشاہت اس بڑھاپے میں میرے ہاتھ آئی۔ مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ وہی لوگ ہیں کہ جو سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں اگر کبھی مجھ سے ہنس کر بات بھی کر لیا کرتے تھے تو میں

besturdubooks.wordpress.com

خوشی سے دیوانہ ہو جاتا تھا اور اپنے ساتھیوں سے آپ کی اس معمولی مہربانی کو بڑے فخر سے بیان کرتا تھا۔"

امیروں کے ساتھ تو سلطان جلال الدین نے اس طرح کا لطف آمیز برتاؤ کیا اور ملک چھجو کا یہ حال ہوا کہ اس نے ارکلی خاں سے بچنے کے لیے اس علاقے کے ایک زمیندار کے گھر پناہ لی۔ اس زمیندار نے نہ خدا کا خوف کیا نہ پاس حق نمک اور ملک چھجو کو گرفتار کر کے جلال الدین خلجی کے پاس بھجوا دیا۔ جلال الدین نے ملک چھجو کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے ایک محافے میں سوار کروا کے ملتان روانہ کر دیا۔

جلال الدین نے ملتان کے حاکم کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "ملک چھجو کو مع اس کے بال بچوں کے ایک عمدہ مکان میں حفاظت کے ساتھ رکھا جائے۔ اس کے لیے تمام شاہانہ سامان مہیا کیا جائے اور اس کی خاطرداری اور تواضع پوری پوری طرح کی جائے۔"

ملک حبیب احمد دیگر خلجی امراء جلال الدین کی اس رحمدلی اور نرمی سے بہت رنجیدہ ہوئے اور ملک چھجو جیسے دشمن اور اس کے ساتھیوں پر طرح طرح کی عنایات دیکھ کر دل ہی دل میں بہت جلے۔ ان امراء نے جلال الدین سے عرض کی "حضور ان واجب القتل امراء پر جو مہربانیاں فرماتی ہیں وہ جہاں داری اور فرمانروائی کے دستور اور قواعد کے خلاف ہیں۔ غیاث الدین بلبن نے اپنے باغیوں کو جو جو سزائیں دی تھیں، وہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ ان باغیوں کو معاف نہ کیا جائے اور اگر ملک چھجو کی جان نہ لی جائے تو کم از کم ان کی آنکھوں میں سلائیاں ضرور پھروا دی جائیں تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی جرأت نہ کر سکے اور ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا نہ ہو۔" جلال الدین نے ان امراء کو جواب دیا تم لوگوں نے جو کچھ کہا وہ بالکل درست ہے، لیکن میں کسی مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا نہیں چاہتا۔ اس وقت میری عمر ستر (۷۰) سال کی ہے آج تک میں نے کسی مسلمان کی جان نہیں لی تو بھلا اس عمر میں کیسے یہ کام کروں۔ اگر میں ان لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا ہوتا اور یہ مجھے قتل کر دیتے۔ تو قیامت کے روز ان لوگوں کو جواب دینا پڑتا نہ کہ مجھے، میں نے کئی سال سلطان غیاث الدین کا نمک کھایا ہے اب اس کے امراء اور وارثوں کو قتل کرنا مجھے زیب نہیں دیتا اور یہ فعل میری نمک حرامی کی دلیل ہوگا۔" الغرض جلال الدین نے اپنے امراء کی گفتگو کا کوئی اثر نہ لیا اور ان سے یہ درویشانہ باتیں کر کے انھیں رخصت کر دیا اور یہ امیر بوڑھے اور رحمدل بادشاہ کی بے موقع نرمی سے رنجیدہ ہو کر اسے دل ہی دل میں برا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یہ امیر حق بجانب تھے۔ دانشمندوں نے کہا ہے کہ سلطنت و حکومت کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ایک نرمی اور دوسرے قہر۔ ان دونوں میں سے اگر کسی ایک میں کمی ہوتی ہے تو سلطنت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔

سماجی ابتری

ملک چھجو سے نمٹنے کے بعد جلال الدین نے بدایوں سے دہلی کی طرف کوچ کیا دہلی پہنچ کر اس نے کڑہ کی حکومت اپنے بھتیجے علاؤالدین خلجی کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد جلال الدن نے سپاہیوں کی دلجوئی اور ملک کی آبادی و سرسبزی کو اپنی تمام توجہات کا مرکز بنا لیا۔ اس نے قہر و غضب سے کوئی کام نہ لیا حالانکہ انھیں بادشاہت کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ جلال الدین نے سست روی اور نرمی کو اپنا شعار بنایا اس طریق کا یہ نتیجہ نکلا کہ چوروں اور ڈاکوؤں کو کھلی چھٹی مل گئی۔ ملک کے ہر حصے میں چوری ڈکیتی اور لوٹ مار وغیرہ کی وارداتیں عام ہونے لگیں اول تو مجرموں کو پکڑا ہی نہ جاتا تھا اور اگر کسی کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا جاتا تو نیک دل بادشاہ اس سے گزشتہ جرائم پر توبہ کرواتا اور آئندہ جرم نہ کرنے کا وعدہ لے کر چھوڑ دیتا۔ جلال الدین کی اس نرمی کی وجہ سے خلجی امراء اس سے بہت ہی برگشتہ ہو گئے اور مجلسوں میں بادشاہ کو ملامت کرنے لگے جلال الدین ان امراء کی باتیں سنتا اور یہ کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتا کہ "میرے خوار کبھی کبھی

besturdubooks.wordpress.com

کی ملامت بھی بادشاہ کو سختی اور غضب سے کام لینے پر نہیں اکساتی' تو وہ آپس میں جلال الدین کی معزولی کے مشورے کرنے لگے۔ ان امراء نے یہ طے کیا کہ اگرچہ جلال الدین کی بہادری اور جرات میں کوئی شک نہیں اور اس نے اپنے عہد جوانی میں بارہا مغلوں کے مقابلے پر ہمت کے جوہر دکھائے ہیں۔ لیکن اب چونکہ وہ ضعیف العمر ہوگیا ہے اور اسے شعر کہنے اور سننے اور شطرنج کھیلنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں رہ گیا اس لیے اسے معزول کر کے ملک تاج الدین کوچی کو بادشاہ تسلیم کر لینا چاہیے۔

امراء کی سازش

اس مشورے کے بعد ان امراء نے ملک تاج الدین کوچی کی قیام گاہ پر بادہ نوشی کی ایک محفل منعقد کی اور خوب پی کر عالم مستی میں اول فول بکنے لگے۔ ایک نے کہا "جلال الدین خلجی ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے۔" دوسرے نے کہا "میں اپنے نیم شکار سے اس کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔" تیسرا یوں گویا ہوا میں اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالونگا۔" غرض کہ اس محفل میں ان امراء نے خوب جی بھر کے بکواس کی انھیں امیروں میں سے ایک نے تمام باتیں جلال الدین خلجی تک پہنچا دیں۔ یہ باتیں سن کر جلال الدین اگرچہ ان امیروں کے برا بھلا کہنے سے پریشان تو نہ ہوا۔ البتہ ان کے ارادوں سے مغموم ہو کر اسی وقت ایک قاصد بھیج کر ان سب کو اپنے سامنے طلب کیا۔ جب یہ امیر بادشاہ کے سامنے آئے تو اس نے ان کا امتحان لینے کے لیے اپنی تلوار میان سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور ان سے کہا۔ "میں اس وقت بالکل نہتا ہوں' میرے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں ہے تم میں سے جس شخص کو بھی بہادری کا دعویٰ ہو وہ اٹھے اور میری ہی تلوار سے میری گردن اڑا دے تاکہ میں یہ سمجھ سکوں کہ تم واقعی کسی مصرف کے ہو اور کوئی کام تمہارے ہاتھوں انجام پا سکتا ہے۔" جلال الدین امراء سے اسی انداز سے باتیں کرتا رہا اور وہ ندامت سے سر جھکائے بیٹھے رہے۔ جب بادشاہ اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال چکا اور اس کا غصہ کچھ کم ہوا تو ملک نصرت نامی ایک امیر جس نے متذکرہ بالا محفل شراب میں سے زیادہ بکواس کی تھی۔ جلال الدین کے سامنے آیا اور مزاحیہ انداز میں کہنے لگا۔ "حضور کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ شرابی شراب کے نشے میں ہرزہ سرائی کیا ہی کرتے ہیں اگر ہم آپ جیسے آقا کو' جس نے ہمیں اپنے بیٹوں کی طرح پالا ہے' کوئی گزند پہنچائیں گے تو پھر ایسا شفیق مالک ہمیں کہاں سے ملے گا۔ اگر حضور ہمارے جیسے نمک خوابیٹوں کو کوئی سزا دیں گے تو پھر ہم جیسے جاں نثار آپکو کہاں سے ملیں گے۔" جلال الدین ملک نصرت کی یہ باتیں سن کر ہنسنے لگا اور اس کا سارا غصہ کافور ہوگیا اور اپنے ہاتھ سے شراب کے پیالے بھر بھر کر ان امراء کو دینے لگا اور کہا۔ "میری جگہ اگر کوئی اور بادشاہ ہوتا تو وہ تمہیں بری طرح قتل کرتا' لیکن میں اس بڑھاپے میں غصے اور ظلم سے کنارہ کشی اختیار کر چکا ہوں میں تم لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں کہ تمہیں شراب نوشی اور عیش کوشی سے بالکل فرصت نہیں ہے کہ دوسرا کام کر سکو۔ کجا تم اور کجا شمشیر زنی۔ یہ سب تمہارا زبانی جمع خرچ ہے تم جیسے لوگوں سے صف شکنوں کے سے کارنامے کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ تم لوگوں کو میں اب معاف کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ سب اپنی اپنی جاگیروں پر چلے جاؤ اور جب تک میں نہ بلاؤں یہاں مت آنا اور وہیں قیام کرنا۔

مولانا سراج الدین ساؤی کا واقعہ

مورخین کا بیان ہے کہ جن دنوں جلال الدین خلجی (غیاث الدین بلبن کی بادشاہت کے زمانے میں) میرجانداری کے عہدے پر فائز تھا اور سمانہ کی جاگیر اس کے تصرف میں تھی' ان دنوں مولانا سراج الدین ساؤی' جو اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے شاعر تھے' سمانہ کے ایک موضع کے معافی دار تھے۔ جلال الدین نے دستور و قانون کے مطابق ان سے ان کے موضع کی مال گزاری طلب کی۔ مولانا سراج الدین اس پر بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے غیاث الدین بلبن کی مدح میں ایک مثنوی لکھی اور اس عمال حکومت کی سخت شکایت کی۔ جلال الدین کو مختلف کاموں کی وجہ سے اس مثنوی کے پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ مولانا نے ایک دوسری مثنوی جلال الدین کی ہجو میں لکھی اور اس

besturdubooks.wordpress.com

کا نام "خلجی نامہ" رکھا۔ جلال الدین نے اس مثنوی کو پڑھا۔ مولانا سراج الدین' جلال الدین کے خوف کی وجہ سے سمانہ کی سکونت ترک کر کے کسی دوسری جگہ چلے گئے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ جلال الدین' ایک روز منداہرائی کے دیہاتوں میں سے کسی ایک دیہات کو لوٹ رہا تھا کہ منداہرائی نے تلوار کا وار کر کے جلال الدین کے چہرے پر ایک زخم لگایا۔ جس کا نشان تمام عمر جلال الدین کے چہرے پر باقی رہا جب جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا تو مولانا سراج الدین سانی اور منداہرائی دونوں ہی سخت پریشان ہوئے اور انھیں یہ خوف لاحق ہوا کہ جلال الدین ان کو پکڑ کر ضرور انتقام لے گا۔ جب ان دونوں کو کوئی جائے فرار نظر نہ آئی تو وہ اپنی اپنی گردنوں میں پگڑیاں لٹکا کر (مجرموں کی طرح) جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ کو جب ان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے فوراً ان دونوں کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں جلال الدین کے سامنے آئے تو وہ اٹھ کر مولانا سراج الدین سے بغل گیر ہوا اور انھیں انعام و خلعت سے سرفراز فرمایا اور ان کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ تاکہ مولانا دوسرے معزز امراء کی طرح دربار شاہی میں حاضر ہو کر آداب بجالائیں۔ جلال الدین نے منداہرائی کو بھی طرح طرح کے اعزاز و اکرام سے نوازا۔

المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب

جلال الدین کی نیک طبعی اور پاک نفسی کی طرح طرح کی حکایات مشہور ہیں۔ انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک بار جلال الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس نے غیر مسلم مغلوں کے ساتھ بارہا جنگ کی ہے اور مسلمانوں کو ان کے ظلم و تعدی سے بچایا ہے۔ اس لیے اگر مساجد کے امام منبر پر اسے "المجاہد فی سبیل اللہ" کے لقب سے یاد کریں تو کچھ نامناسب نہ ہوگا۔ اس خیال کے پیش نظر ایک روز جلال الدین نے اپنی بیوی ملکہ جہاں سے کہا۔ "جب کسی مبارک باد کے موقع پر علماء اور قاضی یہاں حاضر ہوں تو تم ان کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر کہنا کہ جمعہ کے خطبوں میں وہ مجھے "المجاہد فی سبیل اللہ" کے لقب سے یاد کریں۔" اتفاق سے انھیں دنوں سلطان معزالدین کیقباد کی بیٹی کا عقد شاہزادہ قدر خان سے قرار پایا۔ حسب دستور تمام علماء اور قاضی مبارک باد دینے کے لیے بادشاہ کی بارگاہ پر حاضر ہوئے۔ ملکہ جہاں نے جلال الدین کی ہدایت کے مطابق ان علماء سے متذکرہ بالا درخواست کی۔ ملکہ کا یہ پیغام سن کر تمام قاضیوں اور علماء نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور کہا کہ بادشاہ کو "المجاہد فی سبیل اللہ" کے لقب سے خطبوں میں یاد کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

مہینے کی پہلی تاریخ کو جب یہ قاضی اور علماء کی جماعت بادشاہ کی دست بوسی کے لیے حاضر ہوئی تو علماء کے سردار قاضی فخرالدین ناقلہ نے بادشاہ سے درخواست کی۔ "ہم تمام علماء قاضیوں اور مفتیوں کی یہ خواہش ہے کہ چونکہ آپ نے بارہا غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کی ہے اس لیے آپ کے نام کے ساتھ خطبوں میں "المجاہد فی سبیل اللہ" کا اضافہ کر دیا جائے۔" بادشاہ اس درخواست کو سن کر رونے لگا اور اس نے کہا "ملکہ جہاں کو میں نے ہی اس طرف متوجہ کیا تھا اور اس نے میرے ہی ایما پر آپ سے یہ درخواست کی تھی' لیکن ملکہ سے بات کرنے کے بعد جب میں نے اپنے ارادے پر غور کیا تو مجھے بڑی ندامت ہوئی میں اپنے آپ کو ہرگز ہرگز اس لقب کا مستحق نہیں سمجھتا۔ میں نے اب تک جتنی بھی جنگیں کی ہیں ان میں کوئی بھی جنگ ایسی نہیں تھی جو خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی' شوق شہادت یا کلمہ حق کو بلند کرنے کے لیے کی گئی ہو۔ میں نے ہر لڑائی اس مقصد کے پیش نظر کی کہ میری شہرت میں اضافہ ہو اور میرا آقا غیاث الدین مجھ پر زیادہ اعتبار کرے اور عزیز رکھے۔ علماء کرام نے ہر چند جلال الدین کے شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی اور متذکرہ بالا لقب کے استعمال کی اجازت طلب کی لیکن جلال الدین نے ان کی ایک نہ سنی اور یہ لوگ مایوس کر واپس لوٹ آئے۔

سیدی مولہ

اس نیک طبیعت بادشاہ کے زمانے کا دوسرا مشہور واقعہ سیدی مولہ ...

besturdubooks.wordpress.com

جہاں گجراتی نے اپنی کتب تاریخ میں بیان کی ہے۔ یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب ملک الامراء فخرالدین کوتوال کا کہ جس کا ذکر بارہا کیا جاچکا ہے' انتقال ہوا تو غیاث الدین بلبن کے عہد کے وہ تمام امیر جو تباہ حال ہو کر فخرالدین کی عنایات کے سہارے زندگی بسر کر رہے تھے معذور' لاچار اور پریشان حال ہوگئے۔ اسی طرح بارہ ہزار حافظ جو روزانہ ایک ہزار قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے' بے روزگار ہو کر بھٹکنے لگے ہزارہا سپاہی اور شاگرد پیشہ جو ملک فخرالدین کے پروردہ پر داختہ اور ملازم تھے دانے دانے کو ترس گئے۔ ان سب پریشان حال افراد نے سیدی مولہ کی خانقاہ پر پناہ لی۔

شیخ عین الدین بیجاپوری نے ملحقات طبقات ناصری میں سیدی مولہ کے حالات اس طرح بیان کیے ہیں کہ وہ جرجان سے فقیروں کے لباس میں ملک مغرب میں آئے اور وہاں کے درویشوں اور صوفیوں سے ایک طویل عرصے تک فیضان قلبی حاصل کرتے رہے۔ یہاں سے فیض حاصل کرنے کے بعد وہ پھر اپنے وطن جرجان واپس چلے گئے۔ جرجان میں کچھ دن انھوں نے گزارے تو انھیں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں انھوں نے حضرت فرید گنج شکرؒ سے اجازت چاہی۔ حضرتؒ نے اجازت دیدی اور سیدی مولہ دہلی آئے اور یہاں قیام پذیر ہوئے۔ جس زمانے میں سیدی مولہ اجودھن میں قیام پذیر تھے تو حضرت گنج شکرؒ نے ان سے فرمایا تھا کہ تمھاری خواہش ہے کہ دہلی جاکر خلق خدا سے ربط پیدا کرو اور اپنے آستانے کو لوگوں کا ملجا بناؤ۔ نیز فقیروں اور درویشوں کی حاجت روائی کرو۔ مجھے تمھارے اس ارادے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ دہلی پہنچ کر امیروں اور حاکموں سے زیادہ میل جول پیدا نہ کرنا اور ان سے تعلقات بڑھانے سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ امیروں سے تعلقات پیدا کرنے میں درویشوں اور فقیروں کو ہمیشہ ہی نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کی دوستی ہماری موت کا سبب بن جاتی ہے۔''

خیرات و مبرات

سیدی مولہ نے دارالسلطنت دہلی میں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کروائی اور ضرورت مندوں اور فقیروں وغیرہ کی روٹی پیسے سے مدد کرنے لگے۔ مسافر اور غریب غرباء روزانہ ان کی خانقاہ میں آتے اور اپنی اپنی ضروریات پوری کرتے۔ سیدی مولہ کا یہ دستور تھا کہ وہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں نہ جاتے تھے بلکہ اپنے گھر ہی میں تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے۔ وہ اولیاء اللہ اور مشائخ کی طرح جماعت کی پابندی نہیں کرتے تھے' لیکن ریاضت اور مجاہدہ میں ان کا جواب نہ تھا۔ ایک چادر کے علاوہ ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا غذا کے معاملے میں بھی بہت ہی سادہ تھے۔ ان کی خانقاہ میں اگرچہ ہر طرح کے کھانے پکتے تھے لیکن خود ان کا یہ عالم تھا کہ چاول کی روٹی کو پانی میں تر کرکے کھاتے تھے۔ خدمت کے لیے کوئی لونڈی یا منکوحہ عورت گھر میں نہ تھی۔ وہ کبھی خواہشات نفسانی کو ابھرنے نہ دیتے تھے' کبھی کسی سے نذرانہ یا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے۔ لیکن خیرات اور صدقات خوب جی کھول کر کیا کرتے تھے۔ سیدی مولہ کے روزانہ اخراجات کو دیکھ کر اہل دہلی کو یہ شک گزرنے لگا کہ وہ کیمیا بناتے ہیں۔

غیاث الدین بلبن کے بعد جب کیقباد کی حکمرانی کا دور آیا تو یہ ایک طرح سے بیخبری اور غفلت کا دور تھا۔ سیدی مولہ کے اخراجات میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوگیا۔ صدقات بھی وہ پہلے سے زیادہ دینے لگے۔ ان ایام میں سیدی مولہ نے حضرت فرید شکر گنج کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور امراء اور دیگر بڑے بڑے لوگوں سے گہرے مراسم پیدا کر لیے۔ اس زمانے میں ان کی بخشش اور جود وسخا کی یہ کیفیت تھی کہ شہر کے شرفا اور مشاہیر کو ایک ایک ملاقات میں دو دو تین تین ہزار اشرفیاں انعام میں دے دیتے تھے۔ دسترخوان کی وسعت بھی اپنا جواب آپ تھی۔ ان کے گھر میں امراء اور نوابین کے لیے ہروقت اعلیٰ اعلیٰ کھانے اور نفیس شربت وغیرہ موجود رہتے تھے۔ اس دسترخوان کی وسعت کے سامنے بادشاہی دسترخوان بھی ماند نظر آتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک ایک دن میں ایک ہزار من میدہ' چالیس من شکر' چالیس من گڑ' پانچ سو من گوشت اور کئی من گھی ان کے باورچی خانے میں صرف ہوتا تھا۔ ان کا یہ عام قاعدہ تھا کہ

bestsurdubooks.wordpress.com

جب کسی شخص کو کچھ دینا ہوتا تھا تو اس سے یہ کہتے تھے کہ فلاں بوریے یا فلاں پتھر کو اٹھاؤ اس کے نیچے اتنی چاندی سونا یا اشرفیاں ہیں وہ تم لے لو۔ جب اس بوریئے یا پتھر کو اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے وہی کچھ نکلتا جو سیدی مولہ کے منہ سے نکلا ہوتا۔ ان روپے یا اشرفیوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابھی ابھی ٹکسال سے ڈھل کر آئی ہیں۔

جب عنان حکومت خلجیوں کے ہاتھ میں آئی اور جلال الدین تخت شاہی پر رونق افروز ہوا۔ تو سیدی مولہ کی خانقاہ میں عوام کا ہجوم بھی پہلے سے زیادہ ہوگیا۔ بادشاہ کا بڑا بیٹا خان خاناں ان کا بید معتقد تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سیدی مولہ کو اپنا منہ بولا باپ بنالیا اور ہر روز ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ خان خاناں کے علاوہ دوسرے امرا اور معززین بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے دسترخوان سے ایسی ایسی نعمتیں کھاتے جو ان کو اپنے گھروں میں بھی نصیب نہ ہوتی تھیں۔ جب ملک الامراء ملک فخرالدین کوتوال کا انتقال ہوا تو مرحوم کے تمام متعلقین نے سیدی مولہ کی خانقاہ میں پناہ لی۔ یہ تمام لوگ سیدی مولا کے باورچی خانے سے کھاتے اور ان کی عام بخشش کے مطابق بوریوں اور پتھروں کے نیچے سے چاندی سونے اور اشرفیوں کے ڈھیر حاصل کر کے عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے۔

سیدی مولہ کا حکمرانی کا خواب

انھیں ایام کا ذکر ہے کہ ایک فتنہ انگیز اور فسادی امیر قاضی جلال الدین کاشانی نے سیدی مولہ سے تعلقات بڑھائے اور اپنی عیاری اور تیز گفتاری سے کچھ ایسا جادو کیا کہ سیدی مولہ اسے اپنا بہترین دوست سمجھنے لگے۔ قاضی کاشانی نے اس حد تک مراسم پیدا کیے کہ وہ ان کی خانقاہ میں تین تین چار چار روز تک مہمان رہتا اور سیدی مولہ کو بادشاہ بننے کی ترغیب دیتا رہتا۔ قاضی کاشانی نے ان سے کہا۔ "خداوند تعالے نے آپ کو یہ قدرت اس لیے دی ہے کہ آپ اس کے بندوں سے رحم اور مہربانی سے پیش آئیں اور حکومت کو جو خدا کی نیابت ہے' ظالموں کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے قبضے میں کریں اہل دنیا کو خدا اور اس کے رسول صلعم کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع دیں۔ اگر آپ اس عظیم الشان عہدے کو حاصل کرنے سے کنارہ کشی کریں گے تو پھر کل قیامت کے روز آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔" سیدی مولہ بشریت کے تقاضے سے مجبور ہوگئے اور قاضی کاشانی کی باتوں میں آکر سلطنت حاصل کرنے کے سامان فراہم کرنے لگے۔ سید صاحب نے پوشیدہ طور پر اپنے ہر مرید کو خطابات اور مناصب سے نوازنا شروع کر دیا اور بادشاہت کو حاصل کرنے کے لیے یہ طے پایا کہ سید صاحب کے دو نمایاں مرید برنجمن کوتوال اور نتھائی پہلوان' جن پر سید صاحب کے بے شمار احسانات تھے۔ جمعہ کے روز بادشاہ کی سواری تک پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیں اور سید صاحب کے دس ہزار مرید اسی وقت ان سے بیعت کر کے ان کی بادشاہت تسلیم کرلیں۔

سیدی مولہ کا امتحان

سید صاحب کا آخری وقت آپکا تھا' اس لیے یہ تجویز ابھی عملی جامہ پہننے بھی نہ پائی تھی کہ ایک مرید نے مخبری کر کے بادشاہ کو تمام حالات سے باخبر کر دیا۔ بادشاہ نے اسی وقت سیدی مولہ اور قاضی کاشانی کو اپنے حضور میں طلب کیا اور سازش کی بابت دریافت فرمایا۔ ان دونوں اور ان کے ساتھیوں نے اس قسم کے کسی بھی معاملے کے وجود سے صاف صاف انکار کیا۔ بادشاہ نے طرح طرح کے سوالات کیے۔ لیکن مجرموں نے اپنے جرم کا اقرار نہ کیا۔ بادشاہ کو جرم ثابت کرنے کے لیے کوئی معقول ثبوت بھی نہ ملا۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ بہادر پور کے جنگل میں ایک بہت بڑی آگ روشن کی جائے اور سیدی مولہ' قاضی کاشانی' برنجمن کوتوال اور نتھائی پہلوان ننگے پیر اس پر سے گزریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ شاہی حکم کی فوراً تعمیل کی گئی اور جلال الدین اپنے مصاحبوں اور لشکر کے سرداروں کے ساتھ آگ کے قریب ایک خیمے میں ٹھہر گیا۔ جس وقت تمام مجرمین نے کلمہ شہادت باواز بلند پڑھ کر آگ میں کودنے کا ارادہ

besturdubooks.wordpress.com

کی فطرت میں ہے۔ کوئی بھی شخص' خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا' اگر وہ آگ میں کودنے گا تو آگ اس کو جلا دے گی۔ اس قسم کے معاملات کا فیصلہ آگ کے ذریعہ کرنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے۔" یہ سن کر جلال الدین اپنے ارادے سے باز آگیا اور اس نے آگ بجھانے کا حکم دے دیا۔

سیدی مولہ کا قتل

جلال الدین نے قاضی جلال کو بدایوں کا قاضی مقرر کر کے دہلی سے روانہ کر دیا اور دیگر بلبنی امراء کو خارج البلد کر دیا۔ دونوں کوتوالوں کو جنھوں نے بادشاہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی تھی' قتل کر دیا گیا اور جلال الدین سیدی مولا کو اپنے ہمراہ لے کر کوشک محل کی طرف لوٹا بادشاہ خود تو کوشک میں قیام پذیر ہوا اور سیدی مولہ کو کوشک کے پاس ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ جلال الدین نے متذکرہ سازش کے بارے میں سید صاحب سے کچھ سوالات کیے۔ جن کے جواب سید صاحب نے بہت جرائت مندی اور دلیری کے ساتھ دیے۔ سیدی مولہ پر شرع اور قانون' کسی بھی لحاظ سے سازش کا جرم ثابت نہ ہو سکا' لیکن بادشاہ کے نزدیک ان کا وجود خطرے کا باعث تھا اس لیے اس نے شیخ ابوبکر طوسی حیدری کو اور دیگر درویشوں کو جو حیدری کے ساتھ یہاں دہلی میں آئے تھے' کوشک کے قریب بلایا اور ان سے کہا۔ "ذرا دیکھو تو سہی کہ اس درویش سیدی مولہ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور میرے ملک میں بدامنی اور فساد پھیلانے کے کیا منصوبے تیار کیے ہیں۔ میں انصاف کو تم لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہوں' تم جو مناسب سمجھو فیصلہ کرو اور مجھے مطمئن کرو۔ بادشاہ کا یہ کہنا ہی تھا کہ سنجری نام کے ایک مرد درویش نے' جس پر بادشاہ کے بہت احسانات تھے' حق نمک ادا کیا۔ یہ درویش اپنی جگہ سے اٹھ کر سیدی مولہ پر جھپٹا اور استرے اور سوئے سے (جو اس کے پاس تھے) سید صاحب کے جسم پر کئی گھاؤ لگائے۔ اس پر سیدی مولہ نے بلند آواز سے فریاد کی اور کہا...... "میں اپنی موت سے ہراساں نہیں ہوں' مجھ کو جلد میری اصلی قیام گاہ پر پہنچا دو۔" اور پھر وہ بادشاہ سے یوں مخاطب ہوئے۔ "مجھے اپنے مرنے کا کوئی غم نہیں لیکن تم یہ یاد رکھو کہ میرا لہو ایک نہ ایک دن رنگ لا کر رہے گا اور اس کا وبال تم پر اور تمہاری اولاد پر ضرور پڑے گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ درویشوں کو تنگ کرنا کسی طرح بھی اچھا نہیں ہے" جلال الدین ان کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا تھا' اس نے اس سلسلے میں پس و پیش کیا تو ارکلی خاں آگے بڑھا۔ ارکلی خاں اپنے بڑے بھائی خان خاناں کی عقیدت اور منہ بولا بیٹا بننے کی وجہ سے سیدی مولا سے بہت ناراض تھا۔ اس لیے اس نے کوشک کے اوپر سے فیل بان کو اشارہ کیا یہ اشارہ پاتے ہی فیل بان نے اپنے مست ہاتھی کو سید مولہ پر چھوڑ دیا۔ اس دیو پیکر جانور نے آناً فاناً سیدی مولہ کو کچل کر رکھ دیا۔

سیاہ آندھی

علامہ ضیاء الدین برنی' مؤلف تاریخ فیروز شاہی جو اس قسم کی روایتوں کو بیان کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے آپ کو صادق القول سمجھتا ہے' سیدی مولہ کے قتل کے بعد کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے کہ "جس روز سیدی مولہ کو قتل کیا گیا۔ میں اس روز دہلی ہی میں تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قتل کے بعد ایک بہت ہی سیاہ آندھی اٹھی اور سارا شہر تاریک ہو گیا۔ یہ تاریکی اتنی مہیب تھی کہ شہر کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی اور دہلی کے باشندے ایک دوسرے کی شکل بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس آندھی کے بعد دہلی اور سوالک میں ایک زبردست قحط پڑا۔ اس قحط کی مشکلات و مصائب کی تاب نہ لا کر ہندوؤں کا ایک بڑا گروہ دریائے جمنا میں غرق ہو گیا۔

شہزادہ خان خاناں کی وفات

سیدی مولہ کے قتل کے بعد ہی جلال الدین کے زوال کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے اور اس کی بادشاہت کا سفینہ ڈگمگانے لگا' نظام سلطنت بالکل منتشر ہو کر رہ گیا۔ ہر روز طرح طرح کے مہیب اور خطرناک واقعات پیش آنے لگے۔ سیدی مولہ کے قتل کے بعد سب سے بڑا حادثہ جو وقوع پذیر ہوا وہ خود جلال الدین کے بڑے بیٹے کی وفات تھی۔ اس سانحہ نے بادشاہ کو زندگی بھر خون کے آنسو رلائے۔

besturdubooks.wordpress.com

اختیار الدین خان خاناں بڑا ہی سعادت مند شاہزادہ تھا' اقبال اور حکمرانی کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے اس کے رعب دار سیاست کا یہ عالم تھا کہ دوست ہو یا دشمن کسی کو اس کے عدول حکمی کی ہمت نہ تھی' جس دن سیدی مولہ کو قتل کیا گیا تھا' اسی روز اس شہزادے کی طبیعت ناساز ہوئی اور وہ بیمار پڑ گیا۔ کچھ ہی دنوں میں اس بیماری نے طول پکڑا اور شاہزادہ بالکل صاحب فراش ہو گیا۔ ملک کے تمام اعلیٰ اور تجربہ کار طبیبوں نے پوری توجہ کے ساتھ علاج کیا لیکن کوئی دوا کارگر نہ ہوئی اور شہزادہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

رنتھنبور پر حملہ

سیدی مولہ کے قتل کے بعد اسی سال جلال الدین نے رنتھنبور پر حملہ کیا اور اپنے دوسرے بیٹے ارکلی خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے شاہی لوازمات سے سرفراز کیا۔ جلال الدین نے ارکلی خاں کو تو دہلی کی طرف روانہ کیا اور خود رنتھنبور کی طرف بڑھا وہاں پہنچ کر جلال الدین کو معلوم ہوا کہ قلعہ بہت ہی مضبوط اور پائیدار ہے' یہ دیکھ کر اس نے قلعے کی تسخیر کا خیال ترک کیا اور جھاین کی طرف بڑھا۔

جلال الدین نے جھاین کو فتح کیا اور وہاں سے بے شمار ہتھیار اور مال غنیمت لیتا ہوا اور مالوے کے مندروں کو تباہ و برباد کرتا ہوا دہلی کی طرف واپس ہوا۔ راستے میں جب جلال الدین کا گزر رنتھنبور سے ہوا تو وہاں کے راجہ نے اس بار بھی جلال الدین کی اطاعت سے انکار کیا۔ بادشاہ راجہ کی خودسری سے بہت ناراض ہوا اور فوراً خیمے نصب کرنے اور ڈیرے ڈالنے کا حکم دیا' لیکن پھر اس نے کچھ سوچ کر یہ حکم منسوخ کیا اور آگے چلنے کا حکم دیا بادشاہ نے اپنے لشکر کے سرداروں سے کہا' "میں نے پہلے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اس قلعے کو تسخیر کروں۔ لیکن جب میں نے اپنے اس ارادے پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بے شمار مسلمانوں کی جانوں کی قربانیاں دیئے بغیر قلعے کو سر کرنا مشکل ہے میں اس قلعے کی خاطر مسلمانوں کے خون کو اتنا ارزاں نہیں کرنا چاہتا اس لیے اپنے ارادے سے ہاتھ اٹھانا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔" بادشاہ کی یہ تقریر سن کر معزز شاہی مصاحب ملک حبیب احمد نے جلال الدین سے کہا۔ "مہمات سلطنت کو انجام دیتے ہوئے سپاہیوں کی جان کا خیال رکھنا آئین جہاں گیری کے خلاف ہے۔ اگر راجہ رنتھنبور کو سرزنش نہ کی تو وہ یہ سمجھے گا کہ ہم اس کے مقابلے پر کمزور ہیں لہٰذا وہ آئندہ فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے گا۔" بادشاہ کو ملک حبیب احمد کی یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے رنجیدہ ہو کر ملک احمد سے کہا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں آئین جہانگیری سے ناواقف ہوں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اکثر بادشاہوں کو ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی قیمتی جانوں کا کوئی خیال نہیں رہتا لیکن ہر بادشاہ اسی طرح کا نہیں ہوتا۔ جو بادشاہ سچے مسلمان ہوتے ہیں اور جنہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن انھیں خدا اور اس کے رسول صلعم کو منہ دکھانا ہے تو وہ مسلمانوں کی جانوں کی قدر کرتے ہیں اور ملک گیری کے لیے دینداروں کا خون بہانا پسند نہیں کرتے میں تم سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں اپنی زندگی کے آخری دور میں فرعون اور نمرود کی روش پر چلنا پسند نہیں کرتا' مجھے کوئی ایسا کام پسند نہیں ہے جس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان عورتیں بیوہ اور ان کے بچے یتیم ہو کر رہ جائیں۔" جلال الدین نے رنجیدگی کے عالم میں یہ باتیں کیں اور دہلی واپس آ گیا۔

مغلوں کا حملہ

۶۹۱ھ میں ہلاکو خاں کے ایک رشتہ دار نے ایک لشکر جرار ہمراہ لے کر ہندوستان پر حملہ کیا یہ لشکر دس "تمن" پر مشتمل تھا (ایک تمن میں دس ہزار سپاہی ہوتے ہیں) جلال الدین کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بھی ایک زبردست فوج لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا' بہرام کے نواحی علاقے میں دونوں طرف اپنے اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک بہت بڑے میدان کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا' لڑائی کا آغاز دونوں لشکروں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ فریقین کی افواج نے دریا کے دونوں لشکروں کے قراولوں کی باہمی معرکہ آرائی سے ہوا اس میں بے شمار لشکریوں کی جانیں تلف ہوئیں ایک دن دونوں فوجوں کے قلب لشکر آپس میں گتھم گتھا ہوئے اور

besturdubooks.wordpress.com

دو ہزار مغل امراء اور چند نامی گرامی سرداروں کو زندہ گرفتار کیا گیا۔ اس دوران میں کچھ صلح پسند لوگوں نے فریقین کے درمیان صلح کی بات چیت اٹھائی۔ یہ بات چیت کامیاب رہی اور جلال الدین خلجی نے مغل سردار کو "بیٹا" کہہ کر یاد کیا اور اس نے جلال الدین کو "باپ" کہا۔ یہ دونوں اگرچہ دوری کیوجہ سے آپس میں مل نہ سکے (کیونکہ درمیان میں دریا پڑتا تھا) لیکن دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ ضرور لیا۔ فریقین کی طرف تحفے تحائف کا تبادلہ ہوا اور مغلوں کا لشکر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد چنگیز خاں کا نواسہ' جس کا نام الغو خاں تھا' اپنے لشکر کے ساتھ مشرف باسلام ہوا اور جلال الدین نے اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دی۔ بعد ازاں بادشاہ نے اپنے بیٹے ارکلی خاں کو ملتان لاہور اور سندھ کا حکمران بنایا اور خود دہلی واپس آ گیا۔ الغو خاں اور اس کے ساتھیوں نے "نو مسلموں" کے خطاب سے شہرت پائی اور انھوں نے موضع غیاث پور کو' جہاں حضرت شیخ نظام الدین اولیا آرام فرماتے ہیں' اپنا مستقر قرار دے کر اس مقام کو مغل پورہ کے نام سے موسوم کیا۔

۶۹۲ھ میں جلال الدین خلجی نے مندو کے قلعے پر حملہ کیا اور اس شہر کو خوب جی کھول کر برباد و تاراج کیا۔ اسی سال ملک علاؤ الدین حاکم کڑہ نے تماسہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی بادشاہ نے اجازت دے دی۔ علاؤ الدین نے تماسہ پر حملہ کیا اور خوب تباہی اور لوٹ مار مچائی' یہاں سے وہ بہت سا مال غنیمت لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے دو مشہور بت اس نے حاصل کر کے بدایوں کے دروازے میں ڈال دیے تاکہ آتے جاتے لوگوں کے پاؤں کے نیچے آ کر پامال ہوں۔ جلال الدین کو علاؤ الدین کی یہ خدمات بہت پسند آئیں اور اس نے علاؤ الدین کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کر کے اودھ کے صوبے کا حاکم مقرر کر دیا علاؤ الدین نے جب بادشاہ کو اپنے حال پر اس قدر مہربان پایا تو اس نے درخواست کی۔ "چندیری کے آس پاس کے علاقوں میں بہت سے دولتمند ہندو راجہ آباد ہیں اگر اجازت ہو تو میں اپنی جاگیر کی آمدنی سے ایک نیا لشکر تیار کروں اور پھر نئے اور پرانے لشکروں کی مدد سے ان راجاؤں کو شکست دے کر ان کی دولت شاہی خزانے میں جمع کر دوں۔" جلال الدین نے لالچ میں آ کر بغیر سوچے سمجھے علاؤالدین کو اجازت دے دی اور یہ غور نہ کیا کہ اس ارادے سے علاؤالدین کا مقصد کچھ اور ہے۔ علاؤالدین یہ چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے وہ ملکہ جہاں کے اثرات سے بچنے کے لیے دہلی سے دور رہے اور دور دراز مقامات کا سفر کرتا رہے۔ بات یہ تھی کہ جلال الدین خلجی پر ملکہ جہاں کا بہت اثر تھا' وہ بادشاہ کے مزاج میں اس حد تک دخیل تھی کہ علاؤالدین اپنے فائدے کی کوئی بات بادشاہ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ علاؤالدین کا یہ خیال بھی تھا کہ اگر موقع ملے تو وہ دہلی سے دور کوئی مقام تجویز کر کے وہاں رہائش اختیار کرے۔

دیوگڑھ کی فتح

۶۹۳ھ میں علاؤالدین نے جلال الدین کی اجازت سے کڑہ کا سفر کیا اور ملک چھجو کے ملازمین اور دیگر بلبنی امراء کو' جو تلاش معاش میں مارے مارے پھرتے تھے' اپنی ملازمت میں داخل کیا۔ علاؤالدین کو معلوم ہوا کہ دکن کے راجہ رام دیو کے پاس ایک بہت بڑا خزانہ ہے جو نسلاً بعد نسل چلا آ رہا ہے اسے یہ بھی خبر ملی کہ یہ خزانہ اس قدر معمور ہے کہ سلاطین دہلی میں سے بھی کسی کے پاس کبھی ایسا خزانہ نہیں رہا۔ علاؤالدین سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر چندیری کو لوٹنے کے لیے روانہ ہوا۔ یہ ۶۹۴ھ کا واقعہ ہے اور اس نے جنگل کی راہ سے سفر طے کیا تاکہ جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ اگرچہ علاؤالدین کی یہ توقع عقل و فہم سے بہت دور تھی لیکن اقبال مندی نے اس کا ساتھ دیا اور قسمت نے اس کے اس مشکل خیال کو بھی ممکن کر دکھایا۔ ایلچپور سے نکل کر علاؤالدین آرام کرنے کے لیے دو روز کے واسطے ایک مقام پر ٹھہرا اور اس کے بعد دیوگڑھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ رام دیو اپنے بیٹے کے ساتھ (کسی کام کی وجہ سے) دیوگڑھ سے بہت دور گیا ہوا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ علاؤالدین دیوگڑھ کی حدود میں آ گیا ہے۔ تو وہ اپنے امراء اور لشکر کو ساتھ لے کر علاؤالدین کے مقابلے پر آیا۔ علاؤالدین نے اس کو شکست دے کر دیوگڑھ فتح کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

"ملحقات طبقات ناصری" کا مولف' جو خلجی حکمرانوں کا ہم عصر تھا' اس نے لکھا ہے کہ علاؤالدین کڑہ سے نکل کر ایک طرف روانہ ہوا۔ سارے راستے وہ شکار کھیلتا رہا اور اسی عالم میں منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ راستے میں اسے ہندوؤں کی کئی چھوٹی چھوٹی حکومتیں ملیں' لیکن اس نے کسی سے تعرض نہ کیا۔ علاؤالدین کا اصل ارادہ کیا تھا؟ اس سے سوائے اس کے چند خاص رفقاء کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ دو مہینے کے بعد دفعتاً دکن کے ایک مشہور شہر ایلچپور میں پہنچا اور یہاں اس نے یہ مشہور کیا کہ دہلی کا ایک امیر علاؤالدین کسی بنا پر بادشاہ کی ملازمت چھوڑ کر یہاں آگیا ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ تلنگانہ کے راجہ راج مندری کی خدمت میں پہنچ کر اس کی ملازمت اختیار کرے۔ یہ افواہ مشہور کرنے کے بعد علاؤالدین نے اسی رات کو ایلچپور سے کوچ کیا اور بڑی سرعت کے ساتھ دیوگڑھ پہنچ کر حملہ کر دیا۔ اتفاق کی بات کہ راجہ رام دیو کی رانی اور اس کا لڑکا کسی مندر کی زیارت کے لیے دیوگڑھ سے باہر گئے ہوئے تھے اور خود راجہ گردش دوراں سے بے خبر ہو کر دیوگڑھ ہی میں موجود تھا۔ راجہ کو جب علاؤالدین کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے دو تین ہزار سپاہی' جو اس وقت موجود تھے' مقابلے کے لیے روانہ کئے۔ یہ سپاہی دیوگڑھ سے دو کوس کے فاصلے پر علاؤالدین کے لشکر کے سامنے آموجود ہوئے فریقین میں لڑائی ہوئی۔ دکن کے ہندو' مسلمانوں کے طریقہ جنگ سے ناواقف تھے' اس لیے یہ لوگ مسلمانوں کی تلوار زنی اور تیراندازی سے گھبرا کر' پہلے ہی حملے میں فرار ہو گئے اور سیدھے دیوگڑھ پہنچے مسلمانوں نے ہندوؤں کا تعاقب کیا۔ راجہ اس تعاقب سے سخت حواس باختہ ہوا اور اس نے دیوگڑھ کے قلعے میں پناہ لی یہ قلعہ خندق اور دیگر دفاعی سامان سے مضبوط نہ تھا۔

کافروں کی بدبختی

اس واقعے سے چند روز قبل دیوگڑھ کے کچھ سوداگر' نمک کے دو یا تین ہزار بورے کوکن سے لے کر آئے تھے۔ سوداگران بوروں کو قلعے کے پاس چھوڑ کر کہیں بھاگ گئے تھے۔ راجہ کے متعلقین نے نمک کے ان بوروں کو غلے کے بورے سمجھا اور اٹھا کر اپنے ساتھ قلعے کے اندر لے گئے۔ علاؤالدین نے دیوگڑھ کے تمام بڑے بڑے سوداگروں کو اور رعایا کو فرار ہونے کا قطعاً موقع نہ دیا اور شہر میں داخل ہو کر اس نے سوداگروں اور دوسرے شہریوں کو گرفتار کر لیا اور خوب جی کھول کر شہر کو لوٹا۔ علاؤالدین نے چالیس ہاتھی اور کئی ہزار خاصے کے گھوڑے بھی گرفتار کیے اور یہ مشہور کیا کہ مسلمان سواروں کا ایک دوسرا لشکر بھی فلاں راستے سے آ رہا ہے۔ علاؤالدین نے دیوگڑھ کی سرزمین کو' جس نے ہزارہا سال سے کسی حملہ آور کے گھوڑوں کی ٹاپیں نہ سنی تھیں۔ بڑی بری طرح تباہ کیا اور لوٹا۔ بعدازاں اس نے قلعے پر چڑھائی کی اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ رام دیو نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے کہ مسلمانوں کا دوسرا لشکر پہنچے' علاؤالدین سے صلح کر کے اسے واپس کر دینا مناسب ہو گا۔ راجہ نے اس خیال کے پیش نظر اپنے چند خاص مقربین کو' جن میں سے اکثر برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے' علاؤالدین کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "اس شہر میں تمہارا آنا' حکمت دور اندیشی اور احتیاط سے بہت دور ہے۔ اس وقت ہمارا شہر چونکہ لشکر سے خالی ہے اس لیے تم نے غلبہ پا کر جو چاہا کر لیا لیکن اپنی اس فتح پر تمہیں مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ آس پاس کے علاقوں سے عنقریب ہمارا عظیم الشان لشکر' جو تعداد کے لحاظ سے اپنا جواب آپ ہے۔ دیوگڑھ پہنچ کر تمہیں درست کر دے گا اور تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ چھوڑا جائے گا اور اگر اتفاق سے تم اس لشکر کی گرفت میں نہ آسکے تو مالوہ کا راجہ جس کے پاس چالیس ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر عظیم ہے اور خاندیس اور گونڈ واڑہ کے راجگان جو بڑے بڑے لشکر رکھتے ہیں تمہارے ارادوں سے باخبر ہو کر راستے ہی میں تمہیں دبوچ لیں گے اور تمہارے اٹھنے سے پہلے اڑا دیں گے تمہارے لیے اب یہی بہتر ہے کہ اس سے پہلے کہ ہندو راجہ تمہارے ارادوں سے باخبر ہو کر تمہارے خلاف کوئی کارروائی کریں' تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تم نے ہمارے جن مہاجنوں اور رعایا کو گرفتار کیا ہے ان سے "نعل بہا" (آزاد ہونے کا معاوضہ) لے کر انہیں چھوڑ دو"

besturdubooks.wordpress.com

علاؤالدین نے عاقبت اندیشی اور احتیاط سے کام لے کر راجہ کی شرائط مان لیں اور قیدیوں سے پچاس من سونا' کئی من موتی اور بیش قیمت کپڑے لے کر یہ طے کر لیا کہ وہ اپنے داخلے کے پندرھویں (۱۵) روز صبح کے وقت قیدیوں کو رہا کر کے دیوگڑھ سے رخصت ہو جائے گا۔

اتفاق سے رام دیو کے بڑے بیٹے کو ان حالات کا علم ہو گیا اس نے اپنے لشکر کو علاؤالدین کی روانگی کے وقت دیوگڑھ سے تین (۳) کوس کے فاصلے پر کھڑا کر دیا (علاؤالدین سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا) رام دیو کو جب اپنے بیٹے کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے ایک معتمد شخص کو بیٹے کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا "جو کچھ ہماری قسمت میں لکھا تھا' وہی ہوا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رعایا پر واقعی ظلم ہوا ہے۔ تم اس کا خیال نہ کرو' اس کی تلافی کر دی جائے گی ہمارے لیے مسلمانوں سے جنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ عجیب جنگجو قوم ہے' اس سے مقابلہ نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔" رام دیو کے بیٹے نے اپنی فوج کی دگنی تعداد اور دیگر راجاؤں کی مدد کی توقع پر مغرور ہو کر باپ کی بات نہ مانی اور علاؤالدین سے جنگ کرنے کے ارادے پر قائم رہا۔ اس کنور راجپوت نے علاؤالدین کو یہ پیغام بھیجا "اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً وہ مال و متاع جو تم نے ہماری غیر موجودگی میں ہماری رعایا سے حاصل کیا ہے' واپس کر دو اور اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ اور اسی کو غنیمت سمجھو۔" یہ سن کر علاؤالدین سخت غصے میں آگیا اور اس نے رام دیو کے بیٹے کے قاصد کا منہ کالا کر کے اس کو سارے شہر میں گھمایا۔

غیبی امداد

علاؤالدین نے ملک نصرت کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ قلعے کے محاصرے میں چھوڑا اور خود بقیہ فوج کو لے کر ہندوؤں کے لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے نکل پڑا دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ ہندوؤں کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی' دوسرے یہ لوگ بڑی جانبازی اور جرات سے لڑ رہے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے لگے' عین ممکن تھا کہ مسلمان سپاہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جاتے کہ ملک نصرت اپنے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ میدان جنگ میں آ پہنچا۔ ہندوؤں نے جب ملک نصرت کی فوج کو دیکھا تو وہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کا وہی لشکر ہے کہ جس کے آنے کی خبر گرم تھی۔ اس خیال کے تحت ہندوؤں کی حالت دگرگوں ہو گئی وہ بہت سہم گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے علاؤالدین کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد اس نے از سر نو قلعے کا محاصرہ کیا اور محاصرے کی شدت میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ علاؤالدین نے بہت سے مہاجن اور برہمن قیدیوں کو قتل کیا اور بقیہ قیدیوں کو جو رام دیو کے رشتہ دار تھے ان کے پاؤں میں زنجیریں اور گردنوں میں طوق ڈال کر قلعے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ رام دیو نے اپنے خاص مقربین سے مدافعت کا مشورہ کیا اور گلبرگہ' خاندیس' مالوہ اور تلنگانہ کے راجوں سے مدد طلب کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ قلعے میں غلہ بالکل نہیں ہے اور وہ بورے جو قلعے میں لائے گئے تھے' ان میں غلہ نہیں' نمک ہے۔ اہل قلعہ میں اتنی ہمت تو تھی نہیں کہ وہ مسلمانوں کی مدافعت کرتے پھر ان سے غلہ کیسے حاصل کیا جا سکتا۔ یہ صورت حال دیکھ کر رام دیو کو بہت تشویش ہوئی۔ آخر کار بہت غور و فکر کے بعد غلے کے نہ ہونے کا حال تو چھپا لیا اور علاؤالدین کے نام خط بھیجا جس میں یہ درج تھا "آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس جنگ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرے بیٹے نے جہالت اور جوانی کے غرور کے نشے میں آکر جنگ کی تھی' مجھے امید ہے کہ بیٹے کی غلطیوں کی سزا مجھے نہ دی جائے گی۔" جو ایلچی یہ خط لے کر روانہ ہوئے ان سے رام دیو نے پوشیدہ طور پر یہ کہہ دیا کہ قلعے میں غلہ بالکل نہیں ہے اگر مسلمانوں نے تین چار روز تک اور محاصرہ جاری رکھا تو اہل قلعہ فاقوں کی وجہ سے مر جائیں گے اس لیے تم یہ کوشش کرنا کہ صلح آج کل ہی میں ہو جائے' لیکن علاؤالدین پر غلے کی کمی کا راز فاش نہ ہو۔ راجہ کے قاصد علاؤالدین کے پاس پہنچے اور اسے راجہ کا خط دیا۔ علاؤالدین کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ قلعے میں غلہ بالکل

besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہے اس لیے اس نے صلح کرنے میں بہت دیر لگائی۔ آخرکار راجہ کے قاصدوں نے بڑی خوشامد درآمد کر کے اس شرط پر صلح کی کہ رام دیو اس وقت چھ (۶) سو من سونا، سات (۷) من موتی، دو (۲) من لعل، یاقوت، الماس اور زمرد ایک ہزار من چاندی، چار ہزار ریشمی کپڑے اور بہت سی دوسری اشیاء جن کی تفصیل طوالت سے خالی نہیں اور جس کو عقل تسلیم کرنے سے قاصر ہے علاؤالدین کے حوالے کرے گا۔ نیز ایلچپور کا صوبہ بھی علاؤالدین کے قبضے میں دے گا اور اگر وہ ایسا نہ کرنا چاہے تو اس صوبے کا سالانہ محصول سال بسال کڑہ روانہ کرتا رہے گا۔ ان تمام اشیاء اور نذرانوں کے عوض علاؤالدین سارے ہندو قیدیوں کو آزاد کر دے گا اور وہ لشکر جو دہلی سے دکن کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ہے اسے راستے ہی سے واپس کر دے گا۔ نیز وہ جلال الدین اور رام دیو کے درمیان صلح کروا کے ایسے مضبوط تعلقات قائم کروا دے گا کہ پھر دونوں سلطنتوں میں کبھی جنگ نہ ہوگی۔ غرضیکہ علاؤالدین نے متذکرہ بالا گراں قدر نذرانے حاصل کیے اور ہندو قیدیوں کو آزاد کر کے محاصرے کے پچیسویں (۲۵) روز وہاں سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اتنے جواہرات، مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ تھے کہ اتنی دولت کبھی کسی بادشاہ دہلی کے پاس جمع نہ ہوئی تھی۔

جو اہل نظر ہیں وہ دنیا کے احوال سے پوری طرح واقف ہیں اور انھوں نے تمام بادشاہوں کے حالات کتب تاریخ میں پڑھے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اکثر اوقات غیبی امداد کا ظہور ہوا اور اس طلسمات جہاں میں اکثر اقبال مندوں کے ناممکن منصوبے بھی ان کی خوش قسمتی سے ممکن بن کر رہ گئے۔ لیکن قدرت نے جس طرح علاؤالدین کی مدد کی اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔ جتنی دولت اس کے قبضے میں آئی، اتنی شاید ہی کسی اور کو میسر ہوئی ہو۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ کڑہ سے لے کر دیوگڑھ تک کتنی طویل مسافت ہے، اتنی طویل مسافت کو طے کرنا ہی بہت بڑا کام ہے۔ دوسرے مالوہ، گونڈواڑہ اور خاندیش وغیرہ کے راجوں، جیسے طاقتوروں کے ہاتھوں صحیح سلامت نکل آنا، خوبی قسمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ دیوگڑھ میں دشمن کا نمک کے بوروں کو غلہ سمجھ کر قلعے میں لے جانا اور علاؤالدین کا تھوڑے سے دنوں میں اتنی بے شمار دولت کو حاصل کر لینا، پھر انھیں دشمنوں کے درمیان سے صحیح و سلامت نکلنا اور ان تمام مشکلات کو جھیل کر ہندوستان کے تخت حکومت پر رونق افروز ہونا کوئی معمولی اور آسان بات نہیں۔

علاؤالدین کی تخت نشینی کے تفصیلی حالات

سلطنت ہندوستان کے تخت پر علاؤالدین کے بیٹھنے کا تفصیلی احوال یہ ہے کہ جب علاؤالدین نے دیوگڑھ کا سفر اختیار کیا تو ایک عرصے تک بادشاہ دہلی جلال الدین خلجی کو علاؤالدین کی کوئی خبر نہ ملی۔ البتہ علاؤالدین کا نائب، جو اس کی عدم موجودگی میں کڑہ کی حکومت کے فرائض انجام دے رہا تھا کبھی کبھار بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کے عرائض روانہ کر دیتا تھا کہ علاؤالدین آج کل چندیری کی غارتگری میں مصروف ہے اور عنقریب وہ اپنے حالات کی تفصیل بادشاہ دہلی کو بھجوائے گا۔ چھ ماہ اسی طرح گزر گئے اور اس دوران میں علاؤالدین کا ایک خط بھی بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا۔ اسی زمانے میں علاؤالدین کی بغاوت کی افواہ ایک پیشین گوئی کی طرح دہلی کے ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر آئی۔ جلال الدین کو اپنی بیوی ملکہ جہاں اور علاؤالدین کی باہمی ناراضگی کی کیفیت معلوم تھی۔ لیکن یہ نیک طبیعت اور رحم دل بادشاہ علاؤالدین کی طرف سے قطعاً بدگمان نہ ہوا۔ ۶۹۵ھ کی ابتدا میں جلال الدین شکار کے لیے گوالیار گیا۔ چند ماہ تک اس نے گوالیار میں قیام کیا اور وہاں ایک بہت بڑا بلند گنبد تعمیر کروایا اور ایک چبوترہ بنوایا۔ جلال الدین نے ایک رباعی خود کہہ کر اس گنبد کے سامنے کندہ کروائی۔

اسی زمانے میں غیر سرکاری اطلاعات بادشاہ کو موصول ہوئیں کہ علاؤالدین نے دیوگڑھ کو فتح کر لیا ہے، لیکن خود علاؤالدین کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی۔ جلال الدین کو یہ اطلاع بھی ملی کہ دیوگڑھ کی فتح سے علاؤالدین کو اتنا مال و اسباب اور دولت ہاتھ آئی ہے کہ اس

besturdubooks.wordpress.com

علاؤالدین کی اقبال مندی اور خوش طالعی کو اپنی رفعت و شان سمجھا۔ لیکن بادشاہ کو وہ مقربین جو عاقبت اندیش' دور رس اور بالغ نظر تھے ان کی نگاہیں کچھ اور ہی دیکھ رہی تھیں۔ انھیں یہ معلوم تھا کہ ملکہ جہاں اور علاؤالدین میں رنجش ہے۔ نیز یہ امران کی نگاہوں میں تھا کہ علاؤالدین نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر دکن کی مہم کو سر کر کے کثیر دولت حاصل کی ہے۔ ان لوگوں کو یقین تھا کہ ان حالات کو علاؤالدین کی جلد از جلد ظہور پذیر ہونے والی بغاوت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے لیکن وہ اپنے ان خیالات کا اظہار بادشاہ کے سامنے نہ کر سکے۔

علاؤالدین کے بارے میں مشورے

ایک دن جلال الدین نے اپنے خاص مصاحبوں مشیروں سے تنہائی میں مشورہ کیا کہ علاؤالدین دیوگڑھ سے اس قدر مال و دولت اور سازو سامان وغیرہ لے کر آ رہا ہے' مجھے کیا کرنا چاہیے میں اپنی جگہ خاموش رہوں یا آگے بڑھ کر اس کا استقبال کروں؟ ملک حبیب احمد نے جو اپنے شعور اور عقل و فہم کی وجہ سے باقی حاضرین میں سب سے آگے تھا' بادشاہ سے درخواست کی۔ "مال و دولت اور لشکر کی کثرت ہمیشہ بغاوت اور سرکشی کا سبب بنتی ہے۔ یہ اچھی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے ملک چھجو کو بہلا پھسلا کر بادشاہ کی اطاعت سے منحرف کر دیا تھا۔ آج وہی لوگ علاؤالدین کے اردگرد بھی جمع ہیں اور انھیں لوگوں کے مشورے سے علاؤالدین نے شاہی اجازت کے بغیر دکن کی مہم سر کی ہے۔ اس سلسلے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اب ملک علاؤالدین کا کیا ارادہ ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بادشاہ کا چندیری تک کا سفر کرنا ہر لحاظ سے مناسب اور بہتر ہے کیونکہ یہ مقام علاؤالدین کے راستے میں واقع ہے۔ جب علاؤالدین کو شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملے گی تو وہ ان وجوہ کی بنا پر کہ اس کی فوج ایک دور دراز ملک کی مہم سر کر کے اپنے وطن کی طرف واپس آ رہی ہے اور سارا لشکر مال و اسباب اور دولت سے لدا پھندا ہوا ہے۔ ہر لشکری وطن کے دیدار کا مشتاق اور معرکہ آرائی سے بیزار ہے' نیز ہاتھیوں اور بار برداری کے سامان کی وجہ سے جلد از جلد سفر کرنا یا کسی مصلحت کی بنا پر کوہستان کے علاقے میں کچھ دنوں قیام کرنا ناممکن ہے۔ علاؤالدین کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا کہ وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہو اور جو مال و اسباب اور دولت دیوگڑھ سے وہ لایا ہے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ بادشاہ کو یہ چاہیے کہ نقد دولت اور ہاتھیوں کو خود قبول فرمائے کیونکہ یہ چیزیں شاہی لوازمات میں سے ہیں۔ بقیہ تمام مال و اسباب اور اشیاء علاؤالدین کو بخش دی جانی چاہیں۔ اس کے بعد بادشاہ کے لیے یہ مناسب ہو گا کہ وہ ملک چھجو اور ملک فخرالدین کوتوال کے مفسد اور فتنہ پرداز مصاحبوں کو جو سیدی مولہ کے قتل کے واقعے کے بعد سے علاؤالدین کے اردگرد جمع ہو گئے ہیں' انھیں علاؤالدین سے علیحدہ کر کے دور دراز ممالک میں بھیج دیا جائے اور علاؤالدین کی جاگیر میں معقول اضافہ کر کے اسے پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ چاہے تو علاؤالدین کو کڑہ جانے کی اجازت دے اور چاہے تو اپنے پاس دہلی میں رکھے۔ ایک اور امر بھی قابل غور ہے اور وہ ہے ملکہ جہاں اور علاؤالدین کی ناراضگی۔ اس سلسلے میں بادشاہ پوری طرح باخبر ہے۔ اگرچہ یہ معاملہ کبھی بھی شاہی مجلس میں زیر بحث نہیں آیا ہے' لیکن شاہی خاندان کے ان دونوں افراد کی باہمی رنجش اب اس نوبت تک پہنچ گئی ہے کہ علاؤالدین نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ دارالسلطنت دہلی میں نہ رہے اور کسی دور دراز کے مقام پر قیام پذیر ہو۔ بادشاہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی ناراض شخص سے غافل ہو کر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ نے اس معاملے کو معمولی بات سمجھ کر نظرانداز کر دیا اور اس کی اصلاح نہ کی اور دہلی واپس چلا گیا اور علاؤالدین اپنے خزانے' ہاتھیوں اور دیگر اسباب کے ساتھ' جو شاہی لوازم ہیں' کڑہ پہنچ گیا تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا۔ اس صورت حال میں یہ سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے زوال کی بنیاد رکھی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی کا آغاز کیا۔

ملک حبیب احمد کی یہ تقریر طویل ملک فخرالدین کوچی کے نزدیک اگرچہ حقائق سے پر تھی' لیکن اس نے بادشاہ کی مرضی نہ پا کر اس سلسلے میں کوئی رائے نہ دی اور کہا۔ "ابھی یہ بات پوری طرح پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی کہ علاؤالدین اس طرف آ رہا ہے اور اس نے بہت

besturdubooks.wordpress.com

سامال و اسباب اور دولت فراہم کی ہے۔ اس لیے جب تک ان معاملات کی پوری پوری تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اس سلسلے میں غور و فکر کرنا بے کار ہے اور جب ان خبروں کی تصدیق ہو جائے گی تو ہم اپنے لشکر کے ذریعے اسے راستے ہی میں روک دیں گے۔ چونکہ علاؤالدین نے بغیر شاہی اجازت کے سفر کیا ہے اس لیے وہ ہماری لشکر کشی سے خائف ہو کر جہاں تک پہنچ گیا ہوگا وہیں سے پلٹ جائے گا اور جدھر منہ اٹھے گا وہیں جا کر قیام پذیر ہوگا۔ اس برسات کے موسم میں اس کا تعاقب کرنا ہمیں مناسب نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ جہاں جائے' اسے جانے دینا چاہیے۔ مشہور مثل ہے کہ پانی تک پہنچنے سے پہلے جوتا اتارنا نہیں چاہیے۔ ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر علاؤالدین تمام مال و اسباب کے ساتھ کڑہ پہنچ گیا اور اس کی بدنیتی ظاہر ہوگئی تو ہم ایک ہی حملے سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔"

ملک حبیب احمد کو ملک فخرالدین کوچی جیسے تجربہ کار اور معاملہ فہم شخص کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نے ملک کوچی سے کہا۔ "خدا کی لیے ضرورت سے زیادہ تن آسانی سے کام نہ لو' ورنہ وقت ہم لوگوں کو دھوکہ دے جائے گا۔ مجھے سب سے پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ جب علاؤالدین بادشاہوں کی سی شان و شوکت کے ساتھ کڑہ پہنچ کر لکھنوتی پر حملہ کرے گا اس وقت تم اس کے مقابلے پر کامیاب ہوگے یا نہیں؟" بادشاہ ملک حبیب کی تمام باتیں غور سے سنتا رہا اور اس سے رنجیدہ ہوگیا اور اسے "خود غرض" کے لقب سے خطاب کر کے کہنے لگا۔ "تم تو ہمیشہ ہی علاؤالدین سے بدگمان رہتے ہو۔ میں نے اسے اپنی آغوش میں پالا ہے اور ہمیشہ اسے اپنا بیٹا سمجھا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ میرے حقیقی بیٹے میرے مقابلے پر اتر آئیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ ملک علاؤالدین مجھ سے بغاوت کرے۔" بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر ملک حبیب بہت رنجیدہ ہوا اور بغیر کوئی مزید بات کیے خاموشی کے ساتھ افسوس کرتا ہوا شاہی مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔ باہر نکل کر ملک حبیب نے بادشاہ کی حالت پر بہت افسوس کیا اور دل ہی دل میں کہا۔ "یہ احمق بادشاہ خود اپنے ہاتھوں' اپنے لیے گڑھا کھود رہا ہے' خدا جانے اس کا کیا انجام ہو۔" جلال الدین خلجی نے ملک فخرالدین کوچی کی بہت تعریف کی اور دہلی واپس ہوا۔

علاؤالدین کا خط

ابھی جلال الدین دہلی پہنچا ہی تھا کہ کڑہ سے علاؤالدین کا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں اکتیس ہاتھی' تمام قیمتی گھوڑے اور گراں قدر ساز و سامان' جواہرات اور ریشمی کپڑے وغیرہ' جو کہ میرے ہاتھ آئے ہیں' بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ میں ایک مدت سے حضور سے جدا ہوں اور دوری اور راستوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے سلسلہ مراسلت بھی قطع رہا ہے' اس لیے میں اور میرے ساتھی شاہی عتاب کے خوف سے بڑے پریشان ہیں۔ اگر بادشاہ سلامت اپنے قلم خاص سے ایک فرمان میرے اور میرے ہمسفروں کے نام لکھ کر بھجوا دیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ اس کے بعد میں بڑے شوق سے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر تمام مال و اسباب اور دولت حضور کی خدمت میں پیش کروں گا۔" علاؤالدین کا یہ خط پڑھ کر جلال الدین خلجی' اس کی مکاری کے دام میں بری طرح پھنس گیا اور اس کی محبت اور خلوص کا پہلے سے کہیں زیادہ شکار ہوگیا۔ اس زمانے میں علاؤالدین لکھنوتی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا اور اس نے ظفر خان کو اودھ بھیج کر آب سرد کے کنارے کشتیاں مرتب کرنے کا کام شروع کروا دیا تھا۔ علاؤالدین کا یہ ارادہ تھا کہ جب بادشاہ کڑہ کے لیے روانہ ہو تو وہ خود لکھنوتی پہنچ کر جلال الدین خلجی کی مخالفت کا اعلان کر دے۔

جلال الدین نے علاؤالدین کی خواہش کے مطابق ایک محبت بھرا فرمان لکھ کر اپنے دو خاص ملازمین کے ہاتھ علاؤالدین کے پاس کڑہ روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد جب کڑہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ علاؤالدین بالکل باغی ہو رہا ہے اور اس کے تمام ساتھیوں کی حالت بھی اس جیسی ہے۔ یعنی سب جلال الدین خلجی کے خلاف تھے' علاؤالدین نے ان قاصدوں پر بڑا سخت پہرہ لگا دیا۔ تاکہ جلال الدین تک کسی قسم کی کوئی اطلاع نہ پہنچ سکے اس وجہ سے بادشاہ اصل حالات سے بالکل بے خبر رہا۔ اس دوران میں علاؤالدین کا بھائی الماس' جو بادشاہ کا داماد

besturdubooks.wordpress.com

ناراضی کی خبر بہت مشہور ہو گئی ہے اس لیے مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میرا بھائی ندامت کی وجہ سے خودکشی نہ کر لے بادشاہ کی اجازت کے بغیر علاؤالدین کا دیوگڑھ جانا اور وہاں سے کوئی عریضہ نہ ارسال کرنا خود علاؤالدین کے نزدیک ایک بہت بڑا جرم ہے۔" الماس بیگ کی ان باتوں کا بادشاہ پر بہت اثر ہوا۔ انھیں دنوں علاؤالدین کا ایک خط الماس بیگ کے نام پہنچا جس میں اسی قسم کے خیالات بیان کیے گئے تھے۔ "مجھ پر بادشاہ کے اس قدر احسانات ہیں کہ اگر میں انھیں لکھنا چاہوں تو لکھ نہیں سکتا۔ بادشاہ میرا چچا نہیں بلکہ باپ بھی ہے اور میری جان کا مالک بھی۔ بادشاہ کی ناراضگی کی وجہ سے زندگی میرے لیے ایک عذاب بن کر رہ گی ہے۔ اگر تمھیں یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو کہ بادشاہ میری جان کا دشمن ہے اور مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو فوراً مجھے لکھو تاکہ میں زہر کھا کر' جسے ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں' اپنی زندگی ختم کر لوں یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔"

الماس بیگ نے یہ خط جلال الدین کو دکھایا' اور ایسی خوشامدانہ گفتگو کی کہ بادشاہ کو علاؤالدین کے خط کی باتوں پر پورا پورا یقین آ گیا۔ علاؤالدین نے ایک علیحدہ خط پوشیدہ طور پر الماس بیگ کے نام اس مضمون کا بھی لکھا تھا کہ "اگر بادشاہ دولت حاصل کرنے کے لالچ میں گرفتار ہو کر کسی طرح اس طرف تنہا چلا آئے تو ہمارا کام بن جائے۔" اس ہدایت کے مطابق الماس بیگ نے اپنی آنکھوں میں آنسو لا کر بادشاہ سے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ حضور اکیلے ہی کڑہ کا سفر اختیار فرمائیں اور اس سے پہلے کہ میرا بھائی خودکشی کرے یا کسی غیر ملک میں چلا جائے' آپ وہاں پہنچ کر اسے سمجھائیں اور تسلی دیں اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم جاں نثار پہلے سے بھی زیادہ آپ کے ممنون احسان ہوں گے۔" جلال الدین' الماس بیگ کی باتوں میں آ گیا اور غور و فکر اور کسی سے مشورہ کیے بغیر ہی اس نے الماس بیگ سے کہا۔ تم جلد از جلد کڑہ روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہنچ کر علاؤالدین کو میری طرف سے دلاسا دو اور اطمینان دلاؤ۔ تم اسے خودکشی کرنے نہ دینا اور نہ ہی کسی اور ملک میں جانے دینا تم کڑہ پہنچو اور میں بھی جلد از جلد وہاں پہنچوں گا۔"

الماس بیگ بادشاہی حکم کے مطابق اسی وقت کشتی میں سوار ہو کر کڑہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سات روز کے سفر کے بعد وہ منزل مقصود تک جا پہنچا (دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی) الماس نے علاؤالدین کو مبارکباد دی اور کہا خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تیر نشانے پر بیٹھا علاؤالدین کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی۔ اس نے الماس بیگ سے مشورہ کیا کہ اب لکھنوتی کا سفر ضروری ہے یا نہیں کڑہ ہی میں قیام کیا جائے۔ اس وقت علاؤالدین کے دیگر بہی خواہ بھی موجود تھے انھوں نے یہ رائے دی کی فی الحال لکھنوتی جانے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ مال و دولت کے لالچ میں بادشاہ اکیلا ہی یہاں آئے گا۔ مناسب یہی ہے کہ سب سے پہلے بادشاہ کا کام تمام کیا جائے۔ اس کے بعد جب ارکلی خاں تخت نشین ہو کر ملکی انتظامات کی طرف توجہ کرے گا۔ ہم لکھنوتی پر لشکر کشی کر کے بنگالہ پر قبضہ کر لیں گے اور پھر پوری دلجمعی اور استقلال کے ساتھ فرماں روائی کے جھنڈے گاڑ دیں گے۔" علاؤالدین نے اس رائے کو پسند کیا اور کڑہ ہی ٹھہرا رہا۔

جلال الدین کا کڑہ کا سفر

جلال الدین خلجی' جس کی زندگی پر موت کا سایہ منڈلا رہا تھا' دولت کے لالچ میں بری طرح حواس باختہ تھا اس نے کسی امیر اور مشیر کی رائے کی پروا نہ کی اور کڑہ کے سفر کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ جلال الدین کو دراصل یہ خدشہ تھا کہ اگر علاؤالدین لکھنوتی چلا گیا تو اس کے پاس جو مال و دولت اور زر و جواہر ہیں وہ پھر کسی طرح نہ مل سکیں گے۔ جلال الدین صرف پانچ سو سواروں کو ساتھ لے کر کشتی کے ذریعے روانہ ہو گیا اور ملک احمد حبیب کو یہ حکم دیا کہ وہ لشکر کو اپنے ساتھ لے کر خشکی کے راستے کڑہ پہنچے۔ علاؤالدین کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے دریائے گنگا کے پار اتر کر مانک پور کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ ڈیرے ڈالے۔ رمضان کی سترھویں (۱۷) تاریخ کو بادشاہی چتر دور سے پانی پر نظر آیا۔ اسے دیکھ کر علاؤالدین کے لشکر نے بظاہر شان و شوکت کے اظہار کے لیے اور بباطن کسی اور مقصد

besturdubooks.wordpress.com

کو پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو مسلح اور ہاتھیوں اور گھوڑوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ علاؤ الدین نے الماس بیگ کو بادشاہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اسے ہدایت کی جس طرح بھی ممکن ہو بادشاہ کو اس کے ساتھیوں سے الگ کر کے تنہا کنارے پر لایا جائے۔ الماس بیگ اسی وقت روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اس سے عرض کی۔ "اگر میں کڑہ میں ایک دن کی بھی تاخیر سے پہنچتا تو علاؤ الدین خودکشی کر چکا تھا۔ میں نے یہاں آکر اسے اچھی طرح سمجھایا بجھایا' لیکن ابھی تک اس کے دل میں خوف باقی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ان لوگوں کو دیکھ کر یہاں سے فرار ہو جائے اور کسی دوسرے ملک میں پناہ لے لے۔" یہ سن کر جلال الدین نے حکم دیا کہ جو لوگ کشتیوں میں سوار ہیں' وہ کشتیوں ہی میں بیٹھیں اور پھر بادشاہ اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ آگے بڑھا۔

جلال الدین نے ابھی تھوڑا سا راستہ ہی طے کیا تھا کہ الماس بیگ نے ایک دوسری چال چلی اور کہا کہ میرا بھائی اب بہت قریب آگیا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ان چند مسلح مصاحبوں کو بھی علیحدہ کر دیں' ورنہ علاؤ الدین ان لوگوں کو دیکھ کر کسی خطرے کا گمان کر کے آپ کی عنایات سے مایوس ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے ساتھی ملازموں کو ہتھیار اتار ڈالنے کا حکم دیا۔ جب کشتی کنارے کے قریب پہنچی تو بادشاہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ علاؤ الدین ہتھیار بند ہو کر استقبال کے لیے آرہا ہے ان لوگوں کو علاؤ الدین کے ارادوں کی خبر ہو گئی اور وہ الماس بیگ کے مکرو فریب سے پوری طرح واقف ہو گئے۔ ایک امیر ملک خرم رکیک نے الماس بیگ سے کہا۔ "ہم لوگ تمہاری خواہش کے مطابق یہاں تک بالکل نہتے آئے ہیں اور ہم نے اپنے تمام ہتھیار اتار ڈالے ہیں' لیکن تم سب لوگ مسلح ہو اور لڑائی کے لیے تیار معلوم ہوتے ہو۔" الماس بیگ نے جواب دیا میرے بھائی کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے لشکر کو آراستہ اور مسلح کر کے بادشاہ کے معائنے کے لیے پیش کرے اور خود حاضر خدمت ہو کر آداب بجالائے۔" ان تمام باتوں کو دیکھ کر بھی جلال الدین خلجی پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ مشہور مثل "اذجاء القدر عمی البصر" (جب موت آتی ہے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے) کے مصداق الماس بیگ کی چالاکی اور عیاری کو سمجھ نہ سکا صرف اتنا کہا "میں تو اس قدر دور دراز کا سفر طے کر کے آیا ہوں۔ اس وقت روزہ سے ہوں اور علاؤ الدین سے ملنے جا رہا ہوں' لیکن اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ کشتی میں بیٹھ کر تھوڑی دور تک میرے استقبال کے لیے آتا۔" الماس بیگ نے جواب دیا۔ "میرا بھائی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ خالی ہاتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہو اسکی یہ خواہش ہے کہ بیش قیمت سازوسامان گراں قدر جواہرات اور قیمتی گھوڑے اور ہاتھی لے کر آپ کی پابوسی کا شرف حاصل کرے۔" علاؤ الدین نے آپ کے لیے افطار کا اہتمام بھی کیا ہے اور اسے توقع ہے کہ آپ اپنی بزرگانہ شفقتوں سے نواز کر اس کے گھر میں روزہ افطار فرمائیں گے تاکہ یہ اعزاز حاصل کر کے وہ اپنے ساتھیوں میں فخر کے ساتھ سر اونچا کر سکے۔"

جلال الدین کا قتل

جلال الدین خلجی کشتی میں بیٹھا ہوا کلام مجید کی تلاوت کرتا رہا۔ عصر کے وقت کشتی کنارے سے لگی بادشاہ کشتی سے اترا' علاؤ الدین نے آگے بڑھ کر بادشاہ کا استقبال کیا اور اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ جلال الدین نے پیار سے اس کے گال پر ایک ہلکی سی چپت ماری اور بڑے لطف آمیز لہجے سے کہا۔ "میں نے تجھے بڑے پیار اور لاڈ سے پال پوس کر اتنا بڑا کیا ہے اور اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ تجھے عزیز رکھا ہے تیرے بچپن کی بو اب تک میرے کپڑوں سے نہیں گئی' پھر بھلا تیرے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں تیرے خلاف ہوں اور تیرا برا چاہتا ہوں" یہ کہہ کر بادشاہ نے علاؤ الدین کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ لے کر کشتی کی طرف روانہ ہوا۔ علاؤ الدین نے اس موقع پر ان لوگوں کو اشارہ کیا جو بادشاہ کو قتل کرنے کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ سمانہ کے ایک ذلیل سپاہی نے جس کا نام محمود بن سالم تھا' بادشاہ پر تلوار کا ایک وار کیا بادشاہ زخم کھا کر کشتی کی طرف دوڑا اور کہا "اے بدبخت علاؤ الدین تو نے یہ کیا کیا" ابھی جلال الدین کشتی

besturdubooks.wordpress.com

لیا۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت تھا بادشاہ کا سر لے کر اختیار الدین علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کے وہ ہمراہی جو کشتی میں بیٹھے تھے (یعنی ملک خرم وغیرہ) انھیں بھی علاؤالدین کے حواریوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جلال الدین کے سر کی تشہیر

قاتلوں نے جلال الدین خلجی کے سر کو نیزے پر لٹکا کر کڑہ اور مانک پور کی گلیوں میں اس کی تشہیر کی اور پھر وہاں سے اودھ لے گئے گویا یہ قاتل زبان حال سے یہ کہتے تھے کہ ایسے شخص کی یہی سزا ہے جو اس بے وفا دنیا پر عاشق ہو اولاد اور رشتہ داروں سے قوت حاصل کر کے ہزاروں مشکلوں سے ان کی دیکھ بھال کرے اور اپنا خون جگر پلا پلا کر ان کو پالے پوسے۔ جو شخص ہزار ہا تمناؤں کے ساتھ لالچ اور حرص کی بنجر زمین میں پھولوں کا بیج بوتا ہے وہ پھول کی جگہ کانٹے ہی چنتا ہے اور جو شخص بھی اس دنیا سے نیکی کی امید رکھتا ہے اس کی آنکھوں میں جفاؤں اور بے وفائیوں کی دھول جھونکی جاتی ہے۔ جو شخص اپنے ہاتھوں سے برائی کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے وہ ایک لمحے کے لیے بھی آرام سے سو نہیں سکتا' ایسا شخص سوئے ہوئے فتنے جگا کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد کر لیتا ہے یہ صحیح ہے کہ آرے کے دانت جمشید کا گوشت کھا رہے ہیں لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ضحاک کے بدن کا ہر رونگٹا فریدوں کے ڈر سے سانپ کی طرح خود اسی کو ڈس رہا ہے۔ اگر ایرج کا سر کٹا ہوا پیروں کے نیچے گرا پڑا ہے۔ تو منوچہر بھی ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے سلم و تور سے انتقام لینے کے لیے اس کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔ اگر ایرج کا سر تھالی کے اندر رکھا ہوا ہے تو دشت لالہ بھی افراسیاب کے لہو سے سیراب ہے۔ اگر دارا اپنے ہی نمک خواروں کی تلواروں کی ضربات کا شکار ہے تو ان قاتلوں کے سروں پر بھی سکندر کی تلوار لٹک رہی ہے۔ خسرو اگر مٹی اور لہو میں لتھڑا پڑا ہے تو شیرویہ کی حالت بھی خراب ہو رہی ہے اگر سلطان معزالدین کیقباد خون کے دریا میں نہا رہا ہے تو گنگا کا پانی بھی جلال الدین خلجی کے خون سے رنگین ہو رہا ہے۔

علاؤالدین کی تخت نشینی

معتبر لوگوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب جلال الدین خلجی کڑہ کی طرف آ رہا تھا تو علاؤالدین نے کڑہ کے مشہور درویش حضرت خواجہ کرک" کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے مدد کا طالب ہوا خواجہ صاحب نے علاؤالدین کی طرف دیکھ کر جواب دیا:۔

ہر کس کہ کند باتو جنگ

سر در کشتی تن ور گنگ

غرضیکہ مقتول بادشاہ جلال الدین کا چتر علاؤالدین خلجی کے سر پر سایہ فگن ہوا اور سارے شہر میں اس کی تخت نشینی کی منادی کر دی گئی۔ علاؤالدین کے تمام ساتھی' جو جلال الدین کے قتل کی سازش میں شریک تھے' بہت ہی جلد اس خون ناحق کی سزا میں بری طرح موت سے ہمکنار ہوئے۔ محمود بن سالم ایک سال کے بعد کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوا اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتا رہا۔ اختیار الدین پاگل ہو گیا اور اپنے ہوش و حواس بالکل کھو بیٹھا۔ اس کی یہ کیفیت تھی کہ بیہوشی کے عالم میں زور زور سے چلاتا تھا کہ جلال الدین خلجی ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے میرا سر کاٹ رہا ہے۔ الماس بیگ اور دوسرے مجرم تین چار سال کے اندر اندر' علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت ہی میں اس طرح برباد ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

علاؤالدین نے اگرچہ کچھ عرصے تک بڑے عیش و عشرت سے زندگی بسر کی لیکن آخرکار اس کا بھی انجام بہت برا ہوا اور اس کا خاندان خود اس کے اپنے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا۔ اس نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں وغیرہ کو نظر بند کر دیا اور اپنے قابل اعتماد ہمراہیوں اور درباریوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ علاؤالدین کے غلاموں اور ملازموں نے علاؤالدین کی زندگی ہی میں اس کے بیٹوں اور اہل خاندان وغیرہ پر جو ظلم و ستم ڈھائے ان کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

besturdubooks.wordpress.com

جلال الدین خلجی کے امیر ملک احمد حبیب نے' جو خشکی کے راستے بادشاہ کی ہدایت کے مطابق کڑہ روانہ ہوا تھا' جب بادشاہ کے قتل کی خبر سنی تو وہ راستے ہی سے لوٹ آیا۔ جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے اس وقت بڑی عاقبت نااندیشی سے کام لیا چونکہ اس وقت ولی عہد شہزادہ ارکلی خاں ملتان میں تھا۔ اس لیے ملکہ جہاں نے کسی سے مشورہ کیے بغیر اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ رکن الدین ابراہیم کو تخت پر بٹھا دیا یہ شہزادہ بالکل ہی نوعمر اور سلطنت و حکومت کے معاملات سے قطعاً ناواقف و بے خبر تھا۔ ملکہ جہاں نے کیلوکھری سے دہلی آ کر کوشک سبز میں قیام کیا اور امراء میں عہدے اور جاگیریں وغیرہ تقسیم کیں۔ ارکلی خاں' جو سلطنت کا اصل وارث تھا' اپنے بھائی کی تخت نشینی کی خبر سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور اس نے ملتان ہی میں قیام کر لیا۔ علاؤالدین کا پہلے تو لکھنوتی پر حملہ کرنے کا خیال تھا لیکن اب اس نے ارکلی خاں اور ملکہ جہاں کی باہمی ناراضگی سے فائدہ اٹھانے کی سوچی' اس نے جب تخت دہلی پر ایک نوعمر لڑکے کو براجمان پایا تو اس کے دل میں بادشاہ بننے کا خیال پیدا ہوا۔ علاؤالدین نے برسات کے زمانے میں آگرے سے دہلی تک کا سفر اختیار کیا اور اپنے ارادے میں کامیاب ہوا۔ جلال الدین خلجی نے سات سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

علاؤالدین خلجی

جلال الدین خلجی کے قتل کے بعد علاؤالدین کے لیے حکومت کے نظم و نسق کو درست کر کے ایک مضبوط سلطنت قائم کرنا بڑا سخت مرحلہ تھا۔ وہ ہر وقت اسی سوچ غلطاں رہتا تھا ایک دن اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا اور ان سے کہا۔ "اس وقت سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی لیے میرے سامنے دو تجویزیں ہیں' تم لوگ غور و فکر کر کے مجھے بتاؤ کہ کس تجویز پر عمل کیا جائے۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ لکھنوتی پر حملہ کر کے بنگالہ تک کا علاقہ قبضے میں کر لیا جائے اور دوسری تجویز یہ ہے کہ کڑہ' مانک پور ہی میں قیام کیا جائے اور یہیں رہ کر سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی تدبیریں عمل میں لائی جائیں۔" تمام امیروں نے بالاتفاق جواب دیا۔ "شہزادہ ارکلی خاں بہت ہی بہادر اور جنگ جو انسان ہے۔ ان فطری صفات کے ساتھ ساتھ لشکر کشی کے قواعد و ضوابط اور حکمرانی کے اصولوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ ارکلی خاں اور اس کی ماں ملکہ جہاں' جلال الدین خلجی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے معرکہ آرائی کریں گے۔ اور یہ لوگ سب سے پہلے مقتول بادشاہ کے قاتلوں ہی کو سزا دینے کی کوشش کریں گے اس صورت حال کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ حضور فی الحال کڑہ ہی میں قیام فرمائیں اور چیدہ سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر ملک ہزبرالدین کی نگرانی میں لکھنوتی روانہ کر دیا جائے اس سلسلے میں کسی قسم کی تاخیر نہ کی جائے اور اسی برسات کے زمانے میں لشکر بھیج دینا مناسب ہو گا۔ تاکہ یہ لشکر بنگالہ کے علاقے کے تمام فتنہ و فساد کو فرو کر کے اس علاقے میں حضور کی حکومت کو مضبوط کر سکے اگر شہزادہ ارکلی خاں نے دہلی سے روانہ ہو کر ہمارے لشکر سے جنگ کرنے کی ٹھانی اور ہمیں اس امر کا اندازہ ہو گیا کہ بغیر جنگ کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے تو پھر ہم بھی ستارہ سہیل کے طلوع ہونے کے بعد جبکہ دریا کا پاٹ بہت کم ہو جاتا ہے' دریا کے پار اتر کر جلد از جلد بنگالہ اور لکھنوتی پہنچ جائیں گے اور پھر ارکلی خاں سے جنگ کریں گے۔

علاؤالدین کو اپنے امراء کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس رائے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ علاؤالدین ابھی ہزبر الدین کو لکھنوتی کے لیے روانہ کرنے کی تیاریوں ہی میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ملکہ جہاں نے امراء اور ارکان سلطنت کے مشورے کے بغیر ہی شاہزادہ قدر خاں کو سلطان رکن الدین ابراہیم شاہ کا خطاب دے کر دہلی کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملکہ جہاں کے اقدام سے تمام امراء اور معززین اس سے رنجیدہ ہو گئے ہیں اور ان میں سے بیشتر نے ملکہ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا رکھا ہے۔ یہ اطلاعات پاتے ہی علاؤالدین نے اپنی رائے بدل دی اور سارے ہندوستان کا بادشاہ بننے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد علاؤالدین نے اپنے دارالسلطنت کے گرد و پیش کے تمام علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے امراء اور درباریوں کو اعزاز و خطابات سے سرفراز فرمایا۔ الماس بیگ کو الغ خاں' ملک نصرت جالیسری کو نصرت خاں اور ملک ہزبرالدین کو ظفر خاں کے عظیم الشان خطابات دیئے اور اپنے ایسے بہی خواہوں کو' جو امیر نہ تھے' امراء کی صف میں شامل کیا نیز دوسرے امراء کی جاگیروں اور مراتب میں معقول و مناسب اضافے کیے۔ علاؤالدین نے اپنے برادر نسبتی سنجر کو جو اس کی محفل کا امیر تھا' "الپ خاں" کا خطاب دیا۔ الغرض علاؤالدین نے اپنے امراء کی خوب اچھی طرح حوصلہ افزائی کی اور اس کے بعد اپنے لیے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔

دہلی کو روانگی

ان واقعات کے فوراً بعد علاؤالدین' برسات ہی کے زمانے میں' دیوگڑھ سے حاصل کی ہوئی دولت ہمراہ لے کر دہلی کی طرف روانہ

besturdubooks.wordpress.com

ہوا- علاؤالدین نے اس سفر کے دوران میں بڑی فراخ دلی سے کام لیا اور اپنے ساتھیوں پر طرح طرح کی عنایات کیں- وہ ہر روز اپنی بارگاہ میں بیٹھ کر نصرت خاں کی رائے کے مطابق ہر خاص و عام سے ملاقات کرتا- اس کی سخاوت اور بخشش کا یہ عالم تھا کہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلیاں اور قیمتی اونٹوں کی، گراں قدر سامان سے لدی ہوئی قطاروں کی قطاریں لوگوں کو تحفے میں دے دیتا تھا- مختصر یہ کہ کرم و بخشش میں وہ کسی قسم کی کمی نہ کرتا تھا- مورخین کا بیان ہے کہ شاہی سراپردہ کے قریب ایک ترازو لٹکا دیا گیا تھا اور اس میں ہر روز صبح شام (۵) من روپے اور اشرفیاں تول کر لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں- علاؤالدین کی اس سخاوت کا شہرہ دور دور تک ہوا- اور گردوپیش کے علاقوں سے لوگوں کے لشکر اس کی بارگاہ پر آکر جمع ہونے لگے- جب علاؤالدین اپنے ساتھیوں اور لشکر کے ساتھ بدایوں پہنچا تو سلطان رکن الدین ابراہیم نے بہت ہی ناتجربہ کاری اور ایک لحاظ سے حماقت سے کام لیا- وہ خود تو علاؤالدین سے جنگ کرنے کے لیے آگے نہ بڑھا بلکہ اس نے اپنے امیروں اور ارکین سلطنت کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا- یہ امراء اور ارکین سلطنت رکن الدین ابراہیم شاہ کے حامی نہ تھے- اس لیے وہ فوراً علاؤالدین کے طرفدار ہو گئے اور اس کے لشکر سے مل گئے- علاؤالدین نے ان پر دولت کی بوچھاڑ کر دی اور یہ لوگ اسی کی جان نثاری کا دم بھرنے لگے- اس کے نتیجے میں علاؤالدین کے لشکر میں مزید ساٹھ (۶۰) ہزار افراد کا اضافہ ہوگیا- اس کے بعد وہ بدایوں سے آگے بڑھا-

ملکہ جہاں کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے پریشان ہو کر ایک شخص کو ملتان روانہ کیا تاکہ وہ ارکلی خاں اور الغ خاں کو اپنے ہمراہ دہلی لائے- ارکلی خاں نے جواب دیا- "اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے فوج دشمن سے مل گئی شاہی خزانے میں اتنی دولت نہیں رہی کہ سپاہیوں کو چھ ماہ کی تنخواہ پیشگی دی جائے- اس صورت حال میں میرے آنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا-" علاؤالدین کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے دہلی پہنچنے میں بڑی سرعت سے کام لیا اور جلد از جلد دریائے جمنا کو پار کر کے "باغ جود" (یہ پرانی دہلی کا ایک مشہور باغ ہے) والے دروازے کے سامنے باغ اور دریا کے درمیانی میدان میں خیمہ زن ہوا- سلطان ابراہیم رکن الدین عجیب کسمپرسی کے عالم سے دوچار ہوا- تاہم اس نے بڑی ہمت کر کے اپنے لشکر کو ساتھ لیا اور علاؤالدین کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا- جب رکن الدین نے اپنے آپ کو علاؤالدین کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ دیکھا تو وہ مجبوراً واپس لوٹا اور دہلی میں شہر بند ہوگیا- اسی رات جلال الدین خلجی کے عہد کے بہت سے امیر رکن الدین کا ساتھ چھوڑ کر علاؤالدین سے جا ملے اب رکن الدین کے لیے سوائے فرار کے کوئی اور چارہ کار نہ رہا- لہٰذا اس نے اپنی ماں، بہنوں اور خزانے کا تھوڑا بہت روپیہ ساتھ لیا اور ملک حبیب احمد، ملک قطب علوی اور امیر جلال تلنگانی کے ہمراہ ملتان کی طرف روانہ ہوگیا- علاؤالدین نے سیری کے جنگل میں قیام کیا اور اپنے لشکر کو بھی وہیں ٹھہرایا- رکن الدین کی روانگی کے بعد شہر کے شرفاء اور رؤساء علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے علاؤالدین کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا گیا اور تمام شاہانہ رسوم ادا کی گئیں

ہنگامہ عیش و عشرت:

۶۹۶ھ کے آخر میں علاؤالدین بڑے تزک و احتشام کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا اور تخت شاہی پر رونق افروز ہوا- تخت نشینی کے بعد وہ کوشک لعل میں گیا اور اسے اپنا دارالخلافت قرار دے دیا اور پھر ایک جشن مسرت منعقد کیا جو تین (۳) روز تک جاری رہا- رعایا نے بھی اس خوشی میں حصہ لیا اور شہر کو سجا کر اور عیش و عشرت کی محفلیں برپا کر کے اپنی خوشی کا اظہار کیا دہلی کے ہر گلی کوچے میں شراب کی سبیلیں مہیا کی گئیں اور چاروں طرف عیش کوشی کا دور دورہ ہوا علاؤالدین نے بھی خوب جی کھول کر عیش و عشرت کے اس ہنگامے میں حصہ لیا اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا کہ ان کے دلوں سے جلال الدین خلجی کی بے گناہی کی موت کا غبار جاتا رہا- اس ہنگامے کے بعد علاؤالدین نے امراء، یاروں اور ساتھیوں کی طرف توجہ کی اور ان میں سے بہت سوں کو کسی نہ کسی کام پر لگایا اور خطاب سے سرفراز کیا-

besturdubooks.wordpress.com

جہاں کے لقب سے مشہور تھے انھیں قضا و خطابت کا عہدہ دیا گیا "سید اجل شیخ الاسلام" کے خطاب سے نوازا گیا۔ عمدۃ الملک ملک حمید الدین اور ملک اعزالدین کو منصب انشا تفویض کیا گیا۔ ملک اعزالدین چونکہ اپنی ذات کی گوناگوں خوبیوں اور خصوصیات کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لیے علاؤالدین نے اسے اپنے خاص مقربین کے گروہ میں شامل کرلیا۔ نصرت خاں' نائب ملک کو شہر کا کوتوال مقرر کیا گیا۔ ملک فخرالدین کوچی کو دود بیگی' ظفر خان کو عارض ممالک' ملک ابو جلال الدین کو اخور بیگ اور ملک برن کو نائب باربک بنایا گیا۔ ضیائے برنی کے چچا' ملک علاؤالدین کو کڑہ اور اودھ کا جاگیردار اور ملک جونا کو نائب وکیل دار مقرر کیا گیا۔ ضیائے برنی کو قصبہ برن کا نائب اور خواجہ مقرر کیا گیا۔

جلال الدین کی اولاد کی تباہی

علاؤالدین نے اوقاف کی آمدنی' اس کے حقداروں کو دے کر انھیں بھی خوش کیا۔ تمام شاہی ملازمین کو چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ دی گئی اور دیگر انعامات وغیرہ سے نوازا گیا۔ ان تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد علاؤالدین نے جلال الدین خلجی کی اولاد کی تباہی بربادی کی طرف توجہ کی اور الماس بیگ اور ملک ظفر خاں کو انیس (۱۹) ذوالحجہ جلوس یعنی ۶۹۶ھ کو چالیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ ملتان کی طرف روانہ کیا۔ ان امراء نے ملتان پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا دو مہینے تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ اس کے بعد اہل ملتان اور ملتانی لشکر نے ارکلی خان اور رکن الدین کا ساتھ چھوڑ دیا اور علاؤالدین کے امیروں کے ساتھ مل گئے۔ اس صورت حال سے ارکلی خان اور رکن الدین بہت پریشان ہوئے اور ان دونوں بھائیوں نے مجبور ہو کر حضرت شیخ رکن الدین کے ذریعے الماس بیگ سے قول و قرار لے کر ملاقات کی۔ الماس بیگ نے ان دونوں بھائیوں کی بہت عزت کی اور اپنے سراپردہ کے قریب انھیں جگہ دی۔ اس دوران میں الماس بیگ نے اپنے تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ فتح نامہ علاؤالدین کے پاس روانہ کیا۔ جب یہ فتح نامہ دہلی میں پہنچا تو تمام مسجدوں میں پڑھ کر سنایا گیا سارے شہر کو دلہن کی طرح سجا کر خوشیوں کی محفلیں منعقد کی گئیں۔ فتح نامہ دہلی بھیجنے کے بعد الماس بیگ مع جلال الدین خلجی کے تمام امراء اور اولاد کے دہلی روانہ ہوا۔ راستے میں اس قافلے سے ملک نصرت الدین کوتوال بھی ملا اسے دہلی سے روانہ کیا گیا تھا۔ الماس بیگ نے جلال الدین خلجی کے بیٹوں اور داماد الغو خاں (جو چنگیز خاں کا نواسہ تھا) کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیاں پھیریں۔ ملک احمد حبیب نائب امیر حاجب کو بھی پکڑ لیا گیا۔ ملک نصرت نے ان لوگوں کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کرلیا اور جلال الدین کے دونوں مظلوم و مجبور بیٹوں کو ہانسی کے قلعے میں قید کر دیا ارکلی خاں کے دو بیٹوں کو قتل کیا۔ ملک احمد حبیب' جلال الدین خلجی کی بیویوں اور بہوؤں کو مع ملکہ جہاں کے دہلی لا کر قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

علاؤالدین نے اپنی تخت نشینی کے دوسرے سال ملک نصرت خاں کو وزیر مقرر کیا۔ ملک نصرت خاں نے یہ عہدہ حاصل کرتے ہی جلال الدین خلجی کی امیروں اور درباریوں سے وہ مال و اسباب واپس لینا شروع کر دیا جو علاؤالدین نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں سیاسی مصالح کی بناء پر دہلی کی طرف آتے ہوئے ان لوگوں میں تقسیم کیا تھا۔ یہ سارا مال جمع کر کے شاہی خزانے میں داخل کیا گیا۔ ملک علاؤالدین کڑہ سے تمام خزانہ اور مال دہلی لے کر آیا۔ اسے علاؤ الملک کا خطاب دیا گیا اور دہلی کا کوتوال بنایا گیا۔

مغلوں کا حملہ

اسی سال ماوراء النہر کے حاکم دوا خاں نے ایک لاکھ مغل سپاہیوں کا لشکر ہندستان کی طرف بھیجا تاکہ پنجاب اور لاہور کو فتح کیا جا سکے۔ مغلوں کے اس زبردست لشکر نے دریائے سندھ کو عبور کر کے لوٹ مار شروع کر دی اور یہ پورا علاقہ تباہ و برباد کر دیا۔ علاؤالدین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے الماس بیگ اور ظفر خان کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مغلوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ لاہور کی حدود میں مغلوں اور علائی لشکروں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ ان کے تقریبا بارہ (۱۲) ہزار سپاہی قتل کیے گئے اور بہت سے مغل

besturdubooks.wordpress.com

امراء و سردار گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں کو عبرت ناک سزائیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ الغ خاں نے ان مقتول مغل امیروں کے سر اور ان کے بیوی بچوں کو دہلی روانہ کیا۔

جلالی امراء پر عتاب

جلال الدین خلجی کی اولاد کی گرفتاری اور مغلوں کی شکست کی وجہ سے علاو الدین کا بول بالا ہوا اور اس کی عظمت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ آس پاس کے علاقوں کے امیر اور حکمران اس کے نام سے تھرانے لگے۔ علاو الدین کی فوج جس طرف بھی رخ کرتی' اسے کامیابی و کامرانی حاصل ہوتی۔ اس کے بعد علاو الدین نے اپنے بھائی الغ خاں کے مشورے سے ان تمام امراء کی طرف توجہ کی جنھوں نے لالچ اور طمع میں آکر جلال الدین خلجی کی اولاد سے بے وفائی کر کے اپنی عاقبت اور دنیا' دونوں ہی خراب کر لی تھیں۔ ایسے تمام نمک حرام امیروں کو گرفتار کیا گیا بیشتر کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیریں گئیں اور بہت سوں کو مختلف قلعوں میں قید کر دیا گیا۔ ان تمام امیروں کے مال و دولت پر قبضہ کر کے تقریباً ایک کروڑ روپیہ شاہی خزانے میں جمع کیا گیا۔ جلال الدین خلجی کے دربار کے امراء میں سے ملک قطب الدین' ملک نصیر الدین' شمند پیل اور ملک جلال الدین سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی گئی کیونکہ ان امیروں نے جلال الدین خلجی کی اولاد کے ساتھ کوئی بے وفائی نہ کی تھی اور نہ ہی علاو الدین سے اس سلسلے میں کوئی معاوضہ یا صلہ لیا تھا۔ یہ تینوں امیر زندگی بھر عزت و شادمانی کے ساتھ وقت گزارتے رہے۔

گجرات کی فتح

۶۹۷ھ کی ابتداء میں علاؤالدین نے الماس بیگ اور نصرت خاں کو دیگر امرائے دہلی اور سندھی لشکر کے ہمراہ گجرات کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے نہر والہ اور گجرات کے سارے علاقے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کر کے اسے فتح کر لیا۔ حاکم نہر والہ راجہ رائے کرن' دکن کے حکمران راجہ رام دیو کے پاس پناہ گزین ہوا۔ کچھ دنوں بعد رائے کرن' رام دیو کی مدد سے گجرات کے ایک صوبے بگلانہ میں مقیم ہوا۔ یہ صوبہ گجرات اور دکن کی سرحد پر واقع ہے۔ علاؤالدین خلجی کے امراء نے راجہ رائے کرن کی رانیوں (جن میں سب سے زیادہ قابل توجہ کنولا دیوی تھی) اور اس کے خزانے اور ہاتھیوں وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ گجرات میں ایک مشہور بت تھا' جو سومنات کا ہم نام ہی نہیں' ہم مرتبہ بھی سمجھا جاتا تھا مسلمانوں نے اس بت کو یہاں سے اٹھوا کر دہلی بھجوا دیا تھا۔ تاکہ یہ آنے جانے والوں کے پاؤں کے نیچے آکر پامال ہو۔ ملک نصرت خاں گجرات سے روانہ ہو کر کنبایت پہنچا اور اس علاقے کے باشندوں سے اس نے بہت سا مال و دولت حاصل لیا۔ نیز اس نے ملک کافور ہزار دیناری کو اس کے آقا سے زبردستی چھین لیا۔ (ملک کافور کو بعد میں علاؤالدین نے نائب ملک کے عہدے پر سرفراز کر کے ملک نائب کا خطاب دیا تھا) ان تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد الماس بیگ اور ملک نصرت نے گجرات کے تباہ و برباد شہر کو چند قابل اعتبار امیروں کے سپرد کیا اور خود بے شمار زر و جواہر اور سامان لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

نو مسلم مغلوں کی بغاوت (شاہی لشکر میں پھوٹ)

جب یہ امراء قلعہ جالور (ریاست جودھپور) کے قریبی علاقے میں پہنچے تو انھوں نے اپنے لشکریوں کو 'مال غنیمت کا پانچواں حصہ لینے پر شدید باز پرس کی۔ الماس بیگ اور ملک نصرت نے اس سلسلے میں بڑی سختی سے کام لیا اس وجہ سے بعض نو مسلم مغل لشکری' جن کا سردار محمد شاہ تھا' بہت برہم ہوئے۔ انھوں نے بہت سے دوسرے لشکریوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور اچھی خاصی قوت فراہم کر کے ملک نصرت اور اعز الدین اور الماس بیگ پر حملہ کر دیا۔ مغلوں نے اعز الدین کو قتل کرنے کے بعد الماس بیگ کے خیمے کا رخ کیا چونکہ الماس بیگ کا برا وقت ابھی نہ آیا تھا اور خداوند تعالیٰ کو اس کا زندہ رہنا منظور تھا اس لیے وہ دوسری طرف سے خیمے سے باہر نکل گیا اور بھاگتا ہوا نصرت خاں کے خیمے میں پہنچا باغیوں نے علاؤالدین کے بھانجے کو الماس بیگ سمجھ کر قتل کر دیا لیکن

besturdubooks.wordpress.com

جنگ کا نقارہ بجوا دیا۔ نقارے کی آواز سن کر لشکری یہ سمجھے کہ جالور کے راجہ یا کسی اور دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ ان لشکریوں نے اس خیال کے پیش نظر جلد از جلد جنگ کی تیاری کر لی اور سارے لشکری باغیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے نصرت خاں کی خیمے کی طرف بھاگے باغی تتر بتر ہو کر فرار ہو گئے ملک نصرت اور الماس نے ان کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب سے تنگ آ کر کچھ دنوں کے بعد رنتھمبور کے حاکم ھمیر دیو (جو اجمیر کا حاکم نھوراے کا پروتہ تھا) کے پاس پناہ لی۔ الماس بیگ اور نصرت بیگ نے بھی اب باغیوں کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا اور مال غنیمت، ہاتھیوں اور قیدیوں وغیرہ کو لے کر دہلی روانہ ہوئے۔

وحشیانہ سزائیں

علاؤالدین نے راجہ رائے کرن کی رانی کنولا دیوی کو، جو صورت، اخلاق و عادت، شیریں کلامی و خوش گفتاری اور دلبرایانہ اداؤں کی وجہ سے اپنا جواب آپ تھی مسلمان کرکے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ کافور ہزار دیناری، علاؤالدین کو بہت پسند آیا اور وہ اس غلام کی محبت میں ایسا گرفتار ہوا کہ اس کی نگاہوں میں اس غلام کے مقابلے پر دین و دنیا کی کسی چیز کی کوئی وقعت نہ رہی۔ اس کے عشق میں مبتلا ہو کر علاؤالدین نے عقل و فہم اور مذہب کا بھی کچھ پاس نہ کیا۔ علاؤالدین نے جالور کے (مغل) باغیوں کو بھی گرفتار کیا اور انھیں سزا دینے کے لیے ملک نصرت کے حوالے کر دیا۔ ملک نصرت نے ان لوگوں سے کہ جنھوں نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا، بہت بری طرح انتقام لیا۔ اس نے ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو خاکروبوں کے سپرد کر کے حکم دیا کہ شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں اور بہنوں کے سروں پر پتھروں کی طرح اس وقت تک مارا جائے جب تک یہ بچے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس حکم پر عمل کیا گیا اور یہ بچے دھنکی ہوئی روئی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد عورتوں کو بازار میں ذلیل و خوار کر کے انھیں ہندوؤں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس وقت سے پہلے دہلی میں یہ دستور نہ تھا کہ خطاکاروں کی جگہ ان کے متعلقین کو سزا دی جائے۔

سیوستان کا محاصرہ

اسی سال جبکہ لشکر دہلی، گجرات کو فتح کرنے میں مصروف تھا چلدی نام کے ایک مغل نے اپنے بھائی کی مدد سے سیوستان پر قبضہ کر لیا۔ علاؤالدین نے ظفرخاں کو بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ چلدی کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ ظفرخاں نے سیستان کا محاصرہ کر لیا اور کچھ ہی عرصے میں فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اس نے چلدی، اس کے بھائی اور اس کے دیگر ہمرائیوں کو گرفتار کر لیا۔ عورتوں اور بچوں کے علاوہ ان لوگوں کی تعداد ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) تھی، ان لوگوں کو پابہ زنجیر کر کے دہلی روانہ کر دیا گیا اور ظفرخاں خود بھی جلد از جلد دہلی پہنچا۔

اس واقعے سے ظفرخاں کی بہادری اور شجاعت کا بڑا چرچا ہوا جسے دیکھ کر علاؤالدین کے دل میں ظفرخاں کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔

قتلق خواجہ مغل کا حملہ

اسی سال کے آخر میں دوا خاں کا بیٹا قتلق خواجہ بیس (۲۰) تمن یعنی دو لاکھ مغل سواروں کو ساتھ لے کر ہندوستان فتح کرنے کے ارادے سے ماوراالنہر پہنچا۔ اس نے دریائے سندھ کو عبور کر کے، ان قصبوں اور دیہاتوں کو جو راہ میں آباد تھے، اپنی ملکیت سمجھ کر، ان پر کسی قسم کا کوئی حملہ نہ کیا اور جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا دریائے جمنا کے کنارے جا پہنچا اور وہاں خیمہ زن ہوا۔ قتلق نے دہلی کا محاصرہ کر لیا مغلوں کے خوف کی وجہ سے دہلی کے آس پاس کے علاقوں کے بےشمار لوگ دہلی میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ اس لیے اس شہر کی آبادی میں بے انتہا اضافہ ہو گیا تھا۔ گلی کوچے اور مسجدیں وغیرہ خلق خدا سے اس حد تک بھر گئی تھیں کہ اللہ کی پناہ! دہلی کے اصل باشندے اس ہجوم سے بہت گھبرا گئے اور اس وجہ سے آنے جانے اور رسد رسانی کے راستے بند ہو گئے۔ شہر میں اشیاء کی قیمتوں میں زبردست اضافہ ہو گیا اور رعایا کی حالت بہت ہی خراب ہونے لگی۔ علاؤالدین نے امراء اور اراکین سلطنت کو بلا کر ان سے مشورہ کر کے

bestpurdubooks.wordpress.com

اپنے لشکر کی قوت کا اندازہ کیا۔ بعض امراء نے علاؤالدین کو جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا اور ہندوستانی لشکر کی کمزوری کی مناسب طریقے سے بیان کر کے اشارتاً یہ بھی کہہ دیا کہ جنگ میں شکست و فتح دونوں ہی ممکن ہیں لیکن علاؤالدین نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ عظیم الشان بادشاہوں کے لیے جنگ سے خوفزدہ ہونا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

علاؤالدین نے شہر' اپنے حرم اور خزانے کی حفاظت کا فرض عمدۃ الملک کوتوال کے سپرد کیا اور بداپوں کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دیے۔ روایت صحیح کے مطابق علاؤالدین تین (۳) لاکھ سواروں اور دو ہزار سات سو (۲۷۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے شہر سے باہر نکلا۔ کیکی کے میدان میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا دونوں نے اپنی اپنی صفیں مرتب کیں اور خونریزی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے آغاز سے لے کر اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک کہ جو ۱۰۱۵ھ ہے' ایسے دو عظیم الشان لشکر کبھی ایک دوسرے کے مقابل نہیں آئے۔ علاؤالدین نے اپنے لشکر کو اس طور پر ترتیب دیا کہ میمنہ پر اس عہد کے مشہور اور بہادر ترین سپاہیوں' اور ملک ہزبرالدین ظفر خاں (سمانہ' پنجاب اور ملتان کا جاگیردار) کو تعین کیا۔ میسرہ میں اپنے بھائیوں الماس بیگ اور . کن خاں کو متقرر کر کے اسے مضبوط و مستحکم کیا اور خود ملک نصرت خاں اور بارہ (۱۲) ہزار بہادر اور جری سواروں اور مست ہاتھیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ اس کے علاوہ علاؤالدین نے اپنے دیگر امیروں کو مناسب اور موزوں جگہوں پر متعین کیا۔ سب سے پہلے ملک ہزبر الدین ظفر خاں نے اپنے سامنے کے دشمن کے لشکر کے حصے پر حملہ کیا اور مست ہاتھیوں اور تلواروں کی ضربوں سے اسے تہس نہس کر دیا۔ اس کے بعد دیگر علائی امراء نے مقابل کے غنیم کے لشکر پر حملہ کیا۔ ظفر خاں کے اس دلیرانہ حملے سے دشمن کی فوج میں کھلبلی مچ گئی اور مغلوں کی لاشوں سے میدان جنگ بھر گیا۔ ظفر خاں نے بہادری اور جانبازی کے ایسے جوہر دکھائے کہ مغلوں کا لشکر حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس نے اٹھارہ (۱۸) کوس کے فاصلے تک مغلوں کا تعاقب کیا۔ الماس بیگ ظفر خاں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس سے دشمنی کے جذبات رکھتا تھا اس لیے اس نے ظفر خاں کا ساتھ نہ دیا اور اسے اکیلا ہی چھوڑ دیا۔

ظفر خاں کا قتل

مغلوں کے میسرہ کا سردار' ایک ترک گھات میں بیٹھا ہوا تھا' اس نے ظفر خاں کو اکیلا آتے ہوئے دیکھا اور یہ معلوم کر لیا کہ ظفر خاں کے پیچھے امدادی لشکر نہیں ہے اس ترک کو حملہ کرنے کا اچھا موقع ملا۔ اس نے کمین گاہ سے نکل کر پیچھے کی طرف سے حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس حملے کی وجہ سے ظفر خاں پیادہ پا ہو گیا اور تیر چلا چلا کر دشمنوں کو ہٹانے اور قتل کرنے لگا۔ مغلوں کے سردار قتلق خواجہ نے ظفر خاں کو یہ پیغام دیا۔ "تو اپنے تیروں کو ترکش میں رکھ اور میرے پاس آجا' میں تجھے تیرے موجودہ عہدے سے کہیں زیادہ بڑا عہدہ عطا کروں گا"۔ ظفر خاں نے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور حسب سابق تیر اندازی میں مشغول رہا آخر مغلوں نے اپنے سردار کے حکم سے ظفر خاں پر تیر چلانے شروع کر دیے' اور اسی طرح اسے ختم کر دیا۔ ظفر خاں کے ساتھ چند دوسرے علائی امیر بھی مغلوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اس روز قتلق خاں ہندوستانیوں کی جنگجوئی اور جانبازی سے کچھ ایسا ڈرا کہ تیس (۳۰) کوس تک اس نے سانس نہ لیا اور برابر چلتا رہا اور راہ کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے ملک جا پہنچا۔ مغلوں پر ظفر خاں کی شجاعت کا سکہ بیٹھ گیا وہ لوگ اس مرد جانباز سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس کی شجاعت ان میں ضرب المثل کی سی حیثیت اختیار کر گئی۔ اگر کبھی کسی مغل سپاہی کا گھوڑا پانی نہ پیتا تو وہ مغل اس سے کہتا کیا تو نے ظفر خاں کو دیکھ لیا ہے۔ علاؤالدین' ظفر خاں کی بہادری اور جانبازی کی وجہ سے اسے اپنے لیے خطرے کی

besturdubooks.wordpress.com

مغلوں کو شکست دینے کے بعد علاؤالدین کیلی سے دہلی آیا اور محافل جشن منعقد کیا- ان امراء کو جو مغلوں کے مقابلے پر مردانگی اور بہادری سے لڑے تھے اعزاز و اکرام سے نوازا- ایک امیر لڑائی کے میدان سے بھاگ کر دہلی میں چھپ گیا تھا' علاؤالدین نے اس امیر کو گدھے پر سوار کر کے سارے شہر میں اس کی تشہیر کروائی-

علاؤالدین کی خام خیالیاں

مورخین کا بیان ہے کہ علاؤالدین کی تخت نشینی کے (۳) سال بعد تک اسے اپنے بیشتر منصوبوں میں پوری پوری کامیابی ہوئی اور بے شمار عورتوں کو حرم میں داخل کرنے کی وجہ سے اس کی اولاد میں بہت اضافہ ہوا- نیز گجرات کا ملک بھی اس کے قبضے میں آ گیا سارا ملک علاؤالدین کے دشمنوں اور مدعیان سلطنت سے پاک و صاف ہو گیا- ان تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کے بعد علاؤالدین کے دل میں طرح طرح کے عجیب و غریب خیالات آنے لگے- ان خیالات میں سے ایک خیال یہ بھی تھا کہ "جس طرح حضرت محمد صلعم نے اپنی قوت اور شوکت سے شریعت قائم کی اور ان کے چاروں خلفاء نے اس شریعت کو مضبوط بنایا' اسی طرح اگر میں بھی اپنے چاروں امراء الماس بیگ' الغ خاں' ملک ہزبر الدین ظفر خاں' ملک نصرت خاں اور سنجرا الپ خاں کی قوت اور سہارے کے بل پر ایک نیا مذہب جاری کروں تو پھر یقیناً روز قیامت تک میرا نام دنیا میں باقی رہے گا-" علاؤالدین محفل شراب میں اکثر و بیشتر اپنے اسی خبط کا ذکر کیا کرتا تھا اور اپنے مصاحبوں سے مشورے کیا کرتا تھا- وہ ان لوگوں سے یہ پوچھتا رہتا تھا کہ آخر کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ میرا جاری کیا ہوا نیا مذہب محدثین اور اہل علم کی نگاہوں میں وقار حاصل کرے اور ان کے حلقے میں یہ مروج ہو- علاؤالدین کا دوسرا خیال خام یہ تھا کہ چونکہ شاہی خزانے میں بے شمار دولت ہے اور ہاتھی گھوڑوں وغیرہ کی بھی کثرت ہے اس لیے علاؤالدین یہ چاہتا تھا کہ دہلی کی حکومت کسی قابل اعتبار امیر کے سپرد کر کے خود سکندر کی طرح ساری دنیا کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہو جائے- اس کا ارادہ یہ تھا کہ سب سے پہلے خراسان' ماوراالنہر اور ترکستان فتح کر کے وہاں کے لوگوں کو اپنے (نئے) مذہب میں داخل کرے اور اس کے بعد دنیا کو فتح کرنے کا سلسلہ آگے بڑھائے اور روم' فارس' عراق' عرب' عجم' شام' گلستان اور حبش وغیرہ ممالک میں اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ کر وہاں اپنے نئے مذہب کو مروج کرے اور سکندر کی طرح اپنے جہانگیری و جہانداری کا چرچا کرے- علاؤالدین جب کبھی ان خیام خیالیوں کا تذکرہ اپنے امراء اور اراکین سلطنت سے کرتا تو وہ اس بد مزاجی اور درشت طبعی سے واقف ہونے کی وجہ سے' اس کی ہاں میں ہاں ملاتے اور اس کے حسب منشا جواب دیتے- جب علاؤالدین کے لشکر نے' دو لاکھ مغل جاں بازوں کی فوج کو جس کا سردار قتلق خاں جیسا جری شخص تھا' شکست دے دی تو علاؤالدین کا دماغ اور بھی عرش پر چڑھ گیا اور اس کے غرور کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے حکم دیا کہ خطبوں میں اس کے نام کے ساتھ "سکندر ثانی" کے لقب کا اضافہ کیا جائے- سکوں اور طغروں پر بھی اس نے یہ لقب نقش کروایا اور ساری دنیا کو فتح کرنے اور نیا مذہب جاری کرنے کی کوششیں تیز سے تیز کر دیں-

علاؤالدین جاہل محض تھا اس کی ساری زندگی جاہل خلجیوں میں بسر ہوئی تھی لکھنے پڑھنے سے وہ بالکل نا آشنا تھا' اجڈپن اور حیوانیت اس کی طبیعت کے جوہر تھے- اس بناء پر اہل علم اسے کبھی کوئی نصیحت بھی نہ کرتے تھے- جب بادشاہ اپنی متذکرہ خام خیالیوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو بعض حاضرین اس وقت بالکل خاموش رہتے اور بعض شوخ اور بیباک شرکائے مجلس اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے- یہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ بادشاہ کے اس قسم کے خیالات سودائے محض کے سوا کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن وہ پھر بھی علاؤالدین کی بہادری اور مستقل مزاجی کی تعریفوں کے پل باندھ باندھ کر اسے غلط فہمی میں مبتلا کرتے رہتے تھے- عام مسلمان اور بزرگان دین علاؤالدین کی اس قسم کی باتوں کو سن سن کر بہت ہی رنجیدہ ہوتے تھے- یہ سب لوگ اور خاص طور پر حضرت سلطان نظام الدین اولیاء و دیگر بزرگان دین بادشاہ کے لیے ان شیطانی خیالات سے نجات پانے اور مذہب اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے-

besturdubooks.wordpress.com

علاء الملک کوتوال کی دانشمندی

کوتوال دہلی ملک علاؤالدین عرف علاء الملک بہت زیادہ موٹا تھا اس لیے وہ مہینے میں صرف ایک بار' پہلی تاریخ کو بادشاہی خدمت میں آداب بجا لانے کے لیے بادشاہ کی محفل شراب میں شرکت کیا کرتا تھا۔ حسب معمول ایک بار وہ اس محفل شراب میں شریک ہوا علاؤالدین نے اس سے اپنے متذکرہ بالا دونوں خیالات کے بارے میں مشورہ کیا علاء الملک سچا مسلمان اور مذہبی امور سے تھوڑا بہت واقف تھا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اب موت کا وقت قریب ہے' چند روزہ زندگی کے لیے بادشاہ کی خوشی کی پروا کرنا اور سچی بات پر پردہ ڈالنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ علاء الملک نے یہ بھی سوچا کہ اس وقت بادشاہ کے عتاب سے بالکل نہیں ڈرنا چاہیے۔ عمر کے آخری ایام میں اگر شہادت نصیب ہو گئی تو کچھ برا نہیں ہو گا۔ ان خیالات کے پیش نظر علاء الملک نے بادشاہ سے کہا "اگر اس مجلس میں بادہ نوشی کے دور کو ذرا روک دیا جائے اور مجلس کو اغیار سے خالی کر دیا جائے تو پھر یہ خادم اپنی ناقص رائے کے مطابق کچھ کہنے کی جرات کرے گا۔ اگر میری گزارش پسند آئے تو زہے نصیب' ورنہ اس ضعیف العمر غلام کو' جس کی عقل دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے' معاف فرمایا جائے"۔ بادشاہ نے علاء الملک کی درخواست قبول کی اور اسی وقت مجلس سے جام و مینا کو ہٹا دیا۔ سوائے چند خاص احباب' ملک الماس بیگ' ملک نصرت خاں' ملک سنجر الپ خاں اور غزی ملک جوانا (جو ظفر خاں کا قائم مقام مقرر کیا گیا تھا) کے اور کوئی محفل میں بیٹھا نہ رہا۔ علاء الملک نے ہاتھ باندھ کر بادشاہ سے عرض کی۔ "شریعت کا تعلق انبیائے کرام سے ہے اور ان کی نبوت وحی آسمانی سے تعلق رکھتی ہے۔ نبوت کا منصب حضرت محمد صلعم پر ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ نے کسی نئے مذہب کے اجراء کا اعلان کیا تو تمام مسلمان آپ کے خلاف ہو جائیں گے اور سارے ملک میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ میرے ناقص خیال میں یہی بہتر ہے کہ آپ اس قسم کا خیال ہرگز ہرگز دل میں نہ لائیں کیونکہ اب کسی بھی انسان کے لیے اس منصب عظیم کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ حضور کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ چنگیز خاں اور اس کی اولاد نے سالہا سال تک مذہب اسلام کو نیست و نابود کرنے اور اپنے مذہب کو جو ہزاروں سال سے ترکستان میں رائج تھا' جاری کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا' لیکن انھیں اس سلسلے میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار مذہب اسلام کی راستی اور استحکام نے ان دشمنوں کے دل میں جگہ پیدا کی اور ان کی پوری قوم مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اس دین کی عزت و حرمت کی خاطر ان لوگوں نے بارہا کافروں سے لڑائیاں کیں۔ علاؤالدین' کوتوال کی یہ باتیں سن کی تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر اس نے کہا۔ "تو نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے انشاء اللہ میں کبھی بھی اس قسم کی باتیں نہ کروں گا لیکن میرے دوسرے خیال کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟" علاء الملک کوتوال نے جواب دیا۔ "عالی جاہ آپ کا دوسرا خیال بالکل درست ہے۔ یہ معاملہ جو آپ کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی کی وجہ سے آپ کے پیش نظر ہے اس پر اکثر گزشتہ فرمانرواؤں نے بھی غور کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بادشاہ کی لیے اپنی شخصی بہادری اور جرات مندی' خزانہ اور لشکر کی مدد سے ہفت اقلیم کو فتح کرنا کچھ مشکل نہیں ہے لیکن یہاں یہ بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بادشاہ دارالسلطنت سے نکل کر دوسرے ممالک پر حملہ آور ہو گا اور ایک طویل مدت تک غیر ممالک میں قیام کرے گا۔ تو اس وقت ایسا کون سا بہادر امیر ہو گا جب بادشاہ کی عدم موجودگی میں حکومت کے فرائض انجام دے گا۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی غور کے قابل ہے کہ جو بادشاہ کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد وہاں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے خود کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ ہو گا تو اس کی عدم موجودگی میں ہو سکتا ہے کہ اس مفتوحہ ملک کا حاکم' بادشاہ کی اطاعت گزاری سے منحرف ہو جائے کیونکہ آج کا زمانہ سکندر کے عہد سے بہت مختلف ہے۔ سکندر کے زمانے میں عہد شکنی' مکاری اور چالبازی وغیرہ کا نام نہیں تھا اور اس زمانے کے لوگ اپنے وعدے کے پکے ہوتے تھے اور جس بات کا وہ عہد کر لیتے تھے ہر حالت میں اس پر برقرار

besturdubooks.wordpress.com

دانشمندی اور عاقلانہ تدابیر کا نتیجہ تھا کہ ملک روم جیسی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کے باشندے ہمیشہ سکندر سے خوش رہے اور اس کی اطاعت گزاری کو اپنا فرض سمجھتے رہے۔ سکندر کامل بتیس (۳۲) سال تک اپنے ملک سے باہر رہ کر اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرتا رہا' لیکن اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے نظام سلطنت میں کسی قسم کی کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ ساری دنیا کو فتح کرنے کی مہم سے فراغت پا کر جب سکندر اپنے ملک میں واپس پہنچا تو اس نے ہر شخص کو پہلے کی طرح اپنا سچا اطاعت گزار پایا۔ اگر حضور کو بھی اپنی رعایا اور امراء پر ایسا ہی اعتماد ہے جیسا کہ سکندر کو اپنی رعایا اور امراء پر تھا تو حضور پھر اپنے ارادے میں حق بجانب ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی مخالفت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے"۔ علاؤالدین نے اپنے ہم نام کوتوال کی تقریر بڑے غور سے سنی اور کہا "اگر میں ان رکاوٹوں کا خیال کروں جو تو نے بیان کی ہیں تو پھر مجھے دنیا کو فتح کرنے کے ارادے کو ترک کرنا پڑے گا اور میں صرف دہلی کی بادشاہت پر قناعت کر کے بیٹھ رہوں گا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر میری یہ شان و شوکت یہ غلام اور خادم یہ بھرے ہوئے خزانے اور دفینے کس کام آئیں گے اور ساری دنیا کو مسخر کرنے کی میری خواہش کس طرح پوری ہو گی"۔

علاء الملک نے یہ بات سن کر بادشاہ کو جواب دیا۔ "اس وقت حضور کے پیش نظر دو مہمات ایسی ہیں کہ جن پر آپ کے تمام جمع کیے ہوئے خزانے کا صرف ہو جانا ممکن ہے۔ پہلی مہم تو یہ ہے کہ ہندوستان کے سرحدی علاقوں کے بعض شہروں کو فتح کیا جائے۔ جنوبی علاقے میں رنتھنبور' جالور اور چندیری' مشرق میں دریائے محیط تک کا علاقہ اور شمال میں بلقان اور کابل تک کے خطے کو فتح کر کے یہ مہم سر کی جا سکتی ہے۔ اگر ان مقامات کو جو باغیوں اور سرکشوں کے اڈے ہیں' فتح کر لیا جائے تو ہندوستان ہر طرح کے فتنہ و فساد سے محفوظ ہو جائے گا۔ دوسری مہم مغلوں کے ہنگاموں کو فرو کرنے سے متعلق ہے۔ حضور کے لیے یہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ دیبال پور اور ملتان جیسے سرحدی شہروں کے قلعوں کو' جو مغلوں کی لشکر کشی کے راستے میں سنگ گراں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں مضبوط اور مستحکم کیا جائے اور بروقت ان کی نگرانی کی جائے۔ ان دونوں عظیم الشان مہمات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضور دارالسلطنت میں امن و آرام سے حکمرانی فرما سکتے ہیں اور اپنے قابل اعتبار امراء کو عظیم الشان لشکروں کی ساتھ چاروں طرف دور دراز ممالک کی تسخیر کی لیے روانہ کر سکتے ہیں۔ تاکہ یہ امراء حضور کی جہاں کشائی کے جھنڈے گاڑ کر اپنا اور آقا کا نام روشن کریں لیکن ان تمام مقاصد کو اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب حضور شراب نوشی' عیش کوشی اور سیر و شکار وغیرہ کی طرف کم توجہ فرمائیں اور تمام مہمات کی بذات خود نگرانی کریں"۔ علاؤالدین اپنے اس تجربہ کار اور سیاسی امیر کی فکر انگیز تقریر سن کر بہت متاثر و محظوظ ہوا اور اس نے علاء الملک کے عقل و شعور کی بہت تعریف کی تیز اسے جامہ زردوزی' جس پر شیر کی صورت منقش تھی' دس ہزار تنگہ اور دو عدد مرصع زین و لگام کے گھوڑے انعام میں دیئے۔ بقیہ حاضرین بھی علاء الملک کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور ہر امیر نے کئی کئی ہزار تنکے اور دو دو گھوڑے بطور تحفہ اسے دیئے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے بھی اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

رنتھنبور پر حملہ

علاء الملک کے مشورے کے مطابق علاؤالدین خلجی نے ہندوستان کے زمینداروں اور راجوں کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا۔ اس نے سمانہ کے حاکم الماس بیگ اور کڑہ کے حاکم نصرت خاں کو دہلی میں بلوا بھیجا اور ان دونوں امراء کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ رنتھنبور کے قلعے کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ رنتھنبور کا راجہ دہلی کے ایک قدیم راجہ کی نسل سے تھا اور ملک دکن میں بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ حکومت کر رہا تھا۔ علاؤالدین خلجی کے امیروں نے سب سے پہلے جھائن کا قلعہ تسخیر کیا اس کے بعد رنتھنبور پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ایک روز حصار کے قریب پہنچ کر ملک نصرت دمدمہ بنانے لگا۔ اچانک حصار کی اندر سے منجنیق کا ایک پتھر آیا اور نصرت کو لگا اس پتھر سے اسے کچھ زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ اس واقعے کے دو تین روز بعد اس حصار کو سر کر لیا گیا۔ رنتھنبور کا راجہ مسمی ہمیر دیو

besturdubooks.wordpress.com

موقع پاکر دو لاکھ سواروں کے ساتھ قلعے سے جنگ کے ارادے سے باہر نکلا۔ الماس بیگ نے اس وقت معرکہ آرا ہونا مصلحت کے خلاف سمجھا اور وہ محاصرے سے دستبردار ہو کر جھاین کے قلعے میں مقیم ہو گیا۔ الماس بیگ نے ان تمام حالات سے علاؤالدین کو مطلع کیا۔ علاؤالدین ان حالات سے واقف ہوا تو وہ سخت غیظ و غضب کے عالم میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ دہلی سے جھاین کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ تلپیت (تلپت) کے مقام پر پہنچا تو چند روز وہاں قیام کیا۔ علاؤالدین کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر روز جنگل میں قمرغہ (شکار گاہ) کا شکار کرنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ حسب عادت شکار کے لیے گیا لیکن معمول کے مطابق رات کو وہ اپنی قیام گاہ پر واپس نہ آیا بلکہ رات بھر شکار گاہ ہی پر قیام کیا۔ دوسرے روز علاؤالدین نے حکم دیا کہ سب لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی قمرغہ کے اندر شکار کھیلیں' اور وہ خود اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ کر قمرغہ کی تیاری کا انتظار کرنے لگا تاکہ اس کے بعد شکار کھیلے۔

علاؤالدین کے قتل کی ناکام کوشش

سلیمان شاہ' علاؤالدین خلجی کا بھتیجا تھا اسے "راکت خاں" کا خطاب ملا ہوا تھا اور وہ وکیل در کے عہدے پر سرفراز تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ علاؤالدین کو قتل کر کے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی جائے بالکل اسی طرح کہ جس طرح علاؤالدین' اپنے چچا کو قتل کر کے بادشاہ بنا۔ یہ سوچنے کے بعد سلیمان اپنے ایک سو (۱۰۰) قدیم نو مسلم ملازموں کو ساتھ لے کر' اس بلند جگہ پر پہنچا جہاں علاؤالدین قمرغہ کی تیاری کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ سلیمان شاہ اور اس کے ملازمین نے علاؤالدین پر تیر برسانے شروع کر دیئے کچھ دیر تک علاؤالدین ان تیروں سے اپنے آپ کو بچاتا رہا لیکن پھر بھی اس کے بازو پر دو زخم آہی گئے۔ اس موقع پر اس نے ایک چال چلی اور جان بوجھ کر مردوں کی طرح زمین پر گر گیا سلیمان شاہ یہ دیکھ کر گھوڑے سے اترا اور علاؤالدین کا سر قلم کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ سپاہیوں کی ایک جمعیت سلیمان شاہ کے گرد جمع ہو گئی اور اس کی اطاعت گزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ علاؤالدین مر چکا ہے۔ سلیمان شاہ نے ان سپاہیوں کی بات کا اعتبار کر لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ شاہی میں پہنچا اور تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اس نے سارے لشکر میں اعلان کروادیا کہ میں نے علاؤالدین کو قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اہل لشکر کو اس اعلان کا یقین آگیا اور ہر شخص نے اپنے مرتبے کے مطابق سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد دی اور اس کی بیعت کی۔ نقیبوں نے مبارک سلامت کا شور بلند کیا' قاریوں نے کلام مجید کی تلاوت شروع کی اور مطربوں نے طرب و مسرت کے نغمے گانے شروع کیے۔ سلیمان شاہ راکت خان ناتجربہ کار اور بے صبرا تھا اس لیے اس نے اسی وقت شاہی حرم سرا میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جب وہ حرم سرا کے دروازے پر پہنچا تو خواجہ سراؤں کے سردار ملک دینار حرمی نے جو اپنی مسلح جماعت کے ساتھ حرم سرا کی حفاظت کر رہا تھا' سلیمان شاہ کو روکا اور کہا کہ جب تک ہم بادشاہ علاؤالدین کا کٹا ہوا سر نہ دیکھ لیں کسی کو حرم سرا میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

ادھر علاؤالدین کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے زخموں کو باندھا اس کا خیال تھا کہ سلیمان شاہ نے اس پر یہ حملہ امراء کے مشورے اور اعانت سے کیا ہے لہٰذا اس نے اپنی پچاس ساٹھ سواروں کی جماعت کے ساتھ الماس بیگ کے پاس جھاین پہنچنے کا ارادہ کیا اور وہی کچھ کرنے کی سوچی کہ جس کا الماس بیگ مشورہ دے' لیکن علاؤالدین کے مقرب خاص ملک حمید الدین بن عمدۃ الملک نے اسے اس ارادے پر عمل کرنے سے روکا اور کہا' بہتر یہی ہے کہ حضور اس وقت شاہی سراپردے کی طرف چلیں۔ سلیمان شاہ کا رنگ ابھی پوری طرح جما نہیں ہے' اس لئے توقع ہے کہ آپ کے قدیم سپاہی' چتر شاہی دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکیں گے۔ اس طرح سلیمان شاہ کی ساری کامیابی خاک میں مل جائے گی اور اگر اس سلسلے میں اب ذرا سی بھی تاخیر ہو گئی تو پھر حالات کو سنوارنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ علاؤالدین کو ملک حمید کی یہ تجویز پسند آئی اور وہ اسی وقت سوار ہو گیا اور چتر شاہی جو جنگل میں پڑا تھا' اسے کام میں لایا گیا۔ علاؤالدین بڑے آرام

besturdubooks.wordpress.com

کہ سراپردے تک پہنچتے پہنچتے تقریباً پانچ سو (۵۰۰) سپاہی علاؤالدین کے ساتھ ہو گئے۔ علاؤالدین ایک بلند مقام پر چڑھ کر چتر شاہی کو نمایاں انداز سے منظر عام پر لایا اس کو دیکھتے ہی سارا لشکر علاؤالدین کی طرف دوڑ آیا اور سلیمان شاہ کا دربار درہم برہم ہو گیا۔ تمام سائیس اور فیل بان' جنھوں نے گھوڑے اور ہاتھی تیار کر کے سلیمان شاہ کی خدمت میں پیش کیے تھے انھوں نے جب شاہی چتر سفید کو دیکھا تو وہ تمام لوازمہ شاہی کے ساتھ سلیمان شاہ کی طرف سے اٹھ کر علاؤالدین کی طرف آگئے۔ سلیمان شاہ اب تنہا رہ گیا اور اس تنہائی سے حواس باختہ ہو کر اس نے افغان پور کی طرف بھاگ جانے ہی میں خیریت دیکھی۔ علاؤالدین متذکرہ بالا بلند مقام سے نیچے اترا اور اپنی بارگاہ میں اس نے دربار عام منعقد کیا نیز سپاہیوں کی ایک جماعت سلیمان شاہ کے تعاقب میں روانہ کی۔ ان سپاہیوں نے افغان پور میں پہنچ کر سلیمان کو گرفتار کر لیا اس کا سر قلم کر کے علاؤالدین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ علاؤالدین کے حکم سے یہ سر سارے شہر میں پھرایا گیا اور الغ خاں اور دیگر امراء کے نام فتح نامے جاری کیے گئے۔ سلیمان شاہ کے بھائی قتلغ خاں کو بھی مع اس کے ساتھیوں کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

رنتھنبور میں ورود

جب علاؤالدین کے زخم بھر گئے تو وہ تلپت سے رنتھنبور آیا۔ الماس بیگ نے بادشاہ سے ملاقات کی' الماس بیگ قلعہ رنتھنبور کا محاصرہ تو پہلے ہی سے کیے ہوئے تھا اب اس نے بادشاہ کے حکم سے محاصرے میں شدت کر دی اور اہل قلعہ پر اور زیادہ سختیاں کرنے لگا۔ ہر روز راجپوت قلعے پر سے پتھر اور آگ پھینکتے تھے اور اس طرح بہت سے بندگان خدا کی جانیں ضائع ہو جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا لشکر نقب زنی وغیرہ کے ذریعے اہل قلعہ پر مزید سختیاں کرتا رہا۔ مسلمانوں کے لشکر کے سردار راجپوتوں کے ملک میں جا جا کر تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے تھے۔ مسلمانوں کے ان اقدامات سے راجپوتوں کی حالت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔

اودھ اور بدایوں کے حاکموں کی بغاوت

جب اس محاصرے کو کافی دن ہو گئے تو اودھ اور بدایوں کے حکمران امیر عمرو اور منکو خاں نے جو علاؤالدین کے بھانجے تھے' بغاوت کا پرچم لہرایا ان دونوں نے اچھا خاصا لشکر اپنے ساتھ کر کے بادشاہ کے احکامات کی خلاف ورزی شروع کر دی ان کی بغاوت کی وجہ سے حالات اور بگڑ گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر علاؤالدین نے متذکرہ علاقوں کے امراء کے نام فرامین جاری کر کے انھیں ان دونوں کی بغاوت کو کچلنے کا حکم دیا۔ ان امیروں نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور اپنی متفقہ قوتوں سے باغیوں کو شکست فاش دی۔ عمرو اور منکو کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیجا گیا اور ان کے ساتھیوں اور ہمراہیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ علاؤالدین نے قلعہ رنتھنبور کے نیچے عمرو اور منکو کو سزا دی۔ پہلے تو ان دونوں کی آنکھیں نکالی گئیں اور پھر بہت بری طرح' تکالیف دے دے کر ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان اقدامات کے باوجود بھی فتنہ و فساد کی آگ نہ بجھ سکی اور ابھی یہ ہنگامہ پوری طرح ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک نیا فساد پیدا ہو گیا۔

حاجی مولیٰ کی بغاوت

انھیں دنوں ملک امراء ملک فخر الدین کوتوال کے ایک غلام حاجی مولیٰ نامی کے حوصلے بڑھے یہ شخص سلطان جلال الدین خلجی کے زمانے میں دہلی کا داروغہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ علاؤالدین ایک مدت سے رنتھنبور کے محاصرے میں مصروف ہے اور ملک علاؤالدین بھی اس کے ہمراہ ہے' اہل شہر موجودہ کوتوال دہلی بایزید سے' جو شہر سے باہر ایک چبوترے پر اپنا اجلاس کرتا ہے' رنجیدہ اور ناخوش ہیں اس لیے اگر کوئی مصیبت پڑے گی تو اہل شہر اس کوتوال کا بالکل ساتھ نہ دیں گے' تو اس نے ایک دن دوپہر کے وقت جب کہ تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام سے وقت گزار رہے تھے' فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیا سب سے پہلے تو حاجی مولیٰ' بایزید کوتوال کے گھر گیا اور اس سے کہا بادشاہ کا ایک پیغام آیا ہے بایزید یہ سنتے ہی اپنے گھر سے باہر آیا۔ حاجی مولیٰ نے اسے دیکھتے ہی اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور ان

besturdubooks.wordpress.com

لوگوں نے فوراً بایزید پر حملہ کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حاجی مولیٰ نے لوگوں پر ظاہر کیا کہ بایزید کو شاہی حکم کے مطابق قتل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حاجی مولیٰ نے دربانوں کو شہر کے دروازے بند کر لینے کا حکم دیا۔ نیز ایک شخص کو حصار نو کے کوتوال علاؤالدین ایاز کے پاس بھیجا گیا کہ بادشاہ کا فرمان آیا ہے اسے آ کر سن جاؤ۔ ایاز' حاجی مولیٰ کے ارادوں سے واقف ہو گیا تھا اس نے اپنے لشکر کو جمع کر کے شہر نو کا دروازہ بند کر لیا۔ حاجی مولیٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کوشک لعل میں گیا اس نے تمام قیدیوں کو رہا کر کے تمام اسلحہ' گھوڑے اور خزانہ وغیرہ ان میں تقسیم کر کے انھیں اپنے ساتھ لیا۔ اس کے بعد حاجی مولیٰ نے علوی نامی ایک شخص کو جبراً کوشک لعل میں شاہی تخت پر بٹھا دیا۔ علوی سلطان شمس الدین التمش کی اولاد میں سے تھا اور اسے عام طور پر "شہنشاہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حاجی مولیٰ نے شہر دہلی کے تمام امراء اور روساء کو علوی کی بیعت کرنے پر مجبور کیا۔

حاجی مولیٰ کا قتل

رنتھنبور میں علاؤالدین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ بالکل خاموش رہا اس نے اس بات کو عام لوگوں کے کانوں تک پہنچنے نہ دیا اور قلعے کو سر کرنے کی کوششوں کو تیز سے تیز کر دیا۔ علوی کی تخت نشینی کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ ملک حمید الدین کو بدایوں دروازہ کھول کر شہر کے باہر نکل گیا۔ اس کے ہمراہ اس کے بیٹے بھی تھے' جن میں سے ہر ایک اپنی شجاعت اور بہادری کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ ملک حمید الدین نے ہر چہار طرف کے لوگوں کو جمع کیا اور ملک ہزبرالدین ظفر خاں کے ملازموں کی کثیر تعداد کو ساتھ کر لیا۔ یہ وہ امروہہ سے جائزہ اور عرض لینے کے بعد یہاں آئے ہوئے تھے۔ ان سب لوگوں کے ہمراہ ملک حمید الدین غزنی دروازے سے شہر میں داخل ہوا۔ نند دروازے کے قریب حاجی مولیٰ سے اس کا آمنا سامنا ہوا اور فریقین میں لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ ملک حمید الدین نے بہادری کا ثبوت دیا وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر حاجی مولیٰ سے لپٹ گیا اور اسے گھوڑے سے اتار کر زمین پر گرا دیا اور خود اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اس موقع پر حاجی مولیٰ کے ساتھیوں نے حمید الدین کو مارنے کی بہت کوشش کی اور اسے زخمی بھی کیا لیکن اس نے حاجی مولیٰ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کا سر نہ کاٹ لیا۔ حاجی مولیٰ کو قتل کرنے کے بعد حمید الدین کوشک لعل میں آیا اور علوی کو قتل کر کے اس کا سر ایک نیزے پر لٹکا کر سارے شہر کے گلی کوچوں میں پھرایا۔ اس کے بعد حمید الدین نے علوی کا سر اور فتحنامہ علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کیا۔ علاؤالدین نے الماس بیگ الغ خاں کو دہلی روانہ کیا تاکہ مجرموں کو ان کے افعال کی پوری پوری سزائیں دی جائیں۔ ملک فخر الدین کے بیٹوں کو' اگرچہ وہ باغیوں کے ساتھ نہ تھے محض اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ حاجی مولیٰ ان کے باپ کا پروردہ پرداختہ تھا اور یوں ان بے گناہوں کے گھروں کو برباد و تاراج کیا گیا۔

علاؤالدین نے ایک سال یا ایک دوسری روایت کے مطابق تین سال کے اندر اندر آس پاس کے علاقوں سے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے اپنی فوجیوں میں خریطے تقسیم کیے۔ ہر شخص نے اپنے خریطے میں ریت بھری اور اسے ایک درے میں جسے رن کہا جاتا تھا پھینکنا شروع کیا۔ ان ریت سے بھرے ہوئے خریطوں سے درہ پٹ گیا اور ایک سرکوپ تیار ہو گیا اور اس سرکوپ کے ذریعہ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اہل قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور یوں قلعہ فتح ہو گیا۔ راجہ ہمیر دیو کو مع اس کے اہل و عیال کے قتل کیا گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ میر محمد شاہ اور اس کے لشکریوں کی جماعت جالور سے فرار ہو کر رنتھنبور میں پناہ گزین ہوئی تھی۔ رنتھنبور کی فتح کے بعد بے شمار مغلوں کو قتل کیا گیا میر محمد شاہ کو بھی میدان جنگ میں بہت زخم آئے اور وہ ایک طرف گر گیا۔ علاؤالدین نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو اسے بہت رحم آیا علاؤالدین نے میر محمد شاہ سے پوچھا۔ "اگر ہم تمہارا علاج کروا کے تمہیں موت کے ہاتھوں سے بچا لیں تو صحت یاب ہونے کے بعد تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے" میر محمد نے جواب دیا "اگر میں صحت یاب ہو جاؤں گا تو تجھے قتل کر کے

کے پاؤں سے پامال کروادیا۔ اس کے بعد علاؤالدین کو میر محمد کی بہادری اور اپنے آقا کے ساتھ وفاداری کا احساس ہوا تو اس نے حکم دیا کہ میر محمد کی تجہیز و تکفین کر دی جائے۔ ان حالات سے فرصت پانے کے بعد علاؤالدین نے راجہ ہمیر دیو کے نمک حرام ملازموں کی طرف توجہ کی اور اس کے تمام خادموں کو یہ کہہ کر قتل کروایا کہ جب ان لوگوں نے اپنے آقا ہی کی ساتھ بے وفائی کی تو ہمارے ساتھ کس طرح اچھائی کریں گے۔ مجرموں کو سزا دینے کے بعد علاؤالدین قلعے میں داخل ہوا۔ اس قلعے میں بے اندازہ دولت تھی علاؤالدین نے یہ دولت مع قلعے اور اس علاقے کی حکومت الماس بیگ کے سپرد کی اور خود واپس وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اس واقعہ کے پانچ چھ ماہ بعد الماس بیگ بیمار پڑ گیا۔ اسی بیماری کے عالم میں دہلی کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے ہی میں موت کی ظالم ہاتھوں نے اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

بغاوتوں کو روکنے کی تدابیر

اس زمانے میں علاؤالدین امراء کی ہنگامہ خیزیوں سے بہت ڈر گیا تھا اس لیے اس نے اپنے مخصوص معاملہ فہم امیروں سے یہ مشورہ کیا کہ اسے ایسی کون سی تدابیر اختیار کرنی چاہیں جن پر عمل کر کے بغاوت و سرکشی کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کیے جائیں۔ ان امراء نے جواب دیا۔

ہنگامہ خیزی اور بغاوت کا سبب عام طور پر چار چیزیں ہوا کرتی ہیں جو یہ ہیں۔

اول - بادشاہ کا رعایا سے بالکل بے خبر رہنا اور اس کی بھلائی یا برائی کی پرواہ نہ کرنا۔

دوم - ملک میں شراب نوشی کا عام رواج ہونا۔ شراب نوشی کی وجہ سے انسان کی نفسانی خواہشات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اس کی بدطینتی کا مادہ ابھرنے لگتا ہے۔ انسان نشے کی عالم میں اپنے آپ سے باہر نکل کر اپنی خواہشات کو تسکین پہنچانے کے لیے طرح طرح کی حرکات کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں اور پھر ہم خیالی کی بدولت آپس میں مل جل کر ملک میں ہنگاموں اور شورشوں کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

سوم - امراء اور اراکین سلطنت کا آپس میں گہرے مراسم رکھنا۔ جب امراء آپس میں شیر و شکر ہوتے ہیں تو اس وقت ان میں سے اگر کوئی ایک کسی فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو باقی تمام اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

چہارم - مال و دولت کی فراوانی۔ جب کم ظرفوں اور کمینوں کو ان کی حیثیت سے زیادہ روپیہ مل جاتا ہے تو وہ اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں' وہ ہر چیز پر قابض ہونے کی تمنا کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ ان کی حریص نگاہیں زمام حکومت کو بھی ہاتھ میں لینے کے لیے تڑپنے لگتی ہیں۔

خفیہ خبر رسانی کا انتظام

علاؤالدین کو اپنے اراکین سلطنت کی یہ باتیں بہت پسند آئیں اور اس نے ان خرابیوں کو دور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے علاؤالدین نے چاروں طرف معتبر جاسوس مقرر کیے اور خفیہ خبر رسانی کے محکمے کو اس قدر ترقی دی کہ اسے ملک کے تمام اچھے برے حالات کی خبریں ملنے لگیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ امراء اور اراکین سلطنت رات کے وقت اپنے گھروں میں اپنے اہل و عیال سے جو باتیں کیا کرتے تھے' ان کی اطلاع بھی بادشاہ کو ہو جایا کرتی تھی۔ صبح کے وقت جب کوئی امیر بادشاہ کے حضور میں آتا تو بادشاہ اس کے سامنے گزشتہ رات کی اس کی گفتگو کی رپورٹ اس کے سامنے رکھ دیتا۔ امیر اس تحریر کو پڑھ کر انگشت بدنداں ہو جاتا' کیوں کہ اس رپورٹ میں ایک ایک بات بالکل صحیح طریقے سے لکھی ہوئی ہوتی تھی۔ اس کاروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوئے بھی گھبرانے لگے۔ اپنے گھروں میں بھی لوگ آدھی [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

گفتگو اشاروں کنایوں سے ہوتی تھی- اس صورت حال کی وجہ سے ملک میں چاروں طرف امن و امان کا دور دورہ ہو گیا- تمام راستے پرامن ہو گئے سوداگر اور تجارت پیشہ لوگ بغیر کسی خوف و خطر کے راتوں کو سفر کیا کرتے تھے دریائے شور کے کنارے تک' بنگالہ کے راستے تلنگانہ اور مالا بار تک سندھ اور گجرات کی راہ گزاریں' کابل اور کشمیر تک لاہور کی سڑکیں ایسی پرامن ہو گئیں کہ جیسی دہلی اور سیری کی گلیاں' مسافر جس قدر مال و اسباب چاہتے اپنے ساتھ رکھتے- راستے کے جنگلوں میں وہ ڈاکوؤں اور چوروں وغیرہ سے بالکل بے خطر ہو کر' راتوں کو چین کی نیند سوتے اور ان کا تمام مال و اسباب ان کے پاس پڑا رہتا- مسافر' دروان سفر میں جس گاؤں سے بھی گزرتے وہاں کا چودھری ان کی پوری توجہ سے آؤ بھگت کرتا-

شراب نوشی پر پابندی

دوسرا مشورہ شراب نوشی کی ممانعت سے متعلق تھا اس سلسلے میں علاؤالدین نے سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ خود کھلے بندوں میں شراب پینی بند کر دی اور یوں محفل بادہ نوشی کا انعقاد ختم ہو گیا' عیش و عشرت کی محفلیں برباد ہو گئیں- بدایوں دروازے کے پاس شراب کے کتنے ہی مٹکے خاک میں ملا دیئے گئے- ساغروں اور صراحیوں کو پاش پاش کر کے پھینک دیا گیا شراب پینے کے لیے جو سونے اور چاندی کے برتن استعمال کیے جاتے تھے' ان کو گلا ڈالا گیا اور ان سے سکے ڈھال کر شاہی خزانے میں داخل کر دیئے گئے- شہر میں عام اعلان کر دیا گیا کہ بادشاہ نے شراب نوشی سے توبہ کر لی ہے لہٰذا جو شخص شراب پئے یا بیچے گا' اس کو سخت سزا دی جائے گی- تمام مقبوضہ علاقوں میں اس قسم کے فرامین بھیجے گئے اور لوگوں نے بسرو چشم شاہی حکم کی تعمیل میں اپنے گھروں سے شراب نکال کر سڑکوں اور شاہراہوں پر بہا دی- کہا جاتا ہے کہ شاہی حکم کے بعد سڑکوں اور گلیوں میں اتنی شراب لنڈھائی گئی کہ برسات کے موسم کی طرح ہر طرف کیچڑ کیچڑ نظر آتی تھی- بادہ خوار حسرت بھری نظروں سے یہ منظر دیکھتے اور زبان حال سے "یالیتنی کنت ترابا" (اے کاش میں مٹی ہوتا) کا ورد کرتے- شہر کے چوکیدار بڑی چوکسی اور تندہی سے اس امر کا خیال رکھتے کہ شراب کا کوئی برتن شہر کے اندر نہ جانے پائے- اگر کبھی کوئی شخص گھاس' لکڑیوں یا دیگر سامان کے اندر شراب کا برتن چھپا کر' شہر میں لے جانے کی کوشش کرتا تو اسے اپنی اس کوشش میں ناکامی ہوتی- چوکیدار فوراً اس قسم کے مجرموں کو تاڑ لیتے اور شراب حاصل کر کے بحکم سرکار ضبط کر لی جاتی- یہ ضبط کی ہوئی شراب شاہی فیل خانے میں بھجوا دی جاتی اور ہاتھیوں کو پلوا دی جاتی اس عہد کی ہاتھیوں کی زندگی قابل رشک تھی' کہ انھیں پینے کے لیے شراب مل جاتی تھی اور وہ اپنی زندگی کے ایام عیش و عشرت میں بسر کرتے تھے- ان تمام حفاظتی تدابیر اور شدید احکامات کے باوجود کچھ لوگ کسی نہ کسی بہانے اور چالاکی سے شراب لے ہی آتے تھے' اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر ساغر و مینا سے اٹھکیلیاں کرتے تھے ان بادہ پرستوں کو قید و بند اور ذلت و رسوائی کی قطعاً پروا نہ تھی اور وہ ہمیشہ سرشار بادہ رہتے- جب بادشاہ کو ان لوگوں کی حرکت کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ بدایوں دروازے کے پاس جو' عام راستے پر واقع ہے' ایک کنواں کھودا جائے' اور جو لوگ حکم امتناع شراب نوشی کی خلاف ورزی کریں' انھیں اس کنوئیں میں قید کر دیا جائے- (اس حکم پر عمل کیا گیا اور بہت سے لوگوں کو اس کنوئیں میں قید کیا گیا) اس کنوئیں کے اکثر قیدی تو دوران قید ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے تھے' اور جو لوگ اس قید سے رہائی حاصل کرتے تھے' ان کی صحت ایسی خراب ہوتی کہ مدتوں تک وہ علاج معالجہ کرواتے رہتے' تب کہیں جا کر تندرستی کی نعمت میسر آتی- جب علاؤالدین نے دیکھا کہ ملک میں شراب نوشی کی لعنت تقریباً ختم ہو چلی ہے اور اس سلسلے کے احکامات پر پوری طرح عمل کیا جانے لگا ہے تو اس نے اس قدر نرمی ضرور برتی کہ یہ اجازت دے دی کہ اگر امراء و رؤسائے شہر اپنے گھروں میں تنہا طور پر شراب پینا چاہیں تو پی سکتے ہیں-

besturdubooks.wordpress.com

آپس میں بادشاہ کے حکم کے بغیر' رشتے ناتے کرنے پر پابندی لگا دی گئی- اس کے علاوہ ایک دوسرے کی دعوتیں کرنے کا دستور بھی ختم کر دیا گیا- اس حکم پر فورا" عمل کیا گیا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارا کین سلطنت ایک دوسرے کے لیے بیگانے ہو گئے- اگر اتفاق سے کسی امیر کے ہاں کوئی مہمان آجاتا' یا کوئی امیر کسی امیر کے ہاں رشتہ کرنا چاہتا تو وہ سید خاں وزیر جسے "فتنہ انگیز" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا' کے نام ایک خط کر لکھ کر تمام حالات سے اسے آگاہ کرتا اور اس کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا' تاکہ سید خاں بادشاہ سے اجازت حاصل کر لے

دولت کی تحدید

چوتھا مشورہ دولت کی فراوانی کو ختم کرنے سے متعلق تھا اس پر یوں عمل کیا گیا کہ وہ تمام قصبات جو معافی یا کسی اور وجہ سے رعایا کے قبضے میں تھے' وہ شاہی تحویل میں لے لیے گئے بادشاہ نے ہر امیر اور غریب پر' جائز و ناجائز' ہر طرح کا اثر ڈال کر' اس کی تمام دولت حاصل کر کے شاہی خزانے میں جمع کر دی- اس اقدام کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ کھانے پینے سے بھی محتاج ہو گئے اور روزگار حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگے- انہیں اتنی فرصت ہی نہ رہی کہ وہ فتنوں اور ہنگاموں کی طرف توجہ کرتے-

مساوات کا دور دورہ

مندرجہ بالا اقدامات کے بعد علاؤ الدین خلجی نے سلطنت میں ایسے قوانین جاری کرنے کا ارادہ کیا کہ جن کی رو سے ملک میں مساوات کا دور دورہ ہو جائے' کمزوروں اور طاقتوروں میں کوئی فرق باقی نہ رہے- دیہاتوں کے مکھیوں اور چودھریوں کو' عام لوگوں کے مقابلے پر جو امتیازات حاصل ہیں انہیں ختم کر دیا جائے- اس سلسلے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ زمین کی پیمائش کی جائے اور تمام پیداوار کا نصف حصہ شاہی خزانے میں داخل کر دیا جائے- اس حکم کا اطلاق مکھیا' چودھری اور عام رعایا پر بھی کیا گیا- وہ رقم جس پر مکھیا اور چودھری اپنا حق سمجھتے تھے' وہ بھی وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کی گئی- مکھیا اور گاؤں کے دوسرے افراد پر' کھیتی باڑی کے لئے چار گائے سے زیادہ اور گھریلو ضروریات کے لیے دو بھینسوں دو گائے اور بارہ بکریوں سے زیادہ جانور رکھنے پر پابندی لگا دی گئی- چرائی کا محصول جانوروں کے مالکوں سے جانوروں کی تعداد کے مطابق لیا جانے لگا- شاہی ملازموں اور اہل کاروں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بڑی احتیاط سے اور دیانتداری کے ساتھ ان قواعد پر عمل کریں اور بددیانتی کر کے ایک جتیل بھی اپنی ذات کے لیے حاصل نہ کریں- اگر اہلکار اپنے روزینے کے علاوہ کوئی رقم وصول کرتے تھے تو پٹواری کے دفتر کا محاسبہ کیا جاتا تھا' اور اگر کسی فرد کے نام کوئی رقم زیادہ نکلتی تھی' تو وہ اسی وقت سختی کے ساتھ اس فرد سے حاصل کر لی جاتی تھی-

اس صورت حال کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سے عاملوں اور اہل کاروں کو اپنے پیشے میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا اور انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا- گاؤں کے چودھریوں کی زندگی کا نظام بالکل درہم برہم ہو گیا وہ لوگ جو انتہائی امیرانہ شان سے زندگی بسر کرتے تھے اور جن کی لمحہ لمحہ عیش و عشرت کی نذر ہوتا تھا' وہ اب اس حالت کو پہنچ گئے تھے کہ ان کے گھروں کی عورتیں' دوسرے خوش حال گھرانوں میں ملازمتیں کر کے گزر بسر کا سامان فراہم کرنے لگیں-

فاسد خیالات اور ان کی اصلاح

سلطان علاؤ الدین خلجی کبھی کبھی اس خیال کا اظہار کیا کرتا تھا کہ ملک کی حکمرانی اور بادشاہت کے نظام کو صرف بادشاہ کی رائے اور اس کی مصلحتوں سے تعلق ہوتا ہے- ان سیاسی کاموں سے خداوند تعالیٰ کی شریعت کو کوئی واسطہ نہیں ہے- مذہبی علماء کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ مختلف قسم کے مقدموں کا فیصلہ کریں' خاندانی جھگڑوں کو ختم کریں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت کے بہترین طریقے بتائیں- اپنی اس غلط رائے پر علاؤ الدین ہمیشہ عمل کرتا تھا اور کسی معاملے پر شرعی احکام کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا' اس زمانے کے دینی علماء میں قاضی ضیاء الدین بیانوی' مولانا ظہیر لنگ مرشد کہرامی' شاہی دیوان خانے میں آتے رہتے تھے اور بادشاہ کی بارگاہ کے باہر امراء کے ساتھ شریک طعام

besturdubooks.wordpress.com

ہوا کرتے تھے' لیکن قاضی مغیث الدین بیانوی کو بادشاہ کی پوری پوری قربت حاصل تھی' وہ اپنے زمانے کے بہترین عقلمندوں میں سے تھے' کیونکہ انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ علاؤ الدین بالکل پڑھا لکھا نہیں ہے۔ جب شاہی گماشتوں کے مراسلے بادشاہ کی خدمت میں پیش ہونے لگے تو اس وقت بادشاہ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے اس طرف توجہ کی کوشش کر کے اس نے اتنی استعداد پیدا کر لی کہ خط شکستہ کی عبارت باآسانی پڑھنے لگا۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے فارسی کی چند کتابوں کا مطالعہ کیا اور علماء سے علمی معاملات میں گفتگو کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے فاسد خیالات اصلاح پذیر ہوئے اور اسے اس بات کا یقین آگیا کہ علماء اور قاضی نیک نیت اور پاک باطن لوگ ہیں۔ یہ لوگ دنیاوی فوائد کے لالچ میں گرفتار ہو کر مسائل گھڑا نہیں کرتے عقائد کی اس تبدیلی کے بعد علاؤ الدین کبھی کبھی علماء کی مجلس میں شرکت کرتا اور ان سے شرعی مسائل کے بارے میں گفتگو کرتا تھا۔

قاضی مغیث سے بادشاہ کی گفتگو

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ نے قاضی مغیث الدین بیانوی سے کہا میں تم سے چند مسائل کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ چونکہ علاؤ الدین نے زندگی بھر کبھی علماء سے کوئی بات چیت نہ کی تھی اور ہمیشہ انہیں مطلب پرست اور دغاباز سمجھ کر ان سے کسی قسم کا کوئی مشورہ نہ لیا کرتا تھا۔ اس لیے قاضی صاحب بادشاہ کو یہ بات سن کر دل ہی دل میں خائف ہوئے کہ خدا جانے کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ انہوں نے ہاتھ باندھ کر بادشاہ سے عرض کی "حضور مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا وقت اب قریب آچکا ہے' اس لیے آپ کوئی مسئلہ پوچھنے کی زحمت نہ فرمائیں بلکہ شاہی ملازمین کی یہ حکم دیں کہ ابھی' اسی وقت میرا سر قلم کر دیں"۔ بادشاہ نے قاضی صاحب سے اس ڈر اور خوف کی وجہ پوچھی۔ قاضی صاحب نے کہا حضور مجھ سے جو کچھ بھی دریافت فرمائیں گے میں اس کا صحیح صحیح جواب دونگا' اگر یہ جواب حضور کی مرضی کے خلاف ہوا تو پھر میرا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر میں نے آپ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلط جواب دیا اور پھر آپ نے بعد میں دیگر علماء سے میرے جواب کی تصدیق فرمائی تو پھر مجھ پر جھوٹ بولنے کا الزام ثابت ہو جائے گا اور اس صورت میں بھی میرا حشر وہی ہو گا کہ جو پہلی صورت میں ہوتا۔ یہ جواب سن کر علاؤ الدین مسکرایا اور اس نے قاضی صاحب سے کہا میں جو کچھ تم سے دریافت کروں تم اس کا جواب اسلامی شریعت کے مطابق دو اور یہ یقین رکھو کہ سچ بولنے کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے قاضی صاحب سے کچھ سوالات کیے اور قاضی صاحب نے ان کی تسلی بخش جوابات دیے یہ سوالات و جوابات درج ذیل لیے جاتے ہیں۔

سوال: اسلامی شریعت کی رو سے کس ہندو کو ذمی اور خراج گزار کہا جا سکتا ہے؟

قاضی صاحب کا جواب: مذہب اسلام کی رو سے ان غیر مسلموں کو ذمی کہا جاتا ہے جو اسلامی حکمران کے عاملوں کے طلب کرنے پر بغیر کسی حیل و حجت کے مال اور خراج ادا کر دیں۔ اگر بادشاہی عامل ان غیر مسلموں کی کوئی بے عزتی بھی کریں تو انہیں صبر کے ساتھ برداشت کرنی چاہیے اور مال کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ علمائے مذہب اسلام نے غیر مسلموں کے متعلق یہ حکم دیا ہے یا تو وہ مذہب اسلام قبول کر لیں یا قتل کر دیے جائیں۔ احادیث صحیح سے بھی اسی فتوے کی تائید ہوتی ہے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی نے غیر مسلموں کو قتل کرنے سے منع کیا اور اس کی جگہ جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے غیر مسلموں سے سخت گیری سے مالگذاری وصول کرنا چاہیے تاکہ یہ تشدد اور سخت گیری قتل کے قائم مقام ہو سکے۔ یہ جواب سن کر علاؤ الدین مسکرایا اور کہا۔ "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے' لیکن میں نے اپنے ذاتی غور و فکر سے جو طریقہ اختیار کیا' وہ یہی ہے اور میں غیر مسلموں سے ایسا ہی سلوک کرتا ہوں"۔

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

چوری کے مترادف سمجھنا جائز ہے اور رشوت لینے والوں کو وہی سزا دی جاسکتی ہے جو چوروں کو دی جاتی ہے۔

جواب: شاہی اہل کار اپنی معمولی تنخواہ کے علاوہ' جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو' اگر کوئی رقم وصول کریں تو بڑی سختی سے ساتھ وہ رقم ان سے واپس لے لینی چاہیے' لیکن چوروں کے لیے جو ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے' وہ ان لوگوں پر جاری نہیں کی جاسکتی۔ بادشاہ نے قاضی مغیث الدین کا یہ جواب سن کر کہا۔ "میں نے بھی سزا کا یہی قانون رائج کیا ہے۔ شاہی اہل کار جو رقم بددیانتی سے وصول کرتے ہیں میں بڑی سختی کے ساتھ ان سے واپس لے لیتا ہوں تاکہ لالچی اور ظالم اہل کار رعایا کو تنگ نہ کریں اور رشوت لینے کا رواج ختم ہو جائے۔"

تیسرا سوال: بادشاہ نے تیسرا سوال یہ کیا۔ میں نے اپنی امارت کے زمانے میں دیوگڑھ سے جو مال دولت حاصل کیا ہے اس پر کس کا حق ہے؟ میرا یا رعایا کا۔ وہ میری ملکیت ہے یا بیت المال کی امانت۔

جواب: قاضی مغیث الدین نے کہا۔ "اس تمام مال و دولت میں آپ کا حق اتنا ہی ہے کہ جتنا ان لوگوں کا جنھوں نے یہ سب کچھ حاصل کرنے میں آپ کی مدد کی"۔ بادشاہ کو یہ جواب پسند نہ آیا اور اس نے کہا۔ "بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جو رقم میں نے اپنی امارت کے زمانے میں حاصل کی اور جسے شاہی خزانے میں داخل نہیں کیا گیا' وہ کس طرح بیت المال کی امانت ہو سکتی ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے جواب دیا۔ بادشاہ اپنی ذاتی کوشش اور قوت و محنت سے جو کچھ حاصل کرتا ہے' اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا' لیکن جو دولت اسلامی لشکر کی مدد سے بادشاہ حاصل کرے اس پر اس کا حق اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ ایک عام لشکری کا۔

چوتھا سوال: لشکر اسلام کی مدد سے جو دولت حاصل کی جائے اس میں میرا اور میری اولاد کا کتنا حصہ ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں قاضی صاحب نے کہا۔ "اب محسوس ہو رہا ہے کہ میری موت آگئی ہے آپ کو میرا پہلا جواب بھی پسند نہیں آیا تھا' اور یہ جواب تو کچھ زیادہ ہی ناپسندیدہ ہو گا۔ علاؤ الدین نے یہ سن کر کہا تم میرے سوال کا صحیح صحیح جواب دو اور اپنی جان کو بالکل محفوظ و مامون سمجھو"۔

قاضی مغیث الدین نے کہا۔ "اس سلسلے میں تین (۳) مختلف طریقوں پر عمل کیا جاسکتا ہے اگر ازروئے انصاف دیکھا جائے اور خلفائے راشدین کی تقلید کی جائے۔ تو اس طرح حاصل کی ہوئی دولت سے بادشاہ کو اسی قدر حصہ لینا چاہیے جتنا کہ ایک عام مسلمان کو اور اگر میانہ روی سے کام لیا جائے تو بادشاہ کو ان امیروں کے برابر حصہ لینا چاہیے کہ جنھیں زیادہ حصہ ملتا ہو اور اگر ملکی و سیاسی مصلحتوں کا خیال کیا جائے (جیسا کہ عام طور پر علماء ضعیف روایتوں کے سہارے بادشاہوں کو اس کا شرعی جواز بنا دیتے ہیں) تو بادشاہ امراء کے حصے سے کچھ زیادہ حصہ لے سکتا ہے تاکہ بادشاہ اور عام امراء کے مرتبے میں امتیاز کیا جائے اور شاہی رعب کو برقرار رکھا جائے۔ اس سے زیادہ حصہ لینا بادشاہ کے لیے کسی طور پر بھی جائز نہیں ہے۔ بادشاہ کی اولاد کا حق امراء اور مسلمانوں کے برابر ہونا چاہیے"۔ یہ جواب سن کر علاؤ الدین بہت خفا ہوا اور اس نے کہا۔ "اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ میرے حرم اور دیگر سلسلوں میں جو رقم صرف ہوتی ہے تم اس کو ناجائز قرار دیتے ہو؟" قاضی مغیث نے جواب دیا۔ حضور نے مجھ سے شرعی مسائل کے بارے میں پوچھا تھا' میں نے سب جوابات ازروئے شرع دیئے ہیں لیکن اگر ملکی مصلحت اور سیاسی ضروریات کے پیش نظر میری ذاتی رائے پوچھی جائے تو میں یہ کہوں گا کہ حضور کا عمل بالکل صحیح ہے' بادشاہ کے وقار اور اس کے رعب و داب کو قائم رکھنے کے لیے جس قدر دولت بھی صرف ہو گی اسے ملکی انتظامات کے اخراجات میں شمار کرنا چاہیے۔

پانچواں سوال: علاؤ الدین نے کہا۔ "میرا یہ معمول ہے کہ جو لشکری ضرورت کے وقت حاضر نہیں ہوتا میں اس سے 'سزا کے طور پر' تین (۳) سال کا معاوضہ واپس لے لیتا ہوں۔ باغیوں' مفسدوں اور سرکشوں کو میں ان کے ساتھیوں' ہمراہیوں اور بیوی بچوں سمیت

besturdubooks.wordpress.com

موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں اور ایسے مجرموں کی تمام دولت حاصل کر کے شاہی خزانے میں داخل کر دیتا ہوں- باغیوں سے میں کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کرتا اور ان کا نام و نشان مٹا کر ملک میں امن و امان کی فضا پیدا کرتا ہوں- شرابیوں کا بدکاروں اور چوروں کو میں شدید سزائیں دیتا ہوں' میرا خیال ہے کہ تم ان سب باتوں کو شرع اسلام کے خلاف کہو گے؟ قاضی صاحب یہ باتیں سن کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے' ایک کونے میں جاکر اپنے سر کو ہاتھوں پر رکھ کر زمین بوس ہوئے اور بڑے ادب کی ساتھ بادشاہ کو جواب دیا- "حضور نے جو باتیں بیان فرمائی ہیں وہ شریعت کے احکام کے خلاف ہیں-" بادشاہ یہ جواب سن کر بہت ہی سٹ پٹایا اور بوکھلا کر حرم سرا کی طرف چلا گیا-

قاضی صاحب بھی پریشانی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوئے اور جلد از جلد اپنے گھر پہنچے انہیں اپنی زندگی کا اب کوئی یقین نہ تھا' انہوں نے اپنے اہل و عیال سے ہمیشہ کے لیے رخصت طلب کی اور اپنے قتل کے شاہی فرمان کا انتظار کرنے لگے- وہ اسی انتظار میں خدا سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ دوسرے دن علاؤ الدین نے انہیں دربار میں بلایا اور خلاف توقع و امید انہیں شاہی لطف و کرم سے نوازا گیا- خاصے کا جامہ زردوزی اور ایک ہزار تنگہ بطور انعام دیا- علاؤ الدین نے قاضی صاحب سے فرمایا- "اگرچہ میں علم سے بالکل ناآشنا اور شرعی مسائل سے قطعاً ناواقف ہوں لیکن مسلمان اور مسلمان کا بیٹا ہوں' میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے' لیکن دنیا کے معاملات اور خاص طور پر ہندوستان کی مہمات صرف شرعی مسائل پر عمل کرنے سے حل نہیں ہو سکتیں- جب تک سیاست کے شدید ترین قواعد سے کام نہ لیا جائے ملک میں امن و امان قائم رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے میرا خیال ہے کہ محض مذہبی وعظ اور نصیحتوں سے اس زمانے کے لوگ سیدھے راستے پر نہیں آسکتے- یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ فاسق اور بدکار لوگ زناکاری کے والہ و شیدا ہیں' خصہ' قید اور مارپیٹ سے یہ لوگ بدکاری سے توبہ نہیں کر سکتے ایسے لوگوں کی عبرت کے لیے ان میں سے چند کو ناکارہ کر دیتا ہوں- تاکہ ملک میں بدکاروں کے حوصلے پست ہو جائیں- میری نیت نیک اور صاف ہے' میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق امن چین اور خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کرے' چونکہ اللہ کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اس لیے مجھے پوری پوری امید ہے کہ خداوند تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے گا-"

قلعہ چتوڑ کی فتح

کچھ عرصہ بعد علاؤ الدین نے بنگالہ کے راستے ایک لشکر تلنگانہ کے مشہور علاقے ورنگل کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود ایک زبردست فوج لے کر قلعہ چتوڑ کی طرف بڑھا جو آج تک کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوا تھا- علاؤ الدین نے کامل چھ (٦) ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور آخر کار ٧٠٣ھ میں محرم کے مہینے میں اس قلعے کو تسخیر کر ہی لیا- بادشاہ نے یہ قلعہ اپنے بڑے بیٹے خضر خاں کے حوالے کیا اور اس کا نام "خضر آباد" رکھا- قلعے کے پاس ہی ایک بڑے میدان میں علاؤ الدین نے ایک محفل جشن کا انعقاد کیا اور خضر خان کو چتر اعلیٰ عنایت کر کے اپنا ولی عہد مقرر کیا-

مغلوں کا حملہ

علاؤ الدین کے اس سفر کی خبر ماوراء النہر تک پہنچی اور وہاں کے باشندوں نے یہ خیال کیا کہ اس دور دراز سفر سے لوٹنے میں بادشاہ کو ایک طویل عرصہ درکار ہو گا- اس خیال کے پیش نظر طرغی نامی مغل سردار کی نگرانی میں مغلوں کا ایک لشکر ہندوستان کو لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے کے لیے اپنے ملک سے روانہ ہوا- علاؤ الدین کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دہلی پہنچا- مغلوں کا لشکر علاؤ الدین کے ورود دہلی کے ایک ماہ بعد دہلی کے قریب پہنچا اور دریائے جمنا کے کنارے مقیم ہوا یہ لشکر ایک لاکھ بیس ہزار

besturdubooks.wordpress.com

اپنی جاگیروں میں تھے' اس لیے علاؤ الدین کو مغلوں کا مقابلہ کرنا ذرا مشکل نظر آیا وہ اپنے انجام کی طرف سے متفکر ہوا۔ تاہم اس سے جس طرح بھی ہو سکا وہ دہلی سے سیری چلا آیا۔ علاؤ الدین نے اپنی فوج کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور لشکر گاہ کے آس پاس خار بندی کرا کے تمام راستوں کو اچھی طرح سے بند کر کے اپنے امراء کی آمد کا انتظار کرنے لگا مغلوں نے دہلی کے نواحی علاقے پر قبضہ کر کے آس پاس کی حدود کو پوری طرح مستحکم کر لیا۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو امراء کول اور برن میں مقیم تھے وہ علاؤ الدین تک نہ پہنچ سکے۔ مغلوں کی دست درازیاں اس حد تک بڑھیں کہ انہوں نے چند مرتبہ خاص دہلی شہر پر چھاپہ مارا اور غلہ وغیرہ اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح انہوں نے شاہی لشکر پر بھی حملہ کر کے بہت سوں کو ہلاک اور زخمی کر لیا۔ اس قسم کی مصیبتوں کی وجہ سے دہلی کے لوگوں کا ناک میں دم آ گیا۔ علاؤ الدین بھی سخت پریشان ہوا اور اس نے حضرت نظام الدین اولیاء سے مدد طلب کی اور اس مشکل سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس رات کرفی کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ راتوں رات اس نے محاصرہ' جو دو مہینے سے قائم تھا بغیر کسی خاص وجہ سے اٹھا لیا اور اپنے لشکر کے ہمراہ واپس اپنے ملک لوٹ گیا۔ اس مصیبت کا ٹل جانا ایک معجزہ تھا اور اسے لوگوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کی کرامت سمجھا۔ اس سانحے سے علاؤ الدین نے یہ سبق لیا کہ سکندر کی طرح ساری دنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھنا ایک غلط بات ہے اصل کام تو یہی ہے کہ دارالسلطنت میں بیٹھ کر بیرونی حملہ آوروں کے ہنگاموں اور شورشوں کو فرو کر کے سلطنت کی بنیادوں کو محفوظ کیا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔

ضروریات زندگی کی ارزانی

علاؤ الدین نے سیری کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور ہزار ستون اور دیگر عالی شان عمارتوں کی بنیاد ڈالی' حصار دہلی کو بھی نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔ مغل جن راستوں سے آیا کرتے تھے ان کے قلعوں کو مستحکم و مضبوط کیا گیا' تجربہ کار امراء کو ان قلعوں کی حفاظت کا فریضہ سونپا گیا۔ علاؤ الدین نے یہ ارادہ کیا کہ دارالسلطنت میں اتنا لشکر رکھا جائے جو مغلوں کے حملے کو روکنے کے لیے کافی ہو اور جس سے مقبوضات کا انتظام بھی کیا جا سکے۔ لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے بہت زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ شاہی خزانے میں جس قدر روپیہ تھا وہ لشکر کی تنخواہ اور دوسرے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے صرف پانچ یا چھ سال تک کام آ سکتا تھا۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے اپنے خاص اور قابل امراء سے جن کا سردار ملک خطیر الدین تھا' مشورہ کیا۔ بادشاہ نے ان امراء سے پوچھا کہ لشکر کی تعداد میں کس طرح اضافہ کیا جائے؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ چنگیزیوں اور دیگر حکمرانوں کی تقلید میں سپاہیوں کی تنخواہ میں کمی کر دی جائے امراء نے جواب دیا۔ "حضور کا مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے کہ جب ضروریات روزمرہ کی اشیاء سستے داموں بکیں۔ نیز گھوڑوں' ہتھیاروں' سامان اسلحہ وغیرہ میں بھی مناسب کمی کر دی جائے اس ارزانی کی وجہ سے سپاہیوں کو اپنی تنخواہوں میں کمی محسوس نہ ہو گی"۔ علاؤ الدین نے اس مشورے کو بہت پسند کیا اور اپنے اراکین سلطنت کی مدد سے چند قواعد ایسے مرتب کیے جن پر عمل کرنے سے اشیاء کی قیمتوں میں خاطر خواہ کمی ہو گئی اور بادشاہ کا مقصد پورا ہوا۔

قاعدہ نمبر ۱ (غلے سے متعلق)

غلے کا نرخ حکومت کی طرف سے مقرر کیا گیا۔ تاجروں کو اس نرخ میں کمی بیشی کرنے کا حق نہ تھا' غلے کا جو بھاؤ دہلی میں تھا' وہی ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی مروج ہوا' یہ نرخ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک من گیہوں	ساڑھے سات جیتل
۲۔ ایک من جو	چار جیتل
۳۔ ایک من چنا	پانچ جیتل

besturdubooks.wordpress.com

ایک من دھان	پانچ جیتل
ایک من ماش	پانچ جیتل
ایک من موٹھ	تین جیتل

علاؤ الدین خلجی کے تمام عہد حکومت میں یہی نرخ قائم رہے۔ البتہ جب بارش کم ہوتی یا کسی وجہ سے غلہ کم پیدا ہوتا تو ان نرخوں میں تھوڑا بہت فرق ہو جاتا یہ حقیقت ہے کہ نرخ کا تعین علاؤ الدین کا ایک عجیب و غریب کارنامہ ہے جو اس کے عہد سے پہلے عمل میں نہیں آیا اور نہ ہی اس کے بعد اس کی کوئی توقع ہے۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے کچھ اہم اقدامات بھی کیے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اقدام نمبر(۱): ضابطہ دار ملک قبول کو بازار (منڈی) کا کوتوال مقرر کیا گیا۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ بازار کے نرخوں پر کڑی نظر رکھے اور کسی چیز کی قیمت میں کمی بیشی نہ ہونے دے۔

اقدام نمبر(۲): علاؤ الدین نے یہ حکم دیا کہ خالصہ شاہی میں دیوانی کا جو حصہ ہے اس کے تبادلے میں غلہ لیا جائے اور یہ غلہ قصبوں میں جمع کیا جائے تاکہ اگر بازار میں غلے کی کمی ہو جائے تو وہ جمع شدہ غلہ منڈی میں لاکر شاہی نرخ کے مطابق بیچا جائے۔

اقدام نمبر(۳): بادشاہ نے ملک قبول کو حکم دیا کہ سارے ملک کے غلہ فروشوں کو جمع کر کے دریائے جمنا کے کنارے آباد کیا جائے۔ تاکہ ملک کے غلے کی تمام پیداوار ایک ہی جگہ جمع کی جا سکے اور اسے شاہی نرخوں کر مطابق بیچا جا سکے۔ نیز غلہ فروشوں سے یہ تحریری عہد لیا جائے کہ وہ بادشاہی احکام کی پوری پوری تعمیل کریں گے۔

اقدام نمبر(۴): تاجر پیشہ لوگ عام طور پر یہ کرتے ہیں کہ غلہ جمع کر کے اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور جب ملک میں غلہ کم ہو جاتا تو اپنے جمع شدہ ذخیرے کو مہنگے داموں پر فروخت کرتے علاؤ الدین نے اس کی بڑی سختی سے ممانعت کر دی اگر کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی شخص نے اس نیت سے غلہ جمع کر رکھا ہے تو وہ غلہ بحکم سرکار ضبط کر کے شاہی ذخیرے میں جمع کر دیا جاتا اور اس شخص پر جرمانہ کیا جاتا۔

اقدام نمبر(۵): لوگوں کو حکم دیا گیا کہ کھیتوں میں ان کی ضروریات سے زاید جس قدر غلہ پیدا ہو اس کو کھیت کے اندر ہی فروخت کر دیا جائے اور ذاتی ضروریات سے ایک دانہ بھی زیادہ نہ رکھا جائے۔ عاملوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ کھیت ہی میں مال حاصل کر کے وہیں قیمت ادا کریں اور کسی کو اس کی ضرورت سے نہ لے جانے دے۔ اس صورت سے ذخیرہ اندوزی کا سدباب ہو گیا۔

اقدام نمبر(۶): روزانہ منڈی کے نرخوں اور دیگر معاملات کی تفصیل سے بادشاہ کو آگاہ کیا جائے۔ اگر اس حکم کی ذرا سی بھی خلاف ورزی کی جاتی تو منڈی کے اہل کار اور لظماء کو سخت سزائیں دی جاتیں۔

قحط کے زمانے میں یہ حکم تھا کہ ہر شخص صرف اپنی ضروریات کے مطابق ہی غلہ خریدے اور اس کے علاوہ آدھ سیر بھی زاید غلہ اپنے گھر نہ لے جائے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بھی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس قسم کے معاملات میں تحقیقات کرنے کے لیے شاہی اہل کار مقرر کیے جاتے تھے جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں بڑی سخت گیری سے کام لیتے تھے۔ بادشاہی جاسوس بھی بڑی مستعدی سے بازار کے حالات سے باخبر رہتے اور بادشاہ کو مطلع کرتے رہتے۔ ان انتظامات کی وجہ سے کسی شخص کی بھی جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ غلے کی قیمت میں آدھے جیتل کی بھی کمی بیشی کر سکے۔

قاعدہ نمبر۲(کپڑے کے متعلق)

نئے نئے قوانین رائج کرنے والے بادشاہ علاؤ الدین نے ہر قسم اور نوعیت کے اعلیٰ اور روزمرہ کی معمولی استعمال کے کپڑوں کو بذات

besturdubooks.wordpress.com

کپڑوں کے جو نرخ مقرر کیے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔

چیر دہلی	سولہ (۱۶) تنگہ
چیر کو مکہ	چھ (۶) تنگہ
سیری صاف عمدہ	پانچ (۵) تنگہ
سیری صاف متوسط	تین (۳) تنگہ
سیری صاف ادنیٰ	دو (۲) تنگہ
سلائی اعلیٰ	چار (۴) تنگہ
سلائی متوسط	تین (۳) تنگہ
سلائی ادنیٰ	دو (۲) تنگہ
کرپاس اعلیٰ بیس گز	ایک تنگہ
کرپاس متوسط تیس گز	ایک تنگہ
کرپاس ادنیٰ چالیس گز	ایک تنگہ
کرپاس سادہ	دس جیتل

کپڑوں کی ان قیمتوں کو مروج کرنے کے لیے کچھ ضابطے بھی بنائے گئے جو یہ ہیں۔

ضابطہ نمبر۱: بدایوں دروازے میں ایک بہت بڑی سرائے تعمیر کروائی گئی اور وہ "سرائے عدل" کے نام سے موسوم کی گئی۔ علاؤ الدین کا حکم تھا کہ چاروں طرف سے کپڑے لا کر اس سرائے میں فروخت کیے جائیں۔ کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے گھر میں یا کسی اور بازار میں کپڑے کی خرید و فروخت کا کاروبار کر سکے۔ کپڑے کی اس منڈی کا دروازہ صبح نماز کے وقت کھلتا تھا اور ظہر کی نماز کے وقت بند ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص مقررہ اوقات سے پہلے یا بعد میں دوکان کھولتا یا بند کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔

ضابطہ نمبر۲: علاؤ الدین نے حکم دیا کہ شہر دہلی اور دیگر علاقوں کے عام سوداگران پارچہ کے نام سرکاری دفتر میں درج کر لیے جائیں اور ان سب سے کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ اپنا مال سرائے عدل میں لا کر مقرر کردہ سرکاری قیمتوں پر فروخت کریں۔

ضابطہ نمبر۳: امراء اور معززین شہر میں سے اگر کسے کو قیمتی کپڑا خریدنا ہوتا تو اسے پہلے رئیس بازار سے پروانہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ اس طریق کار کی یہ وجہ تھی کہ کہیں کوئی سوداگر قیمتی کپڑا سرائے عدل سے خرید کر کسی دوسرے شہر میں مہنگے داموں فروخت نہ کر سکے۔

ضابطہ نمبر۴: بادشاہ کے حکم سے ملتانی سوداگروں کو شاہی خزانے سے بیس (۲۰) لاکھ تنگہ ادا کیا گیا تاکہ وہ اس رقم سے قیمتی کپڑے اور اسباب وغیرہ خرید کر لائیں اور انہیں سرائے عدل میں مقررہ سرکاری نرخوں پر فروخت کریں۔

قاعدہ نمبر۳ (گھوڑوں کے متعلق)

علاؤ الدین نے بذات خود پوری طرح تحقیق کرنے کی بعد ہر قسم کے گھوڑوں کی قیمتیں مقرر کیں۔ دوسرے علاقوں میں بھی انہیں قیمتوں کو پیش نظر رکھا گیا۔

ان قیمتوں کے استحکام کے لیے حسب ذیل ضابطے مقرر کیے گئے۔

۱۔ درجہ اول کا گھوڑا	۱۰۰ تا ۱۲۰ تنگہ
۲۔ درجہ دوم کا گھوڑا	۸۰ تا ۹۰ تنگہ
۳۔ درجہ سوم کا گھوڑا	۶۵ تا ۷۰ تنگہ

besturdubooks.wordpress.com

۱۲ تا ۲۰ تنکہ

ان قیمتوں کے استحکام کے لیے حسب ذیل ضابطے مقرر کیے گئے۔

ضابطہ نمبر۱: علاؤ الدین نے حکم جاری کیا کہ شہر کے کیسہ دار سوداگروں سے گھوڑے نہ خریدیں بلکہ شاہی بازار ہی میں گھوڑوں کی خرید و فروخت ہو گئی۔ اس ضابطے کی پابندی کے لیے خریدار اور تاجر دونوں ہی سے وعدہ لیا گیا۔ کچھ عرصے بعد بادشاہ کو اطلاع ملی کہ کیسہ دار گھوڑوں کو کم قیمت پر خرید کر زیادہ قیمت پر بیچنے کی عادت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہہ کی گئی' لیکن وہ باز نہ آئے تو بادشاہی حکم سے ایسے لوگوں کے لیے موت کی سزا دی گئی اور کچھ کو خارج البلد کر دیا گیا۔

ضابطہ نمبر۲: اگر کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ ایک گھوڑا بھی مقررہ قیمت سے زیادہ پر بکا ہے تو شہر کے کوتوالوں سے باز پرس کی جاتی اور مجرموں اور بے گناہوں سے یکساں سلوک کیا جاتا۔

ضابطہ نمبر۳: ہر ماہ گھوڑے کی قسم اور قیمت اور دلالوں کے کام کی جانچ پڑتال کی جاتی۔ اگر کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ ذرا سی بھی شاہی احکام کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو تمام دلالوں کو سزا دی جاتی۔

قاعدہ نمبر۴ (غلاموں اور کنیزوں سے متعلق)

علاؤ الدین نے لونڈیوں اور غلاموں کی حسب ذیل قیمتیں مقرر کیں۔

درجہ اول	۱۰۰ تا ۲۰۰ تنکہ
درجہ دوم	۲۰ تا ۴۰ تنکہ
درجہ سوم	۵ تا ۱۰ تنکہ

قاعدہ نمبر۵ (گائے' بھینسوں' اونٹ' بکریوں وغیرہ سے متعلق)

ان جانوروں کی قیمتیں بھی اس زمانے کے لحاظ سے مناسب اور معقول طور پر مقرر کی گئیں اور اس سلسلے میں بھی وہی ضابطے عمل میں لائے گئے جو گھوڑوں کی خرید و فرخت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔

منڈی کے دن بھر کے تمام حالات ایک روزنامچے کی صورت میں ضبط تحریر میں لائے جاتے تھے۔ منڈی والوں کے حالات کی نگہداشت کے لیے شاہی جاسوس بڑی مستعدی سے اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ اگر بادشاہ کو معلوم ہو جاتا کہ اہل کاروں اور گماشتوں نے روزنامچے میں کوئی غلط واقعہ یا بات لکھی ہے تو ایسا کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں' بازار میں جس چیز کی خرید و فروخت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس کی قیمت علاؤالدین خود مقرر کرتا تھا۔ کسی چیز کو حقیر یا ناقابل التفات سمجھ کر قیمت متعین کیے بغیر نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سوئی' کنگھی' جوتے اور مٹی کے برتنوں تک کی قیمتیں مقرر کر دی گئی تھیں۔ سوکھی روٹی سے لے کر نانقان تک' حلوے سے لے کر ریوڑی تک اور پودینے سے لے کر پان تک غرض ہر چیز کی قیمت علاؤالدین خود مقرر کرتا تھا اور تحریری طور پر اس کے متعلق لوگوں کو اطلاع دے دی جاتی تھی۔ اہل دہلی کی ضروریات کے پیش نظر روزمرہ کے استعمال کی بعض دوسری اشیاء کی قیمتیں بھی مقرر کر دی گئی تھیں۔ مثلاً

مصری ایک سیر	۲ جیتل
سفید شکر ایک سیر	ایک جیتل
سرخ شکر ایک سیر	ایک جیتل
تلوں کا تیل ایک سیر	ایک جیتل

besturdubooks.wordpress.com

روغن ستور ایک سیر نصف جیتل
نمک پانچ سیر ایک جیتل

منڈی والوں کے حالات اور اشیاء کے نرخوں سے بادشاہ کی واقفیت ہمیشہ تازہ ہوتی تھی' اس کو تین مختلف طریقوں سے اطلاعات پہنچتی تھیں- اول کوتوال اور دوم رئیس بازار اپنی اپنی عرض داشتیں بادشاہ کے ملاحظے کے لیے روزانہ پیش کرتے- تیسرے بادشاہ کے جاسوس تمام حالات کی تحقیق کر کے بادشاہ سے سب کچھ بیان کر دیتے تھے- ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود بھی علاؤالدین کو اطمینان نہ ہوتا تھا اور وہ دوکانداروں اور تاجروں وغیرہ کا امتحان لینے کے لیے چھوٹے چھوٹے بچوں کو رقوم دے کر بازار بھیجتا تاکہ وہ حسب منشا بازار سے چیزیں خرید خرید کر لائیں اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں- یہ بچے خرید کر لاتے اور بادشاہ ان سے قیمت اور وزن وغیرہ کی بابت پوچھتا- اگر کبھی کہیں فرق نظر آ جاتا تو متعلقہ دوکاندار کو سخت سزا دی جاتی اس قسم کے مجرموں کو ادنیٰ سے ادنیٰ جو سزا دی جاتی وہ یہ تھی کہ ان کی ناک یا کان کاٹ دیے جاتے تھے-

ملحقات کے مصنف کا بیان ہے کہ ایک خوش مزاج اور رنگین طبیعت درباری نے علاؤالدین کو خوش دیکھ کر عرض کی- "حضور نے تمام ضروریات زندگی کا تو نرخ مقرر کر دیا ہے- لیکن ایک چیز جو سب سے ضروری اور اہم ہے اس کی طرف ابھی تک حضور نے کوئی توجہ نہیں کی-" علاؤالدین نے اس چیز کا نام پوچھا تو درباری نے کہا- "بازاری عورتیں کہ جن کی وجہ سے ملک کے نوجوان اور فوج کے سپاہی تباہ و برباد ہو رہے ہیں یہ عورتیں پہلے کی طرح اب تک اپنی مرضی کی مالک ہیں اور ان کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی گئی-" بادشاہ یہ بات سن کر مسکرایا اور کہا- "فکر نہ کرو تمہاری خاطر میں ادھر بھی توجہ کرتا ہوں-" اس کے بعد بادشاہ نے کوتوال شہر کو بلایا اور اس سے کہا- "پیشہ ور عورتوں اور سازندوں کو فوراً باخبر کر دو کہ وہ مقررہ شاہی نرخوں سے زیادہ ایک پیسہ بھی وصول نہ کریں ورنہ انہیں سخت سزا دی جائے گی-"

علاؤالدین نے طوائفوں کو صورت اور رقص و سرور کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہر طرح کی طوائفوں کے نرخ مقرر کیے- جب اشیاء کی مقررہ قیمتوں پر باقاعدگی سے عمل ہونے لگا تو علاؤالدین نے حکم دیا کہ سوداگر اور تجارت پیشہ لوگ سرائے عدل کے علاوہ دیگر بازاروں میں بھی خرید و فروخت کر سکتے ہیں' بشرطیکہ مقررہ شاہی نرخوں کی پابندی کی جائے جیسا کہ سرکاری بازار میں ہوتا ہے- ان سوداگروں کو ہدایت کی گئی کہ اگر انہیں درجہ اول کا کوئی عراقی یا عربی گھوڑا یا کوئی عمدہ خطائی' چر کی یا ترکی' یا کسی دوسرے ملک کا بردہ ملے اور وہ اسے سرائے عدل میں لا کر فروخت نہ کرنا چاہیں تو ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنا مال پہلے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے اس مال میں سے بادشاہ جو چیز خود نہ خریدے' اسے امیر کے ہاتھ فروخت کیا جائے جس کے لیے بادشاہ اشارہ کرے-

عہد علائی کے سکے

علاؤالدین خلجی کے زمانے میں ٹنکے کا وزن ایک تولہ تھا یہ سکہ چاندی اور سونے دونوں دھاتوں سے بنایا جاتا تھا- سونے کے ٹنکے کو "تنکہ طلائی" اور چاندی کے ٹنکے کو "تنکہ نقرہ" کہا جاتا تھا- ایک تنکہ نقرہ کی قیمت پچاس (۵۰) جیتل تھی' جیتل کا وزن بھی پونے دو تولے تھا- علاؤالدین کے زمانے کا من چالیس (۴۰) سیر کا اور سیر چوبیس (۲۴) تولے کا ہوتا تھا- مندرجہ بالا تحریر میں جہاں کہیں ٹنکے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس سے چاندی کا ایک تولے کا وزنی سکہ مراد ہے-

ضروریات زندگی اور آلات سپاہ گری کو ارزاں کرنے کے بعد علاؤالدین نے فوج کی تنخواہ کے تعین کی طرف توجہ کی اس سلسلے میں اس نے حسب ذیل درجے قائم کیے-

درجہ اول ۲۴۰ تنکہ سالانہ

besturdubooks.wordpress.com

درجہ دوم ۱۵۶ تنکہ سالانہ

درجہ سوم ۷۸ تنکہ سالانہ

تنخواہ کی اس کثرت کی وجہ سے فوج میں بڑا اضافہ ہوا اور چار لاکھ پچھتر ہزار (۴۷۵۰۰۰) سواروں کا ایک لشکر جرار تیار ہوگیا۔ سپاہیوں کی اس کثرت کی وجہ سے مغلوں کی شورشیں اور ہنگامہ خیزیاں ختم ہو کر رہ گئیں اور سارے ملک میں امن و امان قائم ہوگیا۔ مغل خود بھی علائی لشکر کی کثرت سے خائف ہوگئے اور انہوں نے غارت گری کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اگر اتفاق سے مغلوں کی کوئی جماعت کبھی ہندوستان میں داخل ہوتی تو اس جماعت کا ہر فرد قتل کر دیا جاتا یا سزائے قید بھگتتا۔

مغلوں کا حملہ

۷۰۴ھ میں خواجہ ترپال اور چنگیز خاں کے نواسے نے آپس میں مل کر ہندوستان پر حملہ کیا۔ مغلوں نے کوہ سالک پر قبضہ کر لیا اور امروہہ تک سارے ملک میں غارت گری کا بازار گرم کیا اور اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ اٹھا رکھی۔ علاؤالدین نے ملک نائب اور غازی ملک تغلق کو مغلوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں امیر ایک زبردست لشکر لے کر مغلوں کے سر پر جا پہنچے۔ علاؤالدین نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ مغلوں کی تباہی اور قتل میں پوری جانفشانی سے کام لیا جائے اور ان کے کسی آدمی کو بھی زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔ ملک نائب اور ملک غازی نے واقعی جانفشانی سے کام لیا اور امروہہ میں مغلوں کو شکست دی اور ان کے بے شمار سپاہیوں کو اپنی تلواروں کا لقمہ بنایا اور جو باقی بچے ان کو گرفتار کر لیا۔ علی بیگ اور خواجہ ترپال کو بھی زندہ گرفتار کیا گیا۔ ملک نائب اور غازی ملک بیس ۲۰۰۰۰ ہزار گھوڑے اور قیدیوں کی جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس روز علاؤالدین نے نئے شہر سے باہر نکل کر چبوترہ سبحانی پر دربار عام منعقد کیا۔ بادشاہ کے تخت سے لے کر اندر پرست تک دونوں طرف لشکر کے سپاہی کھڑے کیے گئے اور اس وقت علی بیگ اور خواجہ ترپال کو بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ان دونوں مغل امیروں کو ہاتھیوں کے پیروں میں ڈال کر کچلوا دیا۔ اور گرفتار شدہ مغل لشکریوں کو قتل کروا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت لوگوں کی اتنی بھیڑ جمع ہوگئی تھی کہ بیس ۲۰ جیتل اور نصف تنکہ نقرہ میں بھی پانی کا ایک پیالہ نہ ملتا تھا۔ علاؤالدین نے مغلوں سے حاصل کیے ہوئے گھوڑے اپنے امیروں میں تقسیم کر دیے۔ ان دنوں شہر سیری کے نئے برج تعمیر ہو رہے تھے۔ علاؤالدین نے حکم دیا کہ ان برجوں کو پتھر اور اینٹوں کی جگہ آٹھ (۸) ہزار مقتول مغلوں کے سروں سے تعمیر کیا جائے۔

علاؤالدین نے غازی ملک پر پہلے سے بھی زیادہ نوازشیں اور عنایتیں کیں اور اسے پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا۔ راکت خاں کو گجرات کا امیر الامراء بنا کر ایک عظیم الشان لشکر کے ہمراہ اس طرف روانہ کر دیا۔

مالوہ اور اجین وغیرہ کی فتح

علاؤالدین نے عین الملک ملتانی کو ایک بہت بڑے لشکر کا سردار مقرر کیا اور اسے مالوہ، اجین، چندیری اور جالوہ کی فتح کے لیے دہلی سے روانہ کیا۔ عین الملک مالوہ پہنچا وہاں راجہ کوکا چالیس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں کی زبردست فوج لے کر عین الملک کے مقابلہ پر آیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ کوکا شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ عین الملک نے ۱۰ جمادی الاول ۷۰۴ھ کو اجین، منڈو دھارا نگری اور چندیری پر قبضہ کر کے علاؤالدین کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ دارالسلطنت دہلی میں اس فتح کی بڑی خوشی منائی گئی۔ سات دن اور رات تک عیش و عشرت اور مسرت کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں اور سارے شہر میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ قلعہ جالور کے حاکم کا تردیو نے راجہ کوکا کا انجام دیکھ کر عین الملک کے توسط سے امان نامہ حاصل کیا اور علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

پدمنی کا قصہ' راجہ رتن سین کی رہائی

اسی زمانے میں راجہ رتن سین حاکم قلعہ چیتور نے جو ایک قید خانے میں اسیری کی زندگی بسر کر رہا تھا ایک غیر معمولی انداز سے اس قید سے نجات حاصل کی۔ اس راجہ کے آزاد ہونے کی تفصیلی روداد یہ ہے کہ راجہ کے قید ہونے کے ایک عرصے بعد علاؤالدین کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ کی عورتوں میں ایک پدمنی نام کی عورت بھی ہے جو بلا کی حسین اور تمام صفات محبوبی کا مجموعہ ہے۔ علاؤالدین نے راجہ رتن سین کو پیغام بھجوایا کہ اگر اسے آزادی کی خواہش ہو تو وہ رانی پدمنی کو بادشاہ کے ملاحظے کے لیے پیش کرے راجہ نے یہ شرط منظور کی اور اپنے چند معتبر آدمیوں کو کوہستان روانہ کیا تاکہ وہ اس کے بال بچوں اور رانی پدمنی وغیرہ کو لے کر آئیں' راجہ کے رشتہ دار جو راجپوت نسل سے تھے انہوں نے اس بات پر راجہ کو بڑی لعنت ملامت کی اور زہر دے کر اس کا کام تمام کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اپنے خاندان کی عزت و آبرو کو بچایا جا سکے۔ راجہ رتن سین کی بیٹی عقل و دانش میں اپنوں اور بیگانوں سبھی میں ایک ممتاز درجہ رکھتی تھی۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کے ارادے سے مطلع ہو کر ان سے کہا میری سمجھ میں ایک تجویز آئی ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو میرے باپ کی جان اور خاندان کی عزت' دونوں ہی کو بچایا جا سکتا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ راجپوت جانبازوں کا ایک گروہ مسلح ہو کر دہلی جائے۔ جب رات ایک پہر گزر جائے تو یہ گروہ دہلی میں داخل ہو کر یہ مشہور کرے کہ رانی پدمنی دہلی میں اپنے متعلقین کے ساتھ چلی آئی ہے تاکہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ قید خانے کے پاس پہنچ کر راجپوت جانباز اپنی تلواروں کو نیاموں سے باہر نکالیں اور قید خانے پر حملہ کر دیں۔ وہاں کے پاسبانوں کو قتل کر کے میرے باپ کو نکال کر ایک گھوڑے پر سوار کر کے جلد از جلد اپنے ملک کا راستہ لیں۔ راجپوت سرداروں کو لڑکی کی یہ تجویز بہت پسند آئی اور انہوں نے اسی پر عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

راجپوتوں کا ایک مسلح گروہ پالکیوں میں سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ دہلی میں قید خانے کے قریب پہنچ کر ان لوگوں نے قید خانے پر حملہ کر دیا۔ دربان اور محافظوں کو قتل کر کے ان لوگوں نے راجہ رتن سین کو قید سے نکال لیا اور ایک تیز رفتار گھوڑے پر بٹھا کر کوہستان کی طرف روانہ کر دیا۔ شاہی لشکر کے سواروں نے ان راجپوتوں کا پیچھا کیا اور راستے میں کئی چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوئیں۔ اگرچہ راستے میں بہت سے راجپوت سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے لیکن راجہ رتن سین کسی نہ کسی طرح مشکلات کا مقابلہ کرتا ہوا اپنے بال بچوں تک پہنچ گیا۔ رتن سین کو اپنی بیٹی کی دانشمندی اور حسن تدبیر کی وجہ سے رہائی نصیب ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو محفوظ کر کے چیتور کے قلعے کے گرد و نواح کے علاقوں میں لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کرنا شروع کر دیا۔ علاؤالدین نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے مصلحتاً قلعے کی حکومت خضر خاں سے واپس لے لی اور حصار کی حکومت راجہ رتن سین کے بھانجے کے سپرد کر دی۔ رتن سین کا بھانجا اس وقت شاہی ملازمین میں شامل تھا اور وہ ہمیشہ بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہا۔ اس ہونہار اور عقلمند راجہ نے کچھ ہی عرصے میں اپنا اقتدار ایسا بڑھا لیا کہ سارے راجپوت اس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے۔ یہ راجہ اپنی عمر کے آخری لمحوں تک علاؤالدین کی اطاعت پر قائم رہا اور ہر سال اپنے ملک سے بہترین تحفے تحائف اور ہدیے لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور گھوڑے اور خلعت وغیرہ سے سرفراز ہو کر اپنے ملک واپس جاتا۔ راجہ کو جس معرکے پر نامزد کیا جاتا وہاں پانچ ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کا ایک لشکر لے کر حاضر ہوتا اور جاں نثاری کا پورا پورا حق ادا کرتا۔

مغلوں کا نیا حملہ

۷۰۵ھ میں مغل امراء ترپال اور علی بیگ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے' دوا خاں کے ایک معزز امیر گنگ نامی نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ گنگ ملتان کے اطراف و جوانب سے ہوتا ہوا سوالک میں پہنچا۔ ادھر غازی ملک بھی اپنی فوج تیار کر کے مغلوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا اور دریائے سندھ کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ مغل مختلف شہروں کو لوٹتے ہوئے گرمیوں کے زمانے میں دریائے سندھ کے

besturdubooks.wordpress.com

کنارے پہنچے- یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ چشمہ چناب دشمن کے قبضے میں ہے- مغلوں نے ہندی لشکر سے معرکہ آرا ہونے کا فیصلہ کیا اس جنگ میں انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور ان کے بہت سے سپاہی مارے گئے- گنگ کو شاہی لشکر نے زندہ گرفتار کر لیا- جو مغل سپاہی میدان جنگ سے اپنی جانیں بچا کر بھاگے وہ جنگل میں بھوک اور پیاس کی تاب نہ لا کر مر گئے- مغلوں کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا گیا' ان لوگوں پر ایسی مصیبت پڑی کہ پچاس ساٹھ ہزار میں سے تین چار ہزار سپاہی بچے ہوں گے- اس فتح و کامیابی کی وجہ سے غازی ملک کے نام کا ڈنکا سارے ملک میں بجنے لگا- غازی نے گنگ اور اس کے قیدی ساتھیوں کو علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کیا- علاؤالدین نے کوشک ہزار ستون کے سامنے ان سب لوگوں کو ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے کچلوا دیا اور مقتولوں کے سروں سے بدایوں دروازے کے قریب جنگل میں ایک برج تعمیر کروایا- کہا جاتا ہے کہ اس برج کے نشانات اب تک باقی ہیں- مغلوں کے قیدی بیوی بچوں کی سارے ملک میں غلاموں کی طرح خرید و فروخت کی گئی-

مغلوں کا ایک اور حملہ

کچھ عرصے بعد مغلوں کا ایک سردار جس کا نام اقبال مند تھا' ایک زبردست لشکر لے کر ہندوستان کی طرف آیا اور تباہی و غارت گری کا بازار گرم کیا- غازی ملک نے اقبال مند کا بھی مقابلہ کیا اقبال کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے اسے اس کے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا- غازی ملک نے بہت سے مغلوں کو گرفتار کر کے دہلی بھجوا دیا تاکہ وہاں انہیں ہاتھیوں کے نیچے ڈال کر کچلوا دیا جائے- اقبال کے حشر کو دیکھ کر مغلوں کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے ایک مدت تک سرزمین ہندوستان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا- سلطان قطب الدین کے زمانے تک سرزمین ہندوستان مغلوں کے حملوں اور ان کی غارت گری سے محفوظ و ممنون رہی-

علاؤالدین کی کامیابیوں کا راز

غازی ملک کا مستقل قیام دیپالپور میں رہتا تھا لیکن وہ ہر سال کابل' قندھار' غزنی اور گرم سیر پر لشکر کشی کر کے ان ممالک کو برباد و تاراج کیا کرتا تھا اور ان علاقوں سے خراج لے کر اپنے ملک واپس آیا کرتا تھا- مذکورہ بالا پیہم شکستوں کی وجہ سے مغلوں میں اتنی ہمت نہ رہی کہ وہ غازی ملک کے مقابلے پر آ کر اپنی سرحد کی حفاظت کرتے- مغلوں کی سرکشی کا سلسلہ ختم ہوتے ہی ہندوستان کے اکثر شہر جو مغلوں کے قبضے میں آ چکے تھے' شاہی حکومت کے زیر اثر آ گئے اور مالوہ کا علاقہ فسادیوں اور شورش پسندوں سے کچھ ایسا پاک ہوا کہ آنے جانے کے تمام راستے کھل گئے- تاجر اور دیگر پیشہ وروں کو آزادانہ تجارت اور کاروبار کا موقع ملا- ملک میں پورے طور امن و امان ہو گیا اور علاؤالدین خلجی دہلی میں اپنے تخت پر بیٹھ کر دور دراز ملکوں کو فاتحانہ نظروں سے دیکھنے لگا- علاؤالدین جس علاقے کی طرف نظریں اٹھاتا اسے فتح کر لیتا اور جس غیر ملک کو پسند کرتا اسے بغیر کسی محنت کے اپنے قبضے میں کر لیتا- علاؤالدین نے جس انداز سے اپنے عزائم اور مقاصد میں کامیابی حاصل کی اور مختلف مہمات میں جس طرح حسن اتفاق سے قسمت نے اس کی یاوری کی' انہیں دیکھ کر تو بعض لوگ اس کی کرامت کے دل و جان سے معتقد ہو گئے اور اس کے ارادوں کو کشف و الہام کا درجہ دینے لگے- کچھ لوگوں نے بادشاہ کی تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کو ایک لحاظ سے بادشاہ کا امتحان سمجھا ایک بڑی جماعت ان کامیابیوں کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے فیضان کا نتیجہ سمجھتی رہی-

دکن پر حملہ

دیوگڑھ کے حاکم رام دیو نے تین سال سے خراج ادا نہ کیا تھا- اور اس کے افعال و کردار سے بغاوت کی بو آنے لگی تھی- علاؤالدین نے ملک نائب کافور ہزار دیناری کو بہت سے نامی گرامی امراء کے ساتھ جنوبی ممالک کی فتح کے لیے جنہیں اہل ہند کی زبان میں دکن کہا جاتا ہے روانہ کیا- بادشاہ [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کافور پر ایسی نوازشات کی جائیں کہ بقیہ امراء میں جو کہ اسکے ساتھ جائیں وہ ممتاز و نمایاں نظر آئے۔ تاکہ اس کے تمام ہمراہی اس کا زیادہ سے زیادہ لحاظ کریں اور اس کی ہر بات مانیں۔ علاؤالدین نے ملک نائب کو سایہ بان اور سراپردہ جو صرف بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے عطا کیا اور یہ حکم دیا کہ دوران سفر میں ہر امیر اور درباری روزانہ ملک نائب کی خدمت میں آداب بجا لانے کے لیے حاضر ہو نیز جتنے بھی کام ہوں وہ ملک ہی کے حکم سے سرانجام پائیں۔ امراء کو یہ حکم دیا کہ ملک نائب کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کریں اور جو کچھ وہ کہے اس پر عمل کریں۔ نائب عرض ممالک خواجہ حاجی کو' جو بہت ہی نیک طبیعت اور پاکیزہ نفس انسان تھا' ملک نائب کے ہمراہ روانہ کیا گیا۔ خواجہ حاجی کو مال غنیمت کی حفاظت اور لشکر کی دیکھ بھال کا کام سپرد کیا گیا۔ غرض علاؤالدین نے ان دونوں کو مع لشکر کے بڑے تزک و احتشام سے روانہ کیا۔ "تاریخ جہاں آرا" کے مولف قاضی احمد غفاری کی روایت کے مطابق علاؤالدین نے ملک نائب اور خواجہ حاجی کو ۷۰۶ھ کے شروع میں ایک لاکھ سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ مالوہ کے حاکم عین الملک ملتانی اور گجرات کے حاکم الغ خاں کے نام اس مضمون کے شاہی احکام بھیجے گئے کہ ملک نائب کی ہر طرح مدد کریں اور ہر موقع پر اس کا ساتھ دیں' نیز جو وہ رائے دے اسی کے مطابق عمل کریں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے ملک نائب یا اس کے ہمراہی امراء کو شکایت کا موقع ملے۔

دیولدی کا قصہ

اسی دوران میں رانی کنولا دیوی نے جو اپنے حسن و جمال کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھی بادشاہ سے عرض کی۔ "میری دو بیٹیاں میرے ساتھ ہی راجہ رائے کرن کے محل میں پرورش پاتی تھیں میں تو حضور کے حرم میں داخل ہوگئی لیکن میری دونوں بیٹیاں حسب سابق رائے کرن کے محل ہی میں رہیں۔ مجھے اب یہ معلوم ہوگیا ہے کہ میری بڑی بیٹی کا انتقال ہو چکا ہے' البتہ چھوٹی لڑکی' جسے میں چار برس کا بچہ چھوڑ کر آئی تھی اور جس کا نام دیولدی ہے' زندہ ہے۔" کنولا دیوی نے اپنی بیٹی کی جدائی کے درد سے علاؤالدین کو آگاہ کیا اور اس سے التجا کی کہ "جس طرح بھی ہو سکے' میری بیٹی دیولدی کو میرے پاس پہنچایا جائے تاکہ اس کے دیدار سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔" کنولا دیوی کی یہ التجا سنتے ہی علاؤالدین نے ملک نائب اور الغ خاں کے نام حکم بھیجا کہ جس طرح بھی ہو دکن کے مشہور راجہ رائے کرن کی بیٹی دیولدی کو جلد از جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اس سلسلے میں چاہے سختی سے کام لیا جائے چاہے نرمی سے' لیکن یہ کام بہرحال ہونا چاہیے۔" ملک نائب دکن سے مالوہ پہنچا اور اس نے بادشاہ کا پیغام رام دیو راجہ کرن اور دیگر راجگان دکن کے نام بھجوایا۔

"ملحقات" کی عبارت سے یہ اندازہ ہوتا ہے ندربار اور سلطان پور کے قصبات اسی زمانے میں آباد کیے گئے۔ متذکرہ بالا راجاؤں نے بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ملک نائب نے سلطان پور سے کوچ کیا اور سرحد دکن میں داخل ہوا۔ الغ خاں بھی گجرات سے ایک زبردست لشکر کے ساتھ بگلانہ کی طرف بڑھا۔ راجہ رائے کرن نے اپنے علاقے کو فوج اور دیگر حفاظتی تدابیر سے مضبوط کر لیا۔ الغ خاں اور راجہ کرن میں کئی لڑائیں ہوئیں' راجہ نے ہر لڑائی میں بڑی جانبازی سے کام لیا اور ہر بار بغیر شکست کھائے ہوئے واپس ہوا۔ رام دیو کا بیٹا سنگدیو' دیولدی کا عاشق زار تھا اور اس سے شادی کرنے کا خواہاں تھا' وہ قوم کا مرہٹہ تھا۔ اس لیے رام دیو کو یہ پسند نہ تھا کہ راجپوت گھرانے کی لڑکی مرہٹوں کے گھر میں جائے۔ اس لیے وہ سنگدیو کی درخواست کا صاف صاف جواب نہ دیتا تھا۔ سنگدیو نے اس شورش اور ہنگامے سے فائدہ اٹھا کر اپنے باپ کی اجازت کے بغیر ہی اپنے بھائی بھیم دیو کو اعلیٰ درجے کے تحفے تحائف کے ساتھ راجہ کرن کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "مسلمانوں اور ہندوؤں میں مذہب کی بناء پر جو دشمنی ہے' وہ ظاہر ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اپنی بیٹی کو' کہ جس کی وجہ سے یہ فساد ہو رہا ہے' میرے ساتھ بیاہ دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان مایوس ہو کر تم سے جنگ نہ کریں گے اور واپس اپنے ملک چلے جائیں گے۔" رائے کرن' رام دیو سے مدد کا خواہاں تھا۔ اس نے مجبوراً سنگدیو کی درخواست قبول کر لی اور گویا ایک پری کو دیو کے ساتھ بیاہنے کی حامی بھر لی اور اپنی لڑکی کو بھیم دیو کے ساتھ دیوگڑھ بھجوانے کا ارادہ کر لیا۔ الغ خان کو جب تمام حلات

besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوئے تو وہ بہت پریشان ہوا اور علاؤالدین کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے فوراً ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا ابھی دیولدی یہیں موجود ہے اسے کہیں اور لے جایا نہیں گیا۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم لوگ اپنی پوری قوت صرف کر کے اس حسینہ دلربا کو ہندوؤں سے زبردستی چھین لیں اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہمیں اس سرزمین کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دینا چاہیے تاکہ ہم بادشاہ کو اپنا منہ نہ دکھا سکیں۔

راجہ رائے کرن سے معرکہ

تمام امیروں نے الغ خاں کی اس رائے سے اتفاق کیا اور یہ تمام خدا پرست ایک "بت" کے لیے مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئے۔ الغ خاں اور اس کے سارے ساتھی کوہستان میں داخل ہوگئے اور ہندوؤں سے جنگ کرنے لگے۔ جس کے نتیجے میں رائے کرن کو شکست ہوئی اور وہ جنگ کے میدان سے دیوگڑھ کی طرف بھاگ گیا۔ الغ خاں نے اس کے تمام مال و اسباب اور ہاتھیوں وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے تعاقب میں نکل پڑا۔ الغ خاں جنگلوں اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا برق کی سرعت سے رائے کرن کا پیچھا کرتا رہا اور ایک دن کے سفر کے بعد دیوگڑھ جا پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے رائے دیو اور دیولدی کی کوئی خبر نہ ملی۔

دیولدی کا ملنا

الغ خاں بہت مایوس ہوا لیکن اچانک اس مایوسی کے تاریک افق پر امید کی روشنی نمودار ہوئی اور دیولدی ایک انوکھے طریقے سے الغ خاں کے ہاتھ آئی۔ لوگوں نے اس واقعے کو علاؤالدین کے کشف و کرامت کا نتیجہ سمجھا اور علاؤالدین کے اقبال کی دعائیں مانگنے لگے۔ یہ قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب باوجود تعاقب کے رائے کرن اور دیولدی' الغ خاں کے ہاتھ نہ آئے تو وہ مایوس ہو کر دو روز تک دریا کے کنارے مقیم رہا۔ اسلامی لشکر کے کچھ سپاہیوں کو ایلورہ کی سیر کی سوجھی تقریباً تین چار ہزار سپاہی الغ خان سے اجازت لے کر اس عجیب و غریب مقام کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ ان لشکریوں کو ایک دکنی فوج دور سے نظر آئی انہوں نے سمجھا کہ دیورائے کی فوج کا ایک حصہ ان پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ مسلمان سپاہی یک جا ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اتفاق سے یہ نووارد فوج بھیم دیو کی تھی' جو رائے کرن سے دیولدی کو لے کر دیوگڑھ کو جا رہی تھی۔

دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا ہوگئے ہندو مسلمانوں کے سینہ شگاف تیروں کی تاب نہ لا سکے اور میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اسی دوران میں ایک تیر اس گھوڑے کو بھی لگا جس پر دیولدی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس تیر نے گھوڑے کو بالکل بیکار کر دیا اور مسلمان لشکریوں کی ایک جماعت اس کے قریب پہنچ گئی اور دیولدی کو تلاش کرنا شروع کر دیا دیولدی کی ایک ملازمہ یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ "اس کی عزت کرو یہ رانی دیولدی ہے اور اسے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔" مسلمانوں نے جونہی دیولدی کا نام سنا وہ اسے اپنی سردار الغ خاں کے پاس لے گئے۔ الغ خاں' دیولدی کو پاکر خوشی سے دیوانہ ہوگیا اس نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فوراً گجرات کی طرف روانہ ہوگیا۔

الغ خاں نے دیولدی کو ایک پالکی میں بٹھا کر دہلی کی طرف روانہ کر دیا۔ ۷۰۶ھ کے آخر میں دیولدی علاؤالدین کے پاس پہنچی۔ دیولدی کی ماں کنولا دیوی اپنی بیٹی کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئی۔ علاؤالدین کو خضر خاں کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ دیولدی کے حسن پر فریفتہ ہو چکا ہے لہٰذا اس نے انصاف سے کام لے کر دیولدی کو اس کے حوالے کر دیا۔ حضرت امیر خسرو نے اپنی مشہور مثنوی "خضر خانی و دیولدی" میں ان دونوں کے عشق کے قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ناظرین کرام اس کتاب کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔"

دیوگڑھ کی تسخیر

لے کر بڑے تک کسی کو کسی قسم کی زحمت نہ ہوئی۔ ملک نائب نے حسن تدبیر سے کام لے کر اپنی فیاض طبعی سے جو [illegible] حاجت مند کی حاجت کو پورا کیا۔ اس طرح اس نے لشکر اور رعایا دونوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جب ملک نائب کو انتظامات حکومت کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے مرہٹواڑی کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور خود دیوگڑھ کے قلعے کو جو اس زمانے سے دولت آباد کے نام سے مشہور ہے، تسخیر کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ دیوگڑھ کے والی راجہ رام دیو کو اپنی جان خطرے میں نظر آئی تو اپنے بڑے بیٹے [illegible] دیو کو قلعے ہی میں چھوڑ کر خود اپنے عزیزوں، بیٹوں اور ساتھیوں وغیرہ کے ساتھ ملک نائب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اپنے ساتھ بیش بہا تحفے تحائف بھی لیتا گیا۔ ملک نائب نے پہلے تو فتحنامہ دہلی روانہ کیا اور پھر خود رام دیو کو مع اس کے پیش کردہ تحائف اور [illegible] ہمراہ دہلی کی طرف چل پڑا۔

رام دیو کی عزت افزائی

ملک نائب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا علاؤالدین اس کی کارگزاری سے بے انتہاء خوش ہوا اور اس کا [illegible] کر دیا الغرض ملک نائب کے مرتبے میں کوئی فرق نہ رہا۔ چونکہ رام دیو کو ملک نائب سے بہت لگاؤ تھا اس لیے ملک نائب [illegible] سے رام دیو کی خلوص اور محبت کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ علاؤالدین پہلے ہی سے رام دیو کی طرف التفات کی نظروں سے دیکھتا تھا [illegible] معلوم تھا کہ رام دیو ہی کا خزانہ اس کے کام آ رہا ہے اور اب جبکہ ملک نائب نے اس کی سفارش کرنی شروع کی تو علاؤالدین [illegible] اور زیادہ مہربان ہوا اور اسے چتر سفید اور رائے رایاں کا خطاب عطا کیا۔ دیوگڑھ اور دیگر قدیم ممالک کی حکومت اس [illegible] گجرات کا قصبہ نوساوری بھی اسے بطور تحفہ عطا کیا۔ علاؤالدین نے راجہ اور اس کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو ایک [illegible] بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ رام دیو اپنے وطن واپس ہوا اور علاؤالدین کے عطا کردہ علاقوں پر حکمرانی کرنے لگا۔ رام دیو جب تک زندہ رہا، علاؤالدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھرتا رہا۔

قلعہ سیوانہ پر حملہ

جس زمانے میں ملک نائب نے دکن پر حملہ کیا تھا، ان دنوں علاؤالدین نے سیوانہ کے قلعہ پر چڑھائی کی تھی یہ قلعہ دہلی سے جنوب میں واقع ہے اور اسے فوج دہلی کئی سال تک محاصرہ رکھنے کے باوجود فتح نہ کر سکی تھی۔ علاؤالدین نے اس قلعے کو سختی کے ساتھ چاروں طرف سے گھیر لیا اور اہل قلعہ کی زندگی اجیرن کر دی۔ حاکم سیوانہ، راجہ سیتل دیو نے جب کوئی راہ نجات نہ دیکھی تو اس نے اپنا ایک سونے کا بت بنوایا۔ اسکے گلے میں ایک سنہری رسی ڈال کر، یہ بت اس نے علاؤالدین کے پاس بھیج دیا اس سے اس کی مراد اپنی عاجزی کا اظہار تھا۔ اس کے بت کے ساتھ سیتل دیو نے ایک سو ہاتھی اور دوسری بہت سی نادر اور گراں قدر چیزیں بھی علاؤالدین کی خدمت میں بھجوائیں اور اپنے قصور کی معافی کا طالب ہوا۔ علاؤالدین نے خوش مذاقی کے طور پر اس بت کو تو قبول کر لیا اور راجہ کو یہ کہلوا بھیجا کہ "جب تک تم خود حاضر نہ ہو گے کوئی بات نہ مانی جائے گی۔"

راجہ سیتل دیو یہ جواب سن کر مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے قلعے کی تمام اشیاء یہاں تک کہ سوئیاں اور چاقو تک ضبط کر لیے۔ اس ضبط شدہ سامان میں جو اشیاء قیمتی تھیں، انہیں تو بادشاہ نے شاہی استعمال کے لیے رکھ لیا اور باقی اشیاء کو سپاہیوں اور دیگر کارکنوں میں تقسیم کر دیا۔ علاؤالدین نے سیوانہ کو تو امراء میں بطور جاگیر کے تقسیم کر دیا اور خالی قلعے کا انتظام سیتل دیو کے ذمے رہنے دیا۔

قلعہ جالور کی فتح

اسی زمانے میں قلعہ جالور کی فتح بھی عمل میں آئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جالور کا راجہ، جس کا نام کانیر دیو تھا، علاؤالدین سے ملنے کے

pusturdubooks.wordpress.com

لیے دہلی آیا ہوا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا "اب ہندوستان کے کسی راجہ میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ وہ میرے لشکر کے ساتھ جنگ کر سکے۔" کانیر دیو اس وقت بادشاہ کے دربار میں موجود تھا۔ اس نے علاؤالدین کا یہ جملہ سن کر کہا۔ "اگر میں آپ سے مقابلہ کروں اور فتح حاصل نہ کروں تو پھر میں زندہ رہنا پسند نہ کروں گا۔" علاؤالدین کو راجہ کی یہ بات بہت بری لگی اس وقت تو اس نے راجہ سے کچھ نہ کہا اور چند روز بعد راجہ کو جالور کے لیے رخصت کر دیا۔ دو تین ماہ کے بعد علاؤالدین نے اپنی قوت کا مظاہرہ اس طور سے کیا کہ ایک لونڈی کو جس کا نام گل بہشت تھا' فوج کے ساتھ جالور روانہ کیا۔ گل بہشت نے جالور پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور بڑی بہادری کے ساتھ راجہ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اس کی حالت تباہ کر دی۔ اہل قلعہ محاصرے کی شدت کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے عین قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جاتا کہ گل بہشت بیمار پڑ گئی اور چند روز کے بعد اسی بیماری کے ہاتھوں راہی ملک بقا ہوئی۔ گل بہشت کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے شاہین نے اپنی ماں کی جگہ سنبھالی اور اسی کے نقش قدم پر چل کر اہل قلعہ کا جینا عذاب کر دیا۔

کانیر دیو کا قتل

کانیر دیو' علاؤالدین کے مزاج کی درشتی سے پوری طرح واقف تھا' اس نے تمام امور کو نظرانداز کیا اور اپنے رشتہ داروں اور فوج کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکلا۔ کانیر دیو اور شاہین ایک دوسرے کے مقابل آئے' دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں شاہین مارا گیا۔ دوسرے شاہی امراء بھی کانیر دیو کا مقابلہ نہ کر سکے اور چند منزل پیچھے ہٹ گئے۔ علاؤالدین کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس نے ایک شخص کو جس کا نام کمال الدین تھا' ایک زبردست لشکر کے ساتھ سیوانہ روانہ کیا۔ کمال الدین نے بڑی مردانگی اور بہادری کے ساتھ قلعہ تسخیر کر لیا اور کانیر دیو کو مع اس کے ہمراہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے قتل کر دیا اور خود اس کے خزانے پر قابض ہو گیا۔ جب فتح نامہ دہلی پہنچا تو اہل دہلی خوشی میں اپنے آپ سے باہر ہو گئے۔

ورنگل کی تسخیر کا عزم

علاؤالدین نے کچھ عرصہ قبل ایک فوج بنگالہ کی راہ سے ورنگل بھیجی تھی' لیکن یہ فوج بغیر کوئی کارنامہ سرانجام دیے ہوئے' پریشان و خستہ حال ہو کر واپس آ گئی تھی۔ اس وجہ سے علاؤالدین نے ۷۰۹ھ میں دوسری فوج' جو قوت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھی' ملک نائب کی نگرانی میں ورنگل روانہ کی۔ ملک نائب جب فوج کے ہمراہ روانہ ہونے لگا تو بادشاہ نے اسے تاکید کی۔ "اگر ورنگل کا راجہ لدر دیو دولت و مال اور ہاتھی نذر کر کے سال بسال خراج ادا کرنے کا عہد کرے تو اسے منظور کر لینا چاہیے اور پھر معاملے کو آگے بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں اور حکومت تلنگانہ کی فتح اور قلعہ ورنگل کی تسخیر میں جان و مال کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ تمہیں چاہیے کہ اس معاملے میں خواجہ حاجی کے مشورے پر عمل کرو اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر امراء کو سزا نہ دو۔ اگر جنگ میں کسی لشکری کا گھوڑا بیکار ہو جائے' یا کوئی چور لے جائے یا کسی اور وجہ سے گھوڑا کام کے قابل نہ رہے تو تم اس سپاہی کو لشکر سے گھوڑا دے دینا۔"

راجہ رام دیو کی مہمان نوازی

ملک نائب اور خواجہ حاجی جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے دیوگڑھ پہنچے رام دیو نے ان امراء کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا' بہت سے قیمتی تحائف ملک نائب کی خدمت میں پیش کیے' نیز شاہی لشکر کی بڑے اچھے طریقے سے مہمان داری کی۔ جب ملک نائب آگے بڑھا تو راجہ رام دیو نے اپنی فوج اور منڈی کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا اور پنساریوں اور دیگر تاجروں کو ہدایت کر دی کہ وہ تمام اشیاء شاہی نرخ کے مطابق فروخت کریں۔ خود راجہ روزانہ سایہ بان لعل کے پاس آ کر حق خدمت ادا کرتا۔ جب ملک نائب دیوگڑھ سے تلنگانہ کی طرف روانہ ہوا تو راجہ رام دیو [illegible] کی حفاظت

besturdubooks.wordpress.com

سوداگروں کو اچھی طرح نصیحت کر دی کہ غلہ اور ضروریات کی دیگر اشیا باقاعدگی کے ساتھ لشکر کو فراہم کرتے رہیں اور اس امر کا پورا پورا خیال رکھیں کہ اہل لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

بیرونی قلعے کی فتح

ملک نائب نے تلنگانہ کے سرحدی علاقے یعنی قصبہ اندور میں قدم رکھتے ہی تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا بہت سے لوگوں کو قتل کردیا اس قتل و غارت گری نے اندور کے باشندوں کو بہت خوفزدہ کر دیا۔ آس پاس کے راجہ مسلمانوں کی فوج سے ڈر کر راجہ لدر دیو کے پاس چلے گئے اور جونہی مسلمانوں کی فوج لدر دیو کے قریب پہنچی وہ ورنگل کے قلعے میں جو پتھر کا بنا ہوا تھا' مقیم ہوگیا۔ دیگر راجاؤں نے اس کچے قلعے میں جو شہر کے باہر واقع تھا اور بہت وسیع تھا قیام کیا۔ ملک نائب نے قلعے کا محاصرہ کر کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مقابلے پر کمر باندھی اور روانہ ہزاروں ہندو سپاہی مسلمانوں سے معرکہ آراء ہو کر اپنی جانوں کو کھونے لگے۔ ان تمام کوششوں کے باوجود بیرونی قلعہ ہندوؤں کے قبضے میں نہ رہ سکا اور اسے مسلمانوں نے تسخیر کر ہی لیا۔ مسلمانوں نے اکثر ہندو راجاؤں کو مع ان کے بال بچوں کے قید کر لیا اور بہت سے ہندو سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

لدر دیو کی اطاعت

بیرونی قلعے کی تسخیر سن کر راجہ لدر دیو کی ہمت پست ہوگئی' اوسان خطا ہوگئے اور اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اطاعت گزاری کا اعلان کر دیا جائے۔ لدر دیو نے تین سو ہاتھی' سات ہزار گھوڑے اور بے حد و بے شمار دولت اور زر و جواہر وغیرہ ملک نائب کی خدمت میں پیش کیے اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ ملک نائب یہ تمام مال و اسباب ساتھ لے کر دہلی واپس آیا۔ علاؤالدین نے جب اس کامیابی کی خبر سنی تو وہ فوراً خداوند تعالیٰ کا شکر بجالایا اور اس خوشی میں فتح کے شادیانے بجوائے۔ فتح نامہ سر منبر پڑھوا کر سنایا گیا۔ ملک نائب کی آمد کے بعد علاؤالدین نے شہر سے نکل کر چبوترہ ناصری پر جو بدایوں دروازے کے قریب واقع ہے' جلوس کیا۔ ملک نائب نے تمام مال غنیمت بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لیے پیش کیا۔ بادشاہ نے یہ سب کچھ دیکھ کر ملک نائب پر پہلے سے زیادہ شاہی عنایات کیں۔

ڈاک کا انتظام

مورخین کا بیان ہے کہ علاؤالدین جب کہیں اپنی فوج کو روانہ کرتا تھا تو وہاں سے لشکر کی فرودگاہ تک ڈاک چوکی بٹھائی جاتی تھی' جسے قدیم زمانے کے لوگ "یام" کہتے تھے۔ ہر ایک کوس کے فاصلے پر دو پیادے کھڑے کیے جاتے تھے۔ جنہیں ہندی میں "پایک" کہا جاتا تھا۔ اس راستے کے تمام قصبوں اور شہروں میں وقائع نویس مقرر کیے جاتے تھے' تاکہ میدان جنگ کے حالات روزانہ ضبط تحریر میں لائے جا سکیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس زمانے میں ملک نائب نے ورنگل پر لشکر کشی کی' ان دنوں تلنگی سواروں کی کثرت اور ان کے جا بجا گھومنے پھرنے کی وجہ سے راستے غیر محفوظ ہوگئے تھے اور شاہی تھانوں کا انتظام درہم برہم ہوگیا تھا۔ ان حالات کی وجہ سے چند روز تک علاؤالدین کو اپنے لشکر کے حالات کا علم نہ ہوسکا جس کی وجہ سے اسے بہت پریشانی ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہی ؒ کا ارشاد

آخر کار بادشاہ نے قاضی مغیث اور ملک قرابیگ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ کہلوایا "مذہب اسلام کا خیال حضور کو مجھ سے زیادہ ہے اگر آپ کو اپنے کشف باطن کی وجہ سے لشکر اسلامی کا حال معلوم ہو تو ازراہ عنایت مجھے بھی اس سے آگاہ فرمائیں۔ ورنگل کی طرف جو لشکر روانہ کیا ہے اس کی خیر خیریت کی کوئی خبر نہیں ملی' اس وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔"
علاؤالدین نے قاضی مغیث کو تاکید کر دی تھی کہ حضرت نظام الدین اولیاء جواب میں جو کچھ فرمائیں وہ بغیر کسی کمی بیشی کے اس کے

besturdubooks.wordpress.com

روبرو بیان کیا جائے۔ قاضی مغیث اور ملک قرابیگ شاہی حکم کے مطابق حضرت محبوب الٰہی" کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کا پیغام ان سے کہا انہوں نے جواب میں پرانے زمانے کے ایک بادشاہ کی فتح کی داستان بیان کی اور اس کے ساتھ یہ کہا اسکے علاوہ مزید فتوحات کی بھی خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے امید ہے۔" قاضی مغیث اور ملک قرابیگ حضرت محبوب الٰہی" سے رخصت ہو کر علاؤالدین کی خدمت میں پہنچے اور جو کچھ حضرت" نے کہا تھا وہ حرف بحرف بادشاہ سے بیان کر دیا علاؤالدین حضرت محبوب الٰہی کی گفتگو سن کر بے حد خوش ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ ورنگل کا معرکہ سر ہو گیا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی سے عقیدت

خدا کی قدرت کہ اسی روز عصر کے وقت قاصد آئے اور انہوں نے ورنگل کا فتح نامہ علاؤالدین کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ علاؤالدین' حضرت محبوب الٰہی کی روحانی بلندی کا پہلے سے زیادہ قائل ہو گیا۔ علاؤالدین نے اگرچہ محبوب الٰہی" سے کبھی ملاقات نہیں کی' لیکن ان سے خط و کتابت کا سلسلہ باقاعدہ جاری رکھا اور اپنے خطوط میں ہمیشہ خلوص و محبت کا اظہار کر کے ان کے انوار باطنی سے طالب مدد رہا۔

علاؤالدین کی سلطنت جب کابل و سندھ کی سرحد سے لے کر بنگالہ' دکن اور گجرات کی حدود تک پہنچ گئی اور سارے ہندوستان کے شہر اور علاقے اور تمام راجاؤں کے محل اور خزانے بادشاہ کے قبضے میں آ گئے اور سارے ہندوستان میں کہیں دس بیگہ زمین بھی ایسی نہ رہی جہاں علاؤالدین کے نام کا خطبہ و سکہ جاری نہ ہو تو اس نے کچھ اور اونچی فضاؤں میں اڑنے کی سوچی اس کی ہمت بڑھی اور وہ دریائے عمان کے ساحلی علاقوں اور دکن کے دور دراز سرحدی خطوں کی طرف متوجہ ہوا۔

دھور سمندر اور معبر کی فتح

۷۱۰ھ میں علاؤالدین نے ملک نائب اور خواجہ حاجی کو دھور سمندر اور معبر کے علاقوں کی فتح کرنے کے لیے روانہ کیا ان علاقوں کے مندر اعلیٰ درجے کے جواہرات سے بھرے ہوئے تھے اور یہاں کے راجوں کی امارت سارے ہندوستان میں مشہور تھی۔ جب ملک نائب اور خواجہ حاجی دیوگڑھ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رام دیو کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اس کے بیٹے نے باپ کی جگہ سنبھالی ہے۔ ان امراء کو یہ اطلاع بھی ملی کہ رام دیو کا بیٹا باپ کی طرح علاؤالدین کی اطاعت اور فرمان برداری کو پسند نہیں کرتا۔ ملک نائب نے بطور احتیاط اپنے ایک امیر کو جالنہ پور نامی ایک قصبے میں' جو دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے' مقرر کیا اور خود آگے بڑھا۔ اس بار ملک نائب نے غیر مسلموں کے قتل و غارت گری میں پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے کام لیا اور اسی قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ تین ماہ کے عرصے کے بعد وہ مذکورہ بالا ساحلی علاقوں تک جا پہنچا ملک نائب نے کرناٹک کے راجہ بلا دیو کو گرفتار کر لیا' اس کی سلطنت کو پوری طرح تباہ و برباد کیا۔ تمام مندروں کو مسمار کیا اور بیش قیمت جواہر پر قبضہ کر لیا مسلمان امراء نے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی' چونے اور پتھر سے تعمیر کی اور اس مسجد میں اذان دے کر علاؤالدین کا خطبہ پڑھا یہ مسجد اب تک بندر رامیسر کے قریب کے علاقے میں موجود ہے اور "علائی مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دھور سمندر جو دریائے عمان کے کنارے واقع تھا' اس زمانے میں سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو چکا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہندوؤں نے مسجد کے تقدس کا خیال رکھا اور اس کو مسمار نہیں کیا' لیکن دوسروں کی رائے یہ ہے کہ چونکہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ تمام شہر بلکہ روئے زمین کے تمام قصبے اور علاقے' مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گے' اس لیے ہندوؤں کے مذہبی رہنماؤں نے اس مسجد کو ڈھانے کا فتویٰ نہیں دیا۔

مال و دولت کی فراوانی

روانہ ہونا تھا' اس سے ایک رات پہلے' برہمنوں کی ایک جماعت میں' جو مسلمانوں کی حمایت کا اعلان کر چکی تھی' کچھ جھگڑا سا ہو گیا جھگڑا اس دفینے کی تقسیم کے سلسلے میں ہوا جو کہ مندروں کے نیچے گڑا ہوا تھا- جب برہمن آپس میں ایک دوسرے سے تکرار کرنے لگے اور ان کی آوازیں بلند ہوئیں تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ سب کچھ سن لیا' اس سپاہی نے شہر کے کوتوال کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور کوتوال نے ان ہندوؤں کو گرفتار کر کے ملک نائب کے حوالے کر دیا- برہمن پہلے ہی سے ملک نائب کی حکمت عملی سے مرعوب تھے اس لیے انہوں نے اس کے قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر متنازع فیہ دفینے سے جو کچھ حاصل کیا تھا' وہ ملک نائب کی خدمت میں بطور ملاحظہ پیش کیا- اس کے علاوہ چھ اور دفینوں کا پتہ دیا جو جنگل میں مختلف جگہوں پر گڑے ہوئے تھے' ملک نائب نے ان دفینوں کو بھی حاصل کرلیا اور اس طرح بے شمار مال و دولت اس کے ہاتھ میں آئی- یہاں سے وہ مالا بار پہنچا اور بیشمار دولت لے کر واپس ہوا-

علاؤالدین کی بخشش

۷۱۱ھ میں ملک نائب دہلی پہنچا' اس نے کوشک ہزار ستون کے سامنے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے مال غنیمت پیش کیا جو تین سو بارہ ہاتھیوں' بیس ہزار گھوڑوں' چھیانوے من سونا' (جو تقریباً" دس کروڑ تنگہ کی مالیت کا تھا) اور بے حد و حساب اشرفیوں اور موتیوں وغیرہ کے صندوقچوں پر مشتمل تھا- بادشاہ اس خزانے کو دیکھ کر جس کے سامنے پرویز اور دارا کے خزانے بھی ہیچ تھے' بہت خوش ہوا- اس مرتبہ اس نے معمول کے خلاف اس خزانہ کا منہ کھول دیا- امراء میں سونا تقسیم کیا' کسی کو دس من اور کسی کو پانچ من' اسی طرح دوسرے لوگوں' مستحقین اور مشائخ کو بھی ڈیڑھ من یا اس سے کم' حسب حیثیت سونا عنایت کیا' جو سونا باقی بچا اس کی علائی اشرفیاں اپنے سامنے ڈھلوا کیں اور شاہی خزانے میں داخل کیں-

کرناٹک مہم میں جو چاندی ملک نائب کے ہاتھ آئی اس کا کسی مورخ نے تذکرہ نہیں کیا- بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک میں چاندی کی کچھ زیادہ قدر و قیمت نہیں ہے- چنانچہ اس زمانے میں اس علاقے میں سونا ہی لین دین اور کاروبار کی بنیاد تھا- کرناٹک کے غرباء بھی چاندی کے استعمال کو اپنے لیے باعث شرم سمجھتے تھے' پھر بھلا امراء کس طرح چاندی کا استعمال کرتے' وہاں کے متوسط طبقے کے لوگ اب بھی سونے کے برتنوں میں کھانا کھاتے ہیں-

نومسلم مغلوں کا قتل

سب سے عجیب اور انوکھا واقعہ جو علاؤالدین کے آخری زمانے میں وقوع پذیر ہوا وہ نومسلم مغلوں کا قتل ہے- اس کی تفصیل یہ ہے کہ علاؤالدین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نومسلم مغلوں کو ملازمت سے علیحدہ کر دینا چاہیے- اس خیال کے پیش نظر اس نے حکم دیا کہ نومسلم مغلوں کو ملازمت سے علیحدہ کیا جاتا ہے اور ان میں جس کا جی چاہے وہ امراء کی ملازمت اختیار کر لے اور اگر کوئی اسے ناپسند کرے تو جہاں چاہے چلا جائے- اس فرمان کے بعد بعض مغل تو شاہی ملازمت ترک کر کے امراء کی ملازمتوں میں چلے گئے' لیکن بعض نے امراء کی ملازمت کو اپنے لیے عار سمجھا اور وہ شاہی ملازمت ترک کرنے کے بعد بھی دہلی میں ہی مقیم رہے- اس دوسرے گروہ نے کچھ عرصے بعد کم تنخواہوں پر شاہی ملازمت اختیار کر لی اور اسی میں اپنی گزر بسر کرنے لگے اور علاؤالدین کے آئندہ عنایات کا انتظار کرنے لگے-

اتفاق کی بات ہے کہ اس واقعے کو ایک زمانہ گزر گیا ہے' لیکن علاؤالدین نے ان کی طرف قطعاً" توجہ نہ کی' ان مغلوں کے ایک گروہ نے جو غربت کے ہاتھوں مجبور ہو چکا تھا اور جس کے سب ارکان کمینہ' اور دوں فطرت تھے' یہ ارادہ کیا کہ جب بادشاہ شکار کھیل رہا ہو اس وقت اسے قتل کر دیا جائے- ان کی بدقسمتی سے علاؤالدین کو مغلوں کے اس ارادے کی خبر ہو گئی چونکہ وہ ملکی مصالح کے پیش نظر اپنے عزیز سے عزیز شخص یہاں تک کہ باپ اور بیٹے کی بھی رعایت نہ کرتا تھا اور رحم و کرم سے بیگانہ ہو کر ایسے موقعوں پر مجرموں کو

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سخت ترین سزائیں دیتا تھا' اور شرع کا بھی کوئی لحاظ نہ کرتا تھا' اس لیے اس نے حکم دیا کہ مغلوں کو قتل کر دیا جائے' جو شخص بھی کسی مغل کو کہیں بھی دیکھے اسے قتل کر ڈالے۔ دہلی کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی یہی حکم دیا گیا۔ الغرض سارے ملک میں یہ فرمان جاری ہو گیا اور مغلوں کے خون کو جائز قرار دے کر قاتلوں کو مقتولوں کے مال و اسباب کا مالک بنا دیا گیا۔ اس حکم کے سنتے ہی شریف' رذیل' اور سپاہی وغیرہ سبھی ہاتھوں میں تلواریں لیے گھومنے لگے' بادشاہی خوف اور مال و دولت کے لالچ میں مغلوں کو قتل اور ان کے خاندانوں کو تباہ کیا جانے لگا۔ پورے مقبوضات علائی میں تقریباً چودہ پندرہ ہزار مغلوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان کا مال غضب کر لیا گیا اور ان کی بیوی بچوں کو بھی تہ تیغ کیا گیا الغرض ہندوستان میں مغلوں کی پوری نسل تباہ کر دی گئی۔

اباحیوں کا قتل

اس وجہ سے علاؤالدین کے عہد کے کارناموں کو فرعون اور ضحاک کے سیاسی مظالم سے بھی آگے سمجھا جاتا ہے' جس سال نو مسلم مغلوں کے قتل کا حادثہ پیش آیا اسی سال علاؤالدین کو اطلاع ملی کہ اباحیوں کا ایک گروہ دہلی میں آگیا ہے جو اپنے دستور اور رواج کے مطابق سال میں ایک مرتبہ جشن مسرت منعقد کرتے ہیں اور اس رات تمام محرمات شرعی یعنی ماں بہن وغیرہ کو حلال سمجھتے ہیں۔ علاؤالدین نے اس جماعت کے قتل کر حکم دے دیا اور گویا اس طرح اپنے سابقہ گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ علاؤالدین کے حکم کی وجہ سے اباحیوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ کے رہ گیا۔

عادات و خصائل

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے علاؤالدین بہت ہی تند خو انسان تھا۔ اس لیے کسی درباری یا مقرب کی یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی مجرم یا بے گناہ کی بادشاہ سے سفارش کرے۔ اس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ اگر وہ کسی سے ایک بار رنجیدہ ہو جاتا تو پھر تمام عمر اس سے گفتگو نہ کرتا اور کبیدہ خاطر رہتا۔ اپنے ابتدائی زمانے میں تو علاؤالدین سلطنت کے انتظامی امور میں لوگوں سے مشورہ وغیرہ کر لیا کرتا تھا اور چند امراء اس کی سیاسی حکمت عملی میں دخل بھی دیتے تھے' لیکن آخری عہد میں (جبکہ اسکی فتوحات کے دامن نے ہندوسان کے ہر خطے کا احاطہ کر لیا تھا) اس کے غرور و تکبر کی انتہا نہ رہی اور اس نے امراء سے مشورہ کرنے کی عادت ترک کر دی۔

مورخین کا بیان ہے کہ علاؤالدین خلجی کو جس قدر فتوحات حاصل ہوئیں' اتنی ہندوستان کے کسی اور حکمران کو نصیب نہ ہوئیں۔ اس نے جس کثرت سے مسجدیں' تالاب' سرائیں' خانقاہیں اور قلعے وغیرہ تعمیر کروائے اتنے کسی اور بادشاہ نے نہیں بنائے اہل فن اس کے زمانے میں بہت بڑی تعداد میں جمع تھے۔ ان کا اتنا بڑا گروہ کسی اور بادشاہ کے زمانے میں جمع نہیں ہوا۔ علاؤالدین کے عہد میں انصاف اور سچائی کا جو بول بالا ہوا' اطاعت و فرمانبرداری کا جو نام اونچا ہوا' اور بغاوت و سرکشی کا جس طرح قلع قمع ہوا' اس کی مثال کسی اور بادشاہ کے عہد میں نہیں ملتی۔

بزرگان دین

اسی طرح اس دور میں اولیاء اللہ علمائے کرام اور مشائخ کا جیسا گروہ تھا' ویسا مقدس گروہ دہلی میں کسی اور زمانے میں جمع نہیں ہوا۔ ان مشائخ میں حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اولیاءؒ بھی تھے جو اپنے تقدس و بزرگی کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ حضرت شیخ علاؤالدین کے عہد میں اپنے انوار باطنی سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔ ہر سال محرم کی پانچویں سے لے کر دسویں تک حضرت محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ میں ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کا عرس ہوتا تھا جس میں ہندوستان کے ہر گوشے اور مقام کے لوگ شرکت کرتے تھے۔ اس مقدس محفل میں اہل اللہ اور صاحبان دل کے مستانہ نعروں سے در و دیوار گونج اٹھتے تھے۔ اس عہد کے

besturdubooks.wordpress.com

بڑے متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ آپ عبادت میں اس حد تک مشغول و مصروف رہتے تھے کہ لوگ اس پر آپ کو "فرشتہ سیرت" کہنے لگے۔

علاؤالدین خلجی کے عہد کے تیسرے قابل ذکر بزرگ مولانا رکن الدین بن شیخ صدر الدین عارفؒ تھے۔ آپ ملتان میں طالبان حق کی رہنمائی فرماتے تھے۔ ملتان اور اوچھ کے لوگ آپ ہی کے آستانے سے فیض حاصل کرتے تھے اور آپ ہی کی ہدایات پر عمل کر کے دینی اور دنیاوی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ حضرت شیخ صدرالدین عارف اگرچہ ولی کامل تھے لیکن جود و سخا میں بھی ان کا جواب نہ تھا۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے جو کثیر دولت میراث میں ملی تھی' اس کے علاوہ بے شمار نذرانے بھی ان کی خانقاہ میں پہنچتے تھے۔ اتنی دولت کے باوجود بھی جود و سخا کی وجہ سے ان کی زندگی قرض ہی میں بسر ہوتی تھی۔ ان بزرگوں کے علاوہ سید تاج الدینؒ بن سید قطب الدین بھی تھے۔ آپ ایک مدت تک بدایوں کے قاضی رہے' سخاوت علم و فضل اور دیگر کمالات انسانی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید رکن الدینؒ صاحب قاضی کڑہ بھی اپنے بھائی کی طرح خاص و عام میں مقبول تھے۔ سادات کمل (کھیتل) میں سید نجیب الدین اور ان کے بھائی سید مغیث الدینؒ دونوں اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بہت مشہور و ممتاز تھے۔ ان بزرگوں کو عام طور پر سادات نوایتہ کہا جاتا تھا۔

علمائے کرام

مذکورہ بالا بزرگوں کے علاوہ علاؤالدین خلجی کے عہد میں دیگر سادات کرام اور بزرگان دین بھی اس قدر کثیر تعداد میں موجود تھے کہ ان کا تفصیلی تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ ان حضرات میں قاضی صدر الدین عارف الملک المخاطب بہ صدر جہاں بالخصوص قابل تذکرہ ہیں۔ آپ کے بعد قاضی جلال الدین قاضی الممالک ہوئے اور مولانا ضیاء الدین بیانوی' صدر جہاں مقرر کیے گئے۔ علاؤالدین خلجی کے آخری زمانے میں ملک افتخار حمید الدین ملتانی کو عہدہ قضا پر سرفراز کیا گیا۔ ان بزرگان کے علاوہ چھیالیس دیگر علمائے باکمال جو تمام علوم پر حاوی تھے' اس ملک کو اپنے علمی ذوق سے مستفید کرتے رہے اور ان کی وجہ سے درس و تدریس کا مقدس فریضہ جاری رہا۔ ان علمائے کرام کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

۱- قاضی فخرالدین ناقلہ
۲- قاضی فخرالدین کرمانی
۳- مولانا نصیرالدین غنی
۴- مولانا تاج الدین مقدم
۵- قاضی ضیاء الدین بیانوی
۶- قاضی زین الدین ناقلہ
۷- مولانا ظہیرالدین لنگ
۸- مولانا ظہیرالدین بھکری
۹- مولانا شرا کتی
۱۰- مولانا نصیرالدین رازی
۱۱- مولاناعلاؤالدین صدر شریف
۱۲- مولانا میراں بابک
۱۳- مولانا نجیب الدین بیانوی
۱۴- مولانا شمس الدین
۱۵- مولانا صدر الدین
۱۶- مولانا علاؤالدین لاہوری
۱۷- قاضی شمس الدین کازرونی
۱۸- مولانا شمس الدین بخشی
۱۹- مولانا شمس الدین
۲۰- مولانا صدر الدین یادہ
۲۱- مولانا معین الدین نولوی
۲۲- مولانا افتخار الدین رازی
۲۳- مولانا معین الدین پھیتی
۲۴- مولانا نجم الدین انتشار

bestUrdubooks.wordpress.com

۲۵- مولانا حمید الدین بلھوری
۲۶- مولانا علاؤالدین گرگ
۲۷- مولانا حسام الدین سادہ
۲۸- مولانا محی الدین کاشانی
۲۹- مولانا کمال الدین کولوی
۳۰- مولانا وجہ الدین کابلی
۳۱- مولانا منہاج الدین
۳۲- مولانا نظام الدین کلاتی
۳۳- مولانا نصیرالدین کڑھی
۳۴- مولانا نصیرالدین صدبونی
۳۵- مولانا علاؤالدین تاجر
۳۶- مولانا کریم الدین جوہری
۳۷- مولانا محب ملتانی
۳۸- مولانا حمید الدین مخلص
۳۹- مولانا برہان الدین بھکری
۴۰- مولانا افتخار الدین برنی
۴۱- مولانا حمید الدین ملتانی
۴۲- مولانا گل محمد شیرازی
۴۳- مولانا حسام الدین سرخہ
۴۴- مولانا شہاب الدین ملتانی
۴۵- مولانا فخرالدین ہانسوی
۴۶- مولانا فخرالدین شقاقلی

قاری اور واعظ

علاؤالدین خلجی کے آخری زمانے میں مولانا علیم الدین ملتانی' جو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے اور علم و فضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے' دہلی تشریف لائے اور انہوں نے معقولات اور منقولات کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ مولانا شاطبی' جو علم قرات کے اساتذہ میں سے تھے' اور جنہوں نے اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا' جو بے حد مقبول و مشہور ہے' اسی بابرکت عہد سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا علاؤالدین اور خواجہ زکی (حضرت شیخ حسن بصری کے بھانجے) بھی علاؤالدین خلجی کے عہد میں علم قرات کے مستند اساتذہ تھے واعظوں کی جماعت میں مولانا حسام الدین درویش اور ان کے بھائی مولانا جلال الدین اور مولانا شہاب الدین جلیلی اور مولانا کریم اپنے عہد کے مستند خطیبوں میں شمار ہوتے تھے۔

ندیم اور مصاحب

بادشاہ کے ندیموں اور مصاحبوں میں تاج الدین عراقی سپہ سالار' خداوند زادہ چاشنی گیر نبیرہ بلبن بزرگ' ملک رکن الدین' ملک اعزالدین تغال خاں اور نصیرالدین نور خاں جیسے اعلیٰ درجے کے لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ بادشاہ کے ساتھی اور ہم صحبت تھے۔

شعرائے کرام

علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت کے شعراء کی شیریں کلامی' جدت طبع اور بلند خیالی پر صرف اہل دہلی ہی نہیں' بلکہ پورا ہندوستان فخر کرتا تھا۔ ان کی سخن دانی کی دل کش اور دل ربا آوازوں سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ گونجتا تھا۔ ان شعرائے عالی مقام میں سے بعض دارالسلطنت دہلی ہی میں مقیم تھے اور شاہی دربار سے تعلق رکھتے تھے۔

امیر خسرو

درباری شعراء کے گل سرسبد حضرت امیر خسرو تھے۔ آپ کو فن شاعری پر پوری پوری قدرت حاصل تھی اور جدت طرازی اور معنی آفرینی میں مہارت تامہ حاصل تھی خسرو کے کمالات محتاج تعارف نہیں ہیں ان کے فضل و کمال کی شہادت ان کی تصانیف نظم و نثر سے ملتی ہے فن شاعری کے علاوہ امیر خسرو بہت بڑے صوفی اور صاحب وجد و حال تھے۔ ان کے وقت کا بیشتر حصہ عبادات یعنی روزہ' نماز

besturdubooks.wordpress.com

الغرض خاک ہند سے ان کے درجے کا انسان اب تک نہیں اٹھا۔ امیر خسرو کو شاہی خزانے سے ہر ماہ ایک ہزار تنکہ ملتا تھا۔

حسن سنجریؒ

دوسرے معزز درباری شاعر حضرت حسن سنجریؒ تھے۔ آپ کا کلام سلاست اور لطافت بیان کے لحاظ سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کے کلام کی سادگی، شستگی اور پختگی کی وجہ سے آپ کو عام طور پر "حسن سنجری سعدیؒ" کہا جاتا تھا۔ قناعت، گوشہ نشینی، ترک دنیا اور تہذیب الاخلاق میں آپ اپنے عہد میں بے نظیر تھے۔ حضرت حسنؒ کو سلطان الاولیاء نظام الدین سے خلافت ملی تھی۔ آپ نے اپنے زمانہ مریدی میں سلطان الاولیاء کی زبان سے جو کچھ سنا اسے یک جا کر کے ایک کتاب مرتب کی جس کا نام "فوائد الفواد" ہے۔ اس کتاب کے علاوہ حضرت حسن کی اور بھی بہت سی تصانیف نظم و نثر، دونوں میں موجود ہیں جو آپ کے فضل و کمال کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔

دیگر شعراء

امیر خسرو اور حضرت حسن سنجریؒ کے علاوہ علاؤالدین کے عہد میں صدر الدین عالی اور فخرالدین قواس، حمیدالدین راجہ، مولانا عارف عبدالحکیم اور شہاب الدین صدر نشین جیسے شیریں بیان شاعر بھی موجود تھے، اور علاؤالدین کی علم پرور طبیعت کی بخشش و سخاوت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ان شعراء کرام میں سے ہر ایک اپنے اسلوب بیان کے لحاظ سے مخصوص انفرادیت کا حامل تھا، جس کا بھرپور اندازہ ان شعراء کے دواوین سے ہو سکتا ہے۔

مورخین اور اطباء

عہد علائی میں چند عدیم المثال مورخ بھی موجود تھے، جو واقعات نویسی میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ طبیبان مسیحا نفس میں مولانا بدرالدین دمشقی کو ایک بلند مرتبہ حاصل تھا۔ انہیں اپنے فن میں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ اگر چند جانوروں کا پیشاب ایک ہی برتن میں ملا کر ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو حکیم صاحب فوراً بتا دیتے کہ اس برتن میں فلاں فلاں جانور کا پیشاب ہے۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ یہ صاحب بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ اس لیے روحانی قوت کے بل پر اس قسم کی بات کہہ دینا ان کے لیے بہت آسان تھا، ورنہ محض علم طب کی رو سے اس قسم کا حکم لگانا بہت دشوار ہے۔

اس عہد میں رمال اور منجم بھی تھے۔ جو اپنے فن پر بڑی قدرت رکھتے تھے۔ پیشین گوئی کرنے اور دلوں کی باتیں بتانے میں انہیں واقعی کمال حاصل تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جادو کر رہے ہوں۔ ان کے علاوہ مطربوں، گویوں اور دیگر ارباب طرب اور ارباب ہنر کی بہت کثرت تھی۔ افسوس کہ اس مختصر کتاب میں ایسے لوگوں کے تفصیلی تذکرے کے لیے گنجائش نہیں نکل سکتی۔

علاؤالدین کا زوال

جب علاؤالدین ایک عرصے تک کامیابی و کامرانی کے ساتھ حکومت کر چکا اور اس کی خوش قسمتی اپنے عروج کو پہنچ گئی تو مشہور مثل "ہر کمالے را زوالے" کے مصداق اس کے برے دن بھی نزدیک آنے لگے۔ علاؤالدین سے بہت سے ایسے کام سرزد ہونے لگے جو اس کی سلطنت کے زوال کا باعث ہوئے اور حکومت کے استحکام کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوئے۔

ملک نائب کی محبت

علاؤالدین کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس نے ملک نائب کا والہ شیدا ہو کر حکومت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ ملک نائب کی محبت میں اس حد تک گرفتار ہوا کہ ملکی مہمات کی انجام دہی میں بھی وہ ملک نائب کی خاطر داری کا پورا پورا لحاظ رکھتا اور اس کی ہر بات کو، خواہ وہ کتنی ہی نامعقول کیوں نہ ہو، بغیر حیل و حجت کے مان لیتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

بیٹوں کی تربیت کی طرف سے بے توجہی

علاؤالدین کے زوال کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ اس نے اپنے بیٹوں کی اچھی طرح تعلیم و تربیت نہ کی اور انہیں ادب و اخلاق سے پوری طرح آگاہ کرنے سے پہلے ہی حرم خانے سے نکال کر مطلق العنان کر دیا۔ شہزادہ خضر خاں کی صلاحیتوں کا اندازہ کیے بغیر ہی اسے چتر عنایت کر کے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ علاؤالدین نے کسی تجربہ کار معلم و استاد کو خضر خاں اور دوسرے شاہزادوں کی نگہداشت اور تربیت کے لیے مقرر نہ کیا تاکہ لڑکوں کو عیاشی اور عیش کوشی سے روکا جا سکے اور بری عادتوں سے بچایا جا سکے۔

راجہ تلنگانہ کا خط

اسی زمانہ میں تلنگانہ کے راجہ نے علاؤالدین کی خدمت میں بیس ہاتھی مع ایک خط کے روانہ کیے۔ راجہ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ "میں نے سایہ بان لعل کے سامنے جو ملک نائب سے وعدہ کیا ہے اس پر اب تک قائم ہوں۔ اس سلسلے میں ایک اقرار نامہ لکھ کر ملک نائب کے حوالے کر چکا ہوں۔ اس اقرار نامے کی رو سے مجھے جو کچھ دینا ہے وہ حاضر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جس کے لیے بھی آپ فرمائیں میں بادشاہی نذرانہ اس کے حوالے کر دوں اور اپنا فرض پورا کروں۔" جونہی راجہ کا خط ملا ملک نائب نے' جو خضر خاں اور ملکہ جہاں سے رنجیدہ اور دل ہی دل میں خوف زدہ تھا۔ علاؤالدین سے کہا کہ یہ خدمت اس کے سپرد کی جائے۔ ملک نائب نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ میں تلنگانہ کے راجہ سے چند سال کا خراج وصول کر کے دکن کی طرف سے ہوتا ہوا آؤں گا۔ تاکہ رام دیو کے بیٹے کو' جو باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا ہے' اور حضور کی اطاعت سے انکاری ہے' خبرلوں اور دوسرے سرکشوں اور باغیوں سے علاقہ دکن کو پاک و صاف کروں۔"

ملک نائب کی مہم دکن

علاؤالدین خلجی نے ملک نائب کی درخواست قبول کر لی اور ۷۱۲ھ میں چوتھی بار دکن کی مہم کے لیے روانہ کیا۔ ملک نائب دیوگڑھ پہنچا اور اس نے راجہ رام دیو کے باغی اور سرکش لڑکے کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ملک نائب نے مرہٹواڑی کے اکثر شہر گلبرگہ اور رائے جور کی حدود تک' دشمنوں سے پاک و صاف کر دیے اور کرناٹک کے مشہور شہروں تلنگ' دبل' جیور' دھور سمندر وغیرہ کو ہندو حکمرانوں کے قبضے سے نکال لیا اور ان کے قلعوں کو فتح کر کے دشمنوں کو ایسا درست کیا کہ پھر کسی کو بغاوت یا سرکشی کی جرات نہ ہوئی۔ ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ملک نائب نے دیوگڑھ میں قیام کیا اور کرناٹک اور تلنگانہ کے راجاؤں سے نذرانہ کی رقم وصول کر کے علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کی۔ ملک نائب نے کچھ ہی عرصے میں کرناٹک اور مالابار کے راجاؤں کو اپنی حکمت سے بادشاہی خراج گزار کر دیا۔

علاؤالدین خلجی کی بیماری

اسی زمانے میں عیش و عشرت اور لہو و لعب کی وجہ سے بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ خضر خاں اور ملکہ جہاں اپنے اپنے طور پر مجلس آرائیوں اور عیش و عشرت میں مشغول رہے۔ انہیں اسی قسم کی مصروفیات نے بادشاہ کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہ دی اور انہوں نے بادشاہ کے علاج اور تیمارداری کی مطلق پروانہ کی۔ علاؤالدین نے جب اپنی بیوی اور بیٹے کو اپنی حالت سے بے پروا دیکھا تو اسے بہت افسوس ہوا اور اس نے اپنی بیماری کو انہیں دونوں کی غفلت کا نتیجہ سمجھا۔ ہر روز خضر خاں اور ملکہ جہاں سے ضرور کوئی نہ کوئی ایسی بات ہوتی تھی' جس کی وجہ سے علاؤالدین' ان دونوں سے زیادہ سے زیادہ بدگمان ہوتا چلا گیا۔

ملکہ جہاں اور خضر خاں ... [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

ہو کر رہ گیا تھا۔ چوگان بازی اور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے سے اسے بہت دلچسپی تھی' اور وہ اپنا وقت اس سلسلے میں بھی صرف کرتا۔ ملکہ جہاں کا یہ عالم تھا کہ اسے بیٹوں کی شادی' پوتوں کے عقیقوں اور ختنوں اور دیگر رسوم میں مصروف رہنے کے علاوہ اور کچھ نہ بھاتا تھا۔ وہ ہر وقت اسی قسم کی تقریبات عشرت میں مصروف رہتی تھی۔ الغرض دونوں کو سوائے علاؤالدین کی بیماری کے اور سب کچھ یاد تھا اور وہ شب و روز انہیں غیر اہم کاموں میں الجھے رہتے تھے۔

علاؤالدین خلجی نے جب اپنے بیٹے اور بیوی کا یہ حال دیکھا تو اس نے دکن سے ملک نائب اور گجرات سے الغ خاں کو بلوایا۔ یہ دونوں شاہی حکم کی تعمیل میں جلد از جلد دہلی پہنچ گئے۔ بادشاہ ان دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے ملک نائب کو تنہائی میں بلا کر اس سے خضر خاں اور ملکہ جہاں کی لاپروائی کی شکایت کی۔ ملک نائب نے اس وقت تک بادشاہت کے خواب دیکھنا شروع کر دیے تھے۔ لہٰذا اس موقع کو غنیمت جان کر اس نے بادشاہ سے کہا۔ "میں ان حالات کے پیش نظر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خضر خاں' ملکہ جہاں اور الغ خاں' جو تینوں ہی شاہی خاندان کے افراد ہیں' آپ کی موجودگی انہیں بھلی معلوم نہیں ہوتی' اس لیے وہ تہ دل سے آپ کی موت کے خواہاں ہیں۔"

خضر خاں کی امروہہ کو روانگی

بادشاہ اور ملک نائب میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ملکہ جہاں کو جشن مسرت منانے کی ایک نئی تدبیر سوجھی اور اس نے علاؤالدین سے اس امر کی اجازت طلب کی کہ شہزادہ شادی خاں کو الغ خاں کی بیٹی سے بیاہ دیا جائے۔ یہ سن کر ملک نائب کو بادشاہ کے کان بھرنے کا ایک اور نادر موقع ملا اور اس نے ادھر ادھر کی باتیں لگا کر بادشاہ کو ان لوگوں کی طرف سے اور زیادہ بدگمان کر دیا۔ علاؤالدین نے سوچ بچار کے بعد بڑی احتیاط سے کام لیتے ہوئے خضر خاں کو شکار کے بہانے سے امروہہ کی طرف روانہ کر دیا اور چلتے وقت اس سے کہا کہ جب میں صحت یاب ہو جاؤں گا تو تمہیں بلواؤں گا۔ خضر خاں نے اس وقت یہ منت مانی کہ اگر علاؤالدین صحت یاب ہو گیا تو وہ (خضر خاں) امروہہ سے دہلی تک مشائخ کی زیارت کے لیے پیدل چل کر آئے گا۔"

خضر خاں کی واپسی

جب خضر خاں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی صحت کچھ اچھی ہو رہی ہے تو اس نے اپنی منت پوری کی اور اپنے لشکر خاصہ کے ساتھ امروہہ سے دہلی تک پا پیادہ آیا۔ ملک نائب کو معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ کے کان بھرے اور کہا۔ "شہزادہ آپ کی اجازت کے بغیر دارالسلطنت میں آیا ہے اس لیے اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ کہیں امیروں کے ساتھ مل کر یہ سازش نہ کرے اور کوئی نیا فتنہ نہ پیدا ہو۔" علاؤالدین کو ملک نائب کی اس بات کا اعتبار نہ آیا اور وہ خضر خاں کو بلا کر اس سے ہم آغوش ہوا اس کے سر اور آنکھوں کو چوما اور اسے اجازت دی کہ حرم سرا میں جا کر اپنی ماں اور بہنوں سے ملاقات کرے۔

خضر خاں اور شادی خاں کی گرفتاری

کچھ دنوں بعد خضر خاں پر وہی پہلے کی سی غفلت طاری ہو گئی اور وہ دربار میں حاضری کا بھی پابند نہ رہا۔ ملک نائب نے اس بار بھی خضر خاں کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور اس قسم کی باتیں کیں کہ بادشاہ کو خضر خاں سے بالکل بدگمان کر دیا اور یہ یقین دلایا کہ خضر خاں فلاں فلاں اشخاص سے سازش کر کے' جن میں شادی خاں بھی شریک ہے' آج کل ہی میں بادشاہ کی جان لینے والا ہے۔ ملک نائب نے مکاری اور عیاری سے چند جھوٹے غلاموں کی گواہی بھی پیش کر دی اور بادشاہ سے خضر خاں اور شادی خاں کی گرفتاری کا فرمان جاری کروا دیا۔

بغاوتیں

ملک نائب نے ان دونوں شہزادوں کو گوالیار کے قلعے میں قید کروا دیا اور ملکہ جہاں کو محل سے نکلوا کر پرانی دہلی میں نظر بند کر دیا۔ اس

besturdubooks.wordpress.com

کے ساتھ ساتھ ملک نائب نے بادشاہ سے الغ خاں کی موت کا فرمان جاری کروا لیا- الغ خاں جو خضر خاں اور شادی خاں کا خالو تھا اور ابھی حال ہی میں گجرات سے آیا تھا' ملک نائب کی عیاری سے مارا گیا- اس کے علاوہ ملک نائب نے سید کمال الدین کرک کو بادشاہ کے حکم کے مطابق جالور روانہ کیا تاکہ وہ جالور کے حاکم نظام الدین کو' جو الغ خاں کا بھائی تھا' قتل کرے- خضر خاں اور شادی خاں کی گرفتاری اور الغ خاں اور اس کے بھائی نظام الدین کے قتل سے ملک میں ایک انتشار سا پھیل گیا اور کئی سوئے ہوئے ہنگامے از سر نو جاگ اٹھے- گجرات کی فوج نے علم بغاوت بلند کیا اور سارے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا-

علاؤالدین کا انتقال

گجرات کی بغاوت کو کچلنے کے لیے بادشاہ نے ملک نائب کی رائے سے سید کمال الدین کرک کو روانہ کیا' لیکن الغ خاں کے حمائتیوں اور طرف داروں نے کمال الدین کو پکڑ کر بڑی بری طرح موت کے گھاٹ اتار دیا- جیتپور کے حاکم نے بھی بغاوت کی اور شاہی ملازموں کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر انہیں قلعے سے نیچے پھینک دیا- دکن میں ہرپال دیو نے' جو رام دیو کا داماد تھا' ہنگامہ کھڑا کیا اور بہت سے شاہی تھانوں کو تباہ و برباد کر دیا- علاؤالدین ان خبروں کو سن سن کر دل ہی دل میں بل کھا کر رہ جاتا- غم و الم کی اس فضا میں اس کی صحت کی دیوار گرتی ہی چلی گئی اور آخر کار ۶ شوال ۱۶ ۷ھ کی رات کو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی- بے شمار زر و جواہر اور دولت جو محمود غزنوی کو بھی میسر نہ ہوئی اور جسے علاؤالدین نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا' دوسروں کے لیے چھوڑ گیا- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بادشاہ کی موت زہر خورانی سے ہوئی تھی' ملک نائب نے اسے زہر دیا تھا- واللہ اعلم بالصواب-

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ علاؤالدین خلجی کے زمانے میں چوراسی (۸۴) چھوٹی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں اور ہر لڑائی میں یہ اقبال مند بادشاہ کامیاب و کامران رہا- علاؤالدین کی شان و شوکت کا اندازہ محض اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس کے دربار میں ستر ہزار شاگرد پیشہ ملازم تھے- ان میں سات ہزار معمار' بیل دار اور گلکار تھے جو بڑی بڑی عمارت بھی دو ہفتے میں تیار کر لیتے تھے اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں تو دو تین دن ہی میں تعمیر ہو جاتی تھیں- عمارت کی تعمیر کے لیے بادشاہ جتنے عرصے کا تعین کر دیتا تھا اس میں ایک لمحہ کی کمی بیشی نہ ہوتی تھی- علاؤالدین پہلا شخص ہے جس نے ہاتھی پر عماری رکھی اور اس پر سوار ہوا' علاؤالدین نے بیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک حکمرانی کی-

besturdubooks.wordpress.com

شہاب الدین عمر بن علاؤ الدین خلجی

خاندان علائی پر ظلم

علامہ صدر جہاں گجراتی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ علاؤ الدین خلجی کے انتقال کے دوسرے روز ملک نائب نے تمام امرا اور ارکان سلطنت کو جمع کیا اور مرحوم بادشاہ کا وصیت نامہ پڑھ کر سب کو سنایا۔ خلجی کا وصیت نامہ یہ تھا "میں اپنے بڑے بیٹے خضر خاں کو اپنی ولی عہدی سے معزول کرتا ہوں اور اس کی جگہ اپنے چھوٹے بیٹے شہاب الدین عمر کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔" ملک نائب نے شہزادے شہاب الدین کو تخت حکومت پر بٹھادیا اور خود اس سات سالہ فرماں روا کا نائب السلطنت بن بیٹھا۔ ملک نائب نے علاؤ الدین کے امراء کو اپنا ہم خیال سمجھا' جو کہ اس کی عاقبت نا اندیشی تھی۔ جلوس کے پہلے ہی دن ملک نائب نے ملک سہیل کو باربکی کی عہدے پر مقرر کر کے گوالیار کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ خضر خاں اور شادی خاں کو اندھا کر دے۔ اس نمک حرام نے مرحوم بادشاہ کی عنایات کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور دونوں شہزادوں کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیں پھیردیں اور ان کی ماں ملکہ جہاں کو قید میں ڈال دیا۔ اس مردود نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ شہاب الدین کی ماں سے نکاح بھی کر لیا۔

شیخ نجم الدین کا فیضان روحانی

ملک نائب یہ چاہتا تھا کہ خضر خاں اور شادی خاں کی طرح شہزادہ مبارک خاں کو بھی اندھا کر دے تاکہ وہ خود (ملک نائب) زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ شہزادہ مبارک کی والدہ بی بی مالک نے ایک شخص کو حضرت نجم الدین کی خدمت میں بھیجا۔ شیخ نجم الدین' حضرت شیخ احمد جامؒ کے بیٹوں میں بہت ہی ممتاز اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ بی بی مالک شیخ صاحب سے امداد کی طالب ہوئی۔ شیخ صاحب نے جواب دیا۔ "تم کوئی فکر نہ کرو اور غیبی امداد کا انتظار کرو۔" یہ کہہ کر شیخ صاحب نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور اسے الٹ کر دوبارہ اپنے سر پر رکھ لیا اور کہا "اب میں اس ٹوپی کو اسی وقت سیدھا کروں گا جب مبارک شاہ تخت حکومت پر بیٹھے گا۔"

ملک نائب کے عزائم

ملک نائب کا معمول تھا کہ وہ ہر روز تھوڑی سی دیر کے لیے شہاب الدین عمر کو محل سے لا کر ہزار ستون کے کوٹھے پر تخت شاہی پر لا بٹھاتا اور امراء و ارکان دولت کو حکم دیتا کہ صف در صف ہاتھ باندھے ہوئے بادشاہ کے سامنے کھڑے رہیں۔ جب دربار ختم ہو جاتا تو ملک نائب شہاب الدین عمر کو اندر محل میں اس کی ماں کے پاس بھجوا دیتا' اور خود ایک خیمے کے اندر' جو ہزار ستون پر نصب کیا گیا تھا' خواجہ سراؤں کی ساتھ چوسر کھیلنے میں مشغول ہو جاتا۔ ملک نائب ہر وقت علاؤالدین خلجی کے خاندان کی تباہی و بربادی کے لیے منصوبے باندھتا رہتا اور اپنے ساتھیوں سے اسی سلسلے میں مشورے کرتا رہتا۔

شہزادہ مبارک کے قتل کی کوشش

ایک رات ملک نائب نے چند خواجہ سراؤں کو' جو اس رات ہزار ستون کی حفاظت کے لیے متعین تھے' خفیہ طریقے سے مبارک شاہ کی مجلس میں بھیجا تاکہ یہ لوگ مبارک شاہ کو قتل کر دیں۔ جب یہ خواجہ سرا' مبارک شاہ کے پاس پہنچے تو شہزادے نے اپنے گلے سے جڑاؤ گلوبند اتار کر ان کو دیا اور انہیں اپنے باپ کی مہربانیاں یاد دلائیں۔ شہزادے کی گفتگو سے خواجہ سرا بہت نادم ہوئے اور اپنے ارادے سے باز آگئے اور جیسے گئے تھے ویسے ہی لوٹ آئے۔ واپس آکر انہوں نے اپنے سرداروں بشیر اور مبشر سے سارا قصہ کہا اور شہزادے کا

besturdubooks.wordpress.com

جڑاؤ گلوبند ان کے حوالے کر دیا۔ چونکہ مبارک شاہ کی قسمت میں بادشاہت لکھی تھی' اس لیے بشیر اور مبشر اور ان کے تمام ساتھی شہزادے کے قصے سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے مبارک شاہ کے دشمنوں کو اسی رات موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا۔

ملک نائب کا قتل

جب رات اپنے شباب پر آگئی اور تمام لوگ ادھر ادھر چلے گئے اور بادشاہی محل کے تمام دروازے بند ہوگئے تو بشیر اور مبشر ملک نائب کی خواب گاہ میں جا گھسے اور انہوں نے ملک نائب اور اسکے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ علاؤ الدین خلجی کی وفات کے پینتیس (۳۵) روز بعد پیش آیا۔ ملک نائب کے قتل کے بعد ان خواجہ سراؤں نے مبارک کو قید سے آزاد کیا اسے شہاب الدین عمر کی نیابت پر مقرر کیا۔ مبارک شاہ نے دو (۲) ماہ تک تو اپنے چھوٹے بھائی کی نیابت کی' لیکن آخر کار اس نے امراء اور ارکین سلطنت سے مشورہ کر کے شہاب الدین عمر کو بادشاہت سے معزول کر دیا اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

مبارک شاہ نے شہاب الدین عمر کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں اور اسے گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا۔ شہاب الدین عمر نے تین مہینے سے کچھ زیادہ عرصے تک حکمرانی کی۔ جس زمانے میں علاؤالدین خلجی کی اولاد پر اپنوں اور بیگانوں کے ہاتھوں مظالم ہو رہے تھے ان دنوں کسی شخص نے شیخ بشیر مجذوب سے سوال کیا۔ علاؤالدین خلجی کے خاندان کی تباہی و بربادی کا سبب کیا ہے؟ بشیر مجذوب نے جواب دیا "یہ سب اسی نمک حرامی کا وبال ہے جو علاؤالدین خلجی نے اپنے چچا اور مہربان آقا جلال الدین خلجی سے کی تھی۔"

besturdubooks.wordpress.com

قطب الدین مبارک شاہ خلجی

قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی ۸ محرم ۷۱۷ھ کو عمل میں آئی۔ ملک نائب کے قتل کے بعد بشیر اور مبشر نے جو خواجہ سراؤں کے سردار تھے' میدان خالی پا کر بڑی شورش بپا کی اور ان خود سروں سے کچھ ایسی ناشائستہ حرکات سرزد ہوئیں کہ مبارک شاہ نے مجبور ہو کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے ساتھیوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیج کر ان کی جماعتی قوت کو منتشر کر دیا۔ خواجہ سراؤں کے ہنگامے سے نجات حاصل کرنے کے بعد مبارک شاہ نے امرا و اراکین سلطنت کو اپنا بنانے کی کوشش کی۔ اس نے ہر امیر کو اس کی حیثیت کے مطابق خلعت اور انعام سے سرفراز کیا اور بہت سوں کو طبل و علم سے بھی نوازا' مبارک شاہ نے اپنی قدیم نمک خواروں کو ان کی پرانی خدمتوں پر حسب سابق بحال رکھا اور ان کو بھی جاگیریں وغیرہ عطا کیں۔

خطابات اور عہدوں کی تقسیم

اس کے بعد مبارک شاہ نے امراء میں خطابات اور عہدے تقسیم کیے۔ ملک دینار شحنہ پیل کو "ظفر خاں" کا خطاب دیا گیا۔ مبارک شاہ کے چچا محمد مولائی کو "شیر شاہ" اور مولانا شہاب الدین کے مشہور بیٹے مولانا ضیاء الدین کو "صدر جہاں کے خطابات دیے گئے۔ ملک قرابیک کو مبارک شاہ نے اپنا مقرب خاص بنایا۔ پردار قوم کے ایک شخص کو جس کا نام حسن تھا اور جو گجرات کا مشہور پہلوان تھا۔ اس پر بادشاہ نے عنایت کی خاص نظر کی۔ نیز ملک شادی' نائب خاص جو علاؤالدین خلجی کا پروردہ پرداختہ تھا' اسے "خسرو خاں" کا خطاب دیا گیا۔ مبارک شاہ حسن پر بہت مہربان ہوا اور اس سے ایسی محبت کرنے لگا کہ اسے بڑے بڑے اعزازات سے نوازا اور یہ دیکھے بغیر کہ اس نوجوان شخص میں انتظامی امور کو سنبھالنے کی صلاحیت ہے بھی یا نہیں' وزارت کا اہم عہدہ بھی اسی کے سپرد کر دیا۔

قیدیوں سے ہمدردی

قطب الدین مبارک شاہ کی زندگی کا ابتدائی حصہ چونکہ قید خانے میں بسر ہوا تھا اور اس وقت اسے ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا' اس لیے جب اس نے عنان حکومت سنبھالی تو اسے قیدیوں سے خاص ہمدردی پیدا ہوئی۔ نیز وہ اپنی رعایا اور اراکین سلطنت کے ساتھ انتہائی مہرو مروت اور اخلاق کے ساتھ پیش آتا۔ مبارک شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ حکم دیا کہ ستر (۷۰) ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔ جلال الدین خلجی کی جو تھوڑی بہت اولاد باقی رہی تھی' مبارک شاہ نے اسے ملک کے چاروں اطراف سے طلب کیا اور ان لوگوں کو گراں بہا عطیوں اور وظیفوں سے نوازا۔ اس نے اپنے تمام ملازمین اور خدمت گزاروں کو چھ ماہ کی تنخواہ بطور انعام دی۔

رعایا پر لطف و کرم

مبارک شاہ نے امراء اور باجگذاروں فرمانرواؤں کے مناصب اور ان کی جاگیروں میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا۔ جو لوگ غربت و ناداری کی وجہ سے در در بھیک مانگتے پھرتے تھے' ان پر شاہی عنایات اس قدر ہوگئیں کہ وہ خود صاحب بخشش بن گئے۔ الغرض ایک مدت کے بعد لوگوں نے دولت کا منہ دیکھا' ضرورت مند لوگ بادشاہ کی خدمت میں تحریری گزارشات پیش کرتے' بادشاہ ان عرضیوں کو پڑھ کر لوگوں کی ضروریات پوری کر دیتا۔ علماء و فضلاء اور صوفیوں' درویشوں وغیرہ کے روزینوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا۔ علاؤالدین خلجی کے عہد میں جن دیہاتوں کو زمینداروں اور جاگیرداروں کی ملکیت سے نکال کر شاہی ملک بنا دیا تھا' مبارک شاہ نے انہیں اصل مالکوں کو واپس کر دیا۔ خراج اور دیگر مطالبات کی زیادتی جو علاؤالدین کے عہد سے چلی آ رہی تھی اسے ختم کر دیا گیا۔ جاہ و منصب کی محبت اور دنیاوی

bestrdubooks.wordpress.com

لذائذ کی ہوس' جو علاؤالدین کی سخت گیری کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی' اسے نئی زندگی ملی- الغرض مبارک شاہ نے اپنے باپ کے قائم کردہ تمام سخت قاعدوں کو اپنی نرمی سے ختم کر دیا-

علاؤالدین خلجی نے (جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے) ملکی مصالح کے پیش نظر ہر چیز کا نرخ مقرر کر دیا تھا' لیکن مبارک شاہ کے عہد حکومت میں ایسا نہ ہوسکا اور اشیاء کے نرخوں کا سرکاری طور پر تعین نہ کیا جا سکا- بظاہر شراب نوشی ممنوع تھی' مگر چونکہ خود بادشاہ کی محفل شراب و ساقی سے گرم رہتی تھی اس لیے رعایا کو بھی اس ممانعت کی کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی- کیا امیر اور کیا غریب' سبھی فسق و فجور میں مبتلا تھے' شرع کے خلاف عمل کرنے میں علاؤالدین خلجی نے جو کمی کی تھی' مبارک شاہ نے اس کی پوری پوری تلافی کر دی-

گجرات میں بغاوت

اسی زمانے میں گجرات کا واقعہ پیش آیا اس تمام علاقے میں بغاوت پھیل گئی اس بغاوت کو کچلنا بہت ضروری تھا ورنہ سلطنت کا استحکام خطرے میں تھا- مبارک شاہ نے عین الملک ملتانی کو جو علاؤالدین خلجی کے معتبر سرداروں میں سے تھا' ایک زبردست فوج کا سردار بنا کر گجرات روانہ کیا- عین الملک نے علائی عہد میں بڑے بڑے معرکے سر کیے تھے- اس نے گجرات پہنچ کر باغیوں کو شکست دی اور نہروالہ اور گجرات کے علاقوں کو از سر نو مبارک شاہ کی سلطنت میں شامل کیا- اس علاقے کے قرب و جوار کے زمینداروں کو بادشاہ کا اطاعت گزار بنا کر عین الملک واپس دہلی آیا-

عین الملک کی واپسی کے بعد قطب الدین مبارک شاہ نے ظفر خاں کی بیٹی سے شادی کر لی اور ظفر خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کر دیا- ظفر خاں نے گجرات پہنچ کر تین چار ماہ کے اندر ہی تمام فسادوں اور فتنہ انگیزوں کے چھکے چھڑا دیے اور انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا- ظفر خاں نے اس علاقے کے راجاؤں اور زمینداروں سے بے شمار زر و جواہر اور مال حاصل کیا اور یہ سب مال و دولت شاہی غنیمت خانے میں بھجوا دیا- علاؤالدین کی وفات کے بعد راجہ رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مرہٹواڑی پر قبضہ کر لیا تھا- مرہٹ پر قابض ہو جانے کے بعد ہرپال دیو نے شاہی عہدہ داروں کو شہر سے نکال دیا اور خود دیوگڑھ کے قلعے کے محاصرے میں مشغول ہو گیا-

دیوگڑھ پر حملہ

قطب الدین مبارک شاہ کو جب ہرپال دیو کی ان ناشائستہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے ایک دانشمند غلام بچے کو' جس کا نام شاہین تھا- "وفا بیگ" کا خطاب دیا اور اسے اپنا نائب بنا کر دہلی میں چھوڑا اور خود ایک زبردست لشکر لے کر دیوگڑھ پر حملہ آور ہوا- یہ واقعہ مبارک شاہ کی تخت نشینی کے دوسرے سال کا ہے- جب شاہی فوج دیوگڑھ کے قریب پہنچی اور ہندوؤں نے اسلامی فوج کی کثرت اور متعلقہ سامان کی فراوانی کا حال سنا تو ہرپال دیو اور اس کے ساتھی' بادشاہ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے- مبارک شاہ نے جب میدان خالی دیکھا تو اس نے اپنے چند امراء کو ہندو راجاؤں کے پیچھے دوڑایا' ان امیروں نے بڑی محنت اور کوشش سے ہندوؤں کی بھاگتی ہوئی فوج کو قتل کیا اور ہرپال دیو کو زندہ گرفتار کر کے مبارک شاہ کے سامنے پیش کیا- بادشاہ نے حکم دیا کہ ہرپال کی کھال کھینچ کر اس کا سر دیوگڑھ کے قلعے کے دروازے میں لٹکا دیا جائے-

خسرو خاں کا اعزاز

اسی دوران برسات کا موسم آ گیا اور مبارک شاہ کو مجبوراً کچھ عرصہ تک دیوگڑھ ہی میں ٹھہرنا پڑا' بادشاہ نے اپنے دوران قیام میں مرہٹواڑی پر پوری طرح قبضہ کر لیا اور دیوگڑھ میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی جو آج تک موجود ہے- گلبرگہ' ساغر' دہور اور سمندر

besturdubooks.wordpress.com

علاؤالدین کے ممتاز غلاموں میں سے تھا' دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس کے بعد مبارک شاہ نے مرہٹواڑی کو اپنے امراء میں بطور جا... تقسیم کیا اور اپنے باپ کی طرح معشوق پرستی میں مشغول ہو کر خسرو خاں کے ناز اٹھانے لگا۔ مبارک شاہ نے خسرو خاں کو لوازمات شاہی یعنی چترو دورباش وغیرہ عطا کر کے اور اپنے معتبر امراء کا سردار بنا کر مالابار کی طرف روانہ کیا اور خود دہلی واپس روانہ ہوا۔

قتل کی سازش

راستے میں مبارک شاہ نے خوب جی بھر کر شراب نوشی کی اور اپنی اس عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ جان و مال سے بے نیاز مستی وکیف میں غفلت کی زندگی گزارنے لگا۔ علاؤالدین کے چچازاد بھائی ملک اسدالدین نے جب بادشاہ کو اس عالم میں دیکھا تو اس کے دل میں بادشاہت کا خیال آیا اور وہ اسی کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نے بادشاہی چوبداروں سے مل کر سازش کی اور یہ طے پایا کہ جب مبارک شاہ کاتی ساگون سے گزر کر حرم سرا میں داخل ہونے لگے تو اس وقت اس کو قتل کر دیا جائے۔ جب بادشاہ حرم سرا میں داخل ہونے لگا تو اس وقت کوئی محافظ اور چوبدار ساتھ نہ ہوگا ایسے عالم میں اسے قتل کرنا آسان ہوگا۔ جس رات بادشاہ کاتی ساگون سے گزرنے والا تھا اس رات ملک اسدالدین کے ایک اہم رازدار نے ساری بات بادشاہ کو بتا دی اور سازش کا تمام پول کھول دیا۔ اسی وقت بادشاہ نے تحقیقات کا حکم دیا واقعہ سچا تھا اس لیے مبارک شاہ پر واضح ہوگیا کہ مخبر نے صحیح اطلاع دی ہے۔ اسدالدین کو گرفتار کر کے بادشاہی حکم سے قتل کیا گیا۔ اس کے علاوہ بیس دوسرے افراد بھی' جو اس کے ساتھی تھے' موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ان لوگوں میں کچھ بے گناہ بھی تھے اور وہ دہلی سے کبھی باہر بھی نہ نکلے تھے۔

شہزادوں کا قتل

مجرموں کو سخت سزائیں دینے کے بعد مبارک شاہ نے کاتی ساگون کا سفر کیا اور جھائن پہنچا۔ یہاں پہنچ کر بادشاہ نے سلاحداروں کے سردار شادی کہنہ کو گوالیار کی طرف روانہ کیا۔ شادی کہنہ نے گوالیار پہنچ کر دونوں اندھے شہزادوں خضر خاں اور شادی خاں اور ملک شہاب الدین کو قتل کیا' اور ان کے بیوی بچوں کو لے کر دہلی آگیا۔ خضر خاں کی بیوی دیولدی (جس کا قصہ بیان کیا جا چکا ہے) مبارک شاہ کے حرم میں داخل کی گئی۔

مبارک شاہ کی عاقبت نااندیشی

جب مبارک شاہ نے دیکھا کہ گجرات اور دکن' بلکہ تمام ہندوستان اس کے قبضے میں آگیا ہے۔ تمام امراء اور باجگذار حکام اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے ہیں اور حکومت کے تمام مدعی قتل کیے جا چکے ہیں تو اس نے احتیاط اور عاقبت اندیشی کا دامن چھوڑ کر بے احتیاطی اور غفلت کو اپنا شعار بنایا۔ شراب اور غرور کے نشے میں وہ کچھ ایسا مست ہوا کہ اسے کسی کی پروا نہ رہی۔ نہ کسی ہمدرد اور بہی خواہ کے کسی مشورے پر عمل کرتا اور نہ ہی کسی وفادار امیر کی کوئی گزارش سنتا۔ اگر کوئی امیر بادشاہ کی خیر خواہی میں کوئی بات بادشاہ کی رائے کے خلاف کہتا تو مبارک شاہ نہ صرف یہ کہ اس کی رائے کو رد کر دیتا بلکہ اسے خوب جی بھر گالیاں بھی دیتا۔ اس بنا پر کسی حاشیہ نشین کو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ محض اشارے کنائے ہی سے بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھر سکے۔

بے گناہوں پر ظلم

الغرض مبارک شاہ نے ایک دم اپنی تمام اچھی عادتوں کو ترک کر دیا اور ان کی جگہ قبیح عادات اختیار کر لیں' اس کا غصہ اور ظلم پسند سرشت اپنے شباب پر آگئی اور اپنے باپ کی طرح اس نے بھی بے گناہوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ گجرات کا حاکم ظفر خاں' جو حکومت کا ایک اہم ستون تھا' بے گناہ مارا گیا۔ اس کے بعد ملک شاہین کے برے دن آئے یہ وہی امیر تھا جسے خود مبارک شاہ نے "وفا بیگ" کا خطاب دیا تھا' افسوس کہ اسے بھی مطلب پرستوں نے چغلیاں کھا کر مبارک شاہ کے فرمان سے قتل کروایا۔ مختصر یہ کہ

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا ہر عمل اس کے زوال کا پیش خیمہ نظر آنے لگا۔

حضرت محبوب آلہیؒ سے عداوت

مبارک شاہ کو حضرت محبوب آلہیؒ سے بھی عداوت ہوگئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ مبارک شاہ کے مقتول بھائی خضرخاں کو حضرت محبوب آلہیؒ سے بڑی عقیدت تھی' مبارک شاہ حضرتؒ کی شان میں گستاخانہ حرکتیں کرنے لگا۔ شیخ زادہ جام کو بادشاہ نے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ زادہ جام حضرت محبوب آلہیؒ کے مخالفین میں سے تھے۔ شیخ زادہ جام کی درخواست پر حضرت رکن الدین کو ملتان سے بلوایا گیا وہ جب آئے تو شاہی دربار میں ان کی بہت عزت کی گئی۔

بازاری عورتوں کی فراوانی

مبارک شاہ کی بری حرکتیں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ وہ اکثر اوقات عورتوں کی طرح زیور پہن لیتا تھا اور اسی عالم میں مجمع میں آکر لوگوں سے بات چیت کرتا تھا۔ بادشاہ کے محل میں بازاری اور گھٹیا عورتیں ہر وقت جمع رہتی تھیں اور بادشاہ کے اشارے سے عین الملک اور قراء بیگ جیسے نامی گرامی اور ممتاز معزز امراء سے ہنسی مذاق کر کے ان کی بے عزتی کیا کرتی تھیں۔ مبارک شاہ اس انداز سے اپنے امراء کو ناراض کر کے بہت خوش ہوتا تھا۔ یہ عورتیں مبارک شاہ کی حکومت اور اس کے خاندان کی تباہی و بربادی کے لیے تمام اسباب مہیا کرتی تھیں۔

حسام الدین کا حاکم گجرات ہونا

ظفر خاں کے قتل کے بعد گجرات کی حکومت حسام الدین کے سپرد کی گئی' جو ماں کی طرف سے خسرو خاں کا بھائی تھا۔ اپنے بھائی کی طرح حسام الدین بھی بادشاہ کی نگاہوں میں بڑا رسوخ پا گیا۔ جب کبھی خسرو خاں موجود نہ ہوتا تو اس کی جگہ حسام الدین ہی بادشاہ کا دل خوش کرتا۔ جب حسام الدین گجرات پہنچا اور اس کے رشتہ دار اور بہی خواہ پٹن اور دیگر علاقوں سے آ آ کر اس کے گرد جمع ہونے لگے تو اس کے ذہن میں نہ جانے کیا سمائی کہ وہ گجرات کے اراکین سلطنت کی مخالفت کرنے لگا۔ ان امراء کے اقتدار اور قوت میں چونکہ ابھی تک کوئی کمی واقع نہ ہوئی تھی' اس لیے وہ حسام الدین کی مخالفت برداشت نہ کر سکے' ان سب نے آپس میں مل کر حسام الدین کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ حسام الدین اسی قید کی حالت میں شاہی دربار میں پہنچا۔ بادشاہ کی نظر جونہی اس کے چہرے پر پڑی تو بادشاہ کے دل میں محبت کا جذبہ پیدا ہوا اور اس نے اسی وقت حسام الدین کو رہا کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مبارک شاہ حسام الدین سے پوچھ گچھ کرتا لیکن اس نے اس کی بجائے اسے عنایات شاہی سے سرفراز کیا اور گجرات کے امراء کی شکایات کو نظر انداز کر دیا۔ گجراتی امراء کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مبارک شاہ کے حالات پر بہت افسوس کیا۔ حسام الدین کے بعد گجرات کا حاکم ملک وجیہ الدین قریشی کو بنایا گیا۔

ملک قریشی کو اگرچہ گجرات کی حکومت کا بندوبست کرنے اور ملک میں امن و امان بحال کرنے میں بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ پھر بھی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا اور گجرات ایک بار پھر امن و امان کا گہوارہ بن گیا۔

دکن میں بغاوت

انہیں ایام میں خبر ملی کی دکن میں ملک بیگ لکھی نے علم بغاوت بلند کیا ہے۔ بادشاہ نے اپنے چند قابل امراء کی نگرانی میں ایک بڑی فوج ملک بیگ لکھی کی سرزنش کے لیے دیوگڈھ روانہ کی۔ ان امراء نے بڑی ہمت اور محنت سے کام لیا اور ملک بیگ لکھی اور دوسرے باغیوں کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں لائے۔ بادشاہ نے ملک بیگ کو تو یہ سزا دی کہ اس کے کان اور ناک کاٹ کر اسے رہا کر دیا' لیکن اس کے ساتھیوں کو بڑی بری طرح ... [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

ملک بیگ کو ٹھکانے لگانے کے بعد مبارک شاہ نے دیوگڑھ کی حکومت عین الملک ملتانی کے سپرد کی اور ملک تاج الدین ابن خواجہ علاؤالدین کو اس صوبے کا مشرف مقرر کیا۔ مبارک شاہ نے ملک وجیہ الدین کو گجرات سے بلا کر "تاج الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسے وزیر السلطنت بنایا۔

خسرو خاں کا مالا بار پہنچنا

خسرو خاں جب ملا بار پہنچا تو وہاں کے حاکم شاہی فوج کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور اپنا خزانہ و مال و اسباب لے کر کسی سمت فرار ہو گئے۔ ایک سوداگر جس کا نام علی نقی تھا وہ کہیں نہ گیا اور اس خیال سے کہ شاہی فوج کا سردار مسلمان ہے اور لشکری بھی ہم مذہب ہیں' اس لیے وہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے' علی نقی مالا بار ہی میں رہا' لیکن بے چارے کا یہ خیال غلط نکلا۔ خسرو خاں نے اس سے زبردستی بے شمار دولت حاصل کی اور آخر میں اسے تہ تیغ کر دیا' مالا بار سے شاہی لشکر تلنگانہ پہنچا۔

حاکم تلنگانہ پر تشدد

راجہ تلنگا بھی شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آ سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ خسرو خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگا۔ جب خسرو خاں کا تشدد حد سے بڑھ گیا تو راجہ نے مجبور ہو کر ایک سو ایک ہاتھی اور دیگر گراں قدر تحائف خسرو خاں کی خدمت میں بھیج کر اپنی اور اپنی رعایا کی جان بچائی۔ تلنگانہ سے خسرو خاں کتلی کی طرف آیا اور یہاں سے بھی ایک (چھ) درم وزن کا الماس اور بیس ہاتھ حاصل کرتا ہوا مالا بار واپس پہنچا۔ برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا' خسرو خاں نے یہ پورا موسم یہیں بسر کیا۔

خسرو خاں کا خیال خام

مالا بار کے قیام کے دوران میں خسرو خاں بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا اور بغاوت و سرکشی کا سودا اس کے سر میں سما گیا۔ اس نے اپنے تمام نامی گرامی امراء کو موت کے گھاٹ اتار کر زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لینے کی سوچی اور سارے ملک پر قابض ہونے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس سے پہلے کہ خسرو خاں اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا امراء کو اس کے ارادوں کی اطلاع ہو گئی۔ گودا نامی جزیرے کے حاکم ملک تلیغ' چندیری کے حاکم ملک تیمور اور ملک کل افغان وغیرہ نامی گرامی امراء نے آپس میں مل کر خسرو خاں کو یہ پیغام دیا کہ اس نامکمن خیال کو اپنے دل سے نکال دو اور اس سے پہلے کہ تمہارا یہ راز فاش ہو جائے تمہیں جلد از جلد دہلی واپس چلے جانا چاہیے۔ جب خسرو خاں کو یہ پتہ چلا کہ اس کا راز وقت سے پہلے ہی طشت از بام ہو گیا ہے اور مالا بار میں اب ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں ہے تو اس نے مجبور ہو کر یہاں کی حکومت چند امیروں میں تقسیم کی اور دہلی کی طرف چل پڑا۔ مالا بار کے امراء نے یہ سوچ کر کہ بادشاہ ان کی کارگزاری اور حق شناسی کی داد دے گا' تمام حالات لکھ کر مبارک شاہ کی خدمت میں بھجوا دیے' لیکن مبارک شاہ تو خسرو خاں کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ امیروں کا معروضہ پڑھتے ہی اس نے جواب لکھا کہ خسرو خاں جس جگہ پہنچے اسے فوراً پالکی میں سوار کر کے دوسری منزل تک پہنچا دیا جائے تاکہ وہ جلد از جلد دہلی پہنچ جائے۔

خسرو خاں کی عیاری

تمام امراء نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور خسرو خان کو سات روز میں دیوگڑھ سے دہلی پہنچا دیا۔ خسرو خاں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور یہ دیکھ کر کہ بادشاہ حسب سابق اس پر مہربان ہے' مکاری سے کام لیا اور زار و قطار رونے لگا اور کہا "چونکہ امراء شاہی میری شان و شوکت کو اپنی توہین کے مترادف سمجھتے ہیں' اس لیے انہوں نے مجھے ذلیل و رسوا کرنے کے لیے مجھ پر نمک حرامی کا زبردست الزام لگایا ہے۔ مبارک شاہ نے خسرو کے اس جھوٹ کو جوش محبت میں آ کر سچ سمجھا اور اپنے بہی خواہ امراء سے ناراض ہو گیا۔ خسرو خاں کے پہنچنے کے دو ایک روز بعد یہ امراء بھی دہلی پہنچے اور دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ ان امیروں نے بادشاہ خسرو کے فاسد خیالات اور غلط ارادوں

besturdubooks.wordpress.com

ن شکایت کی اور اپنی تائید میں بہت سے معتبر گواہ بھی پیش کیے' لیکن بادشاہ نے سچے امیروں کی کوئی بات نہ سنی اور الٹا ان سے لڑنے لگا۔ مبارک شاہ نے ناراض ہو کر ان امیروں کی جاگیریں ضبط کر لیں اور سلسلہ سلام بند کر دیا۔

امراء پر عتاب

مبارک شاہ نے چندیری کے حاکم کو صوبہ داری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے کو حاکم چندیری مقرر کیا۔ ملک تلیغہ کی تمام جاگیر ضبط کر لی اور اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ جن لوگوں نے خسرو خاں کے خلاف گواہیاں دی تھیں' ان پر بہت مظالم توڑے گئے اور خوب مارا پیٹا گیا اور طرح طرح سے ان کی رسوائی کی گئی۔ الغرض ان تمام حالات سے یہ روشن ہو گیا کہ خسرو خاں کے خلاف منہ سے کوئی بات نکالنا اپنے آپ کو کنویں میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ درباری امراء نے جب یہ عالم دیکھا تو ان میں سے کئی امراء کسی نہ کسی بہانے سے رخصت لے کر دور دراز کے علاقوں میں چلے گئے اور بعضوں نے خسرو خاں کی حلقہ بگوشی ہی میں خیریت دیکھی اور وہ اس حسنک سے زندگی بسر کرنے لگے۔

خسرو خاں کی حرکات

مبارک شاہ کا یہ عالم تھا کہ وہ خسرو خاں کی محبت میں بالکل دیوانہ ہوا جا رہا تھا اس کے بغیر اسے ایک ایک لمحہ بھاری گزرتا تھا۔ خسرو خاں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اس کی محبت میں بالکل اندھا ہو گیا ہے تو اس کے دل میں بادشاہت کرنے کا خیال از سر نو بیدار ہوا اور اپنے اس ارادے کی عملی تشکیل کے لیے اس نے کارروائیاں شروع کر دیں۔ بہاء الدین دبیر نے خسرو خاں کا ساتھ دیا یہ امیر بادشاہ سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ ایک بار بادشاہ نے اس کی بے عزتی اور توہین کی تھی۔ ایک روز خسرو خاں نے تنہائی میں موقع پا کر بادشاہ سے کہا۔ "حضور کبھی کبھی مجھ نمک خوار پر مہربانی فرما کر دور دراز کے ممالک کی فتح کا اہم فریضہ سونپتے ہیں' اس قسم کی مہمات میں چونکہ یہ خادم لشکر کا سردار ہوتا ہے۔ اس لیے اکثر درباری امراء اپنی شرافت نسبی اور عالی خاندانی کے پیش نظر میری سرداری کو اپنی توہین سمجھتے ہیں' اگر حضور اجازت دیں تو میں اپنے خاندان کے ان گنت لوگوں کو جمع کر کے ایک زبردست لشکر تیار کر لوں جو میری ماتحتی میں اس قسم کے فرائض کو حسن و خوبی انجام دے سکے۔"

خسرو خاں کی قوت

مبارک شاہ نے خسرو خاں کی درخواست کو بڑی محبت کے ساتھ اسی وقت منظور کر لیا۔ اس کے بعد خسرو خاں نے گجرات کے بے شمار خانہ بدوش ہندوؤں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا۔ اس نے بیس (۲۰) ہزار گجراتیوں کا ایک زبردست لشکر تیار کر کے ان کو اپنے ذاتی روپے سے اس لشکر کے گھوڑے اور سامان اسلحہ وغیرہ خریدا اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ان گجراتیوں کے علاوہ خسرو خاں کے دوسرے بہی خواہ اور ہمدرد بھی اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس طرح اس کا لشکر چالیس (۴۰) ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہو گیا۔

یوسف صوفی کا مشورہ

خسرو خاں نے قمر قمارا اور یوسف صوفی جیسے دہلی کے بدمعاشوں اور مفسدوں کو اپنے ساتھ ملا کر مبارک شاہ کے قتل کا پکا ارادہ کر لیا۔ انہی دنوں بادشاہ نے سامانہ کی طرف شکار کھیلنے کے لیے گیا۔ خسرو خاں نے سوچا کہ اس موقع پر اپنا مقصد پورا کیا جائے اور بادشاہ کو عین شکار کے دوران قتل کیا جائے' لیکن یوسف صوفی نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا "اگر ہم نے راستے میں بادشاہ کو قتل کیا تو شاہی لشکر ہمارے خلاف ہو جائے گا اور ہمیں تاہ و برباد کر دے گا بہتر یہی ہے کہ ہم کسی روز موقع پا کر بادشاہ کو شاہی محل میں موت کے گھاٹ

besturdubooks.wordpress.com

داخل ہو جائیں تو ان کی جان بخشی کر دی جائے' ورنہ انہیں بھی بادشاہ کی طرح قتل کر دیا جائے۔"

ایک نئی تدبیر

یوسف صوفی کا یہ مشورہ خسرو خاں کو بہت پسند آیا اور اس نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کوششوں کا آغاز کر دیا۔ قطب الدین شکار سے واپس آیا اور حسب عادت عیش پرستی اور لہو و لعب میں مشغول ہو گیا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ خسرو خاں اس سے جو بات بھی کہتا تھا وہ فوراً" بلا چون و چرا مان لیتا تھا۔ ایک روز خسرو خاں نے بادشاہ سے کہا "میں اکثر اوقات بہت رات گئے تک حضور کے ساتھ رہتا ہوں جب رخصت ملتی ہے تو اس وقت اپنے مکان پر جانا بہت مشکل نظر آتا ہے' اس لیے مجبور ہو کر یہیں حضور کے محل کے کسی کونے میں پڑا رہتا ہوں اور رات کا باقی حصہ بسر کر دیتا ہوں۔ میرے عزیز اور رشتہ دار جو مجھ سے ملاقات کرنے اور مجھے دیکھنے کے لیے دور دراز مقامات سے یہاں آتے ہیں وہ کئی کئی دن میرا انتظار کرتے ہیں' مگر پھر بھی ان سے ملاقات نہیں ہو پاتی۔ اگر حضور اس امر کی اجازت دیں کہ میرے ملاقاتی رات کے وقت بغیر کسی روک ٹوک کے شاہی قصر میں چلے آیا کریں تو بڑی نوازش ہو گی' اگر ایسا ہو گیا تو پھر میں بھی تمام رات حضور کی خدمت میں حاضر رہا کروں گا۔"

خسرو خاں کا شاہی حرم سرا کی چابیاں حاصل کرنا

قطب الدین نے بغیر کسی حیل و حجت کے اس درخواست کو منظور کر لیا اور شاہی حرم سرا کی چابیاں خسرو خاں کے سپرد کر دیں اور اس سے کہا۔ "بھلا تجھ سے اور تیرے ہم قوم جوانوں سے بڑھ کر میرے لیے اور کون صاحب اعتبار ہو سکتا ہے میں آج سے شاہی دولت خانے کے تمام انتظام تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔" شاہی حرم سرا کے دروازوں کے چابیاں حاصل کرتے ہی خسرو خاں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسے یقین ہو گیا کہ شاہی تخت پر بیٹھنے کے دن اب قریب آ گئے ہیں۔ جب شاہی بارگاہ پوری طرح خسرو خاں کے قبضے میں آ گئی تو اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے گروہ کے گروہ اسلحہ سے آراستہ ہو کر رات دن خسرو خاں کے شبستان میں چکر لگانے لگے۔ بادشاہ کی بہی خواہوں اور ہمدردوں نے خسرو خاں کے تیور پہچان لیے' لیکن کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ بادشاہ سے کچھ کہہ سکے۔ کیونکہ سبھی کو معلوم تھا کہ خسرو خاں کی محبت میں بادشاہ بالکل اندھا ہو چکا ہے اور وہ اس کے خلاف کوئی بات سننے پر تیار نہ ہو گا۔

قاضی خاں کی حق گوئی

جب یہ خطرناک فضا پوری طرح جم گئی اور بادشاہ کے قتل میں دو روز باقی رہ گئے تو قاضی ضیاء الدین عرف قاضی خان نے بادشاہ سے ملاقات کی۔ قاضی خاں اپنے علم و فضل کی وجہ سے سارے ملک میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور ان کی بہت عزت کی جاتی تھی وہ مبارک شاہ کے استاد ہونے کا فخر بھی رکھتے تھے۔ وہ شاہی حرم سرا کے اندرونی اور بیرونی دروازوں کے کلید بردار بھی تھے' انہوں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بادشاہ کے حضور میں درخواست کی کہ "خسرو خاں کے دغاباز اور اس کے مفسدانہ ارادوں سے تمام اہل دربار پوری طرح واقف ہو گئے ہیں۔ ہم بہی خواہان سلطنت کی یہ خواہش ہے کہ حضور اس بات کی تحقیقات فرمائیں۔ اگر ہمارا بیان غلط ہو تو خسرو خاں کے مرتبے اور اعزاز میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ کر دیجئے' لیکن اگر ہم جان نثاروں کا کہنا درست ہو تو پھر آپ اپنی جان کی حفاظت کیجئے۔ سلطنت کے انتظامات احتیاط اور دور اندیشی کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے۔ چونکہ ان دنوں خسرو خاں ہر وقت حضور کے پاس موجود رہتا ہے اس وجہ سے حضور اپنے انجام سے بالکل بے خبر ہو گئے ہیں۔" قاضی صاحب نے اگرچہ بڑی خوش اسلوبی سے بادشاہ کو تمام حالات سے باخبر کیا تھا لیکن بادشاہ پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے قاضی صاحب کی کوئی بات نہ مانی بلکہ ان کو سختی سے ڈانٹ دیا۔

اسی دوران میں خسرو خاں عورتوں کا لباس پہنے ہوئے بادشاہ کے سامنے آیا۔ قاضی صاحب تو مایوس ہو کر بادشاہ کے سامنے سے چلے گئے اور مبارک شاہ نے سارا واقعہ خسرو خان سے بیان کر دیا یہ سن کر خسرو خاں نے چالاکی سے کام لیا اور مکر سے رونے لگا اور کہا۔

besturdubooks.wordpress.com

"چونکہ حضور کی عنایات میرے حال پر بہت زیادہ ہیں' اس لیے تمام درباری مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں اور اس وجہ سے میری جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک یہ درباری میری جان نہ لے لیں گے اس وقت تک انہیں چین نہ آئے گا۔" خسرو خاں کو روتا دیکھ کر بادشاہ کی آنکھیں بھی پرنم ہوگئیں۔ بادشاہ نے خسرو خاں کو گلے سے لگالیا اور کہا "تم بالکل فکر نہ کرو اور اپنی جگہ مطمئن رہو۔ میں اپنی تمام شان و شوکت' مال و دولت اور سلطنت تیرے ایک ایک موئے بدن پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں ان چغل خور امراء کی بدگوئی کو قطعاً خیال میں نہیں لاتا۔" اس گفتگو کے بعد مبارک شاہ نے خسرو خاں کو رخصت کر دیا اور خود شاہی حرام سرا میں داخل ہوگیا۔

قاضی خاں کا قتل

اس واقعے کی دوسری رات خسرو خاں کے تمام نمک حرام ساتھی' دربار شاہی کے انعقاد کے بہانے سے ہزار ستون میں آئے اور کمین کاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب رات کچھ گزر گئی اور ہر طرف ایک سناٹا سا چھا گیا اور ہر شخص سونے کے لیے اپنے بستر پر دراز ہوگیا اور ان امراء کے علاوہ کہ جن کی پاسبانی ہزار ستون پر تھی' اور کوئی محافظ نہ رہا تو قاضی خاں پاسبانوں کی حاضری لینے کے لیے ہزار ستون میں داخل ہوئے۔ صندل نام کے ایک شخص نے جو خسروخاں کا چچا تھا' قاضی صاحب کو باتوں میں لگا لیا اس نے قاضی صاحب کو اپنے ہاتھوں سے ایک گلوری پان کی دی' چونکہ قاضی صاحب کا آخری وقت آن پہنچا تھا اس لیے وہ اس عیار شخص کی باتوں میں آگئے اور ہر قسم کے خطرات سے غافل ہو کر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ قاضی صاحب کے قتل کی تجویز پہلے سے باقاعدہ سوچی سمجھی تھی' جاہر نام کا ایک پرواری شخص اس کام پر متعین تھا' جو کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا۔ جاہر کمین گاہ سے نکل کر آیا اور اس نے پیچھے کی طرف سے قاضی صاحب پر حملہ کر دیا۔ اس نے تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ قاضی صاحب پر مارا کہ ان کا جسم دو ٹکڑے ہوگیا قاضی صاحب لڑکھڑا کر گر پڑے۔ ان کی زبان سے صرف یہ الفاظ ادا ہوئے۔ "بس مکاری ظاہر ہوگئی" وہ دو تین شخص جو قاضی صاحب کے ساتھ تھے یہ منظر دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا کہ "پرواریوں نے قاضی صاحب کو قتل کر دیا۔" یہ شور سن کر دوسرے پہرے دار تحقیقات کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے۔ خسرو خاں کے آدمیوں نے جونہی یہ ہنگامہ دیکھا وہ پہلے کی سوچی سمجھی تجویز کے مطابق تلواریں سونت کر کمین گاہ سے باہر آئے اور ہزار ستون میں داخل ہوگئے اور اس طرح قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔

ہنگامہ

اس وقت قطب الدین مبارک شاہ اپنے خلوت خانے میں خسرو خاں کے ساتھ عیش و عشرت کے ہنگامے میں مصروف تھا اس نے یہ شور شرابہ سنا اور خسرو خاں سے اس کا سبب پوچھا۔ خسرو خاں بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا' اور چند لمحے باہر کھڑا رہ کر واپس اندر آگیا اور بادشاہ سے کہا۔ "کوئی خاص بات نہیں' نوبت کے وہ گھوڑے جو ہزار ستون میں آئے تھے' جلوہ داروں کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں لوگ ان کو پکڑنے کے لیے دوڑ رہے ہیں اور اسی بناء پر یہ شور ہو رہا ہے۔" اسی اثناء میں جاہر اور اس کے ساتھی ہزار ستون کے دروازے سے اوپر پہنچے اور ان ظالموں نے خاص شاہی چوبداروں کو بھی اپنی تلواروں کا نشانہ بنایا جب محل کے خاص چوبدار ابراہیم اور اسحاق مارے جا چکے تو شور اور بلند ہوا۔

مبارک شاہ کا قتل

اب ہنگامہ شاہی خلوت گاہ کے بہت قریب پہنچ چکا تھا اس لیے بادشاہ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھا اور یہ سمجھ گیا کہ قضا آ چلی ہے اس نے اپنی جان بچانے کے لیے حرم سرا کی طرف بھاگنا چاہا جب خسرو خاں نے بادشاہ کو اس طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ اگر بادشاہ حرم سرا میں چلا گیا تو پھر اس کو قتل کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس خیال کے پیش نظر نمک حرام خسرو

besturdubooks.wordpress.com

ہوئے دیکھا تو اس نے خسرو خاں کو اپنی بغل میں دبوچ لیا۔ لیکن اس بدکردار نے بادشاہ کے بال اپنی گرفت سے نہ نکلنے اور اسی دوران خسرو خاں کے باغی ساتھی بھی خلوت گاہ میں داخل ہوگئے۔ خسرو خاں نے جب اپنے ساتھیوں کو آتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا "جلدی آؤ اور مجھے اس سے چھڑاؤ۔" جاہر نامراد شقی نے قریب آ کر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ بادشاہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جاہر نے بادشاہ کی لاش کو سر کے بالوں گھسیٹ کر خسرو خاں کے سینے سے علیحدہ کیا اور زمین پر پھینک دیا اس بے مذہب بادشاہ کا سر تن سے جدا کر کے ہزار ستون سے نیچے پھینک دیا گیا۔

بادشاہ کے بیٹوں کا قتل

چوکیداروں اور چوبداروں وغیرہ نے جب بادشاہ کا سر دیکھا تو وہ خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ حسام الدین اور جاہر شاہی حرم سرا میں داخل ہوئے اور وہاں انہوں نے بادشاہ کے بیٹوں فرید خاں' عمر خاں اور علی خاں کے علاوہ دیگر نوجوان لڑکوں اور فرید خاں کی ماں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ان ظالموں نے خوب جی بھر کر اہل حرم کی بے عزتی اور توہین کی۔

امراء کی گرفتاری

خسرو خاں نے اس کے بعد اسی وقت روشنی کروائی' چراغ اور مشعلیں جلائی گئیں۔ اپنے آدمیوں کو امراء کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ عین الملک ملتانی' جو اس زمانہ میں دیوگڑھ سے آیا ہوا تھا' ملک جونا جو بعد میں محمد شاہ تغلق کے نام سے مشہور ہوا۔ وجیہ الدین قریشی اور قرابیگ کے بیٹوں وغیرہ نامی گرامی امراء کو اس واقعے سے بالکل بے خبر تھے اور اپنے گھروں میں سو رہے تھے' گرفتار کر کے ہزار ستون میں لایا گیا۔ خسرو خاں نے ان امراء کو بڑی حفاظت کے ساتھ اپنے پاس نظربندی کی حالت میں رکھا' الغرض جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے ساتھ علاؤالدین خلجی نے جس طرح بے وفائی اور نمک حرامی کی تھی' اس کا وبال علاؤالدین خلجی کے خاندان پر ایسا پڑا کہ اس خاندان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ قطب الدین کے قتل کا واقعہ ۵ ربیع الاول ۷۲۱ھ کو پیش آیا۔

خسرو خاں کی تخت نشینی

قطب الدین کے قتل کے دوسرے روز ہمدردوں اور پرداروں کی ایک بہت بڑی تعداد خسرو خاں کے گرد جمع ہوئی۔ خسرو خاں نے اس موقع پر گرفتار امراء کو بھی طلب کیا اور ان سب لوگوں کے سامنے سلطان ناصرالدین کا لقب اختیار کر کے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اس رذیل و کم ظرف پرواز بچے نے بڑے بڑے معزز امراء کو جن میں عین الملک اور ملک جونا بھی شامل تھے' اپنے سامنے مودب کھڑا رکھا۔ زمام حکومت سنبھالتے ہی خسرو خاں نے گزشتہ دو بادشاہوں علاؤالدین خلجی اور قطب الدین مبارک شاہ کے ہمدردوں اور معتبر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو گجرات کے ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔

خسرو خاں نے اپنے بھائی کو خان خاناں کا خطاب دیا اور علاؤالدین خلجی کی بیٹی اس کے حوالے کی اور قطب الدین مبارک شاہ کی بیوی کو اپنے محل میں داخل کر لیا۔ علاؤالدین خلجی اور مبارک شاہ کی بیویوں اور ان سے متعلقہ عورتوں کو خسرو خاں اور اس کے لشکریوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ قاضی خاں اور مبارک شاہ کے قاتل جاہر کو بے شمار زر و جواہر عطا کر کے مالا مال کر دیا گیا۔ مندل کو "رائے رایاں" کا خطاب دے کر قاضی خاں کی تمام جاگیر اور مال و اسباب کا مالک بنا دیا گیا۔

ملک مسرت کا قتل

تخت نشین ہوتے ہی خسرو خاں نے علاؤالدین خلجی اور قطب الدین مبارک شاہ کے خزانوں کو بے دریغ خرچ کرنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے تمام ملازموں اور خدمت گزاروں کو چھ ماہ کی تنخواہ بطور انعام دی۔ خسرو خاں نے ان بدمعاشوں اور دوں فطرت لوگوں کو بھی قتل کروا دیا۔ جو محض روپے پیسے کے لالچ میں اس کے ہمدرد اور بہی خواہ بن گئے۔ علاؤالدین خلجی کا بھانجہ ملک مسرت جو ایک عرصے سے

bestfurdubooks.wordpress.com

تارک الدنیا ہو کر ایک گوشے میں زندگی کے دن گزار رہا تھا' خسرو خاں کے ہاتھوں وہ بھی نہ بچا۔ خسرو نے اسے قتل کر کے خاندان خلجی کا چراغ گل کر دیا۔

مذہبی حالت

اس زمانے میں مذہب کی بہت بری حالت تھی۔ غیر مسلموں کے حوصلے اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ قرآن پاک سے وہی کام لیتے تھے (نعوذ باللہ) جو بیٹھنے کی کسی جگہ سے لیا جاتا' وہ اس مقدس کتاب کو زمین پر رکھ کر اس پر بیٹھا کرتے تھے' علاؤالدین کے عہد کے امیروں میں سے پسر قمرہ کو "قمار اعظم الملک شائستہ خاں" کے خطاب سے نوازا گیا' اور عارض ممالک مقرر کیا گیا۔ عین الملک ملتانی کو "عالم خانی" کا خطاب ملا اور اسے امیرالامراء کا مرتبہ دیا گیا۔ ملک وجیہ الدین کو تاج الملک کا خطاب ملا اور اسے وزیر مملکت بنالیا گیا اسکے بیٹوں کو بھی مختلف عہدے دیے گئے۔ خسرو خاں ملک جونا کا بہت خیال کرتا تھا یہاں تک کہ اسے اخور بیگی کا منصب دیا گیا' اور بے شمار دولت و مال سے نوازا گیا۔ ملک جونا کو اعزاز و اکرام سے نوازنے سے خسرو خاں کا مقصد یہ تھا کہ اس کا باپ' غازی ملک جو لاہور اور دیپالپور کا حاکم تھا' اپنے بیٹے کی عزت افزائی دیکھ کر خسرو خاں کے حلقہ اطاعت میں آجائے گا۔

ملک فخرالدین جونا کا فرار

ملک فخرالدین جونا خاں بظاہر تو خاموش نظر آتا تھا لیکن بباطن وہ خسرو خاں کی نمک حرامی دیکھ دیکھ کر جی ہی جی میں جلا جاتا تھا' غازی ملک بھی ایک وفادار اور عاقبت اندیش امیر تھا' اس نے بھی خسرو خاں کی ناشائستہ حرکات دیکھ کر یہ ارادہ کر لیا کہ خسرو خاں سے قطب الدین مبارک شاہ کا انتقام لیا جائے۔ خسرو خاں کو زمام اقتدار سنبھالے ہوئے ابھی دو تین مہینے ہی ہوئے تھے کہ جونا خاں موقع پا کر ایک روز آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا اور اپنے چند قابل اعتبار ملازموں اور خدمت گاروں کو ساتھ لے کر دیپالپور جا پہنچا۔ ملک جونا کا فرار خسرو خاں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث ہوا اور اسے اپنے زوال کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے قمرہ قمار اور اپنے دیگر نامی گرامی امراء کو ملک جونا کے پیچھے دوڑایا' لیکن یہ کم ہمت اور بزدل امیر ملک جونا کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے اور سرستی کے قصبے کے قریب تک جا کر مایوس و نامراد واپس لوٹ آئے۔

ملک جونا اور غازی ملک کی ملاقات

غازی ملک بڑا عاقبت اندیش اور راست فہم انسان تھا۔ اس نے اس واقعے سے دو روز قبل ہی اپنے دو سو سوار سرستی کے قلعے میں متعین کر دیے تھے۔ ملک جونا نے ان سواروں میں سے چند نوجوانوں کو اپنے ہمراہ لیا اور دیپالپور کی طرف چل پڑا۔ دیپالپور پہنچ کر ملک جونا نے اپنے باپ سے ملاقات کی۔ غازی ملک اپنے بیٹے کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ جب غازی ملک کو اپنے بیٹے کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے خسرو خاں سے قطب الدین مبارک شاہ کا انتقام لینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور آس پاس کے علاقوں کے امراء اور صوبہ داروں کو خطوط لکھے اور انہیں علاؤالدین خلجی کے خاندان کی عنایات کا حق ادا کرنے کے لیے اکسایا۔ تقریباً" تمام امیروں نے اس تاریخ میں غازی ملک کا ساتھ دیا اور اس کی مدد کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔

حاکم ملتان کا قتل

ملتان کے حاکم نے' جس کا نام مغلطی تھا' غازی ملک کا ساتھ نہ دیا اور جواب میں غازی ملک کو لکھا۔ "تو دیپالپور کا امیر ہے اور میں ملتان کا حاکم ہوں ہم دونوں کو اپنی حیثیت سے اور حدود سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ بادشاہ دہلی خسرو خاں کا مقابلہ کرنا ہمارے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں" غازی ملک کو جب حاکم ملتان کا یہ جواب ملا تو اس نے اپنے ایک قابل دوست کو جس کا نام بہرام تھا' اس مضمون کا خط لکھا۔ "تو مغلطی کو ...

besturdubooks.wordpress.com

دیبالپور پہنچو۔" بہرام نے ایسا ہی کیا اور حاکم ملتان کو قتل کر کے اس کے لشکر کو اپنے قابو میں کر لیا اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ملک بیگ لکھی کا حشر

ملک بیگ لکھی نے بھی غازی ملک کا ساتھ نہ دیا اور باوجود اس کے کہ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں خسرو خاں کے حکم سے اس کا ناک اور کان کاٹ دیے گئے تھے' اس نے غازی ملک کا خط خسرو کے پاس بھیج دیا اور خود اپنے لشکر کے ہمراہ غازی ملک پر حملہ کر دیا۔ چونکہ غازی ملک سچائی پر تھا' اس لیے ملک بیگ لکھی کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور سمانہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ ملک بیگ کی خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح خسرو خاں کے پاس پہنچ جائے' مگر سمانہ کے زمینداروں نے اس کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

خسرو خاں کے لشکر اور غازی ملک میں جنگ

خسرو خاں نے اپنے بھائی خان خاناں کو چتر و دورباش عطا کیا اور یوسف صوفی کو جسے صوفی خاں کا خطاب دیا گیا تھا' اپنے جان نثاروں کے ایک قابل اعتماد گروہ کے ساتھ غازی ملک کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اسی اثناء میں ملک بہرام ابیہ ایک زبردست لشکر لے کر اچھ اور ملتان کے علاقوں سے ہوتا ہو غازی ملک سے آ ملا۔ سرستی کے میدان میں طرفین کی فوجیں معرکہ آرا ہوئیں۔ غازی ملک اور اس کے تمام ساتھی تجربہ کار تھے اور انہیں معرکہ آرائیوں کے آئین سے پوری واقفیت تھی۔ اس کے برعکس خسرو خاں کے خدمت گار بالکل ناتجربہ کار تھے'۔ اس سبب سے غازی ملک پہلے ہی حملے میں کامیاب ہوا اور خسرو کے دون فطرت طرفدار حواس باختہ ہو گئے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگ نکلے۔ یہ لوگ اپنا تمام خزانہ اور ہاتھی اور گھوڑے میدان جنگ ہی میں چھوڑ گئے۔ غازی ملک نے اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا اسے اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ منازل سفر طے کرتا ہوا دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

غازی ملک کا دہلی آنا

غازی ملک کی آمد کی خبر سن کر خسرو خاں بہت پریشان ہوا اس نے دہلی سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے علائی حوض کے قریب ہی ایک جگہ پر قیام کیا۔ اس کے پیچھے کی طرف قلعہ تھا' اور سامنے باغات اس جگہ کو وہ خوب مستحکم کر کے غازی ملک کی راہ تکنے لگا۔ غازی ملک بڑی شان و شوکت سے دہلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خسرو خاں نے غازی ملک کے آنے کی خبر سن کر اپنے سپاہیوں کو پیشگی تنخواہیں دیں۔ کسی کو چار سال کی اور کسی کو تین یا اڑھائی سال کی' فوجیوں کے علاوہ مشائخ کو بھی اس نے بہت کچھ دیا۔ مختصر یہ کہ خسرو خاں نے اس قدر فراخ دلی سے کام لیا کہ اپنے خزانے میں ایک کوڑی بھی باقی نہ رہنے دی' جواہرات بھی سپاہیوں میں تقسیم کر دیے۔

غازی ملک اور خسرو خاں کی جنگ

جس روز جنگ ہونا تھی' اس سے ایک رات پہلے عین الملک ملتانی نے خسرو خاں کو خیرباد کہا اور منڈو کی طرف روانہ ہو گیا۔ عین الملک کی روانگی سے خسرو خاں کا دل ٹوٹ گیا اور اس کی پریشانی حد سے تجاوز کر گئی' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس نے اندرپت کے میدان میں غازی کا مقابلہ کیا۔ خسرو خاں کے لشکر کا مقدمہ یعنی تلیغہ ناگواری اور شائستہ خاں نے بڑی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے اور آخر کار مارے گئے۔ یہ حادثہ کچھ کم نہ تھا' لیکن خسرو خاں نے صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑا اور عصر کے وقت تک مقابلہ جاری رکھا' لیکن کب تک؟ آخر کار تھک کر پرواریوں کے ایک گروہ کے ساتھ میدان جنگ سے تلپت کی طرف بھاگ نکلا اس کے ساتھیوں نے راستے میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے خسرو خاں' غازی ملک کے ہاتھ آ گیا۔ ہوا یوں کہ ساتھیوں سے علیحدہ ہونے کے بعد وہ

besturdubooks.wordpress.com

رات بھر تنہا ادھر ادھر چھپنے کی کوشش میں پھرتا رہا اور آخر کار اپنے پرانے آقا ملک شادی کے پاس پناہ گزین ہوا- دوسرے روز لوگوں نے گرفتار کر کے اس کو غازی ملک کے سپرد کر دیا' غازی ملک نے اسے قتل کر دیا- خسرو خاں کے بھائی خان خاناں کو بھی' جو باغ میں چھپا ہوا تھا' غازی ملک نے موت کے گھاٹ اتار دیا-

غازی ملک کی فتح اور تخت نشینی

اس واقعہ کے دوسرے روز یعنی یکم شعبان ۷۲۱ھ کو شہر کے تمام امراء روسا اور معززین غازی ملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے اسے اس کی فتح و کامیابی پر مبارک باد دی اور شہر کے تمام دروازوں کی چابیاں اس کے حوالے کر دیں- غازی ملک سوار ہو کر شہر میں داخل ہوا اور ہزار ستون کے قریب پہنچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے- غازی ملک نے سلطان قطب الدین کے بیٹوں کی تعزیت کے بعد حاضرین سے بلند آواز میں کہا- "میں بھی آپ لوگوں کی طرح ایک امیر ہوں' خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے نمک حراموں سے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لے لیا ہے- اب اگر ہمارے آقاؤں کی نسل سے کوئی فرد موجود ہو تو آپ اسے بلا تکلف تخت سلطنت پر بٹھا دیں' ہم سب اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھریں گے اور اگر علائی خاندان' بالکل تباہ ہو چکا ہو اور اس کا کوئی فرد باقی نہ رہا ہو تو آپ لوگ جس کو چاہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں' میں بھی تہہ دل سے اس کی اطاعت کروں گا-" یہ سن کر حاضرین نے یک آواز ہو کر کہا- "شاہی خاندان بالکل تباہ و برباد ہو چکا ہے تم ایک عرصے سے مغلوں کے ہم نشین چلے آ رہے ہو پہلے بھی تم نے کئی بار اہل ہند کی سپر بن کر ان پر احسانات کیے ہیں اب جبکہ تم نے ہمارے بادشاہ کا بدلہ لے کر ہم پر اور زیادہ احسان کیا ہے ایسی صورت میں تم سے زیادہ بادشاہت کا کوئی اور حقدار نہیں ہے-" یہ کہنے کے بعد امیروں نے غازی ملک کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت شاہی پر بٹھا دیا اور سلطان غیاث الدین کے نام سے اسے اپنا بادشاہ مان لیا-

قطب الدین مبارک شاہ نے چار سال چار ماہ تک حکومت کی- خسرو خاں کی مدت حکمرانی کچھ دن کم پانچ ماہ ہے-

besturdubooks.wordpress.com

خاندان تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

ہندوستان کے نئے اور پرانے مورخین میں سے کسی نے بھی خاندان تغلق کے حسب و نسب کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی اور نہ ہی اس نامور خاندان کے آباؤاجداد کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جب سلطان عصر ابراہیم عادل شاہ نے مورخ فرشتہ کو بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر کے ابتدائی دور حکومت میں لاہور بھیجا تو اس نے وہاں کے ان اہل علم اور باذوق لوگوں سے جو خاندان شاہی سے متعلق رہے تھے اور دلچسپی رکھتے تھے خاندان تغلق کے حسب و نسب کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کیں۔ لیکن اسے بھی صرف یہی معلوم ہو سکا کہ کسی تاریخ میں بھی اس خاندان کا حال مفصل طور پر نہیں لکھا گیا۔ یہ عام روایت ہے کہ ملک سلطان غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا اور غیاث الدین تغلق اس کا بیٹا' ملک تغلق نے خاندان بھٹ سے رشتہ ازدواج قائم کیا اور اسی خاندان کی لڑکی سے شادی کی جو غیاث الدین کی ماں تھی۔

لفظ تغلق کا ماخذ

جیسا کہ "ملحقات ناصری" میں بیان کیا گیا ہے کہ لفظ "تغلق" ترکی لفظ قتلغ سے نکلا ہے بلکہ یہ کہہ دینا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہندوستانیوں نے کثرت استعمال سے قتلغ لفظ کو توڑ موڑ کر تغلق بنا دیا اور بعض لوگ اس لفظ کا تلفظ "قتلو" ادا کرتے ہیں۔

غیاث الدین کا کردار

غیاث الدین' خسرو خاں اور اپنے ولی نعمت کے دیگر قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار کر خود تخت پر بیٹھا۔ ہندوستان (جو اندرونی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگیا تھا) میں غیاث الدین نے اپنی خوش انتظامی سے زندگی کی نئی لہر دوڑا دی اور عوام کے دلوں میں بھی اسی وجہ سے اپنے لیے جگہ پیدا کرلی۔ یہ بہت ہی خدا ترس' نیک اور پرہیزگار تھا۔ سنجیدگی' حلم اور بردباری اس کی طبیعت کے نمایاں جوہر تھے' عقل و فہم اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قوانین مذہب کی پابندی اپنا فرض سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا۔ ملکی انتظام میں بڑی مہارت رکھتا تھا' دیوان عام میں بیٹھ کر رعایا کے حالات سنتا' ان کی معاشی بدحالی کی طرف توجہ کرتا اور ان کی معاشی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرتا' یہ عام بادشاہوں کی طرح "مسند نشینی" کا قائل نہ تھا بلکہ اپنے آپ کو رعایا کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا تھا۔

علائی خاندان کے پسماندگان کی عزت کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا اس نے ان لوگوں کو بھی سخت سزائیں دی تھیں جنہوں نے قطب الدین کی زوجہ کا نکاح ثانی خسرو خاں سے زمانہ عدت کے اختتام سے پہلے ہی کر دیا تھا۔

جاگیریں اور عہدے بخشنا

اس کے پانچ بیٹے تھے جنہیں اس نے اونچے عہدوں اور خطابات سے سرفراز کیا۔ بڑے بیٹے ملک فخرالدین جونا کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اس کو الغ خاں کا خطاب دیا' اس کے علاوہ اپنے دوسرے بیٹوں کو بہرام خاں' ظفر خاں' محمود خاں اور نصرت خاں کے خطابات سے سرفراز کیا اور اپنے منہ بولے بیٹے کو "تاتار خاں" کا خطاب اور ظفر آباد جاگیر میں دیا۔ اپنے منہ بولے بھائی بہرام ابیہ کو کشلو خاں کا

bestandurdubooks.wordpress.com

خطاب اور ملتان کی حکومت عطا کی' اپنے بھتیجے ملک اسدالدین کو باربک کی جاگیر دی اور ملک بہاء الدین کو عارض مملکت مقرر کیا اور "سمانہ" بطور جاگیر عطا کیا' عہدہ وزارت پر ملک شادی کا تقرر کیا جو اس کے داماد کا بھائی تھا' قتلغ خاں کو دیوگڑھ کی وزارت عطا کی اور قاضی صدر الدین کو "صدر جہاں" مقرر کیا اور دہلی میں قاضی شہر کے عہدہ پر قاضی سماء الدین کو رکھا۔ گجرات کا نائب عارض الممالک ملک تاج الدین جعفر کو مقرر کیا۔ غرض یہ کہ ہر شخص ذہنی اور عقلی اپچ اور استعداد و قابلیت کے لحاظ سے عہدے دیے گئے۔ غیاث الدین کی یہ خصوصیت ناقابل فراموش ہے کہ وہ عہدوں کی تقسیم میں ذاتی اہلیت کا بہت خیال رکھتا تھا اور حسب استعداد عہدے عطا کرتا تھا۔

غیاث الدین کے پاس جب کوئی فتح نامہ آتا یا اور کوئی خوشی کی تقریب شادی' بیاہ' بچہ کی ولادت وغیرہ ہوتی تو دل کھول کر روپیہ خرچ کرتا۔ علماء' مشائخ' ارکان دولت اور امرائے سلطنت کو انعام و اکرام اور خلعت شاہانہ سے ہمیشہ سرفراز کرتا' گوشہ نشین فقیروں اور درویشوں کی نہ صرف فکر رکھتا تھا بلکہ ان کے حالات معلوم کرتا اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچاتا' رعایا کی بدحالی کو حتی الوسع دور کرتا۔ اس نے مغلوں کے حملوں کا مکمل طور پر سدباب کیا۔ غیاث الدین کے عہد حکومت میں کبھی مغلوں نے ہندوستان کا رخ نہ کیا۔ غیاث الدین کو تعمیرات کا بھی شوق تھا' تغلق آباد کا مشہور قلعہ اور سربفلک ایوانات اس کے بلند ذوق کا بین ثبوت ہیں' اس کو شراب نوشی سے سخت نفرت تھی اور ملک میں شراب پینے کی بہت سختی سے ممانعت تھی' اپنے خاندان والوں' غلاموں اور پرانے نوکروں سے اس کا جو سلوک امارت اور خانی کے زمانہ میں تھا' وہی بدستور حکمرانی کے عہد میں قائم رکھا۔ علائی امیروں کی بہت عزت کرتا اور انہیں باقاعدہ جاگیریں عطا کیں۔ ملک اختیار الدین مصنف "بساتین الانس" جس کا راقم الحروف فرشتہ نے خلاصہ کیا ہے اس کو منصب انشا عطا کیا گیا۔ سابق بادشاہوں کے حاشیہ نشین اور ارکان دولت مثلاً خواجہ خطیر' ملک انور جنیدی اور خواجہ مہدی کو شاہانہ نوازشات سے مالا مال کیا اور ان بزرگوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے کی عزت عطا فرمائی۔ وہ قوانین اور ضابطے جو پرانے بادشاہوں نے ملک کی فلاح و بہبود کے لیے منضبط کیے تھے۔ غیاث الدین ان بزرگوں سے معلوم کرتا اور پھر انہیں پر عمل پیرا ہوتا۔ جو امیر عوام کو تکلیف پہنچاتا۔ غیاث الدین اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتا تھا اور جس کو اپنی اور رعایا کی فلاح کی فکر میں دیکھتا اس کو اعلیٰ عہدہ عطا کرتا۔ جو شخص کوئی اہم کارنامہ سرانجام دیتا اس پر لطف و کرم کر کے اس کو ہم چشموں میں ممتاز کرتا۔

ملکی انتظام اور قوانین سلطنت بروئے کار لانے میں بہت میانہ روی سے کام لیتا' احکامات و قواعد میں کبھی کوئی افراط و تفریط نہ ہوتی' پریشانی اور مصیبت کے زمانہ میں خسرو خاں نے علائی خزانے سے بہت سا روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا تھا۔ غیاث الدین نے حسن تدبیر اور سلیقہ مندی سے یہ روپیہ واپس لے لیا اور خزانہ کو حسب سابق معمور کر دیا۔ رعایا پر جو حکومت کی طرف سے بقایا رقم ہوتی غیاث الدین اس کے وصول کرنے میں کبھی کوئی سختی نہ کرتا۔ عاملوں کو یہ سختی سے ہدایت تھی کہ وہ مزدوروں اور رعایا پر کبھی ظلم نہ کریں۔

الغ خاں کا تلنگانہ پر پہلا حملہ اور اس کے اسباب

غیاث الدین کی تخت نشینی کے دوسرے ہی سال لدر دیو حاکم ورنگل نے خراج (چوتھ) دینے سے انکار کر دیا اور دیوگڑھ میں بھی نظام حکومت میں بہت ابتری پھیل گئی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر الغ خاں کو اپنے چند قدیم رفیقوں کے ہمراہ تلنگانہ پر لشکر کشی کرنے کے لیے بھیجا۔ الغ خاں' چندیری' بدایوں اور مالوہ کا لشکر عظیم لے کر بڑی شان و شوکت سے تلنگانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ لدر دیو بھی جیتا نہ تھا اس نے بھی الغ خاں کے مقابلہ پر ڈٹ کر کئی خونریز لڑائیاں لڑیں۔ راجہ نے خلاف عادت لشکر دہلی کا پے در پے مقابلہ کیا اور اپنی پچھلی ناکامیوں کی تلافی کرنی چاہی لیکن لدر دیو کا یہ وار بھی خالی گیا اور مجبور ہو کر قلعہ ورنگل میں پناہ لی۔ راجہ نے چونکہ قلعہ کو خوب مضبوط اور مستحکم کرا لیا تھا اس لیے محاصرہ قلعہ کے بعد بھی وہ ہازنہ آیا اور برابر آمادہ پیکار رہا اور مفت میں رعایا کا

besturdubooks.wordpress.com

الغ خاں نے عاجز آکر ایک طرف قلعہ میں نقب زنی کا حکم دیا دوسری طرف حملہ شروع کر دیا اب راجہ کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا اسے قلعہ ورنگل ہاتھ سے نکلتا ہوا معلوم ہوا تو اس نے دوسری تدبیر کی اور الغ خاں کی خدمت میں ہاتھی اور بیش بہا جواہرات اور تحفہ تحائف بھیجے اور وعدہ کیا کہ جو رقمیں اور ہدیے وغیرہ علاؤالدین خلجی کی عہد حکومت میں دیا کرتا تھا وہ بدستور جاری رکھے گا۔ لیکن الغ خاں نے ان شرائط کو منظور نہ کیا اور قلعہ ورنگل کی فتح میں اور سرگرمی دکھائی' لیکن جیسے ہی محاصرے پر سختی ہوئی اور اضافہ ہوا تو قرب جوار کی آب و ہوا خراب ہوگئی گندگی بڑھ گئی اس سے مسلمانوں کی فوج میں بیماری پھیل گئی ہاتھی اور بے شمار سپاہی اس وبا کی نذر ہوگئے۔

جھوٹی افواہیں اور فوج میں بدامنی

فوجی سپاہی ان پریشانیوں سے گھبرا گئے اور آخر کار عاجز آکر وحشتناک خبریں اور جھوٹی افواہیں لشکر میں پھیلانا شروع کیں۔ اس کے علاوہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے مسلسل ایک مہینہ تک دہلی سے بادشاہ کی طرف سے کوئی خبر نہ ملی' ڈاک بالکل بند تھی ورنہ اس سے قبل ایک ہفتہ میں دو مرتبہ ڈاک دہلی سے آتی تھی۔ الغ خاں کے مصاحبین شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے (جو نئے نئے ہندوستان آئے تھے اور اس کے دربار میں شریک ہوئے تھے) یہ خبر اڑا دی کہ غیاث الدین تغلق کا انتقال ہوگیا ہے اور دارالسلطنت دہلی میں فتنہ و فساد بپا ہے اور تخت دہلی پر ایک دوسرے حکمران نے قبضہ کر لیا ہے۔ ان بدطینت امیروں نے نہ صرف اسی بات پر اکتفا کی بلکہ نامی امرائے لشکر ملک تیمور' ملک گل افغان' ملک کافور مہرداد اور ملک تگین وغیرہ سے بھی بہت سی باتیں اپنے دل سے گھڑ کر بیان کیں کہ دہلی میں افراتفری پھیل رہی ہے اور انہیں اس بات کا یقین دلایا کہ الغ خاں انہیں اپنا علاقائی مشیر سمجھ کر ان سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور گرفتار کر کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ چاروں امیران کی وحشتناک گفتگو سن کر سراسیمہ ہوگئے۔ سارے لشکر اسلامی پر خوف و دہشت طاری ہوگیا اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہوئی ہر ایک نے راہ فرار اختیار کی۔ الغ خاں لشکر کی افراتفری سے پریشان ہوگیا اور واپس دیوگڑھ آگیا۔ ادھر قلعہ بندوں کا محاصرہ ختم ہوگیا اور انہوں نے پھر مسلمانوں کا تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

اسی دوران میں دہلی سے ڈاک جسے اصطلاح میں "آلاغ" کہتے ہیں پہنچی۔ شاہی فرمان سے بادشاہ کی صحت و سلامتی و دہلی کی بحالی کا حال معلوم ہوا اور الغ خاں بھی مطمئن ہو کر اپنا بکھرا ہوا لشکر جمع کرنے کی فکر میں دیوگڑھ پہنچا اور لشکر جمع کیا۔ اس کے چاروں سردار جو بھاگ گئے تھے ایک ساتھ نہ رہے' بلکہ ان کا انجام بھی بہت برا ہوا۔ ان کا سارا مال اور اسلحہ جات وغیرہ ہندوؤں کے ہاتھ آئے حتیٰ کہ انہیں زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ ملک تیمور تلنگانہ پہنچا اور مع اپنے ہمراہیوں کے وہیں فوت ہوگیا۔ ملک تگین کو مرہٹواڑی کے ہندوؤں نے قتل کیا اور اس کی کھال الغ خاں کے پاس بھیج دی' ملک گل افغان' عبید شاعر' ملک کافور اور دوسرے سرکش سرداروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ الغ خاں نے بھی ان امیروں کو اسی طرح حراست میں دہلی بھیجا۔ جہاں غیاث الدین نے انہیں زمین میں زندہ گاڑ کر ان کی خوش طبعی کا پورا پورا صلہ انہیں عطا کیا۔ ان کے وارثوں کو ہاتھی کے پیر کے نیچے روند ڈالا۔ الغ خاں دو یا تین ہزار سواروں کا لشکر لے کر دہلی واپس آیا۔

تلنگانہ پر دوسرا حملہ اور فتح

الغ خاں نے چار مہینے کے بعد لشکر عظیم لے کر دیوگڑھ کے راستہ پھر ورنگل پر چڑھائی کی۔ پہلے بیدر کا قلعہ فتح کیا جو تلنگانہ کی سرحد اور راجہ ورنگل کے زیر حکومت تھا اور راستے کے دیگر قلعے بھی فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ان مقبوضہ قلعوں کی حکومت کی باگ ڈور اپنے معتمد امراء اور سرداروں کے ہاتھ میں دی اور راستہ کا انتظام ٹھیک کر کے خود نہایت خوش اسلوبی سے ورنگل پہنچا۔ بہت کم مدت میں اس نے ورنگل کا قلعہ فتح کر لیا اور جوش انتقام میں بہت سے ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ لدر دیو کو مع اسکے بیٹے اور بیوی کے قید کیا اور

besturdubooks.wordpress.com

راجہ کے کوہ پیکر ہاتھیوں اور لاتعداد خزانہ ملک بیدر الخاطب بہ قدر خاں اور خواجہ حاجی نائب عارض مملکت کی سرکردگی میں دہلی بھیجا اور اپنی فتح کی خبر بھی۔ دہلی میں فتح تلنگانہ کی بہت خوشی منائی گئی' چراغاں ہوا اور سارے شہر میں آئینہ بندی ہوئی۔ اس کے بعد اس نے تلنگانہ کی حکومت بھی اپنے معتمد امراء کے ہاتھ میں دے دی۔ درنگل کا نام بدل کر سلطان پور رکھا اور خود سیر و سیاحت کرتا ہوا جاج نگر پہنچا اور وہاں کے راجہ سے بھی بطور ہدیہ چالیس ہاتھی وصول کر کے باپ کی خدمت میں روانہ کر دیے اس کے بعد خود شہر درنگل واپس آیا اور یہاں کا انتظام حکومت حسب مرضی درست کر کے دہلی واپس آ گیا۔

لکھنوتی اور سنار گاؤں کی بغاوتیں

۷۲۴ھ میں لکھنوتی اور سنار گاؤں کے باشندوں نے دہلی میں یہ عرضیاں بھیجیں کہ وہاں کے حاکم رعیت پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ غیاث الدین تغلق نے الغ خاں کو دہلی میں اپنا قائم مقام بنایا اور خود مشرقی ہندوستان کی طرف روانہ ہوا بادشاہ ترہٹ پہنچا۔ لکھنوتی میں سلطان ناصر الدین جو سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا' حکمرانی کر رہا تھا۔ یہ اپنی سلامت روی اور مصلحانہ تدابیر کی وجہ سے علائی عہد میں بھی بدستور اسی عہدہ پر قائم تھا۔ یہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا لہٰذا اس میں غیاث الدین تغلق سے مقابلہ کرنے کی سکت کہاں تھی' اس نے تحفے تحائف بطور نذرانہ پیش کیے۔ غیاث الدین نے اپنے منہ بولے بیٹے تاتار خاں کو سنار گاؤں کا حاکم مقرر کیا اور یہاں کے پرانے حاکم و جاگیردار بہادر شاہ کو (جو علائی عہد میں سنار گاؤں کا حاکم تھا اور غیاث الدین تغلق سے ہمیشہ برسرپیکار رہتا) گرفتار کر لیا۔ ناصر الدین بغرا خاں کو چتر دور باش عطا کیا اس کو بحیثیت حاکم لکھنوتی میں چھوڑا۔ یہی نہیں بلکہ سنار گاؤں کی حفاظت اور بنگالہ کی حکومت کی ذمہ داریاں بھی اس کے کاندھوں پر ڈالیں۔

قلعہ ترہٹ کی فتح

"فتوح السلاطین" میں لکھا ہے کہ واپسی پر غیاث الدین پھر ترہٹ سے گزرا بادشاہ کے خوف سے یہاں کا راجہ جنگل میں جا چھپا۔ بادشاہ نے بھی جنگل میں اس کا پیچھا کیا جنگل کے درختوں کو کاٹنا شروع کیا اس کی دیکھا دیکھی سارے سپاہی اسی کام میں مصروف ہو گئے' دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل ایک چٹیل میدان بن گیا۔ تین دن کی مسلسل تگ و دو کے بعد ترہٹ تک پہنچا۔ وہاں کے قلعے کے گرد سات خندقیں لبالب پانی سے بھری ہوئی نظر آئیں۔ بادشاہ نے پھر بھی ہمت نہ ہاری قلعہ تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک باریک خط کی صورت میں نمودار ہو رہا تھا۔ دو تین ہی ہفتوں میں قلعہ کو غیاث الدین نے فتح کر لیا اور راجہ کو قید کر لیا۔ ترہٹ کی حکومت ملک تلیغہ کے بیٹے احمد خاں کے سپرد کی اور خود دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ چند منازل طے کر کے لشکر تو راستہ میں چھوڑا اور خود دارالسلطنت کی طرف نہایت تیزی سے چلا۔ بادشاہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کو دہلی کی طرف موت کشاں کشاں لیے جا رہی ہے۔

غیاث الدین تغلق کی وفات

الغ خاں نے جب سنا کہ اس کا باپ مع لشکر کے دہلی واپس آ رہا ہے تو اس نے افغان پور کے پاس ایک نیا محل بنوایا یہ محل صرف تین دن کے عرصے میں تیار کرایا گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا باپ اسی محل میں رات بسر کرے اور اس وقت جبکہ شہر میں اس کی آمد کی خوشی میں ہر طرف آئینہ بندی ہو جائے۔ طرح طرح کے لوازمات مسرت فراہم کر لیے جائیں تب اس کا باپ بڑی شان و شوکت سے شہر میں داخل ہو۔ غیاث الدین تغلق افغان پور کے نزدیک پہنچا اور نئی عمارت کے بنوانے کا سبب پوچھا اور جب بیٹے کی یہ خواہش معلوم ہوئی تو اس کا دل رکھنے کے لیے اسی محل میں مقیم ہو گیا۔ تغلق آباد میں اس کی آمد پر شادیانے بجے اور سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دوسرے روز الغ خاں مع اپنے ارکان دولت کے بادشاہ کی قدم بوسی کے لیے آیا۔ بادشاہ مع استقبالیوں کے اسی کے دستر خوان پر بیٹھا کھانا

besturdubooks.wordpress.com

دھوئے۔

الغ خاں جس کی زندگی باقی تھی وہ بھی گھوڑوں' ہاتھیوں اور دوسرے لوازمات شاہی کی ترتیب کے لیے باہر چلا آیا جنہیں وہ بادشاہ کی خوشنودی کے لیے لایا تھا۔ الغ خاں کے باہر آتے ہی اس کمرے کی چھت گر پڑی جہاں غیاث الدین مع اپنے مصاحبین کے بیٹھا تھا وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوسکا۔ اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ اس کی وفات کا باعث کیا ہوا۔ بہرکیف یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ غیاث الدین کی موت کا باعث اس کا بیٹا نہیں ہے کیونکہ یہ الزام پوری طرح ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے عمداً" اس قسم کا محل بنوا کر اپنے باپ کی جان لی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ چھت بالکل نئی تھی اور ہاتھیوں کے دوڑنے کا بوجھ برداشت نہ کر سکی اور گر پڑی۔ اس کے برعکس بعض کا خیال ہے کہ الغ خاں کا اتنی کم مدت میں محل تعمیر کرانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے قصداً" باپ کی جان لی۔

مورخ برنی جو عصر فیروز شاہی کا ایک معزز رکن اور سلطان محمد تغلق (الغ خاں) کا دل سے معتقد تھا اس نے قصداً" اس ذکر کو چھوڑ دیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ جو لوگ الغ خاں کو غیاث الدین کی موت کا باعث سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ وہ خود دستر خوان پر باپ کے ساتھ موجود تھا۔ اس میں یہ کرامت کہاں سے آئی کہ اس کے باہر نکلتے ہی چھت نیچے آ رہی اور بادشاہ کی موت واقع ہوئی۔ صدر جہاں گجراتی اپنی تاریخ میں اور ہی حیرت انگیز طریقے سے اس بات کا انکشاف کرتا ہے کہ الغ خاں نے یہ محل جادو کے زور سے بنوایا تھا اور یہ طلسمی اثر ہی تھا کہ اس کے باہر آتے ہی چھت گر پڑی۔ حاجی محمد قندھاری لکھتے ہیں کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہا تھا کہ آسمان سے بجلی گری اور چھت کو توڑتی ہوئی بادشاہ کے سر پر آ رہی۔ مورخ قندھاری کا بیان اگر ٹھیک ہے تو یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بادشاہ کی وفات ۷۲۵ھ میں ہوئی اس نے کچھ مہینے چار سال تک حکومت کی۔ امیر خسرو جو علائی عہد میں ایک ہزار تنکہ ماہوار پاتے تھے۔ غیاث الدین کے عہد حکومت میں اور بھی زیادہ خوشحال اور فارغ البال زندگی گزارتے تھے انہوں نے تغلق نامہ اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا جو اب مشکل سے ملتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمد شاہ تغلق

تخت نشینی

غیاث الدین تغلق کی وفات کا غم تین دن تک دارالسلطنت میں منایا گیا اور بیٹے نے چوتھے دن کے بعد تاج و تخت سنبھالا ہر طرف خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائے گئے۔ الغ خاں نے اپنے کو محمد شاہ کے نام سے موسوم کیا اور جب تخت نشینی کو پورے چالیس دن ہوگئے' تو وہ نیک گھڑی میں تغلق آباد سے دہلی آیا۔ دہلی میں بچہ بچہ خوشیاں منا رہا تھا' قدم قدم پر آرائش و زیبائش سے ایک عجیب ہی عالم تھا' ہاتھیوں پر روپیہ اور اشرفیاں لادی گئی تھیں۔ امراء بادشاہ کے دوش بدوش چل رہے تھے' راستہ میں روپیہ اور اشرفیوں کو بادشاہ پر سے صدقہ کر کے ہر گلی' کوچے اور کوٹھوں پر پھینکا جاتا تھا۔ عام روایت ہے کہ اس قدر روپیہ اور اشرفیاں اس بادشاہ کے اوپر سے نچھاور کی گئیں تھیں کہ فقیروں نے بھیک مانگنا چھوڑ دیا تھا۔

سلطان محمد شاہ تغلق کا کردار

محمد تغلق بہت ہی بلند ہمت حکمران تھا اس کی یہ خواہش تھی کہ ساری دنیا کے باشندے اس کے زر خرید غلام ہو جائیں اور اس کے احکامات کی تعمیل کریں مذہب اسلام بھی اس کو سلطنت کی طرح ورثہ میں ملا تھا۔ ورنہ شاید یہ بادشاہ بھی فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرتا اور اپنی خدائی کا بول بالا کرتا۔ وہ بہت زیادہ سخی تھا ایک معمولی فقیر کو اپنا شاہی خزانہ دے کر مطمئن نہ ہوتا اور یہی سمجھتا کہ ابھی کچھ نہیں دیا ہے۔ حاتم کی سخاوت اس کے سامنے بے حقیقت نظر آتی تھی جب وہ سخاوت پر اتر آتا تو امیر' غریب' ادنیٰ' اعلیٰ اپنے اور پرائے کا امتیاز نہ کرتا۔

مراعات اور عطائے جاگیر

محمد تغلق نے تاتار خاں کو "بہرام خاں" کا خطاب دیا۔ یہ غیاث الدین تغلق کا منہ بولا بھائی اور سنار گاؤں کا حاکم تھا اس کو سو زنجیر ہاتھی' ایک ہزار گھوڑے' ایک ہزار اشرفیاں اور چتر و دورباش مرحمت کر کے سنار گاؤں اور بنگالہ کا حاکم مقرر کیا اور بہت ہی تعظیم و تکریم سے اس کو رخصت کیا۔ ملک سنجر بدخشانی کو اسی لاکھ اور ملک الملوک عمادالدین ریحانی کو ستر لاکھ اور مولانا عضدالدین کو جو اس کا استاد تھا چالیس لاکھ ٹکے ایک ہی مرتبہ دے دیے۔ ملک الندماء مولانا ناصرالدین کو ہر سال لاکھوں ٹکے دیا کرتا تھا۔ قاضی غزنین کو بھی ہر سال حوصلے سے زیادہ انعام و اکرام دیتا تھا۔ نظام الدین احمد بخشی نے بہت تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ ٹکے سے مراد چاندی کا ایک سکہ ہوتا ہے جس میں پیتل تانبہ بھی شامل تھا اور جس کی قیمت سولہ پول متی کے برابر سمجھی جاتی تھی۔

علم نوازی

محمد تغلق کے دور حکومت میں یہ سلسلہ برابر جاری رہا کہ عراق خراسان' ماوراء النہر' ترکستان' روم اور عرب سے علماء فضلا اور باکمال ادباء نیز غربت زدہ مسافر جب انعام و اکرام کے لیے اس کے دربار میں آتے تھے تو ہمیشہ اپنے حوصلے سے زیادہ پاتے تھے۔ بیواؤں' مزدوروں' محتاجوں اور فقراء کو بھی اس کے دربار سے برابر مالا مال کیا جاتا تھا۔ مسافروں میں سے جو لوگ اپنے وطن جانا نہیں چاہتے تھے اور یہیں کی سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے ان کو دربار سے وظیفہ ملتا تھا۔ محمد تغلق بہت اچھا مقرر تھا اس کی تقریروں میں شیرینی اور فصاحت

besturdubooks.wordpress.com

کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ یہ اتنا خوشنویس تھا کہ چوٹی کے کاتب بھی اسکی پاکیزہ خطاطی اور خوشنویسی کا لوہا مانتے تھے۔ انتظام سلطنت اور وضع قوانین میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا' فہم و ادراک کی تیزی اور ذکاوت میں یہ اپنے تمام ہم عصر حکمرانوں میں امتیاز رکھتا تھا۔ مردم شناس اتنا کہ صورت دیکھتے ہی اچھائی اور برائی بتا دیتا تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ سائل کی صورت دیکھ کر اس کے دل کی بات بتا دی اور سائل سے دریافت کرنے پر بادشاہ کا خیال بالکل صحیح نکلتا' اس کا حافظہ غضب کا تھا۔ ایک بار جو بات سن لیتا اس کو کبھی نہ بھولتا تھا' اس کو تاریخ سے نہ صرف دلچسپی ہی تھی بلکہ وہ علم تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا' شاہ نامہ کے تمام قصے' ابو مسلم اور امیر حمزہ کی داستانیں اس کو ازبر تھیں' منطق اور معقولات سے بھی دلچسپی تھی۔

اس کے علاوہ اسے طب' حکمت' نجوم اور ریاضی سے خصوصیت کے ساتھ لگاؤ تھا اور وہ خود ان علوم کا بڑا ماہر تھا۔ اکثر اوقات بیماروں کی تشخیص اور علاج کرتا اور بعض اوقات علماء طب سے بحثیں کرتا اور انہیں قائل کر دیتا تھا۔ دوران حکومت میں بھی زیادہ وقت معقولات کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے ہم صحبت اور جلیسوں میں سعد منطقی اور عبید شاعر' نجم الدین انتشار اور علیم الدین شیرازی وغیرہ مشہور علماء' حکم اور طبیب تھے۔ راقم الحروف فرشتہ کا خیال ہے کہ اس شاعر عبید سے مراد عبید شاعر نہیں جو تمام دنیا میں مشہور تھا بلکہ کوئی دوسرا عبید ہے۔

محمد تغلق کو منقولات سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ اسی باعث فقیہوں اور منقولی علماء کو اس کے دربار میں رسائی نہ تھی' منقولات کا جو مسئلہ علم معقول کے مطابق ہوتا اس کو محمد تغلق ہمیشہ مان لیا کرتا وہ خود بھی فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا' قدیم استادوں کے کلام کو خوب سمجھتا اور ہر شعر کی جی بھر کر داد دیتا تھا' یہ بہت جری اور بہادر تھا۔ اسی لیے ہر وقت تسخیر ممالک کا خیال دل میں رہتا۔ یہی سبب ہے کہ اس کی زندگی کا بڑا حصہ لشکر کشی اور جنگجوئی میں گزرا ہے۔ مورخین اس کو "عجائب المخلوقات" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے۔ اس کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیک وقت نیکی اور بدی دونوں صفتوں کا مالک تھا۔ ایک طرف اس کی خواہش تھی کہ بادشاہت کے ساتھ مرتبہ نبوت بھی اس کو مل جائے۔ دوسری طرف اس کی یہ حالت تھی کہ اسلام کے قوانین اور احکامات پر پوری طرح عمل کرتا۔ منکرات سے دور بھاگتا تھا' فسق و فجور سے ہمیشہ الگ رہتا۔ حرام چیزوں کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا' لیکن طرفہ یہ کہ اس کو بندگان خدا کا ناحق خون کرنے میں اور ان پر طرح طرح کے ظلم توڑنے میں کوئی برائی نظر نہ آتی تھی۔ ایسے کام کرتے ہوئے نہ اس کے سامنے معقولات کے مسائل رہتے تھے اور نہ شرع ہی ان افعال بد میں مانع ہوتی' طبیعت کی دو رنگی کا یہ عالم تھا کہ جہاں بخشش و کرم میں حاتم و معن سے بھی آگے بڑھ جاتا' وہاں ظلم و ستم میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور کوئی ہفتہ ایسا نہ جاتا کہ جس میں مشائخ و سادات' صوفی' قلندر' اہل قلم اور سپاہی اسکی سیاسی حکمت عملی کا شکار نہ ہوتے ہوں۔

محمد تغلق نے اپنی حکومت کے ابتدائی عہد میں اپنے امیروں اور مددگاروں کو جو اس کی رائے پر چلتے تھے ہمیشہ حسب دلخواہ عہدے اور جاگیریں عطا کیں۔ اپنے چچا زاد بھائی ملک فیروز کو باربک کا نائب مقرر کیا اور شاہ ناصرالدین کی وفات کے بعد ملک بیدار خلجی کو قدر خاں کا خطاب دے کر لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا اور وکیل داری کا عہدہ اپنے استاد قتلغ خاں کو دیا جنہوں نے اس کو قرآن شریف حفظ کرایا تھا اور کچھ فارسی کی کتابیں پڑھائی تھیں۔ ملک مقبول کو عماد الملک کا خطاب دے کر وزیر المالک کا عہدہ دیا۔ گجرات کا سپہ سالار احمد ایاز کو مقرر کیا اور خواجہ جہاں کا خطاب بھی دیا۔ ملک مقبل خاں کو "خاں جہاں" کا خطاب دیا۔ گجرات کی وزارت سپرد کی اور گجرات کے ایک حصہ کا جاگیردار بنایا۔ قتلغ خاں کا بیٹا محمد خاں "الپ خاں" کے خطاب سے نوازا گیا' ملک شہاب الدین "ملک افتخار" کے نام سے نوساری کا صوبہ دار بنایا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

مغلوں کا حملہ

محمد تغلق کے ابتدائی دور حکومت میں جبکہ ابھی اس کے قدم اچھی طرح نہ جمے تھے' ایک مسلمان حاکم جس کا نام ترمہ شیریں تھا اور جو داؤد خاں کا بیٹا تھا' اپنے دور کا ایک جری اور باہمت انسان تھا۔ اس کی سخاوت بھی بہت مشہور ہے' اس نے ایک بڑا لشکر لے کر ہندوستان پر چڑھائی کی ۷۲۷ھ میں اس چغتائی حکمران نے لمغان اور ملتان سے لے کر دہلی دروازے تک بعض مقامات کو بالکل تباہ و برباد کر دیا اور بعض شہروں پر قابض ہوگیا' نیز حوالی شہر کو اپنی لشکر گاہ بنا لیا۔ محمد تغلق میں مقابلہ کی تاب نہ تھی لہٰذا وہ بہت عاجزی اور نیاز مندی سے پیش آیا اور اپنے امراء کے ذریعہ نقد' جواہرات' بیش قیمت تحائف اس کو بھیجے اور اس صورت سے اپنی اور اپنی رعایا کی جان بچائی۔ ترمہ شریں خاں نے دہلی اور اطراف میں تو کچھ نہ کیا' لیکن دہلی سے لوٹتے ہوئے چونکہ گجرات کا شہر راستہ میں پڑتا ہے۔ اس لیے اس نے خوب جی بھر کر گجرات کو تاخت و تاراج کیا اور بہت سا مال غنیمت اور لاتعداد قیدی گرفتار کر کے سندھ اور ملتان سے ہوتا ہوا اپنے وطن پہنچا۔

ترمہ شیریں کے اس حملے کے بعد محمد تغلق نے سلطنت کے انتظام اور فوج کی ترتیب و تنظیم کی طرف پوری توجہ مبذول کی۔ اس نے قرب و جوار کے تمام ملکوں کو فوج اور اسلحہ جات سے آراستہ کیا اور دھور سمندر' کنپلہ' درنگل' لکھنوتی' حبیب گاؤں' سنار گاؤں اور دہلی کے کئی مقامات کو خوب مستحکم اور مضبوط بنایا۔ اسی زمانہ میں دریائے عمان تک کرناٹک کے تمام ملکوں پر قبضہ کر لیا اور کرناٹک کے بعض حصے بلاواسطہ سلطنت میں شامل کر لیے گئے۔ بعض جگہوں کے حکمران خود بخود مغلوب ہوگئے اور تغلقی خراج گزار بن کر ہر سال رقم مقررہ شاہی خزانے میں جمع کرنے لگے۔ بادشاہ کی خوش انتظامی کی وجہ سے کوئی شخص دیوانی علاقے کے ایک پیسہ کی بھی بے ایمانی نہیں کر سکتا تھا اور نہ رقم ادا کرنے سے انکار کر سکتا تھا۔ وہ تمام ممالک جو بادشاہ کے تحت آگئے تھے ان کے راجہ' چودھری اور زمیندار بادشاہ کے فرمانبردار ہو کر رقم مقررہ شاہی خزانہ میں داخل کرنے لگے۔ اس انتظام مالیات کی وجہ سے محمد تغلق کی دن رات کی بخشش اور عنایات کے باوجود بھی خزانہ ختم نہ ہوتا تھا۔ تھوڑے عرصے تک تو یہ کیفیت رہی کہ جیسے دارالسلطنت میں ہن برس رہا ہے' لیکن پھر خزانہ میں کمی ہونے لگی اور فوج کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے امور سلطنت میں بدانتظامی پیدا ہونے لگی۔ چنانچہ محمد تغلق کے عہد حکومت کے درمیانی اور آخری حصہ بہت ہی بدانتظامی اور اندرونی خلفشار کا گزرا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ علاوہ گجرات اور کوئی حصہ سلطنت کے ماتحت نہ رہا۔

زوال سلطنت کے اسباب

۱۔ دو آب کے درمیان خراج (چوتھ) بہت وصول کیا جاتا تھا۔
۲۔ سونے اور چاندی کے سکوں کے بجائے تانبے اور پیتل کے سکے استعمال ہو رہے تھے۔
۳۔ خزانہ علائی کے خالی ہو جانے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ خراسان اور ماوراء النہر کو فتح کرنے کے لیے تین لاکھ ستر ہزار سپاہیوں کا لشکر مرتب کیا گیا تھا۔
۴۔ کوہ ہماچل کے لیے محمد تغلق نے اپنے بھانجے خسرو ملک کی سرکردگی میں ایک لاکھ سوار تیار کر کے بھیجے۔
۵۔ بلاتفریق مذہب قتل عام کا رواج بھی اس کا ایک سبب تھا۔

ان وجوہات کی تفصیل یہ ہے۔

خراج کی زیادتی: خراج زیادہ وصول کرنے کے بارے میں تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ محمد تغلق نے محض چند خیالی باتیں اپنے ذہن میں

besturdubooks.wordpress.com

بغاوت کے جذبات پیدا ہوگئے' کاشتکاری میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی' کاشتکاری کے کاموں میں خلل پڑتے ہی قہر خداوندی بھی نازل ہوا' بارش اتنی کم ہوئی کہ دو تین سال تک برابر قحط پڑتا رہا' قحط سالی سے ہزاروں گھر برباد ہوگئے اور فوجی لشکر کا شیرازہ بکھر گیا۔

خزانے کی تباہی: تانبے اور پیتل کے سکے رائج کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ محمد تغلق کو سکندر کی طرح ہوس ملک گیری نے ہفت اقلیم کو فتح کرنے کا شوقین بنا دیا تھا وہ ساری دنیا میں اپنا بول بالا کرنا چاہتا تھا۔ دہلی کا موجودہ خزانہ ان فضول اخراجات کے لیے کافی نہ تھا اس نے تسخیر ممالک کے نظریہ کو سامنے رکھا اور موروثی سلطنت کی تباہی و بربادی کا خیال دل سے نکال کر اس کی حفاظت اس طرح کرنی چاہی کہ خزانہ سونے اور چاندی کے سکوں سے معمور ہوگیا اور ملک میں تانبے اور پیتل کے سکوں کا رواج کر دیا۔ محمد تغلق نے اپنی حد تک تو یہی سوچا کہ وہ چین کی پیروی کر رہا ہے اور جیسے چین میں کاغذ کا سکہ رائج ہے اسی طرح ہندوستان میں تانبے اور پیتل کے سکوں کا رواج ہوگیا۔ چین کے سکہ کا نام جاد ہے جو کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا ہے اور جس کے اوپر چین کے بادشاہوں کے القاب نقش کر دیے جاتے ہیں۔ چین کے لوگ اپنے روزانہ کے کاروبار میں یہی کاغذی سکے استعمال کرتے ہیں۔

ہندوستان میں یہ طریق کار کامیاب ثابت نہ ہوا اور یہاں کے ہندو بے حساب تانبہ اور پیتل دارالضرب میں لانے لگے اور اس سے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں سکے ڈھلوا کر ان سے سامان اور ہتھیار خریدنے لگے اور پھر اس مال کو دوسرے ملکوں میں چاندی اور سونے کے سکوں کے عوض فروخت کرتے اور اسی طرح سنار بھی شاہی سکہ کی ہو بہو نقل کر کے اپنے گھروں میں سکے ڈھالنے لگے۔ اس بد انتظامی کی وجہ سے بادشاہی فرمان دور دراز ملکوں میں اپنی اہمیت قائم نہ رکھ سکا اور منسوخ ہوگیا اور لوگ بغاوت و سرکشی کرنے لگے۔ یہ سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ خود دارالسلطنت اور اس کے آس پاس کے ملکوں میں تانبہ اور پیتل کے سکے کوڑیوں کے بھاؤ بھی نہ خریدتے تھے۔

بادشاہ کو اس بغاوت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور اس نے حکم دیا کہ تمام تانبہ اور پیتل کے سکے خزانہ شاہی میں جمع کر دیے جائیں اور اس کے عوض چاندی اور سونے کے سکے لوگوں کو دے دیے جائیں۔ بادشاہ نے اس خیال کے تحت یہ حکم نافذ کیا تھا کہ شاید اس طرح پیتل اور تانبہ کے سکوں کی لوگ قدر کرنے لگیں لیکن اس کا اثر بادشاہ کی توقع کے خلاف الٹا ہوا اور لوگ بوریوں میں بھر بھر کر تانبہ اور پیتل کے سکے لاتے اور خزانہ شاہی میں داخل کر دیتے اور اس کے عوض سونے چاندی کے سکے وصول کر لیتے۔ اس تبادلے سے رعیت تو مالا مال ہوگئی لیکن خزانہ شاہی تانبہ اور پیتل کے سکوں کی آماجگاہ بن گیا' خزانہ کی تباہی کا اثر انتظام سلطنت پر پڑنا لازمی تھا۔ نتیجہ میں سلطنت کا نظام بگڑ گیا اور ملک میں ابتری پھیل گئی۔

ملک گیری کا سودا: بادشاہ کے سر میں ملک گیری کا سودا سمایا ہوا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امیر نوروز (ترمہ شیریں خاں کا داماد جو چغتائی نسل کا شاہزادہ تھا) بہت سے امیروں کے ساتھ ہندوستان آیا۔ محمد تغلق کے دربار میں رسائی حاصل کی اور ملازم ہوگیا۔ اس کے علاوہ ایران اور خراسان کے بھی کچھ شاہزادے' امرا اور اراکین دولت اپنے اپنے وطن سے بیزار ہو کر ہند میں آئے اور بادشاہ سے قربت حاصل کی۔ دربار میں ان کا عمل دخل شروع ہوگیا۔ ان لوگوں نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ ایران و توران کو سر کرنا بہت آسان ہے۔

محمد تغلق نے جہاں گیری کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان ایرانی اور خراسانی امراء اور شاہزادگان کو بادشاہ نے انعام و اکرام اور خلعت شاہانہ سے سرفراز کرنا شروع کیا تاکہ وہ حکومت سے بددل نہ ہوں۔ لشکر میں سرحدی فوج کے علاوہ تین لاکھ ستر ہزار سواروں کا اضافہ کیا اور ان فوجیوں کے لیے گھوڑے اور دیگر ساز و سامان فراہم کیا۔ پہلی مرتبہ تو ان نئے سپاہیوں کو سالانہ تنخواہ خزانہ شاہی سے دی گئی لیکن مستقل طور پر ان سپاہیوں کو مطمئن کرنا بہت دشوار تھا۔ کیونکہ انہیں جس مقصد کے تحت رکھا گیا تھا وہ پورا ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا ان ملازمین سے کوئی کام بھی نہ لیا گیا اور جب نئے ملک تسخیر نہیں کیے گئے تو مال غنیمت بھی نہیں ملا ان وجوہ کی بنا پر سپاہیوں کے حسابات چکانا مشکل

besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا- اخراجات کے بوجھ سے خزانہ بالکل خالی ہوگیا اور ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ ساری فوج میں بد انتظامی پھیل گئی اور سیاسی بساط بالکل ہی پلٹ گئی-

کوہ ہماچل کی تسخیر کا ارادہ : بادشاہ نے کوہ ہماچل کو فتح کرنے کے لیے ایک لشکر عظیم روانہ کیا- اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کو چین اور ہماچل (جو ہندوستان اور مملکت چین کے مابین واقع ہے) فتح کرنے کی دھن سمائی لہٰذا اس نے اپنے بھانجے خسرو ملک کی سرکردگی میں ۷۳۸ھ میں ایک لاکھ تجربہ کار سوار' درباری امراء اور اراکین دولت کو اس مہم پر روانہ کیا-

خسرو ملک کو بادشاہ نے بطور خاص ہدایت و تنبیہہ کر دی تھی کہ پہلے ہماچل کو تسخیر کرے اور جہاں کہیں ضرورت ہو قلعہ بنوائے اور اس حصار کی حفاظت کے لیے فوجیوں کا تعین کرے- بعد ازاں چین کی حدود میں داخل ہو کر اس کی سرحد پر بہت ہی مضبوط اور پائیدار قلعہ بنوائے اور وہیں رہے- وہاں پہنچ کر تمام تفصیلات بادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور اس عریضہ کے جواب کا انتظار کرے- جب بادشاہ کا جواب اور دارالسلطنت دہلی سے کمک بھی پہنچ جائے' تب سرحد سے ہوتا ہوا شہر میں قدم رکھے اور رفتہ رفتہ ممالک چین کو اپنے قبضے میں لائے- اراکین دولت نے بارہا اشارۃ "بادشاہ کو سمجھایا کہ یہ کام مشکل ہے کیونکہ آج تک کسی بادشاہ ہند نے چین پر قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی' لیکن محمد تغلق کا ارادہ بڑا ہی مستحکم تھا اور اس نے اس سے سرموتجاوز نہ کیا- آخر کار مجبورا" خسرو ملک اور اس کے ساتھی کمربستہ ہوئے اور دہلی سے چل کر کوہ ہماچل پر جا پہنچے- خسرو ملک نے بادشاہ کی ہدایات پر عمل کیا- بعض مقامات پر قلعے بنوائے اور کچھ لشکر وہاں چھوڑ کر آگے چل کھڑا ہوا- جب خسرو ملک مع لشکری چین کی سرحد پر پہنچا تو وہاں کی آبادی' امرا چین کی شوکت و عظمت' جاہ و جلال' شہر کے قلعوں کی اونچائی' راستوں کی تنگی' رسد رسانی کی مشکلوں کا تصور کر کے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور یہ اس بات پر آمادہ ہوگیا کہ بغیر لڑائی کیے ہوئے ہی واپس لوٹ جائے-

آلام و مصائب کی یورش : اسی دوران برسات کا موسم آگیا تھا اور اس سفر میں مسلمان جن راستوں سے سرحد تک پہنچے تھے وہ بارش کی وجہ سے مٹ گئے ان کی نشاندہی مشکل تھی- اس لیے اسلامی لشکر کو واپسی میں بے حد مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا- دامان کوہ کا سہارا لیتے ہوئے سرگرداں اور پریشان حال سپاہی راستہ تلاش کرتے ہوئے چل رہے تھے پہاڑی لوگوں کو بھی موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے اسلامی لشکر میں قتل و غارت گری شروع کر دی اور طرفہ ستم یہ کہ قحط کی بلا نے آگھیرا اور اس طرح مصیبتوں اور تکلیفوں کی کوئی حد نہ رہی- ایک ہفتہ کی تک و دو کے بعد خدا خدا کر کے اس بلائے ناگہانی اور سیلاب کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی اور اسلامی لشکر اسی میدان میں پس جا کہ جس کو تہہ کرتا ہوا یہ لڑائی کے لئے روانہ ہوا تھا اس جگہ کو غنیمت جانا اور سپاہی آرام کرنے کے لیے ٹھہر گئے- مگر آلام و مصائب نے ابھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور اسی رات بہت زوروں کی بارش ہوئی اور سیلاب نے سارے لشکر کو اس بری طرح گھیر لیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا اور تیرنا بھی دشوار ہوگیا- تمام فوج مسلسل پندرہ دن سے بھوک سے پریشان ہو کر راہی ملک عدم ہوئی- تنتی کے چند سپاہی اور بعض وہ لوگ جو لشکر سے تھوڑی دور نکل آئے تھے زندہ بچے اور اس بلائے ناگہانی سے بچ کر ہندوستان واپس لوٹ آئے-

دہلی کی تباہی اور بربادی

چونکہ محمد تغلق کے ظلم و تشدد اور جبر و استعداد کا ذکر گزشتہ واقعات کے سلسلہ میں تفصیل سے آچکا ہے اس لیے اس کو ایک خاص عنوان کے تحت بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اب دہلی کی تباہی و بربادی کا حال بیان کیا جا رہا ہے-

besturdubooks.wordpress.com

بغاوتیں

ملک بہاء الدین کی بغاوت

یہ محمد تغلق کا چچا زاد بھائی تھا اور اس کا لقب گرشاسپ تھا۔ جو تغلق کے عہد حکومت میں ایک مشہور امیر اور دکن کے صوبیداروں میں ولایت ساغر (ساغر کا مقام گلبرگہ میں اب بھی موجود ہے) کا جاگیردار تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ایک طرف تو محمد تغلق سے رعایا بیزار ہوگئی ہے اور نفرت کرنے لگی ہے اور دوسری طرف سلطنت کے انتظام کا ڈھانچہ بالکل بگڑ رہا ہے تو اسے ہوس ملک گیری اور حکمرانی نے ستانا شروع کیا' مگر گرشاسپ نے اپنے قلعہ ساغر کو بہت مضبوط کر لیا اور لشکر کی تنظیم میں حد درجہ سرگرمی دکھانے لگا۔ اس نے خود کو محمد تغلق کی سیاسی گرفت سے علیحدہ سمجھا اور بادشاہ سے باغی ہوگیا۔ دکن کے دیگر امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر ملک کے بہت سے حصوں پر قبضہ کر لیا۔ جو امراء اس کی حکمت عملی پر نہ چلے انہیں وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا کیونکہ اس کا اقتدار شدت سے بڑھتا جا رہا تھا۔ ان امراء نے مندو اور ساوی میں جا کر سر چھپایا۔ محمد تغلق نے جب ملک گرشاسپ کی سرکشی کی خبر سنی تو دارالسلطنت کے نامی امراء اور گجرات کے تمام لشکر کو بھیجا تاکہ اسے کیفر کردار تک پہنچائیں اس نے بھی ہمت نہ ہاری اور لشکر شاہی کے مقابلہ میں اپنی فوج بھیجی اور خواجہ جہاں سے لڑائی شروع کی۔ جنگ کے دوران میں ملک بہاء الدین کا ایک فوجی سردار خضر بہرام نامی خواجہ جہاں سے آ ملا اور اپنے حاکم کیخلاف ہوگیا۔ خضر بہرام کے منحرف ہونے سے ساری فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ خواجہ جہاں کی فوج کو اس سردار کی بغاوت سے بہت مدد ملی۔ گرشاسپ کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور دیوگڑھ سے جا کر ساگر میں پناہ لی۔ کچھ عرصہ بعد اس کو خبر ملی کہ خواجہ جہاں اسے قتل کرنے کے لیے ساگر کی طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا یہ لشکر شاہی کے عتاب سے ڈر گیا اور ساگر سے اپنے بال بچوں سمیت کرناٹک کے مشہور شہر کنپلہ جا پہنچا یہاں کا راجہ اس کا طرف دار تھا۔ اسی دوران میں محمد تغلق بھی دولت آباد تک پہنچ گیا اور اس نے خواجہ جہاں کی سرکردگی میں ایک لشکر شاہی تیار کر کے کنپلہ روانہ کیا۔ خواجہ جہاں کو گرشاسپ نے دوبارہ شکست دی لیکن جب تیسری بار دیوگڑھ سے اس کو کمک پہنچ گئی تو اس نے بہ آسانی فتح پالی اور کنپلہ کے راجہ کو بھی پکڑ لیا گیا۔ گرشاسپ نے بلال دیو کے پاس پناہ چاہی مگر بلال دیو کو معلوم تھا کہ شاہی لشکر اس کا پیچھا کر رہا ہے لہٰذا وہ بہت ڈرا اور اس نے گرشاسپ کو پکڑ کر خواجہ جہاں کے پاس بھیجا اور خود بادشاہ کا اطاعت گزار بن گیا۔ خواجہ جہاں نے گرشاسپ کو قیدی بنا کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ محمد تغلق نے حکم جاری کیا کہ "اس باغی کی کھال کھینچ کر اس میں بھس بھرا جائے اور تمام شہر میں اس کی شہرت اور منادی کرا دی جائے کہ حکومت کے سیاسی باغیوں اور مجرموں کا یہی انجام ہوتا ہے"

مرکز کی تبدیلی

مندرجہ بالا واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے بادشاہ کو اچانک یہ خیال آیا کہ غالباً" سارا ہندوستان دہلی کی شہنشاہیت سے منحرف اور باغی ہوتا جا رہا ہے لہٰذا اب پایہ تخت کے لیے کسی ایسے مقام کو منتخب کیا جائے جو ان ملکوں کے جن پر بادشاہ کا قبضہ و تصرف تھا' نزدیک ہو۔ اور ان ملکوں اور پایہ تخت وہی تعلق رہے جو دائرہ کے خطوط کو اپنے مرکز سے' اس میں خاص مصلحت یہ پوشیدہ تھی کہ سلطنت کے خراب اور اچھے تمام حالات سے بادشاہ کو خبر ہوتی رہے اور ساری رعایا کی حفاظت بوجہ احسن ہو سکے۔ سب سے زیادہ ضروری بات یہ تھی کہ ہر نئے حادثے کی اطلاع بادشاہ کو فوراً" ہو جائے اور رونما ہوتے ہی اس کے سدباب کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔ عقلمند امرائے سلطنت نے اجین کو پایہ تخت منتخب کرنے کی صلاح دی۔ اس جماعت نے یہ دلیل پیش کی کہ شہر اجین طول و عرض کے لحاظ سے ہندوستان کے بالکل وسط میں واقع ہے اور ہند کے مشہور حکمران کھتری راجہ بکرماجیت نے اسی خیال کو مد نظر رکھ کر اجین کو اپنا پایا تخت بنایا تھا۔

چند ارکان سلطنت نے دیوگڑھ کی طرف بادشاہ کا رجحان دیکھ کر اسے مرکز سلطنت بنانے کا مشورہ دیا بادشاہ پہلے ہی سے دیوگڑھ کا دل

besturdubooks.wordpress.com

سے گرویدہ تھا للہٰذا اسے ان امراء کا مشورہ پسند آیا اور فرمان جاری کر دیا کہ وہ دلی جس پر مصر بھی رشک کرتا تھا ویران اور سنسان کر دی جائے اور تمام شہری عورتیں' مرد' بچے' بوڑھے اور جوان سب دیوگڑھ منتقل ہو جائیں۔ جو غریب ہوں اور جن کے پاس سفر خرچ نہ ہو اسے خزانہ شاہی سے روپیہ دیا جائے۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ دہلی سے لے کر دیوگڑھ تک ہر ہر منزل پر مسافروں کے لیے سرائیں بنائی جائیں اور سڑک کے آس پاس سایہ دار درخت لگائے جائیں تاکہ مسافر سایہ دار درختوں کے نیچے آرام سے سفر طے کریں۔ دیوگڑھ کا نام "دولت آباد" رکھا اور اس میں بہت عظیم الشان عمارتیں بنوانا شروع کیں۔ قلعہ دیوگڑھ کے آس پاس خندق کھود کر دولت آباد گھاٹ اور یلورہ کے پاس بڑے بڑے حوض بنوائے اور خوبصورت باغات لگوائے۔

نقل مرکز سے رعیت کی حالت بھی بدلی اور سلطنت کی مہمات میں افراتفری پھیل گئی۔ اسی زمانہ تغیر و تبدل میں خواجہ حسن بصری دہلوی کا انتقال ہو گیا اور ان کا مدفن بھی دولت آباد ہوا۔ جس کی آباد کاری کی کہیں اور مثال نہیں ملتی' اس طرح دنیا میں اور کوئی شہر آباد نہ کیا گیا ہوگا۔ اگرچہ آب و ہوا کے لحاظ دولت آباد اچھا شہر ہے لیکن سب سے بڑی مشکل یہ کہ ایران و توران سے بہت دور تھا۔ محمد تغلق کو جب گرشاسپ کی بغاوت سے نجات ملی اور ادھر تمام دہلی کی رعیت منتقل ہو کر دولت آباد آ گئی تو بادشاہ نے کندہانہ پر حملہ کرنا چاہا۔

قلعہ کندھانہ کی فتح

ناگ نایک نامی سردار نے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا اور تغلق جیسے عالی مرتبت بادشاہ کے ساتھ صف آرا ہو کر ایسی جانبازی سے لڑا کہ دوست اور دشمن سب بے ساختہ اس کی تعریف کرنے لگے۔ کندہانہ کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا تھا اور اس قدر مضبوط اور مستحکم بنایا گیا تھا کہ اسے فلک البروج سے تشبیہ دینا نامناسب نہ ہوگا۔ بڑے سے بڑے عالی رتبہ اور بلند ہمت بادشاہ کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اس فلک نما قلعہ کے کنگرہ کو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ محمد تغلق نے مسلسل آٹھ ماہ تک قلعہ کو گھیرے رکھا اور قلعہ کے آس پاس ساباط بنانے میں اتنا مصروف ہوا کہ ناگ نایک اس کی ہمت شاہانہ سے بہت مرعوب ہوا اور بدحواس اور پریشان ہو گیا اور قلعہ محمد تغلق کے قبضہ میں دے کر جان کی امان طلب کی اور بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہو گیا۔ بادشاہ کامیاب ہو کر خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا دولت آباد واپس لوٹا اور نہایت عیش و آرام کی زندگی گزارنے لگا۔

بہرام ابیہ کی بغاوت

تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد تغلق کو اطلاع ملی کی بہرام ابیہ سرکش ہو گیا ہے اور پنجاب و ملتان کے مقامات میں لوٹ مار کر رہا ہے۔ اس نے اچھی خاصی فوج فراہم کر لی تھی اور حکمرانی کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی سرکشی کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے دولت آباد کو پایہ تخت بناتے ہی تمام امراء اور حکمرانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے بال بچوں کے لیے دولت آباد میں نئے مکانات بنوائیں اور مستقل سکونت اختیار کریں۔ اس فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے علی نام کا ایک مغل بہرام ابیہ کے اہل و عیال کو لینے کے لیے ملتان پہنچا اور جیسا کہ مغل فرقہ کی عادت ہے کہ وہ بہرام ابیہ اور اس کے رشتہ داروں سے بہت بد اخلاقی سے پیش آیا اور انہیں بادشاہ کے غیظ و غضب کے خود تراشیدہ قصے سنا سنا کر ڈرایا۔ ایک دن بہرام ابیہ کا داماد مکان سے دیوانخانہ جا رہا تھا علی نے اس کے نزدیک جا کر کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنے بال بچوں کو دولت آباد کیوں نہیں بھیجا۔ کیا تم حکومت سے نمک حرامی اور غداری کرنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر اس کا داماد آگ بگولا ہو گیا اور کہا تم گالی کیوں دے رہے ہو۔ علی نے جواب دیا کہ بے شک تم گالیوں کے لائق ہو کیونکہ اپنے مقام میں اطمینان سے بیٹھے ہو اور بادشاہ کے فرمان کی تمہیں پرواہ نہیں ہے۔ دونوں میں ذرا بلند آواز سے بحث ہونے لگی اور بہرام ابیہ کے داماد نے بال علی نے پکڑ لیے۔ لڑائی ہونے لگی اس نے علی کو زمین پر گرا دیا اور ایک ملتانی سلاحدار نے علی کا سر تن سے جدا کر دیا

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ نے جب اس کی بغاوت کا حال سنا تو سوچا کہ اس وقت تک ملتان اور پنجاب کی آگ مدہم نہ پڑے گی جب تک بادشاہ خود بنفس نفیس نہ جائے گا للذا یہ سوچ کر وہ ملتان کی طرف روانہ ہوگیا اور ادھر بہرام ابیہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر بادشاہ کے مقابلہ پر آ ڈٹ گیا۔ جنگ میں ہزاروں بندگان خدا کا خون بہا اور لاکھوں بے گناہ مارے گئے۔ بہرام ابیہ بھی کیفر کردار کو پہنچ گیا وہ شکست کھا کر میدان چھوڑ کر بھاگا اور بادشاہ نے قتل عام کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا' لیکن حضرت شیخ رکن الدین نے اہل ملتان کے لیے سفارش کی اور بادشاہ ان کے خیال سے اپنے اس ارادے سے باز آیا۔ اب ملتان کا حاکم قوام الملک کو بنایا گیا اور وہ لوگ جو بہرام ابیہ کا ساتھ دے رہے تھے ان کا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ محمد تغلق بہرام کے فتنہ کو ختم کر کے اطمینان سے دہلی واپس آیا چونکہ وہ دولت آباد نیا نیا آباد ہوا تھا اس لیے یہاں بہت گڑ بڑ تھی اور خاص توجہ شاہی کی ضرورت تھی۔ اس لیے محمد تغلق نے مسلسل دو سال تک دہلی میں قیام کیا اور نئے پایہ تخت کو آباد کرانے کے کوشش میں لگا رہا۔ اسی دوران میں بادشاہ نے اپنی ماں مخدومہ جہاں کو امراء اور افواج اور حرم و محلات کے ہمراہ دولت آباد بھیج دیا۔ بادشاہ کو دولت آباد کو آباد کرنے کی دھن میں یہ بھی خیال نہ رہا کہ بعض لوگوں کے لیے وہاں کی آب و ہوا مفید نہ ہوگی اور بلا تامل سب کو دولت آباد جانے کا حکم دے دیا۔ ادھر دہلی ویران و بیابان ہوگئی چاروں طرف علاوہ جنگلی جانوروں کی آوازوں کے کسی انسان کی آواز کانوں میں نہ آتی تھی۔

علاقہ دو آبہ میں بغاوت

چونکہ اسی عرصہ میں بادشاہ نے میان دو آبہ کی رعیت سے بڑی سختی سے لگان طلب کیا تھا اس لیے رعیت نے تنگ آ کر اپنے گھروں اور کھیتوں اور کھلیانوں میں آگ لگا دی۔ اپنے مویشیوں کو لے کر جنگل کی طرف نکل گئے اور سنسان جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی گزارنے لگے۔ میان دو آبہ کی رعایا کی یہ حرکت بادشاہ نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی اور ضلع داروں کو حکم دے دیا کہ قتل و خونریزی سے کام لے اور آگ لگانے والے لوگوں میں جو جہاں ملے اس کو وہیں پر قتل کر دیا جائے۔ بادشاہ کے اس فرمان سے میان دو آبہ کا زرخیز خطہ بالکل ویران اور غیر آباد ہوگیا۔ راستہ پر امن نہ پاکر مسافروں نے سفر کرنا چھوڑ دیا اور اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ جن لوگوں نے اہل و عیال دولت آباد میں تھے وہ بے چین اور پریشان ہوگئے۔

قتل و غارت گری کا شوق

محمد تغلق کے دور حکومت کا احوال عجیب و غریب ہے کسی بادشاہ کے حالات میں ایسے واقعات نہ لکھے گئے جیسے اس کا کارنامہ سیاہ ہے' یہ صرف غیاث الدین کے اس عجب الخلقت جانشین ہی کا حصہ ہے۔ بادشاہ نے انہیں دنوں خود شکار کھیلنے جاتا تھا اور بجائے جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے ہزاروں انسانوں کے خون سے اپنے تیر و خنجر کی پیاس بجھاتا اور پھر ان تمام مقتولوں کے سر کاٹ کر حصار کے کنگرہ پر لٹکاتا اس سے بھی دل نہ بھرا۔ اپنی سفاکی اور ظلم دکھاتا ہوا قنوج پہنچا اور حدود قنوج سے لے کر صوبہ تک قتل و غارت گری' خونریزی کا بازار گرم کیا اور بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہا دیا۔

فخر الدین کی بغاوت

ادھر لکھنوتی میں پھر بغاوت کا بازار گرم ہوا اور بہرام خاں کے بعد قدر خاں کے ملازم نے سرکشی کی اس کا نام ملک فخرالدین تھا۔ اس نے قدر خاں کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود لکھنوتی کے خزانہ کا مالک بن بیٹھا۔ ابھی بادشاہ کے ہاتھ قنوج کی رعایا کے خون سے رنگے ہی ہوئے تھے کہ مالا بار سے بغاوت کی یہ خبر آئی کی سید ابراہیم خریطہ دار کا باپ سید حسین سرکش باغی ہوگیا ہے اور امیروں کو موت کے گھاٹ اتار کر خود حکمران بن گیا ہے۔ بادشاہ نے لکھنوتی کی بغاوت کو فرو کرنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا اور شہر پہنچ کر سید ابراہیم خریطہ اور سید حسین کے تمام رشتہ داروں کو قید کر لیا۔ پھر ایک لشکر عظیم کے ساتھ ۷۴۲ھ میں مالا بار کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ دیوگڑھ پہنچا

besturdubooks.wordpress.com

اور وہاں کے لوگوں سے شاہی مطالبات بہت سختی سے لینا شروع کر دیے۔

بعض غریبوں نے اس سختی سے تنگ آ کر خود کشی کر لی۔ بادشاہ نے یہاں بھی خراج کی رقم بہت زیادہ مقرر کر دی اور بہت ہی ظالم' سفاک گماشتوں کو خراج وصول کرنے کے کام پر مامور کیا۔ یہاں سے فرصت پا کر بادشاہ نے خواجہ جہاں کو تو دہلی جانے کا حکم دیا اور خود سید حسین کو قتل کرنے کی نیت سے مالابار کی طرف چل دیا۔ تلنگانہ ہوتے ہوئے مالابار کا سفر کیا اور پہلے ورنگل پہنچا۔ ورنگل میں بادشاہ کے پہنچنے سے دس دن پہلے ہی سے بیماری پھیلی ہوئی تھی اور اس بیماری نے فوجیوں پر بھی اپنا اثر کرنا شروع کیا۔ کئی بہادر اور مشہور امراء اس وبا کا شکار ہو گئے' اور خود بادشاہ کی طبیعت بھی خراب ہو گئی۔ اس نے مجبوراً سفر کرنے کا ارادہ ترک کیا۔ ملک نائب و عماد الملک کو تو ورنگل ہی میں رہنے دیا اور خود دولت آباد کا رخ کیا۔

بادشاہ جب بیر تک پہنچا تو اس کے دانتوں میں سخت درد اٹھا اور ایک دانت گر بھی گیا۔ دانت کا مدفن وہیں بنایا اور اس پر گنبد بنوایا جو آج بھی "گنبد دندان تغلق" کے نام سے مشہور ہے اس کے بعد آگے چلا اور پٹن میں قیام کیا اور اپنے علاج کی طرف توجہ کی۔ پٹن کے قیام ہی میں شہاب الدین کو نصرت خاں کا لقب عطا کیا اور بیدر کی صوبہ داری مرحمت فرمائی۔ بیدر کے گرد و نواح کی تمام جاگیریں ایک کروڑ ٹکے پر ٹھیکہ میں دے دیں اور شہاب الدین کے سپرد کر دیں اور اپنے استاد قتلغ خان کو دولت آبا اور مرہٹواڑی کے سارے علاقہ کا حاکم بنایا۔ ادھر شاہو افغان کے باغی ہونے کی خبریں برابر موصول ہو رہی تھیں۔ لہٰذا بادشاہ نے اپنے اچھے ہونے کا بھی انتظار نہ کیا اور اسی طرح بیماری کی حالت میں پالکی میں سوار ہو کر دہلی کی طرف چل پڑا۔ روانہ ہوتے ہوئے عام منادی کرا دی کہ دہلی کے باشندوں میں سے جو چاہے وہ دولت آباد میں رہے اور جس کی مرضی ہو وہ بادشاہ کے ساتھ چلا جائے۔

ویرانی و تباہی کا دور دورہ

اس منادی کے فوراً بعد ہی کچھ لوگ تو بادشاہ کے ساتھ ہی روانہ ہو گئے۔ ایک گروہ کو مرہٹواڑی کا مقام اتنا پسند آیا کہ وہ لوگ وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس سفر میں محمد تغلق نے صوبہ مالوہ اور دوسرے مقامات کو جو راستے میں تھے بالکل ویران اور تباہ و برباد پایا' بارش کی کمی کی وجہ سے ہر طرف خوش سالی چھائی ہوئی تھی۔ محمد تغلق کو یہ بھی احساس ہوا کہ تھانے اور چوکی کے پیادوں کو بھی ہٹا دیا گیا ہے اور اس طرح سارے ملک میں ایک عام انتشار پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب کرشمے دیکھتا ہوا دہلی تک گیا یہاں کا عالم اور بھی عبرت انگیز تھا ہر طرف ویرانی اور ادبار کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ نکبت اور مفلسی نے دہلی کو گھیر لیا' قحط کی ہمہ گیری نے ہزاروں جانیں لے لی تھیں اور یہ عالم تھا کہ سترہ روپیہ کو بھی ایک سیر غلہ نہ ملتا تھا' جانور اور انسان سب بھوکوں مر رہے تھے۔

سلطنت کی یہ بربادی دیکھ کر بادشاہ نے اپنی توجہ اس طرف کی اور چند دنوں کے لیے تلوار کو میان میں رکھا اور بندگان خدا کے حال خراب کو سدھارنے کی سعی میں لگ گیا' بادشاہ نے رعایا کو خزانہ شاہی سے روپیہ دیا' کسانوں کو تاکید کی گئی کہ کنویں کھودیں اور ہل چلائیں چونکہ لوگ بہت خستہ حال ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہیں جو تقاوی وصول ہوئی وہ تمام کی تمام کھانے پینے میں صرف ہو گئی اور زندگی کی دیگر ضروریات سے جو تھوڑا بہت روپیہ بچا وہ کاشتکاری پر لگایا۔ بارش بالکل نہ ہوئی تھی اور خشک سالی ملک کو برباد کر رہی تھی۔ اسلیے کنوئیں کا پانی بھی کاشت کاری کی ضروریات کے لیے کافی نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں بھی بادشاہ کی سیاسی حکمت عملی کی بدولت ہزاروں جانیں ختم ہو گئیں

الغرض اطراف و نواح میں حقیقی اور مجازی دونوں خداؤں کی تلواریں نیام سے باہر تھیں غیظ و غضب کا شکار سارا ملک ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں سرزمین ملتان بھی انسانوں کے خون کی پیاسی ہوئی۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بہزاد نائب ملتان کو شاہو افغان نے پنجاب میں بغاوت

besturdubooks.wordpress.com

ہی میں خبر ملی کی اس کی ماں جن کا لقب مخدوم جہاں تھا ان کا انتقال ہو گیا' ان کے دم سے شاہی خاندان کا انتظام قائم تھا۔ بادشاہ کو ماں کی وفات کا بہت غم ہوا' مگر اس نے سفر جاری رکھا اور حکم دیا کہ قاعدے کے مطابق ایصال ثواب کی تمام رسمیں ادا کی جائیں۔ محمد تغلق ملتان کے نزدیک پہنچ گیا اور شاہو نے بادشاہ کے پہنچنے کی خبر سنتے ہی خوفزدہ ہو کر ایک عریضہ شاہی خدمت میں بھیجا۔ اس میں لکھا کہ "میں اپنے پچھلے جرموں پر بہت شرمندہ ہوں۔" بعد ازاں وہ ملتان کو چھوڑ کر افغانستان بھاگ گیا۔ اس صورت میں بادشاہ نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دہلی کی طرف مراجعت کی یہاں کا حال اس کو پہلے سے بھی زیادہ خراب ملا۔ سارے شہر پر نکبت و ادبار چھایا ہوا تھا قحط بہت بڑھ گیا تھا آدمی آدمی کے خون کے پیاسے تھے' لیکن پھر بھی پیٹ کی آگ نہ بجھتی تھی۔ ایک بار پھر بادشاہ نے دریائے سخاوت جاری کیا' خزانہ شاہی سے رقمیں دیں۔ کھیتی باڑی کرنے کی خاص ہدایت کی لیکن پھر بھی سکون نہ ملا۔

سمانہ کی بغاوت

رعایا کی پریشانی اور کاہلی' دوسرے قحط اور بارش کی کمی سے جلال شاہی عتاب میں آیا بادشاہ پھر ایک بار خون کا پیاسا ہو گیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ اسی عرصہ میں ہنام اور سمانہ کی رعایا نے بغاوت کی اور شہر کو خالی کر کے جنگل کے ویرانہ میں جھونپڑیاں بنائیں۔ یہ لوگ شاہی مالگذاری دینے سے بالکل منحرف ہو گئے۔ بادشاہ نے ان کو راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی اور بہت جلد ان کی جھونپڑیوں کو جنہیں اس زمانہ میں منڈل کہا جاتا تھا گرانے کا حکم دے دیا اور اس گروہ کو پریشان کرنا شروع کیا تاکہ وہ لوگ شہر میں آباد ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا ان لوگوں کے سرداروں کو دہلی میں آباد کیا گیا۔

ملک جندر کی بغاوت

گکھروں کے سردار ملک جندر نے ۷۴۳ھ میں سرکشی کی اور وہاں کے حاکم ملک تاتار خاں کو موت کے گھاٹ اتارا اور تمام صوبہ کا حاکم بن بیٹھا۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں کی سرکردگی میں اپنی فوج بغاوت کو فرو کرنے کے لیے بھیجی' خواجہ جہاں نے گکھروں کو تباہ و برباد کر کے اس سرکشی کو ٹھنڈا کیا اور ملک میں سکون ہوا۔

خلعت خلافت عباسیہ ۷۴۴ھ

محمد تغلق کو مدتوں سے یہ خیال ستا رہا تھا کہ کسی طرح سے خلیفہ عباسی کے دربار سے پروانہ حکمرانی حاصل کر لے کیونکہ اس کے خیال میں خلیفہ عباسی کی اجازت کے بغیر حکومت کرنا بالکل جائز نہیں تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال جاگزین تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ ملکی سیاسی مصلحت کے تحت مصری حکام نے عباسی خاندان کے ایک شہزادے کو مسند خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ کمال الملک کی رائے سے متفق ہوتے ہوئے بادشاہ نے یہ سنتے ہی اس خلیفہ کے ہاتھ پر غائبانہ بیعت کی اور سکہ شاہی پر اپنے نام کی بجائے اسی عباسی خلیفہ کا نام کندہ کرایا اور ملک میں منادی کرا دی کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بالکل ختم کر دی جائیں۔ اس کے بعد دو تین ماہ تک مسلسل دربار خلافت میں قاصد بادشاہ کے اجازت نامے کے لیے عریضہ لے کر جاتے رہے۔ ۷۴۴ھ میں حاجی سعید حریری خلیفہ کے ایلچی کے ساتھ منشور حکومت اور خلعت لے کر دہلی پہنچا تو بادشاہ نامہ کے استقبال کے لیے اپنے علماء مشائخ اور امراء کے ساتھ پانچ چھ کوس تک گیا۔ منشور خلافت کو آنکھوں سے لگایا' سر پر رکھا اور حاجی سعید حریری کے قدموں کو بوسہ دیا اور چند قدم اس کے جلوس کے ساتھ پیدل چلا۔ سارا شہر سجایا گیا اور آئینہ بندی کے بعد بادشاہ نے سر سے نامہ خلافت اتارا اور پھر اشرفیاں صدقہ کی گئیں۔ نماز جمعہ و عیدین کی اجازت پھر دے دی گئی۔ خلیفہ کا نام بھی خطبہ میں شامل کر دیا گیا اور ان تمام شاہان دہلی کے نام نیز اپنے باپ کا نام بھی دعا نامہ مغفرت سے نکال ڈالا کیونکہ ان سب نے خلیفہ بغداد سے اجازت لیے بغیر حکومت کی تھی۔ محمد تغلق نے تمام زربفت کے کپڑوں اور مسجدوں کے منبر کے قبوں پر خلیفہ بغداد کا نام کندہ کرایا۔ اپنے ہاتھ سے ایک نہایت مخلصانہ عریضہ اور ایک نفیس بے مثل موتی اظہار تشکر کے طور پر حاجی رجب کے ہاتھ خلیفہ کی

besturdubooks.wordpress.com

خدمت میں بھیجا۔ جانداران شاہی کے سردار ملک کبیر کو خلیفہ عباسی کی ملک گردانتے ہوئے ملک قبول کا خطاب دیا۔ یہ بہت بہادر' با اخلاق' عابد و زاہد تھے وہ بہادری اور جرات وہمت میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

کشنانایک کی بغاوت

بادشاہ ابھی اسی خوشی سے پوری طرح لطف اندوز بھی نہ ہوا تھا کہ اسے کشنانایک کی بغاوت سر کرنا پڑی یہ لدر دیو کا بیٹا تھا اور ان دنوں ورنگل میں رہتا تھا۔ اس نے کرناٹک کے طاقتور راجہ بلال دیو کی پناہ چاہی اور درخواست کی کہ مسلمانوں نے کرناٹک اور تلنگانہ کے حدود اربعہ پر قبضہ کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ سارے غیر مسلموں کو موت کے گھاٹ اتار دیں اس لیے اب ہمیں بھی خاموش نہ رہنا چاہیے۔ اپنی حفاظت ہمارا فرض ہے بلال دیو نے تمام امراء سلطنت کو بلایا اور اس بارے میں رائے طلب کی۔ بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ بلال دیو اپنے تمام ماتحت ملکوں کو پیچھے رہنے دے اور اس مقام پر معرکہ آرائی کرے جو مسلمانوں کے آنے جانے کا خاص راستہ ہے اور مالابار' دھور سمندر اور کنپلہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے چھین کر اپنے تصرف میں لے آئے۔ ساتھ ہی ساتھ کشنانایک کو بھی مشورہ دیا گیا کہ وہ جوانمردی دکھائے اور ورنگل کو بادشاہ دہلی کے تصرف سے نکال کر خود اس کا مالک بن جائے۔ بلال دیو نے پہاڑی سرحد کے نزدیک ہی اپنے بیٹے بجن رائے کے نام پر ایک دشوار گزار جگہ پر ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام بجن نگر رکھا۔ کثرت استعمال سے اب یہی لفظ "بیجانگر" کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

بلال دیو نے کشنانایک کی کمک کے لیے لاتعداد سوار اور پیادے دیے۔ اس نے پہلے ورنگل پر قبضہ کیا اور یہاں کے وزیر عماد الملک نے بھاگ کر دولت آباد میں پناہ لی۔ بلال دیو نے کشنانایک کو دوبارہ فوجی مدد دی اور اس نے مالابار اور دھور سمندر کے راجاؤں کو جو ہمیشہ سے کرناٹک کے حکمرانوں کے باجگذار تھے' شہنشاہ دہلی کے سرداروں کی ماتحتی سے نجات دلا کر آزاد کیا۔ غرض یہ کہ فتنہ و فساد ہر طرف برپا ہو گیا اور گجرات و راجگڑھ کے سوا کوئی اور دور دراز ملک بادشاہ کے قبضہ میں نہ رہا۔ بادشاہ تغلق یہ حالات دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا اور طیش میں ایسے سیاسی احکامات نافذ کرتا کہ رعایا کانپ جاتی۔ بادشاہ کی سختیاں اور عتاب دن رات سہتے سہتے رعایا کا دل بادشاہ کی طرف سے کھٹا ہو گیا تھا۔ نئے فتنے بیدار ہونے لگے۔

بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہنوز خشک سالی باقی تھی۔ اس باعث بادشاہ کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں' جو اس نے زراعت کے باب میں کی تھیں۔ اس نے مجبوراً یہ حکم دے دیا کہ شہر کے دروازے کھول دیے جائیں اور جو لوگ جبرو تشدد سے شہر بند ہیں انہیں بھی جہاں چاہیں وہیں جانے کی آزادی دی جائے۔ جن لوگوں میں قحط و آلام و مصائب کا سامنا کرنے کے باوجود بھی زندگی کی رمق تھی' وہ مع اہل و عیال بنگالہ کی طرف چلے گئے۔ بادشاہ خود بھی قدرت کی ستم ظریفی سے عاجز آ گیا اور قحط کو بلائے آسمانی تصور کرتے ہوئے اس کا سدباب کرنے کی بجائے خود دہلی سے نکل آیا اور پٹیالی اور کنپلہ سے ہوتا ہوا دریائے گنگا کے ساحل پر جا پہنچا اور لوگوں کو حکم دیا کہ یہیں پر مقیم ہوں۔ اس کا نام "سرکدواری" رکھا گیا اور یہاں پر یہ انتظام تھا کہ کڑہ اور اودھ سے غلہ برابر پہنچتا رہا۔ شہر کے مقابلہ میں اس انتظام کے بعد سرکدواری میں غلہ کچھ ارزاں ہو گیا۔ صوبہ دار عین الملک (جو ظفر آباد اور اودھ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنی جاگیر میں رہتا تھا) جنس اور غلہ اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں سرکدواری بھیجتا رہتا۔ بادشاہ جب "سرکدواری" میں رہا۔ عین الملک نے غلہ اور دیگر اشیاء کی شکل میں تقریباً آٹھ لاکھ ٹکے کی مالیت کا سامان بادشاہ کو بھیجا۔ بادشاہ عین الملک کے حسن سلیقہ اور انتظام کا دل سے معتقد ہو گیا اور اس کی خدمات پر بہت تحسین و آفرین بھیجی' جن دنوں بادشاہ "سرکدواری" میں رہتا تھا اسی دوران میں تین فسادات اور بغاوت برپا ہوئے' لیکن وہ بہت جلد ختم کر دیے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

نظام مائیں کی سرکشی

پہلا فساد نظام مائیں کا تھا جو "کڑے" میں بپا ہوا- نظام مائیں ایک پنچ اور خراب آدمی تھا اس نے جو شرطیں بادشاہ سے کی تھیں انہیں پورا نہ کیا اور ۷۴۵ھ میں سرکش ہوگیا اور اپنا نام سلطان علاؤالدین رکھ کر خود کو بادشاہ مشہور کر دیا لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ اس فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش کرے عین الملک نے خود ہی فوج لے کر اس پر چڑھائی کی اور اسے قید کر کے کیفر کردار کو پہنچایا اور سر قلم کر کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا- محمد تغلق کی بھانجی کے شوہر شیخ زادہ نظامی کو اس جنگ میں مامور کیا گیا تھا- شیخ زادہ نے نظام مائین اور اس کے رازداروں اور حاشیہ نشینوں کو سخت سزائیں دیں اور اس ہنگامہ کو بہت کم وقت میں ختم کر دیا-

ہنگامہ دکن

دوسرا فتنہ دکن میں بپا ہوا اس ہنگامہ کا اجمالی بیان یہ ہے کہ کسی زمانہ میں نصرت خاں نے بیدر کا ٹھیکہ ایک لاکھ ٹنکے پر لیا تھا- وہ ٹھیک وقت مقررہ پر رقم شاہی خزانے میں نہ پہنچا سکا- لہٰذا اس نے بچاؤ کی یہی صورت دیکھی کی باغی ہو کر بیدر کے حصار میں قلعہ بند ہو جائے- دیوگڑھ کے سردار قتلغ خاں کو نصرت خان کا سر قلم کرنے کا حکم دیا گیا اور اس مہم کو سر کرنے کے لیے دیگر امرائے سلطنت کو بھی نامزد کیا گیا- قتلغ خاں نے آن کی آن میں قلعہ بیدر پر فتح پائی اور نصرت خان کو پابہ زنجیر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا-

علی شاہ کی بغاوت

نصرت خاں کے ہنگامہ کو ابھی ایک ماہ بھی پورا نہ ہوا تھا کہ علی شاہ جو امرائے صدہ میں سے تھا اور ظفر علی خان علائی کا بھانجہ تھا وہ شاہی مالگزاری وصول کرنے کے لیے دیوگڑھ سے گلبرگہ آیا اور چہار طرف کہیں بھی کوئی شاہی عامل نہ ملا- اس نے اپنے تمام امرائے صدہ کو جمع کیا جن میں حسن گنگوہی بھی شامل تھا اور سب نے مل کر مہرن کو جو گلبرگہ کا حاکم تھا ۷۴۶ھ میں کسی بہانے سے قتل کر دیا اور اس کے مال و متاع کو برباد کر کے بیدر کا رخ کیا- نائب صوبہ دار کو بھی اپنی تلوار کا نشانہ بنایا' ملک پر قابض ہوگیا بادشاہ کو جب تمام حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے علی شاہ کی سرکوبی کے لیے قتلغ خاں کو بھیجا- علی شاہ نے قتلغ خاں کا مقابلہ کیا لیکن پھر ہزیمت پا کر قلعہ بیدر میں جا چھپا- قتلغ خاں کے عہد و اقرار کے بعد علی شاہ نے صلح کر لی اور تمام باغیوں کو قلعہ سے نکال کر بادشاہ کے حضور میں بر کد واری پہنچا- بادشاہ نے علی شاہ اور اس کے ہمراہی سپاہیوں کو دیس نکالا دیا اور غزنی روانہ کر دیا لیکن چونکہ یہ خونی امیر غزنی سے بادشاہ کی اجازت کے بغیر بار بار واپس چلے آئے' اس لیے بادشاہ نے عین الملک نیز اس کے دیگر ساتھیوں کو دولت آباد بھیج کر درنگل کی فتح کا سہرا اس کے سر ہی باندھنا چاہا- کیونکہ عین الملک مندرجہ بالا واقعات کی وجہ سے بادشاہ کا پسندیدہ حاکم تھا اور اسی لیے بادشاہ نے درنگل کی مہم پر اس کو بھیجنا چاہا اور محمد تغلق نے دیوگڑھ سے قتلغ خاں کو اپنے پاس بلا لیا-

بادشاہ کے تغیر و تبدل نے عین الملک کو طرح طرح کے وہموں میں گرفتار کر دیا- اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بادشاہ نے اپنے استاد قتلغ خاں کو بے خطا کیوں معزول کر دیا حالانکہ اس نے ہی دکن کی تمام بغاوتوں کو ختم کیا اور وہاں کی رعایا کو بادشاہ کی اطاعت گزار اور فرمانبردار بنایا تھا- اس کے علاوہ عین الملک کو دورہ مہم پر بھیجنا بھی اس کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا- غالباً" اس کا یہی مقصد ہوگا کہ بادشاہ اسے جاگیر سے الگ رکھنا چاہتا ہے اور دوسری طرف اتنی بڑی مہم پر بھیجنے کا مطلب یہی ہے کہ اسے دشمنوں کے منہ میں دے رہا ہے- اس تغیر و تبدل سے چند دن پہلے بادشاہ نے گماشتوں کی ایک جماعت کو خیانت الزام میں پکڑ کر اپنی سیاسی حکمت عملی کے جوہر دکھائے تھے- یہ جماعت گرانی کا حیلہ کر کے دہلی سے بھاگ گئی تھی- اودھ اور ظفر آباد میں جا کر عین الملک کے سایہ عاطفت میں اپنی زندگی گزار رہی تھی-

bestsurdubooks.wordpress.com

عین الملک کی بغاوت

عین الملک کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ شاہی مخبروں کو پناہ دینے سے بادشاہ کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے لہٰذا عین الملک کے سامنے بغاوت کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہ تھا۔ اس نے دل میں باغی ہونے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر ظاہرا" بادشاہ کے سامنے فرمانبردار بنا رہا اپنے بھائیوں کو لشکر سمیت اودھ اور ظفر آباد سے بلوایا۔ ابھی یہ لشکر راستہ ہی میں تھا کہ عین الملک سرکدواری سے فرار ہو کر راہ میں اپنے بھائیوں سے جا ملا۔ اس کے بھائی بہت ہی جلدی کر کے سرکدواری پہنچے اور بادشاہ کے ہاتھی اور گھوڑے جو چراگاہوں میں چر رہے تھے سب کو پکڑ کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ بادشاہ ان واقعات سے اچانک گھبرا گیا اور امروہہ' سمانہ' کول' ہرن سے فوجوں کو فورا" طلب کیا۔ خواجہ جہاں بھی بادشاہ کے حضور میں آیا۔ محمد تغلق نے لشکر کی ترتیب و تنظیم دی اور ادھر عین الملک اور اس کے بھائیوں نے بھی دریائے گنگا کو پار کر کے شاہی لشکر کے مقابلہ میں اپنے قدم جمائے۔ ان سرکش امراء کا یہ خیال تھا کہ رعیت چونکہ بادشاہ سے بیزار ہے لہٰذا ان سے مل جائے گی۔ قنوج کے میدان میں جنگ چھڑی اور بادشاہ اس خیال سے خود اس جنگ میں شامل ہوا تاکہ تمام امراء کو ایک ساتھ ختم کر دے۔ عین الملک اور اس کے بھائیوں نے جب سیاست اور غیظ و غضب کے سب سے بڑے مجسمہ کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں دیکھا تو لرزہ براندم ہوگئے اور تھوڑی سی کوشش کے بعد ہی فرار ہوگئے۔ عین الملک زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا اور اس کا ایک بھائی میدان کارزار میں مارا گیا اور دوسرا بھائی شہراللہ نامی زخمی ہوگیا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ سرکشی کرنے والوں کے بہت سے سپاہی مع ساز و سامان' مال و متاع دریا میں ڈوب کر ختم ہوگئے اور باقی ماندہ لب دم جب دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچے تو وہ عتاب شاہی کا شکار ہوگئے۔ بادشاہ نے بعد میں کہا کہ عین الملک فطری طور پر کینہ پروری اور بغض و عناد رکھنے اور پھیلانے والا نہیں ہے اور اس سے جو غلطی ہوئی معاف کر کے اس کو دربار میں بلا کر خلعت شاہانہ عطا کیا اور سلطنت کے بہت سے اہم معاملات کا اس کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ بادشاہ سرکدواری سے عازم بہرائچ ہوا اور حضرت سپہ سالار مسعود غازی کے مقبرہ کی زیارت کی۔ حضرت مسعود سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے اور آل محمود کے عہد حکومت میں غیر مسلموں کے ہاتھوں جام شہادت پایا تھا۔ بادشاہ نے سپہ سالار کے مزار اقدس پر نذر چڑھائی اور خانقاہ مسعودی کے مجاوروں کو مالا مال کیا۔

بادشاہ نے خواجہ جہاں کو بہرائچ سے آگے بھیج دیا تاکہ عین الملک اور اس کے دیگر سپاہی لکھنوتی نہ پہنچنے پائیں اور جو لوگ قہر شاہی یا قحط سالی سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر آباد ہوگئے ہیں اور اودھ اور ظفر آباد میں مقیم ہوگئے ہیں۔ ان سب کو ان کے اصلی وطن بھیجا جائے۔ خواجہ جہاں کو فتح حاصل کرنے کے لیے بھیج کر بادشاہ دہلی واپس لوٹ آیا اور تھوڑی مدت میں خواجہ جہاں بھی اپنی سپرد کردہ خدمات کو انجام دہی کے بعد دارالسلطنت دہلی پہنچ گیا۔ اس درمیان میں حاجی رجب اور شیخ الشیوخ مصر سے فرمان نیابت خلافت مع علم امارت لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ بہت سے درباریوں اور امراء شہر کو لے کر ان کے استقبال کے لیے چھ سات کوس تک گیا اور خلعت و فرمان خلافت کو سر پر رکھا اور کوشک تک پیدل آیا۔ خلیفہ بغداد کی بھیجی ہوئی حدیث کی کتاب مشارق اور قرآن مجید و فرمان امارت کو سامنے رکھ کر خلیفہ کی بیعت اپنے ہاتھ پر لینے لگا اور بادشاہ جو حکم دیتا تھا وہ خلیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور بادشاہ کو اپنے ہر فرمان میں لکھنا پڑتا کہ امیرالمومنین خلیفہ بغداد کا یہ حکم ہے۔ شیخ الشیوخ بصری کو بیش قیمت انعامات و اکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ ساتھ ہی ساتھ خلیفہ کے لیے نہایت بیش بہا ہیرے جواہرات اور بے شمار دولت خدمت خلیفہ میں از راہ تشکر روانہ کی۔ اسی زمانہ میں خلفائے بنی عباس کے خاندان کا ایک شہزادہ دہلی آیا۔ محمد تغلق قصبہ پالم تک اس کا استقبال کرنے گیا ایک پرگنہ دو لاکھ تنگ سفید کوشک سیری اور باغات کی تمام آمدنی شہزادہ کی معاشی مد میں صرف کر دی اور جب یہ شہزادہ بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیے دربار میں آتا تھا تو بادشاہ بہ نفس نفیس

besturdubooks.wordpress.com

قتلغ خاں کی معزولی

بادشاہ ابھی نیابت شاہی کی خوشیوں سے پوری طرح لطف اندوز بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس کو مرہٹواڑی کے علاقہ کی تباہی اور بربادی کا حال معلوم ہوا یہ علاقہ قتلغ خاں کی حکمرانی میں تھا- اس کے گماشتہ عوام کو بہت پریشان کر رہے تھے- کہا گیا ٹیکسوں کی وصولیابی کا یہ عالم ہے کہ دس کی جگہ ایک بھی مشکل سے ملتا ہے- بادشاہ نے ان افواہوں کا یقین کر لیا اور قتلغ خاں کو اپنے پاس دہلی بلا لیا مع اس کے بھائی کے حالانکہ قتلغ خاں انصاف پروری' سیاسی حکمت عملی میں اپنے دور کا بہترین صوبیدار تھا اس کا بھائی مولانا نظام الدین' جس کا لقب عالم الملک تھا' وہ منصرم مقرر ہوا اور انتظام میں مملکت میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں- جس زمانہ میں احکامات صادر ہوئے قتلغ خاں حوض بنوانے میں مصروف تھا جو آج تک "قلتو حوض" کے نام سے مشہور ہے- اس نے حوض کا تمام انتظام اپنے بھائی کے سپرد کیا اور چونکہ راستہ خطرناک تھا اس لیے اپنا مال و متاع بھی قلعہ وصاراگڑھ میں رکھا- اس قلعہ سے مطلب حصار بالائے کوہ ہے- یہ حصار پہاڑ کے دامن میں اس طرح بنایا گیا تھا کہ اس کا ایک حصہ پہاڑ سے بنتا تھا اور باقی تین اضلاع چونے اور پتھر سے بنائے گئے تھے- دولت آباد سے مراد وہ قلعہ ہے جو پہاڑ کے اوپر بنایا گیا ہے- جب خلیفہ کی طرف سے بادشاہ کو منشور نیابت شاہی مرحمت فرما دیا گیا ہے تو بادشاہ نے شرع کی رو سے بھی اور عقل و شعور سے بھی یہی سمجھا کہ اب حکومت کرنا اور مسند خلافت پر بیٹھنا اس کا پیدائشی حق ہے- لہٰذا اس نے تمام امور سلطنت پر دوبارہ غور و خوض کرنا شروع کر دیا-

قتلغ خاں کے آتے ہی نئے سرے سے حکومت کے انتظامات ہونے لگے اور دکن کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ضلع ایک امیر کی نگرانی میں دے دیا گیا اس امیر کو شقدار کہتے تھے- محمد تغلق نے اس وقت کے سب سے بہادر اور جری عامل اور مشیر عماد الملک کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا اور سردار الملک اور یوسف بغرا جیسے امراء معتمد کو ان کے ساتھ دولت آباد بھیجا- بادشاہ نے سات کروڑ زر سفید پر دکن کے خالصے کا ٹھیکہ دے دیا اور پرگنوں کا انتظام بھی انہیں امراء کے ہاتھ میں دے دیا اور نئے مقرر شدہ افسروں کو تاکید کر دی گئی کہ عالم الملک کے مشورے سے ہر کام کریں- اس انتظام سے بھی اہل دکن سکون نہ حاصل کر سکے اور حالات سازگار نہ ہوئے- اہل ملک قتلغ خاں کے معزول ہونے اور نئے ضلعداروں کی خراب حرکتوں سے پریشان تھے- دکن کے باشندوں میں سے بہت لوگ خانماں برباد ہو گئے اور باقی ماندہ لوگوں نے باغی ہو کر سرکشی شروع کر دی انتظام ملک کا شیرازہ بکھر گیا-

اسی طرح عزیز حمار نام کے ایک ذلیل اور پیچ قوم کے آدمی کو مالوے کا سردار بنا دیا- اس کو مالوے بھیجتے وقت بادشاہ نے کہا کہ وہاں کے تمام نئے نئے فسادات کی ذمہ داری امراء صدہ پر ہے لہٰذا ان امیروں کی سرکشی کو ختم کرنے کی پوری پوری ہدایت کی اور یہ کہ انہیں ہمیشہ اپنے رعب و داب میں رکھے- بادشاہ دکن اور مالوے کی بد انتظامیوں اور بغاوتوں کا خاطر خواہ انتظام کر کے پھر سرکد واری واپس آیا اور اس کے بعد ملک میں زرعی خرابیوں کو دور کرنے اور کاشتکاری کو ترقی دینے میں بہت سرگرمی دکھائی- اس نے ملک کو سرسبز کرنے اور آبادی بڑھانے کے لیے کئی قوانین بھی بنائے- یہ قانون اسلوب کے نام سے مشہور ہوئے اور انہیں امیر کوئی کا لقب دیا گیا- (کوئی ترکی میں آبادی کو کہتے ہیں' میر کوئی سے مراد حاکم آبادی ہے)-

قوانین امیر کوئی

ان نئے وضع کیے ہوئے قوانین میں سے ایک یہ تھا کہ زمین کے ایک حصے کو ایک مرکز سمجھ لیا جائے اور ہر ایک شخص کو اس شرط پر یہ مرکز دیا جائے کہ اگر اس کی زمین قابل کاشت نہ بھی ہو تب بھی وہ اس کو قابل کاشت بنائے اور اگر زمین زرخیز ہے تو معمولی پیداوار سے زیادہ پیداوار بڑھانے کی کوشش کرے- اس خدمت کی انجام دہی کے لیے تقریباً سو (شقدار) حکمران رکھے گئے- ملک کے بہت سے باشندے جو آوارہ وطن اور بے یار و مددگار ہو گئے تھے ان کی توجہ کھیتی باڑی کی طرف مبذول ہو گئی تھی- ان غریبوں کے ماسوا بعض

besturdubooks.wordpress.com

کھاتے پیتے اچھی حیثیت کے لوگ بھی لالچ میں آکر اس اصول پر کاربند ہوگئے۔ یہ نیا زراعت کرنے والا گروہ انعام و تقاوی کے صلہ میں کبھی کبھار بادشاہ کے خزانے سے رقم وصول کرتا رہتا اور شاہی عطیات کا بہت سا حصہ اپنی نجی ضروریات زندگی پر خرچ کر بیٹھتا تھا اور یقین تھا کہ رحم و کرم کے بعد جلال شاہی بھی نازل ہوگا اور اس کی تاب لانا مشکل ہوگا ہر ایک اسی عتاب کا انتظار کر رہا تھا۔ اس ضمن میں ستر لاکھ ٹنکے خرچ ہوگئے اور دو سال ہی کے اندر اگر بادشاہ ٹھانہ کی مہم میں ختم نہ ہو جاتا تو اس میں کوئی شک نہ تھا کہ اس جدید زراعت کرنے والے گروہ کا ایک بچہ بھی زندہ نہ رکھتا۔ محمد تغلق کے دور حکومت میں دوبارہ قحط پڑا اور ہر قحط کا سلسلہ تین تین سال تک جاری رہا اور لوگوں کے لیے طوفان بن کر آیا۔

غرض یہ کہ عزیز حمار بادشاہ سے رخصت ہو کر دھارا پہنچا اور ملک کی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے میں مشغول ہوگیا۔ عزیز حمار نے ایک دن امرائے صدہ کی ضیافت کی اور تقریباً" ستر امراء کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاکر پھر اس نامعقول حکمران نے تمام امرائے صدہ کو کسی بہانے سے موت کے گھاٹ اتارا اور اس کارہائے نمایاں کی انجام دہی کی اطلاع بادشاہ کے نیاز میں بھیجی۔ بادشاہ نے عزیز حمار کی اس بزدلانہ حرکت اور جلد بازی سے قتل کرنے کی مثال کو شاہی وفاداری کا اعلیٰ نمونہ سمجھتے ہوئے اسے خلعت شاہانہ اور اسپ خاص مرحمت فرمایا اور اس طرح اپنی خوشنودی ظاہر کی اور اس کی ہمت افزائی کی۔

عزیز کو بادشاہ نے خود بھی خلعت انعام و اکرام دیا تھا اور ہر حکمران کو ہدایت کی کہ تمام امراء عزیز حمار کی لائق خدمت کے صلہ میں اس کو انعامات تحفہ تحائف بھیجیں اور ہمت کو فی الامکان بڑھائیں۔ عزیز حمار کے اس کارہائے نمایاں نے بادشاہ کی نگاہوں میں رذیلوں اور نیچ لوگوں کو بڑھا دیا اور وہ ان کی تربیت پر فریفتہ ہوگیا اور وہ سفلہ لوگ جو بادشاہ کے احکام سے ذرا پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے اب بادشاہ کے مشیر خاص بن کر دربار میں جگہ پانے لگے اور سلطنت کے اہم امور پر مقرر کیے گئے اور خاندانی امیروں سے بھی ان کا مرتبہ بڑھ گیا۔ نجیاں گویے کا بیٹا تھا یہ گجرات' ملتان اور بداؤں کا امیر بنایا گیا اور مالی کا بیٹا جس سے زیادہ بدطینت آدمی دارالسلطنت میں نہ تھا' اسے وزارت کے عہدے پر رکھا گیا۔ اس کے علاوہ سلطنت کے اہم کاموں پر ایسے لوگوں کو مامور کیا گیا اور انہیں قربت شاہی بھی حاصل ہوئی۔ مثلاً فیروز حجام' میکا نابائی اور شیخ بابو بابک جولاہا۔ اس کے علاوہ گجرات کا وزیر مقبل نامی ایک غلام کو بنایا گیا جو شکل و صورت اور سیرت دونوں میں اپنے گروہ کا سردار تھا اور سب سے خراب آدمی تھا۔ بادشاہ کی اس کینہ پروری کی توجیہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ شریف امراء اسکے احکامات کی تعمیل نہیں کرتے تھے اور نہ کرنے کا اصل سبب یہ تھا کہ بادشاہ بعض احکامات ایسے صادر کرتا جو اس کے غیض و غضب کے آئینہ دار ہوتے اور اگر ان پر واقعی عمل کیا جاتا تو رعایا کا خون ناحق ہوتا اور ملک کی بربادی اور رعایا کے استیصال کا باعث ہوتا۔ لہٰذا وہ امراء اپنی عاقبت اندیشی اور فرزانگی سے ان احکامات کو ٹال جاتے اور بادشاہ اسے ان کی نااہلیت پر محمول کرتا لہٰذا اس کے دل میں فلہ پروری کے جذبات جڑ پکڑتے گئے۔ بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ یہ شریف زادے ہیں لہٰذا یہ بادشاہ کے احکامات کی قدر نہیں کرتے اور کمینوں کی فطرت ہی چونکہ غلامانہ ہوتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام کو حکم خداوندی سمجھ کر بجالانے لگے۔ غرض یہ کہ عزیز حمار کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور ملک کے ہر گوشہ سے تحسین کی صدائیں بلند ہوئیں تو ملک کے تمام امیران صدہ طیش میں آکر اکٹھا ہوئے اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔

اسی عرصہ میں ملک مقبل جس کا خطاب "خان جہاں" تھا اور اسی زمانہ میں گجرات کا وزیر مقرر کیا گیا تھا وہ صوبے کا تمام خزانہ اور پایگاہ کے گھوڑے جو گجرات میں اٹھا لیے گئے تھے لے کر دیوی اور بروڈا کے راستہ سے دہلی چلا۔ ان اطراف میں جو امیران صدہ تھے سب نے مل کر اس کا مال و متاع لوٹ لیا۔ خان جہاں اسی ابتر حالت میں نہروالہ پہنچا۔ بادشاہ نے یہ سارے حالات سنے' بہت ہی طیش میں

besturdubooks.wordpress.com

خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ڈبھوی اور بروداکے فسادات اتنے اہم نہیں کہ جس کے سر کرنے کے لیے بادشاہ بہ نفس نفیس تشریف لے جائے اور اپنے لیے کہا کہ بادشاہ کی رہبری میں اس کو اتنی ہمت و جرات پیدا ہوگئی ہے کہ وہ اس فتنہ کو بہ آسانی فرو کر کے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے یہ بھی شبہ تھا کہ بادشاہ کے اس مہم پر جانے سے کہیں' دیگر فتنہ خوابیدہ نہ جاگ اٹھیں اور پھر ان کا سدباب مشکل ہو جائے۔

بادشاہ نے قتلغ خاں کی اس پیش کش کی طرف بالکل توجہ نہ دی اور اپنے چچا زاد بھائی ملک فیروز کو اپنا نائب بنایا اور امور سلطنت میں مدد دینے کے لیے خان جہاں اور ملک کبیر کو چھوڑا اور خود ۷۴۸ھ میں دہلی سے روانہ ہوا کر سلطان پور میں قیام کیا جو شہر سے پندرہ کوس دور تھا تاکہ پوری فوج علم شاہی کے تلے جمع ہو کر عازم مہم ہو۔ اسی اثناء میں اسے عزیز حمار کی طرف سے عرضی وصول ہوئی کہ چونکہ امیران صدہ نہایت فتنہ و فساد برپا کرنے کے عادی ہیں اور خود عزیز حمار ان سے بہت ہی نزدیک مقام پر رہتا ہے۔ للذا وہ دھار کے سپاہیوں کی تنظیم کر کے ان کو سرکشی کی سزا دینا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے یہ عبارت دیکھی تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ اس کو معلوم تھا کہ عزیز حمار کو آداب جنگ و جدل سے اتنی آگاہی نہیں اور آئین جنگ کی اسے کیا خبر۔ عجیب نہیں کہ جلدی ہی اس کے قتل کی خبر سننا پڑے اور بادشاہ کا یہ خیال غلط ثابت نہ ہوا۔ سرکشوں کے سامنے عزیز حمار بدحواس ہوگیا اور گھبرا کر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ دشمنوں نے وہیں پکڑ کر تلوار کے گھاٹ اتارا۔

محمد تغلق کی "سیاست"

بادشاہ سلطان پور سے روانہ ہوگیا دوران سفر میں بادشاہ نے ایک دن ضیائے برنی سے کہا کہ عام خیال ہے کہ ملک میں ریشہ دوانیاں بادشاہ کی سیاست سے پھیلتی ہیں' لیکن بادشاہ نے کہا کہ وہ اپنا ہاتھ بیکار نہیں رکھنا چاہتا۔ اس نے تاریخ دان ضیائے برنی سے دریافت کیا کہ تم نے تاریخ کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ بتا سکتے ہو کہ کن کن موقعوں پر بادشاہ کی سیاست درست اور حق بجانب ہوتی ہے۔ علامہ برنی نے جواب دیا کہ تاریخ کسروی میں رقم ہے کہ بادشاہ کے پاس سات مواقع ایسے ہیں جب وہ اپنی سیاسی حکمت عملی سے کام لے سکتا ہے اور یہ ساتوں جرائم مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ دین حق سے ہٹ جانا (مرتد ہو جانا)

۲۔ جان بوجھ کر خون ناحق کرنا۔

۲۔ شادی شدہ مرد کا شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنا۔

۳۔ بادشاہ وقت کے ساتھ سرکشی کرنا۔

۵۔ کسی ہنگامہ اور بغاوت کا سردار بن کر فساد بپا کرنا۔

۶۔ جب رعایا سرکشوں باغیوں سے مل جائے اور اسلحہ و روپیہ پیسہ سے ان کی مدد کرے۔

۷۔ بادشاہ کے احکام سے پھر جانا اور مکمل طور پر اس پر عمل نہ کرنا۔

محمد تغلق نے دریافت کیا کہ حدیث صحیح سے کن کن جرائم کے متعلق ثابت ہوتا ہے۔ اس پر علامہ برنی نے فرمایا کہ پہلی تین قسموں کے بارے میں صحیح حدیثیں موجود ہیں یعنی ارتداد' زنا اور قتل وغیرہ کے بارے میں فقہ کے مسائل اور حدیثوں کی تفصیل میں صاف لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ باقی چار جرائم ملک کی فلاح اور اصلاح مملکت کے خیال سے مخصوص بادشاہوں کے لیے وضع کی گئی ہیں۔

محمد تغلق نے اس پر یہ جواب دیا کہ پرانے زمانہ کی رعایا فرمانبردار تھی' اس کے اعمال و اقوال میں شرافت اور صداقت تھی لیکن اس دور میں اچھائیاں برائیوں میں تبدیل ہوگئیں اور گردش لیل و نہار کی وجہ سے بادشاہ کو خود مخلوق خدا کے خون سے ہولی کھیلنا پڑتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

لہٰذا بادشاہ کے خیال میں اس کے مظالم کا خاتمہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یا تو رعایا ان افعال بد سے باز آ جائے' یا وہ دنیا سے اٹھ جائے ورنہ اسی سیاست پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دوسرے بادشاہ کے پاس کوئی ایسا دانشمندانہ وزیر بھی نہیں جو امور سلطنت میں مدد دے اور رعایا کو برہم نہ ہونے دے۔ بہرکیف بادشاہ مزیدار اور رنگین کہانیاں سناتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور گجرات کے نزدیک ابوگڈھ پہاڑ تک پہنچ گیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر شیخ معزالدین کو سرکشوں کے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ معزالدین ڈبھوی کے آس پاس تک ہی پہنچا تھا کہ خواجہ جہاں بھی اس سے مل گیا۔ بغاوت کرنے والوں اور شاہی امراء میں باہم قتل و غارت گری شروع ہوگئی اور اس میں شاہی سرداروں نے فتح پائی اور بغاوت کرنے والے شکست کھا کر میدان چھوڑ کر بھاگے اور بادشاہ ابوگڈھ سے لوٹ کر پھر بھروچ آیا اور وہیں رہ پڑا۔ ملک قبول اور وزیرالمالک عمادالملک کو امیران صدہ کی گرفتاری کے لیے پیچھا کرنے کو بھیجا۔ دریائے نربدا کے ساحل پر پہنچ کر عمادالملک نے بہت سے سرکشوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور ان کے صلاح کاروں کو پکڑ لیا۔ سرکش امراء میں جو باقی بچے تھے انہوں نے حاکم بکلانہ ماندیو کی راجدھانی میں پناہ لینا چاہی مگر ماندیو بادشاہ کے غیظ و غضب سے خوب واقف تھا اس نے ان امیروں کو پناہ دینے کی بجائے تباہ و برباد کر دیا اور بدحال اور پریشان کر دیا اور اس صورت سے گجرات میں فساد و بغاوت کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔ عمادالملک چند روز بھروچ میں ٹھہرا رہا اور بادشاہ کے فرمان کے مطابق بہت سے باغیوں کو قتل و غارت کیا اور جو لوگ اس کی تلوار کا شکار نہ ہو سکے وہ آس پاس پریشانی و خستہ حالی کی صورت میں پھرتے رہے۔ بادشاہ بھی تھوڑے دنوں تک بھروچ میں رہا اور کینبایت نیز دوسرے گجرات کے شہروں کا مال و متاع' خزانہ اپنے قبضہ میں کر لیا اور زبردستی چھین کر داخل خزانہ شاہی کیا اور گجرات کے لوگوں میں سے جس پر ذرا بغاوت کا شبہ ہوا اس کو فوراً قتل کر دیا گیا۔

ابھی اس فساد کی آگ ٹھنڈی بھی نہ ہوئی تھی کہ دوسرا اس سے بھی بڑا فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھا۔ محمد تغلق نے زین الدین زند کو جو مجد الدین کے لقب سے مشہور تھا اور رکن الدین تھانیسری کے بیٹے کو جو اس دور کا سب سے بڑا فساد ڈھانے والا تھا ان کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ دولت آباد کے جتنے شر انگیز امراء خواہ وہ امیران صدہ ہوں یا کوئی اور انہیں گرفتار کر کے واصل جہنم کیا جائے' لیکن اپنا حکم نامہ صادر کر کے پھر بادشاہ پچھتا رہا تھا۔ اب اسے اس کے سوا چارہ کار نظر نہ آیا کہ تمام سرکشوں کو اپنے سامنے بلا کر تلوار کے گھاٹ اتارے اور مجدالدین وغیرہ کے بعد بادشاہ نے ملک علی افسر جاندار اور ملک احمد لاچین کو جو امیر خسرو کے قریبی رشتہ دار تھے ان کو قتلغ خاں کے بھائی عالم الملک کے پاس اپنا حکم نامہ دے کر بھیجا' اور عالم الملک کو تحریر کیا کہ وہ اس گرد و نواح کے امیران صدہ کو ایک ہزار پانچ سو سواروں کی جمعیت سے ملک علی اور ملک احمد کے ساتھ بادشاہ کے نیاز میں بھیجے۔ عالم الملک نے رانچور' بدگل' گلبرگہ' گنگا دتی' تھنبوتی' ایباغ' کلہر' بیکری' بزار' رام گیر وغیرہ مشہور شہروں کے امیران صدہ کو دولت آباد بلوا بھیجا۔ مقبوضہ ممالک کے امیروں کو بادشاہ کی سیاسی حکمت عملی اور قتل و غارت گری کی بہت سی مثالیں اور واقعات معلوم تھے اور ہر شخص اپنی جگہ پر خوفزدہ تھا۔

عالم الملک نے علی اور احمد لاچین کو عامل بنا کر ان امیران صدہ کے لانے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں امیروں نے بمشکل تمام نصیرالدین تغلچی' قزلباش حاجب' حسام الدین' اسمٰعیل مخ اور حسن گانگو وغیرہ نامی گرامی امراء کو گلبرگہ میں جمع کیا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر دولت آباد کی طرف بڑھے۔ جب یہ قافلہ درہ مانک پونج پہنچا جو کنج اور "دون" کے درمیان واقع ہے تو تمام امیران صدہ نے ایک مشاورتی مجلس کو تنظیم دیا کیونکہ وہ محمد تغلق کے ظلم اور تشدد سے اچھی طرح واقف تھے لہٰذا اس انجمن میں یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ کا اس طرح طلب کرنا ہی بتا رہا ہے کہ وہ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور انہوں نے سوچا کہ خود کو بھیڑ بکریوں کی طرح قصائی کے حوالہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ یہ صلاح کر کے عین روانگی کے وقت باغی ہوگئے اور شاہی عاملین پر حملہ کر دیا۔ احمد لاچین کو تہ تیغ کر کے اس کا

besturdubooks.wordpress.com

اور آکر دولت آباد پر اپنا قبضہ و تصرف کر لیا تمام خزانہ اور خدام ان کی ملکیت ہوگیا- عالم الملک کے اچھے اخلاق کا ہر ایک گرویدہ تھا اسلیے اس کو کچھ ضرر نہ پہنچایا گیا' لیکن دیگر شاہی عاملین کو موت کے گھاٹ اتارا- رکن الدین تھانیسری کے بیٹے کو بھی مار ڈالا اور سارا خزانہ آپس میں بانٹ لیا اور محمد تغلق کی سیاست سے بالکل بے خوف ہو کر بیٹھ رہے- گجرات کے باقی ماندہ امیران صدہ جو قہر سلطانی اور جلال شاہی سے ڈر کر جنگلوں میں صحراؤں میں چھپے ہوئے تھے اپنے دکنی بھائیوں کی دلیری کا حال سُن کر نکل آئے اور ان میں شامل ہوگئے- ان تمام امیروں نے اسمٰعیل مخ کو جو بہت زیادہ عقل مند' جری اور بہادر تھا سردار بنا کر نصیرالدین اسمٰعیل کا لقب دے کر اپنا بادشاہ منتخب کر لیا- محمد تغلق کو ان تمام واقعات کا حال معلوم ہوا اور وہ اسی وقت بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لے دکن کی طرف چلا-

اسی سال بھروچ سے دولت آباد آیا- امیران صدہ بھی مقابلہ پر آئے ان امیروں نے بادشاہ کی فوج کے مقابلہ میں ایسی مردانگی اور شجاعت دکھائی کہ بادشاہ کی دائیں بائیں کا لشکر درہم برہم ہوگیا (میمنہ اور میسرہ) اور نزدیک تھا کہ بادشاہ کو بھی صدمہ پہنچے کہ امیران صدہ کی فوج کا افسر اعلیٰ شاہی لشکر کے ہاتھوں قتل ہوگیا اور اس امیر کے قتل ہوتے ہی چار ہزار سوار میدان چھوڑ کر فرار ہوگئے- اس دوران میں رات کی سیاہی بڑھ گئی تھی اور تمام لوگ ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہو کر جدھر سینگ سمائے ادھر بھاگے اور ہر فریق نے میدان جنگ کے آس پاس ہی خیمہ لگا لیا- امیران صدہ نے ایک بار پھر مشاورتی مجلس کا انعقاد کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ اسمٰعیل مخ قلعہ کے تحفظ کے لیے تھوڑا سا لشکر لے کر دولت آباد میں ٹھہرے اور دیگر باقی ماندہ امیر گلبرگہ جا کر اپنی اپنی جاگیروں کا انتظام کریں اور جب محمد تغلق دولت آباد سے واپس آکر دکن کی سرحد کے باہر ہو جائے تب یہ لوگ پھر اکٹھے ہو کر مہم کو دوبارہ سر کریں-

اس تجویز کے مطابق محمد اسمٰعیل قلعہ دھارا میں' جہاں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء فراہم تھیں ٹھہر گیا اور دیگر امیران صدہ میں حسن گانگو بھی شامل تھا اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے- عماد الملک جو امیران صدہ سے ہار کر ندربار سلطان پور میں زندگی کے بقیہ دن گزار رہا تھا اس کو محمد تغلق نے دوسرے مشہور امراء کے ساتھ امیران صدہ کے تعاقب میں گلبرگہ بھیجا اور خود دولت آباد کے محل خاص میں قیام کیا- دولت آباد کے کچھ باشندوں کو امیر نوروز گرگین کے ہمراہ دہلی روانہ کر دیا اور اس کے ذریعہ فتح نامہ بھی اہل دہلی کے لیے بھیجا اور اراکین دولت کو حکم دیا کہ اس فتحنامہ کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بلند آواز سے پڑھ کر سب کو سنا دیا جائے اور سارا شہر خوشی منائے-

قلعہ دھارا کی تسخیر

محمد تغلق نے اب قلعہ دھارا کو فتح کرنے کا خیال کیا اور لاتعداد سپاہیوں اور پیادوں کو ساتھ لے کر قلعہ دھارا کو فتح کرنے کا ارادہ کیا- روزانہ چھوٹی چھوٹی لڑائیں ہوتی رہتیں اور تین مہینہ مسلسل قلعہ کے اندر اور باہر خون کی ندیاں بہتی رہیں- انہیں حالات میں بادشاہ کو پتہ چلا کہ ملک طغی نے جو صفدر الملک کا غلام ہے' فساد برپا کیا ہے اور خود بھی احمد خواجہ جہاں کا غلام تھا اور انہیں امیران صدہ کو اپنا ساتھی بنایا ہے جو پہاڑوں میں چھپ گئے تھے- انہیں کے ساتھ مل کر اپنے قدم بڑھائے ہیں اور نہروالہ کو اپنا منبع بنایا اور ملک مظفر نائب شیخ معزالدین جو گجرات کا حاکم تھا اور اس کو قتل کر کے عاملوں کو گرفتار کر لیا- کنبایت کو بالکل برباد کر کے اب بھروچ کے قلعہ کے نیچے خیمہ لگا کر ٹھہرا ہوا ہے- بادشاہ کو یہ بات معلوم کر کے بہت پریشانی ہوئی- بادشاہ نے خداوند زادہ قوام الدین کو شیخ برہان الدین بلگرامی اور ظہیرالجیوش جیسے نامور امیروں کے ساتھ دولت آباد کے محاصرہ کے لیے چھوڑا اور خود جلد ہی گجرات کی طرف چل پڑا- دولت آباد میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو بھی بادشاہ اپنے ساتھ دہلی لے چلا- دکن کے لوگوں نے بادشاہ کے لشکر کا پیچھا کیا اور چند ہاتھی نیز خزانہ لوٹ کر بادشاہ کے بہت سے سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا- بادشاہ دریائے نربدا کو پار کر کے بھروچ پہنچا طغی کو جب بادشاہ کے بھروچ پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بھروچ سے کنبایت آگیا- بادشاہ نے ملک یوسف بغرا کو اس کا پیچھا کرنے کے لیے بھیجا-

کنبایت کے پاس ہی بغرا اور طغی میں لڑائی ہوئی اور یوسف دوسرے نیک اور قابل اعتماد لشکریوں کے ہمراہ میدان جنگ میں مارا گیا اور

bestfreeurdubooks.wordpress.com

یوسف کے باقی بچے ہوئے سپاہیوں نے جاکر بادشاہ کے لشکر میں پناہ لی- طغی کی بغاوت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور اس نے معزالدین نیرہ اور اس کے عاملین کو قید خانے سے نکال کر اپنے خنجر کی پیاس بجھائی- بادشاہ اس حرکت سے غصہ میں آپے سے باہر ہوگیا اور کنبایت چل دیا- اساول جواب احمد آباد کے نام سے موسوم ہے- طغی بھاگ کر یہاں چھپا بادشاہ بھی اسی کے نقش قدم پر چلتا رہا اور بہت جلد احمد آباد پہنچ گیا' طغی نے پھر احمد آباد کو چھوڑ کر نہروالا میں قیام کیا- بارش کی زیادتی کی وجہ سے پورا ایک مہینہ احمد آباد میں بادشاہ کو ٹھہرنا پڑا- اسی دوران میں خبر ملی کی طغی نے اچھی خاصی فوج اکٹھی کر لی ہے اور نہروالا سے احمد آباد کی طرف جاکر گڑھی (یہ مقام احمد آباد سے پینتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے) میں ٹھہرا ہوا ہے اور خیمہ لگایا ہے اور آمادہ پیکار ہے- محمد تغلق بارش کے زمانہ ہی میں اساول سے چل کر کڑی پہنچا دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو طغی اور اسکے ہمراہی نشہ شراب میں چور محبان وطن کی طرح بادشاہ کی فوج کے مقابلہ پر ڈٹ گئے' لیکن چونکہ ان سرمست سپاہیوں کے ہاتھی قطار در قطار کھڑے تھے لہٰذا یہ لوگ کچھ نہ کرسکے اور بالاخر ہار کر درختوں کی جھنڈ میں چھپ گئے اور جھاڑیوں کے راستہ ہی چھپے ہوئے نہروالہ جا پہنچے- اس داروگیر میں جو پانچ سو سپاہی بچ رہے تھے وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق پکڑے گئے اور سزائیں دی گئیں- محمد یوسف نے یوسف بقرا کے بیٹے کو باغیوں کا پیچھا کرنے کے لیے بھیجا اس طرح یوسف کو پورا دن ہوگیا اور رات کو وہ ایک جگہ ٹھہر گیا- طغی کو فوراً موقع ہاتھ آیا اور وہ مع اپنے متعلقین اور بال بچوں کے آگے بڑھ گیا اور نہروالہ پہنچ گیا- حوض سہنک کے کنارے شاہی خیمہ لگایا گیا اور بادشاہ خود گجرات کو سرسبز اور شاداب کرنے میں مشغول ہوگیا-

صوبہ گجرات کے تمام حکمران اور راجے مہاراجے بادشاہ کے پاس آتے اور تحفہ و تحائف سے اپنی وفاداری اور نیاز مندی کا ثبوت پیش کرتے رہے ہر ایک شاہی پیش کش سے بھی مشرف کیا جاتا- محمد تغلق کی سعی پیہم سے گجرات کی بدحالی بالکل دور ہوگئی اور ملک میں خوشحالی اور شادابی نظر آنے لگی- طغی کے چند مشہور فوجی جو اپنے سردار سے جدا ہوگئے تھے اور رانہ منڈل کے دامن میں پناہ لی تھی- ان راجاؤں نے ان کے سر بھی کاٹ کر بادشاہ کے نیاز میں بطور خوشنودی روانہ کر دیے- محمد تغلق گجرات کی یہ ریشہ دوانیاں ختم کرنے کی کوشش ہی میں لگا ہوا تھا کہ اس نے سنا کہ دکن کے ان امراء نے جو بادشاہ سے ہار کر ادھر ادھر بھاگ گئے تھے' پھر یک جا ہو کر حسن گانگو کی سرکردگی میں بغاوت کی آگ بھڑکائی ہے اور شاہی مشیر عمادالملک کو تلوار کے گھاٹ اتار کر خداوند زادہ قوام الدین اور ملک جوہر اور نظام الجیوش تمام سرکاری عاملوں کو خستہ حال اور پریشان کر دیا ہے اور وہ مالوے کی طرف فرار ہوگئے ہیں- اسماعیل مخ نے بھی دولت آباد کے قلعے کو چھوڑ دیا اور ان امراء کے گروہ میں شامل ہوگیا- اسمٰعیل نے حکمرانی کی ذمہ داری سے استعفٰی دے دیا اور امیران صدہ نے حسن گانگو کو سلطان علاء الدین کا لقب دے کر دکن کا حکمران مان لیا- بادشاہ کو یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی مگر وہ بخوبی سمجھ گیا کہ یہ چند روزہ سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے جس نے نہروالہ میں بادشاہ کے ظالم ہاتھوں کو رعایا کے خون سے ہولی کھیلنے پر مجبور کیا-

محمد تغلق نے چند روزہ سیاسی حکمت عملی سے پناہ مانگی اور باز آیا- ملک فیروز' خواجہ جہاں' ملک غزنین' صدر جہاں اور امیر رفیعہ وغیرہ مشہور اراکین سلطنت کو انکے لشکروں کے ساتھ حسن گانگو کو تہہ تیغ کرنے کے لیے دہلی سے اپنے پاس بلایا' مگر محمد تغلق کو دکن کے اخبارات سے یہی اطلاعات موصول ہوئیں کہ حسن گانگو نے ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھا کر لی ہے اور بہت طاقتور ہوگیا ہے- ان خبروں نے بادشاہ کو خوفزدہ کر دیا اور اس نے امراء کا اس معرکہ کو سر کرنے کے لیے بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور پکا ارادہ کر لیا کہ گجرات کی مہم سر کرنے اور کرنال کو فتح کرکے پھر خود ہی حسن گانگو کو تہہ تیغ کرنے کے لیے جائے گا- گجرات میں بادشاہ دو سال تک ٹھہرا رہا- پہلا سال تو فوج کو منظم کرنے اور نئے سپاہیوں کو فوج میں رکھنے کا کام کرتا رہا اور دوسرے سال کرنال کو فتح کر لیا- کرنال کے تمام مکھی' باج گزار بھی بادشاہ کے فرمانبردار ہوگئے- کنکار دیو جو کچھ کا راجہ تھا' وہ بادشاہ کی ماتحتی میں آگیا- اسے شاہی مہربانیوں سے مشرف کیا گیا- نظام الدین احمد

besturdubooks.wordpress.com

لیکن یہ بات درست مانی جاتی ہے کہ محمود شاہ گجراتی کے علاوہ کسی اور حاکم وقت نے کرنال کے قلعہ کو فتح نہیں کیا' بلکہ محمد تغلق نے بھی راجہ کی فرمانبرداری ہی کو غنیمت سمجھا اور اسے فتح کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔

علامہ ضیاء الدین برنی کہتے ہیں کہ اسی دوران میں ایک دن محمد تغلق نے ان سے کہا کہ اس کی سلطنت کے ہر عضو میں طرح طرح کے امراض پیدا ہوگئے ہیں۔ اگر ایک مرض کا علاج کیا جاتا ہے تو دوسرا مرض بڑھ جاتا ہے' چونکہ مولانا برنی نے بہت سی تاریخی کتب کا مطالعہ کیا تھا لہٰذا بادشاہ نے ان سے اس کا جواب چاہا۔ مورخ برنی نے جواب دیا کہ ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ اگر کسی حکمران سے اس کی رعیت نفرت کرے اور ملک میں سرکشی اور بغاوت پھیل جائے تو بادشاہ کے لیے چارہ کار یہی ہے کہ بھائی یا اپنے بیٹے کو جانشین کر دے اور خود گوشہ گیر ہو جائے۔ اگر وہ مسند حکومت چھوڑنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو ان باتوں سے دور رہے جو رعایا میں نفرت کے جذبات کو اجاگر کرتی ہیں۔ بادشاہ نے ضیائے برنی کو جواب دیا اس کا نہ کوئی بیٹا ہے جو جانشینی کے فرائض انجام دے سکے اور نہ وہ خود ہی ملکی سیاست سے الگ ہوسکتا ہے جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اس کو پروا نہیں۔

شود شود نشود گو مشو چہ خواہد شد

الختصر کونڈل میں بادشاہ بیمار پڑا جو کرنال سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے اس سے پہلے کہ بادشاہ کونڈل پہنچے اس کو معلوم ہوا کہ ملک کبیر کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس نے خواجہ جہاں اور عماد الملک وزیر کو دہلی بھیج دیا اور مخدوم زادہ نیز دیگر اراکین سلطنت کو دہلی سے اپنے پاس بلا لیا۔ بادشاہ کونڈل پہنچا اور دہلی کے امراء مع اپنے خدام و مال و متاع شاہی کے بادشاہ کے نیاز میں آئے۔ اس نے دکن کا معرکہ سر کرنے کے لیے لشکر سجایا اور صحت یاب بھی ہوگیا۔ محمد تغلق نے دیپالپور' ملتان' اچھ' سیوستان سے کشتیاں ٹھٹھ کی طرف لگائیں اور کونڈل ہوتا ہوا لب دریا تک پہنچا۔ طغی کو تہ تیغ کرنے کے لیے دریا کے کنارے دوسری طرف آیا اور مع لشکر اور ہاتھیوں کے دریا کے دوسرے کنارے خیمہ نصب کیا۔ امیر فرغن نے پانچ ہزار مغل سپاہیوں کی فوج محمد تغلق کی مدد کے لیے التون بہادر کے ہاتھ بھیجی وہ اسی عرصہ میں پہنچ گیا۔ امراء اور سپاہیوں پر شاہانہ کرم کی بارش ہوئی اور سومرہ کے گروہ کو جنہوں نے طغی کو پناہ دی تھی' سمجھانے کے لیے ٹھٹھ بھیجا۔ بادشاہ نے پینتیس کوس ہی کا راستہ طے کیا تھا کہ عاشورہ کا دن آگیا۔ بادشاہ نے عادت کے موافق روزہ رکھا اور افطار کے وقت تازہ مچھلی کھائی اور پرانا مرض بخار عود کر آیا۔ بادشاہ نے بخار کی مطلق فکر نہ کی اور کشتی میں سوار ہو کر سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ جب ٹھٹھ کا چودہ کوس کا فاصلہ رہ گیا تو بادشاہ ٹھہر گیا۔ مرض رفتہ رفتہ بڑھتا جا رہا تھا بخار کی گرمی سے بے چینی اور پریشانی بڑھ رہی تھی۔ حتیٰ کہ اکیس محرم ۷۵۲ھ کا آخری دن تھا اور محمد تغلق ساحری' پر ہیبت' شان و شوکت رکھنے والا حکمران ختم ہوگیا۔ اس نے عین نزع کے وقت یہ اشعار کہے۔

بسیار دریں جہاں چمیدیم بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلند برنشستیم ترکان گراں بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط و آخر چوں قامت ماہ نو خمیدیم

اس بادشاہ نے ستائیس سال تک حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

فیروز شاہ تغلق

سیاسی ابتری

مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ محمد تغلق کا چچا زاد بھائی تھا محمد تغلق کا ہمیشہ سے ہی یہی خیال تھا کہ فیروز شاہ کو جانشین بنائے گا۔ محمد تغلق کے دوران حکومت میں فیروز شاہ نے دل و جان سے اس کی تیمارداری کی اور اپنی وفا شعاری اور ہمدردی سے بادشاہ کے بیمار دل میں جگہ قائم کر لی۔ بادشاہ کا تصور یقین تک پہنچ گیا اور اس نے علالت کے زمانہ میں ہی اپنی زبان سے فیروز شاہ کی جانشینی کا اعلان کر دیا۔ محمد تغلق کی وفات کے بعد فوج میں بہت بد انتظامی بڑھ گئی' لیکن فیروز شاہ اور دیگر خیر خواہان سلطنت نے اپنے اچھے انتظام سے فوجی بد نظمی کو دور کر دیا۔ سلطنت کی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کو ختم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ سب سے اول تو ان لوگوں نے قرغن سے جو شاہی کمک آئی تھی اس کو واپس جانے کا حکم دے دیا کہ التون بہادر اس کی فوج اور امراء کا ہندوستان میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں' کیونکہ ایسا نہ ہو کہ ہندی اور قرغنی سپاہیوں میں باہم کچھ بد مزگی پیدا ہو جائے اور پھر اس کا سدباب بہت مشکل ہو۔ ان حلیف امراء کو سمجھا دیا گیا کہ شاہی لشکر کے مہم پر جانے سے قبل ان کا اپنے وطن کی طرف چلا جانا بہت ضروری ہے اور یہی مصلحت اندیشی ہے۔

نوروز گرگین کی بغاوت

التون بہادر نے بھی اس صلاح کو مصلحت آمیز سمجھ کر خیمہ اور ڈیرے اٹھائے اور وہاں سے چل کر پانچ کوس کے فاصلہ پر ٹھہر گیا تو مبشر خان کا داماد جو محمد تغلق کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا تھا اور آ کر شاہی امرا میں شامل ہو گیا تھا وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر التون بہادر کے پاس جا پہنچا کیونکہ اس پر بغاوت اور سرکشی کا بھوت سوار تھا۔ اس نے التون بہادر سے کہا کہ یہ حقیقت عیاں ہے کہ ہندی حکمران اب دنیا میں نہیں ہے اور لشکر ہند بے دولہا کی بارات معلوم ہو رہا ہے۔ بادشاہ محمد تغلق کا ولی عہد کوئی اب تک نہیں مقرر کیا گیا۔ وہ اپنے اپنے کاموں میں بے حد سرگرداں ہیں۔ سپاہیانہ شان تو یہی ہے کہ کل جب دہلی کی فوج روانہ ہو ہم شاہی خزانہ تک پہنچ کر زر و مال اور نقدی جو ہاتھ لگے وہ حاصل کر لیں۔ التون بہادر اس کی مکارانہ گفتگو میں شامل ہو گیا۔ دوسرے دن جب لشکر شاہی سچ مچ بے حکمران کی فوج بن کر آگے بڑھی تو طے شدہ منصوبہ کے تحت التون اور نوروز نے شاہی لشکر پر حملہ کر دیا اور خزانے کے چند صندوقوں کو جو اونٹ پر لد کر جا رہے تھے انہیں اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیا۔ بہت سے لونڈی اور غلام بھی ان باغیوں نے پکڑ لیے' خونریزی اور قتل عام میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ تغلقی امراء نے بہت مشکلوں اور خوف و ہراس میں راستہ ختم کیا اور جیسے تیسے کوشش کر کے سیوستان (جس کو عام طور پر سہوان کے نام سے پکارا جاتا ہے' پہنچے۔ اس برباد شدہ قافلہ نے ساری رات آنکھوں میں کاٹی اور خزانے کو بچانے میں ایسے لگے کہ اپنے آپ پر کھانا اور سونا حرام کر لیا۔ دوسرے دن مخدوم زادہ عباسی اور حضرت شیخ نصیر الدین محمد چراغ اور دیگر علماء اور اولیاء نیز اراکین سلطنت کی ایک جمعیت باہم صلاح و مشورہ کر کے ملک فیروز باربک کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

فیروز تغلق کی جانشینی

ان بزرگان نے مرحوم سلطان کے منتخب کردہ ولی عہد سے کہا کہ محمد تغلق نے اپنے مرتے وقت ہی فیروز شاہ تغلق کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا تھا اب اس وقت یہی وقت کا تقاضا ہے کہ سلطنت کے کاموں کو معرض التواء میں نہ ڈالا جائے اور بادشاہ کا ولی عہد تخت پر مسند

besturdubooks.wordpress.com

شریفین کا عزم ظاہر کیا اور مسند نشینی سے انکار کر دیا۔ اس نے بہتیرا انکار کیا لیکن ان امراء و علما نے اس کی ایک نہ سنی اور اس پاک طینت' نیک نیت حکمران کو مجبور کر دیا۔

۲۴ محرم ۷۵۲ھ میں فیروز شاہ نے علماء اور اراکین سلطنت کے اصرار پر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ مسند نشینی کے وقت بادشاہ تقریباً" پچاس سال کا تھا۔ تخت نشینی کے پہلے ہی دن بادشاہ نے ہزاروں مخلوق خدا کو جو ٹھٹھہ میں نظربند تھے ان کو روپیہ لے کر مول لے لیا اور تخت نشینی کے تیسرے دن بہت تزک و احتشام سے سوار ہو کر شہر کی طرف چلا۔ راہ میں مغلوں اور ٹھٹھ کے باغی گروہ جلوس شاہی کو روکتے تھے لیکن جیسے ہی یہ حملہ کرتے شاہی سپاہی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ چنانچہ مغل سرداروں کے لاتعداد سپاہی قتل کر دیے گئے۔ امیر نوروز اور التون بہادر نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی اور مزید ٹھہرنے کی قوت نہ پا کر جلدی ہی اپنے وطن چلے گئے۔ قوم ٹھٹھ کا وہ گروہ جو طغی کی سرکردگی میں فساد و بغاوت کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ اپنی بساط کو سمجھ گیا اور قدم بڑھانے سے باز آیا۔ فیروز شاہ کی تخت نشینی رعایا کے لیے باعث خیر و برکت ثابت ہوئی۔ سلطنت میں فارغ البالی اور رعایا کو آرام ملا۔ بادشاہ سفر کی منازل طے کرتا ہوا سیوستان کھکھر پہنچا۔ درویشوں' امیروں اور اراکین سلطنت کو انعام میں شمشیر و خلعت و اسپ عطا کیے۔ باشندگان کھکھر بھی بادشاہ کے الطاف و کرم سے شادماں ہوئے۔

فیروز محمد تغلق نے پہلے بادشاہوں کے تمام فرمان کو اسی حالت میں رہنے دیا اور انہیں کو ملک میں رائج کیا۔ جو لوگ قندھار' سیستان' خراسان' عراق' مصر اور بغداد سے سلطان محمد تغلق کے دربار سے وظائف اور مالی امداد کی خواہش لے کر آئے تھے' بادشاہ نے ان لوگوں کو حسب دلخواہ انعام و اکرام دیا اور وطن واپس بھیج دیا۔ خداوند عماد الملک اور امیر علی غور نافرمانبردار طغی کو تہ تیغ کرنے کے لیے بھیجے گئے بادشاہ خود اچھ چلا گیا۔ وہاں کے علمائے کرام اور مشہور مستحق لوگوں کو شاہانہ تحفہ تحائف اور انعامات دیے۔ اسی دوران میں اس کو پتہ چلا کہ خواجہ جہاں جو محمد شاہ تغلق کا خسر اور نوے سال کا بڈھا آدمی تھا۔ اس نے ایک چھ سال کے معمولی خاندان کے لڑکے کو غیاث الدین کا خطاب دے کر اور سلطان محمد تغلق کا صلبی فرزند تصور کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ خواجہ جہاں نے اراکین شہر اور عمائدین کو اپنی صلاح میں شامل کر لیا اور اپنے لیے مددگاروں کا ایک اچھا خاصا گروہ بنایا۔ بادشاہ نے ان کی اس حرکت کو بڑھاپے پر محمول کیا کہ بڑھاپے میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور ایک معافی نامہ خواجہ جہاں کے نام سے لکھ کر ہاتھیوں کے کوتوال کے ہاتھ دہلی بھجوایا اور خواجہ جہاں کو ملامت کی۔ کہ آئندہ ایسی خود سری نہ کرے جو رعیت کی تباہی و بربادی کا باعث بنے۔ بادشاہ آگے قدم بڑھاتا ہوا چلا اور سفر کی منازل طے کر کے دیپالپور میں ٹھہرا۔ دیپالپور سے ایک ایک منزل طے کرتا ہوا اور آرام کرتا ہوا اجودھن پہنچ گیا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر جبیں سائی کرتا فیض یاب ہوتا ہوا حضرت بابا صاحب کے جانشینوں ان کے متعلقین اور خدام کو انعام و اکرام اور دوسری شاہانہ کرم فرمائیوں سے سرفراز کرتا ہوا فیروز شاہ اجودھن سے چل پڑا اور راستہ میں ملک قبول عماد الملک وزیر سلطنت نے اپنی جاگیر سے بادشاہ کا نیاز حاصل کیا۔

فیروز شاہ نے عماد الملک کو جڑاؤ خلعت' عہدہ وزارت اور خان جہاں کا لقب مرحمت فرمایا اور اس کی عزت کو بہت بڑھا دیا۔ بادشاہ ہانسی کے گرد و نواح میں پہنچا اور سید احمد ایاز نے ان اراکین کو اپنا ایلچی بنا کر فیروز شاہ کے نیاز میں بھیجا۔ جن کے نام یہ ہیں۔ سید جلال ترمذی' ملک حمید الدین کچھی' مولانا نجم الدین اور داؤد خان خانہ زاد وغیرہ اور بادشاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ حکومت کو آج بھی خاندان تغلق سے تعلق ہے۔ لہٰذا اگر جہاں پناہ خود حکمرانی چھوڑ کر سلطنت محمد تغلق کے ولی عہد کے ہاتھ میں دے دیں اور خود صرف نائب کی حیثیت سے کام کریں تو عین خوشی اور مسرت کا باعث ہوگا۔ فیروز شاہ نے محمد تغلق کے تمام امراء اراکین سلطنت کو جمع کیا اور کہا کہ تم لوگوں کو ہمیشہ بادشاہ کا قرب حاصل رہا ہے اور تم اس کا ہر راز جانتے ہو۔ مجھے صحیح طور پر بتاؤ کہ بادشاہ نے اپنا کوئی تخت نشین چھوڑا ہے یا نہیں کہ میں

besturdubooks.wordpress.com

خود تخت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اپنا فرض سمجھوں- تمام درباریوں نے یک زبان ہو کر کہا بادشاہ کے کوئی بیٹا نہیں ہے اور وراثت اور وصیت کی رو سے دونوں طرح فیروز تغلق سلطنت کا حقدار ہے- اس مجلس میں شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی' مولانا کمال الدین سمانہ اور مولانا شمس الدین بخرزی جیسے مشہور زمانہ علماء اور مشائخ موجود تھے- بادشاہ نے ولی عہدی کے متعلق ان بزرگوں سے بھی گفت و شنید کی- مولانا کمال الدین نے جواب میں فرمایا جس کے ہاتھوں کام کا آغاز ہوا وہی کام کو انجام پر پہنچائے تو بہت ٹھیک ہے- مولف فرشتہ کا کہنا ہے کہ علماء کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ جہاں نے جس بچے کو تخت پر جانشین بنا کر بٹھایا تھا' وہ قطعی بادشاہ کا بیٹا ہوگا- اس لیے کہ ان علماء نے محمد تغلق کے لاولد ہونے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اور نہ گواہی دی بلکہ ایک دوسرے ہی مسئلہ کو چھیڑا اور بات ختم-

جانشینی کا فیصلہ

المختصر فیروز تغلق نے احمد ایاز کے قاصدوں کو گرفتار کر لیا اور ملازموں کی جماعت میں سے داؤد خان زاد اور مولانا زادہ کو خواجہ جہاں کے پاس تنبیہہ کے لیے روانہ کیا کہ وہ اس فعل سے الگ رہے- داؤدخان زادہ کے بعد اکثر امراء جن میں ملک نتھو حاجب اور ملک حسن ملتانی وغیرہ جو خواجہ جہاں کے رفیق بھی رہ چکے تھے اور جو اس کی صلاح بندی کے سلسلہ میں اس سے روپیہ بھی وصول کر چکے تھے' فیروز تغلق کے پاس آکر اس کے درباریوں میں شامل ہوگئے- اسی عرصہ میں طغی مارا گیا اور اس کے قتل کی خبر سارے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی-

فتح خان کی ولادت

تھوڑے ہی عرصہ میں بادشاہ کے گھر میں تخت و تاج کے وارث نے جنم لیا اور شہزادہ فتح خاں کی پیدائش نے بادشاہ کے اقبال کو بڑھایا اور اس کو سربلند کیا- خواجہ جہاں کو اب خیال ہوا کہ اس کی اس حرکت کا انجام اچھا نہ ہوگا لہٰذا وہ بہت نادم ہوا اور بادشاہ کے حضور میں بازیابی کا پکا ارادہ کر لیا- خواجہ جہاں نے اشرف الملک خلجی اور ملک حسین مرزا کو اپنے گناہوں کو معاف کرانے کے لے بادشاہ کے نیاز میں بھیجا- بادشاہ نے جان بخشی کی اور خواجہ جہاں مع اپنے ساتھیوں کے سر منڈا ہوا ننگا بدن' پگڑی گلے میں لٹکائے ہوئے دربار شاہی میں حاضر ہو- بادشاہ نے اس کو ہانسی کے کوتوال کے ہاتھ میں دے دیا اور ایک ساتھی کو جلاوطن کر کے سرہند بھیج دیا اور دوسرے بھی خواہ شیخ زادہ بطائی کو دیس سے نکالا ہی دے دیا-

فیروز تغلق کا کردار

اس قصہ کے بعد دوسری رجب ۷۵۲ھ میں سلطنت دہلی کے تخت پر بیٹھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے نہایت کامیاب حکمران کی طرح حکومت کی- عدل و انصاف اس کے خاص جوہر تھے- اس کے دور حکومت میں ساری رعیت کی خواہشیں پوری ہوگئیں- ملک میں خوشحالی اور شادابی پھیل گئی- بادشاہ نے تمام امراء اور اراکین سلطنت کو حسب مقدور عہدے اور القاب دیے- حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ صدر الدین کو شیخ الاسلام کا لقب عطا فرمایا- خداوند زادہ قوام الدین کو خداوند حالی کا لقب دیا گیا- اور وکیل داری کا عہدہ عطا کیا اور سیف الملک کو داروغہ شکار گاہ مقرر کیا اور خداوند زادہ عماد الملک کو داروغہ اسلحہ جات بنایا گیا- اس زمانہ میں ان شہزادوں کو خداوند زادہ کہتے تھے جو سلاطین غور کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور وہ شاہی امراء جو خلفائے عباس کی نسل سے تھے انہیں مخدوم زادہ کا لقب دیا گیا- عین الملک کو "مشرف دیوان" مقرر کیا گیا اور ملک حسین کو عہدہ مستوفی الملک عطا کیا گیا- ۵ صفر ۷۵۳ھ کو بادشاہ سرمور پہاڑی کی طرف گیا- اس کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا بلکہ شکار کے لیے کیا تھا- سرمور اور اس کے آس پاس کے اکثر

besturdubooks.wordpress.com

ولادت محمد خاں

اسی سال نو جمادی الاول کو بروز دو شنبہ دہلی میں شہزادہ محمد خاں کی ولادت ہوئی۔ بادشاہ نے عیش و عشرت کے شادیانے بجوائے اور جشن منائے گئے۔ ۷۵۴ھ میں بادشاہ شکار کھیلتا ہوا کلانور پہاڑ کی وادی میں جا پہنچا اور دریائے سرستی کے ساحل پر اونچی اونچی عمارتیں بنوائیں۔ شوال ۷۵۴ھ میں بادشاہ نے سلطنت کے تمام اختیارات مع نیابت شاہی عطا کر کے دہلی میں چھوڑا اور خود حاجی الیاس کو قتل کرنے کے لیے لکھنوتی کی طرف بڑھا۔

مہمات

حاجی الیاس نے بادشاہ سے بغاوت کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور بنارس تک حکمرانی کر رہا تھا۔ بادشاہ گورکھ پور پہنچا وہاں کے راجہ ادوے سنگھ نے شاہی ملازمت حاصل کر لی اور بادشاہ کو دو زنجیر فیل اور دوسرے قیمتی تحائف دیے۔ رائے کپور نے بھی تمام بقایا خراج ادا کیا اور دونوں رئیس بھی بادشاہ کے ہمراہ لکھنوتی کے معرکہ پر روانہ ہوگئے۔ فیروز شاہ منزل بہ منزل سفر طے کرتا ہو پنڈوہ کے گرد و نواح میں پہنچا۔ یہ مقام حاکم بنگالہ کی راجدھانی تھی حاجی الیاس بادشاہ کے پہنچنے پر بہت گھبرایا اور پنڈوہ چھوڑ کر ایک موضع میں بھاگ گیا یہ قصبہ "کدالہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور چونکہ کدالہ کے ایک طرف جنگل اور دوسری طرف پانی تھا۔ لہٰذا یہ جگہ اپنی مضبوطی کی وجہ سے سر چھپانے کے لیے بہت مناسب تھی۔ بادشاہ نے پنڈوہ کی رعایا کو بالکل نہ چھیڑا اور شہر کو سابقہ حالت پر چھوڑ کر ساتویں ربیع الاول کو کدالہ پہنچ گیا۔ اسی دن قتل، غارت گری کا بازار گرم ہوا جنگ عظیم ہوئی اور ۲۹ ربیع الاول کو بادشاہ کے لشکر نے دریائے گنگا کے ساحل پر اپنا خیمہ نصب کیے۔ پانچویں ربیع الاخر کو بادشاہ نے لشکر گاہ بدلنے کا فیصلہ کیا اور وہاں گندگی اور غلاظت سے بیزار ہو کر خود دوسری جائے قیام کی تلاش میں نکلا۔ حاجی الیاس کو شمس الدین کے نام سے پکارا جاتا ہے اس نے اس خیال سے شاہی لشکر پر حملہ کر دیا کہ شاید بادشاہ واپس جا رہا ہے اور چند عجیب و غریب پریشان کن حرکتیں کر کے پھر حصار قلعہ میں واپس چلا گیا۔ حاجی الیاس کے چوالیس ہاتھی، چتر و علم اور دوسرے لوازم بادشاہ کے قبضہ و تصرف میں آگئے۔ حاجی کی فوج کے بہت سے سپاہی تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے اور بہت سے سپاہی گرفتار کر لیے گئے۔ بادشاہ نے فتح حاصل کر کے وہیں قیام کیا اور لکھنوتی کے قیدیوں کی رہائی کے لیے حکم نامہ جاری کر دیا۔

چونکہ بارش کا موسم آ گیا تھا اور بنگال میں اس کثرت سے بارش ہوتی تھی کہ کاشتکاری کے تمام کام بند ہو جاتے تھے لہٰذا بادشاہ نے بھی زیادہ دنوں تک قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ خیال کر کے کہ دشمن کے ساز و سامان پر قبضہ بھی تو ایک طرح کی فتح ہوتی ہے۔ اس سال اسی پر اکتفا کی اور کہا کہ آئندہ سال سرکش کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا' دہلی کے لیے عزم سفر کیا۔

۷۵۵ھ میں دہلی کے نزدیک دریائے جمنا کے ساحل پر فیروز آباد بسایا۔ سات شعبان ۷۵۵ھ کو شکار کھیلنے کی غرض سے دیپالپور گیا۔ اس نے دریائے ستلج سے ایک نہر نکالی اور جھجھر کے قصبہ تک جو نہر نکلنے کی جگہ سے اڑتالیس کوس ہے اس شاخ کو لے آیا اور ۷۵۷ھ میں دریائے جمنا سے ایک شاخ سرمور پہاڑ اور بندی کی طرف نکالی اور اس شاخ میں سات نہریں ملا کر اس وسیع نہر کو ہانسی تک لے گیا۔ ہانسی سے یہ نہرالبین لائی گئی اور یہاں پر ایک بہت مضبوط قلعہ بنوایا گیا اور بادشاہ کے نام پر "قلعہ فیروز" اس کا نام رکھا گیا۔ اس قلعہ کے نیچے ایک تالاب بنوایا گیا جو اسی نہر کے پانی سے ہر وقت بھرا ہوا رہتا ہے دریائے گھاگھرا سے ایک ندی نکالی گئی یہ نہر سرستی کے قلعہ سے ہوتی ہوئی نہر سرکھترا میں جا کر مل گئی۔ ان دونوں نہروں کے سنگم پر ایک نیا شہر بسایا گیا جس کا نام فیروز آباد رکھا گیا۔ اس کے علاوہ جمنا کے پانی سے ایک نئی شاخ نکالی گئی اور فیروز آباد کے تالاب میں اس نئی نہر کا پانی گرایا گیا۔

خلیفہ عباسیہ کا فرمان نیابت

ذی الحجہ کے مہینہ میں ۷۵۷ھ میں خلیفہ عباسی الحاکم بامراللہ ابوبکر بن ابی ربیع بن ابی سلیمان مصر کے حکمران کی طرف سے خلعت

besturdubooks.wordpress.com

نیابت اور فرمان سلطنت بادشاہ کے نام آیا۔ اسمیں مصر کے حکمران نے شاہان بہمنہ دکن کی فیروز شاہ سے بہت سفارش کی تھی اسی عرصہ میں حاجی الیاس جس کا نام شمس الدین تھا۔ لکھنوتی کے حکمران کے ایک عریضہ کے ساتھ بیش قیمت تحفہ تحائف لے کر فیروز تغلق کے حضور میں آیا۔ اس عریضہ میں حاکم لکھنوتی نے صلح و آشتی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ بادشاہ نے حاجی الیاس کی درخواست منظور کر لی اور اس دن سے دکن اور بنگالہ شاہان دہلی کے اقتدار سے باہر ہوگئے اور صرف تحفہ تحائف بھیجنے کی حد تک تعلقات کا انحصار رہا۔ ۷۵۸ھ میں ظفر خاں فارسی سنار گاؤں سے آکر نائب مقرر ہوگیا۔ ۷۶۹ھ میں شمس الدین شاہ لکھنوتی نے چند پیغامبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کیے اور ان قاصدوں کے ذریعہ قیمتی تحفہ تحائف اور ہدیے بھیجے۔ بادشاہ نے ان پر خلوص تحفوں کو بہت خوشی سے منظور کر لیا اور اس کے عوض حاجی الیاس کو ترکی اور تازہ گھوڑے نیز ریشمی کپڑے روانہ کیے۔ لیکن یہ تحفے ابھی بردار بہار ہی میں تھے کہ حاجی الیاس کے انتقال کی خبر سنائی دی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے بدلہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوگیا اور لکھنوتی کا حاکم مان لیا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ گھوڑے تو ہماری فوج کو ان کے مواجب کے صلہ میں دے دیئے جائیں اور دوسرے بیش قیمت تحائف شاہی دربار میں واپس کر دیئے جائیں اسی سال بادشاہ نے شکار کھیلنے کے لیے دیپالپور کا سفر اختیار کیا۔ شکار گاہ ہی میں بادشاہ کو پتہ چلا کہ مغلوں کا ایک گروہ دیپالپور کے نزدیک آگیا ہے۔ بادشاہ نے ملک قبول کو ان لوگوں کی تنبیہہ کے لیے بھیجا مگر ابھی وہ منزل مقصود پر پہنچا بھی نہ تھا کہ مغل ملک لوٹ کر تباہ و برباد کر کے لوٹ گئے۔

۷۶۰ھ میں فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب بنا کر دہلی چھوڑا اور خود لکھنوتی روانہ ہوا۔ تاتار خاں اس دور میں سرحد غزنی کا سب سے معزز حاکم (عامل) مقرر کیا گیا۔ بادشاہ ظفر آباد پہنچا تو برسات کا موسم شروع ہوگیا تھا بادشاہ بدرجہ مجبوری یہاں ٹھہر گیا تھا۔ اسی دوران قیام میں شیخ زادہ بسطائی جس کو پہلے دیس نکالا دیا گیا تھا۔ خلیفہ مصر سے خلعت لے کر پھر واپس لوٹا تھا بادشاہ نے شیخ زادہ کو اعظم الملک کا خطاب دیا۔ فیروز شاہ ابھی ظفر آباد ہی میں قیام پذیر تھا کہ اس نے ایک پیغامبر سکندر خاں حاکم لکھنوتی کے پاس بھیجا۔ شاہی پیغامبر پانچ زنجیر فیل اور دیگر تحفہ تحائف لے کر بادشاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ سکندر خاں کے ان تحفوں اور ہدیوں کا بادشاہ پر کچھ اثر نہ ہوا بارش ختم ہوتے ہی وہ لکھنوتی کی طرف روانہ ہوگیا۔

شہزادہ فتح خاں کی تعلیم و تربیت

بادشاہ نے اپنے فرزند شہزادہ فتح خاں کو سراپردہ سرخ اور ہاتھی عطا کیا۔ اس کے نام کا خطبہ' سکہ اور گرز جاری کر کے اس کا مکتب الگ قائم کر دیا۔ بادشاہ نے صاحبزادے کو فرش خانہ چتر لعل اور تمام سرمایہ سلطنت عطا کر کے امراء اور منصبداروں کو اسکے لیے رکھا اور اتالیق اساتذہ اور انتظام کرنے والے جو نہایت باادب ہوں بادشاہ نے شہزادے کے لیے مقرر کیا۔ شہزادہ فتح خاں گو بہت چھوٹا تھا مگر پھر بھی اپنا وقت کھیل تماشوں میں برباد نہ کرتا اور صبح سے لے کر دس بجے دن تک اور شام سے رات گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتا۔ مجلس علم میں بہت سنجیدہ اور ہوشیاری میں بہت تیز تھا' بڑے سے بڑا اہم اور مشکل کام اس کے مصاحب اس کے سامنے رکھتے اور یہ نو عمر شہزادہ ان مقدمات کا اس خوبی سے فیصلہ کرتا کہ دربار کے بڑے بڑے عقلا حیرت میں انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

شہزادے کے صبر و تحمل کی مثال ہے کہ ایک دن اس کو صبح نیند آنے لگی۔ شہزادہ مدرسے سے محل کی طرف چلا راستے میں ایک ضعیف نے فریاد کی کہ اس کا شوہر اور بیٹا سنار گاؤں سے کچھ مال اسباب خرید کر لا رہے تھے کہ فتنہ گروں نے ان کا مال لوٹ لیا اور یہ دونوں اسی بدقسمتی سے شاہی لشکر تک پہنچے لیکن شاہی سپاہیوں نے انہیں جاسوس سمجھ کر گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ بوڑھی عورت نے اپنی بے گناہی بتائی نالی اور داد چاہی۔ شہزادہ نے بوڑھی عورت سے کہا کہ وہ اپنے دعوی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسے دو شاہد لائے جو قابل

besturdubooks.wordpress.com

پھر دوبارہ شہزادے تک آنا بہت دشوار ہو جائے گا۔ شہزادہ ہنسا اور کہا کہ تم جا کر گواہ لاؤ میں یہیں کھڑا ہوا ہوں' بڑھیا اطمینان کے ساتھ چلی گئی سلطنت ہند کا نگہبان تخت و تاج کا حکمران کڑی دھوپ میں تپتے ہوئے میدان میں کھڑا رہا۔ لوگوں نے بار بار کہا کہ کسی درخت کے سایہ میں آرام کریں' شہزادے نے جواب دیا کہ ضعیفہ اسی جگہ پر آئے گی اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے لہٰذا اس جگہ سے سرمو تجاوز کرنا وعدہ خلافی ہوگی اور ایفائے عہدہ نہ کرنا بادشاہوں کے لیے سب سے بڑا عیب ہے۔ مختصر یہ کہ شہزادہ اسی صورت دھوپ میں کھڑا رہا کہ ضعیفہ اپنے گواہ کو لے کر حاضر ہوئی۔ گواہوں کے بیان سے ضعیفہ کے وعدہ کی سچائی ظاہر ہوگئی۔ شہزادہ گواہوں اور بڑھیا کو لے کر اپنے باپ کے دربار میں داد خواہی کے لیے حاضر ہوا۔

دربار میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ ہنوز آرام فرما رہا ہے۔ شہزادے نے بادشاہ کے بیدار ہونے کا انتظار کیا کافی دیر بعد بادشاہ جاگا اور شہزادے نے بڑھیا کا سارا حال بیان کیا اس کے خاوند اور بیٹے دونوں کو قید سے رہائی دلائی اس قصہ کو پورا کرا کے شہزادہ محل میں آیا۔ دس بجے دن کا کھانا اس نے سہ پہر کے وقت کھایا۔ فیروز شاہ ظفر آباد سے پنڈوہ پہنچ گیا۔ سکندر خاں بھی باپ کے نقش قدم پر چلا اور اکدالہ میں قلعہ بند ہوگیا بادشاہ نے قلعہ کو گھیر لیا۔ سکندر خاں نے پریشان ہو کر اڑتالیس ہاتھی اور دیگر بیش قیمت تحفے تحائف بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیے اور صلح چاہی۔ بادشاہ نے سکندر خاں سے صلح کر کے اکدالہ سے جونپور کی طرف کوچ کیا۔ دوسری برسات کا پورا موسم یہیں رہ کر گزار دیا۔ جونپور سے فیروز شاہ جاجنگر روانہ ہوا۔ یہاں سے سنکرہ پہنچا اور شہر کو فتح کر لیا۔ وہاں کا حکمران راجہ سرودمن اس سے ڈر کر بھاگ گیا اور بہت دور جا کر ایک مقام پر ٹھہرا۔ راجہ کی بیٹی شکر خاتون گرفتار ہوئی۔ بادشاہ نے اس کو اپنی منہ بولی بیٹی بنا لیا اور امن و امان سے اس کو رکھا اور آگے بڑھا۔ دریائے سندری کو پار کر کے جاجنگر کے صدر مقام بنارس شہر میں پہنچا۔ راجہ جاجنگر تلنگانہ کی طرف فرار ہوگیا اور بادشاہ بھی وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ راستہ میں بادشاہ نبیرتھان کی راجدھانی میں ہو کر گزرا اس نے سینتیس ہاتھی مع عمدہ عمدہ تحفوں کے پیش خدمت کیے اور جان کی پناہ چاہی۔ بادشاہ نے اس کی خواہش پوری کر دی اور پھر وہاں سے پدماوتی پہنچا۔ یہ جنگل خاص ہاتھیوں کے رہنے کا تھا بادشاہ نے یہاں دو ہاتھیوں کو جان سے مار ڈالا اور تینتیس ہاتھیوں کو زندہ ہی پکڑ لیا۔ ۷۶۳ھ میں بادشاہ سلامتی کے ساتھ دہلی واپس آیا۔ دارالسلطنت میں پہنچ کر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ پدرو کے پاس ایک پہاڑ ہے جس سے پانی نکل کر دریائے ستلج میں گرتا ہے۔ دریائے سرستی کے کنارے ایک ندی بہتی ہے اس کو "سلیم" ندی کے نام سے پکارا جاتا تھا ایک بڑا ٹیلہ دریائے سرستی اور سلیمہ ندی کے درمیان حائل ہے۔ اگر یہ ٹیلہ کھود ڈالا جائے تو اس ندی کا پانی سرستی میں گرے گا اور اس سے ندی کا سیلاب سرہند اور منصور پور کو سیراب کرتا ہوا سمانہ تک پہنچ جائے گا۔ بادشاہ یہ بات معلوم کر کے پدرو کی طرف چل پڑا حکم دیا کہ پچاس ہزار بیلدار جمع کیے جائیں جو اس درمیانی ٹیلہ کو کھود کر ندی اور دریا کو باہم ملا دیں۔ فوراً" اس حکم کے مطابق کام شروع ہوگیا اس کے اندر آدمیوں اور ہاتھیوں کی ہڈیاں تھیں آدمی کے ہاتھ کی ہڈیاں تین گز لمبی تھیں اور ان میں سے بعض تو پتھر کی ہوگئی تھیں اور بعض ہڈیاں اپنی اصلی صورت میں تھیں۔ بادشاہ نے سمانہ کے حدود سے سرہند کو جدا کر لیا اور سرہند کے رقبہ میں دس کوس زمین اور ملا دی اور ملک شمس الدین اور ضیاء الدین والدین ابو رجا کے ہاتھ میں وہاں کی عنان حکومت سپرد کی۔

سرہند میں بادشاہ نے ایک نیا قلعہ بنوایا اور اس کا نام فیروز پور رکھا پھر خود نگرکوٹ چلا گیا فیروز شاہ نگرکوٹ پہاڑ کی وادی میں پہنچا۔ جیسے ہی وہاں پہنچا لوگ اس کی خاطر مدارت میں برف لے کر حاضر ہوئے۔ بادشاہ کو یہ دیکھ کر محمد تغلق کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد آگیا کہ جس وقت اس کے آقا محمد تغلق کا یہاں سے گزر ہوا تو لوگ اس کے پاس خاطر کے لیے برف کا شربت بنا کر لائے۔ لیکن اس وقت چونکہ فیروز تغلق موجود نہ تھا لہٰذا بادشاہ نے اس کی غیر موجودگی میں شربت پینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس کو فیروز تغلق سے دلی لگاؤ اور تعلق تھا۔ یہ واقعہ بیان کر کے فیروز تغلق نے حکم دیا کہ لشکر کے ساتھ جتنی شکر ہاتھیوں اور اونٹوں پر لدی آئی ہے اس کا شربت بنایا جائے اور

besturdubooks.wordpress.com

اس کو برف میں ٹھنڈا کیا جائے۔ پھر محمد تغلق کی یادگار کے طور پر ساری سپاہ کو شربت پلایا جائے۔ تھوڑے سے محاصرہ اور جنگ کے بعد نگر کوٹ کا راجہ اپنے درباریوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آیا اور بادشاہ نے اس پر رحم و کرم کی بارش کی۔ نگر کوٹ کا نام "محمد آباد" محمد تغلق کی یادگار کے طور پر رکھا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سکندر ذوالقرنین کی یہاں آمد پر ہندو برہمنوں نے نوشابہ کا مجسمہ بنا کر اپنے گھروں میں رکھ لیا تھا۔ اب شہر میں اسی بت کی پوجا کی جاتی ہے' یہ بھی سنا کہ بت خانہ میں ایک ہزار تین سو کتابیں موجود ہیں اور اس بت خانہ کو جوالا مکھی کہتے ہیں۔ وہاں کے برہمن عالموں' فاضلوں سے ان کتابوں کا حال بادشاہ نے دریافت کیا اور ان میں سے کچھ کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ عہد فیروز شاہی کے مشہور شاعر اعزالدین خالد ثانی نے حکمت طبعی' شگون اور فال کی کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور اپنی اس تالیف کو "دلائل فیروز شاہی" کا نام دیا ہے۔ یہ بات ناقابل تردید ہے کہ یہ تالیف اور علمی حکمت کے لحاظ سے ایک بلند ترین کتاب ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ نے نگر کوٹ میں محمود کی یاد کو از سر نو زندہ کیا اور بت شکنی کے فرائض انجام دے کر گائے کا گوشت توبڑوں میں بھر کر برہمنوں کی گردنوں میں لٹکایا اور اس بدہیئت و حالت میں ان کو سارے لشکر میں گھمایا۔

ان مورخین کا کہنا ہے کہ فیروز شاہ نے نوشابہ کے بت کو ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا تھا تاکہ یہ مجسمہ مدینۃ الرسول کی عام رہگذر پر رکھ دیا جائے اور جو زائرین وہاں جائیں ان کے پیروں تلے یہ بت روندا جائے اور روپیہ مدینے کے غرباء' فقراء اور محتاجوں کو بانٹ دیا جائے۔

نگر کوٹ پر اپنا قبضہ کر کے فیروز شاہ سندھ کو فتح کرنے کی نیت سے ٹھٹھ کی طرف بڑھا۔ جام مالی بن جام غفرہ جو ہمیشہ سے بادشاہ کا نہایت فرمانبردار رہا تھا اچانک باغی ہوگیا اور قلعہ خوب مضبوط کر کے اس کے اندر بیٹھ گیا۔ تھوڑے عرصہ تک تو بادشاہ نے قلعہ پر گھیرا ڈالا' لیکن جب غلہ اور چارہ' ہیرے جواہرات کے بھاؤ بکنے لگا تو بادشاہ نے محاصرہ کا ارادہ ختم کر دیا اور گجرات چلا گیا۔ گجرات ہی میں برسات کا پورا زمانہ گزارا۔ بارش کا موسم ختم ہوتے ہی بادشاہ نے ظفر خان کو گجرات کا حاکم بنایا۔ خود سفر کی منازل طے کرتا ہوا ٹھٹھ پہنچا۔ اس دفعہ جام مالی نے بادشاہ سے معافی مانگ لی اور خود شاہی ملازمین میں شامل ہوگیا۔ فیروز شاہ جام مالی اور اس کے تمام حاشیہ نشینوں کو دہلی لے کر آیا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان پر نظر عنایت ہوئی اور ان کو رہا کر کے ٹھٹھ بھیج دیا گیا۔ ۷۷۴ھ میں مقتول خاں جہاں کا انتقال ہو گیا اس کا بڑا بیٹا "خاں جہاں" کے لقب سے اپنے باپ کا ولی عہد بنا اور ۷۷۵ھ میں ظفر خاں کا خطاب ملا۔ صفر کی بارہ تاریخ کو ۷۷۶ھ میں بادشاہ کے فرزند اکبر شہزادہ فتح خاں کا انتقال ہوگیا۔ اس سے تاجدار دہلی کے دل پر ایسا زخم لگا جو ناقابل اندمال تھا۔ بادشاہ کو اس لائق ولی عہد کے انتقال کا بہت صدمہ ہوا اور اس صدمے سے بادشاہ بہت نڈھال ہوگیا' لیکن ایسے حالات میں سوائے صبر کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی لہٰذا بادشاہ نے بھی یہی مشیت ایزدی تصور کرتے ہوئے ضبط و صبر سے کام لیا۔ بیٹے کو شاہی قبرستان (خطیرے) میں دفن کر دیا۔ اس غم نے اس کو چند دنوں تک امور سلطنت کی طرف بالکل توجہ نہ دینے دی۔ بادشاہ رات دن خون کے آنسو روتا یہ حال دیکھ کر اراکین و امراء سلطنت نے بادشاہ کو دلاسا دیا کہ خدا کی مرضی کے سامنے کوئی چارہ کار نہیں۔ رعایا اور امور سلطنت کی طرف سے بے اتفاقی بالکل غلط ہے

بادشاہ نے ان باتوں کو منظور کیا اور سلطنت کے کاموں کی طرف توجہ دی۔ غم غلط کرنے کے لیے شکار کھیلنا شروع کیا اور نئی دہلی کے آس پاس ایک چار دیواری بنا کر اس کو اپنی شکار گاہ بنالیا۔ اس شکار گاہ کے کچھ نشانات اب تک فیروز شاہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ۷۷۸ھ میں خواجہ شمس الدین دمغانی نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ گجرات کے عاملین اپنا خراج وصول کرنے میں بہت سستی کر رہے ہیں اب تک انہوں نے کوئی خاص رقم دیوان شاہی میں نہیں پیش کرتے ہیں۔ اگر اس کی حکمرانی میرے سپرد کر دی جائے تو میں سو ہاتھی'

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اگر شمس الدین ابو رجا جو غفر خاں کا نائب ہے دمغانی کی پیش کی ہوئی شرائط کو پورا کرنے کے لیے تیار ہے تو وہ گجرات کا صوبہ دار قائم رکھا جائے گا ورنہ یہاں کی صوبیداری کا حق شمس الدین دمغانی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ دمغانی کو فیروز شاہ نے سنہری پٹکا خلعت و انعام اور مع ایک پالکی عطا کر کے گجرات روانہ کر دیا۔ چونکہ دمغانی اپنی مقررہ شدہ شرائط پوری نہ کر سکا لہٰذا بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ گجرات کی رعایا بھی اس کے ہاتھوں حیران و پریشان تھی اور خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ لہٰذا ان لوگوں نے موقع پا کر دمغانی کو موت کے گھاٹ اتارا اور اس کا سر بارگاہ سلطان میں بھیج دیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ صرف یہی ایک سرکشی کا واقعہ سارے عہد فیروز شاہی میں ظہور پذیر ہوا۔ دمغانی کے قتل کے بعد بادشاہ نے ایک تربیت یافتہ امیر ملک مفرح کو فرحت الملک کا لقب دے کر گجرات کی صوبہ داری اس کے سپرد کی۔ اس قصہ کے بعد سرحد کے تمام شہروں میں اپنے قابل اعتماد عاملوں کو رکھا۔ کڑہ' مہوبہ اور اس کے گرد و نواح کی حکومت ملک شمس الدین سلیمانی بن ملک مروان دولت کے ہاتھ میں دے دی۔ بروده' سغدیہ اور کول کی صوبیداری حسام الملک کے سپرد کی۔ اس صورت سے جونپور اور ظفر آباد ملک بہروز کی ماتحت میں دیے گئے اور نصر الملک ولد مروان دولت کی نگرانی میں پنجاب سے سرحد کابل تک کا حصہ دیا گیا۔

قصہ مختصر فیروز شاہ کے دور حکومت میں آخر تک اس کے کسی غلام نے اپنے مالک کے سامنے سر نہیں اٹھایا۔ ۷۷۹ھ میں پرگنہ اٹاوہ کے مکھیوں اور چودھریوں نے سرکشی کی۔ بادشاہ ان سرکشوں سے بہت نالاں ہو گیا خود ان کی سرکوبی کے لیے دہلی سے چل پڑا۔ ان سرکشوں نے بھی بادشاہ کے سامنے صف آرائی کی ہمت کی' لیکن جلال شاہی کے سامنے ایک نہ چلی اور ہار کر بھاگ گئے۔ ان میں سے اکثر تو موت کے گھاٹ اتارے گئے اور بعض اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے لیے گرفتار ہو کر آئے۔ بادشاہ نے اٹاوہ' اکھل' نیلائی' جیسے مشہور جگہوں پر بہت مضبوط قلعے بنوائے اور قلعوں کی حکمرانی اپنے مخلص امراء کے ہاتھ میں دے کر خود کامرانی کے ساتھ دہلی واپس آ گیا۔ ۷۸۱ھ میں بادشاہ نے سمانہ کا رخ کیا۔ جونا شاہ خان جہاں نے بادشاہ کی خدمت میں بہت ہی بیش بہا تحفے بھیجے اور خود بھی شاہانہ کرم فرمائیوں کا مرکز بنا۔ بادشاہ سمانہ سے چل کر انبالہ اور شاہ آباد ہوتا ہوا سارن پور کے پہاڑ کے دامن میں جا پہنچا۔ وہاں راجہ مور اور گرد و نواح کے دیگر راجاؤں سے بھی خراج اور دیگر تحفہ تحائف وصول کیے اور دارالسلطنت واپس آ گیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کو پتہ چلا کہ کنٹھر کے چودھری کھرکو نے سید محمود جو بداؤں کا حکمران تھا اور اس کے بھائی سید علاء الدین اور سید محمود تینوں سرداروں کو اپنے گھر مہمان بلایا اور اس حیلہ سے قتل کر دیا۔

بادشاہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ نہایت طیش کی حالت میں سامان سفر درست کر کے بداؤں کی طرف چل پڑا۔ ۷۸۲ھ میں فیروز شاہ کا لشکر کنٹھر کے قرب و جوار میں پہنچا۔ شاہی فرمان کے مطابق فوجی سپاہی ہر گھر کو تباہ و برباد کرنے لگے۔ شہر کے باسیوں کو تہ تیغ کیا اور اس قدر زیادہ تعداد میں ہندو مارے گئے کہ خود ان سادات کی روحیں ان کی سفارش کرنے لگیں۔ کھرکو فرار ہو کر کماؤں کے پہاڑ میں جا چھپا۔ شاہی سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا اور وہاں کے لوگ بھی شاہی فوجیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے اور اندازاً" تیئس ہزار ہندو گرفتار کیے گئے۔ کھرکو پہاڑوں کے غار میں ایسا چھپا کہ یہ تک پتہ نہ چل سکا کہ زندہ ہے یا ختم ہو گیا۔

برسات کا موسم بھی نزدیک آ گیا تھا اور بادشاہ نے واپسی کا عزم کر لیا اور دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ چلتے وقت ملک داؤد افغان کو سنبھل کا حکمران بنا کر بلند درجہ پر پہنچایا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ ہر سال کنھرہ آئے اور یہاں کے باشندوں اور ملک کو تاراج کیا کرے۔ فیروز شاہ خود بھی ۷۸۷ھ تک ہر سال شکار کھیلنے کے لیے دہلی سے سنبھل آتا اور داؤد افغان سے جو کمی تباہ و برباد کرنے میں رہ جاتی اس کی تکمیل بادشاہ خود کرتا۔

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ بادشاہ کے اس غیظ و غضب کے دور میں گجرات میں ایک جریب زمین پر بھی کھیتی باڑی نہ ہو سکی اور

besturdubooks.wordpress.com

عرصہ دراز تک شہر کے باسی چین و آرام کی نیند نہ سو سکے۔ غرض یہ کہ تین سیدوں کی موت ہزاروں ہندوؤں کے قتل کے باعث ہوئی اسی سال بادشاہ نے موضع بسولی میں جو بداؤں سے سات کوس پر آباد ہے ایک بہت مستحکم قلعہ بنوایا۔ اس حصار کو فیروز پور کا نام دیا لیکن ملک کے شرپسندوں نے اس حصار کو "آخر پور" کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ یہ ایسی بدفال منہ سے نکلی کہ اس کے بعد فیروز شاہ نے کوئی حصار نہ بنوایا اور وہی ہوا جو لوگ چاہتے تھے۔ آج تک لوگ اس کو آخر پور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسی سال بادشاہ نے بڑھاپے کا ضعف محسوس کرنا شروع کیا اور خان جہان اب نائب کے درجہ سے بادشاہت کے عہدہ تک پہنچ گیا۔ کیونکہ امور سلطنت میں اس کا عمل دخل ہونے لگا اور جو کچھ وہ کہہ دیتا بادشاہ اس سے سرمو تجاوز نہ کرتا۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ ۷۸۹ھ میں وہ اس حد تک بادشاہ پر غالب آ گیا تھا کہ اس نے بادشاہ کو سمجھا دیا کہ شہزادہ محمد خاں' ظفرخاں' سماء الدین' ملک یعقوب اور ملک کمال وغیرہ امراء سے ساز باز کر کے بادشاہ کے متعلق بد خیال اپنے دل میں رکھنے لگا ہے۔ بادشاہ کو اس بات پر اعتماد ہوگیا اور شاہزادے کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ خان جہاں نے ظفرخان کو کچھ حساب و کتاب سمجھنے کے بہانے سے اپنے گھر میں مقید کر لیا اور شہزادہ کو گرفتار کرانے کی تدابیر کرنے لگا۔ شہزادہ اس کی چالوں سے واقف ہوگیا اور اپنے مکان پر مسلح سپاہیوں کی نگرانی میں گوشہ نشین ہوگیا۔

خان جہاں نے اس کو دربار میں بلانا چاہامگر وہ کسی طرح اس کے پھندے میں نہ آیا۔ ایک روز شہزادہ نے اپنے آپ کو مسلح کیا اور پالکی میں سوار ہو کر چلا۔ پالکی میں پردے لگوا دیے تاکہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ شہزادے کے حرم کی بیگمات شاہی محلات میں ملنے کے لیے جا رہی ہیں۔ دربار سے ہوتا ہوا محافہ شاہی حرم میں داخل ہوا۔ بیگمات شاہی نے جب شہزادے کو مسلح دیکھا تو بہت خوفزدہ ہوئیں اور چیخنے چلانے لگیں اور کہنے لگیں کہ شہزادہ اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے محل میں گھس آیا ہے مگر اس نیک نیت شہزادے نے کچھ نہ کیا اور سیدھا بادشاہی محل میں گیا اور اسی طرح مسلح بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا اور باپ کی قدم بوسی کی اور دست بستہ گزارش کی کہ خان جہاں نے اس پر غلط الزامات لگائے ہیں تاکہ بادشاہ شہزادے سے ناراض ہو جائے اور کہا کہ کسی بیٹے نے آج تک باپ کو قتل نہیں کیا اور اگر کسی نالائق بیٹے نے ایسا فعل بد انجام دیا ہے تو اس نے اپنی جوانی سے کبھی اچھا پھل نہ پایا۔ اس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ خان جہاں چاہتا ہے کہ شہزادے اور دیگر خواہان سلطنت کے قدم درمیان سے ہٹ جائیں اور وہ سلطنت ہند پر قبضہ و تصرف کرے۔ بادشاہ کو بیٹے کی بات کا یقین آگیا اور اس نے کہہ دیا کہ وہ جیسے چاہے خان جہاں کو قتل کر کے ظفرخاں کو نظربندی سے رہائی دلائے۔

شہزادہ محمد خاں

شہزادہ محمد خاں نے تمام ہاتھیوں اور شاہی گھوڑوں کو تیار کرایا اور دس بارہ ہزار کی تعداد میں فیروز شاہی غلاموں کے ساتھ خان جہاں کے گھر کو گھیر لیا۔ خان جہاں کو اس حصار کی خبر معلوم ہوئی اس نے ظفرخاں کو فوراً قتل کردیا اور خود تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ مکان سے باہر نکلا اور دشمن سے جنگ کی لیکن زخم لگنے سے بہت کمزور ہوگیا اور پھر خانہ نشین ہوگیا۔ پھر مکان کے دوسرے دروازے سے نکل کر میوات بھاگ گیا۔ کوکا چوہان کے گھر میں پناہ لی لیکن شہزادہ محمد خاں نے اس کے گھر کو بھی تباہ و برباد کر دیا اسکے حاشیہ نشینوں اور طرفداروں کو تلاش کر کرکے موت کے گھاٹ اتارا۔ اور خان جہاں کو کیفر کردار تک پہنچا کر خانماں برباد کر دیا۔ پھر باپ کی خدمت میں پہنچا

شہزادہ محمد خاں کی تخت نشینی

چونکہ بادشاہ اب بہت کمزور اور ضعیف ہوگیا تھا اس لیے اس نے شہزادہ محمد خاں کو ناصر الدین محمد کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور خود خانہ نشین ہو کر عبادات الٰہی میں مصروف ہوگیا۔ ناصر الدین محمد نے شعبان ۷۸۹ھ میں سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور

besturdubooks.wordpress.com

نام پر خطبہ پڑھا جائے- ناصرالدین نے اراکین سلطنت میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور بدستور قائم رکھا سب کو خلعت و انعام عطا کیے- ملک یعقوب اختر بیگ سکندر خاں کے خطاب سے گجرات کا حکمران بنا دیا گیا- ملک راجو کو بہادر خاں اور کمال عمر کو مفتی الملک مقرر کر کے ان دونوں کی عزت بڑھائی- ملک یعقوب سکندر خاں میوات کے قریب پہنچا اور کوکا چوہان جس نے خان جہاں کو پناہ دی تھی' بہت خوفزدہ ہوا- لہٰذا کوکا چوہان نے بادشاہی اطاعت کی نیت ظاہر کرتے ہوئے خان جہاں کو پابہ زنجیر یعقوب خاں کے روبرو پیش کیا- ملک یعقوب نے خان جہاں کو تہہ تیغ کر کے اس کا سر دہلی بھیج دیا اور خود گجرات کی طرف رخ کیا- ۷۸۹ھ میں ناصرالدین محمود خود کوہ پایہ سرمور کی طرف شکار کھیلنے کے لیے گیا- دو ماہ وہاں پر قیام کیا تھا کہ اس کو پتہ چلا کہ فرحتہ الملک اور امیران صدہ نے باہم مل کر بغاوت کی آگ روشن کر لی ہے اور ملک یعقوب نے سکندر خاں کو قتل کر کے اس کے مال و متاع پر اپنا قبضہ و تصرف کر لیا ہے- ناصرالدین یہ خبر ملتے ہی دہلی چلا گیا ابھی وہ زمانہ کی اونچ نیچ سے دوچار نہ ہوا تھا اس نے گجرات کے فتنہ و فساد کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اپنی زندگی عیش و عشرت میں گزارنے لگا- اس عاقبت نااندیش حکمران نے باپ کے قدیم اور وفادار درباریوں کو قعر مذلت میں ڈال کر اپنے نئے اور نو عمر حاشیہ نشینوں کو درباری بنا لیا- چونکہ فیروز شاہ ابھی عین حیات تھا اس کے بہی خواہوں کو بادشاہ کا یہ فعل بد بہت برا معلوم ہوا-

سکندر خاں ملک یعقوب کے واقعہ کو تقریباً پچاس دن گزرے ہوں گے کہ فیروز شاہ کے بھتیجے ملک بہاء الدین اور ملک کمال الدین نے باہم سازش کی اور فیروز شاہ کے غلاموں کو جن کی تعداد بقول مورخ "تاریخ مبارک شاہی" ایک لاکھ تھی' اپنے ساتھ ملا کر ناصرالدین سے بغاوت کر لی- ناصرالدین نے ملک ظہیرالدین لاہوری کو بغاوت کی آگ ٹھنڈا کرنے کے لیے بھیجا- ملک ظہیرالدین اسی میدان میں پہنچا جہاں فیروز شاہی لشکر جمع تھا- فیروز شاہ کے غلاموں نے اس پر پتھر برسانے شروع کر دیے' ملک ظہیرالدین زخمی ہو کر واپس لوٹ آیا' ناصرالدین سے ساری کیفیت بیان کی' ناصرالدین نے بہ نفس نفیس ان کو ختم کرنے کا ارادہ کیا- شاہی لشکر مرتب کر کے باغیوں کے سر پر پہنچا' جنگ و خونریزی کے بعد ناصر کو کامرانی حاصل ہوئی' ادھر شاہی غلام بھاگ کر فیروز شاہ کے سایہ عاطفت میں پناہ لینے کی غرض سے پہنچ گئے اور غلاموں نے دربار فیروزی کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور ناصرالدین کے سامنے دوبارہ قدم جمانے کی نیت کی- دارالسلطنت میں دو دن تک خون کی ندیاں بہتی رہیں' لیکن اس قتل و غارت گری کے باوجود بھی کوئی جماعت فریقین میں سے میدان چھوڑ کر نہ بھاگی' تیسرے دن غلاموں نے یہ ہوشیاری کی کہ بادشاہ کو محلسرائے سے باہر لا کر پالکی میں بٹھایا اور میدان کارزار میں لے آئے- شاہی فیل بانوں کو فیروزی چتر و اثاثہ دکھائی دیا تو وہ سمجھے کہ بادشاہ ناصرالدین کے مقابلہ پر جنگ کرنے کے لیے بذات خود آمادہ ہو کر آیا ہے- تمام فیل بان شہزادے سے منحرف ہو کر بادشاہ کی طرف آ گئے-

ناصرالدین کی شکست

ناصرالدین یہ حال دیکھ کر جنگ سے علیحدہ ہو گیا- کوہ پایہ سرمور کی طرف چلا گیا' اس کا سارا مال و متاع تباہ و برباد ہو گیا-

غیاث الدین تغلق شاہ کی جانشینی

بادشاہ کے حواس ضعف نے مختل کر دیے تھے- اس نے غلاموں کے بے جا دباؤ سے مجبور ہو کر فتح خاں کے فرزند ارجمند اپنے پوتے غیاث الدین تغلق شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا- اپنے داماد امیر سید حسن کو جو ناصرالدین کا طرف دار تھا اس کو غلاموں کے بھڑکانے سے قتل کرا دیا- تغلق شاہ نے دادا کی زندگی میں سب سے پہلا حکم یہ صادر فرمایا کہ ناصرالدین کے حاشیہ نشینوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتارا جائے- تغلق شاہ نے ملک سلطان شہ خوش دل کو جو امراء فیروز شاہی میں بہت بلند مرتبہ آدمی تھا اس کو یہ حکم دے کر سمانہ روانہ کیا کہ ناصرالدین محمد کے دست راست یعنی عالی خاں حاکم سمانہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ دہلی لائے اور سمانہ کی حکومت محمد شاہ کے ہاتھ میں دے دے-

besturdubooks.wordpress.com

فیروز شاہ کی رحلت

تیرھویں رمضان ۷۹۰ھ میں فیروز شاہ تغلق نے تقریباً نوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا' اس بادشاہ نے چالیس سال تک حکمرانی کی یہ بہت عالم و فاضل تھا- عدل اس کے کردار کی نمایاں خوبی تھی- رحم و بردباری اس کی شخصیت کا نمایاں جوہر تھے- اس کی رعیت اور سپاہ دونوں ہی ساری زندگی اس سے خوش رہے' اسکے دور حکومت میں کسی متنفس کو سرکشی اور بغاوت' جور و استبداد کی اجازت نہ تھی-

فتوحات فیروز شاہی

بادشاہ کے خود تحریر کردہ حالات ایک تصنیف میں پائے جاتے ہیں جو فتوحات فیروز شاہی کے نام سے موسوم ہے- یہ پہلا حکمران ہے جس نے افغانوں پر رحم و کرم کی بارش کی- جو افغانی امراء محمد تغلق کے دور حکومت میں ایک صدی منصب دار تھے ان کو ایک ہزاری امراء میں داخل کیا اور سرحد کے تحفظ کے لیے بھی انہیں امراء کو مقرر کیا- فیروز شاہ سے پہلے افغانی امیروں میں سے کسی نے یہ رتبہ حاصل نہیں کیا تھا- اس بادشاہ نے ۳۸ سال ۹ ماہ تک حکومت کی وفات فیروز اس حکمران کی تاریخ رحلت ہے- یہ امیر تیمور صاحبقران کا معصر تھا- علامہ ضیاء برنی نے تاریخ فیروز شاہی کی تصنیف اسی حکمران کے عہد میں کی- اسی فرمانبروا کے نام سے یہ کتاب موسوم کی' نظام الدین احمد اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ بہت سے قوانین اور آئین عدل و انصاف فیروز شاہی کے ہی دور حکومت میں وضع کیے گئے' جن کی وجہ سے تمام رعایا اور مخلوق خدا نے چین و امن سے زندگی گزاری ان تمام قوانین میں سے تین ضابطہ قابل قدر اور ناقابل فراموش ہیں-

پہلا ضابطہ: بادشاہ نے سیاست کو جو حکمرانی کا عظیم حصہ ہے بالکل چھوڑ دیا- اپنے عہد حکومت میں کسی ذمی یا غیر مسلم کو کسی طرح کی سزا نہیں دی- اس بلند ہمت فرمانبروا نے اپنی سخاوت و دریا دلی سے حکومت پر جو سیاست کے سیاہ داغ پڑ گئے تھے انہیں دھو دیا- دفتر حکمرانی سے سیاست کو پاک کیا' وہ صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ مربی بھی تھا' ساری رعایا اس کی شیدائی تھی' ملک کا بچہ بچہ اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا-

دوسرا ضابطہ: رعایا کی حیثیت اور استطاعت کا لحاظ کر کے خراج وصول کرتا' خراج میں زیادتی کرنا بالکل بند کر دیا تھا' وہ کسی کی چغلی اور شکایت بالکل نہ سنتا یہی وہ قانون تھا جس نے فیروز شاہ کے عہد حکومت کو بلند اقبالی کی برکتیں عطا کی تھیں-

تیسرا ضابطہ: ہمیشہ خدا ترس' رحم دل اور نیک لوگوں کو عامل مقرر کرتا' کسی بد طینت اور خراب شخص کو کبھی حکمرانی کا درجہ نہ دیتا تھا- چونکہ بادشاہ خود مجسمہ محاسن تھا اسی باعث تمام امراء اور حاکموں میں بھی اس کی انہیں خوبیوں کا عکس نظر آتا ہے- فیروز شاہ کی بخشش و کرم اور سخاوت کا پلہ دوسرے حکمرانوں کے مقابلہ میں ہمیشہ بھاری رہا- اس عادل حکمران نے اپنی تصنیف فتوحات فیروز شاہی کی ساری عبارت فیروز آباد کی مسجد کے آٹھوں گنبدوں پر کندہ کرائی- اس کتاب میں وقائع فیروز شاہی کو آٹھ اسباق میں تقسیم کیا گیا ہے- مشہور ہے کہ بادشاہوں کا کلام سارے کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے- اسی خیال کے تحت فیروز شاہی کی مختصر عبارت تبرک کے طور پر تحریر کی جا رہی ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ اس سے اس بلند ہمت اور رحم دل بادشاہ کی نیک نیتی اور ستودہ صفاتی سے قارئین اور اہل نظر پوری طرح واقف ہو جائیں-

پہلی فصل مسجد کے اوقاف اور اس کے اخراجات کے بارے میں نصیحت کی ہے اور وصیت کے بیان میں ہے- دوسری فصل میں فیروز شاہی کتاب کا قدیم زمانہ میں معمولی سے جرائم کی بھی سزائیں بہت سخت ہوا کرتی تھیں- بے خطاؤں کا خون بہانا اور دیگر ہیبت انگیز عذاب نازل کرنا شکنجے میں کسنا' کان' ہاتھ' پاؤں کاٹ ڈالنا' آنکھیں نکلوا دینا' ہڈیوں کو لوہے کی سلاخ سے توڑنا' زندہ آگ میں جلا دینا' ہاتھ اور

besturdubooks.wordpress.com

کرنا۔ سیاسی حکمت عملی کے لیے بہت ہی آسان کام تھا اور خداوند رب العزت نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ ان تمام سزاؤں کو یک قلم ختم کر دیا۔ پرانے بادشاہ جن کی عالی ہمتی اور جانفشانی سے ہندوستان مسلمانوں کا دارالسلطنت بنا ختم ہونے کے بعد رعایا کے دلوں میں ان کی یاد بھی باقی نہ رہی ان کے نام خطبات سے نکال دیے گئے تھے۔ میں نے اپنے عہد حکومت میں ان شاہان سلف کے نام خطبہ میں از سر نو داخل کرائے تاکہ دلوں میں ان کی یادگار قائم رہے اور ان کی روح کو ثواب پہنچتا رہے۔ رقم کی بہت سی مدیں محض ظلم و استبداد کے تحت رعیت سے وصول کی جاتی تھیں اور خراج کے ساتھ شاہی خزانہ میں جمع کر دی جاتی۔ مثلاً رقومات چرائی، گل فروشی، نیل گری، ماہی فروشی، ندافی، ریسماں فروشی، نخود بریاں گرمی دوکانانہ، قمار خانہ، دادبگی، کوتوالی اور احتساب وغیرہ۔ میں نے ان تمام رقومات کو وصول کرنا بالکل بند کر دیا اور یہ عہد کر لیا کہ جو مال سنت رسول اللہ کے خلاف ہے وہ خزانہ فیروز شاہی میں ہرگز داخل نہ کیا جائے گا۔ میرے عہد سے پہلے یہ طریقہ تھا کہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ سپاہیوں کو بانٹ دیا جاتا تھا اور باقی تین حصے خزانہ شاہی میں داخل ہو جاتے۔ میں نے اس رسم کو بھی موقوف کر دیا اور پانچواں حصہ جیسا کہ شرع میں جائز ہے خزانہ میں رکھا جاتا اور چار حصے سپاہیوں میں تقسیم کر دیے جاتے۔ بدمذہبوں، بدعقیدوں، ملحدوں اور کافروں، بدعت کرنے والوں کو اپنی راجدھانی سے نکال دیا جو خدا کی مخلوق کو گمراہ کرتے تھے۔ ان فرقوں کی کتابوں کی عبارتیں رسم و رواج کو بھی یک قلم منسوخ کر دیا۔ مردوں میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے اور ریشمی لباس پہننے کا رواج عام ہو گیا تھا میں نے ان تمام عادتوں کو سرے سے ختم کیا۔ مسلمان اور ضرورت مند عورتیں مزاروں اور بت خانوں میں جا کر شور و شر کا سبب ہوتی تھیں میں نے حکم دیا کہ ایسے اجتماع میں عورتیں ہرگز ہرگز شرکت کے لیے نہ جائیں۔ بت خانوں کے بدلے مسجدیں بنوائیں۔ پرانے بادشاہوں کی بنوائی ہوئی مسجدیں، خانقاہیں، مدرسے، کنوئیں اور پل اور مقبرے جو بہت بوسیدہ ہو گئے تھے ان کی از سر نو تعمیر کرائی اور ان کے لیے الگ الگ اوقاف مقرر کر دیے۔ جن اشخاص کو میرے مالک و سلطان محمد تغلق شاہ نے اپنی آہنی سیاست سے شکنجہ میں جکڑ کر ان کے بدن کے اعضا کٹوائے تھے۔ میں نے ان تمام اعضاء بریدہ لوگوں کے وارثوں اور جانشینوں کو تلاش کر کے ان کا وظیفہ اور انعام و اکرام مقرر کیا اور ان سب سے مرحوم کے نام الگ الگ معافی نامہ لکھوائے اور تمام کاغذات پر شہر کے شرفا اور عمائدین کے دستخط کرا کے تمام نوشتے مرحوم بادشاہ کے مقبرہ میں رکھوا دیے۔ جہاں کہیں بھی میں سنتا کہ کوئی درویش اور گوشہ نشین فقیر آیا ہے وہاں آتا فوراً اس کی خدمت میں حاضری دیتا اور خدمت کرتا۔ جو سپاہی اور امراء ضعیف ہو چکے تھے ان کو نصیحت کرتا تھا کہ وہ اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگیں اور دوبارہ گناہوں سے باز آئیں اور ان کے وظائف مقرر کر دیے تاکہ فکر معاش نہ کریں اور پوری تندہی سے خدا کی عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ لکھتا ہے کہ مجھے دو مرتبہ زہر دیا گیا اور میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے زہر کا پیالہ پی لیا لیکن خدا نے زہر کو اپنا کام نہ کرنے دیا اور میں محفوظ رہا۔ مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ چونکہ تاریخ فیروز شاہی کے تمام واقعات مفصل طور پر وہ خود لکھ چکا ہے اس لیے کتاب کی اصل عبارت لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

اس نیک نفس حکمران کے عہد میں جو نئے محلات اور رعیت کی فلاح و بہبود کے لیے عمارتیں بنوائی گئیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) بند ہو	۵۰ عدد	(۶) دارالشفاء	۵ عدد
(۲) مسجدیں	۴۰ عدد	(۷) مقبرے	۱۰۰ عدد
(۳) مدرسے	۳۰ عدد	(۸) حمام	۱۰ عدد
(۴) خانقاہیں	۲۰ عدد	(۹) کنوئیں	۱۵۰ عدد
(۵) محل اور قصر	۱۰۰ عدد	(۱۰) پل	۱۰۰ عدد

ان کے علاوہ رعیت کی رفاہ اور ملک کی فلاح کے لیے لاتعداد باغات بنوائے تھے۔ بادشاہ نے ہر عمارت تعمیر کرا کے اس کے اخراجات کے آمدنی وقف کر دی اور ہر وقف کا ایک نوشتہ لکھ کر اس کے اجرا کے لیے حکم نافذ کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

غیاث الدین تغلق شاہ بن فتح خاں

تغلق شاہ سلطان فیروز کے انتقال کے بعد فیروز آباد کے قلعہ میں تخت شاہی پر بیٹھا اور اپنے آپ کو سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ تغلق شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ ملک فیروز علی جو ملک تاج الدین پردہ دار کا بیٹا تھا' خاں جہاں کے خطاب سے مشرف ہوا اور وزیر المالک مقرر کر دیا گیا۔ غیاث الدین ترمذی کو داروغہ اسلحہ مقرر کیا گیا اور فرحت الملک کو بدستور گجرات کا صوبہ دار اور حاکم ہی رکھا گیا۔ تغلق شاہ نے خاں جہاں اور بہادر ناہر کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ ناصر الدین کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے بھیجا ناصر الدین نے سرمور میں دہلی کی فوج کے آنے کی اطلاع سنی تو اس نے بدرجہ مجبوری اپنے بچے اور بیوی کو پہاڑ کے ایک مضبوط حصہ میں چھوڑ دیا اور خود تغلق شاہ کی سپاہ سے صف آرا ہوا۔ دشمن سے شکست کھا کر آخر میدان چھوڑ دیا۔ یہاں وہاں مارا مارا پھرتا رہا حتیٰ کہ نگرکوٹ کے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ نگرکوٹ کا حصار بہت پائدار اور مستحکم تھا۔ شاہی سپاہ نے اس کو سر کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور دار السلطنت واپس چلی گئی۔

تغلق شاہ کا کردار

تغلق شاہ جوانی کے نشہ میں سرمست اپنی زندگی نہایت عیش و عشرت میں گزارنے لگا' عدل و انصاف سے بالکل الگ ہو گیا۔ ملک میں جور و استبداد پھیل گیا' تغلق شاہ نے اپنے سگے بھائی سالار شاہ کو قید کر دیا۔ اس کا سگا چچا زاد بھائی تغلق شاہ سے خوف کھا کر خانہ نشین ہو گیا اور بادشاہ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ فیروز شاہی غلام جو سب درباریوں کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ انہوں نے ابوبکر شاہ کا ساتھ دیا یہ ساری جماعت شاہی دیوان خانہ میں داخل ہو گئی اور ان لوگوں نے تغلق شاہ کے امیر الامراء ملک مبارک کبیر کو موت کے گھاٹ اتارا۔ غیاث الدین کو اس فتنہ کی اطلاع ہو گئی تو وہ محل کے اس دروازے سے جو دریائے جمنا کی طرف کھلتا تھا بھاگ نکلا۔ ملک رکن الدین کو تغلق شاہ کے فرار ہونے کی اطلاع مل گئی اور اس نے غلاموں کے ایک گروہ کے ہمراہ بادشاہ کا پیچھا کیا بھاگے ہوئے لوگوں کو پکڑ کر خان جہاں اور تغلق شاہ کو تلوار کا نشانہ بنایا۔ تغلق شاہ اکیسویں صفر ۷۹۱ھ کو تہ تیغ کیا گیا اور اس نے کچھ اوپر پانچ مہینے فرمانبروائی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

ابوبکر شاہ بن ظفر خاں بن فیروز شاہ تغلق

ارا کین سلطنت نے غیاث الدین کو قتل کر کے ابوبکر شاہ کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا' ملک رکن الدین نائب وزیر بنایا گیا تھوڑے ہی عرصے میں ملک رکن الدین کا سارے دربار میں بول بالا ہوگیا۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ابوبکر شاہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر تغلق شاہ کے برابر موت کی نیند سلا دے۔ ابوبکر شاہ کو اس کے بد ارادے کی خبر ہوگئی' اس سے پہلے کہ رکن الدین اپنے عزم کو پورا کرے بادشاہ نے پہل کر کے رکن الدین اور اس کے حاشیہ نشینوں کو ختم کر دیا۔ اس سیاست عملی نے ابوبکر کی حکومت کو تھوڑی بہت طاقت بخشی لیکن بادشاہ کی بدنصیبی سے اسی زمانہ میں سمانہ کے امیران صدہ باغی ہوگئے۔ ان امراء نے ابوبکر شاہ کے فرمانبردار حاکم ملک سلطان شہ خوشدل کو تہ تیغ کر کے اس کا سر ناصرالدین محمد کے پاس نگرکوٹ بھیج دیا اور معزول بادشاہ سے سمانہ آنے کی درخواست کی۔ ناصرالدین محمد جالندھر کی راہ سے سمانہ پہنچا اور وہاں کا حکمران بن کر دہلی کی سلطنت پر چھاپہ مارا۔ ناصرالدین کو کئی بار شکست ہوئی' لیکن بالآخر دشمن پر حاوی ہوگیا اور بیسیوں ذی الحجہ ۷۹۲ھ میں ابوبکر شاہ کو قتل کر کے خود سلطنت دہلی پر قابض ہوگیا۔ اس کے کارناموں اور لڑائیوں کا مفصل بیان خود اس کے حالات کے باب میں لکھا جائے گا۔ ابوبکر شاہ نے ایک سال چھ ماہ تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

ناصرالدین محمد بن سلطان فیروز شاہ باربک (تغلق)

تخت نشینی

یہ اپنے باپ کی زندگی میں پہلی دفعہ چھ شعبان ۷۸۹ھ میں تخت نشین ہوا تھا- امیران صدہ نے ملک سلطان شہ خوشدل کو تہ تیغ کر کے ناصرالدین کو سمانہ بلوا بھیجا' تو جلدی جلدی سمانہ جا پہنچا- سمانہ پہنچ کر امراء سے اپنی حکومت کی بیعت لی اس کے ساتھ ہی امیران دہلی بھی ابوبکر سے منحرف ہو کر ناصرالدین محمد سے مل گئے- چشم زدن میں بیس ہزار سوگواروں کا گروہ اس کے پاس اکٹھا ہوگیا ناصرالدین سمانہ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا- راہ میں پچاس ہزار اور سوار اس کے اطاعت گزار ہوگئے- پانچویں ربیع الآخر ۷۹۲ھ میں زبردستی دہلی میں داخل ہو کر قصر جہاں نما میں قیام کیا- ابوبکر شاہ نے بھی فیروز آباد ہی میں اپنے لشکر مرتب کیا اور دوسری جمادی الاول کو ناصرالدین سے آمادہ بہ پیکار ہو کر اپنا خیمہ نصب کیا- جنگ کے دوسرے روز بہادر ناہر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ فیروز آباد واپس لوٹا- ابوبکر شاہ کو ناہر کے پہنچنے سے بہت ڈھارس ہوئی اور ناہر کے پہنچنے کے ایک دن کے بعد بادشاہ فیروز آباد سے نکل کر ایک وسیع میدان میں ناصرالدین سے جنگ کے لیے نکل آیا' ابوبکر شاہ کو کامرانی حاصل ہوئی- ناصرالدین محمد دریائے جمنا کو عبور کر کے دوآبہ میں پناہ گزین ہوا- ناصرالدین نے اپنے منجھلے بیٹے ہمایوں خاں کو ملک ضیاء الملک ابو رجاء رائے کمال اور رائے غلجی بھٹی کے ساتھ سمانہ بھیج دیا اور خود جالیسر میں دریائے گنگا کے ساحل پر اپنا خیمہ نصب کیا- چونکہ فیروز شاہی غلاموں نے شروع سے آخر تک ناصرالدین کے ساتھ دغا کی تھی لہٰذا اس نے عام حکم نشر کرا دیا کہ جہاں کہیں ان کا ایک گروہ یا فرد نظر آجائے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور فوراً موت کے گھاٹ اتارا جائے- اس طرح رعایا اور غیر رعایا کے ہاتھوں فیروز شاہی غلاموں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل کر دی گئی- ادھر ملک کی تمام رعایا ابوبکر شاہ کی مخالف ہوگئی تھی- خراج اور چوتھ دینے میں لیت و لعل کرتی تھی اسی دوران میں ملک سرور جو فیل خانہ کا کوتوال تھا اور ملتان کا حاکم ملک نصیر الملک حاکم بہار خواص الملک' رائے سرور اور دیگر امراء و اراکین سلطنت ناصرالدین کے ساتھ شامل ہوگئے اور اس کے پاس پچاس ہزار سواروں کا لشکر تیار ہوگیا-

ناصرالدین نے ملک سرور کو قلمدان وزارت عطا کر کے خاں جہاں کے لقب سے سرفراز کیا' ملک نصر الملک کو امیر الامراء بنا کر اسے نصر خاں کا خطاب عطا کیا' خواص الملک کو خواص خاں کا لقب ملا اور رائے سرور کو رائے رایاں کے خطاب سے دل شاد کیا- اسی طرح دیگر نامی گرامی امراء کو اونچے اونچے عہدے اور خطابات دیے گئے اور ان سب کو اپنا مطیع بنا کر دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا- ابوبکر شاہ بھی اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کر کے دہلی سے باہر آیا- موضع کندلی میں دونوں فوجیں نبرد آزما ہوئیں- فریقین نے خون کی ہولی کھیلی ناصرالدین کی قسمت میں ابھی گردش باقی تھی- لہٰذا ابوبکر شاہ کی جیت ہوئی اور ناصرالدین جالیسر میں جا چھپا- ابوبکر شاہ کی سپاہ نے اس کا پیچھا کیا تمام مال و متاع برباد کر کے فتح مندی کا شادیانہ بجاتا ہوا دارالسلطنت واپس آیا-

ہمایوں خاں

ہمایوں خاں نے اپنے باپ اور ابوبکر شاہ کی باہم آویزش کا حال سن کر سمانہ سے دارالسلطنت دہلی پر حملہ کر دیا دہلی کے آس پاس کے شہروں کو خوب لوٹا اور برباد کیا- ابوبکر نے ملک شاہین کو ہمایوں خاں کا مقابلہ کے لیے بھیجا- پانی پت میں دونوں لشکر آمادہ بہ پیکار ہوئے ہمایوں خاں ہار کر سمانہ بھاگ گیا تو [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کے امراء ہی تھے اور پوشیدہ طور پر ناصرالدین سے ساز باز کر رہے تھے۔ اس لیے ابوبکر شاہ تخت شاہی کو چھوڑ کر دشمن کا پیچھا کرنا مناسب نہیں سمجھتا تھا' لیکن اس مرتبہ ہمایوں خاں کے فرار ہونے سے ابوبکر شاہ نے بہت دلیری دکھائی اور امرائے سلطنت کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بہ نفس نفیس ناصرالدین کو تہ تیغ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ دہلی شہر سے بیس کوس کے فاصلہ پر قیام کیا' ابھی بادشاہ جالیسر جانے کا سامان ہی کر رہا تھا کہ ناصرالدین نے کوتوال اور دیگر امراء سے ساز باز کر کے اپنے بیوی بچے جالیسر ہی میں چھوڑے اور خود چار ہزار سواروں کی فوج لے کر ابوبکر شاہ سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ ناصرالدین دہلی کے نزدیک پہنچ گیا بجائے اس کے کہ ابوبکر شاہ کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ دہلی پر حملہ کر بیٹھا۔ ابوبکر شاہ کے آدمیوں نے اس کو روکنا چاہا' مگر اس نے بداؤں دروازے میں آگ لگا دی۔ خود قصر ہمایوں میں قیام پذیر ہوا شہر کے تمام عمائدین اور امراء ناصرالدین کی خدمت میں حاضری کے لیے آئے اور اس کی فتح و کامرانی پر مبارک باد دی۔ ابوبکر شاہ کو اس قصہ کی خبر ہوئی اور وہ بھی اسی روز دہلی میں داخل ہو اور ملک بہاؤالدین جنگی جو ناصرالدین کے حکم کے بموجب دربانی کر رہا تھا اس کو تہ تیغ کیا اور قصر ہمایوں کی طرف بڑھا۔ ناصرالدین کے حاشیہ نشین ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس لیے وہ ابوبکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور حوض خاص کے دروازے سے نکل کر جالیسر میں پناہ لی۔ ناصرالدین کے بعض امراء مثلاً خلیل خاں امیر باربک' آدم اسمعیل خاں' بادشاہ کا بھانجا وغیرہ ابوبکر شاہ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

اسی سال رمضان کے مہینہ میں غلامان فیروز شاہی کا سب سے بڑا رکن مبشر حاجب جو اسلام خاں کے لقب سے مشہور تھا ابوبکر شاہ سے باغی ہوگیا۔ اور غلامان شاہی کے ایک گروہ کو اپنا لیا اور ناصرالدین محمد کو محبت آمیز خط لکھا اور اس کو دہلی بلوایا۔ ابوبکر شاہ کو پتہ چل گیا کہ ملک کا بہت بڑا حصہ اس کا دشمن اور ناصرالدین محمد کا دلدادہ ہوگیا ہے اور ناصرالدین محمد نے پھر اپنی جگہ چھوڑی ہے۔ اس لیے ابوبکر شاہ مجبوراً اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دہلی چھوڑ کر بہادر ناہر کے پاس میوات روانہ ہوگیا۔ ابوبکر ملک شاہین صفدر خاں اور ملک بحری کو دہلی میں چھوڑ کر گیا تھا۔ ناصرالدین اسی سن میں رمضان کے مہینے میں دہلی میں پہنچا اور تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اسلام خاں کو وزیر الممالک مقرر کیا۔ ناصرالدین نے اپنی حالت ٹھیک کر کے شاہی ہاتھیوں کو غلامان فیروزی سے چھین کر اپنے خاص فیل بانوں کے سپرد کر دیا۔ ناصرالدین کی اس حرکت سے غلامان فیروز شاہی بہت نالاں اور رنجیدہ ہوئے اور مع اپنے بال بچوں کے رات کو بھاگ کر ابوبکر سے جا ملے۔ ناصرالدین نے بقیہ غلاموں کو جو بادشاہ گری کی فرائض انجام دے رہے تھے دارالخلافت سے نکال دیا۔ یہ روایت مشہور ہے کہ ناصرالدین نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ غلامان فیروز شاہی تین دن کے اندر اندر دہلی سے باہر نکل جائیں ورنہ ان کا مال و متاع سب شہریوں کو دے دیا جائے گا۔ غلاموں کی ایک جماعت تو دارالسلطنت سے جلا وطن کر دی گئی اور باقی غلاموں نے اپنے تیئں چھپا کر خود کو شرفاء کے حلقہ میں شامل کر لیا۔ ناصرالدین نے ان خود ساختہ شرفاء کا امتحان اس طرح لیا کہ لفظ کھرا کھری کا تلفظ کرایا' مگر یہ لوگ بادشاہ کی طرح اس لفظ کا صحیح تلفظ نہ کر سکے اور بنگالیوں اور پوربیوں کی طرح اس لفظ کو ادا کیا اور یہ بنے ہوئے شرفاء موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ حد یہ ہوئی کہ بہت سے شریف زادے بھی اپنی پوربی بولی کی وجہ سے مارے گئے اور شاہی غلو کا شکار ہوگئے۔

ناصرالدین کی حکمرانی

ناصرالدین نے سلطنت کی عنان ہاتھ میں لے کر اطراف و جوانب سے لشکر اکٹھا کیا۔ اسی عرصہ میں اس کا بیٹا ہمایوں خاں بھی سامانہ سے دہلی مراجعت کر آیا۔ ناصرالدین کو فرزند کی آمد سے بہت تقویت ہوئی اب ناصرالدین ابوبکر شاہ کو تاخت و تاراج کرنے پر کمربستہ ہوا اور ہمایوں کو نامی گرامی امراء اور عمائدین مثلاً اسلام خاں' عادل خاں' رائے کمال الدین اور رائے خلجی وغیرہ کے ہمراہ ابوبکر کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ ہمایوں کی سپاہ کوٹلہ پہنچی اور محرم کے مہینہ ۷۹۳ھ میں ابوبکر شاہ نے بہادر ناہر اور فیروز شاہی غلاموں کی مدد سے ہمایوں کے لشکر پر شب خون مارا اور اس چھاپہ سے ہمایوں کے لشکر کے سپاہی زخمی ہوگئے۔ شہزادے نے ہمت نہ ہاری اور ابوبکر شاہ کے مقابلہ میں صف

besturdubooks.wordpress.com

آراء ہوگیا- اسلام خاں کو بھی فوراً" ہی خیال آگیا اور وہ شہزادے کی مدد کے لیے پہنچ گیا- ابوبکر شاہ تھوڑی دیر تک تو برسرپیکار رہا' مگر جلدی ہی مجبوراً" کوٹلے کے قلعہ میں جا چھپا- ناصرالدین محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور فوراً" میوات پہنچ گیا- ابوبکر شاہ اور بہادر ناہر کے سامنے سوائے اطاعت قبول کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا- دونوں خادم اور مخدوم بہت جلد ناصرالدین محمد کے سامنے حاضر ہوئے- ناصرالدین نے بہادر ناہر کو رخصت کر دیا اور ابوبکر شاہ کو پھر اپنی ساتھ لے کر کنڈی آیا اور قلعہ میوات جہاں پہلے بھی وہ پناہ لے چکا تھا وہیں نظر بند کر دیا- ابوبکر شاہ کی وفات زمانہ قید ہی میں ہوگئی- ناصرالدین محمد شاہ اب دہلی آیا اور معلوم ہوا کہ گجرات کا صوبہ دار فرحت الملک سرکش ہوگیا ہے- بادشاہ نے فرحت الملک کی جگہ ظفرخاں کو حاکم گجرات مقرر کر دیا- ناصرالدین نے جس تزک و احتشام کے ساتھ ظفرخاں کو گجرات روانہ کیا تھا اس کی مفصل داستان شاہان گجرات کے سلسلہ میں بیان کی جائے گی-

۷۹۴ھ میں رائے نرسنگ' سردار دھوں راٹھور اور بیر بہان بھنسور کا چودھری جو ہندوؤں میں سب سے زیادہ جری تھا اور پشت پر مددگار بھی بہت تھے وہ بادشاہ سے باغی ہوگیا- ناصرالدین نے جب ان کی سرکشی کا واقعہ سنا تو اسلام خاں کو شورپشتوں کے سردار' رائے نرسنگھ کو تہ تیغ کرنے کے لیے بھیجا- اس نے شاہی فوج کے سامنے صف آرائی کی اور برسرپیکار ہوا' مگر پھر اس کی فوج کو شکست ہوئی اور رحم و کرم کا طلبگار ہوا' صلح کے بعد ناصری حلقہ بگوشوں میں شریک ہوگیا- اسی عرصہ میں ناصرالدین کو پتہ چلا کہ اٹاوے کے چودھری نے قصبہ "تلارام" کے آس پاس کے پرگنوں کو برباد کرنا شروع کر دیا ہے- بادشاہ ان باغیوں کو ختم کرنے کے لیے خود آگے بڑھا اور اٹاوے کے قلعہ کو برباد کر کے قنوج آیا- اس کے اطراف و جوانب کو فتح کر کے جالیسر پہنچا- بادشاہ جالیسر کی سرزمین کو اپنے لیے مبارک سمجھتا تھا- بادشاہ نے اس شہر میں ایک قلعہ بنوایا اور اس کا نام "محمد آباد" رکھا- اسی دوران میں خواجہ جہاں کا ایک عریضہ بادشاہ کے نام پہنچا کہ اسلام خاں کی نیت ٹھیک نہیں ہے بہت جلد وہ حرص و طمع کی آگ بجھانے کے لیے لاہور پہنچ کر بغاوت پھیلانے والا ہے-

بادشاہ فوراً" دہلی پہنچا اور اسلام خاں کو بلا کر باز پرس شروع کی- اسلام خاں نے واقعہ کی حقیقت سے صاف انکار کیا' جاجو نام کے ایک ہندو اور خود اسلام خاں کے بھتیجے نے جو پہلے سے اس کے دشمن تھے جھوٹی گواہی دے کر بادشاہ کو اسلام خاں کی طرف سے متنفر کر دیا- بادشاہ پہلے ہی خوفزدہ تھا ان گواہوں کی بات کو سچ سمجھ کر اسلام خاں کو تہ تیغ کیا اور خواجہ جہاں کو وزارت کا عہدہ دیا- خواجہ جہاں اب بادشاہ کا دست راست بن گیا اور ملک مقرب الملک محمد آباد کی حکومت پر مسند آرا کیا گیا اور اپنے صوبہ کو چلا گیا- ۷۹۵ھ میں سردار دھن راٹھور اور بیر بہان نے پھر سرکشی کی- ملک مقرب نے شاہی حکم پاتے ہی محمد آباد کی فوج کو لے کر سرکشوں پر حملہ کیا اور فتنہ کو ختم کرنے کے بعد اپنے صوبہ میں واپس آیا- ناصرالدین نے شوال ۷۹۰ھ میں میوات کا سفر کیا اور میوات کو تاخت و تاراج کرتا ہوا دور تک چلا گیا- جالیسر پہنچ کر ناصرالدین بہت سخت بیمار پڑا اس بیماری کی حالت میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بہادر ناہر نے نافرمانی کی ہے اور دہلی کے بعض حصوں کو خوب لوٹا اور برباد کیا ہے- بادشاہ نے باوجود بیماری کے جالیسر سے میوات کا سفر کیا- بادشاہ کوٹلے تک پہنچا تھا کہ بہادر ناہر مقابلہ پر آیا- ناہر کی شامت ہوئی پہلے تو وہ حصار کوٹلے میں قلعہ بند ہوگیا' لیکن یہاں اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھا اور پنجھر بھاگ گیا-

ناصرالدین اس عمارت کی تکمیل کے لیے پھر جالیسر آگیا جس کی بنیاد ڈالی تھی- یکم ربیع الاول ۷۹۶ھ میں بادشاہ نے ہمایوں خاں کو جو ان دوران دہلی میں ٹھہرا ہوا تھا شیخا کھکھر کو تہ تیغ کرنے کے لیے حصار لاہور روانہ ہونے کا حکم دے دیا-

ناصرالدین کی رحلت

ہنوز ابھی دارالسلطنت سے قدم باہر نہیں نکالے تھے کہ بادشاہ نے آخرت کا سفر کیا- اس کی علالت روز بروز زور پکڑتی گئی اور مرض میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا آخر کار ۱۷ ربیع الاول ۷۹۶ھ میں راہی ملک عدم ہوا- اس کی لاش دہلی لائی گئی اور ناصرالدین بھی

besturdubooks.wordpress.com

سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

ناصرالدین محمد کی وفات کے بعد ہمایوں خاں ۱۹ ربیع الاول ۷۹۶ھ میں مسند نشین ہوا اور اپنے کو سلطان سکندر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔ سکندر شاہ نے اپنے باپ کے عاملوں اور حکماء کو ان کی پرانی خدمات پر مامور رکھا۔ ابھی اس کو ایک ماہ بھی حکومت کرتے نہ گزرا تھا کہ صحت نے جواب دے دیا اور مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ بیماری شروع ہونے کے پورے پندرہ دن بعد اس نے بھی حوض کے کنارے اپنے باپ اور دادا کے پاس ہی اپنی جگہ بنالی۔ اس نے ایک ماہ پندرہ دن حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

ناصرالدین محمود بن ناصرالدین محمد

سکندر کی وفات کے بعد جانشینی کا معاملہ معرض التواء میں پڑا رہا اور پندرہ دن تک تخت دہلی خالی پڑا رہا اس بارے میں اختلاف آراء تھا۔ بالآخر خواجہ جہاں کی کوشش سے ناصرالدین محمد کا سب سے چھوٹا فرزند محمود حکمرانی کے لیے چنا گیا۔ امراء نے اس کو تخت پر بٹھا کر اس کا لقب بھی ناصرالدین ہی رکھا اور تمام اراکین و امراء نے محمود کی حکومت پر بیعت کی اور اس کے آگے اطاعت شعاری کا عہد کیا۔ خواجہ جہاں حسب سابق عہدہ وزارت پر قائم رہا۔ مقرب خاں کو مقرب الملک کا خطاب اور وکیل سلطنت و امیرالامراء بنا دیا گیا۔ دولت خاں کو بیہ عارض مملکت مقرر کیا گیا۔ سعادت خان باربکی کے عہدہ پر رکھے گئے' سارنگ خاں کو دیپالپور کا حاکم بنا دیا گیا۔ دہلی میں مختلف ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایک طرح کا انقلاب آ چکا تھا' سلطنت کی مضبوطی اور طاقت ختم ہو رہی تھی' ملک میں چاروں طرف بغاوت و سرکشی کی آگ پھیل رہی تھی' ہندو ہر طرف خوابیدہ فتنوں کو بیدار کرنے میں مصروف تھے۔ خصوصاً مشرقی ہندوؤں نے خوب فتنہ پردازی شروع کی تھی۔

خواجہ جہاں کو ناصرالدین محمود نے سلطان الشرق کا لقب دے کر بیس عدد ہاتھی اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ قنوج اور بہار کے ہندوؤں کو تہ تیغ کرنے کے لیے بھیجا۔ خواجہ جہاں نے سلطنت کے مشرقی حصہ میں امن و امان قائم کر کے جونپور تک کا دورہ کیا اور بنگال کے حکمرانوں سے بقایا چند سال کا خراج اور ہاتھیوں کی مقرر شدہ تعداد وصول کی۔ حاکم دیپالپور سارنگ خاں نے ملتان اور اس کے آس پاس کی فوج جمع کی اور شیخا کھکھر سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ شیخا کھکھر نے بھی اپنا لشکر منظم کیا اور اجودھن سے چلا' لاہور سے بیس کوس کے فاصلہ پر دونوں لشکر نبرد آزما ہوئے۔ فریقین میں جنگ عظیم ہوئی جسے زمانہ یاد رکھے گا۔ کھکھر کو شکست فاش ہوئی وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ کھکھر لاہور آیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر کوہ جموں میں جا کر پناہ لی۔ سارنگ خاں نے لاہور کی حکومت کی عنان اپنے چھوٹے بھائی عادل خاں کے ہاتھ میں دی اور خود دیپالپور واپس آ گیا۔ اسی زمانہ میں ناصرالدین محمود نے مقرب الملک کو سو عدد ہاتھی اور تربیت یافتہ فوج کے ساتھ دہلی میں چھوڑا اور خود گوالیار اور بیانہ کی طرف چل پڑا۔

سعادت خاں باربک بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ گوالیار کے نزدیک پہنچا۔ مبارک خاں پسر ملک راجو ملو خاں برادر سارنگ خاں اور ملک علاءالدین دہار وال نے سعادت خاں کو قتل کی سازش کی۔ سعادت خاں ان کی سازش کو سمجھ گیا اور دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر ملو خاں ان سے بچ کر دہلی بھاگ گیا۔ ناصرالدین محمود اس فساد کے بعد دہلی واپس آیا۔ مقرب الملک نے بادشاہ کا استقبال کیا' لیکن شاہی دربار کا رنگ اپنے خلاف دیکھ کر بہت فکر مند ہوا اور ملو خاں جیسے فاسد اور باغی کو پناہ دینے کی وجہ سے بہت نادم ہوا۔ مقرب الملک جلد از جلد شہر میں داخل ہو گیا اور قلعہ بند ہو کر اس نے جنگ کرنا شروع کر دی۔ تین مہینہ تک مسلسل لڑائی کا سلسلہ چلتا رہا کبھی کبھی اندرونی اور بیرونی فوجوں میں تلواریں بھی چل جاتیں۔ بادشاہ کو خوب معلوم تھا کہ یہ سارا فساد سعادت خاں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ناصرالدین محمود اپنے درباریوں اور ہاتھیوں لے کر ۔۔۔ می پیہم سے محرم ۷۹۷ھ میں شہر کے اندر داخل ہوا اور مقرب خان سے جا ملا۔ مقرب خاں دوسرے ہی دن اہل شہر کا ایک لشکر عظیم تیار کر کے سعادت خاں سے نبرد آزما ہونے کے لیے نکل آیا۔ مقرب الملک کو شکست ہوئی اور مجبوراً پھر اس نے شہر میں جا کر پناہ تلاش کی۔ برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ حصار دہلی بہت پائیدار تھا۔ سعادت خاں نے شہر کے گرد و نواح میں قیام

besturdubooks.wordpress.com

خان بن فتح خاں بن سلطان فیروز تغلق کو میوات سے فیروز آباد بلوایا اور ناصرالدین نصرت شاہ کا لقب دے کر اپنا فرمانروا تسلیم کر لیا۔

نصرت شاہ

سعادت خان نے بادشاہ کو کٹھ پتلی بنا کر تمام سلطنت کی مہموں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سعادت خاں کے اس طرح قبضہ و تصرف سے دیگر امراء اور غلامان فیروز شاہی اس سے متنفر ہوگئے اور ان لوگوں نے فیل بانوں کو بھی سعادت خاں کے خلاف کر دیا۔ امیروں اور غلاموں نے بادشاہ نصرت شاہ کو بھی سعادت خاں سے برگشتہ کردیا۔ اسے یہ لوگ ہاتھی پر بٹھا کر سعادت خاں کی مدافعت کے لیے بڑھے' سعادت خاں کو ان حالات کی بالکل خبر نہیں تھی اس لیے اس میں مقابلہ کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ نصرت شاہ کے مقابلہ سے بھاگ کر خود اپنے ہاتھوں موت کا شکار ہوا۔ سعادت خاں نے مقرب الملک سے امان چاہی اور اس کے پاس چلا گیا' لیکن چند روز کے بعد ہی اس کو تہ تیغ کر دیا گیا اور فیروز آباد کے امراء نے نئے سرے سے نصرت شاہ کی اطاعت قبول کی اور حلف اٹھایا اور بہت سے شہروں پر اپنا قبضہ و تصرف کر لیا۔ اس فساد نے سلطنت دہلی کے دو حکمران بنا دیے اور اس طرح سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔

دو بادشاہوں کی حکمرانی

اب امراء بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے کچھ لوگ جن میں تاتار خاں گجراتی' شہاب ناہر اور فضل اللہ بلخی شامل تھے' نصرت شاہ کے ساتھ تھے۔ ناصرالدین محمود کے طرفداروں میں مقرب الملک اور اس کے ساتھی تھے۔ سیری کے قلعہ کا حاکم ملو خاں' اقبال خاں اور بہادر ناہران دونوں حکمرانوں سے بالکل الگ رہے اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر فریقین میں تخت کے لیے کشمکش جاری تھی' کبھی فیروز آباد کی فوجیں دہلی کی طرف آ جاتیں اور کبھی دہلی کی سپاہ فیروز آباد پہنچ جاتی نوبت یہاں تک پہنچی کہ فریقین میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا اس تگ و دو میں رعایا کا خون ہو رہا تھا۔ اور کوئی نتیجہ خیز بات سامنے نہ آتی تھی اسی دوران میں دیپالپور اور ملتان کے حاکموں' سارنگ خاں اور خضر خاں میں ۷۹۸ھ میں بدظنی شروع ہوئی آپس میں خوفناک جنگ ہوئی۔ نتیجہ میں سارنگ خاں کو فتح ہوئی اور ملتان بھی اسکے قبضہ میں آ گیا۔ ۷۹۹ھ میں سارنگ خاں نے سمانہ پر چڑھائی کی اور صوبہ دار عالی خاں کو جلا وطن کر کے خود سمانہ پر بھی قابض ہو گیا۔

نصرت شاہ نے یہ واقعہ سن کر پانی پت کے صوبہ دار تاتار خاں اور ملک الیاس کو اس کے ساتھ کر کے سارنگ خاں کی تنبیہہ کے لیے بھیجا۔ محرم ۸۰۰ھ میں ان کے ہاتھوں سارنگ خاں نے شکست کھائی اور اس کے بعد ملتان چلا گیا۔ اس کو معلوم ہوا کہ مرزا پیر محمد امیر تیمور کے صاحبزادے نے دریائے سندھ کے پل پر کشتیاں باندھ کر پل کو پار کر لیا ہے اور اوچھ کا محاصرہ کر رہا ہے۔ اس لیے سارنگ خاں نے فوراً ہی ایک لشکر عظیم کے ساتھ ملک تاج الدین اور دوسرے امراء کو حاکم اوچھ کی مدد کے لیے روانہ کر دیا' لیکن مرزا پیر محمد کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے دریائے بیاس کے ساحل پر پہنچ کر اچانک ان لوگوں پر حملہ کر دیا اس طرح ان کی فوج بکھر گئی۔ اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور بہت سے دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ ملک تاج الدین تو فرار ہو کر ملتان گیا اور سارنگ خاں ہراساں ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ مرزا پیر محمد ملک تاج الدین کے تعاقب میں ملتان پہنچ گیا۔ سارنگ خاں کہاں تک قلعہ بند رہتا۔ جب کھانے پینے کی مشکلات شروع ہوئیں تو وہ مجبوراً باہر آیا اور پیر محمد کا مطیع ہو گیا۔ پیر محمد نے سارنگ خاں اور اس کے تمام ساتھیوں کو پکڑ لیا اور ملتان پر قبضہ کر لیا' لیکن سارنگ خاں نے بہت جلد آزادی حاصل کر لی اور ملتان کو پھر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی عرصہ میں اقبال خاں اور مقرب الملک میں کچھ ان بن ہو گئی۔ اقبال خاں بجائے ناصرالدین کے نصرت شاہ سے مل گیا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچ کر دونوں نے حلف وفاداری اٹھایا۔ اس کے بعد اقبال خاں اور نصرت شاہ مع لشکر و سپاہ قلعہ جہاں نماں میں آ گئے۔ ناصرالدین محمود مع مقرب الملک اور بہادر ناہر پرانی دہلی میں ٹھہرا رہا۔ یہ عہد و پیمان زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا تیسرے دن ہی اقبال خاں نصرت شاہ کے خلاف ہو گیا جیسے ہی نصرت شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی اس نے حصار سیری سے نکلنے کا ارادہ کر لیا اور کامیاب ہو گیا۔ اقبال خاں

besturdubooks.wordpress.com

نے اس کا پیچھا کیا اس کے تمام مال و متاع اور سپاہ و لشکر پر قبضہ کر لیا' نصرت شاہ اپنے وزیر تاتار خاں کے پاس پانی پت چلا گیا۔

مقرب الملک کا قتل

اقبال خاں نے فیروز آباد پر قبضہ کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی اور مقرب الملک کی باہمی آویزش کا بھی آغاز ہوا۔ مسلسل دو مہینہ تک دونوں ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی کوشش میں لگے رہے۔ آخر کار امراء اور بادشاہ نے مل کر ان کی باہمی کشمکش کو دور کیا' لیکن اقبال خاں پھر بھی اپنی وفاداری کا عہد نہ نبھا سکا اور دنیا کا کچھ خیال کیے بغیر ایک دن مقرب الملک کے گھر پہنچا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس حرکت کا ناصرالدین محمود پر بھی اثر ہوا۔ اقبال خاں نے ناصرالدین محمود کو اپنے رعب سے بالکل اپنے بس میں کر لیا جو چاہتا کرا لیتا۔ اس نے اسیری میں تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑا اور خود ناصرالدین محمود کو ساتھ لے کر تاتار خاں کو قتل کرنے کے لیے پانی پت روانہ ہوا۔ ادھر تاتار خاں نے اپنے ساز و سامان اور سپاہ کو پانی پت کے قلعہ میں چھوڑا اور خود دوسرے راستے سے فرار ہو کر دہلی پہنچا۔ اقبال خان نے قلعہ کو سر کر لیا۔ اور تمام سامان قبضے میں لے کر دہلی واپس آ گیا۔ تاتار خاں اس عرصہ میں قلعہ دہلی پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا اور ڈر کر اپنے باپ ظفر خاں کے پاس گجرات پہنچ گیا۔ اقبال خاں دہلی میں رہ کر امور سلطنت کو انجام دینے میں مصروف ہو گیا ابھی اس کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ امیر تیمور کے حملہ کی اطلاع ملی پتہ چلا کہ وہ دریائے سندھ کو پار کر کے ہندوستان پر حملہ کرنے والا ہے۔

امیر تیمور کا ہندوستان پر حملہ ۸۰۰ھ

امیر تیمور نے جب یہ سنا کہ ہندوستان میں ہنگاموں اور شورشوں کا بازار گرم ہے تو اس نے ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بہت جلد دریائے سندھ پار کر کے حملہ کر دیا۔ اس نے چول جلالی کے کنارے (جو جلال الدین منگ برنی کے وہاں رہنے کی وجہ سے اسی نام سے مشہور ہے) اپنا ڈیرا ڈالا۔ پہاڑ کے دامن میں رہنے والے بہت سے زمیندار صاحب قران کی ملازمت میں آ گئے اور شہاب الدین دریائے جہلم کی آس پاس اپنے شہروں کی حفاظت کرتا رہا۔ تیموری شہزادہ مولیاں جانے کی تیاری کرنے لگا ادھر مرزا پیر محمد نے ہندوستان پر حملہ کر دیا تیموری شہزادے کے جانے پر شہاب مبارک نے مرزا پیر محمد کی ملازمت کر لی۔ مرزا نے اس کے ساتھ بہت مہربانی کی' مگر اس نے دغا کی اور اس کا مخالف ہو گیا۔ امیر تیمور نے اس کی تنبیہہ کے لیے شیخ نورالدین کو بھیجا اس کے ساتھ ایک کثیر تعداد سپاہیوں کی بھی روانہ کی۔ شہاب سے اطاعت گزاری کے لیے کہا گیا مگر اس کو اپنے قلعہ پر بہت ناز تھا۔ اس نے قلعہ کے آس پاس ایک گہری خندق کھدوا دی اور اس میں آب سیلاب ڈالدیا۔ شیخ نورالدین نے پہلے ہی آکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ شہاب کا ارادہ شبخون مارنے کا تھا مگر اس کو کامیابی نہ ہوئی دونوں میں خوب جنگ ہوئی قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ جس کے نتیجے میں شہاب ہار گیا اور مع اپنے بال بچوں کے کشتیوں پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ امیر نورالدین بھی اس کا پیچھا کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ادھر امیر تیمور امیر نورالدین کو بھیجنے کے بعد خود اس کے پیچھے چل پڑا تھا یہ دونوں جموں اور چناب کے سنگم پر پہنچے تو ایک سر بفلک قلعہ نظر آیا جس کا نام قلعہ تلنبہ تھا۔ امیر تیمور کے حکم کے مطابق نہر پر پل باندھ دیا گیا ساری فوج اس کو پار کر کے تلنبہ کے میدان میں آ گئی یہیں خیمے لگائے گئے لشکر میں غلہ کی بہت کمی تھی۔ لہٰذا شہر کو امیر تیمور نے حکم سے برباد کر دیا گیا۔ جہاں کہیں غلہ اور مال و متاع نظر آیا اس کو قبضہ میں کر لیا گیا' یہاں سے یہ لشکر شہر شاہنواز کے نواح میں پہنچے اور چونکہ یہاں پر اناج بہت تھا۔ فوج نے اپنی ضرورت کے مطابق تو لے لیا باقی کھلیانوں میں آگ لگا دی یہاں کے لوگوں کا جرم یہ تھا کہ جب شہزادہ پیر محمد یہاں سے گزرے تو اس کی اطاعت نہیں کی تھی۔ امیر شاہ اور ملک شیخ محمد نے لوگوں کے گھروں میں گھس گھس کر قتل و غارت گری کا وہ منظر پیش کیا کہ تاریخ کے اوراق کبھی نہ بھول سکیں گے صرف علماء سادات اور مشائخ اس آگ سے بچے تھے

besturdubooks.wordpress.com

بہت زیادہ ہوئی جس سے گھوڑے مر گئے مجبور ہو کر شہزادہ قلعہ بند ہوگیا۔ اس کے دشمن جو گرد و نواح میں تھے چوری چھپے راتوں کو آتے اور شہزادہ کا مال و متاع جو چاہتے لوٹ کر لے جاتے۔ ان حالات میں شہزادہ بہت پریشان ہوگیا تھا اس کے لیے ناممکن تھا کہ وہ اپنے پیادہ لشکر کو لے کر یہاں سے نکل جائے۔ یہ اس شش و پنج میں تھا کہ اس کو پتہ چلا کہ امیر تیمور دریائے بیاس کے ساحل سے گزر رہا ہے۔ چودھویں صفر جمعہ کے دن اس نے مع اپنی فوج امیر تیمور کی خدمت میں حاضری دی اور اس نے وہ تمام تحفے و سامان جو ہندوستان سے اسے ملے تھے۔ امیر کے سامنے رکھ دیے اور سارا سامان امرائے لشکر میں تقسیم کر دیا امیر تیمور نے بھی تین ہزار گھوڑے شہزادے کی فوج میں بانٹ دیے۔

شہزادے کو حاکم بھیٹز سے شکایت تھی اس لیے تیمور نے اس حاکم کی سرکوبی ضروری سمجھی اور اجودھن پہنچ گیا۔ اجودھن کے باشندے بہت خوف زدہ ہوئے بہت سے تو حصار بھیٹز میں روپوش ہوگئے اور بہتوں نے شہر ہی میں رہنا مناسب سمجھا۔ امیر تیمور نے اجودھن میں سب سے پہلے حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضری دی اور بھیٹز کے باشندوں کی جان بخشی کر کے قلعہ بھیٹز کی طرف چل پڑا یہ سارا سفر امیر تیمور نے ایک ہی دن میں طے کر لیا۔

قلعہ بھیٹز کی فتح

یہ قلعہ اپنی مضبوطی کی وجہ سے بہت مشہور تھا یہاں پر آج تک کوئی دشمن نہ پہنچ سکا تھا امیر پہلا مسلمان تھا جس نے یہ جرات کی تھی۔ اس کی آمد سے اجودھن اور دیپالپور کے باشندوں میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا۔ آس پاس کی ساری رعیت اس قلعہ میں پناہ لینے کے لیے بھاگی کیونکہ اس سے زیادہ مستحکم اور کوئی حصار دور دور تک نہ تھا۔ جو لوگ قلعہ بند نہ ہو سکے وہ خندق کے پاس پڑاؤ ڈال کر بیٹھ گئے۔ امیر تیمور جب قلعے کے پاس پہنچا تو اس نے پہلے بیرون قلعہ کے تمام لوگوں کو تہ تیغ کیا اور پھر قلعہ کی جانب قدم بڑھائے یہاں کا حاکم خلجی راؤ تھا۔ یہ بہت جری اور بہادر تھا اس وقت کے ہندو حکمرانوں میں سب سے زیادہ قوی' وہ کمر ہمت باندھ کر باہر آیا۔ اس کو لشکرکشی اور قلعہ کے تحفظ کا بہت تجربہ تھا۔ ہندی میں "راؤ" کا مطلب ہی بہادر ہوتا ہے اور یہ اسم بامسمی تھا۔ اس نے اپنی فوجیں آراستہ کیں اور برسرپیکار ہوا مگر ناکامی ہوئی تو مجبوراً" قلعہ میں جا چھپا تیمور پیچھے ہٹنے والا نہ تھا۔ اس نے ہمت نہ ہاری اور ایک خونریز لڑائی کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ قصہ مختصر شام ہوتے ہوتے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اس کے بعد تیمور نے قلعہ پر نظر کی۔ اس نے قلعہ میں ایک نقب لگانے کا حکم دیا۔ چنڈ دل رائے بہت خوفزدہ ہوگیا اور عاجز آ کر بادشاہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور ایک قاصد کو تیمور کی خدمت میں بھیج کر استدعا کی کہ صرف ایک دن کی مہلت اس کو مل جائے اس کے بعد دوسرے دن وہ خود قلعہ کو چھوڑ دے گا۔ امیر نے اس کی بات کا اعتماد کر کے وعدہ کر لیا لیکن راجہ دوسرے روز باہر نہ نکلا اور وعدہ خلافی کی۔

تیمور کو اس کی حرکت پر بہت غصہ آیا اور نقب زنی کا حکم دے دیا اس پر لوگوں نے اندر سے قلعہ کے برجوں پر آ کر رونا چلانا شروع کر دیا اور داد و فریاد کر کے امان چاہی۔ چنڈول رائے حضرت فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزدے (جو بھیٹز میں قیام پذیر تھے) کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر آیا اور مع ان کے امیر تیمور کے سامنے گیا۔ راؤ نے بہت سے جانور قیمتی اور عمدہ عمدہ تحفے تحائف' ریشمی کپڑے اور تین سو عراقی گھوڑے بطور تحفہ امیر کی خدمت میں پیش کیے۔ امیر تیمور نے ان تحائف کو قبول کر لیا اور اس کی جان بخشی کے ساتھ ہی ساتھ شاہانہ خلعت عطا کیا۔ امیر سلیمان شاہ اور امیر الہ داد کو قلعہ کی پاسبانی پر مقرر کیا تاکہ لوگوں کو قلعہ کے اندر سے نکالا جا سکے۔ ان کے سپرد دوسرا یہ کام گیا تھا کہ جس آدمی نے پیر محمد کے نوکر حسین کو بڑی تلوار سے سزا دی جائے پناہ گزینوں سے کہا گیا کہ وہ امانت کا مال داخل کر کے جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ امیر کی حکمت عملی رائے چنڈول اور اس کے بیٹے دونوں کو پسند نہ آئی' لہٰذا بغاوت کر دی۔ امیر کو ان کے منشاء کا حال معلوم ہوا اور اس نے رائے چنڈول کو نظربند کر دیا' شہر میں لڑائی شروع ہوگئی۔ شہر کے لوگ امیر کے

besturdubooks.wordpress.com

پاس آئے جان کی امان چاہی- شیخ نورالدین اور امیر الہ داد نے اس سختی سے جزیہ وصول کیا کہ ہندو مسلمان سب ان امراء سے عاجز آ گئے- لوگوں نے اپنے مال و متاع کو برباد' بال بچوں کو قتل کر دیا اور خود کشی کر لی- اسی بہادر گروہ نے تیموری فوج کے ایک حصہ کو بھی ختم کر دیا- امیر اس شہر کو مکمل طور پر برباد کر کے پھر سرستی پہنچا یہاں کے بھاگے ہوئے لوگوں کو چن چن کر قتل کیا' ان کا تمام مال و اسباب چھین لیا پھر فتح آباد چلا گیا- یہ شہر بھی امیر تیمور کے ہاتھوں مسمار ہو گیا- اس کے ساتھ توہنہ اور اہرونی کے قلعے بھی تباہ و برباد کر دیے گئے- اس کے بعد امیر نے سامان باربرداری تو سمانہ بھیج دیا اور خود وہاں کے جنگلات پر قبضہ کرنے کی فکر کرنے لگا- جتائی قوم کے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو قتل کر کے وہاں کے سیدوں سے بہت اچھی طرح پیش آیا- پھر سمانہ سے ۵ میل کی فاصلہ پر کیتھل میں مقیم ہوا- تمام امراء اور شہزادے اپنی اپنی لڑائیں ختم کر کے یہیں آ کر بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے۔

قلعہ لونی پر قبضہ

اس کے بعد بادشاہ نے فوج کو بتورہ جانے کی ہدایت کی اور خود پانی پت پہنچ گیا- تمام سپاہیوں کو سردی کی وجہ سے جبہ پہننے کی ہدایت کر دی- پھر دریائے جمنا کو عبور کرتا ہوا میان دو آبہ پہنچ گیا- وہاں کے قلعہ لونی پر اپنا قبضہ کیا اور ہندوؤں کو قتل کیا- لونی کا قلعہ جمنا اور ہنڈن کے درمیان واقع ہے- ہنڈن بہت گہری ندی ہے جس کو سلطان فیروز شاہ تغلق نے دریائے کالپی سے کاٹ کر لونی میں جمنا سے ملایا- لونی کے اکثر باشندے آتش پرست تھے- تیمور نے لونی کے قلعہ کو فتح کیا اور دریا کے ساحل پر "جہاں نما" میں قیام کیا اور دریا کی گزرگاہوں کی حفاظت کرنے لگا- امیر سلیمان شاہ اور امیر جہاں کو دہلی کی تباہی کے لیے بھیجا خود سات سو مسلح فوجی سپاہیوں کے ساتھ دریائے جمنا کو عبور کر کے جہاں نما کی عمارتوں کی سیر کرنے لگا- امیر تیمور ابھی دریائی راستوں اور جنگ و جدل کے بہترین موقعوں کی تلاش میں تھا کہ ناصرالدین محمود اور اقبال خاں پھر اس کی فوج کو دیکھ کر پانچ ہزار سوار اور پیادے اور ستائیس ہاتھیوں کی ایک بہت بڑی فوج لے کر شہر سے باہر آئے- محمود سیف نے تیمور کے ایک سپاہی کو قتل کر دیا اس پر تیموری فوج بہت برا فروختہ ہوئی- اس کی قراول نے تقریباً تین سو افراد دشمن کے مقابلہ پر آ گئے- بہادر اور امیر الہ داد بھی امیر تیمور کے حکم سے ان تیمور قراولوں کی مدد کے لیے میدان میں آ گئے- وہ لشکر عظیم کے ساتھ دریا کے اس طرف پہنچے اور تیر چلانا شروع کیے- ملوخاں اس مقابلہ سے گھبرا گیا اور میدان جنگ سے بھاگا- امیر نے اس امر کو اپنے لیے نیک شگون سمجھا اور لونی کے مغرب کے بجائے مشرق میں آ کر قیام کیا جو نواح دہلی سے نزدیک تھا- یہاں بھی اس کے دیگر امراء اور لشکری جمع ہو گئے- امراء نے بتایا کہ دریائے سندھ کے ساحل سے لے کر لونی کے مشرقی حصہ تک فتوحات کے سلسلہ میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ قیدی بنائے گئے تھے- وہ اس روز بہت خوشیاں منا رہے تھے- جب ناصرالدین اور ملوخاں امیر تیموری فوج کے ساتھ برسرپیکار تھے اور دشمنوں کی فتح کی دعائیں کر رہے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سب قیدی آپس میں مل کر امیر تیمور سے خلاف ہو جائیں۔

یہ سب قیدی زیادہ تر ہندو تھے- لہٰذا امیر تیمور نے یہ بات سن کر حکم عام دے دیا کہ کوئی فوجی اپنی خدمت کے لیے پندرہ سال کے بعد کا قیدی نہ رکھے اور پورے پندرہ سال قید کے پورے ہو گئے ہیں تو اس کو تہ تیغ کیا جائے' ورنہ خدمت لینے والا سپاہی قتل کیا جائے اور اس سپاہی کے مال و متاع کا مالک وہ شخص ہو گا جو سپاہی نافرمانی کی اطلاع بادشاہ کو دے گا اس حکم کے مطابق ایک دن میں ایک لاکھ قیدیوں کی جان لی گئی- اس کے علاوہ یہ بھی قاعدہ بنا دیا گیا کہ ہر دس سپاہیوں میں سے ایک سپاہی نو عمر غیر مسلم قیدیوں کی حفاظت کرے دارو لونی فتح ہو گیا- پانچویں جمادی الاول کو تیموری فوج دریائے جمنا عبور کرتی ہوئی فیروز آباد کے میدان میں آ کر ٹھہری- فوجی ...نے لشکر کے آگے ایک بہت بڑی خندق کھودی اور اس میں کانٹے' بھینسوں کے پاؤں اور گردنیں ڈال دیں' سپاہی رات کو لشکر کی

besturdubooks.wordpress.com

ڈٹ گیا۔ اقبال خاں اور ناصر الدین محمود دونوں کو اس بات کی خبر ہوئی وہ لوگ سو ہاتھی اور اور ایک لشکر جرار لے کر میدان میں آ گئے۔ تیموری سپاہیوں کی بہادری کے سامنے ہاتھیوں کی فوج بھی مات کھا گئی اور آناً فاناً سارے ہاتھی تیر اور نیزوں کا شکار ہو گئے۔

ناصرالدین محمود کی شکست

دشمن کے سپاہی اپنے آپ میں مقابلہ کی ہمت نہ پا کر میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے' مگر اب ناصرالدین محمود اور اس کا خادم ملوخاں بھی گھبرا گئے اور انہیں بھی راہ فرار کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ تھوڑی سی فوج کے ساتھ لڑائی کے میدان سے نکل کر شہر میں پہنچ گئے۔ امیر تیمور نے شہر کے دروازے تک ان فراریوں کا پیچھا کیا اور کامیاب و کامران واپس آیا' تیمور نے حوض خاص کے پاس اپنا خیمہ لگایا۔ ناصرالدین اور ملوخاں چھوٹی سی جمعیت لے کر شہر میں داخل ہوئے تھے' وہ اسی رات وہاں سے فرار ہو گئے۔ ناصرالدین گجرات چلا گیا۔ موخاں نے برن میں پناہ لی۔ امیر نے فرار کی خبر پاتے ہی ان کا پیچھا کرنے کے لیے اپنے آدمی دوڑائے' امیر تیمور کے سپاہیوں نے مفروروں کے ساتھیوں کو تو راستہ ہی میں ختم کر دیا اور ملوخاں کے بیٹوں سیف الدین اور خداداد دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا۔ امیر تیمور نے اب عیدگاہ کے میدان میں قیام کیا۔ بڑے بڑے عالم فاضل اور مشائخ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جان کی امان چاہی۔ امیر نے سب کو مالا مال کیا جمعہ کے دن جامع مسجد کے خطبہ میں امیر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سولھویں جمادی الاول کو کچھ امراء مال غنیمت کا حساب کر رہے تھے اور کچھ لوگ مجرم باغیوں کو جو شہر میں چھپ گئے تھے تلاش کر رہے تھے۔ اس وجہ سے شہرمین ایک ہنگامہ بپا ہو گیا حالانکہ تیموری امراء نے سپاہیوں کو خاطر خواہ نصیحت کی تھی اور شہر میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے کہا تھا' مگر فوجیوں کے لیے ان کی نصیحت بیکار ثابت ہوئی اور اسی طرح لوٹ مار جاری رہی۔ ہندوؤں نے اپنے بال بچوں کو خود ہی مار ڈالا اور سامان میں آگ لگا دی ادھر امیر تیمور پانچ دن کے لیے خلوت نشیں ہو گیا تھا لہٰذا کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے تخلیہ میں خلل اندازی کر سکے اور بادشاہ کو اس ہنگامہ کی خبر دے۔ شہر کے دروازے بند کر دیے گئے تاکہ باہر سے لٹیرے اور باغی شہر میں نہتے سپاہیوں پر حملہ نہ کریں۔ رات بھر باغی اور لٹیرے حملے کرتے رہے صبح شہر کا دروازہ کھلا یہ سب اندر داخل ہو گئے۔ سپاہیوں نے ۰۰ سے زیادہ باغیوں کو گرفتار کیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کیا۔ مال و متاع اس قدر زیادہ تھا کہ اس کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے۔ طرح طرح کے قیمتی ہیرے' جواہرات' الماس' یاقوت' مروارید وغیرہ تیموری سپاہیوں کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ کو ان واقعات کی اطلاع ہونے کی روایتیں مختلف ہیں۔ راقم فرشتہ کا خیال ہے کہ ہندوؤں کی ایک جماعت جامع مسجد میں لڑ جھگڑ رہی تھی کہ تیموری سپاہیوں نے اس جمعیت کو گرفتار کر لیا۔ لیکن نظام الدین احمد وغیرہ نے اپنی تاریخ میں ان واقعات کو یوں بیان کیا ہے کہ تیموری عامل لگان کی وصولی کر رہے تھے۔ لوگ ان کی سختی اور دست درازی سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ انہوں نے رقم دینے سے انکار کر دیا اور چند عاملوں کو قتل بھی کر دیا۔ بادشاہ نے اس بات سے برہم ہو کر حکم دیا کہ سادات' علماء اور مشائخ کو چھوڑ کر باقی سب کا خون معاف ہے۔ یہ سنتے ہی تیموری سپاہی بھوکے شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے اور خوب دل کھول کر لوٹ مار کی۔ تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ کسی اور بادشاہ کے عہد میں کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ امیر نے ایک سو بیس ہاتھیوں اور دوسرے شکاری جانوروں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ یہ فیروز شاہ کے وقت کے پروردہ تھے اس کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں اس کو محمد تغلق کی بنائی ہوئی رنگین مسجد بہت پسند آئی۔ اس نے سمرقند میں ایسی ہی مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ دہلی کے سنگتراش سمرقند بھیجے گئے اور وہاں ایسی ہی مسجد تعمیر کی گئی۔

امیر تیمور کی ہندوستان سے واپسی

امیر تیمور نے کل پندرہ دن دہلی میں قیام کیا اس کے بعد اپنے وطن کا ارادہ کیا۔ روانگی کے وقت سپاہیوں کی ایک جماعت کو علماء اور مشائخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ گیا۔ خود شہر سے فیروز آباد چلا گیا بادشاہ ابھی فیروز آباد ہی میں ٹھہرا ہوا تھا کہ راجہ بہادر ناہر نے اس کو تحفہ

besturdubooks.wordpress.com

دو سفید ہاتھی بھیجے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ امیر تیمور نے سید شمس الدین ترمذی کو اس کے پاس بھیجا' بہادر ناہر نے انہیں کی وساطت سے امیر تیمور کی ملازمت حاصل کر لی۔ خضر خان جو ناصرالدین محمود اور امیر تیمور کی باہمی کشمکش کے زمانہ میں میوات کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا تھا اب باہر نکلا اور اس کو بھی الطاف شاہانہ سے مالا مال کیا گیا۔ بادشاہ فیروز آباد سے پانی پت پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے امیر شاہ ملک اور دیگر امیراء کی ایک طاقتور جماعت کو میرٹھ کے قلعے کی فتح کے لیے بھیجا۔ یہ قلعہ ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ مضبوط تھا' امیر شاہ میرٹھ پہنچا اور تیمور کو اطلاع دی کہ قلعے کے لوگ لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے فتح کرنے والے بہت سے آئے اور اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔ امیر تیمور کو ان لوگوں کی خود سری بہت ناگوار گزری اس نے بہ نفس نفیس حملہ کرنے کی ٹھانی۔ تیموری سپاہیوں نے قلعہ میں سرنگ کھودنا شروع کر دی بہت جلد دس پندرہ گز کی نقب تیار ہو گئی۔ الیاس اعوان عالی اور مولانا احمد تھانیسری کے صاحبزادے نیز ملک صفی کبیر وغیرہ جو جان ہتھیلی پر رکھ کر مقابلہ کے لیے تیار تھے میدان میں آ گئے۔ مگر تیموری سپاہی کمند کے ذریعہ قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے۔ نقب مکمل ہونے سے پہلے ہی ان بہادر تیموری سپاہیوں نے اہل قلعہ کو تہ تیغ کر دیا اور قلعہ پر فتح کا جھنڈا لہرا دیا۔

اس دوران میں نقب بھی تیار ہو گئی اور قلعہ کی چار دیواری اور اس کے برج توپ سے اڑا دیے گئے۔ غرضیکہ جو حال بھٹیز کے قلعہ کا ہوا تھا وہی حشر میرٹھ کے قلعہ کا ہوا۔ اتنی بلند عمارت منٹوں میں مسمار ہو گئی اس سے تیموریوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ فاتحین کو اس پر بڑا ناز ہوا۔ امیر تیمور سوالک پہاڑ کی طرف بڑھا اور اس پہاڑی سلسلہ کے جتنے آباد شہر تھے سب کو جی بھر کر برباد و تاراج کیا پھر وہ دریائے گنگا کو پار کرتا ہوا دوآبہ پہنچا اور یہاں کے غیر مسلم باشندوں کو لوٹ مار کر ختم کر دیا ان کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ اس خطہ میں محمود غزنوی بھی گیا تھا ان لوگوں کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا اس فتح کے بعد تیمور واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں رتن نام کے ایک زمیندار کو قتل کر کے اس کا مال اسباب اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جموں تک پہنچتے پہنچتے چھوٹے بڑے بہت سے قلعے فتح کر لیے۔ جموں کے راجہ نے بھی خود سری کا ارادہ کیا' لیکن بادشاہ کے رعب کے سامنے اس کی ایک نہ چلی' وہ بادشاہ کی دعوت پر مسلمان ہو گیا۔

شیخا کھکھر نے اپنے چھوٹے بھائی جیرت کھکھر کو جو خوف سے بڑے بھائی کے پاس چھپ گیا تھا تیمور سے مقابلہ کرنے پر بہت لعنت ملامت کی۔ وہ سارنگ خان کے بالکل خلاف ہو کر اپنے وطن کی طرف چلا اور تیمور کی بارگاہ میں کامیابی حاصل کر لی شیخا کھکھر بادشاہ کی ناک کا بال ہو گیا خلعت شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ امراء تیموری میں سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس کے خلاف ایک کلمہ بھی اپنے منہ سے نکالے۔ مگر شیخا کھکھر کا آفتاب بہت جلد گہنا گیا۔ تیمور اپنے وطن واپس گیا تو شیخا کھکھر موقع پا کر لاہور کے قلعہ کا مالک بن بیٹھا۔ اس نے مورخ فرشتہ کے بزرگوں میں سے ایک شخص ہندو شاہ (جو شاہی خزانچی تھا) اور ماوراالنہر کے نامی بزرگ مولانا عبداللہ صدر کے ساتھ اپنے پرانے خلوص کو بالائے طاق رکھ کر بہت برا سلوک کیا۔ اس کا غرور اتنا بڑھ گیا کہ تیمور جب پنجاب سے گزرا تو اس سے ملاقات تک کرنے نہ آیا۔ امیر تیمور کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور اس نے معتبر امراء اور شہزادے کو اس کی سرکوبی کا حکم دیا۔ لاہور کے قلعہ کو ان لوگوں نے فتح کر کے شیخا کو گرفتار کر لیا۔ تیمور نے اس کو قتل کر کے لاہور' دیپالپور اور ملتان کی حکومت خضر خاں کو دے دی۔ خود کابل کے راستے سمرقند چلا گیا' دہلی اور میری دونوں مقامات دو ماہ تک ویران پڑے رہے۔ پھر ان شہروں کو قدرتی وبا نے بھی گھیر لیا' قحط نے ان شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ نصرت خاں 'ملو اقبال خاں کے خوف سے دوآبہ میں پناہ گزین تھا وہ موقع پا کر میرٹھ پہنچا۔ عادل بھی اپنی فوج اور چار ہاتھیوں کے ساتھ اس سے جا ملا۔ نصرت شاہ کو عادل خاں پر اعتماد نہ تھا لہٰذا اسے میرٹھ پہنچتے ہی قید کر لیا گیا۔ اس کے مال و متاع پر قبضہ ۔۔۔ نے دو ہزار سواروں کی فوج لے کر نصرت شاہ فیروز آباد پہنچا دہلی کی تباہ و برباد زمین پر قبضہ کر لیا۔ شہاب خاں اپنے لشکر اور دس عدد

besturdubooks.wordpress.com

و بربادی کے لیے برن روانہ کیا۔

ادھر ملو خاں نے وہاں کے باشندوں کو خوب اشتعال دلایا شہریوں نے شہاب خاں کو قتل کر ڈالا۔ ملو خاں نے شہاب کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور نئی طاقت حاصل کر کے پھر دہلی پر حملہ آور ہوا۔ نصرت شاہ اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا اور میوات چلا گیا۔ ملوخاں دوسری دفعہ دہلی کا حاکم ہوگیا اور قلعہ سیری میں قیام کیا۔ اب دہلی میں کچھ اطمینان ہوا اور جو لوگ تیمور سے خوف زدہ ہو کر ادھر ادھر بکھر گئے تھے وہ سب واپس آگئے اور یہ ویران جگہ کچھ آباد نظر آنے لگی۔ پرانی دہلی میں وہی ویرانی اور کھنڈرات نظر آتے تھے نئی دہلی خوب ترقی کر رہی تھی۔ میان دوآبہ پر اقبال خاں کا قبضہ ہوگیا اور جو مقامات دور تھے وہاں جس نے چاہا قبضہ کر لیا۔ گجرات کا حاکم خاں عالم ظفر خاں بن بیٹھا' مالوہ پر دلاور خاں نے قبضہ کر لیا' جونپور' قنوج' اودھ اور کڑہ پر سلطان اشرف خواجہ جہاں کا قبضہ ہوگیا۔ امیر تیمور کے حکم کے مطابق لاہور' ملتان' دیپالپور کا حاکم خضر خاں مقرر ہوگیا غالب خاں کو سمانہ کا حاکم بنایا گیا۔ بیانے پر شمس الدین اوحدی کا قبضہ ہوا ہر ایک اپنے اپنے علاقے میں خود مختار بن بیٹھا کسی کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ تھا۔

ملوخاں کا دہلی پر حملہ

۸۰۳ھ جمادی الاول میں ملوخاں نے دہلی سے بیانہ پر حملہ کیا اور شمس خاں سے جنگ کر کے حکومت اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے کٹھیر کی طرف چلا اور وہاں کے راجہ نرسنگھ سے پیشکش وصول کر کے پھر دہلی چلا آیا یہاں پہنچتے ہی اس کو معلوم ہوا کہ سلطان اشرف جہاں کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور اس کا بیٹا واصل خاں مبارک شاہ کے لقب سے حکومت کا وارث بن بیٹھا ہے۔ یہ سنتے ہی ملوخاں نے ایک مہینہ کے اندر ہی اندر سلطان مبارک شاہ پر حملہ کر دیا۔ شمس خاں (جو بیانہ کا حاکم تھا) مبارک خاں اور بہادر ناہر' ان سب نے ملواقبال خاں کا ساتھ دیا۔ وہ دریائے گنگا کے ساحل پر قصبہ پٹیالی پہنچا یہاں رائے سمیر اور دوسرے زمیندار حاکم اس سے مقابلہ کے لیے تیار ہوگئے' مگر میدان سے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اس کے بعد ملوخاں قنوج پہنچا اور ابھی جونپور اور لکھنؤ پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ مبارک شاہ ایک لشکر عظیم لے کر اس سے لڑنے کے لیے آیا دونوں فوجوں کے بیچ دریائے گنگا حائل تھا۔ لہٰذا دو ماہ کی تگ و دو کے بعد جب پانی کو عبور کرنے کی ہمت فریقین میں سے کسی کو نہ ہوئی تو مجبوراً اپنے اپنے خیمے اکھاڑ کر واپس چلے گئے۔ ملوخاں چونکہ شمس خاں اور مبارک خاں سے بدگمان ہوگیا تھا اسی باعث ان دونوں ہی کو راستہ میں قتل کر ڈالا۔

۸۰۴ھ میں سلطان ناصرالدین محمود جو ظفرخاں کے برے برتاؤ سے بہت نالاں تھا مالوہ آگیا اور جب ملو اقبال خاں نے اس کو دہلی بلایا تو چلا آیا مگر ملو اقبال کے ڈر سے گوشہ نشین ہوگیا اور مہمات سلطنت کا خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لایا حکومت سے بھی بالکل دست کش رہا۔ اتفاق سے اسی سال مبارک شاہ کا جونپور میں انتقال ہوگیا اور اس کا بھائی شاہ ابراہیم حکومت کی باگ ڈور سنبھال کر بیٹھا۔ ملو اقبال کو موقع ہاتھ آیا اور ناصرالدین محمود کو ساتھ لے کر قنوج پر حملہ کیا۔ شاہ ابراہیم نے مشرقی سپاہیوں کے ساتھ بڑے کروفر سے اس کا مقابلہ کیا اور اپنے ملک کو اس کے قبضے میں کسی طرح نہ آنے دیا۔ ادھر ناصرالدین کے ذہن میں یہ بات آئی کہ چونکہ ابراہیم شاہ اس کا پروردہ اور خانہ زاد ہے لہٰذا وہ خیال کرے گا اور حکومت کی عنان اس کے ہاتھ میں دے کر خود اس کی اطاعت کرے گا مگر اس کا خیال غلط نکلا۔ ناصرالدین ایک رات شکار کھیلنے کا بہانہ کر کے ابراہیم شاہ کے پاس پہنچا' ابراہیم شاہ نے اس کے آنے کا مقصد سمجھ لیا اور معمولی خاطر مدارت جو اس کا فرض تھا وہ بھی نہ کی۔ ناصرالدین مایوس واپس آیا اس نے ابراہیم شاہ کے نائب کو قنوج سے نکال دیا اور خود قبضہ کر لیا۔ شاہ ابراہیم جونپور واپس چلا آیا اور ملوخاں نے دہلی کی راہ لی۔

ملوخاں کا قلعہ گوالیار پر حملہ

۸۰۵ھ میں ملوخاں نے گوالیار کے قلعہ پر حملہ کیا یہ قلعہ پر آشوب تیموری زمانہ میں راجہ نرسنگھ کے قبضہ میں آگیا تھا اور اس وقت

besturdubooks.wordpress.com

اس کا بیٹا پرم دیو اس قلعہ کا حکمران تھا- لہٰذا پرم دیو کی قوت اور قلعہ کی مضبوطی نے ملوخاں کو اس ارادے میں ناکام رکھا- دوسری بار اس نے پھر قلعہ پر دھاوا بولا- اس بار پرم دیو نے قلعہ سے باہر آ کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر پھر قلعہ میں جا چھپا- اس دفعہ بھی ملوخاں نے اس کے آس پاس کی مقامات میں خوب لوٹ مار کی اور دہلی واپس چلا گیا- ۸۰۷ھ میں اٹاوہ پر اقبال خاں نے پھر حملہ کیا- رائے سمیرد اور رائے جھالہ وغیرہ جو اٹاوہ میں موجود تھے' ان سب سے پیشکش وصول کی اور چار ماہ مسلسل لڑنے کے بعد واپس ہوا- اس کے بعد ملوخاں کی ہمت اور بڑھ گئی اس نے پورے طور پر ناصرالدین سے نمکحرامی کی اور قنوج پر حملہ کیا جہاں ناصرالدین حکمرانی کر رہا تھا- ناصرالدین قلعہ بند ہو گیا ملو اقبال نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور عرصہ تک لڑتا رہا لیکن قلعہ کی مضبوطی کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور وہ ناکام رہا- محرم ۸۰۸ھ میں اقبال خاں سمانہ کی طرف بڑھا- بہرام خاں جس کو فیروز شاہ نے پال پوس کر بڑا کیا تھا اور اس کا غلام تھا وہ ان دنوں سارنگ خاں کے خلاف ہو گیا تھا اور سمانہ میں مقیم تھا وہ بھی ملوخاں سے بہت خوفزدہ ہوا اور بھاگ کر قلعہ دھور میں چھپ گیا- ملو اقبال نے اس کا پیچھا کیا اور پہاڑ کے درے تک پہنچ گیا یہاں حضرت علیم الدین جو سید جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے تھے انہوں نے بمشکل تمام دونوں کی صلح کرائی- بہرام خاں کو ساتھ لے کر ملوخاں دہلی کی طرف چل پڑا تاکہ خضر خاں کو ختم کر کے دہلی کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرے- ملو اقبال تلونڈی پہنچا اور رائے داؤد' کمال بھٹی' اور رائے ہبو کو گرفتار کر لیا- بہرام خاں سے بھی اس کو خطرہ تھا لہٰذا اس کو بھی مروا دیا اور اپنے وعدے کا بالکل خیال نہ کیا پھر اجودھن کے آس پاس اپنے خیمے نصب کیے-

خضر خاں کو دشمن کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی اس نے پنجاب' ملتان' دیپالپور وغیرہ کے لشکر تیار کیے- میدان جنگ میں دونوں حریف صف آراء ہوئے- ۱۹ جمادی الاول کو جنگ شروع ہوئی- اقبال خاں پر بد عہدی اور وعدہ شکنی کا بھوت سوار تھا لہٰذا قدرت نے بھی اس کو ویسا ہی صلہ دیا اس کا گھوڑا بیچ میدان میں زخمی ہو گیا اور وہ اسلام خاں لودھی کے ہاتھوں قتل ہو گیا اسلام خاں لودھی کے سپاہیوں نے اس کا سر کاٹ کر خضر خاں کی خدمت میں پیش کیا اس نے یہ سر اس کے وطن بھجوا دیا- فتح پور میں اس کا سر شہر کے صدر دروازے پر لٹکایا گیا- خضر اور ملو اقبال کی اس جنگجوئی کا حال دہلی میں دولت خاں لودھی اور اختیار خاں نے سنا ان امراء نے سلطان ناصرالدین کو قنوج سے بلوا بھیجا- ناصرالدین ۸۰۸ھ میں تھوڑی سی جمعیت لے کر دہلی پہنچا اور تخت پر جلوہ افروز ہوا- لیکن اب اقبال شاہی سلطنت دہلی سے جا چکا تھا- ناصرالدین نے پنجاب اور ملتان کی مہموں کو زیادہ اہمیت نہ دی اور بہرام خاں کو دولت خان کی تباہی اور بربادی کے لئے بھیجا بھی فیروز شاہ کے ورثہ غلاموں میں سے تھا اور بہرام خان کی موت کے بعد سمانہ پر حکومت کر رہا تھا- ناصرالدین نے دولت خاں کو تو ادھر بھیجا اور خود قنوج پر دھاوا کر دیا- شاہ ابراہیم نے خوب جی کھول کر مقابلہ کیا بڑی خونریز جنگ ہوئی- مگر ناصرالدین حریف کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور مہم کو بیکار سمجھ کر واپس چلا آیا- فیروز شاہ کے وقت کے امراء اور ملازمین جو موجود تھے وہ بادشاہ کی جنگجوئی اور فوج کشی سے نہایت آزردہ ہو گئے- لہٰذا وہ بادشاہ کو بغیر بتائے ہوئے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے- سلطان ابراہیم شرقی نے یہ حالات سنے اور دریائے گنگا کو عبور کرتا ہوا قنوج پہنچا اور اس کو فتح کیا- پھر دہلی کی طرف بڑھا وہ منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ خاں اعظم ظفر خاں گجراتی نے مندو کے حکمران الپ خاں کو گرفتار کر کے مالوے پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ جونپور پر بھی حملہ کرنے والا ہے یہ سن کر ابراہیم شرقی نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور جونپور واپس چلا گیا-

ابراہیم لودھی اور بیرم خاں کا معرکہ

۹۱۰ھ میں رجب کے مہینہ میں دولت خاں لودھی اور بیرم خاں سمانے سے دو میل کے فاصلہ پر صف آراء ہوئے' بیرم خاں ہار گیا اور

besturdubooks.wordpress.com

نے سمانہ کے گرد و نواح پر قبضہ کر لیا اور دولت خاں لودھی واپس آ گیا۔ ۸۱۰ھ ذی قعد میں ناصرالدین محمود کے مقرر کیے ہوئے برن کے حاکم ملک میر ضیاء پر ابراہیم شرقی نے حملہ کر دیا ملک میر ضیا قلعہ سے نکل کر ناصرالدین محمود کے مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا گیا اور قلعہ کے اندر جا کر چھپ گیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ناصرالدین کے سپاہی بھی قلعہ میں داخل ہو گئے اور حریف کو قتل کر ڈالا۔ پھر ناصرالدین سنبھل جا پہنچا سنبھل کا حاکم تاتار خاں بغیر جنگ و جدل کے ہی میدان چھوڑ گیا۔ ناصرالدین نے اسد خان کو سنبھل میں چھوڑا اور خود دہلی واپس چلا آیا۔ ۸۱۱ھ میں قلعہ فیروز پور کے حاکم قوام خان پر ناصرالدین نے حملہ کر دیا۔ پہلے تو قوام خاں قلعہ بند ہو گیا اور اس کے بعد اپنے بیٹے کو گراں قیمت تحفے تحائف کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔ ناصرالدین نے اس کی خطا معاف کی اور دہلی واپس چلا آیا۔ خضر خاں کو بھی یہ حالات معلوم ہوئے اور وہ فتح آباد پہنچا۔ اس نے ان تمام لوگوں کو بہت تکلیفیں دیں جو ناصرالدین کے طرف دار تھے اور ملک تحفہ کو حکم دے دیا کہ دو آبہ کے درمیان ناصرالدین کی حکومت کو تباہ و برباد کر دے اور خود رہتک ہوتا ہوا دہلی پہنچا۔ ناصرالدین کو اتنی عقل نہ تھی' وہ خضر خاں کی آمد کی اطلاع پاتے ہی فیروز آباد میں قلعہ بند ہو گیا۔ خضر خاں نے قلعہ کو گھیر لیا مگر تھوڑے ہی عرصہ میں غلہ' چارہ اور اشیائی خوردنی کی کمی سے گھبرا کر محاصرہ ختم کیا اور فتح پور چلا آیا۔ ۸۱۲ھ میں بیرم خاں' خضر خاں سے ناراض ہو کر دولت خاں سے مل کر آ گیا۔ دولت خاں اس زمانہ میں دریائے جمنا کے ساحل پر اپنے خیمے لگائے ہوئے تھا۔ بیرم خاں نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑ پر بھیج دیا اور خود دولت خاں کے پاس پہنچ گیا۔ خضر خاں نے بھی بیرم خاں کا تعاقب کیا اور جمنا کے ساحل پر پہنچ گیا۔

بیرم خاں اپنی ناعاقبت اندیشی پر بہت شرمندہ تھا اور خضر خاں کی خدمت میں بہت عجز و انکساری سے معافی کا طلبگار ہوا۔ خضر خاں نے اس کو پھر حاکم بنا کر اس کے پرگنہ پر بھیج دیا۔ ۸۱۳ھ میں خضر خاں ملک ادریس پر حملہ آور ہوا۔ اس کو محمد شاہ نے رہتک کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ملک ادریس قلعہ میں جا چھپا مگر چھ ماہ بعد پریشان ہو کر اپنے بیٹے کو بیش قیمت پیشکش کے ساتھ خضر خاں کی بارگاہ میں بھیجا اور صلح کر کے اس کی اطاعت منظور کی۔ خضر خاں رہتک سے چل کر سمانے کے راستے سے فتح پور پہنچا۔ ۸۱۴ھ میں ان مقامات پر حملہ کیا جو رہتک کے آس پاس تھے اور جن پر ناصرالدین محمود قابض تھا۔ ملک ادریس اور مبارز خاں اس کے استقبال کے لیے آئے اس کی عنایتوں اور انعامات سے مالا مال ہوئے پھر اقلیم خاں اور بہادر خاں کی جائدادوں کو تارکول میں تہ و بالا کیا اور اس کے بعد دہلی پہنچا۔ سلطان ناصرالدین سیری کے قلعہ میں ٹھہرا ہوا تھا خضر خاں نے اس کے قلعہ کو گھیر لیا۔ اختیار خاں فیروز آبادی نے ناصرالدین محمود کی زوال آمادہ حکومت کا اچھی طرح اندازہ لگا لیا اور اسی باعث خضر خاں کی طرف چلا گیا۔ اختیار خاں خضر خاں کو فیروز آباد لے کر آ گیا اور دو آبہ کے درمیان قبضہ کر کے غلہ' اجناس' اور چارے کی بہم رسانی کے تمام راستے اہل دہلی پر بند کر دیے۔ مگر ناصرالدین کی قسمت میں ابھی حکمرانی باقی تھی۔

ناصرالدین محمود کی وفات

قحط کی وجہ سے خضر خاں دو آبے سے واپس لوٹا اور فتح پور چلا گیا۔ رجب کے مہینہ میں ناصرالدین نے کیتھل کا سفر کیا اور شکار کھیلنے میں لگ گیا شکار گاہ سے لوٹ رہا تھا کہ ذیقعدہ کے مہینہ میں بیمار پڑ گیا اور چند دنوں کے بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ ناصرالدین محمود کے انتقال کے ساتھ ہی گویا شہاب الدین غوری کے غلاموں کی حکومت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور غلامان ترک کے ہاتھ سے حکمرانی جاتی رہی۔ ناصرالدین محمود نے باوجود بے شمار مشکلات کے بیس سال دو مہینہ تک حکومت کی۔ ناصرالدین کے انتقال کے بعد عوام نے دولت خاں لودھی کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور ۸۱۶ھ میں وہ تخت پر بیٹھ گیا۔

دولت خاں لودھی کی تخت نشینی

۸۱۶ھ میں اس کو بادشاہ تسلیم کیا گیا اور اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا۔ ملک ادریس اور مبارز خاں' خضر خاں کے مخالف ہو گئے

besturdubooks.wordpress.com

اور دولت خاں کے طرف داروں میں شامل ہوگئے۔ دولت خاں جس مہینہ میں تخت پر بیٹھا اسی مہینہ میں کہنتیر کی طرف چلا' رائے نرسنگھ اور دیگر امراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دولت خاں قصبہ پٹیالی میں گیا اور وہاں مہابت خاں بدایونی بھی اس کی خدمت میں آیا اور اس کا ملازم ہوگیا۔ اسی زمانہ میں پتہ چلا کہ ابراہیم شاہ شرقی نے قادر خاں بن محمود خاں کو کالپی میں گھیر لیا ہے۔ قادر خاں کے پاس اتنا لشکر نہ تھا کہ وہ ابراہیم کے مقابلہ پر صف آرا ہو لہٰذا وہ پیچھے ہٹ گیا اور دہلی بھاگ گیا۔ خضر تو ایسے مواقع کی تلاش ہی میں رہتا تھا' یہ خبر سنتے ہی فوراً دہلی پر حملہ کر کے فتح کرنے کی نیت سے آگے بڑھا اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا تقریباً ساٹھ ہزار سواروں کو جمع کر کے ذی الحجہ کے مہینہ میں (۸۱۶ھ میں) میں دہلی پہنچ گیا۔ خضر خاں کے پہنچتے ہی دولت خاں لودھی سیری کے قلعہ میں چھپ گیا یہ محاصرہ چار مہینہ تک مسلسل رہا اور قلعہ کے لوگ مصائب و آلام سے گھبرا گئے۔ آخر کار پندرہ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو دولت خاں حصار سیری سے باہر آیا اور خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اسے گرفتار کر کے فیروز آباد کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

دولت خاں کا انتقال

اسی طرح قید کی حالت میں اس کا انتقال ہوا دولت خاں نے ایک سال تین مہینے حکومت کی اس کے بعد خضر خاں نے عنان حکومت سنبھال لی۔

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

دوم

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ
عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

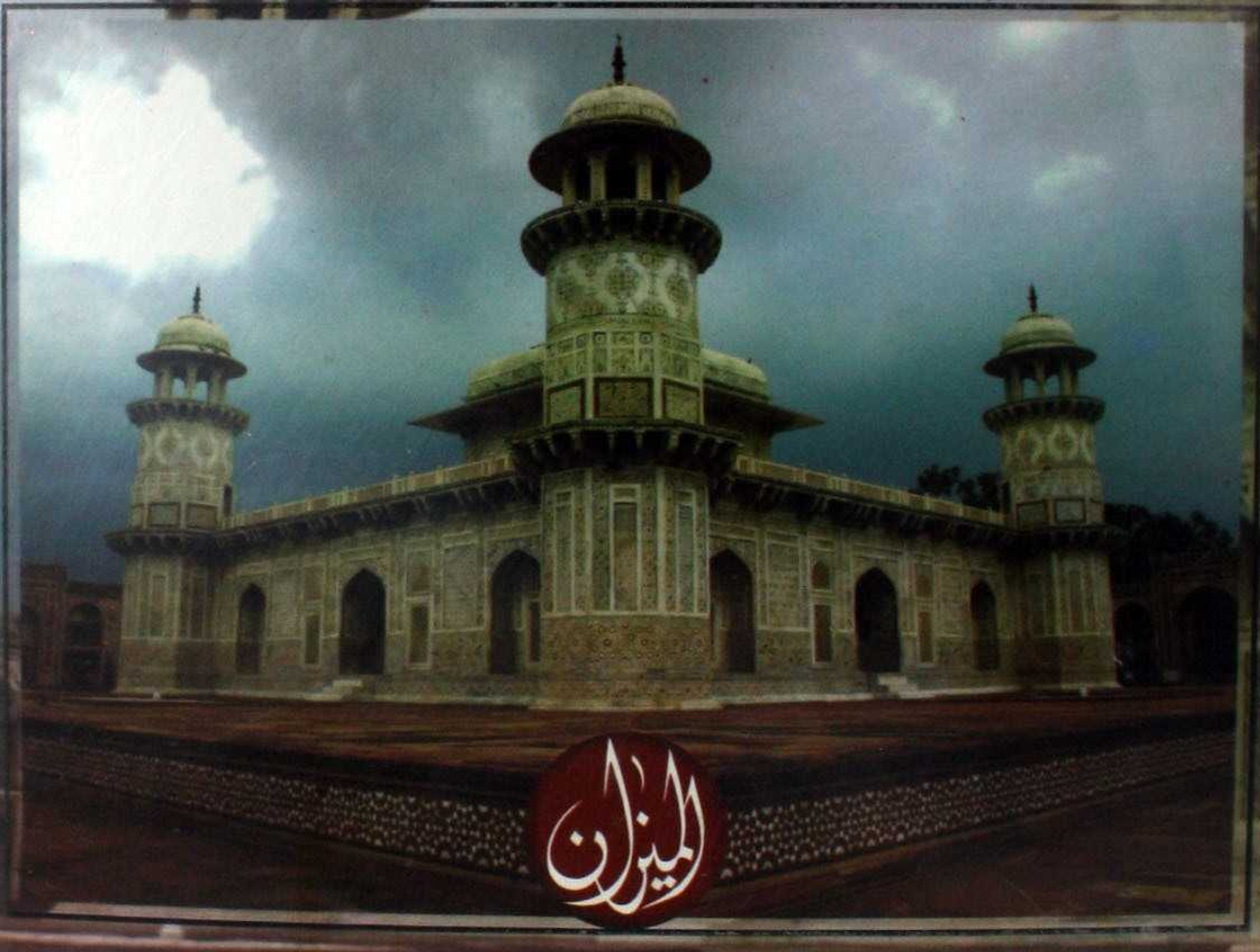

المیزان

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

دوم

ترجمہ: عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

فہرست جلد دوم

خاندان سادات 365

سید خضر خان بن ملک سلیمان 365

1 امارت 365
2 خضر خاں کا حسب و نسب 365
3 عہدے اور مراتب 365
4 خضر خاں کا انتقال 367

معز الدین ابو الفتح مبارک بن خضر خاں 369

1 جاگیریں اور عہدے 369
2 مبارک شاہ کی فتوحات 369
3 میوات پر حملہ 372
4 ملک قدوی کی گرفتاری 373
5 فتح خاں کی موت 375
6 امیر شیخ کا حملہ 376
7 مبارک آباد کی بنا 377
8 مبارک شاہ کا قتل 377

محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں 379

1 محمد شاہ کی تخت نشینی 379
2 سرور الملک کا قتل 380
3 جاگیریں اور عہدے 380
4 مہمات 380
5 سلطان محمود خلجی کا حملہ 381
6 محمد شاہ کا انتقال 382

سلطان علاؤ الدین بن سلطان محمد شاہ 383

1 کردار 383
2 مہمات 383
3 استحکام سلطنت کی تجاویز 383
4 دیپالپور کا سفر 384
5 علاؤ الدین کا انتقال 384

سلطان بہلول لودھی 385

1 لودھی خاندان 385
2 اسلام خاں کا اقتدار 385
3 حمید خاں کی گرفتاری 388
4 مہمات 388
5 وسعت سلطنت کی تدابیر 388
6 جونپور کا سفر 389
7 شمس آباد میں ورود 390
8 حسین شرقی کی والدہ کا انتقال 390
9 سلطان حسین شرقی کا گوالیار جانا 391
10 بہلول کی بیماری 393
11 بہلول لودھی کا انتقال 393

سلطان عادل نظام خاں سکندر لودھی 395

1 تخت نشینی 395
2 امرائے سلطنت 395
3 جاگیریں اور عہدے 396
4 مہمات 396
5 شمس آباد کا سفر 397
6 حاکم بنگالہ پر حملہ 398
7 سنبھل میں قیام 399
8 حاکم بیانہ کا انتقال 400
9 غیر مسلموں کی تباہی و بربادی 401
10 قلعہ نرور کی فتح 402

besturdubooks.wordpress.com

11 شہاب الدین شہزادہ مالوہ کی آمد 403
12 دھولپور کو روانگی 403
13 چندیری میں خطبہ وسکہ 404
14 سکندر لودھی کا انتقال 405
15 سکندر لودھی کا کردار شخصیت 405
16 شیخ بہاؤ الدین سے عقیدت 406
17 سکندر کی دانشمندری کا ایک واقعہ 406
18 علمی ذوق 407

ابراہیم لودھی 409

1 تخت نشینی 409
2 شہزادہ جلال کی بغاوت 410
3 ممالک شرقیہ کو روانگی 410
4 گوالیار کی طرف روانگی 411
5 قلعہ گوالیار کی فتح 411
6 شہزادہ جلال کا قتل 411
7 سعید خان اور اعظم ہمایوں کی بغاوت 412
8 ابراہیم لودھی کا انتقال 413

سلاطین مغل 414

ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی 414

1 ابتدائی حالات 414
2 بابر کی پیدائش 414
3 محمد بابر کی تخت نشینی 414
4 باہمی خلفشار اور آویزش 414
5 مہمات 415
6 سمرقندیوں سے معرکہ آرائی 416
8 اندجان پر دشمنوں کا حملہ 418
9 محمد مرید ترخان 419
10 سمرقند پر شیبانی خان کا قبضہ 420
11 بابر کی کامیابی اور اس کے اسباب 420
12 شیبانی خاں کے خلاف اقدامات 421
13 تاشقند کو روانگی 422
14 اخسی کی حکمرانی 423
15 امیر محمد باقر حاکم ترمذ سے ملاقات 423
16 کابل کا سفر 423
17 حاکم گرم سیر کا کابل پر حملہ 424
18 بابر کا کابل پر حملہ 424
19 خراسان کا سفر 424
20 غلجیوں سے آویزش 425
21 قندھار پر قبضہ 426
22 ہندوستان پر بابری حملہ 426
23 ہمایوں کی ولادت 426
24 عبد الرزاق میرزا کی تخت نشینی کا فتنہ 426
25 شیبانی خاں کی حکومت کی وسعت 427
26 شیبانی خاں کی خصار کو روانگی 428
27 نجم الثانی کا ارادہ تسخیر بلخ 429
28 ہندوستان کے حالات 429
29 بابر کے ہندوستان پر حملے 430
30 پہلا حملہ 430
31 دوسرا حملہ 430
32 تیسرا حملہ 430
33 چوتھا حملہ 431

besturdubooks.wordpress.com

35 دلاور خاں کی گرفتاری 432
36 غازی خاں کی عہد شکنی 433
37 بابر کا ہند پر پانچواں حملہ 433
38 عبور دریائے سندھ 433
39 غازی خاں کا کتب خانہ 434
40 پانی پت کی جنگ 435
41 بابر اور ابراہیم لودھی 435
42 ابراہیم لودھی کی شکست 435
43 بابر کا آگرہ میں ورود 436
44 شاہان ہند کے خزانوں کا معائنہ 436
45 ہندوستانیوں کی نافرمانی 437
46 ہمایوں کی روانگی 438
47 نظام خاں کی سرکشی 438
48 زہر خورانی کا واقعہ 439
49 رانا سانگا 439
50 بابر کی آگرے سے روانگی 440
51 ترک بادہ نوشی 440
52 طرفین کا آمنا سامنا 441
53 بابری لشکر کی ترتیب 441
54 جنگ کا آغاز 441
55 ہندوؤں کی شکست 441
56 دشمنوں کے سروں سے مینار کی تعمیر 442
57 سرکشوں کی سرکوبی 442
58 قلعہ ارک کی فتح 442
59 شرقی افغانوں کی بغاوت کا خاتمہ 443
60 بابر کا گوالیار جانا 443
61 بیماری 443
62 صحت یابی اور جشن مسرت 444
63 بہار کو روانگی 444
64 افغانوں کا فرار 444
65 حضرت شیخ یحییٰ کے مزار کی زیارت 444
66 سلطان سعید کا بدخشاں پر حملہ 445
67 سلطان میرزا کا امیر بدخشاں مقرر ہونا 445
68 بابر کا انتقال 445
69 عادات و خصائل 445
70 شخصیت 445
71 انصاف پسندی 446
72 عیش کوشی و حسن پرستی 446
73 بابر کا نسب 446
74 اوکتائی قاآن 446
75 چغتائی خان 447
76 جوجی خاں 447
77 تولی خاں 447

نصیر الدین ہمایوں 450

1 ہمایوں کی تخت نشینی 450
2 قلعہ کالنجر کی فتح 450
3 بہادر شاہ کی ہنگامہ خیزی 451
4 چتوڑ کی فتح کا ارادہ 451
5 بہادر شاہ اور ہمایوں میں جنگ 452
6 گجراتیوں پر حملہ 453
7 بہادر شاہ کا تعاقب 453
8 قلعہ پر قبضہ 453
9 احمد آباد پر قبضہ 454

besturdubooks.wordpress.com

10 برہان پور کو روانگی 454
11 شیر خاں 455
12 بنگال کا رخ 455
13 کامران مرزا کا خواب حکمرانی 456
14 صلح کی گفتگو 457
15 بد عہدی 457
16 لشکر کی ابتری 458
17 ہمایوں کا فرار 458
18 سیوان کا محاصرہ 459
19 راجہ مالدیو کی بدنیتی 459
20 اکبر کی ولادت 460
21 ہمایوں سیستان میں 460
22 ہرات میں ورود 460

افغانوں کی حکومت 462

شیر شاہ افغان بن حسن سور 462

1 ابراہیم خاں دہلی میں 462
2 فرید خاں داروغہ جاگیر 462
3 حسن کی عاشقی 463
4 فرید کا آگرے میں قیام 463
5 دونوں بھائیوں میں ناراضگی 464
6 شیر خاں کی مخالفت 464
7 محمد خاں کا پیغام اور شیر خاں کا جواب 464
8 شیر خاں کا اقتدار 466
9 حاکم بنگالہ سے جنگ 466
10 ابراہیم خاں کی شکست 466
12 ہمایوں کی فتح 467
13 ہمایوں کی قلعہ چنار کو روانگی 468
14 گجرات کی مہم 468
15 شیر خاں کی بیخ کنی کا عزم 468
16 قلعہ رہتاس پر قبضہ 469
17 قلعہ رہتاس 469
18 شیر خاں کے نام کا خطبہ وسکہ 470
19 مالوہ پر قبضہ 471
20 ملتان کی فتح 471
21 پورن مل کی بغاوت 471
22 مارواڑ پر حملہ 472
23 جعلی خطوط 472
24 مالدیو کی پریشانی 472
25 کالنجر پر لشکر کشی 473

سلیم شاہ سوری 475

1 عادل خاں 475
2 عادل خاں کی گرفتاری 476
3 خواص خاں کی بغاوت 476
4 سلیم شاہ کی حکمت عملی 476
5 معرکہ آرائی 477
6 جلال خاں کا قتل 477
7 قطب خاں کی گرفتاری 477
8 سلیم شاہ کی لاہور کو روانگی 477
9 اعظم ہمایوں کی شورش 477
10 سلیم شاہ کی فتح 478

besturdubooks.wordpress.com

12	سلیم شاہ کی لاہور کو روانگی	479
13	مفسدوں کی حرکت	479
14	خواص خاں کا قتل	479
15	تعمیرات	479
16	شیخ علائی کا واقعہ	479
17	شیخ علائی کا عزم حجاز	480
18	شیخ علائی کی مقبولیت	481
19	علائی کا قتل	481
20	فیروز شاہ کی تخت نشینی اور قتل	481

محمد شاہ عادل 482

1	دربار عام	482
2	سکندر خاں کا ہنگامہ	483
3	عادل اور تاج خاں میں لڑائی	483
4	عیسیٰ خاں اور ابراہیم خاں میں جنگ	483
5	ابراہیم خاں کا اقتدار	483
6	ابراہیم کا انتظام حکومت	484
7	ابراہیم کی شکست اور فرار	484
8	بیانہ کا محاصرہ	484
9	حاکم بنگالہ کی بغاوت	484
10	محمد خاں پر حملہ	485
11	ہیموں خاں کی پیش قدمی	485
12	خضر خاں کا اقتدار اور عادل کا قتل	485

سکندر شاہ 486

1	افغانوں میں اختلاف	486
2	سکندر کا انتقال	486

نصیر الدین ہمایوں کی آمد اور دوبارہ

ہندوستان پر قبضہ 487

1	ہمایوں کے مقبوضات	488
2	کابل کو روانگی	488
3	بدخشاں پر حملہ	489
4	کامران کا فرار	490
5	کامران اور ہندال کی لڑائی	490
6	ہمایوں کا عزم کابل	491
7	کابل پر کامران کا دوبارہ قبضہ	492
8	کابل کی فتح	492
9	کامران پر حملہ	492
10	افغانوں کی سرکوبی	492
11	میرزا کا اندھا ہونا	493
12	میرزا قاسم کا قتل	493
13	کشمیر پر لشکر کشی	493
14	بیرم خاں سے برگشتگی	494
15	غلط فہمی کا ازالہ	494
16	نیک شگون	494
17	ہندوستان کے سفر کی تیاری	494
18	روانگی	494
19	بیرم خاں کی کاروائیاں	495
20	تاتار خاں اور ہیبت خاں سے معرکہ آرائی	495
21	سکندر خاں سے جنگ	495
22	ہمایوں کا انتقال	496

جلال الدین محمد اکبر 498

1	سکندر شاہ پر حملہ	498
2	کابل میں شورش	498

besturdubooks.wordpress.com

3	علی قلی خاں کی شکست	499
4	ہیموں بقال اور تردی بیگ کی جنگ	499
5	بیرم خاں کا اقتدار	499
6	تردی خاں کا قتل	500
7	بادشاہ کی دہلی کو روانگی	500
8	شاہی لشکر اور ہیموں بقال میں لڑائی	500
9	ہیموں کا قتل	501
10	اکبر کی پنجاب کو روانگی	501
11	سکندر شاہ کی اطاعت	501
12	اکبر کی بیرم خاں سے بدگمانی	502
13	بیرم خاں کی شادی	502
14	علی قلی خاں سے اکبر کی ناراضگی	502
15	شاہم بیگ کا قصہ	503
16	مصاحب بیگ کا قتل	503
17	ملا پیر محمد کی گرفتاری	503
18	قلعہ گوالیار کی تسخیر	503
19	جونپور اور بنارس کی فتح	504
20	اکبر کا دہلی پہنچنا	504
21	بیرم خان کی مخالفت	504
22	شاہ ابو المعالی کی گرفتاری	505
23	بیرم خاں کے ارادے	505
24	بیرم خاں کا عزم مکہ معظمہ	505
25	بیرم خاں کے خلاف کاروائی	506
26	بیرم خاں کا عزم پنجاب	506
27	معرکہ آرائی اور بیرم خاں کی شکست	506
28	بیرم خاں کی معذرت خواہی	507
29	بادشاہ سے ملاقات	507
30	بیرم خاں پر شاہانہ نوازشات	507
31	بیرم کا عزم گجرات	507
32	بیرم خاں کا قتل	508
33	بیرم خاں کے بزرگ	508
34	بیرم خاں کا کردار	509
35	مالوہ کی فتح	509
36	شیر خاں بن محمد شاہ عادل کی شکست	509
37	خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت	510
38	قلعہ میرٹھ کی تسخیر	510
39	برہان پور میں قتل عام	510
40	باز بہادر کا مالوہ پر دوبارہ قبضہ	511
41	باز بہادر پر حملہ اور اس کی شکست	511
42	خان اعظم شمس الدین کا قتل	511
43	اودہم خاں اتکہ کا قتل	512
44	کمال خاں کا اقتدار	512
45	میرزا اشرف کی ہنگامہ خیزی	513
46	شاہ ابو المعالی کا قتل	513
47	اکبر پر قاتلانہ حملہ	513
48	اوزبکوں کی بغاوت	514
49	اکبر کی تدبیر	514
50	خزانوں کا قصہ	515
51	اوزبکوں پر فوج کشی	515
52	علی قلی کا معافی مانگنا	515
53	علی قلی خاں کی دوسری بغاوت	516
54	اکبر کی وسعت قلبی	516
55	بہادر خاں اور قاسم ہروی کی جنگ	517
56	کابل [illegible]	517

besturdubooks.wordpress.com
57 اکبر کا سفر لاہور 517
58 میرزاؤں کی بغاوت 518
59 اکبر کا عزم جونپور 518
60 بہادر خاں پر حملہ 519
61 علی قلی خاں کی موت 519
62 بہادر خاں کا قتل 519
63 اکبر کی آگرہ کو واپسی 520
64 رانا اودے سنگھ کی سرزنش 520
65 ساباط کی تیاری 520
66 طرفین کا زبردست نقصان 521
67 راجپوتوں کی پست ہمتی 521
68 قلعہ چتوڑ کی فتح 521
69 ایک غضب ناک شیر 521
70 رنتھمبور کی فتح 521
71 شہزادہ سلیم کی پیدائش 522
72 کالنجر کی فتح 522
73 شہزادہ مراد کی ولادت 522
74 فتح پور کی بناء 523
75 گجرات کی مہم 523
76 احمد آباد کی فتح 523
77 ابراہیم حسین مرزا سے جنگ 523
78 قلعہ سورت کی فتح 524
79 ابراہیم حسین میرزا کی شکست 524
80 ابراہیم حسین میرزا کا قتل 525
81 احمد آباد میں ہنگامہ 525
82 حاکم بنگالہ کی سرکشی 526
83 اکبر کا عزم پٹنہ 526
84 خان اعظم کی گرفتاری 526
85 بنگالہ و پنجاب کے ہنگامے 527
86 حکیم میرزا کا لاہور پر حملہ 527
87 اکبر کا عزم کابل 527
88 محمد حکیم میرزا کی پسپائی 527
89 حکیم میرزا کی معافی 528
90 اکبر کی بیماری اور شفا 528
91 شہر الہ آباد کی بنا 528
92 گجرات میں شورش 528
93 مظفر گجراتی کا احمد آباد پر قبضہ 528
94 قطب الدین آتکہ کا قتل 528
95 عبد الرحیم اور مظفر شاہ میں جنگ 529
96 مظفر شاہ کا فرار 529
97 دکن کی فتح کا خیال 529
98 سفر کشمیر 530
99 اکبر کا عزم کابل 530
100 جوناگڑھ کی فتح 530
101 میرزا عبد الرحیم اور والی سندھ میں جنگ 530
102 حاکم سندھ کی شکست 531
103 کشمیر میں بغاوت 531
104 یادگار میرزا کا قتل 531
105 مظفر شاہ گجراتی کی خودکشی 531
106 اڑیسہ کی فتح 532
107 تسخیر دکن کا ارادہ 532
108 شہزادہ مراد کا عزم دکن 532
109 چاند بی بی کی بہادری 532
110 چاند بی بی اور خانخاناں میں صلح 533

besturdubooks.wordpress.com

111 دکنیوں اور خان خاناں میں جنگ 533

112 خانخاناں کی فتح 533

113 شہزادہ مراد کا انتقال 533

114 دکن کی مہم 534

115 قلعہ احمد نگر کا محاصرہ 534

116 قلعہ اسیر کی فتح 534

117 ابو الفضل کی وفات 534

118 اکبر کی وفات 535

119 اکبر کا کردار 535

120 ڈاک چوکی 535

121 اکبر کا ترکہ 535

مقالہ سوم

فرمانروایان دکن سلاطین بہمنیہ 537

سلطان علاؤ الدین حسن گانگو بہمنی 539

1 حسب و نسب 539

2 لفظ بہمنی کی اصل 539

3 دکن کی حکمرانی 540

4 دکن کی فتح کا خیال 540

5 اسمٰعیل فتح خاں کا اقتدار 541

6 ناصر الدین شاہ اور محمد تغلق کی جنگ 542

7 محمد تغلق کا عزم گجرات 542

8 حسن گنگو کی تخت نشینی 544

9 ملا داؤد بیدری کا بیان 544

10 علاؤ الدین بہمنی کا حسن انتظام 544

11 حسن سلوک 545

12 [illegible]

13 ایفائے عہد 545

14 فتوحات 545

15 فرزند کی شادی 546

16 جشن عیش و عشرت 546

17 اسمٰعیل فتح کی سازش 546

18 رائے تلنگانہ کی اطاعت 547

19 گجرات مالوہ پر لشکر کشی 548

20 مرض الموت 549

21 رحلت 549

22 بادشاہ کا کردار 550

23 حسب و نسب 550

24 ایک رسالے کے بیانات کا خلاصہ 550

محمد شاہ بہمنی بن سلطان علاؤ الدین حسن گانگو 552

1 انتظام سلطنت 552

2 امور سلطنت کی انجام دہی کا طریقہ 552

3 سکہ اور خطبہ 553

4 اسلامی سکے 553

5 برہان نظام ثانی کے سکے 554

6 ایک بہت بڑا دربار 554

7 محمد شاہ کی دریا دلی 555

8 ملکہ جہاں کا سفر حجاز 555

9 ملا داؤد بیدری کا بیان 556

10 خلیفہ عباسی کا فرمان خلعت 556

11 راجاؤں کی سرکشی 557

12 [illegible] 557

besturdubooks.wordpress.com

13	محفل عیش و عشرت	558
14	راجہ تلنگا کی بغاوت	559
15	محمد شاہ کا ورنگل پر حملہ	559
16	تلنگانہ کے قاصدوں کی آمد	560
17	تخت فیروزہ	560
18	جشن عیش و عشرت	560
19	راجہ بیجانگر کی بغاوت	561
20	ایک لاکھ ہندوؤں کے قتل کا ارادہ	561
21	بیجانگر پر محمد شاہ کا حملہ	562
22	بیجانگر کی فتح	563
23	حسن تدبیر	564
24	بیگناہوں کے قتل سے توبہ	565
25	بادشاہ کی نیک چلنی	565
26	بغاوتیں اور فسادات	565
27	اسلام کی توسیع و تبلیغ	568
28	محمد شاہ کا آخری عہد	568
29	محمد شاہ کا انتقال	568

مجاہد شاہ بن سلطان محمد شاہ بہمنی 570

1	تخت نشینی	570
2	انتظام سلطنت	570
3	بیجانگر پر حملہ	571
4	کشن رائے کا فرار	571
5	بیجانگر کی فتح	572
6	مجاہد شاہ کا قتل	574

داؤد شاہ بن سلطان علاؤ الدین حسن 576

سلطان محمود شاہ بہمنی 578

1	محمود شاہ کا کردار	578
2	علم کی سرپرستی	579
3	انتظام سلطنت	579
4	معرکہ آرائیاں	580
5	محمود شاہ کی وفات	581

غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود 582

1	تغلچین کی سازش	582
2	وفات	582

سلطان شمس الدین بہمنی 583

4	داؤد شاہ بہمنی کے بیٹے	583
5	فیروز شاہ اور احمد شاہ کی بغاوت	584
6	وفات	585

سلطان فیروز شاہ بہمنی 586

1	تخت نشینی	586
2	فیروز شاہ کا کردار	586
3	سلطان محمود اور حکیم ابو ریحان کا قصہ	587
4	علمی سرپرستی	587
5	تعمیرات	588
6	محلات شاہی	588
7	پہلا معرکہ	589
8	دوسرا معرکہ	591
9	امیر تیمور صاحبقراں سے ملاقات	592
10	ایک نیا فتنہ	592
11	گونڈ واڑہ پر لشکر کشی	595
12	اکبر حسن خاں کی جانشینی	595

besturdubooks.wordpress.com

13	پاتکل پر لشکر کشی	595
14	مسلمانوں کا قتل عام	596
15	احمد خان سے معرکہ	596
16	فیروز شاہ کا انتقال	597

احمد شاہ بہمنی بن داؤد شاہ 599

1	تخت نشینی	599
2	احمد شاہ کا کردار	599
3	عطائے جاگیر اور عہدے	599
4	شہزادہ حسن خاں	599
5	پہلا معرکہ	600
6	انعامات و اعزازات	601
7	قحط سالی	602
8	دوسرا معرکہ	602
9	قلعہ ماہور پر حملہ	602
10	لومڑی کی بہادری کا واقعہ	603
11	احمد آباد کی کیفیت	604
12	بہمن نامہ کی تصنیف	604
13	مصنف بہمن نامہ شیخ آزری	605
14	شہزادہ علاؤ الدین کا جشن عروس	605
15	تقسیم مملکت	605
16	قلعہ تنبولہ کا محاصرہ	606
17	ہوشنگ شاہ کا فتنہ	606
18	احمد شاہ بہمنی کا عزم تلنگانہ	607
19	سلطان احمد شاہ کی وفات	607
20	شاہ نعمت اللہ ولی	607
21	ایک وفادار کتا	608

سلطان علاؤ الدین بن احمد شاہ بہمنی 609

1	تخت نشینی	609
2	انتظام سلطنت	609
3	راجگان کوکن کی سرزنش	609
4	برار کی فتح کا ارادہ	610
5	روہتی نگر پر قبضہ	611
6	قلعہ تنگ پر حملہ	611
7	انعام و اکرام کی بارش	611
8	دیورائے کے لشکر میں اضافہ	612
9	ممالک بہمنیہ پر دیورائے کا حملہ	612
10	نظام حکومت	612
11	عیش پرستی	613
12	خلف حسن بصری کی مہمات	613
13	حسن بصری کی عاقبت نا اندیشی	613
14	ایک خطرناک جنگل	613
15	خلف حسن بصری کے لشکر کی پریشانی	614
16	لشکر کی تباہی	614
17	خلف حسن بصری کا قتل	614
18	مغل لشکر کا ارادہ	614
19	دکنی امراء کی عیاری	614
20	سادات کے قتل کا حکم	615
21	اہل دکن کی عیاری	616
22	سادات کی دعوت	616
23	قتل و غارت گری	616
24	باقی ماندہ لوگوں کی روانگی	617

besturdubooks.wordpress.com

26 داؤد خاں کا قتل 617
27 غریبوں کی بادشاہ سے ملاقات 617
28 شیخ آزری کا نصیحت نامہ 618
29 علاؤ الدین کی بیماری اور ملکی حالات کی پراگندگی 618
30 سکندر خاں کی بغاوت 618
31 علاؤ الدین کا عزم ماہور 619
32 سلطان محمد کی واپسی 619
33 سکندر خاں کی اطاعت 619
34 سلطان علاؤ الدین کی وفات 619
35 عادات و کردار 619
36 ہمایوں شاہ ظالم کی تخت نشینی 620

ہمایوں شاہ بہمنی 621

1 حسن خاں کی تخت نشینی 621
2 ہمایوں اور مخالف دکنی امراء کا معرکہ 621
3 حسن خاں کی گرفتاری 621
4 ہمایوں کی تخت نشینی 621
5 جلال شاہ کی مخالفت 621
6 تلنگنہ پر لشکر کشی 622
7 ہمایوں اور سکندر کی بات چیت 622
8 معرکہ آرائی 622
9 سکندر خاں کی موت 622
10 جلال خاں کی امان طلبی 623
11 دیوکنڈ پر لشکر کشی 623
12 اہل قلعہ کی حوصلہ افزائی 623
13 شاہی امراء کا فرار 623
14 نظام الملک غوری کا قتل 624
15 یوسف ترک کچل کی بغاوت 624
16 معزز قیدیوں کی رہائی قصہ 624
17 شہزادہ حسن کا عزم تسخیر قلعہ ارک 625
18 ہمایوں کی بیدر میں آمد 625
19 بھائیوں میں جنگ اور حسن خاں کی فتح 626
20 دوسرا معرکہ اور حسن خاں کا فرار 626
21 سراج خان جنیدی کی عیاری 626
22 حسن خاں وغیرہ کی گرفتاری 626
23 ظلم و ستم کی گرم بازاری 626
24 ہمایوں شاہ کا غصہ 627

نظام شاہ بہمنی 629

1 ملکہ جہاں کی دانشمندی 629
2 اوریا و اڑیسہ کے راجوں کی لشکر کشی 629
3 ارکان نظام شاہی کا پیغام 629
4 معرکہ آرائی 630
5 مسلمانوں کی فتح 630
6 نئے فساد 630
7 نظام شاہی لشکر کی ترتیب 630
8 سلطان محمود کے لشکر کی ترتیب 631
9 جنگ 631
10 محمود خلجی کی کم ہمتی 631
11 ہاتھی کی مستی 631
12 نظام شاہ کی بیدر کو روانگی 632
13 نظام شاہیوں کا فرار 632
14 سکندر خاں کی گرفتاری 632
15 سلطان محمد خلجی کا اقتدار 632

besturdubooks.wordpress.com

16 محمد شاہ گجراتی کی آمد 633
17 ملک التجار کی بیدر کو روانگی 633
18 سلطان محمد خلجی کی فوج کی بدحالی 633
19 سلطان محمد خلجی کا فرار 633
20 راستے کی تکلیفیں 634
21 محمد خلجی کا کردار 634
22 مولانا شمس الدین کی حق گوئی 634
23 ملک عرب کا ایک قصہ 635
24 احمد آباد بیدر کی تعمیر نو 635
25 محمو خلجی کا نیا حملہ 635

محمد شاہ ثانی بن ہمایوں شاہ ظالم 636

1 تعلیم و تربیت 636
2 علم و ذوکلت 636
3 خواجہ جہاں ترک کا اقتدار 636
4 خواجہ جہاں ترک کا قتل 636
5 ملک التجار کی عزت افزائی 637
6 محمد شاہ کی شادی 637
7 کھرلہ کے قلعے کی فتح 637
8 نظام الملک کا قتل 638
9 مالویوں کا قتل 638
10 عادل شاہ اور دریا خاں کا اعزاز 638
11 حاکم مندو کا پیغام 638
12 محمد شاہ کا جواب 638
13 محمد حملہ 639
14 کھرلہ کے قلعے کی واپسی 639
15 ملک التجار کی روانگی [illegible]
16 ہندوؤں کے ارادے 640
17 محمود کلواں کی فراست 640
18 رام کنہ اور کنیہہ کے قلعوں کی فتح 640
19 سنگ سیر کی فتح 640
20 جزیرہ کوہ کی فتح 640
21 محمود کلواں کی واپسی اور اعزاز 640
22 خوش قدم کی عزت افزائی 641
23 محمود کلواں کی دریا دلی 641
24 محمود کلواں کی پاکیزگی طبع 641
25 رائے اوریا کی وفات 642
26 اوریا پر لشکر کشی 642
27 ہندوؤں کی شکست 642
28 راجندری اور کندنیر کی فتح 642
29 ملک حسن کی عزت افزائی 642
30 یوسف عادل کی عزت افزائی 643
31 قلعہ انتور کی فتح 643
32 قلعہ دیرہ کہرہ کی تسخیر 643
33 قلعہ لانچی کی فتح 643
34 بادشاہ کا اظہار مسرت 643
35 یوسف عادل کی خاطر و تواضع 644
36 خواجہ کے گھر میں بادشاہ کی آمد 644
37 شاندار ضیافت 644
38 پرکینہ رائے پر لشکر کشی 644
39 راجہ کی اطاعت 645
40 بیدر کو واپسی 645
41 بادشاہ کی والدہ کی وفات 645

besturdubooks.wordpress.com

43	قلعہ بیجاپور	646
44	قلعہ کندنیر کے باشندوں کی بغاوت	646
45	راجہ اڑیسہ کی تلنگانہ پر لشکر کشی	646
46	بادشاہ کا اڑیسہ پہنچنا	647
47	راجہ اڑیسہ کی عاجزی	647
48	کندنیر کو روانگی	647
49	برہمن کشی	647
50	نرسنگھ کے ملک کی فتح کا خیال	648
51	ملک احمد کا حاکم راجمندری مقرر ہونا	648
52	راجہ نرسنگھ	648
53	قلعے کی تعمیر	649
54	خواجہ کے اقبال کا انتہائے کمال	649
55	ایک عظیم الشان مندر	649
56	مندر کی تسخیر کا ارادہ	649
57	مندر کی تباہی	650
58	مچھلی پٹن کی فتح	650
59	خواجہ کی مخالفت	650
60	ضوابط سلطنت میں ترمیم	650
61	سلطنت کی نئی تقسیم	650
62	قلعوں کی نگرانی	651
63	جاگیرداروں سے متعلق ضابطہ	651
64	خواجہ کی مخالفت	651
65	خواجہ کے خلاف سازش	651
66	جعلی خط	652
67	خواجہ کا قتل	653
68	محمود گاواں کی تعمیر کردہ عمارات	653
69	خواجہ کی جامع کمال شخصیت	653
70	خواجہ گاواں کے حالات زندگی	653
71	خواجہ عماد کی جلا وطنی	653
72	خواجہ کا بیدر میں آنا	654
73	والئے ہرات کا پیغام	654
74	خطاب "خواجہ جہاں" کی نحوست	654
75	خواجہ کا کردار	655
76	خواجہ کے مال و اسباب کی لوٹ	655
77	بادشاہ کے ندامت کے آنسو	656
78	شہزادہ محمود خاں کی جانشینی	656
79	بیدر کو روانگی اور کمزوری	656
80	وفات	656

سلطان محمد شاہ بہمنی

	سلطان محمد شاہ بہمنی	657
1	تخت نشینی	657
2	بدشگونی	657
3	عہد محمد شاہ کے کچھ حالات	657
4	نظام الملک کی عزت افزائی	658
5	مغل اور ترک امراء کی پایہ تخت میں آمد	659
6	یوسف عادل خاں شاہی دربار میں	659
7	یوسف اور نظام الملک کی گرمجوشی	659
8	عہدوں کی تقسیم	659
9	عادل خاں دکنی اور فتح اللہ عماد الملک کی طلبی	660
10	یوسف عادل کے خلاف سازش	660
11	قوام الملک کبیر کی عاقبت نا اندیشی	660
12	ترکوں کا قتل	661
13	معرکہ آرائی	661
14	یوسف عادل کی واپسی	661

15	نظام الملک کا اقتدار	661
16	نظام الملک اور عمادی پر ناکام قاتلانہ حملہ	662
17	نظام الملک کا شہر سے چلے جانا	662
18	نظام الملک کی واپسی	662
19	ملک احمد کی روانگی جنیر	662
20	قوام الملک صغیر کی بغاوت	662
21	بیٹے کا خط باپ کے نام	663
22	زین الدین علی کا خط یوسف عادل کے نام	663
23	نظام الملک کا زوال	663
24	نظام الملک کا فرار	663
25	نظام الملک کی بغاوت	664
26	دلپسند خاں کی چال	664
27	نظام الملک کا قتل	664
28	محمود شاہ کی عیاشی	664
29	بادشاہ کے قتل کی سازش	664
30	دشمن کی ناکامی	665
31	معرکہ آرائی	665
32	حبشیوں اور دکنیوں کا فرار	665
33	بادشاہ کی خوش قسمتی	665
34	باغیوں کا قتل	665
35	قتل عام	666
36	جشن مسرت	666
37	سیاسی اتحاد	666
38	طرفداروں کی حالت	666
39	یوسف عادل، فتح اللہ عمادی اور ملک احمد [illegible]	667
41	قاسم کا غلبہ	667
42	قاسم برید اور دلاور حبشی کا معرکہ	667
43	دلاور خاں حبشی کی موت	667
44	قاسم کی میر جملگی	668
45	والی بیجانگر کا یوسف عادل پر حملہ	668
46	ملک احمد کا عزم بیدر	668
47	یوسف عادل کی فتح	668
48	محمد شاہ گجراتی کی شکایت	669
49	بہادر گیلانی سے جنگ کی تیاریاں	669
50	بہادر گیلانی	669
51	بہادر گیلانی کی دست درازیاں	669
52	بادشاہ کا فرمان	670
53	بادشاہ کی روانگی اور جام کھنڈی میں جنگ	670
54	قلعہ منگلیر پر قبضہ	670
55	بہادر گیلانی کو دوستوں کا مشورہ	671
56	شرائط صلح	671
57	بہادر گیلانی کا بڑا بول	671
58	قلعہ کلہر کی فتح	671
59	بادشاہ کا عزم کولاپور	671
60	بہادر گیلانی کی ندامت	672
61	عہد نامہ صلح	672
62	خواجہ جہاں اور بہادر گیلانی میں جنگ	672
63	بہادر گیلانی کا قتل	673
64	بادشاہ کی بیجاپور کو روانگی	673
65	منصب داروں کا مرتبہ	673
66	[illegible] کی بغاوت	673

besturdubooks.wordpress.com

68 قلعہ ساغر کی فتح 674
69 ممتاز امراء کا قتل 674
70 شہزادہ احمد کا نکاح 674
71 دستور دینار اور یوسف عادل کا جھگڑا 675
72 قاسم برید اور یوسف عادل میں جنگ 675
73 قاسم برید کا اقتدار 675
74 دستور دینار کا قتل 675
75 یوسف عادل سے جنگ کی تیاریاں 676
76 یوسف عادل کی برہان پور کو روانگی 676
77 فتح اللہ عماد الملک کی تدبیر 676
78 بیجاپور پر بادشاہ کا حملہ 676
79 بیجاپور پر ایک اور حملہ 677
80 بادشاہ کا زخمی ہونا 677
81 بادشاہ کی بے دست و پائی 678
82 بادشاہ کی وفات 678

احمد شاہ بہمنی بن سلطان محمد شاہ بہمنی المعروف بہ احمد شاہ ثانی 679

1 تخت نشینی 679
2 برائے نام بادشاہت 679
3 مرصع تاج کا ٹوٹنا 679
4 انتقال 679

علاؤ الدین بن احمد شاہ 680

1 تخت نشینی 680
2 عقل و فراست 680
3 آزادانہ زندگی 680
4 [illegible]

شاہ ولی اللہ بن سلطان محمود شاہ 681

کلیم اللہ بہمنی بن محمود شاہ بہمنی 682

1 بابر کے نام خط 682
2 پایہ تخت سے فرار 682
3 برہان نظام شاہ کا اظہار خلوص 682
4 وفات 682

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

خاندان سادات

سید خضر خان بن ملک سلیمان

امارت

"طبقات محمود شاہی" اور تاریخ "مبارک شاہی" دونوں کتابوں کے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ خضر خاں خاندان غور کا فرزند تھا قوم کا سید تھا۔ خضر خاں ملک سلیمان کا بیٹا تھا۔ ملک سلیمان کو فیروز شاہ باربک کے امیر ملک مردان دولت نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ ملک مردان کا انتقال ملتان میں ہوا اور وہاں کی حکومت کی باگ دوڑ اس کے صلبی پسر ملک شیخ کے ہاتھ میں دے دی گئی' لیکن ملک شیخ کا بہت جلد انتقال ہو گیا۔ اور ملتان کا حاکم ملک سلیمان ہو گیا۔ جو اپنے آپ کو سید بتاتا تھا۔ ملک سلیمان کی وفات کے بعد فیروزشاہ کے حکم کے مطابق اس کا بیٹا خضر خاں حکومت کا مالک بنا' لیکن جیسا کہ اوپر مذکور ہے خضر خاں کو سارنگ نے شکست دی اور اسے ملتان کی حکمرانی سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد جب امیر تیمور کی فتوحات اور ریشہ دوانیوں کا دور دورہ تھا تو خضر خاں امیر تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنے خلوص' وفاداری اور خدمت گزاری کے بدلہ میں اس کو ملتان اور پنجاب کی حکمرانی مل گئی تھی۔ حتی کہ اسی تیموری فرمانبرداری اور اطاعت گزاری نے اس کو ایک دن سلطنت دہلی کا تاجدار بنا دیا' اس کا برتاؤ رعایا کے ساتھ بہت اچھا تھا۔

خضر خاں کا حسب و نسب

مصنف تاریخ مبارک شاہی نے خضر خاں کے خاندان اور حسب و نسب کے بارے میں دو بین ثبوت پیش کیے ہیں اور ان کی صحت کے لئے دلائل بھی دیئے ہیں۔ لہٰذا ان دلائل کا تذکرہ اس کتاب میں کرنا ضروری ہے۔

(۱) جس زمانہ میں خضر خاں کا باپ سید ملک سلیمان مردان دولت کے یہاں تعلیم و تربیت حاصل کر رہا تھا تو اس دوران میں ایک بار سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ ملک مردان کے یہاں بطور مہمان کے تشریف لائے۔ جب دستر خوان بچھا اور سب کھانے پر بیٹھے تو سید ملک سلیمان لوٹا اور طشت لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کے لئے آیا۔ حضرت مخدوم بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ سیدوں کو ایسے کاموں پر مقرر کرنا بہت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس سے پہلے ملک سلیمان نے کبھی سید ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا۔ اغلب خیال یہ ہے کہ چونکہ یہ الفاظ ایک ولی کامل اور بزرگ کے منہ سے نکلے تھے لہٰذا ملک سلیمان قطعی سید ہو گا اور خضر خاں بھی اس طرح سید کہلانے کا مستحق ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ خضر خاں کا کردار' اخلاق' برتاؤ اور دیگر صفات ایسی تھیں جو آنحضرت صلعم کی صفات پاکیزہ سے مشابہت رکھتی تھیں لہٰذا یہ بات بھی خضر خاں کے سید ہونے کو تقویت بخشتی ہے۔

عہدے اور مراتب

خضر خاں نے ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیا اور اس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ ملک سلیمان کے منہ بولے بیٹے عبد الرحیم کو علاؤ الملک کا خطاب دے کر ملتان و فتح پور کا حکمران بنایا۔ اختیار خاں کو میان دو آبہ کا شقدار بنایا اور سید عالم کا عہدہ بڑھا کر اس کو تھان پور' برند اور

besturdubooks.wordpress.com

دوسرے حصوں کا حکمران مقرر کیا- اسی طرح اپنے دوسرے خیر خواہوں کو بھی خطابات دیئے اور اونچے عہدوں پر سرفراز کیا- خضر خاں اگرچہ خود مختار حاکم تھا' مگر اس نے امیر تیمور کا ہمیشہ ادب اور لحاظ کیا- اسی باعث اپنے آپ کو کبھی شاہ کے لقب سے مشہور نہیں کیا- اور اعلیٰ القاب سے اپنے آپ کو سربلند کرنے کی کوشش نہیں کی- اس کے عہد حکومت کے شروع میں ملتان میں امیر تیمور اور دہلی میں شاہرخ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا- اور سکے بھی انہیں کے نام کے چلتے تھے' لیکن آخر میں خضر خاں کا نام بھی خطبوں میں لیا جانے لگا- خضر خاں اکثر و بیشتر مرزا شاہرخ کی خدمت میں عمدہ اور قیمتی نذرانے بھیجا کرتا تھا-

خضر خاں نے تخت نشین ہوتے ہی اسی سال تاج الملک کو باقاعدہ ایک لشکر کے ساتھ کینتھر بھیجا- تاج الملک نے دریائے گنگا اور جمنا کو عبور کر کے کینتھر اور اس کے آس پاس کے مقامات کو تباہ و برباد کر ڈالا- کینتھر کے راجہ نرسنگھ نے جو خوفزدہ ہو کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گیا تھا نکل کر آیا اور تاج الملک کو تحفے تحائف دینے کے بعد اس کا اطاعت گزار ہو گیا- مہابت خاں جو بداؤں کا حاکم تھا وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا- تاج الملک کینتھر سے کھو کنبھل اور چندوار پہنچا اور وہاں کے لوگوں سے چند سالوں کا واجب الادا خراج وصول کیا- بعد ازاں جالیسر کو بھی فتح کر کے اس نے خضر شاہی حکومت میں شامل کیا اور چندوارے کے راجپوتوں کو شکست دی- تاج الملک جالیسر سے اٹاوہ پہنچا وہاں کے مکھیوں کو تنبیہہ کی اور دہلی چلا آیا-

جمادی الاول کے مہینہ میں (تخت نشینی کے سال) اس کو معلوم ہوا کہ بیرم خاں کی قوم کی ایک جماعت نے شاہزادہ مبارک خاں کے ایک عامل ملک سدھو کو تہ تیغ کر کے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے- اس نے زیرک خاں اور ملک داؤد کو ایک فوج کثیر کے ساتھ ان باغی ترکوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے روانہ کیا- ترکوں نے دریائے ستلج کو پار کر کے پہاڑی علاقے میں پناہ لی- زیرک خاں بھی ان سرکشوں کا پیچھا کرتا ہوا پہاڑوں میں جا گھسا- ان اطراف کے پہاڑ نگر کوٹ اور اس کے آس پاس کے پہاڑوں سے ملے ہوئے تھے' وہاں کے زمینداروں نے بہت قوت حاصل کر لی تھی- لہٰذا زیرک خاں اور داؤد خاں کی کوششیں بالکل بیکار ثابت ہوئیں اور یہ لوگ ان کا بال تک نہ بیکا کر سکے-

۸۱۹ھ میں خضر خاں کو معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی ناگور آ گیا ہے اور اس علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- خضر خاں نے وہاں پہنچنے کی کوشش کی تاکہ احمد شاہ کے قدم ناگور میں نہ جمنے پائیں' مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان احمد شاہ وہاں سے مالوہ روانہ ہو گیا- خضر خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جالور پہنچا- الیاس خاں جو شہر نو کا حاکم تھا (یہ شہر عروس جہاں کے لقب سے مشہور تھا اس کو سلطان علاء الدین خلجی نے بسایا تھا) وہ خضر خاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا- اس نے جالور سے گوالیار کا سفر کیا اور نذرانے کی رقم گوالیار کے راجہ سے وصول کرتا ہوا بیانے جا پہنچا- اور شمس خاں اوحدی کے بھائی کریم الملک سے بھی خراج وصول کیا-

۸۲۰ھ میں ملک طغا کی سرکشی کی اطلاع ملی یہ ملک سدھو کے قاتلوں کا سردار تھا- زیرک خاں کو ایک کثیر فوج دے کر طغا خاں کو تہ تیغ کرنے کے لئے بھیجا- زیرک خاں سرکشوں کے نزدیک پہنچا اور طغا اور اس کے ہمراہیوں نے سرہند کے محاصرے کا خیال چھوڑ دیا اور پہاڑوں میں چھپ گئے- ملک کمال الدین نے قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور دہلی چلا گیا- زیرک خاں ملک طغا کا تعاقب کرتا پائل تک پہنچ گیا اور مجبوراً ملک طغا نے اطاعت قبول کی اور نذرانے کی رقم دینے کا پکا وعدہ کر لیا- ملک طغا نے اپنے فرزند کو یرغمال کے طور پر خضر خاں کے سپرد کر دیا- ملک سدھو کے قاتلوں کو ختم کیا جو تمام فتنہ و فساد کی جڑ تھے- زیرک خاں نے طغا کے سپرد جالندھر کی حکومت کی اور ہاتھ آنے والا نذرانہ وصول کیے بغیر ملک طغا کے بیٹے کو خضر خاں کی خدمت میں بھیج دیا-

۸۲۱ھ میں خضر خاں نے تاج الملک کو کینتھر کے راجہ رائے نرسنگھ کی

besturdubooks.wordpress.com

اور نرسنگھ اپنا ملک چھوڑ کر ٹولہہ کے جنگل میں جا کر چھپ گیا۔ شاہی فوجیوں نے اس کو تلاش کیا وہ وہاں سے بھاگ گیا مگر اس کے گھوڑے اور مال اسباب فوجیوں کو مل گیا۔ ان سپاہیوں نے ہمایوں پہاڑ تک ان کا پیچھا کیا اور چار روز تک ہندوؤں کے تعاقب میں رہے' مگر پانچویں روز لوٹ آئے اور اپنے لشکر سے مل گئے۔ تاج الملک کینتھر کو فتح کر کے بداوں آیا۔ اور دریائے گنگا کو عبور کر کے مہابت خاں حاکم بداوں (جو ناصر الدین محمد کے مشہور امرا میں سے تھا) سے ملاقات کرتا ہوا اٹاوے چلا گیا۔ رائے سمیر اٹاوہ میں قلعہ کے اندر چھپ گیا۔

تاج الملک نے شہر کو خوب لوٹا آخر کار راجہ نے نذرانے کی رقم دے دی اور صلح کر لی۔ اس کے بعد خضر خاں دہلی واپس آیا اور کتیہر میں فساد کرنے والوں کی تنبیہہ کے لئے اسی طرف روانہ ہوا۔ خضر خاں نے کول کے باغیوں کو خاموش کیا پھر دریائے گنگا کو عبور کر کے سنبھل کو برباد کرتا ہوا آگے بڑھ گیا اور دہلی پہنچا۔ ۸۲۱ھ ذیقعد میں بادشاہ بداوں پہنچا۔ خضر خاں نے قصبہ پٹیالی کے آس پاس دریائے گنگا کو پار کیا۔ بادشاہ کے اس راستہ سے سفر کرنے پر مہابت خاں کو بہت خوف معلوم ہوا اور وہ بداوں کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا چھ مہینے تک مسلسل یہ محاصرہ قائم رہا۔ ادھر خضر خاں کو معلوم ہوا کہ بہت سے امراء جن میں قوام خاں' اختیار خاں لودھی اور دیگر محمود شاہی خانہ زاد بھی شامل تھے' اور جماعت بادشاہ کی طرف سے اپنے دل میں برا خیال رکھتی ہے۔ ان امراء کی بدنیتی کا خیال کر کے اس نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور دار الحکومت کی طرف روانہ ہو گیا۔ آٹھ جمادی الاول ۸۲۲ھ کو خضر خاں نے دریائے گنگا کے کنارے راستہ میں قیام کیا۔ اور ان باغی امراء کو کسی بہانے سے جمع کر کے تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد خضر خاں دہلی پہنچا اس کو وہاں معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ماچھیواڑہ (۱) میں اپنے آپ کو سارنگ خاں کے نام سے مشہور کر کے ایک بڑی فوج اپنے گرد جمع کر لی ہے۔ سارنگ تو امیر تیمور کی فتوحات کے زمانہ ہی میں ختم ہو گیا تھا۔ خضر خاں نے اسلام خاں ملک شہ لودھی کو اس نقلی سارنگ کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اور سرہند میں لشکر شاہی سے نقلی سارنگ نے لڑائی کی مگر اسلام خاں سے ہار کر آس پاس کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ اسلام خاں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور تعاقب کرتا رہا۔ اسی عرصہ میں ملک طغا امیر جالندھر سمانہ کا حاکم زیرک خاں اور ملک خیر الدین (جو دوآبہ کا حاکم تھا) وغیرہ خضر خاں کے کہنے پر اسلام خاں کی کمک کے لئے آ گئے۔

چونکہ نقلی سارنگ پہاڑ میں چھپ گیا تھا اس لئے تمام امراء بھی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔ موقع پا کر سارنگ خاں پھر باہر نکلا اور ملک طغا سے عہد و پیمان کر کے اس سے جا ملا' لیکن ملک طغا نے اس کو دھوکا دیا اور مال و متاع کے لالچ میں نقلی سارنگ خاں کو قتل کر دیا' اس کے بعد وہ خود بھی خضر خاں سے برہم ہو گیا۔ طغا نے قلعہ سرہند کو گھیر کر آس پاس کے علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور پایل و منصور پورہ (۲) تک پہنچ گیا۔ خضر خاں نے زیرک خاں اور خیر الدین کو طغا خاں کی تباہی و بربادی کے لئے نامزد کیا۔ طغا نے ان امیروں کا مقابلہ کیا لیکن ہمت ہار کر دریائے ستلج کو عبور کر کے شیخا کھکھر کے بھائی جیرت کھکھر کے ملک لوہانے کے نزدیک پہنچا۔ زیرک خاں کو جالندھر کا حکمران بنا دیا گیا اور خیر الدین اسی طرح دہلی واپس چلا آیا۔ ۸۲۴ھ میں خضر خاں میوات کی طرف بڑھا۔ بہت سے میواتی حکمران تو اس کی خدمت میں آئے' مگر بعض کوٹلہ بہادر ناہر میں جا کر قلعہ بند ہو گئے' لیکن یہ سرکش امراء زیادہ دن تک وہاں چھپے نہ رہ سکے اور آخر کار پہاڑوں میں پناہ لینے کے لئے نکلے۔ خضر خاں نے قلعہ فتح کر لیا اور حصار کو تباہ و برباد کر دیا۔ اسی عرصہ میں تاج الملک نے وفات پائی اور اس کی جگہ پر ملک الشرق سکندر نے (جو اس کا بڑا بیٹا تھا) قلمدان وزارت سنبھالا۔ خضر خاں کوٹلہ سے گوالیار پہنچا اور وہاں سے تحفے تحائف حاصل کر کے اٹاوہ کا سفر کیا۔ یہاں رائے سمیر کا انتقال ہو چکا تھا۔ خضر خاں نے اس کے بیٹے سے نذرانے وصول کیے۔

خضر خاں کا انتقال

خضر خاں کی زندگی کے دن بھی پورے ہو گئے' وہ راستہ ہی میں بیمار ہو کر منزلیں طے کرتا ہوا دہلی تک پہنچ گیا۔ اور ۱۷ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو اس نے جہان فانی سے کوچ کیا۔ اس نے سات سال چار مہینے تک حکمرانی کی یہ عدل و انصاف میں بہت پکا تھا۔ اس کی ایمانداری

besturdubooks.wordpress.com

اور سچائی ایک ضرب المثل بن چکی تھی' بہت زیادہ سخی بھی تھا اس کی رعیت بہت ہی زیادہ خوشحال تھی- اس کے انتقال پر شہر کے بچے بچے نے اس کا غم منایا اور اس کی موت کے تیسرے دن رعایا اور عوام نے ماتمی لباس بدلا- تین دن تک نہایت باقاعدگی سے اس کا غم مناتے رہے- خضر خاں کے بعد اس کا فرزند اکبر مبارک شاہ تخت نشیں ہوا-

حوالہ جات

۱- ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ دریائے ستلج کے بالائی حصہ میں جنوبی ساحل پر واقع ہے

۲- پایل ریاست پٹیالہ میں واقع ہے

besturdubooks.wordpress.com

معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ بن خضر خاں

دوران علالت ہی میں خضر خاں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اس کا وقت بہت قریب آگیا ہے اور یہ مرض الموت ہے اس سے نجات نہ ہو گی- لہٰذا اس نے عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے بڑے بیٹے مبارک شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا- مبارک شاہ نے اپنے باپ کے مرنے کے تین دن کے بعد تاجپوشی کی رسم ادا کی اور حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی- اس نے اپنا لقب معزالدین ابو الفتح مبارک شاہ رکھا-

جاگیریں اور عہدے

مبارک شاہ نے اپنے پرانے امراء اور مشائخ کے عہدوں کو حسب سابق بحال رکھا اور ان کی جاگیریں وظیفے بھی وہی رہے- بعض لوگوں کو جو روزینہ ملتا تھا اس میں اضافہ بھی کر دیا- اپنے بھتیجے ملک بدر کے عہدے کو بڑھا دیا اور اس کو فیروز آباد اور ہانسی کا صوبہ دار بنا دیا- ملک رجب جو سدھو ناوری کا بیٹا تھا اس کو ہانسی اور فیروز آباد سے ہٹا کر پنجاب اور دیپالپور کا صوبہ دار بنا دیا- ۸۲۳ھ جمادی الاول میں کشمیر کے بادشاہ سلطان علی ٹھٹھ کو مسخر کیا- اور وہاں سے واپسی پر سفر کی منازل طے کرتا ہوا فوج سے الگ ہو گیا- ادھر جیرت کھکھر جو اپنے بھائی شیخا کھکھر کے انتقال کے بعد اب اپنے قبیلہ کی سرداری کر رہا تھا اور قوت بھی حاصل کر لی تھی وہ سلطان علی سے برسرپیکار ہو گیا اور کشمیر کے حکمران کو زندہ گرفتار کر لیا- اس نے بیشمار مال و دولت حاصل کی- اس کے بعد اس کی ہمت بڑھی اور دہلی کو فتح کرنے کا سودا اس کے سر میں سمایا- اس نے ملک طغا کو (جو خضر خاں کے خوف سے پہاڑوں میں پناہ گزین تھا) بلا کر اپنے ہاں وزارت کا عہدہ دے کر امیر الامراء مقرر کیا- اس طرح جیرت لاہور پنجاب کا حاکم بن گیا' جیرت نے لاہور کو تباہ و برباد کر کے پھر دریائے ستلج کو پار کیا اور شہر تلونڈی جو رائے کمال کی جاگیر تھی اس کو خوب لوٹا- تلونڈی کا زمیندار شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور دریائے جمنا کے ساحل پر پناہ گزین ہوا- جیرت لدھیانے پہنچا اور لدھیانے کے بالائی حصہ تک تباہی و بربادی کا بازار گرم کرتا ہوا چلا گیا' اس نے دریائے ستلج کے دوسرے ساحل تک جا کر جالندھر کے قلعہ کو گھیر لیا- حصار کا حاکم زیرک خاں پہلے خود قلعہ بند ہو گیا- اس کے بعد جیرت کا مقابلہ کرنے لگا- جیرت نے چالبازی سے کام لے کر صلح کی بات چیت کی دونوں میں یہ عہد ہوا کہ زیرک خاں جالندھر کو طغا کے حوالے کر دے- اور طغا کے بیٹے کو قیمتی تحائف نذر کر کے مبارک شاہ کے پاس بھیج دے- دوسری جمادی الاول ۸۲۴ھ زیرک خاں نے قلعہ سے نکل کر جیرت کے لشکر سے تین کوس دور دریائے سرستی کے ساحل پر قیام کیا- جیرت اپنے عہد پر قائم نہ رہا- اور اس نے زیرک خاں پر حملہ کر کے اس کو زندہ گرفتار کر لیا اور لدھیانے واپس چلا آیا- بیسویں جمادی الآخر ۸۲۴ھ میں اسلام خاں حاکم سرہند پر لشکر کشی کی اور اسلام خاں بھی قلعہ میں چھپ گیا-

مبارک شاہ کی فتوحات

جیرت کی اس جرات کی خبریں بادشاہ تک پہنچیں اور باوجودیکہ برسات کا موسم تھا' مگر بادشاہ نے عزم سفر کیا- مبارک شاہ اسی سال دوسری رجب کو سرہند کے آس پاس پہنچ گیا بادشاہ کے پہنچنے کی خبر سن کر جیرت لدھیانے روانہ ہو گیا- زیرک بھی جیرت کی قید سے آزاد ہو گیا- اور سمانے پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی- مبارک شاہ بھی لدھیانے کی طرف روانہ ہو گیا- جیرت نے دریائے ستلج کو پار کر کے دوسری طرف ساحل پر اپنے خیمے نصب کیے اور بادشاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا- تمام کشتیاں جیرت کے پاس تھیں اور دریا میں بہت سیلاب آ رہا تھا مجبوراً مبارک شاہ بھی دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا جب دریا کا بہاؤ کچھ کم ہوا تو مبارک شاہ قبول پور کی طرف سے

besturdubooks.wordpress.com

روانہ ہو کر کنارے کنارے منزلیں طے کرنے لگا۔ جیرت بھی نہایت جرات کے ساتھ مقابلہ پر سفر کرتا رہا۔ اور تقریباً ہر روز کھکھروں کا لشکر دریا کے دوسرے ساحل پر خیمہ زن ہوتا رہا۔ گیارہ شوال ۸۲۴ھ کو بادشاہ نے اپنے چند امراء کو جن میں ملک سکندر تحفہ وزیر الممالک، زیرک خاں، محمود حسن اور ملک کالو وغیرہ نامی گرامی امراء شامل تھے دریا پار کرنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے ایک لشکر عظیم اور چھ ہاتھی اپنے ساتھ لیے اور ایک پایاب جگہ سے دریا کو پار کیا بادشاہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ اب جیرت کی جسارت کام نہ آئی اس میں مبارک شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لشکر شاہی نے ان لوگوں کا تعاقب کیا اور ان کی جماعت کثیر کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ان کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ جیرت نے مصیبت زدہ لوگوں کی طرح دریائے چناب کو پار کیا اور کوہستان میں جا کر پناہ لی۔

جموں کے حاکم رائے بھیم نے جیرت کو پکڑنے میں مبارک شاہ کی رہبری کی اور شاہی لشکر جیرت کے سب سے زیادہ مشہور اور مضبوط مقام مابن بیل میں پہنچ گیا۔ جیرت وہاں سے بھی فرار ہو گیا اور اس بار بھی اس کے بہت سے ساتھی مبارک شاہی تلوار کا نشانہ بنے اور ان کا مال و متاع بھی برباد ہوا۔ ۸۲۵ھ میں مبارک شاہ لاہور آیا اور اس نے اس تباہ شدہ شہر کو آباد کیا اور ملک اشرف امیر حسن کو لاہور کا حاکم بنا دیا۔ جیرت کو مبارک شاہ کے لاہور سے جاتے ہی پھر موقع ملا اور اس نے اپنا لشکر تیار کر کے لاہور پر حملہ کر دیا۔ جیرت نے قلعہ کے پاس میدان میں اپنا خیمہ نصب کیا یہ محاصرہ مستقل ایک ماہ اور پانچ دن تک جاری رہا۔ اور بارہا کھکھروں نے قلعہ لاہور پر حملہ کیا مگر ان کی کوششیں کارگر نہ ہوئیں۔ قلعہ کو چھوڑ کر پھر جیرت کلانور روانہ ہوا تاکہ رائے بھیم سنگھ سے اپنا بدلہ لے۔ بھیم پر حملہ کیا مگر اس جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اسی طرح جیرت وہاں سے بھی واپس آیا اور اپنی فوج اکٹھا کرنی شروع کی۔ جیرت دریائے بیاس کے ساحل پر ٹھہرا ہوا تھا اتفاق سے انہیں دونوں ملک سکندر تحفہ، ملک محمود حسن کی مدد کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ بھی اس گھاٹ سے گزرا۔ اس جگہ دیپالپور کا حکمران ملک رجب علی اور سرہند کا حکمران اسلام خاں لودھی بھی سکندر سے آ کر مل گئے۔ اب جیرت میں ان امراء کا مقابلہ کرنے کی تاب کہاں تھی۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور مع اپنے بال بچوں اور مال و متاع کے پہاڑیوں میں جا کر چھپ گیا۔ بارہ شوال ۸۲۵ھ کو ملک سکندر لاہور واپس آیا۔ اور ملک محمود حسن نے اس کا بہت شاندار استقبال کیا۔ ملک سکندر نے بھی دریائے راوی کے ساحل کو فتح کر لیا اور کلانور جا پہنچا۔

ملک سکندر جموں کی سرحد پر پہنچا راجہ بھیم بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ملک سکندر نے جن جن مقامات کے لئے سنا کہ وہاں کھکھروں نے پناہ لی ہے ان تمام مقامات کو تہ و بالا کر دیا۔ باغیوں کو ختم کر کے لاہور واپس آ گیا اسی عرصہ میں بادشاہ نے حکم بھیجا کہ محمود حسن جالندھر جا کر اپنے لشکر کی قوت میں اضافہ کرے اور پھر دہلی واپس آئے اور پھر ملک سکندر لاہور میں ٹھہر کر اس شہر کا پورا پورا انتظام کرے۔ ۸۲۶ھ میں مبارک شاہ نے ملک سکندر کو عہدہ وزارت سے ہٹا دیا اور سردار الملک کو وزیر الممالک بنا دیا۔ بادشاہ نے ہندوؤں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے سردار الملک کو بھیجا اور اس کے پیچھے پیچھے فوراً کینتھر پہنچا۔ مبارک شاہ نے کینتھر کے مکھیوں اور چودھریوں کو تنبیہ کی۔ خراج وصول کیا اور فساد کرنے والوں کو تہ تیغ کر دیا۔ بدایوں کا سردار مہابت خاں جو قلعہ بند ہو کر خضر خاں مرحوم سے خوب لڑتا رہا وہ مبارک شاہ کے سامنے کچھ نہ کر سکا اور مجبوراً باہر آیا۔ مبارک شاہ سے معافی مانگی اور اس کے ساتھ مل گیا بادشاہ کے حکم کے مطابق دریائے گنگا کو پار کر کے راٹھور قوم کو لوٹنے میں مصروف ہو گیا اور بہت سے راٹھور قیدی پکڑ لیے۔ اٹاوہ کا راجہ جو اس سے پہلے مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا بھاگ کر دریائے گنگا کے کنارے سے اٹاوہ پہنچ گیا۔ شاہی فوج نے راجہ کا پیچھا کیا، لیکن وہ لوگ راجہ کو تو نہ پکڑ سکے مگر اٹاوہ پہنچ کر سپاہیوں نے اٹاوہ کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اس دوران میں مبارک شاہ بھی وہاں پہنچ

besturdubooks.wordpress.com

پریشان ہو گیا اور دوبارہ پھر اپنے بیٹے کو نذرانہ دے کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اس کے بعد بادشاہ دہلی آ گیا۔

اسی عرصہ میں ملک محمود حسن بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور بخش گیری کے عہدہ پر جس کو اس زمانہ میں عارض (۱) کہتے تھے اس پر مقرر ہو گیا۔ اسی سال جیرت اور رائے بھیم میں خوب لڑائی ہوئی راجہ میدان جنگ ہی میں ختم ہو گیا۔ اور جیرت کو بیشمار دولت ہاتھ لگی۔ اس کے بعد جیرت کے گرد دس بارہ ہزار کھکھروں کی فوج جمع ہو گئی اس نے دہلی پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے دیپالپور اور لاہور کے گردونواح کو خوب لوٹا اور برباد کیا اور اس طرح لوٹ مار سے جمعیت کثیر اور بیشمار دولت جمع کر لی۔ ملک سکندر تحفہ' جیرت کی سرکوبی کے لئے آگے بڑھا اور دریائے چناب کو عبور کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور ملک سکندر واپس لوٹ آیا۔ جیرت کھکھروں کے ملک میں پہنچا اور لشکر و اثاثہ شاہی کی ترتیب و تنظیم میں لگ گیا۔ جیرت نے مرزا شاہرخ کے ایک امیر سے دوستی پیدا کی جو کابل میں رہتا تھا اور اس کا نام شیخ علی تھا۔ جیرت نے کابلی سردار کو سیوستان بھکر اور ٹھٹھہ کی تباہی و بربادی کے لئے آمادہ کیا۔ جیرت کی اس سے یہ مراد تھی کہ بادشاہ کو چاروں طرف سے فساد اور بغاوت کی آگ بھڑکا کر اس میں الجھا دیا جائے۔ اور پھر اپنا مقصد پورا کر لیا جائے۔ اسی زمانہ میں حاکم ملتان ملک علاؤ الدین کا انتقال ہو گیا اور ادھر امیر شیخ علی کابلی کے حملہ کی خبر ہر طرف سنائی دی۔ مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو بھکر' ملتان اور سیوستان کا حکمران بنا کر بھیجا اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر بھی روانہ کیا۔ ملتان کا قلعہ جو تیموری دار و گیر میں بہت خراب حالت کو پہنچ گیا تھا اس کی مرمت از سر نو کرائی۔ بعد ازاں لشکر فراہم کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اسی سال مالوہ کا حاکم جس کا نام سلطان ہوشنگ تھا اس نے گوالیار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مبارک شاہ اہل قلعہ کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا۔ بادشاہ جب بیانے تک گیا تو اس کو معلوم ہوا کہ امیر خاں نے جو بیانہ کا حاکم ہے اپنے چچا مبارک خاں کو مار ڈالا ہے۔ شہر کو بالکل تاخت و تاراج کر دیا ہے اور بادشاہ سے سرکشی کر کے پہاڑ میں جا کر قلعہ میں چھپ گیا ہے۔

مبارک شاہ نے بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اب بادشاہ اور امیر خاں میں خط و کتابت کے ذریعہ بات چیت شروع ہوئی اور آخر یہ معاہدہ ہوا کہ امیر خاں وقت مقررہ پر خراج وغیرہ ادا کیا کرے۔ بادشاہ نے اس کی اطاعت منظور کی مبارک شاہ بیانے سے گوالیار چلا گیا۔ سلطان ہوشنگ نے دریائے چنبل کے گھاٹ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ مبارک شاہ ایک دوسرے راستے سے روانہ ہوا اور بہت جلد اس کے لشکر کے سرداروں نے سلطان ہوشنگ کی فوج کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار بھی کیا' لیکن یہ تمام قیدی مسلمان تھے لہٰذا ان سب کو آزاد کر دیا گیا۔ سلطان ہوشنگ نے صلح کرنا چاہی۔ مبارک شاہ نے اس کو منظور کر لیا اور بادشاہ کو بہت سے بیش قیمت نذرانے پیش کیے ہوشنگ پھر دھار کی طرف چلا گیا۔ مبارک شاہ چنبل کے ساحل پر ٹھہرا اور پرانے قاعدے کے طور پر ہر ایک سے خراج وصول کرتا ہوا ۸۲۷ھ میں دہلی پہنچ گیا۔

۸۲۹ھ میں بادشاہ نے کینتھر پر یورش کی۔ کینتھر کے حاکم راجہ نرسنگھ نے دریائے گنگا کے کنارے آ کر بادشاہ کی اطاعت و ملازمت قبول کر لی اس کو تین سال کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ کیونکہ اس نے مقررہ خراج نہیں ادا کیا تھا' مگر رقم جیسے ہی اس نے ادا کر دی اس کو رہا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے پھر دریائے گنگا کو پار کر کے وہاں کے باغیوں کو برباد کر دیا اور دہلی واپس آ گیا۔ اسی عرصہ میں میواتیوں کی بغاوت کی خبر پہنچی لہٰذا بادشاہ میوات کی طرف چل پڑا۔ اور وہاں پہنچ کر ملک کو خوب لوٹا میوات کے لوگ اپنا وطن چھوڑ کر کوہ چہرہ (۲) میں جا کر چھپ گئے۔ مبارک شاہ نے ان کا محاصرہ نہ کیا کیونکہ ایک تو غلہ اور چارہ کی کمی تھی دوسرے دشمن کا قلعہ بہت مستحکم اور مضبوط تھا۔ اسی باعث محاصرہ کو اس نے بیکار سمجھا اور دہلی چلا آیا امراء کو اجازت دیدی کہ وہ اپنی اپنی جاگیروں میں چلے جائیں اور خود عیش و عشرت کے دن گزارنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

میوات پر حملہ

۸۲۹ھ میں اس نے پھر میوات پر حملہ کیا- بہادر ناہر کے پوتے جلو اور قدو اپنے خیر خواہوں اور امراء کے ساتھ الور کے پہاڑ پر مقیم ہو گئے اور عرصہ دراز تک شاہی لشکر سے بر سرپیکار رہے' لیکن آخر کار شاہی لشکر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا دونوں ہار کر بادشاہ کے سامنے آئے اور معافی طلب کی- بعد ازاں دونوں بھائیوں نے بھاگنا چاہا بادشاہ کو ان کی مرضی معلوم ہوئی اور دونوں قید کر دیئے گئے- بادشاہ نے پھر میوات پر حملہ کیا اور وہاں کے باغیوں کو سزا دیتا ہوا آگے بڑھا اور بیانہ پہنچ گیا- امیر خاں مر چکا تھا اس کا بھائی محمد خاں پہاڑی علاقے میں چلا گیا- بادشاہ کی فوج سے پندرہ دن تک وہ مقابلہ کرتا رہا- جنگ کے دوران میں محمد خاں کے بہت سے خیر خواہ مبارک شاہ سے مل گئے- لہٰذا محمد خاں کے پاس اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا- وہ گلے میں رسی ڈال کر نہایت انکساری کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا- گھوڑے ہتھیار' بیش قیمت تحفہ تحائف خدمت میں پیش کئے قلعہ کی بیش قیمت اشیاء دے دیں- بادشاہ نے قلعہ سے محمد خاں کے بال بچوں کو باہر نکالا اور انہیں نظربند کر کے دہلی بھیج دیا- مقبل خاں کو بیانہ کی حکومت دے دی' ملک خیرالدین تحفہ کو سیکری کی حکومت دی- جو آج تک فتح پور کے نام سے مشہور ہے' وہاں سے گوالیار پہنچا-

گوالیار کے راجہ سے خراج اور نذرانہ وصول کیا اور دہلی آیا- ملتان اور اس کے آس پاس کے مقامات کی حکمرانی ملک حسن کے قبضہ سے نکال کر ملک رجب نادری کو دی اور حصار فیروزہ کا حاکم ملک حسن کو بنا دیا- مبارک شاہ نے فیروزشاہ کے بنوائے ہوئے قلعہ "جہاں نما" میں محمد خاں کو ٹھہرایا اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے یا نہ کرنے پر غور و خوص کرنے لگا لیکن محمد خاں نے بہت جلد بازی سے کام لیا اور مع اپنے بال بچوں کے قلعہ سے بھاگ کر میوات پہنچا وہاں ایک بار پھر لوگوں کو جمع کر کے اچھی خاصی فوج تیار کر لی- محمد خاں کو ادھر جب یہ معلوم ہوا کہ مقبل خاں قلعہ بیانہ میں ناصرالدین کو چھوڑ کر خود چھاؤن چلا گیا ہے تو اس نے بیانے پر حملہ کر دیا اور شہر کے زمینداروں کی مدد سے اس نے شہر پر قبضہ کر لیا- ملک ناصرالدین قلعہ کی حفاظت کی ہمت نہ رکھتا تھا اس نے محمد خاں سے جان کی امان طلب کی اور دہلی واپس آ گیا- اب مبارک شاہ نے ملک مبارز کو بیانہ کا حاکم بنا کر بھیجا تاکہ وہ محمد خاں کو تہ تیغ کرے- محمد خاں میں ملک مبارز سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی وہ قلعہ بند ہو گیا- محمد خاں کے ہاتھ سے شہر ملک مبارز کے پاس آ گیا- پھر محمد خاں نے قلعہ چند قابل اعتماد امراء کے ہاتھ میں دیا اور خود جلد از جلد سلطان ابراہیم شرقی کے پاس پہنچا- سلطان ابراہیم اس دوران میں کالپی پر اپنا قبضہ جمانے کی فکر میں تھا- کالپی کے سردار قادر شاہ نے بادشاہ دہلی سے کمک طلب کی لہٰذا مبارک شاہ نے بیانے کو فتح کرنے کا خیال فی الحال دماغ سے نکال دیا- اور سلطان ابراہیم کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا- سلطان شرقی کی فوجوں نے بھوگاؤں کو بالکل تہ و بالا کر دیا اس کے بعد بداؤں کا رخ کیا- مبارک شاہ نے بھی جمنا کو پار کیا- اور موضع حرتولی کو جو اس علاقے کا بہترین اور خوبصورت شہر تھا تباہ و برباد کر دیا اور پھر وہاں سے اترولی کی طرف بڑھا ادھر مخلص خاں (سلطان شرقی کا بھائی) اٹاوہ کو فتح کرنے آ رہا تھا- اترولی پہنچ کر بادشاہ نے پہلا کام یہ کیا کہ ملک محمود حسن کو دس ہزار فوجیوں کے ساتھ مخلص خاں کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے بھیجا- مخلص خاں میں ملک محمود سے مقابلہ کرنے کی تاب کہاں تھی فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا اور اپنے بادشاہ کے پاس واپس چلا گیا-

ملک محمود چند روز ٹھہر کر پھر اپنے لشکر سے آ کر مل گیا- ابراہیم شرقی نے دریا کے کنارے پر پناہ لی اور برہان آباد کے اطراف میں پہنچا- مبارک شاہ بھی اترولی سے واپس ہو کر قصبہ مالی کوٹہ کی طرف چل پڑا- ابراہیم شاہ نے شاہی رعب داب کی تاب نہ لا کر جنگ سے منہ موڑا اور ۸۳۰ھ میں قصبہ راپری کی طرف چلا گیا- دریائے جمنا کو پار کر کے بیانے پہنچا اور دریائے کینتھر کا رخ کیا اور اس دریا کے ساحل پر قیام کیا- مبارک شاہ نے [illegible] ابراہیم شرقی کی فوج [illegible] کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب

besturdubooks.wordpress.com

ہر روز دشمن پر لشکر کشی کرتی یہ سپاہی دشمن کو تنگ کرتے ان کے جانور چرا لاتے اور ان کے سپاہیوں کو پکڑ لاتے آخر کار سات جمادی الآخر ۸۳۰ھ کو ابراہیم شرقی مقابلہ کے لئے میدان میں صف آرا ہوا۔ ادھر مبارک شاہ نے بھی اپنے امرا ملک محمود، خان اعظم بن فتح بن سلطان گجراتی، زیرک خاں، اسلام خاں، ملک چمن فرزند فیروز خاں، ملک کالو، اور ملک احمد مقبل خاں وغیرہ کو سردار الملک اور وزیر سید سالم کی سرکردگی میں شرقی کی فوج کے مقابلہ میں بھیجا فریقین میں خوب خونریزی ہوتی رہی، لیکن جب رات ہو گئی تو سب نے بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے ہوئے جنگ بند کر دی۔ دوسرے روز آٹھ جمادی الآخر کو پھر میدان میں آئے، لیکن سلطان شرقی میدان جنگ چھوڑ کر جونپور چلا گیا۔ مبارک شاہ تل کھاٹ کے راستہ سے گوالیار چلا گیا اور گوالیار کے راجہ سے نذرانے وغیرہ وصول کر کے بیانے پہنچا۔ محمد خاں اوحدی جو ہنوز قلعہ بند تھا بہت پریشان ہو گیا اب اس کو ابراہیم شرقی کی طرف سے بھی کمک کی امید نہ رہی تھی۔ لہٰذا بدرجہ مجبوری اس نے بادشاہ کے سامنے سر جھکا دیا اور جان کی امان چاہی۔ بادشاہ نے جان بخشی کی اور مال و متاع سب دے کر کہہ دیا کہ جہاں اس کا جی چاہے جا کر رہے وہ میوات چلا گیا۔ بیانے کے شہر اور قلعہ کا انتظام سنبھالنے کے لئے بادشاہ نے محمود حسن کو مقرر کیا اور خود ۱۵ شعبان ۸۳۱ھ کو کامرانی کا ڈنکہ بجاتا ہوا دہلی آیا۔

ملک فدوی کی گرفتاری

شوال ۸۳۱ھ میں بادشاہ نے ملک فدوی کو گرفتار کر لیا کیونکہ وہ شرقی کے خیر خواہوں میں شامل ہو گیا تھا اور ملک سردار الملک وزیر کو میوات کی جاگیر کا انتظام کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اس شہر کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو خالی کر کے خوف کی وجہ سے جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے تھے۔ فدوی کے بھائی جلال الدین خاں، احمد خاں، ملک فخر الدین قلعہ اندور میں اکٹھے ہوئے اور ملک سردار الملک خراج حاصل کر کے شہر کی طرف چلا آیا۔ ذیعقد کی آٹھ تاریخ کو معلوم ہوا کہ جیرت نے کلانور کو گھیر لیا ہے۔ لاہور کے حاکم ملک سکندر تحفہ نے اس کا مقابلہ کیا مگر ناکام رہا اور لاہور واپس چلا آیا۔ جیرت نے دریائے بیاس کو پار کر کے قلعہ جالندھر پر حملہ کیا چونکہ قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ لہٰذا اس نے مجبوراً قلعہ کے گرد و نواح کو خوب لوٹا اور بہت سی لونڈیاں غلام پکڑ کر کلانور واپس چلا آیا۔ ان خبروں کو سن کر مبارک شاہ نے حکم دیا کہ زیرک خاں جو سمانہ کا حکمران ہے اور اسلام خاں جو سرہند کا سردار ہے دونوں بہت جلد ملک سکندر کی کمک کے لئے پہنچ جائیں۔ اس سے پہلے کہ کمک پہنچے ملک سکندر نے راجہ کلانور سے صلح کر لی اور اس نے جو مال لوٹ سے حاصل کیا تھا سب راجہ سے واپس لے لیا اور لاہور واپس آ گیا۔

۸۳۲ھ میں ملک محمود بیانے کی ریشہ دوانیوں کو دور کر کے دہلی واپس آ گیا اسی عرصہ میں پتہ چلا کہ ملتان کے حکمران ملک رجب نادری کا انتقال ہو گیا ہے۔ لہٰذا بادشاہ نے گوالیار کا رخ کیا اور گوالیار کی چپقلش ختم کر کے تل کھاٹ پہنچا۔ یہاں کا راجہ رائے تل کھاٹ ہار کر کوہ پایہ میں چھپ گیا۔ بادشاہ نے تل کھاٹ کو خوب تباہ و برباد کیا بہت سے لونڈی غلام پکڑ لیے اور راہری آ گیا۔ حسین خاں کے بیٹے راہری کو حکومت سے الگ کر کے ملک حمزہ کو وہاں کا حکمران بنا دیا اور دہلی واپس چلا آیا۔ راستہ میں سید السادات سید سالم کا انتقال ہو گیا لہٰذا بادشاہ نے ان کے بیٹوں کو سید خاں اور شجاع الملک کا لقب عطا کیا یہ مسلم امر ہے کہ سید سالم بہت نامی گرامی امراء میں سے تھے۔ خضر خاں کے ساتھ اپنی زندگی کی تیئس منزلیں بسر کی تھیں اور بطور حکمران ملک کے بہترین حصوں پر ان کا قبضہ تھا سید سالم نے پتر ہندہ (۳) میں بہت سا خزانہ اور قلعہ داری کا مال اسباب جمع کیا تھا۔ اور پتر ہندہ کے علاوہ امروہہ سرتی اور دوآبہ کے بھی کچھ حصے اس کی جاگیر میں شامل تھے۔ سید صاحب مرحوم کو روپیہ جمع کرنے کا بہت شوق تھا بادشاہ نے ان کا سارا خزانہ جو خزانہ شاہی کی ہمسری کرتا تھا اور تمام جاگیریں بجنسہ ان کے بیٹوں کو دے دیں، مگر ان کے بیٹوں نے مراعات شاہانہ کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا اور سید صاحب کے ایک ترکی غلام فولاد کو پتر ہندہ کے قلعہ کی طرف بھیجا اور مبارک شاہ کی مخالفت کرنے پر خوب زور دیا۔ ان کو یہ گمان تھا کہ شاید مبارک شاہ فولاد کے

besturdubooks.wordpress.com

اس فتنہ و فساد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہیں دونوں بھائیوں کو بھیجے گا اور یہ دونوں اس سے مل کر سرکشی کریں گے۔

بادشاہ کو ان کی بدنیتی معلوم ہو گئی لہٰذا سید سالم کے دونوں بیٹے گرفتار کر لئے گئے اور ملک یوسف رائے بھوبھی کو فولاد کی سرکشی کی سزا کے لئے اور سونا' چاندی حاصل کرنے کے لئے پتر ہندہ بھیجا۔ فولاد نے صلح کرنے کا خیال ظاہر کیا اور سپاہی جب اس سے غافل ہو گئے تو صبح سے قبل قلعہ سے باہر نکل آیا اور شاہی فوج پر شب خون مارا۔ مبارک شاہی سپاہی تجربہ کار تھے ان کے سامنے فولاد کی ایک نہ چلی اور وہ پھر قلعہ بند ہو گیا۔ فولاد نے دوسری رات پھر شاہی فوج پر حملہ کیا اور قلعہ کی برجیوں پر سے شاہی فوج پر توپ و تفنگ (۴) سے حملہ کیا۔ شاہی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور فوج بکھر گئی سپاہی سرستی کی طرف بھاگ نکلے۔ فولاد نے چونکہ زیادہ قوت حاصل کر لی تھی لہٰذا وہ اس قوت پر نازاں ہو کر اور زیادہ ہنگامہ کرنے لگا۔ مبارک شاہ نے خود بہ نفس نفیس پتر ہندہ کا سفر کیا تمام امراء و سردار بھی بادشاہ کے پاس پہنچنے لگے۔ عماد الملک جو ملتان کا حکمران تھا وہ بھی حکم پاتے ہی بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ خود تو پہلے سرستی میں ٹھہرا رہا اور قلعہ پتر ہندہ کی طرف چند امراء کو بھیجا۔ انہوں نے پتر ہندہ پہنچ کر قلعہ کو گھیر لیا۔ فولاد نے کہا کہ اس کو عماد الملک پر پورا اعتماد ہے اگر وہ جان بخشی کرے تو وہ قلعہ سے آ کر بادشاہ کا نوکر ہو جائے گا۔

عماد الملک کو بادشاہ نے پتر ہندہ بھیج دیا اور وہ فولاد سے ملا پھر یہ معاہدہ ہوا کہ دوسرے دن فولاد مبارک شاہ سے ملاقات کرے۔ اور اس کی ملازمت کا شرف حاصل کرے لیکن چند مخبروں نے فولاد کو بتایا کہ عماد الملک تو خیر بہت ہی زیادہ راست باز اور ایماندار ہے لہٰذا وہ اپنے قول سے سرمو تجاوز نہ کرے گا' لیکن مبارک شاہ اپنی سیاسی حکمت عملی کو مد نظر رکھتے ہوئے عماد الملک کی سفارشوں کو نہ مانے گا۔ اور دوسروں کے لئے ایک سبق مہیا کرنے کی خاطر اس کو ضرور کیفر کردار کو پہنچائے گا۔ اس پیغام سے فولاد کا خون خشک ہو گیا اور اپنے معاہدہ پر شرمندہ ہوا۔ دوسرے اس کے پاس تمام اسلحہ جات اور قلعہ داری کا سامان موجود تھا۔ لہٰذا اسے بادشاہ سے جنگ کرنے میں کوئی مضائقہ نظر نہ آیا اور عماد الملک کو نامراد واپس آنا پڑا۔ کیونکہ قلعہ پتر ہندہ کو فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو تو ملتان جانے کی اجازت دے دی اور اسلام خاں' لودھی کالی خاں رائے فیروز وغیرہ کو پتر ہندہ کے قلعہ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ خود بھی پتر ہندہ پہنچا اور امراء کو ان کی جگہوں پر متعین کر کے خود ملتان چلا آیا۔ ان امراء نے قلعہ فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور نزدیک تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کیونکہ فولاد خاں بہت عاجز آ گیا تھا۔ اس نے بے حد پریشان ہو کر اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی یہی ترکیب سوچی کہ امیر شیخ علی کابل کے حاکم سے مدد حاصل کرے۔ اس نے اپنے چند خیر خواہوں کو خاطر خواہ رقم دینے کا وعدہ کر کے کابل کی طرف روانہ کیا۔ مبارک شاہ نے پہلے ہی اپنے باپ کی روایات کہنہ کو قائم نہ رکھتے ہوئے شاہرخ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تھا لہٰذا امیر شیخ کابل سے فوراً چل پڑا اور کھکھڑوں کی فوج بھی اس سے راستہ میں مل گئی۔ اس نے دریائے بیاس کو پار کیا اور ان امراء کی جاگیریں تباہ و برباد کرنا شروع کر دیں جو پتر ہندہ کے قلعہ کے محاصرہ میں معروف تھے آگے بڑھ کر پتر ہندہ کے نواح میں آ گیا۔ امراء نے اس کی آمد کی خبر سنتے ہی محاصرے سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور اس سے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے۔ فولاد باہر نکلا اور دو لاکھ تنگہ زریں امیر شیخ کی خدمت میں پیش کیا اور اپنے بال بچوں کو بھی اس کی امان میں دے دیا اور خود قلعہ کو اور زیادہ پائدار بنانے کی کوشش کرنے لگا۔

دریائے ستلج کو پار کر کے امیر شیخ علی نے خوب لوٹ مار قتل و غارتگری شروع کی اور جتنی رقم اس کو فولاد نے دی تھی اس کی ۱۰۰ سو گنی مالیت کی رقم لوٹ مار سے حاصل کر کے اپنے بھوکے سپاہیوں کو مطمئن کیا اور پھر لاہور کی طرف چلا۔ ملک سکندر نے اپنی سالانہ رقم امیر شیخ علی کو دی اور اس بلائے بے درماں سے نجات حاصل کی۔ شیخ علی لاہور سے دیپالپور چلا اور ہر آباد جگہ کو ویران اور برباد کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھوں تقریباً چالیس ہزار بے گناہ غیر مسلم قتل ہوئے اور بہتوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بنا لیا۔ اس کا اب کوئی حریف نہ

besturdubooks.wordpress.com

آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہا قصبہ ملتبہ (۵) تک آیا- امیر علی جنگ سے الگ ہو کر پھر خطیب پور پہنچا- اسی عرصہ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک ملتبہ سے فوراً ملتان پہنچ جائے- عماد الملک ملتان پہنچا ادھر امیر شیخ نے دریائے راوی کو پار کیا اور دریائے جہلم کے معمولی پرگنوں کو تباہ کر کے ملتان سے دس کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا- عماد الملک نے بہلول لودھی جو اسلام خاں کا چچا تھا اس کو امیر شیخ کی تنبیہہ کے لئے بھیجا- راستہ میں دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا اور ایک عظیم جنگ کے بعد اسلام خاں ہار گیا اس کے بہت سے لشکری مارے گئے- اور کچھ بکھر گئے اور جہاں سینگ سمائے وہیں جا کر پناہ لی- خود عماد الملک بہت دور جا کر خیر آباد میں پناہ گزین ہوا- چوتھی رمضان کو دوسرے دن شیخ علی خیر آباد پہنچ گیا- عماد الملک نے شہر کے پیادوں کو قلعہ سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا تاکہ وہ شیخ علی کے لشکر سے چھیڑ چھاڑ کریں- اس دن شیخ علی کو ناکامی ہوئی اس نے عرصہ دراز تک برابر حملے کیے اور بے گناہ کابلیوں کی جانیں تلف کرتا رہا-

فتح خاں کی موت

یہ تمام خبریں مبارک شاہ کے کانوں میں پہنچیں اور فتح خاں بن مظفر خاں گجراتی کو زیرک خاں، ملک کالو داروغہ فیل خانہ، ملک یوسف کمال اور رائے بھورا جیسے قابل اعتماد امراء کے ساتھ عماد الملک کی مدد کے لئے بھیجا چھبیس شوال کو یہ لوگ ملتان کے نزدیک پہنچے- عماد الملک کو ان لوگوں کی آمد کی خبر سن کر ذرا تقویت ہوئی اور وہ کابلی امیر کے مقابلہ میں صف آرا ہو گیا- فتح خاں اس جنگ میں مارا گیا مگر مبارک شاہ کی فوج کی فتح ہوئی اور امیر شیخ ہار کر بھاگ گیا اس کے بہت سے سپاہی قتل ہو گئے اور باقی ماندہ سپاہی دریائے جہلم میں ڈوب کر مر گئے- امیر شیخ نے ہندوستان میں جو لوٹ مار کر کے مال متاع نقد و جنس جمع کی تھی وہ سب تباہ و برباد ہو گئی اور وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کابل واپس چلا گیا- عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے قلعہ سیور (۶) تک اس کا پیچھا کیا پھر وہاں سے ملتان واپس آ گئے- شیخ علی نے اپنے بھتیجے ملک مظفر کو اسلحہ جات اور فوج سے آراستہ کر کے قلعہ سیور کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور خود کابل چلا گیا- مبارک شاہی امراء جو عماد الملک کی کمک کے لئے گئے تھے سب دہلی واپس آ گئے- مبارک شاہ کو عماد الملک کی طرف سے بھی شک ہوا کیونکہ اب اس نے بہت زیادہ اقتدار حاصل کر لیا تھا لہٰذا اس نے دیگر امراء کے ساتھ اس کو بھی دہلی بلا لیا-

ادھر جیرت نے بھی پھر جب موقع دیکھا تو وہ ۸۳۵ھ ربیع الاول کے مہینہ میں دریائے جہلم، راوی اور بیاس کو پار کرتا ہوا جالندھر جا پہنچا- ملک سکندر تحفہ جو کسی خاص کام سے لاہور گیا ہوا تھا واپس آیا اور اپنی فوج کو آراستہ کیا اور جیرت سے برسرپیکار ہوا- میدان جنگ ہی میں ملک سکندر کا گھوڑا ایک دلدل میں پھنس گیا اور وہ زندہ گرفتار ہو گیا- اس کا تمام نقد و مال و متاع بھی جیرت کے ہاتھ لگا اور اس نے لاہور پہنچ کر فوراً ہی شہر کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کے انتظام و امور میں مشغول ہو گیا- جیرت کی تجویز کے مطابق شیخ علی تو انتقام لینا ہی چاہتا تھا لہٰذا یہ بھی کابل سے چل کر ملتان پہنچ گیا اور اس نے قصبہ ملتبہ کو گھیر لیا اگرچہ اس قصبہ پر قبضہ کرتے وقت کسی طرح کا لڑائی جھگڑا نہیں ہوا، لیکن پھر بھی بہت سے لوگ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے اور کتنے ہی لونڈی غلام گرفتار کر لئے گئے قلعہ کو مسمار کر کے زمین کی سطح کے برابر کر دیا گیا اسی عرصہ میں فولاد خاں بھی پترہندہ سے آ گیا- اور سائے فیروز کی راجدھانی پر دھاوا کر کے رائے کو موت کے گھاٹ اتارا- مبارک شاہ کو یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں اور ۸۳۵ھ میں اس نے سرخ رنگ کا شاہی سراپردہ لاہور اور ملتان بھیجا اور اپنے وزیر ملک سرور الملک کو بلوا کر سپہ سالار مقرر کیا اور اس کو ملتان بھیج دیا- اس کی آمد کی خبر سنتے ہی جیرت پائین قلعہ سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپا- امیر شیخ بھی کابل چلا گیا اور فولاد غلام بھی پترہندہ جا پہنچا- اب بادشاہ نے لاہور کی سلطنت سے ملک اشرف سرور الملک کو ہٹا کر نصرت خاں گرگ انداز کو وہاں کی حکمرانی دے دی اور خود جمنا ندی کے ساحل کے نزدیک ہی ایک جگہ پر اپنی فوج کے ساتھ ایک عرصہ تک ٹھہرا رہا- بادشاہ نے عماد الملک کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ باغی زمینداروں کی سرکشی ختم کرنے کے لئے بیانہ اور گوالیار بھیجا-

besturdubooks.wordpress.com

ملک اشرف' سرور الملک' اسلام خاں اور زیرک خاں وغیرہ نامی امیروں کو قلعہ پترہندہ فتح کرنے کے لئے بھیج کر بادشاہ خود دہلی واپس چلا گیا- ۸۳۵ھ میں ذی الحجہ کے مہینے میں جیرت نے لاہور میں پھر داخل ہونے کی ہمت کی اور نصرت خاں کے مقابلہ پر آیا' مگر شاہی فوج کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور خوفزدہ ہو کر اپنے ملک چلا گیا- ۸۳۶ھ میں مبارک شاہ نے پھر پترہندہ پر حملہ کیا اور فتنہ و فساد کو ختم کرنا چاہا- وہ دہلی سے سمانہ جا پہنچا راستہ میں اپنی والدہ مخدومہ جہاں کے انتقال کی خبر سنی لہٰذا تنہا واپس لوٹ آیا اور ان کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر کے پھر اپنی فوج سے آ کر مل گیا' لیکن اب اس نے پترہندہ کی مہم کا خیال دل سے نکال دیا اور میوات کی طرف بڑھا- لاہور اور جالندھر کی صوبہ داری سے نصرت خاں کو الگ کر کے الہ داد لودھی کو لاہور کا حکمران بنا دیا- جیرت نے بادشاہ کو پترہندہ کی مہم یوں معرض التوا میں ڈالتے دیکھ کر پھر جسارت کی اور نصرت خاں سے جالندھر چھین لیا- اس کے بعد الہ داد لودھی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا وہ اس مہم میں کامیاب ہوا- اب جیرت کی اس حرکت سے سوئے ہوئے فتنے بیدار ہو گئے- مبارک شاہ نے ادھر میوات میں جلال الدین سے نگان کی بقایا رقوم اور نذرانے وغیرہ حاصل کر کے دہلی مراجعت کی-

امیر شیخ کا حملہ

اسی دوران میں امیر شیخ کے حملہ کی پھر اطلاع ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ کابلی امیر فولاد خاں کی مدد کے لئے آ رہا ہے- لہٰذا مبارک شاہ نے بدرجہ مجبوری دوبارہ پنجاب کا رخ کیا- ۸۳۶ھ میں دہلی سے چل کر سب سے پہلے ان امراء کو عماد الملک کی مدد کے لئے بھیجا جو پترہندہ کے محاصرہ میں مشغول تھے- امیر شیخ کے سپاہی عماد الملک کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے لہٰذا انہوں نے پترہندہ کا ارادہ ترک کر دیا اور لاہور کی طرف چلے- ادھر ملک یوسف اور ملک اسمٰعیل جو مبارک شاہ کی طرف سے لاہور کے حکمران تھے انہیں شہر کے لوگوں کی مخالفت کی اطلاع ہوئی اور وہ راتوں رات شہر چھوڑ کر لاہور سے دیپالپور پہنچ گئے- شیخ امیر نے ان دونوں امراء کے پیچھے اپنی فوج کا ایک دستہ بھیجا- کابلی سپاہیوں نے بہت سے شاہی سپاہیوں کو پکڑ لیا اور بہتوں کو نظر بند کر دیا- امیر شیخ نے حصار لاہور پر قبضہ کر کے قتل و غارت گری میں کوئی کمی نہ کی اور لاہور کے قلعہ میں جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی اس کو درست کرایا اور قلعہ کو دو ہزار سپاہ کے حوالہ کیا- قلعہ کے تمام امور کو باقاعدہ منظم کر کے خود دیپالپور چلا گیا-

اب ملک اسمٰعیل اور ملک یوسف جو پہلے سے بھاگ کر دیپالپور میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے اب امیر شیخ کا ارادہ معلوم کر کے دیپالپور چھوڑنا چاہا مگر عماد الملک نے منع کر دیا اور سرہند سے اپنے بھائی کو ان دونوں امراء کی کمک کے لئے بھیج دیا- امیر شیخ کو ایک بار شکست کا چرکہ لگ چکا تھا لہٰذا وہ دیپالپور سے بھاگ گیا اور دیپالپور و لاہور کے تمام درمیانی قصبوں پر اپنا قبضہ جما لیا- اسی عرصہ میں بادشاہ تلونڈی پہنچا اور حکم دیا کہ عماد الملک اور اسلام خاں پترہندہ سے آ کر شاہی ملازمت اختیار کر لیں اور باقی دیگر امراء پترہندہ کے قلعہ کو گھیرے رہیں- امیر شیخ نے جیسے ہی سنا کہ بادشاہ بہ نفس نفیس تشریف لایا ہے وہ دریائے جہلم کو عبور کر کے سیور کے قلعہ میں اپنے بھتیجے کو چھوڑ کر خود کابل روانہ ہو گیا- ملک سکندر تحفہ جس نے اپنی جان کی امان پانے کے لئے جیرت کو رقم کثیر دی تھی مبارک شاہ نے اس کو شمس الملک کا خطاب دے کر دیپالپور' جالندھر اور لاہور کا حاکم بنا دیا- شمس الملک ایک بہت بڑی فوج لے کر لاہور پہنچا اور امیر شیخ کے سپاہیوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور شیخ قلعہ شمس الملک کے حوالہ کر کے خود کابل چلا گیا- بادشاہ نے ملتبہ کے کنارہ جا کر دریائے راوی کو پار کیا اور سیور کو گھیر لیا ایک مہینہ تک تو مظفر خاں نے دشمن کے غلبہ سے بچنے کی کوشش کی اور مقابلہ کرتا رہا' لیکن مجبور ہو کر اپنی بیٹی اور ایک بڑی رقم بادشاہ کو نذر کر کے وہ سیور سے واپس چلا آیا-

بادشاہ نے اپنی فوج کو تو دیپالپور کے گرد و نواح میں چھوڑ دیا اور خود اپنے چند خاص درباریوں کے ساتھ ملتان چلا آیا اور یہاں اولیائے

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

سے لے کر عماد الملک کو دے دیا اور خود دہلی چلا گیا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اشراف اور وزارت کے دونوں عہدے سنبھالنا کیلئے سرور الملک کے بس کا کام نہیں ویسے بھی بادشاہ کو سرور الملک پر زیادہ اعتماد نہ تھا لہٰذا بادشاہ نے اشراف کا عہدہ ملک کمال الدین کو دے کر یہ کہہ دیا کہ اب دونوں امراء باہم ملک میں جو ریشہ دوانیں اور جنگیں ہو رہی ہیں ان کو فرو کرنے کی سعی کریں۔ ملک کمال الدین چونکہ بہت سنجیدہ' تجربہ کار اور با اخلاق امیر تھا اس لئے صاحب اختیار ہو کر اس نے بہت قوت حاصل کر لی۔ اب سرور الملک چونکہ اس کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کم رتبہ محسوس کرنے لگا تھا اور جاگیروں میں بھی تغیرات ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ بہت بد دل ہو گیا اور بغاوت پر آمادہ ہوا۔ اس نے کانکو کھتری کے بیٹے سدران اور گنجو کھتری کے بیٹے سدپال کو اپنے ساتھ بادشاہ کے خلاف سازش میں ملا لیا۔ اس کے علاوہ حاجب خاص قاضی عبد الصدر اور میراں صدر نائب عارض الملک کو بھی ساز باز کر کے بھڑکایا اور اپنا ہم نوا بنا لیا۔ یہ سب بادشاہ کے مخالف ہو کر بغاوت کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہے۔

مبارک آباد کی بناء

اسی عرصہ میں ۷۸۳ھ میں مبارک شاہ نے ایک نئے شہر کی ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو بنیاد ڈالی اور اس کا نام مبارک آباد رکھا۔ بعد ازاں شکار کھیلنے کے لئے سرہند کی طرف چلا گیا اور بہت کم مدت ہی میں بادشاہ نے آس پاس کے لوگوں کو اپنا اطاعت گزار بنا لیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کے حضور میں پترہندہ کا فتحنامہ اور فولاد غلام کا سر پیش کیا گیا۔ یہ خبر سن کر بادشاہ مبارک آباد آیا اور یہاں آ کر اس نے سنا کہ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان ہوشنگ دونوں کالپی پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے صف آرا ہیں۔ سلطان مبارک شاہ نے جو مشرقی ممالک کی فتح کا خواہشمند تھا اس موقع کو غنیمت جانا اور فوج کو جمع ہونے کا حکم دے دیا۔ اور یہ فرمان جاری کیا کہ سراپردہ شاہی بطور نشان اعلان جنگ دہلی سے باہر سیرگاہ کے نزدیک چبوترہ پر لگا دیا جائے۔ چند دن فوج کو جمع ہونے میں لگ گئے بادشاہ کا برتاؤ تمام امراء سے بہت اچھا تھا۔ علاوہ جاگیروں میں کچھ تبدیلی کے سوا بادشاہ نے اور کوئی برا سلوک کسی سے نہ کیا تھا۔ سرور الملک کی طرف سے بھی بادشاہ کو کافی اطمینان ہو گیا تھا یہ سب بے تکلفی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ سیرو تفریح اور شکار کے لئے جاتے تھے۔

مبارک شاہ کا قتل

۹ رجب ۷۸۳ھ کو بادشاہ حسب سابق چند خاص درباریوں کے ساتھ مبارک آباد گیا اور عمارتوں کی سیرو تفریح کر کے جمعہ کی نماز کے لئے تیاری کرنے لگا۔ اس وقت اس کے نمک خوار غلاموں نے نمک حرامی کی اور یہ جماعت جس میں میراں صدر اور قاضی عبد الصدر اور کانکو کا بیٹا سدران شامل تھا یہاں آئے۔ ہندوؤں کی ایک مسلح جماعت کے ساتھ میراں صدر اور قاضی الصدر تو اندر چلے گئے اور سدران مع کچھ لوگوں کے باہر رہا تاکہ کوئی باہر نہ نکل سکے۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو ہتھیار بند دیکھا مگر اس کے دل میں کوئی برا خیال نہ گزرا اور وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ یہ لوگ بادشاہ کے نزدیک پہنچے اور سدپال نے تلوار کھینچ کر ماری اور بادشاہ کے سر پر کاری ضرب لگی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے ہمراہیوں نے بادشاہ پر پے در پے کئی وار کیے جس سے بادشاہ شہید ہو گیا۔ افسوس کہ اس موذی جماعت نے ایک مدبر اور منصف مزاج بادشاہ کو ختم کر دیا۔ میراں صدر کی یہ جرات کہ بادشاہ کی خون میں بھری ہوئی لاش وہیں رہنے دی اور خود فوراً سرور الملک کے پاس گیا اور کہا کہ وعدے کے مطابق میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ سرور الملک نے تو محمد شاہ کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ سلطان مبارک شاہ اچھا اور کامیاب حکمران تھا اس نے تیرہ سال تین مہینے اور سولہ دن تک حکومت کی۔ یہ نہایت ہی عقلمند اور با اخلاق تھا اس نے اپنے عہد حکومت کے پورے عرصہ میں اپنے منہ سے کوئی بد کلمہ نہ نکالا۔ کبھی کسی کو گالی تک نہ دی' مکروہات سے بہت دور بھاگتا تھا' سلطنت کے سارے کاموں کو خود سرانجام دیتا اور خود ان کی تحقیق کرتا تھا' ذمہ داری کا کام امراء پر کبھی نہ چھوڑتا اور "تاریخ مبارک شاہی" اسی نامی گرامی بادشاہ کے نام سے مشہور ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حوالہ جات

۱- عارض اور بخشی سے مراد معتمد فوج ہوتا ہے۔ مگر یہ عہدہ دار خود بھی فوج کے سپہ سالار ہوتے تھے۔

۲- غالباً اس سے فیروزپور جھرکہ مراد ہے۔ جو میوات میں ہے اور الور سے پچاس ساٹھ میل دور اور شمال کی جانب واقع ہے۔

۳- پترہندہ سے ہر جگہ بٹھنڈہ مراد ہے۔

۴- توپ و تفنگ کے استعمال کرنے کی روایت کسی اور تاریخ میں موجود نہیں نویں صدی ہجری کے آغاز میں اس کا استعمال خلاف قیاس ہے۔ جدید اسلحہ جات اس وقت کہاں استعمال کیے جاتے تھے۔

۵- طلنبہ کی بجائے یہاں پر "تلنب" ہونا چاہیے۔

۶- یہاں لفظ "شور" چاہیے۔ جس کی تاریخی اہمیت کی وجہ اور قلعہ کی شہرت کی بنا پر یہ جگہ شورکوٹ کہلاتی ہے۔ یہ مقام ضلع جھنگ کے نزدیک واقع ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں

محمد شاہ کی تخت نشینی

دنیا کا دستور ہی یہی ہے کہ ملک بغیر بادشاہ کے نہیں رہ سکتا لہٰذا مبارک شاہ کے شہید ہوتے ہی اسی دن محمد شاہ تخت دہلی پر بیٹھا۔ سرور الملک جیسے نمک حرام امیر کو خاں جہانی کا لقب دیا اور اسے مبارک شاہی خزانے' فیل خانے اور قور خانے (۱) کا حاکم بنا دیا گیا۔ اس کے بعد سرور الملک اس کوشش میں لگ گیا کہ پرانے نمک خواروں اور وفادار امیروں کو ختم کرکے ان کی جگہ نئے امراء اپنی مرضی کے مطابق مقرر کرے اور پھر محمد شاہ کو بھی ختم کرکے پھر اسے سلطان مبارک شاہ کے پاس ہی آرام کی نیند سلا دے اور خود دہلی کا حکمران بن جائے۔ کمال الملک اور مبارک شاہ کے دوسرے نہایت وفادار امراء جو سراپردہ شاہی کے پاس خیمہ ڈالے پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب مجبوراً محمد شاہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آئے اور بظاہر اس کے مطیع ہو گئے' مگر ان کے دلوں میں اپنے آقائے قدیم کی محبت موجزن تھی۔ انہوں نے مبارک شاہ کے بیگناہ خون کا بدلہ لینے کا پکا ارادہ کر لیا۔

سرور الملک ادھر اپنے کام میں لگ گیا اور مبارک شاہ کے قاتلوں سدپال اور سدھارن کو بیانہ' نارنول' امروہہ' کہرام اور دوسرے چند پرگنے عطا کیے۔ میراں صدر کو معین الملک کا لقب دیا اور جاگیر دی۔ سید سالم کے بیٹے کو خان اعظم سید خاں کا خطاب دیا اور بہت سے زرخیز ملک اور جاگیریں عطا کیں تاکہ وہ سرور الملک سے خوش رہے۔ سب سے زیادہ قابل نفریں حرکت یہ کی کہ مبارک شاہ کے وفادار امراء کو محمد شاہ سے بیعت لینے کے بہانہ اندر بلا کر بہتوں کو قتل کر دیا اور بہتوں کو نظربند کر دیا گیا۔ اور ان کی جاگیروں اور مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ نیز اپنے غلام رانوشہ کو سمانہ بھیجا تاکہ وہ خراج وصول کرکے لائے۔

رانوشہ محرم کی (۱۲) بارہ تاریخ کو سمانہ پہنچا اور قلعہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا' مگر جیسے ہی اس کا ارادہ یوسف خاں اوحدی کو معلوم ہوا وہ فوراً سمانہ پہنچ گیا دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ رانوشہ نے یوسف کے بال بچوں کو قید کر لیا اور اسی وقت پھر ملک چمن حاکم بدایوں' ملک الہ داد لودھی حاکم سنبھل' ملک امیر علی گجراتی' اور کنک ترک بچہ وغیرہ سب سے مل کر کھلم کھلا مخالفت کا اعلان کر دیا۔ اب سرور الملک نے خان اعظم سید خاں' سدارن اور اپنے بیٹے یوسف کو کمال الملک کے ساتھ مبارک شاہی امراء کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس وقت کمال الملک نے چاہا کہ اس کے بیٹے یوسف اور سدارن کو قتل کرکے آقا کے خون کا بدلہ لے۔ ملک الہ داد کو کمال الملک کا ارادہ معلوم ہو گیا۔ لہٰذا وہ اہار (۲) ہی میں ٹھہرا رہا اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھا۔

ملک سرور الملک پر بھی کمال الملک کا ارادہ ظاہر ہو گیا اور اس نے اپنے ایک غلام ملک ہشیار کو کمال الملک کے پاس کمک کے بہانہ سے ایک لشکر عظیم کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ ہشیار کمال الملک کے پاس پہنچ جائے اور یوسف کی مدد کرے۔ اسی عرصہ میں ملک چمن ملک الہ داد کے پاس پہنچا۔ سدارن اور ہشیار جو کمال الملک سے بہت ڈرتے تھے دونوں رات کے وقت دہلی فرار ہو گئے۔ کمال الملک کو ان کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی اور اس نے فوراً آدمی بھیج کر ملک الہ داد اور ملک چمن کو بلایا یہ دونوں وفادار امیر فوراً ہی آ گئے۔ ان کے علاوہ دوسرے وفادار امراء بھی ملک کمال کے پاس اکٹھا ہو گئے اور یکم رمضان کو کمال ایک لشکر عظیم کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھا۔ خاں جہاں ملک سرور الملک قلعہ سیری میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ مسلسل تین مہینہ تک آویزش جاری رہی گرد و نواح کے امراء کمال الملک کے پاس جمع ہوتے گئے۔ فوج کی تعداد بڑھتی گئی اور اہل قلعہ پر روز بروز سختیاں بڑھتی گئیں۔ ادھر محمد شاہ بادشاہ بھی سرور الملک کی غداری

besturdubooks.wordpress.com

کا خوب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا لہٰذا وہ اس موقع کی تاک ہی میں تھا کہ کسی طرح یا تو وہ خود جا کر کمال الملک سے مل لے' یا پھر سرور الملک کو کسی طرح تہ تیغ کرے۔ سرور الملک کو بادشاہ کی نیت کا حال معلوم ہو گیا اور اس نے ہی پہل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

سرور الملک کا قتل

آٹھ محرم ۸۳۸ھ کو میراں صدر کے فرزندوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سرور الملک بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے چلا اور سراپردہ شاہی میں داخل ہوا' مگر بادشاہ اپنی حفاظت میں مبارک شاہ کی طرح کبھی غفلت نہ کرتا تھا بلکہ محافظوں کو ہروقت ساتھ رکھتا تھا۔ لہٰذا جیسے ہی سرور الملک اندر داخل ہوا اس کو بادشاہ کے درباریوں نے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ شاہی درباریوں سے جان چھڑا کر بھاگنا ہی چاہتا تھا' کہ اس پر درباریوں نے بھرپور وار کیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ میراں صدر کے بیٹوں کو بھی کیفر کردار کو پہنچایا گیا۔ سرور الملک کے دوسرے خیر خواہ ان واقعات کے بعد اپنے اپنے گھروں میں اس غرض سے ہتھیار بند ہو کر بیٹھ رہے کہ سرور الملک کے خون کا بدلہ لیں گے۔

بادشاہ نے ان حالات سے کمال الملک کو آگاہ کیا اور اس کو فوراً اپنے پاس بلا بھیجا۔ کمال الملک اور بداؤں کا حاکم صدر دروازے سے شہر میں داخل ہوئے ادھر سدپال نے اپنی جان خطرے میں دیکھ کر ہندو رسم و رواج کے مطابق گھر میں چتا روشن کی اور اپنے بال بچوں کو اس دھکتی آگ میں ڈال کر ختم کر دیا۔ خود دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گیا بعد ازاں لڑتے لڑتے قید ہو گیا۔ پھر سلطان مبارک شاہ شہید کے مقبرے کے نزدیک اسے قتل کر دیا گیا۔ ملک ہشیار اور ملک مبارک وغیرہ جو سرور الملک کے خیر خواہ تھے انہیں بھی لعل دروازے کے پاس قتل کیا گیا۔ جب سرور الملک کے دوسرے بہی خواہوں نے اپنے اپنے گھروں میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور لڑنے جھگڑنے پر تیار ہو کر بیٹھ گئے تو بادشاہ نے حکم دے دیا کہ بغدادی دروازہ کو کھول دیا جائے۔ اور کمال الملک نیز سلطنت کے دوسرے خیر خواہوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی جائے۔ لہٰذا کمال الملک اور دوسرے امراء اندر آئے اور آتے ہی باہمی آویزش اور سرکشی کو ختم کیا۔ دشمنوں کو تہ تیغ کر کے بادشاہ کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی۔ کمال الملک کمال خاں کے خطاب سے سلطنت کا وزیر بنا دیا گیا۔ ملک چمن کو غازی الملک کا لقب عطا ہوا' ملک الہ داد لودھی نے خود کوئی خطاب لینا پسند نہ کیا' مگر اپنے بھائی کو دریا خاں کا لقب دلایا۔

جاگیریں اور عہدے

خان اعظم کو سید خاں مجلس عالی کا لقب ملا اور یوں وہ اپنے ہم سروں سے ممتاز ہو گیا۔ حاجی صندلی المشہور بہ حسام خاں کو کوتوال شہر بنا دیا گیا اور وہ اپنی جاگیر کا حسب سابق مالک رہا۔ سلطان محمد شاہ کو اب دہلی کی ریشہ دوانیوں سے فراغت حاصل ہوئی اور وہ سیر و تفریح کے ارادے سے نکلا اور ملتان کی طرف چلا یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ بادشاہ مبارکپور میں ٹھہرا اور تمام امراء کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بعض امراء آنے میں پس و پیش کر رہے تھے کہ عماد الملک کی آمد کی خبر سن کر سب حاضر ہو گئے۔ فوج کے بعض سردار مثلاً اسلام خاں لودھی' یوسف خاں اوحدی' اقبال خاں وغیرہ بادشاہ کے ملازم ہو گئے بادشاہ نے انہیں خلعت شاہانہ سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اولیائے کرام کے مزاروں پر زیارت کرنے چلا اس سے فرصت پا کر اس ملک کا تمام انتظام اپنے ایک قابل سیاستدان امیر کے ہاتھ میں دیا اور خود دہلی واپس چلا آیا

مہمات

۸۴۰ھ میں بادشاہ سامانہ کی طرف چلا جیرت گکھر کے ملک پر چڑھائی کی۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی راجدھانی کو تہ و بالا کر دیا جائے۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر دہلی چلا آیا وہ یہاں عیش پرستی میں ایسا مصروف ہوا کہ دنیا کی خبر نہ رہی اس کا اثر امور سلطنت پر بہت برا پڑا۔

besturdubooks.wordpress.com

لاہور سے لے کر پانی پت تک کے تمام مقامات پر بادشاہ کے حکم کے بغیر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ نے جیسا کہ آئندہ اوراق میں مفصل طور بتایا جائے گا اس کی سرکشی کو ختم کرنے کے لئے حسام خاں کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حسام خاں ہار کر دہلی واپس آ گیا۔ بہلول لودھی نے کہا کہ اگر حسام الدین خاں قتل کر دیا جائے تو وہ اطاعت شاہی قبول کر لے گا۔ یہ سن کر بادشاہ نے حسام خاں کو قتل کرا دیا اور حمید خاں کو وزیر مقرر کیا اور ایک دوسرے آدمی کو حسام خاں کا لقب دے کر نائب وزیر بنا دیا۔ گرد و نواح کے امراء بادشاہ کی قوت کو گھٹتے ہوئے دیکھ کر خود مختاری کے خواب دیکھنے لگے۔ زمینداروں نے مقررہ لگان اور خراج کی رقم دینے سے انکار کر دیا۔ ادھر بادشاہ نے سرکشوں اور باغیوں کو ختم کرنے کی کوئی تدبیر نہ کی اس لاپرواہی کا برا نتیجہ نکلا اور یہ زہریلے عناصر سارے ملک میں پھیل گئے بہت سے پرگنوں پر ابراہیم شرقی نے قبضہ کر لیا۔

سلطان محمود خلجی کا حملہ

۸۴۴ھ میں سلطان محمود مالوی نے دہلی پر حملہ کرنے کا خواب دیکھنا شروع کر دیا اسے پورا کرنے کے لئے شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر اپنے خیمے نصب کیے۔ محمد شاہ بہت پریشان ہو گیا اور اس نے بہلول لودھی کے پاس پیامبر بھیجا اور اس کو مدد کے لئے فوراً بلایا۔ ملک بہلول بیس ہزار ہتھیار بند فوجیوں کے ساتھ دہلی پہنچا۔ محمد شاہ کی فوج حالانکہ بہت زیادہ تھی اور کافی مدد حاصل ہو گئی تھی پھر بھی یہ خود میدان جنگ میں نہ آیا بلکہ اپنے امراء کو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں بھیج دیا۔ ملک بہلول کی سرکردگی میں مغل اور افغان تیراندازوں کی فوج معرکہ آرا ہوئی۔ سلطان محمود کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ بہ نفس نفیس جنگ میں شامل نہیں ہوا تو وہ خود بھی نہ گیا۔ اور اپنے بیٹوں غیاث الدین اور قدر خاں کو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ فریقین میں شام تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ بہلول نے اپنی جانبازی اور بہادری سے دشمن کے پاؤں میدان جنگ میں نہ جمنے دیئے۔

سلطان محمود خلجی نے اسی رات ایک بہت خوفناک خواب دیکھا اور سویرے اٹھ کر یہ سنا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی سندھ کی جانب آ رہا ہے یہ سن کر محمود شاہ نے صلح کرنا چاہی مگر ذلت و رسوائی کی وجہ سے صلح کا لفظ منہ سے نہ نکال سکا۔ اس سلسلہ میں محمد شاہ بادشاہ نے ایک ایسا کام کیا جس کی مثال کسی بادشاہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس نے بغیر کسی امیر سے مشورہ کیے ہوئے اور بغیر کسی سبب کے خود ہی فضول توہمات کا شکار ہو کر چند مذہبی لوگوں کی ایک جماعت کو محمود شاہ کے پاس صلح کے لئے بھیج دیا۔ سلطان محمود تو خود ہی یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح صلح کا لفظ درمیان میں آ جائے لہٰذا اس نے صلح کرنے کی ذمہ داری محمد شاہ کے سر تھوپی اور خود میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ بہلول نے بادشاہ کی اس عاقبت نااندیشی پر بہت پیچ و تاب کھایا اور دشمنوں کا تعاقب کیا۔ اس نے بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بیشمار مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ الغرض اس طرح بہلول نے لشکر شاہی کی لاج رکھ لی بادشاہ بہلول لودھی سے بہت خوش ہوا۔ اس کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھنے لگا اسے خان خاناں کے لقب سے سرفراز کیا مگر یہی صلح کی درخواست بادشاہ کے زوال کا باعث ہوئی۔ محمد شاہ کی کوئی عزت و تعظیم عوام کی نگاہوں میں نہ رہی۔ ۸۴۵ھ میں محمد شاہ سمانہ چلا گیا۔ بہلول کو دیپالپور اور لاہور کا حکمران بنا دیا نیز اس کو حکم دیا کہ جیرت کھکھر کو تہ تیغ کرے۔ بہلول نے لاہور میں ایک مستحکم حکومت قائم کر لی بہت سے افغان اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جیرت بھی بہلول کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا اور اس کو بھڑکایا کہ وہ تخت دہلی کا حکمران بننے کی کوشش کرے۔ اس ترغیب سے ملک بہلول کے سر میں بھی دار السلطنت پر حملہ کرنے کا سودا سما گیا۔ اس نے بڑے کروفر سے محمد شاہ کو نیچا دکھانے کے لئے دہلی پر حملہ کر دیا اور اس شہر کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا، مگر بہلول کا یہ دھاوا بالکل بیکار گیا۔ بادشاہ کی حکومت بہت کمزور ہونے لگی حتیٰ کہ وفادار خیر خواہ امراء بھی بادشاہ کی نافرمانی کرنے لگے۔ بیانہ کے زمیندار باغی ہو کر سلطان محمود خلجی سے مل گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ کا انتقال

اسی دوران میں محمد شاہ سخت بیمار پڑ گیا اور ۸۴۹ھ میں اس نے جہان فانی سے کوچ کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین تخت پر بیٹھا۔ محمد شاہ نے تقریباً بارہ سال اور چند مہینے حکومت کی۔

حوالہ جات

۱۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اسلحہ جات رکھے جاتے تھے اور فوج کا دفتر ہوتا تھا۔
۲۔ اہار بلند شہر کے نزدیک ایک بہت مشہور تاریخی قصبہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان علاؤ الدین بن سلطان محمد شاہ

کردار

جب یہ تخت پر بیٹھا تو بہلول لودھی کو چھوڑ کر تمام امراء نے اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دینے کے لئے دربار میں حاضری دی اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ۸۵۰ھ میں پتہ چلا کہ جونپور کا بادشاہ سلطنت دہلی پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ علاؤ الدین اس وقت بیانہ جا رہا تھا یہ خبر سنتے ہی واپس لوٹ آیا۔ حسام الدین وزیر الملک کو اس کی یہ حرکت ناگوار گزری اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ صرف ایک افواہ سن کر اپنے سفر کو ملتوی کر دینا آداب شاہانہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگرچہ بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے اظہار ناگواری بھی کیا لیکن اس کی اس حرکت سے رعایا کو معلوم ہو گیا کہ یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ عاقبت نا اندیش اور معاملات سلطنت سے بے بہرہ ہے۔

مہمات

۸۵۱ھ میں علاؤ الدین بدایوں کی طرف روانہ ہوا یہاں کی آب و ہوا اس کو بہت پسند آئی اور یہ عرصہ دراز تک یہیں مقیم رہا۔ اس نے دہلی آ کر بدایوں کی آب و ہوا کی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔ حسام خاں وزیر جو بادشاہ کے ساتھ ہی تھا اس نے ہر چند روکا اور نصیحتیں کیں، مگر بادشاہ کے دل سے بدایوں کا خیال نہ نکل سکا وہ نادانوں کی طرح بدایوں کا فریفتہ رہا۔ ہندوستان میں اس وقت خانہ جنگیوں کی وجہ سے بہت افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ دکن، گجرات، مالوہ، بنگالہ، غرضیکہ ہر جگہ حکمران اپنا سکہ چلا رہے تھے اور خود مختار بن بیٹھے تھے۔ پنجاب، دیپالپور، سرہند سے پانی پت تک تو بہلول لودھی کی حکمرانی تھی، سنبھل پر دریا خاں حکمرانی کر رہا تھا۔ کول میں ترک بچہ عیسیٰ اپنا قبضہ جما کر بیٹھا تھا۔ احمد خاں میواتی، مہرولی سے سرائے لاڈو تک (جو دہلی سے بہت نزدیک تھا) قابض تھا۔ رابڑی سے قصبہ بھوئیگانوں تک قطب خاں افغانی حکمرانی کر رہا تھا۔ کپتل پٹیالی میں رائے پرتاب اور بیانہ میں داؤد خاں اوحدی حکومت کر رہے تھے۔ دار السلطنت دہلی اور چند دیگر علاقے علاؤ الدین کے پاس باقی بچے تھے انہیں پر اس حکومت کا دارومدار تھا۔ ملک بہلول لودھی نے، جس نے محمد شاہ سے بے وفائی کی تھی اسی طرح اس سبق کو علائی عہد حکومت میں بھی دہرایا اور بادشاہ سے باغی ہو کر دہلی فتح کرنے کے خیال سے لشکر کو لے کر آگے بڑھا لیکن اس کا یہ حملہ کامیاب نہ ہوا۔

استحکام سلطنت کی تجاویز

اب سلطان علاؤ الدین نے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کرنے کی طرف توجہ مبذول کی اور قطب خاں، عیسیٰ خاں اور رائے پرتاپ سے مشورہ کیا۔ یہ امراء تو چاہتے ہی تھے کہ بادشاہ کو بد سے بدتر حالت میں دیکھیں لہٰذا ان لوگوں نے یہ صلاح دی کہ حمید خاں کو اگر عہدہ وزارت سے معزول کر دیا جائے تو حالات درست ہو جائیں گے کیونکہ رعیت اس سے بہت ناراض ہے۔ سلطان علاؤ الدین کو عقل و فہم اور دور اندیشی سے واسطہ نہ تھا۔ اس نے ان امراء کا یقین کر لیا اور حمید خاں کو قید کرا دیا اور بدایوں جا کر وہاں رہنے کی خواہش جو مدتوں سے اس کے دل میں پرورش پا رہی تھی پوری کرنا چاہی۔ حسام خاں نے اس دفعہ پھر یہی سمجھایا کہ دہلی پایہ تخت ہے اب اس کو بدایوں منتقل کرنا بالکل نامناسب ہے۔ مگر بادشاہ نے کسی صورت سے اس کی بات نہ سنی بلکہ دل میں حسام خاں کی طرف سے رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ حسام خاں سے علیحدہ ہو گیا اس کے دو سالے تھے ان میں سے ایک کو دہلی کا کوتوال بنا دیا اور دوسرے کو امیر دیوان مقرر کیا اور خود ۸۵۲ھ کے آخر میں بدایوں چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اس عرصہ میں بادشاہ کے دونوں نسبتی بھائیوں میں لڑائی ہوئی ایک لڑائی میں کام آیا دوسرے کو حسام خاں نے قصاص میں دے دیا۔ بادشاہ عیش و آرام کی زندگی گزار رہا تھا اس کو ان واقعات کا علم تو ہوا مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ قطب خاں اور رائے پرتاب دنوں حمید خاں کے مخالف ہو رہے تھے پرتاب کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ حمید خان کے باپ فتح کان نے پرتاب کے ملک کو تباہ و برباد کرکے اس کی بیوی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا لہٰذا وہ اپنے بیٹے سے باپ کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "اگر حمید خاں کو قتل کر دیا جائے تو ہم لوگ چالیس لاکھ کے پرگنہ بادشاہ کی سلطنت میں شامل کر دیں گے۔" اس کے علاوہ یہ بھی کہا کہ "ساری رعیت حمید خاں سے بالکل عاجز آ گئی ہے۔" بادشاہ عاقبت اندیش تھا ہی نہیں لہٰذا اس نے فوراً حمید خاں کے قتل کے احکامات جاری کر دیئے۔ اس پر حمید خاں کے بھائی اور اس کے دیگر خیر خواہ بہت برہم ہوئے اور بدقت تمام یہ لوگ حیلے بہانے سے حمید خاں کو چھڑا کر لے گئے اور دہلی پہنچے۔ جمال خاں جو حمید خاں کی نگہبانی پر مامور تھا اسے اس کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی اور تعاقب کرنا شروع کیا۔ حمید خاں کی تلاش میں وہ اس کے گھر تک پہنچا دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی اور جمال خاں ایک تیر لگنے سے زخمی ہو گیا۔ حمید خاں شاہی حرم میں داخل ہو گیا۔ بیگمات شاہی اور دیگر لوگوں کو حصار شاہی سے باہر نکالا اور بہت بے عزت کیا تمام اسباب شاہی پر قابض ہو گیا۔

بادشاہ کو اب بھی ذرا احساس نہ ہوا اس نے برسات کے موسم کا بہانہ کرکے حمید سے بدلہ نہ لیا۔ حمید خاں موقع غنیمت جان کر کسی اور کو بادشاہ بنانے کی فکر کرنے لگا۔ سلطان محمود شرقی جو جونپور کا حکمران تھا وہ علاؤ الدین کا رشتہ دار تھا۔ سلطان محمود خلجی بادشاہ مندو بہت دور تھا لہٰذا حمید خاں نے ان دونوں کو حکمران بنانے کا خیال چھوڑ دیا اور لودھی جو سب سے قریب تھے ان میں سے اس نے ملک بہلول لودھی کو منتخب کیا اور تخت دہلی پر بیٹھنے کے لئے بلایا۔ اس سے حمید خاں کا مقصد یہ تھا کہ وہ برائے نام بہلول لودھی کو بادشاہ بنائے اور خود حکومت کی باگ ڈور سنبھالے۔ ملک بہلول تو ایسے سنہری موقع کا منتظر ہی تھا اس نے علاؤ الدین کو لکھا کہ وہ حمید خاں کو برباد کرنے کے لئے دہلی جا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بادشاہت کرنے کے لئے آ رہا تھا اس نے جلد از جلد دہلی آ کر عنان حکومت سنبھال لی۔ بہلول نے آگے چل کر یہ کیا کہ درمیان سے حمید خاں کو ہٹا دیا اور خود کو سلطان بہلول لودھی کے نام سے مشہور کیا۔ بہلول لودھی نے خطبہ میں علاؤ الدین کا نام بھی شامل کرا دیا۔

دیپالپور کا سفر

۸۵۴ھ میں علاؤ الدین نے اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید کو امراء کے ایک گروہ کے ساتھ دار السلطنت دہلی میں چھوڑا اور خود نزاکت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیپالپور پہنچ گیا اور افغانوں کو جمع کرنے اور ملک کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ بہلول لودھی نے سلطان علاؤ الدین کو لکھا کہ میں نے سلطنت کے تمام امور سنبھال لیے ہیں اور حمید خاں کا کام تمام کر دیا ہے اور آپ کا نام بھی خطبہ سے نہیں نکالا۔ علاؤ الدین نے جواب میں کہا کہ میرے باپ نے تمہیں اپنا بیٹا بنایا تھا لہٰذا میں تم کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں۔" علاؤ الدین نے بڑی خوشی سے اپنی سلطنت بہلول لودھی کو دے دی اور خود بدایوں کی حکومت پر قناعت کرکے بیٹھ رہا۔ اس طرح بہلول لودھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا یونہ اس کی یہی خواہش تھی۔ علاؤ الدین ایک عرصہ تک بدایوں میں گمنامی کی زندگی گزارتا رہا۔

علاؤ الدین کا انتقال

۸۸۳ھ کے آخر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے دہلی کے تخت پر تقریباً سات سال تک حکومت کی اور اٹھائیس سال تک بدایوں کا حاکم رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان بہلول لودھی

۱۷ ربیع الاول ۸۵۵ھ کو سلطان بہلول لودھی مستقل طور پر دہلی کا حکمران تسلیم کر لیا گیا اس نے علاؤ الدین کا نام خطبہ سے ہٹا دیا اور صرف اپنا نام رکھا۔

لودھی خاندان

اس خاندان کی اصلیت یہ ہے کہ لودھی فرقے کے بہت سے افغانی گروہ کے گروہ ہندوستان میں تجارت کرنے آتے تھے۔ اسی افغانی گروہ میں ایک شخص جس کا نام ملک بہرام تھا اور یہ بہرام لودھی کا دادا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے ناراض ہو کر ملتان چلا آیا اور سلطان فیروز شاہ باربک کے زمانہ میں وہیں رہ پڑا۔ ملک بہرام نے ملک مردان دولت (جو ملتان کا حاکم تھا) کی ملازمت کر لی۔ بہرام کو خدا نے پانچ بیٹے دیئے۔ جن کے نام یہ ہیں' ملک سلطان شاہ' ملک کالا' ملک فیروز' ملک محمد' ملک خواجہ' یہ پانچوں بھائی باپ کے بعد بھی ملتان ہی میں رہے۔ سلطان فیروز شاہ کے دور میں خضر خاں ملتان کا حکمران بن گیا اور ملک سلطان شہ خضر خاں کی ملازمت کر کے افغانوں کے ایک گروہ کا سردار ہو گیا۔ سلطان شہ کی قسمت اچھی تھی خضر خاں اور اقبال ملو کی جنگ میں ملو اقبال اور سلطان شہ کا مقابلہ ہو گیا۔ اقبال کا زوال شروع ہو چکا تھا لہٰذا وہ سلطان شہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ سلطان شہ خضر خاں کے مقربین خاص میں شامل ہو گیا اور اسلام خاں کے لقب سے سرفراز ہوا۔ سرہند کا حاکم بنا دیا گیا' بہرام لودھی کے باقی چاروں بیٹے بھی اپنے بھائی کے پاس رہنے لگے' ملک کالا بہلول کا باپ اپنے بھائی کی خاص توجہ سے دورالہ کا حاکم مقرر ہوا۔ ملک بہلول کی ماں جو ملک کالا کی چچا زاد بہن بھی تھی' حاملہ تھی اتفاق سے مکان گر پڑا اور یہ بدقسمت عورت گھر کے نیچے دب کر مر گئی۔ چونکہ بچے کی پیدائش کا وقت قریب آ گیا تھا لہٰذا اس کا پیٹ چاک کر کے فوراً بچہ نکال لیا گیا یہی بچہ بہلول لودھی تھا اس کی حفاظت اور دیکھ بھال بہت اچھی طرح کی جانے لگی۔ اس کے بعد ملک کالا اور نیازی افغانوں میں جھگڑا ہو گیا جس میں ملک کالا مارا گیا اور ملک بہلول جو اس وقت ملو کے نام سے پکارا جاتا تھا اپنے چچا اسلام خاں کے پاس سرہند چلا گیا اور وہیں تربیت پائی۔ جب اس کی بہادری کے جوہر کھلے تو چچا نے اپنی بیٹی اس کے ساتھ بیاہ دی اور اپنے داماد کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھنے لگا۔

اسلام خاں کا اقتدار

اسلام خاں نے دھیرے دھیرے ایسا اقتدار حاصل کر لیا کہ بارہ ہزار افغانی جس میں اس کے رشتہ دار بھی شامل تھے اس کے اطاعت گزار ہو گئے۔ اگرچہ اسلام خاں کے اپنے بیٹے موجود تھے مگر اس نے انتقال کے وقت یہی وصیت کی تھی کہ اس کا جانشین ملک بہلول لودھی مقرر کیا جائے۔ اسلام خاں نے محمد شاہ کے زمانہ ہی میں انتقال کیا۔ اسلام خاں کے بعد اس کے ماننے والے تین گروہوں میں بٹ گئے۔ افغانوں نے تو اسلام خاں کی وصیت کی پوری پوری پابندی کی اور ملک بہلول کے خیر خواہ رہے اور بعض لوگ فیروز خاں (جو اسلام خاں کا بھائی تھا) کی طرفداری کرنے لگے۔ کچھ لوگ قطب خاں جو اسلام خاں کا بیٹا تھا اس کی خیر خواہی کرنے لگے۔ ان تین وارثوں میں سے ملک بہلول ہی کو جانشین بنایا گیا یہ اچھا جانشین ثابت ہوا اور دھیرے دھیرے اس نے پورا اقتدار حاصل کر لیا۔ ملک فیروز نے قطب خاں کو بالکل کمزور کر دیا اور قطب خاں اسی جھگڑے کی وجہ سے سرہند سے سلطان محمد شاہ کے پاس دہلی چلا گیا۔ قطب خاں نے درباری امیروں کے ذریعہ سے محمد شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سرہند افغانی پٹھانوں کا مرکز ہو کر رہ گیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ ملک میں

besturdubooks.wordpress.com

شورش اور فساد بپا ہو جائے گا۔

محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ قطب خاں کی سرکردگی میں سرہند بھیجا تاکہ ملک سکندر افغانوں کو دہلی بھیج دے اگر وہ بغاوت کریں تو انہیں سرہند سے جلاوطن کر دیا جائے۔ محمد شاہ نے جیرت کھکھر کے نام بھی اسی طرح کا ایک حکمنامہ بھیجا۔ افغانوں کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ سب پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔ جیرت کھکھر اور ملک تحفہ نے افغانوں سے کہلا دیا کہ تم نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا ہے جو اِدھر اُدھر خوفزدہ ہو کر پھرو اس پر افغانوں نے عہد نامہ مانگا۔ ملک تحفہ اور جیرت کھکھر نے ایمان کی قسم کھا کر اپنے عہد کو سچا ثابت کیا۔ تب ملک فیروز لودھی اپنے فرزند شاہین خاں اور اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اپنے بال بچوں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ کر خود قلیل اعتبار شاہی امراء جیرت کھکھر اور ملک سکندر کے ہمراہ آ گیا۔ ملک سکندر اور جیرت نے ملک قطب خاں کے بھڑکانے سے اپنا وعدہ توڑ دیا اور ملک فیروز کو قید کر دیا۔ نیز دوسرے افغانوں اور ان کے بال بچوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا۔ شاہین خاں نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا افغانوں کے بہت سے سپاہی تو شاہین خاں کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے۔ اور جو باقی رہے وہ زندہ گرفتار کر لیے گئے جو افغان مارے گئے تھے ان کے سر سرہند لائے گئے۔ ملک فیروز خان' جیرت کھکھر کو مقتولوں کے سر دکھا کر ان کے نام بتاتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ فیروز کی نگاہیں اپنے بیٹے شاہین خاں پر پڑیں اس نے جیرت پر ظاہر نہ کیا کہ شاہین اس کا بیٹا ہے اور کہہ دیا کہ وہ اسے نہیں پہچانتا۔ جیرت کے ملازموں نے جب کہا کہ یہ نوجوان بہت بہادر تھا اس نے جنگ میں بہت ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ یہ سن کر فیروز خاں رونے لگا اس پر جیرت نے رونے کا سبب پوچھا۔ تب فیروز خاں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں نے اس خیال سے اس کو اپنا فرزند ظاہر نہ کیا کہ شاید اس نے جنگ میں بزدلی دکھائی ہو لہٰذا اب جب یہ پتہ چل گیا کہ اس نے بہت جسارت اور بہادری سے کام لیا ہے تو مجھے اس کو اپنا فرزند کہنے میں کوئی شرمندگی نہیں۔

اس نے یہ بھی بتایا کہ ملک بہلول اس جنگ میں شامل نہ تھا اور وہ ایک روز ان بے گناہوں کا بدلہ ضرور لے گا۔ جیرت نے سرہند ملک سکندر کو دیا اور خود پنجاب پہنچ کر اسیران جنگ کو دہلی بھیج دیا۔ جیرت کے جانے کے بعد ملک بہلول نے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے روپیہ قرض لے کر افغانوں میں بانٹ دیا اور خود ایک گروہ کو لے کر لوٹ مار اور رہزنی کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مغلوں اور افغانوں کے بہت سے گروہ بہلول لودھی کے پاس جمع ہو گئے۔ اسی عرصہ میں ملک فیروز بھی دہلی سے بھاگ کر بہلول سے آ کر مل گیا اور قطب شاہ بھی اپنی پرانی حرکتوں پر بہت پشیمان ہوا اور بہلول کا دوست بن گیا۔ بہلول نے دوبارہ سرہند پر اپنا قبضہ جما لیا۔ محمد شاہ نے اس دفعہ حسام خاں وزیر الملک کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بہلول کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بھیجا۔ موضع گڑھ میں جو خضر آباد اور شاہپور میں شامل تھا۔ ملک بہلول لودھی نے جنگ کی اور حسام خاں کو شکست دے کر بہت قوت حاصل کر لی۔ اس کی زندگی کے ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک بار لودھی اپنے چچا اسلام خاں کے ساتھ دو دوستوں کو لے کر سمانہ میں ایک بہت نیک بزرگ اور صوفی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان درویش کے سامنے ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ مجذوب نے اپنی زبان سے کہا کہ "کوئی شخص ہے جو دہلی کی حکومت کو دو ہزار تنکے میں خریدتا ہے۔" ملک بہلول نے ایک ہزار چھ سو تنکے جو اس وقت موجود تھے اپنی جیب سے نکال کر ان کی خدمت میں پیش کر دیئے اور کہدیا کہ اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجذوب نے اس کا یہی نذرانہ قبول کیا اور کہدیا کہ جا تجھ کو دہلی کی سلطنت کی حکمرانی مبارک ہو۔ اس پر ملک بہلول کے دوست اس کا مذاق اڑانے لگے اس پر بہلول نے جواب دیا کہ میری خدمت کسی طرح ضائع نہ ہو گی اگر درویش کا قول سچا ہے تو پھر کوڑیوں کے مول جواہرات ملیں گے۔ اور اگر سچا نہ بھی نکلا تو فقیر کی خدمت کرنا بھی کار ثواب ہے۔ ملک بہلول نے اپنے بھائی اور دوسرے رشتہ داروں اور عزیزوں کی مدد سے ایک بڑی جمعیت تیار کر لی اور ان کے ہمراہ پانی پت تک تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

کی بارگاہ میں بھیجا اور اس میں لکھا کہ میں صرف حسام خاں کی وجہ سے سلطنت سے دور ہوں اگر بادشاہ حسام خاں کو قتل کرا دے اور وزارت کا عہدہ حمید خاں کو مل جائے تو مجھ کو بادشاہ کی فرمانبرداری میں کوئی قباحت محسوس نہ ہو گی۔

ادھر حسام خاں قتل کرا دیا گیا اور بہلول بہت ہی زیادہ خلوص کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آیا اور سرہند نیز اس کے آس پاس حکومت کرتا رہا غرضیکہ اس کی قوت روز بروز بڑھتی گئی۔ اور جب سلطان محمود خلجی حاکم مندو نے دہلی پر حملہ کیا تو بہلول لودھی کو محمد شاہ نے بلوایا۔ لودھی بیس ہزار افغانوں اور مغلوں کی فوج لے کر سرہند سے آیا اور دشمن کو بھگا کر دم لیا' خاں خاناں کا لقب حاصل کر کے واپس گیا۔ اس نے اپنی قوت و اقتدار کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ بادشاہ کے حکم کے بغیر لاہور' دیپالپور' سنام وغیرہ اور دیگر پرگنوں پر قبضہ کر لیا یہی نہیں بلکہ اس نے بادشاہ کی طرف بھی ہاتھ بڑھایا اور دہلی پر حملہ کر دیا۔ اور اس کو محصور رکھا مگر باقاعدگی سے وہاں کا حکمران نہ بن سکا۔ بعد ازاں سرہند آ کر اپنی قوت بڑھانے کی فکر میں لگ گیا۔ خطبہ اور سکہ بھی اپنے نام کا نہ چلایا اور اس کو دہلی کی فتح تک کے لئے اٹھا رکھا۔ ادھر محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ہوا اور تخت دہلی کا وارث علاؤ الدین ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد بہلول کو حمید خاں نے ۸۵۵ھ میں دہلی بلوا کر حکمران بنا دیا تھا اس وقت بہلول لودھی کے نو بیٹے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں خواجہ بایزید نظام خاں جس نے بہلول کے بعد سکندر شاہ کے نام سے باپ کی جانشینی کی' مبارک خاں' عالم خاں جس کا لقب علاؤ الدین خاں ہوا اور جو دہلی کا بادشاہ بنا۔

اس کے علاوہ یعقوب خاں' فتح خاں' موسیٰ خاں' جلال خاں تھے۔ ان بیٹوں کے علاوہ دربار میں قطب خاں جو اسلام خاں کا بیٹا تھا اور خاں جہاں لودھی' دریا خاں' تارتار خاں' دریا خاں کا فرزند' مبارک خاں لوہانی' یوسف خاں' خاصہ خیل' عمر خاں شروانی' قطب خاں فرزند حسین خاں' افغان احمد خاں میواتی' یوسف خاں جلوانی' علی خاں ترک بچہ' شیخ ابو سعید قرلی' احمد خاں نیستانی' خاں خاناں قرلی' خاں خاناں لوحانی' شمشیر خاں' وزیر خاں پسر اسد خاں' شیخ احمد شروانی' ننگ خاں' لشکر خاں' شہاب خاں دبیر' مبارز خاں منہ' رسم خاں' جونا خاں' فرزند غازی خاں' ملک چمن فرزند خاں جہان' عماد الملک اقبال خاں' میاں فرید قرطی' شیخ جمال شیخ عثمان' رائے پرتاپ' رائے لکھمن اور رائے کرن یہ تمام چونتیس مشہور و معروف امراء موجود تھے جن میں سے بہت سے ارا کین تو بادشاہ کے خاص رشتہ دار ہی تھے۔

اس دور میں حمید خاں کا بہت بول بالا تھا کیونکہ اس کی طاقت بڑھ گئی تھی لہٰذا بہلول نے بھی حمید خاں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے ہی میں مصلحت دیکھی کیونکہ ملک اور سلطنت کی فلاح و بہبود کے لئے اس سے میل ملاپ ہی مناسب تھا اس کے گھر پر برابر جاتا تھا۔ بہلول ایک دن حسب عادت حمید خاں کے گھر مع اپنے چند ساتھیوں کے گیا اور جانے سے پہلے تمام افغانوں کو سکھا دیا کہ وہ حمید خاں کے سامنے مضحکہ خیز حرکتیں کریں تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ قوم بہت بیوقوف اور عاقبت نا اندیش ہے اور ان کی طرف سے کچھ بدگمانی نہ کرے۔ ایک افغانی جماعت حمید خان کے گھر گئی اور ویسی ہی عجیب عجیب مضحکہ خیز حرکتیں شروع کیں بعض نے فرش پر آتے وقت جوتیاں کمر سے باندھ لیں۔ بعض لوگوں نے اس طاق پر اپنے جوتے رکھ دیئے جو حمید خاں کے سر کے اوپر تھے۔ اس کی وجہ دریافت کرنے پر افغانوں نے یہ بتائی کہ احتیاطاً ایسا کیا ہے تاکہ کوئی جوتیاں چرا کر نہ لے جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ افغان حمید خاں سے بولے کہ آپ کا فرش تو مختلف رنگ کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے۔ اگر آپ اس کمبل کا ایک ٹکڑا ہم لوگوں کو عنایت کریں تو ہم اس کی ٹوپیاں بنوا کر اپنے بال بچوں کو بھیج دیں تاکہ اس تحفہ سے ہمارے گھر والوں کو یہ اندازہ ہو جائے کہ ہم خان والا شان کے ملازم ہیں۔

حمید خاں نے ہنس کر جواب دیا کہ ٹوپیاں بنانے کے لئے تم لوگوں کو زربفت اور مخمل دے دیا جائے گا اس کے بعد عطر کی کشتیاں اور پان محفل میں آئے۔ بعض افغانوں نے عطر کی پھریری پان میں لگا کر چبانا شروع کی۔ بہتوں نے پان کا چونہ نہ چھڑایا اور اسی طرح پان کھا لیا بعض لوگوں نے پان سے چونا چھڑا کر کھانا شروع کیا۔ جب منہ پھٹ گیا تو پاگلوں کی طرح رونے دھونے لگے۔ حمید خاں ان کی حرکات و سکنات پر بہت ہنسا اور کہا کہ یہ قوم تو بالکل اجڈ ہے جو ایسی عجیب و غریب حرکتیں کرتی ہے۔ اس پر بہلول نے جواب دیا کہ جاہل ہیں ان

besturdubooks.wordpress.com

کو اچھا ماحول نہیں ملا۔ لہٰذا ان لوگوں کو سوائے پیٹ بھر لینے اور آرام کرنے کے کوئی کام نہیں آتا۔

حمید خاں کی گرفتاری

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بہلول معمول کے مطابق حمید خاں کے گھر اپنے چند امراء کے ساتھ گیا۔ بہلول کے ساتھیوں کو قاعدہ کے مطابق اندر جانے نہیں دیا گیا لہٰذا بہلول تو اندر چلا گیا اور اس کے ساتھی جیسا کہ بہلول انہیں سمجھا بجھا کر لایا تھا۔ انہوں نے چیخنا چلانا شروع کیا اور بہلول کو گالیاں دینا شروع کیں کہ اگر بہلول حمید خاں کا ملازم ہے تو ہم بھی ہیں وہ اگر آزادانہ حمید خاں سے مل سکتا ہے تو ہمیں بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے تاکہ ہم بھی حمید خاں کو سلام کر کے آئیں اور اس کی عنایتیں ہم پر بھی ہوں یہ کہہ کر دربانوں سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ اس پر حمید خاں نے ان کی آوازیں سن کر کہلوا دیا کہ ان سب کو اندر آنے دیا جائے اور کسی طرح کی مزاحمت نہ کی جائے۔ یہ حکم پاتے ہی سب کے سب افغان اندر آ گئے اور حمید خاں کو سلام کر کے اس کے محافظوں کے پاس دو دو کی تعداد میں کھڑے ہو گئے۔ قطب خاں نے اب کام شروع کیا اور زنجیر نکال کر حمید خاں کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ تم گوشہ نشین ہو کر خدا کی عبادت کرو تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے۔ محض اس لیے کہ تم ہمیشہ وفادار رہے ہو یہ کہہ کر اس کو گرفتار کر لیا گیا اور اپنے آدمیوں کو دے دیا۔ اب ملک بہلول نے ملک میں اپنا خطبہ اور سکہ چلایا۔

مہمات

۸۵۵ھ میں بہلول لودھی نے دہلی کی حکومت تو اپنے بڑے بیٹے بایزید کے سپرد کی اور اس کے ساتھ دوسرے قابل اعتماد امراء کو بھی چھوڑا اور خود پنجاب ملتان کے امور سلطنت میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے دیپالپور چلا گیا۔ سلطان علاؤ الدین کے بہت سے خیر خواہ جو افغانوں کی حکمرانی پسند نہ کرتے تھے انہوں نے جونپور سے سلطان محمود شرقی کو بلایا۔ یہ ۸۵۶ھ میں ایک جرار لشکر لے کر دہلی آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ خواجہ بایزید اور دوسرے امراء بھی قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ سلطان بہلول یہ خبر سنتے ہی دیپالپور چلا آیا اور موضع بیرہ میں دہلی سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ٹھہر گیا۔

بہلول لودھی کے سپاہی محمود شرقی کے جانور گائے اونٹ وغیرہ پکڑ کر لے آئے۔ محمود شرقی نے فتح خاں دہری کو تیس ہزار سواروں اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہلول سے معرکہ آرائی کے لیے بھیجا۔ اسلام خاں کا فرزند قطب خاں لودھی جو بہت اچھا تیر انداز تھا اس نے دشمن کے ہاتھی کو جو بہت آگے بڑھ کر حملہ کرتا تھا چشم زدن میں زخمی کر دیا۔ افغانوں کی فوج لڑنے کے لئے تین حصوں میں تقسیم تھی۔ دریا خاں لودھی سلطان شرقی سے مل گیا۔ قطب خاں نے بہت اونچی آواز میں پکار کر دریا خاں سے کہا کہ تمہیں اس کی بھی غیرت نہیں آتی کہ تمہاری ماں بہنیں قلعہ شاہی میں ہیں اور تم دشمن کی طرف سے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو اس پر دریا خاں شرمندہ ہوا اور کہا کہ اگر اس کا پیچھا نہ کیا جائے تو وہ میدان چھوڑنے پر راضی ہے۔ قطب خاں نے تعاقب نہ کرنے کی قسم کھائی تب دریا خاں' فتح خاں سے الگ ہو گیا۔ اس کے علیحدہ ہوتے ہی فتح خاں دشمنوں کے ہاتھوں قید کر لیا گیا۔ فتح خاں نے کبھی کسی لڑائی میں رائے کرن کے بھائی بھورا خاں کو قتل کیا تھا لہٰذا رائے کرن کو انتقام کا اچھا موقع ملا اور اس نے فتح خاں کا سر کاٹ کر بہلول لودھی کی خدمت میں پیش کیا۔ فتح خاں کے ختم ہوتے ہی سلطان محمود کی ہمت نے بھی جواب دے دیا اور وہ نامراد جونپور واپس آیا۔

وسعت سلطنت کی تدابیر

اس فتح نے بہلول لودھی کے اقتدار کو اور تقویت دی اور اس نے دوسرے ملکوں کو فتح کرنے کے خواب دیکھنا شروع کیے۔ سب سے پہلے میوات کی طرف بڑھا۔ احمد خاں میواتی نے اس کا بڑا شاندار استقبال کیا اور اس کا فرمانبردار ہو گیا۔ سلطان بہلول نے صرف سات

besturdubooks.wordpress.com

نے بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور سات عدد ہاتھی اس کی نذر کیے۔ پھر کول آیا اور عیسیٰ خاں کو کول کا حکمران بنایا۔ اس کے بعد برہان آباد جا پہنچا۔ سلہٹ کے حکمران مبارک خاں لوہانی نے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر سلطان بہلول بھوئیں گاؤں آیا۔ رائے پرتاپ کو یہاں کا حکمران بنایا۔ جب بادشاہ رابری پہنچا تو قطب خاں بن حسین خاں افغان قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے قلعہ فتح کر لیا خاں جہاں قلب خاں کو مطمئن کر کے بادشاہ کے حضور میں لایا گیا۔ بادشاہ نے رابری کی جاگیر اسی کے تحت رہنے دی۔

اس کے بعد بادشاہ اٹاوے پہنچا اور یہاں کا حاکم بھی حسب سابق اپنی جاگیر کا حکمران رہا۔ اسی عرصہ میں جونا خاں بادشاہ سے منحرف ہو کر سلطان شرقی سے جا ملا اور شمس آباد (ا) کا حکمران بنا دیا گیا۔ اب سلطان شرقی نے دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اٹاوہ کے گردونواح میں اپنے خیمہ نصب کیے پہلے ہی دن بہت زور کی معرکہ آرائی ہوئی۔ دوسرے دن قطب خاں اور رائے پرتاپ نے بیچ میں آ کر صلح کرا دی۔ یہ طے ہوا کہ جو ملک مبارک شاہ بادشاہ کے زیر نگیں تھا اس پر بہلول لودھی قابض رہے اور حکومت کا جو حصہ سلطان ابراہیم بادشاہ جونپور کے پاس تھا سلطان محمود شرقی کی ملکیت قرار دیا جائے۔ سلطان بہلول نے جو سات ہاتھی لیے تھے وہ سلطان محمود کو واپس کر دیئے اس قرارداد میں یہ بھی تھا کہ جونا خاں شمس آباد کو خالی کر کے سلطان بہلول کے سپرد کر دے۔ لہٰذا بہلول نے جونا خاں کے نام فرمان بھیجا کہ وہ فوراً شمس آباد خالی کر دے۔ جونا خاں فوراً یہ حکم نہ بجالایا تو بہلول لودھی نے لشکر کشی کر کے اس کی قوت کو ختم کیا۔ شمس آباد کی حکومت رائے کرن کے حوالے کی اور اس کے گرد و نواح کا بہت اچھا انتظام کیا۔

محمود شاہ شرقی کو جب یہ اطلاعات موصول ہوئیں تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور دوبارہ شمس آباد پر قبضہ کرنے کے لئے شہر کے آس پاس پڑاؤ ڈالا۔ قطب خاں لودھی اور دریا خاں لودھی نے محمود شاہ کے لشکر پر شب خون مارا۔ اتفاقاً قطب خاں کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا دشمنوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ سلطان محمود نے اس کو نظربند کر کے جونپور بھیج دیا۔ سلطان بہلول نے اب شاہزادہ جلال خاں، شاہزادہ سکندر اور عماد الملک کو سلطان کی فوج سے معرکہ آرائی کے لئے روانہ کیا تاکہ وہ جا کر رائے کرن کی مدد کریں جو قلعہ بند ہے۔ خود سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کے لئے چلا اسی دوران میں محمود شاہ شرقی کا انتقال ہو گیا' محمد شاہ اس کا ولی عہد مقرر ہوا۔ محمد شاہ کی ماں کے حسن سلیقہ اور تدابیر نے ان جھگڑوں کو ختم کرا دیا فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی۔ کہ محمد شاہ اپنے باپ کی ملکیت کا بدستور مالک رہے اور جو حصہ بہلول لودھی کی سلطنت میں شامل ہے حسب سابق اسی کی ملکیت رہنے دیا جائے۔

جونپور کا سفر

اس صلح کے بعد محمد شاہ جونپور واپس چلا گیا۔ بہلول لودھی دہلی واپس آ گیا۔ قطب خاں کی بہن شمس خاتون نے اسے کہلا بھیجا کہ جب تک میرا بھائی سلطان شرقی کی قید میں ہے اس وقت تک تم پر کھانا پینا حرام ہے۔" سلطان پر اس بات کا بہت اثر ہوا اس نے راستے ہی سے سفر کی باگ جونپور کی طرف موڑ دی۔ بہلول پہلے شمس آباد آیا اور جونا خاں کو جو اس کی اطاعت کرنے پر تیار ہو گیا تھا یہاں کا حکمران بنا دیا۔ ادھر بہلول شاہ سے لڑنے کے لئے محمد شاہ نے بھی اپنی فوجیں تیار کیں۔ اور دریائے سرستی کے کنارے جنگ شروع ہوئی۔

اسی دوران میں محمد شاہ شرقی کا چھوٹا بھائی حسین شرقی اس سے بے حد خوفزدہ ہوا اور بہلول لودھی سے جنگ کرنے کا بہانہ کر کے اپنے بھائی سے جدا ہو گیا۔ تھوڑی سی سپاہ بھی اپنے ساتھ لے لی وہ راستہ سے قنوج کی طرف چل دیا۔ سلطان بہلول کو ان باتوں کی اطلاع ملی اور اس نے ایک فوجی جمعیت سلطان حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ شاہزادہ جلال خاں جو اپنے بھائی حسین خاں کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اس سے بہلول کی فوج برسرپیکار ہوئی اور جلال خاں کو گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان بہلول اس خدائی مدد سے بہت ہی خوش ہوا اور قطب خاں کے بدلہ میں جلال خاں کو اپنے پاس قید کر لیا۔ اسی عرصہ میں محمد شاہ سے جونپور کی رعیت بہت منحرف ہو گئی اور اس کو قتل کر کے حسین خاں کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ اب حسین شرقی سے سلطان بہلول کی اس بات پر صلح ہوئی کہ چار سال تک فریقین آپس میں چھیڑ چھاڑ نہ

besturdubooks.wordpress.com

کریں- حسین خاں کا خطبہ اور سکہ ملک میں جاری ہو گیا تھا-

رائے پرتاب جو اس گرد و نواح کا زمیندار تھا سلطان بہلول سے کسی بات پر ناراض ہو گیا- اور محمد شاہ شرقی سے جا کر مل گیا چونکہ سلطان بہلول اور حسین شرقی میں صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا لہٰذا حسین شرقی سے رائے پرتاب الگ ہو کر سلطان بہلول کی خدمت میں آ گیا- اس صلح و آشتی کے دو ہی تین دن بعد سلطان حسین شرقی نے قطب خاں کو مسلسل سات ماہ کی قید کے بعد آزاد کر کے سلطان بہلول کے پاس بھیج دیا- اس کے معاوضہ میں سلطان بہلول نے شہزادہ جلال خاں کو بھی قید سے رہا کر کے حسین شرقی کی خدمت میں روانہ کیا اور خود دہلی چلا آیا-

شمس آباد میں ورود

کچھ عرصہ بعد جب قول و قرار کا زمانہ گزر گیا تو سلطان بہلول شمس آباد جا پہنچا اور جونا خاں سے شہر واپس لے کر پھر رائے کرن کو اس کا حکمران مقرر کر دیا- شمس آباد میں رائے پرتاب کے فرزند نرسنگھ نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی- چونکہ رائے پرتاب نے دریا خاں لودھی سے ایک نیزہ جو اس زمانہ میں علم سرداری سمجھا جاتا تھا' چھینا تھا لہٰذا اب اس نے اس بات کا انتقام لینا چاہا- اور قطب خاں لودھی کے بھڑکانے سے رائے پرتاب کے فرزند نرسنگھ کو قتل کر ڈالا- اس واقعہ سے قطب خاں فرزند خاں افغان' مبارز خاں اور رائے پرتاب بہت رنجیدہ ہوئے اور شاہ حسین کے پاس جا کر اس کی اطاعت قبول کر لی- سلطان بہلول کو اب دشمن سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی اور دہلی واپس چلا آیا- چند دنوں کے بعد سلطان بہلول حاکم ملتان کی بغاوت دور کرنے اور پنجاب کے صوبہ کا انتظام سلطنت درست کرنے کے لئے روانہ ہوا- اور قطب خاں و خاں جہاں کو اپنا نائب بنا کر چھوڑا تاکہ دارالسلطنت کا انتظام نہ خراب ہو راہ میں اس کو پتہ چلا کہ سلطان حسین شرقی ہتھیار بند فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ دہلی پر دھاوا کرنے کے لئے آ رہا ہے- موضع چند وارہ میں دونوں فوجیں باہم برسرپیکار ہو گئیں اور مسلسل سات دن تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا- اسی دوران میں احمد خاں میواتی اور رستم خاں جو کول کا حکمران تھا دونوں حسین شاہ سے جا کر مل گئے اور تاتار خاں لودھی نے بہلول کی طرف ہو کر اس کا ساتھ دیا- لڑائی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ ہر ایک لڑائی سے ہراساں ہو گیا- اراکین دولت نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے ان شرائط پر صلح کرائی کہ تین سال کے عرصہ تک دونوں بادشاہ اپنی اپنی ملکیت پر قناعت کریں اور ایک دوسرے کو کسی طرح کوئی زک نہ پہنچائیں- اس معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی حسین شاہ نے اٹاوہ کا محاصرہ کیا- اور شہر کے حاکم کو جو بہلول لودھی کا رشتہ دار تھا اسے کچھ سمجھا دیا- اس نے بے چون و چرا اپنی حکومت اس کے سپرد کر دی- رفتہ رفتہ اس نے احمد شاہ میواتی اور کول کے حاکم رستم خاں کو بھی اپنی طرف کر لیا- احمد خاں حلوائی حاکم بیانہ پر بھی حسین شاہ کا ایسا جادو چلا کہ اس نے بیانے میں حسین شاہ شرقی کا خطبہ پڑھوا دیا- ان واقعات کے گزر جانے کے بعد حسین شاہ ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکر عظیم اور ایک ہزار ہاتھیوں کی فوج لے کر اٹاوے سے دہلی کی طرف چلا- ایسے بدتر حالات کے باوجود سلطان بہلول نے ذرا بھی پس و پیش نہ کیا اور دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے فوراً نکل آیا- تھواڑے (۲) کے مقام پر دونوں مخالف ایک دوسرے سے مقابلہ کے لئے تیار رہے اور یہ مقابلہ عرصہ تک چلتا رہا- آخر خاں جہاں نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کرائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ واپس آ گیا- سلطان شرقی نے پھر دھاوا کیا سلطان بہلول بھی مقابلہ پر آیا اور سنکھرہ کے آس پاس چند بار لڑائی ہوئی مگر پھر صلح ہو گئی- سلطان حسین اٹاوہ چلا گیا اور بہلول دہلی روانہ ہو گیا-

حسین شرقی کی والدہ کا انتقال

اسی کشاکش کے زمانہ میں سلطان حسین شرقی کی والدہ بی بی راجی کا اٹاوہ ہی میں انتقال ہو گیا- گوالیار کا حکمران اور قطب خاں دونوں

besturdubooks.wordpress.com

سے خوشامداً کہنے لگا کہ بہلول کی کیا ہستی ہے کہ وہ آپ کا مقابلہ کرے اس کی حیثیت آپ کے نوکروں سے زیادہ نہیں۔ اپنے لیے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ کے نام کا سکہ سارے ہند پر نہ بٹھالوں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا۔ قطب خاں اس بہانے سے حسین شاہ کے ہاتھوں سے آزاد ہوا اور یہاں آکر سلطان بہلول سے کہا کہ میں نے بہت سی سیاسی چالوں سے تو سلطان حسین شاہ سے نجات پائی ہے اور کہا کہ سلطان تمہارا جانی دشمن ہے لہٰذا تم اپنی جان کی حفاظت میں کبھی غفلت نہ کرنا۔ اسی دوران میں خضر خاں کے پوتے سلطان علاؤ الدین نے بداؤں میں انتقال کیا حسین شرقی تعزیت کے بہانے سے اٹاوے سے بداؤں آیا اور علاؤ الدین کے بیٹوں سے بداؤں کی ملکیت چھین لی۔ اس کے بعد سلطان حسین سنبھل جا پہنچا اور حاکم سنبھل مبارک خاں کو قید کر کے وہاں سے مال و اسباب سمیٹا اور ایک لشکر لے کر دہلی کی طرف رخ کیا۔ ۸۸۳ھ میں حسین شاہ نے گزر کچھ کے نزدیک دریائے جمنا کے ساحل پر اپنے خیمہ لگائے۔ سرہند میں سلطان بہلول کو یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں اور اس نے حسین خاں فرزند خاں جہاں کو میرک (۳) کا انتظام درست کرنے کے لئے بھیجا اور خود دہلی چلا آیا۔

عرصہ دراز تک دونوں فوجیں مقابلہ کرتی رہیں۔ سلطان حسین شرقی کی فوج کو کثرت اسلحہ و سپاہ کی وجہ سے بہت غلبہ حاصل تھا۔ قطب خاں لودھی نے اس وقت سلطان حسین شرقی کے پاس کہلا بھیجا کہ جس وقت میں قید میں پڑا ہوا تھا اس وقت...... آپ کی والدہ راجی بی بی کے مجھ پر بے حد احسانات ہیں اور انہوں نے زمانہ قید میں طرح طرح کی مہربانیاں کی ہیں لہٰذا اس وقت یہی ٹھیک ہے کہ آپ میدان جنگ سے واپس چلے جائیں اور موقعہ و محل کا انتظار کریں۔ اور اس وقت یہی مناسب ہے کہ دریائے گنگا کے اس پار کا ملک اپنے قبضہ میں رکھیے۔ اور گنگا کے دوسری طرف کے علاقوں پر بہلول لودھی ہی کو قابض رہنے دیں۔ غرضیکہ ان شرائط پر دونوں راضی ہو گئے اور آپس کا خلفشار مٹ گیا۔ سلطان شرقی نے اس صلح و آشتی پر بھروسا کیا اور اپنا بہت سامال اسباب چھوڑ کر چلا گیا' مگر سلطان بہلول نے اس اعتماد کو دھوکا دیا اور خود اس موقع کو غنیمت سمجھ کر سلطان حسین کا پیچھا کیا اور اس کا قیمتی مال و متاع جو اونٹوں پر لدا ہوا جا رہا تھا اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور حسین شاہ کے بہت سے امراء جو تقریباً تیس یا چالیس ہوں گے پکڑ لیے گئے۔ ان میں قتلغ خاں اور ملک بدھو نائب عرض بھی شامل تھے۔ قتلغ خاں کو پکڑ کر قطب خاں کے سپرد کیا گیا اور خود سلطان لودھی آگے بڑھتا رہا۔ حسین شاہ کے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ کنپل' شمس آباد' سیکٹ' مارہرہ' جالیسر پر اپنا قبضہ جما کر اپنی طرف سے حاکم بھی مقرر کر دیے۔

حسین شاہ نے جب یہ دیکھا کہ کسی طرح پیچھا کرنے سے بہلول لودھی باز نہ آئے گا تو فوراً خود بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوا اور موضع رام پنچھرہ میں ٹھہر گیا۔ سفر ملتوی کیا اور دشمن سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن آخر میں پھر میل ملاپ ہو گیا۔ اور یہ طے پایا کہ موضع دھوپا دونوں حکمرانوں کی سرحد مقرر کیا جائے۔ حسین شاہ شرقی رابری چلا گیا اور بہلول دہلی واپس آ گیا۔ ایک مدت کے بعد حسین شرقی نے پھر جمعیت عظیم لے کر بہلول لودھی پر دھاوا بولا۔ موضع سنپارن میں بہت ہی خونریز جنگ ہوئی۔ سلطان حسین کو اس جنگ میں شکست ہوئی اور بہت سامال و متاع لودھیوں کو مل گیا اس سے ان کی فوج کو تقویت حاصل ہو گئی۔ سلطان حسین رابری کی طرف روانہ ہو گیا۔ بہلول لودھی دھوپا ہی میں مقیم رہا اسی دوران میں خاں جہاں کے انتقال کی خبر دہلی سے آئی۔ سلطان بہلول نے اس کے فرزند کو خان جہاں کا خطاب دے کر باپ کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد رابری میں سلطان حسین پر حملہ کیا وہاں بھی میدان بہلول کے ہی ہاتھ رہا۔

سلطان حسین شرقی کا گوالیار جانا

سلطان حسین شرقی شکست کھا کر گوالیار کی طرف چلا گیا۔ یہاں کا راجہ بہت حسن اخلاق سے پیش آیا اور کئی لاکھ نقد تنکے' خیمہ' سراپردہ اور ہاتھی گھوڑے یہ سب حسین شرقی کو بطور نذرانہ دیئے اور اس طرح اس کا خیر خواہ بن گیا اور کالپی تک حسین شرقی کے ساتھ ساتھ آیا۔ ادھر اسی عرصہ میں سلطان بہلول اٹاوہ پہنچا۔ یہاں حسین شرقی کے بھائی ابراہیم خاں اور ہیبت عرف کرکر دونوں اس سے ڈر کر

besturdubooks.wordpress.com

اٹاوہ کے قلعہ میں بند ہو گئے مگر سلطان بہلول برابر حملہ کرتا رہا- آخر ان لوگوں نے جان کی امان چاہی اور اٹاوہ اس کے سپرد کر دیا- سلطان بہلول لودھی نے اٹاوہ ابراہیم خاں لوہانی کو دے دیا اور اٹاوہ کے رائے کو چند پرگنے دے دیئے تاکہ اس کو معاشی مشکلات نہ درپیش ہوں اور ایک لشکر عظیم لے کر حسین شاہ پر حملہ کر دیا- سلطان بہلول کالپی کے آس پاس موضع راگانوں میں پہنچ گیا- سلطان حسین بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا- دریائے جمنا کے ساحل پر مسلسل کئی مہینہ تک جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رہا اسی عرصہ میں کمتھرا کا حاکم رائے تلوک چند سلطان لودھی کی خدمت میں حاضر ہوا- اور اس کو ایک مناسب راستہ سے جہاں پانی کم تھا وہاں سے دریا پار کرا دیا- اب حسین شاہ میں اس حملہ کو سر کرنے کی تاب نہ تھی بہت ہراساں ہوا اور جونپور کی طرف چلا گیا- ٹھٹھہ کے حکمران راجہ نے سلطان حسین کی بہت آؤ بھگت کی اور کئی لاکھ تنگے اور نذرانہ پیش کیے اور نہایت ہی انسانیت کا برتاؤ اس کے ساتھ کیا اپنی فوج بھی اس کو دے دی تاکہ فوج جونپور تک بادشاہ حسین شاہ کے ساتھ جائے- ادھر بہلول لودھی نے جونپور کی طرف تعاقب کے ارادے سے اپنے قدم بڑھائے- سلطان حسین شاہ نے جونپور چھوڑ کر بہرائچ کا راستہ اختیار کیا اور وہاں سے قنوج پہنچا- بہلول بھی قنوج ہی کی طرف چل پڑا اور دریائے رہٹ (۴) کے ساحل پر دونوں طرف کی فوجوں میں خوب لڑائی ہوئی مگر چونکہ شکست کھانا سلطان حسین شاہ کے مقدر ہو چکا تھا لہٰذا وہ اس جنگ میں بھی ہار گیا- حسین شرقی کا سارا مال و متاع لودھیوں کے قبضہ میں آگیا اور اس کی بیوی خوترہ جو سلطان علاؤ الدین فرزند خضر خاں کی بیٹی تھی اس کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا اور بہلول لودھی نے اس خاتون کی عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے محافظوں کو رکھا اس کے بعد دہلی آیا- اس لڑائی کے کچھ عرصہ بعد سلطان بہلول نے ایک عظیم لشکر جمع کیا اور جونپور جو عرصہ سے دہلی کے دار السلطنت سے باہر ہو گیا تھا- اس کو بہلول نے دوبارہ پایہ تخت دہلی میں شامل کرنے کی تدبیر سوچی اور حملہ کر کے شہر پر اپنا قبضہ کر لیا اور جونپور کی حکومت مبارک خاں لوہانی کے سپرد کر دی- قطب خاں لودھی اور دیگر امراء کو قصبہ مجھولی (۵) میں چھوڑ کر خود بدایوں چلا گیا- سلطان حسین موقع دیکھ کر پھر جونپور پہنچ گیا یہاں کے امراء اس سے بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور سارے امراء جونپور سے قصبہ مجھولی قطب خاں کے پاس چلے گئے، مگر حسین شرقی کی خیر خواہی کا دم اس وقت تک بھرتے رہے جب تک انہیں بہلول لودھی سے مدد نہ ملی- سلطان بہلول ان واقعات کو سنتا ہوا قصبہ ہلدی جا پہنچا اور قطب خاں کے انتقال کی خبر سنی-

اس نے کچھ دن تو تعزیت میں گزارے اس کے بعد جونپور چلا آیا- سلطان بہلول نے سلطان شرقی کو بہت دور بھگا دیا اور از سر نو جونپور کو فتح کر لیا- سلاطین شرقیہ کے تخت پر اپنے فرزند باربک شاہ کو بٹھایا اور خود کالپی پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا- کالپی کی حکومت خواجہ بایزید کے بیٹے اور اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں کے سپرد کی اور چند وار ہوتا ہوا دھولپور پہنچا- یہاں کے راجہ نے خوفزدہ ہو کر کئی من سونا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور خود اس کے اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا- یہاں سے الہ پور پہنچا یہ شہر تھنبور کے نواح میں واقع ہے- اس شہر کو تباہ برباد کر دیا اور کامیاب حکمران کی طرح دہلی آیا یہ اب بہت ضعیف ہو چکا تھا- لہٰذا اس نے تمام ملک اور جاگیریں سب رشتہ داروں اور بیٹوں میں تقسیم کیں- جونپور کی حکمرانی تو باربک شاہ نے اپنے فرزند کو دی- الہ پور کی حکومت شہزادہ عالم خاں کو دی' بھرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو عنایت کیا' لکھنؤ اور کالپی خواجہ اعظم ہمایوں کو دیا اس کا باپ خواجہ بایزید خاں کچھ ہی عرصہ پہلے اپنے ایک ملازم کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا- بدایوں کی حکومت اپنے ایک عزیز خاص خان جہاں کو عنایت کی' دوآبہ کے درمیان کے بہت سے ملک شاہزادہ نظام خاں یعنی سلطان سکندر لودھی کو دیئے اور اس کو اپنا جانشین بنایا- اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بہلول گوالیار کی طرف گیا وہاں کے راجہ سے اسی لاکھ تنگے وصول کیے- حکومت اسی راجہ کے ہاتھ میں دے دی اور اٹاوہ سکیٹ (۶) سنگھ کے بجائے اسی اور حکمران کے سپرد کر لیا-

besturdubooks.wordpress.com

بہلول کی بیماری

راستہ میں بہلول کی طبیعت خراب ہو گئی بہت سے امراء نے مل کر بادشاہ کو یہ رائے دی کہ وہ اعظم خاں ہمایوں کو اپنا جانشین مقرر کر دے۔ بہلول میں اب اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ان امراء کی رائے سے مخالفت کرے لہٰذا سلطان سکندر لودھی کو بلانے کے لئے بہت سے قاصد دہلی کو روانہ ہوئے۔ عمر خاں شروانی ان دنوں مختار کل تھا چونکہ بادشاہ کے اعضاء میں قوت نہ تھی لہٰذا تمام امور سلطنت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں تھی۔ وہ ان امراء کے صلاح و مشورہ کو بھانپ گیا سلطان سکندر کی والدہ بھی اس سفر میں بادشاہ کے ہمراہ تھیں انہوں نے عمر خاں کو مشورہ دیا کہ ایک آدمی سکندر خاں کی خدمت میں بھیج کر اس کو کہلوا دیں کہ بادشاہ اور امراء نے اس کو نظربند کرنے کی غرض سے بلایا ہے لہٰذا وہ اپنی روانگی کو معرض التوا میں رکھے اور اپنے لئے یہی بہتر سمجھے اس پیغام کے مطابق سلطان سکندر جانے میں تاخیر کرنے لگا۔ اس پر بہلول لودھی نے غصہ میں کہلوا بھیجا کہ اگر تم نہیں آنا چاہتے ہو تو میں خود تمہارے پاس آتا ہوں۔ سلطان سکندر اس حکم سے خوفزدہ ہوا اور چلنے کی تیاری کرنے لگا مگر سب اراکین مخالفت کرتے رہے اس پر سکندر سلطان نے قتلغ خاں جو حسین شرقی کا وزیر تھا اور قید میں پڑا ہوا تھا اور رائے دینے میں اس کو کافی ملکہ حاصل تھا اس نے کہا سراپردہ شاہی نصب کر کے کوچ کا اعلان کر دیا جائے اور سامان سفر کی درستی میں تاخیر کی جائے تاکہ کچھ عرصہ اس طرح مل جائے سلطان سکندر نے اسی کی رائے پر عمل کیا۔

بہلول لودھی کا انتقال

اتفاق سے اسی عرصہ میں بادشاہ بہلول لودھی کا مرض بہت بڑھتا گیا اور ۸۹۴ھ میں سکیٹ کے نواح قصبہ بھداونی میں بہلول لودھی نے دنیا کو خیرباد کہا۔ بہلول لودھی نے اڑتیس سال آٹھ ماہ اور سات دن حکمرانی کی اس کی ظاہری خوبیاں ناقابل بیان ہیں۔ مذہب اور شرع کا بہت پابند تھا۔ زیادہ تر سفر سیاحت میں فقراء اور درویش صفت لوگوں کی خدمت میں رہتا اور انہیں کی صحبت میں زندگی گزارتا۔ اپنے افغان بھائیوں سے بہت اچھا برتاؤ کرتا تھا اور ان افغانی امراء کے سامنے کبھی تخت پر جلوہ افروز نہ ہوتا بلکہ مساوات کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں کے ساتھ ہمیشہ فرش پر جلوہ نشیں ہوتا۔ دہلی فتح کر کے سابق بادشاہوں کی جو ملکیت اور خزانہ ہاتھ آیا وہ تمام افغانی امراء میں برابر تقسیم کیا اور خود بھی ایک ہی حصہ اپنے لئے رکھا اپنے گھر میں کبھی کھانا نہ کھاتا۔ طویلہ خاص کے شاہی گھوڑوں پر کبھی سواری نہیں کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ میرے لیے صرف سلطنت کا نام ہی کافی ہے۔ مغل سپاہ کی بہادری پر بڑا اعتماد تھا یہی وجہ تھی کہ مغل شاہزادوں، بادشاہوں اور سپاہیوں کی تعداد تقریباً بیس ہزار ہو گئی تھی جہاں کہیں کسی مقام کے لئے سن لیتا کہ یہاں پر کوئی بہادر نوجوان موجود ہے اس کو فوراً بلاتا اور حسن سلوک سے پیش آتا۔ یہ بادشاہ بہت زیادہ عقلمند، دلیر، شجاع تھا۔ آئین جہانداری اور حکومت کے امور میں اس کو ملکہ حاصل تھا کبھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا تھا ہمیشہ رعایا پروری اور عدل و انصاف میں اپنی زندگی گزاری۔

besturdubooks.wordpress.com

حوالہ جات

۱- یہ مقام "پاکھور" کے نام سے ضلع فرخ آباد میں ہے۔
۲- "تھواڑہ" لفظ کتابت کی غلطی ہے۔ منتخب التواریخ میں "بجوارہ" لکھا ہے۔
۳- میرک کتابت کی غلطی ہے یہاں پر اصل لفظ میرٹھ ہونا چاہیے۔
۴- "رہت" لفظ ہی غلط لکھا ہے۔ یہاں پر "آب رہب" ہونا چاہیے۔ جو کالی ندی کا نام ہے۔ یہ قنوج کے نزدیک دریائے گنگا سے مل جاتی ہے۔
۵- اس نام کا کوئی قصبہ نہیں ملتا۔ البتہ "مہولی" اور مجولی نام کے کئی قصبے تھے۔
۶- یہ مقام دور اکبری میں قنوج کے راجہ کے تعلقہ میں شامل تھا۔ یہاں بلبن کے زمانہ کی تعمیر شدہ ایک مسجد ہے۔ اب یہ مقام ضلع لوٹیہ میں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان عادل نظام خاں سکندر لودھی

تخت نشینی

سلطان بہلول لودھی کے انتقال کے بعد تمام اراکین سلطنت نے باہم مشورہ کیا اور جانشینی کے لئے ولی عہد کا انتخاب کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے بادشاہ مرحوم کے پوتے ہمایوں اعظم کی ولی عہدی پر زور دیا۔ بعض لوگوں نے اس کے بڑے بیٹے باربک شاہ کو جانشین بنانے کی رائے پیش کی۔ اس وقت سلطان سکندر کی ماں جس کا نام زیبا تھا اس نے امراء سے کہا کہ میرا بیٹا ہر طرح تخت حکومت کے لائق ہے اور تم لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بھی ہمیشہ اچھا ہی رہے گا۔ عیسیٰ خاں جو سلطان بہلول مرحوم کا چچا زاد بھائی تھا اس نے نہایت ترش لہجہ میں گالی دے کر کہا کہ سنار کا بیٹا دہلی کا تاجدار بننے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ خان خاناں قرملی نے یہ سن کر بہت غصہ میں کہا کہ ابھی کل تو بادشاہ کا انتقال ہوا ہے اور آج ہی سے ہم ان کی بیوی اور بیٹے کی یوں بے حرمتی شروع کریں یہ کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ اس بات کے جواب میں عیسیٰ خاں نے کہا کہ تمہارا مرتبہ ایک ملازم سے زیادہ نہیں لہٰذا تم ہم رشتہ داروں کے معاملات میں دخل دینے کی ہمت نہ کرو۔ خان خاناں کو بہت طیش آیا اس نے کہا کہ میں سوائے سلطان سکندر کے اور کسی کا ملازم نہیں ہوں یہ مجلس سے اٹھا اور اپنے ہم خیال امراء کے ہمراہ بادشاہ کا جنازہ لے کر قصبہ جلالی (۱) میں جا پہنچا اور سلطان سکندر کو لے کر ایک بلند جگہ جو بیاس کے ساحل پر واقع ہے اور کوشک فیروز شاہ کے نام سے مشہور ہے وہاں سلطان سکندر لودھی کو تخت پر بٹھایا۔ سلطان سکندر نے اپنے والد کی لاش کو تو دہلی بھیج دیا اور خود عیسیٰ خاں پر حملہ کرنے کے لئے پہنچا۔ عیسیٰ خاں اس سے پہلے شکست کھا گیا اور سکندر سلطان نے اس کے گناہ بخش دیئے اور خود دہلی چلا آیا۔ سلطان سکندر کا کردار بھی بہت اچھا تھا باپ کی طرح یہ بھی حسن اخلاق کا مجسمہ تھا۔ ہر ایک افغان سے بہت اچھا برتاؤ کرتا اپنا بھائی سمجھتا۔ بادشاہ تمام امرائے دولت اور اراکین کے سامنے تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کے چھ بیٹے تھے۔ ابراہیم خاں' جلال خاں' اسمٰعیل خاں' حسین خاں' محمود خاں' اعظم ہمایوں خاں۔

امرائے سلطنت

سکندر سلطان کے دربار میں ترپن امراء تھے جن کی فہرست یہ ہے خاں جہاں لودھی' احمد خاں فرزند خاں جہاں بن خان خاناں قرملی' شیخ زادہ قرملی' خانخاناں لوحانی' اعظم خاں شروانی' دریا خان فرزند مبارک خاں لوحانی جو بہار کا حکمران تھا' عالم خاں لودھی' جلال خاں پسر محمود خاں لودھی نائب کالپی' شیر خاں لودھی' مبارک خاں موحی' خلیل خاں لودھی' احمد خاں لودھی حاکم اٹاوہ' ابراہیم خاں شروانی' محمد شاہ لودھی' بابو خاں شیروانی' حسین خاں قرملی' نائب سارن' سلیمان خاں پسر دوم خاں خاناں قرملی' سعید خاں فرزند مبارک خاں' شیخ زادہ محمد خاں ملقب بہ کالا پہاڑ فرزند خاں قرملی' شیخ جمال ولد شیخ عثمان قرملی' لودھی اسمٰعیل خان لوحانی' تاتار خان قرملی' عثمان خاں قرملی' شیخ جان پسر مبارک خاں لودھی' شیخ احمد قرملی' آدم خاں لودھی' حسین خان برادر آدم خان لودھی' کبیر خاں لودھی' مقبر خاں لوحانی' غازی خاں لودھی' تاتار خاں حاکم پنجارہ میاں چمن کنبوہ' حجاب خاص مجد الدین حجاب خاص' شیخ ابراہیم حجاب خاص' شیخ عمر حجاب خاص' قاضی عبد الواحد پسر طاہر کابلی حجاب خاص' بھورہ خاں فرزند خواص خاں' شیخ عثمان حجاب خاص' شیخ صدیق حجاب خاص' خواجہ نصر اللہ' مبارک اقبال خاں حاکم قصبہ بادی' اصغر خان فرزند قوام الملک حاکم دہلی' شیر خاں برادر مبارک خاں لوحانی' عماد الملک کنول' عزیز مبارک خاں لوحانی' عالم خاں لودھی' کبیر خاں لودھی' ملکن خاں لودھی' ظہیر خاں لوحانی' عمر خاں شیروانی اور سنار خاں جلوانی۔

pesturdubooks.wordpress.com

جاگیریں اور عہدے

تخت نشینی کے تھوڑے دنوں بعد ہی سکندر خاں رابری کی طرف چلا گیا- عالم خاں جو سلطان علاؤ الدین کے نام سے مشہور تھا کچھ دنوں تک چند واڑہ میں مقیم رہا لیکن بالآخر چندواڑہ سے بھاگ کر عیسیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور پٹیالی میں مقیم ہوا- سکندر لودھی نے رابری کی حکومت کی باگ ڈور خاں خاناں قرلی کے ہاتھ میں دی اور خود اٹاوہ چلا گیا- یہاں بادشاہ پورے سات مہینہ ٹھہرا رہا اور عالم خاں جس کا لقب علاؤ الدین تھا اسے اعظم ہمایوں کے پاس سے لے کر اپنے ساتھ لے آیا اور اس کو اٹاوہ کا حکمران بنا دیا-

مہمات

اس کے بعد اٹاوے سے بادشاہ پٹیالی چلا گیا- ادھر عیسیٰ خاں نے پٹیالی پر دھاوا بول دیا اور اپنی فوج سکندر لودھی کے مقابلہ میں آراستہ کی مگر منہ کی کھانی پڑی- اور مجبوراً میدان چھوڑا اس جنگ میں عیسیٰ خاں کو ایک کاری ضرب لگی پھر یہی ضرب اس کی موت کا باعث ہوئی- اس کے بعد سکندر لودھی نے اپنے بڑے بھائی کو ایک قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ وہ بادشاہ کا نام بھی اپنے نام کے ساتھ خطبہ اور سکہ میں شامل کرے اور بادشاہ کی اطاعت کا اعلان کرے- رائے گیلن جو پہلے باربک شاہ کا بہی خواہ اور مشیر تھا وہ سکندر لودھی سے آ کر مل گیا اس کو پٹیالی کی حکمرانی عطا کی- باربک شاہ نے سکندر لودھی کی فرمانبرداری کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اس پر چڑھائی کر دی- بادشاہ بھی کالا پہاڑ کے ہمراہ قنوج چلا دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئیں اور کالا پہاڑ بھی لڑنے کے لئے آمادہ ہو کر لشکر کی طرف بڑھا اس نے سکندر لودھی کی فوج پر حملہ کیا' لیکن قلب لشکر میں پہنچتے ہی اس کو گرفتار کر لیا گیا- بادشاہ کے سامنے لایا گیا بادشاہ اس کو دیکھتے ہی گھوڑے سے نیچے آیا بہت ادب سے کالا پہاڑ سے مصافحہ کیا اور کہا تم میرے باپ کی طرح ہو مجھے بھی اپنا بیٹا سمجھو اس گفتگو سے کالا پہاڑ بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ اس احسان کے بدلہ میں اس کے سوا اور کوئی کام نہیں کہ میں اپنی جان آپ پر نچھاور کر دوں اور فرمائش کی کہ ایک گھوڑا دیا جائے تاکہ وہ باربک شاہ سے مقابلہ کرے- اس کے حملہ کرتے ہی باربک میدان چھوڑ کر چلا گیا اور بداؤں کی طرف جا نکلا شاہزادہ مبارک کو پکڑ لیا گیا- بادشاہ نے باربک کا پیچھا کیا اور بداؤں کو گھیر لیا- باربک شاہ نے پریشان ہو کر بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور اس کو ملازمت بھی دے دی گئی-

بادشاہ اس کو بڑے ادب اور احترام سے اپنے ساتھ جونپور لایا اور اس کو جونپور کی راجدھانی عطا کی- سلطان شرقی ابھی بہار کے گرد نواح میں ہی ٹھہرا ہوا تھا- سکندر لودھی نے اپنے قابل اعتماد حاکم مضافات جونپور میں مقرر کیے اور کچھ باربک شاہ کے پاس چھوڑے جونپور کے بہت سے پرگنے اپنے امراء کو تقسیم کر دیئے اور اس کے بعد جونپور سے کالپی چلا گیا- کالپی کی جاگیر اعظم ہمایوں سے لے کر محمود خاں لودھی کو دے دی- بادشاہ کالپی سے جتھرہ آیا- تاتار خاں جو جتھرہ کا حکمران تھا وہ بہت فرمانبرداری سے پیش آیا- بادشاہ نے جتھرہ کی حکومت اسی کے نام رکھی- خواجہ محمد قرلی کو خلعت خاص دے کر گوالیار کے حاکم راجہ مان سنگھ کے پاس بھیجا راجہ بہت محبت اور خیال سے پیش آیا- اس نے اپنے بھتیجے کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا وہ بیانہ تک بادشاہ کے ساتھ گیا- بیانہ کے حکمران سلطان شرف نے بھی بہت حسن اخلاق کا ثبوت دیا اور بادشاہ سے شرف نیاز حاصل کیا اور اطاعت قبول کی- سکندر نے سلطان شرف سے کہا کہ وہ بیانہ کی حکومت چھوڑ دے تاکہ اس کو جالیسہ' چند واڑہ' مارہرہ' سیکٹ کی جاگیریں اور حکمرانی عطا کر دی جائے اس پر سلطان شرف خاں اپنے ساتھ عمر خاں شیروانی کو لے کر گیا تاکہ قلعہ اور خزانہ کی کنجیاں بادشاہ کے سپرد کر دی جائیں' مگر بیانہ پہنچ کر سلطان شرف کی نیت بدل گئی اس نے قلعہ کو زیادہ مضبوط کر لیا اور بادشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا-

بادشاہ نے اس عہد شکنی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی- سلطان شرف کا بہی خواہ اور فرمانبردار اصبت خاں جلوانی تھا' مگر اس نے سرکشی

besturdubooks.wordpress.com

اور خود بیانہ واپس چلا آیا۔ سکندر لودھی نے بہت ہی غصہ اور طیش کی حالت میں قلعہ کے لوگوں کو ستانا شروع کیا۔ عرصہ دراز کے بعد سلطان شرف بھی پریشان ہو گیا اور مجبوراً امان چاہی۔ ۸۹۷ھ میں بیانہ فتح کر لیا گیا۔ بیانہ کی حکومت خاں خاناں قرملی کے ہاتھ میں دے دی۔ سکندر لودھی نے سلطان شرف کو گوالیار کی طرف بھیج کر جلاوطن کیا اسی عرصہ میں گوالیار کا قلعہ بھی فتح کر لیا گیا۔ بادشاہ کامیاب ہو کر دہلی آ گیا۔ اسی دوران میں پتہ چلا کہ جونپور کے زمینداروں نے ایک لاکھ کی تعداد میں جمع ہو کر شیر خاں جو مبارک خاں لوحانی کا بھائی اور کڑہ کا حکمران تھا اس کو شہید کر ڈالا ہے۔ اور مبارک خاں لوحانی خود کڑہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن پرسی (۲) بیال کے گھاٹ پر دریائے گنگا کو عبور کر رہا تھا کہ رائے شہرو ٹھٹھ (۳) کے راجہ نے اس کو گرفتار کر لیا۔ باربک شاہ بھی دشمنوں کے اجتماع سے گھبرا کر جونپور سے فرار ہوا اور بہرائچ میں کالا پہاڑ کے پاس آ کر دم لیا۔ بادشاہ کو حالانکہ ابھی صرف چوبیس ۲۴ دن ہی گزرے تھے مگر وہ جونپور کی طرف روانہ ہوا بادشاہ دریائے گنگا کو عبور کر کے دہلپور (۴) گیا۔ یہاں باربک شاہ بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس پر نوازش شاہانہ کی بارش ہوئی۔ رائے شہرو بادشاہ کے پہنچنے کی خبر سن کر بہت ہراساں ہوا اس نے فوراً ہی مبارک خاں کو قید سے آزاد کر دیا۔ اور اس کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ بادشاہ یہاں سے کاٹھ گڑھ چلا گیا یہاں کے زمیندار یکجا ہو کر بادشاہ کے ساتھ معرکہ آرائی پر آمادہ ہوئے۔ اس جنگ میں زمینداروں کو شکست فاش ہوئی اور سپاہیوں کو خوب مال غنیمت ملا۔

یہاں سے بادشاہ پھر جونپور پہنچا اور باربک شاہ کو جونپور میں چھوڑ کر خود واپس چلا آیا۔ آس پاس کے مقامات میں بادشاہ نے تقریباً ایک مہینہ سیر و شکار میں گزارا۔ اسی دوران میں مخبروں نے بتایا کہ باربک شاہ جونپور میں زمینداروں کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اس پر بادشاہ نے احکامات جاری کیے کہ کالا پہاڑ' اعظم ہمایوں' شیروانی اور خانخاناں لوحانی اودھ ہو کر مبارک خاں کڑہ کے راستہ سے جونپور تک جائیں۔ اس کے گرد و نواح کے انتظامات درست کر کے باربک شاہ کو قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیں۔ باربک شاہ بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ سلطان سکندر نے اس کو ہیبت خاں لوحانی اور عمر خاں شروانی کے ہاتھوں میں دے دیا۔ بادشاہ خود جونپور کے گرد و نواح میں ہوتا ہوا جونپور سے قلعہ چنار کی طرف چل دیا۔ حسین شاہ شرقی کے بہت سے امراء جو وہاں پر موجود تھے وہ سب بادشاہ کے مقابلہ پر لڑنے کے لئے آ گئے' مگر سب ہار گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ قلعہ چونکہ مستحکم اور پائیدار تھا لہٰذا بادشاہ نے اس کا محاصرہ کرنا بیکار سمجھا اور چنار سے پٹنہ کے مضافات میں ہوتا ہوا کٹبہ (۵) کی طرف چلا۔ یہاں کے راجہ نے اس کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور رائے بہلو ر سکندر کی اطاعت پر بھی مجبور ہو گیا۔ سلطان نے کٹبہ کی راجدھانی اسی راجہ کو دے دی اور خود اریل (۶) چلا گیا۔ اسی درمیان میں رائے بہلا' سکندر سے بہت خوفزدہ ہو گیا وہ تمام اسباب جاہ و حشمت وہیں چھوڑ کر پٹنہ کی طرف روانہ ہو گیا' لیکن بادشاہ نے اس کا تمام مال و اسباب جاہ و حشم اس کے پاس پٹنہ بھیج دیا۔

شمس آباد کا سفر

سلطان سکندر نے مبارک خاں لوحانی کے بھائی شیر خاں کی زوجہ سے نکاح کیا اس کے بعد شمس آباد روانہ ہو گیا۔ قصبہ دیو تاری جو چوروں' لٹیروں اور باغیوں کا اڈہ تھا اس کو بادشاہ نے حتی الامکان تاخت و تاراج کیا بہت سے سرکش پکڑے اور مارے گئے۔ کچھ لوگوں نے وزیر آباد میں جا کر پناہ ڈھونڈی سکندر سلطان وہاں بھی پہنچا اور وزیر آباد والوں کو قتل و غارت کر کے پھر شمس آباد چلا گیا برسات کا سارا موسم یہیں ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد ۹۰۰ھ میں رائے بھلدر کی سرکشی دور کرنے اور سمجھانے بجھانے کے لئے پٹنہ چلا گیا۔ راستہ میں یہاں کے سرکشوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے بعد کھارن اور کھانی پہنچا۔ بھلدر کے فرزند نرسنگھ رائے نے بادشاہ سے معرکہ آرائی کی اور ہار کر پٹنہ بھاگا۔ سلطان سکندر بھی پٹنہ کی طرف چلا رائے بھلدر سرکچھ چلا' مگر راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ سلطان کچھ سے شمدیور کی طرف چلا جو پٹنہ کے گرد و نواح میں ہے [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

جونپور چلا گھوڑے مسافرت میں بہت تھک گئے تھے جس کے پاس دس گھوڑے تھے اس میں سے نو مر گئے تلک چند جو بھلدر کا بیٹا تھا اس نے سلطان حسین شرقی کے پاس پیغام بھیجا کہ سلطان سکندر کا لشکر گھوڑوں سے خالی ہے۔ سامان اسپ بالکل ختم ہو گیا ہے لہٰذا اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ فوراً سلطان سکندر پر حملہ کر دیا جائے یہ سنتے ہی حسین شرقی اپنا لشکر لے کر بہار سے چل کھڑا ہوا۔

ادھر سکندر سلطان نے بھی کنتت کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو جلد جلد پار کیا اور حسین شرقی کے مقابلہ کے لئے پہنچ گیا۔ بنارس سے اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر فریقین نے آپس میں دست و گریباں ہونے کی ٹھانی۔ سلطان سکندر نے خانخاناں کو رائے بھلدر کے بیٹے سالباہن (۷) کے پاس روانہ کیا کہ وہ اس کو تسلی دے کر آئے اور خود حسین شرقی سے آمادہ پیکار ہوا۔ سالباہن راہ ہی میں مل گیا اور ایک عظیم لڑائی اور خونریزی کے بعد حسین شرقی ہار گیا اور پٹنہ کی طرف رجوع کیا۔ بادشاہ نے اپنا لشکر اسی جگہ چھوڑا اور جیسا کہ عام روایت ہے ایک لاکھ سپاہ کو اپنے ہمراہ لے کر سلطان شرقی کا پیچھا کرنے کے لئے چلا۔ راہ میں معلوم ہوا کہ حسین شرقی بہار واپس لوٹ گیا لہٰذا بادشاہ بھی نو دن تک ٹھہر کر پھر واپس اپنی سپاہ سے مل گیا اور بہار کی طرف چل پڑا۔ حسین شرقی کو بادشاہ کی آمد کی خبر ہوئی لہٰذا اس نے ملک کھندو کو تو بہار کے قلعہ میں چھوڑا اور خود کھل گاؤں (۸) جو لکھنوتی کے گرد و نواح میں واقع ہے وہاں چلا گیا۔

بادشاہ بنگالہ سلطان علاؤ الدین نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اس کے لئے آرام و آسائش کا سارا سامان مہیا کر دیا۔ اس نے حکمرانی کے خواب دیکھنا چھوڑ دیے اور باقی ماندہ زندگی وہیں بہت عیش کے ساتھ گزاری۔ حسین شرقی نے جیسے ہی خانہ نشینی اختیار کی ویسے ہی جونپور کے بادشاہوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ سلطان سکندر نے دوبارہ سے ایک لشکر عظیم لے کر ملک کھندو کے سر پر متعین کیا۔ ملک کھندو گھبرا کر بھاگ گیا اور بہار کی حکومت سلطان سکندر کے ہاتھ میں آ گئی۔ بادشاہ نے محبت خاں کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ بہار میں چھوڑا اور خود درویش پور جا پہنچا۔ سلطان سکندر نے خاں جہاں فرزند خانخاناں قرملی کو فوج میں چھوڑا اور خود ترہٹ کی طرف چل دیا۔ یہاں کا راجہ بہت عاجزی کے ساتھ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا اور کئی لاکھ تنکے خراج دینا منظور کیا۔ بادشاہ نے مبارک خاں لوحانی کو خراج کی رقومات وصول کرنے کے لئے ترہٹ میں ہی رہنے دیا اور خود درویش پور چلا آیا۔ خاں جہاں فرزند خاں خاناں قرملی کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے خسرو خاں کو ہمایوں اعظم کا لقب دیا اور پھر وہاں سے بہار کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہوا اس قصبہ کے فقراء اور مساکین کو انعام و اکرام دے کر پھر درویش پور آ گیا۔

حاکم بنگالہ پر حملہ

اس کے بعد بادشاہ علاؤ الدین حاکم بنگالہ پر حملہ کیا' سلطان سکندر کا لشکر بہار کے نواح میں قصبہ قتلغ پور پہنچا۔ علاؤ الدین نے اپنے بیٹے دانیال کو سلطان سکندر سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے بھیجا۔ سلطان سکندر نے بھی محمود خاں لودھی' مبارک خاں لوحانی کو مقابلہ کے لئے متعین کیا۔ موضع بارہ میں فریقین ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے' لیکن اس شرط پر صلح ہو گئی کہ کوئی گروہ ایک دوسرے کی ولایت کو نقصان نہ پہنچائے اور نہ ایک دوسرے کے دشمن کو اپنے پاس پناہ دے۔ محمود خاں لودھی اور مبارک خاں لوحانی دونوں واپس آ گئے' لیکن بہار کے نواح قصبہ پٹنہ میں مبارک خاں لوحانی کا انتقال ہو گیا۔ سکندر لودھی بھی قتلغ پور سے درویش پور آیا۔ چند ماہ تک یہیں ٹھہرا چونکہ مبارک خاں لوحانی نے یہیں انتقال کیا تھا لہٰذا اس کے بیٹے اعظم ہمایوں کو یہاں کی حکمرانی عطا کر دی گئی اور بہار کی حکمرانی دریا خاں جو مبارک خاں کا فرزند تھا اس کو دے دی گئی۔

اس زمانہ میں چونکہ بادشاہ نے اناج کی بہت کمی محسوس کی لہٰذا اس نے فلاح عام کے لئے غلہ کی زکوٰۃ بالکل بند کر دی اور تمام دار

besturdubooks.wordpress.com

گیا اور قصبہ کے گرد و نواح کے پرگنہ جو زمینداروں کے قبضہ میں تھے ان سے لے کر ان کو لودھی امراء کے ہاتھ میں دے دیئے۔ اس کے بعد یہ مچھلی گڑھ ہوتا ہوا جونپور گیا یہاں چھ ماہ تک قیام کیا۔ بادشاہ نے چونکہ سالباہن کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لانا چاہا تھا مگر اس سے سالباہن نے انکار کر دیا لہٰذا بادشاہ کو ناگوار گزرا تھا وہ اب بدلہ لینے کے لئے پٹنہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کی آبادی کا دور دور تک نشان نہ ملا اور سکندر لودھی کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔ سکندر لودھی باندو گربہ (۹) کے گرد و نواح میں جو سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا اور حاکموں کا صدر مقام تھا وہاں پہنچا لودھی نوجوان نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے' لیکن پھر بھی قلعہ کا استحکام بادشاہ کی فتح یابی میں مانع ہوا۔ بادشاہ اس کو فتح کرنے کا خیال دل سے نکال کر جونپور واپس آ گیا یہاں آ کر بادشاہ نے مہمات سلطنت کو سرانجام دینے میں باقاعدگی سے کام لینا شروع کیا۔ اسی عرصہ میں مبارک خاں موجی کا محاسبہ درپیش ہوا اور باربک شاہ کو گرفتار کر کے جون پور کی حکومت کی باگ ڈور مبارک خاں کے ہاتھوں میں دے دی گئی۔

مبارک خاں سرکاری مال ہضم کر کے یہ چاہتا تھا کہ چند روز بہانہ کر کے اس معاملہ کو ٹال دیا جائے مگر بادشاہ نے حکم دے دیا کہ اس سے تمام پچھلا محصول وصول کر لیا جائے۔ بادشاہ کے اس حکم سے افغان امراء بہت رنجیدہ ہوئے اسی عرصہ میں حسن اتفاق سے بادشاہ چوگان بازی کے لئے چلا راستہ میں ہیبت خاں شیروانی کی چوگان سے سلیمان خاں فرزند دریا خاں کی چوگان ٹکرا گئی اس سے سلیمان کے سر پر کاری ضرب لگی اور اس واقعہ کے بعد دونوں امراء کے درمیان سخت جھگڑا ہو گیا آپس میں رنجش بھی پیدا ہو گئی۔ خضر نے ہیبت خاں کے سر پر جان بوجھ کر چوگان ماری اس کی اس حرکت سے ایک شور برپا ہو گیا۔ محمود خاں لودھی اور خان خاناں ہیبت خاں کو تسلی دے کر گھر لائے۔ بادشاہ بھی میدان سے محل کی طرف چلا چار دن کے بعد بادشاہ پھر چوگان بازی کے لئے نکلا راستہ میں شمس خاں جو ہیبت خاں کا رشتہ دار تھا بہت غصہ میں کھڑا تھا۔ خضر خاں کو دیکھتے ہی اس نے اس کے سر پر چوگان مار دی بادشاہ بھی غیظ و غضب میں بھر گیا۔ شمس خاں کو جوتوں اور لاتوں سے مار مار کر پھر محل کی طرف چلا۔ ان پیہم واقعات کے بعد بادشاہ اپنے امراء کی طرف سے بددل ہو گیا وہ جن اراکین و امراء کو اپنا بہی خواہ اور طرفدار سمجھتا تھا ان کو پاسبانی کے لئے مقرر کیا چنانچہ یہ امراء ہتھیار بند ہو کر رات بھر پاسبانی کرتے تھے۔ اسی عرصہ میں ہیبت خاں شروانی اور دیگر امراء نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے شاہزادہ فتح خاں فرزند سلطان بہلول لودھی کے پاس پیغام بھیجا کہ بعض فوجی حکام سکندر لودھی کی حکمرانی سے نالاں ہیں اور تم کو اپنا سردار اعلیٰ بنانا چاہتے ہیں لہٰذا اگر تم چاہو تو سکندر لودھی کو درمیان سے ہٹا کر تمہیں سلطنت دہلی کا تاجدار بنا دیں۔ شہزادہ فتح خاں نے طاہر کابلی اور اپنی ماں سے یہ بات کہہ دی۔ دونوں نے شہزادے کو نصیحت کی کہ یہ بیوفا اور عاقبت نا اندیش امراء ہیں تم یہ راز جا کر سلطان سکندر کو بتا دو چنانچہ شہزاد فتح خاں نے ایسا ہی کیا اور سلطان سکندر نے ان بدخواہ سرکش باغیوں کو کسی نہ کسی طرح جلاوطن کر کے اور مختلف سزائیں دے کر تباہ و برباد کر دیا۔

سنبھل میں قیام

۹۰۵ھ میں بادشاہ سنبھل کی طرف چلا اور وہاں مستقل چار سال تک چوگان بازی اور سیر و سیاحت میں لگا دیئے یہیں پر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ دہلی کا حاکم اصغر بد کرداری اور بداعمالی پر اتر آیا ہے۔ اس نے ماچیواڑہ کے حکمران خواص خاں کو حکم دیا کہ وہ دہلی جائے اور اصغر کو گرفتار کر کے لائے اور بادشاہ کے سامنے پیش کرے' لیکن اس سے پہلے کہ خواص خاں وہاں پہنچے اصغر شنبہ کی رات ۹۰۷ھ کو قلعہ سے نکل کر سنبھل چلا گیا مگر وہاں پر بھی اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ خواص خاں دہلی کا حکمران بن بیٹھا اور حکومت کرنے لگا۔ اسی زمانہ کا یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک دن ایک ہندو جس کا نام بودھن تھا اور وہ موضع کاتین کا رہنے والا تھا اس نے ایک دن ایک مسلمان کے سامنے کہہ دیا کہ مسلمانوں کا مذہب سچا ہے اور ہندو مذہب بھی حق پر ہے اس ہندو کا یہ مقولہ پورے شہر میں پھیل گیا۔ قاضی پیارے و شیخ بدر نے ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ یہ لوگ لکھنوتی ہی میں تھے اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید لکھنوتی کے حکمران نے ان شیخ اور قاضی

besturdubooks.wordpress.com

نیز اس ہندو کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ بادشاہ کو علمی مباحث سننے کا بہت شوق تھا اس نے چار اطراف سے نامی گرامی مشہور عالموں کو اپنے دربار میں بلوایا ان کے نام یہ ہیں۔ میاں قادر بن خواجہ شیخ' میاں عبد اللہ بن اللہ داد طلتی' سید محمد بن سعید خاں دہلوی' ملا قطب الدین اور ملا اللہ داد صالح سرہندی اور سید امان' سید ماہان' سید احسن قنوجی مذکور الصدر علماء کو چھوڑ کر شاہی دربار کے علماء اور فضلاء مثلاً صدر الدین قنوجی میاں عبد الرحمٰن جو فتح پور سیکری کے رہنے والے تھے اور میاں عزیز اللہ سنبھلی وغیرہ جو بادشاہ کے مقربین خاص میں سے تھے سب نے مل کر ایک مجلس مباحثہ کی بنیاد ڈالی ان تمام علماء نے یہ ہی رائے دی کہ یودھن کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ منکر ہو تو پھر قید کر دیا جائے اور موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس نے جب انکار کیا تو یودھن کو قتل کر دیا گیا کیونکہ علماء نے فتویٰ بھی یہی دیا تھا۔ بادشاہ نے تمام علماء کو شاہی نوازشوں سے مالا مال کیا اور سب واپس چلے گئے۔

حاکم بیانہ کا انتقال

خواص خاں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل خاں کو شاہی حکم کے مطابق لکھنوتی کا حاکم بنا دیا اور خود بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اسی دوران میں سعید خاں شیروانی بھی لاہور سے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس کو بھی بادشاہ نے نوازشات سے مالا مال کیا۔ چونکہ یہ شیروانی بھی بدخواہوں میں سے تھا للہٰذا بادشاہ نے اس کو مع تاتار خاں قرلی' محمد شاہ لودھی اور باقی ماندہ غداروں کے گجرات کے اطراف و جوانب میں غربت کی زندگی گزارنے کے لئے جلا وطن کر دیا۔ اسی سال یعنی ۹۰۷ھ میں گوالیار کے راجہ رائے مان سنگھ نے ایک ایلچی نہال سنگھ کو بہت سے نذرانے اور تحفوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بھیجا۔ یہ بحیثیت ان کے ایلچی کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ خواجہ سرا بہت بدزبان اور خراب آدمی تھا بادشاہ اس سے خوش نہ ہوا اور اس کو واپس کر دیا۔ پھر بادشاہ نے راجہ کو حملہ کرنے اور قلعہ فتح کرنے کی دھمکی دی۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ بیانے کے حکمران خان خاناں قرلی کا انتقال ہو گیا۔ للہٰذا بادشاہ نے کچھ عرصہ کے لئے عارضی طور پر بیانے کی حکومت احمد اور سلیمان یعنی خانخاناں کے پوتوں کے ہاتھ میں دے دی' لیکن چونکہ بیانہ کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور اس کی سرحد بھی بہت پائیدار تھی اس لئے یہ جنگ و فساد اور بغاوت کا سرچشمہ بنا رہا۔ بادشاہ نے احمد اور سلیمان سے وہاں کی حکومت لے کر خواص خاں کے ہاتھ میں دے دی اس کے بعد صفدر خاں جو بیانے کے گرد و نواح کا انتظام کر رہا تھا اس کو آگرہ کا منتظم بنا کر بھیج دیا گیا۔ احمد اور سلیمان بیانے سے سنبھل آ گئے۔ پھر وہ شمس آباد' جالیسہ' کنپل اور شاہ آباد کے پرگنوں کے مالک بنا دیئے گئے۔ بادشاہ نے میوات کے حاکم عالم خاں کو اور خانخاناں جواہری (۱۰) کا حکمران تھا دونوں کے نام یہ حکم نامہ جاری کیا کہ دونوں مل کر دھولپور کی مہم کو سر کریں۔ اس قلعہ کو آسے (۱۱) رائے بنایک دیو کے ہاتھ سے نکال لیں مگر رائے نے ان امراء کا مقابلہ کیا اور خواجہ بین جو شاہی امراء میں سب سے زیادہ جری اور طاقتور تھا اس کو اسی جنگ میں شہادت کا درجہ ملا۔ اس کے علاوہ شاہی سپاہ کے گروہ کے گروہ اس جنگ میں کام آنے لگے۔

بادشاہ کو جب ان تمام حالات سے آگاہی ہوئی تو وہ جمعہ کے دن ۹۰۵ھ کو سنبھل سے روانہ ہو کر دھولپور کی طرف چلا۔ بادشاہ دشمن کے نزدیک پہنچا اور بنایک دیو نے بادشاہ کی سپاہ اور رعب سے خوف کھا کر قلعہ اپنے خیر خواہوں کے سپرد کیا اور خود گوالیار چلا گیا۔ مگر اس کے متعلقین بھی سکندر سپاہ کے مقابلہ کی تاب اپنے آپ میں نہ پا کر قلعہ رات ہی کو خالی کر کے فرار ہو گئے اور بادشاہ صبح ہوتے ہی قلعہ کے اندر گیا۔ دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کی اور فتحمندی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ادھر سکندری سپاہ نے دھولپور اور اس کے گرد و نواح کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا وہاں کے باغات جو سات کوس تک پھیلے ہوئے تھے ان کو بالکل ختم کر دیا۔ مسلسل ایک ماہ تک دھولپور کو تاخت و

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ نے دو ماہ تک مسلسل یہاں قیام کیا اس کی سپاہ میں پانی کی خرابی کی وجہ سے بیماری پھیل گئی ہیضہ اور طاعون سارے لشکر میں پھیل گیا۔ گوالیار کے حکمران کو بھی سر تسلیم خم کرنا پڑا اور صلح کرنی چاہی۔ ساتھ ہی راجہ نے سعید خاں' بابو خاں اور رائے گنیس کو جو بادشاہ سے بغاوت کر کے راجہ کے پاس پناہ گزین تھے' اپنے یہاں سے نکال دیا اور اپنے فرزند اکبر بکرماجیت کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا سلطان سکندر نے اس کو شاہی نوازشات سے نوازا اور خود واپس چلا آیا۔ بادشاہ اس کے بعد دھولپور چلا گیا۔ یہاں بنایک دیو کو دھولپور کا حکمران بنایا اور پھر آگرہ آ گیا۔ آگرہ مسلمانوں کا یا ہندوؤں کے دور حکمرانی میں ابھی تک پایہ تخت نہیں بنا تھا اب بھی بیانے ہی کے تحت میں تھا۔ سلطان سکندر نیدر اور گوالیار کو فتح کرنے کے خیال سے اٹھا اور حصار سیری جو نئی دہلی کا نام تھا اس کو اب پایہ تخت کی حیثیت سے چھوڑ دیا گیا اور آگرہ کو دار الخلافہ بنا دیا گیا۔ بادشاہ نے برسات کا موسم یہیں گزارا اور ۹۱۰ھ میں جب ستارہ سہیل نے نکل کر نوید کامرانی دیا۔ تب بادشاہ مندایل (۱۲) کا قلعہ فتح کرنے کے ارادے سے آگرہ سے چلا۔ ایک ماہ تک دھولپور کے آس پاس رہا۔ گوالیار و مندرایل کے گرد و نواح مقامات میں خوب لوٹ مار کی۔ اس کے بعد قلعہ مندرایل کو خود جا کر فتح کر لیا۔ اہل قلعہ نے محاصرہ کے خوف سے گھبرا کر خود ہی قلعہ بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ بادشاہ نے مندرایل کے سات بت خانے تباہ و برباد کر کے مسجدیں بنوائیں اور ایک معتمد کے ہاتھ میں قلعہ کا انتظام سپرد کر کے خود دھولپور چلا گیا۔ دھولپور کی حکومت کی باگ ڈور شیخ فخر الدین کے سپرد کر کے بادشاہ آگرہ واپس آیا تمام امراء کو اپنی اپنی جاگیروں پر جانے کی اجازت دے دی۔ تین صفر ۹۱۱ھ کو اتوار کے دن آگرہ میں ہندوستان کا سب سے بڑا زلزلہ آیا اس سے قبل کبھی ایسا زلزلہ نہ آیا تھا پہاڑ ہل گئے۔ عمارتیں گر پڑیں اور زندہ لوگوں کے لئے گویا قیامت آ گئی۔ مردوں کو احساس ہوا کہ جیسے حشر کا روز آ گیا اس کے بعد یا پہلے ایسے قیامت انگیز زلزلہ کا پتہ نہیں ملتا اسی دن ہندوستان کے دیگر شہروں میں بھی زلزلہ آیا۔

غیر مسلموں کی تباہی و بربادی

ستارہ سہیل کے نکلنے کے بعد بادشاہ گوالیار کی طرف چلا۔ دھولپور میں ڈیڑھ مہینہ رہنے کے بعد چنبل ندی کے ساحل کو کھ گھاٹ پر اپنے خیمے نصب کیے۔ تھوڑے دنوں تک اس گھاٹ پر مقیم رہا اس کے بعد شہزادہ جلال اور ابراہیم کو دیگر قابل اعتماد امراء کے ہمراہ یہاں چھوڑ کر خود ہندوؤں اور دیگر غیر مسلمانوں کو تخت و تاراج کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ تمام ہندو جو جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے تھے سب کو تلاش کر کے تلوار کے گھاٹ اتارا اور ان سب سے سکندری سپاہ نے بہت سا مال و متاع پایا چونکہ اب بنجاروں نے آنا ترک کر دیا تھا اور سکندری فوج میں اناج کی بہت کمی محسوس ہوئی لہٰذا بادشاہ نے اعظم ہمایوں' احمد خاں لودھی اور مجاہد خاں کو غلہ کی فراہمی کے لئے روانہ کیا۔ گوالیار کے راجہ نے ان امراء کو راستہ میں روکا مگر تھوڑی سی کشمکش کے بعد راجہ کو ناکامی ہوئی اور غلہ سکندری سپاہ میں پہنچ گیا۔ بادشاہ سیر و تفریح کرتے کرتے گوالیار کے قصبہ ہنور میں جا پہنچا اور یہاں پر اس نے طلایہ کو لشکر سے دس کوس آگے فوج کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا۔ لشکر دشمن کی طرف بڑھا طلایہ نے فوج کی حفاظت میں بہت محنت شاقہ سے کام لیا۔ واپسی پر راجہ گوالیار کی سپاہ نے اپنی جائے رہائش سے نکل کر بادشاہ کی فوج پر حملہ کیا اور بہت زور کا معرکہ ہوا۔ ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اس میں خان جہاں بن خان خاناں قرملی کے دونوں بیٹوں احمد اور داؤد نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں بہت سے راجپوت کام آئے اور بہتوں کو سکندر نے قید کر دیا۔ واپسی پر بادشاہ نے ان دونوں بھائیوں کو نوازشات شاہی سے مالا مال کیا۔ داؤد خاں کو ملک داؤد کا لقب دے کر پھر آگرہ لوٹ آیا۔ یہیں برسات کا موسم گزارا ۹۱۲ھ میں بادشاہ قلعہ اوویت (۱۳) نگر کی طرف چلا۔ یہاں سے سکندر شاہ دھولپور پہنچا اور یہاں قیام پذیر ہو کر عماد خاں قرملی اور مجاہد خاں کو کئی ہزار سوار اور سو ہاتھیوں کے ہمراہ یہیں قلعہ اوویت نگر فتح کرنے کے لئے مقرر کیا۔ حاجب کا عہدہ قاضی عبد الواحد کو دیا جو شیخ طاہر کابلی کے فرزند تھے۔ یہ قصبہ تھانیسر کے رہنے والے تھے ان کے ساتھ اس کام پر شیخ ابراہیم بھی تھے۔ محمود خاں کے انتقال کے بعد کالپی کی حکمرانی ان کے بیٹے

besturdubooks.wordpress.com

جلال خاں کے ہاتھ میں دے دی۔

جلال خاں کے دونوں بھائی بھکن خاں اور حاجی خاں اس سے معرکہ آرا تھے۔ لہٰذا بادشاہ نے کالپی کی حکمرانی جلال خاں سے لے کر فیروز ادغان کو دے دی اور وہ اس شہر کا حکمران مقرر ہو گیا۔ ادغان نام کا ایک قبیلہ ہے جو افغان سے مشابہت رکھتا ہے۔ سکندر بادشاہ نے مجاہد خاں کو تو دھولپور ہی میں رہنے دیا۔ خود چنبل ندی کے کنارے اپنا خیمہ لگایا۔ یہاں پر خواص خاں اور بھکن خاں بادشاہ کے حضور دربار میں داخل ہوئے ان کو شاہی مراعات سے مالا مال کیا گیا۔ بادشاہ خود اودیت نگر جا پہنچا اور پہنچتے ہی اس نے قلعہ کو گھیر لیا وہ سمجھتا تھا کہ اگر اس قلعہ کو فتح کر لیا تو پھر گوالیار کو فتح کرنا اور اس کے قلعہ پر قبضہ کرنا مشکل نہ ہوگا۔ اور اپنی تمام سپاہ کو سکندر نے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اب جان کے ایثار کا وقت ہے لہٰذا جان اور مال و متاع کا خیال کیے بغیر ہی قلعہ کو فتح کرنے میں اپنی مجاہدانہ کوششیں دکھائیں۔ جوتشیوں نے جو گھڑی مقرر کی تھی اسی نیک ساعت میں سکندر لودھی نے میدان کارزار میں قدم رکھا چہار اطراف سے دھاوا کیا سکندری سپاہ ٹڈی دل کی طرح قلعہ پر چھا گئی ہر سپاہی نے ہمت بہادری کے جوہر دکھائے۔ فتح سکندر کے ہاتھ رہی۔ ملک علاؤ الدین کی طرف کی دیوار ٹوٹ گئی اس راستے سے بادشاہ کی فوجیں قلعہ کے اندر گھس گئیں قلعہ والوں نے لاکھ اپنے آپ کو بچانے کے جتن کیے مگر کارگر نہ ہوئے اور قلعہ فتح کر لیا گیا۔ ہندو راجپوت خود اپنے گھروں میں آگ لگا رہے تھے۔ اپنے اہل و عیال کو قتل کرتے تھے بہت سے راجپوت اس جنگ میں کام آئے۔ اتفاقاً ایک تیر ملک علاؤ الدین کی آنکھ میں لگا اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ بادشاہ نے شکر خدا ادا کیا اور پھر شہر کے بت خانے مسمار کر کے ان کی جگہ پر مسجدیں بنوائیں۔ اس قلعہ کی حکمرانی مجاہد خاں کے بیٹے بھکن خاں کے ہاتھ میں دیدی' لیکن اس کے بارے میں جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس نے ہنونت کے راجہ سے رشوت لے کر یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ بادشاہ کو واپس بھیج دے گا۔ تو اسی وجہ سے ۹۱۳ھ میں اس کے خیر خواہ ملاچمن صاحب کو تو قید کر کے تاج الدین کنبوہ کے ہاتھ میں دے دیا اور حکم صادر کیا کہ مجاہد خاں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ بادشاہ خود دھولپور ہی میں قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد بادشاہ آگرہ کی طرف چلا راستہ بہت خراب تھا اور راستہ کے نشیب و فراز اور پانی کی قلت کی وجہ سے کئی سو انسان اور جانور ختم ہو گئے۔ لاشوں کی تعداد شمار کرنے پر تقریباً آٹھ سو ہو گئی تھی اور ایک آب خورہ پانی کے دام پندرہ تنکے ہو گئے تھے۔ بادشاہ یہاں سے پھر دھولپور کی طرف بڑھا اور تھوڑے دن وہاں ٹھہر کر پھر آگرہ واپس چلا آیا اور برسات کا سارا موسم وہیں گزارا۔

قلعہ نرور کی تسخیر

۹۱۴ھ میں جب ستارہ سہیل طلوع ہوا تو بادشاہ نے نرور کے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلے جلال خاں جو کالپی کا حکمران تھا اس کے پاس بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ جا کر نرور کے قلعے کو گھیر لے اور اگر اہل قلعہ صلح و آشتی کے متمنی ہوں تو ان کی خواہش منظور کر لی جائے۔ حکم پاتے ہی جلال خاں نے نرور کے قلعہ کو گھیر لیا اور اس کے پیچھے ہی سکندر لودھی خود بھی پہنچ گیا اور دوسرے دن قلعہ کو دیکھنے کے لئے نکلا۔ جلال خاں نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ میں پیدل سپاہ دوسرے میں ہاتھیوں کو رکھا اور تیسرے حصہ میں اسپ سوار اس طرح فوج کو ترتیب دے کر بادشاہ کے مجرا کے لیے راستہ میں کھڑا کیا بادشاہ کو جلال خاں کی فوجی طاقت پر کچھ شک ہوا اور اس نے سوچا کہ اس طاقت کو رفتہ رفتہ کم کرنا چاہیے لہٰذا اس نے قلعہ نرور کو جس کا رقبہ آٹھ کوس تھا ایک سال تک گھیرے رکھا اور اس عرصہ میں ہزاروں سپاہی ختم ہو گئے۔ ابھی آٹھ مہینے گزرے تھے کہ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ قلعہ کے لوگوں سے شاہی امراء نے پختہ ساز باز ہوئی ہے جو ظاہر ہے کہ سکندر لودھی کے خلاف ہو گی اور شاہی سپاہ کے کچھ قابل اعتماد امراء نے اہل قلعہ سے کسی بات کا عہد [illegible] کیا ہے۔ بادشاہ کو بھی اس سازش کی اطلاع اس صورت سے ہوئی کہ ایک دن بادشاہ محل کی چھت پر کھڑا ہوا باہر کا نظارہ کر رہا تھا کہ قلعہ کے اندر ایک شگاف ہوا اور [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

عمل یہ ہوا کہ پہلے تو جلال خاں کے بہترین اور قابل اعتماد امراء کو اپنے قبضہ میں کیا۔ اس کے بعد دو احکامات صادر کیے۔ ایک فرمان میں جو ابراہیم خاں لوحانی، سیمانی خاں قرملی اور ملک علاؤ الدین جلوانی کے نام تھا۔ جس میں یہ حکم تھا کہ جلال خاں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے اور میاں بھورا خاں سعید خاں اور ملک آدم کے نام دوسرا حکم تھا کہ وہ شیر خاں کو نظربند کر لیں لہٰذا ان شاہی احکامات کے مطابق دونوں کو گرفتار کر کے ہنونت گڑھ کے قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ یہی امراء ان قیدیوں کی حفاظت خود کرنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد اہل قلعہ پانی اور اناج کی قلت کی وجہ سے بہت ہراساں ہو گئے۔ بادشاہ کے حضور میں معافی مانگی اور قلعہ کے لوگ اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلے بادشاہ نے قبضہ کر کے چھ مہینے میں یہ تبدیلیاں کیں کہ بت خانے توڑ ڈالے اور بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ اور علماء خطیب اور مفتی مقرر کیے طلباء کے وظائف مقرر کیے اور وہاں ان لوگوں کو مستقل سکونت کے لئے وظیفے بھی دیئے۔

شہاب الدین شہزادہ مالوہ کی آمد

اسی دوران میں مالوہ کے بادشاہ سلطان ناصرالدین کا بیٹا شہاب الدین اپنے باپ سے ناراض ہو کر سکندر لودھی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادہ مالوہ کے نواح یعنی قصبہ سیری (۱۴) میں پہنچا۔ بادشاہ نے اس کو اسپ شاہی اور خلعت شاہانہ بھیج کر کہلایا کہ اگر شاہزادہ چندیری کو سکندر کے سپرد کر دے تو سکندر لودھی اس کی اتنی مدد کرے گا کہ اس کا باپ کبھی اس پر غالب نہ آ سکے گا۔ لیکن شہزادہ شہاب الدین چند مجبوریوں کی وجہ سے اپنے باپ کی ملکیت سے باہر قدم نہ رکھ سکا۔ ۹۱۴ھ میں سلطان سکندر نرور سے چلا اور یہاں سے سند (۱۵) کے کنارے پہنچا اور سوچا کہ اگر اتفاقاً کسی دشمن نے قبضہ کر لیا تو پھر قلعے کا ہاتھ آنا مشکل ہے اس خیال کے آتے ہی بادشاہ نے قلعہ کے آس پاس ایک اور حصار بنوایا اور قلعہ کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔

بادشاہ نے اب اپنے عزم کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہا اور قصبہ بہار میں جا کر ایک مہینہ تک ٹھہرا رہا یہاں پر قطب خاں لودھی کی بیوی نعمت خاتون جس نے شہزادہ جلال کی بچپن میں پرورش کی تھی بادشاہ کی خدمت میں آئی بادشاہ ان لوگوں کی ملاقات کے لئے بہ نفس نفیس تشریف لے گیا اور ان کو مطمئن کر کے کالپی کی جاگیر شہزادہ کو دی اس کے علاوہ ایک سو بیس گھوڑے، پندرہ ہاتھی اور کچھ نقد روپیہ دیا اس کے بعد شہزادے کو مع نعمت خاں کالپی چلے جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ ۹۱۵ھ میں بادشاہ نے دار الحکومت جانے کا قصد کیا اور بلکھاٹ (۱۶) چلا گیا۔ یہاں کے سرکشوں اور باغیوں کو بالکل ختم کیا اور جگہ جگہ پولیس چوکی بٹھا کر آگرہ واپس آ گیا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مبارک خاں لودھی کا فرزند احمد خاں جو لکھنوتی کا حکمران تھا ہندوؤں کی صحبت میں رہ کر مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہو گیا ہے۔ اس پر بادشاہ نے برہم ہو کر اس کے بھائی محمد خاں کو لکھا اور محمد خاں نے احمد خاں کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ اب بادشاہ نے لکھنوتی کی حکمرانی احمد خاں کے منجھلے بھائی سعید خاں کو دے دی۔ اسی دوران میں سلطان ناصرالدین مالوی کے بیٹے محمد خاں نے اپنے دادا سے ڈر کر بادشاہ کے پاس آ کر پناہ لی۔ بادشاہ نے محمد خاں کو چندیری کی جاگیر دیدی اور شہزاد جلال کو ہدایت کر دی کہ وہ ہر طرح اس کی مدد کرتا رہے اور مالوی سپاہ سے اس کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔

دھولپور کو روانگی

بادشاہ کو سیر و تفریح کا خیال آیا اور اسی مقصد سے دھولپور کی طرف روانہ ہوا۔ آگرہ سے دھولپور تک پورے راستہ میں اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اسی دوران میں محمد خاں ناگوری اپنے رشتہ داروں علی اور ابو بکر خاں پر غالب آیا۔ ان کی باہمی آویزش ایک عرصہ سے جاری تھی اور اس کے عزیز محمد خاں ناگوری کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے لہٰذا محمد خاں ناگوری نے عقلمندی کا ثبوت یہ دیا کہ دشمنوں کو سکندر لودھی جیسے مدبر اور عاقبت اندیش حکمران کے سپرد کیا، بادشاہ کی خدمت میں تحفہ تحائف اور عریضے بھی بھیجے اور بادشاہ کی خوشنودی کے لئے اپنے ملک میں خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کیا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے محمد خاں کو شاہی نوازشات سے مالا

besturdubooks.wordpress.com

مال کیا خلعت شاہی بھی روانہ کی اور خود آگرہ چلا آیا- یہاں پر تھوڑے دن سیرو تفریح اور باغات وغیرہ سے لطف اندوز ہوتے میں گزرے پھر دھولپور روانہ ہوگیا- قرلی خانخاناں کے چھوٹے بیٹے میاں سلیمان کے پاس بادشاہ نے حکم نامہ بھیجا کہ وہ مع اپنی سپاہ کے ہنونت گڑھ چلا جائے- اور حسین خاں جو نومسلم ہے اس کی ہر طرح مدد کرے- سلیمان نے جواب میں کہہ دیا کہ وہ بادشاہ کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا بلکہ بادشاہ کے نزدیک ہی رہنا چاہتا ہے- اس کا یہ جواب سن کر بادشاہ بہت برہم ہوا اور اس کو حکم دے دیا کہ وہ سلطنت کی حدود سے بالکل باہر چلا جائے اپنے مال و اسباب دولت و ثروت کے ذخیرہ میں سے جتنا لے جاسکے وہ لے جائے- اور لشکر گاہ سے فوراً نکل جائے اس کی جاگیر کے طور پرگنہ ربڑی اس کو بادشاہ کی طرف سے دے دیا گیا لہٰذا حکم شاہی کے مطابق ربڑی چلا گیا پھر یہیں سکونت اختیار کرلی-

چندیری میں خطبہ و سکہ

بہجت خاں چندیری جو اپنے باپ دادا کے وقت سے ہی مالوہ کے بادشاہوں کا نہایت خیر خواہ اور بہی خواہ رہا تھا اس نے سلطان محمود مالوی کی فوجی کمزوری اور سلطنت کو نہایت غور سے دیکھا اور دوسری طرف سکندر لودھی کے مقربین خاص میں شامل ہونے کے لئے اس کو تحفہ تحائف اور نذرانے روانہ کیے- بادشاہ نے عماد الملک پدہ کو جس کا اصلی نام احمد تھا اسے چندیری بھیجا تاکہ وہ اور بہجت خاں دونوں مل کر چندیری اور اس کے گرد و نواح میں سکندر لودھی کے نام کا خطبہ پڑھوائیں- اس واقعہ کے بعد بادشاہ آگرہ چلا آیا اور یہاں اپنے تمام مقبوضہ ممالک مین ہر چار طرف بہجت خاں کی فرمانبرداری اور خیر خواہی نیز چندیری کے اکناف و اطراف میں اپنے نام کا خطبہ جاری ہونے کی خبر فرمانوں کے ذریعہ مشتہر کردی- اس طرح تمام دنیا میں یہ بات شہرت پاگئی اسی درمیان میں چند مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بادشاہ نے بہت سے امراء اور ان کی حکمرانی کے مقامات میں تغیرو تبدل کردیا- سعید خاں مبارک لودھی کے منجھلے بیٹے' شیخ جمال قرلی- راجہ جکر سین کچھواہہ خضر خاں اور احمد خاں ان سب کو چندیری بھیج دیا- ان امراء نے چندیری کی حکومت کو بالکل اپنے قبضہ میں کرلیا' پوری طرح اس پر غالب آگئے- اور سلطان ناصرالدین مالوی کے فرزند شہزادہ محمد خاں کو شاہی احکامات کے مطابق قلعہ بند کرکے اس کے ملک کی حکومت اس کے لئے برائے نام چھوڑ دی- ادھر بہجت خاں نے جب یہ حالات دیکھے تو اپنا وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا' بدرجہ مجبوری بادشاہ کے دربار میں پھر حاضر ہوا-

اس عرصہ میں بادشاہ سے حسین خان قرلی جو سارن (۱۷) کا حاکم تھا' برگشتہ ہوگیا تھا- لہٰذا بادشاہ نے حاجی سارنگ کو بھیجا تاکہ وہ جاکر حسین قرلی کے لشکر سے سازباز کرکے اس کو گرفتار کرلے- سارنگ نے جاکر سازش شروع کردی- اس کی نیت کسی طرح حسین قرلی کو معلوم ہوگئی اور وہ اپنے چند بہی خواہوں کو لے کر لکھنوتی کی طرف بھاگا- بنگالہ کے حکمران علاؤ الدین کی پناہ میں آگیا- ۹۲۲ھ میں علی خاں ناگوری نے جو سیو (۱۸) پور کا حکمران تھا' سلطان محمود مالوی کے ایک ہوا خواہ حاکم زنپورا (۱۹) شہزادہ دولت خاں سے دوستی بڑھالی اور اس کو سکندر لودھی کی فرمانبرداری کرنے کی ترغیب دی- علی خاں نے شہزادہ دولت خاں سے یہ معاملہ طے کیا کہ شاہزادہ پہلے بادشاہ سے ملاقات کا شرف حاصل کرے اس کے بعد قلعہ اس کے ہاتھ میں دیدے- علی خاں کا اسی مضمون کا ایک خط سکندر لودھی کی خدمت میں پہنچا- بادشاہ اس پیغام کو پاکر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اسی طرف چل دیا- یہاں بیانہ کے آس پاس چار مہینہ تک سیرو تفریح اور شکار میں گزارے- اس کے علاوہ اولیائے کرام اور مشائخ کبار کی خدمت میں بھی حاضری دی- مخصوص سید نعمت اللہ اور شیخ حسینی کی صحبت میں رہا- کاشفہ اور عرفانیت کے بہت سے معجزے دیکھے یہ بزرگ انہی باتوں کی وجہ سے مشہور تھے ان کی صحبت میں بھی رہا- اسی عرصہ میں شہزادہ دولت خاں اور اسکی ماں کو جو رنپورہ کے قلعہ کے مالک تھے بادشاہ نے وہ سبز باغ دکھائے کہ وہ بادشاہ کے شیدائی بن گئے اور دولت خاں فوراً ہی بادشاہ کے نیاز میں جا پہنچا-

سلطان سکندر نے تمام امراء کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا- امراء ...

besturdubooks.wordpress.com

لے کر آئے۔ جب وہ لشکر گاہ میں آیا بادشاہ نے اس سے بالکل اپنے بیٹوں کی طرح برتاؤ کیا۔ اور نوازشات شاہانہ سے نوازا بہت سے ہاتھی عطا کیے اور اس سے قلعہ رنتھور کو لینے کی درخواست کی لیکن ادھر دولت خاں کو علی خاں ناگوری نے خوب سمجھا دیا کہ قلعہ بادشاہ کے ہاتھ میں نہ دے کیونکہ وہ بادشاہ سے منحرف ہو گیا تھا۔ بادشاہ پر بھی یہ بات بہت جلد آشکار ہو گئی۔ سیو پور کی جاگیر علی خاں سے لے کر اس کے بھائی ابوبکر خاں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے کوئی اور سختی اس پر نہ کی۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ تھانگر (۴۰) کے راستہ سے قصبہ باڑی پہنچا۔ راس پرگنہ کو مبارک خاں کے بیٹوں سے لے کر اس کو شہزادہ جلال کے ہاتھ میں دے دیا اور خود دار الحکومت واپس چلا آیا آگرہ پہنچ کر بادشاہ نے اپنی عادت کے مطابق فتح نامہ کے فرمان ہر چہار اطراف میں مشتہر کرا دیئے اور بہت سے سرحد کے امراء کو بلا کر یہ ہدایت کر دی کہ جیسے بھی ممکن ہو اس قلعہ کو جا کر فتح کریں۔

سکندر لودھی کا انتقال

بادشاہ کو ایک بہت ہی خطرناک مرض ہوا دنیا نے اپنے دستور کے موافق سکندر لودھی کو بھی آرام کی نیند سلانا چاہا لہذا بادشاہ کا مرض بڑھتا گیا۔ بادشاہ نے شرم و غیرت کی وجہ سے کسی کو اپنا مرض نہ بتایا اور اسی حالت میں امور سلطنت انجام دیتا رہا اور دربار عام بھی کرتا رہا۔ لیکن انجام کار مرض اتنا بڑھ گیا کہ بادشاہ کے حلق کے نیچے نوالہ جانا دشوار ہو گیا اور سانس لینا مشکل ہوا۔ اسی حالت میں ذیقعد کی سات تاریخ کو ۹۲۳ھ میں اس کا انتقال ہو گیا اور راہی ملک عدم ہوا۔

سکندر لودھی کا کردار شخصیت

نظام الدین احمد اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ سکندر لودھی کی زندگی کے حالات لکھنے میں مورخوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور خاص کر اس کی تعریف کرنے میں مغالطہ کیا ہے۔ بہرکیف جو کچھ مورخین نے لکھا ہے اس کا اجمالی اور قابل ذکر تذکرہ یہ ہے کہ سکندر لودھی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی خوبیوں سے مالا مال تھا اس کا شہرہ دور دور تک تھا اس کے دوران حکومت میں ہر چیز کی قیمت بہت کم تھی۔ اور رعایا نہایت سکون و آرام کی زندگی گزارتی تھی یہ ہر روز دربار منعقد کرتا اور عوام کی ایک ایک فریاد سنتا۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ بادشاہ امور سلطنت سرانجام دینے میں صبح و شام تک مصروف رہتا یہ پانچوں وقت کی نماز ایک ہی مجلس میں پڑھ لیتا۔ اس کے دور حکومت میں زمیندار بہت کم سرکشی کرتے تھے اور سب نے بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی تھی۔ بادشاہ امیر' غریب' توانا اور کمزور' بڈھے جوان سب کے ساتھ ایک طرح کا برتاؤ کرتا اور انصاف و عدل سے کام لیتا' خدا سے بہت ڈرتا تھا' خلق خدا پر رحم و کرم کی بارش کرتا' خواہشات نفسانی کو ترجیح نہیں دیتا تھا۔

روایت ہے کہ جس زمانہ میں سلطان سکندر لودھی اپنے بھائی باربک شاہ سے جنگ میں مصروف تھا اس وقت ایک فقیر آیا اس نے سلطان سکندر کا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ تیری فتح ہوگی۔ اس پر بادشاہ نے غصہ میں اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کہا کہ جب دو مسلمانوں میں معرکہ آرائی ہو رہی ہو تو کبھی یک طرفہ فیصلہ نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ کہنا درست ہے کہ خدا کرے ایسا ہو جس میں اسلام کی بھلائی ہو۔ سکندر لودھی ہر سال میں دو مرتبہ فقراء اور غرباء اور درویشوں کی فہرست منگاتا پھر حسب ضرورت ہر ایک کو وظائف اور عطیات دیا کرتا' اور چھ مہینے کے بعد ہر ایک کو وظیفہ دیا کرتا' سردیوں میں شالیں اور گرم کپڑے عطا کرتا' ہر جمعہ کو شہر کے تمام فقراء کو روپیہ تقسیم کرتا' روزانہ اناج اور کچھ کھانا پکوا کر غریبوں میں بانٹتا' اس کے علاوہ تقریباً ہر سال فتوحات کا حیلہ کر کے کثیر تعداد میں روپیہ فقیروں اور غریبوں کو دیتا تھا۔ سکندر لودھی کے دربار کا جو امیر اور درباری راہ خدا میں روپیہ دیتا اور خیرات وغیرہ کرتا' غریبوں کو وظیفہ دیتا بادشاہ اس سے بہت خوش رہتا اور کہتا کہ تم نے خیر و برکت کی بنیاد رکھی ہے اس لیے امور دنیا میں کبھی ناکامی نہ ہوگی ایسے لوگ بادشاہ کی نگاہوں میں اپنی عزت بڑھانے کے لیے شرع کے موافق اپنا مال مستحقین کو بھجواتے اور بادشاہ ایسے لوگوں سے بہت خوش رہتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

شیخ بہاؤ الدین سے عقیدت

مورخین لکھتے ہیں کہ جب سلطان بہلول لودھی کا انتقال ہوا اور لوگوں نے سکندر لودھی کو جانشینی کے لئے طلب کیا تو پہلے سلطان سکندر دہلی میں شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں گیا یہ بہت بڑے ولی کامل تھے' تاکہ یہ اس کے حق میں دعائے خیر کریں۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے کتاب میزان پڑھوں یہ کہہ کر کتاب کھولی اور پڑھنا شروع کر دی۔ جب استاد نے جملہ پڑھا بداں اسعدک اللہ فی الدارین جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تجھ کو دین و دنیا میں نیک بخت کرے۔ بادشاہ نے استاد سے اس جملہ کی تکرار کے لئے کہا اور استاد نے اس کو تین بار پڑھا اس کے بعد سلطان نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا وہاں سے روانہ ہو گیا اور استاد کی اس بات کو نیک فال قرار دیا۔ سلطان سکندر مذہب اور شرع کا بہت پابند تھا اور عورتوں کو اس کے دور حکومت میں مزارات پر جانے کی سخت ممانعت تھی۔ مملکت کی تمام مسجدوں اور مزاروں پر جھاڑو دینے والے اور خطیب و قاری بادشاہ نے خاص طور پر مقرر کیے تھے اور ان کے نام باقاعدہ وظیفے اور تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ سلطان سکندر نے علوم و فنون کو بھی ترقی دی اور سرپرستی بھی کی۔ اس کے عہد میں ہر طبقہ کے لوگ مثلاً امراء' اراکین اور سپاہی ہر ایک مختلف طرح کے علوم حاصل کرنے کی طرف متوجہ تھے بلکہ اس کے زمانہ میں ہندو بھی علم کی طرف مائل ہوئے اور فارسی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ اس سے پہلے لوگ اس کی طرف مطلق توجہ نہیں دیتے تھے فن سپہ گری کو بھی بہت ترقی ہوئی۔

جو شخص بادشاہ کے پاس ملازمت کرنے کے لئے آتا۔ بادشاہ پہلے اس کا حسب و نسب دریافت کرتا اس کے بعد حسب مراتب اس کو عہدہ دیتا اگر کسی کے پاس گھوڑا' سواری اور سامان نہ ہوتا تو اس کو جاگیر عطا کر دیتا تاکہ وہ اپنی معاشی حالت اور حیثیت درست کرے۔ اس کو رعایا کے ایک ایک احوال کی خبر رہتی تھی اور اندرونی اور ذاتی حالات تک اس کو معلوم تھے۔ اکثر بادشاہ جب لوگوں سے ان کے حالات بتا دیتا تو لوگ انگشت بدنداں ہوتے کہ شاید بادشاہ کا کوئی جن مطیع ہے جو گھروں کی اطلاع بادشاہ تک پہنچاتا ہے۔ جب کوئی سپاہ لشکر کشی کے لئے روانہ ہونے والی ہوتی تو بادشاہ دو احکامات نافذ کرتا۔ ایک حکم صبح کے وقت صادر ہوتا جس میں یہ مذکور ہوتا کہ فوج کہاں پر قیام کرے۔ اور دوسرا حکم نامہ جو ظہر کے وقت بھیجا جاتا اس میں یہ لکھا ہوتا کہ فوج کس طرح اپنا کام انجام دے۔ بادشاہ کے اس پروگرام میں کبھی ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ روز ڈاک لے جانے والے سپاہی اور ان کے گھوڑے ہر وقت پابہ رکاب رہتے تھے۔

جس سرحد کے امیر کے نام حکم نامہ صادر کیا جاتا وہ اس کو چبوترے کے نیچے اتر کر لیتا اور سر پر رکھتا۔ اگر بادشاہ کا فرمان ہوتا تو فرمان وہیں پڑھ کر سنایا جاتا ورنہ پھر اس کے حکم کے مطابق مسجد میں منبر پر پڑھ کر سنا دیا جاتا۔ اگر کوئی راز کی بات ہوتی تو فرمان پوشیدہ طور پر پڑھا جاتا۔ اس کے دربار میں جیسا کہ علاؤ الدین خلجی کے دربار کا دستور تھا روزانہ اناج کے بھاؤ اور وہ ممالک جن پر بادشاہ کا قبضہ تھا ان کے واقعات سب روزانہ دربار میں پڑھ کر سنائے جاتے اگر بادشاہ کے حکم سے سرمو تجاوز کیا جاتا تو بادشاہ فوراً اس کی روک تھام کرتا اور قوانین پر چلنے کی ہدایت کرتا۔ بادشاہ زیادہ اوقات جھگڑے چکانے' فیصلے کرنے اور رعایا کی فلاح و بہبود میں صرف کرتا' اس کے علاوہ اس کی دانشمندی اور عقل فہم و ادراک کے بارے میں بھی بہت سی باتیں نقل کی گئی ہیں۔

سکندر کی دانشمندی کا ایک واقعہ

گوالیار کے رہنے والے کوئی دو بھائی تھے دونوں اپنی غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے معاشی بدحالی کا شکار تھے لہٰذا ایک بار دونوں بھائی ایک فوج میں ملازم ہو کر کسی مہم پر اسی فوج کے ہمراہ چلے گئے اور جب جنگ میں بہت سا مال غنیمت اور قیمتی کپڑے اور دو لعل ان کے ہاتھ آگئے تو ان لوگوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا کہ اب یہ مال مل گیا ہے گھر چل کر اطمینان سے زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اب زیادہ

besturdubooks.wordpress.com

ہے تو آگے اور بھی کوشش کرکے قسمت آزمانا چاہیے۔ یہ سوچ کر سارا مال دونوں بھائیوں نے باہم تقسیم کر لیا۔ ایک ایک لعل بھی ملا چھوٹا بھائی تو اسی مال غنیمت پر قناعت کرکے وطن جانے لگا تو بڑے بھائی نے اپنے حصہ کا مال غنیمت بھی اس کو دے دیا اور کہا گھر جاکر میری بیوی کو دے دینا۔ چھوٹا بھائی جب سارا سامان گھر لایا تو اس کی نیت بدل گئی اس نے علاوہ لعل اور سارا سامان اپنی بھاوج کو دے دیا۔ جب بڑا بھائی دو سال کے بعد گھر واپس آیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ مال غنیمت دکھاؤ۔ بیوی نے سب چیزیں جو چھوٹے بھائی نے لا کر دی تھیں اس کے سامنے رکھ دیں۔ بڑے بھائی نے دیکھا تو اس سامان میں لعل نہیں تھا۔ اس نے بیوی سے پوچھا کہ لعل کہاں ہے؟ بیوی نے کہا کہ تمہارے بھائی نے لعل دیا ہی نہیں تھا۔ بڑا بھائی ناراض ہو کر چھوٹے بھائی کے پاس گیا اور کہا میرا لعل کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا میں نے تمہاری بیوی کو دے دیا ہے۔ مگر بیوی نے مسلسل انکار کیا مگر دونوں بھائی بیوی کو ہی چور سمجھتے رہے۔ بیوی نے کہا اچھا میں تم لوگوں کو کل جواب دوں گی۔ اس لیے وہ شہر کے بڑے قاضی بھورے میاں کے پاس پہنچی مگر بھورے میاں نے بھی ان کی کوئی خاص مدد نہ کی اور عورت وہاں سے بھی مایوس ہو کر چلی آئی کیونکہ گواہ جو ان لوگوں نے مہیا کیے تھے انہوں نے عورت کے خلاف گواہی دی اس لیے یہ ناکام رہی۔

اب سکندر لودھی کو ان باتوں کی اطلاع ہوئی اور اس نے عورت اور دونوں بھائیوں کو دربار میں بلایا اور کہا کہ تینوں موم پر لعل کی صحیح تصویر بنا کر پیش کریں اس پر دونوں بھائیوں اور گواہوں نے اس کی تصویر بنائی۔ عورت سے بھی کہا گیا کہ تم بنا کر دو اس نے بنانے سے انکار کر دیا کہ جو چیز دیکھی نہیں اور اس کے نقش بھی ذہن میں نہیں ہیں اس کو موم پر کیسے اتار سکتی ہے اور گواہوں نے جو شکل بنائی تھی وہ بھی ان دونوں بھائیوں سے بالکل مختلف تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ گواہ جھوٹے ہیں بادشاہ نے ان تمام تصویروں کو اپنے پاس رکھا۔ پھر بھورا خاں سے کہا کہ وہ گواہوں سے کہے کہ اگر ان لوگوں نے سچ نہ بولا تو جان لے لی جائے گی۔ گواہوں نے جب جان کا خطرہ دیکھا تو جھوٹ بولنے سے گریز کیا اور بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا اس کے بعد چھوٹے بھائی پر بھی نہایت سختی کی تب اس نے بھی ٹھیک بات بتا دی' اس طرح غریب عورت پر جو چوری کا الزام لگ رہا تھا اس سے نجات ملی سکندر لودھی کی عقل و فراست کی یہ ایک مثال تھی۔

علمی ذوق

سکندر کو شعر و شاعری سے بھی بہت تعلق تھا وہ ایک ستھرا مذاق رکھتا تھا بہت زیادہ باذوق تھا' طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی' عمدہ عمدہ پاکیزہ اشعار لکھا کرتا تھا' اس کا تخلص گلرخی تھا اس کا خاص مصاحب اور مقرب شیخ جنابی کنبوہ تھا۔

اسی بادشاہ کے دور حکومت میں "فرہنگ سکندری" اور دوسری علمی و ادبی کتابیں لکھی گئیں۔ فرہنگ سکندری کا مصنف لکھتا ہے کہ سکندر لودھی نے اٹھائیس سال پانچ مہینہ حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

حوالہ جات

۱- یہ ضلع علی گڑھ میں واقع ہے۔ یہاں بھی آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں اور بلبن کے عہد کی بنوائی ہوئی مسجد بھی موجود ہے۔

۲- "پری سیال" غلط ہے۔ یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اس سے مراد الہ آباد ہے۔

۳- "شہریو" بھی کتابت کی غلطی ہے طبقات اکبری میں "رائے نہند راجہ پتھہ ہے۔

۴- "دلپور" لفظ درست نہیں۔ یہاں پر دلمئو ہونا چاہیے جو اودھ کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے۔

۵- یہاں پر کٹبہ لکھنا غلط ہے۔ کیونکہ اصل لفظ کنتت ہے اور یہی ہونا چاہیے۔ یہ مقام گنگا کے ساحل سرحد کے پاس موجود ہے۔

۶- یہ مقام اریل الہ آباد کے نزدیک واقع ہے۔

۷- خیال تو یہی ہوتا ہے کہ سالباہن وہی ہیت ہے جس کو فرشتہ نے ایک جگہ شہریو کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور یہ راجہ نندیا نہند کا بیٹا تھا۔

۸- ضلع بھاگل پور میں یہ ایک گاؤں ہے۔

۹- باندو گر یہ اصل میں باندھو گڑھ ہے جو کہ ایوان کی ریاست کا بہت ہی قدیم قلعہ ہے اور اس کی تاریخی اہمیت بھی بہت ہے۔

۱۰- یہاں پر اری غلطی سے لکھ دیا گیا۔ اس سے مقصد یقیناً اپری ہوگا۔ جس کا ذکر آگے آچکا ہے۔

۱۱- "آسے" سے مراد مید کی ہے۔ اور یہ اسوندی کی عرفیت ہے۔ یہ ندی گوالیار سے تین میل کے فاصلہ پر گزرتی ہے۔

۱۲- اس کا اب نشان نہیں ملتا۔ لیکن اکبر کے زمانہ میں منڈلائر ایک سرکاری ضلع کا نام تھا۔ اور وہ شاید ریاست گوالیار کا جنوب مغربی حصہ ہے۔ اب یقیناً مندرایل سے مراد وہی منڈلائیر ہے۔

۱۳- اوویت نگر غلط لکھا ہوا ہے۔ آگے چل کر اسی کو ہونت گڑھ لکھا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ منتخب التواریخ میں اس پر اونت گڑھ لکھا گیا ہے۔ اور یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے۔

۱۴- یری سے مراد سپیری ہے جو آجکل شیوپوری کے نام سے مشہور ہے۔

۱۵- مشرقی مالور کی ندی ہے اور سرونج کے نزدیک سے نکلتی ہے اور سپیری و نرور میں ہوتی ہوئی دریائے جمنا سے آکر مل جاتی ہے۔

۱۶- بلکھات کی جگہ "پرہنکانت" لکھنا چاہیے تھا۔

۱۷- سارن بہار کا مغربی ضلع ہے

۱۸- سیوپور کی بجائے "شیوپور" ہونا چاہیے تھا۔ جواب ریاست گوالیار میں ہے۔

۱۹- رنہور کی جگہ رنتھنبور ہونا چاہیے۔

۲۰- تھان گر۔ تھنگر یا بیانہ مراد ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم لودھی بن سلطان سکندر لودھی

تخت نشینی

سلطان سکندر لودھی کا انتقال آگرہ میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا فرزند ابراہیم لودھی تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے اعزا اور اقرباء سے جو برتاؤ کیا وہ اس کے باپ اور دادا کی روش کے بالکل خلاف تھا۔ اس نے ہر ایک افغانی پٹھان سے صاف کہہ دیا کہ میرا کوئی رشتہ دار نہیں اور اگر بالفرض رشتہ داری ہے بھی تو ہر ایک شخص بادشاہ کا نوکر ہے لہٰذا عزیزوں' رشتہ داروں کو بھی نوکروں کا درجہ ملا اور وہ افغانی امراء جو سلطان سکندر اور اس کے باپ کے وقت میں تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اب وہ دربار شاہی میں کھڑا رہا کرتے۔

اس سے تمام افغانی امراء ابراہیم لودھی کے خلاف ہو گئے کیونکہ شہزادہ ابراہیم نے بجائے خلوص کے یہ ناروا برتاؤ قائم رکھا۔ اب تمام امراء نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ابراہیم لودھی دارالحکومت دہلی سے جونپور تک حکمرانی کرے اور جونپور میں شاہزادہ جلال حکمران ہو اور ممالک شرقیہ اس کی نگرانی میں ہوں۔ یہ معلوم کر کے شاہزادہ جلال ان امراء کی رائے پر عمل کرتے ہوئے جونپور اور کالپی کے اراکین کو ہمراہ لے کر ممالک شرقیہ گیا اور جونپور کے تخت پر بیٹھا اس نے گرد و نواح کے تمام امراء اور عاملین کو اپنا فرمانروا اور بہی خواہ بنا لیا۔

ادھر خاں جہاں لوحانی رابری سے ابراہیم کے دربار میں پہنچا تمام امراء سلطنت کو لعنت ملامت کی کہ سلطنت ہند کو دو حصوں میں تقسیم کرنا بڑی عاقبت نا اندیشی ہے اور دو حکمران مقرر کرنا بھی فاش غلطی ہے۔ اب اراکین سلطنت نے اپنی غلطی کی تلافی کرنا چاہی اور یہ سوچا کہ شہزادہ جلال کی حکومت چونکہ ابھی پختہ نہیں ہوئی ہے لہٰذا اس کو جونپور سے دہلی بلالیا جائے اور شہزادہ کو دہلی بلانے کے لئے ہیبت خاں گرگ انداز کو پیامبر بنایا گیا اس کے ہاتھ بادشاہ نے شہزادہ جلال کو ایک بہت محبت آمیز خط لکھا کہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ تم جلد از جلد دہلی آ جاؤ' مگر ہیبت خاں کی فریب آمیز اور چاپلوسی کی گفتگو سے شہزادہ جلال سمجھ گیا کہ یہ اس کو دھوکا دے رہا ہے لہٰذا اس نے اپنی آمد کو معرض التواء میں ڈالنا شروع کیا۔ ہیبت خاں نے سارا ماجرا بادشاہ کو لکھ دیا۔ اس کے جواب میں ابراہیم لودھی نے شیخ زادہ محمد قرملی فرزند شیخ سعید قرملی' ملک اسماعیل فرزند ملک علاؤ الدین حلوانی' قاضی مجد الدین حجاب اور سعید حجاب وغیرہ کو شہزادہ جلال کے پاس بھیجا۔ مگر ان امراء کی بھی شہزادہ جلال کے سامنے ایک نہ چلی وہ دہلی آنے پر کسی طرح رضامند نہ ہوا۔ مجبوراً یہ واپس آ گئے ادھر بادشاہ نے سلطنت کے دوسرے اراکین سے صلاح و مشورہ کر کے ممالک شرقیہ کے تمام امراء کے نام فرمان جاری کر دیئے۔

ہر فرمان ہر امیر کے عہدہ کے مطابق تھا اور ہر ایک میں یہی درج تھا کہ سب شاہزادہ جلال سے الگ رہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کریں۔ اس کے علاوہ بہت سے اعلیٰ مراتب کے امراء جو تیس تیس اور چالیس چالیس ہزار سواروں کے مالک تھے مثلاً دریا خاں لوحانی بہار کا حاکم اور نصر خاں حاکم غازی پور' شیخ زادہ محمد قرملی جو اودھ کا حاکم تھا ان سب کو خلعت شاہانہ' گھوڑے اور شمشیر و خنجر بھی معتبر اور خفیہ ذرائع سے بھیجے اور ان سب امراء کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جیسے ہی ان امراء کے پاس شاہی فرامین پہنچے ان سب نے شہزادہ جلال کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم نے ایک جواہرات اور ہیرے کا جڑاؤ تخت بنوایا اس کو پندرہ ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو شاہی دیوانخانے میں نصب کرایا۔ اس پر مسند نشین ہو کر ایک دربار عام کیا۔ جس میں تمام شاہی ملازمین امراء اور اراکین کو انعام و اکرام' خلعت شاہانہ' شمشیر و خنجر اور اسپ شاہی سب دے کر پوری طرح رعایا کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اراکین شاہی کو ان کے عہدوں کے موافق سرفراز کیا' غربا' فقرا اور یتامیٰ و مساکین کے بھی خیرات' وظیفے مقرر کیے گئے۔ بزرگوں کے

besturdubooks.wordpress.com

پرانے وظیفوں میں اضافہ کر دیا اور متوکلین و گوشہ نشین بزرگوں کو بہت سے عطیات بھیج کر اپنی حکومت کی بنیادوں کو از سر نو استوار کیا۔

شہزادہ جلال کی بغاوت

ادھر شہزادہ جلال نے ابراہیم لودھی کے جاہ و جلال اور عظمت و شان سے یہ اندازہ لگا لیا کہ تمام امراء اس کی طرف ہیں اور اب شہزادہ کا سلطان ابراہیم کے تحت رہنا دشوار ہے لہٰذا وہ جونپور سے کالپی پہنچا اور بادشاہ کی بغاوت کا کھلم کھلا اعلان کر دیا۔ اپنے چند خیر خواہوں کی جماعت کا سہارا لے کر کالپی پر قبضہ کیا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔ اپنی فوج کی حفاظت' نیز زمینداروں کی دلجوئی میں اپنا وقت صرف کرنے لگا۔ اور خود کو بادشاہ جلال الدین کے نام سے شہرت دی۔ اب شہزادہ جلال نے اعظم ہمایوں' جس نے شہزادے جلال کے تحت ہی قلعہ کالنجر کا محاصرہ کر رکھا تھا اس کے نام ایک عریضہ روانہ کیا کہ ابراہیم لودھی اپنا عہد توڑ کر اب میرے آباؤ اجداد کی موروثی جائیداد مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اور مجھ کو میری مملکت سے یکسر محروم کر دینے کا فیصلہ کر دیا ہے لہٰذا میں آپ کو بحیثیت اپنے باپ اور چچا کے سمجھتا ہوں۔ میرا کوئی مددگار نہیں لہٰذا مجھ مظلوم کی مدد کر کے حق اور انصاف کا ساتھ دو۔ ادھر اعظم ہمایوں ابراہیم لودھی سے خوش نہیں تھا اس نے کچھ تو شہزادہ جلال کی فریاد اور کچھ اپنے انحراف کی وجہ سے قلعہ کالنجر کے محاصرہ کا خیال ترک کر دیا پھر شہزادہ جلال سے آ ملا۔ اعظم ہمایوں اور شہزادہ جلال میں کچھ عہد و پیمان ہوئے۔ پہلے جونپور اور اس کے آس پاس کے شہروں پر قبضہ کرنے کی ترکیب سوچی گئی۔ اس کے بعد دوسرے مقامات کو سر کرنے کا خیال کیا لہٰذا یہ لوگ بعجلت تمام سفر کی منازل طے کرتے ہوئے سعید خاں مبارک خاں کے فرزند جو اودھ کا حاکم تھا اس کے پاس پہنچے۔ ان کا حملہ سعید کے لئے ناقابل برداشت تھا لہٰذا وہ دار السلطنت سلطان ابراہیم کو اطلاع دینے کے لئے پہنچ گیا اور جا کر بادشاہ کے سامنے حالات بیان کر دیئے ابراہیم لودھی نے ایک مختصر سے لشکر کو لے کر یہ سرکشی فرو کرنا چاہی۔ امراء کی صلاح لے کر اپنے قیدی بھائیوں کو آزاد کیا اور اسمٰعیل خاں' محمود خاں' حسین خاں وغیرہ قیدی شہزادوں کو آزاد کر کے دولت خاں کے سپرد کر دیا۔ ہر شہزادے کے لئے دو دو حرم کیے گئے اور ان کے آرام و آسائش اور طعام و قیام کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

ممالک شرقیہ کو روانگی

ان تمام حالات کو درست کر کے بادشاہ ممالک شرقیہ کی طرف چوبیس ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو بروز پنج شنبہ روانہ ہوا' مگر اس کو راہ ہی میں معلوم ہو گیا کہ اعظم ہمایوں شہزادہ جلال سے منحرف ہو گیا اور اپنے بیٹے فتح خاں کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اب ابراہیم سلطان کے دربار میں آ رہا ہے۔ ابراہیم لودھی نے یہ سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ جب اعظم دار السلطنت کے نزدیک پہنچا تو بہت سے اراکین و امراء کو اس کی خدمت میں استقبال کے لئے بھیجا۔ جب یہ دربار میں آیا تو اس کو انعام و اکرام و خلعت شاہانہ اور دیگر نوازشات سے مالا مال کیا گیا۔

بادشاہ مع اعظم ہمایوں آگے بڑھا اسی دوران میں چتر تولی پرگنہ کول کے ایک زمیندار جے چند نے سکندر خاں سور کے بیٹے عمر خاں سے لڑائی لی اور اس کو مار دیا۔ اس لئے سنبھل کے حاکم جے چند پر حملہ کیا اس کو موت کے گھاٹ اتارا اور اس اچانک بیدار ہونے والے فتنہ کو سلا کر وہ قنوج میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس درمیان میں قنوج کے نواح کے دیگر امراء مثلاً سعید خاں اور شیخ زادہ قرملی وغیرہ بھی بادشاہ کے نیازمندوں میں شامل ہو گئے۔ ابراہیم لودھی نے اعظم ہمایوں شروانی' احمد خاں لودھی اور نصر خاں لوحانی کو ایک لشکر عظیم اور اسپ و فیل کی فوج گراں کے ساتھ جلال شہزادے کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔ شہزادہ جلال ان لوگوں کے پہنچنے سے قبل ہی نعمت خاں' قطب خاں لودھی کے بہی خواہوں اور اپنے خیر خواہوں عماد الملک اور ملک بدر الدین کو کالپی کے قلعے میں چھوڑ کر تیس ہزار تجربہ کار سواروں اور ہاتھیوں کی ایک فوج لے کر آگرہ کی طرف چلا۔

besturdubooks.wordpress.com

کرے، لیکن اسی عرصے میں ملک آدم جو بادشاہ کی طرف سے قلعہ آگرہ کی حفاظت کے لئے متعین کیا گیا تھا وہ آگرہ کے آس پاس پہنچ گیا۔ ملک آدم نے جلال خاں سے کچھ ایسی چاپلوسی کی باتیں کیں کہ وہ آگرہ کو برباد کرنے کا خیال چھوڑ بیٹھا۔ ملک آدم کے بعد علاؤ الدین جلوانی کا بیٹا ملک اسمٰعیل اور کبیر خاں لودھی بہادر خاں لوحانی اور دیگر امراء بھی لشکر جرار کے ساتھ آگرہ آگئے اور ان کی وجہ سے ملک آدم کی ہمت افزائی ہو گئی اور اب اس نے جلال خاں سے صاف بات یہ کی کہ اگر شاہانہ لوازمات چتر شاہی اور تخت و تاج کی لالچ کو دل سے نکال دو اور صرف کالپی کی حکمرانی پر قناعت کرو تو بادشاہ ابراہیم سے تمہارا قصور معاف کرا دیا جائے۔ شہزادہ جلال اس صلح پر راضی ہو گیا اس نے اپنا سارا سامان بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور اس کو سارے حالات سے آگاہی ہوئی اس عرصے میں بادشاہ نے کالپی کو فتح کر لیا تھا اور وہ اٹاوے میں قیام پذیر تھا۔ بادشاہ نے اس مشورے کو قبول نہ کیا وہ شہزادے جلال کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے چلا۔ ادھر شہزادہ نے پریشان ہو کر راجہ گوالیار کے پاس جا کر پناہ لی۔ بادشاہ نے آگرہ میں قیام کیا اور سلطان سکندر کے بعد آگرہ کی سلطنت کمزور ہو گئی تھی۔ اس کی از سر نو تنظیم کی امراء نے مخالفت کو ختم کر کے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور ہمیشہ کے لئے بادشاہ کے ملازموں میں شامل ہو گئے۔

گوالیار کی طرف روانگی

بادشاہ نے ہیبت خان گرگ انداز، کریم داد توغ، دولت خاں اندار یہ کو دہلی کی حفاظت کے لئے بھیجا اور ادھر شیخ زادہ جھو کو اطلاع دی کہ وہ چندیری کا محافظ ہے اور شہزادہ محمد خاں کو سلطان ناصر الدین مالوی کے نواسے کی خدمت میں وکیل سلطنت کی حیثیت سے بھیجا۔ اسی دوران میں بادشاہ ابراہیم اپنے باپ کے زمانے کے مشہور قاضی اور نامی امیر بھورا میاں سے خواہ مخواہ خفا ہو گیا تھا۔ ادھر میاں بھورا نے اپنی سابقہ خدمات کا حوالہ دے کر گلو خلاصی کی بھی کوشش نہیں کی لہٰذا اس غفلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ میاں بھورا کو قید کر کے ملک آدم کو دے دیا گیا اور اس کی جگہ پر اس کے بیٹے کو مقرر کر دیا اور خود گوالیار کا قلعہ فتح کرنے کی غرض سے آگے بڑھا۔

قلعہ گوالیار کی فتح

اعظم ہمایوں کڑہ کے حکمران کو تیس ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت میں گوالیار بھیجا اس کے بعد آٹھ امراء اور دیگر فوجی سپاہ کو شروانی کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ شہزادہ جلال خاں بہت خوفزدہ ہو گیا وہ وہاں سے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں مالوہ چلا گیا۔ شاہی لشکر نے گوالیار پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کیا۔ گوالیار کا راجہ مان سنگھ بہت شجاع اور بہادر تھا اس کا انتقال ہو چکا تھا اب اس کی جگہ اس کا بیٹا بکرماجیت تخت نشین تھا۔ اس نے قلعہ کو مضبوط کرنے کی بہت کوشش کی، اس نے قلعہ کے نیچے ایک خوبصورت عمارت بنوائی تھی اور اس کے آس پاس ایک چار دیواری بنا کر اس مکان کو ساول گڑھ کا نام دیا تھا ایک عرصے کی کوشش کے بعد مسلمانوں نے اس راستہ سے نقب لگانا شروع کیا اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار کو اڑا دیا دیوار کے گرتے ہی مسلمان سپاہیوں نے اس عمارت پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ پر ایک گائے کی مورتی نصب تھی۔ ہندو جس کی پرستش کرتے تھے اس کو شاہی فرمان کے مطابق قلعہ آگرہ میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے وہاں سے اسکو دہلی روانہ کر دیا اور دروازہ بغداد پر نصب کر دی گئی۔ اکبر بادشاہ کے عہد تک یہ مورتی اسی جگہ پر نصب رہی۔

شہزادہ جلال کا قتل

اسی عرصہ میں شہزادہ جلال پھر مالوہی کے برتاؤ سے دل برداشتہ ہو گیا وہ وہاں سے بھی فرار ہو کر راجہ گوالیار بریا (۱) کے پاس پہنچا۔ یہاں گونڈوں کا ایک گروہ شہزادہ جلال کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں لائے اور بادشاہ نے اس کو ہانسی کے قلعہ میں بھیجا، مگر راستہ ہی میں لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ اپنے باپ کے وقت کے امراء سے بھی بدگمان ہوا اور ابراہیم لودھی نے بہت سے امراء کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد اعظم ہمایوں اور اس کا بیٹا فتح خاں جو عنقریب قلعہ فتح کرنے والے تھے دونوں کو بلوا کر قید کر لیا۔ اور اعظم ہمایوں کا ... سرا ... جا ...

besturdubooks.wordpress.com

کڑہ کا حاکم تھا اور اسلام خاں کے نام سے موسوم تھا اس کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کر دیا گیا۔ باپ کے قید ہونے کی خبر سن کر وہ بہت ناراض ہوا اور بہ بانگ دہل مخالفت شروع کر دی۔ اسلام خاں نے احمد خاں شقدار پر بھی قابو پا لیا۔ اسی دوران میں گوالیار کا قلعہ فتح ہو گیا اور تقریباً پورے سو سال کے بعد یہ ہندوؤں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمان حکمران کے ہاتھ میں آ گیا۔

سعید خاں اور اعظم ہمایوں کی بغاوت

بادشاہ اب کڑہ کی بغاوت کو دور کرنے کی تدبیر کرنے لگا اسی عرصہ میں مبارک خاں کے لڑکے سعید خاں اور اعظم ہمایوں لودھی نے بغاوت شروع کر دی۔ یہ لوگ اپنی جاگیروں سے لکھنؤ پہنچے اور اسلام خاں سے بذریعہ خط و کتابت سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا۔ اس طرح بغاوت کی آگ کو اور ہوا دی بادشاہ نے ان حالات کا مطالعہ کر کے آس پاس سے تمام لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اعظم خاں ہمایوں لودھی کے بھائی احمد خاں پر شاہانہ نوازشات کر کے اس کی سرکردگی میں بہت مشہور امراء کو اس بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ لشکر قنوج کے نزدیک قصبہ بانگر مئو میں پہنچا۔ اقبال خاں جو اعظم ہمایوں کا غلام تھا پانچ ہزار مسلح ہاتھی اور بہت سی فوج لے کر احمد خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اقبال خاں نے بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو زخمی کر دیا پھر میدان سے بھاگ نکلا۔ بادشاہ نے شاہی لشکر کی یہ بے حرمتی سنی تو بہت ناراض ہوا اور ان امراء کے پاس پیغام بھیجا کہ جب تک تم سب یہ بغاوت دور کر کے نہ آؤ گے تم میری نگاہ میں بھی سرکش اور باغی بنے رہو گے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک اور لشکر جرار مدد کے لئے روانہ کر دیا۔

دشمنوں نے بھی فوجی سپاہ کثیر تعداد میں قائم کر لی اور مقابلہ کے لئے ایک دوسرے کے سامنے آئے نزدیک تھا کہ یہ فریقین آپس میں معرکہ آرا ہوں کہ شیخ راجو بخاری جو زمانہ کے بہت بڑے پیشوا تھے وہ درمیان میں آ گئے اور دونوں لشکروں کو جنگ جوئی سے باز رکھنے کی صلاح دی۔ دشمنوں نے کہا کہ اگر بادشاہ ہمایوں اعظم کو قید سے چھوڑ دے تو پھر ہم بھی ابراہیم لودھی سے معرکہ آرا نہ ہوں اور کسی دوسرے حکمران سے جنگ کریں گے' مگر بادشاہ نے یہ شرط منظور نہ کی اور دو امراء یعنی نصیر خاں لوحانی اور شیخ زادہ قرملی کے پاس فرمان بھیجا کہ وہ بھی احمد خاں کی کمک کے لئے مہم پر روانہ ہوں اور دشمن کو تباہ و برباد کرنے کی پوری پوری سعی کریں۔ ادھر دشمن جلال شاہی اور اس کی خوش بختی کا اندازہ کیے بغیر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور ایک خونریز جنگ کے بعد شکست کھا کر سرکشوں کو میدان جنگ سے منہ موڑنا پڑا۔ اقبال خاں لڑائی میں مارا گیا اور سعید خاں پکڑا گیا اس طرح یہ بغاوت ختم ہوئی۔ ان کی تمام ملکیت اور مال و متاع بادشاہ کے قبضہ میں آیا۔ مگر اس کے بعد بھی بادشاہ کا دل اپنے امراء کی طرف سے صاف نہ ہوا اور ان سے مخالفت بڑھتی ہی گئی۔ بادشاہ نے قیدی امراء کو نہ چھوڑا جب اعظم خاں ہمایوں اور میاں بھورا جیسے نامی گرامی امیر حالت قید ہی میں ملک عدم کو سدھارے تو اس سے سلطنت کے امراء کے دل پر چوٹ لگی۔ حاکم بہار دریا خاں لوحانی' خاں جہان لودھی' میاں حسن قرملی وغیرہ نے بادشاہ کی خیرخواہی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کے ہی ایما سے حاکم چندیری حسن قرملی کو' شیخ زادوں نے ایک رات قتل کر دیا۔ اس واقعہ نے امراء کو اور برگشتہ کیا اور ساتھ ساتھ خوفزدہ بھی اب بادشاہ سے تمام امراء بالکل ناامید ہو گئے۔

تھوڑے عرصے بعد دریا خاں لوحانی کا انتقال ہو گیا۔ اس کا فرزند بہادر خاں باپ کا جانشین ہوتے ہی ابراہیم لودھی سے منحرف ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو سلطان محمد کے نام سے مشتہر کیا اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا دیگر امراء جو بادشاہ سے بددل اور منحرف ہو گئے تھے وہ سب کے سب محمد شاہ سے آ کر مل گئے۔ محمد شاہ تقریباً ایک لاکھ کی جمعیت اور سپاہ کا مالک بن بیٹھا اس کی ملکیت میں بہار سے لے کر سنبھل تک سب شامل ہو گئے۔ اسی دوران میں غازی پور کا حکمران نصیر خاں بھی شکست کھا کر محمد شاہ سے جا ملا اور کئی ماہ تک سنبھل اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری رہا۔ شاہی امراء سے بارہا یہ لوگ برسرپیکار ہوئے مگر ہر بار شاہی سپاہ کو شکست ہوئی اور محمد شاہ

besturdubooks.wordpress.com

چلا گیا۔ مگر دولت خاں کے لئے بادشاہ کے عتاب اور غیظ و غضب سے بچنا محال تھا اسی باعث اس نے حضرت فردوس مکانی سے جو کابل میں تھے درخواست کی کہ وہ ہندوستان کی حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور ہندوستان کا رخ کریں۔ دولت خاں نے سب سے پہلے ابراہیم لودھی کے بھائی علاؤالدین (۲) کو بہت منت سماجت کرکے اپنے پاس بلوایا وہ اس وقت بابری مقربین میں شامل تھا اور پھر اپنے بہت سے ملازمین اعزاء اور اقرباء کے ساتھ علاؤ الدین کو دہلی روانہ کیا۔

سلطان جلوانی اور دیگر لودھی امراء جو ابراہیم لودھی سے یک قلم مایوس ہو گئے تھے وہ سب علاؤ الدین سے آکر مل گئے۔ یہ چالیس ہزار کا لشکر یکجا ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر شہر کو گھیر لیا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی جیسے اطلاع ہوئی اس نے ایک جماعت کو مقابلہ کے لئے بھیجا جب چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا۔ تو علاؤ الدین نے شاہی سپاہ پر شبخون مارا اور صبح ہونے تک تمام شاہی سپاہ کو منتشر کر دیا۔ ابراہیم لودھی کے بعض امراء اسی رات علاؤ الدین کی حمایت میں اس کی طرف آگئے' مگر ابراہیم لودھی نے ہمت نہ ہاری اور سراپردہ شاہی کے نزدیک کھڑے ہو کر معرکہ آرائی میں مشغول رہا۔ جب صبح ہوئی تو علاؤ الدین کے لشکر نے جیسے ہی لوٹ مار شروع کی اسی وقت ابراہیم نے فوراً حملہ کر دیا پہلے ہی حملہ میں حریف بھاگ گیا۔ اب سلطان علاؤ الدین اور باقی ماندہ سپاہ شکست کھا کر پنجاب کی طرف روانہ ہوئی اور ابراہیم لودھی دہلی میں مقیم رہا۔

۹۲۳ھ میں فردوس مکانی نے ہندوستان پر حملہ کیا' پانی پت کے میدان میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی جیسا کہ آگے مفصل طور پر بیان کیا جائے گا دونوں میں شدید مقابلہ ہوا۔ بابر کو فتح حاصل ہوئی اور ابراہیم لودھی میدان جنگ میں مارا گیا۔ دہلی کی حکومت صاحبقران امیر تیمور کی اولاد کے پاس منتقل ہو گئی۔

ابراہیم لودھی کا انتقال

ابراہیم لودھی بابر کے ساتھ معرکہ آرائی کرتے ہوئے پانی پت کے میدان میں کام آیا اور اس طرح اس خاندان کی تاریخ مکمل ہو گئی اس نے بیس (۳) سال تک حکومت کی۔

حوالہ جات

۱۔ گذبریا۔ گنڈھ کشتکہ اصل میں گوڈوانے کو کہتے ہیں۔
۲۔ یہ فرشتہ کی غلطی ہے علاؤ الدین یا عالم خاں لودھی سلطان ابراہیم لودھی کا چچا تھا۔
۳۔ یہ کاتب یا مورخ کی غلطی ہے۔ سلطان ۹۲۳ھ کے آخر میں تخت نشین ہوا۔ ۹۳۲ھ کے وسط میں مارا گیا اس لئے کچھ کم نو سال۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین مغل

سلاطین مغل کے حالات

ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ غازی

ابتدائی حالات

سلطان ابو سعید مرزا عراق میں جب شہید ہو گیا تو اس نے اپنے پیچھے گیارہ بیٹے چھوڑے جو اپنی عقلمندی اور شجاعت کے لئے بہت مشہور تھے۔ ان کے نام یہ ہیں سلطان احمد مرزا' سلطان محمد مرزا' سلطان مراد مرزا' سلطان عمر مرزا اور سلطان مرزا۔ ان تمام بھائیوں میں سے صرف چار نے حکمرانی کی' باپ کے حین حیات ہی میں مختلف ممالک کے حکمران بن گئے اور خودمختاری حاصل کی۔ الغ بیگ مرزا کابل کا حاکم تھا' سلطان احمد مرزا سمرقند کا حکمران تھا۔ سلطان محمد مرزا حصار (۱) و قندوز اور بدخشاں پر حکمرانی کرتا تھا۔ اور عمر شیخ مرزا اندجان اور فرغانہ (۲) کا فرمانروا تھا۔ مغولستان کے حاکم یونس خاں نے الغ خاں کے علاوہ سب کو اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔

بابر کی پیدائش

عمر شیخ مرزا فرغانہ کا عادل اور منصف حکمران تھا جب وہ یہاں نہایت عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر رہا تھا اس وقت یعنی ۸۸۸ھ میں اس کی بیوی قتلق نگار خانم بنت یونس خاں کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ اس بلند اقبال بیٹے کا نام باپ نے بابر مرزا رکھا۔ اس کی تاریخ پیدائش حسامی فراکوی نے کہی۔ ''اندر شش محرم زاد آں شہ مکرم۔ تاریخ مولدش ہم شش محرم۔

ابو سعید مرزا کا سلسلہ حسب و نسب امیر تیمور صاحبقراں گورگانی (۳) تک اس طرح پہنچتا ہے کہ ابو سعید مرزا ابن سلطان عمیر مرزا بن میراں شاہ میرزا ابن امیر تیمور صاحبقراں زماں۔

محمد بابر کی تخت نشینی

چار رمضان دو شنبہ کے دن ۸۹۹ھ محمد بابر کے باپ عمر شیخ مرزا کبوتر خانہ کی چھت پر سے گر کر جاں بحق ہوا۔ بابر مرزا نے بارہ سال کی عمر میں اندجان کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اراکین سلطنت کے صلاح و مشورہ سے اپنے آپ کو ظہیرالدین کے لقب سے شہرت دی اور فرغانے کے تخت پر اپنے باپ کا ولی عہد بن کر بیٹھا۔

باہمی خلفشار اور آویزش

عمر شیخ کے وفات پاتے ہی سلطان احمد مرزا سلطان محمد جو یونس خاں کا بیٹا تھا' محمد بابر کا حقیقی ماموں اور احمد مرزا محمد بابر کا حقیقی چچا تھا' دونوں نے اچانک فرغانہ پر حملہ کر دیا کیونکہ عمر شیخ ہمیشہ اپنی بہادری اور ہمت سے ان لوگوں کے حملوں کو روکتا رہا' خود ان کے ملکوں کو اپنی قوت سے تباہ و برباد کرتا رہا تھا لہٰذا اب ان لوگوں کے لئے یہ اچھا موقع تھا۔ عمر شیخ مرزا کے امیر طغا شیرم نے سوچا کہ اس باہمی کشمکش میں کہیں بابر کو کچھ نقصان نہ پہنچے لہٰذا اس کو آوار کند (۴) کے پہاڑوں میں لے جا کر چھپا دے اور وہیں پناہ لے۔ تاکہ اگر اراکین سلطنت

besturdubooks.wordpress.com

مولانا قاضی جو اندجان کے شرفاء کے خاندان سے تھے اور شیخ برہان الدین بلمنی کی یادگار تھے انہوں نے امیر شیرم کو اس ارادے سے باز رکھنے کو کہا اور محمد بابر کے ساتھ اندجان کے قلعے میں بند ہو گیا- اور تمام اراکین سلطنت نے قلعے کو دشمن کے حملے سے بچانے کے لئے حصار قلعہ کو خوب مضبوط اور مستحکم کر لیا- اسی درمیان میں حسین یعقوب اور امیر قاسم قوچین جو قرغستان کو فتح کرنے کے لئے مقرر کیے گئے تھے وہ مہم سے واپس آئے اور نہایت خلوص و محبت سے بادشاہ فردوس مکانی کی خدمت سرانجام دینے میں مشغول ہو گئے۔

اسی عرصہ میں اندجان کا ایک مشہور فقیر جو فردوس مکانی کے دربار سے معتوب ہوا تھا سلطان احمد مرزا جو فردوس مکانی کا چچا تھا اس نے خجند اور فرغانہ کو قبضے میں کر لیا تھا- فردوس مکانی نے مولانا قاضی زوزن حسن اور خواجہ حسین کو سلطان احمد مرزا کی خدمت میں بھیجا اور یہ درخواست کی کہ ظاہر ہے کہ سلطان احمد مرزا خود کو اندجان میں رہ کر حکمرانی نہ کریں گے لہٰذا اگر اس کی حکومت میرے ہی پاس رہنے دی جائے تو کیا نقصان ہے کیونکہ میں بحیثیت آپ کے بیٹے کے ہوں میں ساری زندگی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہوں گا- سلطان احمد مرزا کا دل اس درخواست سے خوش ہوا اس نے اس کو کلیتہ" قبول کرنا چاہا' مگر اس کے اراکین سلطنت اور امراء نے اس کی مخالفت کی اور قلعہ اندجان کو فتح کرنے کی سعی لا حاصل میں مصروف ہو گئے- اسی عالم پریشانی میں بابر کے نیک بخت نے اپنا اثر دکھایا- سمرقندیوں کی فوج میں گھوڑوں کی بیماری پھیل گئی جس سے ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے مر گئے اور طویلے کے طویلے خالی ہو گئے اب گھوڑوں کی تعداد میں کمی ہونے کی وجہ سے سپاہی اور لشکر کے لوگ بہت پریشان ہو گئے- سمرقندیوں کے لشکر کا انتظام منتشر ہو گیا- اب سلطان احمد مرزا نے صلح و آشتی کا پکا ارادہ کر لیا اس کی طرف سے امیر درویش محمد اس کام کے بارے میں گفتگو کرنے پر مقرر کیا گیا اور فردوس مکانی کی طرف سے حسن یعقوب کے سپرد یہ خدمت کی گئی-

دونوں امراء عیدگاہ کے میدان میں جمع ہوئے اور صلح کے بارے میں تمام معاملات طے پا گئے- سلطان احمد نہایت اطمینان کے ساتھ سمرقند روانہ ہو گیا' لیکن خدا کا حکم کہ راستے ہی میں راہی ملک عدم ہوا- اب دوسری طرف سلطان محمد بن یونس نے حملہ کیا- سلطان محمود اخسی (۵) گیا- یہاں فردوس مکانی کے بھائی جہانگیر مرزا نے اپنے آپ میں مقابلے کی ہمت نہ دیکھی اور اپنے ان امراء درویش علی مرزا قلی کو کلتاش' محمد باقر' شیخ عبد اللہ بیگ' آقا اویس لاغری' مہر غیاث الدین طغائی وغیرہ قابل اعتماد لوگوں کو لے کر کاسان کے قصبے کی طرف بھاگا- کاسان اویس لاغری کا پرگنہ تھا یہاں کا حاکم فردوس مکانی کا سب سے چھوٹا بھائی ناصر مرزا تھا- محمود خاں نے جہانگیر مرزا کا تعاقب کیا ان دونوں بھائیوں جہانگیر اور ناصر نے اسی میں اپنی سلامتی دیکھی کہ کاسان کا پرگنہ سلطان محمود کے ہاتھ میں دے دیں- سلطان محمود کاسان اپنے قبضے میں کر کے پھر اخسی کی طرف واپس آ گیا' مگر یہاں اس کی تدابیر سے کام نہ نکلا اور کچھ حاصل نہ ہوا- اس کو ایک بیماری بھی ہو گئی یوں مجبوراً وہ اپنے ملک کی طرف واپس لوٹ گیا-

اسی زمانے میں کاشغر اور ختن کے حاکم شیخ ابوبکر نے آوزکند کے حدود میں حملہ کیا- جی بھر کر شہر اور شہر کے لوگوں کو تباہ و برباد کیا- اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی نامی گرامی اور بہادر امراء مولانا قاضی کی سرکردگی میں روانہ ہوئے یہ بھی مقابلے کی تاب نہ لا کر دوسروں کی طرح صلح و دوستی کر کے پھر اپنے وطن چلا گیا- اب فردوس مکانی فرغانہ آیا اور حسن یعقوب کے سپرد اندجان کی حکومت کر کے اسے مالک کل بنا دیا- ۹۰۰ھ میں حسن یعقوب کی باتوں اور اس کے پیدا کردہ حالات سے کچھ سرکشی اور بغاوت کے آثار نمایاں ہونے لگے لہٰذا فردوس مکانی اندجان کی طرف ایک لشکر عظیم کے ساتھ روانہ ہوا-

مہمات

اندجان پہنچنے پر فردوس مکانی کو معلوم ہوا کہ حسن یعقوب شکار کھیلنے کے لئے سرت گیا ہوا تھا' مگر بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر وہ سمرقند سے باہر نکل گیا- بادشاہ نے امیر قاسم قوچین کو حسن یعقوب کی جگہ پر مقرر کر دیا- بادشاہ کی سپاہ کا ایک گروہ حسن کا پیچھا کرنے کے لئے گیا

besturdubooks.wordpress.com

حسن نے اخسی کے گرد و نواح میں اس تعاقب کرنے والے گروہ پر شب خون مارا مگر یہ اپنے ہی ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ اسی سال قلعہ اشیرہ کے حکمران ابراہیم سارو (۶) نے بھی بغاوت کی اور اس نے بانیسقر مرزا بن سلطان محمود مرزا کو اشیرہ کا حکمران بنا دیا اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس پر فردوس مکانی نے اشیرہ پر حملہ کیا اور قلعہ اشیرہ کو گھیر لیا۔ چالیس دن کی قلعہ بندی کے بعد ابراہیم سارو ہتھیار بند ہو کر قلعے سے باہر آیا بادشاہ اس کا جرم معاف کرکے اشیرہ سے خجند روانہ ہو گیا۔ خجند کے حکمران نے بغیر کچھ کہے سنے اپنا قلعہ بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ خجند سے بادشاہ شاہرخیہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اپنے ماموں سلطان محمود سے ملاقات کرے جو اخسی سے واپس آکر اب شاہرخیہ میں قیام پذیر تھا۔ محمود نے کھڑے ہوکر بھانجے کی تعظیم کی اور اس کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھا اور بہت لحاظ رکھا اور اس کی خاطرداری جی کھول کر کی۔ دو تین دن کے بعد فردوس مکانی پھر اوندان واپس آیا۔

بانیسقر مرزا کی بابت یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سمرقند کا حکمران ہو گیا ہے مگر زمانے نے اس کے ساتھ بیوفائی کی اور اس کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا۔ یہ اسی پریشانی کے عالم میں تھا کہ بادشاہ نے اراتیہ (۷) پر حملہ کر دیا۔ یہ صوبہ پہلے بادشاہ کے باپ عمر شیخ کی ملکیت میں شامل تھا مگر جب باہمی آویزش اور دار و گیر ہو رہی تھی اس وقت اس صوبے پر بانیسقر نے قبضہ کر لیا تھا۔ شیخ ذولنون کو بانیسقر مرزا نے یہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس نے قلعہ بند ہو کر اپنے آپ کو بچانا چاہا اور اس مدافعت نے بہت دن لگا دیئے۔ یہاں تک کہ موسم سرما شروع ہو گیا۔ اور اجناس کی کمی ہوئی اس کی وجہ سے فردوس مکانی نے قلعے کو فتح کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اندجان چلا آیا۔ لیکن دوسرے ہی سال پھر سمرقند پر حملہ کیا۔ لیکن بادشاہ یہاں بانیسقر مرزا کے بھائی سلطان علی مرزا سے ملا اس کو بھی جنگجوئی اور طاقت پر بہت ناز تھا۔ لہٰذا دونوں حاکموں میں باہم یہ طے پایا کہ اگلے سال دونوں مل کر یعنی فردوس مکانی اور سلطان علی مرزا مل کر سمرقند کو بانیسقر مرزا کی حکمرانی سے چھین لیں۔ یہ عہد کرکے دونوں حکمران اپنے اپنے ملک واپس آ گئے۔

سمرقندیوں سے معرکہ آرائی

۹۰۲ھ موسم بہار کے آغاز میں دونوں دشمن پھر سمرقند پر حملہ آور ہونے کی غرض سے چل پڑے۔ سلطان علی میرزا فردوس مکانی سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ بانیسقر مرزا نے بھی بھائی کے مقابلے میں صفیں آراستہ کیں اسی دوران میں فردوس مکانی بھی نزدیک پہنچ گیا۔ سمرقندیوں نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ کھلے میدان میں حملہ نہ کریں بلکہ راتوں رات میدان جنگ سے بھاگ کر شہر کی طرف چل دیئے۔ اتفاق سے راستہ میں اس کو خواجہ التون مغل مل گیا اس نے بہت سے لوگوں کو زخمی کیا اور راستہ میں قلعہ اشیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فوراً ہی سمرقند چلا گیا اسی دن جنگ شروع ہوئی اور خواجہ مولانا صدر جو خواجہ جلال بیگ کے بھائی تھے ان کے ایک تیر لگا اور اس فاضل شخص نے اسی تیر سے وفات پائی۔ سمرقندیوں نے بھی بہت کوشش کی اور دونوں دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ ابھی اس جنگ کا مکمل طور پر فیصلہ نہیں ہونے پایا تھا کہ خریف کی فصل آ گئی۔ سلطان علی میرزا بخارا چلا گیا۔ فردوس مکانی میدان جنگ سے آکر خواجہ دیدار کے قلعے میں ٹھہر گیا اور اسی قلعے میں قشلاق (۸) کرکے موسم سرما گزرنے کے بعد نواح سمرقند پر چڑھائی کرنے کے خیال سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس فرصت کے دنوں میں بانیسقر مرزا نے مدد حاصل کرنے کے خیال سے ترکستان کے حاکم شیبانی (۹) کے پاس دوبارہ اپنا پیغامبر بھیجا اور مدد کی خواہش کی اور شیبانی خاں اس کی مدد کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا۔ ترکستانی لشکر خواجہ دیدار کے نزدیک پہنچا بادشاہ نے اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنا چاہی' لیکن شیبانی خاں راستہ کترا کر دوسری طرف سے نکل گیا اور سمرقند جا پہنچا۔ لیکن بانیسقر مرزا کے خراب برتاؤ سے بہت جلد دل برداشتہ ہو گیا اور وہاں سے واپس ترکستان چلا آیا۔ اب بانیسقر مرزا شیبانی خاں کی کمک سے بالکل ہی مایوس ہو گیا اور دو تین سواروں کو لے کر [illegible] خاں جو قندھار کا حاکم تھا اس کے پاس چلا گیا۔ فردوس مکانی کو بانیسقر کے یہ تمام حالات معلوم ہو گئے اور

besturdubooks.wordpress.com

سمرقند کی فتح

آخر کار آخر ربیع الاول ۹۰۳ھ میں بابر سمرقند کے تخت پر بیٹھا اور اپنے قدیم رفیقوں اور ارکین کو شاہانہ نوازشات بخشیں۔ جس میں سلطان تنبل کو سب سے زیادہ انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ چونکہ بغیر جنگ کیے ہی سمرقند ہاتھ آگیا تھا للذا سپاہیوں کو مال غنیمت کی شکل میں بہت کم ملا۔ سپاہی اس ناکامی کی وجہ سے بالکل بے سروسامان ہو گئے تھے اور فوجیوں کے بہت سے گروہ ادھر ادھر بکھر گئے۔ سب سے پہلے مغلوں نے فوج کی نوکری سے علیحدگی اختیار کر لی ان کا سردار ابراہیم بیگ تھا۔ خان علی اور سلطان احمد بھی تنبل چلے گئے اور روزن حسن جو اخسی کا حکمران تھا اس کے ساتھ بھی مل کر جہانگیر مرزا کو اپنا بادشاہ مان لیا۔ بابر شاہ کو یہ پیغام بھیجا گیا کہ چونکہ اخسی اب بابری حلقہ سلطنت میں شامل ہے للذا مناسب یہ ہے کہ یہ جہانگیر مرزا کو عنایت کر دیا جائے' مگر فردوس مکانی اس پیغام سے بہت برہم ہوا اور ان لوگوں کی امید کے خلاف ایسے کلمات منہ سے نکالے جو بالکل نامناسب تھے۔ اب روزن حسن اور سلطان احمد بھی جہانگیر کے ساتھ موافقت کرکے اندجان پر حملہ آور ہوئے۔ محمد بابر شاہ نے خواجہ التون مغل کو ان لوگوں کی تنبیہہ کے لئے روانہ کیا مگر دشمنوں نے راستہ ہی میں خواجہ محل کو قتل کر ڈالا۔

علی دوست طغائی اور مولانا قاضی نے اندجان کو خوب اچھی طرح مضبوط کرکے پھر فردوس مکانی کو اطلاع دی اس دوران میں فردوس مکانی کی طبیعت خراب ہو گئی اور ضعف کی یہ حالت ہو گئی کہ پانی تک پینا محال ہو گیا۔ روئی کے پھاہے سے ہونٹوں پر پانی ٹپکایا جانے لگا' مگر بادشاہ کو اس بیماری سے نجات ملی۔ صحت پاتے ہی اس نے اندجان سے آئی ہوئی تمام عرضیاں منگائیں۔ سمرقند کا خیال چھوڑ کر بادشاہ اندجان کی طرف چل پڑا راستہ میں اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی بیماری کی نازک حالت سن کر علی دوست طغائی اور مولانا قاضی نے ملک دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیا۔ دشمنوں نے مولانا قاضی کو قتل کرکے جہانگیر مرزا کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا ہے۔ فردوس مکانی چونکہ ابھی جلدی ہی سمرقند کا فیصلہ کر چکا تھا اور اس کو ہاتھ سے چھوڑ چکا تھا۔ اب اندجان کے جانے سے اور بھی ہراساں ہوا۔ امیر قاسم قوچین کو اپنے ماموں سلطان محمود کے پاس تاشقند روانہ کیا تاکہ وہ اس کی مدد کرنے کے لئے اندجان آئے۔ ادھر فردوس مکانی بھی آگے بڑھا اور چلکہ آہنگران (۱۰) میں سلطان محمود سے جا کر مل گیا۔ دونوں بادشاہ اندجان کی طرف چل پڑے اسی دوران میں جہانگیر مرزا کا سفیر بھی سلطان محمود کی خدمت میں آیا جہانگیر کے قاصدوں نے ارکین سلطان محمود کو ایسی پٹی پڑھائی کہ محمود بھانجوں کو آویزش میں چھوڑ کر خود تاشقند چلا آیا۔ اس زمانے میں بادشاہ سے بھی بہت سی سپاہ برگشتہ ہو گئی تھی للذا بادشاہ کے پاس تھوڑی سی فوج رہ گئی تھی۔ بادشاہ خجند سے واپس آیا یہاں اراتپہ سے محمد حسین گورگانی کے پاس ایک قاصد دوغلات روانہ کیا' لکھا کہ میرے پاس خجند میں ٹھہرنے کا موقع نہیں للذا میں چاہتا ہوں کہ جاڑوں کا موسم قریہ ساغر (۱۱) میں گزاروں محمد حسین نے ان کی یہ خواہش منظور کر لی اور ساغر میں بابر کی فوج نے اپنا ڈیرہ ڈالا۔

یہاں سے بادشاہ کی فوج میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اس کے بعد شاہی امراء ایلاق (۱۲) کی طرف چلے گئے للذا فردوس مکانی نے کچھ قلعے اپنے قبضے میں کیے مگر اس کی قسمت یونہی خوابیدہ رہی۔ بادشاہ اسی مایوسی کی حالت میں تھا کہ علی دوست کا پیغامبر قریہ ساغر خوشی اور مسرت کا پیغام لے کر پہنچا۔ علی دوست نے خط میں یہ لکھا تھا کہ میں اپنے پچھلے گناہوں پر بہت شرمندہ ہوں اور دست بستہ خواستگار معافی ہوں۔ فرغنستان (۱۳) کا قلعہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اگر بادشاہ سلامت ادھر تشریف لائیں تو قلعہ قبضہ شاہی میں دے دیا جائے اور وہ خود بادشاہ کی خدمت میں مامور ہو جائے۔ بادشاہ اس خط کو اور قلعہ فرغنستان کو آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر فرغنستان چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ علی دوست طغائی دروازہ پر بادشاہ کے انتظار میں کھڑا تھا۔ علی دوست نے بادشاہ کی ملازمت کر لی خود بادشاہ قلعے کا مالک ہو گیا اس کے علاوہ دیگر بیش قیمت اشیاء بھی بادشاہ کو دے دیں۔ بادشاہ نے امیر قاسم قوچین کو کوہستان اندجان کی طرف بھیجا اور ابراہیم ساروا ویس

besturdubooks.wordpress.com

کو اخسی کے آس پاس روانہ کر دیا- ان امراء کے سفر کا یہ مقصد تھا- کہ عوام کو بادشاہ کے حالات و واقعات سے خبردار کریں تاکہ وہ بادشاہ کے فرمانبردار اور مطیع ہو جائیں-

بادشاہ کو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اندجان کی رعایا بابر شاہ کی خیر خواہ اور فرمانبردار ہو گئی- ابراہیم سارو اور اویس لاغری نے قلعہ باب اور نزدیک قلعے اور بھی اپنے قبضہ میں کر لیے- اسی عرصے میں سلطان محمود کی فوجی کمک بھی فردوس مکانی کے پاس پہنچ گئی- روزن حسن اور سلطان احمد تنبل کو فرغنستان کی فتح اور لشکری امداد کی اطلاع ہوئی- بابر کے یہ دونوں دشمن جہانگیر مرزا کے پاس فرغنستان چلے گئے- دونوں نے قلعہ فرغنستان کو فتح کر کے ایک فوجی جمعیت کو اخسی بھیج دیا- اس گروہ اور سلطان محمود کے لشکر سے باہم آویزش شروع ہو گئی- جہانگیر مرزا کے سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد اس جنگ میں کام آئی صرف پانچ یا چھ آدمی زندہ بچے- روزن حسن اس خبر کو سن کر بہت گھبرایا چونکہ اس کے اپنے سپاہی بھی بابر کی طرف جھک رہے تھے لہٰذا وہ جہانگیر مرزا کو لے کر اندجان کی طرف چل پڑا- ناصر بیگ جو روزن حسن کا قریبی رشتہ دار تھا وہ اندجان کا حکمران تھا' ناصر بیگ نے قلعہ اندجان کو مضبوط اور مستحکم کر کے دور اندیشی کا ثبوت دیا کیونکہ وہ جلال شاہی سے واقف تھا لہٰذا بادشاہ کے پاس بلاوے کا پیغام بھیجا- اب دشمن بادشاہ کے اس جاہ و جلال سے خوفزدہ ہو گئے- جہانگیر مرزا اور سلطان احمد تنبل اوش(۱۴) کی طرف چلا گیا- روزن حسن نے اخسی کی راہ لی- فردوس مکانی اندجان میں داخل ہو گیا- اور ناصر بیگ نیز دوسرے اراکین کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا-

اس واقعے سے دار الملک فرغانہ جو بہت دنوں سے حریفوں کے ہاتھ میں تھا اب ذیقعد ۹۰۴ھ میں پھر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا- چوتھے دن فردوس مکانی فرغانہ سے اخسی چلا گیا اور روزن حسن جان کی امان پا کر قلعے سے باہر آیا اور حصار روانہ ہو گیا- فردوس مکانی نے قاسم عجب کو اخسی کا داروغہ بنا دیا اور اندجان واپس چلا آیا- روزن حسن کے بہت سے نوکر بھی اس سے منحرف ہو گئے اور فردوس مکانی کے ہمراہ چلے گئے- اراکین سلطنت نے کہا کہ اکثر بہی خواہوں کو ایسی جمعیت نے ختم کیا ہے اور مولانا قاضی جیسے جانثاروں کو قتل کیا ہے- اب اگر ان کو بادشاہ نے جان کی امان دے دی ہے مگر ان سے مال و متاع تو واپس لے لیا جائے جو انہوں نے لوٹ کر لیا تھا- اس درخواست پر بابر نے حکم دے دیا کہ جو بابری سپاہی اپنا مال و متاع کسی روزنی سپاہی کے پاس دیکھے اس کو فوراً ضبط کر لے مگر اس حکم سے مغل سپاہی بہت ناراض ہو گئے اور سارا گروہ پھر فردوس مکانی سے ناراض ہو کر کند روانہ ہو گیا-

اندجان پر دشمنوں کا حملہ

ان مغلوں نے جو غیظ و غضب کی حالت میں تھے انہوں نے سلطان احمد سے اپنی ناراضگی بیان کی اور جہانگیر مرزا شہر سلطان احمد تنبل بابری مخالفوں کے پاس پہنچے اور سب نے مل کر اندجان پر حملہ کر دیا- بابر شاہ نے قاسم قوچین کو حریفوں کے مقابلے کے لئے بھیج دیا اور ایک خونریز جنگ ہوئی- امیر قاسم قوچین کو شکست فاش ہوئی- فردوس مکانی کے بہت سے امراء مارے گئے اور بہت سے قید ہو گئے- اس طرح دشمنوں نے بابری فوج کو برباد کر کے اندجان کے گرد و نواح میں داخل ہو گئے- ایک مہینے تک قلعے کو گھیرے رکھا اور میدان میں جمے رہے لیکن جب رسائی نہ ہوئی تو پھر اوش واپس چلے گئے- ۹۰۵ھ میں فردوس مکانی نے ایک فوج تیار کی اور اوش پر دھاوا کیا- دشمن میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اس لئے وہ دوسرے راستے سے اندجان چلے گئے- شہر کے تمام موضعوں کو تباہ و برباد کر دیا- ادھر جب فردوس مکانی کی فوج نے ترقی کر کے ایک مستحکم قلعے پر حملہ کر دیا- اس قلعے کا نام بادورو (۱۵) تھا- یہاں سلطان احمد تنبل کا بھائی سلطان خلیل حکمرانی کرتا تھا سلطان خلیل نے مقابلے میں اپنی تمام قوت ختم کر دی' مگر ناکام رہا اور بہت خونریز جنگ کے بعد آخر اس کو مجبوراً امان طلب کرنی پڑی قلعہ فردوس مکانی کے ہاتھ میں آ گیا سلطان فردوس مکانی نے اپنے قیدیوں کے بدلے میں اب سلطان خلیل اور اس کے بہت

besturdubooks.wordpress.com

اندر چلا جائے لیکن قلعے کے لوگ اس کے اس ارادے سے خبردار ہو گئے اور سلطان احمد تنبل اپنے ارادے میں ناکام رہا۔ اسی عرصے میں فردوس مکانی بھی اندجان سے ایک کوس کے فاصلہ پر آ کر ٹھہر گیا۔ اب سلطان احمد تنبل نے فردوس مکانی کے پہنچتے ہی اندجان سے بھاگ کرندی کے کنارے اپنے خیمے نصب کیے بادشاہ نے بھی اس کے مقابلے میں اپنے خیمے نصب کیے۔ عرصے تک فوجیں میدان میں پڑی رہیں، چالیس دن کے بعد قریہ خوبان میں دونوں دشمنوں میں بہت خونریز جنگ ہوئی خون کے دریا بہا دیئے گئے۔ اس جنگ میں فردوس مکانی کو فتح حاصل ہوئی۔ جہانگیر مرزا اور سلطان احمد تنبل میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ فردوس مکانی مظفر و منصور اندجان میں داخل ہو گیا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود کی سپاہ پانچ چھ ہزار سواروں کی جمعیت میں جہانگیر مرزا کی مدد کے لئے آ رہی ہے اور کاسان کے قلعے کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ بادشاہ نے عین سردیوں کے موسم میں جبکہ سردی سے بدن میں خون جم رہا تھا اور زمین پر پانی جم کر برف بن جاتا تھا اور اس وقت کاسان کا رخ کیا۔ امدادی لشکر جو جہانگیر مرزا کے پاس جا رہا تھا فردوس مکانی کی آمد کی خبر سن کر ہی واپس چلا گیا۔ ادھر سلطان احمد تنبل مغل سپاہ سے ملنے آ رہا تھا اس کو معلوم نہ تھا کہ سپاہی فردوس مکانی سے خوفزدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ اور وہ بے خیالی میں فردوس مکانی کے لشکر کے پاس چلا آیا اور دشمن کی فوج میں آ کر پھنس گیا۔ اب سوائے جنگ کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا لہٰذا اس نے سوچا کہ صبح معرکہ آرائی کرے گا، مگر یہ اتنا بدحواس اور ہراساں تھا کہ رات ہی میں وہاں سے بھاگ گیا، فردوس مکانی نے اس کا پیچھا کیا۔

سلطان احمد تنبل قلعہ اشخار (۱۹) کے نیچے ٹھہرا اور اس کے مقابلے کے لئے بادشاہ نے بھی اپنے خیمے وہیں لگا دیئے۔ تین چار دن کے بعد علی دوست طغائی اور قنبر علی جو دونوں فوج کے بہت اہم افسر تھے اور سب سے زیادہ معزز اور نیک دل تھے، مگر دل سے فردوس مکانی کے قائل نہ تھے لہٰذا صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور ان امراء کی کوشش سے یہ طے پایا کہ جہانگیر مرزا دریائے خجند سے اخسی تک حکومت کرے۔ اور اندجان و کند کے مقامات پر فردوس مکانی کا قبضہ رہے اور جب بادشاہ سمرقند کو فتح کر لے تب اندجان بھی جہانگیر مرزا کی حکمرانی میں دے دے۔ یہ معاملات طے کر کے سلطان احمد تنبل اور جہانگیر مرزا فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوئے دونوں طرف کے قیدی رہا کر دیئے گئے۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی اندجان چلے آئے اور یہاں پر علی دوست طغائی جو جاہ و حشم اور دولت و ثروت کی وجہ سے بہت مغرور ہو گیا تھا اس نے اب سرکشی بھی کرنا شروع کی تھی۔ لہٰذا بادشاہ کو اطلاع دیئے بغیر امیر خلیفہ کو شہر بدر کر دیا۔ اور ابراہیم سارد اور اویس لاغری سے بھی بہت سخت طریقے پر باز پرس کی۔ اس کے بیٹے دوست محمد نے اپنے طور طریقے سب شاہانہ اختیار کیے۔ فردوس مکانی نے اس کے آس پاس لوگوں کی جمعیت اور فوج و قوت دیکھ کر اس کو تنبیہہ کرنا درست نہ سمجھا۔

محمد مرید ترخان

اسی عرصے میں سلطان علی میرزا کا ایک قابل اعتماد امیر محمد مرید ترخان اپنے بادشاہ سے ذرکر سلطان محمود مرزا کے بیٹے جان میرزا سے جا کر مل گیا۔ محمد مرید ترخان نے جان میرزا کو بہت سبز باغ دکھائے حتیٰ کہ اس کو سمرقند کے میدان جنگ میں لا کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا، مگر جان میرزا ہار گیا اور محمد مرید ترخان میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اس مرتبہ شکست کے بعد مرید خان نے فردوس مکانی کو سمرقند فتح کرنے کی ترغیب دی اور بابر شاہ نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور شہر پر دھاوا کیا، راستہ میں اس سے ترخان بھی مل گیا۔ پھر بادشاہ نے دیگر امراء کے مشورے سے ایک قاصد خواجہ قطب الدین یحیٰ قدس سرہ کے پاس بھیجا جن کے ہاتھ میں سمرقند کی عنان حکومت تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب بابری فوج سمرقند کے آس پاس آ جائے گی اس وقت بادشاہ کی مرضی کے مطابق کام ہو جائے گا۔ ادھر ایسا اتفاق ہوا کہ فردوس مکانی کا ایک معتمد امیر اس سے منحرف ہو گیا اور سمرقند پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے خواجہ یحیٰ کے ارادے کا حال بتا دیا لہٰذا بادشاہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر فردوس مکانی کے کچھ امراء اس سے منحرف ہو گئے تھے وہ علی دوست طغائی کی وجہ

besturdubooks.wordpress.com

سے سرکش ہو گئے تھے اب آکر بادشاہ سے مل گئے اور ان پرانے نمک حلال ملازموں سے علی دوست کے متعلق بادشاہ کو ایسی ایسی ناقابل توقع باتیں سنائیں کہ بادشاہ یک لخت علی دوست سے سخت ناراض ہوا اور بادشاہ نے اس کو اپنے دائرہ مقربین سے بالکل علیحدہ کر دیا۔ پھر علی دوست اپنے بیٹے محمد دوست کو ساتھ لے کر سلطان احمد تنبل کے دربار میں مقرب خاص ہو کر چلا گیا' مگر خدا کی مرضی کہ وہ اس کے بعد جلدی ہی ختم ہو گیا۔

سمرقند پر شیبانی خاں کا قبضہ

جب شیبانی خاں نے بخارا کو فتح کر کے سمرقند پر نظر کی تو سلطان علی مرزا نے اپنی ماں کے مشورے سے بغیر کسی جنگ و جدل کے سمرقند شیبانی خاں کے حوالے کر دیا۔ فردوس مکانی کو راستہ میں یہ بات معلوم ہوئی اور وہ بلدہ کش (۱۷) روانہ ہو گیا اور کش سے پھر حصار پہنچا۔ محمد مرید خان اور دیگر امراء نے اب سمرقند کو فتح کرنے کی خواہش چھوڑ دی اور فردوس مکانی کے پاس سے علیحدہ ہو کر خسرو شاہ کے پاس چلے گئے۔ یہ لوگ جفائیاں پر بادشاہ سے الگ ہو گئے تھے اب فردوس مکانی کو بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر خدا پر بھروسا کر کے ملک خسرو کے پاس سے ہوتے ہوئے سرماق (۱۸) کی طرف چلا۔ اس سفر میں فردوس مکانی بہت دقتوں اور مشکلات سے ایلاق تک پہنچا' بہت سے اونٹ اور گھوڑے مر گئے چونکہ بادشاہ کے پرانے ملازم اس سے جدا ہو گئے تھے لہٰذا تھوڑی سی فوج تقریباً دو سو چالیس سوار رہ گئے تھے لہٰذا بادشاہ نے اراکین سلطنت کے ساتھ ایک مجلس شوری منعقد کی اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ چونکہ شیبانی خاں نے ابھی ہی سمرقند پر قبضہ کیا ہے لہٰذا اہل سمرقند ازبکوں سے اچھی طرح مانوس نہ ہوئے ہوں گے۔ اب اگر فردوس مکانی خفیہ طور پر سمرقند میں داخل ہو جائے اور وہاں کے لوگوں کو بتائے کہ سمرقند بابر کا موروثی ملک ہے تو شاید وہاں کے باشندے اس سے موافقت کریں اور اگر وہ دوست نہ بن سکے تو ظاہر ہے کہ دشمنی بھی نہ کر سکیں گے پھر اگر خداوند کریم نے کامرانی بخشی تو تمام واقعات پھر اسی طرح ظہور پذیر ہوں گے۔

فردوس مکانی اس خیال کو عملی جامہ پہنانے پر مستقل ہو گیا اور راتوں رات حملہ کر دیا اور یورت خاں (۱۹) میں پہنچ گیا۔ پھر یہ معلوم کر کے کہ شہر کے لوگوں کو بابر شاہ کے آنے کی خبر ہو گئی ہے تو شہر سے کچھ دور جا کر قیام کیا۔ اسی رات فردوس مکانی نے خواب دیکھا کہ خواجہ ناصر الدین عبد اللہ قدس سرہ بابر کے دربار میں آئے ہیں اور بابر نے ان کا شاندار استقبال اور ان کو صدر مجلس بنا کر بٹھایا۔ اس کے بعد ان کے سامنے ایک ایسا دستر خوان بچھایا گیا جو ان کے مناسب حال نہ تھا لہٰذا خواجہ صاحب کا رنگ متغیر ہو گیا۔ انہوں نے بابر شاہ کی طرف دیکھا' بادشاہ نے اشارے سے ان سے معافی مانگی اور انہیں یقین دلا دیا کہ یہ خواں سالار کی غلطی ہے۔ حضرت خواجہ نے بابر شاہ کی غلطی کو قبول کر کے معاف کیا اور بابر شاہ کو گود میں اٹھا لیا اور زمین سے اتنا اونچا کیا کہ بادشاہ کے پاؤں زمین سے قدرے بلند ہو گئے۔ خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ سمجھ گیا کہ اب دل کا مطلب حاصل ہو گیا لہٰذا اس نے فوراً سمرقند پر حملہ کیا اور آدھی رات گئے مغاک کے پل پر پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اسی (۸۰) سپاہیوں کو آگے بھیج دیا۔ اور اس کے آگے جانے والی سپاہ نے غار عاشقاں کی طرف سے فصیل تک زینے لگا دیئے اور شہر کے اندر داخل ہو گئی یہ لوگ دروازہ فیروز تک جا پہنچے۔

... خان نیز دیگر محافظ قتل کر کے ان لوگوں نے شہر میں جانے کا راستہ ہموار کر لیا۔ فردوس مکانی دو سو چالیس سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا ہر گلی کوچہ میں شور و غل بپا ہو گیا جو لوگ بیدار تھے انہوں نے فردوس مکانی کا اچھی طرح استقبال کیا۔ ذرا ہی دیر میں یہ خبر آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی کہ سمرقند کا وارث اعلیٰ آ پہنچا ازبکوں کو لوگوں نے جہاں پایا وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بابر کی کامیابی اور اسکے اسباب

شہر کا حاکم خان وفا ازبکوں کے ایک گروہ کے ساتھ باہر نکلا تمام ازبک غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے یہ سب خواجہ قطب الدین

besturdubooks.wordpress.com

نے سارا واقعہ شیبانی خاں کو سنا دیا- شیبانی خاں نے فوراً ہی حملہ کر دیا ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ علی الصبح آہنی دروازے پہنچ گیا- مگر یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ اب وقت گزر چکا ہے- اور کوشش بھی بیکار ہو گی لہٰذا مایوسی کے عالم میں واپس چلا آیا- سمرقند کے تمام امراء اور اراکین سلطنت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے فتح و کامرانی پر مبارک باد دی- مولانا ثنائی جو شیبانی خاں کے نوکر تھے اب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے- خواجہ ابو البرکات سمرقندی جو آخر وقت میں دکن میں آکر شاہ طاہر کے مقربین خاص میں شامل ہو گئے تھے اور اپنے فضل و کمال اور آداب مجلس کی وجہ سے عالمگیر حیثیت رکھتے تھے وہ فردوس مکانی کی بارگاہ میں مشرف ہوئے- واقعات بابری جو ترکی زبان میں خود فردوس مکانی کی تصنیف ہے- اس میں لکھا ہے کہ جس طرح وہ خود چپکے سے سمرقند پر قابض ہو گیا اسی طرح حسین مرزا نے ہرات پر قبضہ کیا تھا لیکن ارباب بصیرت کو معلوم ہے کہ میری اور حسین مرزا کی فتح میں بہت فرق ہے- بادشاہ نے اپنی کامیابی کے یہ اسباب بیان کیے ہیں-

(۱) حسین مرزا بہت تجربہ کار اور جنگجو فرمانروا تھا-

(۲) اس کا حریف یادگار محمد خاں ناتجربہ کار اٹھارہ سالہ نوجوان تھا جو دنیا کے حالات سے اتنی واقفیت نہ رکھتا تھا-

(۳) حسین مرزا کو خود امیر علی میر آخور جو دشمن کے پاس تھا اس نے ہی حملہ کرنے کی دعوت دی تھی-

(۴) جس وقت حسین مرزا نے حملہ کیا تو یادگار محمد باغ زاغاں میں شراب و کباب میں مصروف تھا اور تین محافظ جو صدر دروازے پر تھے وہ بھی اپنے بادشاہ کی طرح مست اور سرشار تھے-

(۵) حسین مرزا نے پہلے ہی حملے میں حریف کو غافل پایا اور شہر پر قبضہ کر لیا-

بادشاہ لکھتا ہے کہ حسین مرزا کے ان حالات سے میرے حالات کا مقابلہ کیا جائے تو بہت فرق ہو گا میں اس وقت ایک انیس سالہ نوجوان تھا- اور میدان جنگ میں بھی طفل مکتب اور میرا دشمن تجربہ کار آدمی شیبانی خاں تھا- نہ بادشاہ کو سمرقند کے حالات کی اطلاع تھی اور نہ وہاں کے لوگوں نے بادشاہ کو سمرقند فتح کرنے کی دعوت ہی دی تھی- گو کہ اہل سمرقند بابر شاہ کی طرف رجوع ہونے کی خواہش رکھتے تھے، مگر شیبانی خاں کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ دو حرف منہ سے نکالے- اور پھر جب بابر شاہ قلعہ میں داخل ہوا تو جان وفا جو بہت جنگجو تھا اور رستم سہراب سے بھی خود کو زیادہ سمجھتا تھا وہ خونخوار ازبکوں کے گروہ کے ساتھ قلعے میں موجود تھا- بابر نے عین حفاظت کے وقت محافظوں کو ختم کر کے قبضہ کیا اور جان وفا کو باہر نکالا- پہلی دفعہ جب بادشاہ نے سمرقند پر حملہ کیا تھا تو لوگوں کو خبر ہو گئی تھی اب دوسری مرتبہ لوگوں کی باخبری نے بڑا کام کیا اور کچھ خدا کی مہربانی کہ اس کو کامرانی حاصل ہوئی- بادشاہ کہتا ہے کہ اس عبارت سے محض حقیقت حال کا بیان منظور ہے کسی کو نیچا دکھانا مقصود نہیں جو بات صحیح تھی وہ زبان قلم سے ادا ہو گئی-

فرشتہ کا خیال ہے کہ بابر شاہ کو جس طرح سمرقند پر فتح حاصل ہوئی وہ امیر تیمور صاحبقران کی ایک فتح سے مشابہت رکھتی ہے یعنی شہر قرشی کو بھی امیر تیمور نے اسی انداز سے فتح کیا تھا- کیونکہ صرف دو سو پینتالیس سواروں کی فوج امیر تیمور کے پاس تھی اس نے اس مہم کو صرف ایک ہی رات میں جیت لیا تھا، لیکن بابر شاہ نے امیر تیمور کا پاس و ادب کرتے ہوئے اس کی مہم کا ذکر نہیں کیا- کیونکہ امیر تیمور نے جب فتح کیا تو اس وقت کوئی حکمران شہر کے اندر موجود نہ تھا- قرشی کے امراء سلطنت میر موسیٰ اور میر حسین سب شہر سے باہر تھے اور شہر میں میر موسیٰ کا کم عمر بچہ محمد بیگ موجود تھا ظاہر ہے کہ اس صورت میں صاحبقران کا قرشی کا ختم کر لینا کوئی کمال نہیں تھا- اسی باعث فردوس مکانی سے اپنی فتح سمرقند سے فتح قرشی کا موازنہ بھی نہیں کیا ورنہ شاید امیر تیمور صاحبقران کی تحقیر کا امکان تھا-

شیبانی خاں کے خلاف اقدامات

غرضیکہ جب فردوس مکانی نے سمرقند پر قبضہ کر لیا- شیبانی خاں بخارا چلا گیا اور محمد مرید خاں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور قلعہ ۹۲۰

besturdubooks.wordpress.com

قرشی اور خضار کو ازبکوں کے ہاتھ سے لے لیا- ادھر ابو الحسن مرزا نے مرو اور کش سے حملہ کر کے قراکول پر قبضہ کر لیا- بابر شاہ نے حسین مرزا اور دیگر حکمرانوں کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور ان سے کمک مانگی تاکہ پھر شیبانی خاں کو ماوراء النہر سے باہر نکال دیا جائے- سلطان حسین مرزا بدیع الزمان مرزا اور خسروخان وغیرہ نے بادشاہ کے پیام کا کچھ پاس ادب نہ کیا اور بقیہ حکمرانوں نے جو مدد بھیجی وہ اس لائق نہ تھی کہ فردوس مکانی اس کو لے کر شیبانی خاں جیسے فرمانروا کے مقابلے میں جائے- سردیوں کے موسم میں شیبانی خاں نے تھوڑی فوج جمع کر کے قراکول اور اس کے گرد و نواح کے موضعوں پر قبضہ کر لیا- اب مجبوراً فردوس مکانی کو آگے بڑھنا پڑا اور بادشاہ نے ۹۰۶ھ شوال کے مہینے میں اپنی فوج درست کی اور باقی امدادی فوج لے کر شیبانی خاں سے معرکہ آرا ہونے کے لئے سمرقند سے چل کھڑا ہوا کاروزن (۲۱) کے پاس دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں- دونوں فوجوں نے حد سے زیادہ کوشش اور جانبازی دکھائی- اب جہانگیر' حسین مرزا اور محمود خاں بن یونس خاں کی بھیجی ہوئی امدادی فوج ادھر ادھر بکھر گئی- اور فردوس مکانی کے پاس صرف دس یا پندرہ آدمی میدان کار زار میں باقی بچے- لہٰذا انہوں نے خود جنگ کو طول نہ دیا اور سمرقند واپس چلے آئے-

فردوس مکانی کے بہت سے باعزت مصاحبین اور مقربین اس معرکے میں شہید ہو گئے- مثلاً ابراہیم خان' ابراہیم سارو' ابو القاسم' حیدر قاسم' میر قاسم قوچین' غدائی ردی- سلطان احمد تنبل کا بھائی' سلطان خلیل وغیرہ- شیبانی خاں نے سمرقند کے قلعے کے نیچے ڈیرا ڈالا اور اس کے بعد لڑائی کا آغاز کیا- فردوس مکانی نے الغ بیگ مرزا کے مدرسے میں ٹھہرنا مناسب سمجھا تاکہ جس طرف مدد کی ضرورت ہو اسی طرف خبر لی جائے بعض اوقات قلعے کے لوگوں اور شیبانی جمعیت میں لڑائی بھی ہو جایا کرتی تھی اس جنگ میں قوچ بیگ' توماں کو کلتاش اور کل نظر طغائی جیسے بابری سرداروں نے بڑی ہمت اور شجاعت دکھائی- شیبانی خاں نے اسی طرح تین چار مہینے گھیرے رکھا اور قلعے کے لوگوں کو جی بھر کر پریشان کیا- اس محاصرے سے قلعے میں بیماریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا- شہر کے لوگ قحط سے تنگ آ گئے دانہ دانہ کی مصیبت ہو گئی' اجناس اور گھی وغیرہ بالکل نایاب ہو گیا' زمین خشک تھی غلہ کا نام نہ تھا- گھوڑوں کا چارہ بھی میسر نہ آتا تھا اور سپاہی سوکھی لکڑیوں کو آری سے چھیلتے تھے اور لکڑیوں سے جو برادہ نکلتا تھا وہی پانی میں نم کر کے گھوڑوں کو کھلاتے تھے حالانکہ اس دوران میں جبکہ محاصرہ اپنے شباب پر تھا' فردوس مکانی نے امراء خراسان' قندز' بقلان' مغلستان کے پاس پیغامبر بھیج کر کمک کی درخواست بارہا کی لیکن ان لوگوں نے ان درخواستوں پر کان نہ دیئے-

تاشقند کو روانگی

۹۰۷ھ کے آغاز میں ایک اندھیری رات میں جبکہ ہر طرف سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا تھا بادشاہ نے اپنے مقربین خاص خواجہ ابو المکارم کے ہمراہ سمرقند سے اندجان ہوتا ہوا تاشقند چلا گیا- اس کے ساتھ تقریباً سو آدمی تھے- اس وقت جہانگیر مرزا بھی سلطان تنبل سے جدا ہو کر اپنے بھائی سے آکر مل گیا- فردوس مکانی پہلے تاشقند پہنچے میاں سلطان محمود فرزند یونس خاں نے اراپتہ کا شہر فردوس مکانی کے سپرد کر دیا تاکہ وہ موسم سرما وہیں گزاریں- موسم بہار میں شیبانی خاں اراپتہ کے گرد و نواح میں آگیا لوٹ مار کرنا شروع کر دی اس دوران میں فردوس مکانی اپنی زندگی بہت تنگدستی میں گزار رہے تھے لہٰذا اراپتہ میں بھی زیادہ نہ ٹھہرے اور سلطان محمود اور اس کا بھائی احمد خاں' بالچہ خاں دونوں فردوس مکانی کی مدد کے لئے روانہ ہوئے تاکہ دونوں مل کر فرغانہ کو سلطان احمد تنبل کے چنگل سے نکال کر بابر شاہ کے ہاتھ میں دیدیں- سلطان احمد جہانگیر مرزا کو برائے نام فرغانہ کا فرمانروا سمجھتا تھا- اس کی ہی حکمرانی چلتی تھی- لہٰذا اس نے خاموشی سے فرغانہ دینے سے انکار کیا اور میدان کارزار میں معرکہ آرا ہوا-

مغل سرداروں نے فردوس مکانی کا ساتھ دیا اور سلطان احمد تنبل کو اوش کی طرف بھگا دیا اوش بھی بابر شاہ کے قبضے میں آگیا- اس کو

besturdubooks.wordpress.com

ایک جنگجو لشکر لے کر چلا اور اندجان کے راستہ ہی میں دونوں لشکروں کے سرداروں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ سلطان احمد نے یہیں پر جنگ شروع کر دی دونوں سردار معرکہ آرا ہوئے' لیکن اس جنگ میں فردوس مکانی کو شکست ہو گئی اور وہ اوش کی جانب چل دیے۔ سلطان احمد تنبل بہت سکون و اطمینان کے ساتھ اندجان کی طرف بڑھا۔ قلعہ اندجان کو مستحکم اور مضبوط کرنے کی فکر میں لگ گیا فردوس مکانی کے وہ تمام سردار جو سلطان احمد تنبل کا پیچھا کر رہے تھے وہ اندجان کے نواح میں آکر ٹھہر گئے اب بابر شاہ بھی بہت جلد وہیں پہنچ گیا۔

اخسی کی حکمرانی

کچھ عرصے بعد اخسی کے باشندوں نے فردوس مکانی کو طلب کیا اور اخسی کی حکومت بادشاہ کے سپرد کر دی اور ادھر مغل سردار نواح اندجان کو چھوڑ کر ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر آکر ٹھہر گئے۔ اسی عرصے میں شیبانی خاں ایک لشکر جرار لے کر اخسی کی طرف بڑھا' بابر شاہ اپنے بھائی کے ساتھ باہر نکلا اور دوسرے سردار بھی آکر مل گئے۔ سب مل کر شیبانی خاں کی قوت کو ختم کرنے کے لئے آگے بڑھے دونوں میں بہت خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بابر شاہ کو ہار نصیب ہوئی اور سلطان محمود خاں اور اس کا بھائی احمد خاں دونوں شیبانی خاں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ بابر شاہ مغولستان چلا آیا اور اس جنگ کو فتح کرنے کے بعد شیبانی خاں کی قوت اور ہمت و استقلال انتہائی کمال پر پہنچ گئی اب تاشقند کا حکمران بھی وہی تھا۔ تھوڑے دنوں بعد شیبانی خاں کو پرانے احسانات یاد آ گئے اور انہوں نے سلطان محمود اس کے بھائی احمد خاں کو رہائی دے دی۔ سلطان محمود اپنے ملک واپس چلا آیا گھر پہنچ کر سلطان محمود طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا۔ اس پر امرائے خاص نے کہا کہ شاید شیبانی خاں نے آپ کو زہر دیا ہے جو ان امراض کا باعث ہے لہٰذا اب تریاق کا استعمال کرنا ضروری ہے تاکہ زہر کا اثر ختم ہو جائے۔ سلطان محمود نے جواب دیا کہ شیبانی خاں نے اس کو ایسا زہر دیا ہے جس کا تریاق ناممکن ہے اس نے کہا کہ شیبانی خاں نے زہر کا پیالہ پلایا ہے مگر معمولی زہر نہیں ہے اس زہر کا تو تریاق ہی نہیں مل سکتا کیونکہ یہ زہر کیا کم ہے کہ شیبانی پلک جھپکنے میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ ہم دونوں بھائیوں کو پہلے تو قید میں رکھا اس کے بعد بغیر کسی دلیل و حجت کے رہا کر دیا کیا یہ امر باعث شرم نہیں۔ گویا یہی سم قاتل ہے جو سارے دل و دماغ میں سرایت کر گیا ہے۔ اسی فکر نے ان مختلف بیماریوں کا شکار بنا رکھا ہے اب اگر ان امراض کے لئے جو میرے ذہن اور دماغ پر چھائے ہوئے ہیں کوئی تریاق مل سکے تو لاؤ میں نہایت خوشی سے کھانے کے لئے تیار ہوں۔

امیر محمد باقر حاکم ترمذ سے ملاقات

بابر شاہ مغلستان سے خصار اور پھر شامان آیا اور پھر یہاں سے مدینۃ الرجال یعنی شہر ترمذ کو چلا گیا۔ امیر محمد باقر جو ترمذ کا فرمانروا تھا اور ازبکوں کی لوٹ مار سے بہت پریشان تھا اس نے فردوس مکانی کے قدم رنجہ فرمانے کو برکت و رحمت کا سبب سمجھا' نہایت خلوص سے بادشاہ کی بارگاہ میں آیا اور بیشمار قیمتی تحفہ تحائف بطور نذرانہ دیئے۔ بابر شاہ نے محمد باقر سے اپنی مستقبل کی فتوحات کا ذکر کیا اور مشورہ بھی لیا' پھر خود ہی کہا کہ اب تک میں زمانے کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا قسمت کا لکھا پورا کرتا رہا دشمنوں کے تعاقب سے یہاں وہاں چھپتا چھپاتا رہا۔ کسی نہ کسی صورت اپنی عزت کی حفاظت کرتا رہا ہوں' لیکن اس دوڑ دھوپ کا نتیجہ سوائے پریشانی اور مشکلات کے اور کچھ نہیں ہوا اور تقدیر کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گیا ہوں۔ بادشاہ نے محمد باقر سے نہایت سچا اور مخلصانہ مشورہ کیا اور کہا کہ شاید تمہارا مشورہ ہی میرے لیے نیک فال کا باعث ہو۔ اب خلوص دل سے جو مشورہ دو گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ محمد باقر نے نہایت ادب و لحاظ سے مشورہ دیا کہ چونکہ شیبانی خاں نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا ہے اور اسی کی فتنہ و فساد کی آگ میں آپ کے دل و دماغ کا سکون جل کر رہ گیا ہے لہٰذا اب یہ کیا جائے کہ کسی دوسرے ملک میں جا کر قسمت کو آزمائیں۔

کابل کا سفر

یہاں سے کابل کو فتح کر کے ازبکوں سے پیچھا چھڑائیں۔ بابر شاہ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور ۹۱۰ھ میں وہ کابل کی طرف چل پڑا۔ راہ میں

besturdubooks.wordpress.com

بابر شاہ خسرو شاہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرا۔ اب خسرو شاہ اپنے پچھلے گناہوں کو معاف کرانے کے لئے ان سے ملنے آیا ادھر بابر شاہ نے چپکے ہی چپکے خسرو شاہ کی تقریباً آٹھ ہزار فوج کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اب خسرو شاہ کو جب اپنے سپاہیوں کی سرکشی کی اطلاع ملی تو بہت چکرایا' سارا مال و اسباب وہیں چھوڑ کر دو تین لوگوں کے ساتھ بدیع الزمان کے پاس آیا اور یہیں پر پناہ لی۔ تین چار ہزار مغل گھرانے جو پہلے خسرو شاہ کی رعایا تھے اب بابر شاہ کی رعیت ہو گئے۔ بابر شاہ کو تین چار اونٹ بیش قیمت جواہرات اور ساز و سامان سے لدے ہوئے جو خسرو شاہ کی ملکیت خاص تھے وہ بھی مل گئے۔ اب جب خدا نے ان کو دولت و حشمت اور شاہی لوازمات دیئے تو فردوس مکانی کابل میں داخل ہوا۔

حاکم گرم سیر کا کابل پر حملہ

ابو سعید مرزا کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق کابل کا شہر الغ بیگ مرزا کے زیر حکومت تھا۔ الغ خاں کا انتقال ۹۰۷ھ میں ہوا اور ایک بچہ عبد الرزاق اپنا جانشین چھوڑ گیا۔ جو اپنے باپ کا جانشین ہوا اور سلطنت کا سارا انتظام ایک مغل سردار ذکی کے ہاتھ میں آ گیا۔ کابل کے امراء ذکی سے ناراض ہو گئے اور اس کو عین بقر عید کے دن قتل کر ڈالا اس شور و شغب میں کابل کا انتظام سلطنت بہت ابتر حالت میں پڑ گیا۔ امیر ذوالنون کے چھوٹے بیٹے محمد مقیم حاکم گرم سیر (۲۲) نے ہزارہ اور تکدور کا ایک عظیم لشکر لے کر پھر کابل پر حملہ کر دیا۔ عبد الرزاق میرزا محمد مقیم کا مقابلہ نہ کر سکا اور کابل چھوڑ کر لمغان کے آس پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ محمد مقیم نے کابل پر قبضہ کر لیا پھر الغ بیگ مرزا کی لڑکی سے شادی کر لی۔

بابر کا کابل پر حملہ

بہرکیف بابر شاہ نے اس خدائی امداد کے ساتھ کابل پر حملہ کر دیا۔ ادھر محمد مقیم قلعے میں چھپ گیا' لیکن پھر بدرجہ مجبوری بابر شاہ کے سامنے پڑا اور جان کی پناہ مانگی اور اپنا قلعہ بادشاہ کے ہاتھ میں بے چون و چرا دے دیا۔ فردوس مکانی نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ کابل کو بالکل نئے سرے سے آباد کیا۔ ۹۱۱ھ محرم کے مہینے میں بابر شاہ کی ماں قتلق نگار خانم نے وفات پائی۔ اس کے علاوہ اسی سال یہ بلائے ناگہانی نازل ہوئی کہ ایک مہینے تک مسلسل روزانہ زلزلہ آتا رہا اور اس کی وجہ سے شہر کے بہت سے مکانات اور اونچی عمارتیں گر گئیں۔ بادشاہ نے ان سب کی تعمیر کے لئے بہت کوشش کی اور از سر نو بنوائیں اس طرح بھی بہت خوشحالی اور ترقی ہو گئی۔ فردوس مکانی نے قلعہ قلات کو بھی جو قندھار کے زیر حکومت تھا اس پر حملہ کر کے ارغون اور اس کے خیر خواہوں کے ہاتھ سے نکالا اور اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ بدیع الزمان مرزا سے جو ارغون کی اولاد اور خیر خواہوں کی امداد کے لئے آیا تھا اس سے صلح و آشتی سے پیش آیا' اس کے بعد پھر کابل واپس چلا آیا۔

اسی سال بادشاہ نے قشلاقات (۲۳) اور ہزار جات پر حملہ کیا اور وہاں کے باغیوں کو پوری طرح زیر کر کے دار الخلافہ کی طرف لوٹا' اس کے بعد بادشاہ نے جہانگیر مرزا کو غزنی کی حکومت دے دی۔ مگر تھوڑے عرصے بعد وہ بھائی کی جدائی کا بہانہ کر کے پھر کابل آ گیا۔ بابر شاہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری کیونکہ اس طرح باغیوں اور سرکشوں کے سر اٹھانے کا خدشہ تھا۔ جہانگیر مرزا بابر شاہ کی ناراضگی سے دل برداشتہ ہو کر کابل سے باہر چلا گیا اور غزنی کے آس پاس میں ہزار جات اور ادیماقات (۲۴) کے درمیان جا کر رہنے لگا اور بقیہ زندگی کے دن وہیں گزارنے کا ارادہ کیا۔

خراسان کا سفر

۹۱۲ھ کے شروع کے مہینے میں بادشاہ کابل کی طرف چلا۔ حسین مرزا جو شیبانی خاں کی قوت اور استحکام سے بہت ہراساں ہو رہا تھا اور اپنی

انتقام لینا ضروری تھا لہٰذا وہ بھی کابل سے خراسان کی طرف چلا۔ راہ میں اس نے سوچا کہ جہانگیر مرزا کا بھی احوال معلوم کریں۔ لہٰذا اس نے ادھر کا رخ کیا۔ اختشام کے باشندوں نے جہانگیر مرزا کی کچھ پروانہ کی اور سب کے سب آ کر بابر شاہ کے خیر خواہوں میں شامل ہو گئے۔ جہانگیر مرزا یہ حالات دیکھ کر بہت گھبرایا اور مجبوراً خود بھی بابر شاہ کے ساتھ ہو گیا۔ خراسان کے سفر میں بادشاہ کا ہمراہی بن گیا۔ بادشاہ یہاں سے شہر نیمروز پہنچا اور یہاں پر معلوم ہوا کہ حسین مرزا کا انتقال ہو گیا ہے۔ واقعات بابری میں بادشاہ لکھتا ہے کہ اس خبر کو معلوم کر کے بھی میں نے خاندان حسین مرزا کی رعایت کو نہ چھوڑا اور خراسان کی طرف ہی بڑھتا رہا' لیکن ساتھ ہی ساتھ حسین مرزا کے وارثوں کے پاس سے برابر قاصد پر قاصد چلے آ رہے تھے اور مجھے خراسان آنے کی دعوت دے رہے تھے حالانکہ اس سفر میں میری خود غرضی بھی شامل تھی۔ ادھر فردوس مکانی کو خود ازبکوں سے جنگ کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا لہٰذا اس نے مرغاب (۲۵) جو ازبکوں کا مرکزی اجتماعی مقام تھا۔ اس کی طرف رخ کیا اور آٹھویں جمادی الآخر کو لشکر گاہ تک پہنچ گیا۔ مظفر حسین مرزا اور ابو الحسن مرزا بادشاہ کے استقبال کے لئے بدیع الزمان مرزا کے حکم کے مطابق آگے بڑھے' بابر شاہ دونوں شہزادوں کے ہمراہ لشکر گاہ میں آیا اور بدیع الزماں سے ملاقات کی۔

چند دنوں تک تو شہزادوں نے بادشاہ کی خوب خاطر مدارات کی اور دن نہایت عیش و عشرت میں بسر ہوئے۔ اس کے بعد سردیوں کا موسم آتے ہی دونوں شہزادے تو قشلاق کا بہانہ کر کے چلے گئے اور پھر ازبکوں سے معرکہ آرائی تھوڑے دنوں کے لئے موقوف کر دی' مگر شہزادوں کے جانے کے بعد بابر شاہ بدیع الزمان کے ساتھ ہی ہرات تک آیا اور سردی بڑھتے ہی پھر کابل واپس چلا گیا۔ چونکہ برف باری کا زمانہ تھا اور تمام راہیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں لہٰذا بادشاہ نے راستہ بہت دقتوں سے طے کیا اور بمشکل تمام ہزارہ پہنچا۔ یہاں سرکشوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا پھر آگے بڑھا اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں محمد حسین گورگانی اور سنجر برلاس نیز دیگر افغانی امراء نے بادشاہ کے چچا زاد اور خالہ زاد بھائی جان مرزا کو کابل کا حکمران مان لیا ہے اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی ہے۔ بابر شاہ نے راستے ہی میں اہل کابل کو اپنی بہ سلامت واپسی کی اطلاع دے دی۔ اہل کابل سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ فردوس مکانی کو حسین مرزا کی اولاد نے قلعہ اختیار میں قید کر لیا ہے۔ اب جو یہاں کے لوگوں کو بادشاہ کا خط ملا اور اس کے صحیح و سلامت واپس آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سب بہت خوش ہوئے۔ اور جو لوگ کہ قلعہ ارک میں نظر بند تھے وہ اس خبر سے ایک نئی طاقت حاصل کر کے باہر نکل آئے۔ بابر شاہ کے کابل پہنچتے ہی یہ نظر بند گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس جمعیت نے بادشاہ کے ساتھ مل کر بہت ہمت اور شجاعت کا ثبوت دیا۔ مرزا حسین گورگانی کو گرفتار کر لیا گیا مگر بابر شاہ نے خلوص و مروت کو مدنظر رکھ کر ان لوگوں کو رہائی دی اور کہا کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

جان مرزا تو امیر ذوالنون کے بیٹوں کے پاس چلا گیا اور محمد حسین گورگانی نے فراہ (۲۶) اور سیستان کا رخ کیا۔ اس واقعے کے بعد بابر شاہ کا سب سے چھوٹا بھائی جو بدخشاں کا حاکم تھا اور جس کا نام ناصر مرزا تھا وہ شیبانی خاں سے شکست کھا کر کابل پہنچا۔ چونکہ جہانگیر مرزا خراسان سے واپس ہوتے ہوئے خونی دستوں کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا لہٰذا بادشاہ نے اس کی جگہ پر ناصر مرزا کو مقرر کر دیا۔

خلجیوں سے آویزش

۹۱۳ھ میں بابر شاہ خلجی افغانوں کے قبیلوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا ان کے گروہوں کو خوب خوب تباہ و برباد کیا' ان کا مال و متاع بھی بابر شاہ کے ہاتھ آیا۔ ایک لاکھ بکریاں اور دیگر متعدد اشیاء ملیں۔ اس کے بعد بادشاہ کابل واپس آیا اسی دوران میں ارغون کے امراء ازبکوں کے حملوں سے بے حد پریشان ہو گئے۔ اہل ارغون نے بادشاہ سے نہایت خادمانہ انداز میں خواہش کی کہ اگر فردوس مکانی مدد کے لئے آ جائیں تو ارغونی قندھار کی سلطنت بھی ان کے سپرد کر دی جائے گی۔ بادشاہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ بادشاہ امراء ارغون کی مدد کے لئے روانہ ہوا' قلات سے جب گزرا تو خان مرزا نے بادشاہ کی دست بوسی کی' بادشاہ نے بھی اس سے خلوص کا برتاؤ کیا اور آگے بڑھ

besturdubooks.wordpress.com

گیا- تھوڑی دور پہنچ کر بادشاہ نے محمد مقیم ارغون اور شاہ بیگ وغیرہ کو اطلاع دی کہ میں تم لوگوں کا بلایا ہوا آیا ہوں تم لوگوں کا فرض ہے کہ خلوص کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور میرے پاس فوراً آؤ- ارغونی امراء پہلے تو اپنے بلانے اور درخواست پر شرمندہ ہوئے اور پھر قلعہ بند ہو گئے لیکن بدرجہ مجبوری میدان میں آئے اور قریہ خنک کے گرد و نواح میں معرکہ آرا ہوئے- قندھار کے قریب جنگ چھڑ گئی اور دونوں بھائی فردوس مکانی سے شکست کھا کر چلے گئے چونکہ شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہونے کا موقع نہ ملا اس لئے شاہ بیگ یسادل (۲۷) کی طرف چلا گیا اور محمد مقیم داور کی طرف بھاگا-

قندھار پر قبضہ

قندھار کا قلعہ بھی بادشاہ کے ہاتھ میں آ گیا' امیر ذوالنون کا بہت سا مال و متاع اور ہیرے جواہرات بھی بابر شاہ کے ہاتھ آئے- فردوس مکانی نے وہ تمام مال غنیمت امراء میں تقسیم کر دیا- قندھار اور زمین داور کی حکومت ناصر مرزا کے ہاتھ میں دے دی خود مظفر و منصور کابل واپس آئے- محمد مقیم زمین داور سے شیبانی خاں کی قیام گاہ داوری میں پہنچا- شیبانی خاں محمد مقیم کے اغواء سے قندھار پر حملہ آور ہوا- ناصر مرزا حصار بند ہو گیا اور تمام حالات لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیے جواباً بادشاہ نے یہ لکھ دیا کہ جہاں تک ہو سکے قلعے کی حفاظت ضروری ہے- اس کو دشمن کے حملے سے بچا کر رکھا جائے' لیکن اگر دشمن پر قابو پانا ممکن نہ ہو تو مناسب اقرار کے بعد صلح عمل میں لائی جائے- ناصر مرزا کو کابل اس لئے واپس بلا لیا تاکہ تمام قوت بحیثیت مجموعی سرزمین ہند کو فتح کرنے میں لگا دی جائے-

ادھر شیبانی خاں کا زور بہت بڑھ رہا تھا' فردوس مکانی اپنے آپ میں اس سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے تھے لہٰذا بابر شاہ نے اپنے امرائے سلطنت سے صلاح کی کہ شیبانی خاں کی یلغاروں سے کیسے محفوظ رہا جائے- بظاہر اس کی ایک ترکیب یہ بھی تھی کہ بدخشاں کو فتح کر کے وہاں رہائش اختیار کر لی جاتی یا پھر سرزمین ہند پر اپنا قبضہ و تصرف کر کے اطمینان کی زندگی گزارتا کیونکہ ان حالات نے شیبانی خاں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے کابل میں پیر جمانا تو کیا اطمینان سے دو گھڑی بیٹھنا بھی مشکل تھا- ارکین سلطنت میں سے کچھ لوگوں نے بدخشاں فتح کرنے کی صلاح دی اور بعضوں نے تسخیر ہند کی طرف بابر شاہ کی توجہ مبذول کرائی- ادھر بادشاہ نے بھی ہند کی طرف رجوع کرنے والوں کی رائے سے ہی اتفاق کیا-

ہندوستان پر بابری حملہ

بابر ہندوستان کی طرف چل دیا لیکن راستہ میں بعض ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ بادشاہ کو توران سنگھار (۲۸) میں ٹھہرنا پڑا' اسی بے سرو سامانی کی وجہ سے ہندوستان کی مہم کو تھوڑے عرصے تک اور معرض التواء میں رہنے دیا لہٰذا بابر شاہ پھر کابل واپس چلا آیا' ناصر مرزا بھی قندھار کا قلعہ دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر خود اپنے بھائی کے پاس چلا آیا' لیکن اس کو چند ایسی خبریں ملیں کہ وہ عبد اللہ سلطان اور امیر ذوالنون کی اولاد کو محاصرے ہی میں چھوڑ کر خود خراسان واپس چلا آیا- اسی دوران میں قلعہ قندھار پھر ارغونیوں کے ہاتھ میں آ گیا- عبد اللہ سلطان اپنے ملک کو مراجعت کر گیا اور باشندگان کابل پھر چین کی نیند سونے لگے-

ہمایوں کی ولادت

اسی سال چار ذیقعد کو منگل کی رات ۹۱۳ھ میں ارک کابل کے قلعے میں شہزادہ ہمایوں پیدا ہوا- "شاہ فیروز بخت شد تاریخ"- سن ولادت کا تاریخی مصرعہ ہے- اس کی ولادت کے ایک سال بعد ۹۱۴ھ میں بادشاہ نے مہمندی افغانوں پر حملہ کیا-

عبد الرزاق مرزا کی تخت نشینی کا فتنہ

اس زمانے میں بہت سے مغل سرداروں نے خسروشاہ کی طرف سے مطمئن ہو کر عبد الرزاق مرزا فرزند سلطان الغ بیگ مرزا کو تخت

besturdubooks.wordpress.com

پاس پانچ سو سے زیادہ سپاہی نہ تھے۔ عبد الرزاق مرزا کے خیر خواہ کابل کی طرف بڑھے مگر اس پریشانی اور مشکل میں بھی بابر شاہ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور بہت جلد کابل پہنچ کر دشمنوں کے مقابلے پر آ کھڑا ہوا۔ اس جنگ میں بابر شاہ نے ایسے جوہر شجاعت دکھائے کہ لوگ افراسیاب و اسفندیار کی داستانیں بھول گئے۔ فردوس مکانی نے اپنے دست و بازو سے وہ زبردست کام کر دکھایا کہ دنیا کے بڑے بڑے بہادر ان کے سامنے مات کھا گئے۔ علی شب کور' علی سیستانی' نظر بہادر' ازبک یعقوب' منیر چنگ اور ازبک بہادر وغیرہ جو دشمنوں کے نامی گرامی بہادر تھے ان کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارا۔

ان بہادروں کے قتل کے بعد دشمنوں کی فوج میں کھلبلی بپا ہو گئی اور بابر شاہ نے میر عبد الرزاق کو گرفتار کر لیا۔ بادشاہ نے اس وقت تو اس کو قتل نہ کیا مگر جب بعد میں اس نے سرکشی کی اور فتنہ و فساد بپا کیا تو اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کا مفصل بیان آگے لیا جائے گا۔ جب خسرو شاہ کی سلطنت بھی ازبکوں کے قبضے میں آ گئی تو بدخشاں کے باشندوں نے شور و غل مچانا شروع کیا اور بدخشاں کے ہر گوشے میں ایک ایک خود مختار پیدا ہو گیا۔ ان خود ساختہ سرداروں میں زبیر نام کا بھی ایک آدمی تھا اس کا لقب رائی تھا یہ سب سے زیادہ قوی اور طاقتور ثابت ہوا۔ جان میرزا نے اپنی بڑی ماں شاہ بیگم کے مشورے پر سلطنت کا سودا کیا اور بادشاہ سے الگ ہو کر بدخشاں کی طرف چل دیا۔ جان میرزا کی والدہ قدیم شاہان بدخشاں کی نسل سے تھی وہ بدخشاں کے گرد و نواح میں پہنچی' پہلے اپنے بیٹے جان میرزا کو رائی کے پاس بھیجا اس کے بعد خود بھی بدخشاں روانہ ہوئی راستہ میں میرزا ابابکر کاشغری کا لشکر آ رہا تھا۔ اس کے سپاہیوں نے شاہ بیگم کو پکڑ کر ابابکر کاشغری کے حضور میں بھیج دیا۔ ادھر جان میرزا زبیر رائی کے پاس پہنچا' زبیر رائی نے اس کے پاس ایک آدمی چھوڑ دیا' قیدیوں کی طرح اس کو اپنے تحت رکھا۔ مرزا کے پرانے نوکر یوسف علی کو کلتاش نے سترہ آدمیوں سے ساز باز کی اور ایک رات زبیر رائی پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اور جان میرزا کو بدخشاں کا فرمانروا بنا دیا۔

واقعات بابری میں لکھا ہوا ہے کہ شاہ بیگم کے آباؤ اجداد یعنی بدخشاں کے قدیم بادشاہ اپنے آپ کو سکندر فیلقوس کی نسل سے بتاتے ہیں۔

شیبانی خاں کی حکومت کی وسعت

دیکھتے ہی دیکھتے ۹۱۶ھ میں شیبانی خاں کی حکومت اتنی وسیع ہو گئی کہ اس کی سلطنت اور شاہ اسمٰعیل صفوی شاہ ایران کی حکومت کے ڈانڈے آپس میں مل گئے۔ اوزبکی سپاہی برابر قزلباشوں کے کاموں میں اور آمد و رفت میں رکاوٹ ڈالتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے۔ شاہ ایران نے شیبانی خاں کو خط لکھا کہ سرزمین عراق کو تباہ و برباد کرنے سے باز آئے اور خط میں یہ شعر لکھا۔

نہال دوستی بنشاں کہ کام دل بیار آرد	درخت دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

اس خط کے جواب میں شیبانی خاں نے شاہ صفوی کو لکھا کہ بادشاہت کا دعویٰ کرنا اور حکمرانوں کے مقابلے پر آ کر ان سے خط و کتابت کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جس کے آباؤ اجداد بھی حکمران رہے ہوں۔ آق خونیلو قبیلے کے ترکمانوں سے قرابت حاصل کر کے سلطنت کا داعی ہونا بالکل غلط ہے۔ ہاں تمہاری راجدھانی کا ڈنکا بھی سارے جہان میں اس وقت بج رہا ہوتا اگر میرا سا حکمران اور مدعی سلطنت تمہارے سر پر موجود نہ ہوتا۔ اس عبارت کے ساتھ ایک عصائے فقیری اور کاسہ گدائی بھی شاہ اسمٰعیل صفوی کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیے اور کہلا بھیجا کہ تمہارا ورثہ اور باپ دادا کی جائداد یہی ہے تم بھی گدائی کا پیشہ اختیار کرو اگر اپنی حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو تلوار کے گھاٹ اترنا پڑے گا۔

عروس ملک کسے درکنار گیرد چست	کہ بوسہ برلب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمٰعیل صفوی نے جواب میں شیبانی خاں کو لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہی ٹھہری تو پیشدادیوں سے کیانیوں تک اور کیانیوں

سے گھر گھر پھرتی ہوئی چنگیز کے ہاتھ تک نہ پہنچتی اور خود تجھ کو بھی یہ شرف حاصل نہ ہوتا میرا وظیفہ بھی وہی شعر ہے- جو تو نے اپنے خط میں لکھا ہے-

عروس ملک کسے درکنار گیرد چست   کہ بوسہ برلب شمشیر آبدار زند

اس کے بعد لکھا کہ میں تیرا سر قلم کرنے کے لئے آ رہا ہوں اگر تجھ میں ہمت و شجاعت ہے اور تو میرے سامنے آیا تو بقیہ باتوں کا جواب زبانی دوں گا- میں تیرے لیے چرخہ اور سوت بھیجتا ہوں تاکہ تو اپنا پیشہ نہ بھول جائے ان چیزوں کو قبول کر اور جو تیرا اور تیرے آباو اجداد کا پیشہ ہے اسی کو اختیار کر-

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات   باآل نبی ہر کہ درافتاد و برافتاد

شیبانی خاں کے خط کا جواب لکھ کر پھر اسمٰعیل شاہ صفوی خود بھی جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھ گیا- سرحد کے باہر قدم رکھتے ہی اسمٰعیل شاہ نے ازبک حاکموں کو خراسان سے نکال باہر کر دیا- مرو تک یہ سلسلہ جاری رہا بڑے بڑے امراء نکال دیئے گئے- شیبانی خاں نے اس وقت شاہ صفوی سے معرکہ آرائی مناسب نہ سمجھی- مرو کے قلعہ میں جا کر بند ہو گیا لیکن جب اس کو صفوی شاہ کا خط ملا تب اسے بہت شرمندگی ہوئی اور وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر باہر نکل آیا' مگر اس جنگ میں اس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا وہ پانچ سو ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا- ہاتھی سوار سب امراء اور امیرزادے تھے ایک ایسی جگہ جا کر یہ لوگ پوشیدہ ہوئے جہاں پر سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا- یہ چار دیواری بالکل بند تھی اس کے بعد قزلباشی سپاہیوں نے فوراً ہی چار دیواری کے اندر گھس کر تمام جمعیت معہ شیبانی خاں کے تہ تیغ کر دی- جان مرزا نے بادشاہ کو بدخشاں میں ان حالات کی خبر دی اور خود قندوز چلا گیا- جان مرزا نے یہ بھی لکھا تھا کہ وقت کو یوں ہاتھ سے جانے دینے کا موقع نہیں ہے بلکہ جلد از جلد وہاں پہنچ کر اپنی موروثی جائداد فرغانہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا جائے-

شیبانی خاں کی خضار کو روانگی

۹۱۷ھ میں شیبانی خاں نہایت تیزی سے خضار روانہ ہوا- اور جان مرزا کے ہمراہ دریا کو پار کر کے خضار کے گرد و نواح میں داخل ہو گیا ادھر ازبکوں نے خضار کو بہت مستحکم اور مضبوط کر لیا تھا- بابر شاہ کسی بات کی پروا کیے بغیر آگے بڑھا اور قندوز میں قدم رکھا- یہاں اس کی بہن خانزادہ بیگم جو محاصرہ سمرقند میں شیبانی خاں کے ہاتھ لگ گئی تھی اور شیبانی خاں نے ان سے شادی کر لی تھی وہ اپنے بھائی کے پاس فوراً آ گئیں- بادشاہ نے انہیں نہایت تعظیم و تکریم سے مرو سے قندز بھجوا دیا- اس کے بعد بابر شاہ نے شاہ صفوی کی خدمت میں جان مرزا کے ہاتھ بیش قیمت تحفہ تحائف دے کر ہرات روانہ کیا اور بادشاہ سے مدد مانگی خود خضار واپس لوٹ آیا- اس زمانے میں نخشب جواب قرشی کے نام سے مشہور ہے یہاں ازبکوں کا بہت مجمع تھا لہٰذا بابر شاہ نے ان لوگوں سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا- درمیانی ملکوں میں داخل ہو گیا اور کچھ عرصے بعد جب لشکر اچھا خاصا جمع ہو گیا تو بادشاہ نے اوزبکوں پر حملہ کر دیا اور ان کو شکست دی-

بابر شاہ نے مہدی سلطان اور حمزہ سلطان کو جو لڑائی میں نظر بند ہو کر آئے تھے انہیں یاسا بھجوا دیا اور جان میرزا پر بڑی نوازش کی کیونکہ اس نے اوزبکوں کے معرکے میں بہت جانفشانی سے کام لیا تھا- اسی عرصے میں احمد سلطان' صوفی علی' علی قلی خاں' شاہرخ' خاں افشار' شاہ اسمٰعیل صفوی کے بھیجے ہوئے یہاں فردوس مکانی کی مدد کے لئے آئے- ان سرداروں کی فوجی کمک کی وجہ سے خضار' قندوز اور حملان فتح ہو کر بادشاہ کے قبضے میں آ گئے- اور اب فردوس مکانی کے پاس تقریباً ساٹھ ہزار کی فوج جمع ہو گئی اور اس نے بخارا پر حملہ کر کے عبداللہ خاں اور جانی بیگ سلطان جیسے نامی گرامی اوزبکی سرداروں کو شکست دی اور انہیں بخارا سے باہر کر کے خود وہاں کا بھی حکمران بن بیٹھا بادشاہ رجب کے مہینے کے وسط میں بخارا سے سمرقند آیا اور اب کے تیسری مرتبہ سمرقند میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرایا-

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ رخصت کیا۔ خزاں کا زمانہ ختم ہو گیا اور موسم بہار آگیا' اوزبکوں کا جو لشکر ترکستان گیا ہوا تھا وہ پھر ایک نئی زندگی' نئے دم خم کے ساتھ بادشاہ کے مقابلے کے لئے آیا اور شیبانی خاں کا قائم مقام امیر تیمور خاں عبد اللہ اور جانی بیگ سلطان کو اپنے ہمراہ لے کر بخارا کی طرف چلا۔ بابر شاہ نے ان امراء کا پیچھا کیا اور وہ خود بھی بہت جلد بخارا پہنچ گیا۔ بخارا کے ہی آس پاس صفیں بچھ گئیں اور معرکہ آرائی ہوئی بابر شاہ ہار گیا اس کے بعد بخارا شہر میں پناہ گزین ہوا۔ مگر ازبکوں کے تعصب اور حسد کی وجہ سے بادشاہ وہاں زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکا اور بخارا سے سمرقند پھر سمرقند سے خصار اور شادمان آ کر ٹھہرا۔

نجم الثانی کا ارادہ تسخیر بلخ

جب یہ واقعہ ہوا تقریباً اسی دوران میں قزلباشوں کا سردار نجم الثانی اصفہانی بلخ کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے آیا ہوا تھا وہ بھی شہر کے پاس ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ فردوس مکانی اس سردار سے ملا اور پھر اپنے موروثی ملکوں کو اپنے قبضے میں کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ نجم الثانی نے تھوڑی سی کوشش کی اور قراش (۲۹) کا قلعہ اوزبکوں کے قبضے سے نکال کر پھر قتل عام کا حکم دے دیا۔ اور تقریباً پندرہ ہزار آدمی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ اس داروگیر اور قتل عام کی لپیٹ میں شاعر مولانا ثنائی بھی آ کر شہید ہوئے۔ اس فتح کے بعد نجم الثانی بہت شان اور کروفر کے ساتھ بابر شاہ کے ہمراہ غجدوان (۳۰) پہنچا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ اوزبکوں کی تمام سپاہ بخارا سے غجدوان سمٹ کر آئی اور اصفہانی کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آئی۔ نجم الثانی خود بھی مارا گیا اس کے بہت سے قزلباش سردار بھی مارے گئے اور فردوس مکانی اپنے لشکر کے ہمراہ خصار اور شادمان واپس آئے۔ مغل امراء جو فردوس مکانی کے ہی ساتھ تھے انہوں نے بھی بادشاہ سے بیوفائی کی اور ایک رات موقع دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ بادشاہ ننگے پاؤں ننگے بدن خیمے سے باہر نکل آیا اور دشمنوں کو تلاش کرنے کی بجائے وہ خود قلعے میں بند ہو کر بیٹھ گیا۔ دشمنوں نے لشکر گاہ کی تمام اشیاء لوٹ کر رکھ لیں اور پھر بھاگ گئے۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس نواح میں مزید قیام کریں اور کابل چلے آئے۔ بادشاہ نے غزنی کی حکومت ناصر مرزا کے ہاتھ میں دیدی اور خود ۹۲۴ھ میں سوا دو بجور (۳۱) کو جو یوسف زئی افغانیوں کا ملجا و مسکن تھا ادھر کی طرف چل دیا۔ ان افغانوں نے اطاعت سے انکار کر دیا اور فردوس مکانی نے باغیوں کو قتل و غارت کر کے ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا وہاں کی حکومت خواجہ کلاں کے ہاتھ میں دے کر خود کابل چلا آیا۔

ہندوستان کے حالات

اس دوران میں ہندوستان کی یہ حالت تھی کہ سلطان سکندر لودھی کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا فرزند ابراہیم لودھی ہندوستان کی سلطنت پر حکومت کر رہا تھا۔ لودھی کے افغانی امراء جو اقتدار حاصل کر چکے تھے اور ان کی قوت بڑھ گئی تھی وہ بادشاہ سے منحرف رہتے تھے اور حسد کرتے تھے اور جیسا کہ لازم تھا بادشاہ کی اتنی اطاعت نہ کرتے تھے۔ ان افغانوں کے انحراف اور غرور کی وجہ سے سلطنت کے کاموں میں بہت ابتری اور بدانتظامی ہو گئی تھی۔ فردوس مکانی کے لئے یہ موقع اچھا تھا اس نے ہندوستان فتح کرنے کا یہ بہترین موقع دیکھا اس نے مسلسل چار مرتبہ ہندوستان پر دھاوا کیا لیکن پانچویں مرتبہ اس کو کامیابی نصیب ہوئی اور دار الملک دہلی کا شہنشاہ کہلایا۔

besturdubooks.wordpress.com

بابر کے ہندوستان پر حملے

پہلا حملہ

۹۲۵ھ میں بابر شاہ نے دریائے سندھ کے کنارے تک جو آج کل تلاب کے نام سے مشہور ہے اس کی فاتح کی طرح سیر کی اور اس نواح کے جن لوگوں نے اس کی فرمانبرداری سے انکار کیا ان کو موت کے گھاٹ اتارا بعضوں کو سزائیں بھی دیں پھر دریائے سندھ کو پار کر کے پنجاب کے ایک بہت مشہور پرگنے تک اپنی فتح کرنے کی تگ و دو کو جاری رکھا چونکہ یہ مقام پہلے آل تیمور کے تحت رہ چکا تھا۔ اس لئے اس کو فتح کرنے میں بابر شاہ کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ یہاں کی رعایا نے بھی نہایت خوشی خوشی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح قتل و غارت گری اور تاخت و تاراج ہونے سے بچ گئی۔ اس فتح سے بھی بابر شاہ کو بہت فائدہ پہنچا اس نے اپنے خزانے میں چار لاکھ شاہرخی جمع کیں۔ اس کے بعد ایک پیغامبر کو ابراہیم لودھی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ چونکہ یہ تمام ممالک جن پر بادشاہ نے قبضہ کیا ہے زیادہ تر آل تیمور کی جائداد تھے اور ان پر صاحبقران گورگانی یا اس کی اولاد کا قبضہ رہا تھا اس لیے یہی مناسب ہو گا کہ پرگنہ بہرہ کو مع اس کے گرد و نواح کے قصبوں کے بابر شاہ کے ہاتھ میں دے دے۔ ان فتوحات کے زمانے ہی میں بابر شاہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے ہندوستانی فتوحات کی رعایت سے بیٹے کا نام ہندال مرزا رکھا۔ پھر جن حصوں پر قبضہ کیا تھا ان کی حکومت کی باگ ڈور حسین (۳۲) بیگ اتکہ کے ہاتھ میں دیدی' خود کھکھروں کے باشندوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ہاتی کھکھر نے پر ہالہ (۳۳) میں قلعہ بند ہو کر جنگ شروع کی اور سورج کے غروب ہونے کے وقت ایک ایسے مقام پر صف آرا ہوا جہاں ایک سوار سے زیادہ کے گزرنے کی جگہ نہ تھی۔ ہاتی نے بابر شاہ کے ایک سردار دوست بیگ کے ہاتھوں شکست کھائی۔ قلعے میں ہاتی کو دوبارہ جانے کا موقع نہ ملا لہٰذا وہ پہاڑوں میں چھپتا رہا اور اس کا تمام مال و متاع' خزانہ اور دولت سب بابر شاہ کے ہاتھ آئی' بابر شاہ نے سندھ اور پرہ کے درمیان کے ممالک کی فرماں روائی محمد علی خنگ کے سپرد کی اور خود کابل واپس چلا آیا۔

دوسرا حملہ

۹۲۵ھ میں بابر شاہ نے لاہور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا کابل سے چلنے کے بعد بابر شاہ کو خیال آیا کہ یوسف زئی قبیلے کی تنبیہہ کر دی جائے تاکہ سرکشی نہ کرے۔ لہٰذا ان کی کھیتی باڑی برباد کر دی اور خوب لوٹا۔ آگے جا کر بادشاہ نے ابھی ارادہ نہیں کیا تھا کہ دریائے سندھ کو پار کر کے لاہور پر دھاوا کرے' مگر بادشاہ کو اطلاع ملی کہ سلطان سعید کاشغر بدخشاں کو فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے بادشاہ نے اب لاہور کی مہم سے ہاتھ اٹھایا۔ اور مرزا محمد سلطان بن سلطان اویس بانقرائی بن منصور بن عمر شیخ بن امیر تیمور گورگانی کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ لاہور روانہ کیا اور خود کابل چلا گیا لیکن راستے ہی میں بابر شاہ کو اطلاع ہوئی کہ سلطان شاہ واپس چلا گیا اب بادشاہ نے نہایت سکون و اطمینان سے خضر خیل کے افغانوں پر قبضہ کیا اور یہاں سے بہت سا مال اسباب حاصل کیا اس قبیلے نے لوٹ مار اور غارت گری اپنا پیشہ بنا رکھا تھا اس کے بعد بادشاہ کابل چلا گیا۔

تیسرا حملہ

۹۲۶ھ میں بابر شاہ نے پھر نہایت جرات اور ہمت سے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس سفر کے دوران میں بابر شاہ باغی اور سرکش افغانوں کو

besturdubooks.wordpress.com

اس طرح وہ لوگ تاخت و تاراج سے بچ گئے۔ اب بابر کا لشکر پرگنہ سیدپور (۴۴) پہنچا یہاں کے باشندوں کی شامت آئی تھی لہٰذا انہوں نے بادشاہ سے مقابلہ کیا۔ خوب قتل و غارتگری ہوئی یہ لوگ بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ اس قبیلے کے تین ہزار لونڈی اور غلام گرفتار ہو کر بادشاہ کی فوج میں داخل ہو گئے اس کے علاوہ بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ لگا۔ اور سیدپور کے غیر مسلم باشندوں کا چودھری جو افغانی امراء سے ملا ہوا تھا اور بادشاہ کی فرمانبرداری کرنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا اس کو بھی گرفتار کر کے تہ تیغ کیا گیا۔ ان تمام واقعات کے بعد بابر شاہ دار السلطنت واپس آیا تھوڑے دن بعد بادشاہ نے قندھار فتح کرنے کا عزم کیا اور اس قلعے کو گھیر لیا۔ اس محاصرے کے دوران میں میرزا خاں کی وفات کی اطلاع پہنچی۔

بابر شاہ نے بدخشاں کی حکومت شہزادہ ہمایوں کے ہاتھ میں دیدی اور گرم سیر کے تمام گرد و نواح پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اس زمانے میں شہزادہ طہماسپ کے ہاتھ میں خراساں کی حکومت تھی اور شہزادے کا اتالیق تھا شاہ بیگ ارغون نے بابر شاہ کے مقابلے میں شہزادہ طہماسپ کو اہمیت دی اور اس کی فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ امیر خان نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے شاہ بیگ کی مدد کرنے کے خیال سے بادشاہ نے قلعہ کا محاصرہ ترک کرنے کی درخواست کی' مگر بابر شاہ نے اس کی ایک نہ سنی اور برابر تین سال تک قلعے کو گھیرے رکھا۔ آخر مسلسل محاصرے سے عاجز ہو کر شاہ بیگ باہر نکلا اور سندھ کے گرد و نواح بھکر میں جا کر پناہ لی۔ ۹۲۸ھ میں قندھار بھی مع آس پاس کے ممالک کے بابری حلقہ حکومت میں شامل ہو گیا۔ اسی دوران میں دولت خاں لودھی ابراہیم لودھی سے بہت برگشتہ ہو گیا اس نے اپنے چند قابل اعتماد امراء اور خیر خواہوں کو بابر شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے ہند پر حملہ کرنے کی درخواست کی اپنے آپ کو حلقہ بابری کا خیر خواہ اور اطاعت گزار بنایا۔

چوتھا حملہ

۹۳۰ھ میں بابر شاہ چوتھی بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا دار السلطنت سے چل کر ککھڑوں سے ہوتا ہوا لاہور سے چھ کوس کی دوری پر اپنے خیمے نصب کیے۔ نیاز خان' مبارک خاں لودھی' بھکن خاں لوحانی جو پنجاب کے امراء تھے انہوں نے بابر شاہ سے بہت پر زور طریقے پر مقابلہ کیا اور مقابلے کے لئے انہوں نے پنجاب میں شور و قیامت بپا کر دیا۔ یہ امراء اپنے قیامت خیز لشکر لے کر بابر شاہ کی طرف بڑھے۔ بہت جوش کے ساتھ معرکہ آرائی شروع کی ایک سخت لڑائی اور خونریزی کے بعد پنجاب کے امراء کو شکست ہوئی وہ سب میدان چھوڑ کر بھاگے۔ بابر شاہ نہایت شاداں و فرحاں لاہور میں داخل ہو گیا۔ چنگیزوں کی رسومات کے مطابق نیک شگون کے لئے شہر میں آگ لگائی۔ اور بابر شاہ تین چار دن ٹھہر کر دیپالپور کی طرف چلا بادشاہ نے یہ قلعہ بھی سر کیا بہت سے باشندوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ دولت خاں لودھی جو بلوچیوں کے پاس پناہ گزین تھا اور ابراہیم لودھی سے باغی ہو گیا تھا وہ اپنے بیٹوں علی خاں' غازی خاں' دلاور خاں کے ساتھ فردوس مکانی کے حضور میں حاضر ہوا۔ دولت خاں سلطان پور' جالندھر کے پرگنوں کا صوبہ دار بنا دیا گیا اور حلقہ بابری میں شامل ہو گیا۔

دولت خاں لودھی

فرشتہ لکھتا ہے کہ میں نے وطن کے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ دولت خاں لودھی اسی دوست خاں لودھی کی نسل سے تھا جس نے دہلی پر چند دنوں ۸۱۶ھ میں اپنی حکومت کا سکہ جمایا تھا۔ دولت خاں نے ایک دن بابر شاہ سے کہا کہ اسمٰعیل جلوانی اور ببن جلوانی وغیرہ دوسرے افغانوں کے ساتھ ہو کر بغاوت اور سرکشی کے لئے آمادہ ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ تھوڑی سی سپاہ بھیج کر ان لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ ابھی بادشاہ اس فوج کو بھیجنے ہی والا تھا کہ دولت خاں کے چھوٹے فرزند دلاور خاں نے بادشاہ کو بتا دیا کہ اس کا باپ اور بھائی دونوں مل کر بادشاہ کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جب فوجی سپاہ بادشاہ سے دور ہو جائے تب بادشاہ کو بے دست و پا پا کر حملہ کریں۔

بادشاہ نے اس واقعے کی چھان بین کی اور یہ بات ٹھیک نکلی تب بادشاہ نے دولت خاں اور اس کے بیٹے غازی خاں دونوں کو قید کر دیا

besturdubooks.wordpress.com

اور خود بابر شاہ دریائے ستلج کو پار کر کے نوشہرہ پہنچا اور یہیں ٹھہر گیا- تھوڑے دنوں بعد دونوں قیدیوں کی تقصیر معاف کر دی اور سلطان پور جس کو دولت خاں نے ہی آباد کیا تھا اور اس کی جائے رہائش تھی' دوست خاں کی جاگیر میں دے دیا اور اس کے بعد یہ دونوں قیدی چھوٹ کر سلطان پور چلے گئے اور اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر کوہ لاہور کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے- دلاور خاں کو خانخاناں کا لقب دے کر غازی خاں اور دولت خاں دونوں کی جاگیریں اسی کو دے دیں- دوست کی فتنہ انگیزی اور سرکشی سے بابر شاہ آگے نہ بڑھ سکا- سرہند سے لاہور واپس آگیا یہاں پر عبد العزیز امیراخور کو لاہور کا داروغہ مقرر کیا- خسرو کو کلتاش کی حکومت میں سیالکوٹ دیا- دیپالپور کی حکومت کو بابا قشقہ مغل اور سلطان علاؤ الدین لودھی (۳۵) جو حال ہی میں باریاب ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ان دونوں کے سپرد کیا- اس کے علاوہ کلانور کی حکومت محمد علی خنگ کے ہاتھ میں دیدی اور خود کابل واپس چلا آیا-

دلاور خاں کی گرفتاری

بابر شاہ کی عدم موجودگی سے دولت خاں لودھی نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا- دونوں باپ بیٹوں نے مل کر حیلہ بہانے سے دلاور خاں کو گرفتار کر لیا اور پھر علاؤ الدین لودھی اور بابا قشقہ مغل سے فیروزپور کے میدان میں جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے- اور بابر کے ان امراء کو شکست فاش دی ان امراء میں سے سلطان علاؤ الدین نے کابل اور بابا قشقہ مغل نے لاہور میں پناہ لی- دولت خاں نے پانچ ہزار افغانی سرداروں کو سیالکوٹ پر قبضہ کرنے کے لئے مقرر کیا- عبد العزیز امیر آخور اور لاہور کے دوسرے امراء کو اس کی اطلاع مل گئی اور یہ سب کے سب خسرو کو کلتاش کی امداد کرنے کے لئے لاہور روانہ ہو گئے- ان امراء نے دولت خاں کو شکست دی اور کامیاب و کامران لاہور واپس چلے آئے-

اسی دوران میں ابراہیم خاں کی فوج جو دولت خاں اور غازی خاں کی سرکوبی کے لئے مقرر کی گئی تھی وہ آپہنچی اس نے سندھ کے پاس ہی اپنے خیمے نصب کیے- دولت خاں اب مغل امراء سے مقابلے کے بغیر لودھی کی فوجوں سے مقابلے کرنے کے لئے بڑھا- اس نے ابراہیم لودھی کی فوج کے پیچھے اپنے خیمے ڈالے اور اپنی سیاسی حکمت عملی سے شاہی لشکر کے افسر کو اپنے ساتھ ملا لیا- فوج کے دوسرے امراء کو اس بات کا پتہ چل گیا اور آدھی رات کو پوری فوج کوچ کر کے دہلی آگئی- بادشاہ کی خدمت میں امراء نے ساری سرگزشت بیان کر دی- اسی وقت سلطان علاؤ الدین لودھی جو کابل میں پناہ لیے ہوئے تھا وہ مغل امیروں کے نام ایک عریضہ ایک مضمون کا لے کر آیا کہ بابر شاہ کی فوج علاؤ الدین کی سرکردگی میں دہلی آئے اور پھر ابراہیم لودھی سے مقابلہ کر کے سلطنت حاصل کر لے اور شہر دہلی علاؤ الدین کے قبضہ میں آجائے- دولت خاں اور غازی خاں نے بھی فرمان کا مضمون سنا وہ اس بات کی تہہ کو پہنچ گئے- انہوں نے بابر شاہ کی خدمت میں ایک پیغامبر کو بھیجا- اور کہلایا کہ علاؤ الدین لودھی ہمارا شہزادہ ہے- اور ہماری اجتماعی کوششوں کا یہی مقصد ہے کہ یہ تخت دہلی پر حکمرانی کرے اور ہماری یہی درخواست ہے کہ اس شہزادے کو ہماری نگرانی میں دیدیا جائے- تاکہ ہم اس کو دار السلطنت دہلی کا حکمران بنائیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس ملک سے لے کر سرہند تک کے تمام شہر بابر شاہ کی حکمرانی میں خوشی خوشی چھوڑ دیں گے-

چونکہ اس درخواست میں غازی خاں اور دولت خاں نے بہت سی قسمیں کھائی تھیں اور عہد و پیماں کیا تھا للذا اسی مضمون کی ایک اور دستاویز تیار کی گئی اور اس پر شہر کے امراء اور قاضیوں نے دستخط کیے اور مہر صداقت ثبت کی گواہوں کے بھی دستخط کرا کے قاصد کو بابر شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا- لاہور کے امراء ارائین نے دولت خاں کی بات کو سچ سمجھ کر علاؤ الدین لودھی کو غازی خاں کے پاس بھیج دیا- غازی خاں نے اس بات کو اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھا' اپنے بھائیوں کو چند افغانی امراء کی سرکردگی میں دہلی روانہ کر دیا اور خود دور اندیشی سے کام لے کر پنجاب ہی میں ٹھہرا رہا- علاؤ الدین لودھی نے ابراہیم لودھی کا مقابلہ کیا اور اس کے سامنے معرکہ آرا ہوا- مگر دشمن

besturdubooks.wordpress.com

غازی خاں کی عہد شکنی

غازی خاں نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور اپنا لشکر لے کر کلانور (۳۶) پر دھاوا کر دیا۔ محمد علی خنگ میں اس کے حملہ کو برداشت کرنے کی قوت نہ تھی اور وہ بھاگ کر لاہور میں پناہ گزین ہو گیا۔ غازی خاں نے کلانور پر قبضہ کر لیا اور بیر سرور (۳۷) میں ٹھہرا۔ لیکن جب اس کو بابر کی فوج کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ملوٹ (۳۸) کی طرف بھاگا۔ اپنے بال بچوں کو تو یہیں ملوٹ میں چھوڑ دیا اور خود بھاگ کر دہلی میں ابراہیم لودھی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد پھر کبھی غازی خاں دہلی سے باہر نہ آیا اور آخر جب سلطان ابراہیم لودھی اور بابر شاہ کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی یہ اسی جنگ میں تہہ تیغ کیا گیا۔ جب یہ تمام واقعات ہو رہے تھے اور دارو گیر تھی تو بابر شاہ کابل ہی میں موسم بہار کا لطف لے رہا تھا اور عیش و عشرت کے نشہ میں مخمور تھا۔

بابر کا ہند پر پانچواں حملہ

ادھر بادشاہ کو پھر نشہ حکومت اور تسخیر ہند نے ستانا شروع کیا اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین نے ابراہیم لودھی کے مقابلے میں شکست کھائی ہے اور غازی خاں نیز دیگر افغانی امراء ملک میں خودسری پر اتر آئے ہیں اور ایک ہنگامہ بپا کر رکھا ہے لہٰذا اس نے صفر کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ۹۳۰ھ کو کابل سے چل کر قریہ یعقوب میں قیام کیا۔ بابر شاہ کے پہنچتے ہی خواجہ حسین دیوان جو لاہور کا خزانچی تھا اور خالصات کا محصول بابر شاہ کی خدمت میں برابر بھیجا کرتا تھا وہ حاضر خدمت ہوا۔ شہزادہ ہمایوں بھی باپ کی مدد کے لئے ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ بدخشاں سے یہاں پہنچ گیا۔ خواجہ کلاں بیگ جو بابر کے مقربین خاص میں سے تھا اور بہت اعلیٰ پایہ کا امیر تھا وہ غزنی سے آ کر بادشاہ سے ملا۔ ان سب کے پہنچنے کے بعد بابر شاہ نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا ہر مستحق کو نیز خوشی کے طور پر بھی انعامات و تحفہ تحائف دیئے اور خطابات وغیرہ سے بھی سرفراز کیا۔ اس طرح سب کو خوش و خرم چھوڑ کر قریہ یعقوب سے لاہور آیا۔ راستہ میں سب کو کرگدن کا شکار کرنے کا شوق ہوا کیونکہ خود بابر شاہ اور دوسرے خراسان کے امراء کے کرگدن کا نام تو سنا تھا مگر اس جانور کی صورت کبھی نہیں دیکھی تھی لہٰذا سب کے سب بادشاہ کے ساتھ شکار کھیلنے میں مصروف ہو گئے بہت سے کرگدن زندہ پکڑے اور بہتوں کو تلوار اور بندوق سے زخمی کر کے پکڑا۔

عبور دریائے سندھ

۹۳۰ھ پہلی ربیع الاول کو بابر شاہ نے دریائے سندھ کو عبور کیا لشکر کے افسران نے پیدل اور سوار، منصبدار اور خاصے کی فوج سب کا شمار کر کے بادشاہ کو بتایا کہ تقریباً دس ہزار کی جمعیت ہمراہ ہے۔ بابر شاہ دریائے بھٹ عبور کر کے سیالکوٹ پہنچا، سلطان علاؤ الدین بادشاہ کے نیاز میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی، محمد علی خنگ اور خواجہ حسین بھی سیالکوٹ میں بادشاہ سے آ کر مل گئے۔ ادھر دولت خان اور غازی خاں جو اپنے آپ کو ابراہیم لودھی کا بہی خواہ اور طرفدار سمجھتے تھے وہ سب تقریباً چالیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ لاہور کے پاس دریائے راوی کے ساحل پر صف آرا ہوئے۔ اب جو دولت خان اور غازی خاں کو بابر شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے ادھر ادھر چلے گئے۔ دولت خاں اپنے بیٹے علی خاں کے ہمراہ ملوٹ کے قلعے میں چھپ کر بیٹھ گیا اور غازی خاں کوہ پایہ کی طرف بھاگ گیا۔ فردوس مکانی نے ملوٹ کو گھیر لیا اب دولت خاں کے پاس اس کے سوا اور کوئی طریقہ کار نہ تھا کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جان کی امان طلب کرے لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا پہلے دولت خاں بابر شاہ سے جنگ کرنے کے لئے دو تلواریں رکھتا تھا۔

جب یہ بابر شاہ سے ملنے کے لئے آنے لگا تو فردوس مکانی کے ملازموں نے بجائے کمر میں باندھنے کے یہی دونوں تلواریں اس کے گلے میں لٹکا دیں۔ اور دوسری بات یہ کہ بادشاہ کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھنے میں دولت خاں اپنی ہتک محسوس کرتا تھا، لیکن بابر شاہ کے نوکروں نے اس کو زبردستی بادشاہ کے سامنے ادب سے بٹھا دیا۔ بابر شاہ نے اس سے بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہیں مگر اس پر جلال

besturdubooks.wordpress.com

شاہی اتنا غالب تھا کہ بابر شاہ کے سامنے کچھ بول نہ سکا- اور بادشاہ نے باوجودیکہ اس کی خطائیں ناقابل معافی تھیں پھر بھی اس کو معاف کر دیا- اس کے بعد ہی بابر کا لشکر افغانیوں پر ٹوٹ پڑا قلعے کے اندر اور باہر قتل و غارت گری اور لوٹ مار شروع کر دی- اہل قلعہ کے لئے باہر نکلنا دشوار ہو گیا بابر شاہ کو افغانوں کی عزت و حرمت کا بہت پاس تھا- لہٰذا وہ خود سوار ہو کر آیا اپنے ہی ہاتھ سے چند تیر اپنے سپاہیوں پر چلا دیئے- بادشاہ کے تیر سے ہمایوں کا ایک ملازم مارا گیا یہ دیکھ کر تمام سپاہ نے لوٹ مار کو بادشاہ کی مرضی کے خلاف تصور کیا سب واپس چلے گئے اور افغانوں کے بال بچے سلامتی سے قلعے سے باہر نکل آئے-

غازی خاں کا کتب خانہ

بادشاہ قلعے کے اندر داخل ہوا تو بہت سے بیش قیمت تحفہ تحائف اس کے ہاتھ لگے لیکن بادشاہ کو یہاں جو سب سے زیادہ انمول خزانہ ملا تھا وہ غازی خاں کا کتب خانہ تھا- غازی خاں کو ادب سے لگاؤ تھا' شاعری کا بھی بلند مذاق رکھتا تھا- اس نے بہت سی خوشخط کتابیں جمع کی تھیں- اور بہت منتخب ذخیرہ کتابوں کا تھا' بابر شاہ نے ان کتابوں میں سے کچھ اپنے لئے مخصوص کر لیں اور کچھ شہزادہ ہمایوں کو بھیج دیں اور باقی کامران مرزا کو کابل روانہ کر دیں اس تقسیم کے بعد دوسرے ہی دن بابر شاہ غازی خاں کا پیچھا کرنے کے لئے چل پڑا- اسی دوران میں دلاور خاں جو اپنے بھائی اور باپ کی بداعمالیوں کی وجہ سے قیدی کی زندگی گزار رہا تھا اپنے آپ کو قید سے آزاد کیا اور کسی صورت سے بابر شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا- بادشاہ نے اس کی بہت قدر و منزلت کی اور شاہانہ نوازشات کے بعد اس کو اپنی ملازمت میں لے لیا- بادشاہ کی پیدل سپاہ آگے آگے چل رہی تھی غازی خاں کی سپاہ پر باربار چھاپہ مارتی تھی- غازی خاں اس مسلسل یورش سے تنگ آ گیا راستے میں کہیں بھی آرام نصیب نہ ہوا لہٰذا وہ بحالت مجبوری ابراہیم لودھی کی خدمت میں پہنچا اسی دوران میں دولت خاں لودھی کا انتقال ہو گیا-

اب بادشاہ کو کلی طور پر یقین ہو گیا کہ افغانی فوج تباہی اور بربادی کا شکار ہو رہی ہے اور اپنے حکمرانوں سے برگشتہ ہے اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس نے ہند کی طرف پھر رخ کیا- اسی دوران میں شاہ عماد الملک شیرازی' مولانا محمد مذہب اور لودھی کے خان خاناں کا پیغامبر بن کر فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا- ان عریضوں میں بھی بادشاہ کو ہندوستان فتح کرنے پر اکسایا گیا تھا اور ترغیب دی گئی تھی- اس طرح بادشاہ کا عزم اور بھی مصمم ہو گیا- بادشاہ کابل سے چل کر دریائے گھگر کے ساحل پر پہنچا وہاں پہنچ کر بابر شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ قلعہ فیروزہ کا حاکم حمید خاں بابر کی فوج کو روکنے کے لیے راہ میں حائل ہے- بابر شاہ نے شہزادہ ہمایوں کی سرکردگی میں انفار کے تمام امراء' خواجہ کلال' سلطان محمد دولدی' جان بیگ' خسرو بیگ' ہندو بیگ' عبد العزیز' محمد علی خنگ وغیرہ کو حمید خاں کے مقابلے کے لئے بھیج دیا- حمید خاں ان سرداروں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کھڑا ہوا- شہزادہ ہمایوں کامیاب ہو کر بابر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ شہزادہ ہمایوں کی زندگی کی یہ سب سے پہلی فتح تھی لہٰذا بادشاہ نے اس موقعے پر اپنے بیٹے کو فیروزہ کا قلعہ اور جالندھر کے تمام قصبے عنایت کر دیئے-

اس واقعے کے دو یا تین ہی دن کے بعد بمن افغان جلوانی جو ابراہیم لودھی کے قابل اعتماد امراء میں سے تھا وہ دو تین ہزار کی جمعیت لے کر بابر شاہ سے آ کر مل گیا- نہایت خلوص و عقیدت کے ساتھ حلقہ بابری میں شامل ہو گیا' اب لشکر کشور اور شاہ آباد کے مابین صرف دو منزل کا فاصلہ رہ گیا- بابر شاہ کو معلوم ہو گیا کہ سلطان ابراہیم لودھی اپنی تمام فوجی سپاہ کے ہمراہ دہلی سے مقابلہ کرنے کے لئے چل چکا ہے- داؤد خاں اور حاتم خاں ستائیس ہزار سوار لے کر بادشاہ ابراہیم لودھی کے آگے آگے آ رہے ہیں- تاکہ بابر شاہ کی فوج کے آگے بڑھنے میں مزاحمت کریں- فردوس مکانی نے حسین تیمور' سلطان مہدی خواجہ' محمد سلطان مرزا' عادل سلطان مرزا کو مع تمام جرانفار کے سرداروں سلطان جنید برلاس اور شاہ حسین برلاس وغیرہ کو دشمن کی سپاہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آگے بھیجا- صبح سویرے ہی دشمنوں

besturdubooks.wordpress.com

ہندی سپاہیوں کی ایک جمعیت اور سات عدد بہت بلند قامت ہاتھی مغلوں کو بطور مال غنیمت ملے- بابر شاہ کی فوج یہ تمام مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوئی- بابر شاہ نے دوسروں کی عبرت کے لئے یہ کیا کہ ان قیدیوں کو مختلف طریقوں سے قتل کرایا- ان امراء کی فتح گاہ میں کچھ دن قیام کرکے استاد علی قلی خاں کو حکم دے دیا کہ رومیوں کے طریقوں کے مطابق ارابوں کو رسیوں سے باندھ کر توپچی پیادوں کے لئے ایک قلعہ بنا دیا جائے-

ابراہیم کے لشکر کی تعداد قریب قریب ایک لاکھ سپاہیوں تک پہنچ گئی تھی اور اس کے ساتھ ایک ہزار جنگی ہاتھی اور برعکس اس کے بابر شاہ کے پاس صرف بارہ ہزار سوار تھے وہ پانچ ہزار سوار ابراہیم لودھی کے پیش دستہ سے مقابلہ کرنے کے لئے جا چکے تھے- لودھی کو اس بات کی خبر ہو گئی اور بابر شاہ کا پیش دستہ اسی طرح ناکام واپس آیا- اس واقعے نے ابراہیم لودھی کو اور دلیر بنا دیا وہ اپنے لشکر کی تنظیم کرکے پھر بہت سرعت کے ساتھ پانی پت روانہ ہو گیا بابر شاہ نے بھی اپنی فوج مرتب کی-

پانی پت کی جنگ

بابر شاہ اور ابراہیم لودھی

بادشاہ اور ابراہیم لودھی نے اپنی اپنی فوجیں مرتب کیں پانی پت کے میدان میں صف آرا ہوئے- بابر شاہ دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر ٹھہرا اور اپنے خیمے نصب کیے' جیسے ہی ابراہیم لودھی کو خبر ملی کہ بابر شاہ مقابلے پر آ گیا ہے اس نے اسی وقت پیش قدمی کی' دوسرے روز دسویں (۳۹) رجب کو بابر کی فوج بھی مقابلے پر آ گئی- فردوس مکانی نے برانغار میں تو شہزادہ ہمایوں' خواجہ کلال بیگ' سلطان محمد دندی' ہندو بیگ' ولی بیگ اور پیر علی شیبانی کو مقرر کیا اور برانغار کی حفاظت محمد سلطان مرزا' مہدی خواجہ' غازی خاں' امیر چند برلاس کے ہاتھوں میں دے دی اور پھر دائیں طرف حسین تیمور مرزا' مرزا مہدی کوکلتاش' شاہ منصور اور دوسرے نامی گرامی مشہور سردار مقرر کیے گئے- اور بائیں طرف میر خلیفہ تردی بیگ' محب علی خلیفہ وغیرہ رکھے گئے- خسرو کوکلتاش اور محمد علی خنگ میرزا' سلیمان بن خان مرزا کے تحت میں مقدمہ لشکر رکھا گیا- عبد العزیز میر آخور چند وغیرہ دوسرے امرا اور ولی قراول کے ساتھ برانغار کے اوپر رکھے گئے اور قراقوزی بہادر جرانغار پر مقرر ہوئے- ملک قاسم تیولقہ کو جرانغار بنایا گیا اور علی بہادر تیولقہ کو جرانغار مقرر کیا گیا ادھر اس طرح لشکر کی ترتیب و تنظیم کی گئی اور ادھر سلطان ابراہیم کی فوج بھی میدان میں اتر آئی-

ابراہیم لودھی کی شکست

دونوں فوجیں باہم دست و گریباں ہو گئیں' لودھی کی فوج نے پہلے تو بہت سرعت اور تیزی دکھائی' لیکن رفتہ رفتہ اس کی قوت سلب ہوتی نظر آئی فوج میں بے قاعدگی پیدا ہو گئی خونریزی بڑھتی گئی اور شام ہوتے ہوتے صرف تلواروں کی آوازیں آتی رہیں- زمین پر خون کی ندیاں بہتی رہیں آخر میں بابر شاہ کے جاہ و جلال اور بخت بیدار نے اس جنگ کو اختتام پر پہنچایا- ابراہیم لودھی مع اپنی پانچ چھ ہزار کی فوج کے اس جنگ میں ختم ہو گیا- لودھی کی فوج نے میدان چھوڑنا چاہا مگر بابری سپاہی کسی طرح سے بھی ان کا تعاقب کرکے اور گروہ کے گروہ قتل کرکے اور ہاتھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنے لشکر میں لے آئے- اس وقت تک چونکہ ابراہیم لودھی کا قتل مشکوک تھا لہٰذا جو سپاہی ملتا موت کے گھاٹ اتارا جاتا-

بابر شاہ آگے بڑھ کر دریائے جمنا کے ساحل پر خیمہ زن ہوا تاکہ لودھی کی سلطنت کی وسعت اور مال و متاع کا اندازہ ہو سکے- یہاں ابراہیم کا بیٹا بادشاہ کے سامنے آیا اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس جنگ میں سولہ ہزار افغان مارے گئے اور ہندی پچاس ہزار کی تعداد میں کام آئے- جس میں پانچ ہزار کی سپاہ تو ابراہیم لودھی کے ساتھ فنا ہو گئی- شہزادہ محمد ہمایوں' خواجہ کلال' شاہ منصور اور ولی خازن

besturdubooks.wordpress.com

بہت سرعت کے ساتھ خزانے پر قبضہ کرنے کے لئے آگرہ چل دیئے اور محمد سلطان مرزا' مہدی خواجہ اور سلطان جنید برلاس مال و متاع کے تحفظ کے خیال سے دہلی روانہ کیے گئے۔ رجب کی بارہ تاریخ سہ شنبہ کے دن دہلی آئے اور شیخ زین صدر نے بابر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بادشاہ نے سارے شہر کو خوب دیکھا بھالا' سیر کی اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر فاتحہ خوانی کی اور اس کے بعد آگرہ چلا گیا۔

بابر کا آگرہ میں ورود

بائیس رجب جمعرات کے دن بادشاہ دار السلطنت (۴۰) آگرہ میں پہنچا۔ آگرہ کا قلعہ ابھی سلطان ابراہیم لودھی کے مقربین کے ہاتھ میں تھا بابر شاہ نے قلعہ کو گھیر لیا۔ راجہ بکرماجیت کے ملازم موجود تھے راجہ ابراہیم لودھی کے ساتھ اس جنگ میں ختم ہو چکا تھا راجہ کے نوکر ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایک الماس جس کا وزن آٹھ مثقال تھا ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا یہ الماس ان لوگوں کو سلطان علاؤ الدین خلجی مالوہی کے خزانے سے ملا تھا۔ جوہریوں کا خیال تھا کہ ساری دنیا کی ایک دن کی آمدنی کے برابر اس کی قیمت ہے۔ ہمایوں نے یہ الماس بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بابر نے ہمایوں کا تحفہ قبول کر کے یہ قیمتی تحفہ پھر شاہزادے کو واپس دے دیا۔ آگرے کے قلعہ بند داود گرانی' فیروز خاں سورما اور مادر سلطان ابراہیم لودھی وغیرہ نے بادشاہ سے امان چاہی اور محاصرے کے پانچویں دن قلعہ بابر کے حوالے کر دیا۔ بابر نے اپنی کتاب واقعات بابری میں لکھا ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے اس وقت تک تین فرمانروائے اسلام ہندوستان آئے اور اس ملک پر قبضہ کیا۔ اول سلطان محمود غزنوی کیونکہ عرصے تک اس بادشاہ کی اولاد ہندوستان کی حکومت کرتی رہی۔ دوسرے سلطان شہاب الدین غوری جس کے لے پالک بیٹوں نے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کی اور تیسرا میں لیکن میرا حال میرے دونوں پیشرو حکمرانوں سے بالکل مختلف ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت وہ ماوراء النہر' خوارزم اور خراسان کا بھی حاکم تھا اور غزنوی فوج کی تعداد بھی ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔ دوسرے ہندوستان کی حالت بھی ٹھیک نہ تھی یہاں کوئی عظیم الشان بادشاہ نہ تھا' جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے راجے حکومت کرتے تھے۔ اگرچہ سلطان شہاب الدین غوری خراسان کا بادشاہ نہ تھا تاہم اس کا بھائی بادشاہ تھا اور سلطان غوری ایک لاکھ بیس ہزار سوار لے کر ہندوستان آیا تھا۔ غزنوی سلطان کی طرح غوری کے وقت میں بھی ہندوستان میں طوائف الملوکی تھی لیکن میرا حال یہ ہے کہ جب میں پہلی بار ہندوستان آیا تو ڈیڑھ دو ہزار سوار میرے ہمرکاب تھے۔ بدخشاں' کابل اور قندھار کی حکومت میری تھی' لیکن ان شہروں سے نصف خراج بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مملکت کے بعض حصے ایسے تھے کہ دشمن کے قریب ہونے کی وجہ سے مدد کے محتاج تھے۔ ہندوستان میں بہرہ سے بہار تک افغانوں کا تسلط تھا۔ ہند کی طاقت کو دیکھتے ہوئے میرے ساتھ پانچ لاکھ فوج ہونی چاہیے تھی۔ ابراہیم کا لشکر ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھا اس کے علاوہ ایک ہزار جنگی ہاتھی بھی اس کی فوج میں تھے۔ اس سے زیادہ یہ بات تھی کہ اوزبک جیسے زبردست حریف کو اپنے پیچھے چھوڑ کر لودھی جیسے خونخوار دشمن سے میں نے ٹکر لی' لیکن خدا کا بھروسا اور فضل کام آیا اور ان تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی مجھے کامیابی ہوئی اور ہندوستان میرے قبضے میں آ گیا۔ میں اس کو صرف اپنی کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ فتح محض خدا کی عنایت اور کرم کی وجہ سے مجھے نصیب ہوئی یہ میرا ایمان ہے۔

شاہان ہند کے خزانوں کا معائنہ

انتیس رجب کو بابر نے شاہان ہند کے دفینوں کا معائنہ کیا۔ بادشاہ نے ساڑھے تین لاکھ روپیہ نقد اور ایک سربمہر خزانہ ہمایوں کو عنایت فرمایا۔ محمد سلطان میرزا کو ایک کمربند اور مرصع شمشیر اور ایک لاکھ روپے نقد دیئے۔ اسی طرح دوسرے امیروں اور میرزادوں اور لشکریوں کو بلکہ طالب علموں اور سوداگروں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے علاوہ بابر نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو جو سمرقند و خراسان'

besturdubooks.wordpress.com

جگہوں و مزاروں پر نذریں چڑھائیں' فقراء اور حاجتمندوں کے لئے روپے تقسیم کرنے کے لئے بھیجے۔ کابل کے تمام باشندوں کو شاہی انعام سے نوازا۔ ہر شخص کے لئے ایک شاہرخی جس کا وزن ایک مثقال چاندی کے برابر تھا فی کس کے حساب سے روانہ کی۔ المختصر پرانے بادشاہوں کی برسوں کی جمع شدہ دولت اس فقیر منش بادشاہ نے ایک ہی محفل میں لٹا دی اور اپنی بے نیازی کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔

ہندوستانیوں کی نافرمانی

ہندوستان کے باشندے مغلوں کی سیاست اور حکومت سے ڈرے ہوئے تھے اس لئے وہ بابر کے ابتدائی ایام میں اطاعت گزاری کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ ہر کوئی اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے پوری طرح بادشاہ کی مخالفت کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ قاسم خاں سنبل میں' علی خاں قرلی میوات میں' محمد زیتون دیپالپور میں' تاتار خاں بن مبارک خاں گوالیار میں' حسین خاں لوحانی رابری میں' قطب خاں اٹاوہ میں' عالم خاں کالپی میں اور نظام خاں بیانہ میں خود مختاری کا اعلان کرنے لگے۔ دریائے گنگا کے اس پار کے علاقے پر طاقتور افغان امیر نصیر خاں لوحانی اور معروف خاں قرلی قابض ہو گئے تھے۔ گو یہ امیر ابراہیم لودھی کے مطیع و فرمانبردار نہ تھے تاہم مصلحت وقت کو دیکھتے ہوئے پانی پت کے معرکے کے بعد انہوں نے بہار خاں ولد دریا خاں لودھی کو سلطان محمد کا لقب دے کر اسے بادشاہ تسلیم کر لیا تھا۔

یہ ایک لشکر جرار لے کر قنوج سے آگرہ کی طرف بڑھے اور دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد ایک جگہ خیمہ زن ہو گئے۔ اس دوران میں ملن خاں جلوانی شہنشاہ بابر سے ناراض ہو کر سلطان محمد سے جا ملا۔ شہروں اور قصبوں کے باشندے مخالفت کرنے لگے۔ نوبت یہاں پہنچی کہ لوگوں کو اناج اور مویشیوں کا چارہ مشکل سے دستیاب ہونے لگا۔ خلاف معمول اس سال گرمی بھی زیادہ پڑی۔ گرمی کی شدت اور لو سے مغل سردار ہلاک ہونے لگے۔ ان واقعات کے پیش نظر خواجہ کلاں اور دوسرے معزز سرداروں نے بابر سے کہا کہ مصلحت اس میں ہے کہ جلد سے جلد کابل واپس ہو جائیں اور اس فتح کو غنیمت سمجھیں۔ بادشاہ یہ سن کر بے حد غضب ناک ہوا اور کہا کہ محنت و مشقت سے فتح کیے ہوئے ملک کو چھوڑ کر کابل جا کر شاہ شطرنج کی طرح بیٹھنا میرے فتوحات کے منصوبوں کے خلاف ہے۔ ارکان سلطنت نے بایں ہمہ اس پر اصرار کیا بادشاہ نے تمام امیروں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں قیام کرنے کا ہے جس کا جی چاہے میرے ساتھ ہند میں ٹھہرے اور جو جانا چاہے بصد اشتیاق کابل کی راہ لے۔ امیروں کو جب بادشاہ کا ارادہ معلوم ہو گیا کہ وہ پورا قبضہ کیے بغیر افغانستان کا رخ نہ کرے گا تو انہوں نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا۔ ان امیروں میں خواجہ کلاں ہندوستان سے بیزار ہو چکا تھا گو کامیابیوں میں اس کا بڑا حصہ تھا' لیکن آب و ہوا کی ناموافقت اور بیماری کی وجہ سے یہ امیر کابل واپسی پر قطعی آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا کابل اور غزنی کی حکومت خواجہ کلاں کے سپرد کر کے اسے افغانستان روانہ کیا۔ خواجہ نے چلتے وقت دہلی کی ایک عمارت پر یہ شعر لکھ دیا۔

اگر بخیر و سلامت گزرز سند کنم سیاہ روئے شوم گر ہوائے ہند کنم

بابر کے تیور دیکھتے ہوئے کہ یہ شیر دل حاکم اپنے جد امیر تیمور کی طرح ہندوستان چھوڑ کر اپنی موروثی سلطنت پر قناعت نہ کرے گا ہندی صوبہ داروں نے حلقہ اطاعت میں آنا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے شیخ گھورن دو تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ میاں دو آب سے آگرے آیا اور شاہی ملازمت اختیار کی۔ علی خاں قرلی اپنے بیٹوں کے بلانے سے جو بابر کے قیدی تھے میوات سے آگرے آگیا اور بابر کے امراء میں شامل ہو گیا۔ نوبت' نقارہ اور دوسرے سامان شان و شوکت سے سرفراز ہو کر اپنے ہم نشینوں میں امتیاز حاصل کیا۔ علی قرلی اپنے موٹاپے کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور پان کا بہت شوقین تھا ہر وقت منہ لال رہتا' کمر سے ہر وقت شمشیر بندھی رہتی' قرلی اس کو کبھی جدا نہیں کرتا تھا۔ علی قرلی کے بعد فیروز خاں اور شیخ بایزید قرلی اپنے اپنے لشکروں سمیت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے انہیں جاگیروں اور منصب سے نوازا۔ محمود خاں لوحانی اور قاضی

besturdubooks.wordpress.com

حبیب بھی بابر کے سلسلہ ملازمت میں داخل ہو کر صاحب منصب و جاگیر ہوئے۔ ان سرداروں کے حلقہ بگوش ہونے کی وجہ سے کچھ حالات سدھرے' امن بحال ہوا۔ بہت سے پرگنے اور قصبے بادشاہ کی سلطنت کا جزو بنے۔ ان ہی دنوں میں خان افغان نے سنبل کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قاسم سنبل نے بادشاہ سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور مدد کی درخواست کی۔ بابر نے میرزا مہدی کو کلتاش کو قاسم کی مدد کے واسطے بھیجا۔ مہدی نے دریائے جمنا کو عبور کیا اور ببن سے جا ٹکرایا اسے شکست دی اور سنبل کی حدود سے باہر نکالا۔ قاسم سنبل نے اس احسان کے بدلے میں قلعے کو کو کلتاش کے سپرد کیا خود بابر کے امراء میں شامل ہو گیا۔ بابر نے سنبل شہزادہ ہمایوں کے سپرد کیا اور مشرق کے افغانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ہمایوں کی روانگی

ہمایوں قنوج کے حوالی میں پہنچا افغان جن کی تعداد چالیس ہزار تھی' بغیر لڑے بھڑے جونپور کی طرف بھاگ گئے۔ ان افغان امیروں میں فتح خاں شیروانی شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادہ نے شیروانی کو تسلی دی اور اسے مہدی خواجہ کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ فتح خاں پر بے حد مہربان ہوا اسے مجلس نشاط میں بلا کر اپنا خاص لباس عطا کیا اور اچھی جاگیر بخشی۔ بابر کے اس مہربان برتاؤ نے افغانوں کو گرویدہ کر لیا۔ وہ ایک ایک کر کے چغتائی خاندان کے اطاعت گزار بن گئے۔ نظام خاں حاکم بیانہ بھی جو رانا سانگا سے خوفزدہ تھا بادشاہ کا مطیع ہو گیا۔ بابر خاں نے نظام خاں سے قلعہ حوالے کرنے کو کہا مگر نظام خاں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے بابا قلی بیگ کو قلعے کی مہم پر بھیجا اور مندرجہ ذیل قطعہ لکھ کر نظام خاں کے پاس روانہ کیا۔

با ترک ستیزہ بکن اے میر بیانہ چالاکی و مردانگی ترک عیاں است
گر زود نیائی و نصیحت نہ کنی گوش آں جا کہ عیانست چہ حاجت بیان است

نظام خاں کی سرکشی

نظام خاں نے اطاعت نہ کی قلعے سے باہر نکل کر بابا قلی بیگ سے برسرپیکار ہوا اور اسے شکست دے کر پھر قلعہ بند ہو گیا۔ رانا سانگا اطلاع ملتے ہی نظام خاں کی تباہی کی سوچنے لگا اور اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اب نظام خاں نے عاجزانہ طور پر بابر سے اپنے اس قصور کی معافی مانگی بادشاہ نے معاف کر دیا۔ نظام خاں نے قلعہ بادشاہ کے امیروں کے سپرد کر دیا اور خود بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا۔ اسے میان دو آب کے محاصل سے بیس لاکھ تنگ کے منصب سے سرفرازی ملی۔

اس دوران میں منکٹ رائے جو گوالیار کے قدیم راجاؤں کے خاندان میں سے تھا ایک باغی خاں جہاں کی موافقت سے گوالیار پر حملہ آور ہوا اور تاتار خاں کا محاصرہ کر لیا' تاتار خاں قلعہ گوالیار کا حاکم تھا۔ اس نے زمینداروں کی باغیانہ روش دیکھ کر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کر لیا اور بابر سے مدد مانگی۔ بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ وہ قلعہ بادشاہ کے امیروں کے حوالے کر دے گا۔ بابر نے رحیم داد اور شیخ گھورن کو تاتار خاں کی مدد کو بھیجا۔ ان امیروں نے تاتار خاں کو منکٹ رائے سے نجات دلائی بعد میں تاتار خاں نے بدعہدی کی اور شاہی امیروں کو قلعے میں آنے کی اجازت نہ دی۔

حضرت شیخ محمد غوث گوالیار کے مشہور بزرگ اور صاحب ارشاد تھے ان کے مریدوں کی بہت بڑی جماعت تھی انہوں نے رحیم داد کو پیغام بھیجا کہ وہ کسی طرح سے قلعے کے اندر آ جائیں۔ پھر تاتار خاں کا معاملہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔ رحیم خاں نے حضرت شیخ کے کہنے کے مطابق تاتار خاں کو کہلا بھیجا کہ شاہی فوج منکٹ رائے کے شبخون کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر اجازت مل جائے تو رحیم داد اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کے اندر آ کر پناہ لے لے اور لشکر قلعے کے باہر ہی رہے' رحیم داد اس کا تمام عمر احسان مند رہے گا۔ اگر اس کی درخواست قبول

besturdubooks.wordpress.com

تاتار خاں کے کہنے کے مطابق دربانوں کے پاس چھوڑ دیا تاکہ وہ رحیم داد کے خاص آدمیوں کو پہچان کر قلعے کے اندر لے آئے۔ تاتار خاں پر غرور کا نشہ سوار تھا اس رات وہ احتیاط اور ہوشیاری کو بھول کر نہایت غافل ہو کر سویا قلعے کے اکثر دربان جو حضرت شیخ گوالیاری کے مرید تھے' رحیم داد کے پیادہ سپاہیوں سے مل گئے اور بعض چند ضروری اشیاء لانے کا بہانہ کر کے اسی رات قلعے سے باہر چلے گئے اور اچھی خاصی تعداد میں سپاہیوں کو اندر لے آئے۔ صبح ہونے پر تاتار خاں پر حقیقت واضح ہو گئی اب اس کے لئے سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نہ تھا للذا وہ قلعہ حوالے کر کے آگرہ پہنچ گیا اور امراء کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ بادشاہ کی طرف سے بیس لاکھ تنکے انعام حاصل کیا۔

محمد زیتون بھی دھولپور سے آکر امراء کے گروہ میں داخل ہوا۔ حمید خاں سارنگ خاں' اور دوسرے افغان سرداروں نے حصار فیروزہ کے نواح میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ حسین تیمور سلطان اور ابو الفتح ترکمان نے حصار پہنچ کر ان باغیوں کو سزا دی۔

زہر خورانی کا واقعہ

خواجگی اسد عراق میں شاہ طہماسپ صفوی کے پاس کابل کا ایلچی ۹۳۳ھ میں سلیمان ترکمان کے ساتھ واپس لوٹا بہت سے سوغات ایران سے لایا ان میں دو کنواری کنیزیں بھی تھیں۔ بادشاہ کو ان کے ساتھ بیحد محبت ہو گئی۔ اس دوران میں بادشاہ ابراہیم کی ماں نے جو بہت اقتدار حاصل کر چکی تھی اور مقرب تھی۔ احمد چاشنی گیر اور دوسرے باورچیوں سے مل کر جو حقیقتاً بادشاہ ابراہیم کے ملازم تھے سازشیں کی۔ بادشاہ کے کھانے میں جو اس دن خشکہ اور خرگوش کے گوشت کے سالن پر مشتمل تھا زہر ملا دیا۔ کھانا کھاتے کھاتے بادشاہ کا دل کچھ دھڑکنے لگا چنانچہ بادشاہ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر بار بار قے کر کے زہر کو پیٹ سے خارج کیا اور اس مصیبت سے نجات پائی۔ واقعے کی تحقیقات کی گئی۔ چاشنی گیر اور باورچیوں نے سب کچھ بتا دیا۔ کھانے کا امتحان کیا گیا اس میں سے چند لقمے ایک کتے کو ڈالے گئے کھاتے ہی کتے کا سارا جسم پھول گیا۔ غریب ایک دن اور رات اپنی جگہ پر پڑا رہا۔ اس کے علاوہ وہ ملازموں نے بھی آزمائش کے طور پر تھوڑا کھانا کھایا تھا بڑی مشکل سے بیچاروں کی جان بچی بادشاہ کے حکم سے چاشنی گیر کی کھال کھینچی گئی دوسرے باورچی تہ تیغ کیے گئے۔ سلطان ابراہیم کی ماں کا گھر لوٹا گیا اور بیگم کو قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ بادشاہ نے سلطان ابراہیم کے لڑکے کو کامران مرزا کے پاس روانہ کیا اور اس طرح کچھ اطمینان ہوا۔

شاہزادہ ہمایوں جونپور پر قبضہ کرنے گیا ہوا تھا اس نے اپنا کام پورا کر کے شہر کو جنید برلاس کے سپرد کیا اور خود آگرہ کی طرف لوٹ آیا۔ جب شہزادہ کالپی پہنچا تو عالم خاں حاکم کالپی ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا پھر اس کے ساتھ آگرے پہنچا۔ عالم خاں بادشاہ کی عنایتوں سے سرفراز ہوا۔

رانا سانگا

رانا سانگا ہندوستان کے ہندو راجاؤں میں سب سے بڑا راجہ تھا۔ ہندوستان میں اسلامی فتوحات سے بہت پہلے سے حکومت اور امارت اس کے خاندان میں چلی آ رہی تھی یہ راجہ میوات کا حاکم تھا۔ دہلی اور اجمیر کے راجے جو سلطان قطب الدین ایبک کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے رانا سانگا کے قبیلے میں سے تھے۔ دو چار پشتوں کے بعد ان کا سلسلہ نسب آپس میں مل جاتا ہے۔ بابر کے حملے کے وقت تقریباً ایک لاکھ راجپوت رانا کے تابع تھے۔ اس کے علاوہ سلطان ابراہیم لودھی کے بہت سے امیر جو بابر کے مخالف تھے اور حلقہ اطاعت میں اب تک داخل نہیں ہوئے تھے رانا سانگا کے خیر خواہ تھے۔ محمود خاں سلطان سکندر کا بیٹا بھی دس ہزار سواروں کے ساتھ رانا سے مل گیا۔ مارواڑ کے تمام راجے پرم دیو' نرسنگی دیو' میدنی رائے' راجہ چندیری' راولدیو ولد واوسنگ' راجہ دونگر پور رائے چندربھان چوہان' مانک چند چوہان اور رائے دلیپ وغیرہ بھی پچاس یا ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر رانا سانگا سے آملے۔ حسن خاں میواتی بھی دس ہزار سواروں کے ساتھ رانا سانگا کی مدد کے لئے آپہنچا الغرض یہ تمام سردار دو لاکھ سواروں کا لشکر عظیم لے کر بابر سے جنگ کرنے اور ہندوستان کو مغلوں کی حکومت

besturdubooks.wordpress.com

سے بچانے کے لئے آگرہ روانہ ہوئے۔

بابر کی آگرہ سے روانگی

بابر کو بعض ہندوستانی امراء پر اعتماد نہ تھا اس لئے اس نے اس قسم کے امراء کو سرحدی شہروں کی فتح اور ان کے انتظامی امور کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ادھر ادھر روانہ کر دیا۔ اور خود اپنے مغل لشکریوں جنہیں وہ کابل سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اور چار ہندوستانی امیروں یعنی سلطان علاؤ الدین کے بیٹوں کمال خاں اور جلال خاں اور علی قرلی خاں اور بیانہ کے حاکم نظام خاں کے ساتھ آگرہ سے روانہ ہو گیا۔

جب بابر بیانہ کے مضافات میں کانوہ نامی قصبے میں پہنچا تو اس نے غیر مسلموں سے جنگ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ شہزادہ ہمایوں نے ابھی تک شراب کبھی نہ پی تھی' بابر نے اسے شاہی محفل میں طلب کیا۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے ایک جام بھر کر اسے دیا۔ بیانہ کے نواح میں فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ شاہی فوج کے دستے جو خبر رسانی کے لئے گئے ہوئے تھے زخمی ہو کر اور شکست کھا کر لوٹے۔ بیانہ کے قلعے کے رہنے والے بھی چار دیواری سے نکل کر جنگ و جدل میں شریک ہوئے اور دشمن کے ہاتھوں شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہو گئے۔ الغرض لوگ طرح طرح کے توہمات اور شک و شبہ میں مبتلا ہو کر سہم گئے۔ ہیبت خاں نیازی سنبھل کے علاقے کی طرف فرار ہو گیا۔

اس زمانے میں ایک بہت فاضل اور تجربہ کار منجم محمد شریف تھا۔ لوگ اس کی بیان کردہ پیشگوئیوں کا بہت اعتبار کرتے تھے اور اسی سبب سے چاروں طرف ایک خوف و ہراس سا پھیلا رہتا تھا اس نجومی کا یہ کہنا تھا کہ مریخ مغرب کی طرف سے طالع ہے اور کوئی بھی اس طرف سے حملہ آور ہو گا اسے اپنے مقابل کے ہاتھوں شکست ہو گی۔ بادشاہ نے اپنی مجلس مشاورت کی اور جنگ کے بارے میں مشورہ کرنے لگا۔ اکثر درباریوں نے یہ رائے دی کہ دشمن کی بڑھتی ہوئی قوت پوری طرح سامنے ہے بہتر یہی ہے کہ بادشاہ بڑے بڑے قلعوں کو امراء کے حوالے کر کے خود پنجاب کی طرف روانہ ہو اور وہاں غیبی امداد کا انتظار کرے۔

ترک بادہ نوشی

بابر نے یہ بات سنی اور پھر قدرے غور اور تامل کے بعد کہا "میری اس بزدلی اور کمزوری پر دنیائے اسلام کے فرماں روا مجھے کیا کہیں گے۔ یہ روشن ہے کہ سبھی یہی کہیں گے کہ میں نے محض جان کے خوف سے اتنے بڑے ملک کو اپنے ہاتھوں سے گنوا دیا۔ میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ درجہ شہادت حاصل کرنے کا خیال دل میں لے کر مردانگی اور بہادری کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہوں۔" اہل محفل نے بابر کی یہ بصیرت افروز تقریر سنی اور سبھی نے بالاتفاق جہاد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بادشاہ کی اس تقریر کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ سبھی نے اس کی رائے کو تسلیم کیا اور کہا شہادت سے بڑھ کر اور کون سی سعادت ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ اپنی مثال آپ ہے کہ مارا تو غازی مرے تو شہید۔ ہم سب حلفیہ وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی بھی میدان جنگ سے منہ نہ موڑیں گے۔" اس کے بعد امراء نے بادشاہ کے مزید اطمینان کے لئے باقاعدہ حلف اٹھایا۔ بابر نے کہ جسے شراب کے بغیر ایک لمحہ بھی گراں گزرتا تھا حالات کے اقتضاء کو سمجھتے ہوئے شراب نوشی اور دیگر مکروہات یہاں تک کہ داڑھی کترانے سے بھی توبہ کر لی اور ممالک محروسہ کے مسلمانوں کو تمغے عطا کیے اور اس سلسلے میں پوری سلطنت میں فرمان جاری کر دیا۔

جمادی الآخر کی ۹ تاریخ بروز سہ شنبہ جو نو روز کا دن تھا لشکر کی صفیں مرتب کی گئیں اور اہل روم کے طریقہ جنگ کے مطابق بارود کے ارابے لشکر کے آگے نصب کیے گئے۔ بابر دشمن کی طرف جو تین کوس کے فاصلے پر مقیم تھا' روانہ ہوا۔ ایک کوس کا سفر طے کرنے کے بعد بادشاہ نے اثنائے راہ میں قیام کیا۔ ملک قاسم اور بابا قشقہ مغل کی نگرانی میں چغتائی سورماؤں نے' جن کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے' دشمن کے جاسوس دستوں کو بڑی خوش اسلوبی سے مار بھگایا۔ جمادی الآخر کی ۱۳ تاریخ کو بابر نے اس مقام سے بھی کوچ کیا اور ایک

besturdubooks.wordpress.com

طرح لگائے بھی نہ تھے کہ دشمن کی فوج 'کیڑوں' مکوڑوں کی طرح' زبردست ہاتھیوں کو ساتھ لے کر سامنے کی طرف سے نمودار ہوئی۔

طرفین کا آمنا سامنا

اس موقع پر نجومی محمد شریف نے بادشاہ کو ایک بار پھر جنگ کرنے سے روکا اور اپنے دعوے کے دلائل پیش کیے' لیکن بابر نے اس کی کوئی بات نہ مانی اور اپنی فوج کی صفوں کو جو چوبیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی پانی پت کے معرکے کے انداز میں مرتب کرنے کا حکم دیا۔ جو غیر مسلم راجہ اور امراء بابر سے جنگ کرنے کے لئے آئے تھے ان میں سے ہر شخص ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے کے ہندوؤں کی جماعت کا سردار تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اپنی فوجیں مرتب کیں اور فوج کے میمنہ' میسرہ اور قلب کو ترتیب دے کر مرنے مارنے کے جذبات لیے ہوئے میدان جنگ میں اتر آئے۔

بابری لشکر کی ترتیب

مسلمانوں کی فوج کو مرتب کرنے کا کام نظام الدین علی خلیفہ کے سپرد کیا گیا۔ نظام الدین نے بڑی جان فشانی اور محنت سے یہ فریضہ انجام دیا اور یہ انتظام کیا کہ بادشاہ کا قیام قول (۴۱) میں ہو۔ قول کی داہنی طرف حسین تیمور سلطان' سلیمان شاہ' خواجہ دوست خازن' یونس علی بیگ' شاہ منصور برلاس' درویش محمد ساربان' عبد اللہ کتاب دار اور دوست بیگ کو متعین کیا گیا۔ قول کی بائیں طرف عالم خاں بن سلطان بہلول لودھی' شیخ زین صدر' محب علی' تردی بیگ شیر افگن۔ آرائش خاں' خواجہ حسن دیوان وغیرہ کو مقرر کیا۔ جرانغار (۴۲) کی نگرانی شہزادہ ہمایوں کے سپرد کی گئی۔ ہمایوں کی داہنی طرف شیخ قاسم حسین سلطان' احمد یوسف' ہندو بیگ' خسرو کو کلتاش ملک قاسم' بابا قشقہ مغل' قوام بیگ ولد شاہ ولی خازن' میرزا تبر علی' پیر قلی شیبانی' خواجہ پہلوان بدخشی' عبد الشکور' سلیمان آقا ایلچی عراق اور حسین خاں ایلچی سیستان کو مناسب مقام پر کھڑا کیا گیا۔ جرانغار کی بائیں طرف میر شاہ محمد کو کلتاش' خواجگی اسد سرجاندار خان خاناں ولد دولت خاں لودھی' ملک داؤد کرانی اور شیخ گھورن وغیرہ کو متعین کیا گیا۔

ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہوا جرانغار کی نگرانی سید خواجہ کے سپرد کی گئی اور سید خواجہ کے دائیں بائیں محمد سلطان میرزا' عادل سلطان' عبد العزیز امیر آخور' محمد علی خنگ خنگ' قتلق قدم' امیر خانچی میرزائی مغل' جان بیگ آتکہ' جلال خاں اور کمال خاں (بادشاہ علاؤ الدین کی یادگاریں) علی خاں شیخ زادہ قرلی اور نظام خاں بیانوی کو مقرر کیا گیا۔ تردی بیگ موض بیگ آتکہ اور رستم ترکمان' تینوں بہادروں کو ایک گروہ کے ساتھ تولقمہ (۴۳) جرانغار کا محافظ بنایا گیا اور لقمہ جرانغار بھی دیگر منصب داروں اور امراء کے سپرد کیا گیا۔ سلطان محمد بخشی لشکر' تواچیوں اور یساولوں (۴۴) کے ساتھ سلطانی احکامات سننے کے لئے بابر کے سامنے کھڑا ہوا۔

جنگ کا آغاز

ابھی دن کا ایک پہر اور دو گھڑیاں ہی گزری تھیں کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے معرکہ آرائی کے لئے آگے بڑھے۔ فریقین کی شان و شکوہ اور جاہ و حشمت سے زمین اور آسمان میں ایک ہلچل سی پڑ گئی۔ سب سے پہلے ہندوؤں نے بڑی شان سے مسلمانوں کے جرانغار پر چڑھائی کی اور خسرو کو کلتاش اور ملک قاسم پر حملہ آور ہوئے۔ بادشاہ کا حکم پاتے ہی حسین تیمور سلطان جرانغار کی مدد کے لئے آگے بڑھا اس نے ہندوؤں کو ان کے عقب لشکر تک پیچھے دھکیل دیا اور میدان اسی کے ہاتھ میں رہا۔

ہندوؤں کی شکست

اس کے بعد بابر نے مغلوں کے طریقے کے مطابق چاروں طرف سے لڑائی کی ابتدا کر دی جس طرف مدد کی ضرورت ہوتی' فوج کا زیادہ حصہ اسی طرف معروف کار ہو جاتا۔ استاد علی قلی رومی اور دیگر ہنرمندوں نے آتش بازی اور بارود کے آلات سے بھی خوب خوب کام لیا اور اپنی ہنرمندی کا مظاہرہ کیا۔ معرکہ کارزار تقریباً چار بجے دن تک جاری رہا۔ ہندی سپاہی بھی بڑی ثابت قدمی کے ساتھ مدد!!!

bestjurdubooks.wordpress.com

جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ دشمن کی ثابت قدمی اور استقلال کو دیکھ کر بابر نے اپنے قول لشکر کو ساتھ لے کر دشمن پر زبردست حملہ کیا ایک خونریز اور زبردست جنگ کے بعد ہندوؤں کو شکست ہوئی ان کا لشکر میدان جنگ سے منہ موڑنے لگا۔ حسین خاں میواتی جس کے باپ دادا دو سو برس سے حکمرانی کرتے چلے آ رہے تھے ایک نیزے کی ضرب سے جاں بحق ہوا۔ رائے راول دیو' چندربھان چوہان مانک چند چوہان اور کرم سنگھ راجپوت جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر عالی جاہ اور گردوں مرتبت امیر تھا' میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

دشمنوں کے سروں سے مینار کی تعمیر

رانا سانگا جو اپنی قوت اور غرور کے نشے میں بڑی شان دکھاتا ہوا میدان جنگ میں آیا تھا بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اس عظیم الشان اور یادگار فتح کے بعد سب لوگ بابر کو غازی کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ "فتح بادشاہ اسلام" سے اس تاریخی معرکے کی تاریخ نکالی گئی۔ بابر نے حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو لڑائی کا میدان واقع ہے وہاں دشمنوں کے سروں سے ایک مینار تعمیر کروایا جائے۔ بابر نے نجومی محمد شریف کو اس کی بیہودہ گوئی اور جھوٹی پیشین گوئی پر بے حد لعنت ملامت کی اور اسے ایک لاکھ تنگہ انعام میں دے کر اپنے مقبوضات سے شہربدر کر دیا۔

محمد علی خنگ' عبد المالک قورچی اور شیخ گھورن جو اپنی اپنی جاگیروں پر مقیم تھے انہوں نے آپس میں مل کر الیاس خاں کا مزاج درست کرنے کا فیصلہ کیا۔ میاں دوآب کی طرف روانہ ہوئے کہ جہاں اس نے علم سرکشی بلند کر رکھا تھا۔ ان امراء نے الیاس خاں کو مسل دیا اور میوات فتح کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ ماہر خاں ولد حسن خاں میواتی نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ وہ بادشاہ کی اطاعت گزاری کے دائرے میں داخل ہو جائے۔ لہذا اس نے شہر خالی کر دیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بابر نے میوات اور اس کے گرد و نواح کی حکومت حسین تیمور کے حوالے کی اور اسے میوات کی طرف روانہ کر دیا۔

سرکشوں کی سرکوبی

آگرے کی طرف واپسی کے وقت بابر نے شہزادہ ہمایوں کو کابل اور بدخشاں کے انتظام اور بلخ کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ محمد علی خنگ کو چندروار' رابری اور اٹاوہ کے باغیوں اور سرکشوں یعنی حسین خاں' دریا خاں اور قطب خاں کی سرزنش کے لئے مقرر کیا۔ حسین خاں تو جنگ کے بغیر ہی فرار ہو گیا اور دریائے جمنا کو پار کرتے وقت ڈوب گیا۔ دریا خاں جنگلوں کی طرف نکل گیا اور وہاں کی خاک چھاننے لگا۔ ببن افغان کی سرکوبی کے لئے محمد سلطان میرزا قنوج پہنچا' لیکن یہ باغی و سرکش افغان قنوج سے فرار ہو گیا۔

قلعہ ارک کی فتح

۹ ذی الحجہ ۹۳۳ھ میں بادشاہ سیر و شکار کے لئے کول اور سنبھل کی طرف روانہ ہوا ان علاقوں میں سیر و تفریح کرنے کے بعد واپس آیا۔ اس اثنا میں بابر کو بخار آنے لگا لیکن کچھ دنوں بعد وہ صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد بابر چندیری کی طرف روانہ ہوا تاکہ میدنی رائے کو تباہ و برباد کرے۔ میدنی رائے کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ دوسرے راجپوتوں کے ساتھ ایک کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمان فوج نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرے ہی روز قلعہ تسخیر کر لیا گیا اور تقریباً پانچ چھ ہزار راجپوتوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ہندوؤں کی ایک جماعت اپنے بیوی بچوں اور ہم قوموں کے ساتھ میدنی رائے کے مکان میں جو قلعے کے اندر واقع تھا پناہ گزین ہو گئی۔ ان ہندوؤں نے قلعے کا دروازہ بند کر لیا اس بناء پر لڑائی شروع ہو گئی۔ راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے تو ان میں سے ہر ایک نے قدیم دستور کے مطابق ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر اپنی گردن آپ ہی اڑا ڈالی۔ میدنی رائے کا حشر بھی یہی ہوا اور یوں ارک کے قلعے پر

besturdubooks.wordpress.com

میدنی رائے نے اپنے اقتدار کے زمانے میں چندیری' سارنگپور' رنتھنبور اور راسین کی مساجد کو اصطبلوں اور جانوروں کے رہنے کی جگہوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ نیز ان مقدس مقامات کو گوبر سے لیپ پوت دیا تھا بابر نے ان مساجد کو از سر نو بحال کیا۔ اور شیخ زین صدر نے ان عبادت گاہوں کو نجاست سے پاک کروایا۔ بابر نے ان مساجد میں موذن اور جاروب کش مقرر کیے اور ان کے اخراجات کے لئے وظائف عطا کیے۔ غرض اس طرح تمام مفتوحہ شہروں میں بابر نے اسلام کا بول بالا کیا۔ شیخ زین صدر نے اس تاریخی واقعے کی تاریخ "فتح دار الحرب" سے نکالی۔ بابر نے اس کو ذیل کے دو شعروں میں منظوم کر دیا۔

بود چندے مقام چندیری پر زکفار دوار حربی ضرب

فتح کردم بہ حرب قلعہ آں گشت تاریخ "فتح دار الحرب"

بابر نے چندیری کی حکومت اس کے قدیم وارث احمد شاہ بن محمد شاہ کے سپرد کی جو اس وقت بابر کے ساتھ تھا۔

شرقی افغانوں کی بغاوت کا خاتمہ

اسی زمانے میں بابر کو معلوم ہوا کہ شرقی افغانوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے امراء کے جس گروہ کو روانہ کیا گیا تھا وہ دشمن سے بلاضرورت جنگ کر کے شکست کھا چکا ہے۔ بابر یہ خبر سنتے ہی جلد از جلد قنوج کی طرف روانہ ہوا رابری کے مقام پر شکست خوردہ امراء بھی بادشاہ سے آ ملے۔ بابر دریائے گنگا کے کنارے پہنچا اور دریا پر تیس چالیس کشتیوں کا پل باندھا اور حسین تیمور سلطان اور دیگر امراء نے دریا پار کرنا شروع کر دیا۔ افغانوں نے جب دیکھا کہ اب ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے تو وہ بھاگ نکلے۔ حسین تیمور سلطان نے ان کا تعاقب کیا اور ملک سے باہر کر دیا۔ ان کے بال بچے بابر کے ہاتھ آئے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ گنگا کے قرب و جوار میں بابر شکار کھیل کر واپس آ گیا۔

بابر کا گوالیار جانا

بابر نے محمد زمان میرزا بن بدیع الزمان میرزا کو جو بلخ سے فرار ہو کر آگرہ آ گیا تھا حاکم اکبر آباد مقرر کیا اور خود ۵ محرم ۹۳۵ھ کو بڑے اطمینان کے ساتھ گوالیار روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس نے گوالیار کے قلعے' سنگی ہاتھی' بکرماجیت اور مان سنگھ کی تباہ شدہ اور ویران عمارتوں کی سیر کی جو قلعے کے اندر واقع تھیں۔ نیز باغ اور رحیم داد کے بنوائے ہوئے حوض کو دیکھا اس باغ میں بابر کو سرخ رنگ کے گلاب کا پھول' جو بہت ہی نایاب ہے' نظر آیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس پودے کی ایک شاخ آگرے میں بھی لگائی جائے۔ کیونکہ آگرے میں گلاب کا پھول شفتالو کے رنگ کا ہوتا تھا' یہ سرخ' آتشی رنگ کا پھول نظر نہیں آتا تھا۔ بابر نے گوالیار میں سلطان شمس الدین کی تعمیر کردہ مسجد کی زیارت بھی کی اور بار بار سلطان کی مغفرت کی دعا کی اس کے بعد وہ گوالیار سے لوٹ آیا۔

بیماری

"واقعات بابری" میں خود بابر نے یہ تحریر کیا ہے کہ ۲۳ صفر ۹۳۷ھ کو مجھے اپنے بدن میں ایسی حرارت محسوس ہوئی کہ میں نے نماز جمعہ مسجد میں بڑی مشکلوں سے ادا کی۔ اس کے تیسرے روز یعنی یک شنبہ کو مجھے سردی لگ کر بخار آ گیا۔ اس زمانے میں میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے رسالے "والدیہ" کو نظم کا لباس پہنا رہا تھا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر میری یہ خدمت حضرت شیخ کی بارگاہ میں سرفراز ہوئی تو مجھے اپنے موجودہ مرض سے ضرور نجات مل جائے گی بالکل اسی طرح جس طرح "قصیدہ بردہ" کے مصنف نے اپنی طویل نظم کی مقبولیت سے اپنے مرض سے شفا پائی۔ میں نے اس رسالے کو اسی وزن میں نظم کیا کہ جس میں حضرت مولانا جامی کا سبحہ ہے۔ یعنی بحر رمل مسدس مجنون میں(۴۵)"

besturdubooks.wordpress.com

صحت یابی اور جشن مسرت

میری فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ جب بھی کوئی مرض لاحق ہوتا ہے تو وہ تیس چالیس روز سے پہلے میرا پیچھا نہیں چھوڑتا' لیکن اس بار ایسا نہ ہوا اور میں آٹھویں ربیع الاول کو ہی صحت یاب ہو گیا۔ اور خداوند تعالے کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اس خوشی میں میں نے باغ ہشت بہشت میں ایک جشن مسرت منایا اور اس جشن میں آس پاس کے تمام ایلچی قزلباش اور ازبک اور ہندو شریک ہوئے۔ میں نے کشتی بھر بھر کر سونا اور چاندی ان لوگوں میں تقسیم کیے ان کے علاوہ دیگر حقداروں کو بھی اسی طرح فیضیاب کیا۔

مشہور کتاب "حبیب السیر" کے مصنف اخوند میر' مولانا شہاب الدین معمائی اور میرزا ابراہیم قانونی جو اپنے اپنے فن میں بے نظیر تھے وہ لوگ ہرات سے نئے نئے ہندوستان میں آئے تھے۔ انہوں نے بھی جشن مسرت میں شرکت کی بابر نے ان پر نوازشات کی بارش کرکے انہیں مالا مال کر دیا اور اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ بادشاہ کے علاوہ امراء اور سرداروں وغیرہ نے بھی خوب جی کھول کر خوشیوں کی مجلسیں منعقد کیں۔

اسی سال ملتان سے شہزادہ عسکری بابر کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ملک نصرت پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ ملک نصرت نے اپنا پیامبر بھیج کر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی۔ اسی سال یعنی ۹۳۵ھ میں احمد نگر کے حکمران برہان نظام شاہ بحری نے بابر کو اس کی گزشتہ اور حالیہ فتوحات اور کامیابیوں پر مبارک باد کا ایک عریضہ روانہ کیا۔ اسی سال بابر کو اطلاع ملی کہ سلطان سکندر لودھی کے بیٹے سلطان محمود نے بہار پر قبضہ کر لیا ہے نیز ملتان میں بلوچوں نے آپس میں اتحاد کرکے بغاوت و سرکشی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

بہار کو روانگی

بابر نے ملتان کی طرف جانے کا ارادہ تو چند دنوں کے لئے ملتوی کیا اور بہار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ کڑہ پہنچا تو جلال الدین شاہ شرقی نے بادشاہ کی خوب خاطر تواضع کی اور شاہی بارگاہ میں نذر پیش کرکے شاہی الطاف سے بہرہ ور ہوا۔ بابر نے محمد زمان میرزا کو بہار کی مہم سر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ محمد زمان میرزا جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سلطان محمود کے پاس جا پہنچا۔ سلطان محمود اپنے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔ کچھ دنوں بعد افغانوں نے بہار میں پھر ایک زبردست لشکر تیار کر لیا اور جنگ کی نیت سے دریائے گنگا کے کنارے پر جمع ہو گئے۔

افغانوں کا فرار

بابر نے شہزادہ عسکری کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ گزر یدی کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ دریا کو پار کرکے دشمن پر حملہ آور ہو سکے۔ بابر نے خود بھی دریا کو پار کرنے کا ارادہ کیا' سب سے پہلے حسین تیمور سلطان اور توختہ توغا خاں ساٹھ ستر سپاہیوں کو ساتھ لے کر گنگا کو پار کرکے دشمن کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ عالم دیکھ کر افغانوں کی ہمت جواب دے گئی ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے فرار ہی میں سلامتی دیکھی۔

حضرت شیخ یحییٰ کے مزار کی زیارت

نصرت شاہ نے بادشاہی اطاعت کے دائرے میں قدم رکھ کر اس علاقے کے افغانوں کی سرکشی کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اسی زمانے میں برسات کا موسم بھی آ گیا لہٰذا بابر نے افغانوں کے گروہ کی طرف بذات خود کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ اس علاقے کا تمام انتظام سلطان جنید برلاس کے حوالے کرکے آگرے کی طرف واپس ہوا۔ بابر جب منیر نامی قصبے میں پہنچا تو اس نے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے والد حضرت شیخ کے مزار کی زیارت کی اور وہاں خوب جی کھول کر خیرات کی اور کامیاب و کامران آگرہ پہنچا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان سعید کا بدخشاں پر حملہ

آگرہ پہنچ کر بابر نے بدخشاں سے شہزادہ ہمایوں کو بلایا- ہمایوں نے بدخشاں کی حکومت اپنے بھائی ہندال میرزا کے حوالے کی اور خود بابر کی خدمت میں حاضر ہوا- اسی اثناء میں آور کند کے حاکم سلطان سعید نے موقع پا کر بدخشاں کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا- سلطان سعید نے پہلے میرزا حیدر دوغلات کو روانہ کیا اور پھر خود بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا- ہندال میرزا نے اسی میں عافیت دیکھی کہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے- سلطان سعید نے قلعے کا محاصرہ کر لیا' لیکن اسے اپنی کوششوں میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی- اہل بدخشاں نے بھی جنہوں نے سلطان سعید کو حملہ کرنے کی دعوت دی تھی' اس کی کوئی مدد نہ کی اس صورت حال سے سعید بہت پریشان ہوا- اس نے غصے میں آ کر شہر میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا پھر اپنے وطن کو واپس روانہ ہو گیا-

سلطان میرزا کا امیر بدخشاں مقرر ہونا

سلطان سعید کی واپسی کی خبر ابھی آگرے پہنچی بھی نہ تھی کہ بابر نے بدخشاں کی حکومت میرزا خاں کے بیٹے میرزا سلیمان کے حوالے کر دی اور سلطان سعید کو لکھا- "مجھے معلوم نہیں کہ ایسی کونسی بات ہوئی کہ تم نے یوں مخالفت پر کمر باندھ لی ہے- ہم دونوں کے بہت سے پرانے اور نئے حقوق ایک دوسرے پر واجب ہیں اگر تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہندال بدخشاں کا حاکم ہو تو میں سلیمان میرزا کو' جو میرا اور تمہارا دونوں کا بیٹا ہے بدخشاں کا حاکم مقرر کرتا ہوں- مجھے پوری پوری توقع ہے کہ تم سلیمان میرزا کی ویسی ہی مدد کرو گے جو مجھے منظور ہے-" سلیمان میرزا جب بدخشاں پہنچا تو دشمن کا لشکر وہاں سے رخصت ہو چکا تھا اس لئے میدان خالی پا کر اس نے بغیر کسی رکاوٹ اور محنت کے بدخشاں کی حکومت کی عنان ہاتھ میں لے لی ہندال واپس ہندوستان آ گیا اس وقت سے اب تک بدخشاں کی حکومت سلیمان میرزا کی اولاد میں وراثتاً چلی آ رہی ہے ان لوگوں کے حالات کسی مناسب جگہ پر قلم بند کیے جائیں گے-

بابر کا انتقال

۹۳۶ھ میں رجب کے مہینے میں بابر بیمار پڑ گیا- اس کی یہ بیماری روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی علاج معالجہ کیا گیا کوئی اثر نہ ہوا- بلکہ اس کے برعکس مرض کو ترقی ہوتی چلی گئی آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ بابر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا- ان دنوں شہزادہ ہمایوں کالنجر کے قلعے کی تسخیر کے لئے گیا ہوا تھا- بادشاہ نے اسے واپس دار السلطنت میں بلایا اور اپنا جانشین مقرر کر دیا- ۵ جمادی الاول ۹۳۷ھ کو بابر نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کی وصیت کے مطابق لاش کابل روانہ کر دی گئی جہاں اسے حضرت محمد صلعم کی قدم گاہ میں دفن کر دیا گیا-

عادات و خصائل

"بہشت روزی باد" سے بابر کے سال وفات کے اعداد برآمد ہوتے ہیں- بابر بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور اس نے اڑتیس سال تک حکومت کی' جود و سخا اور انسانی ہمدردی اس کی طبیعت کی نمایاں خصوصیات تھیں' اس کے ملازموں نے کئی بار اس کے ساتھ بددیانتی اور بے وفائی سے کام لیا' یہاں تک کہ اس کی جان لینے تک سے دریغ نہ کیا لیکن اس انسان دوست حکمران نے ان پر غلبہ حاصل کرنے کے باوجود بھی ان سے کسی قسم کا انتقام نہ لیا بلکہ اس کے برعکس انعام و اعزاز سے سرفراز کیا- بابر حنفی المذہب اور مجتہد تھا- اس نے کبھی نماز ترک نہیں کی ہر جمعے کے روز وہ روزہ رکھتا تھا موسیقی' شاعری' املاء اور انشا وغیرہ علوم میں وہ مہارت تامہ رکھتا تھا- اس کے اپنے عہد حکومت کے واقعات ترکی زبان میں ایسی عمدگی اور شائستگی سے لکھے ہیں کہ اس زبان کے بڑے بڑے علماء نے اس کی استادی کو تسلیم کیا ہے- جلال الدین اکبر کے عہد میں بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں نے اس کتاب کا ترکی سے فارسی ترجمہ کیا جو آج تک مروج ہے-

شخصیت

بابر شکل و صورت اور ظاہری ہیئت کے لحاظ سے ایک دلکش اور خوب صورت شخصیت کا مالک تھا- خوش بیانی اور خندہ روئی نے اس

besturdubooks.wordpress.com

کے حسن میں بہت اضافہ کر دیا تھا۔ بابر ذہانت اور فطانت میں بھی اپنی مثال آپ تھا۔ جب شیخ زین صدر نے اس سے ملاقات کی تو بابر نے پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا "آج سے سات سال قبل میں چالیس سال کا تھا اس سے دو سال پہلے بھی میرے پاس چالیس (۴۰) تھے اور اس وقت بھی میں چالیس (۴۰) کا مالک ہوں۔" بابر نے فوراً شیخ زین صدر کا اصل مطلب سمجھ لیا اور اس کی بہت تعریف کی۔"

انصاف پسندی

بابر کی منصف مزاجی بھی اعلیٰ درجے کی تھی اس کے انصاف کا یہ حال تھا کہ ایک بار شہر اندجان میں ملک خطا کا ایک قافلہ آیا۔ اس قافلے پر بجلی گری اور سوائے دو افراد کے تمام اہل قافلہ لقمہ اجل ہو گئے۔ بابر کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے خدمتگاروں کو اس قافلے کے تمام مال و اسباب کو جمع کرنے کا حکم دیا اگرچہ اس وقت مال و اسباب کا کوئی وارث موجود نہ تھا' لیکن بابر نے تمام سامان اپنے پاس بڑی احتیاط سے رکھا۔ آس پاس کے علاقوں میں اپنے آدمی بھیج کر مرحومین کے وارثوں کو بلوایا۔ یہ وارث کامل دو سال کے بعد بابر کی خدمت میں حاضر ہوئے بابر نے تمام سامان جو اس کے پاس محفوظ تھا' ان کے حوالے کر دیا۔

عیش کوشی و حسن پرستی

بابر کی ساری زندگی اگرچہ میدان جنگ میں گزری اور اس کا بیشتر حصہ معرکہ آرائیوں ہی میں بسر ہوا' لیکن وہ عیش و عشرت سے مجتنب نہ رہا اس کی محفل میں پری چہرہ حسینوں کا ہجوم رہتا تھا۔ بابر نے کابل میں ایک جنت مثال مرغزار میں پتھر کا ایک حوض بنوایا تھا۔ اسے شراب ناب سے پر کروا دیا۔ وہ اس حوض کے کنارے' اپنے خوش مزاج اور ذی عقل دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر عیش و عشرت کی محفلیں منعقد کرتا تھا اس نے اپنا ایک شعر اس حوض پر کندہ کروایا تھا' جو یہ ہے۔

نو روز و نو بہار و مے دلبری خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

زمین کی پیمائش کرنے کی وہ طناب جس سے بادشاہ کے سفر اور شکار میں اس کے پیچھے پیچھے چل کر زمین کو ناپا جاتا ہے بابر کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ اس نے سو طنابوں کو ملا کر ایک طناب بنائی تھی۔ ہر طناب چالیس (۴۰) گز کی ہوتی تھی اور ہر گز نو (۹) مٹھی کا ہوتا تھا۔ بابر کے عہد حکومت سے قبل ہندوستان میں سکندری گز مروج تھا' لیکن بابر نے اسے مسترد قرار دے کر بابری گز کو متعارف کروایا۔ پھر سارے ملک میں اس کا رواج ہو گیا۔ بابری گز جہانگیر کے عہد حکومت کے ابتدائی زمانے تک مروج رہا۔

بابر کا نسب

اب چونکہ ہندوستان کی حکومت دست بہ دست ہوتی ہوئی مغلوں کے قبضے میں آ گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس جگہ بابر کے نسب کی بھی تھوڑی سی کیفیت درج کر لی جائے۔ چنگیز خاں بن بیسوکا بن بہادر کے چار بیٹے تھے۔ چنگیز نے اپنی زندگی ہی میں ان چاروں کے لیے امراء کے قبیلے اور ممالک مقرر کر کے چار الگ الگ قومیں بنا دی تھیں۔ اس نے ایک قانون' جسے ترکی میں "تورہ" کہتے ہیں وضع کیا تھا تاکہ اس کے بیٹوں کو ہدایت و رہنمائی ملتی رہے۔ ان چاروں بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) اوکتائی قاآن (۲) چغتائی خاں (۳) جوجی خاں (۴) تولی خاں۔

اوکتائی قاآن

اوکتائی قاآن ہرچند کہ چنگیز کا سب سے بڑا بیٹا نہ تھا لیکن اچھی عادتوں اور عدل پسندی کی وجہ سے اپنے بھائیوں میں سب سے ممتاز اور بہتر تھا۔ چنگیز کے حکم سے وہی باپ کا جانشین مقرر ہوا اور چنگیزیوں کے اصل وطن قراقرم اور کلوران میں حکمرانی کے فرائض انجام

besturdubooks.wordpress.com

چغتائی خاں

چغتائی خاں چنگیز خاں کا منجھلا بیٹا تھا وہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کی فرمانبرداری اور اطاعت پورے خلوص کے ساتھ کرتا رہا۔ اوکتائی قاآن بھی اپنے بڑے بھائی کا بہت خیال رکھتا تھا اور ہر طرح اس کا ادب اور احترام ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے بیٹے کیوک کو چغتائی خاں کا ملازم رکھوا دیا۔ چنگیز کے حکم کے مطابق چغتائی خاں کے حصہ میں ماوراء النہر' ترکستان' بلخ اور بدخشاں کی حکمرانی آئی۔ وہ بادشاہی رعب داب اور سیاسی معاملات نیز تورہ (چنگیز خاں کا وضع کردہ قانون) کے بارے میں معلومات رکھنے کے سلسلے میں اپنے تمام بھائیوں سے آگے تھا۔ امیر تیمور کا جد پنجم (۵) قراچار نویاں' چنگیز کے حسب الحکم چغتائی خاں کا امیر الامراء تھا'

چغتائی خاں کو سیر و شکار اور عیش و عشرت سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ لہٰذا وہ انہیں مشاغل میں کھویا رہتا اس لئے قراچار نویاں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں' امور سلطنت کو پورا کرنا ملکی ضروریات کا خیال رکھنا اور چغتائی قبیلے کی نگہداشت اور نگرانی کرنا اسی کے فرائض میں شامل تھی۔

جوجی خاں

جوجی خاں چنگیز کا سب سے بڑا بیٹا تھا وہ اپنے باپ کی ہدایت کے مطابق قپچاق' خوارزم خزر' بلغار' سقمین' آلان ماس' اوس اور شمالی حدود پر حکمرانی کرتا تھا۔ جوجی خاں اوکتائی قاآں اور چغتائی خاں اگرچہ ایک ہی ماں کے پیٹ سے تھے لیکن تینوں میں بڑی مخالفت تھی چغتائی اور اوکتائی' جوجی کے نسب پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔ ان کی ماں کا نام بوربیہ توچین تھا اور یہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی' جوجی نے اپنے باپ کی وفات سے چھ مہینے پہلے ۶۲۴ھ کے شروع میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

قپچاق کا ساتواں حکمران' اوزبک خاں اسی جوجی خاں کی نسل سے ہے۔ یہ بادشاہ بہت ہی عادل و منصف مزاج اور خدا پرست مسلمان تھا۔ ساری قوم اوزبک اسی نیک دل بادشاہ سے منسوب ہے اور اسی نے قپچاق کے صحرا میں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کی۔

تولی خاں

چنگیز خاں کا سب سے چھوٹا اور عزیز ترین بیٹا تولی خاں تھا۔ وہ اپنے سب بھائیوں میں سب سے زیادہ حق گو تھا اور حق پسند تھا۔ اوکتائی قاآن کے عہد حکومت میں ملک خطا کے ہنگامے میں ۶۲۸ھ میں وہ مارا گیا۔ تولی خاں کا ایک بیٹا قبلا قاآن ملک خطا کا بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے خان بالیغ نامی شہر آباد کیا اور ہندوستان کی مشہور بندرگاہ زیتون سے ایک بہت بڑی نہر نکالی یہ نہر چالیس روز کا راستہ طے کر کے خان بالیغ میں بہتی تھی۔ تولی خان کا دوسرا بیٹا ہلاکو خاں اپنے بھائی منکو قاآن کے حکم کے مطابق ایران کے سیاسی حالات کی طرف متوجہ ہوا۔

چنگیز خاں کے قبیلے کے اس قدر حالات جان لینے کے بعد یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ امیر تیمور کا سلسلہ نسب قراچار نویاں تک اس طرح پہنچتا ہے۔ امیر تیمور بن امیر طراغائی بن امیر برکل بن امیر انلنکیز بہادر بن آنچل نویاں بن قراچار نویاں ۔۔۔ قراچار نویاں کا سلسلہ نسب الانقوا تک اس طرح پہنچتا ہے۔ قراچار نویاں بن سوغوچی بن امیر ایجی برلاس بن ایردی برلاس بن قاجولی بہادر بن تومنائی خاں بن بائیسنقر خاں بن قیدو خاں بن توشین بن بوقائی بن بوزنجیر بن الانقو۔۔۔ الانقو کی ماں بہرام چوبینہ کی بیٹی تھی۔ بہرام چوبینہ یلدوز کا نواسہ تھا۔ یلدوز کا تعلق قوم برلاس سے تھا۔ جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے چنگیز خاں کا سلسلہ بھی بوزنجیر تک پہنچتا ہے۔ امیر تیمور کے چار بیٹے تھے (۱) میرزا جہانگیر جو باپ کی زندگی میں سمرقند میں فوت ہوا (۲) میرزا شاہرخ حاکم ہرات (۳) میرزا عمر شیخ حاکم اندجان (۴) میرزا میراں شاہ حاکم تخت ہلاکو خاں۔

تیمور کے ان چار بیٹوں کی وجہ سے چار مختلف تیموری خاندان قائم ہوئے۔ اور یہ چاروں بھائی اپنی موت کے وقت تک حکمرانی کرتے رہے۔ چنانچہ آج' جبکہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے' چوتھا خاندان میراں شاہیہ عنان حکومت سنبھالے ہوئے ہے۔ ہندوستان کابل' غزنی'

besturdubooks.wordpress.com

قندھار' غور اور بامیان میں اسی خاندان کی حکومت ہے۔

حوالہ جات

۱- حصار (شادماں) یہ جگہ سمرقند سے ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں ہے۔

۲- فرغانہ ترکستان کا مشرقی حصہ ہے۔

۳- گوگان یہ امیر لوگوں کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور مغلوں میں زیادہ تر شاہی دامادوں کو اس لقب سے یاد کیا جاتا تھا امیر تیمور نے جب امیر قزغن کی بیٹی سے شادی کی تو یہ لقب اسے ملا۔

۴- یہ لفظ اصل میں دوزکندیا دوز کنت ہے۔ یہ جگہ اندجان کے مشرق میں واقع ہے اور اب اس کے پہاڑوں کو' کوہستان فرغانہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۵- اخسی فرغانہ کا بہت مشہور شہر ہے۔ اندجان کی طرف واقع ہے۔

۶- صحیح نام ابراہیم سارو ہے۔

۷- صحیح نام ارانہ ہے۔ جو خجند اور زرفشاں (سمرقند) کے درمیان مشہور شہر تھا۔

۸- قشلاق اس چھاؤنی کو کہا جاتا ہے۔ جہاں سردی کا موسم گزارا جاتا ہے۔

۹- شیبانی خاں ازبک قوم کے مغلوں کا جو بحر ارال اور بحر خزر کے درمیان آباد ہو گئے تھے۔ ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے خوارزم' ماوراء النہر اور فرغانہ خراساں وغیرہ ملک فتح کر لیے تھے (ملاحظہ ہو شیبانی خاں از محمد رحیم دہلوی)

۱۰- یہ مقام خجند اور تاشقند کے درمیان واقع تھا۔

۱۱- یہ مقام فرغانہ کے جنوب میں واقع ہے۔

۱۲- وہ مقام جہاں امراء گرمی کا موسم گزارتے ہیں۔

۱۳- یہ نام غلط ہے۔ مرغیان ہونا چاہیے۔

۱۴- اوش ایک مشہور قصبہ ہے جو اندجان کے جنوب میں چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۵- بادورو فرغانہ کا کوئی قلعہ ہے جو اب لاپتہ ہے۔

۱۶- اس مقام کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کہاں واقع ہے۔

۱۷- کش' حصار اور چغانیاں' ماورالنہر کے تینوں مشہور شہر ہیں۔

۱۸- صحیح نام "سرو تاق" ہونا چاہیے' سرماق کتابت کی غلطی ہے۔

۱۹- یورت خاں سمرقند سے تین چار میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

۲۰- سمرقند کے جنوب مغرب میں تقریباً اسی میل کے فاصلے پر قرشی اور خضار (خزار) واقع ہیں۔

۲۱- فاروزن مرو سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ جدید نقشوں میں "کارش گن" کے نام سے ہے۔

۲۲- [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

۲۳- قشلاقات ہزارجات سے ہزارستان کے زیریں میدان مراد ہیں۔
۲۴- اویماقات' پہاڑی اضلاع کو کہتے ہیں۔
۲۵- مرغاب' افغانستان کے شمالی حصے خراسان میں ایک مشہور ندی اور قلعہ ہے۔
۲۶- فراہ' ہرات اور گرم سیر کے درمیان افغانستان کے مغربی علاقے کا نام ہے۔
۲۷- "یسادل" غلط ہے۔ شال یا شاول صحیح نام ہے جو کوئٹہ کا اصلی نام ہے۔
۲۸- سنگھار (سنگھڑ) ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ساٹھ ستر میل مغرب میں قندہار کے راستے پر واقع ہے۔
۲۹- قراش یا قراس غلط ہے۔ قرشی ہونا چاہیے۔
۳۰- غجدوان' سمرقند سے تقریباً دو سو میل شمال مغرب میں مشہور تاریخی قلعہ ہے۔
۳۱- "شاہرخی" امیر تیمور کے جانشین شاہرخ مرزا کا نقرئی سکہ ہے۔
۳۲- نکہ۔ کوکاتر کی زبان میں رضاعی بھائی کو کہتے ہیں۔
۳۳- قلعہ "پربالہ" دوآبہ سندھ ساگر میں واقع تھا۔
۳۴- سید پور' لہور کا پرگنہ یا تعلقہ تھا۔
۳۵- سلطان علاؤ الدین لودھی' سلطان سکندر لودھی کا بھائی تھا اور سلطان ابراہیم لودھی اپنے بھتیجے کے مقابلے میں حکومت ہند کا دعویدار تھا۔
۳۶- کلانور ضلع گورداسپور میں مشہور مقام ہے۔
۳۷- بیر سرور غلط ہے۔ پسرور ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔
۳۸- ملوٹ نام کا مشہور قلعہ ضلع ہوشیارپور تھا۔ جس کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اسی نام کا ایک پہاڑی قلعہ ضلع جہلم میں واقع ہے۔
۳۹- کئی مستند تاریخوں کے بموجب یہ لڑائی ۸ رجب یوم جمعہ کو ہوئی تھی' بابر کی فتح کا باعث یہ تھا کہ اگرچہ اس کی فوج دشمن کی فوج کے آٹھویں حصے سے کم تھی۔ مگر اس کے پاس سات سو چھوٹی توپیں تھیں۔
۴۰- سلطان سکندر لودھی کے زمانے ہی سے آگرہ پایہ تخت بن گیا تھا۔
۴۱- "قول" فوج کے اس حصے کو کہا جاتا ہے۔ جو لشکر کے درمیان میں متعین ہو۔
۴۲- "جرانغار" دائیں طرف کی فوج کو کہا جاتا ہے۔
۴۳- "تولقمہ" لشکر کے اس حصے کو کہتے ہیں جو میمنہ یا میسرہ کے ساتھ اس مقصد کے لئے رکھا جاتا ہے کہ جب حریف جنگ میں مصروف ہو تو اس پر ایک پہلو سے یا پیچھے کی طرف سے حملہ کیا جا سکے۔
۴۴- "تواچی" اور "یسادل" نقیبوں اور چوبداروں کو کہا جاتا ہے۔
۴۵- بحر رمل مسدس مجنوں کا وزن یہ ہے۔ "فاعلاتن فاعلاتن فاعلات۔"

besturdubooks.wordpress.com

نصیرالدین ہمایوں

ہمایوں کی تخت نشینی

نصیرالدین ہمایوں اعلیٰ طبیعت اور عمدہ اخلاق کا فرمانروا تھا اسے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے علاوہ علم ریاضی اور نجوم سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ ان علوم میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ اس نے عناصر اور آسمانوں کی مختلف صورتوں اور پردوں کے ساتھ کرہ ارض کا ایک نقشہ تیار کیا تھا۔ اس نقشے کے ہر حصے کو اس نے مناسب اور موزوں رنگوں سے رنگا تھا اور ہر آسمان کے ستاروں کو ان کی جگہ پر نصب کر دیا تھا۔ اسی طرح اس نے پورے ہفتے کے لئے سات محفلیں ترتیب دی تھیں۔ پہلی محفل میں جو چاند سے منسوب ہے' قاصدوں مسافروں اور پیغام بروں کا مجمع رہتا تھا۔ دوسری محفل عطارد سے منسوب تھی' اس میں مصنفین انشاپرداز اور اہل علم جمع رہتے تھے۔ اسی طرح سات رنگوں میں سے کسی ایک رنگ سے ہر محفل کو زینت بخشی جاتی تھی۔ اور ہر محفل میں حاضرین اسی محفل کے رنگ کے مطابق کپڑے پہن کر شریک محفل ہوتے تھے۔ بادشاہ کا دستور تھا کہ وہ ہر روز ایک محفل میں شرکت کرتا اور حاضرین سے گفتگو کرکے ان کی عزت افزائی کرتا اس بلند حوصلہ اور عالی ہمت بادشاہ کو ہم اپنی اس کتاب میں "جنت آشیانی" کے لقب سے یاد کریں گے۔ (۱)

الغرض بابر کی وفات کے بعد ہمایوں کے نام کا سکہ ملک میں جاری ہوا اور خطبہ پڑھا گیا۔ ہمایوں کا بھائی کامران مرزا بادشاہ کی پرسش احوال اور تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے بہانے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اس کا اصل مقصد پنجاب پر قبضہ کرنا تھا۔ ہمایوں کی صلح پسند طبیعت نے کامران کی اس بدنیتی کو بالکل نظرانداز کر دیا کامران' کابل اور قندھار کا حکمران تو پہلے ہی تھا۔ ہمایوں نے پنجاب' پشاور اور طغان کی حکومت کا فرمان حکمرانی بھی اس کے نام لکھ کر روانہ کر دیا۔ ہندال میرزا کو میوات کا اور عسکری میرزا کو سنبھل کا حکمران مقرر کیا گیا۔

قلعہ کالنجر پر حملہ

۹۱۸ھ میں ہمایوں نے کالنجر کے قلعے پر حملہ کرکے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسی زمانے میں سلطان سکندر لودھی کے بیٹے محمود خاں نے بن افغان کی مدد سے اور اشتراک سے جونپور پر قبضہ کر رکھا تھا اور اس کے اطراف میں غارت گری و تباہی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر ہمایوں نے کالنجر کے قلعے کا محاصرہ اٹھالیا اور راجہ کالنجر سے پیشکش وصول کرتا ہوا جونپور جا پہنچا۔ ہمایوں کے لشکر اور افغانوں کی فوج کے درمیان زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں افغانوں کو شکست ہوئی قدیم دستور کے مطابق ہمایوں نے یہاں کی حکومت جنید برلاس کے حوالے کی اور خود آگرہ واپس آ گیا۔

دار السلطنت میں واپس پہنچ کر ہمایوں نے ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد کیا۔ نظام الدین احمد بخشی کے بیان کے مطابق بارہ ہزار اشخاص کو مرصع اور جواہر نگار خلعت سے سرفراز کیا۔ جشن سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہمایوں نے ایک ایلچی شیر خاں کے پاس روانہ کیا اور اس سے چنار کا قلعہ واپس طلب کیا۔ شیر خاں نے قلعہ واپس دینے سے انکار کیا یہ جواب پاکر ہمایوں نے اس علاقے کا سفر اختیار کیا۔ اس زمانے میں بہادر شاہ گجراتی نے بڑے ہنگامے پیدا کر رکھے تھے اور اس علاقے میں چاروں طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ اس لئے ہمایوں نے یہی مناسب سمجھا کہ قلعہ چنار شیر خاں کے قبضے ہی میں رہنے دیا جائے۔ بادشاہ نے مناسب شرائط پر شیر خاں سے صلح کر لی اور آگرے کی طرف واپس ہوا۔ ابھی وہ آگرہ پہنچا بھی نہ تھا کہ شیر خاں [illegible] بادشاہ کا

besturdubooks.wordpress.com

ملازم تھا' لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی' اور چنار کی طرف فرار ہو گیا۔ اسی زمانے میں سلطان حسین مرزا کے نواسے محمد زمان میرزا نے چغتائی امراء سے مل کر ہمایوں کو تخت سے اتار کر خود بادشاہت کرنے کی سازش کی۔ ہمایوں کو اس سازش کی اطلاع مل گئی۔ اس نے اس مرتبہ محمد زمان کی غداری کو معاف کر دیا اور اس سے قرآن شریف کا حلف لے کر آئندہ اس قسم کی غداری نہ کرنے کا وعدہ لے کر اسے چھوڑ دیا' لیکن اس سیاہ کار کو ہنگامہ اور فتنہ و فساد پیدا کرنا اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ اس لیے محمد زمان کی فتنہ پرداز طبیعت نے اصلاح کو پسند نہ کیا اور تخریبی کاروائیاں شروع کر دیں۔ ہمایوں نے اس مرتبہ محمد زمان کو گرفتار کر کے یادگار بیگ چغتائی کے حوالے کر دیا اور اسے حکم دیا کہ محمد زمان کو قلعہ بیانہ میں قید کر دیا جائے۔

محمد سلطان اور نخوت سلطان دونوں سلطان حسین مرزا کے نواسے تھے۔ یہ دونوں نامی گرامی امیر اور مغل شہزادے تھے چونکہ انہوں نے محمد زمان کا ساتھ دیا تھا اور سازش میں اس کے شریک رہے تھے۔ اس لئے ان دونوں کی آنکھوں میں سلائی پھیر دینے کا حکم صادر ہوا۔ جس شخص کو اس کام پر مقرر کیا گیا تھا اس نے نخوت سلطان کو تو اندھا کر دیا' لیکن محمد سلطان کو اس نے کچھ نہ کہا۔ محمد زمان میرزا قلعہ بیانہ کے ملازمین کے ساتھ سازش کر کے قلعے سے نکل گیا اور گجرات کی طرف چلا گیا۔ محمد سلطان جو بناوٹی اندھا بنا ہوا تھا اس نے بھی قلعے والوں کے ایک گروہ کے ساتھ سازباز کر لی اور اپنے بیٹوں الغ میرزا اور شاہ میرزا کو ساتھ لے کر قنوج کی طرف بھاگ نکلا۔ محمد سلطان میرزا نے قنوج کے ایک چھوٹے سے حصے پر قبضہ کر لیا اور تقریباً پانچ چھ ہزار مغل اور راجپوت سپاہیوں کا سردار بن گیا۔ ہمایوں نے پہلے تو اپنا ایک آدمی بہادر شاہ کے پاس بھیجا اور محمد زمان میرزا کو طلب کیا۔ بہادر شاہ نے شاہی حکم کو بجا لانے کی بجائے غرور کے نشے میں سرشار ہو کر ایسی باتیں کیں جن سے بادشاہ کی بے ادبی و توہین ہوتی تھی۔ ہمایوں نے ایسے بے ادب کو سزا دینا ضروری خیال کیا اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

بہادر شاہ کی ہنگامہ خیزی

اسی زمانے میں بہادر شاہ نے چتوڑ کے قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ حصار کا حاکم رانا بکرماجیت سے مدد کا خواہاں ہو کر اس کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ ہمایوں رانا کی مدد اور بہادر شاہ کی سرزنش کے لئے دہلی سے روانہ ہو گیا۔ جب وہ گوالیار پہنچا تو وہاں کچھ ایسے امور پیش آئے کہ اسے دو ہفتے تک گوالیار میں ٹھہر کر واپس آنا پڑا۔ رانا بکرماجیت جب ہمایوں کی مدد سے مایوس ہو گیا تو اس نے بہت سے تحفے تحائف اور تاج مرصع بہادر شاہ کو نذر کر کے قلعے کو محاصرے سے بچایا۔ شہر مندو اور چتوڑ کو فتح کرنے کے بعد بہادر شاہ اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی خیال کرنے اور محمد زمان میرزا کی عزت بھی بہت کرنے لگا۔ بہادر شاہ نے اپنی حکمت عملی سے سکندر لودھی کے بیٹے علاؤ الدین کی بھی بہت ہمت افزائی کی اور اسے دہلی فتح کرنے کے خواب دکھائے۔

ہمایوں نے تاتار خاں ولد علاؤ الدین کو چالیس ہزار افغانوں کا سردار بنا کر ان ممالک کو فتح اور تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا۔ کچھ ہی دنوں میں بیانہ فتح کر لیا گیا اور اس شہر سے لے کر آگرہ تک سارا علاقہ افغانوں کے قبضے میں آ گیا۔ ہمایوں نے مغل امراء کی ایک جماعت کے ساتھ میرزا ہندال کو تاتار خاں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ مغل فوج کی آمد کی خبر سن کر دشمن کے لشکر کے بیشتر سپاہی تتر بتر ہو گئے۔ تاتار خاں کے لئے سوائے معرکہ آرائی کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا لہٰذا وہ مجبوراً دس ہزار لشکریوں کے ساتھ میرزا ہندال کے مقابلے پر آیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی ہندال کو فتح ہوئی اور تاتار خاں میدان جنگ میں تین سو افغانوں کے ساتھ کام آیا۔ ہندال میرزا نے موقع پا کر بیانہ کو بھی فتح کر لیا اور کامیاب و کامران واپس آیا۔

چتوڑ کی فتح کا ارادہ

۹۴۰ھ میں بہادر شاہ نے دوبارہ چتوڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے لشکر کو اس مقصد کے لئے روانہ کیا۔ ہمایوں نے احتیاطی تدابیر کے

besturdubooks.wordpress.com

پیش نظر دریائے جمنا کے کنارے ایک نہایت ہی مضبوط اور مستحکم قلعہ تعمیر کروایا اور اسے "دین پناہ" کے نام سے موسوم کیا۔ اس قلعے کی تکمیل کے بعد ہمایوں نے اپنے معتمد امراء کو حاکم مقرر کیا اور خود سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا۔ سارنگ پور بہادر شاہ گجراتی کے مقبوضات کا ایک حصہ تھا۔ ہمایوں نے ذیل کے دو اشعار منظوم کرکے بہادر شاہ کے پاس بھیجے۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتوڑ کافراں راچہ طور می گیری
بادشاہ ہے رسید برسر تو تونشستہ چتوڑ می گیری

بہادر شاہ نے بھی اسی انداز اور اسی لہجے میں جواب منظوم دیا۔

منکہ ہتم غنیم شہر چتوڑ کافراں را بجور می گیرم
ہر کہ بکند حمایت چتوڑ توبہ بیں کش چہ طور می گیرم

کہا جاتا ہے کہ بہادر شاہ نے یہ درشت جواب ہمایوں کو بھیجنے کے بعد اپنے اراکین حکومت سے لڑائی کے متعلق مشورہ کیا اکثر امراء نے یہ مشورہ دیا کہ ہمایوں ایک بہت بڑا فرماں روا ہے پہلے اس سے فراغت حاصل کرلی جائے تو بہتر ہوگا۔ چتوڑ کو بعد میں دیکھا جائے لیکن بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ہمایوں بڑا مذہبی اور پابند شریعت انسان ہے وہ کافروں کی طرفداری کرنے کی بدنامی کبھی نہ لے گا اور غیر مسلموں کا ساتھ دے کر ہمارے مقابلے پر نہ آئے گا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ پہلے کافروں کے ساتھ معرکہ آرائی کی جائے اور جس قلعے کا محاصرہ ہم ایک عرصے سے کیے ہوئے ہیں اس کو جلد از جلد فتح کیا جائے۔ اس کو فتح کرنے کے بعد ہی کسی دوسرے کام میں ہاتھ ڈالنا مناسب ہوگا۔ بہادر شاہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اہل قلعہ پر محاصرے کی سختیاں پہلے سے کہیں زیادہ کردیں۔ ہمایوں کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے سارنگ پور میں بہادر شاہ کے قلعے کو فتح کرنے تک توقف کیا۔

بہادر شاہ اور ہمایوں میں جنگ

بہادر شاہ کے برے دن آچکے تھے اس نے کسی طرح بھی اپنے کو جھکنے پر آمادہ نہ کیا اور ہمایوں جیسے عظیم المرتبت بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ۹۴۱ھ میں اس نے ہمایوں کے لشکر کی طرف رخ کیا اور اپنے آپ کو متعدد مشکلات اور مصائب میں گرفتار کیا۔ ہمایوں بہادر شاہ پر ہر طرح کے احسانات کرچکا تھا اسے بہادر شاہ کی طرف سے ایسی بے مروتی اور احسان ناشناسی کا گمان بھی نہ تھا۔ ہمایوں کو بہت غصہ آیا وہ اس بے وفا بہادر شاہ کی سرزنش کے لئے آگے بڑھا۔ مندرسور کے نواحی علاقے میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ بہادر شاہ نے ایک بہت بڑا توپ خانہ جمع کرلیا تھا اس نے اپنے توپ خانہ کے سردار رومی خاں کی مدد سے اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوا کر اس میں بارود بھر دیا تھا۔ بہادر شاہ اپنی اس قوت پر بے حد نازاں تھا دو مہینے تک ہر روز چغتائی لشکر سے کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ بہادر شاہ یہ چاہتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح چغتائی فوج کو اپنے توپ خانے کی زد پر لاکر تباہ و برباد کردے۔ ہمایوں بہادر شاہ کے اس ارادے سے پوری طرح باخبر تھا اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ توپ خانوں کے سامنے نہ جائیں۔

اس کے علاوہ ہمایوں نے پانچ چھ ہزار تیر انداز سپاہیوں کو گجرات کے آس پاس کے علاقوں میں تباہی و بربادی پر متعین کر رکھا تھا۔ یہ لوگ بہادر شاہ کی فوج تک غلہ اور چارہ وغیرہ نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہادر شاہ کے لشکر میں زبردست قحط پڑ گیا گھوڑے' اونٹ' ہاتھی اور انسان' غرض سبھی بھوک کی وجہ سے مرنے لگے۔ بہادر شاہ پر پوری طرح ظاہر ہوگیا کہ اس جگہ زیادہ دیر ٹھہرنا اب موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ایک رات پانچ سو آدمیوں کے ساتھ بہادر شاہ ہمایوں بادشاہ کے خیمے کے پیچھے سے ہو کر شاہ آباد اور مندو کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے ساتھ برہان پور کا حاکم مبارک شاہ فاروقی اور مالوہ کا حاکم قادر شاہ بھی تھا۔ جب گجراتی لشکر کو

besturdubooks.wordpress.com

پیچھا کیا۔ جو بھی گجراتی سپاہی ملا چغتائی تلوار سے بچ نہ سکا۔ بہادر شاہ نے قلعہ مندو میں پناہ لی۔ ہمایوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور ایک عرصے تک محاصرہ جاری رکھا۔ ہمایوں نے مورچل تقسیم کر کے محاصرے کی تنظیم کی کچھ دنوں کے بعد تین سو مغل ایک رات قلعے کی دیواروں پر چڑھ گئے گجراتیوں پر مغلوں کا خوف اس طرح چھایا ہوا تھا کہ بغیر یہ جانے ہوئے کہ کتنے مغل سپاہی قلعے میں داخل ہوئے ہیں۔ گجراتی ان کی صورت دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہادر شاہ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا اور بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر خود بھی بھاگ نکلا۔ پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ جاپانیر جو گجرات کا دار الخلافہ تھا کا رخ کیا۔ صدر جہاں بادشاہ کا امیر الامراء اور اپنے وقت کا فاضل اثنائے تعاقب میں زخمی ہو چکا تھا اس لئے وہ بھاگ نہ سکا اور حصار سے باہر نکل کر قلعہ بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ ہمایوں تعاقب کے دوران میں اس فاضل امیر کی شجاعت اور بہادری دیکھ چکا تھا۔ بادشاہ نے صدر جہاں کو اپنے خاص مقربوں میں شامل کر کے اسے نوازا۔

گجراتیوں پر حملہ

صدر جہاں کا بیان ہے کہ جس وقت ہمایوں بہادر شاہ کا تعاقب کر رہا تھا اور سیلاب کی طرح بڑھتا جا رہا تھا اسے بہادر شاہ کی فوج نظر آئی۔ ہمایوں نے اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ گجراتیوں پر حملہ کر دیا۔ صدر جہاں نے بہادر شاہ کی ڈھال بن کر ایسی ہمت اور استقلال سے کام لیا کہ اس کا آقا صحیح و سلامت میدان جنگ سے بچ کر نکلا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس مقابلے میں ہمایوں نے خود بھی صدر جہاں سے مقابلہ کیا اور اسے زخمی کر کے سامنے سے بھگا دیا۔

بہادر شاہ کا تعاقب

ہمایوں نے مندو کے بلند قلعے کو اپنے ساتھیوں کے سپرد کیا اور تیسرے دن بہادر شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بہادر شاہ جس قدر مال و دولت جاپانیر سے لا سکا محمد آباد کے قلعے میں لے آیا۔ پھر وہاں سے احمد آباد کی طرف بھاگ نکلا۔ بادشاہ نے جاپانیر کو تاخت و تاراج کر کے قلعہ محمد آباد کا محاصرہ خواجہ برلاس کے سپرد کیا پھر احمد آباد کا رخ کیا۔ بہادر شاہ ہمایوں کے تعاقب کی خبر سن کر کچھایت پہنچ گیا' بادشاہ نے بھی ادھر کا رخ کیا۔

بہادر شاہ یہ خبریں سن کر بے حد مضطرب ہوا اور جزیرہ دیو میں جا کر پناہ لی ہمایوں نے بھی اپنا رخ بدل لیا۔ جس دن بہادر شاہ فرار ہوا اسی دن کمبایت جا پہنچا۔ وہاں دو دن قیام کیا۔ وہاں سے یہ معلوم کر کے کہ گجراتیوں کا سب مال و دولت اور خزانہ قلعہ جاپانیر میں ہے پھر اسی طرف رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے کے گجراتی حاکم اختیار خاں نے بڑی ہوشیاری سے حفاظت کی اور دشمن کا مقابلہ کیا۔ باوجود اس کے کہ قلعے میں اس قدر سامان تھا کہ برسوں کے لئے کافی ہوتا پھر بھی قلعے کے ایک طرف سے جنگل کے راستے گرد و نواح کے زمینداروں کی مدد سے روغن' غلہ اور چارہ طنابوں کے ذریعے قلعے میں منگواتا رہا۔ ایک دن ہمایوں قلعے کے گرد پھر رہا تھا کہ ایک جماعت نظر آئی جو جنگل سے قلعے کی طرف آ رہی تھی' یہ لوگ فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور جنگل میں روپوش ہو گئے۔ بادشاہ نے سپاہیوں کو ان کی تلاش میں روانہ کیا۔ سپاہی چند آدمیوں کو گرفتار کر لائے قلعہ دار کا راز فاش ہو گیا۔ بادشاہ نے بذات خود اس مقام کو دیکھا جہاں سے غلہ قلعے کے اندر کھینچا جاتا تھا۔ ہمایوں اس مقام کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد خوب سوچ سمجھ کر لشکر کو واپس لے آیا۔

قلعے پر قبضہ

بادشاہ نے بیشمار فولادی میخیں تیار کرائیں۔ مہینے کی چودھویں رات کو قلعے پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ خود تین سو سواروں کے ساتھ اس جگہ پر گیا۔ فولادی میخیں پہاڑ میں مضبوطی سے گڑوائیں اہل قلعہ اس طرف سے بالکل مطمئن تھے۔ ہمایوں کی تدبیروں سے قطعاً آگاہ نہ ہو سکے جب سب کچھ مکمل ہو گیا تو سب سے پہلے انتالیس آدمی جن میں سب سے آخری جانباز بیرم خاں تھا قلعے کے اوپر چڑھے اس کے بعد بادشاہ بھی سوار ہوا۔ صبح تک تین سو سوار قلعے کے اوپر پہنچ چکے تھے۔ ان سواروں کے قلعے پر پہنچتے ہی فوج نے ہر طرف سے حملہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ہمایوں کی فطری بہادری کی مثال مشکل سے دوسرے فرمانرواؤں کے کارناموں میں ملتی ہے۔ بہ آواز بلند تکبیر کہی اور قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ ایسے مضبوط اور سربفلک قلعے کو آسانی کے ساتھ دیکھتے ہی دیکھتے فتح کر لیا اور یہ فتح ایک یادگار بن گئی۔ اختیار خاں اور اس کے متعلقین کو چھوڑ کر جو قلعہ ارک موسوم بہ مویسہ میں آ گئے تھے باقی سب اہل قلعہ قتل ہو گئے۔ اختیار خاں بھی ہمت ہار بیٹھا جان کی امان مانگ کر قلعے سے باہر آیا۔ اختیار خاں گجراتیوں میں علم و فضل کی وجہ سے ممتاز تھا لہٰذا ہمایوں نے اس کی سرپرستی کی اور اپنے خاص حلقے میں شامل کر لیا۔ گجرات کے شاہوں کا خزانہ جو کئی سالوں سے جمع تھا چغتائیوں کے قبضے میں آ گیا۔ تمام رومی، فرنگی، خطائی اور ہندی کپڑے اور مال و دولت جو خزانہ میں اکٹھا تھا، لوٹا گیا۔ بہادر شاہ بندر دیو میں پہنچا اس نے چنگیز خاں مقتول کے باپ عماد الملک چرکس کو مالیہ اور دوسرے محصول وصول کرنے کے لئے اور لشکر جمع کرنے کو احمد آباد روانہ کیا۔ عماد الملک نے کچھ قیام کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں پچاس ہزار سپاہی اکٹھے کر لیے، مالگزاری بھی وصول کرنا شروع کی۔ دن بدن قوت میں اضافہ ہونے لگا۔

احمد آباد پر قبضہ

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمایوں نے قلعہ چاپانیر اور گرد و نواح کا انتظام تردی بیگ مغل کے سپرد کیا۔ اور خود احمد آباد روانہ ہو گیا۔ قلعہ محمود آباد کے گرد و نواح میں چغتائی لشکر کے مقدمۃ الجیش مرزا عسکری اور عماد الملک میں آمنا سامنا ہوا۔ عماد الملک کو شکست ہوئی۔ بادشاہ احمد آباد جیسے خوبصورت شہر میں داخل ہوا۔ احمد آباد کی حکومت مرزا عسکری کو عطا کی۔ گجرات کو امیروں کی جاگیر میں تقسیم کیا۔

برہان پور کو روانگی

گجرات کے بعد ہمایوں برہان پور فتح کرنے کے لئے آگے روانہ ہوا۔ برہان نظام شاہ اور عماد شاہ وغیرہ دکن کے حاکموں نے پریشان ہو کر بادشاہ کے حضور میں عریضے روانہ کیے اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ان کا علاقہ چغتائی سواروں کی آماجگاہ نہ بنے۔ ان حاکموں کے عریضے ابھی پہنچے بھی نہ تھے کہ شیر شاہ کی بغاوت کی خبریں ملیں۔ بادشاہ برہان پور کے قریب پہنچا اس علاقے پر قبضہ کر لیا اسی دوران میں "حبیب السیر" کتاب کا مولف جو بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ اسہال کی وجہ سے انتقال کر گیا اس کی وصیت کے مطابق لاش دہلی لائی گئی اور حضرت نظام الدین محبوب الٰہی اور حضرت امیر خسرو کے قریب دفن کی گئی۔

عماد الملک اور دوسرے امیروں نے دوسری مرتبہ لشکر تیار کیا اور پھر احمد آباد روانہ ہوئے۔ یادگار ناصر مرزا پٹن کا حاکم اور قاسم حسین سلطان حاکم بھروچ کھہ اور قوم کے سلاطین میں سے تھے۔ یہ دشمن کے غلبے کی وجہ سے تنگ آ کر عسکری مرزا کے پاس آ گئے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات عسکری مرزا شراب کے نشے میں مست تھا اس نے اسی حالت میں یہ جملہ کہہ دیا کہ "ہم بادشاہ ظل اللہ ہیں" مہدی قاسم خاں کے بھائی غضنفر میرزا کے کوکہ نے آہستہ سے کہا کہ ہاں مگر خود نہیں ہو" حاضرین اس جملے پر ہنس پڑے۔ میرزا نے اپنے جلیسوں کو ہنستے دیکھ کر غضنفر کوکہ کو نظربند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد کوکہ رہائی حاصل کر کے بادشاہ کے پاس جزیرہ دیو چلا گیا۔ اس نے بہادر شاہ کو احمد آباد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور بتایا کہ میں مغلوں سے واقف ہوں وہ مشورے کر رہے ہیں اور طے کر لیا ہے کہ دشمن کا حملہ ہوتے ہی شہر سے بھاگ جائیں گے اب وہ صرف بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ تم مجھے قید میں رکھو اور مغلوں پر حملہ کر دو اگر وہ میری بات کے مطابق فرار ہونے کی بجائے مقابلے میں آ گئے تو تم مجھے سزا دینا۔"

بہادر شاہ نے سورت کے زمینداروں سے مل کر اچھی خاصی جمعیت تیار کر لی پھر احمد آباد کا رخ کیا۔ اسی زمانے میں امیر ہندو بیگ نے میرزا عسکری سے کہا کہ ملک میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کرو اور خود مختاری کا اعلان کر دو۔ تمام فوجی جو کسی نہ کسی کرم اور نوازش کے امیدوار ہیں اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ گو یہ بات میرزا عسکری کے دل کو بھائی لیکن اس وقت میرزا نے پسند نہ کیا بلکہ مشیر کو برا بھلا

besturdubooks.wordpress.com

سے میرزا کے لشکر میں ایک توپ چل گئی جس کی وجہ سے بہادر شاہ کی بارگاہ سرنگوں ہو گئی۔ بہادر شاہ کو بہت غصہ آیا اس نے غضنفر کو کہ کو سزا دینے کے لئے سامنے طلب کیا۔ غضنفر نے التجا کی کہ صف آرائی تک میری جان بخشی کی جائے مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرزا آج ہی رات یہاں سے فرار ہو جائے گا۔ رات کی تاریکی اچھی طرح چھا گئی میرزا نے قلعہ جاپانیر کا اس ارادے سے رخ کیا تاکہ وہاں کے شاہی خزانے پر قبضہ کر کے گجرات میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر سکے۔ گجرات کے سابق حاکم بہادر شاہ نے دو تین روز تک عسکری میرزا کا تعاقب کیا اور پھر واپس لوٹ آیا۔ اس کے بھتیجے تردی بیگ کو عسکری میرزا کے ارادوں کا پتہ چلا۔ تردی بیگ نے عسکری میرزا کے مقابلے کر کے اس کو اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ عسکری میرزا مایوس ہو کر آگرہ روانہ ہوا اور سامان جنگ و لشکر فراہم کرنے لگا۔

ہمایوں نے اس خیال کے تحت کہ عسکری میرزا آگرہ پہنچ کر بڑا فتنہ نہ کھڑا کر دے۔ مندو کے انتظام سے دستبردار ہو کر آگرہ کا رخ کیا۔

عسکری میرزا نے جب دیکھا کہ بادشاہ ادھر ہی آ رہا ہے تو وہ اپنی نفسانی لغزشوں اور شیطانی منصوبوں پر نادم ہو کر یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین سلطان و دیگر امراء کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کی کہ وہ گجرات کا انتظام کرنے سے قاصر رہا اس لئے جان بچا کر آگرہ چلا آیا۔ ہمایوں نے چشم پوشی کرتے ہوئے کچھ نہ کہا۔ تردی بیگ نے بہادر شاہ سے صلح کر لی اور جاپانیر کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔ پھر خود بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ مالوہ اور گجرات کے علاقہ جات جو ہزار دقتوں اور پریشانیوں کے بعد قبضے میں آئے تھے ہاتھ سے جاتے رہے۔ سلطان کی عظمت میں بھی فرق آگیا۔ ان ایام میں افیون کے زیادہ استعمال کی وجہ سے بادشاہ کی خلوت نشینی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور دربار میں بیٹھنا کم ہو گیا بادشاہ کو اس حالت میں دیکھ کر تاک میں لگے ہوئے دشمنوں نے سر اٹھایا اس دوران میں سلطان جنید برلاس حاکم جونپور نے انتقال کیا یہ مقتدر امیر تھا۔ تمام مشرق کے افغانوں کو تلوار سے اور حسن تدبیر سے جیسا موقع ہوتا دبا دیتا۔ جنید برلاس نے ۹۴۳ھ میں رحلت کی۔

شیر خاں

شیر خاں نے (جو شرقی افغانوں کا سرغنہ تھا) بڑی شان و شوکت پیدا کر لی اور بے حد شوخیاں کرنے لگا۔ ہمایوں نے اس کی تنبیہہ کے لئے خود سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۸ صفر ۹۴۴ھ میں اس نے جون پور کا رخ کیا ان دنوں شیر خاں بنگال گیا ہوا تھا۔ ہمایوں نے چنار کے قلعے کے پاس قیام کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ غازی خاں سور' قلعے کے ضابطہ دار نے بادشاہ کی مدافعت کی پورے چھ مہینے تک محاصرہ جاری رہا بہت سے سپاہی مارے گئے۔ ہمایوں نے رومی خاں کو منتخب کر کے چنار کی مہم اس کے سپرد کی۔ رومی خاں بہادر شاہ گجراتی سے جدا ہو کر ہمایوں کی خدمت میں آیا تھا اس نے قلعہ کی اطراف کا معائنہ کیا۔ معلوم ہوا کہ تین اطراف سے قلعہ خشکی سے گھرا ہوا ہے۔ ان ہی اطراف سے یہ اس قدر زیادہ مضبوط ہے کہ مقصد کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ چوتھی سمت دریائے گنگا کا ساحل تھا۔ رومی خاں نے اس سمت کو پسند کیا ایک بڑی کشتی بنوائی اس پر سرکوب اٹھانا شروع کیا۔ جب یہ کشتی بوجھ نہ اٹھا سکی تو اس کے ادھر ادھر اور دوسری کشتیاں باندھ دیں اور سرکوب کو اور زیادہ بلند کیا جب بوجھ زیادہ ہوا تو اسی طرح دوسری کشتیوں کا اضافہ کرتا گیا یہاں تک کہ سرکوب کو قلعہ کی دیوار سے ملا دیا اس تدبیر سے قلعے کو آسانی سے فتح کر لیا۔ بادشاہ نے رومی خاں کو اس کے صلے میں بے حد نوازا۔

بنگال کا رخ

اسی دوران میں سلطان محمود حاکم بنگالہ' جلال خاں ولد شیر خاں کے مقابلے میں میدان جنگ سے زخمی ہو کر بھاگا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے ہمایوں سے بنگالہ پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ سلطان محمود نے عاجزانہ طور پر اس قدر اصرار کیا کہ ہمایوں نے ۹۴۵ھ کے شروع میں بنگالے کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس طرف کا رخ کیا۔ شیر خاں کو اس کی اطلاعات ملیں اس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو جو خواص خاص کے ساتھ گڑھی کی حفاظت کے لئے روانہ کیا۔ یہ گڑھی بنگال کے راستے میں ہے جو مملکت بنگالہ اور بہار کے درمیان ایک

besturdubooks.wordpress.com

مضبوط مقام ہے۔ گڑھی کے ایک طرف بلند پہاڑ ہے جس میں نہایت گنجان اور خطرناک جنگل ہے۔ دوسری طرف گنگا بہتی ہے جس کے پاس اترنا نہایت مشکل ہے۔ ہمایوں نے راستہ ہی میں جہانگیر بیگ مغل کو گڑھی کی مہم پر اور ہندال میرزا کو محمد سلطان اور اس کے بیٹوں کے فتنوں کو دبانے کے لئے روانہ کیا۔ جب جہانگیر بیگ گڑھی پہنچا اسی دن جلال خاں اور خواص خاں اس کے سر پر پہنچ گئے۔ جہانگیر بیگ زخمی اور پریشان وخستہ حال شاہی لشکر میں آکر پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ خود فوراً گڑھی پہنچ گیا۔

جلال خاں و خواص خاں حملے کی تاب نہ لا کر کور کی طرف چلے گئے۔ ہمایوں اطمینان کے ساتھ گڑھی سے گزر گیا شیر خاں نے جب یہ سنا تو بہت پریشان ہوا۔ وہ شاہان کورو بنگالہ کا وہ خزانہ جو حال ہی میں اسے ملا تھا اپنے ساتھ لے کر جھار کھنڈ کے پہاڑوں کی طرف چلا۔ ہمایوں بنگال کے دار الخلافے کور میں داخل ہوا۔ فتح کے بعد اس کے غیر دلکش نام کو بدل کر جنت آباد رکھا۔ بادشاہ نے یہاں تین ماہ تک قیام کیا یہاں کی خراب آب و ہوا' اور سفر کی تکان کی وجہ سے بہت سے گھوڑے اور اونٹ ضائع ہو گئے۔ سپاہی بھی تندرست نہ رہے غرضیکہ عجیب حالت رونما ہوئی۔

انہی ایام میں ہندال میرزا نے محمد سلطان میرزا کی مہم سے علیحدگی اختیار کی اور سیدھا آگرہ پہنچا۔ ہندال میرزا کھلم کھلا مخالفت پر اتر آیا۔ شیخ بہلول ہمایوں کے پیر و مرشد تھے۔ انہیں یہ بہانہ بنا کر کہ وہ افغانوں سے ملے ہوئے ہیں تہ تیغ کیا سب سے پہلے یہی کام کیا۔ پھر آگرہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا پھر دہلی کو فتح کرنے کے ارادے سے دہلی کا محاصرہ کر لیا۔

بادشاہ کو ہندال کے تکلیف دہ رویے سے بڑا صدمہ اور پریشانی ہوئی۔ بنگالے کی مہم دو مشہور مغل امیروں جہانگیر بیگ اور ابراہیم بیگ کے سپرد کر کے بادشاہ خود آگرے روانہ ہوا۔ راستے میں محمد زمان میرزا جو بہادر شاہ گجراتی کے اشارے سے سندھ اور لاہور ہو کر واپس گجرات جا رہا تھا بادشاہ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ محمد زمان میرزا کا قصور معاف کر دیا گیا۔

کامران میرزا کا خواب حکمرانی

شیر شاہ افغان ہندال میرزا کی مخالفت اور چغتائی لشکر کی بے سرو سامانی سے باخبر ہو کر ایک لشکر جرار کے ساتھ رہتاس سے روانہ ہوا۔ شاہی لشکر چوسا پہنچا شیر شاہ پورے تین مہینے تک بادشاہ کے مقابلے میں خیمہ زن رہا اور راستہ روکے یا اس دوران میں وہ جو نقصان پہنچا سکتا تھا پہنچاتا رہا اور ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کیں۔ کامران میرزا بادشاہ کو اس مصیبت میں گھرا دیکھ کر دہلی کی حکومت کرنے کا خواب دیکھنے لگا لہٰذا ہمایوں کی مدد کا بہانہ کر کے دس ہزار سواروں کے ہمراہ تیزی سے راستہ طے کرتا ہوا دہلی جا پہنچا ہندال میرزا جو پہلے سے وہیں تھا اور محاصرہ کیے ہوئے تھا اس سے مل گیا۔ کامران میرزا نے بھی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ فخر الدین کوتوال قلعے سے باہر کامران میرزا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں اپنے آقا سے نمک حرامی نہیں کروں گا بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے سلطنت مغلیہ کے دار الخلافہ آگرہ کو فتح کریں۔ دہلی اس طرح خود بخود آپ کے قبضے میں آ جائے گی۔ ہندال میرزا کو کوتوال کی یہ بات پسند آگئی لہٰذا وہ کامران میرزا کو ساتھ لے کر آگرہ روانہ ہو گیا۔ آگرہ کے قریب پہنچ کر کسی طرح دونوں بھائیوں میں اختلاف ہو گیا۔ ہندال میرزا پانچ ہزار سپاہیوں اور تین سو ہاتھیوں کو لے کر الور چلا گیا۔ کامران میرزا نے آگرے میں آکر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اس سے ہمایوں کی پریشانی بڑھی۔ اس نے اپنے بھائیوں کے نام کئی دفعہ اس مضمون کے خطوط لکھے کہ "اس فتنے کا بانی شیر خاں پوری قوت اور بے حد ساز و سامان کے ساتھ مقابلے میں ڈٹا ہوا ہے اور حالات خراب ہو رہی ہے لہٰذا اس وقت یہ ضروری ہے کہ ہم سب بھائی مل کر شیر خان کو بھگائیں تاکہ ہندوستان کی حکومت جسے ہمارے باپ نے انتہائی مصیبتوں اور مشکلات سے حاصل کیا تھا اس طرح ضائع نہ ہو اور چغتائی خاندان کی تباہی نہ ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دشمن کو کچلنے کے بعد ہندوستان کی حکومت ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے اور میں تم بھائیوں کی مرضی کے خلاف ہرگز کچھ نہ کروں گا۔" ہمایوں

besturdubooks.wordpress.com

کی نوید ہو گا۔ ہمایوں کا قدم درمیان سے اٹھنے کے بعد ہم شیر شاہ کو آسانی کے ساتھ پامال کر لیں گے اور پھر دونوں بھائی اطمینان اور سکون کے ساتھ پورے ہندوستان پر حکومت کریں گے۔

صلح کی گفتگو

اس دوران میں شیر شاہ نے اپنے پیر و مرشد خلیل درویش کو فریب دے کر بادشاہ کی خدمت میں صلح کی درخواست دے کر بھیجا۔ ہمایوں نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس شرط پر صلح کر لی کہ رہتاس اور بنگالے پر شیر شاہ کا قبضہ رہے گا اس سے زیادہ کی وہ ہوس نہیں کرے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہو گی کہ شیر شاہی مقبوضات میں خطبہ و سکہ ہمایوں کا جاری رہے گا۔ شیر شاہ نے ان شرطوں کو مان لیا اس نے کلام اللہ ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ وہ ہمیشہ ان شرطوں پر کاربند رہے گا اور اس عہد کو نہیں توڑے گا اس عہد و پیمان کے بعد مغل سپاہ میں اطمینان و سکون ہو گیا۔

بد عہدی

دوسرے دن ۹۴۶ھ میں شیر خاں نے مغل لشکر پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر کو صف آرائی کی بھی مہلت نہ ملی افغان فوج چاروں طرف سے حملہ آور ہوئی۔ شیر خاں نے دریا کے تمام گھاٹ جہاں جہاں کشتیاں لنگر انداز تھیں بالکل بند کر دیئے۔ اس پریشانی کے عالم میں ہر شخص بلا امتیاز و لحاظ افغان فوجوں کے تعاقب سے بدحواس ہو کر دریائے گنگا پر پہنچا اور بے اختیار پانی میں کود گیا۔ روایت کے مطابق ہندوستانیوں کے علاوہ سات یا آٹھ ہزار مغل سپاہی دریا میں غرق ہو گئے ان میں محمد زمان میرزا بھی شامل تھا دریا میدان قیامت کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ بادشاہ بھی پانی میں کود پڑا اور ایک شخص نظام سقہ کی مدد سے بڑی مشکل سے ساحل پر پہنچا اور اس مصیبت سے نجات پائی' ہمایوں نے اس سقے سے وعدہ فرمایا کہ آگرہ پہنچ کر آدھے دن کی بادشاہت عطا کروں گا۔ ہمایوں نے اپنے قول کو پورا کیا۔ نظام نے آدھے ہی روز میں بادشاہی کر کے اپنی قوم کو دولت سے مالا مال کر دیا۔ غرضیکہ جن سپاہیوں کی زندگی باقی تھی۔ وہ کسی نہ کسی طرح دریا پار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہمایوں بچے کھچے لشکر کے ساتھ آگرہ روانہ ہوا۔ کامران میرزا یہ جانکر کہ ہمایوں آگرہ کے قریب پہنچ چکا ہے ہندال میرزا کے پاس الور چلا گیا۔ افغانوں کے غلبے کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کو الور کے گرد و نواح میں چین و سکون سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ یہ دونوں اپنی خطاؤں سے نادم اور پشیمان ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہانگیر بیگ اور ابراہیم بیگ بھی بنگالے سے آ گئے۔ باغی محمد سلطان میرزا مع اپنے بیٹوں کے قنوج سے پہنچ گیا یہ سب اپنے اپنے علاقے دشمن کے حوالے کر کے مفلس اور قلاش ہو کر آئے ان سب کے پہنچنے پر مشورہ شروع ہوا۔

کامران میرزا کی طبیعت ابھی تک راستی پر نہ تھی اور ابھی تک اس کا دل نفاق سے سیاہ اور غبار آلودہ تھا مجلس کا انعقاد بھی بے فائدہ ثابت ہوا۔ کامران مرزا دشمنی اور غداری پر تلا بیٹھا تھا اور تہیہ کیے ہوئے تھا اس نے اپنی ساری کوشش اس پر صرف کر دی کہ بادشاہ اسے لاہور جانے کی اجازت دے دے۔ خواجہ کلاں بیگ چغتائی فوج کا بہترین افسر ہمایوں سے رخصت لے کر کابل چلا گیا تھا۔ اور پھر کامران میرزا کے ہمراہ ہندوستان آ چکا تھا۔ بار بار یہ کہتا تھا کہ اگر ہم مل کر شیر خاں افغان کو زیر نہ کریں گے تو اس دفعہ اس کے ہاتھوں سب کو نقصان پہنچے گا۔ بادشاہ کی یہ بات بھی کارگر نہ ہوئی اور اسی حیل و حجت میں چھ مہینے گزر گئے۔

کچھ عرصے کے بعد کامران میرزا بد پرہیزی اور کھانے پینے کی بداحتیاطی کی وجہ سے اچانک بیمار ہو گیا مرض نے سوء القینہ کی صورت اختیار کر لی۔ کامران اپنی بدنیتی کی وجہ سے یہ سمجھا کہ ہمایوں کے اشارے سے اسے زہر دیا گیا ہے اور اسی زہر نے اسے بیمار کر دیا ہے اسی وہم میں کامران واپسی پر اور زیادہ مصر ہوا۔ ہمایوں نے مجبور ہو کر اس شرط پر منظور کر لیا کہ میرزا تنہا لاہور جائے گا اس کی فوج کا بہترین حصہ بادشاہ کی مدد کے لئے آگرہ ہی میں رہے گا۔ کامران مرزا نے یہ بہانہ کر کے خواجہ کلاں بیگ کو اپنے جانے سے پہلے ہی روانہ کر دیا کہ

besturdubooks.wordpress.com

وہ اپنی جاگیر سے اس مہم کے اخراجات کا بندوبست کرے گا۔ ساتھ ہی اپنی فوج کا بیشتر حصہ اس بہانے سے کہ یہ خواجہ کلاں بیگ کے ملازم ہیں علیحدہ کر لیا۔ ایک ہزار سپاہیوں کو سکندر سلطان کی ماتحتی میں دے کر آگرہ چھوڑ کر کچھ دنوں بعد لاہور روانہ ہو گیا۔ اس کوتاہ اندیش شہزادے نے ایسے نازک وقت میں فوج میں اس قدر بے چینی پھیلا دی کہ ہمایوں کے اکثر سپاہی جو افغانوں کے خوف سے سہمے ہوئے تھے کامران میرزا کے ساتھ چلے گئے میرزا کامران کے ملازموں سے میرزا صدر دوغلات نے ہمایوں کی ملازمت اختیار کر لی اور شاہی مقرب بن گیا۔ میرزا صدر بیشتر مہموں میں اعلیٰ افسر رہا۔

شیر خاں کو جب بھائیوں کے نفاق اور نااتفاقی کا پتہ چلا تو فوراً ایک جرار لشکر لے کر دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ اپنے بیٹے قطب خاں کو بہت بڑی فوج دے کر گنگا کے پار اتار دیا اس طرح اس طرف کے ساحلی شہر بھی اس کے قبضے میں آ گئے۔ ہمایوں نے یہ اطلاعات سن کر قاسم حسین کو یادگار ناصر میرزا اور سکندر سلطان کے ساتھ اس مہم پر مقرر کیا۔

لشکر کی ابتری

کالپی کے گرد و نواح میں دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں سخت خونریزی کے بعد مغلوں کو فتح ہوئی۔ قطب خاں اور بہت سے افغان میدان جنگ میں مارے گئے۔ قاسم حسین سلطان نے مقتول سردار کا سر آگے روانہ کر دیا اور شیر خاں کی فتنہ پردازی کو ختم کرنے کے لئے ہمایوں سے آنے کی درخواست کی۔ ہمایوں سفر کا سامان تیار کر کے ایک لاکھ سوار لے کر آگرہ سے روانہ ہوا اور قنوج کے قریب دریائے گنگا کے پار شیر شاہ کے لشکر کے سامنے پورا ایک مہینہ تک خیمہ زن رہا۔ شیر شاہ کی فوج میں پچاس ہزار سوار تھے۔ اس وقت بھی محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں نے بیوفائی کی اور لشکر کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگوایا۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے لشکر میں بے چینی پیدا ہوئی چنانچہ کامران میرزا کے سارے آدمی لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔ ہمایوں کے سپاہی جنہیں پہلا واقعہ ابھی بھولا نہیں تھا اور جو بھاگنے کا سبق سیکھ چکے تھے موقع ملتے ہی لشکر سے فرار ہونے لگے۔ ادھر سپاہ کا یہ عالم ادھر برسات کا موسم آ پہنچا سلطانی لشکر گاہ میں پانی بھر گیا خیمے تنکوں کی طرح تیرنے لگے طے یہ پایا کہ یہ جگہ چھوڑ دی جائے اور کسی اونچی جگہ خیمے نصب کیے جائیں۔ عاشورہ ۷ ۹۴ھ کا دن روانگی کے لئے مقرر ہوا۔

ہمایوں کا فرار

ابھی شاہی لشکر اپنی جگہ سے اٹھا بھی نہ تھا کہ شیر خاں نے حملہ کر دیا۔ شدید لڑائی ہوئی شیر خاں اس مرتبہ بھی غالب ہوا اس دفعہ پھر سب دریا کی طرف بھاگے۔ گنگا کا ساحل تین میل کے فاصلے پر تھا یہ لوگ دشمن کے تعاقب کے خوف سے بغیر دم لیے ہوئے دریا میں کود گئے۔ جن کی زندگی ابھی باقی تھی وہ صحیح و سلامت ہمایوں کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور پھر آگے پہنچے۔ جب دشمن اور نزدیک آ گیا تو آگرہ چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ غرہ ربیع الاول ۷ ۹۴ھ میں تمام چغتائی میرزا اور قبیلوں کے سردار لاہور جمع ہو گئے۔ شیر شاہ نے یہاں بھی نہ بیٹھنے دیا جیسے ہی شیر شاہ نے سلطان پور کو پار کیا بادشاہ غرہ رجب میں دریائے لاہور کو پار کر کے ٹھٹ اور بھکر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں قصبہ لہری میں ٹھہر کر ایک قاصد کو مع خلعت اور اسپ کے ٹھٹ کے حاکم شاہ حسین ارغون کے پاس بھیجا اور مدد طلب کی۔ ہمایوں کا ارادہ شاہ حسین ارغون کے ساتھ مل کر گجرات پر قبضہ کرنے کا تھا۔ میرزا شاہ حسین نے پانچ مہینے بہانہ سازی میں گزار دیے اس طویل ٹال مٹول میں شاہی سپاہی بادشاہ سے علیحدہ ہو گئے۔ میرزا ہندال ساتھ چھوڑ کر قندھار چلا گیا اس کے جانے کا سبب یہ تھا کہ قراچہ خاں قندھار کے حاکم نے ہندال کو عریضہ لکھ کر مدد مانگی تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں یادگار ناصر مرزا نے بھی ساتھ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ ہمایوں نے اسے تسلیاں دے کر بھکر بھیجا طے یہ ہوا کہ وہ وہیں ٹھہرے گا اور بادشاہ خود سہوان کا رخ کرے گا۔ یادگار ناصر مرزا

besturdubooks.wordpress.com

سہوان کا محاصرہ

بادشاہ نے سہوان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سات ماہ تک جاری رکھا۔ حسین ارغون دریائی راستے سے رسد رسانی میں رخنہ انداز ہوا غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ سپاہیوں نے جانوروں کے گوشت سے بھوک کا علاج کیا۔ ہمایوں نے یادگار ناصر مرزا کو لکھا کہ قلعے کی فتح تمہارے آنے پر ہے۔ میرزا حسین ارغوان نے یادگار ناصر کو بیٹی کا رشتہ دے دیا اور ساتھ ہی یہ سبزباغ دکھایا کہ شہر میں ناصر میرزا کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا جائے گا۔ ناصر مرزا بادشاہ کی اطاعت سے پھر گیا بادشاہ کے بلانے پر بھی نہ پہنچا۔ ناصر میرزا کو اپنے جال میں پھنسا کر حسین ارغوان کو تسلی ہو گئی لہٰذا وہ شاہی لشکر کو مزید نقصان پہنچانے لگا۔ ہمایوں نے مجبور ہو کر محاصرہ اٹھا لیا اور بھکر واپس ہوا۔ یہاں پہنچ کر میرزا سے کشتی طلب کی میرزا نے اہالیان ٹھٹ کو کشتیاں ہٹا لینے کا اشارہ کیا وہ دور ہٹ گئے۔ صبح کو میرزا نے عذر پیش کیا۔ اس طرح کئی دن تک بادشاہ کو بے کار ٹھہرنا پڑا۔ بالآخر دو تین آدمیوں نے چند غرق شدہ کشتیاں دریا سے نکالیں ہمایوں دریا کو پار کر کے کنارے پر پہنچا۔ ناصر مرزا نادم ہو کر گردن جھکائے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس فرشتہ خصلت بادشاہ نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ بادشاہ کی اس نرمی اور بردباری پر بھی ناصر کم بخت نے شاہ ارغون کا سکھایا ہوا سبق پڑھنا شروع کیا۔ اپنی چالوں سے شاہی سپاہیوں کو ورغلا کر اپنے جال میں پھنسانے لگا یہاں تک کہ ایک دن بغیر کسی وجہ کے لڑائی کا ارادہ کر کے سوار ہو کر میدان میں آ گیا۔ مجبور ہو کر ہمایوں نے بھی ناصر کو دور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں میں جنگ ہوتی ایک گروہ نے میرزا کو لعنت ملامت کر کے واپس کر دیا۔

راجہ مالدیو کی بدنیتی

ہمایوں نے جب یہ دیکھا کہ سپاہی روزانہ لشکر سے علیحدہ ہو رہے ہیں اور خود بھی وہ بے سروسامانی کے عالم میں ہے دوسرے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں ناصر مرزا آئندہ نقصان نہ پہنچائے لہٰذا ہمایوں نے جیسلمیر کے راستے راجہ مالدیو کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ ہندو راجاؤں میں مالدیو سب سے زیادہ طاقتور تھا اور اکثر اس مضمون کے عریضے بھی بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا کہ بادشاہ اس کے علاقے میں آئیں اور مالدیو ہر طرح سے ہندوستان فتح کرنے میں مدد اور جان نثاری کے لئے تیار ہے۔ راجہ جیسلمیر نے بیوفائی کی اور ایک گروہ بھیج کر بادشاہ کا راستہ روک لیا۔ ہمایوں نے اس گروہ کو مار بھگایا اور خود مالدیو کی سرحد تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے سرحد پر قیام کیا اور ایک قاصد مالدیو کے پاس بھیجا۔ مال دیو کو ہمایوں کی پریشانیوں اور بے سروسامانی کا حال معلوم تھا لہٰذا وہ اپنی اس دعوت پر دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کیوں بادشاہ کو بلایا۔ اب وہ اس فکر میں ہوا کہ ہمایوں کو گرفتار کر کے شیر شاہ کے حوالے کر دے اور شیر شاہ کا اعتماد حاصل کرے۔ راجہ کے ایک نوکر نے جو کبھی ہمایوں کا کتاب دار رہ چکا تھا بادشاہ کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ ہمایوں اسی رات امرکوٹ کو روانہ ہو گیا راستے میں بادشاہ کا گھوڑا کچھ سست ہو گیا۔ ہمایوں نے تردی بیگ سے ایک گھوڑا مانگا تردی بیگ نے نہایت بے مروتی سے کام لیا اور عذر کرنے لگا۔ ہمایوں کو گھڑی گھڑی اطلاعیں مل رہی تھیں کہ مالدیو کا ایک لشکر گرفتاری کے لئے تیزی سے آ رہا ہے۔ مجبوراً اونٹ پر سوار ہوا ندیم کوکہ خود پیدل چل رہا تھا اور اپنی ماں کو گھوڑے پر سوار کیا ہوا تھا۔ اس نے ماں کو اونٹ پر سوار کیا اور گھوڑا بادشاہ کے حوالے کیا۔

یہ تمام علاقہ ریگستان کا تھا پانی کہیں ملتا ہی نہیں تھا۔ لوگ پیاسے تڑپنے لگے واقعہ کربلا کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا ہندوؤں کے تعاقب کی اطلاعات لگاتار مل رہی تھیں۔ ہمایوں نے چند سرداروں کو حکم دیا کہ وہ پیچھے آئیں اور خود اہل و عیال اور اسباب کو ساتھ لے کر پچیس آدمیوں کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔ اتفاق سے رات کے وقت یہ سردار راستہ بھول گئے اور دوسری طرف جا پہنچے۔ صبح کے ہوتے ہی ہندوؤں کا لشکر دور سے نظر آیا۔ شاہی حکم ملتے ہی امیر شیخ علی وغیرہ جن کی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی کلمہ شہادت پڑھ کر جاں نثار کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور نہایت تسلی کے ساتھ دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرنے لگے۔ حسن اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا پہلا تیر ہندو سردار کے لگا

besturdubooks.wordpress.com

اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی باقی فوج میدان سے بھاگ نکلی۔ مسلمانوں نے تعاقب کرکے بہت سے اونٹ گرفتار کیے بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا ایک کنویں کے کنارے خیمے نصب کرائے۔ کنویں میں پانی بہت کم تھا جو سردار راستہ بھول گئے تھے وہ بھی آملے۔ اس واقعے سے بادشاہ کی پریشانی کچھ کم ہوئی اگلے دن یہاں سے کوچ کیا گیا۔ تین منزل تک پانی بالکل نہ ملا پیاس کی شدت سے لوگوں کی حالت ناقابل بیان ہو گئی۔ چوتھے دن پر قافلہ ایک کنویں پر پہنچا یہ کنواں بہت گہرا تھا۔ ڈول کنویں سے نکالتے وقت ڈھول بجایا جاتا تھا تاکہ بیل جو جرس کھینچتے تھے آواز سن کر ٹھہر جائیں۔ پیاس کی شدت سے ہر مرتبہ دس دس پانچ پانچ آدمی ایک ڈول پر گر جاتے۔ اسی طرح رسی ٹوٹ جاتی اور ڈول کنویں میں گر جاتا۔ سپاہیوں کی چیخ و پکار نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا ایک گروہ پیاس سے بیتاب ہو کر کنویں میں کود پڑا اور اس طرح جان دے دی۔ دوسرے دن روانہ ہو کر ایک نہر کے کنارے پہنچے' اونٹ اور گھوڑوں نے کئی دن سے پانی نہ پیا تھا وہ اس قدر پانی پی گئے کہ پیٹ پھول گیا اس طرح وہ ہلاک ہوئے۔ بڑی مشکل اور محنت کے بعد ہمایوں امرکوٹ پہنچا۔

امرکوٹ کا راجہ رانا کہلاتا تھا رانا بہت اچھی طرح سے پیش آیا اور خوب مہمان نوازی کی خدا خدا کرکے یہاں سپاہیوں کو آرام ملا۔

اکبر کی ولادت

اسی امرکوٹ میں پانچویں رجب ۹۴۹ھ شہزادہ جلال الدین محمد اکبر حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوا۔ ہمایوں نے بیٹے کی پیدائش پر خدا کا شکر ادا کیا جشن منانے کے بعد بادشاہ نے اہل و عیال کو امرکوٹ میں چھوڑا اور خود راجہ امرکوٹ کو ساتھ لے کر بھکر کی مہم پر روانہ ہوا لیکن تھوڑے ہی عرصے میں لشکریوں نے ساتھ چھوڑ دیا اس طرح کوئی کام نہ بنا۔ اس معرکے میں منعم خاں بھی فرار ہو گیا۔ چغتائی فوج کا مشہور بہادر امیر شیخ علی اسی معرکے میں شاہ ارغون کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہمایوں نے مجبوراً قندھار کا رخ کیا اس وقت تک بیرم خاں بھی گجرات سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا اس دوران میں کامران مرزا نے قندھار کا قلعہ ہندال مرزا سے لے کر عسکری مرزا کو وہاں کا حاکم بنا دیا تھا۔ شاہ حسین ارغون نے عسکری مرزا کو لکھا کہ بادشاہ اس وقت بہت پریشان ہے اگر تم گرفتار کرنا چاہتے ہو تو یہ بہترین موقع ہے عسکری مرزا نے نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھا اور ہمایوں پر دھاوا کر دیا۔ ہمایوں نے فوراً بادشاہ بیگم کو سوار کرایا شہزادے کو گرمی اور سفر کا خیال کرکے لشکر میں ہی چھوڑا خود بائیس آدمیوں کے ہمراہ بلا راستہ متعین کیے ہوئے خراسان روانہ ہوا اس کے ساتھ بیرم خاں بھی تھا۔

مرزا بدنصیب لشکر میں پہنچا ہمایوں کو نہ پا کر کف افسوس ملنے لگا شاہی اسباب اور مال پر قبضہ کر لیا شہزادہ جلال الدین کو اپنے ساتھ قندھار لے گیا۔

ہمایوں سیستان میں

بادشاہ کو اپنے بھائیوں کی وجہ سے کسی جگہ بھی قیام کرنے کا موقع نہ ملا وہ سفر کرتا ہوا سیستان کی سرحد پر پہنچ گیا۔ سید احمد سلطان شاملو نے ہمایوں کا استقبال کیا۔ سید احمد سلطان' شاہ طہماسپ کی طرف سے سیستان کا حاکم تھا۔ سید شاملو نے کچھ دن بادشاہ کی خدمت میں گزاری کی اس نے جو کچھ بچایا ہوا تھا۔ سب کا سب ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اپنی عورتوں کو لونڈیوں کی طرح بیگم کی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ہمایوں نے ضرورت کے مطابق سامان اور نقد لے کر باقی سید شاملو کو واپس لوٹا دیا اور خود ہرات پہنچا۔

ہرات میں ورود

شاہ کا سب سے بڑا فرزند سلطان محمد حاکم ہرات اپنے استاد محمد خاں تکلو کے ساتھ استقبال کے لئے آیا بے حد تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی سے پیش آیا۔ سلطان محمد نے سامان سفر ایسا درست کر دیا کہ شاہ کی ملاقات تک ہمایوں کو کسی چیز کی ضرورت نہ پڑی۔ سیر و تفریح

besturdubooks.wordpress.com

آگے بڑھا۔ شہر قزوین تک تمام راستے میں عراق کے سردار اور شرفاء استقبال کرنے کو آئے۔ شاہ ایران کی طرف سے دعوت اور مہمانداری کرتے رہے۔ ہمایوں نے قزوین میں قیام کرکے بیرم خان کو شاہ طہماسپ کے پاس روانہ کیا۔

حوالہ جات

۱۔ لیکن اس ترجمے میں "ہمایوں" ہی استعمال کریں گے جنت آشیانی طوالت کا باعث ہوگا۔

besturdubooks.wordpress.com

افغانوں کی حکومت

شیر شاہ افغان بن حسن سور

شیر شاہ کا نام فرید خاں تھا اور باپ کا نام حسن خاں تھا' حسن خاں افغاناں روہ کی نسل سے تھا۔ سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں حسن سور کا باپ ابراہیم خاں ملازمت کی تلاش میں دہلی آیا۔ افغانوں کے مسکن روہ کی تعریف اس کتاب کے مقدمے میں کی گئی ہے۔ یہ وہ کوہستانی علاقے ہیں جن کا سلسلہ طول میں سواد بجور سے لے کر مضافات بکر تک اور عرض میں حسن ابدال سے لے کر کابل تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں افغانوں کے مختلف فرقے آباد ہیں جن میں سے ایک قبیلے کا نام سور ہے' اس فرقے والے اپنے آپ کو سلاطین غور کی نسل سے بتاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک غوری شہزادہ محمد سوری اپنے وطن سے جلاوطن ہو کر کسی زمانے میں ان افغانوں میں آکر آباد ہو گیا۔ ایک افغان رئیس کو محمد سوری کے حسب و نسب معلوم ہو گیا اور باوجود اس کے کہ اس قوم میں غیر گھرانے میں لڑکی دینے کا رواج نہ تھا۔ اس افغانی سردار نے اپنی بیٹی کو محمد سوری سے بیاہ دیا اس افغانی بیوی سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ سوری افغان کے نام سے مشہور ہے اسی وجہ سے سوری قبیلے کو تمام افغانی قبائل سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

ابراہیم خاں دہلی میں

بہلول لودھی کے زمانے میں ابراہیم خاں اپنے قبیلے سے جدا ہو کر نوکری کے لئے دہلی آیا اور ایک لودھی امیر کے ہاں ملازمت کر لی۔ ابراہیم خاں نے کچھ دن قلعہ فیروز پور میں اور کچھ دن پرگنہ نارنول میں گزارے۔ بہلول لودھی کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر بادشاہ ہوا۔ جمال خاں سکندر لودھی کا مشہور امیر جون پور کا حاکم مقرر ہوا۔ جمال نے حسن بن ابراہیم سور کی جو اس کا پرانا ملازم تھا بہت عزت افزائی کی۔ مضافات رہتاس میں سہرامپور اور خواص پور ٹانڈہ حسن کو بطور جاگیر عطا کیے اور پانچ سو سواروں کا امیر مقرر کیا۔ حسن کے گھر میں آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔ فرید اور نظام افغان بیوی کے پیٹ سے ہوئے' دوسرے بیٹوں کی ماں حسن کے حرم سے تھی۔ حسن کو فرید کی ماں سے انس نہ تھا' اسی لئے فرید دوسرے فرزندوں کی طرح لاڈلا نہ تھا' فرید باپ سے ناراض ہو کر جمال خاں کے پاس چلا گیا۔

حسن نے جمال خاں کو لکھا کہ فرید کو راضی کر کے واپس بھیج دے تاکہ اس کی تعلیم و تربیت پوری ہو جائے۔ جمال نے فرید کو بہت سمجھایا کہ وہ باپ کے پاس چلا جائے' لیکن فرید نہ مانا۔ کہنے لگا کہ "سہرامپور سے زیادہ علماء جونپور میں موجود ہیں' میں یہیں رہ کر علم حاصل کروں گا۔" فرید ایک عرصے تک جون پور میں رہا اس زمانے کا درس گلستاں' بوستاں' سکندر نامہ پڑھ کر پھر کافیہ اور اس کے حواشی اور دوسری علمی کتابوں کو پڑھا نظم و نثر اور تاریخ میں عبور حاصل کیا دو تین برس کے بعد حسن جونپور میں آیا۔ سوری قبیلے کے دوسرے لوگوں نے مل کر باپ بیٹوں میں صلح کرا دی۔ حسن نے فرید کو اپنی جاگیر کا داروغہ بنا دیا اور اسے کام پر روانہ ہونے کو کہا۔

فرید خاں داروغہ جاگیر

فرید نے روانگی کے وقت باپ سے کہا کہ "دنیا کے ہر کام کا دارومدار خصوصاً سرداری اور امیری کا انصاف پر ہے اگر تم مجھے جاگیر پر بھیجتے ہو تو میں عدل و انصاف سے نہیں ہٹوں گا' تمہارے اکثر نوکر تمہارے قریب کے عزیز ہیں جو کوئی بھی انصاف ہاتھ سے جانے دے گا اسے ضرور سزا دوں گا۔" فرید باپ سے اس قسم کی باتیں کر کے رخصت ہو گیا اور جاگیر پر پہنچ کر کفایت شعاری سے کام لینے لگا۔ اس نے

besturdubooks.wordpress.com

سے مشورہ کیا۔ ماتحتوں نے اتفاق رائے سے یہ کہا "چونکہ لشکر آپ کے والد کے ساتھ ہے اور وہ یہاں سے بہت دور کسی مہم پر نامزد کیے گئے ہیں اس لیے ان کی واپسی تک صبر و سکون بہتر ہے۔" فرید نے حکم دیا کہ دو سو زینیں تیار کرو۔"

فرید نے ہر موضع کے مکھیا سے ایک ایک گھوڑا عاریتاً مانگا۔ گردو نواح میں جو بیکار سپاہی تھے ان کو بلا کر ان کی مدد کی' خرچ اور کپڑے سے ان کی ضرورت پوری کی' آئندہ کے لیے انعام کا وعدہ کیا' ان نئے بھرتی شدہ سپاہیوں کو مانگے ہوئے گھوڑوں پر سوار کیا پھر ان سرکش زمینداروں کے مسکن پر پہنچا اور ان کے گاؤں کے قریب ٹھہرا۔ فرید نے اپنے گرد حصار بنا کر ہر روز جنگل کی کٹوائی شروع کی۔ پھر سرکش زمینداروں کے قلعے تک پہنچا۔ سرکوب تیار کر کے دشمنوں پر غالب ہوا' بہت سے سرکش قتل ہوئے اور بہت سے نظر بند کیے گئے۔ اس واقعے کے بعد فرید کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گئی اس علاقے کے تمام شرپسند اس کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے۔ مالگزاری وقت پر ادا کرنے لگے جاگیر کے سب پرگنے آباد ہو گئے۔ اس طرح فرید کو پوری قوت حاصل ہو گئی اور وہ اپنی شجاعت اور سیاست کے لئے مشہور ہو گیا۔

حسن کی عاشقی

کچھ عرصے کے بعد حسن جاگیر میں آیا وہ فرید کے انتظام اور اس کی سرداری کے طریقے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بیٹے کی تعریفیں کیں۔ حسن کے ہاں ایک کنیز تھی جس سے دو بیٹے سلیمان اور احمد پیدا ہوئے تھے۔ حسن اس لونڈی پر بہت فدا تھا' اس نے حسن سے کہا کہ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تمہارے بیٹے جوان ہو جائیں گے تو پرگنوں کی داروغگی انہیں دے دی جائے گی اب چونکہ دونوں بالغ ہو چکے ہیں لہٰذا اپنا وعدہ پورا کرو۔" حسن نے یہ سوچ کر کہ فرید اس کا بڑا بیٹا ہے اور بہت نیک ہے اپنی محبوبہ کو ٹال دیا۔ فرید اس بات کو سمجھ گیا۔ لہٰذا وہ داروغگی سے علیحدہ ہو گیا۔ حسن نے جاگیر سلیمان اور احمد کے سپرد کر دی اور فرید سے کہا کہ اس تبدیلی کی وجہ محض یہ ہے کہ جس طرح تم کام کر کے تجربہ کار ہو گئے ہو اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بھائی بھی کام کرنے کے قابل ہو جائیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ میرے بعد میرا جانشین تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے اس طرح پرگنوں کی حکومت سلیمان اور احمد کے ہاتھ میں آ گئی۔

فرید کا آگرہ میں قیام

فرید آزردہ ہو کر اپنے بھائی نظام کو ساتھ لے کر آگرہ آ گیا۔ یہاں آ کر سلطان ابراہیم لودھی کے مشہور امیر دولت خاں لودھی کے ہاں ملازمت کر لی۔ فرید ایک عرصے تک لودھی امیر کے پاس رہا اور اپنی خدمت سے اسے بے حد خوش کر لیا۔ ایک دن دولت خاں نے فرید سے اس کا اصل مقصد دریافت کیا۔ فرید نے اسے بتایا کہ "میرا باپ ایک ہندوستانی کنیز کی محبت میں گرفتار ہے اور وہ عورت میرے باپ پر اس قدر غالب ہے کہ اس کی وجہ سے جاگیر بالکل تباہ ہو رہی ہے اور سپاہی پریشان حال ہیں اگر باپ کی جاگیر ہم دونوں بھائیوں کو مل جائے تو ہم میں سے ایک بھائی پانچ سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے گا اور دوسرا جاگیر کی دیکھ بھال کر کے سپاہیوں کے اخراجات اور رعایا کی دیکھ بھال اور باپ کی خدمت کا کام کرے گا۔ دولت خاں نے ایک دن فرید کا معروضہ سلطان ابراہیم لودھی تک پہنچا دیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ "یہ بدطینت شخص کیسا ہے جو باپ کی شکایت کرتا ہے۔" دولت خاں نے فرید کو بادشاہ کا جواب بتایا اور تسلی دی کہ "کسی مناسب وقت پھر بادشاہ سے عرض کروں گا اور تمہارا کام بناؤں گا۔" دولت خاں نے فرید کی تسلی و تشفی کے لئے اس کے یومیے میں اضافہ کر دیا۔ اس ہوشیار افغانی نے اپنی خوش خلقی اور مروت کی وجہ سے سب کے دل میں اپنے لئے جگہ بنا لی۔ دولت خاں ہر بات میں فرید کا ساتھ دیتا تھا۔ جب فرید کے باپ حسن سور نے انتقال کیا تو دولت خاں نے اس کے انتقال کی خبر بادشاہ کو دی اور حسن کے پرگنوں کی داروغگی فرید اور نظام کے نام منتقل کرا دی۔

bestUrdubooks.wordpress.com

دونوں بھائیوں میں ناراضگی

فرید سہرام، خواص پور اور ٹانڈے کی حکومت کا فرمان لے کر جاگیر کو چلا- سلیمان اپنے بھائی فرید کا مقابلہ نہ کر سکا اس نے پرگنہ جونپور کے حاکم محمد خاں سور کے پاس پناہ لی اور اس سے شکایت کی- محمد خان پندرہ سو سواروں کا مالک تھا اس نے سلیمان سے کہا کہ چونکہ بادشاہ بابر ہندوستان پہنچ چکا ہے اور جلد مغلوں اور افغانوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے اگر ابراہیم لودھی فتح مند ہوا تو میں تمہیں اس کی خدمت میں لے چلوں گا اور سفارش کروں گا سلیمان نے کہا کہ میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا- کیونکہ میری ماں اور ملازمین مارے مارے پھر رہے ہیں- محمد خاں نے ایک ایلچی فرید کے پاس بھیجا اور آپس میں صلح کرنے کو کہا- فرید نے جواب بھیجا کہ باپ کی زندگی میں سلیمان کو جو کچھ ملتا تھا وہ اسے دینے میں کوئی عذر نہیں، لیکن میں اسے حکومت میں حصہ دار نہیں بناؤں گا کیونکہ ایک شہر کے دو حاکم نہیں ہو سکتے بالکل ویسے ہی جیسے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں آسکتیں- سلیمان کا مقصد حکومت میں شریک ہونے کا تھا لہٰذا وہ اس بات پر راضی نہ ہوا-

محمد خاں سور نے سلیمان کو تسلیاں دیں اور کہا کہ تم صبر کرو میں اپنی قوت سے تمہیں فرید سے حکومت چھین کر دوں گا- فرید کو بھی معاملے سے آگاہی ہوئی لہٰذا اس نے بھی غور و خوض کیا- وہ بابر اور ابراہیم لودھی کی جنگ کا انتظار کر رہا تھا چنانچہ اسی دوران میں بابر کی فتح کی خبر سارے ہندوستان میں پھیل گئی- فرید کو یہ خبر سن کر بڑی تشویش ہوئی وہ بہادر خاں ولد دریا خاں لوحانی کے پاس پہنچا بہادر خاں نے اس عرصے میں بہار پر قبضہ کر لیا تھا- وہ سلطان محمد کا لقب اختیار کرکے بہار کا بادشاہ بنا بیٹھا تھا- فرید نے اس کی ملازمت اختیار کر لی ایک دن سلطان محمد شکار کھیلنے شہر سے باہر گیا کہ اچانک سامنے شیر آگیا' فرید نے شیر کا مقابلہ کیا اور اسے تلوار سے ہلاک کر دیا- سلطان محمد فرید پر بید مہربان ہو گیا اور اسے شیر خاں کے خطاب سے نوازا- شیر خاں نے رفتہ رفتہ سلطان کے مزاج سے واقف ہو کر اپنے لیے اس کے دل میں خاص جگہ حاصل کر لی- سلطان نے شیر خاں کو اپنے چھوٹے لڑکے جلال خاں کا اتالیق مقرر کیا کچھ عرصے کے بعد شیر خاں رخصت لے کر اپنی جاگیر میں گیا- اتفاقاً اسے وہاں اپنی رخصت سے کچھ دن زیادہ ٹھہرنا پڑ گیا-

شیر خاں کی مخالفت

ایک دن سلطان اپنی محفل میں بیٹھا ہوا شیر خاں کی باتیں کرنے لگا کہ یہ شخص وعدے کا سچا نہیں اور ابھی تک واپس نہیں آیا- حاکم جونپور محمد خاں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بادشاہ سے کہا کہ شیر خاں بڑا دغاباز اور مکار ہے' وہ سلطان محمود بن سکندر لودھی کی آمد کا منتظر ہے- اسی طرح کی باتیں کرکے حاکم جون پور نے بادشاہ کو شیر خاں کے خلاف کر دیا جب اسے یقین ہو چکا کہ بادشاہ اب شیر خاں سے ناراض ہے تو اس نے عرض کی کہ شیر خاں کی حق ناشناسی کا علاج یہ ہے کہ اس کی جاگیر اس کے بھائی سلیمان کو دے دی جائے کیونکہ سلیمان اپنے باپ حسن کی زندگی ہی میں اس کا قائم مقام ہو گیا تھا اس نے بھاگ کر میرے ہاں پناہ لی ہے- اس کارروائی سے وہ یقیناً آپ کے پاس پہنچے گا" سلطان محمد نے شیر خاں کی خدمت کا لحاظ کرتے ہوئے بغیر جرم کے کسی قسم کی کارروائی کو مناسب خیال نہ کیا- سلطان نے محمد خاں سور سے کہا کہ وہ جاگیر کو مناسب طریقے سے بھائیوں میں تقسیم کر دے تاکہ یہ جھگڑا طے ہو جائے-

محمد خاں کا پیغام اور شیر خاں کا جواب

محمد خاں ور اپنی جاگیر میں واپس آیا اور سادی نام کے ایک غلام کو شیر خاں کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ "سلیمان اور احمد تمہارے دونوں بھائی میرے پاس مدت سے مقیم ہیں اور اپنے حصہ میراث سے محروم ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان کا حصہ ان کو دو-" شیر خاں نے جواب دیا کہ "یہ سرزمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں یہ مملکت ہندوستان ہے- لہٰذا جاگیر اسی کے قبضے میں رہتی ہے جس کو بادشاہ سرفراز کرتا

besturdubooks.wordpress.com

میں جو سرداری کے قابل ہوتا ہے حکومت اسی کو دی جاتی ہے۔ میں بھی سلطان ابراہیم لودھی کے حکم سے سہرام' خواص پور اور ٹانڈے پر قابض ہوں۔" غلام سادی واپس آ گیا اور شیر خاں کا جواب محمد خاں تک پہنچا دیا۔

محمد خاں غصے میں آپے سے باہر ہو گیا اس نے سادی کو حکم دیا کہ میری تمام فوج کو ساتھ لے کر سلیمان اور احمد کے ساتھ جاؤ۔ تلوار کے زور سے شیر خاں سے جاگیر چھین کر ان دونوں کے سپرد کرو اور فوج کا زیادہ حصہ ان کی حفاظت کے لئے سہرام میں چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔" اتفاق سے ان دنوں ملک سکھ نامی غلام شیر خاں کی طرف سے خواص پور ٹانڈے کا داروغہ تھا۔ شیر خاں نے دشمن کی آمد کی خبر پا کر ملک سکھ کو لکھا کہ دشمن کے مقابلے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ سادی غلام وغیرہ خواص پور کے نواح میں پہنچے ملک سکھ ان کے مقابلے میں آیا اور مارا گیا۔ شیر خاں کا لشکر تتر بتر ہو کر سہرام واپس آ گیا ان سے مقابلے کرنے کی طاقت شیر خاں میں نہ تھی چنانچہ اس نے یہیں بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ بعض آدمیوں نے رائے دی کہ پھر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہونا بہتر ہے۔ شیر خان نے جواب دیا کہ محمد خاں سلطان کا مشہور امیر ہے لہذا یقیناً بادشاہ میری خاطر اس کو آزردہ نہیں کرے گا۔ شیر خاں نے اپنی سمجھ سے کام لے کر یہ طے کیا کہ اس وقت جنید برلاس کے ہاں پناہ لینی چاہیے۔

جنید برلاس بابر کی طرف سے کڑہ مانک پور کا حاکم تھا۔ شیر خاں کے بھائی نظام نے بھائی کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ شیر خاں نامہ و پیام اور قول و قرار کے بعد جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانہ وغیرہ پیش کیا۔ اس طرح وہ مقربوں میں داخل ہو گیا۔ شیر خاں نے حاکم کڑہ سے فوج کی امداد لی اور اپنی جاگیر میں واپس آیا۔ محمد خاں سور شیر خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور وہ رہتاس کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ شیر خاں اپنے دونوں پرگنوں کے علاوہ جونپور اور اس کے گرد و نواح پر بھی قابض ہو گیا۔ اس نے اپنے مددگاروں کی خوب خاطر مدارات کی' سپاہیوں کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا اور ان کے ہاتھ سلطان جنید برلاس کو بھی بیش قیمت تحفے بھیجے۔ شیر خاں نے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو جو پہاڑوں میں جا چھپے تھے اپنے پاس بلا لیا اور ایک اچھی خاصی جمعیت بنا لی۔ اس نے محمد خاں سور کو بھی لکھا کہ میرا مقصد بھائیوں سے بدلہ لینا تھا میں آپ کو اپنے چچا کے برابر سمجھتا ہوں لہذا میری عرض ہے کہ آپ کوہستان کی تنگ قیام گاہ سے نکل کر اپنی جاگیر میں واپس آ جائیں اور قبضہ کریں اور میرے لیے ذاتی پرگنات اور سلطان ابراہیم کی جاگیر کا وہ حصہ جو میرے ہاتھ آیا تھا بالکل کافی ہیں۔

محمد خاں سور اپنی جاگیر میں آ گیا اور شیر خاں کا ممنون و مشکور ہوا۔ اب شیر خاں کو اس کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا چنانچہ اپنے بھائی نظام کو پرگنوں کے انتظام کے لئے چھوڑ کر خود سلطان کی خدمت میں کڑہ چلا گیا۔ اتفاق سے سلطان بابر سے ملنے جا رہا تھا وہ شیر خاں کو بھی اپنے ہمراہ آگرہ لے گیا۔ شیر خاں بابر کے حضور میں پہنچ کر خیر خواہان سلطنت میں داخل ہو گیا۔ چندیری کے سفر میں شیر خاں بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا کچھ دن اس نے بادشاہ کے لشکر میں بسر کیے اس نے مغلوں کے طور طریقوں اور عادات سے اچھی خاصی واقفیت حاصل کر لی۔ ایک دن شیر خاں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان سے باہر نکال دینا بالکل آسان ہے۔ مصاحبین نے اس دعوے کی دلیل پوچھی شیر خاں نے جواب دیا کہ اس قوم کا بادشاہ سلطنت کے معاملات پر خود بہت کم توجہ دیتا ہے۔ سارے معاملات و مہمات کا انحصار وزیروں پر ہے۔ وزراء کی یہ حالت ہے کہ وہ رشوت لے کر شاہی حقوق کو بھول جاتے ہیں۔ ہم افغانوں میں یہ برائی کہ وہ ایک دوسرے کے آپس ہی میں دشمن ہیں اگر میری تقدیر یاوری کرے تو میں افغانوں کے دلوں سے نفاق کو دور کروں اور پھر اپنا کام پورا کروں۔"

اس کے دوست اس خیال پر جو ان کی نگاہ میں ناممکن تھا' ہنسے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔ ایک دن بابر کے دستر خوان پر ایک طباق ماہیچہ کا شیر خاں کے سامنے بھی رکھا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ وہ اسطرح اس کو نہیں کھا سکتا لہذا سوری افغان نے ماہیچہ کو روٹی پر رکھا۔ پھر چھری سے اس کو ٹکڑے کر کے پھر پیالے میں رکھا اور کھانا شروع کیا۔ بادشاہ یہ ماجرا دیکھ رہا تھا اس نے میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان نے

bestUrduBooks.wordpress.com

آج عجیب کام کیا۔ شیر خاں نے جو کچھ محمد خاں سور کے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع بادشاہ کو پہلے مل چکی تھی۔ بادشاہ کے اس جملے کا اشارہ شیر خاں کی فہم و فراست کی طرف تھا۔ اس نے بھی بادشاہ اور امیر خلیفہ کی گفتگو سنی اور وہ یہ سمجھ گیا کہ بادشاہ نے مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ تو پہلے ہی توہمات میں مبتلا تھا اور بھی پریشان ہو گیا اور اسی رات شاہی لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر میں جا پہنچا وہاں پہنچ کر اس نے سلطان جنید برلاس کو خط لکھا کہ محمد خاں سوری نے میرے خلاف سلطان محمد کے کان بھرے ہیں اور اس کا مقصد ہے کہ وہ میری جاگیر پر فوج کشی کرے لہٰذا میں پریشان ہو کر یہاں چلا آیا ہوں اور اسی پریشانی میں رخصت بھی نہیں لے سکا ہوں میں اب بھی بہی خواہوں میں سے ہوں۔ شیر خاں کو مغلوں سے بالکل مایوسی ہو گئی چنانچہ وہ اپنے بھائی نظام کو لے کر دوبارہ سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے شیر خاں پر مہربانی کی اور اسے دوبارہ شہزادے جلال کا اتالیق مقرر کر دیا۔ شیر خاں کو پھر وہی تقرب حاصل ہو گیا قضائے الٰہی سے سلطان کا انتقال ہو گیا اس کا کم عمر لڑکا جلال باپ کا جانشین ہوا۔

شیر خاں کا اقتدار

جلال خاں کی ماں لاڈو ملکہ نے سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ شیر خاں کی مدد سے ملکی معاملات انجام دینے لگی کچھ عرصے کے بعد جلال خان کی ماں نے انتقال کیا چنانچہ اب بہار کی حکومت پوری طرح سے شیر خاں کے قبضے میں آ گئی۔ بنگال کے حاکم کے ایک امیر مخدوم عالم حاجی پور نے شیر خاں سے دوستی اور راہ و رسم پیدا کی بنگال کا حاکم سلطان مخدوم عالم سے اس کی اس حرکت پر ناراض ہو گیا۔ اور منگیر کے حاکم قطب خاں کو بہار فتح کرنے اور مخدوم عالم و شیر خاں کو تباہ کرنے کے لئے نامزد کیا۔ شیر خاں نے بہت کوشش کی' التجائیں کیں تاکہ صلح ہو جائے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی چنانچہ اس نے افغانوں کو متحد کیا اور جان سے ہاتھ دھو کر لڑنے پر تیار ہو گیا۔

حاکم بنگالہ سے جنگ

فریقین صف آرا ہوئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی کافی خونریزی کے بعد قطب خاں مارا گیا اور شیر خاں کو فتح ہوئی۔ دشمن کے ہاتھی' خزانے اور دوسرے سامان شیر خاں کے قبضے میں آئے اب وہ پہلے سے بھی زیادہ صاحب قوت اور بااقتدار تھا۔ اس کے اس ٹھاٹھ سے لوحانی پٹھان جلنے لگے وہ اس کی جان لینے کی فکر میں رہنے لگے۔ انہوں نے جلال خاں سے جو ان کا ہم قوم تھا اپنے ارادوں سے متعلق مشورے کیے' لیکن جلال خاں کے ملازموں نے شیر خاں کو سارا حال آ کر بتا دیا۔ شیر خاں نے جلال خاں سے کہا کہ تمہارے امیر مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ اور میرے ساتھ نفاق برتتے ہیں ان کا تدارک کرو ورنہ میں تم سے علیحدگی اختیار کر لوں گا۔" جلال خاں نے کہا کہ تم جو کہو میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔" شیر خاں نے جواب دیا "اپنے امیروں کو دو گروہوں میں تقسیم کرو۔ ایک گروہ کو مالیہ وصول کرنے کے لئے پرگنات میں روانہ کرو اور دوسری جماعت کو حاکم بنگالہ کے مقابلے پر بھیجو۔" اس کے بعد شیر خاں نے اپنی حفاظت کا اتنا اچھا بندوبست کیا کہ لوحانی پٹھان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے چنانچہ لوحانی پٹھانوں نے فیصلہ کیا کہ محمود شاہ بنگالی کی ملازمت اختیار کی جائے۔ اور اسے بہار پر قبضے کے لئے اکسایا جائے لہٰذا وہ مغلوں سے مقابلہ کرنے کے بہانے سے بہار چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس گئے۔

ابراہیم خاں کی شکست

سلطان محمود نے ابراہیم خاں' قطب خاں کے بیٹے کو فوج دے کر شیر خاں کے مقابلے پر بھیجا۔ شیر خاں مٹی کے بنائے ہوئے قلعے میں بند ہو گیا اور روزانہ ایک گروہ کو دشمن سے جنگ کرنے کے لئے بھیجنے لگا یہاں تک کہ ابراہیم خان کو اپنے بادشاہ سے مدد طلب کرنی پڑی شیر خاں بھی اس سے باخبر ہوا۔ چنانچہ اپنے سپاہیوں کی صفیں درست کر کے صبح کو لشکر لے کر قلعے سے باہر گیا۔ بنگالی سپاہی بھی میدان میں آ نے لگے سوار اور پیادے صف بستہ ہوئے۔ شیر خاں نے اپنی فوج کے ایک حصے کو دشمن کے مقابل کھڑا کیا اور سپاہیوں کے ایک گروہ

besturdubooks.wordpress.com

بعد میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگیں تاکہ دشمن ان کا تعاقب کر سکے اور اس طرح وہ اپنے توپ خانہ سمیت باہر آ جائیں چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ بنگالی سپاہیوں نے شیر خاں کی فوج کا تعاقب کیا اور وہ ان چھپے ہوئے سپاہیوں کی زد پر آ گئے۔ فوج کے اس حصے نے ایک دم ان پر حملہ کر دیا اور ان کو خاک و خون میں ملا دیا۔ ابراہیم خاں بھی اپنے والد کی طرح لڑائی میں مارا گیا۔ جلال خاں جنگ سے نیم جان ہو کر بھاگا سیدھا بنگالے پہنچا۔ بنگالیوں کے ہاتھی اور توپ خانہ شیر خاں کے قبضے میں آیا۔ اس طرح بہار دشمنوں سے پاک ہوا اور شیر شاہ کو حکومت کرنے کی پوری قوت حاصل ہو گئی۔

لاڈو ملکہ

مورخ لکھتے ہیں کہ اسی زمانے میں تاج خاں ایک امیر قلعہ چنار پر سلطان ابراہیم کی طرف سے حکومت کرتا تھا اس کی ایک بیگم لاڈو نام کی تھی۔ اگرچہ یہ عورت بانجھ تھی مگر اس کے باوجود تاج خاں اس سے بہت محبت کرتا تھا' اس کے بیٹے جو دوسری بیگموں کے بطن سے تھے لاڈو ملکہ سے حسد کرتے تھے انہوں نے اسے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک رات تاج خاں کے بڑے لڑکے نے لاڈو ملکہ پر تلوار سے وار کیا ملکہ کے گہرا زخم لگا محل میں شور و غل ہوا کہ ملکہ ماری گئی۔ تاج خاں بھی ننگی تلوار لیے ہوئے پہنچا اور بیٹے پر جھپٹا بیٹے نے یہ دیکھ کر کہ اب باپ کے ہاتھوں سے بچنا مشکل ہے' تاج خاں پر وار کیا۔ ناخلف لڑکے کا ہاتھ پورا پڑا اور تاج خاں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد لڑکے قلعے کا انتظام نہ کر سکے۔ شیر خاں (جو ان کے پڑوس میں ہی تھا) کو بھی واقعات کا علم ہوا۔ اس نے لاڈو ملکہ کے ماموں میر احمد ترکمان کی معرفت تاج خاں کے نالائق بیٹوں کو تنبیہہ کرنے کے لئے خط و کتابت کی۔ میر احمد ترکمان تاج خاں کا بڑا معتبر ملازم تھا نامہ و پیام کے بعد طرفین میں یہ طے ہوا کہ شیر خاں لاڈو ملکہ سے شادی کر لے اور چنار کے قلعے پر قبضہ کر لے۔ شیر خاں نے ملکہ سے شادی کر کے قلعے کو قبضے میں کیا اس طرح خزانے اور دفینے بھی شیر خاں کے قبضے میں آئے۔

محمد شاہ بن سلطان سکندر لودھی نے بابر کے حملوں سے تباہ حال ہو کر رانا سانگا کے ہاں پناہ لی۔ رانا سانگا حسن خاں میواتی اور چند دوسرے زمینداروں کے ساتھ مل کر بابر کے مقابلے میں آیا۔ قصبہ جالوہ کے قریب جنگ ہوئی محمود شاہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ محمود شاہ چیت پور کے پاس تنہا دن گزار رہا تھا کہ لودھی پٹھانوں کے ایک گروہ نے جو پٹنہ میں جمع ہو گئے تھے' محمود شاہ کو بلایا محمود شاہ فوراً وہاں پہنچا اور دوبارہ پٹنہ کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ محمود شاہ پٹنے سے ایک لشکر جرار لے کر بہار پہنچا۔ شیر خاں یہ دیکھ کر کہ افغان یقیناً محمود شاہ کی اطاعت کریں گے اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس کی جانثاری کا دم بھرنے لگا۔

محمود شاہ کے امیروں نے بہار کو اپنی جاگیروں میں تقسیم کر لیا شیر شاہ کے حصے میں بھی ایک چھوٹا سا ٹکڑا آیا۔ لودھی امیروں نے شیر خاں کو تسلی دی اور کہا جون پور کو مغلوں سے چھڑانے کے بعد پورا بہار تمہارے قبضے میں دے دیا جائے گا۔" شیر خاں نے محمود شاہ سے اس کے متعلق وعدہ لیا اور لشکر کو منظم کرنے کے بہانے سے اپنی جاگیر میں واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان محمود شاہ لودھی مغلوں سے جون پور واپس لینے کے لئے لڑائی پر آمادہ ہوا اس نے شیر خاں کو بھی بلا بھیجا' شیر خاں نے بہانہ کیا کہ میں لشکر کو درست کر کے بہت جلد بادشاہ کے پیچھے پیچھے پہنچ جاؤں گا۔ محمود شاہ کے امیروں نے مشورہ دیا۔ "چونکہ شیر خاں بڑا مکار اور بہانے باز ہے لہٰذا ہمیں جاگیر میں جا کر اسے اپنے ہمراہ لے کر چلنا چاہیے۔" محمود شاہ فوج لے کر جون پور کی طرف بڑھا ہمایوں کے جونپوری امیر محمود شاہ کا مقابلہ نہ کر سکے وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جونپور کے علاقے پر افغانوں کا قبضہ ہو گیا بلکہ مانکپور تک کا علاقہ ان کی آماجگاہ بن گیا۔

ہمایوں کی فتح

اس حملے کے وقت ہمایوں کالنجر میں تھا افغانوں کے غلبے کی اسے اطلاع پہنچی لہٰذا اس نے جون پور کا رخ کیا۔ ببن افغان اور بایزید ہمایوں کے مقابلے میں آئے۔ شیر خاں ان دونوں کی امیری اور سرداری سے جلتا تھا اور ان سے عزت اور وقعت میں بڑھنا چاہتا تھا۔ حالات

besturdubooks.wordpress.com

و واقعات کو دیکھ کر وہ مغلوں کے غلبے کا بھی اندازہ کیے ہوئے تھا چنانچہ اس نے مغلوں کے مشہور امیر اور فوج کے سپہ سالار میر مندو بیگ کو خفیہ طور پر پیغام بھیجا کہ میں بابر کا نمک خوار ہوں لہٰذا تم دیکھنا کہ افغانوں کو شکست میری ہی وجہ سے ہو گی۔ اپنے قول کے مطابق شیر خاں لڑائی کے دن اپنی فوج کو لے کر افغان لشکر سے علیحدہ ہو گیا ہمایوں کو فتح نصیب ہوئی محمود شاہ لودھی پریشان ہو کر پٹنہ واپس آ گیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ۹۴۹ھ میں محمود شاہ اڑیسہ چلا گیا اور وہیں وفات پائی۔

ہمایوں کی قلعہ چنار کو روانگی

اس فتح کے بعد ہمایوں آگرہ روانہ ہوا' امیر مندو بیگ کو شیر خاں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ چنار کا قلعہ اس کے حوالے کر دے شیر خاں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مندو بیگ ناکام واپس آیا ہمایوں نے قلعہ چنار کا رخ کیا امیروں کے ایک گروہ کو اپنے آگے روانہ کر دیا تاکہ قلعے کا محاصرہ کریں۔ شیر خاں نے ہمایوں کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ میں حضور بابر کی توجہ اور امداد سے اس مرتبے کو پہنچا ہوں اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ افغانوں اور بایزید کے خلاف بادشاہ کی فتح کا سبب میں ہی ہوں۔ اور اگر بادشاہ چنار کا قلعہ میرے قبضے میں رہنے دیں تو میں اپنے لڑکے قطب خاں کو لشکر کے ہمراہ شاہی خدمت میں روانہ کروں گا تمام عمر اطاعت و فرمانبرداری کروں گا۔ اسی زمانے میں ہمایوں کو بہادر شاہ گجراتی کے حملوں نے پریشان کر رکھا تھا لہٰذا مصلحتاً شیر خاں کی درخواست کو منظور کیا۔ شیر خاں نے قطب خاں کو اپنے نائب کل عیسیٰ خاں حاجب کے ساتھ ہمایوں کی خدمت میں بھیج دیا۔

گجرات کی مہم

بادشاہ گجرات کی مہم پر روانہ ہوا قطب خاں پانچ سواروں کے ساتھ کچھ دن ہمایوں کے ہمراہ رہا پھر وہاں سے بھاگ کر شیر خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران میں شیر خاں نے بہار کو دشمنوں اور باغیوں سے خالی کر دیا اور پھر بنگالے پر فوج کشی کی۔ بنگال کے امیر گڑھی کی حفاظت میں مصروف ہوئے ایک مہینے تک شیر خاں سے جنگ ہوتی رہی۔ فتح شیر خاں کو ہوئی چنانچہ وہ بنگال میں داخل ہوا۔ محمود شاہ بنگالی شیر خاں کے سامنے جم نہ سکا وہ قلعہ گور میں محصور ہو گیا۔ ایک عرصے تک شیر خاں نے محاصرہ جاری رکھا' لیکن یہ خبر سن کر کہ بہار میں ایک زمیندار نے فساد مچا رکھا ہے اس نے خواص خاں اور دوسرے امیروں کو بنگالہ کی فتح کے لئے وہیں چھوڑا اور خود واپس بھاگ گیا۔ شیر خاں نے بہار کے فتنہ و فساد سے فرصت پا کر سلطان محمود شاہ کا پیچھا کیا۔ سلطان کو مجبوراً شیر خاں کے مقابلے میں آنا پڑا چنانچہ وہ زخمی ہو کر بھاگا اس طرح بنگالہ شیر خاں کے قبضے میں آ گیا۔

شیر خاں کی بیخ کنی کا عزم

ہمایوں گجرات سے فارغ ہو کر آگرے پہنچا۔ بادشاہ نے شیر خاں کی بیخ کنی کرنا ضروری سمجھا چنانچہ فوج لے کر چنار روانہ ہو گیا۔ قلعے کا حاکم جلال خاں' غازی خاں سور اور دوسرے افغانی امیروں کو قلعے میں چھوڑ کر چھار کھنڈ کے کوہستانوں میں بھاگ گیا۔ محاصرے کو چھ مہینے گزر گئے رومی خاں مہتمم توپ خانہ شاہی نے دریا میں سرکوب بنا کر مغل سپاہیوں کو قلعے میں داخل کر دیا قلعہ ہمایوں کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان محمود شاہ شیر خاں کے ہاتھوں زخمی ہو کر ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمایوں دولت بیگ کو قلعے میں چھوڑ کر شیر خاں سے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ شیر خاں نے یہ خبر سن کر جلال خاں اور خواص خاں کو اپنی فوج کا بڑا حصہ دے کر گڑھی کی حفاظت کے لئے بنگال کی مہم پر روانہ کیا۔ ہمایوں نے جہانگیر قلی بیگ اور دوسرے مغل سرداروں کو آگے روانہ کیا۔ خواص خاں وغیرہ نے مغل امیروں سے جنگ کی اور انہیں ہرا دیا۔ ہمایوں نے دوبارہ فوج بھیجی اور پیچھے پیچھے خود بھی روانہ ہو گیا گڑھی فتح ہوئی۔ جلال خاں گڑھی سے بھاگ گیا۔ خود وہاں سے [illegible] شیر خاں شہر گور کو خالی کر کے چھار کھنڈ کی طرف روانہ ہو گیا رہتاس کے قلعے پر قبضے میں تدبیریں سوچنے لگا۔ شیر خاں

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ معرکہ آرائیوں میں مصروف ہو جائے۔

قلعہ رہتاس پر قبضہ

شیر خاں نے محسوس کیا کہ لڑائی کر کے قلعہ فتح کرنا مشکل ہے چنانچہ اس نے راجہ کو مکر و فریب دے کر قلعہ حاصل کرنے کی تدبیر سوچی۔ اس نے ایک قاصد کو راجہ ہرکشن کے پاس بھیج اور یہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا ہے۔ ملک بہار بہت چھوٹا ہے اس لیے میرا ارادہ یہ ہے کہ بنگال بھی فتح کروں لیکن چاروں طرف مغلوں کا دور دورہ ہے اس لیے مجھے سکون و اطمینان نہیں مجھے تمہاری دوستی پر پورا بھروسا ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ تم میرے اور میرے سپاہیوں کے اہل و عیال کو اپنے قلعے میں جگہ دو پھر میں آرام و اطمینان کے ساتھ اپنے مقصد کو پورا کرتا رہوں گا۔ راجہ نے شیر خاں کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ شیر خاں نے دوبارہ نفیس تحفے و تحائف اپنے باتونی ایلچیوں کے ہاتھ راجہ کو بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ میں اپنی اور سپاہیوں کی عورتیں اور کچھ خزانے قلعے میں بھیجونگا۔ اگر میری قسمت میں بنگالے کی فتح ہوئی تو میں واپس آکر اس احسان کا بدلہ دے سکوں گا۔ اور اگر خدا نہ کرے کوئی حادثہ ہو گیا تو اس حالت میں میرے اہل و عیال و مال دولت کا تمہارے پاس رہنا نسبتاً اچھا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے پرانے دشمن مغل میرے ملک پر قابض اور متصرف ہوں۔" ہرکشن تو لالچ میں شیر خاں کی بات مان ہی چکا تھا۔

شیر خاں نے ایک ہزار ڈولیاں تیار کیں اور عام رواج کے مطابق ڈولیوں پر پردہ ڈال کر (جس طرح کہ ہندوستان میں عورتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں) ہر ڈولی میں دو سپاہی بٹھائے اور پانچ سو سواروں کو مزدوروں کا لباس پہنا کر روپیوں کے توڑے ان کے سروں رکھے اور ہتھیار کی بجائے لکڑیاں اور ڈنڈے ان کے ہاتھوں میں دیئے اس صورت میں ان لوگوں کو قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کیا پہلی چند ڈولیوں میں بوڑھی عورتوں کا ایک گروہ بٹھایا ہوا تھا۔ اور ان کے ہمراہ خواجہ سرا تھے چنانچہ راجہ اور اس کے اہل کاران کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ مزید کسی کی تفتیش نہ کی اہل و اسباب کو اپنا سمجھ کر جلدی جلدی قلعہ کے اوپر بھیجنے لگے ڈولیاں اس حویلی میں پہنچا دی گئیں جو راجہ نے ان کے لئے مقرر کی تھی چنانچہ تجربہ کار سپاہی جنہیں راجہ عورتیں سمجھ بیٹھا تھا ایکدم تلواریں لیے ڈولیوں سے نکل پڑے۔ مزدوروں نے بھی لوہے کی اشرفیاں جنہیں سونے کے سکوں کی طرح اٹھایا ہوا تھا سر سے پھینک کر اپنی لاٹھیاں سنبھال لیں۔ پھر یہ لوگ قلعے کے دروازے کی طرف جھپٹے غافل راجہ اور اس کے سپاہی ان کی زد میں تھے۔ اسی اثنا میں شیر خان نے بھی جو لشکر کو تیار کیے بیٹھا تھا اور آواز کا منتظر تھا قلعے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اسے قلعے کا دروازہ کھلا ہوا ملا چنانچہ وہ بہت سے سپاہیوں کے ساتھ قلعہ میں گھس آیا۔ راجہ ہرکشن اور اس کے سپاہیوں نے کچھ دیر مزاحمت کی مگر یہ دیکھ کر کہ اب تو تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ قلعے کے عقبی دروازے سے بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ چنانچہ اس طرح رہتاس کا بے نظیر اور مشہور و معروف قلعہ مع خزینوں اور دفینوں کے اس قدر آسانی سے شیر خاں کے قبضے میں آ گیا۔

قلعہ رہتاس

رہتاس کے متعلق یہ کہنا کچھ مبالغہ آمیز نہیں کہ یہ قلعہ مضبوطی میں بہت بے نظیر تھا۔ مولف تاریخ ہذا نے ہندوستان کے اکثر مشہور اور بڑے قلعے دیکھے ہیں، لیکن رہتاس کا دوسروں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قلعہ ایک اونچے پہاڑ پر بہار کے صوبے سے متصل واقع ہے۔ طول و عرض میں پانچ کوس سے زیادہ ہے پہاڑ کے دامن سے لے کر قلعے کے دروازے تک ایک کوس سے زاید راستہ ہے۔ قلعہ کے اکثر مکانوں میں میٹھے پانی کے چشمے موجود ہیں۔ قلعے میں جہاں کہیں بھی کنواں کھودا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ دو گز کے فاصلے پر میٹھا پانی نکل آتا ہے۔ جس نے بھی اس قلعے کو دیکھا ہے۔ اسی نے خدا کی قدرت اور کاریگری کی تعریف کی ہے۔ شیر خاں سے قبل کسی بادشاہ کو اس قلعے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی، لیکن شیر خاں کی خوبیِ قسمت سے نہایت آسانی کے ساتھ یہ قلعہ مل گیا۔

bestUrdubooks.wordpress.com

افغانوں کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے اپنے اہل و عیال کو قلعے میں چھوڑا اور تمام بندوبست کرنے کے بعد سکون و اطمینان کا سانس لیا۔

ہمایوں شیر کور میں جسے پرانی کتابوں میں لکھنوتی کہا گیا ہے تین مہینے سے آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا اسے یہ پتہ چلا کہ ہندال میرزا نے آگرے اور میوات میں فساد برپا کیا ہے اور شیخ بہلول کو قتل کر دیا گیا ہے نیز خطبہ میرزا کے نام کا پڑھا جاتا ہے۔ ہمایوں نے جہانگیر بیگ کو پانچ ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ شیر کور میں چھوڑا اور خود آگرے کی طرف چل پڑا۔ برسات کی شدت' کیچڑ اور گندگی کی وجہ سے شاہی لشکر میں بے سروسامانی اور تباہی مچ گئی۔

شیر خاں نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور ایک جرار لشکر لے کر راہ میں آن ڈٹا اس نے جوسا کے قریب ڈیرے ڈالے اور اپنے لشکر کے گرد حصار بنا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ خط و کتابت کرنے کے بعد شیر خاں نے اپنے مرشد شیخ خلیل کو ہمایوں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بہار سے لے کر گڑھی تک سارا علاقہ میں بادشاہ کے تصرف میں چھوڑتا ہوں' یہاں خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کروں گا۔"

چنانچہ صلح کی شرائط طے ہو جانے کے بعد شاہی لشکر دشمن سے بے خوف ہو گیا اور انہوں نے دریائے جوسا پر پل باندھ کر پار اترنے کا ارادہ کیا۔ شیر خاں نے دیکھا کہ ہمایوں کی فوج دشمن سے بالکل غافل ہے چنانچہ رات کو اس نے لشکر پر دھاوا بول دیا۔ اور صبح کو (۹۴۶ھ میں) باقاعدہ فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ لڑائی کے میدان میں آگیا' شاہی لشکر کو صفیں درست کرنے کا بھی موقع نہ ملا۔ اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں کو شکست ہوئی اور وہ بڑی پریشانی سے آگرے کی طرف بھاگا۔ شیر خاں بنگالے واپس آگیا۔

جہاں گیر قلی بیگ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ کئی دفعہ شیر خاں سے مقابلہ کیا لیکن چونکہ اس کے پاس رسد کی کمی تھی لہذا مجبوراً اسے شیر خاں کا شکار بننا پڑا۔

شیر خاں کے نام کا خطبہ و سکہ

اب شیر خاں نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور شیر شاہ کا لقب اختیار کیا دوسرے سال بڑی شان و شوکت کے ساتھ آگرے کا رخ کیا۔ نازک وقت پر جب لوگ غیروں کو اپنا بناتے ہیں کامران مرزا بادشاہ کو چھوڑ کر لاہور چلا گیا۔ چغتائی امیروں نے بادشاہ کی مخالفت اس بنا پر شروع کی کہ ہمایوں ترکمانی شیعوں کی بہت پرورش اور عزت کرتا ہے۔ ان تمام مشکلات کے باوجود ہمایوں آگرہ سے قنوج روانہ ہوا اور دریائے گنگا کو عبور کیا اس وقت مغلوں کا لشکر ایک لاکھ پر مشتمل تھا اور افغان پچاس ہزار تھے۔ دس محرم ۹۴۷ھ کو مغل سپاہیوں نے پیش قدمی کی اور بلندی سے نیچے اترنا شروع کیا۔ شیر شاہ فوراً ہوشیار ہو گیا' اور صفیں درست کر کے سامنے آکھڑا ہوا مغلوں نے بغیر لڑائی کے شکست کھائی۔ ہمایوں نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور بڑی مشکل سے پار پہنچا پھر لاہور کا رخ کیا۔ شیر شاہ نے لاہور تک تعاقب کیا۔ ہمایوں سندھ روانہ ہو گیا شیر شاہ نے خوشاب تک پیچھا کیا۔ اس جگہ اسمٰعیل خاں غازی خاں اور فتح خاں بلوچ دوذائی بلوچوں کے سردار' شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیر شاہ نے کوہستان نندنہ اور کوہ بالناتھ کے حوالی کا معائنہ کیا اور ایک جگہ پر قلعہ تعمیر کروایا اور رہتاس نام رکھا۔ اپنے غلام خواص خاں کو جس کی وجہ سے اسے ہندوستان کی سلطنت نصیب ہوئی تھی امیر الامراء مقرر کیا اور ممالک محروسہ کا دسواں حصہ اسے جاگیر میں دیا۔ خواص خاں کی بہادری اور مردانگی کا شیر شاہ کی فتوحات میں بڑا حصہ ہے۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو ہیبت خاں نیازی اور ایک لشکر جرار کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود آگرہ روانہ ہوا۔ یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ خضر خاں شیروانی جو شیر شاہ کی طرف سے بنگالے کا حاکم تھا۔ سلطان محمود شاہ بنگالی کی بیٹی سے شادی کر کے شاہانہ عظمت و اقتدار کا مالک بن بیٹھا ہے۔ شیر شاہ نے یہ خیال

besturdubooks.wordpress.com

اسے نظربند کر لیا۔ اس کے بعد بنگال کو چند آدمیوں میں تقسیم کیا اور اس طرح مرکزی طاقت کو توڑا' کڑہ کے مشہور و معروف فاضل قاضی فضل کو جو نہایت دیانتدار اور پرہیزگار تھا اور عام طور پر قاضی فصیح کے نام سے مشہور تھا یہاں کا امین مقرر کیا اور اسے سیاہ و سفید کا مالک بنا کر خود آگرہ آگیا۔

مالوہ پر حملہ

۹۴۹ھ میں شیر شاہ نے مالوہ پر حملہ کیا اور گوالیار پہنچا۔ شیر شاہ کے امیر شجاعت خاں افغان نے جو اس سے قبل گوالیار کے محاصرے کے لئے نامزد کیا گیا تھا' ہمایوں کے قلعہ دار ابو القاسم بیگ کو نکال کر قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔ شیر شاہ مالوے پہنچا مالوے کا حاکم ملوخاں خلجی بادشاہوں کا غلام تھا وہ صلح کا طالب ہو کر بغیر بلائے چلا آیا کچھ دنوں کے بعد ملوخاں اس قدر خوفزدہ ہو کر جس طرح آیا تھا اسی طرح بلا اجازت چلا گیا۔ شیر شاہ نے حاجی خاں کو مالوے کا حاکم بنا دیا۔ شجاعت خاں کو سیوو اس کی جاگیر دے کر دونوں کو وہاں چھوڑا اور خود رنتھنبور روانہ ہوا۔

شیر شاہ کی روانگی کے ساتھ ملوخاں مالوہ پہنچا۔ حاجی خاں اور شجاعت سے لڑا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ اس فتح کا سہرا شجاعت خاں کے سر رہا۔ شیر شاہ نے حاجی خاں کو بلوا کر شجاعت خان کو مالوے کا حاکم بنا دیا۔

شیر شاہ نے رنتھنبور پہنچ کر چرب زبان اور باتونی ایلچیوں کو سلطان محمود لودھی کے گماشتوں کے پاس بھیجا اور ان سے صلح کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

شیر شاہ رنتھنبور سے آگرے آیا یہاں اس نے ملوخاں کے لڑنے اور بھاگنے کی خبر سنی اور فی البدیہہ مصرعہ پڑھا۔

بلماچہ کرد دیدی ملوغلام گیدی

شیخ عبد الحی ولد شیخ جمالی نے دوسرا مصرعہ عرض کیا۔

قولے ست مصطفےٰ رالا خیر فی العبیدی۔

ملتان کی فتح

شیر شاہ نے یہاں ایک سال قیام کیا اور ملک اور فوج کے انتظام کو درست کیا پھر ہیبت خاں کو حکم دیا کہ ملتان کو بلوچیوں سے چھڑا کر شیر شاہ کی حکومت میں شامل کرے۔ ہیبت خاں' فتح خاں بلوچ سے معرکہ آرا ہوا اور ملتان کو فتح کر کے شیر شاہ کی سلطنت میں شامل کیا۔ شیر شاہ نے ہیبت خاں کو "اعظم ہمایوں" کے خطاب سے نوازا۔

پورن مل کی بغاوت

۹۵۰ھ میں پورن مل ولد راجہ سلہدی پوربیہ نے قلعہ رائے سین میں طاقت پکڑ کر بغاوت کی پورن مل نے اس علاقے کے اکثر پرگنات پر قبضہ کر کے دو ہزار مسلمان عورتیں اپنے حرم میں داخل کر رکھی تھیں یہ مسلمان عورتیں رقاصاؤں اور گائنوں کا کام انجام دیتی تھیں۔ شیر شاہ یہ واقعہ سن کر بہت غصے میں آیا چنانچہ اس نے رائے سین کے قلعے پر حملہ کر دیا اور محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے شیر شاہ نے صلح کی بات چیت شروع کی۔ اس نے پورن مل سے وعدہ کر لیا کہ اس کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ پورن مل اپنے بال بچوں اور چار ہزار راجپوتوں کے ساتھ قلعے سے باہر ایک جگہ پر قیام پذیر ہوا۔ علمائے وقت میں سے میرزا رفیع الدین صاحب نے باوجود عہد و پیمان کے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ شیر شاہ نے اپنے لشکر اور ہاتھی راجہ کے سر پر لا کھڑے کیے اور شاہی لشکر نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا۔ راجپوت اس قدر بہادری سے لڑے کہ رستم اور اسفندیار کی داستانیں بھی ان کی بہادری و مردانگی کے آگے بچوں کا کھیل معلوم ہونے لگیں۔ تلواروں اور تیروں اور ہاتھیوں پر گر کر پروانوں کی طرح ساری قوم قتل ہو گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

مارواڑ پر حملہ

شیر شاہ اس معرکے سے فارغ ہو کر آگرے آیا چند مہینے قیام کر کے لشکر کو نئے سرے سے منظم کیا اور پھر مارواڑ پر حملہ کر دیا۔ ہر منزل کے بعد شیر شاہ لشکر کے گرد قلعے بنواتا اور خندقیں کھدواتا چلا گیا۔ اس طرح سے احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتا ہوا وہ ریگستان میں پہنچا یہاں قلعے بنوانا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ عقلمند بادشاہوں نے بوروں میں بالو بھرنے کا حکم دیا اور بوروں کو اوپر نیچے رکھ کر قلعہ بندی کی۔ شیر شاہ کا پہلا حملہ ناگور اور جودھپور کے راجہ مالدیو پر ہوا۔ یہ راجہ فوج اور شان و شوکت میں تمام ہندوستانی راجاؤں میں ممتاز تھا۔ پچاس ہزار راجپوت راجہ کے گرد جمع ہو گئے راجہ اپنے بھائیوں کے ہمراہ ایک مہینے تک اجمیر کے قریب خیمہ زن رہا فریقین میں سے کسی نے پیش قدمی نہ کی۔ جب شیر شاہ کو راجہ کے لشکر کا حال معلوم ہوا تو اسے اپنے اس سفر پر قدرے افسوس ہوا۔

جعلی خطوط

راجہ مالدیو نے حکومت وراثت میں حاصل نہیں کی تھی بلکہ اس علاقے کے تمام راجاؤں کو زیر کر کے مہاراجہ بنا تھا' مظلوم راجاؤں نے موقع پا کر شیر شاہ سے پناہ مانگی۔ شیر شاہ کے مشورے سے ان راجاؤں نے مالدیو کے افسروں اور سرداروں کی طرف سے شیر شاہ کے نام ہندی زبان میں خطوط لکھے جن کا مضمون یہ تھا کہ "ہم لوگ مجبوراً مالدیو کی اطاعت کر رہے ہیں اور ہم نے کسی غیبی امداد کے بھروسے پر راجہ کے ظلم و ستم برداشت کیے' خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسا بادشاہ اس ملک پر حملہ آور ہوا ہے تاکہ اس ظالم سے ہمارے بدلے لے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کی فوج یہاں پہنچ جائے گی ہم مالدیو سے علیحدہ ہو کر آپ کی مدد کریں گے۔" ان خطوط کے مضمون کے مطابق شیر شاہ کا جواب بھی بادشاہ کی طرف سے اسی طرح لکھا گیا کہ "اگر خدا نے چاہا تو میں مالدیو کو شکست دے کر تمہاری دادرسی کروں گا اور تمہارے موروثی علاقے تمہیں دے کر تمہارے مراتب بلند کروں گا تم لوگوں کو چاہیے کہ صبر و سکون کے ساتھ میرا ساتھ دو۔"

مالدیو کی پریشانی

یہ جعلی خطوط کسی طرح سے مالدیو تک پہنچائے گئے راجہ ہمیشہ اپنے زمینداروں اور امیروں سے خائف رہتا تھا ان خطوط کو دیکھ کر اس کے اوسان جاتے رہے۔ اور اس کے باوجود کہ وہ تین چار منزلیں طے کر چکا تھا جہاں تھا وہیں سہم کر رہ گیا۔ راجہ کے ایک کنہیا نامی سردار نے جو اپنی فوج اور ذاتی بہادری کی وجہ سے تمام امیروں میں ممتاز تھا۔ راجہ کو آگے بڑھ کر معرکہ آرائی کرنے کا مشورہ دیا۔ ان جعلی خطوط میں ایک خط کنہیا کے نام کا بھی تھا لہٰذا راجہ کا شبہ یقین میں بدل گیا کہ کنہیا مصلحتاً اسے لڑائی کے لئے ابھار رہا ہے' چنانچہ اس کے وہم میں اور اضافہ ہوا اور اس نے واپسی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کنہیا اور چند دوسرے سرداروں نے راجہ کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا ان ہندو سرداروں کو بھی ان خطوط کی اصلیت معلوم ہوئی چونکہ غداری کا جرم عام طور پر ہر مذہب میں ناقابل معافی ہوتا ہے اور خاص طور پر راجپوت "مسلمانوں کی طرح اسے بڑے شرم کی بات سمجھتے ہیں۔

اس تجویز کے بعد اس رات جبکہ مالدیو اپنے دور دراز ملک کو واپس جا رہا تھا کنہیا اور اس کے دوسرے ساتھی امیر راجہ سے رخصت ہوئے اور دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جن کی بہادری آزمائی ہوئی تھی۔ شیر شاہ کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے دشمن کی طرف بڑھے اتفاق سے یہ سردار راستہ بھول گئے اور بجائے رات کے دن کو شیر شاہ کے لشکر کے قریب پہنچے۔ ان ہندو سرداروں نے افغانی لشکر پر جو اسی ہزار سے کم نہ تھا بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ حملہ کیا اور افغانوں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں قریب تھا کہ شیر شاہ کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ جاتے کہ اچانک ایک افغان امیر جلال خاں جلوانی جس کی شجاعت اور پختگی مشہور تھی تازہ لشکر کے ساتھ عین

besturdubooks.wordpress.com

شکست کے بعد فتح نصیب ہوئی۔ شیر شاہ نے کہا خیر گزری ورنہ ایک مٹھی بھر باجرے کے لئے ہندوستان کی سلطنت کھو بیٹھا تھا۔" بات یہ تھی کہ مالدیو کے علاقے میں ریگستان ہونے کی وجہ سے جوار اور باجرے کے سوا گیہوں' چاول' جو اور نیشکر اور ترکاریاں وغیرہ بہت کم پیدا ہوتی تھیں اس علاقے میں اکثر کھیت باجرے کے ہی ہوتے ہیں۔ مالدیو کو بھی اپنے بے گناہ امیروں کی لڑائی اور مارے جانے کا حال اور افغانوں کے مکر و فریب کا پتہ چلا تو اسے بیحد افسوس ہوا۔ وہ کوہستان جودھ پور کی طرف ناکام ہو کر بھاگ نکلا' شیر شاہ اس غیبی امداد سے کامیاب ہو کر قلعہ چتوڑ کی طرف روانہ ہوا۔

کالنجر پر لشکر کشی

چتوڑ پر صلح صفائی سے قبضہ کرنے کے بعد وہ رنتھنبور پہنچا' رنتھنبور کو شیر شاہ نے اپنے بڑے لڑکے کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ اس لیے اس کے لڑکے عادل خاں نے قلعے میں انتظام کی غرض سے چند روز کی اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد شیر شاہ ہندوستان کے مشہور ترین اور سب سے مضبوط حصار قلعہ کالنجر کی طرف چلا۔ قلعے کا راجہ' پورن مل کے ساتھ افغانوں کی بدعہدی سے باخبر تھا لہٰذا راجہ نے اطاعت سے انکار کیا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ شیر شاہ نے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا جہاں بادشاہ خود کھڑا تھا۔ اسی جگہ بارود سے بھرے ہوئے ڈبے رکھے ہوئے تھے ان کو سپاہی آگ لگا کر قلعے کے اندر پھینک رہے تھے۔ اتفاق سے ایک ڈبہ قلعے کی دیوار سے ٹکرا کر لوٹ گیا۔ اور دوسرے ڈبوں کے درمیان میں آ گرا اس کے گرتے ہی سارے ڈبوں کو آگ لگ گئی۔ شیر شاہ مع اپنے مرشد شیخ خلیل خاں صاحب اور ملا نظام دانشمند و دریا خاں شیروانی کے جل گیا۔ شیر شاہ اسی حالت میں مورچے تک پہنچا بے ہوشی طاری تھی۔ جب کبھی سانس ٹھیک چلنے لگتی اور ہوش آ جاتا تو بلند آواز سے لشکر کو لڑنے کی تاکید کرتا اور اپنے خاص امیروں کو بڑے اہتمام اور تاکید کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر روانہ کرتا۔

اسی دن جبکہ شام ہو رہی تھی ۹۵۲ھ بارھویں ربیع الاول کو شیر شاہ نے قلعے کے فتح ہونے کی خبر سنی اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شیر شاہ نے پندرہ برس امارت اور افسری میں گزارے اور پانچ سال پورے ہندوستان پر حکومت کی شیر شاہ بڑا عقلمند اور مدبر تھا۔ اس بادشاہ نے اپنے کارناموں کے پسندیدہ آثار دنیا میں چھوڑے۔ اس نے اپنے عہد میں بنگالے اور سنارگاؤں سے دریائے سندھ تک پندرہ سو میل پختہ سڑک بنوائی اور ہر کوس پر ایک سرائے' ایک کنواں اور ایک پختہ مسجد تعمیر کی گئی۔ مسجدوں میں امام' قاری اور موذن مقرر کیے گئے ان کو وظیفہ سرکاری خزانے سے ملتا تھا۔

ہر سرائے کے دو دروازے تھے ایک دروازے پر پکا ہوا کھانا و جنس اور غلہ وغیرہ مسلمانوں کو اور دوسرے پر اسی طرح ہندوؤں کو تقسیم کیا جاتا تاکہ مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح ہر سرائے میں ڈاک چوکی کے دو گھوڑے ہر وقت موجود رہتے۔ اس حسن انتظام کی وجہ سے سندھ اور بنگالے کی خبریں روزانہ بادشاہ کو ملتی رہتی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف کھرنی' جاموں اور دوسرے میوہ جات کے درخت لگائے گئے۔ تاکہ رعایا ان کے سائے میں آرام کے ساتھ سفر طے کرے اسی طرح آگرے سے مندو تک تین سو کوس تک میوہ دار درخت سڑک کے دونوں طرف لگائے گئے۔ سرائے' مسجد اور کنوئیں وغیرہ تعمیر کرائے گئے۔ شیر شاہ کا عہد اتنا پر امن تھا کہ مسافر جنگل میں بھی بے کھٹکے اپنا اسباب سرہانے رکھ کر آرام اور اطمینان سے سوتے تھے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک بڑھیا بھی روپے اور اشرفیوں کا گھڑا اپنے پاس رکھ کر سوتی تو اسے پاسبان کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

شیر شاہ جب کبھی آئینے میں اپنی سفید ڈاڑھی دیکھتا تو کہتا کہ "دولت نے شام ہوئے پر میرا ساتھ دیا۔" اور پھر اس پر افسوس کرتا شیر شاہ ہندوستانی طریقے کے مضحکہ خیز شعر بھی کہتا تھا اس کی انگوٹھی پر یہ سجع کندہ تھا۔

شہ اللہ باقی ترا باد دائم

besturdubooks.wordpress.com

ایک شاعر نے اس کی رحلت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

خاں شیر شہ حسن قائم سور — شیر شا ہے کہ از مہابت او
شیر و بز آب رابہم می خورد — چوں بہ رفت از جہاں بدار بقا
گشت تاریخ اوز آتش مرد

besturdubooks.wordpress.com

سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری

شیر شاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا عادل خاں جو ولی عہد تھا رنتھنبور کا قلعہ دار تھا اور چھوٹا بیٹا جلال خاں پٹنہ کے مضافات میں قصبہ ریون میں تھا۔ امیروں نے یہ مشورہ کیا کہ چونکہ عادل خاں دور ہے اور بغیر حاکم کے رہنا بھی محال ہے لہٰذا جلال خاں کو بلوایا جائے جلال خاں پانچ روز میں شاہی لشکر گاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے عیسیٰ خاں حاجب اور دوسرے امیروں کی کوشش سے پندرہویں ربیع الاول ۹۵۲ھ کو کالنجر کے قلعہ میں تخت نشینی کی۔ جلال خاں نے اسلام خان لقب اختیار کیا' لیکن خاص و عام کی زبان پر بجائے اسلام شاہ کے سلیم شاہ چڑھ گیا لہٰذا وہ اسی لقب سے مشہور ہوا۔ سلیم نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر بڑے بھائی عادل خاں کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا۔ "چونکہ تم مرحوم بادشاہ سے بہت دور تھے اور میں قریب تھا لہٰذا تمہارے آنے تک فتنہ و فساد روکنے کے لئے عنان حکومت میں نے سنبھالی ہے اور لشکر و سپاہ کی حفاظت کر رہا ہوں میں تمہارا مطیع و فرمانبردار ہوں۔" سلیم شاہ بھائی کو یہ خط لکھ کر کالنجر سے آگرہ روانہ ہوا۔ جب وہ قصبہ کور کے نزدیک پہنچا تو خواص خاں اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور از سر نو جشن جلوس مرتب کیا۔ امیروں کے مشورے سے سلیم شاہ کو دوبارہ تخت پر بٹھا کر اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ سلیم شاہ نے دوسرا خط عادل خاں کے نام روانہ کیا اور اس میں بھی اپنے خلوص کا اظہار کیا اور اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

عادل خاں نے سلیم شاہ کے امیروں قطب خاں نائب' عیسیٰ خاں نیازی' خواص خاں اور جلال خاں جلوانی سے اپنے آنے کے متعلق پوچھا اور سلیم شاہ کو بھی لکھا کہ اگر یہ چاروں امیر مجھے مطمئن کر دیں تو مجھے آنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔"

سلیم شاہ نے ان چاروں امیروں کو عادل خاں کے پاس بھیجا انہوں نے عادل خاں سے بات چیت کے بعد یہ طے کیا کہ پہلی ملاقات میں عادل خاں کو اجازت دے دی جائے گی کہ ہندوستان کے جس گوشے میں چاہے اپنی جاگیر پسند کرے اور وہاں چلا جائے۔ عادل خان ان کے ہمراہ آگرہ روانہ ہوا۔ عادل خاں قصبہ سیکری میں جواب فتح پور کے نام سے مشہور ہے پہنچا۔ سلیم شاہ شکار گاہ میں تھا اس نے یہ خبر سنی اس جگہ کو دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لئے تجویز کیا گیا تھا لہٰذا اسے آراستہ کیا گیا۔ وہاں دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی تھوڑی دیر دونوں وہاں بیٹھے پھر آگرہ روانہ ہوئے۔

عادل خاں

سلیم شاہ کو بھائی کی طرف سے اندیشہ تھا لہٰذا اس نے یہ طے کیا کہ عادل خاں کے ہمراہیوں میں سے دو تین سے زیادہ آگرے کے قلعے میں نہ رہنے پائیں' مگر سلیم شاہ کے اس حکم کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ قلعے کے دروازے پر اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔ سلیم شاہ نے ملائمت اور نرمی سے کام لیا اور خوشامد سے کہا کہ "اب تک تو افغانوں کا میں نگران رہا' مگر اب سے تم ان کے سردار ہو اور اس سرکش قوم کے ذمہ دار ہو۔ میں تمہاری قوم تمہیں سپرد کرتا ہوں" یہ کہنے کے بعد عادل خاں کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھا دیا اور چاپلوسی کرنے لگا۔ عادل خاں عیش پسند اور آرام طلب تھا' سلیم شاہ کی مکاری کو سمجھ گیا لہٰذا وہ خود تخت سے اترا اور سلیم شاہ کو مسند شاہی پر بٹھا دیا۔ عادل نے پہلے خود سلام کیا اور مبارک باد دی پھر امیروں نے مبارک باد دے کر نچھاور اور صدقے کی رسم ادا کی۔ اس محفل میں قطب خاں اور دوسرے امیر حاضر تھے جو عادل خاں سے عہد و پیمان کر کے اسے یہاں لائے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہمارا وعدہ یہ تھا کہ عادل خاں کو پہلی ملاقات میں رخصت کر کے بیانہ اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ اسے جاگیر میں دے دیں سلیم شاہ نے اس کو منظور

besturdubooks.wordpress.com

کیا۔ اس نے عادل خاں کو عیسیٰ خاں اور خواص خاں کے ساتھ بیانہ جانے کی اجازت دے دی۔

عادل خاں کی گرفتاری کا حکم

دو تین مہینے کے بعد سلیم نے ایک امیر غازی محلی کو جو بادشاہ کا رازدار تھا سونے کی بیڑی دے کر حکم دیا کہ عادل خاں کو قید کر کے پابہ زنجیر سلیم شاہ تک لے آئے۔

خواص خاں کی بغاوت

عادل خاں نے یہ خبر سنی اور خواص خاں کے پاس میوات میں چلا گیا اور اس سے سلیم شاہ کی وعدہ شکنی کی شکایت کی۔ خواص خاں کو عادل خاں کے حال پر ترس آیا چنانچہ اس نے غازی محلی کو بلا کر وہی بیڑی اس کے پیروں میں ڈال دی اور سلیم شاہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ خواص خاں نے دوسرے امیروں کو بھی جو سلیم شاہ کے گرد جمع تھے خط لکھ کر اپنا ہمنوا بنا لیا پھر ایک جرار لشکر لے کر عادل خاں کے ہمراہ آگرے روانہ ہوا۔

قطب خاں نائب اور عیسیٰ خاں نیازی نے سلیم شاہ سے بد دل ہو کر عادل خاں کو لکھا اور ترغیب دی کہ رات کے آخری حصے میں وہ آگرہ میں پہنچ جائے پھر ہم سب لوگ بلا روک ٹوک عادل خاں سے آملیں گے۔ عادل خاں اور خواص خاں آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سیکری میں پہنچے اور اس علاقے کے ایک بڑے بزرگ حضرت شیخ سلیم سے ملاقات کرنے گئے چونکہ یہ رات شب برات کی تھی لہٰذا خواص خاں کو اس رات کی نماز پڑھنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ اور یہ لوگ بجائے رات کے پچھلے حصے کے چاشت کے وقت آگرہ پہنچے۔ سلیم شاہ کو بھی ان کی آمد کی اطلاع مل گئی وہ پریشان ہو کر قطب خاں نائب، عیسیٰ خاں نیازی وغیرہ سے کہنے لگا اگر مجھ سے عادل خاں کے ساتھ کوئی بد عہدی کی بات ہو گئی ہے تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں نے مجھے خبردار کیوں نہ کیا تاکہ میں اپنے برے ارادوں سے باز رہتا۔" قطب خاں نے سلیم کو پریشان دیکھ کر کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ابھی تک مرض لاعلاج نہیں ہوا ہے میں اس جھگڑے کو ختم کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔

سلیم شاہ کی حکمت عملی

سلیم شاہ نے قطب خاں نائب اور دوسرے امیروں کو جو عادل خاں کی طرف مائل ہو چکے تھے صلح کی گفت و شنید کے لئے اس کے پاس بھیجا اور خود قلعہ چنار جانے کی تیاری کرنے لگا تاکہ خزانے پر قبضہ کر کے سامان جنگ مہیا کرے اور بھرپوری قوت سے معرکہ آرائی کر سکے۔ عیسیٰ خاں نیازی نے سلیم شاہ کو اس ارادے سے منع کیا اور اس سے کہا "اگر تم کو دوسروں پر بھروسا نہیں ہے تو کیا ان دس ہزار قربلی افغانوں پر بھی اعتماد نہیں کرتے جو تمہارے شہزادگی کے زمانے سے نمک خوار ہیں اور باوجود اس کے کہ طاقت اور قوت تمہارے پاس موجود ہے۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تم خدا کی دی ہوئی دولت پر بھروسا نہیں کرتے اور بجائے ثابت قدم رہنے کے بھاگنے کو ترجیح دیتے ہو۔ یہ بھی ذہن نشین کر لو کہ اپنے امیروں کو چاہے وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہوں دشمن کے پاس بھیجنا دوراندیشی اور احتیاط کا کام نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ تم بذات خود اپنی فوج سے چار قدم آگے میدان میں نکل آؤ اور اپنی ثابت قدمی دکھاؤ۔ اس طرح کوئی بھی تمہاری موجودگی میں دشمن کا ساتھ نہ دے گا۔

ان باتوں سے سلیم شاہ کو کچھ تسلی ہوئی اور اس میں کچھ مستقل مزاجی پیدا ہوئی اس نے ان امیروں کو جنہیں وہ عادل خاں کے پاس بھیجنے کے لئے کہہ چکا تھا بلایا اور ان سے کہا کہ "اپنے ہی ہاتھوں سے میں تمہیں دشمن کے حوالے نہیں کر سکتا ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے بری طرح پیش آئیں" اس کے بعد سلیم شاہ جنگ کے لئے تیار ہو کر قلعے سے نکل کر میدان جنگ میں آ گیا ادھر جن لوگوں نے عادل

besturdubooks.wordpress.com

طرفداروں میں شامل ہو گئے۔

معرکہ آرائی

آگرے کے قریب جنگ ہوئی قدرت نے سلیم شاہ کا ساتھ دیا۔ خواص خاں اور عادل خاں کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی چنانچہ عیسیٰ خاں نیازی اور خواص خاں میوات کی طرف بھاگے عادل خاں اکیلا پٹنے کی طرف چلا گیا۔ پھر عادل خاں پر گمنامی کا ایسا پردہ پڑا کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ کس حال میں ہے اور اس کا انجام کیا ہوا۔

سلیم شاہ نے عیسیٰ خاں اور خواص خاں کے تعاقب میں فوج بھیجی فیروزپور میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیم شاہ کی فوج کو شکست ہو گئی۔ سلیم شاہ نے دوبارہ فوج بھیجی چنانچہ عیسیٰ خاں اور خواص خاں ان نئے سپاہیوں سے مقابلہ نہ کر سکے اور کمایوں کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ سلیم شاہ نے قطب خاں نائب اور دوسرے سرداروں کو ادھر روانہ کیا قطب خاں نے کوہ کمایوں میں ٹھہر کر اس کے گرد و نواح کے علاقوں کو زیر زبر کرنا شروع کر دیا اسی دوران میں سلیم شاہ نے خود چنار کا رخ کیا۔

جلال خاں کا قتل

راستے میں بادشاہ نے جلال خاں جلوانی اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ انہوں نے عادل خاں کا ساتھ دیا تھا۔ سلیم نے چنار پہنچ کر خزانے کو گوالیار بھیج دیا اور خود آگرے واپس آ گیا۔

قطب خاں کی گرفتاری

قطب خاں بھی چونکہ عادل خاں کو بلانے والے گروہ میں شریک تھا لہٰذا اس کو بھی سلیم شاہ کی طرف سے خوف تھا چنانچہ قطب خاں اس وہم میں مبتلا ہو کر کوہ کمایوں سے بھاگا۔ اور ہیبت خاں نیازی اعظم ہمایوں کے ہاں لاہور میں پناہ گزین ہوا۔ سلیم شاہ نے ہیبت خاں کو حکم دیا کہ وہ قطب خاں کو پیش کرے چنانچہ اعظم ہمایوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ سلیم شاہ نے قطب خاں کو اور چودہ دوسرے مجرموں کو قید کر کے جن میں شہباز خاں لوحانی' سلیم کا بہنوئی بھی تھا' گوالیار بھیج دیا۔ پھر اس نے مالوے کے حاکم شجاعت خاں اور اعظم ہمایوں کو طلب کیا شجاعت خاں تو حاضر ہو گیا' مگر اعظم ہمایوں نے عذر کیا' شجاعت خاں کو واپس مالوے بھیج دیا گیا۔ اور سلیم خود رہتاس کا خزانہ لانے کے لئے روانہ ہوا۔ سعید خاں اعظم ہمایوں کا بھائی ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا وہ راستے ہی سے بھاگ کر لاہور جا پہنچا۔ سلیم شاہ بھی راستے ہی سے واپس آگرے آ گیا اور اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا پھر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

سلیم شاہ کی لاہور کو روانگی

شہر کا قلعہ بادشاہ ہمایوں نے بنوایا تھا۔ سلیم شاہ نے اس کی جگہ پختہ قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا' سلیم شاہ کی آمد کی خبر دہلی میں پہنچی شجاعت اس خبر کو سن کر اپنے خلوص کا اظہار کرنے کے لئے چند دوستوں کے ساتھ سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلیم شاہ نے اس کو تسلی دی پھر چند دن دہلی میں رہنے کے بعد اپنے لشکر کو ترتیب دے کر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔

اعظم ہمایوں کی شورش

اعظم ہمایوں بادشاہ کے مخالفین کے ہمراہ پنجابی لشکر لے کر بادشاہ سے مقابلے کے لیے آگے بڑھا یہ لشکر بادشاہ کی فوج سے دوگنا تھا اور خواص خاں بھی ان کے ساتھ تھا انبالے کے قصبے کے قریب مقابلہ ہوا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نیازیوں کی فوج کے پہنچتے ہی سواری سے اترا اور چند درباریوں کو لے کر دشمن کی سپاہ دیکھنے کے لئے چلا یہ ایک ٹیلے پر چڑھے بادشاہ نے دشمن کی فوج کو دیکھ کر کہا کہ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ باغی زندہ رہیں میں صبر نہیں کر سکتا چنانچہ فوج کو تیاری کا حکم دے دیا گیا۔ لڑائی سے قبل رات کو اعظم ہمایوں' اس کے بھائیوں اور خواص خاں میں مشورے ہوئے کہ سلیم شاہ کی بجائے کس کو حاکم بنایا جائے۔ خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو تلاش

besturdubooks.wordpress.com

کرکے اسے بادشاہ بنایا جائے۔ اعظم ہمایوں اور اس کے بھائیوں نے کہا کہ "ملک وراثت سے نہیں بلکہ تلوار سے قبضے میں آتا ہے" ان باتوں سے ان امیروں میں اختلاف ہو گیا۔

سلیم شاہ کی فتح

اگلی صبح دونوں فوجیں صف بستہ ہوئیں لڑائی شروع ہوئی۔ خواص خاں بغیر لڑے ہوئے میدان جنگ سے بھاگا نیازیوں نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ یہ درست ہے کہ نمک حرامی کی سزا ہمیشہ ندامت اور بدنامی ہوا کرتی ہے۔ اعظم ہمایوں اور ان کے ساتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلیم شاہ کو غیب سے مدد ملی اور فتح نصیب ہوئی۔ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے جو مسلح تھا اور جسے کوئی پہچان نہ سکتا تھا دس ہمراہیوں کے ساتھ مبارک باد کے بہانے سے سلیم شاہ تک پہنچ کر اس کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایک فیل بان نے اسے پہچان لیا اور اسے نیزہ مارا۔ سعید خاں ہاتھیوں کے گھیرے اور سلیم شاہ کے خاصے کی فوج سے نکل کر دائیں طرف آیا اور میدان جنگ سے نکل گیا۔ شکست کے بعد نیازی دھن کوٹ جوزدہ کے قریب چلے گئے۔ سلیم شاہ نے ان کا پیچھا کیا اور اپنے باپ کے بنائے ہوئے قلعے رہتاس تک بڑھتا گیا۔ پھر اس نے خواجہ اویس شیروانی کو فوج دے کر نیازیوں کو کچلنے کے لئے چھوڑا اور خود آگرے لوٹ آیا۔ بعد ازاں سلیم آگرہ سے گوالیار پہنچا اسی زمانے میں ایک دن شجاعت خاں قلعے کے اوپر سلیم شاہ سے آگے جا رہا تھا۔ ایک شخص عثمان' جس کا ہاتھ شجاعت خاں نے کٹوا ڈالا تھا راستے میں چھپا ہوا تھا' اور موقع کا متلاشی تھا' جوں ہی شجاعت خاں قریب پہنچا عثمان نے نکل کر شجاعت خاں پر وار کیا۔ شجاعت خاں زخمی ہو کر اپنے مکان میں لوٹ آیا۔ اسے مغالطہ ہوا کہ عثمان' سلیم شاہ کا سکھایا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ گوالیار سے آگرہ بھاگ گیا سلیم شاہ نے مندو تک اس کا پیچھا کیا۔ شجاعت بانس واڑے پہنچا۔ بادشاہ عیسیٰ خاں سور کو اجین میں چھوڑ کر واپس آگیا یہ ۹۵۴ھ کا واقعہ ہے۔

خواجہ اویس شیروانی نے دھن کوٹ میں نیازیوں سے مقابلہ کیا مگر اسے شکست ہو گئی اور وہ میدان سے بھاگا اعظم ہمایوں نے نوشہرہ تک اس کا پیچھا کیا۔

نیازیوں اور کھوکھروں کی شکست

سلیم نے یہ خبر سن کر ایک منظم لشکر کو نیازیوں کے تباہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اعظم ہمایوں نوشہرہ سے لوٹا اور دھن کوٹ آگیا سلیم شاہ کا لشکر سنبلہ کے قریب پہنچا۔ نیازیوں نے شاہی فوج سے مقابلہ کیا فتح بادشاہ کے لشکر کو ہوئی۔ اعظم ہمایوں کی ماں اور بیوی بچے گرفتار ہوئے قیدی سلیم شاہ کی خدمت میں بھیج دیئے گئے۔ نیازیوں نے کھوکھروں کے دامن میں پناہ لی اور کشمیر کے قریب ایک پہاڑ میں قیام پذیر ہوئے۔ سلیم شاہ نے دوبارہ ایک لشکر کو منظم کیا اور نیازیوں کے فتنے کو ختم کرنے کے لیے خود پنجاب آیا۔ بادشاہ اور کھوکھروں میں دو سال تک جنگ ہوتی رہی۔ اسی دوران میں ایک شخص نے بادشاہ پر حملہ کیا۔ سلیم شاہ مان کوٹ کے پہاڑ پر چڑھتے وقت ایک راستے سے گزر رہا تھا۔ اس نے پھرتی کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا اور دشمن کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے دشمن کی تلوار پہچانی یہ تلوار بادشاہ نے اقبال خاں کو دی تھی بالآخر کھوکھر مغلوب ہوئے اور ان کی قوت ختم ہو گئی۔ اعظم ہمایوں اور اس کا بھائی سعید لڑائی میں مارے گئے۔ حاکم کشمیر نے ان کے سر سلیم شاہ کو بھیج دیئے۔ سلیم شاہ نیازیوں سے فارغ ہو کر واپس لوٹا اس دوران میں کامران مرزا' ہمایوں سے علیحدہ ہو کر سلیم شاہ کے پاس پناہ گزین ہوا۔ سلیم شاہ نے کبر و نخوت سے کام لیا اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اس بدسلوکی کی وجہ سے کامران اس سے علیحدہ ہوا اور "..." کی راہ لی پھر وہاں سے کھوکھروں کے علاقے میں چلا گیا۔

سلیم شاہ دہلی واپس چلا آیا اور کچھ دنوں تک اس نے آرام کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلیم شاہ کی لاہور کو روانگی

سلیم شاہ کو پتہ چلا کہ ہمایوں دریائے سندھ تک آ گیا ہے مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت سلیم شاہ سوری کو یہ اطلاع ملی اس وقت اپنے گلے میں جونکیں لگائے ہوئے خون نکلوا رہا تھا وہ فوراً دشمن سے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ پہلے دن بادشاہ نے تین کوس فاصلہ طے کیا توپخانہ بھی بادشاہ کے ساتھ تھا۔ ان دنوں ارابے کھینچنے والے بیل پرگنوں میں بھیج دیئے گئے۔ بادشاہ کو آگے بڑھنے کی عجلت تھی چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ پیادے ارابے کھینچیں ہر توپ کو ہزار دو ہزار پیادے کھینچنے لگے اور سلیم شاہ لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہمایوں، سلیم شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی دریا کے کنارے سے واپس ہو چکا تھا لہٰذا سلیم شاہ بھی لاہور سے لوٹ آیا اور قلعہ گوالیار میں قیام پذیر ہوا۔

مفسدوں کی حرکت

ایک دن سلیم شاہ انتری کے قریب شکار کھیل رہا تھا کہ فسادیوں کی ایک جماعت مخالفین کے بھڑکانے سے سلیم شاہ کے راستے میں حائل ہوئی۔ اتفاق سے سلیم شاہ دوسرے راستے سے لوٹ آیا مفسد کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے۔ اس واقعے کا جب بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے سید بہاء الدین، محمود اور مدار تین شخصوں کو جو اس فساد کے سرغنہ تھے قتل کر دیا اور خود گوالیار ہی میں مقیم رہا۔ سلیم شاہ اپنے امیروں میں کسی کو طاقت پکڑتے دیکھتا تو اسے گرفتار کر کے نظر بند کر دیتا یا قتل کرا دیتا۔

خواص خاں کا قتل

بادشاہ کے اس رویے سے خواص خاں جو نہایت سخی اور شجاع تھا خوفزدہ ہوا۔ وہ جنگلوں اور میدانوں میں جان بچانے کے لئے آوارہ گردی کرنے لگا۔ خواص خاں اس حالت سے تنگ آ گیا۔ ۹۵۹ھ میں سنبھل میں اپنے معتبر امیر تاج خاں کرانی سے امان لے کر اس کے پاس آیا۔ تاج خاں نے سلیم شاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور خواص خاں کو دھوکا دے کر قتل کر ڈالا۔ لوگ خواص خان کا جنازہ لیکر دہلی آئے اور وہاں اسے دفن کیا۔ ہندوستان کے لوگ خواص خان کو ولی سمجھتے تھے اور وہ خواص خاں ولی کے نام سے مشہور تھا۔ خواص کی موت سلیم شاہ کے لیے مبارک نہ ہوئی چنانچہ ۹۶۰ھ کے شروع میں اس کے دونوں سرین کے درمیان ایک دنبل نکلا بادشاہ نے درد کی شدت سے بیتاب ہو کر فصد کھلوائی اس کے بعد وہ گھر سے باہر نکلا ٹھنڈی ہوا کا اثر ہوا اور اس وجہ سے سلیم شاہ کا انتقال ہو گیا اس بادشاہ نے نو سال حکومت کی۔

تعمیرات

سلیم شاہ نے سندھ سے بنگالے تک شیر شاہ کی بنوائی ہوئی سراؤں کے درمیان میں ایک ایک اور نئی طرز کی سرائے تعمیر کروائی۔ اور ہر سرائے میں شیر شاہ کے طریقے کے مطابق بلالحاظ عہد و مرتبہ پکا کھانا اور کچی جنس تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ انہی دنوں محمود شاہ گجراتی اور برہان نظام الملک بحری نے بھی وفات پائی۔ مورخ فرشتہ کے باپ نے ان تینوں حاکموں کے ایک ہی سال میں انتقال کے واقعے کا مادہ تاریخ "زوال خسرواں" نکالا تھا۔

شیخ علائی کا واقعہ

سلیم شاہ کے عہد کا سب سے زیادہ عجیب و غریب واقعہ شیخ علائی کا ہے۔ شیخ علائی کے باپ شیخ حسن حضرت شیخ سلیم چشتی کے مرید اور ان کے خلیفہ تھے۔ شیخ حسن قصبہ بیانہ میں بیٹھ کر لوگوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔ شیخ حسن نے انتقال کیا تو شیخ علائی جو صاحب علم و فضل تھے اور باپ کی بہترین یادگار تھے شیخ حسن کے سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے والد کی طرح لوگوں کے باطنی تعلیم سے فیضیاب کرنے لگے اتفاق سے ایک نیازی افغان شیخ عبد اللہ جو خود بھی حضرت سلیم چشتی کا مرید تھا کی معظم

besturdubooks.wordpress.com

اس فرقے کے لوگ اسلامی عقائد کے خلاف سید محمد جونپوری صاحب کو مہدی موعود مانتے تھے۔ چنانچہ یہ مہدوی افغان بھی بیانہ میں مقیم ہوا۔ شیخ علائی کو عبد اللہ افغان کے طریقے پسند آئے چنانچہ وہ دن رات اسی کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ تعلق اس قدر بڑھا کہ شیخ صاحب باپ دادا کا عقیدہ ترک کر کے لوگوں کو مہدوی مشرب اختیار کرنے کی دعوت دینے لگے۔ مہدوی فرقہ کی رسم کے مطابق شہر کے باہر شیخ عبد اللہ کے پڑوس میں خود بھی سکونت اختیار کی۔ وہ اپنے احباب اور عقید تمندوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دنیا سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارنے لگے۔ شیخ علائی ہر نماز کے بعد قرآن شریف کی تفسیر اس طرح بیان کرتے کہ سننے والا دنیا سے کنارہ کش ہو کر مہدوی فرقے میں داخل ہو جاتا اور تمام چیزوں سے توبہ کر کے سید جونپوری کا کلمہ پڑھنے لگتا اگر وہ کھیتی باڑی یا تجارت کرتا تو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا تھا۔

ایسے واقعات کثرت سے رونما ہوئے کہ باپ بیٹے سے بھائی بھائی سے اور عورت شوہر سے علیحدہ ہو کر فقر کے متوالے بن گئے۔ جو نذرانے اور پیش کش کی رقم شیخ علائی کے پاس آتی اس میں سب برابر کے شریک ہوتے اور اگر کچھ نہ آتا تو دو دو تین تین دن سارا گروہ فاقہ کشی کرتا اور شکایت کا حرف زبان پہ نہ لاتا۔ اس طرح سارا دن خدا کی یاد میں گزر جاتا علائی کا ہر شیدائی تلوار سپر اور کٹار ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ اسی حالت میں وہ شہر میں جاتے اور بازاروں میں گھومتے کسی کو خلاف شروع کوئی بات کرتے دیکھتے تو نرمی سے اسے سمجھاتے اگر زبان سے کام نہ چلتا تو یہ جبراً اس کو اس کام سے روکتے' اگر وہ شخص شہر کے حاکم سے کسی نہ کسی طرح سے متعلق ہوتا تو لوگ اس کی طرف داری کرتے ورنہ کوئی ان مہدیوں کو روکنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

شیخ علائی کا عزم حجاز

شیخ عبد اللہ نیازی نے محسوس کیا کہ ان حالات میں کہیں ایسا نہ ہو کہ فساد ہو جائے۔ چنانچہ اس نے علائی کو سفر مکہ کی ہدایت کی۔ شیخ علائی اسی حالت میں تین سو ستر گھرانوں کے ساتھ عازم حجاز ہو گئے۔ جب یہ جودھپور کے قریب موضع خواص پور میں پہنچے تو خواص خاں نامی ایرانی امیر شیخ کے استقبال کے لئے آیا۔ اور ان کے معتقدوں میں داخل ہو گیا' لیکن جلد ہی اس فرقے کے برے نتائج سے باخبر ہوا اور شیخ علائی سے برداشتہ ہو گیا۔ شیخ نے خواص خاں کی حالت کو تاڑ لیا چنانچہ یہ بہانہ کر کے کہ خواص اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کے لئے پوری کوشش سے کام نہیں لیتا اس سے ناراضگی ظاہر کی اور اس سے علیحدہ ہو کر جودھ پور کی حدود سے باہر چلے آئے۔

شیخ علائی نے سفر کا ارادہ ترک کر کے واپس بیانہ لوٹنے اسی زمانے میں سلیم شاہ تخت نشین ہوا تھا لہٰذا شیخ علائی بادشاہ کے حکم سے آگرہ پہنچے اور شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے درباری طریقوں اور قاعدوں کی پابندی نہ کی بلکہ صرف شرعی سلام علیک کی۔ سلیم شاہ نے بھی کراہیت کے ساتھ جواب میں علیک السلام کہا۔ شیخ علائی کا یہ طریقہ درباریوں کو برا محسوس ہوا۔ ملا عبد اللہ سلطان پوری مخدوم الملک نے شیخ علائی کی مخالفت کی اور قتل کا فتوی صادر کیا چنانچہ سلیم شاہ نے میرزا رفیع الدین آنجو' ملا جلال کیم دانشمند' ابو الفتح تھانیسری اور دوسرے علمائے وقت کو طلب کیا اور یہ فیصلہ ان کے سامنے پیش کیا طے یہ ہوا کہ ایک مجلس مباحثہ سلیم شاہ کی موجودگی میں منعقد کی جائے۔

شیخ علائی اس شخص کی تقریر سے متاثر نہ کر سکے اور نہ دبا سکے بلکہ ان کی دلیلوں کے آگے لاجواب ہو گئے اس مجبوری کے عالم میں انہوں نے قرآن کی تفسیر کے دامن میں پناہ لی اور آیات کلام اللہ کا ترجمہ اس انداز سے کیا کہ بادشاہ کے دل پر اس کا اثر پڑا۔ چنانچہ سلیم شاہ نے شیخ علائی سے کہا کہ "اے خدا کے بندے اپنے جھوٹے عقیدے سے توبہ کر دو میں تمہیں تمام علاقے کا محتسب مقرر کروں گا۔ اب تک تم نے میری اجازت کے بغیر لوگوں کو ممنوعات سے روکا۔ آئندہ سے تم میرے حکم سے خدا کی مخلوق کو برائیوں سے روکنا۔" شیخ

besturdubooks.wordpress.com

دیا۔

شیخ علائی کی مقبولیت

سلیم شاہ کا نامی گرامی امیر نیاز خاں حاکم ہندیہ اور اس کی فوج کے تمام آدمی شیخ پر فریفتہ ہو کر اس کے معتقد ہو گئے۔ مخدوم الملک نے اس بات کو بری طرح سے سلیم شاہ کے گوش گزار کیا چنانچہ علائی کو دوبارہ بلایا گیا اس مرتبہ پہلی دفعہ سے زیادہ تحقیق و تفتیش کی گئی۔ ملا عبد اللہ سلطان پوری نے کہا کہ یہ شخص خود مہدی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مہدی تمام دنیا کا بادشاہ ہو گا۔ اس خیال کی وجہ سے تیرا سارا لشکر اس فقیر کا گرویدہ ہو رہا ہے۔ تیرے بہت سے عزیز چوری چھپے اس کے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ تیری حکومت اور سلطنت میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔" مگر اس دفعہ بھی سلیم شاہ نے مخدوم الملک کی کوئی بات نہ سنی۔ شیخ علائی کو شیخ بڑہ طبیب کے پاس بھجوا دیا یہ بڑے سمجھ دار بزرگ تھے ان کا شیر شاہ بہت معتقد تھا وہ شیخ کی جوتیاں اپنے ہاتھوں سے سیدھی کیا کرتا تھا۔ سلیم شاہ نے علائی کو شیخ بڑہ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا تاکہ شیخ کے حکم کے مطابق علائی کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

علائی کا قتل

سلیم شاہ خود پنجاب چلا گیا اور مانکوٹ کے قلعے کی تعمیر کرانے لگا۔ شیخ علائی بہار میں حضرت بڑہ کے پاس پہنچے، شیخ بڑہ نے بھی مخدوم الملک کے خیال کے مطابق فتویٰ لکھ کر محضر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا۔ اس دوران میں ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی اور شیخ علائی بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے حلق میں کافی گہرا زخم پڑ گیا ایک انگشت کے برابر بتی زخم کے اندر چلی جاتی تھی۔ اس پر سفر کی تکان نے شیخ علائی کو اور زیادہ نڈھال کر رکھا تھا۔ شیخ صاحب جب سلیم شاہ کے پاس پہنچے تو ان سے بولا نہ جاتا تھا۔ بادشاہ نے آہستہ سے ان کے کان میں کہا کہ کہو میں مہدوی نہیں ہوں اب بھی تم آزاد ہو۔" علائی نے بادشاہ کی بات نہ سنی۔ سلیم شاہ مایوس ہوا۔ چنانچہ اس نے علائی کو چند کوڑے لگانے کا حکم دیا علائی نے تیسرے ہی کوڑے میں جان دے دی۔ علائی کا واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوا۔ "ذاکر اللہ" سے علائی کے سال وفات کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔

فیروز شاہ کی تخت نشینی اور قتل

سلیم شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ بارہ سال کی عمر میں امیروں کے اتفاق رائے سے گوالیار میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کو پورے تین دن بھی نہ ہوئے تھے کہ مبارز خاں ولد نظام خاں سور نے اپنے بھانجے فیروز شاہ کو قتل کر دیا اور خود امیروں اور وزیروں کے مشورے سے تخت پر متمکن ہوا۔ یہ شیر شاہ کا بھتیجا تھا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالار تھا اس نے محمد شاہ عادل کا لقب اختیار کیا۔ خواجہ نظام الدین بخشی "تاریخ اکبری" میں لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نے مرنے سے پہلے اپنی منکوحہ بی بی بائی سے کئی دفعہ کہا کہ اگر تمہیں اپنے بیٹے فیروز شاہ سے محبت ہے تو مجھے اجازت دو میں تمہارے بھائی مبارز خاں کو درمیان سے ہٹا دوں یہ ذہن نشین کر لو کہ مبارز خاں تمہارے بیٹے کی راہ میں ایک بڑا پتھر ہے اگر بھائی سے محبت ہے تو بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھو فیروز شاہ کا وجود مبارز خاں کی زندگی میں خطرے میں ہے۔"

سلیم شاہ کی بیوی نے کہا کہ میرا بھائی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے اور چنگ و رباب میں ہر وقت گزارتا ہے اس کو بادشاہی حاصل کرنے کا وہم بھی نہیں ہے۔"

سلیم نے بیوی کو اکثر اس بارے میں برا بھلا کہا' لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ سلیم کے انتقال کے تیسرے دن مبارز خاں اپنے حمایتوں کے ساتھ محل میں گیا اور فیروز کو قتل کرنے لگا۔ بہن نے گریہ و زاری کی اور بھائی سے بیٹے کی سفارش کی اور کہا کہ "اس کو چھوڑ دو میں اسے لے کر ایسی جگہ چلی جاؤں گی جہاں کسی کو اس کے بارہ میں کوئی علم نہ ہو سکے گا۔" مگر مبارز خاں کا دل نہ پسیجا چنانچہ اس نے بے گناہ لڑکے کو تلوار سے قتل کر ڈالا۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ عادل

مبارز خاں تمام ظاہری اسباب حکمرانی کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنا لقب عادل اختیار کیا لوگوں نے الف اڑا دیا اور اسے عدلی کہنے لگے۔ عدلی نے اپنی ناقابلیت کی وجہ سے کمینہ صفت لوگوں کی دستگیری کی اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے ان کو دیئے ان میں ایک ہندو ہیمو نام کا تھا یہ قوم کا بقال تھا اور قصبہ ریواڑی کا رہنے والا تھا۔ سلیم شاہ نے اسے اپنے نئے منصب داروں میں داخل کر کے بازار کا کوتوال مقرر کیا تھا۔ عدلی نے بازار کے بدلے سارے ملک کی باگ ہیموں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور خود عیاشی اور شراب نوشی میں مصروف ہو گیا۔ عدلی نے محمد شاہ تغلق کی فیاضی اور سخاوت کا حال سنا ہوا تھا چنانچہ اس کوتاہ اندیش نے تغلق کی نقل کرنے کا ارادہ کیا۔ تخت نشینی کے ابتدائی ایام میں خزانے کا منہ کھول دیا اور دولت لٹانی شروع کر دی۔

عدلی جب سوار ہو کر گزرتا تو کہتہ باسی (جو ایک قسم کا تیر تھا جس پر ایک تولہ سونا چڑھا ہوا ہوتا تھا۔) کمان میں رکھ کر ہر طرف پھینکتا تھا۔ یہ تیر جہاں گرتا جس کسی کے ہاتھ آتا وہ اسے دس روپے لے کر واپس بادشاہ کو دے دیتا اس طرح سے شیر شاہ اور سلیم شاہ کا جمع کیا ہوا روپیہ تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو گیا۔

خوش مزاج افغان' بادشاہ کے بے تکے کاموں کی وجہ سے اسے عدلی کی بجائے اندھلی کہتے تھے اندھلی ہندی میں اندھے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہیمو بقال نے بہت اقتدار حاصل کر لیا۔ افغان امیر بادشاہ کے غیر پسندیدہ کاموں کی وجہ سے ناراض ہو کر مخالف ہو گئے۔ ملک کے ہر کونے میں سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے بہت سے امیر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منحرف ہو گئے اور شاہی حقوق کی انہیں پروا نہ رہی چنانچہ عدلی کی قدر و منزلت اور محبت دلوں سے رخصت ہو گئی۔ شان و شوکت اور حسن انتظام اس کے عہد حکومت میں ختم ہو گیا۔

دربار عام

ایک روز عدلی نے گوالیار کے قلعے کے دیوان خانے میں دربار عام کیا تمام مشہور معروف امیر حاضر تھے۔ عدلی امیروں کو جاگیریں تقسیم کر رہا تھا اس دوران میں بادشاہ نے کہا کہ قنوج کا علاقہ محمد شاہ قرملی کی جاگیر سے علیحدہ کر کے سرمست خاں شیروانی کو دیا جائے۔ "دونوں امیر اہل قبیلہ تھے چنانچہ وہ اس تغیر و تبدل پر گفتگو کرنے لگے۔ سکندر خاں ولد محمد شاہ قرملی' نوخیز اور بہادر جوان تھا اس نے بلند آواز میں کہا کہ اب نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہماری جاگیر شیروانیوں کو دی جانے لگی۔" اس کے بعد دوسری آوازیں بھی بلند ہوئیں۔ سکندر خاں کا باپ اسی وقت کمزور اور بیمار تھا اس نے بیٹے کو سختی سے منع کیا' مگر بیٹا اس وقت آپے سے باہر تھا۔ اس نے باپ کو جواب دیا کہ ایک دفعہ تم شیر شاہ کے ہاتھوں لوہے کے پنجرے میں قید ہو کر سلیم شاہ کی سفارش سے بچ چکے ہو اب سوری تمہاری تباہی اور بیخ کنی کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم سمجھتے نہیں یہ لوگ ہمیں جلد از جلد تباہ کر دیں گے۔"

سرمست خاں بڑا قد آور اور قوی ہیکل تھا اس نے سکندر خاں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اے فرزند یہ جوش و غضب کس لیے ہے۔" سرمست کا ارادہ تھا کہ وہ اسی بہانے سکندر کو گرفتار کر لے۔ سکندر خاں سرمست کا مقصد سمجھ گیا چنانچہ اس نے اس کے شانے پر کاری زخم لگایا وہ اسی وقت زمین پر گرا اور ہلاک ہو گیا۔ دوسرے چند درباری سکندر خاں کو روکنے کے لئے بڑھے اور وہ بھی سکندر کی

besturdubooks.wordpress.com

سکندر خاں کا ہنگامہ

اکثر امیر جو دیوان خانے میں موجود تھے تلواریں پھینک کر دربار سے بھاگ گئے سکندر خاں دیوانوں کی طرح کچھ وقت تک دربار میں پھرتا رہا اور جس طرف جاتا لوگوں کو زخمی یا ہلاک کر دیتا چنانچہ عدلی کا بہنوئی اور شیر شاہ کے چچا کا پوتا ابراہیم خاں ایک گروہ کو ساتھ لے کر آیا اور سکندر خان پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں نے تلواروں سے سکندر خاں کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دولت خاں لوحانی نے ایک ہی ضرب سے محمد شاہ قرلی کو بھی ہلاک کر دیا۔

عادل اور تاج خاں میں لڑائی

کہا جاتا ہے کہ اسی دن سلیم شاہ کا مشہور امیر تاج خاں کرانی قلعہ گوالیار کے دیوان خانے سے نکل کر جا رہا تھا دروازے کے قریب اس کو شاہ محمد قرلی ملا۔ قرلی نے تاج خاں سے حال پوچھا تاج خاں نے جواب دیا کہ "حالت بالکل خراب ہو گئی ہے میں ان معاملات سے کنارہ کش ہو گیا ہوں۔ تم بھی میری تقلید کرو۔" شاہ محمد نے تاج خاں کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی چنانچہ اس کے ساتھ جو ہونے والا تھا وہی ہوا۔ تاج خاں نے بنگالہ کا رخ کیا عدلی نے ایک فوج اس کے پیچھے روانہ کی چھپرامپور کے قریب طرفین میں جھڑپ ہوئی یہ جگہ آگرے سے چالیس کوس اور قنوج سے تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے چنانچہ تاج خاں بھاگ کر چنار کی طرف چلا گیا۔ راستے میں عدلی کے خاصے کے کارندوں کو گرفتار کیا۔ ان سے نقد و جنس جو کچھ لے سکا لیا تاج خاں نے اس کے علاوہ پرگنات سے ایک حلقہ فیل (جو سو ہاتھیوں پر مشتمل ہوتا ہے) حاصل کیا۔ پھر اپنے بھائیوں سلیمان و الیاس سے جو کنار گنگ کے بعض شہروں اور ٹانڈہ' خواص پور کے حاکم تھے' جاملا اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دی۔

عدلی نے کرانیوں پر فوج کشی کی گنگا کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ہیمو بقال نے عدل سے کہا کہ اگر ایک حلقہ ہاتھیوں کا میرے ساتھ کر دیا جائے تو میں دریا پار کر کے کرانیوں پر حملہ کر دوں اور ان کو تباہ کر دوں۔" عدلی نے ہیموں کی بات مان لی چنانچہ ہیمو نے دریا پار کیا اور دشمن پر غالب ہوا۔

عیسیٰ خاں اور ابراہیم خاں میں جنگ

عدلی نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے بہنوئی ابراہیم خاں کو گرفتار کرے۔ ابراہیم خاں سوران دونوں میں بہت صاحب اقتدار ہو گیا تھا۔ عدلی کی بہن کو اس بات کا پتہ چل گیا اس نے اپنے شوہر کو حقیقت سے آگاہ کر دیا چنانچہ ابراہیم خاں چنار سے بھاگا اور اپنے باپ غازی خاں سور کے پاس چلا گیا۔ عدلی نے عیسیٰ خاں نیازی کو ابراہیم خاں کے پیچھے روانہ کیا اس نے کالپی میں ابراہیم خاں کو جا گھیرا فریقین میں لڑائی ہوئی عیسیٰ خاں کو شکست ہوئی۔

ابراہیم خاں کا اقتدار

ابراہیم خاں سور نے فوج جمع کر کے دار الخلافہ دہلی کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ پھر دہلی سے آگرہ تک کے علاقے کو زیر و زبر کیا اور اکثر شہروں پر قابض ہوا۔ ابراہیم خاں نے پوری طاقت حاصل کر لی۔ مجبوراً عدلی کو کرانیوں کا خیال ترک کرنا پڑا اور چنار سے روانہ ہو کر ابراہیم خاں کی طرف متوجہ ہوا۔ عدلی دریائے گنگا کے کنارے پہنچا۔ ابراہیم خاں نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ اگر حسین خاں' بہادر خاں شیروانی' اعظم ہمایوں اور چند دوسرے امیر میرے پاس آ کر وعدہ کریں تو میں ان پر بھروسا کر کے آپ کی ملازمت کر لوں" عدلی نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ان لوگوں کو ابراہیم خاں کے پاس بھیج دیا چنانچہ ابراہیم خاں نے ان کو اپنے طرز عمل سے اپنا لیا اور عدلی کی مخالفت پر اکسایا۔ بادشاہ کو بھی اطلاع ہوئی اور اس نے یہ سوچا کہ اس میں مقابلے کی ہمت نہیں چنانچہ وہ دہلی اور آگرہ کا خیال چھوڑ چنار کی طرف چلا گیا اور گرد و نواح کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی قوت کی بنیاد مستحکم کی

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم کا انتظام حکومت

ابراہیم خاں سور نے ابراہیم شاہ کے نام سے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی۔ اسی دوران میں پنجاب میں حاکم احمد خاں سور نے ابراہیم خاں کی طاقت' شان و شوکت اور عدلی کی کمزوری کا حال سنا۔ یہ بھی ابراہیم خاں کی طرح عدلی کا بہنوئی اور شیر شاہ کے چچا کا لڑکا تھا چنانچہ اسے بھی حکمرانی کا شوق ہوا۔ اس نے سلیم شاہ کے دو امیروں ہیبت خاں اور تاتار خاں کو اپنا ہمنوا بنالیا پھر خود کو سکندر شاہ کے نام سے مشہور کرکے دس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے آگرہ سے دس کوس کے فاصلے پر موضع فرح میں ڈیرے لگائے۔ ابراہیم شاہ بھی ستر ہزار سواروں کی فوج لے کر بڑے دبدبے کے ساتھ مقابلے پر آیا۔ ان لوگوں میں دو سو مشہور و معروف امیر تھے ان میں اکثر صاحب علم تھے۔ سکندر شاہ نے دشمن کی قوت دیکھ کر اپنے آنے پر افسوس کیا۔ ابراہیم شاہ اپنے لاؤ لشکر پر ایسا مغرور ہوا کہ اس نے سکندر کی خوشامد اور عاجزی پر ذرہ بھر بھی توجہ نہ کی بلکہ صفیں درست کرکے لڑائی کے لئے تیار ہوگیا۔

ابراہیم کی شکست اور فرار

سکندر شاہ نے جھنڈا اپنے امیروں کو دے کر مقابلے پر کھڑا کیا اور خود چند تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ کمین گاہ میں چھپ گیا۔ ابراہیم شاہ نے پہلے حملے میں ہی پنجاب کے لشکر کو منتشر کر دیا سپاہی لوٹ مار میں لگ گئے' سکندر شاہ نے موقع غنیمت سمجھا۔ چنانچہ وہ کمین گاہ سے نکل کر ابراہیم کے لشکر پر عقب سے حملہ آور ہوا اور چند گھڑیوں میں دشمن پر غالب آگیا۔ ابراہیم سنبل کی طرف بھاگا' سکندر شاہ نے فاتح کی حیثیت سے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرلیا۔ اس لڑائی کے بعد جب سکندر شاہ ہمایوں سے لڑنے کے لئے پنجاب گیا۔ تو ابراہیم شاہ منظم ہو کر سنبھل سے کالپی پہنچا اس دوران میں عدلی نے بھی اپنے وزیر ہیمو بقال کو مسلح فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ عمدہ توپ خانہ دے کر دہلی اور آگرہ کی فتح کے لئے روانہ کیا۔

بیانہ کا محاصرہ

ہیمو نے ابراہیم شاہ کا قلع قمع کرنا ضروری سمجھا چنانچہ وہ کالپی کے قریب اس سے معرکہ آرا ہوا اور اسے شکست دی۔ ابراہیم شاہ اپنے باپ کے پاس بیانہ بھاگ گیا ہیمو بھی تعاقب میں بیانہ پہنچا۔ تین مہینے تک شہر کا محاصرہ کیے رہا۔

حاکم بنگالہ کی بغاوت

اس عرصہ میں بنگالہ کے حاکم محمد خاں سور نے بغاوت کرکے چنار' جون پور اور کالپی پر حملہ کر دیا۔ عدلی نے موقع دیکھ کر ہیموں کو واپس بلا لیا۔ ہیمو محاصرہ چھوڑ کر چنار روانہ ہوگیا۔ ابراہیم شاہ نے ہیمو کا پیچھا کیا' مگر پھر آگرہ سے چھ کوس کے فاصلے پر منداگھر کے مقام پر شکست کھا کر واپس باپ کے پاس بھاگا پھر کچھ دنوں کے بعد وہ پٹنہ پہنچا اور وہاں راجہ رامچند سے لڑ کر اس کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔ راجہ نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے نظر بند دشمن کو تخت پر بٹھا دیا اور خود ملازموں کی طرح ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

چند دنوں کے بعد بیانہ کے ان افغانوں کے ساتھ (جو رائسین کے پاس آباد ہیں) مالوہ کے حاکم باز بہادر کا جھگڑا ہوگیا چنانچہ ان افغانوں نے راجہ رام چند کے پاس آدمی بھیجا اور ابراہیم خاں کو اس سے طلب کرکے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا پھر انہوں نے ولایت کدہ کی رانی درگاوتی سے مدد طلب کی۔ رانی نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے علاقے سے روانہ ہوئی افغانوں کا ارادہ باز بہادر سے جنگ کرنے کا تھا مگر اسی اثناء میں باز بہادر نے بھی آدمی رانی کے پاس بھیجا اور اسے افغانوں کی مدد سے باز رکھا ابراہیم شاہ نے یہ دیکھ کر کہ

besturdubooks.wordpress.com

۹۷۵ھ میں سلیمان کرانی نے اڑیسہ پر قبضہ کر لیا اور ابراہیم شاہ کو اپنے پاس بلا کر دھوکے سے قتل کر دیا۔

محمد خاں پر حملہ

ہیمو بقال عدلی کے پاس چنار پہنچا عدلی کو یہ اطلاع ملی کہ ہمایوں نے سکندر شاہ کو شکست دے کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس تباہی و بربادی کے باوجود بھی افغانوں کی خود سری اور جہالت ان کو ایک پل بھر بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ عدلی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ دشمن سے آگرہ اور دہلی واپس لے سکے۔ اس نے محمد خاں کوریہ پر جس نے حال ہی میں بغاوت کی تھی فوج کشی کی۔ کالپی سے پندرہ کوس دور موضع چھرکہ کے مقام پر دونوں میں جنگ ہوئی محمد کوریہ لڑائی میں مارا گیا۔ عدلی فتح مند ہو کر چنار واپس آگیا اور دہلی کو دشمن سے واپس لینے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس دوران میں ہمایوں نے انتقال کیا۔ عدلی نے پچاس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی دے کر ہیمو کو دہلی روانہ کیا تاکہ وہ دہلی آگرہ اور پنجاب کو مغلوں سے واپس لے سکے۔ افغانوں کی باہمی مخالفت کی وجہ سے عدلی چنار سے کہیں جا نہ سکا ہیموں آگرہ کے قریب پہنچا مغل امیر جو وہاں تھے انہیں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ دہلی روانہ ہو گئے۔ ہیمو نے آگرہ پر قبضہ کر کے اپنے معتبر آدمیوں کے حوالے کیا اور خود دہلی روانہ ہوا۔

دہلی کے حاکم تردی بیگ نے ہیمو سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر پنجاب چلا گیا ہیمو نے دہلی پر بھی قبضہ کر لیا اور پنجاب کی طرف جانے کا ارادہ کر کے تیاری شروع کر دی۔

بیرم خاں کی پیش قدمی

اس دوران میں بیرم خاں ترکمان نے جو اکبر کا سرپرست تھا پیش قدمی کی اور خاں زماں مغل کو فوراً" دہلی روانہ کیا اور خود بادشاہ کے ہمراہ پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ ہیمو اطلاع پا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ خاں زماں سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا پانی پت کے قریب ہیموں نے ہاتھی پر سوار ہو کر مقابلے کے لئے صفیں باندھیں۔ ہیموں کے پرزور حملے نے مغلوں کے میمنہ میسرہ اور قلب کی فوج کو پریشان کر دیا۔ اس وقت جلال الدین محمد اکبر کے اقبال نے کام کیا افغانی فوج دشمن کو چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئی۔ اتفاق سے مغلوں کا ایک گروہ ہیمو بقال سے ٹکرا گیا انہوں نے ہیمو بقال کو پہچان لیا چنانچہ انہوں نے اس کے ہاتھی کو گھیر کر اسے زندہ گرفتار کر لیا اور اکبر کے پاس لے آئے۔ ہیمو بقال کو قتل کر دیا گیا اس کے قتل کے بعد عدلی کی طاقت ختم ہو گئی اور وہ ذلیل و خوار ہوا اس طرح افغان ایک بار پھر پریشان حال ہو گئے۔

خضر خاں کا اقتدار اور عادل کا قتل

خضر خاں ولد محمد خاں کوریہ نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے ایک جماعت کو اکٹھا کیا اور یوزب کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنے آپ کو بہادر شاہ کے نام سے مشہور کیا پھر اس نے عدلی پر فوج کشی کی خونریز جنگ کے بعد عدلی مارا گیا۔ اس طرح اس کی زندگی اور حکومت دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سکندر شاہ

سکندر شاہ نے آگرے میں تخت نشینی کی' عیش و نشاط کی محفلیں منعقد کرنے کے بعد اس نے امیروں اور سرداروں کو طلب کیا۔ ان سے کہا کہ "میں بھی تم لوگوں میں سے ہوں۔ میں کسی طرح تم سے بزرگ و برتر نہیں سلطان بہلول نے لودھی افغانوں کو مشہور کیا اور شیر شاہ نے ہزار مصیبتوں اور تکلیفوں کے بعد ہندوستان کی سلطنت حاصل کی اس طرح سوری قبیلے کا نام دنیا میں روشناس کر دیا۔ اب اس وقت ہمایوں ہندوستان کی حکومت کا وارث وقت کے انتظار میں ہے لہذا تمہیں ایسے دشمن سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے اس سے بے خوفی ٹھیک نہیں اب اگر تم لوگ خوشی کے ساتھ میری حکومت کو منظور کرتے ہو تو حسد اور نفاق کو چھوڑ دو۔ باہمی کدورتوں کو ترک کرو' تاکہ اتفاق کی برکت سے سلطنت میں شان و شوکت پیدا ہو اور انتظام ٹھیک ہو جائے' اور اگر مجھے حکومت کا اہل نہیں سمجھتے تو اپنی جماعت میں سے کسی اور کا انتخاب کرو جو اس عظیم الشان عہدے کا اہل ہو۔ میں بھی دل و جان سے اس کی اطاعت کروں گا اور اس کا حکم بجالاؤں گا۔" افغان امیروں نے سکندر شاہ کی تقریر سنی اور سب نے مل کر یہ کہا کہ "ہم سب نے تم کو جو شیر شاہ کے چچا کی یادگار ہے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔" اور پھر افغانوں نے قرآن شریف کی قسم کھائی اور کہا کہ ہم تمہاری کبھی بھی مخالفت نہیں کریں گے۔"

افغانوں میں اختلاف

اس عہد و پیمان کے کچھ ہی دن بعد عہدوں' خطابوں اور جاگیروں کی تقسیم پر افغانوں میں آپس میں اختلاف پیدا ہو گئے اور وہ متحد نہ رہ سکے یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ انہیں دنوں میں ہمایوں نے پنجاب کا رخ کیا تاتار خاں رہتاس اور پنجاب سے بھاگ کر دہلی آیا چنانچہ مغلوں نے لاہور پہنچ کر افغانوں کو پامال کیا اور سرہند تک قبضہ کر لیا۔

سکندر شاہ نے پچاس ہزار یا ایک لاکھ افغان اور راجپوت سوار تاتار خاں اور ہیبت خاں کی سرکردگی میں مغلوں کے مقابلے پر بھیجے۔ افغانوں نے بری طرح شکست کھائی وہ ہاتھی اور گھوڑے چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ دہلی جا کر دم لیا۔

سکندر شاہ افغانوں کے باہمی اختلافات اور کدورتوں کو جانتے ہوئے بھی اسی ہزار سوار ساتھ لے کر ۹۶۲ھ میں پنجاب روانہ ہوا۔ سرہند کے قریب بیرم خاں ترکمان سے جو شہزادہ اکبر کے ساتھ تھا لڑائی ہوئی جنگ میں افغانوں کو شکست ہوئی چنانچہ سکندر شاہ وہاں سے بھاگ کر شوالک کے پہاڑوں میں آ چھپا۔

سکندر کا انتقال

دارالخلافت دہلی اور آگرہ دونوں شہر دوبارہ ہمایوں کے قبضے میں آ گئے۔ سرزمین ہند دوبارہ سرسبز شاداب ہوئی۔ بیرم خاں کی کوششوں سے سکندر شاہ کوہ شوالک سے بھاگ کر بنگالہ کی طرف گیا اس کے تھوڑے سے علاقے پر کچھ دن قابض رہا پھر کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیا سکندر شاہ کے بعد تاج خاں کرانی بنگال کا حاکم بنا۔

besturdubooks.wordpress.com

نصیرالدین ہمایوں کی آمد اور دوبارہ ہندوستان پر قبضہ

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے بیرم خاں ترکمان قزوین سے ییلاق قیدار کو گیا۔ یہ جگہ ییلاق قیدار' ابھر اور سلطانیہ کے درمیان واقع ہے (ییلاق ترکی کی زبان میں سرد اور ہوا دار جگہ کو کہتے ہیں جہاں امیر آدمی گرمیاں بسر کرتے ہیں) بیرم خاں وہاں سے خط کا جواب لایا اس میں عراق تک بخیر و عافیت پہنچنے پر مبارک باد اور ملاقات کے لئے اشتیاق ظاہر کیا گیا۔ ہمایوں قزوین سے روانہ ہوا چنانچہ جمادی الاول ۹۵۱ھ میں شاہ ایران طہماسپ صفوی اور ہمایوں کی ملاقات ہوئی۔ شاہ ایران نے اس عظیم الشان مہمان کے شایان شان خاطر تواضع کی۔ ایک دن گفتگو کے دوران میں شاہ طہماسپ نے ہمایوں سے پوچھا کہ آپ جیسے بادشاہ پر کمزور دشمن کے غالب آنے کا سبب کیا ہے۔" ہمایوں نے کہا "بھائیوں کا نفاق" شاہ ایران نے کہا کہ جو سلوک آپ نے اپنے بھائیوں سے کیا وہ مناسب نہ تھا۔" اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا شاہ ایران کا بھائی بہرام میرزا بھی وہاں دست بستہ کھڑا تھا چنانچہ وہ آیا اور طشت لے کر شاہ کے ہاتھ دھلانے لگا پھر وہ ملازموں کی طرح کام کرنے لگا۔

شاہ ایران نے ہمایوں سے کہا کہ "بھائیوں کو اس طرح رکھنا چاہیے۔" بہرام شاہ اس بات سے بیحد سنجیدہ ہوا چنانچہ جب تک ہمایوں ایران میں رہا وہ ہمایوں کا دشمن بنا رہا۔ بہرام مرزا نے ایک ایرانی گروہ کو اپنا ہمنوا بنالیا اسے جب موقع ملتا وہ زہر افشانی کرتا اور دلائل سے شاہ ایران کو ذہن نشین کراتا کہ ہندوستان جیسے پڑوسی ملک پر امیر تیمور کی اولاد کی حکومت غیر مناسب ہے۔

شاہ طہماسپ نے ییلاق قیدار کے دوران میں ہمایوں کا دل بہلانے کے لئے تین مرتبہ جرکہ کے شکار کھیلنے کا بندوبست کیا' ہر مرتبہ شاہ ایران ہمایوں کو پہلے شکار کھلواتا اس کے بعد بیرم خان کی باری آتی بیرم خاں کے بعد بہرام مرزا کی باری آتی۔ بعد ازاں امیروں اور سپاہیوں کو موقع ملتا وہ ترتیب اور قاعدے کے ساتھ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر شکار کے پیچھے بھاگتے اور تلوار اور خنجر سے شکار کھیلتے اور شکار گاہ کو خون سے سیراب کرتے۔

شاہ ایران ییلاق سے قزوین آیا۔ بہرام مرزا اور دوسرے درباریوں نے شاہ کو ہمایوں سے برگشتہ کر دیا' ہمایوں نے بھی احتیاط کو مد نظر رکھا اور بیرم خاں کے مشورے کے مطابق نرمی اور فروتنی کے ساتھ وقت گزارنا مناسب سمجھا۔

شاہ طہماسپ کی بہن سلطانہ بیگم' قاضی جہاں قزوینی' ناظر دیوان اور حکیم نور الدین جیسے امیروں نے مل کر کوشش شروع کی کہ شاہ کا دل صاف ہو جائے چنانچہ ایک دن سلطانہ بیگم نے ہمایوں کی رباعی پڑھ کر شاہ ایران کو سنائی۔

ہستیم زجاں بندہ اولاد علی ہستیم ہمیشہ شادبا یاد علی
چوں سرولایت ز علی ظاہر شد کردیم ہمیشہ وردخود ناد علی

شاہ ایران یہ رباعی سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر ہمایوں اس بات کا وعدہ کرے کہ اپنے ملک کے تمام منبروں پر دوازدہ امام کے نام کا خطبہ جاری کرے گا تو میں اس کی مدد کرکے کھویا ہوا موروثی علاقہ واپس دلا دوں گا۔" سلطانہ بیگم نے ہمایوں کو شاہ کی باتیں کہلا بھیجیں۔ ہمایوں نے جواب دیا کہ "بچپن سے لے کر آج تک خاندان رسالت کی محبت میرے دل میں رہی ہے۔ چغتائی امیروں اور کامران میرزا کی ناراضگی کا بھی یہی سبب ہے۔"

شاہ نے بیرم خاں کو تنہائی میں بلایا اور ہر پہلو پر گفتگو ہوئی چنانچہ ان باتوں سے شاہ ایران کا دل ہمایوں سے بالکل صاف ہو گیا۔ اور اسی

besturdubooks.wordpress.com

مجلس میں حکم دیا کہ شہزادہ مراد جو اس وقت کمسن تھا اپنے سپہ سالار بداغ خاں قاچار کے ساتھ دس ہزار سوار لے کر ہمایوں کے ہمراہ روانہ ہوتا کہ وہ بھائیوں کو مناسب سزا دے کر کابل' قندہار اور بدخشاں کو فتح کر سکے۔ چند ہی دنوں میں شاہ نے تمام بندوبست کر دیا اور ہمایوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ ہمایوں نے کہا میرا دل تبریز اور اردبیل کی سیاحت کے لئے بے چین ہے ان شہروں کو دیکھ کر شیخ صفی اور ان کی اولاد کی ارواح سے دشمن سے مقابلے کرنے کے لئے مدد مانگوں گا اور پھر اپنا کام شروع کروں گا۔" شاہ ایران نے اس بات کو پسند کیا۔ چنانچہ ان علاقوں کے حاکموں کے نام اطاعت گزاری کی ہدایت جاری کیں اور حکم جاری کیا گیا کہ وہ ہمایوں کی تعظیم و تکریم میں کمی نہ کریں۔ ہمایوں نے ان شہروں کی سیر اور مشائخین کی زیارت کی پھر شہزادہ مراد اور قزلباش امیروں کے ہمراہ مشہد مقدس کے راستے سے قندھار روانہ ہوا۔

ہمایوں کے مقبوضات

سب سے پہلے گرم سیر کے قلعے ہمایوں کے قبضے میں آئے وہاں ہمایوں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ عسکری میرزا کو بھی اس کی اطلاع ہوئی چنانچہ اس نے شہزادہ اکبر کو جو نامہربان چچا کے ہاتھ میں گرفتار تھا۔ کامران میرزا کے پاس کابل روانہ کیا اور خود تمام ساز و سامان کا بندوبست کر کے قندھار میں قلعہ بند ہو گیا۔ ہمایوں بداغ خاں قاچار کے ہمراہ قلعے کے قریب پہنچا ساتویں محرم ۹۵۲ھ کو قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے چند دن تک طول کھینچا۔ ہمایوں نے بیرم خاں ترکمان کو کامران میرزا کے پاس کابل بھیجا۔ راستہ میں ہزارہ قوم کا ایک گروہ آڑے آیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ بیرم خاں ان پر فتح پا کر کامران میرزا کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے ہمایوں کی اطاعت کرنے اور قلعہ اور دوسرے علاقہ جات حوالے کرنے کے سلسلے میں کامران میرزا سے گفت و شنید کی' لیکن میرزا پر کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ بیرم خاں ناکام ہو کر واپس آ گیا اور کامران کی نالائقی کا قصہ ہمایوں کو سنایا۔

قزلباش سپاہی کچھ محاصرے کے طول کی وجہ سے اور کچھ چغتائی خاندان کے نفاق سے رنجیدہ ہو رہے تھے۔ اسی اثناء میں محمد سلطان میرزا' الغ میرزا' قاسم حسین میرزا' میرزا میرک' شیر افضل بیگ اور فضل بیگ (منعم خاں کا بھائی) وغیرہ کامران ان سے علیحدہ ہو کر ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے علاوہ قلعے کے لوگوں کا ایک معتبر گروہ بھی باہر نکل کر ہمایوں کے پاس پہنچا۔ عسکری نے پریشان ہو کر امان چاہی اور اپنے امیروں کے ساتھ نادم و شرمندہ شاہ کے حضور میں آیا قلعہ ہمایوں کے سپرد کر دیا۔ شاہ ایران سے یہ طے ہو چکا تھا کہ قندھار کا قلعہ شہزادہ مراد کے زیر حکومت رہے گا۔ چنانچہ ہمایوں نے قلعہ شہزادہ کے سپرد کیا۔ شہزادہ بداغ خاں قاچار' ابو الفتح' سلطان افشار اور صوفی ولی شاملو سردیوں کی وجہ سے قلعے میں ٹھہر گئے۔ باقی قزلباش امیر واپس چلے گئے۔

چغتائی خاندان والوں کو قلعہ قزلباشوں کے قبضے میں جانے سے بہت رنج ہوا۔ جاڑے کی وجہ سے چغتائیوں کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہ رہی اکثر مغل سردار کابل چلے گئے۔ عسکری مرزا نے پھر فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا وہ شاہی لشکر سے بھاگ گیا ایک گروہ اس کے تعاقب میں بھیجا گیا چنانچہ وہ اسے گرفتار کر کے واپس لے آیا۔

کابل کو روانگی

ہمایوں لشکر کے ساتھ کابل روانہ ہوا کچھ دنوں کے بعد شہزادہ مراد انتقال کر گیا۔ ہمایوں نے راستے ہی سے واپس ہو کر قلعے کو واپس لینے کا ارادہ کیا۔ ہمایوں نے بداغ خاں قاچار کو پیغام بھیجا کہ قلعہ قندھار چند مہینوں کے لئے عاریتہ" ہمیں دے دیا جائے اور وعدہ کیا کہ کابل و بدخشاں فتح ہو جانے کے بعد قندھار کا قلعہ واپس کر دیا جائے گا۔ بداغ خاں نے یہ بات نہ مانی ہمایوں خاموش ہو گیا' تنہائی میں بیرم خاں' الغ میرزا اور حاجی محمد سے کہا کہ کسی نہ کسی طریقے سے قلعہ فتح کرنا چاہیے۔

besturdubooks.wordpress.com

میں چھپ کر شہر کے دروازے تک پہنچ گیا۔ دروازے کے محافظین نے مزاحمت کی مگر حاجی نے انہیں قتل کر دیا۔ اسی وقت بیرم خاں اور الغ میرزا بھی اپنی فوج ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے اور قلعے میں داخل ہو گئے۔

بداغ خاں قاچار نے بے خبری کے عالم میں لڑنا مناسب نہ سمجھا چنانچہ وہ اجازت لے کر عراق چلا گیا۔

ہمایوں نے قندھار کی حکومت بیرم خاں کے سپرد کی اور کابل پر حملے کی تیاری شروع کر دی۔ یادگار ناصر مرزا (بابر بادشاہ کا بھائی) حسین ارغون کی بدسلوکی سے بھاگ کر کابل آ گیا تھا۔ وہ ہندال میرزا کے ساتھ ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کابل کے باہر کامران مرزا کے مقابلے کے لیے ڈیرے ڈالے۔ اس دوران میں میرزا کے ملازمین اور خیر خواہوں کا کوئی نہ کوئی گروہ روزانہ ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوتا حتیٰ کہ ایک دن کامران کا نامی گرامی امیر قیلان بیگ بھی حاضر ہو گیا۔ کامران میرزا پریشانی کے عالم میں سورج غروب ہونے کے وقت ارک کے حصار میں قلعہ بند ہو گیا ہمایوں بھی فوراً وہاں پہنچ گیا۔ کامران میرزا نے ٹھہرنا باعث ہلاکت سمجھا چنانچہ وہ غزنی بھاگ گیا۔ ہمایوں نے ہندال میرزا کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔

ہمایوں رمضاں کی دسویں رات کو قلعے میں داخل ہوا شہزادہ جلال الدین محمد اکبر اس وقت چار سال کا تھا چنانچہ بیگمات کے ساتھ اسے ہمایوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ میرزا کامران نے غزنی میں بھی قیام نہ کیا بلکہ ہزارہ قوم کے پاس زمین داور چلا گیا۔ ان لوگوں نے کامران کو پناہ نہ دی لہٰذا اسے وہاں سے شاہ حسین ارغون کے پاس بھاگنا پڑا۔ شاہ حسین نے اپنی لڑکی کی شادی کامران سے کر دی وہ اس کی مدد کو آیا۔ کامران میرزا بظاہر تو خوش و خرم دن گزار رہا تھا۔ مگر درحقیقت وہ دل ہی دل میں ہر وقت فکرمند رہتا تھا۔

بدخشاں پر حملہ

ہمایوں نے اکبر کو محمد علی طغائی کی نگرانی میں کابل میں چھوڑا اور خود ۹۵۳ھ میں بدخشاں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ چلتے وقت یادگار ناصر میرزا جو متعدد بار بادشاہ کی مخالفت کر چکا تھا پھر بھاگنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہمایوں کو اس بات کا پتہ چل گیا چنانچہ بادشاہ نے اس فسادی کو قتل کر دیا۔ ہمایوں کوہ ہندوکش سے گزر کر تیر گراں میں ٹھہرا۔ میرزا سلیمان بدخشاں سے فوج لے کر مقابلے پر آیا مگر پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد بادشاہ نے طالقان کا رخ کیا اس سفر میں ہمایوں کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ دو مہینے کے بعد اسے صحت ہوئی۔ اس دوران میں جو فتنے اور فساد پیدا ہوئے وہ خود بخود دب گئے۔ انہی دنوں میں جولی بیگم کے بھائی خواجہ معظم نے خواجہ رشید کو قتل کر دیا اور خود کابل کی راہ لی۔ خواجہ رشید، معظم کے ساتھ عراق سے آیا تھا، خواجہ معظم کو بادشاہ کے حکم سے نظربند کر لیا گیا۔ میرزا کامران کو بادشاہ کی روانگی بدخشاں کے متعلق اطلاعات ملیں اس نے غور بند پر ایک دم حملہ کر دیا۔ راستے میں سوداگروں کے ایک قافلے کو لوٹا اور ان کا سامان چھین کر غزنی پہنچا۔ اس نے غزنی کے اوباشوں کی مدد سے غزنی کے حاکم زاہد بیگ کو قتل کیا۔ پھر کابل پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے وہ صبح کے قریب وہاں پہنچا جونہی قلعے کا دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہو گیا اور جلدی سے قلعہ بند ہو گیا۔ اس نے محمد علی طغائی کو قتل کیا جو اس وقت حمام میں تھا۔ افضل بیگ اور مہتر وکیل کو اندھا کر کے شہزادے کو مع شاہی حرم کے موکلوں کے حوالے کیا اس نے حسام الدین ولد میر خلیفہ کو بھی مار ڈالا۔

کہا جاتا ہے کہ جب کامران میرزا قلعے میں داخل ہوا اس کی ملاقات حاجی محمد سے ہوئی یہ بابر کا مسخرا تھا۔ کامران نے اس سے پوچھا کہ "دیکھا تم نے میں کس طرح گیا اور کیسے لوٹا" اس نے کہا تم رات کو گئے اور صبح پھر چلے آئے۔"

ہمایوں کو یہ اطلاعات ملیں چنانچہ بدخشاں کے سلیمان میرزا سے صلح کی قلعہ بدخشاں اس کے حوالے اور قندھار ہندال میرزا کے سپرد کیا پھر خود کابل کا رخ کیا۔ ضحاک اور غور بند کے نزدیک کامران میرزا کی فوج کا کچھ حصہ راہ میں مزاحمت کے لئے آیا ہوا تھا ہمایوں نے ان کو ادھر ادھر منتشر کیا۔ یہاں شیر افگن بیگ اور کامران کا باقی لشکر جمع تھا۔ انہوں نے ہمایوں کو گھیر لیا چنانچہ جنگ ہوئی۔ یہاں بھی

besturdubooks.wordpress.com

دشمنوں کو شکست ہوئی۔ شیر افگن لڑائی میں مارا گیا ہمایوں کابل کے قریب پہنچ گیا روزانہ لڑائی ہونے لگی۔

اسی دوران میں کامران کو اطلاع ملی کہ ایک بڑا قافلہ کسی موضع میں ٹھہرا ہوا ہے اور ان کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک بہادر سپاہی شیر علی کو سپاہیوں کی ایک جماعت دے کر قافلے والوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں گرفتار کرکے شہر کے اندر لے آئیں۔ ہمایوں کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ وہ فوراً قلعے کے نزدیک پہنچ گیا اور آمدورفت کا راستہ بالکل بند کر دیا۔ شیر علی واپس آیا اس نے بادشاہ کے مقابلے کرنے کی ٹھانی مگر پھر فرار ہو گیا۔

انہیں دنوں میرزا سلمان بیگ بدخشاں سے، میرزا الغ بیگ، قاسم حسین سلطان اور بیرم خاں ترکمان کے ملازمین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قراچہ خاں اور مانوس بیگ قلعے سے بھاگ کر ہمایوں سے آملے۔ مرزا بہت پریشان ہوا اس نے مانوس بیگ کے تینوں بیٹوں کو قتل کر ڈالا وہ قلعے میں تھے۔ پھر قلعے کی دیوار سے نیچے پھینک دیا کامران نے قراچہ خاں کے لڑکے کو بھی فصیل کے اوپر قلعے کی دیوار سے باندھ دیا۔ قراچہ خاں قلعے کے قریب پہنچا اس نے چلا کر کہا "اگر میرا بیٹا مارا گیا تو یاد رکھو تم اور عسکری میرزا بھی زندہ نہ رہو گے۔"

کامران کا فرار

کامران ہر طرف سے مایوس ہو گیا چنانچہ رات کے وقت قلعے کی دیوار پھاند کر حصار سے بھاگ گیا قلعہ دوبارہ بادشاہ کے قبضے میں آ گیا۔ کامران نے کول کابل کے دامن میں پناہ لی۔ میرزا کو یہ مامن بھی راس نہ آیا ہزارہ قوم کا ایک گروہ وہاں پہنچا انہوں نے میرزا کا تمام اسباب جس میں کپڑے بھی شامل تھے اپنے قبضے میں کر لیا۔ بعد میں انہیں جب معلوم ہوا کہ انہوں نے کامران کو لوٹا ہے تو انہوں نے اس کی مدد کی اور اسے اس کے ملازموں کے پاس غور بند پہنچا دیا۔ وہ یہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور بلخ کی طرف چلا گیا۔ حاکم بلخ شیر محمد خاں کامران کی مدد کے لئے آمادہ ہوا اس نے غور اور بغلان کے دونوں شہر کامران کے حوالے کیے۔

میرزا نے فوج جمع کرکے جلد ہی بدخشاں پر حملہ کر دیا۔ میرزا سلیمان اور اس کا لڑکا ابراہیم مرزا اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور کولاب کی طرف بھاگ گئے۔

قراچہ خاں اور مانوس بیگ نے اس دوران میں کئی منصوبے بنائے انہوں نے خواجہ بخاری وزیر کو قتل کرکے خواجہ قاسم کو اس کا جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ ہمایوں کو ان کی یہ باتیں پسند نہ آئیں ان امیروں نے بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور میرزا عسکری کو لے کر بدخشاں روانہ ہو گئے۔ ہمایوں نے ان مفروروں کا تعاقب کیا مگر ان تک پہنچ نہ سکا لہٰذا واپس ہوا۔

ہمایوں نے میرزا ہندال اور میرزا ابراہیم بن سلیمان کے نام طلبی کا حکم صادر کیا ابراہیم حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ قر علی سنقانی مفرور امیروں کی طرف سے راستے میں بیٹھ کر شاہی لشکر کی خبریں ان تک پہنچا رہا تھا' ابراہیم نے اس کو قتل کیا اور حاضر خدمت ہو گیا۔ میرزا ہندال نے راستے میں شیر علی کو زندہ گرفتار کیا اور بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔

کامران اور ہندال کی لڑائی

کامران میرزا قراچہ خاں کو کشم میں چھوڑ کر خود طالقان میں ٹھہر گیا تھا۔ ہمایوں نے ہندال میرزا کو حاجی محمد کوکہ کے ہمراہ کچھ سپاہی دے کر اپنے آگے کشم کی طرف روانہ کیا۔ قراچہ خاں نے کامران میرزا کو اطلاع دی۔ کامران میرزا نے کشم کی طرف پیشقدمی کی اور وہاں جا پہنچا۔ ہندال میرزا نے دریائے طالقان کو عبور ہی کیا تھا اور اس کی فوج ابھی ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی کہ کامران میرزا وہاں پہنچ گیا' لڑائی شروع ہو گئی۔ کامران نے ہندال میرزا کو شکست دی اور اس کا سارا سامان لوٹ لیا اسی اثنا میں ہمایوں بھی وہاں پہنچ گیا۔ کامران بادشاہ سے مقابلہ نہ کر سکا اور طالقان بھاگ گیا' اس نے جو کچھ ہندال میرزا سے چھینا تھا لٹیروں کے سپرد کیا چنانچہ اگلے دن وہ طالقان کے

besturdubooks.wordpress.com

اجازت مانگی' ہمایوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ کامران اور عسکری دونوں بھائی قلعے میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ دونوں نے ابھی دس کوس فاصلہ طے کیا تھا کہ ان کو خیال ہوا کہ ہمایوں کی فوج ان کے تعاقب میں آئے گی مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ چنانچہ وہ ہمایوں کی عنایات سے شرمندہ ہو کر واپس لوٹے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمایوں نے مغل سرداروں کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا' بادشاہ نے دونوں سے بڑی مہربانی کا سلوک کیا اور ان کو کولاب کا شہر جاگیر میں دے دیا۔ پھر ان کو کولاب کی طرف رخصت کر کے خود کابل آ گیا۔

ہمایوں نے فتح نامہ بیرم خاں کے پاس قندھار میں بھیجا اس فتح نامہ کے حاشیے پر اپنی کہی ہوئی نظم لکھی اور اپنے خاص قلم سے بیرم خاں کی جدائی کے اظہار کے لئے ایک رباعی بھی اس وقت لکھ دی۔ اس نے بھی رباعی کا مناسب جواب بھیجا' بیرم خاں کو ازبکوں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں پہنچی تھیں۔ لہٰذا ۹۵۶ھ میں ہمایوں ہندال میرزا اور سلیمان میرزا کو لے کر بلخ پہنچا' کامران اور عسکری نے اس وقت بھی مخالفت کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ ہمایوں کی عدم موجودگی میں کامران کابل میں پھر کوئی نیا ہنگامہ پیدا کرے گا مگر ہمایوں نے ارادہ نہ بدلا اور بلخ پہنچ گیا۔

شاہ محمد سلطان اوزبک تین ہزار سوار لے کر مقابلے میں آیا مگر اس روز بغیر فتح و شکست کے چلا گیا۔ اگلے دن پیر محمد خاں' عبد العزیز خاں ولد عبد اللہ خاں اور خصار کے فرماں روا شاہ محمد سلطان کی مدد کو آئے۔ شاہ محمد سلطان تیس ہزار سوار لے کر بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ سلیمان مرزا' ہندال میرزا اور حاجی محمد سلطان نے انہیں شکست دی۔ پیر محمد اوزبک یہ حال دیکھ کر شام کے وقت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شہر میں چلا گیا۔

چغتائی لشکر کامران کی وجہ سے اپنے اہل و عیال کے بارے میں متفکر تھا۔ جس رات کے بعد صبح کو بلخ پر حملے کا ارادہ تھا اسی رات تمام فوج نے بادشاہ سے درخواست کی کہ بلخ کے لئے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ درہ کنز کی طرف سے چل کر کوئی مضبوط جگہ تلاش کی جائے اور پھر اہل بلخ کی دلداری کر کے بغیر لڑے شہر پر قبضہ کیا جائے سپاہیوں نے اس پر بہت اصرار کیا۔ ہمایوں نے مجبوراً کوچ کیا درہ کنز کابل کی جانب واقع ہے۔ چونکہ کسی کو اس مشورے کا علم نہ تھا لہٰذا سب یہ سمجھے کہ بادشاہ واپس کابل جا رہا ہے۔ چنانچہ ہر شخص فوراً روانہ ہوا اوزبکوں کا حوصلہ بڑھ گیا انہوں نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا۔ اوزبک سپاہیوں' نے فوج کے محافظ دستوں کو جو لشکر کے عقب میں تھے مغلوب کیا۔ سلیمان میرزا اور حسن قلی سلطان ان دستوں کی کمان کر رہے تھے چنانچہ اوزبک لشکر تک پہنچ گئے۔ ہمایوں نے پلٹ کر ایک شخص کو نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا یہ شخص ان سب سے آگے تھا۔ ہندال میرزا' تردی بیگ اور تولک خاں قوچین نے بھی خوب بہادری دکھائیں مگر چغتائی فوج کی بے نظمی کی وجہ سے کچھ فائدہ نہ ہو سکا۔

ہمایوں کا عزم کابل

ہمایوں کامران کا جھگڑا ختم کرنے کے لئے کابل روانہ ہوا۔ اس نے کامران کے بہترین دوست اور خیر خواہ علی بیگ کو مرزا کا دشمن بنایا۔ میرزا نے ارادہ کیا کہ بادشاہت کو چھوڑ کر ضحاک اور بامیان کے راستے ہزارہ میں پہنچے اور پھر وہاں سے سندھ چلا جائے۔ ہمایوں نے ایک گروہ کو اس کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ قراچہ خاں اور قاسم حسین وغیرہ نے جو دو مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے۔ میرزا کامران کو خفیہ طور پر پیغام بھیجا کہ شاہی لشکر کا اچھا حصہ ضحاک اور بامیان چلا گیا ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ کوتل قپچاق کے راستے ہمارے پاس پہنچ جاؤ اور ہمیں اپنا خیر خواہ سمجھو۔ کامران نے ان لوگوں کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ بامیان سے قپچاق چلا گیا ہمایوں بھی وہاں پہنچ گیا۔ چنانچہ قراچہ خاں اور اس کے ساتھی لڑائی کے دوران میں کامران سے جا ملے۔ ہمایوں تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ استقلال کے ساتھ برابر لڑتا رہا۔ پیر محمد اختر اور احمد ولد مرزا قلی جنگ میں مارے گئے بادشاہ کے سر پر زخم آیا اور اس کا گھوڑا زخمی ہو گیا

besturdubooks.wordpress.com

اس حالت میں بادشاہ نیزے سے دشمن کو دور رکھنے میں کامیاب ہوا۔

کابل پر کامران کا دوبارہ قبضہ

ہمایوں نے ضحاک اور بامیان کا رخ کیا کابل پر کامران کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ہمایوں بدخشاں پہنچا یہاں ایک قافلے کے پاس اسباب اور گھوڑے کثرت سے تھے۔ بادشاہ نے ان سے سامان جنگ بطور قرض لیا اور اپنے سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ پھر شاہ بداغ تولک خاں قوچین اور مجنوں خاں وغیرہ کو جو تعداد میں دس تھے کابل روانہ کیا۔ تاکہ وہ دیکھ بھال کر سکیں مگر سوائے تولک خاں کے کوئی واپس نہ لوٹا ہمایوں کو ان پرانے ملازمین کی بد عہدی پر بہت حیرت ہوئی۔

کابل کی فتح

سلیمان مرزا' ابراہیم میرزا اور ہندال میرزا اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ گئے چنانچہ پانچویں دن ہمایوں نے کابل کا رخ کیا۔ کامران بھی آگے بڑھا۔ دریائے پنجتر (۱) کے کنارے جنگ ہوئی کامران ہار گیا۔ میرزا نے سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوا ڈالے اور قلندروں کے روپ میں کوہ ہندوکش اور طغان کے دامن میں جا چھپا۔ فرار کے وقت میرزا عسکری گرفتار ہو گیا قراچہ خاں مارا گیا ہمایوں فاتح کی حیثیت سے کابل میں داخل ہوا۔

کامران پر حملہ

ایک سال سکون و آرام کے ساتھ بسر کرنے کے بعد ہمایوں نے سامان حرب درست کیا اور پھر کامران پر فوج کشی کی۔ اس دوران میں کامران کے گرد پھر کچھ من چلے سپاہی جمع ہو گئے اور اسطرح ایک ہزار پانچ سو آدمی اس کے پاس یک جا ہو گئے۔ حاجی محمد خاں اور بابا قشقہ بھی بغیر اجازت کے غزنی چلے گئے۔ کامران مرزا' مہمندی خلیل اور داؤد زئی افغانوں اور طغانات کے سرداروں کے ساتھ سندھ کی طرف بھاگا' ہمایوں واپس کابل آگیا۔ کامران سندھ کی طرف سے پھر افغانوں کے پاس لوٹ آیا اور وہی فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ ہمایوں کو دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی' بادشاہ نے بیرم خاں ترکمان کو لکھا کہ وہ غزنی آکر حاجی محمد کا بندوبست کرے ادھر حاجی نے کامران کو پیغام بھیجا کہ "تم یہاں غزنی پہنچو اور میں تمہارا فرمانبردار ہوں۔" میرزا کامران طغائن سے بھاگ کر پشاور آگیا تھا وہ بنگش (۲) اور گردیز کے راستے غزنی روانہ ہو گیا۔ پیشتر اس کے کہ کامران غزنی پہنچتا بیرم خاں وہاں پہنچ چکا تھا اس نے حاجی کو نرمی سے سمجھایا بجھایا اور پھر اسے کابل لے گیا' کامران مجبوراً' پشاور لوٹ آیا۔ ہمایوں کابل پہنچا حاجی خوف کھا کر غزنی لوٹ گیا۔ بیرم خاں دوبارہ اسے تسلیاں دے کر کابل لے کر آیا ان ہی دنوں میں ہمایوں نے کامران کے حقیقی بھائی میرزا عسکری کو میرزا سلیمان کے پاس بھیجا تاکہ وہ انتظام کر کے میرزا کو بلخ کے راستے مکہ معظمہ بھیج دے۔ عسکری میرزا نے شام اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک وادی میں ۹۶۱ھ میں وفات پائی۔ عسکری میرزا کی ایک بیٹی تھی جسے جلال الدین اکبر نے یوسف خاں مشہدی کے ساتھ بیاہ دیا۔

کامران کے سر پر ابھی تک حکومت کا بھوت سوار تھا چنانچہ وہ افغانوں میں رہ کر لشکر جمع کرنے کی تدبیریں کرتا رہا۔ ہمایوں نے پہلے تو حاجی محمد خاں کو تہ تیغ کیا جو سارے فساد کی جڑ تھی اور پھر کامران کو راہ راست پر لانے کے لئے روانہ ہوا۔ خیبر کے قریب میرزا نے افغانوں کے ہمراہ ذیقعد ۹۵۸ھ میں شاہی لشکر پر شب خون مارا۔ میرزا ہندال شہید ہو گیا۔ ناسعادت مند میرزا کو بھائی کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی۔ چنانچہ وہ ناکام واپس آگیا اور افغانوں سے جا ملا۔

افغانوں کی سرکوبی

ہمایوں نے میرزا کی بنی رقیہ سلطان بیگم اور ہندال میرزا کے ساتھ جلال الدین اکبر کو بڑی عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ غزنی کو ان کی

اچھی طرح ذلیل و خوار کیا۔ افغان اب یہ سمجھ گئے کہ اس طرح سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں لہٰذا وہ مجبوراً کامران سے علیحدہ ہو گئے۔ کامران کو بھی ہندوستان کا رخ کرنا پڑا اور اس نے سلیم شاہ سور کے ہاں پناہ لی مگر اس نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا وہ اسے قید کرنا چاہتا تھا۔ کامران کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ وہاں سے بھاگ کر راجہ نگر کوٹ کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ سلیم شاہ چونکہ کامران کو بھی سلطنت کا دعویدار خیال کرتا تھا لہٰذا وہ پنجاب کے تمام راجاؤں کے خلاف فوج کشی کرنے کے لئے نکلا کامران خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگ کھڑا ہوا اور وہاں سے سلطان آدم گکھر کے ہاں چلا گیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان دنوں میرزا حیدر دوغلات نے کشمیر کے زمینداروں کے سرکش ہونے کی شکایت ہمایوں سے کی اور مدد کے لئے آنے کی درخواست کی چنانچہ ہمایوں دریائے سندھ پار کر کے ہندوستان میں آ پہنچا۔ سلطان آدم نے ڈر کے مارے میرزا کامران پر پہرہ لگا دیا اور بادشاہ کو اس کی اطلاع کی۔ ہمایوں نے منعم خاں کو وہاں بھیجا وہ کامران کو وہاں سے لے آیا۔

میرزا کا اندھا ہونا

تمام چغتائی امیروں نے جو میرزا کے فتنہ و فساد کی وجہ سے اس سے بیزار تھے بادشاہ سے عرض کی کہ چغتائی قوم کی عزت اور بہتری کی خاطر میرزا کا کام تمام کر دیا جائے۔ ہمایوں اپنی نرمی طبیعت اور مروت کی وجہ سے اس پر آمادہ نہ ہوا لیکن امیروں کا دل رکھنے کے لئے حکم دیا کہ میرزا کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی پھیر دی جائے۔

محمد مومن نے کامران کے اندھا ہونے کی یہ تاریخ نکالی۔ "چشم پوشید زبیداد سپہر۔"

ہمایوں میرزا سے ملنے کے لئے گیا میرزا نے چند قدم استقبال کیا اور سعدی کا قطعہ پڑھا۔

زقدر و شوکت سلطاں نہ گشت چیزے کم　　زالتفات بہ غربت سرائے دہقانے
کلاہ گوشہ دہقاں برآفتاب رسید　　کہ سایہ برسرش انداخت چونتو سلطانے

ہمایوں پر رقت طاری ہو گئی اور وہ کوئی بات نہ کر سکا چنانچہ وہ وہاں سے افسوس کرتا ہوا واپس آ گیا۔ میرزا نے حج کی اجازت مانگی چنانچہ وہ سندھ کے راستے مکہ معظمہ پہنچا وہ اپنی بیوی (دختر شاہ حسین ارغون) کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ تین حج کرنے کے بعد گیارہویں ذی الحجہ ۹۶۴ھ کو میرزا کا وہیں انتقال ہو گیا۔ محلہ مزکے میں اسے دفن کیا گیا میرزا نے اپنے پیچھے تین لڑکیاں ایک بیٹا چھوڑا بیٹے کا نام ابو القاسم میرزا تھا۔

قاسم میرزا کا قتل

جلال الدین اکبر نے ابو القاسم میرزا کو ۹۶۴ھ میں گوالیار کے قلعے میں قید کیا جب اکبر نے خاں زماں پر لشکر کشی کی تو اس وقت ابو القاسم میرزا کو اکبر کے اشارے سے قتل کر دیا قاسم میرزا نے قتل کے وقت اپنا کہا ہوا یہ شعر پڑھا۔

فلک بکشتن من این قدر شتاب مکن　　چو خواہم از ستمت مردن اضطراب مکن

کامران کی ایک بیٹی میرزا ابراہیم حسین بن سلطان محمد کی بیوی تھی اس کے بطن سے ایک لڑکا مظفر حسین میرزا پیدا ہوا۔ کامران کی دوسری لڑکی عبد الرحمٰن مغل سے بیاہی ہوئی تھی' تیسری کا نکاح شاہ فخر الدین مشہدی رضوی کے ساتھ ہوا تھا۔

کشمیر پر لشکر کشی

ہمایوں کو میرزا کامران کے فتنہ و فساد سے نجات ملی تو اس نے کشمیر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ان دنوں میں سلیم شاہ پنجاب پہنچ چکا تھا۔ اس لئے چغتائی سرداروں نے بادشاہ کی اس بات سے اتفاق نہ کیا انہوں نے کہا کہ کشمیر پہنچنے کے بعد اگر افغانوں نے تمام راستے بند کر دیئے تو بہت مصیبت پیش آئے گی۔ بادشاہ نے امیروں کی یہ بات پسند نہ کی۔ اور کشمیر کا رخ کیا۔ امیروں نے خوش طبعی کی اور بادشاہ کا

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ نہ دیا- وہ کابل روانہ ہوئے- ہمایوں کو بھی مجبوراً ان کا ساتھ دینا پڑا دریائے سندھ کو پار کرنے کے بعد انہوں نے بگرام کا قلعہ تعمیر کیا- پھر قلعے کو سکندر خاں اوزبک کے حوالے کیا اور خود یہ لوگ کابل کی طرف روانہ ہوئے- ہمایوں نے شہزادے جلال الدین اکبر کو جلال الدین محمود وزیر کے ساتھ غزنی روانہ کیا- ۹۶۱ھ میں شہزادہ محمد حکیم مرزا کابل میں پیدا ہوا-

بیرم خاں سے برگشتگی

اسی سال بادشاہ مفسدوں کی شرارت سے بیرم خاں سے برگشتہ ہو گیا- ہمایوں کو یہ خیال ہوا کہ مذہبی موافقت کی وجہ سے کہیں وہ قزلباشوں سے نہ مل جائے چنانچہ بادشاہ نے قندھار پر حملہ کرنے کی سوچی اور غزنی کے راستے قندھار جا پہنچے- بیرم خاں ترکمان اس الزام سے بری تھا اسے کسی معاملے کی خبر بھی نہ تھی چنانچہ وہ ہمایوں کی آمد کی اطلاع پا کر پانچ چھ معتمد امیروں کے ساتھ استقبال کو آیا- اور بادشاہ کی خدمت میں تحائف پیش کیے ہمایوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ محض دشمنوں کی بدگوئی تھی اور سب بہتان تھا-

غلط فہمی کا ازالہ

ہمایوں نے بیرم خاں کی دلجوئی کے لئے قندھار میں مکمل دو مہینے آرام و سکون سے گزارے- ہمایوں نے فسادیوں کو ملامت کی اور بیرم خاں کو اپنی عنایتوں اور مہربانیوں سے سرفراز کیا- بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کی کہ قندھار کی حکومت منعم خاں یا کسی اور کو سپرد کر دی جائے اور خود بادشاہ کے ساتھ رہنے کا ارادہ ظاہر کیا- ہمایوں نے بیرم خاں کی یہ بات نہ مانی مگر چلتے وقت بیرم خاں کی گزارش کے مطابق بہار خاں برادر علی قلی خاں سیستانی کو زمین داور کی جاگیر دے کر اسے وہیں چھوڑا بادشاہ کابل آ گئے-

اس دوران میں آگرے اور دہلی سے بعض خیر خواہوں کی عرضیاں بادشاہ تک پہنچیں جن کا مضمون یہ تھا کہ "سلیم شاہ نے وفات پائی- اور افغان امیر آپس میں دست و گریباں ہیں یہی وقت ہے کہ بادشاہ اپنے موروثی ملک کی طرف توجہ کریں اور قبضہ کریں-"

نیک شگون

ہمایوں کے پاس ہندوستان پر لشکر کشی کے لئے ساز و سامان نہ تھا لہٰذا وہ بیحد متردد ہوا- ایک دن سیر و شکار کے دوران میں بادشاہ نے چند معتبر امیروں سے کہا کہ میں ہندوستان کے سفر کے لیے اس طرح شگون لیتا ہوں کہ پہلے تین شخص جو سامنے سے نظر آئیں ان کے نام پوچھ کر ان کے ناموں سے اس سفر کی فال نکالتا ہوں- "چنانچہ پہلے جو نظر آیا اس کا نام دولت خواجہ تھا چند قدم کے بعد دوسرا دہقانی ملا اس کا نام مراد خواجہ تھا ہمایوں نے کہا کہ "کیا خوب ہوتا اگر تیسرے کا نام سعادت خواجہ ہوتا-" کچھ دور جانے کے بعد تیسرا شخص ملا اس کا نام پوچھا گیا اتفاق سے اس کا نام سعادت خواجہ نکلا-

ہندوستان کے سفر کی تیاری

ہمایوں اس نیک شگون سے بیحد خوش ہوا اور اس واقعے کو غیبی بشارت سمجھا چنانچہ اس کے باوجود کہ بادشاہ کے پاس صرف پندرہ ہزار سوار تھے اور افغان فوج لاکھ دو لاکھ سے کم نہ تھی ہندوستان کے سفر کے لئے تیار ہو گیا-

روانگی

ہمایوں نے شہزادہ محمد حکیم میرزا کو منعم خان کی نگرانی میں کابل میں چھوڑا اور پھر صفر کے مہینے ۹۶۲ھ میں ہندوستان روانہ ہوا- بیرم خاں ترکمان بھی اپنے بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ جو سب اس کے خاندانی ملازم تھے- شاہی حکم کے مطابق ہمایوں سے پشاور میں آ ملا- بادشاہ نے دریائے سندھ کو پار کیا اور پھر بیرم خاں کو سپہ سالاری کا عہدہ عنایت فرمایا' خضر خاں' تردی بیگ خاں' سکندر سلطان اور علی قلی [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

امیر جو وہاں تھے بغیر لڑے ہوئے بھاگ گئے ہمایوں بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہوا۔

بیرم خاں کی کاروائیاں

بیرم خاں ترکمان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سرہند جا پہنچا اور ان علاقوں پر بغیر لڑے بھڑے قابض ہو گیا۔ سرہند کی رعایا اور زمینداروں نے بیرم خاں کی اطاعت قبول کی۔ اس اثناء میں اطلاع ملی کہ افغانوں کا ایک گروہ شہباز خاں اور نصیر خاں کی سرکردگی میں دیپالپور میں جمع ہے اور کچھ گڑبڑ کرنے والا ہے۔ ہمایوں نے اپنے منہ بولے بیٹے ترند کو سید ابو المعالی کے علی قلی سیستانی کے ہمراہ ان افغانوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ شاہ ابو المعالی نے انہیں شکست دی اور تاخت و تاراج کرنے کے بعد واپس آ گیا۔

تاتار خاں اور ہیبت خاں سے معرکہ آرائی

سکندر شاہ نے تاتار خاں اور ہیبت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ چغتائیوں سے لڑائی کے لیے بھیجا اور انہیں بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ بیرم خاں دشمن کی تعداد سے بالکل خوفزدہ نہ ہوا چنانچہ وہ دریائے ستلج کو عبور کر کے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ غروب آفتاب کے وقت بجواڑہ کے کنارے دشمن کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ سردیوں کا زمانہ تھا لہٰذا افغانوں نے اپنے خیموں کی گرد آگ روشن کی اور چوکس ہو کر دشمن کا خیال کرتے رہے۔ بیرم خاں یہ اطلاع پا کر بہت خوش ہوا چنانچہ وہ بغیر کسی کو بتائے ہوئے ایک ہزار خاصے کے سوار لے کر دشمن کے لشکر کے کنارے پہنچ گیا۔ افغان لشکر دور سے روشنی کی وجہ سے نظر آ رہا تھا بیرم خاں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ افغان تیروں کی بارش سے سراسیمہ ہو گئے اور اپنی فطری کم عقلی سے آگ کو زیادہ مشتعل کرنے میں اپنا بچاؤ سمجھے چنانچہ انہوں نے لشکر کی تمام لکڑیوں کو گٹھے اور جانوروں کا چارہ سب کا سب ایک دم آگ میں ڈال دیا۔ مغل اس سے اور زیادہ خوش ہوئے اور انہیں تقویت پہنچی چنانچہ تیروں کی بوچھاڑ میں اور اضافہ ہو گیا۔

کچھ دیر بعد علی قلی سیستانی اور دوسرے سردار اس واقعے سے باخبر ہو گئے چنانچہ وہ بھی جلد سپہ سالار سے جا ملے اور تیراندازی کرنے لگے۔ افغان بظاہر مقابلے کے لئے سوار ہو کر نکلے مگر لشکر سے نکلتے ہی دہلی کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے چنانچہ ہر دستے نے مختلف سمتوں میں فرار ہونا شروع کیا دیکھتے ہی دیکھتے ان کی قوت منتشر ہو گئی۔ تاتار خاں اور ہیبت خاں نے تھوڑی دیر تو لشکر میں قیام کیا مگر اپنے لشکر کی ابتری دیکھ کر ساز و سامان، گھوڑے، ہاتھی میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مغلوں نے خوش ہو کر افغانوں کے سامان کو لوٹا اور بے حد مسرور ہوئے۔

بیرم خاں نے ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں لاہور بھیج دیئے۔ خود ماچیواڑے میں ٹھہر گیا پھر اپنے امیروں کو آگے روانہ کیا انہوں نے دہلی کے قرب و جوار کو اچھی طرح تاخت و تاراج کیا اور بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

بادشاہ اس فتح سے بیحد خوش ہوا۔ بیرم خاں کو خانخاناں اور یار وفادار، ہمدم غمگسار کے خطابات سے سرفراز کیا۔ پھر بیرم کے تمام ادنیٰ و اعلیٰ نوکروں کے نام شاہی دفتر میں لکھوائے اور ان کا رتبہ بلند کیا۔ ان ملازمین میں سے بہت سے ہوشیار جوان مستقبل میں خان و سلطان اور بہادر سمجھے گئے۔ سکندر شاہ نے تاتار خاں اور ہیبت خاں کی شکست کے بعد افغانوں سے اتحاد اور یک جہتی کی قسمیں لیں اور وعدے وعید کیے۔ پھر اسی ہزار سوار، توپوں، جنگی ہاتھیوں کو لے کر مغلوں سے لڑنے کے لئے پنجاب روانہ ہوا۔

سکندر خاں سے جنگ

بیرم خاں نوشہرہ پہنچا اس نے شہر کو مضبوط و مستحکم کیا۔ سکندر شاہ نوشہرہ کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ بیرم نے ایک عریضہ ہمایوں کی خدمت میں بھیجا اور لاہور سے نوشہرہ آنے کی درخواست کی بادشاہ نوشہرے پہنچ گیا اور قلعے میں ٹھہر گیا۔ چند دن طرفین کے بہادر میدان جنگ میں اپنے اپنے جوہر دکھاتے رہے آخر ماہ رجب کی چاند رات کو ۹۶۲ھ میں افغانوں نے صفیں درست کر کے لڑائی کی تیاری کی۔ اس رات

besturdubooks.wordpress.com

جلال الدین اکبر کی قراولی کا دن تھا' چغتائی سپاہی بھی لڑائی کے لئے تیار ہو گئے- ایک طرف بیرم خاں ترکمان اور اس کی مدد گار سپاہی اور دوسری طرف سکندر خاں' عبد اللہ خاں اوزبک' شاہ ابو المعالی' علی قلی سیستانی' بہادر خاں' تردی بیگ خاں وغیرہ نے چنگیزی آئین جنگ کے مطابق غنیم پر حملہ کیا اور اس قدر بہادری اور شجاعت دکھائی جو قیاس سے بعید ہے خدا کی مدد ہوئی اور افغان شکست کھا گئے-

سکندر شاہ کوہ شوالک کی طرف بھاگا ہمایوں نے اوزبک سکندر خاں کو دوسرے افسران کے ساتھ دہلی اور آگرہ روانہ کیا- انہوں نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا- بادشاہ نے ابو المعالی کو پنجاب کی حکومت دی اور سکندر شاہ کا قلع قمع کرنے کے لئے مقرر کیا- پھر رمضان کے مہینے میں دہلی پہنچ کر خدا کے فضل اور عنایت سے دوبارہ ہندوستان کے تخت پر رونق افروز ہوا- ہمایوں نے بیرم خاں کو جاگیر اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز فرمایا- تردی بیگ کو دہلی کا اور سکندر خان کو آگرے کا صوبے دار مقرر کیا' علی قلی سیستانی سنبھل اور میرٹھ کی حکومت کا فرمان لے کر روانہ ہوئے بیرم خاں نے اس فتح کی تاریخ پر یہ رباعی لکھی-

منشی خرد طالع میموں علیید انشائے سخن زطبع موزوں علیید
تحریر چو کرد فتح ہندوستان را تاریخ زشمشیر' ہمایوں علیید

شاہ ابو المعالی اپنے مددگاروں اور امیروں کی قرار واقعی مدد نہیں کرتا تھا لہٰذا سکندر شاہ دن بدن طاقتور ہوتا جاتا تھا- ہمایوں نے بیرم خاں کو شہزادہ جلال الدین اکبر کا اتالیق بنا کر سکندر شاہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور شہزادہ کی خدمت میں بھیجا-

ہمایوں کا انتقال

اسی دوران میں ایک شخص قنبر دیوانہ نے سنبھل میں سر اٹھایا وہ میان دوآب کے علاقے میں خونریزی کرنے لگا- علی قلی اس کی سرکوبی کے لئے پہنچا اور اس کا سر کاٹ کر پانچویں ربیع الاول ۹۶۳ھ میں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا- دو دن بعد ہمایوں کتاب خانے کے کوٹھے پر چڑھا کچھ دیر بیٹھنے کے بعد نیچے اترنے لگا- بادشاہ نے ایک زینہ طے کیا تھا کہ موذن نے اذان دی- بادشاہ تعظیم میں دوسرے زینے پر بیٹھ گیا- اذان ختم ہونے کے بعد لاٹھی کے سہارے اپنی جگہ سے اٹھا لیکن قضائے الٰہی سے لاٹھی ڈگمگا کر ہاتھ سے چھوٹ گئی بادشاہ زینے سے نیچے گر پڑا- خدام بدحواس ہو کر بادشاہ کو غشی کے عالم میں محل سرا میں لے گئے- کچھ دیر بعد طبیعت سنبھلی اور کچھ باتیں بھی کیں- علاج شروع ہوا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا گیارہویں ربیع الاول ۹۶۳ھ کو غروب آفتاب کے وقت بادشاہ نے رحلت کی ہمایوں کی وفات کا تاریخی مصرعہ یہ ہے-

ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

بادشاہ کو نئی دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے دفن کیا گیا ۹۷۳ھ میں ہمایوں کی قبر پر گنبد تعمیر کیا گیا اس نیک دل بادشاہ نے پچیس سال حکومت کی اس میں کابل اور ہندوستان دونوں ملکوں کے عہد حکومت شامل ہیں-

ہمایوں فطری طور پر بہادر تھا سخاوت اور مروت سرشت میں داخل تھیں- علم ریاضی میں بہت دسترس تھی- بادشاہ ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کی صحبت کو پسند کرتا تھا- اس کی مجلس میں علمی تذکرے ہوتے رہتے تھے- ہمیشہ بادشاہ باوضو رہتا اور بلا وضو خدا کا نام بھی نہ لیتا- ایک دن ہمایوں نے میر عبد الحی صدر کو عبدل کہہ کر خطاب کیا- پھر وضو کر کے ان سے کہا کہ "میں تخاطب کے وقت باوضو نہ تھا اور چونکہ تمہارے نام میں خدا کا نام ہے اس لئے میں تمہیں تمہارے پورے نام سے نہ پکار سکا- ہمایوں کا قد میانہ اور رنگ گندمی تھا- بادشاہ کا مذہب حنفی تھا لیکن کامران اور دوسرے چغتائی امیر ہمایوں کو ہمیشہ شیعہ سمجھتے رہے ان کی بدگمانی کی وجہ یہ تھی کہ شہزادگی کے عالم سے عراقی اور خراسانی شیعہ- بادشاہ کے گرد جمع تھے بادشاہ ان کی پوری خاطر داری کرتا تھا دوسرے بادشاہ کا رفیق بھی امامیہ فرقے کا شیدائی تھا- ہمایوں نے اپنے

besturdubooks.wordpress.com

ہمایوں سنی المذہب تھا۔ بادشاہ کے اشعار بھی چیدہ چیدہ کتابوں میں نظر آتے ہیں۔

اگر بہ پرسش عشاق می نہد قدمے ہزار جاں گرامی فدائے ہر قدمت
حقا کہ چوں ہمایوں در حال اصل بے خود بادوست در حکایت از خویش ستہ بودم
داغ عشق تو برجبین من است خاتم لعل تو نگین من است
ہر کجا شاہ و شہریارے بود ایں زماں بندۂ کمین من است

besturdubooks.wordpress.com

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (اکبر اعظم)

علامہ شیخ ابوالفضل برادر شیخ فیضی نے اس پر جاہ و جلال بادشاہ کے تمام حالات اور واقعات کو اکبر نامہ میں مفصل بیان کیا ہے۔ اکبر نامہ ایک لاکھ اور ایک ہزار سطور پر مشتمل ہے۔ فرشتہ اس کتاب کا خلاصہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

جب ہمایوں زینے سے گر کر صاحب فراش ہوئے تو سلطنت کے اراکین اور افسروں نے ایک معتمد امیر شیخ جولی کو ہمایوں کے حال سے مطلع کرنے کے لیے پنجاب روانہ کیا۔ شیخ جولی نے کلانور کے مقام پر اکبر سے ملاقات کی اور سارا حال تفصیلاً بتایا ابھی شیخ جولی پہنچے ہی تھے کہ ہمایوں کی وفات کی اطلاع پہنچ گئی۔ امیروں نے تعزیت کے بعد اتفاق رائے سے شہزادہ اکبر کو دوسری ربیع الثانی ۹۶۳ھ میں کلانور میں تخت پر بٹھایا۔ اکبر کی عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی۔

بیرم خان ترکمان سپہ سالاری اور اتالیقی کے عہدے پر ہی فائز تھا اب اسے وکیل السلطنت بھی بنا دیا گیا چنانچہ تمام مالی اور ملکی مہمات اس کے سپرد کی گئیں۔ بیرم خاں نے سلطنت میں تخت نشینی کا اطلاعی فرمان جاری کیا اور سپاہ اور رعایا کی خوشنودی کی خاطر تحفہ جات راہ داری سالانہ پیشکش اور سرانہ تمام ملک میں معاف کر دیا۔ اس کے بعد شاہ ابو المعالی کو جو مخالفت پر اترا ہوا تھا' گرفتار کر لیا۔ بیرم خاں کا ارادہ تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے مگر اکبر سید زادے کے قتل پر راضی نہ ہوا چنانچہ اس کو قید کرنے کا حکم دیا گیا۔ اکبر نے ابو المعالی کو لاہور کے کوتوال گل گیر کے پاس بھیج دیا۔ ابو المعالی کچھ دنوں بعد قید خانے سے فرار ہو گیا گل گیر نے پشیمان ہو کر خودکشی کر لی۔

تردی بیگ خاں نے شاہی سامان ابو القاسم میرزا کے ساتھ دہلی سے بادشاہی لشکر میں روانہ کیا۔ علی قلی حاکم سنبھل آگرے کے حاکم سکندر خاں اوزبک' دیپالپور کے حاکم بہادر خاں' منعم خاں اتالیق اور محمد حکیم میرزا وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں عریضے بھیجے اور اپنے خلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔

سکندر شاہ پر حملہ

اب سب چیزوں سے فارغ ہو کر اکبر سکندر شاہ کا قلع قمع کرنے کے لیے کوہ شوالک کی طرف بڑھا ایک خونریز جنگ کے بعد سکندر شاہ پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ نگرکوٹ کا راجہ دھرام چند بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اکبر کی عنایات سے سرفراز ہوا اس کی خاندانی جاگیر اس کے نام بحال رہی ان دنوں بارش بہت ہو رہی تھی اس وجہ سے اکبر آگے نہ بڑھ سکا اور اسے مجبوراً کچھ دنوں تک جالندھر میں قیام کرنا پڑا۔ اس دوران میں سلیمان میرزا نے موقع پا کر کابل و بدخشاں پر لشکر کشی کر دی۔ منعم خاں جو تجربہ کار اور معاملہ شناس امیر تھا' قلعہ بند ہو گیا اور دشمن کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے لگا۔

کابل میں شورش

اکبر کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد قلی برلاس' خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ اور خضر خاں کو منعم خاں کی مدد کے لیے کابل روانہ کیا۔ ان امراء میں سے بعض تو قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور بعض باہر ہی مقیم رہے۔ ان لوگوں نے چار مہینے تک بدخشانیوں کے لشکر کو طرح طرح سے مصیبتوں اور مشکلوں میں ڈال کر پریشان کر دیا۔ سلیمان میرزا نے منعم خاں کو یہ پیغام دیا "اگر خطبے میں میرا نام بھی شامل کر لیا جائے تو میں اپنے ملک کو واپس چلا جاؤں گا۔" منعم خاں نے مصلحتاً اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور منعم خاں کابل سے بدخشاں چلا آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

علی قلی خاں کی شکست

انہیں دنوں سلطان عدلی کے وزیر ہیمو بقال نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ جو تیس ہزار سواروں اور پیادوں اور دو سو ہاتھیوں پر مشتمل تھا آگرے پر حملہ کیا۔ سکندر خاں اوزبک ہیمو کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور آگرے کی سکونت ترک کر کے دلی میں آ گیا۔ عدلی کے ایک دوسرے مشہور امیر شادی خاں افغان نے دریائے رہٹ کے کنارے پر اپنے خیمے لگائے۔ علی قلی خاں سیستانی جو اس زمانے میں "خان زماں" کا خطاب حاصل کر چکا تھا دریائے رہٹ کو پار کر کے شادی خاں کے مقابلے پر آ گیا۔ اس کے ساتھ مدد کے لیے مشہور امراء قاسم خاں' محمد امین اور بابا سعید قپچاق نیز تین ہزار عراقی اور خراسانی سوار بھی تھے۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں علی قلی خاں کو شکست ہوئی۔ اس کے سپاہی کچھ تو لڑائی میں مارے گئے اور باقی ماندہ دریا کو پار کرتے وقت ڈوب مرے چنانچہ تین ہزار لشکریوں میں سے دو تین سو زندہ بچے۔

ہیمو بقال اور تردی بیگ کی جنگ

ہیمو بقال نے آگرے پر قبضہ کر لینے کے بعد دہلی کا رخ کیا۔ تردی خاں نے برق رفتار ایلچیوں کو بھیج کر آس پاس کے امیروں کو اپنے پاس بلایا۔ عبد اللہ خان لعل سلطان بدخشی' علی قلی خاں اندرابی اور میرک خاں کو لابی وغیرہ جلد از جلد دہلی پہنچ گئے۔ علی قلی خاں سیستانی المخاطب بہ خاں زماں اور دوسرے معاون امراء ابھی دہلی پہنچے بھی نہ تھے کہ تردی بیگ نے ہیمو بقال سے لڑائی شروع کر دی۔ ہیمو طبعاً" ایک بہادر اور جان باز انسان تھا اس نے تین چار ہزار چیدہ سواروں اور چند زبردست ہاتھیوں کو اپنے ساتھ لیا اور قلب لشکر سے نکل کر تردی بیگ پر حملہ آور ہوا۔ جو اس کے سامنے ہی معرکہ آرائی میں معروف تھا۔ تردی ہیمو کے حملے کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا اسی طرح ہیمو نے دوسرے امیروں کو بھی بھگا دیا اور دہلی پر قبضہ کر لیا۔

تردی بیگ اور دوسرے شکست خوردہ امراء نے علی قلی خاں سیستانی اور دیگر سرداروں کے ساتھ مل کر دشمن سے انتقام لینے یا دہلی ہی میں مقیم ہو کر بادشاہ سے تازہ مدد کی درخواست کرنے کی بجائے نوشہرہ کا رخ کیا اور دہلی کو خالی کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔ یہ تمام حالات علی قلی خاں کو اس وقت معلوم ہوئے جب کہ وہ میرٹھ تک پہنچ چکا تھا۔ دہلی جا کر' تنہا طور پر دشمن سے مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی اس لئے وہ بھی مجبوراً نوشہرے کی طرف چل دیا۔

بیرم خاں کا اقتدار

اکبر نے یہ تمام واقعات جالندھر میں سنے چونکہ اس وقت تک پنجاب کے علاوہ باقی تمام ہندوستان افغانوں کے قبضے میں آ چکا تھا اس لئے اکبر کو یہ سب کچھ سن کر بہت افسوس ہوا۔ اکبر کی عمر ان دنوں کچھ اتنی زیادہ نہ تھا' کہ وہ ملکی معاملات اور سیاسی گتھیوں کو بذات خود سلجھا لیتا۔ اس لئے اس نے بیرم خاں ترکمان کو "خان بابا" کا خطاب عنایت کر کے کہا۔ "تمام ملکی امور اور سیاسی معاملات میں تمہارے سپرد کرتا ہوں جو کچھ تم مناسب سمجھو کرو' اور میری منظوری کے انتظار میں کسی کام کو موقوف نہ رکھو۔" اکبر نے بیرم خاں کو اپنے سر اور ہمایوں کی روح کی قسم دے کر مزید یہ کہا "تمہارا یہ فرض ہے کہ ملکی معاملات کو طے کرنے میں تم کسی کی دشمنی اور مخالفت کا خیال نہ کرو۔"

اکبر نے تمام امراء کو طلب کر کے مجلس مشاورت منعقد کی۔ امیروں کو جب یہ معلوم ہوا کہ دشمن کے لشکر میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں اور بادشاہی فوج بیس ہزار سپاہیوں سے زیادہ نہیں ہے تو انہوں نے کابل کی واپسی کا ارادہ کیا۔ بیرم خاں نے اس ارادے کی مخالفت کی اور دشمن سے معرکہ آرا ہونے کا خیال ظاہر کیا۔ اکبر اگرچہ کم عمر تھا لیکن اس نے دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے بیرم خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی وقت خواجہ خضر خاں کو لاہور کا حاکم مقرر کر کے سکندر خاں کے مقابلے کا حکم دیا۔ خواجہ خضر کاں مغل سلاطین کے

bestUrdubooks.wordpress.com

خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور بابر کی بیٹی گلبدن بیگم سے اس کی شادی ہوئی تھی خود اکبر نے ہیمو بقال سے لڑائی کرنے کی ٹھانی اور روانہ ہوا۔

تردی خاں کا قتل

نوشہرہ میں شکست خوردہ امراء بھی بادشاہ سے مل گئے۔ ایک روز جب کہ اکبر سیر و شکار میں مشغول تھا بیرم خاں نے تردی بیگ کو اپنی قیام گاہ پر بلایا اور اس کے جرائم کے پیش نظر بغیر کسی قسم کی پوچھ گچھ کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اکبر کو شکار گاہ ہی میں اس واقعے کی اطلاع ہو گئی۔ اور جب وہ واپس آیا تو بیرم خاں نے اس سے کہا مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ حضور تردی خاں کو اس کے جرائم کے باوجود قتل کرنے میں تامل فرمائیں گے' لیکن میں نے آپ کے حکم کے بغیر ہی تردی خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس ہنگامہ خیز زمانے میں جب کہ ایک طرف تو ہیمو جیسے زبردست دشمن کی فوج ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے اور دوسری طرف خونخوار افغان سارے ہندوستان پر چھائے ہوئے ہیں' تردی خاں جیسے زبردست سیاسی مجرم کا خاتمہ نہ کرنا دانش مندی سے بہت دور ہے۔" اکبر نے بیرم خاں کی عقل مندی کی تعریف کی اور اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔

بادشاہ کی دہلی کو روانگی

بعض معتبر اشخاص کا بیان ہے کہ اگر بیرم خاں تردی خاں کو قتل نہ کرتا تو چغتائی خاندان کبھی ملک پر قابو نہ پاتا اور شیر شاہ کا قصہ دوبارہ تازہ ہو جاتا۔ اس واقعے کے بعد تمام امراء نے جن میں ہر ایک اپنے آپ کو بجائے خود ایک حکمران تصور کرتا تھا بیرم خاں کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور بغاوت اور باہمی نفاق کی آلودگیوں کو اپنے دل و دماغ سے دور کر کے اپنے آقا پر جان نثار کر دینے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نوشہرہ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ علی قلی خاں سیستانی کی ماتحتی میں سکندر خاں اوزبک' عبد اللہ خاں' علی قلی خاں اور مجنوں خاں قاقشال وغیرہ امراء' بطور ہراول کے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ساتھ حسین قلی بیگ محمد صادق خاں پراونچی شاہ قلی خاں محرم' میر محمد قاسم نیشاپوری اور سید محمد بارہہ' جو بیرم خاں کے خاصہ کے ملازم تھے وہ بھی روانہ ہوئے۔

شاہی لشکر اور ہیمو بقال میں لڑائی

دہلی میں ہیمو بقال نے اپنے آپ کو راجہ بکرماجیت مشہور کر رکھا تھا وہ بڑے غرور و تکبر کے ساتھ خود مختار حکومت قائم کئے ہوئے تھا۔ اکبر کی آمد کی خبر سن کر اس نے شادی خاں وغیرہ افغان امراء کو اپنے ساتھ ملایا اور ایک زبردست لشکر لے کر بادشاہ کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ اس نے افغانوں کی ایک جماعت کو بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ اکبر کے ہراول کے دستے پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہی ہراول سے اس جماعت کا مقابلہ ہوا۔ اکبری سپاہیوں نے افغانوں کو شکست دی اور ان کو توپ خانہ چھین لیا۔

ہیمو بقال پانی پت کے نواحی علاقے میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ چغتائی فوج قریب آ گئی ہے ہیمو نے اپنے فوجی سرداروں میں ہاتھی تقسیم کئے تاکہ یہ سردار ہاتھیوں پر سوار ہو کر میدان کارزار میں جائیں ۲/ محرم ۹۶۴ھ کو جمعہ کے دن صبح کے وقت علی قلی خاں سیستانی نے بھی اپنے لشکر کو مرتب و منظم کر کے جنگ کی تیاری شروع کی۔ طرفین میں جب لڑائی شروع ہوئی دونوں کے تجربہ کار جنگجو بہادروں نے خوب جی کھول کر مردانگی کے جوہر دکھائے اور فتح و کامرانی کے لیے ہر ممکن کوشش کی' مغل سپاہی تردی خاں کا انجام دیکھ چکے تھے اس لئے وہ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ میدان کارزار میں جمے رہے۔

اسی دوران میں "ہوائی" نام کے ہاتھی پر ہیمو سوار ہوا۔ اس نے تین چار تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لیا اور اپنے قلب لشکر سے جدا ہو کر شاہی فوج کی پہلی صف پر حملہ کر دیا۔ اس صف کو منتشر کرنے کے بعد ہیمو نے شاہی فوج کے قلب پر جہاں علی قلی خاں سیستانی موجود

besturdubooks.wordpress.com

ممکن تدبیر اختیار کی اسی ہنگامے میں ایک تیر ہموں کی آنکھ پر لگا' اگرچہ اسے کاری زخم نہیں آیا تاہم اس کی آنکھ سے خون جاری ہو گیا۔ ہمو کی آنکھ کی سرخی افغانوں کے لیے تیرہ بختی کا پیغام بن گئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ ہمو نے اسی حالت میں اپنی آنکھ سے تیر نکالا۔ اور اس پر رومال باندھ کر باقی ماندہ لشکر کے ساتھ اِدھر اُدھر حملہ کرنے لگا اتفاق سے اس کا سامنا شاہ قلی خاں سے ہو گیا۔ شاہ قلی خاں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہاتھی پر کون سوار ہے۔ اس نے مہاوت پر حملہ کیا مہاوت نے اپنی جان بچانے کے لیے شاہ قلی خاں کو بتا دیا کہ ہاتھی پر ہمو بیٹھا ہوا ہے یہ سن کر شاہ قلی بہت خوش ہوا وہ ہاتھی' مہاوت اور ہمو کو گرفتار کر کے میدان جنگ سے ایک طرف لایا اور بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

ہمو کا قتل

مغلوں نے افغانوں کا تعاقب کر کے ان گنت افغانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ بادشاہ اپنے لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر پیچھے آ رہا تھا شاہ قلی ہمو کو لے کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیرم خاں نے بادشاہ سے درخواست کی "جہاد فی سبیل اللہ کو پورا کرنے کی نیت سے حضور خود اس غیر مسلم کو تلوار کے گھاٹ اتاریں۔" اکبر نے ہمو کے سر پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا اس وجہ سے وہ غازی کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد بیرم خاں نے اپنے ہاتھ سے ہمو کا سر تن سے جدا کیا اور کابل روانہ کر دیا۔ ہموں کا جسم دہلی بجھوا دیا گیا اس ہنگامے میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہاتھی مغلوں کے ہاتھ لگے۔

اکبر دہلی میں داخل ہوا اور بیرم خاں کے وکیل ملا پیر محمد شیروانی کو میوات روانہ کیا۔ اس کارروائی سے مقصد یہ تھا کہ پیر محمد شیروانی ہمو بقال کے اہل و عیال اور خزانے پر قبضہ کرے نیز ان افغانوں کو قتل کرے جو میوات میں مقیم ہیں۔ شیروانی نے میوات پہنچ کر شاہی حکم کی تعمیل کی۔

انہیں دنوں سلطان میرزا ابن بہرام میرزا بن شاہ اسمٰعیل صفوی کی زیر نگرانی قزلباشوں کی ایک فوج نے شاہ طہماسپ کے حکم سے قندھار کے نواح میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قزلباشوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قلعے کو اپنے قبضے میں کر لیا' جو بیرم خاں کے ملازم محمد شاہ قندھاری کی تحویل میں تھا۔

اکبر کی پنجاب کو روانگی

اکبر نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے سکندر شاہ کی سرکوبی کے لیے خواجہ خضر خاں کو مقرر کیا تھا خضر خاں نے سکندر شاہ کو شکست دی اور وہ لاہور جا کر پناہ گزین ہو گیا اکبر نے عزم جہاں کشائی میں کسی تاخیر کو مناسب خیال نہ کیا اور سکندر شاہ کے خاتمے کے لیے بذات خود پنجاب روانہ ہو گیا۔ سکندر شاہ اس وقت کلانور میں تھا بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کی سکت اس میں نہ تھی اس لئے وہ مانکوٹ کے قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ یہ قلعہ سلیم شاہ نے گکھروں کی بیخ کنی کے لیے پہاڑی علاقے میں ایک بلند ترین مقام پر تعمیر کروایا تھا۔ اکبر مان کوٹ گیا اور وہاں اس نے تین ماہ تک قیام کیا۔

اسی اثناء میں اکبر کی والدہ اور دیگر بیگمات اور امراء و سپاہ کے اہل و عیال جو اس وقت کابل میں تھے ان امیروں کے ساتھ اکبر کی خدمت میں پہنچے جو منعم خاں کی مدد کے لیے کابل گئے ہوئے تھے محمد حکیم میرزا اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ کابل ہی میں رہا اور وہاں کی حکومت اسی کے حوالے کی گئی۔ منعم خاں کو محمد حکیم میرزا کا اتالیق مقرر کیا گیا۔

سکندر شاہ کی اطاعت

جب مان کوٹ کے قلعے کے محاصرے کو چھ ماہ گزر گئے تو سکندر شاہ نے مجبور و معذور ہو کر بڑی عاجزی کے ساتھ بادشاہ سے درخواست کی۔ "حضور اپنا کوئی معتبر امیر میرے پاس بھیجیں تاکہ میں اپنا مدعا بیان کر کے شاہی حکم کے مطابق عمل کر سکوں۔" اکبر نے خان

besturdubooks.wordpress.com

اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ کو سکندر خاں کے پاس بھیج دیا۔ سکندر شاہ نے خان اعظم سے کہا۔ "میرے جرائم اس قدر زیادہ ہیں کہ بادشاہ کے سامنے جاتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے' لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اپنے فرزند شیخ عبدالرحمٰن کو شاہی حضور میں بھیجوں اور خود بنگالہ روانہ ہو جاؤں میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بادشاہ کے حلقہ اطاعت سے باہر نہ نکلوں گا۔" خان اعظم نے واپس آکر سکندر شاہ کی گفتگو اکبر سے بیان کی اکبر نے سکندر شاہ کی درخواست قبول کرلی۔ شیخ عبدالرحمٰن رمضان ۹۶۴ھ میں شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے چند زنجیر ہاتھی بادشاہی خدمت میں پیش کیے سکندر شاہ قلعے سے نکل کر بنگالہ کی طرف چلا گیا۔

اکبر کی بیرم خاں سے بدگمانی

اکبر نے مان کوٹ کے قلعے کی حکومت اپنے قابل اعتبار درباریوں کے سپرد کی اور خود لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں بادشاہ کو بیرم خاں سے کچھ بدگمانی ہو گئی اور اس نے کچھ دن کے لیے سفر ملتوی کر دیا۔ ایک روز بادشاہ نے دو نامی گرامی ہاتھیوں کو لڑنے کے لیے میدان میں چھوڑا۔ یہ دونوں لڑتے ہوئے بیرم خاں کے خیمے کے پاس پہنچ گئے۔ تماشائیوں کے شور و غل سے میدان گونج اٹھا۔ بیرم خاں نے یہ سمجھا کہ مست ہاتھیوں کا لڑتے ہوئے اس کے خیمے کی طرف آنا' بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا ہے۔ بیرم نے ماہم آتکہ کو یہ پیغام بھجوایا۔ "مست ہاتھیوں کا لڑتے ہوئے میرے خیمے کی طرف آنا کس کے اشارے سے عمل میں آیا؟ میں اس کا سبب سمجھنے سے قاصر ہوں اگر کسی چغلخور نے میری طرف سے کوئی ناگوار بات بادشاہ سے کی ہو اور اس بنا پر بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہو تو مجھے بتایا جائے میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔" ماہم آتکہ نے جواب دیا ہاتھیوں کا لڑتے ہوئے آپ کے خیمہ کے قریب پہنچ جانا محض ایک اتفاقی امر تھا اسے کسی سازش کا نتیجہ نہ سمجھیے۔" لیکن اس جواب سے بیرم خاں مطمئن نہ ہوا۔

لاہور پہنچ کر اس سلسلے میں بیرم خاں نے خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ سے گفتگو کی۔ خان اعظم سے بیرم خاں پہلے ہی بدگمان تھا خان اعظم نے حلفیہ طور پر بیان کیا کہ اس نے خلوت و جلوت کسی موقع پر بھی بیرم خاں کے خلاف بادشاہ سے کوئی بات نہیں کی۔

بیرم خاں کی شادی

اکبر ۱۵/ صفر ۹۶۵ھ کو دہلی کی طرف روانہ ہوا اور راستے میں شکار کھیلتا ہوا اسی سال جمادی الثانی کی ۲۵/ تاریخ کو دہلی جا پہنچا۔ راستے میں جالندھر کے مقام پر بیرم خاں کا عقد سلیمہ سلطان بیگم سے کرا دیا گیا یہ رشتہ اکبر کے حکم سے کیا گیا سلیمہ میرزا نور الدین محمد کی بیٹی جو ہمایوں کا نواسہ تھا۔

علی قلی خاں سے اکبر کی ناراضگی

اسی سال شرقی صوبے کے حاکم اور پنج ہزاری امیر علی قلی سیستانی المخاطب بہ خاں زماں سے ایک ایسی ناشائستہ حرکت ہو گئی کہ اکبر اس سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ علی قلی کا قصور یہ تھا کہ اس نے شاہم بیگ نامی لڑکے کو اپنے پاس بلا لیا یہ لڑکا بادشاہ کے ملازمین میں شامل تھا اور اس سے پہلے خوبصورت اور تومند جوان ہونے کی وجہ سے ہمایوں کا منہ چڑھا ملازم رہ چکا تھا۔ خاں زماں نے شاہم بیگ کو اپنے ساتھ رکھ کر ماوراء النہر کے بدمعاشوں کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ خان زماں اس انداز سے شاہم بیگ کی آؤ بھگت اور تعظیم کیا کرتا تھا کہ جیسے خادم اپنے بادشاہوں کی عزت کیا کرتے ہیں۔

لوگوں کو ان تعلقات کا علم ہو گیا ہوتے ہوتے یہ واقعہ بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچا۔ اکبر نے خاں زماں اور شاہم بیگ دونوں کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ خاں زماں نے شاہم بیگ کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجنے میں تساہل سے کام لیا یہ صورت حال دیکھ کر بادشاہ نے ملا پیر محمد کے مشورہ سے خان زماں کی

besturdubooks.wordpress.com

اس سے ملنا چاہئے ملا پیر محمد خاں زماں کے شیعہ اور متعصب انسان ہونے کی وجہ سے اس سے بہت ناراض تھا نیز وہ خاں زماں کو بیرم خاں کا ہمدرد سمجھتا تھا جب فرجعلی پیر محمد کے پاس پہنچا تو پیر محمد نے اسے خوب مارا پیٹا اور پھر کوٹھے سے نیچے گرا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

شاہم بیگ کا قصہ

علی قلی خاں سمجھ گیا کہ بادشاہ کا ماحول اس وقت بہت بگڑا ہوا ہے اور اس کے دشمن شاہم بیگ کے قصے کو بہانہ بنا کر اس کا کام تمام کرنا چاہتے ہیں علی قلی نے شاہم بیگ کو بادشاہ کے پاس دہلی روانہ کر دیا۔ شاہم سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سرور پور نامی ایک پرگنے میں داخل ہوا یہ پرگنہ عبد الرحمن نامی ایک شخص کی جاگیر میں شامل تھا شاہم اور عبدالرحمن دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ شاہم نے عبد الرحمن کو مغلوب کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے عبد الرحمن کے بھائی موید بیگ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ ایک مسلح جماعت کے ہمراہ شاہم بیگ سے لڑنے کے لیے آیا اس لڑائی میں اتفاق سے شاہم بیگ کو ایک تیر لگا زخم بہت کاری لگا۔ اس وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔

علی قلی خاں کو جب شاہم کے انتقال کی خبر ملی تو وہ اس کا انتقام لینے کے لیے سرور پور روانہ ہو گیا اس دوران میں عبد الرحمن بھاگ کر بادشاہ کے پاس جا چکا تھا اس لیے علی قلی شاہم کی لاش لے کر واپس جونپور آ گیا۔

مصاحب بیگ کا قتل

انہیں دنوں خواجہ کلاں بیگ کے بیٹے مصاحب بیگ نے جو بیرم خاں کا ملازم تھا اس نے اپنے اسلاف کی پیروی نہ کی اور بیرم خاں (جو تیس ہزار سواروں کا مالک تھا) کے خلاف ہو گیا مصاحب خاں کو اس کی اس حرکت پر بارہا ٹوکا بھی گیا' لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بیرم خاں نے مجبور ہو کر اس کو دہلی میں قتل کروا دیا' مصاحب کے قتل سے چغتائی امراء بہت جزبز ہوئے خود بادشاہ کو بھی مصاحب کی موت کا افسوس ہوا۔

ملا پیر محمد کی گرفتاری

۹۶۶ھ میں اکبر دریا کے راستے سے آگرہ روانہ ہوا۔ ابھی بادشاہ کے دل میں مصاحب کے واقعے کی یاد تازہ تھی کہ ایک اور حادثہ پیش آیا پیر محمد کا اقتدار اور غلبہ بیرم خاں کو پسند نہ تھا اس لئے خاں خاناں نے ملا کے قصے کو پاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پیر محمد بادشاہ کا استاد اور مقرب خاص تھا۔ اکثر اراکین سلطنت اور امراء اس کے گھر کے چکر کاٹتے تھے لیکن ملاقات کی نوبت نہ آتی تھی انہیں دنوں ملا بیمار پڑا اور بیرم خاں عیادت کے لیے اس کے گھر گیا۔ دربان نے بیرم خاں سے کہا جب تک ملا پیر محمد اجازت نہ دے دے آپ مکان کے اندر نہیں جا سکتے اور اس وقت تک آپ کو باہر ہی انتظار کرنا ہو گا۔" اس بات سے بیرم خاں کو بہت افسوس ہوا ملا پیر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً باہر آیا اس نے بیرم خاں سے معذرت طلب کی اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ اس کے باوجود بھی بیرم خاں اپنے ساتھ ایک سے زیادہ ملازم اندر نہ لے جا سکا اس سے وہ اور زیادہ چراغ پا ہوا۔ اور ملا پیر محمد سے پہلے سے بھی زیادہ کبیدہ خاطر ہو گیا۔ بیرم خاں نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر ملا پیر محمد کو قلعہ بیانہ میں قید کر دیا۔ اور چند روز کے بعد اسے خارج البلد کر کے بذریعہ کشتی مکہ معظمہ روانہ کر دیا۔ بیرم خاں نے ملا کی جگہ حاجی محمد خاں سیستانی کو وکیل السلطنت مقرر کیا۔ نیز دلی کے شاعر شیخ گدائی ولد شیخ جمالی کو (جس نے شیر شاہی ہنگامے کے دوران میں بیرم خاں کی گجرات میں بہت خدمت کی تھی) صدارت و امارت کے عہدوں پر مقرر کیا۔

قلعہ گوالیار کی تسخیر

ملا پیر محمد کے واقعے سے اکبر کے دل میں بیرم خاں کی طرف سے کچھ اور بدگمانی بڑھی بیرم خاں نے بادشاہ کے ذہن سے یہ خیال دور کرنے کے لیے بادشاہ کو قلعہ گوالیار کی فتح کی طرف متوجہ رکھا یہ قلعہ سلیم شاہ کا مسکن تھا اس کا ایک غلام سہیل نامی محمد شاہ عدلی کی

besturdubooks.wordpress.com

طرف سے قلعے کا منتظم تھا سہیل کو جب بیرم خاں کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے راجہ مان سنگھ کے پوتے رام شاہ کو یہ پیغام دیا تمہارے اسلاف اس قلعے کے حاکم تھے اب اکبر بادشاہ کی نظر اس قلعے پر ہے۔ میں اتنے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلے پر قلعے کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم قلعے کو اپنے قبضے میں کر لو اور اس کے معاوضے میں مجھے جو کچھ دے سکو دے دو۔"

رام شاہ نے اس خوشخبری کو غیبی امداد تصور کیا اور قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا اس علاقے کا اکبری جاگیردار اقبال خاں بیرم خاں کے حسب الحکم رام شاہ کے راستے میں حائل ہوا اس نے بڑی محنت سے رام شاہ کو شکست دے کر اسے رانا کے علاقے کی طرف بھگا دیا اس کے بعد اقبال خاں نے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کر لیا سہیل نے بیرم خاں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیج کر فرمانبرداری و اطاعت کا اقرار کیا بیرم خاں نے تمام واقعہ اکبر کے گوش گزار کر کے حاجی محمد خان کو گوالیار روانہ کیا تاکہ وہ قلعے پر قبضہ کر کے سہیل کو بیرم خاں کے پاس لے آئے۔

جونپور اور بنارس کی فتح

اسی سال خان زماں علی قلی خاں سیستانی نے جو اکبر کے دل سے اپنے متعلق کدورت کو دور کرنے کا خواہاں تھا جونپور اور بنارس کے علاقے فتح کر کے شاہی مقبوضات میں شامل کئے خان زماں کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اکبر اس سے مہربانی کرنے لگا یہ علاقے ہمایوں کے عہد میں افغانوں کے قبضے میں چلے گئے تھے اکبر نے خان زماں اور اس کے بھائی کو خلعت کمر بند اور شمشیر مرصع عنایت کی۔

اسی سال ماہ رجب میں شیخ بہول کا بھائی محمد غوث جو خاندان تیموریہ کا خیر خواہ تھا اور افغانوں کے غلبے کے دنوں میں گجرات میں قیام پذیر تھا اپنے بیٹوں اور مریدوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ محمد غوث بیرم خاں سے مایوس ہو کر اپنے قدیم وطن گوالیار چلا گیا اس وجہ سے اکبر کو بیرم خاں کی طرف سے اور زیادہ بدگمانی ہوئی اور اس کو صدمہ ہوا اس بار بھی بیرم خاں نے بادشاہ کے دل کو بہلانے اور اس کی توجہات کو دوسری طرف منعطف کرنے کی کوشش کی اس نے علی قلی سیستانی کے بھائی بہادر کو جو پنج ہزاری امیر تھا طلب کیا اور اسے ایک لشکر جرار کے ساتھ مالوہ کی فتح کے لیے روانہ کیا مالوہ ان دنوں باز بہادر کے قبضے میں تھا۔

اتفاق سے انہیں دنوں بادشاہ کو شکار کا شوق ہوا۔ اکبر نے سلطنت کے تمام امور بیرم خاں کے حوالے کئے اور اسے آگرہ ہی میں چھوڑ کر خود شکار کے لیے روانہ ہوا اکبر مضافات دہلی میں سکندر آباد پہنچا بیرم خاں کے سخت ترین دشمن ماہم اتکہ اور ادہم خاں نے بادشاہ سے عرض کی۔ "حضور کی والدۂ محترم مریم مکانی ان دنوں سخت بیمار ہیں اور دہلی میں صاحب فراش ہیں۔ اگر حضور ان کی عیادت کے لیے تشریف لے چلیں تو اس سے ان کو خوشی ہو گی۔" اکبر نے اسے مشورے پر عمل کرتے ہوئے دہلی کا رخ کیا۔

اکبر کا دہلی پہنچنا

صوبہ دار دہلی شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری نے جو ماہم اتکہ کا داماد تھا بادشاہ کا استقبال کیا اور بہت سے گراں قدر اور نادر تحفے اس کی خدمت میں پیش کئے شہاب الدین اور ادہم خاں دونوں نے بالاتفاق ایک روز بادشاہ سے عرض کیا۔ "ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دن قریب آ گئے ہیں کیونکہ بیرم خاں حضور کے اس سفر کو ہماری التجا اور درخواست کا نتیجہ سمجھ کر مصاحب بیگ کی طرح ہمیں بھی تلوار کے گھاٹ اتار دے گا اس لیے بہتر یہی ہو گا کہ حضور ہمیں مکہ معظمہ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت دیں تاکہ ہم خیر خواہان حکومت اپنی جان بچا سکیں اور حضور کے اقبال و عمر کی زیادتی کے لیے دعا مانگتے رہیں۔"

بیرم خاں کی مخالفت

ان دونوں کی یہ التجا سن کر اکبر بہت متاثر ہوا لیکن بیرم خاں کو ایک دم معزول کر دینا مناسب نہ تھا کیونکہ اس نے بڑی جانفشانی سے

besturdubooks.wordpress.com

آیا ہوں- یہ سفر شہاب الدین اور ادہم خاں کے مشورے کا نتیجہ نہیں ہے اس لیے اگر تم ان دونوں کو ایک تسلی آمیز خط اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دو تو یہ دونوں مطمئن ہو جائیں گے-" شہاب الدین نے اس موقع پر کھلم کھلا ایسی باتیں کیں جن سے بیرم خاں کی غداری اور سرکشی کا پتہ چلتا تھا اس طرح گویا شہاب الدین نے بادشاہ کو بیرم خاں سے پوری طرح بدگمان و برگشتہ کر دیا-

بیرم خاں کے پاس جب بادشاہ کا خط پہنچا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے اسی وقت بادشاہ کو یہ جواب لکھا- "اس قسم کی بدگمانیوں سے میں لاکھوں کوس دور ہوں یہ ناممکن ہے کہ خیر خواہان حضور اور بہی خواہان سلطنت کے متعلق کوئی برا خیال میرے دل میں آئے-" بیرم خاں نے یہ خط اپنے قلم سے لکھا اور حاجی محمد خاں سیستانی اور ترسون بیگ کے توسط سے بادشاہ تک پہنچایا- بادشاہ کے حکم سے بیرم خاں کے دونوں قاصدوں کو گرفتار کر لیا گیا- ان قاصدوں کی گرفتاری کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی- اور امراء اور منصب داروں کے گروہ کے گروہ بیرم خاں سے جدا ہو کر بادشاہ کے پاس دہلی روانہ ہو گئے-

شاہ ابو المعالی کی گرفتاری

اسی دوران میں شاہ ابو المعالی لاہور کے قید خانے سے فرار ہو کر کمال خاں گکھڑ کے پاس پناہ گزین ہوا- اس نے کمال خاں کو کشمیر کی فتح کے لیے اکسایا- کمال خاں نے ابو المعالی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کشمیر پر حملہ کیا' لیکن شکست کھا کر واپس آ گیا اس شکست کی وجہ سے اس نے شاہ ابو المعالی کو علیحدہ کر دیا کمال سے جدا ہو کر ابو المعالی دیپال پور آیا اور وہاں بہادر خاں کے خلاف سازش میں مصروف ہوا بہادر خاں نے اسے گرفتار کر کے سندھ کی جانب بھجوا دیا- یہاں سے وہ گجرات میں آیا گجرات میں اس پر ایک قتل کا الزام لگایا گیا اور اس سلسلے میں وہ جونپور میں علی قلی خاں سیستانی کے پاس بھیجا گیا- علی قلی خاں نے بیرم خاں کے اشارے سے ابو المعالی کو آگرہ روانہ کر دیا- ان دنوں بادشاہ دہلی ہی میں مقیم تھا بیرم خاں نے ابو المعالی کو قلعہ بیانہ میں قید کر دیا-

بیرم خاں کے ارادے

اس واقعے کے بعد بیرم خاں سے اکبر کی برگشتگی پہلے سے زیادہ ہو گئی لہٰذا بیرم خاں نے یہ طے کیا کہ مالوہ کو فتح کر کے خود مختاری کا اعلان کر دے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بیرم خاں آگرہ سے بیانہ پہنچا بیرم خاں نے بہادر خاں اور دیگر امراء کو جو مالوہ پہنچ چکے تھے اپنے پاس بلایا اس کے بعد وہ امراء جن پر بیرم خاں کو بہت اعتماد تھا اس سے جدا ہو کر بادشاہ کے پاس دہلی چلے گئے اس سے بیرم خاں کو اپنی تباہی و بربادی کا یقین ہو گیا اور وہ اپنے سفر مالوہ سے بہت ہی نادم ہوا-

بیرم خاں نے ابو المعالی کو آزاد کر دیا اور جونپور جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں جا کر اپنے بہی خواہ علی قلی خاں سیستانی کے ہمراہ بنگالہ کے افغانوں کو زیر کر کے اس علاقے میں خود مختار حکومت قائم کرے اس ارادے کے پیش نظر اس نے جونپور کا سفر اختیار کیا لیکن ابھی وہ چند منزلیں ہی طے کر پایا تھا کہ اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کا ارادہ کیا اور ناگور کی طرف روانہ ہو گیا- بیرم خاں کے ساتھی امراء بہادر خاں اور اقبال خاں جو اب تک اس کے ساتھ تھے انہیں بیرم خاں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی-

بیرم خاں کا عزم مکہ معظمہ

جب بیرم خاں ناگور کے قریب پہنچا تو اس کی نیت پھر بدل گئی اور اس نے بعض لوگوں کے بہلانے پھسلانے پر حج کا ارادہ ترک کر دیا- اب وہ پنجاب میں آزادانہ حکومت قائم کرنے کے ارادے سے لشکر جمع کرنے لگا اکبر کو ان تمام حالات کی خبریں پہنچیں اور اس نے اپنے استاد میر عبد اللطیف قزوینی کو (جو ملا پیر محمد کے بعد بادشاہ کو استاد مقرر ہوا تھا) بیرم خاں کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا- "جب تک میں سیر و شکار کی طرف مائل رہا اس وقت تک میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حکومت کے تمام معاملات تم ہی سلجھاتے رہو' مگر اب میں عنان

bestUrduBooks.wordpress.com

حکومت خود اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں اس لیے تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم دنیاوی مشاغل سے کنارے کش ہو کر مکہ معظمہ چلے جاؤ اور حرص و ہوا کو اپنے پاس بھی نہ آنے دو۔" بیرم خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ کار نہ پا کر علم و نقارہ اور دیگر اسباب امارت بادشاہ کے پاس بھجوا دیا اور خود ناگور کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ گجرات کے راستے مکہ معظمہ کی طرف چلا جائے۔

بیرم خاں کے ساتھ جو لوگ رہے ان کے نام یہ ہیں: بحروتی بیگ ذوالقدر، اسمٰعیل خاں (یہ دونوں بیرم خاں کے داماد تھے) شاہ قلی خاں، محرم حسین خاں تکلو، شیخ گدائی، خواجہ مظفر علی ترمذی (جو بیرم خاں کا میر دیوان تھا) اور کچھ دوسرے قابل اعتبار لوگ باقی تمام لوگ جو بیرم خاں کے پروردہ و پرداختہ تھے اور اس کی وفاداری کا دم بھرتے تھے ایک ایک کر کے بیرم خاں سے جدا ہو کر بادشاہ سے جا ملے شاہ ابو المعالی بھی انہیں لوگوں میں شامل تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہی بادشاہ کو سلام کیا اکبر کو یہ انداز پسند نہ آیا اس وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا۔

بیرم خاں کے خلاف کارروائی

بیرم خاں ناگور ہوتا ہوا بیکانیر پہنچا وہاں اس نے چند روز قیام کیا اس دوران میں اس کی نیت پھر بدل گئی اور اس نے حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ اکبر کو جب یہ خبر ملی تو وہ سخت ناراضگی کے عالم میں دہلی سے جھجھر آیا انہیں دنوں ملا پیر محمد کو جب بادشاہ کی بیرم خاں سے برگشتگی کا علم ہوا تو وہ شاہی خدمت میں حاضر ہوا اکبر نے اسے محمد خاں کے خطاب اور علم و نقارہ وغیرہ سے سرفراز کر کے بیرم خاں کے مقابلے کے لیے نامزد کیا۔ اکبر جھجھر سے دہلی واپس آ گیا اور اس نے فرمان بھیج کر منعم خاں کو کابل سے دہلی طلب کیا۔ بیرم خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ملا پیر محمد کو اس سے جنگ کرنے کے لیے نامزد کیا گیا ہے تو اسے بہت افسوس ہوا اور وہ بادشاہ سے لڑنے کے لیے پہلے سے زیادہ مستعد ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔

بیرم خاں کا عزم پنجاب

ملا پیر محمد خاں کا تعاقب کیا بیرم خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بھٹنڈہ جا پہنچا۔ اس نے اپنا ضرورت سے زیادہ سامان وہاں کے قلعے میں چھوڑا اور خود آگے بڑھا۔ قلعہ بھٹنڈہ بیرم خاں کے ایک پرانے خدمت گزار شیر محمد کی تحویل میں تھا اس نے بیرم خاں کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا اور اس کے ملازموں کو بہت ذلت و رسوائی کے ساتھ وہاں سے نکال دیا۔ بھٹنڈہ سے بیرم خاں دیپالپور کی طرف روانہ ہوا اس علاقے کا حاکم درویش محمد اوزبک تھا جو بیرم خاں کا ایک قدیم نمک خوار تھا۔ دیپالپور کے قریب پہنچ کر بیرم خاں نے اپنے دیوان خواجہ مظفر علی کو درویش محمد کے پاس بھیجا اور اسے بلوایا۔ درویش محمد نے بھی دوسروں کی طرف بے وفائی کی اور اس نے یہی نہیں کہ بیرم خاں کے پاس آنے سے انکار کیا بلکہ خواجہ مظفر علی کو بھی قید کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔

معرکہ آرائی اور بیرم خاں کی شکست

بیرم خاں کو درویش محمد سے بہت سی توقعات تھیں لیکن اس کی روش دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی لہٰذا وہ جالندھر کی طرف چل دیا۔ اکبر نے ملا پیر محمد کو اپنے پاس واپس بلوا لیا اور خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ کو مع اس کے بیٹوں اور بھائیوں کے پنجاب کی حکومت کے انتظامات اور بیرم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ ماچھیواڑہ کے قلعے کے قریب خان اعظم بیرم خاں سے جا ملا اور فریقین کے بہادر سپاہی ایک دوسرے کے خون کا دریا بہانے لگے۔ ولی بیگ اسمٰعیل قلم خاں اور اس کے بیٹے حسین خاں اور شاہ قلی خاں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور خان اعظم کے لشکر میں کھلبلی مچا دی لیکن کب تک؟ جب خان اعظم نے بیرم خاں کے قلب لشکر پر حملہ کیا تو کئی بہادر و جان باز سپاہی جن میں ولی بیگ بھی شامل تھا قتل کیے گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر بیرم خاں میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور کوہستان سوالک کی طرف چلا۔

besturdubooks.wordpress.com

بیرم خاں کی معذرت خواہی

اس فتح کے بعد اکبر نے دہلی کے انتظامات خواجہ عبدالمجید کے سپرد کیے اسے "آصف خاں" کے خطاب سے نوازا اور خود لاہور کی طرف چل دیا۔ جب بادشاہ لدھیانہ پہنچا تو وہاں منعم خاں نے کابل سے آکر بادشاہ سے ملاقات کی اکبر نے اسے "خانخاناں" کا خطاب دے کر وکالت کے عہدے پر سرفراز کیا۔ اس کے بعد اکبر مع اپنے لشکر کے کوہستان سوالک میں پہنچا اکبری لشکر کی ایک جماعت بغیر کسی خوف و خطر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئی۔ سوالک کے زمینداروں نے جو بیرم خاں کے حلیف تھے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا ان زمینداروں کو شکست فاش ہوئی آخر کار بیرم خاں نے مجبور و معذور ہو کر اپنے ایک غلام جمال خاں نامی کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنی سابقہ خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ بادشاہ نے بیرم خاں کی تسلی و تشفی کے لیے ملا عبد اللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک کو اس کے پاس بھیجا۔

بادشاہ سے ملاقات

ربیع الثانی ۹۶۸ھ میں بیرم خاں مخدوم الملک کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکبر نے اپنے امیروں اور اراکین سلطنت کو بیرم خاں کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ یہ امیر بیرم خاں کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی بیرم خاں نے اپنی پگڑی گلے میں ڈالی اور اکبر کے قدموں پر گر کر زار و قطار رونے لگا۔ بادشاہ نے بہت خلوص و محبت سے بیرم خاں کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا اور اسے اس کی پرانی جگہ پر اپنے پاس بٹھایا۔ بیرم خاں کی ندامت کو مٹانے کے لیے اکبر نے اسے خلعت سے سرفراز کیا اور کہا اگر تم کو نظم و نسق کے کاموں سے دلچسپی ہو تو میں کالپی اور چندیری کا علاقہ تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری مصاحبت میں رہنا چاہتے ہو تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور اگر تم حرمین شریف کی زیارت کی تمنا رکھتے ہو تو میں تمہیں مکہ معظمہ بھجوا دوں گا۔"

شاہانہ نوازشات بیرم خاں پر

بیرم خاں نے جواب دیا۔ "مجھے حضور کی ذات سے جو اعتقاد اور خلوص و محبت ہے اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی مجھ سے جو حرکات عمل میں آئی ہیں ان کا منشا محض یہ ہے کہ ملازمت حاصل کر کے حضور کی خدمت بجالاؤں۔ خداوند تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے جو کچھ میں چاہتا تھا وہی ہوا اب میری یہ آرزو ہے کہ مقامات مقدسہ میں جاکر حضور کی عمر اور اقبال کی ترقی کی دعا کروں۔" اکبر نے اسی وقت بیرم خاں کو پچاس ہزار روپے عنایت کیے اور اسے حج کے لیے جانے کی اجازت دے دی۔

بیرم کا عزم گجرات

اکبر نے بیرم خاں کو رخصت کیا اور خود شکار کھیلتا ہوا حصار فیروز پور کے راستے آگرے کی طرف روانہ ہوا۔ بیرم خاں گجرات کی طرف چل دیا تاکہ وہاں کسی بندرگاہ سے بذریعہ کشتی مکہ معظمہ کا راستہ لے بیرم خاں گجرات پہنچا اور ایک نواحی علاقے میں مقیم ہوا ان دنوں وہاں کی عنان اقتدار موسیٰ خاں لودھی کے ہاتھ میں تھی ایک رات جو جمادی الاول کی چودھویں رات تھیں، بیرم خاں نے سہنیک کے نظارے سے لطف اندوز ہونے کے لیے دریا میں کشتی کی سیر کی۔ اس کے ساتھ سازندوں اور گویوں کا بھی ایک گروہ تھا۔ "سہنیک" کا مطلب یہ ہے کہ ہندی زبان میں سہن کے معنی ایک ہزار کے ہیں اور یک مندر کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ ایک ہزار مندر تھے اس لیے اس مقام کو "سہنیک" کہا جاتا تھا۔ رات بھر بیرم خاں دریا کی سیر اور اس مقام کے نظاروں سے محظوظ ہوتا رہا جب صبح ہوئی تو وہ کشتی سے اتر کر اپنی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

bestUrdubooks.wordpress.com

بیرم خاں کا قتل

اسی دوران میں ایک لوحانی افغان' جس کا نام مبارک خاں تھا' وہ بیرم خاں کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ ہیمو بقال میں' مبارک خاں کا باپ' بیرم خاں کے نوکروں کے ہاتھ مارا گیا تھا۔ مبارک خاں آگے بڑھا اور اس نے اپنے خنجر سے بیرم خاں پر دو تین وار کیے۔ بیرم خاں لاعلمی کی وجہ سے اپنا تحفظ نہ کر سکا۔ زخم اتنے کاری تھے' کہ وہ ان کی تاب نہ لا کر وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ بیرم خاں کے قتل کے بعد' افغانوں نے اس کے لشکر پر چھاپہ مارا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے لگا۔

محمد امین دیوانہ اور بابا زنبور نے بیرم خاں کے چار سالہ بیٹے عبدالرحیم کو اپنے ساتھ لیا اور گجرات کی طرف بھاگ نکلے۔ عبدالرحیم کی والدہ' حسن خاں میواتی کے چچازاد بھائی جمال خاں کی بیٹی تھی۔ عبدالرحیم کی تاریخ پیدائش ۱۴ صفر ۹۶۴ھ ہے۔ گجرات کے حاکم اعتماد خاں نے عبدالرحیم کو اکبر کے پاس آگرہ بھجوا دیا۔ عبدالرحیم کا تفصیلی تذکرہ آئندہ اوراق میں آئے گا۔ الغرض بیرم خاں مغلیہ خاندان کا بڑا نامی گرامی امیر تھا۔ اس کے باپ دادا' امیر تیمور کی اولاد کی بارگاہ میں بڑے بڑے عہدوں پر رہے تھے۔ بیرم خاں کا نسب نامہ یہ ہے۔

بیرم خان بن سیف علی بن یار علی بن شیر علی.... شیر علی کا نسب علی شکر ترکمان بھارنو تک پہنچتا ہے۔ جس زمانے میں عراق پر زوزن حسن سلطان نے قبضہ کیا اور سلطان ابو سعید میرزا کی شہادت عمل میں آئی ان دنوں شیر علی عراق کی حدود سے بھاگ نکلا اور خصار اور شادمان میں جا کر میرزا سلطان محمد بن سلطان ابو سعید میرزا کے پاس پناہ گزین ہوا۔

بیرم خاں کے بزرگ

میرزا سلطان نے شیر علی کو قابل التفات نہ سمجھا' اس وجہ سے شیر علی کابل چلا گیا وہاں اس نے آٹھ سو (۸۰۰) تجربہ کار نوجوانوں کا ایک لشکر تیار کیا۔ اور شیراز کو فتح کرنے کے ارادے سے فارس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سیستانی اور ترکمانی نوجوانوں کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگ بھی اس کے ساتھ ہوتے گئے۔ اور جب وہ شیراز پہنچا تو اس کے ساتھ اچھا خاصہ لشکر تھا۔ زوزن حسن کے خدمت گاروں نے شیر علی کا مقابلہ کیا۔ اس معرکے میں شیر علی کو شکست ہوئی اور وہ اپنا تمام مال و اسباب تباہ کر کے بحال خراب خراسان کی طرف روانہ ہوا۔

راستے میں شیر علی ہر ممکن طریقے سے لشکر اور مال و اسباب جمع کرتا رہا۔ اس سلسلے میں وہ طرح طرح کی دست درازیاں کرتا تھا۔ ہرات کے حاکم میرزا سلطان حسین کے خدمتگاروں کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے شیر علی پر راستے ہی میں حملہ کر دیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ شیر علی میدان جنگ میں کام آیا اور اس کی اولاد اور ملازم ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ شیر علی کے فرزند اکبر یار علی بیگ نے قندوز پہنچ کر خسرو شاہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ جب بابر نے خسرو شاہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو یار علی بیگ اور اس کا بیٹا سیف علی بیگ' بابر کے ملازم ہو گئے۔ یار علی بیگ کے بعد سیف علی بیگ باپ کا جانشین ہوا اور اسے غزنی کی جاگیرداری ملی۔ سیف علی نے جب غزنی ہی میں وفات پائی تو اس کا بیٹا بیرم خاں اس وقت بہت چھوٹا تھا اس لئے وہ اپنے عزیزوں کے پاس بلخ چلا گیا۔ بیرم کی تعلیم و تربیت بڑی اچھی طرح ہوئی اس نے متعدد علوم میں کمال حاصل کیا۔ جب وہ جوان ہوا تو کابل چلا گیا اور وہاں نصیر الدین ہمایوں' جو ان دنوں شہزادہ تھا کا ملازم ہو گیا۔ بیرم خاں نے اپنی پسندیدہ عادات موزون طبع' بلندی کردار اور فن موسیقی کی وجہ سے ہمایوں کے دل میں گھر کر لیا اور اس کا مصاحب خاص بن گیا۔ جب بیرم خاں کی عمر سولہ (۱۶) سال کی تھی۔ اس نے ایک جنگ میں بڑی بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا اور اس وجہ سے اسے بہت شہرت ملی۔ بابر نے بھی بیرم خاں کا تذکرہ سنا اور اسے اپنے حضور میں طلب فرما کر بات چیت کی۔ بابر کو

besturdubooks.wordpress.com

بیرم خاں کا کردار

اس کے بعد بیرم خاں نے جس طرح ترقی کی اور جن بلند عہدوں پر فائز ہوا اس کی تفصیل سے قارئین کرام پوری طرح واقف ہیں۔ بیرم خاں بڑا انسان دوست اور متقی و پرہیزگار تھا۔ اس کی مجلس میں ہمیشہ اہل علم اور صاحبان دانش کا مجمع رہتا تھا۔ باکمال مطربوں' حسین ساقیوں اور ماہر گانے والوں سے بھی اسے بہت دلچسپی تھی۔ وہ مجلس آرائیوں اور آداب شاہی میں بڑا ماہر تھا۔ شعر گوئی اور انشا پردازی میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے فارسی اور ترکی زبانوں کے دو دیوان موجود ہیں۔ اس نے ائمہ اہل بیت کی مدح میں جو قصیدے لکھے... وہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔

مالوہ کی فتح

اکبر نے ادہم خاں اتکہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ باز بہادر ان دنوں سارنگ پور میں عیش کوشی کی زندگی بسر کر رہا تھا اسے جب یہ معلوم ہوا کہ مغلوں کی فوج اس سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے اس وقت عیش و عشرت کے ہنگاموں کو خیرباد کہا اور مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ سارنگ پور کے قریب ہی فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ مغلوں نے پہلے ہی حملے میں باز بہادر کو بدحواس کر دیا اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر برہان پور کی طرف ہو لیا۔ ادہم خاں نے باز بہادر کے تمام ساز و سامان اور مغنیہ لونڈیوں پر قبضہ کر کے مالوہ کو امرا میں تقسیم کر دیا۔ ادہم خاں نے مال غنیمت میں سے سوائے چند زنجیر ہاتھیوں کے بادشاہ کے لئے اور کچھ نہ بھیجا۔

اکبر نے خود بھی اس علاقے کا سفر کیا وہ کاکرون کے قصبے میں پہنچا یہاں کے قلعے کا حاکم باز بہادر کا ملازم تھا اس نے قلعہ اکبر کے حوالے کر دیا رات ہوتے ہی اکبر نے سارنگ پور کی طرف رخ کیا اور صبح کے وقت وہاں جا پہنچا۔ ادہم خاں اسی دن سارنگ پور سے کاکرون کی طرف روانہ ہوا تھا اسے جب بادشاہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بہت ندامت و معذرت کے ساتھ تمام مال غنیمت بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ اکبر نے ادہم خاں کا قصور معاف کر دیا اور آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں نرور کے علاقے میں ایک زبردست شیر شاہی قافلے کے سامنے نمودار ہوا۔ بادشاہ نے اکیلے ہی اس کا مقابلہ کیا اور تلوار کے چند وار ایسے مارے کہ شیر وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ امراء اور منصب داروں نے اکبر پر سے صدقے اتارے اور اس کی سلامتی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

شیر خاں بن محمد شاہ عدلی کی شکست

اسی زمانے میں محمد شاہ عدلی کے بیٹے شیر خاں نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ جونپور کو مغلوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے دریائے گنگا کو پار کیا۔ خاں زماں علی قلی بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ خان زماں نے شجاعت و بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ شیر خاں کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ علی قلی خاں کے بھائی بہادر خاں نے اس معرکے میں کئی ایسے افغانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جو بزعم خود ہزار ہزار سواروں کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ اس فتح کے بعد علی قلی اور بہادر خاں کی شجاعت و دلیری کی بڑی شہرت ہوئی۔ دوسروں نے تو ان کی بہادری کو سراہا ہی تھا لیکن یہ خود بھی اپنی بہادری کے نشے میں ایسے چور ہوئے کہ انہوں نے اس معرکے کے گرفتار شدہ ہاتھیوں میں سے ایک بھی بادشاہ کی خدمت میں پیش نہ کیا۔

اکبر کو ان دونوں بھائیوں کا یہ طریق کار پسند نہ آیا اور وہ کالپی کے راستے سے واپس روانہ ہوا۔ جب اکبر کڑہ مانک پور سے ایک کوس کے فاصلے پر پہنچا تو علی قلی اور بہادر خاں دونوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے وہ تمام ہاتھی اور تحائف جو انہوں نے شیر خاں بن محمد شاہ عدلی سے حاصل کیے تھے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ اکبر نے دونوں بھائیوں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد بادشاہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا سفر کی تیسری منزل پر پہنچ کر اکبر نے علی قلی اور بہادر خاں کو ان کی جاگیر کی طرف

besturdubooks.wordpress.com

روانہ کیا اور وہ آگرہ جا پہنچا۔ حاکم پنجاب خان اعظم نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحائف پیش کیے۔ اکبر نے ملا پیر محمد المخاطب بہ پیر محمد خاں کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا اور وکالت کا منصب خان اعظم کے حوالے کیا۔

خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت

۹۶۹ھ میں اکبر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کا قصد کیا اور آگرہ سے اجمیر کی طرف روانہ ہوا جب اکبر سنبھر (۱) نامی قصبے میں پہنچا تو اس علاقے کے بہت بڑے زمیندار راجہ پورن مل (۲) نے اپنی بیٹی کو اکبر کے محل میں داخل کیا اور ملازمین شاہی میں شامل ہو گیا۔ پورن مل کے بیٹے بھگوان داس نے بھی بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی اور اسے نامی امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ اکبر نے اجمیر پہنچ کر حضرت معین الدین چشتی کی آستانہ بوسی کی اور زیارت سے فارغ ہو کر اجمیر کے حاکم میرزا شرف الدین حسین کو قلعہ میرٹھ (۳) کی تسخیر کا حکم دیا۔

قلعہ میرٹھ کی تسخیر

میرٹھ کا قلعہ راجہ مال دیو کے قبضے میں تھا میرزا شرف الدین بادشاہ کے حکم کے مطابق میرٹھ کے قریب پہنچا۔ راجہ مال دیو کے دونوں ہندو سردار، جگ مل اور دیوداس، جو اس وقت قلعے میں موجود تھے قلعہ بند ہو گئے۔ میرزا شرف نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور نقب کی کھدائی کا حکم دیا۔ ایک روز ایک نقب میں جو برج کے بالکل نیچے تھی بارود بھر کر آگ لگائی گئی اس طرح برج تباہ ہو گیا۔ اور حصار میں ایک راستہ پیدا ہو گیا۔ مغل سپاہیوں نے قلعے کے اندر داخل ہونے کے لئے اس نئے راستے کا رخ کیا۔ راجپوتوں نے مزاحمت کی فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی لیکن جب مغلوں کو کامیابی کی توقع نہ رہی تو وہ واپس لوٹ آئے۔

مغلوں کی اس پسپائی سے راجپوتوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور رات ہی رات میں یہ راستہ بند کر دیا۔ مغلوں کا محاصرہ بدستور جاری رہا، راجپوتوں نے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے صلح کی درخواست کی۔ میرزا شرف نے صلح کی درخواست اس شرط پر ماننے پر آمادگی ظاہر کی کہ ہندو اپنی سواری کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کے علاوہ کوئی چیز اپنے ساتھ قلعے سے باہر نہ لے جائیں۔ ہندوؤں نے یہ شرط منظور کر لی جب یہ لوگ قلعے سے باہر نکلنے لگے تو میرزا شرف راستے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ جگ مل نے صلح کی شرط کا پورا خیال کیا اور اپنے متعلقین کے ساتھ خالی ہاتھ قلعے سے باہر نکل گیا البتہ دیوداس کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا اس نے اپنے تمام مال و اسباب کو نذر آتش کر دیا۔ اور پانچ سو راجپوت سواروں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا۔ میرزا شرف کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے دیوداس کو راستے ہی میں پکڑ لیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں اڑھائی سو راجپوت مارے گئے۔ دیوداس اس معرکے میں اس قدر زخمی ہوا کہ وہ سواری کے قابل نہ رہا آخر اسے بھی موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

(چند سال کے بعد ایک ایسے شخص نے، جو جوگیوں کا لباس زیب تن کیے ہوئے تھا یہ دعوی کیا کہ وہ دیوداس ہے۔ بعض لوگوں نے اس بیان کی تصدیق کی اور بعضوں نے اسے جھوٹا جانا یہ شخص بھی ایک لڑائی میں کام آیا) الغرض میرزا شرف نے قلعہ میرٹھ پر قبضہ کرنے کے بعد فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

برہان پور میں قتل عام

ملا پیر محمد شادی آباد مندو میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے مالوہ کے علاقے کو باز بہادر کے متعلقین اور بہی خواہوں سے بالکل پاک و صاف کر دیا۔ اس نے بیجاگڑھ (۴) کو، جو مالوہ کا سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم قلعہ تھا فتح کیا اور وہاں کے تمام سپاہیوں کو جو قلعے کی حفاظت کر رہے تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان دنوں باز بہادر برہان پور کے حاکم کی پشت پناہی کی وجہ سے خاندیس میں تھا۔ وہ مالوہ کے نواحی

besturdubooks.wordpress.com

قتل و غارت گری میں بہت سے سادات' علماء اور مشائخ بھی مارے گئے۔

ملا پیر محمد ابھی برہان پور ہی میں تھا کہ باز بہادر میراں مبارک شاہ فاروقی تغال خاں حاکم برار کو ساتھ لے کر ملا پیر محمد کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ پیر محمد کے سپاہی اس کی بداخلاقی اور ظلم کی وجہ سے اس سے دل برداشتہ ہو چکے تھے لہٰذا انہوں نے اس کی اجازت کے بغیر ہی دریائے نربدا کو پار کر کے مندو کی راہ لی۔ وہ امراء جو پیر محمد کی مدد کے لئے آئے تھے وہ بھی اس سے ناراض ہو کر علیحدہ ہو گئے یہ عالم دیکھ کر ملا بھی مجبوراً واپس ہو گیا۔

باز بہادر کا مالوہ پر دوبارہ قبضہ

تغال خاں نے' جو اپنے زمانے کا ایک نامی گرامی بہادر اور دلاور انسان تھا' ملا پیر محمد کا تعاقب کیا۔ ملا انتہائی پریشانی اور سراسیمگی کے عالم میں راستہ طے کر رہا تھا۔ جب وہ دریائے نربدا کو عبور کر رہا تھا تو اس وقت بار بردار اونٹوں کی قطار اس کے گھوڑے سے ٹکرا گئی۔ اس وجہ سے گھوڑا خشکی سے پھسلا اور دریا میں جا گرا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی جان بچانے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی اور ملا ڈوب گیا۔ عین اسی وقت تغال خاں بھی تعاقب کرتا ہوا پہنچ گیا۔ ملا پیر محمد کے لشکری جان بچا کر شادی آباد مندو پہنچے' لیکن یہاں بھی انہیں چین نہ ملا دشمن نے یہاں بھی پیچھا کیا لہٰذا وہ آگرہ روانہ ہو گئے۔ ۹۶۹ھ میں باز بہادر مالوہ پر دوبارہ قابض ہو گیا تغال خاں اور میراں مبارک شاہ فاروقی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔

باز بہادر پر حملہ اور اس کی شکست

اکبر نے کالپی کے حاکم عبد اللہ خاں اوزبک کو باز بہادر کے دفعیے کا حکم دیا۔ عبد اللہ خاں نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور باز بہادر پر حملہ کیا' باز بہادر مقابلے کی تاب نہ لا کر کبل میر کے پہاڑی علاقے میں چلا گیا۔ عبد اللہ خاں نے فتح حاصل کر کے شادی آباد مندو میں قیام کیا۔

خان اعظم شمس الدین کا قتل

اسی زمانے میں معصوم بیگ کا بیٹا سید بیگ جو شاہ طہماسپ کا قریبی رشتہ دار اور وکیل السلطنت تھا سفیر ہو کر ایران سے ہندوستان آیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے گراں قدر تحفے بھی لایا۔ اکبر نے دو لاکھ روپے جو پانچ ہزار ایرانی تومان کے برابر ہوتے ہیں' اسے عنایت کیے۔ انہیں دنوں وکیل السلطنت کے عہدے پر خان اعظم شمس الدین محمد خان اتکہ فائز ہوا۔ اس عہدے کی وجہ سے اس نے بہت اقتدار و استحکام حاصل کر لیا۔ ادھم خاں آتکہ کو' خان اعظم کے اس اقتدار پر بہت رشک آیا۔ اس نے بیرم خاں کی طرح خان اعظم کو بھی بادشاہ کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش کی۔ ادھم خاں نے چغل خوری اور دیگر حربوں کو استعمال میں لا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا' لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے ایک روز یہ بہانہ کر کے خان اعظم نے ادھم خاں کی تعظیم نہیں کی ایسے وقت کہ جب خان اعظم تلاوت قرآن میں مشغول تھا اسے قتل کر دیا۔

ادھم خاں کو شاہی عنایات کا بڑا بھروسا تھا اس کا یہ خیال تھا کہ بادشاہ اس سے کچھ باز پرس نہ کرے گا' اس لئے خان اعظم کو قتل کرنے کے بعد ادھم خاں ایک ایسے مکان میں جو شاہی حرم کے قریب ہی تھا مقیم ہو گیا۔ خان اعظم کے قتل کی وجہ سے چاروں طرف شور و غل برپا ہو گیا۔ بادشاہ اس وقت حرم سرا میں سو رہا تھا اس شور کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اس کا سبب دریافت کیا بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا گیا۔ وہ اسی وقت لباس شب خوابی ہی میں کوٹھے پر آیا یہاں سے اس کو شمس الدین کی لاش نظر آئی اس لاش کو دیکھ کر اکبر غصے کی وجہ سے تھر تھر کانپنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

ادہم خاں آتکہ کا قتل

اسی غصے کے عالم میں اکبر نے اپنی تلوار سنبھالی اور اس عمارت میں گیا جہاں ادھم خاں موجود تھا۔ اکبر نے ادھم خاں سے پوچھا۔ "تم نے خان اعظم شمس الدین کو قتل کیوں کیا؟" ادھم خاں نے کچھ جواب دینے کی بجائے دوڑ کر بادشاہ کے پاؤں پکڑ لئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اکبر اس بے ادبی پر اور زیادہ خفا ہوا اور اس نے غصے کے عالم میں ادھم خاں کے گال پر ایک گھونسہ مارا۔ ادھم بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑا اس کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ ادھم خاں کو اسی دیوانخانے کے کوٹھے سے جو زمین سے بارہ گز بلند تھا نیچے گرا دیا جائے۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اس بلندی سے گرنے کے باوجود ادھم خاں زندہ رہا لہٰذا اسے اٹھا کر کوٹھے پر لائے اور دوبارہ زمین پر پھینکا اس مرتبہ ادھم خاں مر گیا۔

ادھم خاں کے باپ ماہم آتکہ نے بیٹے کی لاش حاصل کر کے دہلی روانہ کر دی تاکہ اسے وہاں دفنا دیا جائے۔ ماہم اپنے لخت جگر کی موت سے اس قدر افسردہ دل اور خستہ حال ہو گیا کہ بیٹے کی موت کے چالیس دن بعد وہ خود بھی انتقال کر گیا۔ "آتکہ (ت سے) دائی کے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے۔ "کوکہ" (رضائی دودھ شریک) بھائی کو کہتے ہیں۔ خان اعظم شمس الدین کے قتل میں ادھم خاں کے ساتھ منعم خاں بھی شریک تھا اسی نے ادھم خاں کو یہ مشورہ دیا تھا۔ ادھم خاں کا حشر دیکھ کر وہ اپنے چچا زاد بھائی کے پاس جو کابل کا حاکم تھا چلا گیا پرگنہ سورت کے جاگیردار میر منشی نے منعم خاں کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اکبر نے منعم خاں کا قصور معاف کر کے اس کی عزت افزائی کی۔ اس کے بیٹے عزیز خاں کو خطاب اور آتکہ خوانی کے منصب سے سرفراز کیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ گکھڑوں کی جماعت مغلوں کی فرمانبرداری اور اطاعت گزار تھی۔ اس لئے شیر شاہ سوری نے اپنے زمانے میں اس جماعت پر کئی مرتبہ حملے کئے اور گکھڑوں کو تباہ و برباد کیا۔ جب یہ گکھڑ کسی طرح بھی شیر شاہ کے مطیع نہ ہوئے تو شیر شاہ نے بذات خود ان کے علاقے میں پہنچ کر ان کے سردار سارنگ خاں کو دھوکا دے کر قتل کر دیا۔ نیز سارنگ خاں کے بیٹے کمال خاں کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ سارنگ کے قتل کے بعد اس کا بھائی سلطان آدم گکھڑوں کا سردار منتخب ہوا وہ بھی اپنے مقتول بھائی کی طرح افغانوں کی دشمنی پر ڈٹا رہا۔ شیر شاہ کے بعد سلیم شاہ نے بھی گکھڑوں پر حملے کیے گکھڑوں نے ہزاروں تدبیروں سے افغانوں کو ایسا ستایا کہ ان کے سپاہی اپنے لشکر سے باہر نکلتے ہوئے ڈرتے تھے۔ جو افغانی سپاہی بھی اپنے لشکر سے نکلتا تھا گکھڑ اسے گرفتار کر لیتے تھے۔ اور کابل' قندھار اور بدخشاں بھیج دیتے تھے اگر انہیں کسی افغانی سپاہی پر رحم آتا تھا تو اسے اپنے ہی لشکر میں فروخت کر ڈالتے تھے۔

سلیم شاہ گکھڑوں کے علاقے سے ان کے ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا واپس لوٹا۔ وہ گوالیار پہنچا اس نے پنجاب کے امراء کو گکھڑوں کی تباہی پر مامور کیا اور یہ حکم دیا کہ جس قدر گکھڑ گرفتار کیے جائیں ان کو ایک مکان میں قید کر دیا جائے۔ اور پھر اس مکان کو بارود سے اڑا دیا جائے۔ اس ہدایت پر عمل کیا گیا اور اس طرح گکھڑوں کا سارا قبیلہ تباہ ہو گیا۔ صرف کمال خاں بچا جو کسی نہ کسی طرح اپنے گھر کے ایک کونے میں چھپا رہا۔ سلیم شاہ کو کمال خاں کے زندہ رہنے کی مطلق خبر نہ ہوئی بعد ازاں جب اصل کیفیت معلوم ہوئی تو سلیم شاہ نے کمال خاں سے اطاعت و فرمانبرداری کا پکا وعدہ لے کر اسے پنجاب جانے کی اجازت دے دی۔

کمال خاں کا اقتدار

سلیم شاہ پنجابی امراء کے ہمراہ گکھڑوں کی سرزنش اور ان کے علاقے کو فتح کرنے میں ابھی مصروف ہی تھا کہ اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب ہمایوں پنجاب میں آیا تو کمال خاں نے اس کی ملازمت اختیار کر لی اور مغل اعظم کی خدمت کرنے لگا۔ کمال خاں کو عہد

besturdubooks.wordpress.com

کمال خاں کی اس بہادری و جرات کو دیکھتے ہوئے اکبر نے حکم دیا کہ پنجاب کے نافرمان حاکم امیر سلطان کو ہٹا کر اس کی جگہ گکھڑوں کا سردار بنا دیا جائے۔ پنجاب کے تمام امراء نے کمال خاں کا ساتھ دیا۔ گکھڑوں کا ملک فتح کر کے سلطان آدم کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ شاہی حکم کے مطابق کمال خاں گکھڑوں کا حاکم مقرر ہوا۔

میرزا شرف کی ہنگامہ خیزی

اسی سال ترکستان سے میرزا شرف الدین کا باپ خواجہ معین لاہور آیا وہ خواجہ ناصرالدین عبد اللہ کی اولاد میں سے تھا۔ اکبر نے میرزا شرف الدین کو لاہور جانے کا حکم دیا وہ لاہور گیا اور اپنے باپ کو ہمراہ لے کر آگرہ آیا۔ اکبر نے بذات خود خواجہ معین کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ شہر آگرہ میں لے آیا۔ اسی زمانے میں میرزا شرف الدین حسین کے دل میں کچھ وہم سا پیدا ہوا اور وہ اجمیر بھاگ گیا۔ اس علاقے میں میرزا شرف کی آمد سے کچھ فتنہ و فساد پیدا ہوا۔ اس وجہ سے حسین قلی خاں ذوالقدر کو' جو بیرم خاں کا بھانجہ تھا ناگور کا حاکم مقرر کیا گیا۔ میرزا شرف نے اجمیر کا علاقہ اپنے ایک قابل اعتبار شخص کے سپرد کر دیا اور خود گجرات کی سرحد میں جالور کی طرف روانہ ہو گیا۔ حسین قلی' اجمیر پہنچا اور اس نے بغیر کسی فتنہ و فساد کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

شاہ ابو المعالی جو اکبر کی قید سے رہائی حاصل کر کے مکہ معظمہ چلا گیا تھا وہ واپس ہندوستان آیا اور اس نے میرزا شرف سے ملاقات کی۔ میرزا شرف کے ایماء پر شاہ ابو المعالی ۹۷۱ھ میں نار نول پہنچا اور وہاں شورش برپا کرنے لگا۔ حسین قلی خاں نے اپنے دو ملازموں کو جن کے نام یوسف بیگ اور احمد بیگ تھے۔ ابو المعالی کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود میرزا شرف کی سرزنش کے لئے آگے بڑھا۔ ابو المعالی نے ایک چال چلی۔ وہ احمد بیگ اور یوسف بیگ کے راستے میں ایک محفوظ جگہ پر چھپ گیا۔ جب یہ دونوں دشمن سے غافل اور بے پروا ہو کر سامنے سے گزر گئے تو ابو المعالی نے ان پر حملہ کر کے دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

شاہ ابو المعالی کا قتل

اکبر ان دنوں منوہرپور میں سیر و شکار میں مصروف تھا۔ اسے جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے امراء کی ایک جماعت کو ابو المعالی کی سرزنش کے لئے نامزد کیا۔ شاہ ابو المعالی پنجاب چلا گیا اور پنجاب سے محمد حکیم میرزا کے پاس کابل پہنچا۔ محمد حکیم میرزا نے اپنی بہن کی شادی ابو المعالی کے ساتھ کر دی اور یوں اس کا رتبہ بہت بلند و بالا کر دیا۔ ابو المعالی کے سر میں کابل کی حکومت کا سودا سمایا۔ سب سے پہلے اس نے محمد حکیم میرزا کی ماں کو جو حکومت کی مختار کل تھی قتل کروا دیا۔ اور پھر خود محمد کلیم کا وکیل بن کر حکم چلانے لگا واضح رہے کہ ان دنوں محمد حکیم مرزا بہت کم سن تھا ابو المعالی کا یہ ارادہ تھا کہ حکیم میرزا کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر کابل کا خود مختار حاکم بن جائے مگر اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اور سلیمان میرزا نے کابل پہنچ کر ابو المعالی کو قتل کر دیا۔ میرزا شرف کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ جالور سے بھاگ کر احمد آباد چلا گیا۔

اکبر پر قاتلانہ حملہ

اکبر سیر و شکار سے فارغ ہو کر دہلی میں داخل ہوا اور "چہارسو" پہنچا۔ یہاں قتلق نامی' میرزا شرف کے ایک غلام نے بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ کی سواری گزر رہی تھی تو اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایک جم غفیر چل رہا تھا۔ اسی ہجوم میں قتلق بھی تھا' ماہم آتکہ کے مدرسے کے قریب کھڑے ہو کر قتلق نے ہاتھ نیچا کر کے بادشاہ پر تیر چلایا لوگوں نے یہ سمجھا کہ قتلق کسی جانور کو ہدف بنا رہا ہے۔ اکبر اسی وقت ہاتھی پر سوار تھا' تیر اس کے کندھے کے قریب' ایک بالشت کے برابر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے جو یہ عالم دیکھا تو اسی وقت قتلق کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تیر اکبر کے کندھے سے نکالا گیا اور اسے روئی کی قبا پہنا دی گئی۔ بادشاہ کے چہرے سے کسی قسم کے پریشانی اور بے تابی کے آثار نمایاں نہ ہوئے وہ اسی طرح ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے اطمینان سے محل تک آیا۔ حکیم عین الملک گیلانی نے

besturdubooks.wordpress.com

علاج کیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر بادشاہ کا زخم مندمل ہو گیا۔

اس کے بعد اکبر آگرہ پہنچا وہاں سے ہاتھی کا شکار کھیلنے کے لئے نرور کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ آصف خاں ہروی کو کڑہ مانک پور کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے شکار کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک نیا انداز اختیار کیا۔ مالوہ کے حاکم عبد اللہ خاں اوزبک نے بہت سے ہاتھی حاصل کیے تھے، لیکن اس نے ایک بھی بادشاہ کی خدمت میں پیش نہ کیا تھا۔ اس لئے اکبر برسات کے موسم میں تنہا ہی مندور روانہ ہوا۔ سارنگ پور کے حاکم محمد خان نیشاپوری بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا۔ جب اکبر اجین پہنچا تو عبد اللہ خاں اوزبک خوفزدہ ہو کر اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو لے کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔ اکبر نے پچیس (۲۵) کوس تک اس کا تعاقب کیا اور اس کے ہراول نے عبد اللہ خاں کو جالیا۔ عبد اللہ خاں نے جب کوئی راہ فرار نہ دیکھی تو اس نے پلٹ کر لڑائی کا قصد کیا فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عبد اللہ خاں کو فتح ہوئی اور وہ گجرات چلا گیا۔

اکبر مندو کی طرف چلا گیا شہر میں داخل ہو کر اس نے خلجی فرمانرواؤں کی بنوائی ہوئی عمارتوں کی سیر کی۔ برہان پور کا حاکم میراں مبارک شاہ فاروقی بادشاہ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوا اور اس نے اپنی لڑکی اکبر کے حرم میں داخل کی۔ اکبر نے مندو کی حکومت قرا بہادر خاں کے سپرد کی اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں سیری کلارس کے مقام پر اکبر کے سامنے ہاتھیوں کا ایک گروہ آیا اس گروہ میں ایک مست ہاتھی بھی تھا۔ لشکریوں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق ہاتھیوں کو گھیر کر سیری کلارس کے قلعے میں بند کر دیا۔ متذکرہ بالا مست ہاتھی قلعے کی دیوار توڑ کر باہر نکل گیا۔ شاہی خاصہ کا ایک ہاتھی اس مست ہاتھی کے مقابلے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دونوں ہاتھیوں میں لڑائی ہوئی اور اس طرح مست ہاتھی کو گرفتار کر لیا گیا۔

۹۷۲ھ میں بادشاہ کا خالو خواجہ معظم جو "جولی بیگم" کا بھائی تھا کسی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے گرفتار کیا گیا۔ خواجہ معظم نے اسی قید کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس سال اکبر نے آگرہ کے قلعے کو جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا مسمار کروا کے از سرنو سرخ پتھر سے تعمیر کروایا یہ عمارت چار سال میں مکمل ہوئی۔

اوزبکوں کی بغاوت

اوزبک عبد اللہ خاں کے متذکرہ بالا واقعے کے بعد یہ عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ اکبر تمام اوزبکوں کا سخت دشمن ہے اور وہ ازبکوں کی پوری قوم کو تباہ و برباد کرنے کا خواہاں ہے۔ یہ افواہ سن کر سکندر خاں اور ابراہیم خاں وغیرہ نامی گرامی اوزبک امراء جو بہار اور جونپور کے علاقوں میں منصب دار اور جاگیردار تھے بادشاہ کے خلاف ہو گئے۔ علی قلی خاں سیستانی اور بہادر خان سیستانی بھی اس روش پر گامزن ہوئے اور باغیوں کے سردار بن گئے۔ اگرچہ ان دونوں کی ماں اصفہانی تھی اور وہ عراق میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں اوزبکوں کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی گزشتہ بد اعمالیوں نیز اپنے آباؤ اجداد کے اوزبک ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ آصف خاں ہروی کی جاگیر سیستانیوں کے ہمسائے ہی میں تھی للذا وہ بھی باغی سیستانی امراء کے ساتھ مل گیا۔

اکبر کی تدبیر

اس طرح تقریباً تیس ہزار سواروں نے ایک ساتھ علم سرکشی بلند کیا اور جس قدر ہو سکا مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اکبر کی عادت تھی کہ وہ سیاسی امور اور مہمات کو انجام دینے میں عجلت سے کام نہ لیتا تھا۔ اس نے اوزبکوں کی بغاوت کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا اور شکار کا بہانہ کرکے بیانہ سے نرور گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر خود تو سیر و شکار میں مصروف ہوا اور اشرف خان منشی کو سکندر خاں اوزبک کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ سکندر کو تسلی و تشفی دے کر شاہی بارگاہ میں لے آئے لشکر خاں بخشی کو آصف خاں ہروی

besturdubooks.wordpress.com

خزانوں کا قصہ

متذکرہ بالا خزانوں کا قصہ یہ ہے کہ آصف خاں ہروی کو کڑہ مانک پور کا جاگیردار اور پنج ہزاری امیر مقرر کیا گیا۔ آصف خاں کے پڑوس ہی میں گڈھ کی سلطنت تھی جو اس وقت تک کسی مسلمان فرمانروا سے فتح نہ ہوئی تھی۔ آصف نے اس سلطنت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ گڈھ پر ایک عورت درگاوتی نامی حکمرانی کرتی تھی۔ یہ رانی صورت و سیرت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھی۔ آصف خاں نے اپنی فوج گڈھ کی سرحد پر روانہ کی اور اس علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ اس کے بعد آصف نے بذات خود پانچ چھ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ اس ملک پر حملہ کیا۔ رانی نے ڈیڑھ ہزار ہاتھیوں اور آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر لے کر آصف کا مقابلہ کیا فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ اتفاقاً ایک تیر رانی کی آنکھ میں لگا اس نے لڑائی سے ہاتھ اٹھایا اور اپنی عزت کا خیال کرتے ہوئے اپنے مہاوت سے خنجر لے کر خودکشی کر لی۔

اس طرح آصف خاں کو فتح نصیب ہوئی اور وہ گڈھ کے قلعے میں جو رانی درگاوتی کا مسکن تھا داخل ہوا۔ رانی کا کم سن لڑکا لوگوں کے ہجوم میں پیروں کے نیچے کچل کر مر گیا۔ رانی کا بہت سامال و اسباب آصف خاں کے ہاتھ لگا۔ جواہرات' سونے کی تصاویر' گراں قدر اور مرصع اشیاء کے علاوہ اشرفیوں کے بھرے ہوئے ایک سو ۱۰۰ تھال بھی آصف کے ہاتھ آئے۔ آصف نے پندرہ سو ۱۵۰۰ ہاتھیوں میں سے صرف تین سو ۳۰۰ ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ اور باقی تمام اشیاء پر وہ خود قابض ہو گیا۔

اکبر شکار کھیلتا ہوا گڈھ کے قریب پہنچا۔ ہوا کی تپش اور موسم کی خرابی کی وجہ سے بادشاہ بیمار ہو گیا اس لئے واپس آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اشرف خان منشی اور لشکری خاں بخشی کے اقدامات سے مخالفین کو قدرے تنبیہہ ہوئی۔ اکبر کے حکم کے مطابق شاہم خاں' جلائر شاہ' بداغ خاں اور محمد دیوانہ وغیرہ کو جو اس علاقے کے جاگیردار تھے' سکندر خاں اور ابراہیم خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو بہادر خاں بھی سکندر خاں کے ساتھ آ ملا۔ شاہم خاں کو شکست ہوئی اور بداغ خاں اور محمد امین دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

اوزبکوں پر فوج کشی

اکبر کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اس نے منعم خاں خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بطور ہراول لشکر روانہ کیا۔ اور پھر خود بھی ۹۷۳ھ (۵) میں شوال کے مہینے میں اس طرف روانہ ہوا۔ اکبر قنوج پہنچا اور سکندر خاں اوزبک پر جو لکھنوتی (۶) میں مقیم تھا حملہ کیا۔ سکندر کو جب اکبر کی آمد کی خبر ملی تو وہ لکھنوتی (۷) سے بھاگ کر خاں زماں کے پاس چلا گیا۔ علی قلی خاں اور بہادر خاں زہبن (۸) گھاٹ کی طرف گئے۔ اور دریائے گنگا کی دوسری طرف جا پہنچے۔ اکبر جون پور پہنچا وہاں آصف خاں ہروی نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور کڑہ مانک پور کے جاگیردار مجنوں خاں قاقشال کے ساتھ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکبر نے اسے شاہانہ الطاف سے نوازا۔ کچھ دنوں بعد آصف سیستانی کو چند دیگر معتبر امراء کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا۔ آصف خاں زہبن گھاٹ پہنچا اور اس نے علی قلی خاں کے لشکر کے سامنے اپنا پڑاؤ ڈالا اور اپنے افعال و اعمال سے معاملے کو ٹالنا شروع کر دیا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے آصف خاں کی جاگیر میں تبدیلی کر دی۔ آصف خاں آدھی رات کے وقت اپنے بھائی وزیر خاں کو ساتھ لے کر لشکر سے علیحدہ ہوا اور گڈھ چلا گیا۔

علی قلی کا معافی مانگنا

اکبر نے منعم خان خانخاناں کو ایک زبردست لشکر دے کر آصف خاں کی جگہ روانہ کیا۔ علی قلی خاں نے دوآب کے درمیانی علاقے میں سکندر خاں اور بہادر خان کو بھیجا تاکہ وہ دونوں آگرہ تک کے تمام علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیں۔ اکبر نے مشہد کے

besturdubooks.wordpress.com

ایک مشہور اور معزز امیر سید میر معز الملک کی ماتحتی میں بداغ خاں' مطلب خاں (بداغ خاں کا بیٹا) اقبال خاں لنگ' حسین خاں' سعید خاں' راجہ ٹوڈر مل' محمد امین دیوانہ' محمد خاں افغان سور' محمد خاں معصوم اور لشکر خاں بخشی کو بہادر خاں سیستانی کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر علی قلی خاں نے منعم خاں خانخاناں کے توسط سے بادشاہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اس نے اپنی والدہ اور ابراہیم خاں اوزبک کو جسے وہ اپنے چچا کے برابر سمجھتا تھا بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اکبر نے علی قلی خاں کا قصور معاف کر دیا اور جونپور کو بدستور سابق اس کی جاگیر میں دیا۔

میر معز الملک اپنے لشکر کے ہمراہ' بہادر خاں اور سکندر خاں کے پاس جا پہنچا اور ان سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس موقع پر بہادر خاں نے معز الملک کو پیغام بھجوایا۔ "میرے بھائی علی قلی خاں نے اپنی والدہ کو بادشاہ کی خدمت میں بھیج کر معافی مانگی ہے اس لئے جب تک بادشاہ کا جواب موصول نہ ہو جائے اس وقت تک جنگ کو موقوف رکھنا چاہیے۔" معز الملک نے بہادر خاں کی درخواست قبول نہ کی اور حریف کے مقدمہ لشکر یعنی سکندر خاں اوزبک پر حملہ کرکے اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ سکندر خاں بھاگ نکلا اس کے بہت سے ساتھی تہ تیغ کئے گئے۔

بہادر خاں اس وقت تک خاموش کھڑا تھا اور اس نے جنگ میں حصہ نہ لیا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ سکندر خاں بھاگ نکلا ہے اور اس کے لشکر کو شاہی فوج قتل کرنے میں مصروف ہے تو اس نے شاہی فوج پر حملہ کر دیا۔ معز الملک بہادر خاں کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے قنوج کی طرف بھاگ نکلا۔ بہادر خاں اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اسی دوران میں صلح ہو گئی اکبر نے جونپور علی قلی خاں کی والدہ کو عنایت کیا اور خود قلعہ چنار اور بنارس کی سیر کے لئے چل دیا۔

علی قلی خاں کی دوسری بغاوت

علی قلی خاں نے سکندر کے اکسانے پر دریائے گنگا کو پار کرکے غازی پور اور دیگر پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ علی قلی کی اس حرکت پر اکبر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے اشرف خاں کو حکم دیا کہ وہ جونپور جا کر علی قلی کی والدہ کو گرفتار کر لے۔ اکبر خود بھی جلد از جلد غازی پور کی طرف روانہ ہوا۔ علی قلی ایک بہت بڑے گنجان جنگل میں پناہ گزین ہوا۔ بہادر خاں' سکندر خاں اور ابراہیم خاں رات جونپور پہنچے زینہ لگا کر وہ قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور اپنی والدہ کو قید سے نکال لائے۔ انہوں نے اشرف خاں کو قید کر لیا اور بنارس کی طرف روانہ ہو گئے۔

اکبر کی وسعت قلبی

اکبر یہ سن کر جونپور پہنچا اور اس نے اپنے تمام مقبوضات کی افواج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ خاں زماں بہت ہراساں ہوا اس نے دوبارہ اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ اکبر بہادر خاں کو چونکہ بچپن ہی سے اپنا بھائی سمجھتا تھا اور اسے بہت عزیز رکھتا تھا نیز علی قلی خاں کی سابقہ خدمات کی وقعت بھی اس کی نظر میں تھی اس لئے اکبر نے اس بار بھی دونوں بھائیوں کا قصور معاف کر دیا اور ان کی جاگیریں انہیں عنایت کر دیں۔

مستند کتابوں میں یہ روایت درج ہے کہ پرانے زمانے کا ایک بادشاہ یہ کہا کرتا تھا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ خطائیں معاف کرنے میں مجھے کیا لطف آتا ہے تو پھر لوگ خطاؤں کے تحفے لے کر میرے پاس آئیں اور خطاؤں ہی کو میری قربت کا ذریعہ بنا لیں۔" اکبر نے خان زماں کی خطا معاف کرکے اسے اپنے حضور میں آنے کا حکم دیا۔ اس نے ندامت کی وجہ سے بادشاہ کے سامنے آنا پسند نہ کیا اور کہلوا بھیجا۔ "آپ کے تشریف لے جانے کے بعد میں اپنے بھائی کے ہمراہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔" اکبر نے خان زماں کی

besturdubooks.wordpress.com

بہادر خاں اور قاسم ہروی کی جنگ

جب اکبر آگرہ پہنچا تو اس نے مہدی قاسم خاں کو آصف خاں ہروی کی سرکوبی اور گڈھ کی تسخیر کے لئے چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ علی قلی خاں بھی دل ہی دل میں بادشاہ کے خلاف تھا لہٰذا اس نے جونپور میں آصف خاں ہروی کو بلا کر اس سے سازباز کیا۔ آصف خاں، علی قلی خاں کے غرور اور دیگر عادات قبیحہ کی وجہ سے چھ مہینے بعد ہی اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ گڈھ کی طرف چلا گیا۔ بہادر خاں سیستانی نے آصف کا پیچھا کیا دونوں میں جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں بہادر خاں کامیاب و کامران رہا۔ وزیر خاں نے موقع پا کر بہادر خاں پر دھاوا بول دیا، بہادر خاں حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا۔ وزیر نے اپنے بھائی آصف کو جو زخمی ہو چکا تھا بہادر خاں کی قید سے رہا کروایا اور اپنے ساتھ لے کر گڈھ جا پہنچا دونوں بھائی اس علاقے میں قیام پذیر ہوئے۔

کابل سے ایلچیوں کی آمد

اسی زمانے میں کابل سے محمد حکیم میرزا کے ایلچی ہندوستان آئے اور انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا کہ "ابو المعالی کے قتل کے بعد کابل میں سلیمان میرزا نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر لیا ہے۔ اس نے میرزا سلطان نامی ایک شخص کو اپنی طرف سے کابل کا حاکم مقرر کر رکھا ہے اور خود بدخشاں میں مقیم ہے۔ محمد حکیم میرزا نے میرزا سلطان کو کابل سے نکال کر زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اب یہ سننے میں آ رہا ہے کہ سلیمان میرزا، کابل پر فوج کشی کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے اگر حضور اس وقت محمد حکیم میرزا کی مدد فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔" اکبر نے پنجاب کے امراء کے نام احکامات جاری کیے اور ملتان کے حاکم محمد قلی خاں کو لکھا کہ "جب سلیمان میرزا کابل پر حملہ کرے تو تم فوراً وہاں پہنچ کر سلیمان میرزا کا مقابلہ کرو۔"

محمد حکیم میرزا کا ماموں اور نامی گرامی شاہی امیر فریدوں کابلی، اکبر سے رخصت ہو کر کابل روانہ ہوا تاکہ وہاں پہنچ کر محمد حکیم مرزا کی مدد کرے۔ اس سے پہلے کہ شاہی فرامین امراء کے پاس پہنچتے سلیمان میرزا نے کابل پر حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محمد حکیم، سلیمان کا مقابلہ نہ کر سکا، وہ کابل سے فرار ہوا اور سندھ میں آ کر پناہ گزین ہوا۔ فریدوں خاں نے دریائے سندھ کے کنارے محمد حکیم میرزا سے ملاقات کی اور اسے یہ اچھی طرح سمجھا دیا کہ "ان دنوں اکبر کی تمام توجہ علی قلی خاں اور دیگر اوزبک امراء کے ہنگامے کی طرف ہے، اس لئے اس کا لاہور آنا بہت مشکل ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لاہور پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لو اور پنجاب کے امراء کو اپنے ساتھ ملا کر سلیمان میرزا کے دفعیے کی کوئی تدبیر کرو۔"

اکبر کا سفر لاہور

محمد حکیم میرزا لاہور روانہ ہو گیا۔ لاہور کے امراء قطب الدین اتکہ اور میر محمد خاں وغیرہ قلعہ بند ہو گئے اور مدافعت شروع کر دی۔ محمد حکیم میرزا نے مہدی قاسم کے باغ میں قیام کیا اور پنجاب کے امیروں سے مدد حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ لیکن کافی بھاگ دوڑ کے بعد بھی اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اکبر نے علی قلی خاں کی سرزنش کو کچھ عرصے کے لئے ملتوی کیا اور آگرہ کا انتظام منعم خاں کے سپرد کر کے ۱۴ جمادی الاول ۹۷۴ھ کی رات کو لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔ اکبر ابھی سرہند تک بھی نہ پہنچا تھا کہ اس کے سفر کی خبر لاہور پہنچ گئی۔ قلعہ بند امراء نے خوشی کے نقارے بجانے شروع کر دیئے جب یہ نقارے بجنے لگے تو اس وقت محمد حکیم میرزا سو رہا تھا، شور سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے ان شادیانوں کا سبب پوچھا انہوں نے بتایا کہ بادشاہ آ رہا ہے اور شہر کے بہت نزدیک پہنچ گیا ہے۔ حکیم نے اس کا مطلب یہ لیا کہ بادشاہ لاہور سے صرف ایک کوس کے فاصلے پر رہ گیا ہے لہٰذا وہ حواس باختہ ہو کر فوراً کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان دنوں سردیوں کی ابتدا ہو چکی تھی، سلیمان میرزا کابل سے جا چکا تھا حکیم نے میدان خالی پا کر کابل پر قبضہ کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اکبر لاہور پہنچا اور یہاں سیر و شکار میں مصروف ہو گیا۔ وزیر خاں نے بادشاہ سے شکار گاہ میں ملاقات کی اور آصف خاں ہروی کو معاف کرنے کا معروضہ پیش کیا۔ اکبر نے آصف خاں کا قصور معاف کر دیا اور وزیر خاں کو پنج ہزاری امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔ نیز یہ حکم دیا کہ آصف خاں ہروی' مجنوں خاں قاقشال کے ہمراہ کڑہ مانک پور میں قیام کرے اور اس علاقے کی حفاظت کرے۔

میرزاؤں کی بغاوت

اکبر نے جونہی پنجاب کے سفر کا ارادہ کیا محمد سلطان میرزا کی اولاد نے ہنگامہ آرائیاں شروع کر دیں۔ بابر کے حالات میں ہم سلطان میرزا کا نسب نامہ درج کر چکے ہیں نیز یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ امیر تیمور کی اولاد میں سے تھا۔ سلطان میرزا سلطان حسین کا نواسہ تھا۔ حسین میرزا نے ہمایوں کے عہد حکومت میں کئی بار غداری کی تھی' لیکن بادشاہ نے ہربار اس کا جرم معاف کر دیا تھا۔ حسین میرزا کا بڑا لڑکا الغ میرزا ہزارہ کی جنگ میں کام آیا تھا' چھوٹا بیٹا فرزند شاہ طبعی موت سے مرا تھا۔ الغ میرزا کے دو بیٹے ہوئے۔ جن کے نام سکندر خاں اور محمود سلطان تھے۔ ہمایوں نے ان دونوں بیٹوں کو بالترتیب' الغ میرزا اور شاہ میرزا کے ناموں سے موسوم کر کے ان کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ جب ہمایوں تخت نشین ہوا تو محمد سلطان میرزا اپنی اولاد کے ساتھ دوبارہ ہندوستان آیا اور سنبھل کے علاقے میں آدم پور کا پرگنہ اس کی معاش کے لئے مقرر کیا گیا۔

اگرچہ آدم پور میں محمد سلطان بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہا تھا تاہم اس کے گھر میں چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں (۱) محمد حسین میرزا (۲) ابراہیم میرزا (۳) مسعود میرزا (۴) عاقل میرزا۔ یہ چاروں بھائی ابھی بہت کم عمر ہی تھے کہ بادشاہ نے ان کی تربیت کر کے انہیں اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔ جونپور کے ہنگامے کے بعد یہ چاروں بھائی بادشاہ سے اجازت لے کر سنبھل میں اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ جن دنوں اکبر حکیم میرزا کے ہنگامے کو ختم کرنے کے لئے لاہور روانہ ہوا تو ان چاروں بھائیوں نے اپنے چچازاد بھائیوں' سکندر سلطان اور محمود سلطان (جنہیں "الغ میرزا" اور "شاہ میرزا" کہا جاتا ہے) کے ساتھ مل کر علم سرکشی بلند کیا۔ ذلیل اور کمینہ لوگوں کی ایک جماعت ان کے گرد جمع ہو گئی اور یہ لوگ فتنہ و فساد بپا کرنے لگے۔

اس علاقے کے جاگیرداروں نے "میرزا خاندان" کے مفسدوں سے لڑائی کی اور انہیں مالوہ کی طرف بھگا دیا ان دنوں چونکہ مالوہ میں کوئی قوی حاکم نہ تھا اس لئے یہ لوگ اس علاقے پر قابض ہو گئے۔ منعم خاں خانخاناں نے سنبھل میں محمد سلطان میرزا کو گرفتار کر کے بیانہ کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ محمد سلطان نے اسی عالم اسیری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اکبر کا عزم جونپور

علی قلی خاں سیستانی' سکندر خاں اور دیگر ازبک امراء کو جب محمد حکیم میرزا کے لاہور آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے قول و قرار کا کچھ لحاظ نہ کیا اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے ان امراء نے قنوج اور اودھ کے علاوہ دوسرے کئی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا نیز ایک بہت بڑا لشکر فراہم کر لیا اکبر ان امراء کے دفعیے کے لئے لاہور سے آگرہ پہنچا اور لشکر کو حاضری کا حکم دیا..... وہ دو ہزار ہاتھیوں اور ایک زبردست فوج کے ساتھ جونپور روانہ ہو گیا۔ ان دنوں خان زماں نے سید یوسف مہدی کو سیر گڑھ کے قلعے میں محصور کر رکھا تھا اسے جب بادشاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ حواس باختہ ہو کر سیر گڑھ سے بھاگا اور کڑہ مانک پور میں بہادر خاں کے پاس چلا گیا۔ بہادر خاں نے کڑہ میں مجنوں خاں قاقشال کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اکبر نے خان زماں کا تعاقب کیا اور کڑہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب اکبر رائے بریلی پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ خان زمان نے دریائے گنگا کو پار کر کے مالوہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ خان زماں کا مقصد یہ تھا کہ وہ محمد سلطان میرزا کی اولاد سے ساز باز کر کے اس علاقے پر قبضہ کرے اور اگر ا [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

لئے اکبر سندر نامی ایک تیز رفتار ہاتھی پر سوار ہوا اور ہاتھی کو دریا میں ڈال دیا۔ امراء اراکین سلطنت نے ہر چند بادشاہ کو منع کیا لیکن اس نے کسی کی بات نہ سنی۔ خداوند تعالیٰ کی عنایت سے دریا اس وقت پایاب تھا اس لئے ہاتھی کو تیرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اکبر دیو ہیکل ہاتھیوں اور ایک سو سواروں کے ساتھ دریا کی دوسری طرف جا پہنچا صبح کے قریب اس نے علی قلی خاں کو جالیا۔

بہادر خان پر حملہ

آصف خاں ہروی اور مجنوں خاں ایک لشکر جرار کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علی قلی خان اور بہادر خاں بزعم خود یہ سمجھ رہے تھے کہ اکبر رات کے وقت دریا کو پار نہ کر سکے گا لہٰذا دونوں بھائی ہر طرح کے خطرے سے بے خوف ہو کر بادہ نوشی اور عیش کوشی میں مصروف تھے۔ شاہی فوج خان زماں کے خیمے کے پاس پہنچی اور وہاں بہ آواز بلند کہا۔ "اے بے خبرو! اکبر اعظم دریا کو پار کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے یہاں پہنچ گیا ہے۔" خاں زماں اور اس کے ساتھیوں نے اس آواز کو آصف خاں اور مجنوں خاں کے فریب پر محمول کیا اور اسی طرح مصروف عیش و نشاط رہے۔ اس واقعے کو ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ نقارہ شاہی کی آواز آنے لگی۔ خان زماں اور اس کے ساتھی ایک دم پریشان ہو کر اٹھے اور معرکہ آرائی میں مصروف ہو گئے۔

یکم ذی الحجہ ۹۷۴ھ کو دو شنبہ کے دن صبح کے وقت فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ بادشاہی ہراول بابا خان قاقشال نے دشمن کی ایک جماعت کو جو مقابلے کے لئے اس کے سامنے آئی۔ تھوڑی سی دیر میں پسپا کر دیا۔ بہادر خاں نے اس وقت قاقشال پر دھاوا بولا اور اس کے لشکر کو مجنوں کی صف تک دھکیل دیا۔ اگرچہ بہادر خاں کے لشکر میں انتشار پیدا ہو چکا تھا' اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے مجنوں خاں کی صف پر حملہ کر دیا۔ اس لشکر کو تتر بتر کرنے کے بعد اس نے لشکر خاصہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس دوران میں کچھ امراء نے بہادر خاں کے حملے کو روکنے کی کوشش کی اکبر ہاتھی پر سوار تھا' اور اس کے ساتھ ساتھ خان اعظم عزیز کوکہ تھا۔ اکبر از راہ احتیاط ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

علی قلی خاں کی موت

اسی دوران میں بہادر خاں کے گھوڑے کو ایک تیر لگا اور وہ چلنے سے معذور ہو گیا۔ بہادر خاں گھوڑے سے الگ ہو گیا اب وہ پیادہ تھا۔ ابھی اس امر کی اطلاع اکبر کو نہ ہوئی تھی کہ اس نے (اکبر نے) بذات خود جنگ میں حصہ لینے کے ارادے سے اپنے ہاتھیوں کو دشمن کی فوج کی طرف ہنکا دیا۔ سب سے پہلے "ہیرانند" نام کا ایک ہاتھی علی قلی خاں کے لشکر کی طرف گیا۔ دشمن نے اس ہاتھی کے مقابلے پر اپنا ایک ہاتھی بھیجا جس کا نام "رودیانہ" تھا۔ ہیرانند نے رودیانہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ اس ہاتھی کے گرتے ہی طرفین آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ اس ہنگامے میں ایک تیر علی قلی خاں کو آ کر لگا۔ علی قلی خاں اس تیر کو اپنے جسم سے نکال ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا تیر اس گھوڑے کو آ کر لگ گیا۔ گھوڑا اس صدمے کی تاب نہ لا کر چلنے سے معذور ہو گیا لہٰذا علی قلی خاں گھوڑے کی پیٹھ سے اتر گیا۔ ایک بہی خواہ نے ایک دوسرا گھوڑا علی قلی خاں کے سامنے پیش کیا۔ علی قلی خاں اس پر سوار ہونے ہی لگا تھا کہ اتنے میں شاہی لشکر کا نرسنگھ نامی ہاتھی آگیا۔ اس نے علی قلی کو اپنے پیروں میں کچل ڈالا۔

بہادر خاں کا قتل

علی قلی خاں کی موت سے اس کے سپاہیوں میں ہل چل مچ گئی اور وہ حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے راہ فرار ڈھونڈنے لگے۔ اسی افراتفری کے دوران میں نظر بہادر نامی ایک سپاہی نے بہادر خاں کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے حضور میں لے آیا۔ اکبر نے بہادر خان کو دیکھتے ہی اس سے سوال کیا۔ "میں نے تمہارے ساتھ کونسا برا سلوک کیا تھا جو تم نے میرے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور میرے مقابلے پر تلوار سنبھالی۔" بہادر خاں ندامت کی وجہ سے خاموش رہا اس نے صرف اس قدر کہا۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخری وقت میں

besturdubooks.wordpress.com

حضور کا دیدار حاصل ہو گیا جو تمام گناہوں کو مٹانے کا باعث ہے۔" اکبر نے اپنی انسان دوستی سے کام لیتے ہوئے بہادر خاں کو موت کے گھاٹ نہ اتارا اور حکم دیا کہ اسے فی الحال نظربند رکھا جائے چونکہ ابھی تک علی قلی خاں کی موت کی تصدیق نہ ہوئی تھی اس لئے شاہی لشکریوں نے بہادر خاں کا زندہ رہنا مناسب نہ سمجھا اور شاہی حکم کے بغیر ہی اسے قتل کر دیا۔

اکبر کی آگرہ کو واپسی

قاسم ارسلان کے دو اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خان زماں علی قلی خاں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آکر نہیں مارا گیا تھا بلکہ تفنگ سے زخمی ہو کر مرا تھا۔ اکبر نے علی قلی خاں کے ساتھیوں جان علی اوزبک' یار علی بیگ' میرزا بیگ خوشحال بیگ' میرزا شاہ بدخشی اور علی شاہ بدخشی وغیرہ کو گرفتار کر لیا۔ اکبر ان قیدیوں کو ساتھ لے کر جونپور آیا۔ یہاں پہنچ کر اکبر نے دوسرے سرکشوں کی عبرت کے لئے ان قیدیوں کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈلوا کر کچلوا دیا۔ جونپور کی حکومت منعم خاں خانخاناں کے سپرد کی گئی۔ سکندر خاں اوزبک جو اودھ کے قلعے میں مقیم تھا بذریعہ کشتی گورکھپور بھاگ گیا۔ ۹۷۵ھ میں اکبر کامیاب و کامران آگرہ واپس آیا۔

رانا اودے سنگھ کی سرزنش

اس زمانے تک رانا اودے سنگھ نے اکبر کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار نہ بنایا تھا اگرچہ بادشاہ پے در پے کئی بار سفر کر چکا تھا مگر دار السلطنت پہنچنے کے کچھ ہی دنوں بعد اس نے پھر سفر کا ارادہ کیا تاکہ اودے سنگھ کو راہ راست پر لایا جا سکے اس مقصد کے پیش نظر بادشاہ قلعہ شیوپور پہنچا۔ قلعے کے محافظ نے حصار خالی کر دیا اور رنتھنبور میں اپنے آقا سورجن راجہ کے پاس چلا گیا۔ اکبر نے اس قلعے پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے نوکروں کے سپرد کر کے آگے بڑھا اور کارکرون کے قلعے کا رخ کیا جو مالوہ کی سرحد پر واقع ہے بادشاہ کے اس طرف آنے کی وجہ سے سلطان محمد میرزا کی اولاد میں جو قلعہ مندو پر قابض تھی بڑی پریشانی پھیلی۔ الغ میرزا انہیں دنوں اپنی موت سے مر گیا۔ بقیہ "میرزاؤں" نے راہ فرار اختیار کی اور جلد از جلد گجرات کی طرف چل دیئے۔

اکبر نے مالوہ کی حکومت شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری کے حوالے کی اور کاکرون سے رانا اودے سنگھ کی سرزنش کے لئے آگے بڑھا۔ رانا نے جب اکبر کی آمد کی خبر سنی تو آٹھ ہزار جنگجو اور تجربہ کار راجپوتوں اور بے شمار ساز و سامان اور غلے وغیرہ کو چتوڑ کے قلعے میں جو پہاڑ کے اوپر واقع ہے چھوڑ کر' خود اپنے بال بچوں کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر چلا گیا۔ اکبر نے قلعے پر حملہ کیا اور پانچ ہزار بڑھیوں' سنگتراشوں' لوہاروں' زمین کھودنے والوں' گلکاروں اور دیگر مزدوروں کو اہل ہندوستان کے رواج کے مطابق "ساباط" تیار کرنے کا حکم دیا۔

ساباط کی تیاری

"ساباط" سے مراد وہ دو ۲ دیواریں ہیں جن میں ایک تفنگ انداز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں دیواریں ایک دوسرے سے فاصلے پر بنائی جاتی ہیں۔ مزدور' لکڑی کے تختوں اور گائے کی کھال سے بنے ہوئے نوکروں کی پناہ میں رہ کر ان دیواروں کی تعمیر کرتے ہیں اور انہیں قلعے کی دیواروں تک پہنچاتے ہیں۔ جب یہ دیواریں تعمیر ہو جاتی ہیں تو آتش باز اور نقب کھودنے والے ان دیواروں کے وسیع راستے سے قلعے کے نیچے آن کر نقب کھودتے ہیں۔ نقب میں بارود بھر کر قلعے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

اکبر کے حکم سے جب ساباط تیار ہو گئی تو قلعے کے برج کے نیچے دو نقبیں کھودی گئیں ان میں بارود بھر کر آگ لگا دی گئی۔ اتفاق سے ایک نقب میں آگ جلد لگ گئی اور اس سے متعلق برج پاش پاش ہو گیا اور قلعے کی دیوار میں ایک بہت کشادہ راستہ پیدا ہو گیا۔ شاہی لشکر کے دو ہزار سپاہی جو موقع کے انتظار میں پیچھے بیٹھے تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ دونوں نقبوں میں آگ لگ گئی ہے۔ اور حصار میں دو راستے

besturdubooks.wordpress.com

راجپوتوں سے لڑنے لگے۔ باقی ایک ہزار دوسرے راستے کی طرف گئے تو انہیں قلعے کی دیوار میں کوئی شگاف نظر نہ آیا ان میں سے کچھ تو لوٹ آئے اور کچھ راجپوتوں سے برسرپیکار ہو گئے۔

طرفین کا زبردست نقصان

عین اسی وقت دوسری نقب میں آگ لگ گئی اور برج ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا چونکہ طرفین کے سپاہی قریب ہی موجود تھے اس لئے انہیں زبردست نقصان پہنچا۔ سپاہیوں کے جسم پارہ پارہ ہو کر میدان جنگ میں ادھر ادھر بکھر گئے اس حادثے میں اکبری لشکر کے پندرہ نامی گرامی امیر (جن میں سید جمال الدین بارہہ اور مردان علی شاہ بھی شامل تھے) اور پانچ سو چیدہ سوار کام آئے۔ اہل قلعہ کا بھی بہت جانی نقصان ہوا۔ اس واقعے کی وجہ سے سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکے اس لئے اس دن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

راجپوتوں کی پست ہمتی

اس المناک حادثے کے دوسرے روز ایک اور ساباط تیار کی گئی۔ ایک دن بادشاہ اس ساباط کے پاس کھڑا ہوا جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ جتمل رائے نظر آیا۔ یہ رانا کا قریبی عزیز اور اہل قلعہ کا سردار تھا وہ تمام دن قلعے کا چکر لگاتا رہتا تھا۔ عشاء کے وقت وہ خاصہ کی شاہی مورچل کے سامنے آیا۔ روشنی کی وجہ سے اس کا چہرہ دکھائی دیا تو بادشاہ نے اس وقت بندوق میں آگ لگائی گولی سیدھی جتمل (۹) کی پیشانی پر لگی اور وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ راجپوتوں نے جب اپنے سردار کا یہ حشر دیکھا تو ان کی ہمت پست ہو گئی اور انہوں نے لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ انہوں نے جتمل کی لاش کو حسب رواج جلایا اور اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ راجپوتوں نے اپنی بیوی بچوں اور مال و اسباب کو بھی نذر آتش کر دیا۔ آگ کی روشنی دیکھ کر مسلمان حصار کی طرف بڑھے کسی نے مزاحمت نہ کی اور وہ نہایت اطمینان سے قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

قلعہ چتوڑ کی فتح

صبح کے وقت بادشاہ بھی ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے امراء کے سامنے قلعے میں داخل ہوا۔ ہندوؤں کی ایک جماعت جو اپنے گھروں اور مندروں میں پناہ گزین تھی وہ باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے لگی۔ ہندو بڑی سرفروشی اور جانبازی سے لڑے ان کے تقریباً دس ہزار آدمی مارے گئے۔ بادشاہی لشکر میں سے صرف ایک آدمی' نصرت علی تواچی مارا گیا۔ تین روز کے بعد بادشاہ نے قلعے کی حکومت آصف خاں ہروی کو سونپی اور خود کامیاب و کامران واپس ہوا۔

ایک غضب ناک شیر

راستے میں ایک خونخوار شیر شاہی لشکر کے سامنے آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اس شیر کو ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اکبر نے خود ایک تیر چلایا جو شیر کو لگا شیر زخمی ہو کر چشمے کے نیچے چلا گیا اس کے بعد بندوق چلائی گئی اس بار شیر کو کوئی خاص زخم نہ لگا اور وہ بپھر کر بادشاہ کی طرف بڑھا۔ عادل نامی ایک شخص فوراً شیر کی طرف لپکا اور اس سے مقابلہ کرنے لگا۔ اسی دوران میں دوسرے لوگ بھی شیر تک پہنچ گئے اور اسے ہلاک کر دیا۔ اہل لشکر نے بادشاہ کی سلامتی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اکبر آگرہ پہنچا کچھ عرصے بعد معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین میرزا اور محمد حسین میرزا' چنگیز خاں گجراتی سے ناراض ہو کر پھر مالوہ میں آ گئے ہیں۔ اور اوجین کے محاصرے میں مصروف ہیں ان کے مقابلے کے لئے قلیچ خاں اندجانی اور خواجہ غیاث الدین بخشی قزوینی کو روانہ کیا۔ ابراہیم میرزا اور محمد حسین میرزا حواس باختہ ہو کر دریائے نربدا کی طرف بھاگ گئے اور دریا کو عبور کر کے گجرات جا پہنچے۔

رنتھنبور کی فتح

رجب ۹۷۶ھ میں اکبر نے رنتھنبور کے قلعے پر حملہ کیا راجہ سورجن جس نے سلیم شاہ کے غلام حجاز خاں سے یہ قلعہ خریدا تھا وہ

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کی مدافعت کرنے لگا۔ شاہی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر کے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا۔ شاہی حکم کے مطابق مدن پہاڑ پر' جو قلعے کے قریب ہی تھا سرکوب تیار کر کے چند توپیں اور ضرب زن پہاڑ پر لے جائے گئے۔ اس سے پہلے اس قدر بلند پہاڑ پر کوئی بادشاہ توپیں نہ لے جا سکا تھا۔ توپوں سے کام لیا جانے لگا ایک توپ کے چلنے سے بہت سے مکان تباہ و برباد ہو جاتے تھے سورجن نے مجبور ہو کر بادشاہ سے امان طلب کی اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکل گیا۔ قلعہ مع تمام خزانوں اور ذخیروں کے اکبر کے قبضے میں آ گیا۔

شہزادہ سلیم کی پیدائش

رنتھنبور کی فتح کے بعد اکبر نے اجمیر کا رخ کیا اور خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ مبارک کی زیارت کے بعد آگرہ واپس ہوا۔ اس کے بعد اکبر' حضرت شیخ سلیم چشتی کی زیارت کے لئے آگرہ سے سیکری گیا۔ اس سے قبل اکبر کے ہاں کئی لڑکے پیدا ہو کر انتقال کر چکے تھے۔ حضرت سلیم نے یہ خوشخبری سنائی کہ اب بادشاہ کے ہاں ایسے بیٹے پیدا ہوں گے جو زندہ رہیں گے۔ انہیں دنوں سیکری ہی میں بادشاہ کے ہاں شہزادہ سلیم پیدا ہوا۔ یہ واقعہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۵ھ کا ہے۔ اس دن چہار شنبہ کا دن تھا اکبر نے اس خوشی میں تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس موقع پر خواجہ حسن ثنائی نے ایک قصیدہ مبارک باد' بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس قصیدے کے ہر شعر کے پہلے مصرعے سے اکبر کی تخت نشینی کی اور دوسرے مصرعے سے شہزادہ سلیم کی تاریخ پیدائش برآمد ہوتی تھی اس قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

للہ الحمد از پئے جاہ و جلال شہر یار
گو ہر مجد از محیط عدل آمد در کنار

اکبر نے اپنی نذر پوری کی اور پاپیادہ خواجہ غریب نواز کے آستانے پر حاضر ہوا۔ واپسی پر راستے میں اشرفیاں اور روپے خیرات کرتا ہوا اور شکار کھیلتا ہوا آگرہ پہنچا۔

کالنجر کی فتح

اسی زمانے میں قلعہ کالنجر کے حاکم رامچندر نے قلعہ چتوڑ کے حادثے سے خوفزدہ ہو کر بغیر کسی حیل و حجت کے اپنا قلعہ اکبر کے سپرد کر دیا۔ واضح رہے یہ وہی قلعہ ہے جس کو فتح کرتے ہوئے شیر شاہ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ سلیم شاہ کے بعد یہ قلعہ پھر ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔

شہزادہ مراد کی ولادت

۳ محرم ۹۷۸ھ کو اکبر کے ہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا اس کا نام محمد مراد اور لقب بہاری رکھا گیا اسی سال بادشاہ نے اجمیر کا سفر کیا اور شہر کے گرد پتھر اور چونے کا حصار بنوایا۔ بعد ازاں وہ ناگور گیا مال دیو کا بیٹا چندر سین اور بیکانیر کا راجہ رائے کلیان مل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے بادشاہ کی خدمت میں بہت سے تحفے تحائف پیش کیے۔ اکبر نے راجہ بیکانیر کی لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا اور شکار کھیلتا ہوا اجودھن پہنچا۔ وہاں اکبر نے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے مزار کی زیارت کی اور پھر دیپال پور پہنچا۔ دیپال پور کے جاگیردار میرزا عزیز کوکہ نے ایک جشن مسرت منعقد کیا اور بادشاہ کی خدمت میں بہت سے تحفے تحائف پیش کیے۔

اس کے بعد اکبر لاہور پہنچا۔ لاہور کے حاکم حسین قلی خاں ترکمان نے بھی بادشاہ کی خدمت میں نذر پیش کی۔ یکم صفر ۹۷۹ھ کو اکبر حصار فیروزہ دیکھنے کے لئے روانہ ہوا اور وہاں سے پھر اجمیر واپس آیا۔ خواجہ غریب نواز کی زیارت کے بعد آگرہ واپس آیا۔ اسی زمانے میں سکندر خاں اوزبک کو' منعم خاں خان خاناں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا اور اس کی خطاؤں کی معافی کے لئے سفارش کی' بادشاہ نے اس سفارش کے پیش نظر سکندر کو معاف کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

فتح پور کی بناء

قصبہ سیکری کا قیام چونکہ اکبر کے لئے بہت مبارک ثابت ہوا تھا اس لئے یہاں اس نے ایک بہت بڑے شہر کی بنا ڈالی اور اس کا نام فتح پور رکھا۔ اسی سال گجرات فتح ہوا اس فتح کی روداد سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

گجرات کی مہم

صفر ۹۸۰ھ میں جب گجرات میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھلا تو بادشاہ نے اس علاقے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اکبر کا گزر اجمیر سے ہوا تو اس نے خواجہ سید حسین خنگ سوار کی روح سے مدد طلب کی۔ حضرت خنگ سوار امام زین العابدینؓ کی اولاد میں سے تھے۔ اس کے بعد اکبر نے خاں کلاں کو ہراول لشکر بنا کر گجرات روانہ کیا۔ رائے سنگھ کو مال دیو کے وطن شہر جودھپور کا حاکم مقرر کیا اور خود بھی گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ جب اکبر ناگور کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ دانیال کی منزل میں اس کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اکبر نے اس کا نام دانیال رکھا یہ واقعہ ۲ جمادی الاول بروز چہار شنبہ ۹۸۰ھ کا ہے۔

احمد آباد کی فتح

اکبر سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پٹن گجرات پہنچا۔ گجرات کا نامی گرامی امیر' شیر خاں فولادی بڑی مشکلوں سے اپنی جان بچاکر بھاگ نکلا۔ ایک ہفتے کے بعد اکبر نے سید احمد خاں کو پٹن گجرات کا حاکم مقرر کیا اور شاہی لشکر احمد آباد روانہ ہوا۔ بادشاہ ابھی تھوڑی دور ہی پہنچا تھا کہ میرزا ابو تراب' جو شیراز کا باشندہ اور گجرات کا نامی گرامی امیر تھا' سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز اعتماد خاں' سید چاند خاں' اختیار الملک ملک اشرف وجیہ الملک الف خاں حبشی اور حجاز خاں حبشی وغیرہ نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ چونکہ حبشیوں سے بغاوت کا اندیشہ تھا' اس لئے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا اور احمد آباد جیسا بہترین شہر بغیر محنت کے فتح ہو گیا۔

اس زمانے میں ابراہیم میرزا' بھروچ کے علاقے میں اور محمد حسین میرزا سورت کے نواح میں مقیم تھا۔ اکبر نے ان دونوں کی سرزنش کی طرف توجہ کی۔ ان دنوں اختیار الملک' جو گجراتی امراء میں سب سے زیادہ مقتدر تھا۔ دریائے جمنا کی طرف بھاگ گیا تھا' اس لئے تمام گجراتی امراء کو حبشیوں کی طرح قید کر لیا گیا تھا۔ اکبر نے بندر کھمبایت پہنچ کر خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو احمد آباد گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ یہاں اکبر کو ابراہیم حسین میرزا کی بدنیتی کا علم ہوا لہٰذا اس کی تنبیہہ کے لئے وہ جلد از جلد روانہ ہو گیا اور دوسرے روز چالیس سواروں کے ہمراہ دریائے مہندری کے کنارے پہنچ گیا۔ ابراہیم حسین کے پاس ایک ہزار سوار تھے' لہٰذا وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ اکبر نے کچھ دیر تک انتظار کیا۔ اس دوران میں سید محمد خاں' راجہ بھگوان داس' راجہ مان سنگھ' شاہ قلی خاں محرم اور سورجن (راجہ رنتھنبور) وغیرہ امراء جو سورت کی مہم کے لئے نامزد کیے گئے تھے راستے ہی سے لوٹ کر ستر سواروں کے ہمراہ شاہی خدمت میں پہنچ گئے۔

ابراہیم حسین میرزا سے جنگ

اکبر نے جنگ کی ابتداء کرنے میں عجلت سے کام لیا اور اپنے قلیل لشکر کے ساتھ جو ڈیڑھ سو سے زیادہ نہ تھا ابراہیم حسین پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اکبر نے راجہ مان سنگھ کو لشکر کا ہراول مقرر کیا دریا کو پار کر کے قلعے کے پاس پہنچا اور دشمن سے معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ابراہیم نے حملہ کر کے شاہی تیراندازوں کو تتر بتر کر دیا۔ لشکر کی کمی کی وجہ سے بادشاہ راجپوتوں کے ساتھ ایسی تنگ جگہ پر کھڑا ہوا کہ جس کے دونوں طرف زقوم کی دیوار تھی اور جہاں تین سو سے زیادہ سوار پہلو بہ پہلو کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اس جگہ بادشاہ کے پاس دشمن کے تین سوار آہستہ آہستہ آئے راجہ بھگوانداس نے برچھے سے حملہ کر کے ایک سوار کو بھگا دیا اور دوسرے کی طرف متوجہ ہوا یہ سوار بھی بھاگ گیا

besturdubooks.wordpress.com

دکھائے کہ رستم و اسفندیار کی داستانیں اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں- اس نے بہت سے دشمنوں کو موت کے دامن میں سلا دیا- اور بالآخر خود بھی اس معرکے میں کام آیا- اس کے بعد اکبر تیراندازوں اور راجپوتوں کے ساتھ زقوم کی آڑ سے باہر آیا اور ابراہیم حسین میرزا پر حملہ آور ہوا-

قلعہ سورت کی فتح

اکبر کی خوش بختی نے اس کا ساتھ دیا اور ابراہیم سامنے سے بھاگ نکلا- تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی بادشاہ نے اکبر کی طرح ایک قلیل جماعت کے ساتھ زبردست لشکر کو خطرے میں ڈالا ہو- اس واقعے کے بعد اکبر اپنے لشکر میں پہنچا اور قلعہ سورت کی تسخیر کی کوشش کرنے لگا- میرزا کامران کی بیٹی گل رخ نے جو ابراہیم حسین میرزا کی بیوی تھی قلعہ لشکر کے سرداروں کے سپرد کیا اور اپنے بیٹے مظفر میرزا کے ساتھ دکن روانہ ہو گئی شاہی لشکر نے قلعے پر قبضہ کر لیا-

ابراہیم حسین میرزا کی شکست

میرزاؤں کی جماعت پٹن میں یکجا ہوئی- سب نے آپس میں مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ابراہیم حسین اپنے چھوٹے بھائی مسعود حسین میرزا کے ہمراہ پنجاب جائے اور وہاں ہنگامہ آرائی کرے نیز محمد حسین میرزا اور شاہ میرزا شیر خاں فولادی سے مل کر پٹن پر حملہ آور ہوں- ہو سکتا ہے کہ اس ترکیب سے سورت کا قلعہ مغلوں کے قبضے سے نکال لیا جائے-" اس مشورے کے بعد ابراہیم حسین ناگور پہنچا جودھپور کے حاکم رائے سنگھ نے اس کا تعاقب کیا اور غروب آفتاب کے وقت اس سے جا ملا- ابراہیم نے اس علاقے کے پانی پر قبضہ کر لیا- رائے سنگھ کے لئے یہ امر تشویشناک تھا للذا اس نے اسی رات حملہ کر دیا طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی بہت سے لوگ مارے گئے- ابراہیم کا گھوڑا زخمی ہو گیا اسے شکست ہوئی اور اس کے لشکریوں نے بھاگنا شروع کر دیا-

ابراہیم میرزا تھوڑی دور تک تو پیدل ہی چلا اور پھر اپنے ایک ملازم کے گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی پہنچا- وہاں چند روز قیام کے دوران میں سامان حرب اور لشکر جمع کیا اور لاہور کی مہم کو ملتوی کر کے سنبھل پہنچا- محمد حسین میرزا' شاہ میرزا اور شیر خاں فولادی نے آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ سید احمد خاں بارہہ کا محاصرہ کر لیا- میرزا عزیز کوکہ اسی جگہ سے ان کے دفیعے کے لئے روانہ ہوا- خان اعظم پٹن سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہی گیا تھا کہ سامنے سے دشمن بھی آ گیا- فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی خان اعظم کے لشکر میں بہت انتشار پیدا ہوا لیکن وہ بذات خود بہت جواں مردی سے کام لیتا رہا-

اسی دوران میں رستم خاں اور مطلب خاں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دشمن پر دوبارہ حملہ کیا انہوں نے محمد حسین میرزا کے لشکر کو تاخت و تاراج کرکے دکن کی طرف بھگا دیا- انہی دنوں قلعہ سورت کا سرکوب بھی تیار ہو گیا اور اہل قلعہ نے جان کی امان طلب کر کے قلعہ شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا' اکبر کامیاب و کامران واپس آیا-

شرف الدین حسین میرزا دس سال قبل ناگور سے بھاگ کر دکن چلا گیا تھا مخالفت کی وجہ سے اس کا قیام وہاں بھی مشکل ہو گیا تھا للذا وہ بہارجیو کے کوہستان سے نکل کر محمد حسین میرزا کے پاس جانا چاہتا تھا کہ اسے بگلانہ کے حاکم نے جو سرحد دکن کا نامی گرامی راجہ تھا- گرفتار کرا لیا اور اسے اکبر کی خدمت میں پیش کیا- اکبر نے شرف الدین کو کوڑے لگوائے اسے بہت بے عزت کیا اور گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا- شرف الدین نے اسی عالم اسیری میں داعی اجل کو لبیک کہا-

البتہ اجمیر کی راہ سے ۲ صفر ۹۸۱ھ کو دار السلطنت میں واپس آیا-

besturdubooks.wordpress.com

روانہ ہوا- حسین قلی خاں نے نگر کوٹ کا محاصرہ ترک کر دیا اور یوسف خاں اور محب علی خاں وغیرہ کے ہمراہ ابراہیم کے تعاقب میں روانہ ہوا- ٹھٹھہ کے قلعہ کے نواح میں حسین قلی اور ابراہیم حسین کا آمنا سامنا ہوا- ابراہیم اس وقت شکار کے لئے گیا ہوا تھا- حسین قلی نے اس کے لشکر پر حملہ کر دیا- مسعود حسین میرزا نے حسین قلی کا مقابلہ کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا وہ خود گرفتار ہوا اور اس کے لشکر کے سپاہی میدان جنگ میں کام آئے-

ابراہیم حسین میرزا کا قتل

جب ابراہیم شکار گاہ سے واپس آیا اس نے جو اپنے لشکر کی تباہی دیکھی تو اسے بہت غصہ آیا وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر دشمن کے مقابلے پر آیا- زبردست معرکہ آرائی کے بعد اسے شکست ہوئی اور وہ ملتان کی طرف چلاگیا- ملتان کے حاکم نے ابراہیم کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا- بادشاہ نے آگرے کے قلعے کے دروازے پر یہ سر لٹکا دیا- مسعود کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا اس نے اسی قید کی حالت میں وفات پائی-

احمد آباد میں ہنگامہ

اسی سال خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی جس کا مضمون یہ تھا کہ "اختیار الملک گجراتی اور محمد حسین میرزا نے باہم مل کر گجرات کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا ہے- اب یہ دونوں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ احمد آباد آئے ہیں- انہوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اس لئے اگر حضور خود تشریف لا کر ان کے دفعیے کی تدبیر کریں تو بہت بہتر ہوگا-" یہ زمانہ برسات کا تھا ان دنوں کوئی بہت بڑا لشکر لے کر نکلنا مشکل تھا- اس لئے اکبر نے دو ہزار چیدہ بہادروں کو ہراول لشکر بنا کر روانہ کیا اور خود ان کے پیچھے پیچھے تین ہزار لشکریوں کے ساتھ جن میں بہت سے نامی گرامی امیر بھی تھے تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا-

اکبر پٹن گجرات میں اپنے ہراول لشکر سے جاملا اور لشکر کو اس طور پر ترتیب دیا کہ قلب پر میرزا عبد الرحیم ولد بیرم خاں کو مقرر کیا- اسی طرح میمنہ اور میسرہ اور ہراول پر بھی امراء کو مقرر کر کے خود دو سو سواروں کے ہمراہ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا- جب احمد آباد دو کوس رہ گیا تو نقارے بجائے گئے- محمد حسین میرزا اور اختیار الملک اکبر کی لشکر کشی سے بالکل ناواقف تھے' نقاروں کی آواز سن کر وہ بہت پریشان ہوئے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے-

محمد حسین میرزا نے اختیار الملک کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ شہر کے دروازے کی حفاظت کے لے چھوڑا اور خود شیر خاں فولادی کے ساتھ سات ہزار حبشی' مغل' اور راجپوت سواروں کو ہمراہ لے کر اکبر سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا- اکبر نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر گجرات کے لشکر کا انتظار کیا جسے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا تھا- چونکہ شہر کے دروازے دشمن کے قبضے میں تھے اس لئے گجرات سے شاہی لشکر بادشاہ تک نہ آسکا- اکبر نے دریا کو پار کیا اور میدان جنگ میں آیا- محمد حسین میرزا نے ڈیڑھ سو ۱۵۰ تجربہ کار اور بہادر سپاہیوں کے ساتھ اکبر کے ہراول پر حملہ کیا- اسی کے ساتھ ہی شاہ میرزا اور گجراتیوں اور دکنیوں نے بھی شاہی جرانغار پر حملہ کر دیا- زبردست لڑائی ہوئی اکبر نے بڑی بہادری سے اپنے ایک سو سواروں کے ساتھ محمد حسین میرزا پر حملہ کیا- محمد حسین بادشاہ کا نام سنتے ہی حواس باختہ ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا لیکن وہ بادشاہی پیادوں کے ہاتھوں بچ نہ سکا اسے گرفتار کر لیا گیا- پیادوں نے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا ہر پیادہ یہ دعوی کرنے لگا کہ میرزا کو اسی نے گرفتار کیا ہے اس پر اکبر نے میرزا سے پوچھا کہ تم بتاؤ کہ تمہیں کس نے گرفتار کیا ہے- اس نے جواب دیا-" مجھے بادشاہ کے نمک کے سوا اور کسی نے گرفتار نہیں کیا-

اکبر ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جو مشکل سے دو سو لشکریوں پر مشتمل تھی ایک جگہ گجراتی فوج کا انتظار کرنے لگا- کہ دور سے ایک زبردست لشکر آتا ہوا دکھائی دیا اسے دیکھ کر ہر شخص پریشان ہو گیا- ایک شخص کو صورت حال کی تحقیق کے لئے روانہ کیا گیا' اس

besturdubooks.wordpress.com

شخص نے واپس آ کر بتایا کہ اختیار الملک بادشاہ سے لڑنے کے لئے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر اپنے تیراندازوں کو حکم دیا کہ ایسی تیر اندازی کی جائے کہ دشمن سامنے سے بھاگ جائے۔ جب اختیار الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بھی لشکر میں موجود ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔

جس زمانے میں بادشاہ اختیار الملک کے دفعیے میں مصروف تھا۔ رائے سنگھ نے بغیر شاہی حکم کے محمد حسین میرزا کو قتل کر دیا تھا۔ اس طرح اکبر کے نوکر نے اختیار الملک کو بھی قتل کر دیا۔ ان تمام واقعات کے بعد میرزا عزیز کوکہ کو راستہ ملا اور وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اکبر نے بدستور سابق خان اعظم کو گجرات کی طرف روانہ کیا اور خود اجمیر کے راستے آگرہ پہنچا۔

حاکم بنگالہ کی سرکشی

اسی سال بنگالہ کے حاکم داؤد بن سلیمان افغان کرانی نے علم سرکشی بلند کیا۔ اکبر نے منعم خاں کو اس کے مقابلے پر روانہ کیا۔ چند معرکہ آرائیوں کے بعد منعم اور داؤد میں صلح ہو گئی۔ اکبر نے اس صلح کو نامنظور کیا اور راجہ ٹوڈرمل کو بنگالہ کا حاکم مقرر کیا۔ راجہ ٹوڈرمل منعم خاں کے پاس روانہ ہوا تاکہ دونوں مل کر داؤد کو تباہ و برباد کریں یا اس سے خراج وصول کریں۔ اس وقت تو داؤد نے مصلحتاً خراج دینا منظور کر لیا لیکن بعد ازاں عہد شکنی کی اور دریائے سون کے کنارے پہنچ کر گنگا اور سون کے سنگم پر منعم خاں سے لڑائی کی' داؤد کو اس لڑائی میں شکست ہوئی۔ منعم خاں نے دریا کو عبور کر کے پٹنہ کا محاصرہ کر لیا۔

اکبر کا عزم پٹنہ

اکبر پر یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ بغیر خود گئے ہوئے قلعے کی فتح ناممکن ہے لہٰذا وہ دریا کے راستے سے بنارس پہنچا۔ وہاں جب خشکی کی راہ سے آنے والی فوج پہنچ گئی تو اسے ہمراہ لے کر اکبر پٹنہ روانہ ہوا۔ انہیں دنوں کبیر خاں نے جو بھکر کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا تھا' بادشاہ کی خدمت میں فتحنامہ روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس فتح کو فال نیک تصور کیا اور دریا کے راستے سے پٹنہ کے قریب پہنچا یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ افغانوں کا مشہور امیر' عیسیٰ خاں نیازی' قلعے سے نکل کر منعم خاں کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اور دیگر اہل قلعہ راہ فرار تلاش کر رہے ہیں۔

اکبر نے خان عالم کو تین ہزار سواروں کے ساتھ حاجی پور کا قلعہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خان عالم نے یہ قلعہ فتح کر لیا اور فتح خاں کو شکست فاش دی۔ داؤد خاں یہ صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہوا اس نے قاصدوں کے ذریعے سے بادشاہ سے معافی طلب کی۔ بادشاہ نے اسے کہلوا بھیجا۔ "اگر تو بذات خود میرے حضور میں حاضری دے تو ممکن ہے میں معاف کر دوں' بصورت دیگر کوئی امید نہیں رکھنا چاہیے اور میں خود تیرا مقابلہ کروں گا۔" داؤد یہ جواب پا کر بہت پریشان ہوا۔ اور راتوں رات بنگالے روانہ ہو گیا۔

اکبر نے ہاتھی حاصل کرنے کے لئے داؤد کا تعاقب کیا' پچیس کوس تک اس کا پیچھا کرنے کے بعد چار سو ہاتھی حاصل کیے۔ اس کے بعد اکبر واپس آ گیا۔ منعم خاں کو پٹنہ کا حاکم مقرر کیا گیا اور بادشاہ کامیاب و کامران واپس آیا۔

خان اعظم کی گرفتاری

انہیں دنوں اکبر اعظم کو چند مطلب پرستوں نے یہ یقین دلایا کہ خان اعظم میرزا عزیز کوکہ بدنیتی پر اترا ہوا ہے۔ بادشاہ نے ایک فرمان بھیج کر خان اعظم کو طلب کیا چونکہ اس کی نیت بالکل نیک تھی۔ اس لئے وہ بغیر کسی تاخیر کے فوراً بارگاہ شاہی میں پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس کو چند دنوں کے لئے قید کر دیا۔ شہاب الدین احمد نیشاپوری کو گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اسی سال اکبر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کی۔

۹۸۵ھ میں پھر اکبر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کے لئے اجمیر گیا۔ مظفر خاں جس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام

besturdubooks.wordpress.com

زمانے میں مغرب کی طرف سے دمدار ستارہ نمودار ہوا۔ اکبر اجودھن پہنچا اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی زیارت سے فیضیاب ہوا۔ بادشاہ نے کابل کے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے دار السلطنت جا پہنچا۔ فتح پور سیکری کی مسجد جس کی تعمیر کا کام ۹۸۱ھ میں شروع ہوا تھا مکمل ہو گئی۔ ۹۸۶ھ میں خاندیس کے حاکم نے ابراہیم کے بیٹے مظفر حسین میرزا کو جو بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کے پاس تھا قید کیا اور مع اس کی والدہ کے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اکبر مظفر خاں سے بہت مہربانی سے پیش آیا اور اپنی بیٹی شاہزادہ خانم کو اس سے بیاہ دیا۔

بنگالہ و پنجاب کے ہنگامے

اسی سال حسین قلی المخاطب بہ خان جہاں نے جو پنج ہزاری امیر تھا بنگالہ میں وفات پائی۔ ۹۸۷ھ میں فتح پور سیکری کے فراش خانے میں آگ لگی اور بہت سا قیمتی سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ حسین قلی خاں کے انتقال کے بعد بنگال اور بہار کے افغانوں نے بہت قوت حاصل کر لی اور اس علاقے میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ اکبر نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو بہترین امراء کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ انہیں دنوں میں محمد حکیم میرزا نے پہلے اپنے کوکہ شادماں میرزا کو مقدمہ لشکر بنا کر ایک ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ شادمان نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور پنجاب کے حاکم کنور مان سنگھ نے پیش قدمی کر کے اسے شکست فاش دی اس لڑائی میں شادمان کو بہت نقصان ہوا۔ اس کے بہت سے لشکری میدان میں کام آئے اور بہت سے دریا میں ڈوب کر مر گئے۔

حکیم میرزا کا لاہور پر حملہ

جب محمد حکیم میرزا رہتاس کے قریب پہنچا تو کنور مان سنگھ قلعہ رہتاس کے حاکم سید یوسف خاں مشہدی کے پاس چلا گیا اور چند دنوں کے بعد لاہور آ گیا۔ یوسف خاں مشہدی نے حکیم میرزا کا ساتھ نہ دیا بلکہ اس کے حملوں کو روکتا رہا اس وجہ سے حکیم میرزا لاہور چلا گیا۔ ۱۱ محرم ۹۸۹ھ کو حکیم نے لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ سعید خاں، بھگوانداس اور راجہ مان سنگھ قلعہ بند ہو گئے۔ اگرچہ ان دونوں نے بنگالہ اور بہار میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا تھا لیکن اکبر نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور کابل کے سفر کا آغاز کر دیا۔ محمد حکیم میرزا کا خیال تھا کہ بادشاہ بنگال و بہار کے ہنگاموں کی وجہ سے پنجاب کی طرف نہ آئے گا، لیکن جب اسے بادشاہ کے سفر کابل کی اطلاع ملی تو وہ خود بھی کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اکبر کا عزم کابل

اکبر جب سرہند کے قریبی علاقے میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ شاہ منصور شیرازی اور محمد حکیم میرزا کے درمیان دوستانہ مراسلت کا سلسلہ جاری ہے۔ اکبر نے شیرازی کو پھانسی پر چڑھا دیا اور کابل کی طرف بڑھتا ہوا رہتاس تک پہنچا۔ سید یوسف خاں مشہدی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس زمانے میں دریا میں بہت زور کا طوفان آیا ہوا تھا اس وجہ سے دریا پر پل نہ باندھا جا سکا۔ اکبر نے شہزادوں اور لشکر کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کو پار کیا جونہی بادشاہ دریا کی دوسری طرف پہنچا محمد حکیم میرزا کے گماشتے جو نیشاپور اور اس کے قریب و جوار میں مقیم تھے فرار ہو گئے۔ شاہی سواری جلال آباد پہنچی تو اکبر نے شہزادہ سلیم کو وہیں چھوڑا۔ شہزادہ مراد کو پیشرو لشکر مقرر کیا اور خود آہستہ آہستہ کابل کی طرف روانہ ہوا۔

محمد حکیم میرزا کی پسپائی

شہزادہ مراد شہر کرون میں پہنچا جو کابل سے پندرہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ حکیم میرزا کے حکم سے فریدوں خاں بہادر نے سات سو سواروں کو ساتھ لے کر مراد پر شب خون مارا اور بہت سا مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ دو صفر کو حکیم میرزا نے اپنے لشکر کو تیار کیا اور شہزادہ مراد کے مقابلے میں اپنی صفیں درست کیں۔ توزک خاں آتکہ اور کنور مان سنگھ نے ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر حکیم پر حملہ کیا۔ حکیم شاہی لشکر کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

اتارا گیا۔

حکیم میرزا کی معافی

اکبر نے منزل سرخاب میں اس فتح کی خوشخبری سنی اور صفر کی سات تاریخ کو کابل جا پہنچا۔ حکیم میرزا غور بند میں پناہ گزین تھا۔ اس نے اپنے قاصد بھیج کر بادشاہ سے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ اکبر نے اسے معاف کر دیا اور اہل کابل پر اپنے لطف و کرم کے دروازے کھول کر انہیں ممنون کیا۔ اسی مہینے کی چودہ تاریخ کو اکبر کابل سے واپس ہوا۔ دریائے سندھ کو عبور کیا اور اس علاقے کے انتظام کے لئے چونے اور پتھر کا ایک حصار تعمیر کروایا۔ اس قلعے کو اٹک کے نام سے موسوم کیا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق نیلاب کو عبور کرنا منع ہے لفظ "اٹک" کے معنی یہی ہیں۔

اکبر کی بیماری اور شفا

اکبر ۱۹ رمضان کو لاہور پہنچا اور پنجاب کی حکومت راجہ بھگوانداس کے سپرد کی' لاہور میں چند روز قیام کرنے کے بعد بادشاہ فتح پور سیکری واپس آ گیا۔ اکبر نے شہباز خاں کنبوہ کو جسے شک کی بنا پر گرفتار کیا گیا تھا رہا کیا۔ اور رمضان ۹۹۰ھ میں اسے لشکر بنگالہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اسی زمانے میں اکبر بخار اور اسہال کے مرض میں مبتلا ہوا ہمایوں کی طرح اسے بھی افیون کی لت تھی اس لئے سبھی لوگ پریشان ہوئے کچھ ہی دنوں بعد بادشاہ کو اس مرض سے نجات مل گئی اور بہت سا روپیہ خدا کی راہ میں خیرات کیا گیا۔

شہر الہ آباد کی بناء

ماہ محرم ۹۹۱ھ میں خان اعظم عزیز کوکہ جسے بنگالہ کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا واپس آیا۔ اس نے شاہی بارگاہ میں حاضری دی اکبر نے چند ضروری امور پر گفتگو کی اور واپس روانہ ہو گیا۔ اسی سال شوال کے مہینے میں اکبر پراگ کی نہر پر آیا جو گنگا اور جمنا کے درمیان واقع ہے یہاں ایک قلعے کی تعمیر اور شہر "الہ باس" کے بسانے کا حکم دیا یہ شہر عام طور پر "الہ آباد" کے نام سے مشہور ہے۔

گجرات میں شورش

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان مظفر گجراتی نے تمام گجراتیوں سے پیشتر اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر نیاز مندی کا اظہار کیا اور اس کے صلے میں اکبر نے اسے شاہانہ عنایتوں سے نوازا۔ مظفر گجراتی عرصے تک شاہی خدمت میں رہا اور آخر کار ملازمت چھوڑ کر گجرات بھاگ گیا۔ جب اکبر نے الہ آباد کا سفر اختیار کیا تو مظفر گجراتی نے شیر خاں گجراتی کے ساتھ مل کر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ اکبر نے اعتماد خاں گجراتی کو' جو ایک قابل اعتماد امیر تھا حاکم گجرات مقرر کیا اور شہاب الدین احمد نیشاپوری کو احمد آباد سے اپنے پاس بلا لیا۔ اعتماد خاں کے پہنچنے کے بعد شہاب الدین نے احمد آباد کو تو چھوڑ دیا لیکن سامان سفر کو درست کرنے کے لئے پٹن میں مقیم ہو گیا۔

مظفر گجراتی کا احمد آباد پر قبضہ

شہاب الدین کے اکثر سپاہی عیالدار تھے ان میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ سفر کی صعوبت برداشت کرتے لہٰذا انہوں نے اس مصیبت سے بچنے کے لئے مظفر خاں گجراتی کی پناہ لی اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مظفر خاں گجراتی کے پاس بہت بڑی فوج جمع ہو گئی اور اس نے احمد آباد پر قبضہ کر لیا۔ اعتماد خاں' شہاب الدین کو ہمراہ لے کر احمد آباد روانہ ہوا۔ مظفر گجراتی سے مقابلہ ہوا' ان دونوں کو شکست ہوئی اور یہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اعتماد اور شہاب پٹن میں پہنچے اور ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کو حالات سے باخبر کیا۔

قطب الدین اتکہ کا قتل

اکبر نے عبدالرحیم ولد بیرم خاں کو جو میرزا خان کے نام سے مشہور تھا' احمد ... مظفر شاہ گجراتی کی ... کے لئے

besturdubooks.wordpress.com

روانہ کیا۔ عبد الرحیم ابھی گجرات پہنچا نہ تھا کہ مظفر نے بھڑوچ کے جاگیردار قطب الدین خاں آتکہ کو قلعہ بند کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مظفر کو فتح حاصل ہوئی اس نے قطب الدین کو قتل کیا اور دس لاکھ روپے کی سرکاری رقم اور تمام سرکاری مال و اسباب پر جو دس کروڑ سے زیادہ کی مالیت کا تھا قابض ہو گیا۔ اس کے بعد مظفر شاہ نے احمد آباد میں لشکر اور دیگر سامان کی فراہمی کی طرف توجہ کی۔

عبد الرحیم اور مظفر شاہ میں جنگ

میرزا عبد الرحیم پٹن پہنچا' شہاب الدین اور دیگر امراء کو جمع کر کے آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔ اور موضع سرگنج میں جو شہر سے تین کوس کے فاصلے پر ہے پہنچا۔ مظفر گجراتی نے گجراتیوں اور زمینداروں سے تیس ہزار مغلوں اور راجپوتوں کا ایک لشکر لیا۔ اور ۱۵ محرم ۹۹۲ھ کو جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی دونوں طرف کے بیشمار سپاہی مارے گئے' آخر کار عبد الرحیم کو فتح ہوئی۔ مظفر شاہ میدان جنگ سے بھاگ کر احمد آباد چلا گیا۔ عبد الرحیم نے اس کا تعاقب کیا اور احمد آباد تک آیا۔ مظفر یہاں سے کسی اور طرف چلا گیا۔

مظفر شاہ کا فرار

اس دوران میں قلیچ خاں مالوہ کے امراء کے ساتھ عبد الرحیم کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دونوں امیر مظفر شاہ کے تعاقب میں کھنبایت کی طرف روانہ ہوئے۔ مظفر نے نادوت کے پہاڑی علاقے میں قیام کیا اور وہیں دشمن سے معرکہ آرا ہوا اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے لشکر کا ایک حصہ تباہ ہو گیا لہٰذا وہ نادوت سے بھاگ کر جوناگڑھ کے قریب جام کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ عبد الرحیم نے قلیچ خاں کو قلعہ بھڑوچ کے محاصرے کے لئے روانہ کیا اور خود احمد آباد آیا۔

نصیر خاں قلعہ بھڑوچ کا حاکم اور مظفر شاہ کا سالا تھا۔ اس نے سات ماہ تک قلعہ بند رہ کر وقت گزارا بعد ازاں وہ دکن کی طرف چلا گیا۔ اور قلعہ قلیچ بیگ کے قبضے میں آ گیا۔ مظفر شاہ نے جام اور امین خاں حاکم جوناگڑھ کی اعانت سے لشکر جمع کیا اور ایک ایسے مقام پر ٹھہرا جو احمد آباد سے ساٹھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ عبد الرحیم شہر سے باہر نکلا اور مظفر شاہ کی طرف بڑھا۔ مظفر شاہ خوفزدہ ہو کر ایک جنگل میں پناہ گزین ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد مظفر شاہ بھیل' کولی اور کراس کی مدد سے جنگل سے باہر نکلا اور سرائے میں بادشاہی فوج سے معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں بھی اسے شکست ہوئی اور وہ جلوارہ کے راجہ رائے سنگھ کے پاس پناہ گزین ہوا۔

عبد الرحیم پانچ ماہ بعد بادشاہی حکم کی تعمیل میں دار السلطنت پہنچا چونکہ عبد الرحیم نے مظفر شاہ کو شکست دے کر بہت نام پیدا کیا تھا' اس لئے اکبر نے اسے "خان خاناں" کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسے واپس گجرات بھیج دیا۔ اسی سال برہان نظام شاہ بحری اپنے بھائی کے پاس سے بھاگ کر اکبر کی بارگاہ میں آیا اور ملازم ہو گیا۔ شاہ فتح اللہ شیرازی بھی' جو اپنے وقت کا بہت بڑا فاضل تھا' دکن سے ہندوستان پہنچا اور بادشاہ کا ملازم ہو گیا۔ ۹۹۳ھ میں سید مرتضیٰ بزداری اور خداوند خاں حبشی' صلابت خاں ترک سے شکست کھا کر بارگاہ اکبری میں پناہ گزین ہوئے۔

دکن کی فتح کا خیال

اکبر ہمیشہ دکن کو فتح کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے ان امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے پاس مالوہ روانہ کر دیا اور خان اعظم کو تسخیر دکن کا حکم دیا۔ فتح اللہ شیرازی کو بھی عضد الدولہ کا خطاب دے کر مہمات دکن کو سرانجام دینے کے لئے خان اعظم کے پاس مالوہ بھیج دیا گیا۔ خان اعظم مالوہ کی سرحد پر آیا اس نے جب یہ دیکھا کہ حاکم خاندیس راجہ علی خاں فاروقی اہل دکن کی دوستی کا دم بھرتا ہے تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو خاندیس روانہ کیا تاکہ وہ والیے خاندیس کو نصیحت کرے مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے امراء میرزا محمد تقی نظیری اور بہزاد الملک' حاکم خاندیس راجہ علی خاں کے ساتھ ایلچپور پہنچ گئے۔ خان اعظم نے اس وقت لڑنا مناسب نہ

besturdubooks.wordpress.com

سمجھا وہ ایک دوسرے راستے سے ایلچپور میں داخل ہو گیا۔ اس نے تین روز تک شہر کو بڑی بری طرح لوٹا اور تباہ کیا۔ میرزا محمد تقی، بہزاد الملک اور راجہ علی خاں ہندیہ سے لوٹ کر ایلچپور پہنچے، خان اعظم نے خود میں مقابلہ کی سکت نہ پائی اور اور ندربار سے دکن کی سرحد سے نکل آیا۔

اسی زمانے میں عبدالرحیم خان خاناں کو اکبر نے طلب کیا اور وہ گجرات سے آگرہ روانہ ہو گیا۔ اس موقع سے مظفر شاہ نے فائدہ اٹھایا۔ وہ بہزاد الملک کے پاس پہنچا (جو عام طور پر بداول الملک کے نام سے مشہور تھا) اور لشکر جمع کرنے لگا۔ مظفر نے سات ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کا لشکر جمع کر کے ادھر ادھر بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

سفر کشمیر

۹۹۷ھ میں اکبر نے کشمیر کی سیر کا ارادہ کیا اور بھنبھر کے علاقے میں پہنچا جہاں سے کوہستان کشمیر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اکبر نے شہزادہ مراد کو مع دیگر اہل حرم بھنبھر ہی میں چھوڑا اور خود سری نگر پہنچا میر فتح اللہ شیرازی بھی بادشاہ کے ساتھ تھا۔ یہاں اس کا انتقال ہو گیا بادشاہ کو اس عالم و فاضل کی موت کا بہت صدمہ ہوا۔ شیخ فیضی نے شیرازی کا مرثیہ لکھا۔

اکبر کا عزم کابل

کشمیر کی سیر سے فارغ ہو کر اکبر نے کابل جانے کی تیاری کی اثنائے راہ میں دھن پور کے مقام پر حکیم ابو الفتح گیلانی کا انتقال ہو گیا اسے حسن ابدال میں دفن کیا گیا۔ اکبر اٹک سے رہتاس پہنچا اور شہباز خاں کنبو کو یوسف زئی افغانوں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا اور خود جلد از جلد کابل پہنچ گیا۔ اکبر نے کابل میں پورے دو مہینے تک قیام کیا اور یہاں کے باغات اور عمارتوں کی سیر کی۔ نیز اہل کابل کو دل کھول کر ممنون کرم کیا۔ یہیں بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ راجہ بھگوانداس اور راجہ ٹوڈرمل کا انتقال ہو گیا ہے۔ اکبر نے محمد قاسم خاں بحری کو جو سہ ہزاری امیر تھا، حاکم کابل مقرر کیا اور توختہ بیگ کو اس کی مدد کے لئے چھوڑ کر خود ۲۰ صفر ۹۹۸ھ کو لاہور آیا۔

اکبر نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو گجرات روانہ کر دیا اور شہاب الدین احمد خاں کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس زمانے میں عبد اللہ خاں ازبک بدخشاں کو فتح کرنے کے بعد کابل پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اس وجہ سے اکبر نے کئی سال تک لاہور اور اس کے نواح میں قیام کیا۔ اکبر نے سندھ کے حاکم میرزا جانی کو طلب کیا، لیکن وہ اس قدر قربت کے باوجود نہ آیا۔ اس پر اکبر نے میرزا عبدالرحیم خان خاناں کو چند نامی گرامی امراء کے ساتھ سندھ کی فتح اور بلوچیوں کی تباہی کے لئے روانہ کیا۔

۹۹۹ھ میں شہاب الدین نے مالوہ میں وفات پائی۔ اکبر نے اسی سال دکن میں چار قاصد روانہ کیے۔ مشہور شاعر فیضی اسیر اور برہان پور گیا۔ خواجہ امین احمد نگر میں، میر محمد امین مشہدی، بیجاپور میں اور میرزا مسعود (۱۰) بھاگ نگر میں روانہ کیا گیا، شہزادہ مراد کو شہاب الدین کی جگہ مالوہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اسماعیل قلی خاں کو شہزادے کا اتالیق بنا کر اس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

جوناگڑھ کی فتح

خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو یہ معلوم ہوا کہ امین خاں کا بیٹا دولت خاں جو زخمی ہو کر جوناگڑھ چلا گیا تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ خان اعظم نے جوناگڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس طرف روانہ ہوا۔ جوناگڑھ پہنچ کر اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ سات ماہ کی کوشش اور محنت کے بعد اس نے قلعے کو فتح کر لیا۔ اسی سال عبدالرحیم خان خاناں نے سیوان کا جو دریائے سندھ کے کنارے واقع تھا محاصرہ کر لیا۔ والی سندھ میرزا جانی نے کشتیوں کے ذریعے عبدالرحیم کی طرف پیش قدمی کی۔

میرزا عبدالرحیم اور والی سندھ میں جنگ

besturdubooks.wordpress.com

کر لیا۔ طرفین میں پورے دو مہینے تک جنگ ہوتی رہی اور دونوں طرف کے ان گنت آدمی مارے گئے۔ انہیں دنوں سندھ کے لوگوں نے خان خاناں کے لشکر میں غلے کی ترسیل بند کر دی۔ اس صورت حال کے پیش نظر خان اعظم نے ایک گروہ کو قلعے کے محاصرے کے لئے چھوڑا اور خود ٹھٹھہ کی طرف چلا گیا۔ سندھ کے حاکم میرزا جانی نے اہل سیوان کو قلیل تعداد میں سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ خان خاناں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے سپہ سالار دولت خاں لودھی کو نامی گرامی امراء کی ایک جماعت کے ساتھ اہل سیوان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

حاکم سندھ کی شکست

دولت خاں روزانہ اسی کوس سے زیادہ سفر نہ کرتا تھا اور اس طرح بڑے آرام و سکون کے ساتھ منازل سفر طے کرتا ہوا سیوان جا پہنچا۔ مرزا جانی اس کے لشکر کو تھکا ماندہ سمجھ کر دوسرے روز پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا دولت خاں کے پاس اگرچہ دو ہزار سواروں سے زیادہ جمعیت نہ تھی، لیکن اس نے بہت ہی جواں مردی اور ہمت سے کام لیا اور جانی کو شکست دی۔

کشمیر میں بغاوت

اسی دوران میں بادشاہ کے حکم کے مطابق یوسف خاں مشہدی اپنے چھوٹے بھائی یادگار میرزا کو کشمیر میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یادگار میرزا نے کشمیر میں علم سرکشی بلند کیا اور خود مختار حکومت قائم کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ اکبر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً ایک شعر پڑھا۔ شعر درج ذیل کیا جا رہا ہے، اس کو پڑھتے ہوئے یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ یادگار میرزا گنجا تھا۔

کلاہ خسروی و تاج شاہی
بسر کل کے رسد حاشا و کلا

یادگار میرزا کا قتل

اکبر نے فرید بخشی کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر کی مہم پر روانہ کیا۔ یادگار میرزا بھی ایک زبردست لشکر لے کر فرید کے مقابلے پر آیا۔ جب ایک پہر رات گزر گئی تو صادق بیگ اور ابراہیم بیگ، یادگار میرزا سے ناراض ہو کر اس پر حملہ آور ہوئے۔ یادگار اس وقت اپنے خیمے میں تھا، شور و شغب سن کر وہ باہر نکلا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ صادق بیگ اور ابراہیم بیگ نے اس کا تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ یادگار کا سر قلم کر کے انہوں نے شیخ فرید کے پاس بھجوا دیا۔ اس واقعہ کے بعد کشمیر دوبارہ اکبری سلطنت میں شامل ہو گیا۔

اکبر دوبارہ کشمیر کی سیر کے لئے گیا اور چالیس روز وہاں مناظر قدرت سے محظوظ ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہاں کی حکومت یوسف خاں کے سپرد کر کے بادشاہ، پنجاب اور رہتاس کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۰۰۱ھ میں عبد الرحیم خان خاناں اور میرزا جانی حاکم سندھ نے جو بادشاہ کی مخالفت سے باز آ چکا تھا ٹھٹھہ سے روزانہ ہو کر اکبر کی خدمت میں حاضری دی۔ بادشاہ نے میرزا جانی کو سہ ہزاری امراء میں شامل کر لیا اور اس طرح سندھ پر بھی بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

مظفر شاہ گجراتی کی خودکشی

اسی سال خان اعظم میرزا نے عزیز گجرات کے سب سے بڑے زمیندار کھنگار پر (جو مظفر شاہ گجراتی کو اپنے پاس پناہ دے کر بڑے غرور سے اس علاقے پر حکومت کر رہا تھا) لشکر کشی کی۔ خان اعظم نے بڑی دانشمندی سے کام لے کر مظفر شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے راستے میں موقع پا کر خودکشی کر لی۔ خان اعظم نے اس کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا اور خود احمد آباد پہنچا۔

besturdubooks.wordpress.com

اڑیسہ کی فتح

اسی سال راجہ بھگوانداس کے بیٹے راجہ مان سنگھ نے قتلو افغان کے بیٹوں اور بھائیوں سے جنگ کی اور فتح حاصل کی اس نے اڑیسہ پر قبضہ کر لیا۔ افغانوں سے ایک سو بیس ہاتھی حاصل کر کے اکبر کی خدمت میں روانہ کیے۔

تسخیر دکن کا ارادہ

خان اعظم جب حج کے لئے چلا گیا تو اکبر نے شہزادہ مراد کو مالوہ سے بلوا کر گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ اسی زمانے میں وہ شاہی قاصد جو دکن روانہ کیے گئے تھے واپس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ دکن کے حاکم بادشاہ کے اطاعت گزار نہیں ہیں۔ اکبر نے یہ سن کر دکن کو فتح کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس نے شہزادہ دانیال کو ۱۰۰۲ھ میں محرم کے مہینے میں دکن کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ جب دانیال لاہور سے سلطان پور پہنچا تو اکبر کا ارادہ بدل گیا۔ اور اس نے راستے ہی سے دانیال کو بلا لیا اور اس کے لشکر کے ساتھ میرزا عبد الرحیم کو دکن روانہ کیا۔

اسی سال عبد الرحیم خان خاناں مندو پہنچا برہان نظام شاہ بحری نے اس سے پہلے خود ہی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ وعدہ کیا کہ وہ برار کا قلعہ اکبر کے سپرد کر دے گا۔ اس لیے برہان نے اپنے قاصد کے ذریعے خان خاناں کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ ۱۰۰۳ھ میں برہان نظام شاہ اچانک بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا باپ کا قائم مقام ہوا لیکن وہ ایک جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بعد نظام شاہیوں کے پیشوا میاں منجھو خان جاگی نے احمد نامی ایک لڑکے کو تخت نشین کر دیا' امراء نے احمد کو اپنا بادشاہ تسلیم نہ کیا اس پر ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ منجھو خاں اور امیران احمد نگر میں جنگ چھڑ گئی۔

شہزادہ مراد کا عزم دکن

منجھو خاں احمد نگر کے امیروں کا مقابلہ نہ کر سکا اور احمد نگر میں قلعہ بند ہو گیا۔ اس نے شہزادہ مراد کو احمد آباد میں پیغام بھجوایا کہ اس وقت دکن کی حکومت کا شیرازہ بکھر چکا ہے اگر شہزادہ جلد از جلد یہاں پہنچ جائے تو قلعہ احمد نگر اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ پیغام سنتے ہی مراد آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبد الرحیم خان خاناں ان دنوں مندو میں مقیم تھا۔ اس نے بھی اپنے امراء کے ساتھ دکن کا رخ کیا۔ دکن کے سرحدی مقام گالنہ کے نواح میں خان خاناں شہزادہ مراد سے جا ملا۔

تمام اراکین شاہی مل کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی دوران میں منجھو خاں نے اپنے مخالفین کی سرزنش کر کے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا لہٰذا وہ شہزادے کو بلانے پر شرمندہ ہوا۔ منجھو خاں نے قلعہ اور تمام ساز و سامان حسین نظام شاہ بحری کی لڑکی چاند بی بی کے سپرد کیا اور خود احمد نظام اور سرکاری توپ خانہ ساتھ لے کر عادل شاہی سرحد کی طرف بھاگا۔ شہزادہ مراد اور عبد الرحیم خان خاناں دکن پہنچے جیسا کہ شاہان دکن کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ ماہ ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ میں احمد نگر پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور نقب کھودنے اور سرکوب تیار کرنے لگے۔

چاند بی بی کی بہادری

چاند بی بی نے بڑی بہادری اور دلیری سے مدافعت کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد کی طالب ہوئی۔ تین ماہ کے اندر اندر نقب تیار ہو کر برج تک پہنچ گئی۔ اہل قلعہ کو اس کی اطلاع ہو گئی انہوں نے ایک نقب میں سے' شگاف کر کے بارود نکال لی اور دوسری نقب کو تلاش کرنے لگے۔ شہزادہ مراد اور محمد صادق خاں نے خان خاناں کو اطلاع دیئے بغیر قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ فتح کا سہرا انہیں لوگوں کے سر رہے۔ ماہ رجب کی پہلی تاریخ کو جمعہ کے روز یہ دونوں قلعے کے پاس پہنچے اور نقبوں میں آگ لگا دی۔ تین نقبوں میں تو بارود موجود تھی اس لئے یہ نقبیں اڑیں اور قلعے کی تقریباً پچاس ۵۰ گز دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ایک بہت بڑا راستہ ...

besturdubooks.wordpress.com

اور ادھر چاند بی بی کو یہ موقع مل گیا وہ برقعہ اوڑھ کر دیوار قلعہ کے شگاف کے پاس آئی اس نے اس شگاف میں بہت سی بندوقیں اور توپیں لگا دیں۔ مغل سپاہیوں نے قلعے کے اندر داخل ہونے کی بہت کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ چاند بی بی رات بھر دیوار کے پاس کھڑی رہی قلعے کے تمام مرد اور عورتیں مل کر دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کو تعمیر کرتے رہے مٹی' پتھر اور لاشوں وغیرہ سے رات کی رات میں دیوار کا شگاف پر کر دیا گیا۔

چاند بی بی اور خان خاناں میں صلح

اسی دوران میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ عادل شاہی لشکر کا سردار سہیل خاں خواجہ سرا' تقریباً ستر ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہے۔ شاہی لشکر میں غلہ کی کمی کی وجہ سے متعدد مصیبتیں پیدا ہو گئیں' ادھر چاند بی بی بھی محاصرے کی تکالیف سے بیزار تھیں' عبد الرحیم خان خاناں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ صلح کر لی جائے۔ اس نے لڑائی بند کر دی اور صلح کا پیغام بھیجا چاند بی بی نے صلح منظور کر لی۔ اور یہ وعدہ کیا کہ برہان نظام شاہ کے اقرار کے مطابق برار پر شہزادہ مراد کا قبضہ رہے گا اور احمد نگر اور اس کے مضافات پر برہان نظام شاہ کے پوتے بہادر نظام شاہ کی حکومت رہے گی۔ صلح کے بعد خان خاناں اور شہزادہ مراد برار روانہ ہوئے انہوں نے بالاپور کے قریب ایک شہر آباد کیا اس کا نام شاہ پور رکھا اور یہیں قیام پذیر ہوئے۔

دکنیوں اور خان خاناں میں جنگ

انہیں دنوں شہزادہ مراد نے بہادر خان فاروقی کی بیٹی سے شادی کی اور برار کے پرگنے اپنے امراء میں تقسیم کیے۔ اسی زمانے میں مشہور امیر شہبانہ کنبوہ شہزادہ مراد سے ناراض ہو کر مالوہ چلا گیا۔ چاند بی بی نے بہادر نظام شاہ کو احمد نگر کا بادشاہ بنایا۔ ابھنگ خاں حبشی کے ہاتھ دوبارہ ملک کا سارا انتظام آ گیا۔ اس نے چاند بی بی کی مرضی کے خلاف عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کی مدد سے پچاس ہزار کا لشکر جمع کیا اور مغل امیروں سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے برار روانہ ہو گیا۔ خان خاناں نے شہزادہ مراد اور صادق محمد خاں کو شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود شاہرخ میرزا اور حاکم برہان راجہ علی خاں فاروقی کے ہمراہ دکنیوں سے لڑنے کے لئے نکل پڑا۔ پچیس ہزار سواروں کے ساتھ وہ دریا کے کنارے سون پت کے قریب آیا۔

خان خاناں کی فتح

خان خاناں نے چند روز تک سون پت میں قیام کیا اور پھر دریا کو پار کیا۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو عادل شاہی لشکر کا سردار سہیل خاں ایک زبردست لشکر لے کر آیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی دونوں کے بہت سے نامی گرامی سردار اور امراء میدان جنگ میں کام آئے بالآخر قسمت نے خان خاناں کا ہی ساتھ دیا۔ سہیل خاں زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے ملازم اپنے آقا کو اٹھا کر میدان جنگ سے باہر لے آئے۔ خان خاناں اس فتح سے بہت خوش ہوا اور کچھ دنوں کے بعد شاہ پور میں واپس آ گیا۔

اکبر کو عبد اللہ خاں اوزبک کی موت کی خبر ملی تو وہ لاہور سے آگرہ آ گیا۔ متذکرہ بالا فتح کی خبر سن کر بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی اور اس نے خانخاناں کے لئے ایک گھوڑا اور خلعت فاخرہ بطور تحفہ روانہ کیا۔ کچھ دنوں بعد صادق محمد خاں کی وجہ سے شہزادہ مراد اور خان خاناں میں رنجیدگی پیدا ہو گئی۔ ۱۰۰۶ھ میں اکبر نے خان خاناں کو اپنے پاس بلا لیا کچھ دنوں تک وہ دشمنوں کے لگانے بجھانے کی وجہ سے خان خاناں سے ناراض رہا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

عبد الرحیم خاناں کی واپسی کے بعد سید یوسف خاں مشہدی اور شیخ ابو الفضل نے مملکت برار میں سرتالہ' کاویل' کھڑلہ کے مشہور قلعے فتح کیے۔ اسی زمانے میں شہزادہ مراد ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوا یہ مرض' مرض الموت ثابت ہوا۔ ماہ شوال ۱۰۰۷ھ میں شہزادے کا انتقال

besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا جنازہ دہلی لایا گیا- اور شہزادے کو اس کے دادا ہمایوں کے پہلو میں دفن کیا گیا- اس سانحہ کی تاریخ اس مصرعے سے برآمد ہوتی ہے-

از گلشن اقبال نہالے شدہ کم

اکبر کو نوجوان بیٹے کی موت کا بہت صدمہ ہوا-

دکن کی مہم

اکبر نے دکن کی تسخیر کے لئے کوشش جاری رکھی- نظام شاہی امراء نے قوت حاصل کر کے حاکم بیٹر شیر خواجہ کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا- سید یوسف حسن مشہدی اور شیخ ابو الفضل' نظام شاہیوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتے تھے- اکبر نے خان خاناں کی طرف لطف و کرم کی نظر کی اور اس کی بیٹی کو شہزادہ دانیال کے ساتھ بیاہ دیا اور خان خاناں اور شہزادہ دانیال دونوں کو دکن کی طرف روانہ کیا- اکبر نے شہزادے کی روانگی کے بعد خود بھی وسط ۱۰۰۸ھ میں دکن کا سفر کیا- خان خاناں اور شہزادہ دانیال دکن پہنچے انہیں معلوم ہوا کہ راجہ علی خاں فاروقی کا بیٹا بہادر خاں اپنے باپ کے برعکس بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار نہیں ہے دونوں قلعہ اسیر میں پہنچے اور موگی پٹن کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے قیام پذیر ہو کر بہادر خاں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنے لگے-

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

اسی زمانے میں اکبر بھی مندو پہنچ گیا- اس نے خان خاناں اور دانیال کو قلعہ احمد نگر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا- اور بہادر خاں کو تنبیہہ کا کام اپنے ذمے لیا- خان خاناں بیس ہزار کا لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا- ابھنگ خان حبشی اور دیگر امراء بغیر جنگ کئے بغیر فرار ہو گئے شاہی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر لیا-

قلعہ اسیر کی فتح

اکبر نے پہلے تو بہادر خاں کو نصیحت کی اور اسے صحیح راستے پر چلنے کا مشورہ دیا' لیکن اس نصیحت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا- اس کے بعد اکبر مندو سے برہان پور آیا' اور شاہی امراء قلعہ اسیر کو فتح کرنے میں مصروف ہو گئے- محاصرہ بہت دیر تک جاری رہا اس وجہ سے قلعہ میں گندگی پھیل گئی- لوگ بیمار ہو ہو کر مرنے لگے' فوج کی کثرت' قلعے کے مستحکم ہونے اور غلے کی موجودگی کے باوجود بہادر خاں فاروقی بہت پریشان و ہراساں ہوا- جب ۱۰۰۹ھ میں احمد نگر کا قلعہ فتح ہو گیا تو بہادر خاں کی پریشانی زیادہ بڑھی اور اس نے بادشاہ سے جان کی امان طلب کی- اس نے اسی سال اسیر کا عظیم الشان قلعہ اکبر کے حوالے کر دیا- قلعے کا تمام ساز و سامان' خزانے اور جواہرات وغیرہ بھی بادشاہ کے قبضے میں آ گئے-

خان خاناں اور شہزادہ دانیال بادشاہ کے حکم کے مطابق برہان پور آئے- انہوں نے وہاں مال غنیمت جو قلعہ احمد نگر سے حاصل کیا گیا تھا' بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا- ابراہیم عادل شاہ نے صلح کی درخواست کی اکبر نے یہ درخواست منظور کر لی- اور اس کی بیٹی کو شہزادہ دانیال کے لیے طلب کیا- اکبر نے میر جمال الدین انجو کو دلہن اور دیگر تحفے تحائف وغیرہ لانے کے لئے روانہ کیا اور اسیر' برہان پور' احمد نگر اور برار کے علاقے دانیال کے سپرد کیے' خانخاناں کو شہزادے کا اتالیق مقرر کیا گیا- اس کے بعد اکبر کامیاب و کامران دار السلطنت واپس آیا-

ابو الفضل کی وفات

۱۰۱۰ھ میں اکبر آگرہ پہنچ اور اس نے تمام ممالک محروسہ میں فتح نامے روانہ کیے- ۱۰۱۱ھ میں شاہی فرمان کے مطابق ابو الفضل شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا- نرور کے علاقے میں اورچہ کے راجپوتوں نے مال و دولت کی حرص میں ابو الفضل کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس

besturdubooks.wordpress.com

عادل شاہ کے ایلچی کے ہمراہ واپس آیا- دریائے گوداوری کے کنارے مونگی پٹن کے قریب جشن شادی منعقد کیا گیا- اور دلہن شہزادہ دانیال کے حوالے کر دی گئی- اس کے بعد میر جمال آگرہ آیا اور پیشکش کی رقم بادشاہ کے حضور میں پیش کی-

اکبر کی وفات

اسی سال کے شروع میں شہزادہ دانیال شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے بیمار پڑ گیا اور اس نے جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہا- اکبر اپنے دو بیٹوں کی بے وقت موت سے بہت ملول و حزین ہوا- اس وجہ سے اس کی صحت کی دیوار گرتی چلی گئی یہاں تک کہ ۱۳ جمادی الاول ۱۰۱۴ھ کو اکبر کا انتقال ہو گیا- اکبر نے اکاون سال اور چند مہینے تک حکومت کی "فوت اکبر شاہ" سے بادشاہ کا سال وفات برآمد ہوتا ہے-

اکبر کا کردار

اکبر اگرچہ اچھی طرح پڑھ لکھ نہ سکتا تھا' لیکن علم سے اسے لگاؤ ضرور تھا- کبھی کبھی وہ شعر و شاعری بھی کیا کرتا تھا' علم تاریخ سے بڑی اچھی واقفیت تھی- ہندوستانی قصوں سے پوری طرح واقف تھا- امیر حمزہ کا قصہ' جس میں تین سو ساٹھ داستانیں ہیں' اس کو دربار اکبری کے فاضلوں نے نظم و نثر دونوں میں بیان کیا ہے- یہ نسخہ باتصویر طور پر مرتب کیا گیا ہے یہ انداز پیشکش اکبری کی ایجاد ہے-

ڈاک چوکی

اکبر کے عہد میں "ڈاک چوکی" کا بھی معقول انتظام تھا' عام راستوں پر پانچ پانچ کوس کے فاصلے سے دو گھوڑے اور چند گھوڑ سوار مقرر کیے جاتے تھے' شاہی فرمان یا امراء کے معروضات جب ایک چوکی پر پہنچتے تو گھوڑ سوار انہیں دوسری چوکی تک پہنچا دیتے- اس طرح دن رات میں پچاس کوس کا فاصلہ طے ہو جاتا' آگرہ سے احمد آباد گجرات تک پانچ روز تک خبریں پہنچ جاتی تھیں- اگر کوئی شخص کسی مقام سے بادشاہ کو ملنے کے لئے آتا یا بادشاہ کے حکم کے مطابق کہیں جاتا تو وہ ڈاک چوکی کے گھوڑوں کے ذریعے ہی سفر کرتا تھا تاکہ جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچ جائے یہ گھوڑے بہت تیز رفتار ہوتے تھے-

اکبر کا ترکہ

اکبر کے دروازے پر جتنے ہاتھی تھے اتنے کسی اور بادشاہ دہلی کے دروازے پر نہ تھے- یہ ہاتھی تعداد میں پانچ ہزار سے زیادہ اور چھ ہزار سے کم تھے- اکبر نے اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے-

(۱) روپیہ دس کروڑ

(۲) لعل خاصہ - ایک کروڑ

(۳) سونا غیر مسکوک' دس من پختہ

(۴) چاندی غیر مسکوک' ستر من پختہ

(۵) پول سیاہ' ساٹھ من پختہ

(۶) تنکہ' پانچ ارب

(۷) گھوڑے' بارہ ہزار

(۸) ہاتھی' چھ ہزار

(۹) ہرن' ایک ہزار

(۱۰) چیتے' ایک ہزار

besturdubooks.wordpress.com

بعض مورخین کا بیان ہے کہ اکبر کے چیتوں کی تعداد ایک ہزار تک کبھی نہیں پہنچی' اکبر نے بارہا کوشش کی کہ ان کی تعداد ایک ہزار تک ہو جائے۔ جب تعداد نو سو کو پہنچتی تو ان میں وبا پھیل جاتی اور بہت سے چیتے ضائع ہو جاتے۔ اکبر کا قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

جلال الدین محمد شاہ اکبر ز دنیا گشت سوئے خلد راہی

چوں رضواں وید حیراں شد کہ ایں کیست ندا آمد کہ یک ظل الہی

حوالہ جات

(۱) صحیح نام "سانبھر" ہے' یہ مقام ریاست جے پور میں واقع ہے۔

(۲) فرشتہ نے سہواً "پورن مل" لکھ دیا ہے۔ اس راجہ کا صحیح نام "بہارل مل" ہے۔

(۳) یہ میرٹھ نامی مشہور شہر نہیں' بلکہ "میرٹہ یا میرٹا" ہے۔ جو ریاست جودھپور کا ایک قصبہ ہے۔

(۴) بیجانگر سہو کاتب ہے "بجے گڑھ یا بیجا گڑھ ہونا چاہیے۔

(۵) یہ سند غلط ہے اکبر نے ۹۷۲ھ میں ازبکوں پر حملہ کیا تھا۔

(۶'۷) لکھنوتی غلط ہے یہاں لکھنؤ ہونا چاہیے۔

(۸) ترہن' ضلع سارن' مغربی بہار میں تھا۔

(۹) صحیح نام "جے مل" ہے۔ جمل نہیں۔

(۱۰) میرزا مسعود سہو کتابت ہے' دیگر مستند تواریخ میں میرزا منیر لکھا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

مقالہ سوم

فرمانروان دکن

و

سلاطین بہمنیہ

besturdubooks.wordpress.com

فرمانروایان دکن

میں نے دہلی کے بادشاہوں کا حال لکھنے کے بعد سلاطین دکن کے حالات کی طرف توجہ کی ہے اور مختلف بادشاہوں کا ان کے عہد حکومت کے لحاظ سے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے بہمنی خاندان کی تفصیل لکھی ہے۔ حالات کی تفصیل لکھنے میں مجھے کسی طرح کے صلہ اور ستائش کی تمنا نہیں۔ خاقان اعظم ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مجھ پر یوں بھی بہت مہربانیاں ہیں اور میرا پاؤں خزانہ کے سر پر ہے۔ میں بادشاہ کے دریائے سخاوت سے ویسے بھی محظوظ ہو رہا ہوں۔ میں بادشاہ کا فرماں بردار رہ کر ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہوں جو ہر ایک کو پسند ہو اور اس میں برصغیر ہندوستان کے تمام حالات کی تفصیل آ جائے۔ میں نے کتاب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) حسن آباد اور گلبرگہ کے بادشاہوں اور احمد آباد بیدر کے حالات بیان کیے گئے ہیں جو سلاطین بہمنیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

(۲) سلاطین بیجاپور عادل شاہیہ وغیرہ کے حالات میں۔

(۳) نظام شاہ وغیرہ شاہان احمد نگر کے بارے میں ہے۔

(۴) تلنگانہ کے فرمانرواؤں یعنی قطب شاہ وغیرہ کا بیان ہے۔

(۵) شاہان برار عماد شاہیہ وغیرہ کے حالات۔

(۶) فرمانروایان بیدر برید شاہیہ کے تمام حالات۔

میں نے ہر ایک خاندان کی الگ الگ تفصیل بھی پیش کی ہے۔ اور سب سے پہلے حسن آباد اور گلبرگہ کے حکمرانوں کے بارے میں لکھا ہے۔ جن کا ذکر تاریخ ہند میں بہمنی خاندان کے بادشاہوں کے نام سے کیا گیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین بہمنیہ

سلطان علاؤ الدین حسن گانگو بہمنی

حسب و نسب

اس بادشاہ کے حسب و نسب کے بارے میں مختلف مورخوں نے مختلف طرح سے خیال آرائی کی ہے۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ حقیقت کا پہلو رکھتی ہے اور قرین قیاس بھی ہے۔ فرشتہ نے اسی پر اکتفا کی ہے اور خواہ مخواہ کے لئے تحریر کو طول دینے سے گریز کیا ہے۔ ہاں بر سبیل تذکرہ لکھ دیا ہے کہ بعض مورخوں کا خیال تھا کہ ایک شخص جس کا نام حسن تھا وہ دارالسلطنت دہلی میں ایک آدمی گنگو برہمن منجم کا ملازم تھا یہ منجم محمد تغلق کا اس وقت مقرب خاص تھا جب وہ زمانہ شہزادگی میں تخت دہلی کا وارث ہوا۔ حسن کو ہمیشہ معاشی مشکلات کا سامنا رہتا تھا اور وہ اپنی تنگدستی سے کسی حد تک پریشان بھی ہو گیا تھا۔ لہٰذا ایک دن تنگ آ کر اس نے گنگو برہمن سے فکر معاش کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس کو کوئی ایسی نوکری یا روزگار مل جائے جس سے وہ اپنا کفیل ہو سکے اور غربت و افلاس کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ گنگو نے اس کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ نواح دہلی ہی میں اس کو بنجر زمین کا ایک ٹکڑہ ایک جوڑی بیل اور کام کرنے کے لئے دو مزدور دیئے تاکہ وہ اس زمین پر کھیتی باڑی کر کے اپنا پیٹ پال سکے۔ مزدوروں نے زمین کو کاشت کے لئے کھودنا شروع کیا۔

ایک دن مزدور زمین میں ہل چلا رہے تھے کہ ہل کی نوک زمین کے اندر پھنس گئی۔ مزدوروں نے حسن کو جا کر بتایا اور بعد میں نکالنے پر معلوم ہوا کہ ہل کی نوک ایک زنجیر سے پھنس گئی تھی۔ اور زنجیر ایک بڑے برتن کے منہ سے بندھی ہوئی ہے۔ برتن کو کھود کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ علائی عہد کے سونے کے سکے اور اشرفیاں اس میں لبالب بھری ہوئی ہیں۔ حسن کی ایمانداری نے یہ قبول نہ کیا کہ آقا کی دی ہوئی زمین کے مال میں خیانت کرے۔ لہٰذا اس نے یہ ساری دولت اس برتن کی چادر میں باندھی اور گنگو کے مکان پر پہنچا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ گنگو نے حسن کی ایمانداری کی تعریف کی اور صبح ہوتے ہی اس نے یہ سارا واقعہ محمد تغلق کے سامنے لفظ بلفظ بیان کر دیا۔ شہزادہ محمد تغلق کو حسن کی ایمانداری اور سچائی پر بہت حیرت ہوئی اور اس نے اپنے دربار میں حسن کو طلب کیا۔ شہزادہ کو بھی حسن کا حلیہ اس کا رنگ ڈھنگ بہت پسند آیا اور اس نے اپنے والد سلطان غیاث الدین تغلق کو یہ تمام حالات بتائے۔ بادشاہ غیاث الدین تغلق بھی حسن کے اچھے کردار سے بہت متاثر ہوا اور اس کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا اور یک صدی امیروں کے زمرہ میں شامل کر لیا۔

لفظ بہمنی کی اصل

ایک دن گنگو برہمن نے حسن سے کہا کہ "تمہاری قسمت کا زائچہ بتاتا ہے کہ تم کسی دن بہت بلند اقبال اور باعزت بنو گے اور خدا کے کرم سے کسی اونچے عہدے پر پہنچ جاؤ گے" یہ کہنے کے بعد اس نے عہد کرا لیا "اگر خدا تجھے کوئی باعزت عہدہ دنیا میں عطا کرے تو تم میرا نام بھی اپنے نام کا جزو بنا کر لکھنا تاکہ تمہاری وجہ سے میرا نام بھی حیات جاوداں حاصل کر لے۔" دوسرا وعدہ یہ لیا "خزانچی کے عہدہ پر مجھے اور میرے بعد میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ رکھنا۔" حسن نے اپنے محسن کے دونوں وعدوں پر مہر صداقت ثبت کی' اور بغیر کوئی بلند عہدہ ملے ہی اس نے اپنے نام کے ساتھ گنگو بہمنی لکھنا شروع کیا اور اپنا نام حسن گنگو بہمنی لکھنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

دکن کی حکمرانی

حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے آستانہ پر ایک دن ہر خاص و عام کی دعوت تھی' دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے اور اس دعوت شیراز میں ہر ایک کو شرکت کرنے کی اجازت تھی- لہٰذا شہزادہ محمد تغلق بھی اس دعوت میں شریک ہوا تاکہ تمام بزرگوں کے فیض صحبت سے مستفید ہو- جب محمد تغلق نیز دیگر مہمان کھانا کھا کر چلے گئے اور دستر خوان اٹھا دیا گیا- تب حسن گانگو حضرت شیخ نظام الدین کے آستانے پر پہنچا تاکہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کرے' لیکن اس سے پہلے ہی حضرت کو اپنے انوار باطن سے اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی- اس کے آنے کی اطلاع ملے بغیر ہی انہوں نے اپنے ملازم سے کہا "ایک شخص جو نہایت شریف باطن اور شکل و صورت سے بھی شرافت و نیکی کی تصویر ہے باہر کھڑا ہے اس کو بلا کر لاؤ-" ملازم حسن گنگو کو لینے کے لئے باہر گیا مگر اسے پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑوں میں دیکھ کر اس کو اعتبار نہ آیا کہ یہی وہ شخص ہو گا جس کو حضرت نے طلب فرمایا ہے- اس نے بارگاہ حضرت میں واپس آ کر عرض کیا کہ دروازے پر کوئی بھی آدمی نہیں ہے ہاں ایک مفلوک الحال اور پریشان صورت شخص البتہ کھڑا ہوا ہے- اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں وہی شخص ہے جو بظاہر فقیر معلوم ہو رہا ہے' لیکن درحقیقت دکن کا تاجدار ہو گا- غرضیکہ حسن گنگو حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور شرف ملاقات حاصل کیا- حضرت نے حسن پر بہت مہربانی کی اور اس سے پرسش احوال کی' چونکہ کھانا ختم ہو چکا تھا لہٰذا حضرت شیخ نے اپنے افطار کے لئے جو روٹی رکھی تھی اس میں سے تھوڑی سی روٹی اپنی انگلی کے سرے پر رکھ کر حسن کو دی اور کہا یہ دکن کی حکمرانی کا تاج ہے جو بہت کشمکش' محنت اور عرصہ دراز کے بعد تیرے سر پر رکھا جائے گا-

دکن کی فتح کا خیال

حسن گنگو نے حضرت شیخ کی گفتگو کو فال نیک سمجھا اور یہ بشارت سن کر دکن کو سر کرنے کی فکر میں لگ گیا' بہت دنوں تک تو وہ موقع کے انتظار ہی میں رہا- اور یہی فکر دامنگیر رہی کہ سرزمین دکن پر حکمرانی کا موقع کیسے ملے گا وہ اس خواہش کی تکمیل میں مصروف ہی تھا کہ سلطان محمد تغلق دکن گیا اور وہاں جا کر اس نے اپنے استاد تغلق خاں کو دولت آباد کا فرمانروا بنا دیا اور یہ حکم عام کر دیا کہ جس کا دل چاہے خواہ وہ منصب دار ہو یا امیر' تغلق خاں کے ہمراہ دولت آباد میں قیام کر سکتا ہے- حسن کے لئے یہ اچھا موقع تھا اور وہ ان تمام ایک صدی امراء کے ساتھ نیز دیگر دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ دولت آباد میں جا کر رہنے لگا- حسن کو بطور جاگیر کونجی کا شہر اور رائے باغ کے کچھ حصے ملے- اسی دوران میں جیسا کہ عہد تغلق میں بیان کیا جا چکا ہے محمد تغلق نے کچھ منصب داروں پر اس لئے حملہ کیا تاکہ ایک صدی امراء کی بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کیا جائے- اور ان سرکش امیروں میں سے جو ملا اس کو فوراً قتل کر دیا گیا اور جو امراء باقی بچ گئے تھے ان کا باقاعدہ تعاقب کر کے انہیں آوارہ وطن کر دیا گیا- ان بھاگے ہوئے امراء میں سے بہت سے جا کر دکن میں رہنے لگے-

تغلق کو جیسے ہی شاہی فرمان ملا اس نے اپنے بھائی' عالم الملک کو دولت آباد کا حاکم بنا دیا اور خود بادشاہ کے پاس واپس چلا آیا- دکن کے امراء نے عالم الملک کی پرواہ کیے بغیر شاہی سرکشوں اور مجرموں کو اپنے دامن میں پناہ دی- محمد تغلق کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے اور اس نے سوچا کہ ایک صدی امراء کا بڑا گروہ جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف شاہی مجرموں کو پناہ دے رہا ہے اسے دولت آباد سے واپس بلا کر ایک دوسرا گروہ وہاں بھیج دیا جائے لہٰذا محمد تغلق نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے احمد لاچین' قزلباش بیگ اور ملک علی وغیرہ کو عالم الملک کے پاس دولت آباد روانہ کر دیا اور تنبیہہ کے طور پر ایک فرمان بھی ان لوگوں کے ہمراہ روانہ کیا- اس فرمان کا مضمون یہ تھا کہ دکن کے تمام ایک صدی امراء گجرات میں جمع ہو جائیں کیونکہ وہاں ایک بہت بڑی جمعیت کی ضرورت ہے- عالم الملک نے فوراً ہی اس حکم کو بجا لانے کے لئے قاصدوں کو دوڑا دیا' کابہ گہ' رائچور وغیرہ قاصد پہنچ گئے- ان امراء نے مسلسل چھ مہینے تو اپنی تیاری میں صرف کیے اور اس

besturdubooks.wordpress.com

میں قدم رکھا اور عالم الملک کی اجازت کے بعد لاچین کی سرکردگی میں گجرات کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ احمد لاچین نے یہ ناسمجھی کی کہ ان امراء سے غلط قسم کی توقعات وابستہ کرلیں اور جب وہ پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آئیں تو اس نے ان امراء کی غیبت شروع کی۔ اس گروہ پر یہ الزام تراشے کہ ان امراء نے اول تو یہ غلطی کی کہ چلنے میں چھ ماہ کی مدت لگادی' دوسرے یہ کہ گجرات کے سرکش اور باغی امراء کو پناہ دی۔

یہ الزامات گوکہ غائبانہ طور پر تراشے گئے تھے مگر ان امراء کے کانوں تک ان کا پہنچ جانا لازمی تھا۔ لہٰذا ان لوگوں نے "مانک گنج" کے درہ تک پہنچ کر جو کہ دکن کی سرحد ہے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ اس مجلس میں تمام امراء نے شرکت کی اور کہا کہ محمد تغلق' جب بے گناہوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے دیا کرتا ہے تو ہم لوگوں سے تو دوگناہ بھی سرزد ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ گنہگار اور بے گناہ میں تمیز کیے بغیر قتل کا حکم دے دے گا۔ اس لئے بکری کی طرح خود کو قصاب کے حوالہ کرنے سے فائدہ؟ اچھا ہے کہ ہم دکن سے باہر نہ جائیں اور نہ مفت میں اپنی زندگی قصائی کے حوالہ کریں۔" یہ مشورہ کرکے تمام امراء اپنے اپنے مقامات کی طرف سرحد سے چلے گئے۔ احمد لاچین نے بہت سختی سے انہیں روکنا چاہا لیکن اس تگ و دو میں مارا گیا۔ دکن کی تمام رعایا محمد تغلق کی سخت گیر پالیسی اور غیظ و غضب سے ویسے ہی پریشان تھی اور ہر ایک اپنی زندگی سے بیزار ہوگیا تھا۔ اسلئے تمام رعایا ان امیروں سے مل گئی اور جو لوگ خود نہ آسکے انہوں نے اپنے قابل اعتماد لوگوں کو ان امراء کے پاس بھیج کر اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔

غرضیکہ ان تمام حالات کی وجہ سے ضحاک اور کاوہ آہنگر کا سا منظر یہاں بھی تھا اور ایک ایسی بغاوت نے جنم لیا جس کو فرو کرنا بنی نوع انسان کا کام نہ تھا۔ عماد الملک ترکمان جس کا لقب سرتیز تھا وہ اس زمانہ میں ایلچپور میں مقیم تھا۔ یہ محمد تغلق کا داماد تھا اور برار و خاندیس کا سپہ سالار بھی تھا۔ عماد الملک کو یہ خیال ہوا کہ شاید خاندیس اور برار کے اچھے اچھے امراء سرکشوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ خود عماد الملک کو بھی اپنی جان کی خیر نظر نہ آئی اور یہی شبہ ہوا کہ شاید تمام امراء اس کی حکومت سے خوش نہیں ہیں اور تعجب نہیں کہ اس کو بھی قتل کردیں۔ لہٰذا اس نے ایلچپور میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور شکار کھیلنے کا بہانہ کرکے اپنے کچھ قابل اعتماد امراء کو ساتھ لے کر ایلچپور سے نکل کھڑا ہوا۔ سارے راستہ شکار کھیلتا ہوا سلطان پور نذربار میں پہنچا' امراء کے گروہ کو اس کے فرار ہونے کی اطلاع ہوگئی۔ وہ لوگ اس کے مال و متاع پر قابض ہوگئے اور اس کی تمام دولت پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد وہ دولت آباد گئے اور سرکش منصب داروں سے جاکر مل گئے۔ دولت آباد کے لوگوں نے اپنی جان کی سلامتی اسی میں دیکھی کہ اطاعت گزار بن جائیں۔ قلعہ کے لوگوں نے عماد الملک کو گرفتار کرلیا اور تمام خزانہ اور شاہی مال و متاع ان سرکشوں کے ہاتھ آگیا۔ غرضیکہ دکن کی حکومت جو بادشاہ محمد تغلق کے قبضہ میں تھی اور محنت شاقہ کے بعد حاصل کی گئی تھی تین ماہ کے اندر ہی اندر مملکت دہلی سے باہر ہوگئی اور پورے دکن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو تغلق کا فرمانبردار کہلایا جاسکے۔

اسمٰعیل فتح خاں کا اقتدار

ایک صدی امراء نے جب دکن کو اپنے ہاتھ میں کرلیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اب حاکم یا سردار کے بغیر سلطنت کا کام نہ چل سکے گا۔ لہٰذا کوئی ایسی طاقت ضروری ہے جس کے تحت سلطنت کے تمام کام انجام پائیں۔ انہوں نے اپنے گروہ میں سے کسی کو حکمران منتخب کرنے کی ترکیب سوچی اور طول طویل بحث کے بعد اسمٰعیل فتح خاں کے ہاتھ میں دکن کی سلطنت کی باگ ڈور دیدی گئی۔ اسمٰعیل محمد تغلق کا بہت بلند مرتبہ دو ہزاری منصب دار تھا' اس کا بڑا بھائی ملک گل' تغلقی امراء میں بہت ممتاز تھا اور ہر ایک اس کا احترام کرتا تھا وہ اس وقت ایک لشکر عظیم کے ساتھ مالوہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ اسمٰعیل فتح خاں کو حکمران بنانے میں ایک یہ نکتہ بھی تھا کہ بوقت ضرورت ملک گل اپنے بھائی کو کمک پہنچائے گا۔ غرضیکہ اسمٰعیل فتح خاں ناصر الدین شاہ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور عوام نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر

bestutdubooks.wordpress.com

لیا۔ اس کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا اور دکن میں جو مختلف طرح کے خطابات امراء کے لئے مخصوص تھے ہر ایک نے ان میں سے اپنے اپنے لئے ایک منتخب کر لیا اور دکن میں جو مختلف مقامات پر قبضہ کرکے بیٹھ رہا یہ امراء پورے دکن پر قبضہ کرکے فوج جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے اور محمد تغلق کی مخالفت پر متحد طور پر آمادہ ہو گئے۔ جب خطابات اور جاگیروں کی تقسیم ہو رہی تھی اس وقت حسن گنگو کو بھی "ظفر خاں" کا خطاب ملا۔ گلبرگہ، رائے باغ، میرچل، کلیر، ہیکری کے پرگنے اس کے قبضے میں آئے۔ حسن گنگو نے بھرون رائے کو جو گلبرگہ کا حکمران تھا اور محمد تغلق کے قابل اعتماد لوگوں میں سے تھا، مار ڈالا۔ اب وہ مکمل طور پر گلبرگہ کا حاکم ہو گیا تھا۔ ایک شخص جس کا نام نور الدین تھا اس کو خاں جہاں کا خطاب دیا گیا اور دکن کے سب سے بہترین مقامات اس کی جاگیر میں دیئے گئے۔

ناصرالدین شاہ اور محمد تغلق کی جنگ

محمد تغلق کو ان حالات کی اطلاع گجرات میں ہوئی اور وہ جلد از جلد دولت آباد پہنچنے پر آمادہ ہو گیا۔ عماد الملک اور ملک گل افغان بھی لشکر عظیم لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ناصرالدین شاہ بھی تیس ہزار افغانی امراء بہت سے مغل راجپوت اور دکنی سپاہیوں کو لے کر دولت آباد کے قلعہ سے باہر نکلا اور اسی میدان میں محمد تغلق کے مقابلہ پر صف آرا ہوا جس میں سلطان علاؤ الدین خلجی نے رام دیو کے بیٹے کو شکست دی تھی۔ بہت زور کی معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ ناصرالدین شاہ نے بادشاہ کے میمنہ اور میسرہ کی سپاہ کو بہت پریشان کر دیا، قریب تھا کہ سلطنت دہلی کا تاجدار اپنی رعایا ہی کے ہاتھوں یا تو گرفتار ہو جاتا یا پھر راہ فرار اختیار کرتا کہ عذاب خداوندی دکن کی رعایا پر نازل ہوا۔ ظاہر ہے کہ اپنے حکمران سے غداری کرنا ان کو کیسے راس آتا حسن اتفاق سے نور الدین خان جہاں کے ایک ایسا تیر لگا کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور خاصہ کے پورے چھ ہزار سوار میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ ناصرالدین شاہ کے علمبردار پر ایسی وحشت طاری ہوئی کہ اس کے ہاتھ سے جھنڈا نیچے گر پڑا۔ جب جھنڈے کو بلند نہ دیکھا تو یہ تمام سپاہی سمجھے کہ ناصرالدین نے شکست قبول کر لی۔ اس پر تمام سپاہی بھی بھاگ نکلے اور اس کی فوج کا شیرازہ بکھر گیا۔ اب چونکہ مغرب کا وقت ہو رہا تھا لہٰذا مزید جنگ کرنے کا سوال نہیں پیدا ہو رہا تھا اور میدان جنگ کے نزدیک ہی محمد تغلق نے اپنے خیمے گاڑے اور زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ رات بھر اس کی سپاہ غفلت کی نیند نہ سوئی، دوسری صبح کو ناصرالدین شاہ، حسن گنگو اور دیگر امراء نے مجلس مشاورت منعقد کی۔ اور آپس میں یہ گفت و شنید ہوئی کہ ناصرالدین شاہ جتنی سپاہ چاہے اپنے ساتھ لے کر دولت آباد کے قلعہ کی حفاظت کرے اور حسن گنگو جس کا لقب ظفر خان تھا وہ بارہ ۱۲ ہزار مسلح فوج کو اپنے ہمراہ لے کر گلبرگہ کے قلعہ میں نہایت ذمہ داری کے ساتھ رہے اور بادشاہ کی فوج جس طرف بڑھے یہ اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کرے۔ یہ بھی طے پایا کہ جو باقی امراء فوج میں شامل تھے وہ اپنی اپنی جاگیروں پر جا کر اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو جائیں اپنے پرگنوں کی حفاظت کرنے کے علاوہ ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کرنے میں ہرگز تامل نہ کریں۔

اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے تقریباً نصف رات گزری ہو گی کہ باقی امراء اپنے اپنے پرگنوں پر چلے گئے۔ محمد تغلق نے صبح کے وقت رزمگاہ کو بالکل خالی پایا۔ اس کے بعد محمد تغلق نے حسن گنگو کا پیچھا کرنے کے لئے ایک بہت ہی ظالم اور سفاک اور جری فوج کو بھیجا اور خود دولت آباد کی طرف چل کھڑا ہوا۔ بادشاہ کے درباری نجومیوں نے بتایا کہ تین دن قلعہ کا محاصرہ کرنا مناسب نہ ہو گا۔ محمد تغلق نے اس عرصہ میں اپنی فوجوں کو آراستہ کرکے اہل دولت آباد پر اپنا رعب اور دبدبہ قائم رکھا اور چوتھے دن اہل قلعہ سے جنگ کا آغاز کیا۔ سرنگ ہونے، منجنیق اور ساباط بنانے میں لگ گئے اور قلعہ کے لوگوں پر روز بروز زیادہ سے زیادہ سختی کرنا شروع کی۔

محمد تغلق کا عزم گجرات

besturdubooks.wordpress.com

اس مقصد کے لئے وہ دہلی سے نکل کھڑا ہوا ہے- یہ خبر سن کر محمد تغلق نے دولت آباد کا [illegible] نے ایک حصہ کو چھوڑا اور خود گجرات کی طرف بڑھ گیا- ناصر الدین شاہ کے بعض امراء کو جو پانودہ (۱) اور ناسک میں تھے یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ دولت آباد کی طرف واپس آ رہا ہے لہٰذا وہ سب بھی دولت آباد ہی آ گئے- بادشاہ کا لشکر پہلے ہی محاصرہ کے لئے موجود تھا اس کے مقابلہ میں ان کا یہ لشکر بہت تھوڑا تھا اس لئے ان کی ایک نہ چلی اور وہ لوگ بادشاہ کا پیچھا کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے- اور دریائے نربدا کے ساحل پر پہنچ کر بادشاہ کے آگے اور پیچھے کی فوج پر حملہ کر کے تمام مال و متاع چھین لیا اور چند ہاتھیوں کو روک لیا جو سونے اور اشرفی سے بھرے ہوئے تھے ان سب کو پکڑ کر اپنی جائے قیام پر واپس آئے- حسن گنگو اس امداد غیبی سے باغ باغ ہو گیا اس نے فوراً ہی آس پاس کے بیس ہزار امراء کی جمعیت کو اکٹھا کیا اور اس تجربہ کار سپاہ کے ہمراہ قلعہ احمد آباد اور بیدر کی طرف چلا-

یہاں پر عماد الملک پہلے ہی ایک عظیم فوج کے ساتھ مقیم تھا جب حسن گنگو بیدر پہنچا اس وقت عماد الملک بھی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ حسن گنگو کے مقابل صف آرا ہوا اور مسلسل بیس دن تک دونوں فوجیں خندق کھدوانے میں مصروف رہیں اور اس وقت تک جنگ شروع نہ ہوئی جب تک کہ حسن کو تلنگانہ کے راجہ کی طرف سے کولاس سے پندرہ ہزار پیادوں کی کمک نہ مل گئی اس راجہ نے محمد تغلق کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھایا- ادھر ناصر الدین شاہ نے بھی محمد تغلق سے لوٹا ہوا تمام مال اور پانچ ہزار سوار حسن گنگو کی مدد کے لئے روانہ کر دیئے- اب حسن گنگو کی طاقت ظاہر ہے کہ بہت بڑھ گئی تھی لہٰذا اس نے جنگ کا اعلان کیا اور پھر ملک سیف الدین کی سرکردگی میں آگے بڑھا ادھر عماد الملک جو ہمت اور بہادری میں کسی سے کم نہ تھا اس نے بھی اپنی فوج کے میمنہ اور میسرہ کو ٹھیک کیا اور حسن گنگو کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑھا- صبح سے شام تک خوب جنگ ہوتی رہی- فریقین کے بہادر جنگ میں کام آئے-

خدا کو یہی منظور تھا کہ دکن میں حسن گنگو کی حکومت ہو لہٰذا عماد الملک (۲) جیسا جری اور جنگجو اس معرکہ میں مارا گیا- اور اس کی فوج کو بھی شکست ہو گئی اور تمام سپاہ ادھر ادھر منتشر ہو گئی- بہت سے سپاہیوں نے احمد آباد اور بیدر کی راہ لی اور بہت سے قندھار (۳) کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے- بعض بیچارے بہ ہزار خرابی اپنے شہر مندو تک پہنچے ظفر خاں نے دونوں قلعوں کے محاصرے کے لئے ملک سیف الدین غوری کو یہیں رہنے دیا اور خود اپنے ساتھ وہ تمام مال و اسباب جاہ و حشم لے کر جو عماد الملک کے ہاتھ آیا تھا ناصر الدین شاہ کی کمک کے لئے دولت آباد چلا اور یہاں پر محمد تغلق کے وہ تمام امراء جو محاصرہ کیے ہوئے تھے' عماد الملک ترکمان کی موت اور شکست کی خبریں سن کر بہت ہراساں تھے وہ اپنے لشکر کی آپس میں نا اتفاقی اور حسن گنگو کے پہنچنے سے اور بھی پریشان ہو گئے اور محاصرہ سے مکمل طور پر دستبردار ہو کر دہلی و گجرات چلے گئے-

حسن گنگو کے استقبال کے لئے ناصر الدین شاہ دولت آباد سے نظام پور تک آیا' نظام پور دولت آباد سے چند کوس کے فاصلہ پر تھا- دونوں امراء نے نظام پور میں چودہ دن تک قیام کیا- ناصر الدین شاہ نے دیکھا کہ اب حسن گنگو ہی کو عوام پر اقتدار حاصل ہو رہا ہے اور رعایا اب اس کو ہی اپنا سردار بنانا چاہتی ہے کیونکہ اس کا دبدبہ اور رعب رعایا پر قائم ہو گیا لہٰذا اس نے خود پیش قدمی کی اور نہایت دور اندیشی کا ثبوت دیا- اس نے تمام امراء کو اکٹھا کیا اور سب سے کہہ دیا کہ "میں اب ایک گوشہ میں سکون و آرام کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں صرف عوام کو خوش رکھنے کے لئے میں نے یہ عہدہ قبول کر لیا تھا- اب اس سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں اب مجھے اس کام کے کرنے سے معاف ہی رکھا جائے' رعایا جس آدمی کو چاہے اپنا حکمران تسلیم کرے-

اس پر امراء نے جواب دیا کہ جس کو آپ چاہیں ہم اسے ہی اپنا حاکم تسلیم کریں گے- ناصر الدین شاہ نے حسن گنگو جس کا لقب ظفر خاں تھا اور جو تمام سلطنت میں نہایت اعلیٰ کردار کا نیک اور شریف شخص تھا' اس کا نام پیش کیا- اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور صدر الشریف سمرقندی اور میر محمد بدخشی جو دکن کے ایک صدی امراء میں نہایت اعلیٰ پایہ کے امیر' منجم اور علم ریاضی کے بہت بڑے ماہر

bestiurdubooks.wordpress.com

تھے' لشکر کے ساتھ ہی تھے۔ ان مسلمان نجومیوں اور ہندو پنڈتوں میں بہت لمبی چوڑی بحث ہو گئی اس وجہ سے تخت نشینی میں بھی تاخیر ہونا لازمی تھا۔

حسن گنگو کی تخت نشینی

اس بحث و مباحثہ سے تخت نشینی کا وقت مقرر کیا گیا تھا' ہندو پنڈتوں کی رائے سے حسن گنگو نے بھی اتفاق کیا۔ سلطان قطب الدین کی مسجد میں چار ربیع الثانی ۷۴۷ھ بروز جمعہ حسن گنگو کے سر پر دکن کی سلطنت کا تاج رکھا گیا۔ چتر سیاہ جو خلفائے عباسی کا قومی نشان تھا وہ برکت کے لئے حسن کے سر پر سایہ فگن ہوا۔ دکن کی مملکت میں حسن گنگو کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کے نام کا سکہ جاری ہوا۔ یہ بادشاہ علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ گلبرگہ کو حسن نے خیر و برکت کی جگہ سمجھا اور اس کو حسن آباد گلبرگہ' کا نام دیا اور گلبرگہ ہی کو دار الحکومت بنایا گیا۔

ملا داؤد بیدری کا بیان

تحفۃ السلاطین میں ملا داؤد بیدری نے تخت نشینی کے بارے میں مختلف طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے' اس کتاب کو ملا بیدری نے فیروز شاہ بہمنی کے نام سے معنون کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تخت نشینی جو ہندو پنڈتوں کی مقرر کردہ ساعت پر ہوئی اس کے لئے صدر الشریف سمرقندی اور میر محمد بدخشی نے مختلف موقعوں پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر ہم لوگوں کی رائے پر سلطان علاؤ الدین چلتا اور جو گھڑی ہم لوگوں نے تجویز کی تھی اس کے مطابق تخت پر جلوس کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ سلطان علاؤ الدین نے جب ان لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو بہت فکر مند ہوا اور سمجھا کہ میں نے ہندو پنڈتوں کی رائے پر عمل کیا ہے اس سے خدا معلوم کیا افتاد نازل ہو اور ایسا نہ ہو کہ دکن کی حکومت ہاتھ سے نکل جائے۔ اب صدر الشریف اور میر محمد بادشاہ کے خیال سے واقف ہو گئے۔ بادشاہ نے دونوں کو بلوا کر پوچھا کہ اس رنج و افسوس کا سبب کیا ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ سیاروں کی شکل اور وضع سے یہ معلوم ہوا تھا کہ جس وقت بادشاہ نے تخت پر قدم رنجہ فرمایا اس وقت کی تاثیر یہ ہے کہ اس خاندان میں بادشاہوں کی تعداد بیس سے زیادہ نہ ہو گی اور حکومت کا زمانہ بھی دو سو سال سے کم ہی رہے گا۔ جو وقت ہم لوگوں نے تجویز کیا تھا اس حساب سے سات سو سال تک اس خاندان کی حکومت دکن میں رہتی اور آپ کے خاندان کے تقریباً ایک سو پچاس (۱۵۰) حکمران اس تخت پر بیٹھتے۔ بادشاہ کو اس گفتگو کے بعد ذرا سکون قلب حاصل ہوا۔ اس نے صدر الشریف سمرقندی کو صدارت کے عہدہ پر رکھا اور قاضی لشکر میر محمد بدخشی کو بنایا۔

علاؤ الدین بہمنی کا حسن انتظام

مؤلف لکھتا ہے کہ ایک سو ستر برس کے بعد آل بہمنی کی حکومت ختم ہوئی اور جب حکمران بھی پورے بیس تک نہ پہنچ سکے تب ان علم نجوم کے ماہرین کی فضیلت' برتری اور سچائی ظاہر ہو گئی۔ غرضیکہ سلطان علاؤ الدین نے امور سلطنت کی طرف توجہ دی اور نہایت حسن و خوبی سے سلطنت کے کام کرنا شروع کیے اور اس میں کامیابی بھی بہت حاصل ہوئی۔ اس کی سلطنت دن بدن وسیع ہوتی گئی۔ دریائے پونا سے قلعہ اودلی (۴) کے آس پاس تک' بندر جیول اور دابل سے احمد آباد بیدر کے شہر تک علاؤ الدین حسن گنگو کے قبضے میں آ گئے۔ مورخین کا خیال ہے کہ علاؤ الدین نے جیسے ہی دکن کی سلطنت سنبھالی سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ پانچ من سونا اور دس من چاندی شیخ نظام الدین دولت آبادی کے ذریعہ حضرت نظام الدین اولیاء کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لئے غریبوں' یتیموں اور مسکینوں کو دے دی جائے۔ سلطان علاؤ الدین حسن نے اسمٰعیل فتح خاں کو امیر الامراء بنا کر سپہ سالار مقرر کیا اور ناصر الدین شاہ کا لقب اس نے منسوخ کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

حسن سلوک

ملک سیف الدین غوری کو وکیل سلطنت بنا دیا۔ یہ نہایت ایماندار' نیک اطوار و عادات کا مالک تھا اس نے بہت سے سلوک حسن گنگو کے ساتھ پہلے کیے تھے۔ لہٰذا علاؤ الدین نے بھی اس کے ساتھ سلوک کیا کہ سیف الدین کی بنی شاہ بیگم کی شادی اپنے بیٹے محمد سے کر دی۔ اس کے علاوہ علاؤ الدین کا قدیم ملازم جو ہر مصیبت اور رنج کے وقت اس کے ساتھ رہا تھا اس کے ساتھ بھی بہت اچھا برتاؤ کیا۔ اس کو ملک کے بہترین حصے بطور جاگیر عطا کیے اور خطاب بھی دیا اس کے بعد قلعہ دولت آباد کو بہرام خاں مازندرانی کے ہاتھ میں دے کر خود تزک و احتشام کے ساتھ شہر گلبرگہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔

پایہ تخت

گلبرگہ کا شہر نہ تو بہت صاف تھا اور نہ وہاں پانی کی فراہمی آسانی سے ہوتی تھی۔ پھر بھی علاؤ الدین نے اس کو اپنے لئے نیک فال سمجھا تھا کہ گلبرگہ کو پایہ تخت بنایا۔ اس کا نام حسن آباد رکھا۔

ایفائے عہد

علاؤ الدین نے اپنے قدیم محسن کی شرط کو بھی پورا کیا اور وعدہ کو اس طرح نبھایا کہ گانگو بہمنی کو جو محمد تغلق کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر آیا تھا۔ اسے دکن کے خزانہ شاہی کا مختار بنا دیا۔ دوسرا وعدہ یہ پورا کیا کہ اس کے نام کو اپنے نام کا جزو بنا لیا اور طغرا و شاہی فرمانوں میں ہر جگہ اس کا نام بھی لکھا جانے لگا جو کہ یہ تھا۔ "کمترین بندہ حضرت سبحانی علاؤ الدین حسن گانگوئے بہمنی۔"

یہ قدیم بات مشہور تھی کہ اس سے قبل برہمن شاہان اسلام کی نوکری نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی عہدہ سنبھالتے تھے بلکہ گاؤں اور شہر میں کوئی ایک گوشہ عافیت تلاش کر کے علم و نجوم کی تکمیل کرتے تھے اور نہایت صبر و قناعت سے اپنی زندگی گزارتے تھے۔

اکثر برہمن اپنی مختلف خوبیوں مثلاً طبابت' نجوم' وعظ' قصہ خوانی کی وجہ سے امراء کے یہاں شریک محفل ہوتے تھے لیکن وہ صرف انعام و خلعت ہی کو کافی سمجھتے اور ان کی ملازمت کبھی قبول نہ کرتے۔ برہمنوں کا فرقہ چونکہ مذہبی تھا لہٰذا وہ دنیا داروں کی نوکری کرنے کو تو برا سمجھتے ہی تھے' مگر مسلمانوں کے یہاں ملازمت کرنا بھی برا سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ ہر دونوں طریقوں سے نیکیاں بالکل ختم ہو جاتی ہیں اور پھر برہمن ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ برہمنوں میں گانگو پنڈت پہلا آدمی تھا جس نے مسلمان بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ چنانچہ اس وقت تک (۱۰۱۶ھ) شاہان اسلام دکن کا دفتر ہندوؤں کے سپرد رہا۔

فتوحات

سلطان علاؤ الدین نے اپنی بہترین انتظامی قوت اور نہایت اعلیٰ تدابیر سے اور کچھ اپنی تلوار کے زور سے بہت جلد دکن کے وہ تمام حصے جو محمد تغلق کے آخری زمانہ میں تغلق امراء کے قبضے میں تھے سب پر اپنا قبضہ و تصرف کر لیا۔ اور تمام تغلق امراء جن میں مغل اور راجپوت سب ہی شامل تھے اور جو بیدر و قندھار کے قلعوں میں قیام پذیر تھے' ان کو اپنے حسن سلوک سے اپنا فرمانبردار بنا لیا۔ اور ان دونوں مقامات کے قلعے بھی نہایت آسانی سے لے لیے۔ راجہ کے ساتھ نیک اور اچھے برتاؤں میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ گلبرگہ کا قلعہ اور مسجد جو کھنڈر ہو گئے تھے ان کی از سر نو بنیاد ڈالی اور بہت کم دنوں میں دونوں عمارتیں تیار ہو گئیں۔ ۷۵۲ھ میں محمد تغلق کا انتقال ہو گیا اس کے بعد علاؤ الدین حسن گنگو بہت مطمئن ہو گیا۔

اب اس نے سلطنت کی فلاح و بہبود اور اس کی توسیع کی طرف توجہ دی اور سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی فکر میں لگ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

فرزند کی شادی

سب سے پہلا کام اس کے بعد یہ کیا کہ ملک سیف الدین کی بیٹی سے اپنے بیٹے محمد کا عقد کیا اور شاہانہ قوانین اور اصولوں کے تحت دلہن کو دولھا کے سپرد کیا۔ مورخوں نے اس کی شادی کے بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے کہ جب شادی ہو رہی تھی تو ایک دن شہزادہ کی ماں ملکہ جہاں نے آہ سرد بھر کر کہا کہ اس خوشی کے موقع پر میری بہن یعنی نوشہ کی خالہ کو ضرور موجود ہونا چاہیے تاکہ وہ بھی جشن عیش و طرب میں حصہ لیں۔ علاؤ الدین نے معلوم کرایا کہ نوشہ کی خالہ کہاں ہیں' ملکہ جہاں نے جواب میں کہا کہ وہ آجکل ملتان میں مقیم ہیں۔

بادشاہ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا اور باہر چلا آیا۔ پھر فوراً ہی ملتان آدمی روانہ کیے تاکہ وہ شہزادہ کی خالہ کو لے کر آئیں۔ بادشاہ نے یہ تمام کاروائی نہایت خاموشی کے ساتھ کی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ادھر انتظام کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ جشن کو طول دیتے رہیں اور اس میں جتنا بھی روپیہ خرچ ہو اس کی مطلق پروا نہ کی جائے۔ جشن کے اخراجات ملک سیف الدین کے مکان پر شاہی خزانہ سے برابر جاتے رہے اور عرصہ تک جشن ہوتا رہا۔ خوشی و خرمی کے شادیانے بجتے رہے اور جشن شروع ہونے کے پورے چھ ماہ بعد بادشاہ کے بھیجے ہوئے پیادے خالہ کی ڈولی کو لے کر محل میں آئے۔ سلطان علاؤ الدین اس خبر کو سن کر بہت خوش ہو گیا اور اس بہانہ سے اس ڈولی کو محلسرا میں بھیجا کہ ملک سیف الدین کی بہن ملنے کے لئے آ رہی ہیں۔ ملکہ جہاں نے جیسے ہی اپنی بہن کی صورت دیکھی حیران رہ گئیں اور جب انہیں ان کا پوشیدہ طور پر بلایا جانا معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئیں اور بادشاہ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔ اب جشن اور عیش و عشرت کی محفلیں دوبارہ منعقد کی گئیں اور خالہ کے سامنے نکاح کا خطبہ پڑھا گیا' پھر دلہن رخصت ہو کر شہزادہ کے گھر آئی۔

جشن عیش و عشرت

علاؤ الدین حسن کی حکومت کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا پھر بھی اس نے اس جشن عیش و عشرت میں دس ہزار روپیہ کی قیمت کی زربفت' مخمل اور اطلس کی قبائیں' ایک ہزار عراقی اور عربی گھوڑے' دو سو کمرو' خنجر' اور قیمتی سہرون جواہرات سے بجی ہوئی تلواریں اور امراء اور ملازمین اور منصب داروں میں تقسیم کیں یہ جشن شادی پورے ایک سال تک ہوتا رہا۔ کیونکہ چند جگہوں پر منجنیقیں لگا دی گئی تھیں اور ان پر رکھ کر مٹھائی کی گولیاں جو عموماً ہندوستان میں بنتی ہیں شہر کے لوگوں پر برسائی جاتی تھیں۔ جشن چوبیس ربیع الاول کو شروع ہوا اور اس کا اختتام دوسرے سال دوئم ربیع الاول کو ہوا۔

جشن جس دن ختم ہوا اس روز طرح طرح کے تحفہ تحائف' زر و جواہرات امراء اور اراکین سلطنت نے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے۔ ملک سیف الدین غوری کو اس رشتہ کی وجہ سے چونکہ اب شاہی خاندان سے قرابت حاصل ہو گئی تھی' اس لئے اس کا مرتبہ بہت اونچا ہو گیا اور جو قربت ملک غوری کو بارگاہ خسروی میں حاصل ہوئی تھی۔ اتنا بلند رتبہ کسی امیر کو دربار میں نہ ملا نوروز کے دن جب تمام عالم' فاضل 'مفتی اور ارکان دولت شاہی دربار میں اکٹھا ہوئے۔ تو اس وقت صدر الشریف سمرقندی اور سید احمد غزنوی مفتی نے جیسا کہ بادشاہ کا حکم تھا ویسا ہی کیا اور ملک سیف الدین کو اسمٰعیل فتح کی جگہ سے بھی بلند جگہ پر بٹھایا' حالانکہ اسمٰعیل فتح کا شاہی دربار میں یہ مرتبہ تھا کہ جب عید یا اور کسی مذہبی تہوار کے موقع پر دربار شاہی میں آتا تو بادشاہ خود کھڑا ہو کر اس کا استقبال کرتا تھا اور اس کے بعد دیوانخانہ میں جا کر تخت پر بیٹھتا اس کے بعد لوگوں کو حاضری کی اجازت مل جاتی۔

اسمٰعیل فتح کی سازش

اسمٰعیل فتح کو سیف الدین کا یہ بلند درجہ ایک آنکھ نہ بھایا ایک دن اس نے تخت شاہی کے سامنے جا کر شکایت کی اور آنکھوں میں

besturdubooks.wordpress.com

سلطنت ہے' تم نے خود اپنی نگاہ سے دونوں مراتب کا فرق خوب دیکھا ہے۔ دونوں عہدوں کی عزت' قدر و منزلت میں جو فرق ہے وہ بھی تمہیں خوب معلوم ہے۔ لہٰذا تمہارا شکوہ بالکل لایعنی ہے۔" اسمٰعیل فتح اس جواب سے کسی حد تک بظاہر مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد دربار میں نہایت خوش و خرمی سے آتا اور خوشی خوشی اپنی جگہ پر بیٹھتا رہا لیکن اندر ہی اندر بادشاہ کی طرف سے اس کے دل میں نفرت اور مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نے سازش کی اور اپنے ساتھ چند عزیزوں اور بیٹوں کو ملایا' شاہی امراء اور افغان امیر بھی اس میں شامل تھے۔ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ شکار یا سواری کے لئے جب نکلے تو اس کو قتل کر کے حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے' لیکن قسمت نے اسمٰعیل کا ساتھ نہ دیا۔ اور اس کو اپنی جان کی بازی لگانی پڑی۔

بادشاہ کو اسمٰعیل فتح کی سازش کا حال معلوم ہو گیا اور اس نے ایک بہت بڑا اجلاس اور اس میں شہر کے تمام خاندان' سادات' امراء منصب دار' علماء مشائخ وغیرہ کو مدعو کیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل فتح سے اس کے ارادے اور بدنیتی کے بارے میں پوچھا اس پر اسمٰعیل فتح نے انکار کیا اور بہت قسمیں کھانا شروع کیں۔ تب حسن گنگو حاضرین مجلس سے مخاطب ہوا اور کہا کہ جن جن لوگوں کے دلوں میں میرے خلاف جذبات تھے اگر اب وہ اپنے بد ارادہ سے باز رہ کر میرے ساتھ وفادار رہنا چاہتے ہیں وہ لوگ نہایت ایمانداری سے اسمٰعیل فتح کی سازش کا انکشاف میرے سامنے کر دیں' جو کچھ اس کو کرتے ہوئے دیکھا اور جو کہتے ہوئے سنا وہ صاف صاف بتا دیں۔ صاف گو اشخاص سے کسی طرح کی باز پرس نہ کی جائے گی اور نہ کوئی سزا دی جائے گی۔" یہ اعلان سنتے ہی وہ تمام امراء اور اسمٰعیل فتح کے رشتہ دار جو خفیہ طور پر سازش میں شامل تھے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی سچائی کا ثبوت دینے لگے۔ جن لوگوں نے پوشیدہ طور پر اسمٰعیل فتح کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان سب نے سچ کہہ دیا اور بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اب بادشاہ نے گناہ ثابت ہو جانے کے بعد قتل کا فتویٰ دیا اور نہایت غصہ کی حالت میں سر محفل اسمٰعیل فتح کو قتل کرا دیا اور اس کے دوسرے ہمرازوں کا قصور معاف کیا اور کسی سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ اسمٰعیل فتح کے بیٹوں اور عزیزوں کا بھی گناہ حالانکہ ثابت ہو گیا تھا' مگر سب کی تقصیر معاف کی گئی۔ اسمٰعیل فتح کا عہدہ اس کے بیٹے کو مل گیا اور تمام امراء کو شاہی مراعات عطا کی گئیں وہ سب کے سب نہایت درجہ مطمئن اور خوش ہو گئے۔ اسمٰعیل کے قتل اور پھر اس کے بیٹے کو وہی عہدہ دینے اور گناہگاروں کے معاف کر دینے سے حسن گنگو کی بہت شہرت ہوئی اور عوام کے دلوں پر بادشاہ نے پوری طرح غلبہ پا لیا۔

رائے تلنگانہ کی اطاعت

رائے تلنگانہ جو اب تک بادشاہ کے خلاف تھا۔ بادشاہ کے حسن سلوک اور نیک برتاؤ سے بہت شرمندہ ہوا بادشاہ نے اب بہت طاقت حاصل کر لی تھی ہر ایک اس کا مداح ہو گیا۔ خاصکر رائے تلنگانہ سے بہت اچھا برتاؤ کیا راجہ جو روپیہ دہلی کے خزانہ شاہی میں بھیجا کرتا تھا' اب ہر سال خزانہ بہمنہ میں داخل کرنے لگا۔ جب بادشاہ نے پوری طرح یہ اطمینان کر لیا کہ اب ملک میں دور دور تک کوئی مخالف نہیں رہا۔ تو اس کے سر میں جہاں کشائی کا سودا سمایا اس ارادے کے پیش نظر سلطان علاؤ الدین نے پھر اجلاس کیا اور امراء سلطنت نیز اراکین دولت کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اگر میں اس تمام لشکر کو جو اب میرے قبضہ میں ہے لے کر نکلوں تو یقیناً فتح و نصرت میرے قدم چومے گی اور ارادہ ہے کہ اودنی سے بیجانگر اور سیت بن رامیسر (۵) سے ملا بار تک کا سارا علاقہ اپنے قبضہ میں کر لوں بعد ازاں گوالیار کی طرف بڑھوں اور پھر مالوہ اور گجرات کو بھی اپنا لوں۔

ملک سیف الدین نے نہایت ادب اور احترام سے جواب دیا کہ کرناٹک کا علاقہ نہروں اور درختوں سے بالکل بھرا ہوا ہے اور وہاں کی ہوا میں رطوبت بھی بہت ہے اور ہمارے یہاں کے جانوروں نے ایسی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے جو کہ کرناٹک کی آب و ہوا کے بالکل خلاف ہے لہٰذا یہ جانور بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتے۔" اور یہ بھی بتایا کہ علاؤ الدین خلجی اور محمد تغلق کے زمانہ میں کئی بار

besturdubooks.wordpress.com

دھور (٦) سمندر پر چڑھائی کی گئی' مگر جانور سفر میں کبھی بھی دس دن سے زیادہ زندہ نہ رہے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ بادشاہ بہ نفس نفیس حملہ کرنے کے لئے تشریف لے جائے بلکہ ایسا کیا جائے کہ ایک جمعیت پہلے کرناٹک کی سرحدوں کو فتح کرنے کے لئے جائے۔ سرحد کرناٹک کی آب و ہوا چونکہ دکن کی آب و ہوا سے مناسبت رکھتی ہے اس لئے پہلے ان باغی راجاؤں کی روک تھام اور بازپرس کی جائے۔ جنہوں نے اب تک بادشاہ کے خلوص اور ہمدردی کے باوجود بھی نہ تو تحفے اور ہدیے دربار میں بھیجے ہیں اور نہ اپنی فرمانبرداری کا اظہار ہی کیا ہے۔ ان کو بہ زور شمشیر درست کیا جائے۔"

گجرات مالوہ پر لشکر کشی

اس کے بعد چونکہ سلطنت دہلی پر آج کل ادبار اور مصیبت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اس لئے موقع ہے کہ بادشاہ خود گوالیار اور مالوہ کا سفر کرے اور ان ملکوں پر قبضہ کرے جن پر عاقبت اندیش اور بہادر حکمرانوں کی نگرانی نہیں ہے اس طرح اپنے جھنڈے کو بلند کر کے فتح و نصرت کے شادیانے بجائے۔" سلطان علاؤ الدین حسن کو ملک سیف الدین کا یہ مشورہ بہت زیادہ پسند آیا۔ اور اس نے دو امراء یعنی عماد الملک تاشقندی اور مبارک خاں لودھی کی سرکردگی میں ایک جمعیت کو کرناٹک کی مہم پر بھیجدیا۔ ان امراء نے دریائے تاولی (٧) اور بکری تک ہندوؤں کی راجدھانی کو خوب تباہ و برباد کیا اور تمام گھروں اور آبادیوں سے جو مال حاصل ہوا وہ ایک لاکھ علائی اشرفی یعنی دو سو لاکھ تولہ سونا اور بہت سے بیش بہا ہیرے' جواہرات' موتی' نقد' مال و زر دو سو مشہور ہاتھی' ایک ہزار طوائفیں اور سازندے تھے جو خراج کے طور پر وصول کیا۔ ان راجاؤں سے فرمانبردار اور وفادار رہنے کا عہد و پیمان لیا۔ اس کے بعد موسم برسات میں یہ لوگ مع راجاؤں کے ایلچیوں کے واپس آئے۔ جب یہ امراء اس مہم سے واپس آئے تو بادشاہ نے ملک سیف الدین کی صلاح لے کر سفر کی تیاریاں شروع کی اور شعبان ۷۵۸ھ میں حسن آباد گلبرگہ سے روانہ ہو کر دولت آباد پہنچے گھاٹ پر تمام لشکر کا جائزہ لیا گیا بہت سے بہادر سپاہی اور پچاس ہزار سوار موجود تھے۔ علاؤ الدین نے ارادہ کیا کہ ندربار اور سلطان پور کے راستہ سے مالوہ پہنچے۔ راجہ رائے ہرن نے اپنے قاصد کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا یہ راجہ رائے کرن کا بیٹا تھا۔ اس کے باوجود کہ گجرات میں فساد برپا تھا مگر وہ دکنی فوج کے ڈر سے بگلانہ ٹھہرا ہوا تھا اور اپنے موروثی ملک میں جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

ان قاصدوں نے اپنے راجہ کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں درخواست کی کہ گجرات کے حکمرانوں اور دکن کے بادشاہوں میں ہمیشہ میل ملاپ رہا ہے لہذا بادشاہ سب سے پہلے گجرات پر حملہ کرے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ یہ علاقہ راجہ کو ورثہ میں ملا تھا۔ مگر وہاں کی رعایا جاگیرداروں سے بہت تنگ آ چکی ہے اور عرصہ دراز سے وہ لوگ کسی امداد کے منتظر ہیں' اس کو فتح کر لیں۔ اور راجہ کی درخواست کے بموجب اس کو بادشاہ اپنے بہی خواہوں میں شامل کر لے اور نہایت اطمینان کے ساتھ مالوہ پر چڑھائی کرے۔ اس راجہ کے علاوہ وہاں کے عوام نے بھی علاؤ الدین حسن کی خدمت میں گجرات پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے امراء اور اراکین سلطنت سے صلاح لی پھر یہ طے پایا کہ جب دہلی کے حکمران فیروز شاہ باربک ہی سے مقابلہ کرنا ہے تو پھر مالوہ اور گجرات دونوں ہی برابر ہیں۔ اور جب گجرات کے عوام خود بھی علاؤ الدین کے بلانے کے متمنی ہیں' تو پھر کیا نقصان ہے۔ سلطان علاؤ الدین کو بھی یہ مشورہ بہت پسند آیا اور شہزادہ محمد کو بطور ہراول بیس ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور اس کے بعد خود نہایت خاموشی کے ساتھ مع اپنے لشکر و علم کے گجرات کا رخ کیا۔ پہلے شہزادہ محمد نوساری پہنچا' نوساری اور اس کے آس پاس شکاری جانوروں کی بہتات تھی لہذا پہلے شہزادہ محمد نے شکار کھیلنا شروع کیا۔ اور اپنے باپ علاؤ الدین حسن کو بھی جو کہ شکار کھیلنے کا بہت شوقین تھا' اس علاقے کی تمام کیفیت لکھی' بادشاہ نے بھی جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کی' وہاں پہنچ کر مستقل ایک مہینے تک سیر و شکار کا سلسلہ جاری رکھا' جس بات کا خطرہ کرناٹک میں تھا وہ یہاں

besturdubooks.wordpress.com

باقاعدہ مشغلہ شکار و شراب و کباب جاری رہا- اس کی وجہ سے بادشاہ کو ہیضہ ہو گیا اور وہ بیمار ہو کر بڑی حسرت اور مایوسی کے عالم میں واپس لوٹا- حسن آباد گلبرگہ پہنچ کر تمام مشائخ اور علماء کو بادشاہ نے جمع کیا اور ان کی موجودگی میں صدر الشریف سمرقندی کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی- اپنے استاد قتلغ خاں کی تجویز پر اس نے بھی عمل کیا اور مملکت کو پورے چار حصوں میں بانٹ دیا- حسن آباد گلبرگہ سے لے کر وایل رائچور (۸) اور مدکل تک کے تمام مقامات کی حکومت ملک سیف الدین کو دیدی اور دولت آباد خیبر (۹) چودل' بنیر اور مونگی پٹن کے اضلاع جو مرہٹواڑی کے سب سے بہترین شہر ہیں وہ اپنے بھتیجے خان محمد بن علی شاہ کی حکمرانی میں دے دیئے' ملک برار اور ماہور (۱۰) صفدر خاں سیستانی کے حوالے کیے اور بیدر' قندھارا مذور' کولاس اور تلنگانہ کے تمام ممالک پر اعظم ہمایوں ملک سیف الدین کے بیٹے کو حاکم مقرر کیا۔

مرض الموت

بادشاہ چھ مہینے تک مستقل بیمار رہا اس بیماری میں اس کا بستر علالت ایک ایسی جگہ پر تھا جس کا رخ گلی کی طرف تھا صبح و شام کیا بلکہ ہر وقت ہی رعایا کو آنے کی اور بازیابی کی اجازت تھی- بادشاہ عوام کے تمام حالات کی پوچھ گچھ کرتا' مظلوموں کی داد سنتا' اپنے مرض الموت کے زمانہ میں یہ حکم دے دیا تھا کہ تمام قیدی علاوہ ان قیدیوں کے جو ملک کے لئے شور و شر اور آزار کا باعث ہوں' رہا کر دیئے جائیں۔ اور جو زیادہ گناہگار ہوں وہ فوراً گلبرگہ آ جائیں تاکہ ان کی تقصیر معاف ہو اس حکم کے مطابق بڑے بڑے مجرم پابہ زنجیر دار السلطنت میں جمع ہونے لگے اور نیک دل بادشاہ نے ان سب کا قصور معاف کیا- ان مجرموں میں سے صرف سات ایسے تھے جن کا گناہ ناقابل عفو وہ قید ہی میں رکھے گئے- ان قیدیوں کو اپنے بیٹے محمد کے سپرد کیا اور کہا کہ ملک کی فلاح و بہبود کا خیال کر کے ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا- بادشاہ کا مرض روز بروز ترقی کرتا رہا اور مشہور نامی گرامی حکماء حکیم علیم الدین تبریزی' حکیم نصیر الدین شیرازی اور دیگر حکیموں نے بہت علاج کیا' لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا- جوں جوں علاج ہوتا رہا مرض بڑھتا ہی گیا اب علاؤ الدین کو بھی یقین ہو گیا کہ آخری وقت آ پہنچا ہے۔

رحلت

موت کا یقین ہو جانے کے بعد بادشاہ نے قصداً علاج معالجے سے ہاتھ اٹھا لیا اور موت کے لئے سراپا انتظار بن کر بیٹھ گیا اسی دوران میں ایک دن حسن نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے محمود کو سامنے نہ پا کر پوچھا کہ وہ کہاں ہے جواب ملا کہ مکتب میں اپنا سبق پڑھ رہا ہے۔ اس کو بلوا کر بادشاہ نے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے ہو اس پر شہزادہ محمود نے جواب دیا کہ آج کل حضرت شیخ سعدی شیرازی کی بوستان پڑھ رہا ہوں- اس پر بادشاہ نے سوال کیا کہ کون سی حکایت پڑھ رہے ہو- شہزادے نے ایک حکایت پڑھی جس میں حضرت شیخ سعدی نے بادشاہ ایران کی زبان سے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا ہے- بادشاہ نے اس حکایت کا تیسرا شعر غور سے سنا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہر ایک نے اپنی ہمت اور بہادری سے تمام دنیا کو فتح کر لیا' مگر جب دنیا سے گیا تو خالی ہاتھ اور قبر میں اپنے ساتھ کچھ نہ لے گیا۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو بہ آواز بلند رونے لگا اور اپنے دوسرے بیٹوں کو بھی بلوایا اور نصیحت کی کہ "اپنے بڑے بھائی کو میرا ولی عہد سمجھ کر اس کی فرمانبرداری اور اطاعت اپنا فرض سمجھنا۔" اس کے بعد خزانچی کو بلوایا اور تمام اثاثہ خزانہ شاہی سے منگوا کر اپنے بیٹوں کو دیا کہ جا کر جامع مسجد میں حنفی مذہبی علماء میں یہ تقسیم کر دو- شہزادوں نے اس کے حکم کے بموجب عمل کیا اور سارا مال تقسیم کر دیا اس کے بعد واپس آئے اور بادشاہ کو اطلاع دے دی- بادشاہ نے یہ سن کر سکون و اطمینان کا سانس لیا اور اس کے بعد راہی ملک عدم ہوا- بادشاہ نے پورے گیارہ سال دو مہینے سات دن تک حکومت کی- یکم ربیع الاول ۷۵۹ھ کو انتقال کیا اس نے سڑسٹھ سال کی عمر پائی۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا کردار

ملحقات میں شیخ عین الدین بیجاپوری لکھتے ہیں کہ کسی نے ایک بار علاؤ الدین حسن سے سوال کیا کہ لشکر عظیم نہ ہونے کے باوجود تم نے اتنی وسیع سلطنت کیسے حاصل کر لی اور پھر اتنی کم مدت میں حکومت کو اتنی وسعت کیسے دی؟ دوسرا سوال یہ کیا کہ بغیر کسی کی مدد کے عوام اور دور دراز ملکوں کے حکمرانوں اور رعایا کو اپنا فرمانبردار اور مطیع کیسے بنالیا؟ اس پر حسن علاؤالدین نے جواب دیا کہ پہلے تو میں نے مروت کو اپنا اصول بنالیا تھا اور ہر خاص و عام کے ساتھ ہمیشہ مروت سے پیش آتا تھا' دوسرے یہ کہ کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا' ہمیشہ سخاوت کرتا رہا' سخاوت کرنے میں دوست دشمن' اپنے' پرائے' کی تخصیص نہ تھی۔ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ بالکل برابر کا رہا' سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور ہر ایک کے ساتھ احسان کیا' انہیں دو عمدہ عادتوں کی وجہ سے ہر ایک میرا مخلص' ہمدرد' مطیع اور فرمانبردار بن گیا۔

حسب و نسب

علماء اور مشائخین میں سے علاؤالدین حسن کے ہم عصر صرف دو تھے' ایک شیخ عین الدین بیجاپوری اور دوسرے شیخ محمد سراج ان دونوں علماء کے حالات بعد میں لکھے جائیں گے۔ تحفۃ السلاطین اور سراج التواریخ' اور بہمن نامہ دکنی کے مصنفین نے ان کتابوں میں علاؤ الدین حسن کے حسب نسب کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا' لیکن جب کہیں اس بادشاہ کی تعریف کی ہے تو کبھی شاہان کیان کی طرف منسوب کر دیا۔ اور کہیں یہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے کلاہ کیانی سر پر رکھا اور قدم تخت کیانی پر رکھ کر جلوس کیا۔ انہیں تصانیف میں بعض جگہ علاؤ الدین حسن کو بہمن اور اسفندیار کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یعنی کہیں پر تو اس کو بہمنی نژاد لکھا ہے اور کہیں افروزندہ کاخ بہمنی وغیرہ جیسے مبالغہ آمیز اور پر تصنع جملوں سے اس کی تعریف کی ہے۔

ان کتابوں میں بہت سے ایسے جملے اور عبارتیں ملتی ہیں جن سے شبہ ہوتا ہے کہ علاؤ الدین حسن' اسفندیار کی نسل سے تھا۔ بہمن نامہ اور اس کے اشعار پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا' جو شعر اس بات کو ثابت کرنے کے لئے پیش کیے جاتے ہیں کہ بادشاہ نسل بہمن بن اسفندیار سے تھے' ان میں بھی کوئی قوی دلیل نہیں ملی اگر بہمن نامہ کے متعلق یہ بات ثابت ہو جاتی کہ واقعی اس کے مصنف شیخ آذری ہیں' تو یہ اشعار بہترین سند تھے لیکن شیخ آذری ایسے انسان ہی نہیں ہیں جو کسی بات کو بغیر تحقیق کیے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے دوسری بات یہ بھی ہے کہ جو اشعار بطور سند پیش کیے گئے ہیں وہ مستند نہیں' دوسرے یہ کہ کتاب کے کسی شعر میں شاعر کا تخلص نہیں پایا جاتا پھر ان باتوں کے باوجود یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ یہ معمولی' اشعار شیخ آذری کی فکر بلند کا نتیجہ ہیں۔

ایک رسالے کے بیانات کا خلاصہ

مورخ فرشتہ جس وقت شہر احمد نگر میں مرتضیٰ نظام شاہ بحری کا ملازم تھا اس عرصہ میں نظام شاہیہ کتب خانہ میں ایک رسالہ اس کی نظر سے گزرا جو علاؤ الدین حسن کے حسب و نسب کے بارے میں تھا اس رسالہ کے مصنف کا نام نہیں لکھا ہوا تھا۔ اس میں یہ درج تھا کہ علاؤ الدین حسن بہمنی بہرام گور کی اولاد سے ہے اور اس کا سلسلہ حسب و نسب بہرام گور تک اس طرح پہنچتا ہے کہ علاؤ الدین حسن کانگوے بہمنی بن کیکاؤس بن محمد بن حسن بن سہام بن سیمون بن سلام بن ابراہیم بن نصیر بن منصور بن رستم بن کیقباد بن منوچہر بن نامدار بن اسفندیار بن کیومرث بن خورشید بن محصائی بن ففغور بن فرخ بن شہریار بن عامر بن سعید بن ملک داؤد بن ہوشنگ بن نیک دار بن فیروز بخت بن نوت بن سانع اور پھر سانع کا حسب و نسب چند پشتوں کے بعد بہرام گور سے جا ملتا ہے۔ بہرام گور ساسان کی نسل سے ہے اور ساسان بہمن بن اسفندیار کی (جو کیانی خاندان کا حکمران تھا) یادگار ہے۔ اس رسالے میں بھی یہ لکھا ہے کہ علاؤ الدین اور اس کی اولاد کو بہمنی کہنا یہی معنی رکھتا ہے کہ یہ خاندان نسل بہمن بن اسفندیار سے ہے۔ فرشتہ کے خیال میں اس کی یہ رائے بالکل غلط ہے

besturdubooks.wordpress.com

اس کی اولاد بہمن کے نسب سے مشہور ہو گئی۔ خوشامد کرنے والے شعراء اور مداحوں اور تاریخ دانوں نے مبالغے سے کام لے کر حقیقت کو بالکل مسخ کر ڈالا۔

حوالہ جات

(۱) ناسک اور پانووہ کے قریب قریب لکھنے سے مغالطہ کا احتمال ہے۔ کیونکہ ناسک تو دولت آباد کے مغرب میں واقع ہے۔ جبکہ پانووہ بیٹر کے ضلع میں دولت آباد سے کوئی نوے میل جنوب میں ہے۔

(۲) برہان' ماثر میں یہ روایت بالکل مختلف طریقے سے لکھی ہوئی ہے۔ جب سلطان محمد تغلق نے دولت آباد کے قریب دکن کے باغی امیروں کو شکست دی تو اسمٰعیل فتح قلعہ دولت آباد میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ اور علاؤ الدین حسن مع اپنی فوج کے گلبرگہ پہنچا مگر راستہ میں یہ سن کر کہ عماد الملک تیز تیز اس کے تعاقب میں آ رہا ہے۔ اس نے گھات لگائی اور عماد الملک پر یکایک حملہ کر دیا جس میں عماد الملک مارا گیا۔

(۳) قندہار اب ضلع نانڈو میں داخل ہے منڈو سے مالوہ کا تاریخی شہر مانڈو مراد ہے۔

(۴) اودنی غلط ہے اودنی یا ادھونی صحیح ہے اور یہ تنگ بھدرا کے جنوب میں مشہور تاریخی قلعہ ہے۔

(۵) سیت بن رامیرا انتہائے جنوب کا شہر رامیشورم ہے۔

(۶) دھور سمندر سے دور سمندر مراد ہے جو قدیم زمانہ میں ایک ہندو ریاست کی راجدھانی تھا اور ریاست میسور کے شمال مغرب میں اسی ۸۰ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔

(۷) تاول۔ بکری۔ تاولی ممکن ہے کہ تنگ بھدرا کی کوئی چھوٹی معاون ندی ہو اب اس نام کی کوئی ندی نقشہ میں نہیں۔

بکری غلط ہے صحیح نام کہری یا ککری ہو سکتا ہے۔ تنگ بھدرا کی معاون ندی کہری ہو سکتا ہے یہ رائے باغ اور مرچ (بیجاپور) کے مغرب میں ابھی تک موجود ہے۔

(۸) رائے چور ریاست حیدر آباد دکن کا ایک مشہور مقام ہے۔ مدکل بھی ریاست کا ایک مشہور مقام ہے۔ وادیل یا وابھول ایک قدیم مشہور بندرگاہ ہے۔ ستارا کے مغرب میں بمبئی سے۔ تقریباً سو میل جنوب میں ابھی تک آباد ہے۔

(۹) نیبر غلط ہے۔ یہ جنیر (ج ن ی ر) ہونا چاہیے۔ جو احمد نگر کے مغرب میں دکن کا مشہور تاریخی مقام ہے۔ چول یا چیول بمبئی سے تقریباً تیس میل جنوب میں اب چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ مونگی پٹن سے موجودہ پٹن (ضلع اورنگ آباد) مراد ہے۔

(۱۰) ماہور جنوبی برار میں مان گنگا کے کنارے نہایت مستحکم مرکزی مقام تھا۔ یہاں کا قدیم قلعہ اب تک موجود ہے۔ اندور موجودہ نظام آباد کا پرانا نام ہے۔ اسی طرح بیٹر کا پرانا نام کولاسل ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ بہمنی بن سلطان علاؤ الدین حسن گانگو

انتظام سلطنت

حسن گنگو کے انتقال کے بعد سلطان محمد شاہ نے دکن کے تخت پر قدم رنجہ فرمایا- محمد شاہ نہایت درجہ عقلمند بہادر اور سخی حکمران تھا- اس حکمران نے سامان شان و شوکت اور لوازمہ سلطنت کو مہیا کرنے میں بڑی ایمانداری سے کوشش کی اور تاج شاہی کے قبہ کو بہت قیمتی ہیرے اور جواہرات سے مرصع کیا- اور ایک جڑاؤ ہما اس کے اوپر لگایا اور وہ یاقوت جو راجہ بیجانگر نے سلطان علاؤ الدین حسن گانگو کو بھیجا اور جس کی قیمت کی شناخت کوئی جوہری نہ کر سکا تھا اسے اس مرصع ہما کے سر پر لگایا' چوبداروں کی تعداد میں بھی بہت اضافہ ہوا- امراء اور منصب داروں میں سے ہر ایک کی ذمہ داری پر ایک ایک کام چھوڑ دیا-

لوگوں کو دربار شاہی میں داخل ہونے کی اجازت دینے اور لشکر شاہی کے حاضر کرنے کے لئے تواچیوں کو رکھا گیا اور اس جمیعت کا نام باردار رکھا گیا- اسی طرح یکہ جوان ہتھیار' نیزہ و علم' تیرو تبر کی حفاظت کرتے تھے ان لوگوں کا نام "سلح دار" رکھا گیا تھا- اس کے علاوہ یکہ جوانان خاصہ جو تعداد میں تقریباً چار ہزار تھے' خاصہ خیل کے نام سے مشہور تھے- بادشاہ کا حکم تھا کہ روز صبح پچاس ۵۰ سلحدار اور ایک ہزار خاصہ خیل دیوان خانہ میں حاضر رہا کریں- اور جب دوسرے دن یہ گروہ کام سے واپس جائے تو دوسرا گروہ مقررہ وقت پر دربار میں حاضر ہو جایا کرے- بادشاہ نے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ جتنے امیرو منصب دار جو مملکت میں موجود ہوں نوبت پر سلحداروں کے ساتھ موجود رہیں اور خانہ شاہی میں پہرہ دیں- ہر نوبت پر ایک آدمی کا تقرر ہوا اور اس کا خطاب سرنوبت دیا گیا- اس کے علاوہ پہلی چوکی کی سر نوبت کو بھی اسی نام سے مقرر کر کے دوسروں پر اس کو افسر بنا دیا گیا- اسی طرح وہ تمام ممالک جو بادشاہ کے قبضہ میں تھے اس کے ہر حاکم کو الگ الگ خطابات دیئے گئے- مثلاً حاکم دولت آباد کو "مسند عالی" کا خطاب' حاکم برار' "مجلس عالی" کے خطاب سے موسوم کیا گیا- بیدر اور تلنگ کے حکمران کو "اعظم ہمایوں" کا لقب دیا اور "ملک نائب" کا خطاب حاکم پایہ تخت گلبرگہ و حسن آباد و بیجاپور کو دیا گیا' جو وکیل سلطنت بھی تھا- مقبوضہ ممالک کے افسر اعلیٰ کا خطاب امیر الامراء تھا اور یہ تمام خطابات و انعامات ہنوز مملکت دکن میں رائج ہیں-

امور سلطنت کی انجام دہی کا طریقہ

جمعہ کے دن کو چھوڑ کر باقی ہر روز ایوان کے درمیان میں ایک نہایت قیمتی ریشمی فرش بچھایا جاتا' مخمل و زربفت کے شامیانے اور دوسرے بہت قیمتی پردے لگائے جاتے تھے- علاؤ الدین کا چاندی کا تخت بچھایا جاتا- سلطان محمد ایک پہر دن گزرنے کے بعد دیوان عام میں قدم رنجہ فرماتا اور دربار میں آکر پہلے اپنے باپ کے تخت کو سجدہ کرتا اور اس کے بعد خود تخت پر بیٹھ جاتا اور امور سلطنت کو انجام دیتا- ظہر کی اذان سے پہلے دربار کرتا اور اذان کی آواز سننے سے پہلے ہی دربار ختم کر دیتا- چونکہ بہت غیرت مند تھا اس لئے باپ کے تخت کو سجدہ کرنا پسند نہ کرتا تھا جیسا کہ آگے لکھا جائے گا- تلنگانہ کے راجہ نے فیروزہ کا تخت بھیجا تو اس تخت کو دیوان خانہ میں بھجوا دیا اور چاندی کا تخت ہمیشہ کے لئے الگ کر کے ایک کونہ میں رکھ دیا- اس تخت کو سلطان فیروز شاہ بہمنی نے اپنے عہد میں مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا- تاکہ اس کو توڑ کر اس کی چاندی سادات میں تقسیم کر دی جائے- جیسا کہ علاؤ الدین حسن گنگو کے زمانہ میں رواج تھا ویسا ہی محمد شاہ کے عہد میں بھی تھا کہ علاوہ ملک نائب سیف الدین غوری کے کسی دوسرے شخص کو مجلس سلطانی میں بیٹھنے کی اجازت ہی نہ تھی- حالانکہ ملک سیف الدین کو اس بات

besturdubooks.wordpress.com

میں خود گذارش کی کہ مجھے بھی دیگر بہمنی خاندان کے امراء اور اعزاء کی طرح دربار میں کھڑے رہنے کی اجازت مرحمت ہو۔ یہ بات گویا محمد شاہ کے دل ہی کی تھی اس نے فوراً منظور کر لیا اور ملک سیف الدین غوری بھی دوسرے امراء کی طرح دربار میں کھڑا رہا کرتا تھا۔

سکہ اور خطبہ

بادشاہ نے یہ حکم بھی جاری کیا تھا کہ سونے کا سکہ تیار کیا جائے اور روزانہ پانچ بار نوبت بجائی جائے اور جو بھی شخص دربار میں داخل ہو وہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور پھر زمین بوس ہو۔ بہمنیہ خاندان کی حکومت کے بعد حالانکہ بہت سے خاندانوں نے دکن پر حکومت کی اور ہر خاندان کا تاج اور خطبہ بالکل مختلف اور ایک دوسرے سے الگ تھا' لیکن نہ کسی نے سونے کا سکہ بنوایا اور نہ پانچ نوبتیں اپنے دروازہ پر بجوائیں۔ تلنگانہ کے حکمرانوں نے اگرچہ سونے کا سکہ نہیں جاری کیا پھر بھی انہوں نے نوبتیں اپنے دروازہ پر ضرور بجوائیں اور یہ سراسر شاہان بہمنیہ کی تقلید تھی۔ محمد شاہ بہمنی نے جو سکے سونے اور چاندی کے بنوائے تھے وہ چار طرح کے تھے جن کے اوزان بھی مختلف تھے۔ زیادہ سے زیادہ وزن دو تولہ ہوتا اور کم از کم پاؤ تولہ اس سے کم وزن کا کوئی بھی محمد شاہی سکہ نہیں تھا۔ ہر سکہ پر ایک طرف کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوتا' دوسری طرف فرمانروائے دکن کا نام اور تاریخ کندہ ہوتی۔

ہندو صرافوں اور سناروں نے مذہبی تعصب اور بیجانگر و تلنگانہ کے راجاؤں کے بھڑکانے سے خالص سکوں کو گلانا چاہا تاکہ محمد شاہی عہد سے پہلے کی طرح بیجانگر اور تلنگانہ کے راجاؤں کے سکے بھی جاری رہیں۔ محمد شاہ کو ان صرافوں کی بدنیتی معلوم ہو گئی اور اس نے بار بار بہمنی سکوں کو توڑنے اور گلانے کی ممانعت کر دی اور کئی بار ان لوگوں کو تنبیہہ بھی کی لیکن جب یہ سلسلہ منع کرنے کے باوجود بھی جاری رہا تو بادشاہ نے ممالک محروسہ میں ان لوگوں کے قتل کے احکامات صادر کر دیئے تاکہ یہ گروہ ہی ختم ہو جائے۔ ماہ رجب ۷۶۱ھ کو سلطنت بہمنیہ کے تمام صرافوں کو قتل کر دیا گیا اور اس طرح ممالک محروسہ ان نافرمانوں سے پاک ہو گئے۔ اب صرافہ کا کام کھتریوں نے کرنا شروع کر دیا جو دکن میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ بہمنی فرمانرواؤں کے آخر عہد تک تمام ممالک میں مسلمانوں کا ہی سکہ چلتا رہا۔ دکن کے قدیم صرافوں کی اولاد نے جب یہ حالت دیکھی تو سلطان فیروز شاہ بہمنی کے زمانہ میں اپنے باپ دادا کے اعمال سے توبہ کی اور تمام روپیہ شاہی خزانہ میں جمع کر دیا اور اپنا قدیم پیشہ اختیار کر کے پھر بھی ہندوؤں کے سکوں کی طرف توجہ نہ کی۔ سلطان محمود شاہ بہمنی کی حکومت سے وسطی دور میں جبکہ دولت بہمنیہ کی بنیادیں ہل گئی تھیں ان صرافوں نے پھر پرانی روش اختیار کی اور اپنے دل کے بغض کو دوبارہ زندہ کیا اور سات آٹھ سال کے عرصہ کے اندر ہی اندر اسلامی سکوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اور بیجانگر اور تلنگانہ کے راجاؤں کے سکے جوہون اور پرتاپ (۱) کے نام سے مشہور تھے تمام اسلامی ملکوں میں مشہور ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت تک جب یہ تاریخ لکھی گئی (یعنی ایک ہزار سولہ ۱۰۱۶ھ ہجری) ہندوؤں کا سکہ ہی مسلمانوں کے ملکوں میں جاری ہے۔

اسلامی سکے

مورخ فرشتہ اپنی یادداشت سے فائدہ اٹھا کر لکھتا ہے کہ شاہ قلی صلابت خاں ترک جس نے مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے زمانہ میں کئی بار حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اس کی محفل میں بارہا محمد شاہ بہمنی کے عہد کے صرافوں اور ان کے قتل کے حالات کا ذکر کیا گیا حالانکہ صلابت خاں نے پوری کوشش کی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کے زمانہ حکومت میں ہندوؤں کے سکوں کو بالکل ختم کر دے اور اسلامی سکوں کو رواج دے۔ اس نے کئی جگہ ٹکسال بنوائے اور سونے نیز چاندی کے سکے تیار کرائے جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کے اسمائے گرامی مرقوم ہوتے اور نظام شاہ کا نام کندہ ہوتا تھا' لیکن برار کے امیر الامراء سید مرتضیٰ سمنانی جو صلابت خاں سے حسد رکھتا تھا اس نے اس چیز کو قطعی گوارا نہ کیا کہ برار ہی میں ٹکسال قائم کرا کے اور سکے ڈھلوائے یہی اثر احمد نگر کے صرافوں پر بھی ہوا اور محمد شاہی عہد کا طریقہ نظام شاہی عہد میں دہرایا گیا۔ اور صرافوں نے اپنے گھروں میں مسلمانوں کے سکوں کو گلانا شروع کیا اور ہندوؤں کے سکوں کو رواج

besturdubooks.wordpress.com

دنیا شروع کیا۔ شاہ قلی صلابت خاں نے بارہا صرافوں کو تنبیہہ کی اور طرح طرح کی سزائیں دیں' بہتوں کو قتل کرایا مگر پھر بھی یہ بدعنوانی ختم نہ ہوئی اور صلابت خاں کی کوششیں کارآمد ثابت ہوئیں اتفاق کی بات کہ اس دوران میں صلابت خاں وکالت کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا اب ہندو صرافوں نے اس کے سکوں کا نام و نشان تک دنیا سے مٹا دیا۔

برہان نظام ثانی کے سکے

اسی طرح برہان نظام شاہ ثانی نے ۱۰۰۱ھ میں سونے کا سکہ جاری کیا اس پر بھی حضرات ائمہ اہل بیت کے نام کندہ تھے اس کو جاری کرنے کا بھی مقصد یہی تھا کہ ہندوؤں کے تمام سکے ترک کر دیئے جائیں' لیکن چونکہ نظام شاہ کا انتقال بہت جلد ہو گیا اس لئے احمد نگر میں حکومت کا پانسہ ہی پلٹ گیا لہٰذا یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی غرضیکہ محمد شاہ نے اسلام اور شریعت کی توسیع اور تقویت میں بہت کوشش کی اور ہندوؤں کے سکوں کو اپنے ملک سے بالکل ختم کر دیا۔ تلنگانہ اور بیجانگر کے راجاؤں کو بادشاہ کے سامنے اپنی قوت بالکل ہیچ معلوم ہوئی لیکن وہ ہمیشہ خوفزدہ ہی رہے۔ ان راجاؤں نے بہت سے مسلمان امراء کو محمد شاہ کی مخالفت پر اس لئے اکسایا کہ اس نے تمام مال و زر مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا۔ بعض بہمنی امیر بھی ان راجاؤں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے لگے تھے لہٰذا بیجانگر کے راجہ نے سلطان محمد شاہ کے پاس قاصد بھیج کر یہ کہلوایا کہ قلعہ رائچور اور مدکل اور اس کے گرد و نواح کے مقامات جو دریائے کرشنا کے ساحل تک ہیں ہمیشہ سے بیجانگر کے راجاؤں کے تحت رہے اب اگر ہم لوگوں سے تعلقات کا رشتہ استوار کرنا ہے تو اپنا قبضہ ان مقامات سے ہٹا لو اور یہ مقامات ہمارے حوالے کر دو تاکہ شاہ دہلی کے خونخوار اور میرے جنگجو سپاہیوں کی زد سے یہ مقامات محفوظ رہیں۔

اسی طرح تلنگانہ کے راجہ نے جس نے کولاس علاؤ الدین حسن کے حوالے کر دیا تھا اس نے بھی موقع غنیمت جان کر محمد شاہ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا ناگ دیو قلعہ کولاس کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے اور مجھ سے اسی بات پر باغی ہو گیا ہے کہ میں نے قلعہ کیوں تاجدار دکن کے حوالے کر دیا۔ اور اب وہ کولاس کو اپنے قبضہ میں کر کے تمہاری سلطنت سے اس کو علیحدہ کرنے پر بالکل تیار بیٹھا ہے لہٰذا اب عین مناسب یہی ہے کہ تم کولاس واپس کر دو جو ہمارے اور تمہارے درمیان فساد کی بنیاد ہے تاکہ میں خود بھی تمہارا فرمانبردار اور دوست بن جاؤں اور تمہارے دشمنوں کا مخالف۔" محمد شاہ نے اس معاملہ میں بہت عقلمندی سے کام لیا' ان قاصدوں کی بہت عزت و تعظیم کی جواب دینے میں مسلسل ایک سال کا عرصہ لگ گیا اور اس عرصہ میں جو امراء بادشاہ سے بدظن ہو گئے تھے اور راجاؤں سے ساز باز کر رہے تھے ان سب کو خوب تنبیہہ کی اور ان راجاؤں کو بہت محبت آمیز خطوط لکھے۔ امراء میں سے جو قابل اعتماد تھے انہیں عہدے مرحمت فرمائے۔

ایک بہت بڑا دربار عام

ملکہ جہاں جب سفر حجاز سے واپس آئیں اور جب بادشاہ محمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ اب عوام امراء اور راجاؤں میں مخالفت کی تاب اور سکت نہیں ہے تو اس نے ایک بہت بڑا دربار عام منعقد کیا' دربار کو خوب آراستہ کیا گیا۔ تلنگانہ اور بیجاپور کے قاصدوں کو بھی اس دربار میں بلایا۔ بادشاہ نے نہایت رعب دار اور بااثر لہجہ میں ان ایلچیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "مجھے تخت فیروزہ پر جلوس کیے ہوئے عرصہ گزر گیا اور میرے اقبال شاہی نے آسمان کی بلندیوں کو چھو لیا لیکن آس پاس کے راجاؤں اور حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ کسی نے آج تک کوئی ہدیہ کوئی پیشکش نہیں کی حالانکہ ان راجاؤں کا فرض ہے کہ ان کے پاس جو قیمتی زر و جواہر سونا چاندی' بیش بہا عطیات ہیں وہ سب ہاتھیوں پر لاد کر بارگاہ بہمنی میں روانہ کریں۔" محمد شاہ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ خزانہ شاہی کی ساری دولت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں صرف ہو گئی

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ کی دریا دلی

ملکہ جہاں کے سفر حجاز کے اخراجات کے بارے میں یہ روایت ہے کہ جب باپ کا انتقال ہوا تو محمد شاہ نے تمام دولت جی کھول کر تقسیم کی۔ باپ کا فاتحہ وغیرہ کرانے کے بعد اور تعزیت سے فارغ ہو کر حسن آباد گلبرگہ میں تخت پر بیٹھا اور امور سلطنت کو انجام دینا شروع کیا۔ امور جہاں داری میں اس نے ذرا بھی بخل نہ کیا' ضرورتمند لوگوں کی سرپرستی کے فرمان جاری کیے اور امراء دولت آباد' برار کے لئے خلعت و انعامات بھیجے۔ ان امراء کے نام صفدر خاں سیستانی اور خان محمد تھے۔ ملک سیف الدین غوری اور اس کے بیٹے اعظم ہمایوں پر شاہانہ نوازشات کی بارش کی اور ان کے عہدوں کو انتہائی کمال پر پہنچایا۔

اس کے باپ کی قبر حسن آباد گلبرگہ کے پاس تھی وہاں مسلسل چھ ماہ تک برابر جاتا رہا۔ فقراء محتاجوں اور مساکین کو خیرات دی اور قبر پر ایک عالی شان گنبد بنوایا اس کے علاوہ کئی قصبے اور چند گاؤں قبر کے اخراجات کے لئے وقف کر دیئے تاکہ دو سو حافظ حسن گنگو بہمنی کی قبر پر ہمیشہ تلاوت کر کے اس کی روح کو ثواب پہنچایا کریں۔ ملکہ جہاں یعنی محمد شاہ کی والدہ ماجدہ نے بھی اپنی تمام دولت شوہر کی روح کو ثواب پہنچانے میں صرف کر دی۔ اور شوہر کے انتقال کے پورے ایک سال بعد حج بیت اللہ کی اجازت اپنے بیٹے سے طلب کی۔ محمد شاہ چونکہ اپنی ماں کا بھی بہت فرمانبردار تھا وہ تمام دولت جو باپ نے دنیاوی کاموں کے لئے جمع کی تھی اسے وہ مدینہ منورہ بھیج کر باپ کی روح کو ثواب پہنچانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے خزانچی کو بلا کر کہا کہ جتنے بیش قیمت زیورات' سونا چاندی قیمتی آلات ہیں سب بادشاہ کے حضور میں پیش کیے جائیں اور اندازہ لگایا جائے کہ ان سب کی قیمت کیا ہے۔ غرضیکہ تمام مسکوک اور غیر مسکوک دولت اسی مقصد کے لئے بادشاہ کے سامنے لائی گئی۔

وزن کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک سو من سونا اور سات سو من چاندی دکنی وزن کے مطابق ہے حالانکہ اس وقت اراکین دولت اور امراء سلطنت نے دنیاوی مصلحتوں کا خیال کر کے کہا کہ فیروز شاہ باربک کو لشکر کی درستگی اور ملکی اخراجات کی ضرورت ہے ہو سکتا ہے کہ وہ طلب کرے۔ لہٰذا اسی قدر مال و زر ملکہ جہاں کے ہمراہ روانہ کیا جائے جو ضرورت ہو اور بقیہ خزانہ شاہی میں محفوظ رکھا جائے تاکہ وقت پڑنے پر کام آئے۔ اس خیال سے بادشاہ بہت مضمحل ہو گیا۔ ملک سیف الدین نے بادشاہ کے چہرہ پر اضمحلال کے آثار دیکھ کر اس کی وجہ پوچھی۔ محمد شاہ نے اپنی نیت اور امراء کی مخالفت کا تمام حال بیان کر دیا۔ اس پر ملک سیف الدین نے بھی جواب دیا کہ دولت کا خزانہ شاہی میں رہنا بہت ضروری ہے' لیکن جو مال و زر راہ خدا کے لئے خزانچی سے نکلوا کر رکھ لیا گیا ہے اس کا واپس کرنا بھی مناسب نہیں کہ دوبارہ اب وہ خزانہ شاہی میں جمع کرا لیا جائے۔

بادشاہ نے ملک سیف الدین کی صلاح پر عمل کرنے کا ارادہ کیا اس نے کہا کہ میرے غریب باپ کو جب خدا نے اس قدر مال و دولت کا مالک بنا دیا تھا تو اگر خدا چاہے گا تو خزانہ ہونے کی صورت میں بھی میرے ملک کو اپنی امان میں رکھے گا۔ اس کے بعد صدر الشریف جیسے قابل اعتماد لوگوں کو بلایا اور تمام سونا چاندی ان کے حوالے کر دیا۔

ملکہ جہاں کا سفر حجاز

معین خان خواجہ سرا کو چند دیگر خواجہ سراؤں کے ہمراہ کر کے خدمت کے لئے مقرر کر دیا۔ اور ملکہ جہان کو ان معتبر لوگوں کے ساتھ بندر دابل (۲) روانہ کیا۔ باعصمت اور نیک طبیعت بیگم نے اپنے تمام ضروری کام ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیئے۔ اور محمد شاہی کشتی جو اس زمانہ میں تیار کی گئی تھی' اس پر سوار ہوئیں۔ ملکہ کی رشتہ دار اور اعزا کے علاوہ محتاج اور غریب عورتیں تقریباً آٹھ سو بیگم کے ساتھ ہوئیں۔ صدر الشریف کو یہ ہدایت ملکہ جہاں نے کر دی تھی کہ تمام مسافروں کا نگران اور اخراجات کا ذمہ دار رہے۔ ہم سفروں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جس کو سفر میں جو ضرورت ہو وہ ملکہ جہاں کے آدمیوں سے حاصل کرے کیونکہ جتنا مال اسباب ساتھ تھا وہ سب راہ خدا میں

besturdubooks.wordpress.com

صرف کرنے کے لئے ہی تھا- ملکہ جہاں کی کشتی طوفان اور بلاؤں سے بالکل محفوظ جدہ کی بندرگاہ پر ٹھہری اور اس کے بعد یہ سارا قافلہ بیت اللہ کی طرف چلا- ہر فرد بشر نے خانہ خدا کا طواف کیا ملکہ جہاں نے غریبوں محتاجوں اور مستحقین کو انعامات سے نوازا اور اس طرح اپنی آخرت کا سامان کر لیا- اس کے بعد ملکہ جہاں مدینہ منورہ پہنچیں یہاں انہوں نے ایک سال تک قیام کیا اور اس مقام پر چار ہزار کنواری لڑکیوں کی شادیاں کرائیں-

ملا داؤد بیدری کا بیان

تحفۃ السلاطین میں ملا داؤد بیدری نے لکھا ہے کہ ملکہ جہاں روزانہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کے مزار پر زیارت کے لئے جاتی تھیں ایک دن انہوں نے پوچھا کہ حضرت امام حسین کا مزار کہاں ہے تاکہ اس کی زیارت کی جا سکے- صدر الشریف نے جواباً کہا کہ سید الشہدا کا کربلا میں مدفن ہے- ملکہ جہاں نے اس کا سبب پوچھا کہ حضرت فاطمہ الزہراء کا مزار تو مدینہ منورہ میں ہے پھر حضرت امام حسین کو کربلا میں کیوں دفن کیا گیا- اس پر صدر الشریف نے حضرت حسین اور یزید کا قصہ بیان کیا اس پر ملکہ جہاں نے بہت گریہ و زاری کی اور کہا کہ چھوٹا بیٹا ماں کو ہمیشہ پیارا ہوتا ہے لہٰذا مجھے حضرت امام حسین کے مزار کی زیارت بھی کرنا ضروری ہے تاکہ حضرت بی بی ناراض نہ ہوں یہ سوچ کر ملکہ جہاں نے کربلائے معلیٰ جانے کی تیاری شروع کر دی-

وہ مدینہ منورہ سے چلنے ہی والی تھیں کہ انہیں خواب میں حضرت فاطمۃ الزہراء کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے اپنے آپ سے فرمایا کہ تجھے مزار حسین پر حاضری دینے کی کوئی ضرورت نہیں میں تیرے اچھے اخلاق سے بہت ہی متاثر ہوں-" اور یہ بشارت دی کہ تو اپنے گھر چلی جا کیونکہ تیرے بیٹے تیری دید کے مشتاق ہیں' ملکہ جہاں نے اپنا یہ خواب صدر الشریف سے بیان کیا اور اس کے بعد بہت سا مال و اسباب' زر و جواہر ایک قابل اعتماد آدمی کے ذریعہ کربلائے معلیٰ بھیجا تاکہ یہ سب علی اور حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے فرزندان عالی قدر کے نام سے سادات اور زائرین میں بانٹ دیا جائے- اور اس کے بعد خود جدہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہوئی دکن کی طرف روانہ ہو گئیں- ملکہ بندر دابل پہنچیں اور ان کے استقبال کے لئے محمد شاہ روانہ ہوا کلبر کے قلعہ میں اس نے اپنی والدہ سے ملاقات کی اور دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا-

خلیفہ عباسی کا فرمان و خلعت

محمد شاہ نے خلیفہ عباسی کا بھیجا ہوا خلعت پہنا اور وہ فرمان بھی پڑھا گیا جس میں خلیفہ عباسی نے حاکم دکن کو اپنے نام کا خطبہ پڑھوانے اور سکہ جاری کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی بادشاہ نے خلعت و فرمان دونوں اپنے سر پر رکھے اور جو قاصد' امراء اور ایلچی ان تبرکات کو لے کر دکن میں لائے تھے ان پر بڑی نوازشیں ہوئیں- ملکہ جہاں کی واپسی کے بعد مسلسل دو سال تک قصبہ کلبر میں جشن شادی بپا رہا اور پھر مع اپنی والدہ کے محمد شاہ' حسن آباد گلبرگہ آیا- یہاں آنے کے بعد بھی عرصہ تک خوشی و مسرت کے شادیانے بجتے رہے- ملکہ یہاں پہنچنے کے بعد اپنے شوہر حسن علاؤ الدین گنگو کی قبر پر گئی اور بہت سا روپیہ خیرات کیا پھر اپنے سب سے زیادہ نیک اور سعادت مند بیٹے سے اجازت لے کر وہیں اپنے شوہر کی قبر کے پاس ایک حجرہ بنوا لیا اور صبح و شام شوہر کی قبر پر بغرض فاتحہ خوانی حاضری دیتی- اس کی جدائی میں گھنٹوں آہ و زاری کرتی حتیٰ کہ ملکہ جہاں کا بھی آخری وقت آ پہنچا- اور ۷۶۳ھ میں ان کا بھی انتقال ہو گیا انہیں شوہر کے برابر ہی جگہ ملی- ملکہ کے حسن اعتقاد اور نیک اعمال کے بارے میں یہ عجیب روایت مشہور ہے کہ ملکہ کے ساتھ جتنے افراد حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ سب کے سب خانہ خدا اور خانہ رسول کا طواف کر کے زندہ و سلامت اپنے اپنے گھر پہنچ گئے- یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے جو اس باعصمت بی بی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا-

besturdubooks.wordpress.com

راجاؤں کی سرکشی

یہ تمام باتیں بر سبیل تذکرہ آئیں اور حقیقت یہ ہے کہ جب راجاؤں کے ایلچیوں نے انہیں محمد شاہ کی رائے سے آگاہ کیا تو تلنگانہ کے راجہ نے اپنے بیٹے ناگ دیو کو بہت سے سواروں اور پیادوں کے ہمراہ ورنگل سے کولاس روانہ کیا۔ بیجانگر کے راجہ نے بھی راجہ تلنگانہ کی مدد کرنا چاہی اور بیس ہزار کی تعداد میں فوج ناگ دیو کی کمک کے لئے آئی۔ محمد شاہ نے اسمٰعیل فتح خاں کے بیٹے بہادر خاں کو لشکر کا سردار کیا اور اعظم ہمایوں خاں و صفدر سیستانی کے پاس احکامات بھیجے کہ وہ لشکر لے کر بہادر خاں کی مدد کے لئے میدان میں آ جائیں۔ انہیں ہر حالت میں بادشاہ کے فرمان کے مطابق عمل کرنے کی تاکید تھی۔ بہادر خاں بڑی ہمت اور دلیری کے ساتھ ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان کارزار میں آیا فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی' انجام کار ہندوؤں کا لشکر حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا اور اپنے ملک میں واپس جا کر پناہ گزین ہوا۔ بہادر خاں نے ورنگل تک کے ممالک کو تباہ و برباد کیا اور وہاں کے راجہ سے ایک لاکھ ہون (سکہ) اور پچیس ہاتھی اور دیگر تحفہ تحائف' بیش بہا اشیاء لے کر حسن آباد گلبرگہ واپس لوٹ آیا۔

ناگ دیو سے پرخاش

۷۶۳ھ میں ایک دن محمد شاہ کرسی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ کچھ سوداگر گھوڑے بیچنے کے لئے آئے ہیں محمد شاہ گھوڑوں کا بہت دلدادہ تھا۔ خاص طور پر عربی گھوڑوں کا اسے بہت شوق تھا وہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے سوداگروں کو بلوا لیا' گھوڑوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ ان میں کوئی اس قابل نہیں کہ خریدا جائے۔ اس پر بادشاہ نے سوداگروں سے کہا کہ ایسا مال لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک جانا بیکار ہے جو بادشاہوں کے لائق نہ ہو۔ سوداگروں نے نہایت مودب ہو کر خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگ شاہی سواری کے لائق عمدہ مال لے کر چلے تھے' لیکن ولیم پٹن (۳) میں ناگ دیو جو اپنے باپ کی طرف سے حکمران مقرر کیا گیا ہے اس نے ہم سے زبردستی عمدہ عمدہ گھوڑے چھین لئے۔ محمد شاہ ناگ دیو سے پہلے ہی دل برداشتہ ہو رہا تھا اس واقعہ سے اور بھی ناراض ہوا اور اس کو تباہ کرنے کی کوشش میں لگ گیا۔ محمد شاہ نے دار السلطنت کی باگ ڈور ملک سیف الدین کے ہاتھ میں دی اور اسی وقت اپنے بہادر اور جری گھوڑے کو جس کا نام شبدیز تھا اپنی کرسی کے پاس بلوایا اور اسی وقت سوار ہو کر ایک لشکر جرار کے ساتھ سلطان پور کے نزدیک ایک جگہ دس دن تک ٹھہرا رہا۔ اور پھر محمد شاہ جنیدی سے دعائیں لے کر گیارہویں دن دار الامارہ کے مست ہاتھی پر سوار ہو کر تلنگانہ کی طرف بڑھا۔ بادشاہ جب کلیانی کے آس پاس پہنچا تو اس نے اپنے ایک بے تکلف مصاحب سے پوچھا کہ ہم کتنے دن میں ولیم پٹن پہنچ سکتے ہیں اس نے گستاخانہ جواب دیا کہ اگر بادشاہ کی یہی رفتار رہی تو ہم آئندہ سال دشمن کے سر پر پہنچ سکیں گے۔

محمد شاہ نے فوراً ہی ہاتھ کو روک لیا اور چار ہزار سوار جن میں اسپہ دو اسپہ اور سہ اسپہ تھے انہیں اعظم ہمایوں کی سرکردگی میں اپنے سے پہلے بھیجدیا۔ اور خود بھی خدا پر قانع ہو کر سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ بادشاہ نے تمام لشکر کو احمد آباد اور بیدر میں چھوڑا اور اتنی سرعت سے سفر شروع کیا کہ ایک مہینے کا کام ایک ہفتہ میں انجام پانے لگا۔ ایک ہزار سواروں کے ساتھ شہر ولیم پٹن کے گرد و نواح میں پہنچا۔ اور افغانوں کے ایک گروہ کو سوداگروں کے بھیس میں شہر میں بھیجا تاکہ یہ جا کر دربانوں اور نگہبانوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیں تاکہ محمد شاہ نہایت آسانی سے داخل ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ افغانی سوداگر تیر و کمان اور تلواریں لیے ہوئے پہنچے اور دربانوں سے کہا کہ ہم لوگ سوداگری کرنے کے لئے نکلے تھے ہمیں راستہ میں چوروں نے لوٹ لیا اب ہم کو اندر جانے کی اجازت دو۔

ابھی ان میں بات چیت ہو رہی تھی کہ محمد شاہ بھی مع اپنی فوج کے آ گیا یہ لوگ جو دربان تھے یہ سمجھے کہ شاید ان افغان سوداگروں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی حفاظت کی خاطر اٹھے اور دروازہ کو بند کرنا چاہا' لیکن محمد شاہ کے لشکر کے سامنے ان کی ایک نہ چلی' افغان سوداگروں نے نگہبانوں پر حملہ کر دیا۔

bestUrduBooks.wordpress.com

اس طرح یہ لوگ شہر کے اندر گھس آئے ادھر راجہ ناگ دیو کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس طرح محمد شاہ اچانک حملہ کر دے گا ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ محمد شاہ کی فوج اگرچہ بہت مختصر تھی پھر بھی اس نے زبردست ہنگامہ برپا کیا۔ راجہ باغ میں عیش و طرب کی محفل جمائے بیٹھا تھا وہ وہاں سے اٹھ کر فوراً محل میں چلا گیا بادشاہ نے اس فعل کو اپنی خوش نصیبی سمجھا اور اسی وقت اس قلعہ کو گھیر لیا۔ جس میں توپ (۴) و تفنگ اور آلات قلعہ داری بالکل نہیں تھے۔ اور شہر کے تمام کاریگروں کو کام سے لگا دیا اور حکم دیا کہ بہت کم عرصہ میں بہت سے چوبی زینے اور قلعے کو فتح کرنے کے دوسرے اسباب فراہم کیے جائیں۔

ناگ دیو نے محسوس کر لیا کہ مقابلہ کرنا بالکل بیکار ہے اور ہر ہندو کے دل پر مسلمانوں کا ڈر غالب آ چکا ہے اور کہیں سے مدد پہنچنے کا بھی امکان نہیں ہے۔ لہٰذا جو دروازہ پتھر سے چنا ہوا تھا اس کو کھولا اور اپنے چند قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے پیچھے سے بھاگا۔ محمد شاہ کو اس کے فرار کا حال معلوم ہو گیا اس نے فوراً ہی ناگ دیو کا تعاقب کیا' اس کو پکڑ کر محل میں لایا اور اس سے تمام خزانوں اور دفینوں کا حال معلوم کر کے ان پر اپنا قبضہ کر لیا۔ دوسرے روز صبح کو ناگ دیو دربار میں طلب کیا گیا بادشاہ کا دل اب اس کی طرف سے میلا نہ رہا تھا اور وہ اس کی جان بخشی پر تیار بھی تھا۔ اس نے ناگ دیو سے سوال کیا کہ سوداگر جو گھوڑے میرے لیے لائے تھے تو نے انہیں کیوں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس پر ناگ دیو نے نہایت جاہلانہ اور ناعاقبت اندیشانہ جواب دیا۔ محمد شاہ اس کے جواب سے برافروختہ ہو گیا اور حکم دیا کہ قلعہ کے سامنے جو لکڑی کا انبار لگا ہوا ہے اس میں اس کی زبان کھینچ کر اس کو ڈال دیا جائے اور کہا کہ اس کو منجنیق میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیں چنانچہ بادشاہ کے حکم کی فوراً ہی تعمیل کی گئی اس کے بعد بادشاہ نے ان ہندوؤں کو بھی نہایت سخت سزائیں دیں جو کہ مسلمانوں کو ستاتے تھے۔

محفل عیش و عشرت

مسلسل پندرہ روز تک محفل عیش و طرب جمی رہی ہر تاجر اور غیر تاجر سے بادشاہ زر و جواہر حاصل کرتا' ہر اس سپاہی کو جو بادشاہ تک پہنچنا چاہتا' پہنچنے کی اجازت نہ دی جاتی اور وہ شہر کے باہر ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ محمد شاہ کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ یہاں پر رہ کر امور سلطنت کو انجام دینا اس کے لئے بہت مشکل تھا۔ لہٰذا وہ وہاں سے بہت مطمئن ہو کر دار الامارۃ کی طرف چلا۔ تلنگانہ کے عوام کے لئے یہ بات بالکل ہی عجیب تھی وہ ہر طرح سے محمد شاہ کی راہ میں حائل ہوئے' مگر محمد شاہ اس ہجوم سے بالکل نہ گھبرایا اور یہ فیصلہ دے دیا کہ بہمنی فوج کا کوئی سپاہی علاوہ زر و جواہر کے کوئی چیز ساتھ نہ لے اور خیمے' اسباب' اونٹ' گائے اور دیگر جانور وغیرہ سب کو یہیں چھوڑ دیں۔ فوج کو یہ حکم دے دیا گیا کہ لشکر ہر گاؤں سے نہایت آہستہ آہستہ گزرے اور ہر گاؤں سے اسی قدر چارہ اور غلہ وصول کرے جس کی اسی دن ضرورت ہو زیادہ ہوس کرنے کی ضرورت نہیں۔

سپاہی اگرچہ رات کو جنگل میں آرام کرتے تھے' لیکن چند گروہ باری باری حفاظت کے لئے ہشیار رہا کرتے تھے۔ باوجود اس احتیاط اور حفاظت کے تلنگوں کو جب موقع ملتا درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ سے چھپ چھپ کر مسلمانوں کو قتل کرتے۔ اس سبب سے چار ہزار سواروں میں سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سپاہی واپس اپنے گھروں کو آئے۔ راستے میں بھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں جنگیں ہوئیں' مگر ہر بار مسلمان ہی کامیاب ہوئے اور ایک مرتبہ ایک جنگ میں محمد شاہ کے بازو پر بھی ایک زخم آیا' لیکن اس کا اثر زیادہ نہ ہوا۔ یہ زخم کھانے کے بعد بھی بادشاہ نے نہایت سکون و آرام اور سنجیدگی سے اپنے علاقے میں قدم رکھا۔ کولاس میں کچھ عرصہ قیام کیا ملک سیف الدین غوری نے تلنگوں کے ہنگامے کی خبریں سن کر امراء کو فوراً ہی روانہ کر دیا۔ کولاس میں وہ سب ٹھہر گئے اور بادشاہ سے ملاقات کی اور اس نے حکم سے تلنگانہ کے بہت سے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

راجہ تلنگانہ کی بغاوت

۷۶۴ھ میں تلنگانہ کا راجہ جو اپنے بیٹے کی موت اور محمد شاہ سے شکست کھانے کے بعد بہت رنجیدہ اور مضمحل تھا۔ اس نے سلطان فیروز شاہ باربک کی خدمت میں ایک خط بھیج کر التماس کی کہ وہ محمد شاہ کی تباہی کا باعث بنے۔ محمد شاہ کے خبر رسانوں نے اس کو ان خطوط کی اطلاع فوراً ہی دے دی۔ ان خطوط میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ورنگل کا راجہ تاجدار دہلی کی طرفدار اور بہی خواہ ہے اگر بادشاہ دہلی مالوہ اور گجرات کے امراء کو دکن کی حکومت واپس لے لینے کا حکم نامہ جاری کرے تو وہ خود اور راجہ بیجانگر دونوں دل و جان سے کمک کے لئے تیار ہیں۔ اور بہت کم عرصہ میں ملک دکن کو دشمنوں کی زد سے بچا کر کئی سال کا بقایا خراج اور پیشکش وغیرہ بھی دہلی کے خزانہ شاہی میں داخل کرے گا۔ دہلی میں چونکہ یہ ایک روایت بن گئی تھی کہ شاہ دہلی کا دکن پر حملہ کرنا کبھی راس نہیں آتا اسی باعث راجہ کے خطوط اور معروضات سب بالکل بے اثر ثابت ہوئے۔

محمد شاہ کا ورنگل پر حملہ

محمد شاہ نے ورنگل کی راجدھانی کو فتح کرنے کا پکا ارادہ کر لیا اور اپنے چچا زاد بھائی خان محمد کو خط لکھا کہ وہ دولت آباد کی فوج کو تیار کرے اور قتلغ خاں کے حوض کے نزدیک' بالاگھاٹ دولت آباد میں آ کر ٹھہر جائے اور ان سرحدوں کی حفاظت کرے' صفدر خان سیستانی اور اعظم ہمایوں خاں کے نام بھی پیغامات بھیجے کہ یہ امراء بھی اپنی فوجیں لے کر حسن آباد گلبرگہ پہنچ جائیں اس کے بعد تمام حالات سے بادشاہ کو آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ نے حسب دستور سابق گلبرگہ اور اس کے گرد و نواح کی حکمرانی ملک سیف الدین کے ہاتھ میں دے دی اور خود اپنا لشکر لے کر مہم پر روانہ ہوا۔ بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کولاس پہنچا۔ اور اعظم ہمایوں کو احمد آباد' بیدر اور ماہور کے لشکر کے ساتھ گولکنڈہ بھیج دیا' صفدر خاں سیستانی کو امرائے برار کے ہمراہ ورنگل کی لڑائی پر بھیج دیا۔ بادشاہ خود نیز بہادر خاں نہایت آہستہ آہستہ منزلیں طے کرتے ہوئے انہیں امراء کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

اسی دوران میں بیجانگر کے راجہ کے انتقال کی خبر سنی گئی اور اس کا بھتیجا تخت کا وارث بنا اب تلنگانہ کے راجہ کو بیجانگر سے کمک کی کوئی امید باقی نہ رہی اور وہ خود بھی اب اپنے آپ میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا لہٰذا وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا اور بہادر خاں کے پاس اپنے مصاحبین کو بھیجا تاکہ وہ محمد شاہ کو صلح و آشتی کی ترغیب دے۔ محمد شاہ صلح پر کسی صورت سے تیار نہ ہوا' تلنگانہ کے راجہ نے بادشاہ کی بڑھتی ہوئی ضد اور طاقت سے متاثر ہو کر ایک بار اپنے چھوٹے بیٹے کو پھر بادشاہ کی بارگاہ میں بھیجا اور کہلایا کہ "میں خود بادشاہ کے بہی خواہوں اور خیر خواہوں میں شامل ہو چکا ہوں اور اپنے پچھلے قصوروں کی معافی چاہتا ہوں۔ اور اب عہد کرتا ہوں کہ بادشاہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کروں گا اور جو حکم ہو گا' اس کی پوری پوری تعمیل کروں گا۔"

اب دوسرے بہمنی امراء نے بھی اس بات پر زور دیا کہ بادشاہ صلح کر ہی لے اسی میں مصلحت ہے۔ اس پر بادشاہ نے بہادر خاں کو اختیار کلی دے دیا کہ وہ جن شرائط پر چاہے صلح کر سکتا ہے۔ بہادر خاں نے صلح کے لئے یہ شرائط رکھیں کہ راجہ ورنگل تین سو ہاتھی' تیرہ لاکھ ہون اور دو سو گھوڑے شاہی بارگاہ میں داخل کر دے اور گولکنڈہ کا شہر مع اس کے آس پاس کے علاقوں کے بادشاہ کے ہاتھ میں دے دے۔ چونکہ مسلسل دو سال تک بہمنی لشکر تلنگانہ کو تباہ و برباد کرتا رہا تھا نیز تلنگوں کا انتظام حکومت بھی بہت خراب حالت میں تھا' راجہ کو مجبوراً تمام شرائط قبول کرنا پڑیں۔ محمد شاہ نے نواح گولکنڈہ سے واپسی کا ارادہ کیا۔ ملا بہادر خاں کولاس ہی میں مقیم رہا تاکہ صلح کی تمام شرائط مکمل ہو جائیں اور رقوم بھی وصول کر لی جائیں۔ گولکنڈہ کی حکمرانی کے فرائض اعظم ہمایوں کو سونپے گئے اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ واپس آیا' پھر احمد آباد بیدر چلا گیا۔ تین ماہ تک بیدر میں قیام کر کے تمام امراء اور سپاہیوں کو تین ماہ کی چھٹی دے کر آرام کرنے کے لئے بھیج دیا۔

bestUrduBooks.wordpress.com

تلنگانہ کے قاصدوں کی آمد

اسی عرصہ میں تلنگانہ کے قاصد وہ تمام خبریں لے کر جو صلح نامہ میں درج تھیں حاضر ہوئے اور بہادر خاں ان کو لے کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عربی گھوڑے نیز بیش قیمت تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ تلنگانہ کے قاصدوں نے اس کے بعد بہادر خاں کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں گزارش کی کہ اگر ہمیں ایک عریضہ اس قسم کا مل جائے کہ بادشاہ کی اولاد بھی ہمیشہ تلنگانہ کے راجاؤں کو اپنا بہی خواہ اور وفادار سمجھے اور ان کی سرحد کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گی تو ہم لوگ بادشاہ کی خدمت میں ایک بہت بیش قیمت تحفہ پیش کریں گے جو واقعی تاجدار دکن ہی کے لائق ہے۔

محمد شاہ اس بات سے بہت متاثر ہوا اور اس نے بھی اس تحفہ کو دیکھنے کا شوق ظاہر کیا اس پر ایلچیوں کو دربار میں بلایا گیا اور ان کے اصرار پر بادشاہ نے ایک فرمان لکھا جس پر تحریر تھا کہ شہر گولکنڈہ دولت بہمنی اور حکومت ورنگل کی سرحد ہے۔ اور جس وقت تک تلنگے خود بغاوت پر آمادہ نہ ہوں اس وقت تک ہماری اولاد ان کے کسی فعل میں رخنہ نہ ڈالے۔ جب قاصدوں کو یہ فرمان مل گیا تو انہوں نے وہ مرصع تخت بطور تحفہ محمد شاہ کی خدمت میں پیش کیا جو راجہ تلنگانہ نے محمد تغلق کے لئے بنوایا تھا۔ محمد شاہ اس اعزاز سے پھولا نہ سمایا اور ان قاصدوں کو عزت و تکریم سے واپسی کی اجازت دے دی اور خود حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ نوروز کے دن حسن آباد پہنچا اور تخت کو تخت فیروزہ کے نام سے موسوم کیا۔ اور ساعت تحویل (۵) میں اس تخت پر قدم رنجہ فرمایا۔ اس کے بعد ان فوجی افسران کو جنہوں نے اس مہم میں اپنی جان کی پرواہ نہ کی تھی اور حصہ لیا تھا انہیں انعامات عطا کیے اور اپنے باپ کے چاندی کے تخت کو جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے ایک طرف اندر تبرک کے طور پر رکھوا دیا۔

تخت فیروزہ

فرشتہ لکھتا ہے کہ اس نے کئی بزرگوں سے جو محمد شاہ بہمنی کے عہد میں تھے اور جنہوں نے تخت فیروزہ کو دیکھا تھا ان کی زبانی سنا تھا کہ تخت فیروزہ تین گز لمبا اور ڈھائی گز چوڑا آبنوس کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے سونے کے تختے اس طرح لگائے گئے تھے کہ تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے اور لے جانے میں وقت نہ ہو اور ان تختوں کو لپیٹ لیا جائے' یہ تختے آسانی سے صندوق میں بند ہو جاتے تھے۔ بہمنی خاندان کا ہر حکمران سلطان محمد شاہ کی پیروی کرتا تھا۔ اور درفش کاویانی (۶) کی طرح تخت فیروزہ میں بھی ہر دور میں ہیرے اور جواہرات کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ محمود شاہ بہمنی کے عہد میں اس تخت سے بعض جواہرات اس لئے نکال لئے گئے تھے کہ بادشاہ کی صراحی اور پیالہ رکھنے کے لئے ایک چوکی (کشتی) بنانا تھی۔

اس وقت ملک کے صرافوں اور جوہریوں نے اس تخت کی قیمت ایک کروڑ ہون بتائی تھی یہ بات آگے چل کر مفصل طور پر بتائی جائے گی کہ تخت سے جواہرات نکالنا بہت منحوس ثابت ہوا۔ فرشتہ کو جو معلومات تخت فیروزہ کے بارے میں ہو سکیں وہ یہی ہیں کہ ملا اسمٰعیل نوبتی جن کے تمام آبا و اجداد زندگی بھر تخت فیروزہ کی حفاظت پر مقرر رہے) ان سے یہ سوال کیا گیا کہ اس تخت کا نام تخت فیروزہ کیوں رکھا گیا۔ اس کا جواب فرشتہ کو یہی ملا کہ چونکہ شروع شروع میں یہ فیروزی کانچ کا بنا ہوا تھا للذا اس رنگ کی مناسبت سے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا لیکن بعد میں اس پر اتنے جواہرات اور موتی لگائے گئے اس کا پرانا رنگ بالکل ہی مٹ گیا۔

جشن عیش و عشرت

بادشاہ جس سال تخت فیروزہ پر بیٹھا تھا اس سال چالیس روز تک عیش و طرب کی محفلیں رہیں۔ کسی شہری سے کوئی باز پرس نہ کی گئی ہر ایک کو اختیار دیا گیا کہ جو مرضی ہو وہ کرے نیز تمام امرائے سلطنت اور اراکین دولت بھی دن کو عید اور شب کو شب برات منانے

besturdubooks.wordpress.com

شاہ نے ان کی بہت عزت کی اور آخری دن ایک چھوٹا سا جلسہ منعقد کیا' ملک نائب سیف الدین غوری اور صدر الشریف کو یہ اجازت مرحمت ہوئی کہ وہ پایہ تخت کے پاس بیٹھیں۔ اسمٰعیل فتح خاں کے بیٹے بہادر خاں کو یہ عزت بخشی گئی کہ امیر الامراء کا لقب دیا گیا اور شہزادہ مجاہد کی شادی بہادر خاں کی بیٹی سے طے کی گئی اسی روز ان کا جشن شادی بھی منایا گیا۔ ملا داؤد بیدری لکھتے ہیں کہ (تحفۃ السلاطین)

"میں اس شادی کے دن پورے دس برس کا تھا اور مہرداری کا کام انجام دیتا تھا۔"

وہ کہتے ہیں کہ سارا جشن محمد شاہ بہمنی کے حسن سیرت و صورت سے معمور تھا۔ حضرت خسرو کے اشعار جو بادشاہ کی مدح میں تھے ان کو قوال گا رہے تھے وہ اس محفل عیش و عشرت سے بہت حظ حاصل کر رہا تھا۔ اس نے ملک سیف الدین غوری کو بلوا کر کہا کہ تین سو قوالوں کے وظیفے کا برات نامہ جو دہلی سے یہاں تک آئے ہیں راجہ بیجانگر کے نام لکھ دو۔" سیف الدین غوری یہ سمجھا کہ شاید بادشاہ نشہ کی حالت میں یہ کہہ رہا ہے لہٰذا اس نے اہمیت نہ دی۔ محمد شاہ ملک نائب سے بدگمان ہو گیا اس نے پھر ہوشیاری کی حالت میں پوچھا کہ برات نامہ راجہ بیجانگر کے نام عاید کر دیا گیا یا نہیں۔ اس پر ملک سیف الدین کو عجیب قسم کی سبکی محسوس ہوئی۔ اس نے کہا کہ اب کیا ہو' محمد شاہ نے کہا کہ جب اطراف عالم میں میری حکمرانی کا سکہ چل رہا ہے تو یہ بات ہرگز زیبا نہیں کہ میں فضول گوئی کروں۔ میرا حکم نشہ کی حالت میں نہ تھا بلکہ عین ہوش کے عالم میں تھا ابھی فرمان لکھ کر اس پر مہر لگاؤ اور بیجانگر کے راجہ کے پاس روانہ کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بیجانگر کا راجہ بھی کچھ کم مغرور نہ تھا وہ اس روش سے بہت ناراض ہوا اور ایلچی کو گدھے پر سوار کرا کے تمام شہر میں اس کی بدنامی کرائی۔

راجہ بیجانگر کی بغاوت

راجہ بیجانگر نے بادشاہ کے ایلچی کو شہر سے نکلوا دیا' اور اس کے بعد خود سرکشی پر آمادہ ہوا۔ بیس ہزار سواروں ۹ لاکھ پیادوں اور تین ہزار ہاتھیوں کا لشکر لے کر بہت اہتمام سے دکن کی سرحد کی طرف بڑھا۔ قلعہ اودنی میں اپنے خیمے لگائے اور اپنے آدمیوں کو مسلمانوں کے ملکوں کو تباہ و برباد کرنے کا حکم دے دیا۔ سلطان محمد شاہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی چونکہ برار اور بیدر دونوں جگہوں کے لشکروں نے مسلسل مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اس لئے انہیں ذرا بھی آرام نہیں نصیب ہوا تھا۔ محمد شاہ نے اس وجہ سے ان دونوں فوجوں کو نہ چھیڑا اور خان محمد کو دولت آباد کے لشکر کے ساتھ اپنے پاس بلوایا۔ اس کے بعد ویم پٹن کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ شاہزادہ مجاہد کو دے کر حضرت شیخ محمد سراج کے پاس بھیجا تاکہ یہ تمام رقم غریبوں اور محتاجوں کو بانٹ دی جائے۔ نیز شہزادہ حضرت شیخ سے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی اجازت لے۔ حضرت شیخ نے تمام علماء اور مشائخین کو وہ رقم تقسیم کی اور سب کو حسن آباد گلبرگہ کی مسجد میں جمع کیا گیا۔ سب نے لشکر اسلام کی فتح کے لئے سچے دل سے دعا کی۔

برسات کا موسم تھا اور کرشنا ندی کا پاٹ بہت چڑھا ہوا تھا پھر بھی راجہ بیجانگر نے نہایت اطمینان کے ساتھ مدکل کے قلعہ کے قریب قیام کیا' اور قلعہ کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی۔ آٹھ سو بہادر مسلمان قلعہ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے' لیکن ملک سیف الدین کے ایک رشتہ دار نے جو قلعہ کا حاکم تھا۔ قلعہ کے لوگوں سے کچھ سختی سے بات چیت کرنا شروع کی تو اہل قلعہ اور اس میں پھوٹ پڑ گئی... اور یوں قلعہ کی حفاظت میں سستی سے کام لیا گیا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر راجہ بیجانگر نے قلعہ کو فتح کر لیا اور ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے جانی دشمن تھے' مسلمانوں کے خاندان قتل کر ڈالے۔ ان میں سے ایک شخص چھپ کر قلعہ میں سے باہر نکل آیا اور دریائے کرشنا کو پار کر کے حسن آباد گلبرگہ پہنچا اور بادشاہ کو بتایا کہ آپس کی پھوٹ نے یہ حالت کر دی۔ راجہ بیجانگر نے مدکل کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کے تمام لوگ مارے گئے۔

ایک لاکھ ہندوؤں کے قتل کا ارادہ

سلطان محمد شاہ بہت غیرت مند حکمران تھا اسے یہ باتیں بہت تکلیف دہ معلوم ہوئیں اور اس نے اس غریب آدمی کو بھی قتل کا حکم

besturdubooks.wordpress.com

دے دیا جو جان بچا کر یہ خبر لے کر آیا تھا اور کہا کہ جس شخص کے سامنے اتنے بے گناہ لوگوں کا خون بہہ گیا وہ کیوں زندہ رہے اور اسی غیظ و غضب کی حالت میں سفر کا ارادہ کر لیا۔ جمادی الاول ۷۶۷ھ میں سفر کا آغاز کیا۔ رکاب میں پاؤں رکھتے ہی یہ قسم کھائی کہ جب تک آٹھ سو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل نہ کر دوں گا اس وقت تک مجھے سکون نصیب نہ ہوگا۔ شہزادہ مجاہد کو اپنا ولی عہد اور ملک سیف الدین کو صاحب اختیار بنایا اور خود چل پڑا۔ دریائے کرشنا پر پہنچ کر کہا کہ "قسم ہے خدائے پاک کی جس نے مجھے اتنے بلند درجہ پر پہنچایا میں اس معمولی ندی سے ڈر کر واپس نہ جاؤں گا' بلکہ مدکل کے شہیدوں کا بدلہ لینا مجھ پر فرض ہے۔" تین دن میں اس نے دریا کو پار کر لیا۔ اس کے پاس صرف نو ہزار سوار تھے اور ادھر فریق مخالف کے پاس تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے موجود تھے۔

راجہ بھی محمد شاہ کے دریا کو عبور کر لینے سے حیران ہوا کیونکہ دریا چڑھاؤ پر تھا۔ راجہ نے اسی پریشانی کی حالت میں جبکہ تند ہوائیں چل رہی تھیں بارش بہت ہو رہی تھی' اپنا تمام خزانہ' مال اسباب' ہاتھی وغیرہ بیجانگر بھیج دیئے اور خود اس لئے میدان میں جما رہا کہ صبح ہوتے ہی دربانوں اور اراکین سے جنگ یا صلح کے بارے میں گفتگو ہو گی۔ جو سامان اور جانور روانہ کیے گئے تھے وہ سب بارش کی شدت کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے اور ٹھہر گئے۔ ادھر مسلمانوں کے لشکر میں یہ خبر پہنچ چکی تھی لہٰذا صرف چابک اور گھوڑے لے کر مسلمانوں نے بیجانگر پر حملہ کر دیا اور صبح ہوتے ہوتے محمد شاہی لشکر نے ہندوؤں کو زیر کر لیا۔ ان لوگوں نے مال اسباب چھوڑ کر بھاگنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی اور یہ سب قلعہ اودنی کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے سارے مال پر قبضہ کر لیا اور تمام ہندوؤں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ تقریباً ستر ہزار ہندو قتل ہوئے جیسا کہ تحفۃ السلاطین میں لکھا ہوا ہے۔ دو ہزار ہاتھی' تین ہزار ارابے اور ضرب زن' سات سو عربی گھوڑے اور ایک جڑاؤ تخت بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور بقیہ مال غنیمت پر امراء نے قبضہ کر لیا۔

محمد شاہ نے اس فتح کو آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا اور برسات کا پورا موسم قلعہ مدکل ہی میں بسر کیا۔ محمد شاہ کے پاس اب اچھی خاصی جمعیت ہو گئی تھی' ہندوؤں کو تباہ و برباد کرنے کی نیت سے اس نے قلعہ اودنی کا رخ کیا۔ راجہ بیجانگر اس دوران میں دریائے تمندرہ (۷) کو پار کر کے قلعہ اودنی ہی میں اپنا ڈیرا جمائے ہوئے تھے۔ اپنے بھانجے کو یہاں کا حاکم بنایا تھا اور ممالک کے وسط میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ اس نے آس پاس کے لشکروں کو جمع کر کے خزانہ' ہاتھی اور دیگر لوازمہ شاہی دوبارہ بیجانگر سے منگا لیے۔ محمد شاہ نے خان محمد کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ کو فتح کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور حسب ضرورت فرامین جاری کر کے مقبوضہ ممالک اور قلعوں سے بہت سی توپیں اور بندوقیں منگائیں اور آتش بازی کے کارخانہ پر مقرب خاں کو جو ایک لائق اور قابل اعتماد امیر تھا نگران مقرر کیا۔ بادشاہ نے تمام رومی اور فرنگی ساتھیوں کو مقرب خاں کی ماتحتی میں دے دیا' ایک بہت بڑا توپ خانہ بنوایا۔ وہاں کے لوگوں کے متعلق یہ بات بہت مشہور تھی کہ وہ راتوں کو شب خون مار کر انسانوں اور جانوروں کو ختم کر دیتے ہیں لہٰذا بیجانگر کے تمام ہاتھی اور دیگر جانور حسن آباد روانہ کر دیئے گئے اور ضروری اور اہم چیزیں ہی وہاں رہنے دی گئیں' لشکر کے آس پاس توپ خانہ رکھ کر پوری بیداری اور عقلمندی سے مقابلے کے لئے تیار رہے۔ محمد شاہ نے لشکر کو اس طرح آراستہ کیا اس کے بعد پھر قلعہ اودنی سے چل کھڑا ہوا اور تمندرہ ندی کو پار کر کے بیجانگر کی راجدھانی میں داخل ہوا۔

بیجانگر پر محمد شاہ کا حملہ

محمد شاہ بہمنی خاندان کا پہلا بادشاہ ہے جس نے جنگ کرنے کی نیت سے سرزمین بیجاپور پر قدم رکھا اور نہایت شاندار کامیابی کے بعد واپس لوٹا وہ اپنے ارادہ میں بہت پکا تھا اور نہایت ثابت قدمی سے کشن رائے (۸) کی طرف چلا اب بہمنی فوج بیجانگر میں داخل ہوئی۔ راجہ نے فوراً اراکین سلطنت کو جمع کر کے صف آرائی کرنے کا مشورہ کیا۔ اس مجلس میں یہ طے پایا کہ بھوج مل جو ماں کی طرف سے راجہ کا

besturdubooks.wordpress.com

کر کہا کہ راجہ جس طرح کے اسی صورت میں مسلمان بادشاہ کو گرفتار کر کے لا سکتا ہوں اگر مرضی ہو تو بادشاہ زندہ سلامت پابہ زنجیر راجہ کے دربار میں لا سکتا ہوں۔ یا پھر حکم ہو تو اس کا سر قلم کر کے خدمت میں حاضر کروں۔

راجہ نے جواب میں کہا کہ دشمن کا قتل کرنا ہی عین ثواب ہے اور اہم بھی۔ بھوج نے اپنی فوج اور اپنے نوکروں کو خوب تسلی دی۔ چالیس ہزار سواروں اور پانچ لاکھ پیادوں کے ساتھ بادشاہ کی طرف بڑھا۔ بھوج مل نے یہ حکم بھی دیا کہ روزانہ برہمن اور پنڈت مذہبی کتب ہندوؤں کو پڑھ کر سنائیں اور مسلمانوں کو قتل کرنے کی خاص ہدایت کیا کریں اور مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں کو بدظن کرنے کے لئے وہ تمام باتیں بتائیں جو ہندوؤں کی دل شکنی کا سبب ہوں۔ مثلاً بتوں کی بے حرمتی کرنا توڑنا' گائے کو ذبح کرنا اور بت خانوں کو مسمار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ جب فریقین میں صرف بارہ (۱۲) کوس کا فاصلہ رہ گیا تو سلطان محمد شاہ نے خان محمد اور سرنوبتوں کو حکم دیا کہ لشکر میں سپاہی اور پیادوں کی تعداد شمار کریں۔ اس حکم کی تعمیل کی گی تو معلوم ہوا کہ لشکر پندرہ ہزار سواروں پچاس ہزار پیادوں پر مشتمل ہے۔ اس لشکر میں دس ہزار سواروں اور تیس ہزار پیادوں کی ایک فوج مع آتشبازی کے کارخانہ کے خان محمد کی سرکردگی میں روانہ کی گئی۔ ذیقعد کی چودہ تاریخ کو ہندو اور مسلمان بر سرپیکار ہوئے اور صبح سے سہ پہر تک خوب بہادری سے لڑتے رہے بہت سی جانیں ختم ہو گئیں۔ عیسیٰ خاں اور موسیٰ خاں جو میمنہ اور میسرہ کے محافظ تھے وہ بھی مارے گئے دونوں سرداروں کی سپاہ ادھر ادھر بکھر گئی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوتی کہ اچانک محمد شاہ تین ہزار سوار لے کر میدان جنگ سے تین کوس کے فاصلہ پر جا پہنچا۔ خان محمد کو بھی تسلی ہوئی اور منتشر لشکر پھر اس کے گرد جمع ہو گیا۔ مقرب خاں نے توپ خانہ کو سامنے کر دیا اور دشمنوں پر خوب آتش برسائی۔ ہندو سپاہ کو بری طرح پریشان کیا اس نے خان محمد کو کہلا بھیجا کہ "میں نے ہندو سپاہیوں کو خوب پریشان کر دیا ہے اب اگر حکم ہو تو میں ارابوں کے پیچھے سے نکل کر خاصہ کے نوجوانوں اور بہادروں کے ساتھ ان پر حملہ کروں۔" امراء کے ایک گروہ کو مقرب خاں کے پاس بھیج کر خان محمد نے کہہ دیا کہ لڑائی میں مصروف رہیں اور خود بھی ان امراء کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور بہت جلد ہی ہندوؤں کے سر پر جا پہنچا۔ ہندوؤں کو آتش بازی کے آلات سے کام لینے کا وقت نہ ملا اور مجبوراً وہ تلواروں اور خنجروں ہی سے لڑتے رہے اسی دوران میں خان محمد کا ہاتھی "شیر شکار" فیل بان کے قابو سے باہر ہو گیا اور بھاگ نکلا۔ وہ بھاگتا ہوا سیدھا بھوج مل کی فوج کی طرف گیا جو ابھی تک لڑنے کے لئے بڑھی نہ تھی۔ "شیر شکار" کو بھوج مل کے آدمیوں نے مار کر زخمی کر دیا۔

بیجانگر کی فتح

خان محمد کو جب یہ معلوم ہوا کہ "شیر شکار" کو زخمی کر دیا گیا ہے تو اسے بہت غصہ آیا اس نے پانچ سو سواروں کی جمعیت کو ساتھ جا کر اپنے ہاتھی کو پکڑ لیا اور واپس لے آیا۔ اس کے بعد ایک نہایت ہی حیرت انگیز واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ "شیر شکار" نے خان محمد کے پہنچتے ہی مسلمانوں کے لشکر کی پیشروئی کی اور دشمنوں کی فوج پر اچانک حملہ آور ہو گیا۔ بھوج مل کو بھی زخمی کر دیا وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور دوسرے امراء بھی اس کی دیکھا دیکھی نکل بھاگے۔ مسلمانوں کی تلواریں ابھی نیام سے باہر بھی نہیں ہوئی تھیں کہ بادشاہ کا پرچم میدان جنگ میں لہرانے لگا۔ چونکہ اس فتح کا اور جنگ کا خاص مقصد یہی تھا کہ ہندوؤں کو قتل کیا جائے لہٰذا ان کا خون بے دریغ بہایا گیا' بچے اور عورتیں' جوان' بوڑھے بے تحاشا قتل کیے گئے۔ بادشاہ نے فتح کے بعد ایک ہفتہ تک وہیں قیام کیا اور اطراف و جوانب میں فتحنامے روانہ کیے۔ بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ کشن رائے کو کڑی سزا دے لہٰذا وہ کشن رائے کے لشکر کی طرف چلا۔ وہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا' غریب خوفزدہ ہو کر فرار ہوا اور ایک جنگل میں پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمد شاہ نے مسلسل تین ماہ تک اس کا تعاقب کیا جب بھی موقع ملتا ہندوؤں کو قتل و غارت کرتا۔

besturdubooks.wordpress.com

کشن رائے بہت پریشان ہو گیا اور بیجانگر کا رخ کر کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ بادشاہ نے بھی بیجانگر کے آس پاس اپنے خیمہ لگا لیے بادشاہ دن بھر حملہ کرتا تھا رات کو ہندو آ کر بادشاہ اور اس کے لشکر کو گالیاں دیتے تھے۔ مسلسل ایک ماہ کی کوشش کے بعد بھی کسی طرح بادشاہ کو کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار بادشاہ نے ایک تدبیر چلی اور اپنے آپ کو بیمار مشہور کیا۔ اس راز سے سوائے محمد خاں اور مقرب خاں کے کوئی دوسرا واقف نہ تھا۔ بادشاہ مع لشکر کے وہاں سے چل پڑا کشن رائے مسلمانوں کو قتل کرنے اور بدلہ لینے کے لئے بیجانگر سے باہر آیا اور محمد شاہ بہمنی کے ساتھ ساتھ ہی خود بھی نکلا۔

ہندو سپاہی مسلمانوں کی فوج پر حملہ کرتے' راتوں کو شور و شغب کرتے اور کہتے کہ برہمنوں کی دعاؤں سے تمہارا بادشاہ آخر کار ختم ہو گیا۔

حسن تدبیر

بادشاہ چونکہ تخت پر لیٹ کر چادر اوڑھ لیا کرتا تھا اس لئے شاہی لشکر بھی ہراساں ہو گیا لیکن مقرب خاں اور محمد خاں لوگوں کو تسکین دیتے ہوئے چلتے رہے۔ حتیٰ کہ شاہی لشکر تمہندرا کو عبور کر کے ایک ہموار اور مسطح میدان میں پہنچ گیا۔ مسلمان اسی میدان میں ٹھہر گئے اور کشن رائے نے بھی تین یا چار کوس کے فاصلہ پر اپنے خیمے لگا لئے۔ اب محمد شاہ کو اپنی قسمت کچھ موافق نظر آئی اس نے لوگوں کے دلوں سے شک و شبہ دور کیا اور دربار کیا اور ملازمین کا سلام و مجری لیا پھر نیند کا بہانہ کر کے دربار برخاست کیا۔ امیروں کو تخلیہ میں بلا کر سمجھایا کہ فوج کو بالکل تیار رکھیں اور لشکر کی حفاظت کریں۔

ہر امیر نے حکم کی تعمیل کی اور سلطان محمد شاہ نے لباس جنگ پہنا جب رات ایک پہر گزر گئی تو بادشاہ اسی جنگل کی طرف بڑھا اور مقررہ مقام پر پہنچ گیا۔ ہر امیر کے ذمہ ایک ایک کام دیا گیا اور شب خون مارنے کی نیت سے آگے بڑھے۔ کشن رائے دشمن کی کمزوری اور خستہ حالی سے بہت مطمئن تھا وہ غفلت میں رقص و شراب کی محفل میں ڈوبا ہوا تھا کہ شاہی لشکر سر پر پہنچ گیا۔ مسلمانوں کے نعروں نے دل ہلا کر رکھ دیا اور کشن رائے کا لشکر بہت ہی ہراساں اور پریشان حال ہو گیا فوج جمع کرنے تک کی مہلت نہ ملی۔ راجہ نے عزت سے زیادہ اپنی جان کو اہمیت دی اور ایسا بھاگا کہ بیجانگر میں جا کر سانس لی۔ بادشاہ نے تمام خزانہ اور مال و اسباب پر قبضہ کیا۔ دس منزلوں تک دشمنوں کا پیچھا کرتا رہا۔ دس ہزار ہندوؤں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد بھی بادشاہ کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تو اس نے پھر چالیس کوس تک جہاں بھی آبادی دیکھی اس کو جلد از جلد تباہ و برباد کر دیا۔ رعایا یہ حالت دیکھ کر بہت نالاں ہوئی اور راجہ سے صاف کہہ دیا کہ ہندی حکومت ہمارے لئے باعث لعنت ہے اور ہماری عزت اور آبرو ختم ہو گئی ہے۔

دس ہزار برہمن خاک و خون میں مل گئے۔ کشن رائے نے کہا کہ یہی قسمت میں لکھا ہو گا اب میں تم لوگوں کے مشورے پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ امراء نے کہا کہ تیرے باپ نے بھی علاؤ الدین گنگو سے جنگ کر کے پھر صلح کی تھی اسی طرح تم بھی اب تاجدار دکن کو اپنے قبضہ میں کرو۔ کشن رائے نے اس مشورہ کو منظور کر لیا اور سلطان محمد شاہ کے پاس ایلچی بھیجے' اپنی پرانی حرکتوں پر بہت شرمندہ ہوا اور صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ کے ایک مقرب خاص نے کہا کہ حضور نے صرف ایک لاکھ ہندوؤں کو ختم کرنے کی قسم کھائی تھی اس قدر ہی قتل کرنے چاہئیے تھے۔ آپ نے تو ہندوؤں کا نام و نشان تک دنیا سے مٹا دیا۔

بادشاہ نے ہنس کر جواب دیا کہ تعداد سے کہیں زیادہ ہندو قتل ہوئے ہیں' مگر پھر بھی جب تک بیجانگر کا راجہ قوالان دہلی کا برات نامہ نہ ادا کرے گا میں باقی ہندوؤں کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ہندو قاصدوں نے اپنے راجہ کی طرف سے تمام شرائط قبول کر لیں۔ اور قوالوں کو تمام رقم بیجانگر کے خزانہ سے عطا کر دی گئی محمد شاہ نے کہا کہ میری زندگی کا اصول یہ ہے کہ جو بات زبان سے نکالوں اس کو پورا

besturdubooks.wordpress.com

بے گناہوں کے قتل سے توبہ

درحقیقت ایسا حیرت انگیز واقعہ کہیں اور نہیں ملتا ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ ولیم پٹن کے حملے اور ناگ دیو کی موت سے بھی زیادہ عجیب و غریب تھا۔ ادھر قاصدوں نے جب یہ دیکھا کہ محمد شاہ اس وقت بہت خوش ہے تو انہوں نے اور کچھ خدمت میں گزارش کرنا چاہی۔ بادشاہ سے قاصدوں نے کہا' کہ یہ کسی مذہب کا شیوہ نہیں کہ گنہگاروں کے بدلے میں بے گناہوں کا خون بہایا جائے۔ عورتوں اور معصوم بچوں کا خون بہانا تو کسی طرح جائز نہیں اگر کشن رائے نے اچھا سلوک نہ کیا تھا تو اس میں فقیروں اور بے نواؤں کی کیا خطا تھی۔ اس پر محمد شاہ نے کہا کہ یہ خدا کا حکم تھا اس میں ہندوؤں کا کیا قصور۔ اس کے بعد ایلچیوں نے کہا کہ خداوند کریم نے بادشاہ کو ملک کے سب سے بہترین حصوں کا مالک بنایا ہے اور کرناٹک کا ملک بھی ممالک محروسہ میں شامل ہے اور اس بات کا بھی یقین کامل ہے کہ آپ کی بادشاہت برسوں تک وہاں قائم رہے گی اور کرناٹک کو بھی سلطنت سے قربت حاصل رہے گی۔ دنیا کے حالات اور انقلابات کا کیا ٹھکانہ لہٰذا اچھا ہے کہ محض دنیا داری کی خاطر خلق خدا کا خون نہ بہایا جائے۔ خدا کی خوشنودی اسی میں ہے کہ آئندہ ایسا برتاؤ نہ کریں کہ فقیروں اور غریبوں کو کیوں تہ تیغ کیا جائے۔

محمد شاہ پر اس گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اس نے عہد کر لیا کہ "کبھی کسی شخص کو قتل نہ کروں گا اور میرے بعد میری آل اولاد بھی اسی پر قائم رہے گی۔" اس واقعہ کے بعد دکن میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ جو لوگ لڑائی میں پکڑے جاتے انہیں قتل نہ کیا جاتا تھا اور صرف بدترین مجرموں کو ہی یہ سزا دی جاتی تھی۔

بادشاہ کی نیک چلنی

اس کے بعد قاصدوں نے یہ کہا کہ برات نامہ کی رقم ادا کر دی اور پھر محمد شاہ کو وہاں سے دوسری رقم وصول ہونے کی امید بھی نہ رہی۔ اب بادشاہ نے بھی بہت عدل و انصاف سے کام لیا اور سفر طے کرتا ہوا حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ بادشاہ نے شیخ محمد سراج رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ پہلے بھی میں نے اپنی دولت راہ خدا میں صرف کر دی تھی۔ اب بھی مجھ کو خدا نے بہت کچھ دیا ہے آپ دعا کریں کہ میرے مقاصد پورے ہوں۔ حضرت شیخ سراج سے رخصت ہو کر پھر حسن آباد گلبرگہ آیا تقریباً پانچ دن آرام کرنے کے بعد محمد شاہی لشکر دولت آباد آ گیا۔

بغاوتیں اور فسادات

جس زمانہ میں بادشاہ نے خود کو بیمار مشہور کیا تھا تو اس کے گرد و نواح کے باشندوں نے مسلمانوں کو بہت اذیتیں دی تھیں' بادشاہ کی بیماری کی خبر سارے ملک میں مشہور ہو گئی تھی اور فتنہ برپا کرنے والوں نے چاروں طرف ایک آفت مچا رکھی تھی۔ اس کا اثر دولت آباد پر بھی ہوا تھا' چونکہ دولت آباد میں اس وقت کوئی سیاسی مدبر اور لائق حکمران نہ تھا اور مرہٹواڑی کا سارا لشکر خان محمد کے ہمراہ بیجانگر کی جنگ پر گیا ہوا تھا۔ بہرام خاں مازندرانی نے (جس کو حسن گنگو نے اپنا بیٹا بنایا تھا) کونبہ دیو (۹) مرہٹہ کے بھڑکانے پر سرکشی کی' برار کے بعض امراء نے جو بہرام خاں کے نزدیک ہی مختلف جگہوں پر آباد تھے۔ انہوں نے خفیہ طور پر بہرام خاں سے خط و کتابت شروع کی اور اس کی رفاقت کا دم بھرنا شروع کیا۔ راجہ بگلانہ نے بھی بہرام خاں سے دوستی کا اظہار کیا اور ہر طرح سے اس کو مدد دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ بہرام خاں کے حوصلے ان حالات میں اور بھی زیادہ بڑھ گئے۔ اس نے برار اور مرہٹواڑی کے چند سالہ محصول کی رقم جو بادشاہ نے وہیں جمع کرا دی تھی اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور اس کو لشکر جمع کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔

اس نے مرہٹواڑی کے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے مصاحبین اور اعزہ میں یہ پرگنے بانٹ دیئے اور بارہ ہزار سوار اور پیادے اپنے گرد جمع کر لیے۔ محمد شاہ کو یہ تمام اطلاعات بیجانگر میں ملیں اور اس نے فوراً بہرام خاں کو لکھا کہ "تم نے میرے بارے میں

besturdubooks.wordpress.com

غلط خبریں سن کر اتنی جرات اور ہمت کر لی کہ سرکشی کرنے لگے اور تمہیں دنیاوی لالچ نے کہیں کا نہ رکھا اور ناقابل برداشت جرائم بھی تم سے سرزد ہونے لگے۔ لہٰذا اب ضروری ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی ایسی رکیک حرکتیں نہ کرو گے۔ اگر تم خود شرمندہ ہو کر میرے دربار میں اپنے گناہوں کی تلافی کے لئے حاضر ہو جاؤ گے تو مناسب ہے ورنہ پھر اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

اور اس کے بعد یہ خط سید جلال مجید اور شاہ ملک کے ذریعہ روانہ کیا بادشاہ کا خط پاتے ہی بہرام خاں نے کونبہ دیو سے صلاح کی' اس نے کہا کہ "محمد شاہ نہایت مدبر سیاست دان اور اعلیٰ فرمانروا ہے اور ہم لوگوں سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے کہ ہم بادشاہ کی طرف سے بے خوف ہو کر نہیں رہ سکتے اور اب جبکہ دولت آباد کا قلعہ ہمارے قبضہ میں ہے اور برار کے امراء اور بگلانہ کا راجہ ہماری کمک پر بالکل تیار ہے۔ تو پھر ہمیں لازم ہے کہ خدا کا نام لے کر ہمت کریں اور آگے بڑھیں' جس کام کا آغاز کیا گیا ہے اسے انجام تک پہنچانا بھی ہمارا فرض ہے۔" بہرام خاں پر کونبہ دیو کا جادو چل گیا اور وہ برابر اسی طرح سرکشی کرتا رہا اور فوج وغیرہ جمع کرنے میں اور بھی زیادہ کوشش کرنے لگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں بادشاہ کے قاصد بغیر مطلب براری کے واپس لوٹے اور انہوں نے بہرام نیز اس کے مصاحبین کے حالات بادشاہ کو سنائے۔

محمد شاہ ان حالات کو سن کر بہت غضبناک ہوا اور بیجانگر سے واپس آیا۔ مسند عالی خاں کو لشکر کا سردار بنا کر پہلے بھیج دیا اور خود شکار کھیلتا ہوا پیچھے پیچھے دولت آباد کی طرف آ گیا۔ بہرام خاں' کونبہ دیو اور راجہ بگلانہ کے بعض ملازم مسند عالی خان محمد سے جنگ کرنے کے لئے قصبہ پٹن کی طرف چلے۔ اگرچہ مسند عالی خاں بہت تجربہ کار اور بلند ہمت امیروں میں سے تھا' لیکن اس نے دشمنوں سے لڑائی کرنے میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اور شیو گاؤں (۱۰) کے قریب ٹھہر گیا۔ بہرام خاں نے بہت عجلت سے کام لیا اور مسند عالی خاں کے لشکر پر شبخون مارا' لیکن چونکہ اس کا دشمن جنگ کے قوانین سے پوری طرح واقف تھا اس لئے بہرام خاں کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اور ناکام لوٹ آیا۔

اب مسند عالی خاں پر دشمن کی قوت اور فوج کی کیفیت پورے طور پر عیاں ہو گئی تھیں اور اس نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے محمد شاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ میں فلاں تاریخ کو آپ کے اقبال پر بھروسا کر کے جنگ کا آغاز کروں گا' لیکن مناسب ہے کہ جہاں پناہ خود بھی مع اپنے لشکر کے تشریف لے آئیں۔ سلطان محمد شاہ ان دنوں بیٹر کے آس پاس شکار کھیلنے میں مصروف تھا اس نے خط دیکھا اور قصبہ گنج سے اپنی فوج بلائے بغیر تین سو مقربین خاص کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور بہت جلد سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ محمد شاہ کے مقربین نے کہا کہ مسند عالی خاں کے خط سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہے اور دشمن ارادہ کا پکا بھی معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا بادشاہ عجلت سے کام نہ لیں اور دھیرے دھیرے سفر طے کریں' مگر بادشاہ اس بات پر کسی طرح راضی نہ ہوا اور یہ جواب دیا کہ مجھ کو مقررہ تاریخ پر مسند عالی خاں کے پاس بہر صورت پہنچنا ہے۔ تم لوگوں کا کہنا میرے ارادے کے خلاف ہے میں بارہ ہزار سوار اپنے ساتھ لے کر تلنگانہ کے دور دراز ملکوں تک گیا تھا اور وہاں سرکشوں کو پوری طرح سزا دی تھی۔ اسی طرح راجہ بیجانگر کو جنگل اور پہاڑوں میں آوارہ اور پریشان پھرنے پر مجبور کیا' مگر ہر موقع پر خدا کے رحم و کرم سے کامیابی ہی نصیب ہوئی۔ میرے تین سو مازندرانی اور ان کے خیر خواہ ہی میرے لئے بہت ہیں۔" اس کے بعد بادشاہ اور زیادہ عجلت سے کام لینے لگا اور قصبہ پٹن سے چار کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مسند عالی محمد خاں اپنی فوج کو دشمن کے مقابلہ پر آراستہ کیے ہوئے ہے۔

بادشاہ کے پہنچنے کی خبر سب کو معلوم ہو گئی اور ہر ایک شخص پریشان حال ہو گیا راجہ بگلانہ کے ملازموں نے میدان جنگ سے بھاگ جانا ہی مناسب سمجھا اس کے علاوہ دوسرے باغیوں نے بھی یہی غنیمت سمجھا کہ دشمن سے اپنی جان بچائیں۔ بہرام خاں اور کونبہ دیو تو انقلاب زمانہ سے بالکل ناواقف تھے لہٰذا وہ بغیر جنگ کیے ہوئے میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور دولت آباد کے قلعہ میں جا کر چھپ

besturdubooks.wordpress.com

تھی۔

محمد شاہ کے پاس ایک سو ستر ۱۷۰ نوجوان تھے جو سب بادشاہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اس نے رات وہیں بسر کی صبح ہوتے ہی دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ شام تک دولت آباد سے دو کوس کے فاصلہ تک پہنچ گیا اور قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہا۔ بہرام خاں اور کونبہ دیو بہت پریشان ہو گئے دونوں گنہگاروں نے اپنا بھیس بدلا اور راتوں رات فرار ہو کر دولت آباد میں حضرت شیخ زین الدین کے آستانہ مبارک پہنچے اور حضرت شیخ سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا قلعہ بند ہو کر دشمن سے لڑنا غلط ہے لہٰذا اب بہتر ہے کہ اپنے لڑکوں کو ساتھ لے کر گجرات روانہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد کونبہ دیو نے اپنے مقربین سے کہلوایا کہ وہ لوگ بھی آکر حضرت شیخ کی روحانی قوت سے فائدہ حاصل کریں۔ وہ لوگ اپنے مالکوں کی نیت سمجھ گئے اور گھوڑوں پر زینیں لگا کر باقاعدہ پوری تیاری کے ساتھ آستانہ پر آئے۔ حضرت شیخ نے دونوں پر دست شفقت پھیرا اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ خدا نے چاہا تو دشمن کی زد سے محفوظ رہو گے یہ دونوں گجرات چلے گئے۔

سلطان محمد شاہ کو ان لوگوں کے بھاگنے کی اطلاع ہو گئی اور صبح ہی چار سو نہایت جری اور تجربہ کار سپاہیوں کو لے کر مازندرانی کے پیچھے گیا۔ وہ دشمنوں کا تعاقب کرنے میں ناکام رہا اور دولت آباد واپس لوٹ آیا اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ کی طرف سے محمد شاہ کا دل بہت کھٹا ہو گیا محمد شاہ کی تخت نشینی کے وقت تمام مشائخ اور علماء نے غائبانہ اور حاضرانہ طور پر محمد شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی مگر حضرت شیخ نے اس کو شغل شراب و کباب میں دیکھ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ تخت پر بیٹھنے کے قابل وہ ہے جو اسلام اور شرع کی پوری پوری پابندی کرتا ہو۔

اب مازندرانی کے واقعہ کے بعد بادشاہ بہت ہی ناراض ہوا اور کہلا بھیجا کہ یا تو میرے دربار میں حاضر ہو یا پھر میرے ہاتھ پر بیعت کرو مگر اس کے جواب میں حضرت شیخ نے یہ روایت لکھ کر بھیجی کہ ایک بار تین شخص جن میں سے ایک مخنث تھا' ایک عالم دین اور ایک سید' تینوں ایک ہندو کے ہاتھوں گرفتار کر لئے گئے۔ اس نے ان لوگوں سے درخواست کی کہ بت کو سجدہ کریں اب سید اور عالم دین نے سجدہ کر لیا' مگر مخنث نے سوچا کہ میں نہ عالم دین ہوں کہ گناہوں کا کفارہ دے دوں گا' نہ دانشمند اور سید ہوں کہ خدا کو پھر راضی کر لوں گا لہٰذا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا میری کیفیت بھی مخنث کی سی ہے' میں ہر طرح کے مظالم برداشت کرنے کو تیار ہوں' مگر نہ تمہارے دربار میں حاضری دے سکتا ہوں اور نہ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر سکتا ہوں۔

اس پر محمد شاہ نے کہا کہ ابھی فوراً شہر سے نکل انہوں نے اپنا مصلیٰ شانہ پر ڈالا اور چل کھڑے ہوئے اور جا کر شیخ برہان الدین کے مزار اقدس پر مصلی بچھا کر بیٹھ گئے۔ اپنا عصا وہیں مزار کے پاس زمین میں گاڑ دیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو اس جگہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ بادشاہ نے یہ سنا اور حضرت کے جلال کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہوا اور اپنے سے یہ مصرعہ "من زان تو ام توزان من باش" لکھا اور یہ کاغذ صدر الشریف کے ہاتھ حضرت شیخ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت شیخ نے صاف کہلوا دیا کہ اگر سلطان شریعت اسلام کی حفاظت کرے تو درست ہے۔ بادشاہ نے یہ جواب پا کر شراب خانوں کو مسمار کروا دیا اور علماء و مشائخ کو ہدایت کر دی کہ وہ لوگوں کو نیک اعمال کی طرف متوجہ کریں اور برے کاموں سے روکیں۔ سلطان محمد شاہ کو غازی کا خطاب بھی حضرت شیخ ہی نے دیا تھا لہٰذا وہ اس سے بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اس نام کے ساتھ یہ لقب بھی بڑھا دیا جائے۔ اس نے حضرت شیخ سے ملاقات کیے بغیر ہی مرہٹواری کی حکومت مسند عالی خاں کے سپرد کی اور خود حسن آباد گلبرگہ کی طرف چلا گیا محمد شاہ نے اپنے تمام مقبوضہ ممالک میں شراب نوشی اور شراب کی خرید و فروخت بالکل بند کر دی۔

besturdubooks.wordpress.com

اسلام کی توسیع و تبلیغ

اسلام کی اشاعت کا مقدس فریضہ محمد شاہ نے حضرت شیخ کی ہدایات کے بعد ہی انجام دینا شروع کیا۔ محمد شاہ نے چوروں' قزاقوں اور لوٹ مار کرنے والوں کو بھی ملک سے نیست و نابود کیا۔ ملک میں چاروں طرف فرمان صادر کیے کہ ہر حاکم اپنے علاقے کی حدود میں ظلم و ستم کو بالکل ختم کر دے اور ظالموں کا سر کاٹ کر عبرت کے لئے پایہ تخت روانہ کر دے۔ ظالموں اور قزاقوں کو بالکل ختم کر دیا گیا۔ ملا داؤد بیدری نے لکھا ہے کہ چھ مہینے کے اندر اندر تقریباً تیس ہزار چور اور ڈاکو پکڑ کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کر دیئے گئے۔ ان لوگوں کے سر کاٹ کر شہر کے باہر ایک چبوترہ بنایا گیا تاکہ محمد شاہ کی حکمت عملی کا شہرہ پھیل جائے۔ اسلام اور شریعت پر چلنے سے راستے بالکل پر امن اور آرام دہ ہو گئے' مسلمانوں کی جان اور مال بالکل محفوظ ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ تمام کام اس لئے کئے کہ حضرت شیخ زین الدین کا دل اس کی طرف سے بالکل صاف ہو جائے۔

حضرت شیخ زین الدین بھی بادشاہ کے نیک اعمال و افعال سے بہت خوش ہوئے اور جس صورت سے سلطان محمد شاہ نہایت خلوص و عقیدت سے حضرت شیخ کو خطوط لکھتا وہ بھی اسی طرح خلوص اور شفقت سے جواب دیا کرتے تھے۔ وہ ہر حال میں بادشاہ کو نصیحت کرتے رہتے تھے اور بادشاہ بھی ان کی ہدایت پر چلنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اس دوران میں تلنگانہ اور بیجانگر کے راجہ سب ہی تاجدار دکن کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تھے' جو مال بادشاہ طلب کرتا اس میں کبھی کمی نہ ہوتی ملک میں امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔

محمد شاہ کا آخری عہد

اب بادشاہ کا صرف یہی کام رہ گیا تھا کہ وہ سال میں چار مہینے دورہ کرتا تھا اور سیر و شکار کے بعد واپس آ جاتا تھا۔ جہاں جاتا وہاں کا حاکم تحفے تحائف اور بیش بہا چیزیں پیش کرتا وہ بادشاہ کو دارالخلافت تک پہنچائے جاتے غرضیکہ اس منصف مزاج بادشاہ کے عہد میں چھوٹے بڑے' شریف اور رذیل سب بہت اطمینان اور سکون کی زندگی گزارتے تھے۔ ساری رعیت بہت خوش و خرم تھی اور بادشاہ کی ذات کو قدرت کا ایک بہت بڑا عطیہ سمجھتی تھی۔

محمد شاہ کا انتقال

دنیا کا یہ دستور ہے کہ اس جگہ ماتم بھی برپا ہوتا ہے جہاں خوشی کے شادیانے بجتے ہیں۔ اس طرح محمد شاہ کا بھی آخری وقت آ پہنچا اور ذیقعد کی ۹ تاریخ کو ۷۷۶ھ میں انتقال ہو گیا' رعایا کو بہت ہی رنج ہوا۔ محمد شاہ کو باپ کے برابر ہی دفن کیا گیا۔ "سراج التواریخ" میں یہ روایت درج ہے کہ جتنی دولت اور ہاتھی محمد شاہ کے عہد میں جمع کئے گئے وہ کسی بہمنی تاجدار کو نصیب نہ ہوئے' تین ہزار خاصہ کے ہاتھی تھے' جتنا خزانہ اس بادشاہ کے پاس نکلا وہ دوسرے حکمرانوں کے مقابلہ میں دوگنا تھا۔ اسی تاریخ میں یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ محمد شاہ سے قبل بادشاہ دہلی یا پھر کسی بہمنی حاکم نے بھی کرناٹک پر اتنا زبردست حملہ نہیں کیا اور نہ ان راجاؤں کی دولت کو اتنی آسانی سے اپنے قبضہ میں لے سکا۔ سات سو سال کا جمع کیا ہوا مال جو راجہ کرناٹک کے پاس تھا وہ بھی اسی بادشاہ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا... بادشاہ نے سترہ برس نو مہینے پانچ دن حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

حوالہ جات

(۱) ہون اور پرتاپ دکن کے قدیم طلائی سکے ہیں اور مختلف اوزان کے ہیں۔ ہون کا وزن ایک تولہ ہوتا تھا۔ بہمنی بادشاہوں کے زمانہ میں ہون کے چار یا پانچ وزن مقرر کیے گئے سب سے بڑا ہون دو تولہ کا تھا' پرتاپ وزن اور قیمت میں ہون کا نصف تھا۔

(۲) وابل سے موجودہ وابھول مراد ہے دکن کی مشہور بندرگاہ تھی۔

(۳) ویلم پٹن کے صحیح تلفظ اور مقام کا پتہ نہیں چلتا۔ ولم واڑا (ضلع کریم نگر) ہو سکتا ہے جو گلبرگہ سے تقریباً دو سو میل مشرق میں واقع ہے۔ یہ علاقہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا اور اسی کے راستہ میں کلیانی اور بدر واقع تھے۔

(۴) اس زمانہ میں بندوق یا تفنگ اول تو ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی اور اگر ایجاد بھی ہو گئی ہو تو بھی اس کا دکن میں رواج ہونا بعید از قیاس ہے۔

(۵) وہ وقت جب سورج سارے سال کا دورہ ختم کر کے برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔

(۶) درفش کاویانی۔ ایران کے ساسانی بادشاہ کا جنگی علم تھا جو لاکھوں روپے کے صرف سے تیار ہوا تھا اور ہر بادشاہ اپنے عہد میں اس کی زینت اور سجاوٹ میں ہر سال کوئی نہ کوئی اضافہ برابر کرتا تھا۔

(۷) تمندرا اصل میں تنگ بھدرا ہونا چاہیے' مگر یہاں اس ندی سے مراد نہیں ہے بلکہ مگری ندی سے جو تنگ بھدرا کی معاون ندی ہے۔

(۸) کشن رائے غلط ہے۔ وجنانگر کے راجہ بکا رائے سے مراد ہے جو سلطان محمد شاہ بہمنی کی تخت نشینی سے پہلے راجہ ہوا اور سلطان کے کئی سال بعد تک وجنانگر پر حکومت کرتا رہا۔

(۹) کنبہ یا کونبھ دیو ہے۔ اس کو مورخین نے گوبند دیو بھی لکھا ہے۔

(۱۰) سیو گاؤں یا شیو گاؤں آج کل بھی ضلع احمد نگر میں واقع ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

مجاہد شاہ بن سلطان محمد شاہ بہمنی

سلطان مجاہد ملک سیف الدین غوری کا نواسا تھا' یہ شہزادہ شکل و صورت اور قد و قامت میں' حسن و جمال کی جیتی جاگتی تصویر تھا اور ہمت و شجاعت میں اپنی مثال آپ تھا- ترکی زبان بہت اچھی طرح جانتا تھا اور اس کے مقربین بھی زیادہ تر ایسے تھے جو فارسی اور ترکی کے عاشق تھے' اس کو بچپن ہی سے تیر اندازی اور کمان چلانے کا شوق تھا' وہ ہمیشہ خنجر زنی اور نیزہ بازی کی گفتگو کرتا تھا- اس کے بچپن کا ایک قصہ مشہور ہے جس سے اس کے کردار پر بہت اچھی طرح روشنی پڑ سکے گی- ایک رات اس نے قفل توڑ کر بہت سی اشرفیوں کی تھیلیاں نکالیں اور اپنے ساتھیوں کو تقسیم کر دیں- خزانچی کے ذریعہ سلطان محمد شاہ کو اطلاع ہوئی وہ بیحد ناراض ہوا- اس نے فوراً شہزادہ کو طلب کیا وہ سر جھکا کر گنہگاروں کی طرح باپ کے دربار میں آیا اس کو تنبول بردار مبارک بلا کر لایا تھا-

بادشاہ نے غصہ میں آکر شہزادے کو کوڑے مارے اور وہ زخموں سے چور ہو گیا' مگر خاموشی سے چلا آیا اور آکر اپنی ماں سے شکایت کی کہ اگر تنبول بردار مبارک مجھے اصل حقیقت بتاتا تو میں کسی صورت باپ کے غصہ کو ختم کر کے تب ان کے حضور میں جاتا مگر چونکہ اس نے بلاتے وقت کچھ بتایا نہیں لہٰذا میں چلا گیا- ماں نے جواب دیا کہ غریب تنبول بردار کی حکم شاہی کے سامنے کیا وقعت؟ شہزادہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور آہستہ سے باہر نکل آیا بظاہر تو اپنے بغض کا اظہار نہ کیا' لیکن دل میں مبارک تنبول کا دشمن بنا رہا- اس واقعہ کے پورے ایک ہفتہ بعد مجاہد شاہ نے ایک دن مبارک تنبول سے کہا' سنا ہے کہ تو بہت طاقتور پہلوان ہے- مجھ سے زور آزمائی کر یہ سن کر تنبول مبارک کے دل میں شہزادہ کی طرف سے کشتی کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ کشتی لڑنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا- دونوں آقا خادم ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے- شہزادہ اس وقت صرف چودہ سال کا تھا اور تنبول مبارک تیس سال کا' لیکن میدان شہزادہ کے ہاتھ رہا- مجاہد نے مبارک کو زمین سے اٹھا کر پھر اس طرح گرایا کہ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اس ضرب کو وہ برداشت نہ کر سکا اور بہت جلد انتقال ہو گیا-

تخت نشینی

انیس برس کی عمر میں مجاہد شاہ تخت نشین ہوا- تخت نشینی کے فوراً بعد ہی دولت آباد حضرت شیخ برہان الدین کے مزار اقدس پر بغرض زیارت حاضری دی- اس کے بعد شیخ زین الدین قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر حسن آباد گلبرگہ واپس لوٹا-

انتظام سلطنت

مسند عالی خان محمد کی قوت اس کے عہد میں بہت بڑھ رہی تھی اس لئے مجاہد شاہ کے دل میں اس کی طرف سے شک و شبہ ہوا لہٰذا اس نے عالی خاں کو دولت آباد کی حکمرانی سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ اعظم ہمایوں خاں کو رکھا- اس کے بعد بیجانگر کے راجہ کشن رائے کو لکھا کہ دریائے تمندرہ اور دریائے کرشنا کا وسطی علاقہ ہمارے جھگڑے کا باعث ہیں لہٰذا ایسا کیا جائے کہ دریائے تمندرہ کو سرحد مقرر کر کے دریا کے اس پار کے مقامات سیت بن رامیسر تک تمہاری ملکیت میں شامل رہیں اور دریا کے دوسری طرف کا علاقہ (مشرقی اور مغربی سمت) سلطنت بہمنیہ کے قبضہ میں رہیں- اس فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے بنکاپور (ا) اور دوسرے مقامات کے تمام قلعے ہمارے حوالے کر دو جو کہ جھگڑے اور عناد کا سبب ہے اس کو ہی ختم کر دو تاکہ دوستی کی بنا استوار ہو جائے-

besturdubooks.wordpress.com

بیجانگر کی مملکت میں رہے ہیں وہ سب ہمارے ہاتھ میں دے دو اور دریائے کرشنا کو سرحد قرار دے دو اس کے علاوہ تمہارے باپ محمد شاہ بہمنی نے حکام کنہڑ کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے جو ہمارے ہاتھی اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں وہ سب واپس کر دو تاکہ دلوں میں کینہ بالکل نہ رہے۔

بیجانگر پر حملہ

یہ تلخ جواب سن کر مجاہد شاہ بہت طیش میں آیا باپ کا خزانہ کھولا اور فوج کشی کے تمام اسباب فراہم کیے۔ مقبوضہ ممالک کا انتظام اپنے نانا ملک سیف الدین کے ہاتھ میں دے دیا نیز فوج کو ایک مقام پر اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ دولت آباد' بیدر' برار کی فوجیں بہت جلد حسن آباد گلبرگہ پہنچ گئیں۔ مجاہد شاہ پانچ سو ۵۰۰ جنگی ہاتھی اور سارا خزانہ لے کر بیجانگر کی مہم پر روانہ ہو گیا۔ بادشاہ شکار کھیلتا ہوا آگے بڑھتا رہا' اور دریائے تمندرہ کو عبور کر کے قلعہ اودنی تک پہنچ گیا یہ قلعہ دکن میں اپنی مثال آپ تھا۔ مجاہد شاہ نے اس کو فتح کرنے کے ارادے سے صفدر خاں سیستانی کو روانہ کیا۔ نیز امیر الامراء بہادر خاں اور اعظم ہمایوں خان کو لشکر کا سردار بنا کر اپنے آگے روانہ کر دیا۔ ادھر بادشاہ کو خبر ہو گئی کہ کشن رائے دریائے تمندرہ کے ساحل پر پرگنہ کنکاولی (۲) میں مقیم ہے۔

بادشاہ نہایت خاموشی سے گنگاوتی کے پیچھے کے راستہ سے چلا۔ ادھر کشن رائے کو بھی مقدمہ و لشکر نیز بادشاہ دونوں کی آمد کی خبریں مل گئیں راجہ بھی مقابلہ کے لئے میدان میں آ گیا۔ ادھر مجاہد شاہ سے بعض زمینداروں نے کہا کہ جنگل میں ایک شیر آ گیا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو راستہ چلنا دشوار ہو گیا ہے ہر ایک کو اپنی جان کا خطرہ رہتا ہے۔ مجاہد شاہ خود اس جنگل کی طرف چلا اور لوگوں کو حکم دے دیا کہ کوئی اس جنگل کی جانب نہ آئے۔ خود سات آدمیوں کے ساتھ پیدل ہی جنگل کی طرف بڑھا شیر آدمیوں کی صورت دیکھتے ہی چنگھاڑا اور ان کی جانب رخ کیا۔ بادشاہ نے سپاہیوں کو نیزہ و تلوار استعمال کرنے کو منع کیا خود شیر کے مقابل جا کر ایک تیر مارا تیر اس کے پہلو میں لگا اور اس میں جگہ سے ہلنے تک کی قوت نہ رہی۔ پھر بادشاہ نے سپاہیوں سے کہا کہ جا کر دیکھو تیر کس جگہ لگا ہے' مگر کسی میں ہمت نہ تھی کہ شیر کا پیٹ چیر کر دیکھ سکے لہٰذا مجاہد خود ہی بڑھا اور پیٹ پھاڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تیر پہلو میں لگ کر دل و جگر کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

کشن رائے کا فرار

بادشاہ کی بہادری کا چرچا ہر طرف پھیل گیا خاص کر وہ ہندو جو فوج لے کر مہم پر آئے انہوں نے سوچا کہ جنگلوں میں جا کر چھپ جائیں کیونکہ اتنے جری اور عالی ہمت بادشاہ سے مقابلہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بیجانگر کے سارے لوگ بادشاہ کی بہادری میں رطب اللسان تھے اور دلوں میں خوف بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اب کشن رائے نے بیجانگر کی حکومت چند معتبر امراء کے ہاتھ میں دے دی اور خود جنوبی جنگلوں کی طرف فرار ہو گیا۔ مجاہد شاہ نے سنا کہ بیجانگر بہت خوبصورت شہر ہے لہٰذا مجاہد شاہ نے بیجانگر کی فتح کا خیال دل سے نکال دیا اور کشن رائے کا پیچھا کرنے لگا۔

راجہ جنگلوں اور پہاڑوں کی کٹھن راہوں سے گزرتا ہوا سیت بن رامیسر (۳) کی طرف چلا۔ مجاہد شاہ بھی کشن رائے کے پیچھے پیچھے ہی اسی راستہ پر چل رہا تھا۔ جہاں جنگل آتے وہاں یہ پہنچ کر درختوں کو کاٹتا راستہ بناتا مجاہد شاہ کی قسمت نے یاوری کی اور کشن رائے مع اپنے خاندان کے جنگلوں میں بیمار پڑ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ جنگل کی آب و ہوا اس کو راس نہیں آئی حکیموں نے واپسی کا مشورہ دیا' حالانکہ راجہ کا خیال تھا کہ میرا تعاقب کرتے ہوئے مجاہد شاہ بیمار پڑ جائے گا اور اس کو یہ آب و ہوا موافق نہ آئے گی۔

راجہ بدرجہ مجبوری بیجانگر پہنچا' اور وہاں جا کر تمام راستوں کو بہت مضبوط کر دیا امراء اور سپاہیوں کو قلعہ میں ٹھہرایا اور خود بیجانگر کے ایک پہاڑی قلعہ میں چھپ گیا۔ مجاہد شاہ بھی سیت بن رامیسر کے گرد و نواح میں پہنچا' اس بہادر حکمران نے اپنے تمام امراء کو کشن رائے

besturdubooks.wordpress.com

کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا- خود بہادر خان اور پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ سفر کی منازل طے کرتا ہوا قدرتی مظاہرے سے لطف اندوز ہوتا ہوا اپنی منزل تک پہنچا- اس نے سلطان علاؤ الدین خلجی کی بنوائی ہوئی مسجد درست کرائی وہ تمام بت خانوں کو توڑتا ہوا اور مقامات کو سنسان کرتا ہوا برابر بڑھتا رہا- بیجانگر میں داخل ہونے کے لئے دو راہیں تھیں ایک راستہ بہت پھیلا ہوا تھا' مگر کمین گاہ اور سرکوب کی وجہ سے بہت خطرناک تھا- راجہ کے تنگی پہاڑی قلعوں میں پوشیدہ تھے دشمن کے لئے شہر میں بہ آسانی اندر جانا آسان کام نہ تھا- دوسرا راستہ بہت تنگ و تاریک تھا اس کو سودرہ کا نام دیا گیا تھا بادشاہ اسی راستہ سے اپنی فوج لے کر شہر کے اندر گیا اور اپنا چچا داؤد شاہ (۴) کو چھ ہزار سواروں اور سپاہیوں کی فوج کے ساتھ سودرہ کے دہانہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا-

کشن رائے ادھر مجاہد شاہ کی بہادری اور دلیری کی داستانیں برابر سن رہا تھا وہ نہایت درجہ پریشان ہو رہا تھا آئے دن بہت سے سپاہی مقابلہ کے لئے پہنچ رہے تھے مگر مجاہد شاہ سب کو شکست دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا- آخر کار اس جگہ تک پہنچ گیا' جس کی دوسری طرف راجہ چھپا ہوا بیٹھا تھا- مجاہد شاہ کو ایک بت خانہ نظر آیا جو بہت مرصع اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا- ہندو اس بتکدہ کو شرنیرنگ (۵) کہتے تھے- مجاہد شاہ نے اس کو توڑنا اپنا پہلا فرض سمجھا اس کو مسمار کر کے سونا' جواہرات اپنے قبضہ میں کر لیے- ہندوؤں نے اس کا انہدام اپنی آنکھوں سے دیکھا ان سے برداشت نہ ہوا اور رورو کے بادشاہ کے اس ظلم کی داستان جا کر راجہ سے بیان کی- راجہ میدان جنگ میں بہت اہتمام سے مذہبی انتقام لینے کے لئے آیا-

مجاہد شاہ بھی ان حالات سے آگاہ ہو کر مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہو گیا- اس نے اپنی صفیں آراستہ کیں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہونے سے پہلے بادشاہ نے اپنے سر سے تاج اتار دیا- دشمنوں کی کثرت اور ان کا تماشہ دیکھنے کے لئے ایک سلحدار کو جس کا نام محمود افغان تھا ساتھ لے کر دریا کے اس پار چلا گیا- مجاہد اس منظر سے محظوظ ہو رہا تھا کہ ایک ہندو بہادر سپاہی نے بادشاہ کے گھوڑے کو پہچان لیا-

اس نے سوچا کہ اب بت خانہ کی تباہی اور بربادی کا بدلہ لینے کا وقت ہے کھنڈروں سے گزرتا ہوا بادشاہ تک کسی صورت سے جا پہنچا- اس نے بادشاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ بادشاہ کو اس کی بدنیتی کی خبر ہو گئی- بادشاہ نے فوراً محمود افغان کی طرف اشارہ کیا اس نے گھوڑا ہندو سپاہی کے سامنے کر دیا- سلحدار کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی ہندو سپاہی نے اب محمود کا کام تمام کرنا چاہا مگر بادشاہ نے پیش قدمی کی- ہندو نے بھی بادشاہ کے سر پر تلوار کا وار کیا اور حملہ کرتے وقت اتنے زور سے چلایا کہ سب سمجھیں کہ خدا نخواستہ تاجدار دکن کا کام تمام کر دیا حالانکہ معاملہ اس کے بالکل خلاف تھا اس کے وار نے بادشاہ پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ آہنی ٹوپی پہنے ہوئے تھا- اس کے بعد بادشاہ نے فوراً ہندو صفت بہادر کے دو ٹکڑے کر دیئے- اس کا گھوڑا محمود افغان کو عنایت کیا اور خود آہستہ خرامی سے ٹہلتا ہوا دریا کے ساحل تک آیا-

دریا کے اس پار اتر کر اپنے لشکر سے جا کر مل گیا بادشاہ کی بہادری کی دوست دشمن ہر ایک تعریف کر رہا تھا- کشن رائے بھی دریا کے اس طرف کھڑا ہوا تھا- اس کی ساری فوج دریا کو پار کر کے میدان جنگ میں اپنے قدم جما رہی تھی- بادشاہ نے امیر الامراء بہادر خاں اور اعظم ہمایوں کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اور ان کو جانیں تک قربان کر دینے کی ترغیب دی- مقرب خاں آتش خانہ کا حوالدار تھا وہ آتشبازی کے ارابوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا اور لڑائی شروع ہوئی-

بیجانگر کی فتح

ایک خونریز جنگ اور دہشت و خون کے بعد ہندو ہار گئے اور مسلمانوں کی فوج کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی' لیکن مسلمانوں نے ابھی پوری طرح اطمینان [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

ترتیب دیا اور تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں آیا فریقین میں بہت خونریز جنگ ہوئی۔ فریقین نے پوری طرح داد شجاعت دی ہزاروں خدا کے بندوں کا خون ناحق بہہ گیا۔ مقرب خاں اور دوسرے مشہور اراکین قتل ہوئے۔ بادشاہ خود بھی تلوار آزما رہا وہ جدھر جاتا دشمن کی فوج گھبرا جاتی۔ مجاہد کو دیکھ کر ہندو سپاہی اس طرح بھاگ جاتے جیسے بھیڑیے کو دیکھ کر بکری بھاگ جاتی ہے۔

داؤد خاں ایک زبردست لشکر کے ہمراہ سودرہ کے دہانہ کی حفاظت کر رہا تھا تاکہ درہ سے مسلمان آسانی سے گزر کر واپس جا سکیں اس کو معلوم ہوا کہ صبح سے جنگ کا بازار گرم ہے اور ظہر کا وقت ہو گیا ہے لیکن ابھی تک آتش حرب ٹھنڈی نہیں ہوئی اور دشمنوں کے قدم بھی نہایت مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں بلکہ دشمن تازہ تازہ ہو کر میدان جنگ میں آ رہے ہیں۔ داؤ خاں اس خبر کو سن کر پریشان ہوا اور گو کہ اس کا یہ عمل ناعاقبت اندیشی کا تھا مگر پھر بھی وہ سودرہ کو خالی چھوڑ کر سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ اسی جنگ کی آگ میں کود پڑا اس نے بہت داد شجاعت دی اگرچہ اس کا گھوڑا تین مرتبہ زخمی ہوا' لیکن اس بہادر شہسوار نے کچھ پروانہ کی۔

اسی دوران میں بادشاہ نے داؤد شاہ کو جنگ میں دیکھا اور یہ دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ گیا وہ اس وقت تک بالکل خاموش رہا جب تک کہ میدان میں ہندوؤں کو شکست نہ ہو گئی۔ تب بادشاہ نے داؤد شاہ کو بلا کر گالیاں دیں اور کہا کہ سودرہ کو چھوڑ کر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں اس کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری ہے اگر درہ پر ہندوؤں نے قبضہ کر لیا تو پھر ایک مسلمان زندہ واپس نہ جا سکے گا۔ اس کے بعد امراء کے ایک گروہ کو درہ کی حفاظت کرنے کے لئے بھیجا اور خود دریا کے کنارے آ کر ٹھہر گیا ہندو سپاہی سودرہ کے دہانے پر پہلے ہی مقیم ہو چکے تھے۔ مجاہد شاہ کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو وہ خود درہ کی طرف بڑھا یہ دیکھ کر ہندوؤں کے اوسان خطا ہو گئے۔ کشن رائے نے اگرچہ پیچھا کرنا چاہا مگر یہ جری بادشاہ دہانہ پر کھڑا ہو گیا اور اپنی تمام فوج کو نہایت آسانی سے درہ سے نکال دیا جن لوگوں نے ان واقعات کو دیکھا ہے ان کے خیال میں یہ واقعہ دنیا کے نادر واقعات میں سے ہے۔

مختصر یہ کہ کنٹرہ کی مملکت جو کرشنا کے کنارے سے سیت بندرا میشر تک چھ کوس ہے اور مشرق سے مغرب تک تقریباً ایک سو پچاس کوس ہے۔ دریائے عمال کے کنارے سے تلنگانہ اور کرناٹک کی سرحد تک تمام حصہ جنگلوں اور مضبوط قلعوں سے معمور ہے اس صوبے کے عوام کنٹری زبان میں بات چیت کرتے ہیں بعض مقامات پر تلنگی بھی بولی جاتی ہے۔ یہاں کے لوگ بہت بہادر اور ہمت والے ہوتے ہیں جب کبھی جنگ کرتے ہیں تو بہت جوش کے ساتھ منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے اور ایک عالم سرور و کیف میں ناچتے ہوئے میدان جنگ میں آتے ہیں لیکن جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو ان کا جوش سرد پڑ جاتا ہے اور یہ ثابت قدم نہیں رہتے۔ ادھر مسلمانوں کی بہادری کا سکہ کچھ ایسا بیٹھ گیا تھا کہ شاہان بہمنہ تھوڑی سی فوج میں بڑا معرکہ سر کر لیتے تھے۔

بیجانگر وغیرہ کے راجاؤں کی نسبت دکن کے بادشاہ ہمیشہ ہی بہت باعزت رہے اور بہادر بھی۔ مثلاً جس وقت شیر دل مجاہد اس دیو صفت ہندو سے آمادہ پیکار تھا اس وقت ہندوؤں کی فوجی اور مالی حالت بہت ہی زیادہ تھی۔ اور مسلمان ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ مجاہد کے عہد میں سارے تلنگانہ پر بھی مسلمان حکمران نہ بن سکے۔ کرناٹک پر کشن رائے کا قبضہ تھا بلکہ قلعہ تلگام اور بندر کو وہ جو کرناٹک کی حدود سے بالکل باہر ہیں ان پر بھی اسی راجہ کا قبضہ تھا۔ غرضیکہ وہ ایک بہت بڑی سلطنت کا مالک ہو گیا تھا اور کشن رائے کا بول بالا تھا وہ باغیوں کی طرف سے بھی بہت ملا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ رائے ملابار اور دوسرے جزیروں اور بندرگاہوں کے راجہ کشن رائے کے باجگزار تھے اور ہر سال بیش قیمت تحفے تحائف راجہ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ بیجانگر کے راجاؤں کا یہ طریقہ تھا کہ ہر راجہ اپنا موروثی خزانہ خرچ نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا کشن رائے کے خزانہ میں سات سو سال کی دولت موجود تھی اور اس کا جمع کیا ہوا خزانہ دنیا کے تمام بادشاہوں کی دولت کے برابر تھا۔

بیجانگر کے بانی راجہ نے اپنا تمام روپیہ اس خیال سے زمین کے اندر دفن کر دیا تھا تاکہ بزرگوں کی روحوں کو ثواب ملے۔ اس خزانہ کو

bestturdubooks.wordpress.com

دفن کرکے اس کے اوپر بڑے بڑے بت خانے بنوا دیئے تھے۔ جو دولت سیت بندر رامیشر میں دفن کی گئی تھی وہ علاؤ الدین خلجی کو مل گئی اور بقیہ دولت کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ یہ کسی مسلمان حکمران کو مل جائے گی اس کی تفصیل کسی مناسب موقع پر پیش کر دی جائے گی۔

غرضیکہ اس کشت و خون کے بعد مجاہد شاہ کو اعتبار آگیا کہ بیجانگر کو آسانی سے ہاتھ میں لینا بہت مشکل ہے لہٰذا بادشاہ شہر کے گرد و نواح سے واپس آگیا۔ باپ کی نصیحت کا لحاظ کرتے ہوئے کسی ہندو کو قتل نہیں کیا صرف تھوڑے سے لونڈی غلاموں کو گرفتار کیا۔ مجاہد نے چونکہ تھوڑا سا لشکر قلعہ اودنی میں چھوڑا تھا لہٰذا وہ اسی طرف چل دیا۔ تقریباً نو مہینہ تک اس قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کرتا رہا اسی عرصہ میں گرمی کا موسم آگیا اور ہندوؤں نے یہ سوچا کہ اب پانی کی کمی اور گرمی کی شدت ہے لہٰذا یہ قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دینا چاہیے۔ یہ ارادہ کیے ہوئے انہیں کچھ دیر ہی گزری تھی کہ بہت زور کی بارش ہوئی ہندو اپنے ارادہ پر شرمندہ ہوئے۔ ادھر مجاہد شاہ کی فوج میں بیماری پھیل گئی قحط کی مصیبت نے بھی لوگوں کو خوب پریشان کیا ہر سپاہی کو دست اور پیچش کی شکایت ہوئی اور سب نے مل کر واپس جانے کی درخواست کی۔ نیز ملک سیف الدین جو بہت وفادار اور تجربہ کار امیر تھا اس نے کہلوا بھیجا "کہ قلعہ اودنی کے حالات میں نے سنے ہیں اور بہت تعریف بھی! میں بھی چاہتا ہوں کہ شاہی عنایات کی بارش مجھ پر ہو اور میں قلعہ کو فتح کرنے میں کچھ مدد دوں۔" بادشاہ نے ملک سیف الدین کو اجازت دیدی وہ نہایت عجلت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس نے تخلیہ میں بادشاہ کو سمجھایا کہ اس قلعہ کو جو پہاڑ پر واقع ہے اور اس طرح جنگلوں میں گھرا ہوا ہے، فتح کرنا آسان نہیں ہے۔"

جہانداری کے قوانین کا تقاضا ہے کہ پہلے میان دوآبہ کے تمام قلعوں پر جو بندر کووہ اور بلگام سے بنکاپور تک پھیلے ہوئے ہیں قبضہ کیا جائے اور اس کے بعد اس قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔" مجاہد شاہ کو ملک سیف الدین کا مشورہ دل سے پسند آیا اور اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ سیف الدین غوری نے راجہ بیجانگر سے صلح کر لی بادشاہ نے ملک نائب کو پہلے بھیج دیا اور پھر خود بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ شاہی لشکر تنگ بھدرا کو پار کرکے مدگل پہنچا وہاں بادشاہ کی زندگی کے دن پورے ہو گئے۔ وہ چار سو سپاہیوں کو لے کر مقربین خاص اور دربانوں کے ساتھ شکار کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ صفدر خاں سیستانی اور اعظم ہمایوں اپنے حاکم کی بے باک طبیعت اور بے پروا فطرت سے واقف تھے لہٰذا وہ ہر وقت اس کی حفاظت کرتے۔

مجاہد شاہ شکار کھیلتا ہوا رائچور تک جا پہنچا جہاں رات ہو جاتی' شکار کھیلتے کھیلتے وہ بلا تکلف وہیں رات بسر کر لیتا۔ داؤد شاہ کو مجاہد شاہ نے جب سے گالیاں دی تھیں اس وقت سے داؤد شاہ کا دل بادشاہ کی طرف سے صاف نہ تھا اور وہ حاکم بننے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ اس ہوس حکمرانی نے اسے بھتیجے کو شہید کرنے سے بھی باز نہ رکھا۔ مسند عالی خاں اور مسعود خاں نے جو مبارک تنبول بردار کا بیٹا تھا) داؤد خاں کا ساتھ دیا۔ مسند خاں کو اعظم ہمایوں کا اقتدار کھٹک رہا تھا اور مسعود خاں تو خیر اپنے باپ کا بدلہ لینے ہی کی دھن میں تھا لیکن ان کی کوششیں شکار گاہ میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ کیونکہ اعظم ہمایوں اور صفدر خاں بڑی توجہ اور ہوشیاری سے بادشاہ کی حفاظت کرتے رہے۔ مجاہد شاہ نے نہایت اصرار کرکے ان دونوں مقربین خاص کو بلا ضرورت برار واپس بھیجدیا۔ مجاہد شاہ لشکر گاہ کی طرف نہ آیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے کرشنا کو پار کرکے دوسرے دن مچھلیوں کا شکار کرتا رہا۔

مجاہد شاہ کا قتل

چونکہ بادشاہ کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہونے والی تھیں لہٰذا آنکھوں کے ڈھیلوں میں درد ہونے لگا اور شام ہی سے سراپردہ شاہی میں جا لیٹ گیا داؤد خاں اور مسعود خاں دونوں اپنے ہمراز سپاہیوں کے ساتھ چوکیداری اور خبرگیری کا بہانہ کرکے خیمے کے پاس ہی بیٹھ

besturdubooks.wordpress.com

چند آدمیوں کے ہمراہ دروازہ پر چھوڑ کر خود مسعود خاں دو اور آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مجاہد شاہ نہایت آرام کی نیند سو رہا تھا ایک خواجہ سرا اور ایک حبشی غلام بچہ جو پاؤں دبانے پر مامور تھا' وہ دونوں جاگ رہے تھے ان دونوں نے داؤد شاہ کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر شور مچایا۔ مجاہد شاہ چونک پڑا اور ہر چند اس نے آنکھیں مل مل کر شور انگیز منظر کو دیکھنا چاہا مگر اس پر موت کا غلبہ چھایا ہوا تھا اس لئے کچھ نظر نہ آیا۔ داؤد شاہ نے خنجر کا ایسا حملہ کیا کہ بادشاہ کی آنتیں باہر نکل آئیں اس زخم کھانے کے باوجود بھی مجاہد شاہ نے داؤد شاہ کی کلائی مع خنجر کے پکڑ لی زخمی شیر نے قاتل کو اپنی طرف کھینچا مسعود خاں سے حبشی بچہ الجھ پڑا لیکن مسعود نے اس نہتے حبشی بچہ کو ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دیا اور اس کے بعد مجاہد شاہ کے کان پر اتنا سخت زخم لگایا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

داؤد خاں نے اسی وقت تمام امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور سب کو اپنے بادشاہ ہونے کی خوشخبری سنائی۔

حوالہ

(۱) دھاراوار میں سوانور کے قریب بنکاپور واقع ہے اس زمانہ میں یہ ایک مضبوط مرکزی قلعہ تھا۔

(۲) کنکاولی سے مراد گنگاولی ہے یہ اجودھیانگر کے قریب دریائے تنگ جدرا کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔

(۳) ست من رامیسرے مراد رامیشورم ہے جو جزیرہ لنکا کے مقابل پل آدم پر واقع ہے۔

(۴) داؤد شاہ علاؤ الدین گنگو کا بیٹا تھا نہ کہ پوتا

(۵) کنتری زبان میں شرنپرنگ کا مفہوم "مرصع عنبر کا ڈبہ" ہے اور اسی باعث اس بت خانہ کو یہ نام دیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

داؤد شاہ بن سلطان علاؤ الدین حسن

داؤد شاہ نے اپنی حکمرانی تسلیم کروا لی کیونکہ مجاہد شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی جو تخت کی مالک ہوتی اس لئے تمام رعایا کو مجاہد شاہ کے قاتل ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنا پڑا۔ داؤد نے ہر شخص کو وہ سبز باغ دکھائے اور ایسی ایسی امیدیں دلائیں کہ ہر ایک اس کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ اس نے مجاہد شاہ کو شہید کر کے دوسرے دن صبح ہی صبح اس کا جنازہ گلبرگہ روانہ کر دیا اور خود اسی جگہ قیام کیا۔ بعد میں تمام لشکر جو مجاہد شاہ کے ساتھ تھا وہ داؤد شاہ کے پاس آگیا اور وہ بہت تزک و احتشام کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ روانہ ہوا۔ مجاہد شاہ کی شہادت سترہ ذی الحجہ ۷۷۹ھ کو واقع ہوئی اس نے صرف تین سال سے کچھ زیادہ مدت تک حکومت کی۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ مبارک نام کا ایک شخص' محمد شاہ کے خاصہ کا تنبول بردار تھا۔ وہ شاہی عنایات سے اس حد تک سرفراز ہوا کہ امارت کے عہدے تک پہنچ گیا۔ ایک رات مبارک نے یہ دیکھا کہ مجاہد شاہ نے خزانے کا دروازہ توڑ کر' روپوں اور اشرفیوں کی چند تھیلیاں نکالیں اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں تقسیم کر دیں۔ مبارک نے فوراً محمد شاہ بہمنی کو اس واردات سے آگاہ کر دیا۔ بادشاہ نے غصے میں آ کر شہزادے کو چند کوڑے مارے اس وجہ سے مجاہد شاہ کو مبارک سے دشمنی ہو گئی۔ مبارک کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں دار السلطنت پہنچ کر مجاہد شاہ انتقام لے کر اسے قتل نہ کر ڈالے۔ اسی لئے مبارک نے داؤد خاں سے سازش کر کے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مجاہد کا قاتل مبارک کا بیٹا مسعود خاں تھا۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

مجاہد شاہ بہمنی کے شہید ہوتے ہی دکن کے تمام سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔ صفدر خاں سیستانی اور اعظم ہمایوں ابھی بیجانگر کے نواح ہی میں تھے کہ ان کو بادشاہ کی شہادت کی خبر ملی۔ یہ دونوں داؤد شاہ کو مبارک باد دینے کے لئے نہ آئے بلکہ ایک ساتھ ہو کر آگے بڑھے اور بیجاپور میں تمام شاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں پر قابض ہو گئے اور وہاں سے ایلچپور اور دولت آباد چلے گئے۔ ان امراء نے داؤد شاہ کے نام خطوط لکھے کہ "ہم لوگ خیل و حشم کو تیار کرنے کے لئے اپنے اپنے مقامات پر جا رہے ہیں اور شاہی حکم کے منتظر ہیں۔ جس وقت بلایا جائے گا فوراً بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔" سرحد کی حفاظت کے لئے جو فوج ملک کی حدود پر مقرر تھی اس نے مجاہد شاہ کے قتل کی خبر سنی اور فوراً ہی خوشیاں مناتی ہوئی وہاں سے آگئی۔ اس نے دریائے کرشنا سے لے کر رائچور کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا گلبرگہ میں بھی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت داؤد شاہ کی موافقت میں تھی اور دوسری مخالفت میں۔ دوسرے فریق کا یہ مقصد تھا کہ علاؤ الدین حسن گنگو کا سب سے چھوٹا بیٹا محمود شاہ جو سلطان مجاہد کے حکم کے مطابق گلبرگہ ہی میں ٹھہرا ہوا تھا اسی کو ہی بڑے بھائی کا جانشین مقرر کیا جائے۔ ملک سیف الدین غوری نے اس موقع پر بھی نہایت درجہ دانشمندی کا ثبوت دیا اور تمام امراء کو سمجھایا کہ "اس طرح کی باتیں ہمیشہ جنگ و جدل اور فتنہ فساد کا سبب ہوتی ہیں اور سلطنت کو بھی زوال ہو جاتا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب جبکہ داؤد شاہ نے اپنے سر پر حکمرانی کا تاج رکھ لیا ہے تو ہم اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں اور ملک کی تباہی کا باعث خود ہم نہ بنیں۔" سیف الدین چونکہ خاندان بہمنیہ کا سب سے اعلیٰ امیر تھا اس لئے اس کی بات کو ہر ایک نے مقدم سمجھا اور اس سے اتفاق کیا۔ اس سے صرف مجاہد شاہ کی بہن نے اختلاف کیا جو ملک سیف الدین کی نواسی تھی' وہ اپنے بھائی کے قاتل کو خوش و خرم نہ دیکھ سکی' مگر عورت کی بات پر کون عمل کرتا۔

غوری نے تمام لوگوں کو داؤد شاہ کی اطاعت پر تیار کیا اس کے بعد خطبہ پڑھوایا۔ اور پھر ایک کثیر تعداد لوگوں کی لے کر اس کے

besturdubooks.wordpress.com

شاہ نے بھی اس کے بہت اصرار پر اس کو مہمات سلطنت کے انجام دینے سے سبکدوش کر دیا۔ پھر خود نہایت اطمینان کے ساتھ امور سلطنت کو انجام دینے اور ملکی سیاست کو سمجھنے میں مشغول ہو گیا۔ سب امراء اس سے بہت متاثر ہوئے اور اس کے سامنے اپنا سر جھکایا' مگر مجاہد شاہ کی بہن "روح پرور آغا" اسی طرح ناراض رہی اور اس نے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کی قسم کھائی۔ داؤد شاہ نے نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا مگر پھر بھی وہ کسی صورت سے نہ تو مبارک باد دینے آئی اور نہ اس کا دل اس کی طرف سے صاف ہوا۔ اس کے دل میں بھائی کے قتل کی آگ بھڑکتی ہی رہی چونکہ یہ نہایت معزز اور صاحب اقتدار خاتون تھی۔ لہٰذا کسی کو بھی جرات نہ ہوئی کہ اس سے پوچھ گچھ کرے۔ آخر کار روح پرور کی کوشش بار آور ہوئیں اور باکہ نامی ایک نوجوان اپنے آقا کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا وہ بہت جری اور بہادر نوجوان تھا۔ اسی دوران میں داؤد شاہ مسند عالی خاں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے کی غرض سے (۷۸۰ھ میں) مسجد گیا۔ باکہ بھی بادشاہ کے تعاقب میں ساتھ ساتھ رہا۔ جب داؤد شاہ نماز پڑھنے لگا' اور اس سے پہلے کہ دوسرے نمازی اور حاضرین مسجد باکہ کی نیت کو بھانپ لیں اس نے ایسا کاری وار داؤد شاہ کے لگایا کہ وہ سجدہ سے اٹھ نہ سکا۔ مسند عالی خاں نے اپنے چچا زاد بھائی کو یوں خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے تلوار نکال کر باکہ کا کام تمام کر دیا۔

داؤد شاہ نے ایک مہینہ اور پچیس دن حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود شاہ بہمنی بن سلطان علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی

داؤد شاہ کے قتل کے بعد سب نے اس کے نو سالہ فرزند محمد سنجر کو جانشین بنانے کا ارادہ کیا مگر روح پرور کو یہ کیسے گوارا ہو تا کہ اس کے بھائی کے قاتل کا بیٹا تخت پر رونق افروز ہو- اس وجہ سے محمد سنجر کو جانشین نہ بنایا گیا- ملک سیف الدین اور دیگر امراء نے صاف صاف کہہ دیا کہ "چونکہ ملکہ روح پرور کا اقتدار بڑھ رہا ہے لہٰذا اب جانشینی کا اختیار اسی کے ہاتھ میں دے دیا جائے ورنہ پھر فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے-" قلعہ کے اندر اور باہر ہر ایک ملکہ روح پرور کا مداح تھا لہٰذا اس کی رائے سے اختلاف کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی- اس طرح سلطان محمود کو مجاہد شاہ کا جانشین بنا دیا گیا- ملکہ نے محمد سنجر کی آنکھیں نکلوا کر اس کو اندھا کرا دیا یہ اس کی کینہ پروری کی ادنیٰ سی مثال ہے-

فتوح السلاطین کے مصنف نے اس بادشاہ کے نام میں دھوکا کھایا ہے اور اپنے اشعار میں اس کو محمد شاہ لکھا ہے اس کے علاوہ گجرات اور دہلی کے بعض تاریخ دانوں نے بھی اس کے نام میں غلطی کی ہے' بلکہ اکثر شاہان بہمنیہ کے نام ان کی تاریخوں میں غلط درج ہیں اور بعض کے متعلق حالات غلط لکھے گئے ہیں-

محمود شاہ کا کردار

یہ بہت نیک سیرت اور رحمدل فرمانروا تھا کسی کو تکلیف پہنچانا اس کا شیوہ ہی نہیں تھا ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آتا تھا اور ہر بات میں انصاف کرنا اس کا معمول تھا- وہ معاملات سیاسی اور امور سلطنت کو خوب اچھی طرح سمجھ کر ان کے متعلق احکامات جاری کرتا تھا- تخت نشینی کے آغاز ہی میں مسند عالی خاں کو اس نے فتنہ و فساد کی بنیاد سمجھ کر ساغر(۱) کے قلعہ میں قید کر دیا تھا- قید کے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اس نے وہیں انتقال کیا اس کے علاوہ مجاہد شاہ کے قاتل مسعود خاں کے ہاتھ پیر کاٹ کر اسے پھانسی کی سزا دی- اس کے بعد ملک سیف الدین کی بہت خوشامد اور منت کی تب وہ ملک نائب کے عہدہ پر فائز ہوا- محمود شاہ ہر بات میں ملک سیف الدین کی رائے کے بغیر کچھ نہیں کرتا تھا یہ طریقہ باعث خیر و برکت ہوا کیونکہ اس کے باپ کا بھی ہمیشہ یہی دستور رہا تھا- اس کے عہد حکومت میں کوئی فتنہ و فساد اور ہنگامہ برپا نہیں ہوا- اسی دوران میں صفدر خاں سیستانی اور اعظم ہمایوں بھی اس کی اطاعت کرنے کے لئے آئے اور اس کو مبارک باد دی- راجہ بیجانگر بھی خود بخود اس کی اطاعت کرنے لگا تھا اور قلعہ رائچور کا محاصرہ ترک کر دیا تھا- یہ راجہ محمد شاہ کی طرح محمود شاہ کو بھی ہمیشہ خراج دیتا رہا اور بہی خواہ و فرمانبردار رہا- محمود شاہ قرآن کو بہت اچھی آواز سے پڑھتا تھا یہ بہت خوشخط لکھتا تھا شاعری کا ملکہ بھی تھا اور کبھی کبھی اشعار کہتا تھا یہ اشعار اس کی یادگار ہیں-

آنجا کہ لطف دوست و بد منصب مراد   بخت سیاہ و طالع میموں برابر است

عافیت در سینہ کار خون فاسد می کند   رخصتے اے دل کہ از الماس نشتر می خورم

خضر بدسوداست دریغ متاع عافیت   می دم ایں جنس را از جائے دیگر می خورم

محمود شاہ اپنے عہد کے تمام مروجہ علوم پر اچھی دستگاہ رکھتا تھا عربی اور فارسی بہت اچھی طرح بولتا تھا- اس کی طبیعت میں صبر و قناعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی- خوشی کے واقعات اسے بہت خوش کر سکتے تھے اور نہ غم بھری باتیں اس کے لئے باعث یاس ہوتی تھیں اس نے اپنی منکوحہ بیوی کے سوا کسی عورت پر نظر نہیں ڈالی یہ اس کے بلند کردار کا اعلیٰ نمونہ ہے-

besturdubooks.wordpress.com

علم کی سرپرستی

محمود شاہ ہمیشہ علماء اور فضلاء کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس کے عہد میں عرب و عجم کے نہایت مشہور شعراء دکن آتے تھے۔ یہ انہیں انعام و اکرام عطا کرتا اور وہ لوگ مالا مال ہو کر اپنے وطن کو واپس جاتے تھے۔ ایک بار عجم کا ایک شاعر دکن آیا' اس نے دربار محمود شاہ میں آکر ایک قصیدہ بادشاہ کی مدح میں پڑھا' بادشاہ نے اسے ایک ہزار روپے کے برابر رقم کا ایک سونے کا تنگہ دیا اس کو لے کر وہ وطن واپس چلا گیا۔ بادشاہ ہر ایک کی قدر کرتا تھا اور بہت سیر چشم تھا اس کی شہرت نے اس قدر ہمہ گیری حاصل کر لی تھی کہ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی جیسے بزرگ دکن کے سفر پر آمادہ ہو گئے' لیکن خواجہ حافظ کے ارادہ میں کچھ ایسی باتیں سدراہ ہوئیں کہ وہ روانہ نہ ہو سکے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر میر فیض اللہ شیرازی نے خواجہ صاحب کے لئے سفر خرچ روانہ کیا اور عرض کیا کہ دکن تشریف لا کر یہاں کے باشندوں کو اپنے روحانی فیض اور شرف ملاقات سے خوش کریں' یہاں کا ہر باشندہ حضرت کا احسان زندگی بھر یاد رکھے گا۔" حضرت خواجہ اب سفر دکن کی طرف بڑے اشتیاق سے مائل ہوئے۔ اور دکن سے آئے ہوئے روپیہ میں سے کچھ تو اپنے بھانجوں اور بیوہ عورتوں کی مدد میں خرچ کر دیا اور کچھ اپنے قرض کو ادا کرنے میں صرف کیا۔ باقی روپے سے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور شیراز سے چل کھڑے ہوئے۔ شیراز سے لاہور پہنچے تھے کہ یہاں ان کے ایک دوست کا سارا مال و متاع برباد ہو گیا۔ لہٰذا انہوں نے باقی ماندہ رقم اس دوست کے سپرد کر دی اور خود بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمد گازرونی جو اپنے عہد کے بہت مشہور تاجر تھے اور خواجہ صاحب کے ہمراہ ہی سفر کر رہے تھے۔ خواجہ حافظ کے تمام اخراجات کی کفالت کے ذمہ دار ہوئے اور شیرازی قافلہ لاہور سے ہرموز پہنچا۔

یہاں پہنچ کر خواجہ صاحب ہمدانی اور گازرونی کی لاپروائیوں سے کچھ آزردہ ہو گئے لیکن پھر بھی کشتی پر سوار ہو کر دکن کا عزم کیا ابھی کشتی چلی بھی نہ تھی کہ ہوا کا طوفان اٹھا اور دریا میں تلاطم بپا ہو گیا۔ خواجہ صاحب کا دل سفر سے بالکل بیزار ہو گیا اور یہ بہانہ کرکے کہ ہرموز میں چند دوستوں سے مل کر ابھی آتا ہوں وہاں سے چلے آئے اور پھر شیراز واپس چلے گئے۔ صرف ایک غزل لکھ کر میر فیض اللہ کے پاس روانہ کر دی۔ میر فیض اللہ نے موقع تلاش کرکے حضرت خواجہ کا ہرموز تک آنا اور اس طرح واپس چلا جانا بیان کر دیا۔ اس پر محمود شاہ نے جواب دیا کہ جو شخص عازم دکن ہو چکا ہو اور ہرموز تک سفر طے کر چکا ہو وہ ہمارے انعام و اکرام اور تحفہ تحائف کا حقدار ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ملا محمد قاسم مشہدی کو جو خاندان بہمنیہ کا احسان مند اور عالم و فاضل شخص تھا اس کو ایک ہزار تنگہ طلائی عنایت کیے اور حکم دیا کہ اس سے ہندوستان کے بیش بہا عطیات خرید کر خواجہ حافظ کے لیے شیراز لے کر جائیں۔

انتظام سلطنت

تخت نشین ہونے سے پہلے محمود شاہ بہت قیمتی لباس پہنا کرتا تھا' مگر اس کے بعد نہایت سادہ لباس پہننا شروع کر دیا۔ وہ ہمیشہ یہ بات کہا کرتا تھا کہ "بادشاہ تو خدا کے خزانہ کا امانت دار ہے اس میں خیانت نہ کرنا چاہیے۔ عیش و عشرت' آرام و راحت پر روپیہ خرچ کرنا اسراف بیجا ہے۔" اس کے عہد حکومت میں ایک بار دکن میں قحط پڑ گیا اس وقت بادشاہ نے بہت ہی فیاضی کا ثبوت دیا۔ خاصہ کے ایک ہزار بیل مالوہ سے گجرات جاتے اور وہاں سے غلہ خرید کر لاتے۔ دکن میں وہ غلہ بہت سستا بیچا جاتا تھا' تمام شہروں کے لئے بڑے بڑے مدرسے قائم تھے۔ اور گلبرگہ' بیدر' قندھار' ایلچپور' دولت آباد' جنیر' جھول' دائل جیسے شہروں اور قصبوں میں معلم مقرر کیے گئے تھے جن کی تنخواہیں خزانہ شاہی سے دی جاتی تھیں۔ محدثین کی بہت عزت افزائی کی جاتی ان لوگوں کے لئے وظیفے مقرر تھے۔ ملک کے تمام نابینا لوگوں کے لئے روزینہ مقرر تھا۔ اندھوں کے ساتھ یہ مراعات دیکھ کر بہت سے آنکھوں والے آدمیوں نے بھی اپنی آنکھیں پھوڑ لیں اور شاہی وظیفہ و روزینہ پر زندگی گزارنے لگے۔

besturdubooks.wordpress.com

مجاہد شاہ کے بالکل برعکس محمود شاہ حضرت قطب دوراں شیخ سراج جنیدی کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتا تھا ان کے مرض الموت میں عیادت کے لئے گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی زیارت میں شریک ہوا اور فاتحہ خوانی کی۔ ان کے نام پر غرباء و مساکین کو روپیہ تقسیم کیا۔ اس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد کبھی بھی جنگ و جدل کا بازار گرم نہ کیا اور کسی ملک پر ایک بار بھی حملہ نہ کیا۔ اسی باعث دکن کے منچلے اس کو "ارسطو" کے نام سے یاد کرتے ہیں اس صلح پسند اور صلح کل طبیعت کے باوجود دو مہینہ اس کے عہد میں فتنہ و فساد اور جنگ کا بازار گرم رہا۔

معرکہ آرائیاں

اس جنگ کا مفصل بیان یہ ہے کہ رمضان دولت آبادی کا بیٹا بہاؤ الدین بادشاہ کا خاص مصاحب بن گیا اور ساغر پر حکومت کرنے لگا۔ اس کے دونوں بیٹے محمد اور خواجہ' شاہی بہی خواہوں میں شامل ہو گئے۔ اور امراء کے گروہ میں ان کا شمار ہونے لگا۔ یہ دونوں بھائی اس شاہی قربت کی وجہ سے بہت ہی ترقی کرنے لگے۔ ان کے ساتھیوں اور جلیسوں کو ان پر رشک آیا اور ان کی شکائتیں کرنا شروع کر دیں۔ اگرچہ بادشاہ نے شکایت کرنے والوں کی باتوں پر توجہ نہ دی اور انہیں حاسد سمجھا' مگر پھر بھی یہ دونوں بھائی باغی اور سرکش ہو گئے اور ایک ہزار سوار اور پیدل سپاہ لے کر اپنے باپ سے ساغر میں جا کر مل گئے۔ باپ نے بھی ان ناعاقبت اندیش بیٹوں کی وجہ سے اپنی پیشانی پر بڑھاپے میں سرکشی کا بدنما دھبہ لگایا۔ وہ بہت سی دولت اور سپاہ جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ محمود شاہ نے باوجود اپنی صلح پسند طبیعت کے دوبارہ سرکشوں کی تنبیہہ اور سرکوبی کے لئے فوج روانہ کی مگر سرکشوں نے شاہی فوج کو شکست دی۔ تیسری بار محمود شاہ نے یوسف آزور کو جو بہمنی خاندان کا ترکی غلام تھا سرکشوں کے فتنہ و فساد کا انسداد کرنے کے لئے بھیجا۔ یوسف آزور ساغر کی طرف بڑھا مسلسل دو مہینہ تک اس نے قلعہ کو گھیرے رکھا۔ اس عرصہ میں کبھی خواجہ خودداد شجاعت دینے میدان میں آتا رہا اور کبھی اس کا بھائی محمد' شاہی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے آتا تھا۔ چونکہ سرکشوں کے پاس چار سو مسلح نوجوان تھے اور ہمیشہ فوج کے قلب پر حملہ کرتے تھے۔ اسی لیے فتح زیادہ تر انہیں کی ہوتی تھی آزور بھی عاجز آ گیا کوئی تدبیر بھی کام نہ آتی تھی۔ ایک دن سید محمد جو "کالا پہاڑ" کے نام سے مشہور تھا اور ابھی منصبداری کے عہدہ پر محمود شاہ کی فوج میں داخل ہوا تھا وہ ایک دن محمد سے برسرپیکار ہوا۔ دونوں نوجوانوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی چونکہ مغلوبہ جنگ تھی۔ باغیوں کا کوئی سپاہی محمد کی مدد کے لئے میدان میں نہ آسکتا تھا اس لئے کالا پہاڑ کی تلوار سے محمد کا ایک ہاتھ کٹ کر الگ ہو گیا۔

خواجہ نے بھائی کی کیفیت سنی تو ایک بار پھر جنگ کے میدان میں آ گیا اور بہادری کے جوہر دکھانے لگا ذرا دیر میں دونوں فریق مخالف الگ ہو گئے۔ دونوں بھائی خلاف عادت قلعہ کے اندر نہ گئے بلکہ خندق کے کنارے ہی ٹھہر گئے گفتگو میں مصروف رہے ادھر قلعہ کے اندر محمود شاہ کا اقبال اپنا کام کر رہا تھا۔ ایک قاصد قلعہ کے لوگوں نے محمود شاہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ "ہم لوگ بدرجہ مجبوری سرکشوں کے نرغہ میں آ گئے ہیں آج رات دونوں بھائی باہر ہی ہیں لہٰذا ہم لوگ کسی مقررہ وقت پر بہاؤ الدین کو قتل کر کے قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے اور شاہی فوج قلعہ میں داخل ہو جائے یوسف آزور نے دو سو سپاہیوں کو منتخب کر کے یہ ہدایت کر دی کہ اگر اہل قلعہ راست گو ہیں اور واقعی بہاؤ الدین کا سر کاٹ کر تمہارے پاس بھیج دیں تو تم لوگ ان پر اعتماد کر کے قلعہ کے اندر چلے جانا ورنہ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آ جانا۔"

جیسے ہی شاہی فوج قلعہ کے نیچے پہنچی اہل قلعہ نے بہاؤ الدین کا سر نیچے پھینک دیا۔ شاہی فوج نہایت اطمینان سے اندر داخل ہو گئی۔ خواجہ کے ساتھی ادھر ادھر بکھر گئے۔ صبح ہوتے ہی سرکشوں کی تمام فوج ہٹ گئی اور صرف چند وفادار دوست رہ گئے۔ فوج کی کمی کے

besturdubooks.wordpress.com

اس کے عہد میں لڑی گئی اور فتح بھی حاصل ہوئی۔

محمود شاہ کی وفات

اس فتح کے کچھ دنوں بعد محمود شاہ مرض الموت میں گرفتار ہو گیا اور یکم رجب ۷۹۹ھ کو تپ محرقہ کی بیماری سے انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کی وفات کے دوسرے ہی دن ملک سیف الدین جو خاندان بہمنہ کا ایک عظیم الرتبت امیر تھا وہ بھی جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کی عمر ایک سو سات برس تھی۔ اس کو بھی سلطان علاؤ الدین حسن گنگو کے مقبرہ میں دفن کیا گیا کیونکہ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی اس کی قبر پر پتھر کا ایک چبوترہ بنوا دیا گیا۔

محمود شاہ کے عہد میں شرع کی بہت پابندی کی جاتی تھی جو لوگ احکام شرعی سے سرمو تجاوز کرتے تھے انہیں سخت سزا ملتی تھی۔ ہر شخص خدا اور رسول کے احکام پر چلتا تھا۔ ایک دفعہ محمود شاہ کے عہد حکومت میں ایک عورت زنا کے جرم میں پکڑی گئی اور اس کو دار القضاۃ میں پیش کیا گیا۔ قاضی کے سوال کرنے پر اس نے جواب دیا کہ شرع میں ایک مرد چار عورتوں سے تعلق پیدا کر سکتا ہے لہٰذا عورت کو بھی شاید یہ حق حاصل ہو کہ وہ چار مردوں سے تعلق رکھ سکے۔ اب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بات شرع میں جائز نہیں لہٰذا میں توبہ کرتی ہوں۔" اس عورت نے اس طرح اپنا دامن بچا لیا اور قانون کی زد سے باہر نکل گئی۔

محمود شاہ نے پورے انیس سال نو مہینہ بیس دن حکمرانی کی۔

حوالہ جات

(ساغر غلط ہے۔ صحیح نام و مقام ساگر ہے (جو ضلع گلبرگہ کے نام سے مشہور ہے) مغل بادشاہوں نے اس کا نام نصرت آباد بھی رکھا تھا۔)

besturdubooks.wordpress.com

غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود بہمنی

سلطان محمود کے انتقال کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا غیاث الدین تخت کا وارث بنا اس کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی- اس نے ہر ہر قدم پر اپنے باپ کی تقلید کی اسی لیے محمود شاہ کے نافذ کیے ہوئے قوانین اور بنائے ہوئے ضوابط اس کے عہد حکومت میں بھی بجنسہ قائم رہے- رعیت کے ساتھ بھی اس کا سلوک بہت اچھا تھا- باپ کے وقت کے پرانے نوکروں پر وہ بہت مہربانی کرتا اور انہیں انعامات دیتا رہتا تھا- اس کے تخت نشین ہوتے ہی صفدر خاں سیستانی کا انتقال ہوگیا- بادشاہ نے اس کے بیٹے صلابت خاں کو جو عنایت الدین کا ہم مکتب و ہم جلیس بھی تھا- مجلس عالی کا لقب دیا اور باپ کا جانشین بنا دیا- صلابت خاں بہت کروفر کے ساتھ صوبہ برار کی طرف روانہ ہوا- احمد بیگ قزوینی اور محمد خاں فرزند اعظم ہمایوں کو عہدہ پیشوائی اور خدمت سرنوبتی پر رکھا اور ان کا رتبہ بلند کیا- محمود شاہ کے ایک قدیم غلام تغلچین کو بادشاہ کی یہ کاروائی بہت ناگوار گزری' کیونکہ وہ خود منصب وکالت پر رہنا چاہتا تھا اور اپنے بیٹے حسین خاں کو سرنوبتی کا عہدہ دلانا چاہتا تھا چونکہ اس کی خواہش پوری نہ ہوئی تھی اس لئے وہ بادشاہ کا سب سے بڑا مخالف بن گیا- غیاث الدین تغلچین کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اکثر یہ کہا کرتا تھا "یہ بہت نازیبا حرکت ہے کہ غلاموں کو شرفاء اور سادات کے اوپر حاکم بناؤں.... اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کے خلاف باتوں پر کاربند ہو جاؤں-" تغلچین بہت طاقتور امیر تھا اور دربار میں اس کے بھی بہت سے بہی خواہ اور طرفدار موجود تھے- اس نے غیاث الدین کی بیخ کنی کی تدابیر کرنا شروع کیں اور ہر صورت سے اس کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگا-

تغلچین کی سازش

غیاث الدین کی کمزوری یہ تھی کہ وہ تغلچین کی حسین و جمیل اور ماہر موسیقی بیٹی سے محبت کرتا تھا اور بارہا اس سے محبت کا اظہار بھی کیا تھا- جب تغلچین اپنی سازش کو کامیاب بنانے کی کوشش میں تھا اس نے غیاث الدین کی اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ایک دن غیاث الدین کی دعوت کی یہ ناعاقبت اندیش بادشاہ یہی سمجھا کہ شاید وہ اپنی بیٹی اس کے سپرد کر دے گا اس خیال سے بہت شوق کے ساتھ شریک محفل ہوا اور خوب شراب و کباب کا دور چلا- تغلچین کے ایک قدیم اور وفادار خادم نے غیاث الدین کو نشہ شراب میں بالکل غرق کر دیا- اور وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گیا اس کے بعد اس پر شوق دید کا دورہ پڑا- تغلچین بہانہ کر کے اندر گیا کہ ابھی اپنی لڑکی کو لے کر آتا ہے مگر وہ ایک تیغ آبدار کے ساتھ واپس آیا اور بادشاہ پر حملہ کر دیا- بادشاہ نے ہرچند ایسی حالت میں بھی خود کو بچانا چاہا مگر اس کی پیش نہ چلی اور نشہ شراب میں چور فرش پر گر پڑا پھر سنبھل کر زینے کی طرف چلا اور گرتا پڑتا نیچے اتر گیا' لیکن بدذات غلام پیچھا کرتا ہوا آن پہنچا اور اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر خنجر سے اس کی آنکھیں نکال لیں جب وہ اندھا ہو گیا تو باری باری اس کے نوکروں کو بادشاہ کی طلبی کے بہانہ سے مجلس میں بلایا گیا اور اس طرح چوبیس نوکروں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا-

اب تغلچین نے اپنے اقتدار کی خاطر سلطان شمس الدین کو بلوایا' کیونکہ یہ بادشاہ اندھا ہو چکا تھا اور امور سلطنت انجام دینے کے لائق نہ رہا تھا اس کے تمام ساتھی اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہوئے. سلطان شمس الدین کو تخت پر بٹھایا' یہ واقعہ ۱۷ رمضان المبارک ۷۹۹ھ کو پیش آیا-

وفات

besturdubooks.wordpress.com

سلطان شمس الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی

سلطان شمس الدین جب تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر پندرہ سال کی تھی اس نے اپنے بھائی کا سارا حال اپنی آنکھوں سے ہی دیکھا تھا لہٰذا وہ امور سلطنت میں بہت محتاط رہا اور کسی بات میں دخل نہ دیا صرف نام اور القاب اس کا تھا باقی تمام کام تغلچین کے ہاتھ میں تھے۔ وہ ملک نائب کا خطاب پا کر امیر جملگی کے بلند عہدہ پر فائز تھا۔ بقیہ امراء اور اراکین اس کی فرمانبرداری ہی میں اپنی فلاح دیکھتے تھے سب نے اس کے آگے سر جھکا دیا۔ سلطان کی ماں جو غیاث الدین کی والدہ کی لونڈی تھی' اس کو مخدومہ جہاں کا خطاب دیا گیا۔ وہ بھی تغلچین کا حد سے زیادہ خیال رکھتی تھی اور اپنے بیٹے کو بھی ہدایت کرتی رہتی تھی کہ تغلچین کی بدولت ہی اس کو تخت دکن نصیب ہوا ہے۔ لہٰذا وہ اس کی رائے سے سرمو تجاوز نہ کرے اور دوسروں کے اعتراضات کا کچھ خیال نہ کرے' تغلچین بھی روزانہ نئے نئے تحفہ تحائف مخدومہ جہاں کی خدمت میں بھیجا کرتا تاکہ وہ اس کے قبضہ میں رہے۔

داؤد شاہ بہمنی کے بیٹے

جیسا کہ تاریخوں میں مذکور ہے۔ داؤد شاہ بہمنی کے تین بیٹے تھے ایک تو ملکہ روح پرور نے اندھا کروا دیا تھا اس کا نام محمد سنجر تھا۔ دوسرا فیروز خاں تھا اور تیسرا احمد شاہ' فیروز شاہ اور احمد شاہ ایک ہی ماں کے پیٹ سے تھے اور جب ان کے باپ کو قتل کیا گیا اس وقت ان کی عمریں چھ چھ سات سات برس کی تھیں۔ چچا محمود شاہ نے بھتیجوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا۔ ان کو چوگان بازی تیر اندازی اور سواری کرنا الغرض سب ہی کچھ سکھایا گیا۔ اس کے علاوہ علوم متداولہ میں بھی کمال حاصل کیا جو شاہی خاندان کے بچوں کے لئے سیکھنا ضروری تھے۔ محمود شاہ نے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے میر فضل اللہ کو مقرر کیا تھا۔ جو علامہ سعد الدین تفتازانی کے شاگرد رشید تھے۔ میر فضل اللہ نے ان کی تعلیم و تربیت پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ محمود شاہ کے گھر میں چونکہ کافی عرصہ تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا لہٰذا وہ فیروز شاہ کو تخت پر بٹھا کر کہا کرتا تھا "ایسا نیک سیرت اور سعید شہزادہ کبھی پیدا نہ ہوا ہوگا۔"

تھوڑے عرصے کے بعد بادشاہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے دونوں بھتیجوں کو اپنا داماد بھی بنا لیا تھا۔ محمود شاہ نے انتقال کے وقت جب اپنے بیٹے غیاث الدین کو ولی عہد مقرر کیا تو اس کو ہدایت کر دی کہ ہمیشہ اپنے دونوں بھائیوں کا خیال کرتا رہے۔ فیروز شاہ اور احمد شاہ بھی اپنے چچا زاد بھائی سے ہمیشہ محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آتے رہے۔ جب تغلچین نے غیاث الدین کو اندھا کر دیا تو اس کی حقیقی بہنوں نے اپنے شوہروں کو تغلچین کی مخالفت پر آمادہ کرنا شروع کیا۔ دونوں بھائی تغلچین کو تاخت و تاراج کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ ادھر تغلچین جو بہت بڑا سیاست دان مکار اور چالباز تھا وہ اس بچھائی ہوئی شطرنج کی بازی کو سمجھ گیا۔ اس نے شمس الدین کو دونوں بھائیوں کی مخالفت پر حد سے زیادہ ابھارنا شروع کر دیا تغلچین کے لئے ان بھائیوں کو برا کہنا ہی دین و دنیا کا تنہا کام رہ گیا خیانت کا الزام لگایا' بغاوت کرنے کا خوف دلایا اور اسی کوشش میں سرگرداں رہا کہ کسی صورت سے دونوں بھائیوں کے قتل کے احکامات شمس الدین کے ہاتھ سے لکھالے مگر شمس الدین بھی باوجود صغر سنی کے اتنا بیٹا تو نہ تھا وہ تغلچین کی شطرنج کی بازی کو اچھی طرح سمجھتا تھا وہ کسی صورت سے اس کے ہاتھ نہ آتا۔ جب تغلچین ادھر سے ناامید ہو گیا تو فوراً ہی مخدومہ جہاں پر اس کی نظر گئی۔

وہ اس کی باتوں کے جال میں آسانی سے آنے والی تھیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے بیٹے کو دونوں چچیرے بھائیوں کو تہ تیغ کرنے پر بالکل تیار کر لیا' مگر قسمت کی خوبی ان دونوں بھائیوں کو اطلاع ہو گئی اور وہ وہاں سے بھاگ کر قلعہ ساغر پہنچے اور یہاں پناہ گزین ہوئے وہاں کا

besturdubooks.wordpress.com

حاکم بہت نیک دل تھا۔ اس نے دونوں بھائیوں کی حسب حیثیت خاطر مدارت کی اور ٹھہرایا۔ ساغر کا حاکم جس کا نام سدھو تھا بہت وفادار غلام تھا۔ اس نے شمس الدین سلطان کو لکھا کہ تغلچین جیسے بدذات انسان کی باتوں میں آکر اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل و غارت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ جس نے غیاث الدین کو اندھا کیا ہو اور خاندان بہمنیہ کی عزت کو مٹی میں ملا دیا ہو۔ ہم اس کے خون سے اپنی تلواروں کی پیاس بجھانا چاہتے ہیں۔ تغلچین کو قتل کرنے کے بعد بھی ہم پھر تم کو ہی اپنا بادشاہ مانتے رہیں گے' اگر اس سلسلے میں آپ نے کچھ مزاحمت کی تو پھر جو ہماری مرضی ہوگی ہم وہی کریں گے۔

سلطان نے تغلچین اور مخدومہ جہاں کی صلاح لی۔

فیروز شاہ اور احمد شاہ کی بغاوت

سلطان شمس الدین کی طرف سے جب اطمینان بخش جواب نہ ملا تو دونوں بھائی بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے شمس الدین کو بھی اپنا دشمن تصور کیا۔ تین ہزار سواروں اور پیدل سپاہ کو ہمراہ لے کر انتقام کے لئے نکلے۔ انہیں یقین کامل تھا کہ دارالخلافہ کے عوام بھی ان کا ساتھ یہ سمجھ کر دیں گے کہ یہ غیاث الدین کا انتقام لے رہے ہیں مگر ان کی توقع کے بالکل خلاف ہوا اور جب یہ لوگ دریائے بھورا کو عبور کر کے آگے بڑھے تو دار السلطنت کا ایک باشندہ بھی ان کی طرفداری میں نہ آیا یہ دیکھ کر انہیں بہت مایوسی ہوئی دونوں بھورا کے اس پار ٹھہرے رہے اور یہ طے کر لیا کہ پہلے اصل بات معلوم کرنی چاہیے۔ فیروز شاہ نے شاہی تاج اپنے سر پر رکھا اور احمد شاہ بھائی کو امیر الامراء بنایا۔ سدھو کو سرنوبتی کا عہدہ دیا گیا اور فضل اللہ شیرازی وکالت کے عہدے پر رکھے گئے۔ اسی طرح اور دوسرے ساتھیوں کو بھی آئندہ منصب اور جاگیروں کی امید دلائی گئی۔ اب ان کی فوج بھورا سے آگے بڑھی اور گلبرگہ سے صرف چار کوس کا فاصلہ رہ گیا۔ جب دشمن بالکل مقابلہ پر آ گیا تو تغلچین نے خزانہ کی کنجیاں لیں۔ خزانہ کھولا اور امراء اراکین میں تقسیم کر دیا اور سب کو مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ قلعہ مرتول کے پاس دونوں فوجیں بر سرپیکار ہوئیں۔ دونوں بھائیوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر ساغر کی طرف بھاگے۔ اس فتح سے تغلچین اور مخدومہ جہاں کا دبدبہ اور رعب بہت بڑھ گیا اور رعایا دونوں سے بہت نفرت کرنے لگی۔

بعض شاہی امراء فیروز کی طرف جھکے اور اس کے پاس پوشیدہ طور پر پیغامات بھیجے کہ اب یہی موقعہ ہے کہ فیروز شاہ شمس الدین سلطان سے جان کی امان طلب کرے اور دار السلطنت تشریف لائے۔ فیروز شاہ کو ان کی باتوں پر اعتماد تھا لہٰذا اس نے میر فضل اللہ شیرازی' سید کمال الدین طویل قد و دیگر سادات اور علماء کو مخدومہ جہاں اور تغلچین کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ لوگوں کے بہکانے سے ہم اس جنگ میں حصہ لینے پر تیار ہو گئے اب ہم اپنے قصور کی معافی مانگتے ہیں اور اپنے کیے پر شرمندہ ہیں اگر بادشاہ کی طرف سے امان نامہ حاصل ہو جائے تو ساری زندگی بادشاہ کے زیر سایہ گزار دیں گے اور اس احسان کو نہ بھولیں گے۔" مخدومہ جہاں اور تغلچین دونوں ہی اس تحریر سے بہت متاثر ہوئے اور ایک تسلی آمیز تحریر بطور معافی نامہ روانہ کر دی' جواب آ جانے کے باوجود بھی دونوں بھائی جانے سے ہچکچاتے رہے۔ ایک دن دونوں کوٹھے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کشمیری دیوانہ گلبرگہ سے آ رہا تھا۔ کہنے لگا "اے فیروز خاں" روزافزوں "میں تجھے بادشاہ بنانے کے لیے لینے آیا ہوں۔" یہ لوگ دیوانے کی بڑکو ہی نیک فال سمجھ کر اسی وقت گلبرگہ کی طرف چل دیئے۔ ان لوگوں کو بھی خلعت شاہانہ عطا ہوئی مگر مخدومہ جہاں اور تغلچین دونوں ہروقت ان سے محتاط رہتے اور خوفزدہ بھی۔

دو ہفتہ بعد بیسویں صفر ۸۰۰ھ پنجشنبہ کا دن تھا فیروز خاں بارہ سلاحداروں کے ساتھ سراپردہ شاہی میں گیا فیروز کے پیچھے ہی اس کے خیر خواہ سپاہی جو تین سو کی تعداد میں تھے' وہ بھی آ گئے۔ احمد شاہ بھی قلعہ کے اندر بجلی کی سی تیز رفتاری سے پہنچ گیا۔ فیروز شاہ نے تغلچین سے کہا کہ "میرے دو تین اعزاء جاگیر سے آئے ہیں اگر سلطان شمس الدین کی اجازت ہو تو وہ لوگ شرف قدمبوسی حاصل کریں۔"

besturdubooks.wordpress.com

فیروز شاہ نے تغلچین کو تو ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا لیا اور احمد شاہ کو باہر بھیجا کہ دو تین آدمیوں کو اندر لے آئے۔ احمد شاہ بارہ سلاحداروں کو اندر لایا اور چاہتا تھا کہ وہ لوگ بادشاہ تک جائیں' مگر دربانوں نے کچھ شک کیا اور مزاحمت کی اس پر راز فاش ہو گیا۔ فیروز شاہ نے تلوار کھینچ لی چند لوگوں کو قتل کر کے یہ سب سراپردہ کے اندر لے گئے۔ تغلچین کے بیٹوں کو بھی قتل کر دیا بادشاہ کے وہ تمام مصاحب جنہوں نے فیروز شاہ سے وعدہ کیا تھا اب خوفزدہ ہو کر کوٹھڑیوں میں چھپ گئے تھے سلطان شمس الدین بھی ایک تہہ خانہ میں جا کر چھپ گیا' سپاہیوں نے خون کی ہولی کھیلی۔ تغلچین اور اس کے بہی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور سلطان شمس الدین کو قید کرا دیا۔

وفات

۸۱۰ھ میں شمس الدین نے مدینہ منورہ میں وفات پائی' اس نے ایک مہینہ ستائیس دن تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان فیروز شاہ بہمنی بن سلطان داؤد شاہ بہمنی

تخت نشینی

ان دونوں کو کیفر کردار کو پہنچا کر فیروز شاہ خود دیوان خانہ شاہی میں آیا اسی وقت ایک مجلس مرتب کی اور تخت فیروزہ پر بیٹھا۔ اس نے کشمیری دیوانہ کے دیئے ہوئے لقب کو باعث خیر و برکت سمجھ کر اپنا لقب "روزافزوں" رکھا۔ سلطان علاؤ الدین حسن کی تلوار کو اپنی کمر میں باندھا۔ اور سلطنت کے تمام کاموں میں تھوڑے ہی عرصہ میں ماہر ہو گیا۔ شمس الدین شاہ کو اندھا کر دیا اور سلطان غیاث الدین کو ساغر سے بلوایا اور تغلچین کو اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے باوجود نابینا ہونے کے ایک ہی وار میں تغلچین کو واصل جہنم کیا۔ مخدومہ جہاں اور شمس الدین نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور بندرگاہ جیسول سے سوار ہو کر بیت اللہ شریف جا پہنچے۔ فیروز شاہ پانچ ہزار فیروز شاہی اشرفیاں اور دوسرے قیمتی تحفہ تحائف ان لوگوں کے لئے بھیجا کرتا تھا۔

فیروز شاہ کا کردار

"بہمن نامہ دکنی" اور فتوح السلطان میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ اپنے قدیم بزرگوں سے بہت زیادہ سنجیدہ اور جاہ و جلال' شوکت و عظمت والا تھا اور نہ اس کے بعد ہی بہمنی خاندان کا کوئی حکمران اس کے مرتبہ تک پہنچا۔ یہ بہمنی خاندان کا سب سے مدبر اور نیک سیرت نوجوان تھا اس کی بڑائی اور جاہ و حشم اس سے ظاہر ہے کہ راجہ بیجانگر جو اپنی بیٹی غیر قوم کو دینا عیب سمجھتا تھا اس نے فیروز شاہ کو اپنا داماد بنایا حالانکہ غیر مسلموں سے جنگ کرنے میں بھی اس نے کبھی کمی نہیں کی اور پوری چوبیس ۲۴ جنگیں اس نے ہندوؤں سے کیں۔ اس کے دور حکومت میں سلطنت بہمنیہ کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ بنکاپور کا قلعہ اور تلنگانہ کے بہترین حصے دار السلطنت گلبرگہ کے زیر نگیں آ گئے تھے۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے تاج شاہی کو دستار کی شکل کا بنوایا' سخاوت اس کی فطرت تھی اسی باعث اس نے اپنا نام دنیا میں چھوڑا اور موسیقی سننے اور تنہائی میں شراب پینے کے سوا کچھ نہ کرتا تھا۔ اس کے لئے یہ جواز پیش کرتا تھا کہ موسیقی سے یاد اللہ دل میں تازہ ہوتی ہے اور شراب نفس میں شرانگیزی نہیں پیدا ہونے دیتی۔ دن کا زیادہ حصہ عبادت و ریاضت میں گزارتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ یہی دو گناہ مجھ سے سرزد ہوتے ہیں' مگر خدا میری نیت سے واقف ہے وہ بازپرس نہ کرے گا۔

حاجی محمد قندھاری لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ روزانہ کلام پاک کا چوتھائی حصہ لکھا کرتا تھا۔ عبادت الٰہی کے بعد دوسرا کام رعایا کے احوال کی خبر رکھنا تھا۔

ہر رات کو دیر تک علماء' سادات' مشائخ اور شعراء کی محفلیں جمتی تھیں اور بادشاہ ہر شخص سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جب میں تخت فیروزہ پر ہوں تو تمہارا بادشاہ ورنہ بحیثیت دوست کے ہوں اور اپنے آپ کو بہمنیہ سلطنت کا حکمران نہیں سمجھتا ہوں بلکہ تم سب جیسا خاک نشین۔" دربانوں کو سختی سے ممانعت تھی کہ اس بے تکلف صحبت میں امور سلطنت کا کوئی ذکر نہ آنے پائے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کی غیبت کرے۔ ہر شخص کو آزادی تھی کہ بلا تکلف اپنی خواہش کے مطابق ہر چیز منگا سکتا تھا اور اپنے گھر بھی جا سکتا تھا۔ ایک دن ملا اسحاق سرہندی جو بہت سمجھدار اور خوش طبع بزرگ تھے انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ تو ہدایت کرتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

جواب دیا کہ جو لوگ عقلمند اور سمجھدار ہیں وہ کبھی ایسی باتیں نہیں کرتے درحقیقت وہ اس باب میں بہت ہی سادہ دل اور نیک تھا۔

سلطان محمود اور حکیم ابو ریحان کا قصہ

ملا داؤد بیدری نے فیروز شاہ کے متعلق ایسی بہت سی حکائتیں لکھی ہیں لیکن ان کی تفصیل کے لئے مدت چاہیے۔ للذا صرف سلطان محمود اور حکیم ابو ریحان کے قصہ پر ہی اکتفا کی جاتی ہے کیونکہ ان کا ذکر آ گیا ہے۔ ابو ریحان منجم اپنے فن میں بہت مہارت رکھتا تھا اور جو بات کہتا تھا وہ بالکل درست نکلتی تھی چونکہ کامل فن تھا۔ اس لئے طبیعت میں استغناء تھا اور سلطان محمود غزنوی سے بہت بے تکلف تھا۔ غزنوی کو اس کا یہ انداز پسند نہ آیا ایک دن باغ ہزار درخت کے سامنے غزنوی کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا' ابو ریحان بھی ایک دروازہ سے اندر آیا' بادشاہ نے حکیم سے پوچھا کہ اس نشست کے بعد بادشاہ کس دروازہ سے باہر جائے گا۔

منجم نے اسطرلاب درست کیا اور ستاروں کی تقویم کرنے کے بعد حساب لگا کر جواب ایک پرچہ پر لکھا اور محمود غزنوی کے سرہانے رکھ دیا۔ اس کے بعد غزنوی نے حکم دیا کہ "محل کی مشرقی دیوار کھود کر ایک دروازہ بنایا جائے میں اسی راستے سے محل سے باہر جاؤں گا۔" بادشاہ اسی راہ سے باہر گیا اور جب ابو ریحان کا لکھا ہوا نوشتہ دیکھا تو منجم نے بالکل یہی تحریر کیا تھا جو بادشاہ عمل میں لایا۔ بادشاہ اس نوشتہ کو دیکھ کر گھبرایا اور پھر وہیں سے حکم دیا کہ حکیم کو کوٹھے سے نیچے گرا دیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوٹھے سے نیچے تک کوئی چیز جال کی طرح بچھا دی گئی تھی جس کی وجہ سے حکیم کو کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اب بادشاہ نے کہا کہ بتاؤ تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ حکیم نے غلام کے ہاتھ سے ایک کاغذ لے کر بادشاہ کو دیا' حکیم نے اپنے اس دن کے واقعات میں اس حادثہ کا ذکر بھی بجنسہ کیا تھا۔

بادشاہ کو ابو ریحان کی یہ بات اور بھی زیادہ بری معلوم ہوئی اور اس نے اسے زندان میں ڈلوا دیا۔ حکیم چھ ماہ تک قید کی سختیاں برداشت کرتا رہا ایک دن حکیم کا غلام بازار گیا۔ وہاں ایک فال نکالنے والے نے اس کو پاس بلا کر کہا کہ "تیرا آقا آج کل قید میں ہے مگر آج سے تیسرے دن وہ قید سے رہائی پائے گا۔" غلام نے یہ بات اپنے آقا کو سنائی اس نے لعنت ملامت کی کہ میرا غلام ہو کر تو بازاری لوگوں پر اعتبار کرتا ہے۔

اس واقعہ کے پورے تین دن کے بعد احمد بن حسن میمندی نے علم نجوم کے موضوع پر بادشاہ سے کچھ گفتگو کی اور اسی دوران میں حکیم ابوریحان کا ذکر بھی آ گیا۔ اس نے حکیم کے حال زار پر افسوس ظاہر کیا کہ اس نے ایک دن میں دو بالکل صحیح باتیں اپنے علم کے زور سے بتائیں اور بجائے انعام و اکرام کے اس کو قید خانہ ملا۔ اس پر محمود غزنوی نے جواب دیا کہ انسان وہ ہے جو شاہوں کا مزاج سمجھے اور بات وہ کرے جو ان کو معلوم ہو اگر اس روز اس کا ایک بھی حکم غلط نکلتا تو اس کے حق میں بہتر ہوتا۔ بادشاہوں کا مزاج لڑکوں کا سا ہوتا ہے اگر وہ ایسا کرتا تو خلعت و انعام بھی حاصل کرتا اور اپنے برابر والوں میں اس کا سر بھی اونچا رہتا۔

غرضیکہ اسی دن حکیم کو قید سے رہا کیا گیا اور اس بازاری فال گو کی بات بھی سچی ثابت ہوئی۔ حکیم ابو ریحان نے اس سے بھی ملاقات کی اور غزنوی کے دربار میں بھی گیا' اسے ہزار دینار' کنیز اور خلعت بطور انعام ملا۔ محمود نے حکیم ابو ریحان سے کہا کہ "اگر واقعی قرب سلطانی کے خواہاں ہو تو بات ہمیشہ میرے مزاج اور طبیعت کے موافق کیا کرو۔ بادشاہوں کی خدمت میں اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کا سب سے اہم نکتہ یہی ہے۔"

علمی سرپرستی

فیروز شاہ بندرگاہ گوہ' جیسول' دابل وغیرہ سے ہر سال جہاز منگایا کرتا تھا کیونکہ اس کا حکم تھا کہ تمام دنیا کی نادر اشیاء دکن لائی جایا کریں۔ وہ فن و کمال کا بہت قدردان تھا اور خود کہا کرتا کہ ہر ملک کا سب سے بہترین اور اعلیٰ تحفہ اس ملک کے ماہر کمال و فن اشخاص ہیں۔ وہ ہر ملک کے اہل کمال کو اپنے دربار میں جمع کرنا چاہتا تھا اور ہر صاحب کمال کی صحبت سے فیض حاصل کر کے گھر بیٹھے ہوئے دنیا کے

besturdubooks.wordpress.com

عجائبات کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ ساری دنیا کے اہل کمال اس کے دربار میں حاضر ہو کر انعام و اکرام سے مالا مال ہوتے تھے۔

وہ دنیا کی بہت سی زبانیں جانتا تھا اور ہر ملک کے باشندے سے اسی کے ملک کی زبان میں بات چیت کر سکتا تھا اس کا حافظہ غضب کا تھا۔ جو بات ایک بار سن لیتا تھا اس کو زندگی بھر نہیں بھولتا تھا۔ مستند شعراء کے اشعار اس کو نہایت اچھی طرح یاد رہتے تھے۔ خود بھی شعر کہنے کی کوشش کرتا تھا کبھی عروضی (ا) تخلص کرتا تھا اور کبھی فیروزی لہٰذا قارئین کی تفریح کے لئے بعد میں اس کے اشعار لکھے جائیں گے۔ ملا داؤد بیدری نے اس کی علمی سرپرستی اور ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اپنی کتاب "تحفۃ السلاطین" اسی کے نام معنون کی ہے۔

بادشاہ کو تمام علوم سے دلچسپی تھی خاص طور پر تفسیر' اصول حکمت' طبعی اور نظری سے دلچسپی تھی اور ان علوم میں اس کو دستگاہ بھی کافی حاصل تھی۔ صوفیائے کرام کی اصطلاحات سے بھی اس کو دلچسپی تھی ہفتے میں تین دن علم کی درس و تدریس کے لئے تھے (شنبہ' دو شنبہ' چہار شنبہ) اس کے پڑھنے کی خاص کتب زاہدی' شرح تذکرہ فن ریاضی' شرح مقاصد کلام' اقلیدس' علم ہندسہ اور علم و معانی و بیان کی تھیں۔ طلباء کو پڑھانے کا وقت اگر دن میں نہ ملتا تو رات کو پڑھاتا اور اپنے ذخیرہ معلومات سے ان لوگوں کے دلوں کو معمور کرتا۔

میر فضل اللہ شیرازی کی برکت اور آغوش تربیت میں فیروز شاہ نے تمام علوم و فنون سیکھے۔ یہ بات مسلم ہے کہ علم و دانش میں فیروز شاہ کا مرتبہ محمد تغلق سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ فیروز شاہ پہلا حکمران تھا جس نے سادات سے سلسلہ شادی و خانہ آبادی شروع کیا۔ میر فضل اللہ شیرازی کی بیٹی سے اپنے بیٹے حسن کا نکاح کیا اور اپنی بیٹی کی شادی حضرت کے فرزند شمس الدین سے کی اپنے داماد کو طرف دار دولت آباد مقرر کیا۔

تعمیرات

بادشاہ نے دریائے تھمندرہ کے کنارے ایک نیا شہر تعمیر کرایا۔ اس کا نام فیروز آباد رکھا اور اس جدید شہر کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ اس شہر میں بہت سے خوبصورت اور عمدہ عمدہ بازار تعمیر کرائے اور بازاروں کو بہترین دوکانوں سے سجایا۔ شہر کی سڑکیں بہت سیدھی چوڑی اور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک نیا قلعہ بھی بنوایا اس قلعہ کا ایک سرا دریا سے بالکل ملحق تھا۔ دریائے تھمندرہ سے ایک نہر کاٹ کر محل کے اندر جاری کر دی گئی تھی اور اس قلعہ کے اندر بہترین اور عظیم الشان محل بنوائے گئے۔ ہر محل ایک حرم شاہی کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

محلات شاہی

چونکہ محلات شاہی کی کثرت تھی اس لئے محلات کے لئے بہت سے قاعدے مقرر کر دیئے گئے تھے اور انہیں پر عمل ہوتا تھا۔ فیروز شاہ صاحب جمال اور صاحب کمال خواتین کا بہت شائق تھا۔ ایک قانون یہ تھا کہ ہر محل میں جس میں خاص بیگمات رہتی تھیں وہاں ایک بیگم کے پاس لونڈیوں کی تعداد صرف تین ہوتی تھی۔ اور اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی وہ لونڈیاں بیگمات کی ہم زبان ہوا کرتی تھیں۔ فیروز شاہ کو عربی زبان سے بہت لگاؤ تھا۔ خاص دکنی محل جو سلطان محمود شاہ بہمنی کی بیٹی کا تھا وہاں عربی بیگمات رہتی تھیں۔ یہ عرب خواتین حجاز' مکہ اور دوسرے مشہور مقامات کی تھیں اور عربی میں نہایت عمدہ گفتگو کرتی تھیں۔ ان کا محل "عربی محل" کے نام سے مشہور تھا۔ ان کے خدام سب نسل کے حبشی تھے۔ جو شکل و صورت میں اچھے ہوتے اور عربی زبان بولتے تھے۔ جو لوگ عربی زبان نہیں جانتے تھے انہیں اس محل میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی تاکہ عربی خواتین کی زبان عجمی میل جول سے خراب نہ ہو جائے۔ شاہی

besturdubooks.wordpress.com

ہوتی تھیں جو نہایت میٹھی زبان میں فارسی بولتی تھیں ان کے علاوہ ترکی' فرنگی' خطائی' افغانی' راجپوت' بنگالی' گجراتی' تلنگی' کنٹری' مرہٹی بیگمات کا ایک طبقہ بالکل الگ تھا۔ ان میں بھی ہر خاتون کے پاس اس کے ملک اور وطن کی ہم زبان کنیزیں موجود تھیں۔ بادشاہ ہر روز ایک محل میں آرام کرتا تھا اور ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کرتا ہر بیگم یہی سمجھتی تھی کہ بادشاہ بس اسی کا دلدادہ ہے۔

بادشاہ توریت و انجیل بہت اچھی طرح پڑھ لیتا تھا ہر ملت و قوم کے عالم' فاضل لوگ اس کے یہاں ملازم تھے۔ ہر شخص بادشاہ کے افعال و اعمال کو بہت اچھی نظروں سے دیکھتا تھا۔ لیکن اسلام کی حقانیت بادشاہ کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ جس طرح رسول اکرم تمام نبیوں پر فوقیت رکھتے تھے اور برتر تھے اسی طرح فیروز شاہ کا دین اور شریعت بھی تمام مذاہب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کا بیباکانہ مردوں سے ملنا اور شراب پینا صرف آنحضرت کے زمانہ میں ممنوع تھا۔ یہی عالم اس کے عہد میں بھی تھا اس نے ہندوؤں سے یوں تو چوبیس لڑائیاں لڑیں لیکن دو معرکے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

پہلا معرکہ

مورخ بیدری لکھتے ہیں کہ ۸۰۱ھ میں دیو رائے بیجانگر کے راجہ نے تیس ہزار سواروں اور نوے ہزار پیدل سپاہ' کماندار' تفنگ انداز اور دوسرے پیشہ وروں کے ساتھ مدکل' رائچور اور میان دوآبہ کے دوسرے قصبوں کو فتح کرنے کے ارادے سے سلطنت بہمنیہ پر حملہ کیا۔ فیروز شاہ نے جب یہ سنا تو سراپردہ شاہی کو باہر نکالا اور گلبرگہ سے چل کر ساگر تک آیا۔ بارہ ہزار سوار اس کے ہمرکاب تھے۔ ساگر کا ایک ہندو سات یا آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت لے کر ان کے راستہ میں حائل ہوا۔ ان لوگوں کو تہہ تیغ کیا گیا اور راستہ کا خطرہ دور ہو گیا۔ اسی دوران میں برار اور دولت آباد کا لشکر بھی اعانت کے لئے آ گیا۔ فیروز شاہ دیو رائے کا سر قلم کرنے کے لئے بالکل تیار تھا اس کو معلوم ہوا کہ قلعہ کھترہ (۲) کے راجہ نرسنگھ دیو نے مندو اور اسیر کے حکمرانوں کی مدد سے اور رائے بیجانگر کے بہکانے سے برار کی حکومت پر حملہ کر دیا ہے اور قلعہ ماہور کے گرد و نواح تک سارا ملک تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ نرسنگھ دیو نے مسلمانوں کو تباہ و برباد اور ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے تو اس نے برار اور دولت آباد کی فوجوں کو نرسنگھ دیو کی تنبیہہ کے لئے بھیج دیا اور بارہ ہزار کی فوج لے کر خود دیو رائے سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

برسات کے دن تھے اور دریا کا پاٹ بھی بہت چڑھا ہوا تھا۔ دیو رائے نے بھی دوسرے کنارہ پر اپنے خیمہ لگوائے' مسلمانوں کے لئے دریا کے اس پار جانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ فیروز شاہ نے تمام اراکین سلطنت سے صلاح کی اور ہر ایک نے اپنی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق صلاح دی۔ ان میں سے قاضی سراج نامی ایک قابل اعتماد امیر اور سلطنت بہمنیہ کا بہی خواہ تھا۔ وہ تیار ہوا کہ میں چند ساتھیوں کو لے کر دریا کے پار جاؤں اور دیو رائے یا اس کے کسی بیٹے کا کام تمام کر دوں۔ پھر جب ہندوؤں کے لشکر میں شور و غل بپا ہو تو دریا کے پانی پر پانچ چھ ہزار آدمیوں کی مدد سے قبضہ کر لیا جائے۔ اور بعد ازاں بادشاہ بھی دریا کو پار کر کے ہندوؤں کے ملک پر قبضہ کر لے۔ اس کے بعد دشمنوں پر حملہ کر دے اور ان کو تباہ و برباد کر دے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اس تجویز کے موافق چمڑے کے ٹوکرے بن کر آ گئے۔ قاضی سراج نے سات نوجوان آدمیوں کو فقیروں کے بھیس میں اپنے ساتھ لیا اور دریا کے اس پار اتر کر دیو رائے کے لشکر کے نزدیک ہی ایک خرابات میں قیام پذیر ہوا اور ایک بازاری عورت سے عشق کرنا شروع کر دیا اس کے ساتھ اس قدر والہانہ اور عاجزانہ محبت جتائی کہ وہ فاحشہ عورت بھی پریشان ہو گئی۔

اتفاقاً ایک دن شام کو قاضی کی معشوقہ کی سواری کہیں چلی۔ اس نے معشوقہ کو زیور و لباس سے آراستہ دیکھ کر اپنی بے تابی کا اظہار کیا اور اصرار کر کے کہنے لگا کہ تو کہاں جا رہی ہے میں بھی تیرے ساتھ ضرور چلوں گا۔ اس نے بتایا کہ راجہ کنور کے یہاں آج محفل رقص و سرود منعقد ہو گی اور اسے جا کر گانا سنانا ہے اور پھر اپنی مجبوری دکھا کر واپس جانے لگی۔ مگر اس رند اور بہروپئے نے کسی طرح

besturdubooks.wordpress.com

اس فاحشہ کا پیچھا نہ چھوڑا اور اصرار کیا- فاحشہ نے کہا کہ وہاں وہی آدمی جا سکتا ہے جو سرود و نغمہ میں مہارت رکھتا ہو- اس پر قاضی نے کہا کہ جس طرح ہو سکے گا میں نغمہ چھیڑ دوں گا- اس پر اس فاحشہ نے پنڈال قاضی کے سامنے رکھ دیا اور کہا اپنا فن دکھاؤ- قاضی نے اس پر ایسی نغمہ سرائی کی کہ فاحشہ خود ششدر رہ گئی اور یہ سوچا کہ ایسے باکمال فن کو اپنے ساتھ لے کر چلنا باعث فخر و عزت ہے-

اب قاضی سراج اور اس کے ساتھی فاحشہ کی وساطت سے دیو رائے کے بیٹے کی محفل رقص و سرود میں پہنچے محفل حاضرین سے بھر گئی- پھر طوائفوں کے گروہ نے ناچنا شروع کیا- ادھر قاضی بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی محبوبہ سے اجازت لے کر مسخروں کے لباس میں اندر آیا- اور صاحب مجلس کو کرشمہ بازی اور ناز و انداز دکھانے لگا- ان بہروپیوں نے ایسے ایسے کرشمہ دکھائے کہ کنور رائے اور اراکین محفل ان کے گرویدہ ہو گئے- جب انہوں نے اچھی طرح اپنے جادو سے سب کو فریفتہ کر لیا تب مسخروں کی رسم کے مطابق کٹاریں ہاتھ میں لے کر کرتب دکھانا شروع کیے اور دکھاتے دکھاتے رائے زادہ کی طرف بڑھے- انہوں نے اپنی کٹاریں کنور رائے کے سینے میں گھونپ دیں- رائے زادہ فوراً ختم ہو گیا- اس کے بعد دوسرے ساتھی بھی اندر آ گئے اور حاضرین مجلس کو قتل کرنا شروع کیا- ساری مشعلیں بجھا دیں- اندھیرا چھا گیا اور دل کھول کر قتل و غارت گری شروع کر دی سب لوگ شراب کے نشہ میں مخمور تھے کسی کو کچھ خبر نہ تھی- بعض کہتے تھے کہ مسلمان پیادے لشکر سے جدا ہو کر دریا سے نیچے اترے اور شب خون مارا- کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ کئی ہزار سوار دریا پار آئے اور رائے کنور کا کام تمام کر دیا-

چونکہ رات بہت اندھیری تھی اور ہندوؤں کا لشکر پانچ کوس کے فاصلے تک پھیلا ہوا تھا اس لئے تمام سپاہی اپنی اپنی جگہ پر خوفزدہ ہو گئے- اور خیمہ سے نکل کر میدان یا دریا کی طرف نہ بڑھ سکے راجہ کے وہ تمام سپاہی جو ساحل کی حفاظت پر تھے وہ مسلمانوں کی فوج دیکھ کر ڈر گئے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے صبح سلطان فیروز شاہ باقی ماندہ فوج لے کر ہندوؤں کے سر پر آ گیا- راجہ بیٹے کے غم میں بہت رنجیدہ تھا وہ بیٹے کی لاش لے کر جنگ کئے بغیر میدان سے چلا گیا- فیروز شاہ نے راجہ کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا اور ہندوؤں کا تعاقب کرتے ہوئے بیجانگر تک گیا- راہ میں تلواریں بھی چلیں میر فضل اللہ شیرازی کے حسن تدبیر سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ہندو ہار گئے-

دیو رائے بہت مشکلوں سے دار السلطنت تک پہنچا- اور بیجانگر کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گیا اس نے جنگ نہ کرنے کا تہیہ کر لیا- مگر فیروز شاہ نے خان خاناں اور میر فضل اللہ شیرازی کو جنوبی مقبوضات جو سرسبز اور آباد تھے ان کی تباہی اور بربادی کا حکم دے کر بھیجا- قاضی سراج کو بھی شاہانہ نوازشات سے مالا مال کیا اور بلند مرتبہ بھی دیا-

ان امراء نے مل کر جنوبی شہروں کو خوب لوٹا اور بہت سے لونڈی غلام بنائے- ان قیدیوں میں دو ہزار برہمن زادے اور ان کی مائیں بہنیں تھیں- بیجانگر کے باعزت برہمنوں نے کہا کہ جتنے روپیہ کی ضرورت ہو ہم لوگ جمع کر کے دینے کے لئے حاضر ہیں- راجہ کو بھی مذہب اور عزت بچانا لازمی تھا- لہٰذا اس نے بھی کہا کہ جس قدر روپیہ مسلمان مانگیں ہم لوگ دینے پر تیار ہیں اور وہ ہمارے قیدی چھوڑ دیں- دیو رائے نے برہمنوں کی درخواست منظور کر لی اور کہا کہ برہمن جس صورت سے بھی چاہیں مسلمانوں سے فیصلہ کر لیں ہندوؤں کے پیغامبر فیروز شاہ کی فوج میں دوڑتے ہوئے گئے اور بڑی تگ و دو بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ بیجانگر کی رعیت دس لاکھ ہون خزانہ شاہی میں جمع کر دے اور ایک لاکھ ہون میر فضل اللہ شیرازی کو اس کارنامہ عظیم کے بدلہ میں دیئے جائیں- اس معاہدہ کے موافق چھ لاکھ ہون رعایا نے خود جمع کیے اور پانچ لاکھ راجہ نے اپنے خزانہ سے دیئے اور پوری رقم میر فضل اللہ شیرازی کی خدمت میں بھیج دی گئی- بادشاہ کو تمام رقم لا کر شیرازی نے دیدی بادشاہ اس کے خلوص' حسن تدبیر سے بہت خوش ہوا- فریقین نے عہد نامہ تیار کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ کبھی آپس میں بغض و عناد نہ پیدا ہو اور دونوں حکومتیں ایک دوسرے کے ممالک مقبوضہ پر کبھی ہاتھ نہ بڑھائیں- فیروز شاہ

besturdubooks.wordpress.com

خاں کو میان دوآبہ کی مہم پر مقرر کیا اور خود گلبرگہ پہنچ گیا۔ فیروز شاہ نے اس سفر کی تکان اتارنے کے لئے دو تین مہینہ آرام کیا۔

دوسرا معرکہ

۸۰۲ھ میں بادشاہ کو برار کی طرف نرسنگھ کی تنبیہہ کے لئے جانا پڑا۔ وہ شکار کھیلتا ہوا ماہور پہنچا۔ ماہور کا امیر جو نرسنگھ کی قوت بازو پر مغرور ہو کر بغاوت کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنی جان کی امان کے لئے شاہی امراء کے ذریعہ بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا۔ بہت سے قیمتی تحفہ تحائف بھی بھیجے اور مع اپنے فرزندوں کے فیروز شاہ کے ساتھ چلا۔ فیروز شاہ ایک مہینہ پانچ دن ماہور میں ٹھہرا اور اس کے بعد سیدھا قلعہ کنرلہ کے گرد و نواح میں جا پہنچا۔ یہاں کا راجہ بھی بہت سے علاقوں کا مالک اور کوہستان گوندوارہ اور اس کے قرب و جوار کے شہروں پر بھی قابض تھا۔ اس نے فوراً ہی خاندیس اور مالوہ کے راجاؤں کے پاس حکم نامے روانہ کیے اور ان سے فیروز شاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے کمک طلب کی۔ مالوہ اور خاندیس کے حاکم چاہتے تھے کہ یہ مغرور راجہ تباہ و برباد ہو اسی لئے انہوں نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر بھی نرسنگھ دیو مایوس نہ ہوا اور اس نے اپنی تمام فوج نہایت دلیری اور جرات سے آراستہ کی اور کنٹر سے دو کوس کے فاصلہ پر جان کی بازی لگانے کے ارادے سے میدان میں آ گیا۔

فیروز شاہ خود ہی میدان میں جانا چاہتا تھا مگر میر فضل اللہ اور خان خاناں دونوں نے روک دیا اور ان دونوں امراء کی سرکردگی میں لشکر مقابلہ کے لئے صف آرا ہوا۔ پہلے ان امراء نے نرسنگھ کو ایک خط لکھا کہ وہ اطاعت کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اور جنگ و جدل سے باز رہے مگر وہ نہ مانا اور بدستور اپنے ارادے پر جما رہا۔ اب ان لوگوں نے بھی لشکر کو مرتب کر کے حملہ کر دیا۔ دونوں فوجوں نے خوب داد شجاعت دی اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ شجاعت خاں' دلاور خاں' منعم خاں' بہادر خاں اس جنگ میں کام آئے۔ ہندوؤں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ مسلمان سپاہی منتشر ہو گئے۔ خان خاناں فوج کے میمنہ میں تھا' میسرہ کی دیکھ بھال شیرازی کر رہا تھا۔ دونوں بہت ہی حیران و سرگرداں میدان جنگ میں کھڑے ہوئے تھے۔ کہ اسی دوران میں کسی نے خان خاناں کے قتل کی افواہ اڑائی۔ شیرازی نے اس پر توجہ نہ دی۔ وہ دو سو سواروں کو لے کر آگے بڑھا اور اس طرح شادیانے بجوا کر ڈھنڈورہ پٹوا دیا کہ فیروز شاہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں تشریف لے آیا ہے۔

سپاہیوں کے تن مردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور گروہ کے گروہ فضل اللہ شیرازی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اب شیرازی نے ہندوؤں پر زبردست حملہ کیا اور ان کو اپنے سامنے سے بھگا دیا اور پھر خان خاناں سے جا کر مل گیا۔ دونوں امراء نے نرسنگھ دیو کے فرزند کوسل رائے پر دھاوا کیا اور اس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ ہندوؤں کی فوج حواس باختہ ہونے لگی مسلمانوں نے کنہرلہ کے قلعہ تک ہندوؤں کا تعاقب کیا تقریباً دس ہزار ہندو تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ نرسنگھ نے بڑی دقتوں سے اپنی جان بچائی۔ اور قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کو گھیر لیا۔ نرسنگھ دیو نے بھی مستقل دو مہینہ تکلیف اٹھانے کے بعد پھر آخر کار جان کی پناہ مانگی۔ دونوں امراء نے صاف کہلوا دیا کہ اس وقت تک جان کی امان پانا بالکل مشکل ہے۔ جب تک کہ راجہ خود بادشاہ کے روبرو حاضر نہ ہوگا۔

غرضیکہ راجہ اور اس کے ساتھی ایلچپور پہنچے اور سلطانی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ نرسنگھ نے خود کو بادشاہ کا خیر خواہ ظاہر کیا اور اپنی سابقہ حرکت اور فعل پر بہت شرمندہ ہوا۔ پھر آپس میں صلح ہو گئی اور بادشاہ نے خلعت اور نیز کلاہ زر دوزی راجہ کو عنایت کی اور قلعہ کی حکومت بھی اس کے ہی ہاتھ میں رہنے دی۔ نرسنگھ دیو کی درخواست کے مطابق اس کی بیٹی کو فیروز شاہ نے اپنے محل میں رکھ لیا۔ نیز نرسنگھ دیو سے چالیس ہاتھی' پانچ من سونا' پانچ من چاندی اور دیگر بیش بہا تحفہ وصول کر کے قلعہ کو فتح کرنے کا خیال دل سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔ اس کے بعد فیروز شاہ دار السلطنت کی طرف روانہ ہوا۔ اس فتح کا سہرا بھی شیرازی ہی کے سر رہا لہٰذا اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اس کے عہدہ میں بھی ترقی کی گئی اور سر لشکری برار کی خدمت پر مامور کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

امیر تیمور صاحبقراں سے تعلقات

۸۰۴ھ میں فیروز شاہ کو معلوم ہوا کہ امیر تیمور نے دہلی کو فتح کر لیا ہے اور اب اس فاتح کا مقصود یہ ہے کہ دہلی کی سلطنت کسی لائق حکمران کے سپرد کر دے اور خود تمام ہندوستان کو فتح کرے۔ فیروز شاہ نے ان اطلاعات پر بڑی دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیا۔ امیر تقی الدین (میر محمد فضل اللہ شیرازی کے داماد) اور مولانا لطف اللہ شیرازی کو بیش قیمت تحفہ تحائف اور ہدیے دے کر دریا کی راہ سے امیر تیمور کی خدمت میں بھیجا۔ فیروز نے ایک پر خلوص و محبت کا خط بھی ان امراء کے ہاتھ صاحبقران کی خدمت میں روانہ کیا۔ فیروز شاہ کے قاصد بارگاہ تیموری میں حاضر ہوئے۔ ان پر شاہانہ نوازشات کی خوب خوب بارش ہوئی۔ جب بہمنی امراء نے تحفہ تحائف دیئے تو وہ بہت خوش ہوا اور زیادہ مہربان و متوجہ ہوا۔

پھر قاصدوں نے چند قابل اعتماد امراء کے ذریعہ امیر تیمور کی خدمت میں عرض کیا کہ فیروز شاہ بہمنی آستانہ تیموری کا خیر خواہ ہے اور جس وقت صاحبقران دہلی کی طرف آئیں یا کسی فرزند کو اس طرف روانہ کریں تو فیروز شاہ بھی کمر ہمت باندھ کر آنے کے لئے تیار ہے۔ امیر تیمور اس دوری مسافت کے باوجود فیروز شاہ کے خلوص اور محبت کا بہت شکرگزار ہوا اور دکن و مالوہ کی بادشاہی فیروز بہمنی کو عطا کر دی اور تاج سلطنت اور دیگر لوازمات شاہی عطا کیے۔ ایک عریضہ لکھ کر فیروز شاہ کے نام روانہ کیا اور اس کو "فرزند خیر خواہ" کے القاب سے یاد کیا۔ ان امراء کو مع کمربند، شمشیر مرصع، چہار رقبہ ملوکانہ، ایک ترکی غلام، چار نادر الوجود گھوڑے دے کر واپس دکن بھیجا۔

فرمانروایان گجرات، مالوہ، خاندیس جن کو ابھی تک خیال نہیں آیا تھا۔ کہ ان کی حکومت پر کسی اور کا قبضہ بھی ہو سکتا ہے وہ فیروز شاہ سے خوفزدہ ہو گئے اور پیغام بھیجا کہ "ہم سب دینی بھائی ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ آپس کی جو پھوٹ ہے اس کو دور کریں اور میل جول سے زندگی گزاریں تاکہ ہم صاحبقران کی تلوار اور حملوں سے دور رہیں۔" یہ حکمران ادھر تو بادشاہ سے منافقانہ گفتگو کرتے رہے اور دوسری طرف بیجانگر کے راجہ سے یہ سازش کر لی کہ جس وقت ضرورت ہو گی ہم فوراً روپیہ اور فوج سے مدد دیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ دیو رائے نے بھی اپنا شعار بالکل بدل دیا تھا۔ اور تین چار سال سے خراج کی رقم خزانہ فیروز شاہی میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ مالوہ، گجرات، خاندیس کے راجہ بظاہر تو بہت خلوص سے بادشاہ سے ملتے رہے، مگر بہ باطن سلطنت بہمنیہ کے دشمن اور اس کی تباہی و بربادی کے درپے ہو گئے۔ فیروز شاہ نے بھی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے دیو رائے کو بالکل اس کی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا اور خراج طلب کرنے میں کسی طرح کی سختی نہ کرتا تھا۔

ایک نیا فتنہ

ملا داؤد بیدری نے ایک قصہ لکھا ہے جس نے اس سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کیا۔ دیو رائے اور فیروز شاہ کی باہمی چپقلش جاری ہی تھی کہ مدکل کے ایک غریب سنار کے گھر ایک بہت خوبصورت بیٹی پیدا ہوئی۔ وہ قدرت کی صناعی کا بہترین نمونہ تھی ماں باپ اس کی شکل و صورت دیکھ کر اپنی غریبی اور اپنا افلاس بالکل بھول جاتے تھے۔ جب بیٹی ذرا بڑی ہوئی تو ماں باپ نے سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کی منگنی اپنے رشتہ داروں میں کرنا چاہی، مگر بیٹی نے اس سلسلے میں ماں باپ کی مخالفت کی اور کہا کہ "جس نے مجھے ایسی شکل و صورت عطا کی ہے وہ کوئی لائق شوہر ضرور عطا کرے گا' خدا پر یہ کام چھوڑ دو۔" لڑکی کنواری ہی رہی اور ماں باپ نے زبردستی بھی نہ کی' اتفاق کی بات کہ بیجانگر کا ایک بوڑھا برہمن تیرتھ یاترا سے فارغ ہو کر ادھر سے گزرا اور اسی سنار کے گھر ٹھہرا۔

میاں بیوی دونوں نے برہمن کی بہت خدمت کی۔ مگر بیٹی سامنے نہ آئی۔ اس پر برہمن نے کہا کہ مجھ سے کیا پردہ اس نے اس کی بیٹی کو بلا کر آواز دی تب وہ باہر آئی۔ برہمن نے اس کو دعائیں دیں اور کہا شکل و صورت کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی پائی ہے۔ خدا تیرا

besturdubooks.wordpress.com

موسیقی میں ماہر ہو گئی اور نہایت عقیدت کے ساتھ اپنے استاد کی خدمت کرنے لگی۔ ایک سال بعد جب پرتھال فن موسیقی میں طاق ہو گئی تو برہمن اپنے وطن روانہ ہوا۔ برہمن کے بیجانگر پہنچتے ہی پرتھال کے حسن و جمال اور نیک سیرتی کا شہرہ پھیل گیا۔ دیورائے نے بھی یہ سب کچھ سنا اور برہمن کو بلا کر اس کی پوری پوری تصدیق کی اس کے بعد ایک جڑاؤ ہار اور بیشمار دولت دے کر اسے مدکل بھیجا۔ برہمن کو پرتھال اور سارے کنبہ کو بیجانگر کے مندر کی پوجا کے بہانے سے لانے کے لئے کہا گیا پرتھال کے گھر پہنچ کر برہمن نے پرتھال کے ماں باپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

پرتھال کے والدین اس پیغام سے پھولے نہ سمائے اور بیجانگر چلنے پر تیار ہو گئے۔ جب برہمن نے ہار نکال کر پرتھال کے گلے میں ڈالنا چاہا تو پرتھال نے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ بیجانگر کے حکمرانوں کا دستور ہے کہ جس عورت کو محل میں ڈالتے ہیں پھر ماں باپ سے اس کو ملنے نہیں دیتے ہیں۔ لہٰذا کیا تم لوگ مجھ سے بیزار ہو جو قید میں ڈال رہے ہو۔ میں اپنے آپ کو سستے داموں بیچنا نہیں چاہتی ہوں۔" مگر سب نے بہت اصرار کیا۔ اب پرتھال نے دیکھا کہ سچ بولے بغیر چارہ نہیں تو کہا کہ "مجھے بشارت ہوئی ہے کہ میں مسلمان ہو کر کسی مسلمان کے گھر جاؤں گی تم لوگوں کو چاہیے کہ اس نیک ساعت کا انتظار کرو اور اس سونے کے لالچ میں مجھے فروخت نہ کرو۔ اب برہمن دل برداشتہ ہو کر یہاں سے چل پڑا اور دیو رائے کو ساری داستان سنا دی اس نے اپنے اوپر سارا عیش و عشرت آرام و سکون حرام کر لیا اور پرتھال کے فراق میں سرگردان رہنے لگا۔ وہ شکار کا بہانہ کر کے بیجانگر سے چلا ہزاروں سوار اور پیادے تھے اس نے پانچ ہزار پیادوں کو دریا کے اس پار مدکل کی طرف جانے کا حکم دیا' اس کا یہ حکم بھی تھا کہ بے خبری کے عالم میں پرتھال کے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے پھر اس کو پکڑ کر راجہ کے سامنے حاضر کیا جائے۔ دیورائے نے ایک اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا تھا کہ پہلے سے اس برہمن کو سنار کے گھر بھیج کر فوج کے آنے کی اطلاع کر دی تھی تاکہ برہمن روپیہ اور سونے کے لالچ میں گھر پر ہی ٹھہرا رہے مگر سنار بیٹی کو لے کر نکل کھڑا ہوا اور کہیں جا کر چھپ گیا۔ دیورائے کا لشکر بہت مایوس ہوا اور جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے لوٹتے وقت فیروز شاہ کے شہروں اور قصبوں کو خوب لوٹا۔ فولاد جو اس نواح کا حاکم تھا وہ یہ دیکھ کر بہت غضب ناک ہوا وہ آگے بڑھا مگر ہندوؤں نے فولاد خاں کو راستہ میں روک لیا اور اس کی فوج کو بھی پسپا کر دیا' مگر فولاد خاں نے ہمت نہ ہاری اور مقابلہ کیا۔ ہندو فوج چونکہ ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی لہٰذا فولاد خاں کو فتح نصیب ہوئی۔

دو ہزار ہندو سپاہی مارے گئے فیروز شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنی فوج کو فوراً تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ فوج کا ہر سردار اپنی سپاہ کے ساتھ فیروز آباد کے باہر موجود ہے تو وہ خود ۸۰۹ھ میں نیک ساعت دیکھ کر گلبرگہ سے بہت شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ فیروز شاہ بیجانگر پہنچا دیورائے قلعہ میں پناہ گزین تھا۔ قلعہ کو فتح کرنا چاہا مگر ہندوؤں نے مدافعت سے کام لیا اور تمام راستے بند کر دیئے مجبوراً بہمنی فوج باہر ہی ٹھہر گئی۔ دیورائے اپنی عظمت و شوکت اور ظاہری جاہ و جلال میں اپنے باپ سے بھی بڑھا ہوا تھا اس نے لشکر کو بہت دبدبہ اور رعب کے ساتھ مرتب کیا۔ راجہ کی فوج حصار کی پناہ میں آئی اور تیر و تفنگ کی بارش کرنے لگی۔ مسلمانوں کے گھوڑے بیجانگر کی پہاڑی زمین پر اچھی طرح نہ چل سکتے تھے اس لئے سوار مجبور ہو گئے اور جنگ سے ہاتھ اٹھانے لگے۔ اسی دوران میں ایک تیر بادشاہ کے بازو پر لگا مگر اس نے زخم کی پرواہ نہ کی اور اسی حالت میں معروف جنگ رہا۔ اس کے بعد ایک میدان میں خیمہ زن ہو گیا تاکہ زخم مندمل ہو جائے۔

جب بادشاہ تندرست ہو گیا تو اس نے بیجانگر کو فتح کرنے کا خیال ترک کیا اور امیر الامراء کو میاں سدھو سرنوبت کے ہمراہ کر کے بیجانگر کے جنوبی شہروں کی تاخت و تاراج کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ نیز کرناٹک کے مشہور قلعہ کی فتح کے لئے ایک لشکر جرار کے ہمراہ شیرازی کو روانہ کیا۔ ان دونوں امراء کو الگ الگ مہمات پر بھیج کر فیروز شاہ اپنے لشکر کو اسلحہ جات اور دیگر سامان سے آراستہ کر کے دیورائے کا

besturdubooks.wordpress.com

مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا- تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ اس کے علاوہ آٹھ اور جنگیں مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان ہوئیں اور ہر جنگ میں فیروز شاہ بہمنی ہی کو فتح حاصل ہوئی-

دیورائے نے نہایت درجہ ہراساں ہو کر پھر اپنے ایلچی گجرات بھیجے اور مدد چاہی' بادشاہ پورے چار مہینے تک محاصرہ میں لگا رہا- اس عرصہ میں خان خاناں نے کرناٹک کے شہروں کو خوب تباہ و برباد کیا اور فضل اللہ شیرازی نے موقع دیکھ کر قلعہ بنکاپور اور اس کے گردو نواح کے شہروں پر قبضہ کر لیا- شیرازی نے بادشاہ کے حکم سے پھر قلعہ میاں سدھو کے ہاتھ میں دے دیا اور خود بادشاہ سے آملا- اس کے بعد آٹھ ہزار ہندو لڑکے لڑکیوں اور بیشمار دولت کے ساتھ خاں خاناں بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہر ایک پر شاہانہ نوازشات کی گئیں- اس کے بعد بادشاہ نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور ان قابل اعتماد اور باعزت امراء سے رائے طلب کی کہ آئندہ کیا اقدامات کرنا چاہیں- باہمی مشورے سے یہ فیصلہ ہوا کہ احمد خاں بیجانگر میں دیورائے کے مقابلہ میں ٹھہرا رہے اور کسی صورت سے اس کو سکون کی نیند نہ سونے دے اور بادشاہ و شیرازی نیز دیگر نامی گرامی امراء قلعہ اودنی کو فتح کرنے کے لئے نکلیں-

ان امراء اور بادشاہ کے اس مشورے کی اطلاع بہت جلد دیورائے کو ہو گئی- اس کو یوں بھی خاندیس اور مالوہ کی طرف سے بہت مایوسی ہو چکی تھی اس لئے مجبوراً اس نے پھر فیروز شاہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور بادشاہ کے بیجانگر سے رخصت ہونے سے قبل اپنے چند لائق اعتماد امراء کو مسلمانوں کی فوج میں روانہ کر دیا- میر فضل اللہ کے ذریعہ سے ان ہندو چند لائق اعتماد امراء کو مسلمانوں کی فوج میں روانہ کر دیا میر فضل اللہ کے ذریعہ سے یہ ہندو قاصد فیروز شاہ کے پاس پہنچے پہلے تو فیروز شاہ نے انکار کر دیا مگر پھر شیرازی کی سفارش پر صلح منظور کی- اس میں بھی یہ شرط رکھ دی گئی کہ دیورائے اپنی دختر فیروز شاہ کے محل میں داخل کر دے-

اس کے علاوہ دس لاکھ نقد ہون' پانچ من مروارید اور پچاس زنجیر ہاتھی اور دو ہزار گانے بجانے والیاں اور غلام' خدمت شاہ میں پیش کرے- اگرچہ بنکاپور کا قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا' مگر پھر بھی کہا گیا کہ راجہ اس کو بطور جہیز اپنی بیٹی کو دے دے تاکہ دوبارہ بھی اس قلعہ کے لئے ملک میں کشت و خون نہ ہو- کرناٹک کے راجاؤں نے ابھی تک کسی غیر آدمی کو اپنی بیٹی نہیں دی تھی اور اس کے لئے صلح میں یہ شرط بہت کٹھن تھی' مگر کیا کرتے مجبور تھے- تقریباً چالیس دن تک بیجانگر سے بادشاہ کی قیام گاہ تک محفل عیش و طرب رہی' طرح طرح کی مٹھائیاں تقسیم ہوتی رہیں- سات کوس تک در و دیوار' گھاٹ' بازار سجے ہوئے تھے ناچ گانے والے اپنا اپنا فن اور کمال دکھا رہے تھے- میر فضل اللہ اور احمد خان خاناں تمام سامان شادی لے کر بیجانگر پہنچے اور دیو رائے کی بیٹی کو بیاہ کر لائے- دیورائے نے بادشاہ کو اپنے اوپر مہربان دیکھ کر مطلب کی بات کرنا چاہی- فیروز شاہ نے ذرا ہمت سے کام لیا اور لشکر کا انتظام خان خاناں کے ہاتھ میں دے کر خود دلہن کو لے کر بیجانگر چل دیا-

دیورائے نے بادشاہ کا بہت اچھی طرح استقبال کیا شہر کے دروازہ سے لیکر دار الامارت تک تقریباً تین کوس کا فاصلہ تھا اس راستے پر مخمل اطلس اور دوسرے قیمتی کپڑوں کا فرش بچھا ہوا تھا دونوں فرمانروا گھوڑوں پر بیٹھ کر چلے- فیروز شاہ شہر میں داخل ہوا- اور دیورائے کی طرف سے نچھاور کی رسم ادا کی گئی' حسین لڑکے اور لڑکیاں سونے کے پھولوں کے تھال لیے ہوئے پھول نچھاور کرتے رہے- اس کے بعد رعایا نے بھی نچھاور کیا- دونوں طرف کی رعیت صدقہ دیتی ہوئی دار الامارت تک پہنچی' دیورائے کی طرف سے جڑاؤ پالکی عروس و نوشہ کے لئے دی گئی- فیروز شاہ دو دن تک بیجانگر میں رہا- تیسرے دن وہاں سے چلا دیورائے بھی ساتھ ہو گیا- راستہ میں اس نے کنڑی زبان میں پند و مصالحت کی باتیں کیں- بادشاہ کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی اس نے کہا "خیر دیکھا جائے گا" یہ بات دیورائے کے کانوں تک پہنچی اس نے بہت سے ناگوار الفاظ اپنی زبان سے نکالے اس پر فضل اللہ نے کہا کہ دیورائے نے کہا تھا کہ وہ لشکر گاہ تک ساتھ جائے گا مگر

besturdubooks.wordpress.com

دونوں کے دل باوجود رشتہ قائم ہونے کے صاف نہ ہو سکے۔ فیروز آباد پہنچتے ہی بادشاہ نے آدمیوں کو مدگل بھیجا وہ لوگ مدگل سے پرتھال اور اس کے والدین کو ساتھ لے کر آئے۔ پرتھال بادشاہ کے سامنے آئی بادشاہ نے جیسا سنا تھا پرتھال کو ویسا ہی پایا۔ فیروز شاہ نے اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا اور کہا کہ میں تو اب بڈھا ہو گیا ہوں لہٰذا اس کو شہزادہ حسن کے محل میں بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے بہت سی دولت پرتھال کو دی اور اسے اپنی پھوپھی کے حوالہ کیا اور کہا کہ شاہانہ عظمت و شوکت سے اس کی شادی کی جائے۔ جشن ہوا اور شادی ہو گئی اور پرتھال حسن خاں کے محل میں داخل ہو گئی۔ پرتھال اپنی قابلیت کی بدولت سنار کی جھونپڑی سے نکل کر شاہی محل میں داخل ہوئی۔

گونڈواڑہ پر لشکر کشی

اس کے بعد بادشاہ نے ۸۱۰ھ میں ریاضی دانی اور علم ہندسہ میں اپنی قابلیت کا ثبوت دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ دولت آباد بالا گھاٹ میں رصد قائم کی جائے۔ حکیم حسن گیلانی اور سید محمد گاذرونی جو علم ریاضی کے ماہر تھے اور دربار میں بھی ایک اونچا مقام رکھتے تھے انہیں یہ کام سپرد کیا گیا' لیکن حسن گیلانی کی بے موقع موت اور دوسرے حادثات و واقعات نے اس کام کو پورا نہ ہونے دیا۔ ۸۱۵ھ میں فیروز شاہ شکار کا بہانہ کر کے گونڈوارہ گیا اور اس علاقہ کو تباہ و برباد کر کے پھر ہندوؤں کو شکست دی اور اندازاً تین سو ہاتھی گرفتار کر کے اپنے پایہ تخت کو واپس آیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کو خبر ملی کہ ایک ولی کامل دہلی سے دکن تشریف لائے ہیں۔ بادشاہ نے انہیں دعوت دی ان کا نام حضرت گیسودراز تھا۔ فیروز شاہ ہمیشہ ہی سے باکمال اور اہل علم کا دوست رہا تھا۔ وہ یہ خبر سن کر فوراً فیروز آباد سے گلبرگہ آیا اور تمام اعزاء اور رشتہ داروں کو ان کے استقبال کے لئے روانہ کر دیا۔ سید صاحب نہایت عزت و احترام کے ساتھ دکن تشریف لائے۔ فیروز شاہ حکیم طبیعت کا آدمی تھا' اور حضرت بندہ نواز نے علوم ظاہری اور مخصوص معقولات کا ظاہری اکتساب نہ کیا تھا لہٰذا اسنے کوئی خاص عقیدت نہ ظاہر کی۔ برعکس اس کے اس کا بھائی احمد خاں حضرت کا بہت دلدادہ اور معتقد ہو گیا اور ان کے لئے ایک خانقاہ بنوائی اور اکثر اوقات ان کی خدمت میں جاتا اور صوفیانہ کلام سے مستفید ہوتا۔ اکثر محفل سماع میں بھی حاضر ہوتا تھا اور خانقاہ کے درویشوں کو انعامات دیا کرتا تھا۔

اکبر حسن خاں کی جانشینی

بادشاہ نے نہایت درجہ ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دے کر ۸۱۸ھ میں اکبر حسن خاں کے سر پر تاج شاہی رکھا اور تمام اراکین دولت سے بیعت لی اور اس کے بعد حضرت گیسو دراز سے بھی کہلوایا کہ وہ بھی اس کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ حسن کو تاج شاہی سے سرفراز کر دیا گیا تو اسے اب دنیا میں کس چیز کی ضرورت ہے۔ اس پر بادشاہ نے بہت اصرار کیا تب قاصدوں کو یہ جواب دیا کہ تاج کو تو احمد خان خان خاناں کے سر پر رکھنے کا فیصلہ قدرت نے کر دیا ہے۔ لہٰذا اب مشیت ایزدی سے لڑنا بیکار ہے۔ اس بات سے بادشاہ کو بہت تکلیف پہنچی اور اس نے اس رنجش کا اظہار اس طرح کیا کہ حضرت گیسو دراز سے کہلوا کر بھیجا کہ چونکہ خانقاہ دربار شاہی سے نزدیک ہے اس لئے مریدوں کا شور و غل شاہی کاموں میں مخل ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ شہر سے کہیں باہر خانقاہ تعمیر کرائیں۔ حضرت اس حکم سے بالکل مجبور ہو گئے اور اس جگہ جا کر رہے جہاں اب ان کا مقبرہ ہے۔ اب ان کے مریدوں نے ایک بہت عالی شان اور بلند عمارت تعمیر کرا دی ہے۔

پانگل پر لشکر کشی

۸۰۰ھ میں بادشاہ نے تلنگانہ کے راجہ کے پاس ایلچی بھیجے اور کہلا کر بھیجا کہ چند سال کا بقایا خراج ادا کرے راجہ نے نہایت فرمانبرداری کے ساتھ بہت سا نقد مال جنس روانہ کیا کہ بادشاہ خوش ہو گیا۔ اسی دوران میں بادشاہ نے پانگل کے قلعہ کو جو تلنگنڈہ کے نام سے مشہور تھا فتح کرنے کا ارادہ کیا پانگل سے اودنی تک کا فاصلہ اسی کوس کا تھا۔ بادشاہ نے چڑھائی کرتے وقت کسی طرح کی رشتہ داری اور

besturdubooks.wordpress.com

قرابت داری کا خیال نہ کیا اور آگے بڑھتا ہی گیا۔ اس نے دو سال تک قلعہ کو گھیرے رکھا مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا لشکر میں بیماری پھیلی اور سپاہی اور جانور بیمار پڑ گئے۔ دیورائے نے فیروز شاہ کی اس ناکامی کو اپنے حق میں اچھا سمجھا اس نے ایک اچھی خاصی فوج تیار کرلی اور لڑنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ راجہ تلنگانہ بھی شریک تھا۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ خود ان میں حملہ کرنے کی سکت نہیں ہے اور کامیابی بھی مشکل ہے۔ مگر بادشاہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ مقابلہ نہ کرے لہٰذا میر فضل اللہ شیرازی کی سرکردگی میں مقابلہ ہوا شیرازی نے دیورائے کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ لشکر کو درہم برہم کرے کہ اتنے میں ایک خادم نے اپنے مالک (میر فضل اللہ) سے بے وفائی کی اور ایک وار اس کے سر پر کیا وار لگتے ہی وہ ختم ہو گیا اس واقعہ سے مسلمانوں کے لشکر میں ہلچل مچ گئی اور کئی اور مسلمان امیر بھی اس معرکہ میں کام آئے' خان خاناں کی حکمت عملی سے ان لوگوں نے دیورائے سے اپنی جان چھڑائی اور اس کے بعد ہندوؤں نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ مسلمان اس کثرت سے قتل کیے گئے کہ ان کے سروں کے چبوترے بنائے گئے۔

مسلمانوں کا قتل عام

ہندوؤں نے مسلمانوں سے خوب بدلہ نکالا مسجدوں کو خوب توڑا' قتل و غارتگری میں کسی طرح کی کسر نہ اٹھا رکھی اس صورت سے گویا برسوں کا بغض نکالا' فیروز شاہ نے پریشان ہو کر گجرات سے مدد مانگی۔ احمد شاہ گجراتی کے پاس میر فضل اللہ کے بیٹے ملا غیاث الدین کو بھیجا مگر اس نے مدد نہ دی کیونکہ اس کی حکومت ابھی اس قابل نہ تھی۔ اب خان خاناں نے خزانہ کا دروازہ کھول دیا اور فوج کو جمع کر کے پھر بہمنی سرحدوں سے ہندوؤں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اسے شاہانہ عنایات سے سرفراز فرمایا اب بادشاہ اور دیگر اراکین اس شکست کا بدلہ لینے کی تدابیر سوچ رہے تھے کیونکہ فیروز شاہ کے بڑھاپے کے زمانہ میں یہ شکست ایک وصبہ تھی غیرت مند بادشاہ کو بہت ندامت تھی اس غم میں گھل گھل کر وہ بیمار ہو گیا جب مرض بڑھنا شروع ہوا تو بادشاہ کے دو غلام عین الملک اور بیدار الملک سب سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے ان کے اقتدار میں دکن کی حکومت تھی۔ اسی عرصہ میں کچھ غلاموں نے خلوت میں بادشاہ سے کہا کہ احمد خان خاناں تخت حکومت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ غلاموں کے یہ کہنے پر فیروز شاہ کو حضرت خواجہ بندہ نواز کا قول یاد آگیا اور اس نے مزاحمت کرنا چاہی اور بیٹی کی محبت میں حقیقی بھائی کو اندھا کرنے کی تجویز سوچی لیکن احمد خاں کو ایک دن پہلے اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ رات میں تھوڑی سی جمعیت لے کر نکل کھڑا ہوا۔ اپنے بیٹے علاؤ الدین کو ہمراہ لے کر پہلے تو حضرت گیسو دراز کے پاس گیا اور ان کو تمام واقعہ سنایا۔

انہوں نے اپنے عمامہ کو دو ٹکڑے کیا ایک باپ کے اور دوسرا بیٹے کے سر پر باندھ دیا پھر اپنے ساتھ کھانا کھلایا اس کے بعد وہ گھر آیا اور سامان سفر درست کر کے راتوں رات شہر سے فرار ہو گیا۔ راہ میں خلف حسن بصری ایک سوداگر ملا جو بہت خیر خواہ تھا۔ وہ احمد شاہ کی نیت کو بھانپ گیا اور اس کو شاہانہ مجرا دیا' احمد شاہ نے کہا کہ تم اپنے گھر میں پوشیدہ ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم بھی گرفتار ہو جاؤ۔ خلف حسن بصری نے جواب دیا کہ آرام و آسائش میں تو میں آپ کے ساتھ رہا اور اب تکلیف میں الگ ہو جاؤں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں وہ بھی ساتھ ہو گیا یہ لوگ خان پور میں ٹھہرے وہاں جا کر احمد خاں نے یہ دعا کی کہ اگر مجھے سلطنت مل گئی تو اس قصبہ کو رسول آباد کے نام سے موسوم کروں گا اور اس کی آمدنی کو نجف' مکہ اور کربلا کے سیدوں کے اخراجات کے لئے وقف کر دوں گا۔"

احمد خاں سے معرکہ

احمد خاں کے فرار کی خبر نظام الملک اور عین الملک کو ہوئی تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے انہوں نے جا کر بادشاہ کو خبر دی اور لشکر تیار کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے احمد خاں نے دشمنوں کو زیادہ تعداد میں دیکھ کر ارادہ کیا کہ شہر میں آ کر امراء کو اپنا ہمدرد

besturdubooks.wordpress.com

تھا اور بہت سے شاہی نوکروں اور خدمت گاروں کو اس کی بہی خواہی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ ادھر احمد خاں کی فوج کی تعداد اب پہلے کی بہ نسبت بڑھ گئی۔ تب دوسری طرف عین الملک کی کمک کے لئے بھی فوج آ گئی شاہی امراء نے ہر طرف سے احمد خاں پر تمام راستے بند کر دیئے۔ ان دنوں بقال (جن کو ہندی میں بنجارہ کہتے ہیں) برار سے غلہ لے کر آ رہے تھے۔ احمد خاں کو خلف حسن بصری نے صلاح دی کہ ان سے غلہ خرید لیا جائے اور ساتھ ساتھ گھوڑے اور بیل بھی جب لڑائی شروع ہو گی تو ہماری طرف سے بیل اور گھوڑوں کی فوج نمودار ہو گی دشمن یہ سمجھے گا کہ برار سے کمک آ گئی مگر احمد خاں نے اس رائے کی پیروی نہ کی حالانکہ شاہی فوج اب بالکل نزدیک آ گئی تھی۔

احمد خاں راہ میں جا رہا تھا تھک کر ایک درخت کے نیچے سو گیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک بزرگ باریش فقیرانہ لباس میں ملبوس آ رہے ہیں اور ایک ہرا تاج بارہ گوشوں کا ان کی ہتھیلی پر رکھا ہوا ہے اس نے ان کو بڑھ کر سلام کیا اور انہوں نے تاج سر پر رکھا اور کہا کہ یہ فقیر کی طرف سے تحفہ ہے۔ احمد خان اس کو فال نیک سمجھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے حسن بصری سے فوراً اس کا ذکر کیا اور کہا اب تک میں جنگ کرنے سے کنارہ کشی کر رہا تھا مگر اب اس بشارت نے مجھ کو آمادہ جنگ کر دیا ہے۔ اب میں تیار ہوں اس کے بعد اسی ترکیب پر عمل کیا گیا جو حسن بصری نے سوچی تھی۔ احمد دو سو سواروں کے ساتھ کلیانی پہنچا اور بقالوں سے تمام جانور خرید لیے بعد ازاں طبل جنگ بجوا دیا اور میمنہ و میسرہ کو درست کیا نیز یہ مشہور کر دیا کہ فلاں فلاں جاگیردار احمد خاں کی مدد کے لئے چل چکے ہیں اور تین کوس کے فاصلہ پر ہیں۔ عین الملک اور بیدار الملک اس خبر کو سن کر وحشت زدہ ہو گئے پھر بھی مقابلہ کیا۔ حسن بصری نے قلب لشکر پر حملہ کیا میمنہ اور میسرہ کے سردار جب پسپا ہو گئے تو ان دونوں غلاموں نے بھی جنگ سے منہ موڑا۔

بادشاہ یہ خبر سن کر بہت ہراساں ہوا اور عین الملک وغیرہ کے مشورے سے خود باوجود بیمار ہونے کے اٹھا اور حسن شاہ کے سر پر شاہی تاج رکھا پھر میدان جنگ میں آ گیا اور خان خاناں کی تباہی کی فکر کرنے لگا۔ احمد شاہ بھی تیار ہو گیا گلبرگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر مقابلہ ہوا ابھی جنگ کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ بادشاہ بے ہوش ہو گیا۔ اور لشکر میں اس کی موت کی افواہ مشہور ہو گئی اس کے نتیجے میں اس کے تمام لشکری احمد خاں سے مل گئے۔ بادشاہ کے دونوں غلام بہت ہراساں و پریشان ہو گئے وہ آقا کو لے کر شاہی محل میں داخل ہو گئے۔ قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر بادشاہ کو ہوش آیا تو اس سے غلاموں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ احمد خاں نے پاس ادب کر کے شاہی سواری کا پیچھا نہ کیا اور اس کا لشکر قلعہ کے نزدیک ہی آ کر رک گیا اس کے بعد شہزادہ حسن کی سرکردگی میں دونوں غلاموں نے گولہ باری شروع کی۔ احمد خان کے ساتھیوں پر بھی ایک گولہ لگا ایک جماعت ختم ہو گئی۔

فیروز شاہ کا انتقال

بادشاہ کو اطلاع ہو گئی اس نے اپنے بیٹے حسن خاں کو بلایا اور کہا کہ لشکر اب احمد خاں کے موافق ہے تمام لشکر تیرے چچا کی خیر خواہی چاہتا ہے اب تجھ پر بھی لازم ہے کہ اس کی اطاعت قبول کرے یہ کہہ کر بادشاہ نے قلعہ کا دروازہ کھلوا دیا' شاہی پیادے اور چند قابل اعتماد آدمیوں کے ساتھ احمد خاں قلعہ میں آیا وہ اندر آ کر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور زور زور سے رونے لگا بادشاہ نے کہا کہ شکر خدا ہے کہ اپنی زندگی میں میں نے تم کو بادشاہ بنتے دیکھ لیا۔ حالانکہ شفقت پدری سے مجبور ہو کر میں نے تمہارا حق چھینا اور اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا اب تم حسن کو بھی اپنی امانت سمجھو۔ مہمات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لو اور میری چند ساعت کی بقیہ زندگی میں مجھ کو ہراساں نہ کرو۔

احمد شاہ نے ۸۲۵ھ میں تاج شاہی جو اس کے بھائی نے بنوایا تھا سر پر رکھا اور شوال ۸۲۵ھ میں فیروز شاہ کا انتقال ہو گیا۔ احمد شاہ نے بھائی کے جنازہ کو باعزت طریقے اور شاہانہ عظمت کے ساتھ اٹھایا اور باپ دادا کے پہلو میں لٹا دیا۔

فیروز شاہ نے پچیس سال سات مہینے پندرہ دن تک حکمرانی کی بعض مورخین لکھتے ہیں کہ احمد شاہ نے اپنے بھانجے شیر خاں کے ذریعہ

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

حوالہ جات

(۱) عروضی غلط ہے۔ عروجی ہونا چاہیے۔ کیونکہ فیروز شاہ بہمنی یہی تخلص کرتا تھا۔
(۲) صحیح نام "گمبیرلا" ہے یہ صوبہ براء کے شمال میں شہر بلیوں کا مشہور قلعہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد شاہ بہمنی بن سلطان داؤد شاہ

تخت نشینی

احمد شاہ ۸۲۵ھ میں بھائی کے بنوائے ہوئے تاج کو سر پر رکھ کر بادشاہ بن گیا اور یوں حضرت گیسو دراز کی بشارت صحیح ثابت ہوئی۔ اس نے اپنے آپ کو سلطان احمد شاہ بہمنی کے نام سے مشہور کیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔

احمد شاہ کا کردار

وہ مہمات سلطنت کو سرانجام دینے میں کبھی پہلو تہی نہیں کرتا تھا اور اس معاملہ میں اپنے بھائی کی پوری پوری تقلید کرتا وہ علماء و مشائخ اور سادات کی بہت قدر دانی کرتا اور اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرتا۔ چونکہ وہ حضرت خواجہ گیسو دراز کی کشف و کرامات کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا لہٰذا اس نے ان کی بہت خدمت کی اور تخت شاہی پر بیٹھتے ہی ان کا بندہ بے دام بن گیا۔ رعیت نے بھی حضرت کی بہت قدر دانی شروع کی۔ احمد شاہ نے تو یہاں تک کیا کہ اپنے خاندانی شعار کے خلاف حضرت بندہ نواز کی بیعت کی اور شیخ محمد سراج کے خاندان سے اپنی ارادت ختم کر دی۔ احمد شاہ نے حضرت گیسو دراز کے رہنے کے لئے ایک بہت عظیم الشان عمارت شہر کے نزدیک ہی بنوائی۔ اس وقت بھی جب کہ سلطنت بہمنیہ عادل شاہیہ سلاطین کے ہاتھوں میں آ گئی۔ احمد شاہ نے جو قصبات وغیرہ اور جاگیریں حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے لئے وقف کرائی تھیں وہ ان کے خاندان کے لوگوں کو برابر ملتی رہتی ہیں۔

دکن کے باشندے بھی حضرت گیسو دراز کے بہت معتقد ہیں ان کے متعلق عام طور پر یہ روایت مشہور ہے کہ ایک بار کسی دکنی آدمی سے کسی نے پوچھا کہ "آنحضرت صلعم کا مرتبہ زیادہ اونچا ہے یا سید گیسو دراز کا۔" اس نے جواباً کہا کہ "حضرت صلعم اگرچہ پیغمبر ہیں مگر حضرت گیسو دراز کچھ چیز ہی اور ہیں۔" اس سے اور تو کچھ نہیں حضرت گیسو دراز سے عقیدت کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آج تک اس گرد و نواح کے عوام حضرت گیسو دراز کی اولاد اور عزیزوں سے دلی عقیدت رکھتے ہیں۔

عطائے جاگیر اور عہدے

احمد شاہ نے خلف حسن بصری کو سلطنت کے وکیل کا عہدہ دیا اور چونکہ اس کا پیشہ سوداگری تھا اس لئے اس کو ملک التجار کا عہدہ بھی دیا آج تک یہ لقب دکن میں مشہور ہے۔ اس نے عین الملک اور بیدار الملک کی فرمانبرداری کا پورا پورا اعتماد کیا۔ عین الملک کو امیر الامراء کا لقب دے کر ہزار پانصدی کے منصب سے سرفراز کیا اور نظام الملک کو دولت آباد کا سرلشکر بنا کر منصب دو ہزاری عطا کیا۔ مستند تاریخوں میں درج ہے کہ بہمنیہ سلاطین کے درباروں میں چار دو ہزاری منصب دار رہتے تھے اور یہ چاروں امراء سلطنت کے گرد و نواح ہی میں صوبہ دار یا سرلشکر ہوا کرتے تھے۔ امیر الامراء ایک ہزاری اور پانصد کا منصب دار تھا اور وکیل سلطنت کو ایک ہزار دو صدی کا منصب دیا جاتا تھا۔ باقی امراء اور منصب دار بھی ایک ہزاری یا اس سے زائد ہی ہوا کرتا تھا۔ اسے طوق و علم و نقارہ بھی سلطنت کی طرف سے ملا کرتا تھا۔

شہزادہ حسن خاں

حسن خان چونکہ تخت و تاج کا مالک تھا مگر عوام اور امراء کے دلوں میں اپنے لئے جگہ نہ پیدا کر سکا کسی نے اس کو اندھا بنانے کی کوشش کی لیکن اس نے کسی کی درخواست اور مشورہ پر عمل نہ کیا۔ احمد شاہ نے اس کو پانصد کا منصب دے کر فیروز آباد کے قلعہ میں

besturdubooks.wordpress.com

رہنے کا حکم دے دیا۔ وہ عیش و عشرت کا متوالا تھا اس لئے اسے دنیا کی پرواہ نہ تھی اس کو بادشاہ کی طرف سے اجازت تھی کہ فیروز آباد سے چار کوس کے فاصلہ تک سیر و شکار کے لئے جا سکتا تھا اسے یہ زندگی تاج شاہی کی ذمہ داریوں سے کہیں زیادہ بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس نے بھی اپنے چچا کے خلاف کبھی کچھ نہ کیا اور نہ اس کے دل کو تکلیف پہنچائی حالانکہ چچا کی وفات کے بعد اس کو بہت تکلیفیں دی گئیں اسے اندھا کر دیا گیا اور قید خانہ ہی میں اس کی وفات ہوئی۔

پہلا معرکہ

احمد شاہ نے اپنے اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے سب کو اپنا دلدادہ بنا لیا تھا۔ اس نے گجرات کی سرحد اپنے قابل اعتماد امراء کے ہاتھ میں دی اور ادھر سے اطمینان کر کے چالیس ہزار تجربہ کار اور لائق سپاہیوں کو لے کر کرناٹک کی طرف بڑھا۔ دیورائے نے اس حملہ کو اپنی پہلی جنگ سمجھتے ہوئے لشکر کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا اور ورنگل کے راجہ کو بھی مدد کے لئے بلوا لیا۔ غرضیکہ وہ ایک کثیر تعداد فوج لے کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے چلا اس نے دریائے تمندرہ کے ساحل پر خیمے نصب کیے۔ احمد شاہ بھی سفر طے کرتا ہوا ساحل پر پہنچ گیا اور دیورائے کا مقابلہ کرنے لگا۔ دیورائے کی فوج میں دو لاکھ توپچی اور کماندار تھے۔ یہ لوگ بہمنی لشکر پر رات کو آکر حملہ کیا کرتے تھے اور گھوڑوں اور سپاہیوں کو قتل کر کے اپنی فوج میں واپس چلے جاتے تھے۔ بادشاہ نے ملک روم کی تقلید کرتے ہوئے فوج کے چاروں طرف دو ہزار ارابے مشتعل کرائے اور مسلسل چالیس دن تک یہیں ٹھہرا رہا اس عرصہ میں دیورائے کے بہت سے قلعے اور ممالک تباہ و برباد کر دیئے۔ دیورائے نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ تلنگانہ کی فوج کو دریا کے اس پار کر کے احمد شاہ کے مدمقابل آجائے مگر اس سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ احمد شاہ نے اپنے تمام امراء اور منصب داروں کو بلایا اور ان سے دریا پار کرنے کی ترکیب پوچھی۔ تمام حاضرین نے حلف اٹھا کر کہا کہ وہ غیر مسلموں سے جنگ کرنے میں وفادار رہیں گے اور دریا پار کر کے مقابلہ کریں گے۔ دوسرے دن یہ قافلہ دریا کو عبور کرنے والا تھا اور کشت و خون کا بازار گرم ہونے والا تھا کہ اس بات کی اطلاع راجہ تلنگانہ کو ہوئی۔ وہ راتوں رات نکل گیا مگر دیو رائے نے اپنا لشکر مقابلہ پر لا کھڑا کیا اسی عرصہ میں بہمنی خاندان کے پرانے وفادار برہان لودھی اور دلاور خاں افغان نے دریا کو عبور کر لیا۔

حسن اتفاق کہ دیورائے اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ باغ میں سو رہا تھا۔ شاہی سپاہی اسی باغ کو لوٹنے کے لئے آگے بڑھے اور وہاں راجہ کو سوتا ہوا دیکھ کر اس کو باغبان سمجھے اور گنوں کا ایک گٹھا اس کو مارا اور پھر پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر چلے۔ راجہ پہلے تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں نے اسے پہچان لیا ہے مگر پھر اطمینان ہو گیا اور اس نے راستہ ہی میں احمد شاہ کی آمد آمد اور دیورائے کے کھو جانے کا قصہ سنا مگر اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ ان سپاہیوں کے ساتھ نہایت خاموشی سے چلا جائے۔ بعد میں دیورائے کسی طرح دشمن سے جان چھڑا کر اپنی فوج سے جا ملا۔ امراء نے اس کے سر پر تاج شاہی رکھا اور فوج میں اس کے ملنے پر خوشیاں ہوئیں۔ راجہ نے اس طرح کی گرفتاری کو بدشگونی سمجھا اور بغیر جنگ کیے ہوئے واپس چلا گیا اور قلعہ بیجانگر میں جا کر رہنے لگا۔

احمد شاہ یوں آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہ تھا وہ بھی بیجانگر کی طرف بڑھا۔ ہندوؤں کی سرحد میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کی تلوار نیام سے باہر نکل آئی اور ہندوؤں کا خون بہنے لگا۔ احمد شاہ نے محمد شاہ کی قرارداد کے بالکل خلاف خون بہانا شروع کر دیا بہت سی جانوں کو بے اجل لیا وہ روزانہ بہت گائیں ذبح کراتا۔ مورتیاں حضرت خواجہ بندہ نواز کے آستانہ کے نزدیک پھینک دی گئیں۔ تاکہ مریدوں کے پاؤں تلے آ کر پامال ہوں وہ جس جگہ جاتا بیس ہزار ہندوؤں کو قتل کراتا اور پھر وہیں جشن عشرت مناتا اور خوشی کے شادیانے بجواتا۔

اسی دوران میں جب بازار قتل و غارت گری گرم تھا ایک دن احمد شاہ شکار کے لئے نکلا اور تنہا رہ گیا فدائیوں کا وہ گروہ جو احمد شاہ کو قتل کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس نے اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور بادشاہ کا پیچھا کیا۔ ادھر بادشاہ کے تیر انداز جانوروں کا

besturdubooks.wordpress.com

ان لوگوں نے تیر چلانا شروع کیے۔ بادشاہ نے بھی خوب تیر برسائے اور ہندوؤں کو ہلاک کیا۔ نزدیک تھا کہ بادشاہ خود بھی تیروں کا شکار ہو جائے کہ وہ تیز انداز جو جانوروں کے پیچھے گئے ہوئے تھے' آ گئے' اور انہوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ احمد شاہ نے بہزار وقت خود کو نالہ سے باہر نکالا اور چار دیواری تک پہنچ گیا اور ہر ایک سپاہی جان دینے پر آمادہ ہو گیا۔ سید حسن بدخشی' میر فرخ بدخشی' میر علی سیستانی' میر علی کرد' عبد اللہ کابلی' خسرو' خواجہ حسن' اور ستائی خواجہ بیگ قلندر' خواجہ قاسم صف شکن وغیرہ نے اس دن ایسی داد شجاعت دی کہ بادشاہ حیران رہ گیا۔ ہندوؤں نے چند تیر اندازوں کو مار ڈالا اور چاہا کہ مسلمان دیوار سے اتر آئیں۔ پانچ چھ ہزار ہندو خنجر اور تلواریں لے کر دیوار کو کھودنے کے لئے بڑھے اور احمد شاہ چند خاص ساتھیوں کے ساتھ دیوار کے اندر کھڑا ہوا تھا مگر اس پر سایہ ذو الجلال تھا اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

بادشاہ چونکہ تنہا نکلا تھا اس لئے عبد القادر سرلحدار نے جو دو صدی کا منصب دار بھی تھا یہ سوچا کہ بادشاہ بہت کم جمعیت کو ساتھ لے کر گیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کو لشکر کی ضرورت پیش آئے۔ اس لئے وہ دو تین خاصہ کے سوار لے کر اس کی تلاش میں نکلا موقعہ واردات پر پہنچ کر حقیقت حال کی خبر ہوئی۔ عبد القادر نے فوج کو ٹھیک کیا اور فدائیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا بہت شدید معرکہ ہوا اور بہمنی اقبال نے اپنا زور دکھایا اور ہندوؤں کو شکست بھی ہوئی اس بلائے بے درماں سے نجات حاصل ہوئی۔ احمد شاہ کا اس صورت سے بے خوف و خطر اس خطرہ سے دوچار ہونا اور بچ کر نکل آنا ایک معجزہ سے کم نہ تھا اور ایسا واقعہ کسی بھی حکمران کے دور میں نظر نہیں آتا۔ عبد القادر کو خان جہاں کا لقب دیا گیا دو ہزاری منصب عطا کیا گیا اور برار کا سر لشکر مقرر کر کے اس کو دار السلطنت سے باہر بھیج دیا گیا۔ اس کے چھوٹے بھائی نے بھی بہت ہی جاں نثاری اور سچائی کا ثبوت دیا تھا لہٰذا اس کو بھی دو ہزاری منصب ملا۔ تلنگانہ کے لشکر کی سرداری ملی اور ساتھ ہی ساتھ خان اعظم کا خطاب بھی ملا۔

انعامات و اعزازات

خاں جہاں نے لمبی عمر پائی اور مسلسل چالیس سال تک برار کا حاکم رہا اور آخر کار فتح اللہ عمادی نے جو برار کا مستقل حکمران تھا اس کو قتل کرایا یہ خاں جہاں کی اولاد کا غلام تھا۔ اس کے متعلق تفصیلی حالات بعد میں لکھے جائیں گے غرضیکہ ہر تیر انداز کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ جن لوگوں کے ساتھ بہت خصوصیت کا برتاؤ کیا ان کے نام یہ ہیں سید حسن بدخشی' میر فرخ بدخشی' میر علی سیستانی' حسن خان' فرخ خان سب کو خطابات عطا کیے گئے اور سہ صدی کے منصب دار بھی بنائے گئے۔ قاسم بیگ پانچ صدی منصبدار ہو کر گلبرگہ کا جاگیردار بنایا گیا۔ خواجہ بیگ قلندر کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور اس کو دو صدی منصبدار کا عہدہ دے کر گلبرگہ کا حاکم بنایا گیا۔ میر علی کرد نے بیجانگر کے ایک پہلوان کو تفنگ سے ختم کر دیا تھا اس کو کافرکش کا خطاب دیا گیا اور ایک ہزاری امراء کے گروہ میں شامل کیا گیا۔ عبد اللہ کابلی ایک صدی منصب دار ہو کر جنیر کا حکمران بنایا گیا۔ خواجہ حسن اور سیستانی اور خسرو بیگ اوزبک دونوں امیر صدہ مقرر کیے گئے اور انہیں ہدایت کر دی گئی کہ شہزادوں کو تیر اندازی کی تعلیم دی جائے۔ خلف حسن بصری کو یہ حکم دیا گیا کہ عراقی' خراسانی' ماور النہری' رومی' عربی تین ہزار تیر انداز ہر وقت موجود رہیں۔ بادشاہ نے تمام امراء کو ہدایت کر دی کہ وہ بھی اپنے بچوں کو تیر اندازی کی تعلیم دیں تاکہ یہ فن عام ہو جائے۔

اس کے بعد بادشاہ بیجانگر آیا اور قلعہ کو گھیر لیا اور قیدیوں پر بہت سختیاں کیں۔ دیورائے نے پھر صلح کی درخواست کی بادشاہ نے اس شرط پر صلح منظور کر لی کہ دیورائے اپنے خاصہ کے ہاتھیوں کو بیش بہا تحفہ تحائف کے ساتھ اپنے بیٹے کے ہمراہ بھیجے۔ راجہ نے اپنے خاص ہاتھیوں کو اپنے بیٹے کے ساتھ بھیج دیا۔ بادشاہ اس کے بیٹے سے بغل گیر ہوا بہت عزت و تکریم سے بٹھایا اور خلعت و انعام اور مرصع کمر د خنجر عطا کیا۔ بیس عربی اور ترکی گھوڑے' بیس بدخشی گھوڑے' پانچ ہاتھی' پانچ چیتے' نو شکاری کتے' تین شکاری باز رائے زادہ کو عنایت کیے

besturdubooks.wordpress.com

گئے اور احمد شاہ خود حسن آباد گلبرگہ روانہ ہوا۔

قحط سالی

اسی سال ملک میں قحط پڑا اور بہت سے انسان' جانور اور پرندے مر گئے۔ احمد شاہ نے خزانہ شاہی عوام کے لئے کھول دیا اور ایک منڈی آباد کرا دی تاکہ رعایا بھوک سے پریشان نہ ہو۔ ایک سال پورا اسی بلائے ناگہانی میں گزرا دوسرے سال بھی بارش کا ایک قطرہ نہ گرا۔ بادشاہ بہت ہراساں اور پریشان ہوا اب اس نے علماء اور مشائخ سے قحط دور ہونے کے لئے دعائیں منگوائیں' رعیت اس کے قدموں کو منحوس سمجھ کر اس سے بہت سرگرداں اور پریشان ہو گئی بادشاہ کو عوام برا بھلا کہنے لگے اس صورت کا اندازہ کر کے بادشاہ بھی بہت غمگین تھا۔ ایک دن اس نے رنجیدہ ہو کر ایک پہاڑی پر سجدہ میں گر کر دعا کی اسی وقت اس کی دعا قبول ہو گئی اور خوب زور کی بارش ہونے لگی ملک میں خوشحالی پھیل گئی بادشاہ وہیں پہاڑی پر بیٹھا رہا ہر چند لوگوں نے چلنے کو کہا مگر وہ نہ اٹھا اور کہا کہ فیض الٰہی سے بھاگ کر کہاں جاؤں لیکن جب بارش بہت ہوئی اور امراء نے بھی چلنے کی درخواست کی اور کہا کہ "اے احمد شاہ ولی تیری ولایت ہم پر منکشف ہوئی۔" اب مخلوق کا خیال کر کے واپس چلیں لہٰذا بادشاہ واپس آیا۔ اب تک بادشاہ احمد شاہ ولی بہمنی کے نام سے مشہور ہے۔

دوسرا معرکہ

۸۱۸ھ میں بادشاہ کو یہ پتہ چلا کہ ورنگل کا راجہ بیجانگر کے راجہ سے کچھ ناراض ہے احمد شاہ نے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ورنگل اور تلنگانہ کے دوسرے شہروں پر قبضہ کرنے کی نیت کی۔ احمد شاہ تلکنڈہ پہنچا اور خان اعظم کو آس پاس کے دیگر امراء کے ساتھ پہلے ہی روانہ کر دیا۔ اعظم خاں روانہ ہونے کے ایک مہینہ اور بیس دن بعد تلکنڈہ سے چلا اور ورنگل کے آس پاس پہنچا۔ راجہ نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا اور سوچا کہ ابھی بادشاہ نہیں آیا لہٰذا اپنا کام بنا لے اس نے اعظم خاں سے جنگ کرنا چاہی' لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ راجہ اور اس کے سات ہزار تلنگی سپاہی اسی معرکہ میں ختم ہو گئے جنگ ختم ہوئی تو احمد شاہ بھی ورنگل جا پہنچا۔ ان خزانوں اور دفینوں پر قبضہ کیا جنہیں راجہ نے بہت حفاظت سے رکھا تھا۔ سب خزانوں پر بادشاہ کا قبضہ با آسانی ہو گیا۔ اعظم خاں عبد الطیف کو بادشاہ نے ایک جڑاؤ ہار' بیس چھوٹے ہاتھی' چار موارید کی تسبیحیں اور چالیس ہزار نقد دینار دیئے۔ اس کے بعد اس فاتح اعظم کو دوسرے ملکوں کی مہم پر روانہ کر کے بادشاہ خود ورنگل آ گیا۔ اعظم خاں نے تین چار ماہ کی مدت میں تمام مشہور ملکوں پر قبضہ کر لیا اور جگہ جگہ تھانے' چوکیاں بنوائیں بعد ازاں اسے تلنگانہ کے ان وارثوں کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا گیا جو پوشیدہ تھے' بادشاہ خود گلبرگہ چلا آیا۔

قلعہ ماہور پر حملہ

یہ قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کسی ہندو زمیندار کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ ۸۱۹ھ میں احمد شاہ نے اس پر قبضہ کیا اگرچہ یہ حملہ بہت خاموشی کے ساتھ کیا گیا مگر پھر بھی کئی ہزار ہندو مع متذکرہ زمیندار کے قتل کیے گئے۔ بادشاہ نے ہندوؤں کے بیوی بچوں کو قید کر کے سب کو مسلمان کیا۔ احمد شاہ نے حصار (۲) کلم پر اپنا قبضہ کر لیا اور الماس کی کان جو حاکم گونڈ وارہ کے تحت تھی اس پر بھی قبضہ کیا۔ بہت سے مندروں کو گروا دیا اور ان کی جگہ مسجدیں بنوائیں وہاں موذن اور قاری مقرر کر کے روشنی کا خاص انتظام کیا۔ ایلچپور میں ٹھہر کر قلعہ گاویل بنوایا اور ترنالہ (۳) کے گرد و نواح کو بھی بنوایا کیونکہ قلعہ کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ امیر تیمور صاحبقران نے خاندیس' مالوہ اور گجرات کو تاجدار دکن کے سپرد کر دیا تھا۔ وہ ان پر پورا قبضہ کرنے اور آہستہ آہستہ ان شہروں پر قابض ہو کر بیجانگر کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہوشنگ شاہ جو شاہ آباد کا حاکم تھا اس کو احمد شاہ کی نیت کسی طرح معلوم ہو گئی۔ اور اس نے قلعہ کھرلہ کے حاکم

besturdubooks.wordpress.com

مملکت کو بہت بری طرح تباہ و برباد کر دیا اور شہروں اور گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ نرسنگھ نے فوج مہیا کرنے کی کوشش شروع کی اس پر ہوشنگ نے اسے تباہ و برباد کرنے کی مزید کوششیں شروع کیں۔

۸۳۲ھ میں راجہ نے ایک عریضہ احمد شاہ کی بارگاہ میں بھیجا اور اس سے کمک مانگی۔ اس نے لکھا کہ ہوشنگ ایک لشکر عظیم کے ساتھ مجھے تاخت و تاراج کرنے کی نیت سے آ رہا ہے میں سلطنت بہمنی کی اطاعت کا جوا اپنے کاندھوں پر رکھ چکا ہوں۔ اسے اتار کر پھینکنا مشکل ہے لہٰذا جب میں آپ کا اطاعت گزار ہوں تو مجھے تباہی اور بربادی سے بچایا جائے۔" بادشاہ نے عریضہ ملتے ہی برار کے حاکم کو فوراً ایک زبردست لشکر کے ساتھ راجہ کی مدد کرنے کا حکم دے دیا اور خاں جہاں کے بعد خود بھی کمک کے لئے روانہ ہوا وہ شکار کھیلتا ہوا ایلچپور پہنچا۔ ہوشنگ ابھی تک اپنے ہی ملک میں تھا۔ احمد شاہ نے اس امرا کو اس کی کمزوری پر محمول کیا اور لشکر ہمراہ لے کر کھرلہ کے گرد و نواح میں ٹھہرا۔ ہوشنگ شاہ نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا' اور قلعہ کو گھیر لیا۔ احمد شاہ بھی یہ سن کر کھرلہ پہنچا۔

اس دوران میں ملا عبد الغنی صدر اور نجم الدین مفتی اور دوسرے علماء نے بادشاہ سے کہا کہ آج تک کسی بہمنی حکمران نے کسی مسلمان پر تلوار نہیں اٹھائی۔ لہٰذا بادشاہ کو بھی اپنی تلوار مسلمان کے خون سے نہ آلودہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر بادشاہ نے ہوشنگ کو صلح نامہ بھیجا کہ میں مسلمانوں کے حق میں تلوار اٹھانا نہیں چاہتا اور راجہ چونکہ بہمنی خاندان کا اطاعت گزار ہے اس لئے اس سے بھی جنگ کرنا مناسب نہیں۔ ہوشنگ شاہ نے اس کو احمد شاہ کی بزدلی پر محمول کر کے بہمنی فوج کا تعاقب شروع کر دیا۔ اب بادشاہ سے برداشت نہ ہو سکا تو اس نے کہا کہ میں علماء دین کی شریعت پر زیادہ نہیں چل سکتا کیونکہ بے غیرت بن کر جینا مشکل ہے اس نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اب جنگ کرنا ہی ہوگی۔ مسلمانوں کا خون ظاہر ہے کہ ہوشنگ شاہ کی گردن پر ہوگا۔ دوسرے دن بادشاہ نے فوج کو درست کیا اور چار سو جنگی ہاتھی ساتھ لے لیے۔ میمنہ پر خاں جہاں عبد القادر اور میسرہ پر اسمٰعیل فتح خاں کے نواسے عبد اللہ خاں کو مقرر کیا۔ شہزادہ علاؤ الدین کے سر پر چتر سیاہ رکھ کر اس کو لشکر کے بیچ میں رکھا۔ خود دو ہزار سوار لے کر دس جنگلی ہاتھیوں کے ساتھ کمین گاہ میں ٹھہرا۔

ہوشنگ شاہ کو ان حالات کی بالکل خبر نہ تھی وہ ستر ہزار سواروں کو لے کر اسی طرح تعاقب کرنے کے لئے نکلا۔ دکنی فوج سے مقابلہ کرنے پر مجبور ہوا گو کہ مالوہ کی سپاہ جنگ کے لئے بالکل آمادہ نہ تھی پھر بھی مجبوراً ہوشنگ شاہ صف آرا ہوا۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی بادشاہ کمین گاہ سے نکلا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ ہوشنگ کے سپاہی اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور جنگ سے فرار ہونے لگے' بادشاہ کے لشکری خوب خوب ہوشنگ کی سپاہ اور اسباب و سامان کی غارت گری میں مصروف ہو گئے۔ ہوشنگ شاہ کی بی بی اس کی دو بیٹیاں اور دو سو جنگی ہاتھی پکڑ لئے گئے۔

نرسنگھ کو معلوم ہوا کہ دشمن ہار گیا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور قلعہ سے نکلا۔ بادشاہ نے ہوشنگ شاہ کی بیوی اور بیٹیوں کو باعزت طریقے سے مالوہ بھیج دیا اور راجہ نرسنگھ نے بادشاہ کی بہت شاندار دعوت کی بہت سے تحفہ تحائف دیئے اور احمد شاہ کو کھرلہ لے گیا۔ ایک من الماس اور یاقوت اور سچے موتی پیش کیے امرائے دربار کی بہت خاطرداری کی۔ وہ قصبہ ماہور تک بادشاہ کے ساتھ آیا اور شاہی خلعت و انعامات سے سرفراز ہو کر مع اپنے بیٹوں کے کھرلہ چلا گیا۔ تاریخ مالوہ میں لکھا ہوا ہے کہ احمد شاہ نے کھرلہ پر حملہ کیا تھا اور ہوشنگ نرسنگھ کی درخواست پر اس کی کمک کے لئے آیا تھا حالانکہ انجام وہی ہوا جو اوپر لکھا گیا (واللہ اعلم بالصواب)

لومڑی کی بہادری کا واقعہ

احمد شاہ اس جنگ سے فارغ ہو کر پھر قلعہ بیدر کے قریب پہنچا اور سیرو شکار میں مصروف ہو گیا۔ سیر کرتے ہوئے اس نے ایک وسیع میدان دیکھا جو اپنی خوبصورتی اور قدرتی مناظر کی وجہ سے جنت کا نمونہ معلوم ہو رہا تھا اس جنگل میں بادشاہ کو ایک لومڑی نظر آئی جو شیطان کی خالہ ہوتی ہے چونکہ نہایت تیز طرار تھی وہ اچھلتی پھر رہی تھی اور اپنے کو شکاری کتوں کی زد سے بچا رہی تھی۔ اس جانور کی

besturdubooks.wordpress.com

ادائیں بادشاہ کو بہت بھلی معلوم ہوئیں۔ اس نے چند شکاری کتوں کو لومڑی کے پیچھے چھوڑا لومڑی نے جب موت کے فرشتوں کو سرہانے کھڑا دیکھا تو راہ فرار اختیار نہ کی بلکہ اس نے کتوں سے جنگ شروع کی اور فوراً اس کے دل میں خیال ہوا کہ جس مقام کے جانور اتنے بہادر اور شیر دل ہیں وہ جگہ کتنی اچھی ہو گی۔ بادشاہ نے اس سرزمین کو اپنا پایہ تخت بنانے کا ارادہ کیا۔ احمد شاہ نے اپنے دل کی بات درباریوں سے کہی۔ سب نے اس خیال کو نہایت مبارک اور نیک فال سمجھا اور کہا کہ ایک الہام غیبی ہے جو نازل ہوا ہے یہ مقام ویسے بھی دکن کا دل ہے۔ لہٰذا کیوں نہ اسے ہی دار السلطنت بنایا جائے آب و ہوا کے لحاظ سے بھی بہت اچھی جگہ ہے۔

احمد آباد بیدر کی کیفیت

فرشتہ اپنی آنکھوں دیکھا حال لکھتا ہے کہ اس نے سرزمین ہند کے بہترین شہروں کی سیاحت کی ہے مگر لطافت خوبی اور صفائی میں یہ شہر اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں کی مٹی بھی شنجرفی ہے برسات میں یہاں غلاظت اور کیچڑ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں کی زمین سرخ ہے۔ یہاں پر خواجہ محمود کاواں نے اپنے عہد میں زعفران' امرود اور ہر طرح کے انگور کے درخت لگائے تھے۔ اس وقت اس کا کوئی خاص مالک بھی نہیں تھا۔ لہٰذا پایہ تخت بنانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ بادشاہ نے منجم اور جوشیوں کو بلایا اور نیک ساعت پوچھی ہر ایک نے مناسب جواب دیا۔ نقشہ نویسوں نے بہت اچھا نقشہ کھینچ کر بادشاہ کو دکھایا اور شہر کی بنیاد نیک ساعت میں رکھی گئی۔ ہنرمند اور باسلیقہ معمار اس کو بنانے لگے۔ پھر یہ شہر احمد آباد بیدر کے نام سے مشہور ہوا۔

آج سے پانچ ہزار سال پہلے کی لکھی ہوئی۔ ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ دکن کے حکمرانوں کا دار السلطنت بیدر تھا اور بیدر کے حکمران کے تحت تلنگانہ اور مرہٹواڑی کا سارا علاقہ تھا۔ رام بھیم سین جو دکن کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ منصف مزاج' بہادر اور مشہور تھا وہ بیدر کا حاکم تھا اور راجہ نل بھیم سین کی بیٹی دمن پر غائبانہ عاشق ہو گیا تھا۔ ان کی داستان ہندوستان کی رومانی تاریخ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ علامہ فیضی نے اکبر شاہ کے زمانہ میں اس قصہ کو فارسی زبان میں نظم کیا تھا اور مثنوی نل و دمن کے نام سے اسے موسوم کیا۔

بہمن نامہ کی تصنیف

شیخ آذری اسفرائنی جو بادشاہ کے ساتھ تھا شاہ اور شہر کی تعریف لکھ کر بڑا نام حاصل کر چکا تھا نیز بادشاہ کی نگاہوں میں بھی مقبول ہو چکا تھا۔ اس نے بادشاہ کی اجازت سے بہمن نامہ لکھنا شروع کیا اور سلطان احمد شاہ کے عہد تک کے حالات قلمبند کر چکا تب واپس جانے کی اجازت مانگی۔ احمد شاہ نے کہا کہ حضرت گیسو دراز کے وصال کے بعد جو خلا پیدا ہو گیا تھا اس کو تم نے کسی حد تک پر کر دیا ہے۔ اب اس طرح جدا ہو کر جانے سے مجھے بہت تکلیف ہو گی۔" شیخ آذری نے بادشاہ کو اتنا مہربان اور مخلص پایا تو اپنی اولاد کو بھی یہیں بلا لیا۔ اتفاقاً اسی دوران میں دار الامارت کا محل بن رہا تھا شیخ آذری نے اس کی تعریف میں دو اشعار لکھے۔ ملا شرف الدین مارزندانی نے اس قطعہ کو خوش خط لکھا اور اس کے بعد سنگ تراشوں نے اس کو پتھر پر کندہ کیا اور محل کے دروازہ پر لگا دیا۔

ایک روز بادشاہ کی نظر اس پتھر پر پڑی اس نے پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے سب نے بتایا کہ شیخ آذری نے لکھا ہے اب موقع تھا کہ آذری بادشاہ سے کچھ کہہ سکے اس نے کہا کہ اپنے وطن جانے کا مجھ کو بے حد اشتیاق ہے۔ اگر بادشاہ سفر کی اجازت مرحمت کرے تو بادشاہ کو حج اکبر کا ثواب ملے گا۔" بادشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور فوراً اجازت دے دی۔ ایک تولہ چاندی کی قیمت کے چالیس ہزار تنگہ دیئے۔ ان عطیات کو دیکھ کر آذری نے کہا کہ آپ ہی کے باربردار ان ہدیوں کو اٹھا کر لے جا سکتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے بیس ہزار تنگہ راستہ کا خرچ اور کرایہ کے ... بھی عطا کیے' خلعت خاص' اور ... غلام بھی عطا کیے۔ جاتے وقت آذری نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ

besturdubooks.wordpress.com

بعد کے واقعات ملا نظیری اور وسنائی نیز دیگر شعراء کے لکھے ہوئے ہیں اور دولت بہمنیہ کے تنزل تک کا افسانہ موجود ہے۔ بعض خود غرض شعراء نے اشعار میں تبدیلی کر کے تمام کتاب کو اپنی ہی تصنیف قرار دیا ان اشعار کے داخلی تضاد سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تمام کتاب ایک ہی شاعر کے غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہے۔

مصنف بہمن نامہ شیخ آذری

چونکہ شیخ کا ذکر بارہا آیا لہٰذا مناسب ہے کہ بہمن نامہ کے مصنف کے کچھ حالات لکھ دیئے جائیں وہ اپنے دور کا بہترین شاعر تھا۔ ایک زمانہ وہ تھا جب شیخ آذری شیخ صدر الدین اور الغ بیگ میرزا کی ملاقات کے لئے مشہد مقدس گئے۔ مرزا نے شیخ صدر الدین سے پوچھا کہ تمہارا تخلص "رواس" سین سے ہے یا ثے (ث) سے ہے۔ شیخ نے جواباً کہا کہ میں وہ رواص ہوں جس کا املا "ص" سے ہے۔ اس پر میرزا نے کہا کہ تم وہ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ لفظ "ص" سے کلام عرب میں منقول نہیں اس کے بعد شیخ آذری سے بھی میرزا الغ بیگ نے سوال کیا کہ تم نے آذری تخلص کس مناسبت سے رکھا ہے۔ اس پر شیخ آذری نے کہا کہ چونکہ میری پیدائش آذر کے مہینہ میں ہوئی اس لئے میرا تخلص یہ ہے۔ میرزا نے کہا کہ تم شاعر پیشہ نہیں ہو جس آذر کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے پہلے حرف پر ضمہ ہے نہ کہ فتحہ شیخ نے چھوٹتے ہی جواب دیا کہ ماہ آذر کی "ذال" عرصہ دراز تک ذلت و خواری میں رہی اس لئے اس کی کمر دوہری ہو گئی' لیکن اب اس کو ادراک و شعور حاصل ہوا ہے اور وہ سیدھی ہو گئی ہے۔

میرزا الغ بیگ شیخ کے جواب سے بہت مطمئن اور خوش ہوا اور اس کو اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا اور انعامات و اکرامات سے نوازا۔ شیخ کو بڑھاپے میں تصوف سے بہت لگاؤ ہو گیا تھا وہ اسفرائن سے حجاز چلے گئے تھے۔ حج اکبر اور زیارت آستانہ رسول صلعم کے بعد ہندوستان آئے اور یہاں احمد شاہ کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ بادشاہ ان سے بہت خوش رہا زندگی بھر ان کا شیدا رہا اور انہیں ملک الشعراء کا خطاب بھی دیا۔ عرصہ دراز کے بعد وطن کی محبت نے شیخ کو ستایا' شہزادہ علاؤ الدین کی کوششوں سے پھر اسفرائن واپس چلے گئے۔ انہوں نے دکن کے عطیات سے بہت سی خانقاہیں بنوائیں اور ساری زندگی عبادت خداوندی میں گزار کر ۸۶۶ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔

شہزادہ علاؤ الدین کا جشن عروسی

احمد شاہ نے بہت دور اندیشی سے کام لے کر مالوہ کے حکمرانوں کے مشورے کے بالکل خلاف ارادہ کیا کہ اسیر کے حکمران کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرے یہ سوچ کر اس نے اپنے ایک رشتہ دار عزیز خاں کو نصیر خاں کے دربار میں بھیجا۔ نصیر خاں مالوہ سے ہمیشہ ہی ڈرتا رہتا تھا اور اپنی مملکت خاندیس کی طرف سے ہمیشہ غیر مطمئن رہا کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس پیغام کو نعمت خداوندی تصور کیا اور جشن شادی بڑی دھوم دھام سے منعقد کر کے بیٹی کو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا۔ دلہن کو شہر سے باہر ایک باغ میں ٹھہرایا گیا اور مسلسل دو مہینہ تک جشن عیش و عشرت منایا جاتا رہا۔ نجومیوں' جوتشیوں کی بتائی ہوئی نیک ساعت میں دلہن کو دولہا کے سپرد کیا گیا۔ اس جشن عیش و طرب کے ختم ہونے کے بعد پھر بادشاہ نے ایک اور مجلس منعقد کی اور ساری مملکت کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

تقسیم مملکت

رام گر (۴) اور ماہور' کلم' برار کے بہت سے حصے شاہزادہ محمود خان کو دے دیئے گئے اور داؤد خاں کو تلنگانہ کا ملک عطا ہوا۔ کہ وہ اس پر حکمرانی کرے اور پرانے امراء کے ایک گروہ کو شہزادہ کے ساتھ کر دیا گیا۔ شہزادہ علاؤ الدین جو کہ سب سے بڑا بیٹا تھا احمد شاہ نے اس کو اپنا جانشین بنایا۔ اور سب سے چھوٹے بیٹے محمد خان کو بڑے بھائی کا مددگار بنایا اور دونوں کو آپس میں متفق رہنے کی نصیحت کی۔ بادشاہ نے اس کام کو نہایت اہم طریقہ سے اور عاقبت اندیشی سے انجام دیا۔

bestofurdubooks.wordpress.com

احمد شاہ نے خلف حسن بصری کو دو دو ہزاری منصب دار بنایا۔ اسے دولت آباد کا سپہ سالار بنایا اور حکم دیا کہ کوکن کے حصے کو باغیوں سے بالکل پاک کرائے۔ کوکن دریائے عمال کے پاس ہے بادشاہ کا حکم تھا کہ اس مملکت کے جو راجہ اپنی حدود سے آگے بڑھ کر سر اٹھائیں ان کا سر کچل دیا جائے۔ خلف حسن بصری نے شاہی فرامین کی بجنبہ تعمیل کی اور ان سرکشوں اور فتنوں کو ختم کر کے ملک میں پرامن فضا قائم کر دی۔ بادشاہ حسن بصری کی اس خدمت سے بہت خوش ہوا اور اس کو خلعت خاص' کمر بند اور شمشیر مرصع سے نوازا۔ اتنی عنایات اس سے پہلے یا بعد میں بھی کسی شاہی ملازم پر نہ کی گئی تھیں۔ حسن بصری نے اپنا اعتماد قائم کرانے اور اعتقاد شاہی کو ظاہر کرنے کے لئے جزیرہ مہائم (۵) جو گجرات کے فرمانرواؤں کے قبضے میں تھا' فتح کیا۔ احمد شاہ گجراتی نے یہ خبر سن کر اپنے بیٹے ظفر خاں کو جزیرہ واپس لینے کے لئے روانہ کیا۔ ادھر شہزادہ علاؤ الدین بھی حسن بصری کی اعانت کے لئے آیا۔ دونوں شہزادوں کو خلیج پار کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جو جزیرہ مہائم کے درمیان واقع تھی۔

شہزادہ علاؤ الدین کوکن کی خراب آب و ہوا سے بیمار پڑ گیا اور واپس چلا گیا۔ اب شہزادہ ظفر کو موقع مل گیا وہ حسن بصری سے معرکہ آرا ہوا۔ دو ہزار نوجوان گتھم گتھا ہو کر جنگ کی نذر ہو گئے۔ حسین بن حسن جو کہ حسن بصری کا بھائی تھا گجراتیوں کے ہاتھوں قید ہو گیا اور دکنیوں کو بہت بری طرح شکست نصیب ہوئی۔ سارا مال اسباب گجراتیوں کو مل گیا۔ تاریخ محمد شاہی میں لکھا ہوا ہے کہ شہزادہ علاؤ الدین نے بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا' لیکن ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ اب احمد شاہ بہمنی نے تمام حالات کا اندازہ کیا اور چل کھڑا ہوا' دونوں حکمران عرصہ تک باہم دار و گیر میں جتلا رہے' مگر کسی کو ایک دوسرے پر سبقت نہ مل سکی۔ یہاں تک کہ علماء اور مشائخ نے دونوں فریقین کو سمجھایا اور اس طرح آتش غیظ و غضب ٹھنڈی ہو گئی اور کہا کہ اپنی اپنی مملکت پر اکتفا کریں۔ طمع اور لالچ کی ضرورت نہیں۔

قلعہ تنبولہ کا محاصرہ

تاریخ الفی میں لکھا ہے کہ احمد شاہ بہمنی ہمیشہ گجراتیوں کی بیخ کنی میں لگا رہتا تھا۔ جزیرہ مہائم کی شکست کی فکر اس کو ہر وقت رہتی تھی۔ ۸۳۵ھ میں فاتح گجرات کا بیٹا محمود خان ندربار میں آکر ٹھہرا۔ احمد شاہ نے اس وقت سے فائدہ اٹھانا چاہا اور خود بھی اس علاقے میں بہت جلد روانہ ہو گیا۔ احمد شاہ گجراتی بھی اسی طرف روانہ ہوا اس وجہ سے دکنیوں نے واپس جانا ہی بہتر سمجھا اور چار منزل تک جا کر واپس لوٹ آئے۔ گجراتی بھی واپس آکر دریائے تاپی کے کنارے ٹھہر گئے جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دکنیوں نے آکر قلعہ تنبولہ کو گھیر لیا ہے۔ گجرات کے لوگ بھی اسی طرف بڑھے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہو گئے۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی جب رات سر پر آگئی تو دونوں حاکم اپنے اپنے ملک واپس چلے گئے۔

دوسرے تاریخ دانوں نے تنبولہ کے محاصرہ کو دوسری طرح بیان کیا ہے۔ فرشتہ نے تفصیلات میں جانے سے بہتر یہ تصور کیا کہ مختصراً بیان کر دیا جائے۔ اسی دوران میں احمد آباد بیدر کا قلعہ جو چونے اور پتھر سے بن رہا تھا وہ مکمل ہو گیا۔ اسی سال احمد شاہ نے اپنے بھانجے شیر خاں کو جس نے بعض مورخین کے خیال میں سلطان فیروز شاہ کا گلا گھونٹا تھا کسی جرم کی بنا پر تہ تیغ کرا دیا۔

ہوشنگ شاہ کا فتنہ

۸۳۰ھ میں ہوشنگ شاہ مالوی نے دکن کے لوگوں اور گجراتیوں کے اختلاف سے فائدہ اٹھایا اور نرسنگھ کے ملک پر حملہ کیا' نرسنگھ معرکہ میں کام آیا۔ کھرلہ کی مملکت ہوشنگ کو مل گئی سلطان احمد شاہ اس کی طرف بڑھا مگر نصیر خاں نے دونوں کے بیچ میں آکر صلح کرا دی اور بڑی گفت و شنید کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ کھرلہ پر ہوشنگ شاہ اور برار پر احمد شاہ بہمنی کا قبضہ و تصرف رہے۔ اس عہد و پیماں پر بہت سی قسمیں کھائی گئیں اور اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان احمد شاہ کا عزم تلنگانہ

اسی دوران میں سلطان احمد شاہ نے تلنگانہ کے سفر پر کمر باندھی اور بہت سے زمیندار جو شہزادہ داؤد سے پرخاش رکھتے تھے ان کو تہ تیغ کیا اور اپنے ملک واپس آگیا۔ احمد آباد بیدر سے ایک منزل پر حضرت ناصرالدین کربلائی کو (جن کی صورت میں احمد شاہ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا تھا) پانچ ہزار تنکہ (چاندی کے) مصارف خاص کے لئے عطا فرمائے اور بیس ہزار تنکے دوسرے کربلائی سادات کے لئے عطا کیے۔ ناصرالدین اسی روز ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں شیر خاں ملک بیٹھا ہوا تھا۔ سید نے چاہا کہ اسی طرح سوار اس کے آگے سے گزر جائیں۔ سید کی یہ ادا شیر ملک کو ایک آنکھ نہ بھائی اور اس نے کہا کہ سید کو گھوڑے سے اتار لیا جائے۔ سید ناصرالدین کو طیش آگیا اور انہوں نے بادشاہ سے شیر ملک کی بے ادبی کی شکایت کر دی۔ بادشاہ نے ناصرالدین سے کہا کہ اس معاملہ کے فیصلہ کو خدا اور رسول پر چھوڑ دیا۔ ایک دن احمد شاہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ شیر ملک دربار میں حاضر ہوا۔ احمد شاہ کو اس کی وہ بے ادبی یاد آگئی جو سید کربلائی کے ساتھ کی تھی اور اس نے شیر ملک کو ایک ہاتھی کے نیچے ڈال کر مروا دیا۔

سلطان احمد شاہ بہمنی کی وفات

بارہ سال دو ماہ حکومت کرنے کے بعد ۸۳۸ھ میں دکن کا یہ تاجدار اور بہمنی خاندان کا نامی فرمانروا انتقال کر گیا۔ وہ ہمیشہ اراکین دولت اور مقربین خاص سے بہت اچھی طرح پیش آتا تھا۔ اور درویشوں سے بہت خلوص برتتا تھا اور ہر وقت ان کی خدمت کرتا رہتا تھا۔

شاہ نعمت اللہ ولی

اس کے زمانہ میں شاہ نعمت اللہ ولی اور ان کی کرامات کی بہت دھوم تھی۔ بادشاہ نے شیخ حبیب اللہ جنیدی کے ذریعہ جو شاہ نعمت اللہ کے مریدین خاص میں شمار کیے جاتے تھے۔ میر شمس الدین قمی کے ہمراہ بہت سے ہدیے اور تحفے دے کر کرمان روانہ کیا تاکہ یہ بحیثیت وکیل سلطان شاہ نعمت اللہ سے ملاقات کریں۔ انہوں نے تحفہ تحائف کی بہت قدر کی اور ایک سبز تاج بارہ گوشوں کا بنوا کر صندوق میں بند کر کے ملا قطب الدین کے سپرد کر دیا اور کہا کہ یہ بادشاہ کی امانت ہے۔ احمد شاہ نے قطب الدین کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو وہی فقیر ہیں جن کو میں نے سلطان فیروز شاہ سے معرکہ آرائی کے زمانہ میں خواب میں دیکھا تھا کہ ایک سبز تاج عنایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ آج تک میں نے اس خواب کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ اس پر حضرت قطب الدین آگے بڑھے اور کہا کہ فلاں تاریخ سے لے کر اس وقت تک تمہاری یہ امانت میرے پاس موجود تھی، مگر افسوس کہ اسے آپ تک پہنچانے کا موقع نہیں ملا۔ اب شیخ حبیب اللہ کے آنے سے سلسلہ شروع ہوا۔ اس لئے واجب ہے کہ آپ کو یہ امانت پہنچا دوں۔

سلطان احمد شاہ کا بیان ہے کہ اس پر تاج اور بزرگ کو دیکھ کر رقت طاری ہو گئی اور دل میں شک و شبہ کرنے لگا۔ مگر پھر بزرگ نے یقین دلایا کہ فلاں درخت کے نیچے میں نے خواب میں یہ تاج دیا تھا۔ پھر صندوق کھولا۔ تاج دکھایا اور خط بھی دیا اس عریضہ میں شاہ نعمت اللہ ولی نے شہاب الدین احمد شاہ کو ولی کے نام سے یاد فرمایا تھا۔ اب احمد شاہ فرامین اور حکم ناموں میں ولی کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اسی سال سلطان احمد شاہ نے خواجہ عماد الدین سجانی اور سیف اللہ حسن آبادی کو بھی شاہ نعمت اللہ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا اور ان سے یہ التماس کی کہ وہ اپنے کسی بیٹے کو دکن روانہ فرمائیں۔ لیکن حضرت کو اپنے بیٹے شاہ خلیل اللہ کی جدائی گوارا نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لہٰذا اپنے پوتے میر نور اللہ بن شاہ خلیل اللہ کو دکن بھیج دیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی اور اس نے میر ابوالقاسم حرجانی کے ذریعہ خاصہ کی پالکی روانہ کر دی۔

میر نور اللہ جب بیدر کے گرد و نواح میں پہنچے تو بادشاہ مع اپنے تمام فرزندوں کے آیا۔ اور بہت عزت و تعظیم سے ان کا استقبال کیا۔ جس جگہ بادشاہ اور سید صاحب میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہاں ایک مسجد بنائی گئی اور اس جگہ کا نام نعمت آباد رکھا گیا۔ میر نور اللہ کو اس زمانہ

bestebooks.wordpress.com

کے تمام علماء و فضلاء پر فوقیت دی گئی- حتیٰ کہ حضرت گیسو دراز کی اولاد سے بھی بڑھ کر ان کا رتبہ سمجھا گیا- ان کو ملک الشائخ کا لقب بھ
ملا- احمد شاہ نے میر نور اللہ کو اپنا داماد بنایا-

۸۳۴ھ میں حضرت نعمت اللہ ولی کا ماہان میں وصال ہوا- دوسرے مخدوم زادوں حبیب اللہ شاہ' محب اللہ شاہ وغیرہ کے ہمراہ شاہ خلیل اللہ بھی دکن تشریف لائے شاہ حبیب اللہ کی شادی احمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی اور شاہ محب اللہ کا عقد علاؤ الدین کی بیٹی سے ہوا- شاہ خلیل اللہ کو بے حد دولت و عزت دے کر ہندوستان سے رخصت کیا گیا- بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب ہندوستان ہی میں فو ہوئے- بہرکیف اس خاندان سے قرابت کی وجہ سے شاہ خلیل اللہ کی اولاد دنیا میں سرسبز ہوئی- شاہ حبیب اللہ امراء کے گروہ میں شامل کر قصبہ بیٹر کے جاگیردار مقرر ہو گئے- شاہ محب اللہ نے کئی مرتبہ ہندوؤں سے جہاد کیا- اس لیے احمد شاہ نے انہیں خطابات سے سرفر فرمایا-

ایک وفادار کتا

احمد شاہ کے زمانہ حکومت میں ایک شخص کے پاس ایک نہایت ہی وفادار کتا تھا- ایک بار اس آدمی کو روپیہ کی سخت ضرورت پڑ اس نے ایک آدمی کے پاس کتا گروی رکھ کر قرض لیا- وہ شخص کتے کو لے کر قصبہ گنجوئی کی طرف چلا راستہ میں اس کا ایک دشمن ملا اس کو تلوار سے زخمی کر کے آگے بڑھ گیا- کتے سے اپنے مالک کے یہ زخم دیکھے نہ گئے اس نے دوڑ کر حریف پر حملہ کیا اور اس کے تلو کے وار بچا بچا کر اس کو ختم کر دیا- اس کے بعد کتا اپنے مالک کے پاس آیا اس کا مالک زندہ تھا کسی صورت سے کتا اور اس کا مالک پاس کے گاؤں میں گئے لوگوں نے اس کی مرہم پٹی کی مگر کچھ روز بعد اس آدمی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے زخم مندمل نہ ہوں گے اور وہ زندہ نہ ر سکے گا لہٰذا اس نے ایک پرچہ کتے کے مالک کے نام لکھا کہ میں اپنی خوشی سے کتا تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں تم اس کو رکھ لو مجھ روپیوں کی بھی ضرورت نہیں اس کتے کو ہزار دوستوں سے بڑھ کر سمجھو-

کتا جب اپنے مالک کے پاس پہنچا تو مالک کو غصہ آگیا اور وہ بولا کہ تو نے لوگوں میں میرا اعتماد کھو دیا بھاگ کر کیوں چلا آیا یہ کہہ کر جوتے سے بہت زور سے مارا کتا وہیں گر کر مرگیا اس کے بعد مالک نے جب گردن سے نکال کر پرچہ پڑھا تو بہت صدمہ ہوا اس کی موت پر اظہار موت کیا اس نے قرض کے روپیہ نیز کچھ اپنے پاس سے بھی پیسے خرچ کر کے شہر کے باہر اس کتے کا مدفن بنایا اور اس کی قبر پر ایک گنبد بنوا دیا جو آج تک اسی صورت میں موجود ہے-

حوالہ جات

(۱) یہ چھوٹی عمارت کاشتکاروں کا "باڑہ" تھی جسے کسانوں نے شہر سے بہت دور جنگل میں آرام کرنے کے لئے بنایا تھا-
(۲) جنوب مشرقی برار میں ایک مشہور تاریخی قلعہ ہے لیکن اب ایک چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے-
(۳) ترنالہ غلط ہے نرنالہ ہونا چاہئے برار کے شمال میں ایک مشہور اور مستحکم قلعہ تھا اکولا کے ضلع میں ہے اور ویران ہے مسلمان بادشاہوں کی قدیم یادگاریں موجود ہیں-
(۴) رام گیر زیادہ صحیح ہے جنوب مشرقی برار کا ایک ضلع تھا-
(۵) بمبئی سے تقریباً ۵۰ میل شمال ساحل پر واقع ہے- مہائم مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں مشہور شہر تھا-

besturdubooks.wordpress.com

سلطان علاؤ الدین بن احمد شاہ بہمنی

تخت نشینی

باپ کی وصیت کے مطابق علاؤ الدین نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا اور اپنے بھائی محمد خاں کا بہت خیال کیا اس کو جاگیریں، گھوڑے، ہاتھی وغیرہ عنایت کیے، دلاور خاں افغان جو اس خاندان کا بہت مشہور وکیل تھا شاہی وکیل بنایا گیا۔ اور خواجہ جہاں استر آبادی وزیر کل مقرر ہوئے بادشاہ نے خواجہ جہاں کو انتظام سلطنت میں بہت اختیارات دے رکھے تھے۔ عماد الملک غوری جو بہمنی خاندان کا وفادار غلام تھا اس کو امیر الامراء بنایا اس کو شہزادہ محمد اور خواجہ جہاں کے ساتھ بیجانگر کے ہندوؤں کی بغاوت اور سرکشی کو دور کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

انتظام سلطنت

علاؤ الدین نے ان ہندوؤں کی سرکوبی کے لیے جنہوں نے تقریباً پانچ سال سے خراج نہیں ادا کیا تھا شہزادہ محمد خاں کو بھیجا۔ یہ لوگ کتھرلہ کی لڑائی میں معروف تھے بیجانگر کا راجہ اس فوج کے آنے سے بہت گھبرا گیا اور اس نے بیس ہاتھی، آٹھ لاکھ ہون دو سو رقاصہ لونڈیاں اور دیگر تحفے شہزادہ محمد خاں کی خدمت میں بھیجے۔ شہزادہ واپس چلا آیا اور اس کے بعد مدکل کے گرد و نواح میں پہنچا۔ یہاں دکن کے کمینہ اور کینہ پرور لوگوں نے اس کو سکھایا کہ جب سلطان مرحوم نے تم کو حکومت میں برابر کا شریک کیا ہے تو بہتر ہے کہ تم کسی دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ اپنے حق میں سلطان علاؤ الدین سے کرا لو یا تو وہ تمہیں اپنے پہلو بہ پہلو تخت شاہی پر بٹھا کر حکومت کے کاروبار میں تمہاری بھی رائے لے۔ یا پھر سلطنت کے دو حصہ کر کے ایک تمہارے سپرد کر دے۔ شہزادہ ان فریبی لوگوں کی باتوں میں آ گیا اور اپنے بھائی سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہوا۔ اس نے عماد الملک غوری اور خواجہ جہاں کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا۔ ان دونوں امراء نے شہزادہ کی رائے کی مخالفت کی اور اسی جرم میں انہیں شہزادہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے بعد وہ بیجانگر سے فوج مہیا کرنے لگا۔

شہزادے نے بہت جلد فوج جمع کر لی اور مدکل، رائچور، شولا پور اور تلدرک پر اپنا قبضہ کر لیا۔ سلطان علاؤ الدین غوری کے قتل سے بہت دل برداشتہ ہو گیا اور کہا کہ اس نے ہمارے آباؤ اجداد کی خدمت کی تھی اس کا خون رنگ لا کر رہے گا۔ بادشاہ لشکر درست کر کے بھائی کے مقابلہ پر روانہ ہوا۔ دونوں میں خونریز جنگ ہوئی اور آخر کار فتح علاؤ الدین کے ہاتھ رہی اور محمد خاں چند ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں میں فرار ہو گیا۔ بادشاہ بیدر واپس آیا اور فتنہ پرداز لوگوں کے قصور معاف کر دیئے نیز بھائی کو بہت دلاسا اور پیار سے بلایا ادھر داؤد خاں فوت ہو گیا لہٰذا اس کو تلنگانہ کا حکمران بنا کر بھیج دیا۔ پھر زندگی بھر شہزادہ محمد خاں نے کبھی بھائی کی مخالفت نہ کی اور عیش عشرت کی زندگی گزار کر وہیں تلنگانہ میں انتقال کیا۔

راجگان کوکن کی سرزنش

۸۴۰ھ میں بادشاہ نے دلاور خاں کو خلعت شاہانہ عطا کیا اور ملک کی سب سے باغی جماعت یعنی کوکن کے راجاؤں کی تنبیہہ کے لیے روانہ کر دیا۔ راہیل اور سنگیشر کے راجاؤں نے اپنا سر تسلیم خم کرنے میں قطعی پس و پیش نہ کیا اور خراج ادا کرنے پر راضی ہو گئے۔ دلاور خاں نے سنگیشر کی بیٹی جو بہت خوبصورت تھی اسے بادشاہ کے لیے منتخب کیا اور "زیبا چہرہ" کا خطاب دیا۔ ان دونوں کے عشق و محبت کی داستان سارے ملک میں شہرت پا گئی لیکن آخر کار دلاور خاں پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے رشوت بہت لے لی ہے اسی لیے کوکن کے

besturdubooks.wordpress.com

راجہ اس سے خوش ہیں اور وہ قلعہ فتح کرنے میں ٹال مٹول کر رہا ہے۔ اس پر بادشاہ ناراض ہوا دلاور خاں نے نہایت عاجزی کے ساتھ عہدۂ وکالت چھوڑ دیا اور نجات حاصل کر کے ایک گوشہ عافیت میں بیٹھ رہا۔

اب وکالت کا عہدہ ایک خواجہ سرا دستور الملک کو دیا گیا مگر تھوڑے ہی دنوں میں ہر ایک اس کی شکایتیں کرنے لگا بادشاہ ان باتوں کو لوگوں کے حسد اور خود غرضی پر محمول کرتا اور ذرا توجہ نہ دیتا دستور الملک کا اعزاز بڑھتا ہی گیا۔

ایک بار شہزادہ ہمایوں (فرزند اکبر علاؤ الدین) نے اس سے کسی کام کے لیے کہا اس نے جواب دیا کہ وہ تین دن بعد ہو جائے گا جب دو تین دن گزر گئے تو شہزادے نے پوچھا کہ وہ ہوا یا نہیں اس پر دستور الملک نے جواب دیا اس قسم کے معاملات مجھ سے متعلق ہیں شہزادے کو ان معاملات میں پڑنے کا کیا حق۔" شہزادہ بہت غصہ ور اور جابر تھا اس نے سلاحدار سے کہہ دیا کہ جب دیوان خانے سے باہر دستور الملک نکلے تو اس کی گردن اڑا دی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا سلاحدار خود بھی اس سے بہت پریشان تھا فوراً عرض حال کا بہانہ کر کے اس کے پاس گیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس پر شور و غل ہوا دستور الملک کے ملازموں نے اسے گھیر لیا علاؤ الدین نے تحقیق کے لیے بیٹے کو بھیجا بیٹے نے باہر سے آ کر کہا کہ ایک نمک خوار اور وفادار سلاحدار کو دستور الملک نے گالی دی تھی اس نے غصہ میں آ کر قتل کر دیا چونکہ علاؤ الدین خود بہت نیک دل تھا کبھی قتل نہ کرتا تھا لہٰذا اس نے شہزادے کی بات کو حقیقت پر محمول کر کے سلاحدار کو نظر بند کرا دیا اور میاں من اللہ دکنی کو یہ عہدہ دے دیا گیا یہ فیروز شاہی عہد کا بہت دانش مند آدمی ہے۔

برار کی فتح کا ارادہ

۸۴۱ھ میں بادشاہ کی بیگم ملکہ جہاں نے اپنے باپ سے بادشاہ کی بے رخی اور "زیبا چہرہ" کا ذکر کیا اس شکایت پر نصیر خاں' علاؤ الدین سے بہت ناراض ہوا اور احمد شاہ گجراتی کی رائے پر عمل کرتے ہوئے برار کے امراء کے پاس پوشیدہ طور پر خطوط بھیجے اور ان سے اعانت کی درخواست کی۔ ان امراء نے یہ سوچا کہ چونکہ نصیر الدین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں لہٰذا اگر ہم ان کے ساتھ ہو کر جنگ کریں تو شہید یا غازی کہلائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے جواب میں نہایت عقیدت مندانہ خطوط نصیر خاں کو لکھے۔ نصیر خاں بلا تامل راجہ کونڈ واڑہ کی طرف سے آئی ہوئی فوج کو لے کر برار کی طرف چلا۔ یہاں کے نمک حرام اور باغی امراء نے چاہا کہ برار کے لشکر کے سردار خواجہ جہاں کو قید کر لیں اور نصیر الدین خاں کے پاس بھیج دیں۔ خواجہ جہاں کو ان کی سازش کا پتہ چل گیا اور وہ وہاں سے بھاگ کر فوراً قلعہ ترنالہ میں روپوش ہو گیا۔ اس نے تمام حالات اور امراء کی نصیر خاں سے ساز باز کی اطلاع بادشاہ کو دی اور یہ بتایا کہ برار میں نصیر خاں کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا ہے نیز دشمنوں نے قلعہ ترنالہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے فوراً اپنی مجلس مشاورت کا اجلاس طلب کیا اور سب سے اس معاملے میں گفتگو کی۔ دکنی اور حبشی امراء نے باتفاق رائے یہ کہا کہ مہم کا انجام پانا خود بادشاہ کی توجہ پر منحصر ہے کیونکہ جب ہم اس ملک پر حملہ کریں گے تو گجرات' مندو اور کونڈوارہ کے حاکم' نصیر خاں کی مدد کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ سن کر بادشاہ کو ان کے باہمی نفاق کا اندازہ ہو گیا لہٰذا اس نے خلف حسن بصری' ملک التجار اور دولت آباد کے سر لشکر کو اس مہم کے لئے نامزد کیا۔ خلف حسن بصری نے اس خدمت کو قبول کیا اور شاہی بارگاہ میں عرض کیا۔ ہم فرمانبرداروں کو حکم شاہی سے سر مو تجاوز کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے' لیکن اس امر سے سب لوگ بخوبی واقف ہیں کہ مہمات کی شکست کی اصل وجہ دکنی اور حبشی امراء کا رشک و حسد ہے یہ لوگ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے بھائیوں یعنی غریبوں کے ہاتھوں کوئی اچھا کام انجام کو پہنچے۔ اگر حضور مغل امراء کو خاصہ کے ہمراہ میرے ساتھ روانہ فرمائیں اور کسی دکنی اور حبشی امیر کو میرے ساتھ نہ کریں تو خداوند تعالیٰ کی مدد اور حضور کے اقبال سے یہ امید ہے کہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

besturdubooks.wordpress.com

لئے بہتر یہی ہے کہ غریبوں کے گروہ کو پہلے بطور مقدمہ کے روانہ کیا جائے اگر ان لوگوں سے کام بن پڑا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ان کے پیچھے پیچھے خود بادشاہ کو بھی روانہ ہونا چاہیے۔ سلطان علاؤ الدین نے لشکر خاصہ کے تین ہزار (۳۰۰۰) مغل تیراندازوں کو خلف حسن بصری کے ہمراہ روانہ کیا۔ نیز بعض عربی امراء کو بھی' جن میں کچھ سلطان فیروز شاہ کے اور کچھ احمد شاہ بہمنی کے تربیت یافتہ تھے' اس خدمت کے لئے نامزد کیا۔ خلف حسن بصری ان تمام لوگوں کے ساتھ دولت آباد آیا۔ اس علاقے کے تمام دکنی اور حبشی امراء سرحدوں' خاص طور پر گجرات اور مندو کی سرحدوں پر متعین کرکے' سات ہزار عربوں کے ہمراہ' بڑی شان و شوکت سے برار کی طرف روانہ ہوا۔ موقع پا کر خاں جہاں بھی قلعہ ترنالہ سے نکلا اور خلف حسن بصری کے استقبال کے لئے روانہ ہوا۔

روہتی نگر پر قبضہ

ہنکر نامی قصبے میں خاں جہاں اور خلف حسن بصری کی ملاقات ہوئی۔ حسن نے ان دکنی اور حبشی لشکریوں کو' جو خاں جہاں کے ساتھ تھے' ایلچپور اور مالاپور کی طرف روانہ کیا اور خود پرگنہ روہتی نگر (جہاں نصیر خاں کی لشکر گاہ تھی) کی طرف چل پڑا۔ روہتی نگر کے گھاٹ پر خاندیس والوں سے معرکہ آرائی ہوئی' جس میں غریبوں کو فتح ہوئی۔ نصیر خاں نے اس شکست کو اپنے حق میں بدشگونی تصور کیا اور روہتنگر سے فوراً روانہ ہو گیا اور برہان پور جا پہنچا۔ وہاں اس نے لشکر کی فراہمی کا کام بڑے زور و شور سے شروع کیا۔ الغرض اس طرح خلف حسن بصری نے روہتنگر پر قبضہ کر لیا بعد ازاں برہان پور پر حملہ آور ہوا۔ نصیر خاں نے حملے کی تاب نہ لا کر قلعہ تلنگ میں پناہ لی۔ خلف حسن بصری نے دشمن کی فوج کو پوری طرح تباہ و برباد کیا اور اس شہر کے دولتمندوں سے دولت حاصل کی۔

قلعہ تلنگ پر حملہ

اس کے بعد خلف حسن بصری' خاندیس کو تباہ و برباد کرنے اور لوٹنے کے لئے آگے بڑھا اس کام کو اس نے بحسن و خوبی سرانجام دیا پھر برہان پور میں واپس آیا۔ یہاں اس نے تمام شاہی عمارات کو نذر آتش کر دیا اور دکن واپس جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ایک روز جب کہ رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا اس نے دفعتاً قلعہ تلنگ پر حملہ کر دیا اور چار ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے میں پہنچ گیا۔ نصیر خاں دشمن کی کمی اور پریشان حالی کے خیال کو ذہن میں رکھتے ہوئے بارہ ہزار سواروں اور ان گنت پیادوں کے ہمراہ معرکہ آرائی کے لئے آگے بڑھا۔ قلعے سے دو کوس کے فاصلے پر فریقین میں جنگ ہوئی خاندیس والوں کو شکست ہوئی اور نصیر خاں کے بہت سے معتبر امراء اور برار کے باغی مارے گئے۔

انعام و اکرام کی بارش

خلف حسن بصری ستر ہاتھیوں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کو ساتھ لے کر' کامیاب و کامران احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔ قدر شناس بادشاہ نے شہزادہ ہمایوں اور اراکین سلطنت کو خلف حسن کے استقبال کے لئے چار کوس کے فاصلے تک روانہ کیا۔ بادشاہ نے خلف حسن کو چند زنجیر ہاتھی' خلعت' شمشیر اور مرصع کمربند عنایت کیا اور دولت آباد واپس جانے کا حکم دیا۔ علاؤ الدین نے دیگر غریبوں کے منصبوں میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ شاہ قلی نے اس معرکے میں بڑی دلیری دکھائی تھی۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کو اس سے بیاہ دیا۔ بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ سواری کے وقت اس کی دائیں طرف غریب بیٹھیں اور بائیں طرف حبشی اور دکنی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنیوں اور غریبوں (غیر دکنیوں) میں دشمنی پیدا ہو گئی جو آج تک چلی آ رہی ہے۔

اسی زمانے میں بیجانگر کے حاکم دیورائے نے اپنے اراکین دولت اور برہمنوں کو طلب کیا اور ان سے کہا "ہمارا ملک یعنی کرناٹک طول و عرض کے لحاظ سے دکن سے بڑا ہے ہمارا لشکر ان سے کئی گنا زیادہ ہے' ہماری آمدنی بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کبھی جنگ ہوتی ہے تو فتح [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کتابوں میں درج ہے کہ تیس ہزار سال تک کے لئے خدا نے مسلمانوں کو ہم ہندوؤں پر غالب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان اکثر اوقات ہم کو مغلوب کر لیتے ہیں۔" راجہ کے بعض مقربین نے یہ رائے ظاہر کی کہ "مسلمانوں کی فتح کے دو اسباب ہیں اول یہ کہ ان کے گھوڑے بہت طاقتور اور بڑے ہوتے ہیں اس کے برعکس ہمارے گھوڑے چھوٹے اور کمزور ہوتے ہیں" دوسرا سبب یہ ہے کہ دکنیوں کے لشکر میں تیر اندازوں کی کثرت ہے لیکن ہمارے پاس تیر انداز کم ہیں۔" یہ سن کر راجہ نے حکم دیا "مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ ملازمتیں دی جائیں ان سے بہت اچھا برتاؤ کیا جائے۔"

دیو رائے کے لشکر میں اضافہ

راجہ نے بیجانگر میں بہت سی مسجدیں بنوائیں اور مسلمانوں کو ہر طرح کی آزادی دی' ہندوؤں کو یہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں سے تیر اندازی کا فن سیکھیں۔ راجہ کے پاس اس وقت دو لاکھ سوار اور اسی ہزار پیادے موجود تھے۔ راجہ کے امراء نے یہ طے کیا کہ مزید ستر ہزار سواروں اور تین لاکھ پیادوں کو ملازم رکھا جائے اور ایسی تدبیر کی جائے کہ لشکریوں کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اچھے گھوڑے اور بستر ساز و سامان رکھ سکیں۔ حکومت کے کار پردازوں نے اس تجویز کے پیش نظر دس ہزار مسلمان سوار اور ساٹھ ہزار ہندو سوار جو سب کے سب ماہر تیر انداز تھے فراہم کیے۔ اس کے علاوہ تین لاکھ پیادے بھی بھرتی کیے اور دیو رائے کی خدمت میں ملاحظے کے لئے پیش کیے۔

ممالک بہمنیہ پر دیو رائے کا حملہ

لشکر میں اس عظیم الشان اضافے کے بعد دیو رائے نے سلاطین بہمنیہ کے ممالک پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ۸۴۷ھ میں اس نے بڑے اہتمام کے ساتھ بہمنی علاقوں پر حملہ کیا سلطان علاؤ الدین نے مقابلہ کیا کئی مقامات پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں جنگ ہوئی آخر کار سلطان اور دیو رائے میں صلح ہو گئی۔

نظام حکومت

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان علاؤ الدین نے اپنی حکمرانی کے زمانے میں ایک بہت عمدہ اور اعلیٰ درجے کا شفا خانہ تعمیر کروایا تھا اور اس کے اخراجات کے لئے چند دیہات وقف کر دیئے تھے۔ ان دیہاتوں کی آمدنی سے بیماروں کی دوا اور غذا کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہندو اور مسلمان طبیبوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں اور اسی نوعیت کے دوسرے کام انجام پاتے تھے۔ بادشاہ نے سارے ملک میں قاضی' امین اور حق شناس محتسب مقرر کیے۔ اگرچہ وہ بادہ خواری کا عادی تھا لیکن اس نے سارے ملک میں منادی کرا دی کہ ہر شخص شراب اور جوئے وغیرہ سے پرہیز کرے (بادشاہ کو مفت خوروں سے بہت نفرت تھی) اس نے فقیروں اور بھک منگوں کے گلے میں لوہے کا طوق ڈالا اور انہیں غلاظت صاف کرنے' مٹی اٹھانے اور دوسرے محنت طلب کاموں میں لگایا۔ اس طریقے کار سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس قسم کے لوگ محنت مزدوری کی وجہ سے گداگری کا پیشہ چھوڑ دیں۔ یا بہمنی حکومت کی حدود سے نکل کر کہیں اور چلے جائیں۔

اگر کوئی شاہی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتا اور شراب پیتا تو اسے سخت سزا دی جاتی ایسے شخص کے حلق میں سیسہ گلا کر ڈالا جاتا اس سلسلے میں کسی شخص سے خواہ اس کا مرتبہ کچھ ہی ہو کسی قسم کی رعایت نہ کی جاتی تھی۔ علاؤ الدین نے اپنے زمانے میں ملک کی رعایا کا اس طور سے خیال رکھا کہ اس عہد میں فریدوں اور نوشیرواں کے قصوں کو افسانہ سمجھا جانے لگا۔ علاؤ الدین ہمیشہ جمعہ اور عید کے موقعہ پر مسجد میں حاضر ہوتا اور منبر کے قریب بیٹھ کر وعظ سنتا۔ وہ خدا کے بندوں کو تکلیف پہنچانے اور بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کو قطعاً پسند نہ کرتا تھا اس نے نئی مندروں کو مسمار کروایا اور بہت سی نئی مسجدیں تعمیر کروائیں۔ علاؤ الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ عیسائیوں

besturdubooks.wordpress.com

عیش پرستی

جب علاؤ الدین شاہ بیجانگر کے ہنگامے سے واپس ہوا تو عیش و عشرت اور لہو لعب نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا اس کے نتیجے میں حکومت کا تمام انتظام نااہل درباریوں کے ہاتھ آگیا بادشاہ نے اپنے محل میں ایک ہزار خوبصورت ترین عورتیں جمع کیں اور دریائے نعمت آباد کے کنارے ایک عظیم الشان باغ لگوایا۔ اسی باغ میں اس نے بزم مے و ساقی آراستہ کی عیش و عشرت کے اس زمانے میں لوگوں کو چار یا پانچ مہینے میں صرف ایک مرتبہ سلام عام کی اجازت ہوتی تھی اس اثنا میں دکنیوں کو ہر طرح کا اقتدار حاصل ہو گیا اور میاں من اللہ دکنی مستقل شاہی وکیل بن گیا۔

خلف حسن بصری کی مہمات

اسی زمانے میں بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ دریا کے کناروں کے ملکوں کو فتح کیا جائے اس نے خلف حسن بصری کو اس مہم کے لیے روانہ کیا اور تین ہزار عرب سوار اور سات ہزار دکنی سوار اس کے ہمراہ کر دیئے۔ خلف حسن بصری نے جالنہ کے قصبہ کو جو جنیر کے علاقے کے قریب واقع ہے اپنی قیام گاہ بنایا۔ اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا یہاں سے وہ اپنے لشکر کے ذریعہ آس پاس کے راجاؤں کو مغلوب کرنے لگا یہاں تک کہ موت نے اسے آواز دی اور وہ خود لشکر لے کر روانہ ہوا۔ حسن بصری نے سرکہ نامی ایک راجہ کے قلعے کو بڑی محنت اور جگر سوزی سے فتح کیا اور راجہ سرکہ کے سامنے دو باتیں رکھیں یا تو وہ مسلمان ہو جائے یا اپنا سر بادشاہ کی نذر کرے۔ اس نے حسن بصری سے کہا۔ "میں اور حوالی کندھانہ کا حکمران راجہ سنگمیسر دونوں ہی ہم مرتبہ اور ہم حیثیت ہیں اگر میں مذہب اسلام قبول کر لوں گا تو وہ اپنی موجودہ حالت ہی پر قائم رہے گا جب آپ واپس چلے جائیں گے تو وہ مجھ پر طعن و تشنیع کر کے میرے رشتہ داروں اور عزیزوں کو مجھ سے برگشتہ کر دے گا اور میرے سارے ملک پر قبضہ کر لے گا اگر آپ تھوڑی سی زحمت گوارا کریں اور وہاں کے علاقے کو فتح کر کے میری حکمرانی میں دے دیں یا اپنے کسی امیر کو اس علاقے کا حکمران بنا دیں تو میں بڑی خوشی سے مشرف بہ اسلام ہو کر بادشاہ کا اطاعت گزار ہو جاؤں گا۔" میں ہر سال (ایک خاص حد تک) مال و دولت شاہی خزانے میں داخل کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد اس علاقے میں کوئی شورش یا ہنگامہ اٹھا تو آپ مجھ سے جواب طلب کیجئے گا۔"

حسن بصری کی عاقبت نااندیشی

خلف حسن بصری نے یہ سن کر یہ جواب دیا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہاں جانے کا راستہ بہت ہی خراب دشوار گزار اور تنگ و تاریک ہے۔" سرکہ نے کہا۔ "میں خود آپ کا مقدمتہ الجیش بن کر آگے آگے چلوں گا مجھے یقین ہے کہ آپ کے کسی سوار کو بھی کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور بڑے اطمینان کے ساتھ آپ اپنا مقصد حاصل کر لیں گے چونکہ حسن بصری کی موت قریب آ چکی تھی اس لیے اس نے دشمن کا اعتبار کر لیا اور ۸۵۰ھ میں اس طرف روانہ ہوا۔

ایک خطرناک جنگل

حبشیوں اور دکنیوں کی بیشتر تعداد نے حسن بصری کا ساتھ نہ دیا اور وہ خود ہی سرکہ کے ساتھ روانہ ہوا سرکہ کی راہنمائی میں دو روز تک تو بڑا اچھا سفر رہا اہل لشکر صاف اور کھلے ہوئے راستوں سے گزرتے رہے اس وجہ سے لشکری سرکہ سے بہت خوش ہوئے لیکن تیسرے روز سرکہ لشکر کو ایک ایسے راستے پر لے آیا کہ جو بہت ہی تنگ و تاریک اور خوفناک تھا بے حد خراب راستہ' سپاہیوں نے بعد مشکل طے کیا اور ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں درختوں اور جھاڑیوں وغیرہ کی اس قدر کثرت تھی کہ وہاں ہوا مشکل ہی سے گزر سکتی تھی۔ اس جنگل میں تین اطراف عظیم الشان اونچے اونچے پہاڑ تھے اور ایک طرف خلیج تھی جو جنگل کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی پہاڑوں میں جو درے اور غار تھے وہ ایسے مہیب تھے کہ ان کی تہہ کا بالکل پتہ نہ چلتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

خلف حسن بصری کے لشکر کی پریشانی

لشکر جس راہ سے جنگل میں داخل ہوا تھا اس کے علاوہ کوئی اور راہ نظر نہ آتی تھی۔ خلف حسن بصری ان دنوں خونی اسہال کے مرض میں مبتلا تھا اسے دن اور رات میں چالیس بار حاجت کے لیے اپنے بستر سے اٹھنا پڑتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ اہل لشکر ترتیب اور قاعدے کے ساتھ ایک دوسرے کے قریب رہیں لیکن اس سلسلے میں اس کی ایک نہ چلی۔ اس کے دو سبب تھے اول یہ کہ صبح سے لے کر شام تک سفر کرنے کے بعد سپاہی اس قدر تھک جاتے تھے کہ کچھ ہوش نہ رہتا تھا اور جس کو جہاں جگہ ملتی تھی وہیں شب باشی کا انتظام کر لیتا تھا دوسرے یہ کہ جنگل میں کہیں بھی اتنی وسعت نہ تھی کہ دو خیمے ایک دوسرے کے آمنے سامنے لگا کر رات کو آرام کیا جا سکے اس صورت حال میں اہل لشکر کی پریشانی و بدحواسی دیکھنے کے قابل تھی۔

لشکر کی تباہی

سرکہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور جنگل میں غائب ہو گیا اس نے رائے سنگیسر کو کہلوا بھیجا۔ "میں تمہارے لیے ایک ایسا عمدہ شکار لایا ہوں کہ تم جس کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے اب تم جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔" رائے سنگیسر نے تین ہزار توپچیوں' کمانداروں اور خنجر بازوں کا ایک زبردست لشکر جمع کیا اور خلف حسن بصری کے لشکر کی تباہی کے لیے چل پڑا آدھی رات گزرنے کے بعد یہ لوگ غاروں اور دروں کے راستے سے جنگل میں داخل ہوئے اور سات آٹھ ہزار مسلمانوں کو بکریوں کی طرح ذبح کر دیا اس وقت ہوا اس زور سے چل رہی تھی کہ اس کے شور سے مسلمان مظلوموں کی آوازیں اور چیخیں ایک دوسرے کو سنائی نہ دیتی تھیں تاریکی اس قدر تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔

خلف حسن بصری کا قتل

جب رائے سنگیسر کا لشکر مسلمانوں کی فوج کو قتل کر چکا تو یہ ظالم خلف حسن بصری کی طرف بڑھے اور اسے مع پانچ سو کربلائی نجفی اور مدنی سادات حسنی کے شہید کر دیا۔ قصہ مختصر یہ کہ مسلمانوں کے لشکر کے باقی ماندہ افراد بڑی مشکلوں اور دقتوں کے ساتھ اس خوفناک جنگل سے باہر نکلے اور ان دکنی امیروں سے جا کر مل گئے جنہوں نے خلف حسن بصری سے منافقانہ سلوک کیا تھا اور اس کا ساتھ نہ دیا تھا۔

مغل لشکر کا ارادہ

دکنی امیروں نے ان پریشان حال سپاہیوں سے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت بہت خراب ہو رہی ہے لہٰذا تم لوگ اپنی جاگیروں پر واپس جا کر اپنا سامان وغیرہ درست کر کے جلد از جلد یہاں واپس چلے آؤ۔ دکنی اور حبشی سپاہی یہ مشورہ سن کر اسی وقت اپنے ملک کو واپس چلے گئے لیکن مغل سپاہیوں نے کہا۔ "ہماری جاگیر یہاں سے بہت دور ہے اس لیے شاہی حکم کے بغیر ہم یہاں سے سفر نہیں کر سکتے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جاکنہ کے قصبہ میں خلف حسن بصری کی قیام گاہ پر جائیں اور وہاں قیام پذیر ہو کر کسی سے روپیہ قرض لیں اور اس طرح اپنا سامان درست کر کے یہاں واپس آئیں۔" دکنی امیروں نے اس ارادے کی تائید کی اور مغل سپاہی جاکنہ کی طرف روانہ ہوئے چونکہ مغل لشکریوں نے یہ کہا کہ خلف حسن بصری اور دیگر سادات کی شہادت کا سبب انہیں دکنی امیروں کے نفاق کا نتیجہ ہے ہم قصبہ جاکنہ جا کر بادشاہ کی خدمت میں یہ عریضہ گزاریں گے اور اسے اصل حقیقت سے آگاہ کریں گے۔"

دکنی امراء کی عیاری

دکنی امیروں کو جب مغل سپاہیوں کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بڑے گھبرائے اور اپنے انجام سے لرزنے لگے انہوں نے عیاری سے کام لے کر پہل کی اور بادشاہ کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "خلف حسن بصری کی شہادت خود اس کی غلطی کا نتیجہ ہے اس

besturdubooks.wordpress.com

داخل ہو گیا ہم سلطنت کے جانثاروں نے اگرچہ ہزار طرح سے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور اس سفر کی مصیبتوں سے آگاہ کیا' مگر اس کی آنکھوں پر ایسے پردے پڑے کہ اس نے ہماری کوئی بات نہ مانی اس پر اور اس کے لشکر پر جو گزری ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔"

خلف حسن بصری کی شہادت کے بعد ہم جاں نثاروں نے اگرچہ مغل امیروں' سیدوں اور خاصہ خیل سے بہت کہا کہ نمک حلالی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم بادشاہ سے کوئی دوسرا سردار طلب کریں اور آپس میں مل کر سرکہ اور سنگمیر سے بدلہ لیں لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی بلکہ جواب میں ہمیں گالیاں دیں اور برا بھلا کہا وہ ہم سے ناراض ہو کر جاکنہ کے قصبے میں چلے گئے ہیں۔ اب ان لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ جاکنہ میں قیام پذیر ہو کر کوکن کے راجوں سے گٹھ جوڑ کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کریں۔"

دکنی امراء نے یہ خط مشیر الملک دکنی کے پاس بھجوا دیا وہ ان دنوں مغلوں کا بہت بڑا دشمن تھا اور بادشاہ کے مزاج میں اسے بڑا دخل تھا مشیر الملک نے یہ خط اس وقت بادشاہ کے سامنے پیش کیا جب وہ شراب کے نشے میں تھا مشیر الملک نے خلف حسن بصری اور دوسرے لوگوں کے واقعات کچھ اس انداز میں بیان کیے کہ بادشاہ کا مزاج بگڑ کر رہ گیا اور اسے جھوٹ اور سچ میں بالکل تمیز نہ رہی۔ علاؤ الدین نے مشیر الملک دکنی اور نظام الملک دکنی کو جو غریبوں کی جان کے دشمن ہو رہے تھے اور ان کے غلبے سے بے حد ناراض تھے حکم دیا کہ جاکنہ کے امیروں کو قتل کر دیا جائے۔

سادات کے قتل کا حکم

مشیر الملک دکنی اور نظام الملک دکنی بادشاہ کا حکم پا کر سادات کا خون بہانے کے لیے روانہ ہو گئے عرب و عجم کے سیدوں نے کیا' امیر اور کیا غریب' سبھی نے یہ داستان سنی اور وہ جاکنہ کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے انہوں نے اپنے قصبے کے تحفظ اور قلعے کے استحکام کی طرف پوری پوری توجہ کی انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں پورے خلوص کے ساتھ اصل واقعہ بیان کیا گیا تھا راستے میں یہ خط مشیر الملک کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے اسے احمد آباد بیدر نہ جانے دیا بلکہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ بیچارے سادات کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے دو اور خط لکھے یہ خطوط اپنے ہم قوموں کے ہاتھ بھجوانا مشکل تھا اس لیے انہوں نے دو ہندوستانیوں کی خدمات حاصل کیں اور دونوں کو الگ الگ راستوں سے احمد آباد بیدر کی طرف روانہ کیا۔

افسوس کہ ان ہندوستانیوں نے دشمنی سے کام لیا اور دونوں خطوط مشیر الملک کے حوالے کر دیئے۔ مشیر الملک نے ان دونوں کو گھوڑے' خلعت اور روپیہ وغیرہ انعام میں دے کر خوش کیا اور خطوں کو پہلے کی طرح پھاڑ کر پھینک دیا ان حالات کو دیکھ کر سیدوں کی جماعت اپنے جد اعلیٰ حضرت حسینؓ کی طرح اپنے انجام سے مایوس ہو کر خداوند تعالیٰ کی مرضی پر صابر ہو گئی۔ ان لوگوں نے حسب ضرورت غلہ اور دیگر سامان جمع کیا اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگے جب مشیر الملک کو یہ اطلاع ملی تو اس نے دکنی امراء کو جو کوکن میں قیام پذیر تھے اور سارے فساد کے بانی تھے اپنے پاس طلب کیا اور ان کی مدد حاصل کی نیز چتر اور اس کے قرب و جوار کے ان گنت سپاہیوں کو جمع کر کے جاکنہ پر حملہ کر دیا اس نے قلعے کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ پر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔

تقریباً دو ماہ تک فریقین میں لڑائی ہوتی رہی اس دوران میں دکنیوں کے خطوط متواتر بادشاہ کے پاس پہنچتے رہے ان خطوط میں یہ لکھا ہوا تھا کہ "ان لوگوں کے سروں سے بغاوت اور سرکشی کا سودا ابھی تک نہیں گیا اور پہلے کی طرح ابھی تک اپنے ارادوں پر قائم ہیں۔ ان لوگوں نے سلطان گجرات سے مدد مانگی ہے اور اب یہ چاہتے ہیں کہ اس قصبے کو سلطان گجرات کے حوالے کر دیں۔" علاؤ الدین کے درباری دکنی امراء مناسب اوقات میں ان خطوط کو بادشاہ کے ملاحظے کے لیے پیش کرتے رہتے اور بادشاہ ان کے جواب میں عام طور پر اس مضمون کے فرمان بھجوایا کرتا کہ ان باغیوں کی تباہی اور ان کے قتل کے لیے ہر ممکن کوشش کرو انہیں ایسی عبرتناک سزائیں دو کہ دوسروں کو سبق حاصل ہو۔"

besturdubooks.wordpress.com

اگر کبھی کبھاری محنت اور کوشش کر کے سادات غریب اپنا کوئی خط بیدر پہنچا دیتے تو اہل دکن وہ خط حاصل کر لیتے تھے اور واپس نہیں کرتے تھے اور یہ جواب دیتے تھے کہ ہم تمہارے خطوں کو بادشاہ تک پہنچا دیتے ہیں بادشاہ چونکہ تم لوگوں سے بہت ناراض ہے اس لیے وہ ان خطوں کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ ان غریبوں نے جب اپنے خطوں کو اس طرح "لاجواب" پایا نیز یہ دیکھ کر کہ غلہ اور دیگر سامان بہت کم رہ گیا ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بیوی بچوں کو معتبر لوگوں کی نگرانی میں قلعے کے اندر چھوڑ کر احمد آباد بیدر کا رخ کیا جائے اور وہاں پہنچ کر بادشاہ کو اصل حالات سے آگاہ کیا جائے۔

اہل دکن کی عیاری

دکنیوں کو غریبوں کے اس ارادے کی جب خبر ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورے شروع کئے نظام الملک اور مشیر الملک نے دوسرے دکنی امراء کے ساتھ مل کر سوچا کہ اگر دشمن قلعہ سے نکل کر روانہ ہوا اور اس کا پیچھا کیا گیا تو اس وقت اس کو تباہ و برباد نہ کیا جا سکے گا جب تک ہم اپنے لشکر کی ایک کثیر تعداد کی قربانی نہ دے لیں (ظاہر ہے کہ یہ سودا بڑا مہنگا تھا) اس لیے دکنی امیروں نے غریبوں کو دھوکہ دینے کی سوچی اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا۔ "ہم لوگ خاصہء خاصان رسل صلعم کے امتی ہیں اور مذہب اسلام کے نام لیوا ہیں ہمیں تمہارے بیوی بچوں پر جو زیادہ ترسید ہیں رحم آیا ہے اس لیے ہم لوگوں نے بادشاہ سے تمہارے لیے معافی نامہ جاری کرنے کی گذارش کی ہے بادشاہ نے ہماری درخواست قبول فرمائی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو کسی قسم کا مالی اور جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اور تم جس علاقے میں جانا چاہو اس کی تمہیں اجازت دے دی جائے۔" ان دکنی امراء نے اپنی بات کی تصدیق کے لیے شاہی فرمان بھی اہل قلعہ کو دکھایا مشیر الملک اور نظام الملک دونوں نے خدا اور اس کے رسول کی قسمیں کھا کر اہل قلعہ کو یہ یقین دلایا کہ انہیں قطعاً کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔"

سادات کی دعوت

غریبوں نے اہل دکن کی باتوں کا اعتبار کیا اور ان کے دام فریب میں آ گئے وہ سب تعداد میں ڈھائی ہزار تھے ان میں بارہ سو صحیح النسب سید تھے یہ سب لوگ اپنے بیوی بچوں اور مال و اسباب وغیرہ کے ساتھ قلعے سے باہر نکلے چونکہ ان لوگوں کے پاس باربرداری اور سواری کے لیے جانور نہ تھے اس لیے ان کا انتظام کرنے کے لیے وہ قلعے کے قریب ہی مقیم ہو گئے۔ مشیر الملک اور نظام الملک قلعے کے اندر داخل ہو گئے یہ دکنی امیر تین روز تک اپنے وعدے پر قائم رہے اور ال قلعہ کو ان لوگوں نے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ چوتھے روز اہل دکن نے غریبوں کے سرداروں کو دعوت پر مدعو کیا غریبوں کے مشہور افراد اور سردار جن میں قاسم بیگ صف شکن، قراجان گرد اور احمد بیگ یکہ بازان میں شامل نہیں تھے قلعہ میں دعوت میں شریک ہوئے ان سب غریبوں کی تعداد تین سو تھی۔

قتل و غارت گری

سب سادات قلعے میں کھانا کھانے لگے دکنیوں کا ایک گروہ گھات میں چھپا بیٹھا تھا نظام الملک اور مشیر الملک کے اشارے سے یہ لوگ ہاتھوں میں خنجر اور تلواریں لیے ہوئے نکلے اور بیچارے سیدوں اور غریبوں پر ٹوٹ پڑے۔ چار ہزار دکنی سپاہی جنہیں ہنگامے کے لیے متعین کیا گیا تھا موقع پا کر غریبوں کے خیموں کی طرف چلے گئے اور ان میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا ان ظالموں کی آنکھوں میں ایسا خون اترا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک سال کے شیر خوار بچے سے لے کر سو سال تک کے بوڑھے کو ایک ہی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا۔ اہل دکن کے ہاتھوں تقریباً پانچ یا چھ ہزار مغل اور بارہ سو سید قتل ہوئے۔ اہل دکن نے مقتولوں کے بال بچوں کو اس بری طرح قتل کیا کہ کربلا کے واقعے کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی۔ حیرت ہے کہ اہل دکن جو اپنے آپ کو رسول صلعم کی امت کہتے تھے انہوں

باقی ماندہ لوگوں کی روانگی

قاسم بیگ صف شکن قراجهاں گرد اور احمد بیگ یکہ بازان مظلوموں سے کہ جنہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا ایک کوس کے فاصلے پر مقیم تھے انہیں اس المناک سانحے کی خبر ملی ان لوگوں نے خود جبے پہن لیے اور اپنی مستورات کو مردانہ لباس پہنا کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مشیر الملک اور نظام الملک کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے دو ہزار سواروں کا لشکر داؤد خاں کی نگرانی میں ان لوگوں کے پیچھے روانہ کیا اور رعایا اور تمام جاگیرداروں کو لکھا۔ "یہ سب لوگ بڑے عیار اور نمک حرام ہیں۔ اگرچہ یہ بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں لیکن ان کی باتوں کا کچھ اعتبار نہیں جس طرح بھی ہو سکے ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے گھوڑے اور مال و اسباب کو لوٹ لیا جائے۔ مختصراً یہ کہ ان لوگوں کو کہیں آرام نہ لینے دیا جائے۔

قاسم بیگ صف شکن دوسرے امراء اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ حیران و بدحواس چلے جا رہے تھے راستہ میں جس جگہ بھی اہل دکن ان کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے یہ بہادر لوگ بڑی جان بازی سے ان کا مقابلہ کرتے اور تیروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگا دیتے رات کے وقت یہ لوگ جنگل میں قیام کرتے تھے جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو راستے میں داؤد خاں نے ان سے چھیڑ خانی کی اور پنٹر کے جاگیردار حسن خاں کو خط لکھا کہ یہ سب لوگ نمک حرام ہیں جس طرح بھی ہو سکے تم ان لوگوں کو اس طرف سے بھگا دو اور قتل کر دو۔" ہم ان سب کو تباہ و برباد کر کے ان کے سروں کو بادشاہی بارگاہ میں پیش کریں گے۔"

حسن خاں کی نیک دلی

حسن خاں جاگیردار پنٹر اور قاسم بیگ صف شکن میں اچھی خاصی شناسائی تھی قاسم نے بیجانگر کی ایک لڑائی میں حسن کو دشمن کے چنگل سے چھٹکارا دلایا تھا حسن کو اس وقت قاسم کا یہ احسان یاد آگیا اس نے جواب دیا "یہ لوگ اگر نمک حرام اور باغی ہوتے تو اس وقت یہاں نہ ہوتے بلکہ بہت پہلے ہی گجرات کی سرحد پر جو یہاں سے تین دن کے فاصلے پر واقع ہے پہنچ گئے تھے۔" داؤد خاں کو حسن خاں کی مدد سے مایوسی ہو گئی اس کا تمام بقیہ لشکر بھی اس سے آملا اور داؤد خاں نے تقریباً ڈھائی ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا قاسم بیگ صف شکن سے لڑائی شروع کر دی قاسم بیگ اور اس کے ساتھی بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو کر میدان جنگ میں آپہنچے۔

داؤد خاں کا قتل

اتفاق کی بات کہ لڑائی کے میدان میں ایک ساتھ دو تیر داؤد خاں کے جسم میں پیوست ہو گئے اور وہ وہیں مر گیا۔ دکنیوں نے جب یہ عالم دیکھا تو انہوں نے اپنے دشمن کی تباہی و بربادی سے کہیں زیادہ قوت و طاقت اور زور و شور کا مظاہرہ کیا اور غریبوں کو حواس باختہ کر دیا۔ اسی اثنا میں حسن خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر میدان جنگ میں آپہنچا غریبوں نے یہ سمجھا کہ ایک نئی مصیبت آپہنچی ان لوگوں میں حسن خاں کی فوج کا ایک سپاہی اچانک آپہنچا اور اس نے کہا تم لوگ ثابت قدمی سے میدان جنگ میں ڈٹے رہو ہم تمہاری مدد کے لیے آئے ہیں۔ یہ سن کر قاسم بیگ اور اس کے ساتھیوں کی جان میں جان آئی۔

غریبوں کی بادشاہ سے ملاقات

تھوڑی دیر بعد حسن خان میدان جنگ میں وارد ہو کر غریبوں کا ساتھ دینے لگا اور دکنیوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اہل دکن نے جب یہ عالم دیکھا تو وہ داؤد خاں کی خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر جاکنہ کے قصبے کی طرف چلے گئے۔ قاسم بیگ نے قصبہ بیٹر کے باہر قیام کیا اس نے حسن خاں سے مشورہ کرنے کے بعد ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ تک یہ عریضہ پہنچا اور اسے اصل حالات سے آگاہی ہوئی اس نے قاسم بیگ کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ غریبوں کی پوری جماعت حسب الحکم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ سلطان علاؤ الدین کے سامنے تمام حالات بیان کیے گئے۔ بادشاہ نے اسی وقت سے ... کار ملک مصطفیٰ خان ... کر قتل کا فرمان جاری

besturdubooks.wordpress.com

کر دیا اور حکم دیا کہ اس کی لاش کو شہر کے تمام گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔ مصطفیٰ خاں کا جرم یہ تھا کہ اس نے اب تک غریبوں کے تمام خطوط چھپائے رکھے تھے اور بادشاہ تک نہ پہنچائے تھے۔

سلطان علاؤ الدین نے قاسم بیگ صف شکن کو خلف حسن بصری کی جگہ سر لشکر دولت آباد اور خیبر مقرر کیا۔ قراجهاں گرد اور احمد بیگ یکہ تاز کو یک ہزاری منصب داری میں شامل کر کے ان کی عزت افزائی کی۔ بادشاہ نے غریبوں کے حال پر بہت توجہ کی اور ان میں سے بیشتر کو صاحب اختیار بنایا۔ مشیر الملک دکنی اور غوری کے مکانوں کو بحکم سرکار ضبط کر لیا گیا اور یہ دونوں امیر دوسرے بہت سے مفسدوں کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے۔ شاہی حکم کے مطابق ان سب بدکرداروں کو طوق و زنجیر پہنا کر پایہ تخت میں لایا گیا جن لوگوں نے غریبوں پر جھوٹے الزامات لگائے تھے اور شروع میں بادشاہ کی خدمت میں جھوٹے عریضے روانہ کئے اور فکر و فریب کا جال بچھایا تھا۔ ان کو بڑی بری طرح موت کے گھاٹ اتارا گیا ان کے اہل و عیال کو دانے دانے کا محتاج کر دیا۔ "طبقات محمود شاہی" میں بیان کیا گیا ہے کہ مشیر الملک اور اس کا ساتھی غوری دونوں ہی اسی سال برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور ان کی اولاد تباہ و برباد ہو گئی۔

شیخ آذری کا نصیحت نامہ

شیخ آذری بادشاہ کا مرشد تھا اور شہزادگی کے زمانے میں اس کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا۔ ۸۵۵ھ میں شیخ کا ایک طویل خط بادشاہ کے نام آیا جس میں اس نے بادشاہ کو متعدد نصیحتیں کی تھیں بادشاہ یہ خط پڑھ کر بہت ہی متاثر ہوا اور اس نے بادہ نوشی ترک کر دی۔ علاؤ الدین نے دکنیوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو جو غریبوں پر ظلم ڈھانے کی وجہ سے قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا تھا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شیخ آذری کو اپنے ہاتھ سے اس کے خط کا جواب لکھا اور ایک بہت بڑی رقم اس کے لیے خراسان روانہ کی۔ اس کے بعد علاؤ الدین نے اپنے باپ عظیم الشان سلطان احمد شاہ بہمنی کی طرح تمام امور سلطنت کو بذات خود انجام دینا شروع کر دیا اور دکنیوں کو دربار اور محل کی بڑی بڑی اور ذمہ دار خدمتوں سے علیحدہ کر دیا۔

علاؤ الدین کی بیماری اور ملکی حالات کی پراگندگی

۸۵۷ھ میں علاؤ الدین کی پنڈلی پر ایک زخم آ گیا اس نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کسی طرح آرام نہ آیا اس روگ کی وجہ سے بادشاہ کا گھر سے نکلنا تقریباً ختم ہو گیا۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس کی موت کی افواہیں ملک میں گشت کرنے لگتی تھیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان احمد شاہ بہمنی کا داماد جلال خاں جو سید جلال بخاری کی اولاد میں سے تھا اور تلنگانہ کی سرکار میں نلگنڈہ کا جاگیردار تھا اس علاقے کے قرب و جوار کے بیشتر حصوں پر قابض ہو گیا جلال خاں نے اپنے بیٹے سکندر خاں کو جو احمد شاہ بہمنی کا نواسہ تھا لشکر اور دیگر سامان سے آراستہ کر کے اس ملک کا حاکم بنا دیا۔

سکندر خاں کی بغاوت

اس زمانے میں خان اعظم کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے تلنگانہ میں کوئی صاحب اقتدار اور بااثر امیر باقی نہ رہا تھا ان حالات میں تلنگانہ کے تمام امراء سکندر خاں کے ساتھ مل گئے اور یہ طے کیا کہ اسے اس علاقے کا حاکم تسلیم کر لیں۔ سلطان علاؤ الدین نے باوجود بیماری کے لشکر کو طلبی کا حکم دیا اور حملے کی تیاریاں کرنے لگا۔ جلال خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ ابھی زندہ ہے اور حملے کی تیاریاں کر رہا ہے تو اس نے اس سلسلے میں اپنے مشیروں سے بات چیت کی آخر یہ طے کیا کہ سکندر خاں تلنگانہ اور برار کے درمیانی علاقے ماہور میں چلا جائے اور وہاں ایک بڑا لشکر تیار کرے۔ بادشاہ متواتر عہد نامہ ارسال کرتا رہتا تھا لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ شہزادہ محمد خاں کی بغاوت و سرکشی میں بھی سکندر خاں کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

فوت ہو چکا ہے ارا کین سلطنت نے اپنے فوائد اور مقاصد کی تحصیل کے لیے اس کی موت کی خبر کو چھپا رکھا ہے ان کا ارادہ یہ ہے کہ ملک کے نمایاں اور ممتاز افراد کو قتل کر دیا جائے اگر آپ اس وقت ذرا سی بھی توجہ فرمائیں تو تلنگانہ اور برار دونوں ملک آپ کے قبضے میں آ سکتے ہیں۔" سلطان محمود مالوی نے اس بات کا اعتبار کر لیا اور دکن کے سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

علاؤ الدین کا عزم ماہور

سلطان محمود نے زبردست لشکر اور دیگر سامان کثیر کے ساتھ ۸۶۰ھ میں سفر کا آغاز کیا۔ سکندر خاں نے چند منزل اس کا استقبال کیا اور اس سے جا ملا۔ سلطان علاؤ الدین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے تلنگانہ کی بغاوت کو فرو کرنا کچھ عرصے کے لیے ملتوی کیا اور جلال خاں کی سرزنش کی طرف توجہ کی اس نے خواجہ محمود گیلانی عرف گاواں کو یک ہزاری منصب دار بنایا اور اسے دیگر امراء کے ساتھ جلال الدین کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا۔ علاؤ الدین نے لشکر برار کو حاکم برہان پور کے مقابلے پر روانہ کیا جو سلطان محمود شاہ مالوی سے ساز باز کیے ہوئے تھے بادشاہ نے قاسم بیگ سر لشکر دولت آباد کو مقدمہ لشکر بنا کر روانہ کیا اور خود بھی اس کے پیچھے پیچھے پانچ کوس کے فاصلے سے بیجاپور اور خاصہ خیل کی فوج کے ساتھ پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوا اور سلطان محمود خلجی سے معرکہ آراء ہونے کے لیے ماہور کے جنگل میں ٹھہرا۔

سلطان محمود کی واپسی

سلطان محمود کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین فرمانروائے دکن ابھی بقید حیات ہے اور ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی پر تلا ہوا ہے تو وہ نصف شب کے قریب اپنے ملک کی طرف واپس لوٹ گیا۔ سلطان محمود نے اپنے ایک معتبر امیر کو سکندر خاں کے ساتھ کر دیا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اگر سکندر خاں دوبارہ اہل دکن سے ساز باز کرنا چاہے تو اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے اور اس کا تمام ساز و سامان اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ ضبط کر کے مندو میں پہنچا دیئے جائیں۔ سکندر خاں اس بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور وہ مالوی سپاہیوں سے علیحدہ ہو کر ان کی داہنی جانب کے راستے سے چل پڑا۔ اس کے ساتھ دو ہزار افراد تھے جن میں راجپوتوں اور افغانوں کی کثیر تعداد تھی ان سب لوگوں کے ساتھ وہ نلگنڈہ جا پہنچا۔

سکندر خاں کی اطاعت

اس زمانے میں خواجہ محمود گاواں نے نلگنڈہ کا محاصرہ کر رکھا تھا سکندر خاں اپنی چالاکی کی بدولت کسی نہ کسی طرح قلعہ کے اندر پہنچ گیا۔ خواجہ محمود گاواں کی تو دلی خواہش یہی تھی اس کے بعد گاواں نے محاصرے کو شدید کر دیا اور اہل قلعہ پر پہلے سے کہیں زیادہ سختیاں کرنے لگا سکندر خاں جب بہت زیادہ پریشان ہو گیا تو اس نے خواجہ گاواں کے وسط سے بادشاہ سے معافی نامہ حاصل کر لیا اور قلعہ خواجہ کے سپرد کر دیا۔ محمود گاواں کے ساتھ سکندر خاں بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے اسے اس کی جاگیر نلگنڈہ پر بحال کر دیا۔ فخر الملک کو حسب سابق لاہور کا حاکم مقرر کیا گیا علاؤ الدین نے رائچور کے تھانے دار فخر الملک کو شاہانہ عنایات سے مستفید کیا اور پھر احمد آباد بیدر کی طرف لوٹا۔

سلطان علاؤ الدین کی وفات

علاؤ الدین کی پنڈلی کا زخم اچھا نہ ہوا آخر کار اس نے اسی عارضہ کی وجہ سے ۸۶۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اس حکمران نے تیئس سال نو ماہ اور بیس روز تک امور سلطنت انجام دیئے۔

عادات و کردار

کہا جاتا ہے کہ علاؤ الدین فصاحت و بلاغت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ وہ فارسی زبان سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اس کے علاوہ

besturdubooks.wordpress.com

اس نے دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ کبھی کبھار عید اور جمعہ کے روز وہ جامع مسجد میں بھی جایا کرتا تھا اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتا تھا وہ اپنے آپ کو السلطان العادل الکریم الحلیم الروف عفی عباد اللہ الفتی علاء الدنیا والدین بن اعظم السلاطین احمد شاہ ولی بھمنی۔" کہا کرتا تھا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عرب سوداگر نے چند گھوڑے بادشاہ کے درباریوں کے پاس فروخت کیے درباریوں نے گھوڑے تو لے لیے لیکن قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ یہ تاجر سیدوں کے قتل کی وجہ سے بھی آزردہ خاطر تھا ایک دن اس نے موقع پا کر جب کہ بادشاہ مسجد میں آیا ہوا تھا منبر کے پاس بیٹھ گیا بادشاہ نے جب مذکورہ بالا الفاظ میں اپنا نام لیا تو عرب فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔

"میں خداوند تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو عادل' کریم' رحیم اور رؤف نہیں ہے اے جھوٹے شخص! تو نے نبی کریم صلعم کی مقدس اولاد کو قتل کیا ہے تجھے مسلمانوں کے سامنے منبر پر بیٹھ کر اس قسم کی بات نہیں کرنا چاہیے۔" علاؤ الدین یہ سن کر بہت ہی متاثر ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا وہ کہنے لگا۔ "خدا کرے وہ لوگ آخرت میں بھی سرخرو نہ ہوں جو مجھے یزید کی طرح بدنام کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر علاؤ الدین نے اسی وقت سوداگر کو اس کے گھوڑوں کی قیمت ادا کر دی اور اسی وقت اپنی قیام گاہ واپس آ گیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ نے پھر کبھی اپنی قیام گاہ سے باہر قدم نہ رکھا اور اگر باہر نکلا بھی تو اس وقت جب کہ وہ مر چکا تھا۔

سلطان علاؤ الدین کے عہد حکومت ہی میں شاہ خلیل اللہ بن شاہ نعمت اللہ ولی اور میر نور الدین بن شاہ خلیل اللہ کا انتقال ہوا۔ شاہ خلیل نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے ایک شاہ حبیب اللہ جو سلطان احمد شاہ بھمنی کا داماد تھا۔ اور دوسرا شاہ محب اللہ جو سلطان علاؤ الدین کا داماد تھا ان دونوں میں حبیب اللہ بڑا تھا اور فن سپہ گری سے اسے رغبت تھی محب اللہ اپنے باپ کا سجادہ نشین ہوا حبیب اللہ نے بڑی امیرانہ زندگی بسر کی۔

ہمایوں شاہ ظالم کی جانشینی

مورخین کا بیان ہے کہ جب سلطان علاؤ الدین کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنے تمام امراء اور ارا کین سلطنت کی توقع کے خلاف ہمایوں شاہ ظالم کو جس کی عادات قبیحہ سے سبھی لوگ متنفر تھے اپنا جانشین مقرر کیا۔ بادشاہ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل نظام الملک دولت آبادی جو کچھ عرصے سے وکیل السلطنت کے عہدے پر سرفراز تھا اور اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا بھاگ گیا اور اپنے بیٹے کے پاس چلا گیا اس کا بیٹا قاسم بیگ شکن کے انتقال کے بعد ملک التجار کا خطاب پا کر صوبہ دار دولت آباد اور جنیر مقرر ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ سلطان علاؤ الدین کی وفات کی خبر ان کو ملتی' یہ دونوں باپ بیٹے گجرات کی طرف چلے گئے اور یوں ہمایوں شاہ بھمنی کے دست تظلم سے بچ گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

ہمایوں شاہ بہمنی

حسن خاں کی تخت نشینی

جس وقت سلطان علاؤ الدین کا انتقال ہوا اس کا بیٹا ہمایوں شاہ جو ظالم کے لقب سے مشہور تھا اس وقت گھر میں تھا۔ ممتاز بہمنی امیروں سیف خاں اور ملو خاں نے بادشاہ کی موت کی خبر کو صیغہ راز میں رکھا اور جلد از جلد علاؤ الدین کے چھوٹے بیٹے حسن خاں کو تخت پر بٹھا دیا۔ شاہ حبیب اللہ ولد شاہ خلیل اللہ اور کچھ دنوں نے جو ہمایوں شاہ کو ناپسند کرتے تھے حسن خاں کی تخت نشینی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور یہ لوگ ہمایوں شاہ کو قتل کرنے اور اس کے گھر کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

ہمایوں اور مخالف دکنی امراء کا معرکہ

ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا۔ ہمایوں شاہ جبہ پوش سواروں کے ساتھ جن میں سکندر خاں اور اس کے بھائی بھی شامل تھے باہر نکلا اور حملہ آوروں سے معرکہ آرا ہوا۔ اس معرکے میں حملہ آوروں کو شکست ہوئی اور وہ حسن خاں کے پاس پناہ گزین ہو گئے ہمایوں ان کے تعاقب میں روانہ ہوا اور شاہی دربار میں جا پہنچا راستے میں جو شخص بھی (مثلاً فیل بان' پردہ دار' سلحدار اور دیگر کار آمد لوگ) ہمایوں شاہ کو دیکھتا اسی کے ساتھ ہو لیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں شاہ کا لشکر بہت بڑا ہو گیا' ہمایوں اس جرار لشکر کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہو گیا۔

حسن خاں کی گرفتاری

ہمایوں نے اپنے چھوٹے بھائی حسن خاں کو اس وقت گرفتار کر لیا جب کہ وہ تخت سے اتر کر خوف اور وحشت کے مارے لرزہ براندام ہو رہا تھا ہمایوں نے سیف خاں کو جو اس سارے ہنگامے کی بنیاد تھا ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر سارے شہر میں پھرایا اور پھر قتل کر ڈالا شاہ حبیب اللہ اور دیگر مخالف امراء کو نذر زنداں کیا ملو خاں معرکہ کرتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا اور کرناٹک کی سرحد تک جا پہنچا۔

ہمایوں شاہ کی تخت نشینی

ہمایوں شاہ بہمنی نے تمام مخالفوں کو زیر کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا اپنے باپ کی وصیت کے مطابق خواجہ محمود گاواں کو جو حاجی محمد قندھاری کے بیان کے مطابق سلاطین کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا ملک التجار کے خطاب سے نوازا۔ اور شاہی وکیل اور بیجاپور کا طرف دار مقرر کیا۔ ملک شاہ کو جو بزرگ زادۂ خاندان مغل تھا اور جس کے متعلق بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ چنگیزی سلاطین کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا "خواجہ جہاں" کا خطاب دیا اور اسے طرف دار تلنگانہ مقرر کیا۔ عماد الملک غوری کا بھتیجا بڑا قابل اور جان باز نوجوان تھا ہمایوں شاہ نے اسے "نظام الملک" کا خطاب دے کر یک ہزاری منصب داروں میں شامل کیا اور تلنگانہ کے علاقے اس کی جاگیر میں شامل کیے۔

جلال شاہ کی مخالفت

جلال خاں کا بیٹا سکندر خاں جو ہمایوں شاہ کی شاہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا تلنگانہ کی سپہ سالاری کی امید لگائے بیٹھا تھا اسے مذکورہ بالا تقرر سے بہت افسوس ہوا اور وہ آزردہ خاطر ہو کر اپنے باپ کے پاس بغیر شاہی اجازت کے نلگنڈہ چلا گیا۔ جلال خاں نے اپنے بیٹے کی خاطر کا پاس کرتے ہوئے ہمایوں شاہ کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور معرکہ آرائی کے لیے فوج تیار کرنے میں مشغول ہو گیا

besturdubooks.wordpress.com

ہمایوں شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو اس نے برار کے حاکم خان جہاں کو جو اس زمانے میں مبارک باد دینے بیدر آیا ہوا تھا جلال الدین کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔

تلنگانہ پر لشکر کشی

سکندر خاں نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے تلنگانہ میں خان جہاں سے معرکہ آرائی کی اور اسے شکست دی۔ اب ہمایوں شاہ کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ جب تک وہ بذات خود اس طرف توجہ نہ کرے گا سکندر خاں کی مخالفت ختم نہ ہو گی یہ سوچ کر اس نے اسی سال نلگنڈہ کی طرف لشکر کشی کی ہمایوں شاہ نے نلگنڈہ کے ایک قریبی مقام پر قیام کیا اور اس امر کا انتظار کرنے لگا سکندر خاں اور جلال خاں یعنی دونوں باپ بیٹے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر امان طلب کریں' لیکن ایسا نہ ہوا حریف کچھ اور چال چلا۔

ہمایوں اور سکندر خاں کی بات چیت

ایک رات کو اچانک سکندر خاں نے شاہی لشکر پر شب خون مارا اور بہت نقصان پہنچا کر چلا گیا صبح کے وقت ہمایوں شاہ نے اپنے لشکر کو مرتب کیا اور تسخیر قلعہ میں مصروف ہو گیا سکندر خاں کو اپنے سپاہیوں پر پورا پورا اعتماد تھا وہ اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ مرتب کر کے ساتھ آٹھ ہزار راجپوت دکنی اور افغان سواروں کے ساتھ ہمایوں شاہ کے مقابلے پر آیا۔ بادشاہ نے سکندر خاں کو یہ پیغام بھجوایا۔ "تمہارے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ تم اپنے ولی نعمت سے معرکہ آرائی کرو تم اس لڑائی میں مارے جاؤ گے اور تمہارے جیسے انسان کا مرنا میرے لیے افسوس کا باعث ہو گا میں تمہارے تمام قصور معاف کرتا ہوں اور یہ اجازت دیتا ہوں کہ دولت آباد کے جس پرگنے کو بھی تم چاہو اپنی جاگیر میں لے لو۔" سکندر خاں نے اس پیغام کا یہ جواب بھجوایا۔" آپ مرحوم بادشاہ احمد شاہ کے پوتے ہیں اور میں ان کا نواسہ ہوں حکمرانی کا مجھے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو یا تو آپ مجھے تلنگانہ کا ملک عطا کر دیجئے یا پھر لڑائی کے لیے تیار ہو جایئے۔ یہ جواب سن کر ہمایوں شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے جنگ کا نقارہ بجوا دیا۔

معرکہ آرائی

سکندر خاں نے لڑائی میں بڑی جاں بازی اور بہادری کا مظاہرہ کیا وہ چونکہ ایک تجربہ کار اور مشاق جنگجو تھا اس لیے اس نے ہر مرتبہ بادشاہ کے حملوں کی مدافعت اس بہادری کے ساتھ کی کہ زمین و آسمان عش عش کر اٹھے عین ممکن تھا کہ اس روز فریقین بغیر کسی نتیجے کے ایک دوسرے سے جدا ہو کر فیصلے کے لیے دوسرے دن کا انتظار کریں کہ اچانک ملک التجار کاواں نے بیجاپور کی فوج اور خواجہ جہاں نے تلنگانہ کے لشکر کو ساتھ لے کر میمنہ اور میسرہ سے ایک زبردست حملہ کیا۔ سکندر خاں کے بہت سے بہادر اور جان باز سپاہی اس معرکے میں کام آئے یہ عالم دیکھ کر ہمایوں شاہ کو ایک اچھا موقع ہاتھ آگیا اس نے پانچ سو تیر چلانے والوں اور پانچ سو نیزہ پھینکنے والوں کو اپنے قلب لشکر سے جدا کر کے ایک مست ہاتھی ساتھ لیا اور سکندر خاں کے خاصہ کے لشکر پر حملہ کر دیا تیر اندازوں نے فوراً تیروں کی بارش کر دی۔ سکندر خاں ایک بہادر شیر کی طرح مقابلے کے لیے بڑھا اور دشمن کو اپنے دائیں بائیں اطراف میں پیچھے ہٹا دیا بادشاہ کا مست ہاتھی بھی چونکہ شریک کار زار تھا اس لیے سکندر خاں کے بہت سے بہادر سپاہی اس کے ہاتھوں لقمہ اجل بنے۔ سکندر خاں نے نیزہ ہاتھ میں لے کر اس مست ہاتھی کو بذات خود ہلاک کرنے کی کوشش کی فیل بانوں کی تحریک اور کوشش سے ہاتھی نے سکندر خاں کو اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا اور زمین سے اٹھا کر بہت زور کے ساتھ زمین پر دے مارا اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔

سکندر خاں کی موت

besturdubooks.wordpress.com

سکندر خاں کے بہت سے ساتھی مفرور ہو گئے بادشاہ نے ان کے تعاقب میں اپنا لشکر روانہ کیا بہت سے مفرور پکڑے گئے اور موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

جلال خاں کی امان طلبی

خواجہ جہاں اور ملک التجار کاواں نے اس واقعے کے دوسرے روز شاہی حاکم کے مطابق نلگنڈہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اپنی قوت سے پورا پورا کام لے کر قلعے کو تسخیر کر لیا۔ جلال خاں کا بیٹا تو لقمہ اجل ہو ہی چکا تھا لہٰذا ایک ہفتے کے بعد اسے سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ بادشاہ سے امان طلب کر لی۔ جائے جلال خاں نے ملک التجار کاواں اور خواجہ جہاں کے توسط سے بادشاہ سے امان طلب کی اور اپنے ساتھ بے حساب دولت لے کر جو اس نے اپنی امارت کے پچاس سالوں میں جمع کی تھی ہمایوں شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے جلال خاں پر رحم کھایا اور اسے قتل نہ کیا بلکہ گرفتار کر لیا جلال خاں نے اسی اسیری کی زندگی کو غنیمت سمجھا اور اسی عالم میں شب و روز بسر کرتا رہا۔

دیوکنڈ پر لشکر کشی

سکندر خاں کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ہمایوں شاہ نے دیوکنڈ کے قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ تلنگانہ کے زمینداروں کے قبضے میں تھا جو کہ سکندر کی ہوا خواہی اور ہمدردی کا دم بھرتے تھے۔ بادشاہ نے بہت غور و خوض کے بعد بذات خود ورنگل کا سفر اختیار کیا اور خواجہ جہاں اور نظام الملک غوری کو دیوکنڈ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ تلنگانہ کے باشندوں نے آپس میں مل کر کئی بار بادشاہ لشکر سے معرکہ آرائی کی لیکن انہیں ہر بار شکست کھانی پڑی۔ آخر کار خواجہ جہاں کو فتح ہوئی تلنگیوں نے جب اپنے آپ میں مقابلے کی ہمت نہ پائی تو وہ ناچار قلعہ بند ہو گئے۔ خواجہ جہاں نے کوہستان میں اپنے خیمے گاڑ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ کو طرح طرح سے تکالیف پہنچانے لگا۔

اہل قلعہ کی حوصلہ افزائی

تلنگی اس محاصرے سے بہت حواس باختہ ہوئے انہوں نے اڑیسہ اور دیگر راجاؤں کے پاس جو اپنی طاقت اور شان و شوکت کے لحاظ سے بہت نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے اپنے قاصد روانہ کیے۔ اور بہت سی دولت کے عوض ان سے مدد کی خواہش کی ان راجاؤں نے بہت سا لشکر مع چند زنجیر ہاتھیوں کے ان کی مدد کو روانہ کیا۔ اور خود اپنی مدد کا بھی یقین دلایا' یہ دیکھ کر تلنگیوں کو بہت خوشی ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور انہوں نے جنگ کا تہیہ کر لیا۔

خواجہ جہاں اور نظام الملک غوری کو جب حالات کی اطلاع ملی تو انہوں نے آپس میں مشورے کرنے شروع کر دیئے۔ نظام الملک نے یہ مشورہ دیا اس سے پہلے کہ امدادی فوج یہاں پہنچے ہمیں قلعے کے محاصرے سے دستبردار ہو جانا چاہیے اور تنگ دروں سے نکل کر کھلے میدان میں اپنے خیمے گاڑنے چاہئیں۔" خواجہ جہاں نے نظام الملک کی رائے کو ناپسند کیا اور کہا "اگر ہم نے یہاں سے کوچ کیا تو دشمن یہ سمجھے گا کہ ہم مایوس ہو کر بھاگ رہے ہیں لہٰذا وہ ہمارا پیچھا کرے گا میرے خیال میں یہی مناسب ہے کہ ہم اسی جگہ دشمن کا مقابلہ کریں۔" یہ جواب پا کر نظام الملک خاموش ہو گیا۔

شاہی امراء کا فرار

دوسرے دن صبح کے وقت خواجہ جہاں کے لشکر پر ایک جانب سے راجہ اڑیسہ اور اوریانے اور دوسری جانب سے تلنگانہ اور قلعہ کے لشکر نے حملہ کیا چونکہ جگہ بہت تنگ تھی اس وجہ سے سپاہیوں کو آنے جانے کا موقع نہ ملا لہٰذا مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ خواجہ جہاں اور نظام الملک غوری بڑی خستہ حالی کے عالم میں اس جگہ سے باہر نکلے لیکن غیر مسلموں نے ان کا

besturdubooks.wordpress.com

تعاقب کر کے انہیں کہیں دم لینے کا موقع نہ دیا۔ اور اسی کوس تک بھاگتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ ورنگل میں ہمایوں شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

نظام الملک غوری کا قتل

بادشاہ نے ان لوگوں سے تمام حالات پوچھے خواجہ جہاں نے جھوٹ سے کام نہ لیا اور حق گوئی کو اپنا شعار بنا کر سب کچھ صاف صاف کہہ دیا اس نے کہا۔ "یہ جو کچھ ہوا ہے اس کی تمام ذمہ داری نظام الملک پر عائد ہوتی ہے۔" اس سے قبل کہ خواجہ جہاں اس اجمال کی تفصیل بیان کرتا بادشاہ نے اسی وقت نظام الملک جیسے بہادر اور جری جنگجو کے قتل کا حکم دے دیا۔ نظام الملک کے رشتہ دار اور عزیز فرار ہو کر محمود شاہ خلجی کے پاس پہنچ گئے۔ ہمایوں شاہ نے خواجہ جہاں کو بھی ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔

یوسف ترک کچل کی بغاوت

ایک روایت یوں بھی بیان کی جاتی ہے کہ نظام الملک خود ہی فرار ہو کر محمود مالوی کے پاس پناہ گزین ہوا۔ بہرحال کچھ بھی ہو قصہ مختصر یہ کہ ہمایوں شاہ کے دل میں انتقام کے جذبات کروٹیں لینے لگے اور اس نے دیوکنڈ پر دوبارہ لشکر کشی کا پکا ارادہ کر لیا ابھی وہ تیاریوں میں معروف ہی تھا کہ ایک دم احمد آباد بیدر سے یہ خبر آئی کہ یوسف ترک کچل نے شہزادہ حسن اور شاہ حبیب اللہ کو قید خانے سے نکال لیا ہے۔ اور یہ سب آپس میں مل کر بیدر کے قصبے میں چلے گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی ہمایوں شاہ نے ملک التجار کو تلنگانہ کے انتظامات کے لیے وہیں چھوڑا اور خود جمادی الآخر کے مہینے میں جلد از جلد اپنے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ظلم و ستم کا بازار گرم کرنے لگا۔

معزز قیدیوں کی رہائی کا قصہ

ہمایوں شاہ نے شاہ حبیب اللہ کو شہزادہ حسن خاں کی دوستی کے جرم میں داخل زنداں کیا تھا جب بادشاہ نے نلگنڈہ پر حملہ کیا اور وہ سکندر خاں کو قتل کر کے اس علاقے کے قلعوں کو تسخیر کرنے میں مشغول ہوا تو شاہ حبیب اللہ کے ساتھ مریدوں نے آپس میں مل کر اپنے مرشد کو قید خانے سے نکالنے کا ارادہ کیا ان لوگوں نے یوسف کچل سے بات چیت کی یوسف کچل بادشاہ کا غلام تھا اور اپنے ذاتی اوصاف کے لحاظ سے بہت پاکیزہ فطرت انسان تھا یوسف شاہ حبیب اللہ کے خاندان کے سلسلہ مریدی رکھتا تھا اس لیے اس نے شاہ صاحب کو قید سے نکالنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے بعض کوتوالوں اور محافظوں سے ساز باز کر کے پچاس پیادوں اور بارہ سواروں کا ایک مختصر سا گروہ تیار کر لیا۔

زنداں بادشاہی محل میں تھا وہاں تین ہزار پیادے حفاظت کے لیے موجود تھے یوسف نے خدا پر بھروسہ کیا اور اپنی مختصر سی جماعت کو ہمراہ لے کر شام کے وقت بادشاہی محل میں گیا اکثر محافظ اپنے اپنے کاموں میں معروف تھے اور تھوڑے بہت چوکیدار جو وہاں موجود تھے انہوں نے یوسف کو اندر جانے سے روکا یوسف نے ان چوکیداروں سے کہا۔ "میرے پاس شاہی فرمان آیا ہے کہ قید خانے میں جا کر فلاں فلاں قیدیوں کی آنکھیں نکال لوں۔" یہ کہہ کر یوسف نے اپنی بغل سے سرخ رنگ کا شاہی فرمان جیسا کہ بہمنی سلاطین میں مروج تھا نکال کر چوکیداروں کو دکھایا وہ یہ فرمان دیکھ کر خاموش ہو گئے اور یوسف کو اندر جانے کی اجازت دے دی یوسف پہلے دروازے سے نکل کر دوسرے دروازے پر پہنچا اس دروازے کے دربانوں نے بھی اسے روکا تو یوسف نے وہی جعلی فرمان ان کو بھی دکھا دیا لیکن یہ دربان یوسف کو اندر جانے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ ہوئے اور کہا کہ ایسے امور کی انجام دہی کے لیے کوتوال شہر کے پروانے کی ضرورت ہوتی ہے

besturdubooks.wordpress.com

سے شور و غل کی آوازیں آنے لگیں یوسف فوراً قید خانے کے اس حصے میں پہنچا جہاں ملک کے ممتاز اور نمایاں لوگوں کو نظر بند کیا گیا تھا اس نے شاہ حبیب اللہ کی زنجیر توڑ ڈالی یہ عالم دیکھ کر شہزادہ یحییٰ خاں اور حسن خاں نے نیز جلال الدین خاں بخاری نے بھی بڑی منت و سماجت کے ساتھ یوسف سے درخواست کی کہ ان کی زنجیروں کو بھی توڑ ڈالا جائے یوسف نے ان لوگوں کو بھی رہا کر دیا اور دیگر قیدیوں سے جو دارالامارت کے پاس نظر بند تھے کہا۔ "جو شخص ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو وہ اپنی زنجیر توڑ ڈالے اور شاہی دروازے پر ہم سے آکر مل جائے۔"

یوسف نے شہزادہ حسن خاں اور قید خانے کے دوسرے معزز اور ممتاز قیدیوں کو اپنے ساتھ لیا اور شاہی محل کے دروازے پر ایک پہر رات تک کھڑا رہا قیدی جن میں عالم' فاضل' سید' فقیر' الغرض ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لوگ شامل تھے تعداد میں سات ہزار تھے ان سب لوگوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جوق در جوق اپنے آپ کو زنجیروں سے چھڑا کر یوسف کے گرد شاہی محل کے دروازے پر جمع ہونے لگے ان قیدیوں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو لکڑی اور پتھر سے جنگ کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

اسی اثنا میں کوتوال شہر کو حالات کا علم ہوا وہ فوراً شاہی محل کی طرف دوڑا قیدیوں نے بڑی دلیری سے کام لیا اور کوتوال کو پتھر اور لکڑی مار مار کر بھگا دیا۔ اس رات ہر شخص ایک علیحدہ گوشے میں قیام پذیر ہوا لیکن جلال خاں بخاری جو اس وقت تک زندگی کی اسی منزلیں طے کر چکا تھا اور شہزادہ یحییٰ خاں بن سلطان علاؤ الدین کسی نہ کسی طرح کوتوال شہر کے ہتھے چڑھ گئے کوتوال نے بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

شہزادہ حسن کا عزم تسخیر قلعہ ارک

شہزادہ حسن خاں اور شاہ حبیب اللہ ایک حجام کے گھر میں چھپ گئے۔ یہ حجام شاہ صاحب کا قدیم نمک خوار تھا' یہاں دونوں نے ہمایوں شاہ کے ظلم و ستم کو دیکھتے ہوئے' ملک میں ایک پر امن حکومت قائم کرنے کے مشورے کیے۔ دونوں فقیروں اور درویشوں کے ایک گروہ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ سپاہیوں کے گروہ کے گروہ ان کے پاس آ آ کر جمع ہونے لگے۔ یوسف ترک نے بھی شہزادہ حسن کا ساتھ دیا اور اس سے آملا۔ یہ سب لوگ دارالسلطنت کے سب سے خوبصورت باغ میں جو احمد آباد بیدر سے تین کوس کے فاصلے پر واقع تھا' قیام پذیر ہوئے۔ بعد ازاں تین ہزار سواروں اور پانچ ہزار پیادوں کا ایک عالی شان لشکر لے کر قلعہ ارک بیدر فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

ان لوگوں پر یہ پوری طرح واضح ہو گیا کہ ارک کا فتح کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ کیونکہ اہل قلعہ نے اپنے آپ کو بہت اعلیٰ طریقے سے مستحکم کر رکھا ہے۔ ان لوگوں نے کوشش کی لیکن اہل قلعہ کی مدافعت نے ان کو مایوس کر دیا۔ لہٰذا یہ لوگ قلعے کی تسخیر کا خیال ترک کر کے قصبہ بئیر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ملک کے اس حصے پر قابض ہو سکیں۔

ہمایوں کی بیدر میں آمد

یوسف ترک امیرالامراء مقرر ہوا۔ شاہ حبیب اللہ وزارت اور جمعیۃ الملکی کے منصب پر فائز ہوئے اور حسن خاں اور اس کے حاشیہ نشین لشکر کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ہمایوں شاہ کو' جس کے ظلم و ستم اور ظالمانہ عادات ملک دکن میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب یہ تمام حالات معلوم ہوئے' تو وہ اس وقت تلنگانہ میں تھا یہ خبریں سنتے ہی وہ جلد از جلد بیدر پہنچا۔ اس نے بیدر میں پہنچتے ہی سب سے پہلے ان تین ہزار سپاہیوں کو جو شہر کی حفاظت کے لئے مقرر تھے' طرح طرح کے عذاب سے لقمہ اجل بنایا۔ کوتوال شہر کو لوہے کے ایک بہت بڑے پنجرے میں قید کر دیا۔ ہمایوں شاہ ہر روز کوتوال کے جسم کا ایک حصہ کاٹ کر اسے کھانے کے لئے دیتا آخر کار کوتوال اس وحشت و بربریت کی تاب نہ لا کر مر گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بھائیوں میں جنگ اور حسن خاں کی فتح

اس کے بعد ہمایوں شاہ نے آٹھ ہزار سوار اور ان گنت پیادے اپنے بھائی حسن خاں کے مقابلے کے لئے روانہ کیے۔ فریقین میں، بیٹر کے جنگل میں، خانقاہ کے قریب زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں، شاہ حبیب اللہ کی کوششوں سے، شہزادہ حسن خاں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ عالم دیکھ کر ہمایوں شاہ کا غصہ اپنے شباب پر آگیا اور اس نے ان تمام امراء اور سلحداروں کو، جو تلنگانہ کی مہم میں اس کے ساتھ تھے، خزانے اور جنگی ہاتھیوں کے ساتھ بیٹر کی طرف روانہ کیا۔

دوسرا معرکہ اور حسن خاں کا فرار

ہمایوں شاہ نے ان امراء کے اہل و عیال کو موکلوں کے سپرد کر دیا تاکہ کہیں یہ امراء حسن خاں کے ساتھ ساز باز نہ کر لیں۔ دونوں بھائیوں میں گھمسان کا رن پڑا، حسن خاں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر بیجاپور کی طرف فرار ہو گیا۔ وہ انتہائی خستہ حالی میں پریشانی کے عالم میں سات یا آٹھ سو سواروں کے ساتھ بیجاپور کے قریب جا پہنچا۔ اس علاقے کا تھانیدار سراج خاں جنیدی تھا جو بعد میں ہمایوں شاہ کا ملازم ہو کر، خواجہ معظم خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ سراج خاں نے حسن خاں کے ساتھ دغا بازی کی اور اسے پیغام دیا۔ "اس سارے ملک کو آپ اپنا ملک تصور کیجے چونکہ اس علاقے کا طرفدار خواجہ کاواں ان دنوں تلنگانہ میں ہے اور یہ ملک دشمن سے بالکل خالی ہے، لہٰذا اگر آپ یہاں قیام پذیر ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ بیجاپور رائچور اور مدگل کی تمام رعایا اور فوج آپ کا پورا پورا ساتھ دے گی اور آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے گی یہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا فرض سمجھیں گے۔"

سراج خاں جنیدی کی عیاری

شہزادہ حسن خاں نے، شاہ حبیب اللہ اور اپنے دیگر سات، معتمد امراء کے مشورے سے سراج خاں جنیدی کی درخواست قبول کر لی، اور بیجاپور کے کچے قلعے میں مقیم ہوا۔ سراج خاں نے ان لوگوں کی بہت خاطر و مدارات کی اور دعوت و اظہار خلوص میں کسی قسم کی کمی نہ کی۔ ان لوگوں نے جلال خاں پر پورا بھروسا کر لیا اور غافل ہو گئے۔ شام کے وقت جلال خاں، سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آیا اور اس محل کا، کہ جس میں یہ سب لوگ قیام پذیر تھے، محاصرہ کر لیا۔ سراج خاں نے یہ ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے دوسرے روز ہمایوں شاہ کے پاس بھجوا دیا جائے۔

حسن خاں وغیرہ کی گرفتاری

شاہ حبیب اللہ نے جب یہ عالم دیکھا تو انہوں نے اپنا ترکش سنبھال لیا اور حریف سے لڑائی شروع کر دی، وہ اس قدر لڑے کہ آخر کار شہید ہو گئے۔ سراج خاں نے شہزادہ حسن، یوسف ترک اور ان کے دوسرے ساتھیوں اور ہمدردوں کو یہاں تک کہ بہشتیوں اور فراشوں کو بھی قید کر لیا۔ اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ کر دیا، ہمایوں شاہ کی ظالمانہ سرشت جوش پر آ گئی۔ اس نے حکم دیا کہ بیدر کے بازار میں جگہ جگہ پھانسیاں لٹکا دی جائیں اور وہاں مست ہاتھیوں اور دوسرے طرح طرح کے درندوں کو کھڑا کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ گرم پانی اور جلتے ہوئے تیل کے کڑاہے بھی تیار رکھے جائیں۔

ظلم و ستم کی گرم بازاری

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور ہمایوں شاہ اپنے دیوان خانے میں بالا خانے پر نظارہ کرنے کے لئے آ بیٹھا سب سے پہلے شہزادہ حسن کو شیر کے سامنے پھینکا گیا۔ اس سفاک درندے نے شہزادے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس کے بعد یوسف ترک اور اس کے ساتوں ساتھی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

تہذیب کے منافی ہے۔ ان لوگوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے گئے' سختیاں کی گئیں اور ان خاص طریقوں سے جو ہمایوں شاہ کی اپنی ایجاد تھے ان بیچاروں پر آفتیں ڈھائی گئیں' عورتوں' بچوں اور بوڑھوں الغرض سبھی کو موت کے گھاٹ اتارا گیا اپنے طرز عمل سے گویا ہمایوں شاہ نے ضحاک اور حجاج کے کارناموں کو بھی مات کر دیا۔

اس کے بعد ہمایوں شاہ شہزادہ نے حسن خاں کے متعلقین اور مقربین کو شاہی بازار میں بلوایا یہ سب ایسے لوگ تھے کہ جن کا گزشتہ واقعات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ تعداد میں سات سو تھے' اور ان میں باورچی اور فیلبچی وغیرہ بھی شامل تھے' ان میں سے بعضوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا' بعضوں کو شیروں اور ہاتھیوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کیا گیا' بعضوں کو دیگوں میں ڈال کر بھونا گیا۔ بعضوں کو چاقو اور دستہ سے مارا گیا' اور بعضوں کے اجسام ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں سپرد اجل کیا گیا۔

ہمایوں شاہ کا غصہ

"تاریخ محمود شاہی" کے مولف نے بیان کیا ہے کہ میں نے ہمایوں شاہ کے خاص ندیم اور شاہی مقرب کی زبانی سنا ہے کہ جس زمانے میں ہمایوں شاہ نے ورنگل کے شہزادہ حسن کی بغاوت کی خبر سنی تو اس پر ایسا غصہ طاری ہوا کہ وہ اس جنون و وحشت میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگتا۔ کبھی زمین کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر دباتا' یہاں تک کہ ہونٹ اور منہ زخمی ہو جاتا۔ ہمایوں شاہ نے ورنگل سے بیدر پہنچ کر جو کچھ کیا اور جس انداز سے ظلم و ستم کا بازار گرم کیا اس کی نظیر قدیم ظالموں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اس کی تلوار کے سامنے اپنے اور پرائے میں کوئی فرق نہ تھا جو سامنے آتا مارا جاتا' اس سفاک کے مقابلے پر اگر حجاج کو نوشیرواں عادل سے نسبت دی جائے تو کچھ نامناسب نہ ہوگا۔

شہزادہ حسن کے واقعے نے ہمایوں شاہ کو کچھ ایسا دیوانہ بنا دیا تھا کہ اس نے ان شہزادوں میں سے اکثر کو' جو ملک کے وارث تھے اور قلعوں اور دوسری جگہوں پر قناعت اور بے فکری کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے' موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہمایوں شاہ پر حکمرانی کا کچھ ایسا بھوت سوار ہوا کہ وہ تمام خلق خدا سے بدگمان ہو گیا۔ اس کی بے رحمی اور ظلم و ستم میں کسی طرح بھی کمی نہ ہوتی تھی۔ اس کی تلوار سے' مسلم' غیر مسلم اور بے گناہ کوئی محفوظ نہ تھا سبھی اس کے ظلم و تشدد کی بھینٹ چڑھتے تھے۔ اس کے قہر و غضب کا یہ عالم تھا' کہ اگر کسی قصبہ میں سے کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہوتا تو سارا قصبہ تباہ کر دیا جاتا اس کے غصے کی آگ' خشک و تر سبھی کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی۔

ہمایوں شاہ نے لوگوں کے اہل و عیال کو بھی اپنا نشانہ' ستم بنایا اور اپنی نفسانی خواہشات کے لئے بھی مظالم ڈھائے کبھی ایسا ہوتا کہ اس کے حکم سے کوئی دلہن راستے ہی میں پکڑ کر اس کے محل میں پہنچا دی جاتی۔ اور پھر دوسرے دن اپنے شوہر کے گھر روانہ کی جاتی اہل حرم کو بھی "جرم بے گناہی" کی پاداش میں قتل کیا جاتا۔ حکومت کے امیر وزیر اور ملازم جب کبھی بادشاہ کو سلام کرنے کے لئے جاتے تو وہ اپنے بیوی بچوں سے رخصت ہو کر دیوانخانے میں آتے تھے' اپنے بچوں اور متعلقین کو وصیتیں کرنے کے بعد ہی لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

ہمایوں شاہ ابھی ظلم و ستم میں مصروف ہی تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کیا اور ہمایوں شاہ بیمار پڑ گیا۔ ہمایوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی یہ بیماری مرض الموت کے سوا کچھ اور نہیں اس نے اپنے بڑے بیٹے نظام شاہ کو' جو اس وقت آٹھ سال کا تھا' اپنا ولی عہد مقرر کیا' خواجہ جہاں کو قلعہ سے آزاد کر کے اور ملک التجار کو تلنگانہ سے بلوایا اور ان دونوں کو اپنی وصیت سے آگاہ کیا۔ خواجہ جہاں سے بڑھ کر کوئی با اعتبار امیر موجود نہ تھا اس لئے اسے وکیل السلطنت اور ملک التجار کو وزیر مقرر کیا گیا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو یہ تاکید کی وہ کبھی کوئی کام شاہزادے کی مرضی کے بغیر نہ کریں۔ آخر کار ہمایوں شاہ کے دن پورے ہوئے ۲۸ ذیقعد ۸۶۵ھ کو اس کا انتقال ہوا اور یوں

urdubooks.wordpress.com

خدا کے بندوں نے اس سفاک کے ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

میرے نزدیک صحیح روایت یہ ہے کہ ہمایوں شاہ کو وصیت راس آئی اور اس نے مرض سے چھٹکارا حاصل کر لیا چونکہ ہمایوں کے ظلم کی وجہ سے سب لوگ اس سے نالاں تھے اس لئے چاہتے تھے کہ وہ مر جائے۔ حرم سرا کے داروغہ خواجہ سرا شہاب خاں نے حبشی لونڈیوں سے سازش کر کے اسے ختم کروا دیا۔ ہوا یوں کہ ایک رات ہمایوں شاہ شراب کے نشے میں دھت پڑا ہوا تھا کہ ایک کنیز نے لکڑی کی چوب اس کے سر پر ایسی لگائی کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ مشہور شاعر مولانا نظیری نے تاریخ وفات کہی۔ مولانا نظیری کو ملک التجار کی مہربانی سے "ملک الشعراء" کا خطاب ملا تھا اور وہ شاہ حبیب اللہ کے زندانی ساتھیوں میں تھے ان دنوں وہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ہمایوں شاہ کی مدت حکومت تین برس چھ ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

نظام شاہ بہمنی

ملکہ جہاں کی دانشمندی

ہمایوں شاہ کے انتقال کے بعد اس کے خوبصورت اور حسین بیٹے اکبر شاہ نے' جس کی عمر صرف آٹھ سال تھی' عنان حکومت سنبھالی۔ نظام شاہ کی ماں بہت ہی ذہین اور عقلمند عورت تھی' اس نے مرحوم بادشاہ کی وصیت کے مطابق ملک کے ہر طرح کے حالات سے آگاہ ہو کر تمام امور کو خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار محمود گاواں کے مشورے کے مطابق انجام دینا شروع کر دیا۔ اس خاتون نے بہت عقل و دانشمندی سے مہمات سلطنت کو سرانجام دیا۔ متذکرہ بالا دونوں امیروں کے علاوہ کوئی اور شخص سلطنت کے کاموں میں دخل نہ دیتا تھا۔ ہمایوں شاہ کی وصیت کے مطابق ملک التجار محمود گاواں کو جمعیتہ الملک' وزیر کل اور بیجاپور کا طرف دار اور خواجہ جہاں ترک کو وکیل السلطنت اور تلنگانہ کا طرف دار بنایا گیا۔

ہر روز صبح کے وقت یہ دونوں امیر شاہی بارگاہ میں آتے اور ماہ بانو نامی ایک عورت کے ذریعے ملکہ جہاں سے سلطنت کے معاملات کے بارے میں بات چیت کرتے۔ آپس کی گفتگو سے جو کچھ طے پاتا اس کو عمل میں لانے کے لئے شہزادہ نظام شاہ کو باہر نکال کر تخت فیروز پر بٹھاتے۔ ملک التجار شہزادے کی داہنی طرف اور خواجہ جہاں ترک بائیں طرف کھڑا ہو جاتا اور اس طرح طے شدہ امور کو عمل میں لایا جاتا۔ الغرض ان تینوں کے باہمی مشورے سے حکومت کا کام بڑی خوش اسلوبی سے چلنے لگا اور ہمایوں شاہ کے عہد میں جو ظلم و ستم ہوا تھا اس کی تلافی ہو گئی۔

اوریا و اڑیسہ کے راجوں کی لشکر کشی

آس پاس کے علاقوں کے مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حکومت ایک نو عمر لڑکے کے ہاتھ میں ہے' نیز ہمایوں شاہ کے ظلم و ستم کی وجہ سے اہل لشکر و امراء وغیرہ کے دل چاک چاک تھے' اس لئے ہر ایک حکمرانی کے خواب دیکھنے لگا۔ سب سے پہلے تو اڑیسہ اور اوریا کے راجوں نے راجندری کے راستے سے لشکر کشی کر کے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ لوگ ایک عظیم الشان لشکر لے کر ملک السلام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور قتل و غارت گری کا ایسا بازار گرم کیا کہ سارے ملک کو ویران کر کے رکھ دیا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ کولاس کے علاقے تک آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

ملکہ جہاں' خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار نے ان مفسدوں کی شورش کو ختم کرنے کے لئے باہم مشورے کیے اور اس سلسلے میں ایسی باحوصلگی کے ساتھ متوجہ ہوئے کہ اپنے قدموں میں ذرا بھی لغزش نہ آنے دی۔ پایہ تخت سے ملک میں چاروں طرف فرامین روانہ کر کے فوج کو طلب کیا گیا۔ ان لوگوں نے تقریباً چالیس ہزار سوار بیدر میں جمع کر لیے اور ان کو ساتھ لے کر بڑے ترک و احتشام کے ساتھ' کہ جس کی مثال پہلے کے بادشاہوں میں نہیں ملتی' اڑیسہ اور اوریا کے راجہ کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ارکان نظام شاہی کا پیغام

احمد آباد بیدر سے دس کوس کے فاصلہ پر دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا' جنگ شروع ہو گئی۔ راجہ کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو مغلوب کر لیا جائے اور دکن کے فرمانروا سے خراج حاصل کر کے واپس لوٹا جائے۔ غیر مسلموں نے اپنے اس ارادے کا اظہار بھی نہ کیا تھا کہ نظام شاہ کے امراء اور وزراء نے اس کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ "ہمارے جواں بخت فرمانروا کا یہ ارادہ ہے کہ جاجنگر اور اڑیسہ پر حملہ

besturdubooks.wordpress.com

کرکے ان ممالک کو فتح کرلے۔ اس وقت تم نے خود ہی ہماری مشکلوں کو آسان کر دیا ہے اور اس طرف چلے آئے ہو۔ اگر تم نے خراج دینا قبول نہ کیا اور وہ تمام روپیہ جو تم نے مسلمانوں سے وصول کیا ہے واپس نہ دیا تو تمہیں تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور تمہارا ایک فرد بھی یہاں سے زندہ نہ جانے دیا جائے گا۔

معرکہ آرائی

یہ پیغام ارسال کرنے کے فوراً بعد ہی شاہ محب اللہ بن شاہ خلیل اللہ نے نظام شاہ کے لشکر سے ایک سو ساٹھ سواروں کو اپنے ساتھ لیا اور جہاد کی نیت سے رائے اوریا اور اڑیسہ کے مقدمہ لشکر پر' جو دس ہزار پیادوں اور چار سو سواروں پر مشتمل تھا' حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے سپاہی صبح سے لے کر دوپہر تک بڑی بہادری اور مردانگی سے دشمن کے بخیے ادھیڑتے رہے آخر کار مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

مسلمانوں کی فتح

اڑیسہ اور اوریا کے راجہ بھاگ کر اپنے لشکر سے جا ملے۔ یہ دونوں اس شکست سے بے حد آزردہ خاطر ہوئے اور اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر اپنی قیام گاہ سے رات کے وقت فرار ہو گئے۔ خواجہ جہاں ترک نے ان فراریوں کا تعاقب کیا' ملک التجار کاواں' نظام شاہ کو ساتھ لے کر' خواجہ جہاں ترک کے پیچھے آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔ روزانہ کوچ کے وقت تقریباً دو ہزار ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔ مسلمان انکی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی روا نہ رکھتے تھے آخر کار یہ راجہ ایک قلعے میں پناہ گزین ہو گئے۔ ان لوگوں نے اپنے قاصدوں کو ملک التجار کے پاس روانہ کیا اور بڑی عاجزی اور محبت سے بات چیت شروع کی۔ بہت ہی حیل و حجت اور قاصدوں کے بار بار آنے جانے کے بعد متذکرہ راجاؤں نے پانچ نقرئی سکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور اڑیسہ اور اوریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ نظام شاہ کامیاب و کامران' واپس احمد آباد بیدر میں آیا اور اس نے امراء اور فوجی سرداروں کو خلعت فاخرہ' تازی گھوڑوں اور مرصع کمر بندوں سے سرفراز کیا' اور انہیں ان کی جاگیروں پر روانہ کر دیا۔

نئے فساد

اسی زمانے میں سلطان محمود خلجی مالوی نے اپنے متعلقین اور رشتہ داروں یا نظام الملک غوری کے اکسانے پر اٹھائیس ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار تیار کرکے ملک دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ خاندیس کے راستے سے بہمنی ممالک میں داخل ہوا۔ جب اڑیسہ اور اوریا کے راجوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے تلنگانہ کے راجوں سے مل کر' ایک عظیم الشان لشکر مسلمانوں کے ملک کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ نظام شاہ کے امیروں نے بھی ان دشمنوں کو نیچا دکھانے کا انتظام کیا۔ تلنگانہ کے لشکر کو اس علاقے کے راجاؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے اسی ملک میں چھوڑا اور خود بیجاپور' برار اور دولت آباد کی فوج کو اپنے ہمراہ لے کر سلطان محمود خلجی سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

نظام شاہی لشکر کی ترتیب

قندھار کے قلعے کے قریب دونوں لشکروں میں آمنا سامنا ہوا اور ہر فریق معرکہ آرائی کے لئے تیار ہو گیا۔ بہمنی خاندان کا صاحب جمال اور خوبصورت بادشاہ' کم عمری کے باوجود ترکش کمر سے باندھ کر اور تلوار لٹکا کر بڑی چستی اور اطمینان کے ساتھ لشکر کی صفوں کو مرتب کرنے میں مصروف ہوا۔ میمنہ پر ملک التجار محمود کاواں کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ متعین کیا گیا' بادشاہ خود خواجہ جہاں اور اپنے کاکا سکندر خاں نظام ترک کے ساتھ قلب لشکر میں ٹھہرا جو گیارہ ہزار سواروں اور ایک سو ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود کے لشکر کی ترتیب

دوسری جانب سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کو اس انداز سے ترتیب دیا کہ میمنہ کی نگرانی اپنے بیٹے شہزادہ غیاث الدین کے سپرد کی اور چندیری کے حاکم مہابت خاں اور ظہیر الملک کو میسرہ پر متعین کیا' خود سلطان محمود اپنے چیدہ اور بہادر ترین سپاہیوں کے ساتھ قلب لشکر کے ساتھ کھڑا ہوا۔

جنگ

قصہ مختصر یہ کہ ابھی نقارہ جنگ کی آواز پوری طرح بلند بھی نہ ہوئی تھی کہ ملک التجار محمود کاواں نظام شاہی لشکر کے میمنہ سے آگے بڑھا اور بہادری کے جوش میں مست ہو کر' بیجاپور کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر' دشمن کے میسرہ پر دھاوا بول دیا۔ مہابت خاں اور ظہیر الملک نے بڑی بہادری اور جان بازی کے ساتھ حملے کو روکا' لیکن محمود کاواں کی قوت کا وہ مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے فرار ہونے کے لئے پر تولنے لگے مگر محمود کاواں کے لشکریوں نے انہیں قتل کر دیا۔ نظام الملک ترک نے بھی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح نعرہ لگا کر شہزادہ غیاث الدین پر حملہ کر دیا' غیاث الدین میدان جنگ میں اپنے آپ کو پانچ سو بہادر سپاہیوں کے برابر سمجھتا تھا۔ وہ بہت سی لڑائیوں میں اپنے دشمنوں کو نیچا دکھا چکا تھا' اس وجہ سے اس کی بہادری اور شجاعت کی سارے ہندوستان میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ جس وقت لڑائی اپنے شباب پر تھی' اس وقت اتفاقاً شہزادہ غیاث الدین اور نظام الملک کا آمنا سامنا ہو گیا۔

یہ دونوں بے نظیر اور جواں ہمت بہادر ایک دوسرے کو پہچانے بغیر ہی ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور تلواریں چلنے لگیں۔ نظام الملک کی تلوار اس آویزش میں ٹوٹ گئی' اس کے ہاتھ میں صرف دستہ رہ گیا' لیکن اس نے ہمت نہ ہاری بلکہ بڑی حاضر دماغی اور چالاکی سے کام لیا اس نے تلوار کا دستہ غیاث الدین کے منہ پر اس زور سے دے مارا کہ غیاث الدین کی آنکھ زخمی ہو گئی اس میں سے خون بہنے لگا' اس کے بعد نظام الملک نے غیاث الدین کو گھوڑے سے نیچے گرا لیا اور اپنا گھوڑا اس پر دوڑا کر اس کا کام تمام کرنے ہی والا تھا کہ شہزادے کے ہمراہی سپاہیوں کی ایک جماعت نے وہاں پہنچ کر شہزادے کو اٹھا لیا اور بھاگ نکلے۔

محمود خلجی کی کم ہمتی

نظام شاہی لشکر نے فراریوں کا پیچھا کیا اور تقریباً دو کوس کے فاصلے تک ان کا پیچھا کرتے چلے گئے۔ اور دشمن کے سپاہی کو قتل کر کے چاروں طرف لاشیں ہی لاشیں بکھیر دیں۔ اس کے بعد دکنیوں نے دشمن کے لشکر کی طرف توجہ کی اور پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے۔ سلطان محمود خلجی نے جب اپنے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اس نے بھاگ کر مندور چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب اس کے اس ارادے کی خبر' اس کے ایک ہمراز درباری کو معلوم ہوئی تو اس درباری نے محمود خلجی کو سمجھایا اور میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔

ہاتھی کی مستی

اس وقت نظام شاہ کا جی چاہا کہ اپنی ذاتی شجاعت کے کچھ جوہر دکھائے۔ اس نے سلطان محمود خلجی کے خاصہ کی فوج پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ خواجہ جہاں نے بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور وہ خود دس ہزار بہادر سپاہیوں اور چند نامی گرامی ہاتھیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے سلطان محمود کے لشکر سے' جو بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا مقابلہ کیا۔ جب لڑائی جاری تھی اس وقت سلطان محمود نے سکندر خاں غلام ترک کے ہاتھی کے ماتھے پر ایک تیر مارا۔ سکندر خاں' خواجہ جہاں کے ساتھ مصروف جنگ تھا۔ ہاتھی تیر کھا کر بدک اٹھا اور بھاگ نکلا اور اس نے اپنے ہی لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو لقمہ اجل بنا دیا۔ اس موقع پر عین ممکن تھا کہ بادشاہ کو کوئی نقصان پہنچ جاتا۔

besturdubooks.wordpress.com

نظام شاہ کی بیدر کو روانگی

سکندر خاں غلام نے اپنی حماقت اور عاقبت نا اندیشی اور خواجہ جہاں کی مخالفت کا خیال کر کے سپاہیوں کو لڑائی کرنے کے لئے اکسایا۔ بلکہ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لے کر میدان جنگ سے باہر نکل گیا اور کچھ فاصلے پر جا کر لشکر کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب امیروں اور خاصہ کے لشکر نے شاہی کو کبہ کو اس جگہ پر نہ دیکھا تو وہ معرکہ آرائی سے بیزار ہو کر ایک ایک کر کے میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور نظام شاہ کو اپنے ساتھ لے کر سیدھے بیدر جا پہنچے۔

نظام شاہیوں کا فرار

خواجہ جہاں نے جب یہ دیکھا کہ میمنہ اور میسرہ کا لشکر تو اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر دشمن کی تباہی و بربادی میں مصروف ہے اور شاہی چتر بھی میدان جنگ میں موجود نہیں ہے۔ نیز قول کے لشکری آمادہ فرار ہیں تو اس نے میدان جنگ سے باہر نکل کر حسن تدبیر سے شاہی چتر کو اپنے قبضے میں کر کے احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ ملک التجار محمود گاواں اور دیگر دکنی اور حبشی امراء بھی ان حالات کو دیکھتے ہوئے میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور اس طرح ساری فوج بیدر پہنچ گئی۔

سکندر خان کی گرفتاری

سکندر خاں غلام ترک جو نظام شاہ کو تقریباً دو تین سو سواروں کے ساتھ میدان جنگ سے نکال کر لایا تھا اور اس وجہ سے سب لوگ اسے تحسین و آفرین کا مستحق سمجھتے تھے' وہ خواجہ جہاں سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ خواجہ جہاں نے سکندر خاں کو اس جرم پر کہ اس نے بے موقع و محل بادشاہ کو میدان جنگ سے باہر نکالا' گرفتار کر لیا اور اسے بہت ہی بے عزتی اور تذلیل کے ساتھ اپنے مکان سے باہر نکال کر موکلوں کے سپرد کر دیا۔ خواجہ جہاں کے اس سلوک سے تمام ترکی غلام چراغ پا ہو گئے انہوں نے آپس میں مل کر نظام شاہ کی والدہ ملکہ جہاں سے کہا۔ "ہم غلاموں نے آج تک آپ کی خیر خواہی کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب میمنہ اور میسرہ کی فوج دشمن کی تباہی و بربادی میں مصروف ہوئی۔ اور بادشاہ کے قریب کوئی سپاہی نہ رہا تو سکندر خاں نے مصلحت وقت کو دیکھتے ہوئے آپ کے بیٹے کو میدان جنگ سے باہر نکال لیا اور آپ کے سپرد کر دیا۔ اب بادشاہ کے کاکا کو گرفتار کر لیا گیا ہے' ایک ترک کا ایک مغل کے ہاتھوں اس ذلت و رسوائی کے ساتھ گرفتار ہونا بہت بڑی بدنامی کی بات ہے۔"

دکن کے باشندوں کو اپنے غلاموں سے بے پناہ محبت ہوتی ہے اس لئے ملکہ جہاں ترکوں کی بات سن کر بہت رنجیدہ ہوئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں مصلحتاً کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتی تم لوگ فکر نہ کرو میں آئندہ کبھی اس کی تلافی کر دوں گی۔ خواجہ جہاں کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو اس نے سکندر خاں کو ملکہ جہاں کے پاس بھیجدیا اور یہ عذر کیا کہ سلطان محمود خلجی جو ہمیشہ خواجہ جہاں سے خائف رہتا تھا' اس کی ناراضگی سے واقف ہو گیا ہے اور احمد آباد بیدر کو فتح کرنے کے لئے اپنے ملک سے روانہ ہو چکا ہے۔

سلطان محمود خلجی کا اقتدار

ملکہ جہاں' خواجہ جہاں کی عیاری سے اچھی طرح واقف تھی' اس سے ڈرتی تھی' اور مندرجہ بالا معرکے میں شکست کا سبب اسی کو سمجھتی تھی۔ ملکہ نے محمود گاواں سے مشورہ کر کے ارک کے قلعے کا نگران ملوخاں کو مقرر کیا اور خود تمام شاہی خزانوں' بیگمات' نظام شاہ اور محمود گاواں کے ساتھ فیروز آباد کی طرف روانہ ہوئی۔ سلطان محمود خلجی نے بڑی سہولت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر لیا اور سترہ دن کے اندر اندر قلعے پر قبضہ کر کے حصار کے اندر مقیم ہو گیا۔ محمود شاہ نے برار اور دولت آباد کے اکثر شہروں کو اپنی حکومت میں لے لیا اور

besturdubooks.wordpress.com

مالوی کے قبضے میں چلی گئی۔

محمود شاہ گجراتی کی آمد

اسی دوران میں اچانک محمود شاہ گجراتی' جو خود اس زمانے میں کم سن تھا' کا لشکر گجرات کی سرحد پر نمودار ہوا۔ جن دنوں نظام شاہ معرکہ آرائی کے لئے روانہ ہو رہا تھا' اس نے محمود گاواں کے مشورے سے محمود شاہ گجراتی کے نام خلوص و محبت کا ایک خط ارسال کیا تھا اور اسے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ نظام شاہ نے فیروز آبادی میں قیام کیا اور یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ مفرور سپاہی بھی اس کے ساتھ آ ملے ہیں' اس نے خواجہ جہاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ محمود شاہ خلجی کے مقابلے پر روانہ کیا۔ خواجہ جہاں ابھی رخصت ہوا ہی تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ محمود شاہ گجراتی اسی ہزار سواروں کے ساتھ آ گیا ہے۔

ملک التجار کی بیدر کو روانگی

ملکہ جہاں نے یہ خبر سنتے ہی محمود گاواں کو جس کی خوش اسلوبی اور حسن سلوک سے تمام لشکری بہت خوش تھے اور اس کو بہت چاہتے تھے' تقریباً پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ شہر کی راہ سے شاہ گجرات کے پاس روانہ کیا۔ محمود شاہ گجراتی نے اپنے بہت سے قابل اعتبار امراء کو بیس ہزار سواروں اور بے شمار آلات حرب کے ساتھ حریف کی مدافعت کے لئے محمود گاواں کے ساتھ روانہ کیا۔ محمود گاواں نے دکن کے چاروں طرف اپنے قاصد روانہ کیے اور کچھ دنوں میں چالیس ہزار دکنی اور گجراتی سواروں کا ایک جرار لشکر تیار کر کے احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی شہر کے اندر قیام پذیر تھا' ان دنوں وہ ارک کا قلعہ تسخیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا' نیز اپنا سامان درست کرنے میں مصروف تھا۔ قلعہ حاصل کرنے کے لئے وہ ہر روز طوخاں سے معرکہ آرائی کرتا تھا۔ محمود خلجی کو جب ملک التجار کی آمد کی خبر ملی تو وہ بہت ہراساں ہوا اور بیدر سے مندو کی طرف بھاگ نکلا' بالکل اسی طرح جیسے کوئی پرندہ پنجرے سے آزاد ہو کر بھاگتا ہے۔ ملک التجار نے دس ہزار دکنی سواروں کا ایک لشکر برار کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر کے مالویوں کو آنے جانے کا موقع نہ دیں اور وہ خود بھی دس ہزار دکنیوں اور بیس ہزار گجراتیوں کی ایک جمعیت لیکر سلطان محمود خلجی کے قریب ہی قندھار اور بیٹر کے درمیانی علاقے میں مقیم ہوا۔

سلطان محمود خلجی کی فوج کی بدحالی

ملک التجار نے اپنے دشمن کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ اور اس کی فوج کو چاروں طرف برباد کرنا شروع کر دیا۔ غلہ اور دیگر سامان ضرورت حاصل کرنے کی تمام راہیں بند کر دیں۔ سلطان محمود خلجی کے پاس' صحیح روایت کے مطابق بیس ہزار سواروں کا لشکر تھا' وہ لڑنے کے لئے تیار ہوا۔ مگر ملک التجار نے لڑائی نہ کی بلکہ اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہا۔ اسی کاروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ سلطان محمود کی فوج میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ مندو کے قریب خیموں میں بیٹھے ہوئے لشکری بھوک سے تنگ آ کر آہ و زاری کرنے لگے' سلطان محمود خلجی نے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو اس نے تن تنہا فرار ہونے کی سوچی' وہ تمام ہاتھی جنہیں وہ اپنے ساتھ نہ لے جا سکتا تھا' ان کو اندھا کر دیا گیا۔ اور شاہی اسباب اور اسلحہ وغیرہ کو نذر آتش کر دیا گیا۔ سلطان محمود خلجی نے جب یہ دیکھا کہ مندو کے تمام براہ راست اور پرامن راستوں پر حریف کا قبضہ ہے تو وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر گونڈواڑہ کے راستے سے روانہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی کا فرار

محمود گاواں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ان فراریوں کا پیچھا کیا اور ان کی تاراجی و بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ سلطان محمود خلجی کے ساتھ گونڈواڑہ کا مکھیا بھی تھا۔ سلطان نے اس سے کہا۔ "کوئی ایسا راستہ بتاؤ کہ ہمارا لشکر باسانی سفر طے کر سکے اور دکنیوں کے ظلم

besturdubooks.wordpress.com

و ستم سے محفوظ رہے اور تجھ پر بھی کوئی آنچ نہ آئے۔" یہ کھیا سلطان سے انتقام لینے کے درپے تھا للذا اس نے کہا "اس علاقے میں ایسا کشادہ راستہ کوئی نہیں ہے کہ جس سے انسان اور جانور بہ آسانی گزر سکیں۔ ہاں ایک ایسی راہ ضرور ہے کہ جس سے ہم سفر طے کر سکتے ہیں' لیکن اس راہ میں چاہ ہاروت کی طرح ایسے کنوئیں ہیں کہ جن میں پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔"

راستے کی مشکلیں

سلطان محمود خلجی' ملک التجار کے تعاقب کرنے کی وجہ سے بہت حواس باختہ ہو رہا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر ایلچپور اور اکل کوٹ کی راہ اختیار کی اور کہا۔ "کوئی دشوار گزار راستہ اختیار کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم کوئی آسان اور کشادہ راستہ اختیار کریں کہ جس پر دشمن کا قبضہ ہو اور وہ ہم کو مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کر دے۔" قصہ مختصر یہ کہ پہلے روز پانی کی کمی' ہوا کی تپش اور راستے کی مشکل کی وجہ سے تقریباً پانچ چھ ہزار افراد لقمہ اجل ہوئے۔ دوسرے روز اس علاقے کے باشندوں یعنی کونڈوں نے' ان لوگوں کی مجبوری اور غریب الوطنی سے فائدہ اٹھا کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' اور انہیں ایک دوسری مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ ان لوگوں نے اپنے مال و اسباب کو اپنی جان پر سے صدقے کر دیا اور اپنی تمام دولت جنگلی اور پہاڑی علاقے میں قزاقوں کے آگے پھینکنے لگے۔ پانی اس قدر نایاب تھا کہ ایک پیالہ دو تنکے نقرئی میں بکنے لگا' لیکن اس کے باوجود بھی پانی ضرورت کے مطابق نہ ملتا تھا۔

الغرض سلطان محمود خلجی ہزار ہا مصیبتیں اور پریشانیاں اٹھا کر اس جنگل سے باہر نکلا' باہر نکل کر اسے معلوم ہوا کہ کنوؤں کو پوشیدہ کرنا اور راستوں میں ڈاکوؤں کو کھڑا کرنا' کونڈواڑہ کے مقدم کی حرکت ہے۔ محمود خلجی نے فوراً مقدم کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس مقدم کو جب اس حکم سے آگاہی ہوئی تو اس نے بادشاہ کو ایک بڑی سی گالی دے کر کہا۔ "میں نے تو شاندار انتقام لیا ہے۔ اگر بادشاہ ہزار ہا افراد کی جانوں کے عوض ایک میری گردن مارے گا تو اسے کیا ملے گا۔ میرے بیٹوں کو خدا رکھے میں پھر ان کی اولاد کی صورت میں دنیا میں آجاؤں گا۔" اس مقدم کی اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کونڈواڑہ کے ہندو بھی دیگر بت پرستوں کی طرح عقیدہ تناسخ کے قائل ہیں اور اسی سبب سے وہ اپنے قتل سے ڈرتے نہیں ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمی مر کر بالکل فنا نہیں ہو جاتا' انسان مر کر دنیا میں دوبارہ آتا ہے' خواہ کسی بھی چیز کے بھیس میں آئے' لیکن اس کی حالت اس جنم کی حالت سے کہیں بہتر ہوتی ہے۔

محمود خلجی کا کردار

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان محمود خلجی نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر کے وہاں کی عمارتوں کو نذر آتش کر دیا اور رعایا کو بہت بری طرح تباہ و برباد کیا اور طرح طرح کے مصائب کے دروازے کھول دیئے۔ اس کے بعد دکن کے دوسرے علاقوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور رعایا کی دلجوئی اور ملک کی خوشحالی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان محمود کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے لباس اور غذا کے لئے کام کرتا اور بڑے حلال اور جائز طریقے سے اپنی ضروریات پوری کرتا۔ وہ جائز طریقے سے حاصل کیا ہوا چاول' گھی' گیہوں اور کپڑا سفر میں اپنے ساتھ رکھتا اور لکڑی کے تختوں پر بوئی ہوئی سبزیاں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھیں۔

مولانا شمس الدین کی حق گوئی

جب سلطان محمود خلجی کو احمد آباد بیدر میں قیام کرتے ہوئے کافی دن ہو گئے تو اس نے مولانا شمس الدین حق گوئے کرمانی سے' جو شاہ خلیل اللہ کے مقبرے کے مجاور تھے۔ ملاقات کی اور ان سے کہا "میرے پاس ترکاری ختم ہو گئی ہے اور اس سے بہت پریشانی ہے۔ ان تختوں کے اوپر' اس قدر ترکاری پیدا کرنا جو شاہی باورچی خانے کے لئے کافی ہو' بہت مشکل ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس حلال کے روپے سے خریدی ہوئی زمین موجود ہو تو مجھے بتایئے تاکہ میں اسے اچھی قیمتیں دے کر سبزیاں خرید لوں۔" یہ بات سن کر مولانا شمس الدین حق

besturdubooks.wordpress.com

کو' تباہ و غارت کرنا' ان کے گھروں اور آبادیوں کو ویران کرنا اور اس کے باوجود کپڑے اور ترکاری وغیرہ کی خرید و فروخت کے سلسلے میں حلال و حرام کا خیال رکھنا حماقت نہیں ہے تو کیا ہے؟ یہ سب کچھ خدا ترسی سے بہت دور ہے۔" یہ سن کر بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا آپ سچ کہتے ہیں' لیکن جہان بانی اور ملک گیری ان باتوں کے بغیر بہت مشکل ہے۔"

ملک عرب کا ایک قصہ

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس حکایت کے مماثل ایک دوسرا قصہ "فتوحات" یا کسی دوسری کتاب میں دیکھا ہے جو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ملک عرب میں یحییٰ بن نعمان نامی ایک بادشاہ تھا اس کے عہد حکومت میں ابو عبد اللہ نامی ایک بزرگ تھے' جنہوں نے دنیا میں اور اہل دنیا سے ہر قسم کے تعلقات قطع کر کے گوشہ نشینی اور فقیری کو اپنا لیا تھا۔ ایک دن یحییٰ بن نعمان کا گزر ایک ایسے راستے سے ہوا کہ جس پر شیخ ابو عبد اللہ بھی اپنے مریدوں کے ہمراہ گزر رہے تھے۔ شیخ صاحب نے بادشاہ کو سلام کیا بادشاہ نے سلام کا جواب دے کر ان سے پوچھا۔ "میرے بدن پر جو ریشمی لباس ہے اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟" یہ سن کر شیخ صاحب مسکرا دیئے اور کہنے لگے۔ "تیرا حال بالکل اس شخص جیسا ہے کہ جو سر سے لے کر پاؤں تک نجاست و غلاظت میں ملوث ہو' لیکن پیشاب کی چھینٹ سے پرہیز کرتا ہو' تیرا پیٹ حرام کے لقموں سے بھرا ہوا ہے' تیری گردن پر خلق اللہ پر ظلم ڈھانے کا طوق ہے۔ اور تو ریشم اور نماز کے مسئلے کو دریافت کرتا ہے۔" یہ سچی بات سن کر یحییٰ بن نعمان رو دیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر شیخ کا ہاتھ چوم لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بادشاہت ترک کر دی اور اپنی باقی زندگی شیخ صاحب کی خدمت میں بسر کر دی۔

احمد آباد بیدر کی تعمیر نو

قصہ مختصر جب سلطان محمود خلجی مندو واپس چلا گیا تو نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط روانہ کیا اور بہت سے تحفے اور ہدیے اور کئی ہاتھی اپنے خاص مصاحبوں کے ہاتھ ارسال کیے اور زحمت دینے کی معذرت چاہی۔ محمود شاہی گجرات واپس چلا گیا نظام شاہ احمد آباد بیدر واپس آیا اور شہر کو از سر نو تعمیر کر کے آباد کرنے لگا کچھ ہی عرصے میں احمد آباد بیدر پہلے کی طرح آباد شہر بن گیا۔

محمود خلجی کا نیا حملہ

سلطان محمود خلجی کو ملک التجار محمود گاواں سے بڑی سخت دشمنی ہو گئی تھی اس لئے اس نے دوسرے سال یعنی ۸۶۷ھ میں حسب روایت نظام الدین احمد' نوے ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکن پر حملہ کیا نظام شاہ نے بھی لشکر تیار کروایا اور مقابلے کے لئے نکل پڑا۔ اس نے محمود شاہ گجراتی سے بھی مدد طلب کی۔ محمود شاہ نے بغیر کسی قسم کی تاخیر کے اپنے لشکر تیار کیا اور سلطان پور کی طرف چل پڑا اور راستے ہی میں محمود خلجی کو گھیر لیا۔ محمود خلجی اس مرتبہ بھی گونڈواڑہ کے راستے مندو چلا گیا اس کی روانگی کے بعد دونوں خوبصورت اور یوسف جمال فرمانروا ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو تحفے تحائف دے کر رخصت ہوئے۔

بہمنی خاندان کا یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی پہلی بیوی "ملکہ جہاں" کے خطاب سے سرفراز ہوتی تھی اور اس کے لئے یہ ضروری ہوتا تھا کہ وہ بہمنی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ نظام شاہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے اپنے ایک عزیز کی لڑکی کا انتخاب کیا۔ نظام شاہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور ایک عظیم الشان جشن مسرت کا انعقاد کیا گیا' لیکن افسوس کہ شب زفاف کو' جب کہ ساری دنیا عیش و عشرت میں مصروف تھی' اور ہر گھر عشرت کدہ بنا ہوا تھا' دفعتاً شاہی محل سے آدھی رات کے وقت رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں اور یہ معلوم ہوا کہ نظام شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دوسرے کے لئے اپنا تخت خالی کر دیا۔ یہ حادثہ ۱۳ ذیقعد ۸۶۸ھ کو وقوع پذیر ہوا۔

نظام شاہ کی مدت حکمرانی دو سال ایک ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد شاہ ثانی بن ہمایوں شاہ ظالم

مورخین کا بیان ہے کہ ہمایوں شاہ ظالم نے ملکہ جہاں (والدہ نظام شاہ) کے بطن سے تین بیٹے یادگار چھوڑے۔ ان تینوں کے نام یہ ہیں (۱) نظام شاہ (۲) محمد شاہ (۳) احمد شاہ بڑے بیٹے نظام شاہ نے عنفوان شباب ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور محمد شاہ نو سال کی عمر میں بہمنی تاج و تخت کا مالک ہوا۔

تعلیم و تربیت

محمد شاہ کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں' نظام شاہ کے عہد حکومت کی طرح' خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار محمود گاواں' نظام شاہ کی والدہ کے مشورے سے حکومت و سلطنت کے امور کی انجام دہی کرتے تھے۔ ہمایوں شاہ ظالم کا سب سے چھوٹا لڑکا عمدہ پرگنوں کا جاگیردار مقرر ہو کر اپنے بھائی محمد شاہ بادشاہ کا ہم نشین ہوا خواجہ جہاں نے محمد شاہ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ کی اور ملکہ جہاں کے مشورے سے اسے حیدر خاں شوستری کے حوالے کیا جو اپنے زمانے کا زبردست عالم اور پرہیزگار شخص تھا۔

علم و ذکاوت

محمد شاہ تعلیم حاصل کرنے اور مختلف علوم میں تربیت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور کچھ ہی عرصے میں اچھی خاصی استعداد علمی بہم پہنچالی نیز خوشخطی میں بھی مہارت پیدا کر لی' بہمنی خاندان میں فیروز شاہ کے بعد محمد شاہ جیسا صاحب علم فرمانروا پھر پیدا نہیں ہوا خواجہ جہاں ترک تزک و احتشام کے ساتھ امور سلطنت کو انجام دیتا تھا اور ملک کے کسی دوسرے آدمی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس نے قدیم امیروں سے اکثر پرگنے حاصل کر کے خودساختہ نئے امیروں کے حوالے کر دیئے اور شاہی خزانے کو حسب خواہش صرف کرنے لگا۔

خواجہ جہاں ترک کا اقتدار

خواجہ جہاں ترک نے اپنا یہ شعار بنا لیا تھا کہ وہ شاہی خدمت کو بغیر کسی شرکت کے سرانجام دیا کرتا تھا محمود گاواں اس زمانے میں سلطان محمود خلجی کو دکن کی حدود سے باہر نکال دینے کے بعد پہلے سے کہیں زیادہ شان و شوکت کا مالک ہو گیا تھا۔ اسے بھی خواجہ جہاں ترک کسی سلسلے میں دخل دینے نہ دیتا تھا اور اسے اکثر و بیشتر سرحدی مہمات پر روانہ کرتا رہتا تھا۔

محمد شاہ کی والدہ' ملکہ جہاں بڑی عقلمند اور دور اندیش عورت تھی' وہ خواجہ جہاں ترک کا چلن دیکھ کر دل ہی دل میں خائف ہوئی اور اس نے محمد شاہ کو بھی خواجہ جہاں ترک کی بری نیت سے آگاہ کر دیا۔ اور اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ جب دوسرے دن صبح کے وقت خواجہ جہاں شاہی دربار میں آئے اور ملکہ جہاں اسے تنہا ہی بادشاہ کے پاس بھیجے تو محمد شاہ اسے بغیر کسی حیل و حجت کے فوراً قتل کروا ڈالے۔

خواجہ جہاں ترک کا قتل

اس بات چیت کے دوسرے روز جو ۸۰۰ھ کا کوئی دن تھا' خواجہ جہاں ترک بڑی شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ بادشاہی دیوان خانے میں آیا' اس نے خلاف معمول دیوانخانے میں نظام الملک کے ساتھ نوجوان کی ایک مسلح جماعت دیکھی تو اسے تشویش لاحق ہوئی مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا مجبوراً بادشاہ کی خدمت میں دیوانداری میں مشغول ہوا اسی اثنا میں محل کے اندر سے دو معمر خواتین باہر آئیں اور

bestudubooks.wordpress.com

مخاطب ہوا اور کہا یہ شخص حرام خور ہے لہٰذا اس کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے-" نظام الملک خواجہ جہاں ترک کا دشمن تو تھا ہی' اس نے شاہی حکم کے ملتے ہی بلا تامل' خواجہ جہاں کو ہاتھ سے پکڑا اور باہر لے گیا- وہاں اس نے تلوار کے کئی واروں سے خواجہ جہاں کا کام تمام کر دیا-

ملک التجار کی عزت افزائی

کچھ دنوں بعد سلطان محمد شاہ نے اپنی والدہ کے مشورے سے ملک التجار محمود گاواں کو خلعت خاص سے سرفراز کیا اور خواجہ جہاں کا خطاب عنایت کرکے اسے وکیل السلطنت اور امیر الامراء مقرر کیا ملک التجار نے اس طرح دنیاوی عزت و افتخار سے بہرہ ور ہو کر ساری دنیا میں شہرت حاصل کی' اسے تحریر و تقریر میں "مخدوم جہانیاں معتمد درگاہ سلطان آصف جم نشان امیر الامراء ملک نائب مخدوم خواجہ" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا-

محمد شاہ کی شادی

جب محمد شاہ کی عمر چودہ سال کی ہو گئی تو اس کی والدہ نے بہمنی خاندان کی ایک لڑکی سے اس کی نسبت قرار دی' ملک التجار کی نگرانی میں ایک جشن مسرت منعقد کیا گیا' کہ جس کا حال بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اور یوں بادشاہ کا نکاح کر دیا گیا- اس شادی سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ کی والدہ نے حکومت کے تمام امور و انتظامات بادشاہ کے سپرد کر دیئے اور خود عبادت و تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئی-

سلطان محمد شاہ کا معمول تھا کہ وہ اپنی ماں کے مشورے کے بغیر کسی اہم کام کو انجام نہ دیتا تھا اور ہر طرح اس کی تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا' وہ ہر روز اپنی ماں کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تھا- بادشاہ جب شادی کے ہنگامے سے فارغ ہوا تو اس نے مہمات سلطنت کی طرف توجہ کی' اس نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے اور ان کے ملکوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا-

کھترلہ کے قلعے کی فتح

بادشاہ نے نظام الملک کو برار کے لشکر کا سردار مقرر کیا اور اسے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ۸۷۲ھ میں کھترلہ کا قلعہ' جو حاکم مالوہ کے قبضہ میں تھا' فتح کرنے کے لئے روانہ کیا- نظام الملک نے وہاں پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ کی مدد کے لئے جو مندوی لشکر آیا تھا' اسے کئی بار شکست فاش دی- آخری بار راجپوت اور افغان سوار' جو تعداد میں بارہ ہزار تھے' بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ نظام الملک کے مقابلے پر آئے- قلعہ کے قریب ہی طرفین میں معرکہ آرائی ہوئی اور دونوں لشکروں کے سپاہیوں کی ایک بہت بڑی تعداد لقمہ اجل ہوئی' لیکن اس بار بھی خداوند تعالے کے حکم سے مالویوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا- اہل قلعہ میں سے جو لوگ باہر نکل کر معرکہ آرائی میں شریک ہوئے تھے وہ بھی شکست کھا کر واپس قلعے کے اندر چلے گئے' نظام الملک اور دیگر بہت سے دکنی سپاہی تلواریں ہاتھ میں لے کر اور سپروں کو بلند کیے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے بھاگے اہل قلعہ نے غلط فہمی کی بنا پر ان لوگوں کو بھی اپنے ہی آدمی سمجھا لہٰذا مالویوں کے ساتھ دکنی بھی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور شام کے وقت قلعے پر قبضہ کر لیا-

ایک دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب دشمن کے مفرور سپاہی قلعے کے پاس پہنچے تو دکنیوں نے ان کا پیچھا چھوڑ کر پہلے کی طرح قلعے کا محاصرہ کر لیا' اہل قلعہ نے مصائب سے تنگ آ کر بڑی عاجزی سے امان طلب کی اور قلعہ دکنیوں کے حوالے کر دیا- اہل دکن نے قلعے والوں کو کوئی جانی نقصان نہ پہنچایا البتہ انہیں قلعے سے نکل جانے کا حکم دے دیا اسی دوران میں دکن کے لوگوں کے نچلے طبقے نے اپنی عادت کے مطابق مالوہ کے لوگوں کو برے لفظوں میں یاد کیا- اس پر غیر مسلم راجپوتوں میں سے دو شخصوں نے اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنے کی ٹھانی' جب لوگوں کی بھیڑ ذرا چھٹی اور اہل مالوہ کے تمام لوگ' مرد اور عورتیں قلعے سے باہر نکل آئے...

besturdubooks.wordpress.com

راجپوت نظام الملک سے ہم کلام ہوئے۔

نظام الملک کا قتل

انہوں نے نظام الملک سے کہا "ہم نے اپنی تمام زندگی جنگ کے میدانوں میں گزاری ہے لیکن تم جیسا بہادر انسان ہم نے آج تک نہیں دیکھا' اگر تم اجازت دو تو ہم تمہارے پاؤں چومیں نظام الملک نے یہ دیکھ کر کہ یہ دونوں راجپوت نہتے ہیں' انہیں پاس بلا لیا۔ یہ دونوں پاؤں چومنے کا اظہار کرتے ہوئے نظام الملک کے پاس آئے۔ اور بڑی پھرتی سے انہوں نے قریب کھڑے ہوئے لوگوں سے خنجر اور تلوار چھین کر نظام الملک پر حملہ کر دیا اسے قتل کرنے کے بعد یہ دونوں دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس قدر لڑے کہ ہلاک ہو گئے۔

مالویوں کا قتل

نظام الملک کے دو بھائی تھے۔ ایک یوسف عادل سوائی اور دوسرا دریا خاں ترک' اول الذکر عادل شاہی خاندان کا مورث ہے اور دریا خاں اپنی بہادری اور جرات مندی میں بے نظیر تھا' نظام الملک کے ان دونوں بھائیوں نے یہ خیال کیا کہ نظام الملک کا قتل اہل قلعہ کی سازش کا نتیجہ ہے۔ لہذا انہوں نے اہل قلعہ کے پیچھے لشکریوں کی ایک جماعت روانہ کی۔ اہل قلعہ' قلعہ سے ایک کوس کے فاصلے پر بڑے آرام و اطمینان کے ساتھ مقیم تھے کہ مذکورہ بالا جماعت ان کے پاس جا پہنچی اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

عادل شاہ اور دریا خاں کا اعزاز

یوسف عادل اور دریا خاں کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔ اور انہوں نے بادشاہ کی ہمدردی اور بہی خواہی کے پیش نظر قلعے کو بہت زیادہ مستحکم و مضبوط کیا۔ انہوں نے پیادوں اور سواروں کے ایک گروہ کو قلعے کی حفاظت پر متعین کیا۔ اور خود بے شمار دولت اور نظام الملک کا جنازہ لے کر احمد آباد بیدر پہنچے۔ اور سارا مال غنیمت بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ کو ان دونوں کی یہ خدمت اور اطاعت گزاری بہت پسند آئی۔ لہذا اس نے ان دونوں کو یک ہزاری امیر مقرر کر کے' کھترلہ کا قلعہ اور اس کے مضافات کی جاگیرداری عطا فرمائی نیز انہیں اپنے مقرب امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔

حاکم مندو کا پیغام

مندو کے حاکم نے جب اہل دکن کی مستقل دشمنی کو دیکھا تو اس نے اپنے رویہ میں نرمی پیدا کر لی اور شریف الملک نامی ایک شخص کو بہت سے قیمتی تحفے تحائف دے کر محمد شاہ کے پاس روانہ کیا اور بادشاہ کو پیغام دیا کہ "سلطان احمد شاہ ولی بہمنی اور سلطان ہوشنگ نے آپس میں عہد کیا تھا کہ برار سلطان دکن کے قبضے میں رہے گا اور کھترلہ اور اس کے مضافات پر مندو کے حاکم کی نگرانی ہو گی۔ ان دنوں بہمنی امراء نے کھترلہ کے قلعے کو فتح کر لیا ہے۔ اگر آپ کوئی ایسی تدبیر عمل میں لائیں جس سے عہد شکنی نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے تو یہ آپ کی دینداری اور برادر نوازی سے کچھ دور نہیں ہے۔"

محمد شاہ کا جواب

سلطان محمد شاہ نے شیخ احمد صدر کو' جو بہت ہی نیک طبیعت اور پارسا انسان تھا۔ شریف الملک کے ساتھ مندو روانہ کیا اور سلطان مالوہ کو یہ پیغام دیا "محبت اور اتحاد باہمی کے راستے میں ہماری ثابت قدمی پہلے کی طرح ہے۔ ہمارے قرب و جوار میں کرناٹک کا ملک موجود ہے جس میں غیر مسلموں کے بہت سے قلعے موجود ہیں' جنہیں ہم باسانی فتح کر سکتے ہیں۔ ہمیں کھترلہ کے قلعے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے خاندان میں

besturdubooks.wordpress.com

غارت گری کا ایسا بازار گرم کیا کہ چنگیز کے کارنامے بھی مات ہو گئے۔ اس کے لشکر نے بھی کبھی اسلامی ممالک میں ایسی تباہی نہ مچائی تھی۔ بہر حال جو کچھ ہوا اس پر خاک ڈالو' ماضی کا شکوہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ شیخ احمد صدر جو تمام مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد ہے' میں تمام معاملہ اس کے سپرد کرتا ہوں اور جو کچھ یہ فیصلہ کرے گا اسے ہم تسلیم کر لیں گے۔"

شیخ احمد مندو کے علاقے میں پہنچا اور خلجیوں کے امراء وغیرہ نے اس کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ شہر میں لائے۔ سلطان مندو سے شیخ احمد نے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا پیغام سنایا۔ اس وقت دربار میں تمام علماء اور فضلاء موجود تھے انہوں نے یک زبان ہو کر اقرار کیا کہ بلاشبہ عہد شکنی ہماری طرف سے ہی ہوئی ہے خدا ہمیں اس کے وبال سے بچائے۔" سلطان مندو نے کہا۔ "شیطان نے ہم کو گمراہ کیا اور ہم ایک برے فعل کے مرتکب ہوئے لہٰذا تم اس کا خیال نہ کرو۔ اب تم کوئی ایسی تدبیر سوچو جس پر عمل کر کے ہمارے اور بہمنی خاندان کے درمیان اچھے تعلقات قائم ہو جائیں اور ہم دونوں خاندانوں کی اولاد میں شریعت اور انسانیت کے خلاف کوئی امر وقوع پذیر نہ ہو۔

عہد نامہ

سلطان محمد شاہ بہمنی کی وکالت تو شیخ احمد صدر کر رہے تھے' سلطان مندو کی جانب سے سید العلماء سید سلام اللہ وکیل مقرر ہوئے۔ آپس میں بڑے وعدے وعید کئے گئے اور شرعی حلف کے ساتھ ایک عہد نامہ تیار کیا گیا اور اس پر تمام امراء' عالموں اور شیوخ کی مہریں ثبت کی گئیں۔ دونوں بادشاہوں نے اس عہد نامے کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی "جو شخص اس عہد نامے کے خلاف عمل کرے اس پر خدا کی لعنت ہو اور رسول کریم صلعم کی نفریں میں جلا ہو۔" عہد نامے کا لب لباب یہ تھا کہ "طرفین ایک دوسرے کے ملک و مال پر قبضہ کرنے سے پرہیز کریں۔ اور سلطان احمد شاہ بہمنی کے عہد میں جو کچھ طے پایا تھا اس پر عمل کیا جائے۔ کھرلہ کا قلعہ سلطان محمود خلجی کے حوالے کر دیا جائے۔ غیر مسلموں کے ممالک سے جو علاقہ کوئی فرمانروا فتح کرے وہ اسی کے تصرف میں رہنے دیا جائے اور دوسرا اس کو حاصل کرنے کا لالچ نہ کرے۔"

کھرلہ کے قلعہ کی واپسی

دو تین ماہ کے بعد جبکہ عہد نامہ مکمل ہو گیا تو شیخ احمد صدر نے ان امراء کو' جو کھرلہ میں مقیم تھے' اس مضمون کا مراسلہ بھیجا کہ "سلطان محمد شاہ کا یہ حکم ہے کہ قلعے کو خالی کر کے اہل مالوہ کے حوالے کر دیا جائے۔" چونکہ قلعے سے متعلق امراء کو یہ شاہی فرمان پہنچ چکا تھا کہ وہ شیخ احمد صدر کی کسی بات کی مخالفت نہ کریں اور شیخ کے حکم کو بادشاہ کا حکم سمجھیں۔ اس لئے اہل قلعہ نے شیخ احمد صدر کا مراسلہ ملتے ہی قلعہ خالی کر کے سلطان محمود کے ملازموں کے حوالے کر دیا۔ شیخ احمد صدر اپنے مقصد میں کامیاب و کامران واپس آئے۔ اس عہد نامے کے بعد سے ان دونوں خاندانوں میں پھر کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔

ملک التجار کی روانگی

ملک التجار محمود گاواں ۸۷۴ھ کے شروع میں بیجاپور کا لشکر ساتھ لے کر' بڑی شان و شوکت سے رائے سنگیسر اور کہنیہ کی سرزنش اور کوکن کے دوسرے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جنیر چاکنہ' کلتہر' داہل' چیول اور پاٹین وغیرہ کی فوج اس کے ساتھ مقرر کی گئی۔ رائے سنگیسر اور رائے کہنیہ کا معمول تھا کہ وہ دریا میں اپنی تین سو کشتیاں ہر وقت تیار رکھتے تھے اور مسلمانوں کے قتل اور ان کے مال و اسباب کو لوٹنے کے لئے انہیں استعمال میں لاتے تھے۔ انہوں نے خشکی کے راستوں سے بھی مسلمانوں کو بہت شدید مالی و جانی نقصان پہنچایا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

ہندوؤں کے ارادے

ان دونوں کو جب ملک التجار کی روانگی کی خبر ملی تو انہوں نے آپس میں مسلمانوں کو قتل کرنے اور ان کو نقصان پہنچانے کے عہد و پیمان کیے۔ انہوں نے مسلمانوں کے قتل کو جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ سمجھا اور بڑے غرور اور ڈھٹائی کے ساتھ گھاٹ کے سرے کی ناکہ بندی کر دی۔ ملک التجار نے گھاٹ تک پہنچنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا اور گھاٹ کے قریب ہی جسے "کروہ" کہا جاتا ہے قیام پذیر ہوا۔ ملک التجار نے اپنی تدبیروں سے آہستہ آہستہ گھاٹ کو غیر مسلموں کے قبضے سے نکال لیا۔

محمود کاواں کی فراست

محمود کاواں کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اس جگہ سوار فوج کسی کام نہیں آ سکتی تو اس نے وہ لشکر جو احمد آباد بیدر سے اس کے ساتھ روانہ ہوا تھا واپس کر دیا۔ اس نے اپنے ہم قوم امیر سعید خاں گیلانی کو جنیر کے لشکر کے ساتھ اور خوش قدم نامی اپنے غلام کو دائل اور کلہر کے لشکر کے ساتھ بلا لیا اور ایک بہت بڑی فوج تیار کر لی بعد ازاں اس نے کھنیہ کے جنگل کو' جس میں سے گزرنا بہت مشکل تھا نذر آتش کر کے ایک ہموار جنگل میں تبدیل کر دیا۔ اور پورے پانچ ماہ تک کھنیہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

اسی زمانے میں برسات کا موسم بھی آ گیا اور اس وجہ سے صحرا کو فتح نہ کیا جا سکا۔ محمود کاواں نے گھاٹ کے سرے کو دس ہزار توپچی اور پیادوں کی نگرانی میں چھوڑا اور خود اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر گھاٹی سے نیچے کھولا پور کے پرگنہ میں اس نے گھاس پھونس کے مکانات تعمیر کروائے اور برسات کا سارا موسم اسی جگہ بیکاری کے عالم میں گزار دیا۔

رام کنہ اور کھنیہ کے قلعوں کی فتح

محمود کاواں نے کچھ ہی عرصہ میں رام کنہ کا قلعہ فتح کر لیا۔ برسات کا موسم جب ختم ہو گیا تو محمود کاواں گھاٹ کے اوپر آیا اور اس نے مختلف تدبیروں سے کھنیہ کا قلعہ' جو آج تک کسی بادشاہ سے سر نہ ہوا تھا' فتح کر لیا۔ اس کے بعد پھر برسات کا موسم شروع ہو گیا اور محمود کاواں نے پچھلے سال کی طرح قلعہ اور گھاٹی کو جان باز سپاہیوں کے حوالے کیا' جو کوکن کی آب و ہوا کو برداشت کر سکتے تھے اور خود اپنے سواروں کے ساتھ گھاٹ سے نیچے اتر آیا۔

سنگیسر کی فتح

محمود نے چار ماہ تک اسی جگہ قیام کیا اور برسات کے موسم کے خاتمے کے بعد سنگیسر کی طرف روانہ ہوا اس نے ملک کو بڑی آسانی کے ساتھ فتح کر لیا۔ اور اس علاقے کے زمینداروں سے ملک التجار خلف حسن بصری کا انتقام لیا۔ اس نے یہاں کی رعایا کو اپنا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنایا۔ محمود نے اس ملک کو اپنے قابل اعتبار لوگوں کے حوالے کیا اور خود جزیرہ کودہ کی طرف روانہ ہوا۔

جزیرہ کودہ کی فتح

یہ جزیرہ بیجانگر کے راجہ کی مشہور بندرگاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ محمود کاواں نے ایک سو بیس جنگی جہاز سواروں سے بھر کر دریا کے راستے سے روانہ کیے اور خود اپنے لشکر کے ساتھ خشکی کے راستے وہاں پہنچا۔ کودہ میں پہنچ کر اس نے جنگ شروع کر دی اور اس سے پہلے کہ اس کی آمد کی خبر بیجانگر کے راجہ کو معلوم ہو اور وہ مقابلے کے لئے وہاں سے آئے محمود کاواں نے کودہ کو فتح کر لیا۔

محمود کاواں کی واپسی اور اعزاز

سلطان محمد شاہ کو جب اس فتح کی خوشخبری ملی تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو گیا' اس نے ایک ہفتے تک ملک میں خوشی کے شادیانے بجوائے۔

besturdubooks.wordpress.com

میں کامل تین سال کے بعد واپس آیا۔ سلطان محمد شاہ محمود گاواں سے اس درجہ خوش تھا کہ وہ خود اس کے گھر گیا۔ اور وہاں ایک ہفتے تک عیش و عشرت میں مصروف رہا' بادشاہ نے محمود گاواں کو خلعت خاص سے سرفراز کیا۔ بادشاہ کی والدہ نے بھی اسے "برادر" کے لقب سے یاد کیا۔ بادشاہ نے محمود گاواں کے لقب میں بھی اضافہ کیا اور حکم دیا کہ تمام فرمانوں اور منشوروں میں اس کا نام اس طرح لکھا جائے۔

"حضرت مجلس کریم سید عظیم ہمایوں اعظم صاحب السیف و القلم مخدوم جہانیاں معتمد درگاہ شاہان آصف جم نشان امیر الامراء ملک نائب مخدوم الملک التجار محمود گاواں المخاطب بہ خواجہ جہاں۔"

خوش قدم کی عزت افزائی

عیش و عشرت کے اسی ہفتے میں محمود گاواں کے غلام خوش قدم کو' اعلیٰ خدمات انجام دینے کی بنا پر "کشور خاں" کے خطاب سے نوازگی اور نامی گرامی امراء کے طبقے میں داخل کرکے اس کی جاگیر میں قلعہ کو دہ وہندوہ' کوندوال' کولا پور کا اضافہ کیا گیا الغرض اسے طرح طرح کی شاہانہ عنایات سے سرفراز کیا گیا۔

محمود گاواں کی دریا دلی

سلطان محمد شاہ ایک ہفتے تک عیش و عشرت میں مصروف رہنے کے بعد محمود گاواں کے مکان سے رخصت ہوا اس کی رخصت سے محمود بہت آزردہ خاطر ہوا' اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور لباس فاخرہ اتار کر رونے لگا اسی عالم میں وہ زمین پر گر پڑا' سر کو زمین پر رکھ کر وہ اس انداز سے روتا رہا کہ اس کے گالوں پر مٹی جم گئی۔ اس کے بعد وہ اپنے حجرے سے نکلا اور احمد آباد بیدر کے تمام علماء فضلاء اور درویشوں وغیرہ کو اپنے پاس بلایا۔ اس نے اپنا تمام مال و اسباب اور قیمتی جواہرات وغیرہ جو اس نے اپنے عہد تجارت و امارت میں جمع کیے تھے' ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ اپنے لئے صرف کتابیں' گھوڑے اور ہاتھی رکھ لیے۔ یہ تمام اشیاء بانٹ دینے کے بعد محمود گاواں نے کہا۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج میں نے نفس امارہ کی کثافتوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔"

ان علماء میں سے ایک شخص نے جس کا نام شمس الدین محمد تھا اور جو محمود گاواں کا مخلص دوست تھا' اس نے پوچھا۔ "آخر اس میں کیا راز ہے کہ تم نے اپنا تمام اثاثہ تو درویشوں میں بانٹ دیا ہے' لیکن کتابیں' گھوڑے اور ہاتھی اپنے پاس ہی رکھے ہیں۔" محمود گاواں نے جواب دیا۔ "جس وقت سے بادشاہ میرے مکان پر آیا ہے اور بادشاہ کی والدہ نے مجھے "برادر" کے لقب سے یاد کیا ہے اس وقت سے میرے نفس میں بغاوت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اور میرے دل میں غرور اور تکبر کے اتنے جذبات پیدا ہو گئے کہ میں سخت پریشان ہوا۔ میں نے اسی جلسہ عیش و عشرت میں اپنے نفس کو لعنت ملامت کی اور اس سلسلے میں کچھ اتنا مستغرق ہوا کہ دوران گفتگو میں بادشاہ کی بات کا جواب بھی نہ دے پایا۔ بادشاہ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو اس نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا میں نے یہ جواب دیا کہ میرے دل میں کچھ اختلاجی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔"

بادشاہ نے یہ سمجھا کہ کیفیت شاید جسمانی نظام کی کسی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں آرام کروں اور وہ خود میرے مکان سے رخصت ہو گیا۔ بس اسی وجہ سے میں نے اپنا تمام مال و اسباب لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ صرف دو چیزوں کو میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے جو میری ملکیت نہیں ہیں۔ ایک کتابیں جو طالب علموں کی ملکیت ہیں اور دوسرے گھوڑے اور ہاتھی جن پر بادشاہ کا حق ہے۔ یہ جانور کچھ دنوں کے لیے میرے پاس ہیں اور پھر انہیں شاہی اصطبل میں پہنچا دیا جائے گا۔"

محمود گاواں کی پاکیزگی طبع

اس واقعے کے بعد محمود گاواں نے بہت سادہ اور معمولی لباس پہننا شروع کر دیا۔ وہ سلطنت کے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مدرسے اور مسجد میں اور فقراء کی صحبت میں بیٹھتا۔ اسے فقیروں اور درویشوں کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ ان کے حالات کی پرسش اور

besturdubooks.wordpress.com

تیمار داری کو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا- اس کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کی رات اور دوسری متبرک راتوں کو وہ لباس تبدیل کرکے' روپے اور اشرفیاں ہاتھ میں لے کر گلی گلی گھومتا- ضرورت مندوں میں یہ دولت تقسیم کرتا اور ان سے کہتا کہ یہ بادشاہ کی طرف سے تحفہ ہے اس کو استعمال میں لاؤ- اور اپنے مالک کی عمر اور دولت میں ترقی کی دعا کرو' لیکن افسوس کہ اس پاکیزگی طبع اور اخلاص و محبت کے باوجود دکن کے فتنہ پسندوں نے اس فرشتہ سیرت انسان پر نمک حرامی کا الزام لگا کر شہید کر دیا- اس اجمال کی تفصیل آئندہ اوراق میں بیان کی جائے گی-

رائے اوریا کی وفات

۸۷۶ھ میں یہ اطلاع ملی کہ رائے اوریا نے داعی اجل کو لبیک کہا ہے اور اس کے متعلقین آپس میں دست و گریباں ہو رہے ہیں- چونکہ خزانہ اور تخت' متوفی راجہ کے متبنی کے ہاتھ میں تھا اس لئے وہی سب پر غالب آیا- ہیمبر کو پہاڑی علاقے اور جنگل میں پناہ گزین ہونا پڑا- اسی اثنا میں متوفی راجہ کے بھتیجے' ہیمبر کی ایک درخواست بادشاہ کے نام آئی جس میں اس نے لکھا تھا کہ اوریا کے راجہ کا انتقال ہو گیا ہے- اور اس کے متبنی بیٹے منگل رائے نے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا اور اپنے آپ کو اوریا کا راجہ مشہور کیا ہے- میری رائے میں جناب کے لشکر کے لئے یہی وقت مناسب ہے- حضور اس ملک کو فتح کر کے میرے حوالے کر دیں تاکہ میں ہر سال اتنی رقم بطور خراج شاہی خزانے میں داخل کرتا رہوں-"

اوریا پر لشکر کشی

سلطان محمد شاہ کو جب یہ دعوت ملی تو وہ بہت خوش ہوا کیونکہ وہ ایک زمانے سے اوریا' راجمندری و کندیر وغیرہ کو فتح کرنے کی خواہش رکھتا تھا- ملک حسن بحری جو احمد نگر کے بادشاہوں کا مورث اعلیٰ اور شاہان بہمنیہ کا غلام تھا اسے محمد شاہ نے "نظام الملک کا خطاب دے کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ اوریا روانہ کر دیا- جب ملک حسن اوریا کی سرحد پر پہنچا تو وہاں اس کے استقبال کے لئے ہیمبر آیا وہ مقدمتہ الجیش بن کر شاہی لشکر کے ساتھ روانہ ہوا- منگل رائے نے بھی ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور لڑائی کے لئے مقابلے پر آیا-

ہندوؤں کی شکست

دونوں لشکروں کے بہادروں نے اپنے نیاموں سے تلواریں نکالیں اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے- آخر کار بڑی محنت اور جانفشانی کے بعد ہندوؤں کو شکست ہوئی اور انہوں نے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی اور یوں ہیمبر نے اپنے خاندانی تاج و تخت پر قبضہ کر لیا-

راجمندری اور کندنیر کی فتح

اس کے بعد ملک حسن نظام الملک بحری نے راجمندری اور کندنیر کا رخ کیا اور صحیح روایت کے مطابق ان دونوں شہروں کو فتح کر لیا- سلطان محمد شاہ کے حکم کے مطابق اس نے ان دونوں ملکوں کی حکومت اپنے قابل اعتبار امراء کے سپرد کی- ہیمبر کو اس کے ملک میں روانہ کرنے کے بعد ملک حسن بہت سا مال و غنیمت' جواہرات اور گراں قدر تحفے تحائف لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا-

ملک حسن کی عزت افزائی

بادشاہ کی والدہ کی مہربانی اور محمود گاواں کی سفارش سے ملک حسن کو خلعت خاص عنایت کیا گیا اور اسے تلنگانہ کا سر لشکر مقرر کیا گیا- لیکن شاہان بہمنیہ کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اسی امیر کو خلعت خاص عطا کیا کرتے تھے جو کسی صوبہ کا سر لشکر ہوتا تھا- فتح اللہ عماد الملک کو' جو شاہان برار کا مورث اعلیٰ اور محمود گاواں کے غلاموں میں ذہین و فہیم انسان تھا' اسی زمانے میں برار کا سر لشکر مقرر کیا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

یوسف عادل کی عزت افزائی

ان امور کے دو تین مہینوں بعد یوسف عادل سوائی کو' جسے محمود گاواں نے اپنا بیٹا بنایا تھا دولت آباد کا سر لشکر بنایا گیا اور خلعت فاخرہ سے نوازا گیا۔ یہ منصب بہت ہی بلند ہے' خاندان بہمنیہ میں اس سے زیادہ کوئی منصب نہیں ہوتا تھا۔ دریا خاں اور دیگر نامی گرامی ترکی غلام جو طبقہ امراء میں شامل تھے' یوسف عادل کی تحتی میں دیئے گئے اور ان کی جاگیر بھی دولت آباد ہی کے علاقے میں مقرر کی گئی۔ قاسم بیگ ولد قاسم بیگ صف شکن' شاہ قلی سلطان اور دیگر مغل امراء جو جنیر اور چاکنہ کے جاگیردار تھے' انہیں بھی یوسف عادل کی' تحتی میں دیا گیا۔ الغرض یوسف عادل' محمود گاواں کی عنایت اور مہربانی سے تمام طرفداروں میں سب سے زیادہ صاحب عزت و جاہ ہوا۔ سلطان محمد شاہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ یوسف عادل شاہ اس قابل ہے کہ اس پر شاہی عنایات اور مہربانیاں کی جائیں تو اس نے اسے دیرہ کھرہ اور انتور کے قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔

قلعہ انتور کی فتح

دیرہ کھرا اور انتور کے قلعے لودھیوں کی شورش کے دوران میں ایک مرہٹے کی تحویل میں چلے گئے تھے۔ یہ مرہٹہ بادشاہ کا اطاعت گزار نہیں تھا۔ یوسف عادل دولت آباد پہنچا اور اس نے قاسم بیگ صف شکن کو انتور قلعے کے محاصرے پر لگایا اور دریا خاں کو دیرہ کھرا روانہ کیا۔ قلعہ انتور پر جو مرہٹہ قابض تھا اس نے اپنے آپ میں مقابلے کی قوت نہ پا کر جان کی امان طلب کی اور قلعہ قاسم بیگ صف شکن کے سپرد کر دیا۔ دیرہ کھرا کے قلعہ کا راجہ جینک رائے پہلے تو تقریباً پانچ چھ ماہ تک بڑی بہادری اور جوانمردی سے مقابلہ کرتا رہا' مگر اس کے بعد اس میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے اور اس نے اپنے قاصد کو یوسف عادل کے پاس بھجوایا اور یہ پیغام دیا۔

قلعہ دیرہ کھرہ کی تسخیر

"اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور میری جان بخشی کی جائے تو میں اپنا سب کچھ آپ کے حوالے کرکے خالی ہاتھ اپنے بال بچوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکل آؤں گا۔" یوسف عادل نے راجہ کی درخواست منظور کر لی اور دریا خاں کو حکم دیا کہ اہل قلعہ کی عزت اور جانوں کی حفاظت کی جائے اور یہ لوگ جہاں چاہیں انہیں جانے دیا جائے۔ دریا خاں نے یوسف عادل کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے لشکر کو ساتھ لے کر قلعہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اور جینک رائے کو مع اس کے بال بچوں کے قلعے سے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ بیچارا راجہ اپنے باپ دادوں کے وقتوں کے بھرے پڑے خزانے چھوڑ کر کف افسوس ملتا ہوا قلعے سے باہر نکل گیا۔

قلعہ لانچی کی فتح

یوسف عادل نے اس علاقے کے بڑے بڑے چوہدریوں کو اپنی مہربانیوں سے نوازا اور لانچی کے قلعے کی طرف چل دیا۔ لانچی کا حاکم' جو حال ہی میں اپنے باپ کی وفات کے بعد سیاہ و سپید کا مالک ہوا تھا' یوسف عادل کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے بڑی عاجزی سے جان کی امان طلب کی' وہ قلعہ اور اپنا ساز و سامان یوسف عادل کے حوالے کرکے قلعے سے چلا گیا۔ یوسف عادل نے سامان میں سے جو کچھ لینے کے قابل تھا لے لیا۔ اور اس حاکم کو اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر لیا نیز لانچی کا قلعہ اور یہاں کا علاقہ اسے جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد یوسف عادل احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

بادشاہ کا اظہار مسرت

یوسف عادل بیدر پہنچا اور اس نے تمام مال غنیمت جو گھوڑوں' ہاتھیوں جواہرات اور ان گنت قیمتی اشیاء پر مشتمل تھا' بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ مال غنیمت اس قدر زیادہ تھا کہ راجمندری اور کندیر کے مال غنیمت بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگے۔ بادشاہ یہ سب کچھ دیکھ کر یوسف عادل سے بہت خوش ہوا اور اسے طرح طرح کی عنایات سے سرفراز کیا۔ اور کہا "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محو

bestUrdubooks.wordpress.com

شخص خواجہ کاواں کا بیٹا ہو' اسے ایسا ہی ہونا چاہیے اور اسے ایسے امور ہی سرانجام دینے چاہیں۔" بادشاہ نے محمود کاواں کو حکم دیا کہ وہ یوسف عادل کو ایک ہفتے تک اپنے گھر میں مہمان رکھے اور اس کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھے۔

یوسف عادل کی خاطر تواضع

خواجہ نے بڑے ادب کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "بغیر حضور کی شرکت کے دعوت کا کچھ مزا نہ آئے گا۔" محمد شاہ نے جواب دیا۔ "مشترک دعوت میں عام طور پر لطف نہیں آتا تم پہلے ایک ہفتہ تک یوسف عادل کی مہمانداری کرو' اس کے بعد مجھے اپنے گھر بلانا۔ خواجہ نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور یوسف عادل کو اپنے گھر لے گیا اور اس کی خاطر و مدارت میں مصروف ہوا۔ اس نے زمانے کے دستور کے مطابق بڑے پر تکلف انداز سے یہ خدمت انجام دی۔

خواجہ کے گھر میں بادشاہ کی آمد

جب یہ خاطر و مدارات ایک ہفتے تک ہوتی رہی تو آٹھویں روز بادشاہ نے خواجہ کے مکان کو اپنی آمد کے شرف سے نوازا اور یوسف عادل کو بھی اپنی دعوت میں شریک کیا۔ خواجہ نے دعوت کے اہتمام میں بڑا اعلیٰ معیار پیش کیا۔ خواجہ نے اپنے گھر کی آرائش و زیبائش میں بڑی خوش ذوقی کا ثبوت دیا تھا۔ بادشاہ کی آمد کے بعد خواجہ کے گھر پر جشن مسرت آٹھ روز تک جاری رہا اس عرصے میں بادشاہ نے یوسف عادل کو اپنے ساتھ شریک رکھا۔

شاندار ضیافت

خواجہ نے بادشاہ کی خدمت میں ایسے ایسے نایاب اور گراں قدر تحفے اور ہدیے پیش کیے کہ دکنی لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ضیافت کے آخری دن خواجہ نے اعیان حکومت' روسا' امراء اور شہزادوں وغیرہ کو بھی بہترین تحفے دیئے۔ اس کے بعد خواجہ نے اپنا تمام سامان اور دولت وغیرہ بادشاہ کو دکھلائی اور اس سے کہا کہ "یہ سب کچھ حضور کی نذر کرتا ہوں آپ جس کو چاہیں میں اس کے حوالے کر دوں۔" بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں یہ تمام مال اسباب اور دولت قبول کرتا ہوں اور پھر تمہیں کو بخشتا ہوں۔" ان تمام واقعات کے بعد خواجہ کے اعتبار اور عظمت میں بہت اضافہ ہوا۔ نیز یوسف عادل کی بھی ایسی عزت افزائی ہوئی کہ لوگ ان دونوں سے حسد کرنے لگے اور ان دونوں کا تزک و احتشام دیکھ کر جی ہی جی میں کڑھنے لگے۔

پر کیتنہ رائے پر لشکر کشی

اجیر رائے حاکم بیجانگر کی ترغیب سے پر کیتنہ رائے نے ۸۷۷ھ میں جزیرہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اسی سال اجیر رائے کے حکم ہی سے بنکاپور کے قلعے کا سپہ سالار ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لے کر اس طرف متوجہ ہوا اور اس نے آمدورفت کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ سلطان محمد شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ بہت برافروختہ ہوا اور اس نے لشکر کے تمام سرداروں کو حاضری کا حکم دیا۔ محمد شاہ سیر و شکار کا شغل کرتا ہوا نیلگوں کی جانب روانہ ہوا اور پر کیتنہ رائے نے قلعہ بند ہو کر مدافعت شروع کر دی۔

یہ قلعہ چونے اور پتھر کا بنا ہوا تھا اور بہت ہی مضبوط تھا۔ قلعے کے گرد پانی سے بھری ہوئی ایک خندق تھی اس کے علاوہ دیگر حفاظتی تدابیر کو اس طور پر عمل میں لایا گیا تھا قلعے کے اندر داخل ہونا بہت دشوار ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے قلعے کے قریب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ پر کیتنہ نے بڑی دور اندیشی اور فہم و فراست سے کام لیا اور خواجہ اور دوسرے امراء شاہی کے پاس پیغامبر روانہ کیے اور ان کی معرفت بادشاہ سے جان بخشی اور امان کی درخواست کی۔ خواجہ اور دوسرے امیروں نے راجہ پر کیتنہ کی سفارش کی' لیکن سلطان محمد شاہ نے یہ درخواست قبول نہ کی اور اس علاقے کے دوسرے راجاؤں کی عبرت کے لئے آتش بازوں کو طلب کر کے ان کو حکم دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اندر داخل ہونے کا راستہ بنا دو۔" اس کے بعد خواجہ سے کہا "خندق کو پاٹنے اور خاکریزی کی خدمت تمہارے سپرد کی جاتی ہے۔ جس روز بہادر اور جیالے سپاہی قلعے کو مسمار کریں اسی روز یہ خندق بھی پٹ جانی چاہیے تاکہ فوج آرام و اطمینان کے ساتھ قلعے میں داخل ہو سکے۔"

خواجہ سارا دن اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر پتھر اور لکڑی سے خندق پاٹتا رہتا تھا لیکن رات کے وقت اہل قلعہ ان پتھروں اور لکڑیوں کو خندق سے باہر نکال پھینک دیتے تھے۔ خواجہ نے آنے جانے کا راستہ مسدود کر کے ایک دیوار تعمیر کر دی اور مورچل بانٹ کر' سرکوب اور نقب کی تیاری کا حکم دیا جس کا اس وقت تک دکن میں رواج نہ تھا۔ شہر کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ رائے پر کیتھ' خندق میں پانی کی موجودگی کے پیش نظر' نقب کا برج تک پہنچانا ناممکن سمجھ کر' اپنی جگہ پر بہت مطمئن تھا۔ اس اثناء میں لشکریوں نے نقب کو یوسف عادل خان اور فتح اللہ عماد الملک کے مورچل کے ذریعے قلعے کے نیچے پہنچا دیا اور اسے بارود سے بھر دیا۔ اس کے بعد نقب میں آگ لگا دی گئی اور اس کے نتیجے میں حصار کے برجوں وغیرہ میں شگاف پیدا ہو گئے۔ ان شگافوں پر رائے پر کیتھ کے لشکری پہنچ گئے اور انہوں نے معرکہ آرائی شروع کر دی۔ اس معرکے میں شاہی لشکر کے تقریباً دو ہزار جانباز کام آئے۔ عین ممکن تھا کہ اہل قلعہ ان شگافوں کو لکڑی اور پتھروں سے بھر دیتے کہ اچانک فوراً محمد شاہ نے دھاوا بول دیا اور خندق پر سے ہو کر' جو مٹی سے پٹ چکی تھی' حصار کے شگافوں اور رخنوں پر پہنچ گیا۔ بادشاہ نے ان رخنوں پر قبضہ کر کے پہلے حصار کو فتح کر لیا اور دوسرے حصار کی تسخیر میں مشغول ہو گیا۔

رائے پر کیتھ اپنا لباس تبدیل کر کے قلعے سے باہر نکلا اور سلطان محمد شاہ کے مورچے کے پاس جا کر بادشاہ سے یوں مخاطب ہوا۔ "راجہ نے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ہے۔" بادشاہ کے مصاحبوں نے' سلطان محمد شاہ کو اس کی اطلاع کی سلطان نے اسے بلوا لیا۔ راجہ بڑے ادب سے بادشاہ کی قدم بوسی کی اور گردن میں پگڑی لٹکا کر گویا ہوا۔ "راجہ پر کیتھ اپنے بیٹوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہے اب عالی جناب کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں یا میرا قصور معاف کریں۔" سلطان محمد شاہ نے راجہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کی جاں بخشی کی۔

راجہ کی اطاعت

بعض کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے کہ جب رائے پر کیتھ نے یہ دیکھا کہ پہلے حصار پر دشمن کا قبضہ ہو گیا ہے اور امراء اور ارا کین دولت کے توسط سے بادشاہ' راجہ کا قصور معاف نہیں کرتا تو راجہ بذات خود برج کے اوپر آیا اور بڑی عاجزی اور رحم طلب نگاہوں کے ساتھ بادشاہ سے امان کا طالب ہوا۔ سلطان محمد شاہ کو راجہ کی یہ حالت دیکھ کر بہت رحم آیا اور اسے معاف کر دیا۔ راجہ کو بادشاہ نے اپنے طبقہ امراء میں داخل کر کے اس کی عزت افزائی بھی کی۔

بیدر کو واپسی

بہرحال جو روایت بھی درست ہو محمد شاہ نے راجہ کو امان ضرور دی۔ اس کے بعد بادشاہ اسی روز قلعے میں داخل ہوا اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اس موقع پر بادشاہ نے اپنے آپ کو "لشکری" کے لقب سے مشہور کیا۔ قلعہ نیلگوان کو بادشاہ نے خواجہ کی جاگیر میں دے دیا اور خود بیدر کی طرف واپس ہوا۔

بادشاہ کی والدہ کی وفات

اسی زمانے میں بادشاہ کی والدہ نے جو اس مہم میں بادشاہ کی شریک تھی اور جس کی وجہ سے محمد شاہ کی بادشاہت کا ڈنکا بجتا تھا داعی اجل کو لبیک کہا بادشاہ نے اپنی والدہ کی لاش کو تو بیدر روانہ کر دیا اور خود بیجاپور پہنچا۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا قیام بیجاپور

بیجاپور خواجہ کی جاگیر میں شامل تھا' اس لئے خواجہ نے بادشاہ سے کچھ دنوں اس جگہ قیام کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ درخواست قبول کرلی کچھ دنوں تک یہاں قیام پذیر ہوا۔ خواجہ نے خوب جی کھول کر بادشاہ کی خاطر و مدارت کی اور بادشاہ بھی پوری دلجمعی کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

قحط بیجاپور

بادشاہ کا یہ ارادہ تھا کہ موسم برسات بیجاپور میں گزارنے کے بعد بیدر کی طرف مراجعت کرے۔ اتفاق کی بات کہ اس سال سارے دکن میں یہاں تک کہ بیجاپور میں بھی ایک بوند پانی نہ برسا اور اس صورت حال کے نتیجے میں تمام کنوئیں خشک ہو گئے۔ اس وجہ سے مجبوراً بادشاہ کو بیدر کی طرف لوٹنا پڑا۔ اس سال بڑا سخت قحط پڑا تاریخ میں یہ قحط "قحط بیجاپور" کے نام سے مشہور ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دوسرا سال بڑا خشک گیا اور بارش بالکل نہ ہوئی۔ ایسا قحط پڑا کہ شہروں' قصبوں اور دیہاتوں میں آبادی کا نام و نشان تک نہ رہا بیشمار لوگ لقمہ اجل بنے' اور جو زندہ رہے انہوں نے مالوہ' گجرات اور جاجنگر میں پناہ لی۔ قصہ مختصر یہ کہ پورے دو سال تک مالوہ' مرہٹواڑی اور دوسرے تمام ممالک میں کھیتی باڑی کا کام منسوخ رہا' تیسرے سال جب خداوند تعالیٰ کا کرم ہوا اور بارش ہوئی اس وقت ملک میں کھیتی باڑی کرنے والے لوگ موجود نہ تھے۔

قلعہ کندنیر کے باشندوں کی بغاوت

بہمن نامہ میں مرقوم ہے کہ جب لوگ قحط اور بیماری کی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر کے ملک میں آباد ہوئے تو معلوم ہوا کہ قلعہ کندنیر کے باشندوں نے علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے ظالم اور بدکار حاکم کو' جو رعیت کے مال و اسباب اور عزت و جان کا بڑا دشمن تھا' قتل کر دیا ہے۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ ان لوگوں نے قلعہ بادشاہ کے دست گرفتہ ہیمبر اوریا کے حوالے کر دیا ہے اور ہیمر اوریا نے راجہ کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ "تم چونکہ ہر وقت اپنے موروثی ملک کو واپس لینے کی فکر میں غلطاں رہتے ہو اور اس امر کے خواہاں ہو کہ ملک تلنگانہ پھر اس کے اصل مالکوں کے ہاتھ میں آجائے اس لئے ازراہ کرم تھوڑی سی زحمت گوارا کرو اور اس طرف آؤ۔ کیونکہ آجکل دکن میں قحط پڑا ہوا ہے اور اس وجہ سے یہ مہم باسانی سر کی جا سکتی ہے۔ میں تمہارا ہمسایہ ہوں' حق ہمسائیگی ادا کرو اور تلنگانہ کو فتح کر کے میرے حوالے کر دو اور اس کے عوض قلعہ کندنیر پر تم خود قابض ہو جاؤ۔"

راجہ اڈیسہ کی تلنگانہ پر لشکر کشی

اڈیسہ کا راجہ مکر و فریب کے جال میں پھنس گیا اور دس ہزار سواروں اور سات آٹھ ہزار پیادوں کو نیز کی مدد کے لئے جاجنگر کے راجوں کو ساتھ لے کر تلنگانہ چلا آیا۔ حاکم صوبہ نظام الملک مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ اس نے بادشاہ کو تمام حالات سے باخبر کیا بادشاہ نے خواجہ کے مشورے پر عمل کر کے اس مہم کو خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان محمد شاہ نے اپنے خزانے سے تمام لشکریوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ عطا کی اور جلد روانہ ہو کر راجندری کے قریب پہنچا بادشاہ کی آمد کی اطلاع پا کر تمام راجہ باہم مشورہ کرنے لگے۔

رائے اڈیسہ نے جلد از جلد دریائے راجندری کو پار کر کے اپنے ملک کا راستہ لیا اور وہاں دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا۔ سلطان محمد شاہ راجہ ندری میں نظام الملک کے پاس جا پہنچا۔ ساری کشتیاں رائے اڈیسہ کے قبضے میں تھیں اور دریا ان دنوں بہت زوروں پر تھا۔ چونکہ دریا کو جلد پار کر لینا مشکل تھا اس لئے سلطان محمد شاہ نے دریا کے کنارے پر اپنے خیمے گاڑ لیے بادشاہ نے لڑائی کا سامان درست کر کے

[illegible]

bestUrdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا اڑیسہ پہنچنا

سلطان محمد شاہ اڑیسہ کے راجہ سے بہت ہی ناراض تھا۔ اس نے شہزادہ محمود خاں کو خواجہ کے ساتھ راجندری ہی میں چھوڑا۔ اور خود بیس ہزار مسلح سواروں کو ہمراہ لے کر ۸۸۲ھ کے آخر میں دریا کو پار کر کے اڑیسہ جا پہنچا۔ اس نے اڑیسہ کے باشندوں کے قتل اور غارتگری میں کوئی کمی نہ کی اور خوب جی کھول کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ ان دنوں راجہ اپنے ملک کے درمیانی حصے کو خالی کر کے اپنی سلطنت کے آخری حصے میں چلا گیا تھا۔ اس لئے محمد شاہ نے بڑے آرام و اطمینان کے ساتھ یہاں چھ ماہ تک قیام کیا اور یہاں کے لوگوں سے' کبھی تسلی اور تشفی دے کر' اور کبھی بنوک شمشیر بے شمار دولت حاصل کی۔

راجہ اڑیسہ کی عاجزی

سلطان محمد شاہ کا ارادہ تھا کہ وہ شہزادہ محمود خاں اور خواجہ کو بلا کر اڑیسہ کا علاقہ بھی ان کے سپرد کر دے۔ راجہ اڑیسہ بادشاہ کے اس ارادے سے واقف ہو گیا اس نے بیشمار دولت اور ان گنت ہاتھیوں کے ساتھ اپنے قاصد بار بار بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیے اور اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ راجہ نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اب کبھی تلنگانہ کے زمینداروں کی مدد نہ کرے گا اور کبھی بادشاہ کے حلقہ اطاعت سے باہر قدم نہ رکھے گا۔ محمد شاہ نے جواب دیا "اگر راجہ ان ہاتھیوں کے علاوہ اپنے باپ کے خاصہ سے پچیس ہاتھی پیش کرے تو اس کی درخواست قبول کر لی جائے گی۔ راجہ کو یہ ہاتھی اپنی جان سے زیادہ عزیز تھے لیکن اس موقع پر وہ مجبور تھا' لہٰذا اس نے ان ہاتھیوں کو اطلس و زربفت کی جھولیں پہنا کر اور چاندی کی زنجیریں باندھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشاہ اڑیسہ سے روانہ ہو گیا اور شکار کھیلتا ہوا سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ سفر کے دوران میں بادشاہ کو ایک پہاڑ پر ایک قلعہ نظر آ محمد شاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس قلعے کے پاس گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ قلعہ ہمبراو ریا کے قبضے میں ہے۔ لوگوں نے جواب د کہ یہ قلعہ راجہ اڑیسہ کی ملکیت ہے اور کسی کی یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ آنکھ اٹھا کر اس قلعے کی طرف دیکھ سکے۔" بادشاہ یہ جواب پا کر بہت ہی غضب ناک ہوا اور اس نے پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔

دوسرے روز سلطان محمد شاہ معرکہ آرائی کے ارادے سے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل قلعہ کی ایک جماعت بھی بادشاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے باہر نکل آئی۔ مسلمانوں نے تیروں کی بارش کر دی او؛ اس دشمن کے بہت سے سپاہی موت کا شکار ہو گئے۔ راجہ اڑیسہ کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے بادشاہ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیج کر کہلوایا۔ "یہ لوگ جنگلی اور وحشی ہیں انہوں نے آپ کی شان میں جو گستاخی اور بے ادبی کی ہے اسے میری خاطر معاف فرمایئے اور قلعہ میرے حوالے کر دیجئے۔ اس سے آپ یہی سمجھے کہ جیسے آپ نے قلعہ فتح کر کے اپنے کسی سپاہی کو بخش دیا ہو۔"

کندنیر کو روانگی

سلطان محمد شاہ راجہ کے اس پیغام کی جامعیت اور خوش ادائی سے بہت خوش ہوا اور اس نے یہ قلعہ جو کامل ڈیڑھ ماہ کی کوشش کے بعد تسخیر ہوا تھا' راجہ کے سپرد کر دیا اور کندنیر کی طرف روانہ ہوا کندنیر پہنچ کر بادشاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا پانچ چھ ماہ کے بعد اوریا کی حالت بڑی خراب ہوئی اور اس نے کچھ معتبر لوگوں کی ایک جماعت کے ذریعے بڑی مشکلوں سے بادشاہ سے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہ کے حوالے کر دیا۔

برہمن کشی

مورخین کا بیان ہے کہ بہمنی خاندان میں سلطان محمد شاہ پہلا حکمران ہے کہ جس نے کسی برہمن کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ورنہ اس سے پہلے کے بادشاہ کبھی برہمنوں کے قتل کا حکم بھی نہ دیتے تھے۔ کسی برہمن کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا سوال ہی [illegible] نہیں ہوتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

برہمنوں کا یہ خیال، بلکہ ایمان ہے کہ برہمن کشی محمد شاہ کے حق میں مفید ثابت نہ ہوئی اور سارے ملک میں فتنے اور فساد پیدا ہو گئے۔
اس واقعے کے بعد خواجہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے، محمد شاہ نے تقریباً ایک سال راجمندری اور اس کے گرد و پیش کے علاقے میں گزارا اور سرحدوں کو مستحکم کر کے بہت سے زمینداروں کو برباد و تاراج کیا۔

نرسنگھ کے ملک کی فتح کا خیال

جب بادشاہ نے تلنگانہ کے تمام انتظامات کو درست کر لیا تو اس کو نرسنگھ کے ملک کا خیال آیا اور اس نے خواجہ سے کہا۔ "کسی ایسے شخص کا نام لو کہ جو راجمندری اور دوسرے قلعوں کا خوش اسلوبی سے انتظام سنبھال سکے۔" خواجہ نے جواب دیا "ملک حسن نظام الملک کے سوا کوئی دوسرا شخص اس کام کا اہل نہیں ہو سکتا۔" سلطان محمد شاہ نے خواجہ کی رائے سے اتفاق کیا اور راجمندری، کندنیر اور اس علاقے کے دوسرے ملکوں کی حکومت نظام الملک کے سپرد کر دی۔ ورنگل اور تلنگانہ کے دوسرے ممالک کا انتظام اعظم خاں بن سکندر خاں بن جلال کے سپرد کیا گیا اور خود بادشاہ نرسنگھ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

تلنگانہ میں اعظم خاں کا صاحب اقتدار ہونا اور حکومت کے امور میں ملک حسن کا دخیل ہونا نظام الملک بحری کو کچھ اچھا معلوم نہ ہوا۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "میں نے اپنی ساری زندگی حضور کے قدموں میں گزاری ہے، میری خواہش ہے کہ اس صوبہ کی حکومت اپنے کسی بیٹے کے سپرد کر دوں اور خود حضور کے ساتھ رہوں۔" سلطان محمد شاہ نے جواب دیا۔ "میری اصل غرض یہ ہے کہ اس ملک کا انتظام اچھی طرح ہو تم جو مناسب سمجھو کرو۔"

کہا جاتا ہے کہ خواجہ کاواں، ملک حسن نظام الملک بحری کی نیت سے واقف ہو گیا تھا اس کا بیٹا ملک احمد حرم سرا میں قرابت کر کے اپنے باپ سے بھی زیادہ صاحب اقتدار اور نڈر ہو گیا۔ خواجہ کاواں نے اس وجہ سے ان دونوں باپ بیٹوں کے قریب رہنا خلاف مصلحت سمجھا اور اسی وجہ سے اس نے گزشتہ دنوں میں، جبکہ نظام الملک راجمندری کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا اس کے بیٹے ملک احمد کو سہ صدی منصب دار کا عہدہ دے کر خداوند خاں حبشی کے ماتحت کر دیا تھا۔ ملک حسن نظام الملک کو خواجہ کاواں کی اس کاروائی پر بہت افسوس ہوا تھا اور اب جب نظام الملک کو موقع ملا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کے بیٹے ملک احمد کو خود اسی کی ماتحتی میں تلنگانہ کا جاگیردار مقرر کیا جائے۔

ملک احمد کا حاکم راجمندری مقرر ہونا

سلطان محمد شاہ نے نظام الملک کی درخواست قبول کی اور خواجہ کے نام شاہی فرمان جاری کر دیا۔ خواجہ کاواں کو مجبوراً ملک احمد کے نام فرمان طلب جاری کرنا پڑا۔ ملک احمد یہ فرمان پا کر جلد از جلد روانہ ہوا اور راجمندری سے چار کوس کے فاصلے پر شاہی لشکر سے آ ملا۔ ملک احمد ایک ہزاری منصب سے نوازا گیا اور اپنے باپ کی طرف سے راجمندری کا حاکم مقرر ہوا۔

راجہ نرسنگھ

سلطان محمد شاہ نرسنگھ کے ملک کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ نرسنگھ بہت ہی طاقتور اور دیوں جیسے ڈیل ڈول کا آدمی تھا وہ دولت اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے بہت شہرت کا مالک تھا، وہ تلنگانہ اور کرناٹک کے درمیانی حصے پر حکمرانی کرتا تھا اس کا ملک دریا کی دوسری طرف مچھلی پٹن کے علاقے تک پھیلا ہوا تھا۔ اس زمانے میں راجہ نرسنگھ نے موقع پا کر بیجانگر کے راجہ کے بہت سے علاقوں پر بھی ہاتھ صاف کر لیا تھا۔ نیز عالی شان دار اور مستحکم قلعے تعمیر کروا کے وہ زمینداروں کو اکساتا رہتا تھا کہ وہ شاہان بہمنیہ کے ملک میں شورش اور ہنگامے پیدا کریں۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعے کی تعمیر

اس علاقے کے بہمنی امیروں میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ راجہ نرسنگھ کا مقابلہ کرتے لہٰذا وہ ہمیشہ بادشاہ سے اس کی شکایات کیا کرتے تھے۔ دوران سفر میں بادشاہ نے ایک بہت بڑا قلعہ ایک پہاڑی کے اوپر دیکھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ دہلی کے بادشاہوں کی یادگار ہے جو انہوں نے اس علاقے کا انتظام کرنے کے لئے پہاڑ کے اوپر بنوایا تھا۔ سلطان محمد شاہ نے اسی جگہ قیام کیا اور قلعے کی تعمیر کا حکم دیا۔ خواجہ نے یہ کام سنبھالا اور ایسی مستعدی سے انجام دیا کہ چھ ماہ کے اندر اندر قلعہ تعمیر ہو گیا اگر کوئی دوسرا شخص یہ کام سنبھالتا تو اسے یقیناً دو سال کا عرصہ درکار ہوتا۔

خواجہ کے اقبال کا انتہائے کمال

قلعے کی تکمیل کے بعد خواجہ بادشاہ کو پہاڑ کے اوپر لے گیا بادشاہ نے قلعے کا معائنہ کیا اور خواجہ کی مستعدی اور فرض شناسی کی بے انتہا تعریف کی اور کہا "میں خداوند باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے حکومت اور فرمانروائی کے علاوہ خواجہ جیسا دوست' بہی خواہ اور خدمت گزار بھی عطا کیا ہے۔" سلطان محمد شاہ نے اپنے جسم سے لباس اتار کر خواجہ کو عطا کیا اور خواجہ کا لباس خود زیب تن کیا۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ تاریخ میں کبھی ایسا واقعہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کسی بادشاہ نے اپنے ملازم کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو۔ یہ خواجہ کے عروج کی انتہا تھی چونکہ ہر عروج کے بعد زوال بھی آتا ہے اس لئے کچھ ہی عرصے بعد ایسی مصیبتیں ٹوٹیں کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے۔

ایک عظیم الشان مندر

قصہ مختصر یہ کہ سلطان محمد شاہ نے قلعے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہاں دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ایک قابل اعتماد امیر کی نگرانی میں چھوڑا اور خود آگے بڑھا۔ بادشاہ جس مقام پر بھی پہنچتا وہاں تباہی و بربادی اور قتل و غارت گری کا ایسا بازار گرم کرتا کہ الامان و الحفیظ۔ جب وہ کوندپور پلی کے مقام پر پہنچا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ اس جگہ سے دس روز کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک مندر آتا ہے جو کنچی کے نام سے مشہور ہے۔ اس مندر کی دیواریں' دروازے اور چھتیں وغیرہ زر و جواہر اور گراں قیمت موتیوں سے آراستہ و پیراستہ ہیں اور آج تک کسی مسلمان بادشاہ نے اس مندر کا نام نہیں سنا۔

مندر کی تسخیر کا ارادہ

سلطان محمد شاہ نے اپنی فوج سے چھ ہزار خنجر چلانے والے سواروں کو علیحدہ کیا اور انہیں ساتھ لے کر اس مندر پر لشکر کشی کی۔ باقی لشکر کو کوندپور میں خواجہ اور شہزادہ محمد خاں کی نگرانی میں چھوڑ کر اور بقیہ امیروں کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ نے ایسی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کیں کہ چالیس سے زیادہ سوار اس کے ساتھ منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے جو لوگ ساتھ پہنچے ان میں یوسف عادل' ملک حسن نظام الملک اور تفرش خاں ترک بھی شامل تھے۔

یہ امراء مندر کے قریب پہنچے مندر میں سے چند عظیم الجثہ اور قوی ہیکل سوار باہر آئے۔ ان سواروں میں سے ایک طاقتور ہندو تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے چند لمحے میدان میں ٹھہرا اور خونخوار نظروں سے دشمن کی طرف دیکھتا رہا۔ یہ ہندو بادشاہ کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھا اور سر پر ہاتھ میں لے کر تلوار کا ایک وار کیا بادشاہ نے بڑی مستعدی اور پھرتی سے گھوڑا دوڑا کر اس وار کو روک لیا اور خود تلوار کا ایک وار کیا۔ بادشاہ کا وار بھی خالی گیا ہندو سوار نے دوبارہ بادشاہ پر حملہ کیا لیکن اس بار بادشاہ نے ایسا ہاتھ مارا کہ حریف دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرا ہندو سوار' جو پہلے سوار سے کہیں زیادہ طاقتور دکھائی دیتا تھا' بادشاہ کی طرف بڑھا۔ بادشاہ کے تمام ساتھی اپنے اپنے طور پر جنگ میں مشغول تھے اس لئے اس ہندو سوار کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکا محمد شاہ نے خود اس سوار کی طرف پیش قدمی کی اور اسے

besturdubooks.wordpress.com

قتل کر دیا۔

مندر کی تباہی

ہندوؤں کے باقی سپاہی بھاگ کر مندر میں چھپ گئے۔ اس دوران میں سلطان محمد شاہ کا بقیہ لشکر بھی پہنچ گیا اور بادشاہ معرکہ آرائی کر کے مندر کے اندر داخل ہو گیا اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا۔ اس تاراجی و بربادی کے بعد بادشاہ نے ایک ہفتے تک وہیں قیام کیا اور پھر واپس ہوا۔

مچھلی پٹن کی فتح

سلطان محمد شاہ نے ملک حسن نظام الملک' یوسف عادل خاں' فخر الملک اور دوسرے امیروں کو دولت آباد اور جنیر کی فوج کے ساتھ نرسنگھ کی مہم کے لئے روانہ کیا۔ اور مچھلی پٹن کو' جو نرسنگھ کے مقبوضات میں سے تھا' فتح کیا اور کند پور پلی میں واپس آ گیا۔

خواجہ کی مخالفت

ملک حسن نظام الملک' ظریف الملک اور دوسرے امراء جو خواجہ کے اقتدار کو ناپسند کرتے تھے' وہ موقع بہ موقع بادشاہ کی حضوری کے غلاموں کے توسط سے' بادشاہ کو خواجہ سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے یہ غلام ادھر ادھر کی باتیں بنا کر بادشاہ کے کان بھرے رہتے تھے' غلاموں کا یہ گروہ متذکرہ بالا امیروں کے زیر اثر تھا اور یہ لوگ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ ان مخالفوں نے کند پور پلی میں خواجہ پر ایک بہت بڑا الزام لگایا اور اس نیک طبیعت امیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا دیا اس واقعے کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ضوابط سلطنت میں ترمیم

سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت کو بہت وسعت ملی۔ خواجہ کاواں نے ملکی و سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر سلطنت کے بانی سلطان علاؤ الدین حسن کے قائم کردہ ضابطوں میں ترمیم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کو باوزن اور معقول دلائل سے سمجھایا اور اس کی اجازت سے سلطنت کے ضابطوں کی چند دفعات میں حسب ذیل ترمیمات کیں۔

(۱) سلطنت کی نئی تقسیم

پہلے ملک چار حصوں میں بٹا ہوا تھا اب خواجہ نے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر حصے میں لشکر کا ایک سردار مقرر کیا جسے اہل دکن کی اصطلاح میں "طرف دار" کہا جاتا ہے۔ برار کے دو حصے کیے گئے' عماد الملک کو کاویل کا اور خداوند جہاں حبشی کو ماہور کا افسر مقرر کیا گیا' یوسف عادل کو دولت آباد سونپا گیا۔ خواجہ کے ایک عزیز فخر الملک کو جنیر کی حکومت' انند پور کے بیشتر پرگنوں' دمان' ویس' ملک کے وسطی حصے' بندر کوہ اور نلگوان کی حکومت دی گئی۔ آصف جم اقتدار خواجہ جہاں کو بیجاپور اور اس علاقے کے دریائے ہور تک کے اکثر حصوں اور رائچور اور مدکل کا حاکم بنایا گیا۔ حبشی خواجہ سرا دستور دینار کے حوالے حسن آباد' گلبرگہ' ساغر تل ورک اور شولاپور تک کے علاقے کیے گئے۔

تلنگانہ کا ملک بھی جو پہلے سارے کا سارا ملک حسن نظام الملک بحری کی ماتحتی میں تھا دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ راجندری' نلگنڈہ' مچھلی پٹن' اوریا اور چند دوسرے مواضع انتظام الملک کے حوالے کیے گئے۔ ورنگل کا علاقہ اعظم خاں اور سکندر خاں ولد جلال خاں کی ماتحتی میں دیا گیا۔ مندرجہ بالا آٹھوں اطراف میں بہت سے پرگنے داخل خاصہ شاہی کیے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

(۲) قلعوں کی نگرانی

سلطان علاؤ الدین حسن کے وقت سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جو سرلشکر ملک کے جس حصے کا حاکم ہوتا اس نواح کے تمام قلعے اسی کی نگرانی میں رہتے۔ یہ شخص جس کو بھی چاہتا قلعہ دار مقرر کر دیتا تھا۔ اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ کبھی کبھی سکندر خاں اور بہرام خاں جیسے طاقتور سرلشکر ان قلعوں کے حاکم بن کر علم سرکشی بلند کرنے کا ارادہ بھی کر لیتے تھے خواجہ کاواں نے بہت سوچ بچار کے بعد اس قاعدے میں تبدیلی کی کہ ایک قلعہ تو سرلشکر کے قبضے میں رہے لیکن بقیہ قلعوں پر بادشاہ کی طرف سے دوسرے امراء اور زمینداروں کو حاکم بنایا جائے۔ اس قاعدہ نو کی رو سے دولت آباد' جنیر' بیجاپور' گلبرگہ' ماہور' کاویل' ورنگل اور راجمندری کے قلعوں پر تو لشکر کے سرداروں کی حکومت رہی' لیکن دوسرے قلعے بادشاہ کی طرف سے قابل اعتبار امیروں کے حوالے کیے گئے۔

(۳) جاگیرداروں سے متعلق ضابطہ

سلطان علاؤ الدین کے عہد حکومت میں جب کہ تلنگانہ کا ملک فتح نہ ہوا تھا یہ ضابطہ مقرر تھا کہ پانصد امراء کو ایک لاکھ ہون اور یک ہزاری امراء کو دو لاکھ ہون خزانہ جاگیر سے نقد ادا کیے جاتے تھے۔ جب تلنگانہ فتح ہو گیا تو پھر یہ دستور ہوا کہ پانصدی امراء کو ایک لاکھ پچیس ہزار ہون اور پنج ہزاری کو اڑھائی لاکھ ہون ادا کیے جاتے۔ جن لوگوں کو جاگیریں عطا کی جاتی تھیں' ان کا یہ قاعدہ تھا کہ اگر جاگیر کی آمدنی ایک لاکھ ہون سے کم ہوتی تو وہ باقی رقم سرکاری خزانے سے وصول کرتے تھے۔ اسی طرح دیگر امراء ایک خاص مقرر تعداد سے اگر ایک سپاہی بھی کم رکھتے تھے' تو اسی قدر رقم ان سے واپس لے لی جاتی تھی۔

خواجہ کی مخالفت

ان ضابطوں کے عمل میں آنے کی وجہ سے لشکر میں زبردست اضافہ ہوا۔ امور سلطنت کی انجام دہی میں آسانیاں پیدا ہو گئیں اور خلق خدا کو بہت فائدے پہنچے۔ خواجہ کاواں کی یہ ترمیمات امراء کے مزاج پر گراں گزریں کیونکہ وہ تو حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے اور خواجہ نے یہ خواب منتشر کر کے رکھ دیئے۔ لہٰذا وہ سب خواجہ کی مخالفت کرنے لگے خواجہ ان امراء کی نیت سے بخوبی واقف ہو گیا لیکن اس نے بادشاہ کی ہمدردی کے خیال سے ان امیروں کی مخالفت کو کوئی اہمیت نہ دی اور ان کی مخاصمانہ کاروائیوں سے قطعاً پریشان نہ ہوا۔

خواجہ کے خلاف سازش

یوسف عادل' خواجہ کا بیٹا تھا اس لیے یہ دونوں امیر تہہ دل سے ایک دوسرے کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ کے دشمن یوسف عادل کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اسی دوران میں یوسف عادل نرسنگھ کی مہم پر روانہ ہوا۔ دکنی اور حبشی امراء نے جو محمود کاواں کی مہربانیوں اور عنایتوں سے آگے بڑھے تھے اور جن کا شمار شاہی اراکین میں ہوتا تھا آپس میں مل کر سازش کی۔ اس سازش میں ظریف الملک دکنی اور مفتاح حبشی جو ان دنوں نظام الملک بحری کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا تھا جیسے امراء بھی شامل تھے۔

ان امراء نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کہ چونکہ ان دنوں یوسف عادل خواجہ کاواں کے قریب نہیں ہے (اور نرسنگھ کی مہم پر گیا ہوا ہے) اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر خواجہ کاواں کی تباہی و بربادی کی پوری پوری کوشش کرنا چاہیے۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مفتاح حبشی' ظریف الملک اور دوسرے ہندی درباریوں نے خواجہ کے ایک حبشی غلام سے جو خواجہ کا مہربردار تھا واقفیت پیدا کی۔ انہوں نے اس غلام سے خوب رسم و راہ پیدا کی اور اسے طرح طرح کے بیش قیمت تحفے 'گھوڑے' جواہرات' اور اعلیٰ درجے کی اشیاء دیں۔

ایک روز بزم شراب میں جبکہ جام پر جام لنڈھائے جا رہے تھے' مفتاح حبشی اور ظریف الملک نے سفید رنگ کا تہہ کیا ہوا ایک کاغذ ہاتھوں میں لے کر غلام سے کہا "یہ کاغذ جل... کی ... مخالف

besturdubooks.wordpress.com

ہیں' اس پر خواجہ کاواں کی مہر کی بھی ضرورت ہے اگر تم یہ مہر لگا دو تو ہم تمہارے بہت ممنون ہوں گے" اس غلام نے بڑی حماقت کا ثبوت دیا اور بغیر کاغذ کو پڑھے ہوئے اس پر خواجہ کی مہر ثبت کر دی۔

جعلی خط

ظریف الملک اور مفتاح حبشی کی منشا کے مطابق جب معاملہ طے پا گیا تو وہ خوش خوش روانہ ہو گئے اور رات کے وقت ملک حسن نظام الملک بحری کے گھر اس سے ملاقات کرنے گئے اور اس سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ ان مکاروں اور عیاروں نے اس کاغذ پر خواجہ کی طرف سے راجہ اڈیسہ کے نام ایک خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا "ہم سلطان محمد شاہ کی بادہ نوشی اور اس کے ظالمانہ رویے سے سخت پریشان ہیں اور اس سے بے انتہا نفرت کرتے ہیں۔ اگر تم' موجودہ حالات میں تھوڑی سی بھی توجہ کرو تو دکن کو بہ آسانی فتح کر سکتے ہو۔ راجمندری میں اس وقت کوئی طاقتور سردار موجود نہیں ہے۔"

"جب تم بغیر کسی روک ٹوک کے دکن کی سرحد تک چلے آؤ گے تو میں بھی بغاوت کا جھنڈا اٹھا لوں گا تمام امراء چونکہ میری ماتحتی میں ہیں اس لئے سب میرا ساتھ دیں گے۔ اس کے بعد بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار کر ملک کو ہم آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گے۔"

ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے یہ خط بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت دربار میں ملک حسن نظام الملک بحری بھی موجود تھا۔ بادشاہ خواجہ کی مہر کو پہچانتا تھا' اس لئے یہ خط پڑھ کر وہ حواس باختہ ہو گیا۔ نظام الملک نے آگ پر تیل ڈالا اور اس سلسلے میں ادھر ادھر کی عجیب و غریب باتیں کر کے بادشاہ کے غصے کو تیز سے تیز کر دیا۔ اس عالم میں محمد شاہ بالکل دیوانہ ہو گیا۔ اس نے ذرہ بھر بھی عقل سے کام لیا ہوتا تو وہ سب سے پہلے اس معاملے کی پوری پوری تحقیق کرتا' اس قاصد کو بلا کر سوال و جواب کرتا جو اس خط کو لیے جا رہا تھا' لیکن اس نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور فوراً خواجہ کاواں کو بلانے کے لئے لوگ روانہ کیے۔

خواجہ کاواں کے مقربوں اور ندیموں کو تمام حالات کا علم ہو گیا انہوں نے خواجہ کو مشورہ دیا۔ "آپ کسی بہانے سے آج دربار میں جانے کو ملتوی کیجیے اور کل تشریف لے جائیے گا یہی بہتر ہے۔" خواجہ نے اس کے جواب میں کہا ہمایوں شاہ کی اطاعت گزاری اور خدمت گاری میں میرے بال سفید ہو گئے ہیں' اگر اس کے بیٹے کے ہاتھوں یہ بال رنگین ہو جائیں تو یہ میری سرخروئی ہو گی۔ جو کچھ قسمت میں لکھا ہے اس سے منہ موڑنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے" اسی اثناء میں چند نامی گرامی امراء نے' جو خواجہ کے حلقہ اطاعت میں شامل تھے اسے یہ پیغام بھجوایا۔

"ہمارے سننے میں عجیب و غریب قسم کی خبریں آ رہی ہیں آپ کے خاصے کے ایک ہزار سوار حاضر خدمت ہیں آپ انہیں ساتھ لے کر گجرات چلے جائیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوں گے۔" خواجہ نے انہیں جواب دیا۔ "میں نے ایک لمبے عرصے تک بہمنی خاندان کی بدولت بڑے عیش و آرام سے زندگی گزاری ہے مجھ سے' ملازمت کے تمام زمانے میں کبھی کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی ہے' مجھے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں ہے کہ بادشاہ اصل معاملے کی تحقیقات کیے بغیر ہی مجھ پر عتاب نازل کرے گا اور اگر وہ ایسا کرے بھی اور محض ایک الزام کی وجہ سے مجھے گردن زدنی قرار دے تو میں اس کو نمک حرامی سے بہتر سمجھتا ہوں۔" یہ کہنے کے بعد خواجہ بادشاہ کے دربار میں جا پہنچا۔

سلطان محمد شاہ نے خواجہ سے پوچھا۔ "جو شخص اپنے آقا کے ساتھ غداری کرے اس نمک حرام کو کیا سزا دینی چاہیے۔" خواجہ نے جواب دیا۔ "ایسے بد قسمت شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینا ہی بہتر ہے۔" یہ سن کر بادشاہ نے متذکرہ بالا جعلی خط خواجہ کو دکھایا۔ خواجہ نے خط دیکھا اور کہا "یہ سراسر الزام ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر مہر میری ہی ثبت ہے لیکن یہ خط ہرگز ہرگز میرا نہیں۔" خواجہ

besturdubooks.wordpress.com

حبشی کو خواجہ کے قتل کا حکم دیا خواجہ نے یہ سن کر کہا۔

خواجہ کا قتل

"مجھ بوڑھے شخص کو موت کے گھاٹ اتارنا بہت آسان ہے' لیکن یہ یاد رکھو کہ میرا خون تمہاری بدنامی اور سلطنت کی تباہی کا باعث ہوگا۔" محمد شاہ نے کوئی بات نہ سنی اور حرم سرا میں داخل ہو گیا۔ جوہر حبشی بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تلوار سونت کر خواجہ کاواں کی طرف بڑھا۔ خواجہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اس نے کلمہ شہادت پڑھا' جب تلوار اس کی گردن پر لگی تو اس کی زبان سے "الحمد للہ علی نعمتہ الشہادۃ" کی آواز نکلی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو گیا۔ اسی دوران میں خواجہ کاواں کا ہم قوم اور نامی گرامی امیر سعید گیلانی' دیوان خانے میں آیا۔ اس وقت غلام چونکہ سرگرم سیاست تھے۔ اس لئے انہوں نے بغیر شاہی حکم کے سعید کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خواجہ کے قتل کا حادثہ ۵ صفر ۸۸۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت خواجہ کی عمر اٹھتر ۷۸ سال کی تھی۔ مرنے سے پہلے خواجہ نے محمد شاہ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا تھا۔ ملا عبدالکریم ہمدانی مصنف "تاریخ محمود شاہی" جو خواجہ کاواں کا شاگرد بلکہ مرید تھا اور خواجہ کے مداح و دوست ملا سامی نے اس سانحے کی بے مثال تاریخیں کہیں۔

محمود کاواں کی تعمیر کردہ عمارات

محمود کاواں کی بنوائی ہوئی عمارتیں دکن میں کثرت سے موجود ہیں۔ خواجہ نے اپنی شہادت سے دو سال قبل احمد آباد بیدر میں ایک مدرسہ بنوایا تھا۔ ان عمارات' مسجد اور چار طاق بازار کے نشانات اب تک (تحریر کتاب کے زمانے تک جو ۱۰۲۳ھ ہے) باقی ہیں۔ یہ عمارتیں ایسی خوبصورت اور دلکش ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے معمار ابھی ابھی ان کی تعمیر سے فارغ ہوئے ہوں۔

خواجہ کی جامع کمال شخصیت

خواجہ کاواں معقولات اور منقولات میں بڑا درک رکھتا تھا۔ خاص طور پر ریاضی اور طب میں تو اسے بہت ہی کمال حاصل تھا۔ نظم و نثر اور انشاء میں وہ اپنی مثال آپ تھا' خوش نویسی پر بھی اسے بڑی دسترس تھی اس کا دیوان اور رسالہ "روضۃ الانشا" دکن میں اکثر اہل علم حضرات کے پاس موجود ہیں۔ خواجہ کاواں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے عہد کے خراسانی اور عراقی فضلاء سے خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ خواجہ کے لکھے ہوئے مراسلات اس کی کتاب انشاء میں شامل ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے خواجہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا تھا اور ایک قطعے میں انعام کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

خواجہ کاواں کے حالات زندگی

ملا عبدالکریم ہمدانی نے اپنی ایک کتاب میں خواجہ کے پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کیے ہیں۔ خاکسار مورخ فرشتہ' اسی کتاب سے خواجہ کے حالات کا خلاصہ درج کرتا ہے کیونکہ تاریخی نقطہ نظر سے یہ حالات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ خواجہ کاواں کے آباد و اجداد قدیم زمانے میں گیلان کے بادشاہوں کے وزیر تھے ان پر شاہی عنایات ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں۔ خواجہ کے بزرگوں میں ایک خوش قسمت شخص نے بادشاہت کا مرتبہ بھی حاصل کیا تھا اور اس کے نام کا خطبہ جاری ہوا تھا۔ حاجی محمد قندھاری کے بیان کے مطابق اس خاندان نے ایک عرصے تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور شاہ طہماسپ صفوی کے عہد میں اس خاندان کے ہاتھوں سے بادشاہت نکل گئی۔

خواجہ عماد کی جلاوطنی

اس نامی گرامی خاندان میں جو خواجہ عماد الدین محمود پیدا ہوئے۔ انہوں نے علوم و فنون کی تحصیل میں بڑی محنت کی لیکن آس پاس کے حکمرانوں اور امراء کے رشک و حسد کی وجہ سے انہیں اپنے آبائی وطن میں رہنا نصیب نہ ہوا اور یہ وہاں سے چل پڑے۔ اس جلاوطنی

besturdubooks.wordpress.com

چھپا کر رکھا ہوگا۔" نظام خزانچی نے اس کے جواب میں کہا۔ "بیدر میں جو رقم رکھی جاتی تھی' وہ بھی مذکورہ بالا دونوں مدات میں سے بچی ہوئی رقم ہوتی تھی' آپ وہاں تحقیق کر سکتے ہیں' اگر وہاں سے ایک پھوٹی کوڑی بھی برآمد ہو تو حضور میرے بدن کے سو ٹکڑے کر ڈالیں۔" بادشاہ نے خواجہ کاواں کے تمام خدمتگاروں اور ملازمین کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے اصل حقیقت پوچھی ان ملازمین نے بھی خزانچی کا سا جواب دیا۔

بادشاہ کے ندامت کے آنسو

یہ دیکھ کر بادشاہ سمجھ گیا کہ میرے ساتھ فریب کیا گیا ہے' حریف اپنے عیارانہ داؤں میں کامیاب ہو چکا ہے بادشاہ کو اس صورت حال میں خواجہ کاواں کے قتل کا بہت افسوس ہوا۔ وہ ہر روز خواجہ کو ہزاروں بار یاد کرتا اور اس کے قتل کا واقعہ یاد کرکے روتا بادشاہ اپنے غم و رنج کو شراب کی نذر کرکے وقت کاٹتا' مگر پھر بھی اسے سکون نہ ملتا یوں تو بظاہر وہ محفل شراب میں دن رات معروف عیش و عشرت رہتا' لیکن غم و اندوہ اندر ہی اندر اس کا کام تمام کیے جاتا تھا۔ اس کے دل و دماغ ہر لحہ کمزور پڑتے جاتے تھے۔

شہزادہ محمود خاں کی جانشینی

سلطان محمد شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ محمود خان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور ملک حسن نظام الملک بحری کو وکیل شاہی کا عہدہ عنایت فرمایا۔ بادشاہ نے اس بارے میں ایک محضر تیار کروایا اور شہر کے تمام بڑے بڑے علماء اور قاضیوں سے اس پر دستخط لئے۔ اس زمانے میں بادشاہ اکثر کہا کرتا تھا "اب خاندان بہمنیہ کے زوال کا وقت آ چکا ہے' میں زوال کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ جب لشکر کے امیر میرے جیسے تجربہ کار فاتح فرمانروا کی اطاعت نہیں کرتے تو پھر میرے بعد ایک کمسن بادشاہ کی بات کہاں مانیں گے۔"

بیدر کو روانگی اور کمزوری

سلطان محمد شاہ کی حالت بہت ہی کمزور ہو گئی اور اسی عالم میں وہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے کمزوری کے باوجود عراقی شراب' جو ہندوستان میں تیار کی جاتی ہے' پی اور عیش و عشرت میں محل کی عورتوں کے ساتھ مصروف ہو گیا اس کے بعد اسے نیند آ گئی۔ عیش و عشرت کی حرکتوں اور شراب کی گرمی نے بادشاہ کے دل پر اثر کیا اس وجہ سے بڑی پریشانی کے عالم میں اس کی آنکھ کھل گئی شاہی طبیب اشرف جہاں نے عرق بید مشک اور ٹھنڈے پانی سے علاج کیا' اس سے بادشاہ کو کسی قدر آرام آ گیا۔

وفات

سلطان محمد شاہ نے اس غلط مقولے پر عمل کیا کہ جو شراب سے مرتا ہو اس کا علاج شراب ہی کر سکتی ہے' اور اپنے مصاحبوں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے شراب کے چند جام چڑھا لئے' اس بار نشے نے موت کا کام کیا بادشاہ بے ہوش ہو کر تڑپنے لگا اور اس پر نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اس نے کہا۔ "خواجہ کاواں کا مقدس ضمیر مجھے قتل کر رہا ہے۔" یہاں تک کہ اسی عالم میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ یکم صفر ۸۸۷ھ کا ہے۔

محمد شاہ کی حکمرانی کی مدت بیس سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود شاہ بہمنی

محمود شاہ کی تخت نشینی

مورخوں نے تحریر کیا محمود شاہ بارہ سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا۔ تخت نشینی کے وقت تمام درباری امراء ملک حسن نظام الملک بحری' قوام الملک کبیر' قوام الملک صغیر' اور قاسم برید سرنوبت نے' جو اس وقت پایہ تخت میں موجود تھے' بادشاہ سے بیعت کی۔ تخت نشینی کی رسم اس طرح ادا کی گئی کہ خاندان بہمنیہ کا تخت جس کا نام "تخت فیروزہ تھا۔ اور جس کی مثال اس زمانے میں ناپید تھی' محفل میں بچھایا گیا اور تخت کی دونوں اطراف میں چاندی کی دو کرسیاں رکھی گئیں۔ اس کے بعد اپنے زمانے کے فاضل اور پرہیز گار علماء شاہ محب اللہ اور سید حبیب نے فاتحہ پڑھ کر بہمنی تاج سلطان محمود شاہ کے سر پر رکھا۔

ان دونوں بزرگوں نے بادشاہ کا دایاں اور بایاں ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھایا اور خود دونوں اطراف کی چاندی کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شاہ محب اللہ بادشاہ کی داہنی طرف بیٹھے اور سید حبیب بائیں طرف۔ اس کے بعد نظام الملک' قاسم برید اور قوام الملک کبیر و صغیر نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تخت نشینی کی مبارک باد دی۔ اور اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔ جب یہ تقریب ختم ہو گئی تو شہر کے تمام امیروں' سلحداروں اور شہزادوں کو شاہی دربار میں مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے کہا اس وقت یوسف عادل خاں سوائی' دریا خاں' ملوخاں اور فخر الملک جیسے نامی گرامی امراء دربار میں موجود نہیں ہیں اس لیے ان کی غیر موجودگی میں تخت نشینی کا جلسہ کیوں منعقد کیا گیا۔

بدشگونی

ملک حسن نظام الملک بحری نے اس کا جواب دیا "سلطنت کے ضروری امور کی طرف توجہ نہ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ جس وقت یہ سب امیر کوکن کی مہم سے واپس آ جائیں گے اس وقت پھر تاجپوشی کا جشن منعقد کر لیا جائے گا۔ اور مناصب و خطابات آپس میں تقسیم کر لیے جائیں گے۔" ملا عبد الکریم ہمدانی بھی اس جلسے میں شریک تھا اس نے لکھا ہے کہ جو دانشمند تھے انہوں نے عین تخت نشینی کے دن اس قسم کی گفتگو کو ایک طرح کی بدشگونی سمجھا چنانچہ وہی ہوا کہ جس کا ان لوگوں کو خطرہ تھا۔ محمود شاہ نے اگرچہ ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی' لیکن اس کا تمام عہد حکومت شور و شر' ہنگاموں اور باہمی چپقلشوں میں گزرا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

عہد محمد شاہ کے کچھ حالات

محمود شاہ کے باپ محمد شاہ بہمنی نے جب عنان حکومت ہاتھ میں لی تھی اس وقت اس کی عمر بھی بہت ہی کم تھی اس وجہ سے تمام درباری امراء خود مختاری اور حکمرانی کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ مگر محمد شاہ کی والدہ اور ملک التجار محمود گاواں کی دور اندیشی' معاملہ فہمی اور خوش اسلوبی کی وجہ سے یہ امیر اپنے خوابوں کی سہانی تعبیریں نہ دیکھ سکے اور وہ سدا اسی غم میں گھلتے رہے۔ سلطان محمد شاہ جب بالغ ہوا اور اس میں اپنی ماں اور خواجہ جہاں کی تربیت سے حکومت کے معاملات کو طے کرنے کی اہلیت پیدا ہو گئی تو اس نے تمام غداروں اور دون فطرت امراء کو چن چن کر تباہ و برباد کیا اور اپنے غلاموں کو تربیت علاق دینے میں مصروف ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

نظام الملک کی عزت افزائی

بادشاہ نے دو ہزار گرجی' چرکسی اور قلماق غلام خریدے اور اتنے ہی حبشی اور ہندی غلام بھی حاصل کیے۔ اس نے ترکی غلاموں میں سے نظام الملک کو جو' کھرلہ میں مقیم تھا' اپنی نوازشوں اور عنایتوں سے سرفراز کیا۔ حبشیوں میں دستور دینار اور ہندیوں میں سے ملک حسن کو اپنے مقربین خاص میں شامل کیا۔ ملک حسن نظام الملک بحری بادشاہ کا کوکہ تھا اور محمد شاہ کو بچپن کے زمانہ میں اپنے کاندھوں پر لیے لیے گھومتا تھا۔ اس وجہ سے اس کی عزت و عظمت میں بہت اضافہ ہوا اور اس کا شمار نامی گرامی امراء میں ہونے لگا۔ بادشاہ نے اپنی بحری خاصہ جو چیدہ شکاری جانوروں کا تھا' اور جس کے لئے یک ہزاری منصب اور علم و نقارہ کی عزت مخصوص تھی نظام الملک کے سپرد کر دیا اور یوں وہ "بحری" کے لقب سے مشہور ہوا۔

ملک حسن نظام الملک بھی بادشاہت کے خواب دیکھتا تھا۔ اس نے ہندی غلاموں کی ایک بہت بڑی جماعت تیار کی اور اپنے پروردہ پرداختہ غلاموں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ ان غلاموں میں سے بعضوں کو امیر اور بعضوں کو منصب دار بنایا گیا۔ جس زمانے میں سلطان محمد شاہ نے نظام الملک کو تلنگانہ کا طرفدار مقرر کیا تھا اس وقت اس علاقے میں ہندی غلاموں کے علاوہ کوئی اور جاگیردار موجود نہ تھا۔ اس سے نظام الملک کی تدبیروں کی کامیابی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خواجہ جہاں کو نظام الملک بحری کے انداز و اطوار سے اس کے باغیانہ ارادوں کا سراغ مل گیا تھا' اس لئے وہ نظام الملک سے بہت چوکنا اور ہوشیار رہتا تھا۔ اسی طرح یوسف عادل خاں سوائی بھی جو کسی نہ کسی طرح ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ کھرلہ کے قلعے کی فتح کے بعد منصب دار اور جاگیردار ہوا۔ اس کے دوسرے بہت سے ترکی غلام بھی یعنی قوام الملک کبیر و صغیر' فرہاد الملک کوتوال' دریا خاں اور تفرش خان کو بھی امراء کے طبقے میں شامل کر کے جاہ و منصب سے بہرہ ور کیا گیا۔ یوسف عادل کے علاوہ دینار حبشی نے بہت ترقی کی۔

نظام الملک نے اپنے قومی بھائیوں کی تربیت کی طرف بہت توجہ کی۔ اس نے سعید خاں گیلانی زین الدین علی خاں اور بہت سے دوسرے مغل امراء کو آگے بڑھایا اور اپنے غلام کشور خاں کو امراء کے گروہ میں شامل کر کے صاحب جاہ و حشمت بنایا۔ اس طرح گویا چار فرقے یا جماعتیں پیدا ہو گئیں جو یہ ہیں (۱) مغل (۲) ترک (۳) حبشی اور (۴) دکنی۔ ان چاروں فرقوں میں سے حبشی غلاموں کا گروہ جو کہ خواجہ جہاں کا پروردہ پرداختہ تھا' دکنیوں سے مل گیا اور حسن نظام الملک کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ حبشیوں کی طرح ترکوں نے خواجہ جہاں سے بیوفائی نہ کی اور سچے دل سے اس کی اطاعت گزاری کرتے رہے۔

خواجہ جہاں کی دلی خواہش یہ تھی کہ ترکیوں کی جماعت ہمیشہ دکنیوں پر غالب رہے۔ خواجہ نے یوسف عادل خاں سوائی کو دولت آباد کا طرفدار مقرر کرنے کے بعد گجرات اور مندو کے حاکموں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خواجہ نے اپنی تدبیروں کو عمل میں لا کر یوسف عادل خاں کو ترکی امیروں کا سردار بنا کر' شاہی دربار میں اسے نظام الملک سے بڑی جگہ پر پہنچا دیا۔ ملک نظام الملک اس سبب سے اپنے دل میں بہت ہی رنجیدہ ہوا اور اس نے خواجہ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے' لیکن ان چغل خوریوں کا بادشاہ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا اور خواجہ جہاں اور یوسف عادل کی عزت اس کے دل سے پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی' لیکن آخر کار نظام الملک اپنے مفسد ارادوں میں پوری طرح کامیاب ہوا اور خواجہ جہاں کو' جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے مکاری اور فریب کے دام میں لا کر شہید کر دیا گیا۔ یوسف عادل خاں اپنی اقبالمندی کی وجہ سے ملک حسن نظام الملک جیسے طاقتور دشمن سے دور رہا اور بیجاپور کا فرمانروا بنا۔ اس طرح یوسف عادل کو محمد شاہی دربار سے کہیں زیادہ عزت اور ناموری حاصل ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

مغل اور ترک امراء کی پایہ تخت میں آمد

سلطان محمد شاہ کی وفات کے بعد یوسف عادل اور سارے دکنی' مغل اور ترک امراء جو کوکن کی مہم میں ہمراہ تھے آپس میں مل کر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ سلطان محمود شاہ کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لئے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سب امراء شہر کے باہر قیام پذیر ہوئے اور ان میں سے یوسف عادل خاں' دریا خاں' فخر الملک' تفرش خاں ولد قاسم بیگ صف شکن' اژدر خاں اور غضنفر خاں ایک ہزار تجربہ کار اور چیدہ مغل اور ترک لشکریوں کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کرنے کے مقصد سے شہر میں داخل ہوئے۔

یہ سب لوگ ارک کے قلعے میں پہنچے اس امر کی اجازت نہ تھی کہ اپنے ملازموں اور خدمتگاروں کو بھی قلعہ اندر لے جائیں۔ لیکن ان لوگوں کو چونکہ ملکہ حسن نظام سے خطرہ تھا اس لئے یہ لوگ اپنے ساتھ دو سو مسلح جوانوں کو بھی لے کر دار الامارت میں داخل ہوئے۔ ملک حسن بھی غافل نہ تھا' اس نے پہلے ہی سے یوسف عادل کی سرزنش کے لئے قلعے میں پانچ سو مسلح جوان متعین کر رکھے تھے۔ یوسف عادل خاں کو اس بات کا علم ہوا' لیکن اس نے واپس لوٹنے کو خلاف مصلحت سمجھا اور خدا تعالیٰ پر بھروسا کر کے اپنے مسلح نوجوانوں کے ساتھ بادشاہی محل میں اوپر چلا گیا۔

یوسف عادل خاں شاہی دربار میں

ملک حسن نظام الملک اور امیر قاسم برید نے مجبور ہو کر ان نووارد امراء کا استقبال کیا اور انہیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ یوسف عادل نے شاہی حضور میں جلوس کی مبارک باد پیش کی اور حسب عادت ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہو گیا جو ملک حسن کی جگہ سے ممتاز نمایاں اور اعلیٰ تھی۔ نظام الملک سے بعد کی جگہ پر دریا خاں کھڑا ہو گیا اور اس طرح نظام الملک اور اس کے بیٹے ملک احمد کے درمیان فاصلہ ہو گیا۔ ان امراء کی ترتیب کچھ اس طور پر تھی کہ اگر نظام الملک کے ہوا خواہ یوسف عادل اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنا چاہتے تو انہیں پہلے نظام الملک اور ملک احمد کا کام تمام کرنا پڑتا۔ ملک احمد کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا اور اس نے اپنے اور اپنے دشمنوں کے درمیان سے نظام الملک کو ہٹانا چاہا۔

یوسف اور نظام الملک کی "گرم جوشی"

نظام الملک اپنے بیٹے کے ارادے سے باخبر ہو گیا اور اس نے ملک احمد کو منع کر دیا اور فساد کو رفع کرنے کے لئے بادشاہ سے گزارش کی۔ بادشاہ نے ان تمام لوگوں کو ان کے مرتبے کے مطابق خلعت سے سرفراز کیا اور پھر یہ سب رخصت ہو گئے۔ یوسف عادل کو نظام الملک کی طرف سے کچھ اطمینان نہ تھا۔ یوسف نے اپنے دشمن کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور گفتگو کے بہانے سے اسے اپنے ساتھ قلعے کے باہر تک لے آیا یوسف نے بڑے خلوص اور محبت کا اظہار کیا' نظام الملک کی بہت خاطر تواضع کی' اپنے لشکر تک پہنچ کر یوسف' نظام الملک سے رخصت ہو گیا اور اپنے ایک ہزار تجربہ کار ساتھیوں کے ہمراہ شہر سے باہر اپنی قیام گاہ میں مقیم ہوا۔ یوسف نے دریا خاں کو بڑی احتیاط کے ساتھ شہر کے باہر مقیم ہونے کا مشورہ دیا۔

دوسرے روز ملک حسن نظام الملک' قوام الملک کبیر و صغیر کے ہمراہ یوسف عادل کی قیام گاہ میں آیا اور یوسف سے کہا۔ "مناسب یہی ہے کہ تم اور تمہارے ترکی امراء بھی شہر کے اندر ہی قیام کریں تاکہ ہم سب مل کر روزانہ شاہی دربار میں حاضری دیا کریں۔ اس طرح ملکی معاملات میں پہلے کی طرح ترتیب و نظم پیدا ہو جائے گا نیز ہمارا باہمی اتحاد ترقی کرے گا۔ اور ہم ایک دوسرے کے دوست بن کر دشمنوں کو تباہ و برباد کریں گے۔ یوسف عادل نے جواب دیا "باہمی اتحاد و محبت کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا' بالکل وہی میری خواہش بھی ہے' لیکن یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں بھی ہر روز تمہاری طرح دربار میں حاضری دیا کروں۔ ہم سپاہی پیشہ لوگ ہیں ملکی انتظامات سے ہمیں کچھ زیادہ واقفیت نہیں ہے ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم مرحوم بادشاہ کی وصیت کے مطابق اپنے اپنے کاموں کو سرانجام

besturdubooks.wordpress.com

دیتے رہیں۔ دوسرے یہ کہ ان ترکی امراء کا شہر میں قیام کرنا کچھ اچھا نہیں ہے یہ ایک جاہل قوم سے تعلق رکھتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں اور دکنیوں اور حبشیوں میں کسی قسم کی تکرار ہو جائے اور اس طرح کسی بڑے فتنہ و فساد کا دروازہ کھلے۔"

عہدوں کی تقسیم

الغرض اس ملاقات میں یہی طے پایا کہ نظام الملک پہلے کی طرح وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز رہے۔ وزارت' اشراف اور نظارت کے عہدے بالترتیب قوام الملک کبیر سر لشکر ورنگل' قوام الملک صغیر طرفدار راجمندری اور دلاور خاں حبشی (یکے از امراء کبار) کے پاس رہیں۔ اسی طرح دوسرے عہدے اور خدمتیں بھی باہمی مشورے سے مناسب لوگوں میں تقسیم کر دی گئیں اور سب مل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے ان تمام عہدہ داروں کو خلعت فاخرہ عطا کیے۔ اس واقعے کے بعد یوسف عادل اپنی قیام گاہ پر آگیا اور اس نے پھر کبھی سلطنت کے انتظامی امور میں دخل نہ دیا۔

عادل خاں دکنی اور فتح اللہ عماد الملک کی طلبی

دو تین ماہ تک تو تمام مغل' دکنی' حبشی اور ترک سپاہی بڑے اتحاد و یگانگت سے رہے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا برتاؤ کرتے رہے' لیکن حسن نظام الملک بحری اور قوام الملک کبیر نے وعدہ شکنی کا ارادہ کیا اور یوسف عادل خاں کا کام تمام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان امیروں نے یہ طے کیا کہ خاندان بہمنیہ کا نامی گرامی امیر' عادل خاں دکنی' جو قوام الملک کی طرف سے ورنگل میں مقیم تھا اسے یوسف عادل کی جگہ مقرر کر دیا جائے۔ اس تجویز کے پیش نظر عادل خاں دکنی اور فتح اللہ عماد الملک کو طلبی کے فرمان بھیجے گئے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے امراء اور لشکریوں کو ساتھ لے کر بادشاہ کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوں۔ متذکرہ بالا دونوں امیر شاہی فرمان کے پہنچتے ہی پایہ تخت میں حاضر ہو گئے اور شہر کے باہر اپنے ہتھیار بند لشکر کے ساتھ مقیم ہوئے۔

یوسف عادل کے خلاف سازش

عادل خاں دکنی اور فتح اللہ عماد الملک اکیلے ہی شہر میں داخل ہوئے یہ دونوں بہت خوش و خرم اپنی قیام گاہ پر واپس آئے دو تین ہفتے انہیں معاملات میں گزر گئے۔ ملک حسن نظام الملک نے حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی تھی اور وہ قوام الملک کبیر کو بہت ہی سادہ لوح اور بے خبر سمجھتا تھا۔ ملک حسن نظام الملک نے قوام الملک سے کہا "میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم تم دونوں مل کر آج دکنی امراء کو بلائیں اور یوسف عادل کا کام تمام کر دیں۔ یوسف عادل کے ڈر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جانا بہت بڑی بات ہے جب ہم اس مرحلے کو طے کر لیں گے تو پھر یوسف کے بہی خواہوں کو ان کے تھانوں پر واپس جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

"یہ ممکن ہے کہ فتح اللہ عماد الملک اور دیگر دکنی امراء جو ترکی امیروں سے خوفزدہ ہیں ان کی وجہ سے دربار میں حاضر نہ ہوں۔ اس لئے مناسب یہی ہوگا کہ ترکی امراء کو یہ حکم دے دیا جائے کہ وہ اس روز اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں" قوام الملک نے نظام الملک کی یہ تجویز پسند کی اور اسی کے مطابق نظام الملک نے دوسرے روز بادشاہ کو ارک کے قلعے کے ایک برج پر بٹھایا اور یوسف عادل اور فتح اللہ عماد الملک کو یہ پیغام بھجوایا۔ "اپنی اپنی فوجوں کو آراستہ کرکے شاہی ملاحظہ کے لئے پیش کرو اور شاہی خلعت سے سرفراز ہو کر اپنے اپنے صوبوں کو واپس جانے کی اجازت طلب کرو۔"

قوام الملک کبیر کی عاقبت نااندیشی

فرہاد الملک کوتوال کو ان باتوں کا علم ہو گیا اور اس نے قوام الملک کبیر کو یہ پیغام دیا "ملک حسن نظام الملک تمہارا اور تمام ترکی امیروں کا بدترین دشمن ہے اس نے یوسف عادل خاں کا کام تمام کرنے کا تو بہانہ کیا ہے۔ اس روز تمام ترکی امراء کا اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا

besturdubooks.wordpress.com

نے نظام الملک کی بہی خواہی پر اعتماد کر لیا چونکہ قوام الملک کبیر کا آخری وقت آ گیا تھا اس لئے اس نے کوتوال کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

عادل خان دکنی تمام حالات سے بے خبر تھا وہ اپنے لشکر تلنگانہ کو مرتب و مسلح کر کے' نظام الملک کے کہنے پر شہر میں آ گیا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی نظام الملک وغیرہ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ ملک حسن نظام الملک کے کہنے کے مطابق اس نے دونوں سرداروں کو برج پر جہاں وہ خود بیٹھا ہوا تھا' بلایا اور کہا "ترکی امراء اس وقت بغاوت پر آمادہ ہیں اور ملک میں شورش پھیلا رہے ہیں۔ اس فتنے کا سدباب ضرور کرنا چاہیے۔"

ترکوں کا قتل

فتح اللہ عماد الملک اور یوسف عادل ایک دوسرے کے بہت دوست تھے اس لئے نظام الملک نے فتح اللہ عماد الملک کو اسی مجلس میں بٹھائے رکھا ہم خطابی کی بنا پر عادل خاں دکنی' یوسف عادل کا جانی دشمن ہو رہا تھا اسے ترکی امراء کو قتل کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔ عادل دکنی نے سب سے پہلے قوام الملک کبیر کو قتل کیا فرہاد الملک کوتوال کو گرفتار کر کے حصار کے دروازے بند کر لیے اور ترکوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ ترکی امراء اس ناگہانی مصیبت سے قطعاً بے خبر تھے تفرش خاں' قوام خاں اور دیگر ترکی امراء کو جو یوسف عادل کی وجہ سے شہر کے اندر موجود تھے' ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے جنگ کے ارادے سے شہر کے دروازے کا رخ کیا' اور بڑی بہادری اور جوانمردی کے ساتھ تیغ و تبر سے دروازے کو توڑ دیا۔

معرکہ آرائی

دریا خاں کو جب شہر کے ہنگامے کی خبر ملی تو وہ دس یا بیس ہزار سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ پورے بیس دن تک طرفین میں معرکہ آرائی رہی۔ اس دوران میں کئی بار یوسف خاں عادل اور ملک احمد ولد نظام الملک بحری میں شدید لڑائیاں ہوئیں۔ اور دونوں فریقوں کے تین یا چار ہزار سپاہی موت کا لقمہ بنے اس خونریزی اور موت کی گرم بازاری کے بعد بھی کسی بات کا فیصلہ ہوتا ہوا نظر نہ آیا یہ حالت دیکھ کر شہر کے عالم اور درویش درمیان میں پڑے اور صلح کی بات چیت شروع ہوئی۔

یوسف عادل کی واپسی

ترکی امراء کی ایک بہت بڑی تعداد موت کا شکار بن چکی تھی اس لئے یوسف عادل نے بھی صلح ہی میں بہتری دیکھی اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر بیجاپور واپس آ گیا۔

نظام الملک کا اقتدار

اب میدان خالی پا کر ملک حسن نظام الملک دربار پر پوری طرح حاوی ہو گیا اس نے اپنے بیٹے ملک احمد کو سردار اور میر کے علاوہ دوسرے کئی پرگنوں کا جاگیردار مقرر کیا فخر الملک دکنی کو' جو ملک التجار محمود گاواں کا غلام زادہ اور بہت ہی شجاع اور دلاور انسان تھا برار کے امیروں کی جماعت میں داخل کیا اور اس کے بیٹوں کو بھی مختلف عہدے عطا کیے۔ نیز فخر الملک کو "خواجہ جہاں" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ وزارت اور میر جملہ کا عہدہ فتح اللہ عمادی کے سپرد کیا گیا اور اس کے بیٹے شیخ علاؤ الدین کو' باپ کی طرف سے برار کا طرفدار مقرر کیا گیا۔ نظام الملک نے ان سب کے دلوں کو موہ لیا۔

قاسم برید نظام الملک کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا اس نے نظام الملک کے ایماء پر ترکوں کو تباہی اور بربادی میں کوئی کمی نہ کی تھی اسے شہر کا کوتوال اور سرنوبت مقرر کیا گیا۔ قوام الملک صغیر کو تلنگانہ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ تین چار سال تک ملک حسن نظام الملک اور فتح اللہ عمادی ہر روز بلاناغہ' صبح کے وقت بادشاہ کی والدہ کے پاس جاتے تھے۔ اور اس کے مشورے سے سلطنت کے امور سرانجام دیتے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

دلاور خاں حبشی کو ان دونوں امیروں سے بہت حسد تھا۔ اس نے بادشاہ کے کان بھرے اور اس سے کہا "فلاں فلاں امیر حضور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے آپ کو محض ایک بچہ جان کر نظرانداز کر دیتے ہیں اور سلطنت کے تمام کام آپ کی والدہ کے مشورے سے انجام دیتے ہیں۔"

نظام الملک اور عمادی پر ناکام قاتلانہ حملہ

دلاور خاں حبشی کی اس بات نے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا اور اس نے دلاور خاں ہی کو نظام الملک اور فتح اللہ عمادی کے قتل پر مقرر کیا۔ اتفاق کی بات کہ ایک بار یہ دونوں امیر رات کے وقت کسی اہم سلسلے میں بادشاہ کی والدہ سے ملنے کے لیے شاہی محل میں آئے۔ دلاور خاں حبشی نے ایک اور شخص کو اپنے ساتھ لیا اور یہ دونوں تلواریں سونت کر متذکرہ امیروں کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے امیروں پر تلواروں کے وار کیے نظام الملک زخمی ہوا' لیکن اس کے اور فتح اللہ عمادی دونوں ہی کے پاس تلواریں تھیں اور دونوں شمشیر زنی میں بے نظیر تھے' اس لئے انہوں نے دشمنوں پر غلبہ پا لیا اور قلعے سے باہر نکل آئے۔

نظام الملک کا شہر سے جانا

ان امیروں نے ملک قاسم برید کو جسے انہوں نے سرنوبت اور کوتوال شہر بنایا تھا۔ اس واقعے سے اطلاع دی اور یہ کہلوایا "بادشاہ تمہاری جان کا دشمن ہو رہا ہے لہٰذا تم اپنی جان کی حفاظت کرو۔" ملک حسن نظام الملک اور فتح اللہ عمادی اپنے اپنے لشکروں کو ساتھ لے کر شہر کے باہر چلے گئے۔ قاسم برید نے ارک کے قلعے کے دروازے بند کر دیئے اور لوگوں کو بادشاہ کے پاس آنے جانے سے بالکل روک لیا۔ یہ عالم دیکھ کر بادشاہ کو اپنی حرکت پر بہت ندامت اور پشیمانی ہوئی لہٰذا اس نے ان امیروں کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کیا۔ یہ تمام امیر تلنانہ کے قریبی علاقے میں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ قیام پذیر تھے' قاصد نے بادشاہ کی طرف سے عذر خواہی کی۔

نظام الملک کی واپسی

امراء نے دلاور خاں حبشی کو قتل کرنے کی درخواست کی۔ دلاور خاں نے جب یہ سنا تو وہ برہان پور کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے بعد نظام الملک اور ملک احمد دونوں باپ بیٹے شہر میں داخل ہوئے۔ فتح اللہ عمادی برار کی طرف چلا گیا انہیں دنوں ملک حسن نظام الملک بحری نے' جو زمانے کی بہت سی کروٹوں کو دیکھ چکا تھا اپنے استحکام کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس نے ملک وحید اور ملک اشرف دکنی پر (جو پہلے محمود گاواں کے خدمت گار تھے اور بعد میں شاہی سلحدار مقرر ہوئے تھے) طرح طرح کی عنایات کرنا شروع کر دیں۔ ملک وحید کو اس نے امارت کے درجے تک پہنچا کر دولت آباد کا طرفدار مقرر کیا اور اشرف کو اس کی ماتحتی میں دیا۔ نظام الملک نے ان دونوں سے ملک احمد کے ساتھ محبت و اتحاد کا برتاؤ کرنے کی قسمیں لیں اور قول و قرار لے کر دولت آباد کی طرف روانہ کر دیا۔

ملک احمد کی روانگی جنیر

فخر الملک الخاطب بہ خواجہ جہاں کو شولاپور اور پرندہ کے پرگنے عطا کیے گئے۔ اس سے بھی ملک وحید اور ملک اشرف کی طرح قسمیں لی گئیں۔ اس کے دو تین ماہ بعد نظام الملک نے بادشاہ سے رخصت لی اور اپنے بیٹے ملک احمد کو سو ہاتھیوں اور بہت سے مال و اسباب کے ساتھ اپنا نائب مقرر کر کے جنیر روانہ کیا۔

قوام الملک صغیر کی بغاوت

ورنگل کے حاکم عادل خاں نے ۸۹۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا' قوام الملک صغیر جلد از جلد اپنا لشکر لے کر راجمندری سے ورنگل پہنچا اور اس نے علم سرکشی بلند کر کے سارے تلنانہ پر قبضہ کر لیا۔ ملک حسن نظام الملک نے بادشاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور ورنگل کی طرف روانہ

besturdubooks.wordpress.com

الملک کے روز افزوں اقتدار کی شکایت کی۔ بادشاہ کا عالم اس وقت عجیب ہو رہا تھا' ایک طرح پر اس نے امراء کشی پر کمر باندھی رکھی تھی اس لئے اس نے قوم الملک صغیر کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اس کے قاصد کو مع خط کے نظام الملک کے پاس بھیج دیا۔

بیٹے کا خط باپ کے نام

بادشاہ ورنگل پہنچا اور نظام الملک کے نام ملک احمد کا اس مضمون کا ایک خط آیا۔ "سلطان محمد شاہ کے دور فرماں روائی میں بندر کوہ اور اس کے پرگنوں کی حکومت کشور خاں' غلام ملک التجار کے حوالے کی گئی تھی۔ کشور خاں نے نجم الدین گیلانی کو اپنا نائب بنایا تھا۔ نجم الدین گیلانی کی وفات کے بعد اس کے خدمتگار بہادر گیلانی نے بہادری و ہمت سے کام لے کر بندر کوہ سے بندر وابل' کولاپور' کلہر اور برنالہ تک کے تمام علاقے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اب وہ یوسف عادل کے بل بوتے اور مدد کی وجہ سے روز بروز بہت طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ اس کی ہمت یہاں تک بڑھی ہے کہ اس نے بندر جیول اور میرے پرگنوں پر بھی دست درازی شروع کر دی ہے۔"

"اسی طرح جھاگنہ کا جاگیردار زین الدین علی باس بھی من مانی کرنے پر اترا ہوا ہے اور باوجود قربت کے اطاعت کا دم نہیں بھرتا اور یہ کہتا ہے کہ جب بادشاہ خود مستقل فرمان روا بن کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے گا میں اس وقت صحیح طور پر مطیع بنوں گا ان تمام معاملات میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ جو حکم دیں اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔" ملک حسن نظام الملک نے جواب میں لکھا سب سے پہلے زین الدین علی باس کے فتنے کا خاتمہ کرو اور اس کے بعد کسی دوسری طرف توجہ کرنی چاہیے۔" اس خط کے ساتھ ہی نظام الملک نے دولت آباد کے طرف دار ملک وحید اور پرندہ کے حاکم فخر الملک خواجہ جہاں کے نام اس مضمون کے خطوط بھی روانہ کیے کہ دونوں امیر ملک احمد کی مدد کریں۔

زین الدین علی کا خط یوسف عادل کے نام

انہیں دنوں زین الدین علی باس نے یوسف عادل کے نام ایک خط بیجاپور روانہ کیا اس نے لکھا۔ "مجھے اپنے خدمت گزاروں اور ملازموں کی صف میں شامل کر کے میری سرپرستی کیجیے اور ملک احمد کے ہنگاموں سے مجھے اور میرے ملک کو بچائیے۔" یوسف عادل نے جو خواجہ جہاں سے سچی دوستی رکھتا تھا زین الدین کی امداد کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس نے پانچ چھ ہزار سواروں کا ایک لشکر اس کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اور اس لشکر کو یہ حکم دیا کہ پہلے تو انداپور کے قلعے میں قیام کیا جائے جب ملک احمد' زین الدین پر لشکر کشی کرنے کے لئے بھاگنہ کی طرف آئے تو پھر اس میں پہنچ کر اس کا راستہ مسدود کیا جائے۔"

نظام الملک کا زوال

یہ خبر ورنگل پہنچی اور ملک حسن نظام الملک کی عزت اور عظمت کو گھن لگنے لگا۔ رعیت اور بادشاہ دونوں کی نگاہوں میں اس کا پہلا سا وقار نہ رہا اور تمام اعتبار جاتا رہا۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے جن میں ملک قاسم برید' دستور دینار حبشی خواجہ سرا اور دوسرے حبشی امیر شامل تھے۔ بادشاہ کو نظام الملک کے خلاف اکسانا شروع کر دیا اور اسے طرح طرح کی وحشت خیز خبریں سنانے لگے۔ بادشاہ تو پہلے ہی نظام سے ناخوش تھا للذا اس نے متذکرہ امراء کو یہ بتا دیا کہ وہ نظام الملک سے خوش نہیں ہے۔ اس نے ان امیروں کو یہ حکم دیا کہ وہ موقع پا کر نظام الملک کا خاتمہ کر دیں۔

نظام الملک کا فرار

ملک حسن نظام الملک کو ان تمام باتوں کی اطلاع ہو گئی وہ اپنی جان بچا کر آدھی رات کے وقت شاہی لشکر سے بھاگ نکلا۔ چونکہ اس کے دن پورے ہو چکے تھے اس لئے وہ اپنے بیٹے کے پاس جنیر نہ گیا۔ بلکہ پایہ تخت اور خزانے پر قبضہ کرنے کے لئے احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گیا۔ بیدر کا حاکم' دل پسند خاں دکنی تھا۔ اس پر نظام الملک نے بہت سی مہربانیاں کی تھیں اس لئے وہ نظام الملک سے بڑی

besturdubooks.wordpress.com

خندہ پیشانی سے ملا اور بڑے فرمانبردارانہ انداز سے اسے شہر میں لے آیا۔

نظام الملک کی بغاوت

نظام الملک نے اپنا ایک قاصد بھیج کر ملک احمد کو جنیر سے بیدر بلوایا۔ دل پسند خاں کے ساتھ مل کر اس نے بہمنی بادشاہوں کا بہترین خزانہ کھولا اور لشکر وغیرہ فراہم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے بعد نظام الملک نے کھلے بندوں بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور علم بغاوت سربلند کیا۔ سلطان محمود شاہ کو ان تمام واقعات کی اطلاع ملی اور اس نے قطب الملک دکنی کو تلنگانہ کا سرلشکر مقرر کیا اور اس علاقے کے امراء کو ساتھ لے کر بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

دل پسند خاں کی چال

نظام الملک اتنا طاقتور نہ تھا کہ وہ بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی جرات کرتا۔ اس نے تمام خزانہ اپنے ساتھ لے کر اپنے بیٹے سے جا ملنے کا ارادہ کیا۔ دل پسند خاں نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اور بادشاہ کو پوشیدہ طور پر یہ پیغام بھجوایا۔ "فدوی حسب سابق حضور کا خدمت گزار اور مطیع ہے۔ میں نے محض نمک حلالی اور فرض شناسی کی وجہ سے آپ کے باغی کو لطف و مروت کے ساتھ روک رکھا ہے تاکہ حضور کی آمد کا انتظار کیا جا سکے۔" بادشاہ نے دل پسند خاں کو جواب بھجوایا۔ "اگر تو واقعی سچا ہے تو پھر نظام الملک کا سر کاٹ کر شاہی بارگاہ میں روانہ کرتا کہ تیری وفاداری کا اندازہ ہو سکے۔"

نظام الملک کا قتل

دل پسند خاں نے نظام الملک کی عنایتوں اور مہربانیوں کا کچھ خیال نہ کیا اور پانچ سو ہتھیار بند جوانوں کو ساتھ لے کر نظام الملک کے پاس قلعہ ارک میں گیا اور اس سے کہا کہ "مجھے تنہائی میں آپ سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں۔" نظام الملک نے اسی وقت دل پسند کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک کمرے میں لے گیا۔ دل پسند طاقتور اور جوان آدمی تھا اس کے برعکس نظام الملک ضعیف العمر تھا۔ دل پسند نے نظام الملک کا گلا گھونٹ کر وہیں اس کا خاتمہ کر دیا۔ دل پسند نے اس کے بعد نظام الملک کے سر کو اس کے جسم سے علیحدہ کیا اور اس کٹے ہوئے سر کو ہاتھ میں لے کر باہر آیا اور حاضرین محفل سے یوں گویا ہوا۔ "جو شخص اپنے آقا کے ساتھ ٹکراؤ کرتا ہے اس کی سزا یہی ہے۔" دل پسند نے وہ کٹا ہوا سر بادشاہ کے پاس بھجوا دیا اس کے بعد بادشاہ شہر میں داخل ہوا اس نے دل پسند خاں دکنی کے علاوہ کئی مغلوں اور ترکوں کو اپنا مصاحب بنایا اور سلطنت کے اکثر امور کی انجام دہی انہیں پر چھوڑی۔

محمود شاہ کی عیاشی

سلطان محمود شاہ پر جوانی کا نشہ کچھ بری طرح چھایا شراب و شاہد و ساقی کا وہ کچھ ایسا والہ و شیدا ہوا کہ حکومت کے اکثر کاموں کی طرف سے غافل رہنے لگا۔ اس عیاشی اور عیش کوشی نے یہاں تک طول کھینچا کہ بادشاہ نے تخت فیروزہ میں سے بہت سے جواہرات نکلوا کر شراب کے لئے مرصع صراحیاں اور پیالے بنوائے۔ شراب کی بساط کا حاشیہ اور خاصہ کا طنبورہ بھی تخت فیروزہ کے جواہرات ہی سے آراستہ کیا گیا۔

بادشاہ کے قتل کی سازش

۸۹۹ھ میں حبشیوں اور دکنیوں نے مغلوں اور ترکوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ انہوں نے حسد کی آگ میں جل کر بادشاہ کو مغلوں اور ترکوں سے بدگمان کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ دل پسند خاں اور دوسرے حبشی اور دکنی امراء نے باہم سازش کی کہ محمود شاہ کو قتل کر کے کسی دوسرے بہمنی شہزادے کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان سازشیوں نے ارک کے قلعے کے تمام دربانوں،

besturdubooks.wordpress.com

دشمن کی ناکامی

یکم ذی قعد ۸۹۲ھ کو رات کے وقت سازشی ایک سوار سواروں اور پیادوں کا لشکر لے کر بادشاہ کی قیام گاہ یعنی قلعہ ارک میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے حصار کے دروازوں کو اندر کی طرف سے بڑی مضبوطی سے بند کر لیا تاکہ مغل اور ترک سپاہی بادشاہ کی مدد کے لئے نہ آ سکیں۔ سلطان محمود شاہ اس وقت شراب نوشی میں مشغول تھا اسے جب شور کی آوازیں آئیں تو وہ کچھ چوکنا ہوا اور اپنی حفاظت کے لئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت پردہ داروں کی مدد سے حبشیوں اور دکنیوں کی ایک مکار جماعت بادشاہ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ عزیز خاں ترک اور دیگر ترکی ملازم (حسن علی خاں سبزواری اور سید میرزائی مشہدی عرف ملوخاں جو بڑا بہادر اور جیالا تھا) درمیان میں آ گئے۔ یہ غلام اگرچہ ہتھیار بند نہ تھے' لیکن انہوں نے اپنی ہمت اور جواں مردی سے اپنی جانیں بادشاہ پر قربان کر دیں۔ اس طرح بادشاہ کو دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کا موقع مل گیا اور وہ شاہ برج کے اوپر کے حصے پر پہنچ گیا۔

معرکہ آرائی

حرم سرا اور شاہ برج کے علاوہ قلعے کے باقی تمام حصوں پر باغیوں کا قبضہ ہو چکا تھا ان عیاروں نے شاہ برج کے قریب لڑائی شروع کی بادشاہ نے برج کے تمام دروازے بند کر لیے اور گنتی کے چند مغل اور ترکی امراء کے ساتھ جو بادشاہ کے سچے دوست تھے' دشمن کی مدافعت میں مشغول ہوا۔ بادشاہ اور اس کے ہمراہی امراء تیروں اور پتھروں کے ذریعے دشمن کو بھگانے کی کوشش کرتے رہے اسی دوران میں بادشاہ نے اپنے ایک خاص ملازم کو قلعے سے باہر کسی نہ کسی طرح نکال دیا اور ملازم نے ترکی اور مغل سپاہیوں کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حبشیوں اور دکنیوں کا فرار

بادشاہ کی مدد کے لئے تقریباً تین چار سو مغل اور ترک' ہتھیار بند جوان آئے' ان میں فرہاد خاں' قاسم برید' شیر خاں' محمود خاں گیلانی اور کشور خاں وغیرہ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے قلعے کے تمام دروازے بند پائے تو ان میں سے آٹھ افراد' بڑی مشکلوں اور مصیبتوں سے کمند لگا کر شاہ برج پر چڑھے انہوں نے وہاں نقارہ بجا دیا اس سے حبشی اور دکنی لوگ یہ سمجھے کہ مغل اور ترک سپاہیوں کی فوج قلعے کے اندر آ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے اور دروازے کی طرف لپکے۔

بادشاہ کی خوش قسمتی

خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ بادشاہ کو فتح ہو اس لئے یہ سب کچھ از خود ہو گیا' بادشاہ کے حمائتیوں میں سے پچیس تجربہ کار سبزواری نوجوان' جو سلحداروں میں داخل تھے' قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے بھاگتے ہوئے حریفوں پر پے در پے حملے شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر مفرور سپاہی دوبارہ قلعے کی طرف بھاگے اور انہوں نے قلعے کے دروازے کو بند کرنا چاہا' لیکن سبزواری جوانوں نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ دونوں فریقوں میں زبردست جنگ ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے کو ادھر ادھر بھگانے لگے۔

باغیوں کا قتل

یہ عالم دیکھ کر شاہی دربار کا ممتاز بہادر کشور خاں اپنے مسلح سپاہیوں کو لے کر معرکہ کارزار میں کود پڑا اس نے بہادری کا کچھ ایسا مظاہرہ کیا کہ دشمن مغلوب ہو کر نگینہ محل نامی عمارت کی طرف پسپا ہو گئے۔ اس رات شہر میں زبردست ہنگامہ رہا ایسا شور و شر ہوا کہ کسی کو اصل صورت حال کی خبر نہ ہو سکی۔ سرپھرے دکنیوں کے گروہ کے گروہ شہر میں آنے لگے اور مغلوں اور ترکوں کے گھروں کو تباہ و برباد کرنے لگے۔ اس ہنگامے میں آدھی رات گزر گئی چاروں طرف چاندنی کھلی ہوئی تھی اس وجہ سے تاریکی کچھ زیادہ نہ تھی۔ جاروب کشوں اور دوسرے پیشہ وروں نے (جو اگرچہ پہلے دشمنوں سے مل گئے تھے اور انہیں سے ساز باز کر کے دشمن قلعے کے اندر داخل ہو گئے

besturdubooks.wordpress.com

تھے) لکڑی کے گٹھوں کو آگ لگا لگا کر روشنی فراہم کی اور ایسی جگہوں کو منور کیا جہاں دشمن کے آدمی چھپے ہوئے تھے' باغیوں کو خوب جی کھول کر قتل کیا گیا۔

اسی اثناء میں یہ خبر پہنچی کہ دکن کے امراء تقریباً تین سو سواروں کے ساتھ مسلح و مرتب قلعہ میں کسی جگہ اس انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں کہ صبح ہوتے ہی ایک دم حملہ کر دیں' اور قلعے کا دروازہ کھول کر باہر نکل جائیں۔ بادشاہ نے جہانگیر خاں ترک کو' جو "ملک الموت" کے لقب سے مشہور تھا' قلعے کی حفاظت پر متعین کیا اور شہر و بازار کی حفاظت کے لئے خاں جہاں ترک کو اپنے خاصہ کے سواروں کے ساتھ کام پر لگایا۔ محمود شاہ نے شاہی اصطبل میں سے تازی گھوڑے نکال کر لوگوں میں تقسیم کیے اور حکم دیا کہ ان پر سوار ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

قتل عام

انہیں ہنگاموں میں رات ختم ہوئی اور سورج طلوع ہوا۔ محمود شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کرکے ترکوں اور مغلوں کو حکم دیا کہ دکنیوں اور حبشیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے اور ان کے گھروں کو برباد و تاراج کر دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ پورے تین دن تک شہر میں قتل و غارت گری کا ہنگامہ رہا۔ اور کسی شخص میں بھی اتنی جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے عفو تقصیر کی گزارش کرے۔ آخر کار شاہ محب اللہ کے ایک بیٹے بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ سے مجرموں کو معاف کر دینے کی گزارش کی بادشاہ نے ان کی بات مان لی اور اس کی عقل ٹھکانے پر آئی اور قتل و غارت گری کا بازار ٹھنڈا ہوا۔

جشن مسرت

اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے شہر اور قلعے کو دلہن کی طرح سجایا اور کامل چار دن تک عیش و عشرت میں مصروف رہا۔ بادشاہ نے بزم عشرت کچھ ایسی عالیشان منعقد کی' کہ اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ شاہ برج میں' محمود شاہ نے پناہ لی تھی اور اسی وجہ سے اس کی جان بچ گئی تھی لہٰذا محمود شاہ برج کو ایک بڑی مبارک جگہ خیال کرتا تھا۔ اس نے اس جگہ ایک عظیم الشان محل کی بنیاد ڈالی اور کچھ ہی عرصے میں ایک خوبصورت اور دلکش عمارت کھڑی ہو گئی۔ اس محل کی تیاری کے بعد بادشاہ شراب و شاہد کا ایسا دلدادہ ہوا کہ دن رات اسے یہی کام رہتا تھا۔ عراق' خراسان' لاہور' ماوراء النہر اور دہلی وغیرہ مقامات کے مشہور اور کامل فن سازندے اور ناچنے والیاں' عیش و عشرت کی یہ سرپرستی دیکھ کر دکن کی طرف چلی آئیں۔ اسی طرح شاعر' قصہ خواں اور ندیم وغیرہ بھی دنیا کے مختلف مقامات سے بہمنی بارگاہ میں جمع ہو گئے اس صورت حال کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد آباد بیدر رشک ایران و توران ہو گیا۔

سیاسی ابتری

احمد آباد کی رعیت نے بھی کیا چھوٹے اور کیا بڑے سبھی نے بادشاہ کی پیروی کی' جگہ جگہ ساقی و شراب کی محفلیں آراستہ ہونے لگیں' آس پاس کے حکمرانوں اور امراء نے جب غفلت کا یہ دور دورہ دیکھا تو انہوں نے صورت حال کو اپنے موافق پا کر' اپنے استحکام کی تدبیریں سوچنی شروع کر دیں۔ شاہی امراء میں سے جو امیر' سلطنت کے طرفداروں (سرلشکروں) کے ساتھی بن گئے انہیں بڑی عزت اور وقار حاصل ہوا اور جس نے ایسا نہ کیا اسے اس کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ الغرض تھوڑے سے عرصے میں سوائے تلنگانہ اور احمد آباد کے نواحی علاقوں کے بادشاہ کے قبضہ میں ملک کا کوئی حصہ نہ رہا۔

طرفداروں کی حالت

سب طرفداران سلطنت اگرچہ بادشاہ کے مخالف تھے' لیکن کھلے بندوں کوئی مخالفت نہ کرتا تھا۔ ایک ملک احمد (نظام الملک کا بیٹا) تھا جو

besturdubooks.wordpress.com

اگر کبھی بادشاہ قاسم برید کی سرزنش کے لئے حملہ کرتا تو طرفداران سلطنت اسی وقت اس کا ساتھ دیتے۔ جب کہ انہیں پوری طرح یقین ہو جاتا کہ اس طرح ان کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ طرفدار جب بادشاہ کے ساتھ کہیں جاتے تو ترک و احتشام اور شان و شوکت کے لحاظ سے بادشاہ ان سے کم تر معلوم ہوتا۔ جب طرفداروں یا صوبہ داروں کو بادشاہ کے ساتھ سفر پر کہیں جانا پڑتا تو واپسی پر یہ صوبہ دار راستے ہی میں اپنے اپنے صوبوں کی طرف چلے جاتے یہ لوگ بادشاہ کے ساتھ رہنے سے پرہیز کرتے تھے' کیونکہ یہ بادشاہ کے سامنے مودب کھڑے رہنے اور اسے سلام کرنے کو مصیبت سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان طرفداروں میں سے کوئی بھی شاہی مجلس میں شرکت نہ کرتا تھا۔

یوسف عادل' فتح اللہ عمادی اور ملک احمد کی خودمختاری

نظام الملک کے بیٹے ملک احمد نے جس نے بادشاہ کو کئی مرتبہ شکست دی تھی' احمد نگر کی بنیاد ڈالی اور بادشاہوں کی طرح حکومت کرنے لگا۔ ملک احمد نے یوسف عادل اور فتح اللہ عمادی کے پاس اپنے قاصد بھیج کر ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کریں۔ آخر کار ان تینوں امیروں میں یہ طے پایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں بادشاہت قائم کریں اور کھلے بندوں اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیں۔ ۸۹۵ھ میں ان تینوں امراء نے سلطان محمود شاہ کا نام خطبے سے نکال کر اپنے اپنے ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔

قاسم برید کی بغاوت

۸۹۷ھ میں قاسم برید ترک سرنوبت جبراً وکالت کے عہدے اور احمد آباد بیدر کے گرد و نواح کی طرف داری پر فائز ہوا۔ اس نے قندھار' اڈیسہ' اودگیر اور کلیان کو اپنی جاگیر مقرر کیا۔ اور ان پرگنوں کے قلعوں پر بھی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن ان قلعوں کے محافظوں نے اسے ایسا نہ کرنا دیا۔ قلعے اس کے حوالے نہ کیے' قاسم برید نے یہ سوچ کر کہ قلعوں کے یہ محافظ بادشاہ کی رائے پر عمل کر رہے ہیں۔ بادشاہ کی ظاہری اطاعت بھی ترک کر دی اور کھلم کھلا مخالف بن کر سامنے آیا۔ اس نے اپنے بہی خواہوں اور ہمدردوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان قلعوں کو تسخیر کرنا شروع کر دیا۔

قاسم کا غلبہ

بادشاہ نے قاسم برید کو نیچا دکھانے کے لئے دو تین بار اپنی فوج بھی روانہ کی' لیکن ہر مرتبہ شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ دشمن اس قدر قوی اور غالب ہو گیا کہ بادشاہ احمد آباد بیدر سے فرار ہو جانے کی سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں دلاور خاں حبشی' جو نظام الملک بحری سے دل برداشتہ ہو کر برہان پور چلا گیا تھا ایک آراستہ لشکر کے ساتھ بیدر پہنچا' بادشاہ اس تائید غیبی پر بہت خوش ہوا اور اس نے دلاور کو قاسم برید کے مقابلے پر بھیجا۔

قاسم برید اور دلاور حبشی کا معرکہ

قاسم برید خاں اور دلاور خاں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں قاسم برید شکست کھا کر گلکنڈہ چلا گیا۔ دلاور خاں حبشی کے برے دن آئے ہوئے تھے اس لئے اس نے دشمن کا پیچھا کیا تاکہ قاسم کے ہمدردوں کو منتشر کر دے' لیکن نیرنگی حالات نے معاملہ برعکس کر دیا اور فاتح دلاور خاں مفتوح بن گیا اور شکست خوردہ قاسم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

دلاور خاں حبشی کی موت

جب دلاور خاں اپنے لشکر کے ساتھ قاسم برید کے تعاقب میں سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ تو اس کا ایک ہاتھی' اپنے مہاوت کے دائرہ اختیار سے باہر ہو گیا۔ اس مست و بے خود ہاتھی نے خود اپنی ہی فوج پر حملہ کر کے لشکریوں کی ایک کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ عالم دیکھ کر دلاور خان حبشی نے نیزہ سنبھالا اور جوانوں کی ایک جماعت لے کر ہاتھی کی طرف بڑھا۔ ہاتھی نے بپھر کر حملہ کیا' دلاور خاں کے

besturdubooks.wordpress.com

ساتھی تو ایک طرف بھاگ گئے' لیکن وہ خود ہاتھی کی سونڈ میں آ گیا ہاتھی نے اسے وہیں ٹھنڈا کر دیا- قاسم برید کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ فوراً واپس لوٹا اور دشمن کی فوج کو خوب جی کھول کر تباہ کیا- اس نے دلاور خاں حبشی کے تمام ساز و سامان پر قبضہ کر لیا-

قاسم کی میر جملگی

اب قاسم برید نے اور زیادہ شدت کے ساتھ بادشاہ کی مخالفت شروع کر دی اور اس کا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا- سلطان محمود شاہ نے وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے شاہان دکن کے دستور کے مطابق عفو گناہ کا قول نامہ اور منصب وکالت کا تقرر نامہ قاسم برید کے پاس روانہ کیا- اس کے بعد قاسم اپنے زبردست لشکر کے ہمراہ بیدر آیا اور میر جملہ کے عہدے پر سرفراز ہو کر امور سلطنت انجام دینے لگا- برید نے ایسی قوت اور ایسا اقتدار حاصل کیا کہ محمود شاہ برائے نام بادشاہ ہو کر رہ گیا-

مورخین اسی زمانے سے بریدی خاندان کی سلطنت کا آغاز کرتے ہیں- روز بروز قاسم کا اقتدار اور غلبہ بڑھتا چلا گیا اور وہ اپنے آپ کو دکن کے ممتاز اور عالی مرتبت افراد میں شمار کرنے لگا- اس نے بیجانگر کے راجہ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے بیان کیا تھا کہ "یوسف عادل خاں نے بادشاہ کی فرمانبرداری اور اطاعت ترک کر کے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر لیا ہے' اگر آپ ہمت کر کے یوسف عادل پر حملہ کریں اور اس کا کام تمام کر دیں تو مدکل اور رائچور کے صوبوں پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا-"

والی بیجانگر کا یوسف عادل پر حملہ

بیجانگر کا راجہ بہت ہی ناتجربہ کار اور نوعمر تھا' اس نے تمراج نامی اپنے وکیل کو ایک لشکر کے ساتھ یوسف عادل کے ملک کی طرف روانہ کیا- اس حملے کی وجہ سے بیجاپور کے انتظامی و سیاسی معاملات میں ابتری پیدا ہوئی اور مدکل اور رائچور کے قلعوں پر ہندوؤں نے قبضہ کر لیا- یوسف عادل میں چونکہ بیجانگر کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی اس لئے اس نے ہندوؤں سے صلح کر لی اور پھر قاسم برید سے انتقام لینے کے لئے روانہ ہوا-

ملک احمد کا عزم بیدر

قاسم برید یوسف عادل کا مقابلہ نہ کر سکا اور مجبور ہو کر ملک احمد بن ملک حسن نظام الملک کے پاس پناہ گزین ہوا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "یوسف عادل نے مجھے تباہ و برباد کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور وہ میری تلاش میں اس طرف آ رہا ہے اگر آپ نے میری مدد فرمائی تو یوسف عادل کا فتنہ فرو ہو جائے گا- اور بہادر گیلانی کے مقبوضات' قلعہ کووہ' کوکف' پنالہ اور کلہر آپ کے قبضے میں آ جائیں گے-" ملک احمد نے قاسم برید کی رائے سے اتفاق کیا اور فخر الملک دکنی المخاطب بہ خواجہ جہاں اور اس کے بھائی زین خاں کے ساتھ بڑے تزک و احتشام سے احمد آباد بیدر روانہ ہوا-

یوسف عادل کی فتح

جب ملک احمد کا لشکر بیدر کے قریب پہنچا تو قاسم برید کی بہت ہمت بڑھی- قاسم نے مجبور و معذور محمود شاہ کو سوار کرا کے لشکر کی صفیں مرتب کیں اور یوسف عادل سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں آیا- قاسم نے بادشاہ کو تو قلب لشکر میں کھڑا کیا اور خود مقدمہ لشکر کی کمان سنبھالی- میمنہ پر ملک احمد اور میسرہ پر خواجہ جہاں اور اس کے بھائی کو متعین کیا گیا- قاسم نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ طرح لشکر بنایا- یوسف عادل نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی- بڑی خونریزی کے بعد جنگ کا یہ نتیجہ نکلا کہ قاسم برید اور فخر الملک شکست کھا کر بھاگ گئے- میدان جنگ میں صرف یوسف عادل اور ملک احمد رہ گئے ان دونوں نے باہم معرکہ آرائی نہ کی بلکہ ایک دوسرے کے پاس قاصد بھیج کر صلح کر لی اور ایک دوسرے کی دوستی اور اتحاد کا دم بھرتے

besturdubooks.wordpress.com

محمود شاہ گجراتی کی شکایت

۸۹۹ھ میں محمود شاہ گجراتی نے اپنے ایک امیر ہاشم تبریزی کو پیغامبر بنا کر محمود شاہ بہمنی کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا۔ "دربار بہمنی کے امیر بہادر گیلانی نے جو دریا کے ساحلوں پر قابض ہے' گجراتیوں کے مال و اسباب سے بھرے ہوئے چوبیس جہاز تباہ و برباد کر دیئے ہیں۔ بہادر گیلانی نے اسی دیدہ دلیری پر بس نہیں کی بلکہ یاقوت حبشی کی نگرانی میں دو سو جنگی جہاز جن میں سپاہی سوار ہیں' مہائم روانہ کیے۔ ان سپاہیوں نے مسجدوں کو مسمار کیا اور قرآن شریف جلا کر قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا ہے اور یہ لوگ انتہائی ناشائستہ حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اب ان لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ دریا کے راستے سے بندرگاہ سورت پر حملہ کرکے اسے بھی تباہ و برباد کیا جائے۔ ہماری فوج بہادر گیلانی کی قیام گاہ پر اس وقت تک حملہ نہیں کر سکتی کہ جب تک خشکی کے راستے سے دکن کے کچھ حصے کو تباہ و برباد نہ کیا جائے۔ ہماری فوج کے لیے دریا کے راستے سے دشمن پر حملہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ خود بہادر گیلانی کی مفسدہ حرکات کا قلع قمع کریں اور اگر آپ خود کسی وجہ سے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھیں تو پھر اپنے قدیم نمک خواروں کو اجازت دیں کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اس طرف توجہ کریں۔"

بہادر گیلانی سے جنگ کی تیاریاں

سلطان محمود شاہ نے یہ پیغام سن کر بہت ہی آزردہ خاطر ہوا اس نے قاسم برید کو ساتھ لیا اور بہادر گیلانی پر لشکر کشی کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دکن کے حاکموں سے مدد طلب کی اس کا جواب بہت ہمت افزا ملا۔ یوسف عادل نے اپنے سرنوبت کمال خان دکنی کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ ملک احمد نے بھی اتنی ہی فوج مبارز خاں ولد خواجہ جہاں ترک کی نگرانی میں بھجوائی۔ مبارز خاں ملک احمد کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد احمد نگر ہی میں قیام پذیر تھا۔ فتح اللہ عماد الملک نے بھی اپنے ایک امیر کی نگرانی میں کثیر فوج بادشاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی

بہادر گیلانی مخدوم خواجہ شہید کے غلاموں میں سے تھا' خواجہ کے انتقال کے بعد وہ نجم الدین گیلانی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ کشور خاں نے جو خواجہ شہید کا غلام تھا' نجم الدین کو بندر گووہ کا منتظم مقرر کیا' بہادر گیلانی کو کوتوال شہر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنی مردانگی اور بہادری کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی کچھ دنوں بعد نجم الدین گیلانی کا انتقال ہوگیا۔ اور بہادر گیلانی کے سر میں حکومت کرنے کا سودا سمایا۔ ۸۸۹ھ میں بہادر گیلانی نے بندر گووہ کا انتظام سنبھالا اور کشور خاں کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد اس نے وایل' تیول' کلہر' پنالہ کولاپور' سروالہ' نلگوان اور میرچ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا نیز بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا۔

بہادر گیلانی کی دست درازیاں

بہادر گیلانی نے گجراتی علاقے پر بھی دست درازی شروع کی اور مہائم پر قبضہ کر لیا۔ گجرات کے بادشاہ نے کمال خاں اور صفدر خاں کو بہادر گیلانی سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا' بہادر نے ان گجراتی امیروں کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے ساتھ جو ساز و سامان تھا' اپنے قبضے میں کر لیا۔ بہادر گیلانی کا یہ دستور تھا کہ وہ یوسف عادل اور ملک احمد پر بھی طنز و تعریض کرتا اور ان کو اپنے مقابلے پر حقیر خیال کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے جام کھنڈی کا قلعہ' جو یوسف عادل کی ملکیت تھا اپنے تصرف میں لے لیا' اور اس کے بعد وہ یوسف عادل کو بیجاپور سے نکالنے کے منصوبے باندھنے لگا۔

بہادر گیلانی کے فتنے کو باسانی دبایا نہ جا سکتا تھا' ملک احمد اور یوسف عادل ہر ممکن طریقے سے اس کی دلجوئی کرتے تھے' اور اس کی

besturdubooks.wordpress.com

ناشائستہ حرکات کو بظاہر نظر انداز کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ خود سلطان محمود شاہ بہمنی نے بہادر گیلانی کی سرزنش کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کے اس ارادے سے ملک احمد اور یوسف عادل دونوں ہی بہت خوش ہوئے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے بادشاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے سب سے پہلے تو بادشاہ نے بہادر گیلانی کو اس مضمون کا فرمان روانہ کیا۔

بادشاہ کا فرمان

سلطان گجرات نے مجھے ایک خط لکھا ہے جس سے تمہاری طرح طرح کی حرکات کی کیفیت معلوم ہوئی ہے۔ تم کمال خاں اور صفدر خاں کو' جنہیں تم نے گرفتار کر رکھا ہے' میرے پاس بھیج دو' ان کا تمام مال و اسباب اور جہاز جو تم نے اپنے قبضے میں کر رکھے ہیں وہ بھی بھجوا دو۔" بہادر گیلانی کو جب یہ معلوم ہوا کہ محمود شاہ کا قاصد شاہی فرمان لے کر اس کی طرف آ رہا ہے تو اس نے اپنے راہداروں کو یہ حکم دیا کہ وہ قاصد کو مرج نامی قصبے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔

بادشاہ کی روانگی اور جام کھنڈی میں جنگ

بادشاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے نیز اسے فوجی مدد بھی مل گئی تو وہ بذات خود بہادر گیلانی کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بمقام جام کھنڈی جا پہنچا۔ بادشاہ نے قطب الملک دکنی کو جو تلنگانہ کا سرلشکر تھا' قلعے کی فتح کا فریضہ سونپا۔ گیلانی کے بہی خواہ لشکری جو قلعے میں قیام پذیر تھے برج پر چڑھ کر قطب الملک سے لڑائی کرنے لگے اس معرکے میں دشمن کا ایک تیر قطب الملک کے سینے پر لگا اور وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ بادشاہ نے مرحوم کا جنازہ پایہ تخت کو روانہ کیا اور سلطان قلی خواص خاں ہمدانی کو "قطب الملک" کا خطاب دے کر اس کی عزت افزائی کی نیز اسے کونکرو' ورکی اور تلنگانہ کے چند دوسرے پرگنے بھی عطا کیے۔

قلعہ منگلیر پر قبضہ

اسی اثنا میں بادشاہ نے اہل قلعہ کو امان دے کر قلعہ فتح کر لیا اور اسے یوسف عادل کے ملازموں کے حوالے کرکے خود منگلیر کی طرف روانہ ہوا۔ ان دنوں بہادر گیلانی یوسف عادل کے خوف کی وجہ سے منگلیر میں قیام پذیر تھا' جب اسے شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہاں سے بھاگ گیا۔ منگلیر کا قلعہ بہادر گیلانی نے حال ہی میں تعمیر کروایا تھا' بادشاہ نے دو تین دن کی دوڑ دھوپ کے بعد اس قلعے کو فتح کر لیا۔ اور قاسم برید کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے' قصبہ مرج کی طرف چل دیا۔

بہادر گیلانی کے بعض فوجی افسر جو دو تین روز میں قلعہ کے اندر پناہ گزین ہوئے تھے انہوں نے پھر چھیڑ خانی کی اور قاسم برید سے اس نئے قصبے نے ضابطہ نے باقاعدہ میدان میں نکل کر جنگ کی' لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ ان کے بہت سے ساتھی زخمی و ہلاک ہوئے۔ جو باقی بچے وہ زخمی سانپ کی طرح قلعہ کے بل میں گھس گئے۔ جب یہ عالم ہوا تو قاسم برید اور اس کے ساتھی امیروں نے یہ طے کیا کہ مورچل کو تقسیم کر لیا جائے اور قلعے کے چاروں طرف نیچے کی سمت نقب لگائی جائے۔ تاکہ قلعے کا سارا پانی خندق میں گر جائے اور اہل قلعہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے پیاسے مارے جائیں۔

ان لوگوں نے یہ بھی طے کیا کہ ہر برج کے مقابلے پر ایک دوسرا برج تعمیر کیا جائے۔ قلعے کے منتظم نے جب حریف کو اس طرح کے منصوبے باندھتے دیکھا اور بھاگنے کی کوئی راہ نہ پائی تو وہ امان کا طلبگار ہوا۔ بادشاہ نے قاسم برید کے مشورے پر امان دے دی۔ بہادر گیلانی کے نائب نے بادشاہ کو دو سو عراقی و عربی گھوڑے اور بے شمار ہتھیار دیئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ جو سپاہی بادشاہ کی ملازمت کرنا چاہے گا اس کو گھوڑا' چارہ اور جاگیر دی جائے گی اور جو سپاہی بہادر گیلانی کے پاس جانا چاہے اس سے کچھ باز پرس نہ کی جائے اور بادشاہ [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

اور ہتھیار ہم سے چھن گئے ہیں قلعہ دشمن کے قبضے میں ہے ایسی زندگی سے تو موت بہرحال بہتر ہے اگر حضور ہمارے قتل کا حکم فرمادیں تو اس سے بڑھ کر ہمارے حال پر کوئی مہربانی نہ ہوگی۔" سلطان محمود شاہ کو ان مظلوم سپاہیوں کا یہ انداز گفتگو بہت پسند آیا اور اس نے یہ حکم دیا کہ ان کے ہتھیار اور گھوڑے ان کو واپس کر دیئے جائیں اور انہیں بہادر گیلانی کے پاس روانہ کر دیا جائے انہیں دنوں بادشاہ پادہ نامی قصبے کو روانہ ہوا۔

بہادر گیلانی کو دوستوں کا مشورہ

سلطان محمود شاہ کے لشکر میں بعض ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کے بہادر گیلانی سے دوستانہ مراسم تھے۔ ان لوگوں نے بہادر کو یہ پیغام بھجوایا۔ "بادشاہ تم پر مہربان ہے اگر تم ہدیہ اور پیشکش بھیج کر بادشاہ سے اپنے قصور کی معافی مانگ لو تو وہ تمہیں معاف کر دے گا۔ اور یہ علاقہ تمہیں کو عنایت کرکے واپس اپنے ملک کو لوٹ جائے گا۔" بہادر پر اس پیغام کا تھوڑا بہت اثر ہوا اور اس نے اپنے زمانے کے باوقار بزرگ خواجہ نعمت اللہ تبریزی کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا۔

شرائط صلح

جس روز خواجہ نعمت اللہ ' سلطان محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی دن بادشاہ کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا۔ یہ رجب کی ستائیس تاریخ کا واقعہ ہے۔ بادشاہ نے بیٹے کا نام احمد رکھا اور اس کے سر پر تاج رکھ کر جشن عیش و عشرت منعقد کیا۔ محمود شاہ نے قاسم برید کے مشورے سے خواجہ نعمت اللہ تبریزی کے آنے کا فائدہ اٹھایا اور بہادر گیلانی کے تمام قصور معاف کر دیئے۔ اور کہا "اگر بہادر گیلانی بادشاہ کے حضور میں آکر دو زنجیر ہاتھی اور مقررہ مال و اسباب شاہی خزانے میں داخل کرے تو اس کے تمام مقبوضہ علاقے اسے واپس کر دیئے جائیں گے۔"

بہادر گیلانی کا بڑا بول

یہ سن کر خواجہ نعمت اللہ تبریزی نے بہادر گیلانی کو لکھا "تم جلد از جلد یہاں آؤ اور شاہی خدمت میں حاضری دو۔ کیونکہ بادشاہ نے تمہاری درخواست منظور کر لی ہے۔" بہادر کو خواجہ کا یہ خط ملا اس نے اس جواب سے یہ اندازہ لگایا کہ قاسم برید اور بادشاہ نے یہ شرائط پیش کرکے اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا ہے اس خیال کے پیش نظر اس نے یہ جواب بھجوایا۔ "اس سال میرا یہ ارادہ ہے کہ احمد آباد بیدر میں اپنے نام کا خطبہ پڑھواؤں۔ اگلے سال احمد آباد گجرات میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرنے کا ارادہ ہے۔"

قلعہ کلہر کی فتح

بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ پادہ سے کلہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ بہادر گیلانی کے مقبوضات میں شامل تھا بادشاہ نے اسے بھی فتح کر لیا۔ بہادر کو جب مرج اور کلہر کے قلعوں کی فتح کی خبر ہوئی تو وہ بہت حواس باختہ ہوا اور اس نے یہ خیال کہ اس سے بہت بڑی غلطی محض حماقت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے۔

بادشاہ کا عزم کولاپور

انہیں دنوں وابل کے حاکم ملک شمس الدین طارمی نے جب کلہر کی فتح کی خبر سنی تو وہ اس علاقے کے امیروں کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہادر گیلانی کو اب اور زیادہ پریشانی ہوئی اور وہ اس علاقے کے سب سے زیادہ مضبوط قلعے یعنی پنالہ میں پناہ گزین ہوا چونکہ یہ قلعہ بآسانی تسخیر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے بادشاہ کولاپور کی طرف روانہ ہوا تاکہ بندر وابل میں دریا کے کنارے سیر و تفریح میں کچھ دن بسر کر سکے۔ بادشاہ کے عزم کولاپور کی خبر سن کر بہادر گیلانی نے احمقانہ حرکت کی کہ قلعہ پنالہ سے نکل کر کولاپور کی طرف روانہ ہوا تاکہ بادشاہ کو راستے ہی میں روک کر اس سے معرکہ آرائی کرے یہ عالم دیکھ کر اس کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ بادشاہ

besturdubooks.wordpress.com

کے رعب و خوف سے اس سے علیحدہ ہو گیا' کچھ سپاہی تو یوسف عادل سے جا ملے اور کچھ بادشاہ کے پاس چلے گئے۔
سلطان محمود شاہ نے قاسم برید کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے پرندہ کے طرفدار فخر الملک دکنی المخاطب بہ خواجہ جہاں کو جو اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھا' قلعہ پنالہ کے انتظام اور اس علاقے کی فتح کے لئے روانہ کیا اور اس کے ساتھ عین الملک اور ملک احمد کے سر لشکر مینہ خاں کو کر دیا اس کاروائی کا مقصد یہ تھا کہ بہادر گیلانی دوبارہ پنالہ کے قلعے میں پناہ گزین نہ ہو سکے اس کے بعد بادشاہ کولا پور جا پہنچا' ان دنوں برسات کا موسم تھا۔ بادشاہ نے اس مقام پر کچھ دنوں قیام کیا۔

بہادر گیلانی کی ندامت

ان واقعات کی اطلاع جب بہادر گیلانی کو ہوئی تو اس کے حواس جاتے رہے اور اس کا سارا غرور تکبر ختم ہو گیا اور وہ اپنے افعال و اعمال پر سخت نادم ہوا۔ اس نے دوبارہ خواجہ نعمت اللہ تبریزی اور خواجہ مجد الدین کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "اگر حضور کے مبارک دستخطوں سے مجھے عہد نامہ عطا ہو جائے اور اس پر قاسم برید اور دوسرے اراکین سلطنت کی مہریں ثبت ہوں تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بقیہ زندگی اطاعت اور فرمانبرداری میں گزار دوں گا۔" اس کے بعد میں پھر کبھی بغاوت اور سرکشی کا خیال دل میں نہ لاؤں گا۔"

عہد نامہ صلح

بادشاہ نے اس بار بھی فساد کو ختم کرنے کے خیال سے بہادر گیلانی کی درخواست قبول کر لی اور عہد نامہ تیار کر کے خواجہ نعمت اللہ تبریزی کے سپرد کر دیا یہی نہیں بلکہ خواجہ نعمت اللہ کی درخواست پر اس کے ساتھ' صدر جہاں اور قاضی زین الدین کو بھی بہادر گیلانی کے مزید اطمینان کے لئے روانہ کر دیا۔ یہ جماعت اس دریا کے کنارے پہنچی جو بادشاہ اور بہادر گیلانی کے درمیان حایل تھا۔ خواجہ نعمت اللہ تبریزی نے دریا کو پار کیا اور بہادر سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کے کرم اور معززین دربار کی آمد کی خوشخبری سنائی۔
اس بار بھی بہادر گیلانی کی نیت خراب ہو گئی اور اس نے غلط راستہ اختیار کیا خواجہ نعمت اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔ اور انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ اسی دوران میں قطب الملک ورقدم خاں بھی دریا کو پار کر کے بہادر گیلانی کے پاس پہنچے۔ بہادر نے اگرچہ اس جماعت کے سردار کی بہت عزت اور آؤ بھگت کی' لیکن اس کی کسی نصیحت پر توجہ نہ کی لہٰذا یہ جماعت بھی ناکام واپس آ گئی۔ قاضی زین الدین اور صدر جہاں بھی بہادر سے ملے انہوں نے بھی اسے نصیحتیں کیں اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بہادر چونکہ سچائی کے راستے سے بہت دور تھا اس کی تقدیر نے اسے کچھ سمجھنے کی مہلت نہ تھی اور وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا بہادر نے کہا "اگر بادشاہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے اور خواجہ جہاں قلعہ پنالہ کا محاصرہ ترک کر دے تو خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لوں گا۔"

خواجہ جہاں اور بہادر گیلانی میں جنگ

الغرض یہ سب لوگ بے نیل مرام واپس آ گئے۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر بہادر گیلانی کو ٹھکانے لگانے کا پکا ارادہ کر لیا اور اس کام کے لئے فخر الملک دکنی المعروف بہ خواجہ جہاں کو پنالہ سے بلوا کر متعین کیا۔ خواجہ کو بادشاہ نے خلعت خاص اور کمر مرصع سے سرفراز کیا اور وہ قطب الملک اور دوسرے امراء کے ساتھ جو پنالہ کی مہم میں اس کے شریک تھے روانہ کیا۔ خواجہ دوسرے ہی دن بہادر گیلانی کے سر پر جا پہنچا۔ بہادر غرور و تکبر کے نشے میں لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ جو لشکر تھا اس میں دو ہزار سوار' پندرہ ہزار پیادے ان گنت توپیں اور دیگر سامان جنگ تھا' سواروں میں اکثر سپاہی 'گیلانی' مازندرانی' عراقی اور خراسانی تھے' ان سب کے ساتھ وہ خواجہ جہاں کے

besturdubooks.wordpress.com

بہادر گیلانی کا قتل

لڑائی کے میدان میں بہادر گیلانی کے پہلو میں ایک تیر آ کر لگا جو اس کے جسم میں سوراخ کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ تیر لگتے ہی خواجہ جہاں کے بھائی زین خاں اور احمد ملک کے سپہ سالار میمنہ خاں نے نیزہ مار کر بہادر گیلانی کو نیچے گرا دیا۔ خواجہ جہاں نے اس کا سر تن سے جدا کر لیا اور کامرانی و شادمانی کے ڈنکے بجاتا ہوا واپس آیا۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں کی خدمات کا اعتراف اس طور پر کیا کہ اسے دوبارہ خلعت خاص اور مرصع کربند سے سرفراز فرمایا نیز ایک تازی گھوڑا اور ایک ہاتھی بھی اسے عطا کیا بادشاہ نے خواجہ کے لقب میں "مخدوم" کا لفظ بھی بڑھا دیا۔

اس واقعے کے دو تین دن بعد سلطان محمود شاہ قلعہ پنالہ میں گیا اور حصار کی سیر و تفریح کے مزے لوٹتا رہا۔ بادشاہ نے عین الملک کنعانی کو بندر کودہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ بہادر گیلانی کے بھائی کو بہلا پھسلا کر تمام مال و اسباب اپنے ساتھ لے آئے۔ قاسم برید کے مشورے کے مطابق بادشاہ نے بہادر کی تمام جاگیر عین الملک کنعانی کو بخشش دی اور خود اپنے چند مخصوص اور بے تکلف مصاحبوں اور امیروں کے ساتھ جن میں قاسم برید بھی شامل تھا بندروابل چلا گیا۔ دریا کے کنارے اس نے کچھ وقت سیر و تفریح میں گزارا اور واپسی کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کی بیجاپور کو روانگی

جب سلطان محمود شاہ بیجاپور کے قریب پہنچا تو یوسف عادل نے اپنا قاصد بھیج کر بادشاہ سے بیجاپور تشریف لانے کی درخواست کی (بادشاہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا) اس نے لشکر کو تو پایہ تخت کی طرف روانہ کر دیا اور خود مع قاسم برید اور دیگر امراء مصاحبین کے بیجاپور روانہ ہوا۔ بادشاہ نے ملک التجار کاواں کے لگائے ہوئے "کلا باغ" میں قیام کیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا یوسف عادل نے خوب جی کھول کر بادشاہ کی خاطرداری اور تواضع کی۔

بادشاہ دو یا تین ہفتوں کے بعد احمد آباد بیدر واپس آیا۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے محمود شاہ گجراتی کے پیغامبروں کو تازی گھوڑوں، روپوں اور اشرفیوں سے نوازا۔ اس روایت کی تمام مورخین نے تصدیق کی ہے کہ بادشاہ نے محمود شاہ گجراتی کے لئے پانچ من مروارید (بوزن دہلی) پانچ ہاتھی اور ایک جڑاؤ خنجر تحفے کے طور پر بھیجا' صفدر خاں' کمال خاں اور دیگر اہل گجرات کو جنہیں بہادر گیلانی نے قید کر رکھا تھا محمود شاہ گجراتی کے پاس بھجوا دیا اور ان کے چالیس جہاز جو بہادر نے اپنے قبضے میں لے رکھے تھے' انہیں واپس کر دیئے۔

قطب الملک ہمدانی کو جو سلاطین قطب شاہیہ کا مورث اعلیٰ ہے بادشاہ نے ۹۰۱ھ میں سارے تلنگانہ کا سرلشکر مقرر کیا اور اس کی جاگیر میں ورنگل اور گولکنڈہ کا اضافہ کیا۔ دستور دینار حبشی جو قطب الملک کے انتقال کے بعد تلنگانہ کا طرفدار مقرر ہوا تھا اسے اس عہدے سے معزول کیا گیا اور سلطان محمد شاہ بہمنی کے عہد کے مطابق اس کی جاگیر میں حسن آباد' گلبرگہ' ساغر اور اس کے مضافات دیئے گئے۔

منصب داروں کا مرتبہ

بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ منصب دار عموماً امیروں کے مددگار معاون بن کر علم بغاوت سربلند کرتے ہیں۔ بادشاہ نے قاسم برید کی رائے کے مطابق ان تمام منصب داروں کو جو دستور دینار حبشی کے حاشیہ نشین تھے اس سے الگ کر کے خاصہ خیل کی جماعت میں شامل کیا۔ اسی زمانے سے لیکر اب تک منصب داروں کو امراء کے گروہ سے نہیں سمجھا جاتا اسی طرح سلاحداروں کو بھی لشکر خاصہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور انہیں سرگروہ اور حوالہ دار کہا جاتا ہے۔

دستور دینار حبشی کی بغاوت

سلطان محمود کے ملازم خاص سید اشرف دکنی کا بیان ہے کہ دو صدی سے لے کر پانصدی تک کے لوگوں کو منصب دار اور اس سے

besturdubooks.wordpress.com

زیادہ کے لوگوں کو امراء اور اراکین سمجھا جاتا تھا۔ دستور دینار کو اس بات سے بہت رنج ہوا کہ اس کے منصب داروں کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا ہے اس نے عزیز الملک دکنی کے ساتھ مل کر بغاوت کا آغاز کر دیا۔ دستور دینار نے سات آٹھ ہزار دکنی اور حبشی لشکریوں کو جمع کیا۔ اور زبردستی تلنگانہ کے بہت سے شہروں پر جو گلبرگہ کے واقع تھے' قابض ہو گیا۔ بادشاہ نے قاسم برید کے مشورے سے یوسف عادل سے مدد طلب کی' یوسف نے دستور دینار پر حملہ کر دیا بعد میں بادشاہ اور قاسم برید بھی یوسف سے جا ملے۔

دستور دینار کی شکست

دستور دینار اور عزیز الملک دونوں نے مہندری نامی قصبے کے قریب اپنے لشکر کو مرتب کیا اور بادشاہ کے مقابلے کے لئے تیار ہوئے۔ فریقین میں لڑائی شروع ہوئی حبشیوں کی تقدیر میں ناکامی لکھی تھی اس لیے انہیں یوسف عادل (جو شاہی لشکر کے میمنہ کا سردار تھا) کی بہادری اور جانبازی کی وجہ سے شکست ہوئی۔ دستور دینار زندہ گرفتار ہوا بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا' لیکن یوسف عادل نے اس کی سفارش کی' اس وجہ سے بادشاہ نے اسکی جان بخشی کی اور اسے جاگیر میں حسن آباد گلبرگہ کے مضافات اور ساغر وغیرہ عطا کیے۔

قلعہ ساغر کی فتح

بادشاہ نے بہادر گیلانی کا تمام مال و اسباب جو اس کی تحویل میں تھا' واپس کر دیا اور خود قلعہ ساغر کی طرف روانہ ہوا۔ بہت سے جنگی مفرور اس قلعے میں پناہ گزین تھے اس لیے بادشاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ شاہی لشکر کے جانباز سپاہیوں نے پہلے ہی حملے میں قلعے کے پہلے حصار کو فتح کر لیا۔ اہل قلعہ بالائی حصار میں چلے گئے شاہی لشکر کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی اس لیے انہوں نے دو تین روز بعد قلعہ بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ نے یہ قلعہ یوسف عادل کی نگرانی میں چھوڑا اور خود پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا۔

ممتاز امراء کا قتل

۹۰۲ھ کا واقعہ ہے کہ یوسف غلام دکنی' تغرش خاں دکنی' مرزا شمس الدین' نعمت اللہ اور دیگر امراء نے جو دربار شاہی میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے' نیز ترکی امراء شاہی نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا حلفیہ وعدہ کیا۔ قاسم برید اور دوسرے ترکی امراء کو اس میل محبت اور اتحاد و اتفاق کی خبر پہنچی۔ ان لوگوں نے یہ ضروری خیال کیا کہ اس سے قبل کہ اس اتحاد کے نتیجے میں کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو اس کا علاج کر لینا چاہیے۔ ان لوگوں نے مرزا شمس الدین' تغرش خاں اور یوسف غلام دکنی کو مع ان کے تمام ہمدردوں اور بہی خواہوں کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ نیز وہ تمام ترکی اور دکنی جو اس سازش میں شریک تھے ان کی تباہی میں بھی کوئی کمی نہ کی۔

اس قتل و غارت گری میں بادشاہ نے بھی دلچسپی کا اظہار کیا۔ دیگر مظالم کے علاوہ اس نے یہ بھی کیا کہ ترکوں سے اس نے بات چیت بالکل بند کر دی اور ایک مہینے تک ان کا سلام نہ لیا۔ آخر شاہ محب اللہ نے ترکوں کی سفارش کی بادشاہ نے معاف کر دیا اور ترکی امراء نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ ان واقعات کے بعد سلطان محمود شاہ پھر عیش و عشرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس بار وہ اس سلسلے میں کچھ ایسا غرق ہوا کہ لوگوں کے دلوں سے اس کا تمام رعب جاتا رہا۔

شہزادہ احمد کا نکاح

سلطان محمود شاہ نے ۹۰۳ھ میں اپنے بیٹے شاہزادہ احمد کے لئے جس کی عمر چار سال کی تھی۔ یوسف عادل کی بیٹی بی بی ستی کا رشتہ مانگا۔ جو اس وقت صرف ایک سال کی تھی' باہمی گفتگو اور دونوں جانب سے امراء کی آمد و رفت کے بعد معاملہ طے ہو گیا اور بادشاہ اور یوسف عادل' دونوں حسن آباد گلبرگہ میں جمع ہوئے اور عروسی کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس تقریب میں اڈیسہ داود گیر سے قاسم برید اور قلعہ پرندہ سے نظام الملک بحری الخاطب [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

دستور دینار اور یوسف عادل کا جھگڑا

ابھی یہ خوشیوں کی تقریب ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دستور دینار حبشی اور یوسف عادل کے درمیان گلبرگہ کے علاقے سے متعلق جھگڑا پیدا ہو گیا- یوسف عادل یہ چاہتا تھا کہ حسن آباد گلبرگہ کے مضافات مع الندو گنجوئی اور کلیان کے اس کے قبضے میں رہیں تاکہ مقبوضات شاہی اور یوسف عادل کی جاگیر کے درمیان کوئی اور حائل نہ ہو- اور دونوں ایک دوسرے سے ملحق رہیں دستور دینار کی یہ خواہش تھی کہ بیجاپور سے دریائے بھتورہ کے کنارے تک کا علاقہ یوسف عادل کے قبضے میں رہے اور تلنگانہ کی سرحد تک کا علاقہ اس کی اپنی جاگیر میں شامل ہو-

قاسم برید اور یوسف عادل میں جنگ

بادشاہ کو اس جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے دستور دینار نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی- قاسم اور یوسف میں اس بارے میں بہت سخت گفتگو ہوئی- مذہبی اتحاد کی بنا پر قطب الملک ہمدانی نے یوسف عادل کی طرفداری کی یہ سن کر قاسم دل ہی دل میں ڈرا اور وہ اپنے بڑے بیٹے جہانگیر' دستور دینار' اور خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر الندو چلا گیا- یوسف عادل' قطب الملک ہمدانی اور عین الملک نے متذکرہ بالا تقریب مسرت سے کنارہ کشی کی اور بادشاہ کو ساتھ لے کر اس جماعت کی سرزنش کے لئے روانہ ہو گئے- گنجوئی کے قریب دونوں فریقوں میں معرکہ آرائی ہوئی اس لڑائی میں عین الملک اور ملک الیاس مارے گئے لیکن اس کے باوجود فخر الملک دکنی اور قاسم برید کو شکست ہوئی اور یہ دونوں اڑیسہ اور پرندہ کی طرف روانہ ہو گئے-

قاسم برید کا اقتدار

یوسف عادل کے حوصلے پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئے اس کے جاہ و جلال اور شوکت و عظمت کا یہ عالم ہوا کہ اس کی موجودگی میں بادشاہ تخت پر نہیں بیٹھتا تھا- عین الملک کے بیٹے میاں محمد کو اس کے باپ کی جاگیر یوسف عادل کے حکم سے ملی- اس کے بعد بادشاہ اور یوسف عادل اپنے اپنے مستقروں کو روانہ ہو گئے- قاسم برید نے دوبارہ شاہی بارگاہ میں قرب حاصل کیا اور وکالت کے عہدے پر فائز ہوا- اس بار قاسم برید نے اپنی طاقت خوب بڑھائی اور ایسا انتظام کیا کہ ہر کام اس کی مرضی سے ہوتا تھا یہاں تک کہ اگر بادشاہ کو بہت شدید پیاس بھی لگتی تو اس کی اجازت کے بغیر بادشاہ کو پانی نہ دیا جاتا-

۹۰۳ھ میں یوسف عادل نے دستور دینار پر حملہ کیا- دستور گلبرگہ سے فرار ہو گیا اور قاسم برید کے پاس آیا- قاسم برید نے اسے قطب الملک ہمدانی کے پاس بھیج دیا- ملک احمد نے دستور کی مدد کی یہ دیکھ کر یوسف عادل بیدر چلا آیا کیونکہ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ ملک احمد کا بھی مقابلہ کرتا- بادشاہ نے ملک احمد کے نام ایک خط لکھا اور اسے دستور کی مدد کرنے سے روکا- احمد نے شاہی فرمان کا احترام کیا اور یوسف عادل کے پرگنوں کی تباہی و غارت گری سے ہاتھ اٹھا لیا اور بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ ارسال کیا- "دستور دینار گلبرگہ کا جاگیردار اور شاہی خاندان کا پرانا خدمتگار ہے- یوسف عادل ہمیشہ اس سے دشمنی کا برتاؤ کرتا ہے- اگر حضور ایک فرمان کے ذریعے اس قسم کے فساد اور ہنگامے کو رکوا دیں تو بڑی عنایت ہو گی-" بادشاہ نے یوسف عادل کو نرمی سے کام کرنے کی ہدایت کی اور یوسف نے شاہی حکم پر عمل کرتے ہوئے دستور کو امان دیدی-

دستور دینار کا قتل

۹۱۰ھ میں قاسم برید نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کا بیٹا امیر برید اپنے باپ سے بھی زیادہ امور سلطنت میں دخل دینے لگا- اس نے بادشاہ کو بالکل ایک عضو معطل بنا کر رکھ دیا- اسی سال یوسف عادل نے میاں محمد (فرزند عین الملک) کی اعانت سے دستور دینار پر لشکر کشی کی اور اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی جاگیر پر قبضہ کر لیا- یوسف نے بیجاپور میں شیعہ مذہب کا خطبہ پڑھوایا اور جو بات ہندوستان میں

besturdubooks.wordpress.com

ظہور اسلام سے لے کر اب تک نہ ہوئی تھی کر دکھائی۔ اس وجہ سے دکن کے تمام باشندے یوسف عادل سے نفرت کرنے لگے۔

یوسف عادل سے جنگ کی تیاریاں

امیر برید کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سلطان محمود شاہ نے قطب الملک ہمدانی' فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی وغیرہ کے نام ایک اس قسم کا فرمان لکھا۔ ''یوسف عادل اب بری طرح باغی و سرکش ہو رہا ہے اور وہ کسی معاملے میں اطاعت نہیں کرتا' اس نے ملک میں مذہب امامیہ کو بھی جاری کر رکھا ہے۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی تم لوگ شاہی بارگاہ میں پہنچو۔'' محمود شاہ نے ہر خط کے حاشیے پر اپنے ہاتھ سے حسب ذیل شعر لکھ دیا۔

بہ اسباب حشمت چناں عزہ شد که خورشید در چشم اوذرہ شد

قطب الملک ہمدانی مع تلنگانہ کے امیروں کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہو گیا' لیکن فتح اللہ عمادی اور خداوند خاں حبشی نے ذرا سستی سے کام لیا اور معذرت چاہی۔ یہ جواب سن کر قاسم برید اور بادشاہ دونوں ہی پریشان ہوئے اور انہوں نے ملک امور نظام الملک سے مدد کے لئے کہا۔

بادشاہ کے فرمان کی تعمیل میں ملک احمد نظام الملک اور فخر الملک دکنی ایک جرار لشکر لے کر بیدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور کچھ عرصے میں بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یوسف عادل نے اس بار جنگ نہ کرنے کا ارادہ کیا اور ساغر' حسن آباد اور اندرا کے علاقے دریا خاں اور فتح الملک کے حوالے کر دیئے۔ نیز اپنے خورد سال بیٹے' اسمٰعیل عادل کو' کمال خاں سرنوبت دکنی اور دیگر امراء کے ساتھ بیجاپور بھجوا دیا۔ ان کے ساتھ خزانہ اور ہاتھی بھی بھجوائے گئے تاکہ یہ لوگ قلعے میں مقیم ہو کر حکومت کا انتظام اچھی طرح کر سکیں خود یوسف عادل پانچ ہزار سواروں کی جمعیت کے ہمراہ برار کی طرف چل دیا۔

یوسف عادل کی برہان پور کو روانگی

محمود شاہ' امیر برید' ملک احمد نظام الملک' فخر الملک دکنی اور قطب الملک ہمدانی نے یوسف عادل کا پیچھا کیا ان لوگوں کے تعاقب کا یہ عالم تھا کہ جس مقام پر یوسف عادل ایک روز قیام کرتا تھا' دوسرے روز یہ لوگ اسی مقام پر ٹھہرتے تھے اسی طرح چلتے چلتے کاویل کا مقام آ گیا' یہ مقام فتح اللہ عماد الملک کی تحویل میں تھا' اس نے یوسف عادل کی مدد کرنا تا مناسب خیال کیا اور اسے پیغام دیا۔ ''چونکہ سلطان محمود شاہ خود اس لشکر کے ساتھ ہے اس لیے یہ بڑی بے ادبی ہو گی کہ میں اس لشکر کا مقابلہ کروں۔ بہتر یہی ہے کہ تم کچھ دنوں تک برہان پور میں قیام کرو۔ تاکہ ہم اس معاملے کو کسی نہ کسی طرح سلجھالیں۔'' یوسف عادل نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور برہان پور چلا گیا۔

فتح اللہ عماد الملک کی تدبیر

فتح اللہ عماد الملک نے ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک کے پاس اپنے ایلچی روانہ کیے اور ان دونوں امیروں کو یہ پیغام دیا۔ امیر برید جو دکن کے اہل خرد کے نزدیک لومڑی کی سی صفات کا حامل ہے' یہ چاہتا ہے کہ یوسف عادل کا خاتمہ کر کے خود بیجاپور پر قابض ہو جائے اگر اس طرح امیر برید کی قوت میں اضافہ ہو گیا اور بادشاہ کٹھ پتلی کی طرح اس کے اشاروں پر ناچتا رہا تو آخر کار انجام کچھ اچھا نہ ہو گا اور تمہیں بھی نقصان پہنچے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم لوگ اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے جاؤ تاکہ میں بادشاہ کو بھی واپس چلے جانے پر راضی کر لوں۔''

بیجاپور پر بادشاہ کا حملہ

ملک احمد نظام اور قطب الملک نے' فتح اللہ عماد الملک کے مشورے پر عمل کیا اور بادشاہ سے اجازت حاصل کیے بغیر ہی اپنے اپنے

besturdubooks.wordpress.com

کہ حضور یوسف عادل کی تمام خطاؤں کو معاف فرمائیں اور اپنے ملک میں واپس تشریف لے جائیں۔" بادشاہ نے امیر برید کے بہکانے پر فتح اللہ عماد الملک کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی اور برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا۔

یوسف عادل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک بادشاہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں تو وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ برہان پور روانہ ہوا اور فتح اللہ عماد الملک کے پاس پہنچ گیا۔ فتح اللہ اور یوسف عادل دونوں نے مل کر امیر برید پر حملہ کیا امیر برید اس حملے کی تاب نہ لا کر اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر بادشاہ کے ساتھ بیدر روانہ ہو گیا۔

یوسف عادل، فتح الملک، فخر الملک دکنی الخاطب بہ خواجہ جہاں، تینوں کا انتقال (طبعی موت سے) ۹۱۶ھ میں ہوا۔ اور ان کی اولاد، جیسا کہ آگے چل کر تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا حکمرانی کے مرتبے تک پہنچی، امیر برید، بیجاپور پر اپنا موروثی حق سمجھتا تھا اس نے اس شہر کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن اس کی ساری محنت بے کار گئی اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور عادل شاہی خاندان میں، اس زمانے سے لے کر آج تک (جو ۱۰۲۳ھ ہے) حکومت چلی آ رہی ہے۔ ۹۱۸ھ میں قطب الملک ہمدانی کو بادشاہت کا شوق پیدا ہوا اور اس نے خطبے میں سے بادشاہ کا نام نکال کر، اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ قطب الملک پانچوں وقت نوبت شاہی بجواتا تھا اور ہر مہینے پوشیدہ طور پر پانچ ہزار ہون "بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا تھا۔

بیجاپور پر ایک اور حملہ

۹۲۰ھ میں امیر برید نے اپنی خام خیالی کا اظہار اس طور پر کیا کہ فتح اللہ عماد الملک، اور قطب الملک ہمدانی کو دولت کے زور پر بہلا پھسلا کر نیز بادشاہ کو ساتھ لے کر پایہ تخت سے روانہ ہو گیا۔ امیر برید نے جہاں گیر خاں (پسر دستور دینار) کو "دستور الملک" کا خطاب دے کر حسن آباد گلبرگہ کو جو یوسف عادل کے قبضے سے نکالا گیا تھا اس کی جاگیر میں شامل کر دیا۔ دستور الملک نے کچھ ہی دنوں میں دو تین ہزار دکنیوں اور حبشیوں کا گروہ جمع کر لیا اور دریائے بیورہ کی دوسری طرف قلعوں کے علاوہ سارے ملک پر ساغر سے لے کر نلدرک تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس ہنگامے کے پیش نظر بادشاہ اور امیر برید نے ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سے مدد طلب کی اور بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ دریائے بیورہ کو عبور کیا اور جلد از جلد بیجاپور پہنچے۔

بادشاہ کا زخمی ہونا

اسمٰعیل عادل نے بھی اپنا لشکر مرتب کر کے الندا پور کے قصبے میں جو بیجاپور کے قریب ہی واقع ہے دشمن سے مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں امیر برید بری طرح تباہ و برباد ہو کر بھاگ نکلا۔ محمود شاہ گھوڑے سے گرا اور زخمی ہوا اور وہ شہزادہ احمد کے ساتھ میدان جنگ ہی میں رہا۔ اسمٰعیل عادل نے بادشاہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا اور اس کے مرتبے کے مطابق اس کی تعظیم و تکریم کی۔ اسمٰعیل نے بادشاہ سے بیجاپور میں قیام کرنے کی درخواست کی، لیکن بادشاہ نے ندامت کی وجہ سے شہر میں جانے سے انکار کر دیا اور الندا پور ہی میں ٹھہرا رہا۔

شاہ محب اللہ کے فرزند مرزا الطف اللہ نے بادشاہ کی مرہم پٹی کی اور بڑی وفاداری کے ساتھ بادشاہ کی خدمت کرتا رہا کچھ دنوں بعد اسمٰعیل عادل بادشاہ کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ گیا وہاں ایک بہت بڑا جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اسمٰعیل کی بہن بی بی ستی جو شہزادہ احمد کے نکاح میں تھی اس کی رخصتی عمل میں آئی۔ بادشاہ نے چار ہزار مغل سواروں کا امدادی لشکر اسمٰعیل سے لیا اور اس لشکر کے ساتھ احمد آباد بیدر روانہ ہوا۔

امیر برید نے شہر کو خالی کر دیا اور اڈیسہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اسمٰعیل عادل کے امیروں کو یہ معلوم ہوا کہ امیر برید برہان نظام الملک بحری کے پاس پناہ گزین ہوا ہے اور ایک بہت بڑا لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے بیدر میں اب مزید قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد واپس روانہ ہوئے۔ امیر برید جس قدر جلد ممکن ہو سکا احمد آباد بیدر پہنچا اور حسب دستور اس نے بادشاہ پر پہرہ بٹھا

besturdubooks.wordpress.com

دیا۔ اسمٰعیل عادل کی قربت کی وجہ سے امیر برید نے بادشاہ کی حفاظت پر پہلے سے کہیں زیادہ توجہ کی اس پہرہ کی وجہ سے بادشاہ تنگ آ کر بیدر سے فرار ہو گیا۔ اور کاویل میں علاؤ الدین عماد الملک کے پاس پہنچ کر مدد کا طالب ہوا۔ علاؤ الدین نے بادشاہ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور اس کے ساتھ امیر برید کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

جب عماد الملک بیدر تک جا پہنچا تو امیر برید نے قلعہ بند ہو کر ملک احمد نظام الملک سے مدد طلب کی' نظام الملک نے اس کی مدد کے لئے فخر الملک دکنی المخاطب بہ خواجہ جہاں کو روانہ کیا۔ فخر الملک' امیر برید کے پاس پہنچا اور امیر برید اپنی فوج کو درست کر کے دشمن کے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ عماد الملک نے بھی اپنے لشکر کو معرکہ آرائی کے لئے تیار کیا جب جنگ باقاعدہ شروع ہونے لگی اس وقت محمود شاہ غسل میں مصروف ہو گیا۔ عماد الملک نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے ایک مقرب درباری کو محمود شاہ کے پاس بھیجا اور اسے بلوایا۔ اس قاصد نے جب بادشاہ کو نہانے میں مصروف دیکھا تو اس نے ازرہ طنزیہ یہ جملہ کسا۔ "جو بادشاہ معرکہ آرائی کے وقت غسل خانے میں ہوتا ہے وہ ہمیشہ امراء کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا رہتا ہے۔"

بادشاہ نے قاصد کی یہ بات سنی اسے بہت غصہ آیا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف چل دیا۔ میدان جنگ میں پہنچ کر بادشاہ امیر برید کے لشکر سے جا ملا۔ جب عماد الملک کو اس واقعے کا علم ہوا تو وہ ناکام و نامراد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔ امیر برید کامیابی کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اب کی مرتبہ اس نے بادشاہ کی کچھ ایسی پاسبانی کی کہ محمود شاہ کو پھر کبھی بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔

بادشاہ کی بے دست و پائی

سلطان محمود شاہ نے حکومت اور دولت سے ہاتھ دھو کر اسی انداز سے زندگی گزارنا شروع کی جس طرح سلطان سنجر نے امیروں کے ہاتھوں میں پھنس کر گزاری تھی۔ بادشاہ کی گنتی زندوں میں ہوتی تھی نہ مردوں میں اس لیے کہ سارے کوتوال' محافظ اور پاسبان امیر برید کے مقرر کیے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے پاس ممکتھانہ کے قصبے کے علاوہ (جو شہر سے دو کوس کے فاصلے پر تھا) ملک کا کوئی اور حصہ نہ رہا۔

سارے شہروں پر امیر برید کی حکومت تھی وہ زیادہ قندھار اور اڈیسہ میں مقیم ہو کر فرائض حکمرانی انجام دیا کرتا تھا یا پھر کبھی کبھی پایہ تخت میں آ کر بادشاہ سے بھی ملاقات کر لیا کرتا تھا۔ اگر کبھی بادشاہ سامان یا دولت کی کمی کی شکایت کرتا یا تنگی معاش کا شکوہ کرتا تو امیر برید یہ جواب دیتا۔

"وزرا نے (اہل دکن کی اصطلاح میں امراء) پایہ تخت سے پانچ چھ کوس ادھر تک سارے ملک کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے ملک کا جو تھوڑا بہت حصہ میرے پاس ہے وہ میرے اخراجات اور میرے ہاتھیوں وغیرہ کے خرچ کے لیے خود ناکافی ہے۔" محمود شاہ اور اس کا بیٹا احمد شاہ دونوں باپ بیٹے عیش کوشی کے والہ و شیدا اور سیاست ملکی و انتظام سلطنت نیز عقل و فہم سے بڑی حد تک بے بہرہ تھے۔ صبح و شام غفلت کے عالم میں پڑے رہتے شراب ان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھی۔

٩٢٣ھ میں خداوند خاں حبشی کے بیٹے نے جو ماہور کا جاگیردار تھا ای بار اودگیر اور قندھار پر لشکر کشی کر کے ان شہروں کو تباہ و برباد کیا۔ امیر برید نے بادشاہ کو ہمراہ لے کر ماہور کا رخ کیا۔ (مفسدوں سے جنگ ہوئی جس میں) خداوند خاں کا بیٹا اور پوتا شرزہ خاں دونوں مارے گئے اور امیر برید کو فتح حاصل ہوئی۔

اس واقعے کے بعد فتح اللہ عماد الملک نے اپنا لشکر جمع کیا تاکہ ماہور پر لشکر کشی کر کے امیر برید کو شکست دے۔ بادشاہ نے خداوند خاں حبشی کے بیٹے غالب خاں کو ماہور کا جاگیردار مقرر کیا۔ اور یہ علاقہ فتح اللہ عماد الملک کی نگرانی میں دے دیا۔

بادشاہ کی وفات

بادشاہ پھر واپس احمد آباد بیدر آ گیا۔ محمود شاہ نے ٩٢٤ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اس فرمانروا نے باوجود فتنوں اور فسادوں کے سینتیس

besturdubooks.wordpress.com

احمد شاہ بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی المعروف بہ احمد شاہ ثانی

تخت نشینی

امیر برید کے قبضے میں ملک کا بہت تھوڑا حصہ تھا اور اس کے ملازموں کی تعداد تین چار ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ برید کو ہر وقت اپنے گرد و نواح کے امیروں سے یہ خطرہ رہتا تھا کہ یہ لوگ کہیں احمد آباد بیدر کی حکومت کے لالچ میں اس پر لشکر کشی نہ کریں اس خطرے کے پیش نظر اس نے مجبوراً سلطان محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ احمد شاہ نے اپنے باپ کی تقلید کی اور اپنے صبح و شام شراب نوشی اور شاہد بازی میں گزارنے لگا۔

برائے نام بادشاہت

امیر برید نے احمد شاہ کو صرف نام ہی کا بادشاہ رہنے دیا اصل اقتدار اس کے اپنے ہاتھ میں تھا' اس نے بادشاہ کو ایک خوبصورت محل میں جو نہروں اور خوشنما درختوں کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھا' رکھا بہمنی بادشاہوں کا جڑاؤ تاج اور محمود شاہ کی بساط شراب و تنبور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ امیر برید نے بادشاہ کے عیش و عشرت کے لئے تمام سامان مہیا کر دیا اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔ نیز چند لوگوں کو اس کا پاسبان مقرر کر دیا گیا ان پاسبانوں کو یہ حکم تھا کہ کسی غیر شخص کو محل کے اندر داخل نہ ہونے دیں اور نہ بادشاہ کو اس عمارت سے باہر آنے دیں۔

مرصع تاج کا ٹوٹنا

امیر برید نے بادشاہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اتنا نہ تھا کہ اس سے تمام اخراجات پورے ہوتے۔ قطب الملک نے بھی محمود شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ کا نذرانہ بند کر دیا تھا۔ احمد شاہ نے مجبور ہو کر بہمنی فرمانرواؤں کے مرصع تاج کو جس کی قیمت چار لاکھ "ہون" بتائی جاتی تھی' توڑا اور اس کے یاقوت' موتی اور الماس وغیرہ ان بادہ فروشوں کو دیئے جو اس کے پاس اکثر آتے جاتے تھے اس کارروائی سے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ عیش و عشرت کا سامان فراہم ہوتا رہے۔

انتقال

امیر برید کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو اس نے ان گنت بادہ فروشوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ باوجود کوشش کے اسے بقیہ جواہرات کا سراغ نہ ملا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں نے یہ جواہرات خریدے تھے۔ وہ خوف کی وجہ سے بیجاپور یا کسی دوسرے علاقے میں چلے گئے تھے' ان حالات سے گھبرا کر بادشاہ نے' اسمٰعیل عادل کے پاس خفیہ طور پر قاصد روانہ کیے اور امیر برید کی دست درازیوں کی شکایت کی۔ اسمٰعیل نے اس قاصد کو گراں قدر تحفوں اور بیش قیمت ساز و سامان کے ساتھ واپس کیا' اور بادشاہ کے لئے ایک پیغام بھی بھجوایا' لیکن یہ قاصد ابھی پایہ تخت میں واپس بھی نہ لوٹا تھا کہ ۹۲۷ھ میں دو سال ایک ماہ کی حکومت کے بعد احمد شاہ نے زہر یا طبعی موت کی وجہ سے دنیا کو خیرباد کہا۔

besturdubooks.wordpress.com

علاؤ الدین بن احمد شاہ

تخت نشینی

احمد شاہ کی وفات کے بعد امیر برید نے ظاہری طور پر ماتم اور عزاداری میں کسی قسم کی کمی نہ کی تقریباً دو ہفتے تک اس نے حکومت کے کاموں کو معطل رکھا اور بادشاہ کی موت کا افسوس کرتا رہا۔ بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے کے بعد اس نے تخت پر خود بیٹھنے کا ارادہ ترک کیا اور احمد شاہ کے بیٹے علاؤ الدین کو برائے نام بادشاہ بنا دیا کہا جاتا ہے کہ علاؤ الدین بہت ہی عاقل و دانشمند فرماں روا تھا اور اس سے فراست اور اقبالمندی کے آثار نمایاں تھے۔

عقل و فراست

سلطان علاؤ الدین کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے باپ دادا کی تباہی و بربادی کا اصل سبب شراب نوشی اور شاہد پرستی تھا للذا وہ کبھی بھول کر بھی شراب کو منہ نہ لگاتا تھا۔ اس کا سارا وقت امیر برید اور دیگر غاصب امیروں کی تباہی و بربادی کی تدبیروں کو عمل میں لانے اور ان پر غور کرنے میں گزرتا۔ وہ امیر برید کے خاتمے کا دل سے خواہاں تھا کیونکہ اس کے نزدیک تمام خرابیوں کی بنا اس نے ڈالی تھی۔

آزادانہ زندگی

ایک روز علاؤ الدین نے امیر برید سے کہا میرے باپ دادا نے اپنی تمام زندگی غفلت اور بے خبری کے عالم میں بسر کی اور انہیں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی ہوش و خرد سے کام لینے کا موقع نہ ملا۔ اس غفلت اور بے خبری کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوں فطرت اور ذلیل لوگوں نے بادشاہوں کے کان بھرے اور اس وجہ سے قاسم برید کی اور تمہاری وفاداریوں کی اور خدمتوں کی قدر نہ کی گئی۔ میرے اسلاف جس نامناسب راستے پر چل رہے تھے اس کو دیکھتے ہوئے تم جیسے بہی خواہان سلطنت کا یہ فرض تھا کہ ان کی پاسبانی اور حفاظت کرو۔ میری کیفیت ان سے بالکل جداگانہ ہے شراب سے مجھے دور کا بھی واسطہ نہیں تم جیسے وفادار اور خدمتگذار امراء کی خدمات سے میں بخوبی واقف ہوں اور قدر کرتا ہوں۔ مجھے میرے بزرگوں کی طرح پاسبانوں کی تحویل میں دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر وہ یہاں موجود نہ ہوتے تو آس پاس کے حکام و امراء بیدر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر چکے ہوتے۔ اگر تم کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے یا تم میری خود مختاری سے مطمئن نہیں تو بہتر ہے کہ تم مجھے مکہ معظمہ روانہ کر دو اور خود عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔"

امیر برید کے خلاف سازش

اگرچہ امیر برید عیاری اور چالاکی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا' لیکن اس وقت وہ بادشاہ کی باتوں میں ایسا آگیا کہ اس نے اپنے مقرر کردہ پاسبانوں کو ہٹا کر بادشاہ کو آزاد کر دیا۔ اس آزادی کے بعد کچھ دنوں تک تو بادشاہ نے بڑی نرمی اور عاجزی کے ساتھ وقت گزارا اور اپنے کسی فعل سے امیر برید کو اپنے دلی ارادے سے آگاہ نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے سازش کرکے ایک ایسی جماعت تیار کی کہ جس کا مقصد امیر برید اور اس کے بیٹوں کو قتل کرنا تھا اس سازش کی کسی کو بھنک تک نہ پڑی۔

امیر برید کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو بادشاہ کے سلام کے لئے آتا۔ اس بار بھی وہ قاعدے کے مطابق صبح کے وقت شاہی محل میں سلام کے لئے حاضر ہوا ایک بوڑھی عورت نے سازش کا کچھ علم نہ تھا وہ امیر برید کو بادشاہ کے پاس لے گئی۔ امیر برید اپنے تین یا [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

کے ایک رکن کو بہت زور کی چھینک آئی۔ اس نے ہر چند چھینک کو روکنے کی کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہوا۔ امیر برید نے چھینک کی آواز سنی اور وہ سمجھ گیا کہ یہ کسی اجنبی کی آواز ہے وہ واپس لوٹا اور جلد از جلد شاہی محل سے باہر نکل گیا۔

امیر برید نے متذکرہ بالا بوڑھی عورت کو بلایا اور اس سے اصل حقیقت دریافت کی اس عورت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب امیر برید نے خواجہ سراؤں کے ایک گروہ کو اندر بھیجا اور ان کی معرفت اصل حالات معلوم کیے۔ اس کے بعد امیر نے تمام سازشی گروہ کو محل سے باہر نکالا اور ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتارا' امیر برید نے علاؤ الدین کو پہلے تو معزول کر کے نظربند کیا بعد ازاں قتل کر دیا۔

اہل نظر اچھی طرح جانتے تھے کہ اس بادشاہ نے حالات کو سنوارنے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی' لیکن افسوس کہ بد طالعی نے خود اسی کو زندہ نہ رہنے دیا اس بادشاہ نے سوا دو سال تک حکومت کی۔

شاہ ولی اللہ بن سلطان محمود شاہ

شاہ ولی اللہ جب تخت نشین ہوا تو اپنے بزرگوں کی طرح وہ بھی امیر برید کے رحم و کرم پر رہا۔ تین سال کے بعد اپنے بھائی علاؤ الدین کی طرح اسے بھی آزادی کا شوق ہوا۔ امیر برید بادشاہ کے ارادے سے باخبر ہو گیا اور اس نے ولی اللہ کو محل میں قید کر دیا امیر برید ولی اللہ کی بیوی کا مفتون ہوا۔ لہٰذا اس نے ولی اللہ کو قتل کر کے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ ولی اللہ کے بعد کلیم اللہ بہمنی تخت نشین ہوا وہ یوسف عادل کا نواسا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

کلیم اللہ بہمنی بن محمود شاہ بہمنی

بابر کے نام خط

کلیم اللہ کو بھی امیر برید کی بدولت برائے نام ہی بادشاہت ملی وہ ہمیشہ گوشہ قناعت میں پڑا رہتا تھا اور کبھی بادشاہی محل سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ ۹۲۳ھ میں بابر نے کابل سے ہندوستان پر لشکر کشی کی اور دہلی پر قبضہ کر لیا۔ بابر کی فتوحات کا سارے ہندوستان میں شہرہ ہوا۔ اسمٰعیل عادل اور سلطان قلی قطب شاہ نے بڑے محبت آمیز خطوط بابر کے پاس روانہ کیے۔ کلیم اللہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی بابر کو ایک خط لکھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا "قسمت کی نیرنگی نے میرے تمام ملازموں کو مجھ سے برگشتہ کر رکھا ہے یہ بے وفا ملازم مجھے قید میں ڈال کر خود تمام سیاہ و سفید کے مالک بن گئے ہیں اگر جناب اس طرف توجہ فرمائیں تو اس حقیر کو اس مصیبت سے نجات دلائیں تو میں برار اور دولت آباد آپ کی نذر کروں گا۔

پایہ تخت سے فرار

کلیم اللہ کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو بابر کے قدم ہندوستان میں پوری طرح جمے نہ تھے۔ دوسرے بابر اور کلیم اللہ کے درمیان مندو اور گجرات کے فرمانروا حائل تھے۔ کلیم اللہ کے خط کا راز فاش ہو گیا لہٰذا اس نے جان بچانے کے لئے راہ فرار اختیار کی۔ وہ ۹۳۴ھ میں بیدر سے نکل کر بیجاپور پہنچا، مگر یہاں بھی اسے سکون میسر نہ ہوا اس کے ماموں اسمٰعیل عادل نے اس کی گرفتاری کا ارادہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار خلوص

کلیم اللہ اٹھارہ سواروں کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوا۔ برہان نظام شاہ نے کلیم کی بہت عزت کی اور اسے بڑی نیاز مندی کے ساتھ شہر میں لایا۔ اس اظہار خلوص کی وجہ یہ تھی کہ برہان نظام شاہ احمد آباد بیدر پر حملہ کر کے اسے بھی اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا تھا۔ جب کبھی کلیم نظام شاہ کے دربار میں آتا تو نظام اس کے احترام میں دست بستہ کھڑا ہو جاتا۔ شاہ طاہر نے یہ صورت حال دیکھ کر نظام شاہ کو تنبیہہ کی۔ "بندگی اور آقائی کی صورت اب بدل چکی ہے ملک میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنا اور ملک کے وارث کے سامنے اس قدر عاجزی سے کھڑے ہونا عاقبت اندیشی کے خلاف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ درباری امیر کلیم اللہ سے ساز باز کر کے کوئی فتنہ پیدا کریں۔"

وفات

برہان نظام شاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اس کے بعد پھر کبھی اس نے کلیم اللہ کو اپنے دربار میں نہ بلایا اسی دوران میں کلیم اللہ نے زہر یا طبعی موت کی وجہ سے دنیا کو خیرباد کہا اس کی لاش احمد آباد بیدر روانہ کر دی گئی۔

کلیم اللہ کی موت کے بعد بہمنی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے دکن میں پانچ خاندانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں جو یہ ہیں (۱) عادل شاہی (۲) نظام شاہی (۳) عماد شاہی (۴) قطب شاہی (۵) برید شاہی۔

besturdubooks.wordpress.com

نئی کتب

لبیک	ممتاز مفتی
تفسیر عثمانی	مولانا محمود حسنؒ/مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
قصص القرآن (۲ جلد)	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم	فواد عبد الباقی
موطا امام مالکؒ	مترجم: علامہ وحید الزمانؒ
احکام الاحادیث (۲ جلد)	تالیف: امام شوکانیؒ
اردو ترجمہ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	پروفیسر رفیع اللہ شہاب

سیرت النبیؐ

سیرت النبی کامل ۳ جلد	شبلی نعمانیؒ/سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ للعالمین	قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ
اسوۂ رسول اکرمؐ (رنگین تصاویر کیساتھ)	حضرت ڈاکٹر عبد الحئی عارفیؒ
خطبات مدراس	سید سلیمان ندویؒ
شمائل ترمذی	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
علیم ہشتی	حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب
النبیؐ الخاتم	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

سیرت صحابہ کرامؓ

خلفائے راشدین	شاہ معین الدین ندویؒ
حضرت ابوبکر صدیقؓ	محمد حسین ہیکل
حضرت عمر فاروقؓ	محمد حسین ہیکل
الفاروق	مولانا شبلی نعمانیؒ
سیرت عائشہؓ (رنگین تصاویر کے ساتھ)	علامہ سید سلیمان ندویؒ
سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات	حضرت مولانا سعید انصاریؒ

تصوف

نفحات الانس	عبد الرحمٰن جامی
غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

تاریخ

تاریخ ملت کامل (۲ جلد)	مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی / مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی
فتوح الشام (واقدی)	مترجم حکیم شبیر احمد سہارنپوری
تاریخ فرشتہ کامل (۲ جلد)	محمد قاسم فرشتہ/ڈاکٹر عبد الرحمٰن
معتزلہ کی تاریخ	زہری جار اللہ
تاریخ اسلام کامل	مولانا شاہ معین الدین ندوی
مسلمانوں کی خفیہ باطنی تحریکیں	مرزا سعید دہلوی

قرآنیات

قرآن مجید (کلام رسول یا کلام اللہ)	مرتبہ علامہ محمد حسین عرشی
قرآنی معجزات اور جدید سائنس	علامہ عبد اللہ نیاز
بائبل قرآن اور سائنس	موریس بوکائیے
بائبل قرآن اور انسان	موریس بوکائیے

تعلیم و تحقیق

برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	مولانا سید مناظر احسن گیلانی

خواتین

تحفۃ العروس	علامہ محمود مہدی استنبولی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانویؒ
تحفہ خواتین	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
جنتی عورت	مولانا مفتی ارشاد احمد قاسمی

besturdubooks.wordpress.com

لغات

لغات القرآن	عبدالکریم پاریکھ
مصباح اللغات	ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی

انسائیکلوپیڈیا

تعبیر الرویا	علامہ ابن سیرینؒ
عجائب المخلوقات	عمادالدین الکمونی قزوینی
کتاب الروح (روح کا انسائیکلوپیڈیا)	امام ابن قیمؒ

طب وصحت

طب نبویؐ	امام ابن قیمؒ

فلسفہ

علم الکلام اور الکلام	مولانا شبلی نعمانیؒ

متفرق کتب

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزیؒ
تعلیم الاسلام	علامہ مفتی کفایت اللہؒ
تنبیہ الغافلین	ابوالليث السمرقندی

المیزان کی زیر طبع کتب (کمپیوٹر ایڈیشن)

- تفسیر مظہری
- تفسیر کمالین
- تفسیر انوار البیان
- تفسیرات احمدیہ
- تفسیر ابن کثیر کامل
- تفسیر بیان القرآن (کامل)
- تفسیر کشف الرحمٰن (کامل)
- الاتقان فی علوم القرآن
- کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کامل (اردو)
- بدایۃ المجتہد کامل (اردو)
- حیات الحیوان الکبریٰ (۲ جلد کامل اردو)
- تفہیمات الٰہیہ (عربی)
- تاریخ ابن کثیر (کامل)
- تاریخ ابن خلدون (کامل)
- طبقات ابن سعد (کامل)
- مشکوٰۃ شریف (کامل)
- تاریخ طبری (کامل)
- فتاویٰ عالمگیری (کامل اردو)

المیزان ناشران وتاجران کتب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور پاکستان

besturdubooks.wordpress.com
المیزان ناشران و تاجران کتب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph.:042-7122981 Fax: 7212762
E-mail: info@almezaanpublishers.com
URL: www.almezaanpublishers.com

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

سوم

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ
عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

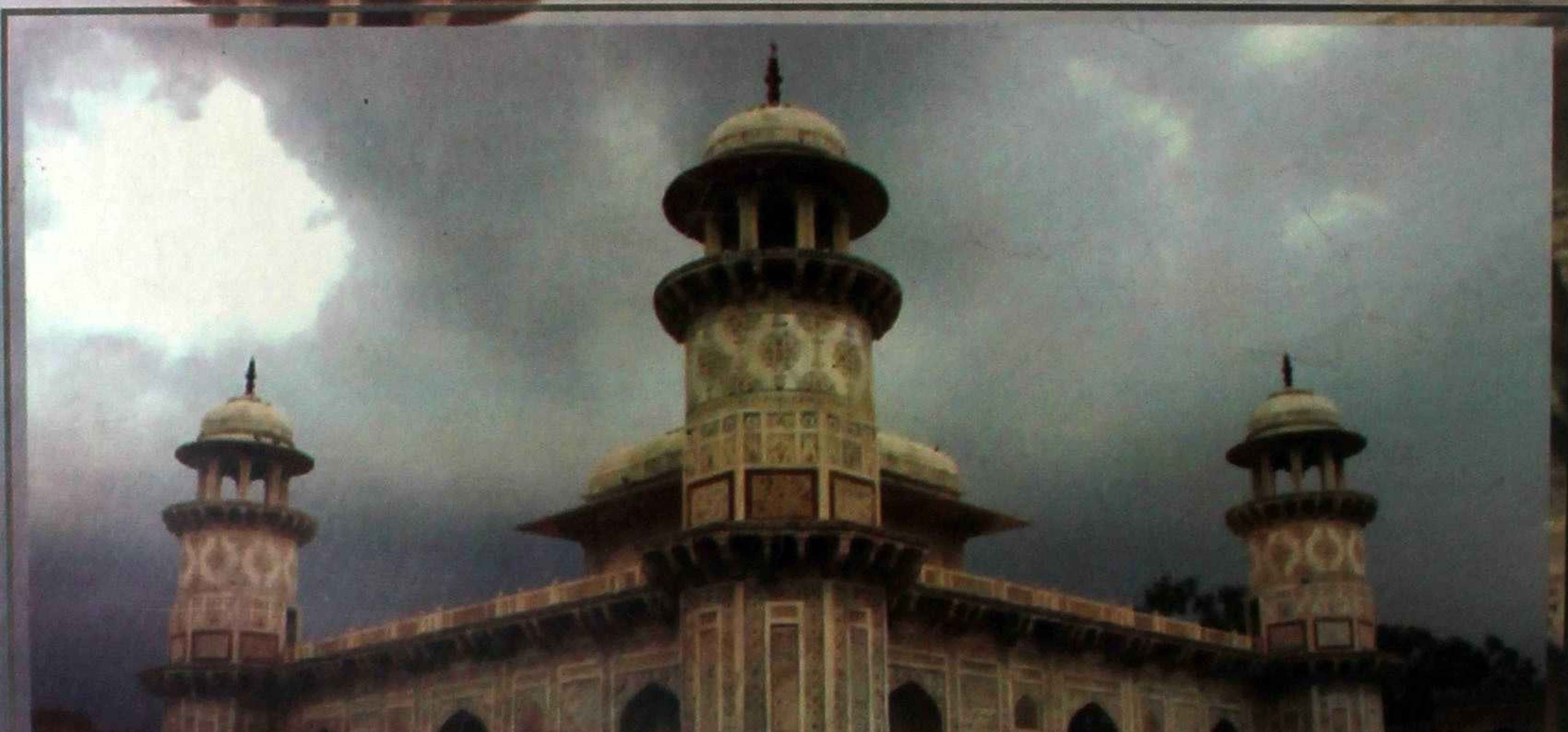

المیزان

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

سوم

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

besturdubooks.wordpress.com

المیزان

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

کاپی رائٹ رجسٹریشن

تاریخ فرشتہ (مکمل چار حصے) کے ترجمہ وکمپوزنگ' طباعت واشاعت کے جملہ حقوق خواجہ عبدالرحمٰن طارق سے ایک معاہدہ کے تحت "المیزان" کے نام محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات۔ ۰۲۲/۲

سن اشاعت ۲۰۰۸ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

besturdubooks.wordpress.com

فہرست جلد سوم

تذکرہ سلاطین بیجاپور یعنی سلطان عادل شاہ 29

یوسف عادل شاہ 30

1 ابتدائی حالات 30
2 سلطان محمد 30
3 شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم 30
4 ملکہ کی التجا 30
5 ملکہ کی تدبیر 30
6 شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی 31
7 شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت 31
8 افشائے راز 31
9 حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت 32
10 یوسف کا عزم ہندوستان 32
11 احمد آباد بیدر کو روانگی 32
12 یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں 32
13 جواہر نامی ضعیفہ کی روایت 33
14 یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق 33
15 لفظ "رسوائی" کی تحقیق 33
16 یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا 34
17 نظام الملک سے وابستگی 34
18 منصب امارت 34
19 طرفداری بیجاپور 34
20 یوسف کی خودمختاری 34
21 قاسم برید کا حسد 35
22 قاسم برید کی سازشیں 35
23 تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے 35
24 قاسم برید کی سرزنش کا خیال 35
26 مولوی عالی کا بیان 36
27 بزم عیش و عشرت 36
28 یوسف عادل کی بیماری 36
29 تمراج کی رائے چور پر لشکرکشی 37
30 یوسف عادل کی صحت یابی 37
31 تمراج سے مقابلے کی تیاری 37
32 معرکہ آرائی 37
33 تمراج کی شکست 38
34 مدگل اور رائچور کی فتح 39
35 بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی 39
36 محمود شاہ بہمنی کی مدد 39
37 بہادر گیلانی کا فرار 39
38 جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت 39
39 بہادر گیلانی کی موت 39
40 محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد 40
41 قاسم برید کی شکایت 40
42 محمود شاہ کی روانگی 40
43 دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے 40
44 دستور کی خودمختاری 40
45 دستور کی سرزنش کے لئے یوسف عادل کی روانگی 41
46 معرکہ آرائی 41
47 شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ 41
48 دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ 41
49 قاسم برید کا فرار 42
50 قاسم برید کی شکست 42
51 دستور دینار پر حملہ 42
52 یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی 42

besturdubooks.wordpress.com

53	دکن میں انتشار	42
54	گیارہ خودمختار حاکم	42
55	عین الملک کی طلبی	43
56	دستور دینار کی تشویش	43
57	دستور کی جنگ کی تیاریاں	43
58	یوسف عادل کا مقابلے کے لئے نکلنا	44
59	یوسف کی حکمت عملی	44
60	غضنفر آقا کی روانگی	44
61	دستور دینار کی شکست	44
62	دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں	44
63	دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح	45
64	فتح کی خوشی	45
65	غضنفر بیگ کا انتقال	45
66	مجلس جشن	45
67	شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد	45
68	محتاط گروہ کی رائے	46
69	شاہ ایران کی مثال	46
70	شیعہ مذہب کا خطبہ	46
71	عادل شاہ کی احتیاط	46
72	مذہبی اتحاد	46
73	ایک عجیب و غریب قصہ	46
74	امراء کی ناراضگی	47
75	یوسف عادل کا نقطہ نظر	47
76	عین الملک کی معزولی	47
77	مذہبی آزادی	47
78	نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ	48
79	محمود شاہ کا ارادہ جنگ	48
80	یوسف کی پریشانی	48
81	یوسف عادل کی روانگی بیر	48
82	مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ	48
83	یوسف کی برہان پور کو روانگی	49
84	عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام	49
85	احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی	49
86	یوسف کا دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دینا	49
87	شاہ ایران کو مبارک باد	49
88	اندرا پور کا سفر	50
89	عیسائیوں کی سرزنش	50
90	یوسف کا انتقال	50
91	شاہ طاہر کا بیان	50
92	یوسف کا کردار	51
93	علم دوستی	51
94	حسن و جمال، رعب و دبدبہ	51
95	اہل علم کی قدردانی	51
96	کٹ وراؤ مرہٹہ پر لشکر کشی	51
97	اولاد	52

اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ 53

1	نظام حکومت	53
2	امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں	55
3	تخت نشینی کے لئے کمال خاں کا تیار ہونا	55
4	قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام	55
5	کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری	55
6	یوسف ترک کا عزم قتل	56
7	مسماۃ پونجی کی تدبیر	56
8	کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ	56
9	بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی	56

besturdubooks.wordpress.com

10	شرف یابی کمال خاں	57
11	یوسف ترک کا کارگر حملہ	57
12	کمال خاں کی موت کا انتقام	57
13	صفدر خاں کی بدلہ لینے کی تیاری	57
14	پونجی خاتون کی تدبیریں	58
15	پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا	58
16	محل میں قیامت کا نمونہ	58
17	صفدر خاں کے قتل کی تفصیل	59
18	شہر کے مشہور امراء کی فراری	59
19	یوسف ترک کی میت	59
20	اسماعیل عادل شاہ کا نظام حکومت	59
21	پونجی خاتون کے فیصلے	59
22	حبشیوں اور مغلوں کا تقرر	60
23	امیر قاسم برید اور اسماعیل عادل شاہ کا مقابلہ	60
24	اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی	
25	گلبرگہ کو روانگی	61
26	بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی	61
27	امیر قاسم برید کا حملہ	61
28	ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی	61
29	اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال	62
30	ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل	62
31	تاریخ نویسوں کا خیال	62
32	جنگ کنہڑ کا حال	62
33	تمراج کی جنگی تیاریاں	63
34	اسماعیل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ	63
35	بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت	63
36	دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت	63
37	دریا کے پار معرکہ جنگ	64
38	اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری	
39	کے مابین صلاح مشورہ	64
40	اسد خاں لاری کا ایک اہم مشورہ	64
41	اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل	65
42	عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز	65
43	شاہ طاہر کا استقبال	65
44	شادی کی رسم	65
45	دشمنی کا آغاز	65
46	اسماعیل عادل شاہ پر فوج کشی	66
47	اسماعیل عادل شاہ کی جنگی تربیت و تنظیم	66
48	معرکہ آرائی	66
49	اسمٰعیل عادل کا جشن کامرانی	66
50	نظام اور عادل شاہی خاندانوں کے	
51	درمیان دوسری جنگ	67
52	اسماعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد	67
53	برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد	67
54	امیر قاسم برید کی سازش	67
55	اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کاروائیاں	67
56	برہان نظام شاہ کی رضامندی	68
57	امیر قاسم برید پر چڑھائی	68
58	امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں	68
59	بریدیوں کا غرور	68
60	اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح	68
61	قطب شاہی فوج سے مقابلہ	68
62	امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست	69
63	اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات	69
64	امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات	69
65	امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت	69

besturdubooks.wordpress.com

66 اسمٰعیل عادل شاہ کا حکم شبخون 70
67 اسد خاں لاری کی مزید ہدایات 70
68 امیر قاسم برید کی قیام گاہ 70
69 امیر قاسم برید کی گرفتاری 70
70 اسد خاں لاری کا مشورہ 70
71 امیر قاسم برید کا بیدار ہونا 71
72 دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری 71
73 امیر قاسم برید کے قتل کا حکم 71
74 قلعہ احمد آباد کی پیش کش 71
75 امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار 71
76 قاصد کی روانگی 72
77 امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم 72
78 امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں 72
79 شرائط پر عمل 72
80 دربار اسمٰعیل عادل شاہ 72
81 جواہرات کی تقسیم 73
82 زائرین اور دیگر امراء کو انعامات 73
83 مولانا شہید شاعر قمی کے لئے رقم 73
84 امیر قاسم برید کے قصور کی معافی 73
85 قلعہ رائچور کی فتح 73
86 جشن فتح و نصرت 74
87 اسماعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی 74
88 عماد شاہ بہ حیثیت مہمان 74
89 امیر برید کی سرکشی 74
90 برہان نظام شاہ کا مشورہ 75
91 اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ 75
92 برہان نظام شاہ کی جنگی تیاریاں 75
93 نظام اور عادل شاہی جنگ 75
94 عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی 75
95 تلنگانہ پر عادل شاہی حملہ 76
96 اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی 76
97 اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال 76
98 جانشین کا انتخاب 76
99 امیر سید ہروی کا بیان 77

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 78

1 ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی 78
2 ملو خاں کی رنگ رلیاں 78
3 ایک نیا شوق امرد پرستی 78
4 امرد پرستی اور ملو خاں کا ظلم و ستم 78
5 ملو خاں کے خلاف سازشیں 78
6 ملو عادل شاہ کی معزولی 79

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 80

1 شجاعت اور بہادری 80
2 تبدیلی مذہب 80
3 نئے احکامات 80
4 پرانے قوانین کا اخراج 80
5 بیجاپور کی فتح 80
6 بیجاپور کا حال 81
7 رام راج کا عروج 81
8 رام راج کی سرگرمیاں 81
9 رام راج اور بھوج ترمل کے درمیان معاہدہ 81
10 بھوج ترمل کے خلاف رعایا کا اقدام 82
11 ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست 82
12 رام راج کی عیاری 82
13 بھوج ترمل کا فریب کھانا 82

besturdubooks.wordpress.com

14 رام راج کی چڑھائی 82

15 ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم 83

16 اسد خاں لاری کا شب خون مارنا 83

17 رام راج کا مشورہ 83

18 یوسف شحنہ کی سازش 83

19 ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو 83

20 اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر 84

21 اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ 84

22 اسد خاں لاری کی فتح 84

23 ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال 84

24 برہان نظام شاہ کا انکشاف 84

25 اسد خاں لاری کی تدبیریں 84

26 اسد خاں لاری کی وفاداری 85

27 اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات 85

28 ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح 85

29 برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ 85

30 امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح 85

31 برہان نظام شاہ کا حملہ 86

32 ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں 86

33 اسد خاں لاری کی طلبی 86

34 اسد خاں کا مشورہ 86

35 قلی قطب شاہ پر حملہ 86

36 اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات 87

37 برہان نظام شاہ کی شکست 87

38 ابراہیم عادل شاہ کا غرور 87

39 ابراہیم عادل شاہ کی شکست 87

40 ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں 87

41 اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی 88

42 اسد خاں لاری کا خط 88

43 ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ 88

44 شہزادہ عبداللہ کے قصے کی تفصیل 88

45 اسد خاں لاری سے درخواست 88

46 اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی 89

47 اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام 89

48 اسد خاں لاری کا انتقال 89

49 اسد خاں لاری کی خوبیاں 89

50 برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی 89

51 رام راج کی چال 90

52 ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی 90

53 ابراہیم عادل شاہ کی شکست 90

54 قلعہ پرندہ کی فتح 90

55 دکنی باشندے کا فرار 90

56 شاہ جمال الدین انجو کا بیان 91

57 برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ 91

58 رام راج اور نظام شاہ کا عروج 91

59 برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور

60 نظام شاہی خاندانوں کی دوستی 91

61 سیف عین الملک کا تقرر 91

62 شہزادہ علی اور قلعہ شولا پور 92

63 ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام 92

64 حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں 92

65 طرفین کی فوجی تنظیم 92

66 سیف عین الملک کا غلبہ 92

67 نظام شاہی فوج کی تازہ کمک 92

68 ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی 93

69 ابراہیم عادل اور سیف عین الملک کی روانگی 93

besturdubooks.wordpress.com

70 ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی 93
71 سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام 93
72 ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف الملک کی وفاداری 93
73 سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ 94
74 عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ 94
75 سیف الملک کی فتوحات 94
76 ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ جنگ 94
77 ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ 95
78 عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ 95
79 رام راج کی مدد 95
80 شب خون 95
81 سیف الملک کی پریشانی 96
82 عین الملک کا فرار 96
83 ابراہیم عادل شاہ کی بیماری 96
84 انتقال 96
85 اولاد 96

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ 97

1 شوخی طبیعت 97
2 مذہبی رجحان 97
3 ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش 97
4 شہزادہ عبداللہ کا فرار 97
5 احتیاطی تدابیر 97
6 علی عادل کی شیعیت پسندی 98
7 شہزادہ طہماسپ کی شیعیت 98
8 علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں 98
9 علی عادل شاہ کی قلعہ مرج سے روانگی 98
10 لشکروں کی آمد 98
11 علی عادل شاہ کی تخت نشینی 98
12 قصبہ شاہ پور کی بنا 99
13 علماء اور فضلاء کی عزت افزائی 99
14 سخاوت 99
15 عدل و انصاف اور وسعت سلطنت 99
16 علم و فن سے دلچسپی 99
17 عشق پیشگی 99
18 رام راج سے دوستی 100
19 حسین نظام شاہ کی ناراضگی 100
20 رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت 100
21 رام راج کی بدتہذیبی 100
22 حسین نظام شاہ کے نام علی عادل شاہ کا پیغام 100
23 کلیان اور شولا پور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ 101
24 حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی 101
25 علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر 101
26 فتنہ و فساد 101
27 حسین نظام شاہ پر لشکر کشی 101
28 قطب شاہ کا فرار 101
29 احمد نگر کا محاصرہ 102
30 قتل و غارت گری 102
31 کشور خاں کا مشورہ 102
32 قلعہ شاہ درک کی تعمیر 102
33 رام راج کی عاقبت نااندیشی 102
34 معاہدے کی خلاف ورزی 103
35 رام راج کا تعصب اور غرور 103

besturdubooks.wordpress.com

36	علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی	103
37	قلعہ پورکل میں بغاوت	103
38	ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ	103
39	کشور اور شیرازی کی رائے	104
40	حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے	
40	تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش	104
41	مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات	104
42	شاہی خاندانوں میں شادی کی تجویز	104
43	چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں	105
44	رام راج کی تباہی کا ارادہ	105
45	مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی	105
46	رام راج کی جنگی تیاریاں	105
47	دریائی راستے کی تلاش	105
48	ایک قابل عمل تجویز	105
49	ہندوؤں کی بے احتیاطی	106
50	مسلمان لشکر کا دریا کو عبور کرنا	106
51	مسلمان لشکر کی ترتیب	106
52	ہندو لشکر کی ترتیب	106
53	معرکہ آرائی	106
54	رام راج کی دریا دلی	107
55	ہندوؤں کا جوش و خروش	107
56	حسین نظام شاہ کی بہادری	107
57	ہندوؤں کے لشکر کا انتشار	107
58	رام راج کا قتل	107
59	ہندوؤں کا قتل	108
60	مال غنیمت	108
61	تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا	108
62	ہندوؤں کی خستہ حالی	108
63	علی عادل شاہ کی فتوحات	108
64	مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ	109
65	علی عادل کا نظام شاہی سلطنت پر حملہ	109
66	مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	109
67	کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار	110
68	کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ	110
69	کشور خاں کی موت	110
70	عین الملک اور نور خاں کا تعاقب	110
71	علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ	110
72	قلعہ اودنی کی تسخیر کا خیال	110
73	حاکم اودنی کی پریشانی	111
74	قلعہ اودنی کی فتح	111
75	علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ	111
76	قلعہ طورکل کا محاصرہ	111
77	قلعہ طورکل کی تسخیر	111
78	قلعہ داروا کی فتح	112
79	قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی	112
80	بلب کا خط تنکناوری کے نام	112
81	تنکناوری کا جواب	112
82	ہندوؤں کی مخاصمانہ کاروائی	112
83	ہندوؤں کا دستور جنگ	113
84	جادوگری	113
85	مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر	113
86	معرکہ آرائیاں	113
87	اہل قلعہ کی اطاعت	114
88	قلعہ بنکاپور پر عادل شاہی قبضہ	114
89	مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی	114
90	جرہ اور چندرکونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ	114

besturdubooks.wordpress.com
91 حاکم جرہ کی اطاعت 114
92 قلعہ چندرکونی کی فتح 114
93 علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور 115
94 مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام 115
95 چندرکونی میں نئے قلعے کی تعمیر 115
96 علی عادل شاہ کا عزم کرور 115
97 حاکم کرور کی اطاعت 115
98 دوسرے راجاؤں کی اطاعت 116
99 سالانہ رقم کی ادائیگی 116
100 بہادر رانیاں 116
101 علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور 116
102 تلکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ 116
103 تنکناوری کا فرار 117
104 اہل شہر کی خستہ حالی 117
105 برکی امراء کی غداری 117
106 برکیوں سے جنگ 117
107 علی عادل شاہ تدبیر 118
108 ہندیا نایک کے خیالات 118
109 باغیوں کی بیجاپور میں آمد 118
110 باغیوں کا قتل 118
111 شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی 118
112 علی عادل شاہ کا کردار 118
113 جمال دوستی 119
114 وفات 119
115 تجہیز و تکفین 119
116 علی عادل شاہ کی سخاوت 119
117 شہنشاہ اکبر کے سفیر 119

ابراہیم عادل شاہ ثانی 120

1 تخت نشینی 120
2 کامل خاں دکنی 120
3 کامل خاں کا اقتدار 120
4 غرور کا نشہ 120
5 کشور خاں کا ہنگامہ 120
6 کامل خاں کی پریشانی 121
7 گھر کا راستہ 121
8 کامل خاں دکنی کا قتل 121
9 کشور خاں کا اقتدار 121
10 عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ 121
11 عادل شاہی لشکر کی فتح 122
12 ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ 122
13 امراء کے مشورے 122
14 مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش 122
15 مرزا نور الدین کی احسان فراموشی 122
16 مصطفیٰ خاں کا قتل 122
17 ایک قابل نجومی 123
18 پیشین گوئی 123
19 کشور خاں کی تباہی کی داستان 123
20 چاند بی بی کے خلاف سازش 123
21 چاند بی بی کی نظربندی 123
22 میاں بدو کی سپہ سالاری 124
23 کشور خاں کی تجویز 124
24 بدو میاں کا منصوبہ 124
25 بدو میاں کی گرفتاری 124
26 امراء کا عزم بیجاپور 124
27 کشور خاں پر لعنت ملامت 124
28 کشور خاں کا قتل 125

besturdubooks.wordpress.com

29	اخلاص خاں کا اقتدار	125	57	شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی	131
30	اخلاص خاں کی گرفتاری	125	58	ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں	131
31	رہائی	126	59	جشن عشرت	132
32	طوائف الملوکی	126	60	رنگ میں بھنگ	132
33	قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ	126	61	نظام شاہیوں پر لشکر کشی	132
34	بیجاپور پر دشمن کی یورش	127	62	صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری	132
35	معرکہ آرائیاں	127	63	قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا	132
36	عین الملک کا سیدنا مرتضیٰ سے مل جانا	127	64	جشن عروسی	132
37	حبشیوں کی حکوت سے علیحدگی	127	65	انعام و اکرام	133
38	شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا	127	66	احمد نگر کی حالت	133
39	شاہ ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام	127	67	رذیلوں کی خوش طالعی	133
40	سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرفداری	128	68	باپ بیٹوں کی دشمنی	133
41	عادل شاہی سلطنت کا استحکام	128	69	مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں	133
42	دشمن کی واپسی	128	70	ابراہیم کا سفر احمد نگر	133
43	قطب شاہیوں کی شکست	129	71	میراں حسین شاہ کی تخت نشینی	134
44	ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی	129	72	مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل	134
45	دلاور خاں کا خواب	129	73	ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین شاہ کے نام	134
46	اخلاص خاں کی غفلت	129	74	مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی	134
47	دلاور خاں کا فتنہ	129	75	میراں حسین شاہ کا قتل	134
48	دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ	129	76	بادشاہ کا عزم احمد نگر	135
49	قلعے کا محاصرہ	130	77	جمال خاں مہدوی کا سامنا	135
50	خانہ جنگی	130	78	جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح	135
51	دلاور خاں کا غلبہ	130	79	بلبل خاں کی بہادری	135
52	دلاور خاں کے بیٹے	130	80	بلبل خاں کی توہین	135
53	ظلم و ستم	130	81	دلاور اور بلبل خان کی چپقلش	135
54	مذہب اہل سنت کا رواج	131	82	بلبل خاں کا بیان صفائی	136
55	راجگان مالا بار کی سرزنش	131	83	بلبل خاں کی عزت افزائی	136
56	نظام شاہی سے اچھے تعلقات	131	84	بلبل خاں کی نظر بندی	136

besturdubooks.wordpress.com

85	احمد نگر کی حالت	137
86	برہان شاہ کا ارادہ	137
87	برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں	137
88	جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ	137
89	برہان شاہ اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت	137
90	برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام	138
91	برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام	138
92	ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہونا	138
93	شاہ درک کو روانگی	138
94	راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد	138
95	ابراہیم عادل شاہ کی دارا سنگ کو روانگی	139
96	جمال خاں مہدوی کی تدابیر	139
97	جمال خاں کی دارا سنگ کو روانگی	139
97	صلح کی ناکام کوشش	139
98	جمال خاں کی پریشانی	140
100	دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی	140
101	احساس ندامت	140
102	دلاور خاں کی ہٹ دھرمی	140
103	جنگ کی تیاریاں	140
104	جنگ کا آغاز	140
105	دلاور خاں کا فرار	141
106	ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ درک	141
107	جمال خاں کا تعاقب	141
108	ترکی لشکریوں کی روانگی	141
109	دلاور کی تباہی کا ارادہ	142
110	عین الملک کا مشورہ	142
111	تجویز پر عمل	142
112	دلاور خاں کی عیش پرستی	142
113	عین الملک کی زمانہ سازی	143
114	دلاور شاہ پر قاتلانہ حملہ	143
115	دلاور خاں کا فرار	143
116	مذہب کا معاملہ	143
117	برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل	144
118	ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات	144
119	بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام	144
120	شہزادہ اسماعیل کا خیال	144
121	بھائی کی محبت	144
122	شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت	145
123	بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام	145
124	برہان شاہ نظام اور اسمٰعیل میں سازباز	145
125	عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم	145
126	ابراہیم عادل شاہ کا اسماعیل کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کرنا	146
127	قلعہ بلگوان کا محاصرہ	146
128	عین الملک کی طلبی کا فرمان	146
129	عین الملک کا بیجاپور پہنچنا	146
130	بادشاہ کا نقطہ نظر	146
131	عین الملک شاہی دربار میں	146
132	شاہی عنایات عین الملک پر	146
133	عین الملک کی روش	147
134	حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی	147
135	حیات خاں کی گرفتاری	147
136	عین الملک کی علانیہ بغاوت	147
137	عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام	147

besturdubooks.wordpress.com

138 عین الملک کی خوشی 148
139 ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ 148
140 الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری 148
141 اسمٰعیل چترشاہی کے سائے میں 148
142 باغیوں کی سرزنش کا انتظام 148
143 عین الملک کا قتل 149
144 شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری 149
145 شہزادے کا قتل 149
146 نمک حراموں کا قتل 149
147 انعام و اکرام 149
148 برہان نظام شاہ کی پریشانی 150
149 شاہ نواز خاں کے حالات 150
150 علم و فضل 150
151 زیارت مقامات مقدسہ 150
152 مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات 151
153 شاہ نواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا 151
154 ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی 151
155 بادشاہ کی فارسی دانی 151
156 شاہی محل کی تعمیر 152
157 میرزا علاؤ الدین دیسہ کی پیدائش 152
158 شاہانہ سواری 152
159 بادشاہ شاہنواز کے گھر میں 152
160 جشن عیش و عشرت 153
161 خواجہ معین الدین محمد 153
162 مفسدوں کی بیخ کنی 153
163 رائے کرناٹک کی پریشانی 153
164 عالی شاہ کا مشورہ 154
165 برہان نظام شاہ کے نام پیغام 154
166 عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ 154
167 اوزبک کا قتل 154
168 نظام شاہی لشکر میں انتشار 154
169 برہان نظام شاہ کی وفات 155
170 امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی 155
171 ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی 155
172 نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں 155
173 عادل شاہی لشکر کی ترتیب 156
174 عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست 156
175 سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ 156
176 ابراہیم نظام شاہ کا قتل 157
177 ایک عجیب و غریب واقعہ 157
178 بادشاہ کا استقبال 157
179 حسن اتفاق 157
180 ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق 157
181 انعام و اکرام 158
182 حضرت محمدؐ کے موئے مبارک کی زیارت 158
183 میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم 158
184 میر صاحب کی خواہش 158
185 احمد نگر کی حالت 159
186 شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر 159
187 شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ 159
188 امرائے احمد نگر کے اختلافات 159
189 اختلافات کا خاتمہ 160
190 نظام شاہی امراء کی حمایت 160
191 دکنی فوج کا متحدہ لشکر 160
192 امرائے اکبری کے مشورے 160
193 نقب کی تیاری 161

besturdubooks.wordpress.com

194 اہل قلعہ کی مستعدی 161
195 خان خاناں کا مشورہ 161
196 صلح 152
197 حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی 162

فرمانروایان احمد نگر یعنی سلاطین نظام شاہی 163

احمد نظام شاہ 164

1 ملک نائب کے آبا واجداد 164
2 ملک حسن بحری 164
3 اقتدا میں اضافہ 164
4 طرفداری تلنگانہ 164
5 ملک احمد کا تقرر 164
6 مرہٹوں کی نافرمانی 164
7 قلعہ بثیر کی فتح 165
8 کوکن کے علاقے پر قبضہ 165
9 ملک احمد کی بہادری 165
10 یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم 165
11 زین الدین علی تاش کے نام پیغام 154
12 شیخ مودی کا جنیر پر حملہ 166
13 زین الدین علی پر احمد کا حملہ 166
14 قلعہ جالنہ کی فتح 166
15 شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی 166
16 نصیر الملک کی شکست 166
17 احمد نظام شاہ کی فتح 167
18 احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ 167
19 نامزد امراء کے متعلقین کار کی گرفتاری 167
20 نامزد امراء کا پیغام 167
21 سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام 167
22 امراء کا جواب 168
23 جہانگیر خاں کی نامزدگی 168
24 جہانگیر کا پٹکاپور پہنچنا 168
25 شاہی فوج کی غفلت 168
26 شاہی لشکر کی تباہی 168
27 باغ نظام 169
28 احمد نظام شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ 169
29 خطبے کی منسوخی 169
30 چتر کا عام استعمال 169
31 احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج 169
32 قلعہ وندا راجپوری پر قبضہ 170
33 قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال 170
34 ملک وجیہ اور ملک اشرف 170
35 ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی 170
36 ملک وجیہ کا قتل 170
37 ملک اشرف کی حکمرانی 170
38 دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی 171
39 امیر قاسم برید کا پیغام 171
40 قلعہ بیدر کا محاصرہ 171
41 احمد نگر کی بنیاد 171
42 دولت آباد پر حملے 171
43 حاکم برہان پور سے تعلقات 171
44 سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے
45 لئے آمادہ ہونا 172
46 احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور 172
47 نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام 172

besturdubooks.wordpress.com

48	احمد نظام شاہ کی چال	172
49	نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ	173
50	گجراتیوں کی حالت	173
51	محمود گجراتی کی پریشانی	173
52	دکنی لشکر کی واپسی	173
53	فریقین میں صلح	174
54	ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام	174
55	محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی	174
56	احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	174
57	دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام	174
58	ملک اشرف کی موت	175
59	قلعہ دولت آباد پر قبضہ	175
60	قلعہ شورا وغیرہ کی فتح	175
61	برہان پور میں ہنگامہ	175
62	محمود گجراتی کی خواہش	175
63	احمد نظام شاہ کا خط محمود گجراتی کے نام	176
64	محمود گجراتی کا جواب	176
65	نصیر الملک کی وفات	176
66	احمد نظام شاہ کی موت	176
67	احمد نظام شاہ کا کردار	176
68	طہارت نفس	176
69	سپاہیوں کی ہمت افزائی	177
70	شمشیر زنی کا رواج	177
71	ایک چشم دید واقعہ	178
	برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری	179
1	تخت نشینی	179
2	عزیز الملک کی بے احتیاطیاں	179
3	امراء کی تدبیر	179
4	شہزادہ جیو کی گم شدگی	179
5	قلعے میں واپسی	179
6	برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت	179
7	مخالف امراء کا فرار	180
8	عماد الملک اور تکمل خاں میں مقابلہ	180
9	عماد الملک کی شکست	180
10	عماد الملک کا تعاقب	180
11	قصبہ پاتری کا قضیہ	180
12	عماد الملک کی ہٹ دھرمی	181
13	پاتری کی فتح	181
14	جوانی کی دیوانگی	181
15	تکمل خان کی سبکدوشی	181
16	تکمل خاں کا انتقال	181
17	شاہ طاہر کی آمد	181
18	برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی	182
19	قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں	182
20	معرکہ آرائی	182
21	نظام شاہیوں کی ناکامی	182
22	پاتری کا قضیہ	182
23	پاتری کے برہمن	183
24	قلعہ ماہور کی فتح	183
25	عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی	183
26	حاکم گجرات کا عزم دکن	183
27	برہان نظام شاہ کا خط بابر کے نام	183
28	سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ	
29	سے مدد کی درخواست	184

30	سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست	184
31	امیر برید کا ہنگامہ	184
32	سلطان بہادر کا غصہ	184
33	گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ	184
34	برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال	184
35	سلطان بہادر احمد نگر میں	185
36	گجراتی لشکر میں زبردست قحط	185
37	سلطان بہادر کا بھیانک خواب	185
38	روحوں کا اثر	185
39	سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا	185
40	برہان نظام شاہ کے لئے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد	185
41	شیخ جعفر کی معزولی اور کانو نوسی کا تقرر	186
42	برہان نظام شاہ دولت آباد میں	186
43	گجراتیوں سے لڑائی	186
44	برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار	186
45	میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم	186
46	سلطان بہادر کی شکایت	186
47	خداوند خاں کا جواب	187
48	گجراتیوں کی رائے	187
49	سلطان بہادر کی واپسی	187
50	سلطان بہادر کی خفگی	187
51	سلطان بہادر شاہ طاہر کی ملاقات	187
52	شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم	188
53	عالمانہ صحبت	188
54	سلطان بہادر کی عظمت و شوکت	188
55	میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی	188
56	برہان نظام شاہ کی برہان پور کو روانگی	188
57	موضع جا نکدیوی میں قیام	188
58	شاہ طاہر سے مشورہ	189
59	ایک موزوں تدبیر	189
60	برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات	189
61	آغاز گفتگو	189
62	شاہ طاہر کی تعظیم	189
63	سوال و جواب	190
64	اظہار مسرت	190
65	محبت کا برتاؤ	190
66	گھوڑے کی سواری	190
67	انعام و اکرام	190
68	چوگان بازی	190
69	مزید التفات	191
70	برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام	191
71	تازہ فتوحات	191
72	قلعہ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ	191
73	اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام شاہ کے نام	191
74	عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی	192
75	نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ	192
76	اسماعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات	192
77	اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال	192
78	برہان نظام شاہ کا شیعہ مذہب اختیار کرنا	192
79	شاہ طاہر کا مشورہ	192
80	علماء کا بحث و مباحثہ	193
81	برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب	193
82	شاہ طاہر کا مذہب	193
83	مذہب شیعہ کا عام رواج	193
84	اماموں کے نام خطبہ	193
85	اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر	193

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

86	برہان نظام کے خلاف سازش	193
87	احمد نگر میں ہنگامہ	194
88	برہان نظام شاہ کی پریشانی	194
89	باغیوں کی سرکوبی	194
90	ملا پیر محمد کی گرفتاری	194
91	ملا کی رہائی اور بحالی	194
92	لنگر خانہ دروازہ امام	194
93	فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع	195
94	احمد نگر--- علم کی جنت	195
95	مذہبی تعصب	195
96	برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام	195
97	عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام شاہ کی فتح	195
98	برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے	
99	درمیان مزید معرکہ آرائیاں	196
100	بیجاپور پر نظام شاہ کا حملہ	196
101	مرج و کلہر وغیرہ کی تباہی	196
102	ابراہیم عادل شاہ کا فرار	196
103	برہان کی احمد نگر کو واپسی	196
104	شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا	196
105	ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش	197
106	شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد	197
107	ایرانی قاصد کی گستاخی	197
108	عادل شاہیوں سے جنگ	197
109	علی برید کی طرف مایوسی	197
110	قلعہ اوسہ کا محاصرہ	198
111	دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح	198
112	مزید فتوحات	198
113	عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام شاہ کے نام	198
114	بیجانگر کو روانگی	198
115	شاہ طاہر کا انتقال	198
116	قلعہ کلیان پر لشکر کشی	198
117	برکی امراء کی شورشیں	199
118	ابراہیم عادل شاہ کی آمد	199
119	برہان نظام شاہ کی پریشانی	199
120	شاہ جعفر اور قاسم بیگ کی رائے	199
121	دیوپال سے مشورہ	199
122	دیوپال اور عین الملک کی گفتگو	199
123	دیوپال کی تدبیر	200
124	سپاہیوں میں روپے کی تقسیم	200
125	عادل شاہیوں پر حملہ	200
126	برہان نظام شاہ کی فتح	200
127	قلعہ کلیان پر نظام شاہ کا قبضہ	200
128	برہان نظام شاہ کی روانگی	201
129	قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ	201
130	رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم	201
131	شولا پور کی فتح	201
132	گلبرگہ کی فتح کا ارادہ	201
133	بیجاپور کو روانگی	201
134	برہان نظام شاہ کی بیماری	202
135	وفات	202
136	تاریخ وفات	202
137	اولاد	202

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ　203

1	تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت	203
2	بھائیوں میں اختلافات	203

besturdubooks.wordpress.com

3 دکنی امراء کی عبدالقادر سے علیحدگی 203
4 شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال 203
5 امن و اطمینان کا دور دورہ 203
6 سیف عین الملک کا فرار 203
7 خواجہ جہاں کا ارادہ 204
8 حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہان کے نام 204
9 حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ 204
10 قلعہ پرندہ پر قبضہ 204
11 ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ 204
12 عماد الملک سے مدد کی درخواست 204
13 حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی 204
14 خونریزی 205
15 نظام شاہیوں کی بہادری 205
16 سیف عین الملک کی بہادری 205
17 حسین نظام شاہ کی اولو العزمی 205
18 ایک من گھڑت خبر 205
19 سیف عین الملک کی جنگ سے دستبرداری 205
20 حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی 205
21 عین الملک نظام شاہی حدود میں 206
22 حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام 206
23 عین الملک کی شرائط 206
24 قاسم بیگ کی بیماری 206
25 حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام 206
26 بادشاہ سے ملاقات کے لئے روانگی 207
27 قبول خان کی دانش مندی 207
28 عین الملک کا استقبال 207
29 عین الملک کی گرفتاری 207
30 عین الملک اور صلابت خاں کا قتل 207
31 قبول خاں کی روانگی 207
32 قبول خاں کے معرکے 208
33 قبول خاں کے مقبولیت 208
34 خوش اعتقادی 208
35 عین الملک کے حالات 208
36 لشکر کی فراہمی 208
37 کردار کی بلندی 208
38 کامیاب زندگی 209
39 شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد 209
40 گلبرگہ کی فتح کیلئے حسین نظام شاہ کی کوشش 209
41 حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں 209
42 قلعے کا محاصرہ 209
43 ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی 209
44 حسین نظام شاہ کی ناکامی 209
45 ملا عنایت کا فرار 210
46 قاسم بیگ کی معزولی' نظربندی اور بحالی 210
47 علی عادل شاہ کا ارادہ 210
48 قلعہ ریگ وندہ کی مہم 210
49 قلعہ جالنہ پر قبضہ 210
50 علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد 210
51 شاہ حسن انجو سے مشورہ 210
52 شاہ حسن کی صاف گوئی 211
53 دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا 211
54 حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی 211
55 خاں جہاں کا فتنہ 211
56 خاں جہاں کی شکست 211
57 احمد نگر میں ہنگامہ 211
58 قطب شاہ کا احترام 211

besturdubooks.wordpress.com

59	ملا عنایت کی عاقبت اندیشی	211
60	جہاں گیر خاں دکنی کی کارروائی	212
61	رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ	212
62	رام راج کی شرائط	212
63	جہانگیر خاں دکنی کا قتل	212
64	رام راج کا تکبر	212
65	نفرت کا اظہار	213
66	چپقلش کا خاتمہ	213
67	قلعہ احمد نگر کی تعمیر	213
68	بی بی خدیجہ کی شادی	213
69	حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد	213
70	قلعہ کلیان کی فتح کا خیال	213
71	ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی	213
72	قلعہ کلیان کا محاصرہ	214
73	قلعے کے محاصرہ سے دست برداری	214
74	جنگ کی تیاریاں	214
75	خوفناک بارش	214
76	حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی	214
77	قطب شاہ پر دشمن کا حملہ	214
78	مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری	214
79	حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ	215
80	امراء کی رائے	215
81	احمد نگر کو واپسی	215
82	حسین نظام شاہ کا تعاقب	215
83	پابندی نماز	215
84	اہل تعاقب کی واپسی	215
85	جنیر کو روانگی	216
86	احمد نگر میں دشمن کی آمد	216
87	حسین نظام شاہ کا تعاقب	216
88	حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی	216
89	زبردست سیلاب	216
90	رام راج کے لشکر کی تباہی	217
91	رام راج کی واپسی	217
92	رام راج کی ہوس	217
93	مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت	217
94	مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ	217
95	نظام شاہیوں کی شکست	217
96	ایک حبشی غلام کا واقعہ	217
97	مرتضیٰ خاں کی گرفتاری	218
98	حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی	218
99	قیدیوں کی رہائی	218
100	جنگ سے کنارہ کشی	218
101	فرمانرواؤں کی باہمی دوستی	218
102	رام راج کی تباہی کی تیاریاں	218
103	رام راج کا جاہ و جلال	219
104	رام راج کے لشکر کی تیاری	219
105	لشکر کی ترتیب	219
106	مسلمانوں کا لشکر	219
107	آغاز جنگ	219
108	رام راج اور لشکر کی دلداری	219
109	رام راج کا حملہ	220
110	دوبارہ گولہ باری	220
111	ہاتھیوں کی لڑائی	220
112	رام راج کی گرفتاری	220
113	رام راج کا قتل	220
114	مسلمانوں کی عظیم الشان فتح	220

besturdubooks.wordpress.com

115 بیجانگر کی تباہی 221
116 مسلمان بادشاہوں کی واپسی 221
117 حسین نظام شاہ کا انتقال 221
118 اولاد 221

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ 222

1 تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی 222
2 خلل دماغ 222
3 امن و اطمینان 222
4 مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کے اختیارات 222
5 مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری 222
6 علی عادل شاہ کا ارادہ 222
7 مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر 223
8 علی عادل شاہ سے صلح 223
9 برار پر حملہ 223
10 قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ 223
11 کشور خاں کا اقتدار 223
12 ملکہ کی شکایت 223
13 مصاحبوں کی رائے 223
14 ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ 224
15 افشائے راز 224
16 شاہ جمال کی گرفتاری 224
17 غیر ملکی امراء کا فرار 224
18 ملکہ کا پیغام 224
19 قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات 224
20 حبشی امراء کی گجرات کو روانگی 225
21 تعاقب 225
22 کمال الدین کی گرفتاری 225
23 قاسم بیگ کی وفات 225
24 ملا عنایت اللہ کی نظربندی 225
25 ملکہ کی گرفتاری کی سازش 225
26 شکار کا ارادہ 226
27 روانگی 226
28 گردش تقدیر 226
29 حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات 226
30 ملکہ کی گرفتاری 226
31 شاہانہ نوازشیں 226
32 عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب 227
33 کشور خاں کی تباہی 227
34 قلعہ دار ور کی فتح کا تفصیلی بیان 227
35 امراء کا مشورہ 227
36 بادشاہ کا دلاورانہ جواب 227
37 قلعے کی طرف پیش قدمی 227
38 آتش بازی 228
39 اہل قلعہ کی خاموشی 228
40 کشور کی موت 228
41 عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی 228
42 معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست 228
43 بیجاپور کی فتح 228
44 مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات 229
45 قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت 229
46 قطب شاہ کا فرار 229
47 شہزادہ عبدالقادر کی تجویز 229
48 شہزادہ عبدالقادر کی موت 228
49 ملا عنایت اللہ کا قتل 230
50 ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی 230

besturdubooks.wordpress.com

51	خان خاناں کی معزولی	230
52	قلعہ ریکندہ پر حملہ	230
53	محاصرے کی طوالت	230
54	دکنی امیروں کی نادانی	230
55	اہل قلعہ کی پریشانی	231
56	عیسائیوں کی تدبیر	231
57	حبشی امراء کی غداری	231
58	شاہ جمال حسین کی غفلت	231
59	مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ	231
60	دو قیدی نوجوان	231
61	عیسائیوں کی مجلس مشاورت	232
62	رستم اور شمشیر کی رہائی	232
63	مرتضیٰ نظام شاہ کو اصل حقائق سے واقفیت	232
64	شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی	232
65	ترک محاصرہ	232
66	امرائے کبار کی گرفتاری	232
67	خواجہ میرک کی عزت افزائی	232
68	چنگیز خاں کی قابلیت	233
69	عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات	233
70	برار پر لشکر کشی	233
71	شمشیر الملک کی رائے	233
72	جنگ کی تیاریاں	233
73	نظام شاہی مقدمۃ الجیش کی پسپائی	234
74	چنگیز خاں کی کارروائی	234
75	معرکہ آرائی	234
76	تفال خاں کی شکست	234
77	برار کی رعایا کی اطاعت	234
78	تفال خاں کا تعاقب	234
79	میر موسیٰ ماندرانی سے ملاقات	234
80	بارہ ہزار ہون کا مطالبہ	235
81	چنگیز خاں کی درخواست	235
82	سید صاحب کا اصرار	235
83	دشمن کی موقع شناسی	235
84	مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام	235
85	تفال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام	235
86	قلعہ پرتالہ کا محاصرہ	236
87	شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام	236
88	شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی	236
89	تسخیر قلعہ کی کوشش	236
90	شہزادہ حسین کی پیدائش	236
91	احمد نگر کو واپسی کا ارادہ	236
92	ایک ہندوستانی تاجر	236
93	چنگیز خاں کی ہندوستانی تاجر سے شرط	237
94	چنگیز خاں کی تجویز	237
95	قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال	237
96	قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ	237
97	تفال خاں کا فرار	237
98	چنگیز خاں کا اعزاز	237
99	گرفتاریاں	237
100	فتح بیدر کا خیال	238
101	محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی	238
102	مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط	238
103	بادشاہ کی برار کو روانگی	238
104	چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف	238
105	دشمن سے جنگ اور کامیابی	238
106	برہان پور کی تباہی	238

besturdubooks.wordpress.com

107	میرزا اصفہانی کی آمد	239
108	چنگیز خاں کی خواہش	239
109	صاحب خاں سے ساز باز	239
110	صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت	239
111	بادشاہ سے چنگیز خاں کی شکایت	239
112	صاحب خاں کی نئی چال	239
113	چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی	240
114	چنگیز خاں کا امتحان	240
115	چنگیز خاں کے خلاف سازش	240
116	عالم نزع میں بادشاہ کے نام خطوط	240
117	چنگیز خاں کی ہلاکت	240
118	بادشاہ کی پشیمانی	241
119	نئے تقرر	241
120	بادشاہ کی ایک اہم تقریر	241
121	مکمل علیحدگی	241
122	قہر الٰہی کا خوف	241
123	گوشہ نشینی	241
124	شاہ قلی کا تقرر	242
125	اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر	242
126	مرتضٰی نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ	242
127	امراء کی درخواست	242
128	مرتضٰی نظام شاہ کا جواب	242
129	احمد نگر کو واپسی	242
130	صاحب خاں کا اقتدار	243
131	امام رضا کے آستانے کی زیارت کا شوق	243
132	وضع فقیرانہ	243
133	دنیائے فانی سے نفرت	243
134	احمد نگر کو واپسی	243
135	صاحب خاں کی بے اعتدالیاں	243
136	میر مہدی کے گھر پر حملہ	243
137	میر مہدی کا قتل	244
138	سید مرتضٰی سبزواری کی آمد	244
139	صاحب خاں کی خود سری	244
140	صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی	244
141	غریبوں کے قتل کا حکم	244
142	معرکہ آرائی	244
143	بادشاہ کو اطلاع	244
144	غریبوں سے جنگ کا حکم	245
145	غریب امراء کی روانگی	245
146	غریبوں کا قتل عام	245
147	اراکین سلطنت کا عریضہ	245
148	بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی	245
149	صلابت خاں کا فرار	245
150	صلابت خاں کی عزت افزائی	246
151	قاضی بیگ کی گرفتاری	246
152	قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے	246
153	صلابت خاں کا اقتدار	246
154	صاحب خاں بیدر میں	246
155	مرتضٰی نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات	246
156	بیدر کا محاصرہ	247
157	نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	247
158	شہزادہ برہان احمد نگر میں	247
159	صاحب خاں کی پٹن کو روانگی	247
160	شہزادہ برہان کی شکست اور فرار	247
161	صاحب خاں کی طلبی	247

besturdubooks.wordpress.com

162	صاحب خاں کا قلعہ ونجی پر حملہ	247	189	قلعہ شولا پور کی واپسی کا مطالبہ	252
163	بجری خاں کا فرار	248	190	میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر	252
164	صاحب خاں کے خلاف کارروائی	248	191	مقابلے کی تیاریاں	252
165	صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات	248	192	عزیز کوکہ کی واپسی	252
166	صاحب خاں کا قتل	248	193	معاملے کا خاتمہ	252
167	بادشاہ کے نام سید مرتضٰی کا عریضہ	248	194	فتحی شاہ کا اقتدار	253
168	صلابت خاں کی خوش انتظامی	249	195	ملاؤں کا قصہ	253
169	عمارات کی تعمیر کا شوق	249	196	نقلی ملائیں	253
170	"فرح بخش" کی تعمیر نو	249	197	جواہرات کا معائنہ	253
171	عادل شاہی علاقوں پر قبضہ کا خیال	249	198	جواہرات نذر آتش	253
172	فریقین کا آمنا سامنا	249	199	بادشاہ کا لقب "دیوانہ"	253
173	عادل شاہیوں کا حملہ	249	200	شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ	253
174	سید مرتضٰی کا خط صلابت خاں کے نام	250	201	ابراہیم عادل شاہ سرحد نظام شاہی پر	254
175	سید مرتضٰی کی سپہ سالاری	250	202	صلابت خاں سے خفگی	254
176	قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ	250	203	قید کے لئے قلعے کا تعین	254
177	محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی	250	204	صلابت خاں کی نظربندی	254
178	بیجاپور کی فتح کا خیال	250	205	قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر	254
179	بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی	250	206	جشن مسرت	254
180	شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت	251	207	بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ	254
181	جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم	251	208	آتش زدگی	255
182	سید مرتضٰی اور صلابت خاں کے اختلافات	251	209	شہزادے کا بچ نکلنا	255
183	نئی دوستی	251	210	فتحی خاں سے باز پرس	255
184	صلابت خان اور سید مرتضٰی میں جنگ	251	211	قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری	255
185	مرتضٰی نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوششیں	251	212	سلطان حسین شیرازی کا تقرر	255
			213	سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام	255
186	میراں حسین کی شادی	252	214	میرزا خاں کا تقرر	255
187	بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ	252	215	میرزا خاں کا دانورہ میں قیام	256
188	چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد	252	216	مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں	256

besturdubooks.wordpress.com

217 بادشاہ کا نیا فرمان 256
218 مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب 256
219 مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں 256
220 مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق 256
221 مورخ فرشتہ کی رائے — پہلا طریقہ 256
222 بادشاہ کی ناسازی طبیعت 257
223 دوسرا طریقہ 257
224 امراء کی طلبی کا حکم 257
225 مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات 257
226 قلعے میں قیام کا فیصلہ 257
227 احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد 257
228 قتل و غارت گری 258
229 شہزادے کی باپ سے گستاخی 258
230 میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم 258
231 مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال 258

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ 259

1 میرزا خاں کا اقتدار 259
2 میراں حسین کی بری عادتیں 259
3 میرزا خاں کی گرفتاری 259
4 رہائی اور عزت افزائی 259
5 شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل 259
6 میرزا خاں کی شکائتیں 259
7 میرزا کے قتل کی سازش 260
8 آقا میر شیروانی 260
9 بیماری کا بہانہ 260
10 میراں حسین کی گرفتاری 260
11 شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی 260
12 جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ 260
13 جمال خاں کی منادی 261
14 اہل دکن کا اشتعال 261
15 جمال خاں کے قلعے پر دھاوا 261
16 معرکہ آرائی 261
17 میراں حسین کا قتل 261
18 جمال خاں کی تقریر 261
19 اہل قلعہ کے نام پیغام 262
20 تجاہل عارفانہ 262
21 آتش زدگی 262
22 میرزا خاں کا فرار 262
23 غریبوں کا قتل 262
24 لاشوں کی بے حرمتی 262
25 غریبوں پر مزید مظالم 262
26 میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل 263
27 جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل 263
28 مصیبت کا خاتمہ 263
29 میراں حسین کی مدت حکومت 263
30 برا انجام 263

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ 264

1 برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے 264
2 اسمٰعیل کی تخت نشینی 264
3 مہدوی مذہب اور اسمٰعیل 264
4 مہدویوں کی جاں نثاری 264
5 صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر 264
6 صلابت خان اور جمال خان میں جنگ 264
7 عادل شاہیوں سے صلاح 265
8 غریبوں کا خروج 265
9 مورخ فرشتہ بیجاپور میں 265

besturdubooks.wordpress.com

10 صلابت خان کا انتقال 265
11 برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ 265
12 برہان شاہ کا جواب 265
13 دکن کو روانگی 266
14 برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ 266
15 فراہمی لشکر 266
16 مہدیوں کا فیصلہ 266
17 عادل شاہی لشکر کی شکست 266
18 جمال خاں کی برار کو روانگی 266
19 عادل شاہ کی کارروائی 266
20 مہدوی لشکری کی پریشانی 266
21 پانی کی نایابی 267
22 پانی کی فراہمی 267
23 فریقین کا آمنا سامنا 267
24 اسمٰعیل نظام شاہ کا فرار 267
25 برہان نظام شاہ کی فتح 267

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ 268

1 ایام اسیری 268
2 برہان نظام شاہ احمد نگر میں 268
3 مرتضیٰ نظام شاہ کی آمد 268
4 دوا فروش سے گفتگو 268
5 برہان نظام شاہ سے اسکے ساتھیوں کی علیحدگی 268
6 جنگ میں برہان نظام شاہ کی شکست اور فرار 269
7 برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد 269
8 واپسی 269
9 برہان اکبر بادشاہ کی خدمت میں 269
10 دکن کو واپسی اور حکمرانی 269
11 مہدوی مذہب کی بیخ کنی 269
12 شیعہ مذہب کا رواج 269
13 عادل شاہ کا پیغام 270
14 پیغام کا نازیبا جواب 270
15 ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ 270
16 عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی 270
17 بلند عزائم 270
18 نئے قلعہ کی تعمیر کا کام 270
19 برسات کا موسم 270
20 دلاور خاں کی خام خیالی 271
21 دلاور کی بیجا پور کو روانگی 271
22 عادل شاہی لشکر کی روانگی 271
23 برہان نظام شاہ کا اقدام 271
24 دریا میں طغیانی 271
25 برکی امراء کی یورش 271
26 عادل شاہیوں کے حوصلے 271
27 نظام شاہیوں کی شکست 272
28 امراء کا ارادہ 272
29 یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ 272
30 بادشاہ کی چشم پوشی 272
31 صلح کی کوشش 272
32 صلح کی شرط کے ایفا کا اقرار 272
33 برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی 272
34 ریکندہ پر لشکر کشی 273
35 قلعہ کھوالہ کی تعمیر 273
36 قلعہ کھوالہ کے لئے مزید لشکر 273
37 روہیلائی اور دمن پر لشکر کشی 273
38 فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل 273
39 عظیم الشان جشن مسرت 273

besturdubooks.wordpress.com

40 خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی 273
41 ایک زبردست حادثہ 274
42 برہان نظام شاہ کی بوالہوسی 274
43 شجاعت خاں کی خودکشی 274
44 کھوالہ کے امیروں کا ارادہ 274
45 فرنگیوں کی لشکر کشی 274
46 مسلمانوں کا قتل 274
47 شکست یا حقیقی فتح 275
48 غریبوں پر التفات 275
49 عادل شاہ کے بھائی کی مدد 275
50 بیماری 275
51 عادل شاہ کا ہنگامہ 275
52 نظام شاہی لشکر کی روانگی 275
53 ازبک بہادر کا قتل 275
54 بادشاہ کی لاعلاج بیماری 275
55 ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا 276
56 اخلاص خاں کا ہنگامہ 276
57 عبدالسلام عرب کا قتل 276
58 اخلاص کی احمد نگر کو روانگی 276
59 بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا 276
60 اخلاص خاں کی شکست 276
61 برہان نظام شاہ کی وفات 276

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ 277

1 میاں منجوی کا تقرر 277
2 طوائف الملوکی 277
3 عادل شاہی سفیر سے بے ادبی 277
4 عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے 277
5 نظام شاہ کی شاہ درک کو روانگی 277
6 میاں منجوی کی رائے 277
7 ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر 278
8 میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام 278
9 حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی 278
10 ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی 278
11 معرکہ آرائی 278
12 خوش فہمیاں 278
13 مخلص ساتھیوں کا مشورہ 278
14 ابراہیم نظام شاہ کا قتل 279
15 نظام شاہی امراء کا فرار 279
16 احمد شاہ کی تخت نشینی 279

احمد شاہ بن طاہر شاہ 280

1 تخت نشینی کے مشورے 280
2 میاں منجوی کی رائے 280
3 احمد شاہ کی تخت نشینی 280
4 شہزادہ بہادر کی نظربندی 280
5 حسین شاہ کے بھائی 280
6 شاہ طاہر 280
7 تحقیق حق 280
8 برہان شاہ ثانی کے نام پیغام 281
9 برہان شاہ ثانی کا جواب 281
10 شاہ طاہر کی نظربندی اور وفات 281
11 امراء کی باہمی چپقلش 281
12 معرکہ آرائی 281
13 قلعے کا محاصرہ 281
14 حبشی امراء کے اقدامات 281
15 شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت 282
16 حبشیوں میں پھوٹ 282

besturdubooks.wordpress.com

17	حبشیوں کی شکست	282
18	شہزادہ مراد کی آمد	282
19	میاں منجو کی پریشانی	282
20	چاند بی بی کا عزم	282
21	بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ	282
22	معرکہ آرائی	283
23	رعایا کی دلجوئی	283
24	قلعے کا محاصرہ	283
25	لوٹ مار	283
26	رعایا کی جلاوطنی	283
27	نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ	283
28	اخلاص خاں کی آمد	283
29	دکنیوں کی شکست	284
30	پٹن کی تباہی	284
31	چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام	284
32	آہنگ خاں احمد نگر میں	284
33	مغلوں پر حملہ	284
34	جنگ و جدل	284
35	شاہ علی کی واپسی	284
36	عادل شاہی امداد	284
37	دکنی لشکر کا جمع ہونا	285
38	مغلوں کے مشورے	285
39	نقب کی تیاری	285
40	اہل قلعہ کی آگاہی	285
41	حفاظتی اقدامات	285
42	مغلوں کا ارادہ	285
43	قلعے کی دیوار گرنا	285
44	چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا	286
45	معرکہ آرائی	286
46	آتش بازی	286
47	چاند بی بی کی بہادری	286
48	قلعے کے شگاف کی تعمیر	286
49	دکنی امراء کے نام خطوط	286
50	سہیل خاں کا عزم احمد نگر	287
51	صلح	287
52	مغلوں کی واپسی	287
53	بہادر شاہ کی تخت نشینی	287
54	عادل شاہ کا پیغام میاں منجو کے نام	287
55	احمد شاہ بیجاپور میں	287
	بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی	**288**
1	محمد خاں کا اقتدار	288
2	نامی گرامی امراء کی گرفتاری	288
3	عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام	288
4	سہیل خاں کی آمد	288
5	محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر	288
6	مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ	288
7	چاند بی بی کا اصرار	288
8	دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع	289
9	خان خاناں کی تیاری	289
10	دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لئے روانگی	289
11	فریقین کا آمنا سامنا	289
12	معرکہ آرائی	289
13	مغلوں کا فرار	289
14	شہزادہ مراد کی روانگی	289
15	دکنیوں کی لوٹ مار	290
16	ایک عجیب اتفاق	290

besturdubooks.wordpress.com

17 جنگ اور خان خاناں کی فتح 290
18 کاویل و پرنالہ کا محاصرہ 290
19 مراد خاں کا پیغام خان خاناں کے نام 290
20 جواب 290
21 خان خاناں کی دکن سے روانگی 290
22 آہنگ کے خطرناک ارادے 290
23 قلعہ احمد نگر کا محاصرہ 291
24 آہنگ خاں کا بیڑ پر لشکر کشی کا ارادہ 291
25 حاکم بیڑ سے معرکہ 291
26 اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ 291
27 شہزادہ مراد کا انتقال 291
28 اکبر کی دکن میں آمد 291
29 آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی 291
30 قلعہ احمد نگر کا محاصرہ 292
31 چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو 292
32 چاند بی بی کا قتل 292
33 مغلوں کا قلعے میں داخلہ 292
34 قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ 292
35 قلعہ اسیر کی فتح 292
36 بہادر شاہ کی نظر بندی 292

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول 293

1 دو مقتدر امراء 293
2 عنبر حبشی 293
3 راجو دکنی 293
4 راجو اور عنبر کی دشمنی 293
5 ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی 293
7 عنبر حبشی کا زخمی ہونا 293
8 دوبارہ جنگ کی تیاری 294
9 صلح 294
10 عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی 294
11 بادشاہ کی شکست 294
12 قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال 294
13 عنبر کی وضاحت 294
14 نظام شاہ کی گرفتاری 295
15 منجھن خاں کی مدافعت 295
16 منجھن خاں کا فرار 295
17 قلعہ پرندہ پر قبضہ 295
18 راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام 295
19 راجو اور دانیال میں معرکہ 295
20 راجو کا فرار 295
21 عنبر اور راجو کی لڑائیاں 296
22 دانیال کی وفات 296
23 خان خاناں دولت آباد میں 296
24 عنبر اور راجو میں صلح 296
25 عنبر کا ارادہ 296
26 بادشاہ اور عنبر میں صلح 296
27 راجو کی گرفتاری 296
28 نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت 297

besturdubooks.wordpress.com

تذکرہ

سلاطین بیجاپور

یعنی

سلاطین عادل شاہ

besturdubooks.wordpress.com

یوسف عادل شاہ

ابتدائی حالات

مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ابوالمظفر سلطان یوسف عادل شاہ سلاطین روم یعنی آل عثمان کی نسل سے تھا۔ اس فرمانروا کے حالات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے فرمانروا امراء کا ۸۵۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور سلطان کا بڑا بیٹا سلطان محمد باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان محمد کی علم دوستی اور ہنر پروری تمام دنیا میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا عبد الرحمٰن جامی نے بھی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی تعریف میں چند قصیدے لکھے تھے۔

سلطان محمد

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا۔ سلطان مراد مرحوم کے عہد حکومت میں ایک شخص گزرا ہے جو سلطنت کا دعویدار تھا۔ وہ اپنے آپ کو یلدرم بایزید کا بیٹا بتا کر ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرنے کا خواہاں تھا۔ سلطنت کے اس جھوٹے دعویدار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں آخر کار بڑی مشکلوں سے اس فتنے کو فرو کیا گیا۔ اس لیے اب مناسب یہی ہے کہ ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تہ تیغ کر دیا جائے' تاکہ ملک میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم

سلطان محمد کو اراکین دولت کا یہ مشورہ معقول و مناسب معلوم ہوا' لہٰذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ یوسف کے قتل کی اجازت دے دی۔ درباری امراء شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے تاکہ بے گناہ یوسف کو قتل کر کے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ شاہ وقت کے بعد ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا کہ جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو اور جو سلطنت کا دعویدار ہو سکے۔

ملکہ کی التجا

سلطان محمد کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی' بیگم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی۔ اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا اس معصوم اور کمسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے تو ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں" امیروں نے ملکہ کی درخواست کو منظور کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اس دن کی بجائے دوسرے دن پر اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ آئے۔

ملکہ کی تدبیر

امیروں کے چلے جانے کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد الدین محمود گرجستھانی ساکن ساوہ کو بلایا۔ خواجہ عماد ایک مشہور سوداگر تھا جو ایران سے بیش قیمت اشیاء لا کر عثمانی حرم سرا میں فروخت کیا کرتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا۔ "اگر تمہارے پاس چند ایسے غلام ہوں جو قابل فروخت ہوں تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔" خواجہ عماد نے پانچ گرجی اور دو چرکسی غلام ملکہ کی خدمت میں پیش کیے۔ چرکسی غلاموں میں سے ایک شہزادہ یوسف سے بڑی مشابہت رکھتا تھا ملکہ [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی

اس کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد کو تمام واقعہ سنایا اور کہا اگر تمہیں حقوق نمک کا کچھ احساس ہے تو تم میری مدد کرو۔ شہزادے یوسف کو غلاموں کے گروہ میں شامل کر کے اسے جلد از جلد بلاد عجم میں پہنچا دو۔ میں اس خدمت کے صلہ میں تمہیں مالا مال کر دوں گی۔ خواجہ عماد نے حق نمک یا مال و دولت کے خیال سے اس خدمت کو انجام دینے کی ہامی بھر لی۔ اس نے شہزادہ یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

خواجہ عماد نے یہ منت مانی کہ اگر وہ شہزادہ یوسف کو لے کر صحیح و سلامت بلاد عجم کی سرحد تک پہنچ جائے گا تو اپنے مال کا پانچواں حصہ حضرت شیخ صفی ؒ کے مزار اور خانقاہ کے مصارف کے لیے نذر کر دے گا۔ دوسرے روز دولت عثمانیہ کے امیر وعدے کے مطابق شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے اور انہوں نے ملکہ سے شہزادہ یوسف کو طلب کیا۔ ملکہ نے ان امیروں میں سے ایک کو انعام و اکرام دینے کی نیت سے اپنا بنا کر حرم سرا کے اندر بلایا۔ اس امیر نے اس غلام کو جسے ملکہ نے خواجہ عماد سے خریدا تھا یوسف کی جگہ قتل کیا۔ لاش کو شاہی رسوم کے مطابق کفنا کر حرام سرا سے باہر لایا گیا۔ جس امیر نے فرضی شہزادہ یوسف کو قتل کیا تھا چونکہ وہ قابل اعتبار اور بلند پایہ امیر تھا اس لیے باقی امراء نے اصل صورت حال کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور غلام کی لاش کو شہزادے کی لاش سمجھ کر دفن کر دیا۔

شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت

خواجہ عماد شہزادہ یوسف کو ہمراہ لے کر اردبیل پہنچا' اس نے یہاں اپنی منت پوری کی شہزادہ یوسف کو بھی ہمیشہ کے لیے شیخ صفی ؒ کا معتقد بنایا اور اس مقام سے ساوہ آیا۔ خواجہ نے شہزادہ یوسف کو اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کروا دیا۔ دوسرے سال ملکہ جب بیٹے کی جدائی سے بہت بے قرار ہوئی تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ملازم کو شہزادے کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے ساوہ روانہ کیا۔

ملکہ کا ملازم ساوہ پہنچا اس نے شہزادہ کو آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا۔ شہزادے کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمدگی کے بارے میں ملکہ کو خوشخبری سنانے کے لیے واپس روانہ ہوا۔ جب یہ ملازم اسکندریہ پہنچا تو وہاں ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا وہ تقریباً ڈیڑھ سال تک اسکندریہ میں رہا۔ تیسرے سال یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچا اور ملکہ کو اس نے شہزادہ یوسف کے حالات سے باخبر کیا ملکہ اپنے جگر گوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی اس نے بارگاہ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدہ ریزی کی اور مستحقین اور بزرگوں کو صدقے اور نذریں روانہ کیں۔

افشائے راز

اس کے بعد ملکہ نے شہزادہ یوسف کی دائی' اس کے بیٹے غضنفر آقا اور بیٹی دلشاد آقا کو گراں قدر ساز و سامان اور اعلیٰ و نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس ساوہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں خواجہ اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا اس لیے "راز" کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ عماد کے گھر والوں نے غضنفر آقا اور اس کی بہن کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اور اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لمحوں میں فاش ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ساوہ کے حاکم تک پہنچی جس کا نام آقا تو یلو تر کمانی تھا۔

حاکم ساوہ نے مال و دولت کے لالچ میں غضنفر آقا وغیرہ سے چار سو تومان حاصل کیے اس واقعہ سے کچھ دنوں پہلے شہزادہ یوسف اور ساوہ کے حاکم کے ایک رشتہ دار میں ایک سنار کے لڑکے کی وجہ سے کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر شہزادہ یوسف نے بلدہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور "قم" نامی شہر میں چلا گیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ ساوہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحب اقتدار

besturdubooks.wordpress.com

رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ شہزادہ یوسف کاشان اور اصفہان کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا۔ کچھ دنوں تک اس نے شیراز کے فطری مناظر سے دل بہلایا' اسی دوران میں اسے خبر ملی کہ سادہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے یہ خبر سن کر شہزادے نے سادہ جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت خضر علیہ السلام نے شہزادے سے خواب میں فرمایا کہ تم اپنے وطن جانے کا خیال نکال دو اور ابھی کچھ روز اور غریب الوطنی میں بسر کرو۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرو' خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کر کے ہندوستان کا سفر اختیار کرو' ہندوستان پہنچ کر تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تم قعر مذلت سے نکل کر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گے۔

یوسف کا عزم ہندوستان

شہزادے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے وطن جانے کا ارادہ ترک کیا اور ۸۶۴ھ میں بحری راستے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز مصطفیٰ آباد لوابل میں لنگر انداز ہوا' شہزادہ جہاز سے اترا اور بندرگاہ میں قیام پذیر ہوا۔ وہ روزانہ بندرگاہ کے باغات اور سبزہ زاروں میں گھوم پھر کر وقت گزارنے لگا۔ ایک روز اتفاقاً اس کی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی اس بزرگ نے اس کی احوال پرسی کی' شہزادے نے اپنی تمام سرگزشت اسے سنائی۔ بوڑھے نے شربت کا ایک پیالہ شہزادے کو عنایت کیا' شکریہ ادا کر کے شہزادے نے پیالہ لے لیا اور شربت پینے لگا۔

احمد آباد بیدر کو روانگی

جونہی شہزادے نے شربت کے پیالے کو منہ لگایا وہ بوڑھا شخص ایک دم غائب ہو گیا شہزادہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہی تھے۔ الغرض خواب اور بیداری' دونوں عالم میں خضر علیہ السلام کی زیارت سے فیض یاب ہو کر شہزادہ خواجہ عماد کے ہمراہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

گرجستان چونکہ گیلان کے مضافات میں ہے اس لیے خواجہ عماد اور خواجہ محمود گاواں کی دیرینہ شناسائی تھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے' جب شہزادہ یوسف احمد آباد بیدر پہنچا تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس کی تھی ابھی اس کے چہرے پر داڑی کے بال نکلے نہ تھے' بیدر پہنچنے کے بعد شہزادے کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر ترکی غلاموں کا بہت زیادہ اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انہیں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ یوسف نے خواجہ عماد سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں داخل کروا دیا جائے۔ خواجہ نے پہلے تو یوسف کی اس درخواست کو نامنظور کیا' لیکن جب اس کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو خواجہ عماد نے ساری بات محمود گاواں کے گوش گذار کی۔

یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں

محمود گاواں نے شہزادہ یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے حسن صورت و سیرت' مہارت موسیقی اور کمال فن سپاہ گری کو دیکھتے ہوئے اس نے نظام شاہ بہمنی اور اس کی والدہ مخدومہ جہاں سے یوسف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ یوسف کو خواجہ عماد سے خرید گیا اور یوں یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

مندرجہ بالا واقعات مرزا محمد سادہ نے یوں بیان کیے ہیں۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے باپ اور یوسف عادل شاہ کے وزیر غیاث الدین محمد سے سنا تھا' شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجو نے یوسف عادل شاہ کے جو حالات لکھے ہیں ان سے بھی متذکرہ بالا روداد کی تصدیق ہوتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جواہر نامی ضعیفہ کی روایت

شاہ حسین نے تحریر کیا ہے کہ جواہر نامی ایک بوڑھی عورت (جو ماں کی طرف سے سلاطین بہمنیہ اور باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ کہ "میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ احمد آباد بیدر میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی کی مجلس میں حاضر تھی' بی بی ستی احمد شاہ بہمنی کی بیوی تھی۔ اور ملکہ جہاں کے نام سے پکاری جاتی تھی اس مجلس میں بہت بڑا جشن ہوا تھا اور بہمنیہ خاندان کی تمام شہزادیاں موجود تھیں۔ اس خاندان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی بیوی جو ملکہ جہاں کے نام سے مخاطب کی جاتی تھی وہ عیدین اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ایک خاص قسم کا زیور پہنا کرتی تھی۔

اس زیور کی ہیئت یہ تھی کہ موتیوں کی چند لڑیوں کو یک جا کر کے ان پر سونے کا ایک قبہ جس میں گراں قدر جواہرات جڑے ہوتے تھے نصب کیا جاتا تھا۔ ملکہ جہان دیگر شہزادیوں اور حرم سرا کی عورتوں میں اپنے آپ کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لیے اس زیور کو اس طرح پہنتی تھی کہ قبہ تو سر پر نصب ہو جاتا تھا اور موتیوں کی لڑیاں ماتھے اور سر کی دونوں اطراف میں لٹکا کرتی تھیں۔ بی بی ستی نے بھی حسب دستور یہ زیور پہنا اور جشن کی مجلس میں آکر دوسری عورتوں سے ممتاز جگہ پر بیٹھ گئی حاضرین مجلس میں سے ایک بہمنی شہزادی بی بی ستی کو اس نمایاں طریقے سے بیٹھی دیکھ کر جل گئی اور کہنے لگی۔ "یہ بھی خدا کی شان ہے کہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی کو ایسا بلند مرتبہ ملا اور وہ بہمنی شہزادیوں میں سب سے اعلیٰ و برتر منصب پر فائز ہوئی۔"

بی بی ستی نے شہزادی کی یہ بات سنی اور یوں جواب دیا۔ "یہ طنز' یہ گفتگو بالکل بے معنی ہے اگر تم سب شہزادیاں ہو تو میں تم سے بڑھ کر شہزادی ہوں یہ مانا کہ تم سلطان دکن کی بیٹیاں ہو' لیکن میں بھی تو فرماں روائے روم کی پوتی ہوں۔" یہ کہنے کے بعد بی بی ستی نے اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ قصہ وہی تھا جو سطور بالا میں رقم کیا جا چکا ہے' بی بی ستی کی یہ گفتگو امیر قاسم برید نے بھی سنی یہ امیر عادل شاہی خاندان سے بہت حسد کرتا تھا اور اس خاندان کی مخالفت کو اس نے اپنی فطرت ثانی بنا رکھا تھا۔ بی بی ستی کی گفتگو سن کر اس نے کہا "ملکہ جہاں نے اپنے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تحقیق کرنا بہت آسان ہے۔

یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق

امیر قاسم برید نے اپنے ایک قابل اعتبار شخص کو تجارت کے بہانے سے روم روانہ کیا تاکہ وہ ملکہ جہاں کے بیان کی تحقیق کرے۔ یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا اور اس نے شاہی حرم سرا کی ضعیف العمر عورتوں سے سلطان محمد کے بھائیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان تمام عورتوں نے جو کچھ کہا اس سے بی بی ستی کے بیان کی لفظ بہ لفظ تصدیق ہوتی تھی اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ یوسف عادل شاہ سلطان مراد کا بیٹا ہے۔ ان تمام روایتوں کے علاوہ یوسف کے رومی النسل ہونے کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا اسمٰعیل دونوں رومیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں انہوں نے رومیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔

لفظ "سوائی" کی تحقیق

یوسف عادل شاہ کا لقب "سوائی" تھا اس کی اصل "ساوی" ہے۔ چونکہ یوسف نے ساوہ نامی شہر میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اس نسبت سے اسے "ساوی" کہا جاتا تھا۔ جاہل لوگوں نے "ساوی" سے "سوائی" بنا لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے "سوائی" (۱۱/۴) سے بنا ہے۔ چونکہ یوسف عادل اور اس کے ہم عصر دکنی فرماں رواؤں کی سلطنت میں ایک اور ۱۱/۴ کی نسبت تھی۔ اس لیے یوسف "سوائی" کے لقب سے مشہور ہوا راقم "فرشتہ" کے نزدیک یہ توجیہ غلط ہے' پہلی روایت زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ جس طرح شاہ "بحروی" کو عوام نے "بحری" بنا لیا اسی طرح "ساوی" سے "سوائی" بن گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا

الغرض جب یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہو گیا تو محمود کاواں نے دو تین ماہ کے بعد مخدومہ جہاں کے مشورے سے اسے عبدالعزیز خاں امیر آخور کے سپرد کیا۔ عبدالعزیز بہمنی بارگاہ کے ترکوں میں بڑا اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا وہ شاہی اصطبل کا داروغہ تھا۔ محمود کاواں نے عبدالعزیز سے یوسف کی بہت تعریف اور سفارش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالعزیز نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امیر آخوری کے تمام فرائض یوسف کے سپرد کر دیئے اور خود آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ یوسف عادل نے اپنے اس مربی کی زندگی ہی میں شاہی مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اصطبل کے معاملات کے سلسلے میں عبدالعزیز کے بغیر وہ خود براہ راست محمد شاہ سے ملنے جلنے لگا۔ اسی زمانے میں عبدالعزیز نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا' محمد کاواں کی سفارش سے یوسف کو سہ صدی منصب دار اور عبدالعزیز کا جانشین یعنی امیر آخور مقرر کیا گیا۔

نظام الملک سے وابستگی

اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ یوسف کی بہمن نامی ایک شخص سے جو امیر آخوری کا عہدیدار تھا شکر رنجی ہو گئی۔ یوسف نے اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہو گیا۔ یوسف عادل نے اپنے حسن سلوک سے نظام الملک پر ایسا جادو کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا طرف دار مقرر کیا گیا۔ اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اور اس کی سفارش سے یوسف کو "عادل خاں" کا خطاب شاہی بارگاہ سے عنایت ہوا۔ نظام الملک جب برار روانہ ہوا تو یوسف اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔

منصب امارت

نظام الملک نے برار پہنچ کر قلعہ کھرکہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی پیہم کوششوں کے بعد اس قلعہ کو ہندو راجہ کے قبضے سے نکال لیا۔ جس روز فتح ہوئی اسی روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں نظام الملک مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے بہمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی' لیکن یوسف عادل نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تہس نہس کر دیا۔ قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مال غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد شاہ نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور منصب یک ہزاری پر سرفراز کر کے بہمنی امراء کی جماعت میں شامل کر لیا۔

طرف داری بیجاپور

اس کے بعد یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص اراکین سلطنت میں ہونے لگا اور اسے بیجاپور کا طرفدار مقرر کیا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ بہمنی نے رحلت کی اور پایہ تخت میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم و مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا' بہت سے ترک اور مغل امراء کو عہدوں اور آئندہ ترقی کے وعدوں پر احمد آباد و بیدر سے اپنے پاس بیجاپور بلا لیا۔

یوسف کی خود مختاری

الغرض یوسف عادل نے فوجی قوت میں بہت حد تک اضافہ کر لیا مثل مشہور ہے کہ "جو مارے اسی کی تلوار اور جو غالب ہو اسی کا ملک" کے مطابق ۸۹۵ھ یا ۸۹۶ھ میں اس نے بیجاپور میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چتر شاہی سر پر رکھا' تقریباً پانچ ہزار ترکی اور آفاقی اشخاص نے اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ یوسف [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

میں تھے اپنے قبضے میں کر لیا' نیز دریائے بھورہ سے بیجاپور اور دریائے کشتہ سے رائچور تک کا علاقہ اس کی تحویل میں آگیا۔ یوسف نے اپنے لقب میں "خان" کی جگہ "شاہ" کا لفظ رکھا اور اپنے آپ کو "یوسف عادل شاہ" کے نام سے مشہور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر بادشاہ "عادل شاہ" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

قاسم برید کا حسد

یوسف عادل شاہ کے اعلان بادشاہت کے بعد احمد پور بیدر سے اکثر نامی گرامی امراء اس کے پاس آ گئے اور اس کے دربار کی رونق بڑھ گئی۔ یوسف کا یہ بلند مرتبہ دیکھ کر امیر قاسم برید حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ قاسم خود بیجاپور میں حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا' لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی' بلکہ اس کا حریف کامیاب ہو گیا یہ امیر قاسم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس لیے وہ یوسف عادل شاہ کی تباہی' بربادی کی تجویزیں سوچنے لگا۔

قاسم برید کی سازشیں

قاسم برید نے یہ چال چلی کہ رام راج کے باپ تمراج کو (جس نے قاسم ہی کی طرح اپنے آقا شیو رائے کے فرزند کو برائے نام راجہ بنا رکھا تھا اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "سلطان محمود شاہ بہمنی نے رائچور اور مدگل کا قلعہ مع اس کے مضافات کے تمہارے حوالے کر رکھا تھا۔ اب یوسف عادل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم فوج کشی کرو اور ان علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے آؤ۔"

تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے

قاسم نے تمراج کے علاوہ بہادر گیلانی کو بھی یوسف عادل کے خلاف بھڑکایا۔ بہادر ان دنوں بندر گووہ اور دریا پار کے علاقے پر جسے اہل دکن "کوکن" کہتے ہیں حکمران تھا۔ تمراج کو جب قاسم برید کا خط ملا تو اس نے فوراً اپنا لشکر اکٹھا کیا اور شیو رائے کے لڑکے کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے تمندرہ کو عبور کر کے رائچور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور بڑی بے رحمی اور سفاکی سے ان علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔ بہادر گیلانی نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جام کھنڈی کے قلعے پر قابض ہو گیا۔

تمراج اور بہادر گیلانی کے ان ہنگاموں اور دست درازیوں کی اطلاع بیجاپور پہنچی درباریوں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو دشمن کے ناپاک ارادوں سے باخبر کیا۔ یوسف عادل شاہ نے ان درباریوں سے کہا۔ "میں ہر معاملے میں بزرگان دین کی مقدس ارواح سے مدد کا طالب ہوتا ہوں۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آئمہ دین اور حضرت شیخ صفیؒ کی برکات سے میں دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں گا۔" یوسف نے اسی وقت یہ عہد بھی کیا کہ میں اپنے دشمنوں پر غالب آگیا تو بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے انہیں حضرات کا کلمہ پڑھوں گا اور شیعہ مذہب کو اپنے ملک میں رائج کرا دوں گا۔

قاسم برید کی سرزنش کا خیال

یوسف عادل شاہ نے ایک عجیب چال یہ چلی کہ اس نے مدگل اور رائچور کے قلعوں کا خیال کچھ عرصے کے لیے ترک کیا اور تمراج اور رائے زادہ سے صلح کر لی۔ تمراج جب واپس چلا گیا تو یوسف بہادر گیلانی کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر جام کھنڈی کے قلعے کی واپسی کے لیے جدوجہد نہ کی بلکہ اس نے سب سے پہلے امیر قاسم برید کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا تاکہ اس دشمن کو اپنی راہ سے ہٹا دے۔ یوسف آٹھ ہزار ترکی اور مغل سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا' قاسم برید کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت ہی عاجزی سے احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی۔

احمد نظام الملک نے قاسم برید کی درخواست منظور کی اور پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

قاسم برید، محمود شاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور اپنے مددگاروں سے جا ملا۔ اس نے احمد نظام اور خواجہ جہاں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کیا اور یوسف عادل شاہ کی طرف پیش قدمی کی جو احمد آباد بیدر سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا۔ یوسف عادل شاہ نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا، میمنہ اور میسرہ پر بالترتیب دریا خاں اور فخر الملک ترک کو مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ نیز اپنے رضاعی بھائی غضنفر آقا کو جو حال ہی میں شہر سادہ سے وارد ہوا تھا ایک ہزار مغل تیراندازوں کا سردار مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ لشکر کا جو حصہ دشمن سے مقابلہ کرتے وقت کمزور نظر آئے وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے۔

معرکہ آرائی

فریقین کے لشکر آمنے سامنے آئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے میسرہ اور قلب کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ احمد نظام الملک نے عادل کے میسرہ کو پریشان کیا، فخر الملک زخمی ہوا اور میدان جنگ سے باہر نکل گیا، یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو اس نے احمد نظام الملک سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا لیکن غضنفر نے اس سے کہا۔ "جنگ کا اصل سبب قاسم برید ہے اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لیے خواہ مخواہ لڑائی کر کے اپنی طاقت کو کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس وقت جنگ ملتوی کر دی جائے اور جس طرح بھی ہو صلح کر لی جائے۔" یوسف نے غضنفر کی رائے پر عمل کیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔

مولوی عالی کا بیان

مولوی عالی نے اپنی مشہور مثنوی "عادل نامہ" میں یوسف عادل شاہ کے حالات بیان کیے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ "تلدرک" کے قریب یہ لڑائی ہوئی اور ملک نظام اس لڑائی میں موجود نہ تھا نیز اس لڑائی میں قاسم برید کو فتح حاصل ہوئی۔ یوسف عادل شاہ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے احمد نظام اور بہادر گیلانی سے صلح کر لی۔ اس صلح کی اصل وجہ بیجانگر کے پایہ تخت کے ہنگامے اور طوائف الملوکی تھی جس کے پیش نظر یوسف عادل شاہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تمراج کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

بزم عیش و عشرت

یوسف عادل شاہ نے جلد از جلد اپنی فوج تیار کی اور انتقام کی خاطر بیجانگر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے تقریباً دس روز سیرو شکار میں بسر کیے آخر کار دریائے کشنہ کے کنارے اس نے اپنے خیمے گاڑھے اور دن رات داد عیش دینے لگا۔ شراب نوشی اور نغمہ نوازی سے جی بہلانے لگا۔ اس محفل عیش و عشرت میں گانے بجانے والے دو مشہور اور مستند استاد گیلانی اور حسین قزوینی بھی موجود تھے۔ ان استادوں نے فارسی کی ایک غزل بڑے اعلیٰ انداز سے گا کر سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

بوئے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود
عاقبت سرز گریباں تو بیروں آورد

یوسف عادل کی بیماری

یوسف عادل شاہ نے اس غزل کو بہت پسند کیا اور گانے والے استادوں کو چھ ہزار ہون (جو تین سو سات عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں) شاہی خزانے سے انعام دیئے۔ بادشاہ نے اس حد تک عیش پرستی کی کہ اس کی صحت پر برا اثر پڑا۔ اس بے اعتدالی کی وجہ سے اسے کھانسی اور بخار بھی رہنے لگا اس بیماری نے طول کھینچا اور یوسف عادل پورے دو ماہ تک اسی جگہ یعنی دریائے کشنہ کے کنارے صاحب فراش رہا۔ وہ خود تو سراپردۂ شاہی کے اندر رہتا اور غضنفر آقا دیوان خانہ میں بیٹھ کر امور سلطنت کو انجام دیتا۔

besturdubooks.wordpress.com

تمراج کی رائچور کی لشکر کشی

بادشاہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بد خواہوں کو انتشار پھیلانے کا موقع مل گیا اور ساری فوج میں یوسف عادل کی موت کی خبر پھیل گئی۔ یہ افواہ تمراج تک بھی پہنچی اور وہ اس کی تحقیق کیے بغیر ہی خوشی کے شادیانے بجانے لگا' اس نے دیگر حاکموں کے صلاح مشورے سے رائے زادہ کو ساتھ لے کر رائچور کا سفر اختیار کیا۔ یہ واقعہ ۸۹۸ھ کا ہے اس کے ہمراہ بیس ہزار سوار اور پیادے اور بیس ہزار ہاتھیوں کا لشکر جرار تھا۔

یوسف عادل کی صحت یابی

تمام مسلمان امراء اور فوجی سردار جن میں غضنفر بیگ آقا بھی شامل تھا یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے' سب لوگوں نے سچے دل سے بادشاہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ بارگاہ خداوندی میں یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں یوسف عادل شاہ پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے مدینہ منورہ' کربلائے معلی اور نجف اشرف کے ان علماء اور سادات کو جو شاہی لشکر میں مقیم تھے اور اس کے لیے دعا گو تھے' بیس ہزار ہون عنایت کیے: خواجہ عبدالعزیز ہروی کو بھی بیس ہزار ہون عطا کیے گئے۔ خواجہ عبد اللہ' یوسف عادل شاہ کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر سادہ سے دکن آیا تھا۔ یوسف نے عبد اللہ کو فوراً سادہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جا کر وہ شہر میں ایک مسجد اور مینار تعمیر کروائے' نیز شہر کے بیچوں بیچ ایک نہر کھدوائے۔

تمراج سے مقابلے کی تیاری

یوسف عادل شاہ ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ تمراج دریائے تمہندرا کو عبور کر کے شاہی لشکر گاہ کی طرف آ رہا ہے تاکہ بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ یہ خبر سن کر یوسف عادل نے فوج کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی جب لشکر میدان میں یکجا ہوا تو یوسف عادل کو معلوم ہوا کہ فوج آٹھ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سواروں اور دو سو ہاتھیوں پر مشتمل ہے۔ یوسف نے غضنفر بیگ آقا' مرزا جہانگیر' حیدر بیگ' داؤد خاں اور دیگر بہادروں سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ موجودہ لشکر دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔" ان لوگوں نے بادشاہ کے خیال کی تائید کی اور شاہی لشکر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

معرکہ آرائی

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنے خیمے گاڑھے اور میدان جنگ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا تاکہ خندق کھودنے میں آسانی رہے۔ تمام لشکریوں نے بڑی احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ بارہ روز اسی جگہ قیام کیا' لیکن جب لڑائی کا موقع آیا تو یہ احتیاط اور خوش اسلوبی باقی نہ رہی۔ ہوا یوں کہ ماہ رجب ۸۹۸ھ کو ہفتے کے روز جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی حملے میں بجائے ہندوؤں کے مسلمان لشکری میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔

مسلمانوں کے تقریباً پانچ سو سپاہی مارے گئے' یوسف عادل شاہ نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ نقارہ بجا کر منتشر سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی نقارے کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے مرزا جہانگیر قتی پانچ سو مغل سواروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد داؤد خاں بھی سات ہزار افغان اور راجپوت لشکریوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان لشکریوں کے آ جانے سے یوسف عادل شاہ کو بڑی تقویت پہنچی اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سلاحداروں کا سردار جس کا نام سوئے چک تھا اس کے پاس آیا اور کہا۔

"میں لڑائی کے دوران میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا دشمنوں نے میرا تمام مال و اسباب' ہتھیار اور گھوڑا وغیرہ

besturdubooks.wordpress.com

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے، مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں، کچھ پیادوں، بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے، مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی، ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے، لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں، ایک ہزار گھوڑوں، تین کروڑ ہون، جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کار زار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد، یوسف عادل، کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں، جو اسمٰعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے، میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج، یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج، رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا، اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا، یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے' مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں' کچھ پیادوں' بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے' مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی' ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے' لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں' ایک ہزار گھوڑوں' تین کروڑ ہون' جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مرگیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد' یوسف عادل' کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں' جو اسمٰعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے' میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج' یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج' رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا' اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا' یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

مدگل اور رائچور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجہ امارت پر فائز کر کے "بہادر خاں" کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو رائچور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر قلعہ فتح کر لیا' یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مال غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا ٹکڑہ' چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجانگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا لوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا "اگر تم ان لٹیروں کو راہ راست پر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ہم سب سے درخواست کرو ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لٹیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبد الملک شستری کو یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا' اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا' دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنون کرم ہوتا' یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور نلگوان کی طرف بھاگ گیا' محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہل قلعہ نے تنگ آ کر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا۔ "یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دل جوئی کے لیے اس قلعہ کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے۔" محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہٰذا اس نے قصبہ کلنکر

besturdubooks.wordpress.com

میں قیام کیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے تو وہ مجبوراً کلہر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی کے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی جو بارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہی ملک عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا' یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی' محمود نے یہ درخواست منظور کرلی۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے اپنے لشکر کو تو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا اور خود مخصوص اراکین سلطنت کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ نے محمود کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔

قاسم برید کی شکایت

محمود شاہ نے ارک کے قلعے میں جو حال ہی میں بنایا گیا تھا قیام کیا' یوسف عادل شاہ نے دس روز تک بڑے شاہانہ طریقے سے محمود کی مہمان نوازی کی۔ نیز بیس ہاتھی' پچاس گھوڑے اور بہت سے دوسرے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ محمود نے صرف ایک ہاتھی قبول کیا اور باقی تمام چیزیں واپس کر دیں۔ محمود نے خفیہ طور پر یوسف عادل شاہ کو کہلا بھیجا "میں تمہارے تحائف قبول کرتا ہوں لیکن ان کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بیدر پہنچتے ہی قاسم برید ان پر قبضہ کرے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم فی الحال ان تحفوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور مجھے قاسم برید کے پنجے سے نجات دلانے کی کوشش کرو اس کے بعد یہ چیزیں میں تم سے لے لوں گا۔"

محمود شاہ کی روانگی

یوسف عادل شاہ کو یہ پیغام ملا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت قاسم برید کو ختم کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کے علاقے میں تھا لیکن یوسف نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس نے محموہ شاہ کو یہ جواب بھیجا۔ "قاسم برید کو ختم کرنا بغیر فتح اللہ عماد الملک اور احمد نظام بحری کی مدد کے مشکل ہے' میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس وقت تو اپنے پایہ تخت کو تشریف لے جائیں میں ان دونوں امراء کو ہموار کر کے بیدر میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔" یوسف عادل شاہ نے خفیہ طور پر پچاس ہزار ہون محمود کو بھجوا دیئے نیز قاسم برید اور قطب الملک ہمدانی کو بیش قیمت تحفوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد محمود اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے

۹۰۱ھ میں دستور دینار حبشی خواجہ سرا نے بھی حکمرانی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے' اس نے حسن آباد' گلبرگہ' ساغر امینگر' الند اور کنجوتی وغیرہ تمام قلعوں اور پرگنوں پر جو اس کے زیر اثر تھے مستقل طور پر قبضہ کر لیا اور خود مختار حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دستور دینار کی اصل خواہش یہ تھی کہ دکن کے سکہ اشرفی پر حبش کی سیاہی چڑھائی جائے اور وہ صاحب سکہ ہو جائے' اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے نظام الملک بحری سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا۔

دستور کی خود مختاری

فتح اللہ عماد الملک نے یوسف عادل شاہ کی مدد سے برار پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی ہے۔ اسی طرح اگر میں بھی آپ کی عنایت سے شاہانہ حکومت قائم کر لوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔" نظام الملک دستور دینار حبشی کو منہ بولا بیٹا بنا چکا تھا اس لیے مجبوراً اس نے دستور کا خیال کیا اور اسے ملک میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ دستور نے اپنے نام کا خطبہ و

besturdubooks.wordpress.com

سکہ جاری کرنے کے بعد قاسم برید کے عاملوں کو ملک سے نکال دیا اور بہت سے ایسے حصوں پر بھی قبضہ کر لیا جو بیدر کے زیر حکومت تھے۔

یہ عالم دیکھ کر قاسم برید بہت پریشان ہوا اس نے محمود شاہ کو یوسف عادل شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا' محمود شاہ نے اس رائے پر عمل کیا اور یوسف عادل کو مدد کے لیے پیغام بھجوایا۔ یوسف عادل نے محمود کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا اور غضنفر بیگ کو اپنے چند معتمد امراء کے ساتھ اس کے ساتھ بھیجا اور یہ کہلوایا۔ "اگر میں خود آیا تو میری آمد کی خبر سن کر نظام الملک بھی دستور کی مدد کے لیے میدان میں آ جائے گا اور یوں سارا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس لیے آپ میری غیر حاضری کو نافرمانی یا سرکشی پر محمول نہ کریں۔"

دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی

اس کے فوراً بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ خواجہ جہاں دکنی کو جو بہادری میں سارے ملک میں مشہور تھا' نظام الملک نے دستور کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے۔ اور وہ بہت تیزی سے اس طرف آ رہا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے ساتھ احمد نگر کی فوج کا بہترین حصہ ہے نیز یہ بھی اطلاع ملی کہ خود نظام الملک بھی پابہ رکاب ہے اور موقع کا منتظر ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یوسف عادل شاہ اپنی روانگی کو بھی ضروری سمجھ کر فوراً چل دیا اور اپنے لشکر سے جا ملا' یوسف نے قاسم برید کو بھی طلب کیا اور دونوں مل کر دستور دینار کی سرزنش کے لیے روانہ ہوئے۔

معرکہ آرائی

دستور دینار اپنے خاصہ کے آٹھ ہزار اور بارہ ہزار ملک احمد نظام الملک بحری کے فرستادہ سواروں کو ساتھ لے کر خواجہ جہاں کے ہمراہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اگرچہ دستور دینار نے بڑی جرات اور بہادری سے کام لیا' لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ قاسم برید نے محمود شاہ سے دستور دینار کے قتل کا فرمان لے کر اس بدترین دشمن کو قتل کرنا چاہا' لیکن یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے دستور کی سفارش کر کے اس کی جان بخشی کروا دی نیز اس کی جاگیر حسن آباد گلبرگہ پر اسے بحال کروا دیا۔ یوسف عادل شاہ محمود سے ملاقات کیے بغیر ہی عازم بیجاپور ہوا اور دستور دینار نے بھی اپنی جاگیر کی راہ لی۔

شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ

۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ احمد کی شادی یوسف عادل شاہ کی شیر خوار لڑکی بی بی ستی سے کرنے کا ارادہ کیا' اس تقریب کے انعقاد کے لیے گلبرگہ کا انتخاب کیا گیا۔ محمود شاہ اور یوسف عادل دونوں اپنے اپنے علاقوں سے گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان فرمانرواؤں کی آمد کی وجہ سے دستور دینار خوفزدہ ہوا۔

دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ

انہیں دنوں یوسف عادل نے محمود شاہ سے یہ درخواست کی۔ "چونکہ میرے اور آپ کے مقبوضات کے درمیان دستور دینار کی جاگیر کا علاقہ حائل ہے اس لیے میں قاسم برید کا خاتمہ کرنے سے معذور ہوں۔ اگر آپ قاسم کے جال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آپ دستور دینار کی جاگیر بھی میرے حوالے کر دیں۔ تاکہ میں وہاں لائق اور تجربہ کار سرداروں کو متعین کر کے کسی وقت حملہ کروں اور قاسم برید کو عین بے خبری کے عالم میں گرفتار کر لوں۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہو سکتا ہے کہ نظام الملک بحری کو اس کی اطلاع بعد میں ہو گی اور اس وقت وہ قاسم برید کی مدد کرنے سے معذور ہو گا۔ محمود شاہ نے یوسف عادل کی درخواست منظور کر لی اور یوں دستور دینار کی جاگیر اور خزانے وغیرہ پر یوسف عادل کا قبضہ ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قاسم برید کا فرار

دستور نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی' اس موقع پر قطب الملک ہمدانی نے بھی یوسف عادل کا ساتھ دیا۔ قطب الملک کی مخالفت کی وجہ سے قاسم برید بہت زیادہ خائف ہوا وہ دستور دینار' خواجہ جہاں دکنی اور دیگر دکنی امراء کو ساتھ لے کر محمود شاہ سے علیحدہ ہو گیا اور بیدر سے فرار ہو کر الندر میں پناہ گزین ہوا۔ یوسف عادل شاہ' قطب الملک کو ساتھ لے کر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔

قاسم برید کی شکست

فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمنوں کے لشکر کا ہر امیر شکست کھا کر کسی نہ کسی طرف بھاگ گیا۔ لڑائی کے بعد میدان جنگ ہی میں ایک غالیچہ بچھایا گیا اور اس پر محمود بہمنی اور یوسف عادل شاہ نے بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ دونوں فرماں رواؤں میں یہ طے پایا کہ دوسرے سال احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی پر حملہ کر کے قاسم برید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

چونکہ اس معرکہ آرائی میں ملک الیاس مارا گیا تھا اس لیے یوسف عادل شاہ نے اس کی جاگیر اور منصب اس کے بیٹے میاں محمد کو بخش دی اور "عین الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد یوسف عادل' محمود شاہ سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آ گیا۔

دستور دینار پر حملہ

دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے دستور دینار کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ احمد نظام الملک جلد از جلد دستور کی مدد کے لیے آ گیا۔ یوسف بیدر کے نواح میں پہنچا اور قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عمادی سے مدد کا طالب ہوا۔ احمد نظام الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر احمد نگر واپس آ گیا۔

یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی

اس واقعہ کے دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے کام لیا اور احمد نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف نے نظام الملک کو یہ پیغام بھیجا "اس وقت موقع ہے کہ تمام فرماں روا دکن کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کریں۔ تمہیں چاہیے کہ جلد از جلد دولت آباد' رہور' کالنہ' پوتہ اور چھاکیہ پر قبضہ کر لو۔ میں دستور دینار اور عین الملک کے پرگنوں کو اپنی تحویل میں لے لوں گا۔ خداوند جہاں حبشی کی جاگیر پر عماد الملک قابض ہو جائے۔ قطب الملک تلنگانہ کو فتح کر لے' بیدر کا علاقہ مع اس کے مضافات کے قاسم برید کے قبضہ میں رہے اس کے بعد ہم لوگوں کو باہمی اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے اور آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

دکن میں انتشار

راقم الحروف مورخ "فرشتہ" عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے دکن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت بہمنی کی بنیادیں جب کمزور ہوئیں تو ملک کے صوبہ داروں نے خود مختاری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ جو شخص جس جگہ تھا وہیں اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن میں گیارہ خود مختار حاکم پیدا ہو گئے اس اجمال کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

گیارہ خود مختار حاکم

۱۔ یوسف عادل شاہ	بیجاپور میں
۲۔ احمد نظام الملک	خسیر میں

besturdubooks.wordpress.com

۳- فتح اللہ عماد الملک	برار میں
۴- قطب الملک ہمدانی	تلنگانہ میں
۵- بہادر گیلانی	اس نے بیجاپور کے مشرق میں دریائے شور کے کنارے تک کے مشہور پرگنوں مرج و کلہر وغیرہ پر قبضہ کر رکھا تھا نیز پنالہ اور کودہ وغیرہ مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک الیاس اور الیاس کی وفات کے بعد میاں محمد بن الیاس ان علاقوں کا حاکم ہوا۔
۶- دستور دینار	بیجاپور کے جنوب میں نہر مجھوارہ اور بیدر کے درمیانی پرگنوں گنجوئی' الندرا اور حسن آباد گلبرگہ وغیرہ پر قابض تھا۔
۷- خواجہ جہاں دکنی	یہ پرندہ اور شولاپور کے قلعوں اور اس علاقے کے دیہاتوں اور پرگنوں پر قابض تھا۔
۸- زین الدین علی ناس	پونہ' جھاکیہ' مجادکوندہ اور قلعہ وندراجپوری کا حاکم تھا۔
۹- ملک وجیہ ملک اشرف	یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دولت آباد کے قلعے کو سنبھالے بیٹھے تھے۔
۱۰- خداوند خاں حبشی	برار میں فتح اللہ عمادی کا دشمن تھا اور کلم اور قلعہ مالیور پر حاکم تھا۔
۱۱- قاسم برید ترک	پایہ تخت بیدر پر حاکم تھا۔

عین الملک کی طلبی

قصہ مختصر یہ کہ نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یوسف عادل شاہ نے سب سے پہلے میاں محمد عین الملک کو بلانے کے لیے فرمان ارسال کیا۔ یہ فرمان دیکھتے ہی عین الملک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اس نے یوسف عادل کو لکھا "میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ فرماں روائے بیجاپور مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرے۔" عین الملک نے ایک ہفتے تک اپنے مستقر قلعہ کودہ میں عیش و عشرت کا جشن منعقد کیا اور اس کے بعد چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیجاپور روانہ ہو گیا۔

دستور دینار کی تشویش

عین الملک یوسف عادل شاہ کے پایہ تخت پہنچا۔ عادل شاہ نے عین الملک کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے تازی گھوڑے تحفتاً دیئے نیز گراں بہا خلعت سے سرفراز کیا۔ عین الملک سے یوسف عادل کے اس سلوک کو دیکھ کر دستور دینار حبشی نے بھانپ لیا کہ دکن میں پھر کوئی سیاسی انقلاب آنے والا ہے۔ دستور نے امیر برید کو جو کچھ ہی دنوں سے اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا لکھا۔ "تمہیں چاہیے کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلو اور میری اعانت کو اپنا فرض سمجھو۔"

امیر برید کو جب دستور دینار کا خط ملا تو اس نے اسی وقت دینار کی مدد کے لیے تین ہزار سوار روانہ کر دیئے۔ دستور نے دشمن کا قلع قمع کرنے کا پورا پورا ارادہ کر لیا اور نہر بھیورہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی بھی دستور دینار کی طرح حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے دوستانہ مراسم کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کے خلاف مشورے کیے ہیں لہٰذا وہ ان دونوں سے ناراض ہو کر دستور دینار کا حلیف ہو گیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

دستور کی جنگی تیاریاں

ان دنوں احمد نظام الملک دولت آباد کی فتح میں مصروف تھا اور سلطان محمود گجراتی کی طرف سے ہنگامہ خیزی کا خطرہ تھا خواجہ جہاں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر دستور دینار سے جا ملا۔ دستور کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ تھی اور وہ خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ یوسف عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانا شروع کیا۔ اگرچہ دشمن کی

besturdubooks.wordpress.com

عسکری قوت یوسف عادل شاہ سے کہیں زیادہ تھی' لیکن اس نے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور اس لڑائی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا۔

یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا

یوسف عادل نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور بڑی فراخ دلی سے لشکریوں میں بیجاپور کا مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور وہ تزک و احتشام کے ساتھ اپنا لشکر لے کر دستور دینار کے مقابلے پر نکلا۔ یوسف نے دشمن سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کیے ایک دن تو اس نے اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا اور دوسرے دن لشکر کو تیار کر کے یوسف خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا' یوسف نے دو ہزار تیر اندازوں اور اتنے ہی نیزہ بازوں کو منتخب کیا اور ان میں ہر ایک کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا۔ غضنفر آقا کو اس جماعت کا سردار بنا کر ان لوگوں کو بطور مقدمہ لشکر آگے آگے روانہ کیا۔

یوسف کی حکمت عملی

یوسف عادل شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو جنگ کرنے میں عجلت اور پہل سے منع کر دیا اور ہدایت کی کہ دشمن کے قریب پہنچ کر پہلے صلح کا پیغام دیا جائے۔ یوسف نے غضنفر آقا کو یہ کہا "سب سے پہلے تم کسی معتمد امیر کو دستور دینار کے پاس بھیج کر اسے عادل شاہی حکومت کے حلقہ اطاعت میں آنے کا پیغام دینا اور اسے یقین دلانا کہ اگر عین الملک کی طرح وہ بھی عادل شاہی حکومت کا حلیف ہو جائے گا تو بڑے آرام اور چین سے زندگی بسر کرے گا۔

غضنفر آقا کی روانگی

یوسف نے یہ تاکید بھی کی کہ اگر اس پیغام کو سن کر دستور دینار راہ راست پر آ جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ غضنفر نے یوسف عادل شاہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا وہ دشمن سے ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور اس نے دستور دینار کو اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی۔ دستور کی قسمت میں در در کی گدائی لکھی تھی اس لیے اس نے غضنفر آقا کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور غضنفر سے مقابلہ کرنے کے لیے چھ ہزار سواروں کے ساتھ آگے بڑھا۔ غضنفر نے جان لیا کہ یہ حبشی صلح و آشتی سے سیدھے راستے پر نہ آئے گا اس کا علاج کچھ اور ہی ہے۔ لہٰذا وہ بھی فوج کو لے کر دستور کے مقابلے پر آگے بڑھا۔

دستور دینار کی شکست

دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا' ایک زبردست جنگ کے بعد دستور دینار کو شکست ہوئی اور غضنفر آقا کامیاب و کامران ہوا۔ قاصدوں نے اس فتح کی خبر جلد از جلد یوسف عادل تک پہنچائی۔ یوسف نے یہ خوشخبری سن کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کامیابی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر اور دستور دینار کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور جلد ہی اپنے مقدمہ لشکر سے جا ملا۔

دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں

یوسف عادل نے اپنے مقدمہ لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ میمنہ پر غضنفر آقا' میسرہ پر حیدر بیگ ترمذی اور قلب لشکر پر مرزا جہانگیر بیگ قمی کو متعین کیا گیا۔ اس کے بعد یوسف خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو کر سپاہیوں میں سامان جنگ تقسیم کرنے لگا۔ دستور نے میدان جنگ میں جگہ جگہ مست ہاتھی کھڑے کیے اور توپ و تفنگ کے آلات اپنی فوج کے سامنے نصب کر کے ہندوستانی دستور کے مطابق فوج کو ترتیب دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح

طرفین جب اچھی طرح تیار ہو گئے تو معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑی جرات و دلیری سے کام لیا اور میدان جنگ کو میدان حشر بنا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے مرزا جہانگیر بیگ قمی قلب لشکر سے نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد غضنفر بیگ اور حیدر بیگ میمنہ اور میسرہ سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے' ایک ساتھ ہو کر دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاتے رہے۔ آخر کار یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ چمکا اور دستور اس لڑائی میں کام آیا۔ دستور کی فوج حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں یوسف عادل کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

فتح کی خوشی

غضنفر بیگ کے ماتھے پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے کاری زخم آیا اس نے اس زخم کی کوئی پروانہ کی اور امراء کو ساتھ لے کر یوسف عادل شاہ کو مبارک باد دینے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام امراء اور لشکری فتح کی خوشی میں یوسف عادل شاہ پر دولت اور زروجواہر نثار کرنے لگے۔ اور اس کی عمرو اقبال کی ترقی کی دعائیں مانگنے لگے' یوسف نے اپنے بھائی غضنفر آقا کو گلے سے لگایا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کی۔ غضنفر کو بہت مہلک زخم آیا تھا۔ اگرچہ اس کے علاج میں کوئی کسرباقی نہ رکھی لیکن کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی اور تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

غضنفر بیگ کا انتقال

غضنفر بیگ کی موت یوسف عادل شاہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھی' اسے عزیز بھائی کی دائمی مفارقت کا بے انتہا غم ہوا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ یوسف اور غضنفر حقیقی بھائی تھے۔ بعض انہیں رضاعی بھائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غضنفر' یوسف عادل کی جلاوطنی کے بعد روم سے ساوہ آیا اور پھر ساوہ سے ہندوستان میں وارد ہوا۔ قصہ مختصر یوسف کو غضنفر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کئی روز تک ماتم کرتا رہا جب ذرا طبیعت بہلی تو وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔

یوسف نے دستور کے پرگنوں حسن آباد' گلبرگہ' ساغر اور آہنگر وغیرہ پر قبضہ کر لیا' ان پرگنوں کو اس نے اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور کی طرف واپس ہوا۔ وہاں پہنچ کر یوسف نے اپنے امراء و اراکین سلطنت کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ مرزا جہانگیر قمی اور حیدر بیگ کو جنہوں نے دستور سے جنگ کرنے میں بڑی سرفروشی سے کام لیا تھا اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا گیا۔

مجلس جشن

۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ نے ایک مجلس جشن منعقد کی اس مجلس میں سید احمد ھیدری اور دیگر شیعی علماء کو مدعو کیا گیا۔ ان سب کے سامنے یوسف نے کہا: "اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ میں جلا وطن ہو کر بازاروں میں بکتا پھر رہا تھا تو حضرت خضر علیہ السلامؑ نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے قعر مذلت سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھائے گا۔ حضرت خضرؑ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں عنان اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنے خدا کو فراموش نہ کروں' ہمیشہ سادات کرام اور محبان اہل بیت کی عزت و توقیر کروں اور شیعہ مذہب کو دنیا میں پھیلانے کی زندگی بھر کوشش کرتا رہوں؟

شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد

میں نے اس خواب کی وجہ سے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کروں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا۔ اس کے علاوہ تمراج کی شورشوں اور ہنگاموں کے زمانے میں جب کہ ملک اور سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے' میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر میں دشمن پر غالب آگیا تو ملک میں شیعہ مذہب کو

besturdubooks.wordpress.com

رواج دینے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

محتاط گروہ کی رائے

یہ تقریر کرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے اہل دربار سے ان کی رائے پوچھی' بعضوں نے بادشاہ کے خیال کو درست اور مبارک کہہ کر پوری پوری تائید کی' لیکن ایک گروہ نے احتیاط اور دور اندیشی کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض کیا کہ۔ "ابھی حضور کو حکومت قائم کیے ہوئے تھوڑا سا زمانہ ہی گزرا ہے۔ سلطنت کے اصل وارث محمود شاہ بہمنی کو ابھی برائے نام بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے' مزید برآں احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی جیسے نامی گرامی امراء سنی مذہب کے پیرو ہیں' خود حضور کے بہت سے عسکری سردار چار خلفاء کو مانتے اور حنفی عقیدہ رکھتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی مذہب کے اعلان سے ملک میں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

شاہ ایران کی مثال

یوسف عادل شاہ نے اس دور اندیش جماعت کی رائے کو بہت غور سے سنا' تھوڑی دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ "چونکہ میں خداوند سے عہد کر چکا ہوں اس لیے میں بد عہدی کو اپنا شعار نہ بنا سکوں گا' اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں گی ان کو حل کرنے میں خدا ہی میری مدد کرے گا۔" اتفاق سے اسی زمانے میں ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوسف عادل شاہ' یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے ارادے پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا خطبہ

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا۔ مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سید خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا' سب سے پہلے تو آذان میں کلمہ "علیا ولی اللہ" کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔

عادل شاہ کی احتیاط

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا' لیکن ان حالات میں بھی شیعوں کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے۔ یوسف عادل نے بڑی احتیاط سے کام لیا اس وجہ سے تعصب کو فروغ نہ ہو سکا اور شیعہ اور سنی ایک دوسرے سے گھل مل کر رہنے لگے۔

مذہبی اتحاد

یوسف کے عہد حکومت میں شیعہ مذہب کے رواج کے بعد شیعی' حنفی اور شافعی علماء ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اور آپس میں کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خداوند تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنے فرقے کی فضیلت اور دوسرے کے فرقے کی توہین کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ علماء اور مشائخ اس اتحاد و یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اس مذہبی اتحاد کو یوسف عادل شاہ کی حکمت عملی کا بہترین نتیجہ سمجھتے تھے۔

ایک عجیب و غریب قصہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس موقع پر ایک عجیب و غریب اور معنی خیز قصہ یاد آگیا ہے' قارئین کرام کی تفریح طبع کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدین نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے' مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے' ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے۔ ایک روز سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ "موجودہ مذہبوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟" مولانا نے جواباً فرمایا۔ "بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں' جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہو گا' وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہو گا' جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری او رباریابی کی اہلیت پیدا کرنا چاہیے' یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔"

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا۔ "ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے؟" مولانا نے جواب دیا۔ "اچھے کردار کا انسان' خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو' خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔" بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ شیخ فرید الدین عطار نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امراء کی ناراضگی

الغرض یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کیا تو مشہور مثل "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا' لیکن امراء کا ایک گروہ جو بہت پکا سنی اور حنفی المذہب تھا اپنے آبائی دین پر قائم رہا۔ میاں محمد عین الملک' دلاور خاں حبشی اور محمد خاں سیستانی وغیرہ بادشاہ کی اس تبدیلی مذہب سے بہت ناراض ہوئے۔ عین ممکن تھا کہ یہ لوگ کھلے بندوں یوسف عادل شاہ کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے کہ یوسف نے بلا کر انہیں اچھی طرح سمجھایا اور کہا:

یوسف عادل کا نقطۂ نظر

"مذہب کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے جس شخص کا جو رجحان ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمیں ہمارے مذہب پر رہنے دو اور تم خود اپنے مذہب کے والہ و شیدا رہو۔ مذہب کے اختلاف کو سیاسی مخالفت کی بنیاد نہ بناؤ۔" الغرض ان امراء کو یوسف نے اچھی طرح سمجھا سمجھا کر رخصت کر دیا۔

عین الملک کی معزولی

جو امراء یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو چکے تھے ان میں میاں محمد عین الملک بہت قوی اور صاحب اقتدار تھا۔ یوسف عادل کو اس امیر سے کچھ خوف پیدا ہوا لہٰذا از راہ احتیاط اس نے عین الملک کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا' اس کی جاگیر جو بہادر گیلانی کے بعد اسے عطا ہوئی تھی ضبط کر لی گئی اور اس کی بجائے اہنگری اور بلگوان کے پرگنے عطا کیے گئے۔

مذہبی آزادی

یوسف عادل نے تمام حنفی المذہب امراء کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیروں میں اپنے عقیدوں کے مطابق اذان دیں۔ اس کے علاوہ یوسف نے تمام حکام کو یہ فرمان بھجوا دیا کہ وہ اہل سنت کے طریقہ عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے

besturdubooks.wordpress.com

بڑی احتیاط سے کام لیا جگہ جگہ ہرکارے مقرر کیے جو ذرا ذرا سی باتوں کی بادشاہ کو اطلاع کرتے۔

نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ

اسی دوران میں احمد نظام الملک بحری اور قاسم برید جو بڑے پکے حنفی المذہب تھے یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو گئے۔ ان دونوں نے مل کر بیجاپور پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے قاسم برید نے گنجوئی کا پرگنہ اور دوسرے قصبوں پر (جو عادل شاہ کے قبضے میں آنے سے پہلے دستور دینار کی تحویل میں تھے) قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد احمد نظام الملک نے ایک قاصد بیجاپور روانہ کیا اور یوسف عادل شاہ سے نلدرک کا قلعہ طلب کیا جو پہلے دستور دینار کے قبضے میں تھا۔ یوسف اگرچہ اپنے متعدد عسکری امراء سے مطمئن نہ تھا' لیکن اس نے نظام الملک کے قاصد کو بہت سخت جواب دیا۔ نظام الملک کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور گنجوئی کے نواح پر حملہ کر کے اس پرگنہ کے قرب و جوار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

محمود شاہ کا ارادۂ جنگ

محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کے مشورے سے گرد و نواح کے فرماں رواؤں کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔ ان فرماں رواؤں میں قطب الملک' فتح اللہ عماد الملک' خداوند خاں حبشی اور ملک احمد نظام الملک بحری تھے۔ ان لوگوں سے یوسف عادل کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی ایک دوسرے سے رنجیدہ اور خائف تھے اس لیے انہوں نے محمود شاہ سے معذرت طلب کی اور اپنے علاقوں سے باہر نہ نکلے۔

قطب الملک ہمدانی اگرچہ بباطن شیعہ تھا اور اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا دل و جان سے خواہاں تھا' لیکن مصلحت وقت سے مجبو ہو کر تلنگانہ کے امراء کے ساتھ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک احمد نظام الملک بحری بھی خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ اور زین خاں حاکم شولاپور کو ساتھ لے کر بارہ ہزار سواروں اور ان گنت توپ خانوں کے ساتھ احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

یوسف کی پریشانی

محمود شاہ بہمنی بھی تلنگانہ کی فوج کو تیار کر کے امیر برید کے ساتھ پایہ تخت سے روانہ ہوا اور احمد نگر کی فوج سے دو کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ محمود شاہ کے ساتھ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر یوسف عادل شاہ قدرے پریشان ہوا۔ اس نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو کمال خاں دکنی اور دیگر قابل اعتبار امراء کے ساتھ بیجاپور روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ تمام ساز و سامان اور خزانہ بھی بیجاپور بھجوا دیا۔

یوسف عادل کی روانگی بئیر

یوسف نے دریا خاں اور فخر الملک کو حسن آباد گلبرگہ کی مہم پر نامزد کیا۔ اور خود عین الملک کے ساتھ چھ ہزار تجربہ کار سواروں کو لے کر بئیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس پرگنے میں پہنچ کر یوسف نے دیہاتوں اور قصبوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا۔ احمد نظام الملک بحری نے جب اپنی جاگیر کو اس طرح تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو وہ محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد یوسف شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ

یوسف عادل شاہ دشمن کی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت تنگ آیا۔ اور بئیر سے دولت آباد پہنچا اس صوبے کو تباہ و برباد کر کے وہ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ فتح اللہ عمادی' محمود شاہ اور احمد نظام الملک بحری کے تعاقب کی وجہ سے بے حد پریشان ہوا۔ عمادی نے عادل شاہ سے کہا "احمد نظام الملک اور محمود شاہ دونوں ہی کٹر حنفی ہیں اور مذہب کا بہانہ کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ دشمن کا مقابلہ بھی کروں اور تمہاری دوستی کا دم بھی بھروں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بظاہر شیعہ مذہب سے توبہ کر کے اور مجھ سے ناراض ہو کر

besturdubooks.wordpress.com

یوسف کی برہان پور کو روانگی

یوسف عادل نے عماد الملک کی رائے پر عمل کیا اور اسی وقت ایک فرمان اس مضمون کا بیجاپور روانہ کیا کہ ملک میں بارہ اماموں کی بجائے چاروں خلفاء کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد یوسف عادل' عماد الملک سے ظاہری جنگ کر کے برہان پور چلا گیا۔

عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام

یوسف عادل کے چلے جانے کے بعد عماد الملک نے اپنے ایک عزیز کو ملک احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "امیر برید کی اصل خواہش یہ ہے کہ یوسف عادل کو ختم کر کے بیجاپور پر خود قابض ہو جائے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عادل اور برید ایک ہی جیسے ہیں' لیکن برید کا کردار ہم پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے وہ پانچ کوس علاقے کا مالک ہے' لیکن اس نے محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنا کر بہمنی خزانہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے خلاف جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن ہم اس کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر بیجاپور جیسے وسیع ملک پر برید کا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارا اور ہماری اولاد کا دکن میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی سپاہیانہ انداز سے گزرتی ہے۔ دوسروں کے مذاہب اور عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں' قیامت کے روز ہر شخص اپنے عقیدے کا جواب دہ ہو گا' یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے شیعہ مذہب کو ترک کر کے اہل سنت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ایک فرمان کے ذریعہ اہل بیجاپور کو شیعہ مذہب اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس صورت حال میں میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ سب مل کر یوسف عادل شاہ پر حملہ کریں اور محمود شاہ کے پردے میں امیر برید کی خواہش کو پورا کریں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے سے الگ ہو جائیں اور اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔"

احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی

ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سیاسی امور میں فتح اللہ عمادی کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان دونوں نے عمادی کے مشورے پر عمل کیا اور راتوں رات اپنے ملک کو روانہ ہو گئے' دوسرے روز صبح میدان جنگ خالی نظر آیا۔ محمود شاہ اور امیر برید نے زمانے کے انقلاب کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔ ان دونوں نے بیجاپور کی مہم کے لیے فتح اللہ عمادی سے مدد مانگی اور اس کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ عمادی ادھر ادھر کی باتوں سے محمود اور برید کے قاصد کو ٹالتا رہا اور خود ایک قاصد یوسف عادل شاہ کے پاس بھیج کر اسے بلوایا۔ یوسف آیا دونوں سرداروں نے فوج کو ترتیب دیا اور برید و محمود سے معرکہ آرا ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یوسف کا دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دینا

محمود شاہ اور امیر برید نے جو ان لوگوں کے آنے کی خبر سنی تو وہ دونوں سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور فتح اللہ عمادی سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اور یہاں اس نے دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

شاہ ایران کو مبارک باد

یوسف عادل شاہ نے مشہور امراء عین الملک کنعانی' کمال خاں دکنی اور فخر الملک ترک کو شاہانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ سید احمد ہروی کو ایران کے فرمانروا شاہ اسمٰعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یوسف نے شاہ ایران کو بہت سے بیش قیمت اور نادر تحفے بھیجے اور اسے ایران میں شیعہ مذہب کو رواج دینے پر خلوص دل سے مبارک باد دی۔ نیز اپنے شیعہ ہونے اور بیجاپور میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی اسے خوشخبری سنائی۔

besturdubooks.wordpress.com

اندرا پور کا سفر

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے اپنی تمام زندگی ملک کی بہبودی اور رعایا پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے میں صرف کر دی۔ اس نے صرف دو مرتبہ پایہ تخت بیجاپور سے سفر کیا۔ پہلا سفر تو سیرو تفریح اور شکار کی غرض سے تھا' یوسف عادل شاہ شکار کے لیے اندرا پور گیا۔ دو تین مہینے وہاں عیش و عشرت سے بسر کیے اور واپس بیجاپور آ گیا۔

عیسائیوں کی سرزنش

دوسرا سفر اس نے بندر گووہ کا کیا اس کا مقصد غیر مسلموں کی سرزنش تھی۔ ۹۱۵ھ کے آخر میں کچھ عیسائی اچانک بندر گووہ پہنچ گئے۔ انہوں نے بندرگاہ کے حاکم کو غافل پا کر وہاں کے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف کو جب اس واقعہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے خاصہ کے دو ہزار سوار جن میں دکنی بھی تھے اور غیر ملکی بھی ساتھ لیے اور بندر گووہ پر لشکر کشی کی' پانچ روز بعد عادل شاہی لشکر بندر گووہ پہنچ گیا۔ یوسف نے عیسائیوں کو غافل پا کر قلعے پر حملہ کر دیا اور دربانوں کو قتل کر کے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل قلعہ اس آفت ناگہانی سے قطعاً بے خبر تھے۔ عادل شاہی لشکر کو اپنے سر پر موجود پا کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔ عیسائیوں نے جان بچانے کی بہت کوشش کی' لیکن ان میں اکثر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جو موقع پا کر بچ نکلے وہ کشتیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دسترس سے بھاگ گئے' یوسف عادل شاہ نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعہ آج تک مسلمانوں کی تحویل میں ہے یوسف نے یہ قلعہ اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔

یوسف کا انتقال

یہ مہم یوسف عادل شاہ کی زندگی کی آخری مہم تھی' اس کے بعد پھر کبھی بادیہ پیمائی کی نوبت نہ آئی۔ یوسف نے بیس برس اور دو مہینے تک بڑی خوش اسلوبی اور استقلال سے حکومت کی ۹۱۶ھ میں ایک مرض میں مبتلا ہو کر اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو قصبہ کرگی میں شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یوسف کو اس بزرگ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یوسف نے پچھتر سال کی عمر میں دنیا کو خیرباد کہا۔ ذیل کے مصرعہ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے ؂

"بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل"

نظام الدین احمد الحسینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ نے ۹۰۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا' لیکن یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے ہمارے نزدیک یہ واقعہ ۹۱۶ھ کا ہے اور یہی سال ہم نے اوپر درج کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ چندا کا سلسلہ نصب حضرت امام زین العابدین" تک پہنچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جلال الدین چندا ابن جہاں بن خضر بن محمد بن احمد بن یحیٰی بن زید بن حسین بن سراج الدین بن شرف الدین بن زید ابو الحسن بن عبد اللہ بُن محمد بن عمر بن یحیٰی بن حسین بن زید ابو الحسن بن علی بن حسین اصغر بن امام زین العابدین' چونکہ شیخ چندا شیعہ تھے اس لیے یوسف عادل شاہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ یہ محبت پیری اور مریدی کے رشتہ میں ڈھل گئی' تو یوسف کو شیخ صاحب سے پہلے سے کہیں زیادہ عقیدت ہو گئی۔ شیخ صاحب کی اولاد اب بھی دکن میں موجود ہے' ان کی نسل کے بعض لوگ شیعہ ہیں اور بعض سنی۔

شاہ طاہرؒ کا بیان

راقم الحروف "فرشتہ" نے نظام شاہیوں کے پایہ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ خود انہیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔ "میں عتاب شاہی ...

besturdubooks.wordpress.com

کودہ پر لنگر انداز ہوا اور میں کچھ دنوں تک اس بندرگاہ میں رہا- یہیں میری ملاقات سید احمد ہروی سے ہوئی' سید صاحب" ایک ضعیف العمر بزرگ تھے- ان کی زندگی کا بڑا حصہ یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملازمت اور دربار داری میں گزرا تھا-"

سید صاحب کی گفتگو شیریں اور صورت بہت اچھی تھی جس پر تقدیس کا نور برستا تھا وہ علوم و فنون میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے- وہ یوسف و اسمٰعیل دونوں ہی کے زمانہ ہائے اقتدار میں منصب صدارت پر فائز رہ چکے ہیں میں جب تک بندرکودہ میں رہا سید احمد صاحب" سے برابر ملاقات کرتا رہا- وہ دلچسپ قصوں اور رنگین لطائف سے میری دل جوئی کیا کرتے تھے اور رنج و الم کو میرے پاس نہ آنے دیتے تھے-

یوسف کا کردار

سید احمد صاحب" نے گفتگو کے دوران میں اکثر یہ کہا ہے کہ یوسف عادل شاہ بہت ہی تجربہ کار اور دور اندیش بادشاہ تھا- وہ بہادری' دلیری' سخاوت عدل و انصاف اور علم و بردباری میں اپنی مثال آپ تھا- ذاتی اوصاف کے علاوہ علمی کمالات سے بھی وہ بہرہ مند تھا- خوش خطی' علم عروض اور شاعری میں اسے بڑی خاصی مہارت حاصل تھی' طنبور و عود کو بڑی اچھی طرح بجاتا تھا اور اس فن کے استادوں کی بہت قدر کرتا تھا-"

علم دوستی

یوسف کی محافل میں ہمیشہ شعرائے قدیم کے اشعار پڑھے جاتے تھے- وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہا کرتا تھا یوسف اگرچہ عیش و عشرت پر جان چھڑکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ایسے ہی مشاغل میں کھویا نہ رہتا تھا بلکہ امور سلطنت اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے میں بھی بڑی محنت اور توجہ سے کام لیتا تھا- اس کی دانش مندی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی رعایا کی حالت سے بے خبر نہ ہوتا تھا- وہ ہمیشہ اپنے اہل دربار اور اراکین سلطنت سے دیانت' سخاوت' ایمان داری اور عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو یہ صفات اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا-

حسن و جمال' رعب و دبدبہ

یوسف عادل شاہ کے تزک و احتشام اور ظاہری دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کو اس کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی- صورت کے حسن نے اس کے رعب کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا- بڑھاپے کے زمانے میں بھی لوگ اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے دور دور سے آیا کرتے تھے' جس روز یوسف کی سواری نکلتی تھی تو ان گنت لوگ سر راہ کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بادشاہ کے حسن و جمال سے محظوظ ہوں-

اہل علم کی قدر دانی

یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں ایران' توران' عرب اور روم جیسے ممالک میں خطوط بھیج کر وہاں کے فضلا' علماء' اہل ہنر' اہل سیف اور اعلیٰ قابلیتوں کے لوگوں کو بیجاپور میں بلوایا اور ان کی ایسی خاطرداری کی کہ ان سب نے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر ساری زندگی یوسف کے سایہ لطف و کرم میں گزار دی-

مکٹ و راؤ مرہٹہ پر لشکر کشی

یوسف نے قلعہ ارک کو از سرنو چونے اور اینٹ سے تعمیر کروایا- شاہ طاہر" نے لکھا ہے کہ یوسف نے اپنے عہد حکومت میں ایک بار پرگنہ اندراپور کا دورہ کیا' یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی امرائے محمود شاہی کے گروہ میں شامل ہیں- اور عادل شاہ کی دست برد سے بچنے کے لیے ایک گروہ کے ہمراہ پہاڑی علاقے میں پناہ گزیں ہیں- یوسف نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جمعیت

besturdubooks.wordpress.com

مکٹ راؤ اور اس کے ساتھیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کی۔ ہندوؤں نے عادل شاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ عادل شاہی لشکر نے دشمن کا ساز و سامان خوب جی کھول کر لوٹا اور ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

اولاد

ان قیدیوں میں مکٹ راؤ کی ایک سولہ سالہ بہن بھی تھی' جو عقل و خرد اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوسف نے اس لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا اسے مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس عورت کے بطن سے یوسف کے چار بچے ہوئے۔ ایک بیٹا اسماعیل جو یوسف کے بعد تخت نشین ہوا اور تین بیٹیاں۔

۱۔ مریم سلطان جو برہان نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

۲۔ خدیجہ سلطان' جس کی شادی شیخ علاؤ الدین عماد الملک سے ہوئی اور

۳۔ بی بی ستی زوجہ احمد شاہ بہمنی۔

besturdubooks.wordpress.com

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا جب انتقال ہوا تو عنان حکومت اس کے فرزند اسمٰعیل عادل شاہ کے بجائے کمال خاں سرنوبت نے سنبھالی' کیونکہ اسمٰعیل عادل شاہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور حکومت کا نظام اور سلطنت کا کاروبار اس کے بس کی بات نہ تھی۔ کمال خاں سلطان محمود بہمنی کے امراء میں کافی شہرت کا حامل تھا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو طلب کر کے اسے کافی اطمینان دلایا اور سرنوبت کے عہدے پر مقرر کیا۔ تمراج کی جنگ میں کمال خاں نے جس بہادری اور شجاعت و کمالات کا مظاہرہ کیا تھا اس نے دربار عادل شاہی میں کمال خاں کی عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یوسف عادل شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کمال خاں کو سرنوبت کے عہدہ کے علاوہ وکیل سلطنت بھی مقرر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی حیدر بیگ' فخر الملک' میرزا جہانگیر' دریاخاں اور دیگر امراء و روساء کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ سب کمال خاں کے ساتھ مل جل کر کام کریں اور اس کے ساتھ رواداری اور اخلاص کو برقرار رکھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد ان تمام امراء و روساء نے اپنے مرحوم بادشاہ کی وصیت اور ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال خاں کے ساتھ تعاون اور اتحاد رکھا' یہاں تک کہ ملک کے تمام مالی اور سیاسی اختیارات اس کے ہاتھ میں آ گئے اور وہ اس لحاظ سے ایک خود مختار اور آزاد حاکم بن گیا۔

نظام حکومت

کمال خاں نے اپنی حکومت کا آغاز بڑی اچھی طرح سے کیا امور سلطنت کی انجام دہی میں اپنی پوری کارکردگی' نفاست اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمام ریاست میں خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کے تمام رواج' طور طریقے اور رسوم کو ریاست میں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کمال خاں نے دربار عادل شاہی سے وابستہ تمام امراء اور رؤساء کی عزت اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی' غرض کہ ہر چھوٹے بڑے' ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر خورد و کلاں کو اپنا دلدادہ بنا لیا۔ انتظام سلطنت کو اعلیٰ پیمانہ پر چلانے اور نظام حکومت کو بہتر بنانے کے لیے اس نے عماد شاہی' قطب شاہی' نظام شاہی اور برید شاہی' جیسی ریاستوں کے امراء و رؤساء کے ساتھ دوستی کی' ان کا تعاون حاصل کیا اور ان سے نہایت مفید اور کار آمد مشورے لیے۔ فرنگیوں نے قلعہ کووہ کے قلعہ دار کو رشوت دی اور یوسف عادل جب واپس آیا تو انہوں نے اس قلعہ کو اپنی حراست میں لے لیا' یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے آغاز عہد میں اس قلعہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ کمال خاں اور فرنگیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ فرنگی کسی صورت میں بھی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے کوشش نہیں کریں گے' نہ ہی انہیں عادل شاہی حکومت کے قرب و جوار میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی اجازت ہو گی۔ وہ صرف قلعہ پر قابض رہیں گے یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہے۔ عیسائیوں کی اس صلح اور قرب و جوار کے امراء کے تعاون نے کمال خاں کو امور سلطنت کی انجام دہی میں بڑی مدد دی اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ ایک ہی سال گزرا تھا کہ فخر الملک اور دریا خاں نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ کمال خاں نے ان امراء کی جائیداد کو اپنے اعزاء اور اقرباء نیز اپنے فرزندوں میں منقسم کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ دربار بن گیا۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ کی جائیداد کے چند پرگنے بھی تفویض کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جائیداد اور جاگیریں جو براہ راست عادل شاہی امراء سے تعلق رکھتی تھیں' ان کی وفات کے بعد یا ان میں سے کسی جرم کے ارتکاب پر کمال خاں اپنے خیر خواہوں کو تفویض کر دیتا۔ اس طرح کمال خاں نے اپنے مختصر عرصہ حکومت میں ملک میں اچھی خاصی حیثیت حاصل کر لی' اب وہ ایک طاقت ور حکمران بن چکا تھا۔ اس نے

besturdubooks.wordpress.com

توسیع سلطنت کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا۔

کمال خاں پر خود مختار ہونے کا ایسا نشہ چڑھا کہ اب وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا کہ کسی نہ کسی طرح سے ملک کے تمام زرو مال پر قابض ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امرائے دکن کے نزدیک یہ بات قابل ستائش تھی۔ بلکہ وہ اس عمل کو دکن کے حکمرانوں کے لیے ایک نیک فال سمجھتے تھے۔ ایسی مثالیں بکثرت ہیں جہاں محکوم حاکم پر غالب آگئے ہیں اس کا آغاز تمراج کے ذریعہ ہوا۔

سیو رائے راجہ بیجانگر کا فرزند جب سن بلوغ کو پہنچا تو تمراج نے اسے زہر کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی نے عنان حکومت سنبھالی۔ پھر یوسف عادل شاہ کی شکست کے موقع پر خود بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح تمراج نے بہت سے امراء کو اپنا خیر خواہ اور مدد گار بنایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا۔ اسی طرح سے محمود شاہ بہمنی کو قتل کر کے قاسم برید ترک اور دیگر امراء ملک پر قابض ہو گئے اور اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

کمال خاں چونکہ انہیں اساتذہ کا شاگرد رہ چکا تھا اور ان تمام حالات اور واردات کو بخوبی جانتا تھا لہٰذا اس نے بھی دولت و عزت کی تمنا میں قاسم برید کی راہ کو اپنایا۔ اس نے قاسم برید کو اطلاع کرائی کہ اس کے پاس ہر طرح سے سامان شاہی موجود ہے۔ اس وقت احمد نگر کا والی بھی کمسن ہے اور والی برار فتح اللہ عمادی بھی اپنے ایام شباب میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے یہ موقع بڑا بہترین موقع ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ آپ مجھے اپنا بہی خواہ اور مخلص سمجھ کر حکام دکن میں میرا شمار کرائیں اور اس طرح سلطنت کو پھیلانے میں کوشش کریں۔ امیر قاسم برید جو ایک عرصہ سے اس قسم کا موقع تلاش کر رہا تھا فوراً راضی ہو گیا اور اس طرح دونوں طرف سے ایک معاہدہ عمل میں آیا اور وہ یہ کہ قاسم برید ترک دستور دینار کی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھے اور اس طرح بیجاپور کا جو حصہ بچ جائے اس پر کمال خاں اپنا تسلط جمالے۔ گرم سلائی کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور ممکن ہو تو اسے قبر میں اتار دیا جائے۔ نیز خواجہ جہان کا بھائی جو قلعہ شولا پور پر قابض ہے اسے کمال خان سرنوبت اپنی حراست میں لے لے۔ ان تمام کاروائیوں' شرطوں اور پیام کے بعد مقصد براری کا آغاز ہوا۔ محمود شاہ بہمنی کو اس کے مکان میں مقید کر دیا گیا اور قاسم برید نے فوج کو منظم کر کے حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ ادھر بیجاپور کے قلعہ ارک میں کمال خاں نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اس کی والدہ مسماۃ پونجی خاتون کے مقید کر دیا اور اپنے فرزندوں کو ان کی حفاظت پر معمور کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شولا پور کا رخ کیا۔ تین ماہ تک کمال خاں شولا پور کو اپنی حراست میں لیے رہا۔ جب زین خاں کو ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کی طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے کمال خاں سے درخواست کی اور قلعے کو مع ساڑھے پانچ پرگنوں کے اس کی تحویل میں دے دیا۔

ان ساڑھے پانچ پرگنوں کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب امرائے دکن والی احمد آباد بیدر کا معاملہ صاف کر چکے تو ان میں سے قریب قریب ہر امیر نے ایک ریاست کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس طرح خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ کو گیارہ پرگنے ملے' اس کا بھائی جو اس وقت قلعہ شولا پور کا وارث تھا اور جس کو زین خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا' اس نے احمد آباد بیدر کا رخ کیا اور سلطان محمود بہمنی سے ایک اس قسم کا حکم جاری کرانے کی سعی کی کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہاں کی جائیداد کے آدھے رقبے کا اسے حکمران بنایا جائے' لیکن احمد نظام شاہ بحری کے تعاون اور اس کی کوشش سے خواجہ جہاں دکنی نے زین خاں کو صرف قلعہ شولا پور کا حاکم بنائے رکھا۔ اور سلطان کے فرمان اور حکم سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا' اس طرح اس کی آدھی جائیداد پر زین خاں قابض نہ ہو سکا۔

جب احمد شاہ نظام کا انتقال ہو گیا اور والی ریاست یوسف عادل شاہ ہوئے تو انہوں نے مرحوم شاہ کے فرمان کے مطابق زین خاں کی ہمت افزائی کے طور پر خواجہ جہاں دکنی کو ساڑھے پانچ پرگنے تفویض کر دیے۔ دراصل یہی پرگنے نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے مابین نزاعی مسائل بن کر کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کے محاصل کی رقم تین لاکھ ہون تھی آگے اس کا ذکر آئے گا۔ الغرض قلعہ نصرت آباد'

besturdubooks.wordpress.com

ساغر اور اتیکر پر امیر قاسم برید کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح نہر بھبورہ کے دوسری جانب کے سب دیہات اور قصبوں پر عادل شاہی حکومت کا تسلط ختم ہو گیا اور ان تمام علاقوں پر امیر قاسم برید ترک کی حکومت قائم ہو گئی' ساتھ ہی اس نے گلبرگہ کو اپنی حراست میں لے لیا۔ اس عرصہ میں اسے خبر ملی کہ شولا پور بھی فتح ہو چکا ہے' لہٰذا اس نے کمال خاں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا' اس سے کمال خاں کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔ اور اس کے عزائم کو بڑی تقویت پہنچی وہ نہایت متکبرانہ انداز میں بیجاپور پہنچا اور اسمٰعیل عادل شاہ کو بھی موقع دیا کہ وہ رعایا کا سلام لے اس طرح کمال خاں نے از سر نو اپنی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں

کمال خاں نے مغل امراء کی برطرفی کا حکم جاری کیا پہلے پہل مغلوں کی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی اب صرف تین سو رہ گئی۔ جن مغلوں کو برطرف کیا گیا تھا ان کے متعلق کمال خاں نے ایک اور حکم نامہ جاری کیا اور وہ یہ تھا کہ کوئی برطرف یا معطل مغل اس کی ریاست میں نہ پایا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی جان و مال کی ضبطی ہو جائے گی اور اس کی خیر بھی نہیں۔ اس حکم کے اجراء نے مغلوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا وہ بہت زیادہ بے اطمینان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے' بلکہ جگہ بہ جگہ منتقل ہو گئے۔ کمال خاں کے اس اقدام نے اسے بڑی حد تک سکون بخشا اور جب اسے کسی شخص سے کوئی خطرہ نہ رہا تو اس نے نظام شاہی خاندان کے اصولوں کو شمع راہ بنایا اور توسیع سلطنت کے پیش نظر ہر شخص کے عہدوں میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح جن امراء کے پاس کم جاگیریں تھیں انہیں زیادہ اور جن کے عہدے کم تھے انہیں عہدوں میں ترقی دی گئی۔ کورہ راوت کی جب ۹۱۷ ہجری میں مردم شماری کرائی گئی تو اس سے یہ اندازہ ہوا کہ فوج میں دکنیوں اور حبشیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے۔

تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا

مردم شماری کے بعد کمال خاں نے اپنے ہمدرد مونس اور غمخوار احباب و اقرباء سے اپنی تخت نشینی کی بابت مشورہ طلب کیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ کمال خاں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لہٰذا اسے جتنی جلد ممکن ہو تخت نشین ہو جانا چاہیے۔ غرض نجومیوں کو طلب کیا گیا تخت نشینی کا وقت معلوم کیا گیا۔ نجومیوں نے کمال خاں دکنی سرنوبت کو بتایا کہ اسے مہینے کے تقریباً پندرہ یوم تک اپنا تحفظ کرنا چاہیے کیونکہ سیاروں کی گردش کمال خاں کے حق میں مفید نہیں ہے۔ اس طرح کمال خاں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ سولہوے دن تخت سلطنت پر بیٹھیں اور جلوس نکالیں۔

قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام

نجومیوں کی پیش گوئی نے کمال خاں کو بہت زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا اس نے قلعہ ارک کو اپنی جان کی حفاظت کے لیے منتخب کیا اور دوسری تمام جگہوں سے اسے بہتر سمجھا۔ اس نے تہیہ کیا کہ وہ اپنے خراب ایام کو اسی قلعہ ارک میں بسر کرے گا۔ غرض اس نے بیجاپور کے تمام معاملات کو ان لوگوں کے حوالے کیا جن پر اسے پورا پورا اعتماد تھا۔ اس نے سوچا کہ انسانی تدبیریں خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا سکتی ہیں لہٰذا قلعہ ارک کے ایک نہایت اطمینان بخش مقام کو اپنا مسکن ٹھہرایا۔ اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرزند صفدر خاں سے رجوع کریں۔ درد سر اور بخار کے بہانے سے لوگوں کو ملنے سے روکا اس عرصہ میں کسی شخص سے اس نے کوئی تعلق نہ رکھا۔

کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری

عادل شاہی محل میں کمال خاں کے سولہوے دن تخت سلطنت کے جلوس کی خبر پہنچتے ہی بیگمات کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو اس معزز خاندان کا چراغ روشن رکھنا مقصود تھا مسماۃ پونجی خاتون والدہ اسمٰعیل عادل شاہ کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے یوسف ترک کو جو

besturdubooks.wordpress.com

اس کے بیٹے کا اتالیق تھا بلا کر بے ثباتی عالم کا سبق پڑھایا۔ اس نے یوسف ترک کو بتایا کہ انسان بہر حال خدا کا بندہ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہے تم بھی اپنی عزیز جان کی پروانہ کرتے ہوئے اس موذی کمال خاں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ یوسف ترک نے قسم کھائی اور اس کام کی تکمیل کو اپنے حق میں باعث صد افتخار سمجھا اس نے کہا کہ اگر وہ تنہا کسی کے کام آ سکتا ہے اور اس سے ہزاروں کا فائدہ ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس نے مسماۃ پونجی خاتون سے استفسار کیا کہ وہ تنہا بیس ہزار دکنی اور حبشی فوجوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کس طرح ان پر قابو پا سکتا ہے لیکن پونجی خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ دل لگا کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرنے کی ہمت کرے تو یقیناً وہ بڑی آسانی کے ساتھ بہت اچھی طرح سے کمال خاں کی جان لے سکتا ہے۔

یوسف ترک کا عزم قتل

پونجی خاتون کی باتیں سن کر یوسف ترک یوں گویا ہوا کہ میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ کمال خاں بادشاہ بنتے ہی مجھے مار ڈالے گا لہٰذا کیوں نہ میں اپنے خدا کے حضور میں جان کا نذرانہ پیش کر کے وفاداروں میں اپنا نام لکھواؤں اور حیات جاوید پاؤں۔ تم دشمن کی پسپائی کی راہ بتاؤ تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں اور بجائے اسمٰعیل کے اپنا سر کٹواؤں۔

مسماۃ پونجی کی تدبیر

پونجی خاتون نے یوسف ترک کو بتایا کہ وہ شاہی محل کی ایک عورت کو جو کمال خاں کی خیر خواہ ہے، کمال خاں کے پاس اس کی خیریت دریافت کرانے کے لیے بھیجی گی اور اسی کے ساتھ یوسف ترک کو کر دے گی۔ یہ عورت چونکہ کمال خاں کی طرف سے شاہی محل کے تمام پوشیدہ راز معلوم کرنے کی غرض سے متعین تھی۔ لہٰذا اس کو کمال خاں کے پاس بڑی آسانی سے روانہ کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسی ترکیب سے کام لیا جا سکتا ہے کہ حریف یوسف ترک کا استقبال بھی کرے اور خود پان بھی پیش کرے، لیکن یوسف ترک کو بڑی ہمت اور جرات سے کام لے کر اپنے لہو سے چہرے کا رنگ سرخ بھی کرنا ہو گا اور خنجر کے ذریعہ حریف کا خاتمہ بھی، یوسف ترک نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بوڑھی عورت کو بلا کر پونجی خاتون نے کمال خاں کی تعریف و توصیف کی۔

کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ

پونجی خاتون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا کہ جب سے یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوا ہے اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس کا فرزند اسماعیل ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ دنیا کے اونچ نیچ سے نابلد ہے، کہیں ملک پر احمد شاہ بحری کا قبضہ نہ ہو جائے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ عنان حکومت کمال خاں نے سنبھال لی ہے اور اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، ورنہ عادل شاہی امراء میں کسی امیر میں اتنی جرات نہیں تھی کہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر دولت خانہ شاہی کا تحفظ کرتا ادھر دو تین یوم سے کمال خاں کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد فکر ہے کیونکہ کمال خاں پونجی خاتون کو اپنے فرزند سے زیادہ پیارا ہے۔ پونجی خاتون نے بوڑھی عورت کو بارہ ہزار ہون دے کر کہا کہ ان کو کمال خاں کے سر سے اتار کر فقراء میں تقسیم کر دو۔

بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی

بوڑھی عورت تھوڑی دور جانے ہی پائی تھی کہ پونجی خاتون نے اسے بلا کر کہا کہ یوسف ترک کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ کیونکہ یہ حج کا ارادہ کر چکا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ اس کا حج اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ کمال خاں اس کو خوشی کے ساتھ اجازت نہ دے دیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس بات کی کوشش کرو کہ کمال خاں اس کو اپنے ہاتھ سے بیڑا کھلا کر اسے رخصت ہونے کی اجازت دیں اور اپنے دست مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرما کر اس کے حوالہ کریں۔ اس رقعہ سے ... مصطفیٰ آباد ...

besturdubooks.wordpress.com

اس طرح اس کے مقاصد کی تکمیل بہ آسانی ہو سکے گی۔ انعام کے طور پر ایک بیش بہا رقم بوڑھی عورت کے سپرد کی گئی اور اس طرح یوسف ترک اس کے ساتھ ہو لیا۔

شرف یابی کمال خاں

بوڑھی عورت کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پونجی خاتون کی گفتگو سنائی۔ یوسف ترک کے فریضہ حج کے ارادے سے آگاہ کیا اور جس رقم کو لے کر آئی تھی اسے کمال خاں کے سر سے اتارا۔ کمال خاں کو پونجی خاتون کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اسے اس کی طرف سے غداری کا کوئی شبہ نہ رہا۔ لہٰذا کمال خاں نے یوسف ترک کو پونجی خاتون کی خوشنودی کی خاطر گوشہ تنہائی میں طلب کر کے اس کے نیک ارادۂ حج اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا لیکن یوسف ترک کو جلد واپس آنے کی ہدایت بھی کی تاکہ وہ اسے مشہور امراء میں نمایاں مقام دے سکے۔

یوسف ترک کا کارگر حملہ

یوسف ترک نے بڑے غور سے کمال خاں کی باتیں سنیں اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کمال خاں ان کے اس عمل سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے یوسف ترک کو نہایت مشفقانہ انداز میں اپنے قریب طلب کیا اور پان پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ دکن میں پان چادر پھیلا کر لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ اس ملک میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے' یوسف ترک نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں کو چادر کے نچلے حصے میں چھپا کر کمال خاں سے پان لینے کے لیے بڑھا۔ عین اس وقت جب کمال خاں پان چادر میں رکھ رہا تھا' یوسف ترک نے نہایت جرات کے ساتھ ایک خنجر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو دوسری طرف پار ہو گیا اس طرح کمال خاں کا کام تمام ہو گیا۔

کمال خاں کی موت کا انتقام

اس حادثہ کی خبر جب کمال خاں کی والدہ کو ملی تو اس نے بوڑھی عورت کو قتل کا سبب گردان کر اسے اور یوسف ترک کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کے رونے دھونے اور شور شغف سے روکا۔ روزن محل پر جو تخت تھا اس پر زندہ آدمی کی طرح کمال خاں کو بٹھا دیا گیا اور مقامی رسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام فوج اور دوسرے نوکروں کو محل کے نچلے حصے میں بلا لیا۔ نیز ایک راز دار کے ذریعہ صفدر خاں کو طلب کیا جو وہاں پہنچتے ہی باپ کے مردہ جسم کو دیکھ کر شور کرنا چاہتا تھا کہ والدہ کمال خاں نے اسے روک دیا اور سمجھایا کہ اس وقت چیخنے چلانے یا رونے دھونے کے بجائے بازوؤں میں قوت پیدا کرو۔ دل میں عزم بیدار کرو اور ہاتھ میں شمشیر لے کر اسمٰعیل عادل شاہ اور اس کی والدہ سے اپنے باپ کا انتقام لو تاکہ بعد ازاں شاہی تخت پر بیٹھ سکو اور قلعہ خارزان عادل شاہی کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

صفدر خاں کی بدلہ لینے کے لیے تیاری

صفدر خاں کی اس وقت پچیس سال کی عمر تھی پھر بھی وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا قتل کے واقعہ کی اطلاع ہوتے ہی لوگ منتشر ہونے لگیں گے اور دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جائے گا لہٰذا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسے اس واقعہ کے مشتہر ہونے سے پہلے قلعہ چھوڑ کر کسی اور سمت چلا جانا چاہیے اس کی والدہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ والدہ کے نزدیک قلعہ میں مقیم لوگ حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھے' لہٰذا اس نے صفدر خاں کو باب قلعہ بند کرانے کا مشورہ دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہوں' ہمدردوں اور ملازمین کو یہ بتائے کہ وہ سب خان والا نشان کے حکم کی تعمیل میں اسمٰعیل عادل کا سر کاٹ کر حاضر کریں اور خود بھی ان کے ہمراہ جائے اور اپنے والد کا انتقام لے' اس منصوبے کے پیش نظر باب قلعہ بند ہوا اور سب کو اس حکم کی اطلاع دے دی گئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کو مار ڈالا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

پونجی خاتون کی تدبیریں

پونجی خاتون کو اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ یوسف ترک اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے سکا اور کمال خاں پر بھی ساری باتیں روشن ہو گئی ہیں اور اب اس کے متعلقین شاہی خاندان سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں خود مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئی- اس نے صندل خواجہ سرا کے ذریعہ دیوان خانے اور چوکی پر متعین لوگوں کو مکان کے دروازے پر پہنچوا دیا- خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جن محافظین کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے وہی تین سو کی تعداد میں مغل یہاں حفاظت کر رہے تھے' علاوہ ازیں تین سو بیس حبشی اور دکنی بھی تھے- امراء اور عہدہ داروں میں تقریباً ہر ایک پر کمال خاں کا اعتماد تھا اور وہ سب کے سب اس کی بڑی عزت کرتے تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے خادم اور معاون تھے- صفدر خاں ان کی طرف سے قطعاً پر امید رہا اس نے ان کی فرماں برداری اور خلوص پر بالکل شبہ نہیں کیا اور انہیں اپنا رفیق و ہمدرد ہی سمجھا-

پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا

الغرض پونجی خاتون نے نقاب کے اندر سے ہر شخص کو یہ باور کرایا کہ کمال خاں دکنی اسمٰعیل عادل شاہ کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ان کے قتل کرانے کے بعد حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے- لہٰذا جن لوگوں نے عادل شاہی نمک کھایا ہے اور جو باوفا ہیں انہیں حریفوں سے نبٹنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے' البتہ جو شخص نمک حلالی اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں ہے وہ اپنا راستہ لے- پونجی خاتون کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ دو سو مغلوں اور ستره دکنیوں اور حبشیوں نے اپنی خدمات بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیں اور نہایت مخلصانہ انداز میں شاہی محل میں در آئے' جو لوگ بچ گئے انہوں نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا- اس طرح پونجی خاتون اور اسمٰعیل عادل کی پھوپھی دلشاد آغا دونوں نے مردوں کے سے کپڑے پہنے اور مع تیر کمان لگن محل کی ڈیوڑھی پر آ گئے- دلشاد آغا یوسف عادل شاہ کے آخری عہد میں یہاں آ چکی تھیں- اب شہزادے کو بھی ساتھ لے کر کوٹھے پر چڑھیں یہ محل کافی بلندی پر واقع تھا- ان عورتوں نے مغلوں کو شاہی مراعات کا لالچ دے کر اپنے پاس کوٹھے پر بلا لیا- صفدر بھی وہاں آ چکا تھا اس نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا- مغلوں نے اپنے تیروں اور عورتوں نے سنگ باری کے ذریعہ سارے قلعہ میں ہلچل مچا دی- قلعہ کے برج بارہ کا محافظ مصطفیٰ فاروقی بھی اس موقع پر آ گیا- کمال خاں دکنی ہمیشہ اس مور ضعیف کو نظرانداز کرتا رہا تھا اس نے کبھی اس طرف دھیان تک نہ دیا تھا' مگر اس وقت یہ بھی محل کے پچھلے حصہ کی طرف پچاس تفنگچیوں سے لیس کھڑا تھا- خواتین انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور رسول کے ذریعہ ان کو اوپر بلا لیا-

محل میں قیامت کا نمونہ

صدائے تفنگ اور شور و غل نے سارے محل کو قیامت کا نمونہ بنا دیا کافی دیر تک جنگ جاری رہی- صفدر خاں کی والدہ صدائے تفنگ سے چونک اٹھی اسے فوراً صفدر خاں کے ڈر جانے کا خیال پیدا ہوا' لہٰذا اس نے لشکر کو بڑی توپیں لانے اور محل کو ڈھانے کا حکم دیا تاکہ فوج کے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں صفدر خاں نے اپنی والدہ کی رائے سے اتفاق کیا- اس نے قلعہ کو مسمار کرانے اور حریفوں کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور لشکر کے جانباز سپاہیوں کو بڑی توپیں لانے کا حکم جاری کیا- شہر کے سپاہیوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ باہر سے کوئی مدد عادل شاہی نوجوانوں کو نہ پہنچ سکے- عادل شاہی عورتوں پر حریفوں کا یہ راز کھل گیا انہوں نے ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ بڑی توپوں کے پہنچنے سے پہلے مغل سپاہیوں کو کوٹھے کے پچھلے حصہ میں روپوش کر دیا جائے تاکہ صفدر خاں کو مغلوں کے بھاگ جانے کا دھوکہ ہو اور وہ پھر پیش قدمی کرے اور بڑی توپوں کے پہنچنے کا منتظر نہ رہے اس طرح اس مکار کو زک پہنچے- شاہی عورتوں کا یہ آلہ کار آمد ثابت ہوا- صفدر خاں بہ آسانی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

صفدر خاں کے قتل کی تفصیل

مغلوں کے کوٹھے کے پیچھے روپوش ہونے کا صفدر خاں اور اس کے ساتھیوں کو علم نہ تھا وہ سب یہ سمجھے کہ مغل سپاہی بھاگ گئے۔ لہٰذا انہوں نے لکن محل کی جانب پیش قدمی کی کسی شخص نے انہیں قطعاً نہیں روکا۔ یہاں تک شاہی محل کی خواتین چپ چاپ ان کا تماشہ دیکھتی رہیں۔ حریفوں نے بڑے اطمینان سے قلعہ کا دروازہ توڑا اور اندر وارد ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اندرونی دروازہ کو مسمار کرنا شروع کیا اتنے میں مغل سپاہیوں نے عورتوں کے ایماء سے ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی' جگہ کافی محدود تھی۔ حریفوں کے بہادر سپاہی جان بحق ہوئے اور اسی عرصہ میں صفدر خاں کی آنکھ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ بھاگا اور نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اسی دیوار کی طرف آیا جہاں اسمٰعیل عادل شاہ موجود تھا وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ پونجی خاتون نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر صفدر خاں کو پہچان لیا اور بیٹے کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کو گرانے کا اشارہ کیا' اسمٰعیل عادل شاہ نے والدہ کا اشارہ پاتے ہی وہ پتھر نیچے گرا دیا اور اس طرح صفدر خاں کا دماغ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حریفوں نے سردار کی لاش دیکھی اور کمال خاں کے دولت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اسے بھی مردہ پایا پھر معاً وہ لوگ قلعہ سے بھاگ نکلے مغل سپاہیوں نے بھی قلعہ سے باہر آ کر دونوں حریفوں یعنی صفدر اور کمال خاں کے سروں کو ان کے جسم سے علیحدہ کیا اور نیزوں پر رکھ کر سارے شہر میں جلوس نکالا۔

شہر کے مشہور امراء کی فراری

خان جہاں اور عمدۃ الملک وغیرہ شہر کے مشہور امیروں میں شمار ہوتے تھے' انہیں کمال خاں سے بڑا لگاؤ تھا۔ انہیں اس قسم کے حادثہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا' اب اس حادثہ کی خبر سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ اسی پریشانی کے عالم میں اپنی ساری دھن دولت چھوڑ کر ملک سے کوچ کر گئے۔

یوسف ترک کی میت

اسی دن اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے بہادر شہید کی میت بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اٹھائی اور خود میت کے ساتھ رہا پھر پونجی خاتون کے دیئے ہوئے دس ہزار ہون' دیگر عورتوں کے بارہ ہزار ہون عادل شاہ نے یوسف ترک کے نام پر خیرات کے طور پر تقسیم کیے۔ اس نے یوسف کا مقبرہ مع ایک گنبد تعمیر کرایا اور خدام کا تقرر کر کے شام کے وقت قلعہ میں پہنچا' اس نے زندگی بھر خیرات تقسیم کی اور برسی کے دن وہ خود یوسف ترک کے مقبرے پر جایا کرتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا نظام حکومت

تاریخ نویسوں کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حادثہ کے دوسرے روز اسمٰعیل عادل شاہ نے عنان حکومت سنبھالی اور دیوان عام میں رعایا کو بلایا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ پر خیرات اتار کر تقسیم کی' فضلا اور علماء کے سرغنہ غیاث الدین شیرازی نے اپنے خاصہ سحر نگار سے حریفوں اور ان کے خیر خواہوں کی شکست' بربادی اور پریشانی کا سارا حال بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا اور برق رو پیغمبران نوشتوں کو لے کر دکن کے شاہی درباروں میں پہنچے اس طرح حریف اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا حال ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

پونجی خاتون کے فیصلے

کمال خاں اور اس کے بیٹے کے خیر خواہوں اور دوسرے باغی قیدیوں کو پونجی خاتون کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ لوگ اپنے کیے کی سزا پا سکیں۔ اس عورت کو پونجی خاتون نے صرف ملک بدر ہونے کی سزا دی اور دوسرے لوگوں کو معاف کیا بلکہ راستے کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو اس کے ہمراہ بھی کر دیا۔ ان نجومیوں کی بھی مال و دولت اور کئی مراعات عطا کی گئیں' جنہوں نے کمال خاں کے سامنے پیش گوئی

besturdubooks.wordpress.com

کی تھی- ان اشخاص کو بھی جاگیریں اور عہدے دیئے گئے جنہوں نے اس موقعہ میں عادل شاہی خاندان کا ساتھ دیا تھا- خوش کلامی آقا سکندر' آقا رومی' مصطفیٰ آقا مقرب خاں کرد' مظفر خاں رودباری' خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی جو پہلے سلح داری تھے اب عہدہ ہائے امارت سے سرفراز کیے گئے- اس طرح انہیں کافی اختیارات و حقوق کا حامل بنا دیا گیا- ملکہ نے ان سلح داروں کو بھی واپس بلانے کی کوشش کی جو کمال خاں کے جور و ستم سے گھبرا کر تلنگانہ' برار' گجرات' خاندیش اور احمد نگر چلے گئے تھے- ان میں میرزا جہانگیر قمی' حیدر بیگ سوبجنگ بہادر وغیرہ شامل تھے' پونجی خاتون نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انہیں کافی اطمینان دلا کر بلانا چاہا-

حبشیوں اور مغلوں کا تقرر

جولاری الاصل خسرو ترک نے وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کو غلام مشہور کر رکھا تھا- پونجی خاتون نے بلگواں اور اس کے قرب و جوار کے علاقے اس کے سپرد کیے اور اسے اسد خاں کے خطاب سے نوازا' غلامان کرخی سے تعلق رکھنے والے یوسف کو شحنہ دیوان مقرر کیا گیا- پونجی خاتون نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جو اس نے حادثہ کے دوران میں کیا تھا کہ وہ صرف مغل اور حبشیوں کو ملازمت نہ دے گی- اس نے تمام امراء اور روساء کو حکم دیا کہ مغل اور حبشیوں کو فوج میں کسی عہدے پر فائز نہ کیا جائے کیونکہ عادل شاہی خاندان اور سلطنت کے احیاء کے پیش نظر یہ امر ضروری اور لابدی ہے- تقریباً بارہ برس تک بغیر کسی رد و بدل کے یہ قانون ملک میں نافذ رہا اس کے باوجود مغل اور حبشیوں نے درخواست کی کہ کم از کم ان کے فرزندوں ہی کو نوکر رکھنے کی اجازت دی جائے- لیکن پونجی خاتون نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی' البتہ افغان اور راجپوتوں کو نوکری کی اجازت دے دی یہ سلسلہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد تک جاری رہا اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی- کوئی مغل یا حبشی فوج میں نوکر نہیں رکھا گیا نہ کسی نے ایسا کرنے کی جرات کی-

ان فوجوں کی مدد سے بادشاہ نے بارہا راجاؤں پر حملے کیے اور قرب و جوار کے جاگیرداروں کو پسپا کیا یہاں تک کہ امیر برید اور سلطان بہمنی جن کی پچیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج نے بیجاپور پر حملہ کیا تھا- بادشاہ سے شکست کھا چکے تھے اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کمال خان کی حیات ہی کے دوران امیر برید نے بیجاپور کے اکثر شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے- کمال خاں کے مرنے پر مرزا جہاں گیر حسن آباد اور اس کے پرگنوں کا مالک بن گیا تھا کیونکہ وہ احمد نگر کی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا- اور بیجاپور میں ملازمت اختیار کر چکا تھا اس نے نصرت آباد' ساغر اور اکبر کے قلعہ حریفوں سے چھین لیے امیر برید کے چار سو سے زائد بہی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمام نواحی بستیوں کو دوبارہ سلطنت میں شامل کیا- یہ سب کچھ اس نے امیر برید کے بہادر اور جان باز بھائیوں کو قتل کر کے کیا- اس عظیم حادثہ نے امیر قاسم برید کو ماہی بے آب کی طرح بے تاب کر دیا- محمود بہمنی کی ذاتی سفارش اور اپنی تحریر سے حکام دکن کو اتنا متاثر کیا کہ سلطان قلی علی شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ نیز برہان نظام شاہ نے اس کی امداد کے لیے فوراً فوج روانہ کر دی-

امیر قاسم برید اور اسمٰعیل عادل شاہ کا مقابلہ

اس فوجی کمک کو لے کر امیر قاسم برید ۸۵۷ھ میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا- اور اس نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی- اس لشکر میں محمود شاہ بہمنی بھی موجود تھا مصلحت وقت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے پیش قدمی نہ کی اور وہ تماشائی کی حیثیت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا' لیکن امیر برید کے فوجی بیجاپور کے قریب امیہ پور پہنچے اس امیہ پور کی بنیاد یوسف عادل شاہ ہی نے ڈالی تھی- حریف اس کو حراست میں لینا ہی چاہتے تھے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ شہر چھوڑ کر حریفوں پر حملہ آور ہوا- اس لشکر میں زیادہ تر مغل تھے' لہٰذا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا- خون ریزی کے بعد امیر برید مع اپنی

besturdubooks.wordpress.com

فوج کے میدان جنگ سے بھاگ گیا' لیکن محمود شاہ بہمنی اور اس کا بیٹا احمد شاہ دوران جنگ میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے لہٰذا انہیں قید کر لیا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی

اسمٰعیل عادل شاہ نے چاہا کہ سلطان محمود اور شہزادہ دونوں کو بیجاپور لایا جائے جس کے لیے اس نے گھوڑے مع زین اور لگام پیش کیے اس نے یہ بھی چاہا کہ سلطان محمود کو امیر برید سے رہائی حاصل ہو جائے۔ لیکن بادشاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس نے بیجاپور آنے کی بجائے اسی جگہ پر اپنے جسم کے زخموں کا علاج کیا۔ یہ زخم میدان جنگ میں گھوڑے سے گرنے پر لگے تھے زخموں کے بھرنے کے بعد سلطان محمود نے اسمٰعیل عادل سے استدعا کی کہ شہزادہ احمد کی منکوحہ بی بی ستی نوشتہ کو دی جائے اور جشن عشرت بھی منایا جائے اسمٰعیل عادل شاہ اس بات پر راضی ہو گیا لہٰذا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ خواب گاہ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز گلبرگہ میں یہ اہتمام کیا جائے لہٰذا دونوں گلبرگہ پہنچے جہاں جشن عشرت بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا اور بی بی ستی کو شہزادہ احمد کی تحویل میں دے دیا گیا۔

بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود کو اسمٰعیل عادل شاہ نے احمد آباد بیدر روانہ کرتے وقت پانچ ہزار مغل بھی ساتھ کر دیئے۔ امیر قاسم برید کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود دونوں اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچ رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مال و دولت چھوڑ کر خود کو قلعہ میں محبوس کر لیا۔ سلطان محمود بغیر کسی خوف و ہراس کے کچھ عرصہ سے نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اس نے چوکیداروں اور حفاظت کرنے والوں تک کا خیال نہیں کیا۔ شراب پینے' گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں کئی دنوں تک خود کو غافل رکھا۔

امیر قاسم برید کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے احمد آباد بیدر کے قرب و جوار رخصت ہوتے ہی امیر قاسم برید تقریباً تین چار ہزار بہی خواہوں کے ہمراہ شہر پر چڑھ آیا۔ بڑی آسانی کے ساتھ سحر کے وقت دروازہ تک پہنچا۔ محافظین اور پہرہ داروں نے ان کو بخوشی اندرون شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور ان کی راہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ ان محافظوں اور دروازہ کے پہرہ داروں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد نہ تو اس قابل ہیں کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کے حکم کی تابعداری کی جائے اور نہ ہی ان میں اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت یا استطاعت ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی امیر قاسم برید نے چاروں طرف اپنے محافظین کو مقرر کیا اور مددگاروں سے کام لے کر سابقہ عہدے پر جلوہ افروز ہوا۔ صبح کو جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے الٹا ہی معاملہ دیکھا لیکن اسے اس کا نہ صدمہ ہوا نہ تعجب! کیونکہ وہ امراء سے مرعوب تھا اور وہ ان کی ہر قسم کی بات گوارا کر لینے کا عادی بن چکا تھا اس کو امیر قاسم برید سے جو سامان عیش و طرب اور نائو نوش مل گیا اسی کو اس نے غنیمت سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی

ہندوستان میں چند برس قبل والی ایران شاہ اسمٰعیل صفوی کے ایلچی آئے تھے۔ ان ایلچیوں کی آؤ بھگت' استقبال اور توقیر کرنے میں تمراج رائے بیجانگر اور شاہ گجرات پہلے ہی ایک اچھی مثال پیش کر چکے تھے۔ اور انہیں شاہی تحائف اور ہدیہ وغیرہ سے نواز چکے تھے۔ محمود بہمنی نے اپنے ملک میں انہیں بڑے احترام' وقار اور گرم جوشی کے ساتھ بلایا اور حسب مراتب شاہانہ ان کی رخصت چاہتا تھا اس کے برعکس امیر برید اختلاف مذہبی کے سبب شاہ سے متفق نہیں تھا بلکہ وہ شاہ کو اس کے ارادہ کی تکمیل میں روڑا اٹکاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دو

besturdubooks.wordpress.com

سال تک ایلچی اپنے ملک ایران واپس نہ جا سکے۔ مجبوراً انہوں نے ایک نوشتہ اسمٰعیل عادل شاہ کو روانہ کیا جس کے جواب میں امیر قاسم برید اور محمود بہمنی دونوں کو حکم ملا کہ ایرانی ایلچیوں کی رخصت میں مزید تاخیر کی ضرورت نہیں ان کی خاطر مدارات کے فوراً بعد روانہ ہی کر دینا بہتر ہے۔ امیر برید نے اسماعیل عادل شاہ کے جواب کو نہایت سخت سمجھ کر ایلچیوں کو فوراً رخصت کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال

اسمٰعیل عادل شاہ نے ان ایرانی ایلچیوں کا نہایت گرم جوشی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا اور ایلیہ پور میں شرف باریابی بخشا۔ چونکہ ایلچی اور اسمٰعیل عادل شاہ ایک مذہب کے ماننے والے تھے لہٰذا اس نے ان کو بڑے شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے ایران رخصت کیا روانگی کے وقت بندر مصطفیٰ آباد کے مقام پر ان کی بڑی عزت کی گئی۔ جب والی ایران کو ان تمام باتوں کا علم ہوا تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایک مددگار روانہ کیا جس کے ہمراہ بادشاہ کے لیے نہایت قیمتی شاہانہ تحائف' ایک تلوار اور مرصع کمر بند تھے۔ اس مددگار کا نام امیر ابراہیم بیگ ترکمان تھا۔ اپنے نوشتہ میں والی ایران نے عادل شاہ کے لیے مجد السلطنت والحشمتہ والشوکہ والا اقبال جیسے القاب اور آداب تحریر کیے۔ فارسی زبان میں لکھے ہوئے یہ خطابات اور القاب و آداب اسمٰعیل عادل شاہ کے لیے مسرت کا باعث بنے اور اب اس نے اپنے آپ کو شاہانہ جملوں کا متحمل سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل

بیجاپور میں جس شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ایلچیوں کی آؤ بھگت کی گئی اس کو بہ تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہے چاروں طرف شادیانے بجوائے گئے۔ ایرانی ایلچیوں کی پوشاک کا خیال رکھتے ہوئے حکم جاری کیا گیا کہ تمام مغل سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ سر پر دروازدہ شعبہ سرخ پہنیں ورنہ کسی مغل سپاہی کو شرف باریابی نہیں بخشا جائے گا۔ علاوہ ازیں خلاف ورزی کرنے والے یا حکم نہ ماننے والے سے بارہ بکریاں حاصل کی جائیں نیز اس کے سر سے پگڑی اتار کر اسے برہنہ سر بازار میں پھرایا جائے گا۔ تاکہ لوگ اس پر لعنت ملامت کریں اور دوبارہ اس قسم کی حرکت سرزد کرنے سے باز رہے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس حکم کی پوری تعمیل میں شہر کے اندر کوئی شخص بغیر دروازدہ شعبہ سرخ سر پر رکھے نظر نہیں آیا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی جاری ہوا کہ عید' بقر عید اور دیگر مذہبی تہواروں پر عبادت کرتے وقت خطبات میں والی ایران کی خوش حالی اور درازی عمر کی دعائیں مانگی جائیں۔ یہ سلسلہ سلطنت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے عہد کے اواخر تک تقریباً ستر سال تک جاری رہا۔

تاریخ نویسوں کا خیال

تقریباً ہر تاریخ نویس اس امر سے اتفاق کرتا نظر آتا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بڑا عقل مند' دور اندیش' مردم شناس وقت شناس اور باوقار بادشاہ تھا وہ قریب قریب ہر کام کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا اسی لیے حریفوں پر جلد غالب آ جاتا تھا۔ اس نے تقریباً تمام لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی غالباً ایک مرتبہ جنگ کنہڑ میں جو غیر مسلموں کے درمیان تھی' اپنی مے نوشی کے سبب فریب میں مبتلا ہو گیا اور دھوکا کھا گیا اور اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔

جنگ کنہڑ کا حال

دکنی تاریخ نویسوں کا خیال اس جنگ کے متعلق یہ ہے کہ کنہڑ میں جتنے غیر مسلم حکمران تھے ان کے ظلم و تشدد کو یوسف عادل شاہ نے اپنی بہادری اور شجاعت کے زور سے ختم کیا۔ بت پرستوں کے قبضہ سے اوز دواب ملک کو نکالا اور اس طرح کنہڑ اور مدگل و رائچور کے قلعے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ بیجاپور کے حکمران کے ظلم و ستم سے اہل ملک پریشان تھے اب انہیں نجات مل گئی۔ جب یوسف عادل شاہ نے انتقال کیا تو تمام ملک میں قاسم برید اور کمال خاں کی تخریبی کارروائیوں کی خبر عام ہو گئی۔ اس طرح تمراج' مدگل اور رائے

besturdubooks.wordpress.com

چور کے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے غرض تمراج نے معاہدوں کے ذریعہ مدگل اور رائے چور کے قلعے اپنی حراست میں لے لیے ان قلعوں پر تمراج کا قبضہ ۹۲۷ھ تک رہا' کیونکہ اس عرصہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو دکن میں کمال خاں کی سرکشی کی وجہ سے اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ اس طرف دھیان دیتا اور تمراج سے قلعوں کے متعلق باز پرس کرتا۔ دوسرے عادل شاہ کے پاس کوئی امیر بھی ایسا نہ تھا جس کی مدد سے وہ اس کام کی تکمیل کرا سکتا۔ جب شاہی خاندان کے بہی خواہوں نے امیر قاسم برید کو ملک بدر کیا اور قرب و جوار کے امراء و روساء اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے نزاکت وقت کے پیش نظر مدگل اور رائے چور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ تمراج سے کیا جس کے لیے وہ خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

تمراج کی جنگی تیاریاں

جب تمراج کو اسمٰعیل عادل کی نیت کا پتہ چلا تو اس نے کچھ فوج کے ساتھ بیجاپور کا رخ کیا اور جلد ہی کرشنا دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ مختصر سے عرصہ ہی میں کنہڑ اور اس کے قرب و جوار بلکہ دور دور کے علاقوں کے امراء و حکمران بھی جنہوں نے غائبانہ طور پر تمراج کو اپنا سردار تسلیم کر رکھا تھا اس وقت تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو گئے۔ ان سب نے تمراج کو اپنی وفاداری' فرمانروائی' مدد اور تابعداری کا یقین دلایا نتیجہ میں تمراج ایک طاقتور فریق بن گیا اور اب اس کی پوری فوج کی تعداد پچاس ہزار سواروں اور چھ لاکھ پیادوں پر مشتمل تھی۔

اسماعیل عادل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ

مجمل طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسمٰعیل عادل نے جب یہ دیکھا کہ تمراج بہت جلد بیجاپور پہنچ گیا اس نے تمام پانی کے چشموں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور ان کے علاوہ وہ تمام امراء اور حکام جو کبھی دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر اس کے پاس نہیں آئے تھے' اب متحد ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے تو اس (اسمٰعیل عادل شاہ) نے تمراج کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال ترک کر دینا چاہا۔ اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں کسی دوسرے مناسب وقت کا منتظر رہنا پسند کیا لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل طور پر ہو چکی تھیں' شاہی آلات باہر آ چکے تھے اس کے علاوہ کچھ امیروں نے بھی بادشاہ کو جنگ کرنے کے لیے اکسایا لہٰذا اب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی فوج میں اس مرتبہ سات ہزار تاجپوش سوار تھے جن میں اکثریت ان سپاہیوں کی تھی جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے تھا۔ بہرحال دریا کے کنارے سب کے خیمے نصب کر دیئے۔

بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت

دریا کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ شاہی خیمہ میں مقیم ہوا اور بغیر کسی خوف و ہراس کے جنگ میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بارش شروع ہوتے ہی شراب نوشی میں مصروف ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس کے ایک ہم پیالہ نے شراب نوشی کے لطف کو دوبالا کرنے کے لیے پس پردۂ شاہی ایک عمدہ سا شعر نہایت سریلی آواز میں سنایا اس شعر کا سننا تھا کہ بادشاہ پردہ سے باہر آیا اس نے فوراً ایک بزم عشرت منعقد کرانے کا فیصلہ کیا غرض مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خوبصورت اور خوب رو معشوق حاضر کیے گئے۔ جن کا حسن انسان کے ہوش و حواس باختہ کر دے علاوہ ازیں باذوق اور شوخ طبع احباب ادھر ادھر تشریف فرما ہوئے۔

دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت

جب شراب اپنا پورا اثر کر گئی اور محفل اپنے شباب کو پہنچ گئی تو اسمٰعیل عادل شاہ نے دریا پار کرنے کی طرف دھیان دیا۔ ارکان دولت کو طلب کر کے قصبے کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ چمڑے کے خول چڑھے ہوئے قفوں کی تعداد سو ہے باقی کچھ دنوں میں تیار ہو جائیں گے بادشاہ نشہ میں چور تھا ایک ہاتھی پر بیٹھا اور سیاحت کا بہانہ کر کے دریا کے کنارے گھومنے لگا لیکن اپنے دل کی بات کسی

besturdubooks.wordpress.com

شخص کو نہیں بتائی' یہ دیکھ کر مسلم لشکر بڑا حیران ہوا کیونکہ بادشاہ جنگ کے دوران میں بیشتر اسی ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا بادشاہ ابھی مشکل سے ایک کوس ہی جانے پایا تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کو سواری کا مقصد ظاہر کیا۔ ساتھ ہی سارے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر دریا پار آئیں اور چرمیں قفوں پر گھوڑوں کو دریا کے پار لے آئیں' لوگ اس حکم کو سن کر بڑے پریشان ہوئے اس لیے کہ اس زبردست دریا کو پار کرنا ہاتھیوں کے بس کی بات نہ تھی اور یہ قریب قریب ناممکن العمل تھا بایں سبب ہر شخص کنارے کھڑا دریا کو تک رہا تھا بادشاہ تو چونکہ نشہ میں چور تھا اس کی عقل اس وقت قطعاً کام نہیں کر رہی تھی۔ لہٰذا اس نے اس کام کا آغاز کیا اور دریا میں مع ہاتھی کود پڑا۔ لیکن اپنے جاہ و جلال شاہانہ کے سبب وہ بغیر کسی قسم کے نقصان یا ایذا کے دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دریا کے پار معرکہ جنگ

بادشاہ کے پیچھے دو سو ہاتھیوں پر سوار بھی دریا پار کر گئے اور دو مرتبہ گھوڑوں کو قفوں میں دریا پار لے گئے۔ کچھ بقیہ فوجی دریا میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حریفوں کا لشکر مقابلہ کے لیے آ پہنچا جو مغل سپاہی اور دوسرے فوجی دریا عبور کر چکے تھے انہوں نے گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اول الذکر دو ہزار اور آخر الذکر دو لاکھ پیادوں اور اسی ہزار سواروں کی شکل میں تھے تاہم اسمٰعیل عادل شاہ معرکہ آرائی میں نہایت عقل مندی اور ہوشیاری سے فوجوں کی تنظیم کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے متحد ہو کر یلغار شروع کی اور تقریباً دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیجانگر کے راجہ کا سپہ سالار مغل سپاہیوں کی تلوار کا نشانہ بنا اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں مغل سپاہی بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ صف آرا ہو کر لڑے لیکن آخر وقت ان کے پاس آلات جنگ ختم ہو گئے۔ جس کے سبب ڈیڑھ ہزار مسلمان میدان میں کام آئے جو فوج بچ گئی وہ جان بچا کر بھاگ گئی' کسی پل کے نہ ہونے کی وجہ سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچنا بڑا مشکل تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ جو مسلمان سپاہی جان بچا کر بھاگے انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور اس طرح خود بادشاہ کے ہاتھی کو ترسول بہادر اور ابراہیم بیگ میدان جنگ سے نکال کر اپنے آگے آگے لے آئے اور دریا کی طرف چل دیئے' نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا ہاتھی نیز سات تا چوش سوار دوسرے کنارے تک پہنچ گئے' باقی تمام ہاتھی اور گھوڑ سوار دریا میں ڈوب گئے۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے بین صلاح مشورہ

تاریخ میں غالباً یہ پہلا زبردست واقعہ ملتا ہے جب کہ ایک حاکم وقت فوج کی طرف سے غافل رہ کر حریفوں سے برسرپیکار ہوا ہو۔ اور اپنے خیر خواہوں اور متعلقین کو موت کے گھاٹ اتروا کر اکیلا بہ دقت تمام دریا پار پہنچا ہو۔ جس اسد خاں لاری کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس سے اسمٰعیل عادل شاہ نے صلاح مشورہ کیا اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سوالات کیے۔ اسد خاں لاری نے نہایت مودبانہ انداز میں اس اہم حادثہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب دارالحکومت بیجاپور کو روانہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بات سب پر روشن ہے کہ تمام ہندوستان کے راجاؤں میں بیجانگر کا راجہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اور کبھی بھی کسی بہمنی بادشاہ نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور وسیع ریاست کے پیش نظر اس راجہ کی فوج سے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اسد خاں لاری کا ایک اور اہم مشورہ

علاوہ متذکرہ مشورہ کے ایک اور مشورہ اسد خاں لاری نے یہ دیا کہ اب تمام ہی خواہوں اور خیر اندیش لوگوں کی رضا یہی ہے کہ برہان نظام شاہ بحری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور تعلقات کو استوار کیا جائے۔ جس کے لیے شادی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہو تاکہ دلوں میں گنجائش اور سینوں میں دوستی کا عزم بیدار ہو۔ بعد ازاں مشترکہ اتحاد و تنظیم کے ساتھ بانی فتنہ امیر قاسم برید سے باز پرس کی جائے اور اس کو خوب مزہ چکھایا جائے۔ تاکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو' اس طرح بغیر پریشانی اور تکلیف کے

besturdubooks.wordpress.com

حریفوں دھوکے بازوں اور فریب دینے والوں سے نمٹا جا سکے گا۔ قصہ مختصر بادشاہ نے عزم کیا کہ تاوقتیکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر اس کا قبضہ نہیں ہو تا وہ تمام عیش و عشرت اور آرائش وغیرہ سے بے تعلق رہے گا۔

اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل

اس حادثہ کے بعد سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا اور مدگل اور رائے چور کو حراست میں لینے کے وقت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ تا مرگ شراب کی زیادتی سے احتراز برتا کبھی اتنی شراب نوشی نہیں کی کہ ہوش و حواس سے کام نہ لیا جا سکے۔

عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز

اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس خدمت کو انجام دینے کے لیے سید احمد ہروی کا انتخاب کیا گیا جو ایران میں اس سے پہلے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا تھا۔ سید احمد ہروی اور شاہ طاہر میں پہلے سے کوئی مغائرت نہ تھی' ان دونوں میں کافی اتحاد' میل ملاپ اور محبت تھی' لہٰذا ہروی کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ نظام شاہی کے رسم و رواج کے مطابق تمام اراکین ریاست کے ہمراہ سید احمد ہروی کو خوش آمدید کہا گیا اور اس طرح برہان الملک اور سید احمد ہروی کا تعارف دیگر امراء کی طرح کرایا گیا اور ایک مخصوص ملاقات میں دونوں کی بات چیت ہوئی' کافی عرصہ تک پیام و سلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر شاہ طاہر اور سید احمد ہروی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے سدلا پور کے مقام پر دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اب صدلا پور قصبہ کو شولا پور کے نام سے پکارا جاتا ہے اس ملاقات میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔

شاہ طاہر کا استقبال

۹۳۰ھ رجب کی چوتھی شب کو اسمٰعیل عادل شاہ کے مکان پر شاہ طاہر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہ طاہر کی آمد سے گھر میں چہل پہل اس کی آرائش و زینت اور بزم کی رونق میں بڑا اضافہ ہوا اسمٰعیل عادل شاہ اپنے بڑے فرزند کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور کچھ فاصلہ پر دونوں نے شاہ طاہر کا شاندار استقبال کیا۔ علاوہ ازیں اس بادشاہ کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کسر باقی نہ رکھی' ہر طرح ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے یہاں تک کہا کہ وہ ایک فقیر کے گھر میں خلیفہ یا پیغمبر کی کیا خاطر تواضع کر سکتا ہے۔ اس نے بڑے عاجزانہ انداز میں شاہ طاہر کو بتایا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک مہمان کی اچھی طرح خاطر کر سکے تاکہ محبت اور خلوص میں اضافہ ہو' لیکن شاہ طاہر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بادشاہ کے اہتمام کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔

شادی کی رسم

اس صحبت میں عقد اور شادی کی بات بھی چھڑ گئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ پہلے ہی سے اس کا خواہاں تھا لہٰذا اس نے شاہ طاہر کی درخواست قبول کر لی اس طرح عقد کی رسم ادا ہوئی بزم طرب منعقد ہوئی یوسف عادل شاہ کی لڑکی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ بحری سے کر دی گئی۔ دونوں جانب سے ایک دوسرے کو مبارک باد' تحفہ' نذرانہ وغیرہ دیا۔ دوستی' محبت اور اخلاص کے رشتہ کو استوار کیا گیا اور اس کے بعد دونوں اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمنی کا آغاز

اس مشروط نکاح میں ایک شق یہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی رتن خاں سے لیے ہوئے کمال خاں سرنوبت کے ساڑھے پانچ پتے اور شولا پور کا علاقہ مریم سلطان کے جہیز میں شاہ طاہر کو دیا گیا مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس سلسلہ میں لاپروائی برتی' نتیجہ یہ ہوا کہ

besturdubooks.wordpress.com

جس خلوص' ہمدردی محبت اور اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ نکاح کے وقت کیا گیا تھا' بیکار ثابت ہوا اور اس رشتہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت کی ایک بنیاد ڈال دی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔

اسمٰعیل عادل شاہ پر فوج کشی

ایک ہی سال بعد برہان نظام شاہ والی برار علاؤالدین عماد شاہ کی مدد حاصل کر کے اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھ آیا۔ والی برار کی تائید اور مدد نے حریف کو شولا پور اور قلعہ کی حراست میں کامیابی عطا کی' ساتھ ہی ایک پیامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو علم تھا کہ اب تمام حریفوں کی تعداد چالیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے لیکن وہ خود کو خدا کے سپرد کر کے بارہ ہزار مضبوط اور بہادر سپاہیوں کو لے کر حریفوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر بھی جنگ کا آغاز نہ ہو سکا بایں خیال اسمٰعیل عادل شاہ حریفوں سے تقریباً دو کوس ادھر قیام پذیر ہوا۔ جنگ چالیس یوم جاری رہی لیکن اکتالیسویں دن حریفوں کی مدد کے لیے امیر قاسم برید بھی آدھمکا۔ اب جنگی محاذ بنانے کے لیے برہان نظام شاہ نے سارے لشکر کو ترتیب دیا فوج کے درمیان اپنے آپ کو رکھا۔ امیر قاسم برید اور علاؤالدین عماد شاہ کو بالترتیب میسرہ اور میمنہ حوالہ کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم

اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی لڑائی کے میدان کا رخ کیا اس نے بھی اپنے آپ کو فوج کے بیچوں بیچ رکھا۔ علاؤالدین عماد شاہ کے مقابلہ کے لیے اسد خاں لاری کو مقرر کیا اور امیر قاسم برید کے جواب میں ترسوں بہادر کو علاوہ ازیں میسرہ پر فوج کشی کے لیے مصطفیٰ آقا کے ہمراہ ایک ہزار سپاہی اور میمنہ کے لیے خوش کلامی آقا کے ہمراہ ایک ہزار نیزہ باز سپاہیوں کو مقرر کیا یہ اس وجہ سے کیا کہ حریفوں کا محاصرہ ہونے سے پہلے ان مقامات کا تحفظ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

بعد ازاں دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا نیزہ بازوں نے میدان جنگ کو میدان قیامت بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون کے دریا بہہ گئے امیر قاسم برید' ترسوں بہادر اور علاؤالدین عماد شاہ اسد خاں لاری کے حملوں کی تاب نہ لا سکے اور دونوں بالترتیب ہند اور برار کی طرف جا نکلے۔ ادھر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل شاہ کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی کہ خوش کلامی آقا اور مصطفیٰ آقا نے پیش قدمی شروع کی دوسرے نیزہ بازوں کے ہمراہ نظام شاہ بحری اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ نظام شاہ بحری کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سپاہیوں کو چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اسد خاں لاری اس کے تعاقب میں تھا کہ نظام شاہی کے پھریرے پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا' علاوہ ازیں نظام شاہی فوج کا بہت سا سامان جنگ اور جنگی آلات مع زر و مال عادل شاہی لشکروں کے ہاتھ آ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا جشن کامرانی

تاریخ میں عادل اور نظام شاہی خاندانوں کے درمیان یہ سب سے پہلی جنگ تھی' اس جنگ کی بناء شولا پور اور ساڑھے پانچ پتے تھے' دشمن کے لشکر کو تاراج کرنے کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور کا رخ کیا جہاں پہنچ کر اس نے ایک محفل جشن طرب کا انعقاد کیا۔ یہ مجلس تقریباً تیس روز تک جشن فتح مناتی رہی۔ اس کے بعد مختلف امراء اور معزز عہدہ داروں کو عمدہ عمدہ پوشاک انعام و اکرام عمدہ کمربند اور خوبصورت گھوڑے بہادری کے صلہ میں دیئے گئے علاوہ ازیں اسد خاں لاری کو پانچ کلاں اور چھ خورد نظام شاہی فیل دیئے۔ بقیہ ہر خاص و عام اور ہر خورد و کلاں کو حسب مراتب مشاہرہ اور وظیفہ وغیرہ کی رقوم میں اضافہ کر کے ان کی ہمت افزائی کی۔ نیز فوج میں خالصے محلات کی ساری تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

نظام اور عادل شاہی خاندان کے درمیان دوسری جنگ

برہان نظام شاہ نہایت غیور اور حساس حکمران تھا۔ ۹۳۹ھ میں علاؤالدین عماد شاہ سے میدان جیت کر ایک سال کے بعد ہی اسماعیل عادل شاہ سے بدلہ لینے کے لیے بیجاپور کا رخ کیا اور ساتھ ہی امیر قاسم برید کو بھی اکسایا اور اسے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کر لیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی خاموش نہیں بیٹھا اس نے بھی دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ تقریباً تین کوس چل کر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بدقسمتی سے برہان نظام شاہ کا وار خالی گیا اور وہ پھر شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا۔ خواجہ جہاں دکنی چندے نظام شاہی امراء کے ہمراہ حراست میں لے لیے گئے۔ حریف کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں لاری نے قلعہ پرندہ تک دوڑ لگائی اور حریفوں کے بیس ہاتھیوں کو قبضہ میں لے لیا ان ہاتھیوں میں ایک فیل تخت بھی تھا جس پر برہان نظام شاہ سوار ہوتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد

جتنے ہاتھی مال غنیمت میں ہاتھ لگے تھے وہ سب کے سب اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو عطا کیے صرف ایک ہاتھی فیل تخت (مذکورہ بالا) اپنے پاس رکھا۔ اس کا نام اللہ بخش تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو فرزند کا خطاب بھی دیا۔ یہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسمٰعیل عادل نے والی برار سے اور جان کے قصبہ میں اسد خاں لاری کے ایما پر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ کا عقد والی برار علاؤالدین عماد شاہ کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ نے دوستی خلوص' اتحاد اور تنظیم کے معاہدے کیے اور دونوں اپنے اپنے ملکوں کو سدھارے۔

برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد

دوسرے سال یعنی ۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی نے چڑھائی کر دی' برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد مانگی جو منظور ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے چھ ہزار سپاہی اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کی رہنمائی میں نظام کی مدد کے لیے پہنچے بہادر شاہ گجراتی ڈر کر بھاگ گیا۔

امیر قاسم برید کی سازش

امیر قاسم برید نے عادل شاہی امدادی لشکر سے بہادر شاہ کے مقابلے کے دوران میں سازش کی کہ اگر بیجاپور پہنچ کر عادل شاہی لشکر اپنے بادشاہ اسمٰعیل عادل شاہ کو گرفتار کر لے تو اس کا ملک سب لوگ برابر تقسیم کر لیں گے۔ عادل شاہی لشکر نے بیجاپور پہنچ کر اس کی خبر اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور امیر قاسم برید کی بدنیتی کا سارا پول کھول دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بے حد برہم ہوا اور اس نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ امیر قاسم برید سے اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو سخت سزا دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کارروائیاں

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۶ھ میں ایک کہنہ سال قاصد کے ذریعہ برہان نظام شاہ کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور امیر قاسم برید کی ناپاک سازش اور مکروہ عزائم سے اپنی گہری نفرت کا اظہار کیا اس نے صاف صاف برہان نظام شاہ کو بتایا کہ امیر قاسم برید کی گستاخیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں وہ اکثر و بیشتر راجاؤں اور سلطان قلی قطب شاہ سے امداد حاصل کر کے عادل شاہی سلطنت کو نقصان پہنچاتا رہا ہے لیکن اس کے باوجود عادل شاہی خاندان ہمیشہ اس کو معاف کرتا رہا ہے اور اس کی غلطیوں کو نظرانداز کیا ہے' اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اس مرتبہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ امیر قاسم برید کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا اور اس کو ایسا مزہ چکھایا جائے کہ وہ آئندہ غلط قدم اٹھانے سے باز رہے۔ مکاروں اور عیاروں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا دانشمندی نہیں ہے' اگر برہان نظام شاہ اس رائے سے اتفاق کریں تو امیر قاسم برید کی گستاخی کا پھل اس کو دیا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ کی رضامندی

اسمٰعیل عادل شاہ نے بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت نظام شاہی خاندان کے احیاء کے لیے جو مدد کی تھی' اس نے برہان نظام شاہ کو بڑی حد تک عادل شاہ کا ممنون و مشکور بنا دیا تھا- دوسرے بہادر شاہ گجراتی کے حملوں کا خطرہ ابھی لاحق ہی تھا اس کی طرف سے نظام شاہ کو اطمینان نہیں تھا- لٰہذا برہان نظام نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے قطعی طور پر اتفاق کیا اس نے قاصد سے کہا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کی دل جوئی کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے کو تیار ہے- قاصد کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اس کے بعد قاصد کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ واپس کیا گیا-

امیر قاسم برید پر چڑھائی

وقت کی نزاکت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار بہادر اور نڈر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کا رخ کیا امیر قاسم برید خود اپنی کم بینائی اور ضعیف العمری کے سبب کسی دوسری سمت روانہ ہوا لیکن وزیر تمراج بہمنی کی رضامندی سے اپنے بڑے فرزند علی برید اور دوسرے بیٹوں کو قلعہ کا محافظ بنا دیا گیا- احمد آباد بیدر پہنچتے ہی اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کو حراست میں لے کر فتح کرنے کی سعی کی اب اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ میں داخل ہونے اور مختلف سمتوں کی طرف بڑھنے کی تدبیریں سوچیں' اس طرح اندر داخل ہونے کا انتظام کیا گیا-

امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں امیر قاسم برید کے متعلقین اور اس کے خیر خواہ سپاہیوں کی بہادری اور جاں بازی کا چاروں طرف شہرہ تھا یہ لوگ شہر سے نکلے اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے- کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنگ کے نتیجہ کے بغیر یہ لوگ پلٹ گئے کیونکہ قلعہ کو انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا' چند لمحوں کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان قلی قطب شاہ کی فوج بریدیوں کی مدد کے لیے پہنچ رہی ہے علی برید نے فوراً ہی پانچ ہزار دکنی فوج بنائی اور تمام آلات و سامان جنگ سے لیس کیا- پھر حریف کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑا-

بریدیوں کا غرور

علی برید کی والدہ اور امیر قاسم برید کی بیوی کے تین بہادر بھائی تھے ہر بھائی اپنے آپ کو ایک لشکر کے برابر سمجھتا تھا اتفاق سے ایک بھائی کی جب میرزا جہانگیر قمی سے جنگ ہو رہی تھی- وہ حسن آباد گلبرگہ کے مقام پر جاں بحق ہو گیا تھا اس طرح دو بھائی رہ گئے تھے آج یہ دونوں بھائی اسمٰعیل عادل شاہ سے نمٹنا چاہتے تھے دونوں نے یک زبان ہو کر دشمن کو للکارا گویا ان کا یہ نعرہ تھا کہ آج اگر کسی میں طاقت ہو تو ان جیسے نڈر جوانوں کے سامنے آئے اور تنہا مقابلہ کرے- اسمٰعیل عادل شاہ سے نہ رہا گیا اور اس نے زور آزمائی کا تہیہ کیا-

اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح

اسمٰعیل عادل شاہ نے مذکورہ دونوں بھائیوں کا دعوٰی سنتے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہ ان سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا اسد خاں لاری اور دیگر امراء نے بادشاہ کو ہرچند منع کیا لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے کسی کی کوئی پروانہ کی اور میدان جنگ میں کود پڑا دونوں فریقین میں خونریز جنگ ہوئی' نتیجہ میں دونوں بھائی مارے گئے- ہر شخص نے داد تحسین کے نعرے بلند کیے- اسمٰعیل عادل شاہ نہایت فاتحانہ انداز میں پلٹا-

قطب شاہی فوج سے مقابلہ

اسمٰعیل عادل شاہ جب دشمن پر فتح حاصل کر کے واپس آیا تو دیگر امراء و روساء اور اسد خاں لاری نے اس کے گھوڑے کی رکاب کو

besturdubooks.wordpress.com

چوما اور بادشاہ کے سر سے خیرات اتار کر تقسیم کی۔ اسی عرصہ میں قلی قطب شاہ کا لشکر بھی آ پہنچا جس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو مقرر کیا تھا اور بریدیوں کی فوج سے نمٹنے کے لیے سید حسن عرب کو حکم دیا۔ اسد خاں لاری ڈیڑھ ہزار مغل نیزہ بازوں کے ہمراہ قطب شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں میدان جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد وہ سید حسن عرب کی جانب رجوع ہوا جو بریدیوں سے برسرپیکار تھا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تہ تیغ کیا اور باقی جو بچ گئے تھے ان کا قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا۔

امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست

اب اسمٰعیل عادل شاہ' اسد خاں لاری پر اتنا مہربان تھا کہ اسے زیادہ قربت حاصل ہوگئی۔ بادشاہ نے قلعہ کو حراست میں لینے کا ارادہ مستحکم کر لیا اور پوری کوشش جاری رکھی اس نے تمام راہوں پر ناکہ بندی کی امیر برید بے حد پریشان ہوا اور اپنی اس گھبراہٹ میں اس نے والی برار علاؤالدین شاہ سے فوجی امداد طلب کی۔ عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمود خاں کو جو اس کے بھائی کا لڑکا تھا قاصد بنا کر عماد شاہ کی طرف بھیجا خود امیر قاسم برید کے اگلے پچھلے گناہوں اور گستاخیوں کی معافی کی درخواست کو ذریعہ ملاقات سمجھ کر فوراً احمد آباد بیدر کی جانب روانہ ہوا۔

اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات

عماد شاہ اور اودیگر کے قلعہ کا رخ کرنے کے بجائے عادل شاہؒ کی قیام گاہ کا رخ کیا اور تقریباً ایک کوس دور ٹھہرا' کیونکہ اسے بہرحال اسمٰعیل عادل شاہ کی رضامندی اور خوشی مدنظر تھی۔ جب اسماعیل عادل شاہ کو عماد شاہ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بے حد ممنون ہوا۔ اپنے چند متعلقین اور احباب کو ساتھ لے کر اس کے خیمہ میں بطور میزبان کے گیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ علاؤالدین عماد شاہ نے بھی بادشاہ سے کہا کہ میرے حاضر ہونے کی غرض و غایت دراصل فتح کی مبارک باد پیش کرنا ہے' البتہ امیر قاسم برید نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے معذوری کا اظہار کیا اور عماد شاہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک جنگ کے دوران میں امیر قاسم سے انتقام نہ لیا جائے وہ قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ جب عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو امیر قاسم برید کے سلسلے میں اس قدر برہم پایا تو اس نے مصلحتاً دوبارہ اس بات کو نہیں چھیڑا۔

امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات

سات یوم تک علاؤالدین عماد شاہ نے اپنے خیمہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو ٹھہرایا اور میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں اسے شاہانہ تحائف اور ہدیہ وغیرہ پیش کیے۔ جب اس بات کی خبر امیر قاسم برید کو پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اسمٰعیل عادل شاہ عماد شاہ پر اتنا مہربان ہے تو اس نے عماد شاہ کی خدمت میں پیش ہونے کا قصد کیا۔ اور حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا' مدد کی درخواست کی اور نہایت ملتجانہ لہجہ میں عماد شاہ سے کہا کہ وہ اسے اور اس کے بیٹوں کو جتنی جلد ہو سکے قلعہ کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے۔ علاؤالدین عماد شاہ نے امیر قاسم کو نجات کا صرف ایک راستہ بتایا اور وہ یہ کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ بیدر کا قلعہ کر دیا جائے۔ عماد شاہ کی اس رائے سے امیر قاسم برید نے اتفاق نہیں کیا اور وہ برہم ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف گیا جو عماد شاہ کے خیمہ سے تقریباً ایک کوس پر واقع تھا۔

امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت

امیر قاسم برید جانتا تھا کہ اس کا حریف نہایت مضبوط ' دانا اور طاقتور ہے' لیکن اس کے باوجود اس نے بغیر کسی پریشانی اور فکر کے رنگ رلیاں منانا شروع کیں۔ اس کے علاوہ لشکر کے دوسرے سپاہی اور امراء بھی متواتر سفر کرنے اور چوکنے رہنے کی وجہ سے تھک گئے تھے لہٰذا انہوں نے بھی ان لمحات کو غنیمت جان کر آرام کرنا شروع کیا۔ گنتی کے کچھ سپاہی محافظ کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر

besturdubooks.wordpress.com

ہوئے بلکہ ان سپاہیوں نے بھی رنگ رلیاں منائیں۔

اسمٰعیل عادل کا حکم شب خون

اسمٰعیل عادل شاہ کو جب امیر قاسم برید کے قیام کا حال معلوم ہوا تو اسی دن تاریک شب کو اسد خاں لاری کی رہنمائی میں چند مخلص سپاہیوں کو سپاہ حریف پر شب خون مارنے کا حکم جاری کیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری امیر قاسم برید کی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور اس جگہ کو ساکت و خاموش پا کر اپنے سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے اور شب خون مارنے کا ارادہ ترک کرنے کا حکم دیا۔ چند نڈر اور بہادر سپاہیوں کو امیر برید کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے متعین کیا۔

اسد خاں لاری کی مزید ہدایات

جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امیر قاسم برید اور اس کے جملہ متعلقین مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں جس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ چند نیزے اور شمشیریں اور کچھ پگڑیاں بغیر کسی مزاحمت کے حاصل کر لی گئی ہیں۔ اس کے بعد اسد خاں لاری مورچہ بندی کی طرف مائل ہوا' سپاہیوں کو حریف کی فوج کے ارد گرد لگایا اور خاموش' بے جان' ساکت اور بے آواز رہنے کی ہدایت کی تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کے خیمہ کا رخ کیا وہاں پہنچ کر دیکھا کیا ہے کہ چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے' ادھر ادھر شراب کے برتن بکھرے پڑے ہیں اور حریف کا ہر محافظ اور ہر پاسبان مے کے نشہ میں بدمست تمام افکار و حادثات سے بے پروا۔ سکون سے خراٹے لے رہے ہیں اسد خاں لاری نے ان لوگوں کو چند محافظین کے حوالہ کیا اور ان کو بغیر قتل کیے ہوئے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ہوشیار و بیدار ہو کر غل کرنے کی کوشش کرے اسے تہ تیغ کر دو۔ اس کے بعد چند سپاہیوں کے ہمراہ امیر قاسم برید کو زندہ قید کرنے یا پھر قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

امیر قاسم برید کی قیام گاہ

اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی قیام گاہ کے اندر بیرون خیمہ سے زیادہ عجیب اور مختلف منظر دیکھا کہ اندرونی سپاہی بیرونی لوگوں سے زیادہ خستہ حالت میں ہیں۔ امیر قاسم برید خیمہ کے اندر ایک گوشہ میں پلنگ پر بدمست ہاتھی کی طرح پڑا ہے اسے کسی قسم کا ہوش نہیں ہے۔ گویے اور رقص کرنے والے یا تو اٹلیاں کر رہے ہیں یا اپنی ہر چیز سے بے پروا اور بدمست پڑے ہیں۔

امیر قاسم برید کی گرفتاری

اس حالت میں سب کا خون بہانا نہایت آسان تھا' لیکن اسد خاں نے اپنی بہی خواہوں سے مشورہ کر کے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ طے پایا کہ حریف کو زندہ حالت میں مع چارپائی کے لے جائیں۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل کے لئے چالاک اور بوڑھے حریف امیر قاسم برید کا پلنگ اس کے خیمہ سے باہر لایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک محافظ کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا' لیکن اسد خاں لاری کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دکنی اس شخص کو پوٹی والہ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ذمہ حفاظت کرنے اور ہوشیار رہنے کا کام تھا۔

اسد خاں لاری کا مشورہ

اپنے لشکر میں پہنچ کر اسد خاں لاری نے اس پورے واقعہ کو بیان کیا نیز یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ابھی آدھی رات باقی ہے اگر شب خون مارا گیا تو غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے۔ اور نہ معلوم سحر ہونے تک کتنے مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جائے۔ جہاں تک مقصد کے پورا ہونے کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا' حریف کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ دوسروں کو قتل کرنے کے بجائے اسی شخص کو اسمٰعیل عادل شاہ کے حضور میں پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اسد خان لاری کی یہ بات تمام متعلقین کو پسند آئی اور انہوں نے امیر قاسم برید کے پلنگ کو لے جانے کے لئے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

امیر قاسم برید کا بیدار ہونا

آدمی دور چلے تھے کہ امیر قاسم برید ہوش میں آگیا اور اس نے خود کو عجیب حالت میں پایا اسے معاً خیال آیا کہ اس کا پلنگ بھوت پریت اٹھائے کہیں دور لئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اس بدبخت نے نالہ و فریاد اور رونا شروع کر دیا' لیکن فوراً ہی اسد خاں لاری نے اپنی شکل دکھا کر اس پر ثابت کر دیا کہ اس کا پلنگ جنوں کے قبضہ میں نہیں بلکہ اس کے حریف کے قبضہ میں ہے۔ اسد خاں لاری نے اس کی گرفتاری سے متعلق تمام باتیں اس کو بتائیں اور اس کو نہایت شرمندہ کیا۔ اس نے امیر برید سے کہا کہ اس ضعیف العمری میں دشمن کے قریب خیمہ زن ہو کرے نوشی کی یہ کثرت بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ امیر قاسم برید اتنا شرمندہ ہوا کہ اس نے زبان سے ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہ سمجھا وہ اپنی اس بے وقوفی پر سخت نادم اور شرمندہ تھا۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری

رات کے گذرتے ہی اسد خاں لاری اسمٰعیل عادل شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ اسد خاں کے اس عظیم کارنامہ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اسد خاں کی شان میں داد تحسین کے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کئے۔ جس سے اسد خاں کی ہمت افزائی ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو اب کسی قابل محسوس کیا۔ امیر قاسم برید سے اسمٰعیل عادل شاہ نے بازپرس کی اور اس سے اس کی عیاری' مکاری اور اس ڈھونگ کا سبب پوچھا جس کے جواب میں امیر قاسم برید نے سر تسلیم ختم کر دیا اور زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکلا۔ بعدازاں امیر قاسم برید کو اسد خاں لاری کی حراست میں دے دیا گیا۔ تاکہ بادشاہ جس وقت بلائے اس وقت امیر قاسم برید کو حاضر کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے دوسرے دن دربار میں امیر قاسم برید کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیش کیا گیا اور کافی دیر تک امیر قاسم برید کو اسد خاں نے بادشاہ کے روبرو دھوپ میں کھڑا کیا۔

امیر قاسم برید کے قتل کا حکم

غالباً کسی قدیم جدید تاریخ میں اس قسم کا عظیم واقعہ نہ ہوا جب کہ ایک بہادر صاحب عزت وجلال تخت کا مالک اپنے خیمہ شاہی سے اتنی بری طرح سے اٹھوالیا جائے۔ اور اس کے متعلقہ بہی خواہ' خیر خواہ اور قرب وجوار کے لوگ بہ آسانی اسے آنے دیں اور اپنے عیش وعشرت میں چور ہو کر اپنے بادشاہ کو نکل جانے دیں۔ چونکہ اسمٰعیل عادل شاہ امیر قاسم برید سے بہت بری طرح نالاں تھا لہٰذا اس نے امیر قاسم برید کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

قلعہ احمد آباد کی پیش کش

ابھی قتل کرنے والے نے تلوار میان سے باہر نکالی ہی تھی اور حریف کے دو ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ ملزم نے نہایت ملتجیانہ انداز میں گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کرنی شروع کر دی۔ اور یوسف عادل شاہ سے لے کر اب تک کے اپنے تمام گناہوں کو دہرایا اور پھر ان بادشاہوں کی معافی کی تعریف کی۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے بھی اس مرتبہ اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جسے آج تک کوئی بادشاہ فتح نہ کر سکا۔ عادل شاہی خاندان کے قبضہ میں آجائے گا۔ ساتھ ہی تمام مال وزر اور ذخیرہ سیم وطلاء بھی اسمٰعیل عادل شاہ کی نذر کر دیئے جائیں گے۔ اسمٰعیل عادل نے اس وعدہ کو قبولیت کا شرف بخشا اور اسے اپنی فتح کا مال غنیمت سمجھا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار

ایک پیغامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید نے اپنے فرزندوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کو عادل شاہی خاندان کے حوالے کر دینے کے لئے تیار رہیں' لیکن اس کے فرزندوں نے امیر قاسم کو ضعیف العمر' بزدل سپہ سالار' بے وقوف اور قریب المرگ جیسے کلمات کہے اور جواب دیا کہ اس عظیم قلعہ کو حریف کی تحویل میں دینا بے وقوفی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قاصد کی روانگی

فرزندوں کا دراصل اپنے باپ کو اس قسم کے جواب دینے سے یہ مقصد تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اسیری کے دن گزارے۔ بعدازاں فرزندوں نے ایک مخلص شخص کو اپنے باپ کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ اختیار دیا کہ وہ باپ سے پوچھے کہ "اگر بغیر قلعہ حوالہ کئے ہوئے دشمن کی قید سے رہائی ممکن ہے تو ٹھیک ہے۔"

پیغامبر بیٹوں کا پیغام لے کر آنا" فانا" امیر قاسم برید کے پاس پہنچا اور اس کے بیٹوں اور علی برید کی پریشانی' اضطراب اور قلعہ حوالہ کرنے کی بابت ساری باتیں اس سے بیان کیں۔

امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم

ان تمام باتوں نے امیر قاسم برید کو اطمینان دلا دیا اور اس نے بادشاہ سے اپنے بیٹوں کے قلعہ حوالہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے قتل کا دوبارہ حکم جاری کیا۔ ایک آزاد فیل کو اس کے مار ڈالنے اور کچلنے کے لئے تیار کیا گیا جسے دیکھ کر امیر قاسم برید بے حد رویا اور چیخا۔ اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے اپنے فرزندوں کی اس برج کے قریب مارا جائے۔ جہاں وہ رہتے ہیں تاکہ وہ خود قلعہ کی سپردگی اور اپنی رہائی کے سلسلہ میں فرزندوں سے بات چیت کر کے کوئی آخری فیصلہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کو برج کے قریب پہنچا دیا گیا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں

امیر قاسم برید کے فرزندوں نے جب باپ کو برہنہ حالت میں ہاتھی کی پیٹھ پر بندھا ہوا دیکھا تو ان فرزندوں نے قلعہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالے کرنے کی چند شرطیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ اسد خاں لاری کو جس جگہ تجویز کیا جائے خاموش کھڑا رہنا ہوگا۔ اور بریدی خواتین واطفال سے کسی قسم کی کوئی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ سراؤں اور خواتین سے سامان اور مال وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی۔ کہ یہ فلاں سامان یا اسباب قلعہ سے کیوں لے جا رہی ہیں۔ اور آخری شرط یہ کہ جس قسم کی پوشاک وہ زیب تن کئے ہوں وہ مع زیورات قلعہ سے نکل جانے کی اجازت ہوگی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر قاسم برید کے فرزندوں اور علی برید کی ان شرطوں کو سن کر قبول کیا۔

شرائط پر عمل

اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری دروازہ قلعہ پر مقرر ہوا۔ اور اس بات کا محافظ ٹھہرایا گیا کہ بریدی خواتین' خواجہ سرا اور اطفال جب قلعہ سے باہر نکلیں تو انہیں کوئی شخص کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اس طرح علی برید نے اپنی خواتین اور خواجہ سراؤں کو بیش بہا اور گراں قدر زیورات' جواہرات اور بہمینہ بادشاہوں کے زمانہ کے منقش اور دریا سامان جنگ' مال وزر اور اشرفیاں وغیرہ دیں اور ہدایت کی کہ وہ ان تمام چیزوں کو نقاب کے اندرونی حصہ میں رکھ کر قلعہ سے نکلیں۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ جب قلعہ کر دیا گیا تو وہ اسی روز قلعہ میں بڑے جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خاندان بہمینہ کے تخت وتاج پر جلوہ افروز ہوا۔ بعدازاں علاؤالدین عماد شاہ کو اسد خاں لاری اور شہزادہ ملوخاں کے ذریعہ مدعو کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کو بلانے کے لئے شہزادہ علی اور عبداللہ کی روانگی کا حکم دیا۔ شہزادوں کے پہنچتے ہی عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی دعوت قبول کی اور وہ ان کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ وہ عادل شاہی خیمہ کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ خود بادشاہ نے اسے باب قلعہ تک خوش آمدید کہا اور اس کی آمد سے بزم کی زینت میں اضافہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

جواہرات کی تقسیم

بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کے تمام بیش بہا ذخائر سیم وطلا' گراں قدر طلائی ظروف' عمدہ ہیرے' جواہر' موتی' بہترین پوشاک لباس اور نقدر بارہ لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کی خدمت میں پیش کئے تاکہ وہ اپنی طبیعت کی چیزیں ان میں سے منتخب کرے۔ لیکن علاؤالدین عماد شاہ نے صرف ایک منقش عنبرچہ کا انتخاب کیا اور ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔ بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے اسد خان لاری نے تین لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کے نوکروں کو بانٹ دیئے۔ علاوہ ازیں ملوخاں' الوخاں' عبداللہ و ابراہیم شہزادوں کو بھی ایک لاکھ ہون تقسیم کئے گئے۔ ان میں سے جتنا ایک کے حصہ میں آیا تقریباً اتنے ہی ہون بادشاہ کے حکم سے اسد خاں لاری نے بھی لئے۔

زائرین اور دیگر امراء کو انعامات

سید علی عقیل کو پچاس ہزار ہون کربلائے معلیٰ اور دوسرے مقدس مزارات کے زائرین کو تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے۔ بیجاپور اور فوج کے دیگر علماء وفضلاء کے لئے سید احمد ہروی کو پچاس ہزار ہون کا عطیہ دیا۔ اس کے بعد فقراء وغرباء کی امداد کے لئے بارہ ہزار کی رقم صرف کی گئی۔ پھر بھی جو رقم بچ گئی وہ سب کی سب سپاہیوں اور فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس طرح اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی نہیں بچائی۔ ساری رقم تقسیم کر دی اور خود خالی ہاتھ بزم سے اٹھ گیا۔

مولانا شہید شاعر قمی کے لئے رقم

اس عرصہ میں گجرات میں اپنے وقت کے مشہور ومعروف عالم وفاضل شاعر مولانا شہید قمی تشریف فرما تھے۔ اپنے کلام کے سبب شاہی دربار میں ان کی بڑی توقیر وتعظیم ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا اس مرتبہ بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے مولانا سے جس قدر رقم وہ اٹھا سکیں اٹھا لینے کو کہا' لیکن مولانا مسافت طے کر کے آئے تھے لہٰذا تھکان کی وجہ سے ان میں پہلی جیسی جان نہیں تھی۔ بادشاہ سے مولانا نے فرمایا کہ وہ یہاں آ کر آدھے رہ گئے۔ جب گھر سے گجرات کے لئے روانہ ہوئے تھے اس وقت آج سے دوگنی طاقت ان کے جسم میں موجود تھی۔ اگر اس وقت بندہ پرور خزانے میں سے رقم اٹھا لینے کا حکم جاری کرتے تو کیا بات تھی۔ اسمٰعیل عادل شاہ مولانا کی ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور اس نے مولانا سے کہا کہ جتنی دولت آپ اٹھا سکیں لے جانے کی اجازت ہے۔ قمی شاعر کی مرضی اور دلی خواہش بھی یہی تھی لہٰذا انہوں نے زمین کو چوما اور بڑی خوشی کے ساتھ دو دفعہ پچیس ہزار طلائی ہون حاصل کر لئے۔

امیر قاسم برید کے قصور کی معافی

مذکورہ واقعہ دراصل دلیل ہے اس بات کی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کس قدر فیاض' نازک مزاج اور خوش اخلاق وخوش گفتار واقع ہوا تھا۔ اس بزم میں اسمٰعیل عادل شاہ کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے پورے شباب پر تھیں لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے علاؤالدین عماد شاہ کی سفارش پر امیر قاسم برید کی ساری غلطیوں کو معاف کر دیا۔ نیز دربار میں امراء کی صف میں اس کو نمایاں جگہ مرحمت فرمائی۔ احمد آباد بیدر کے علاوہ ساری جائیداد جن میں اودگیر' کیماں اور دیرینہ پرگنے بھی شامل ہیں امیر قاسم برید کو دوبارہ عطا کیں۔ ساتھ یہ شرط لگائی کہ وہ بادشاہ کے تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ رہے گا اور بیجانگر کے غیر مسلم حاکم کے قبضہ میں جو مدگل اور رایچور کے قلعے ہیں ان کو عادل شاہی فوج کی مدد سے فتح کرے۔ اسی طرح قلعہ ماہور کو قبضہ میں لے کر علاؤالدین عماد شاہ کے حوالے کر دے۔

قلعہ رایچور کی فتح

بعدازاں دونوں حکمران علیحدہ ہوئے۔ اسد خاں لاری کے مشورہ سے احمد آباد بیدر کو مصطفیٰ خاں شیرازی کے حوالے کر دیا گیا۔ جس کو اسمٰعیل عادل شاہ نے منظور کر لیا۔ چونکہ تمراج کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے فرزند رام راج سے بیجانگر کے والی اور اس کے قرب وجوار کے امراء ناخوش تھے اور رام راجہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

جنگ وجدل بنا رہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے لئے یہ اچھا موقع تھا لہٰذا انہوں نے متحد ہو کر رائچور کے قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ کرشنا دریا کو بڑی آسانی سے پار کیا اور قلعہ پر قابض ہوگئے۔ اس قلعہ کو ستر برس سے غیر مسلم اپنی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

جشن فتح ونصرت

اس جشن کو منعقد کرنے کا وعدہ پہلے ہی سے اسمٰعیل عادل شاہ نے کیا تھا۔ اب قلعہ فتح ہو جانے کے بعد ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا اور شراب نوشی شروع ہوئی۔ اس بزم میں اسد خاں لاری کو بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے تین جام بھر کر پیش کئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے علاؤالدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حضور اس کو بھی بزم میں شریک کرتے تو اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور امیر قاسم برید کو طلب کیا گیا۔ پھر اسے بھی اس محفل میں خاص جگہ دی گئی اور شراب پیش کی گئی' بادشاہ نے اس پر کہا "رابعھم کلبھم" (ان میں سے چوتھا کتا ہے) کا محل یہی ہے۔ بادشاہ کے جملے کو سن کر عماد شاہ لطف اندوز ہوا کیونکہ وہ صاحب فہم شخص تھا۔ البتہ امیر قاسم برید کی سمجھ میں بادشاہ کا یہ لطیفہ نہ آسکا اور وہ عماد شاہ کے تبسم پر رنجیدہ ہوا بلکہ رونے لگا۔ امیر قاسم برید کے رونے نے اسمٰعیل عادل شاہ کو بہت زیادہ متاثر کیا اور اس نے امیر قاسم برید سے مشفقانہ لہجہ میں کہا کہ جب وہ بیجاپور جائے گا تو احمد آباد بیدر اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی

اس علاقہ میں اسمٰعیل عادل شاہ تقریباً تیس یوم تک رہا اور تمام امور سے فارغ ہو کر دوسری جگہ کا قصد کیا۔ اپنے قیام کے دوران میں اسے کئی مرتبہ یہ خبر موصول ہوئی کہ بہادر شاہ گجراتی دکن کے علاقہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے ماہور پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اس طرح وہ بیجاپور کی طرف چلا اور عماد شاہ نے برار کی راہ لی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راستے میں اسمٰعیل عادل شاہ علاؤالدین عماد شاہ کے دولت خانے پر جلوہ افروز ہوا۔ میزبان نے نہایت خندہ پیشانی سے مہمان کا استقبال کیا اور ہیرے اور جواہرات کی کشتیاں اس کی خدمت میں پیش کیں۔

عماد شاہ بحیثیت مہمان

کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے یہاں عماد شاہ نے قیام کیا۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لئے بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ دو ہزار مغلوں کی فوج نے مع تمام آلات جنگ عماد شاہ کو سلامی دی۔ پھر اسمٰعیل عادل شاہ نے عماد شاہ کو بتایا کہ اسے جو حصہ اپنے والدین سے حاصل ہوا ہے یا حکومت کے دوران پایا ہے یہی فوج کے جوان ہیں۔ ان میں ہر سپاہی اپنے وقت کا رستم اور اسفندیار سے زیادہ بہادر اور شجاع ہے۔ علاؤالدین عماد شاہ اس فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسمٰعیل عادل شاہ سے اس نوجوان اور بہادر فوج کی بے حد تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر اس کے پاس بھی اس طرح کے سپاہی ہوتے تو وہ کاہے کو ماہور کا قلعہ نکل جانے دیتا۔

امیر برید کی سرکشی

جب امیر برید نے ۹۸۳ھ میں گھروں اور قلعہ کی چابی اسمٰعیل عادل شاہ کو ارسال نہیں کی تو اس نے قلعہ قندھار اور کلیان پر چڑھائی کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس طرح سراپردہ شاہی اور دہلیز کو بیجاپور سے باہر روانہ کر دیا۔ ادھر برہان نظام شاہ کے پاس امیر قاسم برید کا قاصد پہنچا تاکہ وہ اس کو مدد کے لئے اکسائے۔ برہان نظام شاہ نے ایک پیغامبر کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ سے سفارش کی کہ وہ بیجاپور ہی میں رہے اور چونکہ امیر قاسم برید نے مسافت کے درمیان اسے بہت آرام دیا ہے لہٰذا اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے اس سے شاید ممنون و مشکور ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے جواب میں برہان نظام شاہ کو صاف صاف لکھا کہ اس نے فتح قلعہ ماہور کے دوران کبھی نظام سے اس قسم

besturdubooks.wordpress.com

کی استدعا نہیں کی، مگر اب مجھے تمہاری بات منظور ہے۔ لہٰذا اس طرح سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خیال کو ملتوی کر دیا۔ پھر بھی اتنا ضرور لکھا کہ ان دنوں موسم سرما کا آغاز ہے۔ گھر میں طبیعت گھبراتی ہے، سلطنت کی سرحدیں ملاحظہ کرنے کا خیال پختہ ہے، خاص طور پر شولاپور اور تلارگ۔ لہٰذا ایسی صورت میں کوئی سرحد پر متعین تمہارا رئیس یا ملازم اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک، کوئی شبہ، کوئی تردد یا کوئی خوف پیدا نہ کرے۔

برہان نظام شاہ کا مشورہ

بہادر شاہ گجراتی کی جانب سے برہان نظام شاہ کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو صاحب چتر کہلواتا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو جواب دیا کہ اسے اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے اور بیجاپور میں آرام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برار اور احمد آباد بیدر کے علاقے بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے حوالے کر ہی دیئے ہیں۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ کو حال اور مستقبل کو ماضی کی طرح سمجھنا بیکار ہے۔ لہٰذا تمام باتوں پر قیام اور آرام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ

اسمٰعیل عادل شاہ کو برہان نظام شاہ کا جواب بہمن علی میں ملا کیونکہ وہ بیجاپور چھوڑ چکا تھا۔ اس جواب کو پڑھتے ہی وہ بعد ادائیگی نماز روانہ ہوگیا۔ اگلے روز بعد دوپہر اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے ہمراہ چالیس پیادے اور چار سو مغل سپاہی لئے اور نلدرگ دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا یہ دریا قریب ہی بہتا ہے۔ بعدازاں برہان نظام شاہ کے قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی نیز اس سے تاکید کی گئی کہ تمام گذری ہوئی باتیں نظام شاہ سے دہرائے تاکہ اسمٰعیل عادل شاہ اب کے پھر دلاوری کے مقام جنگ کی طرح اس جنگ میں اپنی نیزہ بازی، تلوار اور تیروں کر کرشمے ظاہر کرے۔

برہان نظام کی جنگ کی تیاریاں

پچھلی شکست کا انتقام لینے کے خیال سے برہان نظام شاہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ آلات جنگ خریدنے پر صرف کیا اور امیر قاسم برید کی حمایت حاصل کی۔ یہاں تک اسے اپنا شریک کار بنا کر اسمٰعیل عادل شاہ کی مملکت کی سرحد کا رخ کیا۔

نظام اور عادل شاہی جنگ

ادھر اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ نظام شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اسد خاں لاری کی رہنمائی میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے تمام سپاہیوں کو مقرر کیا۔ اور اس کے بعد میدان جنگ فریقین کی آزمائش گاہ بن گیا غالباً اس سے پیشتر تاریخ میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی۔ جب تک سپاہیوں کے پاس سامان جنگ اور دلوں میں عزم، لڑائی برابر جاری رہی اور کشت وخون کا بازار گرم رہا آخرکار ایک حکمران جیتا اور دوسرا ہارا۔ یہی دستور کائنات ہے، نظام شاہی خاندان کا نامی گرامی امیر میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کا نام خورشید خاں تھا اور عادل شاہی خاندان کو فتح نصیب ہوئی۔ برہان نظام شاہ سارا سامان جنگ جو کام آنے سے بچ رہا تھا، وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اس نے اس نازک وقت میں احمد نگر کا رخ کیا، اس کی فوج کے ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ اسمٰعیل عادل کے بہی خواہوں کے ساتھ لگا۔

عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی

یہ جنگ دونوں خاندانوں کے درمیان آخری آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعدازاں دونوں فریقوں میں کوئی جنگ یا کسی قسم کا مقابلہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ملک کے بعض بارسوخ اشخاص نے دونوں خاندانوں کے درمیان دوستی کا ہاتھ ملوا دیا۔ اور اس طرح دونوں حکمران سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور عہد کیا کہ علاؤالدین عماد شاہ، قلی قطب شاہ کے علاقوں کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے عادل

besturdubooks.wordpress.com

شاہی اور نظام شاہی خاندان ایک دوسرے سے مدد و معاون' شریک کار اور ہمدرد ہو جائیں۔

نلگنڈہ پر عادل شاہی حملہ

۹۴۰ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ اور امیر قاسم برید نے باہم مل کر تلنگانہ کا رخ کیا' تلنگانہ کا مشہور قلعہ جس کا نام نلگنڈہ ہے۔ سب سے پہلے اسمٰعیل عادل شاہ کی حراست میں آیا۔ ادھر سلطان قلی قطب شاہ نے نزاکت وقت کے پیش نظر گولکنڈہ کو نہیں چھوڑا وہ اگرچہ جنگ کے میدان میں نہیں آیا' لیکن قلعہ کے لوگوں کی حفاظت اور ان کی مدد کے لئے اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک اچھی تعداد روانہ کردی۔ اس کے باوجود اسد خاں لاری قلعہ کے محافظوں اور رہنے والوں سے جنگ کرتا اور ہر دفعہ فتح حاصل کرتا رہا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی

جنگ کرتے کرتے محافظین قلعہ نلگنڈہ بے حد پریشان ہوئے' ممکن تھا کہ چند روز میں قلعہ عادل شاہی فوج کے اختیار میں ہوتا' لیکن بدقسمتی سے یا پھر حکم الٰہی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گی یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر اس نے امیر برید اور اسد خاں لاری دونوں کو طلب کیا۔ چونکہ دونوں اس کے ساتھ قلعہ فتح کرنے میں مصروف تھے۔ لہٰذا ان دونوں سے بادشاہ نے اپنی طویل علالت' کمزوری اور وہاں کی موسمی خرابی کے سلسلہ میں گفت و شنید کی۔ اور طے کیا کہ مذکورہ دونوں امراء تلنگانہ کی جنگ میں مصروف رہیں اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ کا رخ کرے تاکہ وہاں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر دوبارہ تلنگانہ کا ارادہ کرے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

مزید برآں امراء نے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا' مگر صفر کی سولہ تاریخ ۹۴۱ھ بروز بدھ اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی لڑائیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے انتقال کی خبر اسد خاں لاری نے کسی کو نہ ہونے دی اور اس کی موت کو صیغہ راز میں رکھا۔ بادشاہ کے مردہ جسم کو پالکی میں رکھ کر اس پر نقاب ڈال دی۔ جب دن کا اجالا ختم ہوا اور چاروں طرف تاریکی چھاگئی تو اسد خاں لاری نے اس کی لاش کو قصبہ کوکی بھیج دیا۔ جہاں وہ اپنے والد مرحوم کی قبر کے برابر جگہ پا سکے۔ بعدازاں اسد خاں لاری نے پرانے کہنہ مشق اور تجربہ رکھنے والے امراء خاص طور پر امیر قاسم برید وغیرہ کو طلب کیا اور دو یوم کے بعد ان پر سارا راز افشا کیا۔

جانشین کا انتخاب

اسمٰعیل عادل شاہ کی موت کے بعد شہزادہ ملوخاں سے اس کا بھائی شہزادہ ابراہیم بہت برہم تھا اس کے علاوہ دیگر امراء و رؤساء کی اکثریت اس کی ہم نوا تھی۔ اسد خاں لاری نے غیر علاقہ میں کسی جانشین کا انتخاب مناسب نہ سمجھا لہٰذا اس نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انفرادی طور پر ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ بتایا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے اور یہاں فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں۔ بہتر ہوگا کہ حسن آباد گلبرگہ جہاں حضرت خواجہ سید گیسو بندہ نواز کا مزار ہے' پہنچ کر ان سے کوئی فیض حاصل کریں اور جانشینی کا معاملہ صاف کریں۔ تمام شہزادے اس بات سے متفق ہوئے اور گولکنڈہ کے قلعہ کو خیرباد کہا۔ ہر شہزادے کو اپنی عقل مندی سے کام لے کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کیا۔ جہاں سارے شہزادے پہنچ گئے' حالانکہ اسد خاں لاری شہزادہ ابراہیم کے بادشاہ بنانے کے حق میں تھا' مگر وقت یہ تھی کہ شہزادہ ملوخاں اسمٰعیل عادل شاہ کا بڑا فرزند تھا۔ اور خود اپنی حیات میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اسے نامزد کر دیا تھا۔ اس بات سے مجبور ہو کر اسد خاں لاری نے ملوخاں کو اسمٰعیل عادل شاہ کا جانشین مقرر کیا اور مرج کے قلعہ میں شہزادہ ابراہیم کو نظربند کر دیا گیا تاکہ کسی قسم کا کوئی تنازعہ پیدا نہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

امیر سید ہروی کا بیان

اسمٰعیل عادل شاہ کی سخاوت' رحم دلی' فیاضی اور جواں سالی کی بابت امیر سید ہروی نے لکھا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ اپنی مذکورہ صفات کے سبب اس قابل نہ تھا کہ وہ آمد و خرچ میں توازن برقرار رکھ سکتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اپنے حریفوں' سرکشوں' قصور کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور ان کی مکاریوں' عیاریوں حیلوں' بہانوں اور گستاخیوں کو عام طور پر نظرانداز کرنے کا قائل تھا۔ بہترین لباس اور عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی گھٹیا' لچر اور فحش باتوں سے نفرت کرتا اور کوشش کرتا کہ اس کی صحبت میں علماء و فضلاء زیادہ رہیں۔ وہ اہل فن اور اہل علم کی قدر کرتا تھا' موسیقی اور شاعری کے فن کو بہت پسند کرتا' خود شعر کہتا۔ اس کا تخلص وفائی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دکنی بادشاہوں میں کوئی بادشاہ شاعری کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام جتنا پاکیزہ اور دلچسپ ہے اس کی مثال دوسرے دکنی بادشاہوں کے کلام میں نہیں ملتی۔

besturdubooks.wordpress.com

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی

مرنے سے پیشتر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد ملو خاں کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد اس کی اس خواہش کو اسد خاں لاری نے پورا کیا اور ملو عادل شاہ کو بادشاہ بنایا۔ ملو عادل شاہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد اسد خاں لاری اپنے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور بادشاہ کی حفاظت کے لیے ملکہ پونجی خاتون یعنی اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ کو چھوڑا۔

ملو خاں کی رنگ رلیاں

اسد خاں لاری کے جانے کے بعد ملوخان نے اپنے آپ کو آزاد پایا لہٰذا اس نے جی کھول کر مے نوشی اور رقص کی محفلوں کا انعقاد شروع کیا۔ چونکہ ملو خاں نوجوان تھا' دنیا کی اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے ناواقف تھا لہٰذا بہت جلد جوانی کی غلط حرکتوں اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا۔ اس نے شب و روز نازیبا حرکات سرزد کرنی شروع کیں اور بعض ایسے کام کیے جو بادشاہوں کو زیب نہیں دیتے۔ کسی ایسی کام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی جسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بہت جلد اس سے بدظن اور برہم ہو گئی۔

ایک نیا شوق امرد پرستی

علاوہ دیگر نازیبا حرکتوں کے ملوخاں نے ایک ایسی حرکت بھی شروع کی جو اس کے لیے بالکل نئی تھی یعنی وہ اپنی کم سنی کے شوق میں خود کو ایک آمر بادشاہ سمجھنے لگا اور خوبصورت لڑکوں کا اجتماع اس کے لیے تسکین کا باعث ہوا۔ اس کو یہ عادت اس حد تک بڑھی کہ علاقے کے شریف باعزت اور مشہور خاندانوں کے لڑکے اس کی صحبت میں طاقت کے زور سے پہنچنے لگے اور ان کے والدین کو ان سے زبردستی چھڑایا جانے لگا۔

امرد پرستی اور ملوخاں کا ظلم و ستم

یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ملو خاں کو عادل شاہی تاج پوش دیوان یوسف ترک کا لڑکا پسند آ گیا۔ اور اس نے اس لڑکے کو طلب کیا لیکن شحنہ دیوان نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ملوخاں نے حکم جاری کیا کہ سرکاری سپاہی زبردستی اس لڑکے کو حاضر کریں اور کوئی شخص بھی جو اس حکم کی مخالفت کرے یا اس کی تعمیل میں روڑے اٹکائے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شحنہ دیوان بھی ان امراء میں تھا جنہیں عادل شاہی خاندان نے تاج پہنایا تھا' لہٰذا اس نے بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں کو بادشاہ کے خلاف اکسایا اور بغیر کسی خوف یا خطرے کے اپنے متعلقین کو لے کر شہر سے نکلا اور اپنے علاقہ قصبہ گھورہ کا رخ کیا۔ یوسف ترک کے لڑکے کے معاملہ نے اتنا طول کھینچا کہ کاوۂ آہنگر کی کہانی تازہ ہو گئی۔ علاقہ کے دوسرے باعزت اور شریف اشخاص نے اس کی حمایت کی۔

ملوخاں کے خلاف سازشیں

ملو عادل شاہ کی دادی پونجی خاتون کو اپنے نوجوان پوتے کی بری عادات کا بڑا افسوس ہوا۔ اور اسے سخت تکلیف پہنچی' لہٰذا پونجی خاتون نے مصمم ارادہ کیا کہ کسی طرح ملو عادل شاہ کا تختہ الٹ کر اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جائے۔ اور اس کی جگہ شہزادہ ابراہیم کو بادشاہ بنایا جائے' اس طرح اسد خاں لاری کو ملو خاں کی تمام حرکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یوسف شحنہ نے ایک معتبر اور مخلص دوست کے ذریعہ نلگون اسد خاں لاری کی جاگیر تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ اسد خاں لاری پہلے ہی تمام حالات سے واقف تھا اس نے جواب دیا کہ اس نے قصداً بیجاپور

besturdubooks.wordpress.com

میں رہنا پسند نہیں کیا' کیونکہ بادشاہ کے اعمال کو وہ بری نظر سے دیکھتا تھا۔ لہٰذا نلگوان کو قیام گاہ بنایا اس نے یوسف شحنہ کو یہ بھی لکھا کہ وہ پونجی خاتون کا کہا پورا کرے اور عادل شاہی خاندان کی عزت' آبرو اور اس کے وقار کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ اسد خاں لاری سے اتفاق کرتے ہوئے یوسف شحنہ نے شہر کا رخ کیا۔

ملو عادل شاہ کی معزولی

پونجی خاتون کے فرمان کے مطابق یوسف شحنہ نے دو سو سپاہی ہمراہ لئے اور بیجاپور کا رخ کیا وہاں پہنچ کر اس نے بے دھڑک قلعہ ارک میں قدم رکھ دیا۔ چوکیدار مانع آیا' لیکن یوسف شحنہ کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح یوسف شحنہ نے ملو خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور پونجی خاتون کی رضا کے مطابق بادشاہ اور اس کے برادر انو خاں کی آنکھوں میں گرم گرم سلاخیں پھروا دیں اس طرح شہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ ملو خاں کی حکمرانی کا عرصہ صرف چھ ماہ اور چند یوم ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

شجاعت اور بہادری

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا دلیر اور جاں باز بادشاہ تھا وہ اپنی طاقت' بہادر اور دلیری کے باعث کسی شخص کو نظر میں نہیں لاتا تھا اور طوفان کی مانند تمام ناہموار موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہتا تھا اس کا غصہ اور عتاب بھی اس کی دلیری' بہادری اور طاقت کی مانند کونے کونے میں مشہور تھا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے وقت سے تادم مرگ جنگوں' معرکہ آرائیوں اور حریفوں پر چڑھائیوں میں مصروف رہا۔

تبدیلی مذہب

غیر مصدقہ طور پر اس بات کا پتہ چلا ہے کہ نظام شاہی لشکروں سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے عہد میں دس مرتبہ جنگ کی۔ کسی دفعہ بھی اس نے فوج کو میدان جنگ میں تنہا روانہ نہیں کیا' خود فوج کے ہمراہ لڑتا اور اپنی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے باوجود بدقسمتی سے وہ صرف دو مرتبہ نظام شاہی فوج کو شکست دے سکا۔ ایک دفعہ قصبہ میں اور دوسری مرتبہ خان کے مقام پر۔ ابراہیم عادل شاہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس نے اپنے والدین اور خاندان کے مذہب کو چھوڑا اور دوازدہ امام کے بجائے امام ابوحنیفہ ؒ کی پیروی اختیار کی۔

نئے احکامات

بادشاہ نے امامیہ فرقہ کے سارے رسوم اور اطوار بدل دیے اور ایک ایسا حکم جاری کیا جس کی رو سے کوئی شخص تاج سرخ دوازدہ گوشہ سر پر نہیں پہن سکتا تھا۔ اس وقت فرقہ امامیہ کے افراد اس کو پہننا باعث صد افتخار سمجھتے تھے' خوش کلامی آقا' شجاعت خاں کرد اور اسد خاں لاری کے علاوہ تمام باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے امراء کو معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے دکنیوں اور حبشیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ عماد شاہی اور نظام شاہی کنبوں کی روش اختیار کی گئی اور کورہ روایت کا تقرر ہوا۔ اس طرح سلطنت کے اراکین نے صرف چار سو ملازمین کو بحال رکھا اور باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تین ہزار خواص ملازمین کی تعداد صرف چار سو رہ گئی۔ اس سے پہلے ہمیشہ ان کی تعداد تین ہزار رہی تھی۔

پرانے قوانین کا اخراج

جن ملازموں کو برطرف کیا گیا ان لوگوں نے مجبوراً احمد نگر اور گجرات دکن کا رخ کیا' علاوہ ازیں ابراہیم عادل نے فارسی کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اور یوسف عادل شاہ کے زمانے کے سارے قوانین ختم کیے اور برہمنوں کا مرتبہ بڑھایا۔ علاوہ ازیں راجہ رام راج سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے پیغامبر کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر روانہ کیا۔ مزید برآں مغل سرداروں کی خاصی تعداد اس کی ہمت افزائی اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کے پاس آ گئی۔ بیجانگر کی مسجد تعمیر کرانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ان مغل سرداروں کی دل جوئی اور ہمت افزائی ہو سکے۔

بیجاپور کی فتح

بیجاپور کا حکمران ایک کرسی پر قرآن پاک کو رکھ کر مغلوں کو اس کا واسطہ دلاتا اور اپنی فرماں روائی کے خیال سے اس کی عزت کراتا۔

besturdubooks.wordpress.com

تخت نشینی کے ایک سال بعد ہی ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور اس کو فتح کر کے دم لیا۔

بیجاپور کا حال

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بیجاپور کا حاکم جس کا خاندان تقریباً پچھلی سات صدیوں سے اس پر حکومت کرتا رہا تھا انتقال کر گیا۔ تو اس کے فرزند نے عنان حکومت سنبھالی' جوانی ہی کے دنوں میں وہ بھی انتقال کر گیا۔ بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی نے اس کی جگہ لی' لیکن بدقسمتی سے وہ بھی زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کے تین ماہ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا گیا اس عرصہ میں بیجانگر کے راجہ کا مددگار تمراج نامی ایک امیر کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ لہٰذا جب وارث سلطنت سن شعور کو پہنچا تو تمراج نے اسے بھی زہر دے کر مار ڈالا۔ ایک اور لڑکے کو وارث بنا کر سلطنت کا حاکم مقرر کیا' کچھ ہی دن گزرے تھے کہ تمراج دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

رام راج کا عروج

تمراج کی خالی جگہ اس کے فرزند ارجمند رام راج نے پر کی۔ اس کا ازدواجی رشتہ سیورائے کے فرزند کی بیٹی کے ساتھ قائم ہوا۔ اب چونکہ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بڑی حد تک اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو چکا تھا' لہٰذا اس نے اس عرصہ میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ اور اپنے مزاج میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر لیا' اب وہ آزاد ہونے کی جستجو میں منہمک رہتا۔ امراء اور رؤساء نے اس کی آمرانہ حکومت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے احتراز کیا' اس طرح اس کی خود مختار ریاست قائم نہ ہو سکی۔ تنگ آ کر رام راج نے شاہی خاندان کے ایک فرزند کو راجہ بنایا اور مسمی بھوج نرل راج کو وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کیا۔ رشتہ میں یہ شخص فرزند کا خالو تھا اور اس کا دماغی توازن بھی برقرار نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ اسم بامسمی تھا اس طرح رام راج نے کمسن راجہ کی تربیت' دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کا سارا کام بھوج نرل کے ایما پر اسی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سے تمام جابر اور مکار امراء و روساء کا خاتمہ ہو گیا اور رام راج نے اپنی ہوشیاری اور عقل مندی سے یہ سارا کام کیا۔

رام راج کی سرگرمیاں

اب رام راج نے اپنے ایک غلام کو عزت بخش کر کمسن راجہ اور سلطنت بیجاپور کا تحفظ اس کے حوالے کیا اور خود ان راجاؤں پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا جو اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کچھ راجہ اس کا نشانہ بن گئے' یہاں تک کہ ایک قلعہ کی حراست میں اتنا مصروف ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کو فتح کرنے کی غرض سے سارا مال و زر پانی کی طرح بہاتا رہا۔ اس نے غلام کو پچاس ہزار ہون ارسال کرنے کا حکم جاری کیا۔ غلام حکم کی تعمیل میں قلعہ کے دروازہ کو کھول بیٹھا۔ رام راج کی آنکھیں قلعہ میں دولت کے انبار دیکھ کر چندھیا گئیں وہ خود پر قابو نہ پا سکا اور علی الاعلان راجہ کا مخالف اور باغی ظاہر کر دیا۔ غلام نے بھوج نرل کو اپنا شریک کار اور راز دار بنایا اور تخت و تاج نیز مال و دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر تدبیریں سوچنے لگا۔ رام راج کے تمام مخالفین جو اس سے ڈرتے تھے کمسن راجہ کے معاون بن گئے۔ اس طرح بیجانگر میں ایک عظیم اجتماع ہو گیا' لیکن بھوج نرل نے غلام کو ناقابل اعتماد اور رام راج کا رفیق سمجھ کو قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔

رام راج اور بھوج نرل کے درمیان معاہدہ

جب رام راج نے معاملہ کو طول ہوتے ہوئے پایا تو اس نے چاہا کہ بھوج نرل کے ساتھ جھگڑوں کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اس غرض سے اس نے کچھ بااثر اشخاص کو صلح کرانے کے لیے منتخب کیا۔ جنہوں نے یہ شرط پیش کی کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر رام راج قابض رہے گا اور دارالخلافہ بیجانگر رائے زادہ ہی کے پاس رہے گا۔ رام راج اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے کچھ نہ کہا اس طرح تمام

besturdubooks.wordpress.com

راجاؤں نے اپنے اپنے علاقوں کی راہ لی۔

بھوج نرل کے خلاف رعایا کا اقدام

رائے زادہ کا سر پھرا اور وہ خود مختاری کا خواب دیکھنے لگا اور اس نے ظلم کا پیشہ اختیار کیا اس نے بھانجے کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ نرل نہایت مغرور ہو گیا اور علاقہ کے ہر خاص و عام' ہر خورد و کلاں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص اس سے نالاں ہو کر رام راج کا دم بھرنے لگا' یہاں تک کہ رام راج کو چڑھائی کرنے پر اکسایا۔

ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بھوج نرل کو جب ان تمام باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے عمدہ تحائف اور چھ لاکھ ہون ایک ایلچی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ کی بارگاہ میں پہنچائے۔ تاکہ وہ اس کی درخواست قبول کرے اور مدد دے۔ ادھر رام راج نے بھی قصد کیا کہ وہ ایک ایک لاکھ ہون قدم قدم پر بچھا دے گا اور بادشاہ کو راضی کرے گا۔ ۹۴۲ھ میں ابراہیم نے بیجانگر کا رخ کیا۔

رام راج کی عیاری

جب رام راج کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ چڑھائی کرنے والا ہے تو اس نے ایک چال چلی۔ اور وہ یہ کہ اپنے ایک نوشتہ میں اس نے بھوج نرل کو اپنی آئندہ وفاداری کا یقین دلایا اور اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا' نیز یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانوں کے اس علاقہ میں آجانے سے ہندوؤں کی ساری عبادت گاہیں اور مکانات ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور ہمارے اطفال خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گے جس طرح شاہان بہمنیہ کے دور میں لگ گئے تھے لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ایک تجربہ کار ضعیف العمر ایلچی ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ بادشاہ کی واپسی کے لیے کوشش کر سکے پھر سدا میں آپ کا فرمانبردار اور خادم رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بھوج نرل کا فریب کھانا

چونکہ بھوج نرل ایک کم فہم انسان تھا بڑی آسانی سے رام راج کی چالوں میں پھنس گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کی رسوم کے مطابق معاہدے ہوئے اور ابراہیم عادل شاہ سے واپسی کی درخواست گزاری۔ ساتھ ہی بھوج نرل نے چالیس لاکھ ہون بادشاہ کو بھیجے۔ ابراہیم عادل شاہ کی مقصد براری میں کیا کمی رہ گئی تھی جو وہ واپس نہ ہوتا۔ وہ بھوج نرل کی مدد کے لیے اور رقم وصول کرنے کے لیے آیا تھا دونوں کی تکمیل پر واپس ہو گیا۔

رام راج کی چڑھائی

ابراہیم عادل شاہ دریائے کرشنا کو پار بھی نہ کر پایا تھا کہ اپنے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ رام راج نے مثل برق و باد بیجانگر کا رخ کیا۔ شہر میں جو محافظین' سپاہی اور نوکر چاکر تھے انہیں یا تو خوف زدہ کیا یا پھر کوئی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر کے انہیں بھوج نرل کے خلاف کر دیا۔ ان کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی صورت سے بھوج نرل کو قید کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بھوج نرل کو تہ تیغ کر کے رائے زادہ کا بدلہ لے۔ بھوج نرل نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مجبور اور تنہا پا کر گھوڑوں کے پیر کاٹ دینے کا فرمان جاری کیا اور فیل کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ صدیوں پرانے شاہی مال و دولت کے ذخیروں کو راکھ بنا دیا جائے۔ راجہ کے ان احکامات کی پوری پابندی کی گئی۔ محافظین نے جیسے ہی باب الشہر وا کیا بھوج نرل نے اپنی تلوار سے خودکشی کر لی۔ اس طرح رام راج نے نہایت اطمینان کے ساتھ بیجانگر کی گدی سنبھالی اور اس کا کوئی سد راہ نہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم

جب ان تمام واقعات کی اطلاع ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے قلعہ اودنی پر چڑھائی کرنے کے لیے اسد خاں لاری کا انتخاب کیا اور ساری فوج کو اس کے اشارہ پر چلنے کا حکم دیا۔ اسی عرصہ میں رام راج کے بھائی تیکناوری نے کافی تعداد میں سوار اور پیادے جمع کیے اور اسد خاں لاری سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا۔ اسد خاں لاری نے حریفوں کو حراست میں لینے کے بجائے ان سے ملنا چاہا' آخر ایک سخت قسم کی جنگ ہوئی اور اسد خاں لاری کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حریفوں نے سات کوس تک اسے نہیں بخشا برابر تعاقب کرتے رہے۔

اسد خاں لاری کا شب خون مارنا

جب رات ہوئی اور اجالا بالکل ختم ہو گیا تو تیکناوری' اسد خاں لاری کی فوج سے ایک کوس دور خیمہ زن ہوا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن شکست کھا چکا ہے' آرام کی نیند سو گیا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار مسلح بہادر سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کے لشکر پر شب خون مارا' کافی دیر تک ہندو اپنا بچاؤ کرتے رہے لیکن مجبوراً مسلمانوں کے زبردست حملے سے بچنے کے لیے بھاگ نکلے۔ اسد خاں لاری نے حریف کے تمام ہاتھیوں اور اس کے بال بچوں کو گرفتار کر لیا' بعد ازاں اسد خاں لاری اس میدان میں قیام پذیر ہوا اور تیکناوری اس کے لشکر سے چھ کوس دور خیمہ زن ہوا اس کے بعد تیکناوری نے ایک نوشتہ جنگ کے تمام واقعات رام راج کو تحریر کیے تاکہ وہ اس کی امداد کر سکے۔

رام راج کا مشورہ

رام راج نے تیکناوری کو اس کے خط کے جواب میں لکھا کہ اسے بہرصورت اسد خاں لاری کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے یا پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا بہتر ہے تاکہ اس کے قبضہ سے بال بچوں کو نکالا جا سکے۔ تیکناوری نے رام راج کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک پیغام بر کے ذریعہ اسد خاں لاری سے دوستی کرنے کی پیش کش کی۔ اسد خاں لاری نے ان تمام واقعات کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو دی اور اس کی رضا کے مطابق تیکناوری سے صلح کر لی بعد ازاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیجاپور روانہ ہو گیا۔

یوسف شحنہ کی سازش

تیکناوری کے جو گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کے قبضہ میں آ گئے تھے' ابراہیم عادل شاہ نے ان سب کو اسد خاں لاری کو تفویض کیا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوا۔ یوسف شحنہ وکیل سلطنت کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتا تھا' لہٰذا اس سے اسد خاں لاری کی قدر و منزلت اور عزت و آبرو نہ دیکھی گئی اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا' لہٰذا اس نے تنہائی میں ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں لاری کے خلاف اکسایا اور اس کی برائیاں کرنے لگا۔ ادھر بادشاہ کو بھی اسد خاں لاری کی وفاداری اور نیک نیتی پر شبہ ہوا' اس کے خیال میں اسد خاں لاری شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نظام شاہی خاندان سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی بدگمانی ہوئی کہ کہیں اسد خاں لاری قلعہ تنگوان کو نظام شاہ کے حوالے نہ کر دے اور اس کا غلام ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو

ابراہیم عادل شاہ نے کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی اور یوسف شحنہ کے اقوال و اطوار کو دل و جان سے قبول کر لیا۔ دونوں میں مشورہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو کس طرح علیحدہ کیا جائے۔ یوسف شحنہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسد خاں لاری کو علی شہزادہ کے ختنہ کی تقریب میں مدعو کیا جائے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ یہی ایک تدبیر ہے جو اس سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اتفاق سے یہ بھید کھل گیا اور اسد خاں لاری پہلے سے زیادہ چوکنا ہو گیا۔ جب ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے عدم شرکت اختیار کی۔

besturdubooks.wordpress.com

اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر

بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے پھر یوسف شحنہ سے صلاح مشورہ کیا اور طے پایا کہ اسد خاں لاری کو اسی کے احباب اور ہمدردوں کے ذریعہ زہر دے دیا جائے۔ اس کے ساتھیوں کو اکسایا جائے کہ وہ اسے زہر دے کر ہلاک کر دیں۔ اتفاق سے بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی اب دوسری تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ نلگوان کے قرب و جوار کے علاقہ میں یوسف ترک کو جاگیر دی جائے اور وکیل سلطنت کے عہدے سے ہٹا کر جاگیردار بنا دیا جائے۔ اسی طرح سے یوسف ترک کو اسد خاں لاری کے زندہ گرفتار کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اسد خاں لاری بڑا ہوشیار' باشعور اور تجربہ کار انسان تھا اس نے بہت زیادہ محتاط رہنا اختیار کیا' ایک روز اسد خاں لاری نے باغ کی تفریح کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام نلگوان سے چھ میل دور واقع ہوا تھا' اسد خاں لاری نے اپنے ہمراہ گنتی کے سپاہی لیے اور باغ کی سیر کرنے کو روانہ ہوا۔

اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ

روانگی کے وقت اسد خاں لاری نے ایک حبشی غلام کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چار سو نوجوانوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے' جب یوسف شحنہ کے بہی خواہوں نے اسے خبر دی کہ اسد خاں لاری اکیلا باغ کی سیر کو گیا ہے تو اس نے اپنے ہمراہ دو ہزار کا لشکر لیا اور اسد خاں پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح باغ کا صحن جنگ کا میدان بنا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی' اسد خاں لاری نہایت ہوشیاری سے حریف کو کچلنے کی سعی کر رہا تھا' بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اسد خاں لاری کی فتح

اسد خاں لاری حریف کے لشکر سے بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دیتا رہا۔ یہ لڑائی اتنے زبردست پیمانہ پر ہوئی کہ بہت سے سپاہی کام آئے۔ پھر بھی میدان اسد خاں لاری کے ہاتھ رہا اور اسے فتح حاصل ہوئی' یوسف شحنہ جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال

ابراہیم عادل شاہ نے حالات کو بگڑتے دیکھ کر اسد خاں لاری کی دل جوئی شروع کی اس نے یوسف ترک کو گرفتار کر کے اسد خاں لاری کے حوالے کیا اور کہا یوسف ترک کو اس کی گستاخی کی جو سزا اسد خاں لاری چاہے دے سکتا ہے۔ اسد خاں لاری بادشاہ کی چال کو سمجھ گیا اس نے بادشاہ کو مطلع کیا یوسف ترک کو معاف کیا جائے۔ بعد ازاں یوسف ترک کو اسد خاں نے گھوڑے اور پوشاک وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا انکشاف

جب اس معاملہ کی خبر برہان نظام شاہ کو ملی تو اس نے بھرے دربار میں پھر یہی فرمایا کہ اسد خاں لاری کا یہ خیال تھا کہ وہ عادل شاہی علاقے فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں شامل کر دے گا۔ لہٰذا یہ وقت چڑھائی کرنے کے لیے بہت غنیمت ہے اسی عرصہ میں برہان نظام شاہ ۷۹۴ھ میں امیر قاسم برید کا شریک کار بن گیا۔ اور احمد نگر کا رخ کیا ادھر خواجہ جہان دکنی اور امیر قاسم برید پرندہ کے قریب پہنچ گئے اور پیش قدمی شروع کر دی۔

اسد خاں لاری کی تدبیریں

نظام شاہی بہی خواہوں نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے جن پر زین خاں قابض تھا اور جو عادل شاہی سلطنت میں شامل تھے اپنے قبضہ میں لے کر خواجہ جہاں دکنی کے غلاموں کے حوالے کر دیئے۔ ادھر برہان نظام شاہ نے نلگوان پر چڑھائی کر دی اسد خاں لاری کو اس

besturdubooks.wordpress.com

کی خبر نہیں تھی۔ برہان نظام شاہ کے مددگار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے جس سے برہان نظام شاہ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ اب اس نے عادل شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنا اپنا شعار بنا لیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں حریفوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری

علی محمد بدخشی کو اسد خاں نے قاصد بنا کر والیٔ برار علاؤ الدین عماد کے پاس بھیجا تاکہ وہ تمام حالات سے عماد شاہ کو آگاہ کرے اور اسے ابراہیم عادل شاہ کی مدد کرنے کے لیے مجبور کرے۔ اگر وہ راضی ہو تو اسد خاں لاری بھی اس سے بادشاہ کی بدگمانی دور کرانے کے لیے درخواست کرے گا۔ ابھی یہ خط پہنچا ہی تھا کہ خود بادشاہ بھی عماد شاہ کے دولت خانہ پر آ گیا اس کے بعد ہی عماد شاہ روانہ ہو گیا۔

اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات

برہان نظام شاہ نے ارک کے سارے مکانوں کو نذر آتش کر دیا کیونکہ وہ قلعہ ارک بیجاپور کو حراست میں لیے ہوئے تھا۔ برہان نظام شاہ نے اپنے ہمراہ امیر قاسم برید کو لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ کچھ دور ہی گیا تھا کہ اسد خاں لاری اس سے بچھڑ کر عماد شاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور عماد شاہ سے یوسف شحنہ کی برائیاں کرنے کی عادت اور اپنے خلاف اکسانے کی حقیقت بیان کی یعنی یوسف شحنہ نے بادشاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری گستاخ ہے اور وہ دشمن سے جا ملا ہے ظاہر ہے بادشاہ بدگمان ہوا اب موقع ملا ہے کہ عماد شاہ اسد خاں کی صفائی بادشاہ سے کرائے اور حقیقت حال سے آگاہ کرے بادشاہ کو بدگمانی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ امیر قاسم برید اور نظام شاہ کے نگلوان کے قریب پہنچنے سے بادشاہ نے یوسف شحنہ کا بیان صحیح سمجھا کہ حریف اسد خاں لاری کے ایما سے حملہ آور ہوئے' ان تمام وجوہات نے اسد خاں لاری کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے حریفوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تاکہ اس کی جاگیر برقرار رہے' یہ صحیح بیان اسد خاں کی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح

اجمالاً یوں سمجھئے کہ علاؤ الدین عماد شاہ بے تکلف اسد خان لاری کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس سے اسد خاں لاری کا پورا بیان اسی طرح سنا دیا جس طرح اسد خاں سے اس نے خود سنا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو بادشاہ نے معاف کر دیا اس طرح اسد خاں لاری کی برائیاں کرنے والوں کا سارا راز بادشاہ پر افشا ہو گیا۔ بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ اسد خاں لاری سے بغلگیر ہوا اور اس کی عزت و جاہ میں مزید اضافہ کیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگ

بادشاہ نے دونوں ہی خواہوں یعنی عماد شاہ اور اسد خاں لاری کے مشورے سے برہان نظام شاہ اور اس کے ہمدرد امیر قاسم برید پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا دونوں حریفوں نے عادل شاہی لشکر سے جان بچا کر پرگنہ بیڑ کی راہ لی۔ اس کے بعد ہی عماد شاہ اور ابراہیم عادل شاہ نے بالا گھاٹ دولت آباد کا رخ کیا کیونکہ وہاں ٹھہرنا ان کے نزدیک سود مند نہ تھا۔ عادل شاہی فوج اور عماد شاہ نے اس علاقہ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کیا۔

امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح

اسی عرصہ میں امیر قاسم برید بیمار ہوا اور مر گیا' بالا گھاٹ اور دولت آباد میں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ اس کے بعد شاہ طاہر نے بیچ میں پڑ کر دونوں خاندانوں کے درمیان مشروط طور پر صلح کرا دی شرط یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کو شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے نظام شاہ سے واپس ملیں گے اور مستقبل میں آپس میں کوئی جنگ نہ ہو گی غرض دوستی کے بعد فریقین نے اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ کا حملہ

ایک سال کے بعد ۹۵۰ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی علاؤ الدین عماد شاہ کی لڑکی راجہ سلطان کے ساتھ ہو گئی۔ ساڑھے پانچ رتن خانی پرگنوں کے نکل جانے سے برہان نظام شاہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا اس کی زندگی شب و روز اجیرن ہو گئی۔ اسی عرصہ میں ابراہیم عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ کے درمیان تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے نظام شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے حریفوں کو اکسانے کا اچھا موقع ملا۔ اس نے جمشید قلی قطب شاہ اور رام راج کو اپنا راز دار بنایا ان کے علاوہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے خواجہ جہاں دکنی اور علی برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ بلکہ دونوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں

برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو حراست میں لے لیا۔ پانچ پرگنوں اور سرحدی علاقوں پر قابض ہوا اور خوب لوٹا۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست پر شکست کھائی۔ ادھر نظام شاہ کے ایماء پر قلی قطب شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور پرگنہ کاکسی کو مرکز بنا کر گلبرگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری طرف رام راج قلعہ ہنگر کو گھیرے ہوئے تھا اس کا برادر لیکناوری ایک بھاری فوج کے ساتھ قلعہ رائچور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا' یہ سب کچھ نظام شاہ کے اشارے پر ہو رہا تھا۔

اسد خاں لاری کی طلبی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے آپ کو جب چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا اور اسے اپنے بے دست و پا ہونے کا احساس ہوا تو بے حد متفکر اور مضطرب ہوا۔ فوراً ہی ننگوان سے اسد خاں لاری کو طلب کیا تاکہ اس سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اسد خاں لاری نے تمام واقعات حاضرہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ صرف ایک حریف برہان نظام شاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ دراصل عادل شاہی خاندان کا سب سے بڑا حریف وہی ہے' بقیہ امراء تو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں' ان کی علیحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا برہان نظام شاہ کا کام تمام کیا جائے تاکہ تمام ذیلی امراء سے بھی چھٹکارا مل سکے۔

اسد خاں کا مشورہ

اسد خاں لاری نے مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ کی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پانچ پرگنوں کو اس کے حوالے کر دیا جائے' جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ بعد ازاں رام راج کو ایک ہمدردی اور پیار بھرا خط تحریر کیا جائے اور اس کے علاوہ قرب و جوار کے دوسرے راجاؤں کو شاہانہ تحائف اور خوبصورت ہدیہ وغیرہ پیش کیے جائیں۔ اس نوشتہ اور تحائف و ہدیہ کو لسان قاصدوں کے حوالے کیا جائے جو متعلقہ اشخاص تک پہنچائیں۔ رام راج کا اس وقت ہر طرف طوطی بول رہا ہے اور دوسرے راجا تھوڑی سی پیش کش پر عادل شاہی حکومت کے طرف دار ہو جائیں گے۔ خاص طور پر رام راج کو اپنے حریفوں کی جانب سے ابھی ہر طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے وہ بہت جلد بادشاہ کا معاون و مددگار بن جائے گا۔ ان لوگوں سے اطمینان ہو جانے پر جمشید قلی قطب شاہ سے نمٹنا آسان ہے۔

قلی قطب شاہ پر حملہ

اسد خاں لاری کے مذکورہ مشورے سے ابراہیم عادل شاہ نے پورا پورا اتفاق کیا اور اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حق میں اسد خاں لاری کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور اس نے ایک بہادر اور جان باز لشکر کو اسد خاں لاری کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ قلی قطب شاہ کی سرکشی کو کچل دیا جائے۔ موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی اسد خاں لاری نے قلعہ کاکنی کو گھیر لیا اور جب سرما کے دن آئے تو اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

besturdubooks.wordpress.com

اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات

اب اسد خاں لاری لشکر کی طرف بڑھا۔ قلی قطب شاہ شکست کے خوف سے تلنگانہ بھاگ گیا' اس کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں نے گھوڑے دوڑائے' دو مرتبہ قطب شاہی لشکر پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً قلی قطب شاہ کو گولکنڈہ کے قلعہ کے قرب و جوار میں اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی۔ اس کے باوجود جنگ کا فیصلہ قطب شاہی لشکر کے حق میں نہ ہو سکا' قطب شاہیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس جنگ میں دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ملا۔ اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ نے ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیے' اول الذکر غالب آیا آخر الذکر نے سخت چوٹ کھائی وہ بری طرح مجروح ہوا' تادم مرگ اس کو اس چوٹ کا ملال رہا' وہ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ کامرانی حاصل کرنے کے بعد اسد خاں لاری نے بیجاپور کا رخ کیا اور اپنی طبیعت کے مطابق تمام امور انجام دیئے۔

برہان نظام شاہ کی شکست

جنگ کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اطمینان کا سانس لیا اور چاروں طرف سے خود کو محفوظ پا کر امراء کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے واپس کر دیا۔ ۹۵۱ھ میں رام راج کے ایماء پر برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ پر حملہ آور ہوا۔ حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا' ابراہیم بھی اپنی فوج کے ہمراہ جوابی کارروائی کرنے کی غرض سے بیورہ نہر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ دریا کے کنارے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے تصرف میں تھا' لہٰذا دو تین مہینے تک ابراہیم عادل شاہ کی فوج دوسرے کنارے نہ پہنچ سکی۔ مجبوراً ابراہیم عادل شاہ نے برکھارت میں دریا عبور کیا۔ اور دونوں طرف سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم ہونے لگی' نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی گذشتہ جنگوں کے برخلاف عادل شاہی لشکر کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور مال غنیمت میں فیل اور اسپ ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا غرور

بادشاہ کو فتح کیا حاصل ہوئی اس نے لوگوں سے بدسلوکی شروع کر دی' اس کا دماغ عرش معلی پر پہنچ گیا۔ ایک شب مے نوشی کے عالم میں بدمست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا' اسے برا بھلا کہا اور نہایت تلخ کلامی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکان سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہوا' اودگیر اور قندھار' اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضامند ہوا مگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہوا۔ آدھا سال گذر گیا صرف دو دفعہ جنگ کی' مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی' ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلات جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے۔ ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور اراکین سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آ گئی۔ اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبد اللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہو گیا۔ اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہو گئی۔ شاہزادہ عبد اللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندر کوہ

besturdubooks.wordpress.com

پہنچا یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبد اللہ کی ناز برداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہو گیا اور اسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا۔ یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے۔ اس وقت اسد خاں لاری نے نلگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نو فیل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا للذا اس کا لب لباب یہ تھا کہ چند مکار، عیار اور فریب خوردہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں۔ ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ بادشاہ کی شان میں زبان و لب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ نلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا انہوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے۔ اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سر نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو نلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبد اللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبد اللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبد اللہ بندر کوہ پہنچا جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا۔ بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ للذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبد اللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، للذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کیا کہ فوراً شہزادہ عبد اللہ کو روانہ کریں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جا سکے۔ عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

اسد خاں لاری سے درخواست

قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ دونوں نے بالاتفاق ایک قاصد اسد خاں لاری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان حکمرانوں کے ارادے سے آگاہ کرے۔ نیز یہ بھی بتائے کہ ابراہیم عادل شاہ اب حد سے تجاوز کرنے لگا ہے۔ خود اسد خاں لاری اس سے بیزار ہے

besturdubooks.wordpress.com

ایسی صورت میں اسد خاں لاری کو ابراہیم عادل شاہ کی معزولی اور شہزادہ عبد اللہ کی تخت نشینی کے ارادے سے اتفاق کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہونے پر اسد خاں لاری کو بادشاہ کا اتالیق مقرر کیا جائے گا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی

اسد خاں لاری پیغامبر کی زبانی حالات سے آگاہ ہوا تو اسے اس پر سخت غصہ آیا مگر کیا کرتا۔ قاصد کو قتل کرنا خلاف فطرت تھا۔ غرض برہان نظام شاہ کو یقین ہو گیا کہ اسد خاں لاری کی حمایت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس عرصہ میں اسد خاں کی علالت کا حال عام ہوا برہان نظام شاہ نے ایک ہندو برہمن تیجا کو خفیہ طور پر کافی روپیہ دیا اور تلکوان روانہ کیا۔ تاکہ وہ قلعہ داروں کو اکسائے اور اسد خاں کے انتقال کے بعد قلعہ بہ آسانی نظام شاہ کے تصرف میں آ جائے۔ اسد خاں کو دوران علالت ہی میں اس بات کی خبر ہو گئی' اس نے اس برہمن کو مع ستر راشی اور غدار لوگوں کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام

اسد خاں لاری کی اس وفاداری کی خبر تقریباً ہر شخص کو گوش گذار ہوئی' للذا کچھ اشخاص نے شاہ زادہ عبد اللہ کی حمایت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ اسد خاں لاری جب اپنی صحت یابی اور علاج سے مایوس ہو گیا تو اس نے ایک نوشتہ کے ذریعہ ابراہیم عادل شاہ کو بلانے کی درخواست کی۔

اسد خاں لاری کا انتقال

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی درخواست قبول کی' وہ ۹۵۶ھ میں اسد خاں کی طرف چلا' وہاں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اسد خاں لاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر بھی تلکوان جا کر بادشاہ نے مرحوم کے متعلقین کو تلقین' تسلی اور تشفی دی اور بہت سی عنایتوں سے نوازا البتہ اس کا سارا مال و زر خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عیسائیوں نے شہزادہ عبد اللہ کے بہی خواہوں کے دل شکستگی اور پریشان حال دیکھ کر اسے بندر کوہ بھیجا۔ قطب شاہ اور نظام شاہ اور ان کے بہی خواہ اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

اسد خاں لاری کی خوبیاں

اسد خاں لاری بڑا ذہین و متین اور تجربہ کار اور کہنہ مشق آدمی تھا۔ اسے امرائے سلطنت اور امور حکومت کی انجام دہی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس میدان کا وہ تنہا پہلوان تھا' دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے علاوہ بیجانگر کے حاکم تک نے اس سے راہ و رسم رکھی اور دعا سلام کے ساتھ ساتھ خط و کتابت اور تحائف کا سلسلہ قائم کیا۔ اس کی عزت' شہرت' ملکیت' رقم اور قیمتی اشیاء کا تخمینہ شمار سے باہر ہے۔ اس کے روزانہ کھانے کا خرچ سو مرغوں پچاس بکروں اور سو من چاول پر مشتمل تھا۔ دکن میں آج بھی اس کی ایجاد کردہ چیزیں مثلاً قبا اور زریں' خنجر شہرت عام رکھتی ہیں۔ سوائے اسد خاں کے کسی شخص نے اس سے قبل ہاتھی کی پشت پر زین نہیں رکھی اور نہ گھوڑے کی طرح منہ میں لگام دے کر ہاتھی کو قابو میں کیا' لیکن یہ جانور اتنا سرکش ہے کہ بغیر لوہا استعمال کیے ہوئے نہیں دیتا' للذا اسد خاں کی یہ اختراع نہ عام ہو سکی اور نہ زیادہ عرصہ چل سکی۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ برابر کا دوست بنانے کی غرض سے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی دختر مسماۃ مانی بی بی کی شادی علی برید سے کر دی تھی۔ ادھر برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان چند خوش گفتار قاصدوں نے دوستی کرا دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدیہ وغیرہ ارسال کر کے محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

رام راج کی چال

جب اس کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے بیجاپور میں مقیم نظام شاہی قاصدوں سے باز پرس کی انہوں نے ڈر کر بیجانگر کا رخ کیا۔ رام راج سے شکایت کی کہ ابراہیم عادل شاہ انہیں قتل کرنے پر تلا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بیجانگر کے غیر مسلموں کو متحد کر رہے تھے لہٰذا بڑی پریشانیوں سے یہ شہر نصیب ہوا ہے۔ رام راج بڑا حساس انسان تھا اس بات کو سنتے ہی طیش میں آ گیا فوراً برہان نظام شاہ کو خبر دی کہ علی برید نے اپنے والد کے افعال کے مخالف چل کر ابراہیم عادل شاہ سے دوستی کی' لہٰذا اس سے اس کی باز پرس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور قلعہ کلیان پر قبضہ کرنا چاہیے اس مقصد کی تکمیل کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کو ہمراہ لے کر برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو گھیر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی

ابراہیم عادل شاہ بھی اہالی قلعہ کی حفاظت کے لیے بیجاپور سے نکل کر نظام شاہی فوج سے تقریباً دو کوس دور قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے صرف قلعہ کی حراست کو کافی جانا' جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ ابراہیم عادل نے قیام گاہ کے چاروں اطراف میں ایک دیوار تعمیر کرائی اور ترکی امراء کو نظام شاہ کی فوج کے جواب میں ترتیب دیا۔ ترکی امراء دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جواں مردی اور بہادری کے لیے شہرت رکھتے ہیں' نظام شاہی فوج بیماری اور قحط میں مبتلا ہو گئی' وہ یہاں تک پریشان ہو گئی کہ احمد نگر کا رخ کرنا مناسب اور غنیمت سمجھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

نظام شاہی حکومت کے متعلق جو تحریریں معرض وجود میں آئی ہیں ان کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ عید الفطر کے دن ابراہیم عادل شاہ کے متعلقین عید کے خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ انہیں حریفوں کی طرف سے بالکل اطمینان تھا معاً دشمن کے امراء خاص طور پر سیف عین الملک وغیرہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور تباہ بربادی میں منہمک ہو گئے۔ دشمن کے حملہ نے عادل شاہی لشکر کے حوصلے پست کر دیئے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بادشاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے زیب تن کرنے سے پیشتر سراپردہ کے باہر آ گیا۔ اسی روز برہان نظام شاہ نے سپاہیوں کو ترتیب و تنظیم کی اور کلیان کے حصار کی جانب بڑھا اس مرتبہ اس نے مصمم ارادہ کیا کہ اگر حصار والوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دیا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کر دے گا۔ قلعہ کے لوگ پہلے ہی سے ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے دل شکستہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ کو نظام شاہ کے حوالے کر دیا' اس طرح برہان شاہ کی عید کی خوشیاں تین گنا بڑھ گئیں۔

قلعہ پرندہ کی فتح

ابراہیم عادل شاہ نے ہاتھیوں اور توپ خانوں کو حریف کے حوالے کر کے اس کے ملک کا رخ کیا' وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے چار لاکھ ہون وصول کیے اور ملک کو خوب لوٹا۔ بعد ازاں وہ قلعہ پرندہ گیا' وہاں اس نے قلعہ کا پھاٹک کھلا پایا' فوراً قلعہ میں قدم رکھا' خواجہ جہاں دکنی کے بہی خواہوں کو مار بھگایا' خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل نے ایک مشہور و معروف جواں سال بہادر باشندہ دکن کو قلعہ کا محافظ مقرر کیا اور خود بیجاپور پہنچا۔

دکنی باشندے کا فرار

مذکورہ قصہ کا حال جب خواجہ جہاں دکنی اور برہان نظام شاہ پر آشکارا ہوا تو انہوں نے قلعہ کا رخ کیا' ابھی قلعہ کا پھاٹک بیس کوس دور تھا کہ بہادر دکنی باشندہ ڈر کے مارے قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور سیدھا بیجاپور پہنچا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ جمال الدین الجو کا بیان

برہان نظام شاہ کے عہد کے واقعہ نویس شاہ جمال الدین الجو نے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ کہ جب باشندہ دکن کو برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ بے حد پریشان اور مغموم ہوا۔ اس نے فرار کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کی خبر کسی شخص کو نہ ہونے دی۔ ایک شب قیام گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ کانوں میں مچھروں کی بھن بھن کی صدا گونجی۔ وہ اس کو نظام شاہی فوجی باجے کی صدا سمجھ بیٹھا اور اس طرح فرار ہوا کہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ دروازہ تک کھلا رہ گیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ

ابراہیم عادل شاہ نے ڈرپوک باشندہ دکن کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود قلعہ پر دوبارہ تسلط جمانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بادشاہ کا یہ راز برہان نظام شاہ پر ظاہر ہو گیا اس نے رام راج کو مطلع کرنے کے لیے اپنے ایک ہم پیالہ و ہم نوالہ کی خدمت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ رام راج کو اطلاع دی۔ دونوں میں بات چیت کے بعد طے ہوا کہ رائچور میں آئندہ پروگرام بنایا جائے۔ ۹۵۹ھ میں رام راج نے اپنے ہمراہ ایک جفاکش اور بہادر سپاہیوں کا گروہ لیا۔ اور رائچور کی طرف بڑھا' ادھر برہان نظام شاہ بھی اپنے ہی خواہوں سپاہیوں اور مال و اسباب کے ساتھ ابراہیم عادل کے علاقہ کو پار کرتا ہوا بیجاپور پہنچا اور اس کے راجہ سے ملاقات کی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ مدگل اور رائچور کو فتح کر کے شولاپور کو حراست میں لے لیا جائے۔

رام راج اور نظام شاہ کا عروج

رام راج اور نظام شاہ دونوں نے قلعہ رائچور کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ مدگل کے قلعہ کے لوگوں نے خود خوف زدہ ہو کر قلعہ کی چابی رام راج کے پاس بھجوا دی۔ بعد ازاں اس قلعہ کو رام راج نے چند معتمد اشخاص کے حوالے کیا۔ خود اپنے برادر کے ساتھ سپاہیوں کی بہت کافی تعداد کی اور حکم دیا کہ وہ برہان نظام شاہ کا ہاتھ قلعہ شولاپور کی فتح میں بٹائے۔ بلکہ فتح کر کے اس کے حوالے کر دے' بعد ازاں وہ اپنے علاقہ کی سمت روانہ ہو گیا' برہان نظام شاہ نے رام راج اور اس کے سپاہیوں کی معاونت سے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا اس کے بعد برہان نظام شاہ نے بھاری اور جنگی توپوں کے استعمال سے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ دوبارہ قلعہ کی چار دیواری کھنچوائی اور ضروری مرمت کرا کے اسے معتمد امیر کے تصرف میں دے کر خود احمد نگر پہنچا۔

برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد امراء کی کوششوں نے پھر نظام اور عادل شاہی خاندانوں میں صلح کرا دی۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ دونوں سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور باہمی مشوروں اور معاہدوں کے بعد اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

سیف عین الملک کا تقرر

کچھ ہی عرصہ کے بعد دونوں خاندانوں میں پھر حریفانہ چشمک شروع ہو گئی۔ خواجہ جہاں دکنی جس نے حسین نظام شاہ کے خوف سے بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی پشت پناہی اختیار کر لی تھی۔ قلعہ شولاپور کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ رام راج اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے برہان نظام شاہ کے سپہ سالار عین الملک کو طلب کیا اور اس سے چند وعدے کیے۔ یہ سپہ سالار ان دنوں برہان عماد شاہ والی برار کا مہمان تھا اور نظام کے خوف اور ڈر سے بھاگ کر وہاں روپوش ہو گیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا عہدہ سیف عین الملک کو بخشا اور اس کو سیف الدولہ القاہرہ عضدا السلطنۃ الباہرہ امیر الامراء سیف عین الملک کا خطاب عطا کیا۔ نیز بان' مائن تنکری اور رائے باغ کی جائیداد اس کے نام کی۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ علی اور قلعہ شولاپور

ابراہیم عادل شاہ نے دیگر عطیات کے علاوہ سیف الملک کو نقدی سے بھی مستفیض کیا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ کو خیال آیا کہ شہزادہ علی کو جو ان دنوں اسی کا مہمان تھا خواجہ جہاں دکنی کے ارادے کے مطابق کیوں نہ احمد نگر کا حاکم مقرر کرے تاکہ شوالا پور کا حصار بہ آسانی فتح ہو سکے۔ غرض بہادر جواں مرد سپاہیوں کا لشکر تیار کیا گیا۔ نظام شاہ کے دو ہزار سپاہی جو جان بچا کر حسین نظام شاہ کے ہاں سے ہجرت کر آئے تھے۔ شہزادہ علی کے ہمراہ کیے گئے اور اس طرح یہ جرار لشکر بیجاپور سے روانہ ہو کر سرحد کی طرف بڑھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام

ابراہیم عادل شاہ نے برہان نظام شاہی امراء و وزراء اور روساء کو چند نوشتوں کے ذریعہ حسین نظام شاہ کے خلاف اکسایا' انہیں بڑے بڑے سبز باغ دکھائے تاکہ وہ سب علی بن برہان نظام شاہ کو اپنا حاکم مان لیں۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ کی یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور اس کے نوشتوں نے ایک بھی امیر یا رکن سلطنت کو حسین نظام شاہ کے خلاف نہیں اکسایا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں

جب حسین نظام شاہ تمام حالات حاضرہ سے آگاہ ہوا تو اس نے برہان عماد شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ بعد ازاں اس کے سپاہیوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھ آیا۔ اس دفعہ ابراہیم عادل شاہ پچھلی روایات کو نظرانداز کر کے فیاضی کی طرف مائل ہوا اس نے ج کھول کر چھ لاکھ ہون تمام سپاہیوں میں بانٹ دیئے۔ تنہا سیف عین الملک کے سہارے جنگ کرنے پر مائل ہوا۔ بعد ازاں سرحد کا رخ ک دونوں طرف کی فوجیں شولاپور کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں اس مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا۔

طرفین کی فوجی تنظیم

ابراہیم عادل شاہ نے فوج کی اس طرح تنظیم کی کہ عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو میمنہ اور پور خاں اور امام الملک کو میسرہ حوالے کیا' خود خاصہ خیل کے لشکر کے ساتھ بیچوں بیچ میں کھڑا ہوا سیف الملک کو ہراول لشکر بنایا' ادھر حسین نظام شاہ نے بھی فوجی تنظیم کی ہراول میں خاں زماں ، بحری خاں اور خلاص خاں کے نام آتے ہیں جن کا تعلق عماد شاہی لشکر سے رہا۔ علاوہ ازیں فوج کے آگے آتش بازی کا سامان لگایا گیا۔

سیف عین الملک کا غلبہ

سیف عین الملک نے اپنی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے معاً حریفوں کا رخ کیا تاکہ وہ بادشاہ کی عنایات کا کچھ بوجھ ہلکا کر سکے اس طرح اس نے ایک ہی وار میں توپ خانہ نظام شاہی کو قبضہ میں کر لیا اور ہراول لشکر جس کی بہادری اور شجاعت کا دور دور چرچا تھا کو کچلتا ہوا فوج کے درمیان پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ فیل مست نامی ہاتھ پر سوار تھا اس نے آگے بڑھ کر سیف عین الملک پر دھاوا بول دیا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تاریخ میں کم ہی نظر آتی ہے اس خون ریز معرکہ میں ایک فریق کا جانی نقصان شمار سے باہر ہے۔

نظام شاہی فوج کی تازہ کمک

نظام شاہی فوج کے تمام سپاہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے تھے کہ نظام حسین شاہ کے کچھ امراء جن میں رستم خاں دکنی' جہانگیر خاں حبشی اور غضنفر خاں شیرازی قابل ذکر ہیں' وہاں آ گئے یہ تمام امراء میسرہ میں جنگ کر رہے تھے لیکن وہاں سے شکست کھا کر یہاں آئے تھے۔ نظام شاہی فوج کی تازہ کمک نے نظام شاہیوں کے حوصلے بڑھا دیئے ادھر ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے کسی طرف سے کوئی

besturdubooks.wordpress.com

آواز نہیں آئی۔ سیف عین الملک نے تنہا جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قدم ڈگمگانے لگے اس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ جب وہ دشمن کو فتح یاب ہوتا دیکھتا تو خود میدان جنگ میں کھڑا ہو جاتا اس مرتبہ بھی اس نے یہی کیا وہ گھوڑے سے زمین پر کودا اور کھڑا ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

سیف الملک دشمنوں کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ یا تو عادل شاہی فوج فتح حاصل کرے گی یا سب کی سب قتل ہو جائے گی۔ گویا اس کا مقصد کھڑے ہونے سے "مار و یا مر جاؤ" کے مصداق کے مطابق تھا۔ ایک بدخواہ نے ابراہیم عادل شاہ کے سیف کے جنگ کے میدان میں کھڑے ہونے کے خلاف کان بھرے اور ایک قصہ گھڑ کر سنایا۔ وہ یہ کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر دشمن کے ہاتھ سے پان کھایا گویا دشمن سے اس نے وعدہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کو قید کر کے اس کے حوالے کرے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اور سیف عین الملک کی روانگی

ابراہیم عادل شاہ نے بجائے اس کے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا اپنا رخ بیجاپور کی طرف کیا اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔

سیف عین الملک تنہا دشمن کے لشکر سے لڑ رہا تھا اور بہت جلد ان پر فتح حاصل کرنے والا تھا کہ اسے بادشاہ کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اس نے بھی میدان جنگ کو یونہی چھوڑ دیا بعد ازاں اس نے صلابت خاں کو ایک کپڑے میں لپیٹا' صلابت خاں اس کا بھانجا تھا اور اس نے ایک گہرا زخم کھایا تھا اس کے بعد سیف الملک نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی

سیف عین الملک بادشاہ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو بھاگنے سے روکے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسے آمادہ کرے' سیف عین الملک کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ابراہیم عادل شاہ کو مزید غلط فہمی پیدا ہوئی اسے یقین ہو گیا کہ سیف اسے قید کرنے کے لیے تعاقب کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے چلنے کی رفتار اور زیادہ بڑھائی یہاں تک کہ بیجاپور پہنچ گیا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام

ابراہیم عادل شاہ کے چند لمحوں بعد ہی سیف بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پھر اس نے ایک معتمد شخص کے ذریعہ بادشاہ تک اپنی بے دست و پائی اور وفاداری کا حال پہنچایا اور درخواست کی کہ حضور کچھ نقد روپیہ خرچے کے لیے مرحمت کریں۔ کیونکہ خادم سرکاری ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف کی وفاداری

ابراہیم عادل شاہ اپنی تباہ و بربادی اور بدنامی کا سبب سیف عین الملک ہی کو سمجھتا تھا۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی' جواب میں لکھ دیا کہ بادشاہ کو سیف جیسے ناکارہ ملازم کی ضرورت نہیں' کہیں اور تشریف لے جائیں۔ چونکہ سیف عین الملک کی کوئی خطا نہ تھی' اس کا جرم صرف یہی تھا کہ اس نے میدان جنگ میں عادل شاہی فوج کی کمان سنبھالی اور آخری لمحہ جنگ تک وفادار رہا۔ بادشاہ کا جواب پا کر بے حد متحیر ہوا اس نے دوبارہ بادشاہ سے اپنی وفاداری چھ سو اعزا کی قربانی اور تمام مال و زر کی بربادی کا یقین دلایا نیز دوسری جگہ جانے اور کسی دوسرے ملک میں ملازمت کرنے کے بارے میں بھی اس نے اپنا فیصلہ بادشاہ تک پہنچایا۔ سیف الملک کی مذکورہ بالا تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھیں۔ اس کے باوجود ابراہیم عادل شاہ کو ان کا یقین نہیں آیا اور اب بھی وہ سیف الملک کی کوئی تازہ چال سمجھا' بایں سبب اس نے قاصد کے گالوں پر تھپڑ رسید کیا اور دربار سے نکال دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ

مجبوراً سیف عین الملک نے دوسرے لوگوں کی طرف رجوع کیا۔ بعض باشعور، عقل مند اور تجربہ کار اشخاص سے مشورے کیے۔ فتح اللہ خاں، مرزا بیگ شیتانی، عالم خاں اور میر تقی خاں انجو وغیرہ نے یہی کہا کہ بادشاہ سے اب کسی قسم کی امید رکھنا عقل مندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ولایت مان کے لوگوں سے خریف کا لگان وصول کیا جائے اور اس سے اشیائے ضروری خرید کی جائیں۔ بادشاہ کی جانب سے جب کوئی مزاحمت ہو گی تو آئندہ کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔ سیف الملک نے ان آرا سے اتفاق کیا اور بیجاپور کے قریب پہنچا۔ ابراہیم عادل شاہ کو حقیقت سے آگاہی ہوئی، ایک امیر کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی لیے تاکہ وہ سیف کی سرکشی کچل دیں۔

عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ

شاہی امیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر نہرمان کے ایک کنارے ہی پر آیا تھا کہ صلابت خاں نے عین الملک سے مشورہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔ شاہی امیر اور اس کے متعلقین صلابت خاں کے وار نہ سہ سکے، لہٰذا میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح صلابت خاں کے ہاتھ گھوڑے اور شاہی ہاتھی لگ گئے۔ اس واقعہ نے سیف عین الملک کے حوصلے اور بڑھا دیے اب وہ خریف ہی نہیں ربیع کی فصل کا لگان بھی رعایا سے وصول کرتا اور خرچ کر لیتا۔

سیف الملک کی فتوحات

مقبوضہ علاقوں کے علاوہ سیف الملک نے کلر و مرج وغیرہ کے علاقے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اس مرتبہ ابراہیم عادل شاہ نے دس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل ایک فوجی لشکر کی کمان دلاور خاں حبشی کے ہاتھ میں دی اور کافی آلات جنگ سے لیس کیا۔ یہی وہ دلاور خاں حبشی ہے جسے بعد میں وکیل السلطنت کے عہدے سے سرفراز کیا گیا تھا۔ صلابت خاں اور سیف عین الملک دونوں نے طے کیا کہ حوالی حسن آباد گلبرگہ کو جنگ کا میدان بنایا جائے۔ یہی ہوا اسی مقام پر ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے بری طرح شکست کھائی۔ دلاور خاں حبشی جو بری طرح مجروح ہوا تھا، چار کوس تک پیچھا کیا گیا علاوہ ازیں عادل شاہی سپاہیوں کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی خاصی تعداد ہاتھ آئی، آلات اور دیگر سامان جنگ بھی قبضہ میں آیا۔ غرض سیف الملک اور صلابت نے جتنی تکلیف اور پریشانیاں اور صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ ان سب کا معاوضہ انہیں دشمنوں کے سامان مال و زر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل میں مل گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو از سر نو اپنی فوجی تنظیم کرنی پڑی، انہیں اپنی عزت، دولت اور طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مصروف کار ہونا پڑا۔ سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کو دو اسپہ سہ اسپہ توپ خانہ اور پانچ ہزار بہترین سوار ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ جنگ

اب کے ابراہیم عادل شاہ نے توپ خانہ بہت سے ہاتھی اور پچیس ہزار سواروں پر اپنا فوجی لشکر ترتیب دیا، بعد ازاں خود سیف عین الملک کی سرکشی کو کچلنے کے لیے نہرمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر اسے سیف عین الملک کے ساتھیوں کا علم ہوا، جو قصبہ مان میں قیام پذیر تھے کسی دوسری جگہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ کچھ عرصہ نہرمان کے قریب ٹھہرا سیف عین الملک جو بادشاہ سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا تھا بلکہ متمنی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے فرار ہو جائے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس بات سے غلط اندازہ لگایا وہ سمجھا کہ سیف الملک مغلوب ہو گیا۔ ادھر سیف الملک نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعہ جنگ کا نعرہ لگاتا رہا۔ دشمنوں کے خیموں کے قریب جائے اور بغیر کسی لڑائی کیے پلٹ آئے۔ تین دن تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا عادل شاہی سپاہی پورے پورے دن یونہی مسلح گھوڑوں پر سوار رہتے اور رات کو دن کی تکان سے چور قیام گاہوں کی طرف پلٹتے۔ چوتھے روز عین الملک نے حسب معمول اپنے سپاہیوں کی صف آرائی کی اور دشمنوں کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ ابراہیم

besturdubooks.wordpress.com

عادل شاہ کے سپاہی اس روز بھی روزانہ کی طرح عین الملک کی چہل قدمی سمجھ بیٹھے' ہراول' فوج کو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دے رہے تھے۔ عین الملک کے حملہ کی پیشگوئی کر کے عادل شاہی لشکر کو ہوشیار کر رہے تھے' مگر ایک سپاہی نے بھی ان کی بات نہیں سنی اور نہ ہی مسلح ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کے حملے کا یقین عادل شاہی فوج کو آگیا۔ بادشاہ بغیر کسی فوجی ترتیب و تنظیم کے سیف الملک سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔

ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ

سیف عین الملک مقابلہ کرنے اور معرکہ آرائی کے خیال سے قدرے خوف زدہ ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا' ان لوگوں نے کہا۔ "جس لشکر کے ساتھ چتر شاہی ہو اس سے معرکہ آرائی نہ کرنی چاہیے۔" اس موقع پر مرتضی خاں انجو نے (جو ایک باوقار سید تھا اور سیف عین الملک جس کا بہت عقیدت مند تھا) کہا۔ "چتر شاہی کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ جو جنگ میں حصہ لے کر دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ ایسی بے جان چیز کا احترام کرنا بالکل بے معنی ہے۔" عین الملک کے لشکریوں نے اس کو فال نیک تصور کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عین الملک کے پانچ ہزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے' انہوں نے عادل شاہی میمنہ اور میسرہ پر نگاہ دوڑائی۔ جس جگہ چتر شاہی موجود تھا' انہوں نے وہیں حملہ کر دیا' راقم الحروف مولف کتاب ہذا نے میرزا بیگ نامی ایک لشکری سے جو اس جنگ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابراہیم عادل شاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عادل شاہی فوج کے سپاہی اس حملہ سے حواس باختہ ہو گئے۔ اور بغیر کچھ سوچے سمجھے میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔

عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ

ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ اس کے شاہی چتر' ہاتھی' توپ خانہ اور تمام شاہی ساز و سامان پر عین الملک کا قبضہ ہو گیا۔ عادل شاہی حکومت میں سخت انتشار ہوا۔ عین الملک نے تورہ میں' جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے قیام کر کے ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عین الملک کے لشکری روزانہ شہر کے باہر جاتے اور لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے۔ یہ لشکری غلے اور چارے پر قبضہ کر لیتے اور اسے شہر میں نہ جانے دیتے۔

رام راج کی مدد

ابراہیم عادل شاہ نے مجبور ہو کر رام راج کی طرف امیدوارانہ نگاہوں سے دیکھا تاکہ دشمن کی چیرہ دستیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ اس نے سات لاکھ ہون رام راج کے پاس بھیجے۔ رام راج نے اپنے بھائی تنکناوری کی نگرانی میں ایک لشکر جرار کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید میں بیجاپور پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تنکناوری کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی' اس نے اپنے لشکر کے ہر فرد کو احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی تلقین کی۔

شب خون

تنکناوری نے ہر لشکری کو حکم دیا کہ ڈھائی گز لمبی لکڑ پر کپڑا لپیٹ کر رکھے اور اسے تیل سے بھگوئے۔ جب شور و غوغا بلند ہو تو اس وقت تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک کو اس امر کی بالکل اطلاع نہ ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر سے دو ہزار چیدہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور صلابت خاں کے ساتھ شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ بیجانگر کی فوج بیجاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچی اور عین الملک نے شب خون مارا۔ جب وہ آہستہ آہستہ دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچا تو تمام لشکریوں نے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق مشعلیں روشن کر دیں اور رات کو دن بنا دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سیف الملک کی پریشانی

بیجانگر کے سپاہیوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور پتھر لکڑی تیر و تفنگ وغیرہ سے کام لے کر کچھ ہی دیر میں دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو موت سے ہم کنار کر دیا۔ سیف عین الملک اور صلابت خاں بہت پریشان ہوئے وہ بڑی مشکلوں سے اس مصیبت سے نکلے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنی لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور ایک دوسری طرف جا نکلے۔ عین الملک کے لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ راستہ بھول کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

عین الملک کا فرار

جب تین پہر رات گزر گئی اور عین الملک کی کوئی خبر نہ ملی تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اس کے تمام لشکری بڑے پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو عین الملک اپنی لشکر گاہ میں پہنچا لیکن وہاں کیا رکھا تھا؟ تمام لشکری جا چکے تھے' مجبوراً عین الملک نے راہ فرار اختیار کی اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ دو سو سپاہی تھے جو کسی نہ کسی طرح اس سے آ ملے تھے' عین الملک کے تفصیلی حالات' نظام شاہی واقعات کے ساتھ بیان کیے جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری

اس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوا۔ بواسیر' انتڑیوں کی خرابی اور دوران سر جیسے امراض اسے لاحق ہوئے۔ بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا' مایوس ہو کر اس نے اپنے قابل طبیبوں اور حکیموں کو قتل کروا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجاپور کے تمام طبیب جلاوطن ہو گئے اور دوا فروشوں نے اپنی دکانیں بڑھا دیں۔

انتقال

ابراہیم عادل شاہ متواتر دو سال تک بیمار رہا۔ اس کی صحت کی دیوار آہستہ آہستہ گرتی چلی گئی اور آخرکار ۹۵۶ھ میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اسے قصبہ کوکی میں شیخ حبیب حیدر پہلوی کے احاطے میں اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولاد

ابراہیم کی اولاد کچھ زیادہ نہ تھی اس نے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں کے نام شہزادہ علی اور شہزادہ طہماسپ تھے۔ علی باپ کا جانشین ہوا' اور طہماسپ مشہور عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا باپ ہے۔ بیٹیوں کے نام بانی بی بی اور ہدیہ سلطانہ تھے اول الذکر کی شادی علی برید سے ہوئی اور دوسری مرتضیٰ نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

ابراہیم عادل شاہ نے چوبیس سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

شوخی طبیعت

مورخین کا بیان ہے کہ علی عادل شاہ بچپن ہی کے زمانے سے ذہین و فہیم تھا اس کی طبیعت میں شوخی اور تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب وہ سن شعور کو پہنچا تو ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ نے ایک مجلس میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں نے باپ اداد کے مذہب کو ترک کر کے حضرت امام اعظمؒ کا مذہب حق اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کی تمام رسوم کو اس طرح مٹایا کہ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔

مذہبی رجحان

علی عادل شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھا باپ کی بات سن کر اس کی جبلی طبیعت باز نہ رہ سکی اس نے فوراً کہا "اگر اسلاف کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے۔ تو پھر تمام بیٹوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔" ابراہیم کو شہزادے کے اس جواب پر بہت غصہ آیا۔ اور پوچھا "تمہارا مذہب کیا ہے؟" علی نے جواب دیا۔ "اس وقت تو میرا وہی مذہب ہے جو آپ کا اس کے بعد خدا ہی جانے کیا صورت پیش آئے۔" ابراہیم نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ علی مذہب شیعہ رکھتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر ہے۔ ابراہیم نے علماء سے فتویٰ لے کر خواجہ شیرازی کو قتل کروا دیا۔

شہزادہ علی جب جوان ہوا تو اس وقت ملا فتح اللہ شیرازی المعروف "بنجار" اس کا استاد تھا۔ اتفاق سے فتح اللہ امامیہ مذہب کا پیرو تھا لیکن وقتی مصلحتوں کے پیش نظر حنفی المذہب بن گیا تھا۔ اس وجہ سے علی عادل شیرازی کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کرتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں کے ایک گروہ نے اپنے آقا کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی اور چاشنی گیر کے ذریعہ ابراہیم کو زہر کھلانے اور اس کی جگہ اس کے بھائی شہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھا کر شیعہ مذہب کو رواج دینے کا ارادہ کیا۔ چاشنی گیر پکا سنی المذہب تھا اس نے اس سازش میں شرکت نہ کی۔ ابراہیم کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے تمام مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔

شہزادہ عبداللہ کا فرار

ابراہیم عادل شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا بھائی شہزادہ عبدؔاللہ بالکل بے گناہ ہے' لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے بدگمان رہا۔ عبداللہ نے اس بدگمانی کو اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھا ایک بار جب کہ ابراہیم قلعہ پنالہ کی سیر و تفریح میں مشغول تھا عبداللہ ایک بہت بڑی رقم لے کر بندر گوہ کی طرف فرار ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر

یہ علی عادل شاہ کی جوانی کے آغاز کا زمانہ تھا ابراہیم کو اس کی طرف سے بھی کچھ بدگمانی ہوئی لہٰذا اسے مع اس کے استاد کے قلعہ مرج میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نگران سکندر خاں کو یہ ہدایت کی کہ وہ شہزادہ کی پوری طرح حفاظت کرے اور اسے شیعوں سے ملنے جلنے نہ دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی (جو اسمٰعیل عادل شاہ کا پروردہ تھا) دونوں ہی شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ ان

besturdubooks.wordpress.com

دونوں نے علی عادل کی بہت خدمت کی اور اس کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

علی عادل کی شیعیت پسندی

جس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ بیمار ہوا اور سب لوگوں پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ مرض بادشاہ کی جان لیے بغیر نہ چھوڑے گا اس زمانے میں علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کے عقیدے کے مطابق اذان دیتا۔ جب کبھی کسی وجہ سے شہزادہ خود منبر پر نہ جاتا تو وہ کامل خاں کو اس کام پر مقرر کرتا کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق اذان دے۔

شہزادہ طہماسپ کی شیعیت

ابراہیم عادل شاہ کو بیماری کے زمانے ہی میں ان واقعات کا علم ہوا۔ شہزادہ علی کی طرف سے اس کا دل مکدر ہو گیا اور اس نے شہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا' لیکن ابراہیم کو یہ اطلاع بھی ملی کہ طہماسپ بھی اپنے بھائی علی کی طرح شیعہ مذہب کا قائل ہے۔ یہ جان کر اسے اور بھی صدمہ ہوا اور بے حد رنجیدگی کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔ "میں جان بوجھ کر ایک شیعہ کے ہاتھ میں خلق خدا کی باگ کس طرح دے سکتا ہوں۔"

علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ نے علی کی طرح طہماسپ کو بھی نلگوان کے قلعے میں قید کر دیا۔ اور امور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا' جب ابراہیم کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو معتبر اور دانش مند اراکین سلطنت نے محمد کشور خاں کو جو بعض پرگنوں کا لگان وصول کرتا تھا کثیر رقم کے ساتھ علی عادل کے پاس روانہ کیا کشور نے قلعہ مرچ کے قلعہ دار سکندر خاں کو لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ کی زندگی اب آخری منزل پر آ گئی ہے اور آج کل ہی میں اس کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ بادشاہ نے خانگی ملازم اور قلعہ نلگوان کے آس پاس کے جاگیردار شہزادے طہماسپ سے ساز باز کر کے کوئی ہنگامہ بپا نہ کریں' بہتر یہی ہے کہ علی عادل شاہ کو چتر شاہی کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قلعہ مرچ میں قیام کرے اور وہاں کے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہو جائے تو شہزادہ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ پایہ تخت کی طرف روانہ ہو جائے۔

علی عادل شاہ کی قلعہ مرچ سے روانگی

سکندر خاں کو کشور خاں کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے شہزادہ علی کو اپنے داماد کامل خاں دکنی کے ساتھ مع تمام لوازم شاہی کے قلعہ سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں جلد از جلد شہزادہ علی کی خدمت میں پہنچا اور وہ روپیہ جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا اسے شہزادے کے حوالے کر دیا۔ علی عادل نے کشور خاں کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا۔ کشور بڑی احتیاط اور دانش مندی سے لوگوں کو شہزادے کے گرد جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لشکروں کی آمد

علی عادل نے کمال خاں دکنی کو امیر الامراء کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ علی عادل کی روانگی کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی اور اطراف ونواح کے لشکر یکے بعد دیگرے علی عادل کے گرد جمع ہونے لگے۔ پایہ تخت سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے ان گنت سپاہی علی عادل کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور علی عادل شاہ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔

علی عادل شاہ کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے بیجاپور پہنچتے ہی تمام امراء اور اراکین دولت جلد از جلد اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر سے صدقے

besturdubooks.wordpress.com

اتارے گئے۔ کشور خاں کے باغ میں جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے' علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ شہر کے باشندوں' سیدوں اور قاضیوں وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔

قصبہ شاہ پور کی بناء

علی عادل نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں بیجاپور میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شہر کے باہر جس جگہ علی عادل کی تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی تھی' وہاں اس نے قصبہ آباد کیا اور اس کا نام "شاہ پور" رکھا۔ علی نے مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا' مسجدوں میں جو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں "علی ولی اللہ" کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

علماء اور فضلاء کی عزت افزائی

علی عادل شاہ نے ایرانیوں کو وظائف دے کر انہیں حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بغیر کسی اندیشے اور روک ٹوک کے اپنا کام جاری رکھیں۔ عالموں اور فاضلوں وغیرہ کی بہت قدر دانی کی اور انہیں اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ اس نے قابل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت ہی جلد بیجاپور میں ایران و توران اور دیگر ممالک کے اعلیٰ لوگ بہت بڑی تعداد میں آ کر جمع ہو گئے اور شہر جنت کا نمونہ بن گیا۔

سخاوت

علی عادل کو جو خزانہ ترکے میں ملا تھا اس میں ڈیڑھ کروڑ ہون تھے۔ اس نے یہ تمام رقم کچھ ہی عرصہ میں لوگوں میں تقسیم کر دی۔ علی عادل کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خوان نعمت سے ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب فیض یاب ہوتا تھا۔ اہل شہر کی ما ضروریات کو اس نے بہ حسن و خوبی پورا کیا کوئی حاجت مند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

عدل و انصاف اور وسعت سلطنت

اس دور سعید میں ظلم و ستم کا نشان تک نہ رہا۔ چاروں طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علی نے رعایا کے دل کو اس طرح قابو میں کیا کہ ممالک مقبوضہ کے محاصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے۔ علی جنگ وجدل کے بہت خلاف تھا' وہ اس قسم کی حرکتوں کو انسان اور انسانیت کی تباہی کا سبب سمجھتا تھا' اس نے کبھی کسی سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور دکن کے فرماں رواؤں اور رعایا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے رائچور' ورنگل' مدگل' کلیانی' شولاپور' اودنی' دھارور اور چندر کونی کے قلعے مع پرگنات کے اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کسی سے جنگ نہ کی اور نہ ہی کوئی ہنگامہ و شورش بپا ہوئی یہ سب اس کے حسن سیاست کا فیض تھا' واضح رہے کہ علی عادل سے پہلے یہ قلعے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوئے تھے۔

علم و فن سے دلچسپی

علی عادل نے اپنے استاد سے کافیہ' متوسط اور علم کلام کی چند کتابیں پڑھیں۔ دیگر علوم میں بھی اس نے کافی مہارت حاصل کی۔ خوش نویسی سے بھی اسے طبعی لگاؤ تھا۔ خط ثلث' نسخ اور رقاع میں وہ بہت اچھی طرح لکھتا تھا' اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام وہ اس طرح لکھتا تھا "کتبہ علی صوفی قلندر" علی عادل طبعاً درویش صفت' صوفی منش' صاحب ذوق اور خوش نظر تھا۔

عشق پیشگی

اسے عشق و محبت سے بھی گہری دلچسپی تھی اہل علم کے ساتھ ساتھ اس کی محفل میں حسینان دلربا اور پری وشان قیامت انداز کا جمگھٹا

besturdubooks.wordpress.com

بھی رہتا تھا۔ اس کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر پڑھتا رہتا تھا:

مائیم و ہمیں زمزمہ عشق فضانی
پیداست کہ دیگر بچہ خورسند تو آں بود

رام راج سے دوستی

تخت نشینی کے پہلے ہی سال علی عادل شاہ کی خواہش تھی کہ شولا پور اور کلیان کے قلعوں کو نظام شاہی عاملوں سے آزاد کروا لے۔ علی نے رام راج کے پاس کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ محمد حسین اصفہانی کو احمد نگر روانہ کر کے وہاں کے فرمانروا سے اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رام راج نے علی عادل شاہ کے سفیروں کی بہت آؤ بھگت کی۔ اور جب یہ سفیر واپس ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے ایک معتبر شخص کو بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے علی عادل شاہ کو تخت نشینی کی مبارک باد پیش کرے۔

حسین نظام شاہ کی ناراضگی

حسین نظام شاہ نے علی عادل شاہ کے سفیر محمد حسین اصفہانی سے اچھا برتاؤ نہ کیا' نہ تو اسے خوش آمدید ہی کیا اور نہ ہی اس کی آؤ بھگت کی نیز اس نے علی عادل کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے اپنا کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس نے رام راج اور علی عادل کے مراسم کی خوشگواری کو پسند نہ کیا اور اس معاملے میں ناراضگی اور رنجیدگی کا اظہار کیا۔

رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت

علی عادل شاہ نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ اس کے باپ کے عہد حکومت میں جو بدعنوانیاں ہوئی تھیں ان کا مناسب طریقے پر تدارک کیا جائے۔ علی نے رام راج سے دوستانہ مراسم میں بڑی وسیع القلبی سے کام لیا۔ جب رام راج کا ایک چہیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل نے کشور خاں کی رائے پر عمل کیا اور جرات و دلیری سے کام لے کر سو سواروں کے ساتھ جن میں کشور خاں بھی شامل تھا تعزیت کے لیے بیجانگر روانہ ہوا۔ رام راج کے دربار میں پہنچ کر علی عادل نے راجہ سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور وہ لباس جو علی اپنے ہمراہ لے گیا اسے پہنا دیا۔

رام راج کی بد تہذیبی

رام راج کی بیوی جو اجیرائے کی نسل سے تھی' اس نے علی عادل سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن تک علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بد تہذیبی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے سپرد کیا' علی عادل کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی' اس نے رام راج سے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا' لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش ہو رہا اور کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

حسین نظام شاہ کے نام علی عادل کا پیغام

۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کلیان اور شولا پور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے متعلق ہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت میں خرابی پیدا ہوئی۔ اور یہ قلعے نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گئے' اگر آپ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اچھے مراسم کے خواہاں ہیں تو یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیجئے۔ اگر دونوں قلعوں کی واپسی ممکن نہ ہو تو صرف کلیان کا قلعہ ہی واپس کر دیں بے حد ممنون ہوں گا۔"

besturdubooks.wordpress.com

کلیان اور شولاپور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ

شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کا مصاحب تھا۔ اس بات کی بہت کوشش کی کہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اس کی بات نہ مانی گئی' یہ معاملہ طول کھینچتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر حسین نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس مضمون کا ایک خط لکھا:

ایسے اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام بینی کو مدنظر رکھ کر یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیں تو ہم میں خوشگوار دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے۔ بصورت دیگر آپ یقین کیجئے' کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی

حسین نظام شاہ یہ خط پڑھ کر بہت غصے میں آیا اور اس نے علی عادل کے بارے میں ایسی باتیں زبان سے نکالیں کہ جن کا بیان کرنا تہذیب و متانت کے منافی ہے۔ یہ جواب پا کر علی عادل کو بھی بہت تاؤ آیا' اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل دیا پہلے زرد تھا اب نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ اختیار کر لیا۔ اور حسین نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "اگر تم میں ہمت ہے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔"

علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر

بات یہ ہے کہ دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک فرمان روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے اس کا مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔ حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کی اس کارروائی سے بہت پریشان ہوا اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔

فتنہ و فساد

پرندہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی و بربادی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیجانگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے' خوب جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدوں اور قرآنوں تک کو نذر آتش کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو اس فتنے کو فرو کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر اور دیگر امراء سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ کلیان علی عادل شاہ کے حوالے کر دیا۔ جنگ ملتوی ہو گئی اور رام راج اور علی عادل اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ پر لشکر کشی

حسین نظام شاہ نے بی بی جمال کی شادی قطب شاہ کے ساتھ کر دی۔ علی عادل شاہ نے یہ خبر سن کر محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجانگر بھیجا اور رام راج سے مدد طلب کی۔ رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا لشکر جرار لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔

قطب شاہ کا فرار

قطب شاہ نے بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا اور نظام حسین شاہ سے قول و قرار کے باوجود اس کے لشکر سے آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا۔ اور علی عادل سے آ ملا جب صبح ہوئی تو حسین نظام شاہ قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پا کر بہت حیران و پریشان ہوا۔ اب اس نے زیادہ دیر اس مقام پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد نگر کا محاصرہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ نے پایہ تخت اور قلعے کو مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور اپنے کئی امراء کو شہر کے اطراف میں روانہ کیا ان امراء نے آس پاس کے تمام دیہاتوں کو تہس نہس کر دیا اور کہیں آبادی و خوشحالی کا نام و نشان نہ رہا۔

قتل و غارت گری

بیجانگر کے ہندوؤں نے بھی کچھ کم ظلم نہ ڈھائے انہوں نے آبادی کو قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی' مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی انہیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا' مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں انہیں نذر آتش کر دیا اسی دوران میں بارش ہو گئی۔ راستے کیچڑ اور دلدل سے بھر گئے اس وجہ سے غلے کے آنے میں تاخیر ہو گئی۔ لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا۔ قطب شاہ چوری چھپے حسین نظام شاہ کی طرف داری کرتا تھا۔ وہ غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان اہل قلعہ کو پہنچا دیتا تھا اور اہل قلعہ کے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔

کشور خاں کا مشورہ

علی عادل شاہ نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اس نے رام راج کو بھی متعدد خطروں سے آگاہ کیا۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے باہمی مشورے کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ علی عادل شاہ اور رام راج یہاں سے روانہ ہوئے ابھی دونوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ کشور خاں نے علی عادل سے علیحدگی میں کہا۔ "یہ قوت شولاپور کے قلعے کے محاصرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج قلعے پر قابض ہونے کی خواہش کرے گا ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے۔ رام راج قلعہ شولاپور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ اس وقت ہمیں قلعہ شولاپور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ اور رام راج کی مدد سے نلدرک میں ایک الگ قلعہ تعمیر کرنا چاہیے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس قلعہ کی وجہ سے شولاپور کو تسخیر کر لینا چاہیے۔

قلعہ شاہ درک کی تعمیر

علی عادل شاہ نے کشور خاں کے اس مشورے کو بہت پسند کیا اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا' اور یہ دونوں فرمانروا وہاں جا پہنچے۔ نلدرک میں پرانے زمانے میں مندو کے راجہ نل نے اپنے بیٹے کے لیے جس جگہ محل بنوایا تھا وہ جگہ قلعہ کی تعمیر کے لیے منتخب کی گئی۔ اس جگہ قدیم محل کے آثار اس وقت تک باقی تھے' موسم برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس کا نام "قلعہ شاہ درک" رکھا گیا۔ اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں روا رام راج' قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے' علی عادل بیجاپور واپس آیا۔

رام راج کی عاقبت نااندیشی

اسی سال رام راج نے بہت عاقبت نااندیشی سے کام لے کر چند ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے دشمن ہو گیا۔ رام راج کے برے اعمال اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے اور اسے اپنے گناہوں کی بہت بڑی سزا ملی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں رام راج اور اس کے ہم مذہبوں کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی اس اجمال کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

معاہدے کی خلاف ورزی

پہلی مرتبہ جب علی عادل شاہ' حسین نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہوا تو اس نے رام راج سے مدد طلب کی تھی۔ علی عادل اور رام راج میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیجانگر کے ہندو اپنی پرانی دشمن کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ رعایا کے جان و مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے' لیکن ہندوؤں نے اس وعدہ کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا' مال و اسباب کو لوٹا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے' مسجدوں کی بے حرمتی کی' علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا' لیکن اس وقت کچھ نہ بولا کیونکہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

رام راج کا تعصب اور غرور

اس سفر سے واپسی کے بعد رام راج کا غرور اور تعصب اپنے کمال کا پہنچ گیا۔ وہ مذہب اسلام سے سخت نفرت کرنے لگا۔ اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اگر کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا۔ اس بے چارے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی' سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو وہ اپنے ساتھ بہت دور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب رام راج' علی عادل شاہ کے ساتھ احمد نگر سے نلدرک کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی

رام راج کی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کے علاقے میں پہنچا اور مسلمانوں کے مقبوضات پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ اس نے تنکناوری کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ علی عادل شاہ اور قطب شاہ کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں فرمانروا اس سال حسین نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے خائف تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اپنے ممالک کے کچھ حصے رام راج کے حوالے کیے اور بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ اس سے صلح کر لی۔

قلعہ پور کل میں بغاوت

علی عادل شاہ نے اتنکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ' پانگل اور دکنوز کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا۔ اسی زمانے میں ڈیسائی نے قلعہ پور کل المعروف بہ پونتی میں علم سرکشی بلند کیا ڈیسائی کا گھر قلعے کے اندر تھا' وہ دعوت اور جشن کے بہانے سے اپنے بہت سے حواریوں کو قلعے کے اندر لے گیا۔ ان حواریوں اور بعض اہل قلعہ کی اعانت سے ڈیسائی نے قلعہ دار کو قتل کر دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے بیجانگر کی قربت اور رام راج کے خوف سے اس قلعے کو ڈیسائی کے قبضے سے واپس لینے میں قدرے تاخیر سے کام لیا اور مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ

دوسرے سال جب قصبہ تورکل میں قلعہ شاہ درک (نلدرک) پوری طرح مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ تو علی عادل شاہ نے ہندوؤں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی نے اپنے امراء اور اراکین سلطنت کو طلب کیا۔ ملک کے دانشور اور صاحب فہم امراء محمد کشور خاں اور ابو تراب شیرازی نے جو ہر معاملے میں بادشاہ کے راز دار تھے عرض کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

کشور اور شیرازی کی رائے

"حضور کی رائے ٹھوس' جامع اور مناسب ہے اس پر مزید غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تاہم چونکہ حضور نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے' اس لیے بصد ادب گذارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں۔ رام راج کے لشکر کی کثرت اور اس کی روز افزوں قوت روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا ملک چھ بندرگاہوں' ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے' اسکے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے' ایسے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہماری رائے میں اس وقت حضور کو حسین نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہیں اور اس سے دشمنی ترک کرنا چاہیے۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے ان دونوں کی قوت فیصلہ کی بہت تعریف کی نیز محمد کشور خاں کو اس معاملے میں مختار کل بنا دیا۔ کشور نے سب سے پہلے ایک قاصد علی عادل شاہ کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا اور اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ابراہیم تو پہلے ہی سے بیجانگر والوں سے جلا بھنا بیٹھا تھا اس نے علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کرنے اور قلعہ شوالا پور جو بنائے فساد تھا حسین نظام شاہ سے علی عادل کو واپس دلوانے کا وعدہ کیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات

ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور ایک عظیم المرتبت فرد تھا۔ بیجاپور بھیجا تھا کہ اردستانی علی عادل شاہ سے ملے اور پھر وہاں سے احمد نگر جا کر صلح اور میل جول کی گفتگو کرے۔ اردستانی بیجاپور پہنچا' علی عادل شاہ سے ملاقات کی' اسے اپنے ارادے پر پختہ پا کر' اردستانی احمد نگر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حسین نظام شاہ سے ملاقات کی اور تنہائی میں اس سے کہا:

"سلاطین بہمنیہ کے عہد حکومت میں جب کہ تمام ملک دکن پر ان کی حکومت تھی کبھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو' مسلمانوں پر غالب آتے تھے۔ بہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے' اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمانوں فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں' باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ رام راج کی روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے تابعدار ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان فرمانرواؤں کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا ہے۔"

شاہی خاندانوں میں شادیوں کی تجویز

حسین نظام شاہ' سید اردستانی کی حق گوئی اور بے باکی سے بہت خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کی بے حد تعریف کی۔ سید اردستانی نے احمد نگر کے امراء قاسم بیگ حکیم تبریزی' ملا عنایت اللہ قزوینی کے ساتھ بات چیت کی اور دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لیا' ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا۔ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی شادی سلطان علی شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی کو جہیز میں شوالا پور کا قلعہ دے دے۔ اسی طرح علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں مل کر رام راج پر حملہ کریں اور اسے اس کی بداعمالیوں کی سخت سزا دیں۔

besturdubooks.wordpress.com

چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں

مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ملا عنایت اللہ ایلچی بن کر بیجاپور آیا۔ احمد نگر میں جو عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں مضبوط و مستحکم کیا گیا۔ ایک ہی دن دونوں طرف شادی کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ چاند بی بی بیجاپور آگئی اور ہدیہ سلطان کو احمد نگر روانہ کر دیا گیا' یہ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں طرفین نے خوب جی کھول کر جشن مسرت منعقد کیے۔

رام راج کی تباہی کا ارادہ

ان امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ نے راچور اور مدگل کے قلعوں اور اہنکر اور یاکری کے پرگنوں کو دشمن کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے علی عادل نے رام راج کے پاس اپنا قاصد بھیجا' لیکن رام راج قاصد سے بہت بری طرح پیش آیا اور اسے بیجانگر سے باہر نکال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر علی عادل شاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ہمراہ اس راجہ کو تباہ و برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی

۹۷۲ھ میں یہ چاروں فرمانروا بیجاپور کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور ۳/جمادی الاول ۹۷۲ھ کو بیجانگر کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ لوگ دریائے کرشنا کے کنارے بالنکوتھ کے مقام پر پہنچے۔ یہ علاقہ علی عادل شاہ کے قبضے میں تھا' یہاں اس نے اپنے ہمراہی فرماں رواؤں کی دوبارہ دعوت کی' علی عادل شاہ نے تمام ممالک محروسہ میں پیغام بھیج کر غلہ اور ضرورت کی دوسری تمام اشیاء منگوالیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

رام راج کی جنگی تیاریاں

بیجانگر کے راجہ کو جب مسلمان بادشاہوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بالکل پریشان نہ ہوا۔ اس نے ان حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تمراج کو بیس ہزار سواروں' پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے لشکر جرار کے ساتھ دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کرنے کے لیے جلد از جلد روانہ کیا۔ تمراج کے بعد رام راج نے اپنے منجھلے بھائی تنکناوری کو بڑے تزک و احتشام اور مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ساحل دریا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے مسلمانوں کے لیے دریا کے پار اترنا مشکل ہو گیا۔ آخر میں رام راج خود بھی آس پاس کے راجاؤں اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوا۔

دریائی راستے کی تلاش

مسلمان بادشاہوں نے ایک جماعت کو دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے پانی میں اتارا' ان لوگوں نے تیس چالیس کوس تک دریا میں چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کیے' جہاں دریا کم گہرا تھا۔ ان لوگوں نے بتایا جس جگہ دریا کا پانی کم ہے اور جہاں سے ہمارا لشکر دریا کو پار کر سکتا ہے اس کے بالکل سامنے دوسرے کنارے پر ہندوؤں کی فوج کھڑی ہوئی ہے' ہندوؤں نے ایک دیوار بنا کر اس میں انواع و اقسام کی آتش بازیاں لگا رکھی ہیں۔"

ایک قابل عمل تجویز

اس صورت حال کے پیش نظر مسلمان فرماں رواؤں کو بہت تشویش ہوئی انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈھنے کے لیے آپس میں صلاح و مشورہ کیے آخر کار انہوں نے یہ طے کیا۔ ہمیں یہ خبر اڑانی چاہیے کہ ہم نے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے اس جگہ سے ہمارے لشکر کے دو تین گروہ باری باری کوچ کریں' یہ دیکھ کر دشمن دھوکے میں آجائے گا اور ہمیں سر راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس

besturdubooks.wordpress.com

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جگہ سے کوچ کر جائے گا اور اصل گھاٹ کو خالی کر دے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی اصلی جگہ پر آ کر جلد از جلد دریا کو عبور کر لیں گے۔

ہندوؤں کی بے احتیاطی

مسلمانوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور دریا کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کسی اور گھاٹ کا سراغ مل گیا ہے وہ بطور احتیاط اپنی جگہ چھوڑ کر دریا کے کنارے' مسلمانوں کے مقابل چلنے لگے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رام راج کا خاندان تباہ و برباد ہو اور حکومت اس کے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے۔ اس لیے ہندوؤں نے احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اپنی فوج کا کوئی حصہ اصل گھاٹ پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے نہ چھوڑا۔

مسلمانوں کے لشکر کا دریا کو عبور کرنا

مسلمانوں نے جب اپنی تجویز کو کامیاب دیکھا تو انہوں نے اصل گزر گاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کے راستے کو صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج ابھی تک نہ پہنچی تھی مسلمانوں کی ایک جماعت بڑے سکون کے ساتھ گھاٹ سے اتری' اس کے بعد مسلمانوں کا سارا لشکر گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آ گیا۔ صبح ہوتے ہی یہ لشکر رام راج کی فوج کی طرف روانہ ہوا۔ جو یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھی اگرچہ اس صورت حال سے ہندوؤں کو پریشانی ہوئی' لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور ساری رات جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

مسلمان لشکر کی ترتیب

دوسرے روز مسلمان بادشاہوں نے بھی بارہ اماموں کے علم بلند کیے۔ اور اپنے لشکر کو درست کرنے لگے علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو میسرہ دیا گیا۔ میمنہ اور قلب بالترتیب علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کو دیئے گئے جنگی ہاتھیوں کو جابجا متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ راجہ بیجانگر نے اپنے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش وعدوں سے بہلا پھسلا کر لڑنے پر آمادہ کیا۔

ہندو لشکر کی ترتیب

ہندو لشکر کا میمنہ تمراج کے سپرد تھا اور ابراہیم قطب شاہ کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ تنکناوری میسرہ پر متعین تھا' لہٰذا وہ عادل شاہ کے بالمقابل کھڑا ہوا' رام راج قلب لشکر کو سنبھالتے ہوئے تھا اس لیے وہ حسین نظام شاہ کے سامنے آیا۔ راجہ اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور ایک ہزار رابہ توپ خانہ لے کر میدان جنگ میں آیا تھا۔ دوپہر کے وقت وہ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لیے نکلا۔ راجہ کے ساتھیوں نے اسے ہرچند سنگھاسن پر سوار ہونے سے بہت روکا' لیکن وہ نہ مانا اور کہا۔ "یہ تو لڑکوں کی لڑائی ہے بھلا اس میں گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے دشمن ابھی سامنے سے فرار ہو جائے گا۔"

معرکہ آرائی

فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہو گئی' ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے۔ لڑائی کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کبھی ہندوؤں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا۔ بیجانگر کے سپاہی بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چلاتے۔ اور ہندو سوار پوری طاقت سے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو جاتے۔ کہ دفعتاً حسین نظام شاہ کے حسن تدبیر سے رام راج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

besturdubooks.wordpress.com

رام راج کی دریا دلی

رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلوتہی کر کے میدان جنگ سے فرار ہو جائیں گے لیکن جب معاملہ اس کے برعکس نکلا تو وہ خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف روپے' اشرفیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ راجہ نے دوران جنگ میں یہ روپے اور اشرفیاں بغیر کسی حساب کے اپنے امراء اور لشکریوں میں تقسیم کرنا شروع کیں۔

ہندوؤں کا جوش و خروش

رام راج نے اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کامیاب و کامران ہو کر میرے پاس آئے گا وہ مال و دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ دکن کے سپاہی یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام کے لالچ میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ تمراج اور تنکنادری وغیرہ نے مسلمانوں پر ایک شدید حملہ کیا۔ اس حملے سے مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ میں پریشانی پھیل گئی' میدان جنگ میدان حشر بن کر رہ گیا۔

حسین نظام شاہ کی بہادری

یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بادشاہوں پر مایوسی نے غلبہ کر لیا اور ان کے ارادے متزلزل ہونے لگے مگر حسین نظام شاہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف سے ہزاروں بان اور تفنگ چھوٹ رہے تھے۔ لیکن حسین نظام شاہ بغیر کسی خوف و خطر کے آگے بڑھا تاکہ دشمن پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے مایوس سپاہیوں نے نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو وہ فوراً نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف گرائے جائیں۔ اور وہ خود شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے وقار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔

ہندوؤں کے لشکر کا انتشار

حسین نظام شاہ کے حملے سے رام راج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی۔ رام راج جو اسی برس کا بوڑھا تھا حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا' سنگھاسن کے پاس پہنچ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔ وہ کہار جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ایسے خوفزدہ ہوئے سنگھاسن کو مع رام راج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے۔ رام راج میدان جنگ میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ کچھ لمحوں بعد فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی ایسا خوبصورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

رام راج کا قتل

قریب ہی ایک برہمن کھڑا تھا وہ رام راج کا قدیم نمک خوار تھا اس نے فیل بان سے درخواست کی۔ "اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے' تم اس کے لیے گھوڑا لا دو تو راجہ تمہیں بہت انعام و اکرام دے گا۔" فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلد از جلد حسین نظام شاہ کے توپ خانہ کے افسر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ رومی خاں نے رام راج کو گرفتار کر لیا اور حسین نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے اسی وقت راجہ کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علیحدہ کر کے میدان جنگ میں پھینک دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ہندوؤں کا قتل

ہندو لشکریوں نے جب راجہ کے سر کو دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان گنت ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ ہے۔ میدان جنگ سے لے کر اناگندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے سارا میدان ہندوؤں کی لاشوں سے بھر گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

مال غنیمت

مسلمانوں فرماں رواؤں نے اس فتح پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مال غنیمت میں سے کوئی چیز سپاہیوں سے نہ لی جائے۔ جو چیز جس سپاہی کے ہاتھ آئی ہو اسی کو عطا کر دی جائے۔ اور اس سلسلے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ اس فتح کی اطلاعیں چاروں طرف بھیجوا دیں گئیں۔ مسلمانوں نے بیجانگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنکناوری نے جو میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش تھا۔ مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلب گار ہوا۔ اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی پرگنے اور قلعے واپس کر دیئے اور حسین نظام شاہ کو بھی راضی کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد قتل و غارت گری سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا

دوران جنگ ہی میں تمراج نے علی عادل شاہ کے دامن لطف و کرم میں پناہ لی اور یہ عرض کیا "تنکناوری نے اس قدر قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ رام راج کا جانشین ہو گیا ہے۔ تمام ملکی امراء اس کی حمایت کرنے لگے ہیں' اس صورت حال کے پیش نظر یہ مناسب ہے کہ اناگندی اور اس کے مضافات کی حکومت مجھے عطا کی جائے۔ علی عادل شاہ نے تمراج کی درخواست منظور کر لی اور اسے اناگندی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ نیز تنکناوری کو لکھا "تمراج میرے حکم کے مطابا اناگندی پر حکومت کرنے کے لیے آ رہا ہے لہٰذا تم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اس علاقے کی حکومت اس کے حوالے کر دو۔

ہندوؤں کی خستہ حالی

تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ علی عادل شاہ کے حکم کے خلاف ورزی کرتا' لہٰذا مجبوراً اس نے اناگندی کا علاقہ تمراج کے سپرد کر دیا اور یوں تمراج بھی صاحب تخت ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ علاقہ تمراج کے خاندان کے زیر حکومت ہے۔ بیجانگر کا علاقہ تنکناوری کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ چونکہ ان دونوں خاندانوں کے پاس اب بہت تھوڑا ملک باقی رہ گیا ہے اس لیے لوازم حکمرانی ذرا مشکل ہی سے انجام پاتے ہیں۔ کرناٹک کے دوسرے حصوں پر امراء نے قبضہ کر رکھا ہے' الغرض پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔

علی عادل شاہ کی فتوحات

متذکرہ بالا جنگ کے بعد پھر کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ وہی طوائف الملوکی اور ہندوؤں کی بدحالی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ علی عادل شاہ نے بنکاپور کے قلعے کو مع حصار چندر کونی کے اپنے آخری زمانے میں فتح کیا۔ یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے زمانے میں بھی فتح ہو چکا تھا۔ ادونی کا قلعہ بھی علی عادل شاہ نے اپنی حکمت عملی سے تسخیر کر لیا' ان کے علاوہ اس نے جو دیگر ممالک فتح کیے ان کا بیان کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

شہر بیجانگر اس وقت تک (یعنی ۱۰۲۳ھ تک) ویران اور برباد پڑا ہوا ہے تنکناوری کی اولاد نے مصلحتاً اس کو آباد کرنے کی طرف توجہ

besturdubooks.wordpress.com

نہیں کی اور تلنگندہ کو اپنا پایہ تخت بنا رکھا ہے۔

رام راج کو ۹۷۲ھ میں قتل کیا گیا تھا راقم الحروف فرشتہ کے والد ماجد مولانا غلام علی استر آبادی نے اس کے قتل کا مصرع تاریخ بطریق معمیہ اس طرح موزوں کیا ہے

"نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حسین نظام شاہ بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مرتضیٰ اس کا جانشین ہوا۔ علی عادل شاہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اناگندی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ تمراج کی قوت میں اضافہ ہو اور وہ تلنگندہ پر مستقل حکومت قائم کرے۔ اور اس کے بعد علی عادل شاہ تمراج کی مدد سے بیجانگر کو فتح کر لے۔

تنکناوری کو علی عادل شاہ کے اس ارادے کا علم ہوگیا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا "حسین نظام شاہ نے یہ علاقہ مجھے عطا کیا تھا' اب علی عادل شاہ اسے میرے قبضے سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا بہی خواہ سمجھ کر میری مدد فرمائیں گے اور مجھے علی عادل شاہ کے فتنے سے نجات دلائیں گے۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ

خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورے سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اناگندی کا خیال ترک کیا اور واپس بیجاپور آیا کچھ دنوں تک شہر کے آس پاس علی عادل اور مرتضیٰ نظام میں لڑائی ہوتی رہی اور پھر مرتضیٰ واپس احمد نگر آیا۔

برار پر حملہ

۹۷۳ھ میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے باہمی اتحاد و اتفاق سے برار پر حملہ کیا یہ حملہ موسم برسات میں کیا گیا۔ علی عادل برار کی حدود کو تباہ برباد کر کے واپس آیا۔ اس نے بیجاپور میں ایک قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا۔ یہ قلعہ محمد کشور خاں کی زیر نگرانی تین سال کے عرصے میں مکمل ہو گیا۔

علی عادل اور نظام شاہی سلطنت

خونزہ ہمایوں کی حکمرانی اور مرتضیٰ نظام شاہ کے لشکر کے انتشار و مخالفت کی وجہ سے نظام شاہی حکومت کی شان و شوکت باقی نہ رہی تھی۔ علی عادل نے یہ صورت حال دیکھ کر احمد نگر کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسد خاں لاری اور محمد کشور خاں کو منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی ۹۷۵ھ میں علی عادل نے کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سلطنت کی طرف روانہ کیا۔ کشور خاں نے جرات و مردانگی سے کام لے کر کئی نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرگنہ بیسر کے قصبہ کج تک کے علاقے کو فتح کیا اور جو نظام شاہی امراء کے سامنے آئے شکست دی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگ کی تیاری

کشور خاں نے بیسر کے پرگنے میں ایک مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر کروایا تاکہ دوسرے علاقوں کو آسانی سے فتح کیا جا سکے۔ اس نے اس قلعہ کا نام "دارور" رکھا۔ کشور خاں نے اس قلعے کو اسلحہ اور دیگر سامان سے آراستہ کیا۔ اس نواح کے باشندوں سے دو سال کا لگان وصول کیا اور پھر دیگر علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے تیاری کرنے لگا۔ اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کیا اور کشور خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار

۹۷۷ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی طرف بڑھا۔ کشور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعے کو پوری طرح مستحکم اور فوج کو مرتب کیا۔ عین الملک انکس خاں اور نور خاں (جنہیں علی عادل شاہ نے کشور خاں کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کو کشور خاں نے ساتھ لیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کا انتظار کرنے لگا۔ یہ امراء کم ہمتی و بزدلی یا کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بغیر لڑائی کیے ہوئے بھاگ گئے اور کشور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ سے جنگ کریں۔ اس لیے ہم لوگ تم سے جدا ہو کر پایہ تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس اقدام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ اس طرف نہ آئے اور ہمارے تعاقب میں احمد نگر کی طرف نہ روانہ ہو۔"

کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ

مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی سرکوبی کو سب سے اولین اور ضروری فرض سمجھتا تھا' لہٰذا اس نے کشور خاں ہی کی طرف رخ کیا' کشور خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ کا مقابلہ کیا' مرتضیٰ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قلعہ کو فتح نہ کرے گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا' قلعہ سے مرتضیٰ کے لشکر پر بہت آتش بازی کی گئی' لیکن اس جواں سال حکمران کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

کشور خاں کی موت

مرتضیٰ نظام شاہ کے مغل سپاہی اہل قلعہ پر تیر برساتے رہے۔ کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا' اتفاق سے ایک تیر اسے لگا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ کشور کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو انہوں نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور بھاگ گئے۔ مرتضیٰ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح وہ تمام پرگنے بھی جو علی عادل کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے مرتضیٰ نے واپس لے لیے۔

عین الملک اور نور خاں کا تعاقب

خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو نظام شاہی افواج کا سردار اور آخر میں "چنگیز خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے عین الملک اور نور خاں کا تعاقب کیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر کے نواح میں طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خواجہ میرک اصفہانی کامیاب و کامران ہوا عین الملک قتل اور نور خاں گرفتار ہوا اور ان کا آدھا لشکر پریشان اور خستہ حال ہو کر بیجاپور واپس آیا۔

علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ

اس سے عادل شاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ اور انہیں دنوں علی عادل شاہ کو کودہ کی فتح اور نصاریٰ کی تباہی و بربادی کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس مہم پر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور اس کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔

قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال

علی عادل نے پھر شاہ ابوالحسن بن شاہ طاہر کے مشورے اور ہدایت کے مطابق قلعہ ادونی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا یہاں تک کہ سلاطین بہمنیہ بھی اسے کبھی فتح نہ کر سکے تھے۔ علی عادل شاہ نے انکس خاں کو آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ ادونی کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعے پر رام راج کے امیر کا قبضہ تھا جس نے اپنے مالک سے غداری کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر رکھا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

حاکم ادونی کی پریشانی

قلعہ ادونی کے حاکم نے انکش خاں کا مقابلہ کیا۔ اس نے دشمن سے کئی بار لڑائی کی' لیکن ہر بار شکست کھائی اس وجہ سے وہ غلہ اور دیگر سامان بہم پہنچا کر قلعہ بند ہوگیا۔ انکش خاں نے محاصرہ کر لیا' یہ محاصرہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار حاکم قلعہ اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکا' اس نے پریشان ہو کر انکش خاں سے جان کی امان طلب کی اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

قلعہ ادونی کی فتح

قلعہ ادونی ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کا حصار بہت ہی وسیع اور عظیم الشان ہے اس میں کئی خوبصورت چشمے اور بلند عمارات ہیں۔ ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ہر زمانے میں اس قلعے کے استحکام کی طرف بہت توجہ کی۔ شیورائے کے اسلاف میں سے ہر راجہ نے اپنے عہد حکومت میں یہاں ایک حصار کا اضافہ کیا' یہاں تک کہ جب قلعہ فتح ہوا تو اس وقت اس کے گیارہ حصار تھے۔ اس وجہ سے قلعہ کو ساباط نقب اور توپ وغیرہ سے فتح کرنا مشکل ہی نہیں' ناممکن تھا۔ صرف ایک ترکیب تھی یعنی طویل محاصرہ' انکش خاں نے اسی پر عمل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی تسخیر ایک عظیم الشان کامیابی تھی علی عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ

اس کے بعد علی عادل شاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ابو الحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوششوں سے علی عادل اور مرتضیٰ نظام الملک نے سرحد پر ملاقات کی۔ ان دونوں حکمرانوں میں یہ طے پایا کہ مرتضیٰ نظام شاہ برار پر قابض ہو جائے اور علی عادل شاہ بیجانگر کے ان پرگنوں پر قبضہ کرے جو وسعت کے لحاظ سے برار کے برابر ہوں' اس اقدام سے مقصد یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسرے سے زیادہ علاقے پر حکمران نہ ہو۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

۹۸۱ھ میں علی عادل شاہ نے طور کل کے قلعے پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ مختلف معرکہ آرائیوں میں یہ قلعہ رام راج کے قبضے سے نکل کر ایک معمولی لشکری کے قبضہ میں آگیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً پانچ چھ ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا اس وجہ سے اہل قلعہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ کے لشکر کی ایک توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ اب کچھ عرصے کے لیے قلعہ محفوظ ہوگیا۔ علی عادل شاہ نے اس واقع کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شاہ ابوالحسن کی غفلت کا نتیجہ ہے لہٰذا ابوالحسن کو معزول کر کے مصطفیٰ خاں اردستانی کو (جو رام راج کے قتل کے بعد ملازمت میں آگیا تھا) میر جملہ اور وکیل السلطنت بنایا گیا اور تمام اہم امور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے قلعہ طور کل کو فتح کرنے کی بے انتہا کوشش کی اور دو ماہ کے اندر اندر اہل قلعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اب سوائے اطاعت کے کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دینکتی' بسانی اور ان کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو قید کر کے عادل شاہی لشکر کے سپرد کر دیں تو انہیں امان دے دی جائے گی' اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ اور خود مع اپنے مال و اسباب و اہل و عیال کے قلعے سے باہر چلے گئے۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو طرح طرح کے مظالم سے قتل کیا اور قلعے کی حکومت اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کر دی۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ داروا کی فتح

اس کے بعد علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کے مشورے کے مطابق قلعہ داروا پر چڑھائی کی۔ یہ کرناٹک کا ایک مشہور قلعہ ہے جو اس زمانے میں رام راج کے امیر کے قبضہ میں تھا۔ یہ امیر ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنکناوری اور بھیم راج کو بھیجا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی تھی۔ علی عادل شاہ نے پورے چھ ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ مصطفیٰ خاں کی تدبیروں سے یہ قلعہ بھی مسخر ہوا اور اہل قلعہ طالب امان ہوئے۔

قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے سات ماہ تک اس علاقے میں قیام کیا اور یہاں کے باغیوں اور مفسدوں کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد قلعہ بنکاپور کی فتح کے ارادے سے سفر اختیار کیا گیا۔ اس قلعے کا حاکم بلب وزیر تھا' جو رام راج کا تنبول بردار تھا اور اس کے قتل کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ چندر کوئی اور قلعہ جرہ کے راجہ اس کے باج گزار تھے۔ بلب کو جب علی عادل شاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' اس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ لشکر مسلمانوں کو تنگ کرے اور آگے نہ بڑھنے دے۔

بلب کا خط تنکناوری کے نام

بلب نے رام راج کے بیٹے تنکناوری کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ "میں اپنے آقا کی وفاداری سے منحرف ہو کر سخت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہے اس لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ اس وقت میری حالت سخت تشویش ناک ہے۔ علی عادل شاہ قلعہ بنکاپور کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے خدارا آپ میری پچھلی غلطیاں معاف فرمائیں اور خود ادھر تشریف لائیں یا اپنے کسی فوجی افسر کو بھیج کر میری مدد کریں تاکہ میں مسلمانوں کے دست ظلم سے محفوظ رہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال خراج کی رقم داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اور آپ کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔"

تنکناوری کا جواب

تنکناوری نے بلب کو یہ جواب لکھا "تیری بغاوت اور نمک حرامی نے دوسرے لوگوں کو بھی سرکشی اور مخالفت پر ابھارا اور تیری ہی وجہ سے سارا ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا۔ اس وقت میرے پاس صرف بلکندری اور چنداکری کے شہر ہیں' باقی تمام علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں خود اپنی حفاظت بھی بڑی مشکل سے کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں تیری مدد کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ تجھے میں یہ مشورہ دوں گا کہ تو اپنی زر پرستی اور کنجوسی سے کنارہ کشی کر اور زر و جواہر کو کام میں لا ہو سکتا ہے کہ دولت کی وجہ سے مسلمان تجھ سے صلح کر لیں۔"

"اگر دولت کی وجہ سے صلح نہ ہو سکے تو پاس کے راجاؤں سے مراسم پیدا کر اور ان کو خوش کر تاکہ یہ راجے تیرے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کریں۔ یہ انتظام بھی کر کہ تیرے سپاہی مسلمانوں کے لشکر میں خفیہ طور پر گھس جائیں اور قتل عام کریں۔ میں اس سلسلے میں دوسرے راجاؤں کے نام احکام جاری کر رہا ہوں اور انہیں تیری مدد کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے تیرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو بہتر ہے۔ ورنہ بنکاپور کے قلعے کے بعد باقی تمام قلعے باسانی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔"

ہندوؤں کی مخاصمانہ کارروائی

یہ جواب پا کر بلب قدرے مایوس ہو گیا تاہم اس نے تنکناوری کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے بیرہ اور چندر کوئی کے راجاؤں سے ساتھ تعلقات پیدا کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنایا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو تہس نہس

besturdubooks.wordpress.com

کریں۔ ہندوؤں نے اپنی مخاصمانہ کارروائی شروع کر دی اس وجہ سے علی عادل شاہ کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ ہر روز رات کے وقت فوج کے کسی نہ کسی حصے پر ہندو چوروں کی طرح حملہ کرتے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرتے۔

ہندوؤں کا دستور جنگ

اس سلسلے میں ہندوؤں کو خاصی کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے سپاہی ذرا سی چیز کے لالچ میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے آپ کو دشمن سے بچانے کا طریقہ بھی خوب آتا تھا یہ اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل مل لیتے تھے اس وجہ سے دشمن باآسانی ان پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ یہ لوگ موقع پا کر دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں کو کنار سے موت کے دامن میں سلا دیتے تھے۔

جادوگری

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی بڑے ماہر ہیں۔ ان کا سب سے مشہور جادو یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو نذر آتش کرتے ہیں وہاں کی راکھ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو اس راکھ پر منتر پڑھ کر کسی گھر یا خیمے میں ڈال دیتے ہیں اس سے اہل مکان یا اہل خیمہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی جن لوگوں پر یہ جادو کیا جائے اگر وہ کسی وجہ سے بیدار ہو جائیں اور جادو کرنے والوں کو دیکھ بھی لیں تو بھی ان کی حالت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ وہ نہ کوئی بات زبان سے نکال سکتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر

قصہ مختصر علی عادل شاہ کے لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان مراجعت کرتے کہ مصطفیٰ خاں نے انہیں ہمت دلائی اور بھاگنے سے منع کیا نیز چوروں اور قحط کو روکنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں برکی امیر بھی تھے یہ لوگ غیر مسلم تھے اور ہمت و جرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانے سے لے کر علی عادل شاہ کے عہد حکومت تک یہ لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ ان لوگوں کو ہندوؤں کے مقابلے پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن غلہ اور دیگر سامان کی آمد کا راستہ بند نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ آٹھ ہزار پیادوں کو بھی اسی خدمت پر متعین کیا گیا کہ وہ لشکر کی حفاظت کریں۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن کے چور جب مسلمانوں کے لشکر میں آئیں اور جس حصے پر حملہ کریں' یہ وہاں پہنچ جائیں نیز لشکر کے باہر جو شخص بھی نظر آئے اسے تہ تیغ کر دیں۔ اس حکم کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے سپاہیوں نے اپنے لشکر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔

دشمن کے سپاہیوں نے اپنے معمول کے مطابق مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کیا۔ جب یہ چور لشکر میں آتے تو مسلمان پیادے فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے چور انہیں دیکھ کر بھاگ نکلتے تب مسلمان سپاہی انہیں قتل کر دیتے۔ مصطفیٰ خاں کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کو چوروں سے نجات ملی۔ وہ راستے جو پہلے ان چوروں کی وجہ سے بند تھے اب کھل گئے اور مسلمانوں کو غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان بہ آسانی ملنے لگا۔

معرکہ آرائیاں

قصہ مختصر یہ کہ ایک سال تک برکی امراء اور بلب کے بیٹے کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ روزانہ میدان کارزار گرم ہوتا اور طرفین کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور خوب جی کھول کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے ہندو بھی جرات و بہادری کا مظاہرہ کرنے میں کم نہ تھے' وہ بھی آتش بازی اور دیگر طریقوں سے مدافعت کرتے رہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اہل قلعہ کی اطاعت

اسی دوران بلب وزیر کے بیٹے کا اس کی طبعی موت سے انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے اہل قلعہ بڑے پریشان ہوئے' بلب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ جب محاصرے کو ایک سال تین مہینے گزر گئے تو آس پاس کے راجہ جو بلب کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی پریشان ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اہل قلعہ نے علی عادل شاہ سے جان کی امان طلب کی۔ بادشاہ نے ان کا معروضہ قبول کیا اور ان کی خواہش کے مطابق ایک عہد نامہ لکھ کر انہیں بھجوا دیا۔

قلعہ بنکاپور پر عادل شاہی قبضہ

جس روز اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ خالی کر کے رخصت ہونے والے تھے مصطفیٰ خاں احتیاطاً اپنے خاصہ کے لشکر کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے لشکری اپنے مال و اسباب اور بال بچوں کے ساتھ قلعے سے نکل گئے اور کرناٹک کے ادھر ادھر بکھر گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند خاص امراء کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ موذن نے شیعہ مذہب کے مطابق اذان دی اور ایک بڑے مندر کو مسمار کر کے مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ حصول ثواب کی خاطر علی عادل شاہ اور مصطفیٰ خاں نے مسجد کے بنیادی پتھر اپنے ہاتھوں سے رکھے۔

مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی

اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا۔ یہ وہ خلعت تھا جو اس سے پہلے اسد خاں اور کشور خاں کے علاوہ اور کسی کو نہ ملا تھا۔ اس علاقے کے بہت سے گاؤں اور دیہات مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں شامل کر دیئے مصطفیٰ خاں نے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اپنا ایسا والہ و شیدا بنا لیا کہ علی عادل شاہ نے سلطنت کے تمام امور اسی کے سپرد کر دیئے۔ یہاں تک کہ اپنی انگوٹھی بھی اسی کو دے دی نیز اسے حکم دیا گیا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے سے کام لے' بادشاہ کی ہدایت کا انتظار نہ کرے۔

جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ

چار ماہ کے عرصہ میں قلعہ بنکاپور پورے طور پر علی عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا وہاں کی تمام رعایا بخوشی اس کے حلقہ اطاعت میں آ گئی۔ علی عادل نے خود اسی قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار' خزانہ' توپ خانہ اور دیگر لوازم لشکر کشی عطا کر کے جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔

حاکم جرہ کی اطاعت

مصطفیٰ خاں قلعہ جرہ کے قریب پہنچا قلعے کے حاکم ارسپ نایک نے بڑی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ یہ راجہ بنکاپور کی لڑائی کے دوران مصطفیٰ خاں کو تحفے اور ہدیے وغیرہ بھیج کر اپنی نیاز مندی کا اظہار پہلے بھی کر چکا تھا اس لیے مصطفیٰ خاں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ اس کی صلح کی درخواست منظور کی اور خراج کی رقم وصول کر کے آگے بڑھا۔ یہاں سے مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کی طرف رخ کیا۔

قلعہ چندر کونی کی فتح

چندر کونی کے راجہ نے عاقبت نا اندیشی سے کام لیا وہ صلح پر راضی نہ ہوا اسے اپنی قوت' قلعہ کی مضبوطی اور جنگلوں کی کثرت پر بڑا ناز تھا اس لیے اس نے مصطفیٰ خاں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور برگی امیروں کو ان غیر مسلموں

besturdubooks.wordpress.com

کے مقابلے کے لیے نامزد کیا گیا جو آس پاس کے علاقوں سے چندر کونی کے باشندوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے' مسلمانوں نے دس ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا' قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضروریات کی رسد بند کر دی' آخر کار ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ فتح ہو گیا واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ قلعہ کبھی مسلمانوں سے مسخر نہ ہوا تھا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

مصطفیٰ خاں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ علی عادل بہت خوش ہوا اور اس نے اس قلعے کی سیر کا ارادہ کیا۔ بنکاپور سے وہ چندر کونی پہنچا اور کچھ دن قلعے میں بڑے عیش و عشرت سے گزارے اور یہاں کے لوگوں کو بہت پسند کیا۔ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اس نے اپنی مہر مصطفیٰ خاں کے حوالے کی اور اسے چندر کونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ اگر بیجاپور سے اہل دیوانی کوئی فرمان اطاعت تمہارے پاس چندر کونی میں بھیجیں تو تم اپنی ذاتی رائے سے کام لینا اگر تم اس فرمان کو واجب التعمیل سمجھو تو میری مہر لگا دینا ورنہ پھاڑ کر پھینک دینا۔

مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام

دوسرے سال مصطفیٰ خاں نے علی عادل شاہ کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ "پرانے زمانے میں چندر کونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا جب یہ قلعہ حوادث زمانہ سے مسمار ہو گیا تو بعد کے راجاؤں نے قلعے کی تعمیر کے لئے پہاڑ کے دامن میں جگہ منتخب کی اور یہیں پر قلعہ تعمیر کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ قلعے کی تعمیر کے لئے مناسب جگہ پہاڑ کے اوپر ہی ہے۔ اس لئے اگر حضور یہاں تشریف لا کر بذات خود معائنہ فرمائیں اور میری رائے کو پسند کریں تو پھر نیچے کا قلعہ مسمار کر کے پہاڑ کے اوپر ہی قلعہ بنایا جائے۔

چندر کونی میں نئے قلعے کی تعمیر

یہ خط وصول کرنے کے بعد علی عادل شاہ اپنے چند خاص درباریوں کے ہمراہ چندر کونی پہنچا۔ اس نے مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور پہاڑ کے اوپر قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر نلگوان کی راہ سے واپس بیجاپور آ گیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک سال کے اندر اندر نیا قلعہ تیار کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس پر دوبارہ چندر کونی کا سفر اختیار کیا۔ نئے قلعے کو اس نے ملاحظہ کیا اور مصطفیٰ خاں کی محنت اور جفاکشی سے بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ کا عزم کرور

اسی زمانے میں مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کے قریبی قلعہ کرور کے راجہ شنکر نایک کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔ شنکر نایک نے اس پیغام کو قبول کیا اور علی عادل شاہ کی قدم بوسی کے لئے چندر کونی میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو اپنے ملک کی سیر کی دعوت دی۔ بادشاہ نے یہ دعوت قبول کی۔ اس نے اپنا لشکر تو چندر کونی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ خاں اور اس کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ کرور کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کرور کی اطاعت

کرور کا قلعہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں واقع ہے جہاں ہر چہار طرف درخت ہی درخت ہیں۔ راستہ بہت ہی تنگ ہے' کہیں کہیں تو یہ عالم ہے کہ ایک وقت میں ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہیں۔ یہ صورت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے ساتھی خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اپنے اراکین سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد کرور کی حکومت شنکر نایک کے سپرد کی اور خود چندر کونی واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

مصطفیٰ خاں نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور شنکر نایک سے کہا۔ "بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہارے اور اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کر لے۔ میں نے بڑی منت سماجت سے اسے تمہارے علاقے سے واپس کیا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً خراج دینا قبول کر لو نیز دوسرے راجاؤں کو بھی اس کے لئے راضی کر لو تاکہ میں بادشاہ کو سمجھا کر لشکر کشی کے ارادے سے باز رکھوں۔"

دوسرے راجاؤں کی اطاعت

شنکر نایک نے فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور دوسرے حکمرانوں یعنی ارسب نایک حاکم قلعہ چند جیرہ' بہرہ دیوی حاکم قلعہ کنار آب' جلوی حاکم قلعہ ساحل ممان اور بندر باسلور' باکلو اور بادکلا کے راجوں کو علی عادل شاہ کی اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے کی نصیحت کی۔ ان سب لوگوں نے شنکر نایک کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون علی عادل شاہ کو بطور نذرانہ پیش کیے۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اس نواح کے تمام راجہ مشترکہ طور پر ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔

سالانہ رقم کی ادائیگی

علی عادل شاہ نے ان تمام راجاؤں کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں ان راجاؤں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ مقررہ رقم ساڑھے تین لاکھ ہون ہر سال ادا کی' اس کے علاوہ یہ راجہ پوشیدہ طور پر مصطفیٰ خاں کی بھی خدمت کرتے رہے اور اسے ہر سال تیس ہزار ہون اور موتی' یاقوت اور زبرجد وغیرہ پیش کرتے رہے۔

بہادر رانیاں

کہا جاتا ہے کہ اس علاقے کے تمام راجے اور رانیاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور بادشاہ نے ان سب کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا تو دیول اور جلوی نامی رانیوں کو زنانہ خلعت پیش کیے گئے۔ ان بہادر عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا۔ "اگرچہ ہماری ظاہری صورت عورتوں کی سی ہے لیکن ہم اپنی تلوار کے سہارے جو جوہر مردانگی سمجھا جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کرتی ہیں۔" علی عادل شاہ کو ان رانیوں کی گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں مرصع تلواریں۔ تازی گھوڑوں اور مردانہ خلعت سے نوازا گیا۔

ان دونوں عورتوں نے ایک عرصے تک اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کی۔ ان علاقوں میں یہ دستور ہے کہ عنان حکومت عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے' ان رانیوں کے شوہر طبقہ امراء میں سے ہوتے ہیں اور وہ دیگر امراء کی طرح رانیوں کی خدمت کرتے ہیں' ان شوہروں کو حکومت و سلطنت کے نظم و نسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

الغرض جب اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے بادشاہ کی اطاعت کر لی تو علی عادل شاہ نے بندری پنڈت کو جو قوم کا برہمن اور خاندان عادل شاہی کا قدیم اور وفادار نمک خوار تھا' ان علاقوں کا دیوان مقرر کیا۔ مصطفیٰ خاں کو ان ممالک کا بااختیار حاکم مقرر کیا گیا' وکالت کا منصب اور میر جملگی کا عہدہ افضل خاں شیرازی کو ملا اور پھر علی عادل شاہ بیجاپور واپس آگیا۔

تلنگنڈہ کی تسخیر کا ارادہ

مصطفیٰ خاں کی سرشت میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ہمیشہ یہی خواہش رہی تھی کہ اس کے آقا کی سلطنت میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی جائے اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنے معتبر امیر علی خاں نامی کو علی عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے تلنگنڈہ کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ تلنگنڈہ' کرناٹک کا پایہ تخت تھا جب مصطفیٰ خاں کا قاصد بادشاہ کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس کی خود اپنی بھی یہی خواہش تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔

تنکناوری کا فرار

علی عادل شاہ بڑی شان و شوکت سے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے قلعہ ادونی کا معائنہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ جب بادشاہ بیجاپور کے قریب پہنچا تو مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے عادل شاہی لشکر نلگنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اسے جب عادل شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ اپنے مال و دولت ہاتھیوں اور دیگر قیمتی سامان کو ساتھ لے کر چندر کیری کی طرف فرار ہو گیا۔ اس نے قلعے کو اپنے ایک خاص مقرب کے حوالے کر دیا۔

اہل شہر کی خستہ حالی

علی عادل شاہ نلگنڈہ پہنچا اس نے پہلے تو شہر کے مختلف حصوں اور قلعے کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور پھر ہرایہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مورچل مقرر کیا' تین مہینے تک عادل شاہی لشکر سرگرم عمل رہا' اہل شہر تک غلہ پہنچنے کے تمام راستے بند تھے عین ممکن تھا کہ شہر والے بادشاہ سے امان کے طالب ہو کر قلعہ کو عادل شاہ کے سپرد کر دیتے کہ تنکناوری کو ان حالات کا علم ہو گیا اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ ہاتھی ہندیاہتم نایک کے پاس بھیجے۔ ہندیاہتم عادل شاہ کے برکی امراء کا ایک بڑا سردار تھا۔ یہ رشوت اس لئے بھیجی گئی تھی کہ ہندیاہتم اپنے آقا سے غداری کرے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو جائے۔

برکی امرء کی غداری

ہندیاہتم نے تکناوری کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ سے غداری کی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کو نقصان پہنچا کر علیحدہ ہو گیا۔ دوسرے روز چار دیگر برکی امرء نے بھی ہندیا کے اکسانے پر بادشاہ کی مخالفت کی اور اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ لوگ چوری اور ڈاکہ زنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا اور عادل شاہی لشکر کو پریشان کرنے لگے' غلہ اور چارہ چرانے میں ان لوگوں نے بڑی مستعدی دکھائی۔ اس صورت حال کے پیش نظر علی عادل اور مصطفیٰ خاں محاصرہ سے دستبردار ہو گئے اور بیکانگر کے قریب جا پہنچے۔

علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو بیکاپور ہی میں اس نواح کے انتظامات کے لئے چھوڑا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ برکی امراء نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو بیجانگر کی سرحد پر واقع ہیں تو اس نے مرتضیٰ خاں آنجو کو ان پرگنوں کا جاگیردار مقرر کر دیا نیز اسے تین ہزار تیرانداز سواروں اور دکنی و حبشی امراء کے ساتھ برکیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے روانہ کیا۔

برکیوں سے جنگ

سیف عین الملک کے قتل کے بعد مرتضیٰ خاں علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں امراء کے طبقے میں شامل ہو گیا تھا۔ مرتضیٰ اور برکی غداروں کے درمیان کئی بار لڑائی ہوئی' ان لڑائیوں میں طرفین کے بے شمار سپاہی کام آئے۔ ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ غالب و مغلوب میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا۔ اس صورت حال دیکھ کر مصطفیٰ خاں نے جو بیجاپور میں مقیم تھا' علی خاں کو علی عادل شاہ خاندان کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا۔ "اپنے لشکر کو چوروں کے مقابلے پر بھیجنا' دانش مندی سے دور ہے بہتر یہی ہے کہ باغیوں کو کسی بہانے سے بیجاپور میں طلب کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

علی عادل شاہ کی تدبیر

علی عادل شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسی پر عمل کیا۔ بادشاہ نے راسوپنڈت کو جو ایک برہمن تھا اپنے چند قابل اعتبار اشخاص کے ہمراہ باغیوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ باغیوں کو سمجھا بجھا کر کسی طرح بیجاپور لے آئیں۔ ہندیاناایک نے اپنے گروہ کا بیجاپور جانا خلاف دانش مندی سمجھا اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، جس میں تمام برکی سرداروں، سروپ نایک، رائے ہوج مل دیونایک اور تم نایک وغیرہ نے شرکت کی۔

ہندیاناایک کے خیالات

ہندیاناایک نے برکی امراء کو خطاب کیا اور کہا جب سارا کرناٹک بادشاہ کے قبضے میں آنے والا تھا اور واقعات وحالات کے پیش نظر پورے یقین سے یہ کہا جاتا تھا کہ کرناٹک کی حکومت رام راج کے خاندان سے نکل کر علی عادل شاہ میں منعقد ہو جائے گی تو ہم نے اس وقت عادل شاہ کی مخالفت کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ ہم نے بادشاہ کے راستے کا سنگ گراں بن کر اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے روکا ہے۔ بادشاہ کی نظر میں ہمارا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے مجھے یقین نہیں ہے کہ بادشاہ ہمیں معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ مسلمان ہمیں دھوکا دے کر بیجاپور لے جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

باغیوں کی بیجاپور میں آمد

برکی امیروں نے ہندیاناایک کی باتوں کو قابل التفات نہ سمجھا اور جلد از جلد تیار ہو کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوگئے۔ ہندیاناایک نے ان کا ساتھ نہ دیا اور نلگنڈہ چلا گیا۔ اور وہاں تنکناوری کی ملازمت اختیار کر لی، بیجاپور میں سب سے پہلے جو اترائے پہنچا، بادشاہ نے اسے خلعت اور منصب امارت سے سرفراز کیا۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور تمام باغی یکے بعد دیگرے بیجاپور میں آنے لگے۔

باغیوں کا قتل

جب تمام باغی بیجاپور میں جمع ہوگئے تو علی عادل شاہ کی آتش انتقام بھی بھڑک اٹھی۔ اس نے جو ترائے کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ بھوج مل نایک دیونایک اور تم نایک کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کیا گیا۔ ان کی لاشوں کو تختوں پر ڈال کر سارے شہر میں پھرایا گیا، الغرض اس طرح مصطفیٰ خاں کے مشورے سے علی عادل شاہ نے باغیوں کو ختم کیا۔

شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے بھائی کے بیٹے شہزادہ ابراہیم بن طہماسپ کو ماہ شوال ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی مہینے شہزادہ ابراہیم کی رسم ختنہ عمل میں آئی اور ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز شہزادہ کا ختنہ ہوا تھا۔ اس رات رسم کے مطابق شہزادے کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں پھرایا گیا۔ شہر کی سڑکوں پر دونوں طرف آتش بازی کے درخت اور گولے وغیرہ آویزاں کئے گئے اتفاق سے بارود میں آگ لگ گئی اس وجہ سے تقریباً سات سو آدمی مارے گئے، لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم سے شہزادہ ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

علی عادل شاہ کا کردار

علی عادل شاہ بہت ہی عالی ظرف انسان تھا۔ وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف و کرم سے خوش رکھتا۔ اس کا عہد حکومت سبھی کے لئے موجب خیر و برکت تھا۔ ملکوں اور قلعوں کی تسخیر اور حبشی و برکی امیروں کی سرزنش کے بعد وہ کبھی تو خلوت میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور کبھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتا۔ وہ تمام اچھی اور اعلیٰ عادات و خصائل کا

besturdubooks.wordpress.com

مجموعہ تھا' ان سب کے ساتھ حسن پرستی اور جمال دوستی اس کا شیوہ تھا۔

جمال دوستی

اسے خوبصورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا' ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوبصورت خواجہ سرا ہیں' تم فوراً ان خواجہ سراؤں کو میرے پاس روانہ کردو۔" امیر برید نے چند دن تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ کے پاس روانہ نہ کیا۔

انہیں دنوں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے امیر علی برید پر حملہ کردیا۔ برید' علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے وہ دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا۔ بیدر سے بیجاپور بھیج دیئے۔

وفات

یہ دونوں خواجہ سرا جب بیجاپور پہنچے ان کو اپنے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو ایک خواجہ سرا کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے علی عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کرلیا' جس روز یہ دونوں خواجہ سرا شاہی حضور میں پیش ہوئے۔ اسی رات متذکرہ بالا خواجہ سرا نے علی عادل شاہ کو چاقو سے قتل کردیا۔ یہ حادثہ ۲۳ صفر ۹۸۹ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کا مادہ تاریخ "ظلم دید" سے برآمد ہوتا ہے' ملا رضائی مشہدی نے علی عادل شاہ کا بہت ہی غم انگیز اور جان گداز مرثیہ لکھا۔ ملک کے تمام امیر اور جملہ ارکین سلطنت اس سانحہ دل شکن سے بے حد افسردہ ہوئے۔

تجہیز و تکفین

بادشاہ کے مصاحبوں اور ندیموں مثلاً مرتضیٰ خاں' شاہ فتح اللہ شیرازی' شاہ ابوالقاسم انجو وغیرہ اور سادات وعلماء جن میں میر شمس الدین اصفہانی بھی شامل تھے۔ بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ کو شہر کے اندر ایک نمایاں جگہ پر دفن کیا گیا اس کا مزار اب "روضہ علی" کے نام سے مشہور ہے۔

علی عادل شاہ کی سخاوت

علی عادل شاہ کے قتل کے دوسرے روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے (جو علی عادل شاہ کا جانشین ہوا) دونوں خواجہ سراؤں کو قتل کروا دیا۔

علی عادل کے عہد حکومت کی کئی عمارتیں اب بھی باقی ہیں (مثلاً بیجاپور کی جامع مسجد' شاہ پور کا تالاب) علی عادل بہت ہی سخی اور وسیع القلب انسان تھا۔ اس کے باپ ابراہیم عادل اول نے اپنے پیچھے ایک کروڑ طلائی ہون بے شمار قیمتی جواہرات اور قیمتی ہیرے چھوڑے تھے۔ علی عادل نے یہ تمام خزانہ نیز اپنے عہد کی تمام دولت ایران' توران' عرب' روم اور دوسرے ملکوں کے عالموں فاضلوں اور مستحقین میں تقسیم کردی۔

شہنشاہ اکبر کے سفیر

جس وقت علی عادل شاہ کا انتقال ہوا اس وقت شاہی خزانے میں صرف وہی رقم تھی جو آخر زمانے میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے کرناٹک سے حاصل ہوئی تھی۔ اور کچھ نہ تھا بلکہ اس رقم کا بڑا حصہ مستحقین میں تقسیم کیا جاچکا تھا۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں شہنشاہ اکبر کے دو سفیر مختلف اوقات میں بیجاپور آئے۔ علی عادل نے ان دونوں کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ اکبر کا پہلا سفیر حکیم علی گیلانی تھا جو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف لے کر واپس ہوا' دوسرا حکیم عین الملک تھا یہ ان دنوں بیجاپور ہی میں مقیم تھا جب بادشاہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا اس لئے عین الملک بغیر کسی تحفے ہی کے واپس اکبر کے پاس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم عادل شاہ ثانی

تخت نشینی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا- اگرچہ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف دس سال کی تھی' لیکن اس کی ذہنی صلاحیت عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی- یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام اراکین سلطنت کو بڑی خوش اسلوبی سے اپنا بنالیا- درباریوں نے بادشاہ پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیں اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا- دکانداروں نے اپنی دکانوں کو طرح طرح کے ریشمی کپڑوں سے آراستہ کیا- ہندوستان کے دستور کے مطابق مٹی کے برتنوں میں روپے بھر بھر کر بادشاہ پر نچھاور کیے گئے-

ابراہیم نے ابتدائی عمر ہی میں سپہ گری کے فن میں کمال حاصل کیا- قرآن ختم کیا اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی- الغرض اس نے اپنی نو عمری کے زمانے کو عام نو عمروں کی طرح فضولیات میں صرف نہ کیا-

کامل خاں دکنی

ابراہیم کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں چند درباریوں نے اقتدار حاصل کر کے سلطنت کے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا- چونکہ امراء کا تذکرہ اس قابل ہے کہ اس کتاب میں درج کیا جائے- لہٰذا مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور عادل شاہی امیر کامل خان دکنی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسراقتدار آیا- اس نے قلعہ مرچ کی تسخیر کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور تمام ملکی و سیاسی امور کا مختار ہو گیا-

کامل خاں کا اقتدار

کامل خاں دکنی نے اپنے اعتباری مقربین کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد مقرر کیا- قلعے کے تھانیدار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس نے بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ علی عادل شاہ کی بیوی چاند بی بی کو سونپا- بدھ اور جمعہ کے علاوہ ہر روز وہ ابراہیم کو شاہی محل سے نکال کر دربار میں لاتا اور تمام لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں آنے کا موقع دیتا- اور بڑی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ تمام امور سلطنت کو انجام دیتا-

غرور کا نشہ

دو ماہ تک تو کامل خاں دکنی کا یہی انداز رہا' لیکن بعد میں نشہ اقتدار جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولا- وہ اپنی قوت پر نازاں ہو کر عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا- یہاں تک کہ اس نے چاند بی بی سے بھی بے ادبی کی- چاند بی بی' کامل خاں کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکی اور اس نے غصہ میں آکر حاجی کشور ولد کمال خاں کو یہ پیغام بھیجا- "کامل خاں دکنی اب منصب وکالت کے قابل نہیں رہا میری خواہش ہے کہ یہ خدمت اب تم سنبھال لو' لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو کامل خاں کو ٹھکانے لگاؤ- اس معاملے میں عجلت سے کام لینا اگر ذرا بھی تاخیر ہوئی تو پھر کامل خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی- اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا-"

کشور خاں کا ہنگامہ

حاجی کشور خاں کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بے انتہا خوش ہوا' اس نے چار سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لیا اور سبز محل کی طرف روانہ ہوا' یہاں کامل خاں دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا- کشور خاں نے قلعے کے اندر پہنچ کر قلعے کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا

besturdubooks.wordpress.com

اور تھانیدار کو قید کر لیا- بعدازاں وہ سبز محل کی طرف بڑھا' کامل خاں کو ان تمام حالات کی خبر نہ تھی- اسے جب کشور خاں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے شاہی حرم سرا کی طرف بھاگا اسے خیال تھا کہ چاند بی بی اس کی جان کی حفاظت کرے گی- کامل خاں کو اس کے چند وفاداروں نے بتایا کہ یہ سب کچھ چاند بی بی کے اشارے سے ہو رہا ہے- لہٰذا اس سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے-

کامل خاں کی پریشانی

کامل خاں کو یہ سن کو بہت حیرت ہوئی لہٰذا اس نے چاند بی بی سے مدد طلب کرنے کا خیال ترک دیا اور دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا- اسے جب یہ معلوم ہوا کہ قلعے کے دروازے پر حاجی کشور خاں نے قبضہ کر رکھا ہے تو وہ شاہی محل کے پیچھے کی قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا اور نیچے چھلانگ دی- وہ پانی سے بھری ہوئی خندق میں گرا اور تیرتا ہوا پار اتر گیا یہاں سے وہ شہر میں چلا گیا' چونکہ ابھی اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے لہٰذا اہل شہر نے اسے نہ پہچانا-

گھر کا راستہ

کامل خاں دکنی قلعہ ارک کی خندق کے قریب باغ دروازہ امام تک گیا پھر درختوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حصار شہر پر جا پہنچا یہ حصار بارہ گز اونچا تھا- حصار سے نیچے اترنے کے لئے اس نے یہ اہتمام کیا کہ اپنی پگڑی' شال اور کمربند کو ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کمندی بنائی اور اس کا ایک سرا دیوار کے کنگرے سے باندھ کے نیچے اتر گیا اور اسی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر میں جو شہر سے باہر تھا جا پہنچا- سبز محل سے لے کر گھر تک پہنچنے میں کسی شخص نے اس کی مدد نہ کی گھر پہنچ کر کامل خان دکنی یہاں سے فرار ہو جانے کی تیاری کرنے لگا-

کامل خاں دکنی کا قتل

حاجی کشور خاں اور اس کے ساتھیوں کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کامل خاں دکنی ایسی برق رفتاری سے کام لے کر محل سے فرار ہو جائے گا- پہلے تو انہوں نے کچھ دیر تک اسے قلعے ہی میں تلاش کیا آخرکار انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ حصار سے نیچے اتر کر اپنے گھر جا چکا ہے- ان لوگوں نے ایک جماعت کو کامل خاں کے گھر کی طرف بھیجا کہ اس کو گرفتار کر کے لایا جائے- کامل کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اپنی تمام دولت اور نقد رقم کو ساتھ لیا اور سات آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا ہو گا کہ کشور خاں کے آدمیوں نے اس کو گرفتار کر لیا- اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھی اسے بچانے کی کوشش نہ کریں اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس کے تمام مال و اسباب اور دولت وغیرہ کو لوٹ لیا-

کشور خاں کا اقتدار

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی کے مشورے کے مطابق بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض انجام دینے لگا- اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا سرنوبت بہزاد ملک ترک پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر عادل شاہی سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے- کشور خاں نے فوراً بادشاہ کو اس خبر سے آگاہ کیا- ابراہیم عادل شاہ کے حکم کے مطابق عین الملک' آنکش خاں اور دوسرے حبشی امراء اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہزاد ملک ترک کے مقابلے کے لئے روانہ کیا گیا-

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ

یہ تمام امراء شاہ درک کے قریب پہنچے اور چند روز اس جگہ قیام کیا- بعدازاں نظام شاہی لشکر پر حملہ کرنے کے لئے جو پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا' آگے بڑھے- جب بہزاد ملک کو عادل شاہی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا اور جنگ کی

besturdubooks.wordpress.com

تیاریاں کرنے لگا طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو کامیابی ہوئی اور نظام شاہی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔

عادل شاہی لشکر کی فتح

جو امراء شریک جنگ تھے انہوں نے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سارے شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی' تمام کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اس خوشی میں چاند بی بی کے حکم کے مطابق تمام امیروں کو خلعت عطا کیا' الغرض عادل شاہی لشکر کی کامیابی سبھی کے لئے مبارک ثابت ہوئی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ

اس کے بعد کشور خاں نے چاند بی بی کے مشورے اور ہدایت کے مطابق امراء کے نام احکام جاری کئے کہ نظام شاہی لشکر کے جو ہاتھی انہیں ہاتھ لگے ہوں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیئے جائیں۔ امراء نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے نیز چاند بی بی سے یہ درخواست کی جائے کہ کشور خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ خاں کو مقرر کیا جائے۔

امراء کے مشورے

بعض امراء نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ملک بہزاد کی شکست کی خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذات خود لڑنے کے لئے اس طرف آ رہا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایہ تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس معاملے کو طے کریں۔

مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش

کشور خاں کو کسی نہ کسی طرح امراء کے ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے چاند بی بی کے توسط سے مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر شاہی مہر لگا کر ایک شخص محمد امین نامی کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ مرزا نور الدین محمد مشہدی سید تھا' ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہوا اور پھر مصطفیٰ خاں کی عنایت سے شاہی امراء کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا۔ کشور خاں نے مرزا نور الدین کو پیغام دیا کہ۔ "مصطفیٰ خاں کو فوراً قتل کر دو۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کی تمام جاگیر اور مال و دولت کا مالک تمہیں بنا دیا جائے گا۔"

مرزا نور الدین کی احسان فراموشی

مرزا نور الدین نے کشور خاں کا پیغام سنتے ہی مصطفیٰ خاں کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور محمد امین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہل قلعہ کو پیغام بھیجا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مصطفیٰ خاں نے اہل قلعہ کو قتل کر کے قلعہ کو نایک کے سپرد کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز اس کی خواہش ہے کہ بغاوت و سرکشی سے کام لے کر جاگیر پر قبضہ کر لے۔ اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تمام شاہی فرمان کے مطابق عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل نہ ڈرو۔ اس کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

مصطفیٰ کا قتل

محمد امین شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے مصطفیٰ خاں کو یہ اطلاع دی کہ میں ایک انتہائی ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ مصطفیٰ خان نے محمد امین کی بات کا اعتبار کر لیا اور اسے ایک عمدہ اور آرام دہ مکان میں ٹھہرایا۔ محمد امین نے مصطفیٰ خاں کو کہلوایا چونکہ اس وقت رات ہے اس لئے میں شاہی فرمان صبح کے وقت دیوان عام میں پڑھ کر سناؤں گا۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو امین

besturdubooks.wordpress.com

نے نائک اور دوسرے تمام راجاؤں کو مصطفیٰ خان کے قتل کے لئے راضی کر لیا۔ صبح کو جب مصطفیٰ خاں نماز اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوا تو ان ظالموں نے اسے قتل کر دیا۔

ایک قابل نجومی

کہا جاتا ہے کہ بنکاپور میں ایک بوڑھا نجومی تھا جو ہمیشہ صحیح پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا۔ وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو تین سال پہلے ہی بتا دیا کرتا تھا۔ بنکاپور کے قلعے کے بارے میں بھی اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ قلعہ مصطفیٰ خاں نامی ایک امیر کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ مصطفیٰ کو جب اس نجومی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے نجومی کو بلوا کر اس سے اپنا زائچہ بنوایا اور اپنے آئندہ حالات کے بارے میں استفسار کیا۔

پیشین گوئی

پہلے تو نجومی نے کچھ بتانے سے انکار کیا' لیکن جب مصطفیٰ خاں نے بے حد اصرار کیا تو اس نے کہا۔ "ستاروں کی چال سے یہ ثابت ہے کہ فلاں سال میں پایہ تخت کا ایک مشہور امیر سازش کر کے تمہیں اسی محل میں قتل کر دے گا' لیکن وہ امیر خود بھی چین نہ پائے گا اور پایہ تخت سے فرار ہو کر تلنگانہ میں پناہ گزیں ہوگا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھوں مارا جائے گا' نجومی کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور تمام لوگ اس کے کمال کے قائل ہو گئے۔

کشور خاں کی تباہی کی داستان

کشور خاں کی تباہی و بربادی کی داستان یہ ہے کہ جب مصطفیٰ خاں کے قتل کی خبر بیجاپور پہنچی تو چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا کیونکہ مصطفیٰ خان سید زادہ تھا اور چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی۔ اس وجہ سے چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا' اور چاند بی بی کو کشور خاں سے نفرت ہو گئی اور اسے نہایت سخت الفاظ میں یاد کرنے لگی۔ کشور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے پہلے تو چشم پوشی کی اور بعدازاں چاند بی بی پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو سلطنت کے تمام رازوں سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اور اسے عادل شاہی سرحد پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتی رہتی ہے۔

چاند بی بی کے خلاف سازش

کشور خاں نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چاند بی بی کے خلاف بھڑکایا اور یہ مشورہ دیا کہ چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لئے قلعہ ستارا میں قید کر دینا چاہئے۔ جب نظام شاہی جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو اسے شاہی محل میں واپس بلا لیا جائے۔ ابراہیم اپنی کم عمری کی وجہ سے بالکل مجبور تھا' سلطنت کی معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہ تھی' کشور خاں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سخت بے قرار تھا۔ چاند بی بی شاہی حرم سے باہر نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

چاند بی بی کی نظربندی

کشور خاں نے جب یہ دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی محل میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ چاند بی بی کو زبردستی اٹھا لائیں۔ ان لوگوں نے کشور خان کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو بہ جبر شاہی محل سے نکال کر ایک پالکی میں بٹھا دیا اور یوں وہ قلعہ ستارا میں لے جا کر نظربند کر دی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

میاں بدو کی سپہ سالاری

کشور خاں نے اپنی اس ناشائستہ حرکت کو اپنی بہت بڑی کامیابی گردانا اور پہلے سے بھی زیادہ غرور و تعصب سے کام لینے لگا۔ اس نے میاں بدو نامی ایک شاہی امیر کو' جو اس کا مقرب خاص تھا' امرائے سرحد کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ایک بہت بڑے لشکر' ہاتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امراء نے جب میاں بدو کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس کے استقبال کے لئے آئے اور اسے بڑی عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لائے۔

کشور خاں کی تجویز

میاں بدو ایک سمجھدار' دانش مند' تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس نے آنکش خاں اور عین الملک سے بہت سے وعدے وعید کئے اور انہیں کشور خاں کا بہی خواہ بنالیا۔ اس کے بعد وہ دیگر امرائے لشکر کو مغلوب کرنے کی تجویزیں سوچنے لگا۔ کشور خاں نے میاں بدو کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر کے امراء اپنی قوت پر بہت نازاں ہیں اور بادشاہ کی اطاعت سے کسی حد تک منحرف ہیں' جس طرح بھی ہو سکے تم انہیں قید کر لو۔ اور شاہ ورک کے قلعے میں نظربند کردو اور ان کے گھوڑے اور ہاتھی بارگاہ شاہی میں روانہ کردو۔ ان تمام امور کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے عمل کرنا۔

بدو میاں کا منصوبہ

بدو میاں خود کسی حد تک حریص انسان تھا اور وہ سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواہاں تھا۔ اس نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا اور حمید خاں اور اخلاص خاں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے گھر پر دعوت کے بہانے بلا کر گرفتار کرنے کی تجویز سوچی۔ امراء کے گروہ کو بدو میاں کے ارادے کا علم ہوگیا انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ طے کیا' پہلے تو بدو میاں کو ہی دعوت کے بہانے قید کیا جائے۔ اور پھر پایہ تخت میں پہنچ کر کشور خاں کا خاتمہ کیا جائے' بعدازاں نظام شاہیوں سے مقابلہ کرکے ان کے ہنگامے کو ختم کیا جائے۔

بدو میاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے یہ مشہور کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اسی خوشی میں اس نے ایک جشن عیش و عشرت منعقد کیا۔ اور بدو میاں کو اپنے گھر پر مدعو کیا' اس نے چند ہاتھی بھی فراہم کر دیئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ان کو بدو میاں کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گا۔ بدو میاں' اخلاص خاں کے جال میں پھنس گیا اور اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا۔ اخلاص خاں نے بھی اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے دیگر امراء کے لئے سوچ رکھا تھا۔

امراء کا عزم بیجاپور

میاں بدو کو گرفتار کرنے کے بعد ان حبشی امراء نے بیجاپور کو سفر اختیار کیا یہ سب کچھ چونکہ انتہائی عجلت میں ہوا تھا۔ اس لئے امراء کے لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا۔ عین الملک اور آنکش خاں ایک دوسرے راستے سے اپنی جاگیروں کی طرف روانہ ہوگئے' کشور خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی' اگرچہ وہ ان حبشی امراء سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا' تاہم ظاہری طور پر اس نے مقابلے کے لئے تیاری شروع کر دی۔

کشور پر لعنت ملامت

کشور خاں نے بادشاہ کی دلجوئی کے لئے ایک بہت بڑا جشن عیش و عشرت اپنے مکان پر منعقد کیا اور بادشاہ کو بھی وہاں لے کر آیا۔ اس

besturdubooks.wordpress.com

نے بادشاہ کی خدمت میں طرح طرح کے گراں قدر تحفے پیش کئے' لیکن اس طریق کار کا کوئی فائدہ نہ ہوا- وہ جب شہر میں نکلتا تو عام لوگ یہاں تک کہ عورتیں بھی اس کو لعنت ملامت کرتیں اور یہ کہتیں "یہی وہ بدبخت کشور خاں ہے جس نے مصطفیٰ خاں کے سے عالی نسب انسان کو قتل کروایا' یہی وہ سیاہ کار ہے جس نے انتہائی بے ادبی کے ساتھ چاند بی بی کی قید کر رکھا ہے۔"

کشور خاں کو اس بات کا پورا پورا اندازہ ہوگیا کہ ساری رعایا اس سے نفرت کرتی ہے- جب اسے یہ علم ہوا کہ حبشی امراء بیجاپور سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں تو وہ بادشاہ کو شکار کے بہانے شہر سے باہر لے گیا- کالا باغ میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا' پھر کشور خاں نے بادشاہ سے کہا آج بڑی گرمی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آج شکار کا ارادہ ملتوی کیا جائے- حضور تو شہر میں تشریف لے جائیں' میں ذرا شاہ پور کے بازاروں میں گھوم پھر آؤں اور سیر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا-

کشور خاں کا قتل

بادشاہ قلعہ ارک میں چلا آیا- کشور خاں چار سو سواروں اور بے شمار دولت ساتھ لے کر اپنے بال بچوں سے علیحدہ ہو کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا- اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کیں اور نظام شاہی سرحد تک راستے میں کہیں قیام نہ کیا- اس طرح حبشی امیروں کے ہاتھ سے نجات پائی نظام شاہی امراء کشور خاں کے حالات سے واقف تھے اور وہ اس کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے' اس وجہ سے وہ احمد نگر میں قیام نہ کر سکا اور قطب شاہی پایہ تخت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوگیا' یہیں ایک شخص نے اس سے مصطفیٰ خاں کا انتقام لیا- کشور خاں مارا گیا اور اس طرح بخوبی متذکرہ بالا کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی-

اخلاص خاں کا اقتدار

سرحدی فوج کے تینوں امراء بیجاپور پہنچے انہوں نے شاہی ملازمت اختیار کی اور خلعت فاخرہ سے نوازے گئے- ان میں اخلاص خاں حبشی کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا' ملکی و مالی امور اس کی نگرانی میں آگئے- اسی دوران میں چاند بی بی شاہی فرمان کے مطابق قلعہ ستارا سے محل میں واپس آگئی- اخلاص خاں نے حسب دستور بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ چاند بی بی کے سپرد کیا- افضل خاں شیرازی کو پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا- وہ اس سے پہلے بھی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں اسی عہدے پر فائز تھا- پنڈت برہمن کو صدر محاسب بنایا گیا-

اخلاص خاں نے رفتہ رفتہ چاند بی بی کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کرلی اور غریبوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا- کشور خاں کی طرح اس نے بھی غریبوں پر ظلم ڈھانے شروع کئے- اس کو یہ وہم پیدا ہوا کہ غیر ملکی امراء کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں ہے- اس خیال کے پیش نظر اس نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور فتح اللہ شیرازی- ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ کو بیجاپور سے خارج البلد کر دیا- اس کے بعد اس نے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے سلطنت کی مہمات کو انجام دینا شروع کر دیا-

اخلاص خاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے عین الملک کو پایہ تخت میں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا- بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں عین الملک بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا- اخلاص خاں نے چند مقربین کے ساتھ اس کا استقبال کیا- عین الملک نے جب یہ دیکھا کہ اخلاص خاں کے ساتھ صرف گنتی کے چند لوگ آئے ہیں تو اس نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر کر کے انہیں ساتھ لے کر بادشاہ سے ملنے کے لئے قلعے کی طرف روانہ ہوا- ابھی وہ دروازہ اللہ پور تک ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بعض شاہی ملازمین نے دستور خاں تھانیدار کو اس جرم میں قتل کر دیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

رہائی

یہ سن کر عین الملک بہت پریشان ہوا اس نے گرفتار شدہ امراء کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور فوراً واپس ہو گیا۔ مقصود خاں نامی ایک شاہی غلام نے ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ ابھی شہر سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ مقصود خاں کے ہاتھ وہ ہاتھی لگ گئے جن پر اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو عین الملک نے پابہ زنجیر کر کے بٹھا رکھا تھا مقصود خاں نے ان ہاتھیوں کو روک لیا اور شہر سے باہر نہ جانے دیا۔ اس نے فوراً مقید امراء کو ہاتھیوں سے اتارا اور ان کی زنجیروں کو کاٹ دیا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عین الملک اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

طوائف الملوکی

عین الملک نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں حبشیوں کی اطاعت کرنے سے منع کر دیا جو دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تھے۔ اس وجہ سے پایہ تخت میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نظام شاہی حکام جو موقع کے منتظر تھے انہوں نے اس طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عادل شاہی علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

بہزاد ملک جو شکست کھا کر' عادل شاہی علاقے سے کچھ فاصلے پر مقیم تھا۔ اس نے اس طوائف الملوکی اور انتشار کی خبر سنی اس نے برار کے امیر امراء' مرتضیٰ خاں کو ساتھ لیا اور پھر معرکہ آرائی کے لئے آیا۔ ۹۸۹ھ میں فرمان روائے تلنگ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد علی شاہ بہت چھوٹی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ محمد علی قطب شاہ نے اپنے امراء کے مشورے سے نظام شاہیوں سے مل کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ

مرتضیٰ نظام نے سب سے پہلے بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کی معاونت میں شاہ درک کا قلعہ فتح کیا۔ بعد ازاں اس نے قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ جلد از جلد گولکنڈہ سے شاہ درک پہنچ گیا اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن نے تین اطراف سے قلعے پر توپیں اور منجنیقیں نصب کیں۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی اور یہ لوگ قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس قلعے کے تھانیدار محمد آقا نے بڑی بہادری اور جرات کا ثبوت دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے دشمن کی مدافعت کی اسے یہ معلوم تھا کہ بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ اس لئے وہاں سے کسی قسم کی مدد لینا مشکل ہے' لیکن اس نے پھر ہمت سے کام لے کر دشمن کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا وہ روزانہ آلات آتش بازی سے نظام شاہی اور قطب شاہی افواج کے سپاہیوں کو ہلاک کرتا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد آقا کو بہلانے پھسلانے کی بہت کوشش کی اس سے آئندہ کی ترقی کے وعدے کئے اور اپنے آقا سے غداری کرنے کے لئے کہا' مگر اس نمک حلال نے جواب دیا کہ "میرے آقا نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ قلعہ میرے حوالے کیا ہے' میں اس کی عنایت سے بہت خوش ہوں اگر آج میں بددیانتی سے کام لے کر یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دوں تو کل خدا اور خلق کے سامنے میری جو تذلیل ہوگی وہ بیان سے باہر ہے' میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ کی جائے اور مجھے اپنے آقا کا سچا وفادار سمجھا جائے۔

قطب شاہ نے جب تھانیدار کی یہ مستقل مزاجی دیکھی تو بہت حیران ہوا۔ محاصرے کے چار مہینے گزر گئے جب اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ نے مرزا اصفہانی کو بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس طرف آنے کی ترغیب دی تھی۔ بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر وہ بھی قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور یہ کہا "ہمیں محاصرے سے دست بردار ہو کر

besturdubooks.wordpress.com

یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔ اس وقت بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے اگر ہم لوگ وہاں پہنچ کر کوئی ہنگامہ بپا کریں تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

بیجاپور پر دشمن کی یورش

قلی قطب شاہ تو یہاں سے رخصت ہونے کا بہانہ ڈھونڈھ ہی رہا تھا اس نے جب دوسروں کو اپنا ہم خیال پایا تو دوسرے ہی روز وہ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ شاہ درک سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ ان لوگوں نے چالیس ہزار لشکریوں کی زبردست جمعیت کے ساتھ بیجاپور کے پاس پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ پایہ تخت میں اس وقت صرف دو تین ہزار لشکر خاصہ کے سوار موجود تھے۔ دشمنوں نے اپنے خیمے نصب کر دیئے اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔

معرکہ آرائیاں

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عادل شاہی سپاہیوں اور قطب شاہی و نظام شاہی لشکر میں لڑائی بھی ہوا چاہتی تھی۔ حبشیوں نے قلعے میں پناہ لی اور اسے مضبوط و مستحکم کیا۔ حریف کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے اس کا پلہ بھاری ہوتا رہا۔ اسی دوران میں بارش ہوگئی اور قلعے کی دیوار بیس گز کے قریب گر گئی۔ بادشاہ نے فرمان بھیج کر عین الملک کنعانی اور آنکش خاں کو طلب کیا یہ دونوں چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور آئے اور دروازہ اللہ پور کی طرف مقیم ہوگئے۔

عین الملک کا سید مرتضٰی سے مل جانا

چونکہ عین الملک اور آنکش خاں حبشیوں کی طرف سے خطرہ تھا اس لئے وہ سید مرتضٰی سے مل گئے۔ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک نے صبح کے وقت قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن سید مرتضٰی نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بہزاد الملک سے آزردہ خاطر تھا اس سے عادل شاہیوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد قلعے کی دیوار کے شکستہ حصے کو از سر نو تعمیر کر لیا۔ سلطنت کے اکثر امراء اور اراکین حبشیوں سے ناراض تھے اور ان کی کسی بات پر کسی عمل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

حبشیوں کی حکومت سے علیحدگی

حبشیوں کو اس صورت حال کا علم ہوگیا انہوں نے چاند بی بی سے کہا کہ "ہم لوگ غلام ہیں' اس لئے اراکین دربار اور اشراف ملک ہم سے آزردہ خاطر ہیں۔ اور ہماری حکومت ناپسند کرتے ہیں اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہوا ہے اس لئے عادل شاہی خاندان کی بہی خواہی اسی میں ہے کہ عنان حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تاکہ باہمی چپقلش اور فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا

چاندی بی بی نے حبشیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور انہیں کے مشورے کے مطابق شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا گیا۔ سید ابوالحسن نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی دشمنوں کے دفع کی تدابیر کو عمل میں لانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے برکیوں کے نام فرامین بھیج کر انہیں بیجاپور میں طلب کیا۔

سید ابوالحسن کا خط سید مرتضٰی کے نام

سید مرتضٰی' شاہ ابوالحسن کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا۔ ابوالحسن نے اس تعلق کا فائدہ اٹھا کر سید مرتضٰی کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ اپنی قوت عسکری طاقت اور اقبال کے لحاظ سے دشمنوں سے بہت آگے ہے اسے مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں

besturdubooks.wordpress.com

ہے' تم قطب شاہ اور بہزاد الملک کو یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ بادشاہ کی مختصر سی فوج کو دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ابھی تھوڑے ہی عرصے میں ممالک محروسہ سے بے شمار لشکری پایہ تخت کے آس پاس جمع ہونے کے لئے یہاں چلے آئیں گے۔"

شاہ ابوالحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا۔ "برکی امراء جو علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں خوف کی وجہ سے پایہ تخت میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور بیجانگر چلے گئے تھے انہیں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا جا چکا ہے۔ اور وہ اس طرف آنے ہی والے ہیں' ایسی صورت میں تمہارے لئے یہاں رہنا تو کیا یہاں سے فرار ہو جانا بھی انتہائی مشکل ہو جائے گا۔

سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرف داری

سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی کی وجہ سے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں۔ شاہ ابوالحسن کا خط ملنے کے بعد وہ عادل شاہیوں کا طرفدار ہو گیا اور اس نے اس سلسلے میں عملی اقدامات بھی اٹھانے شروع کئے۔ سب سے پہلے تو اس نے عین الملک اور آنکس خان کو سمجھایا اور ان سے کہا۔ "اپنے برابر کے لوگوں سے ناراض ہو کر اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کرنا شرفاء کا کام نہیں ہے۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے بادشاہ کی مخالفت کرو اور اس کے دشمنوں کے ملازمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت بیجاپور میں حبشیوں کے ہاتھ اقتدار نہیں رہا' اب شاہ ابوالحسن تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس پر اعتماد کرو اپنے آقا کی اطاعت کا دم بھرو۔"

عادل شاہی سلطنت کا استحکام

عین الملک اور آنکس خاں نے اس مشورے کو مناسب و موزوں سمجھا اور رات کے وقت چپکے سے کوچ کر کے دروازہ اللہ پور کے قریب اپنی پہلی جگہ پر مقیم ہو گئے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کیا۔ اسی طرح دوسرے امراء بھی اس خبر کو سن کر بیجاپور میں جمع ہونے لگے۔ برکی امراء بھی جوق در جوق اس طرف آنے لگے' الغرض شاہ ابوالحسن کی خوش اسلوبی اور حسن اخلاق سے تھوڑے سے عرصے ہی میں بیجاپور میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور سلطنت کی بنیادیں ازسرنو مضبوط و مستحکم ہو گئیں۔

دشمن کی واپسی

بادشاہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے برکی امراء نے دشمن کو سیدھے راستے پر لانا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ دشمن نے قلعہ شاہ درک کی طرح بیجاپور کے محاصرے سے بھی خفت اٹھائی۔ ابراہیم عادل شاہ صلح کے لئے راضی نہ ہوا۔ دشمن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ اپنے لشکر کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں فتح و شادمانی کا ڈنکہ بجائے۔ بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے دوبارہ شاہ درک کی طرف جانے کی سوچی تاکہ اس علاقے کو فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں داخل کر لیں لیکن ان لوگوں کو جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ شاہ درک جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلر اور مرج کے راستے سے آبادیوں کو ویران و برباد کرتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔

قطب شاہ نے اثنائے راہ میں اپنے ایک امیر شاہ سید زنبیل استرآبادی کو مصطفیٰ خاں کو خطاب سے نوازا اور اسے ایک زبردست لشکر دے کہ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کے ایک حصے کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد قطب شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اخلاص خاں کے مشورے سے دلاور خاں حبشی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ دشمنوں کے مرکزی مقام گلبرگہ کی طرف روانہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قطب شاہیوں کی شکست

دلاور خاں بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے دشمن کے مقابلے پر اپنی فوج کو آراستہ کر کے بازار جنگ گرم کر دیا۔ طرفین میں تلواریں چلنے لگیں عادل شاہیوں نے بہت ہی جرات و استقلال کا مظاہرہ کیا قطب شاہی شکست خوردہ باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور دلاور خاں حبشی فتح یاب ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی

اس معرکے میں دلاور خاں کے ہاتھ بہت مال غنیمت آیا۔ قطب شاہیوں کے ایک سو پندرہ بڑے ہاتھی' نظام شاہیوں کے ہاتھ لگے۔ جو لوگ دنیا کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جو واقعات ظہور میں آئے ان کی وجہ بادشاہ کی اقبال مندی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ دشمن کے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بیجانگر کا محاصرہ کرنا' شہر میں ان کے مقابلے میں صرف دو تین ہزار سپاہیوں کا ہونا' ایک سال تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد دشمن کا ناکام و نامراد لوٹنا' قطب شاہی ہاتھیوں اور دیگر سامان کا ابراہیم عادل شاہ کے ہاتھ لگنا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے اقبال کی برکت نہیں تو اور کیا ہے۔

دلاور خاں کا خواب

متذکرہ بالا کامیابی کے بعد دلاور خاں کا دماغ عرش پر چڑھ گیا اور وہ میر جملگی کے منصب پر فائز ہونے کے خواب دیکھنے لگا' اس نے قلعہ ارک کے تھانیدار حیدر خان پر چوری چھپے یہ ارادہ ظاہر کر دیا۔ اسے آئندہ کی ترقیات اور وعدوں سے اپنا بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جلد از جلد بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

اخلاص خاں کی غفلت

دلاور خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا بیجاپور کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ اللہ پور میں قیام کیا' یہاں سے اس نے اپنے مخصوص مقربین کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ان کے توسط سے اخلاص خاں کی خوب خوشامد کی۔ اخلاص خاں نے غفلت سے کام لیا اور دلاور خاں کو کمزور سمجھ کر قلعے کی کوئی حفاظت نہ کی اور اسے پیغام بھیجا۔ "مجھے جب بھی موقع ملے گا میں بادشاہ سے تمہارے متعلق گفتگو کروں گا اور پھر اجازت لے کر بارگاہ سلطانی میں پیش کروں گا۔"

دلاور خاں کا فتنہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلے سے کہیں زیادہ امید ہو گئی۔ ایک روز اخلاص خان سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر آرام کے لئے بستر پر لیٹا تھا۔ دلاور خاں کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے بیٹوں' سات سو سواروں اور پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ جلد از جلد قلعہ ارک میں پہنچا جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور بعدازاں اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے جلد از جلد قلعے میں اپنے بہی خواہوں اور ساتھیوں کو مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔

دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ

اسی اثناء میں اخلاص خاں کی آنکھ کھلی اور اسے تمام حالات کا علم ہوا۔ اس نے فوراً تین چار ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور حیدر خاں کی مدد سے قلعے کے دروازے بند کر لئے اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی یہ لڑائی کچھ اس قسم کی تھی کہ کبھی تو اخلاص خاں کا پلہ بھاری

besturdubooks.wordpress.com

ہوتا اور کبھی دلاور خاں کا' لیکن جانی نقصان زیادہ اخلاص خاں کا ہی ہوا۔ شام تک اس کے تقریباً پچاس ساٹھ سپاہی مارے گئے' اس کے برعکس اہل قلعہ کا صرف ایک ہی سپاہی کام آیا۔

قلعے کا محاصرہ

سورج ڈوبنے کے بعد اخلاص خاں اپنے گھر چلا آیا۔ اس نے بلبل خاں کو قلعے کے محاصرے اور اہل قلعہ کے لئے غلہ لے جانے کی راہوں کو مسدود کرنے پر مقرر کیا۔ بلبل خاں پہلے مصطفیٰ خاں کا ملازم تھا اور اب اخلاص خاں کے خدمت گاروں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے قلعے کا محاصرہ قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا' تقریباً ایک ماہ تک یہی عالم رہا اور دوست دشمن سبھی نے بلبل کی جرات و ہمت کی تعریف کی۔

دلاور خاں نے چوری چھپے اپنا ایک آدمی بلبل خاں کے پاس بھیجا اور اسے خوبصورت وعدوں سے بہلا پھسلا کر اپنا حلیف بنالیا۔ اخلاص خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بلبل خاں کی جگہ ایک دوسرے حبشی کو مقرر کیا اور خود حسب سابق اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ بلبل خاں کا دلاور خاں سے مل جانا خاصے کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو پسند آیا اور وہ بھی اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر دلاور خاں سے جا ملے۔

اس وجہ سے دلاور خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل قلعہ کا لشکر بلبل خاں کی سرکردگی میں قلعے سے باہر نکل کر اخلاص خاں کے لشکر کا مقابلہ کرتا اور انہیں پسپا کر کے غلہ اور دیگر سامان ضرورت قلعے کے اندر لے آتا۔ الغرض اس طریق کار پر عمل کر کے اہل قلعہ نے محاصرے کی تکالیف سے نجات حاصل کی اور ان کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

خانہ جنگی

پورے چار ماہ تک یہی افراتفری کا عالم رہا۔ شہر کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی ہوتی' طرفین کے سپاہی مارے جاتے لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلتا۔ اس صورت حال سے تمام امراء اور ساری رعیت تنگ آگئی۔ بلبل خاں نے بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے بہت سے امراء کو اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرلیا اور یہ امیر اپنی اپنی جاگیروں کی طرف چلے گئے۔ اب اخلاص خاں اکیلا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اس کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اس نے بیجاپور سے چلے جانے کو اپنی توہین سمجھا اور اپنے گھر میں مقیم رہا۔

دلاور خاں کا غلبہ

آخرکار دلاور خاں نے اپنے قابل اعتبار سپاہیوں کو اخلاص خاں کے گھر بھیجا یہ سپاہی اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ دلاور خاں نے اخلاص خاں کی قدیم عنایات کو بالکل فراموش کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ دلاور خاں نے نامی گرامی امراء سے مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا ہمدرد اور دوست بنالیا۔ اس نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے بادشاہ کے مصاحبین میں شامل کیا۔

دلاور خاں کے بیٹے

دلاور خاں کا بڑا لڑکا معزز امراء کے گروہ میں شامل ہوا اور بادشاہ کو قرآن پاک' گلستان سعدی اور بوستان سعدی کی تعلیم دینے پر مقرر کیا گیا' دوسرے لڑکے کمال خاں کو سرنوبت کا منصب ملا۔ وہ چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار ہوا' تیسرا لڑکا خاں بھی امرائے شاہی میں شامل ہوا اور بادشاہ کا پاسبان خاص مقرر ہوا' چوتھا لڑکا عبدالقادر قلعہ ارک کا تھانیدار بنایا گیا چونکہ عبدالقادر کی عمر بہت تھوڑی تھی للذا اس کی طرف سے یہ فریضہ رومی خاں کو سونپا گیا۔

ظلم و ستم

دلاور خاں نے بلبل خاں کو منہ بولا بیٹا بنا کر طبقہ امراء میں شامل کر لیا۔ دلاور خاں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک لاکھ

besturdubooks.wordpress.com

غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو جن سے اسے خطرہ تھا خارج البلد کر دیا- اخلاص خاں نے اپنے زمانہ اقتدار میں شاہ ابوالحسن کو ایک قلعہ میں نظربند کر رکھا تھا- دلاور خاں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا لہٰذا اس نے اسی عالم اسیری میں شاہ صاحب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں- اسی پر اکتفانہ کی بلکہ بعد میں ان کو شہید بھی کروا دیا-

حاجی نور معززین شہر میں سے تھا- وہ علی عادل شاہ کا رازدار بھی تھا- دلاور خاں کو اس سے بھی خطرہ پیدا ہوا- لہٰذا اسے معزول کر دیا گیا اور اس کا درجہ ایک معمولی لشکری کے برابر کر دیا- دلاور خان نے چاند بی بی کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا- اور اس کی قوت کو پہلے سے کہیں کم کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ کوئی خیر خواہ یا ہمدرد اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے- دلاور خاں نے قلعہ اردنی کے تھانیدار پر بھی ظلم ڈھایا اسے تھانیداری کے عہدے سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی آنکھیں نکلوا دیں-

مذہب اہل سنت کا رواج

دلاور خاں نے ملک سے شیعہ مذہب کے اقتدار کو ختم کر دیا اور اہل سنت کے مذہبی احکامات کو صادر کیا- ان تمام وجوہات کی بنا پر وہ ہر لحاظ سے خودمختار ہو گیا اور بغیر کسی کی مخالفت کے خطرے کے بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکومت کے امور سرانجام دینے لگا-

راجگان مالابار کی سرزنش

مالابار کی راجاؤں نے مصطفےٰ خان کے بعد عادل شاہی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا تھا- اس وجہ سے دلاور خاں نے ۹۹۸ھ میں بلبل خاں کو ان راجاؤں کے مقابلے پر روانہ کیا- اسی سال مرتضیٰ نظام شاہ کے وکیل السلطنت صلابت خاں ترک سے بات چیت کر کے دلاور خاں نے نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات پیدا کئے-

نظام شاہی سے اچھے تعلقات

مرتضیٰ نظام شاہ نے ابراہیم عادل کو محبت آمیز خطوط روانہ کئے اور اپنے بیٹے میراں شاہ حسین کی شادی بادشاہ کی بہن خدیجہ سلطان المعروف بہ "راجہ جیو" سے کرنے کی درخواست کی- اسی سال احمد نگر کے معزز امراء و اراکین سلطنت قاسم بیگ ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی وغیرہ میراں حسین شاہ کی شادی کے لئے بیجاپور آئے- خدیجہ سلطان کی شادی کر دی گئی اور اسے احمد نگر روانہ کر دیا گیا-

شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی

چاند بی بی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی بے حد خواہاں تھی- لہٰذا وہ شہزادی خدیجہ کے ساتھ احمد نگر روانہ ہو گئی- جب قاسم بیگ' میرزا محمد نقی اور دیگر امرائے احمد نگر' ابراہیم عادل شاہ سے انعامات و خلعت وغیرہ حاصل کر کے شاہ پور روانہ ہو گئے تو ۹۹۳ھ کے آخر میں خدیجہ سلطان بھی احمد نگر پہنچ گئی- اور اسے میراں حسین شاہ کے محل میں داخل کیا گیا- شہزادی کے بیجاپور سے جو امراء (شیخ قاسم عرب نجفی' اور غیاث بیگ قزوینی المخاطب بہ چنگیز خاں وغیرہ) آئے تھے- احمد نگر سے کامیاب و کامران واپس ہوئے-

ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کو بھی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا- اس نے امرائے بیجاپور کی ایک جماعت کو اس مقصد کے لئے حیدر آباد جو بھاگ نگر کے نام مشہور ہے روانہ کیا- ابراہیم عادل شاہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی' چاند بی بی سے جو اپنے بھائی محمد قلی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہی تھی شادی کرنا چاہتا تھا- امرائے بیجاپور کا گروہ' جو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں روانہ ہوا تھا- جب قطب شاہی علاقے میں پہنچا تو اس کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

جشن عشرت

امرائے بیجاپور جب حیدر آباد کے قریب پہنچے تو قطب شاہی امراء ان کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لائے۔ اور بہت اعلیٰ درجے کے مکانات میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ شادی کی بات چیت شروع ہوئی قطب شاہیوں نے ابراہیم کا پیغام قبول کر لیا اور جشن عشرت منعقد کر کے شہزادی کا عقد کر دیا گیا۔

رنگ میں بھنگ

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد ان کے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے محمد قلی قطب شاہ کی شکایت کی، قلی قطب شاہ اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا بہت ادب و لحاظ کرتا تھا للذا اس نے اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تامل کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس فتنے کو دبانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نظام شاہیوں پر لشکر کشی

ابراہیم نے فوراً اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا جب تمام لشکری اور امراء جمع ہو گئے تو بادشاہ ۹۹۵ھ میں شہر سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ کی پہلی لشکر کشی تھی اس لئے اراکین سلطنت اور امرائے دربار نے بادشاہ پر اشرفیاں نچھاور کیں۔ دلاور خاں کی رائے کے مطابق، عالم خاں نے نظام شاہی سرحد میں قدم رکھا۔

صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری

عالم خاں قلعہ دنیر کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ عادل شاہی لشکر نے قلعے کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شولاپور کلیان اور شاہ درک سے لڑائی کا سامان منگوایا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ اس ہنگامے کا سبب صلابت خاں ہے تو وہ بہت برا فروختہ ہوا۔ پہلے بھی صلابت خاں، مرتضیٰ نظام شاہ کی مرضی کے خلاف بہت سی باتیں کر چکا تھا۔ اس بار مرتضیٰ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا اور اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔

قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا

ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا رویہ بہت شریفانہ اور ہمدردانہ ہے۔ نیز قاسم بیگ نے بھی کئی پر خلوص خطوط ابراہیم کی خدمت میں روانہ کئے تو بادشاہ نے نظام شاہی سلطنت پر لشکر کشی کے خیال کو ترک کر دیا اور قطب شاہی ملک کی طرف واپس ہو لیا۔ قطب شاہیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ محمد قلی قطب شاہ کو جب ابراہیم کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جلد از جلد اپنی بہن کو ۹۹۶ھ میں مع سامان جہیز اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ مصطفیٰ خاں استر آبادی، مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے شہزادی کے ساتھ آیا۔

جشن عروسی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تمام امراء اور درباریوں کو ملک جہاں ہمشیرہ قلی قطب شاہ کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی روانہ ہوا اور ملکہ کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ چار روز تک لشکر میں عیش و عشرت کا ہنگامہ بپا رہا اس کے بعد بادشاہ نے درک کا رخ کیا یہاں شاہی خدمت گاروں نے جشن عروسی کا اہتمام کیا اور پورے ایک مہینے تک عیش و عشرت کی مجالس گرم رہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

انعام و اکرام

اسی زمانے میں بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدمت گزاروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد بادشاہ پایہ تخت میں آیا اور مصطفیٰ خاں استر آبادی کو بہت سے گراں قدر تحفے اور ہدیے (دو بڑے ہاتھی' چودہ چھوٹے ہاتھی' بارہ ہزار ہون' ایک کمربند' ایک دستار مرصع اور بہت سا دیگر قیمتی سامان) دے کر رخصت کیا۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے زمانے تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن میں دونوں لڑکیاں اور ایک لڑکا خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہے۔

احمد نگر کی حالت

سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ نے صلابت خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی پر فائز کیا۔ قاسم بیگ بہت ہی نیک طبع اور اعلیٰ کردار کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کو پریشان نہ کرتا تھا اور ہر شخص سے محبت اور خلوص سے پیش آتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر کم عقل اور پست مزاج لوگ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگے اور صاحب اقتدار بن گئے۔ ان لوگوں نے امراء اور ارا کین سلطنت پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو قید کیا اور باقی جو امراء رہ گئے انہیں شہر بدر کر دیا۔

رذیلوں کی خوش طالعی

مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کے کاموں سے دلچسپی نہ لیتا تھا اس پر تو ہر لحہ دیوانگی و جنون کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان رذیلوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی۔ بادشاہ کی اس غفلت اور بے خبری سے ان موقع پرستوں نے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لئے۔ اس سبب سے خاندان نظام شاہی کی تمام رونق رخصت ہوگئی سارا وقار خاک میں مل گیا۔

باپ بیٹوں کی دشمنی

مرتضیٰ نظام شاہ اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں وہ اس کی دشمنی میں اور زیادہ سرگرم ہوگیا اس کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ مرتضیٰ نے اپنے ایک قابل اعتبار امیر اسمٰعیل خاں دکنی کو میراں حسین شاہ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ سلطان حسین شیرازی کے بیٹے میرزا خاں کو جو ان دنوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا۔ ان حالات کا علم ہوا اس نے شاہی اطاعت کا خیال دل سے نکال کر مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول کر کے میراں حسین شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں

چونکہ یہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بڑی حد تک مشکل تھا۔ اس لئے میرزا خاں کو عادل شاہی امراء اور ارا کین سلطنت کے مشورے کی ضرورت پڑی۔ میرزا خاں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک قابل اعتماد قاصد دلاور خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ چونکہ میرزا خاں کا پیغام میراں حسین شاہ اور خاندان نظام شاہی دونوں ہی کی بقا سے وابستہ تھا۔ اس لئے بادشاہ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد دلاور خاں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابراہیم کا سفر احمد نگر

۹۹۶ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کا سفر اختیار کیا۔ وہ آہستہ خرامی سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچا۔ میرزا خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے احمد نگر کے امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر بادشاہ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور دولت آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ جہاں شہزادہ میراں حسین شاہ مرتضیٰ نظام کے حکم سے قید و بند کی سختیاں جھیل رہا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں حسین شاہ کی تخت نشینی

میرزا خاں نے شہزادہ میراں حسین شاہ کو قلعے سے نکالا اور اپنے ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ ادھر ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی شہر کی طرف روانہ ہوا تاکہ لوگ مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ مل کر شہزادہ میراں حسین شاہ کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ جس روز ابراہیم نے احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بمقام ماتور قیام کیا اسی روز میراں حسین شاہ نے احمد نگر میں داخل ہو کر اپنے باپ کو قید کر لیا اور خود اس کی جگہ تخت نشین ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل

ابراہیم نے میراں حسین شاہ کو مبارکباد دی اور اس سے نیز اپنی بہن سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں اچانک یہ اطلاع ملی کہ میراں حسین شاہ نے کم عقلی اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو سخت مصائب و آلام میں جھونکا اور بعد میں اسے قتل کر دیا گیا۔

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ میرزا خاں نے جو اس تمام ہنگامے کی بنیاد تھا۔ میراں حسین شاہ سے کہا تمہارے باپ نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے اور بہت سے ممالک کو فتح کیا ہے۔ اس لئے جب تک مرتضیٰ زندہ رہے گا تمہیں بادشاہت راس نہ آئے گی۔ میراں حسین شاہ، میرزا خاں کے دام فریب میں آ گیا اور اس نے ابراہیم عادل شاہ سے جو اس کا بہی خواہ تھا مشورہ کئے بغیر ہی اپنے باپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ابراہیم کو یہ خبر سن کر بہت دکھ ہوا اور اس نے میراں حسین شاہ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین کے نام

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے حسین کرد کو میراں حسین کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا۔ "میں لشکر لے کر اس طرف اس مقصد سے آیا تھا کہ حکومت کی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی قلعہ میں نظربند کر دوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ امور سلطنت انجام دے سکو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا کا خوف دل سے نکال کر اپنے باپ کو تہ تیغ کر دیا ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مرتضیٰ نظام کو میرے سپرد کر دیا ہوتا یا اس بیچارے کو اندھا کر کے اس کے خوف سے نجات حاصل کر لی ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ اس مظلوم کا خون رنگ لائے گا اور تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا میں اس وقت تم سے کوئی باز پرس نہیں کرنا چاہتا اور معاملے کو خدا پر چھوڑتا ہوں۔ تاکہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔"

مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ اپنے ملک کو واپس آ گیا۔ بیجاپور پہنچ کر ابراہیم عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ مالابار کے راجے خراج کی رقم ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اور عادل شاہ کے عہد حکومت میں مصطفیٰ خاں اردستانی کے توسط سے جو رقم مقرر ہوئی تھی۔ اس کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان نافرمان راجاؤں کو راہ راست پر لائے۔ اور تین سال کا خراج اکیس لاکھ پچاس ہزار ہون وصول کرے۔

میراں حسین شاہ کا قتل

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میراں شاہ حسین، نظام شاہ کے بارے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو کچھ کہا تھا ایک سال بعد ہی پیش آیا۔ جمال خاں مہدوی نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس نے حسین نظام کو قتل کرا دیا اور سارے ملک میں مہدوی مذہب جاری کر دیا۔ اس نے غیر ملکی باشندوں سے بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا۔ جب ان امور کی خبریں بیجاپور میں پہنچیں تو ابراہیم عادل شاہ نے نظام شاہی خاندان

besturdubooks.wordpress.com

کی اصلاح اور دوسرے ضروری کاموں کی تکمیل کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کا عزم احمد نگر

۹۹۷ھ میں ابراہیم' دلاور خاں کی رائے سے احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بلبل خاں اور فوج کے دوسری افسروں کے نام طلبی کے احکامات جاری کئے اور انہیں تاکید کی کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ نظام شاہی حدود میں داخل ہو۔ تمام امراء اپنے لشکروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب شاہی سواری قلعہ شاہ ورک کے قریب پہنچی تو بادشاہ نے دلاور خاں کے مشورے سے تقریباً ایک مہینے تک اس علاقے میں قیام کیا۔ اس دوران میں بلبل خاں حبشی کا لشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ دلاور خاں نے یہ سوچا کہ اگر بلبل خاں کا زیادہ انتظار کیا گیا تو جمال خاں مہدوی اس دوران میں اور زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ لہٰذا وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال خاں مہدوی کا سامنا

جمال خاں کو جب ابراہیم عادل شاہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سواروں کا لشکر جرار لے کر مع اسمٰعیل نظام شاہ کے قصبہ اشی کے قریب بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اس زمانے میں برسات کی جھڑی لگی ہوئی تھی اس وجہ سے طرفین میں سے کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہ کی' بیس دن اسی عالم میں گزر گئے۔ جمال خاں مہدوی سخت پریشان ہوا اور اس نے صلح کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے اس نے چند آدمیوں کے توسط سے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی اور اس سے اپنے ملک کو واپس چلے جانے کے لئے کہا۔ جمال خاں نے اس سلسلے میں بڑی منت وزاری سے کام لیا اس لئے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی۔

جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح

بادشاہ نے جمال خاں سے کہا کہ اگر میری بہن کی پالکی مع حسین نظام شاہ کے بغل بچہ کے میرے پاس پہنچ جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جمال نے یہ شرط تسلیم کرلی اور فوراً خدیجہ سلطان کی پالکی مع پچھتر ہزار ہون کے ابراہیم کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جس روز بادشاہ وہاں سے کوچ کرنے والا تھا اسی روز بلبل خاں حبشی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا اس موقع پر بلبل کا آنا بے کار تھا کیونکہ طرفین میں صلح ہو چکی تھی۔

بلبل خاں کی بہادری

بلبل خاں کی بہادری اور جرات کی سارے ملک میں شہرت ہو رہی تھی اس نے وہ تمام نقد رقم اور غلہ جو راجگان مالابار سے بطور لگان اور خراج وصول کیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا۔ بلبل خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں مالابار کے راجاؤں سے بہت کچھ حاصل کرلیا تھا اور اس کے لئے وہ بادشاہ کی زبان سے تحسین و آفرین کا کلمات سننا چاہتا تھا' لیکن دلاور خاں کی مخالفت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور اس کی تمنا تشنہ تکمیل رہی۔

بلبل خاں کی توہین

بلبل خاں اپنے ساتھ جو چیزیں لے کر آیا تھا۔ جوہریوں نے دلاور خاں کے اشارے پر ان کا بہت کم اندازہ لگایا جو چیز دس ہزار ہون کی تھی۔ اس کی قیمت ایک ہزار ہون بتائی گئی۔ اس طرح تمام اشیاء کی قیمتوں کا تعین اصل سے بہت کم کیا گیا اور پھر مالابار کے راجاؤں سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' بقیہ رقم کا تقاضا کیا گیا۔ اس ساری کارروائی کا یہ مقصد تھا کہ بلبل خاں کی توہین کی جائے۔

دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش

ایک روز کا ذکر ہے کہ دلاور خاں بادشاہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ بلبل خاں آ گیا۔ بلبل

besturdubooks.wordpress.com

خاں کے ہاتھ میں رومال تھا وہ بادشاہ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور رومال سے مکھیاں ہٹانے لگا۔ دلاور خاں نے بڑی نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی اہانت آمیز لہجے میں کہا۔ "جس بادشاہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کی آسمان کو بھی مجال نہیں ہے تم نے کس طرح بادشاہ کے فرمان کو ٹالا۔ جب بادشاہ نے تمہیں طلب کیا تھا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ تمام کام چھوڑ کر فوراً شاہی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔"

بلبل خاں کا بیان صفائی

بلبل خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے۔ لہٰذا اس نے جواب دیا۔ "بادشاہ کے قدموں کی خاک کی قسم! میں نے حکم شاہی کی سرمو خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے اپنی مرضی سے مالابار میں قیام نہیں کیا میری کیا بساط ہے جو میں شاہی فرمان کی تعمیل نہ کروں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب مجھے شاہی فرمان ملا اس وقت میں کرناٹک میں تھا اور وہاں کے راجاؤں کو زیر کر کے خراج کی رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ اگر میں خالی ہاتھ وہاں سے روانہ ہو جاتا یا وہ راجے فرمان کے مضمون سے واقف ہو جاتے تو میری ساری محنت ضائع ہو جاتی اور اتنی بڑی رقم شاہی خزانے میں داخل نہ ہوتی۔"

"اس کے علاوہ تمام لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس علاقے کے جنگلوں میں ہمارے لشکر کو بے انتہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان وجوہ کی بنا پر کچھ عرصے تک وہاں قیام کرنا ناگزیر تھا' مگر دلاور خاں! تم اپنی تو کہو' تم نے کیوں بلاوجہ بادشاہ کو تلنگانہ کے سفر کی زحمت دی جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ مالابار کے لشکر کے بغیر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا' اگر تم پندرہ روز تک اور ہمارا انتظار کر لیتے اور ہم سب مل کر نظام شاہی علاقے پر حملہ کرتے تو مجھے یقین ہے کہ احمد نگر کے بہت سے قلعے اور پرگنے عادل شاہی قبضے میں آ جاتے۔ اگرچہ شاہی بارگاہ میں میرا تاخیر سے پہنچنا بغیر معقول وجہ کے نہیں ہے مگر میں پھر بھی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نیک دل آقا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قدیم نمک خوار اور غلام کی خطا معاف کر دے۔

بلبل خاں کی عزت افزائی

بلبل خاں کا یہ مدلل اور طویل جواب سن کر دلاور خاں غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا وہ دل ہی دل میں کڑھا اگر اس کے بس میں ہوتا تو بلبل خاں کو وہیں قتل کر دیتا' لیکن وہ اس وقت شاہی مجلس میں تھا اور شاہی مجلس کے آداب ایسی بدتمیزی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ دلاور نے اپنے غصہ کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور بڑی نرمی سے بلبل کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ سے درخواست کی' "بلبل خاں حضور کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہے اس لئے اس کی خطا معاف کی جائے۔" بادشاہ نے دلاور خاں کی درخواست قبول کی اور بلبل کو خلعت فاخرہ سے نوازا۔ جب شاہی مجلس برخاست ہو گئی تو دلاور خاں' بلبل کو اپنے ساتھ گھر لایا وہاں اس کی بہت خاطر تواضع کی اور کہا کہ "میں ایک بار تمہیں اپنی زبان سے اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں اگر سیاسی و ملکی امور میں' میں تم سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤں گا تو لوگ یہ کہیں گے میں اپنے بیٹے کی رعایت کرتا ہوں۔" الغرض اس طریقے سے دلاور خاں نے بلبل خاں کو مطمئن کر دیا۔ بعدازاں اس نے راجگان مالابار کے متعلقین کو جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کر کے واپس بھیجا۔

بلبل خاں کی نظربندی

ابراہیم عادل شاہ ثانی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا برہان پور پہنچا۔ دلاور خاں اپنے مدمقابل بلبل خاں کی عظمت و شہرت سے دل ہی دل میں بہت زیادہ خائف ہوا اور کچھ بے بنیاد الزامات کی بناء پر اسے نظربند کر دیا۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد دلاور خاں نے اخلاص خان کو سبز باغ دکھا کر اپنا ہم راز بنا لیا۔ بلبل خاں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ دلاور کی یہ حرکت بادشاہ کو سخت ناگوار گزری آخر کار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میراں حسین شاہ نے اپنے باپ کو قتل کیا اور پھر اس جرم کی سزا میں اسے خود بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس کے بعد اسمٰعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ملک میں چاروں طرف سے حملے ہوئے اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم ہوا کہ الاماں والحفیظ۔ ایسا انقلاب آیا کہ شریف اور ذلیل میں کوئی فرق نہ رہا ملک کی حالت تباہی کے کنارے تک پہنچ گئی۔ جمال مہدوی نے بدمعاشوں کو اپنا رفیق بنایا اور سارے ملک پر قابض ہو گیا۔

برہان شاہ کا ارادہ

برہان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ کو (جو اس سے پہلے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے فرار ہو کر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچ گیا) یہ معلوم ہوا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک کمسن بچہ بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور دہلی کی فوج کو ساتھ لے کر دکن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بعدازاں اس نے اپنی رائے بدل دی اور اکبر اعظم سے عرض کیا۔ "میں اگر دہلی کی فوج کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو احمد نگر کے امراء میرے خلاف ہو جائیں گے اس لئے یہی بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی احمد نگر جاؤں اور امراء سے سازباز کر کے اپنے موروثی ملک پر قبضہ کر لوں۔

اکبر نے برہان شاہ کی درخواست قبول کر لی اور کہا اگر تم اپنے ملک پر قبضہ کر لو تو پھر برابر کا علاقہ ہمارے حوالے کر دینا بالکل اسی طرح جس طرح ۹۸۱ھ میں تفال خاں نے یہ علاقہ ہمارے حوالے کر دیا تھا۔ برہان شاہ نے یہ شرط مجبوراً منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ برہان نے دکن کی سرحد پر پرگنہ ہنڈیا میں کچھ دنوں تک قیام کیا۔ وہ اکبر کی طرف سے اس پرگنے کا جاگیردار تھا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں

برہان شاہ نے سب سے پہلے برہان پور اور اسیر کے حکمران علی خاں کے مشورے سے خواجہ نظام استر آبادی کو احمد نگر کے امراء کے پاس بھیجا۔ خواجہ استر آبادی لباس تبدیل کر کے قلندروں کا سا حلیہ بنا کر روانہ ہوا۔ تاکہ احمد نگر کے امراء اور سرداران لشکر سے برہان نظام شاہ کی مدد کا وعدہ لے۔ خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا۔ احمد نگر کے امراء میں سے بعض نے برہان کی مدد کا وعدہ کیا اور بعض نے انکار کیا۔ جن امیروں نے مدد کا وعدہ کیا۔ ان میں جہانگیر خاں حبشی بھی تھا۔ وہ برار اور خاندیس کے قرب وجوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے مروج ہونے کے بعد جمال خاں کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔

جہانگیر خاں حبشی' خواجہ نظام استر آبادی سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ اس نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ استر آبادی کے چلے جانے کے بعد جہانگیر خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سے قیمتی تحفے تحائف دے کر برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس کو جلد از جلد احمد نگر آنے کا پیغام دیا۔

جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ

برہان نظام بڑے امن واطمینان سے برار کی سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ جب برہان اور جہانگیر میں ملاقات ہوئی تو دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و خستہ حال ہو کر جس راستے سے برار میں آیا تھا اسی راستے سے واپس ہنڈیا چلا گیا۔

برہان اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت

برہان شاہ نے راجہ علی خان کے نام ایک خط لکھ کر اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور جمال خاں کے ذریعے اور اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس سے مشورہ طلب کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم شہنشاہ اکبر سے عسکری مدد حاصل کرو گے تو دکن

besturdubooks.wordpress.com

کے تمام فرماں روا تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور جمال خاں مہدوی کی مدد کریں گے۔ اس صورت میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہو۔ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ میں جمال خاں سے جنگ کروں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے رجوع کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔

برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام

برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں کی نصیحت پر عمل کیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چند خطوط لکھے اور چند تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کئے۔ یہ نامہ بر ۹۹۸ھ میں ربیع الاول کے آخر میں بیجاپور پہنچے اور راقم الحروف "فرشتہ" کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ راقم الحروف اسی ماہ کے شروع میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہوا تھا۔ ان خطوط میں سے ایک خط میرے نام تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام

تمام راہیں مسدود ہیں اور سارے راستوں پر دشمن کا قبضہ ہے اس لئے میں نے اپنے قاصدوں کو اس راستے سے روانہ کیا ہے تم میرے وفادار مخلص اور ہمدرد ہو جس طرح بھی ممکن ہو یہ خط ابراہیم عادل شاہ کے ملاحظے کے لئے پیش کرنا اور اس کا جواب جلد از جلد لے کر روانہ کرنا' راقم الحروف ان قاصدوں کو ساتھ لے کر دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے تمام داستان بیان کی۔

ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

دلاور خاں نے وہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے' بادشاہ نے ان خطوں کو پڑھا اور برہان شاہ کی مدد کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے اسی وقت ان خطوں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے حوالے کیا اور ان کو واپسی کی اجازت دی۔ دو تین روز کے بعد ہی بادشاہ نے ملک میں تیز رفتار قاصدوں کو دوڑایا اور جب برار کی فوج جمع ہوگئی تو شاہی جلوس نکالا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے فاصلے پر بہمن علی کے مقام پر لشکر انداز ہوا۔

شاہ ورک کو روانگی

بادشاہ نے ربیع الثانی ۹۹۸ھ میں جمعرات کے روز برہان نظام کی مدد اور جمال خاں مہدوی کا قلع قمع کرنے کے لئے شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اس مقام پر پہنچ کر بادشاہ نے چند روز سیر و تفریح میں گزارے' بعدازاں برار کے امراء اور شرفاء کے نام بڑے پرخلوص خطوط لکھے' جن کا نفس مضمون یہ تھا:۔

"میں نے خداوند تعالیٰ کی فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا تہیہ کیا ہے کہ احمد نگر کے تخت پر اسمٰعیل کی بجائے برہان نظام شاہ کو بٹھاؤں۔ اگرچہ ان دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے' لیکن اسمٰعیل شاہ کمسن ہے' دوسرے باپ کی موجودگی میں بیٹے کا تخت پر بیٹھنا کچھ عجیب سی بات ہے اس لئے تم سب پر لازم ہے کہ میری رائے کی مخالفت نہ کرنا اور برہان نظام شاہ کی وفاداری و اطاعت کا دم بھرنا۔"

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے چند قاصد ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کو چند خطوط دیئے۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ حضور کی آمد سے ہمیں جس قدر خوشی ہوئی ہے دشمنوں کو اس بات کا اتنا ہی غم ہے۔ حضور کی لشکر کشی سے جو فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امراء خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے ساتھی جلد از جلد ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ احمد نگر سے چند قاصد آئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جمال خاں مہدوی سفر کی تیاری کر چکا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس وجہ سے امرائے برار' اپنے علاقے کو خطرے میں چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے سے معذور ہیں اگر آپ دو تین منزل اور آگے بڑھیں تو جمال خاں آپ کے ڈر سے احمد نگر سے نکلنے اور برار پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گا اور پھر امرائے برار آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی وارا سنگ کو روانگی

ابراہیم شاہ نے اس مشورے کو معقول اور مناسب سمجھا اور اسی پر عمل کرتے ہوئے شاہ درک سے رخصت ہوا اور برار کے سرحدی مقام وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے برہان نظام شاہ اور راجہ علی خاں کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہاری رائے کے مطابق پیش قدمی کی ہے اور برار کے امیروں کے نام خطوط روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ برہان نظام شاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اب تم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ فوراً برار کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس بلاؤ میں بھی جمال مہدوی کی سرزنش کے بعد تم سے آملوں گا۔

جمال خاں مہدوی کی تدابیر

جمال خاں مہدوی کو ان تمام حالات سے آگاہی ہو گئی وہ بڑا جری اور دانش مند تھا۔ اس نے دشمن کی دونوں جماعتوں کی تباہی کا منصوبہ بنایا اور برار کے سپہ سالار سید احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ "آس پاس کے تمام فرماں روا دو وجوہ کی بناء پر مجھے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک سبب تو مہمات ملکی ہیں۔ جو خالص دنیاوی امر ہے اور دوسرا سبب مہدوی مذہب کی نشرو اشاعت ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مہدوی مذہب کو جسے میں نے بے حد محنت سے رائج کیا ہے دنیا میں باقی نہ رہنے دیں اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مردانگی اور ہم مذہبی کا یہ تقاضا ہے کہ تم امرائے برار کو سنبھالے رکھو اور انہیں برہان سے سازباز نہ کرنے دو نیز برہان کو برار میں داخل نہ ہونے دو۔ راجہ علی خاں تمہاری مخالفت کرے گا تم اس کی پروانہ کرنا۔ تم اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ کر کے اسمٰعیل نظام شاہ کی وفاداری و بہی خواہی کا ثبوت دینا۔ اس کے بعد عنقریب ہی دلاور خاں سے صلح کر کے میں بھی تمہاری طرف آؤں گا۔"

جمال خاں کی وارا سنگ کو روانگی

اس کے بعد جمال خاں مہدوی نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ اگرچہ اس سلسلے میں اس نے بہت پر زور انداز بیان اختیار کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ جمال خاں نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے اور روپے کی مدد سے اس نے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ اس نے اسمٰعیل کو ساتھ لیا اور جنگ کے ارادے سے احمد نگر سے وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔

صلح کی ناکام کوشش

جمال خاں' عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر ٹھہرا۔ اس نے صلح کی بات چیت کے لئے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کئے۔ دلاور خاں نے پہلی بار کی طرح اس مرتبہ بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمال خاں اپنے انجام کا تصور کر کے کانپ کانپ گیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں کے چند ساتھیوں نے عاقبت نااندیشی سے کام لے کر اس سے کہا۔ جمال خاں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ مہدویوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے۔ اور ایک جنگل میں چھپ جائے۔ دلاور خاں کی بدنصیبی کہ اس نے اس بات کا یقین کر لیا اور جمال خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ بھتک نامی ایک امیر' اتفاقاً جمال خاں سے ناراض ہو کر عادل شاہی لشکر سے آملا۔ وہ بیٹر کے راستے سے روانہ ہو کر برہان نظام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ جمال خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اب اس کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن سے جا ملیں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

جمال خاں کی پریشانی

اس خیال سے جمال خاں بہت پریشان ہوا اس نے فوراً اپنی قیام گاہ سے کوچ کیا اور ایک ایسی جگہ چلا گیا جو پانی اور پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہ جگہ فوجی نقطہ نظر سے بہترین تھی۔ دلاور خاں کو اس کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع دی دلاور خاں یہ سمجھ کر کہ جمال خاں نے بھاگنے کے ارادے سے کوچ کیا ہے۔ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر جمال خاں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ قدم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اٹھایا۔

دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی

دلاور خاں نے اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر یہ بھی نہ سوچا کہ اس کے پاس سامان جنگ کافی ہے کہ نہیں۔ جب وہ اپنے دشمن سے دو تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اسے دور سے ہی خیمے دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ یہاں نظام شاہی لشکر مقیم ہے اور کسی نے کہا یہ عادل شاہی فوج کے خیمے ہیں۔ دلاور خاں اسی شش و پنج میں تھا کہ مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں جگہ پر مقیم ہے اور یہ خیمے اسی کے ہیں۔

احساس ندامت

یہ سن کر دلاور خاں ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے سفر پر بہت نادم ہوا وہ چاہتا تو باسانی واپس ہو سکتا تھا لیکن اپنے غرور کی وجہ سے اس نے ایسا نہ کیا اور اسی جگہ لنگر انداز ہوا۔ دلاور نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب وہ لشکر جو اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھا۔ اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ دشمن سے جنگ کرے۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک قاصد دلاور خاں کے پاس آیا اور اسے ابراہیم عادل شاہ ثانی کا پیغام دیا چونکہ تم نے جنگ کی تیاری پوری طرح نہیں کی ہے۔ اس لئے آج کے دن جنگ نہ کرنا۔ جب تم اچھی طرح تیاری کر لو پھر دشمن کو چھیڑنا' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔

دلاور خاں کی ہٹ دھرمی

دلاور خاں نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا اسے ہاتھیوں اور سپاہیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی قوت کا بڑا غرور تھا۔ اس نے بادشاہ کے قاصد سے کہا۔ "تم میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں بہت جلد جمال خاں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لا رہا ہوں۔" اس کے بعد دلاور خاں جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اس نے بڑی مشکل سے اپنے خستہ حال اور بے ترتیب لشکر کو اس جگہ سے ہٹایا اور دشمن کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

دلاور خاں نے پانچ چھ ہزار ترک سپاہیوں کو دشمن کی فوج کے پیچھے متعین کر دیا تاکہ نظام شاہی امراء اپنے ہاتھیوں اور خزانے کو میدان جنگ سے باہر نہ لے جاسکے۔ نیز مہدوی جماعت کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کی کوشش کی جاسکے۔ جمال خاں نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے تمام راستے بند ہیں تو اس نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا۔ ۵ جمادی الاول کو جمال خاں' دلاور خاں کے سامنے ڈٹ گیا

جنگ کا آغاز

طرفین ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور بڑے زور و شور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ عادل شاہی امراء عالم خاں اور عین الملک کنعانی وغیرہ نے اس موقع پر میدان جنگ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ دلاور خاں سے بہت زیادہ ناراض ہے

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ ایک تو اس نے بلبل خاں کو اندھا کر دیا تھا۔ دوسرے بادشاہ کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی تھی۔ یہ امراء اس بہانے سے کہ اب شکست یقینی ہے میدان جنگ سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

دلاور خاں کا فرار

ان امیروں کے چلے جانے کے بعد دلاور بے سہارا ہوگیا۔ اس موقع پر جمال خاں اور خداوند خاں حبشی نے دلاور خاں پر حملہ کیا۔ اس کے پاس اس وقت دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر دلاور خاں نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سات اشخاص کے ہمراہ جن میں سے ایک راقم الحروف فرشتہ بھی تھا راہ فرار اختیار کی۔

دلاور خاں کو اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ عالم خاں اور عین الملک جیسے بہادر شکست کا بہانہ بنا کر میدان جنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ اور اب بادشاہ کے پاس وارانسگ کی طرف جا رہے ہیں تاکہ دلاور خاں کی تباہی و بربادی کا سامان کریں۔ دلاور خاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ اس سے قبل کہ متذکرہ بالا امراء بادشاہ کے پاس پہنچتے دلاور خاں وارانسگ پہنچ گیا۔ چونکہ دشمن کے تعاقب کا خوف تھا اس لئے دلاور خاں نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہوگیا تمام رات سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ ورک

جمال خاں کامیاب و کامران ہوا ایسی فتح اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اس نے دلاور خاں اور اس کے لشکر کے تین سو ہاتھی گرفتار کئے اور بڑی شان و شوکت سے دارانسگ پہنچا اور وہیں ٹھہرا۔ راقم الحروف فرشتہ جو اس معرکے میں شریک تھا زخم کھانے کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا۔ لہٰذا وہ دارانسگ ہی میں مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے ساتھ شاہ ورک نہ گیا اسے مہدویوں نے گرفتار کر لیا اس فقیر بے نوا نے بڑی منت و سماجت کے بعد ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تمام عادل شاہی امراء اور فوجی سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے وہاں یہ خبر گرم ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام شاہ کا حلیف ہوگیا ہے۔ اور برار کے امراء بھی' ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم کے مطابق برہان نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر احمد نگر پر لشکر کشی کرنے والے ہیں۔ جمال خاں کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے دارانسگ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے برار کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے طے کیا کہ برار پہنچ کر راجہ علی خاں سے جنگ کرے گا۔ علی خاں کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہدوی امراء کو قلعہ اسیر میں قید کر دیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو خطوط لکھ کر جمال خاں کو تباہ و برباد کرنے پر رضامند کر لیا۔

جمال خاں کا تعاقب

بادشاہ نے جمال خاں کا قلع قمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے لشکر اور سامان جنگ کی دیکھ بھال کے بعد جمال خاں کے تعاقب میں شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اسی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد قصبہ پاتری میں پہنچ گیا۔ اسی مقام سے جمال خاں کے لشکر تک صرف آٹھ روز کی مسافت تھی۔ جمال خاں بادشاہ کے تعاقب سے خوف زدہ ہو کر بے تماشا بھاگتا چلا گیا۔ اس نے راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔

ترکی لشکریوں کی روانگی

ابراہیم شاہ نے آٹھ ہزار ترکی سپاہیوں کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے جمال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ یہ لشکر جلد از جلد دشمن کے پاس پہنچ کر تمام راستوں کو مسدود کر دے۔ اور کوئی ضرورت کی چیز' مثلاً غلہ اور چارہ وغیرہ اس کے پاس پہنچنے نہ دے۔ نیز دشمن کو اس انداز سے تنگ کرے کہ برہان نظام اور راجہ علی خاں بڑی آسانی سے اسے مغلوب کر سکیں۔

besturdubooks.wordpress.com

دلاور کی تباہی کا ارادہ

ان لشکریوں کو روانہ کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک دریا کے کنارے خیمے لگائے' یہ بہت ہی پرفضا اور دلکش مقام تھا- اس لئے بادشاہ نے یہاں چند روز تک قیام کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا- دلاور خاں کو بادشاہ کے اس فیصلے سے اختلاف تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اس مقام سے کوچ کرے اور کات روہنکر تک کسی جگہ نہ ٹھہرے- بادشاہ کو دلاور خاں کی بے ادبی ناگوار گزری اور اس نے دلاور کو تباہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا- تمام امراء دلاور خاں کے تابع فرمان تھے اس لئے بادشاہ اس سلسلے میں ان سے کوئی مدد نہ لے سکتا تھا- لہٰذا اس نے اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینے کا ارادہ کیا-

عین الملک کا مشورہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے دو ہندوؤں کو (جو ایک عرصے تک اس کی والدہ کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور جنہیں کوئی نہ پہچانتا تھا) چوری چھپے عین الملک کنعانی کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں سے اپنی بیزاری کی تفصیل بیان کی- عین الملک بہت ہی عقل مند اور مدبر امیر تھا- اس نے جواب میں کہا کہ اگر حضور دلاور خاں سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں تو ہم جان نثاروں کو حکم دیا جائے کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے- انہیں دونوں ہندوؤں کی معرفت بادشاہ اور عین الملک میں یہ طے ہوا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ دلاور خاں سو رہا ہو عین الملک لشکر میں چلا جائے- اس کے بعد عین الملک' دو امیروں' آنکس خاں اور علی خاں کو ساتھ لے کر دلاور خاں پر حملہ کر دے-

تجویز پر عمل

بادشاہ نے اس تجویز کو بہت ہی موزوں اور مناسب خیال کیا- ۱۴- رجب ۹۹۸ھ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا اس نے اپنے دل کی بات کسی سے بیان نہ کی اور کنش دار خاں نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ خاصہ کا ایک گھوڑا جلد از جلد لے آئے- یہ غلام گھوڑا لینے کے لئے گیا- جلوداروں کے سردار نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور کہا کہ دلاور خاں کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا جا سکتا- غلام نے یہ جواب سنتے ہی جلودار کے منہ پر تھپڑ مارا وہ سہم گیا اور سمجھ گیا کہ معاملہ دگرگوں ہے' اس نے فوراً کئی گھوڑے لا کر حاضر کر دیئے-

بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوئے- بادشاہ کی دایہ کا بیٹا الیاس خاں اس رات سرنوبت تھا- اس نے جو بادشاہ کو آدھی رات کے وقت ایسے عالم میں دیکھا تو وہ فوراً دوڑا ہوا آیا- اور عرض کیا "حضورا یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے آخر اس تیاری کی وجہ کیا ہے؟" بادشاہ نے جواب دیا- یہ موقع گفتگو کا نہیں ہے تم اس وقت فوراً میرے ساتھ چلو معاملہ خودبخود تمہاری سمجھ میں آ جائے گا- الیاس خاں اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ جو تعداد میں سو سے بھی کم تھے بادشاہ کے ساتھ ہو لیا-

بادشاہ بڑے لشکر سے علیحدہ ہو کر عین الملک کی قیام گاہ پر پہنچ گیا- جس وقت بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لشکر خاصہ کے سپاہی اور بادشاہ کے اہل مجلس فوراً مسلح ہو گئے- ان میں راقم الحروف فرشتہ بھی شامل تھا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں کی تعداد تین ہزار تھی-

دلاور خاں کی عیش پرستی

دلاور خاں جس کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی وہ ایک دکنی لڑکی کے حسن وجمال کا فریفتہ ہو چکا تھا اس وقت وہ اپنے خیمے میں اسی ماہ جبین کے ساتھ معروف عیش ونشاط تھا- جب بادشاہ رات گئے عین الملک کے لشکر کی طرف جانے لگا تو دلاور خاں کے مخبروں نے اسے حالات سے مطلع کیا- دلاور اور اس کا بیٹا اسی وقت جنگ کے ارادے سے تیار ہوئے اور سورج نکلنے کے وقت تک پانچ ہزار سوار ...

besturdubooks.wordpress.com

کے ہمراہ بادشاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان لوگوں کو یہ توقع تھی کہ لشکر خاصہ کے سپاہی اور دیگر امراء پہلے کی طرح بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر دلاور خاں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اسی کے احکام پر عمل کریں گے اور یوں دلاور خاں تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے گا۔

عین الملک کی زمانہ سازی

جب دلاور خاں بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اپنے مقرب خاص کو عین الملک کے پاس بھیجا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کے فرمان کی اطاعت کی لیکن چوری چھپے دلاور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "بادشاہ اچانک ہمارے پاس آ گیا ہے اور ہم لوگ مجبوراً اس کی اطاعت کا دم بھر رہے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ ہم تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں گے۔"

دلاور خاں پر قاتلانہ حملہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں نے اپنی فوج اور لڑکے کو کچھ فاصلے پر چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں اور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اس سے کہا۔ "آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ رات کے وقت سراپردہ شاہی سے نکلتے خیر جو ہوا سو ہوا۔ اس وقت یہی بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ واپس روانہ ہوں۔" بادشاہ نے انتہائی غصے میں کہا۔ "اس گستاخ کو کون سزا دینے کے لئے تیار ہے؟" یہ سنتے ہی اوزبک خاں نامی لشکر خاصہ کا ایک سپاہی آگے بڑھا' اس نے دلاور خاں پر تلوار کا ایک وار کیا اگرچہ یہ ضرب کاری نہ تھی تاہم دلاور خاں نے گھبرا کر اپنا گھوڑا پیچھے ہٹا لیا۔

دلاور خاں کا فرار

اوزبک خاں نے تلوار کا ایک اور وار کرنا چاہا' دفعتاً دلاور خاں کا گھوڑا بدک اٹھا اور وہ زمین پر گر گیا دلاور کے لشکر کے ایک مہابت نے فوراً اپنا ہاتھی دلاور اور شاہی لشکر کے درمیان کھڑا کر دیا تاکہ دلاور موقع پا کر کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ دلاور خاں کے لشکر پر بادشاہی رعب و جلال کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے شمار سپاہی خوف زدہ ہو کر اس سے علیحدہ ہونے لگے۔ دلاور نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ خود بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا لہٰذا وہ راستے میں کسی جگہ قیام کئے بغیر ہی احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

الغرض اس طرح بادشاہ نے دلاور خاں کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کی اس نے عین الملک اور دیگر امراء کو باوجود ان کے متذکرہ بالا جرم کے خلعت فاخرہ سے نوازا اور آئندہ کے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی مجلس میں آیا۔ جہاں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ

دلاور خاں حنفی المذہب تھا۔ اس ملک میں مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو متروک قرار دے کر اہل سنت والجماعت کے طریقوں کو رواج دیا اور چار یاروں کا خطبہ جاری کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ بھی حنفی المذہب تھا' مگر بعضوں کا کہنا ہے ابراہیم اپنے باپ اور چچا طہماسپ شاہ اور علی عادل کی طرح شیعہ تھا۔ ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے لوگ تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہوگئے اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں۔

حنفی مشرب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو لوگ میری تقلید کے خیال سے شیعہ ہوئے ہوں۔ انہیں سخت سزا دی جائے' لیکن بعد میں ایسے لوگوں کو معاف کر دیا گیا' لیکن بادشاہ انہیں شرمندہ کرنے کے لئے "شعار، مصلحی" کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل

آج تک بیجاپور میں چاروں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یوسف عادل شاہ کے عہد حکومت کی طرح بارہ اماموں کے نام بھی خطبے میں شامل ہیں۔ اسی زمانے میں جبکہ بادشاہ مذہبی معاملات میں گھرا ہوا تھا اور خطاکاروں کو سزا دینے کے درپے تھا اسے برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں مہدوی کے قتل کی خبر ملی۔ تمام لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ برہان نظام شاہ کو تہنیت نامہ بھیجا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بیجاپور آگیا۔ یہاں اس نے حکومت کا انتظام اس طریقے سے کیا کہ سبھی لوگ اس کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات

اب ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تفصیلی حالات بیان کئے جاتے ہیں جو اسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اول کی چار اولادیں تھیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے' بیٹے ابراہیم اور اسمٰعیل تھے اور بیٹی خدیجہ سلطان (میراں حسین نظام شاہ کی بیوی) اور ثانی بی بی (محمد برید شاہ کی بیوی) تھیں۔ شہزادہ ابراہیم اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت و سلطنت کا وارث ہوا اور سارے ملک میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔

بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام

ابراہیم کے تخت نشینی کے وقت شہزادہ اسمٰعیل کی عمر تین سال کی تھی وہ اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو دلاور خاں حبشی نے جو ان دنوں وزیر سلطنت کے عہدے پر فائز تھا اسے بلگوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا ہنگامہ اور دلاور خاں کا اقتدار جب ختم ہوا تو بادشاہ نے اپنے ایک خاص درباری کو شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "میں اب تک تمہارے دیدار سے محروم ہوں۔ اگرچہ تمہیں دیکھنے کی تمنا میرے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ مگر میں کچھ ایسا مجبور ہوا کہ اس تمنا کو پورا نہ کر سکا۔ تم اصل حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اس لئے مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اب اس وقت تم یہ کرو کہ اس قلعے میں عیش و عشرت سے زندگی گزارو۔ ساقی اور شراب کے ساتھ علوم فنون سے بھی دلچسپی لو' خاص طور پر علم تاریخ اور فن شاعری کے مطالعے سے اپنی نظر میں وسعت اور اپنے ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ سواری اور چوگان بازی کی بھی عادت ڈالو۔ الغرض غم و الم کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دو۔ جب سلطنت کے چند اہم اور ضروری کام طے پا جائیں گے تو میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔

شہزادہ اسمٰعیل کا خیال

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے کوتوال اور تھانیدار کے نام بھی احکام جاری کئے کہ شہزادہ اسمٰعیل کے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی جائے۔ بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کی گئی شہزادے کو آزاد کر دیا گیا اس قلعے میں ہر چہار طرف گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ پابندی اگر تھی تو صرف اتنی کہ وہ قلعے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ بادشاہ ہر مہینے ایک ہزار ہون شہزادے کے اخراجات کے لئے روانہ کرتا۔ نیز گراں قدر تحفے تحائف اور انواع واقسام کے پھل بھی بھیجتا تاکہ شہزادے کی دلجوئی ہوتی رہے' عیدوں اور دیگر تقریبات مسرت کے موقع پر بادشاہ شہزادے کو ضرور یاد کرتا۔

بھائی کی محبت

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے بارگاہ شاہی کے مقرب خاص اور خزینہ دار احمد خاں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں تھا۔ ملگاؤں نے بہترین آم پیش کئے گئے۔ ان آموں کو دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا۔ "کیا یہ آم شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھی بھیجے

besturdubooks.wordpress.com

گئے ہیں؟" اس جواب میں عرض کیا گیا۔ "چونکہ درختوں میں پہلی مرتبہ پھل آیا ہے اس لئے فی الحال حضور کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ بعدازاں شہزادے کی خدمت میں بھی ارسال کئے جائیں گے۔"

بادشاہ نے اس جواب کو معقول نہ سمجھا اور فوراً وہ آم شہزادے کے پاس بلگوان بھجوادیئے اور یہ کہلا بھیجا "بلگوان میں جو پھل پیدا ہوں ان پر پہلے تمہارا حق ہے اس لئے یہ آم تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد جب اور آم درختوں سے اتریں تو مجھے بھجوا دینا۔ نیز بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے تھانیدار کو حکم دیا کہ "جو پھل پیدا ہو وہ پہلے شہزادے کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بعد میرے پاس روانہ کیا جائے۔ الغرض بادشاہ نے ہمیشہ اپنے بھائی سے محبت اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ شہزادہ اسمٰعیل بڑے عیش و عشرت سے قلعہ بلگوان میں زندگی بسر کرتا رہا اور اسے کبھی کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی۔

شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

شہزادہ اسمٰعیل کو خدا جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کی محبت کی قدر نہ کی اور مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کی ترغیب سے بادشاہ کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے ۷۔ رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ کو بادشاہ کے خلاف علم سرکشی بلند کیا اور کھلم کھلا مخالفانہ کارروائیاں کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور ہنگامہ پروروں کی سازش کا بھید کھلا تو اس نے سب سے پہلے شہزادہ اسمٰعیل کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔

بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام

ابراہیم نے اسمٰعیل کو لکھا "مجھے تمہاری مخالفانہ کارروائیوں کا علم ہوا ہے' تم اگر یہ روش چھوڑ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ خداوند تعالیٰ جس کو سلطنت و تخت سے سرفراز کرتا ہے وہ ایسے ہنگاموں سے کبھی نہیں ڈرتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ملک دکن کا بہترین حصہ میرے قبضے میں ہے۔ اور یہاں کے تمام باشندے اور امراء دل و جان سے میرے فرماں بردار ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ' مجھے خوف ہے کہ کہیں معرکہ آرائی میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے اور تمہاری بدقسمتی تمہیں ناکام و نامراد بنائے۔"

بادشاہ نے یہ خط اپنے ایک قابل اعتماد امیر شاہ نور عالم کے ہاتھ روانہ کیا جو شیخ المشائخ حضرت قطب عالم جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھا۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل میں سازباز

شاہ نور عالم بادشاہ کا خط لے کر بلگوان پہنچا۔ شہزادہ اسمٰعیل خط پڑھ کر سیدھے راستے پر نہ آیا اس نے نور عالم کو گرفتار کر کے بادشاہ کو بہت برا جواب لکھ بھیجا اور پھر بغاوت اور خروج کی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ اسمٰعیل نے پہلے تو برہان نظام شاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ برہان نظام شاہ تو پہلے ہی وقت اور موقع کا منتظر تھا اس نے فوراً مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب دیا۔ "اگر تمہارا کام مناسب اور ٹھیک طریقے سے انجام پائے تو تم بیجاپور کے بڑے بڑے امیروں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا بنا لو خصوصاً عین الملک کنعانی سے گہرے مراسم پیدا کرو۔ کیونکہ وہ امیر الامراء اور بلگوان کے قریبی علاقے کا جاگیردار ہے اگر یہ امیر تمہارا حلیف ہوگیا تو پھر دوسرے امراء بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔"

عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم

شہزادہ اسمٰعیل' برہان نظام شاہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عین الملک کنعانی ان دنوں قصبہ ہیگری میں مقیم تھا۔ شہزادے نے اس سے اور اس کے منہ بولے بیٹے آنکس سے تعلقات پیدا کئے اور ان دونوں کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ عین الملک یہ چاہتا تھا کہ معاملہ طول کھینچے اور اسمٰعیل بلگوان کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ تاکہ ایک ہی سلطنت میں دو حکمرانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم عادل شاہ کا اسمٰعیل کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کرنا

عین الملک بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی رفاقت کا دم بھرتا تھا' لیکن بباطن اس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ اسمٰعیل کے ساتھ تھیں۔ اس نے اسمٰعیل کو یہ پیغام بھیجا کہ "جب سلطنت کی تمام مہمات انجام پا جائیں گی تو میں چند امراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کو شاہ نور عالم کی گرفتاری کی خبر ملی وہ بہت طیش میں آیا اور فوراً الیاس خاں سرنوبت کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ بلگوان کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو فرو کیا جا سکے۔

قلعہ بلگوان کا محاصرہ

الیاس خاں نے بلگوان پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا' اسمٰعیل میں مقابلے کی ہمت نہ تھی لہٰذا وہ قلعہ بند ہوگیا۔ الیاس نے قلعے کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ عین الملک بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق بلگوان پہنچا اور ظاہری طور پر اس نے بھی قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چوری چھپے اہل قلعہ کو غلہ اور ضرورت کا دیگر سامان پہنچاتا رہا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوگیا اور اس نے عین الملک کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا۔

عین الملک کی طلبی کا فرمان

اس فرمان میں لکھا تھا کہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ان دنوں سب سے اہم مسئلہ قلعہ بلگوان کی فتح ہے۔ تم چونکہ سپہ سالار ہو اس لئے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تم جلد از جلد شاہی بارگاہ میں پہنچ جاؤ تم جو تدبیر بتاؤ گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور امور کے متعلق بھی تم سے بات چیت کرنی ہے۔

عین الملک کا بیجاپور پہنچنا

عین الملک نے بڑی خندہ پیشانی سے شاہی فرمان کا استقبال کیا اور جلد از جلد پایہ تخت کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ بادشاہ کو اپنی طرف سے مطمئن رکھے۔ عین الملک اپنے چند خاص الخاص رفیقوں کے ہمراہ شاہی بارگاہ میں پہنچ گیا اور اس نے چند غیر مسلم مقربین شاہی کو روپیہ پیسہ دے کر اس کام پر نامزد کیا کہ وہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرتے رہیں۔

بادشاہ کا نقطہ نظر

ابراہیم عادل شاہ ثانی اگرچہ عین الملک کی حرکات اور اس کی مکاریوں سے پوری طرح واقف تھا' لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے غصے کا اظہار ہوتا۔ زمانہ ماضی میں عین الملک نے بادشاہ کی جو خدمت کی تھی' ابراہیم کے دل میں اس کی بہت قدر تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ نے نرمی اور لطف و کرم سے کام لے کر عین الملک کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس قسم کے سلوک سے عین الملک نادم ہو کر اپنے دل سے نمک حرامی اور غداری کے خیالات کو دور کر دے گا۔

عین الملک شاہی دربار میں

عین الملک کی آمد کے بعد بادشاہ نے اپنا دربار وسیع پیمانے پر آراستہ کیا' تمام امراء اور عسکری سردار کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے۔ شان و شوکت کا یہ عالم دیکھ کر عین الملک قدرے سہم گیا اور اس نے تین چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بعد ازاں شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تخت شاہی کے پایوں کو چوم کر بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

شاہی عنایات عین الملک پر

بادشاہ کی نگاہوں نے عین الملک کے خوف و ہراس کو بھانپ لیا لہٰذا کچھ دیر تک دوسروں سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر عین الملک کی

besturdubooks.wordpress.com

طرف متوجہ ہوا' بادشاہ نے اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اسے خلعت فاخرہ کمربند' خنجر مرصع' اسپ تازی اور ایک چابک سے سرفراز کیا۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد عین الملک کو اپنی جاگیر میں واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت وہ اپنے پرگنہ بکری کی طرف روانہ ہوگیا۔

عین الملک کی روش

عین الملک نے بادشاہ کے لطف وکرم اور اس کے بہترین سلوک کا کوئی خیال نہ کیا اور حسب سابق اسمٰعیل کی دوستی کا دم بھرتا رہا اور اہل قلعہ کو چوری چھپے غلہ اور دیگر سامان ضرورت پہنچاتا رہا' عین الملک کی یہ حرکت سب پر ظاہر ہوگئی۔ اتفاق سے انہیں دنوں بیجاپور کا کوتوال حیات خاں (جو کہ دکن کے ایک ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا) الیاس خاں کو بارود اور ضرورت کی دوسری اشیاء پہنچانے کے لئے بلگوان گیا ہوا تھا۔ واپسی پر وہ قصبہ بکری میں مقیم ہوا اور اس نے عین الملک کی دعوت کی۔

حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی

حیات خاں کی زندگی گھٹیا قسم کے لوگوں میں گزری تھی اور وہ ان سے بازاری باتیں کرتا رہتا تھا۔ عین الملک کو اس نے ایسا ہی شخص سمجھا اور اس سے بہت ہی سطحی قسم کی گفتگو شروع کی۔ عین الملک کو اس رذیل کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اسے سخت سست کہا۔ حیات خاں بھی آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے عین الملک کو کھلے لفظوں میں غدار اور حرام خور کہا۔

حیات خاں کی گرفتاری

حیات خاں نے عین الملک کو اس طرح مخاطب کیا۔ "میں ایک ضروری کام کے لئے بلگوان گیا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ جن سے تمہاری غداری اور نمک حرامی کا ثبوت ملتا ہے۔" حیات خاں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ عین الملک خوفزدہ ہو۔ اس کو روپیہ پیسہ دے دلا کر خوش کرے لیکن عین الملک اب اس مرحلے سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی غداری اب کوئی راز نہیں رہی۔ لہٰذا اس نے نرمی اور ملامت کو بالائے طاق رکھ کر حیات خاں کو گرفتار کر لیا۔

عین الملک کی علانیہ بغاوت

اس کے بعد عین الملک نے برسرعام بادشاہ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور اپنی طاقت پر ناز کرنے لگا۔ اس نے فوراً قرب وجوار کے حاکموں کو خطوط لکھے اور انہیں شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ان حاکموں میں سے اکثر نے خفیہ طور پر اطاعت کا وعدہ کیا۔ قلعہ مرج کے باشندوں نے بسرایک نامی تھانیدار قلعہ کو معزول کر دیا اور اسمٰعیل کی اطاعت کا کھلے بندوں اعلان کیا۔

عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام

عین الملک نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی شکایت کی گئی تھی اور یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "تمام قلعے اور قصبے شہزادہ اسمٰعیل کے قبضے میں آگئے ہیں اور اس علاقے کے تمام امراء اور پایہ تخت کے سارے معزز اشخاص نے شہزادے کی وفاداری کا عہد کر لیا ہے سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ شہزادے کے سر پر چتر شاہی رکھ کر بیجاپور کا سفر اختیار کیا جائے۔ لیکن یہ عظیم اقدام آپ کی اعانت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حضور اپنے کرم سے کام لیں تو یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا جا سکتا ہے۔ شہزادے کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو وہ سب کے لئے باعث رحمت ہوگا۔ کامیابی کے بعد ہم بطور شکریہ کے شاہ ورک اور شولاپور کے قلعے اور تمام سرحدی پرگنے آپ کے نذر کریں گے۔

bestturdubooks.wordpress.com

عین الملک کی خوشی

برہان نظام شاہ کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تمام احسانات کو فراموش کر کے شہزادے کی مدد کا وعدہ کر لیا اور اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا' عین الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بے انتہا خوش ہوا' اس نے فوراً وہ لشکر جو الیاس خاں کی مدد کے لئے بلگوان بھیجا تھا واپس بلا لیا۔

ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ

اسی دوران میں ملابار کے ہندوؤں نے ایک ہنگامہ بپا کیا۔ انہوں نے قلعہ چند کوئی کو جسے علی عادل شاہ نے تسخیر کیا تھا' اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان غیر مسلموں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے بنکاپور میں بھی تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری

الیاس خاں قلعہ بلگوان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا وہ بھی دوسرے امراء کی طرح بادشاہ کا مخالف تھا۔ اس کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ سوچے سمجھے بغیر ہی بیجاپور چلا آیا۔ پایہ تخت میں اس کی آمد سے سخت کہرام مچا' ہر شخص خوفزدہ ہو گیا عین ممکن تھا کہ پایہ تخت میں بھی ایک طوفان بدتمیزی بپا ہو تا کہ بادشاہ نے دانش مندی اور فراست سے کام لے کر الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمن سے ملے ہوئے تھے' گرفتار کر لیا۔ اور انہیں ایک تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے چاروں طرف امراء کے نام فرمان روانہ کئے اور انہیں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں پایہ تخت میں بے شمار سپاہی جمع ہو گئے۔ بڑے امراء میں عالم خاں دکنی جو ابھی تک بادشاہ کا مخلص وفادار تھا۔ پچاس سواروں کے ساتھ سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عین الملک نے بلگوان کے قرب وجوار کے امراء کو جب ان جگہوں پر موجود نہ پایا تو اس نے آنکس خاں کی ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں تیز تر کر دیں۔

اسمٰعیل چتر شاہی کے سائے میں

آنکس خاں نے ان گنت روپیہ صرف کر کے دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کا ایک زبردست لشکر جمع کر لیا اور اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر بلگوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنکس خاں نے شہزادہ اسمٰعیل سے ملاقات کی اور برہان نظام شاہ کی آمد کی امید میں شہزادے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

باغیوں کی سرزنش کا انتظام

ابراہیم عادل شاہ ثانی کو جب ان حالات کی خبریں پہنچیں تو اس نے فوراً حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر کیا اور اسے ربیع الثانی کے مہینے میں امراء اور منصب داروں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب حمید خاں عساپور پہنچا تو عین الملک اور اس کے ساتھیوں نے اسے شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حمید خاں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے کہا تھا۔ حمید خاں نے باغیوں کی بڑی عزت کی اور عین الملک کو کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑائی کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میرا ارادہ شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت و وفاداری کا اظہار کرنا ہے۔ اگر شہزادہ برہان نظام شاہ کی آمد سے پہلے ہی قلعے سے باہر نکل کر چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کروں گا۔

عین الملک کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے۔ اس نے حمید خاں کی بات مان لی اور برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر (جو قلعہ پرندہ کے قرب وجوار میں پہنچ چکا تھا) شہزادے کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے ایک بہت بڑے میدان میں ملاقات کی۔ حمید خاں اور اس کے ساتھیوں نے عین الملک اور شہزادے کے استقبال میں بڑے تکلف اور خوش اسلوبی سے کام لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عین الملک کا بڑا بیٹا عالی خاں بہت سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھا۔ وہ اپنے باپ کو ہمیشہ بادشاہ کی مخالفت سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں اور اس کے ساتھیوں کی نیت کو بھانپ لیا۔ اسے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں کے ظاہری خلوص کی تہہ میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ عالی خاں نے عین الملک کو حمید خاں کے فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی' لیکن عین الملک کو یقین نہ آیا اور اس نے عالی خاں کے بیان کو خود غرضی و مطلب پرستی پر محمول کیا۔

عین الملک کا قتل

ربیع الثانی کی ۱۶ تاریخ کو جمعہ کے روز ہیکری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ عین الملک کے حکم کے مطابق فرش اور قالین بچھا کر مجلس کو سجایا گیا۔ شہزادہ اسمٰعیل' حمید خاں کے بارے میں تحقیق حال کئے بغیر ہی شراب نوشی اور گانا سننے میں مشغول ہو گیا۔ حمید خاں کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے توپچیوں کو اشارہ کیا اور شہزادے کے لشکر پر گولہ باری ہونے لگی۔ عین الملک نے اس موقع پر فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن سہیل خاں خواجہ سرا کے حملے نے اس کے لشکر کو تہس نہس کر دیا' عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ سہیل خاں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری

اس کے بعد سہیل خاں نے شہزادے کے لشکر کی طرف رخ کیا۔ شہزادے نے عالی خاں اور آنکس خاں کے پاس پہنچ جانے کا ارادہ کیا تاکہ ان دونوں کے ساتھ برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بعد میں جنگ کی باقاعدہ تیاری کر کے میدان جنگ میں آئے۔ شہزادہ اسمٰعیل پر شراب کا نشہ طاری تھا اس لئے گھوڑے کو دوڑاتے وقت وہ زمین پر گر گیا۔ سہیل خاں کے سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔

شہزادے کا قتل

شاہی ملازموں نے عین الملک کا سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کیا اس کو رسی سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ تمام لوگ اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے آئے الغرض ایک ہفتے تک یہی عالم رہا۔ شہزادہ اسمٰعیل کو سلحداروں کے سردار خانجی بن شجاعت خاں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعدازاں سہیل خاں اور اعتماد خاں وغیرہ امرائے عادل شاہی بیجاپور پہنچے اور انہوں نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ اسی روز عین الملک کے سر کو ایک توپ کے دہانے پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

نمک حراموں کا قتل

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ مرج کے تھانیدار مسمی مالک کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ تمہارے قلعے میں سترہ عدد غدار اور نمک حرام نظربند ہیں انہیں جلد ازجلد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے سر پایہ تخت روانہ کر دیئے جائیں۔ قلعے کے تھانیدار نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور سترہ قیدیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے تہہ تیغ کر دیا اور ان کے سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کر دیئے۔

انعام واکرام

جب سرکشوں اور باغیوں کو خوب اچھی طرح نیست و نابود کر دیا تو پھر بادشاہ نے ہر چہار طرف سے مطمئن ہو کر اپنے وفادار اور جاں نثار امراء اور ملازمین کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ عالم خاں کو مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا گیا اور اسے دو ہزاری امراء کے طبقے میں داخل کیا گیا۔ سہیل خاں کو (جس نے اپنی بہادری کا بروقت مظاہرہ کر کے دشمن کو پامال کیا تھا خلعت عطا کیا گیا۔ نیز اس کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ کی پریشانی

یہ تمام واقعات دشمنوں کے لئے بڑی اذیت دہ تھے خاص طور پر برہان نظام شاہ بہت پریشان تھا کیونکہ اس نے عادل شاہی خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ قلعہ ہرندہ کے نواح سے احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ نواز خان کے حالات

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ راقم الحروف فرشتہ پر خان والا شان شاہ نواز خاں کے لئے بے پناہ احسانات ہیں۔ اس تاریخ کی تالیف کے زمانے میں اس نے جس طرح راقم الحروف پر احسانات کئے ان کا تقاضا ہے کہ ہندوستان کے فرماں رواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کے حالات بھی درج کئے جائیں۔

خواجہ علاؤ الدین محمد شیرازی اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ شیراز کے حاکم اور معززین شہران سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ خواجہ معین الدین' خواجہ معزالدین عنایت اللہ اور خواجہ ہدایت اللہ' یہ تینوں علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

علم و فضل

خواجہ شیرازی کو علم منطق و حکمت سے بہت دلچسپی تھی انہوں نے اس سلسلے میں بہت کمال حاصل کیا۔ کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی شائقین علم کے لئے بہترین رہنما ہیں۔ جن دنوں خواجہ فتح اللہ شیرازی کو علی عادل شاہ نے ہندوستان آنے کی دعوت دی' خواجہ شیرازی نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا' وہ سمندر کے راستے بیجاپور آئے کچھ دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مشہور شہروں برہان پور' منڈو' اجین' آگرہ' دہلی اور لاہور وغیرہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

زیارات مقامات مقدسہ

اس کے بعد ہندوستان کے تحفے تحائف لے کر وہ شیراز واپس گئے۔ کچھ مدت بعد انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں بغداد میں قیام کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کے روضہ مبارک کی زیارت کی پھر سامرہ پہنچے۔ اور حضرت امام نقیؒ اور امام حسن عسکریؒ کے روضوں کی زیارت کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نجف اشرف میں پہنچے اور حضرت علیؓ کے روضہ پاک پر جبہ سائی کی اور مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضرت محمد صلعم کے آستانہ مبارک پر حاضری دینے کے بعد اپنے وطن شیراز میں واپس آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ صاحب کو پھر شوق سیاحت نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں ملا نکیبی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ کے ہمراہ براستہ بندر خروان بذریعہ کشتی بند چیول پہنچے۔ کچھ دنوں تک یہاں کے عالموں اور فاضلوں کا فیض صحبت اٹھا کر بیجاپور پہنچے۔

ان دنوں بیجاپور میں دلاور خاں وکیل السلطنت تھا۔ خواجہ صاحب اس کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور انہیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں انہیں عادل شاہی قاصد کی حیثیت سے برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ بادشاہ ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان کے عہدے میں ترقی دی گئی۔

۱۰۰۲ھ میں انہیں بادشاہ کی طرف سے محمد قلی شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو کہ بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے بھیجا گیا کہ کچھ اہم سیاسی امور کے بارے میں گفتگو کی جائے۔ خواجہ صاحب نے اس کام کو بھی بڑی اچھی طرح انجام دیا انہیں دنوں بلگوان کا فتنہ اٹھا اور ۱۰۰۳ھ اسمٰعیل نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس زمانے میں ذبلہ عین الملک جیسے بڑے امیر نے بادشاہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور دوسرے امراء

besturdubooks.wordpress.com

نے خفیہ طور پر بادشاہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔ خواجہ صاحب نے بادشاہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات

انہوں نے اس ہنگامہ خیز زمانے میں بادشاہ کی بہی خواہوں کو بڑے بڑے عہدے اور انعامات اور مخالفین کو سخت ترین سزائیں دلوائیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے راقم الحروف فرشتہ' مصنف کتاب ہذا کو اپنی عنایات کا مرکز بنایا اور بادشاہ کی مجلس میں حاضری کا موقع دیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے مجھ سے بات چیت کی اور مشہور تاریخ "روضتہ الصفا" کا ایک نسخہ جو بہت اعلیٰ خط میں لکھا ہوا تھا عطا کیا۔ خلعت سے سرفراز کیا نیز عہدے اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بادشاہ نے راقم سے فرمایا "اب تک ہندوستانی حکمرانوں کے حالات میں کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگرچہ نظام الدین احمد بخشی کی کتاب موجود ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہے۔ نیز اس میں فرماں روایان دکن کے حالات سرسری طور پر ہیں نہ ان میں تحقیق ملتی ہے اور نہ تفصیل' اب تم ہمت کرو اور ایک ایسی تاریخ مرتب کرو جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہو اور جس میں ہمارے عہد حکومت کے حالات تفصیل سے درج ہوں۔ عبارات منشیانہ' تصنع اور تکلف' نیز جھوٹ اور بے سروپا باتوں سے بالکل عاری ہو۔

راقم الحروف بارگاہ شاہی میں آداب بجالایا اور اس کام کو انجام دینے کا وعدہ کیا میں نے اسی ہفتے چند واقعات لکھے اور سب سے پہلے شاہ نواز خاں کی خدمت میں پیش کئے۔ خان موصوف نے ان اوراق کو دیکھا اور تصحیح کی اور پھر انہیں شاہی خدمت میں ارسال کیا۔

شاہنواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا

شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ برہمنوں کی جماعت جس کے ہاتھ میں تمام ملکی مہمات کی باگ ڈور رہتی تھی' معزول کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایسے مدبر اور صاحب دانش شخص کا تقرر کیا جو ان معاملات میں خوش اسلوبی سے طے کر سکے' بادشاہ کی نظر انتخاب شاہنواز پر پڑی ۱۰۰۳ھ میں خان صاحب موصوف کو سب سے بڑا عہدہ دیا گیا یعنی وکیل مطلق مقرر کیا گیا۔

شاہنواز خاں نے سلطنت و حکومت کے کاموں کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ زبان قلم تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خان صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ خان صاحب کی تعریف کرنے سے قاصر ہے لہٰذا مدح وثنا سے گریز کر کے مزید حالات سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی

وکیل مطلق کے عہدے پر سرفراز ہونے کے بعد شاہنواز خاں نے طے کیا کہ بادشاہ کو ملک کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا ملک اور بادشاہ دونوں ہی کے لئے بہتر ہے لہٰذا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پرچہ نویسوں کی بھیجی ہوئی خبروں کو خود پڑھنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ بادشاہ ان تحریروں کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ملک کے حالات سے باخبر رہتا بلکہ اسے خط شکستہ کے پڑھنے میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔

بادشاہ کی فارسی دانی

اس کے بعد شاہنواز نے بادشاہ کی خدمت میں فارسی نظم ونثر کی کتابیں پیش کرنی شروع کیں۔ بادشاہ نے ان کتابوں کو پڑھا اور زبان فارسی میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اہل زبان حضرات کی طرح گفتگو کرتا۔ جس وقت بادشاہ فارسی میں بات چیت کر رہا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی دوسری زبان میں بات چیت بھی کی ہے۔

اگرچہ شاہنواز خاں بادشاہ کا استاد تھا لیکن اس خیال سے کہ اس نے اکثر دنیاوی معاملات میں بادشاہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بادشاہ کو

besturdubooks.wordpress.com

اپنا استاد کہتا تھا۔ شاہنواز نے ایک گراں قدر یاقوت پر یہ عبارت نقش کروائی "شاگرد ابراہیم عادل شاہ' شاہنواز خاں" اور پھر اس یاقوت کو انگشتری میں جڑوا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہنواز کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔

شاہی محل کی تعمیر

ایک روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے شاہنواز خاں سے کہا۔ "ملک میں ہمارا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ہر شخص پر ہمیں برتری حاصل ہے اور تمہیں ہم سے قربت حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے تمہارا محل بھی انتہائی عظیم الشان ہونا چاہئے لہٰذا تم ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کرواؤ جو ہر لحاظ سے رشک فردوس ہو۔ شاہنواز خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور معماروں کو کام پر لگا دیا کچھ عرصہ میں ایک عظیم الشان محل تیار ہو گیا۔

اس محل کی تفصیل یہ ہے چار دیواریں ہیں جن کا ضلع تقریباً چار سو گز ہے شمال کی طرف دو دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ بہت ہی بلند ہے جو اس بازار کی طرف کھلتا ہے جو بازار شاہ نواز کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا دروازہ بادشاہ کے دربار کی طرف واقع ہے اس دروازے کے اوپر ایک ہشت پہلو عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام "نورس بہشت" ہے' اس عمارت کی دیواروں پر اندر اور باہر دونوں طرف سنہرے نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے ان نقوش کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تب قدم آگے بڑھاتے ہیں۔

شاہنواز خاں اکثر اس عمارت میں اپنی مجلس آراستہ کرتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ چار دیواری کے درمیان ایک اور خوبصورت عمارت بھی ہے جس کے دونوں طرف کمرے بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کا رخ شمال کی طرف ہے اور اس کا ... حصہ خس پوش ہے۔ اس عمارت کے پیچھے دوسرے بلند ترین مکانات ہیں جن پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے بالکل درمیان میں ایک تالاب ہے جس کا پانی بہت ہی صاف وشفاف ہے۔ عمارت کے چاروں طرف ایک خوبصورت باغ ہے۔

مرزا علاؤالدین دلیسہ کی پیدائش

یہ محل بہت ہی مبارک ثابت ہوا اس کی تکمیل کے بعد ۳ ربیع الثانی ۱۰۱۰ھ کو شاہنواز کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام میرزا علاؤ الدین ... رکھا گیا۔ شہر کے اکابر نے شاہنواز خاں کو مبارکباد دی۔ مولانا فہمی نے مبارکباد کا قصیدہ پیش کر کے انعام واکرام حاصل کیا۔ اس محل ... مسعود ہونے کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہنواز کے گھر بیٹا ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے خاں موصوف کو مبارکباد ... نے کے لئے اس محل میں تشریف لانے کا ارادہ کیا۔

...انہ سواری

شاہ نواز خاں کو شاہی ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے شاہانہ سواری کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں' اس نے ایک بہت بڑا ... منعقد کیا۔ محل کے صحن میں ایک قیمتی فرش بچھایا گیا اور اس پر زریں شامیانہ لگایا گیا۔ مقررہ دن کو صبح کے وقت بادشاہ کی سواری شاہ ... محل کی طرف روانہ ہوئی۔ سارا راستہ دلہن کی طرح سجایا گیا طرح طرح کی رنگین جھنڈیاں بازار شاہ نواز کی دونوں جانب لگائی ... بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی عمر میں بازار کو کبھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا۔

...اہ' شاہ نواز کے گھر میں

...ادشاہ جب شاہ نواز کے محل پر پہنچا تو بڑے اعلیٰ طریقے سے اس کا استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے بادشاہ نے منقش دہلیز کا نظارہ کیا اور ... آگے بڑھا۔ اس کے بعد نورس بہشت کو دیکھا' اس عمارت کی خوبصورتی اور دلکشی سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہیں اپنی بزم نشاط

besturdubooks.wordpress.com

منعقد کی۔ پانچ مجمر روشن کیے گئے' عطر کی خوشبو سے ساری فضا مہکنے لگی۔ بادشاہ نے اپنے بعض مقربین' شعراء اور درباریوں کو طلبی کا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ حاضر خدمت شاہی ہوئے۔ امرائے شاہی ادب سے آداب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور مولانا فیضی اور مولانا ظہوری نے موقع و محل کی مناسبت سے کچھ بہترین اشعار سنا کر محفل کو گرم کیا بادشاہ نے کلام کی تعریف کر کے دونوں کی ہمت افزائی کی۔

جشن عیش و عشرت

اس کے بعد ملازمین نے چاروں طرف اعلیٰ درجے کے کھانے اور انواع واقسام کے پھل ترتیب سے لا کر رکھ دیئے۔ جب بادشاہ کھانے سے فارغ ہوا تو شاہ نواز نے تازی گھوڑے' گران قدر کپڑے اور حبشی غلام بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور امراء وارا کین سلطنت کو خلعتوں سے نوازا' جشن مسرت کے اختتام پر بادشاہ نے شاہ نواز خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا نیز ایک ہزار ہون نقد' دو مرصع پٹکے اور چند تازی گھوڑے عطا کئے اس کے بعد بادشاہ واپس اپنے محل میں آگیا۔

خواجہ معین الدین محمد

اس موقع پر شاہ نواز خاں کے سب سے بڑے بھائی خواجہ معین الدین محمد کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا۔ خواجہ معین کی ذات خوبیوں کا مرکز تھی۔ فصاحت بیان' خوش خلقی اور انسان دوستی ہیں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ شاہ نواز جب مقربین شاہی میں شامل ہوا تو خواجہ معین بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے عمدہ جاگیر عنایت فرمائی' لیکن کچھ ہی عرصے بعد ۱۰۱۰ھ میں خواجہ معین کا انتقال ہوگیا۔ خواجہ معین کی وفات کے وقت اس کے عالم نزع میں راقم الحروف فرشتہ اس کی بالیں پر موجود تھا۔ اس کی وفات کے بعد بہت زور شور سے بارش ہوئی حالانکہ وہ برسات کا زمانہ نہ تھا۔

خواجہ معین کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد ظریف کو جو اس وقت چار سال کا تھا باپ کی جاگیر اور املاک کا مالک بنایا گیا۔ محمد ظریف نے اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پائی اور علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ شاہ نواز کا سب سے چھوٹا بھائی خواجہ ہدایت اللہ اپنے بھائی کی وفات کی خبر سن کر شیراز سے بیجاپور آیا اور بڑے بھائی (شاہ نواز خاں) سے تعزیت کر کے واپس شیراز چلا گیا۔

خواجہ ہدایت اللہ ان دنوں شیراز ہی میں ہیں اور بڑے بھائی کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کروا رہے ہیں۔ بیجاپور سے ہر سال اس مقصد کے لئے ایک بڑی رقم شیراز بھیجی جاتی ہے۔

مفسدوں کی بیخ کنی

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ بلگوان کو باغیوں اور سرکشوں کے قبضے سے نکالنے کے بعد مفسدوں کی طرف توجہ کی۔ ایسے تمام امراء کو جو باغیانہ خیالات رکھتے تھے' معزول کر کے نظربند کر دیا گیا۔ برہان نظام شاہ کی طرف سے بھی بادشاہ کا دل مکدر تھا لہٰذا اس کی سرزنش کا ارادہ کیا۔

راجائے کرناٹک کی پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ برہان نظام شاہ' شہزادہ اسمٰعیل کی مدد کے لئے بلگوان روانہ ہوا تھا اور قلعہ پرندہ کے قرب وجوار میں اس نے عین الملک کے قتل اور شہزادے کی گرفتاری کی خبر سن لی تھی' اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا اور واپس احمد نگر جانے کا خیال کیا۔ اس ہنگامے اور شورش کے درمیان میں چندر کونی کا قلعہ جو عادل شاہی حکومت کی ملکیت تھا کرناٹک کے غیر مسلم ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا۔ کرناٹک کا راجہ بڑا سمجھ دار تھا اس نے اندازہ کر لیا کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرف ضرور توجہ کرے گا اور اگر اس نے چندر کونی کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو کرناٹک کو بہت نقصان پہنچے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

عالی شاہ کا مشورہ

راجہ یہ سوچ کر بہت پریشان ہوا- ان دنوں عین الملک کا بیٹا عالی شاہ راجہ کے پاس ہی مقیم تھا اس نے راجہ کو یہ مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں- تاکہ عادل شاہی مقبوضات پر ایک طرف سے برہان لشکر کشی کرے اور دوسری طرف سے رائے کرناٹک- رائے کرناٹک کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو یہ پیغام دیا-

برہان نظام شاہ کے نام پیغام

"ابراہیم عادل شاہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی ہوس اور بڑھے اور وہ دکن کے دوسرے فرمانرواؤں کو زیر کرنے کی کوشش کرے- ایسی صورت میں ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہئے بلکہ اس اندیشے کا قلع قمع کرنا چاہئے-" اور برہان نظام شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہٰذا وہ فوراً راجہ سے مل گیا اور یہ طے کیا گیا کہ رام راج مدگل اور ٹپکاپور کے قلعوں پر قبضہ کرے اور برہان شولاپور اور شاہ ورک کے قلعوں کو تسخیر کرے-

عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ

قصہ مختصر یہ کہ برہان نظام شاہ نے کچھ کئے بغیر قلعہ پرندہ کے قرب وجوار سے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا- اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر دس بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ کیا- اس کارروائی سے اس کا مقصد شاہ ورک اور شولاپور کے قلعوں کو سر کرنا تھا-

رام راج نے بھی ہنگامہ بپا کیا اور کرناٹک کے بعض شہروں کو عادل شاہی قبضے سے نکال لیا- برہان نظام شاہ کے امراء مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ پرندہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رام راج ابراہیم عادل شاہ کے خوف سے پریشان ہے- ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا اور اپنے سپاہیوں کی مختلف جماعتوں کو عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کی بربادی' تاراجی کے لئے روانہ کیا- ان سپاہیوں نے بڑا فتنہ اٹھایا اور رعایا کو بہت تنگ کیا- ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرحدی امیروں کو باغیوں کی سرزنش کے لئے حکم دیا-

اوزبک خاں کا قتل

اسی دوران میں مشہور نظام شاہی امیر اوزبک خاں' جس نے عادل شاہی علاقے میں بڑی ہنگامہ خیزی کی تھی' عادل شاہی امراء کے ہاتھوں مارا گیا- اس کی موت نے تمام شاہی امیروں کے دل ہلا دیئے- احمد نگر کے باشندے بھی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے- اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مصیبت ٹوٹی وہ یہ کہ ماہ جمادی الاخر کے آخری دنوں میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور ۹ رجب کو خونی اسہال شروع ہوگئے- اس کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو نظام شاہی لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے قریب کھڑا تھا سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا-

نظام شاہی لشکر میں انتشار

اس لشکر میں اخلاص خاں حبشی سے زیادہ کوئی صاحب اقتدار امیر نہ تھا وہ نظام شاہی غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا- اس نے دوسرے حبشی اور دکنی امراء کے ساتھ مل کر مرتضیٰ خاں اور دوسرے غریب یا غیر ملکی امرا کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا- غیر ملکی امراء کو اس کی اطلاع ہوگئی اور وہ فوراً لشکر سے علیحدہ ہوگئے علیحدگی اختیار کرنے والے امراء میں مرتضیٰ خاں' احمد خاں قزلباش اپنے عزیزوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلے گئے- خلیفہ عرب اور قزلباش خاں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ عادل شاہ کی بارگاہ میں پناہ لی-

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام کی وفات

نظام شاہ کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے یہ سب کچھ سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا- اس کی بیماری پہلے سے کہیں زیادہ مہلک ہوگئی اور آخر کار (جیسا کہ کسی مناسب و موزوں مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا) اس نے داعی اجل کو لبیک کہا-

برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم نظام تخت پر بیٹھا میاں منجدی دکنی وکیل سلطنت کے عہدے پر فائز ہوا چونکہ ابراہیم نظام کی ماں حبشیہ تھی اس لئے تمام مفسد اور فتنہ پرداز حبشی بادشاہ کے مقربین اور ندیمان خاص میں شامل ہوگئے- میاں منجدی دکنی مجبوراً خاموش رہا-

امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی

اسی دوران میں دکنیوں، حبشیوں اور مخلوط النسل امراء نے انتہائی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اور پے درپے ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ ملک کی حالت تباہ ہوگئی- ان امراء نے اس علاقے کی عادل شاہی ایلچیوں کا ساتھ بہت برا سلوک کیا- عادل شاہی کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس صورت حال کے پیش نظر ابراہیم عادل نے بذات خود ان نافرمان اور بدکردار امیروں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوگیا-

ابراہیم عادل کی لشکر کشی

۲۰ شعبان کو ابراہیم عادل شاہ بہمن علی نامی مقام پر پہنچا- بادشاہ نے کچھ دنوں یہاں قیام کیا اور پھر امراء کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا- ابراہیم کا خیال تھا کہ اگر احمد آباد کے باشندوں نے سلامت روی سے کام لیا اور لڑائی نہ کی تو ان کی خطاؤں کو معاف کر کے دوستانہ مراسم از سرنو پیدا کر لئے جائیں گے- اس خیال کے پیش نظر ابراہیم نے ایک جماعت کو ابراہیم نظام شاہ کے پاس روانہ کیا- ابراہیم چونکہ صلح جو تھا اس لئے وہ روزانہ صرف ایک میل کا فاصلہ طے کرتا تھا- کبھی یہ بھی ہوتا کہ کسی مقام پر پانچ پانچ، چھ چھ دن ٹھہر جاتا تھا- اس تاخیر سے یہ مقصد تھا کہ نظام شاہیوں کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت مل جائے اور وہ اپنی غلطیوں کا خیال کر کے راہ راست پر آجائیں- اور ابراہیم عادل شاہ سے معذرت طلب کریں لیکن ایسا نہ ہوا، نظام شاہی امراء اپنی سابقہ روش پر چلتے رہے-

نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ، شاہ ورک پہنچا- یہ مقام اپنی آب وہوا کے لحاظ سے بہت پرفضا اور دلکش ہے- اس لئے بادشاہ نے چند روز یہاں قیام کیا اور مجالس ہائے عیش ونشاط منعقد کیں- اسی دوران میں اخلاص خاں اور دیگر امراء نے جو ابراہیم نظام شاہ پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں- یہ امیر بیس ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم عادل سے مقابلہ کرنے کے لئے عادل شاہی سرحد کے قریب پہنچ گئے-

ان امیروں نے برہان نظام شاہ کی پیروی کرتے ہوئے ان راجاؤں کو جو عادل شاہی حکومت کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے- عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ وبربادی کے لئے اکسایا- ابراہیم عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت غصے میں آیا اس نے کہا- "یہ سچ ہے کہ عالی نسب اور شرافت ہی دنیا کے تمام اچھے کاموں کے پس پردہ ہوتی ہے- ہم لاکھ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں لیکن حبشی اور دکنی غلاموں کی فطرت انہیں راہ راست پر آنے سے روکتی ہے- لہٰذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ ان عاقبت نااندیشوں اور مفسدوں کو راہ راست پر لانے کے لئے تلواریں سونپ لیں اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اب باقی نہیں رہا-

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے فوج کے تمام سرداروں اور افسروں کو حکم دیا کہ فوراً لشکر کو تیار کر کے دشمن کے مقابلے پر آ...

besturdubooks.wordpress.com

۱۸ ذیقعدہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے شاک ورک کے محل میں قیام کیا اور تمام خاص و عام لوگ بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے- اس کے بعد بادشاہ نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے کے لئے لشکر کا معائنہ کیا اور مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہی فوج سے لڑنے کے لیے روانہ کیا-

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے متذکرہ بالا سرداروں کو یہ نصیحت کی- "تم بہر صورت یہ کوشش کرنا کہ جنگ کی بجائے صلح سے مقصد پورا کیا جائے- اور نظام شاہ کے لشکر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر دشمن اپنی حد سے آگے بڑھے اور ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے پوری جواں مردی اور بہادری کے ساتھ تباہ و برباد کر دینا-"

عادل شاہی لشکر کی ترتیب

نظام شاہی امراء جنگ پر تلے بیٹھے تھے انہوں نے صلح کی بات چیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی- یکم ذی الحجہ کو ان لوگوں نے عادل شاہی علاقے میں قدم رکھا اور لڑائی کے لئے تیار ہوگئے- حمید خاں نے اپنی فوج کو بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا- میمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا اور عنبر خاں حبشی کو مقرر کیا گیا' میسرہ پر شجاعت خاں اور ترزہ خاں متعین ہوئے- قلب لشکر کو حمید خاں نے خود سنبھالا' مقصود خاں شاہی ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا-

عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست

الغرض عادل شاہی لشکر اچھی طرح منظم ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑائی شروع ہوگئی- فریقین نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا' زمین خون سے لالہ زار ہوگئی- ایک زبردست جنگ کے بعد عادل شاہ میسرہ اور قلب دشمن سے مغلوب ہوگیا- بہت سے عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ نکلے...... لیکن یہ شکست' ظاہری شکست تھی اس کو فتح و کامرانی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے- کیونکہ عادل شاہی لشکر جلد ہی کامیاب ہوا اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

میدان جنگ میں بہت آتش بازی کی گئی تھی' اس لئے دھوئیں کی وجہ سے زمین و آسمان تاریک ہو گئے تھے' ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا- شاہی میسرہ اس دھوئیں میں بری طرح گھر گیا- ایسی صورت میں سپاہیوں کا اپنی جگہ ٹھیرے رہنا مشکل ہی نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا- لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے میدان سے بھاگنے لگے- نظام شاہی امراء نے اس واقعہ کو اپنی فتح پر محمول کیا اور یک دم عادل شاہی لشکر پر حملہ کر دیا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عادل شاہی میسرہ کی طرح میمنہ اور قلب لشکر میں بھی انتشار پیدا ہوگیا- نظام شاہی لشکر نے مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا-

ابراہیم نظام شاہ اپنے تحفظ کے خیال سے اپنی فوج کے پیچھے چھپا ہوا تھا- اس نے جب عادل شاہی لشکر کو منتشر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا- چند عادل شاہی امراء نے جن میں سنبل خاں اور عنبر خاں بھی شامل تھے- ایک طرف کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہ لیا تھا اور کسی موقع کے انتظار میں تھے- انہوں نے جب نظام شاہی چتر و علم کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے- نظام شاہی ہمراہیوں نے جب دشمن کو دیکھا تو انہوں نے ابراہیم نظام سے کہا- "ہم لوگ تعداد میں پانچ سو سے زیادہ نہیں ہیں- اس کے برعکس دشمن کے سپاہی ایک ہزار سے زیادہ ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم لوگ اس وقت جنگ نہ کریں اور کسی محفوظ جگہ پر مقیم ہو جائیں- اور اس وقت تک خاموش رہیں' جب تک ہمارے امراء ہمارے پاس جمع نہ ہو جائیں بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے-

سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ

ابراہیم نظام شاہ پر جوانی کا نشہ تو چھایا ہوا تھا ہی لیکن وہ اس وقت شراب کے نشے میں بھی غرق تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کی نصیحت کو

besturdubooks.wordpress.com

قابل التفات نہ سمجھا اور کہا۔ "میرے چھوٹے بھائی اسمٰعیل نے دلاور خاں کے مقابلے پر بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے میں کیسے بزدلی دکھاؤں' سنبل خاں خواجہ سرا کے سامنے بھاگ جانا میرے شایان شان نہیں ہے۔" یہ کہہ کر ابراہیم نظام شاہ نے تلوار نیام سے نکالی اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہادری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا لیکن تقدیر کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

ابراہیم نظام کا قتل

دوران جنگ میں ایک تیر ابراہیم نظام شاہ کو آ کر لگا وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بڑی مشکل سے اس کی لاش کو میدان جنگ سے باہر نکالا۔ نظام شاہ اپنے حبشی غلاموں کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا۔ تمام سپاہ اور رعیت اس کے غم سے نڈھال ہو کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئی۔

جو دکنی اور حبشی امراء غارت گری میں مصروف تھے انہوں نے اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر سنی وہ ایسے پریشان ہوئے کہ سب کچھ بھول کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے مالک کے خاندان کو پوری طرح تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا' قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں جب عادل شاہی میسرہ پریشان ہوا اور اس کے سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ان میں سے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ شر ورک جا پہنچے۔ ان لوگوں نے شاہ نوار خاں سے کہا۔ دونوں لشکروں نے عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا' لیکن بعد میں عادل شاہی لشکر کی بہت بری حالت ہوئی۔ تقریباً سارے امراء کو دشمن نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف گنتی کے چند جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ سکے اس طرح دشمن نے سارے فیل خانے پر قبضہ کر لیا۔ صرف ایک ہاتھی جس کا نام "رضوان" ہے' ایک ترکی غلام کی بہادری سے محفوظ رہا۔

بادشاہ کا استقبال

اسی اثناء میں چند مخبر بھی شاہی بارگاہ میں پہنچے اور انہوں نے متذکرہ بیان کی تصدیق کی۔ ان اطلاعات کے پہنچنے سے عادل شاہی لشکر میں بڑی بے چینی پھیل گئی' لیکن بادشاہ قطعاً پریشان نہ ہوا اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا رہتا۔ اس نے عوام و خواص سبھی سے بار بار کہا کہ "یہ خبریں قطعاً بے بنیاد ہیں۔"

حسن اتفاق

ایک روز بھرے دربار میں بادشاہ نے حاضرین سے کہا۔ "مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی و بربادی سن کر بہت مسرور و شاداں ہوں گے۔" ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ شاہ نواز خاں دربار میں آیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! مبارک ہو کہ ہمارا لشکر کامیاب و کامران ہوا دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ابراہیم شاہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ ہمارے لشکر نے نظام شاہی فیل خانے اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا ہے۔" یہ سن کر تمام حاضرین بے انتہا خوش ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق

اگرچہ ابراہیم نظام شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی سے کام لیا تھا تاہم ابراہیم عادل شاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی فوج کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کیا کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ نظام شاہی ملک تباہ و برباد نہ ہو اور نہ ہی وہاں کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ نیز تمام اراکین دولت اور سرداران لشکر اس علاقے سے بیجاپور کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ اب یہاں عادل شاہی لشکر کا قیام [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

انعام و اکرام

اسی ماہ کے آخری دنوں میں تمام اراکین سلطنت اور امرائے عادل شاہی شاہ ورک میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد جمع ہوگئے۔ بادشاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ سہیل خاں عنبر خاں نے چونکہ بہادری اور جرات کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کو دوسروں سے زیادہ نوازا گیا اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت میں آگیا اور ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ سے شہید کربلا کی عزاداری میں مصروف ہوگیا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی بیجانگر کے وہ غیر مسلم جنھوں نے مفسدوں کو ترغیب سے ہنگامہ خیزی کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ امرائے عادل شاہی کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت

یکم محرم ۱۰۰۵ھ کو میر محمد صالح ہمدانی کی آمد کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ سرکار دو عالم صلعم کے چند موئے مبارک بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجا لایا۔ اس نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح سے ملاقات کی اور موئے مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ اس واقع سے بادشاہ کی دینی عقیدت مندی لوگوں پر واضح ہوگئی۔ ابراہیم عادل شاہ کے اکثر فرماں رواؤں نے ان موئے مبارک کی زیارت کرنی چاہی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی۔ ابراہیم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

بادشاہ جب ان موئے مبارک کی زیارت کے لئے تیار ہوا تو شاہی ملازموں نے طلائی اور نقرئی مجمر میں عود روشن کیا اور سرکار دو عالم پر درود بھیجا۔ ہجرت نبوی کے پورے ایک ہزار پانچ سال بعد یہ معجزہ رونما ہوا کہ آنحضرت صلعم کا موئے مبارک ایک ایسی ڈبیہ سے جس میں کوئی سوراخ نہ تھا روشنی کی کرن کی طرح چمکتا ہوا برآمد ہوا۔

میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم

بادشاہ نے میر محمد صالح کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ یکم محرم سے بادشاہ عزاداری میں مشغول ہوا اور میر محمد صالح کو یہ پیغام بھجوایا۔ "میں نے آپ کے جد محترم کا تعزیہ رکھا ہے اگر آپ تشریف لا سکیں تو بڑا احسان ہوگا۔" میر محمد صالح نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور مع موئے مبارک کے شاہی محل میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ نے میر صاحب کی بہت تعظیم و تکریم اور امرائے شاہی و اراکین سلطنت کو ان کی خدمت کا حکم دیا اور کہا کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائی جائے اور ان کی کسی فرمائش کو ٹالا نہ جائے۔

میر صاحب کی خواہش

میر محمد صالح سے بادشاہ خود بھی کبھی کبھی ملاقات کرتا اور انہیں شاہی عطیات سے نوازتا۔ جب محرم کا مہینہ ختم ہوگیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو بادشاہ نے میر صاحب کو پھر اپنی مہربانیوں سے نوازا' انہیں دس بارہ ہزار ہون نقد اور گراں قدر کپڑوں کی چند گٹھڑیاں عنایت کی گئیں بعدازاں بادشاہ نے ان سے پوچھا "اگر حضور کے دل میں کوئی بات ہو تو بلاتکلف ارشاد فرمائیں فوراً تعمیل کی جائے گی۔" میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہوگیا اب اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف ایک خواہش ہے کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف اور آستانہ رسول اکرم صلعم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں نیز دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی بھی خواہش ہے اور چاہتا ہوں کہ اب جب کہ میری عمر اسی سال کی ہو چلی ہے انہیں مقدس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اپنی زندگی کے

besturdubooks.wordpress.com

باقی دن گزار دوں۔"

بادشاہ نے فوراً جہاز کے عملے کو حکم دیا کہ میر صاحب کے سفر کی تیاری کی جائے چند دنوں میں جب سارے انتظامات مکمل ہوگئے۔ تو میر صاحب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے بوقت رخصت میر صاحب نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو دیئے۔ یہ مبارک یادگار ایک سونے کی ڈبیہ میں رکھی ہوئی ہے اور ہر جمعہ کی رات اور دیگر متبرک راتوں کو اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس مقدس تحفے کی وجہ سے بادشاہ طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا اقبال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام شاہی امیروں نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کو موت سے ہم کنار کیا اور پھر خود میدان جنگ سے جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے۔ شہر میں پہنچ کر مشہور دکنی امیر منجوی خاں بیگی نے قلعہ اور خزانہ شاہی پر قبضہ کرلیا۔ اس نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطنت کے امور کو حسب منشاء طے کرنے لگا۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کیا جائے گا) منجوی خاں نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ کو احمد شاہ بن طاہر شاہ کو تخت پر بٹھایا' تمام امراء میں از سرنو عہدے اور منصب تقسیم کئے گئے۔ منجوی خاں حسب معمول سب سے بڑے عہدے یعنی وکیل السلطنت اور نائب کے منصب پر فائز رہا۔

دس پندرہ روز کے بعد احمد نگر کے امراء کو معلوم ہوا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لہٰذا انہوں نے اس شخص کو معزول کر کے بہادر شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا' لیکن منجوی نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی اور حبشی امراء میں جنگ شروع ہوگئی۔ منجوی خاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعے کو گھیر لیا اور اہل قلعہ پر ظلم کرنے لگے۔ منجوی خاں جب بہت زیادہ پریشان ہوا اور اسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر اپنے قاصدوں کو گجرات روانہ کیا اور شہنشاہ اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد سے مدد کا طالب ہوا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔

شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر

شہزادہ مراد کو شہنشاہ اکبر کی طرف سے احمد نگر کو فتح کرنے کی اجازت مل چکی تھی اور وہ موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں منجوی خاں کی طرف سے جو دعوت ملی تو وہ بغیر کسی قسم کی تاخیر کے فوراً تیار ہوگیا وہ خاں خاناں کے ساتھ بیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لے کر سلطان پور ندر کے راستے سے احمد نگر پہنچا۔

شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ

شہزادہ مراد سے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی منجوی خاں حریف پر غالب آچکا تھا لہٰذا اب اسے مراد کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ ادھر مراد کے ارادے کچھ اور تھے اس نے منجوی خاں سے قلعہ احمد نگر طلب کیا۔ منجوی خاں اپنے کئے پر بہت پچھتایا اسے اس بات پر بہت افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ منجوی خاں نے قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت کا مناسب و معقول انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خاں کو اس کا نگران مقرر کر کے خود احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیثر کی طرف روانہ ہوگیا۔

امرائے احمد نگر کے اختلافات

اس کارروائی سے منجوی خاں کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر لشکر میں اضافہ کرے اور ابراہیم علی عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو یہ خبر ملی کہ مغلوں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی دشمن کی مدافعت کر رہی ہے۔ منجوی

besturdubooks.wordpress.com

نے لشکر جمع کرنے کی کوشش کی' لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ امرائے احمد نگر اس وقت تین جماعتوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک جماعت آہنگ خاں حبشی کی تھی جس نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا' دوسری جماعت اخلاص خاں حبشی کی تھی جس نے موتی نامی ایک مجہول النسب شخص کی بادشاہت کا سکہ جاری کر رکھا تھا' تیسری جماعت منجوی خاں کی تھی جس نے احمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا تھا۔

مغلوں کی آمد کے بعد امرائے احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علیحدگی اختیار کرے' اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے' لیکن یہ طریق کار بہت نقصان دہ تھا اول تو اس کے لئے بہت وقت درکار تھا' دوسرے یہ اندیشہ تھا کہ جو جماعت مغلوب ہو گی وہ مغلوں سے مل جائے اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

اختلافات کا خاتمہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے احمد نگر کی امراء کی متذکرہ بالا تینوں جماعتوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلاف کو مٹا کر متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو' اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہو گا عنان اقتدار اسی کے ہاتھ دے دی جائے گی۔" تینوں فرماں رواؤں نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کی معقولیت کو سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے دشمن کے دفعیے کی تدبیر کرنے لگے۔

نظام شاہی امراء کی حمایت

میاں منجوی نے اپنے بیٹے میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ جب یہ قاصد شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے فوراً لشکر کی طلبی کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں چاند بی بی نے بھی ابراہیم کے نام ایک درخواست لکھی اور اس سے بعد منت مدد کی خواستگار ہوئی' شاہ نواز خاں نے یہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لئے پیش کئے۔ بادشاہ نے ہمسائگی اور قرابت کا لحاظ کیا اور خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ نظام شاہیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

دکنی فوج کا متحدہ لشکر

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے نظام شاہی امراء منجوی خاں اور اخلاص وغیرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری فوج کو ساتھ لے کر سہیل خاں کے ساتھ شاہ درک میں ملاقات کریں اور پھر سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے ابراہیم کی ہدایت پر عمل کیا اور سہیل خاں کے ساتھ مل کر ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے مہدی قلی سلطان ترکمانی کی نگرانی میں تلنگانہ کا لشکر بھی روانہ کیا جو سہیل خاں سے آ ملا۔

امرائے اکبری کے مشورے

شہزادہ مراد کو یہ تمام خبریں معلوم ہوئیں اس نے اکبری امراء خاں خاناں اور محمد صادق وغیرہ سے مشورہ کیا' ان امراء نے کہا "ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ سرکوب تیار کر کے خندق کھود کر قلعے کو فتح کر لیں کیونکہ دشمن ہمارے ہر سرکوب کے مقابلے پر ایک نیا برج تیار کر لیتا ہے اور ہماری ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ دکنی افواج کی آمد سے پہلے ہی ہم قلعے کو فتح کر لیں۔" سب امراء نے بہت دیر تک غور و خوض کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ نقب زنی کے علاوہ کسی اور تدبیر سے قلعے کو تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ شہزادہ مراد نے امراء کے اس مشورے کو پسند کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

نقب کی تیاری

اس تجویز پر عمل شروع ہوگیا' اہل قلعہ کو اس ارادے سے بے خبر رکھنے کے لئے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور نقب کھودنے کا کام پوری مستعدی سے شروع کر دیا گیا۔ شہزادے مراد نے مورچل کی طرف سے حصار کی دیوار میں پانچ مقامات پر شگاف کروایا۔ یکم رجب کو نقب زنی کا کام مکمل ہوگیا اور ان نقبوں میں بارود رکھ کر پتھر اور چونے سے انہیں مضبوط کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے یہ سوچا کہ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد نقبوں میں آگ لگا دی جائے گی اور یوں برجوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔

شہزادے کے لشکر میں خواجہ محمد خاں شیرازی بھی تھا۔ اس نے چوری چھپے اہل قلعہ کو نقبوں کی تیاری کی اطلاع دے دی' اہل قلعہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے دو نقبوں کا سراغ تو فوراً لگالیا اور ان میں سے بارود نکال لیا' اس کے بعد وہ باقی نقبوں کو تلاش کرنے لگے وقت مقررہ پر شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری جن میں محمد صادق بھی شامل تھا۔ خان خاناں سے مشورہ کئے بغیر ہی تیار ہوگئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب بارود کو آگ لگنے سے حصار کی دیوار میں شگاف پیدا ہو تو وہ فوراً اندر داخل ہو جائیں اور قلعے پر قبضہ کر لیں' خان خاناں کو انہوں نے اس لئے اپنا شریک راز نہ بنایا تھا تاکہ فتح میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور کامیابی کا سہرا شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری کے سر رہے۔

قصہ مختصر یہ کہ نقبوں میں آگ لگائی گئی' تین نقبیں جن میں بارود بھرا ہوا تھا' وہ تو فوراً اڑ گئیں اور تقریباً پچاس گز دیوار مسمار ہوگئی لیکن باقی دو نقبیں نہ اڑیں۔ شہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ کو اصل معاملے کا علم نہ تھا وہ یہ سمجھے کہ باقی دونوں نقبوں میں بھی بارود بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ ان کے اڑنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ بعد میں قلعے داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔

اہل قلعہ کی مستعدی

شہزادہ اور محمد صادق کے لشکر کا انتظار کرنا اہل قلعے کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا۔ ان لوگوں کو ایک نادر موقع مل گیا اور انہوں نے (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے لکھا گیا ہے) شگافوں میں توپ اور ضرب زن رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رات تک کوئی مغل سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہوسکا۔ اہل قلعہ نے شکستہ دیوار کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی' رات کے وقت تمام بڑے چھوٹے یہاں تک کہ عورتیں بھی دیوار بناتی رہیں اور تین گز بلند دیوار چن دی گئی۔

شہزادہ مراد اور محمد صادق یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا' لیکن یہ صورت حال دیکھ وہ مایوس ہوگئے۔ اسی دوران میں سہیل خان دکنی لشکر کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ شہزادے کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہوئے اس لئے اس نے جنگ ترک کر کے خان خاناں سے مشورہ کیا۔ خان خاناں کو اس بات کا خیال تھا کہ شہزادے نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات کیوں نہیں کی۔ لہٰذا اس نے محمد صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جو حضور کے امراء کی رائے ہو وہی مناسب ہوگی۔"

خان خاناں کا مشورہ

یہ جواب سن کر سبھی لوگ نادم ہوئے انہوں نے خان خاناں سے معذرت کا اظہار کیا۔ اس پر اس نے شہنشاہ اکبر کی خیرخواہی کے خیال سے کہا کہ دکنی فرماں رواؤں کے لشکر بڑی تیز رفتاری سے اس طرف آ رہے ہیں۔ ہماری فوج میں غلے کی کمی ہے اس وجہ سے تمام لشکر اور جانوروں کی بہت بری حالت ہے۔ ایسی صورت میں معرکہ کارزار بپا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر جائیں۔ اور برار میں قیام کریں سب سے پہلے ہمیں برار اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنا چاہئے۔ جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور برار کی رعایا کو پوری طرح اپنا مطیع و فرماں بردار بنالیں تو پھر ہمیں احمد نگر کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اس وقت ہم یقیناً اس قابل ہوں گے کہ اس قلعے کو فتح کر سکیں۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ مراد غلے اور دیگر امراء اور دیگر سامان ضرورت کی کمی کی وجہ سے سخت پریشان ہو رہے تھے ایسے عالم میں خان خاناں کا مشورہ انہیں بہت پسند آیا۔ ان لوگوں نے اسے اپنا راہنما بنایا اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خاں خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری (جو ممتاز امرائے اکبری میں شامل تھے اور اس سے پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں برار کا سرلشکر رہ چکا تھا) نے خفیہ طور پر ایسی تدبیریں کیں کہ چاند بی بی خود صلح کا پیغام دے۔

صلح

قصہ مختصر یہ کہ شہزادہ مراد کے لشکر اور اہل قلعہ دونوں ہی کی طرف سے کچھ آدمی درمیان میں پڑے اور طرفین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ "برار کا وہ حصہ جو نقال خاں کے قبضے میں تھا شہزادہ مراد کے حوالے کر دیا جائے۔ اور باقی تمام حصہ (قلعہ ہور سے لے کر بندر جیول تک اور پرندہ سے لے کر دولت آباد اور سرحد گجرات تک) احمد نگر کے حاکم کے قبضے میں رہے۔"

اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کے لئے طرفین نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت یقین دلایا قسمیں کھائی گئیں۔ معاہدے نامہ پر دونوں طرف سے معززین اور اکابر امراء نے اپنی مہریں ثبت کیں۔

حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی

اسی دوران میں سہیل خاں بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ سہیل کو جب مغلوں کے لشکر اور اہل قلعہ میں صلح کا حال معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی امراء نے میاں منجوی اور احمد شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی سلطانہ کے مشورے اور ہدایت کے مطابق بہادر شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بہادر شاہ کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی اسی دوران میں چند دنوں کے بعد سہیل خاں' میاں منجو اور احمد شاہ کو ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

فرمانروایان احمد نگر

یعنی

سلاطین نظام شاہی

besturdubooks.wordpress.com

احمد نظام شاہ

ملک نائب کے آباؤ اجداد

مورخین کا بیان ہے کہ احمد شاہ بحری' ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا ہے اس کا جد اعلیٰ بیجانگر کا ایک برہمن تھا۔ جس کا نام "تیمابھٹ" اور اس کے باپ کا نام "بھر" تھا۔ تیمابھٹ احمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا۔ ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانش مند اور صاحب عقل ہے نیز ہندی زبان کا زبردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عطا کیا۔

ملک حسن بحری

ملک حسن' محمد شاہ کے ساتھ مکتب میں جانے لگا' کچھ ہی عرصے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور وہ ملک حسن برلو کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطان محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو "برلو" کی جگہ "بحری" کہا کرتا تھا' لہٰذا بعد ازاں یہی لقب خواص و عام میں مشہور ہو گیا۔

اقتدار میں اضافہ

محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا۔ اسے قوش بیگی یعنی شکاری جانوروں کا عہدہ عطا کیا' رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اسے "اشرف ہمایوں نظام الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

طرف داری تلنگانہ

خواجہ جہاں گاواں نے بھی ملک حسن پر بڑی مہربانی کی اور اسے تلنگانہ کا طرف دار مقرر کیا نیز راجمندری اور کنہ بیل مع مضافات کے اس کی جاگیر میں شامل کر دیئے۔ اس اقتدار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک حسن تلنگانہ کے تمام ملکی و مالی معاملات پر حاوی ہو گیا۔ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا جانشین مقرر ہوا اور اسے ملک نائب کا خطاب دے کر سرلشکر بنایا گیا۔

ملک احمد کا تقرر

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق محمود شاہ بن محمد شاہ نے ملک حسن کو وکیل السلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ ملک حسن نے دولت آباد کے ماتحت پرگنوں بیر وغیرہ کو صوبہ جنیر میں داخل کیا اور یہ پرگنے اپنے بیٹے ملک احمد کو عطا کیے۔ حسن نے خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ملک احمد کو جنیر کی طرف روانہ کیا' احمد وہاں قیام پذیر ہوا اور ملکی و سیاسی معاملات طے کرنے لگا۔

مرہٹوں کی نافرمانی

ملک حسن نے مرہٹوں کے نام اس مضمون کے خطوط کئی بار روانہ کیے کہ بیر اور جونہ کے قلعے ملک احمد کے حوالے کر دیئے جائیں۔ لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے (جس پر خواجہ جہاں نے اعتماد کر کے یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے تھے) ان خطوں پر عمل نہ کیا اور یہ

besturdubooks.wordpress.com

جواب دیا۔ "جب تک ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ نہ ہو گا ہم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہوئے یہ قلعے اپنے قبضہ میں رکھیں گے اور جب بادشاہ سن بلوغ کو پہنچے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔"

قلعہ بیٹر کی فتح

ملک احمد نے اس جواب کا برا مانا اور قلعوں کو بزور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا' اس نے سب سے پہلے قلعہ بیٹر پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر واقع ہے' اہل قلعہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے آخر کار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر نیز قلعہ کے دروازے کی چابی ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے' ملک احمد کے لشکر نے قلعے پر حملہ کر دیا' سپاہی جب اندر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد سے پانچ سال کی مرہٹوں کی لگان کی رقم قلعہ میں موجود ہے۔ سپاہیوں نے یہ رقم اپنے قبضے میں لی اور ملک احمد کے پاس پہنچا دی۔

کوہکن کے علاقے پر قبضہ

یہ روپیہ مل جانے سے ملک احمد بہت خوش ہوا' اس نے اپنے سپاہیوں اور امراء میں یہ روپیہ تقسیم کر کے انہیں شاد کام کیا۔ ملک احمد نے اسی زمانے میں چونہ بھاکر تنگی ترونی' کندھاپور' پورند' پورب' چندول' گرورک' مرنجن' ماہولی اور مالی کے مقامات کو فتح کیا اور اس طرح کوہکن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔

جن دنوں ملک احمد نظام قلعہ ندراج پوری کو فتح کرنے میں سرگرداں تھا ان دنوں اسے اپنے باپ کے خطاب اور "احمد نظام الملک بحری" کے لقب سے مشہور کیا اگرچہ ملک احمد نے کبھی اپنے آپ کو "شاہ" کے لقب سے مشہور نہیں کیا' لیکن دکن میں اس کا نام "احمد نظام شاہ" مشہور ہے۔ اس لیے راقم الحروف "مورخ فرشتہ" اپنی اس کتاب میں اسے "احمد نظام شاہ بحری" کے نام سے یاد کرے گا۔

ملک احمد کی بہادری

ملک احمد جنیر پہنچا باپ کی رسوم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس نے رعایا اور لشکر کو انعام و اکرام دے کر مطمئن کیا اور پھر قصبہ بیر کو (کانوا اور پٹن کی حدود تک) اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ملک احمد نے آغاز شباب ہی میں کندیل اور راجمندری کے ہندو راجاؤں سے معرکہ آراء ہو کر اپنی جرات و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے' اس لیے سلطان محمود شاہ جب بھی کبھی اپنے امیروں اور لشکریوں کو ملک سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تو یہ لوگ خوف کے مارے جنگ کا نام تک نہ لیتے تھے۔

یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

سلطان محمود نے قاسم برید کے کہنے پر یوسف عادل شاہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تم خواجہ جہاں دکنی اور حاکم جالنہ زین الدین علی طاش کے ساتھ جنیر جاؤ اور احمد نظام الملک کو راہ راست پر لاؤ۔" یوسف عادل شاہ نے معذرت کا اظہار کیا اور خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس علاقے کا انتظام اچھی طرح کرو اور دوسرے علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرو۔" اس کے علاوہ یوسف نے احمد کی فوجی مدد بھی کی اور اس ز[illegible]ت میں اضافہ کیا۔

زین الدین علی تاش کے نام پیغام

احمد نظام شاہ نے امیر الامراء کا عہدہ ظریف الملک افغان کو اور میر جملہ کا منصب نصر[illegible] یا' زین الدین علی تاش کے نام احمد نے یہ پیغام بھیجا "چونکہ ہم اور تم دونوں ہمسائے ہیں اس لیے ہم دونوں پر کچھ حقو[illegible] میں تمہاری بہادری اور شجاعت کا دل و جان سے قائل ہوں میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

علاقے میں دوستوں کی طرح رہیں اور سب کو مغلوب کریں۔"

شیخ مودی کا جنیر پر حملہ

انہیں دنوں شیخ مودی عرب نے احمد نظام شاہ کی تباہی و بربادی پر کمر باندھی' وہ بہادری اور شجاعت میں بڑا اونچا درجہ رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے "بہادر الزمان" کا خطاب ملا تھا۔ شیخ مودی بارہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ جنیر کی طرف بڑھا' پہلے اس نے قلعہ پرندہ کے دامن میں پناہ لی زین الدین علی کی نیت بھی بدل گئی اور اس نے شیخ مودی کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے لشکر سے مل جانے کا ارادہ کر لیا۔ احمد نظام کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بال بچوں کو قلعہ سبز میں بھیج دیا اور خود شیخ مودی کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

زین الدین علی پر احمد کا حملہ

احمد نظام الملک جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اور دشمن کی قوت کا اندازہ کر کے جنگ سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور دشمن سے چار کوس کے فاصلے پر ایک جگہ قیام پذیر ہوا۔ احمد نے بڑی دانش مندی سے کام لے کر یہ معلوم کر لیا کہ زین الدین علی' شیخ مودی سے جلد از جلد مل جانے کا موقع ڈھونڈھ رہا ہے۔ احمد نے اپنا لشکر نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود منصب داروں اور سلحداروں (جنہیں نظام شاہی اصطلاح میں "حوالہ دار" کہا جاتا تھا) ایک جماعت کے ساتھ شکار کے بہانے سے باہر نکلا' اس نے زین الدین علی کی قیام گاہ جالنہ پر حملہ کیا۔

قلعہ جالنہ کی فتح

احمد نظام الملک رات کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچا' جب کہ زین الدین اور اس کے ساتھی غفلت کی نیند میں کھوئے ہوئے تھے۔ احمد لکڑی کے زینے اپنے ساتھ لایا تھا' ان زینوں کو اس نے قلعہ کی دیوار سے لگا کر اور سب سے پہلے خود سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد تمام لشکری بھی قلعے میں انہیں چوبی زینوں کے ذریعے داخل ہو گئے۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور احمد کے تمام لشکری مسلح' نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین مارا گیا اور قلعہ جلد ہی فتح ہو گیا۔

شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی

قلعہ جالنہ کی تسخیر کی خبر بڑی مشہور ہوئی۔ نصیر الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے دل میں بھی کوئی کارنامہ دکھانے کی امنگ اٹھی۔ اس نے تین ہزار کے قریب لشکریوں کو ساتھ لیا اور شیخ مودی کی طرف روانہ ہوا جب دونوں لشکروں میں ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شیخ مودی نے نصیر الملک کی آمد سے مطلع ہو کر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے مقابلے پر روانہ کی' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار شیخ مودی کے لشکر کو شکست فاش ہوئی' دوسرے دن پھر شیخ مودی نے اپنے سپاہی روانہ کیے' انہیں بھی نصیر الملک نے مغلوب کر لیا۔ اب شیخ مودی نے اپنے آدمیوں کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور بذات خود نصیر الملک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا۔

نصیر الملک کی شکست

نصیر الملک دو دن کی متواتر فتح کی وجہ سے بہت خوش اور قدرے مغرور تھا۔ وہ اپنے خستہ حال اور تھکن سے چور چور لشکر کے ساتھ شیخ مودی سے لڑا اور جلد ہی شکست کھا کر ظریف الملک کے پاس آ گیا۔ اسی دوران میں احمد نظام شاہ بھی جالنہ سے واپس آ گیا' اسے تمام حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ نصیر الملک کی قیام گاہ پر گیا' اس کی مزاج پرسی کی' ہمت بڑھائی اور شکست کی وجہ سے نصیر کو جو ندامت تھی اسے دور کرنے کی کوشش کی

besturdubooks.wordpress.com

احمد نظام شاہ کی فتح

کچھ دنوں بعد احمد نظام شاہ نے ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لی اور آدھی رات کے وقت دشمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نے دشمن پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ شیخ مودی مع بہت سے عربی' دکنی اور حبشی امراء کے مارا گیا' بہت سا مال غنیمت احمد کے ہاتھ لگا۔ شیخ مودی کے خیمے اور بار برداری کا سامان ملنے کی وجہ سے احمد کے لشکر کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوا' اس واقعے کے بعد احمد نظام شاہ جنیر واپس آ گیا۔

احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ

سلطان محمود شاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو بہت غصے میں آیا اس نے عظمت الملک دبیر کو اٹھارہ امراء اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنیر کو فتح کرنے کا حکم دیا' احمد نظام شاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر قادر آباد کے پہاڑی علاقے میں قیام پذیر ہوا۔ سلطان محمود شاہ کا لشکر سیری گھاٹ کے نچلے حصے میں پہنچا' احمد نظام نے تین ہزار بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قادر آباد سے احمد آباد پر حملہ کیا۔ رات کے وقت جب کہ تمام لوگ بالکل غافل اور بے خبر تھے' احمد نظام بڑے اطمینان کے ساتھ بیدر پہنچ گیا۔ شہر کے دربانوں میں سے ایک شخص احمد نظام کے ساتھ ملا ہوا تھا اس لیے شہر کا دروازہ بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا اور احمد نظام اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

نامزد امراء کے متعلقین کی گرفتاری

احمد نظام سب سے پہلے امیر نائب کے مکان پر گیا اس نے اپنے باپ کے متعلقین اور اہل و عیال کو اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ پالکیوں میں سوار کر کے جنیر روانہ کر دیا' بعد ازاں اس نے سارے شہر کا دورہ کیا اور نامزد امراء کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا اور صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا۔ قصبہ بیٹر کے راستے سے وہ قلعہ پرندہ میں پہنچا اور امراء کے گرفتار شدہ اہل و عیال کی عزت کی پوری پوری حفاظت کی۔ نامزد امراء کو سیری گھاٹ کے قریب یہ معلوم ہوا کہ احمد نظام بیدر کی طرف روانہ ہوا لہٰذا وہ تعاقب میں روانہ ہوئے شہر کے قریب ہی ان امیروں نے احمد نظام کو جا لیا اور اسے یہ پیغام دیا۔

نامزد امراء کا پیغام

"تم نے چونکہ ہمارے بیوی بچوں کی پوری طرح حفاظت کی ہے اس لیے ہم تمہارے بہت بہت ممنون ہیں اور دل و جان سے تمہاری اطاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات کا ملال ہے کہ تم ڈاکوؤں اور لیٹروں کی طرح ہمارے سامنے سے فرار ہو گئے۔ یہ امر تمہاری بہادری اور شجاعت کے منافی ہے تم نے پردہ نشین عورتوں پر مظالم بھی کیے ہیں اور ایسا افسوس ناک واقعہ ہے کہ جسے گبرو فرنگ بھی گوارا نہیں کرتے۔" احمد نظام شاہ اس پیغام سے بہت نادم ہوا اور اسی وقت ان امیروں کے بیوی بچے ان کے پاس بھجوا دیے۔

سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام

انہیں دنوں سلطان محمود شاہ نے اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا کہ "احمد نظام مسلسل ہنگامہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بربادی اور غارت گری کا جو بازار اس نے گرم کر رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو رہی تم لوگوں کو خدا جانے کیا ہوا ہے کہ اس سے ڈر کر اپنے اپنے خیموں میں چھپے بیٹھے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم احمد نظام کو گرفتار کر کے میرے حضور میں لاؤ' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا' میں تمہیں بری طرح ذلیل و رسوا کروں گا۔"

besturdubooks.wordpress.com

امراء کا جواب

یہ فرمان سننے کے بعد تمام امیر شہر کے قریب جمع ہوئے اور انہوں نے باہمی مشورے سے بادشاہ کو ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے' ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کا قلع قمع کرنا ہے۔ اگر ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی ذمہ داری عظمت الملک پر عائد ہوتی ہے۔ ہماری ناچیز رائے یہ ہے کہ عظمت الملک کی بجائے کسی دوسرے امیر کو ہمارا سردار مقرر فرمایا جائے' ایسی صورت میں دشمن کو مغلوب کرنا آسان ہو جائے گا۔" سلطان محمود شاہ نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جہانگیر خاں کو نامزد کر کے تین ہزار سواروں کے ساتھ بیر روانہ کر دیا۔

جہانگیر کی نامزدگی

جہانگیر خاں بہمنی سلطنت کے نامی گرامی امیروں میں سے تھا اس کی بہادری اور دور اندیشی کا شہرہ ملک میں چاروں طرف تھا وہ بہت معرکے سر کر چکا تھا۔ سلطان محمود شاہ کے حکم کے مطابق وہ فوراً قلعہ پرندہ روانہ ہو گیا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے اعظم خاں کو احمد نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ احمد نظام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ فتح اللہ عمادی کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ فتح اللہ عمادی نے اس سلسلے میں بے توجہی سے کام لیا اور جہانگیر خاں پٹن کے قریب پہنچ گیا۔

جہانگیر کا پٹکاپور پہنچنا

احمد نظام شاہ پٹن سے روانہ ہو گیا۔ جیور گھاٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ جنیر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا۔ نصیر الملک گجراتی قادر آباد سے لشکر' خزانہ اور غلہ وغیرہ لے کر جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کرتا ہوا احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور وہیں مقیم ہوا۔ جہانگیر خاں کو یہ طلاع مل چکی تھی کہ جیور گھاٹ پر نظام شاہیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اس لیے وہ بیگاتو گھاٹ سے پٹکاپور پہنچا اور احمد نظام شاہ کے راستے میں مقیم ہو گیا۔

شاہی فوج کی غفلت

فریقین کے درمیان صرف چھ کوس کا فاصلہ تھا' دونوں لشکر پورے ایک مہینے ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے یہ برسات کا زمانہ تھا جہانگیر خاں کے لشکر نے احمد نظام کے مقابلے میں بڑی سختیاں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اس لیے سارے لشکری عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے وہ دن رات شراب پیتے اور مست رہتے' دشمن کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے۔ احمد نظام شاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے شاہی لشکر کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ۱۳/ رجب ۸۹۵ھ کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ قصبہ جیور سے کوچ کیا اور بڑی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہوا صبح کے وقت پٹکاپور کے قریب پہنچ گیا۔

شاہی لشکر کی تباہی

احمد نظام نے پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا' بہت سے سپاہی عیش و عشرت میں مشغول تھے اور بہت سے گہری نیند سو رہے تھے۔ احمد نظام نے کئی ایک کو قتل کیا اور بے شمار سپاہی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ جہانگیر خاں' سید اسحاق' سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں وغیرہ مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے امیر گرفتار ہوئے۔ احمد نظام شاہ نے ان قیدیوں کو گائے بھینس پر سوار کر کے اور ان کے لباسوں کو زانوؤں تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد ازاں ان کی جان بخشی کر کے انہیں دار الملک روانہ کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

باغ نظام

راقم الحروف مورخ فرشتہ سے شاہ جمال الدین حسین انجو نے (جس کا تفصیلی ذکر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت کے حالات کے ساتھ بیان کیا جائے گا) یہ بیان کیا کہ یہ لڑائی "جنگ باغ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قصبہ پنکاپور کے اس مقام پر جہاں احمد نظام کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس کا نام باغ نظام رکھا تھا۔ اس باغ کے گردا گرد اعلیٰ درجہ کی چار دیواری کھینچی گئی تھی باغ کے اندر ایک خوبصورت اور بے مثال عمارت تعمیر کرا دی گئی تھی۔ کچھ عرصے میں یہ باغ جنت الفردوس کی طرح سراپا بہار بن گیا۔ برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس باغ کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھا اس میں ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا' اور اس میں رہائش اختیار کی۔

احمد نظام کے نام کا خطبہ و سکہ

اس فتح کی خوشی میں احمد نظام شاہ نے پنکاپور کے قصبے کو عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لیے وقف کر دیا اور خود کامیاب و کامران جنیر واپس آکر مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ یوسف عادل کے مشورے سے احمد نظام نے سلطان محمود کی جگہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور چتر سفید (جو اس زمانے میں دہلی' گجرات اور مندو کے حکمرانوں کا نشان تھا) اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ احمد نظام شاہ کے وفادار اور بہی خواہ دکنی امراء جن میں خواجہ جہاں بھی شامل تھا' اس بات سے سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "سلطان محمود شاہ کی حیات میں ہی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا اور سر پر چتر سایہ فگن کرنا سوئے ادب میں شامل ہے۔"

خطبے کی منسوخی

احمد نظام شاہ بہت موقع شناس اور دانش مند انسان تھا۔ اس نے جو اپنے امیروں کو یوں برگشتہ ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر دیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے ان سے کہا "تم لوگوں کی رائے مناسب اور درست ہے' میں نے خطبہ منسوخ کر دیا ہے' لیکن چتر اپنے سر پر سایہ فگن رکھوں گا۔ اس سے میرا مدعا صرف اتنا ہے دھوپ سے محفوظ رہوں۔" یہ سن کر سرداران لشکر نے کہا۔ "اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر عام اعلان کر دینا چاہیے کہ جس کا جی چاہے وہ دھوپ سے بچنے کے لیے چتر استعمال کر سکتا ہے۔" احمد نظام شاہ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑی اور اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیئے۔ حاکم اور رعایا میں یہ امتیاز رکھا گیا کہ احمد کا چتر سفید پر سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا اور عام لوگوں کا چتر بالکل سفید۔

چتر کا عام استعمال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ عادل شاہی' برید شاہی' قطب شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں چتر کا استعمال کرنے کا رواج عام ہو گیا۔ اس وقت یعنی ۱۰۱۸ھ میں جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی تھی دکن میں ہر چھوٹے بڑے کے سر پر چتر نظر آنے لگا' لیکن ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چتر صرف فرمانرواؤں کے لیے مخصوص تھا۔

احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج

احمد نظام شاہ نے خواجہ جہان' اعظم خاں اور دیگر امرائے دکن پر بڑے احسانات کیئے انہیں طرح طرح سے نوازا' اس سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام امراء نے بالاتفاق احمد نظام شاہ سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے نام کا خطبہ جاری کرے۔ احمد تو خود ہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً اپنے نام خطبہ جاری کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ ونداراجپوری پر قبضہ

احمد نظام نے قلعہ ونداراجپوری کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ایک مضبوط ترین قلعہ تھا اور بندر چیول میں واقع ہے۔ احمد نے بذات خود اس قلعے پر لشکرکشی کی اور دو ماہ یا ایک سال تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخرکار فریقین میں صلح ہو گئی اور قلعہ احمد نظام کے قبضے میں آگیا۔

قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال

قلعہ ونداراجپوری پر قبضہ کرنے کے بعد احمد نظام شاہ نے دولت آباد کے قلعے کو تسخیر کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ احمد نظام کو اس امر کا پورا پورا احساس تھا کہ قوت کے بل پر اس قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعے کے والیوں ملک وجیہ الدین اور ملک اشرف سے راہ و رسم پیدا کی۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی خواجہ جہاں گاواں کے ملازم تھے اور اس کے بعد سلطان محمود کے سلحداروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملک وجیہ اور ملک اشرف

ملک نائب الملک نے ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو امراء کے گروہ میں داخل کر دیا۔ ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانیدار اور ملک اشرف کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس علاقے کے انتظامات کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ تمام چور اچکوں اور بدمعاشوں کو تباہ و برباد کیا' رہزنوں کو اس طرح پامال کیا کہ تمام راستے محفوظ ہو گئے اور تاجر بڑے اطمینان کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعیت خوشحال ہو گئی ملک آباد ہوا اور چاروں طرف امن و آرام کا ڈنکا بجنے لگا۔

ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی

مرہٹوں کا ایک سردار بہمنی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ جالنہ پر قابض ہو گیا تھا۔ وجیہ اور اشرف نے اس مرہٹہ سردار سے مراسم پیدا کئے اور اسے لوٹ مار اور ہنگامہ آرائیوں سے باز رکھا۔ یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کی مہربانیوں کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بھی خواہ تھے۔ احمد نظام نے باغ نظام اور ونداراجپوری کی فتح کے بعد اپنی بہن زینب بی بی کی شادی ملک وجیہ سے کر دی اور اس طرح فریقین میں تعلقات بہت مضبوط ہو گئے۔ زینب بی بی کو خداوند تعالٰی نے ایک بیٹا عطا کیا ملک وجیہ نے احمد نظام شاہ سے درخواست کی کہ وہ اس بیٹے کا نام تجویز کریں۔ احمد نے کہا "بچپن میں میرے والدین مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے بہتر یہی ہے کہ تم بھی اس لڑکے کا نام موتی رکھو۔" ملک وجیہ نے اپنے برادر نسبتی کی رائے سے اتفاق کیا اور بیٹے کا نام موتی رکھا۔

ملک وجیہ کا قتل

ملک اشرف نے جب اپنے بھائی کی یہ روزافزوں قدر و منزلت دیکھی تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی' لیکن اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک اشرف یہ چاہتا تھا کہ ملک وجیہ کو قتل کر کے دولت آباد' رتھمبور اور دیگر پرگنوں پر قابض ہو جائے اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ اہل قلعہ کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کر کے اشرف نے ملک وجیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا' اس کے بیٹے موتی کو بھی زہر سے ہلاک کر دیا اور خود دولت آباد کا حکمران بن بیٹھا۔

ملک اشرف کی حکمرانی

ملک اشرف نے برہان پورا اور برار کے حاکموں سے تعلقات پیدا کئے اور محمود شاہ گجراتی کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ محمود کی خدمت میں گاہے گاہے وہ تحفے تحائف بھی بھیجتا رہتا تھا تاکہ محمود اسے اپنے ہمدردوں اور دوستوں میں شمار کرتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی

اپنے شوہر اور بیٹے کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر میں اپنے بھائی احمد نظام شاہ کے پاس آئی اور اس سے تمام حالات بیان کئے۔ احمد نے اپنی بہن کو دلاسا دیا اور ۸۹۹ھ میں ایک زبردست لشکر لے کر دولت آباد کو فتح کرنے کی غرض سے بیٹر سے روانہ ہوا۔ احمد نظام نے پٹاپور کے قریب پہنچ کر باغ نظام میں قیام کیا اور چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اسی دوران میں قاسم برید کی طرف سے تاج الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت' احمد کے پاس آئے اور اسے امیر قاسم برید کا یہ پیغام دیا۔

امیر قاسم برید کا پیغام

"یوسف عادل نے میری تباہی اور بربادی کا پورا پورا تہیہ کر لیا ہے اور اس نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد کی تسخیر کا خیال ترک فرمائیں اور میری طرف توجہ کریں تو زندگی بھر ممنون احسان رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کے فتنے سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کے ساتھ دولت آباد کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

قلعہ بیدر کا محاصرہ

احمد نظام نے قاسم برید کی درخواست منظور کر لی اور دولت آباد کی فتح کے خیال کو ترک کر کے احمد آباد بیدر جا پہنچا اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کو دو ماہ گزر گئے تو احمد نظام نے قلعے کے آس پاس جائزہ لے کر یہ اندازہ کیا کہ قلعے کو بزور قوت فتح کرنا دشوار ہے لہٰذا وہ محاصرہ ترک کر کے جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں پٹاپور کے مقام پر اس نے قیام کیا اور اس جگہ ایک نیا شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہ مقام جنیر اور دولت آباد کے درمیان واقع ہے۔ احمد نے اس مجوزہ شہر کو اپنا دارالملک بنانے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ربیع و خریف کے زمانے میں دولت آباد کے لئے غلہ اور دیگر سامان ضرورت باہر سے آئے تو اسے لوٹا جا سکے۔ احمد کا خیال تھا کہ اس طرح دولت آباد والوں کو تنگ کیا جا سکتا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجبور ہو کر قلعہ احمد کے حوالے کر دیں گے۔

احمد نگر کی بنیاد

۹۰۰ھ میں احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نہر سین کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد آباد گجرات کا نام احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ' وزیر اور قاضی شہر تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ اس لئے شہر کی بنیاد کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا۔ مسند عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام احمد تھا' اسی طرح لشکر کا قاضی بھی یہی نام رکھتا تھا۔ لہٰذا احمد نظام نے نئے شہر کا نام "احمد نگر" رکھا۔

دولت آباد کے حملے

احمد نظام نے اس شہر کی تعمیر میں بہت دلچسپی لی۔ کچھ عرصے میں تمام امیروں اور عہدہ داروں وغیرہ نے اپنے لئے عمارات تعمیر کروائیں۔ دو تین سال کی مدت ہی میں یہ شہر مصر اور بغداد کی طرح آباد ہو گیا۔ جب شہر پوری طرح آباد ہو گیا تو احمد نظام نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ ہر سال' دو مرتبہ اپنے لشکر کو دولت آباد پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا' نظام شاہی لشکری اس شہر کو بری طرح لوٹتے اور مکانوں وغیرہ کو نذر آتش کر دیتے۔

حاکم برہان پور سے تعلقات

"وقائع نظام شاہیہ" میں (جس کا مولف سید علی سمنانی ہے اس نے برہان نظام شاہ کے عہد حکومت میں یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی'

bestudubooks.wordpress.com

لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی اور یہ نامکمل رہی)۔ یہ درج ہے کہ احمد نظام شاہ کی رعب و دبدبہ کی چاروں طرف دھوم سی مچ گئی۔ برہان پور کے حاکم عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے احمد نظام سے مراسم پیدا کئے اور دو ہزار سوار اس غرض سے دیئے کہ جب احمد نظام دولت آباد کی طرف جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہیں۔

عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کئے اور اس سے خوب رسم و راہ پیدا کی۔ اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عادل سلطان محمود گجراتی کے خلاف ہوگیا۔ یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ عادل نے وہ رقم جو ہر سال گجرات کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی موقوف کر دی۔

سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

سلطان محمود گجراتی نے ۹۰۵ھ میں اپنے ملک کی سیر کے بہانے سے سفر اختیار کیا۔ ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اپنے قاصدوں کو محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "احمد نظام شاہ کے محاصرے اور دست درازیوں کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں میں بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ میری مدد کے لئے اس طرف تشریف لائیں۔" سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہوس میں ایک زبردست لشکر جمع کیا اور دکن کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے عادل خان فاروقی کی سرزنش کرتے ہوئے دولت آباد کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور

جب محمود گجراتی' سلطان پور ندربار کے قریب پہنچا تو عادل خاں بہت پریشان ہوا۔ احمد نظام شاہ بحری سے مدد کا طالب ہوا اور اس سے دولت آباد کے محاصرے کو ترک کرنے کی درخواست کی۔ احمد نظام پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب وہاں پہنچا تو فتح اللہ عمادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آگیا۔ نصیر الملک گجراتی نے' احمد نظام کے مشورے کے مطابق ایک گجراتی امیر کے ذریعہ محمود گجراتی کے نام ایک خط بھجوایا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام

"اگرچہ میں گردش تقدیر کی وجہ سے احمد نظام شاہ کا ملازم اور نمک خوار ہوں' لیکن گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کے حاکم کی بہی خواہی میرا اولین فرض ہے۔ آپ جیسے ذی مرتبت فرمانروا کے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے معاملات کو طے کرنے کے لئے بذات خود زحمت گوارا فرمائیں۔ برہان پور کا حاکم اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے آپ کے کسی امیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر آئیں۔ ان دنوں خاص طور پر ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دکن کا عظیم المرتبت فرماں روا عادل خاں کی مدد کے لئے آیا ہوا ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ آپ معرکہ آرائی کے خیال کو دل سے نکال دیں' صلح کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ اگر آپ لڑنے پر مصر رہے تو فتح یا شکست دونوں صورتوں میں آپ ہی کا نقصان ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر آپ ہار گئے تو دنیا یہ کہے گی کہ ذرا سے لشکر نے محمود گجراتی کو مار بھگایا اور اگر آپ جیت گئے تو یہ کہا جائے گا کہ محمود گجراتی نے ایک زبردست لشکر کی مدد سے چند اشخاص کو زیر کر لیا تو کون سا بڑا کام کیا الغرض دونوں صورتوں میں آپ کے عظیم المرتبت خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

احمد نظام شاہ کی چال

متذکرہ بالا گجراتی امیر نے نصیر الملک کا مراسلہ محمود شاہ گجراتی کی خدمت میں پیش کیا' محمود نے یہ خط پڑھا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے ۔۔۔ دوسری طرف احمد نظام شاہ نے محمود گجراتی کے ایک مصاحب کو جو بحری سال [illegible] سے متعلق تھا روپیہ پیسہ دے کر

besturdubooks.wordpress.com

اپنا بنالیا۔ اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کے وقت جب کہ محمود گجراتی اور اس کے لشکری اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوں' وہ اپنے مست اور طاقت ور ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف ہانک دے۔

نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ

اس منصوبے کے مطابق احمد نظام شاہ نے اس رات کو پانچ ہزار پیادوں اور پانچ ہزار تیر انداز سواروں کا ایک لشکر گجراتی فوج کی طرف روانہ کر دیا۔ احمد نظام نے اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ پناہ گاہوں میں چھپا رہے اور جب گجراتی فوج میں شور و شغب پیدا ہو اس وقت باہر نکل کر دشمن کو پامال کیا جائے۔ نظام شاہی فوجیوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور گجراتی لشکر کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ جب رات دو گھڑی کے قریب بیت گئی تو مہابت نے ہاتھی کو آزاد کر کے گجراتی لشکر کی طرف بھگا دیا' ہاتھی نے تباہ کاریاں مچانی شروع کیں۔ اہل لشکر سخت ہراساں ہوئے اور چیخنے چلانے لگے' شور وفغاں کی آواز سن کر نظام شاہی سوار اور پیادے پناہ گاہوں سے باہر نکلے اور گجراتیوں پر حملہ کر دیا۔

گجراتیوں کی حالت

چاروں طرف نفیر و نقارہ کی آوازیں گونجنے لگیں اور نظام شاہیوں نے تیر و تفنگ چلانا شروع کر دیے۔ سلطان محمود اور اس کے امراء کو اہل دکن سے ایسی جرات اور بہادری کی امید نہ تھی وہ دشمن سے بے پرواہ ہو کر اپنے خیموں میں غافل پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب شور کی آوازیں سنیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور اپنی جان بچانے کے لئے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے سلطان محمود گجراتی نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد نظام شاہ نے بہمنی فرماں رواؤں کے لشکر کے چار ہزار چنیدہ سواروں کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے اپنے لشکر خاصہ میں شامل کر رکھا ہے۔ احمد نظام بارہا اس بات کا اعلان کر چکا تھا کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود گجراتی پر میدان جنگ میں حملہ کروں گا اور اس مخالفت کا مزہ چکھاؤں گا۔ اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔

محمود گجراتی کی پریشانی

محمود شاہ گجراتی کو رہ رہ کر یہ بات یاد آ رہی تھی۔ ویسے بھی اس رات یہ خبر مشہور تھی کہ احمد نظام نے متذکرہ چار ہزار چنیدہ سواروں سے شب خون مارا ہے اور وہ محمود شاہ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہا ہے۔ سلطان محمود گھوڑے پر سوار ہو کر دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر آیا۔ اس وقت بحری سال نامی ہاتھی نے شاہی سرپردہ کے پیچھے پہنچ کر خیمے کے چند حصوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے' عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ محمود شاہ کو اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ احمد نظام شاہ نے عقب سے حملہ کیا لہٰذا وہ فوراً اپنے چند مقربین کے ساتھ جلد اس جگہ سے فرار ہو گیا اور ایک دوسری جگہ مقیم ہو گیا۔

دکنی لشکر کی واپسی

اس جگہ تین چار اشخاص اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ شور شرابے کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوئیں یہ عالم دیکھ کر محمود نے اس جگہ سے بھی کوچ کیا اور تین کوس دور ایک مقام پر پہنچ گیا۔ اسی دوران میں گجراتی امراء نے فوج کو مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی لشکر واپس چلا گیا۔ گجراتی امراء اپنے بادشاہ کو مبارک دینے کے لئے اس کے خیمے میں گئے' لیکن انہوں نے محمود شاہ کو وہاں نہ پایا اس سے وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

گجراتی امراء نے اسی رات باہمی اتفاق سے آب و ہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اس جگہ محمود شاہ گجراتی کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یوں سلطان محمود کو اہل دکن کی عیاری کا حال معلوم ہو گیا۔ چونکہ اسی رات واپس ہونا مصلحت کے خلاف تھا۔ لہٰذا اس نے جہاں وہ پہنچ چکا تھا'

besturdubooks.wordpress.com

وہیں قیام کیا۔ احمد نظام شاہ تو یہی چاہتا تھا لہٰذا اس نے صبح کے وقت عادل خاں کے ساتھ کوچ کیا اور محمود گجراتی کی فرودگاہ میں قیام پذیر ہوا۔

فریقین میں صلح

اس واقعہ کے بعد دونوں طرف کے آدمی بیچ میں پڑے اور فریقین میں صلح کرا دی' صلح اس شرط پر ہوئی کہ سب فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو واپس چلے جائیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ اس صلح کا تفصیلی احوال عام طور پر نظرانداز کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے چلا آیا اور دولت آباد پہنچا' اس بار بھی اس نے اپنے لشکر کو محاصرے کی ذمہ داری سونپی اور خود بالا گھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بالا گھاٹ کے مشہور باغبانوں کی ایک جماعت نے احمد نظام شاہ کی خدمت میں کچھ آم پیش کئے اور یہ عرض کی۔ "آج سے سات سال پہلے حضور اس حصار کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے تھے تو سراپردہ شاہی میں آموں کی چند گٹھلیاں رہ گئی تھی چونکہ برسات کا موسم تھا اس لئے گٹھلیاں سرسبز ہوئیں۔ ہم لوگوں نے جو حضور کے نمک خوار ہیں' ان پودوں کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور کے اقبال اور ہماری جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ درخت اب پھل لے آئے ہیں جو ہم حضور کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔"

ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام

احمد نظام نے یہ آم قبول کر لئے اور باغبانوں سے کہا۔ "یہ حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔" ملک اشرف کو احمد نظام کی تدبیروں اور کوششوں کا اندازہ ہوگیا اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں احمد نظام کی ہنگامہ آرائیوں اور محاصرے کی شکایت کی گئی تھی' نیز اسے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "یہ قلعہ حقیقت میں آپ ہی کی ملکیت ہے اگر آپ ایک بار اس طرف تشریف لے آئیں اور مجھے احمد نظام شاہ کے پنجے سے رہائی دلائیں تو میں سارے ملک میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال خراج آپ کے خزانے میں داخل کرتا رہوں گا۔"

محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی

سلطان محمود دل و جان سے اس امر کا خواہاں تھا کہ فرار ہونے کا جو بدنما دھبہ اس کے دامن پر لگا ہوا ہے اسے کسی طرح دھویا جائے اور ندامت کو دور کیا جائے۔ وہ اہل دکن کو بھی سزا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسے شب خون کے واقعے کے بعد سے "سلطان محمود بیگرہ" کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ محمود نے ملک اشرف کی درخواست قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔

احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

سلطان محمود جب دریائے پٹن کے کنارے پر پہنچا تو احمد نظام محاصرے سے دست بردار ہو کر احمد نگر واپس آگیا۔ ملک اشرف اس سے بہت خوش ہوا اس نے سلطان قطب الدین کی بنوائی ہوئی مسجد میں محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحفے پیش کئے۔ اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے محمود شاہ کو خوش کیا۔

دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام

سلطان محمود گجراتی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عادل خاں سے کئی سالوں کا خراج وصول کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہوگیا۔ احمد نظام شاہ کو جونہی اس کی روانگی کی خبر ملی وہ پھر دولت آباد آن پہنچا' اہل قلعہ ملک اشرف سے سخت ناراض تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی

besturdubooks.wordpress.com

کہ اس نے سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ ان لوگوں نے چوری چھپے احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ "ہم سب آپ کے خادم ہیں اور دل و جان سے آپ کے ہی بہی خواہ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ آپ ہی ہمارے حاکم ہوں ہمیں آپ سے بے حد عقیدت ہے۔ آپ بذات خود یہاں تشریف لا کر ہماری وفاداری کا جائزہ لیجئے۔"

ملک اشرف کی موت

احمد نظام شاہ نے ان خطوں کو دریائے گنگا کے کنارے پڑھا۔ اسی رات کو وہ دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دولت آباد پہنچ گیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ تمام کے تمام مرہٹے تھے' ملک اشرف کو ان کے ارادے کی اطلاع ہوگئی اس بات کا اسے اتنا غم ہوا وہ بیمار پڑ گیا اور پانچ چھ دنوں کے اندر ہی اندر مر گیا۔

قلعہ دولت آباد پر قبضہ

حصار کے محافظ احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے کی چابی اس کو پیش کی۔ احمد نظام ان لوگوں سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور قلعے کی سیر کے لئے اندر گیا۔ احمد نے قلعے کا معائنہ کیا اور جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کروائی۔ اس کے بعد اس نے قلعے کو اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس احمد نگر آ گیا۔

قلعہ شورا وغیرہ کی فتح

احمد نظام باغ نظام کو اپنے لئے بہت مبارک سمجھتا تھا اس نے اس باغ کے اندر اپنے لئے ایک عالی شان محل' ایک پختہ قلعہ اور کئی ایک عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان عمارتوں میں سونے اور چاندی کے ملمع کی کئی خوبصورت اور دلچسپ تصویریں بھی آویزاں کیں۔ اسی دوران میں بھی احمد نظام خاموشی سے نہ بیٹھا اس نے کئی مہمات سر کیں قلعہ شور اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔ کالنہ اور بگلانہ کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔

برہان پور میں ہنگامہ

۹۱۳ھ میں داؤد خاں کا انتقال ہوگیا' برہان پور میں اس کے بعد اس مسئلے پر بڑا ہنگامہ ہوا کہ سلطنت کا وارث کون ہو۔ تمام امراء اس سلسلے میں مختلف رائے رکھتے تھے۔ برہان پور کے امیر الامراء ملک حسان الدین مغل نے احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے اور خان زادہ عالم خاں کو اس سے طلب کیا تاکہ اسے برہان پور کا حاکم بنایا جائے۔ خان زادہ عالم خاں اسیر کے حکام کی اولاد میں سے تھا اور ان دنوں احمد نگر میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ احمد نظام اور حاکم کاویل کے مشورے سے خان زادہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران تسلیم کر لیا گیا۔

محمود گجراتی کی خواہش

حاکم گجرات سلطان محمود شاہ گجراتی یہ چاہتا تھا کہ اس کا نواسہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی' برہان پور کا والی ہو' اس مقصد کے لئے اس نے فوج جمع کر کے خاندیش کا سفر اختیار کیا۔ ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عمادالملک سے مدد کی درخواست کی' یہ دونوں فرمانروا اپنے اپنے لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگئے۔ ملک لاڈن برہان پور کا نامی گرامی امیر تھا اس نے ملک حسام الدین کے رائے سے اختلاف کیا' اس وجہ سے ملک میں افراتفری کا دور دورہ ہوگیا۔

سلطان محمود متامیر کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ہزار سواروں کو ملک حسام الدین کے لئے نامزد کیا۔ یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل کی طرف روانہ ہوئے۔ احمد نظام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عمادالملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آ گیا۔ خان زادہ عالم خاں خاندیش سے بھاگ کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد نظام کا خط محمود گجراتی کے نام

جب سلطان محمود گجراتی واپس چلا گیا تو احمد نظام شاہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اس نے ایک قاصد کو خط دے کر سلطان محمود گجراتی کے پاس روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا کہ "خان زادہ عالم خاں میرے پاس مقیم ہے اس لئے آپ کی ذات سے توقع ہے کہ اسیر اور برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عنایت کیا جائے گا۔"

محمود گجراتی کا جواب

سلطان محمود' احمد نظام کے گذشتہ مخاصمانہ برتاؤ سے بے حد آزردہ تھا۔ اس کے علاوہ عادل خاں نے کئی بار اس کی شکایت بھی کی تھی۔ اس وجہ سے محمود قاصد سے بڑی بری طرح پیش آیا اور اسے کہا۔ "بھمنیہ فرماں رواؤں کے ایک غلام زادے کی اتنی جرات کیسے ہوگئی کہ وہ بادشاہوں سے اس قسم کی خط وکتابت کرے' اسے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بات کرنی چاہئے' اگر اس نے اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ نہ کی' اپنی بداعمالیوں پر نادم نہ ہوا تو عنقریب اس کو سخت سزا دی جائے گی۔"

نصیرالملک کی وفات

یہ جواب پا کر احمد نظام شاہ خاموش ہوگیا۔ اس نے کسی قسم کی مزید سلسلہ جنبانی کی کوشش نہ کی۔ اور خان زادہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد احمد نگر واپس آگیا۔ احمد نگر نظام کے تمام کام اس کی خواہش کے مطابق ایک ایک کر کے پورے ہو چکے تھے لہٰذا اب فلک پیر نے اپنے کام شروع کئے۔ سب سے پہلے نصیرالملک نے جو احمد نظام کا رکن الدولہ تھا۔ داعی اجل کو لبیک کہا اور مکمل خاں حبشی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

احمد نظام شاہ کی موت

نصیرالملک کی موت کے دو یا تین مہینوں کے بعد احمد نظام بیمار پڑ گیا اس کا مرض لاعلاج تھا۔ اس نے تمام امراء اور اراکین دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے سات سالہ بیٹے برہان شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام امراء سے اطاعت و وفاداری کے وعدے لئے' آخر کار ۹۰۴ھ میں احمد نظام کی روح اس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد نظام شاہ کا کردار

اگرچہ احمد نظام کی عمدہ عادات و خصائل کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاہم قارئین کرام کی معلومات کے لئے مورخین گذشتہ کی پیروی کرتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اس نیک طبیعت اور محتاط بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب سوار ہو کر بازار سے گزرتا تھا تو کبھی اپنے دائیں بائیں نگاہ نہ ڈالتا تھا۔ ایک شوخ چشم امیر نے ایک بار بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "بازار سے گزرتے ہوئے ہر طرح کے زن و مرد نظر آتے ہیں اور وہ سواری کو دیکھنے کے لئے دونوں طرف کھڑے رہتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے اور میں مفت میں گناہ گار ہوں۔

طہارت نفس

احمد نظام نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں جب کہ اس کی جوانی شباب پر تھی' کاویل کی فتح کے لئے سفر اختیار کیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حسن و جمال میں اس کا ثانی دور دور تک نہ تھا' نصیرالملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہوگیا۔

نصیرالملک اس عورت سے خود محظوظ ہونا چاہتا تھا' لیکن ایسا نہ کر سکا۔ مجبوراً اس نے عورت کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کا

besturdubooks.wordpress.com

ارادہ کر لیا۔ موقع پا کر نصیر الملک نے احمد نظام سے کہا "قیدیوں میں ایک انتہائی خوبصورت عورت بھی ہے میں نے اسے سب لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا ہے تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے حرم میں بھجوا دوں۔" یہ بات سن کر احمد نظام شاہ بہت خوش ہوا اور نصیر الملک کی بے حد تعریف کی۔ رات کے وقت نصیر الملک نے عورت کو احمد کے حرم میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے بغیر ہاتھ لگائے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ عورت نے جواب دیا "میری زندگی بادشاہ پر سے قربان ہو میں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں ہیں۔" احمد نظام شاہ نے جونہی عورت کی زبان سے "شوہر" کا لفظ سنا۔ فوراً الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور کہا "تم فکر نہ کرو میں تمہارے والدین اور شوہر کو آزاد کر دوں گا اور تمہیں ان کے حوالے کر دوں گا۔ عورت نے احسان مند نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور زیادتی اقبال کی دعا کی۔

صبح ہوئی تو نصیر الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مبارک باد دے۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ "عورت اسی عالم میں ہے جس طرح کہ میرے پاس آئی تھی میں نے اس ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد احمد نظام نے اسی وقت عورت کے والدین اور شوہر کو طلب کیا۔ عورت کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

سپاہیوں کی ہمت افزائی

احمد نظام شاہ کی عمدہ عادات میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں کوئی سپاہی جرات اور بہادری کا شاندار مظاہر کرتا تو احمد اس کی بے حد ہمت افزائی کرتا۔ جنگ کے بعد سب سے پہلے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا' دوسروں کی باری بعد میں آتی۔

ایک بار ایک گستاخ مقرب شاہی نے بادشاہ سے پوچھا کہ فلاں سپاہی کو شاہانہ نوازشوں سے کیوں سرفراز کیا گیا' حالانکہ اس نے میدان جنگ میں جرات وبہادری کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "اس وقت اصل حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں جب وقت آئے گا تمہیں بتا دیا جائے گا۔"

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بہمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا اور اسے شکست ہوئی بہمنی فوج کے پیچھے بظاہر شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وہ وہی تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا' کہا۔ "بادشاہ میر شکار ہے اور سپاہیوں کا شکار کے لئے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔

شمشیرزنی کا رواج

ملک دکن میں یک یک (شمشیرزنی) کا رواج بھی احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہوا۔ احمد کو شمشیرزنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطر خواہ دلچسپی لینے لگی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے۔ احمد نگر میں مدرسے خالی ہو گئے' شمشیربازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے۔ اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی' ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیربازی کا کچھ ایسا شوق ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا' دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیربازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ ہی کیا کرتا تھا وہ فریقین کو بلا کر شمشیربازی کا معائنہ کرتا' جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا اسی کو بہتر جانتا تھا۔

روزانہ شمشیربازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا۔ احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ اس لئے شاہی دیوان خانے میں ہر روز تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے

besturdubooks.wordpress.com

تھے۔ بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا لہٰذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں جو قلعہ کے عین سامنے ہے ہوا کرے' فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں' بادشاہ نے یہ بھی کہا۔ اس کھیل میں جو شخص مارا جائے اس کے قتل کا قصاص معاف ہے۔

دکنی مسلمانوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہوگیا۔ کیا بادشاہ اور کیا علماء' طلباء مشائخ اور امیرزادے الغرض سبھی اس فن کے والہ وشیدا ہوگئے۔ اس فن کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا' اگر کوئی شمشیرزنی کے فن کے ماہر نہیں ہوتا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

ایک چشم دید واقعہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا۔ اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن۔ یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے۔ ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی۔ تینوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اول الذکر بزرگوں کی طرح معمر تھا۔ سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہوگیا۔ سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیرزنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔

سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملک عدم ہوا۔ ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواروں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بسے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیربازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے۔ جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیربازی کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری' چوگان بازی' نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ سے بالکل نابلد رہتے ہیں۔ یہ طریقہ بہت خطرناک ہے کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیردکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیردکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بپھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں۔

حکومت بہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرمان روا ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ سلطان عادل' ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا۔ اس نے شمشیربازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اب دکن میں شمشیربازی یا یک یکی کا فن کچھ زیادہ مروج نہیں ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ تباہ کن مشغلہ اور خطرناک کھیل' عظیم المرتبت بادشاہوں اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک میں بھی باقی نہ رہے گا اور تمام علاقے اس خانہ جنگی سے پاک وصاف ہو جائیں گے۔ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تقلید میں تلنگانہ میں سلطان محمود قلی قطب شاہ نے بھی شمشیربازی کی ممانعت کر دی ہے۔ توقع ہے کہ اب یک یکی کا نام تک دکن میں باقی نہ رہے گا۔

احمد نظام شاہ نے انیس سال تک حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری

تخت نشینی

برہان نظام شاہ جب احمد نگر کے تخت حکومت پر جلو افروز ہوا تو اس کی عمر سات سال کی تھی' اس کی تخت نشینی کی تاریخ "فیض جاوید" ہے۔ برہان کے عہد حکومت میں تکمل خاں دکنی' احمد نظام شاہ کے عہد کی طرح منصب پیش دانی اور میر جملگی پر فائز رہا۔ اس کے بیٹے میاں جمال الدین کو عزیزالملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ اور سرنوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ نظام شاہی خاندان کے تمام ملکی ومالی معاملات پر ان دونوں باپ بیٹوں کا قبضہ ہو گیا۔

عزیزالملک کے بے اعتدالیاں

تین برس تک یہی عالم رہا یہاں تک کہ عزیزالملک سرنوبت بہت زیادہ مغرور ہو کر بڑی بے اعتدالیوں سے کام لینے لگا۔ اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر دوسرے نامی گرامی امراء رومی خاں' کرم خاں اور امیر خاں رشک وحسد سے جلنے لگے۔ ان امیروں نے تکمل خاں دکنی اور عزیزالملک کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

امراء کی تدبیر

ان امراء نے مایوس ہو کر آخر کار یہ چال چلی کہ حُرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ نامی سے مراسم پیدا کئے۔ یہ عورت برہان نظام شاہ کی دایہ اور بہت ہی صاحب اختیار تھی۔ عائشہ سے مراسم پیدا کر کے متذکرہ امیروں نے یہ طے کیا کہ عائشہ موقع پا کر برہان نظام شاہ کے چھوٹے بھائی' راجہ جیو کو قلعہ سے باہر نکال کر ان کے حوالے کر دے۔ اس سے ان امراء کا مقصد یہ تھا کہ راجہ جیو کو احمد نگر کے تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اور برہان نظام شاہ کو معزول کر دیا جائے اور اس طرح تکمل خاں اور عزیزالملک کا اقتدار خود بخود ختم ہو جائے گا۔

شہزادہ جیو کی گم شدگی

بی بی عائشہ نے وعدے کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور موقع کا انتظار کرنے لگی۔ ایک روز اس نے راجہ جیو کو جس کی عمر صرف چار سال کی تھی لڑکیوں کا لباس پہنایا اور اسے پالکی میں بیٹھا کر شہر کی طرف لے گئی۔ اتفاق کی بات کہ اسی وقت برہان نظام شاہ کی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے راجہ جیو کو یاد کیا۔ شاہی حرم سرا میں شہزادے کو ڈھونڈا گیا' لیکن وہ کہیں نہ ملا۔ چاروں طرف ایک ہنگامہ سا مچ گیا۔ محل کے تمام اندرونی اور بیرونی ملازم ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "ہو سکتا ہے کہ شہزادہ محل کے کسی حوض میں گر پڑا ہو۔"

قلعے میں واپسی

ملازموں کی ایک جماعت حوضوں میں اتری راجہ جیو کو بہت تلاش کیا گیا' لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگوں نے بی بی عائشہ کا تعاقب کیا۔ ابھی وہ رومی خاں کے گھر میں پہنچی بھی نہ تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ شہزادے کو قلعے میں لایا گیا' بی بی عائشہ کبھی کبھی شہزادہ جیو کو اپنے گھر لے جاتی تھی' کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی دادی کہا کرتی تھی۔ اس روز بھی اس نے یہی بہانہ کیا کہ میں راجہ جیو کو اپنے گھر لے جا رہی تھی' لیکن کچھ دنوں بعد اصل راز فاش ہو گیا اور ہر شخص یہ جان گیا کہ یہ سب کچھ امراء کے اشارے پر ہوا ہے۔

برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت

اس واقعہ کے بعد تکمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی طرف بہت توجہ کی اور ان کی نگرانی بڑی کڑی نظر سے کرنے لگا۔ ہر

besturdubooks.wordpress.com

وقت چوکس رہتا' ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتا- برہان نظام شاہ کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام کیا گیا کہ وہ صرف دس سال کی عمر ہی میں کافیہ پڑھنے اور بڑی عمدگی سے خط نسخ لکھنے کے قابل ہو گیا- مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت میں ناچیز راقم الحروف فرشتہ نے شاہی کتب خانے میں ایک رسالہ دیکھا جو علم سلوک واخلاق سے متعلق تھا- اس رسالے کے خاتمے پر یہ عبارت درج تھی- "کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت البحری-"

مخالف امراء کا فرار

متذکرہ بالا تینوں امراء اور مکمل خاں کے باہمی اختلاف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے چلے گئے- موافقت کا کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر یہ تینوں امراء احمد نگر سے فرار ہو کر شیخ علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلے گئے- ان کے ساتھ دوسرے پانچ نامی گرامی امیر بھی تھے- نیز آٹھ ہزار سواروں کا لشکر تھا ان لوگوں نے شیخ علاؤ الدین سے بالمشافہ گفتگو کی اور اسے یہ باور کروا دیا کہ احمد نگر کو فتح کرنا بہت ہی آسان ہے- عماد الملک پر ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ پوری طرح ان کے دھوکے میں آگیا' اس نے لشکر جمع کیا اور کاویل ایلچی پور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہو گیا اور اس نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا-

عماد الملک اور مکمل خاں میں مقابلہ

مکمل خاں کو جب یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے دشمن کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا- اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور برہان نظام اور حاکم پرندہ خواجہ جہان کے ہمراہ بڑی شان وشوکت سے عماد الملک کی سرزنش کے لئے روانہ ہوا- قصبہ رانوری کے قریب ۹۱۶ھ میں عماد الملک اور مکمل خاں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے' فریقین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں- مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو کمسنی کی وجہ سے قلب لشکر میں رکھا- ایک ترکی غلام آذر خاں کو بادشاہ کا ردیف مقرر کیا گیا-

عماد الملک کی شکست

جب جنگ شروع ہوئی تو مکمل خاں نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے اس میں حصہ لیا' طرفین کے سپاہیوں نے فتح کے لئے جی توڑ کر کوششیں کیں- بڑا گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں نظام شاہی کامیاب وکامران ہوئے- عماد الملک اور اس کے ساتھی حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور ایلچی پور تک راستے میں کہیں نہ ٹھہرے- مفروروں کا بہت سامان' گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ نظام شاہیوں کے قبضے میں آئے- برار کے بہت سے پرگنے اور دیہات اس شورش کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئے-

عماد الملک کا تعاقب

مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو ساتھ لے کر مفروروں کا تعاقب کیا' ان کے پیچھے پیچھے وہ برار میں داخل ہو گیا- عماد الملک نے گھبرا کر برہان پور کا راستہ لیا- مکمل خاں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا آخرکار برہان پور کے علماء اور مشائخ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں اس شرط پر صلح کرادی کہ ہر فریق اپنے اپنے ملک کو واپس چلا جائے-

قصبہ پاتری کا قضیہ

مورخین کا بیان ہے کہ نظام شاہیوں کے اسلاف میں ککرنی نام کا ایک شخص تھا جو پرگنہ پاتری کا رہنے والا تھا- وہ کسی سبب سے غریب الوطن ہو کر بیجاپور نگر چلا گیا تھا- جب نظام شاہی خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی اور ان کی ایک علیحدہ سلطنت قائم ہوئی تو وہ تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے بیجانگر سے احمد نگر میں آگئے- ان برہمنوں کو اپنے وطن (قصبہ پاتری) سے بے انتہا محبت تھی- اس لئے مکمل خاں نے عماد الملک کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"ہمیں قصبہ پاتری سے جو تمہارے ملک میں داخل ہے اور سرحد پر واقع ہے' بہت پرانا تعلق ہے- ہماری تمہاری دوستی کا یہ

besturdubooks.wordpress.com

تقاضا ہے کہ تم اس قصبے کو ہمارے حوالے کر دو' اس کے عوض تم ہمارے ملک کا جو قصبہ چاہو' ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب اسے اس امر کا یقین ہو گیا کہ اسے قصبے کے لئے ایک دن بڑی زبردست جنگ ہو گی تو اس نے اس مقام پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔

عمادالملک کی ہٹ دھرمی

اس صورت حال کے پیش نظر مکمل خاں نے عمادالملک کو لکھا۔ "سرحدی مقام پر تمہیں قلعہ تعمیر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح تمہارے سپاہی ہمیشہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ اور اس طرح ہم کو تکلیف پہنچتی رہے گی' یہی بہتر ہے کہ تم قلعہ کی تعمیر کا کام فوراً رکوا دو۔" عمادالملک نے اس سلسلے میں بھی کوئی توجہ نہ کی اور قلعہ مکمل کروا کے ہی اپنے ملک کو واپس گیا۔

پاتری کی فتح

مکمل خاں نے اس بہانے سے کہ وہ بالا گھاٹ' دولت آباد اور ایلورہ کی سیر کرنا چاہتا ہے فوج جمع کرنی شروع کر دی اور ۹۲۵ھ میں برہان نظام شاہ کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد مکمل خاں نے پاتری پر حملہ کر دیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ مکمل خاں کے بہادر سپاہیوں نے کمندوں اور زینوں کے ذریعے قلعے کے میناروں پر چڑھ کر حصار کو تسخیر کر لیا۔ یوں پاتری نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گیا۔ میاں محمد غوری نے اس معرکے میں بڑی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔ اسے کامل خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قلعے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جوانی کی دیوانگی

برہان نظام شاہ کامیاب و کامران احمد نگر واپس آ گیا' جوانی کا زمانہ تھا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ لہٰذا برہان بھی اس دیوانگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس سے نکاح کر کے اسے داخل حرم کیا۔ حرم کی دوسری تمام خواتین پر اس عورت کو فوقیت دی گئی۔ اس عورت نے برہان نظام شاہ کو بادہ نوشی کے راستے پر لگا دیا۔

مکمل خاں کی سبکدوشی

مکمل خاں بہت دانش مند اور عاقبت اندیش انسان تھا اس نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک روز برہان نظام شاہ سے عرض کی۔ "لیجئے حضور وکالت و وزارت کی انگوٹھی حاضر ہے جب تک آپ کم عمر تھے میں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود آپ کی بڑی بھی خدمت کی۔ اب جب کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور خود مہمات سلطنت کو انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں۔ "مکمل خاں کو اپنی سبکدوشی پر بہت اصرار تھا لہٰذا برہان نظام نے مجبوراً اس کی درخواست منظور کر لی۔ مکمل خاں کے بیٹے کو سلطنت کے نامی گرامی امراء کے زمرے میں شامل کیا گیا اور پیشوائی کا منصب ٹیکاپور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کو سونپا گیا۔

مکمل خاں کا انتقال

مکمل خاں نے تمام سیاسی و ملکی معاملات سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے مکان میں خلوت نشیں ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ عیدوں اور دوسرے مبارک موقعوں پر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کی فرمائش پر شاہی بارگاہ میں حاضری دیتا رہتا تھا' وہ شاہی دربار میں صرف چند لمحے ٹھہرتا۔ بادشاہ کو سلام کر کے فوراً اپنے مکان پر واپس آ جاتا آخر کار اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاہ طاہر کی آمد

۹۲۸ھ شاہ طاہر احمد نگر میں تشریف لائے انہیں مصاحبین شاہی میں داخل کر لیا گیا۔ ان دنوں سارے شہر میں مہدوی مذہب کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی اس مذہب سے متاثر ہو کر اپنے ایک لڑکے کو مہدوی [illegible]

bestudybooks.wordpress.com

ان کی کوششوں سے مہدوی مذہب کا نام و نشان مٹ گیا- تمام مہدویوں کو شاہی دربار میں آنے کی ممانعت کر دی گئی- برہان نظام شاہ نے مہدوی مذہب سے جو قرابت پیدا کرلی اس پر وہ بہت نادم ہوا- اس نے احمد نگر کے علماء سے سخت بازپرس کی اور ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے مہدوی مذہب کی کم مائیگی اور بطلان کو میرے ذہن نشین کر دیا ہے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا-

برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی

شاہ طاہر کی کوشش سے ۹۳۰ھ میں برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ شولاپور کے نواح میں ملاقات کی- دونوں طرف کے امراء کی کوششوں سے یوسف عادل شاہ کی لڑکی بی بی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے کر دی گئی اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد کیا گیا- اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے یہ وعدہ کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دے دیا جائے گا- شادی کے بعد برہان نظام شاہ نے اس قلعے کو طلب کیا تو اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ جواب دیا کہ "میں نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا- اگر میرے ملازموں نے ایسی کوئی بات کی تھی تو انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا- مجھ پر یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے کئے ہوئے وعدے کا پابند رہوں-"

قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے مشورہ کیا- شاہ طاہر نے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا اس کے بعد برہان نظام شاہ احمد نگر واپس آگیا- برہان کی پہلی بیوی یعنی مرتضیٰ نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ برا برتاؤ کیا اس کی اطلاع اسمٰعیل عادل کو بھی ملی- اس نے احمد نگر کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے کہا کہ بادشاہوں کی اولاد سے ایسا سلوک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے- برہان نظام شاہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں-

معرکہ آرائی

برہان نے شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملاحیدر استر آبادی کو عمادالملک کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں حکمرانوں سے مدد کا طالب ہوا- انہوں نے برہان کا ساتھ دیا- ۹۳۱ھ میں برہان نظام تیس ہزار سواروں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا- اسمٰعیل عادل نے نو ہزار تجربہ کار تیراندازوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا' دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی-

نظام شاہیوں کی ناکامی

سب سے پہلے تو اسد خان بلگوانی کے حملے کی تاب نہ لا کر عمادالملک کا ویل کی طرف بھاگ گیا- عین اس وقت جب کہ جنگ ہو رہی تھی پانی کی کمی اور سورج کی گرمی کی وجہ سے برہان نظام شاہ بے ہوش ہوگیا- خورشید نامی ایک ترکی غلام نے جو بادشاہ کا آبدار تھا' فوراً آگے بڑھ کر بادشاہ کو پانی پلایا تو اسے ہوش آیا- شاہ طاہر کے مشورے سے ترکی اور حبشی غلاموں نے بادشاہ کے جسم سے ہتھیار اتار لئے اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے-

پاتری کا قضیہ

۹۳۳ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کے اکسانے پر عماد شاہ نے سلطان قلب قلی کی اعانت سے قصبہ پاتری کو اپنے قبضے میں کرلیا- برہان نظام شاہ' امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی کے ساتھ' ایک زبردست لشکر لے کر پاتری کی طرف روانہ ہوا- دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد برہان نظام نے دوبارہ پاتری پر قبضہ کر لیا-

besturdubooks.wordpress.com

پاتری کے برہمن

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی حکومت سے پہلے اس خاندان کے بزرگ قصبہ پاتری میں رہتے تھے اور وہ برہمن تھے۔ کسی سبب یہ لوگ پاتری کی سکونت کو ترک کر کے بیجا نگر چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ جب ملک حسن منصب امارت پر سرفراز ہوئے اور ملک احمد نے سر پر چتر سایہ فگن کیا تو یہ برہمن رشتہ داری کے خیال سے احمد نگر چلے آئے۔ یہ لوگ بادشاہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں فلاں گاؤں پرانے زمانے سے ہمارے بزرگوں کے قبضہ میں ہے۔

ملک احمد نے عمادالملک کو ایک بار اس مضمون کا خط روانہ کیا۔ "قصبہ پاتری سے چونکہ ہمارا تعلق بہت قدیم ہے۔ اس لئے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم یہ قصبہ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بدلے میں جو قصبہ تم چاہو ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے اس درخواست کو منظور نہ کیا ابھی یہ بات چیت جاری ہی تھی کہ احمد نظام شاہ نے اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہم نسل برہمنوں کو عطا کیا جو بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔

قلعہ ماہور کی فتح

مغل اعظم جلال الدین اکبر کے عہد حکومت تک قصبہ پاتری مذکورہ بالا برہمنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ برہان نظام شاہ اس مقام سے قلعہ ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کو بھی اس نے فتح کر لیا اور خداوند حبشی کے حوالے کیا۔ بعدازاں ایلچی پور پر قبضہ کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔ عمادالملک مقابلے کی تاب نہ لا کر پہلے کی طرح برہان پور کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمد شاہ فاروقی نے عمادالملک کی مدد کی اور اس کے ساتھ برہان نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی

طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں برہان نظام شاہ کا پلہ بھاری رہا۔ عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی پریشان ہو کر برہان پور بھاگ گئے۔ برہان نظام شاہ نے دشمن کے بہت سے مال واسباب پر جس میں تین سو ہاتھی اور دیگر اشیاء شامل تھیں قبضہ کر لیا۔ نیز برار کے کئی علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لئے۔

حاکم گجرات کا عزم دکن

یہ عالم دیکھ کر عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی نے حاکم گجرات سلطان بہادر کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کئے اور مدد کی درخواست کی۔ سلطان بہادر نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے لشکر اور خزانے کو ساتھ لے کر دربار اور سلطان پور کے راستے سے ۹۳۵ھ میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ کا خط بابر کا نام

برہان نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے پہلے تو شاہ طاہر کے مشورے سے مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی اور اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا تھا' اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"ہمیں حضور کے التفات خسروانہ سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ جلد از جلد دکن کی طرف تشریف لائیں گے اور اس علاقے کے دشمنوں اور فتنہ خیزوں کو پامال کر کے دکن کے عوام کو "جاء الحق وزھق الباطل" کی خوشی خبری سنائیں گے۔ ہم آپ کے لئے چشم براہ رہیں گے آیئے اور جلد آیئے۔"

besturdubooks.wordpress.com

سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بابر کے علاوہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے۔ سلطان قلی قطب شاہ ان دنوں کچ کی مہم میں معروف تھا اس لئے اس نے برہان نظام کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے البتہ برہان کی مدد کی اور اپنے لشکر سے چند ہزار سوار منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ساتھ مع خزانہ وسامان جنگ کے روانہ کر دیا۔

سلطان بہادر سے عمادالملک کی درخواست

سلطان بہادر قلعہ ماہور اور پاتری کو نظام شاہیوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے برار میں داخل ہوا۔ حرص وہوس نے اس کو کوئی سبز باغ دکھایا اور کچھ عرصے کے لئے وہ اس جگہ مقیم ہوگیا۔ عمادالملک یہ صورت دیکھ کر اپنے انجام سے لرز لرز اٹھا اس نے سلطان بہادر سے عرض کیا "یہ میرا ملک ہے' آپ کو چاہئے کہ پیش قدمی کریں۔ برہان نظام شاہ کو تباہ وبرباد کر کے اگر آپ اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرمائیں تو میں اپنے بیوی بچوں کو بھیج کر مذکورہ علاقہ سارے کا سارا آپ کی نذر کر دوں گا اور ملازموں کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

امیر برید کا ہنگامہ

سلطان بہادر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور نظام شاہی فوج کی طرف جو پہاڑی علاقے میں مقیم تھی پیش قدمی کی۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاص سواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور کوچ کے وقت قصبہ پٹن اور بیٹر کے درمیان اہل گجرات پر حملہ کیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے دو تین ہزار سوار مارے گئے اور امیر برید کے ہاتھ بہت سامال واسباب اور خزانے سے لدے ہوئے بہتر(۷۲) اونٹ آئے۔

سلطان بہادر کا غصہ

سلطان بہادر کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا جس مقام پر اس نے یہ خبر سنی وہیں قیام کیا اور اپنے وزیر خداوند خاں کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دشمن سے بدلہ لینے کے لئے مقرر کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ کی مدد کے بغیر ہی اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کے خون کی ندیاں بہاتے۔ امیر برید اور عادل شاہی امراء نے فتح کی توقع میں اپنی فوج کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔

گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ

امیر برید میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ گجراتیوں کو من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا انہوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان والحفیظ' امیر برید دراصل کمین گاہ میں تھا' موقع پا کر وہ باہر نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی دیر میں گجراتیوں کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ سلطان بہادر نے عمادالملک اور خداوند خاں کی نگرانی میں بیس ہزار سواروں کا ایک دوسرا لشکر روانہ کیا۔ برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہان میں اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ لہٰذا یہ لوگ جلد از جلد پرندہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال

گجراتیوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ دکنی پرندہ ہی میں رہے یہاں برہان نظام شاہ کی والدہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اسے پرندہ ہی میں دفن کیا گیا۔ مرحومہ ایک استر آبادی امیر کی بیٹی تھیں۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان بہادر احمد نگر میں

سلطان بہادر احمد نگر آیا وہ خود تو باغ نظام میں قیام پذیر ہوا اور اس کے امراء احمد نگر کے دیگر مکانات میں ٹھہرے۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ باغ نظام میں عمارت کی تعمیر کے لئے جو پتھر اور چونہ جمع کیا گیا ہے اسے باہر لایا جائے اور اس سے ایک اونچا اور وسیع چبوترہ تعمیر کیا جائے تاکہ اس پر بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جا سکے۔ تجربہ کار معماروں نے ایک دن اور ایک رات ہی میں یہ چبوترہ تیار کر دیا۔ یہ چبوترہ "کالا چبوترہ" کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ چالیس روز تک متواتر اس چبوترے پر بیٹھا رہا وہ ہر خاص و عام کا سلام لیتا' ہاتھی' اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا۔

گجراتی لشکر میں زبردست قحط

سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ وہ احمد نگر میں ابھی کچھ دن اور قیام کرے' لیکن نظام شاہی امراء کی ہنگامہ آرائیوں نے اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ یہ لوگ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو باسانی گجراتیوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا' بے شمار شاہی گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہیے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی' لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آ رہا ہے یہ عفریت انتہائی خوفناک اور بدصورت تھے۔ ان میں کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

روحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا "نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی' ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالم مستی میں قتل کی گئی تھی' ان مقتولوں کی روحوں کو عالم بالا میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا انہیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہوگا۔"

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا۔ جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آ گئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا۔ "آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں' لیکن جب تک آپ بذات خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہوگا۔" عادل شا

besturdubooks.wordpress.com

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ "بیجانگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش ہیں اگر میں بیجانگر سے نکلوں گا تو یہ لوگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ میں فی الحال حیدرالملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہو نگے۔"

شیخ جعفر کی معزولی اور کانونوسی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے۔ برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ اسی کے ملازم کانونوسی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا۔ کانونوسی بہت ہی عقل مند اور معاملہ فہم انسان تھا' امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانونوسی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا وہاں پہنچ کر اس نے حسب استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ اس جگہ وہ بڑی احتیاط سے اور چوکسی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا۔ دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑچھاڑ شروع کی اور انہیں خوب ستایا اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہوگئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا نظام کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی' دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ برہان نظام شاہ امیر برید کی جرات و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ طرفین نے پوری پوری داد شجاعت دی۔ آخرکار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا گجراتیوں کو شکست فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' عضدالملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے' پہلے ہی حملے میں عالم خاں میواتی' جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا' مارا گیا۔ امیر برید اور برہان نظام نے اب میدان میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر کوہستان میں آگئے۔

میراں محمد شاہ اور عمادالملک سے دوستانہ مراسم

برہان نظام شاہ اور امیر برید اپنے آپ کو سلطان بہادر کا مدمقابل نہ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے کانونوسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عمادالملک اور میراں محمد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان سے یہ وعدہ بھی لیا گیا جو ہاتھی اور قلعے ان سے لئے گئے تھے واپس کر دیئے جائیں گے۔

سلطان بہادر کی شکایت

میراں محمد شاہ اور عمادالملک' خداوند خاں گجراتی (جو بہت ہی خلیق اور ملنسار وزیر تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ "ہم نے ہر موقع پر سلطان بہادر کا ساتھ دیا' اس سے مل کر پاتری اور ماہور کے قلعے نظام شاہی قبضہ سے نکالے برار اور احمد نگر میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا ہر سال اسے قیمتی اور کم یاب تحفے بھیجے' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے سلطان بہادر ہم سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

خداوند خاں کا جواب

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "اس زوال کا باعث تم خود ہو جس وقت دکن کے تمام فرماں روا آپس میں اتحاد سے رہیں گے اور تمام اختلافات کو دور کر دیں گے تو معاملہ خود بخود طے ہو جائے گا۔ عمادالملک اور میراں محمد شاہ نے خداوند خاں کا مطلب سمجھ لیا اور اس کے پاس سے چلے آئے۔

گجراتیوں کی رائے

سب سے پہلے عمادالملک نے بہت سا غلہ اور سامان ضرورت دولت آباد میں منجمن خاں کے پاس بھیجا اور خود اسی رات ایلچ پور روانہ ہوگیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور اپنے امراء سے واپسی کے متعلق مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا۔ "ان دنوں دریائے تاپتی کے علاوہ دوسرے دریاؤں میں بھی پانی بہت چڑھا ہوا ہے۔ گجرات اور خاندیش سے غلے اور سامان ضرورت کا منگوانا بہت مشکل ہے۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ دکن کے فرماں روا آپس میں اتحاد کر لیں اور اس طرح معاملہ خواہ مخواہ طول کھینچے' بہتر یہی ہے کہ ان علاقوں کو عمادالملک اور نظام شاہ کے حوالے کر کے انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنایا جائے۔

سلطان بہادر کی واپسی

برہان نظام شاہ اور عمادالملک نے میراں محمد شاہ کی رائے کے مطابق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور اپنے آدمیوں کو تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے دکنیوں کی مخالفت کا خیال ترک کر دیا اور گجرات واپس چلا گیا۔

برہان نظام شاہ احمد نگر میں آگیا۔ میراں محمد شاہ نے اسے یہ پیغام دیا کہ "اپنا وعدہ پورا کرو اور پاتری اور ماہور کے قلعے مع ہاتھیوں کے عمادالملک کے حوالے کردو۔" اس کے جواب میں برہان نے تین ہاتھی جورانوری کے معرکے میں اس کے ہاتھ لگے تھے میراں محمد شاہ کو بجھوادیئے اور عمادالملک کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور محمد شاہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

میراں محمد شاہ تو اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا جب وہ پورا ہوگیا تو اس نے برہان نظام شاہ سے عمادالملک کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی اور برہان سے پہلے سے بھی زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا۔

سلطان بہادر کی خفگی

دوسرے سال برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر اعلیٰ تحفوں اور چند مشہور ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں قدرے تاخیر کی اور میراں محمد شاہ کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ برہان نظام نے میرے نام کا خطبہ صرف ایک بار پڑھا ہے میراں محمد شاہ نے جواب دیا "برہان آپ کا مطیع و فرمان بردار ہے اگر اس سے کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوا تو آپ معاف فرمائیں اور اس کی درخواست کے مطابق اس کے قاصد شاہ طاہر کو شرف باریابی بخشیں۔"

سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات

سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کی' لیکن ان کے شایان شان تعظیم و تکریم نہ کی۔ خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور مرتبہ بزرگی سے واقف تھا اس نے سلطان بہادر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان بہادر نے اس کے بعد شاہ طاہر سے بڑا اچھا برتاؤ کیا' ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی اور اس میں شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم

شاہ صاحب شاہی مجلس میں تشریف لائے۔ سلطان بہادر نے انہیں تمام علماء و فضلاء سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا "آپ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ پہلی ملاقات میں میں نے جو بدتہذیبی کی تھی اسی کی تلافی کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے۔ گجرات کے وہ تمام علماء و فضلاء جو اس مجلس میں شریک تھے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں شاہ طاہر کی تعظیم و تکریم بالکل پسند نہ آئی۔

عالمانہ صحبت

یہ لوگ دل ہی دل میں بہت جلے اور آخرکار نوبت یہاں تک پہنچی کہ دل کی کدورت زبان تک آگئی اور شاہ صاحب کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ سلطان بہادر نے خداوند خاں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی مجلس منعقد کرے جس میں تمام علماء کو مدعو کیا جائے اور انہیں شاہ صاحب سے عالمانہ گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ مجلس منعقد ہوئی علماء نے شاہ صاحب سے گفتگو کی تو ان پر شاہ صاحب کے علمی کمالات ظاہر ہوئے لوگ اپنی سابقہ حرکت پر سخت نادم ہوئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ شاہ صاحب گجرات کے علماء و فضلاء سے ہرلحاظ سے برتر و بلند ہیں۔ سلطان بہادر نے تمام گفتگو خود سنی اور اس دل میں شاہ صاحب کی عزت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی' شاہ طاہر نے تین ماہ تک گجرات میں قیام کیا' اس کے بعد سلطان بہادر نے انہیں واپسی کی اجازت دے دی۔

سلطان بہادر کی عظمت و شوکت

۹۴۳ھ سلطان بہادر نے خلجی حکمرانوں کو نیچا دکھایا اور مندو پر قبضہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ' سلطان بہادر کی یہ عظمت و شوکت دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اس نے شاہ طاہر کو نرسو برہمن کے ساتھ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے تو وہاں اتفاق سے سلطان بہادر بھی آگیا۔ میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر سے شاہ طاہر کی ملاقات کروائی۔

میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی

میراں محمد شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سلطان بہادر کو برہان نظام شاہ کے خلوص و محبت کا یقین دلایا اور کہا "یہ میری حقیر رائے ہے کہ آپ برہان نظام شاہ پر لطف و کرم کر کے اپنا ہی خواہ بنالیں۔" سلطان بہادر بہت اونچی فضاؤں میں اڑتا تھا' وہ شاہان دہلی کی برابری کے خواب دیکھا کرتا تھا للذا اس نے میراں محمد شاہ کی بات مان لی۔ محمد شاہ' شاہ طاہر سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ انہیں انعام واکرام سے نوازا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان نظام شاہ کو یہاں لایا جائے اور اس کی ملاقات سلطان بہادر سے کروائی جائے۔

برہان نظام کی برہان پور کو روانگی

شاہ طاہر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد نگر پہنچے اور برہان نظام شاہ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا پہلے تو برہان نے سفر سے انکار کیا' لیکن بعدازاں نرسو برہمن کے کہنے پر تیار ہوگیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کیا۔ تمام ملکی امور نرسو برہمن کے سپرد کئے اور سات ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور روانہ ہوگیا۔

موضع چاکدیوی میں قیام

برہان نظام شاہ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا قاصد بنا کر اپنی روانگی سے پہلے ہی میراں محمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ امور ضروری کے بارے میں پہلے ہی گفتگو کر لی جائے۔ برہان نظام موضع چاکدیوی میں پہنچا جو دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے۔ محمد شاہ نے اس کا استقبال کیا اور ملاقات کی بات چیت کے دوران میں محمد شاہ نے کہا۔ "یہ قرار پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور ہم اس کے

besturdubooks.wordpress.com

سامنے ہاتھ باندھ کر سلام کریں۔"

شاہ طاہر سے مشورہ

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اکیلے میں بلایا اور اس سے کہا۔ "مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ملاقات کا ارادہ ترک کیا جائے اور تمام معاملات خواجہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔" "شاہ طاہر نے جواب دیا۔" دنیا داری کا یہ تقاضا ہے کہ مصلحت کا خیال کر کے ایک دن کسی کے سامنے سر نیچا کر لیا جائے اور پھر ساری ساری زندگی امن و آرام سے بسر کی جائے۔"

ایک موزوں تدبیر

برہان نظام چونکہ ذی فہم انسان تھا اس لئے اس نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسی گفتگو کے دوران شاہ صاحب کو ایک تدبیر سوجھی اور انہوں نے برہان سے کہا "میرے پاس قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ہے جو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سلطان بہادر اس مصحف مقدس کی زیارت کرنے کا بہت مشتاق ہے میرا خیال یہ ہے کہ ہم خداوند خاں کو اس نسخے کی موجودگی کی اطلاع کر دیں۔ اور ملاقات کے روز اسے اپنے ساتھ لیتے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیارانہ اس مصحف مقدس کے استقبال کے لئے تخت سے نیچے قدم رکھے۔" شاہ طاہر کی اس تجویز سے برہان نظام شاہ خوش ہوا اور ان کی دوراندیشی کی داد دی۔

دوسرے روز سورج نکلنے کے بعد برہان نظام شاہ شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا' جو سلطان بہادر سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جب یہ لوگ سلطان بہادر کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو شاہ طاہر نے مصحف مقدس کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ شاہی پردہ سرا کے اندر داخل ہوئے تو سلطان بہادر نے انہیں دور سے دیکھا اور خداوند خاں سے پوچھا۔ "شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے؟"

برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "یہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو حضرت علیؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔" یہ سننا تھا کہ سلطان بہادر بے اختیار اپنے تخت سے نیچے اترا اور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے فوراً مصحف شریف کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا دو تین بار چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے کھڑے برہان نظام شاہ سے سلام لیا۔

آغاز گفتگو

سلطان بہادر نے گجراتی زبان میں برہان سے خیریت پوچھی' برہان نے زبان فارسی میں جواب دیا۔ "خداوند تعالیٰ کا بڑا کرم ہے اور آپ کی عظمت و شوکت کے سہارے بہت ہی خوش ہوں۔" اس کے بعد سلطان بہادر تخت پر بیٹھ گیا اور برہان نظام' شاہ طاہر اور محمد شاہ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلطان بہادر نے جب شاہ طاہر کو اس طرح کھڑے دیکھا تو اسے ناگوار گزرا اور ان سے بیٹھنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کا اظہار کیا۔

شاہ طاہر کی تعظیم

بادشاہ نے تقریباً تین بار شاہ صاحب سے بیٹھنے کے لئے کہا آخرکار شاہ صاحب نے جواب دیا۔ "حضور کا حکم میرے سر آنکھوں پر' مگر تعمیل حکم سے مجبور ہوں۔ برہان نظام میرا آقا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات پاس ادب سے دور ہے۔" اس کے جواب میں سلطان بہادر نے کہا۔ "نہیں وہ بھی بیٹھے میں نے منع تھوڑا ہی کیا ہے۔" شاہ صاحب نے برہان نظام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا دیا اور پھر خود اس سے ذرا فاصلے پر ایک فروتر جگہ پر بیٹھ گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

سوال و جواب

اس کے بعد سلطان بہادر نے بات چیت شروع کی وہ دیر تک فارسی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ اس نے برہان نظام شاہ سے کہا "موجودہ زمانہ بڑا ہنگامہ خیز ہے۔ چاروں طرف شورشیں برپا ہیں بتاؤ تو سہی' ایسے عالم میں تم نے کس طرح زندگی بسر کی؟" برہان نظام شاہ نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ جس پستی کا انجام بلندی ہو اور جس ہجر کی انتہا وصل اس کے آخری لطف ہی کو یاد رکھنا چاہئے۔ ابتدائی کلفتوں کو فراموش کر دینا چاہئے۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میں نے جس قدر پریشانی اٹھائی آج تھوڑی سی دیر میں اس کی تلافی ہو گئی۔

اظہار مسرت

برہان نظام کے منہ سے یہ کلمات سن کر سلطان بہادر بہت خوش ہوا اور اس نے بڑی تعریف کی اور میراں محمد شاہ سے پوچھا۔ "تم نے ان کا جواب سنا؟" میراں محمد شاہ نے کہا۔ "دور ہونے کی وجہ سے میں سن نہیں پایا۔" اس پر سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب اونچی آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین دربار سن لیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ "یہ سب کچھ حضور کی نوازشات کا نتیجہ ہے مجھے امید ہے کہ آپ کی عنایات کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔"

محبت کا برتاؤ

سلطان بہادر نے کمربند' خنجر اور مرصع تلوار جو خود زیب تن کئے ہوئے تھے اپنے جسم سے علیحدہ کئے اور برہان نظام شاہ کی مریں باندھ دیئے۔ برہان نظام نے اپنے لئے "شاہ" کا لفظ اب تک استعمال نہ کیا تھا اس لئے سلطان بہادر نے اس سے کہا کہ "نظام شاہ" کا خطاب مبارک ہو۔"

گھوڑے کی سواری

کچھ دیر بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے ایک خاص گھوڑے پر سوار کروایا اور اس سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فن شہ سواری میں مہارت کامل رکھتے ہو یہ عربی گھوڑا حاضر ہے ذرا سراپردہ کے گرد و چکر تو لگاؤ۔ برہان نظام نے دکن کے دستور کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی بہت تعریف کی اور کہا "یہ سواری چتر کے بغیر کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔"

اس کے بعد سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو سفید چتر اور آفتاب گیر بادشاہ مندو سے حاصل کیا گیا تھا برہان نظام کے سر پر سایہ فگن کیا جائے۔ میراں محمد شاہ اور خداوند خاں سے سلطان نے کہا۔ "برہان نظام شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار کر کے سراپردہ کے باہر لے جایا جائے اور اس قیام گاہ پر پہنچ کر سلطان محمود خلجی کا سراپردہ اس کے لئے نصب کیا جائے اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔

انعام و اکرام

کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سلطان بہادر نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ اپنے تخت کے اطراف میں چار طلائی کرسیاں بچھوائیں اور برہان نظام شاہ' شاہ طاہر' میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیاء کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بٹھایا۔ سلطان بہادر نے خوب دل کھول کر ان لوگوں کی تواضع کی۔ برہان نظام شاہ کو پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ سو ہون عنایت کئے۔ شاہ طاہر کو دو گھوڑے اور ایک بڑا ہاتھی عطا کیا۔

چوگان بازی

سلطان بہادر نے عالم خاں میواتی کے بیٹے کو (جو اپنے باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز تھا) خلعت' کمربند' شمشیر مرصع اور خنجر سے سرفراز کیا۔ سلطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ چوگان بازی میں برہان نظام اپنی مثال آپ ہے۔ اس لئے اس نے برہان کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے

besturdubooks.wordpress.com

تک سراپردہ کے اندر ہی یہ کھیل کھیلا۔

مزید التفات

بعدازاں دونوں فرماں روا گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر نکل آئے۔ خواجہ ابراہیم اور ساباجی پیشکش باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے بہت سامان سلطان بہادر کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ سلطان بہادر نے نذرانہ قبول کیا اور ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا جو سامان بادشاہ کو نذر کیا گیا اس میں ایک ہیکل مصحف' ایک تلوار' جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا' چار مست ہاتھی اور دو عربی گھوڑے تو سلطان نے خود رکھ لئے اور بقیہ اشیاء مع مملکت دکن کے برہان نظام شاہ کو بخش دیں اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام

واپسی کے دوران میں برہان نظام شاہ نے کچھ دیر بالا گھاٹ دولت آباد میں بھی قیام کیا۔ شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضوں کی زیارت کی اور یہاں کی مجاوروں کو نذر و صدقہ کی صورت میں بہت سی دولت دی۔ ان دنوں گل چنبہ چاروں طرف کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی بہار شباب پر تھی برہان نظام نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزارے۔

تازہ فتوحات

شہزادہ حسین' کالو برہمن اور دیگر امرائے سلطنت برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مبارک باد دی چونکہ برہان اور سلطان بہادر کے باہمی تعلقات بہتر ہو گئے تھے۔ اس لئے برہان نظام نے اس علاقے کے راجاؤں کی طرف توجہ کی۔ کانونوسی کی دانش مندی سے مرہٹواری کے بہت سے راجہ جو احمد نظام کے عہد حکومت سے لے کر اب تک آزاد خود مختار تھے وہ برہان نظام کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے۔ بغیر کسی قسم کی معرکہ آرائی کے برہان نے بیس قلعے اپنی حکومت میں شامل کئے۔ برہان نظام نے شاہ طاہر کو چند بہترین پرگنے بطور انعام دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔ خواجہ ابراہیم کو لطیف خاں اور ساباجی کو پرتاب رائے کے خطاب سے نوازا۔ گجراتیوں کے ہنگامے سے باغ نظام کی جو عمارتیں شکستہ ہوگئی تھیں ان کو برہان نظام نے مرمت کروایا۔

قلعہ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۸ھ میں قلعہ کلیان اور قندھار پر حملہ کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے نام ایک خط لکھا اور ان قلعوں کو فتح کرنے سے منع کیا۔ اسمٰعیل عادل نے اس کے جواب میں ایک بہت سخت خط برہان کو بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام کے نام

آج تک تم نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا' کیا تم نے احمد نگر کے گذشتہ واقعات کو فراموش کر دیا ہے' جو ایسی نازیبا اور ناشائستہ تحریر مجھے لکھی ہے۔ اگر مندو کے بادشاہوں کے استعمال شدہ اور پرانے چتر اور سراپردہ کو حاصل کر کے تم مغرور ہوگئے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نشہ بالکل بے کیف ہے۔ اور اگر تم خطاب شاہی سے اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھنے لگے تو یقین رکھو یہ سب کچھ وہم و گمان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فخر مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے۔ تمہیں تو گجراتیوں کے بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے' لیکن مجھے شہنشاہ ایران نے' جو ایک عالی نسب سید ہے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔""

تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ تمہاری بہتری اسی میں ہے ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہوگی۔ میں ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں موجود ہوں۔ ذرا باغ نظام سے باہر نکلو میرے مقابلے پر آؤ پھر تمہیں عادل شاہی بہادروں کی جرات وجوانمردی سے باخبر کیا

besturdubooks.wordpress.com

جائے۔

عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی

برہان نظام یہ خط پاکر بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردہ شاہی باہر نکالا جائے دوسرے روز وہ سفر کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس نے موضع امندپور پہنچ کر جو شہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا۔ چند روز قیام کیا اور لشکر کی فراہمی کی طرف توجہ کی۔ جب تمام سامان مکمل ہوگیا تو برہان نظام بڑی شان و شوکت سے عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔

نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے جوانوں نے اپنی بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور دشمن کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیا۔ اس جنگ کا انجام نظام شاہیوں کے حق میں برا ہوا۔ انہیں شکست ہوئی اس معرکے میں بیجاپور کے جواں سال غریبوں نے بڑے عمدہ طریقے سے بہادری کے جوہر دکھائے۔ شیخ جعفر نے دوسرے سلاحداروں کی مدد سے برہان نظام کو صحیح و سلامت میدان جنگ سے نکال لیا۔ احمد نگر کے دو تین ہزار باشندے اس معرکے میں کام آئے۔ عادل شاہیوں نے نظام شاہیوں کے بہت سے گھوڑے اور ہاتھی اپنے قبضے میں کر لئے اور اس طرح برہان نظام کا سارا غرور اپنی شکست کی آواز بن کر رہ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ۹۳۹ھ میں عادل شاہی اور نظام شاہی امیروں نے بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کروائی دونوں فرماں رواؤں نے مختلف معاملات پر آپس میں بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ برہان نظام شاہ برار کو فتح کرے اور اسمٰعیل شاہ تلنگانہ کو اور پھر ملک دکن کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کرلیں۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

رضائے خداوندی سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور تمام شرائط ویسی کی ویسی رہ گئیں کسی پر عمل نہ ہوا۔

برہان نظام کا شیعہ مذہب اختیار کرنا

ایک روز برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ مذہب شیعہ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے بیان کئے اور کہا "اس مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کے دشمنوں سے نفرت" برہان نظام نے اسی روز شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

شاہ طاہر کا مشورہ

بادشاہ کے ساتھ ہی شہزادہ حسین' عبدالقادر' اس کی والدہ آمنہ بی بی اور شاہی خاندان کے دوسرے تمام مردوں اور عورتوں نے یہی مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد برہان نظام نے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اور تینوں خلفاء کے ناموں کو خطبے سے نکال دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شاہ طاہر نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور کہا "فوراً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے ہر فرقے کے علماء کو جمع کیا جائے آپ ان سب سے یہ کہئے کہ میں حق مذہب کا طلب گار ہوں تم سب آپس میں غور و فکر سے کوئی ایسا مذہب اختیار کرو تاکہ میں بھی اس کو اپناؤں۔"

besturdubooks.wordpress.com

علماء کا بحث و مباحثہ

برہان نظام نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کیا اور تمام علماء کو جو احمد نگر میں مقیم تھے جمع کیا۔ ان علماء میں ملا پیر محمد' استاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی بھی تھے۔ ہر جمعہ کو قلعے کے اندر شاہ طاہر کے مدرسے میں تمام علماء جمع ہوتے اور آپس میں بحث مباحثہ کرتے۔ ہر عالم کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سے زیادہ فضائل بیان کرے اور حریف عالم کے مذہب کی تردید کرے۔ علماء کی ان مجلسوں میں اکثر وبیشتر برہان نظام خود بھی شرکت کرتا رہتا تھا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب

برہان نظام اکثر مذہبی معاملات سے بے خبر تھا وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ضرور تھا' لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں ذرا کم ہی آتیں۔ چھ مہینے تک اسی طرح بحث ہوتی رہی اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر برہان نظام شاہ نے ایک روز شاہ طاہر سے کہا۔ "حیرت کی بات ہے کہ علمائے کرام کسی نتیجے پر نہیں پہنچے' ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے کے مذہب کی برائی اگر ان لوگوں کے مذاہب کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بتاؤ تاکہ میں اسے اپنالوں۔"

شاہ طاہر کا مذہب

شاہ طاہر نے جواب دیا کہ "ایک مذہب اور ہے اور وہ مذہب ہے اثنا عشری اگر آپ حکم دیں تو اس مذہب کی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔" مذہب اثنا عشری کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بادشاہ نے بلوایا اور اسے بقیہ علماء سے بحث کرنے کے لئے کہا۔ اس عالم نے تمام علماء سے مناظرہ کیا' شاہ طاہر اس کی مدد اور اس کی دلائل کی تائید کرتے جاتے تھے۔ جب علماء کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو انہوں نے مخالفانہ بحث شروع کر دی اکثر ایسا تھا کہ سنی علماء لاجواب ہو کر محفل سے اٹھ جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کا عام رواج

برہان نظام شاہ نے جب یہ دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو برہان نظام نے کھلے بندوں شیعہ مذہب کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب' ہندی ترکی اور حبشی غلام' امراء' منصب دار' جاروب کش اور فراش' الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کرلیا۔

اماموں کے نام کا خطبہ

برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیئے اور ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ وہ سفید چتر جو سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو دیا تھا اس کا رنگ سبز کر دیا گیا۔

اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر

سنی علماء ملا پیر محمد وغیرہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت چراغ پا ہوئے۔ سارے شہر میں ایک عجیب وغریب ہنگامہ بپا ہو گیا۔ امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت رات کے وقت ملا پیر محمد کے مکان پر گئی۔ ان لوگوں نے ملا صاحب سے کہا "یہ شاہ طاہر کہاں سے ٹپک پڑا ہے اس نے تو ہمارے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے اور اسی جادو کے زور سے ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیئے ہیں۔"

برہان نظام کے خلاف سازش

لوگ شاہ طاہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو قتل کرنے کی رائے دی۔ اس پر ملا پیر محمد نے

besturdubooks.wordpress.com

کہا۔ "جب تک برہان نظام شاہ زندہ ہے' شاہ طاہر کو قتل کرنا ناممکن ہے۔ سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ ہم پہلے برہان نظام شاہ کو معزول کریں اور اس کی جگہ شہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنائیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہئے تاکہ خلق خدا کو عبرت حاصل ہو۔

احمد نگر میں ہنگامہ

بیجاپور کی طرح احمد نگر بھی ہنگاموں کا مرکز ہوگیا جس طرح وہاں یوسف عادل کے خلاف ہنگامے ہوئے اسی طرح یہاں بھی عوام برہان نظام کے خلاف ہوگئے۔ ملا پیر محمد بارہ ہزار سواروں اور پیادوں کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے دروازے کے سامنے آیا۔ کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور قلعے کے محاصرے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ان لوگوں نے شاہ طاہر اور ان کے بیٹوں کو قلعے کے نگہبانوں کے سپرد کر کے ہنگامہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ برجوں پر فوج چڑھ جائے اور دشمنوں پر گولہ باری کر کے انہیں نیست ونابود کر دیا جائے۔ جب معاملے نے طول کھینچا تو برہان نظام نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے دریافت کیا کہ آخر اس ہنگامے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ شاہ طاہر کو علم نجوم میں بڑی مہارت تھی اور ملا شمس الدین جعفری کے شاگرد تھے انہوں نے فوراً حساب لگا کر بتایا کہ قلعے کا فلاں دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ کرنا چاہئے۔ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے گا اور بادشاہ کو فتح ہوگی۔

باغیوں کی سرکوبی

برہان نظام اس وقت امیروں' چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں اور پانچ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے باہر آیا۔ شاہ طاہر نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی' اس پر قرآن کی کوئی آیت پڑھی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد شاہی قاصدوں کا ایک گروہ دشمنوں کے قریب بھیجا گیا۔ ان قاصدوں نے بلند آواز سے کہا "جو شخص بادشاہ کا مطیع وفرماں بردار ہے وہ ہماری طرف آجائے اور جو غدار اور نمک حرام ہے وہ بدستور ملا پیر محمد کے ساتھ رہے تاکہ سلطانی قہروغضب سے اسے پامال کیا جاسکے۔

ملا پیر کی گرفتاری

قاصدوں کا یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ بادشاہ کی طرف آگئے اور ملا پیر محمد اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔ برہان نظام شاہ نے احمد تبریزی (جو بادشاہ کے مقرب امراء میں سے تھا) اور خواجگی محمود (جو میرزا جہاں شاہ کا بیٹا تھا) کو ملا پیر محمد کی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ملا کو گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ برہان نظام شاہ نے ملا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ملا کی رہائی اور بحالی

شاہ طاہر نے ملا پیر محمد کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے برہان نظام شاہ سے اس کی سفارش کی۔ برہان نے ملا کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اسے ایک قلعے میں نظربند کر دیا۔ چار سال کے بعد طاہر ہی کی درخواست پر ملا پیر محمد کو رہا کر دیا۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے پھر وزیر بنا دیا۔

لنگر خانہ دوازدہ امام

برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام وظائف جو اہل سنت کے نام ... ی کر دیئے تھے

besturdubooks.wordpress.com

شیعوں کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک چار دیواری کھنچوائی اور اس میں ایک عمارت تعمیر کروا کے اسے "لنگر خانہ دوازدہ امام" کے نام سے موسوم کیا۔ اس لنگر خانے کے اخراجات کے لئے کئی قصبے (مثلاً جونپور' دسنور' داسا پور وغیرہ) وقف کئے گئے۔ یہاں روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔

فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع

شاہ طاہر نے نظام شاہی خاندان کی بہت خدمت کی اور اس خاندان کی فلاح و بہبود کے کئی کام سرانجام دیئے انہوں نے یہ کوشش بھی کی خاندان رسالت کے تمام پرستار ساری دنیا سے کھنچ کر احمد نگر میں جمع ہو جائیں۔ شاہ صاحب نے شاہی خزانے سے روپیہ حاصل کر کے عراق' خراسان' فارس' روم' گجرات اور آگرہ روانہ کیا۔ اور شیعہ عالموں' فاضلوں کو احمد آباد کی دعوت دی ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں احمد نگر میں عالموں اور فاضلوں کی ایک عظیم الشان جماعت جمع ہو گئی۔

احمد نگر..... علم کی جنت

خواجہ معین صاعدی کے ساتھ اسمٰعیل صفوی احمد نگر میں آئے' آپ ایک طویل مدت تک شیراز میں حکومت کرنے کے بعد گجرات آئے اور اس علاقے میں قیام کیا۔ برہان نظام کی طرف سے شاہ طاہر نے اسمٰعیل صفوی کو بارہ ہزار ہون روانہ کئے۔ تاکہ وہ احمد نگر چلے آئیں شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں بلا کر بادشاہ کے مقربین میں شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ شاہ جعفر ملا پیر نیشاپوری' ملا علی گل استر آبادی' رستم جرجانی' مازندانی' ابوالبرکات' ملا عزیز اللہ گیلانی' ملا محمد امامی استر آبادی اور دوسرے بہت سے علماء و فضلاء احمد نگر میں آگئے اور یہ شہر علم کی جنت بن گیا۔

مذہبی تعصب

مدینہ کے مشہور متقی سید حسن مدنی کو بادشاہ نے اپنا داماد بنایا اور ان کو کئی عمدہ قصبے اور جاگیر عطا کی گئی اور وہاں محتاجوں' مسکینوں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کی گئی۔ اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جہلاء بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے آخر کار سلطان محمود گجراتی' میراں مبارک فاروقی' ابراہیم عادل شاہ اور عمادالملک سے یہ عالم نہ دیکھا گیا اور انہوں نے احمد نگر کو فتح کر کے آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا۔

برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام

متذکرہ فرمان رواؤں کے ارادے کی برہان نظام شاہ کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے فوراً راستی خاں نامی ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر ہمایوں شہنشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا۔ اس کے قاصد کے ہاتھ ایک عرضداشت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے ہمایوں کی تمام توجہ کو اس کی طرف مرکوز کر رکھا تھا۔ اس لئے' اس درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور راستی خاں ناکام و نامراد واپس احمد نگر آگیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام کی فتح

اس کے بعد برہان نظام شاہ نے برہان پور اور گجرات کے فرماں رواؤں کو قیمتی تحفے تحائف بھیج کر ان سے دوستانہ مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ پھر برہان نظام نے اسمٰعیل عادل کے موقوف کردہ تیراندازوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا۔ ان کو جاگیروں سے نوازا اور ان کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عادل شاہیوں کو شکست ہوئی اور برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ برہان نے بہت سی عادل شاہی توپوں اور ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور احمد نگر واپس آگیا۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان مزید معرکہ آرائیاں

اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ کا بہت شہرہ ہوا- چاروں طرف اس کی قوت کی دھوم مچ گئی- تین چار سال کی مدت میں ابراہیم عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کے درمیان تین مرتبہ لڑائیاں ہوئی- ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزریں' لیکن اس قدر مجھے معلوم ہے کہ ان تینوں لڑائیوں میں برہان نظام شاہ کو فتح حاصل ہوئی-

بیجاپور پر برہان نظام شاہ کا حملہ

۹۴۹ھ میں بیجاپور کے مشہور و معروف' امیر اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے- برہان نظام شاہ نے امیر برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا اور یہ مشہور کیا کہ مذہبی یک جہتی کی وجہ سے اسد خاں بلگوانی نے برہان نظام شاہ کو اس علاقے میں بلایا ہے تاکہ بلگوان کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے-

مرچ و کلہر وغیرہ کی تباہی

ابراہیم عادل کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا- برہان نظام شاہ شولاپور کے قریب پہنچا' زین خاں کے پرگنوں پر قبضہ کیا اور انہیں خواجہ جہاں کے حوالے کر کے آگے بڑھا- بعدازاں اس نے بلگوان کا رخ کیا اور مرچ' کلہر اور مان دیاس کو تباہ و برباد کیا- ان شہروں میں ایسی تباہی مچائی کہ آبادی کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا-

ابراہیم عادل شاہ کا فرار

اسد خاں بلگوانی ہی میں تھا غلط خبر مشہور ہو جانے کی وجہ سے وہ ابراہیم عادل کی ملازمت نہیں کر سکتا تھا- اس نے اپنی عافیت کے لئے یہ انداز اختیار کیا کہ چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ برہان نظام شاہ سے مل گیا- برہان نے جب یہ دیکھا کہ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا- ابراہیم عادل شاہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ برہان نظام کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ چلا گیا-

برہان کی احمد نگر کو واپسی

برہان نظام یہ سوچ کر کہ دشمن کا مقابلہ کرنا اب مناسب نہیں ہے- امیر برید کے ساتھ احمد نگر کو واپس ہوا- دشمن نے احمد نگر کی سرحد تک اس کا تعاقب کیا اور اس نواح کے اکثر دیہاتوں اور پرگنوں کو تباہ و برباد کیا- برہان نظام اور امیر برید نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دولت آباد کی طرف چلے گئے- اتفاق سے یہاں امیر برید نے طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کہا- برہان نظام شاہ اس رفیق کے جدا ہونے سے بہت پریشان ہوا- برہان نے شاہ طاہر' قاسم بیگ اور خواجہ جہاں کے مشورے سے ابراہیم عادل شاہ کا وہ علاقہ جس کی وجہ سے تمام ہنگامہ ہوا تھا اسے واپس کر دیا-

شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا

سلطان قطب شاہ ۹۵۰ھ میں تلنگانہ کے تخت پر بیٹھا اس تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لئے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو گولکنڈہ روانہ کیا- قطب شاہ نے شاہ طاہر سے اس تالاب کے کنارے ملاقات کی جو احمد نگر کے راستے میں گولکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے- اس ملاقات میں قطب شاہ نے شاہ طاہر کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان سے اس طرح پیش آیا جیسے کوئی مرید اپنے پیر سے ملتا ہے- اس کے بعد وہ شاہ طاہر کو اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا-

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کر کے قطب شاہ اور راجہ رام راج کو عادل شاہی سلطنت کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا۔ جب شاہ طاہر گولکنڈہ سے واپس آگئے تو برہان نظام شاہ خود بھی شولاپور کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ دیکھا کہ دشمن چاروں طرف سے اس پر نگاہیں لگائے ہوئے ہے تو اس نے پانچ پتے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیا اور راجہ رام راج کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا۔

شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد

اسی زمانے میں شاہ اسمٰعیل صفوی کو یہ اطلاع ملی کہ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اس نے اپنے مقرب خاص آقا سلیمان طہرانی المشہور بہ مہترجمال کو احمد نگر روانہ کیا کہ وہ برہان نظام شاہ مبارک باد دے۔ اسمٰعیل کی طرف سے ایک ترکی غلام مسمی شاہ قلی بھی برہان نظام شاہ کے پاس آیا اور اس نے شہنشاہ ایران کی طرف سے ایک زمرد جو ہمایوں سے ملا تھا اور جس پر مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحفوں کے برہان نظام کو پیش کیا۔

شاہ اسمٰعیل صفوی نے متذکرہ تحائف کے علاوہ عقیق کی ایک انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر "التوفیق من اللہ" کندہ تھا۔ یہ انگوٹھی ایک طویل مدت تک خود اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں رہ چکی تھی۔

ایرانی قاصد کی گستاخی

مہترجمال نے احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ سے ملاقات کی اور شاہ اسمٰعیل کے فرستادہ تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ شروع شروع میں تو برہان نظام نے مہترجمال کی بڑی عزت کی لیکن جب اس نے شاہی محفل میں گستاخانہ گفتگو کا آغاز کیا۔ نیز شاہ طاہر سے بے ادبی کی تو برہان نے مہترجمال کا شاہی دربار میں آنا بہت کم دیا۔ برہان نظام اس قاصد سے ایسا ناراض ہوا کہ اس نے اسمٰعیل صفوی کے ارسال کردہ تحفوں کے عوض کوئی تحفہ ایران نہ بھجوایا۔ شاہ طاہر بھی مہترجمال سے بے حد ناراض ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے اپنے بڑے بیٹے شاہ حیدر کو جو ایک مستند عالم اور باکمال بزرگ تھے بہت سے تحفے تحائف دے کر احمد نگر سے ایران روانہ کیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے راجہ رام راج کی اعانت سے قلعہ گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور مضافات گلبرگہ میں آذر جان کے قریب عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ پہلے تو عادل شاہی لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے لشکری پریشان ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگے' لیکن جب خود عادل شاہ نے کمین سے نکل کر نظام شاہی لشکر پر حملہ کیا تو پھر نظام شاہیوں کو شکست کھانا پڑی۔ اور وہ چتر و علم' ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی طرف بھاگ گئے۔

علی برید کی طرف سے مایوسی

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی' لیکن علی برید نے اپنے باپ کی تقلید میں عادل شاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اس کے علاوہ علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے کچھ مذہبی مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے گستاخانہ پیش آیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ طاہر ناکام و نامراد احمد نگر واپس آگیا۔ برہان نظام کو اس امر کا بہت افسوس ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ اوسہ کا محاصرہ

علی برید کے اس برتاؤ سے برہان نظام شاہ بہت آزردہ خاطر ہوا اور اس سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ساز و سامان اور لشکر سے آراستہ ہو کر برہان نظام مقبوضات علی برید کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو پریشان کیا۔ علی برید نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان پیش کر کے اپنا مددگار بنالیا۔

دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح

عادل شاہ بیجاپور سے روانہ ہوا اس کے ساتھ علی برید بھی روانہ ہوا۔ برہان نظام نے دشمن کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسہ سے ایک میل کے فاصلے پر فریقین پر معرکہ آرائی ہوئی۔ نظام شاہ نے مردانہ وار لڑائی کی اور دشمن کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ اوسہ کو دوبارہ گھیر لیا اور کچھ مدت میں یہ قلع فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

قلعہ اوسہ کو فتح کرنے کے بعد برہان نظام شاہ نے اودگیر کا رخ کیا۔ کچھ عرصے میں اس قلعے کو بھی فتح کر لیا اور پھر قندھار کی طرف چلا گیا۔ اس نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران میں علی برید اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک بار پھر برہان نظام شاہ پر حملہ کیا۔ برہان نظام نے حسب سابق اس بار بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی۔ اس معرکے میں بہت سے گھوڑے اور ہاتھی برہان نظام کے ہاتھ لگے۔

عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام کے نام

۹۵۵ھ میں برہان نظام نے قلعہ قندھار کو بھی تسخیر کر لیا اور اسی سال احمد نگر واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے امراء اور منصب داروں نے برہان نظام شاہ کو ایک مراسلہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"بادشاہ کا ظلم حد سے تجاوز کر چکا ہے اور اس وجہ سے بیجانگر کی رعایا بے حد پریشان ہے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شہزادہ عبداللہ کو جو ان دنوں بندر گوہ میں مقیم ہے۔ یہاں بلا کر اپنا بادشاہ بنالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ ضرور بٹائیں۔"

بیجانگر کی روانگی

عادل شاہی امراء کا یہ خط پا کر برہان نظام شاہ بہت خوش ہوا۔ اسے بیٹھے بٹھائے ایک اچھا موقع مل گیا۔ اس نے قطب شاہ کو ہمراہ لیا اور عادل شاہی سلطنت کی طرف روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قلعہ بلگوان میں اسد خاں بیمار پڑا تھا۔ برہان نظام نے اس کی بیماری کی خبر سن کر اپنے اصل مقصد کو پس پشت ڈالا اور پہلے قلعہ بلگوان کو ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن اسد خاں نے چند ہی دنوں میں وفات پائی اور برہان نظام شاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بلگوان پر ابراہیم عادل نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد برہان احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ طاہر کا انتقال

برہان نظام کی احمد نگر میں واپسی کے فوراً بعد ہی یعنی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر نے کچھ دنوں بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل احمد نگر کو ان کی دائمی مفارقت کا بے حد ملال ہوا۔ شاہ صاحب کو پہلے تو احمد نگر میں سپرد خاک کیا گیا، لیکن بعدازاں ان کی لاش کو کربلائے معلی بھیج دیا گیا۔ جہاں انہیں حضرت امام حسین کے مزار مبارک کے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

قلعہ کلیان پر لشکر کشی

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد برہان نظام شاہ نے بویال راؤ اور قاسم بیگ حکیم کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ اس نے عماد شاہ کو چند اسباب کی بنا

besturdubooks.wordpress.com

پر عادل شاہ کے خلاف کر دیا اور خود خواجہ جہان کو ساتھ لے کر قلعہ کلیان پر حملہ کر دیا- اس قلعے کا محاصرہ کر کے برہان نظام نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کیا- ابراہیم عادل شاہ نے بہت سے برکی امیروں کو برہان نظام کے دفعیے کے لئے بھیجا اور بعد میں خود بھی روانہ ہوا-

برکی امراء کی شورشیں

برکی امراء نے قلعہ کلیان کے راستے میں قیام کر کے دشمن کے غلے اور دیگر سامان ضرورت کو اپنے قبضے میں کرنا شروع کیا- اس سے نظام شاہیوں کو بہت پریشانی ہوئی- ان امیروں نے دشمن کو طرح طرح سے تنگ کیا- کبھی تو شب خون مارتے اور کبھی چوروں کی طرح لشکر میں جا کر اودھم مچاتے- اس صورت حال کے پیش نظر برہان نظام نے یہ حکم دیا کہ لشکر کے اردگرد تین گز بعض جگہوں پر چار گز کا حصار کھینچا جائے- اس حکم پر عمل ہوا اور قلعہ کلیان ایک نئے حصار کے اندر آگیا-

ابراہیم عادل شاہ کی آمد

ابراہیم عادل شاہ بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا قلعہ کلیان کے قریب آگیا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پاس ہی قیام پذیر ہوا- برہان نظام کی تقلید میں اس نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھنچوالیا- وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا- غلہ اور دیگر سامان ضرورت نہ پہنچنے کی وجہ سے نظام شاہی امراء کی حالت خراب ہوگئی وہ دو دو تین تین دن کا فاقہ کر کے روزے رکھنے لگے-

برہان نظام شاہ کی پریشانی

ان تمام واقعات نے برہان نظام شاہ کو حواس باختہ کر دیا- اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کسی نے واپس چلنے کا مشورہ کر دیا- کسی نے دیوار کے اندر سے داخل ہو کر دشمن سے لڑنے کے لئے کہا اور یہ رائے دی کہ "اگر ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم دوبارہ قلعے کا محاصرہ کر لیں اور اگر شکست ہو تو واپس احمد نگر چلے جائیں-" برہان نظام نے اس موقع پر کہا- "ہمارے گھوڑوں کی حالت اس وقت خراب ہوگئی ہے وہ اس قابل نہیں رہے کہ جنگ میں حصہ لے سکیں- بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ کے ارادے کو ملتوی کر کے احمد نگر کا راستہ لیں آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو خوب اچھی طرح تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے-"

شاہ جعفر قاسم بیگ کی رائے

شاہ جعفر (شاہ طاہر کا بھائی) اور قاسم بیگ حکیم نے برہان نظام کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ "ہم دشمن کو کئی مرتبہ نیچا دکھا چکے ہیں- اس لئے اس مرتبہ اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں-" یہ سن کر برہان نظام خاموش ہوگیا اسی وقت امراء سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی دیوپال برہمن کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا-

دیوپال سے مشورہ

دیوپال نے بادشاہ سے کہا کل عید کا دن ہے- میں صبح کے وقت آپ سے اپنی رائے بیان کروں گا- مگر اس دوران میں آپ اپنے خزانچی کو یہ حکم فرمائیں کہ میں اس سے جو طلب کروں بغیر کسی حیل وحجت کے میرے حوالے کر دے اور بالکل پس وپیش نہ کرے- برہان نظام کو دیوپال پر پورا پورا اعتماد تھا- لہٰذا اس نے اسی وقت دیوپال کی خواہش کے مطابق احکامات صادر کر دیئے اور اپنے خزانچی کو یہ حکم دیا- "دیوپال تم سے جس وقت بھی جو کچھ مانگے فوراً اس کو دے دو اور اس سے کسی قسم کی بازپرس نہ کرو-"

دیوپال اور عین الملک کی گفتگو

اسی رات دیوپال برہمن نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ ہون حاصل کئے اور نظام شاہ کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا- تمام معاملات سے تم بخوبی آگاہ ہو' اگر ہم نے دشمن سے لڑائی کئے بغیر محاصرہ اٹھالیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو

besturdubooks.wordpress.com

اس کا انجام بہت برا ہوگا' لیکن اگر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو یہ بھی کچھ مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت ہماری فوج کی حالت بہت خراب ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے اس بارے میں اگر تم نے کچھ سوچا ہو تو بتاؤ۔"

دیوپال کی تدبیر

عین الملک نے جواب دیا۔ "ہم لوگ تلوار کے دھنی ہیں زبانی جمع خرچ سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں۔ تم جو مناسب سمجھتے ہو وہی کرو۔ دیوپال نے کہا۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ عید کی صبح کو ہم اپنے لشکر کو منظم کر کے دشمن پر حملہ کر دیں۔ اس وقت حریف کے لشکر کا ہر سپاہی عید کی تیاریوں میں مشغول ہے کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ہم حملہ کریں گے ہمیں ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر حالات کو سنوارنا چاہئے۔"

سپاہیوں میں روپے کی تقسیم

عین الملک نے دیوپال کی تجویز کی دل و جان سے تائید کی۔ دیوپال نے وہ رقم جو نظام شاہی خزانے سے حاصل کی تھی عین الملک کے سپرد کر دی اور کہا۔ "تم یہ رقم سپاہیوں میں تقسیم کر دو اور یہ ظاہر کرو کہ رقم عید کے اخراجات کے لئے ہے۔ عین الملک نے اسی وقت وہ رقم سپاہیوں اور عسکری سرداروں میں تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح سویرے ہی بادشاہ کی خدمت میں سلام و مبارک باد کے لئے حاضر ہو جائیں۔"

عادل شاہیوں پر حملہ

صبح ہوئی تو نظام شاہیوں کو یہ پتہ چلا کہ عادل شاہی لشکر عید کی مسرتوں میں اس حد تک گم ہے کہ اسے دشمن کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا کوئی احساس نہیں رہا۔ عین الملک نے اپنے لشکر کے حصار کو ایک جگہ سے توڑا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھا۔ نظام شاہی ہاتھیوں نے عادل شاہی لشکر کے حصار کو تقریباً چالیس گز تک گرا دیا۔ عین الملک اس راستے سے دشمن کے لشکر سے جا ملا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ عادل شاہی فوج کو دشمن کے حملے کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی اس لئے ہر سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔

برہان نظام شاہ کی فتح

عادل شاہ اس وقت نہا رہا تھا اسے جب حملے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک گوشے میں آگیا۔ نظام شاہیوں نے دشمن کے بے شمار ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضے میں کیے۔ عادل شاہیوں کو بڑی بری طرح شکست ہوئی اور اس طرح برہان نظام شاہ نے آذر جان کی شکست کا انتقام لے لیا۔

قلعہ کلیان پر برہان نظام شاہ کا قبضہ

اس دوران میں اطلاع ملی کہ سیف الملک کی طرف سے ایک جماعت مبارک باد دینے کے لیے آئی ہے' برہان نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے پہنچا۔ یہاں اس نے قسم کھائی اگر اہل قلعہ نے قلعے کو میرے حوالے نہ کیا تو میں انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کروں گا۔ قلعے کو آگ لگا دوں گا اور تمام مردوں اور عورتوں کو زندہ جلا ڈالوں گا۔ اہل قلعہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر قلعہ برہان نظام کے سپرد کر دیا۔

قلعہ پرندہ پر عادل شاہی قبضہ

عادل شاہ اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لے کر نظام شاہی ممالک کی طرف چلا گیا۔ اس نے بیٹر اور دوسرے پرگنوں کو تباہ و برباد کیا اور

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ پرندہ پر حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور قلعے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عادل شاہ کے لشکری تلواریں ہاتھ میں لے کر بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا بعد میں اس کے قلعے کو اپنے ایک قابل اعتماد دکنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔

برہان نظام شاہ کی روانگی

برہان نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کلیان کو اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پرندہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک عجیب اتفاق ہوا اس رات کو قلعے کے عادل شاہی تھانیدار نے مچھروں کی آواز سنی اور انہیں نفیری کی آواز پر محمول کیا وہ سمجھا کہ دشمن آ گیا ہے لہٰذا اس نے فوراً راہ فرار اختیار کی اس کے باقی سپاہی بھی حواس باختہ ہو کر قلعے سے بھاگ گئے۔

قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ

دو روز کے بعد برہان نظام شاہ جب قلعہ پرندہ میں پہنچا تو اس نے قلعے کو بالکل خالی پایا اس نے قلعہ خواجہ جہاں کے حوالے کیا اور احمد نگر چلا گیا اور اس طرح یہ قلعہ خود بخود دوبارہ نظام شاہی قبضے میں آ گیا۔

رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

اسی زمانے میں برہان نظام نے بیجانگر کے حکمران رام راج سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اپنے لشکر کے ساتھ عادل شاہی علاقے سے گزرتا ہوا قلعہ شولا پور کے قریب پہنچا اور رام راج سے ملاقات کی۔ برہان نے رام راج سے طے کیا کہ رائچور اور مدگل پر رام راج قبضہ کرے اور قلعہ شولا پور کو برہان اپنے تصرف میں لائے۔

شولا پور کی فتح

اس کے بعد رام راج نے رائچور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان نے شولا پور کو جلد ہی فتح کر لیا اور پھر رام راج کی مدد کے لیے رائچور کی طرف روانہ ہوا۔ صحیح روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد برہان نظام نے تنکناوری سے کہا کہ برسات کا موسم قریب آ گیا ہے اس لیے میرا اور رام راج کا اس قلعہ کے محاصرے میں وقت ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں شولا پور پہنچ کر وہاں کے قلعے کا دوبارہ محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں قلعے ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں۔

تنکناوری نے رام راج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لے لی اور برہان نظام رام راج کے لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شولا پور پہنچ کر برہان نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا رومی خاں نے جو حقیقت میں محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا قلعے کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور آخر کار اسی کی کوششوں سے تین ماہ کے عرصے میں قلعہ فتح کر لیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کا ارادہ

اس کے بعد برہان نظام نے گلبرگہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کو بھی فتح کرے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رام راج رائچور اور مدگل کے قلعوں کو فتح کر کے بیجانگر واپس آ گیا ہے تو اس نے اس سال گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

بیجاپور کو روانگی

۹۶۰ھ میں برہان نظام شاہ نے دوبارہ عادل شاہی ممالک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ (رام راج) قلعہ ساغر اور آہنکر کو فتح کرے اور بیجاپور اور گلبرگہ پر نظام کا قبضہ ہو۔ ۹۶۱ھ میں برہان نظام شاہ نے

besturdubooks.wordpress.com

رام راج کو ساتھ لیا اور بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام کی بیماری

عادل شاہ' برہان نظام کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکا اور پنالہ چلا گیا۔ برہان نظام نے بیجاپور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا' قریب تھا کہ وہ اس قلعے کو فتح کر لیتا کہ قسمت نے ایک دوسری چال چلی۔ نظام شاہ پر بیماری کا حملہ ہوا اور وہ احمد نگر واپس آ گیا۔

وفات

برہان نظام کا مرض جان لیوا ثابت ہوا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اس نے سفر آخرت اختیار کیا بزہان کو باغ روضہ میں اس کے باپ کی قبر کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد نظام اور برہان نظام کے تابوت کربلائے معلی روانہ کر دیئے گئے۔ اور ان کو حضرت امام حسین ؓ کے مزار مبارک کے باہر ایک گز کے فاصلے پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات

اسی سال گجرات کے حکمران سلطان محمود گجراتی اور شہنشاہ دہلی سلیم شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ "راقم الحروف مورخ فرشتہ" کے والد محترم مولوی غلام علی نے ان تینوں فرماں رواؤں کے انتقال کی لاجواب تاریخ "زوال خسرواں" کہی ہے۔

اولاد

برہان نظام شاہ کے بعد اس کی جو اولاد بقید حیات تھی اس کے نام یہ ہیں حسین اور عبد القادر یہ دونوں بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ علی حسن یہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی مریم کے بطن سے تھا۔ شاہ حیدر اس کی شادی مخدوم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ میراں محمد باقر اس کا انتقال بیجاپور میں ہوا شہزادہ محمد خدا بندہ اس نے بنگال میں وفات پائی۔

besturdubooks.wordpress.com

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

تخت نشینی اور شہزادہ عبد القادر کی مخالفت

تخت نشینی کے وقت حسین نظام کی عمر تیس سال کی تھی۔ شہزادہ عبد القادر اپنے باپ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اس نے حسین نظام کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا اور تخت نشینی کے روز اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ امراء دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے غریبوں اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کی حمایت کی۔ دکنیوں اور ہندوؤں نے شہزادہ عبد القادر کا ساتھ دیا اور قصبہ بنکا پور میں اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

بھائیوں میں اختلافات

برہان نظام شاہ کے دوسرے بیٹوں محمد خدا بندہ' شاہ حیدر اور میراں محمد باقر نے عبد القادر ہی کا ساتھ دیا۔ عین ممکن تھا کہ ان سب بھائیوں میں خون خرابہ ہوتا کہ قاسم بیگ حکیم کی کوششوں سے چار پانچ سو سلحدار اور حوالہ دار شہزادہ عبد القادر سے الگ ہو کر حسین نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ اہل قلعہ کو اس واقعہ سے بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر سایہ فگن کر دیا۔

دکنی امراء کی عبد القادر سے علیحدگی

اس کے بعد اہل قلعہ نے شہزادہ عبدالقادر کے فتنے کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان میں روپیہ تقسیم کرنے لگے۔ مشہور دکنی امراء خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے جب دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے تو انہوں نے قاسم بیگ حکیم کی وساطت سے قبول نامہ حاصل کیا اور شہزادہ عبد القادر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال

یہ صورت حال دیکھ کر شہزادہ عبدالقادر بہت پریشان ہوا اس نے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس بارے میں مشورہ کیا سبھوں نے راہ فرار اختیار کرنے ہی کو مناسب و موزوں خیال کیا۔ شہزادہ عبدالقادر اپنے چند مقربین خاص کے ہمراہ عبد الملک کے پاس برار چلا گیا اور وہیں پیوند خاک ہوا۔

امن و اطمینان کا دور دورہ

شاہ علی محمد خدا بندہ اور میراں محمد باقر بیجاپور چلے گئے۔ شاہ حیدر نے پرندہ کا رخ کیا مختصر یہ کہ حسین نظام شاہ کے وہ تمام رقیب جو سلطنت کے دعویدار ہو سکتے تھے ایک ایک کر کے ملک سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حسین نظام نے ملک میں ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دینے لگا۔

سیف عین الملک کا فرار

کچھ ہی دنوں میں حسین نظام شاہ نے شہزادہ عبد القادر کے حمایتوں کو سخت ترین سزائیں دیں۔ سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے انتقال کے بعد احمد نگر میں آکر سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہوا تھا شاہی قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر برار چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

خواجہ جہاں کا ارادہ

شہزادہ حیدر کی شادی پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی وہ اپنے داماد کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھا اس نے ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا۔ لیکن مصلحتاً اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہ کیا' بلکہ اس کے برعکس ایک محبت نامہ اس کے پاس بھجوایا۔

حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام

حسین نظام کا یہ محبت نامہ دیکھ کر خواجہ جہاں بہت حیران ہوا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا اس میں نہ تو اس قدر ہمت تھی کہ کھلم کھلا بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کرتا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتا بہت سوچ بچار کے بعد خواجہ جہاں نے حسین نظام کے نام ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ "چونکہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔ اس لیے ندامت اور شاہی قہر و غضب کے خوف سے حضور کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہوں۔ مجھے آپ کی خسروانہ عنایات سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری خطا سے چشم پوشی فرمائیں گے۔"

حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ

حسین نظام شاہ سمجھ گیا کہ خواجہ جہاں کبھی احمد نگر نہ آئے گا لہٰذا اس نے خواجہ کی سرزنش کے لیے پرندہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ خواجہ جہاں بہت پریشان ہوا اس نے اپنے ایک عزیز کو قلعے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود ابراہیم عادل کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بیجاپور پہنچا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

حسین نظام شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کی توقع تھی اس لیے انہوں نے شام تک نظام شاہیوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ نظام شاہیوں نے توپوں سے گولہ باری کر کے حصار کو گرا دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اس قلعے کا حاکم مقرر کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مخدوم خواجہ جہاں اور کئی شہزادے حسین نظام شاہ سے خوفزدہ ہو کر بیجاپور چلے گئے اور ابراہیم عادل شاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے۔ اسی دوران میں برار سے سیف عین الملک بھی بیجاپور آ گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ابراہیم عادل نے اپنی پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر سے سرفراز کیا اور یہ ارادہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جو حسین نظام کے ظلم و ستم کی وجہ سے پریشان ہیں میراں شاہ علی کے گرد جمع کرے اور پھر شاہ علی کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائے۔

عماد الملک سے مدد کی درخواست

حسین نظام شاہ کو جب یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے واسوپنڈت کو اپنا قاصد بنا کر عماد الملک کے پاس بھیجا تاکہ دونوں فرماں روا باہمی اتحاد سے ابراہیم عادل شاہ پر حملہ کریں اور اس کی مخاصمانہ کارروائیوں کا سد باب کریں۔ عماد الملک نے حسین نظام کی مدد کے لیے تقریباً سات ہزار سوار روانہ کیے۔

حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی

عماد الملک کے سواروں کو ہمراہ لے کر حسین نظام شاہ قلعہ شولاپور کی طرف روانہ ہوا جس کا محاصرہ عادل شاہ نے کر رکھا تھا جب سفر

besturdubooks.wordpress.com

کی منزلیں طے کرتا ہوا حسین نظام شاہ شولا پور کے قریب پہنچا تو ابراہیم عادل شاہ نے حسین نظام کی سرزنش کا مصمم ارادہ کر لیا تاکہ اپنی گذشتہ شکست کے داغ کو مٹائے۔

خوں ریزی

حسین نظام اور ابراہیم عادل نے اپنے لشکروں کو مرتب و آراستہ کیا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔ فریقین میں زبردست خونریزی ہوئی اس معرکے میں سیف عین الملک نے جو ابراہیم عادل کے ساتھ تھا بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول کے چھکے چھڑا دیئے۔ نظام شاہی میسرہ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہوگئی۔ اس کے بعد سیف عین الملک نے دشمن کے چتر و علم کا رخ کیا۔

نظام شاہیوں کی بہادری

نظام شاہیوں نے بھی خوب دل کھول کر داد شجاعت دی۔ انہوں نے دشمن کے تقریباً چار سو بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اس افراتفری میں سیف الملک کا بھانجا صلابت خاں بھی زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔

سیف عین الملک کی بہادری

عین الملک کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں وہ پریشان ہو جاتا تو گھوڑے سے اتر کر اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا اور انہیں جانبازی کے لئے مستعد کرتا۔ اس جنگ میں بھی عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر اپنے لشکریوں کا دل بڑھایا اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نظام شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

حسین نظام شاہ کی الوالعزمی

نظام شاہی سپاہیوں کے فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور ایک سو ہاتھی باقی رہ گئے۔ حسین نظام نے اپنی فوج کے انتشار اور اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کا قطعاً خیال نہ کیا اور دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ میدان جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں انسانی کوششوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا' اس جنگ کا نتیجہ بھی توقع کے خلاف ہوا۔

ایک من گھڑت خبر

چندروں فطرت لوگوں نے ابراہیم عادل کو یہ اطلاع دی کہ سیف عین الملک بڑا عیار ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لئے بیجاپور آیا تھا اب میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر حسین نظام کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا ہے۔" ابراہیم عادل نے جھوٹے مخبروں کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے امراء اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں ہی چھوڑ کر خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔

سیف عین الملک کی جنگ سے دست برداری

عین الملک نے بڑی حد تک معرکہ سر کر لیا تھا دشمن پر پوری طرح غلبہ حاصل کرنے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی لیکن جب اسے ابراہیم عادل شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بددل ہوگیا اور اس نے لڑائی سے ہاتھ روک دیا۔ اس نے صلابت خاں کو جو زخمی ہو چکا تھا ایک چادر میں باندھا اور اپنے ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف چل دیا۔

حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

حسین نظام شاہ کے ساتھ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بہت کم لشکر رہ گیا تھا ایسے عالم میں اس نے دشمن کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بقول مصنف "وقائع اول شاہیہ" دو روز کے بعد احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عین الملک نظام شاہی حدود میں

سیف الملک عادل شاہی علاقے کی حدود سے باہر نکل گیا اور اس علاقے میں قیام کرنے کا اسے موقع ہی نہ ملا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ نظام شاہی حدود میں آ پہنچا۔ حسین نظام شاہ عین الملک سے پوری طرح مطمئن نہ تھا اسے عین الملک نے جو نقصانات پہنچائے تھے ان کی یاد ابھی تازہ تھی' لیکن مصلحتاً نظام نے عین الملک کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ: "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ گیا ہے۔"

حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام

حسین نظام شاہ نے حکیم قاسم بیگ کو سیف عین الملک کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اس کے نام ایک خط لکھا' جس کا مضمون یہ تھا۔ "ایک مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ تم یہاں آؤ خدا کا شکر ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی تم کچھ عرصے کے لیے ہماری ملازمت سے محروم رہے ہو یہ محض ایک اتفاقی امر ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کا غم یا خوف نہ ہونا چاہیے۔ میری توجہ تم پر پہلے سے دس گنا زیادہ رہے گی تم بالکل بے فکر ہو کر میرے حضور میں آجاؤ۔"

"میں تمہیں تمہارے قدیم منصب پر بحال کروں گا۔ تمہارے مزید اطمینان کی خاطر یہ خط میں اپنے خاص رومال میں باندھ کر بھیج رہا ہوں' میرا محرم راز حکیم قاسم بیگ تمہارے استقبال کے لیے آ رہا ہے تم جلد از جلد اس کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ تاکہ تمہاری حاضری ہماری مجلس میں گرمی اور رونق پیدا ہو جائے۔

عین الملک کی شرائط

حکیم قاسم بیگ' سیف عین الملک کے پاس پہنچا اس سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا خط دیا۔ عین الملک نے کہا کہ میری دو شرطیں مان لی جائیں تو حسین نظام کے پاس جانے میں مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ اول یہ کہ حسین نظام خود میرے استقبال کے لیے آئے اور دوسرے یہ کہ جب تک میں بادشاہ سے ملنے جاؤں تو میری واپسی تک قاسم بیگ میرے لشکر میں رہے۔"

حکیم قاسم بیگ نے عین الملک سے کہا۔ "اب تم مجھے اجازت دو تاکہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اور ان شرائط کو اس کے سامنے رکھوں اور پھر واپس آ کر تمہارے لشکر میں اس وقت تک رہوں جب تک تم بادشاہ سے مل کر واپس نہ آجاؤ۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دے دی اور وہ وہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس چلا آیا۔

قاسم بیگ کی بیماری

قاسم بیگ شاہی مجلس میں پہنچا' لیکن اس نے رنگ مجلس کو بدلا ہوا پایا۔ وہ وہاں سے اپنے گھر آ گیا' یہاں اسے روغن بلاروا اپنے منہ اور سر پر مل لیا۔ اس وجہ سے اس کا منہ اور جسم سوجھ گیا' قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا اور صاحب فراش ہو گیا۔

حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام

حسین نظام نے اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کو بہت لذیذ اور اعلیٰ درجے کے کھانے اور شربت دے کر عین الملک کے پاس بھیجا۔ اور اس سے کہلوایا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو' مجھے افسوس ہے کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس لیے وہ تمہارے پاس آنے سے معذور ہے۔ تم اپنی جگہ سے چل پڑو' میں تمہارے استقبال کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ عین الملک نے حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لیے اپنے قاصدوں کو قاسم بیگ کے گھر بھیجا' قاصدوں نے واپس آ کر بتایا کہ واقعی قاسم بہت زیادہ بیمار ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی

عین الملک کو یہ اطلاع مل گئی کہ حسین نظام اس کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکا ہے' لہٰذا وہ مجبوراً ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جس میں صلابت خاں بھی شامل تھا۔ بادشاہ کی ملاقات کے لیے چل پڑا' عین الملک کے غلام مسمی قبول خاں نے اپنے آقا کو روانگی سے بہت منع کیا اور کہا کہ قاسم بیگ کی بیماری خود ساختہ ہے۔ اور صریحاً مکاری ہے' لیکن عین الملک نے اس کی بات نہ مانی اور اپنے ارادے پر قائم رہا۔

قبول خاں کی دانش مندی

قبول خاں' سیف عین الملک سے جدا ہو کر لشکر میں پہنچا۔ اس نے تمام لشکریوں سے کہا کہ سب لوگ شہر میں چلے جائیں اور جس جگہ بادشاہ نے ان کو ٹھہرانے کا انتظام کیا ہے وہاں پہنچ کر قیام کریں۔ قبول خاں نے عورتوں کو بھی مردانہ لباس پہنایا اور انہیں گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لے چلا۔

عین الملک کا استقبال

عین الملک نبہ پور پہنچا اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ ایک میدان میں گھوڑے پر سوار ہے' اس کے سامنے اور دونوں اطراف میں ہاتھیوں کی قطاریں ہیں' ان قطاروں کی وجہ سے حسین نظام جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ جگہ ایک کوچے کی سی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے جب عین الملک کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسے اور صلابت خاں کو متذکرہ "کوچے" کے اندر لے آئے۔ عین الملک اور صلابت دونوں سوار تھے' چند لمحوں بعد کچھ درباریوں نے ان دونوں کو پیادہ پا ہونے کی درخواست کی۔

عین الملک کی گرفتاری

عین الملک چاہتا تھا کہ جس طرح حسین نظام سوار ہے اسی طرح وہ بھی سوار ہو کر ہی اس سے ملاقات کرے' لیکن درباریوں کے اصرار کی وجہ سے اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اسے مجبوراً گھوڑے سے اترنا پڑا۔ اس کے بعد عین الملک نے بادشاہ کی رکاب بوسی کے ارادے سے سر جھکایا' لیکن ابھی رکاب سے اس کے ہونٹ چھوئے بھی نہیں تھے کہ حسین نظام نے عین الملک کی اور صلابت خاں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے ہاتھیوں پر بٹھا دیا گیا۔

عین الملک اور صلابت خاں کا قتل

جب حسین نظام نے اپنے شکار کو اچھی طرح قبضہ میں کر لیا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس فیل بان کو جس کے ہاتھی پر صلابت خاں اور عین الملک سوار تھے نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بغیر کسی کی اطلاع کے ان دونوں کا گلا گھونٹ کر ٹھکانے لگا دیا اور ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ حسین نظام نے جب ان دونوں کو اس عالم میں دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بیچارے خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے چند لوگوں کو ان دونوں کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔

قبول خاں کی روانگی

اس کے بعد حسین نظام نے حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا سامان شاہی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا جائے اور باقی تمام اشیاء کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ قبول خاں بہت دانش مند اور فہیم انسان تھا اسے ان تمام واقعات کی اطلاع تھی' اس نے عین الملک کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو افراد کے ساتھ جو سب عین الملک کے ملازم تھے ابراہیم قطب شاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

قبول خاں کے معرکے

حسین نظام شاہ کے ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا' چند مقامات پر فریقین میں معرکہ آرائی بھی ہوئی۔ قبول خاں نے بڑے بہادری کا ثبوت دیا اور نہایت عمدہ طریقے سے جنگ کی' یہاں تک کہ دشمن بھی اس کی بہادری کا معترف ہو گئے۔ قبول خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہو قصبہ اندور کے قریب پہنچا' یہاں کے نظام شاہی امراء کو جب اس کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے قبول خاں کو رات ہی میں پکڑ لیا۔ قبول خاں نے ان امیروں کا مقابلہ کیا اور حسب سابق بڑی بہادری سے لڑائی کی' نظام شاہی امراء کو جن میں ظریف الملک' چندا خاں' دلاور خاں اور پاکباز خاں وغیرہ تھے شکست فاش دی۔ ان امراء کا بہت سا ساز و سامان قبول خاں کے ہاتھ آیا اور وہ گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبول خاں کی مقبولیت

ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی بہت خاطرداری کی۔ قبول خاں نے جس طرح سیف عین الملک کے وارثوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور جس طرح اپنے مالک کے ساتھ وفاداری کی تھی۔ قطب شاہ نے اس سے متاثر ہوا اور قبول خاں کو انعام میں جاگیر عطا کی۔ قبول خاں ہر سال اپنے چند آدمیوں کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک اور صلابت خاں کی قبروں پر جو بنکاپور میں واقع ہیں' محتاجوں وغیرہ کو کھانا تقسیم کرواتا نیز قبروں کے مجاوروں کو انعامات سے خوش کرتا۔

خوش اعتقادی

سیف عین الملک اور صلابت خاں کی بہادری ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ دکن کے تمام باشندے ان دونوں کی شجاعت کے دل و جان سے قائل ہیں' خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ لوگ ان کی قبروں کی مٹی کو چاٹتے ہیں اور ان کی روحوں سے بہادری اور شجاعت کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کے حالات

عین الملک کا باپ' سیف الملک عراق کا رہنے والا تھا' لیکن عین الملک گجرات میں پیدا ہوا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے جب عین الملک کی بہادری اور شجاعت کا شہرہ سنا تو اسے اپنے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ عین الملک نے دوران ملازمت میں بڑے اچھے کام کیے اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اس کا شمار بڑے بڑے امیروں میں ہونے لگا۔

لشکر کی فراہمی

عین الملک نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بہادروں اور جان بازوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس بارہ سال میں تقریباً دس ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا۔ جس میں مغل' عرب' حبشی' گجراتی' افغانی' دکنی غرض ہر قوم کے سپاہی تھے وہ ان سپاہیوں سے بڑا عمدہ برتاؤ کرتا تھا اور انہیں کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیتا تھا کہ وہ اس کے ملازم ہیں۔

کردار کی بلندی

عین الملک نے کبھی اپنے لیے مخصوص گھوڑے اور خیمے نہ رکھے اسے جب کبھی سواری کی ضرورت پیش آجاتی تھی تو اپنے ملازمین میں سے کسی کا گھوڑا لے کر ضرورت پوری کر لیتا اور اگر اثنائے سفر میں قیام کرنا پڑتا تو اپنے لیے مخصوص خیمہ کبھی نہ لگواتا' بلکہ ملازم کے ساتھ اس کے خیمے میں قیام کرتا۔ عین الملک کا یہ دستور تھا کہ جب اسے بادشاہ کی طرف سے نئی جاگیر عطا ہوتی تو وہ اپنے سپاہیوں کو بلا کر ان سے کہتا "خداوند تعالیٰ نے ہمیں فلاں جاگیر عطا کی ہے اب تم یہ آپس میں تقسیم کر لو۔"

besturdubooks.wordpress.com

کامیاب زندگی

یہ سپاہی بھی بڑے سمجھدار تھے وہ جاگیر کو اس طرح تقسیم کرتے کہ اپنے مالک کے اخراجات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کر لیتے۔ عین الملک نے چالیس سال تک امارت کی زندگی بسر کی' بارہا دشمنوں سے سابقہ پڑا' لیکن کسی معرکے میں شکست کا منہ نہ دیکھا' سلطان بہادر کے انتقال کے بعد عین الملک برہان نظام شاہ کے پاس چلا گیا اور امیرالامراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔

شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد

اسی زمانے میں شاہ طاہر کے فرزند شاہ حیدر ایران سے دکن واپس آ گئے۔ حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو پالکی کے ساتھ شاہ صاحب کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ وہ انہیں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لے کر احمد نگر لایا۔ شاہ طاہر کی جاگیر اور قصبہ دندراج پوری کو شاہ حیدر کے قبضے میں دے دیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی کوشش

کچھ ہی زمانے میں ابراہیم عادل نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا' حسین نظام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن آباد گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیج کر ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ اب حالات ہمارے موافق ہیں' ہمیں اس وقت سے فائدہ اٹھا کر قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ "ابراہیم قطب شاہ خود یہی چاہتا تھا' لہٰذا اس نے فوراً لشکر تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں

حسین نظام کو جب ابراہیم قطب شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دونوں بادشاہوں نے گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ پہلے تو گلبرگہ کو فتح کیا جائے اس کے بعد قلعہ آہنگر پر حملہ کیا جائے

قلعے کا محاصرہ

قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی سرکردگی میں حصار کے برجوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ رومی خاں قلعے کو فتح کر لیتا کہ مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے جو قطب شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا۔ اپنے بادشاہ سے کہا' "برہان نظام شاہ وعدے کا کچا ہے وہ قلعہ گلبرگہ پر قابض ہو جائے گا لیکن آپ کو قلعہ آہنگر پر قبضہ نہ کرنے دے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی مدد نہ کریں۔"

ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی

مصطفیٰ خاں کی بات قطب شاہ کے جی کو لگی' اس نے اپنا تمام سامان وہیں چھوڑا اور خود آدھی رات کے وقت اپنے ملک کی طرف چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے اہل قلعہ کو نظام شاہیوں کی مدافعت کرنے کی بے حد تاکید کی۔ عادل شاہی امیروں کو ابراہیم قطب شاہ کے چلے جانے کی بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حسین نظام شاہ کو ناکامی

اس کے بعد عادل شاہیوں نے نظام شاہ کے لشکر کو بری طرح پامال کرنا شروع کیا۔ یہ عالم دیکھ کر حسین نظام پریشان ہوا۔ اس نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور ناکام و نامراد اپنے ملک واپس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ملا عنایت کا فرار

ملا عنایت اللہ حسین اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان ایک "واسطے" کی حیثیت رکھتا تھا' فریقین کو جب کوئی مسئلہ حل کرنا ہوتا تھا تو وہ اسی کے ذریعے گفت و شنید کرتے تھے۔ ملا عنایت ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی کی وجہ سے بہت گھبرایا' وہ حسین نظام کے غصے سے پوری طرح واقف تھا۔ لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت دیکھی اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔

قاسم بیگ کی معزولی' نظر بندی اور بحالی

ملا عنایت کے فرار سے حسین نظام بہت غصے میں آیا لیکن وہ کچھ کر نہ سکتا تھا کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے اپنی آتش و غضب کو تسکین دینے کے لیے قاسم بیگ کو ہدف ستم بنایا اسے گرفتار کر کے قلعہ پرندہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ دو تین ماہ کے بعد حسین نظام کا دل پسیجا اور اس نے قاسم بیگ کو رہا کر کے حسب سابق اپنے منصب پر بحال کر دیا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ ملایا۔ حسین نظام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص ملا علی مزندرانی کو عماد الملک کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں دوستانہ مراسم پیدا کیے جائیں۔ حسین نظام اس طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ عماد الملک' ملا زندارانی سے اچھی طرح پیش آیا۔

قلعہ ریگ وندہ کی مہم

اسی سال حسین نظام شاہ نے رومی خاں اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کو قلعہ ریگ وندہ کی فتح کی لیے روانہ کیا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حدود سے تجاوز کر کے مسلم آزار حرکتوں کا ارتکاب شروع کر دیا تھا' نظام شاہی لشکر اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے گیا تھا (لیکن کسی معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی) غیر مسلم اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے اور انہوں نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد نظام شاہی لشکر واپس آ گیا۔

قلعہ جالنہ پر قبضہ

۹۶۰ھ میں حسین نظام شاہ نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قدم اٹھایا اور قلعہ جالنہ اور اس نواح کے دیگر قلعوں کو جن پر ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا۔ فتح کیا اور ان قلعوں کی حکومت اس نے اپنے قابل اعتماد امراء کے سپرد کی اور خود احمد نگر واپس آ گیا۔

علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد

انہیں دنوں نظام شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ عادل انتقام لینے کی غرض سے شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہیں۔

شاہ حسن انجو سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ کے مشورے سے شاہ حسن انجو کو طلب کیا' جو ان دنوں بندر جیوں مقیم تھا اور حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا۔ بادشاہ نے شاہ حسن سے علی عادل کی آمد کے بارے میں مشورہ کیا۔ شاہ حسین نے کہا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ان تینوں بادشاہوں کا مقابلہ کریں سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کے حوالے کر کے اس سے صلح کر لیں۔"

besturdubooks.wordpress.com

شاہ حسن کی صاف گوئی

حسین نظام نے جواب دیا- "جس قلعے کو میرے باپ نے اتنی محنت و مشقت سے فتح کیا ہے' اسے بغیر کسی مزاحمت کے دشمن کے حوالے کر دینا میرے لیے باعث شرم ہے-" اس پر شاہ حسن نے کہا- "یہ وقت کی بات ہے اور ہر زمانے کے تقاضے جدا جدا ہوتے ہیں- آپ کے والد محترم کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ قلعہ کلیان پر قبضہ کرتے اور آپ کے لیے یہی موزوں ہے کہ اس قلعے سے دست بردار ہو جائیں' بادشاہوں یا عام لوگوں کی نجی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے رہتے ہیں-

دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا

حسین نظام یہ بالکل نہ چاہتا تھا کہ کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کو واپس کر دے- اس نے شاہ انجو کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنی بات پر اڑا رہا- یہاں تک کہ حریف ایک لاکھ سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کے نواح میں پہنچ گیا-

حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی

حسین نظام شاہ نے فوراً احمد نگر کے کچے قلعے میں جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی- سامان جنگ' غلہ اور دیگر اشیاء جمع کیں اور اس قلعے کو اپنے چند قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر کے اپنے بال بچوں اور خزانوں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا- اس سفر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر برید' میراں مبارک شاہ اور عماد الملک کو اپنے ساتھ ملائے اور دشمن کے ساتھ جنگ کرے-

خاں جہان کا فتنہ

اتفاق کی بات ہے کہ امیر برید کے بھائی خان جہاں نے حسین نظام شاہ کا منصوبہ پورا نہ ہونے دیا- خاں جہان' عماد الملک کا مدار المہا تھا- علی عادل شاہ کے کہنے پر اس نے پانچ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر حسین نظام کے علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا-

خاں جہان کی شکست

حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو تقریباً دو تین ہزار سواروں کے ساتھ خاں جہان کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا- ملا نیشاپوری نے پہلے حملے ہی میں خان جہان کو شکست فاش دی- خان جہان پریشان و خستہ حال ہو کر بھاگ نکلا- شرم کے مارے وہ عماد الملک کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا تھا اس لیے وہ علی عادل کے پاس چلا گیا-

احمد نگر میں ہنگامہ

جہانگیر خاں دکنی کو جملۃ الملک مقرر کیا گیا- اس نے برار کی فوج کو ساتھ لیا اور حسین نظام کی مدد کے لیے آیا- اسی زمانے میں علی عادل شاہ' رام راج اور قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا- انہوں نے مکانوں اور مسجدوں اور سراؤں کو خوب جی بھر کر مسمار کیا اور پھر قلعے کا محاصرہ کر لیا- اس محاصرے کی وجہ سے اہل قلعہ کو بہت تکلیف ہوئی-

قطب شاہ کا احترام

قطب شاہ اگرچہ عادل شاہ کا حلیف تھا' لیکن اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح بھی عادل شاہ کو حسین نظام پر فوقیت حاصل نہ ہو- اس وجہ سے اس نے قلعے کے ایک طرف کا راستہ جدھر وہ خود مقیم تھا' اہل قلعہ کے لیے کھول دیا' قلعے والے بے خوف و خطر آنے جانے لگے اور ضرورت کی تمام اشیاء ان تک پہنچنے لگیں-

ملا عنایت کی عاقبت اندیشی

ملا عنایت اللہ نے ان دنوں ابراہیم قطب شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی- وہ تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا- اسے اہل قلعہ سے ہمدردی

besturdubooks.wordpress.com

تھی اور ان سے دوستانہ مراسم کا اظہار کرتا رہتا تھا- نیز حسین نظام کی طرف داری کا دم بھرتا تھا- عادل شاہ اور رام راج کو جب قطب شاہ کے اقدام کی خبر ہوئی تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے-

ابراہیم قطب شاہ نے اس بار پہلے کی سی سلامت روی سے کام لیا اور جس طرح قلعہ گلبرگہ سے روانہ ہو گیا تھا' اس طرح یہاں سے بھی رات کے وقت تمام سامان چھوڑ کر گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا- جب قطب شاہ رخصت ہونے لگا تو ملا عنایت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حسین نظام کے پاس آ گیا- نظام نے اس کی بہت قدر و منزلت کی-

جہانگیر دکنی کی کارروائی

خان جہان کی شکست کی بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کیا اور اسے ایک معقول لشکر کے ساتھ نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا- جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا سلسلہ ختم کر دیا- اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رام راج اور عادل شاہی لشکر میں غلہ نہ پہنچ سکا اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے-

رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ

جب پریشانی حد سے بڑھی تو رام راج اور عادل شاہ آشتی نامی قصبے میں آ گئے- یہاں انہوں نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی گرامی امراء کی سرکردگی میں قلعہ پرندہ کی فتح کے لیے روانہ کی جائے- اور بعد ازاں واپس آ کر احمد نگر کو حسین نظام شاہ کے قبضے سے نکالا جائے-

رام راج کی شرائط

حسین نظام شاہ کو دشمن کے اس منصوبے کی اطلاع ہو گئی وہ بہت پریشان ہوا' آخر کار اس نے قاسم بیگ اور شاہ حسن انجو کے مشورے سے رام راج سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اس سے صلح کی بات چیت شروع کی- رام راج نے صلح کی لیے تین شرطیں پیش کیں-

۱- کلیان کا قلعہ علی عادل کے سپرد کر دیا جائے-

۲- جہانگیر کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے-

۳- حسین نظام ہمارے پاس آئے-

جہانگیر دکنی کا قتل

حسین نظام نے اپنی اور ملک کی خیر ان شرائط کو منظور کر لینے ہی میں دیکھی اور ان کو پورا کرنے کے لیے مستعد ہو گیا- اس سلسلے میں اس نے ہمدردوں اور بہی خواہوں پر ظلم ڈھانے سے بھی دریغ نہ کیا- سب سے پہلے تو اس نے بغیر کسی سے مشورہ کیے اپنے چند خاص آدمیوں کو جہانگیر کے گھر روانہ کیا اور اس بے چارے کو جو مہمان تھا قتل کروایا-

رام راج کا تکبر

عماد الملک بڑا حیران ہوا اس نے اس سلسلے میں حسین نظام شاہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی اختیار کر لی- جہانگیر کے قتل کے بعد حسین نظام نے ایک کافر کے کہنے پر اپنے ایک بہی خواہ اور وفادار مخص کو قتل کر دیا- جب عماد الملک رخصت ہو گیا تو حسین نظام رام راج سے ملاقات کرنے کے لیے گیا- ملاقات کے وقت رام راج نے بڑے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اسی طرح سے حسین نظام شاہ کی دست بوسی کی-

besturdubooks.wordpress.com

نفرت کا اظہار

حسین نظام رام راج کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت جھلایا' راجہ کو زچ کرنے کے لیے اس نے اسی وقت بر سر محفل پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے۔ یہ دیکھ کر رام راج چراغ پا ہو گیا اور کنڑی زبان میں کہنے لگا۔ "اگر یہ شخص میرا مہمان نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ اس کے بعد رام راج نے خود بھی پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے۔

چپقلش کا خاتمہ

رام راج کے بھائیوں' تنکنادری اور تمراج نے قاسم بیگ اور ملا عنایت سے گفتگو کر کے معاملے کو وہیں ختم کر دیا اور حسین نظام اور رام راج میں صلح کی کوشش کرنے لگے۔ حسین نظام نے قلعہ کلیان کی چابی رام راج کے سپرد کر دی اور اس سے کہا میں یہ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ "رام راج نے یہ چابی علی عادل کو بھجوا دی۔ حسین نظام نے یہ سمجھا کہ رام راج کے غرور کا اصل سبب علی عادل ہے۔ اس خیال سے اس نے علی عادل سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا اس کے بعد تمام فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

قلعہ احمد نگر کی تعمیر

حسین نظام شاہ نے احمد نگر پہنچ کر اپنے کچے قلعے کو جو مسمار ہو گیا تھا تعمیر شروع کروائی' اس نے قلعے کو چونے اور اینٹ سے پختہ کروایا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا۔ اس نے قلعے کی تعمیر پر بہت توجہ صرف کی اور کچھ ہی عرصے میں یہ قلعہ بالکل تیار ہو گیا۔ حصار کے گرد اس نے ایک چوڑی اور گہری خندق کھدوائی' بادشاہ کی تقلید میں عام لوگوں نے بھی اپنے مکانات کو درست کروایا۔

بی بی خدیجہ کی شادی

۹۶۹ ہجری کے شروع میں حسین نظام نے اپنی بڑی بیٹی بی بی خدیجہ (جو خونزہ ہمایوں کے بطن سے تھی) کی شادی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین سے کر دی۔ انہیں دنوں عماد الملک نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا عماد الملک جو بہت کم عمر تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد

حسین نظام شاہ' قطب شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے ایام میں قطب شاہ نے اس سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ملا عنایت نے جو ان دنوں حسین نظام کا مقرب خاص تھا بہت کوشش کی اور حسین نظام کو مشورہ دیا کہ وہ ایک قاصد قطب شاہ کو پاس بھیجے۔

قلعہ کلیان کی فتح کا خیال

حسین نظام اور قطب شاہ میں اچھے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کے قریب ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان دونوں نے یہ بھی طے کیا کہ قلعہ کلیان کو فتح کیا جائے' اگر رام راج اور علی عادل اس سے مزاحمت کریں تو حسین نظام' رام راج سے لڑائی کرے اور قطب شاہ' علی عادل کو سمجھے۔

ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی

۹۷۰ ہجری کے شروع میں نظام شاہ اور قطب شاہ نے قلعہ کلیان کے قریب ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ملے۔ حسین نظام نے اپنی بیٹی بی بی جمال کو ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ بیاہ دیا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت

besturdubooks.wordpress.com

منعقد کیا۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ پہلے کی طرح عاجز آ کر حسین نظام سے امان کے طالب ہوتے اور قلعہ اس کے سپرد کر دیتے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ علی عادل اور رام راج ایک زبردست لشکر لے کر اس طرف آ رہے ہیں۔

قلعے کے محاصرے سے دست برداری

برہان عماد الملک کو جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ جہانگیر خاں کے قتل کا بہت افسوس تھا' اس نے علی برید کے ساتھ اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ حسین نظام قلعہ کلیان کے محاصرے سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنے بال بچوں وغیرہ کو اپنے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ اور داماد جمال الدین حسن انجو کے ساتھ قلعہ اوسہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود پانچ سو ہاتھی اور سات سو توپ زن لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

دوسرے روز حسین نظام نے بیجانگر کے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کیے اور رام راج کی فوج کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی حسب توفیق اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور حسین نظام کے ہمراہ علی عادل برہان عماد الملک اور علی برید سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

خوفناک بارش

یہ دن اگرچہ برسات کے نہ تھے لیکن پھر بھی زبردست بارش ہوئی۔ تمام جنگل اور صحرا پانی سے بھر گئے' خندقیں اور کنوئیں پر آب ہو گئے۔ لشکر کی بڑی بری حالت ہوئی' سپاہی' گھوڑے اور ہاتھی سبھی خستہ حال ہوئے۔ سپاہیوں نے پریشان ہو کر اپنے ہتھیاروں کو اپنے سے علیحدہ کر کے پھینکنا شروع کر دیا۔ ادابے کیچڑ اور پانی میں دھنس گئے' الغرض ایک قیامت کا سماں ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی

بارش کے روز حسین نظام نے دیکھا کہ اب دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو وہ اپنی بڑی توپوں اور ارابوں کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس گیا۔ شاہ ابو القاسم انجو کے بھائی مرتضیٰ خاں کو (جو عادل شاہی امراء میں سے تھا) اس کام کے لیے مقرر کیا گیا کہ وہ برکی امراء کے ساتھ میدان جنگ میں جا کر اپنے لشکر کو اس طرح نمایاں کرے کہ دشمن کے سپاہی لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اتفاق سے مرتضیٰ اس جگہ پر پہنچا جہاں توپوں کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

قطب شاہ پر دشمن کا حملہ

مرتضیٰ خاں ان ارابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً علی عادل کے پاس چند آدمی بھیج کر اسے مال غنیمت کی خبر دی۔ علی عادل اور رام راج نے اپنے لشکریوں کو اس جگہ بھیج کر ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کی قیام گاہ پر پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری

قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور اس جگہ سے مفرور ہو گیا اور حسین نظام شاہ کی قیام گاہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا قطب شاہ کا جملۃ الملک' مصطفیٰ خاں اردستانی بہت ہی غیرت مند اور بہادر انسان تھا۔ اس نے دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھا اور بہت

besturdubooks.wordpress.com

غصے میں آیا' فوراً اپنا لشکر تیار کیا اور ناقوس جنگ بجوا دیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہونے لگی' مصطفیٰ خاں دیر تک ثابت قدم رہا۔ اس دوران میں حسین نظام شاہ بھی اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کے دست برد سے محفوظ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے اپنے تمام امیروں اور منصب داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ "میں ان توپ خانوں کی وجہ سے رام راج سے جنگ کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل شاہ کے مقابلے پر لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اب صورت حال بدل گئی ہے' قطب شاہ ایسے عادل شاہی امیر مرتضیٰ خاں کے خوف سے بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ہے اور تمام توپ خانے دشمن کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں دشمن سے جنگ کرنا مناسب ہے۔"

امراء کی رائے

امیروں نے حسین نظام شاہ کو جواب دیا۔ "موجودہ حالت میں دشمن سے معرکہ آرا ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے اگرچہ اس وقت لڑائی کی گئی تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا اور خواہ مخواہ جان و مال کا نقصان ہو گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحال آپ لڑائی کا ارادہ ترک فرمائیں اور اپنے ملک کو واپس چلیں۔ آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو دشمن سے سمجھ لیا جائے گا۔

احمد نگر کو واپسی

اس کے بعد پہلے کی طرح علی عادل' امیر برید اور رام راج لڑائی کرنے کے ارادے سے نظام شاہی لشکر کے قریب آئے۔ نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنے لشکر کو سنبھالا اور احمد نگر کی طرف چلے گئے۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

دشمن نے ان دونوں کا تعاقب کیا' اس وجہ سے نظام شاہی لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسین نظام شاہ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سوار نہ رہے۔ خستہ حالی کے باوجود نظام شاہ نے اپنے چتر و علم کو بلند کیے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ دشمن کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اس کو گھیر رکھا تھا' لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ حسین نظام شاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا۔

پابندی نماز

حسین نظام شاہ نماز کا بہت پابند تھا اور پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا۔ دوران سفر میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کا نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اراکین سلطنت نے حسین نظام سے کہا۔ "موجودہ صورت حال میں گھوڑے سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے' بہتر یہی ہے کہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھ لیں۔" حسین نظام نے جواب دیا۔ "خدا نہ کرے کہ میں اس انداز میں نماز ادا کروں۔"

اس کے بعد حسین نظام گھوڑے سے اترا اس کی کمر بندھی ہوئی تھی' اس عالم میں اس نے بڑے وقار کے ساتھ نماز ادا کی۔ دشمن کے سپاہی دور کھڑے ہو کر حسین نظام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔ نماز پڑھنے کے بعد حسین نظام کو یہ خیال آیا کہ شیعہ مذہب میں کمر باندھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔

اہل تعاقب کی واپسی

نماز کے بعد بادشاہ نے اپنی کمر باندھی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس تمام وقت میں دشمن کے لشکری خاموش کھڑے رہے۔

besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ "جب ہم ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ ہر طرف سے غافل تھا کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کی کیا توقع رکھی جائے۔" اس کی بعد دشمن نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اور حسین نظام کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا۔ "بہادری اور مردانگی آپ کی ذات پر ختم ہے ہم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تاکہ خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

جنیر کی روانگی

حسین نظام راستہ طے کرتا ہوا اوسہ کے مقام پر پہنچا' یہاں سے اس نے شہزادہ مرتضٰی کو اپنے ساتھ لیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نگر پہنچ کر اس نے قطب شاہ کو رخصت کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ رام راج' علی برید' عادل شاہ اور برہان عماد الملک جلد از جلد احمد نگر پہنچنے والے ہیں تو اس نے لشکر کو غلے' لشکر اور آتش بازی کے آلات سے مضبوط و مستحکم کیا اور خو جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر میں دشمن کی آمد

دشمن ایک بھاری جمیعت کے ساتھ احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے ہندوؤں نے مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ مسجدوں کی بے انتہا بے حرمتی کی گئی' مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض ظلم و ستم کا بازار پوری قوت کے ساتھ گرم کیا گیا۔ عادل شاہ کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت رنج ہوا لیکن وہ ہندوؤں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

اس نے رام راج سے کہا میرا خیال ہے کہ یہاں کے قلعے کا محاصرہ کرنا خالی از فائدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ حسین نظام شاہ کا تعاقب کریں۔ رام راج کو یہ رائے پسند آئی' اس نے برہان عماد الملک اور علی برید کو رخصت کر دیا۔ اور خود علی عادل کو لے کر حسین نظام شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی

حسین نظام کو جب دشمن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ نظام شاہی امراء جن میں رستم خاں حبشی اور ساباجی بھی شامل تھے۔ دشمن کے لشکر کے آگے اور پیچھے کی طرف روانہ کر دیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت دشمن تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد حسین نظام نے تمام سازو سامان کے سات جنیر سے کوچ کیا اور پل ندی کی طرف جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہو گیا۔

شاہی حکم کے مطابق رستم خاں حبشی قصبہ کانور کے قری پہنچا اور اس نے ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا' جن کے ذریعے دشمن کو غلہ اور سامان ضرورت پہنچایا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک روز جب کہ علی عادل مع اپنے خالو کے شکار میں مصروف تھا' رستم خاں حبشی نے اس پر حملہ کر دیا' اگرچہ دشمن کی فوج رستم خاں کی فوج سے کئی گناہ زیادہ تھی لیکن رستم خاں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ علی عادل کا خالو اس معرکے میں کام آیا۔ رستم خاں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے تلوار کے گھاٹ اتر گیا' جو نظام شاہی لشکر کے سپاہیوں سے بچ گئے وہ بڑی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

زبردست سیلاب

رستم خاں حبشی کی بہادری اور مردانگی کی وجہ سے علی عادل اور رام راج دونوں ہی کچھ سہم گئے۔ اسی اثناء میں برسات کا موسم آگیا اور چند روز بعد دونوں فرمانروا احمد نگر واپس آ گئے۔ رام راج نے نہر سین کے کنارے اپنے خیمے لگائے اور علی عادل' رام راج سے کچھ فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ احمد نگر کے شمال میں زبردست بارش ہوئی اور رات کے وقت شہر میں زبردست سیلاب آگیا۔

besturdubooks.wordpress.com

رام راج کے لشکر کی تباہی

اس سیلاب کی وجہ سے رام راج کے لشکر میں بڑی تباہی آئی۔ بیس امیر' تین سو ہاتھی (جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے) اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رام راج کے ملازمین خاص تھے۔ اس سیلاب کی نذر ہو گئے' ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے قارئین کرام گھوڑوں اور پیادوں کی تعداد کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

رام راج کی واپسی

رام راج نے اس واقع کو اپنے حق میں بدشگونی سمجھا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے نلدرک کے قلعے کو نئے سرے سے بنوایا اور رام راج سے کہا۔ "اگر آپ پسند کریں تو میں قلعے کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اسے آئندہ سے "رام ورک" کہا جائے۔ رام راج نے علی عادل کی تجویز سے اتفاق کیا۔ علی عادل اور رام راج دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد پر واقع ہے' پہنچے۔

رام راج کی ہوس

قصبہ برکی پہنچ کر رام راج کی ہوس نے پاؤں پھیلائے اور اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے برسات کے بہانے سے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ انجو کی حرکت

علی عادل نے نلدرک کا علاقہ مرتضیٰ انجو کے حوالے کیا اور خود واپس آ گیا۔ مرتضیٰ انجو کبھی کبھی شولاپور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ نے مرتضیٰ خاں کی اس حرکت کو علی عادل کی خواہشات کا نتیجہ سمجھا اور اس کے دفعیے کے لئے قلعہ شولاپور کو مستحکم کرنے کا ارادہ کیا۔

مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ

حسین نظام نے قلعہ شولاپور میں غلے کی بارہ ہزار بوریاں شاہ محمد انجو فرہاد اور ادہم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیں' مرتضیٰ خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے برکی امراء کے ہمراہ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شولاپور اور پرندہ کے درمیان فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سید تقی اور شمشیر خاں نامی دو اشخاص آپس میں لڑ پڑے۔ سید تقی کو گرفتار کر کے ہاتھی پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے سپاہی میدان جنگ میں آ گئے۔

نظام شاہیوں کی شکست

نظام شاہی امراء دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ انہوں نے ایک سو بیس ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ دیا جن پر دشمن نے قبضہ کر لیا برکی امیروں نے اپنی عادت اور دستور کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے غلے کی بہت سی بوریوں کو آگ لگا دی اور بہت سی بوریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

ایک حبشی کا واقعہ

اسی اثناء میں ایک حبشی غلام قیدی نے جسے باندھ کر ہاتھی پر سوار کیا گیا تھا رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ مرتضیٰ خاں نے اس کا شور سن کر اس سے کہا تو کس لیے روتا ہے؟ اگر تجھے روزگار کی فکر ہے تو اس کی پرواہ نہ کر میں تیری گزر بسر کا انتظام کر دوں گا اور اگر تو اپنے مالک کے

besturdubooks.wordpress.com

پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔" حبشی غلام نے اس کے جواب میں کہا "میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" مرتضیٰ خاں نے اسی وقت اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ حبشی اس وقت دوڑتا ہوا مفرور امراء شاہ محمد وغیرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: "عادل شاہی امراء اس وقت لوٹ مار میں مشغول ہیں اور ہر طرح سے بے خبر اور غافل ہیں۔ مرتضیٰ خاں اس وقت تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ہاتھیوں کے بدلے میں گرفتار کر لیا جائے۔

مرتضیٰ خاں کی گرفتاری

محمد باقر نے اسی وقت دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مرتضیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور اسے حراست میں لے لیا۔ محمد باقر مرتضیٰ خاں کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی اور واپسی

حسین نظام شاہ نے ایک بار پھر غلے کی بارہ ہزار بوریاں فراہم کیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد قلعہ شولاپور جا پہنچا۔ اور ان بوریوں کو اہل قلعہ کے سپرد کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔ آنے اور جانے میں اس نے بارہ دن صرف کیے۔

قیدیوں کی رہائی

اس واقعہ کے بعد فریقین کے چند آدمی بیچ میں پڑے اور ان کے واسطے سے یہ طے پایا کہ ہر فریق ایک دوسرے کے قیدیوں کو سرحد پر لے جا کر چھوڑ دیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لایا گیا ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ایک طرف سے مرتضیٰ خان کو رہا کیا گیا اور دوسری طرف سے شاہ تقی کو۔ اول الذکر بیجاپور کی طرف چلا گیا اور ثانی الذکر احمد نگر کی طرف۔

جنگ سے کنارہ کشی

ان حالات کے بعد حسین نظام شاہ نے معرکہ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ملکی اور مالی امور کو قابل اور دانش مند امراء کے سپرد کیا۔

فرماں رواؤں کی باہمی دوستی

"وقائع عادل شاہی" میں رقم ہے کہ تمام ممالک کے صلح پسند لوگوں کی کوششوں سے تینوں فرماں رواؤں نے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ حسین نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دی گئی اور شولاپور کا قلعہ جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دے دیا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی ہدیہ سلطان کا عقد مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور ان دونوں خاندانوں نے جو مذہب شیعہ کے پیرو تھے باہمی اتحاد و خلوص اور دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

رام راج کی تباہی کی تیاریاں

جیسا کہ علی عادل شاہ کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے کہ ۹۷۲ ہجری میں عماد الملک کے علاوہ دکن کے تمام فرماں رواؤں نے رام راج کی تباہی و بربادی کا ارادہ کیا جو اپنے آپ کو بہت بڑا حاکم سمجھتا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نظام شاہ، قطب شاہ، برید شاہ اور عادل شاہ چاروں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہوئے۔ اور ان لوگوں نے دریائے کشنا کو پار کر کے ہنگری ندی کے کنارے پر (جو دریائے کشنا سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

رام راج کا جاہ و جلال

رام راج نے ایک زبردست لشکر تیار کیا جو ستر ہزار سواروں اور نو لاکھ پیادوں پر مشتمل تھا (جن میں بیشتر شاہی توپچی اور تیر انداز تھے) اور مسلمان بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے جب رام راج کی شان و شوکت دیکھی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر رام راج ان عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور آئندہ کسی قسم کی ہنگامہ خیزی نہ کرے تو اس سے صلح کر لی جائے۔

رام راج کے لشکر کی تیاری

رام راج مسلمانوں کو کمزور اور خستہ حال سمجھتا تھا۔ اس نے دکنی بادشاہوں کی خواہش کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنے آدمیوں کو ان سے مقابلے پر روانہ کیا۔ تنکنادری پچیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ علی عادل کے سامنے آیا۔ ایتم راج بیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر قطب شاہ اور علی برید کے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ خود رام راج پینتیس ہزار سواروں اور گرد و پیش کے دو ہزار راجاؤں پانچ لاکھ پیادوں اور تقریباً ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ حسین نظام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

لشکر کی ترتیب

رام راج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو گرفتار کر لیا جائے اور ان دونوں کو زندگی بھر کے لیے پابہ زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اپنے میمنہ اور میسرہ کو حسین شاہ کا سر کاٹ کر لانے کی ہدایت کی۔ اس نے میمنہ پر تمراج کو اور میسرہ پر اپنے دیگر نامی گرامی امیروں کو متعین کیا اور قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمان فرماں رواؤں نے بھی اپنے لشکر کو منظم و مرتب کیا۔ عادل شاہ نے میمنہ کو علی برید اور قطب شاہ نے میسرہ کو سنبھالا۔ حسین نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا ان فرماں رواؤں نے بارہ اماموں کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بجوایا۔ حسین نظام نے چھ سو اراب توپ زنبورک اور ضرب زن کے اپنے سامنے تین قطاروں میں کھڑے کروائے۔ ان قطاروں کی ترتیب یہ تھی کہ بڑی توپوں کے دو سو اراب سب سے آگے لگائے گئے۔ اس قطار کے پیچھے دو سو ارابے ضرب زن (یعنی متوسط درجے کی توپیں) کے لگائے گئے۔ اور تیسری قطار زنبوروں کی زنبورک ایک خاص نوعیت کی چھوٹی توپ ہوتی ہے جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔

آغاز جنگ

یہ تمام توپیں بارود اور گولوں سے بھر دی گئیں اور ان کی نگرانی کا فرض رومی خاں کے سپرد ہوا جو آتش بازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی اثناء میں حسین نظام کے تیر اندازوں نے رام راج کی فوج کو توپ خانے کے سامنے دھکیل دیا۔ رومی خاں نے فوراً بڑی توپوں کو چلانا شروع کر دیا' اس کے بعد ضرب زنوں سے گولہ باری کی گئی اور پھر زنبورکوں سے اس کارروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رام راج کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

رام راج اور لشکر کی دل داری

رام راج نے جب مسلمانوں کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ محتاط ہو گیا اور فوراً اپنے سنگھاسن سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے فوراً زربفت کے شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ اس شامیانے میں ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ نے اپنے دونوں طرف ہون و

bestfreebooks.wordpress.com

پر تاب (سکے) کے ڈھیر لگائے اور بغیر کسی حساب کے اپنے سپاہیوں کو سونا تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ رام راج نے ان سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر خوب جی کھول کر لڑنے کے لیے ہدایت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو سپاہی بہادری کا شاندار مظاہرہ کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

رام راج کا حملہ

رام راج کے میمنہ اور میسرہ نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ بھی عادل شاہی اور قطب شاہی لشکر میں انتشار اور سراسیمگی پھیل گئی۔ اور ہر شخص یہ خیال کرنے لگا کہ ہندوؤں کو فتح حاصل ہو گئی۔

دوبارہ گولہ باری

اس صورت حال کے پیش نظر حسین نظام شاہ نے اپنے ساتھیوں کو پیغام دیا: "خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ ابھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ لہٰذا آپ لوگ ثابت قدم رہیں اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں" رومی خاں نے دوبارہ توپوں میں بارود بھرا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سپاہی اور کچھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ مارے گئے۔

ہاتھیوں کی لڑائی

اس دوران میں کشور خاں ساتھ آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کو ساتھ لے کر نظام شاہی ارابوں کے پیچھے سے نکل کر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایک گھمسان کا رن پڑا فریقین ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی جان توڑ کوشش کرنے لگے۔ اتفاق سے حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا اور جو رومی خاں کے ساتھ تھا اس نے رام راج کے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے دوڑا اور رام راج کے شامیانے کے قریب پہنچ کر دشمن کو تلاش کرنے لگا۔ ہاتھیوں کی اس لڑائی سے رام راج بہت پریشان ہوا اور اپنی کرسی سے اٹھا اور اپنے سنگھاسن پر سوار ہو گیا۔

رام راج کی گرفتاری

دونوں ہاتھی لڑتے ہوئے راجہ کے سنگھاسن کے قریب پہنچ گئے۔ وہ مزدور جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ڈر گئے' انہوں نے سنگھاسن کو پھینکا اور خود بھاگ نکلے۔ نظام شاہی ہاتھیوں کے مہابت نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سنگھاسن کو سونڈ میں لپیٹ لے اسی دوران میں رام راج کے ایک ملازم نے مہابت سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی۔ مہابت سمجھ گیا کہ سنگھاسن پر راجہ سوار ہے لہٰذا اس نے رام راج کو ہاتھی کی سونڈ کے ذریعے اوپر کھینچ لیا اور اسے گرفتار کر کے رومی خاں کے پاس لے آیا۔

رام راج کا قتل

رومی خاں نے فوراً رام راج کو حسین نظام شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ حسین نظام نے اسی وقت راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا' پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر بلند کر کے دشمن کو دکھایا۔ بیجا نگر کے سپاہیوں نے جب اپنے حاکم اعلیٰ کا یہ حشر دیکھا تو وہ فوراً میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ رام راج کے بھائی عادل شاہ اور قطب شاہ کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر راجہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے۔ انہیں جب راجہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتح

مسلمان بادشاہوں نے مفرور ہندوؤں کا اناگندی کے مقام تک جو بیجا نگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تعاقب کیا۔ صحیح روایت کے

besturdubooks.wordpress.com

مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ ہندو مارے گئے اور بہت سی دولت اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمان فرماں رواؤں نے مال غنیمت میں سے صرف ہاتھی خود لے باقی سب کچھ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔

بیجانگر کی تباہی

حسین نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھس بھر کرا سے تقال خاں براری کے پاس بھجوا دیا۔ تقال خاں رام راج کا بہی خواہ تھا اور اس کے اشارے سے احمد نگر کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا رہتا تھا۔ مسلمان فرماں روا بعد میں اناکندی سے بیجانگر گئے اور اس شہر میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک (یعنی ۱۰۲۰ ہجری تک اس شہر میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔)

مسلمان بادشاہوں کی واپسی

تنکناوری اب مجبور و معذور تھا' اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کے وہ پرگنے جن پر رام راج نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا ان کو واپس لوٹا دیئے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا مسلمانوں سے صلح کر لی اس کے بعد مسلمان فرماں روا اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ کا انتقال

حسین نظام شاہ بھی احمد نگر پہنچا عیش و عشرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہونے لگی وہ سخت بیمار ہوا اور احمد نگر میں آنے کے گیارہ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پورے گیارہ سال تک احمد نگر پر حکمرانی کی۔

اولاد

حسین نظام نے چار شادیاں کیں۔ جن کے بطن سے چار بیٹیاں اور ۴ بیٹے پیدا ہوئے جب بادشاہ کا انتقال ہوا۔ تو یہ آٹھوں بقید حیات تھے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کے بطن سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے' جن کے نام یہ ہیں۔

چاند بی بی (جس کی شادی علی عادل سے ہوئی) اور بی بی خدیجہ جو جمال الدین حسین انجو سے بیاہی گئی۔

دوسری بیویوں کے بطن سے دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آقا بی بی (مہ عبدالوہاب بن عبدالعظیم) اور بی بی جمال جس کی شادی ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ

تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی

حسین نظام کے بعد سلطنت احمد نگر کی عنان اقتدار مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ آئی۔ اس کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کی وسعت میں بڑا اضافہ ہوا اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصہ لیا۔ سیدوں' شیعہ عالموں اور دیگر مستحقین کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔

خلل دماغ

فتح برار کے بعد مرتضیٰ نظام کی ذہنی حالت معمول پر نہ رہی۔ دماغ میں خلل آ گیا اور خلوت نشین ہو گیا اس زمانے میں دو ایک ملازمین خاص کے علاوہ بادشاہ کے پاس کوئی اور نہ جاتا تھا۔ ملکی و مالی امور کو امراء اور اراکین سلطنت انجام دیتے تھے۔ جب کبھی امیروں کو کوئی مشکل پیش آ جاتی یا کوئی اہم کام پڑ جاتا تو وہ ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے۔ مرتضیٰ نظام اس عریضے کا کوئی معقول جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

امن و اطمینان

دماغی خلل کا یہ عالم تقریباً سولہ سال تک رہا "راقم الحروف مورخ فرشتہ" نے آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ کسی کی زبانی سنا ہے کہ کوئی بادشاہ اس انداز سے سولہ سال تک خلوت نشین رہا ہو اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا ہو۔

مرتضیٰ شاہ کی والدہ کے اختیارات

راقم الحروف اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی گروہ میں داخل ہوا۔ مرتضیٰ نظام جس وقت تخت نشین ہوا وہ زمانہ اس کے شباب کا تھا اس لیے چھ سال تک انتظام حکومت اس کی والدہ کے ہاتھوں رہا۔ ملکہ نے اپنے بھائیوں مسمی تاج خاں اور عین الملک کا نیز ایک خواجہ سرا اعتبار خاں نامی کو امرائے کبار میں شامل کیا اور انہیں ہر طرح کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری

ملکہ نے ملا عنایت اللہ کو پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا وہ روزانہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورے سے امور سلطنت انجام دیا کرتی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی مصروفیات کھیل کود تک محدود تھیں وہ عربوں اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارتا تھا اور سلطنت کے کاموں میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا۔ ملکہ یعنی مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کا نام خونزہ ہمایوں تھا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

اسی زمانے میں علی عادل شاہ نے موقع پا کر رائی کندنی کا شہر اور بیجانگر کو فتح کرنے کے لیے عسکری تیاریاں کیں اس کی یہ خواہش تھی کہ رام راج کے بیٹے تمراج کو اس علاقے سے نکال کر تلنگانہ کا فرماں روا بنا دے اور خود بیجانگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لے۔ تلنگانہ کے حاکم تلنگانہ کو جب علی عادل کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد کی درخواست کی۔

besturdubooks.wordpress.com

مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر

مرتضیٰ نظام شاہ تنکناوری کی درخواست منظور کر لی اور ملا عنایت اللہ کے مشورے سے بیجانگر کی طرف روانہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کیا نظام شاہ بیجانگر کے قریب پہنچا اور علی عادل جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی لنگی سے بیجاپور آیا اور نظام شاہ کے مقابلے میں صف آراء ہوا۔

علی عادل شاہ سے صلح

دونوں لشکر اگرچہ ایک دوسرے کے سامنے لڑائی کی غرض سے آئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی فریقین نے صلح پسند ارکان بیچ میں پڑے اور انہوں نے کہا: "دو ہم مذہب فرماں رواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنا زیب نہیں دیتا۔ مناسب یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے۔" چنانچہ دونوں میں صلح ہو گئی اور نظام شاہی لشکر واپس احمد نگر آ گیا۔

برار پر حملہ

اس واقعہ کے ایک سال بعد مرتضیٰ نظام اور علی عادل شاہ نے آپس میں کرتقال خاں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور اس سبب سے کہ تقال خاں نے بیجانگر کے ہنگامے میں ان حکمرانوں کے ساتھ نہ دیا تھا۔ برار پر حملہ کر دیا مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے ایلچ پور تک سے تمام علاقے کو تباہ و برباد کیا کشت و خون کا بازار گرم کیا اور یوں تقال خاں سے حسب منشا انتقام لیا اسی زمانے میں برسات کا موسم آ گیا تقال خاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت ہی دولت دے کر اسے راضی کر لیا۔ علی عادل نے برسات کا بہانہ بنایا اور مرتضیٰ شاہ سے ہمراہ واپس آ گیا۔

قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ

۹۵۰ھ میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قصبہ چاکنہ سے بیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے تسخیر کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سرحد کی طرف بھیجا۔

کشور خاں کا اقتدار

خونزہ ہمایوں کو جب اس واقعہ کو علم ہوا تو اس نے چند دکنی امراء کو کشور خاں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ کشور خاں نے ان میدان میں قصبہ کچ کے قریب شکست دی اور یہ لوگ بحال تباہ احمد نگر واپس آ گئے۔ کشور خاں نے سرحد کے باشندوں کو اپنا بنا لیا ان سے رنج دور حریف کی فصلوں کا لگان جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتا ہے حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اس میدان میں جس میں اسے فتح حاصل ہوئی ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا اور پوری طرح صاحب اقتدار ہو گیا۔

ملکہ کی شکایت

خونزہ ہمایوں نے نظام شاہی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو جاگیر میں دے رکھا تھا۔ یہ امراء اپنے سپاہیوں کی معقول نگہداشت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے کشور خاں کے ہنگامے کو فرو کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ شاہی مصاحبین اس صورت حال سے پریشان ہوئے انہوں نے (شاہ جمال الدین حسین انجو' قاسم بیگ شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ) مرتضیٰ نظام سے خونزہ ہمایوں کی شکایت کی۔

مصاحبوں کی رائے

مرتضیٰ نظام شاہ نے مصاحبین سے کہا "حکومت کے تمام کارندے دربار کے تمام ملازم اور سارے شاگرد پیشہ ملکہ کے طرف دار ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

ایسی صورت میں اس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔" مصاحبین نے اس کے جواب میں کہا: "اگر حضور والا اجازت دیں تو ہم فرہاد خاں' اخلاص خاں اور حبشی خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے اقتدار سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔" مرتضٰی نظام نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔

ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ

ان مصاحبوں نے حبشی سرداروں سے سازباز کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ لوگ سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ اس وقت فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔" بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔

افشائے راز

اتفاق سے ملکہ خونزہ ہمایوں نے کسی ضرورت کی وجہ سے مرتضٰی نظام کو حرم کے اندر بلوا بھیجا۔ مرتضٰی نے یہ سمجھا کہ ملکہ کو سازش کی اطلاع ہو گئی ہے وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے آپ کو بحال رکھنے کے مقصد سے اس نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا: "فلاں فلاں امیروں نے سازش کر کے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔"

شاہ جمال کی گرفتاری

ملکہ نے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی دشمنوں کے منصوبے کو کچلنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کے وقت اس نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر شاہ جمال الدین حسین کو بلوایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ فرہاد خاں وغیرہ کو جب شاہ جمال کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ مرتضٰی خاں اور شاہ احمد اپنے پیادوں کے ہمراہ جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سید مرتضٰی سبزواری' خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دوسرے غیر ملکی امراء کو بھی اس سازش میں شریک قرار دیا گیا۔ لہٰذا یہ لوگ بھی جلد از جلد قلعہ سے باہر آ گئے۔

غیر ملکی امراء کا فرار

ملکہ نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو مرتضٰی خاں کی گرفتاری کے لیے متعین کیا۔ مرتضٰی خاں کو یہ پتہ چلا تو وہ سید مرتضٰی سبزواری دبیر اصفہانی اور دوسرے غیر ملکی امیروں کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ساتھی ساری رات کالا چبوترہ کے میدان میں کھڑے رہے۔ ان امیروں نے آدمی بھیج کر اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو یہیں بلوا لیا اور گجرات کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ کا پیغام

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان امیروں کو یہ پیغام بھجوایا "تم لوگ جب اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر کس لیے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو۔ تمہیں چاہیے کہ فوراً اپنے مکانات کو واپس آ جاؤ اور پہلے کی طرح یہاں آ کر رہو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہیں اسی پر عمل کرنا چاہیے۔"

قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات

ان امیروں نے ملکہ کے پیغام کو مصلحت پر محمول کیا اور اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ دوسری بار خونزہ ہمایوں نے قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا قریبی دوست تھا ان امراء کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے حبشی امراء کو ملکہ کا پیغام دیا ان امیروں نے جواب دیا "جو کچھ ہوا یا

besturdubooks.wordpress.com

ہونے والا ہے اس میں ہم تم سبھی شریک تھے اور ملکہ اس سے بخوبی واقف ہے اس وقت ملکہ یہ چاہتی کہ ہمیں بہلا پھسلا کر اپنا انتقام لے تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

حبشی امراء کی گجرات کو روانگی

حبشی امیروں کی بات قاسم بیگ کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے بیٹے کمال الدین حسین کو ہمراہ لیا اور حبشیوں کے پاس آگیا۔ اس نے اپنے جمع کردہ جواہرات کا صندوقچہ خفیہ طور پر شاہ طاہر کے بیٹے شاہ رفیع الدین کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ فرہاد خاں اسی رات تمام لوگوں کے ساتھ گجرات کی طرف چل دیا۔

تعاقب

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان کے تعاقب میں اپنے چند آدمیوں کو بھیجا۔ اخلاص خاں اور حبشی خان واپس احمد نگر آ گئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوف زدہ تھے جلد از جلد گجرات کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر اہل تعاقب نے ان لوگوں کو جا لیا اور قاسم بیگ کے سترہ سالہ فرزند کمال الدین کو گرفتار کر لیا۔ نظام شاہی ملازم چونکہ غیر علاقے میں زیادہ دیر نہ رہ سکتے تھے اس لیے جلدی احمد نگر واپس آ گئے۔

کمال الدین کی گرفتاری اور رہائی

ملکہ جب دشمنوں کی طرف سے اچھی طرح مطمئن ہو گئی تو اس نے کمال الدین حسین کو قلعہ وروب میں نظربند کر دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ملکہ نے اسے رہا کر کے عہدے اور جاگیر سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ملکہ اقرباء پروری اور اعزہ نوازی میں منہمک ہو گئی۔ اس نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں سے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر کے انہیں بیجاپور سے طلب کیا اور فرہاد خاں اور قاسم بیگ کو بھی یہی پیغام دیا۔

قسم بیگ کی وفات

فرہاد خاں تو احمد نگر واپس آگیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات ہی میں رہنا پسند کیا۔ اس نے ایک معتمد شخص کو شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بھیجا اور اپنی امانت طلب کی۔ شاہ صاحب نے وہ سربمہر صندوقچہ اس آدمی کے ہاتھ قاسم بیگ کو بھجوا دیا۔ قاسم بیگ نے صندوقچہ کھولا اس میں سب چیزیں تھی لیکن ایک تھیلی جس میں بہت سے قیمتی اور گراں قدر جواہرات تھے غائب تھی۔ قاسم اس صدمے کی تاب نہ لا سکا اور بیمار پڑ گیا کچھ عرصے تک وہ اس غم میں گھلتا رہا اور آخر کار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ملا عنایت اللہ کی نظربندی

ملکہ خونزہ ہمایوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کشور خان کا اقتدار زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اس کی اصل وجہ ملا عنایت اللہ ہے اور وہی کشور خاں سے ساز باز کر کے اس کی قوت و اقتدار میں ترقی کا باعث ہے اس خیال کے پیش نظر ملکہ خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظربند کر دیا۔

ملکہ کی گرفتاری کی سازش

۹۷۷ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے فوج تیار کی اور اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر کشور خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی۔ جب شاہی لشکر دامن کانور میں پہنچا تو شاہی مصاحبین ملا حسین تبریزی، شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ نے دوبارہ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے اکسایا۔ مرتضیٰ نظام اپنی والدہ کے اقتدار سے سخت عاجز تھا وہ فوراً اس امر کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے امراء کے مشورے کے مطابق اس سلسلے میں کوشش کرنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

شکار کا ارادہ

مرتضیٰ نظام نے ملکہ خونزہ ہمایوں سے کہا: "میرا جی شکار کھیلنے کو چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو کل صبح شکار کے لیے چلا جاؤں۔" ملکہ نے بخوشی اجازت دے دی بادشاہ نے اخلاص خاں' حبشی خاں اور فرہاد خاں سے کہا: "میں کل شکار کے لیے جاؤں گا بیشتر امراء میرے ساتھ چلیں گے بہتر ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔"

روانگی

دوسرے روز بادشاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تاج الدین اور عین الملک کے علاوہ باقی تمام امیر بادشاہ کے ہم رکاب ہوئے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں بہت ہی سمجھ دار اور دانش مند خاتون تھی۔ اس نے بادشاہ کے اس طرح امیروں کے ساتھ جانے کے خلاف مصلحت سمجھا لہٰذا اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر خود بھی روانہ ہوئی۔

گردش تقدیر

ملکہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی واپس اپنی قیام گاہ پر آگئی۔ تمام ملازمین بھی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چلے گئے اور شاہی بارگاہ میں کوئی نہ تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو بہت ہی درشت مزاج کا تھا اپنی والدہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا پھر اس کے پیچھے پیچھے اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو بھی اپنے خاصہ کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر امیر بھی روانہ کیے گئے۔

حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات

حبشی خاں ملکہ کے سراپردہ کے قریب پہنچا ملکہ کو اس کے ارادے کی خبر ہوگئی۔ لہٰذا اس نے ترکش خنجر اور تلوار وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ حبشی خاں بھی گھوڑے پر سوار تھا' اسی عالم میں وہ ملکہ کے قریب گیا اور کہا: "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردے میں بیٹھ جائیں اور حکومت کے کاموں میں بالکل دخل نہ دیں۔"

ملکہ کی گرفتاری

یہ سن کر خونزہ ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا: "اے غلام تیری یہ ہمت! یہ مجال کہ آج تو اس انداز سے مجھ سے مخاطب ہے۔ حبشی خاں نے ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتارنے کی کوشش کی۔ ملکہ نے اپنا خنجر نکال لیا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا۔ حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ پکڑ کر مروڑا اور خنجر ملکہ کے ہاتھ سے گر گیا اگرچہ عین الملک اور تاج خاں وہاں موجود تھے لیکن انہوں نے اپنی بہن کی کوئی مدد نہ کی اور اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ حبشی خاں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملکہ کو گرفتار کر کے پالکی میں بٹھا دیا اور مرتضیٰ نظام کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اپنی ماں کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔

شاہانہ نوازشیں

اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے تمام امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا ملا۔ حسین تبریزی کو "خان خاناں" کا خطاب اور پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ قاسم بیگ کے بیٹے کمال الدین حسین کو جو گجرات میں واپس آگیا تھا اس کے باپ کو نام اور القاب سے نوازا گیا۔ مرتضیٰ خاں کو امرائے کبار کے گروہ میں شامل کیا گیا۔ شاہ احمد کو خطاب دیا گیا۔ اور اعتبار خاں کو جاگیر' گھوڑوں اور ہاتھیوں کا مالک بنا دیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب

مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحد گجرات پر پکڑا گیا اسے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا' لیکن تاج خاں ہاتھ نہ آیا وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں داخل ہو گیا اور اہل تعاقب ناکام و نامراد کف افسوس ملتے ہوئے واپس آ گئے۔

کشور خاں کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ دام کالو سے مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر واپس آیا۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کی گرفتاری کا واقعہ سن کر غریبوں کی ایک جماعت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور شاہانہ الطاف و کرم سے سرفراز ہوئی۔ مرتضیٰ نظام نے کشور خاں کی تباہی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے قلعہ دارور پر حملہ کر دیا۔ کشور خاں نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی۔ اس سے پہلے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کے لیے آتی' کشور خاں مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان

قلعہ دارور کی فتح کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے۔ اس لیے اس کی تفصیلی کیفیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ "مرتضیٰ نظام شاہ دارور سے ایک کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے مقیم ہوا۔ وہاں اس نے شاہ احمد' مرتضیٰ خاں دوسرے مقربین خاص کے ہمراہ خود کھانا پکانا شروع کیا۔ اسی دوران میں کشور خاں کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سربمہر لفافہ بادشاہ نے لفافہ کھولا اور اسے پڑھا۔ خط کی گستاخانہ عبارت پڑھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اسی وقت گھوڑے سوار ہو گیا اور کہا: "جب تک میں اس قلعے کو فتح نہ کر لوں گا گھوڑے پر سے نہ اتروں گا۔"

امراء کا مشورہ

بادشاہ نے قلعہ دارور کے قریب پہنچ کر دروازے کی طرف پیش قدمی کی' اس موقع پر خان خاناں' مرتضیٰ خاں اور دوسرے معز امیروں نے بادشاہ سے گزارش کی کہ "قلعے کو فتح کرنے کا یہ انداز مناسب نہیں ہے۔ ابھی تو آپ کے بدن سے سفر کی گرد بھی علیحدہ نہیں ہوئی اور ایسے مضبوط اور عظیم الشان قلعے کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

بادشاہ کا دلاورانہ جواب

مرتضیٰ نظام شاہ کے سر پر قلعے کی فتح کا بھوت سوار ہو رہا تھا۔ اس نے امیروں کے مشورے کی کوئی پروا نہ کی اور کہا: "اگر خدا کی مدد شامل حال ہے تو دروازے کے قریب پہنچ کر اس کو توڑ دوں گا اور قلعے کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا' لیکن اگر میرا آخری وقت آ چکا ہے تو پھر بھی مجھے اپنی آخری کوشش ضرور کرنی چاہیے' کیونکہ میں قلعے سے علیحدہ ہو کر بھی موت کے ظالم ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکوں گا۔"

قلعے کی طرف پیش قدمی

امیروں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا اور قلعے کی تسخیر کے لیے اسی طرح کوشاں رہے گا تو انہوں نے مرتضیٰ نظام سے ہتھیار باندھنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس سے بھی انکار کر دیا اس پر امراء نے اس سے کہا: "اسلحہ زیب تن کرنا حضرت صلعم کی سنت ہے۔" یہ سن کر بادشاہ ہتھیاروں سے آراستہ ہوا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر قلعہ کی طرف بڑھا۔

besturdubooks.wordpress.com

آتش بازی

اسی دوران میں اہل قلعہ نے برجوں پر آتش بازی شروع کر دی۔ ایک بار میں دو تین ہزار توپیں چلائی جاتی تھیں اور اس طرح ان گنت انسانوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کو موت کے دامن میں پناہ لینی پڑتی تھی۔ میدان جنگ، میدان حشر کا نمونہ بن گیا، لیکن پھر بھی مرتضیٰ نظام شاہ واپس نہ ہوا۔ وہ برابر چلتا رہا، یہاں تک کہ اس میں اور قلعہ کی دیوار میں صرف پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

اہل قلعہ کی خاموشی

اس موقع پر نظام شاہی فوج نے تیز اندازی شروع کر دی اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ اس ہنگامے میں دو تین گولیاں بادشاہ کی قریب سے بھی گزریں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس حالت کے باوجود کسی شخص کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرتا۔ الغرض دونوں طرف سے حریف کو مغلوب کرنے کی کوشش ہوتی رہی، اچانک اہل قلعہ کا شور ختم ہو گیا سبھی حیران ہوئے کہ آخر یہ خاموشی کیسی ہے؟

کشور کی موت

نظام شاہیوں کو اہل قلعہ کی خاموشی پر بہت تعجب ہوا۔ کہاں تو ایسا ہنگامہ اور کہاں یہ موت کی سی بے حسی! چند لوگ قلعے کی دیوار کی کھڑکیاں کھول کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ قلعہ خالی ہے تمام لوگ فرار ہو گئے ہیں۔ ایک طرف کشور خاں کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ کشور خاں کی موت ایک تیر لگنے سے واقع ہوئی تھی، ان لوگوں نے اس کا سر تن سے جدا کر کے قلعے کے ایک کنگرے پر لٹکا دی۔ مرتضیٰ نظام دشمن کے سر کو اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔

عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی

مورخین کا بیان ہے کہ کشور خاں کے قتل کے بعد مشہور و معروف عادل شاہی امیر عین الملک اور نور خاں دس بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر لے کر نظام شاہی علاقے میں داخل ہوئے اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان امیروں کے مقابلے کے لیے فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو پانچ، چھ ہزار سواروں کے ساتھ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی نگرانی میں روانہ کیا۔ یہ جماعت دشمن کے قریب پہنچ گئی۔ خواجہ اصفہانی نے امراء کو تو آگے بڑھایا اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔

معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست

فریقین نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ خواجہ اصفہانی نے ایک بڑی عمدہ چال چلی اس نے چالیس شاہی ہاتھی، سبز علم اور لشکر خاصہ کے چار سو سپاہیوں کو میدان جنگ میں دوڑا دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ خود میدان جنگ میں آ گیا ہے۔ عین الملک اور نور خان اس خبر کو صحیح سمجھے اور حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے۔ خواجہ اصفہانی نے ان دونوں کا تعاقب کیا، عین الملک مقتول ہوا اور نور خاں زندہ گرفتار ہوا اسے دارور کے قریب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

بیجاپور کی فتح کا ارادہ

اسی اثناء میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کیے ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں اتحاد کر کے بیجاپور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے عادل شاہی حدود میں داخل ہو گئے۔ عادل شاہ کے میر جملہ شاہ ابو الحسن نے سید میر تقی سبزواری کو مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا۔ "میں نظام شاہی خاندان کا پرانا بہی خواہ ہوں، میری وفاداری ظاہر ہے اور اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کر سکوں۔ اگر آپ اس نمک خوار کو

besturdubooks.wordpress.com

شرف ملاقات بخشیں تو آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہو گی۔"

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات

نظام شاہ نے اس درخواست کا یہ جواب دیا۔ "شاہ ابو الحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمام معاملات کو ان کے رائے اور مشورے سے طے کریں گے۔ شاہ ابو الحسن نے خان خاناں کے توسط سے واکدری میں مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی۔ شاہ صاحب نے بہت سے گراں قدر اور نایاب تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا آپ کے والد مرحوم نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہی خاندان سے دوستی رکھنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔ انہوں نے عادل شاہی فرانروا سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے رام راج جیسے عظیم الشان فراں روا کو شکست دی۔ اس وقت اگر کچھ عاقبت نااندیش اور نافہم ملازمین کی وجہ سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی ہے تو آپ کی بہادری اور معاملہ فہمی کے پیش نظر یہ سمجھنا چاہیے کہ فوراً زائل ہو جائے گی۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری دوستی پر بھروسہ کر کے عادل شاہ کی مخالفت پسندی فرمائی ہے، لیکن یہ بات آپ کی فراست فہم سے بعید ہے۔"

قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت

اس کے بعد شاہ ابو الحسن نے قطب شاہ کا ایک خط جو عادل شاہ کے نام لکھا تھا اور اس وقت شاہ صاحب کے پاس تھا، مرتضیٰ نظام شاہ کو دکھایا، اس خط میں قطب شاہ نے عادل شاہ سے دوستی اور اور بہی خواہی کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ شاہ صاحب نے مرتضیٰ نظام سے کہا۔ "اگرچہ ظاہری طور پر قطب شاہ آپ کے ساتھ ہے لیکن چوری چھپے اس کے مراسم دوسروں کے ساتھ بھی ہیں۔" اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کئے خان خاناں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کی۔

قطب شاہ کا فرار

مرتضیٰ نظام شاہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہوا اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قطب شاہ کو تنبیہہ کی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔ نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو نیست و نابود کر کے اس کا تعاقب کیا اور تمام راستے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔

شہزادہ عبدالقادر کی تجویز

قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جب دشمن کی یہ چیرہ دستیاں دیکھیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہی لشکر کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئی ہیں اور وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن پر پیچھے کی طرف سے حملہ کروں۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت ہی مناسب و موزوں ہے آپ کی رائے کیا ہے؟"

شہزادہ عبدالقادر کی موت

قطب شاہ جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور گولکنڈہ پہنچ کر اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ شہزادہ عبدالقادر کی بہادری اور شجاعت کوئی نیا رنگ نہ لائے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے عبدالقادر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں بعد اسی خوف کی وجہ سے قطب شاہ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی زندگی کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

شاہ ابو الحسن نے یہ پیغام بری کی خدمت کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اس نے علی عادل کی طرف سے مرتضیٰ نظام شاہ کی دوستی اور برادرانہ مراسم کی استواری کے سلسلے میں گفتگو کی اور اس سے وعدے لیے۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ملا عنایت اللہ کا قتل

ملا عنایت اللہ سے خان خاناں بہت ڈرتا تھا' اسے یہ خوف تھا کہ بادشاہ ملا عنایت اللہ کو دوبارہ پیشوائی کا منصب عطا کرے گا۔ اس خیال کے پیش نظر خان خاناں نے بادشاہ کو عجیب و غریب خبریں سنا کر اسے ملا عنایت کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ بعد ازاں خان خاناں نے ملا عنایت اللہ کے قتل کا فرمان حاصل کیا اور اس بے چارے کو موت کے دامن میں سلا دیا۔

ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی

ملا عنایت اللہ کے قتل کی وجہ سے ایک طرف تمام رعایا خان خاناں سے نفرت کرنے لگی وہاں دوسری طرف ابراہیم قطب شاہ بھی بہت تلملایا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

"مجھے اپنے سراپا لطف و کرم بھائی سے ہرگز ہرگز ایسی توقع نہ تھی کہ فتنہ پردازوں اور شرپسندوں کی باتوں میں آ کر میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کریں گے۔ آپ نے میرے ہاتھی گرفتار کر لیے ہیں' مجھے اس کا قطعاً غم نہیں ہے۔ آپ ان ہاتھیوں کو میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ تصور فرمائیے۔ مجھے حیرت و تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب آپ کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر عالی نسب اور شریف امیر موجود ہیں تو آپ نے استاد نوری جراح کے لڑکے کو کیا دیکھ کر وکیل السلطنت مقرر کیا ہے۔"

خان خاناں کی معزولی

مرتضیٰ نظام نے جب ابراہیم قطب شاہ کا خط پڑھا تو اسے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں قطب شاہ علی عادل کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھیوں کی واپسی کے لیے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ مرتضیٰ نظام نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شاہ جمال الدین کو وکیل السلطنت مقرر کر دیا۔

قلعہ ریکندہ پر حملہ

اس دوران میں اہل فرنگ نے بھی فتنہ پردازی شروع کی وہ اپنے قلعہ ریکندہ کے مضبوطی اور استحکام پر بے حد مغرور ہوئے۔ اور مسلمانوں کو حقیر اور پست جان کر ان کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے لگے۔ مرتضیٰ نظام نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے جمال الدین حسین شاہ' احمد مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چیول کے قریب واقع ہے حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کی طوالت

اہل فرنگ یعنی عیسائیوں نے اپنی مدافعت میں کوششیں کیں' لیکن محاصرہ دو سال تک قائم رہا اس دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں کبھی کبھار جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی ان جنگوں میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کا نقصان ہوتا تھا۔ عیسائیوں کی توپوں اور تفنگوں سے ان گنت مسلمان موت کے منہ میں چلے جاتے تھے' جب گولہ بازی ہوتی تھی تو نظام شاہی لشکر میں قیامت کا سماں نظر آتا تھا' مسلمان ایسے بدحواس اور پریشان ہو جاتے تھے کہ انہیں اپنے مردوں کو دفن کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی تھی۔

دکنی امیروں کی نادانی

مسلمانوں کے نقصان کی وجہ یہ تھی کہ دکنی امراء اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اور اپنا سارا وقت نقب کھودنے میں ضائع کر دیتے تھے' اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نردبان لگا کر قلعے کے اوپر چڑھا جائے اور پھر اہل قلعے کو مجبور کر کے انہیں مغلوب کر لیا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

اہل قلعہ کی پریشانی

عیسائی آتش باری کے فن میں مہارت کامل رکھتے تھے' ان کے مقابلے میں مسلمان اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ روزانہ اہل قلعہ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اس تجویز پر جب عمل کیا گیا تو اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں چلے جانے کا ارادہ کیا۔

عیسائیوں کی تدبیر

عیسائیوں میں سے کچھ لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ "قلعہ میں جو رقم موجود ہے کیوں نہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر اس کے باوجود بھی ہمارا کام نہ چل سکا تو پھر ہم اس قلعے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ اس تجویز کو سب عیسائیوں نے پسند کیا اور روپیہ دے کر نظام شاہی امیروں سے تعلقات قائم کیے۔

حبشی امراء کی غداری

نظام شاہی امراء جن میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں بھی شامل تھے۔ انہوں نے رشوت لے کر اہل قلعہ کو شراب اور دیگر سامان ضرورت پہنچانا شروع کر دیا۔ ان غدار حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ ہر رات کو ایک امیر اہل قلعہ کو سامان پہنچاتا رہے۔ یہ لوگ رات کے وقت تو دشمن کے کارندے بن جاتے تھے اور دن کے وقت محض دکھانے کے لیے معرکہ آرائی میں مصروف رہتے تھے۔

عیسائی اپنے معمول کے مطابق آتش بازی سے مسلمانوں کو قتل کرتے رہے لیکن مقصد کسی طرح پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

شاہ جمال حسین کی مخالفت

شاہ جمال الدین عہد شباب کی غفلتوں اور بے خبریوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ امور سلطنت سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کر رہا تھا' اس نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر تمام ذمہ داریاں اسی کو سونپ دی تھیں۔ مرتضیٰ شاہ محاصرے کی طوالت سے سخت پریشان ہوا۔ اسے شاہ جمال الدین کی غفلت و بے خبری کا بھی افسوس تھا اور اس سلسلے میں خواجہ میرک سے وہ اکثر شاہ جمال کی شکایت کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کی ایک کشتی کو جو بندر جرون کی طرف سے چیول کی طرف آ رہی تھی عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا' انہوں نے کشتی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان مسلمان قیدیوں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نام کے دو جوان بھی تھے جو شجاعت اور ہمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ عیسائیوں نے ان جوانوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برج و بارہ پر کھڑا کر دیا۔

دو قیدی نوجوان

رستم خاں اور شمشیر خاں اگرچہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے پر لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن قیدی ہونے کی حیثیت سے انہیں عیسائیوں کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی' وہ برج وبارہ سے کبھی کبھی مسلمانوں پر آتش بازی کرتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں تک تو یہ دونوں نوجوان اس جبری خدمت کو سرانجام دیتے رہے لیکن بعد میں انہیں اپنی اس ناشائستہ حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

عیسائیوں کی مجلس مشاورت

ایک روز عیسائیوں نے اپنی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ تمام نظام شاہی امراء ہم سے ملے ہوئے ہیں اور ہماری خیر خواہی کو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں' لیکن خواجہ میرک دبیر اصفہانی ہمارا سخت دشمن ہے۔ رستم اور شمشیر خاں نے یہ گفتگو سن لی ان دونوں نے اپنے آپ کو قلعے کی دیوار سے نیچے گرا دینے کا فیصلہ کیا تاکہ خواجہ میرک کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جا سکے۔

رستم اور شمشیر کی رہائی

ان دونوں نوجوانوں نے خواجہ میرک کے نام ایک خط لکھا اس خط کو ایک پتھر سے باندھ کر خواجہ کے مورچل کی طرف پھینک دیا۔ رات کے وقت ان دونوں نے اپنے آپ کو آزاد کیا اور رسی کے ذریعے سے نیچے' خواجہ میرک کے قیام گاہ کے بالکل سامنے اتر گئے اور اس طرح عیسائیوں کی قید سے چھوٹ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی اصل حقائق سے واقفیت

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان نوجوانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے ان دونوں کو اپنے پاس تنہائی میں بلوایا اور اہل قلعہ کے بابت دریافت کیا۔ ان دونوں نے تمام حالات بیان کیے اور کہا۔ "عیسائی بڑے اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں ان کے محاصرے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس اطمینان کی وجہ ہے کہ ہر رات ان کو ضرورت کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں۔ آپ کے حبشی امراء ان سے ملے ہوئے ہیں اور رشوت لے کر ان کو ضرورت کا سامان پہنچاتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ لوگ محض دکھاوے کے لڑائی کرتے ہیں تاکہ کہیں اصل راز نہ فاش ہو جائے۔ یہ تمام امیر سوائے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے عیسائیوں سے ملے ہوئے ہیں۔"

شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ کون اس کا دوست ہے اور کون دشمن۔ بادشاہ نے خواجہ میرک اصفہانی پر پہلے سے زیادہ نوازشات کیں اور اس کی عزت میں اضافہ کیا' شاہ جمال الدین حسین سے بادشاہ اور زیادہ ناراض ہو گیا۔ شاہ جمال کو جب اس کا علم ہوا تو وہ منصب وکالت سے علیحدگی اختیار کر کے بغیر بادشاہ کی اجازت سے احمد نگر چلا گیا۔

ترک محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرے سے دست بردار ہونے کے سلسلے میں خواجہ میرک اصفہانی سے بات چیت کی۔ خواجہ نے کہا۔ "آپ نے جو کچھ فرمائیں وہی مناسب ہے لیکن موجودہ صورت حال میں یہی بہتر ہے کہ محاصرہ ترک کر کے احمد نگر کا رخ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ جو کچھ پسند فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔

امرائے کبار کی گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ نے خواجہ میرک اصفہانی کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کا محاصرہ ترک کر کے احمد نگر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اخلاص خاں' فرہاد خاں اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قید کر دیا اور جمال الدین حسین اور اس کی بیوی کو برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔

خواجہ میرک کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز کر کے رستم خاں کے خطاب سے نوازا' نیز جمشید خاں شیرازی وغیرہ کو امیروں کے گروہ میں شامل کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

چنگیز خاں کی قابلیت

چنگیز خاں یعنی خواجہ میرک بہت ہی دانش مند اور معاملہ فہم انسان تھا اس نے ملکی اور مالی انتظامات کے سلسلے میں جانفشانی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد نگر کا شمار بہترین شہروں میں ہونے لگا۔ علی عادل کو چنگیز خاں کی خوش اسلوبی اور قابلیت کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے میل جول پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کو علی عادل شاہ کے خیالات کا علم ہو گیا اور اس سے پہلے کہ عادل شاہ' قطب شاہ سے ملاقات کرتا' چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کو اپنے ساتھ لیا اور عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے کام لے کر ایسی تدبیر کی کہ عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات ہی نہ ہو سکی۔

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے سرحد پر آپس میں ملاقات کی اور باہمی سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ:

۱۔ عادل شاہ کرناٹک کے ان شہروں پر قبضہ کر لے جن کی آمدنی برار اور بیدر کے محصول کے برابر ہو۔

۲۔ مرتضیٰ نظام' تفال خاں اور علی برید کے قبضہ سے برار اور بیدر کو نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔

۳۔ قطب شاہ سے متذکرہ دونوں فرماں روا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ اپنے ملک روانہ ہوئے اور جنگ کے لیے لشکر فراہم کرنے لگے۔

برار پر لشکر کشی

۹۸۰ء میں نظام شاہ نے برار پر حملہ کیا اور ملاحیدر کاشی کو جو بہت پڑھا لکھا نظام شاہی مقرب تھا' تفال خاں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا "مرحوم عماد الملک میرا ہم مشرب بھائی تھا اور اس کے میرے تعلقات بہت اچھے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث تخت ہے جب تک برہان نوعمر اور کمسن تھا تم نے تمام ملکی و مالی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔ لیکن اب برہان بالغ ہے اور حکمرانی کے قابل ہے۔ لہٰذا تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اسے ایک مکان میں قید رکھ کر خود تمام سفید و سیاہ کے مالک بنے رہو۔ اس خط کے پہنچتے ہی تم تمام ملکی امور سے علیحدہ ہو جاؤ اور حکومت عماد الملک کے سپرد کر دو ورنہ نتائج کے تمام تر ذمہ داری تم پر ہو گی۔"

شمشیر الملک کی رائے

تفال خاں اس خط کو پڑھ کر بہت خوف زدہ ہوا اس نے اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک سے (جو اپنے آپ کو بہادری اور جواں مردی میں رستم و سفندیار کا استاد سمجھتا تھا) اس بارے میں مشورہ کیا۔ شمشیر الملک نے کہا۔ "مرتضیٰ نظام شاہ نے جو کچھ لکھا ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے اور برہان عماد الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے۔

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خط سے رعایا اور فوج کو ہمارے خلاف اکسائے۔ یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے ہم اپنی قوت اور دولت کے لحاظ سے کسی طرح بھی نظام شاہ سے کم نہیں ہیں اس لیے ہمیں ہمت اور بہادری سے کام لینا چاہیے۔ مرتضیٰ نظام کے اس خط کا جواب قلم کی بجائے تلوار سے لکھنا چاہیے۔

جنگ کی تیاریاں

تفال خاں کے برے دن آ گئے تھے لہٰذا اس نے اپنے بیٹے کی رائے پر عمل کیا اور اس نے ملاحیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و امراد واپس بھیجا۔ مرتضیٰ نظام کو یہ بات اس وقت معلوم ہوئی ...

besturdubooks.wordpress.com

گیا۔ ادھر شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ الجیش بن کر نظام کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

نظام شاہی مقدمہ الجیش کی پسپائی

شمشیر الملک نے مرتضیٰ نظام شاہ کے پیشرو لشکر کو غافل و بے خبر دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا' نظام شاہی لشکر حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ چنگیز خاں نے شمشیر الملک کے دفعیے کے لیے دوسرے فوجی افسروں کا تقرر کیا۔ شمشیر نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی تفال خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔

چنگیز کی کارروائی

چنگیز خاں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' جمشید خاں' بحری خاں' رستم اور دوسری نامی گرامی امراء کو اپنے مقدمہ الجیش کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ چنگیز خاں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ خود بھی تین ہزار تیز اندازوں کی جمیعت کے ہمراہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کی اجازت لی نہ ہی اس کو ساتھ لیا۔

معرکہ آرائی

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور اپنی صفیں درست کرنے لگے جب لڑائی شروع ہو گئی تو عین اس وقت چنگیز خاں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے دشمن پر بہت شدید حملہ کیا۔ اس نے پانچ سو بہادر جوانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کرنا شروع کیا۔ تفال خاں کے علم بردار کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا گیا' چنگیز خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔

تفال خاں کی شکست

تفال خاں اور شمشیر الملک نے دشمن کا یہ انداز دیکھا تو مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ چنگیز خاں نے برار کے بہت سے بہترین ہاتھی گرفتار کیے اور کامیاب و کامران مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس آیا۔ اس فتح کے بعد چنگیز خاں کی عزت اور شہرت کا ڈنکا بجنے لگا اور اس کا مرتبہ پہلے سے کئی گناہ بڑھ گیا۔

برار کی رعایا کی اطاعت

اس واقع کے بعد چنگیز خاں نے برار کی رعایا کو مطمئن کرنے اور تسلی دینے کے لیے خطوط لکھے۔ رعایا نے برہان نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا۔ تمام چودھری اور قانون گو نظام شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور انہیں انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ یہ سب لوگ انتہائی خوش و خرم اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے اور مرتضیٰ نظام بڑے اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا۔

تفال خاں کا تعاقب

تفال خاں اور شمشیر الملک دوبارہ نظام شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آئے اور ایک جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان کا تعاقب کیا' لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور یونہی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر کار وہ دونوں ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات

عین ممکن تھا کہ مرتضیٰ شاہ اپنے دشمن کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے قبضے میں کر لیتا کہ اچانک سرراہ مرتضیٰ نظام کی میر موسیٰ مازندرانی سے جو ایک مجذوب سید تھے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے بادشاہ سے کہا۔ "تمہیں بارہ اماموں کی قسم ہے کہ جب تک تم مجھے

besturdubooks.wordpress.com

بارہ ہزار ہون نہ دے دو یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔" بارہ اماموں کا نام سن کر مرتضیٰ نظام نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور سائل سے اس کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا۔

بارہ ہزار ہون کا مطالبہ

سائل نے بتایا کہ وہ مجذوب سید صحیح النسب او محب اہل بیت ہے یہ سنتے ہی بادشاہ نے امین الدین نیشا پوری اور چنگیز خاں کو بلا کر یہ حکم دیا کہ سید صاحب کو بارہ ہزار ہون ادا کر دیئے جائیں۔ چنگیز خاں نے جواب میں عرض کیا۔ "خزانہ لشکر کے پیچھے ہے۔" بہتر یہ ہے کہ حضور اس وقت آگے تشریف لے چلیں کیونکہ تفال خاں وغیرہ گرفتار ہونے ہی والے ہیں بعد میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔"

چنگیز خاں کی درخواست

بادشاہ نے یہ بات سن کر کہا۔ "اگر تفال خاں مجھے برار کے برابر سو ملک بھی دے دے تو میں انہیں بارہ اماموں کے اسمائے گرامی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا ایک طویل مدت اور کثیر محنت کے بعد ہم لوگ اس قابل ہوئے ہیں کہ دشمن کو گرفتار کر کے اس کی فتنہ پردازیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کے لیے آپ بادشاہ سے یہ کہہ دیجئے کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر یہ رقم آپ کو ادا کر دوں گا۔

سید صاحب کا اصرار

سید صاحب نے کہا۔ "ایک مدت کے بعد تو یہ موقع میرے ہاتھ آیا ہے کہ میری امید بر آئی آئے' اگرچہ میں دیوانہ ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے۔" چنگیز خاں نے جلد از جلد بادشاہ اور امراء وغیرہ کے قیمتی گھوڑے یکجا کیے اور سید صاحب سے کہا۔ "آپ ان گھوڑوں کو رہن رکھ لیجئے' منزل مقصود پر پہنچ کر میں آپ کو رقم ادا کر دوں گا' تو یہ گھوڑے واپس لے لوں گا۔

دشمن کی موقع شناسی

سید صاحب نے کہا "میں یہ بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم چاہیے کیونکہ اس کے بعد میری تمہاری ملاقات پھر کبھی نہ ہو گی۔"

چنگیز خاں سید صاحب کے اصرار سے مجبور ہو گیا' اس نے لوگوں سے روپیہ قرض لیا اور بارہ ہزار ہون سید صاحب کو ادا کر کے گلو خلاصی کی۔ اس معاملے کے طے کرنے میں کافی وقت لگا' دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنگل سے نکل کر برہان اسیر کی طرف چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام

مرتضیٰ نظام نے سرحد خاندیش پر قیام کیا اور والئی خاندیش میر محمد شاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "تفال خاں نظام شاہی فوج سے فرار ہو کر آپ کے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے آپ اسے اپنے ہاں ہرگز پناہ نہ دیں اور فوراً خارج البلد کر دیں۔ آپ کی راست اور دانائی سے توقع ہے کہ آپ اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کے لیے میری رائے پر عمل کریں گے۔"

تفال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام

میراں محمد شاہ نے مرتضیٰ نظام کا خط پڑھا اور اسے تفال خاں کے پاس بھیج دیا۔ تفال خاں نے وہ خط پڑھا اور ایک دوسرے راستے سے ہو کر برار چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر تفال خاں نے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "دکن کے فرماں روا مذہبی

besturdubooks.wordpress.com

یک جہتی کی وجہ سے آپس میں سیاسی طور پر بھی متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے بہ جبر چھین لیں۔ میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر ملازم ہوں اور ملک برار آپ کی نذر کرتا ہوں آپ اپنے امراء کو حکم دیں کہ وہ میرے ملک پر قبضہ کر لیں' تاکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دشمنوں کی نظربد سے محفوظ رہ سکوں۔"

قلعہ پرتالہ کا محاصرہ

ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ آیا تھا کہ تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں باپ بیٹوں کو پناہ گزیں ہونا پڑ گیا۔ تفال خاں قلعہ پرتالہ میں (جو پہاڑ پر واقع ہے) اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں قیام پذیر ہوا۔ اس صورت حال نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ایک شان دار موقع عطا کیا اس نے قلعہ پرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نظام شاہی امیروں اور فوجی سرداروں نے بھی قلعے کے محاصرے میں حصہ لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اس علاقے میں قیام کیا۔

شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام

تفال خاں نے شہنشاہ اکبر کو جو خط لکھا تھا وہ اسے گجرات میں ملا۔ اکبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "تفال خاں ہمارا بہی خواہ اور طرفدار ہے ملک برار ہماری حکومت میں شامل ہو چکا ہے۔ اب تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم برار کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دو اور تفال خاں سے برا برتاؤ نہ کرو۔"

شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی

مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اکبر کے قاصد سے اچھا برتاؤ نہ کیا یہ قاصد آگرہ واپس آیا اور اس نے مرتضیٰ نظام کے غرور اور سرکشی کی تفصیل اکبر کے گوش گذار کی۔ اکبر ان دنوں بنگالہ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا اس وجہ سے اسے دکن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ نظام شاہ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ پرتالہ کو سر کرنے میں مصروف رہا۔

تسخیر قلعہ کی کوشش

تفال خاں نے اپنی مدافعت میں پوری پوری کوشش کی۔ نظام شاہی فوج کی طرف سے اسد خاں اور سکندر خاں جو آتش بازی کے فن کے زبردست ماہر تھے۔ ہرچند قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔

شہزادہ حسین کی پیدائش

اسی اثناء میں احمد نگر سے شہزادہ حسین کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ چنگیز نے شہزادہ کی تاریخ پیدائش "فیض کامل" سے نکالی۔ شاہی حکم کے مطابق ایک عظیم الشان جشن مسرت کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

احمد نگر واپسی کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ کا دل اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت مچلنے لگا تھا' اس کے علاوہ سفر کے تکان کی وجہ سے وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ ان وجوہ کی بناء پر بادشاہ نے احمد نگر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانے میں صاحب خاں نامی ایک امیر بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا تھا' اس نے بھی احمد نگر واپسی کے لیے اصرار کیا۔

ایک ہندوستانی تاجر

عین ممکن تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو جاتی اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ احمد نگر کو واپس چلا جاتا کہ اتفاق سے افغان نامی ایک تاجر ہندوستان سے چند اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور دیگر سامان لے کر آیا۔ اس نے چنگیز خاں سے کہا یہ تمام اشیاء تفال خاں کے لیے لایا

besturdubooks.wordpress.com

ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں قلعے کے اندر جا کر شہر کے حاکم کے ہاتھ فروخت کر دوں۔"

چنگیز کی ہندوستانی تاجر سے شرط

چنگیز خاں نے اس تاجر سے کہا۔ ایک شرط پر تمہیں قلعے کے اندر جانے کے اجازت دی جا سکتی ہے کہ جب تم واپس آؤ تو نظام شاہی ملازمین کے حلقے میں شامل ہو جاؤ۔ تمہارے چہرے سے فراست اور دانشمندی کے آثار نمایاں ہیں' اگر تم تجارت کو ترک کر کے بادشاہ کے مصاحب بن جاؤ تو یہ بات تمہارے حق میں بہت مفید ثابت ہو گی۔

چنگیز خاں کی تجویز

یہ سن کر تاجر نے کہا اگر ایسا ہو تو اور کیا چاہیے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ اس کے بعد چنگیز خاں نے کہا تمہاری قسمت میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرتبہ امارت سے سرفراز ہو اس لیے تمہیں نظام شاہ کی بہی خواہی کرنی چاہیے۔ تاجر نے یہ شرط منظور کر لی اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے ایک قابل اعتبار آدمی کو بہت سی رقم دے کر تاجر کے ساتھ کر دیا۔

قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال

افغان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجنے سے چنگیز خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بھی تاجروں کے سے لباس میں قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعے کے محافظوں کو روپیہ دے کر مرتضٰی نظام کا طرف دار بنائے۔ اور ان محافظوں کو قلعے کی حفاظت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرے۔ نیز ان کو یہ بھی کہے کہ وہ نظام شاہی ملازمت اختیار کر لیں تو ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ

چنگیز خاں کا فرستادہ شخص قلعے کے اندر گیا' اس نے رات ہی رات میں قلعے کے تمام محافظوں سے ساز باز کر کے انھیں چنگیز خاں کے پاس بھجوا دیا اور قلعے میں کوئی محافظ نہیں رہا۔ اس کے بعد اسد خاں رومی اور رومی خاں نے ایک بڑی توپ چلا کر قلعے کی ایک دیوار میں شگاف دیا چونکہ قلعہ کے اندر کوئی ایسا آدمی نہ رہا تھا' جو اس شگاف کو بند کرتا۔ اس لیے چنگیز خاں لشکر خاصہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

تفال خاں کا فرار

تفال خاں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے سے بھاگ نکلا یہ واقعہ ۹۸۲ھ ہجری کا ہے۔
چنگیز خاں نے فوراً غریبوں کی ایک جماعت کو سید حسن استر آبادی کی سرکردگی میں تفال خاں کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

چنگیز خاں کا اعزاز

چنگیز خاں نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہ مرتضٰی نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کی بڑی عزت افزائی کی' اسے نقد رقم اور متعدد قیمتی اشیاء کے علاوہ "فاتح ملک برار" کے خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا۔

گرفتاریاں

مرتضٰی نظام شاہ نے برہان عماد الملک کو جو اس قلعے میں تفال خاں کا قیدی تھا گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ تفال خاں کے بیٹوں کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ سب لوگ اسی نظر بندی کے عالم میں اپنی طبعی موت مر گئے اور دنیا میں کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

فتح بیدر کا خیال

مرتضیٰ نظام نے برار کو اپنے امراء میں تقسیم کر کے احمد نگر کی واپسی کا ارادہ کیا۔ چنگیز خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "علی عادل شاہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آپ برار اور بیدر دونوں ملکوں کو فتح کریں۔ ان دنوں علی عادل قلعہ پنکاپور کو فتح کرنے میں مشغول ہے اس لیے میری حقیر رائے میں یہی مناسب ہے اور بہتر ہے کہ ہم انہیں دنوں بیدر کو فتح کر لیں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیدر کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی

محمد شاہ فاروقی نے جب یہ دیکھا کہ اب کچھ کرنے کا موقع ہے تو اس نے برہان عماد الملک کی دایہ کے لڑکے کو مرحوم بادشاہ کا (برہان) کا بیٹا مشہور کر کے چھ ہزار سواروں کے لشکر کو ساتھ لیا اور برار کے طرف چل دیا۔ جب وہ برار کے قریب پہنچا تو سات آٹھ ہزار پرانے براری ملازم بھی اس کے ہمراہ ہو لیے اس طرح اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط

خداوند خاں اور حبشی خاں، محمد شاہ فاروقی کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا انھوں نے مرتضیٰ نظام کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ "اگر حضور خود اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ اقدام محمد شاہ فاروقی کی تنبیہہ کے لیے کافی ہو گا۔" برار کے امیروں نے بھی بادشاہ کے نام اسی قسم کے خطوط روانہ کیے۔

بادشاہ کی برار روانگی

چنگیز خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جب مرتضیٰ نظام برار پہنچا، اس وقت سید مرتضیٰ سبزواری جعلی عماد الملک کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا چکا تھا۔ بادشاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو پار کیا، محمد شاہ جو اپنے علاقے میں مقیم تھا یہ صورت حال دیکھ کر قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔

چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان پور تک سارے علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بڑی تعریفیں سن رکھی تھیں اس کے دل میں قلعے کی سیر کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر وہ دو ہزار غریب سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ محمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سات آٹھ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ چنگیز خاں کو گھیر کر ہلاک کر دیا جائے۔

دشمن سے جنگ اور کامیابی

خاندیش کی فوج نے موقع پا کر چنگیز خاں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی کثرت سے چنگیز خاں بالکل نہ ڈرا اور بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں برہان پوری فوج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا دشمن کے کئی نامی گرامی امیروں کو چنگیز خاں نے گرفتار کر لیا۔

برہان پور کی تباہی

مرتضیٰ نظام شاہ برہان پور سے چنگیز خاں کے پاس آیا۔ نظام شاہی فوج نے صحرا ہی میں خیمے لگا دیے۔ بادشاہ نے امیروں میں مورچل تقسیم کیے۔ نظام شاہیوں نے برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خوب تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا یہ رنگ دیکھ کر محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا اس نے بڑی کوششوں کے بعد صلح کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور چنگیز خاں کو اس نے بالترتیب چھ لاکھ اور چار لاکھ مظفری (ایک

besturdubooks.wordpress.com

سکہ) بطور تاوان ادا کر کے ان لوگوں سے نجات حاصل کی۔

میرزا اصفہانی کی آمد

اس کے بعد نظام شاہی لشکر برار کی طرف روانہ ہو گیا اسی زمانے میں قطب شاہ کا حاجب شاہ میرزا اصفہانی مبارک دینے کی لیے مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حاجب کو کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ مرتضیٰ نظام بیدر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو کسی لالچ کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا۔ "قطب شاہ کو یہ پوری امید ہے کہ تم مرتضیٰ شاہ کو بیدر کے فتح کرنے سے باز رکھو گے۔ میں دو لاکھ ہون تمہاری نذر کرتا ہوں تاکہ تم اس رقم کو اپنے لشکر پر صرف کر سکو۔"

چنگیز خاں کی خواہش

اس کے جواب میں چنگیز خاں نے کہا۔ "سارا نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضے میں ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی اب میری صرف ایک ہی خواہش رہ گئی ہے کہ امیر برید کو جو میرے راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے ٹھکانے لگا دوں تاکہ تمہارے اور ہمارے ملک میں کوئی فاصلہ اور واسطہ نہ رہے اور سب ہم مذہب فرماں روایان دکن ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں تاکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

صاحب خاں سے ساز باز

چنگیز خاں کے اس جواب سے میرزا اصفہانی کو بڑی مایوسی ہوئی اس کے بعد اس نے مرتضیٰ نظام کے مقرب خاص صاحب خاں سے سلسلہ جنبانی کی اور نقد رقم اور جواہرات وغیرہ دے کر اپنا حلیف بنا لیا۔ ایک روز بادہ نوشی کی محفل میں میرزا اصفہانی نے صاحب خاں سے کہا۔ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار پر قبضہ کر لے اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے' چونکہ نظام شاہی لشکر کا آدھا حصہ اس کا ممنون احسان ہے اس لیے وہ اپنے اس ارادے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے اس سبب سے چنگیز خاں مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا اور جگہ جگہ پھراتا رہتا ہے تاکہ موقع پا کر مطلب براری کرے۔

صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت

صاحب خان نے میرزا اصفہانی کی گفتگو کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ چنگیز خاں کے خلاف ہو گیا۔ انھیں دنوں صاحب خاں سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی' اس نے شراب پی کر بعض امراء کے ساتھ بڑی گستاخی کی۔ اس پر چنگیز خاں نے بادشاہ کے حکم سے اسے سخت تنبیہہ کی' اس وجہ سے صاحب خاں چنگیز خاں کا اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ اور اس نے اپنی حریفانہ سرگرمیاں بہت شدید کر دیں۔

بادشاہ سے چنگیز کی شکایتیں

صاحب خان نے چنگیز خاں سے انتقام لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کبھی اسے موقع ملتا وہ بادشاہ سے چنگیز کی برائیاں کرتا اور مرتضیٰ نظام کو اس کے خلاف بھڑکاتا۔ مرتضیٰ نظام صاحب خاں کی باتوں کو قابل اعتبار نہ سمجھتا تھا اس سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا "چونکہ میں نے تجھے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے سزا دلوائی تھی' اس لیے تو اس سے انتقام لینے کی خاطر مجھے اکساتا رہتا ہے اور مجھ سے اس کی برائیاں کرتا ہے۔"

صاحب خاں کی نئی چال

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ شراب پئے ہوئے تھا اور سرور بادہ سے حواس باختہ تھے کہ تنہائی میں صاحب خاں نے اس سے حسب معمول چنگیز خاں کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں وہی بات کہی جو وہ پہلے کہا کرتا تھا۔ اس پر صاحب خاں نے رونا شروع کر دیا اور کہا۔ "اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں اور محض اس دشمنی سے اصل حقیقت شاہ میرزا اصفہانی سے دریافت کر

besturdubooks.wordpress.com

سکتے ہیں جو آپ کا ہم وطن ہے۔"

چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی

مرتضیٰ نظام شاہ نے رات کے وقت شاہ میرزا اصفہانی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا تاکہ کسی کو اس ملاقات کا علم نہ ہو سکے بادشاہ نے میرزا اصفہانی سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ میرزا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صاحب خاں کے تمام بیانات کی تصدیق کی یہ سب کچھ کر کے مرتضیٰ نظام شاہ چنگیز خاں سے برگشتہ ہو گیا' لیکن اتنا برگشتہ نہیں کہ بادشاہ فوراً کوئی اہم قدم اٹھاتا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب خاں اور شاہ میرزا اصفہانی نے مل کوئی سازش کی ہو کچھ روز تک بادشاہ اس سلسلے میں سوچتا رہا آخر کار اس نے چنگیز خاں کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

چنگیز کا امتحان

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں سے کہا۔ "میں سفر کی تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بہت نڈھال ہو گیا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ جلد از جلد احمد نگر واپس چلا جاؤں۔" چنگیز خاں جو دشمنوں کی سازش سے بالکل بے خبر تھا اس کے جواب میں عرض کیا "حضور نے اس ملک کو حال ہی میں فتح کیا ہے لہٰذا پانچ چھ ماہ تک تو آپ کو ضرور یہاں قیام کرنا چاہیے تاکہ یہاں کی رعایا کو آپ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو جائے۔"

چنگیز نے بادشاہ سے مزید عرض کیا۔ پانچ چھ مہینے قیام کرنے کے بعد حضور تو احمد نگر تشریف لے جائیں' لیکن مجھے یہیں رہنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں اس علاقے کا انتظام کر کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے جب چنگیز خاں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اسے چغل خوروں کی باتوں کا یقین آ گیا اور وہ اس سے واقعی بدگمان ہو گیا۔

چنگیز خاں کے خلاف سازش

چنگیز خاں کو بادشاہ کی بدگمانی کا اندازہ ہو گیا لہٰذا اس نے بیماری کا بہانہ کر کے رخصت لے لی اور کئی روز تک دیوان شاہی میں حاضری نہ دی۔ بادشاہ نے حکیم محمد مصری کو علاج معالجے کے لیے چنگیز خاں کے پاس بھیجا اور حکیم سے یہ کہہ دیا کہ زہریلے شربت کے ذریعے چنگیز خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔

عالم نزع میں بادشاہ کے نام خط

چنگیز خاں نے پہلے تو شربت پینے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں بادشاہ سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے یہ زہریلا شربت پی لیا۔ اور جب اس پر نزع کا عالم طاری ہونے لگا تو اس نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "یہ پروردہ نعمت جو زندگی کی ساٹھ منزلیں طے کرنے کے بعد سترویں منزل پر پہنچ چکا ہے۔ آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے' حضور نے میرے لیے جو شربت آب حیواں میں ملا کر ارسال فرمایا تھا اسے اس بوڑھے خادم نے بصد ذوق و شوق سامان لذت کام و دہن بنا لیا ہے۔ اور اب حضور کی وفاداری اور نمک حالی کا نقش دوام اپنے سینے پر لے کر پیوند خاک ہونے جا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے اب آخری وقت میں خادم کی یہ التماس ہے کہ میری لاش کو کربلا معلی روانہ کر دیا جائے۔ اور جس قدر غریب میری ملازمت میں ہیں انھیں شاہی اسلحہ داروں میں شامل کر لیں۔"

چنگیز خاں کی ہلاکت

چنگیز خاں نے یہ عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت اس وفادار امیر نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ واقعہ ۹۷۳ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں کی وفات سے لوگوں کے دلوں میں عماد الدین محمود اور خواجہ کاواں کی یاد تازہ ہو گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

چنگیز خاں نے اپنے پیچھے جو سامان چھوڑا اس سے شاہ میرزا اصفہانی کے تین چار خط برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی نیک نیتی کا اندازہ ہوا۔

بادشاہ کی پشیمانی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ چنگیز جیسے وفادار اور نمک حلال وزیر کی دائمی مفارقت اس کے لیے سوہان روح بن گئی مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ بادشاہ نے فوراً شاہ میرزا اصفہانی کو شاہی لشکر سے نکل جانے کا حکم کر دیا اور خود واپس احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

نئے تقرر

مرتضیٰ نظام شاہ نے پہلے تو حکیم محمد مصری کو پیشوائی کے عہدے پر سرفراز کیا' لیکن چھ ماہ کے بعد اسے معزول کر کے اس منصب پر قاضی بیگ یزدی کو ۹۸۳ ہجری کے شروع میں مقرر کیا۔ میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر بنایا گیا' سید مرتضیٰ شیرازی کو برار کا سپہ لشکر مقرر کیا گیا اور خداوند خاں جیسے معزز سرداروں کے ساتھ اسے برار روانہ کیا گیا۔

بادشاہ کی ایک اہم تقریر

مرتضیٰ نظام شاہ نے قاضی بیگ اور احمد نگر کے دوسرے نامی گرامی امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے کہا آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ میں سلطنت وجہان بانی کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں انصاف اور ظلم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ میں انصاف کرنے کے ارادے سے ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔ اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور روز محشر تم سے شہادت طلب کروں گا کہ میں نے قاضی بیگ کو جو صحیح النسب سید ہے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ شریعت اور انصاف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر رعایا سے اچھا برتاؤ کرے۔

مکمل علیحدگی

اگر کوئی ظالم شخص کسی کمزور و ناتواں مرد سے ایک سوئی بھی ظلم و جبر سے لے گا اور قیامت کے روز مجھ سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا تو میں خداوند باری تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں ہے اور مجھے اس کے مواخذہ سے باز رکھا جائے۔ اس کی باز پرس قاضی بیگ سے کی جائے جو میرا وکیل مطلق ہے۔ اگر قاضی بیگ تنہا طور پر یہ خدمت انجام نہ دے تو وہ امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو اپنا شریک کار بنا سکتا ہے۔"

قہر الٰہی کا خوف

میں اس طبیعت کا انسان ہوں کہ ہردم خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا رہتا ہوں میں نے چنگیز خاں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے بہت زیادہ نادم ہوں۔ اس لیے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ بقیہ عمر گوشہ نشینی میں گزار دوں اور دنیا سے بے تعلق ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔"

گوشہ نشینی

اس تقرر کے بعد مرتضیٰ نظام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو "بغداد" کے نام سے موسوم ہے خلوت نشین ہو گیا۔ صاحب خاں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام اور زیادہ تنہائی پسند ہو گیا اور اس نے تمام عورتوں کو قلعے سے نکال کر ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ قلی کا تقرر

مرتضیٰ نظام نے قلعے کی حفاظت کا کام شاہ قلی کے سپرد کیا جسے شاہ طہماسپ نے برہان نظام کے لیے بھیجا تھا۔ شاہ قلی کو صلابت خاں کا خطاب دے کر امیروں کی صف میں شامل کیا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ بادشاہ کے محل میں سوائے صاحب خاں کے کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر

۹۸۴ ہجری میں جب کہ قاضی بیگ کی وکالت کا زمانہ تھا مغل بادشاہ اکبر سیرو تفریح کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ جاسوسوں اور مخبروں نے فوراً اس امر کی اطلاع قاضی بیگ کو دی۔ قاضی بیگ نے اس امر سے متعلق مرتضیٰ نظام کو ایک خط لکھا۔ بادشاہ اس خط کو پڑھتے ہی پالکی پر سوار ہوا اور ایک سو کے قریب سواروں کو ساتھ لے کر جن میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی شامل تھے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب بادشاہ نہر گنگ کے قریب پہنچا تو اس کے بہی خواہوں کا ایک مختصر سا گروہ اس کے پاس آیا اور کہا "بادشاہوں کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں انہیں تنہا سفر کے لیے نہیں نکلنا چاہیے۔ آپ اس وقت ایک بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جا رہے ہیں اس بے سرو سامانی کے عالم میں آپ کی روانگی مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسی مقام پر ذرا ٹھہر جائیں اور برار اور احمد نگر کے لشکر کا انتظار کریں۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے چند روز اس جگہ قیام کیا اس دوران میں خاصہ کے لشکر کے پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے برار کی فوج کو حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ قاضی میرزا محمد نظیری اور دیگر امرائے سلطنت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ مرتضیٰ نظام سے عرض کیا۔

امراء کی درخواست

اکبر جیسے عظیم الشان فرماں روائے دہلی سے جنگ کرنا معمولی بات نہیں ہے اور آپ تو پھر مٹھی بھر فوج کو ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری ناچیز رائے میں یہی مناسب ہے کہ حضور فی الحال توقف فرمائیں۔ جب برار کا لشکر اور توپ خانہ آ جائے تو پھر مزید قدم اٹھایا جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب

مرتضیٰ نظام شاہ نے امراء کو جواب دیا۔ "میرے لیے صبر و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہے میں لشکر خاصہ کے جوانوں کو ساتھ لے کر اکبر بادشاہ پر جلد از جلد حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ فتح اور شکست کا فیصلہ کرنا خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ کا یہ عجیب و غریب جواب سن کر امراء بہت ہی حیران ہوئے۔

احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں بادشاہ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ سیرو شکار سے فارغ ہو کر اپنے ملک کو چلا گیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور دولت آباد واپس آ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا اور سید مرتضیٰ اور دوسرے امرائے برار کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود احمد نگر چلا آیا اور اس نے پہلے کی طرح حکومت کے تمام امیروں کے سپرد کی اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

صاحب خاں کا اقتدار

اسی زمانے میں صاحب خاں نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اس کے تمام عزیز اور رشتہ دار امراء کے گروہ میں داخل ہو کر صاحبان جاگیر ہو گئے۔ بادشاہ کے مزاج میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ دخیل ہو گیا برسات کے دنوں میں وہ تقریباً چار مہینے تک بادشاہ کے ساتھ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ وہاں مرتضیٰ نظام نے قبروں کی زیارت کی اور مرحوم بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقرا و مساکین میں بہت سا مال اور دولت تقسیم کی۔

امام رضاؒ کے آستانے کی زیارت

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت امام رضاؒ کے آستانہ مبارک کی زیارت کا ارادہ کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے یہاں تک کہ صاحب خاں کو بھی مطلع کیے بغیر ہی فقیرانہ لباس زیب تن کیے ہوئے اپنی قیام گاہ کے پیچھے سے نکل گیا ایک سپاہی جو لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا بادشاہ کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً امراء کو اطلاع دی۔

وضع فقیرانہ

اراکین سلطنت نے پہلے تو سرپردہ شاہی کو دیکھا جب بادشاہ وہاں نہ ملا تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت منت سماجت کر کے اسے واپس لائے۔ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ فقیرانہ لباس ایک ماہ تک پہنے رہے اور تاج و تخت سے کنارہ کش رہے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

دنیائے فانی سے نفرت

قاضی بیگ اور میرزا محمد نظیری نے مرتضیٰ نظام سے پوچھا کہ آخر تاج و تخت سے اسے نفرت کیوں ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ۔ "اس دنیائے فانی سے متنفر ہونے کے اسباب پوری طرح واضح ہیں اس لیے ان کو بتانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر دنیا سے محبت کی جائے تو اس کے اسباب بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

احمد نگر کو واپسی

یہ کہہ کر مرتضیٰ نظام شاہ خاموش ہو گیا اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ امراء اور اراکین سلطنت اسے کسی طرح بھی دنیا نہ ترک کرنے دیں گے لہٰذا وہ مجبور ہو کر احمد نگر واپس چلا آیا۔ اس نے "باغ بہشت" میں جو شہر کے شمال میں واقع ہے قیام کیا۔ قاضی بیگ اور دوسرے اراکین سلطنت نے باغ کے چاروں طرف اپنے خیمے لگوا لیے اور بادشاہ کی حفاظت کرنے لگے۔

صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

اس زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیاں اپنے شباب پر تھیں وہ شراب پی کر مست ہاتھی پر سوار ہو جاتا شہر کے دو تین ہزار لچوں لفنگوں کو ہمراہ لے کر سارے شہر میں چکر لگاتا اور رعیت کی بے عزتی کرتا رہتا۔ اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اگرچہ اس کو بہت سمجھاتے تھے لیکن وہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آتا تھا۔

میر مہدی کے گھر پر حملہ

ایک دن صاحب خاں نے اپنے ساتھیوں کو میر مہدی سلحدار کے گھر بھیجا کہ اس کی بیٹی کو جبراً اٹھا کر لے آئیں۔ میر مہدی نے جب ان غنڈوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے ان لوگوں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد میر مہدی نے قاضی بیگ اور دیگر امرائے سلطنت سے مدد کی درخواست کی۔ تمام امراء صاحب خاں کی حرکتوں سے واقف تھے اور اسے راہ

besturdubooks.wordpress.com

راست پر لانے کے خواہاں تھے۔

میر مہدی کا قتل

اسی دوران میں جب صاحب خاں نے دوبارہ اپنے سوار اور پیادے جو تعداد میں تقریباً دو تین ہزار تھے میر مہدی کے گھر روانہ کیے۔ میر مہدی نے حتی الامکان مدافعت کی اور حریف کے تین چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا لیکن بدمعاشوں کے جم غفیر کے مقابلے پر وہ جم نہ سکے۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ میر صاحب کے بدطینت بیٹے دشمنوں سے مل گئے اور ان کے لیے مکان کے اندر آنے کا راستہ کھول دیا۔ بدمعاشوں نے میر صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر صاحب خان کے پاس پہنچا دیا۔

سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد

اواخر ۹۸۵ ہجری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق مرتضیٰ سبزواری برار کے تمام امراء کے ساتھ احمد نگر آئے تاکہ لشکر کا تمام حساب کتاب شاہی بارگاہ میں پیش کریں انھوں نے "بہشت باغ" کے قریب قیام کیا۔

صاحب خاں کی خود سری

صاحب خاں کا اصل نام حسین تھا اس لیے مرتضیٰ شاہ اور اراکین سلطنت اسے اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ برار سے سید مرتضیٰ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں ایک شخص کا نام حسین خاں سخت کمان تھا۔ صاحب خاں نے اس شخص کو یہ پیغام دیا کہ فوراً اپنا نام تبدیل کر لو ورنہ سزا دی جائے گی۔

صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی

حسین خاں نے صاحب خاں کی بات کو قطعاً اہمیت نہ دی اس وجہ سے معاملہ طول کھینچ گیا۔ صاحب خاں نے پانچ چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر حسین خاں کے احاطے پر حملہ کر دیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کو ساتھ لے کر صاحب خان کا مقابلہ کیا لیکن پہلے حملے ہی میں اول الذکر کی قلیل جماعت منتشر ہو گئی۔ حسین خاں بڑا باغیرت اور جوشیلا جوان تھا اس نے اکیلے ہی صاحب خان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

غریبوں کے قتل کا حکم

حسین خاں نے نشانہ باندھ کر ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا یہ تیر صاحب خاں کے ہاتھی کے ماتھے پر لگا ہاتھی چلاتا ہوا بھاگ نکلا اور درختوں کے درمیان ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگا۔ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے بیوی بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

دکنیوں اور حبشیوں کی تو یہ خواہش تھی ہی کہ غریبوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور مارا جائے۔ متذکرہ بالا حکم سنتے ہی احمد نگر کا ہر چھوٹا بڑا غریبوں کے قتل عام کے لیے تیار ہو گیا۔ اور دکنیوں کے گروہ کے گروہ بہشت باغ کے طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ، سید مرتضیٰ، میر محمد تقی نظیری اور عین الملک نیشاپوری نے خداوند تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام غریبوں نے صاحب خاں سے معرکہ آرائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں فریقین آمنے سامنے آئے اور صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔

بادشاہ کو اطلاع

اس وقت مرتضیٰ خاں شاہی باغ میں حمام کے اندر چلے میں بیٹھا ہوا تھا اس نے جو شور و غل سنا تو وہ باغ کے بیرونی دروازے پر آیا

besturdubooks.wordpress.com

صاحب خاں نے بادشاہ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہا غریبوں نے بلوہ کر دیا ہے اور آپ کی زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔

غریبوں سے جنگ کا حکم

مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی بات سنی اور اس کی تصدیق کے لیے باہر آیا وہ اصل حقیقت سے تو بالکل بے خبر تھا۔ اس لیے جب اس نے غریبوں کو مسلح دیکھا تو اسے صاحب خاں کی بات کا یقین آ گیا۔ مرتضیٰ اسی وقت ہاتھی پر سوار ہوا اور دکنی اور حبشی امیروں کو جو صاحب خاں کے حکم سے جمع ہوئے تھے' حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ کی جائے۔

غریب امراء کی روانگی

اس صورت حال کے پیش نظر مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت بادشاہ خود میدان میں آ رہا ہے اس لیے اب لڑائی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ امر بادشاہ کی وفاداری اور پاس ادب سے بعید ہے۔ غریب امراء چغتائی اور بک خاں اور حسین خاں وغیرہ اسی وقت اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انھوں نے دور ہی سے بادشاہ کو بڑے ادب سے سلام کیا اور دوبارہ سوار ہو کر عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

غریبوں کا قتل عام

صاحب خاں اپنے بھائیوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور مکانوں اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے غریبوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا' ان بے چاروں کی عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا یہ رنگ دیکھ کر قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے صلابت خاں سے کہا۔ "اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے جس طرح بھی ہو ہمارا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤ۔"

اراکین سلطنت کا عریضہ

صلابت خاں نے ان لوگوں سے عریضہ لے لیا اور شاہی بارگاہ کی طرف چل دیا۔ صاحب خاں اس وقت وہاں نہ تھا اس لیے صلابت خاں کو اچھا موقع مل گیا اور وہ بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانے سے باغ کے اندر داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے ذرا اونچی آواز سے بادشاہ کو دعا دی بادشاہ نے اس کی آواز پہچان لی۔

بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی

صلابت خاں اس وقت خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس لیے مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ کوئی غیر معمولی حادثہ وقوع پزیر ہوا ہے۔ بادشاہ نے حمام کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر صلابت خاں کو آواز دی۔ صلابت خاں نے اس کے جواب میں امرائے سلطنت و اراکین حکومت کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے بعد زبانی تمام حالات بادشاہ کے گوش گزار کیے۔ یہ سب کچھ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت حیران ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ فوراً صاحب خاں کو شہر سے بلا کر لائے اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ ہونے دے۔

صلابت خاں کا فرار

صلابت خاں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ اس سبب سے صاحب خاں' صلابت خاں کا دشمن ہو گیا۔ صاحب خاں قوت و اقتدار میں صلابت خاں سے کہیں آگے تھا اس لیے آخر الذکر کو جان کی تشویش ہوئی اور وہ اس خیال سے ملنگ دوں کے جنگل میں پناہ گزیں ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

صلابت خاں کی عزت افزائی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو جنگل سے واپس بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ اور امرائے کبار میں داخل کیا سرنوبت کا منصب عطا کر کے لشکر خاصہ کو اس کی ماتحتی میں دیا۔

قاضی بیگ کی گرفتاری

اسی دروان کچھ اراکین سلطنت نے یہ مشہور کیا کہ قاضی بیگ خائن ہے اس وجہ سے بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ قاضی بیگ کے دشمنوں نے بادشاہ کو بتایا کہ قاضی نے شاہی خزانے سے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ کی مالیت کے جواہرات چوری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے دوسرے ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے اگر آپ حکم دیں تو قاضی سے یہ رقم فوراً نکلوا سکتے ہیں۔

قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے

بادشاہ نے اس کے جواب کہا میں جانتا ہوں کہ قاضی بیگ جو بددیانتی کے قعرِ مذلت میں گر گیا ہے۔ اور اس نے دنیا کی انتہائی پست اور حقیر چیزوں کے لیے شاہی خزانے میں غبن کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ اس سے یہ ساری رقمیں اور اشیاء واپس لی جائیں کیونکہ وہ سید زادہ ہے اور کسی سید زادے سے بہ جبر کچھ واپس لینا ٹھیک نہیں۔ اس نے جو کچھ بددیانتی سے حاصل کیا ہے میں وہ بخوشی اس کو عطا کرتا ہوں۔ اب بہتر یہی ہے کہ قاضی بیگ کو قید خانے سے نکال کر مع بال بچوں اور مال و اسباب کے اسے اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔

صلابت خاں کا اقتدار

فوراً حکم شاہی کی تعمیل کی گئی پیشوائی کے منصب پر اسد خاں ترک کو فائز کیا گیا لیکن یہ منصب اب صرف نام ہی نام کا تھا تمام قوت و قتدار کا مالک صلابت خاں تھا۔ صاحب خاں کی ذلت و رسوائی اپنے عروج پر تھی لیکن وہ ابھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ اس پر پہلے کی طرح ہربان ہے۔ صلابت خاں ذرا سخت گیر انسان تھا اس کی کارروائیوں سے عاجز آ کر صاحب خاں اپنے دو تین ہزار ساتھیوں اور ان گنت تھیوں کے ہمراہ احمد نگر سے باہر چلا گیا۔

صاحب خاں بیدر میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب صاحب خاں کی روانگی سے تشویش ہوئی۔ اس نے سوچا اگر صاحب خاں کو لانے کے لیے لشکر روانہ کیا گیا اور صاحب خاں نے سرکشی و سرتابی سے کام لیا تو معاملہ بگڑ جائے گا لہٰذا وہ خود ہی پالکی میں سوار ہو کر صاحب خاں کے پیچھے روانہ ہوا۔ صاحب خان کفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد بیدر تک جا پہنچا جب وہ قلعے کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے دروازے بند کر لیے اور اردوں پر توپیں چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے صاحب خاں کی فوج کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات

اسی اثناء میں مرتضیٰ نظام بھی صاحب خاں کے پاس پہنچ گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ سے کہا "میں دو شرطوں پر احمد نگر چلنے کو تیار ہوں یہ کہ صلابت خاں کو شاہی بارگاہ سے علیحدہ کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ بیدر کو علی برید کے قبضے سے نکال کر میرے حوالے کر دیا ئے۔

besturdubooks.wordpress.com

بیدر کا محاصرہ

مرتضٰی نظام نہیں چاہتا تھا کہ صاحب خاں کی دل شکنی ہو لہٰذا اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے پہلے تو صلابت خاں کو امور سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کی جاگیر (قصبہ جیڑ) پر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ علی برید نے عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی عادل شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔

نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ شہزادہ برہان جو قلعے میں نظر بند تھا راہ فرار اختیار کر کے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضٰی نظام شاہ نے قطب شاہ کے سرلشکر میرزا یادگار کندی کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر ہی میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ ہی دنوں میں عادل شاہی فوج بیدر میں پہنچ گئی' قطب شاہی سپاہی یونہی ادھر ادھر بہانے کر کے گولکنڈہ کی طرف چلے گئے اور میرزا یادگار محاصرے میں مصروف ہو گیا۔

شہزادہ برہان احمد نگر میں

جب شہزادہ برہان احمد نگر پہنچا تو وہ دس بارہ ہزار لوگ جو صاحب خاں سے سخت بیزار تھے شہزادے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مرتضٰی نظام بہت پریشان ہوا اس نے صلابت خاں اور لشکر خاصہ کے دوسرے امیروں کو جو صاحب خاں کے برتاؤ سے سخت نالاں تھے امن و اطمینان سے رہنے اور کوئی فکر نہ کرنے کا پیغام دیا اور اپنی بارگاہ میں طلب کیا۔

صاحب خاں کی پٹن کو روانگی

یہ سب امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب خاں کو جب صلابت خاں کی آمد کی خبر ملی تو بہت آزردہ ہوا اور اس سے پہلے کہ صلابت خاں شہر میں داخل ہوتا۔ صاحب خاں اپنے سپاہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضٰی نظام شاہ نے اس بار صاحب خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر سارے شہر میں گشت لگایا۔

شہزادہ برہان کی شکست اور فرار

دوسرے روز شہزادہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا۔ مرتضٰی نظام شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اسد خاں اور دوسرے امیروں کو توپ خانے کے ساتھ شہزادے کے مقابلے پر روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی شہزادہ برہان مغلوب ہوا اور شکست کھا کر برہان پور کی طرف چلا گیا۔

صاحب خاں کی طلبی

مرتضٰی نظام شاہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا اور پھر خلوت نشین ہو گیا۔ اس نے برار کے سرلشکر سید مرتضٰی کے نام فرمان روانہ کیا کہ "صاحب خاں کو ہر طرح سے مطمئن کر کے میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ یہاں آنے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے ہاتھی گھوڑے میرے پاس بھجوا دیے جائیں۔"

صاحب خان کا قلعہ ونجی پر حملہ

صاحب خاص ادھر ادھر گھومتا ہوا عنبر نامی قصبے میں پہنچا اس نے بحری خاں قزلباش کو جو برار کے امراء میں سے تھا اور قلعہ رنجی میں رہتا تھا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی صاحب خاں کے ساتھ بیاہ دے۔۔ بحری خاں نے جواب دیا "مرغ فروش کے بیٹے کی یہ بساط کہ وہ امراء سے

besturdubooks.wordpress.com

قرابت قریبہ پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔" یہ جواب سن کر صاحب خاں سخت غصے میں آیا اور قلعہ رنجی پر حملہ کر دیا۔

بحری خاں کا فرار

بحری خاص کے پاس لشکر زیادہ نہ تھا اس وجہ سے وہ صاحب خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور معرکہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر جالنہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور حمید خاں شیرازی کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی گلو خلاصی کے لیے ایک عریضہ روانہ کیا۔

صاحب خاں کے خلاف کارروائی

سید مرتضٰی کو بادشاہ کا متذکرہ بالا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور دوسرے چند امیروں کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر لے آئیں۔ سید مرتضٰی نے خداوند خاں سے چوری چھپے یہ بھی کہا کہ "صاحب خاں کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے ہر شخص جان بلب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دو تاکہ خلق خدا مطمئن ہو جائے۔ خداوند خاں بھی اس سے آملے اور یہ سب لوگ صاحب خاں کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات

صاحب خاں کا برا وقت آچکا تھا اس لیے اس نے متذکرہ بالا امراء کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور جس جگہ ٹھہرا ہوا تھا وہیں ٹھہرا رہا۔ یہ لوگ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے اور سرپردہ کے باہر کھڑے ہو کر از راہ مذاق کہا "ہم لوگ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں اگر اجازت ہو تو سلام کے لیے حاضر ہوں۔" صاحب خاں اس وقت شراب پی رہا تھا اس نے امیروں کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں کا قتل

یہ سب امیر چونکہ مسلح تھے اس لیے ان کو دیکھ کر صاحب خاں بہت پریشان ہوا اس پریشانی کو چھپانے کے لیے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک کے ساتھ ان امیروں سے ملنے لگا۔ باری باری وہ تمام امیروں سے بغل گیر ہوا۔ جب خداوند خاں کی باری آئی تو اس نے صاحب خاں کے جسم کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر خداوند خاں نے ایک چال چلی اور کہا "صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے" یہ بات غلط تھی لیکن چونکہ خداوند خاں کو اپنا مقصد حاصل کرنا تھا اس لیے اسے یہ بات کہنی پڑی۔ اس نے صاحب خاں کو زمین پر دے مارا اور پھر اپنا خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ صاحب خاں کے بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ نے جب یہ عالم دیکھا تو فوراً راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کے نام سید مرتضٰی کا عریضہ

خداوند خاں اس بدکار کا کام تمام کرنے کے بعد سید مرتضٰی کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنائی۔ سید مرتضٰی نے بادشاہ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے حضور والا کے حکم کے مطابق چند امراء کو صاحب خاں کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ اسے احمد نگر روانہ کر دیں مگر صاحب خاں نے کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے کام لیا اور ان امیروں سے معرکہ آرائی کی۔ آخر اس ہنگامے میں وہ مارا گیا چونکہ تمام احمد نگر کی رعایا صاحب خان سے نالاں تھی اس لیے یہ خبر سن کر سبھی کو خوشی ہوئی۔ لوگوں نے بادشاہ کو بھی اچھی طرح سمجھا بجھا دیا لہٰذا اس نے صاحب خاں کے قتل کے سلسلے میں کسی سے بازپرس نہ کی۔

اس واقع کے بعد صلابت خاں بغیر کسی روک ٹوک کے سلطنت کے ملکی و مالی امور کو انجام دینے لگا۔ چند سال اس نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بسر کیے اس دوران دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

صلابت خاں کی خوش انتظامی

صلابت خاں نے ملک کا انتظام ایسا عمدہ کیا تھا کہ تجار بغیر کسی خوف و خطر کے سفر کیا کرتے تھے۔ مرہٹواری میں سلطان محمد علاوہ الدین کے بعد صلابت خاں سے زیادہ کسی شخص نے رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی خوش حالی کے لیے کام نہ کیا۔ اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ جیسے معزز لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ممالک محروسہ میں گشت لگاتے رہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کے دفعیے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ اس سلسلہ میں یہ اجازت دی گئی کہ اگر کوئی شخص حقیر سے حقیر شے کو چرانے کا بھی مرتکب ہوا ہو تو قتل کر دیا جائے۔

عمارات کی تعمیر کا شوق

صلابت خاں نے شہر میں باغات لگوانے اور عمارات کی تعمیر کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ اس کے عہد کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں ''فرح بخش'' بہت مشہور ہے۔ اس عمارت کی تعمیر اصل میں چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کی نگرانی میں ۹۰۲ء ہجری میں تکمیل ہوئی۔ ایک بار بادشاہ اس باغ اور عمارت کی سیر کے لیے آیا اسے یہ باغ اور عمارت پسند نہ آئی اس نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی نگرانی سے علیحدہ کر کے صلابت خاں کو یہ عمارت از سرنو بنانے کا حکم دیا۔

''فرح بخش'' کی تعمیر نو

اس عمارت پر بہت رقم صرف ہوئی تھی لیکن نظام شاہ کے حکم کے مطابق اسے مسمار کر کے از سرنو تعمیر کروایا گیا۔ صلابت خاں نے انتہائی توجہ اور مستعدی سے اپنی نگرانی میں اس عمارت کو بنوایا۔ احمد مرتضیٰ خاں انجو نے اس عمارت کی تعریف میں چند بہترین اشعار نظم کیے۔ ۹۹۱ ہجری میں اس عمارت سے ملحقہ باغ مکمل ہو گیا' اس کی تکمیل پر ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ ملک کے معززین کو اس جشن میں مدعو کیا گیا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازا۔ ملا ملک قمی نے اس موقع پر بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عادل شاہی علاقوں پر قبضے کا خیال

۹۸۹ ہجری میں علی عادل شاہ کے قتل کا حادثہ بھی وقوع پذیر ہوا اور اس کا بھتیجا ابراہیم عادل نو سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا۔ صلابت خاں نے سوچا کہ عادل شاہی علاقوں کو فتح کرنا اب آسان ہے لہٰذا اسنے نظام شاہ سے بعض عادل شاہی خطوں پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اس نے اپنے چرکسی غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کیا اور امیرالامراء سید مرتضیٰ کو مع ایک زبردست لشکر کے بہزاد الملک کے ساتھ روانہ کیا' بہزاد نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

نظام شاہی لشکر جب شاہ ورک کے قریب پہنچا تو عادل شاہی امراء مقابلے کے خیال سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے۔ دونوں لشکر پورے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' آخر کار عادل شاہیوں کو یہ اطلاع مل گئی کہ مرتضیٰ خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے خوش نہیں ہے۔ اس لیے وہ معرکہ آرائی میں بہزاد کی مدد سے گریز کرے گا۔

عادل شاہیوں کا حملہ

عادل شاہی امیروں نے اپنے لشکر کو درست کیا اور رات گئے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے' اس وقت تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

اور نظام شاہی لشکر غفلت و بے خبری کے نشے میں سرشار تھا۔ عادل شاہیوں نے جنگ کا نقارہ بجوایا' موسم کی خوش گواری کو دیکھتے ہوئے بہزاد الملک نے شراب کی محفل گرم کر رکھی تھی۔ اس نے جونہی نقارے کی آواز سنی وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آیا' اس سے پہلے کہ لشکر اور سردار ان لشکر اس کے گرد جمع ہوتے دشمن نے اس پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے اور نظام شاہی سپاہیوں کو خوب پامال و برباد کیا۔

سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام

سید مرتضیٰ' بہزاد الملک سے کچھ فاصلے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے اس دوری کو بہانہ بنا کر بہزاد کی کچھ مدد نہ کی اور صلابت خاں کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "بہزاد الملک نے جنگ شروع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ اس نے بہی خواہوں کا قطعاً انتظار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا خیر کوئی بات نہیں میں عنقریب اس شکست کا بدلہ لوں گا۔

سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری

صلابت خاں نے سید مرتضیٰ کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کر دیا' سید مرتضیٰ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس اسی اثناء میں ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس واقعے سے قطب شاہی لشکر جو نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آیا ہوا تھا شکستہ دل ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ سید مرتضیٰ نے شاہ میرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا' بات چیت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر لیا اور اس طرح قطب شاہیوں کی مدد سے قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ کر لیا' سید مرتضیٰ اس قلعے کے لیے پانچ چھ ماہ تک دشمن سے لڑتا رہا۔

محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی

خداوند خاں اور بہری خاں نے اس زمانے میں اپنی مردانگی کے جواہر خوب خوب دکھائے اور ان کی بہادری کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ قلعہ شاہ ورک کے تھانیدار محمد آقا ترکمان کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی' لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی اور آقا ترکمان حسب معمول اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

بیجاپور کی فتح کا خیال

روزانہ قطب شاہ اور نظام شاہ کے ان گنت سپاہی معرکہ آرائی میں کام آتے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر یہ دونوں فرماں روا محاصرے کی طوالت سے پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں طے کیا کہ شاہ ورک کی بجائے بیجاپور کا محاصرہ کرنا چاہیے۔ جب دارالسلطنت کو فتح کر لیا جائے گا تو پھر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی

نظام شاہ اور قطب شاہ بیجاپور کی طرف چل دیئے۔ بیجاپور ان دنوں عادل شاہی امراء کی باہمی چپقلشوں کی وجہ سے انتشار اور ابتری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے کسی نے بھی دشمن کے دفعیے کی کوشش نہ کی' اتحادیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا لیکن "اتحادیوں" کو کامیابی نہ ہوئی آخر کار نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے اپنے اپنے علاقے کا رخ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت

۹۸۲ ہجری میں صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ امراء کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ یہ لوگ ابراہیم عادل شاہ سے مل کر اس کی بہن اور شہزادہ حسین کی شادی کے لیے سلسلہ جنبانی کریں۔

جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم

اسی دوران میں جمشید خاں سے یہ کہا گیا کہ وہ مع اپنی فوج کے قاسم بیگ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو جائے۔ جمشید خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں سید مرتضیٰ کی ماتحتی میں ہوں لہٰذا میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ جمشید خاں نے سید مرتضیٰ سے مشورہ کیا۔ سید نے کہا "نظام مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ جو فرمان اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو۔ وہ واجب التعمیل نہیں ہے' چونکہ یہ فرمان بھی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے' اس لیے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہیں بیجاپور جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات

جمشید خاں نے صلابت خاں کو بتایا کہ وہ تعمیل حکم سے مجبور ہے' صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں اختلافات بڑھتے رہے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑی تزک و احتشام کے ساتھ صلابت خاں کی سرزنش کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ مدافعت کے لیے مستعد ہوا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت سے نکال کر باغ فرح بخش میں لے آیا۔

نئی دوستی

بادشاہ کو "بغداد" نامی عمارت میں ٹھہرایا گیا اور ایک خوش شکل اور جمال پیکر شخص فتحی شاہ کو جو چوسر اور شطرنج میں بڑا ماہر تھا۔ بادشاہ کا مصاحب مقرر کیا گیا' بادشاہ اس شخص سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ ایسا بے تکلف ہو گیا کہ اسے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا۔

صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ

اسی اثناء میں سید مرتضیٰ ایک زبردست فوج لے کر احمد نگر کے پاس پہنچا اور چتوڑ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھا بجھا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی اجازت لی۔ صلابت نے شہزادہ میراں حسین کو ساتھ لے کر جنگ کی۔ سید مرتضیٰ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا' وہ اپنے ہاتھی گھوڑے اور تمام مال و اسباب میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر برار کی طرف بھاگ گیا' مگر اس کے لیے برار میں قیام کرنا بھی مشکل ہو گیا' کیونکہ صلابت خاں اس کے تعاقب میں بہت سرگرم تھا۔ آخر کار سید مرتضیٰ برہان کے راستے دکن سے باہر چلا گیا اور مغل بادشاہ اکبر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوشش

اسی سال کچھ فتنہ پردازوں نے شہزادہ برہان کو فقیروں کے لباس میں احمد نگر لانے کا ارادہ کیا تاکہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شہزادے کو تخت نشین کیا جائے' یہ فتنہ پرداز سب سے پہلے صلابت خاں کو قتل کرنا چاہتے تھے' تاکہ وہ دیگر اقدامات میں آسانی پیدا ہو جائے جس روز دشمنوں نے صلابت خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا' اسی دن صلابت کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور برہان شاہ جس طرح فقیرانہ لباس میں آیا تھا' ویسے ہی لوٹ گیا اور کوکن کی طرف بھاگ گیا' کوکن میں قیام کرنا چونکہ اس کے لیے خطرے کا سبب تھا' اس لیے وہ بھی سید مرتضیٰ کی طرح اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں حسین کی شادی

سید قاسم اور میرزا محمد تقی جس کام کے لیے بیجاپور روانہ ہوئے تھے۔ وہ پورا ہوا اور عادل شاہ کی بہن کو شہزادہ میراں حسین کے ساتھ بیاہ کر وہ احمد نگر میں لے آئے۔

بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ

اسی سال بادشاہ اکبر نے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس نے مالوہ کے حاکم خاں اعظم کو جو اس کا رضاعی بھائی تھا سپہ سالار مقرر کیا اور سید مرتضیٰ اور برہان شاہ وغیرہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا اس لشکر نے نظام شاہی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔

چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد

اسی دوران علی عادل شاہ کی بیوی' چاند بی بی سلطان اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کرنے کے لیے احمد نگر میں آئی۔ صلابت خاں نے عادل شاہ کے وکیل السلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولاپور چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دیا تھا۔ اب علی عادل کا انتقال ہو چکا ہے اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ متذکرہ قلعہ ہمیں واپس کر دو۔

قلعہ شولاپور کی واپسی کا مطالبہ

دلاور خاں نے صلابت خاں کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا ثانی الذکر کو بہت زیادہ افسوس ہوا' اس نے عادل شاہ کی بہن اور شہزادہ میراں حسین کو دولت آباد بھجوا دیا' اور یہ حکم صادر کیا کہ قلعہ شولاپور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے' اگر قلعہ واپس نہ ملے تو یہ جشن موقوف کر دیا جائے۔

میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر

اکبری لشکر کی خبر جب احمد نگر پہنچی تو صلابت خاں نے بہادری اور جوان ہمتی سے کام لیتے ہوئے میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ میرزا نظیری برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اسے نظام شاہی بہی خواہوں میں شامل کر لیا۔

مقابلے کی تیاریوں

عزیز کوکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس بھیجا اور اسے نظام شاہیوں کی مدد کرنے کرنے سے منع کیا نیز اپنا مددگار بنانے کے خواہش کا اظہار کیا۔ اس کوشش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور فتح اللہ شیرازی ناکام و نامراد واپس آگیا اس میں اور شہاب الدین میں بہت زیادہ مخالفت تھی۔ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں' خاں اعظم کے مقابلے پر آئے اور اکبری علاقے میں داخل ہو کر مالوہ اور دکن کے ایک سرحدی مقام "بھنڈیہ" میں قیام پذیر ہوئے۔

عزیز کوکہ کی واپسی

چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے رہے' لیکن کسی نے لڑائی کی پہل نہ کی۔ آخر عزیز کوکہ نے جنگ کے خیال کو ترک کیا۔ اور راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے اجنبی اور غیر معروف راستے سے ایلچ پور اور بالا پور میں داخل ہو گیا اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوا۔

معاملے کا خاتمہ

میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں کو جب عزیز کوکہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کا تعاقب کیا' اس صورت حال کے پیش نظر خاں اعظم اس علاقے میں قیام نہ کر سکا اور ندربار کی طرف واپس مالوہ چلا گیا۔ راجہ علی خاں نے برہان پور اور میرزا محمد تقی نے احمد نگر کا

besturdubooks.wordpress.com

راستہ لیا۔ اکبر بادشاہ کو دوسری بہت سی مہمات درپیش تھیں دوسرے دکنی فرمان روا قوت و شوکت کے لحاظ سے کچھ ایسے گئے گزرے نہ تھے' اس لیے اکبر نے دکن کے معاملے میں خاموشی اختیار کرلی۔

فتحی شاہ کا اقتدار

ان دنوں فتحی شاہ نے مرتضیٰ نظام کے مزاج میں بہت دخل حاصل کرلیا اور اس پر پوری طرح حاوی ہوگیا۔ اس نے بادشاہ سے چند علاقے بھی بطور جاگیر کے حاصل کرلیے۔ فتحی شاہ جب کبھی جواہرات یا نقد رقم کی خواہش کرتا بادشاہ کے حکم سے فوراً شاہی خزانے سے یہ رقم اسے ادا کردی جاتی۔ الغرض فتحی شاہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

مالاؤں کا قصہ

ایک بار فتحی شاہ نے دو مرصع تسبیح جو مروارید اور لعل و یاقوت کی تھیں اور رام راج سے حاصل کی گئی تھیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ سے مانگیں بادشاہ کے نزدیک دنیاوی دولت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً صلابت خاں کو یہ حکم دیا کہ یہ مالائیں فتحی شاہ کے حوالے کردی جائیں۔ صلابت خاں نے بادشاہ سے معذرت طلب کی اور مالائیں دینے سے انکار کردیا۔

نقلی مالائیں

باشادہ نے دوبارہ حکم صادر کیا اس بار صلابت خاں نے امراء اور ارآکین سلطنت کے مشورے سے یہ کیا کہ متذکرہ مالائیں تو خزانے ہی میں رہنے دیں لیکن ان سے مِلتی جلتی دو اور مالائیں فتحی شاہ کو دے دیں۔ چند روز کے بعد فتحی شاہ کو اصل حقیقت معلوم ہوگئی اور اس نے سارا معاملہ بادشاہ کے گوش گزار کیا یہ سن کر بادشاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کے تمام جواہرات کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں آراستہ کیا جائے تاکہ ان کا معائنہ کیا جاسکے۔

جواہرات کا معائنہ

صلابت خاں سمجھ گیا کہ اس حکم سے بادشاہ کا مقصد کیا ہے اس نے متذکرہ بالا مالاؤں اور بعض دیگر بیش قیمت اور نایاب جواہرت کو تو چھپالیا اور بقیہ تمام جواہرات بادشاہ کے حسب خواہش ایک محل میں آراستہ کردیئے۔ بادشاہ معائنے کے لیے آیا تو اس نے تمام لوگوں کو علیحدہ کردیا اور فتحی شاہ کو ساتھ لے کر محل کے اندر داخل ہوا۔

جواہرات نذر آتش

مرتضیٰ نظام شاہ نے جب دیکھا کہ متنازع فیہ مالائیں اور بہت سے دیگر جواہرات موجود نہیں ہیں تو اس نے تمام موجود جواہرات کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں لپیٹ کر فرش پر رکھا اور انہیں آگ لگادی اور خود محل سے باہر چلا آیا۔ جو امراء ان جواہرات کی حفاظت پر مامور تھے بادشاہ کے جانے کے بعد وہ محل کے اندر گئے تو انہیں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ انہوں نے جلد از جلد آگ بجھائی اور جواہرات اور مرصع آلات اس آگ سے نکال لیے نقصان زیادہ نہ ہوا تھا سوائے مروارید کے باقی تمام اشیاء آگ سے محفوظ رہیں۔

بادشاہ کا لقب "دیوانہ"

بادشاہ کی اس عجیب و غریب حرکت پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور انہوں نے اس واقعے کو بادشاہ کے پاگل پن سے تعبیر کیا اس واقعے کے بعد خاص و عام میں بادشاہ "دیوانہ" کے لقب سے مشہور ہوگیا۔

شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ

کچھ فتنہ پردازوں اور نامعتبر لوگوں نے بادشاہ سے ایک بار کہا کہ ارا کین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ "آپ کو بادشاہت سے معزول

besturdubooks.wordpress.com

کر کے شہزادہ میراں حسین کو تخت نشین کیا جائے۔" یہ بات سن کر مرتضٰی نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ میراں حسین کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن صلابت خاں نے کچھ ایسا انتظام کر دیا کہ میراں حسین اپنے باپ کے ہاتھ نہ آسکا۔

ابراہیم عادل سرحد نظام شاہی پر

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ دلاور خاں کے مشورے سے ایک زبردست لشکر لے کر نظام شاہی سرحد پر آیا اور یہ پیغام دیا۔ "ہم شولاپور کو واپس نہیں کر سکتے۔" اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے صلابت خاں کے ہنگاموں سے مشتعل ہو کر قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

صلابت خاں سے خفگی

مرتضٰی نظام نے ان تمام واقعات کا سبب صلابت خاں کی کج فہمی اور عاقبت نااندیشی کو قرار دیا۔ بادشاہ صلابت خاں سے سخت ناراض ہو گیا اور اسے بلا کر پوچھا۔ "تو نمک حرام ہے یا نمک حلال؟" اس نے جواب دیا۔ میں حضور کا ایک ادنیٰ خیر خواہ غلام ہوں۔ نظام شاہ نے کہا۔ "تیری بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے میں بہت تنگ آگیا ہوں لیکن میں پھر بھی تجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔"

قید کے لیے قلعے کا تعین

اس پر صلابت خاں نے بادشاہ سے گذارش کی حضور بس اتنا کریں کہ قید کے لیے قلعہ کا تعین کر دیں میں خود اپنے آپ کو پابہ زنجیر کر کے اسی قلعے میں قید ہو جاؤں گا۔ اس کے جواب میں مرتضٰی نظام نے صلابت خاں کو قید کے لیے قلعہ وندراج پور تجویز کیا۔

صلابت خاں کی نظربندی

صلابت خاں اپنے مکان پر پہنچا اور فوراً بادشاہ کی خواہش کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں' پالکی میں سوار ہوا اور اپنے عزیزوں وغیرہ سے کہا۔ "مجھے قلعہ وندراج پور میں نظر بند کر دو۔ اس کے عزیزوں ہمدردوں اور بہی خواہوں نے جن میں راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی شامل تھا اس کو بہت منع کیا مگر اس نے کسی کی بات نہ مانی۔

قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر

صلابت خاں کی نظر بندی کے بعد مرتضٰی نظام شاہ نے وکالت اور وزارت کے عہدے بالترتیب قاسم بیگ حکیم اور میرزا محمد تقی کو عنایت کیے۔ اور ان امیروں کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے عادل شاہ سے صلح کر لی جائے ان امراء نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ نظام شاہی سرحد سے روانہ ہو گیا۔

جشن مسرت

عادل شاہ کی بہن کو اب تک اس کے شوہر شہزادہ میراں حسین کے حوالے نہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا گیا اور دلہن شہزادے کے سپرد کر دی گئی۔

بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ

مرتضٰی نظام شاہ نے ایک بار پھر شہزادہ میراں حسین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی سے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں اس لیے جلد از جلد شہزادے کو میرے حضور پیش کرو۔" یہ دونوں امیر بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بے حد خوش ہوئے انہوں نے شہزادے کو قلعے سے باہر نکالا اور بذریعہ پالکی بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

آتش زدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پہلے تو بیٹے سے بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بغداد نامی عمارت کے قریب ایک حجرے میں ٹھہرایا، مگر دوسرے روز اس نے شہزادے کو توشک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرے کو نذر آتش کر دیا اور دروازہ باہر کی طرف سے بند کر دیا۔

شہزادے کا بچ نکلنا

شہزادہ بصد مشکل توشک اور لحاف سے باہر نکلا اس نے جب کمرے میں چاروں طرف دھواں ہی دھواں دیکھا تو پریشان ہو کر چیخنے لگا۔ فتحی شاہ نے یہ آوازیں سنیں، تو اسے شہزادے پر رحم آگیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر شہزادے کو باہر نکالا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی کے حوالے کر دیا۔

فتحی خاں سے باز پرس

ان امراء نے شہزادے کو چوری چھپے دولت آباد روانہ کر دیا۔ دو تین دن کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ حجرے میں آیا اسے توقع تھی کہ کمرے میں سے شہزادے کی ہڈیاں ملیں گی لیکن اسے اس قسم کی کوئی شے نظر نہ آئی تو اس نے فتحی خاں سے رجوع کیا اور اس سے باز پرس کی۔ فتحی شاہ نے جواب دیا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے کی ہڈیاں بھی جل کر خاک ہو گئی ہیں بادشاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے ذرا سختی کے ساتھ فتحی خاں سے حقیقت حال دریافت کی۔ فتحی شاہ نے خوفزدہ ہو کر بتا دیا کہ میں نے شہزادے کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالے کر دیا ہے۔

قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو طلب کیا اور قلعے کے دروازے کے قریب ان سے دریافت کیا کہ شہزادہ میراں حسین کہاں ہے۔ ان امیروں نے ملکی مصالح کا خیال رکھتے ہوئے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ نظام شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ان دونوں امیروں کو قید کر دیا اور امور سلطنت کی انجام دہی کا کام میرزا محمد صادق کے سپرد کر دیا۔

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وجہ سے نوروز کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور "میرزا خان" کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا، اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ "مرتضیٰ نظام شاہ بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضیٰ نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دوں۔"

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفعیے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انہیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا نے اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلاکم و کاست بیان کر دوں گا۔ لہٰذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس نے کہا۔ "اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمھیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔" فتحی شاہ نے لالچ میں آکر بادشاہ سے اس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خان بہت خوش ہوا اور اس نے حسب وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مورخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا۔ اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے' میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام لشکر سے بھاگ گیا۔ میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں' رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب صبح ہوئی تو میں منزل مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں

میں نے لشکر سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا۔ "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں' جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں' مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے یہ بلاکم و کاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مورخ فرشتہ کی رائے ------ پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے اس کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں' لشکر خاصہ اور دو تین ہزار اسلحدار جو اسوقت موجود ہیں انہیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں

besturdubooks.wordpress.com

اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد تمام امراء اور سرداران لشکر خود بخود ہی حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازی طبیعت

یہ سن کر مرتضٰی نظام شاہ نے کہا چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا۔ میں نے یہ کھانا کھایا اس کے بعد فوراً بعد ہی میرے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی چند خونی دست بھی آئے' ابھی تک میری آنتوں میں درد ہو رہا ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ سواری کر سکوں۔ میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے متذکرہ خواجہ سرا سے سازباز کر کے مجھے زہر کھلوا دیا ہے۔

دوسرا طریقہ

بادشاہ کے اس بیان کے بعد میں نے عرض کیا۔ "اس مسئلے کا حل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صلابت خاں کو رہا کر دیا جائے۔ اسے مع دوسرے قیدیوں کے وندراج پور سے شاہی بارگاہ میں طلب کیا جائے۔ اس کے بعد شکار کے بہانے سے پالکی میں جنیر کی طرف روانہ ہوں اور اثنائے راہ میں صلابت خاں سے ملاقات کریں۔ مجھے امید ہے کہ صلابت خاں کی حضور سے ملاقات کی خبر سن کر تمام امراء اور سرداران لشکر شہزادہ میراں حسین اور میرزا حسین سے الگ ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

امراء کی طلبی حکم

بادشاہ نے میرے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی وقت صلابت خاں' قاسم بیگ اور محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلبی کے فرامین جاری کیے اور خود بھی سفر کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا تو نمک حرام دوں فطرت اور غدار فتحی شاہ نے بادشاہ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دیا اور واویلا شروع کر دیا۔ "حضور جس وقت احمد نگر سے باہر نکلیں گے تو لشکر خاصہ کے سپاہی آپ کو گرفتار کر کے شہزادہ میراں حسین کے سپرد کر دیں گے۔

مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات

مرتضٰی نظام شاہ کو فتحی شاہ کی بات کا یقین آ گیا اس کے بعد بادشاہ نے راقم الحروف کو (جو ان دنوں دربار کا محافظ تھا) اپنے حضور طلب فرمایا اور بات چیت کی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی' اس کا رنگ گندمی تھا' بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور قد خاصا لمبا تھا' اس کی شخصیت دیکھنے والے کو بہت متاثر اور مرعوب کرتی تھی۔ نظام شاہ کو فارسی شاعری سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اچھے خاصے شعر کہہ لیتا تھا۔

قلعے میں قیام کا فیصلہ

بادشاہ نے مجھ سے فرمایا۔ "فتحی شاہ نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اس قلعے میں مقیم رہیں اور صلابت خاں کی آمد کا انتظار کریں۔" مجھے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ جب تمام لوگوں کو بادشاہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو وہ بہت مایوس ہوئے' وہ تمام جو بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے تھے' ایک ایک کر کے دولت آباد کی طرف جانے لگے۔

احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد

میرزا خاں کو صلابت کی آمد کی تو اطلاع مل ہی چکی تھی اس لیے اس نے جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں اور جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔ میرزا خاں نے صلابت کی آمد تک کے عرصے کے لیے قلعے کا دروازہ بند کر کے حصار کی حفاظت کرنے کا ارادہ کیا تمام اہالیان قلعہ قلعے سے باہر نکل کر میرزا خاں سے مل گئے۔ قلعے میں سوائے فتحی شاہ' اس کی کنیز "سبزہ" اور چند پردہ داروں کے کوئی اور نہ رہا۔ میں نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے قلعے کی محافظت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

besturdubooks.wordpress.com

قتل و غارت گری

اسی اثناء میں شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں ننگی تلواریں لے کر تیس اور چالیس بدمعاشوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد یہ لوگ عمارت بغداد میں جہاں بادشاہ رہتا تھا داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری شروع کر دی شہزادہ میراں حسین نے راقم الحروف کو بھی پہچان لیا' لیکن ہم مکتبی کا خیال کر کے مجھے قتل نہ کیا اور اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا۔

شہزادے کی باپ سے گستاخی

شہزادے نے اپنے باپ' مرتضیٰ نظام کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور انتہائی بے مروتی سے پیش آیا' بادشاہ حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔ شہزادے نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے پیٹ میں اتنے زور سے بھونک دوں کہ پیٹھ کے دوسری طرف نکل آئے۔ نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "اے مردود! اے عاق شدہ بیٹے! تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کر لے۔"

میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم

شہزادہ عمارت بغداد سے نیچے اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ان دنوں سخت بیمار تھا اور موت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ میراں حسین نے اس حالت میں بھی اس پر رحم نہ کھایا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے۔ حمام کا دروازہ بند کر کے گلخن میں انتہائی تیز آگ روشن کی جائے۔ حمام کے تمام سوارخ بند کر دیئے جائیں اور اس تک پانی کی ایک بوند بھی نہ پہنچنے دی جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال

شہزادے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ہجری کی صبح کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیعہ عالموں نے اپنے مشرب کے مطابق بادشاہ کی تجہیز و تکفین کی اور امانت کے طور پر اسے روضہ باغ میں دفن کر دیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو یہ لاش کربلائے معلی روانہ کر دی تاکہ بزرگوں کے پہلو بہ پہلو دفن کی جا سکے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے چوبیس سال پانچ ماہ تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں حسین بن مرتضٰی نظام شاہ

میرزا خاں کا اقتدار

میرزا خاں کے مشورے پر عمل کر کے میراں حسین نے اپنے باپ مرتضٰی نظام کو حمام میں بند کر کے ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہوا۔ اس نے میرزا خاں کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ میرزا خاں نے یہ ارادہ کیا کہ دلاور خان کی پیروی کرتے ہوئے سولہ سالہ میراں حسین کو خلوت گزیں کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

میراں حسین کی بری عادتیں

میراں حسین شرپسند، شکی مزاج اور کینہ پرور تھا اس وجہ سے میرزا خاں کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست و سرشار ہو کر بدمعاشوں اور کمینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آ جاتا تھا اسے تیز و تفنگ سے ہلاک کر ڈالتا تھا۔

میرزا خاں کی گرفتاری

بدمعاشوں کے ایک گروہ نے ایک بار بادشاہ سے کہا "میرزا خاں نے مرتضٰی نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے آزاد کر دیا ہے اور خفیہ طور پر اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پا کر آپ کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔" یہ سن کر بادشاہ بہت پریشان ہوا لہٰذا اس نے فوراً میرزا خاں کو گرفتار کر لیا۔

رہائی اور عزت افزائی

دوسرے دن بادشاہ کو معلوم ہوا کہ میرزا قاسم کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرزا خاں کو رہا کر کے اسے اس کے منصب پر بحال کیا اور اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت افزائی کی۔ میرزا خاں نے بے بنیاد توہمات کو دور کرنے کے لیے بادشاہ سے کہا۔ "یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ سلطنت کے وارثوں کا وجود ہمیشہ مصیبت کا باعث ہوتا ہے اس لیے میری حقیر رائے یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کے بال بچوں کے قتل کر دیا جائے۔"

شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل

بادشاہ نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اسی دن شاہی خاندان کے پندرہ افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

میرزا خاں کی شکائتیں

اب میرزا خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔ بادشاہ کے رضاعی بھائی آنکس خاں اور طاہر خاں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ہر وقت بادشاہ سے میرزا خاں کی شکائتیں کرنے لگے۔ میراں حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکائتوں سے متاثر ہوا۔ کبھی وہ کہتا تھا۔ "میں میرزا خاں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلوا دوں گا۔ کبھی کہتا میں اسے گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

besturdubooks.wordpress.com

میرزا کے قتل کی سازش

میرزا خاں تک بھی یہ تمام باتیں پہنچیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے میراں حسین کو معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ میرزا حسین کی نیت بھانپ گیا۔ ۹۹۷ ہجری میں ۱۲ جمادی الاول کو آنکس خاں کے گھر میں ایک دعوت منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے شرکت کی اور میرزا خاں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ اس کا کام تمام کیا جا سکے۔ میرزا حسین نے بیماری کا بہانہ کیا اور دعوت میں نہ گیا۔ اس کی جگہ آقا میر شیروانی کو (جو اس کا رازدار تھا اور جسے بادشاہ بھی اپنا وفادار سمجھتا تھا) آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔

آقا شیروانی

آقا میر شیروانی جس وقت آنکس خاں کے گھر پہنچا' بادشاہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ صاحب خانہ نے نووارد کے لیے ایک علیحدہ دسترخوان بچھوایا' آقا میر نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی ہدایت کے مطابق قے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ میرزا خاں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ ''آقا میر شیروانی ایک عالی مرتبت شاہی امیر ہیں مناسب ہو گا اگر قلعہ احمد نگر کے باہر کسی اچھے مکان میں رہائش کی اجازت دی جائے۔ حضور کی توجہ سے یہ امیر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو شاہی حکیموں کو حکم دیا جائے کہ آقا میر کا علاج کریں۔

بیماری کا بہانہ

آنکس خاں کے مکان سے آ کر قلعہ کے باہر بادشاہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ ''اس وقت آقا میر کی حالت تشویش ناک ہے۔ اگر حضور اس کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے چلیں تو یہ امر حضور کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہ ہو گا۔'' بادشاہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا اس نے میرزا خاں کی درخواست قبول کر لی اور مع دو تین ملازموں کے میرزا کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

میراں حسین کی گرفتاری

قلعے میں اس وقت جو لوگ تھے وہ تمام کے تمام میرزا خاں کے حلیف اور بہی خواہ تھے۔ میرزا نے قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور میر طاہر نیشاپوری کو قلعہ لہاکر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میرزا خاں یہ چاہتا تھا کہ برہان کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو جو سب سے زیادہ قابل اور ذہین ہو تخت نشین کیا جائے۔

شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی

میر طاہر دوسرے روز برہان کے دو بیٹوں ابراہیم اور اسمٰعیل کو لے کر احمد نگر واپس آ گیا۔ میرزا نے قاسم بیگ اور محمد تقی اور دوسرے تمام غریب امراء کو جو اپنے اپنے گھروں میں مقیم تھے اور حالات سے بالکل بے خبر تھے بہ جبر شہر سے قلعہ میں طلب کیا۔ ایک مجلس منعقد کی گئی اور شہزادہ اسمٰعیل کو جو ابراہیم سے چھوٹا تھا اور جس کی عمر صرف نو سال تھی تخت نشین کیا گیا۔

جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ

اسی اثناء میں قلعے کے باہر شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ میرزا خاں نے چند اشخاص کو اس شور کا سبب دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے واپس آ کر بتایا۔ یک صدی منصب دار جمال خاں مہدوی مع دوسرے منصب داروں کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اس کا کہنا ہے کہ کئی دن سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں

besturdubooks.wordpress.com

اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

جمال خاں کی منادی

میرزا خاں نے نہایت متکبرانہ انداز سے کہا۔ "میراں حسین اس قابل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ بنایا جائے اب ہم سب کا بادشاہ شہزادہ اسمٰعیل ہے وہ ابھی باہر آکر تم سب کا سلام قبول کرے گا۔" یہ سن کر جمال خاں بہت بگڑا اس نے سارے شہر میں منادی کرا دی کہ میرزا خاں اور دوسرے غریب امراء قلعے کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے میراں حسین کو قید کر لیا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی آزادی کی حفاظت کرنی چاہیے اور غریبوں کے اقتدار اور تسلط سے جھنکارا پانا چاہیے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اہل دکن کے بیوی بچے غریبوں کے لونڈی اور غلام ہو جائیں گے۔"

اہل دکن کا اشتعال

اہل دکن نے جب یہ منادی سنی تو وہ فوراً مسلح ہو گئے دکنی باشندوں کے غول کے غول قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی سی دیر میں پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع ہو گیا۔ بدمعاشوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے ساتھ ہو لیا۔ تمام حبشیوں نے قلعے پر حملہ کر دیا۔

جمال خاں کا قلعے پر دھاوا

میرزا خاں کی بدقسمتی کا دور آ گیا تھا اس لیے جمال خاں پچیس ہزار افراد کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس آیا میرزا خاں نے عاقبت نااندیشی اور نادانی سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی ایک جماعت جمال خاں کے مقابلے پر بھیجی۔ میرزا نے اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں کو ایک سو پچاس غریب زادوں' سات غریبوں بیس دکنیوں اور "غلام علی" نامی ایک ہاتھی کے ہمراہ جمال خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

معرکہ آرائی

کشور خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مختصر سی فوج جمال خاں کے لشکر جرار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی' لیکن وہ مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ بہت سے غریب زادے مارے گئے اور پندرہ افراد زخمی ہو کر قلعے کے اندر واپس آ گئے۔ میرزا خاں نے غریبوں کو (جن پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے سب کچھ کیا تھا) اس طرح پریشان دیکھا تو کہا۔ "دکنیوں کا یہ تمام شور شرابہ محض میراں حسین کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کو فوراً قتل کر دینا چاہیے تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔

میراں حسین کا قتل

میرزا خاں نے اسمٰعیل خاں نامی ایک غریب زادے کو اشارہ کیا' اس نے فوراً میراں حسین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ کٹا ہوا سر قلعہ کے دروازے پر برج کے اوپر لٹکا دیا گیا۔ اسمٰعیل خاں نے بلند آواز میں دکنیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم لوگوں کا شور شرابہ میراں حسین کے لیے تھا اس کا سر حاضر ہے اب تم لوگوں کو چاہیے کہ اسمٰعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت و وفاداری کا عہد کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔"

جمال خاں کی تقریر

بعض دکنی امراء نے واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا' لیکن جمال خاں نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا "ہمیں میراں حسین کے قتل کا انتقام لینا چاہیے اور غریب زادوں کو اس جرم کی پاداش میں تہ تیغ کرنا چاہیے۔ اسمٰعیل بن برہان کے عہد حکومت میں ہمیں بااقتدار ہو کر رہنا چاہیے۔ غریبوں کا دست نگر ہو کر رہنا ہماری شان کے خلاف ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

اہل قلعہ کے نام پیغام

دکنیوں نے جمال خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے اپنا سردار بنا کر قلعے کے محاصرے میں مصروف ہو گئے۔ جمال خاں نے عام لوگوں کی دلدہی کے واسطے اپنے چند آدمیوں کو قلعے کے دروازے کے پاس بھیجا اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا۔ "عام لوگوں کو یہ رائے ہے کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر تم اس سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی اسے قریب سے دیکھ کر تمہاری بات کا یقین کر لیں گے اور معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔"

تجاہل عارفانہ

میراں خاں نے بلوائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور میراں حسین کا سر نیچے پھینک دیا۔ جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سر میراں حسین ہی کا ہے لیکن انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔ "یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔" اس کے بعد انہوں نے اس سر کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔

آتش زدگی

اسی دوران میں قلعے کے قریب سے ایک سو بیل گھاس اور چارے سے لدے ہوئے گزرے۔ جمال خاں کے حکم سے ان بیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعے کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ان کو آگ لگا دی گئی۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی اور قلعے کے دروازے جل کر خاک ہو گئے۔ چاروں طرف انگارے ہی انگارے تھے نہ کوئی قلعے کے اندر جا سکتا تھا اور نہ کوئی باہر آ سکتا تھا۔

میرزا خاں کا فرار

جب رات دو گھڑی کے قریب گزر گئی تو آگ کی شدت کم ہوئی۔ میرزا خان' بالی خان' امین الملک نیشاپوری اور دوسرے امراء اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر قلعے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ ان سب لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں ان میں سے بعض تو شہر ہی میں اور بعض مضافات شہر میں دکنیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ میرزا خاں جنیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

غریبوں کا قتل

دکنی اور حبشی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' ان لوگوں نے قاسم بیگ' سید شریف گیلانی' اعتماد شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے علاوہ باقی تمام غریبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً تین سو کے قریب مارے گئے ان میں میرزا محمد تقی نظیری' میرزا محمد صادق' میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شوستری جیسے یگانہ روزگار اور بے مثل اشخاص بھی تھے۔ میرزا صادق ذکی و فہیم انسان تھا وہ اعلیٰ درجے کا منشی اور شاعر تھا۔

لاشوں کی بے حرمتی

جب صبح ہوئی تو چاروں طرف غریبوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ جمال خاں نے حکم دیا کہ ان لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا جائے اور اگر ان کے وارث تجہیز و تکفین کرنا چاہیں تو انہیں منع کر دیا جائے۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ روضہ میں دفن کر کے اسمٰعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور ایک بار پھر غریبوں کو قتل کرنے اور ان کے مکانات کو لوٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

غریبوں پر مزید مظالم

دکنیوں اور حبشیوں نے خوب جی کھول کر غریبوں پر مظالم ڈھائے۔ ان کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل و عیال

besturdubooks.wordpress.com

کی آبروریزی کی' ان کے مکانات کو نذر آتش کیا گیا' معززین کو مجرموں کی طرح سزائیں دی گئیں۔ الغرض ظلم و ستم کا کوئی ایسا انداز نہ تھا جسے ان بے چاروں پر آزمایا نہ گیا ہو۔

میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل

اس حادثے کے چوتھے روز میرزا خاں کو جنیر کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ جمال خاں کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا اور بعد میں اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل

جمشید خاں شیرازی اس کے بھائیوں سید حسین اور سید محمد اور اس کے بیٹے سید مرتضیٰ کو بھی مجرم گردانا گیا۔ ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ میرزا خاں کے بہی خواہ تھے۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں سزائے موت دی گئی اور ان کی لاشوں کو توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

مصیبت کا خاتمہ

تقریباً ایک ہفتے تک شہر اور قصبوں میں غریبوں کو قتل کیا گیا ایک ہزار کے قریب غربا قتل ہوئے اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی دوران میں فرہاد خان حبشی اپنی جاگیر سے واپس احمد نگر آیا اس نے لچوں' لفنگوں اور بدمعاشوں وغیرہ کی سرزنش کر کے اس فتنے کا دروازہ بند کر دیا اور اس طرح ان غریبوں نے جو اپنے دکنی اور حبشی دوستوں کے گھروں میں چھپے ہوئے تھے مصیبت سے نجات پائی۔

میراں حسین کی مدت حکومت

میراں حسین کی مدت حکومت دو ماہ تین دن ہے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو ہلاک کیا لیکن وہ خود بھی ایک سال کے اندر ہی اندر مارا گیا۔ اسی طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں ترکوں کا ساتھ دیا اور خود سال بھر بھی تخت پر نہ بیٹھا۔

برا انجام

میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور نے بھی اپنے باپ کو دھوکا دیا اور الغ بیگ جیسے فاضل دانش مند اور یگانہ عصر کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر اس کا اپنا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ اور وہ چھ ماہ کی قلیل مدت تک بھی حکمرانی نہ کر سکا۔ بالکل ایسا ہی واقعہ میراں حسین کے ساتھ پیش آیا۔ اوپر کی مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی جان لے کر حکومت حاصل کی' اس کی اپنی جان پر بھی بن گئی۔ میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو قتل کیا اور خود ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا اور مارا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے

مرتضیٰ نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ "کھاکر" کے قلعے میں قید تھا۔ اس نے اس خیال سے کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے۔ احمد نگر پر لشکر کشی کی، لیکن وہ شکست کھا کر شہنشاہ اکبر کے پاس چلا گیا۔ برہان کے دو بیٹے تھے، ابراہیم اور اسمٰعیل ابراہیم یہ ایک حبشی عورت کے بطن سے تھا اسی وجہ سے اس کا رنگ کالا اور صورت غیر دلکش تھی اسمٰعیل کی ماں کوکن کے امیر کی بیٹی تھی اور وہ صورت و شکل کے لحاظ سے بھائی کے برعکس تھا اس کی شکل کافی جاذب توجہ تھی۔ صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو "کھاکر" کے قلعے میں قید کر دیا تھا۔

اسمٰعیل کی تخت نشینی

جب میرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا اس وقت نظام شاہی خاندان میں ابراہیم اور اسمٰعیل کے علاوہ کوئی وارث تاج و تخت موجود نہ تھا۔ میرزا خاں نے قلعہ "کھاکر" سے ان ملازموں کو طلب کیا، اگرچہ ابراہیم بڑا تھا لیکن میرزا خاں نے بادشاہت کے لیے اسمٰعیل کو موزوں پایا اور اسی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

مہدوی مذہب اور اسمٰعیل

جمال خاں جب برسراقتدار آیا تو اس نے بھی اسمٰعیل شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا۔ جمال خاں کا تعلق مہدوی فرقے سے تھا اس نے بادشاہ کی کمسنی اور نو عمری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا اور بارہ اماموں کے نام خطبے سے نکال دیئے۔ قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدویہ فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے جنھوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعویٰ پر یقین لے آئے۔ سید صاحب کے حالات زندگی مشہور و معروف ہیں اس لیے راقم الحروف مورخ فرشتہ ان سے قطع نظر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

مہدویوں کی جاں نثاری

اسمٰعیل شاہ کے عہد حکومت میں سارے ہندوستان سے مہدوی فرقہ کے لوگ احمد نگر چلے آئے اور بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اسمٰعیل کے بڑے وفادار اور جاں نثار تھے اور اسے اپنے فرقے کا خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسمٰعیل کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں صلابت خاں نے جو برار کی سرحد پر مقید تھا۔ میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور رہائی حاصل کر کے وہاں سے نکل پڑا۔

صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر

برار کے امیر مہدوی فرقہ کے اقتدار کی وجہ سے بہت ناخوش تھے۔ ان امیروں نے صلابت خاں کا ساتھ دیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہو گیا۔ جمال خاں نے اپنے فرقے کے لوگوں کی قوت پر بھروسہ کر کے صلابت خاں اور دلاور خاں دونوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ

جمال خاں پہلے تو بادشاہ کو ہمراہ لے کر صلابت خان کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پٹن کے قریب فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ بہت زبردست

besturdubooks.wordpress.com

جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں جمال خاں کو فتح ہوئی۔ صلابت خاں شکست کھا کر برہان پور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

عادل شاہیوں سے صلح

اس کے بعد جمال خاں نے عادل شاہی لشکر کے مقابلے کا ارادہ کیا' قصبہ آشٹی کے قریب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پندرہ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی رہیں' لیکن جنگ کی ابتداء کسی کی طرف سے نہ ہوئی بالآخر کچھ لوگ بیچ میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں میراں حسین کی پالکی اور ستر ہزار ہون عادل شاہیوں کے سپرد کر دے۔ جمال خاں نے یہ شرط پوری کر دی اور احمد نگر روانہ ہو گیا۔

غریبوں کا خروج

جمال خاں نے عید الفطر کے دن تقریباً تین سو (۳۰۰) غریبوں کو (جو فرہاد خاں کی کوششوں سے ابھی تک بچے ہوئے تھے) احمد نگر سے نکال دیا اور یہ بیچارے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان خستہ حالوں کی کیفیت دلاور خاں نے ابراہیم عادل سے بیان کی اور اس نے انہیں شاہی ملازمین کے گروہ میں شامل کر لیا۔ اب تک یہ سب بیچارے بیجاپور ہی میں ہیں۔

مورخ فرشتہ بیجاپور میں

راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی غریبوں کے گروہ کے ساتھ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آ گیا۔ دلاور کے توسط سے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مجھے شاہی ملازمین میں داخل کر لیا گیا۔ تاحال اسی عالی مرتبت بادشاہ کی بارگاہ سے وابستہ ہوں۔

صلابت خاں کا انتقال

اسی زمانے میں صلابت خاں کی عمر ستر سال ہو چکی تھی وہ زندگی کی آخری منزل پر تھا اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اسمٰعیل نظام شاہ سے اس نے جمال خاں کے واسطے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر آ گیا۔ صلابت خاں نے کوئی منصب قبول نہ کیا اور اپنے آباد کیے ہوئے قصبے پنکاپور میں قیام پذیر ہوا اور آخری وقت تک وہیں رہا۔ اسی سال یعنی ۹۹۸ ہجری میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا اور خود اپنے تعمیر کردہ مزار میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں کی یادگار اس کا لڑکا مرتضٰی قلی موجود ہے جو آج کل مرتضٰی شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ

جب اکبر بادشاہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کی تخت نشینی کی خبر سنی تو اس نے برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک بنگش سے (جو کابل اور سندھ کے درمیان واقع ہے) اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ "(احمد نگر کے حقیقی وارث تمہیں ہو' اس لیے میں یہ ملک تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس ملک کو فتح کرنے کے لیے جتنا لشکر بھی درکار ہو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو معزول کر کے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لو"۔

برہان شاہ کو جواب

برہان نے بادشاہ سے کہا۔ "اہل دکن جب شاہی لشکر کو میرے ساتھ دیکھیں گے تو وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں اکیلا ہی دکن کی طرف جاؤں اور نرمی اور ملائمت سے اہل دکن کو اپنا بہی خواہ بنا کر اپنے موروثی ملک پر قبضہ کروں۔ بادشاہ نے برہان کی اس رائے کو پسند کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

دکن کو روانگی

اکبر بادشاہ نے پرگنہ ہنڈیا برہان شاہ کو بطور جاگیر کے عنایت کی' حاکم اسیر راجہ علی خاں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان بھیجا کہ برہان شاہ کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے- برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دکن کی سرحد پر پہنچا اور قصبہ ہنڈیا میں قیام پذیر ہوا- اس نے نظام شاہی علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے روانہ کیے اور انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی- ان زمین داروں نے برہان شاہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا-

برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ

برہان شاہ نے گنتی کے چند سوار ساتھ لیے اور کندوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہو گیا- جہانگیر خاں حبشی (جو ایک سرحدی امیر تھا) نے وعدہ خلافی کی اور لڑائی کا ارادہ کیا فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آراء ہوئے برہان شاہ کو شکست ہوئی' چغتائی خاں نامی ایک امیر مارا گیا' برہان شاہ بحال تباہ واپس ہنڈیا آگیا-

فراہمی لشکر

برہان شاہ دن رات احمد نگر پر قبضہ کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا تھا- آخر کار یہ وقت آیا کہ راجہ علی خاں اور ابراہیم عادل شاہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے- برہان ہنڈیا سے برار چلا گیا اور لشکر جمع کرنے لگا- جمال خاں کو جب اطلاع ملی تو اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا-

مہدویوں کا فیصلہ

مہدویوں نے یہ طے کیا کہ سید امجد الملک مہدوی براری امیروں کو ساتھ لے کر برہان اور راجہ علی خاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے سامنے آئے- اس فیصلے کے مطابق جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کو ساتھ لیا اور عادل شاہ کو مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا-

عادل شاہی لشکر کو شکست

دارے سنگ نامی قصبے میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا- مہدویوں نے شجاعت و بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا- عادل شاہی لشکر کو شکست ہوئی اور جمال خاں نے تین سو عادل شاہی ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کیا-

جمال خاں کی برار کو روانگی

اس واقعے کے چوتھے روز یہ اطلاع ملی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوششوں سے براری امیروں نے برہان شاہ کی اطاعت کر لی ہے- اور سرحد پر اس سے ملاقات کی یہ خبر سنتے ہی جمال خاں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ برار کی طرف روانہ ہو گیا-

عادل شاہ کی کارروائی

راجہ علی خاں کے مشورے کے مطابق عادل شاہ نے جمال خاں کا تعاقب کیا اور برگی امیروں کو یہ حکم دیا کہ نظام شاہی لشکر پر چاروں طرف سے چھاپے مارے جائیں اور غلہ اور سامان ضرورت اس کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے- اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تو جمال خاں کے بہت سے ساتھی اس سے علیحدہ ہو کر برہان سے مل گئے-

مہدوی لشکر کی پریشانی

جمال خاں اپنے مہدوی جان نثاروں کی وفاداری اور خلوص پر اعتماد کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا روہنگیر گھاٹ پر پہنچا- برہان شاہ کے آدمیوں نے گھاٹ کا راستہ مسدود کر رکھا تھا- جمال شاہ ایک دوسرے راستے سے جو بہت ہی مشکل اور

besturdubooks.wordpress.com

پیچیدہ تھا۔ برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راستے میں پانی بہت کم تھا اور ہوا انتہائی گرم تھی اس وجہ سے جمال خاں کے سپاہیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور منزل کے تعین میں خاصی زحمت اٹھانا پڑی۔

پانی کی نایابی

اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں پانی بکثرت ہے۔ جمال خاں فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہوا' لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی برہان شاہ اور علی خاں نے اس مقام کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ جمال خاں کے لشکریوں کی حالت بہت خراب ہو گئی اور انہوں نے راستے کے ایک جنگل میں قیام کیا۔

پانی کی فراہمی

یہ سپاہی پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے ان کو اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک نخلستان ہے اور وہاں پانی بکثرت ہے یہ لوگ بھاگے بھاگے وہاں گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ لگا جو جانوروں اور انسانوں کی پیاس بجھانے کے کام آیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

جمال خاں نے اسی دن معرکہ کارزار گرم کر کے معاملے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان شاہ اور راجہ علی خاں کے مقابلے کے لیے ۱۳ رجب ۹۹۹ ہجری کو روانہ ہو گیا۔ اگرچہ فریقین کی فوجوں میں کافی فاصلہ حائل تھا لیکن مہدویوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فاصلہ طے کر ہی لیا۔ جمال خاں اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر دشمن کے مقابلے پر آ گیا۔

اسمٰعیل نظام کا فرار

دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مہدویوں کی فوج نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا' قریب تھا کہ مہدویوں کو فتح حاصل ہوتی کہ اچانک ایک گولی جمال خاں کے ماتھے پر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یاقوت خاں' خداوند خاں حبشی اور خواجہ میر سہیل نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اسمٰعیل نظام کو لے کر بھاگ گئے۔

برہان نظام شاہ کی فتح

برہان شاہ نے فراریوں کا تعاقب کیا' یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے' سہیل خواجہ سرا نے اسمٰعیل نظام کو ایک قصبے میں چھوڑا اور خود بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔ برہان شاہ کے امراء نے سہیل کا پیچھا چھوڑ دیا اور اسمٰعیل نظام کو اس کے باپ کے پاس لے آئے۔ برہان شاہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے راجہ علی خاں کو جس نے اس کی بہت مدد کی تھی چند ہاتھی بطور تحفہ نذر کیے۔ اس کے بعد برہان احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ نے دو سال تک حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ایام اسیری

برہان نظام شاہ اپنے بھائی نظام مرتضیٰ کے عہد حکومت میں "لہاکر" میں قید تھا۔ اس کی جاگیر بہت تھی اس وجہ سے اس کی زندگی بڑی اچھی طرح گزرتی رہی۔ مرتضیٰ نظام کے زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر بادشاہ سے بہت ناخوش تھے۔ جب مرتضیٰ، صاحب خاں کے پیچھے پیچھے بیدر روانہ ہوا تو امراء نے موقع پا کر برہان شاہ کو لکھا۔ "آپ کا بھائی بالکل دیوانہ ہے اور وہ بادشاہت کے قابل نہیں رہا اگر آپ قلعے سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔"

برہان نظام شاہ احمد نگر میں

برہان شاہ نے قلعے کے حاکم سے ساز باز کی اور باہر نکل آیا جب وہ جنیر کے قریب پہنچا تو اس کے گرد پانچ چھ ہزار سپاہی جمع ہو گئے اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ مرتضیٰ نظام کو اس واقعے کی جب اطلاع ملی تو وہ بیدر میں تھا، فوراً احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کی آمد سے ایک روز قبل برہان شاہ احمد نگر پہنچ گیا۔ اسی روز عصر کے وقت اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر سارے شہر کا چکر لگایا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرتضیٰ نظام زندہ نہیں ہے۔

مرتضیٰ نظام کی آمد

مرتضیٰ نظام بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر پہنچا۔ نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں پہنچ کر زین خاں سمنانی دوا فروش کی دکان پر اپنا ہاتھی کھڑا کیا اور دکان دار سے پوچھا۔ "تمہاری دکان پر کیا کیا اشیاء موجود ہیں؟" بادشاہ نے استفسار کیا، کیا تمہارے پاس دیوانگی و جنون کے دور کرنے کی بھی کوئی دوا ہے؟ اس کے جواب میں دوا فروش بولا۔ "میرے پاس ہر طرح کے جلاب کی دوائیں موجود ہیں۔"

دوا فروش سے گفتگو

اس پر بادشاہ نے کہا۔ "خدا ہی جانتا ہے کہ میں مجنون و دیوانہ ہوں یا فقیروں کی طرح خلوت گزیں ہو کر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوں یا میرے بھائی کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے جو اس نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے" زین خاں نے کہا۔ "حضور بڑے اطمیناں کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ برہان شاہ پاگل ہے کہ جس نے نمک حرامی کر کے آپ جیسے مہربان اور سراپا لطف و کرم بھائی کے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ہے۔ مرتضیٰ نظام دوا فروش کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اسے ایک ہزار ہون انعام میں دے کر وہاں سے روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علیحدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پورے آٹھ برس کے بعد رعایا کے سامنے آیا تھا اس نے اپنے اکثر و بیشتر ملازموں اور خدمت گزاروں کو پہچانا اور ان سے بات چیت کی وہ شہر کے مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا قلعے میں آ گیا۔ دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں مقیم ہوا۔ مرتضیٰ نظام کی خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اس لیے برہان شاہ کے اکثر ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

جنگ میں برہان نظام شاہ کو شکست اور فرار

دوسرے دن بھی مرتضیٰ نظام شاہ ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر میدان میں آیا۔ تقریباً دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے۔ بادشاہ خود تو "کالا چبوترہ" کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے توپ خانے اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ باغ ہشت بہشت کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد

دو سال کے بعد برہان شاہ اپنے بعض امیروں کی درخواست پر درویشانہ لباس میں احمد نگر آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر طے کیا کہ فلاں روز جب کہ صلابت خاں دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات کا فیصلہ کر رہا ہو تو پانچ سو (۵۰۰) سوار ایک دم اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کو جو پاگل ہو گیا ہے قتل کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں۔"

واپسی

صلابت خاں پر ان کی سازش کا راز کھل گیا ان تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد صلابت خاں نے برہان شاہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ برہان فقیرانہ لباس میں ادھر ادھر گھومتا تھا اور اس عالم میں اسے پہچاننا بہت مشکل تھا۔ احمد نگر سے وہ گجرات چلا گیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کے کچھ دنوں بعد وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

برہان----اکبر بادشاہ کی خدمت میں

برہان شروع میں سرحدی امیر تھا' لیکن بعد میں جب اسے خاں اعظم کوکہ کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا تو اسے ایک ہزاری منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ خاں اعظم نے بالاپور پہنچ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا' لیکن مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا اور وہ نامراد واپس آیا۔ بعد میں اکبر بادشاہ نے برہان شاہ کو صادق محمد خاں کے ساتھ دریائے سندھ اور کابل کے درمیانی علاقے کے افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا اور قصبہ بنگش کا جاگیردار مقرر کیا۔

دکن کو واپسی اور حکمرانی

برہان شاہ کا بیٹا جب احمد نگر کا حکمران ہوا تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنگش سے بلا کر دکن کی طرف روانہ کیا' جیسا کہ سطور بالا میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

مہدوی مذہب کی بیخ کنی

برہان شاہ کے بیٹے کے عہد میں مہدوی مذہب نے بہت زور پکڑا تھا' سارے ملک میں اس مذہب کے پرستار موجود تھے' لیکن برہان نے اس عقیدے کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مہدوی مذہب کے ماننے والے جہاں کہیں بھی نظر آئیں انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ عرصے میں یہ مذہب احمد نگر سے بالکل ختم ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

برہان شاہ نے حسب سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے گئے۔ وہ غریب امراء جو میرزا خاں کی وجہ سے ملک سے فرار ہو گئے تھے دوبارہ احمد نگر آئے۔ اور یہ شہر ایک دفعہ اہل کمال کا مرکز بن گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عادل شاہ کا پیغام

دلاور حبشی جو عادل شاہ کے خوف کی وجہ سے احمد آباد بیدر چلا گیا تھا۔ برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے منصب و جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو بہت آرزدہ ہوا اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "دوستانہ مراسم کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ دوست دشمن میں امتیاز کریں اور میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں' آپ ہر معاملے میں میرا ساتھ دیں تاکہ باہمی رفاقت اور زیادہ مستحکم ہو۔ مجھے انتہائی تعجب ہے کہ جناب والا نے میرے ایک نمک حرام ملازم کو آپ نے نہ صرف منصب و جاگیر ہی بخشی بلکہ اسے ایک ممتاز عہدہ پر تعین بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تعلقات کا خیال رکھیں گے جو میرے اور آپ کے درمیان چلے آرہے ہیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے گے جو میری دل شکنی کا باعث ہو۔

پیغام کا نازیبا جواب

یہ پیغام سن کر برہان شاہ بہت غصے میں آیا اسے واقعی دوست اور دشمن میں امتیاز نہ رہا اور اس پیغام کے جواب میں نازیبا اور سخت باتیں کیں۔ یہ جواب پاکر عادل شاہ بھی محتاط ہوگیا اور برہان شاہ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ

عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جری کو احمد نگر بھیجا اور برہان شاہ کو پیغام دیا۔ وہ تین سو (۳۰۰) ہاتھی جو دلاور خاں کی ناتجربہ کاری اور حماقت کی وجہ سے آپ نے قبضے میں کر رکھے ہیں واپس کر دیجئے۔ اگر آپ نے اس سلسلے میں تاخیر کی تو آپ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔

عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی

برہان شاہ کو جب یہ پیغام ملا تو وہ اور زیادہ غصے میں آیا اور اس نے فوراً لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور اپنے امیروں کو ساتھ لے کر عادل شاہی علاقے میں داخل ہوگیا۔ عادل شاہ برہان کو ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ نہ سمجھتا تھا لہٰذا اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیجاپور ہی میں مقیم رہا۔ برہان نے دریائے بیورہ کے کنارے منگسرہ نامی مقام پر قیام کیا۔ دلاور خان اور دوسرے امراء کے مشورے سے اس نے فی الحال آگے قدم بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

بلند عزائم

برہان شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دریائے بیور کے پار ایک قلعہ تعمیر کروائے اور اس مقام تک تمام عادل شاہی علاقہ اپنے قبضے میں کر کے نو تعمیر شدہ قلعے کو سرحد قرار دے اور بعد ازاں رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ ورک پر بھی قبضہ کرے۔

نئے قلعے کی تعمیر کا کام

گرمیوں کا زمانہ تھا برہان شاہ نے تجربہ کار معماروں اور کاریگروں کو دریائے بیورہ (جو ان دنوں پایاب تھا) کے پار اتارا اور ایک ایسی جگہ پر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا' جہاں پرانے زمانے میں ایک قلعہ موجود تھا' لیکن اب امتداد زمانہ کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا۔ اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی تھے' شاہی معماروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا اور قلعے کو جلد از جلد تیار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

برسات کا موسم

عادل شاہ نے مصلحتاً بیجاپور سے کوئی فوج نظام شاہی لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ نہ کی لہٰذا یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعے کی

besturdubooks.wordpress.com

تعمیر میں معروف رہے۔ کچھ دنوں بعد برسات کا موسم آگیا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں دریا کا پانی چڑھ کر قلعے اور لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر عادل شاہی فوج قلعے پر قبضہ نہ کر لے۔ برہان شاہ نے نامکمل قلعے پر دروازے لگائے اور حصار کو توپوں وغیرہ سے مستحکم کیا اور برسات کے دوران قلعے کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دلاور خاں کی خام خیالی

اسی اثناء میں دلاور خاں نے سوچا جب تک میرے جیسا فہیم اور دانش مند امیر بیجاپور میں نہ پہنچے گا عادل شاہ کو نظام شاہیوں کے ہنگامے سے نجات نہ ملے گی۔ اس خیال کے پیش نظر دلاور خاں نے عادل شاہ سے قول نامے کی درخواست کی تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ بیجاپور جائے اور پہلے کی طرح سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔

دلاور کی بیجاپور کو روانگی

عادل شاہ تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دلاور خاں اس کے ہاتھ لگ جائے لہٰذا اس نے فوراً قولنامہ روانہ کر دیا۔ برہان شاہ نے دلاور کو بہت روکا مدلل انداز سے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور بیجاپور روانہ ہو گیا۔

عادل شاہی لشکر کی روانگی

دلاور خاں یونہی بیجاپور پہنچا اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظربند کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے دشمن کی طرف توجہ کی اور رومی خاں اور الیاس خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو نظام شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان امیروں نے قلعہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برکی امراء کو پانچ چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتارا۔ اور حکم دیا کہ تباہی و بربادی کا بازار ایسا گرم کیا جائے کہ نظام شاہیوں کے لیے اطمینان کا سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔

برہان نظام شاہ کا اقدام

عادل شاہیوں نے دشمن کو بہت پریشان کیا' برہان شاہ یہ صورت حال دیکھ کر بہت غصے میں آیا۔ اس کو اپنے امیروں پر قطعاً بھروسہ نہ تھا رات کے وقت وہ دشمن کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ گیا۔ عادل شاہیوں نے جب دشمن کی فوج کو دیکھا تو وہ اس جگہ سے کوچ کر گئی اور دریا کو پار کر کے الیاس خاں اور رومی خاں سے جا ملے اور اپنے لشکر کو منظم کرنے لگے۔

دریا میں طغیانی

اتفاق سے اسی وقت دریا میں زبردست طغیانی آگئی اور برہان شاہ اس وجہ سے دریا کو پار نہ کر سکا۔ اس نے دریا کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے دشمن پر توپوں کے ذریعے گولہ باری کی' لیکن اس کو کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

برکی امراء کی یورش

برکی امیروں نے دوبارہ دریا کو پار کر کے نظام شاہیوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے برہان شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ برہان نے نو تعمیر قلعے کو اسد خاں ترک کے حوالے کیا بہادر اور جوان ہمت سپاہیوں کے ایک گروہ کو قلعے کے اندر چھوڑا اور خود یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہی حدود میں آگیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت باآسانی حاصل کیا جا سکے۔

عادل شاہیوں کے حوصلے

اب رومی خاں اور الیاس خاں کو تگ و دو کا اچھا خاصا موقع ہاتھ میں آگیا انہوں نے دریا کو پار کر کے دشمن کو نقصان پہنچانا شروع کر

besturdubooks.wordpress.com

دیا۔ برہان شاہ بہت پریشان ہوا اس نے برار کے امیر الامراء نور خاں کو جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا کئی دوسرے امیروں کے ہمراہ عادل شاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔

نظام شاہیوں کی شکست

لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر نور خاں اور عادل شاہیوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اعتماد خاں شوستری نے نیزہ مار کر نور خاں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح نظام شاہیوں کو زبردست شکست ہوئی۔ عادل شاہیوں نے دشمن کے ڈیڑھ سو ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے۔

امراء کا ارادہ

اس واقعے سے برہان شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور خود اس کے امیر اس کے خلاف ہو گئے۔ دکن کے نامی گرامی امراء کامل خاں اور اس کے بھائیوں وغیرہ نے برہان کو معزول کر کے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ برہان شاہ کو امیروں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے کامل خاں وغیرہ کو سخت سزا دی۔

یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ

اس واقعہ کے بعد اہل دکن بادشاہ کے زیادہ مخالف ہو گئے ایک مقرب شاہی یوسف خواجہ سرا نے جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا اس نے رات کے وقت بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بیٹے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔ برہان شاہ کو اس کی اطلاع ہو گی' لیکن اسے یقین نہیں آیا کہ یوسف اس کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔

بادشاہ کی چشم پوشی

ایک رات بادشاہ نیند کے بہانے خواب گاہ میں گیا۔ یوسف سرا بھی خنجر ہاتھ میں لے کر خیمے میں آگیا۔ برہان شاہ نے اس کو دیکھ لیا اور چھلانگ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یوسف سے بادشاہ کو بڑی محبت تھی لہٰذا اس نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس واقعے سے ایسی چشم پوشی کی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

صلح کی کوشش

محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے جب حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے معتبر امیروں مصطفیٰ خاں استرآبادی اور عبدالسلام توفی کو بیجاپور روانہ کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کی کوشش کی۔ عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور تین مہینے تک یہ معاملہ یونہی رہا۔ آخر جب قطب شاہ اور علی خاں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا نوتعمیر قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کر کے واپس چلا جائے۔

صلح کی شرط کے ایفاء کا اقرار

خواجہ عبدلسلام توفی نے یہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کیا اور عادل شاہ سے کہا۔ "یہ مناسب ہو گا کہ حضور اپنے کسی معتبر امیر کو ہماری ساتھ کر دیں تاکہ اس کی موجودگی میں یہ شرط پوری کی جائے۔ عادل شاہ نے شاہ نواز خاں شیرازی کو (جس کا تذکرہ عادل شاہی حالات میں آچکا ہے) برہان شاہ کے پاس روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

شاہ نواز خاں نظام شاہی لشکر میں پہنچا' برہان شاہ کے امیروں نے اس کا استقبال کیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ برہان شاہ نے شاہ نواز کی موجودگی میں نوتعمیر قلعہ مسمار کیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے بعد برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا

besturdubooks.wordpress.com

ہوا جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔

ریکندہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ نے ریکندہ کے عیسائیوں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے امراء کی ایک جماعت کو بندر چیول روانہ کیا۔ برہان شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے جو پہاڑ ہے اس پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے قلعہ کا رخ اس طرف ہو جدھر سے عیسائیوں کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کی طرف جاتی ہیں۔ قلعے کو توپوں وغیرہ سے خوب اچھی طرح مستحکم کیا جائے تاکہ عیسائیوں کو سامان ضرورت نہ پہنچ سکے۔

قلعہ کھوالہ کی تعمیر

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قلعہ تیار ہو گیا۔ اس قلعے کا نام "کھوالہ" رکھا گیا۔ عیسائیوں نے دن کے وقت اپنی آمدورفت کو موقوف کر دیا اور رات کے وقت قلعے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ انہوں نے دوسری بندرگاہوں سے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھیں مدد کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے ریکندہ کے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دیا اور دوبارہ مسلمانوں پر شب خون مارا۔ ہر مرتبہ دو دو، تین تین ہزار دکنی مسلمان مارے گئے۔

قلعہ کھوالہ کے لیے مزید لشکر

برہان شاہ دل میں دکنی لشکریوں کے قتل سے بہت خوش تھا، لیکن ظاہری طور پر اس واقعے پر افسوس کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دوسرے دکنی امراء کے ساتھ (جن سے وہ آزردہ خاطر تھا) مع دس ہزار سپاہیوں کے قلعہ کھوالہ کی طرف روانہ کیا۔

روبسائی اور دمن پر لشکر کشی

روبسائی اور دمن کی بندرگاہیں گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں۔ ان بندرگاہوں سے ریکندہ والوں کو بہت مدد ملی تھی۔ اس لیے برہان نظام شاہ نے بہادر گیلانی کو دوسرے کئی غریب امراء کے ساتھ ان بندرگاہوں کی طرف روانہ کر دیا۔ بہادر گیلانی ۱۷ شوال ۱۰۰۱ ہجری کو منزل مقصود پر پہنچا۔ عیسائیوں اور فرنگیوں کی ایک بڑی تعداد نے بہادر گیلانی کا مقابلہ کیا۔

فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل

دکنی اور حبشی امراء نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کیے گئے تھے، بڑی جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کو منہ کی کھانی پڑی تقریباً ایک سو فرنگی اور دو سو نصرانی لڑائی میں کام آئے۔

عظیم الشان جشن مسرت

برہان شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جو عمارت بغداد کے بالکل ساتھ ہی تعمیر کروائی گئی تھی ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا۔ اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ اجازت تھی کہ اسے جس چیز کی خواہش ہو بلا جھجک طلب کرے۔ شراب اور کئی طرح کے لذیز حلوے اور معجونیں مجلس میں لائی گئیں۔ مے خواروں نے جام انڈیلنے شروع کیے اور جو پینے کے عادی نہ تھے، شربتوں وغیرہ سے جی بہلایا اس کے بعد گانے بجانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ کو اطلاع ملی کہ بادشاہ اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی مہم پر اور

besturdubooks.wordpress.com

میرزا شاہ رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور ندرباد کی طرف روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں خان خاناں برار پر حملہ نہ کر دے' عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔

ایک زبردست حادثہ

اسی دوران میں بندرگاہ چیول میں ایک زبردست حادثہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلعہ کھوالہ کی تعمیر کے بعد فرہاد خاں' اسد خاں' تاج خاں اور نصیر الملک جیسے نامی گرامی امراء قلعے کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے تمام آنے جانے کے راستے مسدود کر رکھے تھے قریب تھا کہ یہ عیسائی پریشان ہو کر اس علاقے سے چلے جاتے کہ برہان شاہ نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ہر خوبصورت عورت چاہے وہ کنواری ہو یا وہ شادی شدہ اس کے محل میں داخل کی جائے۔

برہان نظام شاہ کی بوالہوسی

بادشاہ کا یہ حکم سن کر تمام رعایا پریشان ہو گئی۔ برہان شاہ کو کسی نے بتایا کہ شجاعت خاں کی بیوی بہت ہی خوبصورت ہے' فوراً وہ عورت شاہی محل میں بلائی گئی۔ شجاعت خاں نے اپنی بیوی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ برہان نے فوراً شجاعت خاں کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں قید کر دیا اور اس کی بیوی کو اپنے محل میں منگوا لیا۔

شجاعت خاں کی خودکشی

برہان شاہ کو یہ عورت پسند نہ آئی اور اسے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس نے واپس کر دیا۔ ادھر شجاعت خاں جو قلعے میں قید تھا بیوی کی جدائی کی تاب نہ لا سکا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کر لی' اس واقعہ سے اہل دکن بہت متاثر ہوئے۔

کھوالہ کے امیروں کا ارادہ

جو امراء قلعہ کھوالہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی بہت آزردہ خاطر ہوئے اور انہوں نے قلعے کی حفاظت جی لگا کر نہ کی۔ ان امیروں نے طے کیا کہ احمد نگر روانہ ہو جائیں اور برہان شاہ کو مسند شاہی سے الگ کرنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی لشکر کشی

فرنگیوں کو نظام شاہی امیروں کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے سپاہیوں سے بھری ہوئی ساٹھ کشتیاں مختلف بندرگاہوں سے منگوائیں اور رات کے اندھیرے میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے۔ ۱۶ ذی الحجہ کی صبح کو چار ہزار فرنگیوں نے قلعہ کھوالہ پر لشکر کشی کی۔ قلعے کے باہر تاج اور رانی رائے ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ مقیم تھے۔ انہوں نے جو دشمن کو آتے دیکھا تو گھبرا کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کا قتل

فرنگیوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ چونکہ فرہاد خاں بادشاہ سے ناراضگی کی وجہ سے پہلے کی طرح قلعے کی حفاظت نہ کرتا تھا۔ اس لیے نگہبانوں نے اندھیرے کی وجہ سے قلعے کے دروازے کھلے رہنے دیئے تھے۔ عیسائیوں نے جو مسلمانوں کے تعاقب میں بھاگے چلے آ رہے تھے نگہبانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور تاج خان وغیرہ کے پیچھے پیچھے قلعے کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کے قتل میں مصروف ہو گئے۔

فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور نیند سے بیدار ہوئے۔ اگرچہ قلعے میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے دوگنی تھی' لیکن وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حیران و پریشان کھڑے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ ہزار مسلمانوں کی لاشیں قلعے میں نظر آنے لگیں۔

besturdubooks.wordpress.com

شکست یا حقیقی فتح

فرنگیوں نے قلعے کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ فرہاد خاں کے علاوہ جو زخمی تھا تمام زندہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں سے تمام امراء کو چن چن کر قتل کر ڈالا گیا۔ برہان شاہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے اور اس نے شکست کو حقیقی فتح سے تعبیر کیا۔

غریبوں پر التفات

اس واقعہ کے بعد برہان شاہ غریبوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضیٰ خاں' عبدالسلام عرب' احمد بیگ قزلباش' خاں خلیفہ' عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ نے ان امیروں کو چیول روانہ کر کے عیسائیوں کے فتنے کو فرو کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نوبت نہ آسکی۔

عادل شاہ کے بھائی کی مدد

ہوا یہ کہ اچانک عادل شاہ کا بھائی جو قلعہ بلگون میں نظربند تھا' کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کر کے برہان شاہ سے طالب اعانت ہوا اس نے وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نولاکھ ہون' دو سو ہاتھی اور قلعہ شولاپور برہان شاہ کو دے گا۔ برہان شاہ نے لالچ میں آکر بندر چیول کی مہم کو ملتوی کیا اور عادل شاہ کے بھائی کی مدد کے لیے تیاری کرنے لگا۔

بیماری

۱۰۰۳ ہجری میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگوان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ پرندہ کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی ایک معرکے میں مارا گیا ہے۔ برہان شاہ پریشان و خستہ حال واپس احمد نگر آیا۔ اس امر کا بادشاہ کو بہت افسوس ہوا یہاں تک کہ اس کی صحت خراب ہو گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

عادل شاہ کا ہنگامہ

عادل شاہ کو پتہ چل گیا کہ برہان شاہ نے اس کے بھائی اسمٰعیل کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے سرحدی امیروں کو حکم دے دیا کہ وہ نظام شاہی مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔ برہان شاہ نے کرناٹک کے راجہ تنکناوری سے دوستی بڑھائی اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ایک طرف تو نکناوری عادل شاہی علاقے پر حملہ کرے اور قلعہ بینکاپور پر قبضہ ہو جائے اور دوسری طرف سے برہان شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور کو قبضے میں کر لے۔

نظام شاہی لشکر کی روانگی

برہان شاہ نے مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اخلاص خاں اور دوسرے تمام غریب امیروں کے ساتھ یکم جمادی الاول ۱۰۰۳ ہجری کو روانہ کیا۔ مرتضیٰ انجو نے دس بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور بری امیروں کا مقابلہ کرنے اور عادل شاہی علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا میں بھی صحت یاب ہونے کے بعد براری امراء کے ساتھ اس طرف آؤں گا۔

ازبک بہادر کا قتل

مرتضیٰ انجو اپنے لشکر کو لے کر قلعے کے قریب پہنچا۔ اس نے ازبک بہادر کو کچھ فوج کے ساتھ بری امیروں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا' فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ازبک بہادر مارا گیا اور نظام شاہی لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

بادشاہ کی لاعلاج بیماری

بادشاہ کو جب اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ آزردہ خاطر ہوا پہلے ہی وہ بیمار تھا اور اب اس منحوس خبر نے اسے اس حد تک کمزور

besturdubooks.wordpress.com

کر دیا کہ حکیموں نے جواب دے دیا۔ خونی اسہال اور تپ محرقہ نے بادشاہ کو بالکل نڈھال کر دیا اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا

برہان شاہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان اپنے چھوٹے بیٹے اسمٰعیل سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ مہدوی مذہب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اخلاص خاں کی یہ خواہش تھی کہ شہزادہ اسمٰعیل ولی عہد مقرر ہو لہٰذا جب اسے ابراہیم کی ولی عہدی کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا۔

اخلاص خاں کا ہنگامہ

اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے جمال خاں کی تقلید میں یہ حکم دیا کہ غریبوں کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ مرتضیٰ خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل و غارت کی ٹھانی۔ بعض غریب امراء احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے اور جلد از جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

عبدالسلام عرب کا قتل

بہادر شاہ گیلانی نے افواہوں کو سچ سمجھا اور اسے برہان شاہ کی موت کا یقین آ گیا اور وہ چند غریبوں کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا۔ شیخ عبدالسلام عرب کو دکنیوں کی دوستی پر بہت اعتماد تھا۔ اس لیے وہ لشکر میں مقیم رہا۔ دکنیوں نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور اس کے جانی دشمن ہو گئے۔ ان ظالموں نے عبدالسلام عرب اور اس کے متعلقین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اخلاص کی احمد نگر کو روانگی

اخلاص نے غریبوں کو اچھی طرح پامال کیا اور اس کے بعد تمام حبشی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا تاکہ برہان شاہ کو ٹھکانے لگائے۔ برہان شاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی' لیکن اس کے دل و دماغ پر ایسے پردے پڑے تھے کہ اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔

بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا

بادشاہ مجبور ہو گیا' بیماری اور ناتوانی کے باوجود پالکی میں سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکل کر اس نے چتر و آفتاب اور دیگر لوازمات حکمرانی شہزادہ ابراہیم کو عنایت کیے۔ اس روز برہان نظام شاہ نے اپنی والدہ کے بنوائے ہوئے محل "ہمایوں پور" میں قیام کیا۔

اخلاص خاں کی شکست

دوسری روز اخلاص خاں نے غداری اور نمک حرامی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور لشکر لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اخلاص پر نمک حرامی کا وبال نازل ہوا اور وہ شکست کھا کر پرندہ کی طرف بھاگ گیا۔

برہان شاہ کی وفات

اس معرکے میں بادشاہ کو بہت مصائب اٹھانے پڑے۔ اس وجہ سے اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی دوسرے ہی روز ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ ہجری کو برہان شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان شاہ کی مدت حکومت چار سال سولہ دن ہے۔ مشہور شاعر مولانا ظہوری نے اپنی زندہ جاوید نظم "ساقی نامہ" کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم فن شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور اس میں چار ہزار اشعار ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

میاں منجوی کا تقرر

برہان شاہ کے انتقال کے بعد ابراہیم نظام تخت نشین ہوا- برہان شاہ کی وصیت کے مطابق میاں منجوی دکنی کو جو برہان نظام شاہ کے اتابک تھے وکیل السلطنت مقرر کیا گیا- اخلاص خاں نے اگرچہ برہان شاہ سے لڑائی کر کے بڑی نمک حرامی اور غداری کا ثبوت دیا تھا لیکن جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور قول نامے کا خواست گار ہوا-

میاں منجوی اور ابراہیم نظام دونوں ہی اخلاص خاں سے بہت خائف تھے' ان دونوں نے فوراً اخلاص خان کا قصور معاف کیا اور قول نامہ بھیجوا دیا- اخلاص خاں احمد نگر آیا اور یہاں اس نے حبشیوں کے ایک گروہ کو اپنے بہی خواہوں میں داخل کر لیا-

طوائف الملوکی

ان دنوں احمد نگر میں دو نمایاں گروہ تھے ایک تو منجوی خاں کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کا گروہ تھا اور دوسرا اخلاص خاں کی اطاعت فرماں برداری کو زندگی کا مقصد سمجھتا تھا- یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے تھے اس انتشار اور طوائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کی تمام آب و تاب جاتی رہی- ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا کسی کو کسی کا خیال نہ رہا-

عادل شاہی سفیر سے بے ادبی

احمد نگر کے مختلف الخیال گروہ کبھی تو اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا اردہ کرتے اور کبھی ابراہیم نظام سے معرکہ آرا ہونے کی سوچتے- نظام شاہیوں نے عادل شاہ کے سفیر میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بڑا برا سلوک کیا اور اس سے انتہائی ناشائستہ انداز سے پیش آئے اور برا بھلا کہا- عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام شاہی خاندان کی بہتری کے خیال سے ان غیر مہذب دکنیوں کو راہ راست پر لانا ضروری سمجھا اور بیجاپور سے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا-

عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے

اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ کا مقابلہ کرنا چاہیے- میاں منجوی کو یہ رائے پسند نہ آئی اور کہا کہ ہماری فوج ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ناکارہ ہے اور پھر ہمارے پاس کافی سامان جنگ میں بھی نہیں ہے امراء کی یہ حالت ہے کہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار بھی نہیں' لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کہ عادل شاہ کی خدمت میں بھیجنا چاہیے اور اس سے صلح کر لینی چاہیے- اس کے بعد ہمیں ملکی و مالی انتظامات کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ اکبر بادشاہ سے معرکہ آرائی کی جاسکے-

نظام شاہ کی شاہ ورک کو روانگی

اخلاص خاں بہت ناسمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور منجوی خاں کی ایک نہ مانی- ابراہیم نظام شاہ بھی اس کا طرف دار تھا اس لیے منجوی خاں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا- ابراہیم نظام اور اخلاص خاں نے لشکر تیار کیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہوئے-

میاں منجوی کی رائے

جب نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوی نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور

besturdubooks.wordpress.com

کہا۔ "عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے' اس کی فوج یا اس نے خود ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔ صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔

ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر

ابراہیم شراب کے نشے میں دھت تھا اسے اچھائی اور برائی میں کوئی تمیز نہ تھی' اس نے جب اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے حق میں دیکھا تو منجوی خاں کی تجویز رد کر دی۔ جب ابراہیم نظام شاہ نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا تو حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کا محافظ تھا۔ مدافعت کی تیاری کی۔

میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام

میاں منجوی زمانہ دیدہ اور تجربہ کار امیر تھا' اس نے جو یہ حالات دیکھے تو حمید خاں کو پیغام دیا۔ "ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے اور ابھی ناتجربہ کار ہے' اس کے مقربین انتہائی دوں فطرت 'کینہ پرور ہیں' اس پر طرفہ ستم یہ ہے کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں' اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس دوران میں موقع پاکر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے واپس لے جائیں۔"

حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی

میاں منجوی نے حمید خاں سے استدعا کرتے ہوئے اسے عادل شاہ کی قسم بھی دی تاکہ وہ فوراً یہ درخواست منظور کرے۔ حمید خاں نے یہ استدعا قبول کر لی اور ابراہیم نظام کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی

ابراہیم نظام شاہ کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے جب حمید خاں کو مقابلے پر نہ پایا تو سمجھا کہ دشمن خائف ہو کر بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو میاں منجوی اور اس کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی' مگر بادشاہ نے ایک نہ مانی اور دوسرے روز معرکہ آرائی کے لیے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

حمید خاں حبشی کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور میدان جنگ میں آ گیا۔ طرفین کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ اتفاق سے عادل شاہی میسرہ کو نظام شاہی میمنہ نے شکست دی اور تین کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

خوش فہمیاں

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ مگن تھے اور اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مشغول رہے۔ ابراہیم نظام شاہ میدان جنگ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو تعداد میں ایک سو سے کچھ زیادہ تھے رہ گئے' اس کے پاس چند ہاتھی بھی تھے سہیل خاں' خواجہ سرا مقصود خاں ترک شحنہ پیل ایک ہزار سواروں اور ستر ہاتھیوں کو لے کر ابراہیم نظام شاہ کے قریب آئے۔

مخلص ساتھیوں کا مشورہ

ابراہیم نظام کو اس کے مخلص ساتھیوں نے بہت سمجھایا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے لڑائی سے الگ رہنا ہی بہتر ہے لیکن

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم نے جو حسب معمول شراب کے نشے میں تھا۔ اس طرف توجہ نہ کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر ننگی تلوار لیے ہوئے دشمن کی طرف بڑھا۔

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

پہلے ہی حملے میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ زمین پر گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سہیل خاں نے اس کی لاش بذریعہ پالکی احمد نگر روانہ کر دی اور اس کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہی امراء کا فرار

وہ نظام شاہی امراء جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں گئے تھے بہت سامال غنیمت لے کر لوٹے انہیں جب ابرہیم نظام کے قتل کی خبر ملی تو فوراً ادھر ادھر بھاگ گئے۔ دوسرے روز سہیل خاں نے نظام شاہی توپ خانے کو اپنے قبضہ میں کیا اور عادل شاہ کے پاس بھجوا دیا۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

میاں منجوی سب سے پہلے احمد نگر پہنچا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کیا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جنیر کے قلعہ جوند میں قید کر دیا۔

ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار مہینے حکمرانی کی۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد شاہ بن شاہ طاہر

تخت نشینی کے مشورے

اخلاص خاں اور دوسرے اراکین سلطنت کی باہمی چپقلش کی وجہ سے ابراہیم نظام کا شیر خوار بیٹا نظر بند کر دیا گیا۔ میاں منجوی نے جلد از جلد احمد نگر پہنچ کر قلعے اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اخلاص خاں اور دوسرے امرائے سلطنت نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور نئے فرماں روا کے انتخاب کے بارے میں گفتگو کی۔

میاں منجوی کی رائے

لشکر کے سرداروں نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی جانب مائل پایا۔ میاں منجوی اور بعض دوسرے دکنی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ بہادر شاہ بہت کم سن ہے اور اس کی عمر صرف ایک سال سات مہینے ہے۔ اس لیے وہ بادشاہت کے قابل نہیں، لشکر کے سرداروں کو میاں منجوی کی بات معقول نظر آئی' لہٰذا وہ اس کے طرف دار ہو گئے اور چاند سلطان کی مخالفت کرنے لگے۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

ان عسکری سرداروں نے آپس میں بات چیت کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جسے نظام شاہی بارگاہ سے "میر سامان" کا خطاب ملا ہوا تھا۔ قلعہ جنیر روانہ کیا' خواجہ نظام وہاں سے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو ساتھ لے کر احمد نگر آیا۔ عیدالاضحیٰ کے روز ۱۰۰۳ ہجری میں احمد شاہ کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور ملک کے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا گیا۔

شہزادہ بہادر کی نظربندی

امیروں نے آپس میں عہدے اور منصب تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند سلطان کی آغوش عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا زبردستی قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ احمد شاہ' نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے' اخلاص خاں اور دوسرے امراء کو اپنی حرکت پر بہت ندامت ہوئی اور وہ احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

حسین نظام شاہ کے بھائی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدا بندہ' شاہ علی' محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اپنے موروثی ملک میں رہنے کو اپنے لیے باعث نقصان خیال کیا اور یہ چاروں ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے میں چلے گئے۔

شاہ طاہر

ایک عرصے کے بعد مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدر آباد میں آیا اور اس نے دعوی کیا کہ "سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ کو ملک تلنگانہ میں سفر آخرت اختیار کیا ہے اور میں اس کا صلبی بیٹا ہوں۔ حوادث روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

تحقیق حق

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں خاص طور پر صلابت خاں نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن چونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا لہٰذا شاہ طاہر کے

besturdubooks.wordpress.com

بیان کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو سکا- امراء نے ذرا احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو سلطان محمد خدابندہ کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے- برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرے میں مقیم تھا-

برہان شاہ ثانی کے نام پیغام

نظام شاہی امیروں نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا "اس حلیے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے احمد نگر میں ہمارے پاس آباد ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہے' چونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لیے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہو گی- اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکیں تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے-"

برہان شاہ ثانی کا جواب

برہان شاہ ثانی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا- "شہزادہ سلطان محمد خدابندہ کا انتقال میرے ہی مکان پر ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین' عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے-"

شاہ طاہر کی نظربندی اور وفات

صلابت خاں وغیرہ اصل حقیقت سے واقف ہو گئے' مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے- لہٰذا انہوں نے اس شخص کو قلعے میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ اسی قید کے عالم ہی میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا- شاہ طاہر نے دوران اسیری میں انتقال کیا اور احمد نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا یہی وہ لڑکا ہے جسے میاں منجھو نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا-

امراء کی باہمی چپقلش

قصہ مختصر یہ کہ اس معاملے میں اخلاص خاں اور دوسرے حبشی امیر میاں منجھو سے بدظن ہو گئے- ماہ ذی الحجہ کے آخر میں کالا چبوترہ کے پاس فریقین میں جنگ ہوئی- میاں منجھو نے احمد شاہ کو برج کے اوپر بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا-

معرکہ آرائی

میاں منجھو نے میاں حسن کو سات سو (۷۰۰) سواروں کے ساتھ حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا- دونوں گروہوں میں زبردست لڑائی ہوئی اسی دوران میں توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر کو لگا اور سارے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا-

قلعے کا محاصرہ

میاں حسن نے جب یہ دیکھا کہ حبشیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور قلعے میں واپس آیا- رفتہ رفتہ حبشیوں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اہل قلعہ کی آمدورفت کے راستے بند کر دیئے-

حبشی امرء کے اقدامات

اخلاص خان اور دوسرے امراء نے ایک معتبر شخص کو دولت آباد کے حاکم کے پاس بھیجا تاکہ آہنگ خاں اور حبشی خاں کو جو برہان شاہ کے زمانے سے قید ہیں- احمد نگر لایا جائے حاکم دولت آباد نے ان امیروں کو روانہ کر دیا- قلعہ جوند کے تھانیدار مسمی نصیر نے میاں منجھو کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا- لہٰذا حبشی امیروں نے ایک اور چال چلی اور ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہی خاندان کا فرد قرار دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا- اس طرح

besturdubooks.wordpress.com

حبشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت

میاں منجوی اس صورت حال سے گھبرا گیا اس نے اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام ایک خط لکھا (جو ان دنوں گجرات میں تھا) اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ شہزادہ مراد پہلے ہی اپنے باپ سے دکن کو فتح کرنے کی اجازت حاصل کر چکا تھا لہٰذا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔

حبشیوں میں پھوٹ

میاں منجوی کا خط گجرات پہنچنے سے پہلے ہی حبشیوں امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ عہدوں اور منصبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ دکنی امیروں نے جب یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو وہ حبشیوں سے علیحدہ ہو گئے اور مع اپنے لشکریوں کے قلعے کے اندر جا کر میاں منجوی سے مل گئے۔

حبشیوں کی شکست

اس غیبی امداد سے میاں منجوی بہت خوش ہوا۔ ۲۵ محرم ۱۰۰۴ ہجری کو وہ قلعے سے باہر نکلا اور نماز گاہ کے قریب حبشیوں سے معرکہ آراء ہوا۔ حبشیوں کو شکست ہوئی۔ میاں منجوی نے دشمن کے "بادشاہ" کو مع اس کے چند مقربین خاص کے گرفتار کر لیا۔

شہزادہ مراد کی آمد

اس نئی صورت حال کے پیش نظر میاں منجوی بڑا پریشان ہوا کیونکہ ایک طرف تو دشمن پر غالب آ کر وہ اپنا مقصد پورا کر چکا تھا۔ اور دوسری طرف شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دے چکا تھا حالانکہ اب شہزادے کے آنے کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ میاں منجوی ابھی اس خیال میں تھا کہ میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور ماکھو خاندیش راجہ علی خاں بھی شہزادہ مراد سے آ ملے اور یہ سب لوگ تیس ہزار مغلوں' افغانوں اور راجپوتوں کا لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے۔

میاں منجوی کی پریشانی

میاں منجوی ان لوگوں کی آمد کی وجہ سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے قلعے کی حفاظت کا انتظام کر کے اپنے ایک بہی خواہ انصار خاں کو محافظ مقرر کیا۔ چاند بی بی سلطان نے منجوی کا ساتھ نہ دیا لہٰذا میاں منجوی نے اسے قلعے ہی میں چھوڑا اور خود لشکر کی فراہمی کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

چاند بی بی کا عزم

میاں منجوی احمد شاہ کو ساتھ لے کر قلعہ اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی نے سوچا کہ قلعے کا محافظ انصار خاں' میاں منجوی کا آدمی ہے لہٰذا وہ کہیں دھوکہ نہ دے اور قلعے کو دشمن کے سپرد نہ کر دے لہٰذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ

چاند بی بی نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دایہ زادہ میاں محب اللہ کے بیٹے محمد خاں کو انصار کے قتل کے لیے متعین کیا۔ محمد خاں نے بڑی بہادری اور شجاعت سے کام لے کر اسی روز انصار خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا۔ انصار خاں اپنے ساتھ شمشیر خاں (جس کے بیٹے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے) اور افضل کو لے کر قلعے میں واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

معرکہ آرائی

۲۳ جمادی الآخر ۱۰۰۴ ہجری کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کے ہمراہ احمد نگر میں داخل ہوا اور نماز گاہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ مراد کے سپاہیوں کی ایک جماعت نے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے قدم بڑھایا اور کالے چبوترے کا رخ کیا۔ ادھر اہل قلعہ بھی چاند بی بی کے حکم کے مطابق مستعد ہوئے اور دشمن کے مقابلے پر آئے۔ اہل قلعے نے چند توپیں سر کر کے دشمن کو منتشر کر دیا اسی میں شام ہو گئی۔ شہزادہ مراد نے باغ ہشت بہشت میں قیام کیا اور اس کا لشکر تمام رات جاگ کر اپنی حفاظت کرتا رہا۔

رعایا کی دلجوئی

شہزادہ مراد نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو برہان آباد (جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے) کی طرف روانہ کیا۔ اہل شہر کی دلجوئی کی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اس سے رعایا نے مغلوں پر پورا پورا بھروسہ کیا۔

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز شہزادہ مراد، میرزا شاہ رخ، شہباز خاں، محمد صادق، سید مرتضیٰ سبزواری اور راجہ علی خاں وغیرہ قلعے کے گرد جمع ہوئے، ان لوگوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

لوٹ مار

۲۷ جمادی الاخر کو شہباز خاں جو ظلم و ستم کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، شکار کے بہانے سے سوار ہوا اور اس نے امیر و غریب سبھی کو لوٹ لینے کا حکم دیا، تھوڑی سی دیر میں احمد نگر کے تمام مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ شہباز خاں عقیدے کا سنی تھا، لہٰذا اس نے شیعوں کی مذہبی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ "لنگر خانہ دروازہ امام" نامی مشہور عمارت بھی لوٹی گئی اور اس میں بسنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔

رعایا کی جلاوطنی

شہزادہ مراد اور خان خاناں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو انہوں نے شہباز خاں کو بہت برا بھلا کہا اور اہل شہر کو اطمینان دلانے کے لیے لوٹ مار کرنے والوں کی ایک جماعت کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے باشندے اب بھلا کیا مطمئن ہوتے وہ بالکل تباہ اور خستہ حال تھے۔ انہوں نے احمد نگر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور جس کا منہ جدھر اٹھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔

نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ

اس زمانے میں نظام شاہی امراء تین گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے بے تعلق تھا، ایک گروہ تو میاں نجوی کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا حکمران کہتا تھا اور عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں کے بہی خواہوں کا تھا جو وتی نام کے ایک مجہول النسب لڑکے کو بادشاہ بنائے بیٹھا تھا۔ تیسرا گروہ آہنگ خاں حبشی کا تھا یہ گروہ بھی عادل شاہی سرحد کے قریب مقیم تھا اور ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔

اخلاص خاں کی آمد

اخلاص خاں نے بڑی جوانمردی کا ثبوت دیا اور دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ خان خاناں نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ جن کی قوت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

دکنیوں کی شکست

دولت خاں لودھی اور اخلاص خاں میں دریائے گنگا کے کنارے جنگ ہوئی۔ دکنیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مغل کامیاب و کامران ہوئے اور دکنیوں کا تعاقب کیا گیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا گیا۔

پٹن کی تباہی

اس کے بعد مغلوں کا لشکر پٹن پہنچا اس جگہ تباہی و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا گیا کہ یہاں کہ شہریوں کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا تک نہ رہا۔

چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام

چاند بی بی بہادر شاہ کی نظربندی اور احمد شاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے میاں منجوی سے سخت ناراض تھی۔ اس نے آہنگ خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم جلد از جلد بہادر سواروں کا ایک لشکر لے کر قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیے آ جاؤ۔ یہ پیغام ملتے ہی آہنگ خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے ایک مخبر کو شہر میں روانہ کیا تاکہ وہ قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ معلوم کر کے آئے۔ مخبر گیا اور تمام حالات سے باخبر ہو کر آیا۔

آہنگ خاں احمد نگر میں

اس نے بتایا: "حصار کی مشرقی طرف دشمن کے خیمے موجود نہیں ہیں اور دشمن حصار کی اس جانب سے بالکل غافل و بے پروا ہیں۔" یہ سن کر آہنگ خاں رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے شہزادہ اسی روز حصار کے معائنے کے لیے مشرقی جانب آیا تھا اور خان خاناں کو اس حصے کی حفاظت کا حکم دے چکا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں خان خاناں باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اسی جگہ آ گیا تھا۔

مغلوں پر حملہ

آہنگ خاں کو اس نئی صورت حال کو قطعاً خبر نہ تھی وہ تین ہزار لشکریوں اور ایک ہزار توپچیوں کو ساتھ لے کر اندھیری رات میں اس جگہ پہنچا اور دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ خان خاناں دو سو سواروں کو ساتھ لے کر عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھ گیا اور حریف پر تیر پھینکنے لگا۔ دولت خاں لودھی کو جب اس واردات کا علم ہوا تو وہ چار سو سپاہیوں کے ہمراہ خان خاناں کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔

جنگ و جدال

دونوں طرف کے بہادر خوب جی کھول کر داد شجاعت دینے لگے۔ اتنے میں دولت خاں کا بیٹا پیر خاں بھی اپنے چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا' اور لڑائی میں شریک ہوا۔ اب آہنگ خاں کے لیے میدان جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ لہٰذا وہ شاہ علی کے بیٹے اور دوسرے دکنی بہادروں کے ساتھ (جو چار ۴۰۰۰ کی تعداد میں تھے) خان خاناں کے خیموں سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔

شاہ علی کی واپسی

شاہ علی جو بہت ہی کمزور اور نحیف تھا اس نے قلعے میں جانے سے انکار کر دیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ جس طرف سے آیا تھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔ دولت خاں لودھی نے شاہ علی کا تعاقب کیا اور تقریباً نو سو افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

عادل شاہی امداد

احمد نگر کی تباہی و بربادی اور مغلوں کے غلبے کی خبریں بیجاپور پہنچیں اور چاند بی بی کے خطوط امداد کی درخواست سے متعلق عادل شاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے نظام شاہیوں کی مدد کا ارادہ کر لیا اور سہیل خاں خواجہ سرا کو جو شجاعت و بہادری میں یگانہ روزگار تھا' پچیس ہزار

besturdubooks.wordpress.com

سواروں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔

دکنی لشکر کا جمع ہونا

میاں منجوی' احمد شاہ اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر سہیل خاں خواجہ سرا کے ساتھ جا ملا۔ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان ترکمان بھی تلنگانہ کے پانچ چھ ہزار سپاہی لے کر آ گیا اور سہیل خاں کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔

مغلوں کے مشورے

مغلوں کو دکنی لشکر کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ شہزادے نے میاں محمد صادق اور دوسرے امیروں سے مشورہ کیا۔ امیروں نے بہت بحث مباحثے کے بعد آپس میں متفق ہو کر کہا "اس سے پہلے کہ دکنی لشکر یہاں پہنچے ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیے اور نقبیں کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیے قلعے کو سر کرنا بہت ہی ضروری ہے۔"

نقب کی تیاری

شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس کام کو پورا کرنے کا حکم دیا' مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال کے ساتھ نقبیں کھودیں اور اہل قلعہ کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ تجربہ کار اور مشاق کاریگروں نے شہزادے کے مورچل سے لے کر حصار تک پانچ نقبیں تیار کیں اور ان نقبوں کو قلعے تک پہنچا کر حصار کی دیواریں کھوکھلی کر دیں۔ رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود وغیرہ سے پر کر دیا گیا۔

اہل قلعہ کی آگاہی

مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خاں شیرازی جو مغلوں کے لشکر میں تھا اس کو اہل قلعہ کی حالت پر بہت ترس آیا۔ وہ اندھیری رات میں اہل قلعہ کے پاس گیا اور انہیں تمام حالات سے باخبر کیا۔

حفاظتی اقدامات

خواجہ محمد شیرازی نے اہل قلعہ کو یہ بھی بتا دیا کہ مغلوں نے کن کن مقامات پر نقبیں کھودی ہیں۔ نظام شاہیوں نے خواجہ شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور چاند بی بی کے حکم سے زمین کھودنے اور شیرازی کے بتائے ہوئے حصہ دیوار میں شگاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سراغ لگا لیا اور ان کی تمام بارود نکال لی اور دوسری نقبوں کی تلاش میں مصروف رہے۔

مغلوں کا ارادہ

شہزادہ مراد اور محمد صادق خاں کی یہ خواہش تھی کہ اس قلعہ کی فتح کا سہرا خان خاناں کے سر نہ بندھے اس لیے انہوں نے خان خاناں کو بتائے بغیر ہی قلعہ کے گرد مسلح فوج متعین کر دی۔ مغلوں کا یہ ارادہ تھا کہ جونہی دیوار میں شگاف پیدا ہو وہ قلعے کے اندر داخل ہو جائیں۔ شہزادے کے حکم سے تمام فوجی سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر قلعے کے قریب آ گئے۔ خان خاناں کو ان حالات سے بے خبر رکھا گیا اور اسے شہزادے نے طلب نہ کیا۔

قلعے کی دیوار گرانا

شہزادہ مراد نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اہل قلعہ سب سے بڑی نقب کو کھود کر اس کا بارود نکال رہے تھے۔ اسی دوران میں مغلوں نے اس نقب کو آگ لگا دی۔ قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے لگی' تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب

besturdubooks.wordpress.com

کے قریب کام کر رہے تھے۔ پتھروں اور مٹی کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ چاروں طرف ایک کہرام بپا ہو گیا۔ مرتضیٰ خاں بن شاہ علی آہنگ خاں، شمشیر خاں اور محمد خاں وغیرہ دور سے کھڑے ہو کر یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے وہ ایسے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ ادھر ادھر جا چھپے۔ الغرض قیامت کا سا عالم نظر آنے لگا اور قلعے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔

چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا

جرات مند اور باحوصلہ ملکہ چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ وہ بہادر خاتون مسلح ہو کر پردے سے باہر آئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ جا پہنچی جہاں دیوار میں شگاف ہوا تھا۔ اس وقت مرتضیٰ خاں، آہنگ خاں اور شمشیر خاں وغیرہ بھی باہر آئے اور ملکہ کے پاس پہنچ گئے۔

معرکہ آرائی

شہزادہ مراد، محمد صادق اور دوسرے مغل سردار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے اور وہ اپنا کام شروع کریں۔ وہ اسی انتظار میں رہے اور اہل قلعہ نے موقع پا کر توپوں، بندوقوں، ضرب زنوں اور آتش بازی کے دوسرے آلات سے اس شگاف کو مستحکم کر دیا۔ جب مغل امراء دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس شگاف پر حملہ کر دیا جو پہلی نقب کے پھٹنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس موقع پر اہل قلعہ اور مغلوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

آتش بازی

بہادر و جری چاند بی بی اہل قلعہ کی ہمت افزائی کرتی رہی اور وہ مغلوں پر آگ کی بارش کرتے رہے۔ اہل قلعہ ایک ایک وقت میں دو دو، تین تین ہزار ضرب زنوں سے آتش بازی کرتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کے بہت سے بہادر اس معرکے میں کام آئے اور ان کی لاشوں سے خندق پٹ گیا۔

چاند بی بی کی بہادری

مغل دن کے دو بجے سے لے کر شام کے وقت تک جنگ کرتے رہے، لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ شہزادہ مراد، محمد صادق اور دیگر امراء اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔ مغلوں کا لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا سب اس کی شجاعت و دلیری کے قائل ہو گئے۔ ہر شخص اس کی بلند ہمتی کا قائل ہو گیا اور اسی روز سے "چاند بی بی" چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔

قلعے کے شگاف کی تعمیر

رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شگاف کو دو یا تین گز کے قریب پر کریں۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ملکہ نے دکن کے ان سرداروں کے نام خطوط روانہ کیے جو سہیل خاں وغیرہ کے ساتھ بیڑ کے قریب پہنچ چکے تھے۔

دکنی امراء کے نام

چاند بی بی نے سہیل خاں اور دوسرے سرداروں کو دشمن کے غلبے، اہل قلعہ کی کمزوری اور غلے کی گرانی وغیرہ سے آگاہ کیا۔ جس شخص کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے گئے تھے اتفاق سے اسے مغلوں نے گرفتار کر لیا اور خان خاناں اور محمد صادق کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ ان لوگوں نے سہیل خاں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "ہم ایک عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو۔ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ مغلوں نے یہ خط بھی قاصد کو دے دیا اور وہ چاند بی بی کے خطوں کے ساتھ اس خط کو بھی لے کر روانہ ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سہیل خاں کا عزم احمد نگر

سہیل خاں کو جس وقت یہ خطوط ملے وہ اسی وقت اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مانک دون کے راستے سے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغلوں کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو چکے تھے چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے گھوڑے بہت ہی کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ انہیں جب سہیل خاں کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت بہتر یہی ہے کہ چاند بی بی سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا جائے اور باقی تمام ملک پر بدستور نظام شاہیوں کا قبضہ رہے۔

صلح

شہزادہ مراد کی طرف سے سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا۔ چاند بی بی نے جب دشمن کی پریشانیوں اور خستہ حالی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو صلح سے انکار کر دیا' لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ ملکہ اور اہل قلعہ محاصرے کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا تھے اس لیے چاند بی بی نے مذکورہ بالا شرط پر مغلوں سے صلح کر لی۔

مغلوں کی واپسی

ماہ شعبان کے شروع میں شہزادہ مراد اور خان خاناں دولت آباد اور کوتل چتوڑ کے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو تین روز کے بعد سہیل خاں' عادل شاہی سرلشکر اور محمد قلی سلطان' میاں منجوی کے ہمراہ احمد نگر آیا۔ میاں منجوی نے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ کی تخت نشینی

آہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجوی کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔ اس کے بعد آہنگ خاں نے قلعہ جوند کے محافظ کے پاس اپنے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کیا۔ قلعے میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا گیا۔

عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام

میاں منجوی نے بہادر شاہ کی تخت نشینی کی مخالفت کی عین ممکن تھا کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھتی کہ ناگاہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے مشہور امیر مرتضیٰ خان دکنی کی نگرانی میں چار ہزار سواروں کو احمد نگر بھیجا اور میاں منجوی کو پیغام دیا۔ "اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ و جدال کا اردہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد سہیل خاں کے ساتھ بیجاپور پہنچو تاکہ باہمی غور و فکر اور تحقیق حال کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔

احمد شاہ بیجاپور میں

میاں منجوی دانش مند امیر تھا اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ساتھ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔ ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گروہ میں داخل کر کے ملک کے ایک عمدہ حصے کا جاگیردار مقرر کیا۔ اسی طرح میاں منجوی اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور جاگیروں سے نوازا گیا۔

احمد شاہ کی مدت حکومت صرف آٹھ (۸) ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

محمد خاں کا اقتدار

قارئین کرام پر واضح ہو کہ چاند بی بی کی کوششوں ہی سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زادہ محمد خاں پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا۔ محمد خاں نے کچھ ہی عرصے میں زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر کے انہیں قوی بنایا اور پھر ان کی مدد سے اپنے اقتدار و قوت میں اضافہ کر کے خود مختارانہ انداز سے کام کرنے لگا۔

نامی گرامی امراء کی گرفتاری

محمد خاں نے حسن تدبیر سے کام لے کر آہنگ خاں اور شمشیر خاں جیسے نامی گرامی امراء کو نظر بند کر دیا۔ دوسرے امراء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام

چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔ اس نے عادل شاہ سے مدد طلب کی اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس پر آشوب زمانے میں جب کہ ایک طاقت ور دشمن ہماری تباہی و بربادی کے لیے مستعد ہے ہمارے ملک کے امراء' عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لمحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان بد طینت امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔

سہیل خاں کی آمد

عادل شاہ نے دوسری بار چاند بی بی کی مدد کا ارادہ کیا اور اپنے سپہ سالار سہیل خاں کو حکم دیا کہ احمد نگر جائے اور چاند بی بی کی خواہش کے مطابق عمل کرے۔ ۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں احمد نگر پہنچا محمد خاں قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا اور سہیل خاں نے چاند بی بی کے مشورے کے مطابق قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے پورے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔

محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر

محمد خاں نے خان خاناں کے نام ایک عریضہ لکھا اور اس سے مدد طلب کی۔ اہل قلعہ کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے محمد خاں کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کو منصب پیشوائی پر فائز کیا اور سہیل خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔

مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ

سہیل خاں احمد نگر سے روانہ ہوا اور دریائے گنگا کے کنارے راجہ پور کے نواح میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے وعدے کی خلاف ورزی کر کے قصبہ پاتری کو بھی جو برار میں شامل نہیں ہے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ سہیل خاں اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس نے عادل شاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ تمام حالات درج کیے۔

چاند بی بی کا اصرار

چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی مغلوں کی اس حرکت کا علم ہوا انہوں نے اپنے قاصد بیجاپور روانہ کیے اور عادل شاہ سے اصرار کیا کہ

besturdubooks.wordpress.com

وہ قصبہ پاتری سے مغلوں کو نکال کر باہر کرے۔ عادل شاہ نے حسب سابق اس بار بھی سہیل خاں ہی کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کا حکم دیا۔

دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع

قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور لشکر تلنگانہ کو مہدی قلی سلطان کی نگرانی میں سہیل خاں کے پاس بھجوا دیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار برار کی طرف روانہ ہوا۔ سہیل خاں نے قصبہ سون پت میں پہنچ کر قیام کیا اور لشکر کی تربیت و تنظیم کی طرف توجہ کی۔

خان خاناں کی تیاری

مغلوں کا سپہ سالار خان خاناں ان دنوں جالنہ میں تھا۔ اسے جب دکنیوں کے لشکر کی کثرت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو حاضری کا حکم دیا اور خود شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور پہنچا اور شہزادے کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی

خان خاناں یہ چاہتا تھا کہ اس فتح کا سہرا اس کے سر بندھے لہٰذا اس نے شہزادہ مراد اور محمد صادق کو وہیں شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود تمام اکبری امیروں اور راجہ علی خان برہان پوری کو ہمراہ لے کر بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکنیوں کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

فریقین کا آمنا سامنا

خان خاناں نے دریائے گنگا کے کنارے دکنیوں کی فوج کے سامنے خیمے لگائے اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی' تقریباً پندرہ روز تک خان خاناں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی لیکن جب اسے دکنیوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہو گئی اور وہ ان تمام قواعد جنگ سے آگاہ ہو گیا تو اس نے ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو صبح کے وقت اپنا لشکر درست کیا اور اسی روز عصر کے وقت فریقین لڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

معرکہ آرائی

سہیل خاں کے مقابلے پر راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر آئے۔ سہیل نے ان سب کو آتش بازی کے آلات سے ہلاک کر دیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی لشکر خان خاناں کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ سہیل خاں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ دشمن کی فوج کے دوسرے حصے سے معرکہ آراء ہوا اور شام کے وقت حریف کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔

مغلوں کا فرار

سہیل خاں نے بہادری اور شجاعت کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا اور دشمن کی تباہی و بربادی کی پوری کوشش کی۔ مغل یہ صورت حال دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہزادہ مراد کی روانگی

صادق محمد خان حفاظت کے خیال سے شہزادہ مراد کو دکن کی حدود سے باہر نکال لے گیا' لیکن خان خاناں باوجود اپنے لشکر کے انتشار اور پراگندگی کے اسی جگہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ مقیم رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

دکنیوں کی لوٹ مار

دکنیوں نے اس معرکہ آرائی کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور اس مال کو محفوظ رکھنے کے لیے ادھر ادھر چلے گئے۔ میدان جنگ میں سہیل خاں اور لشکر خاصہ کی ایک جماعت کے سوا کوئی اور نہ رہا۔

ایک عجیب اتفاق

یہ عجیب اتفاق تھا کہ خان خاناں اور سہیل خاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلے پر تھے لیکن دونوں ہی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ایک پہر رات تک کا وقت اسی لاعلمی میں گزر گیا۔ اس وقت دونوں سردار صورت حال سے واقف ہوئے اور اپنی اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔

جنگ اور خان خاناں کی فتح

صبح ہوئی تو فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ خانخاناں یہ چاہتا تھا کہ وہ فی الحال سہیل خاں سے صلح کرلے اور جنگ قائی کے ساتھ روانہ ہو جائے، لیکن سہیل خاں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے جنگ کرنے پر تلا رہا۔ آخر خان خاناں نے مجبور ہو کر لڑائی شروع کی فریقین بڑی جان بازی سے لڑے۔ خان خاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ ورک کی طرف فرار ہو گیا۔

کاویل و پرنالہ کا محاصرہ

قطب شاہ اور نظام شاہی امراء بحال خستہ احمد نگر اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد خان خاناں نے قصبہ جالند میں قیام کیا اور برابر کے مستحکم ترین قلعوں کاویل اور پرنالہ کے محاصرے کے لیے اپنے لشکر کے ایک حصے کو متعین کیا۔

مراد کا پیغام خان خاناں کے نام

محمد صادق (جو پنج ہزاری امیر تھا) کے کہنے پر شہزادہ مراد نے خان خاناں کو یہ پیغام دیا "اب موقع ہے اور وقت مناسب حال ہے۔ ہم اگر اب احمد نگر پر حملہ کر دیں تو باسانی دشمن کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام نظام شاہی مملکت پر ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے۔

جواب

خان خاناں نے شہزادہ مراد کو جواب دیا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہمارا برار ہی میں قیام کرنا مناسب ہوگا۔ اس سال ہمیں یہیں رہ کر اس علاقے کے قلعوں کو سر کرنا چاہیے جب یہ ملک پوری طرح ہمارے قبضے میں آجائے تو اس کے بعد دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

خان خاناں کی دکن سے روانگی

شہزادہ مراد نے خان خاناں کی اس رائے کو پسند نہ کیا۔ مراد اور محمد صادق دونوں نے اکبر بادشاہ سے خان خاناں کی شکایت کی اور اس کے خلاف کئی خطوط بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ (اس قضیئے کا تفصیلی بیان اکبر بادشاہ کے ضمن میں آچکا ہے' ان خطوں سے بادشاہ متاثر ہوا اور اس نے خان خاناں کو اپنے پاس بلالیا اور اس کی جگہ شیخ ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ۱۰۰۶ھ میں خان خاناں دکن سے روانہ ہو گیا۔

آہنگ خاں کے خطرناک ارادے

اس اثناء میں آہنگ خاں نے چاند بی بی سے اور زیادہ دشمنی کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے چاند بی بی کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔ چاند بی بی کو آہنگ خاں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی لہٰذا اس

besturdubooks.wordpress.com

نے بہادر شاہ کی حفاظت اور زیادہ توجہ سے کرنی شروع کر دی۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

چاند بی بی نے آہنگ خاں کو قلعے میں آنے جانے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کے باہر دیوان داری کیا کرے۔ چند روز تک تو آہنگ خاں نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی' لیکن بعد میں وہ سرکشی پر اتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا' فریقین میں اکثر اوقات لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی۔

آہنگ خاں کا بیٹر پر لشکر کشی کا ارادہ

عادل شاہ نے اپنے امیروں کو احمد نگر بھیج کر اس خانہ جنگی کو ختم کروانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا روز بروز آہنگ خاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اس نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اس نے دیکھا کہ خان خاناں دکن سے چلا گیا ہے اور دریائے گنگا زوروں پر ہے اس لیے اگر قصبہ بیٹر پر لشکر کشی کی جائے تو شہزادہ اس شہر کی حفاظت کے لیے نہ آ سکے گا۔

حاکم بیٹر سے معرکہ

یہ سوچ کر آہنگ خاں بیٹر کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اس شہر کو اکبری امیروں کے قبضے سے نکال لے۔ بیٹر کے حاکم شیر خواجہ نے شہر سے چھ کوس کے فاصلے پر آہنگ خاں کا مقابلہ کیا۔ آہنگ خاں کا پلہ بھاری رہا اور شیر خواجہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا قلعہ بیٹر میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔

اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ

شیر خواجہ نے اکبر بادشاہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں دکنیوں کے غلبے اور شیخ ابوالفضل کی بے خبری و غفلت کی شکایت کی یہ خط پڑھ کر اکبر کو یقین آ گیا کہ دکن کی سپہ سالاری کے لیے خان خاناں سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہے۔ اکبر نے خان خاناں کا قصور معاف کر کے اسے دوبارہ بحال کرنے کا ارادہ کر لیا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

اسی زمانے میں شراب نوشی کی کثرت اور جوانی کی دوسری بدکاریوں کی وجہ سے شہزادہ مراد نے اپنے آباد کیے ہوئے شہر شاہ پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اکبر نے اپنے چھوٹے شہزادہ دانیال کو خان خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔

اکبر کی دکن میں آمد

شہزادہ دانیال ابھی دکن کی سرحد پر بھی نہ پہنچا تھا کہ شیخ ابوالفضل اور سید یوسف خاں کی درخواست پر خود اکبر ۱۰۰۸ ہجری میں آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر کو جب یہ معلوم ہوا ہے کہ چاند بی بی اور آہنگ خاں میں ٹھنی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ تو اکبر نے خود قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ دانیال اور خان خاناں کو احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔

آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی

آہنگ خاں پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قلعے کے باہر ٹھہرا ہوا تھا اس نے دھنا گھاٹ پر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ دانیال اور دوسرے امراء اس کے ارادے سے مطلع ہو کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغلوں کے اس اقدام سے آہنگ خاں بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے جنگ کرنے یا احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی اور بہادر شاہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے اپنے تمام

besturdubooks.wordpress.com

سامان میں آگ لگا دی اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

شہزادہ دانیال اور دوسرے مغل امیروں نے بغیر کسی مزاحمت اور زیادہ محنت کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ امراء نے آپس میں مورچل تقسیم کیے' دانیال' خان خاناں اور سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھودنے کا کام شروع ہو گیا۔ جب قلعہ فتح ہونے کے قریب آیا تو چاند بی بی نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا آہنگ خاں اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ اکبر بادشاہ بذات خود دکن کی طرف آیا ہے' ظاہر ہے کہ چند دنوں میں یہ قلعہ فتح کر لیا جائے گا۔

چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو

جیتہ خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "اب تک جو کچھ ہوا اس کا غم کرنا بیکار ہے اس وقت کیا کیا جائے؟ آپ جو فرمائیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔" چاند بی بی نے کہا میری یہ رائے ہے کہ ہمیں قلعہ شہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہیے۔ اس کے بعد جنیر کی راہ لینی چاہیے اور وہاں پہنچ کر خداوند تعالیٰ سے مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔

چاند بی بی کا قتل

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سن کر جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کیا اور ان سے بلند آواز سے کہا "چاند بی بی نے اکبری امراء سے ساز باز کر کے قلعہ شہزادہ دانیال کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اہل دکن یہ سنتے ہی برافروختہ ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے حرم سرا میں داخل ہو گئے اور انھوں نے چاند بی بی کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

مغلوں کا قلعے میں داخلہ

مغل لشکریوں نے نقب تیار کر لی اور اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار گرا دی۔ مغلوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر تمام دکنیوں کو جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی تھے بہادر شاہ کے علاوہ سب کو گرفتار کر لیا۔ جیتہ خاں بھی اسی ہنگامے میں ہلاک ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ

شہزادہ دانیال نے تمام جواہرات اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ اس نے اپنے قابل اعتبار امیروں کے سپرد کر کے اور خود بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور بھجوا دیا۔

قلعہ اسیر کی فتح

اسی دوران میں مغلوں نے قلعہ اسیر بھی فتح کر لیا۔ اکبر نے خاندیش اور دکن علاقے شہزادہ دانیال کے حوالے کیے (جیسا کہ ابراہیم شاہ کے حالات بیان کیا جا چکا ہے) اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر شاہ کی نظر بندی

نظام شاہی امیروں نے اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور کچھ دنوں کے لیے پرندہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ آج تک گوالیار کے قلعے میں نظر بند ہے تین سال اور چند مہینوں تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول

دو مقتدر امراء

اکبر بادشاہ جب برہان پور سے آگرہ روانہ ہو گیا تو نظام شاہی ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا اگرچہ یہ دونوں اصحاب جاہ وچشم نہ تھے' لیکن اپنی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی امراء میں شمار ہونے لگے۔ انہیں دونوں کے حسن تدبیر کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت مغلوں کی یلغار اور سیلاب فتوحات سے محفوظ رہی۔

عنبر حبشی

ان میں ایک تو عنبر حبشی تھا اس نے تلنگانہ کی سرحد سے لے کر بیٹر سے ایک کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اور احمد نگر کے جنوب میں شہر سے چار کوس کے فاصلے سے لے کر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے تک کا علاقہ مع بندر چیول کے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔

راجو دکنی

دوسرے مقتدر امیر کا نام راجو دکنی تھا اس نے دولت آباد اور اس کے شمال میں گجرات کی سرحد اور دولت آباد کے جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔

راجو اور عنبر کی دشمنی

یہ دونوں امیر موقع و محل کی مناسبت سے اور وقتی مصالح کے پیش نظر حسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ ان دونوں نے قلعہ اوسہ کو مع چند قصبوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عنبر حبشی اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے کیونکہ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ فریق مخالف کو مغلوب کر کے اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی

خان خاناں کو ان دونوں امیروں کی باہمی دشمنی کا راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے چند مقبوضہ قصبوں پر قبضہ کر لیا جائے جو تلنگانہ میں واقع ہیں۔ عنبر کو خان خاناں کے اس حکم کی خبر پہنچی اور وہ متذکرہ قصبوں کی حفاظت کے لیے ۱۰۱۰ھ میں سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر تلنگانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ

عنبر نے مغلوں کی فوجی چھاؤنیاں تباہ و برباد کر کے اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خان خاناں نے اپنے مشہور و معروف اور بہادر بیٹے میرزا ایرج کو پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ عنبر کے مقابلے پر روانہ کیا ناندیڑ کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ میرزا ایرج نے اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے اور عنبر نے اپنی حفاظت کی خاطر اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دونوں نے پوری طاقت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

عنبر حبشی کا زخمی ہونا

دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے لیکن آخر اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کو ایک کاری زخم لگا وہ عین میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ حبشیوں اور دکنیوں کی ایک جماعت نے جو ہر طرح عنبر کی مطیع و فرماں بردار تھی اپنے زخم خوردہ امیر

besturdubooks.wordpress.com

کو اٹھالیا اور میدان جنگ سے لے کر بھاگ گئی۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

جب عنبر حبشی کا زخم بھر گیا اور وہ جنگ کرنے کے قابل ہو گیا تو اس نے دوبارہ لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ خان خانان عنبر کی بہادری اور شجاعت کو اچھی طرح آزما چکا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عنبر نے تازہ دم ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو خان خاناں نے صلح کرنے میں ہی عافیت دیکھی

صلح

خان خاناں نے عنبر کو صلح کا پیغام دیا وقتی مصالح کے پیش نظر عنبر خان خاناں کا پیغام' منظور کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو راجو دکنی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ خان خاناں اور عنبر کی ملاقات ہوئی اور اپنے اپنے علاقوں کو متعین کیا اس کے بعد دونوں امیر اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔ اس دن کے بعد دونوں امیروں میں کبھی کوئی تنازعہ نہ ہوا۔ کسی نے عہد شکنی نہیں کی اور عنبر خاں خان خاناں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی

اسی زمانے میں کئی دکنی امیروں پتنگ رائے کول' فرہاد خان مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ عنبر حبشی کا ساتھ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے اور اسے ملک عنبر کے خلاف بھڑکایا۔ ان امیروں نے عنبر حبشی سے جنگ کرنے کے لیے قلعہ اوسہ کے نواح میں ایک میدان کا انتخاب کیا۔

بادشاہ کی شکست

عنبر اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سے بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے پر آیا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ عنبر نے حسب معمول جرات و بہادری کا مظاہرہ کر کے مرتضیٰ نظام کو شکست دی۔ پتنگ رائے کول کو عنبر نے گرفتار کر کے قلعے میں نظربند کر دیا۔ نظام شاہ اور اس کے طرف دار امیروں فرہاد خاں اور ملک صندل وغیرہ نے گردش حالات سے تنگ آ کر عنبر سے صلح کر لی۔

قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال

عنبر قلعہ پرندہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا اس مقصد سے بادشاہ کو ساتھ لے کر ۱۰۱۲ ہجری میں پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ حاکم قلعہ منجھن خاں نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا۔ "آپ میرے مالک ہیں اور آپ کی اس حیثیت کے پیش نظر میں آپ کا شاہانہ استقبال کروں گا اور قلعے میں ٹھہراؤں گا' لیکن مجھے عنبر پر قطعاً اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس نے خان خاناں سے ملاقات کر کے اس کی غلامی کر لی ہے اس لیے میں اس کو قلعے میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔

عنبر کی وضاعت

اس کے جواب میں عنبر نے منجھن خاں کو مطلع کیا کہ "چونکہ پتنگ رائے' فرہاد اور ملک صندل کی طرف سے قطعاً مطمئن نہ تھا اس لیے میں نے مجبوراً خان خاناں سے ملاقات کی' اگرچہ ظاہری طور پر میں اکبر بادشاہ کا بہی خواہ ہوں لیکن حقیقت میں میری تمام ہمدردیاں نظام شاہ کے ساتھ ہیں اور میں اسی کا مطیع اور اس کا فرماں بردار ہوں' میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے تمام دشمنوں سے ملک کو خالی کر دوں۔"

besturdubooks.wordpress.com

نظام شاہ کی گرفتاری

منجن خاں نے ملک عنبر کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھایا۔ عنبر کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں نظام شاہ قلعے میں داخل ہو کر پناہ گزیں نہ ہو جائے اور اس طرح منجھن خاں کی قوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ اس اندیشے کے پیش نظر عنبر نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔

منجھن خاں کی مدافعت

بادشاہ کی نظر بندی کی وجہ سے فرہاد خاں اور ملک صندل بہت آزردہ خاطر ہوئے اور قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ منجھن خاں نے پورے ایک مہینے تک دشمن کی مدافعت کی۔ منجھن خاں کا بیٹا سونا خاں کچھ ایسے کردار کا نہ تھا اس نے نازک موقعے پر بھی سخت بے اعتدالی کی اور اہل لشکر کی عورتوں اور بچوں کی عصمت دری میں مشغول ہو گیا۔ لشکری اس سے بہت مشتعل ہوئے اور انہوں نے سونا خاں کو قتل کر دیا۔

منجھن خاں کا فرار

اس واقعے کے بعد منجھن خاں نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلا ہی فرار ہو گیا۔ فرہاد خاں اور ملک صندل کے ساتھ وہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہوا اور مع اپنے ساتھیوں کے عادل شاہ کے دائرہ ملازمین میں داخل ہو گیا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

اہل قلعہ نے منجھن خاں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مہینوں تک تو دشمن کی مدافعت کی' لیکن آخر کار عنبر حبشی نے انہیں اپنی وحد تدبیر سے پھنسا لیا۔ عنبر نے قلعے پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو رہا کر دیا اور اسے وہیں چھوڑ کر خود آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام

محرم ۱۰۱۳ ہجری میں شہزادہ دانیال' عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کا استقبال کرنے کے لیے برہان پور سے روانہ ہوا اور کرناٹک اور دولت آباد کے راستے احمد نگر کا رخ کیا۔ دانیال نے اپنے چند آدمیوں کو راجو دکنی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "عنبر حبشی کی طرح تم بھی بادشاہ اکبر کی اطاعت کرو اور میری خدمت میں حاضری دو' تاکہ تمہارا ملک بادشاہ کی طرف سے تمہیں جاگیر میں عطا کر دیا جائے۔

راجو اور دانیال میں معرکہ

راجو کو شہزادے کی بات کا یقین نہ آیا' اس وجہ سے دانیال بہت غصے میں آیا اور اس نے راجو کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی۔ راجو نے بھی جرات اور ہمت سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دانیال کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ راجو اور دانیال میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی لیکن راجو نے مختلف تدبیروں سے مغل فوج کو بہت پریشان کیا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ دانیال نے گھبرا کر خان خاناں سے جو جالنہ میں مقیم تھا مدد کی درخواست کی۔

راجو کا فرار

خان خاناں پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جلد از جلد دانیال کے پاس پہنچ گیا۔ راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے مغلوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو بند کیا اور اپنے ملک کے ایک دوردراز گوشہ میں جا چھپا۔ شہزادہ دانیال اور خان خاناں عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کو لے کر احمد نگر آئے' دریائے گنگا کے کنارے پٹن کے قریب عظیم جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اس کے بعد خان خاناں تو اسی جگہ مقیم رہا اور شہزادہ برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عنبراور راجو کی لڑائیاں

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی شکایت کی کہ وہ جائز و ناجائز ہر طریقے سے بادشاہ کو دباتا ہے- راجو نے قلعہ پرندہ میں پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی اور عنبر کے دفعیے کا وعدہ کیا- عنبر اور راجو میں کئی بار لڑائی ہوئی اور ہربار راجو ہی کامیاب ہوا- اس صورت حال سے عنبر بہت پریشان ہوا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی-

خان خاناں نے عنبر کی درخواست منظور کر لی اور اس کی مدد کے لیے حاکم بیٹر میرزا حسین بیگ کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا- عنبر نے اس لشکر کی مدد سے راجو کو شکست دے کر دولت آباد کی طرف بھگا دیا-

دانیال کی وفات

شہزادہ مراد کی طرح دکن کی حکومت شہزادہ دانیال کو بھی راس نہیں آئی اور اس نے برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہا- یہ خبر سن کر خان خاناں برہان پور چلا گیا- عنبر نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور لشکر جمع کر کے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور راجو پر حملہ کر دیا-

خان خاناں دولت آباد میں

راجو عنبر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی- خان خاناں بعض وجوہ کی بناء پر برہان پور میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا- اس نے راجو کے پیغام کے بہانہ بنایا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا- خان خاناں' راجو اور عنبر کے درمیان آ گیا اور اس نے چھ ماہ تک کسی فریق کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیا-

عنبراور راجو میں صلح

عنبر اس صورت حال سے پریشان ہو گیا اور اس نے مجبور ہو کر راجو کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا دونوں میں صلح ہو گئی- اور عنبر قلعہ پرندہ کی طرف روانہ ہو گیا' خان خاناں نے جالنہ کی راہ لی-

عنبر کا ارادہ

ملک عنبر کا خیال تھا کہ راجو کی لشکر کشی کا سبب مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور اسی کے اشارے پر راجو نے یہ سارا ہنگامہ کیا ہے- اس وجہ سے عنبر نے نظام شاہ کو معزول کر کے کسی اور نظام شاہی فرد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا- لیکن ابراہیم عادل شاہ عنبر کی تجویز سے متفق نہ ہوا لہٰذا یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا-

بادشاہ اور عنبر میں صلح

۱۰۱۶ ہجری میں عادل شاہ کے کہنے پر عنبر نے نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرا اور اس طرح بادشاہ اور عنبر کے اچھے تعلقات قائم ہو گئے- اس کے بعد نظام شاہ اور دیگر امراء دس بارہ ہزار سواروں کے لشکر کے ہمراہ جنیر کے طرف روانہ ہوئے- بادشاہ نے کچھ عرصے تک اس جگہ پر قیام کیا-

راجو کی گرفتاری

راجو عنبر کے خوف کی وجہ سے جنیر نہیں آیا اس لیے بادشاہ نے چند ہندو اور مسلمانوں امراء کو اس کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا- راجو کو بڑی مشکلوں کے بعد گرفتار کر لیا گیا اور اس کے مقبوضہ علاقے نظام شاہ کے قبضے میں آ گئے- اس کے بعد عنبر تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا-

besturdubooks.wordpress.com

نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت

اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے نظام شاہی تاج و تخت کا مالک مرتضیٰ نظام شاہ ہے۔ اور عنبر حبشی کے ہاتھ تمام قوت ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نظام شاہی خاندان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے اور دہلی کے بادشاہ باقی ماندہ ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آئندہ کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر اس قدر کہ جو خدا چاہے گا وہی ہو گا۔

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

چہارم

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ

عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

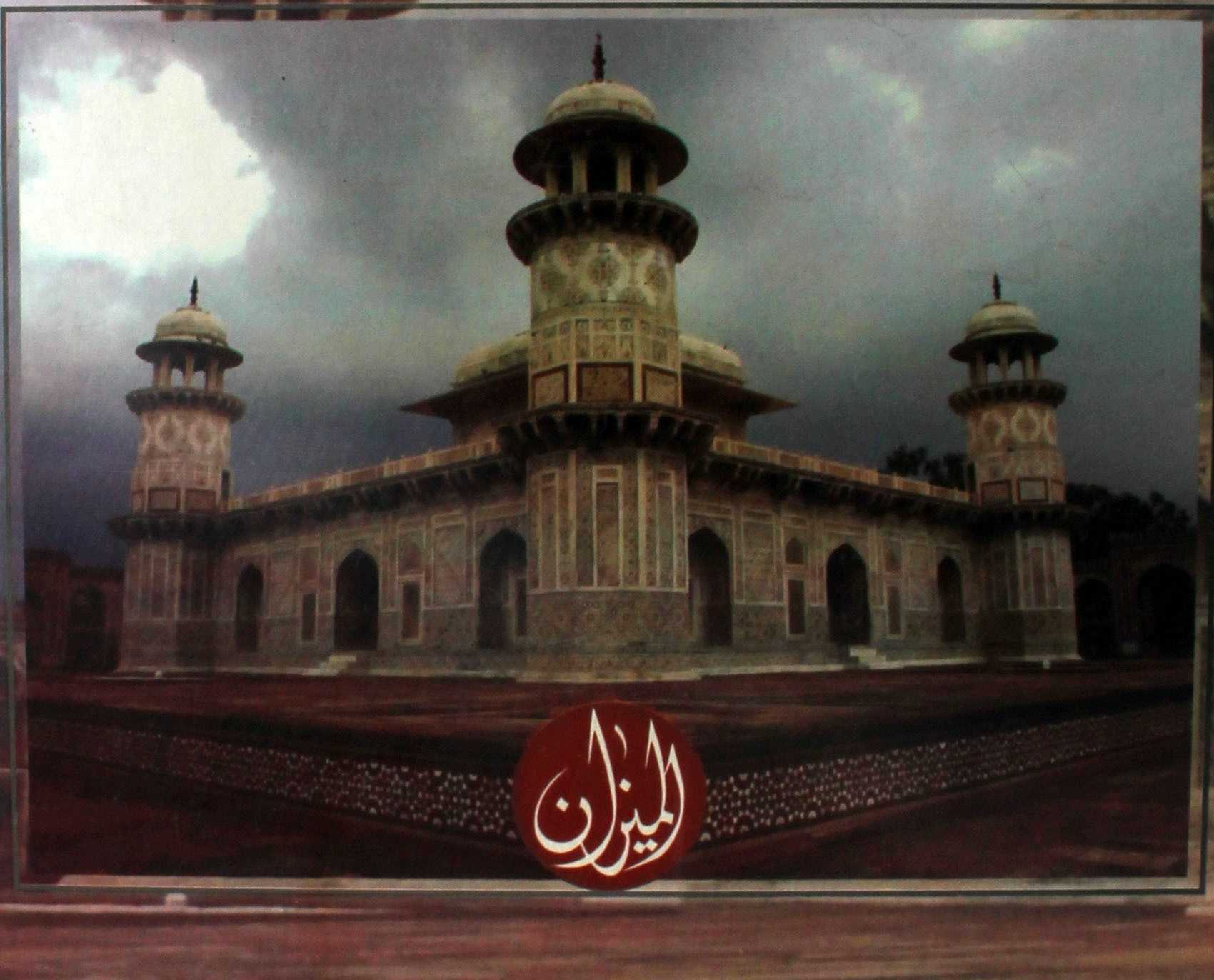

المیزان

besturdubooks.wordpress.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

چہارم

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

ترتیب جدید: ڈاکٹر عبدالرحمٰن

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

besturdubooks.wordpress.com

فہرست مضامین تاریخ فرشتہ جلد چہارم

سلاطین تلنگانہ 339

سلطان قلی 341

ابتدائی حالات 341

ریاضی میں مہارت 341

تلنگانہ کی حالت 341

سلطان قلی کی خواہش 341

تلنگانہ کی مہم پر تقرر 341

امارت و سپہ سالاری 341

بادشاہت 342

سلطنت کی رونق 342

سلطان محمود شاہ کا خیال 342

شیعہ مذہب کا رواج 342

تبرہ بازی 342

سلاطین دکن سے دوستی 342

اسماعیل عادل کا حملہ 343

نظام شاہ سے خوشگوار تعلقات 343

طوالت عمر 343

قطب شاہ کا قتل 343

جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی 344

شاہ طاہر کی آمد 344

عادل شاہی علاقے میں داخلہ 344

قلعہ ابتکر کا محاصرہ 344

نظام شاہ کے نام پیغام اور اس کا جواب 344

قلعہ کا کنی پر اسد خاں کا قبضہ 344

قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ 345

ملا محمود کی پیشین گوئی 345

پچھتاوا 345

بیماری 345

سازش 345

انتقال 345

ابراہیم قطب شاہ 346

کردار 346

چوروں کا دفیعہ 346

قطب شاہی خاندان کی نیک نامی 346

عنبر خاں سے تکرار 346

عنبر کا قتل 346

عنبر کے بھائی کا قتل 346

شاہ گردی 347

ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد 347

اہل گولکنڈہ کی خوشی 347

تخت نشینی 347

نظام شاہ سے معاہدہ 347

گلبرگہ کا معاہدہ 347

احمد نگر پر لشکر کشی 348

نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید 348

قلعہ کلیان کا محاصرہ 348

صلح 348

عادل شاہ وغیرہ سے جنگ 348

نظام شاہی سلطنت میں انتشار 348

قطب شاہ کی دارور کو روانگی 349

قطب شاہ اور نظام میں ناراضگی 349

قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں

besturdubooks.wordpress.com

کی ہنگامہ آرائی 349

شہزادہ عبدالقادر کا قتل 349

برار پر چنگیز خاں کی نظر 349

نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ 349

انتقال 350

محمد قلی قطب شاہ 351

تخت نشینی 351

نظام شاہ سے دوستی 351

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ 351

محمد آقا ترکمان کی بہادری 351

بیجا پور کا محاصرہ 351

تسخیر گلبرگہ کا ارادہ 351

شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات 352

مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ 352

قطب شاہ کی بہن کی شادی 352

بھاگ متی سے عشق 352

بھاگ نگر کی تعمیر 352

تلنگ، دونگ اور دبنگ کے علاقے 353

ایک عجیب و غریب واقعہ 353

سوداگروں کا قافلہ 353

غریبوں پر ظلم 353

اہل دکن کا ہنگامہ 353

بھائیوں سے محبت 353

میر محمد مومن استر آبادی 354

حب اہل بیت کا صلہ 354

عماد شاہی خاندان 355

فتح اللہ عماد الملک 356

علاؤ الدین عماد الملک 357

"شاہ" کا خطاب 357

محمد آباد بیدر پر حملہ 357

امیر برید کا ہنگامہ 357

برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں 357

ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ 357

نظام شاہ سے ایک اور معرکہ 357

برار میں سلطان کے نام کا خطبہ 357

دریا عماد شاہ 359

برہان عماد شاہ 360

تفال خاں کا اقتدار 360

مرتضیٰ نظام کا ارادہ تسخیر برار 360

برار پر نظام شاہی حملہ اور تفال خاں کی شکست 360

قلعہ پرنالہ کا محاصرہ 360

اہل قلعہ کا اقدام 360

تفال خاں کا فرار 360

گرفتاری 361

تفال خاں اور اس کے ساتھیوں کی رحلت 361

برید شاہی خاندان 362

قاسم برید 363

غلامی سے امارت تک 363

مرہٹوں سے جنگ 363

قوت و اقتدار 363

خود مختاری 363

امیر علی برید 364

بہادری و جرات 364

انتقال 364

besturdubooks.wordpress.com

گیدڑوں کا خیال 364

علی برید شاہ 365

"بادشاہ" کا خطاب 365
نظام شاہی یورش 365
مرتضیٰ نظام کا حملہ 365
مرتضیٰ نظام کی واپسی 365
علی عادل کا قتل 365
علی برید کا انتقال 365
علی برید کے جانشین 365
مصنف کا اعتذار 366

سلاطین گجرات 367

فرحت الملک 368

فرحت الملک کی سپہ سالاری 368
غیر مسلم نوازی 368
علماء کا عریضہ 368
اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات کا مقرر ہونا 368
اعظم ہمایوں کی روانگی 368

سلطان مظفر گجراتی 369

پیدائش 369
گجرات کی صوبہ داری 369
عزت افزائی 369
جشن مسرت 369
ظفر خاں کا خط نظام مفرح کے نام 370
نظام مفرح کا جواب 369
نظام مفرح کو پیغام 369
نظام مفرح کی بدبختی 370
جنگ کی تیاریاں 370
معرکہ آرائی اور ظفر خاں کی فتح 370
کنبایت کا سفر 370
ہندو راجہ کی تنبیہہ 370
قتل و غارت گری اور قحط 370
راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری 371
ملک راجہ کا فتنہ 371
ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی 371
ملک راجہ اور ظفر خاں میں صلح 371
ملک راجہ کی عزت 371
جرند کے نواح پر حملہ 371
سومنات پر حملہ 372
مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی 372
راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ 372
مسلمانوں کی فتح 372
غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں 372
خود مختاری 372
تاتار خاں بن مظفر شاہ 373
تاتار خاں گجرات میں 373
مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ 373
ایدر پر حملہ 373
سومنات پر لشکر کشی 373
قلعہ دیب کی فتح 373
سجدہ شکرانہ 374
دہلی پر حملے کا ارادہ 374
تاتار خاں کا انتقال 374
تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت 374
مظفر شاہ کی گرفتاری 374
شاہ شمس خان کی رائے 374
مظفر کا جواب 374

besturdubooks.wordpress.com

مظفر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی	375
مظفر شاہ کا عزم حسن آباد	375
مالوہ پر قبضہ	375
ہوشنگ کی گرفتاری	375
رہائی اور بحالی	375
مظفر شاہ کا انتقال	375
بادشاہ جم جاہ سلطان احمد گجراتی	**376**
احمد آباد گجرات کی بناء	376
فیروز خاں کی بغاوت	376
احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد	376
سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست	376
زمینداروں کے لئے خلعت اور گھوڑے	376
احمد شاہ کی دور اندیشی	376
بیاگ داس کا غرور اور تکبر	377
احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام	377
مجرموں کی معافی	377
سلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی	377
احمد آباد کی تعمیر	377
عمارات اور بازار	378
دنیا کا خوبصورت ترین شہر	378
فیروز خاں کا نیا ہنگامہ	378
احمد شاہ کا عزم مہراسہ	378
جنگ کی تیاریاں	378
احمد شاہ کا رعب	378
باغیوں کی مکاری	378
صلح کی بات چیت	379
نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری	379
قلعہ مہراسہ کی فتح	379
فیروز خاں کا قتل	379
جلوارہ پر لشکر کشی اور چند امراء کی بغاوت	379
ہوشنگ کا عزم گجرات	380
احمد شاہ کا اقدام	380
ہوشنگ کا فرار	380
باغیوں کی شکست	380
احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال	380
کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت	380
سید پور کے مندر کی تباہی	381
نواح گجرات کے غیر مسلمانوں کی سرکوبی	381
غیر مسلمانوں سے جنگ	381
ناگورہ کا محاصرہ	381
سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار	381
ملک نصیر کا فرار	381
ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت	381
فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ	381
ہوشنگ کے فتنے کا سدباب	382
ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ	382
محصول کی وصولی	382
ملک نصیر کے قصور کی معافی	382
سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ	382
سلطان ہوشنگ کی شکست	383
تعاقب	383
احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن	383
مالوہ کی بربادی	383
جنانیر پر لشکر کشی	383
مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ	383
ہوشنگ کی جاج نگر روانگی اور واپسی	383
قلعہ مندو کا استحکام	384
قتل و غارت گری	384

besturdubooks.wordpress.com

ملا احمد کی روایت	384	ظفر خاں کی فتح	389
تباہی اور قتل عام	384	بہمنی فرمانروا کی طرف سے ملک التجار کی مدد	389
اجین کو روانگی	384	دکنیوں کی ایک اور شکست	389
قلعہ مندو کا دوبارہ محاصرہ	384	فتح مہائم	389
سارنگ پور کا عزم	384	فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات	389
گجراتی لشکر پر شب خون	385	احمد شاہ دکنی کا بگلانہ پر حملہ	389
احمد شاہ کا جنگل میں پناہ گزین ہونا	385	شہزادہ محمد خاں کا عریضہ	389
لوٹ مار	385	احمد شاہ گجراتی ندربار میں	390
معرکہ آرائی	385	احمد شاہ بہمنی تنبول میں	390
سلطان ہوشنگ کا فرار	385	احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام	390
ایک اور معرکہ آرائی	385	امراء سے مشورہ	390
احمد آباد کو واپسی	386	احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد	390
شہر احمد نگر کی تعمیر	386	دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ	390
قلعہ ایدر کی فتح	386	ملک سعادت کی مستعدی	390
ایدر پر دوبارہ لشکر کشی	386	دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب	391
راجہ کی ہلاکت	386	اژدر خاں کی گرفتاری	391
راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت	386	جنگ مغلوبہ	391
دیپراؤ کی اطاعت	387	تا نیسر اور نادوت کا سفر	391
ایدر پر ایک اور حملہ	387	دکنی مورخوں کی کذب بیانی	391
حاکم جھالودہ برہان پور میں	387	میوات اور ناگور کا سفر	391
راجہ کانہا بہمنی دربار میں	387	فیروز خاں	392
دکنی لشکریوں کی شکست	387	احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ	392
نیا دکنی لشکر	387	دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	392
دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	388	سلطان محمود کی مستعدی	392
دکنی لشکر کی دوسری شکست	388	قحط	392
مہائم پر اہل دکن کا قبضہ	388	حاجی علی گجراتی کی شکست	392
شہزادہ ظفر خاں کا عزم مہائم	388	طاعون کی وباء	393
دکنی چوکی کا محاصرہ	388	احمد شاہ کی واپسی	393
تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ	388	سلطان احمد شاہ کا انتقال	393

besturdubooks.wordpress.com

کردار 393

سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی 394

ایدر پر حملہ 394
قلعہ چینا پر حملہ 394
احمد آباد کو واپسی 394
دیب کو فرار 394
محمد شاہ کی ہلاکت 395

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی 396

تخت نشینی 396
سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ 396
ملک علائی سہراب کی آمد 396
شعر کا جواب شعر میں 396
سلطان محمود کی گمراہی 396
معرکہ آرائی 397
سلطان محمود کا فرار 397
سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی 397
قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ 397
محمود خلجی اور قطب الدین 397
حاکم ناگور فیروز خاں کا انتقال 397
شمس خاں کا ناگور پر قبضہ 398
رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی 398
رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ 398
قطب الدین کا عزم ناگور 398
سروہی کو روانگی 398
جنگ اور صلح 399
محمود خلجی کا سفیر گجرات میں 399
چتوڑ پر لشکر کشی 399
رانا کی شکست 399
صلح 399
محمود خلجی اور قطب الدین کے تعلقات 399
رانا کا ناگور پر حملہ۔ نقض عہد 400
رانا کا فرار 400
سروہی پر لشکر کشی 400
رانا کا تعاقب 400
حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں 400
قطب الدین کا انتقال 400
شمس خاں کا قتل 401
شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت 401
سلطان قطب الدین کا کراوار 401

سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی 402

بدکرداری و بدچلنی 402
معزولی 402

سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگرہ 403

عماد الملک کا اقتدار 403
عماد الملک کی مخالفت 403
مخالف امراء کی بادشاہ سے گزارش 403
بادشاہ کی ذہانت 403
امراء کو جواب 403
عماد الملک کی گرفتاری 404
بادشاہ کا رویہ 404
شب بیداری 404
عبداللہ کا معروضہ 404
بادشاہ کا جواب 404
امراء سے گفتگو 404
عماد الملک کی رہائی 40

besturdubooks.wordpress.com

خوف و ہراس کی لہر 405
امرائے حاسد کا ارادہ جنگ 405
شاہی جماعت کی پریشانی 405
بادشاہ کا ارادہ جنگ 405
فوجی افسروں کا بروقت اقدام 405
باغیوں کا فرار 406
برہان الملک کی ہلاکت 406
عضد الملک کا قتل 406
بقیہ باغی امراء کا حشر 406
عماد الملک کی گوشہ نشینی 406
نظام شاہ بہمنی کا خط 406
امراء کا مشورہ 406
بادشاہ کا جواب 407
امراء کا دوسرا مشورہ 407
سلطان محمود گجراتی کی روانگی 407
محمود خلجی کی پریشانی 407
سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن 407
محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام 407
محمود خلجی کا جواب 407
قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر حملہ 408
قلعہ باور کا استحکام 408
مال غنیمت 408
ایک سلحدار کا قتل 408
بے گناہوں کی سزایابی 408
عماد الملک اور بہاء الملک کا قتل 408
آنحضرت کی زیارت 408
قلعہ کرنال 409
محل وقوع 409
کرنال پر لشکر کشی 409
درہ مہابلہ میں داخلہ 409
راجہ کرنال سے جنگ 409
مندروں کی دولت پر قبضہ 409
رائے مندلک کی امان طلبی اور بادشاہ کی واپسی 410
مندرلک پر لشکر کشی 410
راجہ کی اطاعت 410
ملک کی آبادی 410
ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ 410
بادشاہ کی بہادری 410
کرنال اور جوناگڑھ پر حملے کی تیاریاں 411
رائے مندلک کی درخواست 411
رائے مندلک قلعہ جوناگڑھ میں 411
راجپوتوں سے لڑائیاں 411
قلعہ کشائی کی تدبیر 411
جوناگڑھ کے قلعے کی فتح 411
بادشاہ کا عزم کرنال 411
قلعہ کرنال پر قبضہ 412
رائے مندلک کی عاجزی 412
قبولیت اسلام 412
رائے مندلک کے مسلمان ہونے
کی دوسری روایت 412
حضرت شاہ عالم کا فیضان 412
مصطفیٰ آباد کا سنگ بنیاد 412
احمد آباد کے نواح میں بدامنی 413
محافظ خاں کی ترقی 413
کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی 413
کافروں کی پریشانی 413
کچھ کے لوگوں کا عقیدہ 413
ملک سندھ 413

besturdubooks.wordpress.com

سندھیہ کے بلوچی	414	قحط	418
بلوچیوں پر لشکر کشی	414	قلعہ جنانیر	418
بلوچیوں کا قتل	414	جنانیر پر لشکر کشی	418
سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز	414	راجپوتوں سے لڑائیاں	418
اہل جگت کی فتنہ پردازیاں	414	صلح کی درخواست	419
مولانا محمد سمرقندی کا بیان	414	راجہ کی شکست اور قلعے میں پناہ گزینی	419
امراء سے مشورہ	415	سیدبدر کا قتل	419
جگت پر لشکر کشی	415	قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم	419
موذی جانوروں کی کثرت	415	غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ	419
غیر مسلموں کا قتل عام	415	سلطان خلجی کی واپسی	419
راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی	415	مسجد کی تعمیر	420
راجہ کا حشر	415	ساباطوں کی تیاری	420
کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ	415	ہندوؤں کا قتل	420
نئی تقرریاں	416	معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی	420
امراء کی سازش	416	ایاز سلطانی کی مستعدی	420
عماد الملک کی کاروائی	416	راجپوتوں کی پریشانی	420
امراء کا امتحان	416	ہندوؤں کی شکست	420
بادشاہ کا خیال	416	راجہ کی گرفتاری	421
عماد الملک کی رائے	416	راجہ کی غیرت مندی	421
بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو	417	محمد آباد کی تعمیر	421
نظام الملک کی رائے	417	راجہ قباہی کو پھانسی کی سزا	421
افشائے راز	417	احمد آباد میں قلعوں کی تعمیر	421
کبوتر یا خداوند خاں	417	قلعہ ابو کے راجہ کی دست درازی	421
بادشاہ کا عزم پٹن	417	راجہ ابو کے نام فرمان	422
قیصر خاں کا قتل	417	راجہ ابو کی اطاعت	422
خداوند خاں کی گرفتاری	417	بہادر گیلانی کا فتنہ	422
عماد الملک کا انتقال	418	جوابی کاروائی	422
جنانیر کی فتح کا ارادہ	418	باد مخالف	422
مالاباریوں کی سرزنش	418	صفدر الملک کی گرفتاری	422

besturdubooks.wordpress.com

قوام الملک کا عریضہ 423
دکنی فرماں روا کا اقدام 423
رائے ایدر کی اطاعت 423
عدل و انصاف 423
الف خاں کی بغاوت 423
عادل خاں فاروقی کی سرزنش 423
عادل خاں کی اطاعت 424
ایک دوسری روایت 424
ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ 424
احمد نظام الملک کا فرار 424
رفیع الدین محمد کی آمد 424
امراء کا قتل 424
کفار فرنگ 425
فرنگیوں سے لڑائی کی تیاریاں 425
ایاز سلطانی کی فتح 425
اسیر میں ہنگامہ 425
سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کے لئے نکلنا 425
نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی 425
ملک لادن اور ملک حسام کی ندامت 425
عادل خاں کا عنان حکومت سنبھالنا 426
حسام الملک کی عزت افزائی 426
ملک حسام الدین کا قتل 426
اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام 426
جواب 426
نظام الملک کا خط 426
سیف خاں اور شیر خاں کی امان طلبی 427
بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے 427
نہروالہ کا سفر 427
بادشاہ کی جسمانی کمزوری 427
سلطان محمود کا انتقال 427
لقب "بیکرا" کی وجہ 427
شاہ جمال الدین کا بیان 428
کردار 428
بہادری 428

سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی 429

تخت نشینی 429
رشید الملک اور ملک خوش قدم کا تقرر 429
ایرانی قاصد کی آمد 429
برودرہ کا سفر 429
صاحب خاں کا پیغام 429
ہنگامہ بدتمیزی 429
صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی 430
مالوہ کا سفر 430
راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ 430
بادشاہ کا عزم ایدر 430
راجہ ایدر کی پریشانی 430
مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ 430
دھار کی طرف توجہ 431
سلطان محمود کا چندیری پر حملہ 431
سیر و شکار کے لئے دھار کا سفر 431
جتانیر کو واپسی 431
ایدر میں ہنگامہ 431
پٹن کی سیر 431
ایدر کی فتح 432
شہزادہ سکندر کی شادی 432
ایدر کا سفر 432
رائے مل کا ایدر پر حملہ 432
ظہیر الملک کا قتل 432

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود خلجی گجرات میں	432	عماد الملک اور قیصر خاں کی نامزدگی	438
محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات	433	رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ	438
سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکر کشی	433	ملک ایاز کی آمد	438
رائے منڈلی کی تیاری	433	ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لئے نامزد ہونا	438
قلعہ مندو کا محاصرہ	433	بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ	438
دام مکرو فریب	433	لکھا کرت کے راجپوتوں کی سرزنش	438
رانا سنگا کے خلاف کاروائی	434	راستے کا پتھر	439
قلعہ مندو پر حملہ	434	اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری	439
راجپوتوں کا قتل	434	قوام الملک کا کارنامہ	439
محمود خلجی کی بحالی	434	مندسور کا محاصرہ	439
رانا سنگا کی پریشانی	434	رانا سنگا کا پیغام	439
بجے پور کو فرار	434	سلطان محمود خلجی کی آمد	439
سلطان مظفر کی مندو کو روانگی	435	رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی	440
سلطان محمود کی مہمان داری	435	ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی	440
گجرات کو واپسی	435	مبارز الملک کا ارادہ	440
ایدر کو روانگی	435	راجپوتوں کی ہوشیاری	440
محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی	435	رانا کا پیغام	440
ایدر پر رانا سنگا کا حملہ	436	مخالف امراء کا ارادہ جنگ	440
بادشاہ کے امیروں کی رائے	436	ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام	440
مبارز الملک کی پریشانی	436	ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی	441
لڑائی کی تیاری	436	ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام	441
مبارز الملک احمد نگر میں	436	رانا سنگا کی پیش کش	441
رانا سنگا ایدر میں	436	سیر و شکار	441
مبارز الملک اور ایک بھاٹ	437	ایاز خاص سلطانی کی وفات	441
مبارز الملک کی بلند ہمتی	437	باغیوں کی سرکوبی	441
معرکہ آرائی	437	ملکہ کی وفات	442
رانا ید نگر میں	437	محمد آباد جنانیر کا سفر	442
ملک حاتم کی شہادت	437	عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست	442
مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں	437	شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی	442

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ چیتور میں 442
دہلی میں 442
شہزادے کی مقبولیت 443
محبت پدری 443
گجرات میں قحط 443
سلطان مظفر کی بیماری 443
بہادر خاں کا خیال 443
شہزادہ سکندر کو وصیت 443
انتقال 443
کردار 444

سلطان سکندر بن مظفر شاہ گجراتی 445

بھائیوں میں نفاق 445
سکندر کی تخت نشینی 445
شیخ چنو کی مذمت 445
بے جا رعائتیں 445
بادشاہ سے بے اطمینانی 445
غلط روی 445
شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام 445
ملک لطیف اور سپاہ کا قتل 446
سلطان سکندر کے قتل کی سازش 446
بادشاہ کی سادہ لوحی 446
پریشان کن خواب 446
پریشانیوں میں اضافہ 446
عماد الملک محل سرا میں 446
نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل 447
سلطان سکندر کا قتل 447

سلطان محمود بن مظفر شاہ گجراتی 448

تخت نشینی 448
امراء کی دل جوئی 448
شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور
عماد الملک کی پریشانی 448
عماد الملک کا خط بابر کے نام 448
گجراتی امراء کا قاصد بہادر خاں کی خدمت میں 448
دانش مند گھوڑا 449
بہادر خاں چیتور میں 449
گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع 449
شہزادہ لطیف کی روانگی 449
بہادر خاں دونگر میں 449
عماد الملک کی کاروائی 449
بہادر خاں احمد آباد میں 450
محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ 450

سلطان بہادر خاں بن مظفر شاہ گجراتی 451

تخت نشینی 451
محمد آباد جتانیر کا سفر 451
امرائے سارق 451
مفسدوں کی کوششیں 451
عماد الملک کی گرفتاری 451
گرفتاری اور پھانسی 451
عضد الملک کی گرفتاری کا حکم 452
سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل 452
بہاء الملک کا عبرت ناک حشر 452
شہزادہ لطیف کی مایوسی 452
رعایا کی فلاح و بہبود 452
محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم 452
عضد الملک کی سرگرمیاں 452
گجرات میں قحط 453
مفسدوں کی سرگرمیاں 453

besturdubooks.wordpress.com

گرفتاریاں	453
سلاح داران خاصہ کا ہنگامہ	453
شہزادہ لطیف کی گرفتاری	453
شہزادہ لطیف کی وفات	454
نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات	454
رائے سنگھ کا فتنہ	454
تاج خاں کی نامزدگی	454
تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ	454
عامل کنبایت کی معزولی	454
ایدر اور باکر کی فتح	455
بندر دیب میں فرنگیوں کی گرفتاری	455
میراں محمد شاہ کا عریضہ	455
بادشاہ کا جواب	455
دکن پر لشکر کشی کا ارادہ	455
حاکم بھٹنہ کی آمد	455
سلطان بہادر کی ہر دلعزیزی	456
عماد شاہ کا پیغام	456
سلطان بہادر برہان پور میں	456
برار میں	456
عماد شاہ کا فرار	456
سلطان بہادر کی واپسی	456
ایدر کا سفر	456
بانسوالہ اور دونگر پور کی تباہی	457
لودھی امراء کی آمد	457
مہرابہ کا سفر	457
پاکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں	457
پرس رام کے بھائی کی جان بخشی	457
جیتور کے قصبات کی بربادی	457
برتنسی کا پیغام	458
سکندر خاں اور بھوپت	458
سلطان محمود کی آمد کی اطلاع	458
برتنسی اور سلہدی کی آمد	458
سلطان محمود کے قاصد کی آمد	458
سلطان محمود کا ارادہ	458
امراء کا معروضہ	459
شادی آباد مندو کا محاصرہ	459
قلعے میں داخلہ	459
اہل مالوہ کی پریشانی	459
شاہی محل کا محاصرہ	459
سلطان محمود خلجی کی گرفتاری	459
امراء پر لطف و کرم	460
نظام شاہ بحری کی عزت افزائی	460
برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی	460
شاہ طاہر جنیدی	460
شاہ صاحب کا کارنامہ	460
سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت	460
سلہدی کی سرزنش کا ارادہ	461
اختیار خاں کی آمد	461
عزم شادی آبادی	461
بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا	461
سلہدی پوربیہ کی آمد	461
سلہدی کی گرفتاری	461
سلہدی کے ایک ملازم کی وفاداری	462
لوٹ مار	462
بادشاہ اجین میں	462
سلطان بہادر بھیلسہ میں	462
مخالفوں کی سرگرمیاں	462
قلعہ رائے سین پر حملہ	462

besturdubooks.wordpress.com

دشمنوں کا قتل	462	محمد زمان میرزا کی آمد	467
ساباط کی تیاری	463	ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک	467
سلہدی کا قبول اسلام	463	قلعہ چیتور کا محاصرہ	467
سلہدی اور لکھمن کی سازش	463	راجہ کی عاجزی	468
ایفائے عہد میں تاخیر	463	دہلی پر حکمرانی کا خیال	468
سلہدی کی مکاری	463	عملی کوشش	468
سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل	464	تاتار خاں کی تگ و دو	468
سلہدی کی نظربندی	464	بندال کابیانہ میں پہنچنا	468
بھوپت کی آمد کی خبر	464	افغانوں کی بے وفائی	468
بھوپت کی سرزنش کے لئے امراء کی روانگی	464	تاتار خاں کی ہلاکت	468
عماد الملک کی عرض داشت	464	گجرات پر ہمایوں کا حملہ	468
بادشاہ کھیرار میں	464	امراء سے مشورہ	469
راجہ کی پریشانی	464	ہمایوں کی دانشمندی	469
راجہ کا پیغام	465	ہمایوں اور سلطان بہادر کی جنگ	469
بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی	465	امراء سے مشورہ	469
راجہ کا تعاقب	465	سلطان عالم کی آمد	469
لکھمن کی مایوسی	465	گجراتی لشکر میں قحط کے آثار	470
لکھمن کی عرض داشت	465	سلطان بہادر کا فرار	470
سلہدی قلعہ رائے سین میں	465	تعاقب	470
پھر وہی سازش	466	قلعہ مندو میں قیام اور فرار	470
موت کی خواہش	466	سلطان عالم کا قتل	470
سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا	466	محمد آباد میں لوٹ مار	470
راجپوتوں کا قتل	466	قلعہ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ	470
حاکم کالپی کی آمد	466	اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک	471
کاکرون کی تسخیر کا خیال	466	گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام	471
فتح اور جشن مسرت	467	تحصیل مالگزاری	471
قلعہ رسور کی فتح	467	میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ	471
فرنگیوں کی سرکوبی	467	حکومتوں کی تقسیم	471
چیتور کو روانگی	467	گجراتی امراء کی سرگرمیاں	471

besturdubooks.wordpress.com

مغلوں کے اقتدار میں کمی 471
مغل امیروں کا فیصلہ 472
میرزا عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی 472
مغل امراء کی روانگی 472
سلطان بہادر محمد آباد جیپانیر میں 472
فرنگیوں سے خطرہ 472
فرنگیوں کی چال 472
سلطان بہادر کا قتل 473
بندر دیب پر فرنگیوں کا قبضہ 473

میراں محمد شاہ فاروقی 474

محمد زمان میرزا احمد آباد میں 474
سلطان بہادر کا ماتم 474
محمد زمان میرزا کی کم ظرفی 474
میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ 474
محمد شاہ فاروقی کی وفات 474

سلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سلطان مظفر گجراتی 475

قرعہ فال 475
تخت نشینی 475
امراء میں خانہ جنگی 475
عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت 475
معرکہ آرائی 475
سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ 475
سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ 476
سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد 476
مظفر شاہ۔ ایک نیا بادشاہ 476
دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ 476
امید و بیم 476
عالم خاں شہر میں 476
دریا خاں کی پریشانی 476
فرار 477
عالم خاں کی پریشانی 477
انتظام سلطنت 477
محمود آباد کی تعمیر 477
سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر 477
قلعہ سورت کا استحکام 477
عیسائیوں کی کوششیں 478
رشوت دینے کی کوشش 478
بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش 478
برہان کا واقعہ 478
برہان سے بدسلوکی 478
سازباز 478
سلطان محمود کا قتل 479
دولت کی مکاری 479
امراء کا قتل 479
اعتماد خاں کی دور اندیشی 479
عبدالصمد شیرازی کی طلبی 479
عبدالصمد کا قتل 479
برہان کی تخت نشینی 480
برہان کا قتل 480
سلطان محمود کی مدت حکومت 480
عادات و کردار 480
آہو خانے کی تعمیر 480
عورتوں سے دلچسپی 480
اعتماد خاں پر اعتماد 481
بدکاری کا انسداد 481

سلطان احمد شاہ ثانی 482

besturdubooks.wordpress.com

تخت نشینی 482
بادشاہ کی بے کسی 482
اعتماد خاں کا فرار 482
اعتماد خاں کی واپسی اور امراء میں صلح 482
سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی 482
احمد شاہ کا قتل 482

سلطان مظفر شاہ ثانی گجراتی بن محمود شاہ ثانی گجراتی 483

اعتماد خاں خلیفہ کا بیان 483
مملکت کی تقسیم 483
اعتماد خاں کا اقتدار 483
فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ 483
فولادیوں پر حملہ 483
فولادی جوانوں کا عزم 483
مقابلہ 484
حاجی خاں کی اعتماد خان کے لشکر سے علیحدگی 484
اعتماد خاں کی شکست اور فرار 484
اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح 484
چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام 484
عثمان خان کا جواب 484
شیر خان فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام 485
شیر خان فولادی کا خط چنگیز خان کے نام 485
قصبہ بردورہ پر چنگیز خاں کی نظر 485
اعتماد خاں کا مشورہ 485
ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ 485
محمد خاں اور تتال خاں کی آمد کی خبر 485
چنگیز خاں کا فرار 485
سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد 486
قصبہ بروورہ پر چنگیز خاں کا قبضہ 486
اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام 486
اعتماد خاں کی تیاری 486
دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار 486
سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی 486
چنگیز خاں احمد آباد میں 487
چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت 487
میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر 487
میراں محمد شاہ کی شکست 487
میرزاؤں کی دل جوئی 487
میرزاؤں کا اقدام 487
چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ 487
گجراتی امیروں سے سلوک 488
میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں 488
سلطان مظفر دونگر پور میں 488
اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی 488
حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی 488
استقبال 488
الغ خاں اور جھاز خاں کے قتل کی سازش 488
چوگان بازی کی دعوت 489
حبشی امیروں کا مشورہ 489
چنگیز کے قتل کی سازش 489
چنگیز کا قتل 489
جنگ کی تیاریاں 489
حبشی امراء قلعہ ارک میں 489
اعتماد خاں کے نام خط 490
قلعہ بیدر پر شیر خاں کا قبضہ 490
سلطان مظفر اور اعتماد خاں احمد پور میں 490
میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں 490

besturdubooks.wordpress.com

گجراتی امراء کے باہمی مشورے 490
بھروچ کی روانگی کا مسئلہ 490
لشکر کی تنظیم 490
حبشی امراء کی روانگی 491
اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت 491
جیناںیر' بندر سورت اور بھروچ وغیرہ
پر میرزاؤں کا قبضہ 491
الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت 491
شیر خاں کی قوت میں اضافہ 491
سلطان مظفر کا فرار 491
الغ خاں کا رویہ 492
مغلوں کی طلبی 492
سید حامد کا بیان 492
شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات 492
مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی 492
بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط 492
بادشاہ اکبر کا عزم گجرات 492
سلطان مظفر بادشاہ اکبر کی خدمت میں 493
بندر سورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ 493
سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں 493
سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں 493
سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں 493
گجرات پر دوبارہ اکبر بادشاہ کا قبضہ 493

شاہان مالوہ و مندو 494

دلاور خاں غوری 495

مالوہ کی عظمت 495
دلاور خاں غوری کی خودمختاری 495
شاہان مالوہ 495
محمد شاہی امراء 495
دلاور کی مستعدی 495
سلطان محمود مالوہ میں 495
استقبال 495
عزت و احترام 496
سلطان محمود کی واپسی 496
دلاور خاں کا اعلان بادشاہت 496
دلاور کا خاندان 496
دلاور کا انتقال 496

سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری 497

مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی 497
معرکہ آرائی 497
سلطان ہوشنگ کی گرفتاری 497
نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی 497
نصرت خاں قلعہ مندو میں 497
ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام 497
ہوشنگ کی رہائی 498
امرائے مندو کی طلبی 498
جنگ 498
ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ 498
قلعہ مندو پر قبضہ 498
ملک مغیث کی عزت افزائی 498
گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ 498
قلعہ بھروچ کا محاصرہ 499
راجہ مالوہ کی مدد 499
ہوشنگ کی واپسی 499
نصیر خاں کی مدد 499
زمینداران گجرات کی عرضداشتیں 499
ہوشنگ کا عزم گجرات 499

besturdubooks.wordpress.com

سلطان احمد مہراسہ میں	500
ہوشنگ کی واپسی	500
سلطان احمد گجراتی کا عزم مالوہ	500
ہوشنگ کی شکست	500
سلطان احمد گجراتی کی واپسی	500
محمود بن ملک مغیث کا اعزاز	500
سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح	500
کھیرالہ پر حملہ اور فتح	501
جاج نگر کا سفر	501
راجہ جاج نگر کو اطلاع	501
جاج نگر کا دستور تجارت	501
راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام	501
راجہ کا پیغام	501
بارش سے سامان تجارت کی تباہی	502
ہوشنگ کا ارادہ جنگ	502
راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری	502
ہوشنگ کی واپسی	502
احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ	502
قلعہ کھیرالہ پر قبضہ	502
ہوشنگ شادی آباد مندو میں	502
کچھ قلعہ شادی آباد مندو کے بارے میں	503
سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور	503
ہوشنگ کی عیاری	503
گجراتی لشکر پر شب خون	503
تباہی و بربادی	503
ہوشنگ کے لشکر پر حملہ	503
سلطان احمد کی فتح اور واپسی	504
معرکہ آرائی	504
احمد گجراتی کی واپسی	504
ایک دوسری روایت	504
قلعہ کاکرون کی فتح	504
قلعہ گولیار کا محاصرہ	504
کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ	504
دکنی لشکر کا تعاقب	505
حریف کی چال	505
ہوشنگ کی نئی شکست	505
سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک	505
فتح کالپی کا ارادہ	505
سلطان ابراہیم شرقی کی آمد	505
سلطان شرقی کی واپسی	505
کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ	506
سرکشوں کی حرکت	506
حوض عجیب	506
ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی	506
عثمان اور غزنین کا اختلاف	506
محمود خاں کی عقل مندی	506
عثمان کی حماقت	506
لشکرگاہ سے علیحدگی	507
عثمان کی گرفتاری	507
کوہ جابیہ پر لشکر کشی	507
لعل بدخشانی کی گمشدگی	507
زندگی سے مایوسی	507
موت کا خیال	507
ہوشنگ کی بیماری	508
امیروں کو بادشاہ کی نصیحت	508
محمود خاں کو نصیحت	508
غزنین کا پیغام محمود خاں کے نام	508
عثمان کی رہائی کی کوشش	508

besturdubooks.wordpress.com

عہد و پیمان کی تجدید 508
ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا 508
عثمان کے طرف دار امراء کا پیغام 509
محمود خان کا جواب 509
غزنین کی آگاہی 509
شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش 509
حفاظتی تدبیر 509
شہزادہ غزنین کی شکایت 509
غزنین کا کارکنوں کو فرار 510
غزنین کا پیغام محمود کے نام 510
محمود کا جواب 510
محمود کا خط ملک مغیث کے نام 510
عثمان کے طرفداروں کی سازش 510
ہوشنگ کا انتقال 510
محمود کو اطلاع 510
محمود خاں کا اعلان 511
امراء کی بیعت 511
سلطان ہوشنگ کی کرامت 511

سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری 512

تخت نشینی 512
مغیث اور محمود کی عزت افزائی 512
بھائیوں کا قتل 512
ملک میں فتنہ و فساد 512
غزنین کی شراب نوشی 512
محمود خاں کا اقتدار 512
محمد خاں کی بادشاہ سے شکایت 512
محمود کے قتل کا منصوبہ 513
بادشاہ کی پریشانی 513
بادشاہ اور محمود کی گفتگو 513
اپنی صفائی میں محمود کا بیان 513
بادشاہ کی کم عقلی 513
سلطان محمد کی ہلاکت 513
شہزادہ مسعود کی تخت نشینی 514
امراء کی سازش 514
ملک شیخا کی رائے 514
امراء کی گرفتاری 514
شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری 514
محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ 514
محمود شاہی محل میں 515
محمود خاں کی تخت نشینی 515

سلاطین خلجیہ 516

سلطان محمود خلجی 517

تخت نشینی 517
امرائے سلوک 517
خاں جہاں کا احترام 517
علم پرستی 517
امراء کی بغاوت 517
بادشاہ کی دلیری 517
باغیوں کا فرار 518
باغیوں کو سزائیں 518
شہزادہ احمد کی بغاوت 518
قلعہ اسلام آباد کا محاصرہ 518
ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت 518
اعظم ہمایوں کی لشکر کشی 518
شہزادہ احمد کو راہ راست پر لانے کی کوشش 518

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ احمد کی ہلاکت	519	دو گر سین کی بغاوت	523
قوام کا فرار	519	محمود خلجی گوالیار میں	523
ملک جہاد کا قتل	519	راجپوتوں سے جنگ	523
اعظم ہمایوں کی چندیری کی روانگی	519	جامع مسجد اور مقبرہ سلطان ہوشنگ کی تعمیر	524
نصرت خاں کی معزولی	519	دہلی کے امراء اکابر کے خطوط	524
قوام الملک کی سرزنش	519	دہلی فتح کرنے کا ارادہ	524
سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	519	سلطان مبارک کی پست ہمتی	524
قلعہ مندو کا محاصرہ	520	سلطان مبارک کا احساس ندامت	524
محمود خلجی کی دریا دلی	520	جنگ کی تیاریاں	524
گجراتی امراء کی اپنے بادشاہ سے علیحدگی	520	جنگ	524
گجراتی لشکر میں انتشار	520	محمود خلجی کا پریشان کن خواب	525
شب خون	520	سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی	525
چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے	520	محمود خلجی مندو میں	525
محمود خلجی کی سارنگ پور کو روانگی	521	ظفر آباد کا سفر	525
احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر	521	حاکم کالپی کی بدعنوانیاں	525
ملک اسحاق کا خط محمود خلجی کے نام	521	محمود کی کالپی کو روانگی	525
محمود خلجی سارنگ پور میں	521	نصیر خاں کی معافی	526
شہزادہ عمر کی مداخلت	521	سلطان محمود چیتور میں	526
جنگ کی تیاریاں	522	قلعے کا محاصرہ	526
شہزادہ عمر کا عزم	522	ایک مندر کی تباہی	526
شہزادے کا قتل	522	سلطان محمود کی خوشی	526
شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی	522	راجہ کو نبا کا فرار	526
سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ	522	راجہ کی قلعہ چیتور میں واپسی	526
گجراتی لشکر میں دبا اور سلطان احمد کی واپسی	522	قلعہ چیتور کا محاصرہ	527
چندیری کو روانگی	522	اعظم ہمایوں کا انتقال	527
شہاب الدین کی وفات	523	تاج خاں کا اعزاز	527
اہل چندیری کی معرکہ آرائی	523	محمود کے لشکر پر شب خون	527
محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ	523	راجہ کے لشکر پر شب خون فتح اور واپسی	527
اہل قلعہ کی امان طلبی	523	ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد	527

besturdubooks.wordpress.com

نصیر شاہ کی شکایت	528
سلطان محمود کا پیغام سلطان شرقی کے نام	528
سلطان محمود کے بیٹوں کی شادیاں	528
سلطان شرقی کی کالپی پر لشکر کشی	528
نصیر کا عریضہ سلطان محمود کے نام	528
محمود شرقی کے نام محمود خلجی کا پیغام	528
محمود خلجی کا عزم چندیری	529
محمود شرقی کی حفاظتی تدابیر	529
خلجیوں اور شرقیوں میں جنگ	529
ظفر آباد کو محمود خلجی کی واپسی	529
ملک اشرف کی ایرجہ پر لشکرکشی	529
معرکہ آرائی	529
شرقی اور خلجی سلاطین میں صلح اور	
محمود خلجی کی واپسی	529
ایک عظیم الشان شفا خانے کا قیام	530
قلعہ منڈل گڑھ پر لشکرکشی	530
راجپوتوں سے لڑائی	530
قلعہ بیانہ پر لشکرکشی	530
حاکم بیانہ کی اطاعت	530
قصبہ بنور کی فتح اور واپسی	530
راجہ گنگ داس کا معروضہ	531
جینا نیر کو روانگی	531
واپسی	531
فتح گجرات کا ارادہ	531
احمد آباد کو روانگی	531
محمد شاہ گجراتی کا انتقال	531
قصبہ برودرہ کی تباہی	531
علاؤ الدین سہراب کی غداری	532
گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری	532
گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش	532
مالوی لشکر کی تنظیم	532
معرکہ آرائی	532
ملک اشرف کی بہادری	532
سلطان خلجی کی دلاوری	532
محمود خلجی کا شاندار کارنامہ	533
مندو کو واپسی	533
محمود خلجی کی شکست	533
باغیوں کو سزائیں	533
گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال	533
گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط	533
گجراتیوں اور مالویوں میں صلح	534
مہونی کے راجپوتوں کا قتل	534
محمود خلجی بیانہ میں	534
ماہور کی فتح کا خیال	534
قلعہ ماہور کا محاصرہ	534
محمود خلجی کی بگلانہ کو روانگی	534
میراں مبارک سے مقابلہ اور محمود کی فتح	534
میراں مبارک فاروقی کا بگلانہ میں داخلہ	535
راجہ بگلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں	535
چیتور پر لشکرکشی	535
راجہ کونبھا کی انکساری	535
بادشاہ کی مندو کو واپسی	535
مندسور کی فتح کا ارادہ	535
اجمیر کی حالت	535
محمود خلجی اجمیر میں	536
قلعہ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ	536
خواجہ نعمت اللہ کا تقرر	536
راجہ کنہیا سے جنگ	536

besturdubooks.wordpress.com

مندو کو واپسی 536
منڈل گڑھ پر لشکرکشی 536
قلعے کی فتح 537
راجپوتوں کی امان طلبی 537
کفر کی بیخ کنی 537
بھیلوارہ کی تباہی 537
قلعہ کونڈی کی فتح 537
راجپوتوں کی مزید گوشمالی 537
کوتلمیر کی فتح کے لئے روانگی 537
دونگر پر حملہ 538
محمود خلجی دکن میں 538
عادل خاں والی اسیر کی ستم شعاری 538
عادل خاں کی معافی 538
دکنی امیروں کی تیاری 538
محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں 538
لشکر مالوہ کی شکست 539
نظام شاہ پر محمود خلجی کا حملہ 539
نظام شاہی لشکر کی تباہی 539
بیدر کا محاصرہ 539
سلطان محمود کی واپسی 539
دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری 539
تھانے دار کھیرلہ کا عریضہ 539
کھیرلہ کو روانگی 540
نظام الملک کا قلعہ کھیرلہ پر قبضہ 540
محمود کی دولت آباد کو روانگی 540
خلیفہ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت 540
محمود خلجی کی واپسی 540
محمود خاں کا ایلچ پور پر حملہ 540
مقبول اور قاضی خاں کی جنگ 540
مقبول کی فتح 540
شاہان دکن و مالوہ میں صلح 541
شیخ علاؤ الدین کی آمد 541
مولانا عماد الدین کی آمد 541
محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل 541
محمود خلجی ظفر آباد میں 541
تاج خاں محمود آباد میں 541
محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ 541
گروہ گونداں کی سرزنش 542
خواجہ جمال الدین کی آمد 542
خواہ کی عزت افزائی 542
کچھوارہ کے زمینداروں کی بغاوت 542
جلالپور- ایک نیا حصار 542
شاہ دہلی کے سفیروں کی آمد 542
محمود خلجی کی وفات 543
مدت حکومت 543
کردار 543
ذوق جنگ و جدل 543
تاریخ سے دلچسپی 543
عاقبت اندیشی 543
امن و امان 543

سلطان غیاث بن سلطان محمود خلجی 545

تخت نشینی 545
شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی 545
عیش پرستی 545
عورتوں سے دلچسپی 545
عورتوں میں عہدوں کی تقسیم 545
عورتیں لشکر میں 545
حرم سرا میں بازار کا قیام 546

besturdubooks.wordpress.com

مساوات	546	سلطان غیاث الدین کی وفات	551
چوہے کا روزینہ	546	**سلطان ناصرالدین بن سلطان غیاث الدین خلجی**	552
حسینوں سے رعایت	546		
سخاوت و دریا دلی	546		
خوف خدا	546	ولادت	552
آخرت کا خیال	546	ابتدائی حالات	552
نشہ آور چیزوں سے نفرت	547	شجاعت خاں کی مخالفت	552
انسانی ہمدردی	547	غیاث الدین سے شکایت	552
خوب سے خوب تر کی تلاش	547	غیاث الدین کا اقدام	552
حسن کا معیار	548	ناصرالدین کی قوت میں اضافہ	552
ایک مثالی حسین کی تلاش	548	ملکہ خورشید کی روش	553
گوہر مراد	548	محمود کوتوال کا قتل	553
لڑکی کے والدین کی فریاد	548	ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال	553
سلطان غیاث الدین کا انصاف	548	موٹی خاں بقال خاں کا قتل	553
بادشاہ کی سادہ لوحی	549	شیخ حبیب اللہ خواجہ سہیل کا فرار	553
خوش اعتقادی	549	ناصرالدین سے قاتلوں کی طلبی	553
شکار کا شوق	549	ناصرالدین کے گھر کا محاصرہ	554
عیش و عشرت میں انہماک	549	ناصرالدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام	554
پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ	549	باپ بیٹے میں صلح	554
سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا	549	ملکہ خورشید کی ایک اور چال	554
بہلول کی مدافعت	549	ناصرالدین اور غیاث الدین میں دوبارہ ناراضگی	554
بہلول کا فرار	550	حریفوں کا نیا حربہ	554
نحوست کا اثر	550	ناصرالدین کی مدافعت کے لئے تاتار کی نامزدگی	554
شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال	550	تاتار خاں کی پریشانی	555
شہزادوں کی مخالفت	550	ناصرالدین قصبہ حاویہ میں	555
شہزادہ ناصرالدین کا فرار	550	ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ	555
ناصرالدین کے قتل کی سازش	550	ناصرالدین اجین میں	555
ناصرالدین مندو میں	550	سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصرالدین کے نام	555
شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل	550	ناصرالدین کی لکھن خاں سے جنگ	555

besturdubooks.wordpress.com

محسن خاں سے دوسری جنگ 556
ناصر الدین کو شک جہاں نما میں 556
بادشاہ کی واپسی 556
ملکہ کی ناراضگی 556
قلعے کا محاصرہ 556
اہل قلعہ کی پریشانی 556
ملکہ کا ظلم و ستم 556
قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش 557
لشکر چندیری کی آمد 557
محافظان دروازہ بالا پور کی اطاعت 557
ناصر الدین کا قلعے میں داخلہ 557
ناصر الدین کی تخت نشینی 557
مخالفین کی سزائیں 558
ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم 558
باپ بیٹے کی ملاقات 558
ولی عہد پر شاہانہ عنایات 558
حاکم مندسور کی بغاوت 558
شیر خاں کا اعلان بغاوت 558
شورش انگیزی 558
بادشاہ کا غصہ 559
غیاث الدین کا قاتل 559
شیر خاں کی مدافعت 559
چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام 559
معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات 559
بادشاہ سعد اللہ پور میں 559
عالم خاں کی گرفتاری 560
سلطان ناصر الدین کی عاقبت اندیشی 560
بادشاہ کی مے نوشی اور خون ریزی 560
ناصر الدین کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ 560
کچھوارہ پر لشکر کشی 560
چیتور کا سفر 560
احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ 560
داؤد خاں فاروقی کی مدد 561
شہزادہ شہاب الدین کی ناصر الدین سے ناراضگی 561
ناصر الدین کی مخالفت 561
باپ بیٹے میں جنگ 561
باپ کا بلاوا بیٹے کا انکار 561
ناصر الدین کی بیماری 561
وفات 562

سلطان محمود ثانی بن ناصر الدین خلجی 563

شہاب الدین خلجی کی تگ و دو 563
محمود کی تخت نشینی 563
بسنت رائے کا قتل 563
امیروں کا ناروا طرز عمل 563
محافظ خاں خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی 563
بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی 563
محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ 564
بادشاہ کے قتل کی سازش 564
صاحب خان کی بادشاہت 564
صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ 564
صاحب خاں کا قلعہ مندو میں محصور ہونا 564
صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیغام 564
قلعے کا محاصرہ 565
محافظ خاں کا فرار 565
محافظ خاں کی آوارہ گردی 565
اقبال خاں اور مخصوص خاں کی
مندو کی طرف آمد 565
شہاب الدین کا انتقال

besturdubooks.wordpress.com

اقبال خاں اور مخصوص خاں کا فرار	565	علی خاں کا فرار اور قتل	570
اقبال اور مخصوص کی معافی	565	سلطان محمود کی پریشانی	570
افضل خاں اور اقبال خاں کا قتل	566	میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی	570
حاکم چندیری کی طلبی	566	راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام	570
سکندر خاں کی بغاوت	566	میدنی رائے کی دور اندیشی	570
سکندر خاں کی مدافعت	566	میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی	570
منصور خاں کا فرار	566	سالباہن کی مخالفانہ روش	571
سکندر خاں کی امان طلبی	566	بادشاہ کی بلند ہمتی	571
ایک نیا فتنہ	567	سالباہن کا قتل	571
بہجت خاں کا اقدام	567	راجپوتوں کا اشتعال	571
سلطان محمود کی بے دست و پائی	567	راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ	571
بے دینی کا دور دورہ	567	بادشاہ کی بہادری	571
بادشاہ دہلی سے مدد کی درخواست	567	بادشاہ کو میدنی رائے کا مشورہ	571
محافظ خاں دہلی میں	567	میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام	572
مالوہ میں بدامنی	567	بادشاہ کا مصالحانہ جواب	572
سلطان مظفر کی واپسی	568	میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر	572
سکندر اور ملک لودہ کی جنگ	568	سلطان محمود گجرات میں	572
دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد	568	سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات	572
صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی	568	سلطان محمو کی مدد کا وعدہ	572
لشکر دہلی کی واپسی	568	سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	573
ایک دوسری روایت	568	میدنی رائے کا فرار	573
محافظ خاں کی آمد	568	دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ	573
لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت	569	قلعہ مندو کی فتح	573
صلح	569	قلعہ مندو سلطان محمود کی تحویل میں	573
سلطان محمود کی واپسی	569	سلطان مظفر دھار میں	573
سلطان محمود کی ستم کشی	569	سلطان مظفر کی مندو میں واپسی	573
ہندو نوازی	569	سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی	574
مسلم آزار حرکات	569	کاکرون پر محمود کا حملہ	574
قلعہ مندو پر علی خاں کا قبضہ	570	رانا سنگا کی تیاریاں	574

besturdubooks.wordpress.com

رانا سنگا' سلطان محمود کے مقابلے پر 574
مالوی لشکر کی تباہی 574
دشمن پر سلطان محمود کا حملہ 574
محمود کی عدیم المثال بہادری 575
رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ 575
مالوہ میں بدامنی اور انتشار 575
امراء کی سرکشی 575
زوال کے آثار 575
سلطان محمود کا سلہدی پوربیہ پر حملہ 575
سلہدی پوربیہ کی شکست 575
شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں 576
رضی الملک گجراتی کی کوششیں 576
سلطان بہادر کا خط محمود کے نام 576
بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں 576
بجے پور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی 576
محمود خلجی سارنگ پور میں 576
محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت 577
محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام 577
سلطان بہادر کی شرافت 577
سلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ 577
قلعہ مندو کا محاصرہ 577
دم واپسیں 577
قلعہ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ 577
محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کا ارادہ 578
دونوں بادشاہوں کی ملاقات 578
تغیر مزاج 578
محمود خلجی کی گرفتاری 578
محمود خلجی کا قتل 578
سلطنت خلجیہ کا خاتمہ 578

سلاطین خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت 579

سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ 579
سلہدی پوربیہ کا حشر 579
سلطان بہادر کی جینانیر کو واپسی 579
مندو پر ہمایوں کا قبضہ 579

سلطان عبدالقادر 580

شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام 580
عبدالقادر کی خفگی 580
شیر شاہ کے نام جوابی فرمان 580
شیر شاہ کا مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ 580
شیر شاہ سوری اور عبدالقادر کی ملاقات 580
شیر شاہ کا اجین پر قبضہ کرنے کا ارادہ 581
عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام 581
شیر شاہ کی رفاقت۔ ایک مہنگا سودا 581
شیر شاہ کی معاملہ فہمی 581
عبدالقادر کا فرار 581

شجاع خاں 582

نصیر خاں کا شجاع پر حملہ 582
معرکہ آرائی 582
نصیر خاں کی شکست 582
سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ 582
عبدالقادر کی شکست 582
شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ 583
سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت 583
شجاع خاں پر حملہ 583
شجاع خاں کا زخمی ہونا 583
پرسش حال 584

besturdubooks.wordpress.com
شجاع کا پیغام' سلیم شاہ کے نام 584
سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا 584
بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش 584
صاف گوئی 584
شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی 584
شجاع خاں کا تعاقب 585
شجاع کی پانسوالہ کو روانگی 585
شجاع کی معافی اور بحالی 585
سلیم شاہ کا انتقال 585
مملکت کی تقسیم 585
بادشاہت کے خواب 585
وفات 585
باز بہادر 586
دولت خاں سے جنگ اور صلح 586
دولت خاں کا قتل 586
بادشاہت 586
رائے سین اور بھیلسہ پر قبضہ 586
کدوالہ کی فتح 586
رانی درگاوتی سے جنگ 586
باز بہادر کی شکست 587
موسیقی سے دلچسپی 587
روپ متی سے عشق 587
مالوہ پر اکبر کی نظریں 587
مغل فوج مالوہ میں 587
باز بہادر کا فرار 587
گانے والیوں کا حشر 587
روپ متی کی تلاش 588
ادھم خاں کا پیغام روپ متی کے نام 588
روپ متی کی صحت یابی 588
ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا 588
پیت کی ماری روپ متی 588
ادھم خاں کو روپ متی کا جواب 588
ادھم خاں روپ متی کے مکان پر 589
عشق و ہوس کا فرق 589
کشتہ عشق 589
ادھم خاں کی معزولی 589
باز بہادر کے استیصال کی کوشش 589
مالوی' براری اور برہان پوری فرمانرواؤں کا اتحاد 589
مالوہ سے مغلوں کا اخراج 589
باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی 590
باز بہادر' اکبری بارگاہ میں 590
برہان پور کے فاروقی سلاطین 591
ملک راجہ فاروقی 592
خاندانی حالات 592
سلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ 592
فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات 592
لطف شاہانہ 592
ملک راجہ مرتبہ امارت پر 592
راجہ بہارجی پر حملہ 592
ملک راجہ کی خوش اسلوبی 593
ملک راجہ کی ترقی اقبال 593
مرتبہ بادشاہت 593
ملک راجہ اور دلاور خاں میں برادرانہ تعلقات 593
سلطان پور اور ندربار پر حملہ 593
ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح 593
ملک راجہ فاروقی کا انتقال 594
مورخ فرشتہ کی تحقیق 594

besturdubooks.wordpress.com

ملک راجہ فاروقی کا سلسلہ نسب 594
شیخ زین سے ارادت 594

نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی 595

علم دوستی 595
خاندیش میں نصیر کے نام کا خطبہ 595
قلعہ اسیر 595
آسا اہیر 595
آسا اہیر کا اقتدار 595
زبردست قحط 595
نصیر خاں کا ارادہ تسخیر قلعہ اسیر 596
تسخیر قلعہ کا پر فریب طریقہ 596
آسا اہیر کا قتل 596
قلعہ اسیر کی فتح 597
فاروقی اعمال کی دیانتداری 597
شیخ زین الدین کی آمد 597
فیض صحبت 597
شیخ زین الدین کی خواہش 597
زین آباد اور برہان پور کی تعمیر 597
ارادۂ تسخیر قلعہ تھالیز 598
قلعہ تھالیز کی فتح 598
سلطان پورندر بار پر لشکر کشی 598
سلطان احمد گجراتی کا اقدام 598
نصیر خاں کی معافی 598
عزت افزائی 598
شہزادی زینت کا عقد 598
راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ 599
دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی 599
دوسری شکست 599
نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی 599
نصیر خاں کا ارادہ تسخیر برار 599
برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ 599
نصیر خاں کا برار سے اخراج 600
ملک التجار کی آمد 600
ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ 600
وفات 600

میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی 601

مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی 601

میراں ملیناف عرف عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی 602

استقلال اور شان و شکوہ 602
مالی گڑھ 602
سلطان جھاڑ کھنڈی 602
غرور و تکبر 602
گجراتیوں کی لشکر کشی 602
داغ ندامت 602
میراں ملیناف کی وفات 603

داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی 604

احمد نظام شاہ بحری کا حملہ 604
مندوی لشکر کی آمد 604
ناصر الدین خلجی کے نام کا خطبہ 604
وفات 604
غزنین خاں کی تخت نشینی اور ہلاکت 604
عالم خاں کی تخت نشینی 604
ملک لادن کی بغاوت 605
عادل بن نصیر کا خط شاہ گجرات کے نام 605
سلطان محمود بیکرا کی روانگی 605

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود بیکرا تھالیز میں 605
نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی 605
دکنی لشکر کا فرار 605
ملک لاون اور حسان سلطان بیکراں کی خدمت میں 605
عادل خاں کی تخت نشینی 606
محمود بیکرا کی واپسی 606

عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی 607

ملک حسام کا ارادہ 607
ملک حسام برہان پور میں 607
ملک حسام کا قتل 607
باغیوں کا قلع قمع 607
عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام 607
محمود بیکرا کا جواب 608
راجہ جالنا پر حملہ 608
شادی آباد مندو کا سفر 608
انتقال 608

میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی 609

مرتبہ شاہی 609
نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا 609
نظام شاہ سے جنگ 609
میراں محمد کی فتح اور شکست 609
بہادر گجراتی کی آمد 609
عماد الملک کی پریشانی 610
میراں محمد شاہ کی تدابیر 610
برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ 610
فتح مندو 610
برہان نظام کی پریشانی 610
برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح 610
دوڑ دھوپ 610
نصیر الدین ہمایوں گجرات میں 611
برہان نظام کا خط ہمایوں کے نام 611
ہمایوں کی مندو کو روانگی 611
مغل امراء کا مالوہ سے اخراج 611
میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر 611
میراں محمد شاہ کی وفات 611

میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی 612

تخت نشینی 612
امرائے گجرات کا فیصلہ 612
محمود گجراتی کی رہائی 612
عماد الملک برہان پور میں 612
سلطان محمود گجراتی سے جنگ 612
سلطان پور اور ندر بار مبارک شاہ کے قبضے میں 613
باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ 613
حاکم برار سے مدد کی درخواست 613
مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی 613
مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار 613
پیر محمد کی ہلاکت 613
میراں مبارک کی وفات 614

میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی 615

چنگیز خاں کا فتنہ 615
محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات 615
چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست 615
میرزاوں کی شورش 615

besturdubooks.wordpress.com
برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ 616
مرتضیٰ نظام خاندیش میں 616
مرتضیٰ نظام کی واپسی 616
میراں محمد شاہ کا انتقال 616
حسن خاں کی تخت نشینی اور معزولی 616

میراں راجہ علی خاں فاروقی 617

عاقبت اندیشی 617
راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار 617
سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ 617
سید مرتضیٰ کی برہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی 617
خاندیشی لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ 617
سید مرتضیٰ اکبر کے حضور میں 618
فتح دکن کا اکبری حکم 618
راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد 618
عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب 618
راجہ علی خاں کی خوشی 619
برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم 619
جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور 619
راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ 619
راجہ علی خاں کی فتح 619
احمد نگر پر اکبری حملہ 619
مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ 620
راجہ علی خاں کی ہلاکت 620

بہادر خاں فاروقی 621

ناتجربہ کار فرمانروا 621
بہادر آباد کی تعمیر 621
بہادر خاں کی کم عقلی 621
قلعہ اسیر کی معموری 621
اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ 621
افسوں و طلسمات 622
اہل قلعہ کی حالت زار 622
بہادر خاں کی مخالفت 622
بہادر خاں کے امراء کا مشورہ 622
قلعہ اسیر پر اکبر کا قبضہ 622
قلعہ اسیر کی کیفیت 623
قلعے میں داخل ہونے کا راستہ 623
قلعہ مالیگر 623
فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادر خاں کا انتقال 623

سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ کے مکمل حالات 624

سلاطین پوربی یا والیان بنگالہ 626

محمد بختیار خلجی 626

ابتدائی حالات 626
بہادری 626
بہار کی فتح 626
بہار کی وجہ تسمیہ 626
محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں 626
آتش رشک و حسد 627
محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی 627
داد شجاعت 627
لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت 627
راجہ لکھمنہ 627
لکھمنہ کی پیدائش اور تخت نشینی 628
نجومیوں کی بروقت تنبیہ 628
راجہ اور برہمنوں کی پریشانی 628

besturdubooks.wordpress.com

شہر نودیا پر بختیار کا حملہ 628
بختیار کی فتوحات 628
رنگ پور کی بنیاد 629
تبت کو فتح کرنے کا ارادہ 629
بختیار ابرو بن میں 629
دریائے تیمکری 629
راجہ کامرود کی بروقت تنبیہ 629
شہر اور قلعے کا محاصرہ 629
شہر کرسین کی کیفیت 630
محمد بختیار کی واپسی 630
مشکلیں ہی مشکلیں 630
راجہ کامرود کا ارادہ 630
دریا عبور کرنے کی تدبیر 630
لشکر کی غرقابی 631
محمد بختیار کی بیماری 631
محمد بختیار کا انتقال 631
طبعی موت یا قتل 631

سلطان فخر الدین 632

قدر خاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخر الدین کا فرار 632
دوبارہ تخت نشینی 632
سنار گاؤں پایہ تخت 632
لکھنوتی پر قبضہ کی ناکام کوشش 632
لکھنوتی میں انقلابات 632
فخر الدین کا قتل 633
نظام الدین احمد بخشی کا بیان 633

علی مبارک المشہور سلطان علاؤ الدین 633

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین 633

فیروز شاہ کا حملہ 633
فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش 634
انتقال 634

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین 634

فیروز شاہ کی لشکر کشی 634

غیاث الدین بن سکندر شاہ 634

سلطان السلاطین بن غیاث الدین 635

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین 635

راجہ کانس 635

سلطان جلال الدین چن مل ولد راجہ کانس 635

قبول اسلام 635
عدل و انصاف 635

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین 636

ناصر الدین غلام 636

ناصر شاہ بن شاہ . بھنکرہ 636

قسمت کی نیرنگی 636
عمدہ کردار 636
انتقال 636

باربک شاہ بن ناصر شاہ 636

یوسف شاہ بن باربک شاہ 637

سکندر شاہ 637

فتح شاہ 637

علم دوستی 637

besturdubooks.wordpress.com

فتح شاہ کے خلاف سازش 637

سلطان باربک 638

سفلہ مزاجوں کا ہجوم 638
امراء کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد 638
ملک اندیل اور باربک کی ملاقات 638
عہد و پیمان 638
باربک کے قتل کا منصوبہ 638
ملک اندیل اور باربک کی ہاتھاپائی 639
جھوٹ موٹ کی موت 639
باربک کا حکم 639
باربک کا قتل 639
نئے بادشاہ کا انتخاب 640
ملک اندیل کی تخت نشینی 640

ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ 640

محمود شاہ بن فیروز شاہ 640

سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفر شاہ 641

ستم شعاری 641
سید شریف مکی کا تقرر 641
بغاوت 641
جانوروں کا زیاں 641
مظفر شاہ کا قتل 641

شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤالدین 642

ہردلعزیزی 642
تخت نشینی 642
شہر گور میں لوٹ مار 642
لوٹ مار کے سامان کی برآمد 642
حبشیوں کی جلاوطنی 642
امن و امان 643
حضرت قطب عالم سے عقیدت 643
انتقال 643

نصیب شاہ بن علاؤالدین شاہ 644

بھائیوں سے محبت 644
افغانی امراء کی آمد 644
بابر کا عزم تسخیر بنگالہ 644
بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم 644
نصیب شاہ کی وفات 644
نصیب کے بعد 644

سلطان بہادر شاہ 645

سلیمان کرانی افغانی 645

بایزید بن سلیمان 645

داؤد خاں بن سلیمان خاں 645

منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی 645
داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ 645
داؤد کی شکست اور فرار 646
داؤد اڑیسہ میں 646
داؤد اور منعم میں صلح 646
داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ 646
عثمان افغانی کی بغاوت 646

سلاطین شرقیہ 646

سلطان الشرق خواجہ جہاں 647

مبارک شاہ شرقی 647

ابراہیم شاہ شرقی 648

اہل علم کی سرپرستی 648

besturdubooks.wordpress.com

اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ 648
سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس آمد اور روانگی 648
قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ 648
ابراہیم کا قنوج پر حملہ 648
قنوج پر ابراہیم کا قبضہ 649
عزم تسخیر دہلی 649
واپسی 649
خوش حالی 649
تھانہ پر لشکر کشی 649
کالپی فتح کرنے کا خیال 649
وفات 650
قاضی شہاب الدین جونپوری 650
تصانیف 650

سلطان محمود بن ابراہیم شرقی 651

تخت نشینی 651
حاکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت 651
حاکم مالوہ کا جواب 651
کالپی پر لشکر کشی 651
حاکم مالوہ کا خط 651
محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ 652
سلطان مالوہ کا عزم کالپی و چندیری 652
محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ 652
جنگ، صلح اور پھر جنگ 652
پھر صلح 652
حساون پر لشکر کشی 652
دہلی پر ناکام حملہ 653
دہلی پر دوبارہ حملہ 653
وفات 653

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات 654

سندھ میں اسلام کی ترویج و اشاعت 655

حجاج کا ارادۂ تسخیر ہندوستان 655
مکران کی فتح 655
عرب و ہند کے تعلقات ظہور اسلام سے پہلے 655
راجہ سراندیب کی اسلام دوستی 655
مسلمان عورتوں کی گرفتاری 655
راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اس کا جواب 655
اہل دیبل سے جنگ پدمن کی شہادت 656
محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ 656
دیبل کا عظیم الشان مندر 656
جادو کا اثر 656
ندر کی فتح 656
ہراون کی فتح 656
سیوان کے برہمن 657
سیوان کی فتح 657
حصار سلیم کی فتح 657
بیلسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ 657
نجومیوں کی حق گوئی 657
راجہ داہر سے جنگ 657
جنگ مغلوبہ 658
راجہ داہر کی ہلاکت 658
قلعہ ازور پر حملہ 658
زوجہ داہر کی بہادری 658
ملتان کی فتح 658
داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید 659
محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام 659
محمد بن قاسم کے بعد!! 659

besturdubooks.wordpress.com

شاہان جام 659

ناصر الدین قباچہ 660

سلطان معز الدین سام کا فیض صحبت 660
قطب الدین ایبک کی اطاعت 660
وسعت سلطنت 660
خود مختار حکومت 660
خوارزمی لشکر سے جنگ 660
لاہور پر حملہ 660
پناہ گزیں مسلمانوں کی دلجوئی 661
سلطان جلال الدین اکبر کی ہندوستان میں آمد 661
ناصر الدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ 661
جلال الدین اوچھ میں 661
شہزادہ چغتائی خاں کی آمد 661
اوچھ کی آتشزدگی 662
قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی 662
جلال الدین کی عراق کو روانگی 662
چغتائی خاں کی شورش 662
التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی 662
قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت 663

زمینداران سندھ یعنی قبیلہ

ستم گان کی حکومت 664

جام افراہ 664
جام جونا 664

جام مانی بن جام جونا 664

فیروز شاہ کا پہلا حملہ 664
فیروز شاہ کا دوسرا حملہ 664
جام مانی کا انتقال 664

جام تماجی بن جام مانی 665

جام صلاح الدین 665

جام نظام الدین 665

جام علی شیر 665

جام کران بن جام تماجی 665

جام تغلق بن جام سکندر 665

جام مبارک 666

جام اسکندر بن جام فتح بن جام سکندر 666

جام سنجر 666

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا 666

شاہ بیگ ارغوان کا حملہ 666
قلعہ سوی پر نندا کا دوبارہ قبضہ 666
میرزا عیسیٰ خاں پر حملہ 666
بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ 666
سوان پر شاہ بیگ کا قبضہ 667
سندھیوں کی بزدلی 667
جام نندا کا انتقال 667

جام فیروز 667

جام صلاح الدین کی یورش 667
دریا خاں کا اقتدار 667
جام صلاح الدین کا سندھ پر قبضہ 668
سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ 668
سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ 668
جام فیروز گجرات میں 668
جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں 668

besturdubooks.wordpress.com

خاندان ستم گان کی حکومت کا خاتمہ 668

شاہ بیگ ارغون 669

امیر ذوالنون 669
شاہ بیگ کے سندھ پر حملے 669
شاہ بیگ کی سندھ میں حکومت 669
عادات و کردار 669

شاہ حسین 670

ملتان پر قبضہ 670
اہل ملتان سے برتاؤ 670
ہمایوں سندھ میں 670
شاہ حسین کی چالاکی 670
ہمایوں اور شاہ حسین میں صلاح 670
کامران میرزا کی آمد 671
شاہ حسین کا انتقال 671

میرزا عیسیٰ ترخان 671

میرزا باقی 671

میرزا جانی 671

عبدالرحیم خان خاناں کی آمد 671
خان خاناں اور میرزا جانی میں جنگ 672
خان خاناں کے لشکر میں قحط 672
میرزا جانی اکبری امرا کی صف میں 672

سلطان محمود بھکری 672

سلاطین ملتان 673

شیخ یوسف چشتی 675

مغلوں کے حملے 675
شیخ یوسف چشتی کا انتخاب 675
قبیلہ لنگاہ کے سردار کا پیغام 675
رائے سرہ کی ملتان میں آمدورفت 675
رائے سرہ کی بدنیتی 675
شاطرانہ چال 676

قطب الدین لنگاہ 676

تخت نشینی 676
یوسف چشتی کا شہر بدر ہونا 676
شیخ یوسف دہلی میں 676

حسین لنگاہ بن قطب الدین 677

قلعہ شور پر حملہ 677
قلعہ شور پر حسین لنگاہ کا قبضہ 677
قلعہ جیبوب کی فتح 677
بہلول لودھی کا عزم تسخیر ملتان 677
شہاب الدین کی بغاوت 677
دہلوی فوج کی آمد آمد حسین لنگاہ کا اپنے لشکر سے خطاب 678
دہلوی فوج پر حملہ 678
حسین لنگاہ کی فتح 678
ملک سہراب بلوچ کی آمد 678
جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد 678
جام بایزید کی علم دوستی 679
دیانت داری 679
فرمانروائے دہلی سے صلح 679
مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم 679
گجراتی عمارتیں 679
حسین لنگاہ کا غم 680
ملتان کی خصوصیت 680

besturdubooks.wordpress.com

حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی	680
فیروز شاہ لنگاہ	**680**
ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی	680
فیروز کی ہلاکت	680
عماد الملک کا حشر	681
حسین لنگاہ کی وفات	681
محمود شاہ لنگاہ	**681**
اوباشوں کی صحبت	681
جام بایزید کے خلاف سازش	681
عالم خاں سے بدسلوکی	681
عالم خاں کی بہادری	682
جام بایزید کی قلعہ شور کو روانگی	682
تعاقب کی ناکام کوشش	682
جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوشگوار مراسم	682
محمود لنگاہ کا قلعہ شور پر حملہ	682
میر عماد کرویزی	683
میر عماد جام بایزید کے پاس	683
جام بایزید کی علم دوستی	683
میرزا شاہ حسین ارغون کا ہنگامہ	683
شیخ بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بہلول	
میرزا ارغوان کی خدمت میں	683
محمود کا انتقال	684
حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنگاہ	**685**
شجاع الملک بخاری کا اقتدار	685
ملتان پر حسین ارغون کا قبضہ	685
حسین لنگاہ کی گرفتاری	685
سلاطین کشمیر	**686**
خطہ کشمیر	**687**
جغرافیائی حالات	687
موسم	687
مکانات اور بازار	687
میوہ جات	687
باغات	688
کشمیر کے حسن کی تعریف	688
مندروں کی تعمیر	688
عجیب و غریب حوض	688
عجیب و غریب درخت	688
چشمہ فال	689
ایک دل کشا عمارت	689
راج دان	689
"ظفر نامہ" کے مولف کا بیان	689
سری نگر	689
کشمیر کے راستے	690
کشمیریوں کا مذہب	690
فرقہ نور بخش	690
فقہ احوطہ	690
نور بخشیوں کے عقائد	691
مہملات فرقہ نور بخش	691
آفتاب پرست	691
کشمیروں کا موجودہ مذہب	691
سلطان شمس الدین	**692**
شاہ میرزا کی کشمیر میں آمد	692
راجہ ارجن کی ملازمت	692
شاہ میرزا کے بیٹے	692
راجہ ارجن کی وفات	692

besturdubooks.wordpress.com

رانی کولا دیوی 692

شاہ میرزا کی خود مختار حکومت 693

دیجو میر بخشی 693

شمس الدین کا عہد حکومت 693

گوشہ نشینی اور وفات 693

جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین 694

علی شیر کی بغاوت 694

جمشید کی معزولی اور وفات 694

سلطان علاؤ الدین بن سلطان شمس الدین 695

سلطان شہاب الدین بن شمس الدین 695

پنجاب پر حملہ 695

راجہ نگر کوٹ کی اطاعت 695

شہزادوں کی جلا وطنی 695

انتقال 696

سلطان قطب الدین 697

سلطان سکندر بت شکن 697

سلطان علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن 699

سلطان زین العابدین 700

حاجی خان المخاطب شاہ حیدر 706

شاہ حسن ولد شاہ حیدر 707

محمد شاہ ولد حسن خان 708

فتح شاہ بن آدم خان 710

محمد شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر 711

فتح شاہ کی دوبارہ شاہی 711

سلطان محمد شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت 711

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ 712

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ 713

محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ مملکت کشمیر پر جلوہ گر ہونا 713

سلطان شمس الدین بن محمد شاہ 714

نازک شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر 715

مرزا حیدر ترک کی کشمیر پر حکومت 715

نازک شاہ کی کشمیر پر تیسری مرتبہ حکومت 718

ابراہیم شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت 720

اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ 721

حبیب شاہ بن اسمٰعیل 721

غازی شاہ 723

حسین شاہ 724

علی شاہ 726

یوسف شاہ 728

احوال احکام ملی بار اور اس میں اسلام ظاہر ہونے کی عجیب کیفیت 731

مشائخ ہندوستان کے حالات 739

پہلا حصہ: حالات و مقالات خاندان چشتیہ 740

سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتیؒ 740

سلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ 745

besturdubooks.wordpress.com

سلطان المشائخ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ 752

سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدینؒ 763

خواجہ نصیر الدین اودھیؒ 775

شاہ منتخب الدین المعروف بزرزری بخشؒ 776

شیخ برہان الدینؒ 777

شیخ زین الدینؒ 778

شیخ نظام الدین ابو المویدؒ 778

امیر خسرو دہلویؒ 779

قطعہ تاریخ 781

شیخ سلیم قدس سرہ 782

دوسرا حصہ خاندان سہروردیا ملتان 783

حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ 783

شیخ صدر الدین عارفؒ 791

شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ 793

سید جلال بخاریؒ 795

شیخ حسن افغانؒ 796

شیخ احمدؒ 796

مولانا شیخ حسام الدینؒ 797

مولانا علاء الدینؒ 798

شیخ وحید الدین عثمان المشہور بہ سیاحؒ 798

مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاریؒ 799

صدر الدین راجوےؒ 802

سید کبیر الدین اسمٰعیلؒ 804

خاتمہ بذکر کیفیت ہندوستان جنت نشان 804

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین تلنگانہ

besturdubooks.wordpress.com

"قارئین کرام اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں شاہ اخور نامی ایک شخص نے جو عراق سے آیا تھا' تاریخ پر ایک بہترین کتاب لکھی ہے۔ جس میں قطب شاہی سلطنت کے تمام واقعات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ راقم الحروف "مورخ فرشتہ" زیر نظر تاریخ کی تالیف کے وقت متذکرہ کتاب حاصل نہ کر سکا اسی لئے قطب شاہی خاندان کے تفصیلی حالات بیان نہیں کیے جا سکے۔ اور صرف فرماں رواؤں کے اسماء اور مختصر حالات پر اکتفا کی ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

سلطان قلی

ابتدائی حالات

سلطان قلی میر علی ترکوں کے مشہور قبیلہ بھارلو سے تعلق رکھتا ہے اس خاندان کے بعض افراد کا یہ دعویٰ ہے کہ سلطان قلی' مرزا جہاں شاہ مقتول کی اولاد سے ہے' بہرحال کچھ بھی ہو یہ امر مسلم ہے کہ سلطان قلی ہمدان میں پیدا ہوا' سلطان محمد شاہ لشکری کی حکومت کے آخری دنوں میں سلطان قلی دکن میں آیا اور محمد شاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ محمد شاہ کو ترکی غلاموں سے بہت دلچسپی تھی اور انہیں بہت عزیز رکھتا تھا۔

ریاضی میں مہارت

سلطان قلی علم حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور بڑا خوش خط تھا۔ اس وجہ سے اسے شاہی محلات کا حساب نویس مقرر کیا گیا۔ عورتیں اس کے برتاؤ اور دیانت و امانت سے بہت خوش ہوئیں۔ ان دنوں تلنگانہ کا علاقہ بیگموں کی جاگیر تھا' یہاں کے عمال نے شاہی بارگاہ میں اس مضمون کی عرضیاں روانہ کیں کہ

تلنگانہ کی حالت

سارے ملک کو چوروں' لٹیروں نے اپنی جولان گاہ بنا رکھا ہے' رعایا کی سرکشی اور نافرمانی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ مقررہ محصول ادا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ سرکاری رقم اپنے پاس رکھے' اگر شاہی بارگاہ سے ایک اعلیٰ درجے کی فوج سرکشوں کی تنبیہہ کے لیے روانہ کی جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ اور اس طرح محصول وصول کرنے میں بڑی آسانی ہو گی۔

سلطان قلی کی خواہش

سلطان محمد شاہ نے اپنے ایک نامی گرامی امیر کو تلنگانہ کی مہم پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی نے ایک بیگم کے توسط سے بادشاہ کو مطلع کیا کہ تلنگانہ کی مہم کی خدمت میرے سپرد کی جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بغیر کسی قسم کی فوجی مدد کے میں اس صوبے کا انتظام کروں گا اور باغیوں اور سرکشوں کو ایسا تباہ و برباد کروں گا کہ ان کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔

تلنگانہ کی مہم پر تقرر

سلطان محمد شاہ نے سلطان قلی پر بڑی مہربانی کی اور اسے متذکرہ خدمت پر مقرر کر دیا۔ سلطان قلی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تلنگانہ کی طرف گیا اور اس نے ایسی چال چلی کہ باغیوں کی ایک جماعت کو اپنا بہی خواہ بنا لیا اور پھر اس جماعت کی مدد سے چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ سلطان قلی نے دوسرے امراء کے پرگنوں سے بھی جو اسی نواح میں تھے' غنڈوں اور لٹیروں وغیرہ کا قلع قمع کیا اور اس طرح اس کی شجاعت اور بہادری کا شہرہ ملک میں چاروں طرف پھیل گیا۔

امارت و سپہ سالاری

سلطان محمد شاہ نے سلطان قلی کو امارت کے درجے پر فائز کر کے اسے گولکنڈہ اور اس کے مضافات کا جاگیردار بنا دیا' کچھ عرصے بعد اس علاقے کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور شاہی فرامین میں اس کے نام کے ساتھ "صاحب السیف والقلم" کا لقب لکھا جانے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہت

یوسف عادل شاہ' احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے اپنے اپنے دکنی علاقوں میں خود مختاری اور بادشاہت کا دعویٰ کر کے الگ الگ سلطنتیں قائم کیں۔ یوسف عادل کو چونکہ صفویہ خاندان سے عقیدت تھی۔ اس لیے اس نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے۔ سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سازی کے زمانے میں یہی روش اختیار کی۔ جب سلطان محمود بہمنی کی سلطنت زوال پذیر ہوئی تو ۹۱۸ ہجری میں سلطان قلی نے بادشاہت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو "قطب شاہ" کے خطاب سے موسوم کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔

سلطنت کی رونق

قطب شاہ کی سلطنت اگرچہ بہت مختصر تھی' لیکن اس نے شان و شوکت اور رونق پیدا کرنے کے لیے متعدد ذرائع اختیار کیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عادل شاہ' عماد شاہ اور برید شاہ وغیرہ کے خلاف اپنے دروازے پر دن میں پانچ مرتبہ نوبت بجانے کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے اپنی قوم کے افراد کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور اس طرح اپنی قوت میں اضافہ کیا۔

سلطان محمود شاہ کا خیال

قطب شاہ' سلطان محمود شاہ کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتا تھا ہر مہینے تحفے تحائف اور ہدیے وغیرہ اس کی خدمت میں بیدر بھجواتا رہتا تھا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی تاج و تخت کا مالک ہوا ہے۔ چونکہ قطب شاہ' اسمٰعیل صفوی کو اپنا مرشد زادہ سمجھتا تھا' اس لیے اس بادشاہ کا نام اپنے خطبے میں اپنے نام سے پہلے داخل کیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

قطب شاہ نے شیعہ مذہب کے اثرات کے تحت رفتہ رفتہ تینوں خلفاء کے اسمائے گرامی اپنے خطبہ سے نکال دیئے۔ شاہ طاہر کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے احمد نگر میں برہان شاہ نے مذہب شیعہ کا خطبہ جاری کیا۔ قطب شاہ نے اس کی تقلید کی اور اپنے ملک میں شیعہ مذہب کو مروج کیا۔

تبرہ بازی

بے ادب اور نامعقول اشخاص نے تبرہ بازی کو اپنا شعار بنایا۔ قصہ مختصر یہ کہ آج تک جب کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی حکومت ہے' تلنگانہ میں شیعہ مذہب کا رواج ہے اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ منبروں پر سب سے پہلے بادشاہ ایران شاہ عباس صفوی کی بہبودی و خوش حالی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان فرماں رواؤں کو مشائخ صفویہ کے ساتھ جو تعلق خاطر تھا اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔

سلاطین دکن سے دوستی

سلطان قلی قطب شاہ اپنے عہد حکومت میں دکن کے فرمانرواؤں کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم رکھتا تھا' لیکن جس زمانے میں سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کے حسب خواہش نظام شاہ پر حملہ کیا تو سلطان قلی نے مروت کو پس پشت ڈال کر سلطان بہادر کا ساتھ دیا۔ سلطان بہادر کے ہنگامے سے فرصت پانے کے بعد اسمٰعیل عادل نے برہان شاہ کے کہنے پر قطب شاہی علاقے پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے برہان شاہ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

۹۴۰ ہجری میں اسمٰعیل عادل شاہ نے قطب شاہ کے ایک سرحدی قلعہ پر حملہ کیا۔ قطب شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسمٰعیل عادل کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ جہاں مقیم تھا وہیں رہا اور اپنے سواروں اور پیادوں کا ایک لشکر اسمٰعیل عادل کو نقصان پہنچانے کے لیے روانہ کیا۔ حسن اتفاق سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قطب شاہ کی تمام پریشانیاں از خود ختم ہو گئیں۔

نظام شاہ سے خوش گوار تعلقات

اس واقعے کے بعد قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو برہان شاہ کے پاس بھیجا تاکہ صلح اور دوستانہ مراسم کے بارے میں بات چیت کی جائے۔ قطب شاہی امیروں نے شاہ طاہر کے ذریعے سے سلسلہ جنبانی کی اور انھیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد قطب شاہ اور نظام شاہ میں خوش گوار تعلقات قائم ہو گئے۔

طوالت عمر

قطب شاہ نے بڑی لمبی زندگی پائی اور ایک عرصے تک حکومت کی۔ اس کا بڑا بیٹا جمشید شاہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ کب اس کا باپ مرے اور اسے حکومت ملے اسی انتظار میں اس کے بال سفید ہو گئے۔ آخر جمشید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے ایک ترکی غلام سے ساز باز کر کے اپنے باپ کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ کا قتل

۹۵۰ ہجری کے کسی مہینے کی بات ہے کہ ایک روز بادشاہ جواہرات کے صندوقچے سامنے رکھے ہوئے دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کو دیکھ رہا تھا کہ مذکورہ ترکی غلام نے بادشاہ کے پیچھے سے آکر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ قطب شاہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جمشید بھی اسی محفل میں اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا' اس نے افشائے راز کے خوف سے قاتل کو اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جمشید چونکہ قطب شاہ کا بڑا بیٹا تھا اس لیے باپ کے بعد وہی تخت نشین ہوا۔

سلطان قلی نے تینتیس (۳۳) سال تک حکومت کی اور اس کے تین بیٹے جمشید' حیدر اور ابراہیم باپ کی وفات کے وقت بقید حیات تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی

شاہ طاہر کی آمد

جمشید قطب شاہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اپنے باپ کی پیروی کی اور مذہب شیعہ کو فروغ دینے میں کوشاں ہوا۔ برہان نظام شاہ نے جمشید کو مبارک باد دینے کے لیے شاہ طاہر کو گولکنڈہ بھیجا۔ شاہ طاہر جب گولکنڈہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلے پر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ شاہ صاحب کو شہر میں لایا۔ طاہر شاہ نے جمشید سے اس بات کا وعدہ لیا کہ وہ ہمیشہ نظام شاہ سے دوستانہ مراسم رکھے گا۔ اس کے بعد شاہ صاحب احمد نگر واپس چلے آئے۔

عادل شاہی علاقے میں داخلہ

انہیں دنوں بعض وجوہ کی بنا پر نظام شاہ اور عادل شاہ میں تعلقات خراب ہو گئے۔ نظام شاہ کے اکسانے پر جمشید قطب شاہ نے زر کثیر صرف کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ جمشید قطب شاہ نے کاکنی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا ابراہیم عادل اس زمانے میں رام راج اور نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں میں الجھا ہوا تھا اس لیے اس نے قطب شاہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی قطب شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا نو تعمیر قلعہ معتمد امیروں کے سپرد کر کے عادل شاہ کے دوسرے پرگنوں اور قلعوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔

قلعہ اہنکر کا محاصرہ

جمشید قطب شاہ سب سے پہلے قلعہ اہنکر (جو ساغر کے قریب واقع ہے) کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ عادل شاہ نے رام راج اور نظام شاہ سے صلح کر لی اور اسد خاں لاری کو لشکر خاصہ کے ہمراہ قطب شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس صورت حال سے قطب شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے اپنے قاصد نظام شاہ کی خدمت میں بھیج کر اسے پیغام دیا۔

نظام شاہ کے نام پیغام اور اس کا جواب

"میں نے آپ کی بات پر اعتماد کر کے اس علاقے کا سفر اختیار کیا ہے۔ آپ کے اخلاق و مروت کو دیکھتے ہوئے یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آپ مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی واپس احمد نگر جا رہے ہیں۔" نظام شاہ نے اس کے جواب میں کہا "وقتی مصلحتوں کے پیش نظر میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے اس لیے میں واپس جا رہا ہوں' آپ کے لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنی تمام توجہ قلعہ کاکنی کی حفاظت پر صرف کریں۔ موسم برسات کے بعد میں آؤں گا دریائے بھورد کی ایک طرف یعنی قلعہ گلبرگہ اہنکر اور ساغر وغیرہ پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا اور دوسرے کنارے کے قلعہ پر شولاپور اور نلدرک میرے قبضے میں آجائیں گے۔"

قلعہ کاکنی پر اسد خاں کا قبضہ

قطب شاہ اگرچہ نظام شاہ کی چالاکی اور بہانہ سازی سے اچھی طرح واقف تھا لیکن وہ پھر بھی اس کے دام میں آ گیا اور قلعہ کاکنی کی حفاظت کی کوشش کرنے لگا۔ اسد خاں نے قلعہ کاکنی کا محاصرہ کر لیا اور تین ماہ کے عرصے میں کسی نہ کسی طرح قلعے کو فتح کر لیا اہل قلعہ کو قتل کرنے کے بعد اسد خاں نے اہنکر کا رخ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ

جمشید قطب شاہ نے اسد خاں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا چند مرتبہ دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی بھی ہوئی اور ہر بار اسد خاں فریق ثانی پر غالب آیا۔ آخری بار قطب شاہ اور اسد خاں ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ دونوں نے اپنی اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے پر تلوار کے گیارہ گیارہ وار کیے۔ قطب شاہ کے چہرے پر ایک زخم آیا' اس کی ناک اور ہونٹ زخمی ہو گیا' یہ زخم جمشید کو زندگی بھر ستاتا رہا۔ کھانے پینے کے وقت اسے بہت تکلیف ہوتی اس وجہ سے قطب شاہ کسی کے سامنے کبھی کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔

ملا محمود کی پیشین گوئی

کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں قطب شاہ نے محمود گیلانی سے پوچھا کہ "اس سفر کا نتیجہ کیا ہو گا؟" ملا محمود نے قرعہ ڈالا اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا "یہ سفر مبارک نہیں ہے" بادشاہ نے اس اجمال کی تفصیل پوچھی تو محمود نے بتایا اس سفر میں ابتداً تو آپ کو کامیابی ہو گی' لیکن آخر میں دشمن غالب آئے گا۔ مال و اسباب وغیرہ کے نقصان کے علاوہ آپ کی ناک پر زخم آئے گا" یہ سن کر جمشید قطب شاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے ملا محمود کی ناک کٹوا کر اسے شہر بدر کر دیا۔

پچھتاوا

جب ملا محمود کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی تو قطب شاہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا اس نے اپنے ایک امیر کو جنیر روانہ کیا تاکہ وہ ملا محمود کو قطب شاہی دربار میں لے کر آئے۔" ملا محمود نے جواب دیا" مجھے ابھی تک دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی جب وہ مل جائے گی تو میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کروں گا۔

بیماری

اس کے بعد قطب شاہ نے عادل شاہ سے صلح کر لی اور تلنگانہ کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔ پھر قطب شاہ کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ تقریباً دو سال تک بیمار رہا اس کے بعد بیماری کے دوران میں اس کا مزاج اعتدال پر نہ رہا۔ وہ ہر ایک سے بدمزاجی سے پیش آتا ذرا ذرا سے قصور پر کسی کو قید کر دیتا اور کسی کو قتل۔

روش

بادشاہ کی یہ بدمزاجی دیکھ کر چند امراء نے قطب شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ جمشید کو اس کا علم ہو گیا۔ اس کے دونوں بھائی ابراہیم اور حیدر گولکنڈہ سے فرار ہو کر بیدر جا پہنچے۔ ابراہیم نے انہیں دنوں داعی اجل کو لبیک کہا اور حیدر خاں بیجانگر چلا گیا۔

انتقال

جمشید قطب شاہ کی بیماری روز بروز بڑھتی چلی گئی اور آخر تپ محرقہ کا شکار ہو کر ۹۵۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا اس کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم قطب شاہ

کردار

اس فرماں روا نے شیعہ مذہب کی اشاعت و ترویج میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' سخاوت فہم و تدبر میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ لیکن مزاج کا بہت چڑچڑا تھا ذرا ذرا سے جرائم پر مجرموں کو بڑی سے بڑی سزائیں دیتا تھا۔ اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مجرموں کے پاؤں کے ناخن ان کی انگلیوں سے علیحدہ کر کے ایک برتن میں رکھ کر اس کے سامنے کیے جائیں تاکہ اسے یہ اطمینان ہو کہ مجرموں کو واقعی سزا دی گئی ہے۔

چوروں کا دفیعہ

وہ کھانڈ بڑے اہتمام اور تکلف کے ساتھ کھاتا تھا اور اکثر اوقات خاصہ کے ملازموں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا تھا۔ تلنگانہ میں چور اور ڈاکو بہت تھے اور ابراہیم قطب شاہ نے ان بدکرداروں کو ایسا درست کیا کہ تاجروں کے قافلے بغیر کسی خوف و خطر کے رات کے وقت سفر کرنے لگے اور کسی کو لٹیروں کا خطرہ نہ رہا۔

قطب شاہی خاندان کی نیک نامی

ابراہیم کے عہد حکومت میں بہت سے قابل اور مدبر امراء شاہی دربار میں داخل ہوئے اور ان کی وجہ سے قطب شاہی خاندان کی شہرت اور نیک نامی میں بہت اضافہ ہوا۔ جن دنوں ابراہیم قطب شاہ شہزادہ تھا ان دنوں اپنے بھائی کے خوف سے وہ بیجانگر میں پناہ گزین ہوا تھا۔ بیجانگر کے راجہ رام راج نے بڑی آؤ بھگت کی اور ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر اسے عنایت کر دی۔

عنبر خاں سے تکرار

یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ عنبر خاں خاموش رہتا۔ اہل دکن کی روش کے مطابق اس نے ابراہیم سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا۔ ایک روز ابراہیم راجہ کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ عنبر نے اسے راستے میں جالیا اور کہا "آؤ ہم تم دونوں آپس میں جنگ کریں تاکہ جو زندہ رہے وہی جاگیر کا مالک ہو" ابراہیم نے کہا "فرماں رواؤں کو اس امر کا کلی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا حصہ جس کو چاہیں عنایت کر دیں لہٰذا ایسے معاملات میں لڑائی جھگڑے کا سوال اٹھانا ناسمجھی کی بات ہے۔"

عنبر کا قتل

عنبر خاں عقل کے معاملے میں کورا تھا اس نے ابراہیم قطب شاہ کی نصیحتوں کی کوئی پروا نہ کی اور اس نے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ابراہیم اس بدتمیزی کی تاب نہ لا سکا فوراً اپنے گھوڑے سے اترا اور عنبر خاں کے ساتھ شمشیر بازی کرنے لگا۔ اس دوران ابراہیم نے دشمن کے پیٹ پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ عنبر وہیں ہلاک ہو گیا۔

عنبر کے بھائی کا قتل

عنبر کے بھائی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ انتقام لینے کے لیے ابراہیم قطب شاہ سے شمشیر بازی کرنے آیا۔ قطب شاہ کے ایک ملازم نے جو جنگ کے فن میں بڑا ماہر تھا اس کو بھی ٹھکانے لگا دیا ابراہیم نے عنبر کے نشان لشکر جسے دکن میں "بیرق نشان" کہا جاتا ہے قبضہ کر لیا اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ گردی

ابراہیم اپنے بھائی کی زندگی میں بیجا نگر ہی میں رہا۔ جمشید قطب شاہ کا انتقال ہوا تو مصطفیٰ خاں اور اردستانی، صلابت خاں ترک اور دوسرے اراکین سلطنت نے جمشید کے کمسن بیٹے کو جس کی عمر صرف دو سال تھی تخت پر بٹھا دیا۔ اہل دکن کو یہ انتخاب پسند نہ آیا اور انہوں نے طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجا نگر سے بلا کر بادشاہ بنایا جائے۔ اہل دکن کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے قدم جمانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد

مصطفیٰ خاں اور صلابت خاں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا۔ انہوں نے ابراہیم کی طلبی کے لیے رام راج کو ایک خط لکھا رام راج نے ابراہیم کو گولکنڈہ بھجوا دیا۔ جب ابراہیم گولکنڈہ کی سرحد میں داخل ہوا تو سب سے پہلے مصطفیٰ خاں اردستانی اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم نے اسے میر جملگی کا منصب عطا کیا مصطفیٰ خاں نے ایک ہندو تاجر سے دو لاکھ ہون قرض لے اور سلطنت و حکومت کا سامان درست کرنے لگا۔

اہل گولکنڈہ کی خوشی

مصطفیٰ خاں کے میر جملہ ہونے کی خبر گولکنڈہ پہنچی تو وہاں کے سب لوگ بہت خوش ہوئے اور ابراہیم قطب شاہ کی بادشاہت کی طرف راغب ہوئے۔ صلابت خاں نے بھی اپنے دو تین ہزار شمشیر بازوں کو ساتھ لیا اور گولکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسرے امیروں نے بھی کم سن بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ تھوڑے سے وقت میں ابراہیم کے گرد تقریباً چھ سات ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے گولکنڈہ کا رخ کیا۔ جب وہ پایہ تخت کے قریب پہنچا تو بقیہ لوگ بھی اس کے پاس آ گئے اور جان کی امان کے طالب ہوئے۔ الغرض تمام اہل گولکنڈہ دل و جان سے ابراہیم کے ساتھ ہو گئے۔

تخت نشینی

ابراہیم قطب شاہ مبارک وقت میں تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کے بہی خواہوں اور جاں نثاروں نے اس پر سے دولت قربان کی۔ ابراہیم نے اس روز بارہ ہزار طلائی ہون غریبوں محتاجوں اور مسکینوں وغیرہ میں تقسیم کر کے رعایا کو خوش کیا۔

نظام شاہ سے معاہدہ

ابراہیم نے عنبر خاں کے نشان لشکر کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اس وجہ سے اسے اپنی بادشاہت کا نشان خاصہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنی بہن کو مصطفیٰ خاں کے نکاح میں دے دیا اور اس طرح مصطفیٰ بھی صاحب قوت و اختیار ہو گیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے حسن نظام شاہ سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں بادشاہ اپنی متحدہ کوششوں سے گلبرگہ اور اہنکر کے قلعوں پر قبضہ کر لیں۔ اور اول الذکر قلعہ قطب شاہ کے حوالے کر دیا اور دوسرے پر نظام شاہ قابض ہو گیا۔

گلبرگہ کا محاصرہ

۹۶۵ ہجری میں یہ دونوں فرماں روا علی عادل شاہ کے ملک میں داخل ہو گئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعے کی فتح کا مرحلہ قریب آ گیا تو قطب شاہ کے دل میں خیال آیا کہ کہیں نظام شاہ زیادہ قوت حاصل کر کے اس کے لیے باعث زحمت ثابت نہ ہو۔ قطب شاہ نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور آدھی رات کے وقت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ اکیلا گلبرگہ کو فتح نہ کر سکتا تھا اس لیے وہ بھی احمد نگر کی طرف واپس چلا گیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل نظام شاہی تذکرے میں بیان کی جا چکی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

احمد نگر پر لشکر کشی

کچھ دنوں بعد برید شاہ' رام راج اور عادل شاہ نے باہمی اتحاد سے نظام شاہ پر لشکر کشی کی۔ قطب شاہ نے حملہ آوروں کی قوت و شوکت دیکھ کر انہیں کا ساتھ دیا اور ان کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔ قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا گیا دوسرے فرماں رواؤں کے ساتھ قطب شاہ نے بھی اس محاصرے میں شرکت کی۔ جب اس قلعے کی فتح ہونے کا وقت قریب آیا تو قطب شاہ نے حسب سابق ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا اور اپنا تمام سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر احمد نگر سے بھاگا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا واپس آ گیا۔

نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید

قطب شاہ کی یہ حرکت رام راج اور عادل شاہ کے لیے سخت مایوس کن ثابت ہوئی اور وہ پریشان ہو کر احمد نگر سے واپس چلے آئے۔ اس کے بعد قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوبارہ مراسم استوار کر لیے۔ قطب شاہ کی بیٹی بی بی جمال سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نظام شاہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کر لی کہ قطب شاہ اس کے ساتھ عادل شاہ سے معرکہ آرائی کرے اور کلیان کا قلعہ عادل شاہی قبضے سے نکال لے۔ قطب شاہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

۹۷۱ھ میں قطب شاہ گولکنڈہ سے اور حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا کلیان کے قریب دونوں فرماں روا ایک دوسرے سے ملے تو شادی کا جشن منعقد ہوا اور عقد کی تمام رسومات ادا کی گئیں۔ اس کے بعد دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ رام راج' عادل شاہ' نقال خاں اور امیر برید نے باہمی اتحاد سے ان دونوں کا مقابلہ کیا' جیسا کہ حسین نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ قطب شاہ گولکنڈہ روانہ ہو گیا اور اس کے بعد حسین نظام نے بھی بغیر قلعے کو سر کیے ہوئے احمد نگر کی راہ لی۔

صلح

عادل شاہ اور رام راج نے احمد نگر تک حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور نظام شاہی علاقے کو خوب جی کھول کر برباد و تاراج کیا۔ عادل شاہی لشکر نے تلنگانہ کے قصبہ اوکی میں بھی چھ ماہ قیام کر کے یہاں کی رعایا کو بہت نقصان پہنچایا۔ آخر کار قطب شاہ کی تدبیروں سے صلح ہوئی اور سب فرماں روا اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

عادل شاہ وغیرہ سے جنگ

۹۷۲ھ میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ اور نظام شاہ سے جنگ کی آخر الذکر دونوں فرماں رواؤں کے ساتھ رام راج بھی تھا۔ قطب شاہ ابھی گولکنڈہ پہنچا بھی نہ تھا کہ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو ہمیشہ بادشاہ سے ڈرتا رہتا تھا۔ طواف حرمین شریفین کے بہانے سے قطب شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور راستے ہی سے جدا ہو کر عادل شاہ سے جا ملا اور اس کے ملازمین میں داخل ہو گیا۔

نظام شاہی سلطنت میں انتشار

مرتضیٰ نظام شاہ کی حکومت کے زمانے میں اس کی والدہ کے اثر و اقتدار کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت انتشار کی نذر ہو گئی۔ عادل شاہی سپہ سالار کشور خاں نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور نظام شاہی سرحد پر پہنچ کر اس نے قلعہ دارور اور کئی نظام شاہی پرگنوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور ملا حسن تبریزی کو خان خاناں کا خطاب دے کر پیشوا مقرر کیا اور اسے قلعہ دارور کی طرف روانہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قطب شاہ کی دارور کو روانگی

اس واقعہ پر مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک قاصد بھیج کر قطب شاہ سے بھی مدد کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور تلنگانہ کا لشکر لے کر جلد از جلد قلعہ دارور کی طرف روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ نے قطب شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ دارور کو فتح کر کے کشور خاں کو قتل کر دیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ میں ناراضگی

نظام شاہ کے ساتھ قطب شاہ بھی عادل شاہی علاقے میں داخل ہوا۔ دونوں فرماں رواؤں نے پہلو بہ پہلو خیمے نصب کیے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ علی عادل نے شاہ طاہر کے بیٹے شاہ ابوالحسن کو نظام شاہ کے پاس بھیجا اور قطب شاہ کو وہ خط جس میں عادل شاہ کی بہی خواہی اور دوستی کا اظہار کیا گیا تھا اسے دکھایا۔ خان خاناں نے اس خط کے مندرجات کی تصدیق و توثیق کی' نظام شاہ کو قطب شاہ پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کر دیا جائے۔ قطب شاہ کو جب صورت حال کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً ہی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔

قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں کی ہنگامہ آرائی

نظام شاہی لشکر نے قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک قطب شاہ کا تعاقب کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو قطب شاہی ہاتھیوں کو گرفتار کیا راستے میں ابراہیم قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جو بہت ہی جوشیلا اور بہادر جوان تھا اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہیوں نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے اس لیے اگر اجازت ہو تو میں کمین گاہ میں روپوش ہو کر دشمن پر پیچھے سے حملہ کروں۔"

شہزادہ عبدالقادر کا قتل

قطب شاہ نے اپنے بیٹے کی بات کا مطلب غلط لیا اور یہ سمجھا کہ عبدالقادر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ قطب شاہ نے یہ خیال کیا کہ چند بڑے بڑے قطب شاہی امیر بھی عبدالقادر کے ساتھ سازش میں شریک ہیں۔ راستے میں تو قطب شاہ نے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا لیکن گولکنڈہ پہنچ کر اسے قید کر دیا اور بعد میں زہر دے کر مروا دیا۔

برار پر چنگیز خان کی نظر

اسی زمانے میں چنگیز خاں جو نہایت ہی ذی فہم اور صاحب تدبیر امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور اس نے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہ کی مدد سے تفال خاں کی مدد کی جائے۔ چنگیز خاں کو اس کا علم ہو گیا اور جس وقت قطب شاہ اور عادل شاہ اپنے اپنے ملکوں سے روانہ ہوئے تو چنگیز خاں نظام شاہ کو ساتھ لے کر عادل شاہی ملک میں آ پہنچا اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا۔

نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ

قطب شاہ اور تفال خاں کا ساتھ دینا تمہارے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نظام شاہ کی دوستی کو ان سستے داموں بیچنا تمہارے حق میں مضر ہو گا۔ عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے قطب شاہ کی جگہ نظام شاہ سے ملاقات کی ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں طے کیا کہ نظام شاہ برار اور بیدر کو فتح کرے اور عادل شاہ کرناٹک کا اتنا حصہ اپنے قبضہ میں کر لے جس کا محصول بیدر اور برار کے محصول کے برابر ہو اور قطب شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

قطب شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ تفال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ نظام شاہ نے برار کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرے میں مصروف ہو گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر قطب شاہ کو اپنی بربادی کا اندیشہ ہوا۔ اس نے اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور ایسی چال چلی کہ چنگیز خاں نظام شاہی حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔

انتقال

۹۸۸ھ میں علی عادل کے قتل کا حادثہ پیش آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ نے عادل شاہی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قطب شاہ نے اس سلسلے میں نظام شاہ کی مدد کے لیے اپنے چند امیروں کو بھی روانہ کیا۔ ابھی یہ مہم انجام تک بھی نہ پہنچی تھی کہ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ حادثہ ۹۸۹ھ میں پیش آیا۔

ابراہیم قطب شاہ نے بتیس (۳۲) سال اور چند ماہ تک حکومت کی بھاگ ڈور سنبھالی۔

besturdubooks.wordpress.com

محمد علی قطب شاہ

تخت نشینی

جب ابراہیم قطب شاہ کا انتقال ہوا تو اس کے تین بیٹے بقید حیات تھے۔ جن کے نام یہ ہیں' محمد قلی' خدا بندہ اور سلیمان علی۔ ان تینوں میں محمد قلی سب سے بڑا تھا اسی لیے وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ محمد قلی بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور شاہ میرزا اصفہانی کی بیٹی سے شادی کی۔

نظام شاہ سے دوستی

شاہ میرزا اصفہانی ابراہیم قطب شاہ کے عہد حکومت میں میر جملگی کے منصب پر فائز رہ چکا تھا۔ محمد قلی نے شاہ میرزا کے مشوروں اور نصائح پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کیے اور احمد نگر کے سپہ سالار سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ اور شولاپور اور شاہ ورک کے قلعوں کو فتح کر کے نظام شاہی امراء کے حوالے کیا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس کے بعد نظام شاہ کی مدد سے محمد قلی آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور آہنکر کے قلعوں پر قبضہ کر لے۔ قطب شاہ سفر کی منزلیں طے کر[illegible] ہوا سید مرتضیٰ سے جا ملا۔ بیجاپور ان دنوں داخلی انتشار اور خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ محمد قلی نے نظام شاہی امیروں کی اعانت سے قلعہ شا[illegible] ورک کا محاصرہ کر لیا۔

محمد آقا ترکمان کی بہادری

اس قلعے کا تھانیدار محمد آقا ترکمان تھا۔ اس نے دشمن کی مدافعت کرنے میں بڑی کوشش کی اور بہادری و جرات کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اور قطب شاہی اور نظام شاہی لشکروں کے بہت سے سپاہیوں کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے آپس کے مشورے سے یہ طے کیا کہ شاہ ورک کا محاصرہ ترک کر کے بیجاپور کا رخ کرنا چاہیے۔

بیجاپور کا محاصرہ

اس کے بعد متذکرہ بالا دونوں لشکر بیجاپور پہنچے اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ شہر کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی گئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور محاصرہ طول کھینچتا گیا۔ قطب شاہ محاصرے کی اس طوالت سے سخت پریشان ہو گیا۔ قطب شاہی امیروں نے بادشاہ کی یہ پریشانی دیکھی تو انہوں نے فوراً بادشاہ سے کہا پرانے زمانے سے سلاطین دکن میں یہ رسم چلی آ رہی ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی دشمن پر کوئی حملہ کرتا ہے اور اسے اس میں کسی دوسرے بادشاہ کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بادشاہ جس سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے بذات خود سفر کی تکالیف برداشت کر کے اعانت کے لیے آتا ہے۔ نظام شاہی قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں نے ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ یہ حضور کی شان اور وقار کے بالکل خلاف تھا کہ آپ شاہ میرزا کے کہنے پر نظام شاہی امیروں کے واسطے سفر کی زحمت اٹھاتے۔

تسخیر گلبرگہ کا ارادہ

امراء کی اس گفتگو سے بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اس نے گولکنڈہ واپس چلے جانے کا پورا ارادہ کر لیا۔ سید مرتضیٰ کو جب قطب شاہ کے

besturdubooks.wordpress.com

اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے پہل کی اور خود ہی بادشاہ سے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اپنے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں۔ میں عادل شاہ کے سرحدی پرگنوں کو اپنے قبضہ میں کیے لیتا ہوں اور آپ حسن آباد گلبرگہ پر قابض ہو جائیں۔ میں قطب شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہٰذا اس نے سید مرتضیٰ کے ہمراہ بیجاپور کے نواح سے کوچ کیا اور گلبرگہ کے قریب پہنچ کر سید امیر رسل استرآبادی المشہور بہ مصطفیٰ خاں کو سرلشکر مقرر کیا اور اسے سات ہزار سواروں اور لاتعداد ہاتھیوں کے ساتھ اسی مقام پر تسخیر گلبرگہ کے لیے چھوڑا اور خود اپنے مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ گولکنڈہ پہنچ گیا۔

شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات

قطب شاہ، شاہ میرزا سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور اسے گرفتار کر کے نظربند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے اسے معاف کر دیا اور یہ حکم دیا کہ شاہ میرزا کو بذریعہ کشتی اصفہان روانہ کر دیا جائے۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی لیکن شاہ میرزا کو اصفہان پہنچنا نصیب نہ ہوا اور راستے ہی میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ

مصطفیٰ خاں نے حسن آباد گلبرگہ کے نواح میں قیام کیا اور یہاں کے اکثر پرگنوں پر قابض ہو گیا جب یہ خبر بیجاپور پہنچی تو دلاور خاں حبشی ایک زبردست لشکر لے کر مصطفیٰ خاں کے مقابلے پر آیا دونوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ دلاور خاں کا پلہ بھاری رہا اور مصطفیٰ خاں بحال تباہ میدان جنگ سے بھاگا اور بڑی مشکلوں سے تلنگانہ پہنچا۔ عادل شاہیوں نے قطب شاہیوں کے تقریباً ایک سو تیس ہاتھی اور بہت سا سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس لڑائی کے بعد عادل شاہی اور قطب شاہی خاندانوں میں صلح ہو گئی اور آج جب کہ اس معرکے کو پورے اٹھائیس سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ان دونوں خاندانوں میں وہی محبت کا جذبہ ہے جو پہلے کبھی تھا۔

قطب شاہ کی بہن کی شادی

خواجہ علی شیرازی المخاطب بہ ملک التجار بیجاپور کے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ گولکنڈہ آیا اور اس نے قطب شاہ کی بہن کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد کا پیغام دیا۔ قطب شاہ نے یہ پیغام منظور کیا اور جشن منعقد کر کے اپنی بہن کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

بھاگ متی سے عشق

اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں محمد قلی قطب شاہ ایک بازاری عورت پر جس کا نام بھاگ متی تھا عاشق ہوا اور ایک ہزار سواروں کو اس عورت کے حلقہ ملازمین میں داخل کر دیا تاکہ وہ امیروں کی طرح دربار میں آمد و رفت رکھ سکے۔ اسی زمانے میں گولکنڈہ کی آب و ہوا سے لوگ متنفر ہو گئے اور اس شہر کی سکونت کو ترک کرنے کی سوچنے لگے۔ محمد قلی نے اس شہر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر تعمیر کروایا اور اس کا نام "بھاگ نگر" رکھا۔

بھاگ نگر کی تعمیر

یہ شہر اپنی متعدد خوبیوں کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھا اس لیے محمد قلی نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا شہر کا نام چونکہ بازاری عورت کے نام پر رکھا گیا تھا اس لیے کچھ دنوں بعد محمد قلی اپنے کیے پر نادم ہوا اور اس کا نام بدل کر "حیدر آباد" رکھ دیا مگر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوا لوگ اس شہر کو بھاگ نگر ہی کہتے رہے۔ یہ شہر پانچ کوس کے فاصلے پر پھیلا ہوا تھا، آب و ہوا کے لحاظ سے یہ شہر واقع بے نظیر ہے اور عوام و خواص سبھی کو پسند ہے۔ یہاں کے اکثر بازار ندی کے کنارے واقع ہیں، بازاروں کی دونوں اطراف میں ندیاں بہتی ہیں اور ہر ندی کے دونوں کناروں پر سایہ دار درخت ہیں۔ تمام بازاروں کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے شاہی محلات اپنی تعمیر کے لحاظ سے بے مثل ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

تلنگ، دونگ اور دبنگ کے علاقے

اہل ہند کی قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ تین علاقے آب و ہوا کے لحاظ سے آپس میں مشابہ ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ تلنگ، دونگ اور دبنگ۔ تلنگ سے مراد تلنگانہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقعہ ہے اور قطب شاہیوں کے قبضے میں ہے۔ دونگ بنگال کو کہتے ہیں اور دبنگ سے مراد وہ علاقہ ہے جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقعہ ہے۔ اس علاقے کو کوئی مسلمان فرماں روا آج تک تسخیر نہیں کر سکا۔ محمد قلی قطب شاہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس علاقے کو فتح کرے اس وجہ سے یہاں کا حاکم جس کا نام "پایا بلندرا" تھا اپنی سلطنت کے ایک دور دراز حصے میں پناہ گزیں ہو گیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

۱۰۱۷ھ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور پذیر ہوا جس کی مثال قطب شاہی خاندان میں نہیں ملتی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شہر سے باہر ایک اونچی جگہ پر جسے "نہات گھاٹ" کہتے تھے ایک شاہی محل تھا یہ محل عام طور پر بند رہتا لیکن جب بادشاہ یہاں تشریف لاتا ہے تو اس محل کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

سوداگروں کا قافلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسافر سوداگروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں نہات گھاٹ کے محل کے قریب سے گزرا۔ سوداگروں کی ایک جماعت نے جس میں عورتیں بھی شامل تھیں محل کا تالا توڑا اور اندر داخل ہو گئے اور آرام سے شراب کی محفل منعقد کی محل کے شاہی محافظوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اہل قافلہ کو نہایت نرمی سے منع کیا لیکن ان لوگوں نے محافظوں کی بات نہ مانی اور محل کے دروازے اندر سے بند کر لیے۔

غریبوں پر ظلم

صبح ہوئی تو محل کے محافظ شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ سے سوداگروں کی شکایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ کو سوداگروں پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب کو فوراً تہہ تیغ کر دیا جائے۔ چونکہ یہ سوداگر غریب یعنی غیر ملکی تھے اس لیے اہل دکن کو موقع ملا اور انہوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی خوب ہنگامہ برپا کیا بیچارے غریبوں کو قتل کیا اور ان کا تمام مال لوٹ لیا۔

اہل دکن کا ہنگامہ

محمد قلی قطب شاہ کو جب اس قتل و غارت گری کی اطلاع ملی تو اس نے شہر کے کوتوال سے بڑی سختی سے باز پرس کی۔ بادشاہ نے اپنے مقربین خاص کو بھیج کر اہل دکن کی سرزنش کی، بتایا جاتا ہے کہ صرف آدھ گھڑی میں تقریباً ایک سو غریبوں کو قتل کیا گیا۔ اور ان کے مکانوں کو لوٹا گیا۔ بھاگ نگر میں قیامت کا سا ہنگامہ تھا بیچارے غریبوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کس وجہ سے ان سے ناراض ہے۔

بھائیوں سے محبت

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی تھیں جو بہت کم بادشاہوں میں پائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ اسے اپنے بھائیوں سے بے پناہ محبت تھی وہ انہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور بغیر کسی خوف و خطر کے ان کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ قطب شاہ کے بھائی بھی اس کا رویہ دیکھ کر بڑی مہربانی اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ تیس سال کے عرصہ میں محمد قلی قطب شاہ ایک بار بھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا یہ بات ایسی ہے جو ہر بادشاہ میں نہیں پائی جاتی۔

besturdubooks.wordpress.com

میر محمد مومن استر آبادی

دوسری بات یہ ہے کہ میر محمد مومن استر آبادی پچیس سال تک محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں وکیل السلطنت رہے۔ میر مومن کے بزرگ ایرانی بادشاہوں کے دربار میں معزز و مکرم تھے۔ میر صاحب دنیاوی اور دینوی امور میں فاضل اجل اور بزرگ تھے شعر و شاعری سے انہیں کافی لگاؤ تھا۔ ان کے اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کو میر صاحب سے بہت زیادہ عقیدت تھی اس نے تمام معاملات حکومت میر صاحب کے سپرد کر رکھے تھے اور خود اپنے بھائیوں کے ساتھ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا رہا۔

حب اہل بیت کا صلہ

تیسری بات یہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کو اہل بیت کی محبت کا پورا پورا صلہ مل گیا۔ قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ جب سے برعظیم ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے اس وقت سے تمام فرماں رواؤں کو ایرانی بادشاہوں کا قرب حاصل رہا لیکن یہ اعزاز صرف محمد قلی قطب شاہ ہی کے حصے آیا کہ شاہ ایران شاہ عباس نے اپنے بیٹے کی شادی کا پیغام قطب شاہ کی بیٹی کے لیے دیا ہے۔ محمد قلی اس پیغام کو باعث فخر سمجھنے لگا اور شادی کے انتظامات میں پوری طرح مشغول ہوا تاکہ اپنی بیٹی کو ایران روانہ کر کے سعادت دارین حاصل کرے۔

besturdubooks.wordpress.com

عماد شاہی خاندان

besturdubooks.wordpress.com

فتح اللہ عماد الملک

دکنی فرماں رواؤں کے حالات کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح اللہ عماد الملک بیجا پور کے کسی غیر مسلم کا بیٹا تھا۔ وہ بچپن ہی کے زمانے میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ملک برار کے سپہ سالار خان جہان کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ وہ نہایت ہی ذہین اور بلا کا محنتی تھا اس وجہ سے اس کا شمار خاں جہاں کے مقربین خاص میں ہونے لگا۔

خان جہاں کے انتقال کے بعد فتح اللہ عماد الملک بہمنی سلاطین کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا سلطان محمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں اس نے بڑی ترقی کی اور خواجہ کاواں کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب حاصل کیا۔ اور ملک برار کا سپہ سالار (سرلشکر) مقرر ہوا ۸۹۲ھ میں عماد الملک نے خود مختاری کا اعلان کر کے برار میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین اس کا جانشین ہوا اور برار پر حکومت کرنے لگا۔

besturdubooks.wordpress.com

علاؤ الدین عماد الملک

"شاہ" کا خطاب

اسمٰعیل عادل اور برہان نظام کی طرح علاؤ الدین عماد الملک بھی پہلا دکنی فرماں روا ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اس نے کاویل کے قلعے کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

محمد آباد بیدر پر حملہ

سلطان محمود بہمن امیر برید کے موکل کی قید سے نکل کر علاؤ الدین کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ علاؤ الدین نے سلطان محمود کو ساتھ لے کر محمد آباد بیدر پر حملہ کیا تاکہ امیر برید کو شکست دے کر اصل وارث کو تخت نشین کیا جائے۔ اس معرکے میں نظام شاہ نے امیر برید کا ساتھ دیا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سلطان محمود عین لڑائی کے دوران میں امیر برید سے جا ملا اور عماد الملک ناکام و نامراد واپس کاویل آیا۔

امیر برید کا ہنگامہ

امیر برید نے ۹۲۳ھ میں قلعہ ماہور پر حملہ کیا اور خداوند خاں حبشی کو ہلاک کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ عماد الملک نے خداوند خاں حبشی کے بیٹوں کی مدد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کے پیش نظر دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس کر دیے اور انہیں عماد الملک کا مطیع و فرماں بردار بنایا۔

برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں

عماد الملک نے رفتہ رفتہ ان دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیا اور یہ قلعے اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر دیے۔ خداوند خاں حبشی کے بیٹے فریاد لے کر برہان شاہ کے پاس گئے اور اپنے قلعوں کی واپسی کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ برہان نظام شاہ عماد الملک کے خلاف ہو گیا اور دونوں فرماں رواؤں میں کئی بار معرکہ آرائی ہوئی۔ ان معرکہ آرائیوں میں ہر بار عماد الملک کو شکست ہوئی اس نے میدان جنگ سے بھاگ کر کاویل میں پناہ لی۔

ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ

اسی زمانے میں عماد الملک نے اسمٰعیل عادل کی بہن سے شادی رچائی۔ عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجانگر کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں معروف تھا لہٰذا عماد الملک نے ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہ سے ایک معرکہ

عماد الملک نے ۹۳۰ھ میں حاکم برہان پور میراں محمد شاہ کی اعانت سے برہان نظام سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس میں برہان نظام غالب آیا اور اس نے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے ہاتھیوں اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا یہ دونوں بادشاہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ

عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجانگر کے ہنگاموں کی وجہ سے سخت پریشان تھا اس لیے عماد الملک اور میراں محمد شاہ سلطان بہادر گجراتی کے

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور کے راستے سے برار آیا۔ عماد الملک نے جب سلطان بہادر کا یہ رویہ دیکھا تو اس کو اپنے ارادے پر سخت شرمندگی ہوئی۔ عماد الملک کو مجبوراً سلطان بہادر کی اطاعت کا دم بھرنا پڑا اور اس طرح برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا۔

عماد الملک نے برہان پور کے فرماں روا میراں محمد شاہ کی مدد سے جو کچھ کیا اس کا تذکرہ مناسب جگہ پر آ چکا ہے۔ عماد الملک دولت آباد سے برار چلا گیا۔ اور میراں محمد شاہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

علاؤ الدین کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا دریا عماد الملک باپ کا جانشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

دریا عماد شاہ

دریا عماد شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی نظام شاہی خاندان سے اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنی بیٹی دولت شاہ کا حسین نظام شاہ کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ نظام شاہیوں سے دوستی اور خلوص کا رشتہ جوڑا۔ دریا عماد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں نہایت اطمینان اور بے فکری سے وقت گزارا اور اسی عالم میں سفر آخرت اختیار کیا۔

دریا عماد شاہ کی وفات کے بعد اس کا کم سن بیٹا برہان شاہ تخت نشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان عماد شاہ

تفال خاں کا اقتدار

برہان عماد شاہ تخت نشینی کے وقت چونکہ کم سن تھا اس لیے تفال خاں دکنی نے جو بہمنی خاندان کا غلام تھا بہت اقتدار حاصل کر لیا اور بادشاہ پر غالب آ گیا۔ تفال خاں نے ابراہیم قطب شاہ اور برہان پور کے فاروقی حکمرانوں کی مدد سے بڑی قوت و شوکت حاصل کی اور برہان عماد شاہ کو قلعہ پرنالہ میں نظر بند کر دیا۔ تفال خاں نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ وہ بہت ہی بہادر اور فراخ دل انسان تھا۔

مرتضیٰ نظام کا ارادہ تسخیر برار

تفال خاں نے برہان عماد شاہ کو حکومت سے علیحدہ کرنے کے بعد عماد شاہی خاندان کی اس حد تک مخالفت کی کہ مرتضیٰ نظام نے برار کو فتح کرنے کے ارادے سے اس ملک میں قدم رکھا۔ تفال خاں نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی' خوبی قسمت سے اس کی یہ درخواست منظور ہوئی۔ نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے مشورے سے واپس آیا۔

برار پر نظام شاہی حملہ اور تفال خاں کی شکست

۹۸۰ھ کے اواخر میں نظام شاہ نے پھر برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور برہان عماد کو آزاد کروانے کے بہانے سے برار پر حملہ کر دیا۔ تفال خاں بہت پریشان ہوا اور اس نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے تلنگانہ کا لشکر اس کی مدد کے لیے بھیج دیا تفال خاں نظام شاہی سپہ سالار چنگیز خاں کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں تفال خاں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قلعہ پرنالہ کا محاصرہ

شکست کے بعد تفال خاں ایک مدت تک جنگلوں میں آوارہ گھومتا رہا آخر کار اس نے قلعہ پرنالہ میں پناہ لی۔ اس کا بیٹا شمشیر الملک قلعہ کاویل میں پناہ گزیں ہوا نظام شاہ نے قلعہ پرنالہ (جو پہاڑ پر واقع ہے اور جسے فتح کرنا بہت مشکل ہے) کا محاصرہ کر لیا۔ چنگیز خاں نے بادشاہ کو اس ارادے سے منع کیا اور قلعہ کے محافظوں کو روپے پیسے سے اپنا راز دار بنا لیا۔

اہل قلعہ کا اقدام

اہل قلعہ محاصرے کی طوالت اور سختی کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے قلعے کے برج و بارہ سے کمندوں کے ذریعے نیچے اتر کر چنگیز خاں کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا۔ ان لوگوں کو نظام شاہیوں نے منصبوں اور جاگیروں سے نوازا اہل قلعہ نے جو اپنے ساتھیوں کا یہ حال سنا تو وہ بھی کسی نہ کسی طریقے سے قلعے سے باہر نکل آئے۔ اور چنگیز خاں کے توسط سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور جاگیریں حاصل کرنے لگے۔

تفال خاں کا فرار

اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہل قلعہ کے توپ اندازوں اور آتش بازوں کی تعداد بمشکل بارہ رہ گئی۔ نظام شاہیوں نے اس واقعہ سے پورا فائدہ اٹھایا اور مورچل کو قلعے کی دیوار کے قریب لے جا کر اپنی توپوں سے دیوار میں شگاف کر دیا۔ قلعے میں کوئی تجربہ کار سپاہی موجود نہ تھا اس لیے چنگیز خاں کے لشکر خاصہ کے اٹھائیس سپاہیوں اور ایک توپچی نے قلعہ کے نیچے جا کر زینہ لگایا اور اوپر چڑھ گئے۔ خاص منصب دار نے بگل بجایا اور خاص منصب دار کا بگل سن کر تفال خاں نے سمجھا کہ چنگیز خاں قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ بہت

besturdubooks.wordpress.com

پریشان ہوا اس نے قلعے کا پچھلا دروازہ کھولا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ کا ہے۔

گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ قلعے کے اندر داخل ہوا اور اس تمام قیمتی سامان اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ باقی سامان لشکر نے بادشاہ کے حکم سے لوٹ لیا۔ سید حسن استر آبادی نے تفال خان کا تعاقب کیا۔ تین روز کی تگ و دو کے بعد اس نے تفال خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

تفال خاں اور اس کے ساتھیوں کی رحلت

اسی دوران میں قلعہ کاویل بھی فتح ہو گیا اور تفال خاں کا بیٹا شمشیرالملک بھی گرفتار کر لیا گیا۔ نظام شاہ نے تفال خان' شمشیرالملک اور برہان عماد شاہ کو مع ان کے متعلقین کے اپنے ملک کے ایک قلعے میں بھجوا دیا جہاں ان سب نے ایک ہی رات میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قلعے کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے مطابق متذکرہ بالا قیدیوں کو گلہ گھونٹ کر ہلاک کیا۔ بعضوں کا خیال یہ ہے کہ قلعے کے محافظ ان قیدیوں کو تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر کے دروازوں کو مقفل کر دیتے تھے۔ اس کاروائی سے محافظوں کا یہ مقصد تھا کہ قیدیوں سے رقم حاصل کریں لیکن ان لوگوں کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محافظ دن بدن حد سے زیادہ سختیاں کرنے لگے۔

ایک رات جب کہ بہت گرم ہوا چل رہی تھی تمام قیدیوں کو جو تعداد میں چالیس تھے ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ گرمی اور ہوا کی کمی کی وجہ سے یہ سب قیدی دم گھٹنے کی وجہ سے مر گئے۔ محافظوں نے صبح جب کوٹھری کا دروازہ کھولا تو انہیں کوئی زندہ نہ ملا۔ قصہ مختصر کہ عماد شاہی اور تفال خانی حکومتوں کا اس طرح خاتمہ ہو گیا اور ان کے خاندانوں کا کوئی فرد بھی باقی نہ رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

برید شاہی خاندان

besturdubooks.wordpress.com

قاسم برید

زیر نظر تاریخ کی تالیف کے وقت تک برید شاہی خاندان کے سات بادشاہ یکے بعد دیگرے حکومت کر چکے تھے۔ اس خاندان کا بانی قاسم برید تھا جو ترک کرجی غلاموں کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔

غلامی سے امارت تک

قاسم برید ولایت سے خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ دکن آیا تھا۔ خواجہ شہاب نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے پاس بھیج دیا۔ قاسم بڑا بہادر اور دلیر انسان تھا اسے خوش خطی اور موسیقی سے بھی بڑی دلچسپی تھی' وہ کئی سازوں کے بجانے میں مہارت رکھتا تھا۔ محمد شاہ فاروقی کے عہد میں قاسم امراء کے گروہ میں داخل ہوا۔ اور اسے ولایت پائین اور جالنہ کے درمیانی علاقے کے لوگوں کی ہنگامہ آرائی کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔

مرہٹوں سے جنگ

یہ باغی مرہٹہ قوم سے تعلق رکھتے تھے جن کی سرکشی کا زمانہ مشہور تھا۔ قاسم نے باغیوں کو بڑی اچھی طرح دبایا اور اس کامیابی کی وجہ سے اس کی بہت شہرت ہوئی۔ اس معرکے میں مرہٹوں کا سردار ساباجی مارا گیا اس کی لڑکی سے قاسم برید نے اپنے بیٹے امیر علی برید کی شادی کر دی۔

قوت و اقتدار

بادشاہ نے قاسم برید کو سابا جی کے تمام پرگنے عنایت کیے۔ اور اس کی بیٹی کے تمام متعلقین جو تعداد میں تقریباً چار سو کے لگ بھگ تھے۔ قاسم کے حلقہ ملازمت میں داخل ہو گئے ان ملازموں میں سے اکثر مرہٹوں نے رفتہ رفتہ اسلام قبول کر لیا۔ ان لوگوں کی مدد سے قاسم برید نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اور سلطان محمود بہمنی کے عہد میں اسے بھی خود مختاری کا شوق پیدا ہوا۔

خود مختاری

عادل شاہ' نظام شاہ اور عماد شاہ کے مشورے کے مطابق قاسم برید نے اوسہ قندھار اور اودگیر کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ دارالسلطنت کو قاسم نے محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔

قاسم برید نے بارہ سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور ۹۱۰ھ میں (جب کہ سلطان محمود بقید حیات تھا) انتقال کیا اور اس کا بڑا بیٹا امیر علی برید باپ کا جانشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

امیر علی برید

امیر علی برید اپنے باپ قاسم برید کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا اس کے عہد حکومت میں سلطان محمود نے انتقال کیا اور خاندان بہمنی کا آخری بادشاہ سلطان کلیم اللہ احمد نگر میں پناہ گزیں ہوا۔ امیر علی برید کے عہد میں اسمٰعیل عادل نے بیدر پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار امیر برید نے دوبارہ اس شہر کو اپنے قبضے میں کر لیا جن دنوں برہان پور کے حاکم محمد شاہ اور عماد الملک کی درخواست پر سلطان بہادر مملکت دکن میں داخل ہوا۔ انہیں دنوں اسمٰعیل عادل کے حکم سے امیر برید بیجاپور پہنچا۔ عادل شاہ نے چار ہزار غریب سواروں کا ایک لشکر امیر برید کی ماتحتی میں دیا اور اسے نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادری و جرات

امیر برید نے اس مہم میں بہادری اور جرات کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اس کی مثال اسفندیار اور رستم کے کارناموں میں بھی نہیں ملتی۔ اس معرکے کا تفصیلی تذکرہ مناسب موقع پر درج ہے۔ اس واقعہ کے بعد امیر برید نے ایک عرصے تک امن و چین سے حکومت کی۔

انتقال

اپنی حکومت کے آخری زمانے میں امیر برید برہان نظام شاہ کی مدد کے لیے احمد نگر گیا اور دولت آباد کے قریب اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ امیر برید کا بھائی اس کے جنازے کو لے کر بیدر آیا اسے قاسم برید کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

گیدڑوں کا خیال

امیر برید کے بارے میں قصہ عام طور پر مشہور ہے کہ سردیوں کے دنوں میں ایک رات اس نے باغ کتانہ میں بادہ نوشی کی محفل گرم کر رکھی تھی کہ چراگاہ میں گیدڑوں کا ایک غول داخل ہوا اور شور و غوغا کرنے لگا۔ امیر برید نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ گیدڑ شور کیوں مچاتے ہیں؟ ایک درباری نے جواب میں کہا چونکہ سردی بہت زیادہ ہے اس لئے وہ بادشاہ کے حضور میں فریاد کر رہے ہیں صبح ہوئی تو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کروا کے باغ میں ڈال دیے جائیں تاکہ رات کے وقت گیدڑ سردی کی شدت سے محفوظ رہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

علی برید شاہ

"بادشاہ" کا خطاب

علی برید خاندان برید شاہی کا پہلا فرد ہے جس نے اپنے لیے "بادشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ شاہ طاہر احمد نگر سے علی برید کے جشن تاجپوشی میں شرکت کے لیے احمد آباد تشریف لے گئے' لیکن علی برید کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہو کر واپس آئے۔

نظام شاہی یورش

اس واقعہ کی وجہ سے برہان شاہ' برید شاہ سے ناراض ہو گیا اور اس پر لشکر کشی کر دی۔ برید شاہ نے پریشانی کی حالت میں قلعہ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کیا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ اس اقدام سے برید شاہ کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اوسہ' اودگیر اور قندھار پر قبضہ کر لیا۔ برید شاہ کے پاس صرف اس قدر ملک رہ گیا کہ اس کا سالانہ محصول صرف چار لاکھ طلائی ہون تھا۔ باقی سارا علاقہ نظام شاہی بادشاہ کے قبضے میں چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام کا حملہ

نظام شاہی فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی برید شاہی مقبوضات کی طرف توجہ کی اور صاحب خاں کے کہنے پر ۹۸۷ھ میں بیدر پر حملہ کر دیا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر پر سختیاں کرنی شروع کر دیں۔ برید شاہ نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ علی عادل شاہ نے جواب دیا فلاں فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہارے ملازم ہیں اگر تم انہیں میرے پاس بھیج دو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ برید شاہ نے مجبوراً علی عادل کی شرط منظور کر لی۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

اس کے بعد علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیے۔ نظام شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی ان دنوں چونکہ احمد نگر میں بھی فتنہ و فساد برپا تھا اس لیے نظام شاہ نے میرزا یادگار کو بیدر کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر واپس چلا آیا۔

علی عادل کا قتل

۹۸۸ھ (یہ واقعہ تفصیل سے علی عادل کے حالات میں لکھا جا چکا ہے) میں علی برید شاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے دونوں خواجہ سرا ملازموں کو علی عادل کی خدمت میں روانہ کر دیا یہ دونوں خواجہ سرا بہت غیرت مند تھے انہوں نے اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کی خاطر علی عادل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

علی برید کا انتقال

اسی زمانے میں علی برید نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس نے کل پینتالیس سال تک حکمرانی کی اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابراہیم عادل اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

علی برید کے جانشین

ابراہیم برید نے سات سال تک حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد عنان اقتدار قاسم برید کے ہاتھ آئی۔ قاسم نے تین سال تک حکومت کی اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو بوقت تخت نشینی چار سال کا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

۱۰۱۰ھ میں برید شاہی خاندان کے ایک فرد نے بادشاہ کو معزول کر کے شہر بدر کر دیا۔ بادشاہ فرار ہو کر محمد قلی قطب شاہ کے پاس بھاگ کر پہنچ گیا۔ اور امیر برید نے اپنی الگ حکومت قائم کر لی کتاب کی تالیف کے وقت جو ۱۰۱۸ھ ہے بیدر پر یہی حکمران تھا۔

مصنف کا اعتذار

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرماں رواؤں کا تذکرہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ ضعیف العمر اور کہن سال بزرگوں سے (جو ان بادشاہوں کے ہم عصر یا قریبی زمانے سے تعلق رکھتے تھے) جو کچھ سنا ہے وہ اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔ اگر قارئین کرام میں کسی کو ان بادشاہوں کے سال ہائے جلوس اور روزہائے وفات کے سنین معلوم ہوں یا واقعات کے بارے میں کچھ اور معلوم ہو تو اولین فرصت میں تحریر فرمائیں۔ تاکہ سنین اور واقعات کی تحقیق کی جائے۔ ناچیز مولف کتاب اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی ان کا ممنون رہے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین گجرات

besturdubooks.wordpress.com

فرحت الملک

فرحت الملک کی سپہ سالاری

تاریخ مبارک شاہی اور اسی قسم کی دوسری کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ دہلی سلطان فیروز شاہ نے فرحت الملک (جسے مفرح بھی کہتے ہیں) سپہ سالار مقرر کر کے گجرات کا صاحب اختیار حاکم بنایا تھا۔ سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد شاہ نے بھی فرحت الملک کو بحال رکھا۔

غیر مسلم نوازی

فرحت الملک کا ارادہ چونکہ بادشاہ دہلی کی مخالفت کرنے کا تھا اس لیے اس نے گجرات کے زمینداروں اور غیر مسلموں سے بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انہیں اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لیے وہ ایسی رسومات کو بھی مروج ہونے دیتا تھا جو اسلام کے خلاف تھیں۔

علماء کا عریضہ

فرحت الملک کے اس رویے سے گجرات کے تمام علماء و فضلاء اس سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے ۷۹۳ھ میں سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "فرحت الملک اس وقت ہوس پرستی میں مبتلا ہے' خود غرضی اور مطلب پرستی اس کا شیوہ ہے وہ غیر مسلموں اور ان کے مذہب کی اس قدر طرف داری کر رہا ہے کہ اس وقت سومنات مندر بت پرستوں کا ملجا و ماوی بنا ہوا ہے۔ اسلامی اصولوں اور احکامات کی پابندی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ مسجدوں میں کہیں نمازی نظر نہیں آتے اور منبر اماموں کی صورت دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضور سے التجا ہے کہ اسلام کی تقویت اور احکام شریعت کے نفاذ کے لیے جلد از جلد کوئی قدم اٹھایا جائے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات مقرر ہونا

یہ عریضہ پڑھ کر سلطان محمد شاہ کو بہت دکھ ہوا اور وہ گجرات میں دین اسلام کے احکام کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بہت غور و فکر کے بعد بادشاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہہ الملک کے سپرد کی۔ ۳ ربیع الثانی ۷۹۳ھ کو اعظم ہمایوں کو شاہی بارگاہ سے خلعت خاص عنایت ہوا۔ نیز چتر سفید اور سرخ بارگاہ (جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے) سے اسے نوازا گیا تاکہ ان کے مرتبے اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔

اعظم ہمایوں کی روانگی

اعظم ہمایوں نے اسی روز بادشاہ سے اجازت لی اور شہر کے باہر حوض خاص کے کنارے مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے روز سلطان محمد شاہ خود اعظم ہمایوں کو الوداع کہنے کے لیے گیا۔ اور پند و نصائح کی تلقین کرنے کے بعد روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مظفر گجراتی

پیدائش

سلطان مظفر شاہ کی پیدائش ۲۵ محرم ۷۴۳ھ کو بروز یک شنبہ دہلی میں ہوئی- اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شراب دار تھا اور اس عہدے سے ترقی کرتا ہوا درجہ امارت تک پہنچ گیا- اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے فرزندوں کے عہد میں بادشاہ کا معتمد علیہ رہا-

گجرات کی صوبہ داری

سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں ظفرخاں اپنی پرہیزگاری اور حسن سلوک کی وجہ سے بہت امین اور دیانت دار مشہور ہوا- جب گجرات کے عالموں کا عریضہ سلطان محمد شاہ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے ظفرخاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا-

عزت افزائی

وزیروں نے ظفرخاں کے تقرر کا فرمان لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی- بادشاہ نے خود اپنے قلم سے فرمان پر یہ الفاظ لکھے- "برادرم مجلس عالی خان معظم عادل یاذل مجاہد سعید الملت والدین، ظہیر الاسلام والمسلمین، عضد السلطنت عین الملکت قامع الکفرۃ والمشرکین، قاطع الفجرۃ والمتمردین، قطب سماء المعالی، نجم فلک الاعالی صفدر روز وغا تہمتن قلعہ کشاو کشور گیر و آصف تمیز ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیامن والسعادت صاحب امرائی و الکفایات ناشر العدل والاحسان دستور صاحب قرآن الغ قتلق اعظم ہمایوں ظفرخاں-

جشن مسرت

ظفرخاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا گجرات روانہ ہوا راستے میں اسے معلوم ہوا کہ تاتار خاں بن ظفرخاں کے گھر جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہوا تھا بیٹا پیدا ہوا ہے- ظفرخاں نے اس خوش خبری کو نیک فال سمجھا اور ایک عظیم الشان جشن مسرت کا انعقاد کیا- ظفرخاں نے اس خوشی کی وجہ سے اپنے امیروں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا-

ظفرخاں کا خط نظام مفرح کے نام

جب ظفرخاں ناگوار پہنچا تو کنبایت کے باشندے نظام مفرح کے مظالم کی شکایات لے کر ظفرخاں کی خدمت میں حاضر ہوئے- ظفرخاں نے ان لوگوں کو تسلی دی اور نظام مفرح کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا- "سلطان محمد شاہ کو یہ خبر ملی ہے کہ تم نے چند سال کا محصول سرکاری خزانے میں جمع کروانے کی بجائے اپنی ذات پر خرچ کیا- اس کے علاوہ ایک عرصے سے تم رعایا کو بھی نشانہ ستم بنا رہے ہو- یہ مظلوم لوگ کئی بار بادشاہ کی خدمت میں فریاد کر چکے ہیں- اب بادشاہ نے اس ملک کی حکومت اور یہاں کا انتظام میرے حوالے کیا ہے لہذا تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ محصول کی رقم جو تمہارے پاس موجود ہے جلد از جلد دہلی روانہ کر دو اور اس کے بعد خود بھی دہلی روانہ ہو جاؤ-

نظام مفرح کا جواب

اس خط کے جواب میں نظام مفرح نے ظفرخاں کے نام لکھا- "تم جہاں تک آ گئے ہو ٹھیک ہے' لیکن اس سے ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا- میں دہلی آ کر سارا حساب تمہارے سامنے رکھ دوں گا بشرطیکہ تم مجھے شاہی موکلوں کے سپرد کر دو- یہ جواب پا کر ظفرخاں کو نظام مفرح کی بغاوت و سرکشی کا پورا پورا یقین ہو گیا- اس کے بعد ظفرخاں باساول جو آج کل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے کی طرف چلا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

نظام مفرح کو پیغام

نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس علاقے کے غیر مسلموں سے سازباز کر کے دس بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر لیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوا۔ ظفر خاں نے لڑائی سے پہلے ایک قاصد نہروالہ (جسے آج کل پٹن کہتے ہیں) میں نظام مفرح کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اپنی قوت پر مغرور ہو کر اپنے آقا سے غداری کرنا تمہارے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے' غیر مسلموں اور گجراتیوں کی طاقت پر اعتماد نہ کرو یہ لوگ بہادروں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے۔ تمہارے لیے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو دہلی چلے جاؤ اور بادشاہ کے پاس زندگی بسر کرو۔ یا میرے پاس آکر گروہ امراء میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے علاوہ اگر تم نے کوئی راستہ اختیار کیا تو پھر تمام نتائج کی ذمہ داری تمہیں پر ہو گی۔

نظام مفرح کی بد بختی

نظام مفرح کی اقبال مندی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا' ادبار کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے تھے اس لیے وہ خود مختاری کے خواب دیکھنے میں منہمک تھا۔ اس نے ظفر خاں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور پیغام کے جواب میں بہت سی الٹی سیدھی باتیں کیں۔

جنگ کی تیاریاں

جب ظفر خاں نے یہ دیکھا کہ نظام مفرح کسی صورت سے راہ راست پر نہیں آتا تو مجبوراً اس نے بھی اپنا لشکر درست کرنا شروع کیا۔ اور شجاع و بہادر لشکریوں کے ہمراہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہروالہ کی طرف روانہ ہوا۔ نظام مفرح نے جب ظفر خاں کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی اپنے دس بارہ ہزار سپاہیوں کو لے کر نہروالہ سے آگے بڑھا۔

معرکہ آرائی اور ظفر خان کی فتح

موضع کانتھو میں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔ فریقین کا سامنا ہوا۔ ظفر خان اور نظام مفرح میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ظفر خاں کامیاب و کامران ہوا اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے نہروالہ کی طرف بھاگ گیا۔ ظفر خان بڑی شان و شوکت کے ہمراہ نہروالہ میں داخل ہوا اس نے اپنے عدل و انصاف سے رعایا کو بہت خوش کیا۔

کنبایت کا سفر

۷۹۵ھ میں ظفر خان کنبایت گیا۔ اس شہر میں زیادہ تر تاجر اور مسافر آباد تھے۔ ظفر خاں نے یہاں کے باشندوں کی تکالیف دور کیں اور حکام اور قاضی مقرر کر کے نہروالہ واپس آ گیا۔

ہندو راجہ کی تنبیہہ

۷۹۶ھ ظفر خاں کو معلوم ہوا کہ غیر مسلم راجہ جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع و فرماں بردار چلا آ رہا ہے اب سرکشی و بغاوت کی طرف مائل ہے۔ اس راجہ نے بیچارے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے شروع کر دیے تھے۔ ظفر خاں نے ایک زبردست لشکر کو ساتھ لے کر اس راجہ کی تنبیہہ کے لیے سفر اختیار کیا۔ راجہ کے ملک میں پہنچ کر ظفر خاں نے قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا طرفین میں چند زبردست لڑائیاں ہوئیں جن میں ہر بار اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

قتل و غارت گری اور قحط

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا اور اس نے ایدر کے آس پاس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مندروں کو مسمار کیا گیا اور غیر مسلموں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی اثناء میں قلعے میں

besturdubooks.wordpress.com

زبردست قحط پڑا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے بلیوں کو کھانے لگے۔

راجہ کی اطاعت و فرماں برداری

یہ صورت حال دیکھ کر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی بدکرداری پر بہت شرمندہ ہوا۔ اسے ظفر خاں کی اطاعت اور فرماں برداری کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہ آیا۔ راجہ نے اپنے بڑے بیٹے کو چند مخصوص درباریوں کے ساتھ بڑے قیمتی تحفے تحائف دے کر قلعے سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ راجہ نے ظفر خاں کو یہ پیغام دیا "اگر مجھ سے چند باتیں جناب کی مرضی کے خلاف سرزد ہو گئیں اور میں نے قلعے کی چابی روانہ کرنے میں تاخیر سے کام لیا تو اس کا سبب محض عزت اور دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے عزیزوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اگر آپ نے میرے قصور پر نظر کی تو میں مجرم ٹھہروں گا اور اگر اپنے کرم پر نگاہ ڈالی تو پھر میرے بے قصور ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔"

ملک راجہ کا فتنہ

ظفر خاں نے راجہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کے پیش کردہ تمام تحائف قبول کر کے قلعے کا محاصرہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد ظفر خاں نے سومنات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن اسے معلوم ہوا کہ سلاطین فاروقیہ کے جداعلی ملک راجہ المخاطب بہ عادل خاں نے ان دنوں بہت قوت فراہم کر لی ہے اور اپنی جاگیر کی حدود سے باہر نکل کر قلعہ لیز کو سر کر کے تمام خاندیش پر قبضہ کر لیا ہے۔ ظفر خاں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ملک عادل گجرات کے بعض پرگنوں سلطان پور اور ندربار وغیرہ پر بھی قبضہ کرنے کا خواہاں ہے۔

ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی

ظفر خاں نے ملک راجہ یعنی ملک عادل کے فتنے کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور سومنات پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ملک راجہ بہت ہی ذہین و عقل مند تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس میں ظفر خاں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے اس لیے وہ قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ملک راجہ اور ظفر میں صلح

ملک راجہ نے عالموں اور فاضلوں کی ایک جماعت کے توسط سے ظفر خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ اور علماء کا ایک گروہ ظفر خاں کے پاس بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا۔ ظفر خاں علم و فضل کا متوالا تھا دوسرے یہ کہ وہ خود گجرات پر حکومت کرنے کا خواہاں تھا۔ اس لیے اس نے ان علماء کی بہت عزت کی اور ان کے کہنے کے مطابق ملک راجہ سے صلح کر لی۔ فریقین نے ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجے۔ ظفر خاں نہروالہ میں واپس آ گیا اور اس سے گجراتیوں اور اہل برہان پور میں اتحاد و دوستی کا دور شروع ہو گیا۔

ملک راجہ کی عزت

ملک راجہ کا یہ دعوی تھا کہ وہ فاروقی نسل سے ہے۔ اس لیے ظفر خاں اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور خط و کتابت میں اس سے بڑی نیازمندی کا اظہار کرتا تھا اور اسے معزز و اعلی القابات سے یاد کیا کرتا تھا۔

جہرند کے نواح پر حملہ

۷۷۷ھ میں ظفر خاں نے جہرند کے نواح میں جو مغربی پٹن میں واقع ہے حملہ کیا۔ اس علاقے کے غیر مسلم بہت ہی سرکش تھے ظفر خاں ایک عرصے تک ان کی تباہی و بربادی میں مشغول رہا۔ اس ہنگامے میں مسلمانوں نے بہت سا مال اور دولت حاصل کی۔ اس کے علاوہ

besturdubooks.wordpress.com

ان گنت خوبصورت قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ جرند کے راجہ نے پریشان ہو کر ظفر خاں سے امان طلب کی بہت سے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔

سومنات پر حملہ

جرند سے دست بردار ہونے کے بعد ظفر خاں نے سومنات پر حملہ کیا بتوں کو توڑنے اور بت پرستوں کو پریشان کرنے میں ظفر خاں نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ ظفر خاں نے سومنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ شرعی عہدے داروں کو مقرر کیا' تھانے بنائے اور پھر پٹن واپس آ گیا۔

مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی

۷۹۸ھ میں مخبروں نے ظفر خاں کو اطلاع دی کہ مندل گور کے راجپوتوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر کے ان کو بہت پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ راجپوتوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے مسلمان زندگی سے عاجز ہیں اور ان میں سے اکثر جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مال گزاری ادا کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ

یہ اطلاعات ملتے ہی ظفر خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مندل گور پہنچ گیا۔ وہاں کا غیر مسلم راجہ مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اس لیے قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خان نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق نصب کر کے ہر روز راجپوتوں کو سنگسار کرنا شروع کر دیا لیکن قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ منجنیق سے کام نکلتا ہوا نظر نہ آیا تو ظفر خاں نے قلعے کے چاروں طرف ساباط کی تیاری کا حکم دیا۔ ساباط تیار ہوئی لیکن اس سے بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

مسلمانوں کی فتح

محاصرے کی طوالت کی وجہ سے ظفر خاں بہت پریشان ہوا۔ اتنے میں اسے غیبی امداد اس صورت میں پہنچی کہ قلعے میں طاعون کی وبا پھیل گئی' اہل قلعہ کے گروہ کے گروہ موت کی آغوش میں جانے لگے۔ رائے درگا نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے چند مقربین خاص کو ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ عورتیں اور بچے برہنہ سر حصار کے اوپر آ کر فریاد کرنے لگے اور ظفر خاں سے امان طلب کرنے لگے۔ ظفر خاں نے فوراً راجپوتوں کی درخواست منظور کر لی اور ان سے پیشکش وصول کر کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اجمیر روانہ ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی روح سے غیر مسلموں پر غالب آنے کی مدد طلب کی۔

غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں

ظفر خان نے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی جاری رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا وہ اجمیر سے جلوارہ اور بلوارہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان شہروں میں ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا عام رواج تھا۔ ظفر خاں نے ان شہروں کے باشندوں کو قتل کیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ مندروں کو مسمار کر دیا اور ان اطراف کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیے۔

خود مختاری

ظفر خاں نے پورے تین سال اس سفر میں گزارے اور غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ پٹن واپس آ گیا۔

"تاریخ الفی" میں مذکور ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد ظفر خاں نے خود مختار حکومت قائم کر لی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے آپ کو "مظفر شاہ" کے نام سے مشہور کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

تاتار خاں بن مظفر شاہ

۷۹۹ھ میں مظفر شاہ کے بیٹے کو (جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا) سلطان ناصرالدین کے عہد حکومت میں (جیسا کہ سلاطین دہلی کے حال میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے) سارنگ خاں نے معرکہ آرائی کر کے ملتان کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ تاتار خاں کے تیوروں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہے۔ محمود شاہ کے مطلق العنان وکیل ملو اقبال نے تاتار خاں کے دفیعہ کے لیے پانی پت کا رخ کیا۔

تاتار خاں گجرات میں

تاتار خاں نے ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک دوسرے راستے سے دہلی جا پہنچا۔ تاتار خاں دہلی کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا لیکن ملو اقبال نے پانی پت پر قبضہ کر کے بڑی شان و شوکت سے دہلی کا رخ کیا۔ تاتار خاں نے اس وقت بھی ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۸۰۰ھ میں گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنے باپ مظفر شاہ سے جا ملا۔

مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ

تاتار خاں نے مظفر شاہ کو دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی۔ مظفر شاہ اپنے بیٹے کے کہنے میں آ گیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ امیر تیمور کے نواسے میرزا پیر محمد نے ہندوستان میں داخل ہو کر ملتان پر قبضہ کر لیا ہے۔ مظفر شاہ نے اپنی عقل سے یہ اندازہ کر لیا کہ میرزا پیر محمد کا ہندوستان آنا امیر تیمور کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے دہلی پر حکومت کرنے کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔

ایدر پر حملہ

۸۰۱ھ میں مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو ساتھ لے کر قلعہ ایدر پر حملہ کیا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے اس نے قلعے کا محاصرے کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی مصیبتیں توڑنا شروع کر دیں۔ ایدر کے راجہ رنمل نے ظفر خاں کے مقابلے پر قطعاً طاقت کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ انتہائی عاجزی اور انکساری سے پیش آیا۔ اور اس نے قاصد بھیج کر ظفر خاں سے پیش کش کا وعدہ کیا چونکہ ان دنوں دہلی میں فتنوں اور فسادات کا بازار گرم تھا۔ اس لیے ظفر خاں نے پیشکش ہی کو بہت کچھ سمجھا اور ۸۰۱ھ میں رمضان کے مہینے میں پٹن واپس آ گیا۔

سومنات پر لشکر کشی

۸۰۴ھ میں مظفر شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ غیر مسلموں نے ہنگامہ و فساد برپا کر کے مسلمانوں کے تھانے تباہ و برباد کر دیئے ہیں اور حسب سابق اپنے بت خانوں میں بت پرستی شروع کر دی ہے۔ مظفر شاہ نے فوراً ایک زبردست لشکر سومنات کی طرف روانہ کیا اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ جس روز سومنات کے ہندوؤں اور ان کے راجہ نے دریا کے راستے سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اسی روز مظفر شاہ بھی دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

قلعہ دیب کی فتح

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ چاروں طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں' نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہندوؤں میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی اور وہ اپنے راجہ کے ساتھ قلعہ دیب میں پناہ گزین ہو گئے۔ مظفر شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا مسلمانوں کی تکبیروں اور توپوں کی گھن گرج نے قلعے کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا' مسلمانوں نے ایک ہی دن میں قلعے کو فتح کر لیا مظفر شاہ نے دشمن کے سپاہیوں کو

besturdubooks.wordpress.com

تہ تیغ کیا اور راجہ کو مع امراء کے ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیا۔ ہندوؤں کے بیوی بچوں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ اور ان کا تمام مال و اسباب اپنے قبضے میں کر لیا۔

سجدہ شکرانہ

اس عظیم الشان فتح کے بعد سلطان مظفر شاہ نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور ایک بہت بڑے مندر کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ نے اس علاقے کا انتظام اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود بہت سا مال غنیمت لے کر واپس پٹن آ گیا۔

دہلی پر حملے کا ارادہ

ایدر کی فتح کے بعد مظفر شاہ کی قوت اور شان و شوکت میں بے حد اضافہ ہوا۔ اس لیے اس نے دہلی پر لشکر کشی کر کے دارالسلطنت کو بھی اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا۔ مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو غیاث الدولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔

تاتار خاں کا انتقال

تاتار خاں اساول سے نکلا اور قصبہ سنور میں پہنچا وہاں وہ بیمار پڑ گیا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن شفا نہ ہوئی بلکہ بیماری بڑھتی گئی۔ اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ تاتار خاں کے انتقال کی خبر سن کر مظفر شاہ نے دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اساول واپس چلا آیا۔

تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت

تاتار خاں کی موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی۔ مظفر خاں چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اسے تاتار نے ایک قلعے میں قید کر دیا۔ تاتار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور خود سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

مظفر شاہ کی گرفتاری

اس کے بعد تاتار خاں نے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے آگے بڑھا۔ مظفر شاہ نے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اپنے بھائی شمس خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے ظلم و ستم کی داستان سنا کر اس سے مدد کی درخواست کی نیز اپنی رہائی اور محمد شاہ کو قتل کر دینے کے لیے کہا۔

شمس خاں کی رائے

شمس خان نے مظفر شاہ کو یہ جواب دیا۔ "محمد شاہ تمہارا بیٹا ہے تم اسے دل و جان سے زیادہ چاہتے ہو اگر میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی حرکت پر پشیمان ہو کر بعد میں میرے خلاف ہو جاؤ۔ اور مجھے اپنے ستم کا نشانہ بناؤ مناسب یہی ہے کہ تم اس معاملے میں اچھی طرح غور و فکر کر لو اور پھر کوئی فیصلہ کرو۔"

مظفر خاں کا جواب

مظفر شاہ نے شمس خان کو یہ جواب دیا "تم نے جو کچھ کہا ہے مجھے اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے محمد شاہ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ کسی بیٹے کو زیب نہیں دیتا ایسا ناخلف بیٹا! اس قسم کی حرکت سے خود بخود عاق ہو جاتا ہے اور فطری محبت اور باپ بیٹے کے تمام رشتے ختم ہو جاتے ہیں اس وقت تمہیں میرے بڑھاپے پر رحم کرنا چاہئے اور محمد شاہ جیسے ناخلف کو کڑی سزا دینی چاہئے۔ میری طرف سے تم کوئی

besturdubooks.wordpress.com

خیال اپنے دل میں نہ لاؤ میں بعد میں تم سے قطعاً کسی قسم کی باز پرس نہ کروں گا۔"

مظفر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی

شمس خاں کو اپنے بھائی مظفر شاہ کی حالت زار پر رحم آگیا اور اس نے محمد شاہ کو قصبہ سورکھ میں جو دہلی کے راستے میں واقع ہے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اور مظفر شاہ کو جلد از جلد شاہی مجلس میں لا کر تخت پر بٹھا دیا تمام شاہی ملازمین اور لشکری جو محمد شاہ کی بادشاہت سے آزردہ خاطر تھے اپنے قدیم آقا کو تخت شاہی پر جلوہ افروز دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

مظفر شاہ کا عزم حسن آباد

اسی اثناء میں حاکم مالوہ دلاور خاں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ ہوشنگ شاہ تخت پر بیٹھا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی کہ ہوشنگ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ مظفر شاہ نے بھی یہ خبر سنی اور ۸۱۰ھ میں بے حد ساز و سامان کے ساتھ حسن آباد دھار کی طرف روانہ ہوا۔

مالوہ پر قبضہ

ہوشنگ نوجوان تھا اس لیے جوشیلا بھی بہت تھا اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور گجراتیوں سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کر لیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ ہوشنگ نے شکست کھائی اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں بھی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا' وہاں کی حکومت اپنے بھائی نصرت خاں کے حوالے کر کے خود واپس اساول آگیا۔

ہوشنگ کی گرفتاری

مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے بھتیجے احمد شاہ کے حوالے کر کے یہ حکم دیا کہ ہوشنگ کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے۔ احمد شاہ نے فوراً مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ہوشنگ کا لکھا ہوا ایک عریضہ مظفر شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی چاہی گئی تھی اور رہائی کی درخواست کی گئی تھی۔ احمد شاہ نے بھی ہوشنگ کی رہائی کے لیے بادشاہ سے سفارش کی۔

رہائی اور بحالی

اس دوران میں یہ خبر ملی کہ مالوہ میں بغاوت ہو گئی ہے اور اہل شہر نے نصرت خاں کو دھار سے خارج البلد کر دیا ہے۔ احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا خیال کرتے ہوئے مظفر شاہ نے ہوشنگ کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد مظفر شاہ نے ہوشنگ کو چتر سفید اور سراپردہ سرخ عطا کر کے مالوہ اور مندو کا حکمران بنا دیا۔ ہوشنگ احمد شاہ کے ساتھ مالوہ روانہ ہوا۔ احمد شاہ نے بڑے امن و اطمینان سے ہوشنگ کو مالوہ کے تخت پر بٹھایا اور خود گجرات واپس آگیا۔

مظفر شاہ کا انتقال

مظفر شاہ ماہ صفر ۸۱۳ھ میں علیل ہوا اور اسی سال ربیع الثانی کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنے بھتیجے احمد شاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا کیونکہ وہ اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ قابل اور ذہین سمجھتا تھا۔ رحلت کے وقت مظفر شاہ کی عمر اکہتر سال تھی اس نے بیس سال حکمرانی کی۔ مرنے کے بعد لوگوں نے اسے "خدایگان کبیر" کے لقب سے یاد کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد گجراتی

احمد شاہ اپنے چچا کی وصیت کے مطابق گجرات کا حاکم ہوا۔ اس نے بڑی دیانتداری سے اور عدل و انصاف سے حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور اِس طرح رعایا کے دلوں کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر لیا۔

احمد آباد گجرات کی بناء

احمد شاہ کا سال پیدائش ۷۹۳ھ ہے نجومیوں نے اس کی ولادت کا زائچہ دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک ایسا نیک کام سرانجام دے گا کہ جس کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ یہ نیک کام مشہور شہر احمد آباد گجرات کی تعمیر ہے جو آج تک احمد شاہ کا نام اُونچا کیے ہوئے ہے۔

فیروز خاں کی بغاوت

۸۱۵ھ میں سلطان مظفر شاہ کے بیٹے فیروز خاں نے احمد شاہ کی تخت نشینی کی خبر سُن کر بغاوت و سرکشی کا ہنگامہ بپا کیا۔ مظفر شاہ کے کئی نامی گرامی امیروں مثلاً حسام الملک' ملک شیر' ملک کریم خسرو' جیون دیو اور بیاگداس کھتری وغیرہ نے فیروز خاں کا ساتھ دیا اور لشکر اور سامان جنگ جمع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوئے۔

احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد

مفسدوں اور ہنگامہ پروروں نے کنبایت کے حاکم امیر محمود ترک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے علاوہ سلطان مظفر شاہ کا دوسرا بیٹا ہیبت خاں بھی اپنا لشکر لے کر فیروز خاں کے پاس سورت کے نواح میں آگیا۔ ہیبت خاں کی تقلید میں سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر شاہ بھی جلد از جلد کنبایت پہنچ گئے۔ احمد شاہ کے تمام مخالفین دریائے نربدہ کے کنارے مقیم ہوئے اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ یہ سب لوگ تقریباً سات آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروج کی طرف روانہ ہوئے۔

سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست

فیروز خاں نے اپنے سر پر چتر شاہی لگایا بارگاہ سرخ تیار کروائی اور اس طرح اپنی شان و شوکت میں پہلے سے سوگنا اضافہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سلطان ہوشنگ کو ایک خط لکھا جس میں امداد و اعانت کی درخواست کی گئی تھی۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد دینے کا وعدہ کر لیا کہ کامیابی کے بعد فیروز خاں ہوشنگ کو ہر منزل کے معاوضے میں ایک کروڑ ٹنکے دے گا۔

زمینداروں کے لیے خلعت اور گھوڑے

بیاگداس اور جیون دیو کے مشورے کے مطابق فیروز خاں نے زمینداروں کے لیے بھی گھوڑے اور خلعت روانہ کیے اور ان کے نام کے فرمان جاری کر کے انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔

احمد شاہ کی دور اندیشی

سلطان احمد شاہ اگرچہ نوجوان اور ناتجربہ کار انسان تھا لیکن اس نے اس معاملے میں بڑی دور اندیشی اور عقل مندی سے کام لیا اور جنگ کرنے میں تعجیل نہ کی۔ اس نے پہلے تو اپنے چند مخصوص ملازمین کی معرفت فیروز خاں کے نام ایک نصیحت آمیز خط بھیجا لیکن جیون دیو اور بیاگ داس کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے فیروز خاں پر اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

بیاگ داس کا غرور اور تکبر

احمد شاہ نے جب دیکھا کہ سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس نے ادم بھکر کو اس مہم پر نامزد کیا۔ ایک زبردست جنگ کے بعد ادم بھکر کو شکست ہوئی۔ فیروز خانیوں کی اس فتح کا سہرا بیاگ داس کے سر بندھا اس وجہ سے اس کا دماغ عرش پر جا پہنچا اور وہ اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ و ارفع انسان سمجھنے لگا۔ دوسرے امیروں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام

اس ہنگامے میں فیروز خاں کے اکثر امیر اس سے علیحدہ ہو کر احمد شاہ سے مل گئے۔ احمد شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بھروچ روانہ ہوا۔ دشمن کے قرب و جوار میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک بار پھر فیروز خاں کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ ''سلطان مظفر شاہ نے اس ملک کی حکومت میرے سپرد کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری حکومت مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور رعایا ہر طرح سے میری مطیع و فرماں بردار ہے۔ تمہارے ارد گرد جو کمینے اور بدمعاش جمع ہو گئے ہیں تمہیں ان کی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی حرکات پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بغاوت کا انجام برا ہوتا ہے۔ سلطان مظفر شاہ نے تمہیں جو جاگیریں عنایت کی ہیں انہیں پر قناعت کرو۔

مجرموں کی معافی

فیروز خاں اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ قلعہ بروج میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ اس نے اور اس کے بھائیوں نے احمد شاہ کا پیغام سنا۔ فیروز خاں تو خاموش رہا البتہ اس کے بھائیوں کو سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے ہیبت خاں کو بھیج کر احمد شاہ سے معافی طلب کی۔ احمد شاہ نے ہیبت خاں کو شاہی عنایات سے سرفراز کر کے سب مجرموں کو عام معافی دے دی۔ اس کے بعد ہیبت خاں واپس قلعہ بروج میں گیا اور فیروز خاں، شیر خاں اور سعادت کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ احمد شاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

سلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی

احمد شاہ کا پٹن واپس جانے کا ارادہ تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ہوشنگ جو اپنے ملک سے فیروز خان کی مدد کے لیے روانہ ہوا تھا گجرات کی طرف آ رہا ہے۔ احمد شاہ نے پہلے تو عماد الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہوشنگ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور پھر خود بھی عماد الملک کے پیچھے پیچھے تجربہ کار سپاہیوں اور دیانتدار مصاحبوں کا ایک لشکر لے کر چل پڑا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ہوشنگ کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ کو جب فریق مخالف کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے ارادے پر سخت نادم ہوا اور واپس اپنے ملک چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ بھی واپس اپنے شہر اساول میں آ گیا۔

احمد آباد کی تعمیر

۸۱۵ھ میں سلطان احمد شاہ نے شیخ احمد ''کھٹو'' کے مشورے سے دریائے سابرمتی کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام ''احمد آباد'' رکھا۔ تھوڑے سے عرصے ہی میں یہ شہر آباد ہو گیا اور سلاطین گجرات نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا سابق پایہ تخت اساول احمد آباد کا ایک قصبہ بنا دیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عمارات و بازار

اگرچہ احمد آباد میں بادشاہوں اور امراء وغیرہ کے محلات و مکانات پختہ ہیں۔ لیکن عام لوگوں کی رہائش گاہیں مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔ شہر کے اس حصے میں جو دربار شاہی سے متصل ہے تین بڑے بڑے پختہ ایوان تعمیر کئے گئے انہیں گچ اور چونا سے مستحکم کر کے "ترپولیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس شہر کا بازار بہت وسیع ہے اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بازار میں بیک وقت دس چھکڑے پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں بازار کی تمام دکانیں پختہ ہیں۔

دنیا کا خوبصورت ترین شہر

شہر میں ایک قلعہ اور ایک جامع مسجد بھی ہے شہر سے باہر تین سو سات پورے آباد ہیں۔ ہر پورے میں ایک مسجد اور ایک بازار ہے احمد آباد کو آبادی اور دوسری خصوصیات کی بنا پر کل ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ ساری دنیا کا خوبصورت ترین شہر کہا جا سکتا ہے۔

فیروز خاں کا نیا ہنگامہ

فیروز خاں بن مظفر شاہ اور اس کے ساتھیوں نے اپنی جاگیروں پر پہنچنے کے بعد ۸۱۵ھ میں ایک بار پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علائی بدر نامی ایک امیر جو سلطان مظفر شاہ کا ایک قریبی عزیز تھا اس ہنگامے میں سب سے آگے آگے تھا۔ ان مفسدوں نے ایدر کے راجہ رنمل کو جو پانچ ہزار سواروں کا مالک تھا قلعہ ایدر عطا کرنے کا لالچ دے کر اپنا رفیق کار بنا لیا۔

احمد شاہ کا عزم مہراسہ

مہراسہ کے جاگیردار سید ابراہیم المخاطب بہ رکن خاں نے بھی فیروز خاں کا ساتھ دیا اور اس طرح فیروز خاں کے پاس ایک اچھا خاصہ لشکر جمع ہو گیا۔ احمد شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے لشکر جمع کر کے مہراسہ کا رخ کیا۔ راستے میں رکن خاں کی ترغیب سے فتح خاں نے بھی بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فیروز خاں سے جا ملا۔ فیروز خاں نے ملک علائی بدر اور رکن خاں کو مہراسہ کے قلعے میں چھوڑا اور خود راجہ رنمل کے ساتھ رنگ پور میں (جو مہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام پذیر ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

سلطان احمد شاہ نے اپنے پرانے طریقے پر عمل کیا اور باغیوں کے قریب پہنچ کر علماء فضلاء کے ایک گروہ کو ملک علائی بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا۔ ان علماء نے باغیوں کو بغاوت کے نقصانات سے آگاہ کیا اور امن چین سے رہنے کی تلقین کی۔ باغیوں نے علماء کی نصیحت کو قابل اعتناء نہ سمجھا اور ضد پر اڑے رہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ نے اپنے لشکر کو درست کیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنے لشکر کے ایک چنیدہ حصے کو ملک علائی بدر کی مدد کے لیے روانہ کیا اور اسے جنگ کرنے کے لیے اکسایا۔

احمد شاہ کا رعب

ملک علائی بدر، رکن خاں، سیف خاں اور آنکس خاں نے قلعے کو اپنی فوجوں سے مستحکم کیا اور سلطان احمد شاہ سے لڑنے کے لیے باہر نکلے اس سے پہلے کہ کشت و خون کا بازار گرم ہوتا باغیوں پر سلطان احمد شاہ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ حواس باختہ ہو کر واپس قلعے کے اندر بھاگ گئے۔

باغیوں کی مکاری

احمد شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور چند مرتبہ اپنے قاصدوں کو اہل قلعہ کے پاس بھیج کر صلح کی نصیحت کی۔ ملک علائی بدر آنکس خاں

besturdubooks.wordpress.com

نے ریاکاری اور چالاکی سے یہ جواب دیا کہ "اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر ہم سے عہد و پیمان کریں تو ہم لوگ مطمئن ہو کر قلعے سے باہر نکل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سلطان احمد شاہ ان مکاروں کی مکاری میں آگیا اور اس نے اپنے نامی گرامی امراء خاں اعظم اژدر خاں' ملک اشرف' عزیز الملک نور بیگ میمنہ' نظام الملک اور سعد الملک' نور بیگ میسرہ وغیرہ کو قلعہ کے قریب روانہ کیا اور ان سے اتنا کہہ دیا کسی حالت میں بھی ملک بدر کے فریب سے غافل نہ ہوں اور قلعے کے اندر نہ جائیں۔

صلح کی بات چیت

سلطان احمد شاہ کے امراء جب قلعے کے قریب پہنچے تو ملک بدر' اور آنکس خاں حصار کے اوپر سامنے آئے اور انہوں نے فیروز خاں کی طرف سے گفتگو شروع کی۔ باغیوں نے بڑے ملائم اور شائستہ انداز سے بات چیت شروع کی لیکن ان لوگوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ احمد شاہی امراء کو گرفتار کرنا مشکل ہے لہذا وہ حصار سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر آئے۔ احمد شاہی امراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے وہ بھی اسی عالم میں باغیوں کے پاس پہنچے فریقین میں بات چیت شروع ہو گئی۔

نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری

اسی دوران میں باغیوں کے وہ آدمی جو کمین گاہ میں چھپے تھے باہر نکلے اور احمد شاہی امراء پر حملہ آور ہوئے۔ اژدر خاں اور عزیز الملک نے فوراً اپنے گھوڑوں کو بھگایا اور جلد از جلد سلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن نظام الملک اور سعد الملک اپنا تحفظ نہ کر سکے اور انہیں باغیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ قلعے میں لے گئے ان دونوں احمد شاہی امیروں نے قلعے میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے کہا۔ "اگرچہ ہم دشمن کی مکاری کے دام میں آگئے ہیں لیکن بادشاہ ہمارا کچھ خیال نہ کرے اور جلد از جلد قلعہ پر حملہ کر دے ہمیں یقین ہے کہ شاہی اقبال سے یہ قلعہ بہت جلد فتح ہو جائے گا۔"

قلعہ مہراسہ کی فتح

سلطان احمد شاہ نے اسی وقت حملہ کیا اور ایک ہی روز میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین روز میں) قلعے کو فتح کر لیا۔ ملک بدر آنکس خاں مارے گئے۔ اور نظام الملک اور سعد الملک صحیح و سلامت سلطان احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض تواریخ میں اس فتح کی تفصیلات دوسرے انداز سے مرقوم کی گئی ہیں لیکن ہم نے طوالت کے خوف سے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

فیروز خاں کا قتل

راجہ رنمل اور فیروز خاں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ رنمل نے فیروز خاں کو مغلوب کر کے اس کے تمام ہاتھی گھوڑے اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ سامان سلطان احمد شاہ کی خدمت میں بطور اظہار خلوص بھجوا دیا۔ فیروز خاں ناگور کی طرف بھاگ گیا جہاں اسے حاکم ناگور نے قتل کر دیا۔

جلوارہ پر لشکر کشی اور چند امراء کی بغاوت

سلطان احمد شاہ نے ۸۱۶ھ میں راجہ جلوارہ پر حملہ کیا راجہ نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ احمد سرگنجی اور ملک شہر بن شیخ ملک جو مظفر شاہ کے نامی گرامی امیر تھے ان دوسرے احمد شاہی امراء سے جو صاحب اقتدار تھے حسد کرتے تھے۔ جب احمد شاہ نے جلوارہ پر لشکر کشی کی تو احمد سرگنجی وغیرہ کو کھیل کھیلنے کا موقع ملا اور انہوں نے علم بغاوت بلند کیا شورش پسندوں کی ایک جماعت باغیوں کی رفیق کار بنی اور ان سب لوگوں نے گجرات کے اکثر شہروں کو تباہ و برباد کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ہوشنگ کا عزم گجرات

ہوشنگ آباد کو جب راجہ جلوہ کا پیغام ملا تو ساتھ ہی اسے گجرات کے امراء کی بغاوت کا حال معلوم ہوا اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے ایک زبردست لشکر کے ہمراہ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں پہنچ کر اس نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

احمد شاہ کا اقدام

سلطان احمد شاہ کو جب ہوشنگ کی فتنہ پردازی کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً جلوارہ کی مہم کو ملتوی کر دیا اور بڑی شان و شوکت سے واپس آیا۔ سلطان نے خود تو چینا کے قریب قیام کیا اور عماد الملک سمرقندی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے دفعیے کے لیے روانہ کیا۔ نیز اپنے چھوٹے بھائی لطیف خاں کو نظام الملک کی اتالیقی میں شہبہ ملک' احمد سرنگجی اور دوسرے باغی امیروں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔

ہوشنگ کا فرار

ہوشنگ شاہ گجراتیوں کی جنگ جوئی سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ مظفر شاہ کے عہد میں وہ ان سے زور آزمائی کر چکا تھا اسے جب عماد الملک کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بھاگ نکلا اور دھار جا پہنچا۔

باغیوں کی شکست

شہزادہ لطیف خاں نے ملک شہبہ اور احمد سرنگجی سے مقابلہ کیا جو اپنی نفسیاتی خواہشات کی وجہ سے بادشاہ کے خلاف ہو گئے تھے۔ شہزادہ لطیف نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ ملک شہبہ اور احمد سرنگجی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ شہزادہ لطیف اور نظام الملک نے ان کا تعاقب کیا اور پہلی ہی منزل پر ان دونوں کا تمام ساز و سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ملک شہبہ دشمن کے تعاقب سے بہت زیادہ پریشان ہوا اور آخر کار اس نے دشمن کے لشکر پر شب خون مارا اسے کامیابی نہ ہوئی اس لیے فرار ہو کر راجہ کرنال کے پاس پناہ گزین ہوا۔ احمد شاہ کامیاب و کامران اپنے پایہ تخت میں واپس آیا۔

احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال

سلطان احمد شاہ نے کوہ کرنال کی بڑی تعریفیں سنی تھیں یہاں کا حاکم ایک غیر مسلم راجہ تھا جو کبھی مسلمانوں کا مطیع نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے سیر و تفریح کے بہانے سے لشکر تیار کیا اور کرنال کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ جب کوہ کرنال کے علاقے میں داخل ہوا تو یہاں کے راجہ نے راستے میں چند مرتبہ احمد شاہ کا مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت

آخری مرتبہ شکست کھا کر راجہ اپنے ایک قلعے میں جسے آج کل جوناگڑھ کہا جاتا ہے پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں کے لشکر نے قلعے کے نیچے پہنچ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ محاصرے کی سختی کی تاب نہ لا سکے اور سخت پریشان ہوئے۔ جب راجہ نے کوئی راہ نجات نہ دیکھی تو اس نے مجبوراً سالانہ محصول اور لگان ادا کرنے کے وعدے سے سلطان احمد شاہ سے صلح کر لی۔ احمد شاہ نے اپنے دو نامی گرامی امراء سید ابوالخیر اور سید ابوالقاسم کو جو حقیقی بھائی تھے محصول وصول کرنے کے لیے وہیں چھوڑا اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سید پور کے مندر کی تباہی

واپسی پر راستے میں سلطان احمد شاہ نے سید پور کے مندر کو مسمار کیا۔ اس مندر میں بہت سی دولت اور بے شمار زر و جواہر تھے یہ سب کچھ سلطان احمد شاہ نے اپنے قبضے میں کر کے غرباء میں تقسیم کر دیا۔

نواح گجرات کے غیر مسلموں کی سرکوبی

اسی سال بادشاہ نے ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے مشہور تھا نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی و سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ تاج الملک نے پوری توجہ اور انہماک سے باغیوں کو درست کیا اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کیا بہت سے غیر مسلم اس مہم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غیر مسلموں سے جنگ

بادشاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لیے ۸۱۹ھ میں ناگور تک کا سفر اختیار کیا۔ دوران سفر میں بادشاہ یہ معلوم کرتا جاتا تھا کہ غیر مسلموں کے مندر اور عبادت گاہیں کہاں کہاں ہیں۔ جب کسی ایسی عمارت کا سراغ ملتا تو بادشاہ فوراً وہاں پہنچ جاتا اور عمارت کو مسمار کر کے تمام زر و جواہر اور دولت اپنے قبضے میں کر لیتا۔

ناگور کا محاصرہ

ناگور پہنچ کر سلطان احمد شاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ دہلی کے حاکم نصرت خاں نے بھی اس طرف کا رخ کیا۔ جب وہ بہت قریب پہنچ گیا تو سلطان احمد شاہ نے ناگور کا محاصرہ اٹھا لیا اور مالوہ کے راستے سے احمد نگر واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار

یہ اکثر ہوا کرتا تھا کہ اسیر کا حاکم ملک نصیر اور مالوہ کا حاکم سلطان ہوشنگ دونوں ہی سلطان احمد شاہ سے دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندربار کو تباہ و برباد کیا کرتے تھے اور یہاں کی رعایا کو طرح طرح کی تکالیف و مصائب میں مبتلا کیا کرتے تھے۔ سلطان احمد شاہ اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے ۸۲۱ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔

ملک نصیر کا فرار

سلطان احمد شاہ نے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ایک زبردست لشکر قلعہ تنبول پر متعین کیا جو گجرات دکن اور خاندیش کی سرحد پر واقع ہے۔ بادشاہ جب ندربار کے قریب پہنچا تو ملک نصیر خوف سے بھاگ کر اسیر کی طرف چلا گیا۔ جو لشکر قلعہ تنبول پر متعین ہوا تھا اس نے وہاں کے راجہ کو تسلی دی اور اسے ساتھ لے کر احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت

انہیں دنوں برسات کا موسم شروع ہو گیا اس لیے بادشاہ نے احمد آباد واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ راجہ چینا نیز مندل اور ناودت نے سلطان ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شتر سوار ناگور سے ندربار آیا اور اس نے فیروز خاں بن شمس خاں دندانی کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اس عریضے کا مضمون یہ تھا۔

فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ

"سلطان ہوشنگ نے یہ دیکھ کر کہ حضور اس وقت اپنے ملک سے بہت دور ہیں گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس مقصد سے وہ اس طرف آ رہا ہے وہ اپنی خام خیالی کی بناء پر یہ سمجھتا ہے کہ حضور کی ذات سے مجھے عقیدت نہیں ہے اس لیے اس نے مجھے اس

besturdubooks.wordpress.com

مضمون کا ایک خط لکھا ہے کہ گجرات کے زمینداروں نے ہوشنگ کو عریضے بھیج کر گجرات کا سفر اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہوشنگ نے لکھا ہے کہ وہ خود سفر کے لیے تیار ہے اور مجھے بھی مستعد رہنے کو کہا ہے میری مدد طلب کی ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ گجرات کو فتح کرنے کے بعد وہ نہروالہ کی حکومت میرے حوالے کر دے گا۔ چونکہ حضور میرے قبلہ و کعبہ ہیں اور آپ کے خلاف کچھ کرنا میری وضع داری کے خلاف ہے اس لیے تمام حقائق سے آپ کو باخبر کر رہا ہوں تاکہ آپ کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔

ہوشنگ کے فتنے کا سدباب

سلطان احمد شاہ نے برسات کے موسم کی تکالیف کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس علاقے کا سفر اختیار کیا اور دریائے زبدہ کو پار کر کے مہندری میں قیام پذیر ہوا۔ احمد شاہ نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لیا اور حملہ کر دیا' ایک ہفتے کے عرصے میں وہ مہراسہ پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ نے جو احمد شاہ کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بے نیل و مرام اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے فوج جمع کرنے کے لیے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا۔

ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ

سورت کے راجہ نے یہ خبریں سنیں اور اس نے اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر کے مقررہ محصول ادا کرنے میں حیل و حجت شروع کر دی اور اس طرح راجہ نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا۔ ملک نصیر نے بھی موقع پا کر یہ ارادہ کیا کہ تھالیز کا قلعہ اپنے بھائی ملک افتخار کے قبضے سے نکال لے۔ اس سلسلے میں ہوشنگ نے ملک نصیر کی مدد کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو ایک لشکر کے ساتھ سلطان پور بھیجا۔ غزنین خاں سلطان پور کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ سلطان پور کا صوبہ دار ملک احمد قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان احمد شاہ کے پاس مفسدوں کی شکایت سے بھرے ہوئے خطوط بھیجے۔

محصول کی وصولی

سلطان احمد شاہ نے مہراسہ سے راجہ سورت کی سرزنش کے لیے ملک محمود ترک کی سرکردگی میں ایک زبردست لشکر روانہ کیا تاکہ یہ لشکر سورت پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے اور راجہ سے مقررہ محصول وصول کرے۔ ملک نصیر اور غزنین خاں کی سرکوبی کے لیے مخلص الملک اور دیگر نامور امراء کو روانہ کیا گیا ان امیروں نے دوران سفر میں نادوت پر حملہ کر کے یہاں کے راجہ سے پیش کش حاصل کی۔

ملک نصیر کے قصور کی معافی

جب یہ امیر سلطان پور پہنچے تو ملک نصیر تھالیز میں پناہ گزین ہو گیا۔ وہاں غزنین خاں نے اس کی مخالفت کی ملک نصیر نے پریشان ہو کر اپنے چند خاص ساتھیوں کو سلطان احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ کئی بار سلطان احمد شاہ کے پاس آئے اور آخر کار بادشاہ نے ملک نصیر کا قصور معاف کر دیا اور اسے نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے خود احمد آباد واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ

سلطان احمد شاہ نے ۸۲۲ھ میں گجرات میں نظام الملک کو اپنا قائم مقام بنایا اور اسے راجہ مندل کی سرزنش کے لیے نامزد کیا اس کے بعد مہراسہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے سلطان ہوشنگ نے بھی قدم بڑھایا اور کالبادہ میں ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے لگوا کر قیام کیا۔ اس نے اپنی پشت پر ایک دیوار کھڑی کروائی اور سامنے کی طرف بڑے بڑے درختوں کو کٹوا کر نصب کیا اور اس طرح سامنے کا راستہ بند کروا دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان ہوشنگ کی شکست

سلطان احمد شاہ ایک وسیع جنگل میں قیام پذیر ہوا اور اپنی فوج کو مرتب کرنے میں مصروف ہوا۔ اس نے میمنہ پر احمد ترک میسرہ پر ملک فرید اور عماد الملک سمرقندی کے سپرد کیا۔ الغرض دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور سپاہی جوش سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی سلطان ہوشنگ کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ مندو کی طرف بھاگ نکلا۔

تعاقب

سلطان احمد شاہ نے بڑی کامیابی سے دشمن کا تعاقب کیا۔ ہوشنگ بے تحاشا بھاگتا چلا گیا اس کا بہت سا سامان گجراتیوں کے ہاتھ لگا اور گجرات کا ہر چھوٹا بڑا دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند ہو گیا۔ مندو کے نواح میں ہر طرح کے درخت پائے جاتے تھے گجراتیوں نے ان تمام درختوں کو اکھاڑ پھینکا اور تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ الامان والحفیظ۔

احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن

چونکہ بارشیں شروع ہو گئی تھیں اس لیے سلطان احمد شاہ' احمد آباد کی طرف واپس ہوا۔ راستے میں اس نے نادوت وغیرہ باغی ریاستوں کو تنبیہہ کی اور کامیاب و کامران احمد آباد پہنچا۔ یہاں اس نے ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا اور امراء فقراء اور سادات وغیرہ کو دولت سے مالا مال کیا' ہر سپاہی کو جس نے میدان جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کیا تھا خاص نوازشات سے سرفراز کیا۔

مالوہ کی بربادی

اس سال کے آواخر میں سلطان احمد شاہ نے سوانگرہ کا قلعہ تعمیر کیا اور مسجد کی بنیاد ڈالی اس کے بعد بادشاہ اندرودان کی طرف روانہ ہوا مالوہ کو تباہ و برباد کرنے کا حکم دیا۔ سلطان ہوشنگ نے فوراً اپنے قاصد احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیے اور صلح کی بات چیت کی احمد شاہ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور اپنے ملک کو واپس ہوا۔ راستے میں اس نے ایک بار پھر چنانیر کی ریاست کو تباہ و برباد کیا۔

چنانیر پر لشکر کشی

۸۲۳ھ میں سلطان احمد شاہ نے چنانیر کو فتح کرنے کے ارادے احمد آباد سے قدم باہر نکالا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر بادشاہ نے چنانیر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کی شدت کی وجہ سے چنانیر کا راجہ پریشان ہو گیا۔ اور اس نے سلطان احمد شاہ کی اطاعت اور ہر سال پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ

سلطان ہوشنگ نے اپنی عاقبت نااندیشی سے سلطان احمد شاہ کو پھر ناراض کر دیا۔ احمد شاہ نے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور ۸۲۸ھ میں مالوہ پر حملہ کر دیا اور قلعہ مندو کے نیچے پہنچ گیا اور سارنگ پور کے دروازے کے رخ پر قیام کیا۔ سلطان احمد شاہ نے پوری توجہ اور انہماک سے قلعے کا محاصرہ کیا اور اپنے امیروں میں مورچل تقسیم کیے۔ سلطان ہوشنگ قلعے کی مضبوطی اور استحکام سے پوری طرح مطمئن تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسا کار مردانہ انجام دے کہ اس کی یاد ایک عرصے تک لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے۔

ہوشنگ کی جاج نگر کو روانگی اور واپسی

سلطان ہوشنگ نے اپنے پایہ تخت کو اپنے ایک قابل اور ذہین امیر کے سپرد کیا۔ اور خود چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ ناگوری دروازے سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کو گرفتار کرنے کے لیے جاج نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوشنگ جاج نگر پہنچا جیسا کہ مناسب موقع پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے چھ ماہ کے بعد وہ بہت سے قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے واپس مندو میں آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

موقع پا کر قلعے سے باہر نکلا اور اس نے سلطان احمد شاہ کا تعاقب کیا۔ دونوں میں پھر ایک بار جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بھی احمد شاہ ہی کو فتح نصیب ہوئی اور جاج نگر کے وہ ہاتھی جنہیں ہوشنگ بہت عزیز رکھتا تھا احمد شاہ کے قبضے میں آئے۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان احمد شاہ کامیاب و کامران احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کینو" کی بہت عزت و توقیر کی کہ جنھوں نے اس فتح کی بشارت دی تھی۔ ان گنت گجراتی شیخ صاحب کے معتقد ہوئے۔ اس سفر میں چونکہ لشکر گجرات نے بہت زیادہ محنت کی تھی اور بے شمار مصیبتوں کا سامنا کیا تھا اس لیے سلطان احمد شاہ نے چند برس امن و اطمینان سے گزارے اور کسی ملک پر لشکر کشی نہ کی۔

شہر احمد نگر کی تعمیر

۸۲۹ھ میں سلطان احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا سفر اختیار کیا اور دریائے سابرمتی کے کنارے قیام کر کے ایک نیا شہر آباد کیا جس کا نام "احمد نگر" رکھا گیا۔ اس شہر کے پہلو میں بادشاہ نے ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس علاقے کے مختلف شہروں میں اپنی فوجیں بھیج کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ ساز و سامان لوٹا گیا اور جو باشندہ نظر آیا اسے تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ قلعہ احمد نگر کے بعد سلطان احمد شاہ ایدر پہنچ گیا۔

قلعہ ایدر کی فتح

سلطان احمد شاہ نے ایک ہی روز میں نہ صرف قلعہ ایدر کو (جسے سلطان مظفر شاہ نے بھی فتح کیا تھا) بلکہ تین اور قلعوں کو بھی فتح کیا۔ راجہ ایدر بیجا نگر کے جنگلوں میں روپوش ہو گیا اور سلطان احمد شاہ کامران واپس آیا۔

ایدر پر دوبارہ لشکر کشی

۸۳۰ھ میں احمد نگر کا شہر اور قلعہ پوری طرح مکمل و آباد ہو گئے۔ احمد شاہ نے دوبارہ ایدر کا رخ کیا ایدر کے راجہ مسمی پونجا رائے نے اپنے بزرگوں کا جمع کیا ہوا خزانہ صرف کر کے لشکر میں بے حد اضافہ کیا اور احمد شاہ سے نجات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار وہ مجبور ہو کر اپنے ملک کی حدود سے باہر چلا گیا اور ادھر ادھر گھومنا شروع کر دیا۔
راجہ پونجا نے ۵ جمادی الاول ۸۳۱ھ کو گجراتیوں کی ایک جماعت پر جو غلہ فراہم کرنے کو نکلی تھی حملہ کر دیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ کامیابی ہوئی تو اتنی کہ گجراتیوں کا نامی ہاتھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیتا گیا۔

راجہ ایدر کی ہلاکت

گجراتیوں کو جب راجہ پونجا کی اس ناشائستہ حرکت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور پہاڑی علاقے میں ایک تنگ مقام پر اس کو جا پکڑا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی راجہ نے گجراتیوں کا جو ہاتھی گرفتار کیا تھا اس کا فیل بان بہت ہی ذی عقل اور ہوشیار تھا اس نے موقع پا کر اپنے ہاتھی کو راجہ کے گھوڑے پر چڑھا دیا۔ راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گر پڑا راجہ اور گھوڑا دونوں ہلاک ہو گئے فیل بان نے ہاتھی کو گجراتیوں کے لشکر میں پہنچا دیا اور راجہ کی فوج پریشان ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی اور کسی نے راجہ کی لاش کی طرف توجہ نہ دی۔

راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت

ایک روز کوئی شخص راجہ پونجا کی لاش کے قریب سے گزرا اس نے راجہ کو پہچان لیا اور اس کا سر کاٹ کر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں لے آیا۔ بادشاہ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ سر واقعی راجہ کا ہے یا نہیں چند آدمیوں کو یہ سر دکھایا اور ان سے شناخت کے لیے

besturdubooks.wordpress.com

کہا لیکن کسی نے نہ پہچانا آخر ایک ایسا آدمی آیا جو پہلے راجہ کا ملازم تھا اس نے راجہ کا سر دیکھتے ہی پہلے تو ادب و احترام سے اپنا سر جھکا کر سلام کیا اور پھر سلطان احمد شاہ سے کہا کہ "ہاں یہ راجہ ہی کا سر ہے۔" بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری کی ادا بہت بھائی اور اسے انعام واکرام سے مالا مال کیا۔

وہیراؤ کی اطاعت

دوسرے روز سلطان احمد شاہ ایدر کی طرف روانہ ہوا اور بیل نگر میں ایک زبردست فوج بھیج کر اس کے نواح میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ پونجا کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا وہیراؤ باپ کا جانشین مقرر ہوا تھا اس نے سلطان احمد شاہ کے سامنے بڑی عاجزی و انکساری کا اظہار کیا۔ اور ہر سال تین لاکھ نقرئی تنکے احمد شاہی خزانہ میں جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ احمد شاہ نے وعدے پر اس سے صلح کر لی۔ بادشاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت گنگوارہ کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

ایدر پر ایک اور حملہ

۸۳۲ھ میں سلطان احمد شاہ نے ایدر پر ایک بار پھر حملہ کیا اور ۲۶ صفر کو وہاں کا ایک مشہور قلعہ فتح کر کے حصار میں داخل ہوا۔ اور وہاں ایک مسجد تعمیر کر کے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

حاکم جھالودہ برہان پور میں

۸۳۳ھ میں جھالودہ کے حاکم کانہارائے کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ نے ایدر کے تمام معاملات طے کرنے کے بعد دوسرے زمینداروں کی طرف توجہ کی ہے۔ یہ سنتے ہی راجہ کانہا تمام مال و اسباب لے کر جالودہ کے باہر نکل گیا جب یہ خبر احمد آباد پہنچی تو احمد شاہ نے ایک لشکر راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا بڑی مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا راجہ کانہا برہان پور اسیر پہنچا اور اس نے نصیر خاں کی خدمت میں دو ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے۔ ان دنوں برہان پور کا حاکم سلاطین دکن کی دوستی کی وجہ سے بے حد مغرور ہو رہا تھا اس نے سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے راجہ کانہا کو اپنے ملک میں جگہ دے دی۔

راجہ کانہا بہمنی دربار میں

کچھ دنوں کے بعد راجہ کانہا نصیر خاں کے مشورے سے اس کا سفارش نامہ لے کر سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار میں حاضر ہوا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ فرمانروائے دکن نے راجہ کی مدد کے لیے ایک لشکر نامہ نامزد کیا تا کہ یہ لشکر سلطان پور ندربار تک کے علاقے کو برباد و تاراج کرے۔

دکنی لشکریوں کی شکست

احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے محمد شاہ کو اس مہم پر نامزد کیا۔ سپہ سالار مقرب الملک اور دوسرے فوجی سردار سید ابوالخیر، سید ابوالقاسم، سید عالم اور افتخار الملک وغیرہ شہزادہ محمد شاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں گجراتیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ان گنت دکنی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے جو بچے انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور دولت آباد میں پناہ گزین ہوئے۔

نیا دکنی لشکر

سلطان احمد شاہ بہمنی کو اپنے لشکر کی شکست کی خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹوں شہزادہ علاؤ الدین اور خان جہاں کو گجراتی محمد شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ احمد شاہ بہمنی نے ایک لشکر جرار کے ہمراہ مشہور امیر قدر خاں دکنی کو بھی شہزادہ علاؤ الدین کے ساتھ کیا۔ شہزادہ علاؤ الدین قدر خاں دکنی کے مشورے سے سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دولت آباد کے نواح میں جا پہنچا۔ اس جگہ نصیر خاں (جو شہزادہ

besturdubooks.wordpress.com

کا خسر تھا) حاکم برہان پور' راجہ کانہا کو ساتھ لے کر شہزادہ سے آملا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

دکنیوں کو اس تازہ مدد کے پہنچنے سے بڑی تقویت ہوئی اور وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد درہ مانک پونج پر دکنیوں کا شہزادہ محمد شاہ سے سامنا ہوا۔ طرفین میں خون ریز جنگ چھڑ گئی نوبت یہاں تک پہنچی کر فریقین کے سپہ سالار قدر خاں دکنی اور مقرب خاں ملک ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ گجراتی سپہ سالار غالب آیا اور قدر خاں دکنی ہلاک ہوا۔

دکنی لشکر کی دوسری شکست

افتخار الملک نے شہزادہ علاؤ الدین کے لشکر خاصہ پر حملہ کر کے چند ہاتھیوں کو گرفتار کیا اور دشمن کے سپاہیوں کو پراگندہ کر دیا۔ اس حملے کے بعد دکنی شہزادے میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کی ہمت نہ رہی وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔ شہزادہ علاؤ الدین دولت آباد میں پناہ گزین ہوا' راجہ کانہا اور نصیر فاروقی خاندیش چلے گئے شہزادہ محمد شاہ اپنے ملک میں واپس آگیا۔

مہائم پر اہل دکن کا قبضہ

اسی سال قطب نامی ایک گجراتی امیر نے جو جزیرہ مہائم کا حاکم تھا داعی اجل کو لبیک کہا۔ احمد شاہ بہمنی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی سابقہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے اپنے ایک نامی گرامی امیر ملک التجار کو مہائم کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ملک التجار نے حسن تدبیر سے کام لے کر مہائم کو فتح کر لیا اور اس طرح وہاں دکنی تسلط قائم ہو گیا۔

شہزادہ ظفر خاں کا عزم مہائم

سلطان احمد شاہ گجراتی نے مہائم پر دوبارہ قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لیے اس نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی اتالیقی میں روانہ کیا اور بندر دیو کے کوتوال مخلص الملک کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ ممالک محروسہ کی تمام بندرگاہوں کے جہازوں کو تیار کر کے شہزادہ ظفر خان کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

دکنی چوکی کا محاصرہ

مخلص الملک نے جلد از جلد شاہی حکم کی تعمیل کی اور دیپ' کھوکھہ اور کنبایت کی بندرگاہوں سے سترہ جہاز لے کر مہائم کے قریب شہزادہ ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔ شہزادے نے امیروں کے مشورے سے جہازوں کو تو الگ روانہ کیا اور خود خشکی کے راستے سے آگے بڑھا گجراتیوں نے دکنی چوکی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کر لیا۔

شہزادہ ظفر خاں سپہ سالار افتخار الملک کو ملک سہراب سلطانی کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ بلدہ تھانہ کا کوتوال گجراتیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں گجراتیوں کے جہاز بھی پہنچ گئے اور تمام راستے مسدود ہو گئے۔

تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ

دو تین روز تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن جب ظفر خاں اس جگہ پہنچا تو تھانہ کا حاکم قلعے سے باہر آکر دشمن سے بڑی بہادری سے لڑا مگر حاکم تھانہ کو کسی طرف سے مدد نہ مل سکی۔ اس وجہ سے اس کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ ظفر خاں نے تھانہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت قلعے کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود مہائم کی طرف بڑھا۔

besturdubooks.wordpress.com

ظفر خاں کی فتح

ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر ساحل کو بند کر دیا۔ گجراتی فوج جب ساحل پر پہنچی تو اسے میدان میں اترنے کا راستہ مسدود ملا لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور کسی نہ کسی طرح میدان میں پہنچ گئے۔ طرفین میں زبردست لڑائی ہوئی صبح سے شام تک تلواریں چلتی رہیں اگرچہ بہادری و جرات کا مظاہرہ دونوں اطراف سے ہوا۔ لیکن فتح ظفر خاں ہی کو نصیب ہوئی۔

بہمنی فرماں روا کی طرف سے ملک التجار کی مدد

شکست کھانے کے بعد ملک التجار ایک جزیرے میں پناہ گزین ہوا۔ گجراتیوں کے جہاز بھی منزل مقصود پر پہنچ گئے اور اس طرح خشکی و تری دونوں پر گجراتیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے مدد کی درخواست کی۔ احمد شاہ بہمنی نے اپنے چھوٹے بیٹے محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خود خواجہ جہاں کو مختار کل مقرر کیا۔

دکنیوں کی ایک اور شکست

دکنیوں کی فوج مہائم کے قریب پہنچی ملک التجار نے محاصرے کی مصیبت سے رہائی پا کر شہزادہ محمد خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اہل دکن نے پہلے تھانہ پر قبضہ کرنا مناسب سمجھا اور اس خیال سے تھانہ کی طرف بڑھے شہزادہ ظفر خاں بھی اپنی فوج کو تیار کر کے تھانہ پہنچ گیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی صبح سے لے کر شام تک خون ریزی ہوتی رہی۔ آخر کار گجراتیوں کو فتح ہوئی! ملک التجار جالنہ کی طرف اور شہزادہ محمد خاں دولت آباد کی طرف بھاگ گیا۔

فتح مہائم

ظفر خاں کامیاب و کامران مہائم میں داخل ہوا۔ دکنی عمال جو فرار ہو گئے تھے انہیں جہازوں کے ذریعے گرفتار کیا گیا۔ شہزادے نے بے شمار مال و غنیمت حاصل کیا اور اس کو جہازوں میں لدوا کر اپنے باپ کی خدمت میں احمد آباد گجرات بھجوا دیا۔

فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات

شہزادہ ظفر خاں نے مہائم کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے امیروں اور فوجی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ اسی سال یہ اطلاع ملی کہ سلطان مظفر شاہ گجراتی کا بیٹا فتح خاں جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا بیٹا تھا امیر شیخ علی والی کابل کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے اس کا سوگ منایا اور اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے غریبوں اور محتاجوں میں روپیہ تقسیم کیا۔

احمد شاہ دکنی کا بگلانہ پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ۸۳۵ھ میں شہزادہ محمد خاں کو گجرات کی سرحد کی حفاظت پر بحال رکھا اور خود چپنا کا سفر اختیار کیا۔ سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر مرتب کر کے بگلانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بگلانہ کا راجہ جو گجرات کا باج گزار تھا دکنی فرماں روا کے مقابلے پر نہ جم سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ احمد شاہ دکنی نے سارے ملک کو تباہ و برباد کیا۔

شہزادہ محمد خاں کا عریضہ

شہزادہ محمد خاں نے اپنے باپ سلطان احمد شاہ گجراتی کو ایک عریضہ بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔ "آپ کا یہ خادم ایک مدت سے ملازمت کی سعادت سے محروم ہے۔ سفر کی طوالت کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملی ہے کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے بگلانہ پر حملہ کر کے اس علاقے کو برباد کیا ہے اور اب وہ اس طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرے پاس فی الحال اتنا لشکر موجود نہیں ہے کہ بہمنی فرماں روا کا مقابلہ کر سکوں لہٰذا حضور سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں میری مدد

besturdubooks.wordpress.com

فرمائیں۔"

احمد شاہ گجراتی ندربار میں

جب سلطان احمد شاہ گجراتی کو شہزادہ محمد خاں کا عریضہ ملا تو اس نے چینا کا محاصرہ اٹھالیا اور نادوت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد ندربار پہنچ گیا۔ شہزادہ محمد خاں اور سرحدی امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے خوشی کے شادیانے بجائے گئے، مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ احمد شاہ گجراتی لڑائی کے ارادے سے قلعہ تنبول کے قریب مقیم تھا۔ لیکن بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے۔

احمد شاہ بہمنی تنبول میں

یہ خبر سن کر احمد شاہ گجراتی بہت خوش ہوا کیونکہ وہ دکنیوں سے لڑائی کرنے کا خواہاں نہ تھا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے دریائے تاپتی کو پار کیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے ملک جانے کی بجائے دوبارہ قلعہ تنبول کا محاصرہ کر لیا ہے۔ قلعہ تنبول کا حاکم ملک سعادت خاں سلطانی بڑی بہادری اور جرات سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام

احمد شاہ گجراتی نے دکنی فرماں روا کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ "اگر آپ قلعہ تنبول کا محاصرہ اٹھالیں اور اہل قلعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہ کریں اور اپنے ملک کو واپس چلے جائیں تو یہ امر ہماری باہمی دوستی میں خلل انداز نہ ہو گا۔ اور گجراتیوں اور دکنیوں کے تعلقات خوشگوار رہیں گے۔"

امراء سے مشورہ

سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے امراء سے اس سلسلے میں مشورہ کیا دکنیوں نے اپنی روایتی دوں فطرتی کے مطابق کہا۔ "قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت بہت کم ہے اس لیے ہم قلعے کو امداد ملنے سے پہلے فتح کر لیں گے لہٰذا ایسی صورت میں محاصرہ اٹھالینا مناسب نہیں ہے۔"

احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد

گجراتی قاصد اہل دکن کے ارادے سے باخبر ہو کر اپنے آقا احمد شاہ گجراتی کے پاس آیا اور اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے دریا کے کنارے سے ہی رخ بدل لیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد تنبول کی طرف روانہ ہو گیا۔

دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ

احمد شاہ بہمنی نے پابیکوں کو بلایا اور ان سے کہا۔ "آج کی رات تم کوئی ایسی چال چلو کہ کامیابی تمہارے ہاتھ رہے میں اس محنت کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کروں گا۔" جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو پابیکوں کی ایک جماعت قلعے کی دیوار کے قریب آئی۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ دیوار کے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور اندر کی طرف نیچے اتر کر قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ دکن کے بہادر سپاہی قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

ملک سعادت کی مستعدی

حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً پابیکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جو لوگ قلعے کے اندر داخل ہوئے تھے انہیں تو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور جو ابھی دیوار پر ہی تھے انہیں نیچے گرا کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس احتیاط کے باوجود جیسا کہ پہلے

besturdubooks.wordpress.com

بیان کیا جا چکا ہے قلعے کا دروازہ کھل گیا۔ ملک سعادت نے اور زیادہ مستعدی سے کام لیا اور دشمن کے اس مورچل پر جو قلعے کے بالکل سامنے تھا شب خون مارا اس مورچل کے تمام سپاہی غافل و بے خبر تھے۔ اس لیے ان میں سے بہت سے ہلاک و زخمی ہوئے۔

دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب

اسی اثناء میں سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پہنچ گیا۔ احمد شاہ بہمنی قلعے کے پائین سے آگے بڑھا اور اس نے اپنے امراء اور سرداران لشکر کو بلا کر کہا "کئی بار گجراتیوں نے ہم پر فتح پائی ہے یہاں تک کہ مہائم پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اگر اس بار بھی گجراتی ہم پر غالب آ گئے تو پھر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دکن کا سارا ملک ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جو قدم بھی اٹھائیں سوچ سمجھ کر اٹھائیں۔"

اژدر خاں کی گرفتاری

احمد شاہ دکنی نے معرکہ آرائی کیلئے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دوسری طرف احمد شاہ گجراتی بھی لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دکنی لشکر کی طرف سے ایک نامی گرامی امیر مسمی اژدر خاں میدان میں آیا۔ گجراتیوں کی طرف سے عضد الملک اسکے مقابلے پر نکلا دونوں بہادر ایک دوسرے سے معرکہ آرا ہوئے عضد الملک اپنے حریف پر غالب آیا اور اژدر خاں کو گرفتار کر لیا۔

جنگ مغلوبہ

اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی' دونوں طرف کے بہادر داد مردانگی دینے لگے' صبح سے لے کر شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور جب طبل بازگشت کی آواز بلند ہوئی تو دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر آ گئے۔ اس معرکے میں ان گنت دکنی مارے گئے۔ احمد شاہ بہمنی نے اب اور لڑنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

تانیسر اور نادوت کا سفر

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ تنبول میں داخل ہوا حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد احمد شاہ نے قلعے کو تو اپنے بہادروں کی ایک جماعت کے حوالے کیا اور خود تانیسر کی طرف روانہ ہوا۔ اس مقام پر ایک قلعہ تعمیر کروانے کے بعد بادشاہ نادوت کی طرف روانہ ہوا۔ اس علاقے کو خوب تباہ و برباد کرنے کے بعد عین الملک کو اس علاقے کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سلطان پور ندربار کے راستے سے واپس احمد آباد آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ گجراتی نے مہائم کے راجہ کی لڑکی کی شادی فتح خاں کے ساتھ کر دی۔

دکنی مورخوں کی کذب بیانی

سراج التواریخ دکن میں مذکورہ بالا محاصرے کی روایت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے' لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ دکنی مورخ کی بیان کردہ تفصیل ناقص اور بعید از صداقت ہے۔ اس مہم سے متعلق مورخین گجرات کے بیان کردہ واقعات ہی صحیح ہیں اور انہیں واقعات کو ہم نے اپنی زیر نظر تاریخ میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

میوات اور ناگور کا سفر

احمد شاہ گجراتی نے ۸۳۶ھ میں میوات اور ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ دونگر پہنچا یہاں کے زمینداروں سے پیش کش وصول کی اور پھر کیلوارہ اور دیلوارہ کے علاقوں میں داخل ہوا۔ ان دونوں علاقوں سے مراد وہی ممالک ہیں جہاں کولی اور بھیل رہتے ہیں۔ جو قلعہ چتوڑ کے راجہ راناموکل کے ماتحت تھے۔ احمد شاہ گجراتی نے ان دونوں علاقوں کو تباہ و غارت کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

فیروز خاں

اس کے بعد بادشاہ نے میوات کی حدود میں پیش قدمی کی اور کوٹہ' بوندی اور نولے کی ریاستوں سے خراج و باج وصول کیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کا بھتیجا فیروز خاں بن شمس خاں وندانی جو ناگور کا حاکم تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک گراں قدر رقم بادشاہ کی خدمت میں بطور پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے وہ ساری رقم فیروز خاں کو واپس کر دی اور اس کے علاوہ اور بہت کچھ بھی دیا اور پھر گجرات واپس آ گیا۔

احمد آباد میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک گراں قدر رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کی۔

احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ

سلطان محمود خلجی نے جو سلطان ہوشنگ کے دائرہ ملازمین میں داخل تھا ۸۳۹ھ میں مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ محمود شاہ گجراتی کے لڑکے مسعود خاں نے گجرات میں پناہ لی۔ احمد شاہ گجراتی نے مسعود خاں کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس شہزادے کو حاکم مالوہ بنانے کے لیے مالوہ کا رخ کیا۔ بادشاہ نے حوض بھکنگ پور (یہ مقام آج کل باسودہ کے نام سے مشہور ہے) پہنچ کر ایک زبردست فوج خان جہاں کے مقابلے کے لیے روانہ کی۔ خان جہاں' چندیری سے مندو جا رہا تھا اسے اس واقعے کی اطلاع ہو گئی اور وہ جلد از جلد اپنے بیٹے محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

احمد شاہ بھی مندو پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کی ایک جماعت روزانہ قلعے سے باہر آ کر دشمن سے جنگ کرتی اور واپس چلی جاتی۔ سلطان محمود نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا اہل قلعہ نے فوراً احمد شاہ کو اس کی اطلاع کر دی۔ سلطان محمود اس واقعہ سے لاعلم رہا جب وہ باہر نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل گجرات لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی دونوں طرف کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ صبح کے وقت سلطان محمود قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور احمد شاہ نے شہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سارنگ پور روانہ کیا۔ شہزادے نے سارنگ پور پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

سلطان محمود کی مستعدی

انہیں دنوں سلطان ہوشنگ کا بیٹا عمر خاں چندیری چلا گیا اور وہاں اس نے اپنے گرد بہی خواہوں کی ایک اچھی خاصی جماعت جمع کر لی۔ اس صورت حال سے سلطان محمود قطعاً پریشان نہ ہوا اس نے بڑی مستعدی اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور قلعے کو اس طرح مستحکم مضبوط کیا کہ اہل قلعہ کو ضروری سامان اور غلے کی کمی نہ ہوئی۔

قحط

سلطان احمد شاہ کی فوج میں قحط پڑ گیا انسان اور جانور فاقوں کی وجہ سے مرنے لگے۔ سلطان محمود خلجی اس نتیجے پر پہنچا کہ محصور ہو کر بیٹھ رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے لہذا اس نے اپنے باپ خاں جہاں کو قلعے میں چھوڑا اور خود دروازہ تارہ پورہ سے نیچے اتر کر سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاجی علی گجراتی کی شکست

راستے میں قلعہ کنبل کے حاکم حاجی علی گجراتی نے محمود خلجی کو پریشان کیا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی محمود خلجی دشمن پر غالب آیا۔ حاجی علی گجراتی شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوا اور سلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ محمود خلجی فلاں راستے سے سارنگ پور کی طرف جا رہا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

طاعون کی وبا

سلطان احمد شاہ نے اپنے بیٹے کو سارنگ پور سے اپنے پاس بلا لیا۔ محمود خلجی نے عمر خاں سے جنگ کی اور اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ اسی دوران میں ہندوستان میں طاعون کی زبردست وبا پھیلی۔ گجراتیوں کے لشکر میں بھی اس مرض نے قدم رکھا ان گنت گجراتی موت کا شکار ہو گئے' ایسی تباہی مچی کہ لاشوں کی تجہیز و تکفین بھی مشکل ہو گئی۔

احمد شاہ کی واپسی

اس صورت حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کی قسمت کا ستارہ اس وقت بہت بلندیوں پر ہے اور اس کو مغلوب کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس خیال سے اس نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملک کو واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ کا انتقال

دوران سفر ہی میں مرض الموت نے احمد شاہ پر حملہ کیا اور جس وقت وہ احمد آباد میں پہنچا اس وقت اس کی بیماری بہت شدید صورت اختیار کر چکی تھی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۴ ربیع الآخر ۸۴۶ھ کو اس حکمران نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسے موت کے بعد "خدایگان مغفور" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

کردار

سلطان احمد شاہ نے چھتیس سال چھ ماہ بیس دن تک حکمرانی کے فرائض انجام دیے۔ یہ بادشاہ تمام عمدہ اور نفیس خصوصیات کا مجموعہ تھا۔ اس کا عہد حکومت۔ ظالموں کے لیے ویسا ہی تھا جیسا کہ چنگیز کا عہد حکومت مظلوم' رعایا کے ساتھ اس کا سلوک نوشیرواں عادل کی طرح تھا وہ بہت ہی خوش اخلاق' با مروت اور صاحب ہمت انسان تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی

ایدر پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا گجرات کا بادشاہ ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اس نوعمر بادشاہ نے انعام و اکرام سے رعایا کے دلوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمد شاہ نے عنان اقتدار ہاتھ میں لینے کے پہلے سال ہی ایدر پر حملہ کیا۔ راحت الملک نے اطاعت و فرماں برداری ہی میں اپنی بہتری دیکھی اور اپنی بیٹی کا محمد شاہ کے ساتھ نکاح کر دیا اپنی بیوی کی سفارش پر بادشاہ نے ملک کا باقی حصہ بھی راحت الملک کو دے دیا۔

ایدر کے بعد محمد شاہ نے دونگر پور کا رخ کیا۔ یہاں کے حاکم نے بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش گذاری اور اس طرح اپنے ملک کو بچایا اس کے بعد محمد شاہ واپس احمد آباد آگیا اور پھر ۸۵۳ھ تک اس نے پایہ تخت سے باہر قدم نہ رکھا۔

قلعہ چینا پر حملہ

محمد شاہ نے ۸۵۴ھ میں قلعہ چینا پر لشکر کشی کی یہاں کا راجہ گنگداس' محمد شاہ کے مقابلے پر آیا لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ محاصرے کی طوالت سے تنگ آکر راجہ نے سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے مدد کی درخواست کی اور اسے ہر منزل پر ایک لاکھ تنکہ دینا قبول کیا۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان محمود نے دولت کے لالچ اور گجراتیوں سے بدلہ لینے کے خیال سے راجہ گنگداس کی درخواست منظور کر لی اور اسی سال کے آخر میں اس علاقے کا سفر اختیار کیا۔ سلطان محمود کے لشکر کے باربرداری کے جانور کسی بیماری کی وجہ سے مرنے لگے اس کے ساتھ ہی اسے سلطان محمود خلجی کی آمد کی خبر ملی۔ یہ صورت حال دیکھ کر محمد شاہ بہت پریشان ہوا اس نے اپنے خیمے اور تمام سامان نذر آتش کر دیا اور جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ اگرچہ اراکین سلطنت نے اسے معرکہ آرائی کے لیے بہت کہا مگر اس نے کسی کے مشورے پر کان نہ دھرے اور جلد از جلد احمد آباد پہنچ گیا۔

دیب کو فرار

سلطان مالوہ نے جب دوبارہ ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے لشکر جرار کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام اراکین سلطنت اور امراء نے باہمی اتفاق سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم بھی لشکر جمع کر کے اس کا مقابلہ کریں۔" محمد شاہ نے یہ رائے قبول نہ کی اور دیب کی طرف بھاگ گیا۔

یہ عالم دیکھ کر تمام امراء سخت پریشان ہوئے انہوں نے بادشاہ کی بیگم سے رجوع کیا۔ یہ خاتون اپنے زمانے کی ایک بہترین ہستی تھی امراء نے اس سے کہا "آپ کو اپنا شوہر عزیز ہے یا یہ امر کہ گجرات کی حکومت اس خاندان میں قائم رہے۔" ملکہ نے یہ سوال سن کر امراء سے پوچھا کہ آخر ان کا مطلب کیا ہے اور انہیں جو کہنا ہے صاف صاف کہیں امراء نے کہا "آپ کا شوہر سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے سے گریز کرتا ہے اس وجہ سے گجرات کا ملک ہاتھ سے نکل جائے گا اگر آپ ہمارا ساتھ دیں اور جو ہم چاہیں آپ ہمیں کرنے دیں

besturdubooks.wordpress.com

تو معاملہ بخوبی حل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے شوہر کو معزول کر کے آپ کے بیٹے قطب خاں کو جو بیس سال کا نوجوان ہے بادشاہ تسلیم کر لیں۔

محمد شاہ کی ہلاکت

بیگم نے بہت غور و خوض کے بعد امراء کی رائے کی تائید کی۔ آخرکار امراء کی جماعت نے ۷ محرم ۷۵۵ھ کو زہر دے کر محمد شاہ کو ہلاک کر دیا۔ اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے اور چودہ دن حکومت کی۔

مرنے کے بعد محمد شاہ "خدائیگان کریم" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی

تخت نشینی

قطب الدین نذر بار میں ۸/ جمادی الثانی ۸۲۵ھ کو بروز دو شنبہ پیدا ہوا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے ملک غلام سہراب ترک (جس سے سلطان پور کا قلعہ بذریعہ امان حاصل ہوا تھا) کو مقدمتہ الجیش بنایا اور بڑی برق رفتاری سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ

سلطان قطب الدین دل ہی میں سلطان محمود خلجی کی عظمت و شوکت سے بہت خائف تھا۔ اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے جو بقال تھا جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بقال نے بادشاہ سے کہا۔ "موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہی مناسب ہے کہ حضور سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جس وقت سلطان محمود خلجی اپنا لشکر گجرات میں چھوڑ کر واپس مندو چلا جائے تو اس وقت حضور واپس تشریف لے آئیں۔ اور دشمن کے آدمیوں کو ملک سے باہر نکال دیں۔ قطب الدین کی غیرت بیدار ہوئی اور اس نے سلطان محمود سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے آگے بڑھا۔

ملک علائی سہراب کی آمد

ملک علائی سہراب نے موقع پاتے ہی اہل مالوہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قطب الدین' علائی کے اس اقدام پر بہت خوش ہوا' اسے ایک محفل میں سات خلعت انعام میں دیئے گئے اور "علاء الملک" کے خطاب سے نوازا گیا۔ ملک علائی کی آمد گجرات کے ہر چھوٹے بڑے فرد کے لیے باعث مسرت تھی' ہر شخص نے خوشی کے نقارے بجوائے۔

شعر کا جواب شعر میں

جب مالویوں اور گجراتیوں کے لشکروں کا فاصلہ صرف تین کوس کا رہ گیا تو سلطان محمود خلجی نے ایک شعر لکھ کر قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا۔ "اگر تو مرد ہے تو پھر میدان جنگ میں میرے سامنے آ۔" قطب الدین نے صدر جہاں سے اس کا جواب لکھنے کے لیے کہا' صدر جہاں نے اس شعر کا جواب ایک شعر میں دیا جس کا مطلب یہ تھا ہم مرد میدان ہیں' دشمنوں کے سروں سے چوگان بازی کرنا ہمارا شعار ہے' لیکن اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے میں ہمیں شرم آتی ہے۔" اس شعر میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے کہ جب سلطان محمود کبیر نے سلطان ہوشنگ کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر از راہ لطف و کرم اسے رہا کر کے مالوہ کی حکومت عنایت کی تھی (صدر جہان نے بڑی ذہانت سے اس شعر میں ایک تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کر دیا ہے جس سے مالویوں کی سبکی کا پہلو نکلتا ہے۔)

سلطان محمود کی گمراہی

یکم صفر کو سلطان محمود خلجی نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا' لیکن وہ راستہ بھول کر' ایک ایسی جگہ جا پہنچا' جہاں چاروں طرف زقوم کے درخت ہی درخت تھے اور باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آتا تھا۔ صبح تک سلطان محمود کو راستہ نہ ملا اور وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا اور اپنے گھوڑے پر ہی سوار رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

معرکہ آرائی

سلطان قطب الدین کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کو مرتب و منظم کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر آیا- گجراتیوں کے میسرہ کو شکست ہوئی اور وہ احمد آباد کی طرف بھاگ گیا' لیکن میمنہ نے اہل مالوہ کے میسرہ کو مغلوب کر لیا- شکست خوردہ مالویوں کی یہ جماعت اپنے ملک کی طرف واپس چلی گئی' مگر دونوں فرماں روا لڑائی سے باز نہ آئے اور برابر لڑتے رہے- مالویوں کا جو لشکر غالب ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو فاتح سمجھا اور گجراتی لشکر کو لوٹنا مارنا شروع کر دیا- سلطان قطب الدین کے قول کے لشکری جو قلب لشکر میں جمع ہوئے تھے- انہوں نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور دشمن کو سخت پریشان کرنے لگے-

سلطان محمود کا فرار

سلطان محمود معرکہ آرائی میں ایسا مصروف ہوا کہ اسے اپنا ہوش تک نہ رہا وہ بے اختیارانہ دشمن سے لڑتا رہا- آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ نہ تو اس کے پاس کوئی سپاہی رہا اور نہ اس کے ترکش میں کوئی تیر مجبور ہو کر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا- گجراتیوں کے لشکر میں پہنچ کر شاہی سراپردہ کے گرد گھومنے لگا اس نے مرصع تاج' کمربند اور بے شمار زر و جواہر اپنے قبضے میں کیے اور اپنے لشکر سے جو اس کے پیچھے تھا جا ملا مفرور سپاہی بھی اپنے بادشاہ سے آ ملے-

سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی

سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر اڑا دی کہ وہ اس رات گجراتیوں پر شب خون مارے گا- گجراتیوں نے یہ خبر سنی تو وہ بہت پریشان ہوئے تمام سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اپنی حفاظت کرنے لگے- جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود نے مالوہ کا سفر اختیار کیا- صبح کے ہوتے ہوتے اس نے اس قدر فاصلہ طے کر لیا کہ دشمن کے خطرے سے بالکل بے خوف ہو گیا-

قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ

اس غیبی فتح سے سلطان قطب الدین بہت خوش ہوا- اسے خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت سے تعبیر کیا- اسی (۸۰) ہاتھی اور بہت سا مال غنیمت لے کر وہ اپنے پایہ تخت میں واپس آیا اور ایک بہت شاندار محفل عشرت منعقد کی- قطب الدین نے ایک زبردست لشکر بھیج کر سلطان پور کا قلعہ اپنے قبضے میں کر لیا اور دشمن کو قلعے سے باہر نکال دیا-

محمود خلجی اور قطب الدین میں صلح

اس واقعے کے بعد سلطان قطب الدین محمود خلجی میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں کا جو علاقہ جو بادشاہ فتح کرے اس پر اسی کا قبضہ ہوا- اور دوسرا بادشاہ اس میں مطلق دخل اندازی نہ کرے- نیز یہ کہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک بادشاہ دوسرے پر حملہ نہ کرے دونوں کا فرض منصبی ہے کیونکہ یہ راجہ انتہائی سرکش اور متکبر ہے-

حاکم ناگور فیروز خاں کا انتقال

۸۶۰ھ میں یہ اطلاع ملی کہ ناگور کے حاکم فیروز خاں وندانی کا انتقال ہو گیا ہے- اور اس کے بھائی مجاہد خاں نے حکومت کے حقیقی وارث شمس خاں بن فیروز خاں کو مغلوب کر کے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے- اور شمس خاں اپنے چچا کے خوف سے جلاوطن ہو کر چتوڑ کے راجہ کنبھو کے پاس پناہ گزین ہو گیا- ناگور کے زمینداروں اور راجہ کنبھو کے درمیان ایک قدیم زمانے سے دشمنی چلی آ رہی تھی- اس وجہ سے رانا نے شمس خاں سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ شمس خاں کو اس کے باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دے گا- اس کے لیے رانا نے یہ شرط رکھی تھی کہ فتح کے بعد شمس خاں ناگور کے قلعے کے تین کنگرے مسمار کر دے-

besturdubooks.wordpress.com

اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ راجہ کنبھو کے اسلاف ایک عرصے تک ناگور کو فتح کرنے کے خواب دیکھتے رہے تھے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے تھے۔ راجہ کے باپ راجہ موئل نے فیروز خاں دندانی سے جنگ کی تھی لیکن شکست کھا کر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ اور اس کے لشکر کے تین ہزار سپاہی لڑائی میں کام آئے تھے۔

شمس خاں کا ناگور پر قبضہ

شمس خاں نے رانا کنبھو کی شرط منظور کر لی اور اس کو ساتھ لے کر ناگور پر حملہ آور ہوا۔ مجاہد خاں ان دونوں کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے اس نے گجرات میں پناہ لی۔ شمس خاں نے قلعے میں داخل ہونے کے بعد اپنی شرط کو پورا کرنے کے لیے قلعے کے کنگروں کو مسمار کرنا چاہا اہل ناگور کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا "اے کاش! شمس خاں جیسے بیٹے کی جگہ فیروز خاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہوتی اور وہ لڑکی اپنی عزت کے خیال سے قلعے کو تباہ و برباد نہ ہونے دیتی۔"

رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی

اس لعن طعن کا شمس خاں پر بہت اثر ہوا اور اس نے قلعے کو مسمار کرنے کی بجائے اور زیادہ مضبوط کیا اور رانا کنبھو کو کہلا بھیجا کہ تم نے جس انداز سے اور جس طرح پر میری مدد کی اس کے لیے میں تمہارا ازحد شکرگزار ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری شرط پوری نہیں کر سکتا کیونکہ قلعے کو مسمار کرنا میری قوت سے باہر ہے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو شہر کے تمام لوگ میری جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ لہٰذا اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ جنگ کرو۔" یہ پیغام سن کر رانا کنبھو کو اپنی حرکت پر بہت افسوس ہوا اور وہ ناکام و نامراد اپنے علاقے کو واپس چلا گیا۔

رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ

چتوڑ واپس جا کر رانا کنبھو نے ایک زبردست لشکر فراہم کیا اور ناگور پر حملہ کر دیا۔ شمس خاں نے قلعہ اپنے سرداران لشکر کے سپرد کیا اور خود امداد لینے کے لیے احمد آباد پہنچا۔ سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی بے حد خاطر و مدارات کی اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ بادشاہ نے شمس خاں کو تو اپنے دربار ہی میں روک لیا اور اپنے معزز امراء رائے رام چند اور ملک گدا وغیرہ کو ناگوریوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

قطب الدین کا عزم ناگور

گجراتی امراء نے ناگور پہنچ کر رانا کنبھو سے معرکہ آرائی کی لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ان کی فوج کا بڑا حصہ لڑائی میں کام آیا اور وہ خود میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سلطان قطب الدین بہت غصے میں آیا اور لشکر لے کر ناگور کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جب وہ قلعہ ایوار کے قریب پہنچا تو اس نے عماد الملک کو دشمن کے مقابلے پر روانہ کیا اور خود راستے میں ٹھہر گیا۔

سروہی کو روانگی

راجہ کنبھو نے عماد الملک کو بھی شکست دی اور یہ امیر بھی نقصان عظیم اٹھا کر اپنے ملک واپس آیا اس شکست کے بعد قطب الدین نے اپنا رخ بدل دیا اور چتوڑ کی بجائے سروہی کے قلعے پر لشکر کشی کی۔ سروہی کا راجہ، رانا کنبھو کا ایک قریبی رشتہ دار تھا قطب الدین نے سروہی کے راجپوتوں سے جنگ کی اور انہیں پسپا کرنے کے لیے بنلمیسر پہنچا۔ بادشاہ نے اس علاقے کو تباہ و برباد کیا اور بہت سے غیر مسلموں کو گرفتار کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

جنگ اور صلح

فریقین میں کئی مرتبہ معرکہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں کام آیا۔ آخر کار رانا خود قلعے سے باہر نکلا اور دشمن سے معرکہ آراء ہوا لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلا گیا۔ جب رانا نے یہ دیکھ لیا کہ اب نجات کی کوئی صورت نہیں رہی ہے تو اس نے قطب شاہ سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور رانا سے بہت سا قیمتی سامان اور زر و جواہر لے کر احمد آباد واپس آیا۔

محمود خلجی کا سفیر گجرات میں

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی کا سفیر تاج خاں گجرات میں آیا اور اس نے خلجی کا پیغام قطب الدین تک پہنچایا کہ "گذشتہ زمانے میں جو واقعات پیش آئے انہیں فراموش کر دینا ہی بہتر ہے۔ ہمیں اب ایک دوسرے کا دوست اور بہی خواہ بن کر رہنے کی ضرورت ہے تاکہ رانا کو جلد از جلد ٹھکانے لگایا جا سکے۔ اس مقصد کو اس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا لشکر گجرات سے ملحق علاقوں کو تاخت و تاراج کرے اور میری فوج میوات اور اہیرواڑہ کو فتح کرے۔ اگر اس دوران میں ہمیں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑے تو اس سلسلے میں قطعاً کوتاہی نہ کرنی چاہیے----" اس کے بعد طرفین کے علماء و فضلاء یک جا ہوئے اور دونوں فرماں رواؤں میں یہ معاہدہ ہو گیا۔

چتوڑ پر لشکر کشی

سلطان قطب الدین نے ۸۶۱ھ میں ایک زبردست لشکر تیار کیا اور رانا کے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ نے قلعہ دیو فتح کر کے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ انہیں دنوں دوسری طرف سے سلطان محمود خلجی نے بھی رانا کے ملک پر لشکر کشی کی پہلے تو رانا نے سلطان محمود سے معرکہ آراء ہونے کا ارادہ کیا لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ قطب الدین سروہی سے ہوتا ہوا کنبایت کی طرف آ رہا ہے تو اس نے سلطان محمود سے جنگ کا ارادہ ترک کیا۔ اور گجراتیوں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا فریقین میں عظیم الشان جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں رانا شکست کھا کر اپنے ملک کے ایک درمیانی علاقے میں جو قلعہ چتوڑ کے قریب واقع تھا چلا گیا۔

رانا کی شکست

سلطان قطب الدین نے رانا کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس کے تعاقب میں اس کی قیام گاہ تک جا پہنچا۔ یہاں دوبارہ دونوں میں لڑائی ہوئی شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار بغیر کسی نتیجے پر پہنچنے کے دونوں فریق اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے آئے۔ دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی سلطان قطب الدین نے لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہادری و مردانگی کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سبھی تعریف کرنے لگے۔ اس معرکے میں بھی رانا کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو کر پہاڑوں کے دامن میں پناہ گزین ہو گیا۔

صلح

مجبور ہو کر رانا نے اپنے قاصدوں کو سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کا طلب گار ہوا۔ رانا نے چودہ من سونا دو بڑے ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے تحائف پیش کر کے قطب الدین سے صلح کر لی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی ناگور پر حملہ نہ کرے گا۔

محمود خلجی اور قطب الدین کے تعلقات

سلطان محمود چونکہ گجراتیوں سے پہلے ہی رانا کے ملک میں آ چکا تھا اس لیے سلطان قطب الدین نے اس کی اس حرکت پر افسوس کا اظہار کیا اور اپنے ملک میں واپس آ گیا۔ اس واقعے کے بعد سلطان محمود خلجی اور سلطان قطب الدین میں جس نوعیت کے تعلقات رہے

besturdubooks.wordpress.com

اور دونوں ایک دوسرے سے جس قسم کا سلوک کرتے رہے اس کی تفصیلی کیفیت سلطان محمود خلجی کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

رانا کا ناگور پر حملہ ----- نقض عہد

۸۸۲ھ میں رانا چتوڑ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور پچاس ہزار سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ ناگور پر حملہ کر دیا۔ حاکم نے فوراً ایک عریضہ لکھ کر سلطان قطب الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جس رات حاکم ناگور کا قاصد یہ عریضہ لے کر قطب الدین کی بارگاہ میں پہنچا وہ محفل عیش و عشرت میں شراب نوش کر رہا تھا۔ قاصد نے ایسے عالم میں بادشاہ کو زحمت دینی مناسب نہ سمجھی اور وہ عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ عماد الملک ایک نہایت قابل اور ذہین وزیر تھا اس نے عریضے کو پڑھا اور فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اس وقت بھی شراب کے نشے میں دھت تھا عماد الملک نے بادشاہ کے ہوش میں آنے کا انتظار نہ کیا اور اسے محافے میں سوار کر کے شہر کے باہر لے آیا۔

رانا کا فرار

دوسرے روز بادشاہ نے سفر کی ایک منزل طے کی اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک ماہ تک اس جگہ قیام کیا اس دوران میں جاسوس اور مخبروں نے رانا کو یہ اطلاع پہنچا دی کہ قطب الدین ناگور کی طرف آ رہا ہے۔ رانا خوف زدہ ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ رانا کے فرار کی خبر سن کر قطب الدین پھر شہر میں آ گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

سروہی پر لشکر کشی

اسی سال سلطان قطب الدین نے سروہی پر لشکر کشی کی۔ اس ملک کا راجہ جو رانا کا قریبی رشتہ دار تھا۔ فرار ہو کر کوہستان کنبل میں پناہ گزیں ہو گیا۔ گجراتیوں نے اس ملک کو خوب بری طرح لوٹا اور تباہ کیا۔

رانا کا تعاقب

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی نے بھی چتوڑ کے قلعے پر حملہ کیا۔ سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے ادھر ادھر بھگاتا رہا یہاں تک کہ رانا کنبل کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ بادشاہ نے پہلے تو قلعے کا محاصرہ کر لیا لیکن چند روز کے بعد اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ محاصرے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا لہٰذا اس نے محاصرہ اٹھا لیا چتوڑ اور دوسرے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ کیا۔

حضرت سید قطب عالمؒ کی خدمت میں

چند ماہ کے بعد سلطان قطب الدین حضرت سید قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر خداوند تعالیٰ حضرت قطب عالمؒ کی دعا کی برکت سے مجھے ایک بیٹا عطا کرے۔ جو میرے بعد سلطنت و حکومت کا وارث ہو حضرت سیدؒ اپنے کشف باطنی سے بادشاہ کی نیت بھانپ گئے اور انہوں نے فرمایا۔ "تمہارا چھوٹا بھائی تمہارے بیٹے ہی کے برابر ہے اور وہی شخص تمہارے خاندان کا نام ہمیشہ ہمیشہ زندہ رکھے گا لہٰذا تم یہ فکر نہ کرو کہ تمہارا کوئی وارث نہیں۔ حضرت سید قطب عالم کی زبان سے یہ کلمات سن کر قطب الدین بہت مایوس ہوا اور اس عالم میں ان کی بارگاہ سے اٹھ آیا۔

قطب الدین کا انتقال

اسی دوران میں بادشاہ بیمار پڑ گیا بیماری نے طوالت کھینچی بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن شفا نہ ہوئی اور آخر کار اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ قطب الدین نے ۳ رجب ۸۷۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اسے سلطان محمود کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے بعد اس فرماں روا کو "سلطان غازی" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شمس خاں کا قتل

فیروز خاں کا بیٹا شمس خاں جس کی بیٹی سے سلطان قطب الدین نے شادی کی تھی۔ وہ احمد آباد ہی میں تھا اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ تمام امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے شمس خاں کو اس جرم کی پاداش میں قتل کروا دیا۔

شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت

شمس خاں کی بیٹی جو سلطان قطب الدین سے بیاہی گئی تھی اس پر بہت سختیاں ہوئیں۔ بادشاہ کی والدہ نے اس خاتون کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور پھر اسے بادشاہ کی بیگموں اور کنیزوں کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے اس بے چاری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

سلطان قطب الدین کا کردار

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان قطب الدین قہر و غضب کا پتلا تھا ذرا ذرا سی بات پر آگ بگولا ہو جاتا جب وہ شراب پیتا تھا تو اس کے عیب اپنے عروج پر ہوتے تھے اور وہ طرح طرح کی برائیوں کا ارتکاب کرتا رحم اور ہمدردی کا مادہ اس کے پاس بھی نہ پھٹکتا ذرا ذرا سی باتوں پر لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

سلطان قطب الدین کی مدت حکومت سات سال سات ماہ ہے۔ اس نے یہ سارا عرصہ مستی کے عالم میں گزارا جام شراب اس کے ہاتھوں میں ہر وقت رہتا تھا اور اسی سے اس کی زندگی عبارت تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی

بدکرداری و بدچلنی

سلطان قطب الدین کے اِنتقال کے بعد عماد الملک اور دوسرے امراء و اراکین سلطنت نے باہمی مشورے سے بالاتفاق مرحوم بادشاہ کے چچا داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اِس شخص نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بدمعاشی اور بدچلنی کو اپنا شعار بنایا اور ایک فراش کو "عماد الملک" کا خطاب دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔

اِس بادشاہ کی اکثر حرکات ایسی تھیں جو کسی فرماں روا کے شایان شان نہیں ہو سکتیں۔

معزولی

یہ صورت حال دیکھ کر وزیر عماد الملک اور دوسرے اراکین سلطنت نے داؤد شاہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ سلطان قطب الدین کے چھوٹے بھائی شہزادہ محمود کو تخت پر بٹھایا جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ محمود شاہ کی تخت نشینی کے روز عوام و خواص سبھی کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ تازی' عربی اور ترکی گھوڑے تقسیم کیے گئے خلعت کمربند' شمشیر مرصع اور زریں خنجر بانٹے گئے نیز علما و سادات کو ایک کروڑ تنکہ نقد ادا کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگرہ

عماد الملک کا اقتدار

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان محمود شاہ کی تخت نشینی کے بعد سلطنت کے تمام امور کی باگ ڈور عماد الملک وزیر کے ہاتھ آ گئی۔ اور اس طرح حکومت میں بڑی رونق پیدا ہو گئی۔ ملک کے تمام باشندے خوش ہوئے اور انہوں نے بلا چون و چرا محمود شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

عماد الملک کی مخالفت

ملک کے بعض نامی گرامی امراء عضد الملک صفی الملک اور حسام الملک' وغیرہ جو گجرات کے بہترین حصوں کے جاگیردار تھے۔ عماد الملک کے اقتدار اور غلبے سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور انہوں نے اپنے وزیر کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کر دی۔ ان امراء نے محمود شاہ کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد آپس میں طے کیا کہ اگر بادشاہ نے عماد الملک کو معزول نہ کیا تو ہم خود بادشاہ کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی حسن خاں کو بادشاہ بنا دیں گے۔

مخالف امراء کی بادشاہ سے گذارش

نظام الدین حسن کی روایت ہے کہ عماد الملک کے مخالف امراء بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے عرض کیا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ عماد الملک اپنے بیٹے شہاب الدین کو بادشاہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ ملک مغیث کی پیروی کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی شاہی خاندان کو حکومت سے محروم کرنا چاہتا ہے اور "مظفر شاہی" خاندان کے بجائے "عماد شاہی خاندان" میں حکومت منتقل کرنا چاہتا ہے۔ عماد الملک کا یہ منصوبہ انتہائی خطرناک ہے اور اگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو مظفر شاہی خاندان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ عماد الملک کا قدم جلد از جلد درمیان سے اٹھا دینا چاہیے۔

بادشاہ کی ذہانت

محمود شاہ نے امراء کا معروضہ بڑے غور سے سنا اگرچہ وہ کم سن اور ناتجربہ کار تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت اور عقل مندی سے دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہی حاصل کر لی تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ ان امراء کی نیت کو بھانپ گیا اور سمجھ گیا کہ ان لوگوں کا بیان سراسر جھوٹ ہے اور عماد الملک پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ اگر اس وقت اس نے ان مخالف امراء کی ہاں میں ہاں ملائی تو اسے خود تخت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

امراء کو جواب

ان خیالات کے پیش نظر بادشاہ نے امراء کو جواب دیا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کہا' میں خود اس کو محسوس کر رہا ہوں۔ عماد الملک کے تیور آج کل کچھ اور ہی ہیں اور اس کے اعمال و اقوال سے بغاوت و سرکشی کی بو آتی ہے۔ میں اب تک محض اس خیال سے خاموش رہا کہ اگر میں نے عماد الملک کو سزا دی تو تم لوگ مجھے بے مروت اور بد اخلاق سمجھو گے۔ ورنہ میں اس مردود کو کب کا ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تم کو بھی اصل حقائق سے آگاہی ہو گئی ہے لہٰذا اب اگر میں عماد الملک کو قید کروں گا تو لوگ مجھے برا نہ کہیں گے تم لوگ جو مناسب سمجھو اس سلسلے میں کر گزرو۔

bestulbooks.wordpress.com

عماد الملک کی گرفتاری

ان امیروں نے عماد الملک کو پا بہ زنجیر کر کے قید کر دینے کی رائے دی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور عماد الملک کو قلعہ احمد آباد میں نظر بند کر دیا۔ اس روز تو بادشاہ نے غدار اور دوں فطرت امراء کے مشورے پر عمل کر کے اپنی جان بچائی لیکن بعد میں عماد الملک کی رہائی اور غدار امراء سے نجات حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

بادشاہ کا رویہ

محمود شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ فوج کے تمام سردار اور ارا کین سلطنت غدار امراء کے تابع ہیں لہٰذا اس نے کسی کو اپنا راز دار نہ بنایا۔ بادشاہ نے یہ اپنا شعار بنا رکھا تھا کہ ہر موقع پر خواہ جلوت ہو خواہ خلوت یہی کہتا تھا کہ "عماد الملک میرا جانی دشمن ہے ایسے شخص کا زندہ رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں میں اس مردود کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا اور اگر کسی امیر نے اس کی سفارش کی تو مجھے بہت بہت افسوس ہو گا۔ غدار امراء بادشاہ کی یہ بات سن کر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے تھے' ظاہر ہے انہیں سفارش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

شب بیداری

ایک رات سلطان محمود شاہ انہیں خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ ساری رات جاگتے جاگتے ہی گزر گئی۔ صبح جب نوبت سلطان بجائی گئی تو وہ محل کے ایک دریچے میں بیٹھ کر باہر کی پر لطف فضا سے محظوظ ہونے لگا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اچانک بادشاہ کی نظر فیل خانے کے گماشتہ ملک عبداللہ پر پڑی جو محل کے نیچے مودب کھڑا ہوا تھا۔ عبداللہ بادشاہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا' لیکن شاہی رعب و دبدبہ کی وجہ سے اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ بادشاہ اس کی اس حالت کو بھانپ گیا اور اس نے عبداللہ سے کہا "تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بلا خوف و خطر کہو۔"

عبداللہ کا معروضہ

عبداللہ نے یہ دیکھ کر اس وقت بادشاہ تنہا ہے عرض کیا۔ "عماد الملک جیسا عالی دماغ اور ہمدرد امیر سارے ملک میں نہیں ہے۔ امراء نے اس کے خلاف حضور سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض جھوٹ ہے اور اس کی حیثیت ایک بے بنیاد الزام سے زیادہ نہیں ہے یہ حاسد اور دوں فطرت امراء حضور کے حقیقی بدخواہ ہیں اور خاکم بدہن آپ کو معزول کر کے شہزادہ حسن خاں کو والی گجرات بنانا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے عبداللہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس کی بے حد تعریف کی اور اس سے کہا تم نے بہت اچھا کیا جو اصل حقیقت سے مجھے آگاہ کر دیا۔ ورنہ میں تو آج عماد الملک کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا بہرحال اب تم کسی سے میری اور اپنی گفتگو کا ذکر نہ کرنا اور صبح صادق کے وقت تمام ہاتھیوں کو مستعد کر کے شاہی بارگاہ میں پہنچا دینا۔

امراء سے گفتگو

جب سورج طلوع ہوا تو بادشاہ کے معتمد امراء ملک شرف' ملک حاجی' ملک بہاء الدین' ملک کافور اور ملک عین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے ملک شرف سے کہا عماد الملک کے واقعے نے مجھے اس حد تک پریشان کر رکھا ہے کہ آج رات میں قطعاً نہیں سویا لہٰذا اسے جلد از جلد میرے حضور پیش کرو تاکہ میں اسے خود اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اتاروں۔

ملک شرف فوراً اٹھا اور عماد الملک کو بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے لیے لینے چلا گیا۔ قید خانے کے نگہبانوں نے عماد الملک کو ملک

besturdubooks.wordpress.com

شرف کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا "ہم بغیر عضد الملک کی اجازت کے مجرم کو کسی کے سپرد نہیں کر سکتے۔" ملک شرف یہ جواب پا کر آگیا اور اس نے بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

عماد الملک کی رہائی

بادشاہ خود اٹھا اور برج کے اوپر آکر اس نے بلند آواز سے نگہبانوں کو کہا مجرم کو جلد از جلد میرے حضور پیش کیا جائے تاکہ میں اسے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلواؤں۔" نگہبانوں کو بھلا اب کیا تامل ہو سکتا تھا انہوں نے فوراً عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو دیکھتے ہی اس کو رہا کر دیا۔

خوف و ہراس کی لہر

سب لوگ یہ صورت حال دیکھ کر سٹپٹا گئے۔ امرائے حاسد کے حاشیہ بردار جو عماد الملک کی نگہبانی پر مقرر تھے بہت زیادہ پریشان ہوئے۔ ان میں سے بعض تو ایسے خوف زدہ ہوئے کہ انہوں نے کوٹھوں سے گر کر خودکشی کر لی اور بعضوں نے آہ و فریاد کر کے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔

امرائے حاسد کا ارادہ جنگ

صبح کے بعد بادشاہ جھروکہ میں آیا تمام امرائے مجری کے لیے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے عماد الملک کو اپنے پہلو میں کھڑا کیا اور اسے اپنا رومال دے کر مگس رانی کی خدمت انجام دینے کو کہا غدار امراء یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ حسد کے مارے ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق یہ امراء تین ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت لے کر شاہی محل کی طرف لڑائی کے ارادے سے بڑھے۔

شاہی جماعت کی پریشانی

ان امیروں نے طبل کی آوازوں سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا اور زمین کو ہلا دیا اور معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے۔ بادشاہ کے پاس اس وقت صرف تین سو (۳۰۰) آدمی تھے۔ یہ لوگ سخت پریشان ہوئے ان میں سے کسی نے کہا کہ فلاں محل میں پناہ گزین ہو کر دروازوں کو اچھی طرح مقفل کر لینا چاہیے کسی نے کہا کہ تمام خزانہ ساتھ لے کر یہاں سے چلا جانا چاہیے اور کسی دوسری جگہ قیام کرنا چاہیے۔

بادشاہ کا ارادہ جنگ

سلطان محمود نے متذکرہ بالا آراء میں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا اس نے بہت غور و خوض کے بعد باغیوں سے لڑائی کا ارادہ کر لیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر تین سو سپاہیوں اور دو سو ہاتھیوں کا مختصر لشکر لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے نیچے اترا۔ بادشاہ کی یہ ہمت قابل داد ہے ظاہر ہے کہ جو لوگ فرماں روائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جن کی قسمت میں حکمرانی لکھی ہوتی ہے وہ دشمن کی کمی یا زیادتی سے قطعاً ہراساں نہیں ہوتے۔

فوجی افسروں کا بروقت اقدام

جب لوگوں میں بادشاہ کے سوار ہونے اور عماد الملک کے ہم رکاب ہونے کی خبر عام ہوئی تو ملک کے تمام فوجی افسروں اراکین دولت اور امرائے خاصہ فیل نے باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ان میں سے بعض تو گوشہ نشین ہو گئے اور بعض بادشاہ کے لشکر میں آ گئے۔ احمد آباد میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا اور تمام محلے تباہ و برباد ہو گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

باغیوں کا فرار

بادشاہ کے رعب و دبدبہ اور اقبال نے اپنا کام کیا اور بغیر خون ریزی کے باغیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اس قدر حواس باختہ ہوئے کہ شہر سے بھاگ گئے۔

برہان الملک کی ہلاکت

برہان الملک بہت بھاری جسم کا آدمی تھا اس میں بھاگنے کی ہمت نہ تھی تھوڑی دور چل کر اس کا سانس پھولنے لگا' اس لیے وہ قصبہ سرکج کے قریب ٹوٹے ہوئے پل اور سابرمتی کے گندے نالوں میں چھپ گیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک خواجہ سرا حضرت شیخ کنبو کی زیارت کے لیے جا رہا تھا' اس نے برہان الملک کو دیکھ کر پہچان لیا اور اسے گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ سلطان محمود نے اس باغی امیر کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر مروا دیا۔

عضد الملک کا قتل

عضد الملک فرار ہو کر اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے پاس پناہ گزین ہوا اس نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بہت سے بے گناہ ملازموں کو قتل کروایا تھا اس لیے مقتولین کے متعلقین نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیا۔

بقیہ باغی امراء کا حشر

حسام الملک اپنے بھائی رکن الدین کوتوال کے پاس چلا گیا اور وہاں سے دونوں بھائی مالوہ کی طرف بھاگ گئے۔ صفی الملک کو گرفتار کر لیا گیا چونکہ اس کا جرم کچھ زیادہ نہ تھا اس لیے اسے موت کی سزا نہ دی گئی بلکہ عمر بھر کے لیے قلعہ دیب میں نظر بند کر دیا گیا۔

عماد الملک کی گوشہ نشینی

اس فتح کے بعد عماد الملک نے دنیا کے حالات پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بے وفا زمانہ کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتا اس سے علیحدگی ہی میں عافیت ہے یہ سوچ کر وہ بادشاہ کی ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ اور اس نے اپنی بقیہ عمر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی۔ بادشاہ نے عماد الملک کی درخواست منظور کر لی اور اسے وزارت سے سبکدوش کر کے اس کے بڑے بیٹے شہاب الدین احمد "ملک اشرف" کا خطاب دے کر امرائے کبار میں داخل کیا۔

نظام شاہ بہمنی کا خط

نظام شاہ بہمنی والی احمد آباد بیدر نے ۸۶۶ھ میں سلطان محمود شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ درج تھا سلطان محمود خلجی کا دست ظلم طرح طرح کے فتنے بیدار کر رہا ہے اس نے دکن اور اہل دکن کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آپ کی بلند ہمتی سے پوری توقع ہے کہ آپ دکنیوں کو اپنی امداد و اعانت سے سرفراز کریں گے۔

امراء کا مشورہ

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود گجراتی نے سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اس پر امراء و اراکین سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا "موجودہ وقت انتہائی نازک ہے۔ داؤد شاہ جو ایک ہفتے تک تخت حکومت پر بیٹھ چکا ہے موقعے کا منتظر ہے اور تاک میں لگا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمام ممالک محروسہ ابھی تک پوری طرح ہمارے زیر نگیں نہیں آئے' لہٰذا حضور کا غیروں کی مدد کے لیے پایہ تخت کو چھوڑ کر ایک طویل سفر کے لیے نکلنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا جواب

یہ سن کر نوجوان اور پرجوش بادشاہ نے جواب دیا "اگر افلاک اور عناصر آپس میں اختلاط نہ کریں تو عالم آب و خاک و باد و آتش تباہ و برباد ہو جائے اسی طرح اگر تمام انسان آپس میں میل جول نہ رکھیں اور ایک دوسرے کے کام نہ آئیں تو دنیا کے تمام کام رک جائیں۔ میں ایک نیک ارادے سے یعنی اہل دکن کی مدد کرنے کے لیے سفر اختیار کر رہا ہوں۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور میری سلطنت تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گی۔"

امراء کا دوسرا مشورہ

یہ سن کر امرائے سلطنت نے کہا "اگر حضور ہر حالت میں اہل دکن کی مدد کرنا ہی چاہتے ہیں تو اس کی بہتر صورت یہی ہے کہ آپ ایک زبردست فوج مالوہ کی طرف روانہ کر دیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس لشکر کشی سے محمود خلجی حواس باختہ ہو کر دکن سے دست بردار ہو جائے گا اور اپنے ملک کی راہ لے گا۔"

سلطان محمود گجراتی کی روانگی

بادشاہ کو یہ مشورہ بھی پسند نہ آیا اور اس نے امراء کی باتوں کو اہمیت نہ دی اور اپنا لشکر مع پانچ سو قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر نکل پڑا۔ سلطان محمود شاہ گجراتی بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ندربار پہنچا۔ دکن کا مشہور و معروف امیر خواجہ کاواں اس مقام پر بادشاہ سے آملا۔ اور بادشاہ سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

محمود خلجی کی پریشانی

سلطان محمود خلجی خوف زدہ ہو کر بیدر کی طرف بھاگ گیا اور اس نے دولت آباد کے راستے سے اپنے ملک جانے کا ارادہ کیا لیکن یہ راستہ تو گجراتیوں نے مسدود کر رکھا تھا اس لیے وہ برار کی طرف روانہ ہوا اور ایلچ پور کی طرف سے ہوتا ہوا جنگلوں اور صحراؤں میں سفر کرتا ہوا مالوہ پہنچا۔

اس کے بعد نظام شاہ بہمنی نے اپنا حاجب بھیج کر محمود گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بادشاہ اپنے ملک واپس آگیا۔

سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن

سلطان محمود خلجی نے ۸۶۷ھ میں دوبارہ دکن پر لشکر کشی کی۔ اس بار بھی بہمنی بادشاہ نے محمود گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہوا۔ خلجی بادشاہ نے جب گجراتی فرماں روا کی آمد کی خبر سنی تو اس نے صرف دولت آباد تک کے علاقے ہی میں لوٹ مار کی اور بہت سا مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام

اس کے بعد گجراتی فرماں روا، بہمنی بادشاہ کی طرف سے ہدیے اور تحفے وصول کر کے اپنے ملک روانہ ہوا۔ وطن پہنچ کر بادشاہ نے محمود خلجی کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں کے ملکوں کو تباہ و برباد کرنا مذہب اسلام کے قوانین کے سراسر منافی ہے، لیکن اگر مذہب اور اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی حرکت کی جائے تو پھر میدان جنگ سے آنکھیں چرا کر بھاگ نکلنا جرات و مردانگی کے خلاف ہے۔"

محمود خلجی کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا۔ اگر آپ نے اہل دکن کی مدد کا ارادہ کر لیا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ

besturdubooks.wordpress.com

کبھی دکن پر لشکر کشی نہ کروں گا۔"

قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر حملہ

سلطان محمود گجراتی نے ۸۶۹ھ میں قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر جو گجرات اور مالوہ کے درمیان واقع ہیں لشکر کشی کی۔ قلعے کے حاکم نے چند ایک مرتبہ بادشاہ سے لڑائی کی لیکن ہربار اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخرکار اس نے مجبور ہو کر بادشاہ سے امان طلب کی۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور حاکم قلعہ نے قلعہ سلطان محمود گجراتی کے سپرد کر دیا۔

قلعہ باور کا استحکام

قلعہ باور ہندوستان بھر میں اپنی نوعیت کی واحد عمارت ہے۔ بلندی میں یہ آسمان کے برابر ہے اور استحکام و مضبوطی میں سد سکندری کی مانند ہے۔ یہ قلعہ سلطان محمود گجراتی کے متذکرہ بالا حملے سے پہلے مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا۔ ملک دوں کا راجہ جو ایک ہزار موضعوں کا مالک تھا اس قلعے میں مضبوطی اور بلندی پر بہت زیادہ نازاں تھا اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس راجہ نے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ایک زبردست گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر رکھا تھا اور یہ لوگ مسافروں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔

مال غنیمت

سلطان محمود گجراتی نے قلعہ باور کے تمام خزانوں پر قبضہ کر لیا' راجہ کو خلعت عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت پھر اس کو بخش دی۔ اس کے بعد بادشاہ بے شمار دولت اور مال غنیمت لے کر گجرات روانہ ہوا اور وطن پہنچ کر رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف ہوا۔ اس نے عمارات تعمیر کرنے اور ملک کی آبادی بڑھانے کی طرف بھی توجہ کی۔

ایک سلحدار کا قتل

۸۷۰ھ میں بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے احمد نگر روانہ ہوا راستے میں بہاء الملک بن الف خاں نے بغیر کسی قصور کے ایک سلحدار کو قتل کر دیا اور قصاص کے خوف سے ایدر کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ملک حاجی اور عضد الملک کو بہاء الملک کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ان دونوں امیروں نے بہاء الملک کی جان بچانے کی خاطر یہ ترکیب کی کہ بہاء الملک کے دو ملازموں کو دولت دے کر اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ دونوں اپنے آپ کو سلحدار کا قاتل تسلیم کریں۔

بے گناہوں کی سزایابی

ان امیروں نے ملازموں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ بادشاہ بہت رحم دل ہے وہ زیادہ بازپرس نہ کرے گا اور تمہیں معاف کر دے گا۔ نیز ان دونوں سے یہ وعدہ بھی کیا کہ امراء ان دونوں کی سفارش کریں گے اور اس طرح انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ ان ملازموں نے متذکرہ بالا امراء کی رائے پر عمل کیا اور بادشاہ کے سامنے قتل کا اقرار کر لیا۔ بادشاہ نے علماء سے فتویٰ لے کر ان دونوں کو قتل کروا دیا۔

عماد الملک اور بہاء الملک کا قتل

شکار کھیلنے کے بعد بادشاہ جب اپنے ملک پہنچا تو اس کو سلح دار کے اصل اور جعلی قاتلوں کی کیفیت معلوم ہو گئی۔ سلطان محمود گجراتی بہت غصے میں آیا اور اس نے باوجود اس کے کہ عماد الملک اور بہاء الملک دونوں ہی بہت نامی گرامی امیر تھے ان دونوں کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا دیا۔

آنحضرت صلعم کی زیارت

۸۷۲ھ میں بادشاہ نے عالم خواب میں حضرت محمد صلعم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آنحضرت صلعم نے بادشاہ کو اپنے خوان کرم سے

besturdubooks.wordpress.com

دو طبق مرحمت فرمائے۔ اس مبارک خواب کی تعبیر یہ کی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان نعمتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ نے دون اور کرنال کے دو ملک فتح کیے۔

قلعہ کرنال

کرنال کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے جو بہت ہی اونچا ہے۔ دہلی کے تمام بادشاہوں اور ہندوستان کے تمام راجاؤں نے اس قلعے کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سعادت سلطان محمود شاہ گجراتی ہی کے لیے رکھی تھی اور اسی نے اس قلعے کو فتح کیا۔

محل وقوع

جس پہاڑ پر کرنال کا قلعہ واقع ہے اس پہاڑ کے آس پاس بھی کئی پہاڑ ہیں جو قلعے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ان گنت درے ہیں اور ہر درہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے۔ ان دروں میں سے ایک کا نام درہ موزری ہے جس کے سامنے وہ مضبوط قلعہ ہے جسے آج کل جونا گڑھ کہا جاتا ہے۔ ایک اور مشہور و معروف درہ بھی ہے جسے درہ "مہابلہ" کہا جاتا ہے۔ اس ملک پر راجہ مندلک اور اس کے بزرگ قابض تھے۔ سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے علاوہ کسی اور بادشاہ نے کرنال کے ملک پر لشکر کشی نہ کی تھی۔

کرنال پر لشکر کشی

سلطان محمود شاہ نے خداوند تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے اور آنحضرت صلعم کے عطیہ مبارک کی تعبیر سے مطمئن ہو کر کرنال کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ کرنال سے چالیس کوس دور رہ گیا تو اس نے اپنے خالو تغلق خاں کے مشورے سے اپنی فوج سے سترہ سو تجربہ کار سپاہی منتخب کیے۔ اور اسی قدر عربی' عراقی اور ترکی گھوڑے ساتھ لیے۔ بادشاہ اپنے ان سپاہیوں کے ہمراہ درہ مہابلہ پہنچ گیا۔

درہ مہابلہ میں داخلہ

راجپوتوں کا ایک گروہ جو برادران کے نام سے مشہور تھا درے کی حفاظت پر متعین تھا۔ اس گروہ کے راجپوت گجراتیوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ ان راجپوتوں نے درے کی حفاظت کی بہت کوشش کی لیکن چونکہ انہیں پہلے سے دشمن کی آمد کی خبر نہ تھی اس لیے وہ لڑائی کے وقت پوری طرح تیار نہ تھے۔ سلطان محمود کے لشکر نے بھی بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ راجپوت اس معرکے میں مارے گئے اور گجراتیوں کا لشکر درے میں داخل ہو گیا۔

راجہ کرنال سے جنگ

کرنال کے راجہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ شکار کے بہانے سے اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے نیچے اترا اور درہ مہابلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں تو انہوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر لڑائی شروع کر دی' لیکن راجپوتوں کا خیال صحیح نہ تھا کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کو امداد پہنچتی رہتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار راجپوت تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

مندروں کی دولت پر قبضہ

رائے مندلک کی بری حالت ہوئی وہ پریشان ہو کر اپنے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مسلمانوں نے درہ مہابلہ سے بہت سے قیدیوں کو گرفتار کیا اور پھر یہاں سے کرنال کے حوالی مندروں کی طرف روانہ ہوئے۔ برہمنوں اور راجپوتوں کی اس جماعت نے جو ان مندروں کی

besturdubooks.wordpress.com

حفاظت پر مامور تھی مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے اس جماعت کو اپنی بہادری سے قتل کیا اور مندروں کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا۔ اس روز بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

رائے مندلک کی امان طلبی اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود شاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرنال میں بھی فوج روانہ کی جائے لیکن رائے مندلک نے بادشاہ کے اس ارادے سے مطلع ہو کر اپنے کچھ عزیزوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور امان طلب کی۔ سلطان محمود نے یہ سوچ کر کہ ان گنت قیدی اور بہت سامال غنیمت مسلمانوں نے حاصل کر لیا ہے دوسرے یہ کہ گرمی کی شدت اس علاقے میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی یہی طے کیا کہ اس سال صرف پیش کش ہی پر اکتفا کی جائے لہٰذا وہ اس کے بعد احمد آباد واپس آ گیا۔

مندلک پر لشکر کشی

سلطان محمود کو جو مندلک پر لشکر کشی کرنے کے بہانے کی تلاش میں تھا ۸۷۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ مندلک کا راجہ اپنے آپ کو خود مختار فرماں روا سمجھتا ہے اور بادشاہوں کی طرح سر پر تاج مرصع رکھتا ہے تخت پر بیٹھتا ہے نیز بادشاہی کے دوسرے لوازمہ چتر و دورباش وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے۔ سلطان محمود کو راجہ کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری اس نے فوراً چالیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر مندلک کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کو یہ حکم دیا کہ اگر راجہ بادشاہت کے لوازم یعنی تاج و تخت وغیرہ تمہارے حوالے کر دے تو تم اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کرنا بہ صورت دیگر اس کے ملک کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

راجہ کی اطاعت

راجہ مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی آمد کی خبر سن کر بہت پریشان ہوا اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ ان مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اس نے اطاعت ہی میں عافیت دیکھی۔ مسلمانوں نے راجہ سے جو کچھ طلب کیا راجہ نے بغیر کہے سنے ان کے حوالے کر دیا اور اس طرح اپنی عزت اور جان کی حفاظت کی۔ نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک سے جس قدر بھی مال غنیمت حاصل کیا وہ ایک محفل عیش و طرب میں ارباب نشاط میں تقسیم کر دیا گیا۔

ملک کی آبادی

۸۷۳ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے بہانے سے سفر اختیار کیا اور اپنی سلطنت کے کئی شہروں کا معائنہ کیا۔ اسی سال بادشاہ نے اس امر کی طرف بھی توجہ کی کہ اس کے ملک کا کوئی حصہ غیر آباد اور ویران نہ رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک معمور اور آباد ہو گیا۔

ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ

۸۷۳ھ کا واقعہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک دوسرا ہاتھی مستی کے عالم میں اپنی زنجیر تڑوا کر بھاگا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ہاتھی بھی قابو سے نکل گئے۔ مست ہاتھی بھاگتا ہوا بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اسے دو تین ٹکریں ماریں۔ بادشاہ کا ہاتھی ایک دم بھاگ نکلا مست ہاتھی نے تعاقب کیا اور بادشاہ کے ہاتھی کو ایک اور ٹکر ماری۔ اس بار بادشاہ کے پاؤں پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگ گیا۔

بادشاہ کی بہادری

بادشاہ نے اپنی چوٹ کی بالکل پروا نہ کی اور اپنی فطری بہادری سے کام لے کر مست ہاتھی کی پیشانی پر ایک نیزہ مارا جس سے ہاتھی بری طرح زخمی ہو گیا اس ہاتھی نے تلملا کر ایک اور ٹکر ماری۔ بادشاہ نے اس بار بھی اسے ایک نیزہ رسید کیا ہاتھی نے تیسری بار پھر ٹکر لگائی

besturdubooks.wordpress.com

اس بار بادشاہ نے بہت زور سے نیزہ مارا ہاتھی اس ضرب سے بہت بے تاب ہوا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ بادشاہ اس کے بعد اپنے محل میں آیا اور اپنی جان کی سلامتی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور صدقہ و خیرات تقسیم کی۔

کرنال اور جوناگڑھ پر حملے کی تیاریاں

اس واقعے کے بعد بادشاہ نے امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے انہیں کرنال اور جوناگڑھ کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ اس مقصد کے لیے بادشاہ نے ایک دن اور ایک رات میں ایک کروڑ روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ڈھائی ہزار عربی گھوڑے بھی سپاہیوں کو دیئے نیز پانچ ہزار تلواریں' سات سو مرصع کمر بند اور سترہ سو سونے کے دستے والے خنجر بھی بانٹے گئے۔

رائے مندلک کی درخواست

ان تمام عطیات کی تقسیم کے بعد بادشاہ مہم پر روانہ ہوا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کرنال سے ملحق ملک سورت میں پہنچا۔ رائے مندلک نے بادشاہ سے یہ کہا "میں تمام عمر حضور کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں اور کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو۔ آپ کو اس وقت جس قدر پیش کش کی ضرورت ہو آپ فرمائیں میں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔"

رائے مندلک قلعہ جوناگڑھ میں

بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "مجھے کسی پیش کش کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اس ملک کو فتح کرنا چاہتا ہوں تاکہ مذہب اسلام کو اس علاقے میں پھیلایا جاسکے۔" یہ جواب پاکر اور مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر کے رائے مندلک راتوں رات فرار ہو گیا اور جوناگڑھ کے قلعے میں جو راستے میں واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام سے کوچ کیا اور جوناگڑھ کے قلعے کے نواح میں قیام کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ قلعے کے قریب روانہ کیا۔ راجپوتوں نے حصار سے باہر نکل کر مسلمانوں سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے دوسرے روز پھر معرکہ آرائی ہوئی اس میں بھی مسلمانوں نے راجپوتوں کو شکست دی۔

قلعہ کشائی کی تدبیر

تیسرے روز بادشاہ نے خود حملہ کیا صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی' چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ قلعے کے قریب نصب کی گئی اور مسلمانوں نے قلعہ کشائی کا تمام سامان درست کیا۔ راجپوت مسلمانوں سے لڑنے کے لیے قلعے سے بار بار باہر نکلتے اور شکست کھا کر پھر اندر چلے جاتے۔ ایک روز لڑائی میں راجپوتوں نے عالم خاں فاروقی کے مورچے پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا۔

جوناگڑھ کے قلعے کی فتح

یہ محاصرہ سال کے آخر تک جاری رہا۔ اس وجہ سے رائے مندلک سخت پریشان ہوا' تکالیف سے عاجز آ کر راجہ نے سلطان محمود سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس درخواست کو رد کر دیا ۸۷۵ھ کے شروع میں راجہ نے بادشاہ سے امان طلب کی اور جوناگڑھ کا قلعہ بادشاہ کے سپرد کر کے کرنال کے قلعے میں چلا گیا۔

بادشاہ کا عزم کرنال

اس واقعے کے بعد راجپوتوں نے ایذا رسانی کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور چوری کرنے اور ڈاکے ڈالنے شروع کیے یہ عالم دیکھ کر بادشاہ سخت غصے میں آیا۔ اس نے لشکر کے ایک حصے کو تو قلعہ جوناگڑھ پر متعین کیا اور بقیہ حصے کے ساتھ کرنال کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ کرنال پر قبضہ

کرنال پہنچتے ہی بادشاہ نے لڑائی شروع کر دی۔ رائے مندلک نے اس بار بھی محاصرے کی تکالیف سے تنگ آکر قلعہ کرنال بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ قصہ مختصر کہ یہ قلعہ جو ایک ہزار سالوں سے رائے مندلک کے خاندان کے زیر حکومت چلا آ رہا تھا سلطان محمود کے قبضے میں آ گیا۔

رائے مندلک کی عاجزی

بادشاہ نے اپنے مشہور و معروف ہم نام فرماں روا کی تقلید کی اور بے شمار بتوں اور مندروں کو توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا۔ ان واقعات کے بعد رائے مندلک نے حکمرانی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے متعلقین کی جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی بارگاہ میں ملازمت کی درخواست کی۔

قبولیت اسلام

رائے مندلک بادشاہ کی اچھی عادتوں سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ بادشاہ بہت ہی حلیم الطبع ہے لہٰذا اس نے سلطان محمود سے کہا "پنجاب کے مشہور و معرف ولی کامل حضرت شمس الدین درویش" کی محبت کی برکت سے میرے دل میں اسلام کی محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے لہٰذا میرا دل چاہتا ہے کہ میں مشرف بہ اسلام ہو جاؤں" یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اس نے رائے مندلک کو کلمہ شہادت کی تلقین کی اور اسے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔

رائے مندلک کے مسلمان ہونے کی دوسری روایت

بادشاہ نے رائے مندلک کو خان جہاں کا خطاب دے کر اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔ رائے مندلک کی اولاد گجرات کی حکومت کے آخر تک معزز و مکرم رہی۔ تاریخ گجرات کا مصنف شیخ سکندر بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں نے رائے مندلک کے مشرف بہ اسلام ہونے کی روایت یوں بیان کی ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک کو اپنے ملازمین میں داخل کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ حضرت شاہ عالم" کے وطن اور آستانہ مبارک رسول آباد سے گزرا۔

حضرت شاہ عالم"

حضرت شاہ عالم کے آستانے پر ان گنت لوگ تھے راجہ نے یہ ہجوم دیکھا اور دریافت کیا کہ "یہ کس امیر کی بارگاہ ہے" مسلمانوں نے جواب دیا کہ "یہ کسی امیر کی بارگاہ نہیں بلکہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ مبارک ہے" راجہ نے پھر یہ سوال کیا "یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرماں روا کے حلقہ بگوش ہیں؟" مسلمانوں نے راجہ کو بتایا کہ "حضرت شاہ عالم کا کسی دنیاوی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ خداوند تعالیٰ ہی کو اپنا بادشاہ سمجھتے ہیں اور اسی کے ملازم اور حلقہ بگوش ہیں" یہ سن کر رائے مندلک کو ان بزرگ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔

حضرت شاہ عالم" کا فیضان

بادشاہ کچھ دیر کے لیے اس مقام پر ٹھہرا اور راجہ کو ساتھ لے کر حضرت شاہ عالم" کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان بزرگ کے مقدس چہرے پر نظر پڑتے ہی رائے مندلک کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ وہ حضرت شیخ صاحب" کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا اور ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔

مصطفیٰ آباد کا سنگ بنیاد

سلطان محمود شاہ نے اس خیال سے کہ اس علاقے میں اسلام کا نام اونچا ہو مصطفیٰ آباد کے نام سے ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ بادشاہ نے بہت سی بلند عمارات اور مساجد تعمیر کروائیں۔ اور امراء کو بھی حکم دیا کہ وہ اس شہر میں اپنے مکانات تعمیر کروائیں اس حکم شاہی کی فوراً

besturdubooks.wordpress.com

تعمیل شروع ہو گئی اور بہت جلد یہ شہر آباد ہو گیا۔

احمد آباد کے نواح میں بدامنی

بادشاہ اور امراء مصطفیٰ آباد میں رہنے لگے تو چوروں اور ڈاکوؤں نے احمد آباد کے نواح میں سر اٹھایا اور رعایا کو لوٹنے مارنے لگے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسافروں کا راستہ طے کرنا بھی دشوار ہو گیا۔ بادشاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے لشکر کے کوتوال اور سلاح خانے کے محافظ ملک جلال الدین بن شیخ ملک کو "محافظ خاں" کا خطاب عنایت کر کے احمد آباد کا کوتوال مقرر کیا۔

محافظ خاں کی ترقی

محافظ خاں نے بہت تھوڑے عرصے میں اس علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کو ٹھکانے لگا دیا اور ملک کو ان بدکرداروں کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا۔ بادشاہ نے محافظ خاں کی اس مستعدی اور خدمت کو بہت سراہا اور اسے کوتوال کے علاوہ شہر کا صدری سب بھی مقرر کر دیا۔ اس امیر نے بہت جلد ترقی کے مراحل طے کیے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا جب کہ اس کے اصطبل میں ایک ہزار سات سو گھوڑے بندھنے لگے اور اس کے بیٹے ملک خضر نے راجہ سروہی اور دوسرے راجاؤں سے پیش کش وصول کیں۔

کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی

جس زمانے میں بادشاہ مصطفےٰ آباد میں مقیم تھا اسے معلوم ہوا کہ مچھیروں کی ایک جماعت جو سندھ کی سرحد یعنی کچھ میں آباد تھی اس نے رہزنی کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ اور لوگوں کو سخت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماعت کے افراد ملحد ہیں۔ ۸۷۹ھ میں بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور شور نامی ایک مقام پر پہنچا۔

کافروں کی پریشانی

سلطان محمود نے صرف ایک دن اور ایک رات میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کی اور چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ بھیموں کے سر پر جا پہنچا کچھی چار ہزار تیر کمان داروں کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلے پر آئے۔ دشمن کو آتا دیکھ کر بادشاہ نے حملے کی تیاری کی اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن کافروں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ انہوں نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا۔ کافروں کے سردار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر بادشاہ سے معافی کی درخواست کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی کوئی ایسا جرم نہ کریں گے۔

کچھ کے لوگوں کا عقیدہ

بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے اور تم کس عقیدے کے قائل ہو؟ ان لوگوں کے سرداروں نے جواب دیا" ہم صحرائی اور خانہ بدوش قوم کے افراد ہیں۔ ہماری قوم میں کوئی دانش مند اور عالی فکر انسان نہیں ہے۔ ہماری پہنچ صرف عناصر اربعہ اور آسمان تک ہے اور ہمیں کھانے پینے کے علاوہ کسی اور شے سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ آپ کے توسط سے ہم یہ جان سکیں گے کہ ہمارا حقیقی مالک کون ہے؟ بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ لے کر احمد آباد آیا۔

ملک سندھیہ

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے سرداران شور کو مسلمان علماء کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ ان سرداران کو حنفی مذہب کے مطابق اسلام کی تعلیم دی جائے۔ ان سرداروں کی وجہ سے ان کی قوم کے اکثر افراد مصطفےٰ آباد میں آنے جانے لگے۔ انہیں لوگوں سے بادشاہ کو یہ معلوم ہوا

besturdubooks.wordpress.com

کہ ملک شور کے عقب میں ایک اور ملک بھی آباد ہے جسے "سندھیہ" کہتے ہیں اس ملک کا بادشاہ عام طور پر "بادشاہ سندھیہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھیہ میں چار ہزار گھر آباد ہیں یہ سب لوگ بلوچی ہیں۔ اس قوم کے چار ہزار افراد جو کمان داری میں بڑی مہارت رکھتے ہیں خلقت خدا کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

سندھیہ کے بلوچی

اہل شور نے سلطان محمود شاہ کو یہ بھی بتایا کہ بلوچی امامیہ مذہب کے پیرو ہیں اور انہیں کی تقلید میں مچھیروں نے بھی امامیہ مذہب اختیار کر لیا ہے بلوچیوں کی گزر اوقات کا ذریعہ رہزنی ہے۔

بلوچیوں پر لشکر کشی

۸۸۰ھ میں سلطان محمود نے ان سرکش بلوچیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے سندھیہ کا سفر اختیار کیا۔ اتفاق سے کچھ بلوچی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں آئے ہوئے تھے۔ انہیں سلطان محمود کی آمد کی اطلاع ہو گئی ان میں سے ایک شتر سوار نے فوراً اپنی قوم کو مسلمانوں کی آمد سے مطلع کر دیا۔ بادشاہ کا نام سنتے ہی یہ لوگ اپنے مکانوں سے نکل کر غاروں اور پہاڑوں کے دروں میں روپوش ہو گئے۔

بلوچیوں کا قتل

اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے بلوچیوں کے مکانوں پر حملہ کیا لیکن وہاں کسی انسان کا نام و نشان بھی نہ ملا۔ اتفاق سے چند بلوچی سوار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان سے بادشاہ نے یہ معلوم کر لیا کہ بلوچی کہاں روپوش ہوئے ہیں اس کے بعد بادشاہ نے روپوش بلوچیوں کا سراغ لگا لیا اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز

جب بادشاہ واپسی کے لیے تیار ہوا تو چند اراکین سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا ہم نے بڑی محنت کے بعد اس ملک کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم اور داروغہ مقرر کریں اور پھر واپس ہوں۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا۔ "مخدومہ جہاں سندھیہ کے بادشاہوں کی نسل سے ہیں اس لیے عفو و رحم سے کام لینا میرا فرض ہے پس اس ملک پر مالکانہ تصرف مجھے زیب نہیں دیتا اور نہ میں ایسا کرنا پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ واپس مصطفیٰ آباد آ گیا۔

اہل جگت کی فتنہ پردازیاں

کچھ عرصے کے بعد بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ بندرگاہ جگت میں بہت سے بت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے سارے باشندے خاص طور پر برہمن بے حد متعصب ہیں۔ بادشاہ اس ملک پر لشکر کشی کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسی زمانے میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانے کے ایک زبردست عالم اور بہمنی دربار میں ایک عرصے تک بہت نمایاں اور ممتاز مقام پر رہ چکے تھے۔ بڑھاپے کے زمانے میں اپنے متعلقین اور اسباب کے ساتھ اپنے وطن ہرموز روانہ ہوئے۔ جب مولانا کی کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو وہاں کے باشندوں نے برہمنوں کی ترغیب سے کشتی پر حملہ کیا اور مولانا کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

مولانا محمد سمرقندی کا بیان

مولانا محمد سمرقندی نہایت بدحالی کے عالم میں اپنے دو خورد سال لڑکوں کے ساتھ مصطفیٰ آباد میں آئے اور انہوں نے شاہی بارگاہ میں پہنچ کر کہا۔ "میں اپنا تھوڑا بہت سامان لے کر سمرقند جا رہا تھا میرے ساتھ میرے متعلقین اور دیگر مسلمانوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ جب میری کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو اس مقام کے ہندو راجہ بھیر نے برہمنوں کے کہنے پر ہماری تباہی و بربادی کا ارادہ کیا۔ اور ہندوؤں کی

besturdubooks.wordpress.com

ایک جماعت کو چند کشتیوں پر سوار کر کے ہمارے پاس بھیجا۔ ہندوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں ہی میں ہمارے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے تمام بیوی بچوں کو انہوں نے قید کر لیا میرے ساتھ جو دو بچے ہیں ان کی والدہ بھی ہندوؤں کی قید میں ہے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ آپ جیسے متقی اور دیندار بادشاہ کے جوار میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ہوں۔"

امراء سے مشورہ

یہ سن کر بادشاہ نے مولانا کو تو احمد آباد روانہ کر دیا اور اسی وقت اپنا دربار منعقد کیا اور اپنے امراء اور ارا کین سلطنت کو مخاطب کر کے کہا "کیا یہ امر جائز ہے کہ مسلمان فرماں روا کے جوار میں سنگ دل اور ظالم لوگ مسلمانوں پر سختیاں کریں۔ اگر قیامت کے روز خداوند تعالیٰ نے اس بارے میں ہم سے سوال کیا کہ باوجود علم و اطلاع کے تم نے اس ظلم و ستم سے ہمسایہ ملک کے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے کیا کچھ تدبیریں کیں تو ہم کیا جواب دیں گے۔"

جگت پر لشکر کشی

اس کے بعد بادشاہ نے سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پہنچ کر تکبیر کی آوازوں سے کافروں کو پریشان کر دیا۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کر کے ہندوؤں سے انتقام لینے کی طرف توجہ کی۔

موذی جانوروں کی کثرت

اس علاقے میں چونکہ موذی اور خونخوار جانور بکثرت پائے جاتے تھے اس لیے بہت سے ایسے جانوروں کو ہلاک کیا ایسے موذیوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ صرف شاہی سرپردہ کے قریب ہی ایک پہر میں سات سو سانپ ہلاک کیے گئے۔ اسی طرح دوسرے جانور بہت بڑی تعداد میں مارے گئے۔

غیر مسلموں کا قتل عام

بادشاہ نے جگت کے مندر کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی اور اس کے نواح میں مقیم رہا' اس قیام کے دوران میں بہت سی کشتیاں تیار کی گئیں۔ ان کشتیوں کے ذریعہ لشکر و سامان جنگ کو لے کر بادشاہ جزیرہ تبت کی طرف روانہ ہوا۔ گجراتیوں اور غیر مسلموں میں بائیس مرتبہ لڑائی ہوئی' آخر کار مسلمانوں نے اپنے جہازوں کو بندرگاہ پر لنگر انداز کیا اور جزیرے میں داخل ہو کر بے شمار غیر مسلموں کو قتل کیا۔

راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود نے اپنے ایک مشہور و معروف امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر کیا۔ اسی دوران میں مسلمانوں نے راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس فتح پر بادشاہ نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور واپس مصطفیٰ آباد آیا۔

راجہ کا حشر

مصطفےٰ آباد پہنچ کر بادشاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ مولانا سمرقندی کو احمد آباد سے طلب کیا اور ان کی زوجہ اور راجہ کو ان کے سپرد کر کے کہا کہ وہ جو سلوک چاہیں راجہ سے کریں۔ مولانا چونکہ راجہ سے بہت زیادہ نالاں تھے اس لیے انہوں نے کہا کہ "راجہ کو محافظ خاں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ سارے شہر میں گشت کرا کے قتل کر دے چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔"

کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ

کہا جاتا ہے کہ جن دنوں سلطان محمود شاہ مصطفیٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ گجراتی اس وجہ سے بڑے پریشان ہوئے کہ ہر سال انہیں

besturdubooks.wordpress.com

کہیں نہ کہیں معرکہ آرائی کرنی پڑتی ہے اور یوں احمد آباد سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا اس وجہ سے پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے نجات حاصل کرے۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہو گئی اس نے ممالک محروسہ کا تمام انتظام اپنے امیروں کے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے استحکام اور نظم و نسق میں مصروف ہوا۔

نئی تقرریاں

بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو سونکھر کا حاکم' فرحت الملک کو تبت اور جگت کا اور نظام الملک کو ماتیر کا حاکم مقرر کیا۔ بادشاہ نے خداوند خاں کو جو وزیر الممالک تھا شہزادہ مظفر خاں کا اتالیق مقرر کیا اور اسے احمد آباد ہی میں چھوڑا اور خود امراء کی ایک جماعت کے ساتھ مصطفیٰ آباد پہنچا۔ اس شہر میں بادشاہ نے باغات لگوانے اور عمارات تعمیر کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔

امراء کی سازش

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ احمد آباد کے امیروں نے سازشیں شروع کر دیں خداوند خاں اور رائے رایاں وغیرہ نے یہ سازش کی کہ سلطان محمود شاہ کو معزول کر کے شہزادہ احمد کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان سازشیوں نے عید الفطر کے بہانے سے عماد الملک اور دوسرے اراکین سلطنت کو احمد نگر میں بلایا۔ عماد الملک کو (راز فاش نہ کرنے کی قسم لے کر) سازش کی تفصیل سے آگاہ کر کے ہم راز بنایا گیا۔ عماد الملک کا لشکر ان دنوں تھانہ میں تھا اسے احمد آباد طلب کر لیا گیا اور شہزادہ احمد کی تخت نشینی کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر دیا گیا۔

عماد الملک کی کارروائی

عماد الملک کے تمام ساتھی عید سے پہلے ہی حاضر ہو گئے۔ عید کے روز عماد الملک نے اپنی فوج کو مرتب و منظم کیا اور شہزادے ـ دربار میں حاضر ہوا اور اسے قدیم رسم کے مطابق نماز کے لیے باہر لایا۔ نماز پڑھنے کے بعد عماد الملک' شہزادہ مظفر شاہ کو محل کے اند واپس لے گیا۔ خداوند خاں اور اس کے ساتھی عماد الملک کی نیت کو بھانپ گئے لیکن زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا۔

امراء کا امتحان

بادشاہ کے ایک مقرب امیر قیصر خاں نے ان سازشی امراء کے ارادوں سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اس اطلاع کی اصلیت کو پہنچنے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون میرا دشمن ہے اور کون دوست اپنے امیروں سے یہ کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے سفر اختیار کروں اس سے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی نے بادشاہ کی رائے کی تائید کی تو اس کی دشمنی کھل جائے گی۔ سلطان محمود نے عمال کو چند لاکھ تنگے عطا کیے اور ان کو حکم دیا کہ سفر کے لیے ضرورت کا سامان خریدا جائے اس کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد سے کوکبہ روانہ ہوا اور بذریعہ کشتی کنبایت پہنچ گیا۔"

بادشاہ کا خیال

اہل احمد آباد کو بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تمام امراء شہزادے کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے جب کہ تمام امراء موجود تھے کہا خدا کے فضل و کرم سے اب شہزادہ جوان ہو چکا ہے اسے دنیا کا کچھ تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ امراء بھی اس کی ہر طرح سے خدمت کرنے کو تیار ہیں اس لیے میرا ارادہ ہے کہ حکومت کا تمام انتظام شہزادے کے سپرد کر دوں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں۔"

عماد الملک کی رائے

اس موقع پر عماد الملک نے بادشاہ سے عرض کیا صرف ایک مرتبہ حضور احمد آباد تشریف لے چلیں اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔"

besturdubooks.wordpress.com

یہ سن کر سلطان محمود یہ سمجھ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ بادشاہ شہر احمد آباد میں پہنچا اس نے ایک روز امراء کو طلب کر کے ان سے کہا۔ "جب تک تم مجھ کو کوچ کی اجازت نہ دو گے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔"

بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو

تمام امراء سمجھتے تھے کہ یہ بات بادشاہ نے محض آزمانے کے لیے کی ہے اس لیے وہ خاموش رہے البتہ عماد الملک نے اس قدر کہا۔ "آپ کے خادم کا بیٹا اب خدا کے فضل سے جوان ہو گیا ہے لہٰذا اس کو میرا عہدہ عطا کیا جائے اور مجھے یہ اجازت مرحمت فرمائی جائے کہ میں آپ کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کروں۔" بادشاہ نے جواب دیا۔ "تمہارا یہ خیال بہت عمدہ ہے تم میرے ساتھ ضرور چلو لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ ملکی معاملات کے سلسلے میں تمہارا یہاں ٹھہرنا بھی لازمی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہیں رہو۔"

نظام الملک کی رائے

اس کے بعد عماد الملک کے اشارے سے نظام الملک نے (جو امیر کبیر تھا) بادشاہ سے عرض کیا۔ "بہتر یہ ہو گا کہ حضور سب سے پہلے اہل حرم اور خزانے کی حفاظت کے لیے جنانیر کا قلعہ فتح کر لیں اس کے بعد حج کے لیے تشریف لے جائیں۔" اس پر بادشاہ نے کہا۔ "انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا" اس کے بعد کھانے کا وقت آ گیا اور بادشاہ نے خاصہ تناول فرمایا۔

افشائے راز

بادشاہ نے جان بوجھ کر چند روز تک عماد الملک سے کوئی بات نہ کی۔ عماد الملک نے ایک روز تنہائی میں بادشاہ سے عرض کیا بندہ بالکل بے گناہ ہے اس عتاب و عذاب کی وجہ کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا۔ جب تک تم تمام باتیں مجھ سے بیان نہ کرو گے میں تم سے صاف نہ ہوں گا۔ عماد الملک نے جواب دیا اگرچہ میں نے راز افشا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے لیکن اب چونکہ مجبوری آ پڑی ہے اس لیے آپ سے صاف صاف بیان کرتا ہوں۔ اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے مصطفیٰ آباد میں سنی ہے۔

کبوتر یا خداوند خاں

یہ سن کر بادشاہ نے بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور خداوند خاں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی البتہ اس قدر ضرور کیا کہ اپنے ایک کبوتر کا نام "خداوند خاں" رکھ دیا تاکہ خداوند خاں کی دل آزاری ہو۔

بادشاہ کا عزم پٹن

اس واقعہ کے بعد بادشاہ پٹن روانہ ہو گیا اور وہاں سے عماد الملک اور قیصر خاں کو جالور اور ساجور کی فتح کے لیے روانہ کیا۔

قیصر خاں کا قتل

یہ دونوں امراء بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے شیخ حاجی رجب کی تربت کے قریب مقیم ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے زوال کا زمانہ آ چکا تھا اس لیے اس کا بیٹا مجاہد خاں اپنے خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ رات کے وقت قیصر خاں کے سراپردہ کے قریب آیا اور اسے قتل کر دیا۔

خداوند خاں کی گرفتاری

بادشاہ نے یہ سمجھا کہ قیصر خاں کو اس کے پرانے دشمن اژدر خاں نے قتل کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اژدر خاں کو پابہ زنجیر کر کے ایک قید خانے میں ڈال دیا۔ حسن اتفاق سے صاحب خاں اور مجاہد خاں خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے ان کی اس حرکت سے اژدر خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اژدر خاں کو رہا کر دیا اور اس کی جگہ خداوند خاں کو قید کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عماد الملک کا انتقال

انہیں دنوں عماد الملک بیمار پڑا اور کچھ عرصے کے بعد اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ بادشاہ نے مرحوم کے بیٹے اختیار الملک کو باپ کا جانشین مقرر کیا۔ اختیار الملک نے تھوڑے سے عرصے ہی میں بہت اقتدار حاصل کر لیا اور ہر خاص و عام میں مقبول ہو گیا۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد واپس آ گیا اور ایک عرصے تک یہیں مقیم رہا۔

جنانیر کی فتح کا ارادہ

رجب ۸۰۷ھ میں بادشاہ نے امراء کی ایک جماعت کو احمد آباد ہی میں چھوڑ کر خود جنانیر کو فتح کرنے کے لیے سفر کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ کوچ کرنے ہی والا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ مالا بار کے باشندوں نے بہت سی کشتیاں جمع کر لی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ دریا کے راستے سے سفر کرنے والے باشندوں کو لوٹا جائے۔

مالا باریوں کی سرزنش

یہ سن کر بادشاہ نے فی الحال جنانیر کی فتح کا ارادہ ترک کیا اور ہنگامہ پرور مالا باریوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان محمود نے چند جہاز فراہم کیے اور ان میں لشکر اور سامان جنگ لے کر دشمن کے سر پر جا پہنچا۔ مالا باریوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو گئے ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ بادشاہ کا مقابلہ کرتے لہٰذا انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بادشاہ نے ان کی چند کشتیوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں اپنے ساتھ لے کر کنبایت آ گیا۔

قحط

سلطان محمود گجرات واپس آ گیا۔ اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے زبردست قحط پڑا' ان گنت لوگ ہلاک ہوئے اور چاروں طرف ابتری پھیل گئی۔

قلعہ جنانیر

یکم ماہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے جنانیر پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے اور بہت ہی مضبوط اور بلند ہے۔ جس پہاڑ پر یہ قلعہ واقع ہے۔ اسی کے ساتھ ایک اور پہاڑ ہے جو پہلے پہاڑ سے بھی بہت اونچا ہے۔ اس دوسرے پہاڑ پر چونے اور پتھر سے ایک مضبوط فصیل تیار کی گئی ہے اور اس فصیل میں مستحکم اور دل کش برج تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان دونوں قلعوں کا حاکم رائے بناہی تھا۔ جس کے خاندان میں اس قلعے کی حکومت ایک عرصہ دراز سے چلی آ رہی تھی اس خاندان کے راجاؤں کی ملازمت میں ساٹھ ہزار راجپوت سوار اور پیادے تھے۔ اس وجہ سے یہ راجے بڑے ہی متکبر اور مغرور تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

جنانیر پر لشکر کشی

جب حکومت راجہ بناہی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے اہالی رسول آباد میں جو گجرات کے ملحقات میں سے ہے سخت طوفان بدتمیزی برپا کیا اور بہت سے مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ جب سلطان محمود جنانیر پر قبضہ کرنے کے خیال سے قصبہ بڑودہ میں پہنچا تو راجہ بناہی کو اپنی حرکتوں پر ندامت ہوئی اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر نہایت عاجزی و انکساری کا اظہار کیا اور صلح کی درخواست کی۔ نیز پیش کش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

سلطان محمود نے راجہ کی درخواست رد کر دی۔ عضد الملک اور تاج خاں آگے آگے روانہ ہوا اور ۷/ صفر ۸۸۸ھ کو پہاڑ کے دامن

besturdubooks.wordpress.com

میں پہنچ کر قیام پذیر ہو گئے۔ ہر روز راجپوتوں کی ایک جماعت قلعے سے نکل کر گجراتیوں سے لڑائی کرتی اور پھر قلعے میں پناہ گزین ہو جاتی۔ اس دوران میں بادشاہ خود بھی قصبہ بڑودہ سے روانہ ہو کر جلد از جلد جنانیر جا پہنچا اور وہاں سے موضع کریاری میں چلا گیا جو مالوہ کے راستے میں واقع ہے۔

صلح کی درخواست

رائے بناہی نے دوبارہ اپنے قاصدوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا بہت سے گراں قدر تحفے پیش کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس بار بھی راجہ کی درخواست رد کر دی۔ راجہ نے مجبور ہو کر اپنے لشکر کو جمع کیا۔ دوسرے راجاؤں سے بھی مدد طلب کی اور ساٹھ ہزار سواروں اور بہادروں کی جمعیت لے کر قلعے سے نیچے اترا اور سلطان محمود کے مقابلے پر آیا۔

راجہ کی شکست اور قلعے میں پناہ گزینی

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ کو شکست ہوئی اور وہ دس بارہ ہزار راجپوتوں کو ساتھ لے کر قلعے میں دوبارہ پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمود قلعے کے پاس ہی مقیم ہوا۔ اس نے قلعے کی نوعیت اور جنگ کے دوسرے بہت سے پہلوؤں پر غور و خوض کیا اور سرداران لشکر کو مناسب مقامات پر متعین کر کے خود موضع کریاری میں واپس آ گیا۔ بادشاہ نے سید بدر کو راستے کی حفاظت اور رسد رسانی کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔

سید بدر کا قتل

سید بدر ایک روز رسد لے کر جا رہا تھا کہ راجپوتوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ جو سید بدر کے ساتھ تھا اسے بھی تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور راجپوت تمام سامان لوٹ کر لے گئے۔ بادشاہ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ بہت غصے میں آیا اور جنانیر کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو گیا۔

قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم

اس دوران میں تمام مورچل تیار ہو چکے تھے اس لیے قلعے کا محاصرہ بہت اچھی طرح کر لیا تھا۔ بادشاہ نے خود بھی قلعے کے قریب ہی قیام کیا اور یہ حکم دیا کہ قلعہ کے چاروں طرف ساباط تیار کی جائیں یہ صورت حال دیکھ کر راجہ بناہی سخت پریشان ہوا۔ اس نے اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات کے لیے ایک لاکھ تنکہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ

سلطان غیاث الدین خلجی نے اپنا لشکر جمع کیا اور نعلچہ میں فروکش ہوا۔ سلطان محمود کو اس امر کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے امیروں کو جا بجا مقیم کر کے بذات خود سلطان خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے قصبہ دلور جا پہنچا وہاں پہنچ کر بادشاہ کو پتہ چلا کہ سلطان غیاث الدین خلجی نے ایک روز عالموں فاضلوں سے پوچھا کہ "اگر کوئی مسلمان بادشاہ کسی ہندو راجہ پر لشکر کشی کرے تو کیا ایسی صورت میں حملہ آور کے خلاف لشکر کشی کرنا اور ہندو راجہ کی مدد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔"

سلطان خلجی کی واپسی

علماء نے سلطان خلجی کو بتایا کہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا مذہباً ناجائز ہے۔ سلطان خلجی نے مذہبی حکم کے مطابق فوراً راجہ بناہی کی مدد کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملک واپس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

مسجد کی تعمیر

یہ واقعہ سن کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور جنانیر واپس آ گیا۔ قلعے کی فتح سے پہلے ہی بادشاہ نے اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ کے اس اقدام سے تمام لشکریوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہو گا بادشاہ اس ملک سے واپس نہ جائے گا۔ لشکریوں نے ساباط تعمیر کرنے اور اہل قلعہ کو تکالیف پہنچانے کا کام بڑی مستعدی سے شروع کر دیا۔

ساباطوں کی تیاری

سب سے پہلے بادشاہ اور اس کے ایک خاص غلام ایاز سلطانی کی ساباطیں تیار ہوئیں۔ ایک دن گجراتی سپاہیوں نے ساباطوں سے یہ دیکھا کہ صبح کے وقت ہندوؤں کی بیشتر تعداد غسل اور مسواک کرنے کے لیے باہر چلی جاتی ہے اور مورچل میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے۔

ہندوؤں کا قتل

لشکریوں نے بادشاہ کو جب اس حقیقت سے آگاہ کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ۔ "مسلمانوں کی فوج کا ایک حصہ' صبح کے وقت قلعے کے اندر داخل ہو جائے' ممکن ہے اسی تدبیر سے قلعہ فتح ہو جائے۔ مسلمان سپاہیوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور قوام الملک سرجاندار کی نگرانی میں قلعے میں داخل ہو کر ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی جماعت کو قتل کیا۔

معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی

راجپوتوں کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی انہوں نے بھی جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس معرکہ آرائی میں مسلمان غالب آئے اور انہوں نے راجپوتوں کو حصار کے دوسرے دروازے تک پسپا کر دیا۔

ایاز سلطانی کی مستعدی

اتفاق کی بات ہے کہ اس واقعے سے صرف چند روز پہلے ہندوؤں نے ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی مغربی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں ایک شگاف پڑ گیا۔ ملک ایاز سلطانی موقع پا کر سواروں کی ایک جماعت کے ہمراہ شگاف کے قریب آیا۔ اور پھر شگاف کے ذریعہ برج و بارہ سے ہوتا ہوا بام حصار تک جا پہنچا۔ اس وقت بادشاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح کے لیے دعا کی اور اپنے سپاہیوں کو ایاز اور اس کے ساتھیوں کی مدد کا حکم دیا۔

راجپوتوں کی پریشانی

راجپوتوں نے جب ایاز سلطانی کو اس طرح بام حصار پر دیکھا تو انہوں نے حیران و پریشان ہو کر بارود کا حقہ بام حصار پر پھینکا لیکن خدا کی قدرت کہ وہ حقہ بام پر گرنے کی بجائے راجہ بنائی کے صحن میں آگرا یہ عالم دیکھ کر راجپوتوں کو اپنا انجام بد نظر آنے لگا۔ انہوں نے اپنی پرانی رسم کے مطابق آگ جلا کر اپنے بیوی بچوں کو تو شعلوں کے سپرد کر دیا اور خود سامان جنگ سے مسلح ہو کر مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔

ہندوؤں کی شکست

۲ ذیقعدہ ۸۸۹ھ کی صبح کو مسلمانوں نے ہندوؤں پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا اور انہیں شکست فاش دی۔ مسلمان بڑے حصار کا دروازہ توڑ کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے بے شمار ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سلطان محمود بھی قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا اور شاہی علم بلند کیا گیا۔ باقی ماندہ ہندو حصار کے حوض کے کنارے جمع ہو گئے اور غسل کے بعد تلوار اور نیزہ ہاتھ میں لے

besturdubooks.wordpress.com

کر لڑنے کے لیے مستعد ہوئے۔

مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ راجپوتوں کے مقابلے میں آیا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ آخرکار ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ پوری طرح تباہ و برباد ہوئے۔

راجہ کی گرفتاری

راجہ بناہی اور اس کا وزیر دو نکری دونوں زندہ گرفتار ہوئے اور وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ بادشاہ نے پہلے تو اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر راجہ بناہی سے یہ سوال کیا۔ "تو نے ہمارے مقابلے پر اس قدر جانبازی اور معرکہ آرائی کیوں کی۔

راجہ کی غیرت مندی

راجہ نے جواباً کہا "یہ سلطنت مجھے وراثت میں ملی ہے میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنے آباء و اجداد کی اس یادگار کو بغیر کسی پس و پیش کے ضائع کر دوں کیونکہ اس طرح دنیا مجھے بے غیرت اور نامرد کے لقب سے یاد کرتی۔" راجہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔

محمدؐ آباد کی تعمیر

سلطان محمود نے قلعے کے پائین میں حضرت محمد صلعم کے اسم مبارک پر ایک شہر "محمد آباد" کے نام پر آباد کیا۔ مصطفیٰ آباد کی حکومت بادشاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے خلیل خاں کے سپرد کی اور خود محمد آباد کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اس شہر میں بادشاہ نے ایک جامع مسجد کو جو فتح ذ سے قبل بنوائی تھی بہت سجایا۔ اس میں بے شمار ستون تھے ۹۱۴ھ میں اس مسجد میں ایک نہایت عالی شان منبر تعمیر کیا گیا۔

راجہ نباہی کو پھانسی کی سزا

معرکہ آرائی میں راجہ نباہی زخمی ہو گیا تھا جب راجہ کے زخم اچھے ہو گئے تو سلطان محمود نے راجہ اور اس کے وزیر دو نکری کو اسلام کی دعوت دی لیکن ان بدقسمتوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس پر علماء نے ان دونوں کو قید کرنے کا فتویٰ دیا لہٰذا یہ دونوں پانچ ماہ تک قید میں رکھے گئے۔ اس دوران میں ان کو روزانہ قتل کی دھمکی دی جاتی رہی کہ شاید اسی خوف سے یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخر علماء کے فتوے کے مطابق ان دونوں کو پھانسی دے دی گئی۔

احمد آباد قلعوں کی تعمیر

اسی سال سلطان محمود نے اپنے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ اس شہر میں حصار قلعے اور برج وغیرہ تعمیر کیے جائیں۔ تمام اراکین سلطنت اور امراء نے دل و جان سے شاہی حکم کی تعمیل کی اور حصار اور قلعے تعمیر کروائے گئے۔ ایک فاضل شخص نے اس آیت سے "من دخلہ کان امنا" سے ان تعمیرات کی تاریخ نکالی۔

قلعہ ابو کے راجہ کی دست درازی

۸۷۲ھ میں تاجروں کے ایک گروہ نے دارالملک محمد آباد میں بادشاہ سے قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت کی کہ ہم لوگ چار سو گھوڑے لے کر آ رہے تھے کہ راجہ نے زبردستی یہ تمام جانور ہم سے چھین لیے اور جو سامان ہمارے ساتھ تھا وہ بھی چھین لیا۔" یہ سن کر بادشاہ نے افسوس کا اظہار کیا اور حکم دیا گھوڑوں اور سامان کی قیمت شاہی خزانے سے ان تاجروں کو ادا کر دی جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ ابو کے نام فرمان

اس کے بعد بادشاہ نے سامان سفر درست کیا اور قلعہ ابو کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے دوسری منزل پر قیام کیا اور راجہ ابو کے نام ایک فرمان لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے تاجروں کی ایک جماعت کا تمام سامان اور وہ گھوڑے جو کہ وہ ہمارے لیے لا رہے تھے تم نے اپنے قبضے میں کر لیے ہیں' تمہارا فرض ہے کہ اس فرمان کو دیکھتے ہی وہ تمام سامان اور گھوڑے ہماری بارگاہ میں روانہ کر دو ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہو گی اور تم کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

راجہ ابو کی اطاعت

بادشاہ نے یہ فرمان تاجروں کے ایک گروہ کے حوالے کیا اور انہیں راجہ کے پاس بھیجا۔ راجہ نے فرمان دیکھا اور ان سوداگروں سے بڑی مروت سے پیش آیا۔ اس نے تین سو ستر گھوڑے اور تمام سامان ویسے کا ویسا جو اس کے پاس رکھا ہوا تھا ان سوداگروں کے حوالے کر دیا۔ بقیہ سامان جو ضائع ہو گیا تھا راجہ نے اس کی قیمت ادا کر دی اس کے بعد راجہ نے اپنا قاصد اور پیش کش بھیج کر بادشاہ کی اطاعت کا وعدہ کیا اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان محمود' محمود آباد جناتیر میں واپس آ گیا اور شہر کے گرد برج اور قلعہ بنانے میں مصروف ہو گیا۔ یہ کام بادشاہ نے بڑے انہماک اور توجہ سے انجام کو پہنچایا۔

بہادر گیلانی کا فتنہ

۹۰۰ھ میں سلطان محمود بہمنی کے مشہور و معروف امیر بہادر گیلانی نے علم بغاوت بلند کیا اور بندر کووہ وائل اور دکن کے دوسرے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بہادر گیلانی نے تقریباً دس بارہ ہزار سپاہیوں کی جمعیت تیار کر لی اور بے شمار سپاہیوں کو کشتیوں کے ذریعہ گجرات کی طرف بھیجا اور اس ملک کے باشندوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

جوابی کاروائی

بہادر گیلانی نے سلطان محمود کے چند خاصہ کے جہازوں پر بھی قبضہ کر لیا اور بندر مہائم میں لوٹ مار کا بازار گرم کر کے مکانات وغیرہ کو نذر آتش کر دیا اور اس شہر کو اپنے قبضے میں کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہادر گیلانی کے دفعیے کے لیے نامزد کیا اور خاصہ فیل کے افسر اعلیٰ قوام الملک کو بھی جنگل کے راستے سے مہائم کی طرف روانہ کیا۔

باد مخالف

صفدر جنگ کے ساتھ جو جہاز تھے وہ بخیر و عافیت مہائم پہنچ گئے۔ اسی دوران میں مخالف ہوا کے چلنے کی وجہ سے یہ جہاز ایک جگہ نہ رہ سکے اور ادھر ادھر بکھر گئے۔ اہل جہاز طوفان سے ڈر گئے اور انہوں نے پریشان ہو کر بہادر گیلانی کے ملازموں سے جو کنارے پر کھڑے تھے امان طلب کی اور باد مخالف کی فتنہ خیزیوں سے نجات پانے کے لیے کنارے کی طرف روانہ ہوئے۔ کنارے پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بہادر گیلانی کے ملازم لڑائی کے لیے آمادہ ہیں لہٰذا اہل گجرات کے لیے سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں اہل گجرات مغلوب ہوئے۔

صفدر الملک کی گرفتاری

صفدر الملک اور گجراتیوں کے چند دوسرے معتبر افراد کو بہادر گیلانی کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا اور اس طرح تمام جہاز بھی دشمن کے قبضے میں آ گئے۔ قوام الملک جب مہائم پہنچا تو اس وقت بہادر گیلانی کے ملازم اپنا کام پورا کر کے اپنے مالک کے پاس جا چکے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوام الملک کا عریضہ

قوام الملک نے اسی جگہ قیام کیا اور سلطان محمود کے نام ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "آپ کے اس غلام کی یہ رائے ہے کہ بہادر گیلانی سے پورا پورا انتقام لیا جائے لیکن میں اس وقت تک بہادر گیلانی کے پاس نہیں پہنچ سکتا جب تک دکن کے کچھ علاقے تباہ و برباد نہ کر لیے جائیں اس سلسلے میں حضور کے حکم کا میں انتظار کروں گا۔"

دکنی فرماں روا کا اقدام

سلطان محمود کے پاس جب قوام الملک کا قاصد عریضہ لے کر پہنچا تو سلطان نے عریضہ پڑھ کر اسی وقت قاصد کو مع عریضے کے بادشاہ دکن کے پاس روانہ کر دیا۔ دکنی فرماں روا نے عریضہ پڑھا اور فوراً لشکر تیار کر کے بہادر گیلانی پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد دکنی فرماں روا نے صفدر الملک کو ان تمام گجراتی جہازوں پر جو بہادر گیلانی نے اپنے قبضے میں کر لیے تھے اور بہت سے گراں قدر تحفوں کے ساتھ گجرات روانہ کیا۔ بادشاہ دکن یہ چاہتا تھا کہ اس کاروائی کے صلے میں سلطان محمود اسے (یعنی شاہ دکن کو) ان بدطینت لوگوں کے چنگل سے نجات دلائے کہ جو اس پر مسلط ہو گئے تھے لیکن شاہ گجرات نے اس معاملے میں کوئی دخل نہ دیا کیونکہ یہ صورت حال اصلاح کے قابل نہ رہی تھی۔

رائے ایدر کی اطاعت

۹۰۱ھ میں سلطان محمود باکری سے ایدر کی طرف گیا۔ جب بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا تو وہاں کا راجہ بغیر کسی پس و پیش کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ راجہ نے چار سو گھوڑے اور چار لاکھ روپیہ کے عمدہ اور خوبصورت تحفے تحائف اور بہت سا اسلحہ سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا نیز جزیہ ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ اس طرح راجہ نے اپنے ملک کو بادشاہ کے قبضے سے بچا لیا۔ اس کے بعد سلطان محمود تمام سامان اپنے ہمراہ لے کر محمدؐ آباد واپس آ گیا۔

عدل و انصاف

۹۰۳ھ میں سلطان محمود نے اپنی رعیت اور ملک کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے سیاحت اختیار کی اور ملک کے بہت سے حصوں کا سفر کیا۔ اس دوران میں بادشاہ نے عدل و انصاف کے بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اس سلسلے میں نوشیرواں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

الف خاں کی بغاوت

۹۰۴ھ میں شاہی خاندان کے ایک غلام الف خان نے علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ نے اس باغی کے دفعیے کے لیے قاضی بیربر کو متعین کیا جو ایک نامور بہمنی امیر تھا اور اس زمانے میں گجرات میں مقیم ہو کر صاحب اقتدار ہو چکا تھا۔ قاضی بیربر نے الف خاں کا تعاقب کیا اور اسے جنگلوں میں بھگاتا پھرا۔ آخر کار الف خاں سلطان پور کے راستے مالوہ کی طرف فرار ہو گیا اور اسی دوران میں زہر یا طبعی موت سے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

عادل خاں فاروقی کی سرزنش

انہیں دنوں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے خراج ادا کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا اور سلطان محمود کو ٹالنے لگا۔ بادشاہ نے ۹۰۵ھ میں قاضی بیربر کو چند معتبر امیروں اور لشکر کے ساتھ عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ قاضی بیربر نے خاندیش میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ عادل خاں میں اتنی قوت نہ تھی کہ حملہ آور کا مقابلہ کرتا لہٰذا اس نے برار کے حاکم عماد الملک سے مدد

besturdubooks.wordpress.com

کی درخواست کی۔

عادل خان کی اطاعت

عماد الملک نے عادل خاں کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور اب عادل خاں کے لیے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ رہا لہٰذا اس نے چند سال کا خراج اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد جنانیر پہنچ کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ سلطان محمود بذات خود عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ جب پٹن کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے پیش کش روانہ کی اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے حقوق دامادی کے پیش نظر عادل خاں کا قصور معاف کر دیا۔

ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ

انہیں دنوں دولت آباد کے تھانیدار اور کوتوال ملک اشرف اور ملک وجیہہ نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک عریضہ روانہ کیا کہ "یہ قلعہ ہم خادمان بارگاہ شاہی کے قبضے میں ہے چونکہ سلطان بیدر پر امیر برید پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ اس لیے احمد نظام الملک اس قلعے کو اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش میں ہے اور ہر سال حملہ کر کے ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔ آج کل بھی اس نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اگر حضور اس طرف توجہ فرمائیں اور قلعے کو اپنے قبضے میں کر کے ہمیں احمد نظام الملک کی چیرہ دستیوں سے نجات دلوائیں تو ہم اپنی استطاعت کے مطابق حضور کی خدمت میں بے شمار تحفے پیش کریں گے۔

احمد نظام الملک کا فرار

سلطان محمود کو جب یہ عریضہ ملا تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ دکن کی طرف روانہ کر دیا اور خود دو تین منزل پیش قدمی کر کے سرراہ مقیم ہو گیا۔ احمد نظام الملک کو جب سلطان محمود کی پیش قدمی کی خبر ملی تو وہ بدحواس ہو کر دولت آباد سے فرار ہو گیا اور جنیر واپس آ گیا۔ دولت آباد کے باشندے سلطان محمود کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بہت سے قیمتی تحفے تحائف بادشاہ کی نذر کیے۔

رفیع الدین محمد کی آمد

الغرض سلطان محمود نے ایک ہی سفر میں دو مہمات کو سر کیا اور پھر محمد آباد جنیر واپس آ گیا۔ اسی زمانے میں رفیع الدین محمد بن مرشد الدین صفوی جو زہد و تقوی کے لحاظ سے ایک بلند مقام رکھتے تھے اپنے والد کی پیروی کر کے گجرات تشریف لائے اور محمد آباد میں مقیم ہوئے۔

اس زمانے میں بہمنی حکومت میں سخت انتشار برپا تھا اس خاندان کے ہر مقتدر امیر اور غلام نے اپنے آقا سے بغاوت کر کے الگ حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان محمود کو بھی بہمنی امراء سے خطرہ لاحق ہوا۔

امراء کا قتل

سلطان محمود نے ۹۰۹ھ میں محمد آباد کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر بہت سے ایسے امراء کو جو صاحب اقتدار تھے تلوار کے گھاٹ اتارا' ان مقتولین کی جگہ دوسرے امیروں کا تقرر کیا گیا۔ اس کارروائی کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کو یہ خوف تھا کہ صاحب اقتدار امراء کہیں خود اس کے یا اس کی اولاد کے خلاف علم بغاوت سربلند نہ کریں۔

besturdubooks.wordpress.com

کفار فرنگ

۹۱۳ھ میں بادشاہ کے دل میں پھر محمد آباد جنانیر کو دیکھنے کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس واقعہ کو ابھی دو تین مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ یہ خبر آئی کہ کفار فرنگ ساحل پر جمع ہو گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ قلعے بنا کر اس جگہ مقیم ہو جائیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ سلطان روم نے جو ان فرنگیوں کا سخت دشمن ہے اپنے بے شمار جہازوں کو ان کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے بھی ان فرنگیوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور دیکی دمن اور مہائم کی طرف روانہ ہوا۔

فرنگیوں سے لڑائی کی تیاریاں

سلطان محمود خطہ دمن میں پہنچ کر اپنے عزیز ترین غلام ایاز سلطانی کو جو امیر الامرائی اور سپہ سالاری کے مرتبے پر فائز تھا۔ بندر دیب سے چند خاص کشتیوں کے ساتھ جو بہادر سپاہیوں اور سامان جنگ سے بھری ہوئی تھیں فرنگیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ سلطان روم کے دس بڑے جہاز بھی جو فرنگیوں سے لڑنے کے لیے آئے ہوئے تھے ایاز کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ایاز سلطانی کی فتح

ایاز سلطانی نے بندر چیول تک عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگیوں کا ایک بڑا جہاز جو ایک کروڑ کی مالیت کا تھا مسلمانوں کی توپوں کی زد میں آکر پاش پاش ہو گیا اور دریا میں ڈوب گیا۔ ایاز کو فتح نصیب ہوئی اور وہ بہت سے فرنگیوں کو قتل کر کے واپس آیا۔ اس لڑائی میں رومیوں کے بھی چار سو افراد مارے گئے لیکن انہوں نے بھی دو تین ہزار فرنگیوں کو قتل کر کے ہی دم لیا۔

سلطان محمود جب بنادر کے نظم و نسق کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گیا تو وہ محمد آباد واپس آ گیا۔

اسیر میں ہنگامہ

اسی زمانے میں داؤد شاہ فاروقی نے اسیر میں داعی اجل کو لبیک کہا ملک میں چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عادل خاں بن حسن خان نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسا تھا چند افراد کو سلطان گجراتی کے دربار میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔

سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کے لیے نکلنا

شعبان ۹۱۳ھ میں سلطان محمود تھوڑے سے لشکر کے ساتھ اسیر آیا۔ رمضان کا مہینہ اس نے دریائے نربدا کے کنارے موضع سیلے میں گزارا۔ اور شوال میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے نظام الملک بحری اور عماد الملک کاویلی کی اتفاق رائے سے عالم خان کو تخت حکومت پر بٹھا دیا اور نظام الملک اب بھی برہان پور میں قیام پذیر ہے۔

نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی

یہ اطلاع پا کر سلطان محمود تھانیسر کی طرف چلا گیا۔ انہیں دنوں بادشاہ کو کچھ جسمانی کمزوری محسوس ہوئی اور وہ اس جگہ چند روز کے لیے ٹھہر گیا۔ بادشاہ نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ نظام الملک حسام الملک اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

ملک لاون اور ملک حسام کی ندامت

نظام الملک نے تھوڑے سے لشکر کے ساتھ عالم خاں کی مدد کی اور خود کاویل کی طرف روانہ ہو گیا۔ لاون خاں نے آصف خاں کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی۔ آصف خاں نے لاون خاں کو سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا۔ چند دنوں کے بعد ملک حسام الدین اپنی حرکت پر نادم ہوا اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ ملک لاون اور ملک حسام سے بڑی محبت سے پیش آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

عادل خاں کا عنان حکومت سنبھالنا

عیدالاضحیٰ کے بعد سلطان محمود نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا نیز چار ہاتھی اور خرچ کے واسطے چار لاکھ کی رقم بھی دی اور اسیرو برہان پور کی حکومت عنایت کی۔ ملک لاون کو بھی بادشاہ نے خطاب دیا اور موضع بناس بطور جاگیر کے عطا کیا۔ عماد الملک کے بیٹے ملک مالہا کو "غازی خاں" تھانیسر کے تھانے دار عالم شہ کو "قطب خاں" ملک حافظ کو "محافظ خاں" اور اس کے بھائی ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات عنایت کیے اور ان امراء کو اعظم ہمایوں کی مصاحبت کے لیے نامزد کیا۔

حسام الملک کی عزت افزائی

سلطان محمود نے اپنے امیروں میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو بھی عادل خاں فاروقی' المخاطب بہ "اعظم ہمایوں" کی اطاعت کا حکم دیا۔ ۱۷ ذوالحجہ کو بادشاہ اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی پہلی منزل پر بادشاہ نے ملک حسام الدین کو "شہریار" کے خطاب سے سرفراز کیا اور دو ہاتھی مرحمت کیے اور اسے مضافات سلطان کے موضع ویورہ میں جانے کی اجازت دی۔

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ انہیں دنوں سلطان بہادر نے شہزادہ مظفر بن شہزادہ بہادر کو جو اس مہم میں بادشاہ کے ساتھ تھا عمدہ گھوڑے تحفتاً دیئے۔

ملک حسام الدین کا قتل

سلطان محمود' محمد آباد کے قریب پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا اور سلطان مظفر کو بررودہ جانے کا حکم دیا کہ جو مظفر کی جاگیر میں شامل تھا۔ سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہمایوں نے ملک حسام الدین شہریار کو قتل کر دیا اور اس کے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے دیا۔ ربیع الاول ۹۱۴ھ میں یہ خبر سلطان محمود نے سنی اور اس نے کہا جو شخص نمک حرامی کرتا ہے وہ آخر کار مارا جاتا ہے۔

اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام

اسی دوران میں برہان پور اور اسیر سے اعظم ہمایوں کا ایک خط سلطان محمود کے نام آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ "شیر خاں" اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں باہمی اتفاق سے نظام الملک کے نام ایک خط لکھا ہے جس کے جواب میں نظام الملک عالم خاں اور راجہ کالینہ کو ساتھ لے کر اپنی سرحد کے قریب قیام پذیر ہوا ہے۔ اگر نظام الملک نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا تو میں اس کے ساتھ معرکہ آرائی کروں گا۔"

جواب

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود نے پانچ لاکھ مزید تنگے اعظم ہمایوں کو بھجوائے اور اپنے نامی گرامی امراء دلاور خاں' قدر خاں اور صفدر خاں وغیرہ کو اس کی مدد کے لیے نامزد کیا۔ بادشاہ نے اعظم ہمایوں کے خط کا جواب اس طرح لکھا۔ "اے فرزند دلبند! تم کسی قسم کا فکر نہ کرو اگر ضرورت ہوئی تو میں بذات خود آؤں گا۔ سلاطین دکن کے غلام نظام الملک میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکے۔"

گجراتی امیر ابھی شہر سے باہر ہی تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جس کے حالات آئندہ سطور میں بیان کیے جائیں گے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے سات لاکھ تنگے لے کر اپنے بھانجے "اعظم ہمایوں" کی خدمت میں روانہ کیے۔

نظام الملک کا خط

کچھ دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا حاجب محمد آباد آیا اور اس نے سلطان محمود کی خدمت میں خط پیش کیا' جس میں تحریر تھا۔ "خاں

besturdubooks.wordpress.com

زادہ عالم خاں نے مجھ سے درخواست کی ہے اور آپ سے بھی توقع رکھتا ہے کہ آپ اسے برہان پور و اسیر کا کچھ حصہ مرحمت فرمائیں۔"
یہ خط پڑھ کر بادشاہ سخت غصے میں آیا اور یہ جواب دیا کہ "ایک غلام زادے کی اتنی ہمت کہ بادشاہوں کو خط لکھے اگر اس نے اپنی حد سے آگے قدم رکھا تو بڑی سختی سے اس کو پامال کیا جائے گا۔"

سیف خاں اور شیر خان کی امان طلبی

یہ جواب جب نظام الملک کو ملا تو وہ احمد نگر واپس چلا گیا۔ گجراتی امراء ندر بار کے قصبے میں پہنچے، شیر خاں اور سیف خاں نے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی اور دکن کی طرف چلے گئے۔ عالم خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر آ گیا ہے تو اس نے کالول کے علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا یہاں کے راجہ نے خوفزدہ ہو کر پیش کش بھیجی اور معذرت کا اظہار کیا۔ عادل خاں اسیر میں آیا اور اس نے دلاور خاں کو بے حد عزت و توقیر کے ساتھ گجرات رخصت کیا۔

بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے

سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی نے ۹۱۶ھ میں محبت و خلوص کے اظہار کے لیے سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کیے یہ پہلا موقع تھا کہ دہلی کے کسی بادشاہ نے فرماں روائے گجرات کو تحفے بھیجے۔

نہر والہ کا سفر

اسی سال سلطان محمود نے نہر والہ کا سفر اختیار کیا۔ اس علاقے کے تمام علماء و اکابر کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے نوازا اور ان سے کہا۔ میں یہاں اس مقصد سے آیا ہوں کہ آپ حضرات سے آخری بار ملاقات کروں ممکن ہے کہ اس کے بعد موت مجھے اس کی اجازت نہ دے۔" علماء نے اس موقعے پر بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کی۔
اس مجلس سے رخصت ہو کر بادشاہ مشائخ پٹن کے مزارات کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اور پھر وہاں سے احمد آباد آیا۔ شیخ احمد کھٹو" کے روضہ مقدس کی زیارت کے بعد بادشاہ محمد آباد جنانیر واپس آ گیا۔

بادشاہ کی جسمانی کمزوری

انہیں دنوں بادشاہ کے جسم میں کمزوری اور بیماری کے آثار پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے یہ صورت دیکھ کر شہزاد مظفر کو برودرہ سے بلایا اور اسے اعلیٰ نصیحتیں کیں۔ تین چار روز بعد بادشاہ کی صحت قدرے بہتر ہو گئی اور اس نے شہزادے کو برودرہ واپس بھجوا دیا۔
چند دنوں کے بعد سلطان محمود کی صحت پھر خراب ہو گئی۔ اور اس کا مرض عود کر آیا۔ اس بیماری کی وجہ سے بادشاہ بے حد نحیف و ناتواں ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ مظفر کو دوبارہ برودرہ سے بلا لیا۔

سلطان محمود کا انتقال

اسی دوران میں فرحت الملک نے معروضہ پیش کیا کہ "بادشاہ ایران شاہ اسمٰعیل صفوی نے یادگار بیگ کو قزلباشوں کی ایک جماعت کو اعلیٰ درجے کے تحفوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔" بادشاہ نے یہ سن کر کہا "خدا نہ کرے کہ میں قزلباشوں کی صورت دیکھوں کیونکہ وہ ظالم و بانی فساد ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یادگار بیگ قزلباش ابھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان محمود نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ حادثہ ۲/ رمضان بروز دو شنبہ کو پیش آیا۔

لقب "بیگرا" کی وجہ

سلطان محمود نے ایک مہینہ کم اکسٹھ سال کی عمر پائی۔ اس عرصے میں پچپن سال اور ایک ماہ تک اس نے حکومت کی، حکومت کے

besturdubooks.wordpress.com

فرامین میں اسے "خدایگان حلیم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کو "بیگرا" بھی کہا جاتا ہے بیگرا اس گائے کو کہا جاتا ہے' جس کے سینگ اوپر کی طرف گھومے ہوئے اور حلقہ دار ہوتے ہیں۔ چونکہ سلطان محمود کی مونچھوں کے بال اسی طرح کے تھے' اس لیے اسے "بیگرا" کہا جاتا ہے۔

شاہ جمال الدین کا بیان

شاہ جمال الدین انجو کا بیان ہے کہ چونکہ سلطان محمود نے دو نہایت ہی مشہور و معروف قلعے کرنال اور جنانیر فتح کیے تھے اس لیے عوام و خواص اسے "بیگرا کہنے لگے۔ جس کا مطلب ہے دو قلعوں والا' یہی توجیہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

کردار

سلطان محمود اپنی خصوصیات و عادات کے لحاظ سے ایک مہذب ترین انسان تھا۔ بہادری دانائی' معاملہ فہمی' سخاوت اور مہربانی کی خصوصیات اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جھوٹ بولنے اور سننے کو وہ سخت ناپسند کرتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جو تہذیب و شائستگی کے معیار سے گرا ہوا ہو۔ مذہب اسلام کے قوانین کا وہ سختی سے پابند تھا' تیراندازی اور شکار کا اسے بہت شوق تھا' شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ خلوت میں بھی نامحرموں سے اپنے پاؤں کو چھپاتا تھا۔

بہادری

"طبقات محمود شاہی" کے مصنف کا بیان ہے کہ اگرچہ سلطان محمود کا ظاہری جسمانی ڈھانچہ کمزور تھا لیکن وہ اپنے بچپن سے لے کر آواخر حیات تک دوران سفر اور معرکہ آرائی کے وقت ایسا جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسے ایک بہادر سے بہادر انسان بھی مشکل سے اٹھا سکتا ہے۔ وہ اپنے ترکش میں ایک سو ساٹھ تیر رکھتا تھا تلوار اور نیزہ بھی ہر وقت وہ لگائے رکھتا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی

تخت نشینی

سلطان محمد شاہ بن محمد شاہ کے انتقال کے بعد شہزادہ مظفر تخت حکومت پر بیٹھا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد وہ برودرہ سے محمد آباد پہنچا اور ۱۳/ رمضان المبارک کو سہ شنبہ کے روز اس کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء و اراکین سلطنت نے اطاعت و وفاداری کا دم بھرا۔ اسی رات مظفر نے اپنے باپ کی لاش کو شیخ کھٹو" کے مزار کی طرف روانہ کیا۔ اور عزیز الملک کو دس لاکھ تنکے دیئے تاکہ قصبہ سرکچ کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رشید الملک اور ملک خوش قدم کا تقرر

اس کے بعد مظفر شاہ نے امراء کو خلعت اور خطابات سے نوازا۔ اسی روز مظفر شاہ کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا۔ مظفر کی تاریخ پیدائش ۲۰/ شوال ۸۷۵ھ ہے۔ اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں اپنے خاصے لشکر کے نامور سرداران ملک خوش قدم اور ملک رشید الملک کو بالترتیب عماد الملک اور خداوند خاں کے خطابات دے کر عنان و زارت ان کے سپرد کر دی۔

ایرانی قاصد کی آمد

ماہ شوال میں اسی سال شاہ ایران کا قاصد یادگار بیگ محمد آباد کے نواح میں آیا۔ سلطان مظفر نے اپنے تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو یادگار بیگ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس ایرانی قاصد سے بہت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ یادگار بیگ جو تحفے تحائف اپنے ساتھ لایا تھا اس نے وہ سب سلطان مظفر کی خدمت میں پیش کیے۔ بادشاہ نے یادگار بیگ اور اس کے ساتھیوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور ان کی رہائش کے لیے ایک عمدہ مکان کا انتظام کر دیا۔

برودرہ کا سفر

کچھ دنوں بعد سلطان مظفر قصبہ برودرہ گیا اور اس مقام کو "دولت آباد" کے نام سے موسوم کیا۔ اسی روز شادی آباد مندو کے بادشاہ کا بیٹا صاحب خاں اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کر برودرہ آگیا۔ بادشاہ نے اپنے امیروں کو صاحب خاں کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس سے ملاقات کی۔ چند روز بادشاہ نے صاحب خاں کی مہمان داری میں بسر کیے اور پھر محمد آباد واپس آگیا۔

بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دھور کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ سلطان محمود خلجی کے بارے میں صحیح خبریں اور مالوہ کے امراء کی تفصیل سے کیفیت دریافت کرے۔

صاحب خاں کا پیغام

ایک روز صاحب خاں نے سلطان مظفر کو پیغام بھیجا کہ بندے کو اس نواح میں آئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہو گیا ہے لیکن اب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوا۔ "سلطان مظفر نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ آج کل چونکہ بارشیں ہو رہی ہیں اس لیے کچھ کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ برسات کے بعد مالوہ کا آدھا ملک سلطان محمود خلجی کے قبضے سے نکال کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

ہنگامہ بدتمیزی

بادشاہ کے اس وعدہ کے باوجود صاحب خاں کی بدقسمتی میں کمی نہ ہوئی اتفاق سے یادگار بیگ اور اس کے دوسرے قزلباش ساتھی جو

besturdubooks.wordpress.com

گجراتیوں میں "کلاہ سرخ" کے نام سے مشہور تھے اہل گجرات کے قریب ہی آباد ہو گئے۔ ایک روز ان کے ملازموں کے مابین جھگڑا ہو گیا اس ہنگامے میں یاد گار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا۔ قزلباشوں نے بھی لڑائی میں حصہ لیا اور کئی ملازم مجروح و ہلاک ہوئے۔

صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی

گجرات کے لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں کو قید کر لیا ہے۔ شہزادے نے بھی یہ خبر سنی اور اس سے اپنی یہ ذلت برداشت نہ ہو سکی اور وہ سلطان مظفر کو مطلع کیے بغیر ہی اسیر چلا گیا اور برہان پور کے حاکم اور عماد الملک کی تحریک پر امداد طلب کرنے کے لیے کاویل آیا۔ ان تمام حالات کی تفصیل مالوہ کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

شہزادہ صاحب خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر کو راجپوتوں کے غلبے اور سلطان محمود خلجی کی پریشانی اور پراگندہ حالی کی خبریں ملیں۔ سلطان مظفر نے اپنی غیرت سے مجبور ہو کر اس گروہ کی سرزنش کا قوی ارادہ کیا۔

مالوہ کا سفر

بادشاہ نے پہلے احمد آباد کے سفر کا ارادہ کیا تاکہ تھانوں سے اچھی طرح مطمئن ہو جائے بادشاہ نے مالوہ کا سفر اختیار کیا اور راستے میں احمد آباد ٹھہرا اس شہر میں اس نے ایک ہفتے تک قیام کیا اور پھر کودھرہ کی طرف روانہ ہوا۔ کودھرہ میں اس نے لشکر جمع کیا اور آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ایدر کے راجہ رائے بھیم نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سابرمتی کی حدود پر حملہ کر دیا۔

راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ

یہ خبر سن کر عین الملک ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کے فتنے کو فرو کرے اور پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا راجہ اپنے لشکر کے ساتھ عین الملک کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ عبدالملک نامی ایک فوجی سردار مع دو سو سپاہیوں کے مارا گیا عین الملک کا ایک ہاتھی جو اس کے ساتھ تھا اس لڑائی میں وہ بھی مارا گیا یہ صورت حال دیکھ کر عین الملک نے راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کا عزم ایدر

سلطان مظفر نے رائے بھیم راجہ ایدر کی سرزنش کے لیے ایدر کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ قصبہ مہراسہ میں پہنچا تو اپنی فوج کے ایک حصے کو اس نے ایدر پر لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایدر نے فوراً قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجا نگر کی پہاڑیوں میں چھپ گیا۔ بادشاہ نے ایدر پہنچ کر دس راجپوتوں کو جو راستے میں کھڑے تھے بے حد ذلت و خواری کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتارا۔

راجہ ایدر کی پریشانی

تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا گیا کہ ایدر میں کوئی عمارت باغ' مندر باقی نہ رہا۔ رائے بھیم نے پریشان ہو کر اپنے زنار وار ملک گوپال کو سلطان مظفر کی خدمت میں روانہ کیا اپنے قصور کی معافی چاہی اور یہ پیغام دیا۔ "عین الملک میرا جانی دشمن تھا اس نے میرے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ اس لیے پریشانی و اضطرار کے عالم میں میں نے ایسی حرکت کی اگر شروع میں میری غلطی ہوتی تو یقیناً میں آپ کے قہر و غضب کا مستحق تھا۔ میں حضور کی خدمت میں بیس لاکھ ٹنکے (جو دو ہزار تومان کے برابر ہوتے ہیں) اور ایک سو گھوڑے پیش کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا قصور معاف کیا جائے۔ حضور کی رحم دلی اور بندہ نوازی سے مجھے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میرے اس معروضے کو قبول فرمائیں گے اور میری پریشان حالی کی لاج رکھ لیں گے۔"

مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

سلطان مظفر شاہ مالوہ کو فتح کرنا چاہتا تھا اس نے راجہ کی معذرت قبول کر لی اور کودھرہ آ گیا۔ بادشاہ نے لشکر کی تیاری اور ضروری

besturdubooks.wordpress.com

سامان کی فراہمی کے لیے عین الملک کو بیس لاکھ تنگے اور ایک سو گھوڑے دیئے۔ شہزادہ سکندر شاہ کو بادشاہ نے کودھرہ ہی میں محمد آباد کی حکومت عطا کی اور اسے اس نواح میں جانے کی اجازت دی۔

دھار کی طرف توجہ

اس کے بعد سلطان مظفر دہودرہ نامی قصبے میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ دیولہ نامی قصبہ (جو سلطان محمود خلجی کے ملازمین کے قبضے میں تھا) پر قابض ہو جائے۔ خود بادشاہ نے دھار کی طرف توجہ کی اس جگہ کے باشندے بادشاہ کے استقبال کے لیے آئے اور انہوں نے جان کی امان طلب کی۔ سلطان مظفر نے ان کی درخواست قبول کرلی اور اہل دھار کی حفاظت کے لیے قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو مقرر کیا۔

سلطان محمود کا چندیری پر حملہ

انہیں دنوں میں یہ خبر ملی کہ سلطان محمود نے چندیری کے باغیوں کی سرزنش کے لیے حملہ کیا ہے۔ سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور کہا کہ "میرے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ پوربیہ کے غیر مسلموں کی سرزنش کی جائے۔ اور مالوہ کی حکومت سلطان محمود خلجی اور صاحب خاں بن سلطان ناصرالدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس وقت چونکہ سلطان محمود خلجی نے چندیری کے امراء کے مقابلے کے لیے راجپوتوں کو ساتھ لیا ہے اس لیے اس ملک کے معاملات میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

سیروشکار کے لیے دھار کا سفر

اسی دوران قوام الملک سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے بادشاہ سے دھار کے آہو خانہ کی بے حد تعریف کی۔ یہ سن کر بادشاہ کی طبیعت سیروشکار کی طرف مائل ہوئی۔ اس نے قوام الملک کو لشکر کی حفاظت کے لیے متعین کیا اور خود دو ہزار سواروں اور ڈیڑھ سو ہاتھیوں کو ساتھ لے کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ اسی دن بادشاہ نے میرزا شیخ عبداللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوی کے مزاروں کی زیارت کی۔

جناتیر کو واپسی

کہا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ چنگال راجہ بھوج پانڈی کے عہد حکومت میں عہدہ وزارت پر فائز تھے ایک خاص وجہ سے آپ مشرف بہ اسلام ہوئے اور عبادات اور ریاضت و مجاہدہ سے آپ نے روحانی کمالات حاصل کیے۔ جب نظام الملک ولاورہ سے قصبہ نعلچہ میں آیا تو واپسی پر راجپوتوں کے ایک گروہ نے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچایا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے نظام الملک پر عتاب کی اور خود جناتیر واپس آگیا۔

ایدر میں ہنگامہ

انہیں دنوں ایدر کے راجہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ پر اس کا بیٹا راجہ بہادر مل تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر رانا سانگا نے اپنے داماد رائے مل پسر سورج مل کا ساتھ دیا اور ایدر کا ملک اور قلعہ بہار مل کے قبضے سے نکال کر رائے مل کے حوالے کر دیا۔ بہار مل نے سلطان مظفر سے مدد کی درخواست کی۔

پٹن کی سیر

سلطان مظفر نے ماہ شوال ۹۲۱ھ میں نظام الملک کو حکم دیا کہ وہ ایدر کا ملک اور قلعہ رائے مل کے تصرف سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دے۔ خود بادشاہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا راستے میں سلطان مظفر نے لشکر کو خداوند خاں کی نگرانی اور محافظت میں چھوڑا اور

besturdubooks.wordpress.com

خود پٹن کی سیر کے لیے روانہ ہوا۔ پٹن پہنچ کر بادشاہ نے وہاں کے باشندوں خصوصاً علماء و فضلاء کو اپنی نوازشات سے سرفراز کیا اور پھر واپس اپنے لشکر گاہ میں آ گیا۔

ایدر کی فتح

نظام الملک نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور ایدر کو رائے مل کے قبضے سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دیا' رائے مل بیجا نگر کی طرف فرار ہو گیا۔ نظام الملک اس کے تعاقب میں بیجا نگر پہنچا اور لڑائی میں مشغول ہوا۔ دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ جب سلطان مظفر کو اس کا علم ہوا تو اس نے نظام الملک کو پیغام بھیجا۔ "جب ایدر کا ملک ہمارے قبضے میں آ چکا ہے تو پھر بیجا نگر جا کر معرکہ آرائی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح ہمارے سپاہیوں کی جانیں مفت میں ضائع ہوں گی' بہتر یہی ہے کہ تم جلد از اجلد واپس آ جاؤ۔" نظام الملک نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور احمد نگر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو تو احمد نگر ہی میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

شہزادہ سکندر کی شادی

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ سکندر کی شادی کی رسومات ادا کیں اور اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن مسرت بپا کر کے امیروں اور اراکین سلطنت کو خلعت و اسپ سے نوازا۔

ایدر کا سفر

جب برسات کا موسم ختم ہوا تو سلطان مظفر نے ایک بار پھر سیر و شکار کے لیے رخت سفر باندھا اور اس بار ایدر کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں نظام الملک بیمار پڑ گیا بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے قابل طبیبوں کو مقرر کیا۔

رائے مل کا ایدر پر حملہ

۹۲۳ھ کے شروع میں بادشاہ نے جنانیر کا سفر اختیار کیا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو جو صحت یاب ہو چکا تھا اپنے پاس بلایا اور نصرت الملک کو ایدر کی طرف روانہ کیا۔ نظام الملک نے قدرے عجلت سے کام لیا اور نصرت الملک کے پہنچنے سے پہلے ہی ظہیر الملک کو ایک سو سواروں کے ہمراہ ایدر میں چھوڑ کر خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ نصرت الملک ابھی احمد نگر کے نواح ہی میں تھا۔ رائے مل نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً ایدر پر حملہ کر دیا۔

ظہیر الملک کا قتل

ظہیر الملک کے پاس بہت کم سپاہی تھے اس کے برخلاف رائے مل کے پاس زبردست لشکر تھا۔ مگر پھر بھی ظہیر الملک نے اس کثرت و قلت کی پرواہ نہ کی اور دشمن کا مقابلہ کیا نتیجہ تو ظاہر ہی تھا۔ ظہیر الملک مع ستائیس سپاہیوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان مظفر کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے نصرت الملک کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا "بیجا نگر کے علاقے تک جو فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا مرکز ہے حملہ کیا جائے اور سرکشوں کی مناسب تنبیہہ کی جائے۔"

سلطان محمود خلجی گجرات میں

انہیں دنوں شیخ حامد جو اپنے زمانے کے بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ حبیب خاں کے غلبے سے تنگ آ کر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچے اور اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔ کچھ دنوں بعد دھور کا داروغہ قیصر خاں بھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے کہا۔ "سلطان محمود خلجی پورب کے کافروں کے غلبے اور تسلط کی وجہ سے پریشان ہو کر گجرات کے علاقے میں آ گیا ہے۔ اس کی آمد کی خبر سن کر

besturdubooks.wordpress.com

موضع بھکور میں اس کے پاس پہنچا اور حسب استطاعت اس کی خدمت گزاری کی۔

محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات

یہ خبر سن کر سلطان مظفر بہت خوش ہوا اس نے تمام لوازمات شاہی اور دوسرے بہت سے تحفے قیصر خاں کو دیئے تاکہ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پہنچا دیئے جائیں۔ قیصر خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر نے بھی سلطان محمود خلجی کے استقبال کے لیے سفر اختیار کیا۔ دونوں بادشاہوں نے دیوالہ کے نواح میں ایک دوسرے سے ملاقات کی۔

سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکر کشی

سلطان مظفر نے محمود خلجی کی بہت خاطرداری اور دل جوئی کی اور اس سے کہا کہ "آپ اپنی حکومت کے چھن جانے کا قطعاً خیال نہ فرمایئے میں عنقریب پوربی کافروں کا خاتمہ کر کے مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر دوں گا اور آپ کی سلطنت آپ کے حوالے کر دوں گا۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک زبردست لشکر تیار کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رائے مندلی کی تیاری

رائے مندلی کو جب سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے رائے نتھو کو راجپوتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔ اور خود دس ہزار راجپوتوں اور بے شمار ہاتھیوں کے ساتھ دھار کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے پھر رانا سانگا کے پاس پہنچا تاکہ اس سے مدد حاصل کرے۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر اپنے لشکر کے ہمراہ مندو کے شہر کے قریب پہنچا تو راجپوتوں نے قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اگرچہ راجپوتوں نے بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا اور آخر کار وہ پریشان ہو کر قلعے میں واپس چلے گئے۔ دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی' قوام الملک نے اس بار سپاہیوں کو جوش دلا کر بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا سلطان مظفر نے اس روز نہایت سختی سے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

دام مکر و فریب

اسی دوران میں مندلی رائے نے رائے نتھو کے نام ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا "میں رانا کے پاس گیا تھا اسے مع مارواڑ کے تمام راجپوتوں کے ہمراہ لے کر مدد کے لیے آ رہا ہوں تم یہ کرو کہ سلطان مظفر کو کسی نہ کسی طرح ایک مہینے تک ٹرخاتے رہو۔" یہ خط پا کر رائے نتھو نے مکر و فریب کا دام بچھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر اسے یہ پیغام دیا" چونکہ قلعہ مندو ایک عرصے سے راجپوتوں کے قبضے میں ہے اس لیے ان کے بال بچے اسی جگہ قیام پذیر ہیں اگر آپ ایک منزل ہٹ کر قیام کریں تو ہم اپنے بال بچوں کو نکال کر قلعہ خالی کر دیں گے اور آپ کے حوالے کر دیں گے۔ اس کے بعد بذات خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے اطاعت گزاروں کی صف میں شامل ہو جاؤں گا۔"

سلطان مظفر اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ پیغام محض ایک چال ہے اور دشمن کمک کا انتظار کر رہا ہے لیکن اس نے یہ سوچ کر سلطان محمود خلجی کے بال بچے اس قلعے میں ہیں۔ اس نے رائے نتھو کی درخواست منظور کر لی اور تین کوس پیچھے ہٹ کر قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ اپنے طور پر یہ خیال بھی کیے ہوئے تھا کہ رائے نتھو قلعے سے نکل کر اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہو گا اور اس طرح بغیر کسی قسم کے ہنگامے اور معرکہ آرائی کے مقصد حل ہو جائے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

رانا سنگا کے خلاف کاروائی

جب اس واقعہ کو بیس روز گزر گئے تو سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ رائے نتھو نے دھوکہ دیا ہے۔ اس دوران میں مندلی رائے نے چند ہاتھی اور بہت سا روپیہ بھیج کر رانا سنگا کو اپنی مدد کے لیے اجین کے نواح میں بلایا۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان مظفر کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسیرو برہان پور کے حاکم عادل خاں فاروقی کو (جو تین دن قبل ایک زبردست لشکر کے ہمراہ آ چکا تھا) سپہ سالار مقرر کیا اور اسے قوام الملک سلطانی کے ساتھ رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ مندو پر حملہ

اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کے سرداروں کو مناسب و موزوں مقامات پر متعین کیا اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مظفری لشکر نے بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اہل قلعہ کو پورے چار دن تک چین سے نہ بیٹھنے دیا اور قلعے پر لگاتار حملے ہوتے رہے۔ پانچویں رات کو سلطان مظفر نے اپنے ہاتھیوں کو روک لیا۔ راجپوت یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے بالکل غافل ہو گئے اور انہوں نے دشمن کی حرکات و سکنات پر نظر نہ رکھی' مسلمانوں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ جب دوپہر رات گزر گئی تو مسلمانوں کی ایک جماعت قلعے کے نیچے پہنچی۔ اہل قلعہ اس وقت سو رہے تھے مسلمان سیڑھیاں لگا کر قلعے کے اوپر چڑھ گئے۔

راجپوتوں کا قتل

مسلمانوں نے قلعے کے دروازے کے نگہبانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور دروازہ کھول دیا دروازہ کھلتے ہی بے شمار مسلمان لشکری قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ راجپوت امراء کو اس وقت ہوش آیا جب کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا آخر کار ان لوگوں نے مجبور ہو کر اپنی قدیم رسم کی پابندی کی یعنی بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اور اعلیٰ و قیمتی چیزوں کو جلا کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔
۱۴ صفر ۹۲۴ھ کو سلطان مظفر نے صبح ہی صبح انیس ہزار راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

محمود خلجی کی بحالی

سلطان مظفر جب پوربی راجپوتوں کے قتل سے فارغ ہو گیا تو سلطان محمود خلجی نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد دی اور پوچھا "میرے بارے میں اب کیا حکم ہے؟ اس موقع پر سلطان مظفر نے ایسے اخلاق اور مروت کا اظہار کیا جس کی مثال بادشاہوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس نے سلطان محمود خلجی سے کہا "میں نے جو یہ محنت و مشقت کی اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تمہیں تخت حکومت پر بٹھاؤں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا' خدا تم کو مندو کی حکومت اور مالوہ کی ولایت مبارک کرے۔ "دوسرے روز بادشاہ یہاں سے اپنے لشکر گاہ میں واپس آ گیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

رانا سنگا کی پریشانی

اسی اثناء میں ایک نامی گرامی راجپوت سردار کسی نہ کسی طرح جان بچا کر قلعہ مندو سے بھاگا اور رانا سنگا کے پاس پہنچا۔ اس نے رانا کو بتایا کہ کس طرح سلطان مظفر نے خوفناک طریقے سے ان گنت راجپوتوں کو قتل کیا ہے۔ یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے اس راجپوت کی حالت ایسی بگڑی کہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے دم توڑ دیا' یہ دیکھ کر رانا سخت پریشان ہوا۔ راجپوتوں کے قتل عام کی خبر بجلی بن کر اس پر گری۔

جے پور کو فرار

رانا سنگا کو سلطان مظفر کی آمد کی خبر بھی مل گئی لہٰذا بدحواس ہو کر جے پور کی طرف بھاگ گیا۔ عادل خاں فاروقی نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو بری طرح قتل کیا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد سلطان مظفر نے ایک قاصد بھیج کر عادل خاں

besturdubooks.wordpress.com

فاروقی کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان مظفر کی مندو کو روانگی

اسی دن سلطان محمود بھی مندو سے دھار آیا اور سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مظفر سے کہا "آپ کو میں اپنے باپ اور چچا کے برابر سمجھتا ہوں اس لیے میری گزارش ہے کہ حضور میرے غریب خانے میں تشریف لا کر میری عزت افزائی کریں۔" بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور شہزادہ بہادر خاں' لطیف خاں اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیر و برہان پور کو ساتھ لے کر مندو روانہ ہوا۔

سلطان محمود کی مہمان داری

سلطان مظفر نے رات کا وقت تو نعلچہ نامی قصبے میں گزارا اور صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے میں داخل ہوا اور سلطان محمود کے محل میں مقیم ہوا۔ سلطان محمود نے نہایت خلوص اور جاں فشانی سے مہمان داری کے فرائض انجام دیئے کھانے کے بعد محمود نے سلطان مظفر اور شہزادے کی خدمت میں پیش کش نذر کی۔ سلطان مظفر نے پرانے بادشاہوں کی تعمیر کردہ عمارتوں اور منزلوں کی سیر کی اور اس کے بعد دھار کی طرف واپس روانہ ہوا۔ دھار پہنچ کر بادشاہ نے سلطان محمود کو رخصت کیا اور خود واپس گجرات کی طرف روانہ ہوا۔

گجرات کو واپسی

سلطان مظفر نے کچھ دن محمد آباد جانپانیر میں قیام کیا۔ گجرات کے تمام اکابر اشراف بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ انہیں دنوں بادشاہ کے ایک ندیم خاص نے معروضہ پیش کیا کہ جن دنوں حضور نے مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیجا نگر سے باہر آ کر پٹن اور اس کے مضافات کو بہت بری طرح تباہ و برباد کیا تھا۔ یہ اطلاع پا کر نصرت الملک اس سرکش راجہ کی تنبیہہ کے لیے گیا تھا لیکن راجہ فرار ہو کر بیجا نگر کے غاروں میں جا چھپا تھا۔" یہ سن کر سلطان نے کہا "میرا ارادہ ہے کہ برسات کا موسم گزر جائے تو اس معاملے میں کوئی کاروائی کی جائے۔

ایدر کو روانگی

۹۰۵ھ میں سلطان مظفر ایدر کی طرف روانہ ہوا تاکہ رائے مل اور دوسرے فتنہ پردازوں کا قلعہ قمع کیا جا سکے چونکہ راجہ مل کو پناہ دی تھی اس لیے سلطان مظفر نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کرنا اپنا فرض اولین سمجھا۔ چند دنوں میں اس نے اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور کچھ دن ایدر میں ٹھہر کر محمد آباد میں قیام پذیر ہوا۔

محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی

اس واقعہ کے بعد یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمود خلجی نے آصف خاں کی معاونت سے رانا سنگا اور مندلی رائے کے ساتھ سخت لڑائی کی ہے اور مالوہ کے بہت سے امیر اس لڑائی میں مارے گئے ہیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ آصف خاں کا بیٹا مع دیگر بہادروں کے اس معرکے میں کام آیا ہے اور سلطان محمود خلجی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا ہے۔ لیکن رانا سنگا نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس کے حال پر رحم کھا کر کچھ لشکر کے ہمراہ اسے مندو کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان مظفر کو بہت ہی افسوس ہوا۔ اس نے اپنے کئی سرداران لشکر کو سلطان محمود کی مدد کے لیے روانہ کیا اور محبت اور ہمدردی کا ایک خط لکھ کر اس کو مطمئن کیا اس کے بعد سلطان مظفر ایدر آیا اور وہاں اس نے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ایدر کی حکومت بادشاہ نے ملک مبارز الملک کے سپرد کی۔

besturdubooks.wordpress.com

ایدر پر رانا سنگا کا حملہ

ایک بار ملک مبارز الملک سے ایک بھاٹ نے رانا سنگا کی بہادری اور جوان مردی کا تذکرہ کیا۔ مبارز الملک نے اس کے جواب میں رانا سنگا کے بارے میں ناشائستہ باتیں کیں اور اپنے ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم کر کے قلعے ایدر کے دروازے پر بندھوا دیا۔ بھاٹ نے یہ سب کچھ جا کر رانا سنگا سے بیان کیا اسے بہت غصہ آیا اس نے لشکر تیار کیا اور ایدر پر حملہ کر کے یہاں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور پھر باکرو کی طرف روانہ ہوا۔

باکرو کا راجہ سلطان مظفر کا مطیع و فرماں بردار تھا لیکن جب رانا سنگا اس کے سر پر جا پہنچا تو وہ اسی کے گن گانے لگا اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا۔ مبارز الملک نے ان تمام واقعات کی اطلاع سلطان مظفر کو دے دی۔

بادشاہ کے امیروں کی رائے

سلطان مظفر کے امیر مبارز الملک کو پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس معاملے کی تمام ذمہ داری مبارز الملک پر ہے۔ اگر وہ ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم نہ کرتا تو یہ نوبت نہ آتی۔
اس نے خود ہی نادانی کی ہے اور اب حضور سے مدد کی درخواست کر رہا ہے۔" بادشاہ اپنے امیروں کی رائے سے متاثر ہوا اور اس نے مبارز الملک کو مدد بھیجنے میں ذرا سستی سے کام لیا۔

مبارز الملک کی پریشانی

ایدر کی کمک کے لیے جو لشکر فراہم ہوا تھا اس کے بہت سے پیادے اور سوار احمد آباد دیا۔ دیگر مقامات کی طرف روانہ ہو گئے صرف چند گنتی کے سپاہی مبارز الملک کے پاس رہ گئے۔ یہی صورت حال کیا کم تھی کہ اس پر بادشاہ کی طرف سے بھی مدد نہ ملنے پر مبارز الملک بہت پریشان ہوا۔ ادھر رانا سنگا بھی ذرا ذرا سی بات کی خبر رکھتا تھا اسے ان حالات کا علم ہو گیا اور اس نے ایدر کا رخ کیا اور راجہ ایدر کے پاس پہنچا۔

لڑائی کی تیاری

مبارز الملک نے جب دیکھا کہ سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس نے دوسرے سرداروں کی مدد سے لشکر تیار کیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا' لیکن دونوں لشکروں کو ایک دوسرے کے سامنے آنے کا موقع نہ ملا۔ اس وجہ سے مبارز الملک واپس ایدر چلا آیا۔

مبارز الملک احمد نگر میں

لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک سے کہا ہم پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہمارے دشمنوں کی تعداد ہمارے دوستوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں اور احمد نگر پہنچ کر قلعے میں محصور ہو جائیں۔ اور جب تک بادشاہ کی طرف سے مدد نہ آئے وہیں قیام کریں۔ لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ لے لیا اور احمد نگر جا پہنچے۔

رانا سنگا ایدر میں

مبارز الملک کی روانگی کے دوسرے روز رانا سنگا ایدر میں داخل ہوا اور اس نے مبارز الملک کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے پوچھا ان گجراتیوں نے جو قوام الملک کا ساتھ چھوڑ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے رانا سنگا کو بتایا مبارز الملک ایسا انسان نہیں ہے جو معرکہ آرائی سے ڈرے یا دشمن کے خوف سے میدان جنگ چھوڑ جائے۔ لیکن دوسرے امراء نے اس کی کوئی بات نہیں مانی اور

besturdubooks.wordpress.com

اُسے زبردستی اپنے ساتھ احمد نگر لے گئے ہیں تاکہ کمک کا انتظار کریں۔

مبارز الملک اور ایک بھاٹ

یہ سنتے ہی رانا سنگا جلد از جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہی بھاٹ جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں آ چکا ہے (جس نے مبارز الملک سے رانا سنگا کی تعریف کی تھی) مبارز الملک سے ملا اور اس سے کہا۔ "رانا سنگا ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جیسے جواں ہمت اور کام کے لوگ بلاوجہ مارے جائیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ قلعے میں محصور ہو جائیں رانا سنگا جب یہاں آئے گا اور آپ لوگوں کو محصور دیکھے گا تو وہ اپنے گھوڑے کو قلعے کے نیچے پانی پلا کر واپس ہو جائے گا۔

مبارز الملک کی بلند ہمتی

مبارز الملک نے یہ سن کر جواب دیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رانا سنگا یہاں آئے اور اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مبارز الملک نے اپنے لشکر کو جو رانا کی فوج کا دسواں حصہ بھی نہ تھا۔ تیار کیا اور لڑائی کے لیے میدان میں آ کھڑا ہوا۔

معرکہ آرائی

رانا سنگا بھی اپنا لشکر لے کر آ گیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ خوب گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے لشکر کا ایک نامی گرامی امیر اسد خاں مع دیگر امراء کے مارا گیا۔ مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی بار رانا سنگا کے لشکر پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے۔ گجراتی لشکر پر بڑی مصیبت نازل ہوئی' بے شمار لشکری تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ جب معاملہ بے حد نازک ہو گیا تو مبارز الملک اور صفدر خاں نے راہ فرار اختیار کی اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

رانا ید نگر میں

رانا نے احمد نگر میں تباہ و بربادی کا بازار گرم کیا اس شہر میں ایک روز قیام کرنے کے بعد رانا ید نگر چلا گیا۔ اس جگہ کے باشندے رانا کے پاس آئے اور اس سے کہا۔ "ہم لوگ زنار دار ہیں اور تمہارے باپ دادا نے ہمیشہ ہماری عزت کی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہم پر ظلم نہ کرو۔" رانا نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور ید نگر میں کوئی کاروائی کیے بغیر ہی بیل نگر چلا گیا۔

ملک حاتم کی شہادت

بیل نگر کا تھانیدار ملک حاتم تھا اس نے جب دیکھا کہ رانا کے سامنے اس کا چراغ نہیں جل سکتا تو اس نے بزدلی سے ہار مان لینے پر بہادری سے شہید ہو جانے کو ترجیح دی۔ اس نے اپنا تھوڑا بہت لشکر جمع کیا اور رانا سے جنگ کی اس لڑائی میں ملک حاتم مارا گیا اس کے بعد رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔ ان امیروں نے احمد نگر پہنچ کر پہلے مقتولین کی لاشوں کو سپرد خاک کیا کوی اور کراس جو ایدر کے نواح میں آباد تھے انہوں نے جب مبارز الملک کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ دیکھا تو انہوں نے احمد نگر پر حملہ کر دیا۔ مبارز الملک نے قلعے سے باہر نکل کر ان لوگوں سے جنگ کی اور ان کے اسّی آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر فتح حاصل کی اور واپس قلعے میں آیا۔ رانا سنگا کی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے احمد نگر بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں بالکل نایاب تھیں اس لیے وہاں قیام کرنا مشکل تھا۔ اس لیے مبارز الملک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے

besturdubooks.wordpress.com

کوچ کر کے بیج نامی قصبے میں آ گیا۔

عماد الملک اور قیصر خاں کی نامزدگی

ان حالات کی اطلاع سلطان مظفر کو بھی ہوئی اور اس نے عماد الملک اور قیصر خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ رانا سنگا کی تنبیہہ و سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ یہ دونوں امیر اپنے لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ہمراہ احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کو ساتھ لے کر قصبہ سرکیج میں آئے۔ ان امیروں نے سلطان مظفر کو اطلاع دی کہ رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے اور انہوں نے جے پور کا سفر اختیار کرنے کی اجازت طلب کی۔

رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ

سلطان مظفر نے ان لوگوں کو جواب میں لکھا "فی الحال جے پور جانا مناسب نہیں کیونکہ آج کل بارشیں ہو رہی ہیں اور ایسے عالم میں لشکر کے لیے سفر کرنا مشکل ہو گا۔ جب برسات کا موسم گزر جائے تو پھر سفر کی تیاری کی جائے۔ امراء نے بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور برسات کے موسم کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ چند دنوں بعد سلطان مظفر نے ایک سال کی نقد تنخواہ اپنے لشکر میں تقسیم کی اور احمد آباد آیا۔ اور رانا سنگا کی تنبیہہ کے لیے جے پور جانے کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

ملک ایاز کی آمد

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی (جو مظفر کے باپ کا غلام اور بندر سورت اور دیگر ساحلی مقامات کا جاگیردار تھا) ایک زبردست لشکر لے کر جو بیس ہزار سواروں پیادوں پر مشتمل تھا سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا جہاں پناہ سے میری درخواست ہے کہ آپ بذات خود رانا سنگا کی تنبیہہ فرما دیں کیونکہ جاہ و جلال سلطانی سے بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ہم خدمت گار ہر قربانی کے لیے تیار ہیں اور ہمارا اولین فرض یہی ہے کہ اپنے آقا کے کام آویں۔ بادشاہ نے ملک ایاز کی اس بات کا جواب نہ دیا اور ماہ محرم ۹۲۷ھ میں بادشاہ احمد نگر آ گیا۔

ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لیے نامزد ہونا

جب تمام لشکر جمع ہو گیا تو ملک ایاز نے ایک بار پھر بادشاہ سے رانا سنگا کی سرزنش کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے ایک لاکھ سوار اور ایک سو ہاتھیوں کا زبردست لشکر اس کے حوالے کیا اور اسے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کی اجازت دے دی۔ ملک ایاز اور قوام الملک اس لشکر جرار کو لے کر روانہ ہوئے اور مہراسہ کی منزل میں قیام کیا۔ سلطان مظفر نے انتہائی دوراندیشی سے کام لے کر تاج خاں اور نظام الملک شاہی کو بھی بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ اسی طرف روانہ کر دیا۔

بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ

ملک ایاز نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ "حضور نے رانا سنگا کی تباہی و بربادی کے لیے جس قدر نامی گرامی اور معتبر امراء کو نامزد فرمایا ہے اس سے حضور کے وقار اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے بہت زیادہ ہاتھی میرے ساتھ کر دیئے ہیں اتنے ہاتھیوں کی ضرورت نہیں میں اس مہم کے تمام امور کو آپ کے حسب منشا بجا لاؤں گا۔ ملک ایاز نے بہت سے ہاتھیوں کو واپس کر دیا اور صفدر خاں کو راجپوتوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔

لکھا کرت کے راجپوتوں کی سرزنش

صفدر خاں نے لکھا کرت پہنچ کر ان گنت راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور جو باقی بچ رہے ان کو گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس

besturdubooks.wordpress.com

آیا۔ ملک ایاز اس مقام سے آگے بڑھا اور ڈونگر پور اور بانسوالہ کے مقامات پر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اس کے بعد ایاز جے پور کی طرف روانہ ہوا۔

راستے کا پتھر

اس جگہ ایک شخص نے اشجع الملک اور صفدر خاں کو اطلاع دی کہ اودے سنگھ' راجہ مال' رانا سنگا کے راجپوتوں اور آکرسین پوربیہ کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپا ہوا ہے ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ آپ کی فوج پر شب خون مارا جائے۔ اشجع الملک' اور صفدر خاں نے ملک ایاز کو اطلاع دیئے بغیر ہی دو سو سواروں کو ساتھ لیا اور جلد از جلد دشمن کے سر پر جا پہنچے۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آکرسین زخمی ہوا' اسی (۸۰) راجپوت مارے گئے اور باقی سب بھاگ گئے۔

اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری

اس سے پہلے کہ فتح کی خبر آتی۔ ایاز کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر اشجع الملک اور صفدر خاں کی مدد کے لیے موقع واردات پر جا پہنچا وہاں جا کر جب اسے ان دونوں امیروں کی بہادری کا علم ہوا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا اور دونوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

قوام الملک کا کارنامہ

دوسرے دن صبح کے وقت قوام الملک سلطانی مفرور راجپوتوں کے گروہ کی تلاش میں کوہ بانوالہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ کہیں بھی آبادی کا نام و نشان نہ رہا۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سے مکانات جلائے د گئے۔

مندسور کا محاصرہ

آکرسین جو متذکرہ بالا معرکے میں زخمی ہوا تھا کسی نہ کسی طرح رانا سنگا کے پاس جا پہنچا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا انہیں دنوں ایاز سلطانی نے مندسور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کا تھانیدار رانا سنگا کا ماتحت تھا اس لیے رانا اس کی مدد کے لیے آیا۔ لیکن مندسور سے بارہ کوس کے فاصلے پر مقیم رہا۔

رانا سنگا کا پیغام

رانا سنگا نے اپنے ایک قاصد کو ملک ایاز کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "میں اپنے ایلچیوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو رہا ہوں۔ اس لیے تمہیں چاہئے کہ قلعے کے محاصرہ سے دست بردار ہو جاؤ۔" ملک ایاز نے رانا کی یہ بات ماننے کے لئے چند شرائط رکھیں جن کا پورا ہونا محال تھا۔ ادھر تو ایاز نے رانا کے قاصد سے یہ شرائط بیان کیں اور ادھر قلعے کی تسخیر کا کام جاری رکھا۔ اور نقب کو ایسی جگہ پہنچا دیا کہ قلعے کا فتح ہونا بہت آسان ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی کی آمد

اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کی طرف سے شرزہ خان شروانی ملک ایاز کے پاس آیا اور اس نے یہ پیغام دیا۔ "اگر مدد کی ضرورت ہو تو میں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔" ایاز نے سلطان محمود خلجی کو آنے کی دعوت دی اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ سلطان محمود چونکہ سلطان مظفر کے بے پناہ احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اس لیے اس نے سلہدی پوربیہ کو ساتھ لیا اور مندسور کی طرف روانہ ہو گیا۔

bestUrdubooks.wordpress.com

رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی

سلطان محمود خلجی کی آمد سے رانا سنگا کو بڑی پریشانی ہوئی اس نے مندلی رائے کو سلہدی کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا۔ "مجھے تمہاری دوستی اور محبت سے بہت امیدیں ہیں اور یقین ہے تم پرانے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو گے۔ اگر تم صلح کے لیے کوئی کام کر سکو تو ضرور کرو۔ اس وقت میرا مفاد اسی میں ہے۔" سلہدی نے صلح کے لیے بہت تدبیریں کیں مگر ان کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی

چند روز بعد قوام الملک اپنے مورچال کو بڑھا کر آگے لے گیا ممکن تھا کہ وہ قلعے کے اندر داخل ہو جاتا لیکن ملک ایاز نے رشک و حسد سے کہ کہیں فتح قلعہ کا سہرا قوام الملک کے سر نہ بندھے۔ اسے اس دن جنگ کرنے سے منع کر دیا۔ گجراتی امیروں کو جب ایاز کی نیت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس سے ناراض ہو گئے۔

مبارز الملک کا ارادہ

دوسرے روز مبارز الملک (صبح کے وقت) اور چند دوسرے امراء ملک ایاز سے اجازت لیے بغیر رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ملک تغلق شہ فولادی مبارز الملک کو راستے سے واپس لایا اور بڑی مشکلوں سے اس کو جنگ کرنے سے باز رکھا۔ ان تمام کاروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ سب سے پہلے ملک ایاز کا مورچال اور نقب تیار ہو کر قلعہ میں آگ لگائے اور اس طرح فتح کا سہرا ایاز کے سر رہے۔

راجپوتوں کی ہوشیاری

اگرچہ ان واقعات سے ملک ایاز اور امراء کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے لیکن کوئی امیر ایاز کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بادشاہ کا حکم یہی تھا اور ایاز ہی اس مہم کا نگران اعلیٰ تھا۔ ایاز نے امراء کی مخالفت کے باوجود اپنی نقب کو آگ دے دی۔ اس سے قلعے کا برج پارہ پارہ ہو گیا لیکن پھر بھی کچھ نہ کر سکا۔ کیونکہ راجپوتوں نے اندر کی طرف ایک دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔

رانا کا پیغام

دوسرے روز رانا کے ایلچی ملک ایاز کے پاس آئے اسے رانا کا یہ پیغام دیا۔ "میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بادشاہ کا اطاعت گزار ہو جاؤں' میں وعدہ کرتا ہوں کہ معرکہ احمد نگر میں میں نے جن ہاتھیوں پر قبضہ کیا ہے انہیں اپنے بیٹے کے ہاتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ باوجود میری اطاعت اور فرماں برداری کے آپ اس قدر سخت گیری سے کیوں کام لے رہے ہیں۔"

مخالف امراء کا ارادہ جنگ

چونکہ قوام الملک ایاز سے ناراض تھا اس لیے ایاز نے یہی مناسب سمجھا کہ رانا سنگا سے صلح کی گفت و شنید کی جائے۔ دوسرے امراء کو جب ایاز کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ اور سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے لڑائی کرنے کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ بدھ کے روز لڑائی شروع کر دی جائے۔ اس مجلس سے ایک شخص اٹھ کر ایاز کے پاس آیا اور اسے تمام کیفیت بیان کی۔

ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام

ملک ایاز نے اسی وقت سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہا۔ "سلطان مظفر نے اس لشکر کے متعلق ہر قسم کے اختیارات مجھے دیئے ہیں اور یہ ہدایت کی ہے کہ میں جو بات مناسب سمجھوں اس کو عمل میں لاؤں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ امراء

besturdubooks.wordpress.com

گجرات کی ترغیب سے رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے مستعد ہیں لیکن یہ ناچیز بندہ اس خیال سے متفق نہیں ہے۔ کیونکہ میری رائے میں باہمی نفاق کی وجہ سے ہم لوگ بذریعہ جنگ اپنا مقصد حل نہیں کر سکتے۔

ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی

بدھ کے روز جب کہ امراء کو جنگ کرنی تھی ملک ایاز نے اس جگہ سے کوچ کیا اور موضع خلجی پور میں قیام پذیر ہوا۔ اور وہاں رانا سنگا کے قاصدوں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔ سلطان محمود خلجی نے جنگ کا ارادہ ترک کیا اور منڈو کی طرف چلا گیا۔ ایاز جنانیر میں سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے بندر دیو جانے کی اجازت دے دی تاکہ وہ از سرنو فوج کا انتظام کر کے برسات کے بعد دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔

ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام

دوسرے امیروں نے بھی بادشاہ سے بات چیت کی اور ان میں یہ طے پایا کہ برسات کے بعد بادشاہ بذات خود رانا سنگا پر حملہ کرے اور اس نواح کے سرکشوں کو ٹھکانے لگائے۔ ملک ایاز کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے رانا سنگا کو یہ پیغام بھجوایا "چونکہ اب طرفین میں خوشگوار تعلقات پیدا ہو چکے ہیں اس لیے ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کوشش کرنا ہمارا فرض اولین ہے چونکہ تمام امیر بغیر مقصد کو حاصل کیے ہوئے واپس لوٹے ہیں۔ اس لیے یہ امر بادشاہ کی طبیعت پر ناگوار گزرا ہے۔ لہٰذا بادشاہ کا ارادہ ہے کہ وہ بذات خود تمہارے ملک پر لشکر کشی کر کے مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کا قلع قمع کرے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہی مناسب ہے کہ تم اپنے بیٹے کو پیش کش اور تحفوں کے ساتھ جلد از جلد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرو تاکہ شاہی عتاب سے محفوظ رہو۔"

رانا سنگا کی پیش کش

ماہ محرم ۹۲۸ھ میں سلطان مظفر جنانیر سے احمد آباد آیا تاکہ فوج جمع کر کے جے پور کا سفر کرے۔ احمد آباد میں چند روز قیام کیا اور سفر کا سامان درست کیا۔ پھر بادشاہ کانگڑہ میں مزید لشکر جمع کرنے کے لیے تین دن مقیم رہا اس دوران میں بادشاہ کو اطلاع ملی کہ رانا سنگا نے بہت سے قیمتی تحفے تحائف اور پیش کش دے کر اپنے بیٹے کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ کچھ دنوں بعد رانا کا بڑا لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے تمام تحفے شاہی بارگاہ میں پیش کیے۔ بادشاہ نے رانا کی خطا معاف کی اور اس کے بیٹے کو خلعت عطا کر کے لشکر کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

سیر و شکار

ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار اور دوسری تفریحات میں مشغول ہو گیا۔ احمد آباد آیا وہاں دوبارہ رانا سنگا کے بیٹے کو خلعت سے نوازا اور اسے وطن واپس جانے کی اجازت دی اور خود سرکچ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایاز خاص سلطانی کی وفات

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کے بہی خواہوں اور قابل اعتماد اطاعت گزاروں میں تھا داعی اجل کو لبیک کہا۔ بادشاہ کو اس کی موت کا بے حد صدمہ ہوا۔ ایاز کی جاگیر پر اس کے بیٹے کا تقرر کیا گیا۔

باغیوں کی سرکوبی

۹۳۰ھ میں سلطان مظفر نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جنانیر سے کوچ کیا اور مہراسہ اور ہرسول کے درمیان چند روز قیام کیا اس نے حصار مہراسہ کو از سرنو تعمیر کروایا اور پھر احمد آباد روانہ ہو گیا۔ راستے میں بادشاہ کی محبوب بیوی نے وفات پائی۔ اس

besturdubooks.wordpress.com

عظیم صدمے سے بادشاہ اور شہزادہ دونوں ہی بہت غمگین ہوئے ملکہ کی قبر پر گئے اور تعزیت کے مراسم بجالائے۔ اسی رنج و غم کے عالم میں بادشاہ احمد آباد واپس آیا۔

ملکہ کی وفات

ملکہ کی وفات سے بادشاہ کو بہت اذیت پہنچی تھی لیکن اس عالم میں بھی اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ خداوند خاں جو دانش مندی اور فراست میں تمام امراء سے آگے تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو صبر کے فوائد سے آگاہ کیا اور ایک بہت ہی دل نشین اور سبق آموز تقریر کی۔ خداوند خاں کی اس ہمدردی سے بادشاہ کے دل سے غم کا بوجھ قدرے ہلکا ہو گیا۔

محمد آباد جنانیر کا سفر

ان دنوں برسات کا موسم اپنے شباب پر تھا۔ خداوند خاں نے بادشاہ کو محمد آباد جنانیر کی سیر کا مشورہ دیا۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کیا اور سیر و تفریح کے لیے محمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست

ایک روز عالم خاں بن سکندر خاں لودھی بادشاہ دہلی نے سلطان مظفر سے کہا۔ "ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر لودھی نے دہلی میں ظلم و ستم کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ بہت سے عالی وقار امراء کو بغیر کسی سبب کے قتل کر دیا اور جو باقی بچے ہیں انہوں نے مجھ کو بارہا خطوط لکھے ہیں اور اپنے پاس بلایا ہے۔ چونکہ اس ناچیز نے محض اس توقع پر کہ آپ کے توسط سے مجھے قدر و منزلت نصیب ہو گی ایک عرصے تک آپ کی اور آپ کے خاندان کی خدمت کی ہے اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ میری خوش طالعی اپنے جوہر دکھائے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے حال پر کرم فرما کر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ میرا موروثی ملک میرے قبضے میں آجائے۔ سلطان مظفر نے اس کی درخواست قبول کی اور اسے بہت سا روپیہ دے کر ابراہیم شاہ سے لڑنے کے لیے رخصت کیا۔ عالم خاں کے حالات شاہان دہلی سے متعلق باب میں لکھے جا چکے ہیں۔

شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی

۹۳۱ھ سلطان مظفر جنانیر سے ایدر آیا راستے میں شہزادہ بہادر خاں نے بادشاہ کو اپنی آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی کی طرف متوجہ کیا جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا ماہانہ جیب خرچ اس کے بڑے بھائی شہزادہ سکندر کے برابر کر دیا جائے۔ بادشاہ نے اس کی اس درخواست کو ٹال دیا اس سے شہزادہ بہادر خاں بہت رنجیدہ ہوا۔ اور بادشاہ کی اجازت و اطلاع کے بغیر احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کے علاقے میں داخل ہو گیا۔

شہزادہ چیتور میں

راجہ مال نے شہزادہ کی آمد کو اپنے لیے باعث برکت سمجھا۔ اس نے شہزادے کی بہت آؤ بھگت کی اس کے بعد بہادر خاں چیتور میں آیا' یہاں رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا اور بہت سے تحفے تحائف پیش کر کے کہا۔ "یہ ملک آپ کے خدمت گزاروں کا ہے۔ اس لیے آپ جسے چاہیں اپنی طرف سے عطا کر دیں۔" شہزادے نے رانا کی بہت دل جوئی کی اور ملک کے متعلق اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔

دہلی میں

پھر بہادر خاں خواجہ معین الدین حسن سنجری ؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گیا اور وہاں سے میوات چلا گیا۔ حسن میواتی نے اس کا شاہانہ استقبال کیا۔ میوات سے شہزادے نے دہلی کا رخ کیا اتفاق سے ان دنوں مشہور مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر ہندوستان کو فتح

besturdubooks.wordpress.com

کرنے کے خیال سے دہلی کے نواح میں مقیم تھا۔ ابراہیم شاہ کو جب بہادر خاں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔

شہزادے کی مقبولیت

ایک روز شہزادے نے اپنے گجراتی نوجوانوں کو ساتھ لیا اور افغانیوں کی مدد کے لیے مغلوں سے جنگ کی اور میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ افغانی سردار ابراہیم لودھی سے بے حد دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے ابراہیم کو معزول کر کے بہادر خاں کو عنان حکومت سنبھالنے کا ارادہ کر لیا۔ ابراہیم لودھی کو اس ارادے کا علم ہو گیا اس نے شہزادہ بہادر خاں کو امراء کے سامنے پیش کیا اور خود جونپور روانہ ہو گیا۔

محبت پدری

سلطان مظفر کو جب یہ اطلاع ملی کہ شہزادہ بہادر خاں دہلی میں ہے اور ظہیرالدین بابر مع اپنی فوج کے دہلی کے نواح میں قیام پذیر ہے تو اسے بہت تشویش ہوئی۔ بیٹے کے فراق میں بادشاہ بہت ملول رہنے لگا۔ اس نے خداوند خاں کو ہدایت کی کہ وہ شہزادے کو خطوط لکھ کر واپس گجرات بلائے۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا لوگ دانے دانے کو ترس گئے۔ بادشاہ نے ان دنوں قرآن مجید ختم کیا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ مصیبت ختم ہو جائے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور یہ مصیبت ٹل گئی۔

سلطان مظفر کی بیماری

اسی زمانے میں سلطان مظفر بیمار پڑا اگرچہ بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن مرض روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ ایک روز سلطان مظفر کو بہادر خاں بہت یاد آیا اور اس غم میں وہ دیر تک روتا رہا۔ ایک شخص نے موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "اس وقت گجراتی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے ایک فریق شہزادہ سکندر کا حامی ہے اور دوسرا شہزادہ لطیف کی وفاداری کا دم بھرتا ہے۔"

بہادر خاں کا خیال

اس کے جواب میں سلطان مظفر نے اس شخص سے کہا۔ "کیا شہزادہ بہادر خاں کی طرف سے کوئی اطلاع آئی ہے؟" اس سوال سے سب لوگ سمجھ گئے کہ بادشاہ بہادر خاں کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔

شہزادہ سکندر کو وصیت

۲ جمادی الاول ۹۳۲ھ (بروز جمعہ) بادشاہ نے شہزادہ سکندر کو بلایا اور اسے اس کے بھائیوں کے بارے میں وصیت کی۔ سکندر کو رخصت کر کے بادشاہ حرم سرا کے اندر داخل ہوا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر میں نماز جمعہ کی اذان کی آواز آئی۔ بادشاہ نے اذان سن کر کہا کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ مسجد میں جاؤں پھر اپنے ہمراہیوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دی۔

انتقال

حاضرین کے جانے کے بعد بادشاہ نے اسی جگہ نماز جمعہ ادا کی اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اسے لیٹے ہوئے ابھی تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ اس کا آخری وقت آ گیا۔ انتقال کے وقت سلطان مظفر کی عمر پچاس سال تھی اور مدت حکومت چودہ سال نو ماہ۔

کردار

کہا جاتا ہے کہ سلطان مظفر نہایت پارسا اور مذہب اسلام کا شیدائی تھا۔ احکام شرع کی پابندی بہر طور کرتا تھا اور حدیث کی پیروی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ خطاطی میں اسے کمال حاصل تھا۔ خط ثلث' نسخ اور رقاع میں اسے بڑی مہارت تھی قرآن مجید کی کتابت کرنے کا بھی اسے بہت شوق تھا۔ جب ایک قرآن مجید ختم ہو جاتا تو اسے حرمین شریفین بھیج دیتا اور دوسرا لکھنا شروع کر دیتا۔

ایران' توران' روم اور عرب جیسے ممالک کے شرفاء اور اکابر اس کے عہد حکومت میں گجرات میں آئے۔ سلطان مظفر ان سب مہمانوں پر بے حد نوازش کرتا تھا۔ مشہور و ممتاز خوشنویس ملا محمد سیاوش اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بے حد عزت اور وقعت کی نظر سے بادشاہ نے اسے دیکھا۔

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سلطان سکندر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

بھائیوں میں نفاق

جب سلطان مظفر کی علالت نے طول کھینچا تو اس کے بیٹوں یعنی سکندر خاں اور لطیف خاں میں اختلاف پیدا ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی امیروں میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ سکندر کی حمایت کرنے لگا اور دوسرا لطیف خان کی چونکہ سکندر خان' سلطان مظفر خان کا بڑا بیٹا تھا نیز بادشاہ اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا۔ اس لیے تمام بڑے بڑے امراء عماد الملک' خداوند خاں اور فتح خاں وغیرہ اسی کے ساتھ تھے۔ آخر کار جب لطیف نے اپنے لیے کوئی گنجائش نہ دیکھی تو وہ اپنی جاگیر ندربار سلطان پور چلا گیا۔

سکندر کی تخت نشینی

سلطان مظفر کے انتقال کے بعد سکندر خاں تخت حکومت پر بیٹھا اس نے باپ کی لاش کو سرکچ روانہ کر دیا اور خود تعزیت میں مصروف ہو گیا۔ تین روز تک مرحوم بادشاہ کا سوگ منایا گیا۔

شیخ چنو کی مذمت

تیسرے روز باپ کے سوگ سے فارغ ہو کر سکندر خاں محمد آباد جتانیر کی طرف روانہ ہوا۔ نتوہ نامی قصبے میں پہنچ کر اس نے بزرگان دین کی زیارت کی۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ قطب عالم سید برہان الدین کے فرزند شیخ چنو کا خیال یہ ہے کہ بادشاہت بہادر خاں کو ملے گی یہ سن کر سکندر خاں کو بہت غصہ آیا اور اس نے شیخ صاحب کو برا بھلا کہا۔

بیجا رعائتیں

اس کے بعد بادشاہ جتانیر پہنچا اور اس نے اپنے خاص خدمت گاروں کو جو شہزادگی کے زمانے میں اس کے بہی خواہ تھے طرح طرح کی عنایتوں سے نوازا۔ ان کو بے جا طور پر بڑی بڑی جاگیریں دیں اس کے برعکس ان امیروں کو جو اس کے باپ دادا کے وقت سے سلطنت و حکومت کی خدمت کر رہے تھے بالکل نہ پوچھا۔ اس طرز عمل سے امراء میں ناراضگی اور دیگری کی ایک لہر دوڑ گئی۔

بادشاہ سے بے اطمینانی

عماد الملک حبشی سلطان مظفر کا لے پالک اور بادشاہ کی والدہ کا غلام تھا۔ وہ سکندر خاں کے طرز عمل سے بہت زیادہ دل برداشتہ ہوا۔ وہ لوگ جن پر سکندر خاں کی نظر التفات تھی انہوں نے بہت سی الٹی سیدھی حرکتیں کیں۔ ان وجوہ سے عام رعایا اور لشکر میں بادشاہ کی طرف سے سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سب لوگ خدا سے بادشاہ کے زوال کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔

غلط روی

ایک روز سلطان سکندر نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امیروں اور ارکین سلطنت کو خلعت سے نوازا۔ نیز سترہ سو گھوڑے انعام میں تقسیم کیے چونکہ یہ عنایات قطعاً بے محل تھیں اس وجہ سے لوگ اور بھی بادشاہ سے ناراض ہوئے اور شہزادہ بہادر خاں کا انتظار کرنے لگے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سلطنت کا مستحق صحیح طور پر بہادر خاں ہی ہے اور وہی تمام کاموں کو بہ حسن و خوبی انجام دے سکتا ہے۔

شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام

سلطان سکندر نے جب سب کو اپنے خلاف پایا تو وہ اپنے انجام کا خیال کر کے سخت پریشان ہوا۔ اسی اثناء میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ لطیف جو ندربار سلطان پور میں ہے سلطنت کا دعویدار ہے اور تخت نشینی کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بادشاہ نے ملک لطیف باریدار کو "شرزہ خانی" کا خطاب دے کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

ملک لطیف اور سپاہ کا قتل

جب ملک لطیف ندربار پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ شہزادہ لطیف خاں کوہستان ہورگا میں ہے جو جے پور کے جنگل میں واقع ہے۔ ملک لطیف فوراً جے پور کے جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ جے پور کے راجہ نے ملک لطیف کا مقابلہ کیا' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ جے پور کامیاب ہوا ملک لطیف اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قتل کر دیا گیا چونکہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس لیے راجپوتوں نے عقب سے آکر سترہ سو سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔

سلطان سکندر کے قتل کی سازش

گجراتیوں نے اس زبردست شکست کو سکندر خاں کے زوال کی سب سے بڑی علامت قرار دیا۔ اس کے بعد سلطان سکندر نے قیصر خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ دشمنوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ اس عرصے میں امیروں کے ایک گروہ نے عماد الملک سے کہا۔ "سلطان سکندر تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے چونکہ ہم تمہارے بہی خواہ ہیں اس لیے یہ راز تمہیں بتائے دیتے ہیں۔" یہ سن کر عماد الملک نے طے کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان سکندر شاہ کو قتل کر کے سلطان مظفر کے کسی اور بیٹے کو حکمران بنا دیا جائے۔ اور اس طرح تمام قوت واقتدار کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

بادشاہ کی سادہ لوحی

ایک روز سلطان سکندر سیر و تفریح کے لیے نکلا۔ عماد الملک نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا لیکن اسے اس کا موقع نہ ملا راستے میں ایک شخص نے سلطان سکندر کو سارا واقعہ بتا دیا لیکن بادشاہ نے اس کا یقین نہ کیا اور جواب دیا۔ "یہ سب بدخواہوں کی اڑائی ہوئی افواہیں ہیں تاکہ میں سلطان مظفر کے امیروں اور غلاموں پر ظلم کروں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عماد الملک جیسا موروثی نمک خوار میرے خلاف اس قسم کی سازش کرے۔"

پریشان کن خواب

بادشاہ نے یوں تو یہ جواب دے دیا لیکن وہ یہ خبر سن کر رنجیدہ ضرور ہوا اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے کہا۔ "جب کبھی عام لوگوں میں یہ افواہ مشہور ہو جاتی ہے کہ شہزادہ بہادر خاں گجرات کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز رات کو سلطان سکندر نے خواب میں سید جلال بخاری شاہ عالم اور شیخ چنو کو مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔ سلطان مظفر بھی اس محفل میں شریک تھا اس نے کہا میرے بیٹے سلطان سکندر کو معزول کیا جائے۔ اس پر شیخ چنو نے سکندر سے کہا اٹھ جاؤ یہ تمہاری جگہ نہیں ہے تخت کا حقیقی وارث بہادر خان ہے۔"

پریشانیوں میں اضافہ

صبح جب بادشاہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص کو بلا کر یہ خواب بیان کیا اس خواب سے بادشاہ سخت پریشان تھا اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے اپنے خیال کو بٹانے کے لیے چوگان بازی کا سہارا لیا اور کھیل میں مصروف ہو گیا۔

عماد الملک محل سرا میں

بادشاہ کے اس خواب کی کئی لوگوں کو اطلاع ہو گئی جب چوتھائی دن گزر گیا تو بادشاہ محل سرا میں آیا اور کھانا کھانے کے بعد آرام

besturdubooks.wordpress.com

کرنے لگا تمام مقربین اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے۔ ۲۹ شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک محل سرا میں آیا اس کے ساتھ بہاء الملک داور الملک سیف خاں ایک حبشی اور دو ترکی غلام تھے۔ عماد الملک نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ محل عجائبات روزگار میں سے ہے تم اس کی سیر کرو اور دیکھو کہ کس عمدہ طریقے سے اس کو تعمیر کیا گیا ہے۔

نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل

عماد الملک اور اس کے ساتھی حوض کے قریب پہنچے وہاں نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر موجود تھے۔ عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھالیں اور ان کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ان دونوں نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور وہ مارے گئے۔

سلطان سکندر کا قتل

اس کے بعد عماد الملک اور اس کے ساتھی بادشاہ کی خواب گاہ میں آئے۔ اس وقت سید علیم۔ الدین بادشاہ کے پلنگ پر بیٹھا ہوا اس کی حفاظت کر رہا تھا علیم نے جو یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت بدحواس ہوا اس نے تلوار نکال کر آنے والوں پر حملہ کیا دو آدمیوں کو زخمی کیا۔ اور مارا گیا۔ عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے پلنگ پر لیٹے ہوئے بادشاہ کو تین جگہ سے زخمی کیا بادشاہ گھبرا کر اٹھا اور زمین پر آگرا اس وقت ایک شخص نے تلوار کے ایک ہی وار سے بادشاہ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ سلطان سکندر نے صرف تین مہینے اور سترہ دن حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

تخت نشینی

سلطان سکندر خاں کے قتل کے بعد عماد الملک نے بہاء الملک کے مشورے سے نصیر خاں کو حرم سرا سے نکال کر "محمود شاہ" کے لقب سے تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان سکندر کے مقربین اور امراء خوف کی وجہ سے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ان لوگوں کے مکانات کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔ سکندر شاہ کی لاش ہالوں میں جو جیناتیر کا ایک ضلع ہے سپرد خاک کر دی گئی۔

امراء کی دلجوئی

عماد الملک نے خلعت و انعامات دے کر امیروں کو تسلی دی اور ان کے دل اپنے قابو میں کیے اس نے ایک سو اسی امیروں کو خطابات سے نوازا لیکن کسی کی تنخواہ یا جیب خرچ میں اضافہ نہ کیا۔ گجرات کے اکثر امراء موجودہ صورت حال سے مطمئن نہ تھے وہ بہادر خاں کو گجرات کا بادشاہ بنانے کے حامی تھے اور اس مقصد سے انہوں نے شہزادے کو کئی خطوط بھی لکھے تھے اس سلسلے میں تاج خاں اور خداوند خاں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔

شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور عماد الملک کی پریشانی

شہزادہ بہادر خاں کو سلطان مظفر کے انتقال کی خبر اس وقت ملی جب کہ وہ جانی پور میں تھا یہ خبر سنتے ہی وہ جلد از جلد گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ عماد الملک بہت پریشان ہوا اس نے برہان نظام الملک بحری کو خط لکھا اور بہت سا روپیہ دے کر اسے ندربار اور سلطان پور کی سرحد کی طرف بلایا۔ اسی طرح عماد الملک نے راجہ مال پور کو بھی محمد آباد جناتیر کی سرحد کی طرف بلایا۔

عماد الملک کا خط بابر کے نام

عماد الملک نے بڑی دور اندیشی اور فراست سے کام لیا اور ظہیر الدین بابر کے نام ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "اگر جناب کے لشکر کا ایک حصہ بندر دیو میں آ جائے تو میں آپ کے ملازمین کے اخراجات کے لئے ایک کروڑ تنکہ نقد پیش کروں گا۔" برہان نظام شاہ بحری نے عماد الملک کے بھیجے ہوئے تحفے تحائف تو قبول کر لیے لیکن اس کی فرمائش کو ٹال دیا۔ راجہ مالپور البتہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اس پر حق ہمسائیگی واجب تھا لہٰذا وہ جناتیر کے نواح میں آ گیا۔

گجراتی امراء کا قاصد بہادر کی خدمت میں

بابر کے نام جو عریضہ عماد الملک نے روانہ کیا تھا اس کی تفصیل دونگر پور کے تھانیدار کو معلوم ہو گئی اس نے تاج خاں اور خداوند خان کو سب کچھ بتا دیا۔ یہ معلوم ہوتے ہی گجراتی امیروں نے جلد از جلد اپنے ایک آدمی کو شہزادہ بہادر خاں کے پاس دہلی بھیجا۔ یہ قاصد سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دہلی کے نواح میں شہزادہ بہادر خان کے پاس جا پہنچا اور گجراتی امیروں کے عریضے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق سے اس وقت جون پور کے افغانوں کی طرف سے پائند خاں بھی آیا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ بہادر خاں کو اپنے ساتھ لے جا کر جون پور کا بادشاہ بنائے مگر شہزادے نے اس درخواست کو منظور نہ کیا کیونکہ اسے گجرات سے زیادہ دلچسپی تھی۔ بہادر خاں نے پائند خاں کو تو رخصت کر دیا اور خود احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

دانش مند گھوڑا

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت گجرات اور جون پور کے قاصد شہزادہ بہادر خاں کے پاس آئے تو ان میں سے ہر ایک نے شہزادے کو اپنے ساتھ لے جانے کی پوری پوری کوشش کی۔ شہزادہ اس دو طرفہ اصرار سے بہت پریشان ہوا اور آخرکار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ میں جنگل میں جاکر گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور اس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا ہوں تاکہ گھوڑا جس طرف چاہے چلا جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا گھوڑے نے اپنا رخ گجرات کی طرف کر لیا اور اس طرح شہزادہ بہادر خاں افغانی قاصد سے معذرت طلب کر کے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر خاں چیتوڑ میں

سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا شہزادہ خاں بہادر چیتوڑ میں آیا اس دوران گجرات کے قاصد برابر اس کے پاس آتے رہے اور گجرات کی خبریں پہنچاتے رہے۔ اسی جگہ شہزادے کو سلطان سکندر کے قتل کی خبر ملی شہزادہ چاند خاں اور شہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا سنگا کے پاس تھے انہوں نے شہزادہ بہادر خاں سے ملاقات کی اور بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ چاند خاں تو شہزادے سے رخصت ہو کر اسی مقام پر فروکش رہا البتہ شہزادہ ابراہیم بہادر خاں کے ساتھ ہو لیا۔

گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع

کچھ دنوں بعد شہزادہ بہادر خاں نے چیتوڑ سے کوچ کیا۔ مال پور کا راجہ اودے سنگھ اور سلطان سکندر کے دوسرے حامی بہادر خان کے ساتھ مل گئے۔ بہادر خاں نے بہادر الملک اور تاج الدین کو تاج خاں اور دوسرے امیروں کے پاس روانہ کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ تاج خاں جو عماد الملک سے بہت خائف تھا اپنے لشکر اور قبیلے کے ساتھ دندوقہ میں مقیم ہوا۔ اور بہادر خاں کا انتظار کرنے لگا۔ دندوقہ میں تاج خاں نے بہت سا سامان جمع کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بہادر خاں کے استقبال کے لیے آگے بڑھا۔

شہزادہ لطیف کی روانگی

تاج خاں کے ساتھ شہزادہ لطیف بن مظفر شاہ بھی تھا۔ تاج نے شہزادے کو اخراجات کے لیے کچھ روپیہ دیا اور رخصت کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ اب تاج و تخت کا صحیح وارث یہاں آ پہنچا ہے اس لیے میرا اور تمہارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم کہیں اور چلے جاؤ۔ شہزادہ لطیف بادل ناخواستہ وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے چچا زاد بھائی شہزادہ فتح خاں کے پاس چلا گیا۔

بہادر خاں دونگر میں

شہزادہ بہادر خاں جب دونگر پہنچا تو خرم خاں اور ملک کے دوسرے نامور امیروں نے اس کا استقبال کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عماد الملک کی پریشانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور وہ لشکر جمع کرنے کے لیے سرکاری روپیہ بے دریغ صرف کرنے لگا۔

عماد الملک کی کاروائی

عماد الملک نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جوق در جوق شہزادہ بہادر خاں کے پاس جا رہے ہیں تو اس نے ایک زبردست لشکر مع پچاس ہاتھیوں کے عضد الملک کی نگرانی میں مہرابہ روانہ کیا تاکہ راستہ مسدود کر دیا جائے اور کسی شخص کو شہزادہ بہادر خاں تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

سلطان بہادر دونگر سے محمود پور پہنچا وہ تمام امراء جو سلطان سکندر کے خوف سے ادھر ادھر بھاگ گئے تھے جمع ہو کر بہادر خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عضد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ محمد آباد میں عماد الملک کے پاس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بہادر خاں احمد آباد میں

شہزادہ بہادر خاں قصبہ مہرابہ میں وارد ہوا تو وہاں تاج خاں چتر و امارت شاہی کے ساتھ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ۲۶ رمضان المبارک ۹۳۲ھ کو شہزادہ مہروالہ پٹن میں آیا اور وہاں سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ قصبہ سرکچ میں شہزادے نے مشائخ اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی اور احمد آباد میں داخل ہوا۔

محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ

عماد الملک کی پریشانی اور بڑھی اور اس نے اپنے لشکریوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ ادا کی اور قاصد شہزادہ لطیف کے پاس بھیجا اور اس سے مدد طلب کی لیکن اس سے پہلے کہ شہزادہ لطیف آتا بہادر خاں محمد آباد جا پہنچا۔ بہت سے امراء جن میں بہاء الملک اور داور الملک (سلطان سکندر کے قاتل) بھی شامل تھے۔ عماد الملک سے ناراض ہو کر شہزادہ بہادر خاں سے آملے۔ شہزادے نے مصلحت وقت کے پیش نظران لوگوں کی دل جوئی کی اور عماد الملک پر غالب آکر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

محمود شاہ صرف چار ماہ تک حکمران رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان بہادر خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

تخت نشینی

نجومیوں نے عید الفطر ۹۳۲ھ کا مبارک دن بہادر خاں کی تخت نشینی کے لیے تجویز کیا تھا چنانچہ اس دن بہادر خاں نے احمد آباد میں تخت شاہی پر جلوس کیا اور تمام امراء اور اراکین سلطنت کو انعامات و خلعت سے نوازا۔

محمد آباد جنانیر کا سفر

ماہ شوال کے شروع میں بادشاہ نے محمد آباد جنانیر کا سفر اختیار کیا۔ سفر کی پہلی منزل پر معظم خاں سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس سے بہت مہربانی سے پیش آیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ جب بادشاہ اس منزل سے روانہ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ دریائے باترک میں طغیانی آگئی ہے اور اس وجہ سے لشکر دریا کو عبور نہیں کر سکتا۔

امرائے سارق

بادشاہ نے قصبہ سونج میں قیام کیا اور تاج خاں کو دریا کے کنارے متعین کیا تاکہ وہ لشکر کو بحفاظت دریا کی دوسری طرف اتارنے کا انتظام کرے۔ دوسرے روز وہ تمام امراء جنہوں نے گذشتہ زمانے میں شاہی خزانے سے دولت چرائی تھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام مال مسروقہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ سلطان بہادر نے عالی ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تمام مال انہیں چوروں کو بخش دیا۔

مفسدوں کی کوشش

چاند پور کے راستے میں بادشاہ دریائے مہندری کے کنارے پہنچا اور اس کا لشکر گزرنا شروع ہوا۔ عماد الملک اور عضد الملک نے پہلے ہی سے ایک لشکر کو بروده اور دوسرے علاقوں میں اس کام کے لیے متعین کر رکھا تھا کہ جب بادشاہ ادھر سے گزرے تو فساد برپا کر کے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جائے۔ بادشاہ نے ان مفسدوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوا اور جلد از جلد دریا عبور کر گیا اور محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا۔

عماد الملک کی گرفتاری کا حکم

جب سلطان بہادر خاں شہر کے قریب پہنچا تو نصیر خاں کا بیٹا ضیاء الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ وہ اپنے باپ کی مدد سے عماد الملک کے مکان کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار کر لے اس کے بعد بادشاہ آگے روانہ ہوا۔

گرفتاری اور پھانسی

تاج خاں نے جلد از جلد عماد الملک کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ عماد الملک مکان کی دیوار کے ذریعے سے اپنے گھر سے نکل گیا اور شیخ چنو صدیقی کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ شیخ چنو کا گھر لوٹ لیا گیا اور اس کے بیٹوں کو گرفتار کر لیا گیا اتفاق سے بادشاہ کا گزر خداوند خاں کے گھر کے سامنے سے ہوا۔ خداوند خاں اگرچہ اس زمانے میں گوشہ نشین ہو چکا تھا لیکن مکان سے باہر آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی دوران میں خداوند خاں کے ملازم عماد الملک کو شیخ چنو صدیقی کے گھر سے گرفتار کر کے لے آئے۔ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ عماد الملک سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو پھانسی دے دی جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

عضد الملک کی گرفتاری کا حکم

سلطان بہادر نے سلطان مظفر کے نامی گرامی غلام رفیع الملک بن توکل کو عماد الملک کا خطاب دے کر عارض الممالک کے عہدے پر فائز کیا۔ عضد الملک کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ بروده سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے شمشیر الملک اور نظام الملک کو بالترتیب عضد الملک اور محافظ خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ دونوں مجرم فرار ہو کر رائے سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ بہادر شاہی سپاہیوں نے ان دونوں کا مال و اسباب لوٹ لیا اور واپس آ گئے۔

سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل

اسی زمانے میں شاہ چنو صدیقی اور عضد الملک کے بیٹے کو سکندر خاں کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ساتھ قدر خاں کے گھر میں قتل کیا گیا۔

بہاء الملک کا عبرت ناک حشر

بہاء الملک بھی گرفتار ہوا اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور سید علیم الدین کے ہاتھوں خود بھی زخمی ہوا تھا۔ اور اس کا وہ زخم ابھی تک تازہ تھا' بادشاہ نے حکم دیا' اس کی کھال کھینچ کر اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ سلطان سکندر کے قاتلوں میں سے چند اور اشخاص بھی گرفتار ہوئے جو دکن کی طرف فرار ہوئے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے انہیں توپ کے آگے ڈال کر اڑا دیا گیا' الغرض سلطان بہادر نے تھوڑے ہی عرصہ میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

شہزادہ لطیف کی مایوسی

کہا جاتا ہے کہ جس روز سلطان بہادر محمد آباد جنانیر میں آیا اسی روز شہزادہ لطیف بھی عماد الملک اور دوسرے امراء کی دعوت پر شہر میں داخل ہوا اور ایک گوشے میں چھپ گیا۔ قیصر خاں' الغ خاں اور دوسرے امراء نے لطیف خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ "اب زیادہ دیر تک کسی امر کا انتظار نہ کرو اور فوراً گوشہ نشین ہو جاؤ۔ لطیف خاں مایوس ہو کر پالن پور چلا گیا' عضد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت مونگا کی طرف چلے گئے۔

رعایا کی فلاح و بہبود

ان تمام واقعات کے بعد سلطان بہادر بڑے امن و اطمینان سے رعایا کی فلاح و بہبود اور لشکر کے انتظامات میں مشغول ہوا' رعایا کو انعام و اکرام سے نوازا۔ سپاہیوں کی تنخواہوں میں کئی کئی گنا اضافہ کیا اور سال بھر کی تنخواہیں یک مشت ادا کر کے انہیں خوش کیا' سرکج نتوہ اور رسول آباد کے فقیروں کو بھی مالا مال کیا۔

محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم

سلطنت گجرات کا پایہ تخت چونکہ محمد آباد جنانیر تھا اور تمام شاہان گجرات نے اسی جگہ تخت بادشاہت پر جلوس کیا تھا اس لیے سلطان بہادر نے بھی اسی مقام پر تخت نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ نجومیوں نے مبارک ساعت تجویز کی اور اس کے مطابق ۹۳۲ھ میں دریائے شرقی کے قریب مرصع تخت رکھ کر یہ رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء اکابر اور مشائخ نے بادشاہ کو مبارک باد دی تقریباً ایک ہزار درباریوں کو خلعت عطا کیے گئے۔

عضد الملک کی سرگرمیاں

تمام امراء کو خطابات سے نوازا گیا۔ غازی خاں کے اعزاز و جاگیر میں اضافہ کیا گیا اور ندربار سلطان پور کی حکومت اسے عطا کی گئی۔ اسی

besturdubooks.wordpress.com

دوران میں یہ اطلاع ملی کہ عضد الملک' محافظ خاں کی ترغیب سے ندر بار سلطان پور کے نواح میں کوہ اوا ان میں ہنگامہ آرائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بادشاہ نے غازی خاں کی نگرانی میں ایک لشکر کو اس فتنے کے فرو کرنے کے لیے نامزد کیا۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا۔ بادشاہ نے ہوشیار الملک کو جو خازن رکاب تھا حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اسے ایک مظفری (گجرات کا ایک سکہ) عطا کی جائے۔ ان دنوں بادشاہ دو مرتبہ چوگان بازی کے لیے سوار ہوا اور ان موقعوں پر جتنے لوگوں نے بھی سوال کیا ان کو ایک ایک مظفری دی گئی۔ سلطان بہادر نے ہر شہر میں فقیروں اور محتاجوں کے لیے لنگر خانے قائم کیے اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف بہت توجہ کی۔ اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ ہوا کہ گجرات کے شہر پہلے سے کہیں زیادہ آباد و معمور ہو گئے۔

مفسدوں کی سرگرمیاں

سلطان بہادر کو عنان اقتدار سنبھالے ہوئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی سرگرمیاں تیز ہونے لگیں۔ شجاع الملک نے راہ فرار اختیار کی اور شہزادہ لطیف خاں سے مل گیا۔ امراء کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بادشاہ سے گزارش کی' حضور نے الغ خاں کو اپنا ہی خواہ سمجھ کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے نامزد کیا تھا' لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیصر خاں اور الغ خاں سلطان سکندر کے قتل کے معاملے میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی شہزادہ لطیف کو مدد پہنچاتے رہتے تھے۔

گرفتاریاں

سلطان بہادر اس مسئلے پر سوچنے لگا' اسی دوران میں تاج خاں نے قسم کھا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ قیصر خاں اور الغ خاں نے ایک غیر معروف راستے سے شہزادہ لطیف کو دعوت بلایا۔ "دوسرے روز صبح جب تمام امراء بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو سلطان بہادر نے حکم دیا کہ قیصر خاں اور الغ خاں کو گرفتار کر لیا جائے۔ انہیں دنوں دار الملک کسی بہانے سے باہر گیا اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ باجو اور ضیا الملک کا تعلق بھی مفسدوں کے گروہ سے تھا۔ ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ہاتھ باندھ کر اور ننگے پیر دربار میں لایا گیا۔ لوگوں نے ہجوم کر کے ان دونوں کے مکانات کو لوٹ لیا۔ ضیاء الملک گلے میں رسی ڈال کر بڑی عاجزی سے رویا۔ خواجہ باجو نے پچاس لاکھ تنکہ خون بہا دے کر معافی چاہی۔ سلطان بہادر نے ان دونوں پر رحم کھایا اور ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد سارے ملک میں امن و امان ہو گیا اور کسی قسم کا فتنہ و فساد باقی نہ رہا۔

سلاح داران خاصہ کا ہنگامہ

۹۳۳ھ میں خاصہ کے سلاح داروں نے جو تعداد میں دو ہزار تھے جامع مسجد میں شور اور ہنگامہ کیا اور اس سبب سے خطیب مسجد کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا کہ ان سلاح داروں کو تنخواہ نہیں ملی۔ سلطان بہادر اگرچہ جانتا تھا کہ سلحدار شہزادہ لطیف کے حامی ہیں اور اس بہانے سے اس کے پاس جانا چاہتے ہیں لیکن اس نے انسانی ہمدردی اور اخوت کے جذبات میں آ کر حکم دیا کہ ان کی تنخواہ ادا کر دی جائے۔

شہزادہ لطیف کی گرفتاری

انہیں دنوں غازی خاں کا ایک عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا شہزادہ لطیف خاں ایک زبردست لشکر لے کر سلطان پور میں آیا ہے اور یہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا ہے۔ میں نے اس کی مفسدانہ حرکات پر کڑی نظر رکھی تو وہ مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا۔ میں نے بھی لشکر تیار کیا زبردست لڑائی کے بعد عضد الملک اور محافظ خاں تو میدان جنگ سے بھاگ گئے' رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مارا گیا اور شہزادہ لطیف زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ لطیف کی وفات

جونہی بادشاہ نے یہ عریضہ پڑھا اس نے اسی وقت محب الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ سلطان پور بھیجا اور حکم دیا کہ شہزادہ لطیف کے ساتھ انتہائی محبت اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے' اس کے زخموں کا علاج کیا جائے اور اسے بڑی عزت اور احترام سے بادشاہ کے حضور لایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی مگر کاری زخم لگنے کی وجہ سے شہزادہ لطیف نے راستے ہی میں انتقال کیا۔ اسے جنانیر کے ضلع بالول میں سلطان سکندر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات

اسی سال سلطان سکندر کے دوسرے بھائی نصیر خاں (جو سلطان محمود کے لقب سے تخت گجرات پر بیٹھا تھا) نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بادشاہ نے اپنے بھائیوں کی قبروں پر ایک گروہ کو وظیفہ دے کر متعین کیا اور کھانے اور خیرات کی تقسیم کا حکم دیا۔

رائے سنگھ کا فتنہ

اسی سال یہ خبر ملی کہ رائے سنگھ راجہ بال نے قیصر خاں کے قتل کی اطلاع پانے کے بعد قصبہ دہور کو تباہ اور برباد کیا اور بہت سا مال قیصر خاں کے لڑکے ضیاء الملک سے زبردستی چھین کر لے گیا اور اب رائے سنگھ پورے ملک کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان بہادر کو بہت تشویش ہوئی اور اس نے بذات خود اس علاقے کا سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ تاج خاں کو جب بادشاہ کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے عرض کیا۔

"حکومت کو ابتداء میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں حضور کو قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس خدمت پر بندۂ حقیر کو نامزد کیا جائے تو یقین ہے کہ میں فتنہ پردازوں کو اچھی طرح ٹھکانے لگا سکوں گا۔"

تاج خاں کی نامزدگی

سلطان بہادر نے فوراً تاج خاں کو خلعت عطا فرمایا اور اسے ایک لاکھ سواروں کے ساتھ رائے سنگھ کی گوشمالی کے لیے نامزد کیا۔ تاج خاں اس لشکر جرار کے ہمراہ ملک بال میں پہنچا اور تباہی و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ رائے سنگھ نے یہ صورت حال دیکھ کر بڑی انکساری کا اظہار کیا اور عہد مظفری کے ایک مشہور امیر شرف الملک کے نام ایک عریضہ روانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ

رائے سنگھ کا جرم ایسا نہ تھا کہ اسے معاف کر دیا جاتا اس لیے تاج خاں نے اس کے علاقے میں اور زیادہ تباہی و بربادی کی اور رائے سنگھ کو سزا دینے کی پوری پوری کوشش کی۔ رائے سنگھ نے جب دیکھا کہ سوائے لڑائی کے کوئی صورت باقی نہیں رہی تو وہ مجبوراً لڑائی کے لیے تیار ہوا' اس نے ایک تنگ مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا۔ تاج خاں اسی جگہ آیا' فریقین میں لڑائی ہوئی رائے سنگھ کے سپاہیوں میں ایک بڑی تعداد ماری گئی' تاج خاں کا ایک آدمی قتل ہوا۔ کچھ عرصہ تک تاج خاں بال ہی میں رہا۔ آخر بادشاہ کے بلانے پر واپس چلا آیا۔

عامل کنبایت کی معزولی

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں سلطان بہادر سیر و شکار کی غرض سے پایہ تخت سے باہر نکلا۔ بندر کنبایت کے باشندوں کی ایک جماعت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے عامل کے ظلم و ستم کی روداد بیان کی۔ بادشاہ نے اسی وقت کنبایت کے داروغہ کی معزولی کا حکم صادر کیا اور تاج خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا۔ اسی سال رانا سانگا کا بیٹا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ایدر اور باکر کی فتح

سلطان سکندر ۹۳۴ھ میں ایدر اور باکر کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس نے ان ولایتوں کو فتح کر لیا اور جنانیر واپس آگیا۔

بندر دیب میں فرنگیوں کی گرفتاری

چند ماہ بعد بادشاہ نے قلعہ بھروچ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کنبایت میں آیا۔ ایک روز بادشاہ دریا کی سیر کر رہا تھا کہ بندر دیب سے ایک جہاز آیا' جہازیوں نے بادشاہ کو بتایا کہ مخالف ہواؤں اور طوفان کی وجہ سے فرنگیوں کا ایک جہاز بندر دیب میں آگیا تھا۔ قوام الملک نے اس جہاز کو اپنے قبضے میں کر لیا اور تمام جہازی فرنگیوں کو قید کر لیا ہے۔ سلطان بہادر یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً خشکی کے راستے بندر دیب کا سفر اختیار کیا اور قوام الملک کے پاس پہنچا۔ قوام الملک نے فرنگیوں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا' بادشاہ نے ان کافروں کی ایک بڑی تعداد کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

میراں محمد شاہ کا عریضہ

اسی سال حاکم اسیر میراں محمد شاہ (جو سلطان بہادر کا بھانجہ تھا) کا ایک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ "علاؤ الدین عماد شاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ یہ درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بحری اور قاسم ترک بیدری ملک برار میں زبردستی مدافعت کر رہے ہیں اس لیے میں اس کی (عماد شاہ کی) مدد کروں۔ اس درخواست کو میں نے منظور کر لیا اور عماد شاہ کی مدد کے لیے گیا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی میرے مقابلے پر بھی ایک لشکر آیا اور میں نے اس کو شکست دی۔

اسی اثناء میں نظام شاہ بحری جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا اس نے علاؤ الدین عماد شاہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دے کر میرے چند ہاتھی بھی بطور مال غنیمت کے اپنے ساتھ لے گیا نظام الملک نے قلعہ ماہور پر جو ملک برار کا بہترین حصہ ہے قبضہ کر لیا ہے اس صورت حال کے پیش نظر آپ جو حکم دیں گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے میراں محمد شاہ کے عریضے کا یہ جواب دیا۔ "پچھلے سال بھی علاؤ الدین نے اسی قسم کی درخواست کی تھی اور حاکم نہروالہ ملک عین الملک نے جا کر فریقین میں صلح کرا دی تھی' چونکہ پہل نظام الملک کی جانب سے ہوئی ہے اس لیے مظلوم کی حمایت کرنا ہمارا فرض اولین ہے۔"

دکن پر لشکر کشی کا ارادہ

ماہ محرم ۹۳۵ھ میں سلطان بہادر نے نظام شاہ کے ملک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دکن کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ نے لشکر اور سامان ضرورت کی فراہمی کے لیے کچھ عرصہ تک برودہ میں قیام کیا۔

حاکم بھٹہ کی آمد

اسی سال بھٹہ کا حاکم جام فیروز مغلوں کی چیرہ دستیوں سے پریشان ہو کر جلا وطن ہوا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ سلطان بہادر نے اس کی حالت پر رحم کھایا اور اسے اخراجات کے لیے بارہ لاکھ تنگے مرحمت کیے نیز یہ وعدہ بھی کیا کہ اس کا موروثی ملک مغلوں کے پنجے سے نکال کر اس کے حوالے کر دے گا۔ سلطان بہادر کی عظمت و شوکت کی شہرت دور دور پھیلنے لگی۔ اس سفر میں دور و نزدیک کے تمام راجے اور حاکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان بہادر کی ہردلعزیزی

پوربیہ سے راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنے گروہ کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمین خاص کے زمرے میں داخل ہو گیا۔ رانا سانگا کا بھتیجا بھرون پسر پرتھی راج بھی چند راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوئے۔ دکن کے بعض سرداروں نے بھی شاہی ملازمت حاصل کی۔ ان سب لوگوں کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

عماد شاہ کا پیغام

سلطان بہادر کو ایک عرصے تک محمد آباد جانپر میں قیام کرنا پڑا۔ عماد شاہ چاہتا تھا کہ بادشاہ جلد از جلد اس کی مدد کے لیے آئے۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان بہادر کی آمد میں تاخیر ہو رہی ہے تو اس نے اپنے بیٹے خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا۔ "برہان نظام شاہ بحری اس قدر مغرور و سرکش ہے کہ وہ اپنے برابر کسی دوسرے کو سمجھتا ہی نہیں۔ میں نے کئی بار صلح کی بات چیت کی کوشش کی ہے لیکن وہ مانتا ہی نہیں۔ اس لیے آپ دکن تشریف لے آئیں تو خاکسار کا مقصد حل ہو جائے گا۔"

سلطان بہادر برہان پور میں

سلطان بہادر نے عماد شاہ کی درخواست قبول کی اور دکن کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ دریائے نربدا کے کنارے پہنچا تو اس کے استقبال کے لیے میراں محمد شاہ فاروقی آیا اور اپنے ساتھ برہان پور لے گیا۔ وہاں سلطان بہادر کی شاندار ضیافت کی گئی' اس جگہ عماد الملک بھی کاویل سے پہنچ گیا اور اس نے بہت سے گھوڑے اور تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔

برار میں

اس کے بعد بادشاہ برار کی طرف روانہ ہوا۔ جب سلطان بہادر جالنہ پہنچا تو اس نے شہر میں چند روز قیام کیا اور اس شہر پر قبضہ کرنے کی سوچنے لگا۔ عماد الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ اس نے برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا۔ عماد الملک نے میراں محمد فارقی کے ذریعے سلطان بہادر کو برار سے آگے چلنے پر آمادہ کیا اور برار سے رخصت ہوا۔

عماد شاہ کا فرار

سلطان بہادر جب احمد نگر پہنچا تو وہاں اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا یہاں سے وہ دولت آباد آ گیا اور جیسا کہ نظام شاہیوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ دولت آباد میں سلطان بہادر نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا' اس نے عماد الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ کے محاصرے پر نامزد کیا۔ کچھ دنوں بعد علاؤ الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کر لی' اسے اس امر پر ندامت ہوئی کہ اس نے کیوں سلطان بہادر کو یہاں مدعو کیا۔ رات کے وقت عماد شاہ اپنا سب سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

سلطان بہادر کی واپسی

دکنیوں نے گجرات کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ اس لیے غلہ اور دیگر سامان ضرورت کی ترسیل بند ہو گئی۔ برہان نظام شاہ گجراتی لشکر کے مقابلے پر آیا اور کچھ فاصلے پر مقیم ہوا۔ برہان نے سلطان بہادر سے یہ وعدہ کیا کہ وہ میراں محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کر دے گا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان بہادر نے ان شرائط کو منظور کیا اور ۹۳۶ھ میں وہ گجرات واپس آ گیا۔ برسات کے دن اس نے محمد آباد میں گزارے۔

ایدر کا سفر

سلطان بہادر نے ۹۳۷ھ میں ایدر کا سفر اختیار کیا اس نے موضع جان پور میں خداوند خاں اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو ایک

besturdubooks.wordpress.com

زبردست لشکر اور ان گنت ہاتھیوں کے ساتھ پاکر کی مہم پر بھیجا اور خود بندر کنبایت میں آیا۔ یہاں بادشاہ نے ایک روز قیام کیا اور اس کے بعد بذریعہ جہاز بندر دیب کا ارادہ کیا۔ بندر دیب پہنچ کر بادشاہ نے دیکھا کہ مختلف بندر گاہوں سے بہت سے جہاز وہاں آئے ہوئے ہیں اور ان جہازوں میں انواع و اقسام کا سامان بھرا ہوا ہے۔ بادشاہ نے بہت سی اشیاء خریدیں ان خرید کردہ اشیاء میں سولہ سو (۱۶۰۰) من پستہ بھی تھا۔

بانسوالہ اور دونگر پور کی تباہی

مصطفیٰ خاں رومی کے ساتھ رومیوں کی ایک جماعت بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیے آئی' بادشاہ ان لوگوں سے بہت خوش ہوا اور ان کے قیام کے لیے ایک موزوں مکان تجویز کیا' اس کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غرباء کی سفارش کی اور خود بانسوالہ اور دونگر پور کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر نے ان علاقوں کو خوب اچھی طرح تباہ و برباد کیا اور یہاں کے راجاؤں سے پیش کش وصول کی۔ اس کے بعد بادشاہ محمد آباد جتانیر واپس آ گیا۔

لودھی امراء کی آمد

اسی اثناء میں سلطان ابراہیم لودھی کے امیر عمر خاں اور قطب خاں وغیرہ ظہیرالدین بابر کے خوف سے فرار ہو کر گجرات میں پناہ گزیں ہوئے۔ سلطان بہادر نے پہلے روز ان امیروں کو تین سو زربفت کی قبائیں/ پچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنکے نقد عطا کیے۔

مہرابہ کا سفر

ان امیروں کی خاطرداری کے بعد بادشاہ مہرابہ روانہ ہوا۔ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو خداوند خاں اور دوسرے امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلطان بہادر مہرابہ سے پاکر آیا اور اس علاقے کا عمدہ انتظام کیا ہر جگہ تھانیدار مقرر کیے۔

پاکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں

پاکر کا راجہ پرس رام مجبوری سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے بیٹے نے بادشاہ کے سامنے مذہب اسلام قبول کیا اور بادشاہ کے مقربین کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

پرس رام کے بھائی کی جان بخشی

پرس رام کا بھائی اپنی جان کے خوف سے جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرتا تھا آخر کار وہ رانا سنگا کے بیٹے برتنسی کے پاس پہنچا اور اس کے ذریعے سلطان بہادر کی ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے ان دنوں سلطان بہادر شکار کے لیے بانسوالہ آیا ہوا تھا۔ برتنسی نے بادشاہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی اور انکساری سے چکا کا قصور معاف کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے برتنسی کی درخواست منظور کی اور چکا کو اپنے پاس بلا کر اس کا قصور معاف کیا۔

گھاٹ کرجی میں بادشاہ نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی اور اس موضع کو پرتھی راج کی جاگیر میں دے دیا۔ پاکر کا باقی علاقہ پرتھی اور چکا کو برابر تقسیم کر دیا گیا۔

جیتور کے قصبات کی بربادی

بادشاہ نے کچھ دنوں سیر و شکار کے لیے اس جگہ قیام کیا اس دوران میں شاہی جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ سلطان محمود خلجی نے جس پر سلطان مظفر کے بے شمار احسانات ہیں۔ مندو کے حاکم شرزہ خاں کو حکم دے کر جیتور کے بعض قصبے بالکل تباہ و برباد کروا دیئے ہیں' لیکن اب شرزہ خاں اجین میں مقیم ہے۔ سلطان محمود خلجی کی حکم عدولی کر رہا ہے بلکہ بغاوت پر آمادہ ہے اور اس سے برسر مقابلہ ہے

besturdubooks.wordpress.com

برتنسی کا پیغام

انہیں دنوں رانا سانگا کے بیٹے برتنسی کے قاصد سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ "آپ سلطان محمود خلجی کو بے وجہ مخالفت اور بے مقصد عداوات سے منع فرمائیں۔" قاصدوں کے آنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی' سلہدری پوربیہ کو قتل کرنے کے لیے اجین سے سارنگ پور آیا ہوا ہے۔ سلہدری جو بادشاہ کے ساتھ تھا اسے سلطان محمود کا ارادہ معلوم ہو گیا لہٰذا وہ بھی سکندر خاں میواتی کے بیٹے کے ساتھ جیتور میں چلا گیا اور اس نے برتنسی پر حملہ کیا۔

سکندر خاں اور بھوپت

کچھ دنوں کے بعد سکندر خاں اور بھوپت پسر سلہدری سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہی ملازمین میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ نے ان کو سات سو خلعت زربفت اور ستر گھوڑے انعام دیئے۔ اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کا خط بھی آیا جس میں اس نے لکھا تھا۔ "ایک عرصے سے میں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا خواہاں ہوں لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر ایسا نہ کر سکا۔ اب انشاء اللہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

سلطان محمود کی آمد کی اطلاع

سلطان محمود خلجی کا خط پڑھ کر سلطان بہادر نے دریا خاں (سلطان محمود خلجی کا قاصد) سے کہا۔ "میں نے سلطان محمود کی آمد کی اطلاع پائی ہے اگر ایسا ہو تو پھر میں اس کے مغرور ملازمین کو پناہ نہ دوں گا۔ سلطان بہادر' سلطان محمود کے قاصدوں سے بہت مہر و محبت سے پیش آیا اور ان کو واپس جانے کی اجازت دی اس کے بعد وہ خود بانسوالہ آ گیا۔

برتنسی اور سلہدری کی آمد

سلطان بہادر نے اس خیال سے کہ ممکن ہے سلطان محمود خلجی ملاقات کے لیے آئے۔ سنبلہ کی جانب روانہ ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر محمود آیا تو اس کی دعوت اور مہمانداری سے فارغ ہو کر وہ محمود کو رخصت کرنے کے لیے گھاٹ دیوالہ تک جائے گا اور پھر اپنے پایہ تخت کو واپس جائے گا۔

سلطان محمود کے قاصد کی آمد

سنبلہ پہنچ کر سلطان بہادر نے دس روز تک سلطان محمود خلجی کا انتظار کیا' لیکن وہ نہ آیا۔ اس کے بعد سلطان محمود کا قاصد دریا خاں آیا اور اس نے بتایا "سلطان محمود شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا ہے اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس لیے وہ اب یہاں آنے سے معذور ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے قاصد سے کہا۔ سلطان محمود کئی بار مجھ سے ملاقات کا وعدہ کر چکا ہے لیکن اب تک کوئی وعدہ پورا نہیں ہوا اگر وہ میرے پاس آنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو میں اس کے ملک میں آنے کے لیے تیار ہوں۔" اس پر دریا خاں نے بادشاہ سے کہا۔ سلطان محمود کے یہاں نہ آنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن مظفر گجراتی اس کے دربار میں ہے اگر سلطان محمود یہاں آیا اور آپ نے چاند خاں کو طلب فرمایا تو بڑی مشکل پڑ جائے گی' نہ تو چاند خاں کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے آپ سے بچایا جا سکتا ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ چاند خاں کو طلب نہیں کروں گا لہٰذا اب تم جلد از جلد سلطان محمود کو مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے بلواؤ۔"

سلطان محمود کا ارادہ

سلطان محمود کے قاصد کی رخصت کے بعد سلطان بہادر بھی سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور سلطان محمود کی آمد کا منتظر رہا۔ جب بادشاہ

besturdubooks.wordpress.com

دیبال پور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دے کر اسے قلعہ مندو میں مقیم رکھے اور خود قلعے سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور سلطان بہادر سے ملاقات کے لیے آئے۔

امراء کا معروضہ

اسی دوران میں بعض ایسے امیر جو سلطان محمود خلجی کی بدسلوکی کی وجہ سے اس سے آزردہ تھے۔ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ "سلطان محمود خلجی ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے اور مختلف بہانے کر کے آپ سے ملاقات کرنے سے بچنا چاہتا ہے جب تک آپ اسے مجبور نہ کریں گے وہ کبھی حاضر خدمت نہ ہو گا۔"

شادی آباد مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر منازل سفر قطع کرتا ہوا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ نعلچہ پہنچ کر بادشاہ نے اپنے لشکر کو شادی آباد مندو کے محاصرے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے محمد خاں اسیری کو مغربی جانب شاہ پول پر لقمان کو بھل پول پر اور پوربیوں کی جماعت کو سلوانہ پر متعین کیا اور خود محمود پول پر مقیم ہوا۔

قلعے میں داخلہ

۲۹/ شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو سلطان بہادر نے بہادروں کی جماعت کو ساتھ لیا اور دو مندوی جاسوسوں کی راہنمائی میں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ قلعے کی فصیل پر اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل مالوہ کی پریشانی

سلطان بہادر صبح کی نماز کے وقت سلطان محمود خلجی کے محل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے لشکروں کو اپنی آمد کی اطلاع دی بات دراصل یہ تھی کہ اہل قلعہ یہ سمجھتے تھے کہ جس جانب سے قلعہ کی فصیل بہت اونچی ہے اس طرف سے کبھی کوئی غیر لشکر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مالویوں کو گجراتی لشکر کی آمد کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ سارا قلعہ غیروں سے بھر چکا تھا اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے۔ چاند خاں بن سلطان مظفر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے تھوڑے بہت لشکر کو لے کر سلطان بہادر کے مقابلے پر آیا' لیکن اس نے یہ دیکھا کہ گجراتیوں کے مقابلے میں لڑنا کوئی آسان بات نہیں ہے تو وہ شہر سے باہر چلا گیا۔

شاہی محل کا محاصرہ

تھوڑی دیر بعد سلطان محمود خلجی اپنے امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے اپنے متعلقین کی حفاظت کے لیے واپس لوٹا اور محل کی طرف چلا۔ سلطان بہادر کے لشکر نے محل کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ سلطان بہادر نے سب کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ شاہی محل' حرم اور امیروں کو امان حاصل ہے اور کوئی شخص ان کی عزت' جان اور مال پر بری نظر نہ ڈالے۔

سلطان محمود خلجی کی گرفتاری

اسی دوران میں سلطان بہادر شاہی محل کے کوٹھے پر گیا اور ایک معتبر شخص کو سلطان محمود خلجی کے بلانے کے واسطے روانہ کیا سلطان محمود خلجی اپنے سات امیروں کے ہمراہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ سلطان محمود کا قصور معاف کر دے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب سلطان محمود' سلطان بہادر کے سامنے آیا تو ثانی الذکر نے پوچھا تم اب تک مجھ سے کس لیے منہ چھپاتے رہے ہو اور مجھ سے ملنے سے انکار کیوں کرتے رہے ہو؟" محمود نے اس کے جواب میں کچھ سخت باتیں کیں جن کی وجہ سے سلطان بہادر کو اس پر بہت غصہ آیا اس غصے کے عالم میں بادشاہ نے محمود کو مع اس کے بیٹوں کے گرفتار کر لیا اور قیدیوں

besturdubooks.wordpress.com

کو آصف خاں کے ہمراہ محمد آباد جناتیر روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے فی الحال خود مندو ہی میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔

امراء پر لطف و کرم

سلطان بہادر نے گجرات کے امیروں کو مالوہ میں اور مالوہ کے امیروں کو گجرات میں جاگیریں عطا فرمائیں اور میراں محمد شاہ کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ برہان پور کی طرف روانہ کیا۔

نظام شاہ بحری کی عزت افزائی

۹۳۸ھ میں برسات کے موسم کے بعد بادشاہ اسیر اور برہان پور کی طرف سیر کے لیے روانہ ہوا۔ برہان نظام شاہ بحری نے اسمٰعیل عادل شاہ کے برخلاف لفظ "شاہ" کو اپنے نام میں داخل کر لیا تھا۔ اس لیے وہ (نظام) میراں محمد شاہ فاروقی کے کہنے سے برہان پور آیا اور شاہ طاہر جنیدی کی معرفت سلطان بہادر سے ملا۔ سلطان بہادر نے اس کو چتر سفید' آفتاب گیر اور سراپردہ' سرخ جو سلطان محمود خلجی سے چھینا گیا تھا عطا کیا اور کہا میں تمہیں "نظام شاہ بحری" کا خطاب دیتا ہوں۔ میں نے دشمنوں کو بادشاہت کے مرتبے سے معزول کیا اور دوستوں کو اس مرتبے پر فائز کیا۔

برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی

سلطان بہادر نے برہان نظام شاہ کا جو اس قدر خیال کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بہادر یہ چاہتا تھا کہ جب آئندہ بادشاہ دہلی کے ساتھ اس کی جنگ ہو تو احمد نگر اور برہان پور کے حاکم اس کا ساتھ دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ برہان نظام شاہ نے نہ صرف یہ کہ مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کا ساتھ دیا بلکہ چند سال قبل اس نے ہمایوں کے پاس اپنا حاجب بھیج کر گجرات کو فتح کرنے کی دعوت بھی دی تھی۔

شاہ طاہر جنیدی

کہا جاتا ہے کہ سلطان بہادر' شاہ طاہر جنیدی (جنہیں گجرات' برہان پور' مندو اور اہل دہلی وغیرہ کے علماء فضلاء نے ایک زبردست عالم تسلیم کیا ہے) کا بہت احترام کرتا تھا اس سلسلے میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی شاہ صاحب کے سامنے تخت پر نہیں بیٹھتا تھا اور کبھی بیٹھتا بھی تھا تو انہیں اپنے سامنے ایک مرصع کرسی پر بٹھاتا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلطان بہادر کو شاہ صاحب سے کس قدر عقیدت تھی۔

شاہ صاحب کا کارنامہ

سلطان بہادر نے برہان پور قیام کے دوران میں بے حد کوشش کی کہ وہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے حاصل کرے اور انہیں اپنا وکیل السلطنت بنائے لیکن شاہ صاحب نے یہ کہہ کر کہ ان کا مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اس خدمت سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے احمد نگر پہنچ کر تھوڑے سے عرصے میں اسے شیعہ مذہب کی طرف راغب کر لیا اور احمد نگر میں اس مذہب کی بہت ترویج و اشاعت کی۔ انہوں نے چترو سرپردہ کا رنگ سبز کروا دیا کیونکہ یہ بارہ اماموں کا نشان ہے۔ اس سلسلے کی تمام تفصیلات نظام شاہی خاندان کے حالات میں قلم بند کی جا چکی ہیں۔ قارئین کرام اس باب میں ان واقعات کو پڑھ سکتے ہیں۔

سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت

نظام شاہ سے ملاقات کر کے اور اسے احمد نگر کے لیے رخصت کر کے سلطان بہادر بہت ہی خوش خوش شادی آباد مندو سے دھار آیا۔ انہیں دنوں بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں بہت سی مسلمان عورتوں کو جن میں سلطان ناصر

besturdubooks.wordpress.com

الدین کے حرم بھی شامل تھے' اپنے محل میں داخل کر لیا تھا یہ خواتین اب بھی سلہدی کے محل ہی میں ہیں اور اسی وجہ سے وہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہونے سے کتراتا ہے۔

سلہدی کی سرزنش کا ارادہ

یہ اطلاعات ملنے کے بعد سلطان بہادر نے کہا۔ "اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ سلہدی پوربیہ میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے کہ نہیں' اب میرا فرض یہی ہے کہ میں ان مسلمان خواتین کو جنہیں اس نے اپنے محل میں مقید کر کے ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے نجات دلاؤں اور اسے اس نازیبا حرکت کی معقول سزا دوں۔

اختیار خاں کی آمد

سلطان بہادر نے مقبل خاں کو محمد آباد جانپانیر جانے کا حکم دیا اور وہاں جا کر قلعے کی حفاظت کرنے کی ہدایت کی۔ محمد آباد سے اختیار خاں کو لشکر' توپ خانہ اور خزانے کے ساتھ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ مقبل خاں نے محمد آباد پہنچ کر اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیج دیا۔ اختیار خاں بہت سا لشکر لے کر ۲۱ ربیع الآخر ۹۳۸ھ کو قصبہ دھار میں سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچ گیا۔

عزم شادی آباد

سلطان بہادر نے چاروں طرف یہ خبر مشہور کر دی کہ وہ گجرات واپس جا رہا ہے' لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور جلد از جلد شادی آباد مندو پہنچ گیا اور یہاں کی حکومت اختیار خاں کے سپرد کر دی۔ ۱۵ جمادی الاول کو بادشاہ قصبہ نعلچہ میں پہنچا اور وہاں اپنے خیمے گاڑ دیئے سلہدی پوربیہ کا لڑکا بھوپت جو بادشاہ کے ساتھ تھا اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "جب حضور پایہ تخت گجرات کی طرف روانگی کا ارادہ فرمائیں تو اس وقت خادم کو اجین جانے کی اجازت دیں تاکہ میں سلہدی کو آپ کی خدمت میں لے کر آؤں۔"

بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا

بادشاہ نے انتہائی دور اندیشی سے کام لے کر بھوپت کو سفر کی اجازت دے دی خود بھی سفر کرتا ہوا اجین کی طرف روانہ ہوا۔ قصبہ دھار میں پہنچ کر بادشاہ نے لشکر کو تو یہیں چھوڑا اور خود شکار کھیلنے کے لیے دیپال پور اور سعدل پور کی طرف روانہ ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی آمد

سلہدی پوربی کو جب سلطان بہادر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو تو اجین ہی میں چھوڑا اور خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیر نصیر نے' جو سلہدی کو بلانے کے لیے گیا تھا' بادشاہ سے تنہائی میں کہا۔ "سلہدی کے اطوار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضور کی اطاعت کرنے پر تیار نہیں ہے اس کو میں یہاں بڑے فریب سے لایا ہوں کنبایت کا علاقہ اور ایک کروڑ تنگہ نقد دینے کا وعدہ کیا تب کہیں یہ میرے ساتھ چلنے پر تیار ہوا ورنہ اس نے قلعے کو چھوڑ کر میوات چلے جانے کا طے کر لیا تھا' اب بہتر یہی ہے کہ اس کو یہاں سے جانے کا موقع نہ دیا جائے ورنہ اب اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا ملنا دشوار ہو گا۔"

سلہدی کی گرفتاری

سلطان بہادر سعدل پور سے دھار کی جانب روانہ ہوا اور اس نے اپنے امیروں اور اراکین سلطنت سے سلہدی پوربیہ کو گرفتار کرنے کے بارے میں بات چیت کی۔ لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو تو لشکر گاہ ہی میں چھوڑ دیا اور خود مع سلہدی کے قلعہ دھار میں داخل ہو گیا' جس وقت سلطان بہادر قلعے کے اندر داخل ہوا گجراتی موکلوں نے سلہدی کو مع اس کے دو ملازموں کے گرفتار کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل

سلہدی واپس آگیا اور لکھمن نے قلعے کے استحکام کا کام تیز سے تیز کر دیا۔ رات کے وقت اس نے سلہدی کے چھوٹے بیٹے کو دو ہزار پوربیوں کے ساتھ بھوپت کو بلانے کے لیے روانہ کیا۔ سلہدی کا بیٹا باہر نکلا چونکہ اس کا آخری وقت آچکا تھا اس لیے گجراتی لشکر سے اس کا سامنا ہو گیا۔ سلہدی کا بیٹا لڑائی پر آمادہ ہوا گجراتیوں نے بھی کمی نہ کی انہوں نے بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا سلہدی کا بیٹا بھی مارا گیا۔ گجراتیوں نے اس کا سر اور دوسرے راجپوت سرداروں کے سر سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے۔

سلہدی کی نظر بندی

سلہدی کو جب اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ سلطان بہادر پر یہ راز کھل گیا کہ سلہدی درپردہ اپنے ہم قوموں سے ملا ہوا ہے لہٰذا اس نے برہان الملک کو حکم دیا کہ سلہدی کو شادی آباد مندو کے قلعے میں قید کر دیا جائے۔

بھوپت کی آمد کی خبر

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ بھوپت (یہ جان کر کہ سلطان بہادر تنہا ہے اس لیے اسے مغلوب کرنا آسان ہے) رانا کو ساتھ لے کر جلد از جلد اس طرف آ رہا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ میں تنہا ہوں لیکن فرمان خداوندی کے بموجب ایک مسلمان دس کافروں کے لیے کافی ہوتا ہے اس لیے میں بھوپت کو سمجھ لوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

بھوپت کی سرزنش کے لیے امراء کی روانگی

سلطان بہادر نے فوراً میراں محمد شاہ اور رفیع الملک عرف عماد الملک کو بھوپت اور رانا کی سرزنش کا حکم دیا ان دونوں نے اپنی فوج کو جلد از جلد مرتب و منظم کیا اور روانہ ہو گئے۔ جب یہ دونوں امراء کھیرار کے قریب پہنچے تو سلہدی کا بیٹا پورن مل دو ہزار راجپوتوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔

عماد الملک کی عرض داشت

میراں محمد شاہ فاروقی اور عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی عرض داشت لکھی کہ "سلہدی کا بیٹا پورن مل راجہ سے مل گیا ہے۔ راجہ بھی قریب آ پہنچا ہے اگرچہ اس کے لشکر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا' تاہم ہمیں خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کے اقبال پر پورا پورا اعتماد ہے اس لیے ہم کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔"

بادشاہ کھیرار میں

بادشاہ نے یہ عرض داشت پڑھی تو اس نے فوراً اختیار خاں اور دوسرے امیروں کو محاصرے پر چھوڑا اور خود کھیرار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ بجلی کی طرح سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد ستر کوس کا فاصلہ طے کر کے کھیرار پہنچ گیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی والی برہان پور بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا اور اسے اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔

راجہ کی پریشانی

راجہ چیتور اور بھوپت کو ان کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان بہادر رات کے وقت کھیرار پہنچ کر اپنے لشکر سے مل چکا ہے نیز بے شمار سپاہی چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح چلے آ رہے ہیں۔ راجہ یہ اطلاع پا کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فروکش ہو گیا اور سلطان بہادر کھیرار سے ایک منزل آگے بڑھ کر مقیم ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ کا پیغام

اس منزل میں راجہ کے دو قاصد تحقیق حالات کے لیے سلطان بہادر کی لشکر گاہ میں آئے اور انہوں نے بادشاہ کو راجہ کا یہ پیغام دیا۔ "میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر غلام ہوں میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور سے سلہدی کی سفارش کروں تاکہ اس کی جان بخشی کی جائے۔" سلطان نے اس کے جواب میں کہا۔ "چونکہ تمہاری شان و شوکت اس وقت ہم سے زیادہ ہے اس لیے اگر تم پہلے سے لڑائی نہ کرنے کا معروضہ پیش کرتے تو اس وقت اس پر غور کیا جا سکتا تھا مگر اب یہ امر دشوار ہے۔

بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی

دونوں قاصد اپنا مقصد حاصل کیے بغیر ہی واپس چلے گئے۔ انہوں نے راجہ کے پاس پہنچ کر اسے سلطان بہادر کا جواب سنایا۔ اگرچہ راجہ کے پاس بے شمار سپاہی تھے اور اس کی شان و شوکت بھی بہت زیادہ تھی لیکن پھر بھی اس نے حوصلہ ہار دیا۔ راجہ اور بھوپت دونوں ہی ہمت ہار بیٹھے اور بادشاہ کے سامنے سے بھاگ گئے۔

راجہ کا تعاقب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ الغ خاں تیس ہزار سواروں اور توپ خانے کے ساتھ گجرات کے قریب آ پہنچا ہے۔ سلطان بہادر نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور الغ خاں کے آنے کا انتظار نہ کیا اور اپنے موجودہ لشکر ہی پر قناعت کر کے ستر کوس تک راجہ کا تعاقب کیا راجہ چیتور میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سلطان بہادر نے اس کی سرزنش کا ارادہ فی الحال ملتوی کیا اور اس کام کو آئندہ سال کے لیے اٹھا رکھا اس کے بعد بادشاہ رائسین میں واپس آ گیا اور قلعے کے محاصرے میں پہلے سے زیادہ سختی شروع کی۔

لکھمن کی مایوسی

لکھمن کو جب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب اسے کسی طرح مدد نہیں پہنچ سکتی تو وہ سخت مایوس ہوا موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ آخر انتہائی مایوس ہو کر اس نے ماہ رمضان سنہ مذکور میں بڑی عاجزی اور انکساری سے بادشاہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس کا مضمون یہ تھا۔

لکھمن کی عرض داشت

اگر حضور سلہدی کو بلا کر اس کا قصور معاف کر دیں تو میں قلعہ خالی کر کے آپ کے ملازمین کے حوالے کر دینے کے لیے تیار ہوں۔"
بادشاہ نے اپنے طور پر سوچا کہ یہاں آنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو ان ظالموں کے پنجے سے نکالا جائے اگر میں نے اس وقت لکھمن کی درخواست منظور نہ کی تو ممکن ہے کہ وہ ان مظلوم عورتوں کو ہلاک کر دے اور اس طرح میرے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

یہ سوچ کر سلطان بہادر نے لکھمن کی درخواست منظور کر لی اور سلہدی پوربیہ کو شادی آباد مندو سے اپنے پاس بلا بھیجا۔ برہان الملک سلہدی کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلہدی نے جان بخشی کا فرمان حاصل کیا اس کے بعد لکھمن تمام راجپوتوں کو مع ان کے متعلقین کے قلعے سے نیچے لایا اور اس نے بادشاہ کو بتایا کہ تقریباً چار سو عورتیں سلہدی کے متعلقین میں شامل ہیں۔

سلہدی قلعہ رائسین میں

رانی درگاوتی (بھوپت کی ماں اور سلہدی کی بیوی) نے بادشاہ سے کہلوایا۔ "اب سلہدی بادشاہ کے خاص ملازمین کے زمرے میں شامل ہو چکا ہے اگر وہ خود قلعے میں آ کر اپنے بیوی بچوں کو باہر نہ نکالے گا تو لوگ زندگی بھر اسے طعنہ دیتے رہیں گے۔" سلطان بہادر نے ملک

besturdubooks.wordpress.com

علی شیر کے ساتھ سلہدی کو قلعے میں روانہ کیا۔ سلہدی جب قلعے میں پہنچا تو لکھمن اور تاج خاں نے پوچھا کہ بادشاہ کا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور اس نے کس غرض سے قلعہ پر قبضہ کیا ہے؟؟"

پھر وہی سازش

سلہدی نے اس کے جواب میں کہا "فی الحال بادشاہ نے بردورہ کا قصبہ مع مضافات کے میری جاگیر میں مقرر کیا ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ بادشاہ مجھ پر اور زیادہ لطف و کرم کرے گا۔" رانی درگاوتی' لکھمن اور تاج خاں نے سلہدی سے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ سلطان بہادر ہمارے حال پر بہت مہربانی کرے گا' لیکن ہمیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ ہم نے اس سرزمین پر ایک عرصے تک حکمرانی کی ہے۔ اب زمانے کی گردش نے ہم بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا ہے اس لیے ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کر کے خود بھی جان کی بازی لگا دیں تاکہ ہماری بہادری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔

موت کی خواہش

رانی درگاوتی کے اکسانے سے سلہدی ایک بار پھر بادشاہ سے باغی ہو گیا۔ ملک علی شیر نے اگرچہ اسے بہت سمجھایا بجھایا لیکن سلہدی پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے یہ کہا۔ "میرے حرم میں روزانہ ایک کروڑ پان اور چند سیر کافور صرف ہوتا ہے۔ ہر روز تین سو عورتیں نیا لباس پہنتی ہیں مجھے توقع نہیں ہے کہ یہ عیش و عشرت کے سامان مجھے دوبارہ میسر ہو سکیں۔ اس لیے میں بہت کچھ غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عزت و آبرو سے مرجانا ہی بہتر ہے۔"

سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا

اس کے بعد قلعے میں "جوہر" کی رسم ادا کی گئی اور رانی درگاوتی سات سو خوبصورت عورتوں کے ساتھ جلتی ہوئی آگ میں کود پڑی اور اس طرح یہ عورتیں ہلاک ہو گئیں۔ اس کے بعد لکھمن' تاج خاں اور سلہدی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو تعداد میں ایک سو تھے ہتھیار بند ہو کر قلعے سے باہر نکلے اور ان مسلمان پیادہ سپاہیوں سے جو قلعہ کے اوپر مقیم تھے معرکہ آراء ہوا۔

راجپوتوں کا قتل

یہ خبر جب سلطان بہادر کے لشکر میں پہنچی تو گجراتی سپاہی جلد از جلد قلعہ کی طرف بھاگے۔ انہوں نے تھوڑی سی دیر میں تمام راجپوتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے چند سپاہیوں نے بھی جام شہادت پیا۔

حاکم کالپی کی آمد

انہیں دنوں کالپی کا حاکم سلطان عالم مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں سے شکست کھا کر سلطان بہادر کی پناہ میں آ گیا۔ سلطان بہادر نے سلطان عالم کو قلعہ رائسین اور قلعہ چندیری مع مضافات کا نگران مقرر کیا۔

کاکرون کی تسخیر کا خیال

کاکرون کا قلعہ سلطان محمود خلجی کے زمانے ہی سے راجہ کے قبضے میں تھا۔ سلطان بہادر نے میراں محمد فاروقی کو اس قلعے کی تسخیر کے لیے نامزد کیا اور خود ہاتھیوں کا شکار کھیلنے میں مصروف ہوا۔ بادشاہ نے کوہ کالو کے باغیوں کی سرزنش کی اور یہ علاقہ الغ خاں کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد سلطان بہادر نے اسلام آباد' ہوشنگ آباد اور مالوہ کے تمام شہروں کو جن پر زمین دار قابض ہو گئے تھے اپنے قبضے میں کیا اور یہ علاقے اپنے خاص امیروں کو جاگیر میں دیئے۔

besturdubooks.wordpress.com

فتح اور جشن مسرت

کاکرون کی تسخیر کے لیے جب میراں محمد شاہ فاروقی روانہ ہو گیا تو اس کے بعد سلطان بہادر خود بھی اس طرف روانہ ہوا۔ کاکرون کے راجہ نے رام جی نامی ایک شخص کو اس قلعے کا حاکم بنا رکھا تھا۔ جونہی بادشاہ اس علاقے میں پہنچا' رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ بادشاہ نے چار دن تک اس قلعے میں جشن عیش و عشرت منعقد کیا اور تمام امراء اور مقربین کو خلعت اور انعام عطا کیا۔

قلعہ رسور کی فتح

بادشاہ نے اس کے بعد رفیع الملک عرف عماد الملک اور اختیار خاں کو (یہ دونوں نہایت ہی قابل اور بہادر امیر تھے) رسور کے قلعے کی فتح کا حکم دیا اور خود شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کا حاکم بھی راجہ کا ماتحت تھا اسے جب معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر قلعے کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ حواس باختہ ہو کر قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ الغرض اس طرح ایک ہی مہینے میں کاکرون اور رسور دونوں قلعے فتح ہو گئے۔

فرنگیوں کی سرکوبی

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان بہادر نے فرنگیوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور اس مقصد سے بندر دیب کے قریب پہنچا۔ فرنگیوں کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوف کے مارے بھاگ گئے۔ فرنگیوں کی ایک بہت بڑی توپ بادشاہ کے ہاتھ لگی' ایسی توپ سارے ہندوستان میں کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی۔ سلطان بہادر نے جر ثقیل کے ذریعہ اس توپ کو محمد آباد جنانیر بھجوا دیا۔

چیتور کو روانگی

چیتور کو فتح کرنے کے خیال سے سلطان بہادر بندر دیب سے کنبایت میں آیا اور اپنے بزرگوں اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے فراہمی لشکر کی طرف توجہ کی اور بے شمار سپاہی جمع کر کے مع توپ خانے کے چیتور کی طرف روانہ ہوا۔

محمد زمان میرزا کی آمد

محمد زمان میرزا قلعہ بیانہ میں نظر بند تھا' ۹۴۰ھ میں وہ نصیر الدین ہمایوں کے خوف سے بھاگ نکلا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین ہوا۔ ہمایوں نے سلطان بہادر کے پاس ایک قاصد بھیج کر محمد زمان میرزا کو طلب کیا۔ سلطان بہادر نے غرور اور تکبر کی وجہ سے کوئی جواب ہی نہ دیا اور نصیر الدین ہمایوں کے قاصد کو بغیر کچھ کہے سنے لوٹا دیا۔

ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک

ہمایوں نے دوبارہ اس معاملے کی طرف توجہ کی اور سلطان بہادر کے نام ایک خط لکھا۔ "اگر تم محمد زمان میرزا کو میرے پاس بھیجنا پسند نہیں کرتے تو پھر یہ کرو کہ اسے اپنے ملک سے نکال دو۔ مگر سلطان بہادر نے اس بار بھی ہمایوں کو مایوس کیا چونکہ اس کے برے دن آ چکے تھے اس لیے اس نے اصل معاملے کے بارے میں تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ شہنشاہ ہمایوں کے متعلق چند ناشائستہ باتیں زبان سے نکالیں۔

قلعہ چیتور کا محاصرہ

سلطان بہادر' ہمایوں کے برخلاف محمد زمان میرزا کا بہت احترام کرتا تھا اس کا یہی فعل آخر کار اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا۔ انہیں دنوں سلطان بہادر چیتور پہنچا اور راجہ قلعے میں محصور ہو گیا' یہ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں طرفین کے گروہ اکثر ایک دوسرے سے لڑتے رہے ان لڑائیوں میں عام طور پر گجراتیوں ہی کو فتح ہوتی۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ کی عاجزی

آخر کار راجہ بہت پریشان ہوا اس نے انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا اس نے پیش کش قبول کی اور ایک تاج اور مرصع کمربند جو اس نے سلطان محمود خلجی سے حاصل کیا تھا۔ سلطان بہادر کی خدمت میں پیش کیا اس کے علاوہ راجہ نے چند گھوڑے اور ہاتھی اور بہت سے قیمتی تحفے بھی دیئے اور بادشاہ کو اس کے ملک واپس کیا۔

دہلی پر حکمرانی کا خیال

ان واقعات کے بعد سلطان بہادر کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہوا۔ چیتور کی فتح محمد زمان میرزا کی آمد اور بہلول لودھی کی اولاد کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے امور تھے جنہیں سلطان بہادر کے غرور کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ اس غرور کی وجہ سے اس کے دل میں دہلی پر حکومت کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اسی مقصد سے اس نے ہمایوں سے جنگ کرنے کی کوشش کی۔

عملی کوشش

سلطان بہادر نے بہلول لودھی کے ایک بیٹے علاؤ الدین کا بہت احترام کیا اور تاتار خاں بن علاؤ الدین کو اپنے امیروں کی جماعت میں داخل کیا۔ سلطان بہادر نے دہلی کو فتح کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تاتار خاں (جو اپنی بہادری اور جرات کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا) مدد کی اور حاکم اسیر برہان الملک کو تین کروڑ مظفری اس غرض سے دیں کہ وہ تاتار کے مشورے سے لشکر فراہم کرے۔

تاتار خاں کی تگ و دو

کچھ عرصے میں تاتار خاں نے چالیس ہزار سوار فراہم کر لیے اور ان کو ساتھ لے کر ہمایوں کی سلطنت کے اطراف میں ہنگامہ خیزی کرنے لگا۔ ۹۴۱ھ میں تاتار خاں نے قلعہ بیانہ پر جو آگرہ کے قریب واقعہ ہے قبضہ کر لیا۔

ہندال کا بیانہ میں پہنچنا

نصیر الدین ہمایوں نے تاتار خاں کی سرکوبی کے لیے اپنے چھوٹے بھائی ہندال میرزا کو نامزد کیا۔ ہندال بیانہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ بیانہ کی حدود میں پہنچا تو تاتار خاں کے افغان ساتھی مارے ڈر کے ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ تاتار خاں کا سارا لشکر پراگندہ ہو گیا اور اس کے پاس بمشکل دو ہزار سپاہی رہے۔

افغانوں کی بے وفائی

تاتار خاں کے افغان ساتھی دولت کے یار تھے۔ تاتار خاں نے ان پر بہت سا روپیہ صرف کیا تھا۔ جب تک حالات ٹھیک رہے یہ افغان اس کے ساتھ رہے اور جب مصیبت پڑی تو بھاگ نکلے افغانیوں کی بے وفائی کی وجہ سے تاتار خاں کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ وہ نہ تو سلطان بہادر کے پاس جا سکتا تھا اور نہ ہی اس سے مدد طلب کر سکتا تھا آخر کار مجبور ہو کر وہ دانیال سے لڑائی کرنے پر تیار ہوا۔

تاتار خاں کی ہلاکت

تاتار خاں اور دانیال کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ تاتار خاں نے ہندال کے قلب لشکر پر حملہ کیا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں تاتار خاں مع تین سو افغانوں کے میدان جنگ میں کام آیا اور اس طرح بیانہ پر ہندال میرزا کا قبضہ ہو گیا۔

گجرات پر ہمایوں کا حملہ

ہمایوں نے اس فتح کو فال نیک سمجھا اور اس کے بعد سلطان بہادر کی طرف متوجہ ہوا۔ جن دنوں ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا اس

besturdubooks.wordpress.com

زمانے میں سلطان بہادر راجہ پر لشکر کشی کیے ہوئے تھا- اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا بہادر کو جب تاتار خاں کی ہلاکت اور ہمایوں کے حملے کی خبریں ملیں تو وہ تلملا اٹھا اور اس سلسلے میں اپنے امیروں سے مشورہ کرنے لگا۔

امراء سے مشورہ

اکثر امیروں نے یہ مشورہ دیا کہ قلعے کا محاصرہ ترک کر دینا چاہیے اور ہمایوں کے مقابلے کے لیے جانا چاہیے- ایک نامی گرامی امیر حیدر خاں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا۔ "ہم اس وقت کافروں سے لڑائی کر رہے ہیں اور ہم نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے ایسے عالم میں اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے صریحاً کافروں کی مدد کی ایسے حملہ آور کو ہمیشہ برے الفاظ میں یاد کیا جائے گا- اس لیے میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہم قلعے کے محاصرے سے دستبردار نہ ہوں مجھے توقع ہے کہ ہمایوں ہم پر حملہ کرنے سے باز رہے گا تاکہ بعد میں اسے مسلمان برے لفظوں سے یاد نہ کریں۔"

ہمایوں کی دانش مندی

کہا جاتا ہے کہ ہمایوں سارنگ پور تک آیا تو اسے حیدر خاں کی کہی ہوئی بات کا علم ہوا۔ ہمایوں نے غور کیا تو یہ بات دل کو لگی اور اس نے محسوس کیا کہ واقعی ایسے عالم میں گجرات پر حملہ کرنا جب کہ سلطان بہادر کافروں سے معرکہ آرا ہے اسلامی اخوت کے منافی ہے۔ ہمایوں چند روز تک سارنگ پور ہی میں مقیم رہا اور اس نے سلطان بہادر کے ملک میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی اس واقعہ سے ہمایوں کے تدبر اور دانشمندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سلطان بہادر نے ساباط تیار کر کے کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح کر لیا اس معرکے میں بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان بہادر ہمایوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اپنے فوجیوں میں بے شمار روپیہ تقسیم کیا تاکہ وہ پوری جانفشانی سے لڑائی کریں۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی جنگ

ہمایوں بھی پوری طرح تیار ہو کر آیا اور مندسور کے قلعہ کے قریب فریقین میں آمنا سامنا ہوا۔ سلطان بہادر کے ہراول سید علی خراسانی نے غداری کی اور وہ گجراتی فوج سے علیحدہ ہو کر ہمایوں سے مل گیا اس واقعہ سے گجراتیوں کو سخت پریشانی ہوئی۔

امراء سے مشورہ

سلطان بہادر نے اس موقعے پر اپنے امیروں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ حیدر خاں نے رائے دی "بہتر یہی ہے کہ ہم کل جنگ کریں کیونکہ اس وقت چیتور کی فتح سے ہماری فوج میں خود اعتمادی بدرجہ اتم موجود ہے اور ابھی اس پر مغل لشکر کا رعب نہیں بیٹھا۔" توپ خانے کے افسر رومی خاں نے کہا "ہمارے پاس توپ و تفنگ کا ذخیرہ اس قدر جمع ہو گیا ہے کہ اس سلسلے میں قیصر روم کے علاوہ شاید ہی کوئی ہماری ہمسری کر سکے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے لشکر کے گرد خندق کھود لینی چاہیے اور ہر روز جنگ کرنی چاہیے تاکہ توپ و تفنگ سے روزانہ مغل سپاہیوں کو ہلاک کیا جا سکے۔"

سلطان عالم کی آمد

یہ مشورہ سلطان بہادر کو پسند آیا اور اس نے لشکر کے گرد خندق کھدوا دی۔ اسی دوران میں سلطان عالم جسے سلطان بہادر نے رائسین اور چندیری کے قلعے عنایت کیے تھے ایک زبردست لشکر کے ساتھ آن پہنچا اور سلطان بہادر کے لشکر سے مل گیا۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی فوجیں پورے دو ماہ تک ایک دوسرے کے سامنے جمی رہیں۔ فریقین کے بہادر سپاہی اکثر اوقات ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے لیکن ہمایوں نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے سپاہی توپ و تفنگ کے سامنے جانے سے احتراز کریں۔

besturdubooks.wordpress.com

گجراتی لشکر میں قحط کے آثار

تین چار ہزار مغل تیر اندازوں نے گجراتی لشکر کے اطراف پر حملہ کر کے غلہ اور دیگر ضروری سامان کی ترسل کی راہیں مسدود کر دیں۔ چند روز جب اسی عالم میں گزر گئے تو گجراتیوں کی فوج میں قحط کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مغل تیر انداز پوری طرح غالب تھے اس لیے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ غلہ وغیرہ لا سکے۔

سلطان بہادر کا فرار

یہ صورت حال دیکھ کر سلطان بہادر بہت پریشان ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اگر اس نے زیادہ دیر اس جگہ قیام کر لیا تو اس کی گرفتاری ناگزیر ہے۔ اس نے اپنے پانچ امرائے مقرب کا جن میں مالوہ اور برہان پور کے حاکم بھی شامل تھے ساتھ لیا اور سراپردہ شاہی کے پیچھے سے نکل کر شادی آباد مندو کی طرف بھاگ گیا۔

تعاقب

ہمایوں نے شادی آباد مندو کے قلعے تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راستے میں ان گنت گجراتی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ حیدر خاں ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا اس میں اور مغل سپاہیوں میں آمنا سامنا ہو گیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی حیدر خاں زخمی ہوا اور اس نے بھی راہ فرار اختیار کی۔

قلعہ مندو میں قیام اور فرار

سلطان بہادر قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہوا مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھوڑی مدت میں کئی مغل امراء جن میں بندو بیگ بھی شامل تھا سات سو سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے۔ اس وقت سلطان بہادر سو رہا تھا شور سن کر وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ گجراتی بدحواس ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ ایسے عالم میں اس نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی بھاگ نکلا۔ پانچ یا چھ سواروں کے ہمراہ وہ محمد آباد جینانیر جا پہنچا۔

سلطان عالم کا قتل

حیدر خاں اور سلطان عالم حاکم رائسین قلعہ سونگر میں پناہ گزین ہوئے۔ دو روز بعد انہوں نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ ہمایوں نے حیدر خاں کو جو زخمی تھا اپنے ملازموں میں داخل کیا لیکن سلطان عالم کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے کئی ناشائستہ حرکات سرزد ہو چکی تھیں۔

محمد آباد میں لوٹ مار

سلطان بہادر کو جب یہ خبریں پہنچیں تو اس نے محمد آباد جنانیر سے تمام خزانہ اور جواہرات بندر دیب میں بھجوا دیے اور خود کنبایت کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہمایوں نے مندو کو اپنے امراء کے سپرد کیا اور خود محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا محمد آباد کو لوٹ لیا گیا مغلوں نے اس لوٹ مار میں خوب ہاتھ رنگے اور بے شمار چیزیں اپنے قبضے میں کیں۔ اس کے بعد ہمایوں جلد از جلد کنبایت کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر دیب کی طرف بھاگ گیا۔

قلعہ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ

جب ہمایوں کنبایت پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان بہادر وہاں موجود نہیں ہے تب وہ محمد آباد جنانیر واپس آ گیا۔ ہمایوں نے قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا' اس معرکے کی تمام روداد ہمایوں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہے اس لیے یہاں اس کے اعادہ

besturdubooks.wordpress.com

کی ضرورت نہیں۔

اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک

محمد آباد جانپیر کے قلعے کا حاکم اختیار خاں بھاگ گیا اور قلعہ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں ہوا لیکن بعد میں اس نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ اختیار خاں چونکہ اپنے ذاتی کمالات اور علم و فضل کی وجہ سے تمام گجراتی امیروں کی جماعت میں نمایاں مقام رکھتا تھا اس لیے اپنے امراء میں داخل کیا۔

گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام

ہمایوں نے گجراتی بادشاہوں کے خزانوں کو جن میں سال ہا سال کی جمع کردہ دولت موجود تھی اپنے قبضے میں کر لیا اور اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ۹۴۳ھ میں اگرچہ ہمایوں محمد آباد ہی میں مقیم تھا لیکن رعایا ابھی تک سلطان بہادر ہی کو حکمران سمجھتی تھی۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے سلطان بہادر کے نام خطوط لکھے کہ اگر وہ کسی آدمی کو مالگذاری جمع کرنے کے لیے متعین کر دے تو مال گزاری سرکاری خزانے میں جمع کر دی جائے۔

تحصیل مالگذاری

سلطان بہادر نے عماد الملک نامی اپنے ایک غلام کو جو عقل و دانش میں اپنی مثال آپ تھا اس کام کے لیے مقرر کیا اور اسے ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالگذاری وصول کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عماد الملک نے بہت سا لشکر فراہم کیا اور چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ احمد آباد اور یہاں سے اپنے عاملوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیج کر مالگذاری وصول کرنی شروع کر دی۔

میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ

ہمایوں کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے خزانوں کی حفاظت پر اپنے ایک امیر نیرے بیگ خاں کو متعین کیا اور خود محمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے میرزا عسکری' یادگار ناصر' میرزا بندو بیگ کو اپنے سے ایک منزل آگے روانہ کیا۔ عسکری میرزا اور عماد الملک محمد آباد میں جو کہ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ان میں زبردست لڑائی ہوئی' عماد الملک اپنے بے شمار سپاہیوں کے ہمراہ مارا گیا۔

حکومتوں کی تقسیم

اس واقعہ کے بعد ہمایوں احمد آباد میں آیا اور یہاں کی حکومت میرزا عسکری کے حوالے کی۔ پٹن گجرات کا حاکم یادگار ناصر میرزا کو اور بروچ کا حاکم قاسم حسین میرزا کو بنایا۔ محمد آباد جانپیر کی حکومت نیروے بیگ خاں کو عطا کی۔ اس کے بعد ہمایوں برہان پور آیا اس نے اس جگہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

گجراتی امراء کی سرگرمیاں

اسی اثناء میں سلطان بہادر کے ایک امیر خاں جہاں شیرازی نے ایک فوج فراہم کر کے قصبہ نوساری پر قبضہ کر لیا۔ رومی خاں جو بندر صورت میں تھا وہ بھی نوساری میں آگیا اور خان جہاں شیرازی سے مل گیا۔ یہ دونوں امیر باہمی اتفاق سے بھروچ پر حملہ آور ہوئے۔ حاکم بھروچ قاسم حسین میرزا نے ان دونوں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور نیروے بیگ خاں کے پاس محمد آباد جانپیر میں چلا گیا۔

مغلوں کے اقتدار میں کمی

اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمام گجرات میں انتشار پھیل گیا۔ مغلوں کے قدم اکھڑنے لگے ان کے تھانے اٹھ گئے اور جیسا کہ

besturdubooks.wordpress.com

مناسب مقام پر تحریر کیا جا چکا ہے۔ عسکری میرزا کا ایک امیر غضنفر بیگ بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس آ گیا اور اسے احمد آباد آنے کی دعوت دی۔

مغل امیروں کا فیصلہ

سوائے نیروئے بیگ خاں کے بقیہ تمام مغل امیر احمد آباد میں جمع ہوئے سلطان بہادر اپنا لشکر تیار کر کے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ عسکری میرزا اور مغل امیروں نے آپس میں طے کیا کہ چونکہ سلطان بہادر کا مقابلہ کرنا دشوار ہے اور ہمایوں شادی آباد مندو میں مقیم ہے اور بنگالے میں شیر خاں افغان نے آفت مچا رکھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ محمد آباد جنانیر کا خزانہ اپنے ساتھ لے کر آگرہ کا رخ کیا جائے اور اس علاقہ پر قابض ہو کر عسکری میرزا کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور مندو بیگ کو وزیر بنا دیا جائے۔ یہ سب امیر اس رائے پر متفق ہو گئے۔

میرزا عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی

ان باغی امیروں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ باقی مغل امراء اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر قبضہ کر لیں۔ الغرض گجرات کا علاقے بہت محنت و مشقت سے فتح ہوا تھا اسے میرزا عسکری کے حواریوں نے اس طرح تباہ و برباد کر دیا اور پھر محمد آباد جنانیر میں آئے۔

مغل امراء کی روانگی

نیروئے بیگ خاں کو باغی امیروں کے ارادے کا علم ہو گیا تھا اس نے اپنے قلعے کو مضبوط کرنا شروع کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ مغل امراء بڑی ذلت اور خواری سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطان بہادر نے جب یہ دیکھا کہ گجرات دشمن کے قدموں سے خالی ہو چکا ہے تو اس نے نیروئے بیگ کے دفعیے کے لیے محمد آباد جنانیر کی طرف قدم بڑھایا۔

سلطان بہادر محمد آباد جنانیر میں

نیروے بیگ کو جب سلطان بہادر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے جلد از جلد جس قدر خزانہ وہ سمیٹ سکا اپنے ساتھ لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے چند روز تک محمد آباد جنانیر میں قیام کیا اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔

فرنگیوں سے خطرہ

جن دنوں ہمایوں نے گجرات میں غلبہ حاصل کر لیا تھا ان دنوں سلطان بہادر نے انتہائی کس مپرسی کے عالم میں بندر کو وہ' بندر چیول' بیگ اور بندہ کے فرنگیوں سے امداد طلب کی تھی لیکن اب اس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرنگی گجرات پر جو مغلوں سے خالی ہو چکا تھا قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ اس وجہ سے سلطان بہادر جلد از جلد سورت اور جونا گڑھ کی طرف روانہ ہوا تا کہ ان کو (جب وہ اس طرف آئیں) واپس لوٹا دے۔ چند روز تک سلطان بہادر اس علاقے میں سیر و شکار میں معروف رہا۔ ایک روز پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں کے ذریعے بندر دیب میں آ گئے۔

فرنگیوں کی چال

فرنگیوں کو جب ہمایوں کی واپسی اور سلطان بہادر کے عزم و استقلال کا پتہ چلا تو انہیں اپنے آنے پر ندامت ہوئی انہوں نے آپس میں طے کیا جس طرح بھی ممکن ہو سکے بندر دیب پر قبضہ کر لیا جائے۔ فرنگیوں کے سردار نے ایک چال چلی اس نے اپنے آپ کو بیمار مشہور کر دیا۔ سلطان بہادر نے اپنا قاصد سردار کے پاس بھیجا لیکن اس نے جواب دیا کہ بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوں اس لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان بہادر کا قتل

سلطان بہادر نے سوچا کہ فرنگی جب اس کا اتنا ادب و احترام کرتے ہیں تو اسے بھی ان کا خیال کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر بادشاہ فرنگیوں کو تسلی دینے کے واسطے کشتی میں سوار ہو کر اس جگہ پہنچا کہ جہاں فرنگیوں کی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ ان کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اسے یہ احساس ہوا کہ جیسے فرنگی اس کے خلاف کچھ کرنے والے ہوں یہ خیال آتے ہی بادشاہ ان کی کشتی سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب وہ اپنی کشتی میں واپس جانے لگا تو فرنگیوں نے بیچ کی کشتی کو ہٹا دیا اور بادشاہ پانی میں گر گیا اس نے غوطہ کھایا لیکن جلد ہی ابھر آیا اوپر سے ایک فرنگی نے بادشاہ کے سر پر نیزہ مارا وہ ایسا زخمی ہوا کہ پھر نہ ابھر سکا۔

بندر دیب پر فرنگیوں کا قبضہ

گجراتی لشکر نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ احمد آباد واپس آ گیا اس طرح ۹۴۳ھ میں رمضان کے مہینے میں بندر دیب پر فرنگی دوبارہ قابض ہو گئے۔

سلطان بہادر نے پندرہ سال تین ماہ تک حکومت کی۔ "تاریخ بہادر شاہی" اسی بادشاہ کے نام سے معنون کی گئی ہے لیکن اس کتاب میں مولف نے اس قدر غلطیاں کی ہیں کہ اس کے واقعات کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں محمد شاہ فاروقی

محمد زمان میرزا احمد آباد میں

سلطان بہادر کی وفات کے بعد گجرات کے امیر مع سلطان بہادر کی والدہ مخدومہ جہاں کے بندر دیب سے گجرات آئے۔ راستے میں مخدومہ جہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا احمد آباد آیا ہوا ہے۔ واضح رہے کہ محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر نے مغلوں کو پریشان کرنے کے لیے ایک لشکر جرار کے ساتھ دہلی اور لاہور کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ ہندوستان کی مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے۔

سلطان بہادر کا ماتم

یہ اطلاع بھی مخدومہ جہاں اور امرائے گجرات کو ملی کہ محمد زمان میرزا کے آنے کا سبب سلطان بہادر کی وفات ہے۔ جب اس کو لاہور میں سلطان بہادر کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ اسی وقت روتا پیٹتا ہوا وہاں سے روانہ ہو گیا اور ماتمی لباس پہن کر احمد آباد آ پہنچا۔ کچھ دنوں بعد محمد زمان مخدومہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملکہ نے ہر ممکن طریقے سے اس کی مہمان داری کی اس ماتمی لباس کو تبدیل کروایا اور اس کی دل جوئی کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

محمد زمان میرزا کی کم ظرفی

محمد زمان نے مخدومہ جہاں کی تمام خوش خلقی اور مروت کے جواب میں بڑی کم ظرفی کا مظاہرہ کیا اس نے اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے ساتھ گجرات کے خزانے پر حملہ کر دیا اور سات سو سونے سے بھرے ہوئے صندوق نکال کر اپنے قبضے میں کر لیے اور خود روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد محمد زمان میرزا نے بارہ ہزار مغل اور ہندوستانی سپاہیوں کا لشکر جرار فراہم کیا اور گجرات کا فرماں روا بننے کے خواب دیکھنے لگا۔

میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ

گجراتی امراء اس نئی ہنگامہ آرائی سے سخت پریشان ہوئے اور بادشاہ کی نامزدگی کے بارے میں آپس میں مشورے کرنے لگے۔ میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجا تھا اور آخر الذکر نے اپنی زندگی میں کئی بار اس امر کا اشارہ بھی کیا تھا کہ اول الذکر اس کا ولی عہد ہے۔ مخدومہ جہاں نے میراں محمد شاہ کو بادشاہ بنانے کی تجویز پیش کی تمام امراء نے اس تجویز کی تائید کی اس کے بعد میراں محمد شاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا گیا۔

گجراتی امیروں نے پہلے تو اپنے تیز رفتار قاصد میراں محمد شاہ فاروقی کو بلانے کے لیے روانہ کیے اور پھر محمد زمان میرزا کے دفعیے کے لئے عماد الملک کو بے شمار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ نامزد کیا۔ محمد زمان میرزا بنیادی طور پر شیر قالین تھا جنگ جوئی سے اس کی طبیعت کچھ زیادہ مناسبت نہ رکھتی تھی بہرحال اس نے عماد الملک کے ساتھ تھوڑی بہت جنگ کی لیکن آخر کار میدان جنگ سے فرار ہو کر سندھ کی طرف بھاگ گیا اور پھر اس کے بعد اس نے کبھی کسی جنگ میں حصہ نہ لیا۔

محمد شاہ فاروقی کی وفات

میراں محمد شاہ فاروقی ان دنوں مالوہ میں تھا اسے وہاں سلطان بہادر نے مغلوں کے لشکر کے تعاقب میں بھیجا تھا۔ گجرات میں فاروقی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد مالوہ میں ہی اس نے طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کہا اور اس طرح صحیح معنوں میں اسے گجرات پر حکومت کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سلطان مظفر گجراتی

قرعہ فال

جب میراں محمد شاہ فاروقی کا انتقال ہو گیا تو پھر سوائے محمود خاں کے کوئی اور وارث تخت باقی نہ رہا۔ محمود شہزادہ لطیف کا بیٹا اور سلطان مظفر کا پوتا تھا۔ چونکہ محمود خاں نے سلطان بہادر کے عہد حکومت میں حکومت کا دعویٰ کیا تھا اس لیے اس کو برہان پور میں میراں محمد شاہ کے پاس قید کر دیا گیا تھا۔ میراں محمد شاہ کے انتقال کے بعد امرائے سلطنت نے اختیار خاں کو بلانے کے لیے روانہ کیا۔

تخت نشینی

میراں محمد شاہ کے بھائی میراں مبارک نے محمود خاں کو روانہ کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا۔ گجراتی امیروں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے فوج مرتب کر کے برہان پور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میراں مبارک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ڈر کر محمود خاں کو گجرات روانہ کر دیا۔ جب محمود خاں گجرات پہنچا تو امراء نے ۱۰ ذی الحجہ ۹۴۴ھ کو اسے تخت پر بٹھا دیا اور اسے سلطان محمود کے نام سے مشہور کیا۔ اختیار خاں نے ملکی معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور وہ اپنے نام کی رعایت سے صاحب اختیار ہوا۔

امراء میں خانہ جنگی

سلطان محمود کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد ۹۴۵ھ میں امراء میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ دریا خاں اور عماد الملک نے آپس میں مل کر اختیار خاں کو قتل کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دریاں خاں وزیر اور عماد الملک امیرالامراء مقرر ہوا اسی سال کے آخر میں ان دونوں امیروں میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔

عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت

شکار کے بہانے سے دریا خاں نے سلطان محمود کو اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں عماد الملک نے بھی لشکر جمع کیا اور محمد آباد کی طرف چل دیا۔ جب وہ سفر کی دو تین منزلیں طے کر چکا تو گجراتی لشکر جو عماد الملک سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر چکے تھے اس سے منحرف ہو گئے اور بادشاہ سے مل گئے۔ اس سے عماد الملک بہت پریشان ہوا اور اس نے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ خود تو اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت کی طرف چلا جائے اور بادشاہ واپس احمد آباد جائے۔

معرکہ آرائی

۹۴۷ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے بادشاہ کو لے کر مع ایک لشکر جرار کے سورت کی طرف روانہ ہوا۔ عماد الملک مقابلے پر آیا طرفین میں لڑائی ہوئی شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا اور عماد الملک میدان جنگ سے فرار ہو کر میراں مبارک حاکم اسیر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ میراں مبارک نے عماد الملک کی مدد کا وعدہ کیا اور شاہی لشکر سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ

میراں مبارک نے گجراتی لشکر سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر واپس اسیر آ گیا۔ اس کے بعد عماد الملک حاکم مالوہ ملو خاں عرف قادر شاہ کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے خاندیش میں آ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میراں مبارک نے اس عہد کے بارسوخ لوگوں کو بیچ میں ڈالا اور صلح کر کے سلطان محمود کے ملازموں میں شامل ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ

عماد الملک کے چلے جانے کے بعد دریا خاں کو اطمینان ہو گیا اور اس نے تمام ملکی و مالی معاملات کو خوب اچھی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باقی تمام امیروں کو ان امور سے علیحدہ رکھا رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود کی حیثیت محض شاہ شطرنج کی سی رہ گئی اور اصل قوت عماد الملک کے ہاتھ میں آ گئی اور صحیح معنوں میں ملک کا حکمران وہی ہوا۔

سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد

ایک رات سلطان محمود جرجیو کبوتر باز کے ساتھ قلعہ ارک سے باہر آیا اور عالم خاں لودھی سے جو دولقہ اور وندوفہ کا جاگیردار تھا ملاقات کی۔ عالم خاں بادشاہ سے بڑی نیازمندی سے ملا اور بے حد تعظیم و تکریم کی لودھی نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور تھوڑی سی دیر میں اس نے چار ہزار سپاہی فراہم کر لیے۔

مظفر شاہ---- ایک نیا بادشاہ

دریا خاں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اس کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو اس نے محافظ اور دوسرے امراء کے مشورے سے ایک لڑکے کو جس کے نسب کا صحیح طور پر کچھ علم نہ تھا مظفر شاہ کے نام سے موسوم کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور تمام امیروں کو جاگیریں اور خطابات دے کر اپنا ہم خیال بنا لیا۔

دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ

عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو تو ایک زبردست لشکر کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود دشمن کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ دریا خاں بھی لشکر لے کر آیا فریقین میں جنگ ہوئی عالم خاں لودھی امیر نے پہلے ہی حملہ میں دریا خاں کو شکست دی اور اس کے لشکر خاصہ پر دھاوا کر دیا۔ اس موقعے پر بھی لودھی امیر نے جرات و بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور میدان جنگ سے صحیح و سلامت نکل آیا۔

امید و بیم

اس معرکے کے بعد عالم خاں لودھی کے ساتھ صرف پانچ سو سوار باقی رہ گئے اور اسے اپنے انجام کی طرف سے سخت تشویش ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے اسے خیال آیا کہ پہلے حملے میں دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہی احمد آباد کی طرف فرار ہو گئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ تمام شہر میں دریا خاں کی شکست کی خبر مشہور ہو گئی ہو۔ یہ سوچ کر دریا خاں نے جلد از جلد شہر میں پہنچنے کا ارادہ کیا۔

عالم خاں شہر میں

عالم خاں لودھی شہر میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو فتح یاب مشہور کیا اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ احمد آباد کے باشندے کچھ دیر پہلے ہی دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہیوں کو پریشان و درماندہ دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انھیں دریا خاں کی شکست اور عالم خاں لودھی کی فتح کا یقین آ گیا۔

دریا خاں کی پریشانی

اس کے بعد عالم خاں لودھی نے دریا خاں کے گھر کو لوٹنے اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کرنے کا حکم دیا نیز ایک قاصد بھیج کر سلطان محمود کو اپنے پاس بلا لیا۔ دریا خاں لودھی معرکہ آرائی کے بعد اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی دوران میں احمد آباد سے جاسوسوں نے آکر اسے اصل حالات سے مطلع کیا۔ یہ سنتے ہی دریا خاں شہر کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

فرار

امیروں میں سے اکثر کے بال بچے شہر میں تھے اس لیے انہوں نے اپنی خیریت عالم خاں لودھی سے مل جانے ہی میں دیکھی لہٰذا وہ دریا خاں کا ساتھ چھوڑ کر عالم خاں کے پاس چلے گئے۔ دریا خاں کے شہر میں پہنچنے کے بعد ہی سلطان محمود بھی وہاں آگیا۔ دریا خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ حواس باختہ ہو کر برہان پور کی طرف بھاگ گیا لیکن برہان پور میں وہ زیادہ دیر قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔

عالم خاں کی پریشانی

اس کے بعد میدان جنگ چونکہ حریف سے خالی ہو گیا تھا اس لیے سلطان محمود نے عالم خاں کو اپنا وزیر بنا لیا۔ عالم خاں چاہتا تھا کہ دریا خاں کی طرح بادشاہ پر چھا جائے اور تمام ملکی و مالی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ سلطان محمود کو عالم خاں کے اس ارادے کا علم ہو گیا اس نے دوسرے امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر عالم خاں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ دریا خاں کی طرح وہ بھی شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ اس سے بھی بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

انتظام سلطنت

سلطان محمود نے ایک ایک کر کے جب تمام بدنیت امیروں سے نجات حاصل کر لی تو وہ رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے انتظام سلطنت میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں اور تمام کام پہلے سے بہتر ہونے لگے۔ زراعت کی طرف توجہ کی اور زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے سامان فراہم کیے۔ سپاہیوں کو انعامات و تنخواہ کی بروقت ادائیگی سے خوش کیا اور ان کے دلوں کو اپنے قابو میں لیا۔

محمود آباد کی تعمیر

الغرض سلطان محمود کی مستعدی سے بہت تھوڑے سے عرصے میں گجرات کی حالت بدل گئی۔ بادشاہ نے اپنے تمام امیروں، اراکین سلطنت اور اکابر شہر کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر "محمود آباد" بھی تعمیر کروانا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل محمود کی حیات میں نہ ہو سکی۔

سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر

سلطان محمود کے عہد حکومت میں ۹۴۹ھ میں بحر عمان کے ساحل پر ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اس کی تکمیل غضنفر آقا ترک عرف خداوند خاں کے اہتمام سے ہوئی۔ اس قلعے کی تعمیر سے پہلے فرنگیوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ سورت کے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے رہتے تھے یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمود نے خداوند خاں کو یہاں کی حکومت پر متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ سورت میں ایک قلعہ تعمیر کیا جائے۔ خداوند خاں نے حکم کی تعمیل میں قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ اس دوران میں فرنگیوں نے دوبارہ حملہ کر کے قلعے کی تعمیر کو رکوانا چاہا لیکن ہر دو بار انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قلعہ سورت کا استحکام

سورت کا قلعہ بہت ہی مضبوط اور مستحکم ہے اس کی دو اطراف میں خشکی ہے جہاں خندق بنی ہوئی ہے۔ خندق بیس گز چوڑی ہے اور دونوں جانب سے پانی سے بھری رہتی ہے اس خندق کی دیواریں پتھر اور چونے سے بنائی گئی ہیں ان دیواروں کی چوڑائی پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے۔ قلعے کی مضبوطی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ پتھروں کو لوہے کے کڑوں سے جوڑ کر چنا گیا ہے اور بعد میں سوراخوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر تمام درزوں کو بند کر دیا گیا۔ الغرض یہ سب کچھ بہت اعلیٰ طریقے سے کیا گیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

عیسائیوں کی کوشش

کہا جاتا ہے کہ جب عیسائیوں کو معرکہ آرائی سے اپنا مقصد حاصل نہ ہوا تو انہوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور نہایت نرمی اور ملائمت سے پیش آنے لگے۔ انہوں نے خداوند خاں کو ایک خاصی رقم بطور رشوت پیش کرنے کی کوشش بھی کی تاکہ انہیں کھیل کھیلنے کا موقع مل سکے لیکن ان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔

رشوت دینے کی کوشش

فرنگیوں نے گجراتیوں سے کہا اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو صرف اس قدر مان لو کہ چند کنگری کو پرتگال کی طرح تعمیر نہ کرو۔ ہم نے تمہیں جو رقم قلعہ تعمیر نہ کرنے کے لیے دی تھی وہی اب ہم پھر تم کو دیں گے اگر تم ہماری التماس قبول کر لو۔" خداوند خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بادشاہ کی عنایات کی وجہ سے مجھے تمہارے روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چند کنگری بناؤں گا اور ضرور بناؤں گا۔ اس کے بعد خداوند خاں نے جوناگڑھ سے ان گنت توپیں اور ضرب زن (جو رمیوں نے وہاں جمع کر رکھی تھیں اور جن کو سلیمانی کہا جاتا ہے۔) منگوائیں اور انہیں سورت کے قلعے میں جگہ جگہ نصب کر کے قلعے کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔

بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش

ابتدائے ۹۹۱ھ تک سلطان محمود بڑے امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور کسی طرف اس کا کوئی دشمن نہ رہا۔ اسی سال بادشاہ کے خاص ملازم برہان نامی نے (جو اپنے آپ کو بڑا نیک اور پارسا ظاہر کرتا تھا اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا شکار میں بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا اور اس دوران میں نماز میں امامت کرتا تھا) بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

برہان کا واقعہ

ایک مرتبہ سلطان محمود نے کسی غلطی کی وجہ سے برہان کو دیوار میں چنوا دیا لیکن اس طرح سے کہ اس کا چہرہ کھلا تھا اس واقعے کے تھوڑے دنوں کے بعد سلطان محمود اس طرف سے گزرا جہاں سے برہان کا چہرہ نظر آتا تھا۔ بادشاہ نے اس کے چہرے پر جب نظر ڈالی تو اس نے آنکھوں کے اشارے سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آ گیا اور اس کا قصور معاف کر دیا۔ برہان کا سارا جسم گل سڑ گیا تھا اس لیے دیر تک اس کا علاج ہوتا رہا آخرکار وہ شفایاب ہوا اور دوبارہ مقربین میں شامل ہو گیا۔ تجدید تعلقات کے بعد بھی برہان کا دل بادشاہ کی طرف سے صاف نہ ہوا۔

برہان سے بدسلوکی

ایک بار پھر برہان بادشاہ کے ساتھ شکار گاہ میں گیا اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے برہان کو بہت گالیاں دیں اور سخت سست کہا۔ شکار سے واپسی کے بعد شام کے وقت بادشاہ نے نشہ آور اشیاء بہت زیادہ استعمال کیں اور آرام کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔

سازباز

سلطان محمود کی شکاری جماعت کے بیس آدمی "شیر کش" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ایک بار شیر سے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کیا تھا یہ بیس آدمی برہان کی نگرانی میں رہتے تھے تاکہ وہ انہیں شکار گاہ میں نازک مقامات پر تیار رکھے۔ برہان نے ان آدمیوں کو امارت اور بڑے بڑے عہدوں کا لالچ دے کر اپنے ساتھ کر لیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے موقع کا منتظر رہا۔

برہان کو کسی نہ کسی طرح علم ہو گیا کہ شکار سے واپسی کے بعد بادشاہ نے نشہ آور اشیاء کے استعمال میں بہت زیادہ بے اعتدالی کی ہے

besturdubooks.wordpress.com

اس نے اپنے بھانجے کو جس کا نام دولت تھا اور جو بادشاہ کی خدمت میں نامور تھا سلطان محمود کو قتل کرنے پر آمادہ کر لیا۔

سلطان محمود کا قتل

دولت بادشاہ کے سر کے بالوں کو جو بہت بڑھے ہوئے تھے خشک کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس گیا۔ سلطان محمود اس وقت نشے میں دھت تھا اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ دولت نے بادشاہ کے لمبے لمبے بالوں کو پلنگ کی لکڑی کے ساتھ خوب کس کر باندھ دیا اس کے بعد بادشاہ کی تلوار کو نیام سے نکالا اور سلطان محمود کی گردن پر رکھ دیا۔ اب بادشاہ کو احساس ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہے بادشاہ نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنے دونوں ہاتھ تلوار کی باڑھ پر رکھ دیئے۔ دولت نے گردن کے ساتھ بادشاہ کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے۔

دولت کی مکاری

جب دولت اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو برہان نے مکاری اور چالاکی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ بادشاہ کے کمرے کے دروازے کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا فوراً اندر چلا گیا۔ برہان نے سوچا اگر بادشاہ کی طرح امیروں کو بھی ایک ایک کر کے قتل کر دیا جائے تو سلطنت باسانی اس کے ہاتھ آ جائے گی۔ اس سلسلے میں پہلا قدم اس نے یہ اٹھایا کہ بادشاہ کے کمرے سے باہر آ کر یونہی جھوٹ موٹ بادشاہ کی طرف سے مختلف احکامات صادر کرنے لگا۔ پہلا حکم اس نے یہ دیا کہ مغنی بلند آواز سے گائیں اور دوسرا حکم یہ دیا کہ دس "شیر کش" بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

امراء کا قتل

دولت نے شیر کش چوکیداروں کو بلا کر انہیں ہتھیار دیئے اور مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔ آدھی رات کے وقت غضنفر آقا المعروف بہ خداوند خاں اور آصف خاں' وزیر بادشاہ سے ملنے کے لیے آئے۔ دولت ان دونوں کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر دیا اس کے بعد دوسرے امیروں کو بھی دولت نے بلا کر قتل کر دیا۔

اعتماد خاں کی دور اندیشی

اس کے بعد دولت نے اپنے قاصد کو اعتماد خاں کے پاس بھیجا اور اسے طلب کیا۔ اعتماد خاں نے سوچا کہ بادشاہ کا یہ معمول نہیں ہے کہ وہ اتنی رات گئے مجھ جیسے مقتدر امیر کو زحمت دے اس لیے ضرور کوئی خاص بات ہے وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں دولت کا بھیجا ہوا ایک قاصد آ گیا اب تو اعتماد خاں کا شک یقین میں بدل گیا اور اس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔

عبدالصمد شیرازی کی طلبی

برہان نے مشہور و معروف گجراتی امیر عبدالصمد شیرازی عرف افضل خاں کو بلایا اور اس سے کہا "بادشاہ خداوند خاں سے کسی وجہ سے ناراض ہو گیا ہے اور اسے معزول کر دیا گیا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ تجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے لہٰذا بادشاہ نے تیرے لیے یہ خلعت وزارت بھیجا ہے۔" عبدالصمد نے اس کے جواب میں کہا۔ "جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھوں گا یہ خلعت ہرگز نہ پہنوں گا۔" دولت نے بہت اصرار کیا کہ عبدالصمد اس خلعت کو پہن لے لیکن عبدالصمد نے اپنا ایک ہاتھ تو خلعت کی آستین میں ڈال لیا اور قسم کھا کر کہا "میں دوسرا ہاتھ آستین میں اس وقت تک نہ ڈالوں گا کہ جب تک بادشاہ کو دیکھ نہ لوں گا۔"

عبدالصمد کا قتل

دولت' عبدالصمد شیرازی کو اس جگہ لے آیا جہاں سلطان محمود کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دولت نے عبدالصمد سے کہا میں نے بادشاہ اور تمام امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ہے اب میں تجھے اپنا وزیر مقرر کرتا ہوں اور تمام امور سلطنت تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں۔" بادشاہ کی

besturdubooks.wordpress.com

لاش دیکھ کر عبدالصمد کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے دولت کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ دولت نے اسی وقت اس امیر کو جو ستر سالہ بوڑھا تھا تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

برہان کی تخت نشینی

دولت نے اسی رات ان تمام بدمعاشوں اور سرکشوں کو جو اس کے گرد جمع ہو گئے تھے خطاب دے کر امارت کا امیدوار بنایا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ صبح تک وہ لوگوں میں زر و جواہر تقسیم کر کے انہیں اپنا حلیف بناتا رہا۔ برہان نے بدمعاشوں اور دیگر آوارہ مشرب لوگوں کو گھوڑے اور ہاتھی بھی عطا کیے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔

برہان کا قتل

سلطان محمود کے قتل کی خبر چھپی نہ رہ سکی اور بہت جلد مشتہر ہو گئی۔ عماد الملک ترک پدر چنگیز خاں' الغ خاں حبشی اور دوسرے امیروں نے باہمی اتحاد سے برہان پر حملہ کر دیا۔ برہان نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے لشکر کو لے کر ان امیروں کے مقابلے پر آیا پہلے ہی حملے میں برہان کا لشکر پراگندہ ہو گیا شیروان خاں نے برہان کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو رسی سے باندھ کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔

سلطان محمود کی مدت حکومت

سلطان محمود شاہ ثانی نے اٹھارہ سال دو مہینے اور چند روز تک حکومت کی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں (یعنی ۹۶۱ھ میں) سلیم شاہ بن شیر شاہ حاکم دہلی اور حاکم احمد نگر نظام الملک بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

عادات و کرادر

سلطان محمود شاہ ثانی نہایت عمدہ عادات کا انسان تھا۔ اس کا زیادہ وقت عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ خاص خاص موقعوں پر مثلاً آنحضرت صلعم کے روز مولود اور اپنے بزرگوں کے ایام وفات وغیرہ میں غریبوں اور محتاجوں وغیرہ میں کھانا تقسیم کرتا تھا اور طشت و آفتابہ لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کی خدمت خود انجام دیتا تھا۔ جو کپڑا وہ اپنے لباس کے لیے خریدتا تھا اس میں سے پہلے فقیروں اور محتاجوں کے دستار و جامہ بنوا دیتا تھا۔

آہو خانے کی تعمیر

سلطان محمود ثانی نے ندی کے کنارے ایک عظیم الشان آہو خانہ بنوایا جس کی دیوار سات کوس طویل تھی اس آہو خانے کی عمارتیں اور باغات نہایت ہی خوبصورت اور دلکش تھے باغبانی کی خدمت پر صاحب جمال اور پری چہرہ عورتوں کو متعین کیا گیا۔ بادشاہ نے ہر طرح کے جانور اس آہو خانے میں جمع کیے۔ توالد و تناسل کی وجہ سے ان جانوروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ یہ آہو خانہ سلطان محمود کے دور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

عورتوں سے دلچسپی

سلطان محمود شاہ ثانی کو عورتوں کی صحبت میں رہنے کا بہت زیادہ شوق تھا شکار اور چوگان بازی کھیلنے کے وقت وہ اپنے حرم کی تمام عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شکار گاہ کے اندر جو درخت تھے ان پر سبز اور سرخ مخمل لپیٹ دی جاتی تھی تاکہ فضا کی زیب و زینت دوبالا ہو جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

اعتماد خاں پر اعتماد

اس بادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں اس وجہ سے سلطان محمود نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے حرم میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کا حمل ساقط کر دیا جائے۔ اعتماد خاں' سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا۔ بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا بادشاہ نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ محلات کی آرائش کا انتظام کر سکے۔ اعتماد خاں نے اس خیال سے کہ کہیں بادشاہ کو کبھی شک کا موقع نہ ملے کافور کھا کر اپنی قوت مردانگی کو زائل کر لیا تھا۔

بدکاری کا انسداد

سلطان محمود کے عہد حکومت میں معاشرہ طرح طرح کی خرابیوں سے دوچار ہو گیا تھا۔ عورتیں مزاروں اور لوگوں کے گھروں پر اکثر جمع رہتی تھیں اور اس طرح بدکاریوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ اس قسم کی رسوم کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ فسق و فجور لوگوں کی عادت بن گیا تھا۔ سلطان محمود نے اس قسم کی تمام رسموں کا سختی سے انسداد کیا اس قسم کے کئی لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ جاسوسوں اور مخبروں کو مقرر کر کے بد اطوار لوگوں کو بادشاہ اپنے حضور میں طلب کرتا اور سزا دیتا۔ اس قسم کے لوگوں کو انتظامی و سیاسی معاملات سے قطعاً بے تعلق کر دیا گیا۔ الغرض اس طرح سلطان محمود ثانی نے برائیوں کا بڑی اچھی طرح قلع قمع کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان احمد شاہ ثانی

تخت نشینی

جب سلطان محمود شاہ ثانی کا قتل ہوا تو اس کا کوئی بیٹا نہ تھا جسے تخت پر بٹھایا جاتا۔ اعتماد خاں نے فتنہ و فساد کو رفع کرنے کی غرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کم عمر لڑکے کو سید مبارک بخاری اور دوسرے امیروں کے مشورے سے تخت پر بٹھا دیا۔ اس لڑکے کا نام رضی الملک تھا اور سلطان احمد شاہ کے لقب سے اسے تخت پر بٹھایا گیا۔

بادشاہ کی بے کسی

اعتماد خان نے تمام ملکی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور احمد شاہ ثانی کو صرف نام کا بادشاہ رہنے دیا۔ پانچ سال اسی عالم میں گزر گئے احمد شاہ دیکھتا رہتا تھا کہ وہ کس طرح بے دست و پا ہے اور ہر کام اعتماد خاں کے حکم سے سرانجام پاتا ہے اور اصل حاکم وہی ہے۔ آخر کار سلطان احمد شاہ زیادہ صبر نہ کر سکا اور وہ سید مبارک بخاری کے پاس گیا اور تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ سید مبارک بخاری نے بادشاہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اسی کے ایماء پر دوسرے مشہور گجراتی امراء مساوات خاں، موسیٰ خاں فولادی اور عالم خاں لودھی وغیرہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

اعتماد خاں کا فرار

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری نے اعتماد خاں کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور توپیں لگا کر سر کرنی شروع کر دیں۔ اعتماد خاں ان لوگوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور پال نامی مقام کی طرف جو محمد آباد جنانیر کے قریب واقع ہے فرار ہو گیا۔

اعتماد خاں کی واپسی اور امراء میں صلح

اس کے بعد اعتماد خاں نے لشکر جمع کیا اور اپنے مخالفین سے لڑنے کے لیے آیا دوسرے فریق نے بھی لڑائی کی تیاری کی لیکن اس کی نوبت نہ آئی اور چند مخلص لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں صلح کروا دی۔ وکالت کا عہدہ بدستور اعتماد خاں کے پاس رہا۔

سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی

بہروچ محمد آباد جنانیر نادوت اور دوسرے کئی پرگنے جو دریائے مہندری اور نربدا کے درمیان واقع ہیں اعتماد خاں کی جاگیر میں دیئے گئے۔ احمد شاہ ثانی کے لیے بھی جاگیر خاصہ مقرر کی گئی۔ سلطان احمد شاہ ثانی کم عقلی اور نادانی کی وجہ سے اکثر اوقات کھلے بندوں اپنے ساتھیوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کرتا رہتا تھا۔ بعض اوقات وہ کیلے کے درخت کو اپنی تلوار کی ضرب سے دو ٹکڑے کر کے کہا کرتا تھا "میں اسی طرح اعتماد خاں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

احمد شاہ کا قتل

اعتماد خاں کو ان تمام حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ کوئی وار کرے اسے خود ہی کچھ کر گزرنا چاہیے۔ اعتماد خاں بادشاہ کے خون کا پیاسا ہو گیا اور اسے قتل کرنے کے منصوبے باندھنے لگا۔ آخر کار وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گیا اور ایک رات اس نے سلطان احمد شاہ ثانی کو قتل کر دیا۔

قتل کے بعد اعتماد خاں نے بادشاہ کی لاش کو وجیہہ الملک کے گھر کے سامنے دریا کی طرف پھینکوا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ ایک

besturdubooks.wordpress.com

لونڈی کو حاصل کرنے کے لیے گیا نادانستہ طور پر اسے قتل کر دیا گیا۔
سلطان احمد شاہ ثانی نے آٹھ سال حکومت کی۔

سلطان مظفر شاہ ثانی گجراتی بن محمود شاہ ثانی گجراتی

اعتماد خاں کا حلفیہ بیان

۹۶۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں گجراتی امیروں کی مجلس میں ایک لڑکے کو لے کر آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا۔ "یہ لڑکا سلطان محمود شاہ ثانی کا حقیقی بیٹا ہے جن دنوں اس لڑکے کی ماں حاملہ ہوئی تھی سلطان محمود ثانی نے اس خاتون کو میرے حوالے کر دیا تاکہ میں اس کا حمل ساقط کرا دوں اس وقت پانچ ماہ کا حمل ہو چکا تھا اس لیے میں نے گوارا نہ کیا کہ اس کا اسقاط کیا جائے۔ اعتماد خان نے اتنی قسمیں کھائیں کہ امراء نے اعتماد خاں کے بیان کو تسلیم کر لیا اور اس لڑکے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ بادشاہ سلطان مظفر شاہ ثانی کے نام سے مشہور ہوا۔

مملکت کی تقسیم

امراء نے تمام مملکت کو آپس میں اس طور پر تقسیم کیا کہ پٹن سے پرگنہ کدلی تک کا علاقہ موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو ملا۔ رادھن پور، تراورہ، ہور جپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ نے قبضہ کر لیا۔ دریائے سابرمتی اور مہندری کے درمیان کے پرگنے اعتماد خاں کے پاس رہے۔ عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں نے نادوت اور محمد آباد جناتیر پر قبضہ کر لیا۔ پہروچ چنگیز خاں کے بھانجے رستم خاں کو جاگیر میں ملا۔ سید میراں ولد سید بخاری نے دونقہ اور دندوقہ کو سنبھالا، سورت میں امین خاں غوری نے قبضہ کر لیا۔

اعتماد خاں کا اقتدار

امین خاں غوری نے گجراتی امیروں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اعتماد خاں نے سلطان مظفر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا دربار کے دن اسے برائے نام تخت پر بٹھایا جاتا۔ اعتماد خاں خود تخت پر بادشاہ کے پیچھے بیٹھتا اسی عالم میں تمام امراء سلام کے لیے حاضر ہوتے۔

فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ

کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آئے اس واقعہ کے ایک سال بعد فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں (جن کی جاگیریں ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں) باہمی مخالفت پیدا ہو گئی نوبت معرکہ آرائی تک پہنچی۔ فتح خاں نے شیر خاں فولادی سے شکست کھائی اور میدان جنگ سے فرار ہو کر اعتماد خاں کے پاس آ گیا۔

فولادیوں پر حملہ

اعتماد خاں کو شیر خاں فولادی پر سخت غصہ آیا اس نے لشکر جمع کر کے فولادیوں پر حملہ کر دیا فولادی اس حملے کی تاب نہ لا سکے اور قلعہ پٹن میں محصور ہو گئے فولادیوں نے بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا لیکن اعتماد خاں نے ان کا کوئی خیال نہ کیا اور قلعہ کے محاصرے کی کوشش کرنے لگا۔

فولادی جوانوں کا عزم

فولادی افغان بہت ہی مجبور اور پریشان ہو کر رہ گئے آخرکار فولادی نوجوانوں کا ایک گروہ موسیٰ خاں فولادی کے پاس آیا ان جوانوں نے اپنے امیروں سے کہا۔ "ہم نے بے حد عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کر کے دیکھ لیا لیکن حریف کا دل بالکل نہیں پسیجا لہٰذا اب سوائے

besturdubooks.wordpress.com

جنگ کرنے اور جان دے دینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

مقابلہ

اس کے بعد تقریباً پانچ سو فولادی سپاہی قلعے سے باہر نکل آئے یہ دیکھ کر موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ جو تین ہزار سواروں پر مشتمل تھا قلعے سے باہر نکلنا پڑا۔ اعتماد خاں ان لوگوں کے مقابلے پر آیا۔ اس کا گجراتی لشکر تعداد میں تیس ہزار سے زیادہ تھا فریقین میں معرکہ آرائی ہونے لگی۔

حاجی خاں کی اعتماد خاں کے لشکر سے علیحدگی

فولادیوں نے اعتماد خاں کے خاصہ کے لشکر پر حملہ کیا اور غالب آئے۔ حاجی خاں (جو سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام اور اعتماد خاں کے لشکر کا ایک بہترین فوجی سردار تھا) فولادیوں سے مل گیا۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کو یہ پیغام دیا "حاجی خاں ہمارے پاس چلا آیا ہے لہٰذا اس کی جاگیر اس کے حوالے کر دو۔" اعتماد خاں نے فولادیوں کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ حاجی خان میرا ملازم تھا اور اسی وجہ سے اسے جاگیر عطا کی گئی تھی۔ اب جب کہ وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا ہے اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اسے اس کی جاگیر دے دی جائے۔"

اعتماد خاں کی شکست اور فرار

موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی نے لشکر جمع کیا اور حاجی خاں کی جاگیر میں داخل ہو کر قصبہ جو تھانہ میں مقیم ہوئے۔ اعتماد خاں نے بھی لشکر جمع کر کے ان دونوں کا مقابلہ کیا دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر کار چار مہینے بعد معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ اعتماد خاں کو اس مرتبہ بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو کر بھروچ میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا۔

اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح

بھروچ پہنچ کر اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو اپنی مدد کے لیے آمادہ کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر فولادیوں کے لشکر کے مقابلے پر آیا' لیکن اعتماد خاں کا لڑنے کو جی نہ چاہا کیونکہ وہ دو بار فولادیوں سے شکست کھا چکا تھا۔ اعتماد خاں نے صلح کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے حاجی خان کی جاگیر اس کے حوالے کی اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام

چنگیز خاں حالات کا بغور جائزہ لیتا رہا وہ ملک گجرات کی موجودہ حالت اور اعتماد خاں کی روش سے مطمئن نہ تھا اس نے بہت سوچ بچار کے بعد اعتماد خاں کو پیغام بھیجا۔ "میں بھی شاہان گجرات کے خاندان کا خانہ زاد اور سلطانی حرم کے تمام امور سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ محمود شاہ ثانی کے کوئی بیٹا نہ تھا تو نے اس لڑکے کو یعنی مظفر شاہ ثانی کو مرحوم بادشاہ کا بیٹا بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تو تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے ملازم اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جب تک تو موجود نہیں ہوتا تو کوئی شخص بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے اس کے پاس نہیں جا سکتا۔ اگر سلطان مظفر واقعی سلطان محمود کا بیٹا ہے تو پھر تجھے بھی چاہیے کہ تو بھی باقی امیروں اور ارکین سلطنت کی طرح اس کی خدمت کرے۔ اور جس وقت تمام امراء دربار میں بیٹھیں تو تو بھی ان کا اتباع کرے۔"

اعتماد خاں کا جواب

اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں نے تخت نشینی کے روز تمام اکابر امراء کے سامنے قسم کھا کر یہ بیان کیا تھا کہ سلطان مظفر

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود کا بیٹا ہے۔ تمام امراء نے میرے قول کا اعتبار کیا اور اتفاق رائے سے مظفر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی بیعت کی۔ حیرت ہے کہ تو عوام کی طرح مجھ سے بے کار سوال کرتا ہے۔ تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطان محمود ثانی کے زمانے میں دوسرے امیروں سے میری عزت و وقعت زیادہ تھی تو اس زمانے میں طفل نوخیز تھا تیرا باپ عماد الملک اگر اس وقت زندہ ہوتا تو وہ تجھے بتاتا کہ مرحوم بادشاہ کے حضور میں میرا کیا مرتبہ تھا۔ سلطان مظفر شاہ میرا اور تمہارا دونوں کا بادشاہ ہے تیری بہتری اس میں ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت گزاری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تاکہ تو دین دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔"

شیر خاں فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام

شیر خاں فولادی کو چنگیز خاں اور اعتماد خاں کی اس مراسلت کا علم ہو گیا اس نے چنگیز خاں کے نام ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔
"حالات کا اقتضا ہے کہ تم ذرا چند روز تک صبر کرو اور صلح کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مسند عالی سے بلا وجہ مخالف کا اظہار کرنا سود مند نہ ہو گا۔"

قصبہ بردورہ چنگیز خاں کی نظر

چنگیز خاں نے شیر خاں فولادی کے مشورے کو قابل اعتنا نہ سمجھا وہ چونکہ قصبہ بردورہ کو اپنی جاگیر میں شامل کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اعتماد خاں کو ایک اور پیغام بھجوایا۔ "اگرچہ میرا لشکر کافی بڑا ہے لیکن دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے لہذا آپ مجھے بتائیں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اعتماد خاں کا مشورہ

اعتماد خاں یہ چاہتا تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں پھوٹ پڑ جائے تاکہ وہ برہان پور پر قبضہ کرنے کے خیال سے اور باقی تمام خیالات سے بے تعلق ہو جائے۔ متذکرہ خط کے جواب میں اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو لکھا "قصبہ ندربار ہمیشہ گجراتی امیروں کے قبضے میں رہا ہے۔ جس زمانے میں سلطان محمود ثانی میراں مبارک کے زیر نگرانی قلعہ اسیر میں مقیم تھا تو اس نے میراں مبارک سے وعدہ کیا تھا کہ "اگر خداوند تعالیٰ نے گجرات کی حکومت مجھے عطا کر دی تو میں اس کے صلہ میں تجھے قصبہ ندربار دوں گا۔"

ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں اعتماد خاں کے فریب میں آ گیا اس نے لشکر جمع کیا اور ۹۷۴ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہو گیا۔ چنگیز خاں نے ندربار کا قصبہ فتح کرنے کے بعد آگے قدم بڑھایا اور تھالنیر تک بڑھتا چلا گیا۔

محمد شاہ اور تفال خاں کی آمد کی خبر

اتفاق سے انہیں دنوں یہ خبر مشہور ہوئی کہ میراں شاہ حاکم برار تفال خاں کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے آ رہا ہے یہ خبر سن کر چنگیز خاں مع اپنے لشکر کے ایک ایسی جگہ مقیم ہو گیا کہ جو بہت ہی ناہموار اور خراب تھی جس طرف زمین ذرا ہموار تھی چنگیز خاں نے اس طرف اپنے ارابوں کو زنجیر سے باندھ دیا۔

چنگیز خاں کا فرار

محمد شاہ اور تفال خاں چنگیز خاں سے لڑنے کے لیے آئے اور شام تک اپنے حریف کے سامنے کھڑے رہے۔ چنگیز خاں اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا رات ہوئی تو اس نے سوچا کہ دو قوی دشمنوں سے مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے لہذا چپکے سے اس نے راہ فرار اختیار کی اور بھروچ میں چلا گیا۔ محمد شاہ فاروقی نے بہت سامال غنیمت اپنے قبضے میں کیا اور چنگیز خاں کا دور تک تعاقب کر کے قصبہ ندربار پر قبضہ کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد

انہیں دنوں سلطان محمد میرزا کے چھ بیٹے ۱- محمد حسین ۲- میرزا الغ ۳- میرزا حسین ۴- میراز مسعود ۵- حسین میرزا ۶- شاہ میرزا- مغل بادشاہ اکبر کے خوف سے بھاگ کر سنبھل سے مالوہ میں پناہ گزیں ہوئے- ۹۷۵ھ میں اکبری لشکر مالوہ میں آیا' متذکرہ شہزادے پریشان ہو کر چنگیز خاں کے پاس چلے گئے اور اس سے پناہ مانگی-

قصبہ بردورہ پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں نے ان شہزادوں کی آمد کو اپنے لیے فال نیک سمجھا اور ان کی موجودگی کو اپنی تقویت کا باعث گردانا غائبانہ طور پر چنگیز خاں نے ان شہزادوں کو سلطان مظفر کے امراء میں شامل کیا اور اپنی جاگیر سے چند پرگنے ان کو عنایت کیے- اسی سال چنگیز خاں نے شہزادوں کی مدد سے اعتماد خاں پر حملہ کیا اور بغیر جنگ کے قصبہ بردورہ پر قبضہ کر لیا-

اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام

اس کے بعد چنگیز خاں محمود آباد آیا اور یہاں سے اعتماد خاں کو یہ پیغام بھیجا- "ساری دنیا اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ شکست تھانیسر کا اصل سبب تمہاری بزدلی ہے' اگر تم اپنے لشکر کو میری مدد کے لیے روانہ کرتے تو مجھے ہرگز میدان جنگ سے فرار نہ ہونا پڑتا اور میرے دامن پر بزدلی کا یہ دھبہ کبھی نہ لگتا- اب میں بادشاہ کو مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آنا چاہتا ہوں اس دوران میں اگر تم شہر میں موجود ہوئے تو دشمنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم شہر سے باہر چلے جاؤ اور دوسرے امیروں کی طرح اپنی جاگیر میں قیام کرو- بادشاہ کی پاسبانی کا کام اب ختم کرو اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ آزادی کے ساتھ ملکی معاملات کا اپنی مرضی کے مطابق انتظام کرے-"

اعتماد خاں کی تیاری

اعتماد خاں اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنا لشکر جمع کر چکا تھا اور جب یہ پیغام پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ چنگیز خاں کا مقصد کیا ہے- اعتماد خاں سلطان مظفر شاہ کو مع چتر کے شہر کے باہر لایا اس کے ہمراہ سادات خاں بخاری' اختیار الملک' ملک شرف' الغ خاں' جھاز خاں' سیف الملک اور دوسرے اکابر امراء بھی تھے-

دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار

محمود آباد سے چھ کوس کے فاصلے پر موضع کاوری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے- اعتماد خاں نے جونہی چنگیز خاں کے لشکر پر نظر ڈالی اس کا دل دہل گیا- چونکہ وہ میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کے بہت قصے سن چکا تھا اس لیے چنگیز خاں کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی- اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کرتے اعتماد خاں حواس باختہ ہو کر دونگر پور کی طرف بھاگ گیا-

سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی

دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں کی تقلید کی اور جس کا منہ جس طرف اٹھا ادھر روانہ ہو گیا- سادات خاں بخاری نے دندوقہ اور اختیار الملک نے معمور آباد کا رخ کیا الغ خان' جھاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد آباد واپس آئے-

besturdubooks.wordpress.com

چنگیز خاں احمد آباد میں

چنگیز خاں اپنی اس اتفاقی فتح سے بے انتہا خوش ہوا اور اس نے میوہ میں قیام کیا اس کے بعد چنگیز خاں احمد آباد اور اعتماد خاں کے مکان میں فروکش ہوا۔ شیر خاں فولادی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ اس وقت قصبہ کری کے نواح میں تھا اس نے وہیں سے چنگیز خاں کو پیغام بھجوایا۔ "تو نے اعتماد خاں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا ہے یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ جاگیر بادشاہ کے مصارف کے لیے ہے اس پر تیرا تنہا قبضہ نازیبا ہے۔" اس کے بعد شیر خاں فولادی بہت سا لشکر لے کر احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت

چنگیز خاں نے محسوس کیا کہ موجودہ صورت حال میں شیر خاں فولادی کی دشمنی مول لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اس نے شیر خاں سے مصالحت کر لی۔ فریقین میں طے پایا کہ دریائے سابرمتی کے اسی طرف کا تمام علاقہ شیر خاں کے قبضے میں رہے اس وجہ سے احمد آباد کے کئی دیہاتوں عثمان پور اور خان پور وغیرہ شیر خاں کے قبضے میں آ گئے۔

میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ اپنی پہلی فتح کی وجہ سے بہت دلیر ہو چکا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ گجراتی امراء خانہ جنگی میں مبتلا ہیں تو اس نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس خیال سے لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اس نے احمد آباد تک کسی مقام پر قیام نہ کیا بلکہ بغیر توقف کیے آگے بڑھتا رہا۔

میراں محمد شاہ کی شکست

چنگیز خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور میرزاؤں کو جن کا وہ بہت احترام کرتا تھا اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر آیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی میراں محمد شاہ مغلوب ہوا اور اس کا بہت سا سامان چنگیز خاں کے ہاتھ آیا۔ محمد شاہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

میرزاؤں کی دل جوئی

اس فتح کا سہرا چونکہ میرزاؤں کے سر رہا تھا۔ اس لیے چنگیز خاں نے ان کی بہت دل جوئی کی اور معمور آباد اور بھروچ کے چند پرگنے ان کی جاگیر میں دیئے اور انہیں ان کی جاگیر کی طرف روانہ کر دیا۔

میرزاؤں کا اقدام

جب یہ میرزا شہزادے اپنی جاگیر میں آئے تو بہت سے اوباش اور فتنہ پرداز ان کے گرد جمع ہو گئے۔ شرف الدین حسین میرزا' جو خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں سے تھا اور نصیر الدین ہمایوں کا داماد تھا اکبر کا ساتھ چھوڑ کر میرزاؤں سے آ کر مل گیا۔ ان اسباب کی بناء پر میرزاؤں کے اخراجات بہت بڑھ گئے ان کی موجودہ جاگیر ان اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی تو میرزاؤں نے چنگیز خاں کی اجازت کے بغیر ہی بہت سے دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ

چنگیز خاں کو جب میرزاؤں کے اس اقدام کی خبر ہوئی تو اسے بہت برا معلوم ہوا اور اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت میرزاؤں کو روکا نہ گیا تو وہ پھر رفتہ رفتہ بہت زیادہ قوت حاصل کر لیں گے یہ سوچ کر اس نے تین ہزار حبشیوں اور پانچ چھ ہزار گجراتیوں کو میرزاؤں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا میرزاؤں نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور غالب آئے انہوں نے چنگیزی لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو تلوار

besturdubooks.wordpress.com

کے گھاٹ اتارا باقی ماندہ سپاہی بھاگ نکلے۔

گجراتی امیروں سے سلوک

میرزاؤں نے گجراتیوں کے بہت سے سپاہیوں کو گرفتار بھی کیا ان قیدیوں میں سے جو کم سن تھے ان کو تو اپنے پاس ملازم رکھ لیا اور جو پختہ عمر کے تھے ان کی ناک میں تیر پھنسا کر ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھ کر اور گردن میں مدور لکڑیاں ڈال کر چھوڑ دیا۔

میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں

میرزاؤں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چنگیز خاں کو جب اپنے سپاہیوں کی حالت معلوم ہو گئی تو وہ خود جنگ کرنے کے لیے آئے گا۔ اس خیال سے وہ برہان پور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ بعد ازاں مالوہ آئے اس ملک میں جو واقعات پیش آئے ان کو مغل بادشاہ اکبر کے حالات میں ضمناً" بیان کیا جا چکا ہے۔

سلطان مظفر دونگر پور میں

الغ خاں اور جہاز خاں وغیرہ سلطان مظفر کو لے کر دریائے مندری کے قصبہ کانبتہ میں مقیم تھے ان کا خیال تھا کہ شاید اعتماد خاں بھی اس طرف آئے یا شیر خاں فولادی اپنے بیٹے کو بھیج کر بادشاہ کو اپنے پاس بلا لے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی عمل میں نہیں آئی تو انہوں نے اس جگہ زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سلطان مظفر کو لے کر دونگر پور آ گئے اور بادشاہ کو اعتماد خاں کے حوالے کر دیا۔

اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی

اس واقعے کے کچھ دنوں بعد الغ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لیے روپیہ طلب کیا۔ اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "روپیہ تو جاگیر سے ملتا تھا سو اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں تم کو کسی سے قرض لے دیتا لیکن یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس سے قرض مانگا جا سکے اس لیے میں مجبور ہوں۔" یہ جواب پا کر الغ خاں اور دوسرے تمام حبشی آزردہ خاطر ہوئے۔

حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی

چنگیز خاں کو اس واقعے کا علم ہو گیا اس نے الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے نام دوستی اور محبت کے خطوط لکھے اور انہیں اپنے پاس واپس بلا لیا۔ الغ خاں جہاز خاں اور سیف الملک وغیرہ اعتماد خاں کی اجازت کے بغیر ہی معمور آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اختیار الملک گجراتی سے ملاقات کی اور پھر اسے ساتھ لے کر احمد آباد کی طرف چل دیے۔ احمد آباد کے قریب حوض کاکریہ پر پہنچ کر یہ لوگ سلطان محمود کے باغ میں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔

استقبال

چنگیز خاں ان سب لوگوں کے استقبال کے لیے آیا ان لوگوں سے ملاقات کر کے چنگیز خاں نے بہت سی محبت آمیز باتیں کیں اور پھر کہا "یہ حقیقت سب لوگوں پر واضح ہے کہ ہم لوگ سلطان محمود ثانی کے خانہ زاد غلام ہیں اس لحاظ سے ہم سب آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اگر ہم میں سے کسی ایک کو حکومت مل جائے تو تب بھی اس تعلق میں کوئی نہیں آ سکتا۔ ہم لوگوں کو چاہیے کہ جب کبھی ایک دوسرے سے ملنے جائیں تو حاجبان دروازہ ہمارے مانع نہ ہوں۔"

الغ خاں اور جہاز خاں کے قتل کی سازش

اس کے بعد چنگیز خاں ان تمام امیروں کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کچھ مکانات خالی کروا کے ان کے سپرد کیے کچھ عرصے بعد

besturdubooks.wordpress.com

الغ خاں کو ایک جاسوس نے یہ اطلاع دی۔ "چنگیز خاں تمہارا اور جہاز خاں کا سخت دشمن ہے اس نے یہ طے کیا ہے کہ کل صبح تمہیں اور جہاز خاں کو چوگان بازی کے لیے میدان میں بلا کر عالم بے خبری میں قتل کر ڈالے۔ اگر کل چنگیز خاں تمہیں اپنے ساتھ لے کر چوگان بازی کے لیے کاکریہ کے حوض کی طرف جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں کیونکہ اس مقام پر بہت بڑا جنگل ہے اور انسان جس طرف چاہے بچ کر نکل سکتا ہے لیکن اگر وہ تم لوگوں کو لے کر بھدر کے میدان میں گیا تو پھر جان بچانا سخت مشکل ہے کیونکہ یہ میدان قلعے کے اندر واقع ہے۔

چوگان بازی کی دعوت

جاسوس یہ اطلاع دے کر ابھی گیا ہی تھا کہ الغ خاں کے پاس چنگیز خاں کا قاصد آیا اور اس نے کہا "کہ چنگیز خاں نے سلام و دعا کے بعد یہ پیغام دیا ہے کہ میں کل چوگان بازی کے لیے بھدر کے میدان میں جاؤں گا آپ لوگ بھی میرے ساتھ چلیں اور اس مقصد سے صبح سویرے میرے پاس پہنچ جائیں۔"

حبشی امیروں کا مشورہ

یہ دعوت پا کر الغ خاں بہت پریشان ہوا اور اسی وقت سیف الملک کے مکان پر پہنچا جہاز خاں' رشیدی بدر شاہی' محل دار خاں اور خورشید خاں کو بھی وہیں بلا لیا گیا اور ان لوگوں نے اس معاملے پر غور و خوض کرنا شروع کیا بہت سوچ بچار کے بعد ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے چنگیز خاں وار کرے اسی کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔

چنگیز کے قتل کی سازش

دوسرے روز صبح سویرے الغ خاں اور جہاز خاں اپنے دوستوں کے ہمراہ چنگیز خاں کے دربار میں پہنچے۔ اس وقت چنگیز خاں کے لشکری حاضر نہیں ہوئے تھے حبشیوں نے ایک آدمی بھیج کر چنگیز خاں کو پیغام دیا کہ آپ کے حکم کے مطابق ہم لوگ حاضر ہیں اگر آپ جلد از جلد چوگان بازی کے لیے روانہ ہوں تو اچھا ہے۔ چنگیز خاں اس وقت شراب کے نشے میں دھت تھا اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ حبشی امیروں کا پیغام پاتے ہی وہ مکان سے باہر آیا اور اکیلا ہی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

چنگیز کا قتل

الغ خاں' چنگیز خاں کی داہنی طرف تھا اور جہاز خاں بائیں طرف دونوں اسی طرح کچھ دیر تک چنگیز خاں کے ساتھ چلتے رہے جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو جہاز خاں نے الغ خاں کے اشارے پر تلوار نکالی اور چنگیز خاں پر ایک بھرپور وار کیا۔ چنگیز خاں کا سر اور ایک ہاتھ اسی وقت بدن سے علیحدہ ہو گیا۔

جنگ کی تیاریاں

اس کے بعد دونوں امیر اپنے اپنے مکانوں پر واپس آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ اختیار الملک بھی ان دونوں کی حمایت کے لیے اٹھا چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف آ رہا تھا راستے میں جو اسے اپنے ماموں کی لاش ملی تو اس نے لاش کو ایک ہاتھی پر رکھا اور بھروچ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حبشی امراء قلعہ ارک میں

شہر کے اوباشوں اور لچوں نے موقعے کو غنیمت سمجھا اور چنگیز خاں کے ملازموں کا مال و اسباب لوٹنے لگے۔ جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ رستم خاں بھروچ کی طرف چلا گیا ہے تو الغ خاں' جہاز خاں اور دوسرے حبشی امراء قلعہ ارک میں جو بھدر کے نام سے مشہور ہے

besturdubooks.wordpress.com

داخل ہوئے۔

اعتماد خاں کے نام خط

حبشی امیروں نے اعتماد خاں کے نام ایک خط لکھا اور اسے تمام واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد آنے کی دعوت دی اسی روز شیر خاں فولادی کے بیٹے بدر خاں اور محمد خاں بھی مبارک باد دینے کے لیے شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے تمام امرائے لشکر کو ایک ایک ہاتھی بطور پیشکش کے دیا۔ الغ خاں اور جہاز خاں نے اس روز تمام جاگیریں از سرنو تقسیم کیں اور دوسرے امراء اپنے مکانات کو واپس آئے۔

قلعہ بھدر پر شیر خاں کا قبضہ

دوسرے دن شیر خاں فولادی کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امراء کے ملازمین میں سے کوئی شخص بھدر کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہے۔ چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز شیر خاں نے اپنے ایک امیر سادات خاں کو مع تین سو سپاہی قلعہ بھدر کی طرف روانہ کیا۔ سادات خاں نے خان پور کی جانب سے قلعہ کی دیوار کو توڑ کر قبضہ کر لیا۔

سلطان مظفر اور اعتماد خاں احمد پور میں

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو لے کر احمد آباد آگیا چونکہ قلعہ بھدر شیر خاں کے قبضے میں تھا اس لیے اعتماد خاں نے بادشاہ کو فی الحال اپنے گھر ہی میں رکھا اور قلعہ خالی کروانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس سلسلے میں اس نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا "قلعہ بھدر بادشاہوں کی ملکیت ہے جب بادشاہ یہاں نہ ہوں تو ان کے ملازموں کا یہ فرض ہے کہ وہ قلعے کی حفاظت کریں نہ یہ کہ قبضہ کر کے مالکانہ حقوق جتائیں۔ اب چونکہ سلطان مظفر شاہ شہر میں آگیا ہے اس لیے تم سادات خاں سے کہہ کر قلعہ خالی کروا دو۔"

میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں

اعتماد خاں کی بات چونکہ معقول تھی اس لیے شیر خاں نے فوراً قلعہ خالی کروا دیا۔ سلطان مظفر اعتماد خاں کے گھر سے اٹھ آیا اور اپنے محل میں مقیم ہوا۔ اسی اثناء میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ میرزا شہزادے فرار ہو کر مالوہ سے باہر نکل گئے تھے لیکن جب انہیں چنگیز خاں کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اب ان امیروں نے بھروچ اور سورت کا رخ کیا ہے تاکہ ان علاقوں پر قبضہ کریں۔

گجراتی امراء کے باہمی مشورے

اختیار الملک اور الغ خاں اعتماد خاں کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ میرزاؤں نے بھروچ کا رخ کیا ہے اور اس وقت ہمارا کوئی حاکم وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ان کا بھروچ پر قابض ہو جانا یقینی ہے۔ اس فتنے کے سدباب کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم لوگ جلد از جلد بھروچ پہنچ جائیں اور میرزاؤں کو جلد وہاں سے نکال باہر کریں ورنہ اگر انہوں نے ایک بار بھروچ پر قبضہ کر لیا تو پھر وہاں سے نکالنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔"

بھروچ کی روانگی کا مسئلہ

اعتماد خاں نے ایک قاصد شیر خاں کے پاس بھیجا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ شیر خاں نے کہا "میرے خیال میں صورت حال پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ بھروچ کا سفر اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد امراء نے آپس میں مزید بات چیت کر کے روانگی کا فیصلہ کر لیا۔

لشکر کی تنظیم

یہ قرار پایا کہ فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ تو الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور یہ حصہ

besturdubooks.wordpress.com

سب سے پہلے روانہ ہو۔ دوسرا حصہ اعتماد خاں' اختیار الملک اور دوسرے امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور تیسرا حصہ شیر خاں اور دیگر امراء پر مشتمل ہو۔ جب پہلا حصہ روانہ ہو جائے تو ایک منزل کے فاصلے سے دوسرا حصہ روانہ ہو اور اس کے بعد اسی قدر فاصلے سے تیسرا حصہ روانہ ہو۔

حبشی امراء کی روانگی

ان معاملات کے طے ہونے کے بعد حبشی امراء الغ خاں' سیف الملک اور جہاز خاں وغیرہ روانہ ہو گئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے محمود آباد جا پہنچے۔ قرارداد کے مطابق اعتماد خاں بھی اپنے لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلا لیکن کچھ دور جا کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت

الغ خاں اور اس کے ساتھیوں کو جب اعتماد خاں کی اس ناشائستہ حرکت کا علم ہوا تو وہ بہت افسوس کرنے لگے۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم نے تو اعتماد خاں کے ساتھ ہر طرح بھلائی کی ہے لیکن اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ ہم نے تو چنگیز خاں جیسے شخص کو جو اس کا بہت بڑا دشمن تھا تلوار کے گھاٹ اتارا ہے لیکن وہ ہمیں کو فریب دیتا ہے لہٰذا اب اس کی سزا یہی ہے کہ ہم اس کی جاگیر پر قبضہ کر کے اس کے پرگنوں کو آپس میں تقسیم کریں۔

جینانیر' بندر سورت اور بھروچ وغیرہ پر میرزاؤں کا قبضہ

اس کے بعد حبشی امیروں نے پرگنے کنبایت اور جلاد وغیرہ پر قبضہ کر لیا اس صورت حال سے میرزاؤں نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے قلعہ جینانیر' بندر سورت اور دیگر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ رستم خاں قلعہ بیروچ میں محصور ہو گیا اور اس نے میرزاؤں سے جنگ کی لیکن آخر کار پریشان ہو کر امان طلب کی اور اس طرح قلعہ بھروچ پر بھی میرزاؤں کا قبضہ ہو گیا۔

الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت

گجرات کے باشندے پریشان حال ہو کر شہر سے نکلے اور الغ خاں سے مل گئے۔ الغ خاں نے جہاز خاں سے کہا چونکہ لشکر شہر سے باہر آ گئے اور ہم سے مل گئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اعتماد خاں کی جاگیر میں سے ایک پرگنہ ان کے حوالے بھی کر دینا چاہیے۔ جہاز خاں نے اس کے جواب میں کہا "جو علاقہ تم ان لوگوں کو دینا چاہیے وہ میرے حوالے کر دو اور جو توقع تم ان سے رکھتے ہو وہ میں پوری کر دوں گا۔" اس وجہ سے الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت پیدا ہو گئی۔

شیر خاں کی قوت میں اضافہ

اعتماد خاں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور جہاز خاں کو سبز باغ دکھا کر اپنے پاس بلا لیا۔ اس صورت حال سے حبشیوں کی قوت منتشر ہو گئی۔ الغ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے' اس طرح شیر خاں فولادی کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔

سلطان مظفر کا فرار

سلطان مظفر سخت پریشان تھا اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ ایک دن اس نے موقع پا کر بھاگ نکلنے کی ٹھانی اور مغرب کے وقت سے ذرا پہلے کھڑکی کے راستے سے اپنی قیام گاہ سے باہر نکل کر عنایت پور میں جو قصبہ سرکیج میں واقع ہے جا پہنچا۔ وہ سیدھا الغ خاں کے مکان پر گیا لیکن الغ خاں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

الغ خاں کا رویہ

الغ خاں' شیر خاں کے پاس گیا اور اسے بتایا سلطان مظفر مجھے پہلے سے اطلاع دیئے بغیر میرے مکان پر آیا ہے' لیکن میں نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ شیر خاں فولادی نے الغ خاں کو سمجھایا اور کہا "سلطان مظفر تمہارا مہمان ہے اس لیے اس کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے لہٰذا تم واپس جاؤ اور اس کی خاطر و مدارت کرو۔"

مغلوں کی طلبی

دوسرے روز شیر خاں فولادی کے نام اعتماد خاں کا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "سلطان مظفر سلطان محمود کا بیٹا نہیں ہے اس لیے میں نے اسے ملک سے باہر نکال دیا ہے اور مغلوں کو گجرات میں آنے کی دعوت دی ہے تاکہ ملک ان کے حوالے کر دیا جائے۔

سید حامد کا بیان

شیر خاں فولادی نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت سید حامد کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ جس روز سلطان مظفر کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تھی اس روز اعتماد خاں نے امراء کی جماعت کے سامنے سلطان مظفر کے بارے میں کیا کہا تھا سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا۔ "اعتماد خاں نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا بیٹا ہے" لہٰذا اب وہ جو کچھ کہتا ہے وہ محض بربنائے عداوت ہے۔

شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات

سید حامد کے مکان سے اٹھ کر شیر خاں فولادی' الغ خاں کی قیام گاہ پر گیا اور سلطان مظفر سے ملاقات۔ وہ کمان اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح ملازم اپنے آقا کے سامنے جاتا ہے۔ سلطان مظفر سے ملا اور اسے الغ خاں کے گھر سے لے کر اپنے گھر میں آگیا اور اس کی خدمت گزاری میں مصروف ہو گیا۔

مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی

اعتماد خاں نے مغلوں کو حدود بھروچ سے بلا لیا۔ مغل امراء پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے اعتماد خاں نے مغلوں کو سیف الملک کے لشکر کے ہمراہ حبشیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کرنا شروع کر دیا اس کاروائی سے رفتہ رفتہ حالات بگڑنے شروع ہو گئے اور فیصلہ کن امر ظہور میں نہ آیا۔

بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط

اعتماد خاں نے جب یہ دیکھا کہ اس طریقے سے مقصد حل نہیں ہوتا تو اس نے جلال الدین اکبر کو ایک خط لکھا اور اسے گجرات پر قبضہ کرنے کے لیے اکسایا۔ اس زمانے میں یعنی ۹۸۰ھ میں اکبر ناگور میں تھا اور اس نے پیر محمد خاں عرف خاں کلاں کو بڑے بڑے امیروں کے ساتھ سروہی کی فتح کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ جب پیر محمد خاں سروہی کے راجہ کے قاصد کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تو اکبر بذات خود لشکر گاہ میں پہنچا اس وقت اکبر کو اعتماد خاں کا خط ملا۔

بادشاہ اکبر کا عزم گجرات

اکبر ناگور سے گجرات کی طرف روانہ ہوا (اس سلسلے کے تمام واقعات اکبر کے حالات میں بہ تفصیل بیان کیے جا چکے ہیں) جب اکبری فوج پٹن گجرات میں پہنچی تو شیر خاں فولادی جو احمد آباد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا' بدحواس ہو کر ایک طرف بھاگ گیا۔ ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی بڑودہ اور بھروچ کی طرف چلے گئے اعتماد خاں' میرزا ابو تراب شیرازی' الغ خاں حبشی' جھاز خاں اور اختیار الملک احرام

besturdubooks.wordpress.com

باندھ کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مغل بادشاہ کے بہی خواہوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

سلطان مظفر بادشاہ اکبر کی خدمت میں

سلطان مظفر نے بھی موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا اور شیر خاں فولادی کا ساتھ چھوڑ کر اکبر بادشاہ کی خدمت میں ہو گیا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہان گجرات کے عہد حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور گجرات اکبر کے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۴ رجب ۹۸۱ھ کا ہے۔

بندر سورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ

انہیں دنوں اکبر بادشاہ نے بندر سورت کے قلعے کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ واپسی پر جب اکبر بھروچ میں آیا تو وہاں چنگیز خاں کی والدہ روتی ہوئی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ "میرے بیٹے چنگیز خاں کو جماز خاں نے بغیر کسی قصور کے قتل کیا ہے لہٰذا اس معاملے میں انصاف کیا جائے۔

سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں

جماز خاں اکبر کے ساتھ تھا بادشاہ نے اس پر حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ساتھ لے کر آگرہ چلا آیا۔ ان دنوں منعم خاں بنگالہ کی طرف جا رہا تھا اکبر نے سلطان مظفر کو اس کے حوالے کر دیا اور اس طرح منعم خاں سلطان مظفر کو اپنے ساتھ بنگالہ لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بیٹی شہزادی خانم کی شادی مظفر کے ساتھ کر دی۔

سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں

کچھ دنوں بعد منعم خاں' سلطان مظفر سے بدگمان ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا۔ ایک روز سلطان مظفر موقع پا کر قید خانے سے بھاگ نکلا اور کسی نہ کسی طرح ۹۸۱ھ میں گجرات پہنچ گیا۔

سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں

یہاں پہنچ کر سلطان مظفر نے ایک بہت بڑا لشکر فراہم کیا اور گجرات کے حاکم قطب الدین خاں سے جنگ کر کے اسے قتل کیا۔ اس طرح سلطان مظفر نے نو سال کے بعد گجرات میں دوبارہ اپنی حکومت قائم کی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

گجرات پر (دوبارہ) اکبر بادشاہ کا قبضہ

کچھ دنوں تک سلطان مظفر امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا لیکن یہ امن زیادہ دیر تک اس کی قسمت میں نہ رہا۔ ۹۹۱ھ میں اکبر بادشاہ بیرم خاں کے بیٹے عبدالرحیم کو گجرات روانہ کیا۔ سلطان مظفر کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ جونا گڑھ کی طرف بھاگ گیا۔ اس واقعہ کے بعد گجرات پر اکبر کا دوبارہ قبضہ ہو گیا اور جب تک کہ یہ بلند مرتبت بادشاہ حکمران رہا انہی کی عمل داری میں رہا۔

سلطان مظفر نے تخت نشینی سے لے کر معزولی حکومت تک سترہ سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہان مالوہ و مندو

besturdubooks.wordpress.com

دلاور خاں غوری

مالوہ کی عظمت

قارئین کرام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے اور اس پر بڑے بڑے ذی شان فرماں رواؤں نے فرماں روائی کی ہے' بڑے بڑے راجہ مثلاً بکماجیت اور راجہ بھوج وغیرہ جو ہندوستان کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں مالوہ ہی کے حاکم تھے۔

دلاور خاں غوری کی خودمختاری

سلطان محمود غزنوی کی مبارک کوششوں سے ہندوستان میں مذہب اسلام کی اشاعت و ترویج کو فروغ ہوا اور سلاطین دہلی نے سلطان محمد بن فیروز شاہ تک مالوہ پر حکومت کی۔ سلطان محمد فیروز شاہ کے قتل کے بعد دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین تھا مالوہ کی حکومت پر فائز ہوا اور رفتہ رفتہ یہاں کا مستقل بادشاہ بن گیا۔

شاہان مالوہ

دلاور خاں غوری کی خودمختاری کے بعد مالوہ کی سلطنت دہلی کی حکومت کی اطاعت سے آزاد ہو گئی۔ مالوہ پر اس خودمختاری کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں نے حکومت کی ان کے علاوہ کچھ عرصے کے لیے نصیرالدین ہمایوں اور سلطان بہادر نے بھی اس مملکت کو اپنے قبضے میں رکھا۔

محمد شاہی امراء

کہا جاتا ہے کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنی تخت نشینی کے بعد اپنے امیروں پر بے حد نوازشات کیں جنھوں نے آوارہ گردی کے زمانے میں بادشاہ کا ساتھ دیا تھا۔ محمد شاہ نے خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دے کر وزیر کل بنایا۔ گجرات' ملتان اور مالوہ کی حکومتیں بالترتیب ظفر خاں بن وجیہہ الملک' خضر خاں اور دلاور خاں کے سپرد کیں۔ یہ چاروں امیر بعد کو بادشاہی کے مرتبے تک پہنچے۔

دلاور کی مستعدی

دلاور خاں غوری نے دھار میں قیام کیا اور اپنی فہم و فراست اور انتظامی صلاحیتوں سے مالوہ کا معقول اور مناسب انتظام کیا اس علاقے کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک کر کے غیروں کو یہاں سے باہر نکال دیا۔ دلاور خاں شادی آباد مندو کو اپنا دارالحکومت بنانا چاہتا تھا اس غرض سے وہ کبھی کبھار اس شہر میں جاتا رہتا تھا اور تعمیرات کی نگرانی کر کے واپس دھار آ جاتا تھا۔

سلطان محمود مالوہ میں

۸۰۱ھ میں امیر تیمور کے خوف سے دہلی کا بادشاہ سلطان محمود بھاگ کر گجرات آیا۔ والی گجرات سلطان مظفر نے سلطان محمود کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کیا اس لیے وہ کبیدہ خاطر ہو کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے امیروں کو سلطان محمود کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔

استقبال

دلاور خاں کے امیروں نے بڑے شاہانہ طریقے سے سلطان محمود کی آؤ بھگت کی اور جب یہ فرماں روا دھار سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پہنچا تو دلاور خاں خود بھی اس کے استقبال کے لیے گیا۔ دلاور خاں کا بیٹا ہوشنگ اپنے باپ کے اس اقدام سے ناراض ہوا اور مالوہ کے لشکر

besturdubooks.wordpress.com

کا ایک بڑا حصہ اپنے ساتھ لے کر شادی آباد مندو چلا گیا۔

عزت اور احترام

دلاور خاں نے بڑی اچھی طرح سلطان محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اسے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔ دلاور خاں کے پاس جس قدر نقدی اور جواہرات تھے وہ سب اس نے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا "میں آپ کا غلام ہوں اور تمام اہل حرم آپ کی کنیزیں ہیں۔" سلطان محمود نے دلاور خاں کے حق میں دعائے خیر کی اور نقدی اور جواہرات میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی سب کچھ دلاور خاں کو واپس کر دیا۔

سلطان محمود کی واپسی

۸۰۴ھ میں سلطان محمود' دلاور خاں سے علیحدہ ہوا اور دہلی کے امیروں کی درخواست پر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ہوشنگ کو جب یہ پتہ چلا کہ سلطان محمود دھار سے چلا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کے عرصے میں مندو میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کروایا۔ یہ قلعہ چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اور بہت زیادہ مستحکم تھا۔ شہر مندو کے بارے میں تفصیلات آئندہ سطور میں لکھی جائیں گی۔

دلاور خاں کا اعلان بادشاہت

سلطان ناصر الدین کے انتقال کے بعد دہلی کی سلطنت میں سخت انتشار پھیلا۔ دلاور خاں نے مالوہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور چتر اور سراپردہ سرخ تیار کروایا۔

دلاور کا خاندان

کہا جاتا ہے کہ دلاور کے بزرگوں میں سے ایک شخص غور سے دہلی میں آیا اور شاہی ملازمت حاصل کر کے نام پیدا کیا۔ اس شخص کا بیٹا ترقی کرتے کرتے امارت کے درجے تک پہنچا اور اس کا پوتا دلاور خاں فیروز شاہ کے عہد حکومت میں مقتدر امیر ہوا۔

دلاور کا انتقال

دلاور خاں نے کئی سال تک بڑے تزک و احتشام سے حکومت کی۔ ۸۰۸ھ میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دلاور کی مدت حکومت بیس سال ہے اور اس میں اس کی بادشاہت کے چار سال بھی شامل ہیں۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ دلاور کی ہلاکت زہر سے ہوئی' اس کا الزام اس کے بیٹے ہوشنگ کو دیا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری

مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

دلاور خاں کے بعد اس کا بیٹا الپ خاں سلطان ہوشنگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور تمام امیروں اور ارکین سلطنت نے اس کی بیعت کی اور اطاعت گزاری کا وعدہ کیا۔ ہوشنگ کو عنان حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ شاہ مظفر گجراتی اپنا لشکر لے کر حدود مالوہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ سلطان مظفر گجراتی اور دلاور خاں غوری میں بہترین دوستانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کو بھائی کہتے تھے مظفر گجراتی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہوشنگ نے اپنے باپ کو زہر دے کر حکومت اپنے قبضے میں کر لی ہے تو اس نے مالوہ پر لشکر کشی کی ٹھان لی تاکہ ہوشنگ کو اس کے جرم کی سزا دے سکے۔

معرکہ آرائی

یہ اطلاع پاتے ہی ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان گجراتی کا مقابلہ کرنے کے لیے قلعہ دھار سے باہر نکلا۔ ۸۱۰ھ میں گجراتی اور مالوی حکمران ایک دوسرے کے سامنے آئے اور زبردست جنگ ہوئی۔ دونوں لشکروں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا سلطان مظفر زخمی ہوا اور ہوشنگ لڑتے لڑتے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس کے باوجود بھی جنگ ہوتی رہی آخر کار سلطان مظفر کی خوش قسمتی کام آئی اور اسے کامیابی نصیب ہوئی۔ سلطان ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ دھار میں پناہ گزیں ہو گیا۔

سلطان ہوشنگ کی گرفتاری

سلطان ہوشنگ نے جب یہ دیکھا کہ اب سلطان مظفر کے ہاتھوں بچ نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تو اس نے امان طلب کی اور مظفر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مظفر نے ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے قید کر لیا اور اپنے موکلوں کے حوالے کر دیا اس کے بعد سلطان مظفر نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ قلعہ دھار کی حفاظت پر متعین کیا اور خود واپس گجرات آیا۔

نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی

نصرت خاں ایک ناتجربہ کار انسان تھا اس نے پہلے ہی سال رعایا سے بڑا بھاری محصول طلب کیا رعایا میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ اتنا محصول ادا کرتی۔ لوگوں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو نصرت خاں طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔ لوگوں میں بددلی کی عام فضا پائی گئی۔ مالوے کا لشکر بھی خاموش نہ رہ سکا' سپاہیوں نے جب دیکھا کہ سلطان مظفر گجرات چلا گیا ہے تو انہوں نے نصرت خاں کو دھار سے نکال دیا۔

نصرت خاں قلعہ مندو میں

نصرت خاں مالوہ کے نواحی علاقے میں ٹھہرا رہا۔ مالوی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ سلطان مظفر کے خوف سے نصرت خاں کی یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ وہ گجرات واپس آ جاتا البتہ اس نے شادی آباد مندو کی راہ لی اور وہاں کے قلعے میں جو اپنے استحکام کی وجہ سے بہت مشہور تھا مقیم ہوا۔

ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام

اس کے بعد مالوہ کی رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچازاد بھائی موسیٰ خاں کو اپنا حکمران بنانے کے لیے چنا۔ ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان مظفر گجراتی کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "جناب والا! میرے باپ کے برابر ہیں اور میں آپ کی بے انتہا

besturdubooks.wordpress.com

عزت کرتا ہوں میرے متعلق فتنہ پردازوں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل غلط ہے میں نے سنا ہے کہ ان دنوں مالوہ کے امیر' خان اعظم کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آئے ہیں اور اس سے ناروا سلوک کیا ہے نیز اہل مالوہ نے موسیٰ خاں کو اپنا سردار منتخب کر لیا ہے اور وہ اس ملک پر قابض ہو گیا ہے۔ اگر حضور مجھے رہا کر دیں تو ممکن ہے میں دوبارہ مالوہ پر قابض ہو جاؤں۔"

ہوشنگ کی رہائی

ایک سال بعد سلطان مظفر نے ہوشنگ کو رہا کر دیا اور اس سے عہد لے کر ۸۲۱ھ میں احمد شاہ کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ احمد شاہ نے دھار اور اس کے نواحی علاقوں کو باغی امیروں کے قبضے سے نکال کر ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود واپس گجرات آ گیا۔

امرائے مندو کی طلبی

سلطان ہوشنگ نے کچھ دنوں دھار میں قیام کیا۔ خاصہ خیل کے تمام سپاہی بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے شادی آباد مندو کے امیروں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیج کر اپنے پاس بلایا۔ تمام امیر بادشاہ کے اس اقدام سے خوش ہوئے مگر وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے کیونکہ ان کے تمام بال بچے قلعے ہی میں تھے انہیں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس جانا کچھ مناسب نہ تھا۔

جنگ

سلطان ہوشنگ نے امراء کے نہ آنے کو بغاوت و سرکشی کے مترادف سمجھا۔ ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور دھار سے قصبہ مہر میں آیا اور جنگ کرنی شروع کی۔ ہوشنگ کے سپاہی روزانہ زخمی ہوتے لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوتا آخرکار اس نے یہی طے کیا کہ یہاں سے فوراً ہی چلا جانا چاہیے اور اپنی مملکت میں ٹھہرنے کا بندوبست کیا جائے۔

ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ

ہوشنگ نے اپنے امیروں کو قصبوں اور پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اسی دوران میں ہوشنگ کے پھوپھی زاد بھائی ملک مغیث نے ملک خضر عرف میاں خان سے یہ کہا کہ "اگر موسیٰ خاں ایک نیک سیرت جوان ہے اور میرا چچازاد بھائی ہے لیکن سلطان ہوشنگ اس کے مقابلے میں حکمرانی کے لیے کہیں بہتر ہے۔ ہوشنگ نہ صرف یہ کہ عقل مند اور بہادر ہے بلکہ وہ سلطنت کا حقیقی وارث بھی ہے نیز اس کی پرورش و تربیت میری ماں کی آغوش میں ہوئی ہے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت جو کہ اس کا حق ہے اس کو سونپ دی جائے۔" ملک خضر نے مغیث کی تائید کی اور اسی رات یہ دونوں امیر قلعے سے نیچے اترے اور ہوشنگ سے جا کر مل گئے۔

قلعہ مندو پر قبضہ

سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اپنا نائب بنائے گا اس وعدہ سے ملک مغیث بہت خوش ہوا۔ موسیٰ خاں کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اس کے خوابوں کے تمام شیش محل چکنا چور ہو گئے۔ اس نے یہ اچھی طرح جان لیا کہ اب عنان اقتدار کو ہاتھ میں لینا ناممکن ہے تو وہ قلعہ خالی کر کے باہر چلا گیا۔

ملک مغیث کی عزت افزائی

اس کے بعد ہوشنگ نے قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا وہ قلعے میں داخل ہوا اور دارالامارت میں قیام پذیر ہوا۔ ہوشنگ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ملک مغیث کو "ملک شرف" کا خطاب دے کر وزارت کے عہدے پر فائز کیا اور تمام امور میں اس کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا۔

گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ

۸۱۰ھ میں سلطان مظفر کا انتقال ہوا اور حکومت احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کے ہاتھ آئی۔ مظفر شاہ کے بیٹوں فیروز خاں' ہیبت خاں

besturdubooks.wordpress.com

نے بھروچ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا اور سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ ہوشنگ نے مظفر شاہ مرحوم اور احمد شاہ کے تمام احسانات کو بالائے طاق رکھا اور ملک گجرات میں داخل ہو کر بدامنی پھیلانے کا ارادہ کیا۔ سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر بھروچ میں آیا۔

قلعہ بھروچ کا محاصرہ

سلطان احمد شاہ نے قلعہ بھروچ کا محاصرہ کر لیا۔ فیروز خاں اور ہیبت خاں کے پاس احمد شاہ کے مقابلے کے لیے فوج بہت کم تھی اس لیے وہ دونوں بہت پریشان ہوئے آخر کار انہوں نے امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے۔ سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ راستے ہی سے واپس آگیا۔ اس سلسلے میں سلطان ہوشنگ نے جو کچھ کیا وہ اس کی ایک بڑی غلطی تھی اس کے بعد اس نے ایک اور غلطی کی جس کی تفصیل یہ ہے۔

راجہ مالوہ کی مدد

۸۲۲ھ میں سلطان ہوشنگ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے راجہ جالوارہ پر لشکر کشی کی ہے راجہ نے سلطان ہوشنگ کو مدد کے لیے لکھا۔ ہوشنگ نے تمام قدیم واقعات کو فراموش کر کے لشکر تیار کیا اور راجہ کی مدد کے لیے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور گجراتی علاقے کو بہت نقصان پہنچایا۔

ہوشنگ کی واپسی

سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ سلطان ہوشنگ کی مدافعت کے لیے کمربستہ ہوا۔ اس سے پہلے کہ ہوشنگ راجہ جالوارہ کی مدد کرتا سلطان احمد شاہ اس کے (ہوشنگ کے) سر پر پہنچ گیا اور ہوشنگ پریشان ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔

نصیر خاں کی مدد

انہیں دنوں نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تھالیز کو اپنے قبضے میں کرنا چاہا یہ قلعہ اس کے چھوٹے بھائی ملک افتخار کی تحویل میں تھا جو اسے اس کے باپ نے دیا تھا۔ نصیر خاں فاروقی نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ ہوشنگ نے اس کی درخواست قبول کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نصیر خاں کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ نصیر خاں غزنین خاں کی مدد سے قلعہ کالیز پر قبضہ کر لیا اور سلطان پور کے نواح میں چلا آیا۔

زمینداران گجرات کی عرض داشتیں

سلطان احمد شاہ گجراتی نے نصیر خاں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ گجرات کے زمینداروں خاص طور پر راجہ جالوارہ' راجہ محمد آباد جینانیر' راجہ نادوت اور ایدر نے موقع پا کر سلطان ہوشنگ کی خدمت میں عرض داشتیں روانہ کیں جن کا مضمون یہ تھا۔ "اگرچہ پہلی مرتبہ آپ کی خدمت گزاری میں کوتاہی ہوئی لیکن اس بار ہم آپ کی جاں نثاری میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔ اگر آپ گجرات پر لشکر کشی کریں تو یہ امر موقع و محل کے لحاظ سے انتہائی مناسب ہو گا۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم چند آدمی راستے دکھانے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیں جو آپ کو ایسے راستے سے گجرات لے جائیں کہ جب تک آپ کا لشکر گجرات میں پہنچ نہ جائے سلطان احمد شاہ کو بالکل اس کا علم نہ ہو۔"

ہوشنگ کا عزم گجرات

یہ خطوط پا کر سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کرنا شروع کر دیا اور ۸۲۱ھ میں مہراسہ کے راستے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے

besturdubooks.wordpress.com

انہیں دنوں سلطان احمد شاہ سلطان پور ندربار کے نواح میں آیا ہوا تھا۔ غزنین خاں مالوہ کی طرف بھاگ گیا اور نصیر خاں آہیر چلا گیا۔

سلطان احمد مہراسہ میں

سلطان احمد شاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ میں آ گیا ہے تو اس نے ہوشنگ کی مدافعت کو تمام امور پر مقدم سمجھا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مہراسہ پہنچا۔ مخبروں نے ہوشنگ کو سلطان احمد کی آمد کی اطلاع دی ہوشنگ بہت پریشان ہوا اور اس نے ان تمام زمینداروں کو جنہوں نے اسے عرض داشتیں لکھ کر بلایا تھا اپنے حضور طلب کیا۔

ہوشنگ کی واپسی

سلطان ہوشنگ کو معلوم ہو گیا کہ اسے بلانے میں زمینداروں کی بدنیتی کارفرما تھی لہٰذا اس نے تمام زمینداروں کو لعنت ملامت کی اور جس راستے سے یہاں آیا تھا اسی راستے سے واپس چلا گیا۔

سلطان احمد گجراتی کا عزم مالوہ

سلطان احمد گجراتی نے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا تاکہ اس کا لشکر اس سے یہاں آ کر مل جائے۔ جب لشکر آ گیا تو اس نے ماہ صفر ۸۲۲ھ میں مالوہ کی فتح کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دن رات سفر کرتا ہوا جلد از جلد کالیادہ کے نواح میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔

ہوشنگ کی شکست

سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے گجراتی لشکر کے سامنے آیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی اس معرکے میں سلطان احمد غالب آیا اور ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا۔ سلطان احمد نے قلعے کے دروازے تک ہوشنگ کا تعاقب کیا اور مفرور فوج کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد گجراتی کی واپسی

سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو اطراف مالوہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چونکہ شادی آباد مندو کا قلعہ بہت مضبوط تھا اس لیے احمد گجراتی نے اسے فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا اور دھار میں آ گیا۔ یہاں سے اس کا ارادہ چین کی طرف جانے کا تھا لیکن اسی زمانے میں بارشیں شروع ہو گئیں گجراتی امیروں نے سلطان احمد کو مشورہ دیا۔ "اس سال بہتر یہی ہے کہ حضور اپنے پایہ تخت کو واپس تشریف لے چلیں اور ان فتنہ پردازوں کو سزا دیں کہ جو اس ہنگامے کا باعث ہیں۔ مالوہ کی فتح کو اگلے سال کے لیے اٹھا رکھیں۔" احمد نے اس مشورے کو قبول کیا اور گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

محمود بن ملک مغیث کا اعزاز

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے بیٹے ملک محمود کو جو بہت نیک اور شریف الطبع تھا محمود خاں کا خطاب عطا کیا اور اسے اس کے باپ کے ہمراہ مہمات ملکی میں شریک کر دیا۔ سلطان جب کبھی کہیں جاتا تو وہ ملک مغیث کو قلعے میں چھوڑ جاتا تاکہ وہ ملکی معاملات کو طے کرے اور محمود خاں کو بادشاہ اپنے ساتھ لے جاتا۔

سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح

اسی سال کے آخر میں سلطان احمد گجراتی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مملکت مالوہ میں داخل ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے۔ سلطان ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے قاصدوں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف دے کر سلطان احمد گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی درخواست کی۔ سلطان احمد نے ہوشنگ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور صلح کی درخواست منظور کر کے ارادہ لشکر

besturdubooks.wordpress.com

کشی ترک کر دیا۔

کھیرالہ پر حملہ اور فتح

۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ قصبہ کھیرالہ پر جو برار کی سرحد پر واقع ہے لشکر کشی کی۔ کھیرالہ کا حاکم پچاس ہزار سوار اور پیادے لے کر ہوشنگ کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی' حاکم کھیرالہ نرسنگ راؤ مارا گیا اور میدان جنگ ہوشنگ کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد ہوشنگ نے نرسنگ راو کا قلعہ سارنگ گڑھ فتح کیا اور چوراسی ہاتھیوں اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ نرسنگ کے بیٹے کو جو کھیرالہ کے قلعے میں مقیم تھا ہوشنگ نے اپنا مطیع و باج گزار بنا لیا اور خود شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

جاج نگر کا سفر

سلطان ہوشنگ ۸۲۵ھ میں ایک ہزار سواروں کے ہمراہ بھیس بدل کر سوداگروں کے لباس میں جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سفید گھوڑوں کو جنہیں جاج نگر کا راجہ بہت پسند کرتا تھا اور دوسری بہت سی چیزوں کو جنہیں یہاں کے لوگ خوشی خوشی خریدتے تھے اپنے ساتھ لیا۔ اس سفر سے سلطان ہوشنگ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گھوڑوں اور دوسرے سامان کو بیچ کر جاج نگر سے ہاتھی خریدے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر کے سلطان احمد شاہ گجراتی سے انتقام لے۔

راجہ جاج نگر کو اطلاع

سلطان ہوشنگ نے جاج نگر پہنچ کر ایک شخص کو راجہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ ایک سوداگر آیا ہے جو ہاتھی خریدنا چاہتا ہے اس کے پاس بہت سے سفید اور دوسری قسم کے گھوڑے اور دیگر سامان ہے جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔" راجہ نے اس شخص سے پوچھا "یہ سوداگر شہر سے اتنی دور کیوں ٹھہرا ہے شہر کے اندر کیوں نہیں آیا؟" اس شخص نے جواب دیا۔ "چونکہ اس سوداگر کے ساتھ اور بھی بہت سے سوداگر ہیں اس لیے اس نے اہل شہر کو زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا اور ایسی جگہ جہاں پانی باسانی دستیاب ہو سکتا ہو قیام کیا ہے۔"

جاج نگر کا دستور تجارت

اس شہر کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا سوداگر یہاں آتا تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے یہ حکم دیتا کہ وہ گھوڑوں پر زین کسے اور سامان کو زمین پر ترتیب سے رکھ دے۔ اس کے بعد راجہ گھوڑے پر سوار ہو کر بکاؤ مال اور گھوڑوں کا معائنہ کرتا اور جو چیز یا گھوڑا پسند آتا اس کو خرید لیتا' معاوضے میں وہ ہاتھی یا نقد روپیہ ادا کر دیتا۔

راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام

اس دستور کے مطابق جاج نگر کے راجہ نے ہوشنگ کو یہ پیغام دیا میں فلاں روز تمہارے قافلے میں آؤں گا تم اپنے سوداگروں سے کہہ دو کہ وہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور تمام دوسرے سامان کو ترتیب سے زمین پر سجا دیں جو چیز مجھے پسند آئے گی اسے خرید لوں گا اس کی قیمت ہاتھیوں میں یا نقدی کی صورت میں جو بھی تم لوگوں کو پسند ہو ادا کر دی جائے گی۔" راجہ کا قاصد جب واپس چلا گیا تو ہوشنگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ راجہ جو کچھ کہے اس کے برخلاف کچھ نہ کیا جائے اور اس کی ہر بات مانی جائے۔ راجہ نے جس روز آنے کے لیے کہا تھا ہوشنگ بڑی بے تابی سے اس روز کا انتظار کرنے لگا۔

راجہ کا پیغام

جس روز راجہ کو آنا تھا اس نے اپنے آنے سے پہلے چالیس ہاتھی سوداگروں کے قافلے میں بھجوا دیئے تاکہ سوداگر انہیں اچھی طرح دیکھ لیں اس کے بعد راجہ نے یہ پیغام بھجوایا۔ "تم لوگ اپنا تمام سامان زمین پر ترتیب سے سجا دو اور گھوڑوں کو تیار رکھو میں خریداری

besturdubooks.wordpress.com

کے لیے آ رہا ہوں۔" ہوشنگ نے عذر کیا کہ آج بارش کا امکان ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارا سامان ضائع ہو جائے لیکن راجہ کے ملازموں نے ہوشنگ کی بات نہ مانی اور اس کا تمام سامان زبردستی سے کھلوا دیا۔

بارش سے سامان تجارت کی تباہی

اسی دوران میں راجہ پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ قافلے میں آیا اور سامان دیکھنے میں معروف ہو گیا۔ ہوشنگ کا خیال صحیح ثابت ہوا اور بہت زور کی بارش ہونے لگی بجلی چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا اس فضا سے ہاتھی قابو سے نکل گئے' بادل کی گرج اور بجلی کی چمک سے ہراساں ہو کر وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ تمام سامان تجارت ان کے پاؤں کے نیچے آ کر خراب ہو گیا تمام مالوی سپاہی یعنی سوداگر شور و غل مچانے لگے۔

ہوشنگ کا ارادہ جنگ

سوداگروں کی رسم کے مطابق سلطان ہوشنگ نے اپنی داڑھی کے کچھ بال اکھیڑے اور کہا "جب میرا تمام سامان ضائع ہو گیا تو اب میرا زندہ رہنا بھی بے کار ہے۔ اس کے بعد ہوشنگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور راجہ کے سامنے آیا۔ راجہ پریشان ہوا اور مجبوراً لڑنے کے لیے تیار ہوا۔

راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری

پہلے ہی حملے میں راجہ کو شکست ہوئی اس کے کئی ساتھی مارے گئے اور جو بچے وہ شہر کی طرف بھاگ گئے راجہ زندہ گرفتار ہوا۔ سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا۔ "میں مالوہ کا حکمران ہوشنگ ہوں اور یہاں ہاتھیوں کی خریداری کے لیے آیا ہوں۔ میں تجھے گرفتار نہ کرتا مگر چونکہ میرا تمام سامان تجارت تباہ ہو گیا ہے اس لیے مجبوراً مجھے ایسا قدم اٹھانا پڑا۔

ہوشنگ کی واپسی

راجہ نے ہوشنگ کی ہمت و جرات پر تعجب کا اظہار کیا اور ایک شخص کو اپنے امیروں کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ وہ تمام بہترین ہاتھیوں کو یہاں بھجوا دیں۔ راجہ کے امیروں نے پچھتر ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کیے اور معذرت کا اظہار کیا۔ ہوشنگ نے ہاتھیوں اور راجہ جاج نگر کو اپنے ہمراہ لیا اور واپس روانہ ہوا۔ جاج نگر کی سرحد سے باہر آ کر ہوشنگ نے راجہ کو رخصت کر دیا' راجہ اپنے شہر میں واپس آیا۔ وہ ہوشنگ کی جرات اور بہادری سے بہت متاثر ہوا' اس نے شہر پہنچ کر چند اور عمدہ ہاتھی ہوشنگ کی خدمت میں بھجوائے اور معذرت طلب کی۔

احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ

راستے میں سلطان ہوشنگ کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے یہ دیکھ کر کہ حاکم مالوہ اپنے ملک سے باہر ہے مالوہ پر حملہ کر دیا۔

قلعہ کھیرالہ پر قبضہ

سلطان ہوشنگ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کھیرالہ پہنچا اور بطور حفظ ماتقدم یہاں کے راجہ کو نظربند کر دیا اور قلعہ کھیرالہ پر قبضہ کر لیا۔ ہوشنگ نے اس قلعے کو اپنے امیروں کے سپرد کیا اور اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ہوشنگ شادی آباد مندو میں

جب سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کے قریب پہنچا تو سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ ہوشنگ نے جنگ کی قطعاً پروا نہ کی اور تارا پور دروازے کی طرف سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

کچھ قلعہ شادی آباد مندو کے بارے میں

شادی آباد مندو کا قلعہ عجائبات روزگار میں سے ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق اس قلعے کے بارے میں چند باتیں لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کے اوپر واقع ہے جس کا دور انیس کوس سے بھی زیادہ ہے اس دور پر خندق کی بجائے ایک بہت بڑا غار ہے۔ اس وجہ سے اس قلعے کا محاصرہ کر کے جنگ کرنا بہت ہی مشکل کام ہے قلعے کے اندر پانی اور دیگر اشیائے ضرورت بکثرت ہیں۔ ایسی زمین بھی ہے جس پر کاشت باسانی ہو سکتی ہے اس قلعے کو چاروں طرف سے محصور کر لینا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اس قلعے کے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ جہاں سکونت اختیار نہیں کی جا سکتی اس تک پہنچنے کا راستہ بہت دشوار گزار ہے' اس کا دروازہ دکن کی طرف کھلتا ہے اور یہ مقام تارا پور کے نام سے مشہور ہے۔ اگر لوگ چاروں طرف سے قلعے میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو ایک بلند پشتہ طے کرنا پڑے گا اور یہ کام انتہائی مشکل اور محنت طلب ہے۔ اگر راستے کی حفاظت کے لیے لشکر مقرر کیا جائے تو راستے کی طوالت اور بیچ میں پہاڑیاں ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دوسرے کے حال سے باخبر نہیں رہ سکتے۔ اس قلعے کا وہ دروازہ جو دہلی کے راستے کی طرف ہے۔ بقیہ تمام دروازوں کے راستوں سے آسان ہے۔

سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور

قصہ مختصر یہ کہ احمد شاہ گجرات نے قلعہ شادی آباد مندو کے محاصرہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اس نے مجبوراً محاصرہ اٹھایا اور ملک کی تباہی و بربادی کی طرف توجہ کی۔ وہ اجین سے ہوتا ہوا سارنگ پور آیا' سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ جلدی سے ایک دوسرے راستے سے سارنگ پور پہنچ گیا۔

ہوشنگ کی عیاری

سلطان ہوشنگ نے ایک چال چلی اور یہ پیغام سلطان احمد کو بھجوایا کہ چونکہ ہم دونوں مذہب اسلام کے پیرو ہیں' اس لیے ہمیں ایک دوسرے کے ملک کو تباہ کرنا اور خون ریزی کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ امر شرع اسلام کی رو سے ناجائز ہے' بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ملک واپس تشریف لے جائیں۔ آپ کے جانے کے بعد میں اپنا قاصد آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا اور پیش کش بھجواؤں گا۔"

گجراتی لشکر پر شب خون

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ہوشنگ کی بات کا اعتبار کر لیا اور اس رات اپنے لشکر کی حفاظت سے بے پروا ہو کر سو رہا۔ ہوشنگ تو اسی بات کا منتظر تھا اس نے ۸۲۶ھ میں محرم کی بارہویں رات کو گجراتی لشکر پر شب خون مارا۔ اہل گجرات بالکل بے خبر تھے انہیں اس حملے کی توقع نہ تھی۔ اس لیے ان کا بہت نقصان ہوا اور بے شمار گجراتی مارے گئے۔

تباہی و بربادی

اس ہنگامے میں دندہ کا راجہ رائے سامت (اس راجہ کو عوام "کری" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نام زیادہ مشہور بھی ہے۔) مع پانچ سو راجپوتوں کے سلطان احمد گجراتی کی بارگاہ کے سامنے مارا گیا۔ سلطان احمد کو جب اس ناگہانی آفت کا علم ہوا تو وہ سراپردہ شاہی سے باہر نکل آیا اور جنگل میں آکر کھڑا ہو گیا اس وقت اس کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا۔

ہوشنگ کے لشکر پر حملہ

صبح ہوئی تو سارا بچا کھچا گجراتی لشکر سلطان احمد کے گرد جمع ہو گیا۔ احمد گجراتی نے جلد از جلد اس لشکر کو مرتب کیا اور ہوشنگ کے لشکر

besturdubooks.wordpress.com

پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ الامان والحفیظ! نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں بادشاہ بذات خود لڑائی میں شریک ہوئے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے آخرکار اس معرکے میں سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور اس نے میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی۔ گجراتیوں نے مالویوں کا بہت سا سامان مع سات ہاتھیوں کے اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد کی فتح اور واپسی

۱۴ ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے سامان سفر درست کیا اور فتح و شادمانی کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بڑے غرور و تکبر سے قلعہ سارنگ پور سے باہر نکلا اور گجراتیوں کا تعاقب کرنے لگا۔

معرکہ آرائی

سلطان ہوشنگ نے ان گجراتی سپاہیوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سلطان احمد گجراتی واپس لوٹا اور اس طرح ایک بار پھر دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ ہوشنگ نے پہلے ہی حملے میں دشمن کے مقدمہ لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ سلطان احمد گجراتی نے یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوا۔ بہت سوچ بچار کے بعد وہ بذات خود میدان میں آیا اور حریف پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

احمد گجراتی کی واپسی

سلطان ہوشنگ آخر کہاں تک لڑتا آخرکار وہ سخت محنت کی وجہ سے تھک گیا اور قلعہ سارنگ پور میں پناہ گزین ہو گیا اس روز ہوشنگ کے چار ہزار سپاہی میدان جنگ میں اور دوران فرار میں مارے گئے اور ہوشنگ کے تمام سامان پر گجراتیوں نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان احمد شاہ گجراتی اپنے ملک کی طرف سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

ایک دوسری روایت

سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے اور شادی آباد مندو میں واپس آنے کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے۔ یہ روایت راقم الحروف مورخ فرشتہ کے نزدیک ضعیف ہے پھر بھی ہم نے یہ روایت سلاطین گجرات کے حالات لکھتے ہوئے ضمناً بیان کر دی ہے اس لیے اس کو اس جگہ دوبارہ لکھنا مناسب نہیں ہے۔

قلعہ کاکرون کی فتح

اسی سال سلطان ہوشنگ نے قلعہ کاکرون کو فتح کرنے کی تیاری کی اور تھوڑی سی مدت میں اس قلعے پر قبضہ بھی کر لیا۔ انہیں دنوں ہوشنگ نے قلعہ گوالیار کو دوبارہ فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے سفر کرتا ہوا قلعے کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

قلعہ گوالیار کا محاصرہ

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں بیانہ کے راستے سے گوالیار کے راجہ کی مدد کے لیے آیا۔ جب سلطان ہوشنگ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعے کے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا اور یہاں سے روانہ ہو کر دبل پور کے تالاب پر پہنچا جس کا انجام مسرت انگیز ہوا۔ دونوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کو تحفے پیش کیے اور آئندہ دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھنے کے وعدے کیے اس کے بعد دونوں حکمران اپنے پایہ تخت کو واپس ہوئے۔

کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ

۸۳۶ھ میں سلطان احمد شاہ بہمنی نے قلعہ کھیرالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے کھیرالہ پہنچ گیا۔ یہاں کا حاکم

besturdubooks.wordpress.com

سر پر رکھ کر اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا- اس طرح مالویوں اور جونپوریوں میں جنگ کی نوبت ہی نہ آئی-

کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ

سلطان شرقی کے جانے کے بعد سلطان ہوشنگ نے جنگ و جدال کے بغیر ہی کالپی پر قبضہ کر لیا اور شہر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا- ہوشنگ نے کچھ عرصہ کالپی میں قیام کیا اور پھر وہاں کی حکومت سابق حاکم عبدالقادر ہی کے سپرد کر کے خود واپس مالوہ کی طرف روانہ ہوا-

سرکشوں کی حرکات

راستے میں سلطان ہوشنگ کو تھانیداروں کے اس مضمون کے عریضے ملے کہ "کچھ باغیوں اور فتنہ پردازوں نے کوہ جابیہ کی طرف سے مالوہ میں داخل ہو کر بعض قصبوں اور دیہاتوں پر حملہ کر دیا اور یہ لوگ حوض بھیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں-"

حوض بھیم

اس جگہ حوض بھیم کے بارے میں بھی کچھ بتا دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا- یہ حوض رائے بھیم نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا- اس راجہ نے اپنے ملک کے درمیان اس حصے کو جو پہاڑوں کے بیچ واقع تھا پتھروں کو تراش کر بند باندھ دیا تھا اس بند کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اگر اس کی ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو دوسری سمت نظر نہیں آتی' اس حوض کی گہرائی بھی بہت زیادہ ہے-

ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی

جن دنوں ہوشنگ کے تھانیداروں کے عریضے موصول ہوئے انہیں دنوں ہوشنگ کی اولاد کے درمیان جھگڑا ہو گیا جس کی تفصیل یہ ہے- کہ سلطان ہوشنگ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں- تین بیٹے عالم خاں حاکم اسیر کی بیٹی کے بطن سے تھے ان کے نام یہ ہیں ا- عثمان خاں ۲- فتح خاں اور ۳- ہیبت خاں باقی بیٹوں کے نام یہ ہیں ۴- غزنین خاں ۵- احمد خاں ۶- عمر خاں ۷- ابو اسحاق- غزنین خاں سب سے بڑا تھا-

عثمان اور غزنین کا اختلاف

فتح خاں' ہیبت خاں' احمد خاں اور ابو اسحاق کو غزنین خان سے بے حد خلوص تھا اور یہ سب شہزادے اپنے بڑے بھائی کے فرماں بردار تھے لیکن عثمان خاں کی غزنین خاں سے نہ بنتی تھی ان دونوں میں زبردست مخالفت تھی- اس وجہ سے امراء اور سپاہی بھی دو جماعتوں میں بٹ گئے ایک جماعت غزنین خاں کے ساتھ تھی اور ایک عثمان خاں کے ساتھ-

محمود خاں کی عقل مندی

سلطان ہوشنگ نے جب اپنے بیٹوں کی یہ حالت دیکھی تو اسے بہت افسوس ہوا- ملک مغیث اور اس کا بیٹا محمود خاں دونوں باپ بیٹے بہت ہی دانشمند اور ذی فہم تھے وہ دونوں عام طور پر کوشش کرتے رہتے تھے کہ کسی طرح سلطان ہوشنگ کی پریشانی ختم ہو- سلطان ہوشنگ محمود سے بہت خوش تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ "یہ نوجوان اس قابل ہے کہ میرا ولی عہد ہو-" اس پر مغیث کہتا تھا "خدا شہزادوں کی عمر دراز کرے ہم تو محض بندگان در دولت ہیں ولی عہدی ہمارا منصب نہیں-"

عثمان کی حماقت

ایک روز کالپی کے راستے میں عثمان خاں نے اپنے بڑے بھائی غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی- عثمان نے اپنے ایک ملازم کو غزنین کے حرم میں بھیجا اور اس ملازم نے غزنین کو گالیاں دیں- اگرچہ غزنین کے ملازموں اور خواجہ سراؤں نے عثمان کے ملازم کو بہت

besturdubooks.wordpress.com

نرسنگ رائے کا بیٹا تھا جسے سلطان ہوشنگ نے مقرر کیا تھا۔ اس نے ہوشنگ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔

دکنی لشکر کا تعاقب

سلطان ہوشنگ نے اپنا لشکر جمع کیا اور کھیرالہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ وہاں پہنچا تو دکنی اس کے خوف سے بھاگ نکلے اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہوشنگ نے اس بات سے یہ نتیجہ نکالا کہ دکنی بہت کمزور ہیں۔ کھیرالہ کے حاکم نے ہوشنگ کے اس خیال کی تائید کی اور اسے دکنی لشکر کے تعاقب کے لیے اکسایا۔ ہوشنگ نے اس کے مشورے پر عمل کیا اور ان کے تعاقب میں مصروف ہوا۔

حریف کی چال

سلطان احمد شاہ بہمنی اپنے امیروں اور خاصے کے لشکر کے ہمراہ کمین گاہ میں چھپ گیا اور بقیہ لشکر کو اس نے سلطان ہوشنگ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ ہوشنگ لشکر دکن کے تعاقب میں سرگرم تھا اور اسے قطعاً خبر نہ تھی کہ کیا چال چل رہا ہے راستے میں اسے دکنیوں کی فوج ملی جو لڑائی کے لیے تیار تھی' مگر تعداد میں کم نہ تھی۔ ہوشنگ نے اپنے اس لشکر کا انتظار نہ کیا کہ جو اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور لڑائی شروع کر دی۔

ہوشنگ کی نئی شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر تقدیر کے موافق ہے تو وہ کمین گاہ سے نکل کر سلطان ہوشنگ کے پیچھے آیا اور اس نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ ہوشنگ دشمن کی اس چال سے قطعاً بے خبر تھا جب حملہ ہوا تو بڑا پریشان ہوا۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ ہوشنگ نے اپنے تمام عزیزوں اور سامان وغیرہ کو یہیں چھوڑا اور خوف سے بھاگ نکلا۔

سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک

دکنیوں نے ہوشنگ کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان احمد شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اسے ان بے گناہوں پر بہت ترس آیا۔ اس نے ازراہ کرم ان لوگوں کی مہمانداری کی اور ان سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور کوئی ایسی بات نہ کی جس سے ان لوگوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ دشمن کے قیدی ہیں۔ اس کے بعد احمد دکنی نے ان لوگوں کو ایک اعلیٰ درجے کا لباس عنایت کیا اور پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ حفاظت سے ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔

فتح کالپی کا ارادہ

۸۳۰ھ میں سلطان ہوشنگ نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا' یہ علاقہ عبدالقادر نامی ایک امیر جو شاہ دہلی سلطان مبارک شاہ کا ملازم تھا کے زیر نگین تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سلطان ہوشنگ مندو سے روانہ ہوا اور کالپی کے نواح میں پہنچا یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جونپور سے سلطان ابراہیم شرقی بھی کالپی کو فتح کرنے کے ارادے سے اس طرف آ رہا ہے۔

سلطان ابراہیم شرقی کی آمد

سلطان ہوشنگ نے طے کیا کہ سلطان ابراہیم شرقی کی مدافعت کالپی کی فتح سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس لیے پہلے اسی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ سلطان شرقی کی آمد کے بعد ہوشنگ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔

سلطان شرقی کی واپسی

فریقین میں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور یہ معاملہ آج کل پر ٹلتا رہا۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی کہ دہلی کے بادشاہ سلطان مبارک شاہ نے موقع پا کر جونپور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان شرقی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ پاؤں

besturdubooks.wordpress.com

منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا آخرکار نوبت مارپیٹ تک پہنچی۔ شہزادہ عثمان اور غزنین کے ملازم آپس میں خوب لڑے۔ سلطان ہوشنگ کو بھی اس جھگڑے کا علم ہو گیا عثمان باپ کے خوف سے لشکر گاہ سے باہر چلا گیا اس سے چند ناشائستہ حرکات بھی سرزد ہوئیں۔

لشکر گاہ سے علیحدگی

شہزادہ عثمان نے چند عاقبت نااندیش امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا ان سے دل خوش کن وعدے کیے اور ان امیروں کے بھروسے بادشاہ سے بے وفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ملک مغیث سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ مغیث نے بادشاہ سے کہا "چونکہ عثمان سے اس قسم کی حرکتیں پہلے بھی سرزد ہو چکی ہیں اور آپ نے اسے معاف کر دیا ہے لہٰذا اس بار بھی درگزر سے کام لیا جائے تاکہ شہزادہ دوبارہ لشکر میں آ جائے۔" سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے مشورے پر عمل کیا اور شہزادے کے اعمال سے چشم پوشی کی۔

عثمان کی گرفتاری

آخرکار شہزادہ عثمان لشکرگاہ میں واپس آ گیا۔ اجین پہنچ کر بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور موقع پر عثمان فتح خاں اور ہیبت خاں کو بہت برا بھلا کہا اور انہیں موکلوں کے سپرد کر دیا۔ اس واقعے کے تیسرے روز ان تینوں بھائیوں کو پابہ زنجیر کر کے ملک مغیث کے حوالے کیا گیا اس نے انہیں شادی آباد مندو کے قلعے میں قید کر دیا۔

کوہ جابیہ پر لشکر کشی

اس کے بعد سلطان ہوشنگ نے کوہ جابیہ کے باغیوں اور مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور وہاں پہنچ کر حوض بھیم کے بند کو توڑ ڈالا اور اس علاقے کے بدمعاشوں کو سخت سزا دی۔ یہاں کا راجہ خوفزدہ ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا اس کا تمام مال اور اہل و عیال سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ نے شہر کو تباہ و برباد کیا اور رعایا سے بہت سوں کو قید کیا۔

لعل بدخشانی کی گمشدگی

بادشاہ پھر قلعہ ہوشنگ آباد میں آیا اور موسم برسات کے اختتام تک یہیں مقیم رہا۔ برسات کے دنوں میں بادشاہ سیر کے لیے ایک روز باہر نکلا اتفاق سے اس کے تاج سے بدخشانی لعل نکل کر گر پڑا۔ تین روز بعد یہ لعل ایک سپاہی کو ملا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا بادشاہ نے اس سپاہی کو پانچ سو ٹنکے انعام میں دیئے۔

زندگی سے مایوسی

اس موقع پر سلطان ہوشنگ نے ایک حکایت بھی بیان کی کہ ایک بار سلطان فیروز شاہ کے تاج سے ایک لعل گر پڑا تھا ایک سپاہی اس کو ڈھونڈھ کر لے آیا۔ بادشاہ نے اسے انعام دیا اور کہا کہ اس لعل کا گم ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اب میری زندگی کا پیمانہ بھر چکا ہے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد سلطان فیروز شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اب ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی گزرا ہے اس لیے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میری زندگی کا آفتاب بھی غروب ہونے والا ہے۔

موت کا خیال

یہ حکایت سن کر اہل مجلس نے عرض کیا۔ سلطان فیروز شاہ کے ساتھ جب ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو تب اس کی عمر نوے (۹۰) سال کی ہو چکی تھی لیکن حضور تو ابھی جوان اور بادشاہت کے قابل ہیں اس لیے آپ کو ایسا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے۔ اس کا جواب بادشاہ نے یہ دیا "موت کے لیے عمر کی کمی یا بیشی کی قید نہیں ہوتی وہ بڑھاپا ہو یا جوانی ہر زمانے میں آ سکتی ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

ہوشنگ کی بیماری

اتفاق سے اس واقعے کے چند روز بعد بادشاہ بیمار پڑ گیا اور موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اسی عالم میں بادشاہ ہوشنگ آباد سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ نے دربار عام منعقد کیا اور امراء اور اراکین سلطنت کی موجودگی میں شہزادہ غزنین کو مہر سلطنت عطا کیا۔

امیروں کو بادشاہ کی نصیحت

سلطان ہوشنگ نے شہزادہ غزنین کا ہاتھ ملک محمود عرف محمود خاں کے ہاتھ میں دیا' محمود آداب بجالایا اور اس نے عرض کیا "جب تک میرے جسم میں جان ہے میں ہر ممکن طریقے سے خدمت گزاری اور جاں نثاری کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے امیروں وزیروں کو نصیحت کی کہ آپس کی مخالفت کو ترک کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ امر ہے جس سے سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔"

محمود خاں کو نصیحت

سلطان ہوشنگ کو یہ محسوس ہوا تھا کہ محمود خاں چاہتا ہے کہ حکومت اس کے ہاتھ آئے۔ اس لیے بادشاہ نے اس کو خاص طور پر مخاطب کر کے کہا سلطان احمد شاہ گجراتی ایک زبردست حکمران ہے اور وہ ایک عرصے سے ملک مالوہ کو حریص نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اگر ملک کے نظم و نسق میں باقاعدگی کو روا نہ رکھا گیا اور فوج اور رعایا کی مناسب تربیت نہ کی گئی نیز شہزادے کے حقوق کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر سلطان شاہ گجراتی کو کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا اور مالوہ کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

غزنین کا پیغام محمود خاں کے نام

اس کے بعد شہزادہ غزنین نے اپنے ایک امیر عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ اگر آپ اپنی بیعت کو ایمان و قسم سے موکدہ کریں تو بڑا احسان ہو۔ مجھے اس طرح دلی اطمینان ہو جائے گا محمود خاں نے شہزادے کی درخواست قبول کی اور اپنے عہد و پیمان کو قسم کھا کر مستحکم کر دیا۔

عثمان کی رہائی کی کوشش

بعض امیروں نے سلطان ہوشنگ سے کہا "خدا کے فضل و کرم سے شہزادہ عثمان بھی عقل مند اور شائستہ نوجوان ہے اس لیے اگر اسے رہا کر دیا جائے اور مالوہ کا ایک حصہ اس کی جاگیر مقرر کر دیا جائے تو مناسب ہو گا۔ سلطان ہوشنگ نے اس کے جواب میں کہا "میرے دل میں بھی یہ خیال کئی بار آ چکا ہے لیکن افسوس کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا تو اس طرح ملک میں زبردست انتشار پیدا ہو جائے گا۔"

عہد و پیمان کی تجدید

شہزادہ غزنین کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض امراء شہزادہ عثمان کی رہائی کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اس سے یہ کہلوایا اگر تم میرے سامنے آ کر اپنے عہد و پیمان کی دوبارہ تجدید کرو تو مجھے اطمینان کلی ہو جائے۔ محمود خاں نے شہزادے کی خواہش پوری کی اور اس کے سامنے جا کر وفادار رہنے کی قسمیں کھائیں۔

ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا

امراء کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک مقتدر امیر ملک عثمان خاں جلال کو ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں کے پاس بھیجا۔ اتفاق سے اس وقت عمدۃ الملک بھی محمود خاں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ محمود خاں نے عمدۃ الملک کو خیمے کے اندر ہی چھوڑا

besturdubooks.wordpress.com

اور خود باہر آ کر عثمان خاں جلال اور مبارک غازی سے باتیں کرنے لگا۔ محمود خاں کا اس اقدام سے مطلب یہ تھا کہ اندر بیٹھا ہوا عمدۃ الملک بھی تمام باتیں سن سکے۔

عثمان کے طرف دار امراء کا پیغام

ملک مبارک غازی نے گفتگو شروع کی اور دعا کے بعد شہزادہ عثمان اور امراء کی جانب سے یہ پیغام دیا۔ "ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ منصب وزارت کے لیے آپ سے زیادہ موزوں شخص کا ملنا ناممکن ہے آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اس عہدے کے لیے موزوں ترین ہستی ہیں۔ لیکن ہمیں تعجب ہے کہ آپ نے ولی عہدی کے معاملے میں غزنین خاں کا ساتھ کس طرح دیا حالانکہ شہزادہ عثمان اپنی بہادری رعیت نوازی اور بلند کرداری کی وجہ سے سلطنت کا صحیح حق دار ہے۔"

"اس کے علاوہ شہزادہ عثمان ملک مغیث کا داماد بھی ہے اور اس طرح اس کے بیٹے ملک مغیث کے بیٹوں کے برابر ہیں۔ شہزادہ سے جو کچھ ہوا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ سلطان بیمار پڑ گیا تھا ورنہ وہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ اب تمام امراء آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شہزادہ عثمان کی طرفداری کریں اور اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھیں۔"

محمود خاں کا جواب

محمود خاں یہ چاہتا تھا کہ شہزادہ عثمان ولی عہدی کے سلسلے میں درمیان میں نہ پڑے اس لیے کہا "ان معاملات سے مجھے کیا تعلق۔ میں تو بندہ ہوں اور میرا کام بندگی ہے۔ خواجگی کے معاملات وہ جانیں جنہیں خدا نے اس کا مستحق کیا ہے میں نے کبھی اپنی زندگی میں ایسے امور کو قابل غور نہیں سمجھا۔"

غزنین کی آگاہی

اس کے بعد ملک مبارک غازی خاں اور ملک خاں جلال رخصت ہو گئے۔ محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلایا اور اس سے کہا تم نے اس وقت جو کچھ سنا ہے یہ سب کچھ ابھی جا کر شہزادہ غزنین کو بتا دو۔ "عمدۃ الملک غزنین کے پاس گیا اور تمام روداد اس کو سنا دی۔

شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش

یہ واقعہ سن کر شہزادہ غزنین بہت خوش ہوا اور اسے محمود خاں کی وفاداری اور جاں نثاری کا یقین آ گیا' سلطان ہوشنگ کی بیماری طول پکڑ گئی۔ ملک عثمان خاں جلال کے وکیل مظفر خاں نے یہ ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں سے ساز باز کر کے شہزادے کو قید سے نکال لیا جائے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ لشکر گاہ سے فرار ہو گیا۔

حفاظتی تدابیر

محمود خاں کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے فوراً شہزادہ غزنین کو آگاہ کر دیا۔ غزنین فوراً حفاظتی تدابیر کو عمل میں لایا اس نے ملک احسن اور ملک برخوردار کو حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑے مہیا کیے جائیں۔ میر آخور شہزادہ عثمان کا طرفدار تھا اس نے گھوڑے دینے سے انکار کر دیا اور کہا ابھی سلطان ہوشنگ زندہ ہے اس لیے میں اس کے حکم کے بغیر ایک گھوڑا بھی نہ دوں گا۔

شہزادہ غزنین کی شکایت

میر آخور نے یہ بات ایک خواجہ سرا کو بتائی یہ خواجہ سرا بھی شہزادہ عثمان کا بہی خواہ تھا اس نے میر آخور کو مشورہ دیا تم سلطان ہوشنگ کے پلنگ کے قریب جاؤ اور بلند آواز سے تمام واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کرو تاکہ بادشاہ کو یہ معلوم ہو کہ شہزادہ غزنین اس کی زندگی ہی میں شاہی اشیاء پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔" میر آخور نے خواجہ سرا کے مشورے پر عمل کیا اور بادشاہ کو شہزادہ غزنین کے خلاف

besturdubooks.wordpress.com

بھڑکایا۔

غزنین کا کاکرون کو فرار

بادشاہ کی طبیعت جب ذرا بحال ہوئی تو اس نے اپنا ترکش منگوایا اور پھر تمام امیروں کو حاضری کا حکم دیا۔ امیروں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کا انتقال ہو چکا ہو اور ہمیں شہزادہ غزنین نے بہانے سے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو لہٰذا انہوں نے انکار کر دیا اور بادشاہ کے پاس نہ گئے۔ جب شہزادہ غزنین کو اس کا علم ہوا تو وہ ڈر کر کاکرون میں جو لشکر گاہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا چلا گیا۔

غزنین کا پیغام محمود کے نام

غزنین نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا اس وقت تمام امراء شہزادہ عثمان کو بادشاہ بنانے کے حق میں ہیں اور میرا طرف دار تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ نے ترکش منگوایا تھا میں اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ مجھے گرفتار کر کے دوسرے شہزادوں کے ساتھ قید میں نہ ڈال دے یہاں چلا آیا ہوں۔"

محمود کا جواب

محمود خاں نے اس کے جواب میں شہزادہ غزنین کو کہلوایا تم نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کی جو سلطان ہوشنگ کی مرضی کے خلاف ہو۔ حریفوں نے بادشاہ کو ورغلایا ہے میں انشاء اللہ بادشاہ سے مل کر سب معاملات درست کر دوں گا اور پچاس گھوڑوں والے واقعے کی اصل حقیقت سے آگاہ کر دوں گا۔"

غزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوا دیا۔ "اگرچہ تم ہر طرح میرا ساتھ دے رہے ہو لیکن اس کا کیا علاج کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ سے میری جھوٹی شکایتیں کی ہیں اس لیے میں بہت خوف زدہ ہوں۔ محمود خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "آپ بالکل بے فکر رہیں اور جلد از جلد لشکر گاہ میں چلے آئیں میں سب معاملات سلجھا لوں گا۔"

محمود کا خط ملک مغیث کے نام

عمدۃ الملک کے سامنے ہی محمود خاں نے ملک مغیث کے نام اس مضمون کا ایک خط روانہ کیا۔ "بادشاہ نے شہزادہ غزنین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے چونکہ اس وقت بادشاہ کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی اس لیے آپ شہزادہ عثمان پر کڑی نگرانی رکھیں۔ عمدۃ الملک نے واپس آکر شہزادہ غزنین کو سب حال بتایا شہزادہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت لشکر گاہ میں واپس آگیا۔

عثمان کے طرف داروں کی سازش

خواجہ سراؤں اور خاں جہاں عارض الملک نے جو شہزادہ عثمان کے طرف دار تھے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ کی زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے تو انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ دوسرے روز صبح کے وقت محمود خاں کو اطلاع کیے بغیر ہی سلطان ہوشنگ کو پالکی میں سوار کر کے جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دینا چاہیے تاکہ شہزادہ عثمان کو قید خانے سے نکال کر تخت پر بٹھایا جا سکے۔

ہوشنگ کا انتقال

دوسرے روز عثمان کے بہی خواہوں نے اپنے کل کے فیصلے پر عمل کیا اور محمود کو بتائے بغیر ہی بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر روانہ ہوئے لیکن بادشاہ ابھی تھوڑا سا راستہ ہی طے کر پایا تھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

محمود کو اطلاع

محمود خاں کو کسی نہ کسی طرح اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اپنے کچھ ملازمین کو اسی وقت روانہ کیا تاکہ وہ خواجہ سراؤں اور امراء کو

besturdubooks.wordpress.com

لعنت ملامت کر کے بادشاہ کی پالکی کو روک لیں۔ شہزادہ غزنین اور محمود خاں بذات خود بھی اس جگہ گئے اور انہوں نے خواجہ سراؤں کو سخت سست کہا۔

خواجہ سراؤں نے اس کے جواب میں کہا۔ "بادشاہ اپنی زندگی ہی میں شادی آباد مندو جانے کے لیے بے تاب تھے اور اس سلسلے میں تعمیل کا حکم دیا تھا ہم لوگ انہیں کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے تھے۔" یہ سن کر شہزادہ غزنین اور محمود خاں خاموش ہو گئے۔

محمود خان کا اعلان

اس کے بعد محمود خاں نے بارگاہ سلطانی اسی جگہ نصب کی اور مرحوم بادشاہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا دوسرے تمام امیروں نے اس معاملے میں علیحدگی اختیار کی۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر محمود خاں نے بلند آواز سے کہا خداوند تعالٰی کے حکم سے سلطان ہوشنگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی زندگی ہی میں شہزادہ غزنین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اس لیے جو شخص شہزادے کا حامی ہو وہ اس کی بیعت کرے اور جو اس کا مخالف ہو وہ لشکر سے علیحدہ ہو جائے۔

امراء کی بیعت

سب سے پہلے خود محمود خاں نے شہزادہ غزنین کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اس کے بعد باری باری دوسرے امراء شہزادے کے پاس آئے اور اس کے قدموں کو بوسہ دینے لگے۔ یہ سب لوگ بوسہ دیتے اور بیعت کرتے وقت بے اختیار روتے رہے امیروں کی بیعت سے غزنین کی قوت میں بہت اضافہ ہوا اور اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی اس کے بعد سلطان ہوشنگ کی لاش شادی آباد مندو میں لے جائی گئی اور ۹ ذی الحجہ کو دفنا دی گئی۔

سلطان ہوشنگ کو دفنانے کے بعد شاہی محل میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں تمام امراء ملک مغیث عرف ملک شرف اور خان جہان وغیرہ نے غزنین خاں کی بیعت کی۔

سلطان ہوشنگ کی کرامت

سلطان ہوشنگ نے تیس (۳۰) سال حکومت کی۔ مندو میں بادشاہ کو ایک خطیرہ کے اندر دفن کیا گیا جو چونہ اور پتھر سے بنایا گیا ہے اس خطیرہ میں سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس خطیرہ کو دیکھا ہے اس میں سوراخ ہیں۔ ہوا ان سوراخوں میں داخل ہوتی ہے اور پھر پانی بن کر ٹپکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ یہ سلطان ہوشنگ کی کرامت ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری

تخت نشینی

سلطان ہوشنگ غوری کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا غزنین خاں ۸۳۸ھ میں ملک مغیث المخاطب ملک شرف اور اہتمام الملک المخاطب بہ محمود خاں کی کوششوں سے تخت نشین ہوا' اس نے تخت نشینی کے بعد سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ تمام امیروں اور ارا کین سلطنت نے نئے بادشاہ کی بیعت کی اور ان کا سابقہ وظیفہ اور جاگیرات بحال رہیں۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی تبدیلی عمل میں نہ آئی۔

مغیث اور محمود کی عزت افزائی

ملک مغیث عرف ملک شرف اور محمود خاں کی مخلصانہ حکمت عملی سے ملک میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور رعایا نے محمد شاہ کو دل و جان سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے ملک مغیث کو مسند عالی کے خطاب سے نوازا اور عہدہ وزارت پر فائز کیا۔ مغیث کے بیٹے محمود خاں کو امیر الامراء نامزد کیا۔

بھائیوں کا قتل

تخت نشینی کے چند روز بعد سلطان غزنین نے اپنے بھائیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا اس کے علاوہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں اور اس کے تینوں بیٹوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ یہ ظلم و ستم دیکھ کر لوگ غزنین سے نفرت کرنے لگے اور اس کے خلاف ہو گئے۔

ملک میں فتنہ و فساد

بھائیوں کا یہ قتل سلطان غزنین کے حق میں بہت برا ثابت ہوا۔ اس خونریزی کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سارا ملک فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن گیا۔ ولایت نادونی کے راجپوتوں نے موقع پا کر علم بغاوت سربلند کیا اور ملک کے ایک حصہ پر لشکر کشی کر دی۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خان جہان کو دس ہاتھی اور ایک خلعت عطا کر کے ۱۵ ربیع الاول ۸۳۸ھ کو باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

غزنین کی شراب نوشی

محمد شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اس نے ملکی انتظامات سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو شراب نوشی اور عیش کوشی کے حوالے کر دیا اس سلسلے میں اس نے انتہا پسندی کو اپنا شعار بنایا اور ایسا مدہوش ہوا کہ اسے سوائے شیشہ و ساغر اور ساقی کے اور کچھ یاد نہ رہا۔

محمود خاں کا اقتدار

محمود خاں کے ملازمین اپنی ثروت و مقدرت کے لحاظ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ان کی جاگیریں نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں وہ تمام امراء اور اکابر جو کسی لحاظ سے محمود خاں کی برابری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ خان جہان کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے چلے گئے تھے اور پایہ تخت میں محمود خاں سے زیادہ کوئی مقتدر امیر باقی نہ رہا تھا۔

محمود خاں کی بادشاہ سے شکایت

پایہ تخت میں ایک گروہ ایسا تھا کہ جسے بادشاہ سے بہت زیادہ ہمدردی تھی اس گروہ کے افراد خاندان غوری سے بڑی عقیدت رکھتے

besturdubooks.wordpress.com

تھے ان لوگوں نے محمود خاں کے اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور یہ اندازہ کیا کہ محمود' غزنین خاں کو معزول کر کے بادشاہت کرنے کا خواہاں ہے ان لوگوں نے ایک شاہی حرم کے ذریعے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا۔ "اپنے اثر و اقتدار کی وجہ سے محمود خاں بہت زیادہ مغرور ہو گیا ہے اور اب آپ کو معزول کر کے اپنی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

محمود کے قتل کا منصوبہ

بادشاہ نے یہ اطلاع پا کر اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے قبل کے محمود خاں کوئی قدم اٹھائے اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ محمود خاں کو بھی کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے کہا "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے عہد شکنی نہیں کی۔"

بادشاہ کی پریشانی

اس کے بعد محمود خاں بہت محتاط ہو گیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ محمود نے خفیہ طور پر بہت قوت فراہم کر لی لیکن ظاہری طور پر بادشاہ کے ہاں اپنی آمد و رفت جاری رکھی۔ وہ بادشاہ کے ہاں جب بھی کبھی جاتا بڑی احتیاط برتتا محمود کی اس احتیاط سے بادشاہ اور زیادہ پریشان ہوا۔

بادشاہ اور محمود کی گفتگو

بادشاہ محمود خاں سے بہت خائف تھا ایک روز اس کا خوف یہاں تک بڑھا کہ اس نے محمود خاں کا ہاتھ پکڑا اور اسے حرم سرا کے اندر لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بیگم محمدی بیگم کو جو محمود خاں کی بہن تھی بلایا اور اس سے کہا "میں تمہارے سامنے محمود خاں سے کہتا ہوں کہ یہ میرا قصور معاف کر دے اور مجھے جانی نقصان نہ پہنچائے۔ میں سلطنت کے تمام امور بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اس کے حوالے کرتا ہوں۔"

اپنی صفائی میں محمود کا بیان

اس کے جواب میں محمود خاں نے بادشاہ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ میرے قول و قرار کو بھول چکے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی ایسی گفتگو نہ کرتے کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی مفسد نے آپ کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہو مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو گا۔ اگر آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ ہے تو اس کا سدباب کر لیجئے میں یہاں تنہا ہوں اور میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے آپ جو چاہیں کریں۔

بادشاہ کی کم عقلی

محمود خاں کی زبان سے یہ کلمات سن کر بادشاہ بہت نادم ہوا اور اس نے معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے سے "محبت اور خلوص" کی باتیں کیں چونکہ سلطان محمد میں عقل کی کمی تھی اور وہ ہر وقت شکوک و شبہات میں مبتلا رہتا تھا اس لیے وہ اکثر ایسی حرکتیں کرتا رہتا تھا جن سے محمود خاں کی مخالفت کی بو آتی تھی۔

سلطان محمد کی ہلاکت

یہ صورت حال دیکھ کر محمود خاں نے اپنی کوششیں تیز سے تیز کر دیں۔ محمود بادشاہ کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے لگا اس نے بادشاہ کے ساقی سے سازباز کی اور اسے بادشاہ کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ساقی نے شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دوسرے جہاں میں پہنچا دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ مسعود کی تخت نشینی

امیروں کو بادشاہ کی ہلاکت کی اطلاع ہو گئی خواجہ نصراللہ وزیر مشیر الملک' لطیف ذکریا اور دوسرے امیروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر فی الحال مخفی رکھی جائے۔ یہ امراء مرحوم بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مسعود خاں کو جس کی عمر تیرہ سال تھی حرم سرا سے باہر لائے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔

امراء کی سازش

اس کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے محمود کا کام تمام کر دیا جائے۔ امیروں نے بایزید شیخا کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "سلطان محمد تمہیں جلد از جلد آنے کے لیے کہہ رہا ہے تاکہ تمہیں قاصد بنا کر گجرات روانہ کرے۔" محمود خاں نے اس کا جواب کہلوایا "میں اب دنیا کے تمام کاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اپنے تمام مشاغل کو ترک کر چکا ہوں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ باقی عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی میں ہی گزاروں لیکن اس ارادے کے باوجود چونکہ میں سلطان ہوشنگ کا پروردہ پر داختہ ہوں اس لیے اس امر پر تیار ہوں کہ آپ حضرات میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مجھ سے جو کچھ کہنا سننا ہے کہہ سن لیں اور پھر سلطان محمد کو مطلع کر دیں۔"

ملک شیخا کی رائے

ملک بایزید شیخا یہ جواب لے کر امراء کے پاس واپس آیا اور ان سے کہا "محمود خاں کو اس وقت تک سلطان محمد کے انتقال کی اطلاع نہیں ہے اور وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ بادشاہ زندہ ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ مل کر محمود کے مکان پر جائیں اس کے بعد آپ اسے باسانی سلطانی بارگاہ میں لا کر اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امراء کی گرفتاری

امیروں نے ملک شیخا کا مشورہ قبول کیا اور سب مل کر محمود خاں کے مکان پر گئے۔ محمود نے پہلے ہی سے اپنے ملازموں کو مکان کے گوشوں میں چھپا رکھا تھا جس وقت امراء محمود کے مکان میں داخل ہوئے اس وقت محمود نے ان سے سوال کیا۔ "بادشاہ ہوشیار ہے یا مست پڑا ہے۔" امراء اس سوال کا مطلب سمجھ گئے اور ٹھٹک گئے لیکن محمود کے ملازموں نے انہیں سوچنے کی مہلت ہی نہ دی انہوں نے گوشوں سے نکل کر ان تمام امیروں کو گرفتار کر لیا اور موکلوں کے سپرد کر دیا۔

شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری

امیروں کی گرفتاری کی خبر جب عام ہو گئی تو شہزادہ مسعود کے حامیوں کو سخت غصہ آیا انہوں نے اپنا نیز شاہی لشکر تیار کیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر شاہی اتار کر شہزادہ مسعود کے سر پر سایہ افگن کر دیا۔

محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ

محمود خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو تیار کیا اور شہزادہ مسعود کو گرفتار کرنے کے لیے شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ محل کے قریب پہنچا تو شہزادہ کے طرف داروں نے مزاحمت کی اور دونوں طرف سے تیراندازی اور نیزہ بازی ہونے لگی شام تک لڑائی ہوتی رہی غروب آفتاب کے بعد شہزادہ عمر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا اور شہزادہ مسعود نے شیخ جابلاہ کے ہاں پناہ لی اس طرح تمام امیر بھی اپنی جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر چھپ گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

محمود شاہی محل میں

صبح تک محمود خاں اپنا لشکر لے کر شاہی محل کے قریب کھڑا رہا جب سورج نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ شاہی محل خالی ہو چکا ہے۔ اور اب وہاں کوئی نہیں ہے اور تمام مخالفین ادھر ادھر چھپ گئے ہیں۔ محمود شاہی محل میں داخل ہو گیا اور اس نے اسی وقت اپنے باپ خان جہان کے نام ایک خط لکھا کہ جلد از جلد یہاں تشریف لائیے اور حکومت سنبھالیے بادشاہت آپ ہی کا حق ہے آپ جلد از جلد تشریف لائیں کیونکہ شاہی تخت کا زیادہ دیر تک خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے آپ جانتے ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے اگر یہاں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھے تو پھر انہیں بجھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت تک فتنہ پرداز غافل ہیں اور انہیں ہنگامہ آرائی کا موقع نہیں ملا ہے۔"

محمود خاں کی تخت نشینی

خان جہاں نے اس کے جواب میں محمود خاں کو لکھا۔ "خدا کے فضل و کرم سے تم میں بھی فرماں روائی کی اہلیت بدرجہ اتم موجود ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہی تخت پر بیٹھو" اس رائے کی محمود خاں کے امراء نے بھی تائید کی۔ محمود خاں نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک گھڑی میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے اس کی بیعت کی۔

سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین خلجیہ

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

قارئین کرام اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندوستان کی تاریخی کتابوں میں عموماً اور ملا احمد تتوی کی تالیف "تاریخ الفی" میں خصوصاً یہ لکھا ہے کہ سلاطین غوری کی حکومت کے اختتام کے بعد ۲۹ شوال ۸۳۹ھ بروز دوشنبہ محمود خلجی نے مالوہ کی بادشاہت اختیار کی- اس وقت اس کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی سارے ملک میں محمود کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا۔

امراء سے سلوک

سلطان محمود اپنے امیروں پر طرح طرح کی عنایات کرنے لگا ہر ایک کے منصب اور جاگیر میں اضافہ کیا- بہت سوں کو خطابات سے نوازا- مشیر الملک کو "نظام الملک" کا خطاب دے کر عہدہ وزارت پر فائز کیا- ملک برخوردار کو عارض ممالک کا عہدہ "تاج خاں" کا خطاب دیا- امیر الامرائی کے منصب پر خان جہان کو فائز کیا اور مالوہ کے بہترین حصے اس کی تحویل میں دیئے- نیز "اعظم ہمایوں" کا خطاب چتر اور سفید ترکش مرحمت کیے کہ جو اس وقت بادشاہوں کی شان سمجھے جاتے تھے۔

خان جہان کا احترام

سلطان محمود نے خان جہان کے احترام کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا اور اس کی سواری کو بادشاہوں کے برابر بنا لیا- اس کے نقیب و یساول' سونے چاندی کے عصا ہاتھ میں رکھتے تھے اور جس وقت خان جہان سوار ہوتا تھا تو وہ بلند آواز سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہتے تھے۔

علم پرستی

جب سلطان محمود کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو اس نے اہل علم و فضل کی طرف توجہ کی اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو مالا مال کر کے اپنے گرد جمع کر لیا- سارے ملک میں جگہ جگہ مدرسے قائم کیے علماء' فضلاء اور طلباء کے وظیفے مقرر کیے الغرض بادشاہ کی علم پرستی کی وجہ سے مالوہ کا ملک شیراز اور سمرقند کا ہم پلہ ہو گیا۔

امراء کی بغاوت

سلطان محمود کے پاؤں اچھی طرح جم گئے تو سلطان ہوشنگ مرحوم کے امیروں کی ایک جماعت نے جن میں ملک قطب الدین سمنانی اور ملک نصیر الدین دبیر جرجانی بھی شامل تھے- رشک و حسد سے بغاوت کا ارادہ کیا ان باغی امیروں نے ایک روز بڑی ناشائستہ حرکت کی- شاہی محل سے متصل ایک مسجد تھی' یہ امراء سیڑھیاں لگا کر اس مسجد کے بام پر چڑھ گئے اور وہاں سے محل سرا کے صحن میں اتر آئے- اس جگہ پہنچ کر امیروں کو کچھ اور نہ سوجھا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔

بادشاہ کی دلیری

باغی امراء ابھی سوچ بچار ہی میں تھے کہ سلطان محمود کسی کام سے اس طرف آیا اس نے جوان امیروں کو اپنے محل سرا کے سامنے صحن میں دیکھا تو بہت حیران ہوا اور سمجھ گیا کہ امیروں کا مقصد کیا ہے- بادشاہ اس وقت صرف ترکش لگائے ہوئے تھا اس نے بڑی جرات کا مظاہرہ کیا اور تمام امیروں پر اکیلے ہی حملہ کر دیا اور تیر اندازی کر کے چند باغیوں کو زخمی کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

باغیوں کا فرار

اسی اثناء میں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور وہ سلاحداروں کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ موقع واردات پر پہنچے۔ باغی امیروں نے جب مصیبت کو سر پر دیکھا تو وہ جس راہ سے آئے تھے اسی راہ سے واپس چلے گئے۔ البتہ ایک شخص جو بہت زیادہ زخمی ہوا تھا' بھاگ نہ سکا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا' اس شخص نے ان تمام لوگوں کے نام بتا دیئے کہ جنہوں نے اس حرکت ناشائستہ کا ارتکاب کیا تھا۔

باغیوں کو سزائیں

سلطان محمود خلجی نے باغیوں کو بلا کر انہیں مناسب سزائیں دیں اگرچہ اس بغاوت میں شہزادہ احمد خاں بن ہوشنگ' ملک یوسف قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے بھی حصہ لیا تھا لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان تینوں کو بچا لیا۔ شہزادہ احمد خاں تو برہان پور سے آیا تھا قلعہ اسلام آباد کی حکومت پر متعین کیا گیا۔ ملک یوسف قوام الملک کو "قوام خاں" کا خطاب دے کر بھیلسہ کی جاگیر عطا کی گئی۔ ملک نصیر الدین کو "نصرت خاں" کا خطاب اور چندیری کی جاگیر بخشی گئی۔ ان تینوں کو ان کی جاگیروں پر جانے کی اجازت بھی مل گئی۔

شہزادہ احمد کی بغاوت

اسلام آباد پہنچ کر شہزادہ احمد خاں نے باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا اور اس کی طاقت روز بروز بڑھتی چلی گئی اور وہ اپنے علاقے میں ہنگامے بپا کرتا رہا۔ سلطان محمود کے کہنے سے اعظم ہمایوں نے شہزادہ احمد کو نصیحت کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار مجبور ہو کر سلطان محمود خلجی نے تاج خاں کو شہزادہ احمد کی شورش کے دفعیے کے لیے نامزد کیا۔

قلعہ اسلام آباد کا محاصرہ

تاج خاں نے اسلام آباد کے قلعے کا محاصرہ کر دیا۔ یہ محاصرہ ایک عرصے تک قائم رہا لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخرکار تاج خاں نے سلطان محمود کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر مدد کی درخواست کی۔

ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت

انہیں دنوں سرکاری مخبروں اور جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد میں اور نصرت خاں نے چندیری میں بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ سلطان محمود خلجی نے ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے ملک مغیث عرف اعظم ہمایوں کو روانہ کیا۔

اعظم ہمایوں کی لشکر کشی

اعظم ہمایوں اپنا لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اور اس نے قلعہ اسلام آباد سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ تاج خاں اور دوسرے امراء اعظم ہمایوں سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور اس کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ دوسرے روز اعظم ہمایوں نے اس مقام سے کوچ کر کے اسلام آباد کی اطراف کا محاصرہ کر لیا اور مورچلوں کو تقسیم کیا۔

شہزادہ احمد کو راہ راست پر لانے کی کوشش

اعظم ہمایوں نے علماء اور مشائخ کی جماعت کو شہزادہ احمد کے پاس روانہ کیا تاکہ یہ مقدس لوگ بدبخت شہزادے کو صحیح راستے پر چلنے کی نصیحت کریں اور اسے یہ سمجھائیں کہ عہد شکنی بہت بڑا گناہ ہے۔ نیز اس سے یہ عہد لیں کہ وہ آئندہ اپنے دل میں بغاوت کا خیال نہ لائے گا' لیکن احمد خاں نے ان علماء اور شیوخ کی باتوں پر توجہ نہ کی اور ان سے الٹی سیدھی باتیں کر کے ان کو قلعے سے باہر نکال دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ احمد کی ہلاکت

قوام خاں بھی ایک مقتدر امیر تھا اس نے جب شہزادہ احمد کو مصیبت میں گھرے ہوئے دیکھا تو اس نے اعظم ہمایوں کی مخالفت کی وجہ سے شہزادے کو کچھ اسباب اور اسلحہ بطور امداد کے بھجوایا اور آئندہ مدد دینے کا وعدہ کیا۔ شہزادہ احمد خاں کے ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اشارے یا کسی دوسری وجہ سے شہزادے کو شراب میں زہر ملا کر پلا دیا۔ اس سے شہزادے کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اعظم ہمایوں نے باسانی قلعے کو فتح کر لیا۔

قوام کا فرار

اسلام آباد کے قلعے کی فتح کے بعد اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ قوام خاں جس نے شہزادہ احمد کی مدد کی تھی دل ہی دل میں اپنے قصور کی وجہ سے خائف تھا۔ اس لیے اس نے راستے ہی سے لشکر سے علیحدگی اختیار کی اور بھیلسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے قوام خاں کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور ملک جہاد کی سرزنش کو اس امر پر ترجیح دی۔

ملک جہاد کا قتل

اعظم ہمایوں جب ہوشنگ آباد پہنچا تو ملک جہاد سخت پریشان ہوا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اعظم ہمایوں کا مقابلہ کرتا' لہٰذا حواس باختہ ہو کر وہ اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر کوہ پایہ گونڈواڑہ کی طرف بھاگ گیا۔ گونڈواڑہ کے لوگوں کو یہ علم تھا کہ ملک جہاد باغی امیر ہے اس لیے انہوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

اعظم ہمایوں کی چندیری کو روانگی

اعظم ہمایوں کو جب ملک جہاد کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور ہوشنگ آباد کے قلعے میں داخل ہوا۔ شہر کا انتظام اعظم ہمایوں نے اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود نصرت خاں کو راہ راست پر لانے کے لیے چندیری کی طرف روانہ ہوا۔

نصرت خاں کی معزولی

چندیری پہنچ کر اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی طرف توجہ کی نصرت خاں نے جب یہ دیکھا کہ اعظم ہمایوں کے سامنے اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا تو اس نے خوشامد کا راستہ اختیار کیا اور اعظم ہمایوں کے استقبال کے لیے آیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں بنانے لگا تاکہ اعظم ہمایوں اسے بادشاہ کا بہی خواہ سمجھے اور اس کی بدکرداریوں سے چشم پوشی کرے۔ لیکن اعظم ہمایوں کوئی بچہ تو تھا نہیں جو اس کی باتوں میں آ جاتا اس نے شہر کے اکابر کو جمع کر کے نصرت کے حالات کی تحقیق کی۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نصرت نے اپنے غرور کی وجہ سے اس علاقے میں باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ اعظم ہمایوں نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حاجی کالو کو چندیری کا حاکم مقرر کیا۔

قوام الملک کی سرزنش

اس کے بعد اعظم ہمایوں بھیلسہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے چند آدمیوں کو قوام الملک کے پاس بھیج کر اس کو راہ راست پر آنے کی ہدایت کی لیکن اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور قوام الملک اپنے موقف پر ڈٹا رہا اس کے بعد اعظم ہمایوں نے سختی شروع کی قوام الملک ڈر کر بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے چند روز بھیلسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات ٹھیک کر کے اور اس علاقے میں امن بحال کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

راستے میں اعظم ہمایوں کو معلوم ہوا کہ حاکم گجرات سلطان احمد مالوہ کو فتح کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے۔ یہ بھی

besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوا کہ شہزادہ مسعود خاں جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کر کے گجرات چلا گیا تھا۔ ایک زبردست لشکر اور بیس ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ اعظم ہمایوں نے سفر کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنا شروع کر دیں اور سلطان احمد گجراتی کو چھ کوس پیچھے چھوڑ کر دروازہ تارا پور سے قلعہ مندو میں داخل ہو گیا۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان احمد گجراتی نے قلعہ مندو کے نیچے آ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے باپ اعظم ہمایوں کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے ہر روز اپنے لشکر کو گجراتی فوج سے لڑنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجنا شروع کر دیا۔ محمود خلجی قلعے سے باہر نکل کر خود بھی جنگ میں حصہ لینا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اسے ہوشنگ شاہی امراء پر اعتماد نہ تھا اور یہ شک تھا کہیں یہ امراء موقع پا کر علم بغاوت بلند نہ کر دیں۔ حالات کا بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی دشمن سمجھنے لگا۔

محمود خلجی کی دریا دلی

سلطان محمود خلجی بہت ہی سخی اور فراخ دل انسان تھا اس محاصرہ کے زمانے میں بھی اس نے رعایا کو ہر طرح سے خوش رکھا۔ سرکاری گودام سے وہ غریبوں اور محتاجوں کو غلہ تقسیم کرواتا تھا اس نے لنگر خانے بھی قائم کیے جہاں غریبوں کو پکا ہوا کھانا ملتا تھا۔ بادشاہ کی اس دریا دلی کی وجہ سے رعایا سلطان محمود خلجی سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔

گجراتی امراء کی اپنے بادشاہ سے علیحدگی

محمود خلجی کی سخاوت کی وجہ سے قلعہ مندو میں سلطان احمد گجراتی کے لشکر کی نسبت غلہ بہت سستا تھا۔ محمود نے بعض گجراتی امیروں مثلاً سید احمد' صوفی خاں ولد عماد الملک' ملک شرف ملک محمود بن احمد سلحدار' ملک قاسم اور ملک نیام الدین وغیرہ کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے سخت مخالف تھے۔ جاگیر اور دولت کا لالچ دے کر توڑ لیا اور اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعے سے سلطان محمود خلجی کے تدبر اور دانش مندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

گجراتی لشکر میں انتشار

گجراتی امیروں کی علیحدگی کی وجہ سے سلطان احمد گجراتی کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ محمود خلجی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر گجراتی لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا' لیکن سلطان ہوشنگ مرحوم کے ایک امیر نصیر الدین نے سلطان احمد گجراتی کو سلطان محمود کے اس منصوبے سے آگاہ کر دیا۔

شب خون

منصوبے کے مطابق سلطان محمود خلجی کا لشکر قلعے سے نیچے اترا' لیکن گجراتی لشکر نظر نہ آیا۔ نیز تمام راستے بھی بند تھے اس کے باوجود بھی فریقین میں مقابلہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ صبح ہونے تک دونوں لشکر ایک دوسرے سے لڑتے رہے بہت سے سپاہی مارے گئے صبح ہوئی تو سلطان محمود خلجی قلعے میں واپس آیا۔

چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے

کچھ دنوں بعد شاہی جاسوسوں نے چندیری سے یہ اطلاع دی کہ شہزادہ عمر خاں مالوہ کے موجودہ ہنگاموں کی خبر سن کر چندیری پر حملہ آور ہوا ہے اور وہاں کے لشکر اور رعایا نے حاجی کالو کے خلاف بغاوت کر کے شہزادہ عمر کو اپنا حاکم بنا لیا ہے اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کا بیٹا شہزادہ محمود خاں پانچ ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر سارنگ پور میں آیا ہے اور اس نے

besturdubooks.wordpress.com

حاکم شہر سے جنگ کر کے اسے قتل کر ڈالا ہے۔

سلطان محمود خلجی نے ان خبروں کو سنا اور اپنے امیروں اور ارا کین دولت سے مشورہ کیا بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اعظم ہمایوں تو قلعہ مندو میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آ کر ملک کے درمیانی حصے کی حفاظت کرے۔

محمود خلجی کی سارنگ پور کو روانگی

اس کے بعد سلطان محمود خلجی سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا اور اس نے تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر ہی روانہ کر دیا کیونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کے راستے کی حفاظت کے لیے اس جگہ متعین کر دیا تھا۔ تاج اور منصور نے اس جگہ پہنچ کر ملک حاجی علی سے جنگ کی اور وہ بھاگ گیا۔

احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر

ملک حاجی علی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے پاس پہنچ کر اس کو یہ بتایا کہ سلطان محمود خلجی مندو سے روانہ ہو کر سارنگ پور کی طرف چلا گیا ہے سلطان احمد گجراتی نے فوراً شہزادہ محمود خاں کے پاس ایک قاصد بھیجا تا کہ شہزادہ سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے سے پہلے اجین آ جائے۔ شہزادہ محمد کے پاس قاصد بروقت پہنچ گیا اور شہزادہ جلد از جلد اجین میں سلطان احمد گجراتی سے جا ملا۔

ملک اسحاق کا خط محمود خلجی کے نام

سارنگ پور کے حاکم ملک اسحاق بن قطب الملک نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ اس نے اس عریضے میں یہ بھی لکھا کہ "شہزادہ محمد آپ کے آنے کی اطلاع پا کر یہاں سے اجین چلا گیا ہے' لیکن شہزادہ عمر نے سارنگ پور کو فتح کرنے کی غرض سے اپنا لشکر پہلے ہی سے روانہ کر رکھا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے وہ خود بھی آ رہا ہے۔" الغرض ملک اسحاق بن قطب الملک نے اپنے تمام حالات بالتفصیل مرقوم کیے۔

محمود خلجی سارنگ پور میں

یہ خط پڑھ کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور اس نے ملک اسحاق کا قصور معاف کر دیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے تاج خاں کو ملک اسحاق کی مدد کے لیے روانہ کیا اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ ملک اسحاق نے اکابر شہر اور امراء کے ہمراہ سلطان محمود خلجی کا استقبال کیا۔ بادشاہ نے ملک اسحاق کو دولت خاں کے خطاب اور علم و مورچل سے نوازا۔ نیز ایک خلعت خاص اور دس ہزار تنکے عطا کیے۔ اس کے علاوہ دوسرے امیروں کو بھی انعامات دیے۔

شہزادہ عمر کی مداخلت

سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے کے بعد سلطان احمد بھی اجین سے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ تیس ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا ایک زبردست لشکر تھا۔ سلطان محمود خلجی نے پہلے عمر خاں کی مدافعت کی طرف توجہ کی اور رات کے پچھلے پہر روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں میں چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تو بادشاہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو دشمن کی قوت کا اندازہ اور جنگ کا وقت مقرر کرنے کے لیے روانہ کیا۔

اس کے بعد محمود خلجی نے نظام الملک' ملک احمد اور دوسرے امیروں کو میدان جنگ کے انتخاب اور معائنہ کے لیے روانہ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی چار لشکروں کو مرتب و منظم کر کے شہزادہ سے جنگ کے لیے چل پڑا۔

besturdubooks.wordpress.com

جنگ کی تیاریاں

شہزادہ عمر خاں کو بھی سلطان محمود خلجی کی روانگی کی اطلاع ملی اور وہ جنگ کی تیاری کر کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا شہزادے نے اپنے لشکر کو تو محمود خلجی سے جنگ کے لیے بھیج دیا۔ اور خود فوج کے ایک دستے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں مقیم ہوا۔ اور سلطان محمود خلجی کی فوج کا انتظار کرنے لگا۔

شہزادہ عمر کا عزم

اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود خلجی کو بتایا کہ شہزادہ عمر اپنی فوج کے ایک حصے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ محمود خلجی اپنے لشکر کو لے کر شہزادہ کی جانب بڑھا۔ شہزادے کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ "محمود ایک ملازم ہے اور اس کے سامنے سے بھاگنا ہماری شان کے خلاف ہے۔ میدان میں ثابت قدمی سے لڑتے ہوئے جان دے دینا ہی بہادری کا تقاضا ہے۔"

شہزادے کا قتل

اس کے بعد شہزادے نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور عین لڑائی کے دوران میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ محمود خلجی کے حکم سے شہزادے کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر ایک نیزے پر لٹا کر اس کے لشکر کو دکھایا گیا۔ شہزادے کے لشکر کے سردار شہزادے کا سر دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے سلطان محمود خلجی کو پیغام دیا۔ "آپ آج ازراہ کرم جنگ ملتوی کر دیں۔ ہم انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔"

شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی

اس کے بعد فریقین کے لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے آئے اور جنگ ملتوی کر دی گئی۔ رات کے وقت مقتول شہزادے کا لشکر اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اہل لشکر نے ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کو جو شہزادہ عمر کا رشتہ دار تھا اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ ملک سلیمان نے "سلطان شہاب الدین" کا لقب اختیار کیا۔

سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ

سلطان محمود خلجی نے فوج کے ایک حصے کو سلطان شہاب الدین کی مدافعت کے لیے نامزد کیا اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ابھی فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے بھی نہ آئے تھے کہ سلطان احمد گجراتی کے لشکر کے کچھ پاک باطن لوگوں نے حضرت محمد صلعم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ "آسمانی بلا نازل ہو چکی ہے اس لیے سلطان احمد کو کہو کہ اپنے ملک کی طرف روانہ ہو جائے۔"

گجراتی لشکر میں وبا اور سلطان احمد کی واپسی

یہ خواب سلطان احمد گجراتی سے بیان کیا گیا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ کی اس بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ گجراتی لشکر میں وبائی امراض پھیل گئے اور لشکری دھڑا دھڑ مرنے لگے۔ اموات اس قدر کثرت سے ہوئیں کہ مرنے والوں کو دفن کے لیے قبریں کھودنا مشکل ہو گیا آخر پریشان ہو کر احمد گجراتی نے اپنے ملک کی راہ لی۔

چندیری کو روانگی

سلطان احمد گجراتی نے شہزادہ مسعود سے یہ وعدہ کیا کہ میں اگلے سال یہ ملک فتح کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ "سلطان محمود خلجی بھی مندو کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے سات دن تک اپنے لشکر کو درست کیا۔ اور اہل چندیری کی بغاوت کو دبانے کے لیے

besturdubooks.wordpress.com

روانہ ہوا۔

شہاب الدین کی وفات

ملک سلیمان المخاطب بہ سلطان شہاب الدین قلعے سے باہر آیا اس نے سلطان محمود خلجی سے بڑی جرات و بہادری سے جنگ کی۔ محمود خلجی کی قوت شہاب الدین سے کہیں زیادہ تھی اس لیے آخر الذکر کے قدم میدان میں جم نہ سکے اور وہ پریشان ہو کر قلعے کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پناہ گزین ہوا۔ تین دن کے بعد شہاب الدین اپنی طبعی اجل سے قلعے کے اندر وفات پا گیا۔

اہل چندیری کی معرکہ آرائی

اہل قلعہ نے ایک دوسرے شخص کو سلطان شہاب الدین کے لقب سے اپنا بادشاہ چن لیا اور اس کی نگرانی میں جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ چندیری کے امراء موقع پا کر قلعے سے باہر آئے اور سلطان محمود خلجی سے معرکہ آرا ہوئے لیکن پہلے کی طرح میدان جنگ سے فرار ہو کر پھر قلعے میں پناہ گزین ہوئے۔

محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ یہ محاصرہ تقریباً آٹھ ماہ تک جاری رہا لیکن کامیابی کی صورت کوئی نظر نہ آئی۔ محمود خلجی اس تمام عرصے میں قلعے کے اندر داخل ہونے کا موقع ڈھونڈتا رہا۔ آخر کار بہت کوششوں کے بعد اسے یہ موقع مل ہی گیا اور ایک رات چپکے سے وہ قلعے کے اندر داخل ہو گیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی قلعے کے اندر چلے آئے۔ ان لوگوں نے اہل قلعہ کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا جو لوگ بچ گئے وہ پہاڑ کے ایک حصہ میں پناہ گزین ہو گئے۔

اہل قلعہ کی امان طلبی

پناہ گزین زیادہ دیر تک محمود کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے بادشاہ نے ان کا پتہ لگا ہی لیا۔ اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں رہی ہے تو انہوں نے سلطان محمود خلجی سے جان کی امان طلب کی۔ سلطان محمود نے ان کی یہ درخواست اس شرط پر منظور کی کہ تمام اہل قلعہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ساتھ اردو کے بازار سے گزریں تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ بادشاہ خوش کردار اور اپنے عہد کا پابند ہے۔

دونگرسین کی بغاوت

اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ سلطان محمود خلجی نے چندیری کی حکومت کا نیا انتظام کیا اور مندو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس سلسلے میں تیاری کر ہی رہا تھا کہ جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ دونگرسین نے راجہ گوالیار کے تعاون سے محاصرہ کر لیا ہے یہ خبر سنتے ہی سلطان محمود خلجی نے مندو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

محمود خلجی گوالیار میں

ان دنوں سخت بارشیں ہو رہی تھیں دوسرے چندیری کے طویل محاصرے کی وجہ سے سلطان محمود کا لشکر بہت تھک گیا تھا لیکن سلطان محمود نے ان باتوں کی پروانہ کی اور گوالیار کی جانب روانہ ہو گیا۔ گوالیار پہنچ کر بادشاہ نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

راجپوتوں سے جنگ

راجپوتوں کا ایک لشکر سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا۔ سلطان محمود کی فوج راجپوتوں کی فوج سے کہیں زیادہ

besturdubooks.wordpress.com

تھی۔ اس لیے راجپوت زیادہ دیر تک میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے اور موقع پا کر واپس قلعے میں چلے گئے۔ دونگر سین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اطراف شہر سے روانہ ہوا۔ اور گوالیار کی طرف آیا اس کے بعد سلطان محمود خلجی نے مندو کی طرف رخ کیا اور گوالیار کو فتح کرنے کی کوشش نہ کی کیونکہ اس کا مقصد شہر نو کو دونگر سین کے قبضے سے نکالنا تھا اور یہ مقصد بخوبی پورا ہو گیا تھا۔

جامع مسجد اور مقبرہ سلطان ہوشنگ کی تعمیر

سلطان محمود خلجی نے ۸۴۴ھ میں سلطان ہوشنگ مرحوم کے مقبرے اور جامع مسجد کو جو راموی دروازہ کے قریب ہے اور اٹھائیس ستونوں پر مشتمل ہے تعمیر کروانا شروع کیا۔ تھوڑی سی مدت میں یہ عمارتیں مکمل ہو گئیں۔

دہلی کے امراء و اکابر کے خطوط

۸۴۴ھ میں سلطان محمود خلجی کے نام میوات کے امراء اور دہلی کے اکابر کے بہت سے خطوط وصول ہوئے جن میں یہ لکھا تھا۔ "سلطان مبارک شاہ بادشاہت کے قابل نہیں ہے اور وہ امور سلطنت کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا۔ ملک ظلم و فساد کا مرکز بنا ہوا ہے۔ غریبوں پر شب و روز ظلم ہوتے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت کی تمام صفات عطا کی ہیں اس لیے آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں۔ اس ملک کی رعایا آپ کو بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے جان و دل سے تیار ہے۔

دہلی فتح کرنے کا ارادہ

اسی سال کے آخر میں سلطان محمود نے لشکر تیار کر کے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ جب بادشاہ قصبہ بندون کے نواح میں پہنچا تو یوسف خاں بندونی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس مقام سے کوچ کر کے سلطان محمود خلجی آگے بڑھا سامنے کی طرف سے مبارک شاہ بھی فوج لے کر مقابلے کے لیے آیا۔

سلطان مبارک شاہ کی پست ہمتی

سلطان مبارک شاہ کا لشکر سلطان محمود خلجی کی فوج سے کہیں زیادہ تھا لیکن جب مبارک محمود کے قریب پہنچا تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس کو معرکہ آرائی کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے جنگ کا خیال ترک کرنے اور دہلی کو خیرباد کہہ کر پنجاب کی طرف چلے جانے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا احساس ندامت

سلطان مبارک کا یہ ارادہ پست ہمتی کی ایک بہت بڑی مثال تھا۔ اس نے اپنے اس ارادے پر جب غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو اس کی سخت بدنامی ہو گی۔ نیز اپنے امیروں سے بھی اسے شرم آئی لہٰذا اس نے اپنے ارادے میں ترمیم کی اور یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کی ضرورت ہے اور امراء کو شہزادے کے ہمراہ میدان جنگ میں جانا چاہیے۔

جنگ کی تیاریاں

دہلوی امراء اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے دہلی سے باہر نکلے۔ ملک بہلول لودھی جو اس زمانے میں سلطان مبارک کا ملازم اور تیر اندازوں کے بہترین لشکر کا سردار تھا مقدمہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلا۔ محمود خلجی کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مبارک دہلوی لشکر کے ساتھ نہیں ہے تو اس نے بھی فوج کا کچھ حصہ اپنے ساتھ رکھ کر باقی لشکر اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدیر خاں کی ماتحتی میں روانہ کر دیا۔

جنگ

دو لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ظہر کے وقت سے رات تک لڑائی جاری رہی دونوں طرف کے بہادر داد شجاعت دیتے

besturdubooks.wordpress.com

رہے اور اپنی جانوں کی بازی لگاتے رہے۔ اس کے بعد دونوں اطراف سے طبل بازگشت کی آواز آئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے۔

محمود خلجی کا پریشان کن خواب

اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ چندیری کے چند مفسدوں اور بدمعاشوں نے قلعہ شادی آباد مندو پر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اتار کر ایک مجہول النسب شخص کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے۔ صبح کو جب سلطان محمود بیدار ہوا تو اس کے چہرے سے فکر اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی

سلطان محمود پریشانی کے عالم میں دیر تک یہ سوچتا رہا کہ ایسی کیا تدبیر اختیار کی جائے کہ وہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ جائے۔ سلطان محمود ابھی اسی سوچ بچار ہی میں مستغرق تھا کہ سلطان محمد مبارک شاہ نے بھی جو بہت ڈرپوک اور بے عقل تھا پریشانی کا اظہار کیا اور علماء کی ایک جماعت کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے سلطان محمود خلجی کے پاس بھیجا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں' سلطان محمود نے فوراً صلح کی شرائط تسلیم کیں اور ظاہری طور پر سلطان مبارک شاہ کو ممنون احسان کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمود خلجی مندو میں

راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ جس رات اس نے خواب دیکھا تھا اسی رات شادی آباد مندو میں چند فتنہ پردازوں نے ہنگامہ و فساد برپا کیا تھا لیکن اعظم ہمایوں نے اپنی دانش مندی سے اس فتنے کو دبا دیا۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمود خلجی اس وجہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اسے سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی کی اطلاع ملی تھی۔ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ سلطان محمود خلجی نے مندو پہنچ کر امیروں اور اراکین سلطنت وغیرہ کو اعزاز و انعام سے نوازا۔

ظفر آباد کا سفر

اسی سال سلطان محمود ظفر آباد نعلچہ میں آیا اور اس نے اس جگہ ایک عظیم الشان باغ کی بنیاد ڈالی اور اس باغ میں ایک گنبد اور چند بہترین عمارتیں تعمیر کروائیں۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ نے اپنے لشکر کو نئے سرے سے مرتب و منظم کیا اور ۸۴۶ھ میں راجپوتوں کی سرزنش کے لیے چیتوڑ کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کالپی کی بدعنوانیاں

سلطان محمود خلجی کو کالپی کے حاکم نصیر ولد عبدالقادر کی مفسدانہ حرکتوں کی اطلاع ہوئی۔ یہ امیر اپنی حد سے تجاوز کر کے نصیر شاہ کا لقب اختیار کر کے مستقل بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ کالپی کی رعایا اور اکابر نے بادشاہ کے نام بہت سے خطوط روانہ کیے کہ جن میں نصیر شاہ کی بدعنوانیوں کی شکایت کی گئی تھی۔ اور بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس ظالم شخص کو راہ پر لائے۔

محمود کی کالپی کو روانگی

سلطان محمود نے چیتوڑ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور نصیر شاہ کی سرزنش کی طرف توجہ کی اور اس مقصد سے وہ کالپی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر شاہ کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے اپنے معلم علی خاں کو بہت سے تحفے تحائف دے کر سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ گزارش کی "میرے مخالفوں نے آپ سے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے آپ اپنے کسی معتمد امیر کو بھیج کر اصل حالات کی تحقیق فرما سکتے ہیں۔ اگر آپ میری ذرا سی بھی کوئی بدعنوانی دیکھیں تو مجھے جو سزا چاہیں دیں۔" سلطان محمود چند روز

besturdubooks.wordpress.com

تک نصیر شاہ کے قاصد سے ملنے سے انکار کرتا رہا اور بلاتوقف سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔

نصیر خاں کی معافی

شاہی لشکر جب سارنگ پور کے نواح میں پہنچا تو اعظم ہمایوں اور دوسرے اراکین نے بادشاہ سے نصیر شاہ کی سفارش کی اس وجہ سے سلطان محمود نے نصیر شاہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کے قاصد علی خاں کو بازیابی کا شرف بخشا۔ بادشاہ نے نصیر شاہ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور اس کے نام ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور آئندہ راہ راست پر چلنے کی ہدایت کی۔

سلطان محمود چیتور میں

اس کے بعد سلطان محمود نے سارنگ پور سے چیتور کا رخ کیا اور دریائے بھیم کو پار کر کے چیتور کے علاقے کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا۔ بادشاہ ہر روز اپنے لشکر کو دشمن کے علاقے میں بھیجتا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتا۔ اس نے چیتور کی رعایا کو بہت تنگ کیا۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کیا' مندر مسمار کروا دیئے اور ان جگہوں پر مسجدیں تعمیر کروائیں۔ بادشاہ ہر منزل میں تین تین چار چار دن قیام کرتا آخرکار اس نے چیتور کے سب سے بڑے قلعے سلمیر کے قریب قیام کیا۔

قلعے کا محاصرہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا راجہ کونبھا محصور ہو کر جنگ کرنے لگا راجپوتوں نے قلعے کے سامنے ایک مندر بنوا رکھا تھا۔ اس مندر سے دور ایک حصار بھی تھا جس میں راجپوتوں نے سامان جنگ جمع کر رکھا تھا سلطان محمود نے پہلے اسی بت خانے کو فتح کرنے کی کوشش کی اور ایک ہفتے کی محنت کے بعد آخرکار اس مندر کو فتح کر لیا۔ بہت سے راجپوت مارے گئے اور ان کی بھاری تعداد گرفتار ہوئی۔

ایک مندر کی تباہی

سلطان محمود خلجی نے یہ حکم دیا کہ مندر کے اندر لکڑیوں کا ڈھیر کر کے اسے آگ لگائی اور اس کی دیواروں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان عمارت جسے راجپوتوں نے سالہا سال کی محنتوں سے تعمیر کروایا ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی۔ بتوں کو توڑ توڑ کر قصابوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ وہ سنگ ترازو بنالیں۔ ایک بڑا بت جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اسے پیس کر چونا بنایا گیا اور پھر یہ چونا پانوں میں ڈال کر راجپوتوں کو کھلایا گیا گویا راجپوت اپنے معبود کو نوش کر گئے۔

سلطان محمود کی خوشی

سلطان محمود اپنی اس کامیابی پر بے انتہا خوش ہوا اس نے ایک ایسے عظیم الشان مندر کو مسمار کیا تھا کہ سلاطین گجرات ایک عرصے کی کوششوں کے باوجود بھی جس کا محاصرہ تک نہ کر سکے تھے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ اصل شہر چیتور کی جانب روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا کا فرار

سلطان محمود چیتور کے نواح میں آیا اور اس نے اس قلعے کو جو پہاڑ کے دامن میں واقع تھا جنگ کر کے فتح کر لیا اور بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ بادشاہ چیتور کے محاصرے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ راجہ کونبھا قلعے میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعے سے باہر نکل کر کوہ پایہ کی جانب بھاگ گیا ہے۔

راجہ کی قلعہ چیتور میں واپسی

سلطان محمود نے راجہ کونبھا کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنی فوج کے ایک حصے کو اس مقصد کے لیے روانہ کیا شاہی فوج نے راجہ کو جا لیا۔ راجہ کے ساتھ بھی اچھا خاصہ لشکر تھا لہٰذا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ راجہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے

besturdubooks.wordpress.com

فرار ہو کر دوبارہ قلعہ چیتور میں پناہ گزین ہو گیا۔

قلعہ چیتور کا محاصرہ

سلطان محمود نے اپنے لشکر کے حصے کو قلعہ چیتور کے محاصرے پر متعین کیا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اور وہاں سے روزانہ اپنے لشکر کے مختلف حصوں کو تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے روانہ کرنے لگا۔ محمود خلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب کیا اور اسے چیتونا کے علاقے پر جو مندسور میں واقع ہے قبضہ کرنے کے لیے کہا۔

اعظم ہمایوں کا انتقال

بادشاہ کے حکم کے مطابق اعظم ہمایوں مندسور پہنچا وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور اسی بیماری کے سبب اس کا انتقال ہو گیا۔ سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت غمگین ہوا اور گریہ و زاری کرتا ہوا مندسور پہنچا۔ یہاں اس نے اپنے باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کر دیا۔

تاج خاں کا اعزاز

سلطان محمود نے اپنے داماد اور عارض لشکر تاج خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا۔ اور وہ لشکر جو مرحوم اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں تھا وہ اس جدید اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں دے دیا۔ اور پھر بادشاہ لشکر گاہ میں واپس آگیا اس زمانے میں بارشیں شروع ہو گئی تھیں۔ اس لیے سلطان محمود نے ارادہ کیا کہ یہ زمانہ کسی اونچی جگہ پر گزار لیا جائے اور جب برسات کا موسم ختم ہو جائے تو پھر قلعہ جیسور کا دوبارہ محاصرہ کر لیا جائے۔

محمود کے لشکر پر شب خون

راجہ کونبھا نے اس سے قبل کہ سلطان محمود اس پر حملہ کرے خود ہی سلطان محمود پر ۸۴۶ھ میں جمعے کی رات کو شب خون مارا اس کے ساتھ بارہ ہزار سواروں اور چھ ہزار پیادوں کا ایک جرار لشکر تھا۔ سلطان محمود نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے لشکر کی حفاظت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی اور الٹا اسی کا نقصان ہوا اور بہت سے راجپوت مارے گئے۔

راجہ کے لشکر پر شب خون، فتح اور واپسی

دوسرے روز سلطان محمود خلجی نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ راجہ کونبھا کے لشکر پر شب خون مارا راجہ کونبھا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ اور اس کے بے شمار راجپوت سپاہی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ سلطان محمود نے راجہ کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ بادشاہ نے اس کامیابی پر اکتفا کی اور قلعہ جیسور کی فتح کو آئندہ سال پر اٹھا رکھا اس کے بعد بادشاہ مندو میں واپس آگیا اور وہاں مذکور بالا سال میں ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ایک مدرسہ اور ہوشنگ شاہ کی جامع مسجد کے سامنے ایک ہفت منزلی مینار تعمیر کروایا۔

ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد

۸۴۷ھ میں سلطان ابراہیم شرقی کا سفیر بہت سے تحفے اور ہدیے لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ گراں قدر اشیاء بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے ابراہیم شرقی کا یہ پیغام زبانی دیا۔ "نصیر شاہ بن عبدالقادر مذہب اسلام سے کنارہ کش ہو کر زندیق و ملحد ہو گیا ہے اس نے نماز و روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ مسلمان عورتوں کو وہ ہندو سازندوں کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ انہیں رقص و سرور کی تعلیم دی جائے۔"

besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے سلطان محمود خلجی اور سلطان محمود شرقی میں ان شرائط پر صلح کروا دی کہ سلطان شرقی قصبہ راتبہ اور مہوجہ فوراً نصیر خاں کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی اپنے پایہ تخت کو واپس چلا جائے جب اس واقعہ کو چار ماہ گزر جائیں تو محمود شرقی کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے۔ اس سلسلے میں چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی کہ اس دوران میں نصیر خاں کی اسلام دوستی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام

۸۴۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور اس میں اس زمانے کے بہترین حکیم مولانا فضل اللہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کیا۔ اس شفاخانے کے اخراجات کے لیے چند قصبے وقف کیے گئے۔

قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی

۸۵۰ھ میں بادشاہ نے قلعہ منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔ سلطان محمود بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے پہنچا۔ راجہ کونبھا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلجی فرماں روا کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ قلعہ منڈل گڑھ میں محصور ہو گیا۔

راجپوتوں سے لڑائی

اس واقعہ کے دو تین روز بعد راجپوتوں کا ایک لشکر قلعے سے باہر نکلا اور سلطان خلجی کے لشکر سے لڑا اگرچہ ان راجپوتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن سلطان محمود کے سامنے ان کا چراغ نہ جلا۔ آخر کار راجپوتوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور پیش کش دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اس درخواست کو منظور کیا اور اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

قلعہ بیانہ پر لشکر کشی

کچھ مدت بعد بادشاہ نے پھر اپنے لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ بیانہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس قلعے کے حاکم محمود خاں نے اپنے بیٹے واحد خاں کو ایک سو گھوڑوں اور ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ سلطان خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کی اطاعت و وفاداری کا وعدہ کیا۔

حاکم بیانہ کی اطاعت

سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کی پیش کش قبول کی اور واحد خاں کو خلعت خاص عطا کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد خاں کے لیے ایک زرروزی قبا اور دوسری اشیا بھجوائیں۔ محمد خاں نے اس قبا کو زیب تن کیا اور سلطان محمود خلجی کی بے حد تعریف کی۔ بیانہ میں دہلی کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری تھا محمد خاں نے اس کو منسوخ کیا اور اس کی جگہ سلطان محمود خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

قصبہ بنور کی فتح اور واپسی

اس کے بعد بادشاہ نے مراجعت کی راستے میں بادشاہ نے قصبہ بنور کو جو رنتھنبور کے قریب واقع ہے فتح کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تاج خاں سپہ سالار کو آٹھ ہزار سواروں اور پچیس ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ چیتور کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے راجہ کونہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور پیش کش وصول کیے اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ گنگ داس کا معروضہ

۸۴۵ھ میں قلعہ جینانیر کے حاکم راجہ گنگ داس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیش کش ارسال کی اور یہ معروضہ پیش کیا۔ ان دنوں سلطان محمد شاہ بن احمد گجراتی نے قلعہ جینانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چونکہ میں ہمیشہ آپ ہی سے امداد طلب کرتا ہوں لہٰذا اس بار بھی ملتمس ہوں کہ میری مدد کی جائے۔

جینانیر کو روانگی

سلطان محمود نے گنگ داس کی مدد کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر جمع کر کے جینانیر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں محمود خلجی کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی پیش کش وصول کرنے کے لیے ایدر کی طرف چلا گیا۔ اس وجہ سے محمود خلجی واپس لوٹا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام پذیر ہوا۔

واپسی

راجہ گنگ داس تیرہ لاکھ تنکے اور چند گھوڑے لے کر مہندری دریا کے کنارے پر آیا اور اس نے سلطان محمود سے ملاقات کر کے پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے راجہ کو خلعت فاخرہ عطا کی اور پھر وہاں سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔ راستے میں بادشاہ نے ایدر کے راجہ کو تین لاکھ تنکے پانچ ہاتھی اور اکیس گھوڑے انعام میں دیئے اور اسے رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان خلجی ایک عرصے تم مندو ہی میں مقیم رہا اور ملکی انتظامات میں مشغول رہا۔

فتح گجرات کا ارادہ

۸۵۵ھ میں سلطان محمود نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ کاتی نوالہ سے گزر کر سلطان پور کا محاصرہ کر لیا۔ اس علاقے میں سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاؤ الدین سہراب تھا اس نے پہلے تو چند روز تک قلعے سے باہر نکل کر سلطان خلجی کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب اسے اپنے گجراتی فرماں روا کی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ رہی تو اس نے سلطان محمود خلجی سے امان طلب کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود خلجی نے علاؤ الدین سہراب کے بال بچوں کو تو شادی آباد مندو روانہ کر دیا اور اس سے وفاداری کا وعدہ لے کر اپنے مقدمہ لشکر پر نامزد کیا۔ بادشاہ نے سہراب کو "مبارز خاں" کا خطاب دیا۔ اس کے بعد بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

محمد شاہ گجراتی کا انتقال

راستے ہی میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا سلطان قطب الدین اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے۔ سلطان محمود خلجی اگرچہ گجرات پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس موقعے پر اس نے انسانی ہمدردی سے کام لیا اور سلطان قطب الدین کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی۔ اور سلطان محمد شاہ گجراتی کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔

قصبہ برودرہ کی تباہی

اس کے بعد سلطان خلجی نے قصبہ برودرہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے چند روز

besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے سلطان محمود خلجی اور سلطان محمود شرقی میں ان شرائط پر صلح کروا دی کہ سلطان شرقی قصبہ راتبہ اور موجہ فوراً نصیر خاں کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی اپنے پایہ تخت کو واپس چلا جائے جب اس واقعہ کو چار ماہ گزر جائیں تو محمود شرقی کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے۔ اس سلسلے میں چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی کہ اس دوران میں نصیر خاں کی اسلام دوستی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام

۸۴۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور اس میں اس زمانے کے بہترین حکیم مولانا فضل اللہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کیا۔ اس شفاخانے کے اخراجات کے لیے چند قصبے وقف کیے گئے۔

قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی

۸۵۰ھ میں بادشاہ نے قلعہ منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔ سلطان محمود بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے پہنچا۔ راجہ کونبھا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلجی فرماں روا کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ قلعہ منڈل گڑھ میں محصور ہو گیا۔

راجپوتوں سے لڑائی

اس واقعہ کے دو تین روز بعد راجپوتوں کا ایک لشکر قلعے سے باہر نکلا اور سلطان خلجی کے لشکر سے لڑا اگرچہ ان راجپوتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن سلطان محمود کے سامنے ان کا چراغ نہ جلا۔ آخرکار راجپوتوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور پیش کش دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اس درخواست کو منظور کیا اور اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

قلعہ بیانہ پر لشکر کشی

کچھ مدت بعد بادشاہ نے پھر اپنے لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ بیانہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس قلعے کے حاکم محمود خاں نے اپنے بیٹے واحد خاں کو ایک سو گھوڑوں اور ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ سلطان خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کی اطاعت و وفاداری کا وعدہ کیا۔

حاکم بیانہ کی اطاعت

سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کی پیش کش قبول کی اور واحد خاں کو خلعت خاص عطا کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد خاں کے لیے ایک زردوزی قبا اور دوسری اشیا بھجوائیں۔ محمد خاں نے اس قبا کو زیب تن کیا اور سلطان محمود خلجی کی بے حد تعریف کی۔ بیانہ میں دہلی کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری تھا محمد خاں نے اس کو منسوخ کیا اور اس کی جگہ سلطان محمود خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

قصبہ بنور کی فتح اور واپسی

اس کے بعد بادشاہ نے مراجعت کی راستے میں بادشاہ نے قصبہ بنور کو جو رنتھنبور کے قریب واقع ہے فتح کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تاج خاں سپہ سالار کو آٹھ ہزار سواروں اور پچیس ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ چیتور کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور پیش کش وصول کیے اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

جلد عمل میں آئے۔

گجراتیوں اور مالویوں میں صلح

سلطان قطب الدین نے بھی اس سلسلے میں وسیع المشربی کا ثبوت دیا اور صلح کی بات چیت شروع کرنے کی اجازت دے دی اس کے بعد دونوں طرف کے اکابر یکجا ہوئے اور انہوں نے صلح کے لیے یہ شرط قرار دی۔ "راجہ کونبھا کے وہ شہر جو گجرات کی سرحد سے متصل ہیں ان پر اہل گجرات قبضہ کریں۔" اس شرط کو طرفین نے تسلیم کر لیا اور ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کیا۔

مہونی کے راجپوتوں کا قتل

ہارونی کے نواح میں بہت سے باغی راجپوتوں نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ۸۵۸ھ میں سلطان محمود ان باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ مہونی میں بہت سے راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے مندو بھجوا دیا۔

محمود خلجی بیانہ میں

اس کے بعد سلطان محمود گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے حاکم داؤد خاں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش بھیج کر اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا۔ بادشاہ نے داؤد خاں کو بیانہ کی حکومت پر بحال رکھا۔ داؤد خاں اور یوسف خاں ہندونی میں ایک عرصے سے مخالفت چلی آ رہی تھی سلطان محمود خلجی نے ان دونوں کو بلا کر سمجھایا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ بادشاہ نے ہارونی' شہرنوا' اور اجمیر کی حکومت پر شہزادہ فدائی کو متعین کیا اور خود مندو واپس آ گیا۔

ماہور کی فتح کا خیال

اسی سال سلطان علاؤ الدین بہمنی کے دو ممتاز امیروں سکندر خاں اور جلال خاں بخاری نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں عریضے روانہ کیے اور اسے قلعہ ماہور جو برار کا بہترین حصہ ہے فتح کرنے کی ترغیب دی سلطان محمود ایک زبردست لشکر لے کر ہوشنگ آباد کے راستے سے ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں سلطان محمود خلجی سے آ ملا اور اس کی ملازمت حاصل کی۔

قلعہ ماہور کا محاصرہ

سلطان محمود خلجی نے قلعہ ماہور کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان علاؤ الدین بہمنی ایک عظیم الشان لشکر لے کر اہل قلعہ کی مدد کے لیے آیا۔ سلطان محمود نے جب یہ دیکھا کہ بہمنی بادشاہ کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے تو اس نے ملک عالی شان' تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو قلعے کے محاصرے پر متعین کیا اور خود واپس ہوا۔ (اس واقعہ کی تفصیلات بہمنی فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہیں)

محمود خلجی کی بگلانہ کو روانگی

سلطان محمود خلجی کو راستے میں یہ اطلاع ملی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں نے بگلانہ کی ولایت پر جو گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے حملہ کر دیا بگلانہ کا راجہ سلطان محمود خلجی کا مطیع وباج گزار تھا۔ اس لیے سلطان محمود نے اس کی مدد کرنا ضروری سمجھا اور راستے سے بگلانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے اقبال خاں اور یوسف خاں کو روانہ کیا۔

میراں مبارک سے مقابلہ اور محمود کی فتح

میراں مبارک فاروقی کو جب سلطان محمود خلجی کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر آخر الذکر کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی فاروقی فرماں روا زیادہ دیر میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود خلجی نے اسیر کے

besturdubooks.wordpress.com

راجہ گنگ داس کا معروضہ

۸۴۵ھ میں قلعہ جینانیر کے حاکم راجہ گنگ داس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیش کش ارسال کی اور یہ معروضہ پیش کیا- ان دنوں سلطان محمد شاہ بن احمد گجراتی نے قلعہ جینانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے- چونکہ میں ہمیشہ آپ ہی سے امداد طلب کرتا ہوں لہٰذا اس بار بھی ملتمس ہوں کہ میری مدد کی جائے۔

جینانیر کو روانگی

سلطان محمود نے گنگ داس کی مدد کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر جمع کر کے جینانیر کی طرف روانہ ہوا- راستے میں محمود خلجی کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی پیش کش وصول کرنے کے لیے ایدر کی طرف چلا گیا- اس وجہ سے محمود خلجی واپس لوٹا اور دریائے مندری کے کنارے قیام پذیر ہوا-

واپسی

راجہ گنگ داس تیرہ لاکھ تنکے اور چند گھوڑے لے کر مندری دریا کے کنارے پر آیا اور اس نے سلطان محمود سے ملاقات کر کے پیش کش نذر کی- بادشاہ نے راجہ کو خلعت فاخرہ عطا کی اور پھر وہاں سے شادی آباد مندو میں واپس آیا- راستے میں بادشاہ نے ایدر کے راجہ کو تین لاکھ تنکے پانچ ہاتھی اور اکیس گھوڑے انعام میں دیئے اور اسے رخصت کیا- اس کے بعد سلطان خلجی ایک عرصے تک مندو ہی میں مقیم رہا اور ملکی انتظامات میں مشغول رہا-

فتح گجرات کا ارادہ

۸۵۵ھ میں سلطان محمود نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا- بادشاہ نے قصبہ کاتی نوالہ سے گزر کر سلطان پور کا محاصرہ کر لیا- اس علاقے میں سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاؤ الدین سہراب تھا اس نے پہلے تو چند روز تک قلعے سے باہر نکل کر سلطان خلجی کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب اسے اپنے گجراتی فرماں روا کی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ رہی تو اس نے سلطان محمود خلجی سے امان طلب کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی-

احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود خلجی نے علاؤ الدین سہراب کے بال بچوں کو تو شادی آباد مندو روانہ کر دیا اور اس سے وفاداری کا وعدہ لے کر اپنے مقدمہ لشکر پر نامزد کیا- بادشاہ نے سہراب کو "مبارز خاں" کا خطاب دیا- اس کے بعد بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا-

محمد شاہ گجراتی کا انتقال

راستے ہی میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا سلطان قطب الدین اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے- سلطان محمود خلجی اگرچہ گجرات پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس موقعے پر اس نے انسانی ہمدردی سے کام لیا اور سلطان قطب الدین کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی- اور سلطان محمد شاہ گجراتی کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا تھا-

قصبہ برودرہ کی تباہی

اس کے بعد سلطان خلجی نے قصبہ برودرہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے چند روز

besturdubooks.wordpress.com

بعض نواحی مقامات کو تباہ و برباد کیا اور شادی آباد مندو کی طرف واپس آیا۔

میراں مبارک فاروقی کا بگلانہ میں داخلہ

اس سال سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ بگلانہ رائے بالو کا لڑکا بادشاہ کے حضور میں آنے کا خواہاں ہے لیکن میراں مبارک فاروقی اس امر کے خلاف ہے لہٰذا اس کو روکنے کے لیے وہ بگلانہ میں داخل ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی نے فوراً شہزادہ غیاث الدین کو میراں مبارک فاروقی کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔

راجہ بگلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں

میراں مبارک کو جب شہزادہ غیاث الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد راجہ بگلانہ کا لڑکا پیش کش لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس پر بڑی نوازش کی اور اسے اعزاز و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

چیتور پر لشکر کشی

شہزادہ غیاث الدین رہتور میں آیا انہیں دنوں سلطان محمود خلجی چیتور میں گیا۔ چیتور کا راجہ بادشاہ سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ اور اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ راجہ کونبھا نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے تھوڑے سے روپے اور اشرفیاں بھی بھیجیں۔ ان سکوں پر راجہ کونبھا کی مہر لگی ہوئی تھی یہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے راجہ کی پیش کش اسی وقت واپس کر دی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ چیتور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ شاہی لشکر نے خوب لوٹ مار مچائی اور بے شمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس قتل و غارت گری کا یہ نتیجہ ہوا کہ دور دور تک آبادی کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

راجہ کونبھا کی انکساری

سلطان محمود خلجی نے منصور الملک کو مندسور پر حملہ کرنے کا حکم دیا تاکہ اس مملکت میں تھانیداروں کو متعین کیا جا سکے۔ اس ملک کے بیچ میں سلطان محمود خلجی نے "خلجی پور" کے نام سے ایک شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ کونبھا کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا۔ "آپ جس قدر پیش کش چاہیں میں دینے کو تیار ہوں میں کبھی آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا اور ہمیشہ آپ کا ہی خواہ رہوں گا۔ آپ سے اس قدر درخواست ہے کہ آپ "خلجی پور" کے نام سے جو شہر آباد کرنا چاہتے ہیں اس کا خیال دل سے نکال دیں۔"

بادشاہ کی مندو کو واپسی

ان دنوں چونکہ برسات کا موسم شروع ہو گیا اور مالوی لشکر کا غیر ملک میں ٹھہرنا مناسب نہ تھا۔ اس لیے سلطان محمود خلجی نے راجہ کونبھا کی درخواست منظور کی اور اس سے حسب خواہش پیش کش وصول کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

مندسور کی فتح کا ارادہ

۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے دوبارہ مندسور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک زبردست لشکر لے کر روانہ ہوا اس نے اپنے لشکر کو تو مختلف اطراف کی طرف بھیجا اور خود وسط ولایت میں قیام کیا۔ روزانہ بادشاہ کو تازہ ترین خبریں پہنچتی رہتی تھیں اور وہ اس طرح حالات سے پوری طرح باخبر رہتا۔

اجمیر کی حالت

besturdubooks.wordpress.com

اسی جگہ قیام کیا۔ محمود خلجی نے اس قصبے کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ اور خوب جی بھر کے لوٹ مار کی اس کے بعد وہ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

علاؤالدین سہراب کی غداری

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ علاؤالدین سہراب موقع و محل کا منتظر تھا اور اپنے قدیم آقا سے ملنے کے لیے بے قرار تھا۔ آخرکار اس نے سلطان محمود خلجی سے غداری کی اور سلطان قطب الدین گجراتی کے پاس چلا گیا۔

گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری

سلطان محمود خلجی احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر قصبہ سرکچ میں مقیم ہوا۔ قطب الدین گجراتی نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنا لشکر لے کر قصبہ سرکچ سے تین کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ڈٹے رہے اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش

یکم صفر ۸۵۵ھ کو سلطان محمود خلجی نے دشمن کی فوج پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا اور اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلا جو شخص راستے بتانے پر متعین تھا وہ خود ہی راستہ بھول گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان محمود کو ساری رات ایک بہت بڑے جنگل میں گزارنی پڑی۔

مالوی لشکر کی تنظیم

دوسرے دن صبح کو سلطان محمود خلجی نے اپنے میمنہ کو سارنگ پور کے لشکر سے تنظیم کیا اور اسے اپنے بڑے بیٹے غیاث الدین کی نگرانی میں دیا۔ میسرہ پر چندیری کے امراء کو مقرر کیا اور اس حصہ لشکر کا نگران اپنے چھوٹے بیٹے فدائی خان کو بنایا۔ بادشاہ نے خود قلب لشکر میں قیام کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

معرکہ آرائی

سلطان قطب الدین نے بھی گجراتی لشکر کو مرتب و منظم کیا اور معرکہ آرائی کے لیے میدان کی طرف روانہ ہوا۔ گجراتی اور مالوی لشکروں کے مقدمے ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ گجراتی مقدمہ لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ چندیری کے مقتدر امیر ملک اشرف مظفر ابراہیم نے مالوی لشکر کے میسرہ سے علیحدہ ہو کر گجراتی لشکر کے میمنہ پر حملہ کیا۔ گجراتی میمنہ اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

ملک اشرف کی بہادری

ملک اشرف نے سلطان قطب الدین گجراتی کی بارگاہ تک گجراتی میمنہ کا تعاقب کیا۔ اس نے دشمن کی فوج کو بڑی بری طرح تباہ و برباد کیا نیز سلطان قطب الدین کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ ملک اشرف کے پاس جس قدر ہاتھی تھے ان پر جتنا بھی خزانہ لادا جا سکا لادا گیا اور یہ خزانہ وہ مالوی لشکر میں چھوڑ آیا۔ وہ دوبارہ اپنے ہاتھیوں کو دشمن کا بقیہ خزانہ لادنے کے لیے لانا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ یہ خبر ملی کہ گجرات کی فوج کے ایک حصے نے شہزادہ فدائی خاں پر شدید حملہ کر کے اسے پریشان کر رکھا ہے۔ شہزادہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

سلطان خلجی کی دلاوری

ملک اشرف نے اپنے ہاتھیوں اور فوج کو ساتھ لیا اور ایک گوشے میں مقیم ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے لشکر کی پراگندگی اور میسرہ کی شکست پر بہت متعجب ہوا لیکن اس صورت حال سے وہ قطعاً شکستہ خاطر نہ ہوا اور صرف چالیس سواروں کے ساتھ نہایت استقلال اور

besturdubooks.wordpress.com

شاہی لشکر کا وہ حصہ جو ہاروتی کے نواح میں مقیم تھا اس کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا جس میں یہ لکھا تھا۔ "ہندوستان میں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کی ابتدا اجمیر سے ہوئی۔ یہ شہر خواجہ معین الدین سنجری" کی خواب گاہ ہے لیکن آج کل یہاں کفر کا دور دورہ ہے' ہر طرف کفار ہی کفار نظر آتے ہیں' مذہب اسلام کا اب کوئی اثر یہاں نظر نہیں آتا۔

محمود خلجی اجمیر میں

جس روز سلطان محمود خلجی نے یہ عریضہ پڑھا اسی روز وہ اجمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جلد از جلد سفر طے کر کے بادشاہ اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ غریب نواز" کے روضے کے سامنے قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ خواجگان" کی روح پر فتوح سے امداد طلب کی اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ قلعے کو اچھی طرح دیکھ کر مورچل تقسیم کر لیں۔

قلعہ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ

قلعے کا حاکم گجادھر راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے جنگ کرنے لگا۔ سلطان خلجی کی فوج نے جرات اور بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ راجپوتوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ حواس باختہ ہو کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے چار روز تک راجپوت مسلمانوں سے لڑتے رہے پانچویں روز پھر گجادھر اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اس بار مسلمانوں نے اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ گجادھر مارا گیا اور قلعہ اجمیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

خواجہ نعمت اللہ کا تقرر

اس عظیم الشان فتح پر سلطان محمود خلجی نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر خواجہ خواجگان" کے روضے کی زیارت کی۔ بادشاہ نے اجمیر ہی میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ خواجہ نعمت اللہ کو سلطان محمود خلجی نے "سیف خاں" کا لقب دیا اور اجمیر کی حکومت اس کے حوالے کی۔ بادشاہ نے خواجہ اجمیر" کے مزار کے مجاوروں کو انعام سے نوازا اور پھر منڈل گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا سے جنگ

بادشاہ نے بیاس ندی کے کنارے قیام کر کے اپنے امیروں کو قلعے کی اطراف پر متعین کیا۔ راجہ کونبھا نے بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے سلطان محمود سے لڑائی کرنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجا۔ دونوں لشکروں میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی سلطان محمود کے لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے بہت سے راجپوت بھی کام آئے۔ رات کو لڑائی ختم کر دی گئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر آ گئے۔

مندو کو واپسی

دوسرے روز صبح کے وقت تمام امراء اور اراکین سلطنت سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا اسی سال دوسری بار لشکر کشی کی گئی ہے اس لیے لشکر بہت تھکا ہوا ہے دوسرے برسات کا موسم شروع ہو گیا ہے اس لیے بہتر ہے کہ حضور اب پایہ تخت کو واپس تشریف لے چلیں جب بارشیں ختم ہو جائیں تو پھر اسے قلعے کو فتح کرنے کے لیے نکلنا چاہیے۔" بادشاہ نے امیروں کا معروضہ قبول کیا اور مندو کی طرف روانہ ہوا۔

منڈل گڑھ پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی نے منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے بادشاہ ۲۶ محرم ۸۶۱ھ کو روانہ ہوا۔ اس نے ملک کے ہر مندر کو مسمار کروا دیا اور اس طرح ملک سے کفر کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ منڈل گڑھ پہنچ کر سلطان محمود نے یہ حکم دیا کہ تمام درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالا جائے اور عمارتوں کو ڈھایا جائے نیز آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہنے دیا جائے۔ لشکر نے شاہی حکم کی تعمیل میں کوئی

besturdubooks.wordpress.com

جواں ہمتی سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ جب تک سلطان محمود خلجی کے ترکش میں تیر رہے اس نے اپنی فوج کی کمان داری میں کوتاہی نہ کی۔

محمود خلجی کا شاندار کارنامہ

سلطان قطب الدین گجراتی مع ایک زبردست لشکر کے ایک گوشے میں چھپا ہوا تھا اس نے جب صورت حال کو اپنے موافق پایا تو وہ اس گوشے سے باہر نکلا اور سلطان محمود خلجی کی طرف بڑھا۔ اس موقعے پر سلطان محمود نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھ تیرہ سوار تھے وہ ان کو لے کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل گیا۔ اور سلطان قطب الدین کی لشکر گاہ میں جو میدان جنگ کے پیچھے تھی جا پہنچا۔ اس نے دشمن کے سراپردہ خاص میں داخل ہو کر شاہی تاج اور کمربند مرصع کو حاصل کیا اور جلد از جلد اپنے لشکر میں واپس آگیا۔

مندو کو واپسی

سلطان محمود کے ارد گرد تقریباً پانچ چھ ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے یہ مشہور کر دیا کہ آج رات وہ دشمن پر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود شب خون کے بہانے سے روانہ ہوا اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی کی شکست

گجراتیوں نے سلطان محمود کو یقیناً شکست فاش دی اس کار فرماں روا خلجی کو بہت افسوس ہوا۔ واضح رہے کہ سلطان محمود نے اپنے عہد حکومت میں اس شکست کے علاوہ کبھی کسی جنگ میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ اس نے جب بھی کبھی کسی سے لڑائی کی ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران رہا البتہ گجراتیوں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ شکست کیا ہوتی ہے۔

باغیوں کو سزائیں

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کی ترتیب و تنظیم اور سپاہیوں کی ترتیب کی طرف توجہ کی۔ اسی دوران میں شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے چند مقامات پر حملہ کر کے واپس مندو آیا۔ انہیں دنوں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور اس کے بیٹوں کے بارے میں بادشاہ کو اطلاعات ملیں کہ یہ لوگ علم بغاوت بلند کرنے کے منتظر ہیں اور کئی مفسدانہ حرکات کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ بادشاہ نے ان باغیوں کو مناسب سزائیں دیں۔

گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال

۸۵۷ھ میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو سلطان قطب الدین گجراتی کی طرف سے خطرہ تھا اس لیے اس نے طے کیا کہ مارواڑ پر حملہ کرنے سے پہلے سلطان قطب الدین سے صلح کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ نے اپنے اس خیال کا کسی سے اظہار نہ کیا اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور مندو سے قصبہ دھار میں پہنچا۔ یہاں سے تاج خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ گجراتی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ صلح کی گفتگو کرے۔

گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط

تاج خاں نے قطب الدین گجراتی کے وزیروں کے نام خطوط لکھے اور اپنے قاصدوں کو گجرات کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ان خطوط میں یہ لکھا۔ "سلطان گجرات اور سلطان مالوہ کی باہمی عداوت خداوند تعالیٰ کی مخلوق کے لئے ایک بہت بڑا عذاب ہے اس لئے فریقین میں صلح کا ہونا بہت ضروری ہے۔ لہٰذا میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کریں تاکہ یہ نیک امر

besturdubooks.wordpress.com

دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

قلعے کی فتح

بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور مورچل کو خندق سے پار کر کے قلعہ کے متصل کر دیا بہت معمولی مدت میں بادشاہ نے قلعے کو فتح کر لیا اور راجپوتوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ باقی ماندہ راجپوت ایک دوسرے قلعے میں چلے گئے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔

راجپوتوں کی امان طلبی

اوپر جا کر راجپوت یہ سمجھے کہ اب وہ دشمن کے چنگل سے نکل آئے ہیں اس وجہ سے انتہائی غرور و تکبر کا مظاہرہ کرنے لگے اوپر کے قلعے میں پانی کم تھا کچھ دنوں میں ختم ہو گیا اور وہاں کے تمام تالاب خشک ہو گئے۔ اس بلائے ناگہانی کی وجہ سے راجپوت بہت پریشان ہوئے آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے سلطان محمود سے امان طلب کی۔ راجپوتوں نے دس لاکھ روپیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور قلعہ خالی کر دیا۔

کفر کی بیخ کنی

یہ واقعہ ۲۵ ذی الحجہ ۸۶۲ھ کا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے اس روز خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوسرے روز قلعے میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اور قاضیوں، محتسبوں اور خطیبوں اور موذنوں کا تقرر کیا۔

بھیلوارہ کی تباہی

۱۵ محرم ۸۶۳ھ کو سلطان محمود خلجی نے چیتور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا چیتور کے نواح میں پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ غیاث الدین کو ولایت بھیلوارہ کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا۔ شہزادے نے اس ولایت کو خوب جی کھول کر تباہ و برباد کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لایا۔

قلعہ کوندی کی فتح

اس کے کچھ دنوں بعد بادشاہ نے تاج خاں اور فدائی خاں کو قلعہ کوندی کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ شہزادہ فدائی خاں ایک زبردست لشکر لے کر قلعہ کوندی کے نواح میں پہنچا۔ دوسری طرف سے راجپوت بھی قلعے سے باہر نکلے فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں راجپوتوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ بے شمار راجپوت مارے گئے راجپوتوں کی ایک جماعت جو اپنی جان بچانے کی خاطر خندق میں اتر گئی تھی شہزادہ فدائی نے اسے گرفتار کر لیا۔ الغرض شہزادے نے اپنی جرات و بہادری کی وجہ سے پہلے ہی دن قلعے کو فتح کر لیا اس نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اس فتح کا شکرانہ ادا کیا اور اپنے ایک معتمد امیر کو قلعے کا نگران بنا کر خوشی خوشی اپنے شہر شادی آباد مندو میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

راجپوتوں کی مزید گوشمالی

۸۶۶ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک بار پھر راجپوتوں کی سرزنش کے لیے لشکر تیار کیا اور اپنے پایہ تخت سے باہر نکلا اور موضع ابار میں قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے شہزادہ غیاث الدین کو ان شہروں کی تباہی و بربادی کے لیے مقرر کیا۔ شہزادے نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور اس ولایت میں قیامت بپا کر کے نواح کو تلمیر کو تلمیر پر بھی حملہ کر دیا۔

کو تلمیر کی فتح کے لیے روانگی

اس کے بعد شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بادشاہ سے قلعہ کو تلمیر کی بہت تعریف کی۔ دوسرے ہی روز

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کو تلمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں جتنے بھی مندر ملے انہیں مسمار کر دیا گیا بادشاہ نے کو تلمیر کے نواح میں پہنچ کر قیام کیا۔

دو نگر پور پر حملہ

ایک روز بادشاہ قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر مشرق کی جانب سوار ہو کر نکلا اور اس نے شہر کو دیکھ کر کہا۔ "اس قلعے کو آسانی سے فتح کرنا مشکل ہے جب تک چند سال تک اس کا محاصرہ جاری نہ رکھا تب تک مقصد پورا کرنا مشکل ہے۔" ظاہر ہے بادشاہ کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ کئی سال اس قلعے کی فتح میں صرف کرتا۔ لہٰذا دوسرے روز اس نے اس مقام سے کوچ کیا اور دو نگر پور پہنچ گیا اس مقام کا راجہ فرار ہو کر کوہ بیاشہ میں پناہ گزین ہوا۔ راجہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے دو لاکھ تنکے اور بیس گھوڑے بادشاہ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیے۔ بادشاہ نے یہ پیش کش قبول کی اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی دکن میں

ماہ محرم ۸۶۶ھ میں دکن کے تخت پر ایک کمسن لڑکا نظام شاہ جلوہ افروز ہوا۔ چونکہ بادشاہ کمسن تھا اس لیے دکنی امیر پوری طرح بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ نظام الملک غوری کی ترغیب سے سلطان محمود خلجی لشکر تیار کر کے دکن میں گیا۔ جب بادشاہ نے دریائے نربدہ کو عبور کر لیا تو اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کا بیٹا غازی خاں "عادل خاں" کے لقب سے باپ کا جانشین ہوا ہے۔

عادل خاں والی اسیر کی ستم شعاری

عادل خاں نے تخت پر بیٹھتے ہی ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور سید کمال الدین اور سید سلطان جیسے امیروں کو بغیر کسی قصور کے قتل کر کے ان کے مکانوں کو تباہ کر دیا۔ اس خبر کے پہنچنے کے چند روز بعد سید جلال (سید کمال الدین اور سید سلطان کا بھائی) سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بھائیوں کے قتل کی دکھ بھری داستان سنا کر بادشاہ کو عادل خاں کے ظلم و ستم سے آگاہ کیا۔

عادل خاں کی معافی

سلطان محمود کو عادل خاں کی ناشائستہ حرکتوں پر بہت غصہ آیا اور اس نے عادل خاں کو سزا دینے کا پورا ارادہ کر لیا اور اس مقصد سے اسیر کی طرف روانہ ہوا۔ عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے حضرت شکر گنج کے نواسے کو مع پیش کش کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ محمود خلجی اچھی طرح جانتا تھا کہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا مشکل کام ہے دوسرے اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کو فتح کرنا تھا لہٰذا اس نے عادل خاں کا قصور معاف کر دیا اور اس کو آئندہ کے لیے سلامت روی سے کام لینے کی نصیحت کر کے سلطان محمود برار اور ایلچپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

دکنی امیروں کی تیاری

سلطان سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مالا پور پہنچا۔ یہاں شاہی جاسوسوں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ نظام شاہی امراء اپنے لشکر کو سرحدی مقامات سے طلب کر کے ایک جگہ جمع کر رہے ہیں۔ نیز شاہی خزانہ سے دو کروڑ تنکے نکال کر اہل لشکر میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ اور وہ ڈیڑھ سو قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر شہر کے باہر مقیم ہیں۔

محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور نظام شاہ بہمنی کے مقابلے پر آیا۔ دکنی وزیروں نے آٹھ سالہ نظام شاہ کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا۔ خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کیا۔ میمنہ، محمود گیلانی ملک التجار کی

besturdubooks.wordpress.com

نگرانی میں اور میسرہ' ملک نظام الملک ترک کی نگرانی میں دیا۔

لشکر مالوہ کی شکست

ملک التجار نے پیش دستی کی اور سلطان محمود خلجی کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ محمود کے میمنہ کے سردار مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر مارے گئے اس وجہ سے مالوی میمنہ منتشر ہو گیا اور مالویوں کو زبردست شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

نظام شاہ پر محمود خلجی کا حملہ

نظام شاہی لشکر نے دس کوس تک مالویوں کا تعاقب کیا اور سلطان محمود خلجی کی لشکر گاہ کو بالکل تباہ کر دیا۔ محمود خلجی ایک گوشے میں چھپ گیا اور موقع کا انتظار کرنے لگا اس نے دیکھا کہ نظام شاہی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اس وقت لوٹ مار میں مصروف ہے اور نظام شاہ چند سپاہیوں کے ساتھ میدان میں کھڑا ہوا ہے۔ محمود خلجی نے دو ہزار سواروں کو لے کر نظام شاہ پر پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا۔

نظام شاہی لشکر کی تباہی

نظام شاہی قلب لشکر کے سردار خواجہ جہاں نے بڑی مستعدی اور ہوشیاری سے کام لیا اور نظام شاہ کو ساتھ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمود خلجی کے اس حملے سے صورت حال بالکل برعکس ہو گئی بے شمار نظام شاہی سپاہی جو لوٹ مار میں مصروف تھے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ نظام شاہ کی والدہ ملکہ جہاں اپنے امیروں کی عیاری سے اچھی طرح واقف تھی لہٰذا اس نے ملو خاں کو شہر بیدر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود نظام شاہ کو لے کر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

بیدر کا محاصرہ

ملکہ جہاں نے فیروز آباد سے سلطان محمود گجراتی کے نام ایک خط لکھا اور اس سے امداد طلب کی۔ محمود خلجی نے نظام شاہی لشکر کا تعاقب کیا اور شہر بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ نظام شاہی سپاہی جو میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے جوق در جوق فیروز آباد میں بادشاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہ اطلاع ملی کہ ملک التجار ایک لشکر جرار لے کر نظام شاہ کی مدد کے لیے آ رہا ہے اور یہ توقع ہے کہ وہ جلد اپنے بادشاہ کے پاس پہنچ جائے۔

سلطان محمود کی واپسی

یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا۔ کافی سوچ بچار کے بعد آخر یہ طے کیا گیا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہو چکا ہے اور رمضان کا مہینہ بھی آنے والا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تسخیر دکن کے معاملے کو آئندہ سال تک کے لیے ملتوی کیا جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے ملک کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں جو واقعات پیش آئے وہ پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری

دکن کو فتح کرنے کا خیال سلطان محمود خلجی کو رہ رہ کر ستاتا تھا۔ ملک التجار کے ہاتھوں بادشاہ کو جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کا انتقام لینے کے لیے بھی محمود خلجی کا دل مچلتا تھا۔ ۸۶۷ھ میں بادشاہ نے دوبارہ لشکر تیار کیا اور دکن کو فتح کرنے کے خیال سے روانہ ہو کر ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہوا۔

تھانیدار کھیرلہ کا عریضہ

سلطان محمود ابھی ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانیدار کا عریضہ آیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو ایک لشکر جرار کے ساتھ کھیرلہ فتح کرنے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور چند دنوں کے اندر اندر یہاں پہنچنے والا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

کھیرلہ کو روانگی

یہ عریضہ وصول کرتے ہی سلطان محمود تھانیدار کھیرلہ کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ نظام الملک نے ایسے وقت میں جب کہ سراج الملک غریق دریائے مئے ناب تھا کھیرلہ پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔

نظام الملک کا قلعہ کھیرلہ پر قبضہ

سراج الملک کا بیٹا قلعے سے باہر آیا اور نظام الملک سے معرکہ آرا ہوا لیکن وہ زیادہ دیر تک میدان میں نہ ٹھہر سکا اور حواس باختہ ہو کر قلعے میں واپس چلا گیا۔ نظام الملک بھی قلعے میں داخل ہوا اور قلعے پر قابض ہو گیا۔ اتفاق سے اسی روز راجپوت پیادوں نے موقع پا کر نظام الملک کا کام تمام کر دیا۔

محمود کی دولت آباد کو روانگی

یہ خبر جب سلطان محمود کو پہنچی تو اس نے مقبول خاں کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ کھیرلہ کی طرف روانہ کیا اور خود انتقام لینے کے لیے دولت آباد کی طرف چل دیا۔ راستے میں راجہ سرکچھ اور راجہ جاج نگر کے ملازمین پانچ سو تیس ہاتھی لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ہاتھی بطور پیش کش بادشاہ کے حوالے کیے۔ ان ملازموں کو بادشاہ نے انعام دے کر رخصت کیا۔

خلیفہ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت

اسی زمانے میں جب کہ سلطان محمود خلجی موضع خلیفہ آباد میں مقیم تھا۔ مصر سے امیرالمومنین یوسف بن محمد عباسی کا ایک قاصد فرمان سلطنت اور خلعت لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے انتہائی مسرت سے فرمان اور خلعت کا استقبال کیا۔ اور خلیفہ کے قاصد کی بہت عزت کی اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا۔

محمود خلجی کی واپسی

جب سلطان محمود خلجی دولت آباد کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود گجراتی دکنی فرماں روا کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ محمود خلجی یہ سن کر بالکندہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند علاقوں پر اس نے حملہ کیا اور گونڈوارہ کے راستے سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

مقبول خاں کا ایلچپور پر حملہ

ماہ ربیع الاول ۸۷۱ھ میں سلطان محمود خلجی نے مقبول خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ ایلچپور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا مقبول خاں نے ایلچپور کے نواح پر قبضہ کر کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک روز رات کے وقت ایلچپور کے حاکم نے اپنے ہمسایہ حاکموں قاضی خاں اور پیر خاں کو ساتھ لیا اور پندرہ سو سواروں اور بے شمار پیادوں کے ہمراہ جنگ کے ارادے کے لیے آیا۔

مقبول اور قاضی خاں کی جنگ

مقبول خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے مال غنیمت اور دوسرے سامان کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود اپنی فوج کے چنیدہ سپاہیوں کے ساتھ وہیں رہا۔ مقبول نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت دشمن کے مقابلے پر بھیجی اور خود بقیہ سپاہیوں کے ساتھ کمین گاہ میں چھپ گیا۔

مقبول کی فتح

جب فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تو مقبول خاں نے کمین گاہ سے نکل کر دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ناگہانی مصیبت کا مقابلہ نہ کر سکا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی خاں کو شکست ہوئی اور وہ ایلچپور کی طرف بھاگ گیا۔ مقبول خاں نے بیس معتبر سرداروں کو

besturdubooks.wordpress.com

قتل اور تیس سرداروں کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد مقبول خاں واپس لوٹا اور کامیاب و کامران محمود آباد پہنچا۔

شاہان دکن و مالوہ میں صلح

ماہ جمادی الاول ۸۷۱ھ میں مالوہ اور دکن کے فرماں رواؤں نے ایک دوسرے کے دربار میں اپنے اپنے قاصد روانہ کیے اور صلح کی بات چیت شروع کی۔ آخرکار بہت حیل و حجت کے بعد اس شرط پر صلح کی کہ دکنی فرماں روا ایلچپور اور کونڈوارہ یعنی کھیرلہ تک کا علاقہ سلطان محمود خلجی کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی آئندہ کبھی پھر دکن پر حملہ نہ کرے اور دکنیوں کے لیے باعث زحمت نہ ہو۔ سلطان محمود نے یہ شرط بھی منوائی کہ دکن میں دفتری حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرج ہوں اور شمسی تاریخ کا رواج موقوف کر دیا جائے۔

شیخ علاؤ الدین کی آمد

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک مشہور اور زبردست عالم شیخ علاؤ الدین شادی آباد مندو میں آئے۔ محمود خلجی نے بڑے شاہانہ طریقے سے ان کا استقبال کیا اور بوقت ملاقات بغل گیری کی۔

مولانا عماد الدین کی آمد

ماہ ذی الحجہ ۸۷۱ھ میں سید نور محمد بخشی کے قاصد مولانا عماد الدین سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے شیخ کا خرقہ جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ مولانا عماد الدین سے بہت محبت سے پیش آیا ایک خاص تقریب منعقد کر کے بادشاہ نے اس خرقہ کو زیب تن کیا اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو انعامات دیے۔

محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل

ماہ محرم ۸۷۲ھ میں مخبروں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ "مقبول خاں نے محمود آباد کو جو اس وقت کھیرلہ کے نام سے مشہور ہے تباہ و برباد کیا ہے اور اب فرماں روائے دکن سے امداد کا طالب ہوا ہے۔ مقبول خاں نے چند ہاتھی جو اس کے ساتھ تھے کھیرلہ کے رائے زادہ کے حوالے کئے اور رائے زادہ نے قصبہ محمود آباد پر حملہ کر کے ان تمام مسلمانوں کو جو قلعے میں مقیم تھے قتل کر دیا ہے اور تمام راستے مسدود کر دیے ہیں۔

محمود خلجی ظفر آباد میں

سلطان محمود خلجی نے یہ خبر سنی اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس صورت حال کی اصلاح کے لیے محمود آباد روانہ کیا اور خود بھی اسی سال ربیع الآخر کے مہینے میں ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہوا۔

تاج خاں محمود آباد میں

چند دنوں کے بعد سلطان محمود خلجی بھی محمود آباد کی طرف روانہ ہوا راستے میں بادشاہ کو تاج خاں کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ تاج خاں جب محمود آباد پہنچا تو وہ دسہرہ کا دن تھا۔ راجہ کا بیٹا اس وقت کھانا کھانے میں مصروف تھا اور تاج خاں کی آمد سے بالکل بے خبر تھا۔ تاج خاں چاہتا تو وہ اس وقت رائے زادہ پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر سکتا تھا لیکن تاج نے دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کو مردانگی کے خلاف سمجھا اور اپنے ایک ملازم کو بھیج کر رائے زادہ کو اپنے ارادے سے مطلع کر دیا۔

محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ

رائے زادہ اسی وقت کھانے سے اٹھ پڑا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ میدان جنگ میں آیا۔ تاج خاں اور رائے زادہ کے لشکروں میں

besturdubooks.wordpress.com

جنگ شروع ہوئی فریقین نے ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن فتح تاج خاں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہی غالب آیا بے شمار راجپوت مارے گئے اور رائے زادہ ننگے سر اور ننگے پاؤں میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ تاج خاں نے مقبول خاں کے ہاتھیوں اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا۔ محمود آباد بھی تاج خاں کے قبضے میں آ گیا۔

گروہ گوندان کی سرزنش

اسی دوران میں تاج خاں کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا جس میں تمام حالات مرقوم تھے۔ سلطان محمود خلجی یہ عریضہ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے ملک الامراء ملک داور کو گروہ گوندان کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ جب گروہ گوندان کو یہ خبر ملی تو انہوں نے رائے زادہ کو جو ان کے پاس آ گیا تھا گرفتار کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا۔

خواجہ جمال الدین کی آمد

اس کے بعد سلطان محمود خلجی محمود آباد کی طرف روانہ ہوا اور ۶ رجب کو سارنگ پور میں فروکش ہوا۔ کچھ دنوں بعد خواجہ جمال الدین استر آبادی میرزا سلطان ابو سعید کے سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور سلطان محمود خلجی سے انہوں نے ملاقات کی۔ محمود خلجی خواجہ جمال الدین سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا۔

خواجہ کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ جمال الدین کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا ان کے ساتھ ہندوستان کے بہت سے تحفے (کپڑا' کنیزیں' ہاتھی اور دیگر سامان) ایران کے بادشاہ کے لیے بھجوائے۔ راستے کے اخراجات کے لیے نقد روپیہ بھی دیا۔ اس کے علاوہ شاہ ایران کی مدح میں ایک ہندی قصیدہ بھی لکھ کر خواجہ صاحب کو دیا۔ بادشاہ ایران اس قصیدے کو پڑھ کر بہت خوش ہوا۔

کچھوارہ کے زمینداروں کی بغاوت

۸۷۳ھ میں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں غازی خاں نے اس مضمون کی ایک عرض داشت روانہ کی کہ "کچھوارہ کے زمیندار حضور کی اطاعت سے منحرف ہیں اور باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔"

جلال پور ------ ایک نیا حصار

یہ عریضہ پہنچتے ہی سلطان محمود نے ان زمینداروں کی سرکوبی کا انتظام کیا اور ایک زبردست لشکر کچھوارہ کی جانب روانہ کیا۔ بادشاہ خود بھی اس مملکت کے وسط میں مقیم ہوا۔ اس مقام پر محمود خلجی نے ایک حصار کی بنیاد رکھی جو چھ روز میں بن کر تیار ہو گیا۔ اس حصار کا نام "جلال پور" رکھا گیا اور میرزا خاں کو اس کی حکومت پر متعین کیا گیا۔

شاہ دہلی کے سفیروں کی آمد

۷ شعبان ۸۷۳ھ میں شیخ محمد حرلی اور راجہ گوالیار کپور چند کا بیٹا دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی کے سفیر بن کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفیروں نے بہت سے تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور یہ پیغام دیا۔ "سلطان محمود شرقی ہر دم مائل بہ فتنہ و فساد رہتا ہے اور ہمیں تکلیف پہنچانے میں بڑا مستعد رہتا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں' دہلی کے نواح میں تشریف لا کر محمود شرقی کو راہ راست پر لے آئیں تو ہم قلعہ بیانہ مع اس کے مضافات کے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے اور جب آپ اپنے پایہ تخت کو جانے لگیں گے تو چھ ہزار گھوڑے بھی ہم آپ کی نذر کریں گے۔

اس کے جواب میں محمود خلجی نے کہا۔ "جب سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہو گا میں بھی جلد از جلد تمہاری مدد کے لیے پہنچ جاؤں

besturdubooks.wordpress.com

گا۔" محمود نے ان سفیروں پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔

محمود خلجی کی وفات

اس کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ رات کی ہوا بہت گرم تھی بادشاہ کا مزاج ٹھکانے پر نہ رہا۔ اور وہ بیمار پڑ گیا یہ بیماری رفتہ رفتہ بڑھتی ہی چلی گئی اور آخر کار وہ وقت آ ہی گیا کہ جب انسان اور اس دنیا کا باہمی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے ولایت کھوارہ میں ۱۹ ذیقعدہ ۸۷۳ھ کو وفات پائی۔

مدت حکومت

سلطان محمود خلجی نے چوبیس سال تک حکومت کی جب وہ تخت نشین ہوا تھا اس وقت اس کی عمر بھی چوبیس سال تھی۔ یہ مطابقت ایک تعجب خیز امر ہے امیر تیمور کے ساتھ بھی یہی اتفاق پیش آیا تھا وہ چھتیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا اور چھتیس سال ہی تخت نشینی کی تھی۔

کردار

سلطان محمود خلجی کی اور بہت سی فتوحات بھی ہیں لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ نے طوالت کے خوف سے انہیں نظرانداز کر دیا ہے۔ وہ نہایت ہی بہادر اور بلند اخلاق انسان تھا اس کے عہد حکومت میں رعایا کا ہر طبقہ خوش حال تھا ہندو اور مسلمان سبھی بادشاہ پر جان چھڑکتے تھے بادشاہ بھی اپنی رعایا سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتا تھا۔

ذوق جنگ و جدل

سلطان محمود خلجی نے دوسرے فرماں رواؤں کی طرح شراب نوشی کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بنایا۔ اس نے زندگی بھر توسیع سلطنت اور باغیوں کی سرزنش کی کوشش کی۔ اس کا حقیقی عیش اگر کچھ تھا تو وہ ذوق جنگ و جدل تھا۔ اس کے آغاز حکومت سے لے کر وفات کے زمانہ تک شاید ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو کہ جس میں کسی نہ کسی مقام پر لشکر کشی نہ کی ہو۔ اس نے ہمیشہ اپنی راحت و آسائش کو میدان کارزار ہی میں پایا اور زندگی بھر اسی روش پر چلتا رہا۔

تاریخ سے دلچسپی

سلطان محمود خلجی میں ایک یہ عادت بہت ہی اچھی تھی کہ وہ تجربہ کار مورخوں اور جہاں دیدہ سیاحوں سے گزشتہ زمانے کے حالات سنا کرتا تھا۔ وہ مختلف بادشاہوں اور حکومتوں کے آغاز و انجام کے اسباب و اثرات پر اکثر غور کیا کرتا تھا اور پھر ان کی روشنی میں اپنے لیے صحیح راستے کا تعین کیا کرتا تھا۔ وہ عہد ماضی کے بادشاہوں کے واقعات سے مفید نتائج اخذ کر کے اپنے لیے بادشاہت کے قواعد وضع کیا کرتا تھا۔ اور پھر حتی الامکان ان پر عمل کیا کرتا تھا۔

عاقبت اندیشی

گزشتہ بادشاہوں کے عبرت انگیز اور مفید مطلب واقعات کو وہ ہمیشہ یاد رکھتا تھا اور اپنی مجلسوں میں اکثر اپنے امیروں سے یہ واقعات بیان کیا کرتا تھا۔ سلطان محمود خلجی کا یہ دستور تھا کہ وہ ان اسباب و علل پر گہری نظر رکھتا تھا کہ جو شاہان سلف کی تباہی و بربادی اور زوال کا باعث ہوئے اور پھر اپنے اعمال و اطوار میں ان تمام خطرناک امور سے پرہیز کرتا تھا۔ یہ امر اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ ہے۔

امن و امان

محمود خلجی کے عہد میں چوری اور ڈاکہ زنی بالکل نہ ہوتی تھی اگر کہیں اس قسم کی واردات ہوتی تو بادشاہ بعد تحقیق جو مال چوری ہو

besturdubooks.wordpress.com

جاتا اس کی قیمت شاہی خزانے سے ادا کر دیتا اور اس مال کو مقامی حکام سے وصول کرتا یہی وجہ تھی کہ لوگ بلاخوف و خطر زندگی بسر کرتے تھے۔ تاجر اور بیوپاری جنگلوں میں بھی اپنے سامان کو اتنا ہی محفوظ سمجھتے تھے جتنا کہ اپنے گھروں پر۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک شیر نے مار ڈالا اس شخص کی عورت بادشاہ کے پاس فریاد لے کر آئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جب کوئی شیر کہیں نظر آئے اس کو مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بے شمار شیروں کو مارا گیا یہاں تک کہ مالوہ میں اس موذی جانور کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

جاتا اس کی قیمت شاہی خزانے سے ادا کر دیتا اور اس مال کو مقامی حکام سے وصول کرتا یہی وجہ تھی کہ لوگ بلاخوف و خطر زندگی بسر کرتے تھے۔ تاجر اور بیوپاری جنگلوں میں بھی اپنے سامان کو اتنا ہی محفوظ سمجھتے تھے جتنا کہ اپنے گھروں پر۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک شیر نے مار ڈالا اس شخص کی عورت بادشاہ کے پاس فریاد لے کر آئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جب کوئی شیر کہیں نظر آئے اس کو مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بے شمار شیروں کو مارا گیا یہاں تک کہ مالوہ میں اس موذی جانور کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے رعایا کو خوش کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کے چتر پر جو رقم نثار کی گئی تھی بادشاہ نے وہ رقم مستحقین میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی فدائی خاں سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت سے شہر نو اور دوسرے پرگنوں پر قابض تھا۔ بادشاہ نے اسے بحال و برقرار رکھا اور اس سلسلے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا۔

شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصر الدین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے عہدہ وزارت عطا کیا نیز چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

عیش پرستی

تخت نشینی کی رسم کے بعد غیاث الدین نے تمام عہدے اپنے تجربہ کار امیروں میں تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پورے چوبیس سال تک لشکر کشی کی ہے۔ اس زمانے میں میرا بہت سا وقت میدان جنگ میں ہی گزرا ہے لہٰذا اب میری آسائش کا وقت آیا ہے۔ مجھے یہ سلطنت جو اپنے باپ سے ترکے میں ملی ہے میں اس میں مزید توسیع کی خواہش نہیں کرتا اسی پر قانع رہوں گا اور اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ عیش و عشرت کا جو سامان بھی مہیا ہو سکے فراہم کیا جائے۔

عورتوں میں دلچسپی

اس کے بعد بادشاہ کے حرم میں بہت سی خوبصورت اور پری چہرہ کنیزیں جمع ہو گئیں۔ کوئی ان میں ساز بجانے میں مہارت رکھتی تھی اور کوئی فن رقص میں اپنی مثال آپ تھی۔ ان کنیزوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا' تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کے حرم میں دس ہزار کے قریب کنیزیں اور راجاؤں کی بیٹیاں جمع ہو گئیں۔

عورتوں میں عہدوں کی تقسیم

بادشاہ نے راجاؤں اور امیروں کی بیٹیوں کو عہدے عطا کیے۔ جس طرح شاہی حرم کے باہر امراء میں عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں اسی طرح حرم کے اندر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان عورتوں میں سے کسی کو وکیل وزیر' دبیر' مشرف' خبردار' نوسندہ اور منجم مقرر کیا اور کسی کو صدر مدرس' حکم' ندیم' محتسب' مفتی' حافظ اور موذن بنایا اسی طور سے کنیزوں کو ہنر اور صنعتی تعلیم دلوائی۔ یہ کنیزیں مختلف کاموں مثلاً آہن گری' مخمل بافی' زرگری' تیر گری' کمان گری' کوزہ گری' جامہ بافی' ترکش دوزی' کفش دوزی' نجاری اور شعبدہ بازی میں ماہر تھیں۔ شاہی حرم میں یہ اس قسم کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

عورتیں لشکر میں

سلطان غیاث الدین نے پانچ سو ترکی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تیر اندازی اور نیزہ بازی کی تعلیم دلوائی۔ اس جماعت کو "سپاہ ترک"

besturdubooks.wordpress.com

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے رعایا کو خوش کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کے چتر پر جو رقم نثار کی گئی تھی بادشاہ نے وہ رقم مستحقین میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی ندائی خاں سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت سے شہر نو اور دوسرے پرگنوں پر قابض تھا۔ بادشاہ نے اسے بحال و برقرار رکھا اور اس سلسلے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا۔

شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصرالدین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے عہدہ وزارت عطا کیا نیز چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

عیش پرستی

تخت نشینی کی رسم کے بعد غیاث الدین نے تمام عہدے اپنے تجربہ کار امیروں میں تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پورے چوبیس سال تک لشکر کشی کی ہے۔ اس زمانے میں میرا بہت سا وقت میدان جنگ میں ہی گزرا ہے لہٰذا اب میری آسائش کا وقت آیا ہے۔ مجھے یہ سلطنت جو اپنے باپ سے ترکے میں ملی ہے میں اس میں مزید توسیع کی خواہش نہیں کرتا اسی پر قانع رہوں گا اور اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ عیش و عشرت کا جو سامان بھی مہیا ہو سکے فراہم کیا جائے۔

عورتوں میں دلچسپی

اس کے بعد بادشاہ کے حرم میں بہت سی خوبصورت اور پری چہرہ کنیزیں جمع ہو گئیں۔ کوئی ان میں ساز بجانے میں مہارت رکھتی تھی اور کوئی فن رقص میں اپنی مثال آپ تھی۔ ان کنیزوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا' تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کے حرم میں دس ہزار کے قریب کنیزیں اور راجاؤں کی بیٹیاں جمع ہو گئیں۔

عورتوں میں عہدوں کی تقسیم

بادشاہ نے راجاؤں اور امیروں کی بیٹیوں کو عہدے عطا کیے۔ جس طرح شاہی حرم کے باہر امراء میں عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں اسی طرح حرم کے اندر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان عورتوں میں سے کسی کو وکیل وزیر' دبیر' مشرف' خبردار' نویسندہ اور منجم مقرر کیا اور کسی کو صدر مدرس' حکم' ندیم' محتسب' مفتی' حافظ اور موذن بنایا اسی طور سے کنیزوں کو ہنر اور صنعت کی تعلیم دلوائی۔ یہ کنیزیں مختلف کاموں مثلاً آہن گری' مخمل بافی' زرگری' تیر گری' کمان گری' کوزہ گری' جامہ بافی' ترکش دوزی' کفش دوزی' نجاری اور شعبدہ بازی میں ماہر تھیں۔ شاہی حرم میں یہ اس قسم کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

عورتیں لشکر میں

سلطان غیاث الدین نے پانچ سو ترکی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تیر اندازی اور نیزہ بازی کی تعلیم دلوائی۔ اس جماعت کو "سپاہ ترک"

besturdubooks.wordpress.com

کا لقب دیا گیا اور شاہی لشکر کے میمنہ میں داخل کیا۔ اسی طرح پانچ سو حبشی کنیزوں کو بھی شمشیر بازی اور تفنگ اندازی کی تعلیم دی گئی اور میسرہ میں داخل کیا گیا۔

حرم سرا میں بازار کا قیام

بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار بھی تعمیر کیا اور حکم دیا کہ اس بازار میں تمام چیزیں انہیں قیمتوں پر فروخت کی جائیں جن قیمتوں پر شہر میں فروخت ہوتی ہیں۔ بوڑھی اور بدشکل عورتوں کو شاہی حرم سرا میں داخل نہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی خدمت پر فائز رہ سکتی تھیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی کوئی عورت شاہی حرم میں آ جاتی تو اسے بادشاہ کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

مساوات

یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ شاہی حرم کی تمام عورتوں کو ایک ہی جتنا غلہ اور یکساں جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ ہر عورت خواہ وہ بہت خوبصورت ہو یا محض قبول صورت منصب دار ہو یا غیر منصب دار اسے دو تنکے اور دو من غلہ دیا جاتا تھا۔ بقیہ جانداروں سے بھی جو حرم سرا میں موجود تھے یہی سلوک کیا جاتا تھا یہاں تک کہ طوطوں' میناؤں اور کبوتروں کا روزینہ بھی یہی مقرر تھا۔

چوہے کا روزینہ

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار بادشاہ کو شاہی حرم میں ایک چوہا نظر آیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس چوہے کا روزینہ دو تنکے اور دو من غلہ مقرر کر دیا۔ اور ایک کنیز کو یہ حکم دیا کہ روزانہ وہ چوہے کی بل کے پاس غلہ رکھ دیا کرے۔

حسینوں سے رعایت

جن عورتوں اور کنیزوں کو بادشاہ بہت پسند کرتا تھا ان کو بھی روزینہ دوسری عورتوں کے برابر ہی دیا جاتا تھا لیکن ان سے دوسری قسم کی مراعات برتی جاتی تھیں مثلاً یہ کہ انہیں طلائی اور مرصع زیورات اور دیگر گراں قدر اشیاء مرحمت کی جاتی تھیں۔

سخاوت و دریا دلی

بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر رات اپنے تکیے کے نیچے ایک سو اشرفیاں رکھ کر سوتا تھا اور صبح ہوتے ہی ان اشرفیوں کو محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب کبھی وہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو لفظ "شکر" جونہی زبان سے نکلے اسی وقت غریبوں میں پچاس تنکے تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی وہ دربار کرتا یا سوار ہوتا تو اس وقت جس کسی سے گفتگو ہوتی اس کو ایک ہزار تنکے مرحمت کیے جاتے۔

خوف خدا

شاہی حرم میں ایک ہزار کنیزیں ایسی تھیں کہ جنہوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب وہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے شاہی لباس پر دم کریں۔ جب ایک گھڑی رات باقی رہ جاتی تھی تو بادشاہ بیدار ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اس نے اہل حرم کو تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لیے اسے بہر قیمت جگایا کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کریں۔ اگر وہ گہری نیند میں مستغرق ہو تو اسے زور سے جھنجوڑا کریں۔ اور اگر اس سے بھی اس کی نیند نہ کھلے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔ الغرض عیش پرستی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے دل میں خدا کا خوف بھی جاگزین تھا۔

آخرت کا خیال

بادشاہ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ عیش پرستی میں مشغول ہو یا دنیاوی امور میں مصروف ہو تو اس کے سامنے ہر ایسی چیز

besturdubooks.wordpress.com

کا لقب دیا گیا اور شاہی لشکر کے میمنہ میں داخل کیا۔ اسی طرح پانچ سو حبشی کنیزوں کو بھی شمشیر بازی اور تفنگ اندازی کی تعلیم دی گئی اور میسرہ میں داخل کیا گیا۔

حرم سرا میں بازار کا قیام

بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار بھی تعمیر کیا اور حکم دیا کہ اس بازار میں تمام چیزیں انہیں قیمتوں پر فروخت کی جائیں جن قیمتوں پر شہر میں فروخت ہوتی ہیں۔ بوڑھی اور بدشکل عورتوں کو شاہی حرم سرا میں داخل نہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی خدمت پر فائز رہ سکتی تھیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی کوئی عورت شاہی حرم میں آ جاتی تو اسے بادشاہ کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

مساوات

یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ شاہی حرم کی تمام عورتوں کو ایک ہی جتنا غلہ اور یکساں جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ ہر عورت خواہ وہ بہت خوبصورت ہو یا محض قبول صورت منصب دار ہو یا غیر منصب دار اسے دو تنگے اور دو من غلہ دیا جاتا تھا۔ بقیہ جانداروں سے بھی جو حرم سرا میں موجود تھے یہی سلوک کیا جاتا تھا یہاں تک کہ طوطوں' میناؤں اور کبوتروں کا روزینہ بھی یہی مقرر تھا۔

چوہے کا روزینہ

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار بادشاہ کو شاہی حرم میں ایک چوہا نظر آیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس چوہے کا روزینہ دو تنگے اور دو من غلہ مقرر کر دیا۔ اور ایک کنیز کو یہ حکم دیا کہ روزانہ وہ چوہے کی بل کے پاس غلہ رکھ دیا کرے۔

حسینوں سے رعایت

جن عورتوں اور کنیزوں کو بادشاہ بہت پسند کرتا تھا ان کو بھی روزینہ دوسری عورتوں کے برابر ہی دیا جاتا تھا لیکن ان سے دوسری قسم کی مراعات برتی جاتی تھیں مثلاً یہ کہ انہیں طلائی اور مرصع زیورات اور دیگر گراں قدر اشیاء مرحمت کی جاتی تھیں۔

سخاوت و دریا دلی

بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر رات اپنے تکیے کے نیچے ایک سو اشرفیاں رکھ کر سوتا تھا اور صبح ہوتے ہی ان اشرفیوں کو محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی وہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو لفظ "شکر" جونہی زبان سے نکلے اسی وقت غریبوں میں پچاس تنگے تقسیم کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب بھی وہ دربار کرتا یا سوار ہوتا تو اس وقت جس کسی سے گفتگو ہوتی اس کو ایک ہزار تنگے مرحمت کیے جاتے۔

خوف خدا

شاہی حرم میں ایک ہزار کنیزیں ایسی تھیں کہ جنہوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب وہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے شاہی لباس پر دم کریں۔ جب ایک گھڑی رات باقی رہ جاتی تھی تو بادشاہ بیدار ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اس نے اہل حرم کو تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لیے اسے بہر قیمت جگایا کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کریں۔ اگر وہ گہری نیند میں مستغرق ہو تو اسے زور سے جھنجوڑا کریں۔ اور اگر اس سے بھی اس کی نیند نہ کھلے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔ الغرض عیش پرستی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے دل میں خدا کا خوف بھی جاگزین تھا۔

آخرت کا خیال

بادشاہ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ عیش پرستی میں مشغول ہو یا دنیاوی امور میں مصروف ہو تو اس کے سامنے ہر ایسی چیز

besturdubooks.wordpress.com

لائی جائے کہ جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے۔ تاکہ وہ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہے اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر وضو کرے اور خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

نشہ آور چیزوں سے نفرت

شاہی مجلس میں غیر شرعی باتوں اور غیر اخلاقی امور پر گفتگو کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ سلطان غیاث الدین نشہ آور چیزوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے لیے معجون تیار کی گئی جس پر ایک لاکھ تنکہ خرچ ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس معجون کے اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ اس میں تین سو سے زیادہ ادویات شامل تھیں ان دواؤں میں ایک نشہ آور دوا بھی تھی جونہی بادشاہ نے اس کا نام سنا تو یہ حکم دیا۔ "اس معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔" ایک مقرب نے عرض کیا "چونکہ اس پر بہت صرفہ آیا ہے اس لیے یہ بہتر ہو گا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرما دیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "جو چیزیں اپنے لیے ناجائز سمجھتا ہوں وہ میں کسی دوسرے کے لیے کیسے جائز سمجھ سکتا ہوں۔"

انسانی ہمدردی

ایک بار ایک شخص سلطان غیاث الدین کے حاجب شیخ لقمان کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں بادشاہ کی سخاوت اور دریا دلی کی داستان سن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ تاکہ تمہارے ذریعے سے بادشاہ تک پہنچوں اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مدد مانگوں۔" شیخ لقمان نے اس شخص سے کہا۔ "میں تیری ضرورت کو اپنے ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس لیے بادشاہ سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس شخص نے کہا "میں تم سے کسی قسم کی مدد لینا نہیں چاہتا میری خواہش ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے عطیہ دے کر میری عزت افزائی کرے۔" شیخ نے اس شخص کو بہت سمجھایا اور کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کو بادشاہ تک اس وجہ سے پہنچا دیتا ہوں کہ ان میں ذاتی قابلیت یا خاندانی بلند نامی ہوتی ہے۔ لیکن تجھ میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہیں پھر بھلا میں کس طرح تجھے بادشاہ تک پہنچاؤں۔" اس شخص نے جواب دیا "میں نے اپنے آپ کو تجھ تک پہنچا دیا ہے اب یہ تیرا کام ہے کہ تو مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دے۔"

آخرکار مجبور ہو کر شیخ لقمان اس شخص کو شاہی دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ گیہوں کے اس ذخیرے میں سے جو فقیروں کے لیے تولا جا رہا ہے ایک مٹھی گیہوں لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ شیخ لقمان اور وہ سائل دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہ نے لقمان سے پوچھا کہ "وہ شخص کون ہے؟" لقمان نے جواب دیا۔ "یہ اہل استحقاق میں سے ہے اور آپ کے لیے ایک ہدیہ لے کر آیا ہے۔" اس پر بادشاہ نے کہا تو اسے یہاں کیوں لے آیا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا اور ملاقات کرتا۔" اس کے جواب میں لقمان نے عرض کیا اس شخص میں اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے کہ حضور اس سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اگر یہ شخص اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور اس قابل تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا" اس کے بعد بادشاہ نے ہدیہ پیش کرنے کے لئے اصرار کیا۔ اس پر حاجب نے کہا "یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنا ہدیہ جمعہ کے روز مجلس میں آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ جمعہ کے روز اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر وہی گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈال دیئے یہ اس کا ہدیہ تھا اس کے عوض بادشاہ نے اس شخص کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

ایک روز سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا۔ "میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں ہیں اگرچہ ان میں حسن و جمال کی کمی نہیں۔ اور ایک سے ایک عورت میرے سامنے رہتی ہے لیکن جس حسن کو میری نگاہیں ڈھونڈتی ہیں وہ مجھے آج تک نہیں ملا کاش! مجھے کوئی ایسی صورت مل جاتی جس سے میرے دل و نگاہ مطمئن ہو جاتے۔"

besturdubooks.wordpress.com

لائی جائے کہ جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے۔ تاکہ وہ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہے اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر وضو کرے اور خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

نشہ آور چیزوں سے نفرت

شاہی مجلس میں غیر شرعی باتوں اور غیر اخلاقی امور پر گفتگو کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ سلطان غیاث الدین نشہ آور چیزوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے لیے معجون تیار کی گئی جس پر ایک لاکھ تنگہ خرچ ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس معجون کے اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ اس میں تین سو سے زیادہ ادویات شامل تھیں ان دواؤں میں ایک نشہ آور دوا بھی تھی جونہی بادشاہ نے اس کا نام سنا تو یہ حکم دیا۔ "اس معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔" ایک مقرب نے عرض کیا "چونکہ اس پر بہت صرفہ آیا ہے اس لیے یہ بہتر ہو گا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرما دیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "جو چیزیں اپنے لیے ناجائز سمجھتا ہوں وہ میں کسی دوسرے کے لیے کیسے جائز سمجھ سکتا ہوں۔"

انسانی ہمدردی

ایک بار ایک شخص سلطان غیاث الدین کے حاجب شیخ لقمان کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں بادشاہ کی سخاوت اور دریا دلی کی داستان سن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ تاکہ تمہارے ذریعے سے بادشاہ تک پہنچوں اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مدد مانگوں۔" شیخ لقمان نے اس شخص سے کہا۔ "میں تیری ضرورت کو اپنے ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس لیے بادشاہ سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس شخص نے کہا "میں تم سے کسی قسم کی مدد لینا نہیں چاہتا میری خواہش ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے عطیہ دے کر میری عزت افزائی کرے۔" شیخ نے اس شخص کو بہت سمجھایا اور کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کو بادشاہ تک اس وجہ سے پہنچا دیتا ہوں کہ ان میں ذاتی قابلیت یا خاندانی بلند نامی ہوتی ہے۔ لیکن تجھ میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہیں پھر بھلا میں کس طرح تجھے بادشاہ تک پہنچاؤں۔" اس شخص نے جواب دیا "میں نے اپنے آپ کو تجھ تک پہنچا دیا ہے اب یہ تیرا کام ہے کہ تو مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دے۔"

آخرکار مجبور ہو کر شیخ لقمان اس شخص کو شاہی دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ گیہوں کے اس ذخیرے میں سے جو فقیروں کے لیے تولا جا رہا ہے ایک مٹھی گیہوں لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ شیخ لقمان اور وہ سائل دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہ نے لقمان سے پوچھا کہ "وہ شخص کون ہے؟" لقمان نے جواب دیا۔ "یہ اہل استحقاق میں سے ہے اور آپ کے لیے ایک ہدیہ لے کر آیا ہے۔" اس پر بادشاہ نے کہا تو اسے یہاں کیوں لے آیا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا اور ملاقات کرتا۔" اس کے جواب میں لقمان نے عرض کیا اس شخص میں اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے کہ حضور اس سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اگر یہ شخص اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور اس قابل تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا" اس کے بعد بادشاہ نے ہدیہ پیش کرنے کے لئے اصرار کیا۔ اس پر حاجب نے کہا "یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنا ہدیہ جمعہ کے روز مجلس میں آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ جمعہ کے روز اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر وہی گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈال دیئے یہ اس کا ہدیہ تھا اس کے عوض بادشاہ نے اس شخص کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

ایک روز سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا۔ "میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں ہیں اگرچہ ان میں حسن و جمال کی کمی نہیں۔ اور ایک سے ایک عورت میرے سامنے رہتی ہے لیکن جس حسن کو میری نگاہیں ڈھونڈتی ہیں وہ مجھے آج تک نہیں ملا کاش! مجھے کوئی ایسی صورت مل جاتی جس سے میرے دل و نگاہ مطمئن ہو جاتے۔"

besturdubooks.wordpress.com

حسن کا معیار

اس موقعے پر ایک مقرب نے بادشاہ سے عرض کیا "جو لوگ عورتوں کی فراہمی پر مامور ہیں وہ عقل کے کچے ہیں انہیں یہ علم نہیں ہے کہ حسن کیا ہے؟ اسی وجہ سے اب تک وہ آپ کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد کی جائے تو ممکن ہے کہ آپ کی پسند کے موافق کوئی عورت مجھے مل جائے۔ بادشاہ نے اس درباری سے پوچھا "تمہارے نزدیک حسن کا معیار کیا ہے؟" درباری نے جواب دیا "میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے جسم کا ایک حصہ نظر آجائے تو دیکھنے والا اس حصے کے حسن میں اتنا محو ہو جائے کہ اس کو دوسرے حصوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی حسین کا قامت دیکھے تو اس پر اس حد تک فریفتہ ہو جائے کہ پھر حسین کا چہرہ دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے۔" بادشاہ کو حسن کی یہ تعریف بہت پسند آئی اور اس نے اپنے اس درباری کے ذوق جمال کو سراہا اور اجازت دی کہ وہ حسن کی تلاش کرے۔

ایک مثالی حسین کی تلاش

اس درباری نے تمام ملک محروسہ کا سفر کیا اور سارے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اسے کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی آخرکار وہ درباری مایوس ہو کر واپس آگیا۔ اتفاق سے ایک روز اس درباری نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خراماں خراماں جا رہی تھی اس لڑکی کا قامت اور طرز رفتار بڑی دلکش تھی۔ درباری نے اسے دیکھا اور بہت خوش ہوا اور جب لڑکی سے اس کا سامنا ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ جس صورت کا تصور کیے ہوئے تھا اس سے یہ لڑکی ہزار گنا زیادہ خوبصورت تھی۔

گوہر مراد

درباری نے جس طرح بھی ہو سکا اس لڑکی کو حاصل کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے لڑکی کے حسن و جمال اور درباری کی نظر انتخاب کی بے حد تعریف کی۔ درباری نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو کئی ہزار تنکوں میں خریدا ہے۔

لڑکی کے والدین کی فریاد

درباری اس لڑکی کو چوری چھپے اغوا کر کے لایا تھا۔ لڑکی کے ماں باپ بڑے پریشان تھے اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے آخرکار انہوں نے پتہ چلا لیا کہ لڑکی کہاں ہے۔ لڑکی کے والدین بادشاہ سے فریاد کرنے کے لئے آئے ایک روز جب کہ سلطان غیاث الدین کی سواری گزر رہی تھی تو ان لوگوں نے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی۔ بادشاہ نے اسی وقت اپنی سواری روک لی اور اسی مقام پر بیٹھ کر علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان غیاث الدین کا انصاف

علماء جب آگئے تو سلطان غیاث الدین نے ان سے کہا "مجھ پر شرعی حکم جاری کیا جائے۔" داد خواہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے کہا "ہمارا منشا یہ تھا کہ لڑکی اگر اغوا کرنے والے کے پاس ہوتی تو اسے سزا دی جاتی لیکن اب جب کہ لڑکی آپ کے پاس ہے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر ہے اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"
یہ سن کر بادشاہ نے علماء سے کہا "اگرچہ لڑکی کے والدین کے اس بیان کے بعد وہ لڑکی مجھ پر مباح ہو گئی ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرعی ہو اسے پورا کرو' خواہ اس سلسلے میں مجھ کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔" علماء نے کہا "جو کام نادانستہ طور پر عمل میں آئے' وہ معافی کے قابل ہوتا ہے اور کفارہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔" اس واقعے سے بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے تمام اشخاص عورتوں کی فراہمی کا کام بالکل بند کر دیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حسن کا معیار

اس موقعے پر ایک مقرب نے بادشاہ سے عرض کیا "جو لوگ عورتوں کی فراہمی پر مامور ہیں وہ عقل کے کچے ہیں انہیں یہ علم نہیں ہے کہ حسن کیا ہے؟ اسی وجہ سے اب تک وہ آپ کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد کی جائے تو ممکن ہے کہ آپ کی پسند کے موافق کوئی عورت مجھے مل جائے۔ بادشاہ نے اس درباری سے پوچھا "تمہارے نزدیک حسن کا معیار کیا ہے؟" درباری نے جواب دیا "میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے جسم کا ایک حصہ نظر آ جائے تو دیکھنے والا اس حصے کے حسن میں اتنا محو ہو جائے کہ اس کو دوسرے حصوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی حسین کا قامت دیکھے تو اس پر اس حد تک فریفتہ ہو جائے کہ پھر حسین کا چہرہ دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے۔" بادشاہ کو حسن کی یہ تعریف بہت پسند آئی اور اس نے اپنے اس درباری کے ذوق جمال کو سراہا اور اجازت دی کہ وہ حسن کی تلاش کرے۔

ایک مثالی حسین کی تلاش

اس درباری نے تمام ملک محروسہ کا سفر کیا اور سارے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اسے کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی آخرکار وہ درباری مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ اتفاق سے ایک روز اس درباری نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خراماں جا رہی تھی اس لڑکی کا قامت اور طرز رفتار بڑی دلکش تھی۔ درباری نے اسے دیکھا اور بہت خوش ہوا اور جب لڑکی سے اس کا سامنا ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ جس صورت کا تصور کیے ہوئے تھا اس سے یہ لڑکی ہزار گناہ زیادہ خوبصورت تھی۔

گوہر مراد

درباری نے جس طرح بھی ہو سکا اس لڑکی کو حاصل کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے لڑکی کے حسن و جمال اور درباری کی نظر انتخاب کی بے حد تعریف کی۔ درباری نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو کئی ہزار تنکوں میں خریدا ہے۔

لڑکی کے والدین کی فریاد

درباری اس لڑکی کو چوری چھپے اغوا کر کے لایا تھا۔ لڑکی کے ماں باپ بڑے پریشان تھے اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے آخرکار انہوں نے پتہ چلا لیا کہ لڑکی کہاں ہے۔ لڑکی کے والدین بادشاہ سے فریاد کرنے کے لئے آئے ایک روز جب کہ سلطان غیاث الدین کی سواری گزر رہی تھی تو ان لوگوں نے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی۔ بادشاہ نے اسی وقت اپنی سواری روک لی اور اسی مقام پر بیٹھ کر علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان غیاث الدین کا انصاف

علماء جب آ گئے تو سلطان غیاث الدین نے ان سے کہا "مجھ پر شرعی حکم جاری کیا جائے۔" داد خواہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے کہا "ہمارا منشا یہ تھا کہ لڑکی اگر اغوا کرنے والے کے پاس ہوتی تو اسے سزا دی جاتی لیکن اب جب کہ لڑکی آپ کے پاس ہے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر ہے اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"
یہ سن کر بادشاہ نے علماء سے کہا "اگرچہ لڑکی کے والدین کے اس بیان کے بعد وہ لڑکی مجھ پر مباح ہو گئی ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرعی ہو اسے پورا کرو' خواہ اس سلسلے میں مجھ کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔" علماء نے کہا "جو کام نادانستہ طور پر عمل میں آئے' وہ معافی کے قابل ہوتا ہے اور کفارہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔" اس واقعے سے بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے تمام اشخاص عورتوں کی فراہمی کا کام بالکل بند کر دیں۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کی سادہ لوحی

سلطان غیاث الدین کی سادہ لوحی اور حسن اعتقاد کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گدھے کا ایک سم بادشاہ کو دکھا کر کہنے لگا۔ "یہ سم حضرت عیسیٰ کے گدھے کا ہے۔" بادشاہ نے اسی وقت اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ پچاس ہزار تنکہ سیاہ دے کر اس سم کو خرید لیا جائے۔

خوش اعتقادی

اس کے بعد تین دوسرے اشخاص بھی حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سم لے کر آئے اور بادشاہ نے ان تینوں سے پچاس ہزار تنکے پر وہ سم خرید لیے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس کے پاس بھی ایک سم تھا بادشاہ نے وہ سم بھی اسی قیمت پر خرید لیا اس پر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا "کیا حضرت عیسیٰ کے گدھے کے پانچ سم تھے جو آپ نے پانچواں سم بھی پچاس ہزار تنکوں کے عوض خرید لیا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ سچ بول رہا ہو اور اس سے کسی اور نے کذب بیانی کی ہو۔"

شکار کا شوق

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بہت دلچسپی تھی اس نے بہت سے آہو خانے بنوائے اور ان میں انواع و اقسام کے جانور اور پرندے جمع کیے۔ بادشاہ عورتوں کو ہمراہ لے کر سوار ہوتا اور آہو خانے میں شکار کھیلتا تھا۔

عیش و عشرت میں انہماک

بادشاہ کو خوبصورت اور پری چہرہ عورتوں کی صحبت اور نغمہ و رقص سے بے انتہا انسیت تھی۔ اسی وجہ سے اس کا زیادہ وقت حرم سرا کے اندر ہی گزرتا تھا۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ تھوڑی سی دیر کے لیے دربار میں آتا تخت پر بیٹھتا امراء و اراکین سلطنت کا سلام لیتا اور چند بہت ہی ضروری اور اہم امور کا تصفیہ کر کے فوراً حرم سرا کے اندر چلا جاتا۔ باقی تمام امور وکیلوں اور وزیروں کے سپرد کر دیئے جاتے اور یہی لوگ ان کا تصفیہ کرتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ کئی کئی ہفتوں تک حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ ایسے ایام میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی بہت اہم ضروری کام آپڑے یا سرحدی مقامات سے کوئی عرض داشت آئے تو اس سے بادشاہ کو مطلع کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیگر امور وزیر خود ہی انجام دے لیا کریں۔ اس طرح بادشاہ کے عیش و عشرت میں سلطنت کی ذمہ داریاں دخل انداز نہیں ہوتی تھیں۔

پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ

سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت بہت ہی پر امن تھا اس زمانے میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہوا اس قسم کا صرف ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ۸۸۹ھ میں دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی نے پالن پور کے مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ یہ خبر مندو میں پہنچی لیکن کسی شخص کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سلطان غیاث الدین کو اس بد نظمی سے آگاہ کرتا۔

سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا

آخر کار احسن خاں نے جرات کی اور ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "سلطان بہلول لودھی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پیش کش کی ایک بھاری رقم بھجوایا کرتا تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اور اس نے قصبہ پالن پور میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

بہلول کی مدافعت

یہ سنتے ہی سلطان غیاث الدین نے چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو لکھا۔ "بھیلسہ اور سارنگ پور کا لشکر لے کر سلطان بہلول

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کی سادہ لوحی

سلطان غیاث الدین کی سادہ لوحی اور حسن اعتقاد کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گدھے کا ایک سم بادشاہ کو دکھا کر کہنے لگا۔ "یہ سم حضرت عیسیٰ کے گدھے کا ہے۔" بادشاہ نے اسی وقت اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ پچاس ہزار تنکہ سیاہ دے کر اس سم کو خرید لیا جائے۔

خوش اعتقادی

اس کے بعد تین دوسرے اشخاص بھی حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سم لے کر آئے اور بادشاہ نے ان تینوں سے پچاس ہزار تنکے پر وہ سم خرید لیے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس کے پاس بھی ایک سم تھا بادشاہ نے وہ سم بھی اسی قیمت پر خرید لیا اس پر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا "کیا حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کے پانچ سم تھے جو آپ نے پانچواں سم بھی پچاس ہزار تنکوں کے عوض خرید لیا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ سچ بول رہا ہو اور اس سے کسی اور نے کذب بیانی کی ہو۔"

شکار کا شوق

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بہت دلچسپی تھی اس نے بہت سے آہو خانے بنوائے اور ان میں انواع و اقسام کے جانور اور پرندے جمع کیے۔ بادشاہ عورتوں کو ہمراہ لے کر سوار ہوتا اور آہو خانے میں شکار کھیلتا تھا۔

عیش و عشرت میں انہماک

بادشاہ کو خوبصورت اور پری چہرہ عورتوں کی صحبت اور نغمہ و رقص سے بے انتہا انسیت تھی۔ اسی وجہ سے اس کا زیادہ وقت حرم سرا کے اندر ہی گزرتا تھا۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ تھوڑی سی دیر کے لیے دربار میں آتا تخت پر بیٹھتا امراء و اراکین سلطنت کا سلام لیتا اور چند بہت ہی ضروری اور اہم امور کا تصفیہ کر کے فوراً حرم سرا کے اندر چلا جاتا۔ باقی تمام امور وکیلوں اور وزیروں کے سپرد کر دیئے جاتے اور یہی لوگ ان کا تصفیہ کرتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ کئی کئی ہفتوں تک حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ ایسے ایام میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی بہت اہم ضروری کام آ پڑے یا سرحدی مقامات سے کوئی عرض داشت آئے تو اس سے بادشاہ کو مطلع کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیگر امور وزیر خود ہی انجام دے لیا کریں۔ اس طرح بادشاہ کے عیش و عشرت میں سلطنت کی ذمہ داریاں دخل انداز نہیں ہوتی تھیں۔

پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ

سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت بہت ہی پرامن تھا اس زمانے میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہوا اس قسم کا صرف ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ۸۸۹ھ میں دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی نے پالن پور کے مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ یہ خبر مندو میں پہنچی لیکن کسی شخص کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سلطان غیاث الدین کو اس بد نظمی سے آگاہ کرتا۔

سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا

آخر کار احسن خاں نے جرات کی اور ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "سلطان بہلول لودھی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پیش کش کی ایک بھاری رقم بھجوایا کرتا تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اور اس نے قصبہ پالن پور میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

بہلول کی مدافعت

یہ سنتے ہی سلطان غیاث الدین نے چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو لکھا۔ "بھیلسہ اور سارنگ پور کا لشکر لے کر سلطان بہلول

besturdubooks.wordpress.com

لودھی کی تادیب کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ جب شیر خاں کے پاس شاہی فرمان پہنچا تو وہ لشکر تیار کر کے بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔

بہلول کا فرار

سلطان بہلول لودھی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ شیر خاں کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ بیانہ سے کوچ کر کے دہلی کی طرف چلا گیا۔ شیر خاں بھی اس کے تعاقب میں دہلی کی طرف چل دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بہلول لودھی نے صلح کا ہاتھ بڑھایا اور شیر خاں کو پیش کش دے کر واپس کر دیا۔ شیر خاں نے پالن پور کو از سر نو آباد کیا اور پھر چندیری چلا آیا۔

نحوست کا اثر

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۸۸۷ھ میں زحل اور مشتری برج عقرب میں ایک ہی درجہ و دقیقہ میں یک جا ہوئے اور پانچوں کواکب بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے۔ اس وجہ سے نحوست کا اثر بہت سے ملکوں پر پڑا خاص طور پر خلجی ممالک میں تو زبردست انتشار پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان بہلول لودھی کی آمد اور پالن پور کی تباہی کا سبب یہی نحوست ہے۔

شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال

۱۱ جمادی الآخر ۹۰۲ھ میں اس کے عہد کے مشہور محدث مفسر اور محقق شیخ سعد اللہ لاری المشہور بہ مندوی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انہیں سلطان محمود خلجی کے گنبد میں دفن کیا گیا۔

شہزادوں کی مخالفت

۹۰۳ھ میں سلطان غیاث الدین کی صحت جواب دے چکی تھی بڑھاپے کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر شہزادوں میں سخت مخالفت ہو گئی۔ ایک طرف شہزادہ ناصر الدین تھا اور دوسری طرف شجاعت خاں المعروف بہ علاؤ الدین ان دونوں کی والدہ رانی خورشید (جو راجہ بگلانہ کی بیٹی تھی) نے اپنے بیٹے شہزادہ شجاعت خاں کا ساتھ دیا اور تمام امیروں کو شجاعت خاں کا بہی خواہ بنا دیا۔

شہزادہ ناصر الدین کا فرار

ملک خورشید نے سلطان غیاث الدین کو شہزادہ ناصر الدین سے سخت بدظن کر دیا' بادشاہ نے شہزادے کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ یہ خبر جب شہزادے کو معلوم ہوئی تو ۹۰۵ھ میں مندو سے بھاگ گیا۔

ناصر الدین کے قتل کی سازش

شہزادہ ناصر الدین کے تمام مال و اسباب پر شہزادہ شجاعت خاں نے قبضہ کر لیا اور پھر آخر الذکر ناصر الدین کو قتل کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ ناصر الدین کو جب اس سے آگاہی ہوئی تو وہ وسط مملکت میں چلا گیا۔ وہاں آس پاس کے تمام امراء اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے بہت قوت حاصل کر لی۔

ناصر الدین مندو میں

ناصر الدین نے لشکر تیار کیا اور مندو میں آ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شہزادہ چونکہ ایک عرصے تک وزارت کے منصب پر فائز رہ چکا تھا اس لیے بہت سے لوگ اس کے بہی خواہ بن گئے۔ ان لوگوں نے ایک دم قلعے کا دروازہ کھول دیا اور ناصر الدین قلعے میں داخل ہو گیا۔

شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل

شجاعت خاں قلعے کی حفاظت پر متعین تھا اس نے فرار ہو کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ لی۔ ناصر الدین نے بڑی بے ادبی کا

besturdubooks.wordpress.com
مظاہرہ کیا اور ایک جماعت کو رانی خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں کی گرفتاری کے لیے نامزد کیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ناصرالدین نے باقاعدہ بادشاہت شروع کر دی۔

سلطان غیاث الدین کی وفات

سلطان غیاث الدین امور سلطنت سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو چکا تھا۔ بیماری اور بڑھاپے کے بعد اس نئے غم نے اس کو ختم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ناصرالدین نے غیاث الدین کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ اس وجہ سے ناصرالدین ساری دنیا میں بدنام ہے۔

سلطان غیاث الدین نے تینتیس سال تک حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان ناصرالدین بن سلطان غیاث الدین خلجی

ولادت

ناصرالدین جن دنوں پیدا ہوا تھا ان دنوں سلطان محمود خلجی بقید حیات تھا۔ اس کی پیدائش کی محمود خلجی کو بہت خوشی ہوئی تھی اور اس نے ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا تھا جو ایک مہینے تک جاری رہا تھا۔ محمود نے چوتھے پوتے کی ولادت کو خداوند تعالیٰ کا ایک گرانقدر عطیہ سمجھا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اس نے تمام رعیت کو اور خاص طور پر عالموں اور فاضلوں کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

ابتدائی حالات

نجومیوں نے نومولود شہزادے کے مستقبل کے حالات وضاحت سے بیان کیے اور ساتویں روز سلطان محمود خلجی نے اس کو گود میں لیا بزرگان دین کی خدمت میں آیا۔ شہزادے کا نام اس وقت عبدالقادر رکھا گیا۔ جب ناصرالدین سن بلوغ کو پہنچا تو سلطان غیاث الدین نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وزارت کا عہدہ اس کے حوالے کیا۔ الغرض بچپن سے جوانی تک ناصرالدین کی تربیت بڑے عمدہ طریقے سے ہوئی۔

شجاعت خاں کی مخالفت

ناصرالدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں (المشہور بہ علاؤ الدین) اگرچہ ظاہری طور پر تو اپنے بڑے بھائی کا حامی اور فرمانبردار تھا لیکن باطنی طور پر وہ ناصرالدین کے بہت خلاف تھا اور اس سلسلے میں وہ ہمیشہ موقع و محل کا منتظر رہتا تھا تاکہ کسی وقت بھی اپنے بھائی کی مخالفت سے غافل نہ ہو۔

غیاث الدین سے شکایت

سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد حکومت کے آخر میں ایک روز شہزادہ شجاعت خاں نے بادشاہ سے کہا۔ "ناصرالدین آج کل کسی اور ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے اس نے بدمعاشوں اور لفنگوں کی ایک جماعت جمع کر رکھی ہے اور ابھی سے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں وہ آپ کو معزول کر کے خود بادشاہ بننا چاہتا ہے اگر آپ نے اس وقت اس کو درست نہ کیا تو پھر نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔"

غیاث الدین کا اقدام

یہ سن کر سلطان غیاث الدین کو بہت غصہ آیا اور اس نے شہزادہ ناصرالدین کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا لیکن شہزادے کی خوش قسمتی سے اس کی نوبت نہ آئی۔ اور غیاث الدین نے یہ ارادہ ترک کر کے شہزادے کو لطف و کرم سے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے ناصرالدین کے منصب اور جاگیر میں گراں قدر اضافہ کیا اور عارض ممالک کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر صبح کو تمام امیروں اور لشکر کے سرداروں کے ساتھ ناصرالدین کی قیام گاہ میں آیا کرے۔

ناصرالدین کی قوت میں اضافہ

اس صورت حال سے شہزادے کی قوت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ بڑی ثابت قدمی سے ملکی و مالی امور کا تصفیہ کرنے لگا۔ اس نے

besturdubooks.wordpress.com

ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کیے۔ خالصہ کے پرگنوں کے عمال مولی خاں اور مکھن خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو نامزد کیا۔

ملکہ خورشید کی روش

ملکہ خورشید کو اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ شجاعت خاں سے بہت زیادہ محبت تھی اور بڑے بیٹے یعنی ناصر الدین سے کبیدہ خاطر تھی ایک روز رانی خورشید نے شجاعت خاں کے مشورے سے سلطان غیاث الدین سے کہا۔ "ملک محمود کوتوال اور سونداس بقال بڑے دون فطرت اور غدار ہیں۔ اور یہ دونوں شہزادہ ناصر الدین سے مل گئے ہیں ان کے ارادے بڑے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

محمود کوتوال کا قتل

سلطان غیاث الدین چونکہ عورتوں میں زیادہ وقت بسر کرتا تھا لہذا ان کی ہر بات کو صحیح سمجھ لیا کرتا تھا۔ ملکہ خورشید کے بیان کو بھی اس نے صحیح سمجھا اور فوراً محمود کوتوال اور سونداس بقال کے قتل کا حکم جاری کر دیا ان دونوں گھروں کو تباہ و برباد کرنے کا حکم بھی دیا۔ اس واقعے سے ناصر الدین کو بہت تکلیف پہنچی اور اس نے شاہی محل میں آنا جانا ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ دربار میں بادشاہ کے سلام کے لیے بھی نہ جاتا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے اس کے بعد ایک چال چلی اور معزول شدہ عمال مکھن خاں اور مولی خاں سے سازباز کی اور ان دونوں کے ذریعے بادشاہ کے کان بھرے۔ ملکہ اور شجاعت نے ملکی و مالی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا اور خزانے پر بھی قبضہ کر لیا۔

مولی خاں بقال کا قتل

شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا نے جب یہ دیکھا کہ مولی خاں بقال کا وجود فتنہ و فساد کی جڑ ہے تو انہوں نے اس جڑ ہی کو کاٹ دیا۔ ان دونوں نے مولی خاں کو شاہی حرم سرا کے اندر لے جا کر مار ڈالا۔ ملکہ خورشید نے بادشاہ سے اس واقعے کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ شہزادہ ناصر خاں کے مکان سے شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا کو گرفتار کر کے لائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ "ناصر الدین کی عزت کا پورا پورا خیال رکھنا۔ اس کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کرنا ورنہ شہزادہ یہ کہے گا کہ بادشاہ اپنے ملازموں سے ولی عہد کی بے عزتی کرواتا ہے۔"

شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کا فرار

کسی نہ کسی طرح شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی وہ ناصر الدین کے مکان سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے راستے میں یہ دونوں بلند آواز سے کہتے جاتے تھے۔ "ہم قاضی کے مکان کی طرف جا رہے ہیں جس کو مولی خاں کے خون کا دعوی ہو وہ قاضی کے مکان پر آئے۔"

ناصر الدین سے قاتلوں کی طلبی

مکھن خاں ناصر الدین کے مکان پر آیا اور یہ پیغام بھجوایا "مولی خاں کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیا جائے۔" ناصر خاں نے جواب دیا خواجہ سہیل اور شیخ حبیب اللہ نے میرے حکم یا ارشاد سے مولی خاں کو قتل نہیں کیا ہے مجھے قطعاً معلوم نہیں ہے کہ یہ دونوں اشخاص کس طرف بھاگ گئے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

ناصرالدین کے مکان کا محاصرہ

بادشاہ نے اگرچہ مکھن خاں کو کہہ دیا تھا کہ ناصرالدین سے کسی قسم کی بے ادبی نہ کی جائے لیکن مکھن خاں بقال نے ملکہ خورشید کے کہنے پر ناصرالدین کے مکان کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ تین روز تک جاری رہا۔

ناصرالدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام

انہیں دنوں سلطان غیاث الدین اپنی بیماری کی وجہ سے زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اس نے ناصرالدین کو یہ پیغام دیا۔ "اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اسے فراموش کر دو میں بہرحال تمہارا باپ ہوں اور ہم دونوں میں جو رشتہ ہے وہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا میرے دل میں تمہاری بڑی محبت ہے اس لیے میں زیادہ دیر تک مفارقت برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم پہلے کی طرح میرے پاس آ جاؤ۔"

باپ بیٹے میں صلح

ناصرالدین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ موجودہ حالات میں شاہی محل میں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے لیکن اس نے اپنے باپ کو مایوس نہ کیا اور اس کی قدم بوسی کے لیے محل میں گیا۔ دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے سے ملے۔ ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ہوئیں اور اس طرح دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کہہ سن رکھا تھا اسے فراموش کر دیا۔ ناصرالدین دوبارہ اپنی قدیم خدمت پر بحال ہوا اور ملکی و مالی مہمات کو انجام دینے لگا۔ اور سلطان غیاث الدین بھی پہلے کی طرح اسے شاہی عنایات کا سب سے بڑا مستحق سمجھنے لگا۔

ملکہ خورشید کی ایک اور چال

ناصرالدین نے شاہی محل سرا کے قریب ہی ایک عمارت بنوائی تاکہ وہ جب بھی چاہے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ ملکہ خورشید اس عمارت کو دیکھ کر جل گئی اور اس نے بادشاہ سے کہا۔ "ناصرالدین نے اپنے مکان کو کوشک جہاں نما کی چھت سے ملا دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غداری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

ناصرالدین اور غیاث الدین میں دوبارہ ناراضگی

سلطان غیاث الدین بڑھاپے کی وجہ سے ایک بڑی حد تک مخبوط الحواس ہو چکا تھا۔ اس نے پھر ملکہ کی بات کو مبنی برصداقت سمجھ لیا اور ۹۰۵ھ میں غالب خاں کوتوال کو حکم دیا کہ وہ ناصرالدین کے مکان کو مسمار کر دے۔ ناصرالدین کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت آزردہ خاطر ہوا۔ اس نے اپنے بال بچوں اور ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور دھار (جو ایک جنگل میں واقع ہے) کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل بھی دھار پہنچ کر ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حریفوں کا ایک نیا حربہ

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے شہزادہ ناصرالدین کو پایہ تخت سے نکلوانے پر ہی اکتفا نہ کی اور ناصرالدین کے خلاف ایک اور قدم اٹھایا انہوں نے غیاث الدین کو بتائے بغیر ہی تاتار خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ ناصرالدین کی دل جوئی کر کے اسے شہر میں لے آئے۔ تاتار خاں نے اپنے لشکر کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور ملک فضل اللہ میر شکار کو ساتھ لے کر ناصرالدین کے پاس پہنچا۔

ناصرالدین کی مدافعت کے لیے تاتار خاں کی نامزدگی

ناصرالدین نے سلطان غیاث الدین کے نام ایک خط لکھ کر تاتار خاں کو دیا اور اس سے یہ کہا کہ وہ یہ خط لے جائے اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائے۔ تاتار خاں یہ خط لے کر جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف پہنچا اور بادشاہ کو یہ خط سنایا۔ بادشاہ نے ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ دیا تھا کہ ملکہ خورشید نے جو بادشاہ پر بہت حاوی تھی۔ بادشاہ سے یہ حکم صادر کروا دیا کہ تاتار خاں ناصرالدین کی مدافعت

besturdubooks.wordpress.com

کرے۔

تاتار خاں کی پریشانی

تاتار خاں یہ حکم پا کر بڑا پریشان ہوا لیکن مرتا کیا نہ کرتا وہ نیچے اتر کر کبا پور میں آیا۔ یہاں پہنچ کر وہ سوچنے لگا کہ اگر اس نے ناصر الدین سے جنگ کی تو ناصرالدین بادشاہ ہو کر اس سے سخت انتقام لے گا اگر وہ بغیر جنگ کے واپس لوٹ گیا تو ملکہ خورشید اس سے باز پرس کرے گی۔ تاتار خاں ابھی انہیں خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ سلطان غیاث الدین کے دو مقتدر امراء ملک مہتہ اور ملک ہیبت ناصرالدین سے مل گئے اور اس کی قوت و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔

ناصرالدین قصبہ حاویہ میں

ناصرالدین نے اپنا لشکر مرتب و منظم کیا اور قصبہ حاویہ میں آیا۔ مولانا عماد الدین افضل خاں اور کئی زمینداروں نے ناصرالدین کا ساتھ دیا اور اس نے عید کا دن اسی قصبے میں گذارا۔ ناصرالدین نے چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے امیروں کو خلعت سے نوازا۔

ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ

اسی اثناء میں یہ خبر آئی کہ شہزادہ شجاعت خاں کا لشکر جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے اور وہ قصبہ کنکاتوے سے بڑھ کر قصبہ کندوبر تک آ گیا ہے۔ ناصرالدین نے ملک محمود کو ایک فوج کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ملک محمود نے بڑی جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اسے شکست دی' دشمن کا لشکر شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ محمود بہت سا مال غنیمت لے کر قصبہ حاویہ میں ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ناصرالدین اجین میں

۲۱ شوال ۹۰۵ھ میں ناصرالدین نے قصبہ حاویہ سے کوچ کیا اور اجین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بہت سے امیر اور حاکم شہزادے سے آ کر ملتے گئے۔ جب ناصرالدین اجین میں پہنچا تو اس کے پاس سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔

سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصرالدین کے نام

شہزادہ شجاعت خاں اور ملکہ خورشید کو جب یہ خبریں ملیں تو انہوں نے سلطان غیاث الدین سے کہا "ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ ناصر الدین نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ عنقریب مندو میں آ کر قلعے کا محاصرہ کرنے والا ہے۔" غیاث الدین نے اپنے زمانے کے مشہور و مقبول بزرگان دین شیخ اولیاء اور شیخ برہان کو اپنا پیغامبر بنا کر ناصرالدین کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "میں ایک مدت سے امور سلطنت سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور تمام معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے گرد بدمعاشوں اور لفنگوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کو رخصت کر کے میرے پاس آ جاؤ تو میں تمام اختیارات دوبارہ تمہیں سونپ دوں گا۔"

ناصرالدین کی مکھن خاں سے جنگ

ناصرالدین نے سلطان غیاث الدین کو کوئی جواب نہ بھجوایا اور اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں اجین سے قصبہ دھار میں آیا۔ اس نے چند روز تک اس قصبے میں قیام کیا ناصرالدین کو اسی مقام پر یہ اطلاع ملی کہ مکھن خاں جو فتنہ و فساد کا اصل بانی ہے تین ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ ناصرالدین نے ملک عطا کو پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ مکھن خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا موضع ہانس پور میں لڑائی ہوئی۔ ملک عطا نے مکھن خاں کو شکست دی اور اس کے ایک سو سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ مکھن خاں

besturdubooks.wordpress.com

شکست کھا کر مندو کی طرف بھاگ گیا۔

مکھن خاں سے دوسری جنگ

ملکہ خورشید نے دوبارہ مکھن خاں کو ایک زبردست لشکر دے کر ناصر الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس بار بھی ناصر الدین کے لشکر نے مکھن خاں کو شکست فاش دی اور واپس قلعہ مندو میں چلا گیا۔

ناصر الدین کو شک جہاں نما میں

اسی سال ۲۲ ذی الحجہ کو ناصر الدین کو شک جہاں نما میں قیام پذیر ہوا۔ اسے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان غیاث الدین بذات خود اس کے پاس آکر صلح کی بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ ناصر الدین یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے باپ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ ملکہ خورشید اور شجاعت خاں معانہ اٹھا کر ظفر آباد نعلچہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ناصر الدین اپنے باپ سے ملاقات کرنے کے بہانے سے قلعے میں داخل ہو تو اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

بادشاہ کی واپسی

سلطان غیاث الدین دہلی دروازے کے قریب پہنچا چونکہ بادشاہ بہت ہی کمزور تھا اس لیے اس نے اپنے مقربین سے یہ پوچھا کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟" کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اصل واقعہ بتا دیا اس پر بادشاہ نے کہا "آج رہنے دو میں کل چلوں گا۔ اس وقت شاہی محل میں واپس چلو" خدمتگاروں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا لہٰذا وہ بادشاہ کو لے کر واپس آ گئے۔

ملکہ کی ناراضگی

ملکہ خورشید کو جب بادشاہ کی واپسی کا علم ہوا تو وہ بہت جز بز ہوئی اس نے خدمت گاروں کو بلا کر انہیں بہت ڈانٹا اور بادشاہ کی واپسی کا سبب پوچھا۔ خدمت گاروں نے بتایا "بادشاہ اپنی مرضی سے واپس ہوا۔" یہ واقعہ کسی اور شخص کی مرضی سے ظہور پذیر نہیں ہوا لیکن ملکہ یہی سمجھتی رہی کہ ناصر الدین کے حامیوں نے بادشاہ کو واپس بھیج دیا ہے۔

قلعے کا محاصرہ

شہزادہ شجاعت اور ملکہ خورشید نے قلعے کی مرمت کروائی اور مورچل تقسیم کیے۔ ناصر الدین نے آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ اور دونوں طرف کے لشکر داد شجاعت دینے لگے۔ روزانہ اہل قلعہ کا ایک لشکر باہر آتا اور ناصر الدین سے لڑائی کرتا اور اس طرح ہر روز دونوں طرف کے سپاہی مارے جاتے۔

اہل قلعہ کی پریشانی

محاصرہ طویل ہوتا گیا لیکن کوئی واضح نتیجہ نہ نکلا۔ قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت ختم ہو گیا اس وجہ سے اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے۔ بعض بڑے بڑے امیروں (مثلاً موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار وغیرہ) نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے ناصر الدین کا ساتھ دینا ہی مناسب سمجھا اور موقع پا کر قلعہ سے باہر نکل آئے اور ناصر الدین سے مل گئے۔

ملکہ کا ظلم و ستم

ملکہ خورشید جب امیروں کی اس روش سے مطلع ہوئی تو اس نے علی خاں کو قلعے کی حکومت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ ملک بیارہ کو "علی خان" کا خطاب دے کر شہر اور قلعے کی حفاظت پر متعین کیا۔ اس کے علاوہ ملکہ نے محافظ خاں اور سورج مل کو قتل کر ڈالا کیونکہ ان دونوں پر اسے ناصر الدین سے سازباز کرنے کا شک تھا۔ اہل شہر اور امراء نے جب ملکہ کے ظلم و ستم کا یہ حال دیکھا تو وہ بہت

besturdubooks.wordpress.com

آزردہ خاطر ہوئے اور انہوں نے ناصر الدین سے درخواست کی کہ اس فتنے کا جلد از جلد سدباب کیا جائے۔ ناصر الدین نے امیروں کے نام تسلی آمیز خط لکھے جنہیں پڑھ کر یہ امراء بہت متاثر ہوئے اور ناصر الدین سے مل گئے۔

قلعے کو فتح کرنے کی کوشش

۱۷ صفر ۹۰۶ھ میں ناصر الدین نے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی اہل قلعہ بھی ہوشیار ہو گئے اور انہوں نے ناصر الدین کے لشکر پر تیر اور منجنیقیں چلائیں۔ اس وجہ سے ناصر الدین کے لشکر کے بہت سے تجربہ کار سپاہی زخمی ہو گئے لیکن اس کے باوجود ناصر الدین نے ہمت نہ ہاری اور سات سو زینے مورچل کی جانب آگے بڑھا کر قلعے میں داخل ہو گیا اسی دوران میں شجاعت خاں بہادروں کا ایک لشکر لے کر قلعے کے برج پر آگیا۔ اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔ ناصر الدین نے بڑی ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور تیراندازی میں مشغول رہا اور اس نے دشمن کے بہت سے بہادروں کو مار گرایا۔ شجاعت خاں کو ہر لحہ تازہ کمک پہنچ رہی تھی اس لیے ناصر الدین نے زیادہ دیر قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی لشکر گاہ میں واپس چلا آیا۔ جن لوگوں نے اس معرکے میں بہادری کا ثبوت دیا تھا انہیں ناصر الدین نے انعام و اکرام سے نوازا۔

لشکر چندیری کی آمد

کچھ دنوں کے بعد حاکم چندیری مظفر خاں کا لڑکا شیر خاں ایک ہزر سواروں اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ ناصر خاں سے آملا۔ اس لشکر کے آجانے کی وجہ سے ناصر الدین بہت خوش ہوا اور اس کے سپاہیوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ اس موقعے پر ناصر الدین نے اپنے بڑے بیٹے "شیر خاں" کو مظفر خاں اور چھوٹے بیٹے کو "سعید خاں" کا خطاب دیا۔

محافظان دروازہ بالا پور کی اطاعت

اہل قلعہ میں بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی ناصر الدین کی بہی خواہی کا اعلان کیا۔ دروازہ بالا پور کے محافظوں نے بھی اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور ناصر الدین کو پیغام بھیج کر اس دروازے کی طرف بلایا۔ ناصر الدین نے ۲۴ ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ موافق خاں خواجہ سہیل کو دروازہ بالا پور کی جانب روانہ کیا۔ شہزادہ شجاعت کو اس کا علم ہو گیا وہ اپنا تھوڑا بہت لشکر لے کر بالا دروازے کی طرف آیا لیکن شکست کھا کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ گزین ہو گیا۔

ناصر الدین کا قلعے میں داخلہ

جب شیخ حبیب اللہ وغیرہ قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے بادشاہ کو بھی وہیں بلا لیا اس کے بعد تمام امراء ناصر الدین کو مبارک باد دینے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے اسی دوران میں لوگوں نے شہر کی تباہی و بربادی کی طرف بھی توجہ کی۔ بہت کچھ لوٹ مار کی گئی یہاں تک کہ شاہی عمارتوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں کو ناصر الدین کے حکم سے سلطانی محل سرا سے نکالا گیا اور سلطان غیاث الدین بھی ایک دوسرے محل میں جو اس نے عیش و عشرت کے لیے بنایا تھا منتقل ہو گیا۔

ناصر الدین کی تخت نشینی

۲۷ ربیع الثانی بروز جمعہ ناصر الدین تخت سلطنت پر بیٹھا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا۔ امیروں اور دوسرے لوگوں نے بادشاہ پر جس قدر بھی زر و جواہر اور نقد دولت نثار کی وہ سب کی سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

مخالفین کی سزائیں

ناصرالدین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مخالف امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور اس طرح مکھن خاں بقال محافظ خاں اور مفرح حبشی وغیرہ اپنی سزا کو پہنچے انہیں دنوں شہزادہ شجاعت کو بھی قتل کیا گیا۔ سلطان ناصرالدین نے ملکہ خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا۔

ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم

جب سلطان ناصرالدین کو مخالفین کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنے منجھلے بیٹے کو جو منجھلے میاں کے نام سے مشہور تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے "شہاب الدین" کا خطاب دیا۔ شیخ حبیب اللہ کو "عالم خاں" کا خطاب دیا گیا اور اسے امراء کی جماعت میں داخل کیا گیا۔ خواجہ سہیل خواجہ سرا کو سپہ سالار بنایا گیا۔ بادشاہ نے اپنے دوسرے بہی خواہوں کو بھی انعامات و جاگیرات سے نوازا۔

باپ بیٹے کی ملاقات

۱۳ جمادی الثانی کو سلطان ناصرالدین اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان غیاث الدین نے بیٹے کو آغوش میں لے لیا اور اس کے سر اور چہرے کو بوسہ دے کر دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین نے سلطان ناصرالدین کو سید محمد نور بخشی کی عطا کردہ قبا جو دربار عام اور اس قسم کی دوسری اہم تقریبات پر پہنی جاتی تھی مرحمت کی تاج سلطنت اس کے سر پر رکھا اور خزانے کی چابیاں اس کے ہاتھ میں دیں۔ اس کے بعد غیاث الدین نے بیٹے کو تخت نشینی کی مبارک باد دی اور محل سرا میں جانے کی اجازت دی۔

ولی عہد پر شاہانہ عنایات

اسی سال ۱۶ رجب کو سلطان غیاث الدین نے ایک قبائے خاص کلاہ دولت' بیس ہاتھی' سو گھوڑے گیارہ چتر' دو پالکیاں' نقارہ' سراپردہ سرخ اور بیس لاکھ تنگے نقد اپنے ولی عہد شہاب الدین کو مرحمت فرمائے۔

حاکم مندسور کی بغاوت

اسی سال یہ اطلاع ملی کہ مندسور کا حاکم مقبل خاں بغاوت پر آمادہ ہے اور مخالفانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔ سلطان ناصرالدین نے مہابت خاں کو مقبل خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ مہابت خاں مندسور پہنچا لیکن مقبل خاں ہاتھ نہ آیا اور چندیری کے حاکم شیر خاں کے پاس چلا گیا۔ دوسرے کئی امراء (مثلاً علی خاں وغیرہ) جو اپنی سابقہ بداعمالیوں کی وجہ سے سلطان ناصرالدین سے خائف تھے وہ بھی شیر خاں کے پاس چلے گئے۔

شیر خاں کا اعلان بغاوت

شیر خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ ناصرالدین شراب کے نشے میں وحشت ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس عالم میں اپنے باپ کے عہد حکومت کے امیروں اور اکابر کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس قسم کا ظلم و ستم ناصرالدین ہر روز ہی کرتا ہے اس وجہ سے شیر خاں بھی بادشاہ سے بہت سخت خائف تھا اور اس وجہ سے اس نے اپنی مخالفت کا اعلان بھی کر دیا۔

شورش انگیزی

سلطان ناصرالدین نے مبارک خاں اور شیخ حبیب اللہ المخاطب بہ عالم خاں کو چندیری بھیجا تاکہ یہ دونوں امیر شیر خاں کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائیں۔ مگر شیر خاں راہ راست پر نہ آیا بلکہ اور زیادہ شورش انگیزی کرنے لگا۔ اس نے مبارک خاں اور عالم خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا عالم خاں تو اس کے ہاتھ نہ آیا البتہ مبارک خاں کو شیر خاں نے گرفتار کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا غصہ

عالم خاں واپس پایہ تخت میں آیا اور اس نے سلطان ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ کو شیر خاں کی نازیبا حرکت پر سخت غصہ آیا اسی سال بادشاہ کوشک جہاں نما میں قیام پذیر ہوا۔ شیر خاں اجین چلا گیا اور پھر مہابت خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیپال پور پہنچا اس نے قصبہ ہدیہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ سلطان ناصر الدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا۔

غیاث الدین کا قاتل؟

اسی اثناء میں سلطان غیاث الدین نے داعی اجل کو لبیک کہا چونکہ تمام مقتدر امراء سلطان غیاث الدین کے بہی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے۔ اس لیے ان کو یقین ہو گیا کہ ناصر الدین نے زہر دے کر اپنے باپ کو ہلاک کیا ہے اس بارے میں راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ جو بادشاہ اپنے باپ کو قتل کرتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتا ہے اور اس دوران میں بھی وہ کامیابی سے حکومت نہیں کرتا لیکن سلطان ناصر الدین اس کے بعد ایک عرصے تک زندہ رہا اور حکومت کرتا رہا۔ اس لیے یہ کہنا کہ سلطان غیاث الدین کا قاتل وہی ہے ایک ناقابل یقین امر ہے۔ اگر ناصر الدین اس ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کرتا تو یقیناً اس پر وبال پڑتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے اس سلسلے میں سلطان ناصر الدین کو مجرم قرار دینا محض ایک تہمت ہے یہ محض ایک رائے ہے اصل حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے۔

شیر خاں کی مدافعت

سلطان ناصر الدین اپنے باپ کی وفات حسرت آیات پر بہت رویا تین روز تک اس نے تعزیت کی رسم ادا کی اور اس کے بعد چندیری کی طرف روانہ ہوا تاکہ شیر خاں کا مزاج درست کرے۔ عین الملک اور دوسرے سرداروں نے شیر خاں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بادشاہ سے آ ملے۔ شیر خاں سلطان ناصر الدین کے خوف سے سارنگ پور کی طرف بھاگ گیا' بادشاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ آخر کار دونوں میں جنگ ہوئی اور شیر خاں شکست کھا کر ایرجہ کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ چندیری پہنچا اور چند روز تک اسی جگہ مقیم رہا۔

چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام

چندیری کے شیخ زادوں نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا کہ "بادشاہ کے اکثر سپاہی اور امراء اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں آج کل بارشیں ہو رہی ہیں اس وجہ سے بادشاہ بہ عجلت لشکر فراہم نہیں کر سکتا۔ اگر تم چندیری چلے آؤ تو ہم یہاں کے عوام کو اپنے ساتھ ملا کر بادشاہ کو بڑی آسانی سے قید کر سکتے ہیں اگر آنا ہے تو جلد آؤ۔ ورنہ یہ کام پورا نہ ہو سکے گا۔"

معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات

سلطان ناصر الدین کو شیخ زادوں کی سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا ان دونوں سرداروں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلے پر شیر خاں سے معرکہ آرائی کی' دوران جنگ میں شیر خاں زخمی ہوا اور اس کا بہترین ساتھی سکندر خاں مارا گیا۔ اس کے بعد مہابت خاں نے اس کی لاش کو دفن کیا اور خود اطراف ممالک کی طرف چلا گیا۔

بادشاہ سعد اپور میں

سلطان ناصر الدین میدان جنگ میں آیا اور اس نے شیر خاں کی لاش کو قبر سے نکلوا کر چندیری بھجوا دیا تاکہ اس کو وہاں پھانسی پر لٹکا دیا

besturdubooks.wordpress.com

جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے چندیری کی حکومت بہجت خاں کے حوالے کی اور خود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سعد اپور میں پہنچا۔

عالم خاں کی گرفتاری

سلطان ناصرالدین کو یہ اطلاع ملی کہ شیخ حبیب اللہ المخاطب عالم خاں کی نیت ٹھیک نہیں ہے اور بغاوت کا ارادہ کیے ہوئے ہے بادشاہ نے عالم خاں کو قید کر لیا اور اپنی روانگی سے پہلے ہی اس کو مندو کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے بعد بادشاہ خود بھی واپس مندو میں آیا۔

سلطان ناصرالدین کی عاقبت اندیشی

سلطان ناصرالدین کو اپنے باپ کے قدیم ملازمین سے ہمیشہ بوئے بغاوت آتی تھی اس لیے وہ ان سے کچھ خوش نہ تھا اسی وجہ سے اپنے خاص ملازمین کی طرف توجہ کی اور ان کو ہر طرح سے لطف و کرم کا سزاوار سمجھا۔ بادشاہ نے اپنی والدہ ملکہ خورشید کے ساتھ بھی بڑی بے ادبی کی اور اپنے باپ کا خزانہ جو ملکہ کے پاس تھا بہ جبر اس سے چھین لیا۔

بادشاہ کی مے نوشی اور خون ریزی

اس واقعہ کے بعد بادشاہ کا سارا وقت شراب نوشی اور خون ریزی میں گزرتا تھا وہ اکثر اوقات شراب کے نشے میں کھویا رہتا یا اپنے باپ کے پرانے ملازموں کو شراب پلا کر دھوکے سے قتل کرتا رہتا تھا۔ بادشاہ کی ان بری عادتوں کی وجہ سے ملک میں سخت انتشار پھیل گیا اور رعایا سلطان ناصرالدین سے نفرت کرنے لگی۔

ناصرالدین کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ

ایک روز بادشاہ نے حرم سرا کے اندر حوض کالیادہ کے کنارے محفل عیش و عشرت بپا کی۔ اس محفل میں اس نے اس قدر شراب نوشی کی کہ وہ اپنے آپ سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اسی جگہ سو گیا سوتے میں اس نے کروٹ لی اور حوض میں جا گرا اس وقت چار کنیزیں وہاں موجود تھیں انہوں نے بادشاہ کو بڑی مشکلوں سے پانی سے باہر نکالا اور اس کا لباس جو گیلا ہو گیا تھا اتار کر دوسرا خشک لباس اسے پہنایا۔ جب بادشاہ کو ہوش آیا تو اس نے دردِ سر کی شکایت کی کنیزوں نے اسے حوض میں گرنے کا واقعہ سنایا۔ بادشاہ کے جی میں خدا جانے کیا آیا کہ اس نے اسی وقت تلوار نکال کر ان چاروں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعے سے ناصرالدین کے ظلم و ستم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کچھوارہ پر لشکر کشی

۹۰۸ھ میں سلطان ناصرالدین نے کچھوارہ پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے قصبہ نعلچہ میں آیا۔ یہاں سے بادشاہ قصبہ آگرہ پہنچا اس مقام کی آب و ہوا سلطان ناصرالدین کو بہت پسند آئی اور اس نے یہاں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا جو فن تعمیر کے نقطہ نظر سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ولایت کچھوارہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کچھ دنوں بعد واپس لوٹا۔

چیتور کا سفر

۹۰۹ھ میں سلطان ناصرالدین نے چیتور کا سفر کیا۔ راجہ رنمل اور تمام زمینداروں سے پیش کش وصول کی۔ راجہ رنمل کے ایک رشتہ دار جیون مل نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی بیٹی پیش کی۔ بادشاہ نے اس لڑکی کا نام رانی چیتوری رکھا اور واپس لوٹا۔

احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ

راستے میں سلطان ناصرالدین کو یہ اطلاع ملی کہ احمد نظام شاہ بحری نے کچھ واقعات سے برافروختہ ہو کر برہان پور پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اس مملکت کو تباہ و برباد کر رہا ہے حاکم برہان پور داؤد خاں فاروقی قلعہ اسیر میں محصور ہے کیوں کہ وہ احمد نظام شاہ بحری کا مقابلہ نہیں کر

besturdubooks.wordpress.com

سکا۔

داؤد خاں فاروقی کی مدد

داؤد خاں فاروقی حاکم اسیر سے سلطان ناصرالدین کے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ داؤد خاں کو جب بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی وہ ناصر الدین سے امداد حاصل کیا کرتا تھا۔ اس بار بھی سلطان ناصرالدین نے دوستی کا حق ادا کیا اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ برہان پور روانہ کیا۔ احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ لشکر مالوہ کے خوف سے اپنے پایہ تخت احمد نگر کو واپس چلا گیا۔ اقبال خاں نے برہان پور میں سلطان ناصرالدین کے نام کا خطبہ جاری کیا اور مندو واپس آ گیا۔

شہزادہ شہاب الدین کی ناصرالدین سے ناراضگی

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان ناصرالدین نے اپنے باپ غیاث الدین کے خلاف سرکشی کی تھی اس وجہ سے اسے اپنے بیٹے شہاب الدین سے خطرہ رہتا تھا کہ کہیں وہ بغاوت نہ کر بیٹھے۔ شہاب الدین بھی اپنے باپ کی اس احتیاط سے واقف ہو گیا تھا اسی لیے وہ شاہی بارگاہ میں ذرا کم ہی جاتا تھا وہ اپنے باپ کے ظلم و ستم سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اور اس وجہ سے اس سے ناخوش تھا۔ اس طرح دوسرے ارا کین سلطنت بھی بادشاہ سے سخت تنگ آئے ہوئے تھے اور ہر وقت اس کی موت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے۔

ناصرالدین کی مخالفت

۹۱۶ھ میں بعض مالوی امیروں نے سلطان شہاب الدین سے بات چیت کر کے اسے بادشاہ کی مخالفت کی ترغیب دلائی۔ وہ تو پہلے ہی سے اپنے باپ کے خلاف بھرا بیٹھا تھا اب جو اسے امراء کی تائید حاصل ہوئی تو اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ پایہ تخت سے کوچ کر کے وسط مملکت میں چلا آیا اور اس نے باپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ لوگ تو ناصرالدین کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہی ہوئے تھے لہٰذا وہ سب شہاب الدین کے گرد جمع ہو گئے۔

باپ بیٹے میں جنگ

سلطان ناصرالدین کو جب اپنے بیٹے کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو وہ لشکر تیار کر کے اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا باپ بیٹے میں ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ اگرچہ سلطان ناصرالدین کے پاس بہت کم لشکر تھا مگر اس نے شہاب الدین کو شکست دے دی۔ شہاب الدین شکست کھا کر دہلی کی طرف فرار ہو گیا۔ ناصرالدین اگر چاہتا تو شہاب الدین کو تعاقب کر کے اسے گرفتار کر سکتا تھا لیکن محبت پدری نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور وہ واپس آ گیا۔

باپ کا بلاوا' بیٹے کا انکار

سلطان ناصرالدین نے اپنے چند قابل اعتبار آدمیوں کو شہاب الدین کے پاس بھیجا تاکہ اسے نصیحت کر کے واپس لائیں۔ شہاب الدین نے باپ کے اس پیغام کو فریب اور مکاری پر محمول کیا اور جان کے خوف سے آنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو جب بیٹے کا یہ جواب ملا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔

تخمے کہ در ہوائے تو کشتم' خاک خورد

ناصرالدین کی بیماری

شراب نوشی بادشاہ کے جسم کو گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی آخرکار اس بری عادت کا برا نتیجہ نکلا اور وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا ایک روز بخار بہت تیز ہو گیا۔ بادشاہ کو بے حد گرمی محسوس ہوئی باوجود اس کے ان دنوں سردی کا موسم تھا بادشاہ نے ٹھنڈے پانی سے

besturdubooks.wordpress.com

غسل کیا اس وجہ سے اس کی حالت بہت بگڑ گئی اور جان کے لالے پڑ گئے۔

وفات

حکیموں اور طبیبوں نے بہت علاج کیا لیکن بادشاہ کا مرض بڑھتا ہی گیا اسی حالت میں ایک روز بادشاہ نے اپنے تمام امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں اپنے تیسرے بیٹے سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور دوسرے ہی لمحے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ناصرالدین خلجی گیارہ سال چار مہینے اور تین دن تک حکمران رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود ثانی بن ناصر الدین خلجی

شہاب الدین کی تگ و دو

سلطان ناصر الدین کے انتقال کی خبر جب عام ہوئی تو شہاب الدین جو دہلی کی طرف جا رہا تھا اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور راستے ہی میں سے لوٹ آیا۔ شہاب الدین جلد از جلد مندو آیا اور سلطان محمود ثانی کے پہنچنے سے پہلے ہی ظفر آباد نعلچہ میں پہنچ گیا۔ محافظ خاں خواجہ سرا اور خواص خاں نے قلعے کا دروازہ بند کر دیا شہاب الدین کو راستہ نہ دیا۔ اسی دوران میں سلطان محمود بھی شہاب الدین کے قریب پہنچ گیا اب تو آخر الذکر بڑا خوف زدہ ہوا اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

محمود کی تخت نشینی

سلطان محمود ثانی بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اسی روز محمود کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ سات سو ہاتھی دربار میں لائے گئے کہ جن پر مخمل اور زربفت کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں تمام امراء اور اکابر جمع ہوئے اور شاہی چتر پر سے بے شمار زر و جواہر نچھاور کیے گئے بادشاہ نے یہ رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی۔

بسنت رائے کا قتل

بسنت رائے سلطان محمود کا منہ چڑھا امیر تھا اسے بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل تھا اور وہ محمود کی خدمت میں اس وقت سے تھا جب کہ بادشاہ بہت کم سن تھا۔ امیروں نے بسنت رائے کے اس اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور اسے قتل کر دیا پھر بادشاہ سے آ کر کہا۔ "بسنت رائے باغیانہ خیالات رکھتا تھا وہ امیروں اور سپاہیوں کو ورغلا کر ملک میں انتشار پیدا کرنا چاہتا تھا اس لیے ہم نے اسے قتل کر دیا۔

امیروں کا ناروا طرز عمل

اگرچہ بادشاہ نے اس امر کو پسند نہ کیا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اس کے بعد امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا "نقد الملک بسنت رائے کا پیرو ہے وہ بھی بہت ہی چالاک اور مکار ہے اس لیے اس کا وجود بھی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتا ہے بہتر ہے کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔" سلطان محمود نے مجبور ہو کر نقد الملک کو امیروں کے پاس بھیج دیا اور کہا "اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ خارج البلد کر دیا جائے امیروں نے نقد الملک کو شہر سے باہر نکال دیا امیروں کے اس طرز عمل سے بادشاہ کو بہت تکلیف پہنچی۔

محافظ خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی

شہر کا حاکم محافظ خاں خواجہ سرا بڑا دوں فطرت انسان تھا اس نے جب مہمات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے پر نکالے اور اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کی۔ ایک روز محافظ خاں نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا "آپ کے دو بھائی قلعہ میں نظربند ہیں اور یہ دونوں ہی موقع و محل کے منتظر ہیں تاکہ رہائی حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیں۔ اگر آپ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو بہتر یہی ہے کہ آپ ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں ورنہ بعد میں آپ کو پچھتانا پڑے۔"

بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی

محافظ خاں خواجہ سرا کا یہ طرز تکلم بادشاہ کو قطعاً پسند نہ آیا اور وہ محافظ خاں کی اس بے ادبی سے سخت آزردہ ہوا اور یہ کہا "تم اپنی

besturdubooks.wordpress.com

حقیقت کو سمجھو تم جیسے معمولی اشخاص کا یہ کام نہیں ہے کہ شاہی خاندان کے افراد کو قتل کرنے کا مشورہ دیں اور شاہی بارگاہ میں اس گستاخی اور بے ادبی سے گفتگو کریں۔" اس کے جواب میں محافظ خاں نے کچھ ناشائستہ کلمات زبان سے نکالے۔

محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ

یہ دیکھ کر سلطان محمود کو سخت غصہ آیا اور اس سے ایک ملازم کی گستاخی برداشت نہ ہو سکی اس نے محافظ خاں کے ہاتھ سے اسی کی تلوار چھین کر اس پر حملہ کر دیا۔ محمود نے محافظ خاں کے سر پر ایک وار کیا اسے اچھا خاصہ زخم آیا اور اس کے سر میں خون کا فوارہ نکل پڑا' محافظ اسی عالم میں باہر چلا گیا۔

بادشاہ کے قتل کی سازش

محافظ خاں نے اپنے بہی خواہوں اور دوستوں کو اکٹھا کیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی قیام گاہ کی طرف آیا۔ بڑے بڑے امیروں نے اس موقع پر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا اور خاموش تماشائیوں کی حیثیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ سلطان محمود نے اپنے لشکر خاصہ کی ایک جماعت (جس میں عراقی' خراسانی اور حبشی سپاہی شامل تھے) اور اپنے مقربین کو تیار کیا اور محافظ سے جنگ کرنے کے لیے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا۔

صاحب خاں کی بادشاہت

محافظ خاں نے سلطان محمود خلجی ثانی کے بھائی صاحب خاں کو قید سے باہر نکالا اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ محمود خلجی نے وسط مملکت میں قیام کیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سب سے پہلے امراء میں سے میدنی رائے بادشاہ کے ساتھ آ کر ملا اس کی قوم اور رشتہ داروں نے بھی بادشاہ کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد حاکم چندیری بہجت خاں کا لڑکا شرزہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اس کے بعد اور بہت سے امیر بادشاہ کے پاس آ گئے اور اس طرح سلطان محمود کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ

صاحب خاں اور محافظ خاں نے بھی بہت کوشش کی اور بے شمار دولت صرف کر کے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ سلطان محمود اپنے لشکر جرار کے ساتھ دولت آباد مندو آیا۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی بڑا گھمسان کا رن پڑا دونوں لشکروں نے میدان مارنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

صاحب خاں کا قلعہ مندو میں محصور ہونا

صاحب خاں نے بڑی جرات سے سلطان محمود کے لشکر پر پے در پے کئی حملے کیے۔ اسی دوران میں صاحب خاں کا ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ سلطان محمود نے مہاوت کے سینہ کا نشانہ باندھ کر تیر پھینکا اور وہ مہاوت اور ہاتھی دونوں کی پشت پر سے گزر گیا۔ اسی دوران میں میدنی رائے نے راجپوتوں کے گروہ کے ہمراہ جو برچھا اور جمدھر کے استعمال میں اپنی مثال آپ تھا دشمن پر شدید حملہ کیا۔ صاحب خاں اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور پریشان ہو کر قلعہ مندو میں پناہ گزین ہو گیا۔

صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیام

سلطان محمود نے حوض حسین تک صاحب خاں کا تعاقب کیا اور پھر اسی مقام پر قیام پذیر ہو گیا۔ سلطان محمود نے اپنے بھائی کے نام یہ پیام بھجوایا "کچھ ہوش کرو اور سوچو کہ تم کس قدر نازیبا حرکت کا ارتکاب کر رہے ہو تجھے جس قدر دولت چاہیے میں دینے کو تیار ہوں اور جو مقام تجھے پسند ہے اسے تیرے حوالے کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن بادشاہت کا خیال دل سے نکال دو۔"

besturdubooks.wordpress.com

قلعے کا محاصرہ

صاحب خاں قلعے کی مضبوطی اور استحکام پر نازاں تھا اس نے سلطان محمود کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے ارادے پر ڈٹا رہا۔ سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔

محافظ خاں کا فرار

قلعے کے اندر بعض امیر ایسے بھی تھے جو محافظ خاں کے خلاف تھے اور اس کے اقتدار کو سخت ناپسند کرتے تھے انہوں نے سلطان محمود کو پیغام بھجوایا کہ "اگر آپ قلعے میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو آپ فلاں راستے سے آیئے ہم ہر ممکن طریقے سے خدمت کے لیے تیار ہیں۔" محافظ خاں کو اس کا علم ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ اب معاملہ نازک ہے لہٰذا اس نے بہت سامال و دولت' زر و جواہر وغیرہ ساتھ لیے اور صاحب خاں کو تنہا چھوڑ کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔

محافظ خاں کی آوارہ گردی

گجرات پہنچ کر محافظ خاں کی فتنہ انگیزی نے ایک نیا گل کھلایا اور وہاں اس نے شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران کے سفیر سے لڑائی کر لی اس وجہ سے گجرات میں بھی اس کا رہنا مشکل ہو گیا اور وہاں سے سلطان مظفر کی اجازت کے بغیر ہی اسیر چلا گیا اسیر سے محافظ خاں نے تین سو سواروں کے ہمراہ کاویل کا رخ کیا اور عماد الملک کے پاس جا پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ عماد الملک نے چند دیہات اس کو اخراجات کے لیے عطا کیے اور مدد کا وعدہ کیا۔

اقبال خاں اور مخصوص خاں کی مندو کی طرف آمد

سلطان محمود نے صاحب خاں کے فرار کے بعد قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہو کر امور سلطنت کی طرف توجہ کی۔ اقبال خاں اور مخصوص خاں کسی وجہ سے مذکورہ بالا واقعے سے پہلے ہی اسیر چلے گئے۔ انہیں جب صاحب خاں کے ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے شہاب الدین کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا اور گرمیوں کے موسم میں جب کہ بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی برہان پور اسیر سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

شہاب الدین کا قتل

ان دونوں نے بڑی تیزی سے سفر طے کیا اور ایک دن ایک رات میں تیس کوس کی مسافت طے کی۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ صاحب خاں اور محافظ خاں سلطان محمود کے مقابلے کی تاب نہ لا کر مندو سے فرار ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے توقف کیے بغیر ہی سفر کی منزلیں طے کیں۔ شہاب الدین شدید گرمی کی وجہ سے بیمار پڑ گیا اور کچھ ہی عرصے میں اس نے انتقال کیا۔

اقبال اور مخصوص کا فرار

شہاب الدین کے انتقال کے بعد مخصوص خاں اور اقبال خاں نے شہاب الدین کے بیٹے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا اور اسے سلطان ہوشنگ کا خطاب دے کر اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا' یہ دونوں امیر سلطان ہوشنگ کو لے کر مالوہ میں آئے۔ سلطان محمود نے ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں زبردست جنگ ہوئی' اقبال خاں اور مخصوص خاں زیادہ دیر تک سلطان محمود کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور پہاڑیوں میں چھپ گئے۔

اقبال اور مخصوص خاں کی معافی

کچھ دنوں بعد ان دونوں امیروں نے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کی بہی خواہی اور

besturdubooks.wordpress.com

وفاداری کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے ان کی خطا معاف کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔

افضل خاں اور اقبال کا قتل

میدنی رائے' اقبال خاں اور افضل خاں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اور ان کے وجود کو اپنی ترقی کے راستے کا سنگ گراں سمجھتا تھا اس نے سلطان محمود کو ان دونوں امیروں کے خلاف بھڑکایا اور کہا "یہ دونوں امیر صاحب خاں کے بہی خواہ ہیں اور انہوں نے اس کے نام خطوط لکھ کر اسے مندو پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔" سلطان محمود یہ سن کر بہت غصے میں آیا اور اس نے حکم دیا کہ جب یہ امیر بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اس طرح ان دونوں امیروں کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

حاکم چندیری کی طلبی

میدنی رائے نے اس کے بعد بادشاہ کو چندیری کے حاکم بہجت خاں کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ نے بہجت خاں کو پایہ تخت میں طلب کیا۔ بہجت خاں کو معلوم ہو چکا تھا کہ میدنی رائے اس کا دشمن ہے اور ضرور اس نے کوئی چال چلی ہو گی' لہٰذا بہجت نے برسات کا بہانہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذوری کا اظہار کیا۔

سکندر خاں کی بغاوت

سلطان محمود نے حاکم بھیلسا منصور خاں کو سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ سکندر خاں ان دنوں مندو سے بھاگ کر ملک میں بغاوت کا علم بلند کیے ہوئے تھا اور اس نے گندوبر سے شہاب آباد تک کے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا سکندر خاں کو جب منصور خاں کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت سا لشکر جمع کر لیا نیز گوندوانہ کے راجے بھی اس کی مدد کے لیے آ گئے۔ اس وجہ سے منصور خاں میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سکندر کا مقابلہ کرتا۔

سکندر کی مدافعت

منصور خاں نے بادشاہ کو حقیقت حال کی اطلاع دی اور کہا کہ موجودہ صورت حال میں سکندر خان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ میدنی رائے (جو قدیم ملازموں کی تباہی و بربادی کا دل و جان سے خواہاں تھا) نے منصور کو پیغام بھجوا دیا "تمہیں دشمن کی کثرت کا قطعاً خیال نہ کرنا چاہیے بادشاہ کا اقبال دشمن کی تباہی کے لیے کافی ہے لہٰذا تم قدم آگے بڑھاؤ اور دشمن سے جنگ کرو۔"

منصور خاں کا فرار

یہ جواب پا کر منصور خاں بہت پریشان ہوا اور اس نے جہاز خاں جو ایک مقتدر امیر تھا سے مشورہ کیا۔ ان دونوں امیروں نے کافی غور و فکر کے بعد بہجت خاں کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور جلد ہی چندیری کی طرف روانہ ہو گئے۔

سکندر خاں کی امان طلبی

سلطان محمود کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ لشکر تیار کر کے دھار کی طرف روانہ ہو گیا اور میدنی رائے کو ایک زبردست لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ میدنی رائے کے ساتھ تقریباً دس ہزار راجپوت سپاہی تھے۔ اس نے سکندر خاں کو ناک چنے چبوا دیے۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر امان طلبی کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ میدنی رائے نے اس کی خطا معاف کی اور اسے قدیم جاگیر پر بحال کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ایک نیا فتنہ

رفتہ رفتہ نوبت یہ پہنچی کہ میدنی رائے کا اقتدار اپنی انتہا کو پہنچ گیا انہیں دنوں جب کہ سلطان محمود شادی آباد مندو سے باہر تھا مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کی ایک جماعت نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور سلطان غیاث الدین کی قبر سے چتر شاہی اتار کر اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا۔ داروغہ شہر نے اس موقع پر بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور مفسدوں کو مار بھگایا۔

بہجت خاں کا اقدام

بہجت خاں کو میدنی رائے کے اقتدار اور سلطان محمود کی بے کسی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے چند آدمیوں کو کاویل بھیج کر صاحب خاں کو طلب کیا اور سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی کے نام سے اس مضمون کا خط لکھا۔ "مالوہ میں راجپوت کافروں نے مسلمانوں پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ میدنی رائے جو ان کافروں کا سردار ہے بہت ہی صاحب اقتدار ہو گیا ہے وہ اب تک ان گنت قدیم ملازموں کو قتل کروا چکا ہے اور جو لوگ اس کی زد سے بچے ہوئے ہیں وہ ملک کے اطراف و جوانب میں پریشان حال ہیں۔"

سلطان محمود کی بے دست و پائی

"سلطان محمود میدنی رائے کو ہر طرح کے اختیارات سونپ کر خود بے دست و پا ہو چکا ہے اور وہ اپنی اس عاقبت نا اندیشی سے اب بہت نادم ہے۔ اس کے باوجود وہ عجیب گوگو حالت میں ہے ہم قدیم جاں نثاروں پر اسے قطعاً اعتماد نہیں ہے اور اس وجہ سے ابھی تک میدنی رائے کا دست نگر ہو کر اس کی ہر رائے پر عمل کرتا ہے۔

بے دینی کا دور دورہ

سلطان محمود میدنی رائے کے کہنے سے قدیم ملازمین بارگاہ کے خون کا پیاسا ہے اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے سارے ملک میں سخت انتشار پھیلا ہوا ہے مذہبی احکامات کی سخت توہین ہو رہی ہے مسجدوں اور مدرسوں میں نمازی اور طالب علم نام کو بھی نہیں رہے۔ اور یہ مقدس مقامات بے دینوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔

بادشاہ دہلی سے مدد کی درخواست

اس وقت میدنی رائے اتنا اقتدار حاصل کر چکا ہے کہ وہ باسانی سلطان محمود کو معزول کر کے خود بادشاہ بن سکتا ہے۔ ایسے موقعے پر آپ کی مدد کی ضرورت ہے آپ اپنے لشکر کو اس طرف بھیجئے تاکہ صاحب خاں کو تخت نشین کیا جا سکے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا جائے گا۔"

محافظ خاں دہلی میں

صاحب خاں اور محافظ خاں دونوں گجرات سے دکن کی طرف جا رہے تھے راستے میں محافظ خاں نے اپنے ساتھی سے علیحدگی اختیار کی اور دہلی جا پہنچا۔ اس نے بادشاہ دہلی سلطان سکندر لودھی سے تعلقات پیدا کئے اور بادشاہ دہلی نے اسے "سلطان محمد" کا خطاب عطا کیا اور عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی نگرانی میں بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر مالوہ کی مہم کے لیے نامزد کیا۔

مالوہ میں بدامنی

انہیں دنوں سلطان مظفر گجراتی بھی زبردست لشکر اور بہت سے ہاتھی لے کر دھار میں آیا اس کے علاوہ سکندر خاں نے بھی دوبارہ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان وجوہ کی بنا پر سارے ملک میں سخت بدامنی پھیل گئی میدنی رائے نے اس بدامنی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور فتنہ پردازوں کی مدافعت پر کمر باندھی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مظفر کی واپسی

میدنی رائے سلطان محمود کو قلعے سے باہر لایا اور راجپوتوں کا ایک لشکر گجراتی فوج کے مقابلے پر روانہ کیا۔ حاکم کھندونی ملک لودہ کو سکندر خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ اتفاق سے گجراتی لشکر کے ایک حصے کو راجپوتوں نے شکست دی۔ سلطان مظفر گجراتی نے اس امر کو فال بد سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

سکندر اور ملک لودہ کی جنگ

ملک لودہ نے سکندر خاں سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ جس وقت ملک لودہ دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کر رہا تھا اس وقت سکندر خاں کا ایک سپاہی جس کے بال بچوں کو ملک لودہ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا ملک لودہ کے پاس آیا قدم بوسی کے بہانے سے یہ سپاہی آگے بڑھا اور خنجر سے ملک لودہ پر حملہ کر دیا۔ ملک لودہ کے پہلو میں شدید زخم آیا اور وہ وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سکندر خاں نے شاہی لشکر کو خوب پراگندہ کیا اور چھ قوی ہیکل ہاتھیوں کو بطور مال غنیمت کے اپنے ساتھ لے کر سواس چلا گیا۔

دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد

سلطان محمود نے میدنی رائے کے مشورے سے اس مہم کو فی الحال موقوف کیا اور خود بہجت خاں کی سرکوبی کے لیے چندیری کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ صاحب خاں قریب آ پہنچا ہے۔ منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ لشکر دہلی سعید خاں محافظ خاں اور عماد الملک لودھی کی نگرانی میں صاحب خاں کی مدد کے لیے قریب پہنچ چکا ہے۔

صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی

یہ تمام خبریں سن کر سلطان محمود خلجی سخت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ آخر وہ کون سی تدابیر اختیار کی جائیں کہ ان مصیبتوں سے نجات ملے۔ اسی اثنا میں اس کے دو نمایاں امیر صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر صاحب خاں کے پاس چلے گئے اور اس کی ملازمت کر لی۔

لشکر دہلی کی واپسی

عماد الملک اور سعید خاں نے محافظ خاں کے مشورے سے بہجت خاں کو یہ پیغام دیا۔ "تم ملک سلطان سکندر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرو۔" بہجت خاں نے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنایا اور روانہ ہوئے اور چندیری سے چود کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے اس کے لئے کسی جنگ کی نوبت نہ آئی کیونکہ سلطان سکندر نے دہلی سے فرمان بھیج کر اپنے لشکر کو واپس بلا لیا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چندیری میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا لیکن سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو چندیری میں زیادہ دیر ٹھہرنے نہ دیا کیونکہ سلطان سکندر کے لشکر میں چالیس ہزار راجپوت تھے اور ان کی بہادری اپنی مثال آپ تھی۔

محافظ خاں کی آمد

لشکر دہلی کی واپسی پر سلطان محمود نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس مصیبت سے چھٹکارا پا کر دل بہلاوے کے لیے شکار میں

besturdubooks.wordpress.com

مصروف ہوا۔ چند روز تک یہی مشغولیت رہی اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ محافظ خاں بہجت خاں کے کہنے پر ایک لشکر جرار لے کر دہلی سے شادی آباد مندو کی طرف آ رہا ہے۔ بادشاہ نے حبیب خاں اور فخرالملک کو امیروں کی ایک جماعت کے ہمراہ جو سب راجپوت تھے محافظ خاں کی مدافعت پر نامزد کیا۔

لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت

ظفر آباد کے نواح میں محمود شاہی لشکر اور محافظ خاں کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ فریقین میں بڑے زور کی جنگ ہوئی محمود کا اقبال کام آیا اور دشمن کو شکست فاش ہوئی محافظ خاں مارا گیا۔ اس وجہ سے بہجت خاں اور مخصوص خاں بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے صاحب خاں سے مشورہ کر کے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی۔

صلح

صاحب خاں نے سلطان محمود کے پاس شیخ اولیاء نامی ایک عالم کو روانہ کیا اور صلح کی بات چیت کی۔ سلطان محمود تو اس امر کا دل و جان سے خواہاں تھا اس نے شیخ اولیاء کی آمد کو خداوند تعالیٰ کا کرم خیال کیا اور اسی وقت فرمان امان بہجت خاں کے نام روانہ کیا۔ اس کے بعد وہ قلعہ رائسین' قصبہ بھیلسا اور ہار موتی بھی ان کو دیئے۔ نیز دس لاکھ تنکے اور بارہ ہاتھی بھی ان کو عنایت کیے۔ محافظ نے تمام ہاتھی اور دو لاکھ تنکے لے لیے اور باقی سب کچھ صاحب خاں کے حوالے کر دیا۔

سلطان محمود کی واپسی

کچھ مفسدوں اور فتنہ پردازوں نے صاحب خاں کو بہجت خاں کے خلاف بھڑکایا اور اس سے کہا کہ بہجت خاں تجھے قید کرنا چاہتا ہے صاحب خاں یہ سن کر ڈر گیا اور چپکے سے سلطان سکندر لودھی کے پاس بھاگ گیا۔ بہجت خاں اور دوسرے تمام امیر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان محمود ہنسی خوشی اپنے پایہ تخت کو واپس آیا۔

سلطان محمود کی ستم کشی

میدنی رائے کا اقتدار بدستور قائم تھا اور سلطان محمود اس کے اشارے سے حسب معمول امیروں اور لشکر کے سرداروں پر ظلم کرتا تھا۔ تقریباً ہر روز کوئی نہ کوئی بے گناہ کسی ناکردہ جرم کی پاداش میں تلوار کے گھاٹ اتارا جاتا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود تمام امیروں بلکہ تمام مسلمانوں سے نفرت کرنے لگا۔

ہندو نوازی

بادشاہ نے ان تمام مسلمان عمالوں کو جو سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصرالدین کے وقت سے دیوانی کی خدمات بجا لاتے رہے تھے معزول کر دیا اور ان کی جگہ میدنی رائے کے ہم مذہبوں اور رشتہ داروں کو مقرر کیا۔ بادشاہ کا یہ اقدام تمام امیروں کے لیے انتہائی مایوس کن تھا لہٰذا انہوں نے اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر ترک وطن کرنا شروع کر دیا۔

مسلم آزار حرکات

ایک وقت وہ تھا کہ شادی آباد مندو علم و فن کا گہوارہ تھا یہاں ایسے علماء اور فضلاء تھے کہ جنہیں بجا طور پر انتخاب روزگار کہا جا سکتا ہے لیکن سلطان محمود کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے یہ لوگ اس جگہ سے کوچ کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے اور یہ شہر پوری طرح ہندوؤں کے قبضے میں آ گیا۔ ہندوؤں کا اقتدار یہاں تک بڑھا کہ دربانی اور فیل بانی کی خدمت بھی انہیں کو سونپ دی گئی ہندوں نے موقع پا کر مسلمانوں کو خوب ذلیل و خوار کیا یہاں تک کہ مسلمانوں کی کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ مندو پر علی خاں کا قبضہ

علی خاں ایک پرانا امیر اور شہر کا حاکم تھا اس سے یہ مسلم آزار حرکتیں نہ دیکھی گئی لہذا اس نے بادشاہ کی مخالفت شروع کر دی ایک روز سلطان محمود خلجی ثانی شکار کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا علی خاں نے اس موقعے کو غنیمت سمجھا اور قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا شہر کے وہ تمام لوگ جو راجپوتوں کے غلبے کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ انہوں نے علی خاں کا ساتھ دیا۔

علی خاں کا فرار اور قتل

سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ جلد از جلد واپس آیا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا بادشاہ نے محصورین کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں علی خاں ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے نیچے اتر کر فرار ہو گیا۔ بادشاہ قلعے میں داخل ہو گیا اور اس نے راجپوتوں کے ایک لشکر کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ راجپوتوں نے علی خاں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان محمود کی پریشانی

اس واقعے کے بعد میدنی رائے کے اقتدار میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا اور اس نے مالوہ کے تمام امیروں اور منصب داروں کو اپنا ہی خواہ بنا لیا۔ بادشاہ بارگاہ کے ملازمین بارگاہ میں صرف دو سو باقی رہ گئے اور باقی تمام ہندو تھے۔ سلطان محمود نے جب راجپوتوں کا یہ اقتدار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلیں اور وہ کچھ پریشان ہوا اور میدنی رائے کے اقتدار کو ختم کرنے اور راجپوتوں کے غلبے سے نجات پانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی

اہل ہند کا یہ دستور ہے کہ جب وہ اپنے ملازمین یا مہمانوں کو رخصت کرتے ہیں انہیں پان پیش کرتے ہیں۔ سلطان محمود نے میدنی رائے سے چھٹکارا پانے کے لیے یہی انداز اختیار کیا۔ اس نے آرائش خاں کے ہاتھ میدنی رائے کو پان کا بیڑہ بھجوایا اور یہ پیغام دیا "میں تمہیں اپنی ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں لہذا تم میری مملکت سے باہر چلے جاؤ۔"

راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام

راجپوتوں نے اس کے جواب میں بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ "ہم راجپوت سپاہی تعداد میں چالیس ہزار ہیں اور ہم سب نے ہر ممکن طریقے سے حضور کی خدمت کی ہے اور بڑی جانفشانی سے اپنے فرائض ادا کیے ہیں ہم نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو حضور کے مزاج کے خلاف ہو آخر ہمارا قصور کیا ہے جو ہمیں اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے۔

میدنی رائے کی دور اندیشی

راجپوتوں نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سلطان محمود خلجی کو قتل کر دیا جائے اور اس کی برائے نام بادشاہت کو ختم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔ میدنی رائے بہت ہی چال باز اور ہوشیار آدمی تھا اس کی دور رس نظریں مستقبل پر لگی ہوئی تھیں اس لیے اس نے راجپوتوں کو اس ارادے سے روکا اور کہا "ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے ورنہ گجراتی ہم پر حملہ کر دے گا جس طرح بھی ہو ہمیں سلطان محمود کو خوش رکھنا چاہیے تاکہ اقتدار بدستور ہمارے ہاتھ میں رہے۔

میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی

میدنی رائے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی طلب کی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر اس کو ان شرائط پر معاف

besturdubooks.wordpress.com

کر دیا۔ ۱۔ ان تمام کاموں پر پہلے کی طرح مسلمانوں کو متعین کیا جائے جن پر اب تک راجپوت کام کرتے رہے ہیں۔ ۲۔ میدنی رائے ملکی مہمات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ ۳۔ تمام ہندو مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے نکال دیں اور بے گناہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے باز آجائیں۔

سالباہن کی مخالفانہ روش

میدنی رائے نے ان شرائط کو مان لیا اور سلطان محمود خلجی کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ سالباہن چوربیہ ایک صاحب اقتدار امیر تھا اس نے ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر حسب سابق برے کاموں میں مشغول رہا۔

بادشاہ کی بلند ہمتی

بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے میدنی رائے اور سالباہن کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اگرچہ بادشاہ کے پاس صرف دو سو سوار تھے لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے چند معتمد سواروں کو یہ حکم دیا کہ جب بادشاہ شکار کے لیے جائے اور واپسی پر سالباہن اور میدنی رائے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوں' تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

سالباہن کا قتل

دوسرے روز قرارداد کے مطابق بادشاہ شکار پر روانہ ہوا میدنی رائے اور سالباہن اس کے ساتھ تھے۔ واپسی پر بادشاہ ان دونوں امیروں کو رخصت کر کے خود اپنے محل پر چلا گیا۔ منصوبے کے مطابق بادشاہ کے خاص آدمی ان دونوں امیروں کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے جب یہ دونوں جا رہے تھے تو پیچھے سے بادشاہ کے آدمیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ سالباہن تو اسی وقت واصل بہ جہنم ہوا۔ البتہ میدنی رائے صرف زخمی ہوا اسے اس کے ملازموں نے بچا لیا اور اس کے گھر پر لے آئے۔

راجپوتوں کا اشتعال

راجپوتوں کو جب اس حادثے کا علم ہوا تو وہ جوق در جوق میدنی رائے کے مکان پر جمع ہونے لگے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ حادثہ بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا لہٰذا انہوں نے میدنی رائے کو بتائے بغیر ہی جنگ کا ارادہ کر لیا اور شاہی دربار کی طرف روانہ ہوئے۔

راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ

سلطان محمود خلجی اگرچہ عقل کا کچا تھا لیکن بہادری اور جرات میں اپنی مثال آپ تھا اسے جب راجپوتوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ چند مسلمان پیادوں اور سولہ سواروں کے ساتھ جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر اپنے خلوت خانے سے باہر آیا اور کئی ہزار راجپوتوں سے جنگ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

بادشاہ کی بہادری

ایک راجپوت سپاہی جو اپنی بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھا سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اس نے بادشاہ پر تلوار کا وار کیا۔ بادشاہ نے بڑی پھرتی سے اس کے وار کو روکا اور حریف پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ وہیں دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا راجپوت بادشاہ کے مقابلے پر آیا اور حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے اس کے وار کو بھی روکا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

راجپوتوں کو میدنی رائے کا مشورہ

راجپوتوں نے جب بادشاہ کو اس جرات اور دلاوری سے لڑتا دیکھا تو انہوں نے جنگ مغلوبہ کیے بغیر ہی واپسی کی ٹھان لی اور میدنی رائے کے مکان کے وسیع احاطے میں آ کر جمع ہو گئے۔ راجپوتوں نے دوبارہ فوج تیار کی اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی

besturdubooks.wordpress.com

اس موقع پر میدنی رائے نے کہا "سلطان محمود نے اگرچہ مجھے قتل کروانے کی کوشش کی' لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ میرا آقا اور ولی نعمت ہے اور اس کا ہر فعل عین حق ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس معاملے میں قطعاً مشتعل نہ ہو میری حمایت تمہیں ترک کر دینا چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ تم جنگ کا خیال دل سے نکال کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔"

میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام

میدنی رائے کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر سلطان محمود خلجی مارا گیا تو گجرات' خاندیش اور برار وغیرہ کے فرماں روا انتقام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میدنی رائے نے ایک طرف تو راجپوتوں کو سمجھایا اور دوسری طرف سلطان محمود کو پیغام بھیجا "چونکہ میں نے اب تک حضور کی نمک حرامی نہ کی تھی اس لیے باوجود ان زخموں کے زندہ رہا اگر میری ہلاکت سے سلطنت کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔"

بادشاہ کا مصالحانہ جواب

سلطان محمود کو بخوبی علم تھا کہ میدنی رائے کو جو زخم آئے ہیں وہ ایسے کاری نہیں ہیں کہ وہ ہلاک ہو سکے۔ اس لیے اس نے بھی صلح و نرمی کی روش اختیار کی اور اسے پیغام بھیجا۔ "اب میں نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ تو ہر طرح سے میرا خیر خواہ اور وفادار ہے تو نے اپنی نیک چلنی سے راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھا۔ خدا کا شکر ہے کہ سالباہن جو انتہائی مغرور اور بدمزاج انسان تھا مارا گیا۔ اب توقع ہے کہ تمام امور سلطنت اچھی طرح انجام پائیں گے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے گا۔

میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر

اس کے بعد میدنی رائے نے ظاہری طور پر بادشاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرنا شروع کیا۔ وہ کبھی گزشتہ واقعات کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالتا۔ جب بھی وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بطور احتیاط کے پانچ سو مسلح سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا کیونکہ اسے یہ خطرہ تھا کہ نہ جانے کب کیا واقعہ پیش آ جائے۔

سلطان محمود گجرات میں

بادشاہ میدنی رائے کی اس حرکت سے اور زیادہ پریشان ہوا۔ ایک روز اس نے شکار کے بہانے سے راجپوتوں کو بہت ڈرایا بھگایا۔ اور پھر اسی رات کو اپنی پیاری رانی کنیا کے ساتھ ایک سوار اور چند پیادوں کو لے کر قلعے سے باہر نکلا اور گجرات کی سرحد کی طرف چلا گیا۔ گجراتی حکام سلطان محمود کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے اور اس کو بہت سی ضرورت کی چیزیں بطور تحفہ پیش کیں۔ ان حاکموں نے بعد ازاں سلطان مظفر گجرات کو سلطان محمود کی آمد سے مطلع کیا۔

سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات

سلطان مظفر' سلطان محمود کی آمد سے بہت خوش ہوا اور اس نے قیصر خاں' تاج خاں قوام الملک اور دوسرے نامی گرامی امیروں کو فرماں روائے مالوہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ اور وہ تمام سامان (مثلاً عربی گھوڑے' چند ہاتھی' توش خانے کا سامان' سراپردہ سرخ وغیرہ) جو بادشاہوں کے لیے ضروری ہوتا ہے روانہ کیا۔ سلطان مظفر خود بھی چند منزل تک بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا۔ دونوں بادشاہوں نے آپس میں ملاقات کی اور مجلس میں ایک ہی تخت پر بیٹھ کر بات چیت کی۔

سلطان محمود کی مدد کا وعدہ

سلطان مظفر' سلطان محمود سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اس سے پرسش حالات کی۔ سلطان محمود نے گجراتی فرماں روا کو تمام حالات

besturdubooks.wordpress.com

سے آگاہ نہ کیا اور اس مقصد سے لشکر کی فراہمی کے لیے کوشاں ہوا۔

سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

۹۲۳ھ میں سلطان مظفر گجراتی' سلطان محمود خلجی کے ہمراہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ میدنی رائے کو جب ان دونوں بادشاہوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ شادی آباد مندو کو اپنے بیٹے نتھو رائے کے سپرد کیا۔ اور بارہ ہزار سپاہیوں اور بے شمار پیادوں کو اس کے ساتھ رہنے دیا۔ میدنی رائے خود قلعہ دھار میں چلا آیا اور اس قلعے کے استحکام و مضبوطی کی کوشش کرنے لگا۔

میدنی رائے کا فرار

سلطان مظفر کا لشکر جب قریب پہنچا تو میدنی رائے سخت پریشان ہوا اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرتا۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ تو نتھو رائے کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ اور خود رانا سنگا کے پاس جے پور چلا گیا۔

دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر قلعہ دھار کے سامنے مقیم ہوا اور اس نے تھوڑی سی مدت میں اس قلعے کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد مظفر گجراتی نے شادی آباد مندو میں داخل ہو کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اسیر کے حاکم عادل خاں کو بہت سے گجراتی امیروں کے ہمراہ رانا سنگا اور میدنی رائے کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ مندو کی فتح

جیسا کہ سلاطین گجرات کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ۹۲۴ھ میں سلطان مظفر گجراتی نے قلعہ مندو کو فتح کر لیا فتح کے روز نوے ہزار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اس کے علاوہ بہت سے راجپوتوں نے جوہر کی رسم ادا کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

قلعہ مندو سلطان محمود کی تحویل میں

سلطان محمود خلجی پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ عین فتح کے وقت مندو میں پہنچا اور اس نے سلطان مظفر کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد دی اور بڑے اشتیاق سے یہ سوال کیا۔ "اب میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟" سلطان مظفر نے بڑی منصف مزاجی کا ثبوت دیا اور کہا۔ "مالوہ کی حکومت تم کو مبارک ہو۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے قلعہ سلطان محمود کے سپرد کر دیا اور خود اپنے لشکر میں آ گیا۔

سلطان مظفر دھار میں

سلطان مظفر میدنی رائے اور رانا سنگا کی سرزنش کے لیے مندو سے روانہ ہوا۔ بادشاہ جب دھار میں پہنچا تو جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ۔ "عادل خاں اور گجراتی امراء ابھی دیپالپور سے آگے بھی نہ بڑھے تھے کہ دشمنوں نے فتح کی خبر سن لی اور وہ چندیری کی طرف بھاگ گئے۔

سلطان مظفر کی مندو میں واپسی

ایک روز جب کہ سلطان مظفر دھار ہی میں تھا۔ سلطان محمود اس کے پاس آیا اور اسے ایک دن کے لیے مندو چلنے کی دعوت دی۔ سلطان مظفر نے اس دعوت کو قبول کیا اور اپنے لشکر کو اسی جگہ چھوڑ کر خود قلعہ مندو میں واپس آیا۔ محمود نے بڑے پرتپاک انداز سے مظفر گجراتی کا خیر مقدم کیا اور اس کے اعزاز میں ایک شاندار تقریب منعقد کی۔ بہت سے گراں قدر تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس کو کچھ دور تک چھوڑنے گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی

سلطان مظفر گجراتی نے اپنے جاں باز اور مقتدر امیر آصف خاں گجراتی کو چند ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان محمود کی مدد کے لیے مندو ہی میں چھوڑا اور خود اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔

کاکرون پر محمود کا حملہ

چندیری اور کاکرون پر میدنی رائے کا قبضہ تھا اور قلعہ رائسین' بھیلسہ اور سارنگ پور سلہدی پوربیہ کی تحویل میں تھے۔ ان مقامات کو سلطان محمود خلجی نے اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا سب سے پہلے اس نے قلعہ کاکرون پر حملہ کیا۔ میدنی رائے نے اس بار بھی رانا سنگا سے مدد طلب کی' رانا سنگا ایک لشکر جرار لے کر اس کی مدد کو آ گیا۔

رانا سنگا کی تیاریاں

سلطان محمود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دشمن کی جانب بڑھتا چلا گیا جب وہ رانا سنگا کے لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو وہاں اس نے قیام کرنے کے ارادے سے اپنے خیمے لگا دیئے۔ رانا سنگا کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے ان سے کہا۔ "اس وقت ہمارا دشمن سفر کی تھکان سے چور ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم فوراً اس پر حملہ کر دیں۔ تاکہ اسے تازہ دم ہونے اور اپنے لشکر کو منظم و مرتب کرنے کا موقع نہ ملے۔ تمام سرداران لشکر نے رانا سنگا کی اس رائے کی تائید کی اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رانا سنگا' سلطان محمود کے مقابلے پر

رانا سنگا نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان محمود کو رانا سنگا کی آمد کی قطعاً اطلاع نہ تھی لیکن بعض امیروں کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے دشمن سے جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ اگرچہ آصف خاں گجراتی اور دوسرے امیروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ "آج کے دن جنگ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہمارا لشکر غیر منظم ہے۔" لیکن کم عقل بادشاہ کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات بھی نہ آئی اور اس نے دشمن سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مالوی لشکر کی تباہی

فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تھوڑی سی دیر میں سلطان محمود خلجی کے لشکر کا صفایا ہو گیا اور اس کی فوج کے بتیس نامی گرامی سردار ایک ایک کر کے مارے گئے۔ آصف خاں گجراتی بھی اس جنگ میں مع پانچ سو گجراتی سپاہیوں کے ہلاک کر دیا گیا۔ الغرض مالوی لشکر پر ایسی تباہی آئی کہ الامان و الحفیظ۔ سارے لشکر میں سے صرف گیارہ آدمی زندہ بچے۔ ایک سلطان محمود اور دس سوار' باقی سارا لشکر ہندوؤں کی تلوار کا نشانہ بن گیا یہ ایسی زبردست تباہی تھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

دشمن پر سلطان محمود کا حملہ

سلطان محمود نے دیکھا کہ اب اس کے سپاہیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور اس موقع پر لاجواب بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی تعداد پچاس ہزار تھی اور حملہ آور صرف گیارہ۔ اس تفاوت کے باوجود بادشاہ کی ہمت ہر لحظہ جوان ہوتی چلی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

محمود کی عدیم المثال بہادری

سلطان محمود کے ساتھی تو فوراً ہی دشمن کے ہاتھوں مارے گئے لیکن سلطان اپنی بہادری کی وجہ سے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی صفیں چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے بجلی کی سی رفتار کے ساتھ بے شمار راجپوتوں کو قتل کیا۔ راجپوت سلطان محمود کی بہادری پر عش عش کر اٹھے جب تک بادشاہ کے جسم میں طاقت رہی وہ لڑتا رہا۔ اس کے جسم پر بے شمار زخم آئے لیکن اس نے ان کی پروانہ کی اور برابر تیغ آزمائی کرتا رہا۔ آخرکار راجپوتوں نے اس کو گھیر کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا وہ لوگ بادشاہ کی بہادری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسے قتل نہ کیا اور زندہ گرفتار کر کے رانا سنگا کے پاس لے آئے۔

رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ

راجپوت لشکریوں نے اپنے سردار اعلیٰ رانا سنگا سے سلطان محمود کی بے انتہا تعریف کی اور اس کی بہادری کو بہت سراہا۔ رانا نے بھی بادشاہ کی بڑی تعظیم کی اور اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا کر خود اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا۔ رانا سنگا نے بادشاہ کا علاج کروایا جب اس کے زخم مندمل ہو گئے تو اسے چھ ہزار راجپوتوں کے ہمراہ بہت ہی عزت سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دیا۔

مالوہ میں بدامنی اور انتشار

سلطان محمود خلجی اب تیسری بار مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور اس نے حکومت کے انتظامات کی طرف توجہ کی۔ ان دنوں ملک میں سخت بدامنی اور انتشار پھیلا ہوا تھا اکثر شہروں پر باغی امیروں نے قبضہ کر رکھا تھا رعایا بہت نڈر اور بے خوف ہو گئی تھی اور بادشاہ کی وفاداری نہ کی جاتی تھی۔

امراء کی سرکشی

امراء کی بغاوت اور سرکشی اپنے شباب پر تھی۔ سکندر سیواجی نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر کے اپنی مستقل حکومت قائم کر رکھی تھی۔ میدنی رائے چندیری کا کرون اور دوسرے بہت سے پرگنوں کا مالک بنا بیٹھا تھا اور بادشاہ کے خلاف مختلف حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ اس طرح دوسرے امراء بھی من مانی کر رہے تھے، جس کی سمجھ میں جو آتا کرتا۔ جس علاقے پر جس کی نظر پڑتی اسی کو اپنے قبضے میں کر لیتا۔

زوال کے آثار

امراء کی بغاوت نے ملک میں جو بدامنی اور انتشار پیدا ہوا اس نے سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا اور زوال کے آثار جابجا نظر آنے لگے۔ اس صورت حال کا اصل سبب یہ تھا کہ سلطان محمود ثانی نے سلطان محمود اول کی طرح دور اندیشی اور معاملہ فہمی کو بھی اپنا شعار نہ بنایا اور ہمیشہ ہر کام کو بہ نوک شمشیر پورا کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔

سلطان محمود کا سلہدی پوربیہ پر حملہ

۹۲۶ھ میں سلطان محمود نے سلہدی پوربیہ کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ سلہدی پوربیہ نے ان گنت راجپوتوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور میدنی رائے سے بھی مدد طلب کر کے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور سارنگ پور میں بادشاہ سے لڑنے کے لئے مقیم ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی شکست

فریقین میں جنگ شروع ہوئی پہلے تو راجپوتوں نے مسلمانوں کو شکست دی اور لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ سلطان محمود اس شکست سے ہراساں نہ ہوا اور چٹان کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب بادشاہ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ دشمن لوٹ مار میں مشغول ہے تو

besturdubooks.wordpress.com

اس نے راجپوتوں پر بڑے زور شور سے حملہ کر دیا- سلدی کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا- بادشاہ نے سلدی کے چوبیس ہاتھی گرفتار کیے اور سارنگ پور کو اس کے قبضے سے نکال لیا- سلدی پوربیہ نے اپنی قدیم جاگیر پر قناعت کیا اور سلطان محمود کی اطاعت قبول کی- سلطان محمود نے اس امر کو خدا کی نعمت تصور کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آ گیا-

شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں

۹۳۲ھ میں گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ کے قبضے میں آئی تو شہزادہ چاند خاں بن مظفر شاہ گجراتی فرار ہو کر شادی آباد مندو میں آ گیا چونکہ سلطان محمود پر مظفر گجراتی کے بے شمار احسانات تھے اس لیے مرحوم گجراتی فرماں روا کے بیٹے چاند خاں کا شایان شان استقبال کیا اور اس سے بہت خلوص و محبت سے پیش آیا-

رضی الملک گجراتی کی کوششیں

انہیں دنوں ایک مشہور و معروف گجراتی امیر سلطان بہادر شاہ گجراتی کے خوف سے ظہیرالدین بابر کے پاس چلا گیا- اس امیر نے سلطان بہادر کو معزول کر کے شہزادہ چاند خاں کو گجرات کے تخت پر بٹھانے کی کوششیں شروع کر دیں- اس مقصد سے وہ ایک بار آگرہ سے شادی آباد مندو میں بھی آیا اور اس نے شہزادہ چاند خاں سے مشورہ کیا اور پھر واپس گجرات چلا گیا-

سلطان بہادر کا خط محمود کے نام

سلطان بہادر گجراتی کو اس واقعے کا علم ہو گیا- اس نے سلطان محمود کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "آپ میں اور مجھ میں جو مخلصانہ تعلقات ہیں ان کا تقاضا ہے کہ آپ میرے دشمنوں کی سرپرستی نہ کریں- مجھے حیرت ہے کہ آپ نے رضی الملک جیسے نمک حرام کو کیونکر شادی آباد مندو میں آنے کی اجازت دی- نیز اسے شہزادہ چاند خاں سے سازباز کرنے کا موقع دیا مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اس سلسلے میں احتیاط برتیں گے تاکہ آپ کے اور میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہیں-

بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں

اتفاق سے انہیں دنوں رضی الملک نے بابر کے امراء سے کچھ بات چیت کی اور دوبارہ شادی آباد مندو میں آ کر شہزادہ چاند خاں سے آ ملا- اس مرتبہ پھر سلطان بہادر کو پتہ چل گیا اسے بہت غصہ آیا- اب کی بار اس نے سلطان محمود سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کی اور مالوہ پر لشکر کشی کرنے کی تیاریاں کرنے لگا- چونکہ مالوہ میں خلجی حکومت کے خاتمے کا وقت آ چکا تھا اس لیے سلطان محمود نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس سلسلے میں کسی قسم کی تگ و دو نہ کی اور آنے والے فتنے کے تدارک کے لیے کچھ سوچ بچار نہ کی-

جے پور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی

اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کو رانا سنگا کے انتقال کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کی جگہ اس کا بیٹا رتنسی تخت نشین ہوا ہے- بادشاہ نے شرزہ خاں کو رتنسی پر لشکر کشی کرنے کے لیے روانہ کیا- شرزہ خاں نے جے پور کے بعض پرگنوں پر حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کیا-

محمود خلجی سارنگ پور میں

رتنسی کو سلطان بہادر گجراتی اور سلطان محمود خلجی کی ناراضگی کا علم ہو چکا تھا اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا اول الذکر اپنے ملک سے کوچ کر کے مالوہ کی طرف چل دیا ہے- رتنسی نے اپنا لشکر فراہم کیا اور وہ بھی مالوہ کی جانب روانہ ہو گیا- سلطان محمود نے سلطان بہادر گجراتی کے استقبال کا ارادہ کیا اور سارنگ پور پہنچ گیا- ان دنوں سکندر خاں میواتی کا انتقال ہو چکا تھا- محمود خلجی نے اس کے منہ بولے بیٹے معین خاں کو (جو حقیقت میں ایک روغن فروش کا بیٹا تھا) کو سیواس سے بلوایا' اسے مسند عالی کا خطاب اور سراپردہ سرخ (جو بادشاہوں کے لیے

besturdubooks.wordpress.com

مخصوص ہوتا ہے) عطا کیا۔

محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت

سلطان محمود نے سلہدی پوربیہ کو بھی بلوایا اور اس کی جاگیر میں چند پرگنوں کا اضافہ کیا۔ سلہدی پوربیہ کو بادشاہ کی نیت پر شک گزرا اور وہ معین خاں کو ساتھ لے کر رتنسی کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو ساتھ لیا اور سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے سلطان محمود خلجی کی شکایت کی۔

محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام

سلطان محمود خلجی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے دریا خاں لودھی کو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا۔ "آپ کے خاندان کے مجھ پر بہت زیادہ احسانات ہیں چونکہ آپ اس طرف تشریف لا رہے ہیں اور اب مسافت بہت کم باقی رہ گئی ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی مبارک باد پیش کروں۔"

سلطان بہادر کی شرافت

سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اس پیغام کا نہایت ہی معقول اور مخلصانہ جواب دیا اور وہ دریائے کرخی کے کنارے فروکش ہو کر سلطان محمود کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ اس جگہ سے رتنسی تو اپنے مکان کو واپس چلا گیا البتہ سلہدی پوربیہ سلطان بہادر کی لشکر گاہ ہی میں ٹھہرا رہا۔

سلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ

سلطان محمود کی کم عقلی نے ایک اور گل کھلایا اور اس نے سلطان بہادر سے ملاقات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور سکندر خاں کے ملازموں کی سرزنش کا بہانہ کر کے سیواس کی طرف چلا گیا۔ راستے میں اس نے شکار کھیلنے کا ارادہ کیا اور اسی مشغولیت میں وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا اس واقعے کو بادشاہ نے فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ترک کر کے قلعہ مندو میں واپس آ گیا اور قلعے کے استحکام کی طرف متوجہ ہوا۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر گجراتی نے بھی سلطان محمود کا انتظار ترک کر دیا اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان محمود کے بہت سے ملازمین گجراتی فرماں روا سے آ کر ملتے رہے۔ یہاں تک کہ دھار کا حاکم شرزہ خاں بھی سلطان بہادر سے مل گیا۔ سلطان بہادر گجراتی نے مظفر آباد نعلچہ میں آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مورچل تقسیم کیے۔

دم واپسیں

سلطان محمود خلجی تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں محصور ہو گیا۔ وہ ہر رات کو تمام مورچوں کا معائنہ کرتا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسے میں آرام کرتا۔ جب بادشاہ کو اہل قلعہ کے باہمی نفاق کا علم ہو گیا تو وہ مدرسہ کی بجائے اپنے محلات میں رہنے لگا اور عیش و عشرت میں غرق ہو گیا۔ بعض دور اندیش اور معاملہ فہم لوگوں نے اشارتاً بادشاہ سے کہا کہ یہ موقع عیش و عشرت کا نہیں ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اس لیے جو لمحہ بھی عیش و عشرت میں گزرے وہ غنیمت ہے۔"

قلعہ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ

۹ شعبان ۹۳۷ھ کو صبح کو سلطان بہادر گجراتی نے قلعہ مندو کو فتح کر لیا اور شہزادہ چاند خاں جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا قلعے سے نکل کر

besturdubooks.wordpress.com

دکن کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمود خلجی نے تھوڑے سے لشکر کو ہمراہ لیا اور سلطان بہادر سے لڑائی کرنے کے لیے باہر نکلا لیکن اس میں گجراتی فرماں روا کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ واپس لوٹ آیا۔

محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کا ارادہ

سلطان محمود اگر اس موقعے پر چاہتا تو قلعے سے نکل کر وسط مملکت میں جا سکتا تھا' لیکن اس کی کم عقلی نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے ایک ہزار سواروں کو ساتھ لیا اور اپنے بال بچوں کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی حرم کی طرف بڑھا۔ مگر کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور یہ کہا۔ سلطان بہادر گجراتی ایسا شخص نہیں ہے کہ آپ کے اہل و عیال کے ساتھ برا سلوک کرے اس لیے آپ اس خیال کو دل سے نکال دیں' اس وقت بہتر یہی ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت کریں۔"

دونوں بادشاہوں کی ملاقات

بادشاہ اور اس کے ساتھیوں میں یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی بھی اس طرف آ گیا۔ وہ لعل محل کے بام پر گیا اور وہاں سلطان محمود کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ محمود خلجی نے اپنے تمام ساتھیوں کو اسی جگہ چھوڑا اور خود سات سواروں کے ہمراہ سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا۔ گجراتی فرماں روا محمود سے بہت اچھی طرح پیش آیا' بغل گیر ہونے کے بعد اسے اپنے پاس بٹھایا۔

تغیر مزاج

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے اپنے حریف بادشاہ سے کچھ گفتگو بڑے سخت اور درشت لہجے میں کی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا دل سخت مضطرب ہے اور وہ نہ جانے کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس غصے پریشانی کے عالم میں سلطان بہادر گجراتی نے کہا۔ "میں تمام مالوی امیروں کو جان کی امان دیتا ہوں لہٰذا وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔"

محمود خلجی کی گرفتاری

بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ گفتگو میں سلطان محمود خلجی نے سختی اور درشتی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی جو اپنے حریف بادشاہ کو معاف کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا اس سے مشتعل ہو گیا اس نے سلطان محمود کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ جمعہ کے روز شادی آباد مندو کی تمام مسجدوں میں سلطان بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمود کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور اسے مع اس کے ساتوں بیٹوں کے آصف خاں کے حوالے کیا گیا تاکہ ان کو قلعہ چینانیر میں نظر بند کر دیا جائے۔

محمود خلجی کا قتل

راستے میں کول اور بھیل قوم کے دو ہزار افراد نے آصف خاں کے لشکر پر شب خون مارا۔ سلطان محمود اس وقت نماز سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں شور و غل کی آواز آئی۔ اس نے جلدی سے فرار ہونے کا ارادہ کیا اور اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا۔ پاسبانوں کو اس کی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے اس خیال سے کہ کہیں یہ شب خون سلطان محمود کے بہی خواہوں نے مارا ہو بادشاہ کو قتل کر دیا۔

سلطنت خلجیہ کا خاتمہ

صبح ہوئی تو آصف خاں نے سلطان محمود کو حوض دہور کے کنارے دفن کر دیا اور اس کے لڑکوں کو چینانیر لے جا کر قید کر دیا کچھ عرصے بعد اس خاندان کا سوائے محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے (جو بابر بادشاہ کا ملازم تھا) کوئی وارث نہ رہا۔ الغرض اس طرح خلجی خاندان کی

besturdubooks.wordpress.com

بادشاہت ختم ہو گئی اور مالوہ کی حکومت گجراتی فرماں رواؤں کے ہاتھ میں آ گئی۔

گجراتیوں نے ۹۴۱ھ تک مالوہ پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد زمانے کے دستور کے مطابق یہ حکومت دست بدست منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ ۹۶۸ھ میں جلال الدین اکبر نے اس پر قبضہ کر لیا اور ہر شخص نے دنیا کی بے وفائی اور زمانے کے انقلاب کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

سلاطین خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت

سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ

بعض تاریخی کتابوں میں یہ امر پوری تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے کہ سلطان محمود خلجی کے بعد مالوہ پر سلطان بہادر گجراتی کا مکمل قبضہ ہو گیا اور تمام مالوی امیروں نے گجراتی فرماں روا کی اطاعت قبول کر لی۔ بادشاہ نے بھی ان امیروں کو انعامات و اکرام سے نوازا اور انہیں ہر طرح سے اپنا بہی خواہ اور اطاعت گزار بنانے کی کوشش کی۔

سلہدی پوربیہ کا حشر

سلہدی پوربیہ' مالوہ کے امیروں میں پہلا شخص تھا جو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وجہ سے سلطان بہادر اس سے بہت خوش تھا لہٰذا اسے اجین سارنگ پور اور رائسین کے پرگنے عطا کیے لیکن سلطان بہادر اس امیر سے زیادہ خوش نہ رہ سکا جیسا کہ سلاطین گجرات کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ سلہدی پوربیہ نے سلطان بہادر کے خوف سے قلعہ رائسین میں خودکشی کر لی اور اس کا بیٹا بھوپت فرار ہو گیا۔ اس واقعے کی تفصیل چونکہ پہلے بیان کی جا چکی ہے اس لیے اسے اس جگہ نظرانداز کیا جاتا ہے۔

سلطان بہادر کی جینانیر کو واپسی

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے دریا خاں لودھی کو اجین کا حاکم بنایا۔ رائسین کی حکومت عالم خاں حاکم کالپی کے سپرد کی اور شادی آباد منڈو پر اختیار خاں کو نامزد کیا۔ سلطان بہادر خود جینانیر واپس آ گیا۔

منڈو پر ہمایوں کا قبضہ

ان واقعات کے بعد نصیر الدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا اور سلطان بہادر گجراتی بندر دیب کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد ہمایوں شادی آباد منڈو میں بھی آیا اور یہاں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ ہمایوں نے منڈو کو اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس آگرہ چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان عبدالقادر

ملو خاں، نصیرالدین ہمایوں کا ایک خلجی غلام تھا اس نے اپنی محنت سے بہت اقتدار حاصل کر لیا۔ اس نے مالوہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی اور اپنا نام سلطان عبدالقادر رکھا۔ اس نے بھیلسہ سے دریائے نربدہ تک کے علاقے پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور سلہدی پوربیہ کے بیٹوں بھوپت اور پورن مل نے قلعہ جے پور سے نکل کر رائسین پر قبضہ کر لیا۔ اور سلطان عبدالقادر کی اطاعت کر کے اس کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔

شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام

کچھ ہی عرصے میں سلطان عبدالقادر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ شیر شاہ سوری نے اس زمانے میں جب کہ بنگالہ میں نصیرالدین ہمایوں سے اس کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ عبدالقادر کو یہ پیغام بھیجا "مغلیہ لشکر بنگالہ میں داخل ہو گیا ہے اس لیے تم آگرہ کی طرف توجہ کرو یا اس نواح میں اپنا لشکر بھیج کر کچھ فتنہ و فساد برپا کرو تاکہ مغل بے چین ہو کر آگرہ کی طرف واپس چلے جائیں اور میں بنگالہ میں اطمینان سے حکومت کر سکوں۔"

عبدالقادر کی خفگی

یہ پیغام شیر شاہ سوری نے ایک فرمان کی صورت میں روانہ کیا تھا اور اس پر اپنی مہر بھی ثبت کی تھی۔ عبدالقادر نے جب اس فرمان کو دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے اپنے منشی کو حکم دیا کہ اس فرمان کے جواب میں فرمان ہی بھیجا جائے اور اس پر عبدالقادر کی مہر ثبت کی جائے اس موقعہ پر عبدالقادر کے ایک مقرب سیف خاں دہلوی نے اس سے کہا۔ شیر شاہ جون پور کا بادشاہ ہے اور اس کے پاس اس قدر لشکر موجود ہے کہ وہ بادشاہ دہلی کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اگر اس نے آپ کے نام فرمان بھیجا تو اس میں غصے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

شیر شاہ کے نام جوابی فرمان

عبدالقادر نے اس کے جواب میں کہا۔ "اگر شیر شاہ بنگالہ جون پور کا بادشاہ ہے تو میں بھی مالوہ کا فرماں روا ہوں۔ جب وہ میرا ادب نہیں کرتا تو میں کیوں اس کا احترام کروں۔ الغرض عبدالقادر نے شیر شاہ کو جواب میں فرمان ہی بھجوایا۔ جب یہ فرمان شیر شاہ کو ملا تو اس کو بھی سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کبھی موقع ملا تو عبدالقادر کو اس گستاخی کا مزہ چکھاؤں گا۔"

شیر شاہ کا مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

شیر شاہ سوری جب بادشاہ دہلی ہو گیا اور اس نے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ ۹۴۹ھ میں اس نے مالوہ کو فتح کرنے کے ارادے سے کوچ کیا۔ جب شیر شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو سلطان عبدالقادر بہت پریشان ہوا اسے خوف تھا کہ کہیں شیر شاہ اس سے اس کی گستاخی کا انتقام نہ لے۔ اس موقعے پر سیف خاں دہلوی نے عبدالقادر کو یہ مشورہ دیا۔ "ہم شیر شاہ کے مقابلے کی ہمت قطعاً نہیں رکھتے لہٰذا اب یہی بہتر ہے کہ آپ جلد از جلد سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ سے ملاقات کریں۔"

شیر شاہ سوری اور عبدالقادر کی ملاقات

سلطان عبدالقادر کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسی وقت روانہ ہو گیا۔ اور سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ

besturdubooks.wordpress.com

کے ملازموں نے اپنے آقا کو عبدالقادر کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے عبدالقادر کو اپنے حضور طلب کیا۔ شیر شاہ عبدالقادر سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اور اس کو خلعت خاص سے نوازا۔ دوسرے روز شیر شاہ اجین کی طرف روانہ ہو گیا' اور اس نے شجاع خاں کو یہ تاکید کر دی کہ وہ عبدالقادر کے آرام اور آسائش کا خیال رکھے۔

شیر شاہ کا اجین پر قبضہ کرنے کا ارادہ

اجین پہنچ کر شیر شاہ نے اس مملکت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ عبدالقادر کو اس کی توقع نہ تھی شیر شاہ نے وقتی مصلحتوں کا خیال کر کے عبدالقادر کو لکھنوتی کی حکومت پر نامزد کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو وہاں بھیج کر خود بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام

عبدالقادر نے جب سارا معاملہ دگرگوں دیکھا تو اس نے اپنے بال بچوں کو اجین سے بلا لیا اور ایک باغ میں جو قصبہ سارنگ پور اور لشکر گاہ کے درمیان واقع تھا مقیم ہو گیا۔ انہیں دنوں سکندر خاں میواتی کا منہ بولا بیٹا معین خاں بھی شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ نے اسے سکندر خاں کا خطاب دیا اور عمدہ جاگیر سے نوازا۔

شیر شاہ کی رفاقت------ایک مہنگا سودا

ایک روز عبدالقادر اپنی قیام گاہ سے شیر شاہ کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا کہ مغل قوم کے بہت سے افراد جنہیں افغانیوں نے گرفتار کر رکھا تھا بیلداری اور گل کاری میں مشغول تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ لشکر گاہ کے گرد خندق کھودنے کا کام کرتے رہتے تھے۔ جب عبدالقادر ان لوگوں کے قریب سے گزرا تو ایک مغل نے یہ مصرعہ باآواز بلند پڑھا۔

"مرا بیں بدیں احوال و فکر خویشتن می کن"

یہ مصرعہ سن کر عبدالقادر چوکنا ہو گیا اور فوراً اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر میں شیر شاہ کے ساتھ رہا تو وہ یقیناً گل کاری کا حکم دے گا۔

شیر شاہ کی معاملہ فہمی

عبدالقادر نے شیر شاہ سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کر لیا اور فرار ہونے کے ذرائع پر غور کرنے لگا۔ شیر شاہ بہت ہی فہیم و دانشمند انسان تھا اس نے عبدالقادر کی نیت بھانپ لی اور شجاع خاں سے کہا "میں عبدالقادر کی مشتبہ حرکات سے پوری طرح باخبر ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے ساتھ وفاداری نہ کرے گا کیونکہ میرے بلائے بغیر ہی یہ میری خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ میں فی الحال اسے سزا نہیں دینا چاہتا ورنہ یہ بھاگ جائے گا کچھ عرصے بعد اسے گرفتار کر کے معقول سزا دوں گا۔"

عبدالقادر کا فرار

ادھر عبدالقادر اپنی کوششوں میں پوری سرگرمی سے منہمک تھا۔ ایک روز اسے موقع مل گیا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ شیر شاہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو عبدالقادر کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ یہ سپاہی عبدالقادر کے پیچھے بھاگے' لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ اور ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ اس موقعے پر شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا ؂

"باجاچہ کرد دیدی ملو غلام گیری"

اس مجلس میں شیخ جمال شاعر کا بیٹا شیخ عبدالحئی (جو بادشاہ کا مصاحب تھا) بھی موجود تھا اس نے فوراً دوسرا مصرعہ موزوں کر دیا ؂

"قویست مصطفیٰ رالا خیر فی العبیدی"

besturdubooks.wordpress.com

شجاع خاں

عبدالقادر کے فرار کے بعد شیر شاہ نے چند روز تک اجین میں قیام کیا اور مالوہ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا۔ اجین' سارنگ پور اور دوسرے کئی پرگنے شجاع خاں کی جاگیر میں دیئے گئے اور اس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا۔ شیر شاہ خود رنتھنبور چلا گیا' اس نے اس خیال سے کہ کہیں سکندر خاں بھاگ نہ جائے اسے قید کر دیا۔

نصیر خاں کا شجاع پر حملہ

سکندر خاں کے بیٹے نصیر خاں کو جب اپنے باپ کی گرفتاری کا علم ہوا تو اس نے سیواس میں لشکر فراہم کرنا شروع کر دیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر شجاع خاں سے جنگ کرنے کے لیے آیا۔ نصیر خاں نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ "شجاع خاں کو زندہ گرفتار کرنا چاہیے تاکہ میں اسے اپنے باپ کے معاوضے میں اپنے پاس رکھوں اور اس طرح سکندر خاں کو دشمن کی قید سے رہائی دلاؤں۔"

معرکہ آرائی

فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تو نصیر خاں اور اس کے بعض ساتھی کسی نہ کسی طرح شجاع خاں کے پاس پہنچ گئے اور اسے بالوں اور گریبان سے پکڑ کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ مبارک خاں شیروانی نے جب شجاع خاں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اس کے بچاؤ کے لیے آیا اور بہت بہادری سے جنگ کر کے شجاع خاں کو دشمن کے پنجے سے نکال لیا۔

اس لڑائی میں مبارک خاں کا ایک پاؤں کٹ گیا اور وہ کمزوری کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ نصیر خاں کے سپاہی فوراً اس کی طرف لپکے اور اسے قتل کرنا چاہا لیکن راجہ گوالیار نے عین موقع پر اس کو بچا لیا۔

نصیر خاں کو شکست

نصیر خاں نے اس معرکے میں بے پناہ جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا مگر قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اپنے دشمن کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نصیر خاں میدان جنگ سے فرار ہو کر کوانداره میں پناہ گزیں ہوا۔ شجاع کے چہرے اور بازو پر پانچ چھ زخم آئے تھے اس کے بہی خواہ اسے اٹھا کر اپنی لشکر گاہ میں لے گئے۔

سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ

شجاع خاں کے زخم ابھی اچھے بھی نہ ہوئے تھے کہ دھار کے جاگیردار حاجی خاں کا خط اس مضمون کا آیا۔ "سلطان عبدالقادر ایک زبردست لشکر لے کر میرے مقابلے پر آ گیا ہے اور آج کل ہی میں جنگ ہونے والی ہے" یہ خط ملتے ہی شجاع خاں اسی بیماری کی حالت میں پالکی میں سوار ہوا اور دھار کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کے آخری حصہ میں وہ ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ دھار پہنچ گیا۔

عبدالقادر کی شکست

جس وقت شجاع خاں حاجی خان کی لشکر گاہ میں پہنچا تو حاجی خاں سو رہا تھا' شجاع نے اسے جگایا اور اس وقت جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تھوڑی سی دیر میں جب لشکر تیار ہو گیا تو سلطان عبدالقادر پر حملہ کر دیا گیا۔ فریقین میں بڑی خونریزی ہوئی جس کے نتیجے میں عبدالقادر شکست کھا کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔ اس واقعے سے وہ ایسا تباہ حال ہوا کہ پھر اسے کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ

اس واقعے کے بعد شجاع خاں کی قوت اور شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تمام مملکت مالوہ پر اس کا پرچم لہرانے لگا اور کوئی حریف باقی نہ رہا۔ انہیں دنوں کالنجر میں شیر شاہ سوری نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔

سلیم شاہ اور شجاع خاں کے تعلقات

سلیم شاہ' شجاع خاں کو سخت ناپسند کرتا تھا لیکن ظاہری طور پر وہ التفات و خلوص کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کا منہ بولا بیٹا دولت خاں' سلیم شاہ کے مقربین خاص میں شامل تھا۔ سلیم شاہ نے باوجود شجاع خاں سے نفرت کرنے کے اپنے باپ کی طرح مالوہ کی حکومت شجاع خاں کے ہاتھوں ہی میں رہنے دی۔

ایک شرابی کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عثمان خاں نامی ایک شخص شراب پی کر شجاع خاں کے دیوان خانہ میں آگیا۔ عثمان نے اس قدر شراب چڑھا رکھی تھی کہ اس کے منہ سے لعاب گرتا جارہا تھا اور دیوان خانے کا فرش خراب ہو رہا تھا' فراش نے عثمان کو ٹوکا۔ عثمان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فراش کے منہ پر بڑے زور سے ایک گھونسہ رسید کیا۔ شجاع خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا۔ "عثمان خاں سے تین جرم سرزد ہوئے ہیں' اول یہ کہ اس نے شراب پی' دوسرے یہ کہ نشے کے عالم میں دیوان خانے میں آیا' تیسرے یہ کہ فراش کو مارا۔ اس لیے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔"

سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت

شجاع خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور عثمان خاں کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ یہ عبرت ناک سزا پانے کے بعد عثمان خاں زندہ رہا در سلطان سلیم شاہ کے پایہ تخت گوالیار پہنچا وہاں اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور اسے تمام ماجرا سنایا۔ سلیم شاہ نے فریادی سے کہا۔ "جو لوک شجاع خاں نے تجھ سے کیا ہے' تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کر۔"

نجاع خاں پر حملہ

سلیم شاہ کا یہ جواب شجاع خاں کو برا معلوم ہوا اور اسے سخت غصہ آیا۔ اس غصے کے عالم میں اس نے سلیم شاہ کو برا بھلا بھی کہا۔ ایک وز شجاع خاں' سلیم شاہ کو سلام کرنے کے لیے قلعہ گوالیار کی جانب روانہ ہوا۔ جب اس کی پالکی دروازہ ہتیاپول کے قریب پہنچی تو اس نے عثمان خاں (شرابی) کو ایک دکان پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عثمان نے اپنے آپ کو پرانی بکتر سے چھپا رکھا تھا۔ شجاع خاں نے عثمان کو تسلی ینے اور اس کا حال پوچھنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں عثمان بجلی کی سی تیزی کے ساتھ شجاع کی پالکی پر چڑھ آیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ شجاع خاں ے محافظوں نے اسی وقت عثمان خاں کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔

بلاع خاں کا زخمی ہونا

عثمان خاں کے جسم کو شجاع خاں کے محافظوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوا رکھا ہے اور اسی سنوعی ہاتھ سے اس نے شجاع خاں پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد شجاع خاں بادشاہ سے ملے بغیر ہی اپنے گھر واپس آگیا۔ شجاع کے متعلقین نے اس کا لباس اتار کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عثمان خاں کے حملے سے شجاع کا ایک پہلو زخمی ہو گیا ہے۔ سب لوگوں نے اشاروں کنایوں ں سلیم شاہ کو برا بھلا کہا کیونکہ یہ حملہ اس کی ترغیب سے ہوا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

پرسش حال

سلیم شاہ کو جب شجاع خاں کے زخمی ہونے کی خبر ملی تو اس نے اپنے امیروں اور ارا کین دولت کو شجاع خاں کی پرسش حال کے لیے روانہ کیا اور خود بھی اس کی عیادت کے لیے اس کے مکان پر جانے کا ارادہ کیا لیکن شجاع خاں نے بادشاہ کو منع کر دیا- اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کے ملازم اور مقربین سبھی عثمان خاں کے حملے کو سلیم شاہ کی درپردہ شہ کا نتیجہ سمجھتے تھے- اس لیے اس امر کا امکان تھا کہ اگر سلیم شاہ شجاع خاں کے گھر آتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا-

شجاع کا پیغام' سلیم شاہ کے نام

شجاع خاں نے بادشاہ کے نام پیغام بھجوایا- "میں حضور کا خانہ زاد غلام ہوں' میں نے آپ کی خدمت کرنے میں کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اپنی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ سوچا ہے- ساری دنیا جانتی ہے کہ میں نے صرف چھتیس سواروں کو ساتھ لے کر آپ کی سلطنت قائم کی ہے اور اگر اب بھی میں زندہ رہ گیا تو ایک نہ ایک دن آپ پر اپنی جان نثاری کر دوں گا- آپ غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت نہ کریں صحت کے بعد میں خود ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا-"

سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا

شجاع خاں نے واقعی سلیم شاہ کی بہت خدمت کی تھی اور سلیم شاہ پر اس کے بہت زیادہ احسانات تھے- سلیم شاہ نے شجاع خاں کے پیغام اور امراء کی گفتگو سے جان لیا کہ اصل معاملہ کیا ہے اور شجاع خاں کسی وجہ سے اس سے ناراض ہے دوسرے روز بادشاہ شجاع کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا-

بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش

شجاع خاں کا ہم زلف فتح خاں اپنی جسمانی قوت اور پنجہ کشی کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتا تھا- اس نے جب یہ دیکھا کہ سلیم شاہ اکیلا ہی شجاع خاں کے سراپردہ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے بادشاہ کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیا- اس نے اس معاملے میں شجاع خاں کے بیٹے بایزید کو جو باز بہادر کے نام سے مشہور تھا اپنے ساتھ شریک کر لیا- شجاع خاں کو اس کا پتہ چل گیا اس نے اسی وقت فتح خاں کو اس بہانے سے کہ وہ پیش کش کے گھوڑوں کو تیار رکھے باہر بھیج دیا اور اس طرح فتح خاں کی سازش ناکام ہو گئی-

صاف گوئی

اس کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے کہا- "آپ آئندہ کبھی میرے غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے مقربین کوئی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کر بیٹھیں جس کے دور رس نتائج آپ کی سلطنت کے لیے نقصان دہ ہوں-"

شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی

اس واقعے کے چند روز بعد شجاع خاں نے غسل صحت کیا اور سلیم شاہ کی خدمت میں سلام کے لیے گیا- بادشاہ نے شجاع خاں کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا- ایک سو گھوڑے اور ریشمی کپڑوں کی اتنی ہی گٹھڑیاں شجاع خاں کو بطور تحفہ دی گئیں- شجاع خاں نے محسوس کیا کہ بادشاہ کے اس خلوص کے پس پردہ نفرت کا جذبہ کارفرما ہے وہ کچھ دیر وہاں ٹھہرا اور پھر اٹھ کر اپنے مکان پر چلا آیا- اس نے اسی روز اپنے مقربین کو یہاں سے کوچ کی تیاری کا حکم دیا اور کہا کہ یہ جگہ بہت غلیظ ہو گئی ہے اس لیے یہاں رہنا مناسب نہیں- اس کے بعد شجاع خاں اپنے تمام سامان اور ملازمین کے ہمراہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا-

besturdubooks.wordpress.com

شجاع خاں کا تعاقب

سلیم شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت برہم ہوا' اس نے شجاع خاں کے اس اقدام کو گستاخی اور بے ادبی سمجھ کر اپنے لشکر کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور پھر خود بھی اپنے لشکر کے پیچھے چل دیا۔ سارنگ پور پہنچ کر شجاع خاں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب اسے سلیم شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی قیام گاہ کا بدل دینے کا ارادہ کیا۔ بعض لوگوں نے اسے سلیم شاہ سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے جواب میں شجاع خاں نے کہا۔ "سلیم شاہ میرے آقا کا بیٹا ہے میں کسی طرح بھی اس سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اس کے باپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ میں اس قسم کا کوئی مشورہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوں لہٰذا آئندہ مجھ سے ایسی بات نہ کی جائے۔

شجاع کی بانسوالہ کو روانگی

شجاع خاں شہر سے باہر آگیا۔ پہلے تو اس نے اپنے اہل و عیال کو روانہ کیا پھر خود بھی بانسوالہ کی طرف چل دیا۔ سلیم شاہ نے مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے عیسیٰ خاں سوری کو دو ہزار سواروں اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ اجین کی حکومت پر نامزد کیا اور خود گوالیار میں آیا۔

شجاع کی معافی اور بحالی

شجاع خاں کے پاس لشکر بھی تھا اور اقتدار بھی۔ وہ چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا' مگر اس نے اپنی وضع داری کا خیال کیا' اور مملکت مالوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا اسی دوران میں دولت خاں نے سلیم شاہ سے شجاع خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرنے کے لئے کہا۔ سلیم شاہ نے دولت خان کی درخواست منظور کی' شجاع خاں' سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اسے معاف کر دیا۔ بادشاہ نے شجاع کو ایک سو گھوڑے اور بے شمار ریشمی کپڑے عنایت کیے' رائسین' سارنگ پور' اور بعض دوسرے پرگنے اس کی جاگیر میں دیئے اور اسے مالوہ کا سپہ سالار مقرر کر کے مالوہ جانے کی اجازت دی۔

سلیم شاہ کا انتقال

انہیں دنوں سلیم شاہ سوری نے اپنی طبعی اجل سے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور حکومت مبارز خاں عدلی کے ہاتھ آئی۔ عدلی نے اپنے بزرگوں کی پیروی کی اور شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

مملکت کی تقسیم

شجاع خاں نے مملکت مالوہ کو اپنے بیٹوں اور بہی خواہوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نواحی کی حکومت دولت خاں کو دی۔ اپنے چھوٹے بیٹے ملک مصطفیٰ کو رائسین اور بھیلسہ کا حاکم بنایا اور خود سارنگ پور میں مقیم ہوا۔ سالہا سال تک وہ اسی طرح ہنسی خوشی دن بسر کرتا رہا۔

بادشاہت کے خواب

جس زمانے میں دہلی کی سلطنت میں انتشار پیدا ہوا اور چاروں طرف بدامنی کا دور دورہ ہوا تو ہر شخص خودمختاری اور بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا۔ شجاع خاں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا چاہا' لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے مہلت نہ دی۔

وفات

۹۶۲ھ میں شجاع خان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس نے بارہ سال تک مالوہ پر حکومت کی۔ اجین کے قریب شجاول پور نام کا قصبہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ مالوہ میں اس قصبہ کے علاوہ شجاع خاں کے اور بھی بہت سے آثار ہیں۔

شجاع خاں کے بعد اس کا بیٹا بایزید 'باز بہادر' کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

باز بہادر

دولت خاں سے جنگ اور صلح

شجاع خاں کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا بایزید ہندویہ سے سارنگ پور آیا اور اس نے اپنے باپ کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ دولت خاں جو سلطان سلیم شاہ کے دربار کا ایک معزز امیر تھا۔ اس نے بایزید کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور جنگ کا ارادہ کیا۔ مالوہ کے سارے لشکر نے دولت خاں کا ساتھ دیا۔ بایزید نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اپنی والدہ کو معزز امراء کی ایک جماعت کے ساتھ دولت خاں کے پاس بھیجا اور یہ طے پایا کہ اجین' مندو اور بعض دوسرے علاقوں پر دولت خاں قابض ہو جائے' سارنگ پور' سیواس سرونج' براہمہ اور بھلوارہ وغیرہ ملک بایزید کے قبضے میں رہیں' رائسین اور بھیلسہ وغیرہ ملک مصطفیٰ کی جاگیر میں دیئے جائیں۔

دولت خاں کا قتل

اس صلح کے بعد بایزید نے ایک نہایت ہی مکارانہ چال چلی اور اجین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے سب میں تو یہی مشہور کیا کہ وہ دولت خاں کے پاس شجاع خاں کی تعزیت کے لئے جا رہا ہے' لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی تھا وہ دولت خاں کو قتل کر کے اس کے پرگنوں اور علاقوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دولت خاں کو بایزید کی مکاری کا علم نہ ہوا اور وہ بے خبری اور غفلت کے عالم میں اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ ملک بایزید نے دولت خاں کا سر علیحدہ کر کے سارنگ پور روانہ کیا جو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد بایزید مالوہ کے بیشتر حصوں پر قابض ہو گیا۔

بادشاہت

۹۶۳ھ میں ملک بایزید نے چتر شاہی اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس نے اپنا نام بدل کر "باز بہادر" رکھ لیا اپنے علاقوں کے انتظام کے بعد باز بہادر نے رائسین کی طرف نظریں ڈالیں۔ اس کے چھوٹے بھائی ملک مصطفیٰ نے جو اس علاقے کا جاگیردار تھا' باز بہادر کا مقابلہ کیا۔

رائسین اور بھیلسہ پر قبضہ

دونوں بھائیوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی اگرچہ مصطفیٰ بہت ہی دلیر اور جان باز نوجوان تھا لیکن متعدد معرکہ آرائیوں کی وجہ سے وہ ہمت ہار بیٹھا۔ مصطفیٰ کو شکست ہوئی اور اس طرح رائسین اور بھیلسہ پر باز بہادر کا قبضہ ہو گیا۔

کدوالہ کی فتح

اس کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ باز بہادر کے کئی فوجی سردار اس کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا کرتے تھے۔ باز بہادر نے ان سب کو گرفتار کر کے کنوئیں میں پھینکوا دیا اس طرح یہ لوگ اپنی موت آپ مر گئے۔ حریف سے دیر تک جنگ کرنے کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کر لیا۔ اسی زمانے میں دوران جنگ باز بہادر کے خالو فتح خاں کو ایک گولہ لگا اور وہ مر گیا۔ باز بہادر نے فتح خاں کی جگہ اس کے بیٹے کو نامزد کیا اور واپس سارنگ پور آیا۔

رانی درگاوتی سے جنگ

کچھ دنوں کے بعد باز بہادر نے راجہ کھنبکہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور لشکر کو مرتب کر کے روانہ ہو گیا۔ جب باز بہادر وہاں

besturdubooks.wordpress.com

پہنچا تو رانی درگاوتی نے (جس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی) کونڈوں کو جمع کیا اور گھاٹی پر باز بہادر کا مقابلہ کیا۔ رانی کے پیادے تعداد میں بہت زیادہ تھے' ان پیادوں نے باز بہادر کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

باز بہادر کی شکست

باز بہادر اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کے لشکر کا ایک حصہ اس لڑائی میں مارا گیا۔ باز بہادر بڑی مشکلوں سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سارنگ پور پہنچا۔ اس نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طرف مطلق دھیان نہ دیا اور اپنی تھکن دور کرنے کے لئے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

موسیقی سے دلچسپی

باز بہادر کو فن موسیقی سے بے انتہا دلچسپی تھی' اس نے بہت سی گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا تھا۔ اس دلچسپی کی وجہ باز بہادر امور سلطنت سے بالکل بیگانہ ہو گیا اور اس کا تمام وقت موسیقی کے شغل میں ہی گزرنے لگا۔

روپ متی سے عشق

ایک گانے والی عورت جس کا نام روپ متی تھا باز بہادر کی نظروں میں سما گئی۔ اس عورت نے اپنے حسن اور موسیقی میں کمال کی وجہ سے باز بہادر کے دل کو لبھا لیا۔ باز بہادر کو اس عورت سے بے پناہ محبت تھی' روپ متی بھی اپنے عاشق سے سچی محبت کرتی تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے سے ایک لمحے کے لئے بھی جدا نہ ہوتے تھے ان دونوں کے عشق کی سارے ہندوستان میں شہرت پھیل گئی۔

مالوہ پر اکبر کی نظریں

باز بہادر جب امور سلطنت سے بیگانہ ہوا تو مالوہ کے لشکر میں بھی کچھ ترتیب و تنظیم باقی نہ رہی۔ اس کی خبر جب جلال الدین اکبر کو ملی اس نے مالوہ کو فتح کرنے کی ٹھان لی۔ اکبر نے ۹۶۸ھ میں اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ادھم خاں کی نگرانی میں مالوہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مغل فوج مالوہ میں

باز بہادر تو عشق و عاشقی اور موسیقی کے اشغال میں اس قدر گم تھا کہ اسے کچھ معلوم ہی نہ ہوا کہ اکبر بادشاہ کے کیا ارادے ہیں۔ اس کی آنکھیں تو اس وقت کھلیں کہ جب مغلوں کا لشکر مالوہ پہنچ چکا تھا۔ باز بہادر نے جلدی جلدی جو کچھ ہو سکتا تھا کیا۔ بے سروسامان لشکر فراہم کیا اور عورتوں کی صحبت سے اٹھ کر انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں دشمن کی طرف روانہ ہوا جو سارنگ پور سے ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔

باز بہادر کا فرار

باز بہادر نے جنگ کا ارادہ تو کر لیا' لیکن طاقت ور حریف کے سامنے ٹھہرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ مغلوں کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور مالوہ کے ایک انتہائی دور دراز گوشے میں چلا گیا۔ باز بہادر کی زندگی بھر کا سرمایہ یہی گانے بجانے والی عورتیں تھیں جنہیں ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہا جاتا ہے۔ باز بہادر نے اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ اگر اسے مغلوں کے مقابلے پر شکست ہو جائے تو ان گانے والیوں کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

گانے والیوں کا حشر

جب باز بہادر کو شکست ہو گئی تو مقررہ آدمیوں نے اپنے آقا کے حسب ہدایت ان گانے والیوں پر تلواریں اٹھائیں۔ ان قاتلوں نے

besturdubooks.wordpress.com

روپ متی اور دوسری گانے والیوں کو پریشانی کے عالم میں زخمی کیا- چونکہ ان عورتوں نے روپ متی اور اس کی سہیلیوں کا حشر دیکھ لیا تھا اس لئے وہ قاتلوں سے ڈر کر ادھر ادھر بھاگ گئیں- قاتلوں کو اتنی فرصت کہاں تھی وہ یہ تحقیق کرتے کہ کون عورت زندہ ہے اور کون قتل ہوئی- جو عورتیں زندہ تھیں وہ ایک ٹولی کی صورت میں باز بہادر کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں-

روپ متی کی تلاش

مغل سپہ سالار ادھم خاں شہر میں داخل ہوا تو اس نے تمام مفرور عورتوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان سے پوچھا کہ روپ متی کہاں ہے؟ ان عورتوں نے بتایا کہ روپ متی فلاں محل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ قتل کر دی گئی ہے- ادھم خاں نے اس بیان کی تصدیق کے لئے چند آدمیوں کو روپ متی کے محل میں بھیجا- ان آدمیوں نے جا کر دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ روپ متی اور اس کی سہیلیاں زخمی ہو گئی ہیں اور تاحال زندہ ہیں-

ادھم خاں کا پیغام روپ متی کے نام

ادھم خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے بہت پہلے سے روپ متی کا نام سن رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ اس میں دلچسپی لے رہا تھا- ادھم خاں نے روپ متی کو سبز باغ دکھایا اور اسے پیغام دیا- "تم اچھی طرح اپنا علاج کرواؤ جب تم کو کامل صحت ہو جائے گی تو میں تمہیں باز بہادر کے پاس پہنچا دوں گا-"

روپ متی کی صحت یابی

یہ مژدہ جاں فزا سن کر روپ متی کی جان میں جان آ گئی اور اس نے ادھم خاں کا شکریہ ادا کیا- اس کے بعد روپ متی اپنی صحت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے نہایت تندہی سے اپنا علاج کروایا- جب اس کے زخم اچھے ہو گئے تو روپ متی نے ادھم خاں کو مطلع کیا کہ میں اب خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئی ہوں- لہٰذا آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے اور مجھے باز بہادر کے پاس بھجوا دیجئے میں آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی اور تا عمر دعا گو رہوں گی-

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

ادھم خاں کے سر پر تو ہوس کا بھوت سوار تھا اس نے وعدہ ہی کون سے سچے دل سے کیا تھا جو اب ایفاء کرتا- اس نے روپ متی کو یہ جواب بھجوایا- "باز بہادر بادشاہ کا باغی ہے اگر وہ اطاعت گزاری کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا تو میں فوراً تجھ کو اس کے پاس بھجوا دیتا' لیکن اب معاملہ دوسرا ہے' اگر اس وقت میں نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تجھے باز بہادر کے پاس روانہ کر دیا تو بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گا اور پھر مجھ پر شاہی عتاب نازل ہو گا-"

پیت کی ماری روپ متی

اس کے بعد ادھم خاں نے اپنے ایک راز دار مقرب کو روپ متی کے پاس آدھی رات کے وقت بھیجا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی- روپ متی بڑی ذہین عورت تھی وہ فوراً ادھم خاں کی نیت کو بھانپ گئی اور اس نے سوچا کہ اگر اس نے ادھم خاں سے ملنے سے انکار کیا تو وہ زبردستی تصرف میں لائے گا اور اگر اقرار کیا تو اس سے عشق کی آبرو جائے گی- روپ متی باز بہادر کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اس سے وعدہ کر چکی تھی کہ وہ زندگی بھر کسی دوسرے سے کوئی تعلق پیدا نہ کرے گی اور کسی اور سے محبت نہ کرے گی-

ادھم خاں کو روپ متی کا جواب

بہت سوچ بچار کے بعد روپ متی نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہئے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یہ سوچ

besturdubooks.wordpress.com

کر اس نے ادھم خاں کے قاصد سے کہا میں تو ادھم خاں کی کنیز ہوں۔ وہ جو کہیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ ان کے پاس جانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' لیکن وہ اگر خود یہاں تشریف لے آئیں تو یہ امر میری عزت افزائی کا باعث ہو گا۔"

ادھم خاں روپ متی کے مکان پر

ادھم خاں کا قاصد یہ جواب پا کر اپنے آقا کے پاس واپس آیا اور اسے روپ متی کا جواب سنایا۔ یہ سن کر ادھم خاں جو ایک ہوس کار نوجوان تھا بہت خوش ہوا اور روپ متی سے ملاقات کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ادھم خاں کو یہ خوف تھا کہ اس کی اس حرکت کا کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے لہٰذا وہ اپنا حلیہ بدل کر صرف دو تین ساتھیوں کے ہمراہ روپ متی کے مکان پر پہنچا۔

عشق و ہوس کا فرق

ادھم خاں نے کنیزوں سے دریافت کیا کہ روپ متی کہاں ہے' جواب ملا کہ وہ سو رہی ہے۔ ادھم خاں اس کے پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منہ سے ہٹایا۔ اس وقت روپ متی ان گنت خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور وہ بڑی تمکنت سے بستر خواب پر دراز تھی۔ ادھم خاں نے روپ متی کے جسم کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا جسم بے جان ہے۔

کشتہ عشق

روپ متی کو اس حالت میں دیکھ کر ادھم سخت حیران ہوا اور اس نے خدمت گاروں سے اس بارے میں استفسار کیا ملازموں نے بتایا آپ کا قاصد روپ متی کو بلانے کے لئے آیا تو اس نے جواب دے کر قاصد کو رخصت کر دیا۔ بعد ازاں وہ باز بہادر کو یاد کر کے روتی رہی اور اسی رنج و الم کی حالت میں اس نے کافور اور روغن کنجد کھا لیا۔ جب اس کی حالت بگڑنے لگی تو وہ پلنگ پر جا لیٹی اور اب وہ جیسی ہے آپ کے سامنے پڑی ہے۔"

ادھم خاں کی معزولی

یہ سن کر ادھم خاں روپ متی کے عشق صادق اور ایفائے عہد سے سخت متاثر ہوا اور مرحومہ کی ہمت پر آفرین کہا' اسی دوران میں ادھم خاں معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ پیر محمد خاں شیروانی کو مالوہ کی حکومت پر مقرر کیا گیا۔

باز بہادر کے استیصال کی کوشش

۹۶۹ھ میں پیر محمد خاں شیروانی نے باز بہادر کے استیصال کے لئے جو سرحد مالوہ میں مقیم تھا لشکر کشی کی۔ باز بہادر نے حاکم برار تفال خاں اور والی برہان پور میراں مبارک فاروقی سے مدد طلب کی ان دونوں فرماں رواؤں نے باز بہادر کی درخواست منظور کی اور اس کی مدد کے لئے لشکر فراہم کرنے میں معروف ہوئے۔

مالوی' براری اور برہان پوری فرماں رواؤں کا اتحاد

پیر محمد خاں شیروانی کو باز بہادر میراں مبارک شاہ فاروقی اور تفال خاں کی باہمی مشورت کا علم ہو گیا اور اس نے مملکت میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ اس نے برہان پور پہنچ کر بھی اسی قسم کا ہنگامہ بپا کیا۔ اسی دوران میں متذکرہ بالا تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد شیروانی کے دفعیے پر کمر باندھی اور اپنے زبردست لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے۔

مالوہ سے مغلوں کا اخراج

پیر محمد ان تینوں کی مجموعی قوت سے سخت پریشان ہوا اور جلد واپس لوٹا۔ تینوں فرماں رواؤں نے اس کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کو بہت نقصان پہنچایا۔ جیسا کہ سلاطین دہلی کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیر محمد خاں فرار کی حالت ہی میں دریائے نربدہ میں ڈوب کر

besturdubooks.wordpress.com

ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد مغل امیروں کے لئے مالوہ میں رہنا دوبھر ہو گیا اور وہ یہاں سے چلے گئے۔

باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی

باز بہادر دوبارہ تخت نشین ہوا اور لشکر کی فراہمی کی طرف متوجہ ہوا ابھی اس کی حالت پوری طرح سنبھلی بھی نہ تھی کہ جلال الدین اکبر کے ایک امیر عبداللہ خان نے ۹۷۰ھ میں ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ پر حملہ کر دیا۔ باز بہادر عیش و آرام کا عادی تھا وہ مغلوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور بغیر کسی معرکہ آرائی کے مالوہ سے باہر چلا گیا۔

باز بہادر اکبری بارگاہ میں

ایک مدت تک باز بہادر' مالوہ' خاندیش اور دکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں آوارگی کی زندگی بسر کرتا رہا اور گاہے گاہے مغلوں سے معرکہ آرائیاں بھی کرتا رہا لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی آخر کار اس نے مجبور ہو کر اکبر بادشاہ سے امان طلب کی اور اس کے دربار میں حاضر ہوا۔ اکبر نے باز بہادر کو دو ہزاری منصب پر فائز کر کے اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کر لیا۔ باز بہادر کی بقیہ عمر اسی امارت میں عیش و عشرت سے گزری۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا۔ جن دنوں حکیم ابوالفتح یوسف زئی افغانوں سے جنگ کرنے گیا تو ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اس معرکے میں مارا گیا۔

باز بہادر نے ابتدائے حکومت سے لے کر معزولی کے زمانے تک کل سترہ سال حکومت کی۔ ۹۷۸ھ سے لے کر ۱۰۱۸ھ تک مالوہ کا ملک بادشاہ دہلی کی سلطنت میں شامل ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

برہان پور کے فاروقی سلاطین

besturdubooks.wordpress.com

ملک راجہ فاروقی

خاندانی حالات

خاندیش پر جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی وہ ملک راجہ فاروقی تھا۔ اس کے باپ کا نام خان جہاں فاروقی تھا' اس کے بزرگ علاؤ الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے درباروں میں نامی گرامی امیر تھے' زمانے کی گردش کے ہاتھوں' ملک راجہ فاروقی اپنے اسلاف کی طرح درجہ امارت پر فائز نہ ہو سکا اور بڑی پریشانی اور مفلسی کی حالت میں اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا۔ اس کو شکار سے بہت دلچسپی تھی' باوجود مفلسی اور بے سروسامانی کے وہ کبھی کبھی اس شغل سے دل بہلا ہی لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ

ایک بار سلطان فیروز شاہ مندو کے راستے گجرات آیا اور اپنے چند خاص ساتھیوں کے ہمراہ شکار کی تلاش میں چودہ پندرہ کوس تک بھاگتا چلا گیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کو بھوک نے خوب ستایا' لیکن نہ تو اس کے ساتھیوں کے پاس ہی کچھ تھا اور نہ ہی کوئی آبادی نزدیک تھی کہ کھانے کی اشیاء منگوالی جائیں۔ بھوک سے نڈھال ہو کر فیروز شاہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔

فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات

سلطان فیروز اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً اس کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو شکاری کتے اور کچھ دوسرے جانور تھے اور جو ایک شکار کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اشارے سے اس سوار کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ اس سوار کے پاس روکھا سوکھا جو کچھ بھی تھا وہ اس نے بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور خود بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

لطف شاہانہ

جب بادشاہ نے کھانا کھا لیا تو وہ اس سوار کے حسن خدمت اور انداز گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور اس سے سوال کیا "تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟" سوار نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا "میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور میں خان جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر سرفرازی حاصل کروں۔" بادشاہ خان جہاں فاروقی کو اچھی طرح جانتا تھا' دوسرے ملک راجہ کے حسن خدمت سے بھی فیروز شاہ بہت خوش ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے ایک مقرب سے کہا۔ "جس روز دربار عام منعقد ہو ملک راجہ کو میری خدمت میں پیش کیا جائے۔"

ملک راجہ مرتبہ امارت پر

ملک راجہ دربار عام میں بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے امیروں اور اراکین سلطنت کو مخاطب کر کے کہا۔ "اس شخص کے مجھ پر دو حق ہیں' اول تو یہ کہ یہ میرے ایک واقف کار کا بیٹا ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے ایک روز شکار گاہ میں میری خدمت کی تھی۔ اس مجلس میں سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو دوہزاری منصب داروں میں شامل کیا اور تھالیز اور کروند کی جاگیر جو مملکت خاندیش میں ہے اور دکن کی سرحد میں واقع ہے اسے عطا کی۔

راجہ بہارجی پر حملہ

۷۷۶ھ میں راجہ فاروقی اپنی جاگیر پر گیا اور اس علاقے کے انتظامات اور دیکھ بھال میں مصروف ہوا۔ اس نے راجہ بہادر جی پر لشکر

besturdubooks.wordpress.com

کشی کی کیونکہ یہ راجہ سلطان فیروز شاہ کے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہوا تھا۔ ملک راجہ نے راجہ بہارجی کو باجگذار بنایا اور اس سے پانچ قوی ہیکل ہاتھی' دس چھوٹے ہاتھی اور بہت سی دوسری گراں قدر چیزیں بطور پیش کش وصول کیں۔ اس کے علاوہ بہت سا نقد روپیہ بھی وصول کیا۔

ملک راجہ کی خوش اسلوبی

ملک راجہ نے اہل دکن کی تقلید میں ہاتھیوں کو سونے کی زنجیروں میں باندھا اور مخمل کی شاندار جھولیں ان پر ڈالیں۔ تمام اشیائے پیش کش اور روپے کو اونٹوں پر لادا اور ان اونٹوں کو بھی مخمل سے مزین کیا۔ ملک راجہ نے یہ اونٹ اور ہاتھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ جب راجہ بہارجی کی پیش کش اس خوبصورت انداز سے بادشاہ کے سامنے آئی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے ملک راجہ فاروقی کی خوش اسلوبی کو بہت سراہا اور کہا جو خدمت دکنی حکام کے سپرد تھی اس کو ملک راجہ فاروقی نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔"

ملک راجہ کی ترقی اقبال

سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو سہ ہزار منصب عطا کیا اور اسے خاندیش کا سپہ سالار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ ملک راجہ فاروقی کی قسمت کا ستارہ عروج پر پہنچا گیا اور اس نے کچھ ہی عرصے میں بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر جمع کیا۔ چونکہ ولایت خاندیش کا محصول اس لشکر کے اخراجات کے لئے کافی نہ تھا۔ اس لئے ملک راجہ فاروقی گوندوارہ اور آس پاس کے دوسرے راجاؤں پر لشکر کشی کر کے ان سے پیش کش وصول کرتا رہتا تھا۔

مرتبہ بادشاہت

تھوڑے سے عرصے میں ملک راجہ نے یہاں تک اپنی قوت کو بڑھایا اور اپنے اقتدار کو ترقی دی کہ جاج نگر کے راجہ نے بھی باوجود بہت دور ہونے کے دوستی محبت کا ہاتھ بڑھایا' الغرض ملک راجہ فاروقی نے اپنی محنت اور دانشمندی سے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو مرتبہ بادشاہت تک پہنچا دیا۔

ملک راجہ اور دلاور خان میں برادرانہ تعلقات

سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد مالوہ کی حکومت دلاور خاں غوری کے ہاتھ آئی۔ یہ دونوں فرماں روا ایک دوسرے کو بہت عزیز رکھتے تھے' ان میں بھائیوں جیسے تعلقات تھے آخر میں رشتہ داری بھی ہو گئی وہ اس طرح کہ ملک راجہ کی بیٹی ہوشنگ کے ساتھ بیاہی گئی اور دلاور خاں غوری کی بیٹی کی شادی نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے کر دی گئی۔

سلطان پور اور اندربار پر حملہ

انہیں دنوں گجرات میں سلطان مظفر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وجہ سے ملک راجہ فاروقی کی مملکت میں کسی قدر انتشار پیدا ہوا۔ ملک راجہ فاروقی نے موقع پا کر دلاور خاں غوری کی مدد سے سلطان پور اور اندربار پر لشکر کشی کر دی اور سلطان مظفر گجراتی کے مقرر کردہ حاکموں کو معزول کر دیا۔

ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح

سلطان مظفر گجراتی ان دنوں ہندوؤں سے معرکہ آراء تھا اس نے فوراً اس جنگ کو ملتوی کر دیا اور جلد از جلد سلطان پور پہنچ گیا۔ ملک راجہ فاروقی گجراتی فرماں روا کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ تھالیز میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ملک راجہ فاروقی نے چند عالموں اور مذہبی بزرگوں کے ذریعے سے سلطان مظفر سے صلح کی بات چیت کی۔ سلطان مظفر نے یہ درخواست منظور کر لی اور صلح کے بعد واپس چلا آیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی نے مملکت اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ کی اس نے تعمیرات اور زراعت کی ترقی کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا اس نے اس کے بعد پھر بھی کسی جانب سفر نہ کیا۔

ملک راجہ فاروقی کا انتقال

آخر کار وہ دن بھی آ گئے جب ملک راجہ فاروقی کی صحت خراب ہونے لگی اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے ملک نصیر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وہ خرقہ ارادت جو اسے اپنے مرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا' ملک نصیر کے حوالے کر دیا۔ ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو قلعہ تھالیز مع اس کے مضافات کے عطا کیا۔ ۲۲ شوال بروز جمعہ ۸۰۱ھ میں راجہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور اسے تھالیز میں دفنایا۔

مورخ فرشتہ کی تحقیق

۱۰۱۳ھ میں راقم الحروف محمد قاسم فرشتہ مولف کتاب ہذا کو عادل شاہ کی بیٹی سلطان بیگم کی پالکی کے ساتھ بیجاپور جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ میں نے خواجہ میرزا علی اسفر آئینی سے ملاقات کی۔ جس نے قلعہ اسیر کی فتح کے بعد فاروقی سلاطین کے کتب خانے کا معائنہ کیا تھا۔ میں نے خواجہ میرزا اسفر آئینی سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا جس میں خاندان فاروقی کے حالات درج تھے۔ خواجہ نے اس کتاب کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ مجھے وہ کتاب نظر آ گئی اس کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تخت نشینی اور وفات کی تاریخوں کے درج تھا میں نے اس کتاب کی نقل حاصل کر لی اور اس خاص ورق کو غور سے دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے آپ کو حضرت عمرؓ کی اولاد سے بتاتا ہے۔

ملک راجہ فاروقی کا سلسلہ نسب

مذکورہ کتاب میں یہ نسب نامہ یوں درج ہے' ملک راجہ بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان بن شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارمیانہ شاہ بن سلطان التارکین برہان العارفین ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمود شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ۔

شیخ زین سے ارادت

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام شیخ زین دولت آبادی کا مرید تھا اور اس نے ان سے خرقہ ارادت بھی حاصل کیا تھا یہی خرقہ اس نے اپنے بیٹے نصیر خاں کو ولی عہدی کے وقت عطا کیا تھا۔ دو سو سال تک اسی طرح یہ خرقہ ہر بادشاہ اپنے ولی عہد کو دیتا رہا یہاں تک کہ اس خاندان کے آخری بادشاہ بہادر خاں فاروقی نے یہ خرقہ اپنے باپ علی خاں سے وراثت میں پایا۔ ملک راجہ فاروقی کی مدت حکومت انتیس (۲۹) سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی

علم دوستی

نصیر خاں کے عہد حکومت میں فاروقی خاندان نے بڑی ترقی کی اور اس کی عزت و شان پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔ نصیر خاں نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اپنے دربار میں بہترین لوگوں کو جمع کیا۔ اہل علم کی اس نے اس قدر عزت افزائی کی کہ خاندیش اہل علم و ارباب کمال کا مرکز بن گیا۔ نصیر خاں نے ہر ایک کو حتی الامکان وظیفے اور جاگیر سے نوازا۔

خاندیش میں نصیر کے نام کا خطبہ

نصیر خاں کو سلطان احمد گجراتی نے سلطنت کا اثاثہ اور نصیر خاں کا خطاب عطا کیا۔ نصیر نے خاندیش میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور اس طرح وہ آرزو جو ملک راجہ فاروقی کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی' اس کے بیٹے نے پوری کر دی۔ اس طرح فاروقی خاندان کا شمار بھی بادشاہوں کے خاندانوں میں ہونے لگا۔

نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کروایا اور چتر اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ اس نے قلعہ اسیر کو آسا اہیر کے قبضے سے نکال کر شہر برہان پور کو آباد کیا۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ذیل کی سطور میں دیا جاتا ہے۔

قلعہ اسیر

آسا اہیر کے آباؤ اجداد نے خاندیش کے پہاڑ پر پتھر اور مٹی کا ایک حصار تعمیر کیا تھا اور یہ خاندان جس کا پیشہ زمینداری تھا' ایک عرصے سے اسی قلعے میں آباد تھا۔ اس قلعے کی تعمیر کے ایک سو سال بعد آسا اہیر اپنے بزرگوں کا قائم مقام ہوا اس نے بڑی ترقی کی اس کے پاس پانچ ہزار بھینسیں' پانچ ہزار گائیں' بیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں اور ایک ہزار گھوڑیاں تھیں۔

آسا اہیر

اس کے ملازموں کی تعداد جو ان مویشیوں کی نگہداشت پر مقرر تھے دو ہزار سے زیادہ تھی۔ خاندیش اور گوندوارہ کے لوگوں کو جب کبھی ضرورت پڑتی تھی وہ آسا اہیر سے نقد رقم بطور قرض لیتے تھے تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت خرید سکیں۔ امراء کو بھی جب کبھی کسی عمدہ گھوڑے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ آسا اہیر کے ذریعے ہی اپنی ضرورت پوری کرتے تھے اگرچہ یہ شخص (آسا) قوم کا اہیر تھا لیکن اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔

آسا اہیر کا اقتدار

آسا اہیر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ جب کبھی لوگوں میں جھگڑا ہو جاتا یا کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس کا فیصلہ کروانے یا اس کا حل تلاش کرنے کے لئے آسا اہیر ہی کے پاس آتے کیونکہ انہیں اس کی دانش مندی اور فہم و فراست پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

زبردست قحط

ملک راجہ فاروقی کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے خاندیش' مالوہ' برار اور سلطان پور ندربار میں زبردست قحط پڑا۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بہت سے انسان ہلاک ہو گئے۔ گونڈ واڑہ وغیرہ میں تو ایسی تباہی مچی کہ ساری رعایا بمشکل دو تین ہزار کولی اور بھیل زندہ رہے اسی طرح خاندیش کے باشندے بھی ہلاک ہوئے ان میں جو بچے وہ آسا اہیر کے پاس چلے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

گونڈواڑہ میں آسا اہیر کے غلے کے دو ہزار انبار موجود تھے اس کے گماشتوں نے غلہ بیچ بیچ کر رقم اپنے مالک کے پاس بھیجنی شروع کر دی۔ آسا اہیر کی بیوی بڑی نیک اور پارسا تھی اس نے اپنے شوہر سے کہا "خدا نے ہم کو بہت کچھ دیا ہے اس لئے دنیاوی مال کی پروا نہیں کرنی چاہئے کہ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگوں سے غلے کی قیمت وصول کریں' ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہئے کہ یادگار رہے۔" آسا اہیر نے اپنی بیوی سے اس اجمال کی تفصیل پوچھی تو اس نے کہا۔ "میری رائے یہ ہے کہ اس پر ایک حصار چونے اور پتھر سے تعمیر کیا جائے اور ایک لنگر خانہ کھولا جائے۔ جس میں فقیروں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے۔"

آسا اہیر نے اپنی بیوی کے مشورے پر عمل کیا اور خاندیش اور اس کے نواح میں لنگر خانے تعمیر کروائے۔ پرانی چار دیواری کو توڑ کر چونے اور پتھر کا ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا۔ پہلے پہل اس قلعے کا نام قلعہ آسا اہیر رکھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے اسے قلعہ اسیر کہا جانے لگا۔

سلطان فیروز شاہ کو جب اس قلعے کی تعمیر کا علم ہوا تو اس نے حاکم اسیر کو ایک خط لکھا اور اس سے پوچھا کہ ایک اہیر کو ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس کے بعد ملک راجہ فاروقی جب خاندیش کا حاکم مقرر ہوا تو آسا اہیر نے ملک راجہ کی اطاعت گذاری کو اپنا شعار بنایا' اگرچہ ملک راجہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا چاہتا تھا' لیکن قلعے کی مضبوطی دیکھ کر اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔

نصیر خاں کا ارادہ تسخیر قلعہ اسیر

جب خاندیش کی حکومت نصیر خاں فاروقی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے قلعہ اسیر کو تسخیر کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی زمانے میں ایک تدبیر سوچی اور آسا اہیر کو یہ پیغام دیا۔ "راجہ بگلانہ رنتھنبور نے بہت سا لشکر جمع کر لیا ہے اور یہ دونوں راجے پہلے کی طرح ہمارے بہی خواہ نہیں رہے۔ بلکہ راجہ کھیرالہ کے اکسانے پر آمادہ بغاوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے میرے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے قلعہ تھالیز پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق ملک افتخار قابض ہے اور قلعہ تنگ کے استحکام پر مجھے بھروسہ نہیں ہے کیونکہ وہ دشمنوں سے قریب ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کو تمہارے پاس قلعہ اسیر میں بھیج دوں تاکہ وہ وہاں امن و اطمینان سے رہ سکیں۔ اور میں پوری توجہ کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر سکوں۔"

تسخیر قلعہ کا پر فریب طریقہ

آسا اہیر نے بڑی خوشی سے نصیر خاں کا پیغام قبول کیا اور اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ نیز قلعہ اسیر میں شاہی خاندان کے فراد کے لئے ایک مکان مخصوص کر دیا۔ نصیر خاں نے پہلے تو عورتوں کی چند ڈولیاں قلعہ اسیر کو روانہ کیں اور ان عورتوں کو یہ ہدایت کی کہ اگر آسا اہیر کی عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم ان سب سے بہت اچھی طرح پیش آنا اور ان کا بہت احترام کرنا۔

اس کے بعد نصیر خاں نے دوسرے روز کچھ اور ڈولیاں منگوائیں اور ان میں دو سو سواروں کو برقع پہنا کر سوار کر دیا گیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ نصیر خاں کی والدہ اور حرم کی دوسری معزز خواتین قلعہ اسیر کو جا رہی ہیں۔ جب یہ ڈولیاں قلعے کے پاس پہنچیں تو آسا اہیر نے حکم دیا کہ وہ دروازہ کھول کر دربان ایک طرف ہو جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ سب ڈولیاں قلعے کے احاطے میں پہنچ گئیں۔

آسا اہیر کا قتل

ڈولیوں کے اندر جو مسلح نوجوان بیٹھے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں تو وہ تلواریں سونت کر ڈولیوں سے نکل آئے اور آسا اہیر کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت آسا اہیر اور اس کے سب بیٹے جنہیں اصل صورت حال کا قطعاً علم نہ تھا' مبارک باد دینے کے لئے آ رہے تھے نصیر خاں کے سپاہیوں نے فوراً ان سب کو قتل کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ اسیر کی فتح

اہل قلعہ نے جب آسا اہیر اور اس کے بیٹوں کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے نہایت عجز و انکساری سے امان طلب کی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعے کے باہر چلے گئے اس طرح قلعہ اسیر فتح ہو گیا۔ اس فتح کی خبر نصیر خاں کو جب ملی تو وہ قلعہ تنگ میں تھا وہ فوراً قلعہ اسیر میں پہنچا اور اس قلعے کو از سر نو تعمیر کروانے کا حکم دیا۔

فاروقی عمال کی دیانت داری

واضح رہے کہ اس واقع سے ایک سو تیس سال پیشتر شیر شاہ سوری نے قلعہ رہتاس کو اسی طریقے سے فتح کیا تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ فاروقی عمال نے آسا اہیر کے سامان و مال کو قطعاً ہاتھ نہ لگایا اور بطور امانت کے اسے ویسے ہی رہنے دیا کہ جیسا تھا یہاں تک کہ ایک زمانے میں اکبر بادشاہ نے اس قلعے کو فتح کیا تو وہ تمام مال و اسباب کو اپنے تصرف میں لایا۔ اکبر نے تمام مشکوک اور غیر مشکوک چاندی سونا اور دارالضرب بھجوا کر حکم دیا کہ اس کو گلا کر اکبری سکہ تیار کیا جائے۔

شیخ زین الدین کی آمد

اس عظیم الشان فتح کی خوشخبری میں شیخ زین الدین دولت آباد سے خاندیش میں آئے تاکہ نصیر خاں کو مبارک باد دیں۔ نصیر خاں اپنے امیروں ارا کین سلطنت اور لشکر کے ہمراہ شیخ صاحب کا استقبال کرنے کے لئے قلعے سے باہر آیا اور اس نے شیخ صاحب سے دریائے تپتی کے کنارے اس جگہ جہاں آج کل قصبہ زین آباد واقع ہے ملاقات کی اور انہیں قلعہ اسیر میں چلنے کی دعوت دی۔ شیخ صاحب نے فرمایا "مجھے دریائے تپتی کو عبور کرنے کا حکم نہیں ہے ورنہ میں قلعہ اسیر میں ضرور چلتا۔"

فیض صحبت

نصیر خاں' شیخ صاحب سے اجازت لے کر واپس ہوا اور دریائے تپتی کے کنارے پر جہاں آج کل برہان پور آباد ہے' مع اپنے لشکر کے مقیم ہوا وہ روزانہ شیخ صاحب سے پانچ بار ملاقات کرتا اور ان کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دو ہفتے اسی طرح سے گزر گئے اور پھر شیخ صاحب نے دولت آباد واپس جانے کا ارادہ کیا۔ نصیر خاں نے ہر ممکن طریقے سے شیخ صاحب کی خدمت کی اور ان سے التماس کی کہ وہ خانقاہ کے مصارف کے لئے کوئی قصبہ یا پرگنہ قبول فرمائیں۔ شیخ صاحب نے اس کے جواب میں کہا۔ "فقیروں اور درویشوں کو قصبوں اور پرگنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ دنیاوی چیزیں اہل دنیا ہی کو زیب دیتی ہیں۔ ہم فقیر بھلا ان تکلفات میں پھنس کر کیا کریں گے۔"

شیخ زین الدین کی خواہش

نصیر خاں نے دوبارہ یہی درخواست کی۔ اس پر شیخ صاحب نے فرمایا۔ "میں اس مملکت میں صرف اپنے نام کی بقاء چاہتا ہوں اس دریا کے کنارے پر جہاں تمہارا قیام ہے تم ایک شہر آباد کرو اور اس کا نام شیخ برہان الدین کے نام پر رکھو یہاں تم ایک عظیم الشان مسجد بھی بناؤ اور اس شہر کو اپنا پایہ تخت قرار دو۔ دریا کے دوسرے کنارے پر کہ جہاں میں مقیم ہوں یہاں بھی ایک قصبہ آباد کرو اور اس کا نام زین آباد رکھو۔"

زین آباد اور برہان پور کی تعمیر

شیخ زین الدین کی زبان سے یہ الفاظ سن کر نصیر خاں بہت خوش ہوا اور اس نے اسی وقت اپنے ارا کین سلطنت کو حکم دیا کہ برہان پور اور زین آباد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے۔ شیخ صاحب دوسرے روز دولت آباد رخصت ہو گئے۔ یہ دونوں مقامات قلیل مدت میں تعمیر و آباد ہو گئے اور نصیر خاں نے برہان پور کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

besturdubooks.wordpress.com

ارادہ تسخیر قلعہ تھالیز

وہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ ایک گودڑی میں دو فقیر تو سا سکتے ہیں لیکن ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سا سکتے۔ اس کے مصداق نصیر خاں نے اپنے بھائی کے قبضے سے قلعہ تھالیز کو نکالنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ سارے ملک پر بلاشرکت غیرے حکمرانی کرے۔ اس مقصد سے نصیر خاں نے مالوہ کے فرماں روا سلطان ہوشنگ سے جو اس کا برادر نسبتی تھا مدد طلب کی کیونکہ اکیلے طور پر قلعہ تھالیز کو فتح کرنا ذرا مشکل کام تھا۔

قلعہ تھالیز کی فتح

۸۲۰ھ میں نصیر خاں نے قلعہ تھالیز کا محاصرہ کر لیا۔ ملک افتخار نے سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ گجراتی فرمانروا نے یہ درخواست منظور کی اور لشکر فراہم کر کے سفر کی تیاری کرنے لگا۔ وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ سلطان ہوشنگ کا لڑکا غزنین خاں پندرہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر نصیر خاں کی مدد کے لئے آگیا۔ اور سلطان احمد گجراتی کے پہنچنے سے پہلے ہی غزنین خاں اور نصیر خاں نے قلعہ تھالیز کو فتح کر لیا۔ ملک افتخار کو قید کر کے قلعہ اسیر میں روانہ کر دیا گیا۔

سلطان پور ندربار پر لشکر کشی

اس کے بعد غزنین خاں اور نصیر خاں نے سلطان پور اور ندرباد کو گجراتی عمال کے قبضے سے نکال کر مملکت مالوہ میں شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ دونوں اس مقصد سے سلطان پور پہنچے' ملک حبیب جاگیردار نے فوراً سلطان احمد گجراتی کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

سلطان احمد گجراتی کا اقدام

سلطان احمد گجراتی کو جب یہ خبر ملی تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اس نے ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سلطان پور کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے اپنے سے پہلے ملک محمود ترک کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ روانہ کر دیا۔ غزنین اور نصیر خاں کو جب ملک محمود ترک کی آمد کی خبر ملی تو اول الذکر اسی رات کو مندو کی طرف بھاگ گیا اور ثانی الذکر قلعہ تھالیز میں پناہ گزین ہو گیا۔

نصیر خاں کی معافی

ملک محمود نے تھالیز پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سلطان احمد گجراتی سلطان پور میں قیام پذیر ہوا۔ نصیر خاں اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا۔ جب اسے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے گجراتی امیروں کو نقد رقم دے کر انہیں سلطان گجراتی کو شیشے میں اتارنے کے لئے کہا۔ گجراتی امیروں نے موقع و محل دیکھ کر اپنے بادشاہ سے نصیر خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرا دی۔

عزت افزائی

نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہا جاتا تھا "نصیر خاں" کا خطاب اسے سلطان احمد گجراتی نے دیا۔ اس کے علاوہ گجراتی فرماں روا نے نصیر خاں کو سرخ سراپردہ شاہی اور چتر شاہی بھی عطا کیا۔ نصیر خاں نے پانچ مست ہاتھی چالیس عربی و عراقی گھوڑے اور دوسری بہت سی گراں قدر اشیاء احمد گجراتی کی خدمت میں پیش کیں اور اسے اس کے پایہ تخت کو رخصت کیا۔

شہزادی زینب کا عقد

کچھ عرصے بعد دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی نے اپنے چند نامی گرامی امیروں کو برہان پور روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے لئے نصیر خاں کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ نصیر خاں نے اس امر کو اپنی تقویت اور عزت افزائی کا باعث سمجھ کر اس پیغام کو قبول کر لیا۔ اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کرنے کے بعد اپنی بیٹی زینب کی پالکی محمد آباد بیدر روانہ کر دی۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ

۸۳۲ھ میں جالوارہ کے راجہ کانہا پر گجراتی فرماں روا نے لشکر کشی کی۔ راجہ کانہا فرار ہو کر اسیر آباد آیا اور اس نے نصیر خاں سے مدد کے لئے درخواست کی۔ نصیر خاں نے تنہائی میں راجہ سے کہا مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ بادشاہ گجرات کی دشمنی مول لوں۔ اگر تو دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ میں یہ درخواست لے کر جائے تو مناسب ہے وہ ضرور تیری مدد کرے گا اور تیرے ملک کو گجراتیوں کے قبضے سے نکال کر تیرے حوالے کر دے گا۔ اگر تو کہے تو اس بارے میں ایک سفارشی خط میں بھی بہمنی فرماں روا کے نام لکھ دوں۔" یہ جواب پاکر راجہ کانہا بظاہر نصیر خاں سے ناراض ہوا لیکن کیا ہو سکتا تھا نصیر خاں نے حقیقت حال بیان کی تھی مکر و فریب سے کام نہ لیا تھا۔ خیر راجہ کانہا سلطان احمد شاہ بہمنی کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ احمد شاہ نے راجہ کی بہت دل جوئی کی اور اپنے چند امیروں کو مع لشکر کے راجہ کے ساتھ جالوارہ کی طرف روانہ کر دیا۔

دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی

راجہ کانہا بہمنی امراء کو لے کر ندرہار کے نواح میں پہنچا اور وہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی آ گیا اور فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ بہمنی لشکر مغلوب ہوا اور اکثر دکنی سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوتے ہوئے مارے گئے۔ اس معرکہ آرائی میں گجراتیوں کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے خوب دل کھول کر دکنیوں کو قتل کیا۔

دوسری شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لشکر کے اس نقصان کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور اس غرض سے شہزادہ علاؤ الدین کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ شہزادہ دولت آباد میں آیا اور وہاں راجہ کانہا اور نصیر خاں فاروقی بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس بار بھی گجراتیوں نے بہمنیوں کو شکست دی اور راجہ کانہا میدان جنگ سے بھاگ کر کوہستان کلید میں پناہ گزیں ہو گیا۔ گجراتیوں نے خاندیش کو خوب بری طرح تباہ کیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد نصیر خاں اپنے برہان پور واپس آ گیا اور امور سلطنت میں مشغول ہوا۔

نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی

۸۴۰ ہجری میں نصیر خاں فاروقی کی بیٹی زینب نے اپنے شوہر سلطان علاؤ الدین بہمنی کی بدسلوکی کی اپنے باپ سے شکایت کی اور یہ بتایا کہ وہ بے کسی کے عالم میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہی ہے۔ اس معاملے میں نصیر خاں نے جب علاؤ الدین سے پوچھ گچھ کی تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔

نصیر خاں کا ارادۂ تسخیر برار

نصیر خاں فاروقی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے مشورہ سے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ برار کے امراء اپنے بہمنی آقا سے کبیدۂ خاطر تھے انہیں جب نصیر خاں کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسے پیغام بھجوایا۔ "آپ حضرت عمر فاروق کی اولاد میں سے ہیں آپ کی خدمت کرنا ہمارے لئے باعث فخر ہو گا۔ خدا وہ دن لائے کہ ہم آپ کی خدمت گزاری میں مرتبہ شہادت حاصل کریں۔"

برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ

خان جہاں' دکن اور برار کا سپہ سالار تھا اور بہمنی سلطنت کا رکن اعظم تھا۔ جب اسے براری امراء کی حکومت کا علم ہوا تو وہ قلعہ پرنالہ میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان علاؤ الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ

besturdubooks.wordpress.com

جاری کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

نصیر خاں کا برار سے اخراج

علاؤ الدین نے فوراً ملک التجار حاکم دولت آباد کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے مغل امیروں اور بہمنی سپاہیوں کے ایک لشکر جرار کے ساتھ برار روانہ کیا۔ نصیر خاں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ ملک التجار کا مقابلہ کرتا' لہٰذا وہ براری امراء کے ساتھ برار سے باہر نکل گیا۔ ملک التجار' نصیر خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ نصیر خاں نے چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد طلب کی تھی اس لیے اس نے قلعہ تلنگ کا رخ کیا۔

ملک التجار کی آمد

ملک التجار برہان پور میں آیا اور اس نے تمام اچھی اچھی عمارتوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان پور اور ندر باد کا لشکر اور مالوہ کی فوج خاندیش میں آنے ہی والی ہے تو وہ فوراً قلعہ تلنگ کی جانب روانہ ہو گیا تاکہ فوجی امداد ملنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے۔

ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ

تین ہزار سواروں کے ساتھ ملک التجار نے طویل راستہ بہت کم وقت میں طے کر لیا اور بہت ہی تھکا ہوا قلعہ تلنگ کے نواح میں پہنچا۔ نصیر خاں فاروقی نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ایک زبردست لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں آ گیا۔ اس معرکہ آرائی میں نصیر خاں کو شکست ہوئی اور اس کا تمام سامان مع بیس ہاتھیوں کے دشمن کے قبضے میں آ گیا۔ بڑی مشکلوں سے نصیر خاں نے جان بچائی اور قلعہ تلنگ میں پناہ گزیں ہوا۔

وفات

نصیر خاں کو اس شکست کا اتنا غم ہوا کہ وہ آخر کار بیمار پڑ گیا یہ بیماری چند ہی دنوں میں مرض الموت بن گئی اور اسی سال ۱۳/ ربیع الاول کو نصیر خاں کا انتقال ہو گیا۔ نصیر خاں کے بیٹے عادل خاں نے باپ کی لاش تھالیز روانہ کی۔ اور نصیر خاں کو ملک راجہ فاروقی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں کی مدت حکومت چالیس سال چھ مہینے اور چھبیس روز ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی

میراں عادل فاروقی سلطان ہوشنگ کی بہن کے بطن سے تھا۔ عادل اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ملک التجار کی مدافعت میں مشغول ہوا۔ میراں عادل نے چند آدمی بھیج کر سلطان پور سے امدادی لشکر منگوایا۔ ملک التجار کو جب اس کا علم ہوا تو وہ واپس دکن چلا گیا۔ اس کے بعد عادل خاں سلطنت کے کاموں میں مشغول و منہمک ہو گیا۔ اس نے تین سال چھ ماہ تینتیس دن حکومت کی۔ اس کا انتقال ۹/ ذی الحجہ ۸۲۴ ہجری جمعہ کو ہوا۔

میراں عادل خاں فاروقی کے تفصیلی حالات راقم الحروف مورخ فرشتہ کو دستیاب نہ ہو سکے لہٰذا مختصر سے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عادل خاں نے اپنے بیٹے مبارک خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کیا جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔ وفات کے بعد عادل خاں کی لاش تھالیز روانہ کر دی گئی اور اسے اس کے باپ دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد مبارک خاں خاندیش کا حکمران ہوا۔ اس نے سترہ سال چھ ماہ اور نو دن تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۱۱/ رجب ۸۶۱ ہجری کو جمعہ کے روز ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا میراں ملینا عرف عادل خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ میراں ملینا نے باپ کی لاش کو تھالیز روانہ کیا اور اس بادشاہ کو بھی اس کے اسلاف کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں علینا عرف عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی

استقلال اور شان و شکوہ

میراں علینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی نے جس استقلال اور شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کی' وہ استقلال اور شان و شکوہ اس کے اسلاف میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ عادل خاں نے آس پاس کے تمام راجاؤں سے خراج وصول کیا اور گونڈ واڑہ اور گدھ کے مقاموں کو اپنا اطاعت گزار بنایا۔ اس بادشاہ کی احتیاط اور حسن تدبیر سے کولی اور بھیل جیسی بدنام اور جرائم پیشہ قومیں چوری اور ڈاکہ زنی جیسے غیر شریفانہ افعال سے تائب ہو گئیں۔

مالی گڑھ

میراں علینا عرف عادل خاں فاروقی نے اس حصار (جسے آسا اہیر نے بنوایا تھا) کے دروازے کے مقابل ایک دوسرا قلعہ تعمیر کروایا اور دروازہ دوم بھی بنوایا اور یہاں "مالی گڑھ" آباد کیا۔ یہ دوسرا دروازہ اس انداز سے بنوایا گیا کہ اس کی وجہ سے حصار کو کسی حملہ آور کے لیے تسخیر کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا تھا۔

سلطان جھاڑ کھنڈی

میراں علینا نے برہان پور میں دریائے تپتی کے کنارے پر ایک قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کروائیں وہ خود زیادہ تر اسی قلعے میں رہتا تھا۔ عادل خاں نے اپنا لقب سلطان جھاڑ کھنڈی یعنی شاہ کوہستان اختیار کیا۔ اہل ہند کی اصطلاح میں جھاڑ کھنڈی ایسے گھنے جنگل کو کہتے ہیں کہ جس سے انسان بمشکل گزر سکے۔

غرور و تکبر

میراں علینا کی شوکت و حشمت اور شان و شکوہ اس کے اسلاف کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھا اس وجہ سے وہ قدرے مغرور اور متکبر ہو گیا اور اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عمل کرنے لگا۔ اسی غرور و تکبر کی وجہ سے اس نے گجراتی فرماں روا کی طرف اپنے حاجبوں کو پیش کش لانے کے لیے روانہ کیا۔

گجراتیوں کی لشکر کشی

سلطان محمود بیکرا کو میراں علینا کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری اور اس نے ۸۹۳ ہجری میں ایک زبردست لشکر خاندیش روانہ کیا۔ خاندیش کے امیروں نے پہلے تو گجراتی لشکر کا مقابلہ کیا' لیکن بعد ازاں دشمن کو اپنے سے زیادہ قوی پا کر قلعہ تھالیز و اسیر میں پناہ گزین ہو گئے۔ گجراتیوں نے خاندیش میں بہت تباہی و بربادی مچائی اور ایسی لوٹ مار کی کہ الامان و الحفیظ!!

داغ ندامت

میراں علینا عرف عادل خاں فاروقی ان دنوں قلعہ اسیر میں مقیم تھا اس نے جب گجراتیوں کے غلبے کو دیکھا تو وہ اپنی حرکات پر سخت نادم ہوا۔ اسے یہ توقع نہ تھی کہ گجراتی اس انداز سے تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں گے۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر اپنے امیروں اور اراکین سلطنت کی ایک جماعت کو سلطان بیکرا کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا۔ محمود بیکرا نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور چند سال کا خراج پیشگی لے کر خاندیش کو گجراتیوں سے خالی کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں ملینا کی وفات

میراں ملینا چھیالیس سال آٹھ ماہ اور بارہ روز تک انتہائی عیش و عشرت سے حکومت کرتا رہا۔ ۱۴/ ربیع الاول ۸۹۸ھ کو جمعہ کے روز اس کا انتقال ہوا۔ اسے اس کی وصیت کے مطابق برہان پور میں "محل دولت منداں" میں دفن کیا گیا۔

میراں ملینا کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں خاندیش کے تخت پر بیٹھا۔

besturdubooks.wordpress.com

داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

میراں علیشا کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں دیار علی اور حسان علی نامی دو بھائیوں نے بہت اقتدار حاصل کیا۔ حسام علی کو "ملک حسام" کا خطاب ملا اور حکومت کے تمام کام اسی کی نگرانی میں انجام پانے لگے اور اس طرح وہ بادشاہ کا معتمد علیہ بن گیا۔

احمد نظام شاہ بحری کا حملہ

داؤد خاں نے ۸۶۶ ہجری میں بعض سرحدی پرگنوں کو احمد نظام شاہ بحری کے قبضے سے نکال لینے کا ارادہ کیا۔ احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہو گیا۔ داؤد خاں قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا اور احمد نظام شاہ نے خاندیش پہنچ کر لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ اس سلسلے میں دکنی فرماں روا نے ہر ممکن طریقے سے خاندیش کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی۔ داؤد خاں نے جب طاقت ور دشمن کے یہ خطرناک عزائم دیکھے تو اس نے سلطان ناصرالدین خلجی سے امداد طلب کی۔

مندوی لشکر کی آمد

سلطان ناصرالدین خلجی نے ہمسائیگی کا حق ادا کیا اور اپنے ایک امیر اقبال خاں کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ داؤد خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اقبال خاں اسیر کے نواح میں آیا' احمد نظام شاہ بحری کو مندوی لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ واپس احمد نگر چلا گیا۔

ناصرالدین خلجی کے نام کا خطبہ

اقبال خاں نے کچھ دنوں برہان پور میں قیام کیا اور داؤد خاں سے کہا کہ "سلطان ناصرالدین کے نام کا خطبہ جاری کیا جائے۔" داؤد خاں مجبور تھا۔ اگر وہ اقبال خاں کی یہ فرمائش پوری نہ کرتا تو یقیناً اسے ایک نئی مصیبت سے دو چار ہونا پڑتا لہٰذا اس نے اپنے ملک میں سلطان ناصرالدین خلجی کے نام کا خطبہ جاری کر کے اس آنے والی مصیبت سے نجات پائی۔ اور اقبال خاں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف اور دو ہاتھی دے کر شادی آباد مندو کے لیے رخصت کیا۔

وفات

داؤد خاں نے یکم جمادی الاول ۹۱۴ ہجری کو سہ شنبہ کے دن انتقال پایا۔ اس کی مدت حکومت آٹھ (۸) سال ایک ماہ اور دو روز ہے۔

غزنین کی تخت نشینی اور ہلاکت

ملک حسام اور دوسرے امراء و اراکین سلطنت نے اتفاق سے داؤد خاں کے لڑکے غزنین خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ نے صرف دس روز تک حکومت کی۔ اس کے بعد ملک حسام نے غزنین خاں کو کسی نامعلوم امر کی بناء پر زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

عالم خاں کی تخت نشینی

داؤد خاں کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ غزنین خاں جب وہ ہلاک ہو گیا تو ملک حسام کی نگہ انتخاب شہزادہ عالم خاں پر پڑی جو سلاطین فاروقیہ کے خاندان سے تھا' عالم خاں احمد نگر میں مقیم تھا۔ اس لیے ملک حسام نے اپنے چند قاصدوں کو احمد شاہ بحری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ عالم خاں کو بلا کر لائیں۔ عالم خاں برہان پور آیا اور ملک حسام نے احمد شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے مشورے سے اس کو

besturdubooks.wordpress.com

برہان پور کا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ ملک کے بیشتر امیروں اور اراکین سلطنت نے بھی عالم خاں کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنایا۔

ملک لادن کی بغاوت

خاندیش کا نامی گرامی امیر ملک لادن عالم خاں کو پسند نہ کرتا تھا اس لیے اس نے علم بغاوت بلند کیا اور قلعہ اسیر پر قبضہ کر کے ملک حسام (بادشاہ گر) کی مخالفت کرنے لگا۔ ملک لادن قلعے میں محصور ہو گیا۔

عادل بن نصیر کا خط شاہ گجرات کے نام

نصیر خاں فاروقی کا بیٹا عادل خاں جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ تھا۔ ان دنوں تھالیز کی سرحد پر مقیم تھا۔ اس نے اپنی والدہ کے مشورے سے سلطان محمود بیکرا کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر گجرات روانہ کیا "جب سے داؤد خاں کا انتقال ہوا ہے ملک کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے' ہر طرف ایک عجیب قسم کی پراگندی اور انتشار کا عالم ہے۔ اس صورت حال کو درست کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں اگر آپ اس سلسلے میں میرے آبائی حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے میری مدد کریں تو میں تا عمر ممنون رہوں گا۔"

سلطان محمود بیکرا کی روانگی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کی درخواست منظور کی اور ایک لشکر جرار لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہوا۔ ملک حسام کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے فوراً احمد نظام بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کیے اور ان سے بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ مدد کی درخواست کی۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے ملک حسام کی درخواست منظور کی اور اپنے اپنے لشکروں کو لے کر برہان پور آ گئے۔

محمود بیکرا تھالیز میں

سلطان محمود بیکرا نے راستے ہی میں خانزادہ عالم خاں کی تخت نشینی اور ملک لادن کی بغاوت کی خبریں سنیں۔ اس نے رمضان کا مہینہ دریائے نربدا کے کنارے گزارا اور ماہ شوال میں آگے بڑھا۔ محمود بیکرا جب تھالیز پہنچا تو قلعے کے تھانے دار عالم شاہ نے قلعہ سلطان پور کے تھانے دار عزیز الملک کے توسط سے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا۔

نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی

احمد شاہ اور فتح اللہ عماد الملک نے خاندیش کے لشکر کے اس انتشار کو تشویش کی نظر سے دیکھا۔ دوسرے انہیں گجراتی لشکر کی کثرت و قوت کا بھی اندازہ تھا لہٰذا یہ دونوں فرماں روا عالم خاں اور ملک حسام کی مدد کے لیے چار ہزار سواروں کو چھوڑ کر کاویل کی طرف روانہ ہو گئے۔

دکنی لشکر کا فرار

عالم خاں تقریباً نصف مملکت خاندیش پر قابض تھا۔ سلطان محمود بیکرا نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ملک حسام اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ دکنی لشکر جو عالم خاں کی مدد کے لیے مقیم تھا اسے جب گجراتی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو وہ کسی کو بتائے بغیر ہی خاندیش کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک لادن اور حسام سلطان بیکرا کی خدمت میں

سب سے پہلے ملک لادن نے جو بقیہ نصف خاندیش پر قابض تھا آصف خاں کا استقبال کیا اور اس کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ آصف

besturdubooks.wordpress.com

خاں اسے ساتھ لے کر سلطان محمود بیکرا کی خدمت میں آیا۔ ملک حسام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عالم خاں کو دکن روانہ کر دیا اور خود سلطان محمود بیکرا کی بارگاہ میں آ گیا۔ سلطان محمود نے ملک حسام اور ملک لادن کو اپنے لطف و کرم سے نوازا اور ان دونوں امیروں کو خلعت دیئے۔

عادل خاں کی تخت نشینی

عید الاضحیٰ کے بعد سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا۔ سلطان مظفر گجراتی کی بیٹی سے اس کی شادی کی اور اسے برہان پور کے تخت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمود نے ملک لادن کو "خان جہاں" کے خطاب سے نوازا اور موضع نباس (جو اس کا مولد تھا) جاگیر میں دیا۔ عماد الملک اسیری کے بیٹے ملک ماکھا "غازی خان" ملک عالم تھانیدار تھالیز کو "قطب خاں" اور ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات دے کر عادل خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں کے ساتھ کیا۔

محمود بیکرا کی واپسی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو چار ہاتھی اور تیس لاکھ تنکے نقد بھی عطا کیے اور نصرۃ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر خود سلطان پور اور ندر بار کی طرف روانہ ہوا۔ پہلی منزل میں بادشاہ نے ملک حسام کو "شہریار" کا خطاب دے کر واپسی کی اجازت دی۔

besturdubooks.wordpress.com

عادل خاں فاروقی الخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی

یہ بیان کیا جا چکا ہے عادل خاں فاروقی نے اپنے نانا سلطان محمود بیکرا کی مدد سے خاندیش کی حکومت حاصل کی۔ محمود بیکرا کی واپسی کے بعد عادل خاں تھالیز سے برہان پور آیا اور سلطنت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ ملک حسام الدین شہریار جو ملک لادن کا دشمن تھا وہ برہان پور سے تھالیز چلا گیا۔

ملک حسام کا ارادہ

کچھ دنوں بعد یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام دوبارہ نظام شاہ سے مل گیا ہے اور وہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک شخص کو ملک حسام کی طلبی کے لیے روانہ کیا۔ ملک حسام نے چار ہزار سواروں کا لشکر ہمراہ لیا اور برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک حسام برہان پور میں

ملک حسام جب برہان پور کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر شاہی محل سرا میں آ گیا اور خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنے خاص آدمیوں کو اس سے آگاہ کر دیا۔ ورثایہ گجراتی جو تیغ زنی میں اپنی مثال آپ تھا اسے ملک حسام کو ٹھکانے لگانے پر متعین کیا۔

ملک حسام کا قتل

عادل خاں نے دوسرے روز پھر ملک حسام کو شاہی محل سرا میں طلب کیا۔ ملک اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے اپنے سارے لشکر کے ساتھ آیا۔ عادل خاں نے اس سے ادھر ادھر کی باتیں کیں اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ کی طرف لے گیا۔ وہاں دونوں نے کچھ اور باتیں کیں اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو رخصت کر دیا۔ ورثایہ گجراتی جو پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گھات میں بیٹھا ہوا تھا' اس نے بڑی پھرتی سے ملک حسام پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کا جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔

باغیوں کا قلع قمع

عادل خاں کے وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی نے گجراتیوں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ ملک حسام کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔ گجراتیوں نے اشارہ پاتے ہی ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔ ملک ماکھا اور دوسرے امراء جو ملک حسام کے طرف دار تھے فوراً بھاگ گئے۔ گجراتیوں نے ان کا تعاقب کیا ملک ماکھا دیگر امراء اور بے شمار سپاہی مارے گئے اور اس طرح ملک کا نصف جو باغیوں کے ہاتھ میں تھا عادل خاں کے قبضے میں آ گیا اور ملک مخالفوں کے وجود سے پاک ہو گیا۔

عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام

ان واقعات کے بعد ایک روز عادل خاں الخاطب بہ اعظم ہمایوں قلعہ اسیر میں گیا وہاں اسے اپنے مخالفوں کے ارادہ و عمل سے واقفیت ہوئی واپسی پر اس نے سلطان محمود بیکرا کے نام خط لکھا۔ "میں ایک بار قلعے کے معائنے کے لیے گیا تھا وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سیف خاں اور شیر خاں میرے سخت مخالف ہیں۔ ان دونوں امیروں نے احمد نظام شاہ بحری کے نام ایک خط لکھا ہے اور اسے خان زادہ عالم خاں کو ساتھ لے کر یہاں آنے کے لیے کہا۔ احمد نظام شاہ آج کل سرحدی علاقے میں ٹھہرا ہوا ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ خان جہاں مجاہد

besturdubooks.wordpress.com

الملک اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لوں۔ اگر دوران محاصرہ میں احمد نظام شاہ بحری نے اس طرف کا رخ کیا تو میں محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کروں گا۔"

محمود بیکرا کا جواب

سلطان محمود بیکرا کو عادل خاں کا یہ خط ملا اس نے فوراً بارہ لاکھ تنکے عادل خاں کو بھجوائے اور اس کے جواب میں یہ لکھا۔ "تمہیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے جس وقت بھی ضرورت پڑے گی میں خود تمہارے پاس چلا آؤں گا اور احمد نظام شاہ بحری کو سمجھ لوں گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ احمد نظام چونکہ سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس لیے اس کو اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ تمہیں اور تمہاری رعیت کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے یا تمہاری مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کرے۔

راجہ جالنہ پر حملہ

عادل خاں کے پاس جب گجراتی لشکر پہنچ گیا تو اس نے راجہ جالنہ پر (جو احمد نظام شاہ بحری کا اطاعت گزار تھا) حملہ کر دیا اور راجہ کے کئی موضعوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ راجہ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اور اس نے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر کے معذرت پیش کی۔ اس کے بعد عادل خاں فاروقی نے گجراتی لشکر کو واپس کر دیا اور خود اسیر آ گیا۔

شادی آباد مندو کا سفر

۹۲۳ ہجری میں عادل خاں سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ شادی آباد مندو میں گیا اور وہاں کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے چونکہ تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ گجراتی بادشاہوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

انتقال

اسی سال عادل خاں بیمار پڑا اور ۱۰/ رمضان بروز جمعہ اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کی مدت حکومت انیس سال ہے۔ عادل خاں کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ فاروقی جو سلطان مظفر گجراتی کی بہن کے بطن سے تھا تخت نشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی

مرتبہ شاہی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد میراں محمد شاہ برہان پور کا والی ہوا۔ چونکہ اس نے آخر میں گجرات پر بھی حکومت کی تھی اس لیے "شاہ" کا لفظ اس کے نام کا جزو ہو گیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی خاندان کا پہلا فرد ہے کہ جو شاہی کے مرتبے تک پہنچا۔

نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا

انہیں دنوں نظام شاہ اور عماد الملک میں قلعہ ماہور اور چند دوسرے پرگنوں کی بابت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ عماد الملک نے میراں محمد شاہ فاروقی کے توسط سے سلطان مظفر گجراتی سے مدد طلب کی۔ سلطان بہادر گجراتی نے عین الملک (حاکم پٹن) کو دکنی سرحد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ صورت حال کا صحیح اندازہ کرے اور نظام شاہ اور عماد الملک میں صلح کروا دے۔ نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کا خیال کر کے عماد الملک سے صلح کر لی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

نظام شاہ سے جنگ

دوسرے سال پھر برہان نظام شاہ نے ملک گیری کا خیال کیا اور برار کے چند پرگنوں اور قلعہ ماہور پر قابض ہو گیا۔ عماد الملک نے پریشان ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔ ۹۳۴ ہجری میں میراں محمد شاہ اپنے ہاتھیوں اور لشکر کو لے کر عماد الملک کی مدد کے لیے دکن میں آیا اور اس کے ساتھ مل کر دریائے گنگا کے کنارے برہان نظام شاہ سے معرکہ آراء ہوا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہی لشکر کو شکست دی اور بڑی بے فکری سے میدان جنگ میں کھڑا رہا۔ خاندیش اور براری فوجیں کچھ تو نظام شاہی لشکر کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں اور کچھ لوٹ مار میں۔

میراں محمد شاہ کی فتح ------- اور شکست

برہان نظام شاہ شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزیں ہو گیا اور وہاں سے تین ہزار سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں واپس آیا۔ نظام شاہ نے ایسی چابک دستی سے حریف پر حملہ کیا کہ میراں محمد شاہ اور عماد الملک کو اپنی فوجیں مرتب و منظم کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور یہ دونوں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ نظام شاہ نے تقریباً چار کوس تک ان دونوں فرماں رواؤں کا تعاقب کیا اور ان کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا بہت سے براری اور خاندیشی سپاہی مارے گئے' عماد الملک اور میراں محمد شاہ بہت بری حالت میں اپنے پایہ تخت کو واپس ہو گئے۔ الغرض برہان نظام شاہ نے اپنی مستعدی اور موقع شناسی سے اپنی شکست کو شاندار فتح میں تبدیل کر لیا۔

بہادر گجراتی کی آمد

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے سلطان بہادر گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ گجراتی فرماں روا ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ساتھ لے کر برار میں داخل ہو گیا۔ جالنہ پہنچ کر بہادر گجراتی کی نیت میں فتور آ گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ ملک برار عماد الملک کے قبضے سے نکل کر اپنے ملازموں کے سپرد کر دے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ کے مقبوضات اپنے قبضے میں کر کے ان علاقوں میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کرے۔

besturdubooks.wordpress.com

عماد الملک کی پریشانی

عماد الملک جب سلطان بہادر گجراتی کے ارادوں سے آگاہ ہوا تو اسے بڑی پریشانی ہوئی اور اس نے میراں محمد شاہ فاروقی سے سلطان بہادر کی شکایت کی۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے اس کے جواب میں کہا "بدقسمتی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ غلطی ہماری ہی ہے جو ہم نے سلطان بہادر کو یہاں بلایا ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور حالات کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

میراں محمد شاہ کی تدبیر

انہیں دنوں ایک روز موقع پا کر میراں محمد شاہ فاروقی نے سلطان بہادر گجراتی سے کہا۔ برار کا ملک تو آپ کے قبضے میں آ ہی چکا ہے اس لیے اب یہاں زیادہ دیر قیام کرنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے میری رائے یہ ہے کہ آپ اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کریں اور عماد الملک کو اپنے ملازمین میں شامل کر لیں اور پھر احمد نگر پہنچ کر نظام شاہی مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ

سلطان بہادر گجراتی کو میراں محمد شاہ کی رائے بہت پسند آئی اس نے برار میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے عماد الملک کو اپنے امراء میں داخل کر لیا اس کے بعد وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر پہنچ کر سلطان بہادر نے دولت آباد کا رخ کیا (اس سلسلے کی تمام تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اس لیے راقم الحروف انہیں اس جگہ دہرانا پسند نہیں کرتا) الغرض میراں محمد شاہ فاروقی کے حسن تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی نظام شاہ اور عماد الملک کے ملکوں پر قبضہ کرنے سے باز رہا اور اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح مندو

سلطان بہادر گجراتی نے ۹۳۷ ہجری میں مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنے پاس بلایا دونوں فرماں رواؤں نے مل کر مندو کو فتح کیا۔ فتح کے بعد میراں محمد شاہ فاروقی اسی سال برہان پور واپس آ گیا۔

برہان نظام کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب مالوہ کی فتح کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر برہان پور روانہ کیا تاکہ فریقین میں باہمی خلوص و محبت پیدا ہو۔ ۹۳۸ھ میں سلطان بہادر گجراتی برہان پور آیا جیسا کہ اس سے پہلے گجرات اور دکن کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کی خوش اسلوبی سے برہان نظام شاہ اور سلطان بہادر گجراتی میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح

برہان نظام شاہ میراں محمد شاہ فاروقی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے برہان پور میں آیا اور سلطان گجراتی سے ملاقات کی۔ سلطان بہادر گجراتی دکنی فرماں روا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اسے نظام شاہی خطاب، چتر اور سرا پردہ سرخ عنایت کیا اور یہ کہا "میں نے دشمنوں کو خاک میں ملا دیا اور دوست کو صاحب تخت و تاج بنایا۔" اس کے بعد بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو رخصت کی اجازت دی۔

دوڑ دھوپ

سلطان بہادر دوسری بار مالوہ میں آیا میراں محمد شاہ فاروقی بھی اس کے ساتھ تھا کچھ دنوں بعد محمد شاہ فاروقی برہان پور واپس آیا، اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی نے قلعہ چیتوڑ پر حملہ کر دیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی بھی اپنا لشکر درست کر کے موقع واردات پر پہنچ گیا۔ مغل شاہ نصیر الدین ہمایوں کے مقابلے پر سلطان بہادر گجراتی فرار ہوا اور مع محمد شاہ فاروقی کے مندو آیا۔ بہادر گجراتی خود تو مندو سے جنپانیر کی

besturdubooks.wordpress.com

طرف روانہ ہو گیا اور محمد شاہ فاروقی کو برہان پور جانے کی اجازت دے دی۔

نصیرالدین ہمایوں گجرات میں

انہیں دنوں نصیرالدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا اور اپنے ایک معتمد امیر آصف خاں کو احمد نگر روانہ کر کے برہان نظام سے پیشکش طلب کی۔ اس کے بعد ہمایوں خاندیش کو فتح کرنے کے لیے خاندیش آیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے پریشان ہو کر برہان نظام شاہ کو متعدد خطوط لکھے اور اسے سابقہ تعلقات کا واسطہ دے کر موجودہ مصیبت سے چھٹکارا دلانے کی درخواست کی۔

برہان نظام کا خط ہمایوں کے نام

برہان نظام شاہ نے نصیرالدین ہمایوں کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ انتہائی ادب سے میں حضور کی خدمت میں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے لیے خداوند کریم کی ایک بہترین نعمت ہے۔ ہم پر آپ کے جو احسانات ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہ سطور اس مقصد سے لکھ رہا ہوں کہ آپ سے برہان پور اور امیر کے فرماں روا کی سفارش کروں۔ میراں محمد شاہ کو آپ کی ذات سے بے پناہ لگاؤ اور محبت ہے ان دنوں آپ نے خاندیش کو فتح کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ میراں محمد شاہ چونکہ آپ کا ہی خواہ ہے اس لیے آپ اس سے ایسا سلوک نہ کریں اور از راہ لطف و کرم اس کی مملکت سے اپنا تصرف اٹھائیں اور اس کے عوض اس کو اپنے الطاف کا سزاوار رکھیں۔

ہمایوں کی مندو کو روانگی

اس کے بعد برہان نظام شاہ' ابراہیم عادل شاہ' سلطان قلی قطب شاہ اور علاؤ الدین' عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی مدد کے لیے لشکر کشی کی۔ اتفاق سے انہیں دنوں میرزا امان کی مخالفت اور شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے زور پکڑا اور ہمایوں خاندیش پر حملہ کر کے اس ملک کو برباد و تاراج کرنے کے بعد شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہو گیا۔

مغل امراء کا مالوہ سے اخراج

مالوہ میں بہت سے مغل امیر باقی تھے۔ سلطان بہادر گجراتی نے میراں محمد شاہ فاروقی کو ان امیروں کے اخراج پر متعین کیا۔ میراں محمد شاہ نے ملو خاں کی مدد سے ان مغلوں کو شادی آباد مندو سے باہر کر دیا اور مندو کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔

میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر

میراں محمد شاہ ابھی مالوہ ہی میں تھا کہ فرنگیوں کے ہاتھوں سلطان بہادر گجراتی نے سفر آخرت اختیار کیا' سلطان بہادر گجراتی بے اولاد مرا تھا اس لیے گجراتی امیروں نے متفقہ طور پر میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنا فرمانروا منتخب کیا اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ میراں محمد شاہ کے اصلی نام محمد خاں میں لفظ "شاہ" کا اضافہ بھی کیا گیا۔ میراں محمد شاہ خاندان فاروقیہ کا پہلا شخص ہے جس نے "شاہ" کا خطاب حاصل کیا۔

میراں محمد شاہ کی وفات

گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر اور تاج مرصع میراں محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے گجرات آنے کی درخواست کی۔ میراں محمد شاہ نے یہ تاج سر پر رکھا اور گجرات جانے کی تیاریاں کیں۔ جب بادشاہ سفر کے لیے نکلنے ہی والا تھا کہ اس کی طبیعت ناساز ہو گئی' اس نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس نے زندگی کا آخری سفر اختیار کیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے ۱۳/ ذی قعدہ ۹۴۳ ہجری کو انتقال کیا۔ اراکین سلطنت نے اس کی لاش کو برہان پور میں عادل خاں فاروقی کے مزار کے قریب

besturdubooks.wordpress.com

دفن کیا۔

میراں محمد شاہ کی اولاد میں کوئی فرد ایسا نہ تھا کہ جو فرماں روائی کے اہل ہوتا۔ اس لیے ارا کین سلطنت نے اس کے بھائی مبارک خاں کو خاندیش کا فرماں روا منتخب کیا۔

میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

تخت نشینی

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کے بیٹوں میں کوئی اس قابل نہ تھا کہ اسے تخت نشین کیا جاتا اس لیے تمام امراء اور ارا کین سلطنت نے باہمی اتفاق سے میراں مبارک شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ میراں مبارک شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لی اور بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے تمام ارا کین دربار اور امیروں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا۔

امرائے گجرات کا فیصلہ

انہیں دنوں گجراتی امیروں نے محمود گجراتی بن شہزادہ لطیف خاں کو سلطنت گجرات کا صحیح وارث تسلیم کر لیا۔ اسے لانے کے لیے اختیار خاں کو برہان پور روانہ کیا واضح رہے کہ سلطان بہادر گجراتی نے محمود گجراتی کو جو اس کا بھتیجا تھا میراں محمد شاہ فاروقی کے حوالے کر دیا تھا میراں محمد شاہ فاروقی نے محمود گجراتی کو قلعے میں قید کر دیا تھا۔

محمود گجراتی کی رہائی

اختیار خاں برہان پور آیا اور اس نے میراں مبارک شاہ سے ملاقات کر کے محمود گجراتی کو طلب کیا۔ میراں مبارک شاہ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر محمود کو آزاد کر دیا گیا تو گجراتی امیر اس کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا اس نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اختیار خاں کو ٹال دیا۔ گجراتی امراء کو یہ امر ناگوار گزرا۔ انہوں نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے خاندیش کی طرف روانہ ہوئے۔ میراں مبارک شاہ نے یہ صورت حال دیکھ کر محمود گجراتی کو رہا کر دیا اور اسے اختیار خاں کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

عماد الملک برہان پور میں

انہیں دنوں فرماں روایان گجرات کا ایک غلام جس کا نام عماد الملک تھا فرار ہو کر برہان پور آیا۔ میراں مبارک شاہ نے اس توقع پر کہ سلطنت گجرات اس کے زیر نگیں آ جائے گی۔ عماد الملک کی مدد کی عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا۔ دوسری طرف دریا خاں نے سلطان محمود گجراتی کو آمادۂ جنگ کیا اور وہ ایک زبردست لشکر لے کر میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے جنگ کرنے کے مقصد سے روانہ ہوا۔

سلطان محمود گجراتی سے جنگ

خاندیش اور گجرات کی سرحد پر دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی۔ میراں مبارک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ عماد الملک میدان جنگ سے بھاگ کر مندو چلا گیا اور قادر شاہ کے دامن میں پناہ لی۔ سلطان محمود گجراتی نے خاندیش کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میراں مبارک شاہ پریشان ہوا اور اس نے پیش کش دے کر سلطان محمود گجراتی سے صلح کر لی۔ اس کے بعد سلطان محمود اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان پور اور ندر بار' مبارک شاہ کے قبضے میں

سلطان محمود گجراتی نے جب بہت اقتدار حاصل کر لیا اور اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو اس نے سلطان پور اور ندر بار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دیا- اس کی وجہ یہ تھی کہ جس زمانے میں سلطان محمود گجراتی اور میراں مبارک شاہ دونوں قلعہ اسیر میں مقیم تھے' اول الذکر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ کبھی گجرات کا بادشاہ بن گیا تو سلطان پور اور ندر بار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دوں گا-

باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ

۹۶۹ھ میں جب مالوہ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا تو وہاں کا حاکم باز بہادر برہان پور آ گیا اور میراں مبارک شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا- مالوہ کے مغل حاکم پیر محمد خاں نے باز بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر خاندیش میں آیا- پیر محمد خاں نے برہان پور تک تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور اس سلسلے میں کوئی کسر نہ چھوڑی- خاندیش کے ہر طبقے کے لڑکوں اور لڑکیوں کو مغلوں نے گرفتار کر لیا اور ان سے طرح طرح کی وحشیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا-

حاکم برار سے مدد کی طلب

میراں مبارک شاہ قلعہ اسیر میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا- تفال خاں جلد از جلد لشکر جرار لے کر خاندیش میں آیا- میراں مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے جا ملے اور ان تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد خاں کے دفعیے کے لیے مشترکہ کوششیں شروع کر دیں-

مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی

مغل امیروں اور سپاہیوں نے بہت سا مال اور اسباب اپنے قبضے میں کر لیا اور غفلت و مدہوشی کے عالم میں عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے- ان لوگوں نے دشمن سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا- پیر محمد خاں نے اپنے سرداروں سے اس بارے میں مشورہ کیا- انہوں نے بھی یہی رائے دی لہٰذا پیر محمد خاں تمام مغل لشکر کو لے کر مالوہ کی طرف چل دیا-

مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار

تفال خاں' مبارک شاہ اور باز بہادر نے مغلوں کا تعاقب کیا- پیر محمد کا دھیان مال غنیمت میں لگا ہوا تھا لیکن اس کے لشکریوں کو جان کی پڑی تھی- لہٰذا وہ اپنے سپہ سالار کو پیچھے چھوڑ کر دریائے نربدا کو پہلے ہی عبور کر گئے- تفال خاں حاکم برار کو اس صورت حال کی اطلاع ہوئی- لہٰذا اس نے موقع پا کر دریائے نربدا کے اطراف میں مغل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا- پیر محمد میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ طاقت ور اور تازہ دم حریف کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ تمام سامان چھوڑ کر فرار ہو گیا-

پیر محمد کی ہلاکت

تفال خاں بڑی تیز رفتاری سے پیر محمد کا تعاقب کرنے لگا- دوسری طرف باز بہادر کے سپاہیوں نے کشتیوں کو دریائے نربدہ کے کنارے سے ہٹا دیا تاکہ پیر محمد دریا کو عبور نہ کر سکے- پیر محمد جب دریا کے کنارے پہنچا تو وہ کشتیوں کو موجود نہ پا کر بہت پریشان ہوا' اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے گھوڑے سمیت دریا میں اتر گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے پیر محمد کو نربدا کی لہروں نے اپنی آغوش میں لے کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا مغلوں کا بقیہ لشکر دریا پار کر گیا اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا گیا-

اس کے بعد میراں مبارک شاہ اور تفال خاں' باز بہادر کی مدد کے لیے مالوہ آئے اور تمام مغلوں کو انہوں نے یہاں سے نکال دیا- بہادر

besturdubooks.wordpress.com

دوبارہ مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور مبارک شاہ اور تقال خاں واپس آ گئے۔

میراں مبارک کی وفات

۶/ جمادی الثانی ۹۷۴ھ ہجری کو چہار شنبہ کے روز میراں مبارک کا انتقال ہوا۔ اس کی مدت حکومت بتیس سال ہے۔ میراں مبارک کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد خاں باپ کا جانشین ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

چنگیز خاں کا فتنہ

میراں مبارک شاہ فاروقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے سال ہی کا واقعہ ہے کہ چنگیز خاں گجراتی اعتماد الملک وکیل السلطنت کے مشورے سے سلطان مظفر گجراتی کو اپنے ساتھ ندر بار لے کر آیا۔ چنگیز خاں نے میراں محمد شاہ کے تھانے کو اٹھا دیا اس حرکت پر اسے کسی نے نہ ٹوکا اس وجہ سے چنگیز خاں کی ہمت بڑھی اور پیش قدمی کر کے قلعہ تھانیسر کے نواح تک کے علاقے پر قابض ہو گیا۔

چنگیز خاں نے اپنی بساط کے مطابق میراں محمد شاہ کے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ میراں محمد شاہ نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ تفال خاں ایک لشکر لے کر آ گیا میراں محمد شاہ نے اسے ساتھ لے کر چنگیز خاں کا مقابلہ کیا' اگرچہ چنگیز خاں بہت بہادر اور باہمت انسان تھا لیکن خدا جانے اس کے دل میں کیا وہم سمایا کہ وہ خوف زدہ ہو کر ایک دشوار گزار مقام پر فروکش ہو گیا اس نے توپ و تفنگ کے ارابوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اسی جگہ مقیم رہا۔ اسی رات چنگیز خاں بھروچ کی طرف فرار ہو گیا۔

محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات

تفال خاں اور میراں محمد شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے چنگیز خاں کے تمام سامان اور آلات جنگ پر قبضہ کر کے اس کا تعاقب کیا۔ اس زمانے میں گجرات میں سخت انتشار پھیلا اور وہاں کی رعایا نے یہ یقین کر لیا کہ سلطان مظفر گجراتی' گجرات کے شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ ادھر میراں محمد شاہ فاروقی بھی گجرات کو اپنی وارثت سمجھتا تھا۔ اس نے بہت سا روپیہ صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ گجراتی امیروں کی ایک جماعت نے بھی محمد شاہ کا ساتھ دیا اور وہ تیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست

ان دنوں چنگیز خاں نے احمد آباد پر قبضہ کر رکھا تھا اور "میرزا برادران" اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ چنگیز خاں کو جب میراں محمد شاہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر اس کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں میرزا برادران نے چنگیز خاں کا پورا پورا ساتھ دیا اس وجہ سے اسے فتح نصیب ہوئی۔ میراں محمد شاہ اپنا تمام سامان اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گیا' چنگیز خاں نے اس تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم الشان فتح کی وجہ سے اس کی شان و شوکت اور اقتدار میں بہت اضافہ ہوا۔

میرزاؤں کی شورش

کچھ عرصہ بعد میرزا برادران کے تعلقات چنگیز خاں سے اچھے نہ رہے اور وہ گجرات سے فرار ہو کر خاندیش میں آ گئے۔ خاندیش میں انہوں نے غلبہ حاصل کر کے خوب تباہی و بربادی مچائی۔ میراں محمد شاہ نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے لشکر جمع کر کے میرزاؤں کی سرکوبی کا ارادہ کیا' لیکن میرزاؤں نے اسے اتنا موقع ہی نہ دیا اور اپنا کام کر کے خاندیش سے چلے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ

احمد نگر کے فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے ۹۸۲ ہجری میں برار کو فتح کر کے حاکم برار کو قید کر لیا۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص برار سے فرار ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی کے پاس آیا اور اپنے آپ کو عماد شاہی خاندان کا فرد ظاہر کر کے میراں محمد شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ فاروقی فرماں روا نے پانچ چھ ہزار سپاہیوں کا لشکر اس کے ہمراہ کر دیا اس وجہ سے مملکت برار میں سخت فتنہ پیدا ہوا۔

مرتضیٰ نظام خاندیش میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں کے مشورے سے واپس ہوا۔ پہلے تو اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور پھر برہان پور کی طرف بڑھا۔ میراں محمد شاہ فاروقی میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ فرماں روائے احمد نگر کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا وہ قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس کا لشکر خاندیش کو تباہ و برباد کرنے لگا۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

میراں محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے اس نے صلح کی کوشش شروع کی۔ اس نے چھ لاکھ مظفری (تین لاکھ تنکہ نقرہ) مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کے وکیل السلطنت چنگیز خاں کو دے کر مخالفوں کو راضی کر لیا۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ قلعے کے محاصرے سے دستبردار ہو گیا اور اپنے پایہ تخت کو روانہ ہوا۔

میراں محمد شاہ کا انتقال

۹۸۴ھ میں میراں محمد شاہ بیمار ہوا اور اسی سال اس کا انتقال ہو گیا اس کا کم عمر بچہ حسن خاں فاروقی باپ کا جانشین ہوا۔

حسن خاں کی تخت نشینی اور معزولی

میراں محمد شاہ کا بھائی راجہ علی خاں فاروقی بن مبارک ان دنوں جلال الدین اکبر مغل بادشاہ کے پاس تھا۔ اس نے میراں محمد شاہ کی علالت کی خبر سنی' آگرہ سے روانہ ہو کر خاندیش میں آ گیا۔ جب وہ خاندیش پہنچا تو میراں محمد شاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ راجہ علی خاں فاروقی نے حسن خاں کو معزول کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ رعایا نے بھی علی خاں کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔

besturdubooks.wordpress.com

میراں راجہ علی خاں فاروقی

بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں بن عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خان جہاں فاروقی

عاقبت اندیشی

جس زمانے میں راجہ علی خاں فاروقی تخت نشین ہوا ان دنوں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے اور مشہور صوبے بنگالہ سے لے کر سندھ تک اور مالوہ سے لے کر گجرات تک مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے زیر نگیں آچکے تھے۔ اس لیے راجہ علی خاں نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لے کر اپنے نام میں سے "شاہ" کا لفظ نکال دیا اور جلال الدین اکبر کی باجگذاری اور اطاعت شعاری کو اپنا مقصد قرار دیا۔

راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار

راجہ علی خاں اکثر و بیشتر جلال الدین اکبر کی خدمت میں تحفے تحائف بھیج کر اپنے خلوص اور وفاداری کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح دکنی فرماں رواؤں کے ساتھ بھی اس نے نہایت خوشگوار تعلقات پیدا کیے۔ راجہ علی خاں نہایت منصف مزاج معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا۔ تمام بری اور ناشائستہ عادات سے وہ کنارہ کش رہتا تھا اسی طرح دکنی ملک و رعایا کی بہبود کا اسے ہمیشہ خیال رہتا تھا مذہب حنفی کے عالموں، فاضلوں کی صحبت وہ پسند کرتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ

۹۹۳ ہجری میں جب کہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری امور سلطنت سے بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہو چکا تھا۔ اس کے سپہ سالار برار سید مرتضیٰ اور وکیل السلطنت صلابت خاں میں جھگڑا ہو گیا۔ احمد نگر سے چھ کوس کے مقام پر یہ دونوں امیر ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی اور جس کے نتیجے میں صلابت خاں کامیاب ہوا اور سید مرتضیٰ خاں بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو کر برار میں آگیا۔ صلابت خاں کے بہی خواہوں نے یہاں بھی سید مرتضیٰ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ لہٰذا وہ پریشان ہو کر برہان پور میں چلا آیا۔

سید مرتضیٰ کی برہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی

راجہ علی خاں کو اس کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ سید مرتضیٰ اور اس کے ساتھی داد خواہی کے لیے جلال الدین اکبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے مغل لشکر کو اپنے ساتھ لے کر آئیں گے۔ راجہ علی خاں کے نزدیک یہ امر کچھ بہتر نہ تھا کیونکہ اس کے دور رس نتائج ایک انقلاب عظیم برپا کر سکتے تھے لہٰذا اس نے سید مرتضیٰ کو آگرہ جانے سے روکا۔ سید مرتضیٰ نے راجہ علی خاں کا مشورہ قبول نہ کیا۔ ایک دن راجہ علی خاں کو بتائے بغیر ہی برہان پور سے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

خاندیشی لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ

راجہ علی خاں کو جب سید مرتضیٰ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک لشکر اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو

besturdubooks.wordpress.com

سکے خواہ بخوشی اور خواہ بہ جبر سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے روکا جائے اور اسے برہان پور واپس لائے۔ خاندیشی لشکر سید مرتضیٰ کے قریب پہنچا اور اس سے واپسی کے لیے کہا لیکن اس نے انکار کیا' اس پر فریقین میں جنگ شروع ہو گئی' خداوند خاں حبشی کی بہادری اور جانفشانی سے خاندیشی لشکر کو شکست ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیشی لشکر سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے نہ روک سکا' لیکن اس نے حریف کے سامان کو خوب جی کھول کے لوٹا اور تقریباً ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

سید مرتضیٰ ---- اکبر کے حضور میں

سید مرتضیٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی خاندیشی لشکر کو شکست دینے کے بعد کامیابی کے ساتھ دریائے نربدا کے پار اتر گئے۔ یہ دونوں جلال الدین اکبر کے حضور میں پہنچے اور اس سے مدد کی درخواست کی۔

جلال الدین اکبر تو ایک عرصہ سے دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا۔ اس نے سید مرتضیٰ اور خداوند خاں کی بڑی دل جوئی کی اور دوسرے دکنی امیروں سے بھی لطف و کرم سے پیش آیا۔ اکبر نے ان سب کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور حصول مقصد میں ان کا پورا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ علی خاں فاروقی کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے ان ایک سو ہاتھیوں کو جو سید مرتضیٰ اور دوسرے دکنی امیروں سے چھینے گئے تھے اکبر کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا' نیز اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کر کے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے چند روز پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا سگا بھائی بھی اکبری مدد حاصل کرنے کے لیے آگرہ پہنچ چکا تھا اس لیے راجہ علی خاں کی کوشش کامیاب نہ ہوئی اور اس کی معذرت طلبی بے کار گئی۔

فتح دکن کا اکبری حکم

۱۰۰۳ھ میں جلال الدین اکبر نے برہان نظام شاہ ثانی' سید مرتضیٰ شاہ خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو حاکم مالوہ خاں اعظم میرزا عزیز کوکہ کے پاس روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر دکن کو فتح کرے۔ خان اعظم شادی آباد مندو سے باہر اور اس نے مالوی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر برار کا رخ کیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ نے میرزا محمد تقی نظیری کو جو سادات میں سے تھا اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے میرزا کوکہ کی مدافعت کے لیے سرحد خاندیش کی طرف روانہ کیا۔ میرزا عزیز کوکہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا اور اسے جلال الدین اکبر کی وفاداری کی تلقین کی۔ انہیں دنوں میرزا محمد تقی نظیری بھی اسیر میں آیا ہوا تھا' اس نے راجہ علی فاروقی کو مرتضیٰ نظام شاہ کا ہی خواہ بنانے کی کوشش کی۔

راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد

راجہ علی خاں فاروقی نے بہت سوچ بچار کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ اور شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کر لی۔ راجہ علی خاں فاروقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سواروں کا ایک زبردست لشکر اور بے شمار توپ خانہ لے کر مغل لشکر گاہ ہندیہ کی طرف بڑھے۔ ان دونوں نے مغل لشکر گاہ سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ دوسرے روز جنگ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب

خان اعظم میرزا کوکہ جب دشمن کی یہ کثرت دیکھ چکا تو اس نے فی الحال جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا' اسی رات اپنے خیموں اور مشعلوں کو لشکر گاہ ہی میں چھوڑ کر ایک دوسرے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغل لشکر نے مالاپور اور ایلچ پور کو تباہ و برباد کر کے وہیں قیام کیا۔ راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی بھی مغلوں کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف آ نکلے' میرزا عزیز کوکہ نے اس بار بھی حریف سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ نہ کیا اور ندربار کے راستے سے اپنی لشکر گاہ میں آ گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

راجہ علی خاں کی خوشی

راجہ علی خاں فاروقی کو جب مغلوں کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کر دیا اور خود برہان پور واپس آ گیا۔ راجہ علی خاں فاروقی اس صورت حال سے بہت خوش تھا کیونکہ بغیر جنگ کے مقصد حاصل ہو گیا تھا۔ اس نے اس خوشی میں غریبوں اور محتاجوں میں بہت سا روپیہ تقسیم کیا۔

برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم

برہان نظام شاہ ثانی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تو مجبوراً بڑی خاموشی کے ساتھ اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا۔ ۹۰۷ ہجری برہان نظام شاہ کا بیٹا اسمٰعیل نظام شاہ احمد نگر میں تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر برہان نظام شاہ ثانی (جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے) کے دل میں پھر اپنے موروثی ملک کو حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جلال الدین اکبر کے مشورے سے نظام شاہ ہندیہ میں (جو اس کی جاگیر تھی) آیا اور راجہ علی خاں فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔

جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور

راجہ علی خاں فاروقی نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورے سے برہان نظام شاہ ثانی سے مدد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ان دنوں احمد نگر میں عنان اقتدار جمال خاں مہدوی کے ہاتھ میں تھی۔ اسے جب برہان نظام شاہ ثانی اور راجہ علی خاں کی ساز باز کا علم ہوا تو وہ اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ

راجہ علی خاں فاروقی نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کو ساتھ لے کر برار کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجہ علی خاں نے جمال مہدوی کے پہنچنے سے پہلے ہی براری امیروں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے اپنا ہم خیال بنایا اور برہان نظام شاہ کے پاس آیا۔ انہیں دنوں جمال خاں مہدوی نے گھاٹ روب نگر کو پار کیا اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ فریقین بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ اتفاق سے بندوق کی ایک گولی جمال خاں مہدوی کے جسم پر لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

راجہ علی خاں کی فتح

جمال خاں مہدوی کے مرتے ہی دشمن میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس عظیم الشان کامیابی کے بعد راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ نے ایک جشن مسرت منعقد کیا۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے' برہان نظام شاہ ثانی احمد نگر کی طرف چل دیا اور راجہ علی خاں برہان پور واپس آیا۔

احمد نگر پر اکبری حملہ

۱۰۰۴ ہجری میں برہان نظام شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور شہزادہ مراد (جلال الدین اکبر کا بیٹا) اور میرزا عبد الرحیم خان خاناں (بیرم خاں کا بیٹا) نظام شاہی ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راجہ علی خاں فاروقی نے بھی ایک زبردست لشکر ساتھ لے کر جلال الدین اکبر کے حکم کے مطابق خان خاناں کا ساتھ دیا۔ شہزادہ مراد اور عبد الرحیم خان خاناں نے احمد نگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا آخر کار فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ برار پر اکبر کا قبضہ رہے اور احمد نگر پر نظام شاہ کا قبضہ رہے۔

besturdubooks.wordpress.com

مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ

اس معاہدے کے مطابق شہزادہ مراد اور خان خاناں نے برار پر قبضہ کر لیا اور راجہ علی خاں برہان پور و اسیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد دکنیوں نے باہمی اتفاق سے برار کو مغلوں کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کر لیا۔ دکنی سہیل خاں خواجہ سرا کی ماتحتی میں دریائے گنگا کے کنارے سون پت کے مقام پر جمع ہوئے۔ خان خاناں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اور شہزادہ مراد مع راجہ علی خاں اور مغل امراء کے سہیل خاں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خان خاناں کو فتح حاصل ہوئی۔

راجہ علی خاں کی ہلاکت

راجہ علی خاں میدان جنگ میں ایسی جگہ پر متعین تھا کہ جہاں دکنیوں کی آتش بازی اپنے شباب پر تھی۔ راجہ علی خاں اس آتش بازی سے مع بہت سے خاندیشی امیروں کے جل کر ہلاک ہو گیا۔ اس کی لاش برہان پور لائی گئی اور وہاں اسے دفن کر دیا گیا۔

راجہ علی خاں کی مدت حکومت اکتیس سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

بہادر خاں فاروقی

ناتجربہ کار فرماں روا

۱۰۰۵ھ میں راجہ علی خاں فاروقی نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کی جگہ اس کا بیٹا بہادر خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ یہ تخت نشینی خان خاناں کی تجویز اور جلال الدین اکبر کے فرمان کے مطابق عمل میں آئی۔ بہادر خاں فاروقی عقل کا کچا اور ناتجربہ کار انسان تھا۔ اس وجہ سے بہت سی بری عادتیں مثلاً شراب نوشی اور افیون خوری وغیرہ کی تھیں۔ اسے گانے سننے اور گانے والی عورتوں کی سرپرستی کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔

بہادر آباد کی تعمیر

بہادر خاں نے دریائے تپتی کے کنارے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام بہادر پور رکھا اس نے اس شہر کی تعمیر اور ترقی میں بہت کوشش کی۔ بہادر خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک عظیم الشان مغل لشکر اس کے ہمسایہ میں موجود ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی حکومت کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے، لیکن اس ناتجربہ کار فرماں روا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کرتا رہا۔ اس کے روز و شب مطربوں اور سازندوں کی صحبت میں گزرتے رہے۔

بہادر خاں کی کم عقلی

شہزادہ مراد کا جب انتقال ہوا تو اکبر نے اس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے شہزادہ دانیال کو دکن کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شہزادہ دانیال جب دکن میں آیا تو اس موقعے پر بہادر خاں نے بڑی کم عقلی کا مظاہرہ کیا اور شہزادے سے ملاقات کرنے کے لیے نہ گیا۔ اسی طرح جب جلال الدین اکبر تسخیر دکن کے ارادے سے شادی آباد مندو میں آیا تو تب بھی بہادر خاں نے ایسا ہی کیا نہ تو بادشاہ کا استقبال کیا اور نہ ہی اس سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔ بلکہ الٹی حرکت یہ کی کہ قلعہ اسیر میں داخل ہو کر قلعہ داری کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہو گیا اور ضروریات کا تمام سامان اور تمام اہم ملازمین کو مع رعایا کے اٹھارہ ہزار افراد کو قلعے میں لے گیا۔

قلعہ اسیر کی معموری

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد شریف نے بتایا کہ قلعہ جب فتح ہوا تو ہم نے اہل قلعہ کو شمار کیا۔ معلوم ہوا اسی ہزار عورتیں اور مرد قلعے سے باہر نکلے اس کے علاوہ چالیس ہزار افراد قلعے کے محاصرے کے دوران میں مارے گئے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قلعے میں جانور (ہاتھی، گائے، گھوڑے بھینس وغیرہ) کتنی تعداد میں ہوں گے۔ الغرض بہادر خاں نے قلعے میں ایک دنیا آباد کر رکھی تھی۔

اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ

جلال الدین اکبر جب اپنے لشکر کے ساتھ برہان پور میں آیا تو اسے بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا۔ اس نے خود احمد نگر کو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور شہزاد دانیال، خان خاناں کو احمد نگر کی مہم پر متعین کر کے خود برہان پور ہی میں قیام کیا اور اپنے امیروں کو قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لینے کا حکم دیا۔ محاصرے نے طوالت کھینچی، دس ماہ گزر گئے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ایسے میں خدا کی طرف سے بھی اہل قلعہ پر مصیبت نازل ہوئی چونکہ قلعہ میں انسان اور جانور بہت زیادہ تعداد میں تھے اس لیے قلعہ کی آب و ہوا متعفن ہو گئی اس تعفن کی

besturdubooks.wordpress.com

وجہ سے اہل قلعہ بیمار ہو ہو کر مرنے لگے۔ یہ سورت حال اہل قلعہ کے لیے بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہوئی۔

افسوں و طلسمات

اسی دوران اہل قلعہ کو یہ خبر ملی کہ جلال الدین اکبر نے ایسے چند آدمیوں کو جو جادو اور ٹونے وغیرہ میں ماہر ہیں اس کام پر متعین کیا ہے کہ وہ ایسے عملیات سے کام لیں جن کی وجہ سے قلعے کو باسانی فتح کیا جا سکے۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ اکبر بادشاہ خود ہر وقت تسبیح پڑھتا رہتا ہے اور قلعے کی فتح کی دعائیں مانگتا رہتا ہے اہل قلعہ نے یہ سمجھ لیا کہ قلعہ میں جو وبا آئی ہے وہ بادشاہ ہی کے تسبیح پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ اس خیال نے سب لوگوں کو بہت پریشان کیا۔

اہل قلعہ کی حالت زار

بہادر خان گجراتی اور ان کے مقربین خاص بھی اپنی پریشانی اور بے بسی کے ہاتھوں ہوش و حواس کھو بیٹھے' انہوں نے یہ نہ سوچا کہ وبا کا اصل سبب یہ ہے کہ انسانوں اور جانوروں کی تعداد قلعے کی وسعت و گنجائش کے مناسب نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کی زحمت گوارانہ کی بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ قلعے کے محافظوں کی حالت بھی بہت خراب تھی انہوں نے بہادر خاں سے غلے کی کمی کی شکایت کی۔ بہادر خاں نے انہیں ٹال دیا آخر کار ان محافظوں نے مجبور ہو کر قلعے کی حفاظت سے ہاتھ اٹھالیا۔ اکبر کے لشکر نے محاصرے میں شدت سے کام لیا اور قلعہ مالیگر پر جو قلعہ اسیر کے مقابل ہی واقعہ ہے قبضہ کر لیا۔

بہادر خاں کی مخالفت

قلعہ اسیر میں اس قدر غلہ اور دیگر سامان موجود تھا کہ وہ اہل قلعہ کی ضروریات کے لیے دس سال تک کافی ہو سکتا تھا' لیکن بہادر خاں فاروقی نے حماقت کی وجہ سے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس پر اہل قلعہ بہادر خاں کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بہادر خان کو اور اس کے مقربین کو گرفتار کر کے جلال الدین اکبر کے حوالے کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اہل قلعہ کو اپنی جان زیادہ عزیز تھی لہٰذا انہیں مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا۔

بہادر خاں کے امراء کا مشورہ

بہادر خاں کو اہل قلعہ کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے اراکین حکومت آصف خاں' میرزا جعفر اور کبیر خاں وغیرہ سے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق بہادر خاں سے یہ کہا "اس وقت صورت حال بہت نازک ہے قلعے میں وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے' اموات دھڑا دھڑ ہو رہی ہیں اگر اس وقت ہم نے اہل قلعہ کو غلہ اور دیگر سامان ضرورت دے بھی دیا تو تب بھی ہماری مشکل حل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ غلے وغیرہ سے بیماری اور موت کو روکا نہیں جا سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لیے اکبر جیسے طاقتور بادشاہ کے ہاتھوں سے بچ نکلنا بھی ناممکن ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اکبر سے جان و مال کی امان طلب کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ اس کے حوالے کر دیں۔"

قلعہ اسیر پر اکبر کا قبضہ

بہادر خاں فاروقی نے امیروں کی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اس نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے توسط سے اکبر سے جان کی امان طلب کی۔ اکبر نے اس درخواست کو قبول کیا۔ بہادر خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور فوراً قلعے سے باہر نکل کر عزیز کوکہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہادر خاں نے قلعہ اسیر (جس میں غلہ اس کثرت سے جمع کیا ہوا تھا کہ وہ اہل قلعہ کے لیے دس سال تک کافی ہوتا اور جس قلعہ کو آسانی کے ساتھ فتح کرنا دشوار تھا) اکبر بادشاہ کے ملازمین کے حوالے کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قلعہ اسیر کی کیفیت

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ۱۰۲۳ ہجری میں اس قلعے کو دیکھا ہے۔ میں شہزادہ دانیال کے دیوان دار خواجہ حسن ترتبی کے ہمراہ اس قلعے میں گیا تھا۔ قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ پر واقع ہے اس پہاڑ پر آدھا کوس یا اس سے کچھ زیادہ زمین ہموار اور مسطح ہے۔ یہاں چند چشمے ہیں اور کچھ حوض بھی بنائے گئے ہیں تاکہ پانی کا ذخیرہ کیا جا سکے' تاکہ خشک سالی یا چشموں کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ذخیرے کو کام میں لایا جا سکے۔ اس کی سطح زمین پہاڑ کی چوٹی پر ہے' یہ ایک نہایت ہی مضبوط اور مستحکم حصار بنایا گیا ہے۔

قلعے میں داخل ہونے کا راستہ

اس قلعے میں داخل ہونے کا راستہ بہت ہی دشوار گذار ہے ایک پیادہ بہت مشکل اور محنت سے قلعے میں داخل ہو سکتا ہے اگر کوئی سوار قلعے میں جانا چاہے تو اسے گھوڑے سے اترنا پڑتا ہے۔ سوار اور گھوڑا دونوں آگے پیچھے چل کر ہی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہاتھیوں کو رسے سے باندھ کر بڑی احتیاط اور مشکل سے لے جایا جا سکتا ہے۔ قلعے کے اندر بہت سی خوب صورت اور اعلیٰ درجے کی عمارتیں ہیں' باغات ہیں اور بہت سے حوض ہیں۔ ایک جامع مسجد بھی ہے اس کی تعمیر میں نہایت خوش اسلوبی سے کام کیا گیا ہے' اس کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے' ایسی شاندار مسجد بڑے بڑے شہروں میں بھی نظر نہیں آتی۔

کہا جاتا ہے کہ اکبر قلعہ اسیر کی فتح کے بعد آگرہ واپس چلا گیا چونکہ وہ غیر اسلامی عقیدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے حکم دیا کہ اس مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک مندر بنایا جائے' لیکن شہزادہ دانیال نے جو ان دنوں برہان پور میں موجود تھا اس پر عمل نہ کیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک بار خواجہ حسن ترتبی سے جس نے ہندوستان کے بہت سے عالی شان قلعوں کو دیکھا تھا یہ سوال کیا کہ "کیا تمہاری نظر سے قلعہ اسیر کی مانند کوئی مستحکم قلعہ گزرا ہے؟" خواجہ حسن ترتبی نے جواب دیا "ہاں! قلعہ رہتاس جو مشرقی ہندوستان میں واقع ہے اس سے زیادہ مستحکم قلعہ ہے لیکن وسعت میں وہ قلعہ اسیر سے کم ہے۔"

قلعہ مالیگر

فاروقی سلاطین نے قلعہ اسیر کے دروازے کے پاس ایک نیا قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس کا نام قلعہ "مالیگر" رکھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جب قلعے کے محافظوں نے بہادر خاں فاروقی سے ناراض ہو کر قلعے کی حفاظت سے کنارہ کشی اختیار کی تو اکبری لشکر نے قلعہ مالیگر پر قبضہ کر لیا۔ اگر اس قلعے میں چند برج تعمیر کر دیے جائیں۔ اسے توپ اور ضرب زن سے آراستہ کر دیا جائے اور اس کی حفاظت پر صرف دو سو سپاہیوں کو متعین کر دیا جائے تو پھر اس قلعے کو فتح کرنا بھی بہت دشوار ہو جائے۔

فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادر خاں کا انتقال

الغرض قلعہ اسیر جیسا مضبوط قلعہ اکبر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا اور اس طرح ۱۰۰۸ ہجری میں فاروقی سلاطین کی حکومت ختم ہو گئی۔ بہادر خاں کو اکبر نے اپنے ساتھ لیا اور اسے لاہور لے آیا اور پھر دوبارہ اس غریب کو (بہادر خاں کو) حکومت و سلطنت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بہادر خاں اور اس کے بیٹوں کی اکبر نے تنخواہیں مقرر کر دیں۔

بہادر خاں فاروقی جہانگیر کے عہد حکومت تک زندہ رہا۔

۱۰۲۳ ہجری میں اس نے آگرہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بہادر خاں فاروقی کی مدت حکومت تین سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ

کے

مکمل حالات

besturdubooks.wordpress.com

شرقی اور پوربی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ ایک عربی اور دوسرا ہندی حاجی پور ترہت اور اس کے نواح کے دوسرے صاحب سکہ و خطبہ بادشاہوں کو "سلاطین شرقی" کہا جاتا ہے' بنگالہ' لکھنوتی' ستار گاؤں' بہار' جاج نگر اور دوسرے شہروں کے فرمارواؤں کو سلاطین پوربی کہا جاتا ہے۔

یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ ہندوستان کی قابل اعتبار تاریخوں میں سلاطین شرقی و پوربی کے تفصیلی حالات بیان نہیں کئے گئے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس سلسلے میں "تاریخ الغنی" کو اپنا ماخذ بنایا ہے جو البادی ملا احمد منوی کی تالیف ہے۔ میں نے تمام مواد اسی تاریخ سے لیا ہے اور دوسری روایتوں سے بحث نہیں کی۔ اگر واقعات میں اختلاف یا کوئی غلطی نظر آئے تو قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین پوربی یا والیان بنگالہ

محمد بختیار خلجی

ابتدائی حالات

اس ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے۔ اسی فرماں رواں نے مذہب اسلام کو اس خطے میں رواج دیا۔ بختیار خلجی غور کے اکابر کی نسل سے تھے۔ وہ سلطان غیاث الدین سامہ کے عہد حکومت میں غزنین اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان پہنچا۔ یہاں وہ شہاب الدین غوری بادشاہ کے ایک نامی گرامی امیر ملک معظم حسام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک حسام الدین کی کوششوں سے محمد بختیار خلجی کو میان دوآب میں کئی پرگنے بطور جاگیر حاصل ہوئے۔ بعد میں اس کی جاگیر میں کنپلہ اور پٹیالی کا بھی اضافہ کیا گیا۔

بہادری

محمد بختیار بہت ہی عقل مند، معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا۔ اس کی ہیئت جسمانی بھی عجیب و غریب تھی۔ جب وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوتا تو اس کی انگلیاں اس کی پنڈلیوں کو چھونے لگتی تھیں۔ وہ ہمیشہ بہار کے علاقے پر لشکر کشی کر کے اس کے نواح کے سرکشوں اور باغیوں کو پامال کیا کرتا تھا اور اس علاقے کو لوٹ کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں محمد بختیار کی شان و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی اور چاروں طرف اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ ہندوستان میں خراسان، غزنین اور غور کے بہت سے باشندے ادھر ادھر پریشان حال مارے مارے پھرتے تھے۔ ان سب کو جب محمد بختیار کی سخاوت کا علم ہوا تو وہ اس کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے۔

بہار کی فتح

سلطان قطب الدین ایبک کو جب محمد بختیار خلجی کے احوال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بختیار پر لطف و کرم کی نظر ڈالی اور لوازم شاہانہ اس کے پاس بہار روانہ کیے۔ فرماں روائے ہندوستان کی اس توجہ اور کرم سے بختیار خلجی کی بہت ہمت افزائی ہوئی اس نے ملک بہار کو باغیوں اور سرکشوں سے پاک کر کے قلعہ بہار پر قبضہ کر لیا اور مرتاض برہمنوں کو جو داڑھی مونچھ منڈوانے کے عادی تھے قتل کر دیا۔

بہار کی وجہ تسمیہ

بہاری ہندوؤں کی بہت سی مذہبی کتابیں بختیار خلجی کے ہاتھ لگیں، لیکن ان کو پڑھنے اور سمجھانے والا کوئی نہ ملا۔ "بہار" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس قلعے میں ہندوؤں کے مدرس رہتے تھے۔ چونکہ ہندی میں بہار کے معنی مدرسہ ہیں اس لیے اس قلعے کا نام بھی "بہار" پڑ گیا۔

محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں

اس عظیم الشان فتح کے بعد محمد بختیار خلجی بے شمار مال غنیمت لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا اور یہ تمام سامان سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان ایبک محمد بختیار سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اس پر شاہانہ نوازشیں کیں۔ دہلی میں محمد بختیار کی

besturdubooks.wordpress.com

ایسی آؤ بھگت کی گئی کہ اس کے تمام معاصرین اس سے جلنے اور رشک کرنے لگے۔

آتش رشک و حسد

ان حاسدوں نے آپس میں چوری چھپے محمد بختیار کے خلاف کانا پھوسی شروع کر دی اور ایک روز موقع پا کر سلطان قطب الدین ایبک سے یہ کہا کہ محمد بختیار کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ مست ہاتھی سے لڑائی کر سکتا ہے۔" سلطان ایبک نے پہلے تو محمد بختیار کی ہلاکت کے خوف سے اس کا امتحان لینے سے انکار کیا' لیکن آخر کار اپنے مقربین دربار کے اصرار پر راضی ہو گیا۔

محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی

ایک روز سلطان قطب الدین ایبک نے دربار عام منعقد کیا جس میں تمام امراء اور ارکین سلطنت نے شرکت کی۔ کچھ لوگوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک ہاتھی پیش کیا اور کہا "ہندوستان کا کوئی فرد اس ہاتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

سلطان قطب الدین ایبک نے یہ سن کر محمد بختیار سے کہا "اگر تمہیں جوان مردی کا دعویٰ ہے تو اس کے سامنے آؤ۔ کیونکہ بہادری کے مظاہرہ کا یہ بہترین موقع ہے۔" محمد بختیار خلجی نے اپنی غیرت اور دلیری کی وجہ سے انکار مناسب نہ سمجھا اس نے ایک گرز اپنے ہاتھ میں لیا اور ہاتھی کے سامنے آیا' بختیار نے اپنی پوری طاقت سے ہاتھی کی سونڈ پر' دونوں دانتوں کے درمیان گرز کی ایک ضرب لگائی جس سے ہاتھی کو شدید چوٹ آئی۔ اس کے بعد محمد بختیار دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ ہاتھی چنگھاڑتا ہوا اس کے سامنے سے بھاگ گیا۔

داد شجاعت

محمد بختیار نے اس وقت بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سب حیرت میں رہ گئے' چاروں طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔ سلطان قطب الدین ایبک بھی بختیار کی شجاعت و دلیری سے بہت متاثر ہوا' بادشاہ نے بختیار کی بہت عزت افزائی کی اور اسے ایک بہت بڑی رقم انعام اور بہت سی گراں قدر اشیاء تحفے میں دیں۔ محمد بختیار جب شاہی دربار سے باہر نکلا تو اس نے رقم اور اشیاء جو اسے بادشاہ سے ملی تھیں غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور شاہی خلعت پہنے ہوئے اپنے گھر واپس آیا۔ یہ امر محمد بختیار کی دلیری کا مزید ثبوت ہے۔

لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت

دوسرے روز سلطان قطب الدین ایبک نے محمد بختیار کو بہار اور لکھنوتی کی حکومت عطا کی اور سراپردہ سرخ مع طبل و علم مرحمت فرمایا۔ بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ لکھنوتی سے مراد ہندوستان کا وہ حصہ ہے جو کور اور بنگالہ سے لے کر دریائے گنگا تک پھیلا ہوا ہے' لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ کورے سے لے کر بہار کی سرحد تک لکھنوتی ہے۔ اور کور کی دوسری طرف بنارس اور دریائے گنگا تک کا علاقہ بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے۔

راجہ لکھمنہ

اس کے بعد محمد بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنوتی کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس علاقے پر لکھمنہ (رائے لکھمن کا بیٹا) حکمران تھا' مورخین کا بیان ہے کہ رائے لکھمن کا پایہ تخت لکھنوتی کا ایک شہر "توریا" تھا۔ راجہ کی بیوی بہت ہی عقل مند اور صاحب دانش عورت تھی جب یہ رانی حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا ہونے کا دن آیا تو توریا کے برہمن نجومی پیدا ہونے والے بچے کا زائچہ تیار کرنے کے لیے راجہ کے محل میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ اگر بچہ اسی وقت پیدا ہو گیا تو وہ بہت ہی ظالم اور بد نصیب ہو گا' لیکن اگر اس کی ولادت دو گھڑی بعد ہوئی تو وہ صاحب اقبال اور نیک سیرت ہو گا اور دیر تک حکمرانی کرے گا۔"

besturdubooks.wordpress.com

لکھمنہ کی پیدائش اور تخت نشینی

یہ سن کر رانی کے دل میں خیال آیا کہ بہتر یہی ہے کہ اس کا بچہ دو گھڑی بعد پیدا ہو۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ اس کے دونوں پاؤں باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیا جائے۔ رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی اس طرح دو گھڑی تک بچہ پیدا نہ ہو سکا بعد میں جب بچہ پیدا ہوا تو رانی اس کو جنم دے کر خود وفات پا گئی۔ راجہ لکھمن اور اراکین دولت نے نومولود کا نام لکھمنہ رکھا اور ایک دایہ کو اس کی پرورش و نگہداشت پر مقرر کیا۔ راجہ لکھمن کی وفات کے بعد لکھمنہ تخت نشین ہوا اور ایک عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ راجہ لکھمنہ بہت ہی منصف مزاج' عالی ظرف اور سخی فرماں روا تھا۔ وہ کبھی کسی پر ظلم نہ کرتا اور جب کبھی کسی کو انعام دیتا تو وہ ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوتا۔

نجومیوں کی بروقت تنبیہہ

قاضی منہاج السراج جرجانی نے لکھا ہے کہ نجومیوں اور برہمنوں نے راجہ لکھمنہ کو بتایا کہ پرانی کتابوں میں یہ درج ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہ ملک ترکوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔ وہ زمانہ اب قریب آ رہا ہے بہتر یہی ہے کہ تم ہماری رائے پر عمل کرو تاکہ ہم سب ہندو اس ملک سے جلاوطن ہو کر کہیں اور چلے جائیں اور ترکوں کے دست تصرف سے محفوظ رہیں۔ اس پر راجہ نے برہمنوں سے پوچھا کہ۔ "کیا قدیم کتابوں میں اس شخص کی کوئی نشانی بھی بتائی گئی ہے کہ جو ہمارے ملک کو فتح کرے گا؟" برہمنوں نے جواب دیا "ہاں! بعض قدیم کتابوں میں یہ آیا ہے کہ اس ملک کا فاتح جب کھڑا ہو کر اپنے ہاتھوں کو چھوڑے گا تو اس کی انگلیاں پنڈلیوں تک پہنچ جائیں گی۔"

راجہ اور برہمنوں کی پریشانی

راجہ لکھمنہ نے اپنے معتبر درباریوں کو ایسے آدمی کا سراغ لگانے کے لیے روانہ کیا۔ بہت تلاش و جستجو کے بعد راجہ لکھمنہ کے آدمیوں نے پتہ لگایا کہ محمد بختیار خلجی میں وہ علامت پائی جاتی ہے کہ جو برہمنوں نے بیان کی تھی۔ ان لوگوں نے راجہ کو اطلاع دی اس سے راجہ اور تمام برہمن پریشان ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے مطابق تباہی اور بربادی کا وقت آن پہنچا ہے۔

شہر نودیا پر بختیار کا حملہ

سارے برہمن تو جلد از جلد "جگناتھ" کامرود اور بنگالہ کے سرحدی مقامات کی طرف روانہ ہو گئے لیکن لکھمنہ نے اپنے موروثی ملک سے جدا ہونا گوارا نہ کیا اور اسی وجہ سے اس نے برہمنوں کا ساتھ نہ دیا۔ اسی دوران میں محمد بختیار نے راجہ کے ملک پر حملہ کر دیا۔ محمد بختیار نے اس سلسلے میں اتنی عجلت سے کام لیا کہ اس سے پہلے کہ راجہ کو اس کی آمد کی خبر ملتی وہ خود ہی راجہ کے سر پر آن پہنچا۔ راجہ کو جس وقت محمد بختیار کی آمد کی اطلاع ملی وہ اس وقت کھانا کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا' یہ خبر سنتے ہی وہ فوراً محل کے پچھلے دروازے سے نکل کر بھاگ گیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بختیار کی فتوحات

شہر نودیا' لکھنوتی اور بنگالہ کے درمیان واقع ہے۔ محمد بختیار نے اس میں بہت تباہی و بربادی مچائی کہ بستا ہوا شہر ویران ہو گیا۔ بختیار نے لکھنوتی کے ساتھ ساتھ بنگالہ کے بہت سے پرگنوں پر بھی قبضہ کر لیا' اس کے علاوہ جاج نگر بہار دیوکوٹ اور بارسوئی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

رنگ پور کی بنیاد

محمد بختیار نے بنگالہ کی سرحد پر شہر نودیا کی جگہ ایک دوسرا شہر آباد کیا اور اس کا نام "رنگ پور" رکھا۔ بختیار نے اس کو پایہ تخت بنایا اور یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کروائیں مسجدیں خانقاہیں اور مدرسے بنوائے' ہندو مذہب کی جگہ مذہب اسلام کے احکامات کو رائج کیا۔ ان دنوں بختیار کے ہاتھ میں جو مال غنیمت آیا' اس میں سے تمام اعلیٰ اور گراں قدر چیزیں الگ کر لی گئیں۔ بختیار نے ان اشیاء کو سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں بھجوایا اور اس طرح اپنی پاکیزہ نفسی اور نیک چلنی کو زمانے پر ظاہر کر دیا۔

تبت کو فتح کرنے کا ارادہ

چند سال کے اندر اندر سارا ملک بختیار کے قبضے میں آ گیا اور بنگالہ کے تمام زمین دار اور راجگان اس کے اطاعت گذار اور بہی خواہ ہو گئے۔ اس کامیابی کے بعد محمد بختیار نے تبت اور ترکستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے سپہ سالار محمد شیر خاں کو جاج نگر' لکھنوتی اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لیے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے بھائی کو جو ایک نامی گرامی امیر تھا اس کا معاون بنایا اور ایک دوسرے امیر علی مردان خلجی کو بار سول اور دیو کوٹ کا منتظم مقرر کیا۔ ان انتظامات کے بعد محمد بختیار بارہ ہزار جنگجو سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کوہستان کی طرف روانہ ہوا جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان واقع ہے۔

بختیار ابرو بن میں

اس کوہستان میں تین قومیں آباد ہیں اول منج دوم کونچ اور سوم بہار' لیکن یہ تینوں قومیں شکل و صورت اور طرز معاشرت کے اعتبار سے ترک معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی زبان بھی ترکی اور ہندی مخلوط صورت ہے۔ محمد بختیار نے راہبری کے لیے منج قوم کے ایک سردار کو اپنے ساتھ لیا جو سرحدی ہندوستان کا باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ یہ رہبر محمد بختیار کو ایک شہر میں لے آیا جس کا نام ابرو بن تھا۔

دریائے تیمکری

ابرو بن شہر کے سامنے ایک دریا بہتا تھا جس کی لمبائی' چوڑائی اور گہرائی دریائے گنگا سے چار گنا زیادہ تھی اس دریا کا نام تیمکری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب گشتاسب نے ترکستان کے راستے سے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس نے شہر ابرو بن آباد کیا تھا۔ دریائے تیمکری پر (جس کو عبور کرنے کے لیے دس (۱۰) روز لگتے ہیں) اس نے تختوں کا ایک پل بنایا تھا اور اس کے ذریعے کامرود پہنچا تھا۔

راجہ کامرود کی بروقت تنبیہہ

محمد بختیار نے اپنے رہبر (جس کا نام علی منج تھا) کی رائے سے پل کے ذریعے دریا کو پار کر کے تبت پہنچنے کا ارادہ کیا اس مقصد سے وہ دشوار گذار پہاڑی راستے کو طے کرتا ہوا پل کے پاس پہنچا۔ بختیار نے اپنے دو امیروں کو جن میں سے ایک خلجی اور دوسرا ترک تھا۔ پل کی حفاظت پر مقرر کیا اور خود دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ راجہ کامرود' بختیار خلجی کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا' اسے جب معلوم ہوا کہ بختیار نے دریا پار کر لیا ہے تو اس نے بختیار کو یہ پیغام بھجوایا تبت کے تمام راستے بہت ہی دشوار گذار اور خطرات سے پر ہیں تمام سرحدی قلعے بہت ہی مستحکم ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس سال آپ تسخیر تبت کا ارادہ ترک کر دیں۔ آئندہ سال میں خود آپ کے ساتھ اس مہم میں حصہ لوں گا اور آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

شہر اور قلعے کا محاصرہ

محمد بختیار کے برے دن آ چکے تھے اس لیے اس نے راجہ کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور جلد از جلد تبت کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ

besturdubooks.wordpress.com

دن تک دشوار گذار راستہ طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر ایک جنگل میں پہنچا اور پھر وہاں سے شہر کا رخ کیا' محمد بختیار نے شہر اور قلعے کا محاصرہ کر لیا- اہل شہر نے پوری قوت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا- صبح سے لے کر شام تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی' اہل شہر نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور انہیں شہر اور قلعے سے باہر نکال دیا-

شہر کرسین کی کیفیت

اس شہر کے باشندے تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے- ان کی کمانیں بڑی بڑی اور خانہ دار تھیں' نیزوں کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے' معرکہ آرائی کی رات کو محمد بختیار نے قلعے کے قریب ہی قیام کیا- اس ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کیں- اسے معلوم ہوا کہ اس جگہ سے پندرہ کوس کے فاصلے پر کرسین نامی ایک شہر آباد ہے- جس میں پچاس ہزار جنگجو نیزہ باز ترک رہتے ہیں- اس شہر میں ہر روز ڈیڑھ ہزار گھوڑے فروخت ہوتے ہیں' بنگالہ اور لکھنوتی میں جس قدر گھوڑے بکنے کے لیے آتے ہیں وہ تاجر یہیں سے خرید کر لے جاتے ہیں-

محمد بختیار کی واپسی

راستے کی دشواری اور معرکہ آرائی کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی- اب وہ اس قابل نہ تھے کہ زبردست دشمن سے مزید لڑائی کرتے لہٰذا انہوں نے واپسی ہی میں اپنی خیریت دیکھی- جب تھوڑی سی رات باقی رہ گئی تو مسلمانوں نے اس جگہ سے کوچ کیا اور واپس روانہ ہوئے- تبت کے باشندوں نے راستے میں مسلمانوں کو طرح طرح سے پریشان کیا' اس پر غلے اور چارے کی کمی مسلمانوں کے حق میں مزید زحمت ثابت ہوئی- الغرض محمد بختیار انتہائی پریشانی اور تباہ حالی کے عالم میں اپنے پراگندہ حال لشکر کے ساتھ کامرود پہنچا-

مشکلیں ہی مشکلیں

کامرود پہنچ کر محمد بختیار کو ایک اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا- اس نے پل کی حفاظت کے لیے جن دو امیروں کو مقرر کیا تھا وہ وہاں موجود نہ تھے تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں آپس میں لڑ جھگڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں- یہاں کے باشندوں کو ان دونوں امیروں نے بہت تنگ کیا تھا اس لیے ان لوگوں نے غصے میں آکر پل کے دو طاقوں کو گرا دیا ایسی صورت میں دریا کو عبور کرنا سخت مشکل تھا- محمد بختیار اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا آخر کار یہ طے ہوا کہ لکڑی اور رسی تیار کی جائے اور اس کی مدد سے دریا کو پار کیا جائے- ان اشیاء کی دستیابی کے لیے آدمی دوڑائے گئے' اس دوران میں سارا لشکر قریب کے ایک مندر میں جو بہت بلند اور مضبوط تھا قیام پذیر ہوا-

راجہ کامرود کا ارادہ

مسلمانوں کے لشکر کی پراگندہ حالی اور محمد بختیار کی پریشانی کی اطلاع جب کامرود کے راجہ کو ہوئی تو اس نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج اور رعایا کو حکم دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں جنگ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے مندر پر ایک بار حملہ کر کے اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں اور کسی کو باہر نہ نکلنے دیا جائے- اس طرح تمام مسلمان مندر کے اندر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائیں گے-

دریا عبور کرنے کی تدبیر

محمد بختیار کو راجہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ مندر سے باہر نکل آیا اور دریا کے کنارے مقیم ہو کر دریا کو عبور کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا- اسی دوران میں ایک سوار دریا میں کود گیا اور دریا کو پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا- اس سے مسلمانوں نے یہ اندازہ کیا کہ دریا پایاب ہے اور اسے بغیر کسی پل کی مدد کے بھی باسانی پار کیا جا سکتا ہے-

besturdubooks.wordpress.com

لشکر کی غرقابی

مسلمان اس وقت عجیب پریشانی کے عالم میں تھے انہیں یہ بھی خوف تھا کہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہے اور اگر وہ سر پر پہنچ گیا تو حالات نازک ہو جائیں گے یہ سوچ کر سارا لشکر دریا میں کود گیا۔ محمد بختیار مع ایک سو سپاہیوں کے صحیح سلامت دوسرے کنارے پر پہنچ گیا' لیکن باقی سارا لشکر دریا کی بے رحم موجوں کے ہاتھوں موت کی آغوش میں چلا گیا۔ یہ ایسا جانکاہ حادثہ تھا کہ اس پر جس قدر افسوس بھی کیا جائے کم ہے۔

محمد بختیار کی بیماری

محمد بختیار خلجی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دیوکوٹ پہنچا' اسے اپنی مہم کی ناکامی اور اپنے لشکر کی تباہی کا بہت زیادہ غم تھا' اس غم میں گھل گھل کر وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اتفاق سے انہیں دنوں سلطان معزالدین محمد سام کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا محمد بختیار بیماری کی حالت میں بار بار یہ کہتا تھا۔ "سلطان معزالدین محمد سام کے قتل کی وجہ سے زمانے نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔"

محمد بختیار کا انتقال

محمد بختیار کے لشکر کی تباہی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی۔ جن لوگوں کے عزیز دریا میں غرق ہوئے تھے وہ جوق در جوق دیوکوٹ میں آنے لگے اور برسرعام محمد بختیار کو گالیاں دینے لگے۔ اس کا اثر بختیار کی صحت پر بہت برا ہوا اور آخرکار ۶۰۲ھ میں وہ غم و آلام کے ہاتھوں لقمہ اجل ہو گیا۔

طبعی موت یا قتل

طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ محمد بختیار خود اپنی موت نہیں مرا بلکہ اسے قتل کیا گیا۔ جب علی مردان خلجی کو مذکورہ بالا حادثے کی اطلاع ملی تو وہ دیوکوٹ میں آیا اور محمد بختیار کے مکان پر پہنچا۔ بختیار اس وقت لیٹا ہوا تھا' علی مردان نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی اور اس کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو محمد بختیار کی وفات کے بعد اس کی لاش بہار میں لائی گئی اور اسے وہاں سپرد خاک کر دیا گیا۔

محمد بختیار کے بعد اس ملک پر دہلی کے سلاطین اور بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان کا حال شاہان دہلی کے تذکرے میں رقم کیا جا چکا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان فخرالدین

ملک فخرالدین بنگالہ کے حاکم قدر خاں کا سلحدار تھا اور اس کی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدر خاں نے سنار گاؤں میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۷۳۹ ہجری میں فخرالدین نے قدر خاں کے تمام سامان جاہ و حشم پر قبضہ کر کے اپنے آپ کو سلطان فخرالدین کے نام سے مشہور کیا اور ملک میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

قدر خاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخرالدین کا فرار

سلطان محمد تغلق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم لکھنوتی قدر خاں کو اعز الدین بخشی' امیر کوہ اور دوسرے نامی گرامی امیروں کے ساتھ فخرالدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا فریقین میں جنگ ہوئی۔ فخرالدین شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور دور دراز کے جنگلوں میں چلا گیا۔ اس کے تمام گھوڑے اور ہاتھی قدر خاں کے قبضے میں آ گئے' قدر خاں نے یہیں قیام کیا اور دیگر امیر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے۔

دوبارہ تخت نشینی

قدر خاں نے ہر ممکن طریقے سے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ جب دہلی پہنچے تو بادشاہ کے سامنے روپے کا ڈھیر لگا دے اس طرح اپنی کارگزاری کا لوہا منوائے۔ ملک فخرالدین کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے خفیہ طور پر اپنے قاصدوں کو اہل لشکر کے پاس بھیجا اور ان سے ساز باز کی' فخرالدین نے لشکریوں سے یہ وعدہ کیا کہ "جب میں قدر خاں کو مغلوب کر لوں گا تو وہ تمام روپیہ جو اس نے جمع کر رکھا ہے اہل لشکر میں تقسیم کر دوں گا۔ اس کے بعد فخرالدین' اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکلا اور سنار گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر باغی امیروں نے قدر خاں کو قتل کر دیا اور تمام روپیہ اور خزانہ لے کر فخرالدین کے پاس پہنچ گئے۔ اس طرح بنگالہ کی حکومت دوبارہ فخر الدین کے ہاتھوں میں آ گئی۔

سنار گاؤں ------- پایہ تخت

فخرالدین نے اہل لشکر سے جو وعدہ کیا تھا' اسے پورا کیا اور تمام روپیہ جو قدر خاں نے جمع کیا تھا لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ فخرالدین نے سنار گاؤں کو اپنا پایہ تخت بنایا اور حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔

لکھنوتی پر قبضے کی ناکام کوشش

فخرالدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام کو لکھنوتی پر قبضہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ مخلص ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا دوسری طرف سے قدر خاں کا سپہ سالار علی مبارک مقابلے پر آیا' اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مخلص سے جنگ کی۔ علی مبارک کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے سلطان محمد تغلق کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا اور ساتھ اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال کیا کہ۔ اگر حکم ہو تو لکھنوتی کے انتظام کی ذمہ داری میں سنبھال لوں۔" محمد تغلق کو علی مبارک سے واقفیت نہ تھی اس لیے اس نے اس عریضے کا کوئی جواب نہ دیا اور دہلی کے داروغہ یوسف کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

لکھنوتی میں انقلاب

یوسف جب لکھنوتی پہنچا تو وہاں اس کا انتقال ہو گیا اس طرح لکھنوتی کی حکومت خود بخود علی مبارک کے قبضے میں آ گئی اس نے اپنے

besturdubooks.wordpress.com

آپ کو "سلطان علاؤ الدین" کے نام سے مشہور کیا اسی دوران میں لکھنوتی کے نواح کے ایک امیر ملک الیاس نے تجربہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر کے لکھنوتی پر حملہ کر دیا۔ اس نے سلطان علاؤ الدین کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا اور سلطان شمس الدین کے نام سے حکومت کرنے لگا۔

فخر الدین کا قتل

۷۴۱ھ میں سلطان شمس الدین نے سنار گاؤں پر حملہ کیا اور سلطان فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لکھنوتی لے گیا وہاں اس نے سلطان فخر الدین کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

نظام الدین احمد بخشی کا بیان

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ ملک فخر الدین قدر خاں کا سلاح دار تھا۔ لکھنوتی میں اس نے اپنے آقا کو قتل کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ فخر الدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام کو لکھنوتی کی فتح کے لیے نامزد کیا۔ قدر خاں کے سپہ سالار علی مبارک نے مخلص کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور اس کے تمام اسباب شان و شکوہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان فخر الدین کو چونکہ حکومت نئی نئی ملی تھی اس لیے وہ اہل ملک کی طرف سے مطمئن نہ تھا' اس وجہ سے وہ علی مبارک پر حملہ کر کے اس کے فتنے کو ختم نہ کر سکا۔ ۷۴۱ھ میں فخر الدین نے لکھنوتی پر حملہ کیا' علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین نے اس کا مقابلہ کیا۔ دوران جنگ میں فخر الدین شمس کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو کر مارا گیا۔ فخر الدین کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین

سلطان فخر الدین کو قتل کرنے کے بعد علی مبارک نے لکھنوتی میں تھانے بٹھائے اور بنگالہ کی طرف بڑھا۔ کچھ دنوں بعد ملک حاجی الیاس نے (جس کا بسایا ہوا شہر حاجی پور اب تک موجود ہے) علی مبارک کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر لکھنوتی اور بنگالہ پر قبضہ کر لیا۔ حاجی الیاس نے علی مبارک کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ سلطان شمس الدین کے نام سے خود تخت پر بیٹھا۔

علی مبارک کی مدت حکومت ایک سال اور پانچ ماہ ہے۔

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین

سلطان علاؤ الدین کے قتل کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ پر حاجی الیاس نے اپنے امیروں کے مشورے سے اپنا نام "سلطان شمس الدین بھنگرہ" رکھا۔ لفظ بھنگرہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس بارے میں راقم الحروف مورخ فرشتہ کو معلوم نہیں ہو سکا۔ اپنی تخت نشینی کے کچھ دنوں بعد شمس الدین نے جاج نگر کی طرف توجہ کی۔ یہ ملک محمد بختیار خلجی کے بعد مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا تھا' شمس الدین نے جاج نگر سے بڑے ہاتھی حاصل کیے اور واپس آیا۔

فیروز شاہ کا حملہ

تیرہ برس اور تین مہینوں تک سلطان شمس الدین بڑے اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور شاہان دہلی نے کبھی اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی اور نہ ہی اس کے ملک کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ ۷۵۴ھ میں شوال کی دسویں تاریخ کو فیروز شاہ دہلی سے ایک لشکر جرار لے کر لکھنوتی پر حملہ آور ہوا۔ شمس الدین کو جب اس کی خبر ملی تو وہ قلعہ اکنالہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ فیروز شاہ اکنالہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قلعے کے قریب پہنچ گیا تو سلطان شمس الدین نے قلعے سے باہر نکل کر فیروز شاہ سے جنگ کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اور دونوں

besturdubooks.wordpress.com

طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ آخر کار شمس الدین میں لڑنے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ فیروز شاہ نے شمس الدین کے ان ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا کہ جو وہ جاج نگر سے لایا تھا اس کے کچھ دنوں بعد برسات کا موسم شروع ہو گیا اور فیروز شاہ دہلی واپس روانہ ہو گیا۔

فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش

۷۵۵ھ میں سلطان شمس الدین نے اپنے شیریں زبان قاصدوں کے ہاتھ۔ سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔ فیروز شاہ ان قاصدوں سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

انتقال

۷۵۹ ہجری میں سلطان شمس الدین نے دوبارہ ملک تاج الدین کو بہت قیمتی تحفے تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ فیروز شاہ نے اس بار بھی شمسی قاصد کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور کچھ دنوں کے بعد ملک سیف الدین شحنہ پیل کو تازی و ترکی گھوڑوں اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ساتھ شمس الدین کے پاس بھیجا۔ لیکن ملک سیف الدین اور ملک تاج الدین ابھی راستے ہی میں تھے کہ سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔

سلطان شمس الدین کی مدت حکومت سولہ سال اور چند مہینے ہے۔

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین

سلطان شمس الدین کی وفات کے تیسرے روز تمام امیروں اور اراکین سلطنت کے باہمی مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا سکندر شاہ تخت نشین ہوا۔ سکندر بہت ہی نیک اور منصف مزاج بادشاہ تھا اور وہ ہر معاملے میں سلطان فیروز شاہ کی رضاجوئی کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد پچاس ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے فیروز شاہ کی خدمت میں بطور نذرانہ عقیدت روانہ کیے۔

فیروز شاہ کی لشکر کشی

۷۶۰ھ میں سلطان فیروز شاہ نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان سکندر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعے کو مستحکم کیا۔ جب فیروز مظفر آباد پہنچا تو سکندر شاہ نے اپنے باپ کی تقلید کی' حصار اکدالہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سکندر شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ فیروز شاہ کا مقابلہ کرتا اس لیے اس نے سالانہ پیش کش ادا کرتے رہنے کا وعدہ کر کے فیروز شاہ کے دست تصرف سے نجات پائی اور اسے اپنے ملک سے رخصت کیا۔

فیروز شاہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سلطان سکندر نے سینتیس ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحائف اس کی خدمت میں ارسال کیے اور معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور باقی تمام عمر عیش و عشرت سے گزاری۔

سکندر کی مدت حکومت نو سال اور چند مہینے ہے۔

غیاث الدین بن سکندر شاہ

سکندر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین باپ کا جانشین ہوا' اس نے بھی اپنے باپ دادا کی روش اختیار کی اور ساری زندگی عیش و عشرت میں گزاری۔ اس کا انتقال ۷۷۵ ہجری میں ہوا۔

غیاث الدین کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان السلاطین بن غیاث الدین

سلطان غیاث الدین کی وفات کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو سلطان السلاطین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا۔ یہ فرماں روا بہت ہی نیک طبیعت، بہادر اور رعایا پرور تھا، تمام امراء اور وزراء اس کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی وجہ سے ہروقت محتاط رہتے تھے اور کبھی کوئی غلط کام نہیں کرتے تھے۔ سلطان السلاطین اپنی عادات اور اطوار کے لحاظ سے بھی پسندیدہ شخصیت رکھتا تھا اس نے زندگی بھر کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اخلاقی نقطہ نظر سے قابل اعتراض ہو۔ آس پاس کے تمام راجہ بادشاہ کے اطاعت گزار تھے اور وقت مقرر پر مال گذاری کی رقم ادا کر دیتے تھے اس سلسلے میں انہوں نے کبھی تاخیر نہیں کی۔ سلطان السلاطین نے ۷۸۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس نے دس سال حکومت کی۔

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

سلطان السلاطین کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو شمس الدین ثانی کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ شمس الدین کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا اور اس وجہ سے اس کے عہد حکومت میں کانس نامی ایک ہندو امیر نے بہت زیادہ اقتدار حاصل کر لیا اور ملک کا تمام انتظام اس نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ شمس الدین نے ۷۸۷ ہجری میں انتقال کیا تو اس کی جگہ کانس نے قبضہ کر لیا اور وہ بنگالہ اور لکھنوتی کا فرمانروا بن بیٹھا۔

راجہ کانس

راجہ کانس اگرچہ مسلمان نہ تھا، لیکن وہ مسلمانوں سے محبت کرتا تھا۔ اس وجہ سے اکثر امیروں نے راجہ کے مسلمان ہونے کی گواہی دی اور اس کے انتقال کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ راجہ کو مسلمانوں کے طریقے کے مطابق دفن کیا جائے۔ راجہ کانس نے سات سال تک بڑے شان و شکوہ سے حکومت کی اور اس کا بیٹا مسلمان ہو کر تخت پر بیٹھا۔

سلطان جلال الدین چن مل ولد راجہ کانس

قبول اسلام

جب راجہ کانس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے چن مل نے تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ "مجھ پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ سب سے اچھا اور بہتر مذہب اسلام ہے۔ لہذا میں علانیہ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہوں اگر تمہیں یہ منظور ہے تو مجھے اپنا فرمانروا منتخب کر لو ورنہ میرے چھوٹے بھائی کو تخت نشین کر دو۔" اس کے جواب میں امیروں نے کہا۔ "ہم تو حضور کے خادم اور بہی خواہ ہیں، آپ جو مناسب سمجھتے ہیں کریں۔ تبدیلی مذہب آپ کا ذاتی معاملہ ہے، کیونکہ مذہب کو دنیاوی امور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" اس کے بعد چن مل نے لکھنوتی کے تمام عالموں اور فاضلوں کو بلایا اور ان کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

عدل و انصاف

چن مل نے اپنا نام بدل کر سلطان جلال الدین رکھا اور تخت نشینی کے بعد ایسی عمدگی سے حکومت کی کہ رعایا اس کو دل و جان سے چاہنے لگی۔ وہ نہایت عادل اور منصف مزاج تھا اور اس وجہ سے اگر اسے نوشیرواں ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

besturdubooks.wordpress.com

جلال الدین نے سترہ سال اور چند ماہ حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین

سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد شاہ نے بھی اپنے باپ کی طرح رعایا کی خبر گیری اور نگہداشت کو اپنا مقصد بنایا اور اس طرح بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سولہ برس تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۸۳۰ھ میں ہوا۔

ناصر الدین غلام

سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام کے ایک غلام نے سلطنت و حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی نمک حرامی کو اپنا شعار بنایا اور ملک کے وارثوں کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی وجہ سے دین اور دنیا دونوں میں اس کا منہ کالا ہوا۔

ناصر الدین نے سات دن تک حکومت کی۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کی مدت حکومت صرف نصف دن ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو خاندان بھنکرہ کے امیروں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ناصر الدین کے بعد ناصر شاہ جو سلطان شمس الدین بھنکرہ کی نسل سے تھا اپنے موروثی تخت پر بیٹھا۔

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ

قسمت کی نیرنگی

دنیا کی تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنکرہ کی حکومت ختم ہونے کے ایک طویل عرصے بعد دوبارہ حکومت اس خاندان میں منتقل ہوئی اور اس خاندان کی پہلی شان و شوکت جو زمانے کی گردش کے ہاتھوں افسانہ بن گئی تھی از سر نو زندہ ہوئی۔ ناصر شاہ ایک کسان کے گھر رہتا تھا اور زراعت کا پیشہ تھا۔ حکومت کا خیال کبھی اس کے دل میں بھول کر بھی نہ آیا تھا' لیکن قسمت نے اس کی یاوری کی اور آخر کار وہ صاحب تاج و تخت ہو کر بنگالہ اور لکھنوتی کا فرماں روا تسلیم کیا گیا۔

عمدہ کردار

ناصر شاہ اپنی عادات و اطوار کے لحاظ سے نہایت عالی مرتبہ انسان تھا۔ راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے زمانے میں بھنکرہ خاندان کے جو متعلقین اور ملازم ادھر ادھر چلے گئے تھے انہیں جب ناصر شاہ کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو وہ فوراً شاہی دربار میں حاضر ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے میں ناصر شاہ کے گرد ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا اور اس کی اچھی عادتوں کی وجہ سے تمام رعایا اس کی گرویدہ ہو گئی۔

انتقال

سلطنت بنگالہ اور سلطنت دہلی کے درمیان سلاطین شرقیہ کی مملکت تھی اس لیے ناصر شاہ کو دہلی کی طرف سے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا اور اس نے بتیس سال تک بڑے اطمینان سے حکومت کی۔ ناصر شاہ نے ۸۶۲ ہجری میں انتقال کیا۔

باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا باربک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں رعیت اور لشکری آسودہ حال رہے۔ باربک ہندوستانی بادشاہوں میں پہلا ہے کہ جس نے حبشیوں پر نگاہ التفات ڈالی اور انہیں اعلیٰ مراتب تک پہنچایا۔ اس نے اپنے دربار میں آٹھ ہزار حبشی جمع کیے اور انہیں حکومت کے اعلیٰ عہدے (وکالت' امارت اور وزارت وغیرہ) عطا کیے۔ گجراتی اور دکنی فرماں

besturdubooks.wordpress.com

رواؤں نے بھی باربک کی تقلید کی اور حبشیوں کی سرپرستی کی۔ باربک نے سترہ سال تک امن و امان اور عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۷۷۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

یوسف شاہ بن باربک شاہ

باربک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور اس نے بھی عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا' علم و فضل اور انتظام سلطنت میں یہ فرماں روا اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں مذہبی احکام سختی سے نافذ تھے۔ کسی شخص کو علانیہ شراب خوری کی ہمت نہ تھی اور نہ ہی کوئی بادشاہ کے کسی حکم کی تعمیل میں تاخیر کر سکتا تھا۔ یوسف نے ایک روز علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا اور ان سے کہا۔ "مقدمات کا فیصلہ کرنے میں تم کبھی کسی کی رو رعایت نہ کرنا ورنہ مجھ میں اور تم میں بن نہ سکے گی۔" مذہبی علم میں بھی یوسف یگانہ روزگار تھا اور ایسے مسائل جو قاضیوں سے حل نہ ہوتے تھے انہیں خود حل کرتا تھا۔ اس نے سات برس تک حکومت کرنے کے بعد ۷۸۷ھ میں انتقال کیا۔

سکندر شاہ

یوسف شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق سے سکندر شاہ کو تخت نشین کیا۔ سکندر شاہ میں فرماں روائی کی قطعاً اہلیت نہ تھی اس لیے اسے معزول کر کے فتح شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔

فتح شاہ

علم دوستی

کہا جاتا ہے کہ فتح شاہ بہت ہی پڑھا لکھا فرماں روا تھا۔ اس نے دوسرے بادشاہوں کی طرح امراء اور اراکین سلطنت کو ان کی حیثیت کے مطابق نوازا۔ وہ حبشی غلام جنہوں نے باربک شاہ اور یوسف شاہ کے زمانے میں بہت اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی حیثیت سے بڑھ کر بے اعتدالیاں کرنے لگے۔ فتح شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے اس فتنے کا سدباب کیا۔

فتح شاہ کے خلاف سازش

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ رات کے وقت بادشاہی محل پر پانچ ہزار سپاہی پہرہ دیتے تھے اور جب بادشاہ سو کر اٹھتا تو یہ سپاہی سلام کر کے رخصت ہو جاتے اور ان کی جگہ دوسرے سپاہی آ جاتے تھے۔ ان سپاہیوں کی ایک جماعت مدت سے آمادۂ بغاوت تھی' یہ لوگ اپنے ہم قبیلہ امیر مسمی سلطان شہزادہ کے پاس گئے جو نوبتیوں کا سردار اور شاہی محلات کا کلید بردار تھا۔ باغی سپاہیوں نے سلطان شہزادہ سے درخواست کی کہ وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے اور فتح شاہ کو معزول کر دے۔ سلطان شہزادہ تو دل و جان سے یہی چاہتا تھا اس نے سپاہیوں کی درخواست قبول کر لی۔

اتفاق سے ان دنوں خان جہاں ملک الامراء ملک اندیل لشکر کے بہترین حصے کے ساتھ گرد و نواح کے راجاؤں کی سرکوبی کے لیے گیا ہوا تھا۔ سلطان شہزادہ نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس نے باربکوں اور خواجہ سراؤں کی مدد سے ۷۸۶ھ میں فتح شاہ کو تہ تیغ کر دیا۔ دوسرے روز وہ بنگالہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔

فتح شاہ کی مدت حکومت سات سال اور پانچ ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان باربک

سفلہ مزاجوں کا ہجوم

سلطان شہزادہ نے اپنے آقا فتح شاہ کو قتل کرنے کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور سلطان باربک کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ باربک کی تخت نشینی کے فوراً بعد خواجہ سرا جو ادھر ادھر آوارہ پھر رہے تھے اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس طرح اس کمینہ خصلت فرماں روا نے بہت سے اپنے جیسے ذلیل اور سفلہ مزاج لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔

امراء کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد

رفتہ رفتہ باربک کے شان وشکوہ میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے امراء کے استیصال کا ارادہ کیا کہ جو صاحب جمعیت تھے' ملک کے امیروں کا سردار ملک اندیل حبشی ان دنوں سرحدی علاقے میں تھا اسے جب باربک کے خطرناک ارادوں کا علم ہوا تو اس نے طے کیا کہ پایہ تخت پہنچ کر اس نمک حرام خواجہ سرا کو سزا دے۔ اتفاق سے انہیں دنوں باربک نے جس کے سر پر موت سوار تھی' ملک اندیل کو اس مقصد سے پایہ تخت پر طلب کیا کہ اسے قید میں ڈال دے۔ ملک اندیل اس طلبی سے بہت خوش ہوا اور وہ ایک اچھا خاصا لشکر لے کر باربک کے پاس آیا۔

ملک اندیل اور باربک کی ملاقات

ملک اندیل بڑی احتیاط کے ساتھ دربار میں آیا اس لیے باربک کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک روز باربک نے شاہی مجلس آراستہ کی اور دارالامارت میں دس بارہ افراد کو جمع کیا۔ ان سب کے سامنے باربک نے ملک اندیل کو بلایا اور اس سے سوال کیا۔ "میں نے ایک جماعت کو رضامند کر کے فتح شاہ کو قتل کیا اور عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ میرے اس فعل کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"۔

عہد و پیمان

ملک اندیل نے اس کے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا!

"ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود"

باربک یہ جواب پا کر بہت خوش ہوا اور اسی وقت ملک اندیل کو خلعت خاص' کمربند' خنجر مرصع اور چند ہاتھی گھوڑے عنایت کیے۔ باربک نے اس کے بعد ملک اندیل کو قرآن کی قسم دلا کر یہ وعدہ لیا کہ جب تک وہ (باربک) تخت نشین رہے گا۔ ملک اندیل اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔

باربک کے قتل کا منصوبہ

سلطان باربک کے خلاف خواجہ سراؤں کا ایک گروہ موجود تھا ملک اندیل نے ان لوگوں سے ساز باز کر کے باربک کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا اور موقعے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک روز باربک شراب پی کر شاہی تخت پر سو گیا' ملک اندیل کو معلوم ہوا تو وہ حبشی دربانوں کو ساتھ لے کر باربک کو قتل کرنے کے لیے شاہی حرم سرا میں داخل ہوا۔ ملک اندیل نے جب یہ دیکھا کہ سلطان باربک شاہی تخت پر سوار ہو رہا ہے تو اسے اپنی قسم یاد آ گئی اور وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسی دوران میں اتفاق سے باربک نے کروٹ بدلی اور تخت سے نیچے زمین پر گر پڑا۔

besturdubooks.wordpress.com

ملک اندیل اور باربک کی ہاتھاپائی

ملک اندیل نے اس واقعہ کو اپنی خوش قسمتی سمجھا اور باربک پر تلوار کا ایک وار کیا یہ وار کارگر نہ ہوا اور باربک ہوشیار ہو گیا۔ اس نے جب اپنے سامنے ننگی تلوار دیکھی تو وہ ملک اندیل سے لپٹ گیا اور اسے نیچے گرا کر خود اس کے اوپر چڑھ بیٹھا۔ واضح رہے کہ باربک ملک اندیل سے زیادہ طاقت ور اور عظیم الجثہ تھا۔ نیچے سے ہاتھ بڑھا کر ملک اندیل نے باربک کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور انہیں کسی طرح نہ چھوڑا۔

ملک اندیل نے سخرش خاں ترک کو جو باہر کھڑا ہوا تھا آواز دی۔ سخرش خاں حبشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اندر آیا اس نے جب ملک اندیل کو باربک کے نیچے دیکھا تو اس نے تلوار چلانے سے احتراز کیا۔ اس پر ملک اندیل نے اس سے کہا "اگرچہ یہاں شمع گل ہو جانے کی وجہ سے تاریکی ہو رہی ہے اور ہم دونوں تمہیں پوری طرح نظر نہیں آ رہے' مگر تم بے خوف ہو کر باربک پر تلوار کا وار کرو۔ میں نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ رکھے ہیں اس کا جسم اس قدر چوڑا ہے کہ میں اس کے نیچے چھپا ہوا ہوں اور اس طرح وہ میری سپر بن گیا۔ لہٰذا تم اس پر تلوار چلاؤ' تلوار اس کے جسم سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی۔ اگر بفرض محال مجھے نقصان پہنچ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ سلطان فتح شاہ کے خون کا انتقام لینے میں اگر مجھ جیسے ہزار آدمیوں کی بھی جان چلی جائے تو کوئی بات نہیں۔"

جھوٹ موٹ کی "موت"

سخرش خاں نے آہستہ آہستہ باربک پر تلوار کے وار کیے۔ باربک نے اپنے آپ کو جھوٹ موٹ "مردہ" بنا لیا اور ایک طرف گر گیا۔ ملک اندیل اور سخرش خاں نے بھی یہی سمجھا کہ باربک مر گیا' لہٰذا وہ دونوں باہر آ گئے۔ تواچی خاں حبشی باہر کھڑا ہوا تھا اس نے ان لوگوں سے کہا تم کیا کام کر کے آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے نمک حرام باربک کو ہمیشہ کے لیے سلا دیا ہے۔

تواچی حبشی' باربک کی خواب گاہ میں گیا اور اس نے وہاں شمع روشن کی۔ باربک نے یہ سمجھا کہ ملک اندیل آ گیا ہے لہٰذا وہ فوراً مخزن میں چھپ گیا۔ تواچی بھی مخزن کے اندر گیا' باربک نے دوبارہ اپنے آپ کو مردوں کی طرح گرا دیا' تواچی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ افسوس کہ غداروں نے ہمارے بادشاہ کو ختم کر دیا۔ "باربک نے یہ آواز سنی اور سمجھ گیا کہ یہ کوئی اس کا بہی خواہ ہے' لہٰذا اس نے فوراً حبشی سے کہا خاموش رہو۔ یہ بتاؤ ملک اندیل کہاں ہے میں زندہ ہوں مرا نہیں۔"

باربک کا حکم

تواچی حبشی نے باربک کو بتایا کہ ملک اندیل اسے مردہ سمجھ کر اپنے گھر چلا گیا باربک نے حبشی سے کہا۔ تم باہر جا کر فلاں فلاں امیروں کو جمع کرو اور ان کو ملک اندیل کے مقابلے پر روانہ کرو تاکہ اس مردود کا سر قلم کیا جا سکے نیز محل کے تمام دروازوں پر بہادر سپاہیوں کو متعین کرو اور ان سے کہو کہ وہ مسلح اور ہوشیار رہیں۔" تواچی نے اس کے جواب میں کہا "میں ابھی باہر جاتا ہوں اور آپ کے حسب منشاء تمام معاملات طے کیے دیتا ہوں۔"

باربک کا قتل

تواچی حبشی باہر آیا اور اس نے چپکے سے ملک اندیل سے تمام کیفیت بیان کر دی ملک اندیل فوراً تواچی کے ہمراہ باربک کی خواب گاہ میں گیا اور اپنے خنجر سے باربک کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ملک اندیل نے مکان کے دروازے پر قفل لگایا اور باہر آ کر خاں جہاں وزیر کو طلب کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

نئے بادشاہ کا انتخاب

خان جہاں جب آگیا تو تمام امیروں میں یہ مشورہ ہونے لگا کہ بادشاہ کس کو بنایا جائے۔ فتح شاہ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا' جس کی عمر دو سال تھی' ظاہر ہے کہ یہ بچہ حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ تمام امیر سلطان فتح شاہ کی بیوہ کے پاس گئے اور اس سے کہا تمہارا بچہ صرف دو سال کا ہے وہ اتنا کم سن ہے کہ اسے کسی طرح بھی تخت پر نہیں بٹھایا جا سکتا' اس لیے تم بتاؤ کہ عنان حکومت کس کے حوالے کی جائے کہ وہ بچے کے جوان ہونے تک سلطنت کے کاموں کو انجام دے سکے۔ "بیگم نے اس کے جواب میں کہا۔" میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر کے قاتل کے قاتل کو اس ملک کا حکمران بناؤں گی۔"

ملک اندیل کی تخت نشینی

یہ جواب پا کر سب لوگوں نے ملک اندیل سے درخواست کی کہ وہ حکومت سنبھال لے' لیکن اس نے انکار کیا' آخر جب امیروں کا اصرار بڑھا تو ملک اندیل نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فیروز شاہ کے لقب سے تخت نشین ہو گیا۔

باربک شاہ کا عہد پر فتن آٹھ ماہ یا ایک روایت کے مطابق صرف ڈھائی ماہ تک رہا۔ باربک کے قتل کے بعد بنگالہ میں یہ دستور ہو گیا کہ جب کوئی شخص اپنے حاکم کے قاتل کو تہ تیغ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کرتا تو تمام امراء اور رعایا اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیتے۔

ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ

تخت نشینی کے بعد فیروز شاہ نے پایہ تخت شہر کور میں قیام کیا اور بڑے انصاف اور خوش اسلوبی سے حکومت کی۔ فیروز شاہ نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بڑے بڑے کام سرانجام دیئے تھے اس وجہ سے لشکر اور عام رعیت اس کی بہت قدر کرتی تھی اور اسے دل جان سے چاہتی تھی۔ فیروز شاہ نے بڑی شان و شوکت سے تین سال تک حکومت کر کے ۸۹۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے اس کے بیٹے محمود شاہ کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں حبشی خاں نامی ایک حبشی غلام نے بڑی قوت حاصل کی اور عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر بادشاہ کو محض نام کا بادشاہ بنا دیا۔ ایک دوسرا حبشی امیر مسمی سیدی بدر دیوانہ' حبشی خاں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا اس نے حبشی خاں کو قتل کر دیا اور زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ کچھ دنوں بعد حبشی خاں نے سلطان محمود کو بھی قتل کر دیا اور وہ "مظفر شاہ" کا لقب اختیار کر کے بنگالہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔

سلطان محمود کی مدت حکومت صرف ایک سال ہے۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا بیٹا تھا۔ باربک شاہ غلام مسمی حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی پرورش و تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ فیروز شاہ کے انتقال کے بعد محمود شاہ تخت پر بیٹھا اور اس نے چھ سال تک حکمرانی کی تھی کہ حبشی خاں بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا۔ آخر کار سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کا کام تمام کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفر شاہ

ستم شعاری

مظفر شاہ حبشی بہت ہی ظالم اور نڈر فرماں روا تھا۔ بہت سے علماء فضلاء اور مذہبی بزرگ جو اس کی حکومت کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھتے تھے۔ ان سب کو مظفر شاہ نے قتل کروا دیا۔ اس کے علاوہ مظفر شاہ نے ان غیر مسلم راجاؤں پر بھی لشکر کشی کی جو شاہان بنگالہ کی مخالفت کرتے تھے۔ ان مخالف راجاؤں کو مظفر شاہ نے بہت بری طرح تباہ و برباد کیا۔

سید شریف مکی کا تقرر

سید شریف مکی کو مظفر شاہ نے وزارت کے عہدے پر سرفراز کر کے تمام ملکی و مالی امور کا مختار بنا دیا۔ شریف مکی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ سواروں اور پیادوں کی تنخواہوں میں کمی کر دی جائے۔ بادشاہ نے اس مشورے پر عمل کیا اور اس طرح بے شمار روپیہ شاہی خزانے میں جمع ہونے لگا۔

بغاوت

بے شمار لوگ مظفر شاہ کی ناشائستہ حرکات کی وجہ سے اس سے آزردہ ہو گئے' ملک کے بے شمار لوگوں نے باغیانہ خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا' بہت سے نامی گرامی امراء بھی باغی ہو گئے' نوبت یہاں تک پہنچی کہ مظفر شاہ پانچ ہزار حبشیوں اور تین ہزار بنگالی اور افغانی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ چار دن یا چار ماہ تک بادشاہ اور باغیوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔

خون کا زیاں

اس معرکہ آرائی کی وجہ سے روزانہ بے شمار لوگوں کی جانیں ضائع ہونے لگیں اگر باغیوں کی جماعت کا کوئی فرد گرفتاری کے بعد بادشاہ کے سامنے لایا جاتا تو مظفر شاہ اسے دیکھ کر اس قدر غصہ میں آتا کہ اس شخص کو خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کرتا۔ الغرض اس قدر لوگ مارے گئے کہ صرف بادشاہ کے طرف داروں میں سے چار ہزار جانوں کا زیاں ہوا۔

مظفر شاہ کا قتل

آخر کار اس صورت حال سے تنگ آکر مظفر شاہ اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور امراء سے جن میں شریف مکی بھی شامل تھا معرکہ آرا ہوا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی' اس قدر خون ریزی ہوئی کہ الامان و الحفیظ! دونوں طرف کے تقریباً بیس ہزار سپاہی میدان جنگ میں کام آئے۔ اس جنگ میں مظفر شاہ کو شکست ہوئی اور اسے اس کے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس معرکے میں شروع سے لے کر آخر تک کل ایک لاکھ بیس ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ مرنے والوں میں ہندو' مسلمان دونوں شامل تھے۔ مظفر شاہ کے قتل کے بعد سید شریف مکی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لیکن تاریخ نظامی کا بیان مختلف ہے اس میں لکھا ہے کہ سید شریف مکی کو جب یہ معلوم ہوا کہ رعایا مظفر شاہ کی جانی دشمن ہو گئی ہے تو اس نے بارکوں کے ہمراہ حرم میں داخل ہو کر مظفر شاہ کو قتل کر دیا اور سلطان علاؤالدین کا لقب اختیار کر کے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

مظفر شاہ کی مدت حکومت تین سال اور پانچ ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤ الدین

ہر دلعزیزی

جس زمانے میں شریف مکی مظفر شاہ کا وزیر تھا ان دنوں وہ رعایا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا تھا اور لوگوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ سلطان مظفر شاہ فرماں روائی کے قابل نہیں ہے میں اسے بارہا سمجھاتا ہوں کہ وہ اپنے امیروں اور سپاہیوں سے اچھی طرح پیش آئے لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتا اور اپنا تمام وقت روپیہ جمع کرنے کی کوششوں میں صرف کر دیتا ہے۔" اس وجہ سے تمام امیر اور لشکری شریف مکی کو بہت پسند کرتے تھے اور تہہ دل سے اس کے بہی خواہ تھے۔

تخت نشینی

جس روز سلطان مظفوشاہ کو قتل کیا گیا اس روز تمام امیروں نے متفقہ طور پر شریف مکی کو اپنا فرماں روا منتخب کیا۔ اس موقعے پر امیروں نے شریف مکی سے پوچھا "اگر ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں تو تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ شریف مکی نے اس کے جواب میں کہا۔ جس طرح تم کہو گے میں اسی طرح بادشاہی کروں گا اور کبھی تمہارے مشورے کے خلاف عمل نہ کروں گا۔" تخت نشین ہونے کے بعد میں تمہارے لیے جلد از جلد جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر میں زمین کے اوپر جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دوں گا اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ خود لے لوں گا۔"

شہر کور میں لوٹ مار

سب لوگوں نے مال و دولت حاصل کرنے کے شوق میں یہ شرط منظور کر لی اور شہر کور کو جو اپنی معموری کے لحاظ سے مصر سے بھی آگے تھا لوٹنا شروع کر دیا۔ شریف مکی نے بڑی آسانی سے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ چند روز بعد اس نے اہل شہر کو حکم دیا کہ اب وہ شہر کو لوٹنا بند کر دیں' لیکن لوٹنے والوں نے شاہی حکم کی پروا نہ کی اور اپنے کام میں برابر مشغول رہے۔ اس پر شریف مکی نے ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا' حکم کی تعمیل کی گئی اور صرف ایک دن میں بارہ ہزار آدمی قتل کیے گئے۔

لوٹ کے سامان کی بر آمد

شریف مکی یعنی سلطان علاؤ الدین نے بہت تلاش و جستجو کے بعد بہت سا لوٹا ہوا سامان بر آمد کیا۔ اس طرح اس کے ہاتھ میں بہت دولت آئی' اس سامان میں ایک ہزار طلائی کشتیاں بھی تھیں۔ بنگالہ میں یہ دستور تھا کہ امراء سونے کی کشتیوں میں کھانا کھاتے تھے اور شادی بیاہ اور دوسری تقاریب پر جو شخص اپنے مہمانوں کے سامنے جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا تھا اسے اتنا ہی زیادہ امیر سمجھا جاتا تھا۔ بنگالہ میں اب تک یہی دستور مروج ہے۔

حبشیوں کی جلاوطنی

سلطان علاؤ الدین بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم فرماں روا تھا اس نے شریف اور عالی خاندان امراء کی بڑی سرپرستی کی اور انہیں عمدہ عہدوں پر فائز کیا۔ اس نے پارنکوں کو چوکی سے معزول کر کے حبشیوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا' چونکہ حبشی فتنہ پردازی اور شورش انگیزی میں عالم گیر شہرت رکھتے تھے' اس لیے ان کو جونپور اور ہندوستان (دہلی) کی سلطنتوں میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہ ملی آخر کار وہ دکن اور گجرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

امن و امان

سلطان علاؤ الدین نے مغلوں اور افغانوں کو خاص طور پر اپنے التفات کا مرکز بنایا' اور انہیں مختلف خدمتوں پر نامزد کیا' ان انتظامات کی وجہ سے ملک میں امن ہو گیا اور زوال کے وہ آثار جو گذشتہ فرماں رواؤں کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے' ختم ہو گئے۔ ملک کے تمام سرکش اور باغی بادشاہ کے مطیع ہو گئے' اطراف کے راجاؤں نے بھی اطاعت و وفاداری کو اپنا شعار بنایا۔

حضرت قطب عالمؒ سے عقیدت

علاؤ الدین نے کئی گاؤں حضرت شیخ نور قطب عالمؒ کے لنگر کے اخراجات کے لیے وقف کیے' اسے حضرت شیخؒ سے بڑی عقیدت تھی وہ اپنے پایہ تخت اکدوالہ سے قصبہ بندوہ (پنڈوہ) میں ان کے مزار کی زیارت کے لیے اکثر جایا کرتا تھا۔

انتقال

علاؤ الدین نے سینتالیس سال تک نہایت امن و امان اور خوش اسلوبی سے حکومت کی اس کا انتقال ۹۲۷ ہجری میں اپنی طبعی موت سے ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ

بھائیوں سے محبت

سلطان علاؤ الدین نے وفات کے بعد اٹھارہ لڑکے اپنی یادگار چھوڑے ان میں نصیب شاہ سب سے بڑا تھا۔ امراء اور اراکین سلطنت نے اسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نصیب شاہ نے ایک کام ایسا کیا کہ جو اپنی مثال آپ ہے اس نے اپنے بھائیوں میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا اور نہ ہی کسی کو نظربند کیا بلکہ ان کو ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ سہولتیں دیں۔ علاؤ الدین نے اپنے بیٹوں کو جو کچھ دیا تھا' نصیب شاہ نے اس میں بہت اضافہ کیا۔

افغانی امراء کی آمد

نصیب شاہ کے عہد حکومت ہی میں ظہیر الدین بابر نے سلطان ابراہیم لودھی کو قتل کر کے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس وجہ سے بہت سے افغانی امیر دہلی سے بھاگ کر نصیب شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ میں آیا۔ نصیب شاہ ان سب پناہ گزینوں کے ساتھ بڑی اچھی طرح پیش آیا' ان میں سے ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جاگیر دی۔ سلطان ابراہیم لودھی کی بیٹی بھی بنگالہ میں پناہ گزیں ہوئی تھی نصیب شاہ نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

بابر کا عزم تسخیر بنگالہ

ظہیر الدین بابر نے ۹۳۵ھ میں جونپور پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد بنگالہ کو فتح کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ نصیب شاہ کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا' اس نے بہت سے قیمتی تحفے بابر کی خدمت میں ارسال کیے اور اپنی اطاعت گذاری کا یقین دلایا۔ بابر نے اپنی مصلحتوں کے خیال سے نصیب شاہ سے صلح کر لی اور بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بابر کے بعد ہمایوں نے بھی بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ نصیب شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۹۳۶ ہجری میں سلطان بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ملک مرجان خواجہ سرا کے ذریعے بہت سے قیمتی تحفے سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے۔ ملک مرجان نے قلعہ مندو میں گجراتی فرماں روا سے ملاقات کی' بادشاہ نے ملک مرجان کو خلعت و انعام سے نوازا۔

نصیب شاہ کی وفات

اسی زمانے میں نصیب شاہ نے باوجود سید ہونے کا دعویٰ رکھنے کے ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا اس وجہ سے ساری خلقت اس کے خلاف ہو گئی۔ رعایا کی بددعائیں اثر لائیں ۹۴۳ھ میں نصیب شاہ نے اپنی طبعی موت سے یا کسی سازش سے قتل ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔

نصیب کے بعد

نصیب شاہ کے بعد ایک بنگالی امیر سلطان محمود نے بنگالہ میں اپنی حکومت قائم کی۔ شیر شاہ سوری نے جو بعد میں ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود پر حملہ کیا۔ سلطان محمود ہمایوں کے پاس پناہ گزیں ہو گیا' ۹۶۵ھ میں ہمایوں نے بنگالہ کو شیر شاہ سوری کے قبضے سے نکال لیا اور شہر گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر اس شہر کو "جنت آباد" کا نیا نام دیا۔ ہمایوں زیادہ عرصے تک بنگالہ کو اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکا اور شیر

besturdubooks.wordpress.com

شاہ نے دوبارہ یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ سلیم شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت میں محمد خاں نامی ایک امیر کو بنگالہ کا حاکم مقرر کیا۔ محمد خاں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ سوری کے خلاف ہو گیا اور اس نے سلطان بہادر شاہ کا لقب اختیار کر کے بنگالہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

سلطان بہادر شاہ

بہادر شاہ نے سلیم شاہ سوری کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے بنگالہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر سلیمان کرانی افغانی نے سلطان بہادر شاہ سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی۔

سلیمان کرانی افغانی

سلیم شاہ کے انتقال کے بعد سلیمان کرانی افغانی بنگالہ کا مستقل فرماں روا ہوا اس نے اپنے آپ کو "حضرت اعلیٰ" کے لقب سے مشہور کیا۔ سلیمان افغانی ظاہری طور پر جلال الدین اکبر کی اطاعت گذاری کا دم بھرتا تھا اور گاہے گاہے تحفے تحائف اکبر کی خدمت میں روانہ کرتا تھا' اس فرماں روا نے پچیس سال تک حکومت کرنے کے بعد ۹۸۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بایزید بن سلیمان

سلیمان کرانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بایزید بنگالہ کا حاکم ہوا۔ بایزید کی حکومت کو ابھی ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی ہانسو افغانی نے دیوان خانہ میں بایزید کو قتل کر دیا' اسی جگہ لوگوں نے ہانسو کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ بایزید کے بعد اس کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنان حکومت سنبھالی۔

داؤد خان بن سلیمان خان

بایزید کے قتل کے بعد بنگالہ کی حکومت داؤد خاں کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے باغی اور فتنہ پرداز امیروں کا قلع قمع کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ داؤد خاں کو شراب سے بڑی رغبت تھی اور اس کی مجلس میں بدمعاش اور لفنگے بھرے رہتے تھے۔

منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی

اکبر بادشاہ داؤد خاں کو بہت ناپسند کرتا تھا کیونکہ اس کی سلطنت کو اس (داؤد) کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا۔ اکبر نے جونپور کے حاکم منعم خاں کو داؤد خاں کے استیصال کے لیے نامزد کیا۔ داؤد خاں نے اپنے ایک افغان امیر کو جس کا نام لودھی خاں تھا منعم خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے آئے اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی جو چند روز تک جاری رہی' آخر کار منعم خاں اور لودھی خاں نے ایک دوسرے سے صلح کر لی اور دونوں اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ

اکبر بادشاہ نے دوبارہ منعم خاں' خان خاناں کو بنگالہ کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ ان دنوں داؤد خاں اور لودھی خاں میں جو ایک نامی گرامی افغانی امیر تھا' کسی معاملے پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ داؤد خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ خان خاناں بنگالہ کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے لودھی خاں کے نام خطوط لکھے اور اسے اپنی بے بسی اور بے کسی کا واسطہ دے کر اس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد داؤد خاں نے بڑی مکاری سے لودھی خاں جیسے بہادر امیر کو قتل کر دیا اور دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر اکبری لشکر کا مقابلہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

داؤد کی شکست اور فرار

فریقین میں خون ریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں افغانی شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ مغلوں نے افغانوں کی چند کشتیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا اور ان کے ذریعے دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ منعم خاں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا کہ جس میں داؤد خاں پناہ گزیں ہوا تھا۔ اہل قلعہ اور مغل لشکر میں جنگ شروع ہو گئی اسی دوران میں اکبر بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں فرار ہو گیا۔ مغلوں نے پٹنہ اور حاجی پور کے قلعوں کو فتح کیا اور داؤد خاں کے چار سو ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔

داؤد اڑیسہ میں

داؤد خاں نے بنگالے کا رخ کیا اور گڑھی پہنچا' وہاں سے اس نے اڑیسہ کی طرف کوچ کیا' بعض مغل امراء نے جو اڑیسہ میں موجود تھے داؤد خاں کے بیٹے جنید خاں سے جنگ کی اور اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گئے۔ منعم خاں کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ بذات خود اڑیسہ کی جانب روانہ ہوا۔

داؤد اور منعم میں صلح

داؤد نے منعم خاں کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اس جنگ میں داؤد خاں کو ایک بار پھر شکست ہوئی اور وہ اس قلعے میں جو دریائے گنگا کے کنارے واقع تھا پناہ گزیں ہو گیا۔ داؤد نے اپنے بال بچوں کو اس قلعے ہی میں چھوڑا اور خود دوبارہ معرکہ آرائی کے لیے حریف کے سامنے آیا۔ اس بار جنگ کی نوبت نہ آئی اور داؤد خاں اور منعم خاں میں صلح ہو گئی۔ منعم خاں نے اڑیسہ اور بنارس کو داؤد خاں کے قبضے میں دیا اور باقی ملک پر خود آپ قبضہ کر لیا۔

داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد منعم خاں کا انتقال ہو گیا اور اکبر بادشاہ نے خان جہاں ترکمان کو بنگالہ کا حاکم بنایا۔ منعم خاں کی وفات کے بعد داؤد خاں نے بنگالہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خاں جہاں ترکمان نے ۹۸۳ھ میں گڑھی اور ٹانڈر کے درمیان داؤد خاں سے جنگ کی۔ داؤد اسی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بیٹا شدید زخمی ہوا۔ وہ اگرچہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا' لیکن دو تین روز زندہ رہ کر اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ اس واقعے سے بنگالہ' اڑیسہ اور بنارس وغیرہ' خاں جہاں ترکمان کی کوششوں سے مغل سلطنت کا جزو بن گئے اور اس طرح سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

عثمانی افغانی کی بغاوت

افغانی امراء حسین خاں وغیرہ جو ادھر ادھر پناہ گزیں ہو گئے تھے مغلوں کے تسلط سے تنگ آ کر بنگالہ کے سرحدی مقامات میں چلے گئے۔ اکبر کی وفات کے بعد عثمان نامی ایک افغان نے تیس ہزار افغانوں کا لشکر جمع کر کے علم بغاوت بلند کیا اور نور الدین جہانگیر کی سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ حاکم بنگالہ اسلام خاں اور شیخ بدر الدین فتح پوری کو اس کے استیصال کے لیے مقرر کیا گیا ہے' لیکن اب تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

سلاطین شرقیہ

سطور بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جن بادشاہوں نے جونپور اور ترہٹ میں حکومت کی ان کو مورخوں کی اصطلاح میں سلاطین شرقیہ کہا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان الشرق خواجہ جہاں

جمادی الاول ۷۷۶ھ میں ناصر الدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو ملک الشرق کا خطاب عطا کیا اور اسے جونپور، ترہٹ اور بہار کا حاکم مقرر کیا۔ خواجہ جہاں نے اس علاقے کا اچھا انتظام کیا اور اپنی خوش اسلوبی سے گرد و نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ وہ قلعے کہ جو غیر مسلموں کے قبضے میں تھے ان کو اپنے قبضے میں کر کے مسمار کروا دیا اور پھر انہیں از سر نو تعمیر کر کے تجربہ کار سپاہیوں کے سپرد کیا۔

رفتہ رفتہ خواجہ جہاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے ناصر الدین محمود کے اثر کو کم کر کے سلطان الشرق کا لقب اختیار کیا۔ اس نے دہلی کی طرف پرگنہ کول سے ابڑی تک اور دوسری جانب بہار اور ترہٹ تک کے تمام باغیوں اور سرکشوں کو مغلوب کیا اور بڑی شان و شوکت سے حکومت کرنے لگا اس نے اپنی دھاک ایسی بٹھائی کہ سلاطین بنگالہ اور لکھنوتی بھی اس سے بڑی اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اور اس کی خدمت میں تحفے ارسال کرتے رہتے تھے' سلطان الشرق نے چھ سال حکومت کرنے کے بعد ۸۰۲ھ میں انتقال پایا۔

مبارک شاہ شرقی

سلطان الشرق کے انتقال کے بعد اس کے متبنی بیٹے ملک قرنفل نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس نے جونپور اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر کے اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔ ان دنوں سلطنت دہلی روبہ زوال تھی' ملک قرنفل نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے سرداران لشکر سے مشورہ کر کے مبارک شاہ کا لقب اختیار کیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق اقبال خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ سخت غصے میں آیا اور اس نے ۸۰۳ھ میں مبارک شاہ پر حملہ کر دیا۔ اقبال خاں جب قنوج پہنچا تو مبارک شاہ نے افغانوں' مغلوں' راجپوتوں اور تاجیک قوم کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

دریائے گنگا کے ایک کنارے پر اقبال خاں نے قیام کیا اور دوسرے کنارے پر مبارک شاہ اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ بیچ میں چونکہ دریا پڑتا تھا اس لیے فریقین میں سے کسی نے دریا کو پار کر کے حریف تک پہنچنے کی کوشش نہ کی دو ماہ اسی عالم میں گزر گئے آخر بغیر جنگ کیے ہی دونوں فریقوں نے واپسی کے لیے کوچ کیا۔

مبارک شاہ جب جونپور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود مالوہ سے واپس آ گیا ہے اور اس نے اقبال خاں کو ساتھ لے کر جونپور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا ہے۔ مبارک شاہ نے سلطان محمود سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی۔

مبارک شاہ نے ۸۰۴ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کی مدت حکومت ایک سال اور چند ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ابراہیم شاہ شرقی

اہل علم کی سرپرستی

مبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا- یہ بادشاہ عقل و فہم اور علم و فضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا- اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کے عالموں فاضلوں کے علاوہ ایران و توران کے علماء بھی جونپور میں آئے- ابراہیم شاہ نے ہر طرح سے ان کی دل جوئی کی' انہیں امن و اطمینان سے زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچایا- علماء نے بہت سے کتابیں ابراہیم شاہ کے نام سے معنون کیں- بادشاہ کے دربار میں پڑھے لکھوں کی ایک ایسی جماعت جمع ہو گئی کہ جونپور ایک اہم علمی مرکز بن گیا-

اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ

ابراہیم شاہ کے عہد حکومت کے ابتدائی دنوں میں' سلطان محمود اور اقبال خاں جونپور کو فتح کرنے کے خیال سے قنوج میں آئے- ابراہیم شاہ نے بھی ایک زبردست لشکر جمع کیا اور حریف سے معرکہ آرا ہونے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے مقیم ہوا- فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' لیکن معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی- اسی دوران میں اقبال خاں اور سلطان محمود میں نااتفاقی ہو گئی اور سلطان محمود شکار کا بہانہ کر کے ابراہیم شرقی کے پاس چلا آیا-

سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس آمد اور روانگی

سلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شرقی آقا اور ملازم کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے بادشاہ بنا دے گا- اگر یہ نہیں تو پھر وہ سلطان محمود کو اقبال خاں کے خلاف لڑنے میں مدد ضرور دے گا' مگر افسوس کہ سلطان محمود کی یہ توقعات پوری نہ ہوئیں- ابراہیم شرقی نے نہ تو اسے بادشاہت پیش کی اور نہ ہی اسے اقبال خاں کے خلاف مدد دینے کے ارادہ کا اظہار کیا- اس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو ابراہیم شرقی اپنی بادشاہت کو کسی طرح ختم نہ کرنا چاہتا تھا' دوسرے یہ کہ ابھی اس کی قوت اتنی زیادہ نہ تھی کہ وہ سلطان محمود کی مدد کرتا- ابراہیم شرقی نے سلطان محمود کی آؤ بھگت بھی ذرا کم ہی کی اس وجہ سے وہ شکستہ خاطر ہو کر قنوج چلا گیا-

قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ

سلطان محمود نے قنوج پہنچ کر ابراہیم شرقی کے بہی خواہ امیرزادہ ہروی کو جو قنوج کا حاکم تھا شہر بدر کر کے قنوج کو اپنے قبضے میں کر لیا' ابراہیم شرقی اور اقبال خاں نے جب دیکھا کہ سلطان محمود قنوج پر قانع ہو گیا ہے تو ان دونوں نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو گئے- بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے عہد حکومت میں جونپور آیا تھا اور انہیں دنوں ہی مبارک شاہ کا انتقال ہوا اور ابراہیم شرقی تخت نشین ہوا- قنوج پر سلطان محمود نے ابراہیم شرقی کے عہد میں قبضہ کر لیا-

ابراہیم کا قنوج پر حملہ

جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے ۸۰۸ھ میں اقبال خاں کا قتل ہوا اور سلطان محمود دہلی کی طرف روانہ ہوا- ابراہیم شرقی نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور ۸۰۹ھ میں قنوج پر حملہ کر دیا- محمود شاہ لشکر دہلی کو ساتھ لے کر ابراہیم شرقی سے جنگ کرنے کے لئے چلا اور فریقین پہلے کی طرح دریائے گنگا کے کنارے ایک دوسرے کے سامنے آئے- چند روز تک دونوں ہی ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کرتے رہے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی اور دونوں لشکر واپس ہو گئے-

besturdubooks.wordpress.com

قنوج پر ابراہیم کا قبضہ

سلطان محمود جب دہلی پہنچ گیا اور اس کے تمام امیر بادشاہ کی اجازت سے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے اور ابراہیم شرقی نے دوبارہ قنوج پر حملہ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قنوج کے حاکم ملک محمود ترمتی نے چند مہینے تک دہلی کی امداد کا انتظار کیا' لیکن جب اس کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے قلعہ ابراہیم شرقی کے سپرد کر دیا۔

عزم تسخیر دہلی

ابراہیم شرقی نے قنوج میں برسات کا موسم گزار کر جمادی الاول ۸۱۰ھ میں دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقی بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم انسان تھا اس کی مناسب تدبیروں سے دہلی کے اکثر امیر سارنگ خاں کا بیٹا تاتار خاں اور اقبال خاں کا غلام ملک خاں وغیرہ اس سے آ ملے۔ اس طرح ابراہیم شرقی کی قوت میں زبردست اضافہ ہوا اور وہ سنبھل کی طرف روانہ ہوا۔ سنبھل کا حاکم اسد خاں لودھی بھاگ نکلا۔ ابراہیم شرقی نے سنبھل تاتار خاں کے حوالے کیا اور خود آگے بڑھا۔

واپسی

سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم شرقی دریا کے کنارے پہنچا یہاں اسے معلوم ہوا کہ سلطان مظفر گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ سلطان محمود کی مدد کے لیے آ رہا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر گجراتی جونپور پر قبضہ کرنے کا بھی خواہاں ہے۔ ابراہیم نے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور جونپور پر واپس آگیا۔ محمود شاہ نے دہلی سے سنبھل پہنچ کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ تاتار خاں نے راہ فرار اختیار کی اور ابراہیم شرقی کے پاس جونپور میں چلا گیا۔ ابراہیم نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے ۸۱۶ھ میں دوبارہ دہلی کو فتح کرنے کے خیال سے سفر اختیار کیا' لیکن راستے ہی سے وہ لوٹ کر آگیا۔

خوش حالی

اس کے بعد ابراہیم شرقی نے علماء و فضلاء سے اکتساب فیض کرنے اور ملک کی ترقی اور خوش حالی کی تدبیروں کو عمل میں لانے کی طرف توجہ کی۔ اس زمانے میں تمام ہندوستان طرح طرح کی شورشوں اور فتنہ انگیزیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے ہر جگہ کے علماء و فضلاء جونپور میں آ گئے اور یہ شہر دہلی کا جواب بن گیا۔ بادشاہ نے ان علماء اور اہل کمال کی جی کھول کر سرپرستی کی اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ جونپور کی تمام رعایا ابراہیم شرقی سے بے حد خوش تھی ہر فرد اپنے بادشاہ کو خدا کی نعمت سمجھتا تھا' ملک میں چاروں طرف امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔

تھانہ پر لشکر کشی

۸۳۱ھ میں میوات کا حاکم محمد خاں' ابراہیم شرقی کے پاس آیا اور اسے تھانہ کو فتح کرنے کی ترغیب دی۔ ابراہیم نے محمد خاں کی بات مان لی اور لشکر تیار کر کے اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے دہلی کا بادشاہ سلطان مبارک شاہ ایک لشکر جرار لے کر ابراہیم شرقی کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا۔ تھانہ سے چار کوس کے فاصلے پر دونوں فریقوں نے خندق کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کیا اور دونوں طرف کے تھوڑے تھوڑے سپاہی آپس میں لڑتے رہے۔ آخر کار فریقین میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بغیر ہار جیت کا فیصلہ کیے ہوئے ختم ہو گئی۔ ابراہیم شرقی جونپور کی طرف اور مبارک شاہ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کالپی کو فتح کرنے کا خیال

۸۳۷ھ میں ابراہیم شرقی نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لشکر جرار لے کر اس مقصد سے روانہ ہوا اور راستے میں اسے یہ

besturdubooks.wordpress.com

اطلاع ملی کی سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی کو فتح کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد سے اس طرف آ رہا ہے۔ دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے' ابھی جنگ کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی۔ بادشاہ دہلی مبارک شاہ ایک زبردست لشکر لے کر دہلی سے جونپور کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ ابراہیم شرقی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا اور فوراً جونپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان ہوشنگ غوری نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم کالپی عبد القادر الموسوم بہ قادر شاہ کو معزول کر کے بغیر معرکہ آرائی کے کالپی پر قبضہ کر لیا۔

وفات

۸۴۴ ہجری میں ابراہیم شرقی بیمار پڑا کچھ ہی عرصے میں یہ بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ بادشاہ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ ابراہیم کی وفات کا جونپور والوں کو بہت صدمہ پہنچا' اہل شہر اس قدر روئے کہ انہوں نے نوحہ و فریاد سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ ابراہیم شرقی نے چالیس سال تک حکومت کی۔ حاجی محمد قندھاری کا بیان ہے کہ ابراہیم شرقی کا سال وفات ۸۴۰ھ ہے' اگر اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کی مدت حکومت چھتیس سال ہوتی ہے۔

قاضی شہاب الدین جونپوری

ابراہیم شرقی کے عہد حکومت کے علماء و فضلاء میں قاضی شہاب الدین جونپوری بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب کا آبائی وطن تو غزنی تھا لیکن ان کی نشو و نما دولت آباد دکن میں ہوئی۔ ابراہیم شرقی قاضی صاحب کے علم و فضل کا بڑا قدر دان تھا اور ان کا بہت خیال کرتا تھا۔ قاضی صاحب کی توقیر و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ مقدس دنوں میں قاضی صاحب شاہی مجلسوں میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے' کہا جاتا ہے کہ ایک بار قاضی صاحب سخت بیمار پڑے۔ ابراہیم شرقی ان کی مزاج پرسی کے لیے گیا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی کا طلب کیا۔ پانی جب آ گیا تو ابراہیم شرقی نے اس کو قاضی صاحب کے سر پر سے تصدق کر کے خود پی لیا اور کہا۔ "اے خدا! جو مصیبت قاضی صاحب کے سر پڑی ہوئی ہے اس سے انہیں نجات دے اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال دے تاکہ قاضی صاحب صحت یاب ہو جائیں۔"

تصانیف

اس واقعے سے ابراہیم شرقی کے کردار کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسے علماء دین سے کس قدر عقیدت تھی۔ قاضی صاحب کو جو شہرت حاصل ہوئی اس کا تذکرہ لاحاصل ہے ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں' حاشیہ ہندی' مصباح متن ارشاد' بدیع البیان' فتاویٰ ابراہیم شاہی' تفسیر فارسی المعروف بہ بحر امواج' رسالہ مناقب سادات اور رسالہ شہابیہ (وغیرہ وغیرہ) قاضی صاحب کو بھی ابراہیم شرقی سے بہت خلوص تھا' اس کی وفات سے وہ اس حد تک مغموم ہوئے کہ اسی سال یعنی ۸۴۰ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاضی صاحب کا انتقال ابراہیم کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۴۲ھ میں ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان محمود بن ابراہیم شرقی

تخت نشینی

ابراہیم شرقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا اور بڑی احتیاط سے سلطنت کے کاموں کو سرانجام دینے لگا۔ محمود نے اپنے باپ کی تقلید کر کے رعایا کو ہر ممکن طریقے سے خوش و خرم رکھنے کی کوشش کی' اس وجہ سے ملک کے سارے باشندے اس سے بھی بے پناہ محبت کرنے لگے۔

اکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت

۸۴۷ھ میں محمود شرقی نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے ارسال کیے اور اسے یہ پیغام دیا "کالپی کا حاکم یر خاں ولد قادر خاں شریعت کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے وہ کفر و ارتداد کی طرف مائل ہے۔ اس نے قصبہ شاہ پور کو بڑی بری طرح تباہ برباد کیا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو جلاوطن کر کے ان کی عورتوں کو غیر مسلموں کے حوالے کر دیا ہے۔ الغرض وہ ہر طرح خدا اور س کے رسول کی اطاعت سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔ سلطان ہوشنگ کے زمانے سے آپ کے اور ہمارے درمیان جو خوشگوار تعلقات قائم ں ان کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر آپ کے علم و اطلاع کے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اگر آپ میری تائید فرمائیں تو میں نصیر خاں کو اس کی کفر ستی کا مزہ چکھاؤں اور کالپی میں دوبارہ شریعت اسلام کو مروج کروں۔

کم مالوہ کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا اس سے پہلے بھی مجھ تک نصیر خاں کی شکایتیں پہنچ چکی ہیں لیکن وہ چونکہ غیر معتبر ذرائع ے پہنچی تھیں اس لیے میں نے ان کا کچھ اعتبار نہ کیا' اب چونکہ آپ نے صحیح صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔ اس لیے ان خبروں کی دیق ہو گئی ہے' نصیر خاں جیسے بدکردار شخص کو راہ راست پر لگانا ہر مسلمان بادشاہ کا فرض ہے اگر آپ اس طرف توجہ نہ کرتے تو پھر ں خود ہی اس فاجر اعظم پر لشکر کشی کرتا۔ آپ نے جو ارادہ کیا ہے وہ بہت ہی مبارک ہے اور میں آپ کی کامیابی کے لیے دست بدعا ں۔"

پی پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی کا یہ جواب پا کر محمود شرقی بہت خوش ہوا اس نے انتیس ہاتھی تحفے کے طور پر حاکم مالوہ کی خدمت میں ارسال کیے خود لشکر تیار کر کے کالپی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک ضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "کالپی کا علاقہ سلطان ہوشنگ نے مجھے مرحمت فرمایا ان دنوں سلطان محمود شرقی مجھ پر حملہ کر کے ی کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے اس لیے درخواست ہے کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے محمود شرقی کے فتنے سے بچائیں۔"

کم مالوہ کا خط

سلطان محمود خلجی نے نصیر خاں کا عریضہ پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک خط لکھا کہ "حاکم کالپی نصیر خاں خدا کے خوف اور آپ کی وقت تنبیہہ سے راہ راست پر آ گیا ہے اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے یہ عہد کیا ہے کہ وہ آئندہ مذہبی احکام کی سختی سے ندی کرے گا اور کبھی مذہبی معاملات میں دخل نہ دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ ملک سلطان ہوشنگ نے نصیر خاں کے باپ قادر خاں کو

besturdubooks.wordpress.com

عطا کیا تھا چونکہ یہ خاندان حکومت مالوہ کا اطاعت گزار ہے اس لیے آپ اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔

محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ

نصیر خان کے پہلے عریضے ہی کا جواب ابھی ارسال نہ کیا گیا تھا کہ ایک دوسرا عریضہ بھی آ پہنچا جس میں لکھا تھا "یہ بندۂ حقیر سلطان ہوشنگ کے زمانے سے حکومت مالوہ کا مطیع و فرمان بردار ہے۔ ان دنوں سلطان محمود شرقی نے پرانی دشمنی کی وجہ سے کالپی پر حملہ کر کے شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کی عورتوں کو نظربند اور جلاوطن کر دیا ہے اور خود چندیری چلا گیا ہے۔"

سلطان مالوہ کا عزم کالپی و چندیری

سلطان محمود خلجی نے خود ہی سلطان محمود شرقی کو نصیر خاں پر حملہ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن جب نصیر خاں نے منت سماجت کی تو سلطان خلجی اس کا طرف دار ہو گیا اور اس کی مدد کے لیے ۲/ شعبان ۸۴۸ ہجری کو اجین سے کالپی اور چندیری کی جانب روانہ ہوا۔ چندیری میں نصیر خاں نے سلطان محمود خلجی سے ملاقات کی اور موخر الذکر ایرچہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ

سلطان محمود شرقی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ سلطان مالوہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو تو محمود شرقی کے مقابلے کے لیے نامزد کیا اور دوسرے حصے کو جو جونپور پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر کے اس حصے نے جونپور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا' جو حصہ لشکر جونپور کا مقابلہ کرنے کے لیے متعین ہوا تھا اس نے حریف سے معرکہ آرائی کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہت سے بہادران صف شکن کام آئے۔ اس کے بعد دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔

جنگ' صلح اور پھر جنگ

دوسرے روز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی نے اپنے ایک امیر عماد الملک کو اس مقصد سے روانہ کیا کہ وہ سرراہ قیام کر کے حریف کے لیے راستہ مسدود کر دے۔ محمود شرقی کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اس جگہ جو ایک مستحکم مقام تھا' قیام کیا۔ جب محمود خلجی' شرقی فرماں روا کے استحکام سے واقف ہوا تو اپنے لشکر کے حصے کو اس نواح میں لوٹ مار کا حکم دیا۔ اس لشکر نے بہت سا مال غنیمت اپنے قبضے میں کیا' اسی دوران میں برسات کا موسم آ گیا اس وجہ سے فریقین نے صلح کر لی اور واپس ہوئے۔ محمود خلجی چندیری کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمود شرقی نے موقع پا کر بہار پر لشکر کشی کر دی کہ جہاں کے باشندے محمود خلجی کے مطیع و فرماں بردار تھے۔ محمود خلجی کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت بہار کے حاکم کی مدد کے لیے روانہ کی' محمود شرقی اس نووارد لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور واپس چلا گیا۔

پھر صلح

حضرت شیخ الاسلام جہانیں لڈہ اپنے زمانے کے نامی گرامی بزرگ تھے ان کے توسط' محمود خلجی اور محمود شرقی میں صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ محمود شرقی' قادر خاں کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور چار ماہ بعد ایرچہ اور کالپی واپس کر دے گا۔ اس صلح کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہو گیا اور سلطان محمود شرقی نے جونپور کا راستہ لیا۔

حساون پر لشکر کشی

محمود شرقی نے اپنے مرحوم باپ کی پیروی میں عالموں فاضلوں اور عام لوگوں پر بے انتہا نوازشات کیں اور انہیں انعام و اکرام سے مالا

besturdubooks.wordpress.com

ل کر دیا' کچھ عرصہ بعد جب اس لشکر کی تھکان دور ہو گئی تو اس نے حساون پر لشکر کشی کی اور یہاں کے باغیوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا۔ محمود شرقی نے حساون کے عظیم الشان مندر کو مسمار کر کے بہت سی دولت حاصل کی اور جونپور واپس آیا۔

ہلی پر ناکام حملہ

محمود شرقی نے ۸۵۶ھ میں دہلی پر حملہ کیا اور کچھ عرصہ تک محاصرہ کر کے اہل شہر سے معرکہ آرائی کرتا رہا۔ سلطان بہلول دیپال پور سے ایک زبردست لشکر لے کر آیا اور محمود شرقی سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دریا خاں افغان بادشاہ دہلی سے کبیدہ خاطر ہو کر مود شرقی سے آملا تھا اور اس کی ملازمت اختیار کر لی تھی اس نے اسی اثناء میں غداری کی اور فرار ہو گیا۔ دریا خاں کے فرار کے بعد محمود شرقی نے زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس ہوا۔ اہل دہلی نے محمود شرقی کا تعاقب کیا' اس شورش میں ایک نامی گرامی شرقی امیر می فتح خاں مارا گیا اور سات شرقی ہاتھیوں پر دشمن نے قبضہ کر لیا۔

ہلی پر دوبارہ حملہ

۸۶۱ھ میں جب بہلول لودھی نے آنلوے کرچودھری پر لشکر کشی کر دی تو محمود شرقی نے موقع پا کر دوبارہ دہلی پر حملہ کیا جیسا کہ اسب مقام پر بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' سلطان بہلول لودھی کے چچا زاد بھائی ب خاں نے شرقی فوج پر شب خون مارا لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

فات

ابھی سلطان بہلول لودھی نے اس جنگ میں شرکت بھی نہ کی تھی کہ سلطان محمود شرقی بیمار پڑ گیا اور چند روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ محمود شرقی کی مدت حکومت بیس سال اور چند ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات

besturdubooks.wordpress.com

سندھ میں اسلام کی ترویج و اشاعت

حجاج کا ارادہ تسخیر ہندوستان

سندھ اور ٹھٹھہ میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے بارے میں "خلاصۃ الحکایات" "حجاج نامہ" حاجی محمد قندھاری کی تاریخ اور دوسری تاریخی کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف نے جو ولید بن عبدالملک کی طرف سے عراق عرب بلکہ ایران و توران کا بھی حاکم تھا ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

مکران کی فتح

حجاج نے سب سے پہلے ۸۶ھ کے شروع میں محمد ہارون کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مکران کی طرف روانہ کیا۔ محمد ہارون نے مکران پہنچ کر اس شہر کو فتح کر لیا اور یہاں کے باشندے جن میں بلوچیوں کا بھی ایک قبیلہ شامل تھا مشرف بہ اسلام ہو گئے اسی زمانے سے سندھ میں اسلام کی اشاعت شروع ہوتی ہے۔ ان دنوں مکران میں جابجا مسجدیں تعمیر کی گئیں اور شریعت اسلامی کے احکامات جاری کیے گئے۔

عرب و ہند کے تعلقات ظہور اسلام سے پہلے

جزیرہ سراندیپ کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے باشندے حضرت آدمؑ کے زمانے سے کشتیوں کے ذریعے مکہ معظمہ اور عرب کے دوسرے شہروں میں جایا کرتے تھے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہندوستان کے برہمن خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پوجا کے لیے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے اور کعبہ کو بہترین معبد سمجھتے تھے۔

راجہ سراندیپ کی اسلام دوستی

ان تعلقات کی وجہ سے سراندیپ کا راجہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کی نسبت اسلام کی حقیقت سے جلد آگاہ ہوا وہ صحابہ اکرام کے زمانے میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ اس راجہ کو اسلامی فرماں رواؤں سے بہت عقیدت تھی' ایک مرتبہ اس نے بہت سے تحفے اور قیمتی اشیاء غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ سمندر کے راستے سے ولید کے پایہ تخت کو روانہ کیں۔ جب یہ کشتیاں عجم کے نواح میں پہنچیں تو لومک کے ان باشندوں نے جو حاکم دیبل کے حکم سے سمندر میں گشت لگایا کرتے تھے ان کشتیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

مسلمان عورتوں کی گرفتاری

ان کشتیوں میں جو سامان بھرا ہوا تھا اسے ان لوگوں نے لوٹ لیا اور چند مسلمان عورتوں کو جوج کے ارادے سے ان کشتیوں میں سوار تھیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ جو لوگ گرفتاری سے بچ گئے وہ بحال تباہ حجاج کے پاس پہنچے اور اس کو تمام واقعہ سنا کر داد خواہی کی درخواست کی۔

راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اس کا جواب

یہ روداد سن کر حجاج کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسی وقت سندھ کے حاکم راجہ داہر بن صعصعیہ کے نام ایک خط لکھا اور محمد ہارون کو بھیجا تا..کہ وہ اپنے قاصدوں کے ذریعے اس خط کو راجہ داہر تک پہنچا دے۔ محمد ہارون نے یہ خط داہر کو بھجوا دیا' اس نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا۔ "جن لوگوں نے یہ جرم کیا ہے ان کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے میں ان کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دیں اور مسلمان قیدی عورتوں کو رہا کر دیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اہل دیبل سے جنگ' بدمن کی شہادت

حجاج بن یوسف نے یہ جواب پا کر ولید بن عبدالملک سے اہل ہند سے جہاد کرنے کی اجازت لی اور بدمن نامی ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس بھیجا۔ محمد ہارون کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایک ہزار تجربہ کار سپاہیوں کو بدمن کے ساتھ دیبل والوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کرے۔ بدمن ان سپاہیوں کو لے کر دیبل پہنچا اور وہاں اس نے اہل دیبل سے جنگ کی' اس جنگ میں اسے شہادت نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ

بدمن کی شہادت کی خبر جب حجاج کو ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے اس ناکامی کی تلافی کے لیے اپنے چچازاد بھائی اور داماد عماد الدین محمد بن قاسم کو جس کی عمر صرف سترہ سال تھی ۹۳ھ میں سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم چھ ہزار تجربہ کار شامی سپاہیوں کے ساتھ شیراز کے راستے سے دیبل کے سرحدی شہروں دیون اور درسنہ میں پہنچا۔ یہاں سے اس نے کوچ کیا اور دیبل شہر میں جو دریائے عمان کے کنارے واقع ہے اور آج کل ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے پہنچا محمد بن قاسم نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دیبل کا عظیم الشان مندر

دیبل میں ایک بہت بڑا مندر تھا جو اپنی مضبوطی اور ساخت کے اعتبار سے ایک قلعے سے مماثلت رکھتا تھا۔ جب محاصرے کو کافی دن ہو گئے تو ایک برہمن جان کی امان طلب کر کے محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ محمد بن قاسم نے اس برہمن سے شہر دیبل اور وہاں کے بڑے مندر کی کیفیت پوچھی اس برہمن نے بتایا کہ "اس مندر میں چار ہزار راجپوت سپاہی اور دو تین ہزار برہمن پجاری ہروقت موجود رہتے ہیں۔ برہمن پجاریوں نے ایک ایسا جادو کیا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے مندر کو فتح کرنا ناممکن ہو گیا ہے جب تک اس جادو کے اثر کو زائل نہ کیا جائے مندر کو فتح نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ آج تک اس مندر کو کسی فاتح نے تسخیر نہیں کیا۔"

جادو کا اثر

محمد بن قاسم نے اس برہمن سے پوچھا کہ اس جادو کے اثر کو کیسے زائل کیا جا سکتا ہے؟ برہمن نے جواب دیا "فلاں جھنڈے کی بنیاد میں پجاریوں نے طلسم باندھ رکھا ہے اگر اس بنیاد کو تباہ کر دیا جائے تو جادو کا اثر زائل ہو سکتا ہے۔" محمد بن قاسم نے جعوبیہ نامی ایک منجنیق انداز کو حکم دیا کہ اس جھنڈے کی بنیاد پارہ پارہ کر دے۔ جعوبیہ نے تین بار اس جھنڈے پر پتھر پھینکے اور اس کی بنیاد کو بالکل تباہ کر دیا اور اس طرح جادو کا اثر ختم ہو گیا۔

مندر کی فتح

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مندر فتح ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی چاردیواری کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور برہمنوں کو اسلام لانے کی دعوت دی برہمنوں نے اس سے انکار کیا اس پر محمد بن قاسم نے لڑکوں' لڑکیوں اور جوان عورتوں کو لونڈی غلام بنا کر قید کر لیا اور سترہ برس سے زیادہ عمر کے مردوں کو قتل کر دیا۔ لونڈی غلاموں کے علاوہ محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سامال غنیمت بھی آیا اس نے اس کے پانچ حصے کیے ایک حصہ مع پچھتر کنیزوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور باقی سب اہل لشکر میں تقسیم کر دیا۔

ہراون کی فتح

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر ہراون کی طرف روانہ ہوا۔ جب شہر کے حاکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ برہمن آباد قدیم کی طرف چلا گیا' اس کے درباریوں اور دیگر معتبر اشخاص نے جان کی امان طلب کر کے قلعہ محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا۔ محمد بن قاسم نے شہر کی

besturdubooks.wordpress.com

حکومت ایک مسلمان امیر کے حوالے کی اور اہل لشکر کی ضرورت کے لیے غلہ اور دیگر اشیاء فراہم کر کے سیوان کی جانب روانہ ہو گیا۔

سیوان کے برہمن

اہل سیوان کو جو سب کے سب برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے جب محمد بن قاسم کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے حاکم کجرائے کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے مذہب کی رو سے خون ریزی ناجائز ہے اس لیے ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کر سکتے لہٰذا ہماری رائے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم محمد بن قاسم سے امان طلب کر لیں اور اس کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنائیں۔"

سیوان کی فتح

کجرائے برہمنوں کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت غصے میں آیا اور انہیں برا بھلا کہنے لگا' مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرے کو ایک ہفتہ گزر گیا تو راجہ کجرائے رات کے وقت اپنے راجپوت سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ فرار ہو کر قلعہ سلیم کے راجہ کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ صبح ہوئی تو برہمنوں نے محمد بن قاسم سے امان طلب کر کے شہر اسکے حوالے کر دیا۔

حصار سلیم کی فتح

محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا۔ اس نے اس میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے بقیہ اہل لشکر میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے فتح سیوان کے بعد محمد بن قاسم نے حصار سلیم کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ یہاں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کو بھی حسب سابق تقسیم کر دیا گیا مسلمانوں نے اس شہر میں چند روز تک قیام کیا۔

بیلسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ

اسی دوران میں راجہ داہر کا بڑا بیٹا جس کا نام بیلسہ تھا ایک عظیم الشان لشکر لے کر محمد بن قاسم کے مقابلے میں آیا۔ انہیں دنوں ایک اور مصیبت بھی نازل ہوئی اور وہ یہ کہ بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے بہت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے یہ انتہائی پریشان کن حادثہ تھا۔ محمد بن قاسم نے فوراً حجاج بن یوسف کو اطلاع دی' حجاج نے بلا تاخیر دو ہزار گھوڑے بھجوائے اس کے بعد مسلمانوں نے بیلسہ کے لشکر کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں زبردست جنگ چھڑ گئی دو تین بار معرکہ آرائی ہوئی لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔

نجومیوں کی حق گوئی

راجہ داہر نے اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا کیا انجام ہو گا۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہم نے پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک زمانے میں عرب میں ایک ایسا شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو گا جو نبوت کا دعوی کرے گا اور ساری دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ اس مبارک ہستی کے وصال کے بعد ۸۶ھ میں عربی لشکر دیبل کے نواح میں پہنچے گا اور "۹۲ھ میں اس شہر میں داخل ہو کر سارے ملک پر قبضہ کر لے گا۔ راجہ داہر نے نجومیوں کی یہ بات سنی اور ان سنی کر دی۔ اگرچہ وہ پہلے بھی ان نجومیوں کو کئی بار آزما چکا تھا اور ان پر بڑا اعتماد رکھتا تھا' لیکن اس بار چونکہ اس کا آخری وقت قریب آچکا تھا' اس لیے اس نے یہ روش اختیار کی۔

راجہ داہر سے جنگ

راجہ داہر نے جنگ کا ارادہ کر لیا' اس نے پچاس ہزار راجپوت' سندھی اور ملتانی سواروں کا زبردست لشکر تیار کیا اور ۱۰ رمضان المبارک بروز جمعرات ۹۳ھ ہجری کو محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا۔ محمد بن قاسم نے چھ ہزار صف شکن عرب سپاہیوں کے ساتھ راجہ داہر کا سامنا کیا۔ فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی جو چند روز تک جاری رہی راجہ داہر کے سپاہیوں نے بڑی جان بازی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں

besturdubooks.wordpress.com

کو مغلوب کرنے کی بہت کوشش کی۔

جنگ مغلوبہ

ایک روز راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ محمد بن قاسم بھی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔ پہلے تو فریقین فرداً فرداً لڑتے رہے اور اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اس پر راجہ داہر نے جنگ مغلوبہ شروع کر دی۔ اس میں وہ خود بھی شریک ہوا اور بڑی بہادری سے تلوار چلاتا رہا اس پر راجہ داہر اور اس کے لشکریوں نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک عرب گولہ انداز نے راجہ کے ہاتھی پر ایک گولہ پھینکا' آگ دیکھ کر ہاتھی بے قابو ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ مہاوت نے ہاتھی کو قابو میں کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

راجہ داہر کی ہلاکت

ہاتھی بھاگتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا اور پانی میں اتر گیا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کا تعاقب کیا اور اس کے پیچھے دریا کے کنارے آیا' یہاں پھر جنگ شروع ہو گئی راجہ نے اپنے ہاتھی کو مسلمانوں پر دوڑایا اور نیزے اور تلواریں مار مار کر بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ اسی دوران میں راجہ کو ایک تیر لگا اور ہاتھی سے نیچے گر گیا اس موقعے پر راجہ نے ایک بار پھر بہادری کا مظاہرہ کیا اور بڑی پھرتی سے ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا ایک عربی سوار نے راجہ پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اسے ہلاک کر دیا۔

قلعہ ازور پر حملہ

راجہ کے لشکریوں نے جب اپنے آقا کی یہ حالت دیکھی تو وہ حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور قلعہ ازور میں پناہ گزین ہو گئے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی' راجہ داہر کے بیٹے جیلسہ نے یہ ارادہ کیا کہ قلعے کو بہادر سپاہیوں کی تحویل میں دے دیا جائے اور وہ خود قلعے سے باہر نکل کر محمد بن قاسم سے معرکہ آرائی کرے لیکن جیلسہ کے مقربین نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر برہمن آباد چلے گئے۔

زوجہ داہر کی بہادری

راجہ داہر کی بیوی بہت ہی جرات مند اور بہادر عورت تھی اس نے اپنے بیٹے جیلسہ کے ساتھ برہمن آباد جانے سے انکار کر دیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کا ایک زبردست لشکر لے کر قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں کے مقابلے پر آئی۔ محمد بن قاسم نے ایک عورت کا مقابلے کرنا مناسب نہ سمجھا اس پر رانی قلعے میں محصور ہو گئی اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگی۔

مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ اہل قلعہ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے جب اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انہوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اپنے بیوی بچوں کو اس کے سپرد کر دیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ راجپوت راجہ داہر کی بیوی کی نگرانی میں قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ یہ تمام راجپوت اس حد تک لڑے کہ سب مع رانی کے مارے گئے اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر قلعے میں داخل ہوا انہوں نے چھ ہزار راجپوتوں کو قتل اور بیس ہزار کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی دو لڑکیاں بھی تھیں جن کو محمد بن قاسم نے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ ارسال کیا۔

ملتان کی فتح

محمد بن قاسم نے دیبل کا تمام ملک عربی امراء میں تقسیم کر دیا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ملتان بھی راجہ داہر کے قبضے میں تھا تو اس نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کو پایہ تخت بنایا اور یہاں کے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔

besturdubooks.wordpress.com

داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں کو خلیفہ کے پاس دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے محل میں رہنے لگیں ایک عرصے بعد خلیفہ ولید کو ان لڑکیوں کا خیال آیا اور اس نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ خلیفہ کے پوچھنے پر ان لڑکیوں نے اپنے نام بتائے' بڑی کا نام سرلا دیوی اور چھوٹی کا نام پرمل دیوی۔ سرلا دیوی ولید کو بہت پسند آئی اور اسے اپنے محل میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ سرلا کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا "میں آپ کے محل میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ محمد بن قاسم تین راتیں میرے ساتھ گزار چکا ہے' کیا مسلمانوں میں یہی رواج ہے کہ عورت پر پہلے تو ملازم اپنے ہاتھ صاف کریں اور بعد میں اپنے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیں۔

محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام

یہ سن کر خلیفہ ولید سخت طیش میں آگیا اور اس نے اسی وقت اپنے ہاتھ سے یہ فرمان لکھا۔ "محمد بن قاسم جہاں کہیں بھی ہو فوراً اپنے آپ کو گائے کی کھال میں بند کر کے پایہ تخت پہنچ جائے۔" محمد بن قاسم کو جب یہ فرمان ملا تو اس بے چارے نے مجبوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اس نے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں لپیٹا اور اپنے آدمیوں سے کہا "مجھے ایک صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس پہنچا دو" ایسا ہی کیا گیا اور بے بس و بے کس محمد بن قاسم کو دمشق پہنچا دیا گیا۔

صندوق میں بند (مرا ہوا) محمد بن قاسم جب خلیفہ کے سامنے پہنچا تو ولید نے سرلا دیوی کو بلا کر کہا "دیکھو میں مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔" اس پر سرلا نے ولید سے کہا۔ "آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ بغیر تحقیق کسی کی بات کا یقین کریں ہر بات کو آپ پہلے میزان عقل پر تولا کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا کریں۔ آپ نے محمد بن قاسم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عقل سے بے بہرہ ہیں اور محض خدا کے سہارے حکومت کر رہے ہیں۔ محمد بن قاسم نے میری طرف کبھی دست تصرف نہیں بڑھایا اور ہمیشہ مجھے اپنی بہن کی طرح اپنے ساتھ رکھا ہے چونکہ اس نے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا تھا اس لیے میں نے انتقامی جذبے کے تحت اس پر الزام تراشی کی مجھے خوشی ہے کہ میں محمد بن قاسم سے انتقام لینے میں کامیاب ہوئی ہوں۔" ولید سرلا دیوی کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت شرمندہ ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔

محمد بن قاسم کے بعد-----!!

محمد بن قاسم کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا تفصیلی تذکرہ کسی مشہور تاریخ میں نہیں ملتا' تاریخ "بہادر شاہی" میں تذکرہ تو ہے مگر تفصیل نہیں مولف نے صرف سندھ کے حاکموں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ محمد بن قاسم کے بعد سندھ پر ایک ایسے گروہ نے حکومت کی جو اپنے آپ کو تمیم انصاری کی اولاد بتاتا تھا لیکن اس خاندان کے فرماں رواؤں کے نام راقم الحروف مورخ فرشتہ کی نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزرے۔

شاہان جام

اس خاندان کے بعد سومرکان کے قبیلے نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی' پھر سندھ کے زمینداروں کے ایک خاندان "سمکان" میں حکومت منتقل ہوئی' اس خاندان کے بادشاہوں کو شاہان جام کہا جاتا ہے۔

ان دونوں خاندانوں کے عہد حکومت میں کبھی کبھی غزنین غور اور دہلی کے مسلمان بادشاہ سندھ پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور اس ملک کے بعض شہروں کو فتح کر کے اپنے اپنے پایہ تخت کو واپس چلے جاتے تھے' لیکن ناصر الدین قباچہ نے ایسا نہ کیا اس نے سندھ کو فتح کر کے اپنا پایہ تخت بھی یہیں بنایا۔ آئندہ اوراق میں سندھ کے غوری' غزنی اور دہلوی حملہ آوروں کے حالات بیان نہیں کیے جائیں گے کیونکہ راقم الحروف اپنی اس تالیف میں ان فرماں رواؤں کے حالات مناسب مقامات پر سپرد قلم کر چکا ہے۔ ذیل کی سطور میں پہلے تو ناصر

besturdubooks.wordpress.com

الدین قباچہ کے حالات لکھے جائیں گے اور پھر شاہان جام یعنی قبیلہ سمگان کے بادشاہوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ناصر الدین قباچہ

ہندوستان کے تمام مورخین نے ناصر الدین قباچہ کے حالات سلاطین دہلی کے تذکرے کے ساتھ بیان کیے ہیں لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس عام روش کی پیروی نہیں کی' اس لیے اس بادشاہ کے حالات فرماں روایان سندھ کے ضمن میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

سلطان معزالدین سام کا فیض صحبت

ناصر الدین قباچہ سلطان معزالدین بن سام کا ترکی غلام تھا جو عقل مندی' معاملہ فہمی اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھا۔ سلطان معز الدین بن سام کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے ناصر الدین قباچہ کے تجربات میں بڑا اضافہ ہوا تھا اور اسی سلطان کے فیض صحبت سے اس نے قواعد جہاں بانی و کشور کشائی میں کمال حاصل کیا تھا۔ سلطان معزالدین نے ملک خطا پر حملہ کیا اور اہل خطا سے ایک زبردست جنگ کی اس جنگ میں اوچھ کا جاگیردار تمر مارا گیا۔ سلطان معزالدین نے ناصر الدین قباچہ کو اوچھ کا حاکم بنا دیا۔

قطب الدین ایبک کی اطاعت

ناصر الدین قباچہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا اس کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اس سے بیاہی گئی تھیں۔ ناصر الدین اپنے آقا سلطان معزالدین کے حکم کے مطابق سلطان قطب الدین ایبک سے ملنے کے لیے کبھی کبھی اوچھ سے دہلی میں آیا کرتا تھا۔

وسعت سلطنت

سلطان قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد ناصر الدین قباچہ نے سندھ کے بیشتر قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا اس قبیلہ سومرکان کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کے قبضے میں ٹھٹھہ اور جنگلی علاقے کے سوا اور کچھ نہ رہا (واضح رہے کہ قبیلہ سومرکان میں ہندو اور مسلمان دونوں مذہبوں کے ماننے والے پائے جاتے تھے) اس قبیلے کے افراد نے مجبور ہو کر زراعت کو اپنا پیشہ بنایا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ ناصر الدین قباچہ کے بعد اس قبیلے نے دوبارہ سر اٹھایا اور رفتہ رفتہ سندھ کو دہلی کے فرماں رواؤں کے قبضے سے نکال لیا۔

خود مختار حکومت

ناصر الدین نے سندھ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور دریا سرتی کے کنارے تک سرہند' کہرام اور ملتان وغیرہ مقامات کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ سلطان تاج الدین یلدوز نے ناصر الدین قباچہ کی مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے چند مرتبہ غزنی سے اپنا لشکر بھی روانہ کیا لیکن ہر مرتبہ اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

خوارزمی لشکر سے جنگ

۶۱۱ھ میں خوارزمی لشکر جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا ہندوستان کے سرحدی مقامات پر قابض ہو گیا۔ ناصر الدین نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اگرچہ اس جنگ میں خلجی سردار مارا گیا لیکن غزنی کا وزیر شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

لاہور پر حملہ

۶۰۴ھ میں ناصر الدین نے لاہور پر حملہ کیا اور سرہند تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا' اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ سلطان شمس

besturdubooks.wordpress.com

الدین اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ شمس الدین کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے حریف تک جلد از جلد پہنچنے کے خیال سے بغیر کسی تکلف کے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ تمام امیروں اور لشکریوں نے بھی اپنے بادشاہ کی پیروی کی اس وجہ سے شمس الدین کے لشکر کا بڑا حصہ دریا میں ڈوب گیا۔ ناصر الدین قباچہ نے شمس الدین کی آمد کی خبر سنی تو وہ ملتان کی طرف بھاگ گیا اس افراتفری میں شمس الدین نے ناصر الدین کے علم و طبل پر قبضہ کر لیا۔

پناہ گزین مسلمانوں کی دل جوئی

جس زمانے میں چنگیز خاں کے انسانیت سوز مظالم مسلمانوں کے لیے سوہان روح بنے ہوئے تھے غزنی خراسان اور غور کے بے شمار مسلمان ناصر الدین قباچہ کے پاس آئے۔ ناصر نے ان سب کی دل جوئی کی اور ان میں سے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے نوازا۔

سلطان جلال الدین کی ہندوستان میں آمد

چنگیز خاں کی خون آشام تلوار نے سلطان جلال الدین بن سلطان محمد خوارزم کو ہندوستان آنے پر مجبور کر دیا۔ یہ فرماں روا ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنی بہادری اور حکمت عملی سے لڑتا اور اپنی قوت بڑھاتا رہا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے دس ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ جلال الدین یلدوز کو (جو سلطان شہاب الدین کے زمانے میں مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا) اپنا قاصد بنا کر کھکروں کے راجہ کو کار سنکر کے پاس بھیجا اور راجہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ کوکار سنکر نے اپنی بیٹی کو جلال الدین کی خدمت میں بھیج کر یہ درخواست کی کہ ناصر الدین قباچہ ہم کھکروں کا جانی دشمن ہے۔ آپ از راہ کرم اس کو راہ راست پر لائیں' ہماری قوم تا عمر آپ کی ممنون احسان رہے گی۔"

ناصر الدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ

سلطان جلال الدین نے راجہ کوکار سنکر کے بیٹے کو (جو اس کی خدمت میں حاضر تھا) خلیج خاں کے خطاب سے نوازا اور اپنے ایک امیر کے ساتھ (جو ایک مشہور اوزبک پہلوان تھا) مع سات ہزار سواروں کے ناصر الدین قباچہ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ ناصر الدین کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے بیس ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اوچہ کے قریب دریائے سندھ کے کنارے مقیم ہوا۔ اوزبک باشی نے موقع پا کر قباچہ کے لشکر پر شب خون مارا اور اس کے لشکر کو سخت پریشان کیا ناصر الدین بڑی مشکلوں سے جان بچا کر ایک کشتی کے ذریعے دشمن کے چنگل سے بھاگ نکلا۔ اوزبک باشی نے اپنی اس کامیابی سے سلطان جلال الدین کو مطلع کیا۔

جلال الدین اوچھ میں

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ دہلی کا لشکر اس طرف آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور اوچھ میں آ گیا۔ اوچھ میں اس نے سلطان ناصر الدین قباچہ کی بارگاہ میں قیام کیا اور قباچہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا۔ "امیر خان کا بیٹا اور بیٹی جو حال ہی میں دریائے سندھ کے کنارے سے فرار ہو کر اس نواح میں آئے ہیں انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے۔" ناصر الدین نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں مطلوبہ افراد کو مع بہت سے تحفوں کے جلال الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

شہزادہ چغتائی خاں کی آمد

سلطان جلال الدین نے اوچھ میں کسی قسم کا ہنگامہ بپا نہ کیا اسی دوران میں گرمیوں کا موسم آ گیا اور وہ کوہ جود اور بنگالہ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک قلعہ نظر آیا' سلطان جلال الدین نے اس کا محاصرہ کر کے فتح کا جھنڈا لہرا کر اہل قلعہ کو قتل کر دیا اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ چنگیز خاں کے حکم سے شہزادہ چغتائی خاں' سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین

besturdubooks.wordpress.com

کو یہ شک گزرا کہ ناصرالدین قباچہ شہزادہ چغتائی خاں کی مدد کر رہا ہے۔ اس خیال سے جلال الدین اوچھ کی طرف روانہ ہوا۔

اوچھ کی آتش زدگی

ملتان پہنچ کر سلطان جلال الدین نے سلطان ناصرالدین قباچہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن ناصرالدین اس کے قابو میں نہ آیا اور مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جلال الدین اوچھ کی طرف روانہ ہو گیا اس نے اہالیان اوچھ کو اپنی اطاعت کے لیے کہا مگر یہ لوگ نہ مانے اس پر جلال الدین نے شہر کو نذر آتش کر دیا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے دیبل کی جانب جو ان دنوں ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے روانہ ہوا۔

قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی

راستے میں جب کوئی ایسا شہر یا قصبہ نظر آتا جو ناصرالدین قباچہ کے زیر حکومت ہوتا تو جلال الدین فوراً اسے تباہ و برباد کر دیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ غرض اس طریقے سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ ٹھٹھہ پہنچا' ٹھٹھہ کے راجہ حبشی کو جو قبیلہ سومرکان سے تعلق رکھتا تھا جب جلال الدین کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے تمام مال و اسباب اور بیوی بچوں کو لے کر قریب کے ایک جزیرے میں (کشتیوں کے ذریعے) چلا گیا۔

جلال الدین کی عراق کو روانگی

جلال الدین نے ٹھٹھہ میں قیام کر کے یہاں کے عظیم الشان مندر کو مسمار کروا دیا اور اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کی۔ جلال الدین نے پہلے سندھ اور گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ کچھ اور مکران کے راستے سے ۶۲۰ھ میں عراق کی طرف روانہ ہو گیا جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔

چغتائی خاں کی شورش

جب شہزادہ چغتائی خاں مغل لشکر کو لے کر جلال الدین کے تعاقب میں ملتان پہنچا تو ناصرالدین قباچہ نے جرات اور بہادری کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ چالیس روز کے بعد اہل ملتان نے مغلوں کے محاصرے سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے بعد چغتائی خاں کچھ اور مکران کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ان علاقوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور پھر سردیوں کا موسم گزارنے کے لیے کالنجر کے علاقے میں جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے مقیم ہوا۔ چغتائی خاں نے مختلف معرکوں میں تیس چالیس ہزار ہندوستانیوں کو قید کر رکھا تھا۔ ان مظلوم ہندوستانیوں کو اس بہانے سے قتل کر دیا گیا کہ ان کی موجودگی سے مغل لشکر کی ہوا میں بدبو پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بعد چغتائی خاں توران کی طرف چلا گیا۔ کالنجر کے حاکم سالار احمد نے ناصرالدین قباچہ کو چغتائی خاں کی فتنہ پردازی اور غارت گری کی اطلاع دی جس سے وہ بہت غمگین ہوا۔

التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی

۶۲۴ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے ناصرالدین قباچہ کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد سے چند بار سندھ پر لشکر کشی بھی کی۔ التمش جب اپنا لشکر لے کر اوچھ تک آ گیا تو ناصرالدین قباچہ شہر کو مستحکم کر کے بکر کی طرف چلا گیا۔ التمش نے اوچھ کا محاصرہ کر لیا اور نظام الملک بن ابو سعید جنیدی کو (جس نے کتاب جامع الحکایات التمش کے نام سے معنون کی ہے) قلعہ بکر کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدین قباچہ کشتی کے ذریعے سے ایک نواحی جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اسے منزل مقصود پر پہنچنا نصیب نہ ہوا اور کشتی دریا میں ڈوب گئی اور قباچہ ہلاک ہو گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت

ناصرالدین قباچہ کے غرق دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ التمش کے خوف سے قباچہ جب اوچھ سے بکر کی طرف روانہ ہوا تو التمش نے یہ مہم اپنے وزیر نظام الملک کے سپرد کر دی اور خود واپس دہلی چلا گیا۔ نظام الملک نے دو ماہ کی لگاتار کوششوں کے بعد اوچھ کو فتح کر لیا اور بڑے تزک و احتشام سے بکر کی جانب روانہ ہوا۔ ناصرالدین قباچہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو ساتھ لیا اور تمام زر و جواہر ہمراہ لے کر کشتی کے ذریعے سے اس نواح کے ایک جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا اتفاق سے دریا کی خونی لہروں میں تموج پیدا ہوا۔ بادشاہ کی کشتی ان لہروں کی لپیٹ میں آ گئی اور ڈوب گئی باقی کشتیاں تو ساحل پر پہنچ گئیں' لیکن قباچہ کا کچھ پتہ نہ چلا قباچہ نے سندھ اور ملتان پر بائیس سال حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

زمینداران سندھ یعنی قبیلہ ستم گان کی حکومت

سندھ میں دو طرح کے زمیندار آباد تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے کو "سومرکان" اور دوسرے کو "ستم گان" کہا جاتا تھا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت کے آخر میں سندھ کی حکومت "سومرگان" قبیلے کے ہاتھوں سے نکل گئی اور قبیلہ ستم گان سندھ پر قابض ہو گیا۔ اس قبیلے کے بیشتر فرماں روا شاہان دہلی کے اطاعت گزار اور باج گزار تھے' لیکن کبھی کبھی کوئی ستم گان حاکم اس تعلق کو توڑ کر اپنی خود مختاری کا اعلان بھی کر دیتا تھا۔ ستم گانوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ جمشید کی نسل سے ہیں اور اس لیے ان کا ہر فرماں روا "جام" کا لقب اختیار کرتا تھا۔

جام افزاہ

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں سب سے پہلے قبیلہ ستم گان کا جو شخص فرماں روائی کے مرتبے تک پہنچا اس کا نام جام افزاہ تھا۔ یہ فرمان روا بہت ہی دور اندیش اور معاملہ فہم انسان تھا۔ اس نے تین سال اور چھ ماہ تک حکومت کر کے داعی اجل کو لبیک کہا۔

جام جونا

جام افزاہ کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا چھوٹا بھائی جام جونا حکومت کا وارث ہوا۔ یہ بہت ہی علم دوست انسان اور انصاف پسند حاکم تھا' اس نے سندھ پر چودہ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام مانی بن جام جونا

فیروز شاہ کا پہلا حملہ

جام جونا کی وفات کے بعد جام مانی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں کی اور تمام سرداروں اور امیروں کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ جام مانی نے سلطنت دہلی کا مطیع رہنا مناسب نہ سمجھا اور خراج دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے ۷۶۲ ہجری میں سلطان فیروز شاہ نے سندھ پر حملہ کر دیا۔ جام مانی ایک محفوظ مقام پر فروکش ہوا اور اس نے اپنی ضرورت کے مطابق غلہ اور چارہ فراہم کر کے بقیہ تمام غلے اور چارے کو نذر آتش کر دیا' تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے فائدہ نہ اٹھائے۔ سلطان فیروز شاہ کو جام مانی کے اس اقدام کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑی' غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے اس کا سندھ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔

فیروز شاہ کا دوسرا حملہ

برسات کا زمانہ فیروز شاہ نے گجرات میں بسر کیا اور پھر سردیوں کے شروع میں دوبارہ سندھ پر حملہ کیا۔ اب کی بار چونکہ جام مانی اجناس کو نذر آتش نہ کر سکا تھا۔ اس لیے فیروز شاہ کو کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑی' یہ صورت حال دیکھ کر جام مانی بہت پریشان ہوا اور اس نے فیروز شاہ سے امان طلب کی۔ فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے یہ ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کر دیا اور خود جام مانی اور دوسرے سندھی سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔

جام مانی کا انتقال

کچھ عرصے تک جام مانی بڑی خوش اسلوبی اور تن دہی سے سلطان فیروز شاہ کی خدمت کرتا رہا اس وجہ سے فیروز شاہ اس سے بہت خوش ہوا اور اسے دوبارہ سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ جام مانی اپنے وطن میں آیا اور امن و اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے پندرہ

besturdubooks.wordpress.com

سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

جام تماچی بن جام مانی

جام مانی کے انتقال کے بعد سندھ کی حکومت اس کے بیٹے جام تماچی کے ہاتھ آئی اس نے تیرہ برس اور چند ماہ تک بغیر کسی خوف و خطر کے حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام صلاح الدین

جام تماچی کے بعد جام صلاح الدین سندھ کا فرماں روا ہوا۔ اس نے بڑی فارغ البالی سے حکومت کی' اس کی مدت حکومت گیارہ برس ہے۔

جام نظام الدین

صلاح الدین کے بعد اس کا بیٹا جام نظام الدین تخت پر بیٹھا اس کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

جام علی شیر

نظام الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام علی شیر اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کے کاموں کو انجام دیا اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کر کے رعایا کو خوش و خرم رکھا۔ اس کے عہد حکومت میں چوروں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع ہو گیا اور ملک میں مکمل امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ اس نے چھ برس اور چند مہینوں تک حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا' اس کی موت پر رعایا نے بڑا ماتم کیا۔

جام کران بن جام تماچی

جام علی شیر کے بعد جام کران نے حکومت کا دعویٰ کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ چونکہ اس کا باپ جام تماچی سندھ کا حکمران تھا اس لیے باپ کی سلطنت اسی کو وراثت میں ملنی چاہیے اس تدبیر سے اس نے سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی' مگر خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ وہ حکومت نہ کرے' صرف ڈیڑھ دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ستم گانوں نے آپس میں مشورے کے بعد فتح خاں بن اسکندر خاں کو اپنا حکمران منتخب کیا' جام سکندر کی مدت حکومت پندرہ سال ہے۔

جام تغلق بن جام سکندر

جام سکندر کے بعد اس کا چھوٹا بھائی جام تغلق تخت نشین ہوا اس نے حکومت کے کاموں کو بڑی اچھی طرح انجام دیا اور اس طرح تمام رعایا کو اپنا ہی خواہ بنالیا۔ جام تغلق کے عہد حکومت میں سلطنت دہلی کا وہ پہلا سا رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا اس وجہ سے جام تغلق نے شاہان گجرات سے دوستانہ مراسم پیدا کیے جام تغلق کے بعد سندھ کے فرمانرواؤں کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ ہمیشہ شاہان گجرات کو دوست بنائے رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد حاصل کرتے تھے۔ جام تغلق نے اٹھائیس سال حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

جام مبارک

جام مبارک جام تغلق کا رشتہ دار تھا آخر الذکر کی وفات کے بعد اس نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن اسے زیادہ دیر حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی اور تخت نشینی کے تیسرے ہی روز اس نے انتقال کیا۔

جام اسکندر بن جام فتح بن سکندر

جام مبارک کے بعد تمام امراء نے متفقہ طور پر جام اسکندر کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ اس فرماں روا نے ایک سال چھ ماہ تک حکومت کی۔

جام سنجر

جام اسکندر کی وفات کے بعد امیروں اور وزیروں نے جام سنجر کو سندھ کا حکمران بنا دیا۔ اس کا تعلق شاہی خاندان سے تھا' نیز وہ پچھلے فرماں رواؤں کے عہد میں ملکی و مالی خدمات انجام دے چکا تھا اس وجہ سے سندھ کی فرمانروائی کے لیے اس کا انتخاب بہت موزوں تھا جام سنجر نے آٹھ سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا

شاہ بیگ ارغوان کا حملہ

جام سنجر کے انتقال کے بعد جام نندا تخت نشین ہوا اس کے عہد حکومت میں سندھ نے بہت ترقی کی اور اس کی آبادی و معموری میں بہت اضافہ ہوا۔ جام نندا سلطان حسین لنگاہ کا ہم عصر تھا اور اسی کے عہد حکومت میں شاہ بیگ ارغوان قندھار سے آ کر قلعہ سولی پر قابض ہو گیا۔ اس قلعے کا حاکم بہادر خاں نامی ایک سندھی امیر تھا۔ شاہ بیگ نے اسے برطرف کر کے اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد خاں کو اس قلعے کا حاکم بنایا اور خود قندھار واپس چلا گیا۔

قلعہ سولی پر نندا کا دوبارہ قبضہ

شاہ بیگ کی واپسی کے بعد جام نندا نے مبارک خاں نامی اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر کو سلطان محمد سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین میں کئی بار لڑائی ہوئی آخر کار سلطان محمد مارا گیا اور اس طرح قلعہ سولی دوبارہ جام نندا کے قبضے میں آ گیا۔

میرزا عیسیٰ خاں کا حملہ

شاہ بیگ کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو اس نے میرزا عیسیٰ خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ جام نندا پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جام نندا نے بھی بہادر سپاہیوں کی ایک فوج تیار کی اور سرحد پر میرزا عیسیٰ خاں سے معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں جام نندا کے بہت سے تجربہ کار اور جاں باز امیر مارے گئے۔ مبارک خاں زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور قصبہ بھکر میں پناہ گزیں ہوا۔

بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ

میرزا عیسیٰ کی کامیابی کی خبر جب شاہ بیگ کو پہنچی تو اس نے سارے ملک سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس مقصد سے وہ ایک لشکر جرار لے کر قندھار سے روانہ ہوا اور بھکر پہنچ کر تباہی و بربادی اور غارت گری کا بازار گرم کیا۔ قاضی قادن بھکر کا حاکم تھا جسے جام

besturdubooks.wordpress.com

نندا نے مقرر کیا تھا' قاضی قاون نے ہرچند شاہ بیگ کی مدافعت کی' لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی- اس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ قلعہ بھکر اس وقت تک کچھ زیادہ مستحکم نہ تھا' دوسرے اہل بھکر کو جام نندا کی طرف سے مدد نہ ملی- قاضی قاون نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور قلعہ دشمن کے حوالے کر دیا-

سہوان پر شاہ بیگ کا قبضہ

شاہ بیگ نے قلعہ بھکر کی حکومت اپنے نامی گرامی امیر فاضل بیگ کو کاتاش کے حوالے کی اور خود سہوان کی جانب روانہ ہوا- شاہ بیگ نے سہوان کو بھی فتح کر لیا اور اس شہر کا حاکم خواجہ بیگ کو مقرر کیا' اس سال شاہ بیگ نے صرف انہیں فتوحات پر اکتفا کیا اور قندھار واپس چلا گیا-

سندھیوں کی بزدلی

جام نندا نے بے شمار دولت صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور قلعہ سوی کو دوبارہ اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کی' لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ سندھی سپاہی عیسیٰ خاں کے ترکی سپاہیوں کی بہادری اور جرات سے بہت خائف تھے اور ان کا مقابلہ کرنے سے کتراتے تھے- ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک ترکی سپاہی اپنے گھوڑے کی زین کو درست کرنے کے لیے نیچے اترا' اسی اثناء میں چالیس سندھی سپاہی بھی اس کے قریب پہنچ گئے ان سندھیوں نے اکیلے ترکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' ترکی فوراً گھوڑے پر سوار ہوا تاکہ وہ راہ فرار اختیار کرے- سندھی یہ سمجھے کہ شاید وہ ان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اس خیال سے فوراً اس کے سامنے سے بھاگ گئے-

جام نندا کا انتقال

جام نندا اپنی سلطنت کو مائل بہ زوال ہوتے دیکھ کر بیمار پڑ گیا اور آخر کار ساٹھ برس تک حکومت کر کے اس نے سفر آخرت اختیار کیا-

جام فیروز

جام نندا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام فیروز سندھ کی حکومت کا وارث ہوا- اس نے اپنے ایک رشتہ دار مسمی رشید خاں کو میر جملہ اور مختار سلطنت بنایا- اس کے ایک دوسرے رشتہ دار جام صلاح الدین نے سلطنت کا دعویٰ کیا اور ملک پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کئی بار جام فیروز سے جنگ کی' لیکن ہر مرتبہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا-

جام صلاح الدین کی یورش

جام صلاح الدین مایوس ہو کر گجرات چلا گیا اس کی چچا زاد بہن سلطان مظفر شاہ گجراتی کی بیوی تھی' اس رشتہ داری کی وجہ سے سلطان مظفر نے جام صلاح الدین کی مدد کی اور اس کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ٹھٹھہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی- جام صلاح الدین اس لشکر کو لے کر سندھ کی سرحد پر پہنچا اس نے جام فیروز کے مختار کل دریا خاں سے ساز باز کر کے تمام سندھ پر قبضہ کر لیا-

دریا خاں کا اقتدار

دریا خاں ایک زبردست امیر تھا حکومت کے تمام کام اسی کے ذریعے انجام پاتے تھے- پہلے تو اس نے جام صلاح الدین کا ساتھ دیا' لیکن بعد میں اس نے اپنے قدیم آقا جام فیروز کا حق نمک ادا کیا اور اس کو دوبارہ سندھ کا حکمران بنا دیا- جام صلاح الدین اس وجہ سے بہت پریشان ہوا اور دوبارہ گجرات چلا گیا-

besturdubooks.wordpress.com

جام صلاح الدین کا سندھ پر قبضہ

جام صلاح الدین نے دوبارہ لشکر جمع کیا اور ۹۲۶ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا اس بار اس نے جام فیروز کو شکست دی اور سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ جام فیروز نے پریشان ہو کر شاہ بیگ ارغوان سے مدد کی درخواست کی۔ شاہ بیگ نے اس کی درخواست کو منظور کیا اور اپنے ایک غلام مسمی سنبل کو ایک زبردست لشکر دے کر جام فیروز کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ

جام فیروز سنبل کے ہمراہ سہوان کے نواح میں پہنچا اور اس مقام پر جام صلاح الدین سے جنگ کی' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی' اگرچہ دونوں طرف کے بہادروں نے جی کھول کر داد شجاعت دی' لیکن میدان جام فیروز کے ہاتھ رہا۔ جام صلاح الدین اور اس کا بیٹا میدان جنگ میں مارے گئے اور سندھ پر جام فیروز دوبارہ قابض ہو گیا۔

سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ

شاہ بیگ ارغوان ایک عرصے سے سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور قندھار سے لشکر لے کر سندھ آیا۔ اس نے ۹۳۷ھ میں سندھ پر قبضہ کر لیا۔ "خرابی سندھ" اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

جام فیروز گجرات میں

جام فیروز کے مختار کل دریا خاں کو شاہ بیگ کے سپاہیوں نے قتل کر دیا اور جام فیروز دو تین سال تک سندھ کے گرد و نواح میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اگرچہ اس نے سندھ کو ایک بار پھر اپنے قبضے میں کرنے کی بہت کوششیں کیں لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی اور آخر کار مایوس ہو کر وہ گجرات چلا گیا۔

جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں

جام فیروز جب گجرات پہنچا تو اس زمانے میں سلطان مظفر شاہ گجراتی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے گجراتیوں سے مدد ملنے کی امید بھی جاتی رہی۔ گجرات سے وہ پھر سندھ واپس آیا یہاں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ ارغونیوں نے سندھ میں اپنے قدم اس طرح جما رکھے ہیں کہ اب ان کو یہاں سے باہر کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے سندھ پر حکومت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اپنے بال بچوں کو لے کر دوبارہ گجرات آ گیا اور سلطان بہادر گجراتی کے امیروں میں داخل ہو گیا۔

خاندان سمہ گان کی حکومت کا خاتمہ

جام فیروز کے گجرات چلے جانے سے سندھ میں سمہ گان خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ ملک ارغونیوں کے قبضے میں آ گیا کچھ عرصہ تک ارغونی سلاطین سندھ پر حکومت کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین ۹۲۰ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی سے ناراض ہو کر سندھ آیا۔ جام فیروز نے اس کی بہت آؤ بھگت کی' لیکن ایک سال بعد بدیع الزمان شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں واپس چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ بیگ ارغون

امیرذوالنون

شاہ بیگ، امیرذوالنون کا بیٹا تھا، امیرذوالنون، ہرات کے بادشاہ سلطان حسین میرزا کا سپہ سالار اور اس کے بیٹے بدیع الزماں کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ کے آباؤ اجداد چنگیز خاں کے زمانے سے صاحب اقتدار اور امراء کے گروہ میں شامل تھے۔ ۸۸۴ھ میں داور، ساغر، توبک اور قراہ کی حکومت ذوالنون کے سپرد کی گئی۔ اس دوران میں کئی شہزادوں کو یکے بعد دیگرے قندھار کا حاکم مقرر کیا گیا، آخر کار امیرذوالنون ہی اس علاقے کا مستقل حاکم ہوا اور اس نے اپنی خود مختار حکومت کر لی۔

امیرذوالنون نے اپنے بیٹے شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو قندھار کی حکومت سونپی۔ توبک اور ساغر کا داروغہ عبدالعلی قرخان کو بنایا۔ اور کا حاکم، امیر فخرالدین کو مقرر کیا اور خود داور میں مقیم ہوا۔

شاہ بیگ کے سندھ پر حملے

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، شاہ بیگ ارغون نے اپنے باپ کی زندگی میں سندھ کے اکثر شہروں کو فتح کیا اور ذوالنون کی وفات کے بعد سندھ کا باقی تمام حصہ فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ظہیرالدین بابر نے قندھار پر حملہ کر دیا۔ شاہ بیگ نے جیسا کہ بابر کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے حتی الامکان اپنے بچاؤ کی کوشش کی اور قلعے کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ کی۔

شاہ بیگ کی سندھ میں حکومت

اتفاق سے اسی دوران میں سندھ جام صلاح الدین اور جام فیروز میں لڑائی ہو گئی۔ شاہ بیگ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور قلعہ قندھار کو مضبوط کرنے کی کوششوں سے کنارہ کش ہو کر بھکر پہنچا۔ بھکر میں شاہ بیگ نے اسباب جنگ مہیا کیے اور اسی سال ٹھٹھہ فتح کر کے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

عادات و کردار

شاہ بیگ بہت ہی پڑھا لکھا انسان تھا، اس نے شرح عقائد حنفی، شرح کافیہ اور شرح مطالع تصنیف کیں۔ وہ بہادری اور جرات میں بھی اپنی مثال آپ تھا اس کا دستور تھا کہ میدان جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے میں وہ خود پہل کرتا، ایسے موقعوں پر اس کے بہی خواہ اسے ٹوکا کرتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ سرداروں کے لئے یہ طریق کار مناسب نہیں ہے۔ شاہ بیگ اس کے جواب میں کہا کرتا تھا کہ میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں، میدان جنگ میں آکر مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں میرا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

شاہ بیگ کا انتقال ۹۳۰ھ میں ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

شاہ حسین

شاہ بیگ ارغون کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسین سندھ کا فرماں روا ہوا- سندھ کے بعض ایسے حصے جن پر شاہ بیگ قبضہ نہ کر سکا تھا' شاہ حسین نے ان کو بھی فتح کر لیا- اس نے سیکری کو از سر نو تعمیر کروایا اور ظہیرالدین بابر کے حسب ہدایت ملتان کو فتح کرنے کی تیاریاں کیں۔

ملتان پر قبضہ

۹۳۲ھ میں شاہ حسین نے ملتان پر حملہ کیا- ملتان کے حاکم سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ایک لشکر روانہ کر کے شاہ حسین کو ملتان پر قبضہ کرنے سے روکا- اسی دوران میں اچانک سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلطان حسین ملتان کا حاکم ہوا شاہ حسین نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد ملتان پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا ایک سال اور چند ماہ کی کوششوں کے بعد شاہ حسین نے ملتان کو فتح کر لیا ۹۳۲ھ میں شاہ حسین ملتان پر قابض ہو گیا۔

اہل ملتان سے برتاؤ

شاہ حسین نے ملتانیوں میں سے بہت سوں کو قتل اور گرفتار کر لیا سلطان حسین کو بھی گرفتار کیا گیا- ملتان کے نامی گرامی امیر شجاع الملک کو شکنجے میں سے دبا کر ہلاک کر دیا گیا- ملتان کی حکومت شاہ حسین نے خواجہ شمس الدین کے سپرد کی اور خود ٹھٹھہ واپس آگیا- شاہ حسین کی واپسی کے بعد ملتانیوں نے خواجہ شمس الدین کو شہر سے باہر نکال دیا اور لنگر خان کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا- مصلحت وقت کا خیال کر کے شاہ حسین نے اس معاملے میں مداخلت نہ کی اور خاموش رہا۔

ہمایوں سندھ میں

۹۴۷ ہجری میں جب شیر شاہ نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو نصیرالدین ہمایوں امداد حاصل کرنے کے ارادے سے سندھ میں آیا- بھکر کے نواح میں پہنچ کر ہمایوں نے شاہ حسین کو اپنی خدمت میں طلب کیا- شاہ حسین نے پہلے تو چند ماہ تک ٹال مٹول کی اور آخر کار جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ایک غیر معقول جواب دیا' اس پر ہمایوں نے شاہ حسین کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا اور بھکر کی حکومت اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔

شاہ حسین کی چالاکی

شاہ حسین بڑا چالاک اور معاملہ فہم انسان تھا- اس نے اس موقعے پر یہ چال چلی کہ پہلے تو ناصر میرزا سے یہ وعدہ کیا کہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور پھر بھکر میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کروا دیا- اس کے بعد شاہ حسین نے ہمایوں کے لشکر میں غلہ ور دیگر سامان ضرورت کی رسد بند کر دی۔

ہمایوں اور شاہ حسین میں صلح

ہمایوں اس صورت حال سے بہت پریشان ہوا' آخر کار اس نے بیرم خاں کے مشورے سے شاہ حسین سے صلح کر لی- ہمایوں نے شاہ حسین سے کشتیاں اور اونٹ حاصل کیے اور ڈھائی برس تک سندھ کے نواح میں رہنے کے بعد دریا کے راستے سے قندھار کی طرف چلا گیا- شاہ حسین نے اپنی چالاکی سے اپنا مقصد حاصل کر لیا- اس کے بعد اس نے ناصر میرزا سے وعدہ خلافی کی اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی' ناصر میرزا شکستہ خاطر ہو کر کابل چلا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

کامران میرزا کی آمد

کامران میرزا' ہمایوں کے خوف سے ۹۵۲ ہجری میں سندھ چلا آیا اور شاہ حسین کے پاس پناہ گزین ہوا۔ شاہ حسین نے کامران کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ اس کے بعد شاہ حسین نے کامران میرزا کو ایک لشکر جرار کے ساتھ کابل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔

شاہ حسین کا انتقال

اسی دوران میں شاہ حسین کا آخری وقت آگیا اور اس نے بتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۶۴ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

میرزا عیسیٰ ترخان

شاہ حسین کی وفات کے بعد بھکر میں سلطان محمود نے اور ٹھٹھہ میں میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں اور اپنے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ میرزا عیسیٰ ترخان اور سلطان محمود کے تعلقات کچھ ایسے تھے کہ کبھی تو جنگ ہو جاتی تھی اور کبھی صلح۔ میرزا عیسیٰ ترخان نے تیرہ سال تک حکومت کی' راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے کہ خاندان ارغونیہ سے خاندان ترخانیہ میں حکومت کس طرح منتقل ہوئی۔ اس لئے اس موضوع پر کچھ تحریر کرنے سے قاصر ہوں' صرف اتنا معلوم ہے کہ میرزا عیسیٰ ترخان ترکمانی تھا اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

میرزا باقی

میرزا عیسیٰ خاں ترخان کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں میرزا محمد باقی اور میرزا جان بابا میں حکومت کے لئے جھگڑا ہوا' آخر کار بڑا بیٹا میرزا عیسیٰ خاں اپنی دانش مندی سے اپنے چھوٹے بھائی میرزا جان بابا پر غالب آیا اور ٹھٹھہ کی حکومت اس کے قبضے میں آگئی۔ میرزا باقی نے جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان سے بڑے اچھے مراسم پیدا کئے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اپنے باپ کی طرح میرزا باقی بھی سلطان محمود بھکری سے کبھی جنگ کرتا تھا اور کبھی صلح۔ میرزا باقی نے اٹھارہ سال تک بڑے عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۹۹۳ ہجری میں انتقال کیا۔

میرزا جانی

میرزا محمد باقی کے انتقال کے بعد ٹھٹھہ کی حکومت میرزا جانی کے ہاتھ آئی۔ میرزا محمد جانی کی تخت نشینی کے زمانے میں جلال الدین اکبر لاہور میں تھا کہ میرزا جانی اظہار خلوص کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن میرزا جانی نے ایسا نہ کیا اس سے اکبر بہت برافروختہ ہوا اور اس نے ٹھٹھہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔

عبدالرحیم خان خاناں کی آمد

اکبر نے ۹۹۹ ہجری میں اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خاں خاناں کو ملتان اور بھکر کا جاگیردار مقرر کر کے اس جانب روانہ کیا۔ خان خاناں نے سب سے پہلے قلعہ سہوان کا محاصرہ کر لیا' میرزا جانی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک زبردست لشکر جمع کیا اور تمام زمینداروں کو ساتھ لے کر مع ایک بہت بڑے توپ خانے کے سہوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ خان خاناں نے قلعے کا محاصرہ ترک کر کے میرزا جانی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے نصیر پور پہنچا۔ جب دونوں لشکروں میں سات کوس کا فاصلہ رہ گیا تو میرزا جانی نے

besturdubooks.wordpress.com

اپنے اراب جو تعداد میں ایک سو سے زیادہ تھے مع دو سو کشتیوں کے جن میں توپ خانے بھرے ہوئے تھے دشمن کی طرف روانہ کیے۔ عبدالرحیم خان خاناں کے پاس اگرچہ صرف پچیس اراب تھے لیکن اس نے اپنی فوج کو مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔

خان خاناں اور میرزا جانی میں جنگ

فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی جو ایک دن اور ایک رات جاری رہی' آخر کار میرزا جانی کے لشکر کو شکست ہوئی اور خان خاناں کامیاب و کامران ہوا۔ یہ واقعہ ۲۶ محرم ۱۰۰۰ھ کا ہے' میرزا جانی نے سندھ کے کنارے ایک ایسے مقام پر قیام کیا' جس کے چاروں طرف دلدل ہی دلدل تھی' دو ماہ تک فریقین میں معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ دونوں طرف سے سپاہی میدان میں آتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔

خان خاناں کے لشکر میں قحط

سندھیوں نے اس موقعے پر یہ ترکیب کی کہ چاروں طرف سے راستے مسدود کر دیئے۔ اس طرح خان خاناں کے لشکر میں غلے اور دیگر سامان ضرورت کی کمی ہو گئی اور لشکر میں زبردست قحط پڑ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر خان خاناں نے مجبوراً وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔

خان خاناں نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو سہوان کی فتح کے لئے متعین کیا تھا۔ میرزا جانی نے ان کو کمزور جان کر سہوان پر حملہ کر دیا خان خاناں نے فوراً اپنے سپہ سالار دولت خاں لودھی کو اپنے لشکریوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں میرزا جانی کو شکست ہوئی' اس کے بعد میرزا جانی نے موضع اور سول میں قیام کیا اور اپنے لشکر کے گرد حصار کھینچ لیا۔ خان خاناں نے میرزا جانی کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں روزانہ جنگ ہونے لگی سندھیوں کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہوئی' نوبت یہاں تک پہنچی کہ اونٹوں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانے لگے۔ اس عالم میں میرزا جانی نے مجبور ہو کر خان خاناں کو پیغام دیا۔ "میں اکبر کی ملازمت کرنا چاہتا ہوں مجھے کچھ دنوں کی مہلت دی جائے۔ میں تین مہینے بعد اکبر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

میرزا جانی اکبری امراء کی صف میں

خان خاناں نے میرزا جانی کی درخواست منظور کر لی اور اپنے بیٹے میرزا ایرج کی شادی میرزا جانی کی لڑکی سے کر دی۔ برسات کے موسم کے بعد خان خاناں نے سہوان' ٹھٹھہ اور سندھ کے دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور میرزا جانی کو ساتھ لے کر ۱۰۰۱ھ میں اکبر کے پاس چلا گیا۔ میرزا جانی کو اکبری امراء میں داخل کیا گیا اور سندھ کا ملک دہلی کی سلطنت میں شامل کیا گیا۔

سلطان محمود بھکری

سلطان محمود نہایت ہی ظالم اور خبط الحواس انسان تھا وہ ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ اکبر نے میر خلیفہ کے بیٹے محب علی کو بھکر فتح کرنے کا حکم دیا۔ محب علی نے اس علاقے میں پہنچ کر سلطان محمود کو بہت تنگ کیا اور بہت سا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمود نے پریشان ہو کر اکبر کو لکھا "آپ محب علی کے سوا کسی اور شخص کو بھیجئے میں قلعہ بھکر اس کے حوالے کر دوں گا۔" اکبر نے گیسو خاں کو روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان محمود نے اپنی طبعی موت سے سفر آخرت اختیار کیا۔

گیسو خاں نے بغیر کسی محنت کے قلعہ بھکر کو فتح کر لیا۔ سلطان محمود کی مدت حکومت بیس سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین ملتان

besturdubooks.wordpress.com

ملتان میں اسلام کا آغاز محمد بن قاسم کے زمانے سے ہوتا ہے' محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک ملتان کی تاریخ کسی کتاب میں نہیں ملتی اور نہ کسی اور ذریعے سے اس ملک کے بارے میں کوئی روایت یا یہاں کے لوگوں کے متعلق کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ یمینی کے ترجمے میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ملحدوں کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا اور یہ شہر ایک عرصہ تک غزنوی سلطنت میں شامل رہا۔ جب غزنوی سلطنت مائل بہ زوال ہوئی تو ملتان پر قرامطہ نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان معزالدین محمد سام نے ملتان پر قبضہ کیا اور ۸۴۷ھ تک یہ شہر شاہان دہلی کے قبضے میں رہا ہندوستان کی حکومت جب افراط و تفریط کا شکار ہوئی تو حاکم ملتان نے دہلی سے قطع تعلق کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد چند فرماں رواؤں نے یکے بعد دیگرے ملتان پر حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

شیخ یوسف چشتی

مغلوں کے حملے

دہلی کی حکومت جب سلطان محمد بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں کے ہاتھ آئی تو ملک میں سخت انتشار اور پراگندگی کا دور دورہ ہوا۔ اراکین دولت میں باہمی اتفاق مفقود ہو گیا' اس زمانے میں ملتان پر قندھار' غزنی اور کابل کے مغل فرماں رواؤں نے پے در پے حملے کیے اور اس شہر کو بری طرح برباد و تاراج کیا۔

شیخ یوسف چشتی کا انتخاب

اہل ملتان نے جب یہ دیکھا کہ ان کا کوئی مستقل حکمران نہیں ہے اور جس کے جی میں آتا ہے ان پر حملہ کر بیٹھتا ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا کہ کسی ایک شخص کو ملتان کا حاکم تسلیم کر لیا جائے۔ اہل شہر کی نگہ انتخاب شیخ یوسف چشتی پر پڑی جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان سے تھے اور ان کے مزار کے متولی اور مجاور تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت زکریا ملتانیؒ کے خاندان کی شرافت اور علو شان کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ۸۴۷ھ میں شیخ یوسف چشتی کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان' اوچھ اور اس کے نواح میں ان کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا گیا۔

شیخ یوسف چشتی نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی شرافت و نجابت کے لحاظ سے اہل ملتان پر بہت مہربانیاں کر کے انہیں ہر طرح سے مطمئن کیا اور ملتان کے تمام زمینداروں کو اپنا بہی خواہ بنایا۔

قبیلہ لنگاہ کے سردار کا پیغام

قصبہ سوئی اور اس کے نواح کے جاگیردار اور افغانوں کے قبیلے لنگاہ کے سردار رائے سہرہ نے یوسف چشتی کو پیغام دیا کہ "میں سلسلہ عالیہ بہائیہ کا عقیدت مند ہوں اس لئے مناسب ہے کہ آپ میرے حال پر کرم فرمائیں اور مجھے اپنا ایک حقیر ملازم سمجھیں۔ چونکہ ان دنوں دہلی کی سلطنت انتشار اور پراگندگی کی نذر ہو چکی ہے۔ اور سلطان بہلول لودھی نے دہلی میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ آپ میں اور قوم لنگاہ میں خوشگوار تعلقات رہیں۔ ان تعلقات کا آغاز میں اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی بیٹی کو آپ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔

رائے سہرہ کی ملتان میں آمد و رفت

یہ پیغام پا کر شیخ یوسف چشتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے رائے سہرہ کی لڑکی سے شادی کر لی۔ رائے سہرہ اس کے بعد کبھی کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے سوئی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف چشتی کے لئے بہترین تحفے اور گراں قدر ہدیئے ساتھ لاتا۔ یوسف چشتی احتیاطاً ان تحفوں اور ہدیوں کو قبول نہیں کرتے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں رائے سہرہ ملتان میں مستقل رہائش اختیار نہ کرے' رائے سہرہ جب ملتان میں آتا تو وہ شہر کے باہر کسی جگہ مقیم ہوتا تھا اور اپنی بیٹی کو دیکھنے تنہا شیخ صاحب کے مکان پر آتا تھا۔

رائے سہرہ کی بدنیتی

رائے سہرہ کی نیت خراب تھی وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیخ یوسف چشتی کو معزول کر کے ملتان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ایک بار وہ سوئی سے ایک لشکر جرار لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور شیخ یوسف چشتی کو پیغام بھجوایا کہ اس مرتبہ میں اپنی ساری قوم

bestforlabooks.wordpress.com

"لنگاہ" کو ساتھ لایا ہوں تاکہ یہ لوگ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ آپ ہم لوگوں کے سپرد اگر کوئی خدمت کریں گے تو ہم خندہ پیشانی سے اسے قبول کریں گے۔" شیخ یوسف چشتی کو رائے سہرہ کی بدنیتی کا علم نہ تھا اس لئے انہوں نے بخوشی اس کی درخواست قبول کر لی۔

شاطرانہ چال

رائے سہرہ نے اپنے لشکر کو تو شہر سے باہر ٹھہرایا اور خود ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے شہر آیا۔ اس نے اپنے خدمت گار کو حکم دیا کہ وہ چپکے سے کسی گوشے میں ایک بکری ذبح کر کے اس کے خون کا ایک پیالہ بھر لائے۔ خدمت گار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے بکری کا خون پی لیا۔ اس کے بعد اس نے مکر و فریب سے چلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے اور بناوٹی تکلیف سے اس نے سب کو اپنی حالت زار کا یقین دلا دیا۔ آدھی رات کے وقت رائے سہرہ نے شیخ یوسف چشتی کے وکیلوں کو وصیت کرنے کے بہانے سے اپنے پاس بلایا اور ان کی موجودگی میں خون کی قے کی۔

شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سہرہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو قریب الموت سمجھا اور اس سے اظہار ہمدردی کرنے لگے۔ اسی دوران میں رائے سہرہ نے اپنے ہم قوم افراد کو جو بیرون شہر مقیم تھے آخری ملاقات کے لئے اپنے پاس بلایا۔ شیخ یوسف کے وکیلوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور ازراہ ہمدردی غیر قوم کے افراد کو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکا۔ الغرض قبیلہ لنگاہ کے افراد رائے سہرہ کے گرد جمع ہو گئے اس کے بعد رائے سہرہ حکومت ہاتھ میں لینے کے ارادے سے بستر مرگ سے اٹھا اور اپنے ملازموں کو قلعے کے دروازے پر مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ شیخ یوسف چشتی کے ملازموں اور وکلاء کو قلعے سے باہر نہ نکلنے دیں۔ اس انتظام کے بعد رائے سہرہ شیخ یوسف کی خواب گاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین لنگاہ

تخت نشینی

شیخ یوسف چشتی کو گرفتار کرنے کے بعد رائے سہرہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرماں روا بن گیا۔ اس نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور مختلف تدبیروں سے اہل ملتان کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔

شیخ یوسف چشتی کا شہربدر ہونا

سلطان قطب الدین نے شیخ یوسف چشتی کو شہر کے اس دروازے سے جو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مزار کے شمال میں واقع ہے، شہر سے نکال دیا اور پھر یہ حکم دیا کہ اس دروازے کو پختہ اینٹوں سے چن دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دروازہ آج تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اسی طرح بند ہے۔

شیخ یوسف دہلی میں

شیخ یوسف چشتی سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ اپنی بیٹی کو شیخ صاحب کے بیٹے شیخ عبداللہ سے بیاہ دیا۔ بہلول لودھی نے شیخ صاحب کو ہمیشہ اس وعدے سے خوش رکھا کہ وہ ان کی مدد کرے گا تاکہ ملتان کی حکومت پر دوبارہ ان کو قبضہ دلا سکے۔

besturdubooks.wordpress.com

قطب الدین لنگاہ نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملتان پر سولہ برس حکومت کی' اس کا انتقال ۸۴۷ھ میں ہوا۔

حسین لنگاہ بن قطب الدین

سلطان قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد امراء اور ارکین سلطنت نے اس کے بڑے بیٹے کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دے کر ملتان کا رماں روا تسلیم کر لیا۔ حسین لنگاہ نہایت ہی قابل اور جرات مند فرماں روا تھا۔ اس کی نیک عادتیں اپنی مثال آپ تھیں' اس کے عہد کومت میں علم و فضل کی ترقی بھی ہوئی اور قدر بھی ا

قلعہ شور پر حملہ

حسین لنگاہ نے اپنے عہد حکومت کی ابتداء میں قلعہ شور پور پر حملہ کیا ان دنوں قلعہ شور کی حکومت غازی خاں کے ہاتھ میں تھی۔ اس کو جب حسین لنگاہ کے حملے کی اطلاع ملی تو اس نے جنگ کی تیاری کی اور قلعہ سے باہر نکل کر حسین لنگاہ سے معرکہ آراء ہوا۔ غازی خاں نے اگرچہ اس لڑائی میں بہادری کا شاندار مظاہر کیا' لیکن پھر بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ غازی خاں میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ شور کی بجائے قلعہ بھیرہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

قلعہ شور پر حسین لنگاہ کا قبضہ

غازی خاں کے بیوی بچے اور دیگر متعلقین قلعہ شور ہی میں تھے ان لوگوں نے قلعے کو مستحکم کیا اور دشمن کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ کو ہر وقت یہ امید رہتی تھی کہ غازی خاں کے وہ امراء جو بھیرہ' خوشاب اور چنیوب پر حکومت کرتے ہیں وہ ضرور ان کی مدد کے لئے آئیں گے' لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی۔ جب محاصرے کو ایک عرصہ گذر گیا تو اہل قلعہ نے پریشان ہو کر قلعہ حسین لنگاہ کے حوالے کر دیا اور خود بھیرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

قلعہ جینیوب کی فتح

حسین لنگاہ نے کچھ دنوں تک قلعہ شور میں قیام کر کے اس کے گردو نواح کے انتظامات کی طرف توجہ کی اور اس کے بعد جینیوب کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعہ کے داروغہ ملک باجھی کھکھر نے پہلے تو حسین لنگاہ کا مقابلہ کیا' لیکن جب اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے امان طلب کر کے یہ قلعہ حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا۔ ملک باجھی کھکھر بھی اہالیان قلعہ شور کی طرح بھیرہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ حسین لنگاہ سرحد کے انتظامات کے بعد ملتان واپس آیا اور یہاں چند روز تک آرام کرنے کے بعد کو تکر کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے قلعہ دھنکوٹ تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

بہلول لودھی کا عزم تسخیر ملتان

شیخ یوسف چشتی جو دہلی میں رہتے تھے۔ وہ اکثر سلطان بہلول لودھی سے ملتان پر حملہ کرنے کو کہا کرتے تھے' تاکہ ان کی سلطنت انہیں واپس مل جائے۔ جن دنوں حسین لنگاہ دھنکوٹ کی طرف گیا ہوا تھا' ان دنوں سلطان بہلول لودھی نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے بیٹے باربک شاہ کو (جس کے حالات شاہان دہلی و جونپور کے ضمن میں بیان کیے جا چکے ہیں) ملتان فتح کرنے کا حکم دیا۔ تاتار خاں لودھی کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ پنجاب کا لشکر لے کر باربک شاہ کے ساتھ ملتان جائے۔ باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی بادشاہ کے حسب الحکم ملتان کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

شہاب الدین کی بغاوت

اسی زمانے میں حسین لنگاہ کے حقیقی بھائی نے جو قلعہ کوٹ کرور کا حاکم تھا نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی اور اپنے کو شہاب

besturdubooks.wordpress.com

الدین لنگاہ مشہور کر کے خود مختار فرمانروا بن بیٹھا۔ حسین لنگاہ نے شہاب الدین کی طرف توجہ کی اور کوٹ کرور پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا۔

دہلوی فوج کی آمد آمد' حسین لنگاہ کا اپنے لشکر سے خطاب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی ملتان کے نواح میں پہنچ چکے ہیں اور شہر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حسین لنگاہ اس وقت دریائے سندھ کے کنارے پر مقیم تھا' یہ خبر سنتے ہی فوراً ملتان پہنچا اور اپنے تمام سپاہیوں کو جمع کر کے ان سے کہا "ہر لشکری سے یہ توقع رکھنا کہ وہ میدان جنگ میں جان کے زیان کے خوف سے بے پروا ہو کر لڑے گا مناسب نہیں ہے' کیونکہ بہت سے سپاہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے بال بچوں کی محبت ایسا کرنے سے باز رکھتی ہے ایسے سپاہی صرف اسی کام آ سکتے ہیں کہ لشکر کی تعداد میں اضافہ کریں یا قلعے کی حفاظت کریں۔ اس حقیقت کے پیش نظر میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جو میدان جنگ میں لڑنا مناسب سمجھیں وہ صبح کو شہر کے باہر چلے جائیں اور باقی سپاہی قلعے کی حفاظت کریں۔"

دہلوی فوج پر حملہ

حسین لنگاہ کی اس تقریر سے تقریباً دس بارہ ہزار سوار اور پیادے دشمن سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ صبح کو اس لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلے اور دہلوی فوج کے مقابلے پر آیا۔ حسین لنگاہ نے اپنے تمام سواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر جائیں سب سے پہلے حسین لنگاہ خود گھوڑے سے اترا اور بعد میں دوسرے سواروں نے اس کی تقلید کی اس کے بعد حسین لنگاہ پہلے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ تمام سپاہی ایک ساتھ تین تین تیر چلائیں' پہلی بار تیر چلائے گئے' بارہ ہزار تیر جب دہلوی لشکر پر گرے تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے بجلی گر گئی ہے' دوسری بار تیر چلائے گئے تو دشمن کے سپاہی حواس باختہ ہو گئے اور تیسری بار تو وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

حسین لنگاہ کی فتح

دہلوی لشکر پر ملتانیوں کا ایسا خوف چھا گیا کہ وہ بھاگتے بھاگتے قلعہ شور تک پہنچ گئے۔ اس قلعے کی طرف انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنے سفر کو جاری رکھا اور قلعہ جینیوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ ملتانیوں نے دشمن پر غلبہ پا کر بے شمار مال غنیمت اپنے قبضے میں کیا۔ باربک شاہ اور تاتار خاں نے قلعہ جینیوب کے پاس پہنچ کر حسین لنگاہ کے تھانیدار کو بہانے سے اپنے پاس بلایا اور قتل کر دیا۔ حسین لنگاہ نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اس نے اپنی فتح کو ایک بہت بڑی نعمت سمجھ کر مزید ہاتھ پاؤں مارنا مناسب نہ سمجھا۔

ملک سہراب بلوچ کی آمد

انہیں دنوں ملک سہراب بلوچ جو اسمٰعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا' اپنی قوم رومید کے ساتھ کچھ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنگاہ کے پاس آیا۔ حسین لنگاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے قلعہ کوٹ کرور سے قلعہ دھنکوٹ تک کا تمام علاقہ جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد بے شمار بلوچی ملتان میں آئے اور اس طرح حسین لنگاہ کے لشکر میں بہت اضافہ ہوا۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے کا بقیہ علاقہ بھی بلوچیوں کو جاگیر میں دے دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ سینت پور سے دھنکوٹ تک کا علاقہ بلوچیوں کے قبضے میں آ گیا۔

جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد

انہیں دنوں قبیلہ سیلیہ کے سردار جام بایزید جام ابراہیم سندھ کے حاکم جام نندا سے کبیدہ خاطر ہو کر حسین لنگاہ کے پاس ملتان میں آئے۔ حسین لنگاہ نے ان دونوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ جام بایزید اور جام ابراہیم کو بالترتیب شور اور اوچھ کے شہر جاگیر میں دیے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

جام بایزید کی علم دوستی

جام بایزید بہت ہی علم دوست انسان تھا وہ ہمیشہ عالموں فاضلوں کی صحبت میں اپنا وقت گزارتا۔ اس کے علاقے میں جو عالم و فاضل شخص آتا' جام بایزید اس کی عزت افزائی کرتا اور اسے مال و دولت سے نوازتا اس طریق کار کا یہ نتیجہ ہوتا کہ وہ عالم مستقل طور پر بایزید کے دربار سے منسلک ہو جاتا۔ شیخ جمال الدین قریشی' شیخ عالم قریشی کی اولاد میں سے تھے وہ اپنے عہد کے ایک زبردست عالم تھے انہوں نے خراسان میں قیام کرکے مختلف علوم کی تکمیل کی تھی اور علم میں اس درجہ مستغرق ہو گئے تھے کہ ان کے حواس میں اختلال واقع ہو گیا تھا۔ جام بایزید نے محض اپنی علم دوستی کی وجہ سے ان کو اپنا وزیر سلطنت بنایا اور تمام ملکی و مالی مہمات ان کے سپرد کر دیں۔

دیانت داری

جام بایزید انتہائی دیانت دار اور مذہبی احکام کا پابند تھا اس کی دیانتداری کا یہ واقعہ اپنی مثال آپ ہے کہ ایک بار ملک شور میں وہ ایک نئی عمارت تعمیر کروا رہا تھا کہ زمین کے اندر سے ایک خزانہ برآمد ہوا۔ جام بایزید اگر چاہتا تو اس خزانے کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور یہ خزانہ حسین لنگاہ کو بھجوا دیا۔ حسین لنگاہ بایزید کی دیانتداری سے بہت متاثر ہوا اور پہلے سے زیادہ اس کی قدر کرنے لگا۔

فرماں روائے دہلی سے صلح

سلطان بہلول لودھی کی وفات کے بعد دہلی کی سلطنت سلطان سکندر کے قبضے میں آئی۔ اس موقعے پر حسین لنگاہ نے ایک تعزیت نامہ اور ایک تہنیت نامہ مع بہت سے گراں قدر تحفوں کے سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کا پیغام دیا۔ سلطان سکندر نے یہ پیغام قبول کیا اور اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ دونوں فرماں رواؤں نے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے صلح اور نرمی سے پیش آئیں گے اور کبھی جنگ نہ کریں گے۔ اگر فریقین میں سے کسی پر کوئی مصیبت پڑی تو دوسرا اس کی مدد کرے گا ان شرائط پر مشتمل ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے اپنی مہریں ثبت کیں۔ سلطان سکندر نے ملتانی قاصدوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حسین لنگاہ نے سلطان مظفر گجراتی سے بھی دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ایک عالم فاضل شخص مسمی قاضی محمد کو اپنا قاصد بنا کر مع گراں قدر تحفوں کے سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا۔ حسین لنگاہ نے قاضی محمد کو بطور خاص یہ تاکید کی کہ تم سلطان مظفر گجراتی سے یہ درخواست کرنا کہ وہ تمہیں گجراتی عمارتوں کی سیر کروائے۔ اس سے حسین لنگاہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گجراتی عمارت کے طرز پر ملتان پر عمارتیں تعمیر کروائے۔

گجراتی عمارتیں

قاضی محمد گجرات پہنچ کر سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا گجراتی فرماں روا کی خدمت میں پیش کیے۔ رخصت کے وقت قاضی محمد نے مظفر گجراتی سے درخواست کی کہ "میں گجراتی محلات دیکھنا چاہتا ہوں۔" شاہ گجرات نے یہ درخواست قبول کی اور قاضی محمد کو اپنے ملازموں کے ساتھ کر کے گجرات کی شاہی عمارتوں کی سیر کروائی۔ ملتان واپس پہنچ کر قاضی محمد' حسین لنگاہ کو گجراتی عمارتوں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا "وہ عمارتیں ایسی خوبصورت اور دلکش ہیں کہ ان کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ مجھے امید نہیں کہ آپ ملتان میں ویسی کوئی عمارت تعمیر کر سکیں گے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ اگر آپ ملتان کی ایک سال کی تمام آمدنی بھی خرچ کر دیں تو ویسی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی۔"

besturdubooks.wordpress.com

حسین لنگاہ کا غم

قاضی محمد کی گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت غمگین ہوا (کیونکہ وہ ملتان میں گجراتی طرز کی عمارتیں بنوانے کا خواہاں تھا' لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا) حسین لنگاہ کے وزیر عماد الملک توبک نے جب بادشاہ کو یوں غمگین دیکھا تو اس نے اس غم کی وجہ دریافت کی۔ حسین لنگاہ نے جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ قسمت نے مجھے بادشاہ تو بنا دیا لیکن شاہی کے لوازم عطا نہیں کیے' میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ میں بادشاہوں کی طرح اپنی شان و شوکت کا سکہ جما سکوں۔"

ملتان کی خصوصیت

عماد الملک نے اس کے جواب میں کہا "یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ آپ پریشان ہوں' ہر ملک میں کوئی نہ کوئی خوبی موجود ہوتی ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نے دکن مالوہ اور بنگالہ وغیرہ کو زرخیز بنا کر وہاں کے لوگوں کو عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا موقع دیا ہے تو ملتان کو یہ بھی فضیلت دی ہے کہ یہاں ایسے ایسے انسان پیدا کیے جو ہر جگہ معزز و محترم رہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان کے بہت سے افراد آج بھی یہاں موجود ہیں اور وہ سلطان بہلول لودھی کے سدھی شیخ یوسف سے بدرجہ بہتر ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے خاندانوں کے روشن چراغ بھی ملتان میں موجود ہیں' مثلاً طبقہ بخاریہ کے کئی ایسے نیک سیرت و پاک باطن بزرگ ملتان میں موجود ہیں جو اپنے باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب سے بہت آگے ہیں۔ مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ بھی ملتان ہی سے تعلق رکھتے ہیں' جن کے علم و فضل کی ساری ہندوستان میں دھوم ہے۔ کیا یہ ملتان کی برتری کا ثبوت نہیں ہے۔" عماد الملک کی یہ گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت ہی خوش ہوا۔

حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی

حسین لنگاہ حکومت کرتے کرتے بہت بوڑھا ہو گیا آخر اس نے اپنے بیٹے فیروز شاہ کو تخت نشین کر کے ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو کر اپنا تمام وقت خدا کی عبادت میں گزارنے لگا۔

عماد الملک توبک حسب سابق وزارت کے منصب پر فائز رہا۔

فیروز شاہ لنگاہ

ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی

فیروز شاہ بہت ہی ناتجربہ کار اور کوتاہ بیں فرماں روا تھا' وہ بہت ہی مغلوب الغضب اور شکی مزاج رکھتا تھا وہ عماد الملک کے بیٹے بلال سے جو بہت ذہین اور قابل تھا' بہت ہی حسد کیا کرتا تھا۔ اس حسد کی آگ میں جل کر اس نے اپنے ایک غلام کے ذریعے بلال کو قتل کروا دیا۔ عماد الملک نے جب اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھا تو اس نے بھی فیروز شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔

فیروز کی ہلاکت

عماد الملک نے ایک روز موقع پا کر فیروز شاہ کو زہر دے کر ہلاک کروا دیا۔ حسین لنگاہ کو جوان بیٹے کی موت کا بہت صدمہ ہوا' اس نے دوبارہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ اس نے فیروز شاہ کے بیٹے محمود خاں کو اپنا ولی عہد بنایا۔ عماد الملک اگرچہ اب تک وزارت کے عہدے پر فائز تھا لیکن حسین لنگاہ اس کو بالکل پسند نہ کرتا تھا اور اس سے اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

عماد الملک کا حشر

حسین لنگاہ ظاہری طور پر عماد الملک سے بڑی اچھی طرح ملتا تھا اور اس طرح اپنی دلی کدورت کو کبھی اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز بادشاہ نے جام بایزید کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا۔ "تم تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نمک حرام عماد الملک نے میرے بیٹے فیروز شاہ کو ہلاک کروا دیا تھا اس لئے تم کوئی ایسی تدبیر کرو کہ عماد الملک کو ٹھکانے لگا دیا جائے اور میں اپنی آتش انتقام کو بجھاؤں۔" جام بایزید نے اس کام کو پورا کرنے کا وعدہ کیا اور دوسرے روز اپنے لشکر کی مدد سے عماد الملک کو گرفتار کر لیا۔

حسین لنگاہ کی وفات

حسین لنگاہ نے جام بایزید کو عماد الملک کی جگہ اپنا وزیر مقرر کیا نیز محمود خاں بن فیروز کا اتالیق بھی بنایا۔ اس واقع کے کچھ دنوں بعد ۲۶ صفر کو پیر کے دن ۹۰۸ ہجری یا ۹۰۴ ہجری میں حسین لنگاہ نے وفات پائی۔ اس کی مدت حکومت چونتیس سال ہے۔

طبقات بہادر شاہی کے مولف سے چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں' ایک تو اس نے محمود خاں کو حسین لنگاہ کا بیٹا بتایا ہے اور دوسرے اس نے فیروز کے حالات محمود کے بعد تحریر کئے ہیں۔ اس مولف نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمود اور فیروز حقیقی بھائی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے محمود' فیروز کا بیٹا تھا اور وہ اپنے باپ کے بعد ملتان کے تخت پر بیٹھا۔

محمود شاہ لنگاہ

اوباشوں کی صحبت

حسین لنگاہ کی وفات کے بعد اس کا پوتا محمود بن فیروز تخت نشین ہوا۔ کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے محمود نے ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا جو اوباش اور دوں فطرت انسان تھے۔ محمود کا سارا وقت انہیں سفلہ مزاجوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ شرفا نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ایک کر کے شاہی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے۔ اوباشوں نے جب میدان خالی دیکھا تو انہوں نے جام بایزید کو منصب وزارت سے علیحدہ کروانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔

جام بایزید کے خلاف سازش

ان لوگوں نے محمود شاہ کو جام بایزید کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جام بایزید کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے مکان پر جو دریائے چناب کے کنارے ملتان سے ایک کوس کے فاصلے پر واقع تھا رہائش اختیار کی اور وہیں سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے لگا۔ اس نے دربار میں آمد و رفت بالکل بند کر دی۔

انہیں دنوں جام بایزید نے بعض قصبوں کے کچھ نافرمان لوگوں کو لگان وصول کرنے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ ان میں سے بعضوں نے لگان ادا کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ جام بایزید نے ان لوگوں کے سر منڈوا کر انہیں سارے شہر میں گھمایا۔ چغل خوروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور محمود لنگاہ سے کہا۔ "جام بایزید کی عاقبت نااندیشی اپنے شباب پر ہے' اب اس نے ملازمین خاصہ پر بھی ظلم ڈھانے شروع کر دیئے ہیں' اس نے دیوان خانے میں حاضر ہونا بھی ترک کر دیا ہے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے عالم خاں کو بھیجتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ عالم خاں کی توہین کی جائے۔

عالم خاں سے بدسلوکی

عالم خاں بہت ہی ذہین اور نیک طبیعت نوجوان تھا سیرت کے ساتھ ساتھ خدا نے اسے صورت کا حسن بھی عطا کیا تھا۔ ایک روز عالم

besturdubooks.wordpress.com

خاں بادشاہ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ایک اوباش درباری نے عالم خاں سے کہا۔ "فلاں آدمی سے ایسا کون سا جرم ہوا تھا جو تمہارے باپ نے اس کا سرمنڈوا کر اسے سارے شہر میں گھمایا۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اسی طرح تمہاری بھی شہر میں تشہیر کی جائے۔"

عالم خاں کی بہادری

عالم خاں نے جب یہ کلمات سنے تو اس نے اس درباری سے کہا۔ "اے بدبخت! شاہی دربار میں اس قسم کی نازیبا باتیں کرنا مناسب نہیں۔ عالم خاں نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ دس بارہ آدمیوں نے گھیر کر زمین پر گرا دیا اور اس کے سر سے پگڑی اتار لی عالم خان نے بڑی مشکل سے اپنے خنجر کو غلاف سے نکالا اور بدمعاشوں کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اتفاق سے بادشاہ قریب ہی کھڑا تھا خنجر کی نوک اس کے ماتھے پر لگ گئی اور وہ چیختا چلاتا زمین پر گر پڑا۔ محمود شاہ کے زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہونے لگا جن لوگوں نے عالم خاں کو دبوچ رکھا تھا وہ فوراً بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عالم خاں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگا دروازے پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ دروازہ مقفل ہے۔ عالم خاں نے بڑی بہادری سے دروازے کو توڑا اپنے ایک ملازم سے پگڑی لے کر سر پر باندھی اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔

جام بایزید کی قلعہ شور کو روانگی

گھر پہنچ کر عالم خاں نے تمام واقعہ اپنے باپ جام بایزید سے بیان کیا۔ جام بایزید نے بیٹے سے کہا "افسوس کہ تیری اس حرکت نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوں اور قلعہ شور کا راستہ لیں۔ جام بایزید نے اپنا لشکر تیار کیا اور قلعہ شور کی طرف روانہ ہوا۔

تعاقب کی ناکام کوشش

محمود لنگاہ کو جب جام بایزید کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے اپنے چند امیروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ محمود کے امیر کو جب جام بایزید کے لشکر کے قریب پہنچے تو فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں جام بایزید کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا اور قلعہ شور پہنچ گیا۔

جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوش گوار مراسم

جام بایزید نے قلعہ شور میں سلطان سکندر لودھی کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور اسے ایک خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کیا۔ سکندر لودھی' جام بایزید کے اس اقدام سے بہت خوش ہوا اور پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا۔ جام بایزید نے مجھے اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا ہے اور قلعہ شور میں میرے نام کا خطبہ جاری کیا ہے۔ اس لئے تمہیں اس کے حال سے باخبر رہنا چاہئے اور بوقت ضرورت اس کی مدد کرنی چاہئے۔"

محمود لنگاہ کا قلعہ شور پر حملہ

کچھ دنوں کے بعد محمود لنگاہ نے لشکر جمع کر کے قلعہ شور پر حملہ کر دیا۔ جام بایزید نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور مع اپنے بیٹے عالم خاں کے قلعے سے باہر نکلا' اس نے دولت خاں لودھی کے نام ایک خط روانہ کر کے اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ جام بایزید اور لنگاہ کے لشکر میں لڑائی ہوئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا' اسی دوران میں دولت خاں لودھی کا لشکر جام بایزید کی مدد کے لئے آ گیا۔ دولت خاں نے محمود لنگاہ سے صلح کی بات چیت شروع کی جو کامیاب ہوئی۔ فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جام بایزید اور محمود شاہ کے درمیان دریائے راوی حد فاصل ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

میر عماد کرویزی

محمود لنگاہ ملتان پر حاکم رہا اور قلعہ شور جام بایزید کے پاس رہا۔ یہ صلح کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی۔ اسی دوران میں عماد کرویزی اپنے دونوں بیٹوں میرزا شہید اور میرزا شہدا کے ساتھ سولی سے ملتان آیا (نظام الدین احمد بدخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ملتان میں سب سے پہلے مذہب شیعہ کو میر شہدا بن میر عماد کرویزی نے رواج دیا لیکن یہ نہیں لکھا کہ میر عماد کون تھا اور ان کا تعلق کس خاندان سے تھا نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ اس زمانے میں میر شہدا کو ملتان میں شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت کا موقع کیوں اور کیسے ملا) ان دنوں ملک سہراب بلوچ سلاطین لنگاہ کے ساتھ بہت دوستانہ مراسم رکھتا تھا۔ اس وجہ سے میر عماد کرویزی ملتان میں زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا' اس لئے وہ جام بایزید کے پاس چلا گیا۔

میر عماد' جام بایزید کے پاس

جام بایزید میر عماد کرویزی سے بہت اچھی طرح پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ جام بایزید نے اپنے ملک کا ایک حصہ جو اخراجات خاصہ کے لئے مخصوص تھا۔ میر عماد کرویزی اور اس کے بیٹوں کو جاگیر میں دے دیا۔ جام بایزید بہت ہی سخی اور نیک دل انسان تھا وہ اہل علم و فضل کی بہت قدر کرتا اور ان کے لئے زندگی کی ہر ممکن آسائش مہیا کرتا تاکہ وہ فکر دنیا سے بے نیاز ہو کے پورے سکون کے ساتھ علم کی خدمت کر سکیں۔

جام بایزید کی علم دوستی

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جام بایزید زمانہ جنگ میں علماء و فضلائے ملتان کے لئے قلعہ شور سے ضروریات کا تمام سامان کشتیوں پر لاد کر ملتان بھیجا کرتا تھا۔ اہل ملتان پر اس کے اتنے احسانات تھے کہ تمام ملتانی دل و جان سے اس کے بہی خواہ تھے اسی طریق کار کا یہ نتیجہ ہوا کہ بے شمار ملتانی' ملتان کی سکونت ترک کر کے شور چلے آئے۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے بھی تھے' جنہیں خود جام بایزید نے اپنے پاس بلایا تھا' مثلاً مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے' جام بایزید نے ان بزرگ کو شور میں بلایا اور جب وہ آئے تو بڑی دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ مولانا عزیز اللہ سے جام بایزید کو بڑی عقیدت تھی' جس روز وہ تشریف لائے جام بایزید نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ وہ مولانا کے ہاتھ دھلوائیں' ملازموں نے حکم کی تعمیل کی جام بایزید نے بعد میں اس پانی کو حصول برکت کے لئے اپنے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوایا۔

میرزا شاہ حسین ارغون کا ہنگامہ

۹۰۳ ہجری میں ظہیر الدین بابر' پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی روانہ ہو گیا۔ بابر نے حاکم ٹھٹھہ میرزا شاہ حسین ارغون کے نام ایک فرمان روانہ کر کے اسے ملتان اور اس کے نواح پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ میرزا حسین ارغون ایک لشکر جرار لے کر قلعہ بھکر سے روانہ ہوا اور ملتان کے نواح کو تباہ و برباد کرنے لگا۔ محمود لنگاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔

شیخ بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بہلول' میرزا حسین ارغون کی خدمت میں

محمود لنگاہ نے لشکر جمع کیا اور شہر کے باہر مقیم ہوا' اس نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے سجادہ نشین شیخ بہاء الدین قریشی کو اپنا قاصد بنا کر شاہ حسین ارغون کے پاس بھیجا۔ محمود نے مولانا بہلول کو بھی جو اپنے زمانے کے مانے ہوئے لسان اور شریں بیان تھے' شیخ بہاء الدین قریشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد شاہ حسین ارغون کے دربار میں پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میرزا حسین ارغون نے اس کے جواب میں کہا "میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ محمود لنگاہ کی تربیت کروں اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کروں۔" حضرت مولانا بہلول نے اس پر یہ کہا۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ آپ روحانیت کے ذریعہ سے محمود لنگاہ کو اس طرح تربیت دیتے

کہ جس طرح حضرت محمد صلعم نے حضرت اویس قرنی کو تعلیم دی تھی' رہا آپ کا دوسرا مقصد تو وہ بھی حل ہو گیا ہے۔ حضرت بہاء الدین کے ہم نام اور ان کے فرزند آپ کے سامنے موجود ہیں۔ میری مراد شیخ بہاء الدین قریشی سے ہے۔ مولانا بہلول کی اس مدلل تقریر سے میرزا حسین ارغون قطعاً متاثر نہ ہوا اور دونوں قاصد ناکام لوٹے۔

محمود کا انتقال

انہیں دنوں ایک روز رات کے وقت محمود لنگاہ کا انتقال ہو گیا۔ بعض مورخین کا یہ بیان ہے کہ شاہی خاندان کے ایک غلام مسمی لنگر خان نے ۹۳۱ھ میں محمود لنگاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا۔

محمود لنگاہ کی مدت حکومت ستائیس سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنگاہ

شجاع الملک بخاری کا اقتدار

محمود شاہ لنگاہ کی وفات کے بعد اس قوم کے اکثر افراد نے بغاوت کی اور میرزا شاہ حسین ارغون سے جا ملے ان لوگوں نے قوت حاصل کر کے ملتان کے اکثر قصبوں پر قبضہ کر لیا۔ بقیہ امراء نے ملتان میں محمود شاہ کے کم سن لڑکے کو حسین شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا اور اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ حسین شاہ کی بادشاہت برائے نام تھی اصل اقتدار شیخ شجاع الملک بخاری کے ہاتھ میں تھا جو محمود شاہ کا داماد تھا اس نے وزیر سلطنت بن کر حکومت کے کاموں کو انجام دینا شروع کر دیا۔

ملتان پر حسین ارغون کا قبضہ

شیخ شجاع الملک بخاری بہت ہی ناتجربہ کار اور نادان شخص تھا اس کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے اہل ملتان کو بہت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ میرزا حسین ارغون نے قلعے کا محاصرہ کر لیا' اہل قلعہ کے پاس ضرورت کے مطابق غلہ اور دیگر سامان موجود نہ تھا اس پر بھی شجاع الملک نے حصار بندی پر ضد کی۔ اہل قلعہ بھوک سے مرنے لگے جب چند ماہ اسی عالم میں گزر گئے تو حسین ارغون نے ملتان کو فتح کر لیا۔

حسین لنگاہ کی گرفتاری

حصار ملتان فتح کرنے کے بعد حسین ارغون نے حسین لنگاہ کو گرفتار کر کے اپنے موکلوں کے سپرد کر دیا۔ شجاع الملک بخاری بھی گرفتار ہوا اور اس سے بھاری رقمیں وصول کی گئیں۔ اس زمانے میں ملتان بڑی بری طرح تباہ ہوا اور ایسا خیال ہوتا کہ اب دوبارہ اس شہر کا بسنا محال ہے۔ حسین ارغون نے خواجہ شمس الدین کو ملتان کا حاکم اور لنگر خاں کو پیش دست مقرر کیا اور خود واپس ٹھٹھہ آیا۔ لنگر خاں نے اہل ملتان کو دلاسے دے کر ان کی دل جوئی کی اور شہر کو دوبارہ آباد کیا۔ اس نے اہل شہر کو اپنے ساتھ ملا کر خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کر دیا اور خود ملتان پر قبضہ کر لیا۔

بابر کی وفات کے بعد ہمایوں نے میرزا کامران کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ میرزا کامران نے لنگر خاں کو اپنے پاس بلایا اور اسے ملتان کے عوض کابل کی حکومت عطا کی۔ لنگر خاں نے میرزا کامران سے لاہور میں ملاقات کی تھی اور ان ہی دنوں شہر کے باہر ایک مقام پر قیام کیا تھا یہ جگہ اب "دائرہ لنگر خاں" کے نام سے مشہور ہے اور لاہور کا ایک محلہ ہے۔ لنگر خاں کے بعد ملتان سلاطین دہلی کے قبضے میں آ گیا۔ ہمایوں کے بعد یکے بعد دیگرے اس پر شیر شاہ سوری' سلیم شاہ' اکبر اور جہانگیر نے حکومت کی۔

besturdubooks.wordpress.com

سلاطین کشمیر

besturdubooks.wordpress.com

خطہ کشمیر

کشمیر کا شمار دنیا کے مشہور ترین ملکوں میں ہوتا ہے' یہ خطہ اپنی متنوع خصوصیات کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ میرزا حیدر دوغلات نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں کشمیر کے صحیح حالات درج کیے ہیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کے نزدیک میرزا حیدر دوغلات کے بیانات چونکہ بالکل صحیح ہیں لہذا میں انہیں کو مختصر کر کے اپنی تاریخ میں لکھتا ہوں۔

جغرافیائی حالات

کشمیر صوبہ پنجاب کے ایک مقام پکلی کے جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک دو پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے' اس وادی کا طول ایک سو کوس' عرض دس سے بیس کوس ہے' یہ ساری زمین انتہائی سرسبز و شاداب ہے' یہاں کی زمین چار قسم کی ہے' ایک حصے کو زراعت آبی کہتے ہیں اور اس میں بہت عمدہ زعفران پیدا ہوتا ہے' دوسرے حصے کو علمی کہتے ہیں' تیسرا حصہ باغات پر مشتمل ہے اور چوتھے میں میدان ہیں۔ کشمیر کے میدان دریا کے کنارے واقع ہیں' ان میں انواع و اقسام کے پھول' سوسن' بنفشہ' نسرین' نسترن' سنبل' نرگس اور یاسمین وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔

موسم

اس زمین میں چونکہ رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے یہاں زراعت نہیں ہوتی اور اس لئے یہ ویران پڑی رہتی ہے لیکن اس ویرانی کا حسن بھی ایسا لاجواب ہے جس پر کئی آبادیاں نثار کی جا سکتی ہیں۔ ایران کی طرح کشمیر میں بھی سال میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں حرارت بہت کم ہوتی ہے' موسم انتہائی خوشگوار رہتا ہے اور گرمی بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ جاڑے کے موسم میں گرچہ برفباری ہوتی ہے اور سردی کی بہت شدت ہوتی ہے لیکن پھر بھی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا' البتہ جب کبھی سورج بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو اس وقت یہ ضرورت ہوتی ہے کہ شراب کی حدت سے جسم کو گرم رکھا جائے۔

مکانات اور بازار

کشمیر میں عمارتیں ساج کی لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اور بیشتر مکان' پانچ حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں' ہر حصے میں برآمدے' کمرے' کھڑکیاں اور دروازے ہوتے ہیں اور ان مکانوں کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا جاتا ہے اس وجہ سے دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں' شہروں اور گلیوں وغیرہ کے فرش پتھر کے ہوتے ہیں' بازار عموماً بند رہتے ہیں سوائے بزازوں اور نوردہ فروشوں کے یہاں اور کوئی نہیں ہوتا۔ بقال' عطار اور میوہ فروش وغیرہ ان بازاروں میں نہیں بیٹھتے۔ اہل حرفہ اپنے مکانوں میں ہی اپنا کام کرتے ہیں۔

میوہ جات

کہا جاتا ہے کہ جب سے مغل امیروں نے یہاں آنا جانا شروع کیا ہے بازاروں کی رونق بڑھ گئی ہے اور ہر قسم کے پیشہ ور دکانوں میں بیٹھنے لگے ہیں۔ پھلوں میں شہتوت' گیلاس' انگور' عناب' سیب' ناشپاتی' شفتالو' پستہ اور انجیر وغیرہ بکثرت ہوتے ہیں۔ کشمیر میں شہتوت عام طور پر کھائے جاتے ہی نہیں بلکہ ان کو ریشم کے کیڑے پالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھل یہاں اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کو بیچنے اور خریدنے کا دستور نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

باغات

یہاں کے باغات چاردیواری سے گھرے ہوئے نہیں ہوتے ہیں بلکہ کھلے ہوتے ہیں اور جس کا جی چاہتا ہے وہ ان باغوں میں جا کر حسب خواہش پھل کھاتا ہے۔ یہاں یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کو باغ میں جانے سے روکا جائے تو اس بات کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر کے حسن کی تعریف

جن دنوں کشمیر' دہلی اور لاہور کے فرماں رواؤں کے قبضے میں نہ تھا- ان دنوں ہندوستان کے لوگ اس وادی میں بہت کم آتے جاتے تھے۔ ۹۹۵ھ میں اکبر نے کشمیر کو فتح کیا اور اس کے بعد سے اہل ذوق اور ارباب علم اس ملک میں آمد و رفت رکھنے لگے۔ شاعروں نے اس ملک کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ فیضی' عرفی اور دوسرے نامور شاعروں نے کشمیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مشہور خاص و عام ہے۔

مندروں کی تعمیر

کشمیر میں عجائبات کی کثرت ہے' اس ملک میں مندروں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ ان مندروں کی تعمیر میں پتھر لگایا گیا ہے پتھر کے ٹکڑوں کو بغیر کسی مسالے کے ایک دوسرے پر رکھا گیا ہے' یہ ٹکڑے اس طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ دراڑوں میں باریک سے باریک شے بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پتھر کو کاٹنے میں کس قدر محنت اور نفاست سے کام لیا گیا ہے' ہر پتھر آٹھ گز سے لے کر تین گز تک لمبا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے۔ ان کو کس طرح آپس میں پیوست کیا گیا؟ اور اٹھا کر کس طریقے سے ایک دوسرے پر رکھا گیا؟ ان سوالوں کا جواب دینے سے عقل حیران ہوتی ہے ان پتھروں میں سے اکثر ایک ہی قسم کے ہیں' مندروں کے اردگرد چاردیواری ہے' جس کے چاروں حصے تقریباً تین سو گز لمبے ہیں۔ دیوار کی بلندی بعض جگہ تیس گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے۔ چار دیواری کے اندر کی تمام عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی ہیں جو سب کی سب پتھر کے ستونوں پر قائم ہیں۔ ان ستونوں کے طاق تین گز سے چار گز تک چوڑے ہیں' بعض بعض طاقوں میں نقوش اور تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں' کسی تصویر میں کوئی روتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے اور کوئی ہنستا ہوا' ان تصویروں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بنانے والوں نے کتنی مشاقی سے کام کیا ہے۔ احاطے کے درمیان میں پتھر کی بنی ہوئی ایک بلند کرسی ہے اور کرسی پر گنبد بنا ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ ان مندروں کی خوبصورتی اور دل کشی اپنی مثال آپ ہے بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مندروں کا ثانی دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔

عجیب و غریب حوض

کشمیر کی دوسری عجیب و غریب چیز یہ ہے کہ یہاں کے ایک ضلع "بریک" میں ایک پہاڑی ہے' پہاڑی کے نیچے ایک غار ہے جس کی شکل حوض کی سی ہے' اس حوض کی تہہ میں ایک سوراخ ہے یہ حوض سارا سال خشک رہتا ہے لیکن جب سورج برج ثور میں داخل ہوتا ہے تو متذکرہ سوراخ میں سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ حوض بھر جاتا ہے۔ سوراخ میں سے پانی اتنے زور اور جوش کے ساتھ نکلتا ہے کہ قرب و جوار کی زمین دو تین میل کے فاصلے تک ہلنے لگتی ہے۔ کچھ دنوں بعد جوش قدرے کم ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ حوض خشک ہو جاتا ہے اور سارا سال اسی طرح رہتا ہے' اس حوض کے سوراخ کو اگرچہ بڑی مضبوطی کے ساتھ بند کیا جاتا ہے' لیکن وقت آنے پر پانی کا جوش اس سوراخ کو پھر کھول دیتا ہے اور پانی باہر نکلنے لگتا ہے۔

عجیب و غریب درخت

کشمیر کی تیسری عجیب و غریب چیز بید کا ایک درخت ہے جو کشمیر کے "ناکام" نامی موضع میں واقع ہے۔ یہ درخت بلندی میں اپنی مثال آپ ہے' بڑے بڑے تیرانداز بھی اگر چاہیں تو اپنے تیر کو درخت کے آخری سرے تک نہیں پہنچا سکتے۔ اگر کوئی اس درخت کی ایک

besturdubooks.wordpress.com

شاخ پکڑ کر ہلائے تو سارا درخت لرزنے لگتا ہے۔

چشمہ فال

کشمیر میں "دیو سرہ" نامی ایک مقام میں ایک چشمہ ہے جو حوض کی صورت کا ہے اس چشمے کے آس پاس بہت سے سایہ دار درخت کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے ماحول کے حسن میں بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ اہل شہر اس چشمے سے فال نکالتے ہیں' اس کا طریقہ یہ ہے کہ چاول پکا کر ایک کوزے میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس چشمے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس پر صاحب فال کا نام بھی لکھ دیا جاتا ہے یہ کوزہ پانچ سال پانچ ماہ یا پانچ دن کے بعد چشمے کی تہہ سے نکلتا ہے اور سطح پر آ جاتا ہے۔ لوگ اس کو کھول دیتے ہیں اگر پکے ہوئے چاول اپنی اصلی حالت میں ہوں تو اسے نیک شگون سمجھا جاتا ہے اور سڑ گل گئے ہوں تو اس سے بدشگونی مراد لی جاتی ہے۔"

ایک دل کشا عمارت

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کا نام "اوسر" ہے اور اس کا دور سات کوس کا ہے اور اس کے درمیان کشمیر کے سلطان زین العابدین نے ایک عمارت تعمیر کروائی ہے جو حسن و دلکشی میں بے نظیر ہے۔ یہ عمارت اس طریقے سے تعمیر کی گئی ہے کہ پہلے تو تالاب میں پتھر بچھائے گئے' جب یہ پتھریلی سطح پانی کے اوپر آ گئی تو اس پر چار سو (۴۰۰) مربع گز کا ایک چبوترہ جو پانی کی سطح سے دس گز بلند تھا تعمیر کیا گیا۔ اس چبوترے پر اصل عمارت بنائی گئی ہے عمارت کے چاروں طرف سایہ دار درخت لگا کر اس کے حسن میں قابل قدر اضافہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے اس عمارت کو دیکھا ہے' ان کا خیال ہے کہ ایسی خوبصورت عمارت ساری دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

راج دان

ایک دوسری خوبصورت عمارت سلطان زین العابدین نے سری نگر میں تعمیر کروائی ہے۔ اہل کشمیر نے اس عمارت کا نام "راج دان" رکھا ہے' یہ عمارت بیس درجوں پر مشتمل ہے۔ بعض درجوں میں حجروں' دالانوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی تعداد پچاس پچاس تک ہے' یہ عجیب و غریب عمارت تمام کی تمام لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ دنیا کی دیگر مشہور اور بہترین عمارتیں' ہو سکتا ہے کہ طرز تعمیر اور خوبصورتی کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں لیکن جو حیرت انگیز فن کاری اس عمارت میں ملتی ہے اس کا کسی دوسری جگہ نظر آنا مشکل ہے۔

"ظفر نامہ" کے مولف کا بیان

ظفر نامہ کے مولف نے کشمیر کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ یہ شہر دنیا کے مشہور ترین مقامات میں سے ہے' اپنے محل وقوع کے لحاظ سے یہ مقام عجیب و غریب ہے' یہ شہر جو اقلیم چہارم کے وسط میں واقع ہے ایک خوبصورت وادی ہے' جس کے جنوب میں ہندوستان' مشرق میں تبت' شمال میں کاشغر اور جنوب مغرب میں افغانستان ہے۔ جس وادی میں یہ شہر واقع ہے وہ میرے علم کے مطابق شرقاً غرباً ۔۔۔ کوس اور شمالاً جنوباً پچیس کوس ہے۔ یہ ایک ہزار موضعوں پر مشتمل ہے اور چشموں کی یہاں کثرت ہے' سبزے کی لطافت عجیب شان رکھتی ہے' آب و ہوا کے لحاظ سے اس شہر کا جواب نہیں۔ حسن جتنا یہاں ہے اتنا ساری دنیا میں نہیں' یہاں کے پہاڑوں اور جنگلوں میں خوش ذائقہ اور لطیف پھلوں کی افراط ہے جو صحت کے لئے انتہائی مفید ہوتے ہیں' یہاں کی آب و ہوا سرد ہوتی ہے اس لئے گرم پھل مثلاً کھجور' نارنگی اور لیموں وغیرہ یہاں پیدا نہیں ہوتی۔ یہ پھل آس پاس کے گرم ممالک سے منگوائے جاتے ہیں۔

سری نگر

کشمیر کا پایہ تخت سری نگر ہے' اس شہر کا محل وقوع بغداد سے ملتا جلتا ہے' شہر کے بیچوں بیچ ایک دریا بہتا ہے جو دریائے دجلہ سے بڑا ہے' تعجب کی بات یہ ہے کہ دریا کا پانی جس کی کثرت کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک ہی چشمے سے نکلتا ہے' یہ چشمہ بھی اسی شہر میں موجود ہے'

besturdubooks.wordpress.com

شہر کے باشندے لاتعداد کشتیاں دریا کے کنارے باندھ دیتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کے ذریعے ایک سے دوسری جگہ آتے جاتے ہیں۔ یہ دریا کشمیر سے نکل کر ملتان کے بالائی حصے میں دریائے چناب سے مل جاتا ہے۔ شہر سری نگر کو خداوند تعالی نے ایسی جگہ آباد کیا ہے جہاں چاروں طرف پہاڑ ہیں اس وجہ سے یہاں کے باشندے حملہ آوروں سے بے خوف ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔

کشمیر کے راستے

کشمیر سے دیگر ممالک کو تین راستے جاتے ہیں ایک خراسان کی طرف دوسرا ہندوستان کی طرف اور تیسرا تبت کی طرف' خراسان کا راستہ بہت دشوار گزار ہے اس راستے سے مال و اسباب جانوروں پر لاد کر لے جانا بہت مشکل ہے اس وجہ سے سامان اٹھانے کا کام آدمیوں سے لیا جاتا ہے۔ یہاں مزدور بکثرت ملتے ہیں جو سامان اٹھا کر ایسی جگہوں تک پہنچا دیتے ہیں کہ جہاں سے جانوروں کے ذریعے سامان لے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان کا راستہ بھی بہت دشوار گزار ہے' البتہ تبت کا راستہ نسبتاً آسان ہے' لیکن اس راستے میں جانوروں کے لئے چارہ نہیں ملتا۔ صرف ایک زہریلی گھاس ملتی ہے جسے کھا کر جانور ہلاک ہو جاتے ہیں اس وجہ سے لوگ جانوروں کی ہلاکت کے خوف سے سفر کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

کشمیریوں کا مذہب

میرزا حیدر دوغلات نے "کتاب رشیدی" میں لکھا ہے کہ کشمیری باشندے مذہباً حنفی مسلمان تھے۔ فتح شاہ کے زمانے میں عراق سے شمس الدین نامی ایک شخص آیا اور اس نے خود کو میر محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی اشاعت کرنی شروع کی۔ شمس الدین نے اس نئے مذہب کا نام "نور بخش" رکھا' یہ مذہب شیعہ اور سنی دونوں عقیدوں کے خلاف ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے حضرت عائشہ اور خلفائے ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں اور میر نور بخش کو مہدی موعود سمجھتے ہیں پہلی بات سنی مذہب اور دوسری بات شیعہ مذہب کے خلاف ہے۔

فرقہ نور بخش

اس فرقے کے ماننے والے شیعہ مذہب کے برخلاف تمام اولیائے کرام کو سنی المذہب سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے عبادات اور احکام مذہبی میں بھی عام مسلمانوں سے علیحدہ روش اختیار کی ہے۔ راقم الحروف نے اس مذہب کے ماننے والوں کو بدخشاں وغیرہ میں دیکھا ہے یہ لوگ میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ میر سید محمد نور بخش کے ایک بیٹے نے مجھے اپنے والد کا ایک رسالہ دکھایا' اس رسالے میں ایک بات نہایت عمدہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ حکومت ظاہری اور تقوی و طہارت کا ایک ہی شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انبیائے کرام میں سے حضرت یوسفؑ' حضرت سلیمانؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت محمد صلعم باوجود نبی مرسل ہونے کے حکمران بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے اور نور بخشی مذہب کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

فقہ اخوطہ

ایک کتاب "فقہ اخوطہ" کشمیر میں بہت مشہور و مقبول تھی میں نے اس کتاب کے بارے میں ہندوستان کے علمائے کرام سے فتوی طلب کیا۔ تمام علماء نے اس کتاب کے بارے میں بڑی بری رائے دی اور لکھا کہ یہ کتاب بہت ہی مضر ہے اور اس کا مصنف زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کتاب کو جہاں بھی دیکھے ضائع کر دے۔ اس مذہب کے ماننے والوں کو نصیحت کرنی چاہئے اگر وہ اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے امام ابو حنیفہ کی تقلید کریں تو بہتر ہے ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

نوربخشیوں کے عقائد

میرے پاس جب یہ تحریر آئی تو میں نے ان کشمیریوں کو جو باطل عقائد کو مانتے تھے تنبیہہ کی۔ ان میں سے بہت سے تو راہ راست پر آ گئے اور بہت سوں کو میں نے قتل کر دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے آپ کو صوفی مشہور کر کے اپنی جان بچائی' حالانکہ یہ بدعقیدہ ہرگز صوفی ہونے کے لائق نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ ان لوگوں کو قطعاً یہ معلوم نہیں کہ حرام اور حلال میں فرق کیا ہے۔ زہد و تقویٰ کا انہوں نے جو مطلب لیا ہے وہ یہ ہے کہ رات کو جاگا جائے اور کم کھایا جائے۔ یہ لوگ سخت لالچی ہوتے ہیں' جو کچھ نظر آتا ہے اسے حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں' کھانے کے معاملے میں بھی سخت بداختیار ہیں جو کچھ مل جائے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔

مہملات فرقہ نوربخش

نوربخشیوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اپنے پریشان خواب بیان کر کے آنے والے وقت کے بارے میں پیشین گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں پر یہ ظاہر کریں کہ ہم صاحب عرفان ہیں یہ لوگ ایک دوسرے کو سجدہ بھی کرتے ہیں اور باوجود ان مہملات کے اربعین کا چلہ بھی کھینچتے ہیں۔ یہ لوگ عالموں' فاضلوں کے علم و فضل کو اچھا نہیں سمجھتے' خود کو اہل طریقت کہتے ہیں لیکن شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ طریقت کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں ایسے بدعقیدہ لوگ سوائے کشمیر کے اور کہیں نہیں پائے جاتے۔

آفتاب پرست

نوربخشیوں سے پہلے کشمیر میں آفتاب پرستوں کی کثرت تھی اس فرقے کو "شماسین" بھی کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب سراپا نور ہے اور اس کا سبب ہمارے عقیدے کی صفائی ہے اور ہمارا وجود ہے' سورج کے نور کا پرتو ہے' اگر ہم بدعقیدہ ہو جائیں تو سورج سے وجود کو کوئی تعلق نہ رہے گا اور اگر سورج ہمیں فیض یاب نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قائم نہ رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ سورج سے ہمارا وجود اور ہم سے سورج کا وجود قائم ہے' اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اپنا وقت خیر و خوبی سے گزاریں کیونکہ اس پر ہمارا حال ظاہر رہتا ہے۔ جب سورج ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے یعنی رات آ جائے تو اس وقت ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں اس وقت ہمارے اعمال کی کوئی بازپرس نہ ہو گی اور ہم اپنی مرضی کے مالک ہوں گے۔ سورج سے تعلق کی مناسبت سے یہ لوگ اپنے بانی مذہب کا لقب "شمس الدین" بتاتے ہیں۔ کشمیر نے اس لقب کو مخفف کر کے "شماسی" بنا لیا ہے۔ (یہاں میرزا حیدر دوغلات کی عبارت ختم ہوتی ہے۔)

کشمیریوں کا موجودہ مذہب

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایسے لوگوں سے جو کشمیر کا سفر کر چکے ہیں کشمیریوں کے مذہب کی بابت دریافت کیا ہے۔ ان لوگوں نے بتایا ہے کہ آج کل تمام کشمیری حنفی المذہب سنی ہیں۔ اس ملک کے سپاہی پیشہ لوگ امامیہ مذہب رکھتے ہیں' لیکن اہل علم میں اس مذہب کے جاننے والے بہت کم ہیں' تبت کوچک کا حکمران بڑا غالی شیعہ ہے اس کا حکم ہے کہ جو لوگ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور میں بے ادبی نہ کرتے ہوں وہ شہر میں داخل نہ ہوں۔

قبیلہ چک کا بیان ہے کہ میر شمس الدین عراقی شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ بہت سے ملحد اور اس زمانے کے سلاطین اس کے معتقد ہوئے اور ملک میں خطبہ امامیہ جاری کیا گیا' لیکن کتاب فقہ احوطہ کی تالیف سے اس شمس الدین کو کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مولف ایک اور شخص تھا جو گمراہ اور ملحد تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان شمس الدین

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے زیر نظر تالیف میں یہ التزام کیا ہے کہ اپنے بیانات کو مسلمان فرماں رواؤں تک محدود رکھا ہے اور کسی ملک کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے وہاں کے ہندو حکمران کا ذکر نظرانداز کر دیا ہے اسی اصول کے مطابق سلاطین کشمیر کا تذکرہ بھی وہاں کے پہلے مسلمان فرمانروا کے حالات سے شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ میرزا کی کشمیر میں آمد

کشمیریوں کو اسلام لائے ہوئے تھوڑی مدت ہی ہوئی ہے اس ملک کے قدیم حکمران ہندو تھے اور برہما کی پوجا کرتے تھے۔ ۷۱۵ھ میں جب کہ کشمیریوں کی حکومت سیہ دیو نامی راجہ کے ہاتھ میں تھی کشمیر میں ایک شخص مسمی شاہ میرزا' فقیروں کے لباس میں آیا اور راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ شاہ میرزا اپنے آپ کو ارجن کی نسل سے بتاتا تھا اور اپنا شجرہ نسب یوں بیان کرتا تھا' شاہ میرزا بن ماہر بن آل بن گرشاسپ بن نکودر' نکودر کے بارے میں شاہ میرزا کا بیان تھا کہ یہ شخص ارجن کی نسل سے تھا' جو مشہور پانڈو ہے۔ واضح رہے کہ پانڈوؤں کا قصہ "مہابھارت" میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

راجہ ارجن کی ملازمت

شاہ میرزا نے ایک عرصے تک راجہ سیہ دیو کی خدمت کر کے اس کے دل میں گھر کر لیا۔ راجہ سیہ دیو کی وفات کے بعد اس کا بیٹا راجہ ارجن اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا ارجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور اسے تمام امور سلطنت سونپ دیئے۔ شاہ میرزا کو راجہ نے اپنے بیٹے کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ راجہ ارجن کے انتقال کے بعد اس کے عزیز نے قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہو کر اس ملک پر قبضہ کر لیا اس شخص کا نام اودن تھا۔

شاہ میرزا کے بیٹے

راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا علی کو اپنا وزیر بنایا اور اس کے دونوں بیٹوں جشید اور علی شیر پر بھی اعتماد کر کے انہیں صاحب اقتدار کیا۔ شاہ میرزا کے دو اور بیٹے "سرات مک" اور "ہنڈال" بھی تھے' ان چاروں نے کشمیر میں بہت قوت حاصل کر لی اور اس وجہ سے راجہ اودن نے ان چاروں کا اپنے گھر میں داخلہ بند کر دیا۔

راجہ ارجن کی وفات

شاہ میرزا اور اس کے بیٹوں نے رفتہ رفتہ کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور راجہ اودن کے بیشتر ملازموں کو اپنا طرف دار بنا لیا۔ جس رفتار سے شاہ میرزا کشمیر پر قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا اسی رفتار سے راجہ اودن کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی آخرکار راجہ نے ۷۴۳ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔

رانی کولادیوی

راجہ کی وفات کے بعد اس کی بیوی کولادیوی نے اپنے شوہر کی جگہ سنبھالی اور اس نے شاہ میرزا کو ختم کر کے امن و اطمینان سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا۔ رانی نے شاہ میرزا کو پیغام بھجوایا کہ تم ایک عرصے تک ارجن کے بیٹے چندر کے اتالیق رہے ہو اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم چندر کو تخت نشین کر کے حکومت کے کاموں کو انجام دو۔ شاہ میرزا نے رانی کے پیغام کو قابل التفات نہ سمجھا' اس پر

besturdubooks.wordpress.com

رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی فریقین میں جنگ ہوئی۔ رانی نے شکست کھائی اور گرفتار ہوئی شاہ میرزا نے رانی کو مسلمان کر کے اپنی بیوی بنا لیا' اس نے ایک دن اور ایک رات اس عورت کو اپنے گھر میں رکھا اور پھر بند کر دیا۔

شاہ میرزا کی خود مختار حکومت

اس کے بعد شاہ میرزا نے سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے کشمیر میں اپنی آزاد خود مختار حکومت قائم کی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ سلطان شمس الدین نے کشمیر میں حنفی مذہب جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیجو میر بخشی کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے برباد ہو گیا تھا دوبارہ آباد کیا۔

دیجو میر بخشی

دیجو میر بخشی کچھ عرصہ قبل قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے سارے ملک کو تہس نہس کر دیا تھا۔ راجہ سیہ دیو ان دنوں کشمیر کا حاکم تھا۔ اس نے رعایا سے بہت سا مال و دولت لے کر دیجو میر بخشی کی نذر کیا' لیکن آخر الذکر پھر بھی راہ راست پر نہ آیا' یہ صورت حال دیکھ کر راجہ سیہ دیو نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس طرح دیجو میر بخشی کو کھیل کھیلنے کا خوب خوب موقع ملا۔ دیجو نے کشمیر کو جی بھر کر لوٹا اور یہاں کے باشندوں کو ہر ممکن طریقے سے تباہ و برباد کیا' وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کشمیر میں زیادہ دیر قیام نہ کر سکا' اس لئے مجبوراً واپس قندھار چلا گیا۔

شمس الدین کا عہد حکومت

سلطان شمس الدین نے کشمیر کی عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر بڑی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کی' اس نے اس قوم کے اکثر افراد کو تہ تیغ کیا' کیوں کہ یہ لوگ اس کی مخالفت کرتے تھے شمس الدین نے کشمیر کے دو قبیلوں "چک" اور "مکری" کی بڑی سرپرستی کی اور حکومت کے عہدوں پر زیادہ تر انہیں قبیلوں کے افراد کو فائز کیا۔

گوشہ نشینی اور وفات

جب سلطان شمس الدین بوڑھا ہو گیا اور اس نے اپنے میں فرماں روائی کی طاقت نہ دیکھی تو وہ اپنے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود حکومت سے دستبردار ہو گیا' سلطان شمس الدین نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی اور کچھ عرصہ بعد اسی عالم میں وفات پائی۔

اس بادشاہ کی مدت حکومت تین سال ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین

علی شیر کی بغاوت

سلطان شمس الدین کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا جمشید شاہ تخت نشین ہوا۔ جمشید کا چھوٹا بھائی علی شیر (جو سلطان شمس الدین کے زمانہ حیات میں اس کا شریک کار تھا) رعایا اور لشکر میں بہت مقبول تھا' اس نے باپ کی وفات کے بعد اپنے بڑے بھائی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لشکر کے وہ سردار اور امراء جو علی شیر کے طرف دار تھے وہ اسے مدنی پور لے گئے اور وہاں اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

جمشید کی معزولی اور وفات

جمشید شاہ نے علی شیر پر حملہ کیا۔ جمشید نے پہلے تو نرمی اور صلح جوئی کو اپنا شعار بنایا' لیکن علی شیر راہ راست پر نہ آیا' اور اس نے جمشید کے لشکر پر شب خوں مار کر اسے شکست دی۔ جمشید نے جب مدنی پور کو خالی پایا تو وہ اس طرف چلا گیا۔ علی شیر کے بہت سے طرف داروں نے جمشید کا راستہ روکا' لیکن ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ علی شیر نے اپنے بھائی کا پیچھا کیا' جمشید میں مقابلے کی ہمت نہ تھی اس لئے وہ گجراج کی طرف بھاگ گیا۔ سری نگر کے محافظ سراج نامی نے پایہ تخت علی شیر کے حوالے کر دیا۔ ان واقعات کے بعد جمشید نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور کچھ عرصے بعد وفات پا گیا اس کی مدت حکومت ایک سال دو ماہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان علاؤ الدین بن سلطان شمس الدین

جمشید کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا علی شیر سلطان علاؤ الدین کے لقب سے کشمیر کا فرماں روا ہوا۔ اور اس نے اپنے بھائی شیر شامک کو اپنا وکیل السلطنت مقرر کیا۔ علاؤ الدین کے عہد حکومت میں ابتداً تو بڑی خوش حالی رہی لیکن آخر کار میں ایک زبردست قحط پڑا جس کی وجہ سے بے شمار جانیں تلف ہو گئیں۔ کچھ لوگ علاؤ الدین کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی وجہ سے وہ جلاوطن ہو کر کاشغر چلے گئے۔ علاؤ الدین نے ان لوگوں کو بڑی تدبیروں سے واپس کشمیر بلا کر نظر بند کر دیا۔

علاؤ الدین نے بخشی پور کے قریب اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر "علاء پور" آباد کیا۔ اس فرماں روا نے ایک نیا قانون جاری کیا کہ کوئی زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہو سکتی۔ اس قانون کی وجہ سے بہت سی عورتوں نے اس گناہ کبیرہ سے توبہ کی اور نیک زندگی بسر کرنے لگیں۔

علاؤ الدین نے بارہ سال آٹھ ماہ اور تیرہ روز حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلطان شہاب الدین بن سلطان شمس الدین

سلطان علاؤ الدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی نے سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کر کے کشمیر کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ فرماں روا بہت ہی بہادر اور جرات مند تھا اور اخلاقی اعتبار سے اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ جس روز اسے کوئی نئی خبر نہ ملتی تھی اس روز کو وہ اپنی زندگی میں شمار نہ کرتا تھا اور اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا تھا کہ عمر عزیز کا ایک دن بیکار گیا۔ شہاب الدین نے اپنے عہد حکومت میں مقبوضہ ممالک کو ان کے پرانے حاکموں کی تحویل میں دے دیا۔

پنجاب پر حملہ

سلطان شہاب الدین نے پنجاب پر حملہ کیا اور دریائے سندھ کے کنارے قیام کیا۔ حاکم سندھ نے علاؤ الدین کا مقابلہ کیا' لیکن شکست کھائی۔ شہاب الدین کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے بھی اس کے نام سے کانپتے تھے۔ اسکر سے ہوتے ہوئے اس نے پشاور پر لشکر کشی کی اور بے شمار لوگوں کو قتل کرتا ہوا ہندو کش پہنچا۔

راجہ نگر کوٹ کی اطاعت

سفر کی تھکن کی وجہ سے شہاب الدین واپس ہوا اور اس نے دریائے ستلج کے کنارے قیام کیا اور اسی دوران میں راجہ نگر کوٹ سے ملاقات ہوئی۔ راجہ دہلی کے بعض پرگنوں میں لوٹ مار کر کے بے شمار دولت لے کر آ رہا تھا' اس نے یہ تمام دولت سلطان شہاب الدین کی خدمت میں پیش کی اور اس کے اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا۔ تبت کوچک کا حاکم بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے درخواست کی کہ اس کا لشکر تبت کوچک کو تباہ و برباد نہ کرے' اس کے بعد سلطان شہاب الدین کشمیر واپس آ گیا۔

شہزادوں کی جلاوطنی

شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کیا اور اپنے بھائی ہندال کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن خاں اور علی خاں کو کشمیر سے نکال دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہاب الدین کی ایک بیوی ان دونوں شہزادوں کی والدہ سے ناراض تھی اور اس نے بادشاہ کو

besturdubooks.wordpress.com

ان شہزادوں کے خلاف کر دیا۔ بھی نگر اور شہاب پور اسی بادشاہ کے بسائے ہوئے ہیں۔

انتقال

شہاب الدین کو اپنے عہد حکومت کے آخر میں شہزادہ حسن خاں کے اخراج پر سخت ندامت ہوئی۔ حسن خاں دہلی چلا گیا تھا' شہاب الدین نے اسے طلب کیا' شہزادہ باپ سے ملنے کے لئے روانہ ہوا' لیکن ابھی وہ خیمو تک ہی پہنچا تھا کہ شہاب الدین کا انتقال ہو گیا۔

شہاب الدین کی مدت حکومت بیس سال ہے۔

☆ تمت بالخیر ☆

besturdubooks.wordpress.com

سلطان قطب الدین

جب سلطان شہاب الدین مراحل زندگانی طے کر کے شہر خموشان میں داخل ہوا اس کے بھائی ہندال نے تخت سلطنت پر تمکن کیا اور اپنا لقب سلطان قطب الدین رکھا یہ بھی زیور اخلاق پسندیدہ سے آراستہ تھا اور اپنے احکام کے نفاذ و تعمیل میں اہتمام نہایت رکھتا تھا اور آخر سلطنت میں ایک سردار کو قلعہ لوہر کوٹ کی تسخیر کے واسطے جو بعضے امرائے سلطان شہاب الدین کے تصرفات میں تھا بھیجا جبکہ جنگ ہائے عظیم اور معرکہ ہائے شدید فریقین کے مابین واقع ہوئی وہ سردار مارا گیا پھر سلطان قطب الدین نے خطوط بھیج کر اپنے بھتیجے حسن خان کو دہلی سے طلب کیا لیکن جب حسن خان نے اطاعت کر کے قدم ولایت کشمیر میں رکھا ایک جماعت اہل حسد نے سلطان کو اس ارادہ سے پشیمان کر کے اس کی گرفتاری پر آمادہ کیا اور رائے دل جو امرائے شہاب الدین سے تھا اسے حسن خان کو اس ارادہ سے آگاہی دی حسن خان بھاگ کر لوہر کوٹ کی طرف گیا اور بادشاہ کے مخالف جو کہ اس مقام میں تھے اس کے آنے سے قوی پشت ہوئے۔ سلطان قطب الدین نے رائے دل کو گرفتار کر کے قید کیا اور وہ قید خانہ سے بھاگ کر حسن خان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ واعیہ فساد کا رکھتا تھا زمینداروں نے حسن خان اور رائے دل کو گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا سلطان نے رائے دل کو تیغ سیاست سے قتل کر کے حسن خان کو مقید کیا اور آخر عمر یعنی پیری میں سلطان کو آفریدگار عالم نے دو فرزند کرامت فرمائے۔ ایک کا آشکار اور دوسرے کا ہیبت خان نام رکھا اور جب پندرہ سال اور پانچ ماہ اس کی حکومت سے گزرے آخر ۷۶۶ سات سو چھیاسٹھ ہجری میں وفات پائی اور اس کے بعد بڑا بیٹا اس کا تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور اپنا خطاب سلطان سکندر رکھا۔ منقول ہے کہ شاہ قطب الدین کے عہد میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کشمیر کے اطراف میں رونق افزا ہوئے اور سلطان کو مکتوب لکھا شاہ نے بہ تعظیم تمام جواب ان کے خط کا لکھ کر اپنے حضور طلب فرمایا۔ جب حضرت میر نے اپنے شرف قدوم فیض لزوم سے سری نگر کے اطراف کو مشرف کیا شاہ استقبال کو آیا اور با عزاز و اکرام تمام حضرات کو شہر میں لایا اور کشمیر کے جمیع صغیر و کبیر آنجناب عالی مقام سے بارادت صادق پیش آئے اور بروایت میرزا حیدر دوغلات کے جو کتاب رشیدی میں درج ہے چالیس روز سے زیادہ اس شہر میں اقامت نہ کر کے وطن مالوف کی طرف معراجعت فرمائی اور قیاساً دریافت ہوتا ہے کہ خانقاہ معلے جو آنحضرت نے اس شہر میں بنا فرمائی تھی آنحضرت کے حضور اس شہر کے آدمیوں نے بنیاد ڈالی ہوگی یا آنحضرت کی غیبت میں تیار ہوئی ہو اس سبب سے کہ اگر سامنے تیار ہوئی تو ضرور جناب امیر کا مدت تک کشمیر میں رہنے کا اتفاق ہوا ہوگا کس واسطے کہ چالیس روز میں تعمیر ہونا ایسی خانقاہ معلی اور عالی شان کا استبعاد اور صعوبت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سلطان سکندر بت شکن

ناظرین پر تمکین پر واضح ہو کہ نام اصلی اس کا آشکار ہے اور یہ اپنے باپ کے بعد اپنی والدہ کی صلاح سے کہ سورہ نام رکھتی تھی تخت سلطنت پر بیٹھا۔ امراء اور ارکان دولت اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور وہ تمام سلاطین کشمیر سے شوکت و عظمت اور کثرت افواج میں ممتاز ہوا اور دبدبہ اور رعب بہت رکھتا تھا اور سلطان سکندر کی ماں اوائل حکومت میں دخل مہمات ملکی میں کر کے اکثر امور کو بوجہ احسن انجام دیتی تھی اور جب مادر مشفقہ نے اپنے داماد شاہ محمد نام سے آثار مخالفت کے مشاہدہ کیے اسے اور اس کی زوجہ یعنی اپنی بیٹی کو ہلاک کر دیا اور رائے ماوری کہ امرائے عظام کے سلک میں انتظام رکھتا تھا اور مہمات شاہی کا اس پر مدار تھا۔ ہیبت خان یعنی شاہ سکندر کے بھائی کو زہر دے کر ہلاک کیا شاہ سکندر اس جرم عظیم کے صدور کے سبب اس سے نہایت رنجیدہ اور دفع کے فکر میں ہوا لیکن جو وہ کمال استقلال رکھتا تھا یکایک اس کی سیاست اور تنبیہ سے متعذر تھا اور رائے ماوری حقیقت حال سے واقف ہوا تو شاہ سے التماس کی

besturdubooks.wordpress.com

کہ اگر حکم ہو بندہ تبت کو چک کو جو کشمیر کے قریب ہے لے لے اور اس معروضہ سے غرض یہ تھی کہ آتش غضب سلطانی سے دور رہے اور شاہ نے اس امید پر کہ شاید اس طرف جا کر لڑائی میں مارا جائے تو گوہر مقصود بے سعی ہاتھ آئے اسے رخصت دی اور رائے ماوری تبت کو چک پر فوج لے گیا اور اس ولایت کو بتدریج تمام مسخر کیا اور بعد چندے اپنے تصرف میں لایا پھر جمعیت تمام بہم پہنچا کر بغاوت پر کمر باندھی اس وجہ سے خود بنفس نفیس سکندر شاہ لشکر جمع لا کر اس طرف متوجہ ہوا اور سرحد میں جنگ واقع ہوئی رائے ماوری بھاگا اور شاہ سکندر کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور شاہ نے اسے قید کیا اور بعد ایک مدت کے قید کی مصیبت سے وہ بہت تنگ آیا اور زہر کھا کر مسموم ہوا اور شاہ سکندر نے فوج کو آراستہ کر کے تبت اور اس کے اطراف کو جیسا کہ چاہئے محافظت کی اور ان دنوں میں امیر تیمور صاحبقران نے وقت عزیمت تسخیر ہندوستان اپنے ایلچیوں کو مع دو فیل شاہ سکندر کے پاس بھیجا تھا اس سبب سے افتخار اور مباہات بہت کر کے عرض داشت امیر تیمور صاحبقران کی خدمت میں باستدعائے ملازمت ارسال رکھی اور اخلاص اور بندگی ظاہر کر کے عرض کی کہ جس مقام میں حکم ہو ملاقات کو حاضر ہوں۔ اس کے بعد ایلچیوں کو زر خطیر دے کر با اعزاز و احترام رخصت کیا اور وہ جب صاحبقراں کی ملازمت میں مشرف ہوئے تو سلطان سے جو کچھ اخلاق اور رعایتیں مشاہدہ کی تھیں سمع مبارک میں پہنچائیں۔ آنحضرت مقام عنایت میں ہوئے اور اس کے واسطے خلعت زردوزی اور گھوڑا مع سازویراق مرصع بھیجا اور حکم فرمایا کہ جب رایات جلال آیات مابدولت و اقبال دہلی سے پنجاب کی طرف مراجعت فرمائیں اس مقام میں ملازمت سے مشرف ہو جب یہ حکم سلطان سکندر کو پہنچا پیشکش بہت فراہم کر کے سامان ملازمت درست کیا۔ جب سنا کہ صاحبقران سوالک کے راستہ سے پنجاب کی سمت عازم ہے۔ پیش کش بہت ہمراہ لے کر صاحبقران کی ملازمت کے واسطے متوجہ ہوا اور اثنائے راہ میں سنا کہ بعضے امراء اور وزراء صاحبقران نے کہا ہے کہ سلطان سکندر کو لائق ہے کہ تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی علائی پیشکش لائے۔ شاہ سکندر یہ خبر سن کر نہایت پریشان ہوا اور دریا کے راستہ سے معاودت کر کے عرض داشت صاحبقران کی ملازمت میں اس مضمون کی بھیجی کہ جو پیش کش بندگان حضرت کے لائق بہم نہیں پہنچی ہے کمترین نے اس سبب سے چند روز توقف کیا تو پیش کش لائق بہم پہنچا کر بندگی کے واسطے متوجہ ہوئے جب آنحضرت عرضداشت کے مضمون سے مطلع ہوئے سمجھے کہ میرے وزرا میں سے کسی نے اس قدر پیش کش لانے کے واسطے کہا ہے انہیں چشم نمائی کی اور شاہ سکندر کے ایلچیوں پر نہایت نوازش فرما کر ارشاد کیا کہ یہ امروزرائے نامعقول نے کہا ہے اس کا کچھ خیال نہ کرے اور باطمینان تمام ملازمت کے واسطے متوجہ ہو۔ جب ایلچی شاہ سکندر کے کشمیر میں پہنچے امیر تیمور صاحبقران سے جو کچھ سنا تھا عرض کیا سلطان سکندر یہ نوید سن کر نہایت محظوظ اور خوشحال ہوا اور جلد سامان سفر درست کر کے کشمیر سے برآمد ہوا۔ لیکن جس وقت کہ سکندر شاہ قصبہ بارہ مولہ میں پہنچا سنا کہ صاحبقران آب سندھ سے عبور کر کے بہ تعجیل تمام متوجہ سمرقند ہے۔ اس واسطے فسخ عزیمت کر کے ایلچیوں کو مع پیش کش بسیار آنحضرت کی ملازمت میں بھیجا اور خود کشمیر کی سمت مراجعت کی اور سلطان سکندر نہایت سخی اور جواد تھا۔ چنانچہ اس کی سخاوت کا شہرہ سن کر دانشمند عراق اور خراسان اور ماوراء النہر کے اس کی ملازمت کے واسطے حاضر ہوئے اور علم و فضل اور اسلام نے مملکت کشمیر میں بدرجہ نہایت رواج پایا۔ خطہ کشمیر خراسان و عراق کا نمونہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوا اور شاہ تمام جماعت علماء سے سید محمد عالم کو جو اپنے زمانہ کے فرد تھے تعظیم بہت کرتا تھا اور آداب دین یعنی علم فقہ سیکھتا تھا اور شاہ نے ایک برہمن سیہ بٹ نام کو جو مسلمان ہوا تھا اسے وزیرالوزرا کر کے امور دنیوی میں اپنا معتمد کیا۔ وہ سیہ بٹ طالع ارجمند کی برکت کے سبب اس مرتبہ پر پہنچ کر ہنود کے آزاد اور ایذا رسانی میں بہت کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ سلطان نے اس کے کہنے سے حکم فرمایا کہ تمام برہمن اور ہنود کے تمام دانشمند مسلمان ہو جائیں اور جو شخص کہ مسلمان نہ ہو کشمیر سے نکل جائے اور قشقہ یعنی ٹیکا پیشانی پر نہ کھینچے اور عورت ستی کو شوہر کے ہمراہ نہ جلائیں اور سونے اور چاندی کے بتوں کو دارالضرب یعنی ٹکسال میں گلا کر زر مسکوک بنا دیں۔ اس سبب سے محنت اور مصیبت بہت اس ولایت کے

besturdubooks.wordpress.com

ہندوؤں کو کہ اکثر برہمن تھے پہنچی اور بہت سے برہمنوں نے جن پر مسلمانی اور جلا وطنی اس شہر سے شاق اور دشوار تھی اپنے تئیں ہلاک کیا اور بعضے جلا وطن ہو کر دوسری ولایت کی طرف گئے اور بعضے براہمہ سلطان اور اس کے وزیر کے خوف و ہراس سے اظہار مسلمانی بطریق رفعہ تقیہ کر کے کشمیر میں رہے اور سلطان نے تمام ہمت بتوں اور بت خانوں کے توڑنے اور مسمار کرنے پر صرف کی اور ان میں کے اکثر بت کدہ خراب اور ویران کیے۔ ازانجملہ ایک بتکدہ بڑا کہ باغ بحر آرا میں تھا اور اسے ساتھ مہادیو کے منسوب کرتے تھے۔ سلطان کے حکم سے کھودنا شروع کیا اور ہرچند اس کی تہ کھودی اور پانی تک پہنچائی اس کی انتہا نہ پائی اور مقتدا یعنی پیشوا سب بتوں کا کہ جگدیو تھا اسے بھی شکستہ کیا اور عمارت و بت توڑنے کے وقت شعلہائے عظیم آتشیں اس مقام سے پیدا ہوتے تھے۔ سلطان اور ارکان دولت دیکھتے تھے اور کفار اسے اپنے معبودان باطل کی کرامات پر گمان کر کے جو کچھ چاہتے تھے کہتے تھے لیکن جو سلطان بتوں کو توڑنے میں بضد تھا ان شعلوں کو طلسم اور مثل اس کے جانتا تھا اس کے توڑنے سے ہاتھ نہ کھینچا یہاں تک کہ اس سے ایک نشان باقی نہ رہا اور اسی طرح سے کشمیر میں راجہ للتاوت نے ظہور اسلام سے پیشتر ایک دیوہرہ نہایت عظیم الشان اور مستحکم ترس پور میں تیار کیا تھا اور نجومیوں سے پوچھا تھا کہ یہ دیوہرہ کب تک قائم رہے گا اور کس طور سے ویران ہوگا۔ نجومیوں نے اوضاع فلکی کو مشاہدہ کر کے جواب دیا کہ اس تاریخ سے جب ایک ہزار اور ایک سو سال گزریں گے سکندر نام ایک بادشاہ اس بت خانہ کو خراب اور ویران کرے گا اور یہ دورہ عطارد کا ہے۔ وہ بادشاہ عطارد کی مورت کو اپنے ہاتھ سے فوراً توڑے گا للتاوت نے فرمایا کہ یہ مضمون ایک تانبے کے پتر پر کندہ کر کے ایک صندوق مسی میں رکھ کر اس عمارت کی بنیاد میں دفن کر دو۔ چنانچہ اس عمارت کے کھودنے میں وہ لوح برآمد ہوئی اور مضمون لکھا ہوا حرف بحرف معلوم ہوا۔ سلطان نے فرمایا کاش کہ وہ لوگ یہ نوشتہ اس عمارت کی دیوار پر نصب کرتے تو میں بعد اطلاعیابی ان منجمان کافر کے حکم کے خلاف اس عمارت کو مسمار نہ کرتا پھر سلطان سکندر اور بت خانوں کو جن کی عمارت نہایت عمدہ اور رفیع تھی خراب کر کے بت شکن مشہور ہوا اور سلطان کے احکام حسنہ سے یہ دو حکم ہیں کہ اس کے قلم میں شراب نہ بکتی تھی اور اس کی ولایت سے کسی شخص ہندو خواہ مسلمان سے تمغہ نہ لیتے تھے اور آخر عمر میں سلطان تپ محرق میں مبتلا ہوا اور اپنے تینوں فرزندوں کو کہ جن کا نام میر خان اور شاہی خان اور محمد خان تھا اپنے پاس بلا کر ان کے کان مصلحت کے گوہر روشن سے مزین کر کے اتحاد اور وفاق کے بارہ میں وصیت فرمائی اور اپنے بڑے بیٹے میر خان کو خطاب علی شاہ دے کر سلطنت اس کے تفویض کی اور ۸۱۹ھ آٹھ سو انیس ہجری میں فوت ہوا۔ اس کی سلطنت کی مدت بائیس سال اور نو ماہ تھی۔

سلطان علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن

سلطان علی شاہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد کشمیر کے سریر جلوہ گر ہوا اور ہرچند خرد سال تھا لیکن جو سلطان سکندر کی مہابت اور صلابت لوگوں کے دل میں جاگزیں تھی اس کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھا اور اس نے آغاز سلطنت میں جمیع مہمات ملکی سیہ بت سے جو وزیر سکندر شاہ تھا رجوع کیا اور اس نے چار برس کے عرصہ میں مسند وزارت پر بیٹھ کر رعایا پر قسم قسم کے ظلم سکندر شاہ کے زمانہ کے موافق ہندوؤں اور اپنے ہم قوم پر کہ مراد برہمنوں سے ہے۔ جائز رکھے جو شخص مسلمان نہ ہوا اسے تیغ بے دریغ سے قتل کر کے زمین اس کے خون سے رنگین کی جیسا کہ عرصہ قلیل میں اس گروہ سے کشمیر میں ایک نشان نہ رہا یا تو مسلمان ہوگئے یا ولایت سے نکل گئے ناگاہ سیہ بت تپ دق میں گرفتار ہو کر فوت ہوا۔ سلطان علی شاہ نے اس کے بعد اپنے بھائی شاہی خان کو جو صاحب تدبیر اور شجاعت میں بے نظیر تھا امور مملکت کا مرجع کیا اور وہ جمیع مہمات شاہی کو انجام دے کر اپنے بھائی کو آسودہ رکھتا تھا اور جب علی شاہ کو جہان کی سیر کا شوق دامن گیر ہوا اور کشمیر سے سفر کرنے کا ارادہ کیا اس وقت شاہی خان کو اپنا جانشین کر کے اپنے بھائی محمد خان کو اس کی

besturdubooks.wordpress.com

اطاعت اور فرمانبرداری کی نصیحت فرمائی اور رخصت کے واسطے راجہ جموں کے پاس جو علی شاہ کا خسر تھا گیا اور راجہ جموں اور راجہ راجوری نے اسے شاہی خان کے ولی عہد کرنے اور ترک شاہی کے سبب سرزنش کر کے پشیمان کیا اور جو جانتے تھے کہ بے مدد اور اعانت سلطنت مسترد نہ ہوگی راجہ جموں اور راجہ جوری مع لشکر کثیر سلطان علی شاہ کے ممد اور معاون ہو کر کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور اس خطہ کو شاہی خان کے تصرف سے بار آوردہ کر کے دوبارہ علی شاہ کے قبضہ میں لائے۔ شاہی خان کشمیر سے برآمد ہو کر سیالکوٹ کی سمت گیا اور انہیں دنوں میں جسرت شیخا کھکر نے سمرقند میں صاحبقران کی قید سے بھاگ کر پنجاب میں تسلط تمام پیدا کیا تھا۔ شاہی خان اس کے پاس التجا اور پناہ لایا اور سلطان علی شاہ نے مع لشکر بیکران کشمیر سے برآمد ہو کر جسرت اور شاہی خان کا تعاقب کیا اور انہوں نے اس کی تاخت اور تفرقہ اور خستگی سے واقف ہو کر اسی دن پہاڑوں کے درمیان میں صفوف جنگ آراستہ کیں اور علی شاہ کو شکست دی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علی شاہ زندہ جسرت کے ہاتھ لگا اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ شکست کھا کر بھاگا اور شاہی خان نے اس کا تعاقب کر کے ولایت سے باہر کیا اور خود تخت گاہ سلطنت میں جا کر زمام سلطنت قبضہ میں لیا اور شہر کشمیر کی خلقت کہ خواہاں اس کی تھی محظوظ اور خوش حال ہوئی اور شادیانہ کے نقارے بجانے لگی علی شاہ کی مدت سلطنت چھ سال اور نو ماہ تھی اور یہ واقعہ ۸۲۶ھ آٹھ سو چھبیس ہجری میں واقع ہوا تھا۔

سلطان زین العابدین

جب شاہی خان کشمیر میں بجائے برادر تخت نشین ہوا اپنا خطاب سلطان زین العابدین رکھ کر افواج کثیر جسرت کے ہمراہ کی تو اس کی مدد کے واسطے جا کر ولایت دہلی اور پنجاب کو تسخیر کرے۔ اگرچہ جسرت شاہ دہلی سے برابری نہ کر سکتا تھا لیکن سلطان کے لشکر کی قوت اور اعانت سے تمام پنجاب وغیرہ پر متصرف ہوا اور سلطان نے قصد جہانگیری کا کر کے لشکر تبت پر بھیجا اور اس ولایت کو بزور شمشیر لیا اور اکثر ولایت کو جو آب کشنہ کے کنارے تھی خراب اور ویران کر کے اس کے باشندوں کو قتل کیا اور اپنے بھائی محمد خان کو صاحب مشورہ کر کے مہمات جزوی و کلی ساتھ اس کے رجوع کیں اور خود قضایا تشخیص اور فیصل کرتا تھا اور جمی فریق کے آدمیوں سے صحبت رکھتا تھا اور جو کہ علوم و فنون تحصیل کر چکا تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس کہ مراد دربار سے ہے۔ داناؤں ہندو اور مسلمان سے معمور رہتی تھی اور علوم موسیقی میں بھی خوب طاق تھا اور اکثر اوقات اس کی ہمت ولایت کی آبادی اور زراعت کی تکثیر اور نہروں کے اجراء میں معروف رہتی تھی اور حکم عام نافذ کیا تھا کہ تمام ولایت میں جس شخص کا مال چوری ہو جائے زمیندار اس موضع کے تاوان دیں۔ چنانچہ اس تقریب کے سبب اس کی تمام قلمرو میں چوری موقوف ہوئی اور وہ بدر رسمیں جو سیہ بت سے باقی رہی تھی یک قلم دفع کیں اور نرخ نویسی اس کے زمانہ میں جاری ہوئی تھی۔ سلاطین سابق کے عہد میں نہ تھی دور کیا اور دستور العمل یعنی قواعد اور ضوابط مجریہ اپنے تختہائے مسی پر کندہ کر کے ہر ایک شہر اور موضع میں آویزاں کیے تھے یہاں تک کہ رسوم قلم ولایت کشمیر سے دفع کی اور منقول ہے کہ اس نے تانبے کے پتروں پر لکھا تھا کہ جو شخص آئے اور ساتھ اس دستور کے کام نہ کرے خدا کی لعنت میں گرفتار ہو اور سلطان نے طبابت کے واسطے مری بھٹ کو جو طبیب حاذق تھا تربیت کی اور اس کے التماس کے موافق برہمنوں کو کہ سلطان سکندر کے زمانہ میں سیہ بت کے خوف سے نکل گئے تھے۔ ولایت دور دست سے طلب کر کے جاگیران کے واسطے مقرر کی اور ہنود کے معابد مقرری میں وقت تعین کر کے جزیہ کا مانع ہوا۔ اور گاؤ کشی بھی موقوف کی اور برہمنوں اور تمام ہندوؤں کو طلب کر کے ان سے عہد لیا کہ دروغ نہ کہیں جو کچھ کتب ہندی میں تحریر ہے اس سے خلاف نہ کریں اور ارباب کفر کی تمام عادتیں اور رسمیں جو شاہ سکندر کے عہد میں برطرف اور معدوم ہوئی تھیں مثل قشقہ کھینچنا اور جلانا عورت کا ہمراہ شوہر کے سلطان زین العابدین نے سب کو از سر نو زندہ کیا۔ نذر اور بھینٹ اور جرمانہ وغیرہ جو عامل اور

besturdubooks.wordpress.com

تحصیلدار رعایا سے لیتے تھے موقوف کی اور حکم عام کیا کہ سوداگر جو متاع کہ ولایتوں سے لاتے ہیں اپنے مکان میں پوشیدہ نہ کریں ساتھ اس قیمت کے کہ خرید کی ہے نفع قلیل پر بیچتے رہیں اور بیع اور شرا میں غبن فاحش روا نہ رکھیں اور سلطان نے تمام قیدیوں کو کہ سلاطین سابق کے عہد میں مقید ہوئے تھے سب کو یک قلم آزاد کیا اور اس کے ضوابط سے ایک یہ ہے کہ جس ولایت کو فتح کرتا تھا' خزانہ اس کا فوج پر تقسیم فرماتا تھا اور اپنے پایہ تخت کے دستور کے مطابق خراج اس ملک کی رعایا پر مقرر کرتا تھا اور سرکشوں اور متکبروں کو گوشمالی دیتا تھا اور مرتبہ اعلیٰ سے ادنیٰ درجہ پر پہنچاتا تھا۔

فقیروں اور ضعیفوں کو نوازش کر کے درجہ اوسط میں نگاہ رکھتا تھا تاکہ نہ تو زیادہ توانگری سے بغاوت کریں اور نہ افلاس سے گدائے مطلق ہوں اور پارسائی اس کی اس درجہ تھی کہ عورت بیگانہ کو اپنی ماں اور بہن کی جگہ تصور کرتا تھا اور کسی صورت روا نہ رکھتا تھا کہ میری نظر نامحرم کے منہ یا مال غیر پر بنظر خیانت و طمع پڑے اور اس مہربانی کے سبب کہ رعایا پر رکھتا تھا۔ گز اور جریب جو ہمیشہ سے تھی اسے زیادہ کیا اور شاہ کی وجہ خرچ خاصہ اس زر کے حاصل سے تھی جو تانبے کی کان سے پیدا ہوتا تھا اور مزدور اس میں ہمیشہ کام کرتے تھے۔ یعنی تانبا نکالتے تھے اور جو شاہ سکندر کے عہد میں چاندی اور سونے وغیرہ کے بتوں کو توڑ کر دارالضرب میں مسکوک کیا تھا۔ وہ سونا کچھ کھوٹا تھا سلطان نے حکم فرمایا کہ مس خالص کو جو اس کان سے حاصل ہوا ہے ٹکسال میں بھیج کر مسکوک کریں اور رائج کریں اور سلطان جس شخص پر غضبناک ہوتا تھا لازم نہ تھا کہ اسے سزا پہنچائے۔ یعنی اس کے حق میں جو کچھ بدی کہہ دیتا وہی واقع ہو جاتی اور وہ جس کسی سے ناخوش رہتا تھا اسے اپنی ولایت کی حدود سے نکال دیتا تھا اور وہ نہ جانتا تھا کہ بادشاہ مجھ پر غضبناک ہے بلکہ راضی جاتا تھا اور اس ضمن میں کام ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے عہد میں ساتھ جس ملت کے چاہتے تھے رہتے تھے اور کوئی ازروئے تعصب یعنی دین کی حمایت سے دوسرے کا متعرض نہ ہوتا تھا اور برہمن اور ہندو جو سلطان سکندر کے عہد میں مسلمان ہوئے تھے اس کے عہد میں مرتد ہو گئے تھے اور کوئی عالم اسلام ان پر ارتداد کے سبب پکڑ دھکڑ کی قدرت نہ رکھتا تھا اور سلطان نے کوہ باراں کے قریب ایک نہر لا کر نیا شہر بنا دیا تھا کہ آبادی اس کی بیچ کوسی تھی اور علاوہ اس کے اور بھی شہر آباد کیے تھے اور کالپور وغیرہ میں پانی دور سے لا کر نہریں تیار کی تھیں اور پل باندھے تھے اور زراعت کی تکثیر کی تاکید فرماتا تھا اور ان مواضع میں کہ اس نے اپنی ذات خاص سے آبادی کی تھی علماء اور فضلاء اور غربا کو آباد کیا تھا تاکہ مسافروں کو طعام دیتے رہیں اور جو کچھ محتاجوں کو نقد جنس درکار ہو اس موضع کی جنس سے صرف کرتے رہیں اور مملکت کشمیر میں کوئی زمین بے آب و زراعت باقی نہ رہی مگر وہ مقام کہ جس کی خبر شاہ کو نہ پہنچی بے آب رہا اور سلطان نے ارادہ کیا کہ حوض ویرناک میں جو مثل دریا کے مشاہدہ ہوتا ہے اور احکام اس ناحیہ نے اس کا منفذ بند کیا ہے اس کے درمیان ایک عمارت عالی شان بنا کر پھر اس زمانہ کے داناؤں کو بلا کر مشورہ کیا۔ چنانچہ بعد تامل اور تفکر کے سب کی رائے نے اس پر اتفاق کیا کہ چند کوٹھیاں چوکور بنا کر انہیں پتھر سے پر کر کے پانی میں غرق کریں اور جب وہ پتھر پانی سے بلند ہو اس پر عمارت بنا دیں جب ایسا کیا وہ کوٹھیاں سنگین پانی سے چند گز بلند ہوئیں۔ سلطان نے اس مقام میں عمارت عالی یعنی مساجد اور منازل اور باغ تعمیر فرمائے اور اس کا نام زین لنکا رکھا اور فی الواقع وہ عمارت اس خوبی کے ساتھ تیار ہوئی کہ شاید تمام عالم میں کہیں اس کا نظیر ہو اور شاہ نے چند موضع اس مقام کی مصارف کے واسطے وقف کیے اور سلطان اس دنیائے فانی سے ایسا وارستہ اور آزاد تھا کہ باوجود اس حشمت و شوکت کے ہرگز اسباب سلطنت سے تعلق نہ رکھتا تھا اور خزانوں کی فراہمی کا اسے مطلق خیال و شوق نہ تھا اور سلطان زین العابدین کے عہد میں ملا محمد نام ایک شاعر دانشمند پیدا ہوا کہ ایک لحظہ میں مجلس میں بیٹھ کر جس بحر اور قافیہ میں کہ چاہتا تھا فی البدیہہ اشعار پر مضمون صدہا کہتا تھا اور جس مسئلہ مشکل کو پوچھتے تھے اسی وقت جواب دیتا تھا اور سلطان اس کی تعظیم اور جمیع علما کی تعظیم میں تقصیر نہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ بزرگوار ہمارے مرشد اور قبلہ ہیں اور انہوں نے ہمیں ضلالت سے نکال کر ساتھ ہدایت کے پہنچایا ہے اور اسی طرح سے جوگیوں کا بھی احترام کرتا تھا اور

besturdubooks.wordpress.com

کہتا تھا کہ یہ مرتاض اور غریب ہیں اور کسی فرقہ کے عیب کو مشاہدہ نہ کرتا تھا۔ اس کے ہنر کا جویا تھا اور فراست اور عقل کا ایسا تیز تھا کہ ہر قسم کے قضیہ اور مشکل کو جو عاقلوں سے حل نہ ہوتی تھی سلطان اس کا دم بھر میں فیصلہ واجبی کرتا تھا چنانچہ ایسے مقدموں سے ایک مقدمہ یہ ہے کہ اس کے عہد میں ایک عورت اپنی سوت سے عداوت قلبی رکھتی تھی اور اسے کسی حیلہ سے دفع نہ کر سکتی تھی۔ ایک رات کو اس بے وقوف نے اپنے چھوٹے بیٹے کو ہلاک کیا اور صبح کو اس کے خون کی تہمت اس پر کر کے بادشاہ کے پاس داد خواہ ہوئی۔

بادشاہ نے اس مقدمہ کو منصفوں کے سپرد کیا اور جب وہ اس معاملہ کی تشخیص سے عاجز ہوئے سلطان نے اول اس عورت کو جو متہم تھی خلوت میں طلب کر کے اس سے پوچھا کہ اگر فی الواقع تو نے اس لڑکے کو ہلاک کیا ہے مجھ سے سچ کہہ دے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور جو دروغ کہے گی تیرے قتل کا حکم جاری کروں گا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ جو چاہیں فرمائیں خدا شاہد ہے میں اس لڑکے کے قتل ہونے سے ہرگز واقفیت نہیں رکھتی۔ سلطان نے جواب دیا اگر یہ فعل تجھ سے صادر نہیں ہوا ہے ایک کام کر کہ تو اس دربار میں مادر زاد برہنہ ہو کر حضار کے حضور اپنے مکان میں جا تو جانیں کہ اس خون کی تہمت سے پاک ہے۔ وہ اپنا سر گریبان فکر میں لے گئی اور بعد تامل کے یہ جواب دیا کہ اگر مجھے ہلاک کیجئے ہزار مرتبہ بہتر اس زندگانی سے ہے کہ یہ امر کمال بے شرمی اور بے حیائی کا مجھ سے مشاہدہ کیا جائے مجھے تہمت خون کی کیا کم ہے جو اس امر زشت پر قیام کروں۔ یہ جواب سن کر سلطان نے مدعیہ کو جس نے خون کی تہمت لگائی تھی اسے تنہا طلب کر کے پوچھا کہ سچ کہہ اس لڑکے کو کس نے قتل کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر یہ میری سوت اس لڑکے کی قاتل نہ ہو مجھے بجائے اس کے مقتول کیجئے۔ سلطان نے کہا اگر تو اس دعویٰ میں سچی ہے اہل مجلس کے روبرو برہنہ ہو وہ بے حیا فوراً اس امر پر راضی ہوئی اور بے حیائی سے ازار بند کھول کر برہنہ پر تھی کہ سلطان اس امر سے قانع ہوا اور فرمایا کہ یہ کام اسی بے حیاء کا ہے اپنی سوت کے نکالنے کے واسطے اس نے اپنے لخت دل کو قتل کیا اور تہمت اس پر رکھی۔ فرمایا چند تازیانہ مارو جب مار پڑنے لگی وہ اپنے فعل زشت کی معترف ہوئی اور سلطان کو یقین ہوا کہ اس طفل بیچارہ کی یہی قاتل ہے۔ اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور سلطان کے جملہ عادات سے ایک عادت یہ تھی کہ چور کے قتل کا حکم نافذ نہ فرماتا تھا بلکہ جس مقام پر چور گرفتار ہوتا تھا حکم تھا کہ زنجیر اس کے پاؤں میں ڈال کر قید کرو اور اس سے ہر روز مشقت لو یعنی عمارت کی تعمیر کے واسطے پتھر اور مٹی اٹھواؤ اور مراحم قلبی سے آدمیوں کو شکار کی ممانعت کی تھی کہ جانور مارے نہ جائیں اور ماہ رمضان میں سلطان گوشت نہ کھاتا تھا۔ غرضیکہ جب آوازہ اس کے جود و احسان کا عالم میں منتشر ہوا مغنی اور سازندہ کہ علم موسیقی میں اپنے وقت کے نائیک تھے اطراف و جوانب سے اس قدر کشمیر میں آئے کہ کشمیر ان کی کثرت سے رشک فرنگ ہوا اور ملا عودی شاگرد عبدالقادر کا جو صاحب تصانیف مشہور ہے خراسان سے سلطان کے پاس آیا اور عود (نام ساز) ایسا بجایا کہ سلطان کو پسند آیا اور محظوظ ہو کر اس کے حال پر نوازش فرمائی اور انعام سے مالا مال کیا اور ملا جمیل متخلص نجاتی جو شعر گوئی اور خوش خوانی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا مجلس سلطان میں حاضر ہو کر اس خوش الحانی سے غزلیں اور معرفتیں گاتا تھا کہ سلطان کو حالت وجد میں کبھی رقت تمام حاصل ہوتی تھی اور گاہے نہایت خوش ہوتا تھا۔ اس سبب سے ہر سال ملا جمیل کو اس قدر زر خطیر دیتا تھا کہ اس کی شرح کا مقدور نہیں ہے اور ملا جمیل کے نقش اور آثار سلطان کے ذکر جمیل کے مانند اس زمانہ تک کشمیر میں مشہور رہیں اور سلطان کے عہد میں حبیب نام ایک آتشباز پیدا ہوا کہ چشم زمانہ نے عینک مہر و ماہ سے اس سے پیشتر مشاہدہ نہ کیا تھا۔ اس نے فن آتشبازی میں ایسی ایجاد اور اختراعات کی تھی کہ لوگ حیران رہتے تھے اور کشمیر میں تفنگ اس نے پیدا کی اور بادشاہ کے سامنے دوائیں تیار کیں اور دیگر ہنر دکھلائے اور آدمیوں کو تعلیم دی اور وہ آتش بازی کے سوا جمیع علوم میں فائق تھا اور سلطان کی مجلس اہل نغمہ و ارباب طرب سے کہ حسن صورت اور قوالی اور خوش آوازی میں یکتائے روزگار تھے اور حرکات و سکنات میں جہان میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ رشک بہشت تھی اور ناچنے والے اور ث اس کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بعضے گویے ان میں ایسی دستگاہ رکھتے تھے کہ ایک نقش کو بارہ مقام یعنی بارہ پردہ میں ادا کرتے تھے

besturdubooks.wordpress.com

اور سلطان نے اہل طرب کے اکثر سازوں کو یعنی عود اور رباب اور طنبور وغیرہ کو طلائے خالص کے تختوں سے مڑھ کر جواہر سے مرصع کیا تھا اور سوم نام ایک کشمیری جو زبان کشمیری میں شعر کہتا تھا اور علوم ہندی میں فرد تھا اس نے زین حرب نام کتاب حالات سلطان کے بیان میں مشروحاً تصنیف کی اور مسی بودی بت جو شاہنامہ فردوسی طوسی کا آغاز سے انجام تک یاد رکھتا تھا اس نے زین نام ایک کتاب علم موسیقی میں شاہ کے نام سے تالیف کر کے بادشاہ کے حضور پڑھی اور اس کے صلہ میں نوازشہائے خسروانہ سے سرفراز ہوا اور شاہ جمیع لغات فارسی اور ہندی اور تبتی وغیرہ میں نہایت درجہ مہارت رکھتا تھا اور ہر ایک بولی میں کلام کرتا تھا۔

یہاں تک کہ اکثر کتب عربی اور فارسی کو ہندی میں ترجمہ کیا تھا اور کتاب راج ترنگنی کہ مراد شاہان کشمیر کی تاریخ سے ہے اس کے عہد میں تصنیف ہوئی اور محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مہابھارت کا ترجمہ جو بد عبارت تھا دوبارہ عبارت فصیح میں ہوا اور تاریخ کشمیر کو بھی فارسی میں ترجمہ کیا اور جو بادشاہ کہ شاہ زین العابدین کے ہمعصر تھے اس کی خوبیوں کا شہرہ سن کر اپنا اشتیاق ملاقات اظہار کرتے تھے۔ خصوصاً خاقان سعید ابوسعید شاہ نے خراسان سے گھوڑے تازی شائستہ اور خچر راہوار اور اونٹ قوی ہیکل اس کے واسطے ہدیہ بھیجے۔ بادشاہ اس امر سے نہایت محظوظ ہوا اور اس کے مقابلہ میں گونین زعفران کی اور کاغذ کشمیری عمدہ اور مشک اور عطر اور گلاب اور سرکہ اور دو شالے خوب اور بلور کے ظروف اور کشمیر کے اور بھی اشیائے نفیسہ اور نادر خاقان سعید کی خدمت میں ارسال فرمائے اور راجہ تبت سرور نے کہ ایک حوض مشہور ہے اور اس کا پانی کبھی تغیر اور تبدل نہیں قبول کرتا ہے۔ وہاں کے دو جانور کمیاب کہ راج ہنس نام رکھتے تھے اور نہایت خوبصورت اور عمدہ تھے۔ سلطان زین العابدین کے واسطے بھیجے سلطان انہیں دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور خاصیت ان جانوروں کی یہ تھی کہ دودھ کو پانی میں مخلوط کر کے جب ان کے روبرو رکھو وہ اپنی منقار یعنی چونچ سے شیر کے اجزاء پانی کے اجزاء سے جدا کر کے نوش کرتے تھے۔ آب خالص باقی رہتا تھا شاہ نے یہ امر مشاہدہ کر کے یقین جانا کہ جو کچھ ان کی خاصیت سنتے تھے سچ ہے اور شاہ نے آغاز شاہی سے جیسا کہ مذکور ہوا اپنے بھائی محمد خان کو وکیل مطلق اور ولی عہد مستقل کیا تھا۔ جب محمد خان نے وفات پائی اس کے فرزند حیدر کو جانشین پدر کیا اور مہمات ملکی کا اسے اختیار دیا اور مسعود اور شیرو دو اپنے دو کوکہ کو کہ دونوں برادر حقیقی اور سلطان کے کوکا تھے۔ ان کا بہت اعتبار کرتا تھا اور انہوں نے آپس میں خصومت کی اور شیرو نے اپنے بڑے بھائی مسعود کو ہلاک کیا اور شاہ نے اس کے قصاص میں شیرو کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور سلطان کے تین فرزند تھے۔ آدم خان کہ سب سے بڑا تھا لیکن بادشاہ کی نظر میں ہمیشہ ذلیل اور خوار رہتا تھا اور حاجی خان منجھلے بیٹے کو نہایت دوست رکھتا تھا اور بہرام خان چھوٹے فرزند کو جاگیر بہت دی تھی اور ایک شخص ملا دریا نام کو پاجی گری (پیشہ) کے ساحل سے نکال کر دریا خان خطاب دے کر سرفراز کیا اور جمیع کاروبار مملکت اس کے سپرد کر کے بخاطر جمع عیش میں مشغول ہوا اور جس روز کہ شیرو کو کاٹے اس عالم سے کوچ کیا سلطان نے کروڑ کشمیری اشرفیاں کہ چار سو شتریار طلا ہوتا ہے اس کی روح کی ترویح کے واسطے اطفال کو خیرات کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ اس عرصہ میں شاہ زین العابدین کو ایسی بیماری سخت عارض ہوئی کہ زندگی سے مایوس تھا۔ قضارا انہیں دنوں میں ایک جوگی کشمیر میں وارد ہوا اور جب اس نے سنا کہ سلطان مرض صعب میں مبتلا ہے امرائے سلطنت کے پاس آکر یہ تقریر کی کہ تم لوگ اس کی صحت سے مایوس ہو اور میں ایک علم ایسا جانتا ہوں کہ بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچ لوں اور سلطان شفائے کامل پائے وہ یہ امر غنیمت بلکہ غریب جان کر اسے سلطان کے پاس لے گئے۔ جوگی نے دیکھ کر یہ بات کہی کہ بادشاہ کا مرض نہایت سخت ہے۔ مجھے مع ایک شاگرد یہاں چھوڑ کر تم چلے جاؤ تو میں علم کے زور سے بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچوں انہوں نے اسے مع شاگرد بادشاہ کے پاس چھوڑا اور جوگی ساتھ اس صنعت کے کہ رکھتا تھا اپنی روح سلطان کے قالب میں در لایا اور سلطان کی روح اپنے بدن میں منتقل کی اور شاگرد سے یہ بات کہی کہ میرے قلب کو آسن پر یعنی جوگنوں کے مقام میں لے جاکر اس کی محافظت میں مصروف رہ کہ کتا یا بلی یا اور کوئی جانور درندہ مجھے صدمہ نہ پہنچائے تو میں روح سلطان کی صحیح اور تندرست کر کے اپنی حالت اصلی پر

besturdubooks.wordpress.com

آؤں غرضیکہ شاگرد اس جوگی کے بدن کو کہ ضعف اور ناتوانی کی شدت اور غلبہ سے بے حس و حرکت تھا۔ حجرے سے نکال لایا اور وزراء سے کہا کہ میرے استاد نے سلطان کی بیماری اپنے اوپر لی اور میں اس کا بدن معالجہ کے واسطے لیے جاتا ہوں اور تم سب صاحب اپنے مالک کو دیکھو ارکان دولت جب حجرہ میں آئے سلطان کو صحیح اور تندرست پایا۔ سب حیران ہوئے اور اس کے شکریہ میں چند روز جشن کیا اور صدقے اور نذریں آدمیوں کو دیں اور بعد اس قضیہ کے سلطان تا مدت مدید زندہ رہا لیکن ارباب دانش نقل روح کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ نقل روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں ہرگز نہیں ہو سکتی اور مولف اس کتاب یعنی محمد قاسم فرشتہ کا یہ قول ہے کہ جو جوگی ریاضت کش اور صاحب کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات ہوتے ہیں جس شخص پر کہ نظرالتفات مبذول رکھتے ہیں اس کے مرض کو بطریق نقل مرض اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں یعنی نقل مرض اپنے بدن پر کرتے ہیں نہ نقل روح یا ان کی دعا کی تاثیر سے وہ مرض یا وہ شے جو ان کے مطلوب اور محبوب کو عارض ہوتی ہے نقل کرتی ہے اور وہ مریض اس بلا سے نجات پاتا ہے جیسا کہ رشحات میں جو ملا علی بن ملا حسین کاشفی کی تالیف ہے اور اس میں مشائخ نقشبندیہ کے حالات تحریر ہیں لکھا ہے کہ ایک پیر بزرگوار خاندان حضرت خواجہ محمد حسن پارسا قدس اللہ سرہ العزیز سے بہ نیت سفر جہاز پر سوار ہو کر سبزوار میں پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا اور طالبان صادق اور مستعدان واثق اس بلدہ کے آنحضرت کو غنیمت جان کر ان کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ از انجملہ ایک اس شہر کے بزرگوں میں سے کہ سادات عظام سے تھے۔

انہوں نے آنحضرت سے نہایت درجہ محبت اور اتحاد بہم پہنچایا اور جب وہ بزرگوار چند روز آنحضرت کی صحبت میں نہ پہنچے ان کے ایک آشنا سے پوچھا کہ کیا سبب ہے چند روز سے وہ سید میرے پاس تشریف نہیں لاتے۔ اس نے جواب دیا کہ دانتوں کی درد کی شدت سے ان کا منہ ورم کر آیا ہے اور تپ محرق میں گرفتار اور درد کی شدت سے نالاں اور بے قرار ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ وہ جوان قابل ہے میں اس کی عیادت کو جاؤں گا۔ جب ہمراہ جوان کے اس کے بالین پر تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ سید درد دندان کے سبب تپ محرق میں بستر علالت پر پڑا ہوا لوٹتا ہے۔ شیخ بعد مزاج پرسی کے ایک لحظہ سکوت کر کے اس کے مرض کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھایا۔ اس عرصہ میں درد اس سید زادہ کے دانتوں کا بالکل دفع ہوا صحت پائی اور ورم اس کے منہ کا شیخ کے چہرہ مبارک پر منتقل ہوا۔ جب سید نے اس سے نجات پائی شیخ منزل مقصود کی طرف راہی ہوئے اور وہ سید زادہ اپنے مکان کے دروازہ تک مشایعت کر کے اپنی صحت سے خوش وقت ہوا اور شیخ پندرہ روز اس مرض میں مبتلا رہے آخر کو برطرف ہوا اور یہ سلب مرض کا عمل خانوادہ نقشبندیہ کا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہوگا واللہ اعلم بحقیقتہ الحال اور ان دنوں میں شہزادوں نے آپس میں نزاع کی اور آدم خان یعنی سلطان کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم کے بموجب کشمیر سے برآمد ہو اور جمعیت سوار اور پیادے اور گولہ انداز اور تیراندازوں کی بہم پہنچا کر ولایت تبت کو سہل ترین وجہ سے فتح کیا اور غنیمت بہت سلطان کے پاس لایا۔ سلطان محظوظ ہوا اور اس پر نظر نوازش بہت مبذول فرمائی اور حاجی خان کو لوہر کوٹ کی طرف نامزد کیا اور آدم خان کو حاجی خان کی ناموافقت کے سبب اپنے پاس نگاہ رکھا اور بعضے مفسدان واقعہ طلب نے حاجی خان کو اغوا کر کے لوہر کوٹ سے سلطان کے بدون حکم کشمیر کی سمت روانہ کیا۔ سلطان نے پہلے پیغام بھیج کر اسے نصیحت کی اور کشمیر کے آنے سے مانع ہوا۔ جب اس نے شاہ کا ارشاد گوش ارادت سے نہ سنا اور اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ آخر کو سلطان خود مع لشکر عظیم کشمیر سے برآمد ہوا اور پل پل کے میدان میں بہ عزم جنگ فروکش ہوا اس وقت حاجی خان نے اپنے فعل زشت سے نادم ہو کر چاہا کہ شاہ کی ملازمت میں حاضر ہوں لیکن اس کے سپاہیوں نے نہ مانا۔ آخر وہ صف جنگ درست کر کے میدان میں آیا اور آتش جنگ مشتعل ہوئی اور سردار نامی طرفین کے کام آئے اور آدم خان نے اس معرکہ میں داد مردی اور مردانگی کی دی اپنی شجاعت سے اصلاً نہ پھرا اور صبح سے شام تک تنور جنگ گرم

besturdubooks.wordpress.com

رہا- آخر کو حاجی خان تاب مقاومت نہ لایا اور افواج اس کی مغلوب ہوئی اور ہیرہ پور کی سمت بھاگی- آدم خان نے پیچھا کر کے اکثر مغروروں کو علف تیغ خون آشام کیا اور چاہا کہ جب تک حاجی خان گرفتار نہ ہو کسی مقام میں قیام نہ کروں- سلطان نے اسے تعاقب سے باز رکھا- حاجی خان بقیۃ السیف کو ہمراہ لے کر ہیرہ پور سے بنیر میں گیا اور زخمیوں کے معالجہ میں مشغول ہوا- سلطان بعد فتح کشمیر میں آیا اور مخالفوں کے سروں سے ایک مینار بلند بنایا اور حاجی خان کے لشکر کے اسیروں کے لیے حکم قتل نافذ فرمایا اور ولایت کامراج کی سپاہ آدم خان کے ہمراہ نامزد فرمائی اور آدم خان اس جماعت کی کہ حاجی خان کے باعث اغوا ہوئی تھی' جستجو کرتا تھا اور ان کے اہل و عیال پر بہت ایذا اور صعوبت پہنچا کر زر خطیر وصول کرتا تھا- بسبب اس تقریب کے اکثر سپاہی حاجی خان سے جدا ہو کر آدم خان کے شریک ہوئے اور سلطان نے بعد اس واقعہ کے آدم خان کو ولی عہد کیا اور آدم خان نے چھ برس حکومت با استقلال تمام کی اور ملک آباد تھا- اس کے بعد ولایت کشمیر میں ایسا قحط پڑا کہ آدمی بھوک کی شدت میں نان کے عوض میں جان دیتے تھے اور سونے اور چاندی کو چھوڑ کر غلہ اور اذوقہ کی چوری کو غنیمت جانتے تھے- فقراء اور غرباء میوہ خام کھانے سے ہر طرف مرتے تھے اور بعضے بھوکے بھوسی پر قناعت کرتے تھے وہ بھی میسر نہ ہوتی تھی- اس واقعہ سے سلطان ہمیشہ محزون اور غمگین رہتا تھا اور ذخیرہ کا غلہ رعایا پر تقسیم فرماتا تھا- جب قحط کی بلا بالکل دفع ہوئی سلطان نے بعضے محال میں چوتھا حصہ اور بعضے مقاموں میں ساتواں حصہ خراج کا لکھ دیا اور آدم خان نے ولایت کمراج پر جب قدرت پائی قسم قسم کے ظلم و جور اس حدود میں برپا کیے اور جس شخص کے پاس جو شے دیکھتا تھا چھین لیتا تھا اور بہت لوگ اس کے ہاتھ سے عاجز ہو کر سلطان کے پاس داد خواہ ہوئے اور جو حکم کہ سلطان اس پر نافذ فرماتا تھا وہ ہرگز قبول نہ کرتا تھا بلکہ قطب الدین پور میں اقامت کی بنیاد ڈال کر سلطان کے مقابلہ کے واسطے لشکر بے شمار فراہم کیا اور سلطان نے اس سے متوہم ہو کر کسی حیلہ اور بہانہ سے تسلی دے کر پھر اس کو کمراج کی طرف بھیجا اور شر کے دفع ہونے کے واسطے بہ حساب ضرورت حاجی خان کے نام باستمالت تمام فرمان بھیج کر بسرعت طلب کیا- اتفاقاً- انہیں دنوں میں آدم خان کامراج سے برآمد ہوا اور حاجی خان سے لڑ کر اسے شکست دے کر سوپور کو غارت کر کے خاک سیاہ کیا اور سلطان نے یہ خبر سن کر افواج قاہرہ آدم خان کے سر پر بھیجی اور طرفین نے ایسی جنگ عظیم کی کہ مافوق اس سے متصور نہیں ہے اور بہادر ان آدم خان مقتول اور مغلوب ہوئے اور اس کے فرار کے وقت پل سوپور کا جو دریائے بہٹ پر واقع تھا ٹوٹ گیا اور تین سو مرد اہل نبرد آدم خان کے غرق ہوئے اور سلطان اس وقت شہر سے برآمد ہو کر سوپور کی سمت روانہ ہوا اور رعایا کو دلاسا کر کے آب بہٹ کے اس طرف نزول اجلال فرمایا اور دریائے بہٹ کے اس پار آدم خان فروکش ہوا اور اس وقت حاجی خان سلطان کے حسب الحکم پنجھ کے راستہ سے کہ نام ایک موضع کا ہے ارمولہ کے قریب پہنچا اور سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کا نام بہرام خان تھا حاجی خان کے استقبال کو بھیجا اور ان دونوں بھائیوں نے آپس میں خصوصیت اظہار کی اور آدم خان حاجی خان کے آنے سے رنجیدہ ہوا اور خوف و ہراس سے اس نے اس پر غلبہ کیا۔

شاہراہ کے راستہ سے بھاگا نیلاب میں جا کر پناہ لی اور سلطان نے حاجی خان کو ہمراہ لے کر شہر کی طرف مراجعت فرمائی اور نظر الطاف س پر مبذول کر کے ولی عہد کیا اور وہ بھی شب و روز کمر خدمت پر باندھ کر اخلاص و ادب میں دقیقہ نامرعی نہ چھوڑتا تھا اور تقصیرات سابق کی تلافی بوجہ احسن کر کے ایسی شاہ کے دل میں جگہ کی کہ سلطان نے اور فرزندوں سے زیادہ تر اس پر رعایت فرمائی اور ایک پنکا ور ایک شمشیر جو جواہر قیمتی سے مرصع اور مکلل تھے اسے مرحمت کیے اور اس کے آدمیوں کے واسطے مناصب اور جاگیریں مقرر فرمائیں اور چند روز کے بعد سلطان حاجی خان سے بسبب مے نوشی مدام اور قبول نہ کرنے نصیحت کے آزردہ ہوا جب سلطان کو اسہال دموی یعنی خون کے دست شروع ہوئے اور مزاج اس کا حاجی خان سے متغیر ہوا مہمات شاہی معطل اور ملتوی رہے اور اعیان حضرت نے سلطان سے پوشیدہ آدم خان کو طلب کیا اور آدم خان نے آ کر شاہ کو دیکھا لیکن آنا اور نہ آنا اس کا مساوی ہوا- سلطان ہرگز اس پر التفات نہ کرتا

besturdubooks.wordpress.com

تھا لیکن آدم خان بھائیوں کے ساتھ عہد و پیمان درمیان میں لایا اور امراء سے بھی صلح اور موافقت کی چنانچہ خیر خواہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ ملک خراب ہوتا ہے اپنے شاہزادوں میں سے جس کو لائق جانیں اسے سلطنت تفویض فرمائیں۔ سلطان نے قبول نہ کیا اور کام تقدیر الٰہی پر چھوڑا اور اتفاقاً بھائیوں کے درمیان رنجش بہم پہنچی۔ بہرام خان نے گفتگو وحشت آمیز اپنے دونوں بھائیوں میں ڈالی اور انہیں آپس میں دشمن کیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنا عہد توڑ ڈالا اور آدم خان سلطان سے رخصت لے کر بھائیوں سے جدا ہوا اور قطب الدین پور میں گیا اور جو ان دنوں میں سلطان پر ضعف پیری اور بیماری غالب ہوئی آب و طعام کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا۔ اس واسطے امرا اور وزرا فساد کے خوف سے شاہزادوں کو سلطان کی عیادت کو نہ جانے دیتے تھے اور کبھی کبھی خلائق کی تسلی کے واسطے شاہ کو ایک مقام پر بلند پر بہزار تکلیف لاکر آدمیوں کو دکھلاتے تھے اور نقارہ شادیانے کا بجاتے تھے اور ملک کو اس طور سے نگاہ رکھتے تھے۔ القصہ حاجی خان اور بہرام خان مسلح ہو کر آدم خان کے مدافعہ پر آمادہ ہوئے اور ہر روز اس کے مقابلہ کو جاتے تھے اور سلطان کی بیماری اس خبر سے روزبروز افزوں ہوتی تھی اور انہیں دنوں اس کے ہوش و حواس میں فرق آیا اور بے ہوشی طاری ہوئی جب ایک شبانہ روز سلطان بے ہوش رہا آدم خان ایک رات کو تنہا قطب الدین پور سے سلطان کو دیکھنے آیا اور لشکر اطراف شہر میں محافظت کے واسطے چھوڑا اور وہ رات سلطان کے دیوان خانہ میں بسر کی اور حسن خان کچی کہ ایک امرائے نامدار سے تھا۔ اس نے اسی رات امرا اور وزرا سے حاجی خان کی بیعت کروائی اور دوسرے دن آدم خان کو کسی حیلہ سے کشمیر سے نکال دیا اور حاجی خان کو بسرعت تمام طلب کیا۔ حاجی خان دیوان خانہ میں آیا اور سلطان کے تمام اصطبل خاص کے گھوڑوں پر متصرف ہوا اور لشکر بے شمار فراہم کر کے قلعہ کے باہر قیام پکڑا اور سلطان کے دیکھنے کی تمنا کی لیکن دشمنوں کے غدر کے اندیشے سے محل میں نہ جا سکا اور آدم خان حاجی خان کی خبر دیوان عام کے داخلہ اور اس کے غالب ہونے کی سن کر کشمیر سے برآمد ہوا اور بارہ مولہ کے راستے سے قصد ہندوستان کا کیا۔ اس سبب سے اس کے نوکر مایوس اور بے دل ہو کر اس سے جدا ہوئے اور زین لارک کہ حاجی خان کے ایک امرائے معتبر سے تھا اس نے ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر آدم خان کا پیچھا کیا اور آدم خان بھی اس کا مقابلہ کر کے خوب لڑا اور زین لارک کے بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر کے نکل گیا اور اس وقت حسن خان بیٹا حاجی خان کا جو پنجھ میں تھا اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجی خان نے اس کے آنے سے قوت تمام پائی۔ کام اس کے بالا ہوا اور جمعیت اور استقلال نہایت درجہ حاصل ہوئی اور سلطنت زین العابدین انہتر برس کی عمر میں آخر ۸۷۷ھ آٹھ سو ستتر ہجری میں فوت ہوا۔ اس کی سلطنت کی مدت باون برس تھی۔

حاجی خان المخاطب شاہ حیدر

حاجی خان نے اپنے باپ کے انتقال کے تین روز بعد خطاب شاہ حیدر پایا۔ سکندر پور میں جو نوسہ کہلاتا ہے اپنے باپ دادا کے آئین کے موافق تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا اور اہل استحقاق کو زر خطیر نثار فرمایا اور اس کے بھائی بہرام خان اور اس کے فرزند حسن خان نے اپنے ہاتھ سے تاج سلطنت اس کے زیب سر کر کے خدمت میں قیام کیا۔

چو مرگ افگند افسرے از سرے
نہد آسمان برسر دیگرے

شاہ حیدر نے ولایت کمراج حسن خان کو جاگیر دے کر امیر الامرا اور اپنا ولی عہد کیا اور ولایت ناکام بہرام خان کو جاگیر دے کر اسے خوش دل کیا اور اطراف کے راجاؤں کو جو تعزیت اور تہنیت کے واسطے حاضر ہوئے تھے خلعت اور گھوڑے دے کر رخصت کیا۔ لیکن اکثر امراء اس سے ناراض ہو کر جاگیروں پر گئے تھے اور جو بادشاہ ملک کے احوال سے بے خبر اور غافل تھا وزیروں سے قسم قسم کے ظلم و

besturdubooks.wordpress.com

تعدی رعایا پر ہوتے تھے اور شاہ نے بھولے نام حجام کو اپنے قرب میں ایسی خصوصیت بخشی تھی کہ جو کچھ وہ کہتا تھا شاہ اس پر عمل کر کے سرمو تجاوز نہ کرتا تھا اور وہ حجام آدمیوں سے رشوت لیتا تھا اور جس شخص سے بدظن ہوتا تھا اس سے سلطان کا مزاج منحرف کرتا تھا اور حسن خان کچھی کہ جس نے زیادہ تر اس کی بیعت میں کوشش کی تھی بھولے حجام کے اغوا سے مارا گیا اور اس وقت میں آدم خان لشکر کثیر فراہم لا کر باستراع ملک ولایت جموں میں پہنچا تھا۔ جب اس نے حسن خان کچھی کی خبر قتل سنی فسخ عزیمت کی اور ملک دیوراجہ کی برفاقت ان مغلوں کے جنگ کے واسطے کہ اس نواح میں آئے تھے روانہ ہوا قضارا اس معرکہ میں ایک تیر آدم خان کے دہن میں ایسا لگا کہ اس زخم کے صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔ شاہ حیدر اس کی خبروفات سن کر غمگین ہوا اور نعش اس کی جنگ گاہ سے اٹھوا کر باپ کے مقبرہ کے نزدیک مدفون کی اور جو ان دنوں میں شاہ بسبب شرب مدام امراض صعب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ امراء نے اس کی غیبت میں بہرام خان سے اتفاق کر کے چاہا کہ اسے تخت پر بٹھا دیں اور جب یہ خبر فتح خان اور آدم خان کو جس نے شاہ کے حسب الحکم ہند کی سرحد پر جا کر بھٹ قلعے فتح کیا تھا پہنچی وہ مع لشکر جرار بطریق یلغار کشمیر میں داخل ہوا اور غنائم بے شمار شاہ کی خدمت میں لایا۔ لیکن جو شاہ کی بلا اجازت آیا تھا اہل غرض نے باتیں موحش کہہ کر شاہ کا مزاج اس سے متغیر اور منحرف کیا اور اس کی جانفشانی اور کوئی خدمت شاہ کو مقبول اور منظور نہ ہوئی۔ الغرض ایک دن بادشاہ قصر کچ گروہ کے کمرہ پر برآمد ہو کر شرب شراب میں مشغول تھا۔ حالت مستی میں پاؤں نے اس کے لغزش کی اس قصر رفیع سے زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت ایک سال اور دو ماہ تھی۔

شاہ حسن ولد شاہ حیدر

شاہ حسن اپنے باپ کے ایک شبانہ روز کے بعد احمد اسود کی سعی کے سبب تخت شاہی کشمیر پر متمکن ہوا اور دوسرے دن ان لوگوں کو جن سے متوہم تھا قید کیا اور سکندر پور سے نئے شہر میں جا کر استقامت کی اور خزانہ باپ اور دادا اور چچا کا آدمیوں پر نثار کیا اور احمد اسود کو ملک احمد کا خطاب دے کر مہمات سلطنت اس سے رجوع کیں اور اس کے بیٹے نوروز کو دروازہ کا حاجب کیا اور بہرام خان اپنے فرزند کو لے کر کشمیر سے برآمد ہو کر ہندوستان کی طرف عازم ہوا اس وجہ سے سپاہ اس سے جدا ہوئی اس کا احوال عنقریب مذکور ہوگا اور شاہ حسن نے شاہ زین العابدین کے قواعد اور ضوابط جو شاہ حیدر کے عہد میں یک قلم موقوف اور معدوم ہو گئے تھے از سر نو زندہ کیے اور مدار کار انہیں آئین پر چھوڑا اور اس وقت میں بعضے مفسدوں اور فتنہ انگیزوں نے بہرام خان کے پاس جا کر اسے جنگ کی تحریض کی اور بعضے امراء نے بھی اسے معروضہ بھیج کر طلب کیا۔ بہرام خان ولایت کرمار سے پلٹ کر پہاڑوں کے راستہ سے ولایت کمراج میں پہنچا۔

سلطان اس وقت بقصد سیر دنیا پور میں گیا تھا۔ یہ خبر سن کر اپنے چچا سے لڑنے کو سوپور کی طرف روانہ ہوا اور بعض آدمیوں نے شاہ کو سمجھایا کہ آپ کو ہند کی طرف جانا مناسب ہے لیکن ملک احمد اسود نے اسے جنگ کی ترغیب دے کر ہند کی روانگی سے باز رکھا۔ شاہ کو اس کی رائے پسند آئی ملک تاج خان کو مع لشکر گراں بہرام خان کے مقابلہ کو بھیجا۔ بہرام خان اس امرا کا ستر صر تھا کہ لشکر سلطانی میرا شریک ہوگا لیکن اس کے خلاف عمل میں آیا اور موضع نور پور میں جنگ شدید واقع ہوئی اور اس حرب و ضرب میں ایک تیر بہرام خان کے دہن پر لگا کہ شکست کھا کر مرہٹہ کی سمت بھاگا اور افواج شاہی اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ چنانچہ اسے اور اس کے فرزند کو گرفتار کر لائی اور اس کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور وہ بحال خراب شاہ کے پاس پہنچے۔ شاہ نے دونوں کو قید کیا اور چند روز کے بعد بہرام خان کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تیسرے روز مرغ روح اس کا قفس تن سے پھڑک کر عالم باقی کی طرف پرواز کر گیا اور زین بدر جو شاہ زین العابدین کا وزیر تھا اور ملک احمد اسود سے تنازع رکھتا تھا اور اس نے بہرام خان کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے کے لیے بہت کوشش کی تھی۔ شاہ حسن نے اس کو گرفتار کر کے اسی سلائی سے کہ جس سے بہرام خان کو اندھا کیا تھا اس کور نمک کو بھی کور کیا اور وہ بھی تھن

besturdubooks.wordpress.com

برس کے بعد قید خانہ میں مرگیا۔ مصرع کار بدکردہ راسزا نیست اور ملک احمد اسود کی وزارت زین بدر کے مرنے سے چکی یعنی استقلال حاصل ہوا اور اس نے ملک باری بھٹ کو مع لشکر آراستہ دہلی کی طرف عجب دیو راجہ جموں کی حمایت کے واسطے راجوری کے راستہ سے روانہ کیا اور راجہ مذکور نے ملک باری بھٹ سے ملاقات کی اور ملک باری بھٹ نے لشکر انبوہ اس کی مدد کو دیا اور وہ جاکر تاتار خان سے جو از جانب بادشاہ دہلی ولایت پنجاب اور دامن کوہ کا حاکم تھا لڑا اور اس کی ولایت تاراج کر کے شہر سیالکوٹ کو خراب اور ویران کیا۔ القصہ سلطان حسن کی خاتون کے بطن سے جو سید حسن بن سید ناصر کی دختر تھی۔ دو فرزند توام یعنی جڑواں پیدا ہوئے۔ سلطان نے ایک کا نام محمد رکھا اور اسے ملک باری بھٹ کو پرورش کے واسطے سپرد کیا اور دوسرے کا اسم حسین رکھ کر مل نوروز ولد ملک احمد اسود کو دیا اور اس کی تربیت کی تاکید فرمائی اور ان دنوں میں ملک احمد اور ملک باری سے ایسی رنجش ہوئی تھی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتا تھا اور امراء کے درمیان میں بھی دشمنی اور خصومت بہم پہنچی تھی یہاں تک کہ بڑے بڑے معرکے واقع ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ایک رات کو سب جمعیت کر کے شاہ کے دیوان خانہ میں در آئے اور دست اندازی کر کے آگ لگائی اس سبب سے سلطان نے ملک احمد اسود کو مع عزیز و اقارب اور اعوان و انصار گرفتار کر کے قید کیا اور مال اس کا تاراج کیا اور وہ قید خانہ میں مرگیا۔ شاہ حسن نے سید ناصر کو جو سلطان زین العابدین کا مقرب تھا بلکہ سلطان مجلس میں اسے اپنے اوپر تقدیم دیتا تھا اسے کشمیر سے نکال دیا اور چند روز کے بعد پھر مقام عنایت میں ہو کر اسے اس ولایت سے طلب کیا سید ناصر جب کوہ پیر پنجال کے درہ کے قریب پہنچا قضائے الٰہی سے فوت ہوا پھر شاہ نے سید حسن ولد سید ناصر کو جو حیات خاتون کا والد تھا دہلی سے طلب کیا اور زمام اختیار اس کے کف اقتدار میں دی۔ سید حسن نے مزاج شاہ امرائے کشمیر سے منحرف کیا اور ایک جماعت کثیر اعیان ملک سے قتل کی اور ملک باری کو قید کیا اور بقیۃ السیف بھاگ کر اطراف و جوانب میں گئے اور جہانگیر ماکری کہ امرائے کبار سے تھا اس نے بھاگ کر لوہر کوٹ کے قلعہ میں پناہ لی اور بعد اس کے سلطان حسن کو کثرت جماع سے مرض اسہال طاری ہوا اور ضعف اور ناتوانی نے اس پر غلبہ کیا۔ زندگی سے مایوس ہو کر ارکان سلطنت سے وصیت کی کہ میرے فرزند صغیر ہیں۔ اس لیے یوسف خان ولد بہرام خان کو جو قید ہے یا فتح خان ولد آدم خان کو جو جسروتھ میں ہے سریر سلطنت پر بٹھاؤ اور محمد خان کو ولی عہد کرو۔ سید حسن نے ظاہر میں قبول کیا اور سلطان اس مرض سے جانبر نہ ہوا۔ اس کی حکومت کی مدت معلوم نہ تھی اس وجہ سے قلم انداز ہوئی۔

محمد شاہ ولد حسن خان

محمد خان سات برس کا تھا سید حسن کی سعی سے مسند حکومت پر فائز ہوا اور جب اس روز اس کے روبرو تمام اسباب طلائی اور نقرئی اور ہتھیار اور لباس اور متاع نفیسہ لائے اس نے کسی شے کی طرف التفات نہ کی۔ کمان ہاتھ میں لی حاضرین نے یہ عمل مشاہدہ کر کے اس کی بزرگی اور مردانگی پر دلیل کی اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ بادشاہ امور جہانبانی میں نہایت کوشش کرے گا اور اس وقت میں سیدوں کا اس قدر عروج اور استقلال ہوا تھا کہ کسی امرا اور وزرائے اہل خطہ کو سلطان کی ملازمت میں جانے نہ دیتے تھے۔ کشمیریوں نے اس امر سے تنگ آکر ایک رات کو باتفاق راجہ جموں جو تاتار خان لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ لایا تھا سید حسن کو مع تمیں نفر اعیان سادات سے جو نوشہرہ کے باغ میں تھے عذر سے قتل کیا اور آب بھٹ سے عبور کر کے پل توڑ ڈالا اور اس طرف جمعیت کر کے بیٹھے اور سید محمد ولد سید حسن جو سلطان کا خالو تھا جمعیت کر کے سلطان کی محافظت کے واسطے دیوان خانہ میں آیا اور اسی شب میں کہ فتنہ عظیم واقعہ ہوا تھا۔ ہر شخص حیران تھا عبد زینا نے چاہا کہ یوسف خان بن بہرام خان کو جو قید خانہ میں تھا نکال لے جائے۔ سید علی نامی ایک امرائے سادات نے اس امر سے آگاہی پاکر یوسف خان کو قتل کیا اور باجی بھٹ کو بھی جو یوسف خان کے قتل ہونے سے تاسف کرتا تھا قتل کیا اور

besturdubooks.wordpress.com

یوسف خان کی والدہ نے کہ وہ جس وقت سے بیوہ ہوئی تھی دنیا کا کارخانہ ہیچ سمجھ کر تمام دن روزہ رکھتی تھی اور انطار کے وقت جو کی روٹی تین لقمہ سے زیادہ تناول نہ کرتی تھی- اپنے فرزند کی نعش باول پاش پاش تین روز نگاہ میں رکھی اور اس کے بعد دفن کی اور ایک حجرہ اس کے مقبرہ کے قریب بنا کر مدت العمر اس میں رہی یہاں تک کہ ودیعت حیات قابض ارواح کے سپرد کی القصہ سید علی خان مع سادات دیگر مخالفوں کی جنگ میں مشغول ہوا اور جانبین سے تیر و خدنگ کی لڑائی ہونے لگی- طرفین سے آدمی بہت قتل ہوئے اور چور اور ڈاکو شہر کو علانیہ تاراج کرنے لگے- پھر سیدوں نے ایک خندق شہر کے گرد کھدوا کر چوروں کے شر سے نجات پائی اور مکان مخالفوں کے شہر یا مواضع میں جہاں تھے سب کو خاک برابر کیا اور نہایت عجب اور تکبر سے محافظت اور نگہبانی نہ کرتے تھے- اس درمیان میں جہانگیر ماکری کہ لوہر کوٹ میں رہتا تھا- مخالفین کے حسب الطلب پہنچا ہر چند سید اسے صلح کا پیغام بھیجتے تھے- وہ قبول نہ کرتا تھا- ایک روز داؤد خان ولد جہانگیر ماکری اور شمق ماکری پل عبور کر کے سیدوں سے لڑے داؤد خان مع اکثر مخالفین مارا گیا اور سادات خوش حال ہوئے اور نقارہ شادیانہ بجائے اور سر مخالفوں سے مینار بنائے دوسرے دن سیدوں نے چاہا کہ دھاوا کر کے پل سے عبور کریں- مخالف سد راہ ہوئے اور پل کے درمیان میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور پل ٹوٹ گیا- خلائق طرفین سے بہت غرق ہوئی- اس کے بعد سیدوں نے تاتار خان لودھی حاکم پنجاب کو خط لکھ کر کمک کی درخواست کی- چنانچہ اس نے فوج بے شمار ان کی مدد کے واسطے بھیجی لیکن جب لشکر اس کا جنیر کی نواح میں پہنچا- دھنس نام وہاں کا راجہ اس فوج سے لڑا اور اس نے کئی آدمی بہادر اور نامی قتل کیے- مخالف یہ خبر سن کر خوشحال ہوئے اور سادات اور کشمیریوں کے درمیان دو ماہ تک جنگ قائم رہی- آخر کو کشمیریوں نے اپنی فوج کے تین بزن کر کے آب سے عبور کیا اور چاروں طرف سے پہاڑ کو گھیر لیا اور سیدوں نے ان سے مقابلہ کر کے داد مردی اور مردانگی دی اور جو جمعیت مخالفوں کی بہت زیادہ تھی- اکثر سیدوں کے سردار قتل ہوئے اور باقی منہزم ہو کر شہر میں آئے اور کشمیریوں نے تعاقب کر کے ہاتھ قتل و غارت میں دراز کیا اور شہر میں آگ لگائی- وہ آگ حضرت امیر کبیر سر سید ہمدانیؒ کی خانقاہ معلیٰ کے قریب پہنچ کر بجھ گئی اور خانقاہ معلیٰ کو کچھ آسیب نہ پہنچا اور اس روز عدد مقتولوں کے دس ہزار شمار ہوئے تھے اور یہ واقعہ ۸۹۲ھ آٹھ سو بانوے ہجری میں واقع ہوا تھا اور سید محمد حسین بن سید حسن نے مسمی کمرائی کے مکان میں جا کر پناہ لی اور مخالف تمام اکٹھا ہو کر دیوان خانہ میں بادشاہ کے مجرے اور سلام کو گئے اور شاہ کو موافق کر کے سید علی خان کو مع دیگر سادات کشمیر سے نکال دیا اور پرسرام کو زر خطیر دے کر رخصت کیا اور جو کہ ہر ایک کشمیری دعویٰ سرداری کا رکھتا تھا- تھوڑے عرصہ میں ان کے درمیان مخالفت اور دشمنی ظاہر ہوئی اور سلطنت کے انتظام میں فتور واقع ہوا اور فتح خان ولد آدم خان بن شاہ زین العابدین جب بعد وفات تاتار خان لودھی کے جالندھر سے .بقصد انتزاع مملکت موروثی راجوری میں آکر مقیم ہوا اور مردم واقع طلب اور جنگ جو امرا اور وزراء سے فوج فوج اس کے پاس پہنچے وہ ان میں سے ہر ایک کو انعام دے کر امیدوار کرتا تھا اور وہ متوقع اس امر کا تھا کہ جہانگیر ماکری سب سے پیشتر آکر مجھ سے ملاقات کرے اور اس خیال سے مخالفوں نے پیشتر جا کر فتح خان سے ملاقات کی ہے حاضر نہ ہوا-

محمد شاہ کو کشمیر سے ہمراہ لے کر میدان کر سوار میں فروکش ہوا اور فتح خان نے بھی ہیرہ پورہ کے راستہ ادون کی نواحی میں پہنچ کر دریا پر قبضہ کیا اور شاہ کے مقابل آیا اور طرفین سے صفوف جنگ آراستہ ہوئیں اور تنور حرب گرم ہوا- پہلے تو فتح خان نے غلبہ کیا قریب تھا کہ لشکر سلطان کا متفرق اور پریشان ہو- آخر جہانگیر ماکری نے پائے ثبات زمین معرکہ میں محکم کر کے پچاس مرد نامی اور جرار فتح خان کے لشکر کے قتل کیے اور فتح خان کا لشکر شکست کھا کر متفرق ہوا اور قریب تھا کہ فتح خان جہانگیر ماکری کے تعاقب سے گرفتار ہو- کہ ایک منافق نے اثنائے تعاقب میں یہ خبر دروغ مشہور کی کہ سلطان محمد شاہ کو مخالفوں نے گرفتار کر لیا- جہانگیر یہ خبر سن کر اس کے تعاقب سے باز رہا اور سلطان نے مظفر اور منصور ہو کر کشمیر کی طرف معاودت فرمائی اور ملک باری بھٹ کو ان زمینداروں کے مواضع کی تاراجی کے

besturdubooks.wordpress.com

واسطے جموں نے فتح خان کو جگہ دی تھی بھیجا اور فتح خان کہ غائب تھا پھر بہرام کلہ کے نواح میں کہ مواضعات کشمیر سے ہے۔ ظاہر آیا اور دوبارہ جمعیت بہم پہنچا کر کشمیر کی تسخیر کو آیا۔ جہانگیر ماکری مع لشکر انبوہ اس کے مقابلہ کے واسطے برآمد ہوا اور موضع کہوا کے میدان میں کہ پرگنہ ناکام سے ہے' داخل ہوا اور وزیر جو فتح خان کا خدمتگار تھا اس وقت فرصت پا کر شہر کی طرف گیا اور سیفی اور داکرائی کو جو مع جماعت کثیر امرا قید تھے سب کو قید خانہ سے رہا کر دیا۔ جہانگیر ماکری ان کی رہائی سے غمگین ہوا اور فتح خان سے صلح کا ارادہ کیا اور راجوری کے راجہ کو کہ فتح خان اس کی مدد کو آیا تھا۔ پیغام کیا کہ فتح خان کے لشکر میں تفرقہ ڈالے اور راجوری کے راجہ اور جہانگیر ماکری نے متفق ہو کر فتح خان کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اس کا پیچھا کیا اور فتح خان نے ملک جموں کو جا کر فتح کیا اور لشکر کثیر اور جمعیت غفیر بہم پہنچا کر دوبارہ بہ نیت تسخیر کشمیر کے آیا اور جہانگیر ماکری نے سیدوں کو جو قبل اس کے نکال دیا تھا تسلی اور دلاسا کر کے طلب کیا پھر سلطان اور فتح خان سے جنگ عظیم ہوئی اور سیفی داکری بھی فتح خان کی طرف سے جنگ مردانہ بلکہ رستمانہ کی اور سلطان کی سمت سے سیدوں نے خوب داد مردی اور مردانگی دی اور ایک جماعت کثیر ان میں سے بدرجہ شہادت فائز ہوئی اور جو کہ ان میں سے باقی رہی سلطان اور جہانگیر ماکری کی محل اعتماد ہوئی اور اس مرتبہ بھی فتح خان شکست پا کر بھاگ گیا اور پھر ایک لشکر انبوہ فراہم کر کے کشمیر پر چڑھائی کی اور غالب ہوا۔ بیت

گل شادی اگر خواہی زخار غم کش دامن
قدم گر طالب گنجے بکام اژدہا ورنہ

اور یہ نوبت پہنچی کہ سلطان محمد شاہ کے پاس کوئی نہ رہا اور خزانے اس کے لٹ گئے اور جہانگیر ماکری زخمی ہو کر کسی طرف بھاگ گیا اور سرسید بن سید حسن فتح خان کا شریک ہوا اور بعد چند روز کے محمد شاہ کو زمینداروں نے گرفتار کر کے فتح خان کے سپرد کیا اور اس وقت دس سال اور سات ماہ اس کی شاہی سے منقضی ہوئے تھے اور فتح خان اسے مع اپنے بھائیوں کے دیوان خانہ میں نگاہ رکھتا تھا اور حکم دیا تھا کہ تمام سامان عیش و عشرت اور اکل و شرب اور جمیع ضروریات اس کے واسطے مہیا رکھیں اور سیفی داکری اس کی خدمت میں قیام کر کے کوئی دقیقہ تعظیم و تکریم کا فروگزاشت نہ کرتے تھے۔

فتح شاہ بن آدم خان

فتح خان بن آدم خان ۸۷۴ھ آٹھ سو چوہتر ہجری میں اپنا فتح شاہ خطاب رکھ کر سریر شاہی پر متمکن ہوا اور سیفی داکری کو اپنے مہمات کا مدار المہام کیا۔ اس وقت میں میر شمس یعنی شاہ قاسم انوار بن سید محمد نور بخش کا مرید عراق سے کشمیر میں آیا اور خلائق کا محل اعتماد ہوا اور اس کے مریدوں کے مصارف کے واسطے مواضع وقف ہوئے اور خانقاہ اور املاک رہنے کو ملی اور صوفی معابد کفار کی خرابی اور ویرانی میں کوشش کرتے تھے اور کوئی انہیں مانع نہ ہو سکتا تھا۔ غرضیکہ عرصہ قلیل میں مردم کشمیر خصوصاً طائفہ چک میر شمس کے مرید ہوئے اور لباس تصوف میں اس کا مذہب کہ مذہب شیعہ تھا' اختیار کیا اور اکثر لوگ اس نواح کے اس مذہب میں داخل ہوئے اور بعض کہ جاہل تھے اور میر شمس کے رمز اور باریکی نہ سمجھتے تھے اس کے بعد وفات ملحد ہوئے اور ماورا اس کے امراء کے درمیان نزاع اور خصومت بہم پہنچی۔ دیوان خانہ سلطان میں آ کر بطور خانہ جنگی ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔ ملک اچھی اور زینا کہ فتح خان کے اعیان سے تھے۔ محمد خان کو مجلس نسے برآوردہ کر کے بارہ مولہ میں لائے جب اس میں رشد کے آثار مشاہدہ نہ ہوئے۔ اس حرکت سے نادم ہو کر چاہا کہ پھر محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خان کے سپرد کریں۔ محمد شاہ یہ خبر سن کر اپنے باپ کی جاگیر کی سمت راہی ہوا اور اس کے بعد فتح شاہ نے ولایت کشمیر کو درمیان اپنے اور ملک اچھی اور سنکر کے برابر تقسیم کی اور ملک اچھی کو وزیر مطلق اور سنکر کو دیوان کل کیا اور ملک اچھی

besturdubooks.wordpress.com

قضایا کے فیصل کرنے میں فراست کی تیزی سے نہایت دستگاہ رکھتا تھا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ دو شخص ایک پیچک باریک ریشمی کے واسطے آپس میں نزع رکھتے تھے ہر ایک کہتا تھا کہ یہ پیچک میری ہے۔ جب یہ قضیہ ملک اجھی کی سماعت میں دائر ہوا۔ متخاصمین سے یہ سوال کیا کہ یہ پیچک انگلی پر لپٹی تھی۔ یا لتہ پر مدعا علیہ نے جواب دیا انگلی پر اور مدعی نے عرض کی لتہ پر جب کھولی گئی معلوم ہوا کہ انگلی پر لپٹی تھی القصہ جب ایک مدت فتح خان کی شاہی سے منقضی ہوئی۔ ابراہیم یعنی جہانگیر ماکری کا بیٹا جسے منصب باپ کا تفویض ہوا تھا محمد شاہ کی خدمت میں جا کر ہندوستان سے تحریض کر کے ولایت کشمیر پر چڑھا لایا اور کھوہا سولہ کے اطراف میں اس سے اور فتح شاہ سے جنگ شدید واقع ہوئی اور فتح شاہ کے لشکر نے شکست پائی اور فتح شاہ ہیرہ پور کے راستہ سے ہندوستان کی طرف گیا اور منقول ہے کہ فتح شاہ نے نو سال بادشاہی کی تھی کہ یہ واقعہ وقوع میں آیا۔

محمد شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر

محمد شاہ جب دوبارہ تخت شاہی کشمیر پر متمکن ہوا۔ ابراہیم ماکری کو وزیر مطلق اور اسکندر خان کو جو شاہ شہاب الدین کی اولاد سے تھا اپنا ولی عہد کیا اور ابراہیم ماکری کے بیٹوں نے ملک اجھی کو کہ ان کے پاس تھا قید خانہ میں جا کر قتل کیا اور فتح شاہ عرصہ قلیل میں جمعیت کشمیر بہم پہنچا کہ پھر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور محمد شاہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بے جنگ بھاگا۔ اس کی سلطنت کی مدت اس مرتبہ نو ماہ اور نو روز تھی۔

فتح شاہ کی دوبارہ شاہی

فتح شاہ دوبارہ کشمیر متصرف ہوا اور جہانگیر کو فرقہ بدرہ سے تھا وزیر مطلق اور سنکر زینا کو دیوان کل کیا اور سپاہ اور رعیت کے رفاہ کے واسطے عدل و انصاف کو مروج کیا اور محمد شاہ ہزیمت کھا کر شاہ سکندر لودھی کے پاس دہلی میں گیا اور شاہ موصوف نے لشکر بے شمار اس کی امداد کے لیے بھیجا اور جہانگیر بدرہ فتح شاہ سے رنجیدہ ہو کر محمد شاہ کی خدمت میں فائز ہوا اور اسے راجوری کے راستہ سے کشمیر کی سمت لے گیا۔ فتح شاہ نے جہانگیر ماکری کو اپنی فوج کا ہراول کر کے محمد شاہ کی جنگ کو بھیجا اور فتح شاہ کے لشکر نے شکست کھائی اور جہانگیر ماکری مع فرزند اس معرکہ میں مارا گیا اور فتح شاہ کے امرائے معتبر سے علی شاہ وغیرہ اس کی رفاقت چھوڑ کر محمد شاہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ فتح شاہ ناچار ہو کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور اسی سرزمین پر فوت ہوا اس مرتبہ اس کی شاہی کی مدت ایک سال اور ایک ماہ تھی۔

سلطان محمد شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت

نقل ہے کہ اس مرتبہ محمد شاہ نے سریر اجلاس کر کے نقارے شادیانہ کے بجائے اور سنکر زینا کو جو فتح شاہ کے امرائے معتبر سے تھا قید کیا اور ملک کاجی چک کو کہ فراست اور شجاعت میں موصوف اور معروف تھا منصب وزارت پر منصوب فرمایا۔ ملک کاجی بھی قضایا فیصل کرنے میں فراست عظیم رکھتا تھا۔ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک محرر کی ایک زوجہ تھی اور وہ بحسب اتفاق اس عورت سے چندے دور رہا۔ عورت نے اس کی غیبت میں بے صبری کر کے دوسرا شوہر کیا۔ بعد اس کے جب وہ محرر سفر سے آیا اس سے اور دوسرے شوہر سے مناقشہ بہم پہنچا اور عورت نے شوہر اول کی تکذیب کی اور اس کی شوہریت سے منکر ہوئی۔ پھر تینوں شخص ملک کاجی کے پاس داد خواہ ہوئے اور جو کہ ان میں سے کوئی شخص گواہ اپنے دعوے کے موافق نہ رکھتا تھا۔ اس قضیہ کی تحقیقات اور تشخیص دشوار ہوئی۔ آخر کو ملک کاجی نے اس عورت سے یہ بات کہی کہ تو سچ کہتی ہے اور یہ محرر جھوٹا ہے۔ آ تھوڑا پانی میری دوات میں ڈال دے تو میں تیرے لیے ایک دستاویز لکھ دوں کہ اس کے بعد اس کو تجھ سے کچھ سروکار نہ رہے۔ عورت اٹھی اور جس قدر پانی کی ضرورت تھی دوات میں ڈالا۔ ملک

besturdubooks.wordpress.com

نے کہا اور ڈال اس نے تھوڑا پانی ڈالا کہ سیاہی ضائع نہ ہو اور اس عمل میں کمال احتیاط بجالائی۔ اس وقت ملک کاجی نے حاضرین سے کہا کہ اس کی احتیاط اور ہوشیاری سے یقین ہوتا ہے کہ یہ عورت لکھنے والے کی ہے۔ پھر عورت نے بھی آخر کو اقرار کیا کہ یہ نوشتہ میرا پہلا خاوند ہے۔ قضیہ فیصل اور مناقشہ دور ہوا۔ الغرض جب محمد شاہ نے استقلال تمام بہم پہنچایا فتح شاہ کے اکثر امراء کو مثل سیفی و انکری وغیرہ کو تیغ سیاست سے قتل کیا اور سنکر زینا قضائے الٰہی سے فوت ہوا اور فتح شاہ کی نعش اس کے نوکر ہندوستان سے کشمیر میں لائے۔ محمد شاہ اس کے استقبال کو گیا اور شاہ زین العابدین کے مقبرہ کے اطراف میں دفن فرمائی اور یہ واقعہ ۹۲۲ نو سو بائیس ہجری میں واقع ہوا۔ جب ملک کاجی جک نے ابراہیم ماکری کو قید کیا اس کا بیٹا ابدال ماکری بعض مردم ہند کے اتفاق سے اسکندر خان بن فتح شاہ کو شاہ بنا کر کشمیر میں لایا اور محمد شاہ اور ملک کاجی جک نول پور پرگنہ ماہکل میں ۹۳۱ نو سو اکتیس ہجری میں مخالفوں کی جنگ کے واسطے وارد ہوئے۔ اسکندر تاب مقاومت نہ لایا۔ قلعہ ناکام میں پناہ لی اور ملک کاجی نے اسے محاصرہ کیا اور چند روز فریقین کے درمیان جنگ قائم رہی۔ اس درمیان میں امرائے سلطان، بقصد بغاوت سلطان سے جدا ہو کر سکندر شاہ کے پاس حاضر ہوئے۔ ملک کاجی نے اپنے بیٹے مسعود نام کو ان کے مقابلہ کو بھیجا۔ وہ جنگ مردانہ کر کے مارا گیا لیکن فتح مسعود کے ہمراہیوں کو ہوئی اور اسکندر خان ناکام قلعہ ناکام چھوڑ کر نکل گیا اور ملک کاجی جک قلعہ میں داخل ہوا اور تمام ماکری ورق گنجفہ کی طرح ابتر اور پریشان اسکندر خان کے پیچھے روانہ ہوئے اور محمد شاہ نے منصور اور مسرور ہو کر اپنی دارالحکومت کی طرف مراجعت کی اور صاحب استقلال ہوا اور اس عرصہ میں شاہ کا مزاج دشمنوں کی بدی اور بدگوئی کے سبب ملک کاجی سے منحرف ہوا اور ملک کاجی جک متوہم اور ہراسان ہو کر راجوری کی سمت راہی ہوا اور اس طرف کے راجاؤں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کیا۔ اس وقت میں اسکندر خان جو محمد شاہ سے شکست کھا کر گیا تھا۔ اب باتفاق ایک جماعت مغلاں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر شاہ کے آکر لوہر کوٹ پر متصرف ہوا اور ملک باری بھائی ملک کاجی جک کا اس امر سے خبردار ہو کر اس کے مقابلہ کو گیا اور بعد جنگ اسے دستگیر کر کے محمد شاہ کے پاس بھیجا۔ شاہ اس دولت خواہی کے سبب ملک کاجی جک سے راضی ہوا اور پھر عہدہ وزارت اس کو تفویض فرمایا اور اسکندر خان کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور خود چشم زخم زمانہ سے مطمئن ہوا۔ ابراہیم خان بیٹا محمد شاہ کا جو اپنے باپ کے ہمراہ ابراہیم شاہ لودھی کے پاس دہلی گیا تھا شاہ ابراہیم لودھی نے اسے اپنی خدمت میں نگاہ رکھا اور اس کے باپ محمد شاہ کو مع لشکر بسیار رخصت کیا تھا۔ اس وقت میں بادشاہ ابراہیم لودھی کے حادثہ کے سبب کشمیر میں آیا اور ملک کاجی جک کہ بادشاہ سے اسکندر خان کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے سے رنجیدہ تھا۔ پہلے اس کے مقربوں کو جس بہانہ سے کہ ممکن تھا قید کیا۔ اس کے بعد شاہ کو مقید کر کے ابراہیم خان کو تخت پر بٹھایا۔ محمد شاہ کی سلطنت کی مدت اس مرتبہ گیارہ سال اور گیارہ ماہ اور گیارہ روز تھی۔

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

ابراہیم شاہ جب تخت پر بیٹھا ملک کاجی جک کو بدستور اول وزیر مستقل کیا اور ابدال ماکری یعنی ابراہیم ماکری کا بیٹا کہ ملک کاجی جک کے دست ظلم سے ہند کی طرف گیا تھا۔ اس وقت فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہو کر عرض پرداز ہوا کہ بندہ دشمنوں کے غلبہ سے اس درگاہ میں پناہ لایا ہے۔ اگر حضرت میرے حال شکستہ بال پر نظر توجہ مبذول فرما کر ایک لشکر سے امداد فرمادیں کشمیر کو بندگان اعلیٰ کے واسطے سہل ترین وجہ سے تسخیر کروں۔ آنحضرت نے اس کی صورت اور سیرت کا مشاہدہ کر کے بزبان تلطف فرمایا کہ تعجب ہے جنگل میں بھی ایسے لائق آدمی بہم پہنچتے ہیں۔ یہ فرما کر پہلے اسے خلعت اور اسپ سے سرفراز کیا۔ من بعد بہت سپاہی اس کی ہمراہی کے واسطے تعین کیے اور شیخ علی بیگ اور محمود خان کو سردار اس لشکر کا کیا جب ابدال ماکری نے دیکھا کہ کشمیر مغلوں سے تنفر کریں گے مصلحتاً نام شاہی کا نازک شاہ بن ابراہیم پر رکھ کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس طرف سے ملک کاجی جک نے ابراہیم شاہ کو

besturdubooks.wordpress.com

ہمراہ لے کر موضع سلاح پرگنہ بالکل میں لشکر گاہ کیا اور طرفین ایک دوسرے کے مقابل فروکش ہوئے ابدال ماکری نے ملک کاجی جک کو یہ پیغام بھیجا کہ میں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر شاہ کی خدمت میں جا کر مدد لایا ہوں۔ شوکت اور صلابت اس بادشاہ کی اس درجہ ہے کہ بادشاہ ابراہیم لودھی کو جو پانچ لاکھ مرد اہل نبرد رکھتا تھا اسے طرفۃ العین میں خاک برابر کیا۔ خیریت اسی میں ہے کہ تو جلد اپنے تئیں اس بادشاہ فلک بارگاہ کے سلک دولت خواہوں میں منتظم کر اور اگر یہ دولت تیرے نصیب نہیں ہے۔ اس لشکر ظفر پیکر سے مقابلہ کر کہ وقت مہلت اور غفلت کا نہیں ہے۔ ملک کاجی جک اس وقت سید ابراہیم خان اور شیر ملک اور ملک تازی کو تین فوج کا سردار کر کے جنگ کے واسطے برآمد ہوا اور طرفین میں معرکہ شدید اور مقاتا عظیم واقع ہوا آدمی بہت مارے گئے اور امرائے نامدار ابراہیم شاہ کے اور ملک تازی اور شیر ملک وغیرہ کے ایک رتبہ عظیم رکھتے تھے قتل ہوئے اور ایک ملک کاجی جک مضطرب ہو کر شہر کی طرف بھاگ گیا اور جب وہاں بھی مفر کی صورت نظر نہ آئی پہاڑوں کے سمت راہی ہوا اور ابراہیم شاہ کا کچھ احوال دریافت نہ ہوا کہ وہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ اس کی بادشاہی کی مدت آٹھ مہینے اور پانچ روز تھی۔

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

اس نے اپنے دادا اور باپ کے بعد شہر سری نگر میں جلوس کیا اور مردم کشمیر کو جو مغلوں سے متوہم تھے انہیں دلاسا دے کر مطمئن کیا اور کشمیری اس کے جلوس سے خوش ہوئے اور شہر سے برآمد ہو کر نوشہر میں جو قدیم سے شاہان کشمیر کا پائے تخت تھا استقامت کی ابدال ماکری کو منصب وزارت دے کر وکیل مطلق کیا اور ابدال ماکری ملک کاجی کا پیچھا چل نگری تک کر کے پلٹ آیا اور جب معلوم ہوا کہ وہ دستیاب نہ ہوگا ولایتوں کی تقسیم شروع کی۔ چنانچہ بعد تقرری خالصہ تمام ولایت کے چار حصہ قرار پائے۔ ایک حصہ ابدال ماکری اور ایک حصہ شیخ میر علی کو دیا اور باقی دو حصہ سپاہ کو واگزاشت ہوئے اور بابر شاہ کے ملازموں کو تحفہ و ہدیہ بہت دے کر ہند کی طرف رخصت کیا اور پیغام عتاب آمیز ملک کاجی چک کو بھیج کر محمد شاہ کو اپنے پاس طلب کیا اور شیخ میر علی نے وہاں جا کر محمد شاہ کو لوہر کوٹ کے قلعہ سے برآوردہ کیا اور دونوں باتفاق کشمیر میں آئے اور ملک کاجی چک کے آنے کی ممانعت کی۔ محمد شاہ چوتھی مرتبہ تخت پر متمکن ہوا۔

محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ مملکت کشمیر پر جلوہ گر ہونا

محمد شاہ تخت پر بیٹھ کر شکر خدا تعالیٰ بجا لایا۔ پھر نازک شاہ کو کہ بیس سال اور بیس روز بادشاہی کی تھی اپنا ولی عہد کیا اور اس سال میں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے عالم فانی سے انتقال کیا۔ جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ نے سریر شاہی پر اجلاس فرمایا اور جب محمد شاہ کا زمانہ ایک سال بادشاہی کا گزرا ملک کاجی چک کہ ولایت کوہستان میں گیا تھا جمعیت انبوہ اس ولایت سے بہم پہنچا کر کھرار کے اطراف میں آیا اور ملک ابدال ماکری نے سبقت کر کے جنگ کی ملک کاجی بھاگ کر بھیر میں گیا اور جو کہ ان دنوں میں کامران مرزا ولایت پنجاب پر غلبہ تمام رکھتا تھا۔ شیخ علی بیگ اور محمد خان مغل جنہوں نے کہ بعد فتح کشمیر ابدال ماکری کے رخصت کرنے سے مراجعت کی تھی۔ کامران مرزا کی خدمت میں آ کر عرض پیرا ہوئے کہ جو ہم تمام ولایت کشمیر سے خبردار ہیں اگر آپ تھوڑی توجہ فرمائیں وہ ولایت نہایت آسانی سے دستیاب ہوگی کامران مرزا نے محرم بیگ کو لشکر کا سپہ سالار کر کے ہمراہ ان امراء کے جو کشمیر سے آئے تھے کشمیر کی تسخیر پر نامزد کیا اور جب مغلوں کی فوج کشمیر کے قریب پہنچی تمام کشمیری ان کے خوف سے مال و اسباب اپنا مکانوں میں چھوڑ کر کوہستان کی سمت بھاگ گئے اور مغل کی افواج نے کشمیر کو تاراج کیا اور آگ لگائی اور بعض کشمیری جو پہاڑوں سے مغل کے مقابلہ کو آئے تھے مارے گئے اور ابدال ماکری کو اول یہ گمان تھا کہ ملک کاجی چک لشکر مغل کے ہمراہ ہے جب اسے یقین ہوا کہ وہ مغلوں میں داخل نہیں ہے

besturdubooks.wordpress.com

اتحاد اور یگانگی کا اظہار کر کے اسے مع لڑکوں اور بھائیوں کے طلب کر کے عہد و پیمان درمیان میں لایا۔ یہ امر کشمیریوں کی قوت کا سبب ہوا اور جنگ پر ہمہ تن آمادہ ہوئے اور اتفاق کر کے مغلوں سے خوب لڑے اور مغل تاب مقاومت نہ لا کر اپنے ملک کی طرف راہی ہوئے اور بعد چند عرصہ کے ملک کاجی چک ملک ابدال کا مکر اور غدر اور غرور مشاہدہ کر کے وہاں کے رہنے سے ناراض ہو کر اسیر کی طرف گیا اور سال ۹۳۹ نو سو انتالیس ہجری میں شاہ سعید سلطان کاشغر نے اپنے فرزند شہزادہ سکندر خان کو مرزا حیدر کاشغری کے ہمراہ مع بارہ ہزار مرد تبت اور لار کے راستہ سے کشمیر پر بھیجا اور کشمیری ان کی بہادری اور شوکت کا آوازہ سن کر کشمیر خالی کر کے بے جنگ ہر ایک اطراف میں بھاگ گئے اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ کاشغریوں نے ولایت کشمیر میں داخل ہو کر عمارات عالیہ کو جو شاہان سابق سے یادگار تھیں مسمار کر کے خاک برابر کیں اور شہر میں آگ لگائی اور خزانہ اور دفینہ جو زمین میں مدفون تھے سب کو تلاش کر کے بر آوردہ کیا اور تمام لشکر مال و اسباب سے متمول ہوا اور جس مقام میں کشمیریوں کی استقامت کی خبر پاتے تھے انہیں قتل اور اسیر کرتے تھے۔ غرضیکہ تین مہینے تک یہ حال رہا اور ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری اور سرداران نامی نے پکدرہ کی طرف جا کر پناہ لی اور جب وہاں صورت مفرنہ دیکھی کھادر اور بارہ دار میں گئے اور وہاں سے بادہ کے راستہ سے پہاڑ سے اتر کر مغلوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئے اور سکندر خان اور مرزا حیدر کاشغری بھی مع لشکر انبوہ ان کے مقابل آئے اور جنگ عظیم واقع ہوئی۔ کشمیر کے سرداران میں سے ملک علی اور میر حسن اور شیخ میر علی اور میر کمال مارے گئے اور کاشغریوں سے بھی مردم خوب قتل ہوئے اور کشمیری پسپا ہو کر منہ معرکہ سے پھیرنا چاہتے تھے کہ ملک کاجی چک اور ابدال ماکری نے پائے ثبات میدان کین میں محکم کر کے نئے کشمیریوں کو جنگ کی ترغیب اور تحریص کی اور داد مردی اور مردانگی دی طرفین سے آدمی بے شمار مقتول ہوئے اور چند قالب بے سر اٹھ کر حرکت میں آئے۔ وجہ اس کی سابق میں مذکور ہوئی غرضیکہ صبح سے شام تک جنگ قائم رہی اور شب کو طرفین اپنے غنیم کی سختی و شوکت خیال کرنے لگے۔ آخر دونوں گروہ جنگ سے دست کش ہو کر صلح پر راضی ہوئے پھر کاشغریوں نے صوف اور سقرلاط اور اشیائے نفیسہ بھیج کر نسبت خویشی کی قرار دی اور محمد شاہ نے بھی ملک ابدال ماکری اور ملک کاجی چک کی معرفت صلح نامہ لکھ کر مع نفائس کشمیر کاشغریوں کے پاس بھیجا اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ اپنی دختر شہزادہ سکندر خان کے عقد ازدواج میں لائے اور کشمیریوں کو جو مغلوں نے اسیر کیا ہے رہا کریں اور کاشغری اس صلح سے راضی ہو کر کاشغر کی طرف متوجہ ہوئے اور پریشانی جو کشمیر میں واقع ہوئی تھی ساتھ امن اور آسودگی کے مبدل ہوئی اور اس سال میں دو ستارے' ذات الاذناب یعنی دم دار طلوع ہوئے۔ انہیں دنوں میں قحط عظیم پیدا ہوا اور اکثر خلائق بھوک کی شدت سے ہلاک ہوئی اور باقی جو زندہ رہے تھے انہوں نے جلا وطنی اختیار کر کے دور دراز سفر کیا اور دبجو کا قصہ جس نے قتل عام کیا تھا آدمیوں کے دلوں سے فراموش ہوا۔ یعنی اس حادثہ کے مقابل آسان دکھائی دیتا تھا۔ خدا بھوک کی بلا سے جمیع خلائق کو محفوظ رکھے اور اس قحط نے دس ماہ کا طول کھینچا۔ جب فصل میوہ کی پہنچی خلق کو فی الجملہ آسودگی ہوئی اور اس وقت میں ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری کے درمیان رنجش آئی۔ ملک کاجی چک شہر سے برآمد ہو کر زین پور میں مقیم ہوا اور ملک ابدال ماکری نے منصب وزارت پر قیام کیا اور حکام اور عمال رعایا پر جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ کوئی شخص داد رسی نہ کرتا تھا۔ بعد چند روز کے محمد شاہ تپ محرق میں کہ مراد مرض الموت سے ہے مبتلا ہوا اور جس قدر زر نقد رکھتا تھا محتاجوں پر تقسیم کیا لیکن قضائے الٰہی سے جانبر نہ ہوا۔ اس کی شاہی کی مدت پچاس سال تھی۔

سلطان شمس الدین بن محمد شاہ

ظاہراً سلطان شمس الدین بعد وفات اپنے باپ کے تخت شاہی پر متمکن ہوا لیکن وزراء کی فہمائش سے تمام ولایت امراء پر تقسیم کی اور اہل کشمیر اس کے جلوس سے نہایت راضی اور خوش دل ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں ملک کاجی چک اور ابدال ماکری سے باہم نزاع

besturdubooks.wordpress.com

ہوئی ملک کاجی چک شاہ کو ملک ابدال ماکری کے مدافعہ کے واسطے کو سوار کی طرف لے گیا اور ملک ابدال بھی جمعیت تمام بہم پہنچا کر شاہ کے مقابل آیا۔ آخر کو صلح ہوئی ملک ابدال ماکری کمراج میں کہ اس کی جاگیر تھی گیا اور سلطان شمس الدین اور ملک کاجی چک نے سری نگر کی طرف معاودت کی اور پھر چند روز کے بعد ملک ابدال ماکری سرباد شاہ کی اطاعت سے سر پھیر کر فساد پر آمادہ ہوا اور ولایت کمراج میں فتور اور خلل برپا کیا لیکن اس مرتبہ بھی آتش فساد آسانی سے ساکن ہوئی۔ الغرض اس بادشاہ کا احوال تاریخ کشمیر میں اس سے زیادہ دریافت نہ ہوا۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کی زمانہ شاہی اس کا تشخیص نہ ہوا۔

نازک شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر

بعد باپ کے اس کا بیٹا نازک شاہ مسند شاہی پر جلوہ گر ہوا لیکن ابھی پانچ چھ ماہ کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مرزا حیدر ترک غلبہ پاکر متصرف ہوا اور مرزا حیدر کی حکومت کا خطبہ اور سکہ بنام نامی جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے تھا۔

مرزا حیدر ترک کی کشمیر پر حکومت

واضح ہو کہ ۹۴۸ ہجری میں جب جنت آشیانی نصیرالدین ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری افغان سے شکست پاکر لاہور میں آیا تھا۔ ملک ابدال ماکری اور زنگی چک اور بعض اعیان مملکت کشمیر نے شاہ ممدوح کو عرضداشت کشمیر لینے کی ترغیب میں لکھ کر مرزا حیدر ترک کے ذریعہ سے بھیجی تھی۔ آنحضرت نے مرزا حیدر ترک کو اس طرف رخصت کر کے فرمایا کہ تو پیشتر روانہ ہو میں بھی پیچھے سے آتا ہوں جب مرزا حیدر ترک بھیر میں کہ نام ایک مقام کا ہے پہنچا تو وہاں ملک ابدال ماکری و زنگی چک آکر شامل ہوگئے اور مرزا حیدر کے ہمراہ تین ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن جب راجوری میں پہنچا تو ملک کاجی چک جو کشمیر کا حاکم تھا مع تین چار ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے کتل کرتل (کتل گھاٹی کو کہتے ہیں) میں آیا اور محافظت اور دشمن کی سدراہ کے واسطے ناکوں پر جابجا مورچے تیار کیے مرزا حیدر ترک وہ راستہ چھوڑ کر بیچ کی طرف روانہ ہوا اور ملک کاجی چک نے ازروئے غرور اس راستہ کی محافظت نہ کی۔ مرزا حیدر ترک پہاڑ کو طے کر کے فضائے کشمیر میں داخل ہو کر یکایک شہر سری نگر پر قابض ہوگیا اور ملک ابدال ماکری اور زنگی چک استقلال پاکر مہمات کو انجام دینے لگے اور چند پرگنے مرزا کی جاگیر کے واسطے نامزد فرمائے۔ اتفاقات سے انہیں دنوں میں ملک ابدال ماکری کا پیمانہ عمر آب بقا سے لبریز ہوگیا۔ اس وقت زیست سے مایوس ہو کر اپنے بیٹوں کے واسطے مرزا حیدر ترک سے سفارش کر کے ودیعت حیات قابض ارواح کے سپرد کی جب مرزا حیدر ترک کشمیر میں داخل ہوا ملک کاجی چک شیر شاہ افغان سور کے پاس ہندوستان کی طرف گیا پانچ ہزار سوار جن کے حسین شیروانی اور عادل خان سردار تھے۔ مع دو فیل کمک کے واسطے لایا اور مرزا حیدر ترک بھی باتفاق زنگی چک اس کے مدافعہ کے واسطے متوجہ ہوا اور فریقین نے موضع ونہ دیار اور موضع کاوہ میں مصروف حرب آراستہ کیں اور تنور حرب گرم ہوا اور نسیم فتح مرزا حیدر ترک کے پرچم پر چلی شیر شاہ افغان سور کے امراء اور ملک کاجی چک نے ہزیمت پائی اور ملک کاجی چک نے بہرام کلہ میں استقامت کی، اور ملا یوسف خطیب مسجد جامع سری نگر نے اس لڑائی کا مادہ تاریخ فتح مکرر کہا اور ۹۵۰ نو سو پچاس ہجری میں مرزا حیدر ترک نے قلعہ اندر کوٹ میں اقامت کی اور چونکہ وہ زنگی چک کی طرف سے بدگمان ہوا تھا۔ زنگی چک بھاگ کر ملک کاجی چک کے پاس گیا۔ پھر دونوں اتفاق کر کے ۹۵۱ نو سو اکاون ہجری میں مرزا حیدر ترک کے مدافعہ اور اخراج کے واسطے سری نگر کی طرف متوجہ ہوئے اور بہرام چک یعنی زنگی چک کا بیٹا سری نگری میں پہنچا اور مرزا حیدر ترک نے بندگان کو کہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو اس کے دفع کے لیے مقرر کیا اور بہرام چک تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگا اور جب مرزا کے لشکر نے پیچھا کیا ملک کاجی چک اور زنگی چک نے فرار کو غنیمت جان کر بہرام کلہ میں دم لیا

besturdubooks.wordpress.com

اور مرزا حیدر ترک بندگان کوکہ اور ایک جماعت کو سری نگر کی محافظت کے لیے چھوڑ کر تبت کی تسخیر کو متوجہ ہوا اور قلاع بورگ سے قلعہ لوسور کو مع چند حصار دیگر فتح کیا اور ۹۵۲ نو سو باون ہجری میں کاجی جگ اور بیٹا اس کا محمد چک مرض تپ لرزہ میں مرگیا اور مرزا حیدر ترک نے یہ سال بفراغت بسر کیا اور ۹۵۳ نو سو ترپن ہجری میں زنگی چک مرزا حیدر ترک کے آدمیوں کے ساتھ جنگ کر کے مارا گیا اور اس کا سر اور اس کے فرزند غازی خان کا سر کاٹ کر مرزا حیدر ترک کے پاس لائے اور ۹۵۴ء نو سو چون ہجری میں ایلچی کاشغر کی طرف سے پہنچے۔ مرزا حیدر ترک مع جماعت امرا ان کے استقبال کے لیے لار میں آیا اور خواجہ اوچھ بہرام نے جو بیٹا مسعود چک کا تھا اور سات برس تک ولایت کا مزاج میں خوب لڑا تھا اور سب کو مغلوب کر کے غالب ہوا تھا۔ جان میرک کے ساتھ باتیں صلح آمیز درمیان میں لا کر عہدو پیان کیا اور مرزا میرک نے عہد و سوگند کے بعد اسے اپنے پاس طلب کیا۔ جب اوچھ بہرام اس کی مجلس میں آیا میرک مرزا نے خنجر موزہ سے کھینچ کر اس کے شکم پر مارا اور وہ زخم کھا کر بھاگا اور جنگل میں داخل ہوا۔ جان میرک مرزا نے اس کا پیچھا کر کے اسے گرفتار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر کے اس گمان پر مرزا حیدر کے پاس لار میں لایا کہ وہ محظوظ اور خوش ہوگا۔ لیکن عبدی زینا اس کا سر پر خون دیکھ کر طیش میں آیا اور دربار سے اٹھا اور یہ بات کہی کہ عہدو پیان کے بعد اس کا قتل کسی طرح لائق نہ تھا مرزا حیدر ترک نے جواب دیا میں اس واقعہ سے آگاہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد مرزا حیدر ترک کستوار کی سمت متوجہ ہوا اور بندگان کوکا اور محمد باکری اور مرزا محمد اور یحییٰ زینا کو ہراول کر کے خود موضع جماپور میں جو کستوار کے نزدیک ہے وارد ہوا اور جماعت ہراولوں نے تین روز کا راستہ ایک روز میں طے کیا اور موضع دہلوت میں جو دریائے مارما کے ساحل پر واقع ہے پہنچے اور جو لشکر کستوار کا دریا کے اس پار تھا لڑائی تیرو تفنگ کی طرفین سے شروع ہوئی۔ کوئی شخص دریا سے عبور نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے دن مرزا حیدر ترک کے سپاہی وغیرہ راہ راست سے انحراف کر کے چاہتے تھے کہ کستوار میں داخل ہوں۔ جب موضع دھار میں پہنچے آندھی تند اٹھی اور گرد و غبار سے جہاں تاریک ہوا۔ مردم دھار ہجوم کر کے ان کے سر پر آئے بندگان کوکا کہ نام ایک سردار کا ہے اور وہ نہایت لائق اور عمدہ تھا۔ مع پانچ مرد اہل نبرد مقتول ہوا اور بقیہ السیف ہزار محنت اور خرابی کے بعد مرزا حیدر ترک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرزا حیدر ترک وہاں سے برآمد ہو کر ۹۵۵ء نو سو پچپن ہجری میں تبت کی طرف متوجہ ہوا اور راجوری کو کشمیریوں کے قبضہ سے برآوردہ کر کے محمد نظیر اور ناصر علی کو مرحمت فرمایا اور بکلی کہ نام محال کا ہے۔ ملا عبداللہ کو اور تبت خرد پر ملا قاسم کو مقرر کیا اور تبت کلاں کو بھی فتح کر کے ملا حسن نام کو اس کی حکومت پر تعین فرمایا اور ۹۵۶ نو سو چھپن ہجری میں کہ مرزا حیدر ترک قلعہ ونیل کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ آدم گکھر نے آنکر مرزا سے ملاقات کی اور کاجی چک کے بھتیجے دولت چک کی عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ مرزا نے قبول کی اور مرزا مدافعہ کے واسطے متوجہ ہوا اور مرزا حیدر ترک اور آدم گکھر خیمے میں داخل ہوئے اور دولت چک کو وہاں طلب کیا اور جس طرح اس کی مرضی تھی اعزاز واکرام بجانہ لائے۔

اس واسطے دولت چک ناراض ہو کر اٹھ گیا اور ایک ہاتھی جو پیش کش کے واسطے لایا تھا اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا لوگوں نے اس کے تعاقب کا ارادہ کیا مرزا حیدر ترک نے ممانعت کی اور بعد چند روز کے مرزا حیدر ترک نے کشمیریوں کی طرف مراجعت کی اور دولت چک مع غازی خان اور جے چک اور بہرام چک ہیبت (ہمت) خان نیازی کے پاس کہ جو سلیم شاہ افغان سور کی لڑائی میں شکست کھا کر راجوری کی طرف آیا تھا گئے اور سلیم شاہ بھی جب نیازیوں کے تعاقب میں بہ موضع مدوار ولایت نوشہرہ تک پہنچا ہیبت خان نیازی نے سید خان نیازی کو کہ اس کے معتبروں سے تھا۔ سلیم شاہ افغان سور کے پاس بھیجا اور سید خان نیازی مقدمات صلح درمیان میں لا کر ہیبت خان نیازی کی ماں اور فرزند کو سلیم شاہ افغان سور کے پاس لایا۔ سلیم شاہ افغان سور موضع بن نواحی سیالکوٹ میں پلٹ آیا اور وہاں استقامت کی اور کشمیری ہیبت خان نیازی کو بارمولہ میں لا کر چاہتے تھے کہ اسے کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر ترک کو درمیان سے نکالیں۔ لیکن ہیبت خان نیازی اس کی ہیبت سے یہ امر اپنی نسبت قرار نہ دے سکا۔ اس واسطے ایک برہمن کو مرزا حیدر ترک کے پاس بھیج کر صلح کا پیغام

besturdubooks.wordpress.com

دیا اور مرزا نے جب جواب شافی اس برہمن کی زبانی کہلا بھیجا۔ ہیبت خان وہاں سے موضع ہیر میں جو ولایت جموں سے علاقہ رکھتا ہے آیا اور تمام کشمیری اس سے جدا ہو کر سلیم شاہ افغان سور کے پاس گئے اور غازی خان چک مرزا حیدر ترک کے پاس روانہ ہوا اور ۹۵۷ نو سو ستاون ہجری میں مرزا حیدر ترک اطراف کی مہمات سے فراغت پا کر مطمئن ہوا اور خواجہ شمس مغل کو مع زعفران وافر سلیم شاہ افغان سور کی خدمت میں بھیجا اور ۹۵۸ نو سو اٹھاون ہجری میں خواجہ شمس مغل نے سلیم شاہ افغان سور کے پاس سے مع اسباب و قماش متاثر اور یٰسین نام افغان ایلچی کے کشمیر کی طرف مراجعت کی مرزا حیدر ترک نے شال اور زعفران بہت سلیم شاہ افغان کے ایلچی کو دے کر رخصت کی اور مرزا قراء بہادر کو پھرپل کی حکومت پر مامور فرمایا اور کشمیریوں سے عبدی زینا اور نازک شاہ اور حسین ماکری اور خواجہ حاجی کو اس کے ہمراہ کیا اور مرزا قراء بہادر اور کشمیریوں نے اندر کوٹ سے برآمد ہو کر بارہ مولہ میں اقامت کی اور فساد کے درپے ہوئے۔ اس سبب سے کہ مغل انہیں بنظر حقارت دیکھتے تھے اور مغلوں نے یہ خبر مرزا حیدر ترک کو پہنچائی۔ مرزا موصوف نے اس امر کو یقین اور باور نہ کیا بلکہ یہ جواب دیا کہ مغل کی قوم بھی کشمیریوں سے کم مفسد اور فتنہ پرداز نہیں ہے۔ حسین ماکری نے اپنے بھائی علی ماکری کو مرزا حیدر کی پاس بھیجا کہ وہ جا کر مرزا کو کشمیریوں کے غدر سے آگاہ کرے اور مرزا کو اس پر آمادہ کرے کہ وہ لشکر کو طلب کرے مرزا حیدر ترک نے یہ خبر سن کر جواب دیا کہ کشمیریوں کی یہ بھی مجال ہے کہ تم کو ان سے غدر کا اندیشہ ہے اور لشکر کو واپس طلب کرو۔ الغرض ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو اندر کوٹ میں آتش عظیم پیدا ہوئی کہ اکثر مقامات جل کر خاکستر ہوئے مرزا قرا بہادر اور تمام آدمیوں نے جن کے مکانات جل گئے تھے پیغام کیا کہ اگر حکم ہو ہم آ کر اپنے مکانات کو تعمیر کر لیں اور سال آئندہ میں پھرپل کی طرف متوجہ ہوں۔ مرزا حیدر ترک ہرگز اس امر پر راضی نہ ہوا لیکن خواہ نخواہ وہ لشکر پھرپل کی سمت متوجہ ہوا اور عبدی زینان اور تمام کشمیری اتفاق کر کے رات کو مغلوں سے جدا ہو کر کتل پھرپل میں آئے اور حسین ماکری اور علی ماکری کو معتمدوں سے جدا کر کے اپنے ہمراہ لیا تو مغلوں کے ساتھ وہ مارے نہ جائیں جب صبح ہوئی پھرپل کے آدمیوں کے ساتھ جنگ ہوئی۔ مغل پہاڑوں میں بند ہوئے اور سید مرزا نے بھاگ کر پھرپل کے قلعہ میں پناہ لی اور اسی (۸۰) مغل نامی اس معرکہ میں تخمیناً قتل ہوئے اور محمد تلیر اور مرزا قراء بہادر دستگیر ہوئے اور بقیہ السیف بھج کے راستہ سے ہرام کلہ میں آئے۔ مرزا حیدر ترک یہ خبر سن کر نہایت محزون اور مغموم ہوا اور فرمایا کہ چاندی کی دیگیں توڑ کر وہ روپیہ جو کشمیر میں رائج ہے مسکوک کریں اور جہانگیر ماکری کو معتبر سمجھ کر حسن ماکری کی جاگیر عنایت فرمائی اور اکثر اہل حرفہ کو گھوڑا اور خرچ دے کر سپاہی بنایا اور اس کے بعد یہ خبر پہنچی کہ ملا عبداللہ کشمیریوں کے خروج کی خبر سن کر ملازمت کے واسطے آتا تھا۔ جب بارہ مولہ کے قریب پہنچا کشمیریوں نے ہجوم کر کے اسے قتل کیا اور خواجہ قاسم تبت خرد میں مقتول ہوا اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہوا اور کشمیری بہرام کلہ سے جمعیت کر کے ہیرہ پور میں آئے۔ مرزا حیدر ناچار ہو کر کشمیریوں کے مقابلہ کو اندر کوٹ سے برآمد ہوا اور مرزا کی کل جمعیت ہزار آدمی مغل مثل عبدالرحمن اور شہزادہ اور خان و میرک مرزا اور سکنہ مغل اور جر علی باقی اور سات سو آدمی تھے۔ مرزا حیدر ترک کے ہمراہ شہاب الدین پور میں اقامت کی اور دولت چک اور غازی خان چک اور دیگر سردار بھی امداد کے واسطے باتفاق عبدی زینا جمعیت کر کے ہیرہ پور میں آئے اور وہاں سے برآمد ہو کر موضع خانپور میں جمع ہوئے اور مرزا حیدر ترک خالد گڑھ کے میدان میں جو سری نگر کی متصل ہے وارد ہوا اور فتح چک کہ باپ اس کا خواجہ بہرام مغلوں کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ اپنے باپ کے خون کے انتقام کے واسطے مع تین ہزار مرد مبارز اندر کوٹ میں آیا اور مرزا حیدر کی عمارات جو باغ صفا میں تھی آگ لگا کر خاک سیاہ کی جب یہ خبر مرزا حیدر ترک کو پہنچی فرمایا میں یہ عمارات کاشغر سے نہ لایا تھا۔ پھر عنایت الٰہی سے بن جائے گی اور جر علی نے شاہ زین العابدین کی املاک کو سویہ میں تھی مرزا حیدر کی عمارت کے عوض میں جلائی لیکن مرزا حیدر کو یہ امر پسند نہ آیا اور سپاہیوں نے عمارات عبدی زینا میں نوروز چک کی کہ سری نگر میں تھی آگ دے کر برباد کی اور مرزا حیدر ترک نے موضع خان پور میں آ کر استقامت فرمائی اور اس

besturdubooks.wordpress.com

موضع میں ایک درخت بید کا ایسا چھتنار تھا کہ اس کے سایہ میں دو سو سوار کھڑے ہو سکتے تھے اور سوائے اس کے یہ بھی تجربہ میں پہنچا کہ جس وقت اس کی ایک شاخ باریک کو حرکت پہنچے تمام درخت حرکت اور جنبش میں آتا تھا۔ القصہ کشمیری خان پور سے کوچ کر کے موضع ادنی پور میں آئے اور فاصلہ دو کوس سے زیادہ نہ رہا مرزا حیدر ترک نے ان پر عزم شبخون کیا اور مرزا عبدالرحمٰن نے اپنے چھوٹے بھائی کے لیے کہ صلاح و تقویٰ میں آراستہ تھا۔ ولی عہدی کی وصیت کر کے آدمیوں سے اس کے نام بیعت لی اور اپنے اعیان و انصار کو ہمراہ لے کر بقصد شبخون سوار ہوا۔ قضارا اس شب کو ابر سیاہ آسمان پر ظاہر ہوا جب خواجہ حاجی کے خیمہ کے قریب جو بانی فساد اور مرزا کا وکیل تھا پہنچے۔ تاریکی کے سبب کچھ نظر نہ آتا تھا اور شاہ نظر قورچی مرزا حیدر ترک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں تیر پھینکتا تھا مرزا حیدر ترک کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ برا کیا تو نے اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اس تاریکی میں تیر ناگہانی مرزا کے لگا اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک قصاب نے ازراہ قساوت مرزا حیدر کی ران پر تیر مارا اور دوسرے راوی کا یہ قول ہے کہ کمال کوکا نے اسے زخم شمشیر سے ہلاک کیا لیکن اس کے جسم پر تیر کے زخم کے سوا کچھ ظاہر نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب صبح ہوئی کشمیریوں کے لشکر میں مشہور ہوا کہ ایک مغل مقتول پڑا ہے۔ جب خواجہ حاجی اس کے سر پر پہنچا دیکھا کہ مرزا حیدر ترک ہے۔ اس کا سر زمین سے اٹھایا۔ اس وقت مرزا کا عالم نفس شماری تھا۔ آنکھیں کھولیں اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مغلوں کو جب اپنے سردار کا قتل ہونا متحقق ہوا اندر کوٹ کی طرف بھاگ گئے اور کشمیریوں نے مرزا کی لاش دفن کی اور مغلوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مغلوں نے اندر کوٹ میں پناہ لی اور تین روز تک لڑے چوتھے دن محمد رومی نے تانبے کے پیسوں کے گراب توپ میں دے کر فیر کرنے شروع کیے اور وہ گراب جس شخص کے لگتے تھے جانبر نہ ہوتا تھا۔ آخر مرزا حیدر کی زوجہ نے جس کا نام مسماۃ خاتی تھا اور مرزا کی ہمشیرہ مسماۃ خانجی نے مغلوں سے یہ بات کہی کہ جو مرزا حیدر ترک مر گیا۔ بہتر یہ ہے کہ کشمیریوں سے پیغام صلح کر کے اس قصہ کو دفع کرو۔ مغلوں نے یہ امر قبول کیا۔ امیر خان معمار کو صلح کے واسطے کشمیریوں کے پاس بھیجا۔ کشمیری صلح پر راضی ہوئے اور عہد نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ آئندہ ہم مغلوں کے در پے ایذا نہ ہوں گے حکومت مرزا حیدر ترک کی دس سال تھی۔

نازک شاہ کی کشمیر پر تیسری بار حکومت

جب دروازے قلعہ کے مفتوح ہوئے کشمیریوں نے مرزا حیدر کے توشک خانہ میں جا کر دست تصرف دراز کیا اور نفائس نفیسہ لوٹ کر لے گئے اور مرزا کے اہل و عیال کو سری نگر میں لا کر حسن منو کے مکان میں جگہ دی اور ولایت کشمیر آپس میں تقسیم کی۔ پرگنہ دیو۔ سر دولت چک کو اور پرگنہ دہی غازی خان چک کو اور پرگنہ کمراج یوسف چک اور بہرام چک کو دیا اور ایک لاکھ خروار شالی خواجہ حاجی وکیل مرزا کے واسطے معین ہوا۔ عموماً تمام امرائے کشمیر اور خصوصاً عبدی زینا نے تسلط تمام حاصل کیا اور نازک شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا اور حقیقت میں عبدی زینا بادشاہ تھا اور ۹۵۹ نو سو انسٹھ ہجری میں سنکر چک ولد کاجی چک اس سبب سے کہ بے جاگیر تھا اور غازی خان نے کہ اپنے تئیں کاجی چک کا فرزند قرار دیتا تھا اور جاگیر بہت رکھتا تھا۔ کشمیر سے برخاستہ خاطر ہو کر چاہا کہ یہاں سے نکل جاؤں۔ چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سنکر چک بلا شبہ کاجی چک کا بیٹا تھا اور غازی خان چک اگرچہ کاجی چک کا فرزند مشہور تھا لیکن حقیقت میں اس کا بیٹا صلبی نہ تھا۔ کس واسطے کہ ملک کاجی چک اپنے بھائی حسن چک کے بعد وفات اس کی زوجہ کو جو غازی خان کو شکم میں رکھتی تھی اپنے عقد میں لایا تھا اور دو تین ماہ کے عرصہ میں غازی خان چک متولد ہوا اس جہت سے سنکر کو چک نے چاہا کہ میں کشمیر سے برآمد ہو کر عبدی زینا کے پاس جاؤں اور جب یہ خبر مشہور ہوئی دولت چک اور غازی خان چک نے اسمٰعیل ہانت اور ہرجو کو مع جمعیت سو آدمی کے بھیج کر کہا کہ اگر وہ نہ آئے اسے زبردستی لاؤ لیکن سنکر چک ان کے بلانے سے نہ آیا۔ عبدی زینا کے پاس گیا۔ آخر کو عبدی زینا نے ان سے صلح

besturdubooks.wordpress.com

کی اور پرگنہ کوٹھار اور کھاور اور مادر منکر چک کی جاگیر قرار پائی اور آتش فساد ساکن ہوئی اور ان دنوں میں چار گروہ کشمیر میں اقتدار رکھتے تھے اول عبدی زینا مع اپنے گروہ کے دوسرے حسن ماکری ولد ملک ابدال ماکری مع اپنی جمعیت کے تیسرے کپوریان کہ بہرام چک اور یوسف چک وغیرہم سے مراد ہے۔ چوتھے کاسیان (کاجیان) کاجی چک اور دولت چک اور غازی خان چک سے عبارت ہے۔ پھر یحییٰ زینا اپنی دختر حسین خان ولد ملک کاجی چک کے عقد ازدواج میں لایا اور دولت چک کی دختر محمد ماکری ولد ملک ابدال ماکری کے عقد نکاح میں منعقد ہوئی اور یوسف چک ولد زنگی چک کو تواری کی بہن غازی خان چک کے نکاح میں داخل ہوئی اور یہ نسبتیں چکان کی قوت اور غلبہ کے باعث ہوئیں اور باتفاق ایک دوسرے کے ہر اطراف میں متفرق ہوئے۔ یعنی غازی خان چک ولایت کامراج کی سمت اور دولت چک لسوپور کی طرف اور تمام ماکری ہالکل کی جانب روانہ ہوئے۔ اس سبب سے عبدی زینا سری نگر میں محزون ہو کر بیٹھا اور ان لوگوں کے دفع کی تدبیر میں رہتا تھا اور جب موسم بادنجان کا آیا عبدی زینا نے فرمایا کہ مرغ کا گوشت اور بیگن لاؤ کہ ہم دونوں کو ایک میں پکا دیں اور یہ طعام لطیف بیگن کشمیریوں کی غذا ہے۔ بہرام چک اور سید ابراہیم اور سید یعقوب اس کی دعوت میں آئے اور یوسف چک نہ آیا۔ عبدی زینا نے تینوں کو گرفتار کر کے مقید کیا اور یوسف چک یہ خبر سن کر مع تین سو سوار اور سات سو پیادہ کامراج کے راستہ سے جا کر دولت چک سے ملحق ہوا۔ عبدی زینا نے جب دیکھا کہ کشمیری چکان میں آئے مغلوں سے مرزا قرا بہادر اور مرزا عبدالرحمن اور مرزا جان میرک اور مرزا .کلہ مغل اور میر شاہ اور شہزادہ بیگ مرزا محمد نظیر اور جر علی کو قید خانہ سے بر آوردہ کر کے ہر ایک کو گھوڑا اور خلعت اور خرچ عنایت فرمایا اور موضع چک پور میں مقیم ہوا۔

اس درمیان میں سید یعقوب اور سید ابراہیم باتفاق جارود کے جو ان کا نگہبان تھا بھاگ کر کمراج میں گئے اور دولت چک کے شریک ہوئے اور بہرام چک بھاگ نہ سکا۔ دوسرے دن غازی خان چک مع تین سو سوار سری نگر میں آیا اور عبدی زینا نے مغلوں کو اس کے مقابلہ کو بھیجا اور اس نے تمام پلوں کو خراب کیا اور مغل معطل رہے اس وقت دولت چک بھی سری نگر میں جا کر غازیخان چک سے ملحق ہوا اور باتفاق عیدگاہ میں پڑاؤ کیا اور ہر روز فریقین کے مابین جنگ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بابا خلیل عبدی زینا کے پاس صلح کے واسطے آیا اور یہ بات کہی کہ آپ کو مغلوں کا اعتبار کرنا اور کشمیریوں کو نظر سے گرانا مناسب نہ تھا اور اس طرح کے اور بھی کلام کیے کہ عبدی زینا اور کشمیریوں کے درمیان صلح واقع ہوئی اور مغلوں کو مع اہل و عیال رخصت دی اور خانجی یعنی مرزا حیدر ترک کی بہن .کلی کے راستہ سے کابل میں گئی اور کشمیریوں نے مرزا جر علی بلکہ اور بھی مغلوں کے اہل و عیال قتل کیے اور خانم کاشغر میں پہنچی اور بعد میں اس واقعہ کی خبر آئی کہ ہیبت خان اور سعید خان اور شہباز خان افغان جو قوم نیازی سے ہیں' کشمیر کی تسخیر کے واسطے آتے ہیں اور پرگنہ پانہال میں پہنچ کر کوہ تون میں داخل ہوئے ہیں۔ عبدی زینا اور حسین ماکری اور بہرام چک اور دولت چک اور یوسف خان متفق ہو کر نیازیوں کی جنگ کے واسطے برآمد ہوئے اور طرفین مقابل ہو کر خوب لڑے اور بی بی رابعہ زوجہ ہیبت خان نیازی نے بھی جنگ مردانہ کر کے علی چک پر تلوار کا وار ڈالا۔ آخر کو ہیبت خان اور سید خان اور شہید خان نیازی اور بی بی رابعہ اس لڑائی میں مارے گئے اور کشمیریوں نے مظفر اور منصور ہو کر سری نگر میں مراجعت کی اور مقتولوں کے سر یعقوب خان کے ہاتھ سلیم شاہ افغان سور (سلیم شاہ سے یہ لوگ باغی تھے) کے پاس بھیجے اور اس کے بعد کشمیریوں کے درمیان میں عداوت بہم پہنچی۔ عبدی زینا نے باتفاق فتح چک اور لوہر ماکری اور یوسف چک اور بہرام چک اور ابراہیم چک خالد گڑھ میں آ کر اقامت اختیار کی اور دولت چک اور غازی خان چک اور حسین ماکری اور سید ابراہیم اور رومان کے گروہ نے یک جا ہو کر عیدگاہ میں منزل کی جب دو ماہ کا عرصہ گزرا یوسف چک اور فتح چک اور ابراہیم چک عبدی زینا سے جدا ہو کر دولت چک کے پاس آئے اور جب دولت چک مع جمعیت تمام سوار ہو کر عبدی زینا کے سر پر گیا وہ تاب مقاومت نہ لا کر بے جنگ بھاگ کر مرو میں گیا اور وہاں پہنچ کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہونے لگا۔ اس نے قضارا ایسی لات اس کے سینہ پر ماری کی موضع ساک میں

besturdubooks.wordpress.com

مخفی ہوا اور اسی مقام میں عالم باقی کی طرف سفری ہوا اور لاش اس کی سری نگر میں لاکر موضع موسی زینا میں دفن کی اور امراء نے خروج کر کے نازک شاہ کو جو نام کے سوا شاہی سے علاقہ نہ رکھتا تھا۔ شاہی سے معزول کیا اور ارادہ خود سری کا کیا اور بعد مرزا حیدر ترک کے تیسرے مرتبہ دس ماہ شغل فرمانروائی میں مشغول رہا۔

ابراہیم شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت

یہ نازک شاہ کا بیٹا ہے۔ جب عبدی زینا مقتول ہوا دولت چک (دارالملک میں جاکر مہمات شاہی انجام دینے لگا اور جب دیکھا کہ تخت سلطنت خالی ہے برائے نام کسی کو بادشاہ بنانا چاہیے۔ ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اس وقت خواجہ حاجی وکیل مرزا حیدر ترک جنگل سے برآمد ہو کر سلیم شاہ افغان سور کے پاس گیا اس وقت عبدی زینا (معلوم ہوتا ہے امیر دوسرا تھا یا پیشتر کا تذکرہ ہے کہ وہ زندہ تھا الغرض اسے) اور شمس زینا اور بہرام چک کو گرفتار کر کے قیدخانہ میں مقید کیا اور جب عیدالفطر کا روز ہوا اور دولت چک نے قابوق کے نیچے آ کر تیراندازی شروع کی اور یوسف چک نے قابوق میں گھوڑا سرپٹ دوڑایا اور پیادے کہ تیر جمع کرتے گھوڑا ان میں الجھ کر چراغ پا ہوا اور یوسف چک اس پر سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور ۹۶۰ نو سو ساٹھ ہجری میں غازی خان چک اور دولت چک میں نزاع واقع ہوئی اور تمام کشمیر میں اختلاف پیدا ہوا۔ حسین ماکری اور شمس زینا کہ ہندوستان میں تھے۔ ۹۶۱ نو سو اکسٹھ ہجری میں غازی خان کے شریک ہوئے اور یوسف چک اور بہرام چک کے بیٹے دولت چک کے پاس آئے اور اس اختلاف اور نزاع نے دوماہ کا طول کھینچا۔ آخر کو ایک کاشتکار نے دولت خان کے روبرو آکر اسکے کان میں یہ بات کہی کہ مجھے غازی خان نے تمہارے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا ہے کہ تو نے تمام ان آدمیوں کو بے تقریب کس واسطے اپنے پاس جمع کیا ہے کہ یہ سب تیرے دشمن ہیں اور غازی کو چک سے یہ کہا کہ دولت چک صلح کے در پے ہے تم اس سے کس واسطے لڑتے ہو۔ بس اس طور سے کلام کر کے ان کے درمیان صلح کرائی اور شمس زینا پھر ہند کی طرف بھاگ گیا اور ان دنوں میں تبت کلاں کے باشندے پرگنہ کھاور اور بارہ میں کہ حبیب خان چک اور نصرت خان کے بھائی کی جاگیر تھی آکر بکریاں ہانک لے گئے۔ اس سبب سے دولت چک اور سنکر چک اور ابراہیم چک اور حیدر چک اور پسران غازی خان اور بھی اعیان کو مع لشکر انبوہ لار کے راستہ سے تبت کلاں میں بھیجا اور حبیب خان چک کہ ہمراہ ان کے ساتھ تھا۔ بہ سبیل استعجال جس راستہ سے کہ بکریاں لے گئے تھے تبتیان کے تعاقب میں دوڑا اور بجلی کی طرح قلعہ تبت کلاں میں پہنچ کر جنگ کی اور ان کے سرداروں کو شمشیر سے قتل کیا اور وہ سب بھاگے۔ حبیب خان چک نے اس مقام میں نزول کر کے اپنے چھوٹے بھائی درویش چک سے کہا تو مع لشکر سوار ہو کر تبت کلاں میں داخل ہو درویش چک نے تغافل کر کے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا اور حبیب خان چک باوجود اس کے کہ اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ سوار ہو کر تبت کلاں کے قصرہائے عالی میں داخل ہوا اور اہل تبت کلاں تاب مقاومت نہ لاکر بے جنگ بھاگے اور چالیس آدمی ان میں سے جو قصر کی چھت پر چسپیدہ اور پوشیدہ تھے دستگیر ہوئے اور نہایت عجز اور خاکساری سے پیش آئے اور کہا ہمیں قتل نہ کرو اور پانچ سو گھوڑے اور ہزار پارچہ پٹو اور پچاس بیل قسطاش اور دو سو بکریاں اور دو سو تولہ سونا دینا قبول کیا۔ لیکن حبیب خان چک نے ان کی باتوں پر التفات نہ کر کے سب کو در پر کھینچا اور وہاں سے سوار ہو کر دوسرے قلعہ میں آیا اور اس قلعہ کو بھی خراب اور ویران کیا اور تبت کلاں کے رئیسوں نے تین سو گھوڑے اور پانچ سو پارچہ پٹو اور تیس راس گاؤ قسطاش جناب حبیب خان چک کے واسطے بھیجے اور گھوڑے خوب کاشغری کہ اہل تبت کلاں کے ہاتھ آئے تھے۔ وہ گھوڑے بھی ان سے لیے اور حیدر چک اور پسر غازی خان چک نے مسی کھانی اپنے بھائی حقیقی کو حبیب خان چک کے پاس بھیجا کہ اہل تبت کلاں نے وہ گھوڑے غازی خان چک کے واسطے نگاہ رکھے تھے۔ مناسب ہے کہ ان گھوڑوں کو بھیجے تو ہم غازی خان کی خدمت میں روانہ کریں۔ حبیب خان چک ترکمانی نے در جواب اس کے قریب دو سو آدمی کے

besturdubooks.wordpress.com

اس نیت سے روانہ کیے کہ منازعت درمیان میں ڈالیں لیکن لوگوں نے درمیان میں آکر صلح کروائی۔ آتش فساد ساکن ہوئی بعد اس کے سری نگر کی طرف آیا اور یہ تمام اشیاء وہاں کے آدمیوں کو تقسیم کیں اور ۹۶۲ نو سو باسٹھ ہجری میں زلزلہ عظیم کشمیر میں واقع ہوا۔ اکثر موضع اور شہر خراب اور منہدم ہوئے اور موضع نیلو اور آدم پور مع عمارت و اشجار آب بہٹ کے اس طرف سے منتقل ہو کر اس پار ظاہر ہوئے اور موضع ماور میں جو پہاڑ کے زیر دامن میں واقع ہے اس کے گرنے سے وہاں کے تخمیناً چھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔

اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ

جب پانچ ماہ ابراہیم شاہ کی حکومت کے گزرے اگرچہ اس وقت میں دولت چک در حقیقت فرمانروا تھا۔ زمانہ غازی خان چک کے موافق ہوا اور دولت چک مغلوب اور منکوب ہوا۔ غازی خان چک نے دم استقلال سے مارا اور اسمٰعیل شاہ کو برائے نام شاہ بنا کر ۹۶۳ نو سو ترسٹھ ہجری میں تخت پر بٹھایا اور اس سال حبیب خان چک نے چاہا کہ دولت چک سے یک دل ہو جاؤں یہ عزیمت کر کے مرداودن کے سمت متوجہ ہوا غازی خان چک نے نصرت خان چک سے یہ بات کہی کہ تیرا بھائی حبیب خان چک دولت چک سے مل گیا ہے مناسب یہ ہے کہ وہ نہ آنے پائے اور ہم دولت چک کو گرفتار کریں۔ کیونکہ اس کے آنے کے بعد کام مشکل ہوگا ناگاہ دولت چک کشتی میں سوار ہو کر حوض ڈل کی طرف مرغابی کے شکار کو گیا تھا۔ اس درمیان میں غازی خان چک نے تاخت کر کے اس کے گھوڑوں کو گرفتار کیا اور وہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اسے بھی گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری کہ وہ کور ہوا بعد اس کے حبیب خان چک آیا۔ غازی خان چک نے کہ اس سے ناراض تھا نازک چک کو جو دولت چک کا بھتیجا تھا طلب کر کے اسے وکالت کی تکلیف دی اور جو کہ غازی خان چک نے اس کے چچا کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی۔ اس تعصب سے منصب وکالت قبول نہ کیا۔ غازی خان چک نے چاہا کہ نازک چک کو بھی گرفتار کر کے مقید کرے۔ وہ خبردار ہو کر بھاگا اور حبیب خان چک کے پاس جا کر پناہ لی۔

حبیب شاہ بن اسمٰعیل

جب دو سال اسمٰعیل شاہ کی حکومت سے گزرے قضائے الٰہی سے فوت ہوا۔ غازی چک نے اس کے فرزند کو سریر حکومت پر متمکن کیا اور آخر ۹۶۴ نو سو چونسٹھ ہجری میں نصرت خان چک اور نازک چک اور سنکر چک برادر غازی خان چک اور یوسف چک اور ہستی خان چک سب نے ایک جگہ جا کر آپس میں عہد کر کے یہ تجویز کی کہ آج غازی خان چک نے دوا استعمال کی ہے اور اس کا بھائی حسین خان چک قید ہے اسے زندان سے برآوردہ کر کے غازی خان چک کو ہلاک کریں جب یہ خبر غازی خان چک کو پہنچی۔ یوسف چک اور سنکر چک کو راضی کر کے اپنے پاس طلب کیا اور حبیب خان چک اور نصرت خان چک اور درویش چک نہ گئے اور یہ بات کہی کہ ہم علماء اور قاضیوں کو درمیان میں لا کر عہد و قول اس سے لے کر جائیں گے نہیں راہ فرار اختیار کریں گے اور نصرت خان چک غازی خان چک کے پاس بے قول گیا۔ زندان مصیبت میں گرفتار ہوا اور حبیب خان چک نے باتفاق نازک خان چک کے پلوں کو توڑ کر خروج کیا اور ہستی خان چک بہ جمعیت تمام آکر اس سے ملحق ہوا۔ غازی خان چک نے لشکر کثیران کے مقابلہ کو بھیجا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی اور غازی خان چک کا لشکر شکست کھا کر متفرق ہوا۔ بعض گرفتار ہوئے اور حبیب خان چک فتح کر کے کھویہ ہامون کی طرف گیا اور غازی خان چک اس شکست کے بعد حبیب خان چک کے مدافعہ کے واسطے خود سوار ہو کر دومرو کی طرف گیا اور تین چار کشتی بہم پہنچا کر مع تین فیل اور تین ہزار ظاہراً تین سو آدمی ہیں۔ مرد جرار دریا سے عبور کیا اور جب خالد گڑھ کے میدان میں پہنچا۔ حبیب خان چک بھی اس کے مقابلہ کو آٹھ سو آدمی سے آکر ہم مصاف ہوا اور بعد جنگ شدید تاب مقاومت نہ لا کر آب بجہ کے پل میں در آیا اور گھوڑا اس کا اس پل سے عبور نہ کر

besturdubooks.wordpress.com

سکا۔ اس درمیان میں غازی خان چک کے ایک فیل بان نے اسے گرفتار کیا۔ غازی خان چک نے اس کا سر جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب فیل بان ہاتھ اس کے دہن کے قریب لے گیا۔ حبیب خان نے اس کی انگلیاں دانتوں سے پکڑ کر خوب کاٹیں۔ آخر فیل بان نے سر اس کا جدا کر دیا اور کلہ نامت میں کہ جہاں اس کا مکان تھا لا کر آویزاں کیا اور درویش چک اور نازک چک کو بھی گرفتار کر کے دار پر کھینچا اور چند عرصہ کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خان کے پاس سری نگر میں آیا پرگنہ کھوبہ ہامون کی جاگیرپائی اور سری نگر سے رخصت ہو کر پرگنہ زین گڑھ کے قصبہ بدانچہ کی طرف کہ وطن اس کا تھا گیا پھر سنکر چک اور فتح چک وغیرہ بہرام چک کے پاس جاکر آپس میں متفق ہو کر پرگنہ سوپہ پور میں آئے اور بنیاد فساد کی قائم کی۔ غازی خان چک نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو ان کے تدارک کے واسطے روانہ کیا اور وہ تاب جنگ نہ لا کر پہاڑ کی سمت بھاگے۔

غازی خان چک نے اسی روز انہیں ان کے تعاقب کو بھیجا وہ جاتے ہی اس جماعت کو گرفتار کر لائے۔ دوسرے دن یہ خبر پہنچی کہ بہرام چک سرکوب سے کسی طرف راہی ہوا اور سنکر چک اور فتح چک اس سے جدا ہوئے۔ غازی خان چک بسرعت تمام کھوبہ ہامون میں گیا اور چھ روز تک بہرام چک کی بہت تلاش کی لیکن ہاتھ نہ آیا اور جب احمد جورین برادر حیدر چک ولد غازی خان چک نے اس کی گرفتاری کا ذمہ کیا۔ غازی خان چک شہر میں پلٹ آیا احمد جورین نے سرکوب میں کہ مسکن ریشیان یعنی صوفیوں کا تھا جا کر انہیں گرفتار کیا اور بہرام چک کی جستجو کی وہ بولے کہ ہم نے اسے کشتی میں سوار کر کے امیر زینا کے مکان میں جو موضع بادیلی میں واقع ہے پہنچایا ہے اور ریشیان ایک فرقہ ہے کہ وہ ہمیشہ زراعت کرتے اور باغ لگاتے ہیں اور پھل و غلہ خدا کی راہ میں خیرات کرتے ہیں اور خود مجرد رہتے ہیں۔ الغرض جب احمد جورین امیر زینا کے پاس گیا اور بہرام چک کو بتلاش تمام گرفتار کر کے سری نگر میں لایا اور دار پر کھینچا۔ احمد جورین امیر اس فتح اور نصرت کے سبب مختص ہوا۔ ان دنوں میں شاہ ابوالمعالی کو کہ لاہور سے بھاگ کر بعضے ککر کے قید میں تھا پابہ زنجیر یوسف کے شانہ پر سوار ہو کر برآمد ہو اور کمال خان ککر کے ساتھ موافق ہو کر مرزا حیدر ترک کے مانند کشمیر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جب راجوری میں پہنچا مغلوں کی ایک جماعت بھی اس کے شریک ہوئی اور دولت چک اندھا اور فتح چک اور دوسرے چک اور لوہر ڈانگری بھی شاہ ابوالمعالی کے پاس آئے اور ۹۶۵ نو سو پینسٹھ ہجری میں کشمیر کے سمت متوجہ ہوئے اور جب بارمولہ میں پہنچے حیدر چک اور فتح خان چک جو راستہ کی محافظت کرتے تھے بھاگ کر موضع یادوکھی میں آئے اور شاہ ابوالمعالی نے عدالت کو کام فرما کر سپاہیوں کو رعایا کے جو رو تعدی سے ممانعت کی اور موضع بارمولہ میں جو یادوکھی کے قریب ہے۔ پہنچ کر ایک بلندی پر وارد ہوا اور غازی خان چک اپنے بھائی حسین خان چک کو ہراول کر کے موضع کھنوو میں مقیم ہوا اور کشمیریوں نے جو شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ تھے۔ اس کی بلا اجازت حسین خان چک کی فوج پر حملہ آور ہو کر پسپا کیا۔ غازی خان چک اس کی کمک کو پہنچا اور داد مردی و مردانگی دے کر بہت کشمیریوں کو تہ تیغ کر کے لڑائی فتح کی شاہ ابوالمعالی یہ حال دیکھ کر بے جنگ بھاگا اور جب گھوڑا اس کا راستہ میں تھک گیا ایک مغل جان نثار شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا کہ تازہ زور تھا شاہ کو اس پر سوار کیا اور اس کا گھوڑا ماندہ لے کر اسی مقام میں استادہ ہوا کشمیری کہ شاہ کے تعاقب میں آتے تھے۔ انہیں تیر باران کر کے روکا جب ترکش اس کے خالی ہوئے کشمیریوں نے اس بہادر کو نرغہ کر کے تیغ سیاست سے قتل کیا اور اس فرصت میں شاہ ابوالمعالی کو سون نکل گیا۔ سبحان اللہ بہادر اور خیر خواہ یہ لوگ تھے کہ اپنے آقا کی جانبری کے واسطے اپنے تئیں فدا کیا جان عزیز کا کچھ پاس نہ کیا۔

القصہ غازی خان یادوکھی میں پلٹ آیا اور جس مغل کو اس کے پاس لاتے تھے اس کی گردن مارتا تھا لیکن حافظ مرزا حسینی کو جو جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے خوانندہ تھے بہ سبب خوش خوانی کے انہیں قتل نہ کیا اور اس فتح کے بعد نصرت خان چک کو زندان سے نکال کر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت کے واسطے بھیجا اور نصرت خان چک بیرم خان سے مل کر متوسل ہوا اور ۹۶۶ نو سو

besturdubooks.wordpress.com

چیاسٹھ ہجری میں غازی خان کے مزاج میں ایک تغیر واقعہ ہوا۔ دست تعدی دراز کیا خلائق اس سے نہایت متنفر ہوئی اور مخبروں نے انہیں دنوں میں اسے یہ خبر پہنچائی کہ حیدر چک آپ کا فرزند بعض لوگوں کے اتفاق سے کشمیر لینا چاہتا ہے۔ غازی خان نے محمد جنید کو جو اس کا وکیل تھا اور بہادر بھٹ کو طلب کر کے یہ بات کہی کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں تم جا کر اسے نصیحت کرو تو وہ دوبارہ اس خیال فاسد کو اپنے دل میں راہ نہ دے۔ پھر محمد جنید نے حیدر چک کو اپنے مکان پر بلا کر بہت چشم نمائی کی اور سخت و ست کہا۔ حیدر چک نے طیش کھا کر خنجر محمد جنید کی کمر سے بزور نکال کر اس کے شکم پر مارا کہ وہ جانبر نہ ہوا۔ لوگوں نے ہجوم کر کے حیدر چک کو گرفتار کیا اور غازی خان کے حکم کے بموجب اسے قتل کر کے لاش اس کی زینہ گڑھ کے دروازہ پر آویزاں کی اور جو لوگ کہ اس کے شریک اور موافق تھے سب کو تہ تیغ کیا اور ۹۶۷ نو سو سرسٹھ ہجری میں مرزا قراء بہادر نے ہندوستان سے مع لشکر کثیر اور توپ زنجیر فیل آ کر لالہ پور میں تین ماہ اقامت کی اور کشمیریوں سے نصرت چک اور فتح چک وغیرہ اور ککر ان سے بھی ایک جماعت کثیر ہمراہ رکھتا تھا اور امیدوار تھا کہ مردم کشمیر میرے شریک ہوں گے۔ اس عرصہ میں نصرت خان چک اور فتح چک اور لوہر واگری اس کے پاس سے بھاگ کر غازی خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس سبب سے مرزا قراء بہادر کے لشکر میں بہت فتور برپا ہوا اور غازی خان چک کشمیر سے برآمد ہو کر نو روز کوٹ میں پہنچا اور پیادوں کو مرزا قراء بہادر کے مقابلہ کو بھیج کر شکست دی اور مرزا بھاگ کر قلعہ وائرہ میں داخل ہوا دوسرے دن میرزا قراء بہادر پھر پیادوں کی جنگ سے بھاگا اور اس کے ہاتھی پیادوں کے ہاتھ آئے اور پانچ سو مغل مارے گئے اور جب پانچ سال حبیب شاہ کی شاہی منقضی ہوئے غازی خان نے اسے گوشہ میں بٹھا کر خود فرمانروائی کا نشان بلند کیا اور نام بادشاہی کا دوسرے پر روانہ رکھا۔ خطبہ اور سکہ اپنا نام جاری کر کے اپنے تئیں غازی شاہ مشہور کیا۔

غازی شاہ

غازی خان چک نے شاہان کشمیر کے آئین کے موافق جلوس کیا اور اپنے تئیں غازی شاہ کا خطاب دیا۔ لیکن مرض جذام کے سبب سے کہ اس سے پیشتر بہم پہنچا تھا۔ ان دنوں میں اس کی شدت سے اس کی آواز متغیر ہوئی اور انگلیاں اس کی گرنے پر تھیں اور دانتوں میں زخم ظاہر ہوئے اور ۹۶۸ نو سو اڑسٹھ ہجری میں فتح خاں چک اور لوہر واگری اور بھی کشمیری غازی شاہ سے متوہم اور ہراساں ہو کر پہاڑوں میں داخل ہوئے اور غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین چک کو مع دو ہزار آدمی ان کے تعاقب میں بھیجا۔ جب موسم سرما اور برف باری کے ایام آئے مخالف ہلاک ہوئے اور جو باقی رہے کھنوار میں گئے اور وہاں سے مضطرب اور متردد ہو کر حسین خان چک کے پاس آ کر پناہ لی۔ حسین خان چک نے ان کے عفو گناہ کے لیے غازی شاہ سے درخواست کی اور شاہ نے ان کی تقصیر معاف فرما کر جاگیر خوب عنایت فرمائیں اور ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں غازی شاہ نے کشمیر سے برآمد ہو کر لار میں قیام کیا اور اپنے فرزند احمد خان کو فتح خان چک اور ناصر کناہچی اور بھی امرائے نامدار کے ہمراہ تبت کلاں کی تسخیر کو بھیجا اور جب یہ تبت سے پانچ کوس کے فاصلہ پر پہنچے فتح خان چک احمد خان کے بے رخصت جا کر شہر تبت میں داخل ہوا۔ اہل تبت اس کا سازو سامان دیکھ کر جنگ پر راضی نہ ہوئے اور پیشکش بہت قبول کی اور وہاں سے جلد برخاست کرایا۔ اس کے بعد احمد خان کے دل میں یہ ہوس ہوئی کہ فتح خان چک تبت میں جا کر فائز المرام ہو کر آیا۔ اگر میں بھی ایسا کروں گا اہل کشمیر میری تعریف کریں گے یہ تجویز کر کے تنہا چلنے کا ارادہ کیا۔ فتح خان چک نے عرض کی کہ آپ کا جریدہ جانا مناسب نہیں ہے۔ اگر یہی ارادہ ہے جمعیت لے کر جائیے۔ احمد خان نے اس کے کہنے پر التفات نہ کی۔ پانچ سو آدمی لے کر روانہ ہوا اور فتح خان چک کو لشکرگاہ میں چھوڑا اہل تبت نے جب احمد خان کو جریدہ دیکھا جمعیت کر کے اس پر تاخت لائے وہ تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگا اور فتح خان کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ آج میں تبتیوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کو جاتا ہوں تم میری فوج کے آگے چلو وہ بلا توقف جریدہ آگے روانہ ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

اہل تبت اسے تنہا دیکھ کر جنگ میں مشغول ہوئے۔ فتح خان کی رگ شجاعت اور غیرت جنبش میں آئی۔ تنہا جنگ کر کے مارا گیا۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر احمد خان سے نہایت ناراض ہوا اور سخت و سست کہا۔ ایام دولت اس کے چار برس کے بعد آخر ہوئے۔

حسین شاہ

یہ غازی شاہ کا بھائی تھا۔ ۹۷۱ نو سو اکہتر ہجری میں غازی شاہ تبت کلاں کی تسخیر کے ارادہ سے کشمیر سے برآمد ہوا اور مولد کھار میں استقامت کی اور غلبہ مرض جذام کے سبب اس کی آنکھیں بیکار ہوئیں اور آخر عمر میں شعار بدی کر کے خلق پر دست تعدی دراز کرتا تھا اور بے صدور قصور لوگوں سے جرمانہ لیتا تھا۔ اس سبب سے آدمی اس سے رنجیدہ ہو کر دو گروہ ہوئے۔ ایک جماعت اس کے فرزند احمد خان کی شریک ہوئی اور ایک جماعت اس کے بھائی حسین چک کی مدد و معاون ہوئی۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر مولد کھار سے مراجعت کر کے سری نگر میں آیا اور جو حسین چک پر اس کی مہرو شفقت زیادہ تھی اسے اپنا جانشین کر کے سریر سلطنت پر بٹھایا اور غازی شاہ کے تمام وکلاء اور وزراء حسین چک کے مکان پر حاضر ہوئے اور شرائط خدمتگاری اور لوازم فرمان برداری میں قیام کیا اور پندرہ روز کے بعد غازی شاہ نے تمام قماش اور اسباب اپنا دو حصہ کر کے ایک حصہ اپنے بیٹوں کو دیا اور دوسرا حصہ مہاجنوں کے سپرد کیا کہ اس کی قیمت پہنچا دیں۔ مہاجن حسین چک کے پاس داد خواہ ہوئے۔ حسین چک نے غازی شاہ کو منع کیا اور غازی شاہ نے رنجیدہ ہو کر چاہا کہ اپنے فرزند کو جانشین کرے۔ حسین چک یہ خبر سنتے ہی احمد خان پسر غازی شاہ اور ابدال خان اور بھی اعیان دولت کو طلب کر کے اپنی اطاعت کے بارہ میں ان سے عہد و پیمان لیا۔ غازی شاہ ترک سلطنت سے نہایت پشیمان ہوا۔ اپنے خاص آدمیوں اور مغلوں کو طلب کر کے جمعیت کی اور حسین چک بھی مقابلہ کو آمادہ ہوا۔ اہالی شہر اور قصبات نے درمیان میں آکر آتش فساد ساکن کی اور غازی شاہ نے شہر سے برآمد ہو کر رہین پور میں اقامت کی اور تین مہینے کے بعد پھر سری نگر میں آیا اور حسین چک نے استقلال تمام بہم پہنچا کر ولایت کشمیر آدمیوں کے درمیان میں تقسیم کی اور ۹۷۲ نو سو بہتر ہجری میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی شنکر چک کو راجوری اور نوشہرہ جاگیر دے کر رخصت کیا اور اس کے بعد یہ خبر پہنچی کی شنکر چک نے خروج کیا ہے۔ اس واسطے اس کی جاگیر محمد خان ماکری کے نام مقرر کی اور احمد خان اور فتح خان چک اور سید مسعود اور مانک چک کو مع لشکر جرار اس کے تدارک کو تعینات فرمایا۔ انہوں نے جا کر فتح کی اور حسین چک ان کے استقبال کو گیا اور باعزاز تمام انہیں سری نگر میں لایا اور چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ احمد خان اور محمد خان ماکری اور نصرت خان چک اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چاہا انہیں کسی ڈھب سے گرفتار کروں انہوں نے یہ خبر سنی تو بہ جمعیت تمام حسین چک کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب حسین چک نے دیکھا کہ یہ لوگ حقیقت حال سے واقف ہوگئے ہیں تو ملک لونڈنی لوند کو ان کے پاس بھیجا کہ انہیں ایک جا فراہم کر کے عہد و پیمان لے کہ کوئی شخص کسی سے عداوت نہ کرے۔ ملک لونڈنی ان کے پاس گیا اور مقدمات صلح میں مشغول ہوا اور سب احمد خان کے مکان پر گئے اور یہ تجویز کی کہ احمد خان جو چند روز سے حسین چک کے پاس نہیں گیا تھا اسے حسین چک کے مکان پر لے جائیں۔ احمد خان نے بعد مبالغہ اور اصرار کے قبول کیا اور نصرت خان چک اور ملک لونڈنی لوند کے ہمراہ حسین چک کے مکان پر گیا اور قاضی حبیب جو اس شہر سے تھا مع محمد ماکری اس مقام میں حاضر ہوا اور دیوان خانہ میں مجلس منعقد ہوئی اور جب رات ہوئی حسین چک نے کہا کہ ہم آج شب کو تنبورہ (قبتو بازی) نوازی کریں گے۔ جو یہاں قاضی متشرع ہے تم سب کوٹھے پر چل کر محفل سرور میں شریک ہو میں بھی پیچھے آتا ہوں۔ جب یہ کوٹھے پر گئے آدمیوں کو بھیج کر انہیں قید کیا اور بعد اس کے علی خان اور خان زمان کو کہ اصلی نام ان کا فتح خان تھا مع لشکر کثیر شنکر چک کے مدافعہ کو جو راجوری کے قریب تھا بھیجا اور فتح خان عرف خان زمان نے مع لشکر ظفر پیکر جا کر اسے شکست دی اور غالب ہو کر واپس آیا اور خان زمان نے اختیار تمام پیدا کیا اور امراء کو یہ حکم ہوا کہ تم ہر روز اس کے مکان پر جایا کرو اور ۹۷۳ نو سو تہتر

besturdubooks.wordpress.com

ہجری میں امرا نے غیبت خان زمان کی حسین چک سے کی تو اس نے لوگوں کو اس کے مکان پر جانے کی ممانعت کی اور خان زمان کشمیر سے نکل جانے کی فکر میں تھا کہ حسین ماکری نے آکر خان زمان سے یہ بات کہی کہ تو کیوں شہر سے نکلتا ہے حسین چک شکار کو گیا ہے اور مکان اس کا خالی ہے۔ اس کے مکان پر جاکر اس کے تمام اسباب اور خزانوں پر متصرف ہو' پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اس نے یہ بات پسند کی اور باتفاق فتح خان چک اور لوہر ماگری اور مثل ان کے حسین چک کے مکان پر جاکر دروازہ میں آگ لگائی اور چاہا کہ احمد خان اور محمد خان ماکری اور نصرت خان کو زندان سے برآوردہ کروں مسعود مانک وانگری جو جیل خانہ کا داروغہ تھا اس نے پانی دیوان خانہ کے صحن میں اس قدر چھڑکایا کہ دلدل ہوگئی اور دولت خان نام ایک شخص مردم چک سے ترکش باندھے کھڑا تھا۔ بہادر خان ولد خان زمان نے اس پر حملہ کر کے تلوار کا وار کیا لیکن ترکش پر پڑا وہ محفوظ رہا۔ پھر دولت خان نے ایک تیر ایسا اس کے گھوڑے کی آنکھ میں مارا کہ گھوڑا چراغ پا ہوا اور بہادر خان اس کی پشت سے زمین پر گرا مسعود مانک وانگری نے جاتے ہی اس کا سر خنجر سے کاٹا اور خان زمان جو باہر کھڑا تھا بھاگا اور مسعود مانک نے اس کا تعاقب کر کے گرفتار کیا اور حسین چک کے روبرو لے گیا اور حسین چک کے حکم کے موافق سے زین گڑھ میں لے جاکر ناک کان دست و پا کاٹ کر سولی پر چڑھایا اور حسین چک نے مسعود مانک وانگری کو فرزند ارجمند کہہ کر ساتھ خطاب مبارز خانی کے سرفراز فرمایا اور پرگنہ بالکل کو اس کی جاگیر مقرر کی اور ۹۷۴ نو سو چوہتر ہجری میں حسین چک نے احمد خان پسر غازی شاہ اور نصرت خان چک اور محمد خان ماکری کی آنکھوں میں میل کھچوائی۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر نہایت محزون اور ملول ہوا اور اس کو فتہ میں بیمار ہو کر مر گیا اور حسین چک مدرسہ بنا کر وہاں کے علما اور صلحا کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور پرگنہ زین پور ان کی جاگیر مقرر کی اور ۹۷۵ نو سو پچھتر ہجری میں لونڈی لوند نے یہ خبر حسین چک کے سمع مبارک میں پہنچائی کہ مسعود مانک وانگری المخاطب مبارز خان کہتا ہے جو حسین چک نے مجھے فرزند کہا ہے چاہیے کہ اپنے خزانہ سے مجھے بھی حصہ دے۔ یہ سنتے ہی حسین چک نہایت آزردہ ہوا۔ ایک دن مسعود مانک وانگری المخاطب بمبارز خان کے مکان پر گیا اور اصطبل میں گھوڑے افراط سے دیکھ کر اس کا دل اور بھی مبارز خان سے منحرف ہوا اور اسے یوں محبوس کیا اور تمام مہمات ملکی لونڈی لوند کے متعلق ہوئیں اور عرصہ قلیل میں وہ بھی بسبب اس جرم کے کہ اس نے چالیس ہزار خروار دھان سرکار سے خیانت کیے تھے۔ قید ہوا اور علی کوکا بجائے اس کے منصوب ہوا اور ۹۷۶ نو سو چھتر ہجری میں قاضی حبیب جو حنفی مذہب تھا روز جمعہ کو مسجد جامع سے برآمد ہو کر دامن کوہ ماراں میں قبروں کی زیارت کے لیے گیا تھا۔ یوسف نامی کہ شیعہ مذہب تھا اس نے تلوار غلاف سے کھینچ کر قاضی کے سر پر رسید کی وہ مجروح ہوا۔ پھر دوسرا وار کیا قاضی نے سر دست اپنا ہاتھ سپر کیا انگلیاں کٹ گئیں اور اختلاف مذہب کے سوا کوئی امرا اور تعصب کا درمیان میں نہ تھا۔ مولانا کمال کہ قاضی کا داماد تھا اور سیالکوٹ میں جا کرورس میں مشغول رہتا تھا۔ قاضی کے ہمراہ تھا یوسف قاضی کو زخمی کر کے بھاگا اور حسین چک نے باوصف اس کے کہ خود شیعہ مذہب تھا یہ خبر سن کر یوسف کی گرفتاری کو آدمی تعین کیے وہ اسے پکڑ لائے اور حسین چک نے فقہا یعنی دانشمندوں کو مثل ملا یوسف اور ملا فیروز اور مانند ان کے ایک جا کر کے فرمایا کہ جو کچھ اس کے بارہ میں شرع کے موافق ہو فتویٰ جاری کرو۔ عالموں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کا قتل کرنا ازروئے سیاست جائز ہے قاضی جو زخمی ہوا تھا اس نے جواب دیا کہ میں زندہ ہوں۔ اس شخص کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ آخر اسے سنگسار کیا اتفاقاً ان دنوں میں ایک جماعت کہ ساتھ اس کے مذہب اور اعتقاد میں ایک تھی۔ مثل مرزا مقیم اور میر یعقوب پسر بابا علی برسم سفارت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی درگاہ سے آئے جب بھیرہ پور میں پہنچے حسین چک ان کے استقبال کو ایک خیمہ عالی استادہ کر کے مقیم ہوا جب سنا کہ ایلچی قریب آئے حسین چک برآمد ہوا اور ایلچیوں کو لا کر خیمہ میں اکیلا بٹھایا اور بعد اس کے ایلچی حسین چک کے فرزند کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہوئے اور حسین چک خشکی کے راستہ سے کشمیر میں گیا اور حسین ماکری کا مکان ان کے نزول کے واسطے مقرر کیا اور بعد چند روز کے مرزا مقیم کہ وہ بھی ساتھ یوسف کے ہم مذہب تھا۔ اس نے حسین چک سے یہ

besturdubooks.wordpress.com

بات کہی کہ جو تم نے یوسف کو مفتیوں کے کہنے سے قتل کیا ان مفتیوں کو میرے پاس بھیجو۔ حسین نے مفتیوں کو ان کے پاس بھیجا۔ قاضی زین جو یوسف کا ہم مذہب تھا اس نے مفتیوں سے یہ تقریر کی کہ تم نے فتوے میں غلطی کی ہے۔ مفتیوں نے جواب دیا ہم نے فتویٰ علی الاطلاق اس کے قتل کے واسطے نہیں دیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کا قتل کرنا سیاست کے واسطے روا ہے۔ مرزا مقیم نے مفتیوں کو سر دربار برا بھلا کہہ کر فتح خان چک کے سپرد کیا اور انہیں بہت ایذا دی اور حسین چک کشتی میں بیٹھ کر کمراج کی سمت گیا اور فتح خان چک نے مرزا مقیم کے کہنے سے مفتیوں کو مقتول کر کے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور لاشیں ان کی کوچہ و بازار میں پھرائیں اور حسین چک نے اپنی دختر مع تحفہ و ہدایا ایلچیوں کے ہمراہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں بھیج کر اطاعت ظاہر کی۔

علی شاہ

۹۷۷ نو سو ستتر ہجری میں خبر پہنچی کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے مرزا مقیم کو مفتیوں کے خونہائے ناحق کے عوض میں قتل کیا اور حسین چک کی بیٹی واپس بھیجی اور حسین چک کو یہ خبر سنتے ہی اسہال دموی عارض ہوا یعنی خون کے دست آنے لگے۔ جب تین چار ماہ اسی حال میں گزرے اس وقت میں حسین چک نے محمد خان اور بھٹ یوسف فرزند علی خان چک سے یہ بات کہی کہ تو علی خان چک کے پاس جو سوپور میں ہے جا کر مقیم ہو جب بھٹ یوسف علی خان چک کے پاس گیا اور لوگ بھی باری باری بھاگ کر علی خان چک کے پاس حاضر ہوئے اور حسین چک نے جب یہ خوشخبری سنی آدمی بھیج کر علی خان چک کو یہ پیغام دیا کہ ہم سے کیا گناہ واقع ہوا بلکہ میرے فرزند کو بلا تعرض تیرے پاس بھیجا علی خان چک نے اس کے در جواب کہلا بھیجا کہ میری بھی کچھ تقصیر نہیں ہے۔ آدمی خود بخود بھاگ کر میرے پاس چلے آتے ہیں ہر چند انہیں سمجھاتا ہوں۔ فائدہ نہیں بخشتا آخر علی خان چک سری نگر کی طرف متوجہ ہو کر سات کوس پر وارد ہوا۔ ملک لونڈی لوند بھاگ کر علی خان چک کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسین چک نے شہر سے برآمد ہو کر جلہ حاجم میں جو شہر سے ایک کوس پر ہے مع لشکر نزول کیا اور احمد اور محمد ماکری کہ اس کے امراء کے سلک میں منتظم تھے۔ اسی رات کو علی خان چک کے پاس بھاگ آئے اور دولت چک کہ حسین چک کے مقربوں سے تھا۔ اس نے اس سے یہ بات کہی کہ جو تمام آدمی ہمارے پاس سے بھاگے جاتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اسباب شاہی جس کے واسطے نزاع ہے علی خان چک کے پاس کہ تمہارا بھائی ہے غیر نہیں ہے۔ بھیج دو حسین چک نے چتر اور قسطاس اور تمام جلوس شاہی یوسف کے ہاتھ علی خان کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ گناہ میرا یہ ہے کہ بیمار ہوں نہیں تو میں خود اس اسباب کے ہمراہ آتا۔ پھر علی خان چک حسین چک کے مکان پر عیادت کو آیا پھر دونوں بھائی بغلگیر ہو کر گریہ و زاری کرنے لگے پھر حسین چک نے شہر علی خان چک کے سپرد کر کے زین پور میں آکر اقامت کی اور علی خان چک علی شاہ ملقب ہوا اور امر شاہی ساتھ اس کے رجوع ہوئے اور دو کہہ کہ وکیل حسین چک کا تھا معتمد علیہ وکیل السلطنہ ہوا اور حسین چک کا پیمانہ حیات آب بقا سے لبریز ہو کر دست قضا سے ٹوٹا اور علی شاہ نے اس کے جنازہ کے ہمراہ جا کر اسے حیران بازار کے قریب دفن کیا اور انہیں دنوں میں شاہ عارف درویش جو اپنے تئیں شاہ طہماسپ صفوی بادشاہ ایران کی اولاد سے شمار کرتا تھا اور شیعہ مذہب تھا بلباس فقرا اور ارباب تصوف لاہور سے حسین قلی خان ترکمان حاکم پنجاب کے پاس سے برآمد ہو کر کشمیر میں آیا والی کشمیر علی شاہ کہ شیعہ مذہب تھا۔ اس بزرگوار کے آنے سے نہایت محظوظ ہوا اور شرائط تعظیم و تکریم کے بعد اعتقاد اور ارادت کے اظہار کے واسطے اپنی دختر اس کے عقد ازدواج میں لایا اور اس کو مہدی آخر الزمان سمجھ کر معتقد ہوا اور علی چک اور نوروز چک اور ابراہیم چک یعنی غازی شاہ کے فرزندوں نے کہ تمام رافضی تھے اس سے اس قدر اعتقاد بہم پہنچایا کہ سجدہ کرتی تھے اور آخر کو اسے ہر امور کے لائق جان کر قرار دیا کہ اسے سریر شاہی پر بٹھا دیں۔

جب یہ خبر علی شاہ کے کان میں پہنچی اس سے نہایت رنجیدہ ہو کر ایذا رسانی کے در پے ہوا اور شاہ عارف کی کیمیاگری اور تسخیر جن

besturdubooks.wordpress.com

میں مشہور تھا اس مضمون کو دریافت کر کے یہ مشہور کیا کہ میں یہاں نہ رہوں گا۔ ایک دن میں بزور علم تسخیر لاہور کی طرف یا اور ولایت کی سمت جاؤں گا۔ اس کے بعد پوشیدہ ہوا تو لوگ اعتقاد کریں کہ غیبت کی ہے لیکن تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفی ملاحوں کو دے کر کشتی میں سوار ہو کر بارمولہ میں پہنچ کر پہاڑ پر برآمد ہوا۔ علی شاہ نے آدمی اس کی گرفتاری کو بھیجے اور وہاں سے طلب کر کے حوالات میں بند کیا اور جب دوبارہ بھاگا لوگ کوہ مہتر سلیمان سے پھر گرفتار کر لائے اس مرتبہ علی شاہ نے ہزار اشرفی اپنی دختر کے مہر کے عوض اس سے لے کر طلاق لی اور اس کے خواجہ سرا کو بھی جدا کر لیا اور چند روز قید کر کے تبت کی طرف رخصت کیا اور علی رائے والی تبت جو آل عبا کی محبت کا دم مارتا تھا عارف شاہ درویش کے استقبال کو روانہ ہوا اور اس کے قدم میمنت لزوم کو موہبت عظمیٰ تصور کر کے اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور عارف شاہ کو اپنے ملک میں متوطن کر کے بارادت تمام اپنی بیٹی کو جسے نہایت عزیز اور شریف جانتا تھا اس کے عقد نکاح میں دے دیا اور شاہ عارف چند روز وہاں رہے۔ اس کے بعد حضرت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حسب الطلب ارادہ سفر ہندوستان کر کے دارالخلافت آگرہ میں پہنچتے ہی دار بقا کی طرف کوچ کیا اور ۹۷۹ نو سو اناسی ہجری میں علی چک ولد نوروز چک علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ دو کہہ نے میری جاگیر میں آ کر خلل ڈالا ہے۔ اگر سرکار اسکا تدارک کر کے ممانعت نہ فرمائے گی میں اپنے گھوڑوں کے شکم پھاڑ ڈالوں گا۔ علی شاہ یہ معاسن کر سمجھا کہ مقصود اس کا میرے شکم پھاڑنے سے ہے۔ اس سبب سے آتش غضب اس کے دماغ میں شعلہ زن ہوئی اسے قید کر کے ولایت کمراج میں بھیجا اور وہاں سے بھاگ کر حسین قلی خان حاکم پنجاب کے پاس گیا اور جب ملاقات کے وقت حسین قلی خان تواضع متعارفہ بجا نہ لایا تو لاہور سے نکل کر پھر ولایت کشمیر میں آیا اور علی شاہ نے اسے پھر گرفتار کر کے مقید کیا اور بعد چند روز کے پھر قید خانہ سے بھاگا اور نوشہرہ میں داخل ہوا۔ علی شاہ نے لشکر اس کے سر پر بھیج کر پھر دستگیر کیا اور ۹۸۲ نو سو بیاسی ہجری میں علی شاہ نے کستوار پر جس کو کشتوار بھی کہتے ہیں لشکر کشی کی اور وہاں کے حاکم سے اپنے پوتے یعقوب کے لیے دختر لے کر معاودت فرمائی اور انہی دنوں میں ملا عشقی اور قاضی صدرالدین جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دربار سے برسم رسالت آئے۔ علی شاہ نے اپنے بھیجے کی بیٹی شہزادہ کامگار سلطان کی خدمت کے واسطے ملا عشقی اور قاضی صدرالدین کی مصاحبت سے مع تحفہ اور ہدایا بطور پیشکش ارسال کی اور خطبہ اور سکہ ولایت کشمیر کا محمد اکبر بادشاہ کے نام جاری کیا اور اس عرصہ میں یوسف فرزند علی شاہ نے محمد بھٹ کے اغوا سے ابراہیم خان ولد غازی خان کو بے اجازت باپ کے مقتول کیا اور باپ کے خوف سے محمد بھٹ کے ہمراہ بھاگ کر بارمولہ میں گیا اور علی شاہ اس کی اس حرکت خلاف وضع سے نہایت آزردہ اور اس کے تدارک کی فکر میں ہوا۔ لوگوں نے یوسف کی عفو تقصیر کی درخواست کر کے اسے طلب کیا اور محمد بھٹ کو جو اس فساد کا باعث تھا قید کیا اور ۹۸۲ نو سو بیاسی ہجری میں علی شاہ لشکر کستوار کہ اسے کشتوار بھی کہتے ہیں لے گیا اور اس مقام کے حاکم کی لڑکی اپنے پوتے یعقوب کے لیے لے کر صلح کی اور واپس شہر آیا اور ۹۸۳ نو سو تراسی ہجری میں علی شاہ جمال نگری کی سیر کے واسطے مع اہل و عیال روانہ ہوا اور حیدر خان نام پسر محمد شاہ اولاد شاہ زین العابدین سے جو گجرات میں رہتا تھا جس وقت کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کو لیا اس کے ہمراہ رکاب ہندوستان کی طرف آیا اور وہاں سے نوشہرہ پہنچا اور اس کا چچیرا بھائی سلیم خان جو وہاں رہتا تھا مع جماعت اپنی اس سے ملحق ہوا علی شاہ نے ایک جماعت کثیر اور جم غفیر لوہر چک کے ہمراہ بھیجی اور محمد خان چک نے جو راجوری میں رہتا تھا لوہر چک کی سرداری سے حسد کر کے اسے قید کیا اور اس کے لشکر کو لے کر حیدر خان کے پاس نوشہرہ میں آیا اور یہ بات کہی کہ اسلام خان کو کہ مرد مردانہ ہے۔ میرے ہمراہ بھیجو تو جا کر ولایت کشمیر کو تمہارے واسطے فتح کروں۔ حیدر خاں اس کی بات سے غرہ ہوا اسلام خان کو اس کے ہمراہ بھیجا۔ جب موضع پکھیم میں وارد ہوا صبح کے وقت محمد خان چک اسلام خان کو بہ عذر قتل کر کے سیدھا علی شاہ کے پاس گیا اور مورد الطاف ہوا اور علی ماکری اور داؤد گزار وغیرہ جنہوں نے حیدر خان کی دولت خواہی کا ارادہ کیا تھا محبوس ہوئے اور ۹۸۴ نو سو چوراسی ہجری میں کشمیر میں قحط عظیم پڑا۔ اکثر آدمی بھوک کی شدت

besturdubooks.wordpress.com

سے ہلاک ہوئے اور ۹۸۵ نو سو پچاسی ہجری میں علی شاہ نے مسجد پر برآمد ہو کر علماء اور صلحاء سے صحبت کی اور کتاب مشکوۃ شریف اس مجلس میں لا کر اس حدیث کے موافق جو فضائل توبہ میں وارد ہے توبہ کر کے غسل کیا اور نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوا اور بعد فراغ چوگان بازی کے واسطے سوار ہو کر میدان عید گاہ چوگان بازی میں مصروف ہوا ناگاہ حنہ زین کا اس زور سے اس کے شکم پر لگا کہ اس کے صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔

یوسف شاہ

جب علی شاہ فوت ہوا اس کا بھائی ابدال خان اپنے بھتیجے یوسف خان کے خوف سے اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔ یوسف نے سید مبارک خان اور بابا خلیل کو ابدال خان چک کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ آ کر اپنے بھائی کو دفن کریں اور اگر مجھ کو یہ شاہی منظور فرمادیں فبہا والاتم حکومت کرو میں تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری میں حاضر رہوں گا۔ جب انہوں نے یہ پیغام یوسف کا ابدال چک کو پہنچایا اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے کہنے سے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر پکا خدمت کا کمر جان پر باندھتا ہوں۔ اگر وہ مجھے کسی طور کی مضرت پہنچادے گا اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ سید مبارک خان جو ابدال خان چک سے عداوت رکھتا تھا بولا کہ میں یوسف کے پاس جا کر اس سے عہدو پیمان لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کی مجلس سے برخاست کر کے یوسف شاہ کے پاس گیا اور نفسانیت سے یہ بات کہی کہ وہ میرے کہنے سے نہیں آتا تم پہلے اس کی تدبیر کر لو بعد اس کے علی شاہ کو دفن کرنا یوسف شاہ خود سوار ہو کر اس کے سر پر گیا اور ابدال خان چک اس سے مقابلہ کر کے مارا گیا اور سید مبارک خان کا فرزند جلا خان بھی اس معرکہ میں قتل ہوا۔ دوسرے دن علی شاہ شیعوں کے طریق میں دفن ہوا اور یوسف شاہ نے بجائے اس کے سریر حکومت پر جلوس کیا اور دو ماہ کے بعد سید مبارک خان اور علی خان چک نے بقصد فتنہ و فساد دریا سے عبور کیا اور یوسف شاہ باتفاق محمد ماکری روانہ ہوا اور محمد ماکری کہ ہراول اس کا تھا۔ سبقت کر کے مع ساٹھ مرد اہل نبرد مخالفوں کے مقابلہ میں گیا اور قتل ہوا اور یوسف شاہ امان خواہ عطف عنان کر کے ہیرہ پور میں آیا اور سید مبارک خان یہ خبر سن کر لشکر کو آراستہ کر کے بہ نیت جنگ برآمد ہوا اور یوسف شاہ نے بے تاب مقاومت نہ لا کر موضع پرتھال کے جنگل میں پناہ لی اور سید مبارک خان اس کا پیچھا کر کے جنگ میں مصروف ہوا اور یوسف شاہ بھاگ کر پہاڑوں پر جو اس اطراف میں واقع تھے در آیا اور سید مبارک خان مظفر اور منصور ہو کر کشمیر میں داخل ہوا اور علی خان چک پسر نوروز چک کو کسی تقریب سے بلا کر قید کیا اور گوہر چک اور حیدر چک اور ہستی چک اس کے خوف سے ہراساں ہو کر پہلی مرتبہ اس کے پاس حاضر نہ ہوئے اور آخر کو بابا خلیل اور سید برخورداران کے پاس جا کر عہدو پیمان کی شرط بجالائے اور جملہ چک سید مبارک خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نقد رخصت حاصل کر کے اپنے مکانوں پر گئے اور رستہ میں یہ تجویز کی کہ ہم یوسف شاہ کو طلب کر کے اپنا شاہ کریں۔

چنانچہ ایک قاصد جلد یوسف شاہ کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے عمل سے پشیمان ہوئے اب ہم نے تیری شاہی قبول کی۔ سید مبارک خان یہ خبر سن کر مضطرب ہوا اور اس نے یہ تجویز کی کہ میں بھی اپنے بیٹوں اور غلاموں کو لے کر یوسف شاہ کے پاس حاضر ہوں۔ یہ نیت کر کے علی خاں چک ولد نوروز چک کو جو قید میں تھا ہمراہ لے کر شہر سے برآمد ہوا اور دولت چک کہ اس کے امرا سے تھا۔ جب س کے پاس سے بھاگا اس نے مضطرب ہو کر علی خان چک کو قید سے رہا کیا اور خود جریدہ بابا خلیل کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ حیدر چک نے علی خان چک سے پیغام کیا کہ یہ تمام کوشش اور جستجو تمہاری رہائی کے واسطے اور یوسف چک ولد علی خان چک نے اپنے باپ سے یہ بات کہی کہ حیدر چک غدر کے درپے ہے۔ علی خان نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا حیدر چک کے پاس جا کر اس کے ہمراہ ہوا۔ لوہر چک اور مثل اس کے سب ایک جگہ موجود تھے۔ جب علی خان چک کو دیکھا پکڑ کر قید کیا بعد اس کے سب نے یہ تجویز کی کہ لوہر چک کو شاہ بنا

besturdubooks.wordpress.com

دیں۔ اس مابین میں یوسف شاہ کالیور کی طرف پہنچا اور یہ خبر سنی کہ کشمیریوں نے لوہر چک کی شاہی قبول کی اور وہاں سے موضع ذالی میں آکر اپنے تمام آدمیوں کو ہمراہ لیا اور جموں کے راستے سے سید یوسف خان مشہدی کے پاس جو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے امرائے کبار سے تھا۔ استمداد کے واسطے لاہور میں آیا اور باتفاق اس کے اور راجہ مان سنگھ کے فتح پور سیکری میں آکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے جو ہمیشہ سے تسخیر کشمیر کی فکر میں تھا فرصت پا کر یوسف شاہ کی امداد کے بہانہ راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خان مشہدی کو کشمیر کی طروف روانہ کیا اور وہ دونوں یوسف خان کے باتفاق ۹۸۷ نو سو ستاسی ہجری میں فتح پور سے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے لیکن اس وقت میں لوہر چک کشمیر کی حکومت پر متمکن ہو گیا تھا۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب کو پیشتر بہ تعجیل تمام کشمیر کی سمت روانہ کیا تو وہاں جا کر لوگوں کو موافق کر کے لوہر چک کی شاہی میں خلل ڈالے اور جب یوسف شاہ اپنی ذات خاص سے سیالکوٹ میں پہنچا۔ سید یوسف خان مشہدی اور راجہ مان سنگھ کی کمک کا مقید نہ ہو کر راجوری کی طرف گیا اور اس مقام پر متصرف ہو کر منزل ٹھٹھہ میں پہنچا اور لوہر چک نے اس وقت یوسف کشمیری کو یوسف شاہ کے مقابلہ کو بھیجا۔ یوسف کشمیری مع فوج برآمد ہو کر یوسف شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوسف شاہ قوی پشت ہو کر جھوپل کے راستہ سے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے بطریق تاخت قلعہ سون پور میں آیا۔ لوہر چک حیدر چک اور شمس چک اور ہستی چک کے باتفاق یوسف شاہ کے مقابل آکر آب بھٹ کے کنارہ وارد ہوا اور چند روز کے بعد جنگ شدید وقوع میں آئی اور یوسف شاہ فتح یاب ہوا اور بعد فتح کے سری نگر کی طرف متوجہ ہو کر کشمیر میں داخل ہوا اور لوہر چک نے قاضی موسیٰ اور محمد سعادت بھٹ کے ذریعہ آکر یوسف شاہ سے ملاقات کی۔ پہلی ملاقات تو اچھی گزری آخر کو قید ہوا اور باغیوں سے بھی ایک جماعت کثیر مقید ہوئی۔ جب یوسف شاہ مہمات شاہی سے مطمئن ہوا ولایت کشمیر تقسیم کی یعنی شمس چک ولد دولت چک اور یعقوب اپنے فرزند اور یوسف کشمیر کو جاگیریں خوب دیں اور باقی خالصہ کے واسطے مقرر کیا اور بعض امرا کے کہنے سننے سے لوہر چک کی آنکھوں میں نیل کھینچی اور ۹۸۸ نو سو اٹھاسی ہجری میں یوسف شاہ نے شمس چک اور علی شیر چک اور محمد سعادت بھٹ کو ساتھ اس گمان کے کہ یہ لوگ باغی ہیں محبس میں قید کیا اور حبیب خان چک خوف سے موضع کھیتر کی طرف چلا گیا اور یوسف چک ولد علی خان چک جو یوسف شاہ کی قید میں تھا مع چاروں بھائیوں کے زندان سے برآمد ہو کر حبیب خان چک کے پاس موضع مذکور میں جا کر ملحق ہوئے اور وہاں سے تبت کے راجہ کے پاس کہ جس کا نام رو علی تھا جا کر اس سے کمک لی اور یوسف شاہ کے مقابلہ کو حدود کشمیر میں پہنچے اور بسبب اختلاف کے کہ درمیان ان کے واقع ہوا کچھ نہ بن پڑا۔ ایک دوسرے سے جدا ہوا اور سپاہی یوسف شاہی یوسف ولد علی خان چک اور محمد خان کو پکڑ لائے اور ان کے کان اور ناک کاٹے اور حبیب خان چک شہر میں پوشیدہ ہوا اور ۹۸۹ نو سو نواسی ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے کابل سے مراجعت فرما کر جلال آباد میں نزول اجلال اور طلوع اقبال فرمایا اور مرزا طاہر خویش مرزا سید خان شہیدی (مشہدی) اور محمد صالح عاقل کو برسم ایلچی گری کشمیر میں بھیجا اور جب یہ بارہ مولہ میں پہنچے یوسف شاہ استقبال کے واسطے روانہ ہوا اور فرمان کو بوسہ دے کر سر پر رکھ کر تسلیمات بجا لایا اور ایلچیوں کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں داخل ہوا اور اپنے فرزند حیدر خان اور شیخ یعقوب کشمیری کو باتحف و ہدیہ بسیار محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت میں روانہ کیا۔

حیدر خان ایک سال بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس کے بعد باتفاق شیخ یعقوب کشمیری کے نقد رخصت کشمیر حاصل کی اور ۹۸۹ نو سو نواسی ہجری میں یوسف شاہ لار کی سیر کو راہی ہوا اور شمس چک مع زنجیر قید خانہ سے بھاگ کر کہتوار میں گیا اور وہاں حیدر چک سے پیوستہ ہوا۔ یوسف شاہ نے یہ خبر سنتے ہی ان پر چڑھائی کی وہ متفرق ہو کر بھاگے اور یوسف شاہ نے مظفر اور منصور ہو کر سری نگر کی طرف معاودت کی اور ۹۹۰ نو سو نوے ہجری میں حیدر چک اور شمس چک کہتوار سے بقصد جنگ کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یوسف شاہ ان کے مقابلہ کے واسطے برآمد ہوا اور اپنے بیٹے یعقوب کو ہراول کیا اور بعد جنگ فتحیاب ہو کر سری نگر میں مراجعت کی اور رائے کہتوار کے

besturdubooks.wordpress.com

وسیلہ سے شمس چک کی خطا معاف کر کے اس کے واسطے جاگیر مقرر کی۔ حیدر چک وہاں سے برآمد ہو کر راجہ مان سنگھ کے پاس گیا اور ۹۹۲ نو سو بانوے ہجری میں یعقوب ولد یوسف شاہ اظہار اطاعت اور اخلاص کے واسطے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی شرف آستان بوسی سے مشرف ہوا اور جب آنحضرت فتح پور سے لاہور میں پہنچے۔ یعقوب نے اپنے باپ یوسف شاہ کو لکھا کہ بادشاہ کا قصد کشمیر میں آنے کا ہے۔ یوسف شاہ نے استقبال کی تیاری کی لیکن انہیں دنوں میں یہ خبر پہنچی کہ حکیم علی گیلانی برسم رسالت بادشاہ سے رخصت لے کر ٹھٹھہ میں پہنچا ہے۔ یوسف شاہ ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا اور خلعت شاہی زیب بدن کر کے ارادہ مصمم کیا کہ درگاہ کی طرف متوجہ ہو کر بادشاہ کو دیکھوں اس درمیان میں بابا خلیل اور بابامہدی اور شمس دولی نے متفق ہو کر یوسف شاہ سے یہ بات کہی کہ اگر اکبر بادشاہ کے پاس جاؤ گے ہم تجھے قتل کر کے تیرے فرزند یعقوب کو جو اسی عرصہ میں لاہور سے کشمیر میں آیا ہے سریر شاہی پر متمکن کریں گے۔ اس نے اس خوف سے اپنی عزیمت کو تعویق میں ڈال کر بادشاہ کے ایلچیوں کو رخصت کیا۔ لیکن جو محمد اکبر بادشاہ کشمیر کی تسخیر میں بند تھا۔ اس امر کا بہانہ کر کے شاہرخ مرزا اور شاہ قلی خان اور راجہ بھگوانداس کو کشمیر کی تسخیر پر مقرر فرمایا اور یوسف شاہ نے کشمیر سے برآمد ہو کر بارہ مولہ میں لشکر گاہ کیا اور جب خبر پہنچی کہ عساکر منصورہ پھولباس سرحد کشمیر تک آگئے ہیں سدراہ ہو کر اس کی آمد کا راستہ بند کیا اور اس کے چند عرصہ کے بعد جب موسم برف ریزی اور سرما کا پہنچا راہ مسدود ہوئی پیغام صلح درمیان میں آیا یوسف شاہ نے اپنے فرزند کو بجائے اپنے نصب کر کے اور عہدوپیمان لے کر راجہ بھگوانداس سے ملاقات کی اور خراج سالانہ معین اور قبول کر کے صلح کی اور امرائے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اسے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں لے گئے۔ لیکن بادشاہ کو صلح پسند نہ آئی۔ محمد قاسم میر بحر کو مع امرا ۹۹۵ ہجری میں بہ تہیہ جنگ رخصت فرمایا اور یعقوب شاہ کہ تخت کشمیر پر جلوہ گر تھا راستوں کو مسدود کر کے شاہی دہلی کی فوج کے مقابل فروکش ہوا۔ سردار کشمیر کے جو فساد پر آمادہ ہو کر شاہ کشمیر کی اطاعت سے منحرف تھے۔ اس وقت میں یعقوب شاہ سے رنجیدہ ہو کر محمد قاسم خان کے شریک ہوئے اور بعضوں نے شہر سری نگر میں نشان مخالفت کا بلند کیا۔

یعقوب شاہ گھر کی آتش فساد کی تسکین واجب و لازم جان کر لشکر گاہ سے پلٹ آیا اور فوج اکبر شاہی میدان صاف دیکھ کر کشمیر میں داخل ہوئی۔ یعقوب شاہ پہاڑوں پر بھاگ گیا اور محمد قاسم خان میر بحر شہر سری نگر پر متصرف ہوا اور کشمیر کے پرگنوں پر عامل مقرر کیے اور یعقوب شاہ چند عرصہ کے بعد جمعیت بہم پہنچا کر محمد قاسم خان میر بحر سے ہم مصاف ہوا اور باوجود اسکے کہ مغل بہت مارے گئے اس پر بھی یعقوب شاہ شکست پا کر منہزم ہوا اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد جمعیت کر کے سری نگر کی طرف متوجہ ہوا اور محمد قاسم خان میر بحر اس مرتبہ طاقت مقابلہ کی نہ لا کر قلعہ ارک میں قلعہ بند ہوا اور عرضداشت لکھ کر شاہ دہلی سے مدد طلب کی۔ بادشاہ نے سید یوسف خان مشہدی کو حاکم کشمیر کر کے محمد قاسم خان میر بحر کو حضور میں طلب کیا اور سید یوسف خان مشہدی جب کشمیر میں پہنچا تو یعقوب شاہ محمد قاسم خان کے محاصرہ سے دست کش ہو کر پہاڑوں میں در آیا اور یوسف خان مشہدی نے دو برس اس کا پیچھا کیا اور جس طور سے ممکن ہوا اسے دلاسا دے کر بادشاہ کی ملازمت میں بھیجا۔ الغرض یوسف شاہ اور یعقوب شاہ دونوں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے سلک امرا میں منتظم ہوئے اور ولایت بہار جاگیر پائی۔ اس تاریخ سے کشمیر کی بادشاہی شاہان دہلی کے قبضہ اقتدار میں آئی اور قبل اس سے مدت ہزار سال تک خطہ کشمیر کسی ہند کے بادشاہ نے مسخر و مفتوح نہ کیا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

احوال حکام ملی بار میں کہ بہ صفت اسلام متصف ہوئے اور اس ملک میں اسلام ظاہر ہونے کی عجیب کیفیت

واقفان احوال پر واضح و لائح ہو کہ واقعات ملوک ملی بار کسی تواریخ سے میری نظر میں نہیں گزرے۔ اس وسیلے مولف کتاب محمد قاسم فرشتہ کوائف مندرجہ رسالہ تحفہ المجاہدین پر اکتفا کر کے گزارش پرواز ہے کہ ملی بار ایک مملکت ممالک ہندوستان سے دکن کی طرف واقع ہے اور بسبب قرب جوار پیش از واقعہ قتل رام راج ہمیشہ ملی بار کے والی حکام بیجانگر اور کرناٹک کے مطیع اور فرمان بردار ہو کر تحف و نفائس بھیج کر اپنی مملکت کی حفاظت کرتے تھے اور ظہور اسلام سے پیشتر اور بعد ظہور اسلام یہود اور نصاریٰ کے گروہ برسم تجارت دریا کے راستہ سے اس ملک میں آمد و شد کرتے تھے اور آخر کو ملی باریوں اور ان کے درمیان میں منافع دنیوی کے سبب الفت بہم پہنچی اور بعض سوداگران یہود و نصاریٰ نے ولایت ملی بار کے شہروں میں سکونت اختیار کر کے کوٹھیاں اور دکانیں تیار کیں اور یہ آئیں طلوع آفتاب جہانتاب ملت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک مروج رہا۔ جب تاریخ ہجری دو سو سال سے متجاوز ہوئی ایک جماعت اہل اسلام عرب و عجم کے لباس فقر و درویشی میں بنادر عرب سے کشتی پر سوار ہو کر حضرت بابا آدم کے قدمگاہ کی زیارت کی عزیمت سے سرانديپ کی طرف کہ جس کو لنکا کہتے ہیں متوجہ ہوئی اور حسب اتفاق وہ کشتی ہوائے مخالف سے ملی بار کی طرف جا پڑی۔ اہل کشتی شہر کدنکلور میں وارد ہوئے اور وہاں کا حاکم مسمی ساموری تھا اور وہ زیور عقل و دانش سے آراستہ اور اخلاق ستودہ سے پیراستہ تھا۔ ان کی صحبت سے مشرف ہوا اور ادھر ادھر کا تذکرہ کر کے ان کے مذہب اور ملت سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اہل اسلام اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ساموری نے جواب دیا جن نے گروہ یہود و نصاریٰ اور ہنود سے جو تمہارے دین کے مخالف اور جہاں کے سیاح ہیں ان کی زبانی سنا ہے کہ یہ دین بلاد عرب و عجم و ترک میں مروج ہے۔ لیکن مجھے مسلمانوں کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ اب امیدوار ہوں کہ آپ سید الانبیا کے کچھ حالات صدق آیات اور معجزات باہرات بیان فرمائیں ایک ان فقرا میں سے جو علم و صلاح کی صفت سے موصوف تھا۔ اس نے آغاز کلام کر کے اس قدر حالات اور معجزات آنحضرت کے بیان فرمائے کہ ساموری کے دل میں حضرت رسالت پناہ کی محبت جوش زن ہوئی اور جب اسنے معجزہ شق القمر کا سنا بولا اے قوم یہ معجزہ بہت قوی ہے۔ اگر حق اور صدق ہے اور سحر نہ تھا تو جمیع بلاد قریب و بعید کے آدمیوں نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا ہوگا اور ہمارے ملک کا یہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی قضیہ بزرگ واقع ہوتا ہے۔ ارباب قلم اسے دفتروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ہمارے باپ اور دادا کا دفتر موجود ہے۔ اسے دیکھ کر تمہارے زر صدق کو محک امتحان پر جانچتا ہوں۔ پھر اہل دفتر کو بلا کر فرمایا کہ تم اس زمانہ کا (یعنی یہ معجزہ جس زمانہ میں واقع ہوا تھا) کھول کر شق القمر کا حال دیکھو جب وہ دیکھا گیا۔ اس مقام میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ میں دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر پیوستہ ہوا یہ سنتے ہی حقیقت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساموری پر ظاہر ہوئی اور نور ایمان اس کے چہرے پر چمکا اور صدق دل سے کلمہ طیبہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر جاری کیا اور باعتقاد تمام مسلمان ہوا جو اپنے قوم کے رئیسوں سے ڈرتا تھا۔ اس کو مخفی رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت کی اور مسلمانوں سے بانعام و احسان فراوان پیش آیا اور ان سے التماس کی کہ آپ حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام کے قدمگاہ کی زیارت کر کے پھر اس طرف رونق افروز ہو جائیے گا۔

فقراء باصفا رخصت ہو کر سرانديپ کی طرف روانہ ہوئے اور عرصہ قلیل میں اس کی التماس کے موافق بلدہ کدنکلور میں معاودت کی

besturdubooks.wordpress.com

اور سامری ان کی تشریف آوری سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوا اور لوازم تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور لازم سفر مکہ و مدینہ ہوا۔ لیکن جو علانیہ حج کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس مقدمہ میں یہ تدبیر اندیشہ کی یعنی مسلمانوں کو زر و مال فراوان دے کر یہ حکم دیا کہ تم پہلے اپنے جہاز کے استحکام میں کوشش کرو اور بعدہ آب و طعام اور مااحتیاج ضروری کثرت سے اس پر بار کر کے جمیع لوازم سفر دریا خوب ترین وجہ سے اہتمام کرو۔ جب یہ سامان درست ہو چکا اس وقت ارکان دولت اور سرداران قبیلہ کو اپنے پاس بلا کر یہ بات کہی کہ مجھے عبادت الٰہی کا شوق غالب ہوا ہے چاہتا ہوں کہ خلائق کی صحبت سے چند روز خلوت میں بیٹھ کر اپنے خالق کی یاد میں بسر کروں اور ان دنوں میں تم میری ملاقات سے متعذر رہو گے اور ایک دستور العمل اپنے خط خاص سے لکھ کر تمہیں سپرد کرتا ہوں تم جمیع مہمات شاہی کو موافق اس کے انجام دینا میرے پاس عرض مکرر کے محتاج نہ رہنا القصہ بعد گفتگوئے دراز سبھوں نے عہد و پیمان کر کے یہ اقرار کیا کہ ہم آپ کے فرمان سے تجاوز نہ کریں گے۔ پھر سامری نے بخط ملی باری ایک دستور العمل لکھ کر جمیع ممالک ملی بار کے امرا اور معتمدین پر تقسیم کیے اور یہ فرمایا کہ اس دستور العمل پر بطناً بعد بطن کاربند ہونا اور ایک دوسرے کی ولایت کی طمع نہ کرنا اور اگر حکام کے درمیان میں کسی طرح کی خصومت بہم پہنچے انتقام کے واسطے ایک دوسرے کی ولایت پر تاخت نہ کرنا اور لشکر اور اعوان کی خونریزی نہ ہو اور ولایت میں تصرف بیجا نہ کرنا اور شاہ کے قتل کرنے بلکہ مقتول ہونے سے پر حذر رہنا اور اگر احیاناً کسی معرکہ میں شاہ قتل ہوئے اور اس کا لشکر ہجوم کرے اس دشمن کو مع جمیع افواج قتل کرو اور جب تک اس کی سلطنت کو خراب اور برباد نہ کر چکو آرام نہ لو۔ غرض کہ ہنگام تحریر اس کتاب سے اس تاریخ تک کہ ۱۰۱۵ ایک ہزار پندرہ ہجری میں ملی باری بادشاہ کے مقتول ہونے سے بہت ڈرتے ہیں اور باوجود قدرت کے مملکت غنیم پر متصرف نہیں ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ مخصوص اس ملک کا ہے اور منقول ہے کہ جب سامری نے تمام مملکت تقسیم کی ایک امیر کہ غائب تھا حاضر ہوا سامری نے متفکر ہو کر اپنی تلوار اسے عنایت کی اور یہ فرمایا کہ اس شمشیر کے زور سے جس قدر ولایت خارج ملی بار کو تو فتح کرے اس کا تو مالک و مختار ہے اور تیری اولاد بھی اسی پر اکتفا کرے اور بعد میرے تیرا اور تیری اولاد کا سامری نام رکھیں۔ غرض سامری نے بعد فراغ وصیت لوگوں سے یہ بات کہی کہ میں فلاں مقام میں عبادت کے واسطے قیام کرتا ہوں۔ لازم کہ ایک ہفتہ تک کوئی شخص میرے پاس آمدوشد نہ کرے اور رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ کہ سرگروہ ان کا مالک بن حبیب تھا جہاز پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا اور کفار ملی بار ایک ہفتہ کے بعد خانہ معہود میں آئے۔ جب سامری کو نہ دیکھا سب متفق اللفظ والمعنی ہو کر بولے کہ سامری نے آسمان پر عروج کیا ہے اور پھر نزول کرے گا اس سبب سے کفار ملی بار ایک شب کو جس رات وہ غائب ہوا تھا۔ سامری کے موضع غیبت میں جشن کرتے ہیں اور ایک ظرف میں پانی اور ایک جوڑی کھڑاؤں کی وہاں رکھتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے اترے اس کے واسطے پانی اور کھڑاؤں کی جوڑی حاضر رہے اور سامری باشنائے عبور جب بندر قندریہ میں پہنچا ایک شبانہ روز وہاں قیام کیا اس کے بعد بھی مسافت کر کے بندر شجر میں پہنچا ناگاہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہوا اس صورت میں مالک بن حبیب اور تمام رفقائے جہاز کو حاضر کر کے فرمایا کہ تمام خواہش اور ارادہ ہمارا یہ ہے کہ دین نبوی ملی باری میں رونق اور رواج پیدا کرے۔ شرط رفاقت اور مروت اس امر کی مقتضی ہے کہ حمیت اسلام منظور اور ملحوظ رکھ کر سفر دریا کی مشقت اپنے اوپر گوارا کرو تم اور باقی مسلمان برسم تجارت عبور کر کے اس ملک میں جاؤ اور کسی تدبر سے اس حدود میں مکان رہنے کو تیار کرو اس کے بعد باآہستگی تمام وہاں کے باشندے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر راغب ہو کر سرحلقہ اسلام میں لائیں گے انہوں نے سامری کو دعائے خیر دے کر یہ بات کہی کہ ہم تیرے بغیر اس ملک میں نہ جا سکیں گے کس واسطے کہ کفار ملی بار اور یہود و نصاریٰ ہمارے دین کے دشمن ہیں اور نہایت عداوت رکھتے ہیں۔ کسی طور ہمارے آنے کے روادار نہ ہوں گے کہ ہم اس ولایت میں قدم رکھیں تو طن اختیار کرنا امر دشوار ہے۔ سامری نے سر گریبان تفکر میں جھکایا پھر ایک فرمان اپنے ہاتھ سے امراء اور اقربا کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ نوشتہ ہے سامری کی طرف سے کہ جس

besturdubooks.wordpress.com

نے معبود انس و جان اور خالق زمین و آسمان کے حکم سے تمہاری جدائی اختیار کی ہے لیکن عنقریب تمہیں میری ملاقات خوب ترین وجہ سے روزی ہوگی چاہیے کہ تم ہمیشہ مجھے حاضر جان کر دستورالعمل سے تجاوز جائز نہ رکھو اور دونوں جہان کی بہتری اور خوبی اسی پر منحصر جانو اور اس وقت میں سالک طریق سداد مالک بن حبیب اور ایک گروہ خدا پرستوں سے فلاں فلاں آدمی کہ سلیم النفس اور نیک اندیش اور نیک اعتقاد ہیں اور ان سے شرارت اور بد نفسی متصور نہیں ہے۔ برسم سیر و تجارت اس حدود میں متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کے حالات میں نے بخوبی دریافت کر کے ان کی سفارش واجب جان کر تحریر کی لازم کہ تم لوگ اس گروہ حق پژوہ کے قدوم خیر لزوم کو نعمت عظمیٰ شمار کر کے بہ تعظیم و تکریم پیش آؤ اور شرائط مہمانداری بجا لا کر جمیع امور میں ان کی اعانت اور امداد کہ سعادت دارین اسی میں ہے۔ مد نظر رکھو اور ان کو اور گروہ سے جو اس میں کاروبار کرتے ہیں ممتاز جانو اور اچھے سلوک میں اس درجہ مبالغہ کرو کہ ان لوگوں کو یہاں کی آمد و شد میں رغبت تمام ہو بلکہ ان لوگوں سے اچھے سلوک سے پیش آؤ کہ سب کو اس طرف رہنے کی ہوس ہو اور مکانات اور باغات اور مساجد وہاں تعمیر کریں اور خبردار کوئی مردم بومی یا کوئی مسافر کہ مراد یہود و نصاریٰ سے ہے۔ ان کا معترض نہ ہو۔ سامری نے یہ فرمان مسلمانوں کے سپرد کر کے فرمایا کہ میرے مرنے اور جہاز کے سوار ہونے کی خبر تمام آدمیوں سے پوشیدہ رکھنا اور فرمان حاکم کدنکلور کے پاس لے جانا کہ وہ تمہارے حسب دلخواہ سلوک کرے گا۔ پھر سامری نے اپنے سازوسامان جو کچھ اس کے پاس تھا۔ مسلمانوں پر تقسیم کیا اور اسی دن جوار رحمت حق میں واصل ہو کر بندر شجر میں مدفون ہوا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے ملک میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا مشاہدہ کیا تھا اور اس امر کی تحقیق کے واسطے آدمی معتمد اطراف و اکناف میں بھیجے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ نے دعویٰ نبوت کر کے شق القمر کو جملہ معجزات سے کیا ہے۔ اس واسطے سامری جہاز پر سوار ہو کر حجاز کی طرف گیا اور آنحضرت نبوی کی ملازمت سے مشرف ہو کر مسلمان ہوا اور خانہ کعبہ کی زیارت سے بھی خدا نے اسے مشرف فرمایا اور آنحضرت سے رخصت معاودت وطن حاصل کر کے جب مع ایک جماعت اہل اسلام شہر ظفار میں پہنچا مرض مہلک میں گرفتار ہو کر فوت ہوا اور اب بھی قبر اس کی اس شہر میں ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے اور جویائے برکت ہوتے ہیں۔

بہر تقدیر ایک جماعت مسلمانوں نے کہ اس کے ہمراہ تھی جیسے شرف بن مالک اور اس کا مادری بھائی اور مالک بن دینار اور اس کا بھتیجا مالک بن حبیب بن دینار اس کی وصیت کے بموجب جیسا مذکور ہوا ملی بار کی طرف جا کر نوشتہ سامری کا حاکم کدنکلور کے پاس پہنچایا جب اس نے خط سامری کا پہچانا محظوظ ہوا اور پوچھا سامری کہاں ہے اور کس واسطے تمہارے ہمراہ یہاں سے گیا وہ بولے کہ سامری نے ہمارے ساتھ سفر نہیں کیا ہے اور ہم اس ماجرے سے واقف نہیں۔ جس وقت کہ ہم دریائے شجر کے جہاز پر سوار ہوتے تھے اسے دیکھا تھا اور جب ہم نے اس سے ترک وطن کا سبب پوچھا اس نے ہمیں کچھ جواب نہ دیا اور جب اس نے جانا کہ ہم سفر ملی بار کا ارادہ رکھتے ہیں یہ ورقہ ہمیں لکھ دیے کہ تم حاکم کدنکلور کو پہنچانا۔ ہم بلا توقف اس طرف روانہ ہوئے پھر ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں گیا جو ملی باریوں کا عقیدہ تھا کہ سامری زندہ ہے اور آسمان پر عروج کیا ہے سمجھے کہ وہ کسی مہم کے واسطے آسمان سے بندر شجر میں نازل ہوا اور یہ نوشتہ اس جماعت کے ہاتھ ہمارے پاس بھیج کر پھر آسمان پر صعود کر گیا جب یہ فرمان ان کے ہاتھ آیا تو بلدہ کدنکلور اور تمام شہر ملی بار میں لوگوں نے خوشی کی رسمیں ظہور میں پہنچائیں اور حاکم کدنکلور نے مہمانوں کو مکان عالی شان میں اتارا اور اپنے ملک کے آئین کے موافق مراسم ضیافت اور قواعد تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ بیت کرم و زید و مہمان را نگو داشت۔ چنین دارند مہمان را کہ او داشت۔ اور بعد فراغ لوازم ضیافت اس جماعت کے مقاصد اور مطالب پوچھ کر تمام ملی بار کے باشندوں اور حکام کو نامے لکھے کہ مالک بن حبیب اور اس کے رفقا کو اس ملک کی فضا اور ہوا خوش آئی اس لیے اپنے قدم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو عطر بیز اور عنبر آمیز کیا ہے جس شہر اور قصبہ اور موضع میں کہ نزول فرمادیں اور رغبت توطن یعنی رہنے کی رکھتے ہوں۔ مقام خوب اور مرغوب مساجد اور منازل اور باغات کے

besturdubooks.wordpress.com

واسطے سامری کے فرمان کے موافق ان کے تفویض کرو اور ان کی خدمات شائستہ سے اپنے تئیں معاف نہ رکھ کر سامری کے لطف عمیم کے منتظر اور متوقع رہو۔ خلاصہ یہ کہ مالک نے مع اپنے ہمراہیوں کے پہلے شہر کدنکلور میں مسجد بنا کر مکانوں اور باغوں کی بنا ڈال کر بعضوں کو وہاں فروکش کیا۔ اس کے بعد مالک اپنے اہل و عیال کو لے کر ولایت ملی بار کی سیر کو گیا اور کولم میں کہ نام ایک شہر یا موضع کا ہے جا کر مسجد اور باغ اور مکان تعمیر کر کے اپنے اہل و عیال کو اس مقام میں نگاہ رکھا اس کے بعد پہلے مارادیے (شہر کا نام) کی سمت گیا۔ وہاں بھی مسجد تعمیر کر کے اور مواضع مثل حرفین اور درفین اور کدریہ اور حالیات (نام شہر) اور فاکتور اور منکلور اور کالنجر کوٹ کی طرف روانہ ہوا اور ہر ایک بلاد میں مسجدیں تعمیر کر کے مسلمانوں کو ان مواضع میں آباد کیا اور نماز اور روزہ اور اذان نماز کی وصیت کی اور جو کہ مسلمان ملی بار کے اکثر شافعی مذہب ہیں۔ قیاسا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامری اور مالک بن حبیب اور جو صاحب کے ان کے ہمراہ آئے تھے شافعی مذہب تھے واللہ اعلم بالصواب۔ (قولہ شافعی مذہب تھے اس تقدیر کے موافق شاید روایت بقول صحیح ہوگی یعنی دوسری صدی ہجری میں یہ واقعہ ظاہر ہوا ہے کیونکہ شق القمر کا معجزہ تو مکہ میں ہجرت سے پہلے واقع ہوا تھا اور اس وقت پنج گانہ نماز بھی اس طرح نہ تھی اور فقہاء کے اجتہادات کہاں تھے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سامری یہاں سے ہجرت کر کے مکہ ہوتا ہوا مدینہ میں گیا ہو اور چند مدت کے بعد وہاں سے روانہ ہوا ہو کیونکہ نماز تو حنیفہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ سب طریقہ سے اہل سنت و الجماعت کے نزدیک صحیح ہے لیکن روایت قول قوی ہے واللہ اعلم۔ امیر علی) اس کے بعد رفتہ رفتہ اس ملک میں مسلمانوں کی آمد و شد سے مسلمانوں کی نہایت کثرت ہوئی اور بہ بادشاہ ملی بار کے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے راجہ بندر کو وہ اور والل اور جیول وغیرہ نے بطریق حکام ملی بار ان مسلمانوں کو جو عربستان سے آئے تھے۔ سواحل دریا پر رہنے کو جگہ دی اور انہیں ساتھ نوابت یعنی خداوند کے مخاطب کیا اس سبب سے یہود اور نصاریٰ کے سینہ میں حسد کی آگ روشن ہوئی۔ مسلمانوں کی عداوت پر کمر باندھی لیکن جب ممالک دکن اور گجرات کو دہلی کے بادشاہوں نے فتح کر کے تسخیر کیا۔ اسلام نے دکن کی طرف قوت پکڑی۔ پھر مخالف سکوت اختیار کر کے دشمنی ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ۹۰۰ نو سو ہجری ہوئی شاہان دکن کی سلطنت میں ضعف اور خلل ظاہر ہوا اس وقت میں فرنگی شاہ پرتگال کی طرف سے بحر ہند کے سواحل پر قلعوں کی تیاری کے واسطے مامور ہوئے اور ۹۰۴ نو سو چار ہجری میں چار جہاز نصاریٰ کے پرتگال سے بندر قندریہ کی طرف روانہ ہوئے اور کالیکوٹ میں آئے اور اس ملک کی تمام حقیقت دریافت کر کے اپنے ملک کی سمت مراجعت کی اور دوسرے سال پرتگال سے چھ جہاز کالیکوٹ میں آئے اور اس مرتبہ فرنگیوں نے ملی باریوں سے یہ بات کہی کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے روکو کہ ہماری ذات سے تمہیں نفع ان سے زیادہ تر ہوگا اور باوجود اس کے سامری نے یہ امر قبول نہ کیا۔

نصاریٰ مسلمانوں پر داد و ستد کے معاملات میں سختی کرتے تھے اور سامری یہ خبر سن کر طیش میں آیا اور نصاریٰ کے قتل کا حکم عام نافذ فرمایا۔ اس صورت میں ملی باریوں نے مال و اسباب ان کا خوب لوٹا اور ستر فرنگی نامی اور معتبر قتل کیے اور بقیہ السیف جو تاجر اور ان کے ملازم تھے جہاز پر سوار ہو کر کوچے کی طرف راہی ہوئے۔ وہاں کا حاکم جو سامری سے عداوت اور منازعت رکھتا تھا انہیں اپنے شہر میں پناہ دے کر یہ اجازت دی کہ تم بلدہ کوچے کے قریب اپنے رہنے کے واسطے ایک قلعہ بناؤ۔ فرنگی یہ امر خدا سے چاہتے تھے عرصہ قلیل میں ایک قلعہ مختصر تیار کیا اور ایک مسجد کہ دریا کے ساحل پر واقع تھی اسے مسمار کر کے گرجا تیار کیا اور یہ وہ قلعہ ہے کہ فرنگیوں نے اول دیار ہند میں بنایا ہے اور انہیں دنوں میں بند کنور کے اہالی نے فرنگیوں سے روش موافقت کی اختیار کی اور فرنگیوں نے اس مقام میں ایک قلعہ احداث کیا اور باطمینان تمام مرچ اور سونٹھ کی تجارت میں مشغول ہوئے لیکن دوسروں کو اس تجارت سے ممانعت کرتے تھے اور سامری کو یہ وضع ان کی نہایت ناپسند آئی اور غضبناک ہو کر فوج کشی کی اور کوچے کے تین بادشاہوں کو قتل کر کے اور ولایت کو تاراج کر کے سالما۔ غانما۔ پلٹ آیا اس کے بعد شاہان مقتول کے وارثوں نے علم شاہی بلند کیا اور جمعیت بہم پہنچا کر ولایت کو بدستور سابق آباد کیا اور

besturdubooks.wordpress.com

فرنگیوں کی فہمائش سے جہاز روانہ کیے اور کھنور کے حاکم نے بھی یہی روش اختیار کی یعنی جہازوں کو متردد کیا۔ سامری کا غصہ یہ اخبار سن کر ایک حصہ سے ہزار حصہ ہوا اور تمام خزانہ سامان جنگ اور مصارف سپاہ میں صرف کر کے دو تین مرتبہ کوچ کی سمت گیا اور جو کہ فرنگی ہر مرتبہ ان کی کمک کرتے تھے کوچ پر متصرف نہ ہوا اور شکست کھا کر مراجعت کی اور ایلچی سلاطین مصر اور جدہ اور دکن اور گجرات کی طرف بھیج کر پیغام دیا کہ فرنگیوں نے ہمارے ملک موروثی پر دست تعدی حد سے زیادہ دراز کیا ہے۔ اگرچہ یہ امر ہمیں چنداں دشوار اور شاق نہیں گزرتا لیکن جو کہ وہ لوگ اس ملک کے مسلمانوں کو رنج اور الم پہنچاتے ہیں ہمیں بہت ناگوار خاطر ہے۔ باوصف اس کے کہ میں دین ہنود میں ہوں لیکن میں مسلمانوں کی حمایت اپنے ذمہ ہمت پر فرض جان کر خزینہ اور دفینہ اس کام میں صرف کرتا ہوں اور اس بارہ میں کسی طرح کی تقصیر روا نہیں رکھتا ہوں۔ لیکن جو کہ حاکم پرتگال کا خزانہ وافر اور فوج متکاثر رکھتا ہے۔ ہمیشہ جہاز جنگی مع افواج بے شمار اس طرف بھیجتا ہے اور آدمیوں کے مقتول ہونے سے اس کی قوت کم نہیں ہوتی ہے۔ اس سبب سے میں شاہان اسلام کی مدد کا محتاج ہوا ہوں۔ اگر آنحضرت دین محمدی کے اعدا کی مقہوری پیش نہاد ہمت والا نہ ہمت کر کے اپنے ممالک محروسہ سے جہاز مع شجاعان جرار و تہمتنان کارگزار کفار فرنگ کی جہاد کے واسطے اس طرف روانہ فرمادیں۔ تحقیق بروز قیامت حضرت سرور کائنات کے روبرو مجاہدوں اور غازیوں کے سلک میں منتظم ہو کر سربلند ہوں گے۔ سلطان مصر قانصور غوری نے یہ درخواست قبول کی اور غزا اور جہاد کیواسطے امیر حسین نام ایک امیر کو مع تیرہ غراب کہ مراد جہاز جنگی سے ہے مملو افواج جنگی اور سامان کارزار ساحل ہند کی طرف روانہ کیے اور شاہ محمد گجراتی اور شاہ محمد شاہ بہمنی نے بھی بندر دیو اور سورت اور کووہ اور دابل اور جیول سے اہل فرنگ کی غزا کے واسطے جہاز نہایت مضبوط تیار کروائے اور مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں آئے۔ آخر کو باتفاق سواران گجرات بندر جیول کی سمت کہ جہاں فرنگیوں نے لام باندھا تھا روانہ ہوئے اور چالیس جہاز سامری کے اور چند غراب والی کووہ اور دابل نے ساتھ ان کے پیوستہ ہو کر بنیاد جنگ ڈالی اور ایک غراب جو فرنگیوں سے بھرا ہوا تھا دستیاب کر کے ساتھ ان کے لوازم جہاد پیش پہنچایا یعنی انہیں علف تیغ خون آشام کر کے بدر دیو کی جانب معاودت کی لیکن اہل فرنگ بھی مخالفوں کو غافل سمجھ کر بعجرات تمام تر آن واحد میں تعاقب کناں اس مقام میں آپہنچے۔ ملک ایاز حاکم بندر دیو اور امیر حسین نے ناچار ان کی جنگ میں مبادرت کی لیکن ان سے کچھ کام نہ بن پڑا لڑائی بگڑ گئی۔ مصر کے چند جہاز گرفتار ہوئے۔ اہل فرنگ نے مسلمانوں کو شربت شہادت چکھا کر فردوس کی طرف روانہ کیا اور اپنا انتقام لے کر مظفر اور منصور اپنے بنادر کا راستہ لیا اور اس سنوات میں جب سلیم سلطان خواندکار روم سلاطین غوریہ مصر پر غالب آیا۔ سلطنت اس گروہ کی بے سرہوئی سامری کہ اس کام کا سرگروہ تھا بیدل ہوا فرنگیوں نے تسلط پایا اور سامری کی غیبت میں کہ وہاں موجود نہ تھا۔ رمضان کے مہینے ۹۱۵ نو سو پندرہ ہجری میں کالیکوٹ میں آئے اور مسجد جامع جو خانہ خدا تھی اسے آگ دے کر خاک سیاہ کیا اور دست نہیب و غارت دراز کر کے شہر کو بھی ویران کیا۔ لیکن دوسرے دن ملی باری ہجوم کر کے جماعت نصاریٰ کے سر پر تلواریں میانٰ میں سے لے کر جا پڑے اور اہل فرنگ کے پانچ سو آدمی معتبر اور نامی قتل کر کے بہتوں کو پانی میں غرق کیا اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر بندر کولم میں پناہ لی اور وہاں کے زمینداروں کو موافق کر کے شہر سے آدھ کوس پر ایک گڑھی تیار کی اور اہل فرنگ نے جمعیت بہم پہنچا کر اسی سال جیسا کہ مذکور ہوا قلعہ بندر کووہ کو یوسف عادل شاہ کے متعلقوں کے تصرف سے برآوردہ کیا لیکن یوسف عادل شاہ کے اسی عرصہ میں پھر بندر کووہ کو بزور شمشیر فرنگیوں کے قبضہ اقتدار سے نکال کر متصرف ہوا اور فرنگیوں نے چند روز کے بعد وہاں کے حاکم کو زر خطیر دے کر فریفتہ کیا اور پھر اس پر متصرف ہوئے اور بنادر ہندوستان میں اپنا حاکم بٹھا کر قلعہ کی مرمت اور استحکام میں کوشش کی اور وہ ایسا قلعہ ہے کہ جس کی تعریف میں کسی شاعر نے یہ شعر موزوں کیا ہے۔

بری از فتنہ ہمچون طبع عاقل

besturdubooks.wordpress.com

مصون از رخنہ چون گردون والا

القصہ سامری باوجود کفر کے جو مرد غیرت دار تھا اس سانحہ کے مشاہدے سے نہایت غمگین ہوا اور اسی صدمہ میں بیمار ہو کر ۹۲۱ نو سو اکیس ہجری میں دار ناپائدار سے کوچ کر گیا اور اس کا بھائی قائم مقام ہوا۔ اس نے جنگ سے پہلوتہی کر کے فرنگیوں سے صلح کی اور شہر کالیکوٹ کے قریب فرنگیوں کو اس شرط اور قول پر قلعہ جدید بنانے کی اجازت دی کہ وہ ہر سال چار جہاز مرچ اور سونٹھ کے بنادر عرب میں بھیجتے رہیں۔ فرنگیوں نے اول اپنے عہدوپیمان کو وفا کیا اور جب وہ قلعہ تیار ہوا مرچ اور سونٹھ کی تجارت سے مسلمانوں کو مانع ہوئے اور اس ملک کے اہل اسلام پر دست تعدی حد سے زیادہ دراز کیا اور یہود کا گروہ جو کدنکلور میں تھا وہ بھی سامری کا ضعف سلطنت مشاہدہ کر کے اہالی اسلام کا دشمن جان ہوا اور بہتوں کو شربت شہادت چکھایا۔ آخر میں سامری اپنے فعل سے نادم اور پشیمان ہوا پہلے یہود کے تدارک کو کدنکلور کی طرف افواج لے کر گیا اور یہودیوں کے قتل و قمع میں ایسی کوشش کی کہ اس جماعت سے اس ملک میں ایک نشان باقی نہ رکھا۔ بعد اس کے باتفاق جمیع غازیان ملی بار کالیکوٹ کی سمت متوجہ ہوا اور اہل فرنگ کے قلعہ کو محاصرہ کیا اور مساعی جمیلہ اور ترددات رستمانہ سے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے قلعہ کو فتح کیا اور یہ امر ملی باریوں کی قوت اور شوکت کا باعث ہوا اور جہازوں کو بلا اجازت فرنگیوں کے سونٹھ اور مرچ وغیرہ سے مملو کر کے بنادر عرب میں روانہ کیا اور اہل فرنگ نے ۹۳۸ نو سو اڑتیس ہجری میں حالیات کے قریب میں جو کالیکوٹ سے پانچ کوس ہے قلعہ تیار کر کے ملی بار کے جہازوں کی روانگی دشوار کی اور اسی طرح سے اہل فرنگ نے انہیں سنوات میں برہان نظام شاہ بحری کے عہد میں قلعہ ریکدندہ بندر چیول کے قریب احداث کر کے اس مقام میں توطن کیا اور ۹۴۱ نو سو اکتالیس ہجری میں بندر دیو سے اور دمن اور بندر دیو پر جو شاہان گجرات کے متعلق تھے اس تفصیل سے کہ پیشتر اپنے مقام میں تحریر ہوا۔ بہادر شاہ گجرات کے عہد میں قابض اور دخیل ہوئے اور ۹۴۳ نو سو تینتالیس ہجری میں کدنکلور میں بہ جبرو قہر قلعہ احداث کر کے کمال استقلال اور غلبہ بہم پہنچایا اور اس وقت میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے واعیہ کیا کہ اہل فرنگ کو بنادر ہند سے برآوردہ کر کے اس مقام پر خود متصرف ہوں۔ چنانچہ ۹۴۴ نو سو چوالیس ہجری میں اپنے وزیر سلیمان پاشا کو مع سو غراب جنگی پہلے بندر عدن کی طرف بھیجا تو اول اس کو کہ سر راہ ہے مفتوح اور مسخر کرے اس کے بعد بنادر ہند کی طرف روانہ ہوئے۔ سلیمان پاشا نے سنہ مذکور میں بندر عدن کو شیخ غازی بن شیخ داؤد سے لے کر اسے قتل کیا۔ بعدہ بندر دیو کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر بنیاد جنگ قائم کی۔ قریب تھا کہ اسے بھی فتح کرے لیکن قلت ازوقہ اور خزانہ کے صرف ہو جانے سے یہ امر تعویق میں پڑا اور ناچار ہو کر روم کی طرف مراجعت کی اور ۹۸۳ نو سو تراسی ہجری میں نصاری بندر ہرموز اور مسکت اور سقوطرہ اور ملوہ اور میلاپور اور ناک پٹن اور منگلور اور سیلان اور بنگالہ سے حد چین تک مسلط ہوئے اور ان مقاموں میں قلعہ تیار کیے ان قلعوں میں سے سلطان علی آچی نے قلعہ سقوطرہ کو فتح کیا اور حاکم سیلان نے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے اپنی مملکت سے ان کا صدمہ دور کیا اور سامری حاکم کالیکوٹ کو کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کی نسل سے ہے کہ جس کو سامری کلان نے تلوار بخشی تھی۔ اہل فرنگ کے تسلط سے بہ تنگ آ کر اس نے ایلچی عادل شاہ اور مرتضی نظام شاہ بحری کے پاس بھیج کر ان کو اہل فرنگ کی جنگ اور اپنے ممالک سے مدافعہ کی تحریص اور ترغیب کی پھر ۹۷۹ نو سو اناسی ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کو محاصرہ کیا اور مرتضی نظام شاہ بحری اور علی عادل شاہ قلعہ ریکدندہ اور بندر کووہ کی تسخیر میں مصروف ہوئے۔ سامری نے بزور بازوئے شجاعت قلعہ عالیات کو فتح کیا۔ لیکن مرتضی نظام شاہ اور علی عادل شاہ سے جیسا کہ اپنے مقام میں مذکور ہوا ملازمین بدخواہ کی شامت سے کچھ نہ بن پڑا ناکام ہو کر مراجعت کی اور اہل فرنگ نے مسلمانوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی اور بعض جہاز جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جو اہل فرنگ کی بلا اجازت مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ مراجعت کے وقت بندر جدہ میں غارت کر کے مسلمانوں کی اہانت اور آبرو ریزی بہت کی اور بندر عالی آباد قراتین جو علی عادل شاہ سے تعلق رکھتا تھا آگ لگا کر ویران کیا اور بندر دابل میں بطریق

besturdubooks.wordpress.com

تجارت آ کر جاتے تھے کہ مکرو غدر سے اس پر بھی متصرف ہوں۔وہاں کے حاکم خواجہ علی المخاطب بہ ملک التجار شیرازی نے واقف ہو کر ڈیڑھ سو آدمی معتبر اہل فرنگ کے قتل کیے اور اس فساد کی آگ کو بجھایا اور اس تاریخ سے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جہاز فرنگیوں نے گرفتار کیے بنادر عرب اور عجم کے جہاز پر لوگوں کا بھیجنا موقوف کیا۔ کیونکہ شاہ دہلی اہل فرنگ سے اجازت اور قول لینا عار جانتا تھا اور بلا اجازت روانہ کرنے میں جان و مال کی ہلاکی اور بربادی متصور تھی۔ لیکن اس کے امرا مثل مرزا عبدالرحیم المخاطب بخانخاں وغیرہ اہل فرنگ سے قول لے کر جہاز مع سواری بنادر کی طرف بھیجتے تھے اور ۹۱۹ نو سو انیس ہجری میں نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ بن اکبر شاہ نے ان فرنگیوں کو جو پرتگال کے فرنگیوں سے دین کے اعتقاد میں مخالفت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ برخلاف فرنگیوں پرتگال کے ولایت سورت میں کہ وہ بھی ممالک گجرات سے ہے۔ رہنے کو جگہ دی اور یہ مقام پہلا ہے کہ فرنگیان انگلش نے سواحل ہندوستان میں سکونت اختیار کی تھی اور ان کے اعتقاد دیگر فرنگیوں کے خلاف ہیں کہتے ہیں عیسیٰ بندہ اور رسول خدا ہے اور حضرت جل شانہ ایک ہے اور اہل و عیال رکھنے سے منزہ اور مبرا ہے۔ الغرض اہل انگلش اپنا شاہ علیحدہ قرار دے کر بادشاہ پرتگال کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور جب تک اس جماعت نے قوت اور قدرت بہم نہیں پہنچائی تھی مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور محبت ظاہر کرتے تھے اور فرنگیان پرتگال کے ساتھ کمال عداوت اور دشمنی رکھتے تھے اور جس وقت کہ ان پر قابو پاتے تھے فی الفور انہیں ہلاک کرتے تھے مگر اب بسبب حمایت نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے کہ درمیان ان کے قرب و جوار بہم پہنچا ہے۔ خدا جانے فریقین کا انجام کار کیا ہوگا اور تحفۃ المجاہدین میں مرقوم ہے کہ ملی بار کی رعایا اکثر کفار ہے اور وہاں کے غنائر کو بینار کہتے ہیں اور وہاں کا عجیب دستور ہے کہ ایک عورت بے عقد شوہر متعدد کر سکتی ہے اور ہر شب کو ایک کی باری آتی ہے لوہار اور بڑھئی اور رنگریز براہمہ کے سوا اس امر یعنی فعل شنیع میں موافقت کرتے ہیں اور اگروہ کفار ککھر جو پنجاب کے نواح میں تھا حلقہ اسلام میں آنے سے پیشتر وہ بھی یہی رسم رکھتے تھے اور ہر ایک عورت ان کی چند شوہر رکھتی تھی اور ان شوہر متعددہ سے جب ایک مکان میں آتا تھا علامت اپنی دروازہ کی ڈیوڑھی پر چھوڑتا تھا تو اور شوہر اسے دیکھ کر پلٹ جائیں اور جب ککھروں کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تھی اسی وقت اسے باہر لا کر باآواز بلند پکارتے تھے کہ کوئی اسے پرورش کرے گا اگر کوئی شخص طلب کرتا اسے دے دیتے ورنہ اسی وقت اسے ہلاک کرتے تھے اور قاعدہ ملی بار کے برہمنوں کا یہ ہے کہ جب ان کے کئی بھائی ہوتے ہیں ان کے بڑے بھائی کے سوا کوئی شادی نہیں کرتا ہے تو ورثہ کی کثرت سے آپس میں نزاع اور فساد برپا نہ ہو اور جب اوروں کو شہوت جماع غالب ہوتی ہے نیار وغیرہ کی عورتوں سے حاجت رفع کرتے ہیں لیکن عقد کے مقید نہیں ہوتے۔

والارث فی طوائف النیارہ لا خواتہم من الام و اولاد اخواتہم وخالاتہم واقربائہم من جانب الام لا وللد لا ولاد۔ (ترجمہ: یہ کہ طائفہ نیار میں میراث کا یہ طریقہ ہے کہ مردہ کی میراث مادری بہنوں کو اور بہنوں کی اولاد اور خالاؤں اور مادری قرابتیوں کو ملتی ہے۔ میت کی اولاد کو نہیں ملتی ہے۔) اور جس وقت باپ اور ماں یا بزرگ اس ملک کے قوم براہمہ کے مرتے ہیں ایک برس کامل ماتم رکھ کر نوحہ و زاری کرتے ہیں اور جب ماں اور ماموں اور بڑا بھائی گروہ نیار اور ان کے متابعان کا مرتا ہے ایک سال ماتم میں بیٹھ کر روتے ہیں اور عورتوں سے نزدیکی نہیں کرتے ہیں اور ملی بار کی تین طبقہ ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ اور اوسط جس وقت اعلیٰ ادنیٰ سے مباشرت یا ملامست یعنی مساس کرے جب تک غسل نہ کرے کھانا نہ کھائے اور اگر احیاناً غسل سے پیشتر کھانا کھا لے حاکم اسے گرفتار کر کے ادنیٰ کے ہاتھ بیچتا ہے اور قید بندگی میں کرتا ہے اور جو کوئی یہ حرکت کر کے کسی موضع میں بھاگ جائے اور حاکم کو خبر نہ ہو وہ البتہ غلامی سے نجات پاتا ہے اور کسی طرح سے اعلیٰ کا کھانا ادنیٰ نہیں پکا سکتا ہے۔ اگر اعلیٰ ادنیٰ کے ہاتھ سے کھائے اپنے مرتبہ سے دست بردار ہو اور میر جمال الدین حسین انجو جو چاند بی بی سلطانہ فرمانروائے احمد نگر کو اپنے حبالہ نکاح میں لایا تھا۔ اپنے فرہنگ میں لکھتا ہے کہ ملی بار بفتح اول و کسر ثانی دیبائے مجہول نام ایک ولایت کا ہے جو دریائے عمان کے ساحل پر واقع ہے قریب شہر بیجانگر کے جو ایک عمدہ شہر ہائے

besturdubooks.wordpress.com

دکن سے ہے باوجود اس کے کہتے ہیں کہ آدمی ملی بار کے دیوث طبیعت ہیں جیسا کہ ایک عورت ان کی دس شوہر سے کم نہیں کرتی بلکہ زیادہ تر جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

یہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوار ست
بیاد ہیں کہ خرابش چون ملی بار ست

besturdubooks.wordpress.com

مشائخ ہندوستان قدس اللہ اسرارہم کے حالات

ناظرین پر تمکین پر واضح ہو کہ مشائخ ہندوستان کے خانوادہ بہت ہیں لیکن وہ خانوادے کہ نہایت مشہور اور شمار میں بھی دوسرے مشائخ سے زیادہ تر دو طبقہ ہیں- ایک خاندان چشتیہ اجمیر جو خواجہائے چشت سے ملتا ہے- دوسرا خاندان سہروردیہ ملتان جو ساتھ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے جا ملتا ہے- بندہ آثم محمد قاسم فرشتہ نے کلام کے طول ہونے سے اندیشہ کر کے ان دو خانوادوں کے ذکر پر اکتفا کیا اور احوال دوسروں کا شیخ عین الدین بیجاپوری جنیدی کی کتاب الانوار سے مل سکتا ہے اور ان دو فرقہ عظیم الشان سے جو کچھ علم ناقص نے احاطہ کیا ہے اس مقالہ میں لکھتا ہے- انشاء اللہ تعالیٰ اگر حیات مستعار وفا کرے گی اور تذکرہ الاولیائے ہند دستیاب ہو گا تو دوبارہ احوال اور اقوال ان بزرگوں کا مفصل اس مسودہ میں شامل کرے گا- الغرض مولانا عبدالرحمٰن جامی نے کتاب نفحات الانس میں فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ روز قیامت کو اپنے بندہ شرمندہ سے فرمائے گا کہ تو فلاں عارف اور فلاں بزرگوار کو جو فلاں محلہ میں رہتا تھا پہچانتا ہے وہ جواب دے گا ہاں پہچانتا ہوں اس وقت فرمان الٰہی نافذ ہو گا کہ ہم نے تجھے اس کو بخش دیا۔

شنیدم که در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکاں به بخشد کریم

اور میر ہراتی نے فرمایا کہ کوشش کر تو اس کے دوستوں سے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے اس کے دوستوں کا ہو اور جو بات اس گروہ حق پژ سے سنے اگرچہ تاثیر نہ کرے سرتاب نہ ہو- یعنی بہرحال ان کی صحبت میں شریک رہ اور ان کی جدائی اختیار نہ کر-

جانا لبم از ذکر تو خاموش مباد ہر جاز شما بلب حدیثے گذرد
یاد توز خاطرم فراموش مباد ذرات و جود من بجز گوش مباد

اور مراتب اولیائے دین کے چار ہیں- صغرے کبرے وسطے علیے اور ہر ایک کے واسطے ان میں سے ایک ابتدا اور ایک درمیان اور ایک انتہا ہے اور گروہ اولیا کے ان مرتبوں میں مقام رکھتے ہیں- کسی وقت عالم میں تین سو چھپن تن سے کم نہیں ہوتے اور ہمیشہ عاجزوں کی کار سازی اور گنہگاروں کی شفاعت میں مشغول رہتے ہیں اور اہل تصوف کے بزرگ اس جماعت سے تین سو تن کو ابطال جانتے ہیں اور چالیس نفر کو ابدال کہتے ہیں اور سات نفر کو سیاح بولتے ہیں اور پانچ نفر کو اوتاد سمجھتے ہیں اور تین نفر کو قطب الاوتاد جانتے ہیں اور ایک نفر کو قطب الاقطاب تصور کرتے ہیں- پس جس وقت کہ ایک ان میں سے فوت ہو مرتبہ مادون اس کے سے ایک کو بجائے اس کے لاتے ہیں مثلاً اگر قطب الاقطاب مرجائے ایک کو قطب ثلثہ تینوں قطب سے بجائے اس کے مقام کریں اور اوتار سے ایک کو بجائے اقطاب ثلثہ اور ایک سیاح کو بجائے اوتاد علی ہذا القیاس مرتبہ عوام مومناں تک پہنچے اور تمام تین سو چھپن تن سے نو تن ارشاد کے لائق ہیں اور ماتقی بھی اگرچہ کسی مرتبہ میں مراتب ولایت سے مقام رکھتے ہیں لیکن ارشاد کے سزاوار نہیں اور ان نو تن میں پانچ تن اوتاد ہیں اور تین اقطاب اور ایک قطب الاقطاب ہے۔

این طائفہ ابدال تحقیق فانی زخود و بدوست باقی
باقی ہمہ خویشتن پرستند دین طرفہ کہ نیستند و ہستند

اور یہ مقالہ مشتمل ہے دو حصوں پر

پہلا حصہ حالات و مقالات خاندان چشتیہ

besturdubooks.wordpress.com

پہلا حصہ حالات و مقالات خاندان چشتیہ

حضرت سلطان المشائخ خواجہ معین الدین محمد حسن سنجری المروف بہ چشتی قدس سرہ

آں شہنشاہ جہان معرفت ذات او بیرون زا دراک و صفت
خسرو ملک فنا بے تخت و تاج از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحر عشق از صدق و صفا از خودی بیگانہ باحق آشنا
کرد مرغ ہمتش زاوج کمال بیضہ افلاک رادر زیر بال
اختر برج سپہر لم یزل گوہر درج کمال بے بدل
آن معین دین و ملت بے نظیر فارغ از دنیا بہ ملک دین امیر

سلطان سریر سرمد خواجہ راستین معین الدین محمد مشائخ ہند کے پیشوا ہیں۔ مولد شریف بلدہ بجستان ہے۔ نشوونما خراسان میں پائی۔ آنحضرت کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسن زیور فلاح سے آراستہ اور حلیہ صلاح سے پیراستہ تھے۔ جب وفات پائی خواجہ معین الدین محمد پندرہ برس کے تھے۔ ایک باغ اور ایک آسیا یعنی چکی میراث رکھتے تھے اور اس مقام میں ایک مجذوب تھے۔ مشہور اور انکا اسم مبارک ابراہیم قندوزی تھا۔ ایک روز ان مجذوب کا اس باغ میں گزر ہوا اور خواجہ معین الدین محمد قدس سرہ اس وقت درختوں میں آب پاشی کرتے تھے لیکن جوں ہی آپ کی نگاہ ان مجذوب پر پڑی دوڑ کر ان کے دست حق پرست کو بوسہ دے کر ایک درخت کے سایہ میں بٹھایا ور انگور کا خوشہ آنحضرت کے سامنے رکھ کر ان کے مقابل دو زانو ہو کر مودب بیٹھے۔ ابراہیم قندوزی نے برکندہ کنجارہ بغل سے کھینچ کر ور اپنے دندان مبارک سے چبا کر خواجہ کے دہن میں ڈالا اس کے کھاتے ہی ایک نور خواجہ کے باطن میں طالع اور لامع ہوا اور حضرت واجہ کا دل مکان اور املاک سے بیزار ہوا۔ سب جائیداد منقولہ و غیر منقولہ بیچ کر درویشوں کو تقسیم کی اور مسافر ہوئے اور ایک مدت مرقند اور بخارا میں قرآن مجید کے حفظ کرنے اور علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر عراق کی رف متوجہ ہوئے اور جب قصبہ ہارون میں جو نیشاپور کے نواح میں واقع ہے وارد ہوئے شیخ عثمان ہارونی کہ مشائخ کبار وقت سے تھے۔ ن کی خدمت میں جا کر مرید ہوئے اور اڑھائی برس ان کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں اشتغال کیا اور شیخ عثمان ہارونی حاجی ریف زندنی کے مرید تھے اور وہ مرید خواجہ مودود چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ناصرالدین چشتی کے اور وہ مرید یوسف چشتی کے اور وہ رید خواجہ ناصرالدین ابو محمد چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ناصرالدین ابو محمد چشتی کے اور وہ مرید خواجہ اسحٰق شامی المعروف بہ چشتی کے اور مرید خواجہ ممشاد دینوری کے اور وہ مرید خواجہ ہبیرہ بصری کے اور وہ مرید خواجہ حذیفہ مرعشی کے اور وہ مرید سلطان ابراہیم ادہم کے اور مرید خواجہ فضیل عیاض کے اور وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصری کے اور وہ مرید امیرالمومنین و امام المتقین ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور وہ مرید حضرت خواجہ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور چشت ایک ضع ہے۔ مواضع ہرات سے القصہ خواجہ معین الدین محمد شیخ عثمانی ہارونی سے خرقہ خلافت کا حاصل کر کے بغداد کی سمت ر. ہوئے

besturdubooks.wordpress.com

اور اثنائے راہ میں قصبہ سنجار میں رونق افروز ہوئے۔ ان دنوں میں شیخ نجم الدین کبریٰ قصبہ جبل کی طرف تشریف لے گئے تھے اور جبل ایک مقام ہے پر فیض اور ہوا اس کی نہایت معتدل اور فرحت افزا ہے کوہ جودی (کوہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے) کے تحت میں واقع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس مقام میں قرار پکڑا تھا اور وہاں سے بغداد سات منزل یعنی سات دن کا راستہ ہے اور شیخ محی الدین عبدالقادر قدس سرہ اس مقام میں تھے اور خواجہ معین الدین ان کے بدون مشاہدہ جمال باکمال اور ملاقات قصبہ سنجار سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ اوحد الدین کرمانی جو ابتدائے سلوک میں تھے انہیں دیکھ کر معتقد ہوئے اور خرقہ خلافت کا آنحضرت سے پایا اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے بھی شروع حال میں خواجہ معین الدین چشتی کی صحبت میں پہنچ کر ان سے فیوضات حاصل کیے اور بعد چند عرصہ کے خواجہ معین الدین چشتی بغداد سے ہمدان میں آئے اور شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کر کے تبریز کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ابوسعید تبریزی جو شیخ جلال تبریزی کے پیر تھے ان سے بھی ملاقات اور صحبت رکھتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ شیخ ابوسعید تبریزی ایسے شیخ تھے کہ جن کے ستر مرید کامل مثل شیخ جلال الدین تبریزی کے تھے۔

شیخ فریدالدین شکر گنج" خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کو ابتدا حال میں عجب ریاضت اور مجاہدہ تھا کہ روزے رکھ کر بعد سات روز کے ایک روٹی جو کی کہ جس کا وزن پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا پانی میں تر کر کے افطار فرماتے تھے۔ سبحان اللہ ایسے صائم النہار اور قائم اللیل بزرگوار تھے کسر نفسی اور ریاضت انہیں پر ختم تھی اور شیخ نظام الدین اولیا فرما۔" ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین محمد چشتی کی پوشش ایک دوہر تھا اگر وہ کسی مقام سے پارہ ہوتا اپنے دست حق پرست سے بخیہ کر۔ تھے اور اگر بغل بند پھٹ جاتا کپڑے پاک کے ٹکڑے جس قسم کے پاتے اس پر پیوند کرتے تھے اور جب اصفہان میں پہنچے شیخ محمود اصفہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور خواجہ بختیار کاکی" ان دنوں اصفہان میں تھے اور شیخ محمود اصفہانی کے مرید ہوا چاہتے تھے لیکن جب خواجہ معین الدین محمد چشتی کی زیارت سے شرفیاب ہوئے فسخ عزیمت کر کے خواجہ کے مرید ہوئے اور خواجہ نے وہ دوہرہ خوا قطب الدین کو مرحمت فرمایا اور وہی دوہر خواجہ قطب الدین نے وفات کے وقت شیخ فریدالدین گنج شکر کو عنایت کیا اور آنحضرت نے شیخ نظام الدین اولیا کو عطا کیا اور آنحضرت نے شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کو امداد فرمایا اور جب خواجہ خرقان میں تشریف لائے دو برس وہاں استقامت کر کے استرآباد کی طرف تشریف فرما ہوئے اور حضرت شیخ ناصرالدین استرآبادی کی صحبت سے مشرف ہوئے اور وہ شیخ عظیم القدر تھے۔ ایک سو ستائیس سال کی عمر رکھتے تھے اور حضرت شیخ ناصرالدین استرآبادی نسبت دو واسطہ سے حضرت سلطان العارفین شیخ طیفور اور شیخ بایزید بسطامی سے رکھتے تھے۔ خواجہ نے ایک مدت ان کی صحبت میں رہ کر فیوض بے شمار حاصل کیے۔ اس کے بعد ہری کی طرف متوجہ ہوئے اور جو کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کی عادت تھی کہ آنحضرت ایک مقام میں کم قیام فرماتے تھے اور اکثر اوقات دن میں سیر میں رہتے تھے اور شب کو اکثر اوقات خواجہ عبداللہ انصاری کی درگاہ میں نزول فرماتے تھے اور ایک درویش سے زیادہ آپ کی خدمت میں نہ رہتا تھا اور جو کہ حضرت قائم اللیل تھے۔ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے اور جب ہرات میں آپ کے کشف و کمالات کا شہرہ مشہور ہوا خلقت نے ہجوم کیا۔ آپ وہاں سے برخاستہ ہو کر سبزوار کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کا حاکم جس کا نام یادگار محمد تھا وہ نہایت فاسق اور بدمزاج اور رفض میں غلو رکھتا تھا اور اصحاب کبار سے اسے اس قدر عداوت تھی کہ اگر کسی کا نام ابابکر" اور عمر" اور عثمان" ہوتا تھا اسے بہت ایذا پہنچاتا تھا اور اس کی ہلاکت کے درپے ہوتا تھا اور اس حاکم جابر نے شہر کے اطراف میں ایک باغ بنایا تھا اور اس کے درمیان میں ایک حوض نہایت صفائی اور لطافت سے موجود تھا۔ خواجہ گر وراہ سے اس باغ میں جا کر حوض کے کنارے وارد ہوئے اور غسل کر کے دوگانہ نماز بجا لا کر قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوئے اتفاقات سے اسی دن مشہور ہوا کہ یادگار محمد باغ کی سیر کو آتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ایک درویش جو شیخ کا رفیق تھا اس نے ہرساں ہو کر شیخ سے عرض کی کہ حاکم جابر آتا ہے آپ کا اس باغ میں بیٹھنا مناسب نہیں باہر تشریف لے چلیے۔ شیخ اس کا اضطراب دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اگر تجھے یہی منظور ہے تو یہاں سے اٹھ جا اور فلاں درخت کے سایہ میں بیٹھ کر خدا کی قدرت کا کارخانہ دیکھ۔ درویش حسب الحکم کاربند ہوا اس عرصہ میں فراشوں نے آکر یادگار محمد کا غالیچہ حوض کے کنارے شیخ کے پہلو میں بچھایا اور شیخ کی عظمت اور شوکت سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہاں سے اٹھ جائیے کہ ناگاہ یادگار محمد باغ میں داخل ہوا اور شیخ کو اس مقام پر دیکھ کر خدمت گاروں سے گھرک کر کہا کہ تم نے اس فقیر کو کس واسطے اس مقام سے نہ نکالا کہ اتنے میں شیخ نے سر مبارک اٹھا کر اس کی طرف نظر قہر سے دیکھا۔ یادگار محمد مصروع کی طرح دفعتہً کانپ کر گر پڑا اور بے ہوش ہوا۔ اس کے متعلق یہ حال دیکھ کر شیخ کے قدم پر گر پڑے اور التماس دعا کی شیخ نے اس فقیر کو جو خوف سے درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اشارہ سے بلا کر یہ فرمایا کہ تھوڑا پانی اس حوض سے لے کر بسم اللہ پڑھ کر اس کے منہ پر چھینٹا مارا درویش حکم کے موافق عمل میں لایا اور یادگار محمد فوراً ہوش میں آیا اور شیخ کے پاؤں پر سر رکھ کر نہایت عاجزی اور انکساری سے عرض کی کہ یا شیخ میں نے جمیع منہیات سے توبتہ النصوح کی میری تقصیر معاف فرمائیے۔ شیخ نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر پھیر کر یہ ارشاد کیا کہ خاندان عالی شان رسالت سے دعوئی محبت کرنا اور آنحضرت کی پیروی نہ کرنے کا کیا سبب ہے۔ یہ فرما کر شیخ نے ائمہ ہدا خلفائے راشدین مہدیین و اصحاب کبار کے فضائل اور مناقب اس فصاحت اور بلاغت سے بیان فرمائے کہ یادگار محمد اور اس کے ہمراہی زار زار رو کر تمام تائب ہوئے۔

آنچہ زوئی شود از پر تو آن قلب سیاہ
کیمیا نیست کہ در صحبت درویشانست

بعد اس کے یادگار محمد نے تجدید وضو کر کے دوگانہ شکرانہ کا ادا کیا اور دست ارادت آنحضرت کے دست حق پرست میں دے کر بشرف بیعت مشرف ہوا اور اپنا تمام مال نقد و جنس خواجہ کی نذر کے لیے لایا۔

حضرت نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ تو نے یہ مال لوگوں سے جبر و قہر لیا ہے۔ غربا اور مساکین کو پہنچا تو قیامت کے دن کوئی تیرا دامن نہ پکڑے۔ یادگار محمد نے شیخ کے ارشاد پر عمل کیا یعنی تمام مال فقراء پر تقسیم کر کے غلاموں کو بھی آزاد کیا اور اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر خواجہ کے ہمراہ قلعہ شادمان تک گیا اور جو کہ وہ جملہ عارفان اور واصلان سے ہوگیا تھا۔ خواجہ نے وہ اطراف اس کی حمایت میں رجوع کر کے اسے اس مقام میں مقیم کیا اور خود بلخ کی طرف تشریف لے گئے اور شیخ احمد خضرویہ کے مقام عالی فرجام میں چند روز اقامت کی اور اس عہد میں ایک فاضل تھے۔ المشہور بہ ضیاء الدین حکیم اور وہ جمیع علوم فلسفہ میں خوب مہارت رکھتے تھے اور علم تصوف میں اعتقاد نہ رکھتے تھے اور اپنے شاگردوں سے کہتے تھے۔ تصوف ہذیان ہے کہ تپ زدے اور دیوانے بکتے ہیں اور مولانا ضیاء الدین حکیم بلخ کے اطراف میں ایک موضع واقع تھا اس میں مدرسہ اور باغ خوب رکھتے تھے اور اس میں بیٹھ کر لوگوں کو علم حکمت پڑھاتے تھے اور خواجہ معین الدین چشتی کی عادت تھی کہ ہمیشہ ایک یا دو دستہ تیر اور ایک کمان اور ایک چقماق اور ایک نمک دان اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ اس واسطے کہ اگر کسی وقت آبادی سے ویرانے دور دراز میں گزر ہو کسی طیور کا شکار کر کے ایک لقمہ سے روزہ افطار کریں۔ ناگاہ خواجہ اس مدرسہ میں جہاں مولانا ضیاء الدین حکیم درس دیتے تھے رونق افزا ہوئے اور اس روز حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ایک کلنگ کو تیر مار کر درخت سے گرایا اور اپنے خادم کو اس کے کباب کے واسطے اشارہ کیا اور خود عبادت میں مشغول ہوئے اس درمیان میں مولانا ضیاء الدین حکیم کا وہاں گزر ہوا دیکھا کہ ایک درویش نماز میں مشغول ہے۔ اور خادم کباب بریان کرتا ہے۔ حکیم نے اس قدر وہاں توقف کیا کہ خواجہ نماز سے فارغ ہوئے اور مولانا سلام کر کے بیٹھے پھر خادم کباب لایا خواجہ بسم اللہ پڑھ کر ایک ران اس کلنگ سے جدا کر کے مولانا کو عنایت فرمائی اور دوسری ران کا ٹکڑا خود تناول کیا۔ مولانا نے جونہی وہ کباب کھایا علوم فلسفہ کا زنگ ان کے سینہ سے زائل ہوگیا اور بے

besturdubooks.wordpress.com

ہوش ہوئے۔ خواجہ نے قدرے اپنا پس خوردہ ان کے دہن میں ڈالا۔ ہوش میں آئے اور مولانا نے اس وقت تمام کتب جو ان کے کتب خانہ میں تھیں دریا میں غرق کیں اور مع تلامذہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مریدوں کی سلک میں منتظم ہوئے اور جب حضرت کا شہرہ اس ملک میں ہوا اور دنیاداروں نے ہجوم کیا۔ خواجہ نے مولانا ضیاء الدین حکیم کو خرقہ دے کر اس مقام میں چھوڑا اور خود باتفاق اس خادم کے غزنین میں تشریف لائے۔ شمس العارفین عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابوالموئید کے پیر تھے ان سے ملاقات کر کے لاہور میں وارد ہوئے۔ وہاں سے دہلی میں نزول اجلال فرمایا اور جب خاص و عام کا وہاں اژدہام ہوا حضرت اس امر سے متنفر ہو کر اجمیر میں تشریف لے گئے اور محرم کی دسویں تاریخ یعنی بروز عاشورہ ۵۶۱ پانچ سو اکسٹھ ہجری میں آنحضرت نے اس خطہ میں نزول فرمایا اور سید السادات سید حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو صوفی مذہب تھے اور حلیہ تقویٰ اور صلاح سے آراستہ اور اولیاء اللہ کے سلک میں انتظام رکھتے تھے اور سلطان قطب الدین ایبک نے آنحضرت کو اس شہر کا داروغہ کیا تھا۔ شیخ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور باعزاز و اکرام تمام پیش آئے اور جو سید صاحب موصوف علم تصوف اور اصلاحات صوفیہ سے نہایت واقف تھے خواجہ کی صحبت غنیمت جان کر اکثر اوقات مجلس شریف میں حاضر ہوتے تھے اور پیر طریقت خواجہ کے انفاس کی برکت سے اجمیر کے بہت کفار شرف ایمان سے مشرف ہوئے اور جو کہ دولت ایمان سے محروم رہے خواجہ کی محبت کو دل میں جگہ دے کر ہمیشہ فتوح بے شمار آنحضرت کو پہنچاتے تھے اور شمس الدین التمش کے عہد میں خواجہ دو مرتبہ اپنے مرید قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھنے کے لیے دہلی میں تشریف لے گئے۔

دوسری مرتبہ جب دہلی سے مراجعت فرمائی خواجہ معین الدین چشتی نے نکاح کیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی (وجیہ) المشہور بہ خنگ سوار جو سید حسین مشہدی داروغہ اجمیر کے چچا تھے ان کی ایک صاحبزادی جو حسن و جمال اور عفت کمال رکھتی تھی جب وہ دختر بلند اختر حد بلوغ کو پہنچی سید صاحب چاہتے تھے کہ اسے کسی خاندان بزرگ کے حبالہ نکاح میں لاؤں۔ اس کی تلاش میں متردد تھے۔ ایک شب سید السادات نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ ان سے فرماتے ہیں۔ اے فرزند وجیہ الدین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ ہے کہ یہ لڑکی خواجہ معین الدین چشتی کے حبالہ نکاح میں لاؤ کہ وہ واصلان درگاہ الٰہی اور محبان خاندان رسالت پناہی سے ہے۔ جب سید وجیہ الدین نے خواجہ معین الدین چشتی کو اس امر سے آگاہ کیا خواجہ نے جواب دیا کہ میری عمر کا آفتاب لب بام ہے۔ لیکن جو حضرت رسالت اور امام ہمام کا یہ اشارہ ہے مجھے اطاعت کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ اس کے بعد خواجہ نے اس گوہر درج عفت کو شریعت مصطفوی کے موافق اپنی سلک ازدواج میں منسلک فرمایا اور آفریدگار عالم نے اس کے بطن سے دو فرزند کرامت فرمائے اور خواجہ عیال داری کے سات برس بعد ماہ رجب کی چھٹی تاریخ ۶۳۲ چھ سو بتیس ہجری میں قید جسمانی سے نجات پا کر عالم قدس کی طرف خراماں ہوئے اور حضرت کا سن شریف ستانوے برس کا تھا اور بعد وفات تمام بادشاہ آپ کے روضہ پر نذریں بھیج کر تبرک کے طلبگار ہوئے۔ خصوص جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کہ اور بادشاہوں سے زیادہ تر آنحضرت سے اعتقاد رکھتا تھا اور عہد شاہی میں اپنے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اکثر سنوات میں پیادہ اجمیر میں جا کر خواجہ معین الدین چشتیؒ اور سید حسن مشہدی بہ خنگ سوار کی زیارت سے فیضیاب ہوتا تھا اور حاجی محمد قندھاری کی تاریخ میں مرقوم ہے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پیر یعنی شیخ عثمانی ہارونیؒ شمس الدین محمد التمشؒ کے عہد میں دہلی میں تشریف لائے اور شمس الدینؒ نے جو آنحضرت کا مرید تھا ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور اس مدت میں خواجہ معین الدین محمد چشتی اجمیرؒ میں متوطن تھے اس صورت میں معلوم نہ ہوا کہ ہندوستان میں پھر ان سے ملاقات ہوئی یا نہ ہوئی اور شیخ عثمان ہارونی سے خوارق عادات بہت مشہور ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتی اپنے پیر سے رخصت لے کر بغداد کی سیر کو متوجہ ہوئے۔ شیخ عثمان ہارونی نے ان کی مفارقت سے بے تاب ہو کر خواجہ کی جستجو میں اپنے مقام سے سفر اختیار کیا اور اس سفر میں ایک مقام میں وارد ہوئے کہ آتش پرست وہاں رہتے تھے اور آتش کدہ بھی رکھتے تھے اور ہر

besturdubooks.wordpress.com

روز سو خروار لکڑیاں ان میں جلاتے تھے اور شیخ عثمان ہارونی نے اس کے قریب ایک درخت کے سایہ میں نزول کیا۔ اپنے خادم فخرالدین نام سے فرمایا کہ افطار کے واسطے روٹی پکائے۔ خادم جب مغوں کے پاس آگ لینے کو گیا انہوں نے آگ نہ دی۔ خادم نے پلٹ کر شیخ سے حقیقت حال عرض کی شیخ آتش کدہ کی سمت متوجہ ہوئے اور ایک مغ مختار نام جو نہایت بوڑھا تھا دیکھا کہ وہ ایک لڑکا سات برس کا آغوش میں لیے ہوئے آتش کدہ کے کنارے کھڑا ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ یہ آگ ایک مشت پانی سے معدوم ہوتی ہے کس واسطے پوجتے ہو خدا کو جو خالق آگ کا ہے۔ اس کی پرستش کرو۔ مغ نے جواب دیا کہ ہماری ملت میں آگ ایک وجود عظیم ہے اسے کیونکر نہ پوجیں شیخ نے فرمایا اتنی مدت سے کہ تم اس آگ کی صدق دل پرستش کرتے ہو بھلا ہاتھ یا پاؤں اس میں ڈال سکتے ہو کہ وہ نہ جلاوے مغ نے جواب دیا کہ خاصیت اس کے جلانے کی ہے بھلا کسے یہ طاقت ہے جو اس کے قریب جائے۔

اگر صد سال گبر آتش فروزد
چو یک دم اندرون افتد بسوزد

شیخ نے جب یہ سنا جلد اس کے فرزند کو آغوش سے چھین کر آتش کدہ کی طرف دوڑے اور بعد بسم اللہ یہ آیہ کریم قلنا یا نار کونی بردا سلاما علی ابراہیم پڑھ کر آگ میں داخل ہوئے۔ یہ خبر منتشر ہونے سے تین چار ہزار مغ آتش کدہ پر آکر شور و فغان کرنے لگے اور شیخ چار ساعت کے بعد مع طفل اس آتش کدہ سوزان سے صحیح و سالم برآمد ہوئے۔ چنانچہ ان کے کپڑوں میں بھی دھبا نہ پہنچا بعدہ مغوں نے فراہم ہو کر اس طفل سے پوچھا کہ اس آتش کدہ میں تمہاری کیا حالت تھی۔ اس نے جواب دیا کہ ہم شیخ کی بدولت خوش اور بشاش گلزار کی سیر دیکھتے تھے۔ آخرش آتش پرستوں کے دل میں نور ایمان کا جوش زن ہوا۔ سبھی نے شیخ کے قدم مبارک پر سر رکھا اور صدق دل سے مسلمان ہوئے اور شیخ نے ان میں سے مختار کا نام عبداللہ اور لڑکے کا نام ابراہیم رکھ کر ان کی تربیت منظور نظر فرمائی اور دونوں بزگوار جملہ اولیا سے ہوئے۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ

آن نہنگ محیط نور خداے غرقہ لجہ حضور خداے
رفتہ ورلا مکان زہستی خویش کردہ اظہار حق پرستی خویش
شدہ از جان بہ لا مکان واصل کرد ہردم ہزار جان . حاصل
بخدا مجوور خفی وجلی قطب دین بختیار شیخ دلی
زندہ جاوداں زفیض عمیم کشتہ زخم خنجر تسلیم
سینہ عارفان از و گلشن دیدہ عاشقان ازو روشن

واضح ہو کہ سلطان العارفین خواجہ قطب الدین فرزند خواجہ کمال الدین احمد چشتی کے ہیں۔ تولد آنحضرت کا قصبہ اوش میں جو پرگنات ماوراء النہر سے ہے واقع ہوا جس وقت آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا آپ ڈیڑھ برس کے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جو حلیہ عفت اور زیور عصمت سے آراستہ تھیں آپ کی پرورش و پرداخت میں معروف رہیں اور کتاب خیر المجالس شیخ نصیر الدین اودھی میں لکھا ہے کہ جب آپ پانچ برس کے ہوئے آپ کے ہمسایہ میں ایک مرد نہایت پرہیزگار رہتا تھا۔ آپ کی والدہ نے اسے بلا کر تھوڑے خرمے چھوہارے ایک طباق میں رکھ کر اپنے نورعین کو اس کے ہمراہ کیا اور یہ التماس کی کہ اس معصوم کو کسی معلم کے سپرد کر دیجئے۔ جب وہ لے چلا اثنائے راہ میں ایک پیر روشن ضمیر اہل دل سے دوچار ہوا۔ اس نے پوچھا کہ یہ لڑکا کس دودھ ماں سے ہے۔ ہمسایہ نے جواب دیا کہ اہل صلاح کے خاندان سے ہے لیکن باپ اس کا فوت ہوا اس کی والدہ نے مجھے فرمایا ہے کہ اسے کسی مکتب میں لے جا کر کسی معلم کے سپرد کر دوں لہٰذا میں معلم کی تلاش میں نکلا ہوں۔ پیر نے فرمایا تو یہ کام میرے سپرد کر میں اسے ایسے معلم کے پاس لے جاؤں کہ اس کے انفاس کی برکت سے یہ لڑکا صاحب کمال ہو۔ یہ کلام سنتے ہی ہمسایہ بہ رغبت تمام راضی ہوا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے قصبہ اوش میں ایک معلم جن کا اسم مبارک ابوحفص تھا باتفاق ہمسایہ لے جا کر خواجہ بختیار کو ان کے سپرد کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ لڑکا جملہ اولیا سے ہوگا۔ اس پر نظر شفقت اور تربیت مبذول فرمایئے گا بعد رخصت ہونے پیر کے ابوحفص نے خواجہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار تھے جو تمکو اس مکتب میں لائے تھے۔ آپ نے عرض کی میں نہیں جانتا میری والدہ نے اس ہمسایہ کے سپرد کیا تھا کہ مجھے کسی معلم کے سپرد کرے یہ پیر اثنائے راہ میں ہمارا خضر ہوا اور آپ کی صحبت فیض موہبت سے مشرف کیا۔

شیخ ابوحفص نے فرمایا وہ پیر دلپذیر حضرت خضر علیہ السلام تھے پھر خواجہ نے ان معلم کی خدمت میں رہ کر قرآن شریف اور آداب شریعت کے یاد کیے اور اخلاق ظاہری اور باطنی کی تہذیب میں مساعی جمیلہ کر کے علم طریقت سے نہایت سعادت حاصل کی اور جیسا کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی قدس سرہ کے ذیل حالات میں مذکور ہو اصفہان میں آنحضرت کی ملازمت میں شرفیاب ہو کر مرید ہوئے اور بعض کتب کے سیاق کلام سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بیس برس کے سن میں یہ قصبہ اوش میں خواجہ کی صحبت سے مستفیض ہو کر مرید ہوئے اور منقول ہے کہ آپ رات دن میں دو سو پچاس رکعت نماز ادا کرتے تھے اور دو تین ہزار بار درود حضرت سرور کائنات کی روح پر فتوح پر ہر شب بھیجتے تھے اور اس ملک کے باشندوں کو فیض پہنچاتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے منقول ہے کہ قصبہ اوش میں ایک بزرگوار خواجہ قطب الدین کے مریدوں سے جن کا نام رئیس احمد تھا اور وہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ محل رفیع اور عالیشان ہے اور خلائق کا اس کی اطراف میں بکثرت تمام ہجوم ہے اور ایک شخص نورانی چہرہ اور میانہ قد اس محل میں جاتا ہے اور آتا ہے اور لوگوں کا پیغام لے جا کر اس کا جواب لاتا ہے۔

رئیس احمد نے اس وقت ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار ہے اور یہ بارگاہ کس عالی جاہ کی ہے کہا اس قصر عالی میں حضرت

besturdubooks.wordpress.com

سرور کائنات خلاصہ موجودات رونق افزا ہیں اور یہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں کہ پیغام نام بنام پہنچاتے ہیں یہ سنتے ہی رئیس احمد نے عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ التماس کی کہ میری طرف سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیجئے کہ فلاں شخص حضرت کے دیدار فائض الانوار کا مشتاق ہے۔ اس کے بارہ میں کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ محل میں جا کر یہ جواب لائے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں ہمارے دیکھنے کی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے۔ جا ہمارا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور یہ کہنا کہ کیا سبب ہے۔ وہ تحفہ جو ہر شب ہمارے واسطے بھیجتے ہیں تین رات سے نہیں پہنچا ہے۔ رئیس احمد جب خواب سے بیدار ہوا خواجہ بختیار کی خدمت میں جا کر صورت حال ظاہر کی۔ شیخ سمجھے کہ مجھ سے تقصیر ہوئی اور وہ یہ امر تھا کہ ان دنوں میں آپ کی والدہ کو معلوم تھا کہ خواجہ سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس وجہ سے وہ بہ تکلف تمام ایک دختر صالحہ جو جمال باکمال رکھتی تھی۔ آپ کے سلک ازدواج میں لائیں اور خواجہ نے مقتضائے بشریت اس سے ایک محبت بہم پہنچا کر تین شب درود فوت کیا تھا۔ اسی وقت اس عورت کو طلاق دی اور بغداد کی سمت روانہ ہوئے اور وہاں کے عارفوں سے ملاقات کر کے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد الدین کرمانی کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کی اور جب اس عرصہ میں شیخ جلال الدین تبریزی دوبارہ خراسان سے بغداد میں آئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھ کر نہایت اتحاد اور محبت بہم پہنچائی اور شیخ نے خواہ قطب الدین کو خواجہ معین الدین چشتی کی خبر سے آگاہی بخشی کہ آنحضرت خراسان سے ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اب بلدہ دہلی میں رونق افزا ہیں۔

خواجہ قطب الدین اپنے پیر کی اشتیاق ملازمت سے نہایت بے قرار ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ کو آنحضرت کی مفارقت گوارا نہ ہوئی۔ ہمراہ ہوئے اور دونوں بزرگوار سیر کرتے ہوئے ملتان میں پہنچے۔ شیخ بہاء الدین زکر ملتانی کی صحبت میں چند روز بزر کیے اور شیخ فرید الدین گنج شکر کہ ابتدائی حال ان کا تھا۔ اس وقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت کی محبت کا رشتہ اپنی کمرجان میں باندھ کر شرف ارادت اور بیعت سے سرفراز ہوئے اور جو ان دنوں میں ترکان بے ایمان دغتا خطا اور ختن کی طرف سے تاخت لائے اور ملتان کے قلعہ کو محاصرہ کیا۔ سلطان ناصرالدین قباچہ حاکم ملتان نے ان کے مدافعہ پر قیام کیا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے دعا اور ہمت اور استعانت کا طلبگار ہوا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ایک تیر طلب کر کے ناصر الدین قباچہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ مغرب کی نماز کے وقت برج حصار پر برآمد ہو کر یہ تیر چلہ کمان میں جوڑ کر کفار کی طرف پھینکنا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنا۔ جب ناصرالدین قباچہ نے بوقت معین وہ تیر خانہ کمان میں رکھ کر برج قلعہ پر سے اس جماعت کی طرف پھینکا اس کے گرتے ہی خدا کے حکم سے اسی شب کو وہ قوم شوم اس بوم سے ایسی مفقود اور معدوم ہوئی کہ کسی نے اس کا نشان نہ دیا کہ کیا ہوئی اس وقت دونوں بزرگوار عازم سفر ہوئے۔

شیخ جلال الدین تبریزی غزنین کی طرف گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی کی سمت متوجہ ہوئے۔ ہرچند ناصرالدین قباچہ نے عجز و زاری کی کہ خواجہ ملتان میں سکونت پذیر ہوں قبول نہ کیا اور یہ جواب دیا کہ یہ مقام عالم غیب سے شیخ بہاء الدین زکریا کے ذمہ کیا گیا ہے اور علاوہ اس کے میں اپنے شیخ طریقت و حقیقت خواجہ معین الدین محمد چشتی کی بلا اجازت کسی مقام میں آرام و قیام نہیں کر سکتا۔ الغرض خواجہ لاہور کے راستہ سے جب دہلی کے اطراف میں پہنچے پانی کی فراوانی کے سبب کیلو کھری میں وارد ہوئے اور عریضہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کی خدمت میں کہ ان دنوں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے ارسال کیا کہ میں آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ اگر ارشاد فیض رشاد ہو اس جناب کی قدم بوسی سے مشرف ہوں۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی نے جواب لکھا کہ قرب روحانی کو بعد مکانی مانع نہیں ہے۔ آپ بخیر و عافیت وہیں رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے بعد بارادت الٰہی اس طرف متوجہ ہو کر ملاقات کروں گا اور کہتے ہیں کہ شمس الدین التمش بادشاہ جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے آنے سے خبردار ہوا لوازم شکر الٰہی بجالایا اور چاہا کہ اس جناب کو شہر

besturdubooks.wordpress.com

میں لا کر متوطن کروں۔ آنحضرت نے اس وقت میں پانی کی نایابی کا عذر کیا اور شہر کا رہنا قبول نہ کیا اور شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بسطامی نے کہ بزرگان دین سے اور دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے اعتقاد کمال بہم پہنچایا اور شیخ محمد عطاء معروف بہ حمید الدین ناگوری جنہوں نے بغداد میں خواجہ کو دیکھا تھا۔ وہ بزرگوار بھی اس جناب سے ارادت صادق پیدا کر کے اکثر اوقات خدمت میں حاضر رہتے تھے اور شمس الدین التمش نے التزام کر لیا تھا کہ میں ہفتہ میں دو بار شیخ کی زیارت سے فائض ہو کر فیوض حاصل کروں اور اسی طرح سے دہلی کے اعلیٰ وادنیٰ نے شیخ کی ملازمت کے باارادت تمام خواہاں ہوئے اور شہر سے کیلوکھری تک راہ ہر دم آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی۔ اس واسطے شمس الدین التمش نے خلق اللہ کی آسائش اور آرام کے واسطے شیخ کو پھر شہر میں آنے کی تکلیف دی۔ اس مرتبہ جب اصرار اور مبالغہ حد سے گزرا۔ شیخ نے قبول کیا اور شہر کے قریب مسجد عز الدین میں استقامت فرمائی اور اس زمانے میں شیخ بدرالدین اس جناب کی شرف بیعت اور خرقہ پاک سے مشرف ہوئے اور عمر عزیز آپ کی صحبت میں بسر کر کے کمالات حاصل کیے اور جو کہ ان دنوں میں شیخ جمال الدین محمد بسطامی جوار رحمت ایزدی میں واصل ہوئے تھے۔ شمس الدین التمش نے خواجہ کو منصب شیخ الاسلامی کی تکلیف دی اور جب شیخ نے قبول نہ فرمایا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کو اس منصب سے خصوصیت بخشی۔ شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ نے خلائق کے رجوع ہونے سے کہ خواجہ کی خدمت میں ہر وقت ہجوم رکھتے تھے۔ زنگ حسد کا اپنے دل صفا منزل میں پیدا کیا اور آنحضرت سے یک گونہ سومزاجی بہم پہنچائی اور اتفاقات حسنہ سے انہیں دنوں میں خواجہ معین الدین محمد چشتی نے خطہ اجمیر سے دہلی میں آ کر خواجہ کی خانقاہ میں نزول فرمایا اور خواجہ نے خوشحال ہو کر دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور چاہا کہ شمس الدین التمش کو خواجہ کی تشریف آوری سے آگاہی بخشے۔

خواجہ مانع ہوئے اور فرمایا میں فقط تمہارے دیکھنے کو آیا ہوں اور دو تین روز سے زیادہ نہ رہوں گا اور جو کہ آنحضرت کو خاص و عام کا اژدہام خوش نہ آتا تھا اور شہرت سے ہراساں اور گریزاں تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے سکوت اختیار کیا اور اپنے پیر کی رضامندی اور خوشدلی میں کوشش فرمائی لیکن باوجود اس حال کے شہر کی تمام خلقت ہجوم کر کے شیخ کی زیارت کو حاضر ہوئی مگر شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ جو خواجہ قطب الدین سے حسد رکھتے تھے ایسے مہمان عزیز کی ملاقات کو نہ آئے۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی چونکہ خراسان میں شیخ نجم الدین صغریٰ کے ساتھ نسبت اتحاد اور محبت رکھتے تھے۔ اشتیاق غالب ہوا ان کے دیکھنے کو خود تشریف لے گئے اور شیخ نجم الدین ان دنوں مزدوروں سے کچھ کام عمارت کا لیتے تھے۔ شیخ کا استقبال جیسا کہ چاہیے بجا نہ لائے اور خواجہ بھی مقتضائے بشریت ان سے آزردہ ہوئے۔ کہا اے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ تجھے کیا ہوا ہے جو تو نے اپنا مزاج ایسا متغیر کیا ہے۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلامی کی جاہ نے تجھے غرور کے چاہ میں ڈالا ہے۔ شیخ نجم الدین یہ کلام سن کر متنبہ ہو کر بہ معذرت پیش ائے اور کہا کہ میں اسی طرح سے آپ کا مخلص ہوں جیسے پیشتر سر آپ کے قدم مبارک پر گھستا تھا۔ اب آپ نے اپنے ایک مرید کو اس شہر میں متوطن کیا ہے۔ تمام خلائق اس سے رجوع ہوتی ہے اور کوئی شخص ہماری شیخ الاسلامی کو ایک برگ سبز کے عوض نہیں خریدتا ہے۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی نے جب یہ کلام شکایت انجام سنا متبسم ہو کر فرمایا اے شیخ خاطر جمع رکھ کہ میں قطب الدین کو اپنے ہمراہ اجمیر لیے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر ان کے مکان سے برآمد ہوئے ہر چند شیخ نجم الدین طعام ماحضر کے مصر ہوئے قبول نہ کیا اور کہتے ہیں۔ انہیں دنوں میں شیخ فرید الدین شکر گنج عراق اور خراسان اور ماوراء النہر اور مکہ مدینہ سے مراجعت کر کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی صحبت میں رہتے تھے۔ بذریعہ خواجہ قطب الدین خواجہ معین الدین محمد چشتی کی دست بوسی سے شرفیاب ہوئے اور خواجہ نے فرمایا۔ اے بابا بختیار تم شاہ باز عظیم القدر کو قید میں لائے ہو کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا آشیان نہ لگائے گا اور فرید وہ شمع ہے جو درویشوں کے خانوادہ کو روشن کرے گا اور انہیں دنوں میں خواجہ معین الدین محمد چشتی اجمیر کی طرف تشریف لے گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اپنے پیر کے ہمراہ رکاب

besturdubooks.wordpress.com

روانہ ہوئے۔ شہر کی خلقت یہ خبر سن کر اضطراب میں مبتلا ہوئی اور ہر ایک محلہ سے شور ماتم برپا ہوا۔ اہل دین درد و اندوہ کے ہمقرین ہوئے اور خواجہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔

جس مقام میں آپ کے قدم مبارک کا نشان پاتے تھے۔ وہاں کی خاک تبرکاً تیمناً اٹھاتے تھے اور خواجہ معین الدین محمد چشتی نے یہ مشاہدہ کر کے فرمایا بابا قطب الدین بختیار کاکی لوگ تیری مفارقت سے پریشان اور آزردہ خاطر ہیں۔ اتنے قلوب کی خرابی اور خستہ حالی مجھے منظور نہیں۔ تم اسی مقام میں بود و باش اختیار کرو کہ اس شہر کو اور تجھے خدا کی حفظ و حمایت میں چھوڑا اور بعض راویوں سے یہ منقول ہے کہ شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی روانگی سے جب مطلع ہوا آدمی متواتر خواجہ معین الدین محمد چشتی کی خدمت میں بھیج کر تمبنت تمام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی بازگشت کی التماس کی اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی آخر عمر میں قرآن شریف حفظ کر کے ہر روز دو بار کلام مجید ختم کرتے تھے اور مال دنیوی سے ایک پیسا نگاہ نہ رکھتے تھے اور آخر کو تاہل بھی فرمایا یعنی ایک بی بی کو اپنے عقد میں لائے اس کے بطن مبارک سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دوسرے کا شیخ محمد رکھا اور شیخ محمد سات برس کی عمر میں فوت ہوا اور اس کی ماں حرم سرا میں نوحہ و زاری اور گریہ و بے قراری کرتی تھی اور خواجہ قطب الدین نے شیخ بدرالدین سے پوچھا کہ یہ آواز پر سوز آج ہمارے مکان سے کیسی برآمد ہوئی ہے۔ سبب کیا ہے۔ شیخ نے عرض کی شیخ محمد نے رحلت کی۔ اس کی والدہ گریہ و زاری کرتی ہے۔ خواجہ قطب الدین نے یہ سانحہ سنتے ہی کف افسوس مل کر فرمایا اگر مجھے رحلت فرزند سے خبر ہوتی اس کی تندرستی کے واسطے حضرت شافی مطلق سے استدعا کرتا لیکن جو کہ یہ امر مقدر ہو چکا تھا۔ مجھے ملعوم نہ ہوا یہ اور اس کی والدہ کو ماتم اور جزع فزع سے ممانعت کی اور خود مشغول بہ مراقبہ ہوئے اور خواجہ کو قطب الدین بختیار کاکی اس سبب سے کہتے ہیں کہ جب خواجہ نے دہلی میں سکونت اختیار کی کسی سے کچھ نہ لیتے تھے اور گاہے ماہے کوئی شخص ازروئے اخلاص اگر نذر لاتا حضرت اسے قبول کر کے اسی وقت فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ مال دنیا سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ مشہور ہے کہ ان دنوں میں خواجہ کے مکان میں نو آدمی زن اور فرزند اور خادمہ سے تھے اور آپ کے ہمسایہ میں ایک بقال مسمی شرف الدین تھا۔ اس کی زوجہ خواجہ کی بی بی کے پاس بسبب رابطہ ہمسائگی کبھی کبھی آ جاتی تھی۔

جس وقت حضرت کے گھر میں قسم اذوقہ سے کوئی چیز موجود نہ ہوتی تھی اور ایک دو فاقہ کی نوبت پہنچی تھی خواجہ کی زوجہ بقال کی عورت سے بمقدار نیم تنکہ یا کم زیادہ قرض لے کر اپنے فرزندوں اور متعلقوں کی قوت میں صرف کرتی تھیں اور خواجہ کو اس معاملہ سے خبر نہ تھی اور جس وقت غیب سے کچھ پہنچتا تھا۔ بی بی قرض ادا کرتی تھیں ایک دن شرف الدین بقال کی زوجہ نے اثنائے کلام میں خواجہ قطب الدین کی بی بی سے یہ بات کہی کہ میرے سبب سے تمہارا نباہ ہوتا ہے۔ اگر میں نہ ہوں تم سب فاقہ کشی سے ہلاک ہو جاؤ۔ بی بی کو یہ کلام نہایت ناگوار ہوا اور اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ اب میں اس سے ہرگز قرض نہ لوں گی۔ ایک دن بی بی نے کسی تقریب سے یہ امر خواجہ کی سمع مبارک میں پہنچایا اور خواجہ یہ سن کر نہایت متاثر ہوئے۔ کچھ دیر مراقبہ میں جا کر سر اٹھا کر بی بی سے ارشاد کیا کہ خبردار آئندہ پھر قرض نہ لیا اور ضرورت کے وقت حجرہ کے طاق سے بسم اللہ کہہ کر گردے کاک یعنی چپاتی جس قدر درکار ہو لے کر اپنے فرزندوں اور جسے مطلوب ہو ان کے صرف میں لایا کرو اس دن سے خواجہ کی زوجہ ہمیشہ بوقت حاجت اس طاق سے گرما گرم مانڈے برآوردہ کر کے لوگوں کو تقسیم کرتی تھیں۔

ظاہراً خواجہ خضر علیہ السلام وہ مائدہ پہنچاتے تھے۔ اب بھی اسی طرح آنحضرت کے مقبرہ میں روٹیاں پکا کر مسافروں اور مجاوروں کو دیتے ہیں اور ہندی نان تنک کو کاک کہتے ہیں اور شیخ نظام الدین اولیاء اپنے پیر شیخ فرید الدین شکر گنج سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار نے شروع حال میں قصبہ اوش سے مسافرت اختیار کی اور ایک شہر میں پہنچ کر چند روز وہاں مقیم ہوئے اور اس شہر کے باہر

besturdubooks.wordpress.com

ایک مسجد اور ایک مینار تھا اور خواجہ قطب الدین بختیار کو یہ خبر پہنچی تھی کہ جس وقت کوئی شخص گوشہ خالی میں دوگانہ ادا کرے اور آخر شب میں فلاں دعا پڑھے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے البتہ اسے ملاقات نصیب ہو۔ اس لیے خواجہ آخر شب کو اس مسجد میں گئے اور دوگانہ بجالا کر وہ دعا پڑھی جب کسی شخص کو نہ دیکھا مایوس ہو کر مسجد سے برآمد ہوئے۔ جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے ایک پیر نورانی چہرہ سے دوچار ہوئے۔ اس پیر روشن ضمیر نے فرمایا یہاں کیا کرتے ہو۔ خواجہ نے حقیقت حال مشروحاً بیان کی پیر نے فرمایا تو دنیا طلب کرتا ہے۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا نہیں۔ پیر نے فرمایا کہ کچھ دنیا ضرور ہے۔ کہا نہیں کہا پھر تو خواجہ خضر کو کس واسطے طلب کرتا ہے۔ وہ بھی مانند تیرے سرگرداں ہے۔ لیکن اس شہر میں ایک مرد ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ایسا مشغول ہے کہ سات مرتبہ خضر اس کی زیارت کو گئے۔ بار نہ پایا خلاصہ یہ کہ وہ دونوں بزرگوار اس گفتگو میں تھے کہ ایک پیر اور گوشہ مسجد سے برآمد ہوئے اور پیر اول نے ہاتھ خواجہ قطب الدین کا پکڑ کر اس پیر کی طرف توجہ کی اور کہا یہ مرد نہ دنیا چاہتا ہے اور نہ اس پر کچھ قرض ہے مگر آپ کی صحبت کی آرزو رکھتا ہے۔ خواجہ قطب الدین یہ سن کر نہایت محظوظ ہوئے کہ خواجہ خضر علیہ السلام کو پایا اور سمجھے کی پیر اول رجال الغیب میں سے ہے اور پیر ثانی خضر علیہ السلام ہیں۔ پھر وہ دونوں بزرگوار نظر سے غائب ہوئے اور نیز حضرت نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے دل میں مدت مدید سے یہ آرزو تھی کہ شہر دہلی کے اطراف میں ایک حوض یعنی تالاب بناؤں تو خلایق پانی کی عسرت سے نجات پائے۔ اتفاقاً ایک شب کو شمس الدین التمش نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ کائنات اور خلاصہ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقام میں گھوڑے سوار کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں اے شمس الدین اگر تو تالاب بنانے کی نیت رکھتا ہے تو اس مقام میں جہاں میں استادہ ہوں تالاب تیار کر شمس الدین التمش اس بشارت فیض اشارت سے نہایت خوش ہوا۔ جب خواب سے بیدار ہوا اس مقام کو کہ حضرت رسالت پناہ نے ارشاد فرمایا تھا خوب ذہن نشین کر کے آدمی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں اور چونکہ یہ امر خواجہ پر کشف ہوا تھا جواب دیا میں اس مقام میں کہ حضرت رسالت پناہ نے تالاب کی تیاری کے بارہ میں ہدایت فرمائی ہے۔ جاتا ہوں آپ بہت جلد تشریف لائیں تو بہتر ہے۔

جب بادشاہ شمس الدین التمش نے خواجہ کا جواب سنا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر خواجہ کے مکان کی طرف بسبیل استعجال روانہ ہوا تاکہ ان سے مل کر مقصد یاب ہو خادموں نے شمس الدین التمش سے عرض کی کہ شیخ فلاں مقام میں تشریف لے گئے ہیں۔ شمس الدین بسرعت تمام روانہ ہوا اور خواجہ کو اس مقام میں مشغول نماز دیکھا اور بعد فراغ نماز شمس الدین التمش خواجہ کی دست بوسی سے مشرف ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ جس مقام میں شمس الدین التمش نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار دیکھا تھا حضرت کے گھوڑے کے سم کا نشان ظاہر تھا اور بعد ایک لحظہ کے اس نشان سے پانی نمود ہوا۔ چنانچہ اسی مقام میں تالاب تیار کر کے حضرت کے گھوڑے کے نشان سم پر صفہ اور ایک گنبد تعمیر کیا اور انہیں دنوں میں اس حوض سے ایک چشمہ سا بہم پہنچا کہ اب تک وہ چشمہ جاری ہے اور اکثر باغات اس چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور امیر خسرو دہلوی نے اس حوض اور چشمہ کی تعریف مثنوی قرآن السعدین میں تحریر فرمائی ہے اور اکثر مشائخ دہلی کے حق کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حوض کنارے ذکر حق میں مشغول ہوئے اور کہتے ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ایک روز اس مسجد میں جو لنگر شمس الدین التمش کے پہلو میں تالاب مذکور کے متصل واقع ہے بیٹھے تھے اور شیخ حمید الدین ناگوری اور خواجہ محمود موئینہ دوز اور شیخ بدرالدین غزنوی اور تاج الدین منور بھی حاضر تھے۔ اس اثناء میں حوض کے کنارے ایک شتر سوار کبود پوش رو لپیٹے پیدا ہوا اور اونٹ سے اتر کر کپڑے اتار کر حوض میں داخل ہوا اور بعد غسل تالاب سے برآمد ہو کر دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد کی طرف متوجہ ہو کر لوگوں کو آواز دی کہ تم کون ہو۔ تاج الدین منور نے جواب دیا کہ ہم درویش خدا پرست ہیں۔ اس نے پھر آواز دی کہ اے تاج الدین منور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو میرا سلام پہنچا اور کہہ کہ ابو سعید دمشقی جو نیاز مندی میں مخصوص ہے خواجہ

besturdubooks.wordpress.com

قدس سرہ نام ابو سعید دمشقی کا سنتے ہی مع درویشاں ہمراہی ان کی ملاقات کو روانہ ہوئے جب اس مقام میں پہنچے کچھ اثر اور نشان نہ دیکھا معلوم ہوا کہ رجال الغیب سے تھا۔ منقول ہے کہ ایک شاعر ناصری تخلص ماوراء النہر سے دہلی میں آکر خواجہ قطب الدین کے مکان پر وارد ہوا اور آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہو کر یہ عرض کی کہ میں نے ایک قصیدہ شمس الدین التمش کی مدح میں کہا ہے۔ امیدوار دعا ہوں کہ اس کا صلہ خوب پاؤں۔ خواجہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ خوب انعام پائے گا۔ ناصری نے شمس الدین التمش کے دربار میں جاکر وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلب یہ ہے۔

اے فتنہ از نہیب توزنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل زکفار خواستہ

شمس الدین التمش اس وقت دوسری طرف متوجہ تھا۔ ناصری نے مضطرب ہو کر خواجہ کو شفیع لاکر ہمت چاہی فوراً بادشاہ ناصری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا پڑھ۔

اے فتنہ از نہیب توزنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل زکفار خواستہ

ناصری نے جب دیکھا کہ باوجود مشغولی اور سمت کے شاہ نے ایک بار مطلع سن کر یاد رکھا پھر تو خوش ہو کر تمام قصیدہ پڑھا۔ شمس الدین التمش نے فرمایا کہ ایک بار اسے اور پڑھ جب پھر پڑھا پوچھا کہ اس قصیدہ میں کتنے شعر ہیں۔ عرض کی ترپن (۵۳) شمس الدین التمش نے حکم کیا کہ ترپن ہزار تنکہ نقرہ ناصری کو دیں اور ناصری وہ زر خطیر لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ صلہ حضرت کے انفاس کی برکت سے دستیاب ہوا۔ امیدوار ہوں کہ یہ سب روپیہ حاضر ہے۔ اگر سب نہیں قبول ہوتا تو اس میں سے نصف فقراء کو تقسیم فرمادیں۔ خواجہ نے قبول نہ کیا فرمایا سب تجھے ارزانی ہوا اور منقول ہے کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خواجہ قطب الدین علی بجستانی کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت محفل سماع برپا تھی اور قوال یہ بیت گاتا تھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانی دیگر است

خواجہ کے مزاج میں ایسا تغیر ظاہر ہوا کہ بے ہوش ہوگئے اور قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی کہ حاضر تھے خواجہ قطب الدین کو مکان میں لائے اور ان قوالوں کو جو یہ بیت پڑھتے تھے حاضر کر کے اس بیت کی تکرار کا حکم کیا اور خواجہ وجد فرما کر پھر حال میں مستغرق ہوگئے اور تین شبانہ روز یہ حالت رہی اور آنجناب کا تمام اندام اور بند بند نادرست ہوا۔ چنانچہ شب دوشنبہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ ۶۳۴ چھ سو چونتیس ہجری میں سر مبارک شیخ حمید الدین ناگوری کے زانو پر رکھا اور قدم شیخ بدرالدین غزنوی کی آغوش میں رکھے۔ اتنے میں آپ کی حالت دگرگوں ہوئی۔ اس وقت شیخ حمید الدین ناگوری نے عرض کیا کہ حال مخدوم کا دگرگوں ہے۔ خلافت کے بارہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے شیخ قطب الدین باوجود اس کے کہ اولاد اکبر موجود تھی اور اس کے سوا اور مشائخ حاضر تھے فرمایا کہ وہ خرقہ جو مجھے خواجہ معین الدین محمد چشتیؒ سے پہنچا ہے۔ مع مصلائے خاص اور عصا اور نعلین چوبین شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کو کہ خلافت ساتھ ان کے تعلق رکھتی ہے۔ پہنچاؤ یہ فرمایا اور عالم فنا سے رحلت کی منقول ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اس وقت قصبہ ہانسی میں متوطن تھے اور جس شب کو خواجہ رحلت کریں گے اسی دم ان پر کشف ہوا علی الصباح دہلی کی سمت روانہ ہوئے اور ایک درویش کو کہ شیخ حمید الدین ناگوری نے بعد رحلت خواجہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی اطلاع کے واسطے روانہ کیا تھا۔ وہ نصف راہ قصبہ محمہ میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت سے مشرف ہوا اور شیخ حمید الدین ناگوری کا مکتوب حوالہ کیا۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اس کا مضمون پڑھ کر مطلع ہوئے وہاں سے

besturdubooks.wordpress.com

بسبیل استعجال روانہ ہوئے اور تیسرے دن خواجہ کے مزار پر حاضر ہو کر لوازم زیارت بجالائے۔ اس وقت شیخ بدرالدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی نے خرقہ اور مصلا اور عصا اور نعلین چوبیں حسب وصیت حضرت کے انہیں سپرد کیں اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ اسی مصلا کو بچھا کر دوگانہ بجالائے اور خواجہ قطب الدین کے مکان پر جا کر سب کو امر بہ صبر فرمایا ور ایک ہفتہ وہاں رہ کر خواجہ کے متعلقوں کو سمجھاتے رہے اور حضرت نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ عید کے روز نماز دوگانہ ادا کر کے ایک مقام میں جہاں ان کی قبر ہے وارد ہوئے اور اس زمین کو مصفا اور قبر سے خالی دیکھ کر ایک لحظہ اس مقام میں استادہ ہو کر متامل ہوئے اور درویش جو حضرت کے ہمراہ تھے انہوں نے خواجہ سے یہ عرض کی کہ آج روز عید ہے اور ایک خلقت آپ کی ملازمت کی تمنا رکھتی ہے۔ سبب توقف کا کیا ہے۔ خواجہ نے ارشاد کیا کہ مجھے اس زمین سے بوئے محبت آتی ہے۔ ایک ساعت تم میرے ساتھ یہاں ٹھہرو یہ فرما کر خواجہ نے اس زمین کے مالک کو طلب کیا اور مال حلال سے وہ زمین خرید کر کے اپنے مدفن کے واسطے معین کی اور بعد وفات حسب وصیت لوگوں نے آپ کو اسی قطعہ زمین میں دفن کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

سلطان المشائخ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز

گل گلزار انوار معانی در دریائے گنج لا مکانی
مئے وحدت زجام عشق خوردہ قدم در عالم لاہور بردہ
بہ ملک فقر شاہنشاہ کا مقصود فریدالدین ملت شیخ مسعود

حضرت کے جد امجد مشہور فرخ شاہ ملک کابل کے حاکم تھے اور آپ کے پدر والا گہر شیخ کمال الدین سلیمان سلطان شہاب الدین غوری کی عہد سلطنت میں کابل سے ملتان میں آئے اور بادشاہ نے قصبہ کھوتوال جو ملتان کے قریب ہے آپ کو مرحمت کیا اور کمال الدین سلیمان نے وہاں متوطن ہو کر وجیہ الدین خجندی کی بیٹی جو زیور عفت اور حلیہ عصمت سے آراستہ تھی- اپنے عقد ازدواج میں لائے اور اس عفیفہ کے بطن مبارک سے تین فرزند متولد ہوئے- بڑے بیٹے کا نام فریدالدین محمود اور منجھلے کا اسم فریدالدین مسعود اور چھوٹے کا حبیب الدین المشہور بہ متوکل تھا اور شیخ فرید شہور ۵۸۴ پانچ سو چوراسی ہجری میں قصبہ کھوتوال میں پیدا ہوئے تھے- کہتے ہیں ایک شب کو شیخ کی والدہ ماجدہ نماز تہجد میں مشغول تھیں- ایک چور آپ کے مکان میں آیا- جب اس چور کی نگاہ اس عفیفہ پر پڑی وہ چور فوراً نابینا ہوا اور چاہا کہ نکل جاؤں راہ نہ سوجھی- آواز دی کہ میں اس مکان میں چوری کو آیا تھا یہاں کون شخص ہے کہ جس کے نور باطن سے اندھا ہوا- اب میں عہد کرتا ہوں کہ اگر آنکھیں میری روشن ہو جائیں تو عمر بھر چوری نہ کروں گا اور کفر سے اسلام میں داخل ہوں گا- شیخ کی والدہ نے جب یہ سنا اس کی بینائی کے واسطے درگاہ مجیب الدعوات میں دعا کی- چنانچہ تیر دعا کا قبولیت کے نشانہ سے مقرون ہوا- یعنی وہ چور بینا ہوا اور اپنا راستہ لیا- اس حال سے سوائے اس رابعہ وقت کے کسی کو خبر نہ تھی- چور نے صبح کو شب کا ماجرا اپنے اہل و عیال سے بیان کیا اور ایک ہانڈی دہی کی سر پر لے کر ان بی بی صاحبہ کی خدمت میں جا کر احوال شب کا بیان اور عرض کی کہ میں حسب وعدہ حاضر ہوا ہوں کہ شرف اسلام سے مشرف ہوں- یہ کہہ کر کلمہ شہادت زبان پر جاری کر کے دین اسلام باعتقاد تمام قبول کیا اور نام اس کا عبداللہ ہوا اور مدت عمر خدمت میں مصروف رہا- چنانچہ اب تک قبر اس کی اسی قصبہ میں ہے اور لوگ اس کی زیارت سے تبرک پاتے ہیں اور شیخ فریدالدین مسعود کے والد اور ان کے بڑے بھائی اعزالدین کا مزار بھی اس قصبہ میں موجود ہے اور نقل ہے کہ شیخ اٹھارہ برس کے سن میں قبتہ الاسلام ملتان میں مولانا منہاج الدین ترمذی کی خدمت میں کتاب نافع جو فقہ میں ہے پڑھتے تھے اور کلام اللہ حفظ کر کے رات دن میں ایک بار ختم کرتے تھے اور اسی مسجد میں رہتے تھے- ان دنوں میں ایک بار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھی اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی جو بن نظر آنحضرت کے چہرہ نورانی پر پڑی دل سے حضرت کے عاشق ہوئے اور سر آپ کے قدم مبارک پر رکھا- خواجہ نے پوچھا کہ تمہاری بغل میں کون سی کتاب ہے- عرض کی کتاب نافع فقہ خواجہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نافع ہو گی اور شیخ دست ارادت خواجہ کے دامن میں مستحکم کر کے ملتان میں رہے- اکثر اوقات آنجناب کی صحبت میں فیض یاب ہوتے تھے اور جب خواجہ دہلی کی طرف متوجہ ہوئے یہ بھی ہمراہ رکاب روانہ ہوئے- خواجہ نے فرمایا بابا فرید اس ترک تجرید میں بھی چند روز علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول رہ اور بعد اس کے دہلی کی طرف آ کر میری صحبت میں قیام کر بزرگان نے کہا ہے کہ زاہد بے علم مسخر شیطان ہو جاتا ہے- بابا فرید وفور محبت سے تین منزل ہمراہ گئے- بعد اس کے رخصت ہوئے اور اپنے پیر کے حکم کے موافق قندھار میں جا کر پانچ برس علوم تحصیل کیے- من بعد شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ سیف الدین خضری اور شیخ سعید الدین حموی اور شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ فریدالدین محمد عطار نیشاپوری کی شرف

besturdubooks.wordpress.com

ملازمت میں مشرف ہو کر ہر ایک سے ایک فیض حاصل کیا اور شیخ سیف الدین خضری نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند جب تو اس راہ میں سب سے بیگانہ ہو گا تب خدا سے یگانہ ہو گا۔

تاخانہ دل خالی از اغیار نیابی
بام دور ایں خانہ پر ازیار نیابی

اور شیخ سعید الدین حموی اور شیخ بہاء الدین زکریا ان سے یہ ارشاد کرتے تھے کہ اے فرزند پردہ پوشی درویشی ہے نہ خرقہ پوشی اور خرقہ پوشی اس شخص کو حق ہے جو برادر مسلمان کا عیب چھپائے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ان سے فرمایا کہ اے بھائی جب تک اس راہ میں دل سے نہ چلے گا قدم سیدھا نہ پڑے گا اور جب تک یا چشم تر نہ ہو گا تب تک حاشا مقام قرب میں نہ پہنچے گا اور یہ رباعی شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے نتائج انفاس متبرکہ سے ہے۔

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی در روز دوائے شخص بیمار کنی
تادل نہ کنی زغصہ و کینہ تہی صد خرمن گل برسر یک خار کنی

کہتے ہیں کہ شیخ فرید جب سفر سے مراجعت کر کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی زیارت کو دہلی میں آئے۔ خواجہ ان کے آنے سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوئے اور غزنین کے دروازے کے قریب ان کے واسطے ایک حجرہ معین فرمایا اور ان کی تربیت اور تہذیب میں مشغول ہوئے اور بابا فرید قدس سرہ برخلاف دوسرے مریدوں مثل بدرالدین غزنوی و شیخ احمد نہروالی کے دو ہفتہ بعد حضرت قطب صاحب کی زیارت کو حاضر ہوتے اور وہ لوگ اکثر اوقات خواجہ کی خدمت میں رہتے تھے اور جب شیخ کا شہرہ حد سے زیادہ ہوا اور خلقت ہجوم لا کر آنحضرت کی اوقات کے مزاحم حال ہوئی آپ خواجہ سے رخصت ہو کر قصبہ ہانسی میں گئے اور اس مقام میں سکونت کر کے خواجہ کے بعد انتقال دہلی میں آئے اور خواجہ کی خرقہ اور عصا اور مصلا سے اختصاص پا کر خواجہ کی خانقاہ میں استقامت فرمائی لیکن بعد ایک ہفتہ کے جمعہ کے روز بہ نیت نماز خانقاہ سے برآمد ہوئے تھے کہ ایک مجذوب سرہنگا نام جو ہانسی میں اکثر شیخ کی صحبت میں مشرف ہوتا تھا۔ دہلیز خانہ میں استادہ تھا دوڑ کر اس نے حضرت کے پاؤں کا بوسہ لیا اور گریاں اور نالاں ہو کر عرض کی کہ میں آپ کی مفارقت میں بے طاقت ہو کر ہانسی سے آیا ہوں اور اس ملک کے باشندے آپ کا اشتیاق ملازمت حد سے زیادہ رکھتے ہیں۔ شیخ نے جب یہ کلام سنا اور خلائق کے ہجوم سے بھی شکایت رکھتے تھے۔ فرمایا کہ یہ نعمت مجھے خواجہ سے پہنچی ہے۔ یہاں رہا تو کیا وہاں رہا تو کیا۔ یہ فرمایا اور خواجہ کے صاحبزادوں سے رخصت ہو کر ہانسی کی سمت روانہ ہوئے۔ جب وہاں بھی خلق کا ہجوم زیادہ ہوا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی کو خرقہ تبرک دے کر اس مقام میں چھوڑا اور خود بدولت نے یہ ارادہ کر کے کہ میں اب کی مرتبہ ایسی جگہ جاؤں کہ کوئی مجھے نہ پہچانے۔ مسافرت اختیار کی اور جب قصبہ اجودھن میں کہ فی الحال یہ پٹن شیخ فرید مشہور ہے اور دیپالپور کے قریب واقع ہے۔ پہنچے دیکھا کہ وہاں کے آدمی بیشتر کج خلق اور بدمزاج ہیں اور زاہد اور عالم سے کچھ غرض نہیں رکھتے ہیں۔ اس واسطے وہاں اقامت کر کے مشغول بحق ہوئے اور نیز یہ نقل کرتے ہیں کہ قصبہ کے نزدیک ذخیرہ درختوں کا تھا اور ایک درخت کے نیچے جو سب سے بڑھا تھا اپنی کملی بچھا کر چند دن بفراغت اپنے کام میں مشغول ہوئے اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے منقول ہے کہ شیخ اس قصبہ میں ایک بی بی صالحہ کو اپنے عقد نکاح میں لائے اور جب آفریدگار عالم نے فرزند کرامت فرمائے۔ مسجد جامع کے قریب ایک حویلی اپنے اہل و عیال کے رہنے کو تعمیر کی اور خود اکثر اوقات اس مسجد میں بہ عبادت خدا بسر لے جاتے تھے لیکن جب آوازہ آپ کی مشیخت کا اطراف و کناف میں منتشر ہوا۔ گوشہ گیری نے فائدہ نہ بخشا طالبان حق وہاں بھی رجوع ہوئے اور شیخ بہ ناچاری و مجبوری خاص و عام سے بملطف تمام پیش آتے تھے اور ان سے یہ فرماتے تھے جو تم مجھ پر توجہ فرماتے ہو تو ایک کام کرو جدا جدا آیا کرو تو نظر علیحدہ علیحدہ کرو اور کہتے ہیں اجودھن کے قاضی نے وفور حسد سے دروازہ

besturdubooks.wordpress.com

خصومت کا کھولا اور سپاہی اور جاگیردار وہاں کے قاضی کے اغوا سے شیخ کے فرزندوں کو مزاحمت پہنچاتے تھے اور شیخ ہرگز ملتفت نہ ہوتے تھے کہ وہ کیا کرتا ہے اور ان پر کیا گزرتی ہے۔

یہاں تک کہ قاضی نے ملتان کے اعیان اور صدور کو لکھا کہ جو شخص اہل علم سے ہو اور وہ مسجد میں قیام کر کے راگ سنے اور رقص کرے اس کے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے۔ انہوں نے در جواب لکھا کہ تم پہلے اس شخص کا نام لکھو کہ وہ کون ہے تو ہم فتویٰ لکھیں۔ قاضی نے نام شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کا قلمی کیا ملتان کے عالموں نے جب شیخ کا اسم شریف سنا قاضی سے نہایت رنجیدہ ہوئے اور لکھا تو نے اس درویش کا نام لکھا ہے کہ مجتہدین کو مجال نہیں کہ اس کے قول پر اعتراض کریں۔ لیکن قاضی باوجود اس حال کے اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ جب فرصت پاتا تھا باتفاق جاگیرداروں کے آنجناب کے فرزندوں کو ایذا پہنچاتا تھا اور فرزند جب حضرت سے شاکی ہوتے تھے۔ شیخ ان سے فرماتے تھے جو ظلم چاہیں کریں۔ خود ہی ان سے انتقام لیا جائے گا لکھا ہے:

کہ چند روز گزرے تھے کہ دشمن متفرق اور پریشان ہوئے اور باقی ماندگان نے شیخ کے فرزندوں کی اطاعت اور محبت اختیار کی اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے۔ کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی یہ عادت تھی کہ نماز کے بعد قریب دو ساعت سر خاک نیاز پر رکھ کر ساتھ حق کے مشغول ہوتے تھے۔

اور جاڑے کی موسم میں مرید پوستین حضرت پر ڈالتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے سوا مریدوں میں کوئی نہ تھا کہ ایک قلندر حرم پوش حلقہ بگوش آیا اور بہ آواز بلند ہر طرح کے رطب ویابس کہنے شروع کیے۔ شیخ نے حالت سجود میں فرمایا کہ یہاں کوئی موجود ہے۔ میں نے عرض کی آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے پھر فرمایا میرے قریب ایک قلندر ا۔ستادہ ہے۔ میں نے عرض کی ہاں پھر فرمایا زنجیر کمر پر رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں پھر ارشاد کیا حلقہ سفید کان میں رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی پہنے ہے۔ الحاصل جب میں اس پر نظر کرتا تھا اس کا رنگ تبدیل اور متغیر ہوتا تھا۔ شیخ نے پھر حالت سجدہ میں فرمایا کہ اے نظام الدین وہ ایک چھری برہنہ کمر میں رکھتا ہے۔ اس سے کہو کہ نفضیحت نہ ہو یہاں سے دفع ہو۔ قلندر یہ سنتے ہی بھاگ گیا اور کہتے ہیں اجودھن کے قاضی نے زر خطیر اس قلندر کو دے کر شیخ کی شہادت پر راضی کیا تھا کہ عین سجدہ میں آنجناب کو شہید کرے اور شیخ نظام الدین سے منقول ہے کہ ایک روز شیخ فرید سجادہ پر بیٹھے تھے اور اسی طور سے ایک قلندر نے آکر بہ آواز درشت کہا کیا تو نے خود آرائی کی ہے اور خلق کو اپنی پرستش کو چھوڑا ہے۔ شیخ نے جواب دیا میں نے نہیں کی۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے کی ہے۔ کس واسطے کہ کوئی شخص سوائے خدائے تعالیٰ کے اپنے تئیں ایسا نہیں بنا سکتا۔ قلندر شیخ کے حسن خلق پر ثنا خواں ہو کر معتقد ہوا اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی اپنے پیر شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش گذری پہنے ہوئے شیخ کے پاس آیا۔ شیخ نے اسے کچھ دے کر رخصت کیا۔ اس نے استادہ ہو کر کنگھی جو شیخ نے کنگھی دان سے برآور وہ کر کے مصلے پر رکھی تھی طلب کی اور شیخ نے اس کنگھی کو جودت سے استعمال میں لائے تھے۔ اے حقیر جان کر اس کو جواب نہ دیا اور درویش بے شرم نے بہ آواز بلند کہا اے شیخ اگر تو یہ کنگھی مجھے دے تو تجھے برکت تمام حاصل ہو۔ شیخ نے فرمایا جا اس سے زیادہ میرا مزاحم حال نہ ہو تجھے اور تیری برکت کو میں نے آب رواں میں ڈالا قصبہ کوتاہ فقیر عازم سفر ہوا۔ جب اس چشمہ پر جو قصبہ اجودھن کے باہر جاری ہے پہنچا اور کپڑے اتار کر غسل کے واسطے درمیان میں در آیا۔ ایسا بحر فنا میں ڈوب کر غوطہ لگایا کہ پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا کہ کیا ہوا اور راویوں نے روایت کی ہے کہ قصبہ اجودھن کے حاکم نے قاضی کے وسوسہ سے شیخ کے فرزندوں پر سختی حد سے زیادہ کی۔ ایک دن شیخ کے بڑے صاجزادے نے آزردہ ہو کر باپ سے عرض کی کہ آپ کی بزرگی سے ہمیں یہ فائدہ پہنچا ہے کہ حاکم کی طرف سے رات دن غم و الم میں رہتے ہیں۔ شیخ یہ کلام سن کر آزردہ ہوئے اور عصا جو ہاتھ میں رکھتے تھے اٹھا کر زمین پر مارا۔ اسی دم حاکم درد شکم میں گرفتار ہوا اور کہا مجھے شیخ کے مکان پر لے چلو۔ ابھی حضرت کے مکان پر نہ پہنچا تھا کہ طائر روح اس کا اثنائے راہ میں

besturdubooks.wordpress.com

قفس تن سے پھڑک کر نکل گیا اور نقل ہے کہ اجودھن میں ایک عامل محرر تھا۔ وہاں کا حاکم اس پر جور و تعدی کرتا تھا۔ وہ شیخ کے پاس پناہ لایا اور التماس شفاعت و سفارش کی۔ شیخ نے پہلے اپنا خادم حاکم کے پاس بھیج کر پیغام کیا کہ اس درویش کی منت کے سبب ہاتھ اس عمال دلریش کے ظلم سے کوتاہ کرو حاکم نے شیخ کے فرمانے پر کچھ التفات نہ کی بلکہ جور و جفا زیادہ تر کرنے لگا۔

محرر نے پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال بیان کی شیخ نے ارشاد کیا کہ میں نے تیری سفارش حاکم سے کی تھی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید کسی مظلوم نے قبل اس کے تیرے پاس بھی داد خواہی کی تھی اور تو نے نہ سنی۔ محرر اٹھا اور عرض کہ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں کہ میں بعد کسی کو نہ ستاؤں گا اگرچہ دشمن بھی ہو۔ منقول ہے کہ اسی وقت حاکم نے اسے طلب کر کے خلعت اور گھوڑا مرحمت فرمایا اور اس کی تقصیر معاف کی اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بے ادبی سے استغفار کی اور مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب سیر المشائخ میں دیکھا ہے کہ ایک جوان وجیہہ شہر دہلی سے شیخ کی زیارت کے واسطے قصبہ اجودھن کی طرف متوجہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک مطربہ یعنی ارباب نشاط اسے دیکھ کر عاشق ہوئی اور وصل کی تدبیریں کرنے لگی اور جب اس جوان نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کی۔ ہمراہی اختیار کر کے ہر لحظہ اور ہر ساعت سرگرم نازو کرشمہ آدم فریب ہوتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک روز کسی تقریب سے دونوں ایک بہل پر سوار ہوئے۔ مطربہ نے اس قدر غمزہ اور عشوہ جوان سے کیے کہ جوان کو بھی کچھ خواہش اس کی طرف ہوئی اور چاہا کی ہاتھ دراز کرے۔ اس حال میں ایک مرد آیا اور طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور یہ بات کہی کہ شیخ کی خدمت میں بقصد توبہ و انابت جاتا ہے اور دل فسق و فجور میں باندھتا ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہوا جوان متنبہ ہو کر مطربہ کے وصل سے باز رہا اور جب شیخ کی خدمت میں پہنچا شیخ نے فرمایا اے جوان تو نے مطربہ کی طرف میل کیا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نگاہ رکھا۔ جوان نے یہ کلام سن کر شیخ کے قدم پر سر رکھا اور باعتقاد تمام مرید ہوا اور نقل ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ایک مرید تھے۔ انہیں خلقت محمد شہ غوری کہتی تھی اور وہ مرد صادق اور پرہیز گار تھے۔ ایک وقت وہ نہایت مضطرب اور متحیر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے پوچھا کہ اے محمد شہ تجھے کیا پیش آیا ہے جو تو اس قدر پریشان خاطر ہے۔ اس نے عرض کی کہ میرا بھائی شدت مرض سے قریب ہلاکت ہے معلوم نہیں ہوتا کہ میں اسے جا کر زندہ دیکھوں۔ شیخ نے فرمایا میں تمام عمر درگاہ الٰہی میں اسی طرح محزون رہتا ہوں جیسا تو اس وقت محزون و مغموم ہے لیکن کسی سے اظہار نہیں کرتا۔ اپنے گھر جا انشاء اللہ تعالیٰ تیرے بھائی نے شفائے کامل پائی ہے۔

محمد شہ غوری جب مکان میں آیا اپنے بھائی کو دیکھا کہ صحیح و سالم بیٹھا ہوا کھانا کھاتا ہے اور کسی طرح کی زحمت اور علالت نہیں رکھتا اور شیخ نصیرالدین محمد اودھی اپنے پیر بے نظیر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک وقت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو ایک مرض سخت لاحق ہوا۔ یہاں تک کہ آپ نے چند روز آب و طعام کی طرف مطلق رغبت نہ کی۔ آپ کے صاحبزادوں اور دوستوں نے اطبائے حاذق کو طلب کر کے نبض و قارورہ دکھایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مرض ہماری تشخیص میں نہیں آتا کہ شیخ کس زحمت میں مبتلا ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئے۔ دوسرے دن مرض نے اور زیادہ شدت کی شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ نے مجھے اور اپنے فرزند شیخ بدرالدین سلیمان کو طلب فرمایا اور مشغولی حق کے واسطے اشارہ کیا اور جب رات ہوئی ہم دونوں حکم کے موافق ساتھ حق کے مشغول ہوئے اس رات کو شیخ بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد فرماتے ہیں کہ تیرے باپ پر سحر کیا ہے۔ شیخ بدرالدین سلیمان نے پوچھا کس نے سحر کیا ہے۔ پیر نے فرمایا شہاب الدین ساحر کے فرزند نے چونکہ شہاب الدین نامی ساحر ایک شخص قصبہ اجودھن میں نہایت مشہور تھا۔ شیخ بدرالدین سلیمان نے ان سے پھر یہ سوال کیا کہ یہ سحر کیونکر دفع ہوگا۔ پیر نے کہا کہ ایک شخص شہاب الدین ساحر کی قبر پر بیٹھ کر یہ کلمات پڑھے اور وہ کلمات کہ پیر نے خواب میں تلقین کیے تھے۔ شیخ بدرالدین سلیمان کو یاد رہے یہ ہیں۔ ایہا المقبور المبتلا اعلم ان ابنک قد سحر فلانا فقل لہ یکف باسہ والا ملحق بہ مالمحق بنا اس کا ترجمہ یہ

besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ اے قبر میں گئے ہوئے مصیبت میں مبتلا جان کے تیرے بیٹے نے فلاں شخص پر سحر کیا ہے- پس اس سے کہہ دے باز رکھے اپنے شر کو ورنہ اسے پہنچے گا جو کچھ ہمارے ساتھ پہنچا ہے اور فجر کو شیخ بدرالدین سلیمان نے اپنے مریدوں کے باتفاق باپ کی خدمت میں جا کر رات کا واقعہ جو خواب میں نظر آیا تھا- عرض کیا شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کلمات کو یاد کر کے شہاب الدین ساحر کی قبر تلاش کرو اور پیر کی حسب فرمائش عمل میں لاؤ- میں شہاب الدین ساحر کی قبر تلاش کر کے وہاں گیا اور اس کی قبر پر بیٹھ کر کلمات مذکورہ پڑھے اور جو اس کی قبر پختہ تھی اور ایک مقام پر اس کے کچھ مٹی افتادہ تھی- میں نے ملہم غیبی کے اشارہ سے اسے کھودا ناگاہ اس میں سے ایک پتلا آٹے کا برآمد ہوا اور اس پتلے کے جسم میں جابجا سوئیاں چبھوئیں تھیں اور گھوڑے کی دم کے بال اس صورت پر محکم باندھے تھے- میں اسی طریق سے اس پتلے کو شیخ کے روبرو لایا اور اس جناب کے حکم سے وہ سوئیاں نکالنے اور بال کھولنے میں مشغول ہوا- جوں جوں سوئیاں اس پتلے کے جسم سے برآمد ہوتی تھیں اور بال کھلتے تھے شیخ کو ایک راحت اور صحت معلوم ہوتی تھی-

جب سوئیاں برآمد ہو چکیں اس وقت اس پتلے کو شیخ کے اشارہ کے بموجب توڑ کر آب رواں میں پھینک دیا اور اس کے بعد یہ خبر اجودھن کے حاکم کو پہنچی شہاب الدین ساحر کے فرزند کو گرفتار کر کے شیخ کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے- اگر حکم ہو آپ کے قصاص میں اس کی گردن مار دوں- شیخ نے سفارش کی اور فرمایا کہ جو حکیم علی الاطلاق نے مجھے صحت کرامت فرمائی میں نے اس کے شکریہ میں اس کا گناہ معاف کیا اور تم بھی اس کی خطا بخشو- نقل ہے شیخ نظام الدین اولیاء سے کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پانچ درویش ولایت ترکستان سے سیر کنان اجودھن میں پہنچے- وہ سب فقیر کج خلق اور منہ پھٹ تھے- شیخ کے پاس آ کر یوں گویا ہوئے کہ ہم تمام جہاں میں پھرے کوئی درویش ایسا کہ جس کی ہمیں تلاش ہے نہیں ملا- مدعی خود غرض دنیا دار بہت ہیں- شیخ نے فرمایا کہ تم ایک ساعت توقف کرو میں تمہیں ایک درویش دکھاؤں- انہوں نے قبول نہ کیا اور اٹھ کھڑے ہوئے- شیخ نے فرمایا اگر جاتے ہو تو خبردار فلاں راستہ سے نہ جانا- انہوں نے شیخ کے فرمانے پر التفات نہ کی اور جان بوجھ کر اسی راہ ممنوع کی سمت روانہ ہوئے- یہ امر دیکھ کر شیخ نے آبدیدہ ہو کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا- بعد چند روز کے خبر پہنچی کہ پانچوں آدمیوں کو باد سموم یعنی لون نے مارا چار فوراً مر گئے اور ایک شخص ان میں سے ایک کنوئیں پر پہنچا اور اس قدر پانی پیا کہ وہ بھی ہلاک ہوا اور کتاب خیر المجالس میں نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک طالب علم مسمی نصیرالدین شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ رعونت سے خالی نہ تھے- ایک دن ایک جوگی جماعت خانہ میں پہنچا- نصیرالدین نے اس سے پوچھا کہ سر کے بال کس چیز سے دراز ہوتے ہیں اور جو مشائخ اس زمانہ کے سر کے بال نہایت مکروہ جانتے تھے ہمیشہ منڈواتے تھے اور موئے دراز کے بارہ میں حدیث تحت کل شعرة جنابتہ نقل کرتے تھے اس وجہ سے شیخ نظام الدین کو نصیرالدین کو وہ بات گراں گزری اور انہیں دنوں میں خواجہ وجیہ الدین معین الدین سنجری قدس سرہ کے نواسہ شیخ کے پاس اجودھن میں آئے اور بیعت کے طالب ہوئے اور اپنے سر کے بال ترشوانے کی التماس کی- شیخ فرید نے فرمایا کہ میں آپ کے خانوادہ عظیم الشان کے مائدہ فیض سے ایک ریزہ روٹی کا بھیک مانگ کر لایا ہوں- منافی ادب ہے کہ میں آپ کو دست بیعت دے کر مرید کروں- خواجہ وجیہ الدین نے عرض کیا کہ آپ کا مثل اس زمانے میں کہاں ہے کہ اس کی خدمت میں جا کر سعادت دارین حاصل کروں اور میں اس بارہ میں بضد ہوں- آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا- شیخ نے جب انہیں نہایت مصر دیکھا اسے منبع اخلاص کو خرقہ خاص دے کر سرفراز فرمایا اور سر کے بال ترشوائے اور اسی عرصہ میں نصیرالدین متعلم بھی کہ درازی بال کے مقید تھے- انہوں نے بیعت کر کے سر کے بال دور کیے اور جو بضاعت اور متاع تجارت کے واسطے رکھتے تھے- درویشوں کے صرف میں لائے اور شیخ کی توجہ سے فقر اختیار کیا اور کتاب خیر المجالس ملفوظ شیخ نصیرالدین محمود اودھی میں مسطور ہے کہ ایک دن شیخ اپنے حجرہ میں بذکر حق مشغول تھے- ایک قلندر نے آ کر شیخ کی گلیم پر اجلاس کیا اور مولانا بدرالدین اسحاق نے تھوڑا طعام حاضر کیا- قلندر نے کھانا تناول کر کے کہا کہ میں شیخ کے دیکھنے کی تمنا

besturdubooks.wordpress.com

رکھتا ہوں جواب دیا کہ اس وقت شیخ ذکر حق میں مشغول ہیں کوئی اس وقت شیخ کی خدمت میں جا نہیں سکتا۔ قلندر نے اس وقت اپنی جھولی میں سے گیاہ سبز یعنی بھنگ کہ وہ قوم ساتھ اس کے منسوب ہے نکال کر کچکول میں ڈال کر اس کے گھوٹنے میں مشغول ہوا۔ چنانچہ اس میں سے کسی قدر شیخ کے کمل پر جس پر وہ بیٹھا تھا گری مولانا بدرالدین نے اس سے یہ بات کہی کہ اے درویش بے ادبی حد سے زیادہ نہ چاہیے۔ یہاں سے اٹھ کر علیحدہ بیٹھو۔ یہ سنتے ہی قلندر طیش میں آ کر کچکول اٹھا کر مولانا بدرالدین اسحق کو مارنا چاہتا تھا کہ شیخ نور باطن سے دریافت کر کے حجرہ سے برآمد ہوئے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر بہ منت تمام کہا کہ آپ یہ گناہ میرے کہنے سے بخشیں۔ قلندر نے جواب دیا کہ اول فقیر ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھاتے ہیں جب تک کسی کے ماتھے نہیں جاتی نہیں اتارتے ہیں۔ شیخ نے کہا اس دیوار پر اتاریے۔ اس فقیر نے کچکول دیوار پر کہ نہایت محکم تھی مارا اور وہ دیوار فوراً گر پڑی۔ اس وقت قلندر سرنگوں ہو کر عرض نیاز کر کے رخصت ہوا اور شیخ فرید نے خواجہ بدرالدین اسحق سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لباس عام میں خاص بھی ہوتے ہیں اور وہ گھاس کہ اس نے گھوٹی تھی شاید وہ نہ ہو کہ قلندر استعمال کرتے ہیں اور شاید اس نے امتحان کے واسطے نکال کر گھوٹی ہو اور نقل ہے کہ یہ مولانا بدرالدین اسحق بخارا کے رہنے والے تھے اور علم معقول و منقول سے خوب واقف تھے کہ آپ کا مثل نہ تھا۔ دہلی میں مدرسہ معزی میں درس دیتے تھے اور درویشوں سے اعتقاد نہ رکھتے تھے اور ان سے اور ان کے ہمعصروں سے کئی مسائل مشکل حل نہ ہوتے تھے۔ بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور جب اجودھن میں پہنچے ان کے ہمراہی شیخ فرید کی زیارت کے واسطے عازم ہوئے اور مولانا سے عرض کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شیخ کی زیارت کو تشریف لے چلیں نہایت احسان ہوگا۔ انہیں جواب دیا کہ تم جاؤ ہم نے ایسے شیخ بہت دیکھے ہیں ایسی لیاقت نہیں رکھتے کہ کوئی شخص ان کی صحبت میں اپنی اوقات ضائع کرے۔ لیکن رفقا مصر ہو کر انہیں بھی ہمراہ لے گئے اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے اس مجلس میں ان کی تمام مشکلات بہ تقریبات حل فرمائیں اور مولانا بدرالدین اسحق نے وہ حالت مشاہدہ کر کے عزیمت بخارا ترک کی اور شیخ کے ایسے معتقد ہوئے کہ ہر روز ایک پشتارہ لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھ کر شیخ کے مطبخ میں صحرا سے لاتے تھے اور دن بدن ایک فیض حاصل کرتے تھے۔ آخر الامر شیخ اپنی بیٹی مولانا کے حبالہ نکاح میں لائے اور اپنی دامادی سے انہیں مشرف کیا اور یہ بھی شیخ نصیرالدین سے منقول ہے کہ قصبہ اجودھن سے چار کوس کے فاصلہ پر ترک قتالی حاکم تھا اور اس کے پاس ایک شاہین تھا کہ وہ ہرن کے بچے اور کلنگ کا شکار کرتا تھا اور حاکم اسے نہایت دوست رکھتا تھا اور میر شکار کے سپرد کر کے یہ تاکید کی تھی کہ خبردار تو میری غیبت میں کسی جانور پر نہ چھوڑنا۔ مبادا پرواز کرے اور پھر دستیاب نہ ہو۔ قضارا وہ میر شکار اپنے ایک احباب کو لے کر ایک موضع کی طرف سوار جاتا تھا۔ اس اثناء میں کئی کلنگ دکھائی دیے اور اس کے دوستوں نے شاہین چھوڑنے کی تکلیف دی اور یہ بات کہی کہ ہم دس بارہ سوار ہیں اور گھوڑے چالاک اور راہوار رکھتے ہیں۔ اسے کسی طرف جانے نہ دیں گے اور جب مبالغہ حد سے گزرا میر شکار نے ناچار ہو کر اسے اڑایا۔ ناگاہ کلنگ ایک طرف پرواز کر گئے اور باز ایک سمت پرواز کر کے ایسا بلند ہوا کہ نظر سے غائب ہوا۔ ہر چند تلاش کی عنقا کی طرح اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ میر شکار ترک کے قہر و سیاست کے خوف سے گریاں اور چاک گریبان ہو کر بہزار محنت اجودھن میں پہنچا اور اس طرح سے کہ جیسے کسی کا جوان بیٹا مرجاتا ہے۔ جزع فزع کرتا ہوا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ماجرا عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر باز مجھ کو دستیاب نہ ہوگا تو ترک مجھے زندہ نہ چھوڑے گا اور میرے زن و فرزند کو قید کرے گا۔ شیخ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ متوجہ ہوئے اور اس کے واسطے کھانا موجود کر کے فرمایا کہ اسے تناول کر۔ خدا کریم ہے شاید کہ باز تیرا دستیاب ہو جائے۔ یہ کلام ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ شاہین آ کر ایک درخت پر بیٹھا اور میر شکار اسے دستیاب کر کے نہایت خوش ہوا اور شیخ کا ممنون احسان ہو کر گھوڑا اپنی سواری کا پیش کش کیا۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا گھوڑا تجھے پر ضرور ہے تو اس پر سوار ہو کر شاہین اپنے صاحب کو پہنچا اور جو کچھ تجھے میسر ہو خدا کی راہ میں فقیروں کو دے۔ خلاصہ یہ کہ میر شکار نے شاہین اپنے صاحب کو دے کر جو کچھ مال دنیوی سے رکھتا تھا فقرا کو دے کر نوکری ترک کی اور

besturdubooks.wordpress.com

شیخ کا مرید ہوا اور شاہین کا مالک بھی باز کے گم ہونے کا قصہ سن کر شیخ کی ملازمت میں حاضر ہوا اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی نے نقل کی ہے کہ قصبہ اجودھن کے اطراف میں ایک موضع تھا اور اس موضع میں ایک روغن فروش مسلمان رہتا تھا۔ جب دیپالپور کے داروغہ نے کسی سبب سے اس موضع پر چڑھائی کر کے تاراج کیا اور لوگوں کے زن و فرزند اسیر ہوئے۔ روغن فروش کی عورت کہ بہت جمیلہ تھی اسیر ہوئی۔ اس سبب سے روغن فروش گریان باسینہ بریان ہر طرف اس کی تلاش میں دوڑا۔ جب کہیں اس کا سراغ نہ ملا پریشان اور بدحواس شیخ کی خدمت میں آ کر عرض حال کی شیخ نے ایک لحظہ تامل کر کے فرمایا کہ تو تین دن یہاں رہ دیکھ حق سبحانہ تعالیٰ پردہ غیب سے کیا ظہور میں لاتا ہے۔ پھر روغن فروش کے روبرو کھانا حاضر کر کے شکم سیر کھلایا۔ دوسرے دن ایک محرر کو کسی مقام سے قید کر کے اجودھن میں لائے وہ محافظوں کو موافق کر کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی سرگزشت بیان کی اور التماس دعا کی شیخ نے ارشاد کیا کہ اگر حق تعالیٰ تجھے رہا کرے اور حاکم تجھ پر نظر شفقت اور عنایت کی مبذول فرما دے کیا شکرانہ بجا لائے گا۔ اس نے عرض کی کہ میں جو کچھ نقد جنس رکھتا ہوں پیش کش کروں گا۔ شیخ نے فرمایا یہ سب مال میں نے تجھے معاف کیا ایک عہد کر وہ یہ ہے کہ داروغہ تجھے بعد خلعت کے ایک کنیز دے گا۔ تو اس کنیز کو اس روغن فروش کے حوالہ کرنا۔

محرر نے شیخ کا فرمان بصدق دل قبول کیا اور روغن فروش سے یہ بات کہی کہ تو میرے ہمراہ چل۔ روغن فروش نے رو کر یہ کہا یا شیخ ابھی مجھے یہ مقدرت حاصل ہے کہ دس لونڈیاں خرید کروں لیکن میں اپنی زوجہ پر شیفتہ بلکہ عاشق زار ہوں۔ شیخ نے تبسم کر کے فرمایا بھلا تو اس محرر کے ہمراہ جا دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔ ناچار وہ گیا اور نوسندہ کے مکان کے قریب غمگین بیٹھا محرر کو جب داروغہ کے سامنے لے گئے۔ بغیر فہمید محاسبہ اسے خلعت اور گھوڑا دے کر رخصت کیا اور پیچھے سے ایک کنیز حسین مہ جبیں بھی بھیجی۔ محرر نے وہ لونڈی جس طرح سے برقعہ پوش آئی تھی روغن فروش کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا کہ یہ حق تیرا ہے اس عورت کی جونہی نظر خاوند پر پڑی برقعہ دور کر کے دوڑی اور دونوں شاداں و فرحاں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سر ان کے قدم مبارک پر رکھ کر مرید ہوئے اور حضرت شیخ فریدالدین کہ ملقب بہ گنج شکر ہیں۔ اس لقب کے بارہ میں بہت روایتیں گوش ہوئی ہیں۔ لیکن تاریخ حاجی محمد قندھاری میں یوں مسطور ہے کہ جن دنوں میں شیخ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی ملازمت میں رہتے تھے اور غزنین کے دروازے کے قریب مسکن رکھتے تھے ایک روز برسات کے موسم میں راستوں میں نہایت کیچڑ تھی۔ پیر کے دیکھنے کا اشتیاق غالب ہوا۔ پاؤں میں نعلین چوبیں پہن کر شیخ کی خانقاہ کی سمت متوجہ ہوئے اور جو کہ سات دن گزرے تھے کہ شیخ فرید نے روزہ کے سبب سے کچھ تناول نہ فرمایا تھا۔ ضعف نہایت غالب تھا اثنائے راہ میں آپ کے پاؤں نے لغزش کی۔ کیچڑ میں گر پڑے یہاں تک کہ قدرے مٹی آپ کے دہن مبارک میں داخل ہوئی۔ حکم خدا سے وہ شکر ہو گئی اور جب شیخ اپنے پیر کی خدمت میں پہنچے' انہوں نے فرمایا۔ اے فرید تھوڑی مٹی تیرے دہن میں پہنچ کر شکر ہوئی کیا تعجب ہے جو قادر ذوالجلال نے ترے تمام جسم کو گنج شکر کیا ہو اور وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ تجھے شیریں رکھے گا۔ شیخ نے شکر شکر الٰہی دہن میں ڈال کر جب بازگشت کی۔ جس مقام میں پہنچے تھے سنتے تھے کہ لوگ آپس میں کہتے ہیں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر" آتے ہیں اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک دن اثنائے راہ میں بنجارے نمک دہلی میں لاتے تھے۔ شیخ فرید سے دو چار ہو کر تھوڑی شکر خدمت میں لائے اور یہ التماس کی کہ ہمارے حق میں دعا کیجئے تو ہماری پونجی میں برکت ہو اور بہ قیمت زیادہ خوب بکے۔ شیخ نے اس گمان سے کہ یہ تمام شکر لادے ہیں توجہ کر کے فاتحہ خیر پڑھا اور بنجارے دس روز کے بعد دہلی میں پہنچے جب سرگونوں کا کھول کر دیکھا تمام شکر تھی۔ اس سبب سے شیخ خاص و عام میں شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر ملقب ہوئے اور اس کتاب کے مولف محمد قاسم فرشتہ نے اپنے زمانہ کے بعض مشائخ سے یوں سنا ہے کہ شیخ کو عہد لڑکپن میں جس طرح کہ عادت لڑکوں کی ہوتی ہے۔ شیرینی کی طرف بہت رغبت تھی اور آپ کی والدہ نے ارادہ کیا کہ یہ صبح کی نماز کی عادت کریں۔ اپنے نور عین سے یہ فرمایا کہ اے فرزند جو شخص صبح کی نماز جلد ادا کرتا ہے حق تعالیٰ

besturdubooks.wordpress.com

اسے شکر عنایت فرماتا ہے اور آپ یہ کام کرتی تھیں کہ شکر ایک پڑیا میں لپیٹ کر آپ کے سرہانے رکھ دیتی تھیں اور شیخ بعد فراغ دوگانہ صبح شکر اپنے سرہانے سے اٹھا کر نوش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کا سن بارہ برس کا ہوا۔ آپ کی والدہ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اب فرزند فضل خدا سے ہوشیار ہوا ہے شکر رکھنے کی حاجت نہیں۔ اس کا رکھنا موقوف کیا لیکن قسام حقیقی نے اس کا وظیفہ برطرف نہ فرمایا۔ اسی طرح سے پہنچاتا تھا اور آپ کی والدہ کو اس امر سے اطلاع نہ تھی۔ جب دیکھا کہ فرزند شکر موقوف ہونے کی شکایت نہیں کرتا ہے۔ ایک دن پوچھا کہ اے فرزند تجھے شکر ملتی ہے شیخ نے کہا ہاں برابر ملتی ہے۔ وہ عفیفہ سمجھیں کہ شاید کوئی پرستار شکر شیخ کے سرہانے رکھ دیتی ہے۔ جب دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ کام مخلوق کا نہیں شیخ کے وفور اعتقاد کی برکت سے یہ پڑیا شکر کی غیب سے پہنچتی ہے۔ اس واسطے حضرت کا لقب گنج شکر ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء ناقل ہیں کہ شیخ فرید گنج شکرؒ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر عارضہ بھی ہوتا یا سفر کرتے روزہ افطار نہ فرماتے تھے اور اکثر اوقات آپ روزہ شیرینی سے افطار کرتے تھے۔ یعنی یہ معمول تھا کہ دانہ منقے کے ایک ظرف میں ڈال کر پانی میں بھگوتے تھے اور اس کا شربت نکال کر افطار کے وقت بہ مقدار تین درم نوش فرماتے تھے اور دو تین دانہ منقے کے دہن مبارک میں ڈالتے تھے اور باقی حاضرین مجلس میں تقسیم کرتے تھے اور دو نان گھی میں چپڑی ہوئیں کہ وہ سیر کے وزن کے کم ہوتی تھیں۔ بعد افطار شیخ کے روبرو لاتے تھے اور شیخ اس میں سے ایک ثلث حصہ یا کچھ کم و بیش تناول فرماتے تھے اور باقی حصار مجلس پر تقسیم فرماتے تھے اور بعد اس کے باستغراق نماز عشاء میں مشغول ہوتے تھے اور جب ابتدائے حال میں قصبہ اجودھن میں آکر ساکن ہوئے نذریں کم پہنچتی تھی ان دنوں میں شیخ اور ان حضرت کے اہل و عیال میوہ بیلو اور ویلہ وغیرہ سے کہ اس ولایت کے جنگل میں پیدا ہوتا ہے۔ اوقات بسر کرتے تھے۔ چنانچہ اتفاق حسنہ سے اسی عرصہ میں بادشاہ ناصر الدین شہریار دہلی کہ اوچھ اور ملتان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ گزر اس کا اجودھن میں ہوا اور شیخ کی زیارت سے مشرف ہو کر شیخ کی حقیقت حال سے واقف ہوا اور اپنے لشکر گاہ میں پہنچ کر اس نے فرمان چار موضع کلاں کی معافی کا اور کچھ زر نقد الغ خان داروغہ درواب کی مصاحبت سے شیخ کے پاس بھیجا۔ شیخ نے فرمان دیہات واپس کیا اور فرمایا کہ فقراء کو دیہات سے کیا کام ہے اور زر نقد قبول کر کے جماعت خانہ کے درویشوں کو تقسیم کیا۔ نقل ہے کہ اجودھن میں شیخ مرض سخت میں مبتلا ہوئے کہ امید زیست نہ تھی اور شیخ نظام الدین اولیاء اور شیخ جمال الدین اسحٰق ہانسوی اور مولانا بدرالدین اور درویش علی بہار کو شیخ نے اشارہ کیا کہ فلاں گورستان میں جا کر دعائے خیر میں مشغول رہیں چنانچہ یہ بزرگوار حکم کے موافق اس مقام میں جا کر دعا میں معروف ہوئے اور فجر کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کو آکر اس حال سے دیکھا کہ آپ ایک کمبل سیاہ شانہ پر ڈال کر اس پر تکیہ کیے ہوئے اور عصاب جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے انہیں پہنچا تھا۔ آغوش میں رکھے ہوئے لحظہ بہ لحظہ دست حق پرست اس پر کھینچ کر اپنے روئے مبارک پر ملتے ہیں۔ جب نگاہ حضرت کی ہم پر پڑی فرمایا کہ یاروں کی دعا نے کچھ اثر نہ دکھایا۔ یہ سنتے ہی ہم سب سرنگوں ہو کر سکوت میں آئے لیکن درویش علی جو سب سے آگے کھڑا تھا اس نے یہ عرض کی دعا ناقصوں کی کاملوں کے حق میں اثر نہیں کرتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ نے مجھے بلا کر عصائے مذکور مرحمت کیا اور یہ فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا تھا کہ تو جو خدا سے چاہے گا پائے گا میں سرنگوں ہو کر پلٹ آیا اور میرے ہمراہی بھی میرے ساتھ پلٹ آئے اور مبارک باد کہنے لگے۔ اس کے بعد سب اعزا اپنے اپنے مقام پر گئے اور میرے دل میں یہ خطور ہوا کہ شیخ نے میری دعا کی اجابت کے واسطے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست فرمائی ہے اور یقین ہے کہ شیخ کی دعا مستجاب ہو۔ بہتر یہ ہے کہ آج پھر شب کو شیخ کی صحت کے واسطے قیام کروں۔ غرضیکہ جب دعا میں مشغول ہوا آخر شب کو مجھے ایک بشاشت حاصل ہوئی اور معلوم ہوا کہ میری دعا درگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی۔ صبح کو جب شیخ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ آپ مصلے پر روبہ قبلہ بفراغ خاطر رونق افزا ہیں اور درد و الم بالکل زائل ہوا اور جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا اے درویش نظام الدین جب میری دعا تیرے حق میں قبول ہوئی۔ تیری دعا بھی

besturdubooks.wordpress.com

میرے حق میں مستجاب ہوئی یہ فرما کر وہ مصلا جس پر تشریف رکھتے تھے مجھے مرحمت فرمایا اور کتاب فوائد الفوائد میں مرقوم ہے کہ جب شیخ فرید ہانسی سے آ کر قصبہ اجودھن میں ساکن ہوئے اپنے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین المشہور بہ متوکل کو اپنی والدہ کے لانے کے واسطے قصبہ کھوتواں کی سمت بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جب اس قصبہ میں پہنچے اپنی والدہ کو گھوڑے پر سوار کر کے قصبہ اجودھن کی طرف روانہ ہوئے لیکن اس راستہ میں جنگل بہت تھا اور پانی کیاب۔ جب آدھی رات ہوئی ایک روز والدہ کو ایک درخت کے سایہ میں بٹھا کر خود گھوڑے پر سوار ہو کر پانی کی تلاش میں گئے اور پانی تلاش کر کے جب اس درخت کے نیچے آئے اپنی والدہ کو نہ دیکھا مضطرب اور حیران ہو کر ہر سمت دوڑے کہیں ان کا نشان نہ پایا۔ ناچار با دل غمگین اور خاطر حزین قصبہ اجودھن کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے یہ قصہ بیان کیا۔

شیخ نے کچھ تصدیق فقراء کو پہنچا کر صلحا کو کھانا کھلایا اور بعد ایک مدت کے شیخ نجیب الدین المشہور بہ متوکل کا پھر اس جنگل میں گزر ہوا۔ جب اس درخت پر نگاہ پڑی آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس نواح کے گرد پھر کر دیکھئے شاید والدہ کی ہڈیوں کا نشان ملے۔ جب آگے بڑھے ایک جگہ پر کچھ ہڈیاں آدمی کی افتادہ دیکھیں۔ صفائی باطن سے سمجھے کہ یہ استخوان والدہ کی ہیں۔ پھر تمام ہڈیاں جمع کر کے ایک خریطہ میں بھریں اور شیخ کی خدمت میں پہنچ کر حقیقت حال عرض کی شیخؒ نے فرمایا خریطہ لاؤ اور اس کا منہ کھول کر سب ہڈیاں مصلے پر گراؤ۔ شیخ نجیب الدین جلد خریطہ اٹھا لائے لیکن جب اس کا منہ کھولا ایک استخوان نہ دیکھی۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے لکھا ہے کہ ایک دن میں شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں حاضر تھا ایک بال محاسن مبارک سے جدا ہوا۔ میں نے فی الفور اسے اٹھا کر عرض کی کہ اگر حکم ہو میں اس کا تعویذ بناؤں۔ فرمایا۔ خوب ہے پھر میں نے وہ بال کاغذ میں لپیٹ کر بحفاظت تمام اپنی دستار میں رکھا اور جب میں اجودھن سے دہلی میں آیا جو بیمار کہ میرے پاس آتا تھا وہ تعویذ اس شرط سے اسے دیتا تھا کہ بعد حصول صحت یہ تعویذ واپس کر دے۔ غرض وہ تعویذ جس شخص کو میں نے دیا اس نے فضل خدا سے صحت پائی۔ یہاں تک کہ تمام شہر میں اس کی شہرت ہوئی اور میں نے وہ تعویذ ایک طاق میں رکھ دیا۔ ایک روز ایک میرے دوست جن کا نام تاج الدین مینائی تھا آئے اور مجھ سے اظہار کیا کہ میرا فرزند بیمار ہے۔ میں نے حجرہ میں جا کر اس تعویذ کو اس طاق میں اور بھی طاقوں میں ہر چند ڈھونڈھا نہ پایا۔ وہ دوست محزون اور مغموم گیا اور اس کا فرزند جانبر نہ ہوا اور جب دو دن کے بعد اور بیمار آیا میں نے حجرہ میں جا کر دیکھا وہ تعویذ اسی طاق میں موجود تھا۔ اس کو دیا اس نے شفا پائی چونکہ بیٹا تاج الدین مینائی کا مرنے والا تھا۔ اس وقت پیدا نہ ہوا اور منقول ہے کہ شمس الدین نام ایک شاعر باشندہ سنام قصبہ اجودھن میں آیا اور وہ نسخہ کہ شیخ حمیدالدین ناگوری نے علم سلوک میں لکھا تھا۔ اس کے پڑھنے میں مشغول ہوا اور چند روز کے بعد اس نے قصیدہ مطول شیخ کی مدح میں کہا اور اجازت لے کر تمام اشعار اس کے آغاز سے انجام تک استادہ ہو کر پڑھے۔ شیخ نے فرمایا بیٹھ اور پھر پڑھ اس نے بیٹھ کر دوبارہ پڑھا اور شیخ ہر ایک بیت کی مدح کرتے تھے۔ بعد فراغ اس سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ شمس الدین نے عرض کی کہ میری والدہ نہایت پیر ہے اور ناداری اور عسرت کے سبب اس کی پرورش سے عاجز ہوں۔ امیدوار ہوں کہ شیخ کی توجہ سے میری عسرت ساتھ فراغت کے مبدل ہو۔ شیخ نے فرمایا جا شکرانہ لا جو کہ شیخ کا شکرانہ طلب کرنا دلیل حصول مقصود تھا۔ شمس الدین خوش خوش اٹھ کر اور تلاش کر کے پچاس چیتل نقد لایا۔ شیخ نے درویشوں پر تقسیم کر کے فاتحہ خیر پڑھا اور اسی برکت سے شمس الدین انہیں دنوں میں شمس الدین التمش کے بیٹے کا وزیر ہوا اور دستگاہ عظیم بہم پہنچائی۔ منقول ہے کہ ایک فاضل مولانا حمید نام طغرل کی ملازمت میں رہتے تھے جو بادشاہ غیاث الدین بلبن کی طرف سے بنگالہ کا حاکم تھا۔ ایک روز مولانا دست بستہ ادب سے استادہ تھے۔ ناگاہ ایک صورت لطیف اور نورانی انہیں دکھائی دی۔ اس نے کہا کہ اے حمید تو اہل علم ہے اس جاہل کے روبرو کیوں کھڑا ہے۔ پھر دوسرے دن بھی مولانا اسی نہج سے طغرل کے روبرو استادہ تھے کہ وہ صورت پھر ظاہر ہوئی اور وہی کلام کیا۔ مولانا سمجھے کہ یہ کشش شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کی ہے۔ بے تاب ہو کر اجودھن کا

besturdubooks.wordpress.com

راستہ لیا اور جب شیخ کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے حمید تو نے دیکھا کہ میں کس صورت سے تجھے یہاں لایا۔ مولانا نے جب یہ کلام سنا اسی وقت علائق دنیوی ترک کر کے تجرید اختیار کی اور سعادت ارادت سے مشرف ہوئے اور ایک مدت وعظ اور ارشاد میں مشغول رہے۔ آخرش مکہ معظمہ کی طرف رخصت ہوئے اور یہ بھی منقول ہے کہ اوچھ اور ملتان کی طرف ایک بادشاہ پاک اعتقاد تھا۔ اس نے ایک بار ملا عارف کو جو اس کی خدمت میں رہتے تھے اور ارادہ دہلی کے آنے کا رکھتے تھے۔ مبلغ دو سو تنگہ سفید ان کے سپرد کیے اور یہ بات کہی کہ تم قصبہ اجودھن میں جا کر یہ روپیہ شیخ فرید کی خدمت میں پہنچاؤ اور میرے لیے التماس دعا کرو جب مولانا قصبہ اجودھن پہنچے ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ خط و کتابت درمیان میں نہیں ہے جو مبلغ کی تعداد کا یقین ہو بہتر یہ ہے کہ سو روپیہ شیخ کی نذر کیجئے اور باقی اپنے پاس رکھ چھوڑیئے۔ آخرش وہی کیا شیخ نے مسکرا کر فرمایا اے مولانا عارف تو نے حق برادری کا ساتھ اس درویش کے ادا کیا۔ یعنی نقود شکرانہ نصفا نصفی کر لیا۔ مولانا عارف یہ کلام سن کر نہایت شرمندہ اور محجوب ہوئے اور یہ عرض کی کہ ہمت ملایان مفلوک کی اہل سلوک کے برابر نہیں ہے اور وہ سو روپیہ بھی حاضر کئے۔

شیخ نے فرمایا روپیہ تجھے مبارک ہو تو کسی بھائی کو نقصان نہ پہنچے۔ غرضیکہ جب مولانا نے یہ حال مشاہدہ کیا شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور نقد و جنس سے جو کچھ رکھتے تھے درویشوں کو دے کر عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں خرقہ خلافت کا پایا اور حسب الاشارہ سیستان کی سمت روانہ ہوئے اور خلائق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے اور منقول ہے کہ شیخ ایک وقت دوپہر کو اپنی خانقاہ سے برآمد ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور مولانا جمال الدین ہانسوی حاضر تھے اور سلطان المشائخ ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت ایک ملا یوسف جو آپ کے قدیم مریدوں میں تھے آئے اور یہ کلمہ گستاخانہ زبان پر لائے کہ چند مدت سے میں خدمت اور ملازمت کرتا ہوں۔ ابھی تک اسی مرتبہ پر ہوں اور جو لوگ میرے بعد آئے وہ حضرت کی فیض بخشی سے خرقہ خلافت پہن کر مراتب علیہ پر فائض ہوئے۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا اے درویش ہر شخص بقدر قابلیت اور اپنی حالت کے ایک نعمت پاتا ہے۔ اس میں ہماری کچھ تقصیر نہیں ہے۔ یہ کلام تمام نہ ہوا تھا کہ ایک لڑکا چار برس کا آیا اور شیخ کے قریب استادہ ہوا اور شیخ کے برابر ایک انبار خشت پختہ کا تھا جو عمارت کے واسطے لائے تھے۔ شیخ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اس تودہ میں سے ایک اینٹ پختہ لا کہ میں اس پر بیٹھوں۔ لڑکا دوڑ کر ایک اینٹ مسلم سر پر اٹھا لایا۔ شیخ اس پر بیٹھے پھر فرمایا جا ایک اینٹ مولانا نظام الدین کے واسطے لا وہ جا کر ایک اینٹ درست ان کے واسطے اٹھا لایا۔ اسی طور سے وہ لڑکا شیخ کے حکم کے موافق ایک اینٹ مسلم مولانا جمال الدین ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق کے واسطے بھی اٹھا لایا۔ جب ملا یوسف کی باری آئی وہ لڑکا اس انبار سے بہ مشقت تمام ایک خشت نصف بلکہ اس سے بھی کمتر تلاش کر کے لایا اور ملا یوسف کے سامنے رکھ دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر تمام بزرگوار متحیر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا اے یوسف میں کیا کروں نصیب تیرا اوروں کے برابر نہیں ہے۔ غرضیکہ قسمت ازلی پر خرسند اور راضی ہونا چاہیے کس واسطے کہ تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہے دھونا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کو مرض الموت واقع ہوا۔ آخرش ساتھ اس زحمت کے رحمت حق میں واصل ہوئے اور اس مرض میں مجھے خرقہ خاص سے سرفراز فرما کر ماہ شوال ۶۶۹ چھ سو انہتر ہجری میں دہلی کی طرف روانہ کیا اور رخصت کے وقت اشک گہر رشک دیدہ حق بیں میں بھر لائے اور فرمایا تجھے حافظ حقیقی کے سپرد کیا اور مجھے بھی اس جدائی سے ایک درد و الم ایسا لاحق ہوا جیسا پہلے کبھی جدا ہونے میں نہ ہوا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں پہنچا میں نے سنا کہ شیخ کے مرض نے شدت کی رات بعد ادائے نماز عشاء بے ہوش ہوئے اور کچھ دیر کے بعد ہوش میں آ کر مولانا بدرالدین اسحٰق سے پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ کہاں ہاں اس جناب نے نماز عشاء پھر احتیاطاً ادا کی اور پھر بے ہوش ہوئے۔ جب ہوش میں آئے فرمایا ایک بار اور ازراہ احتیاط کے نماز عشاء ادا کروں۔ کیا معلوم پھر میسر ہو یا نہیں۔ چنانچہ اس شب کو آپ نے تین

besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ نماز عشاء ادا کی اور فرمایا کہ مولانا نظام الدین دہلی میں ہے۔ میں بھی خواجہ قطب الدین کی رحلت کے وقت ہانسی میں تھا اور مولانا بدرالدین اسحٰق کے کان میں آہستہ فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد وہ جامہ کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے مجھے پہنچا ہے۔ جیسا کہ تم کو معلوم ہے اسے مولانا نظام الدین کے پاس پہنچانا اور پھر پانی طلب کر کے وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے سر سجدہ میں رکھا اور عین سجدہ میں رحلت فرمائی۔ غرضیکہ یہ واقعہ پنج شنبہ کی رات ماہ محرم کی پانچویں تاریخ ۶۷۰ سات سو ساٹھ ہجری میں واقع ہوا اور سن شریف اس جناب کا پچانوے برس کا نشان دیتے ہیں اور منقول ہے کہ مولانا بدرالدین اسحٰق نے وصیت کے موافق وہ جامہ شیخ نظام الدین اولیا کے پاس پہنچایا اور کاسہ اور عصا شیخ کا ان کے فرزندوں کے پاس رہا اور افواہاً یہ بھی سنا جاتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء شیخ کی خبر فوت سن کر قصبہ اجودھن میں گئے اور شیخ کے مزار کی زیارت کر کے جامہ مذکور مولانا بدرالدین اسحٰق سے لے کر دہلی کی سمت مراجعت پائی اور کتاب تذکرہ الاتقاء میں لکھا ہے کہ تین شخص نظام نام شیخ کی خدمت میں تھے۔ ایک شیخ نظام فرزند شیخ کے دوسرے شیخ نظام بھانجے یعنی ہمشیرہ شیخ کے لڑکے تیسرے شیخ نظام الدین اولیاء اور چونکہ پسر شیخ کے مقام ابدال کا رکھتے تھے اس واسطے سجادہ انہیں نہ دیا اور جب آپ کی ہمشیرہ نے بہت سعی کی کہ سجادہ نشینی میرے فرزند کو عنایت ہو۔ شیخ نے فرمان لکھا اور بھانجے کو دے کر یہ فرمایا کہ ہانسی میں مولانا جمال الدین ہانسوی کے پاس جا کر اسے صحیح کر کے لاؤ اور مولانا جمال الدین ہانسوی نے اس فرمان کو صحیح نہ کیا اور اس نے پلٹ کر شکایت کی آخر کو شیخ نے اپنی ہمشیرہ کو حسب التماس فرمان دوسرا لکھ بھیجا اور اس مرتبہ مولانا جمال الدین ہانسوی نے ناراض ہو کر اسے چاک کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ میں جمال الدین ہانسوی کا پارہ کیا ہوا فرمان نہیں سی سکتا اور بعد اس کے ایک مدت کے بعد شیخ نے فرمان سجادہ نشینی ولایت دہلی کا شیخ نظام الدین اولیاء کو دے کر مولانا جمال الدین ہانسوی کے پاس بھیجا اور وہ اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور یہ بیت اس فرمان میں درج کی۔

ہزاران درود و ہزاران سپاس ۔۔۔ کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اور کتبہ کو صحیح کر کے دہلی میں روانہ کیا

besturdubooks.wordpress.com

سلطان الاولیا نظام الدین قدس سرہ العزیز

شہنشاہ . اورنگ عرفان حق دلش صدر دیوان ایوان حق
ملک بردہ دریوزہ از شان او فلک کاسہ سبز در خوان او
قدم راندہ زان گونہ در راہ فقر کہ شد شاہ اورنگ درگاہ فقر
بباطن زتکوین اطوار محو بہ ظاہر زتمکین نگہدار سہو
دلش ساکن ملک ذات . صفات زہے پاک دین و زہے نیک ذات
نظام الحق آن شیخ عالی مقام کزو کار ارباب دین شد تمام

شیخ نظام الدین اولیاء جامع جمیع علوم ظاہری اور باطنی تھے اور ہمیشہ آنحضرت کا دل انوار منزل کتب معتبرہ تصوف کی طرف مثل نصوص الحکم اور مواقع النجوم اور ان کی شرحوں کے مطالعہ میں مائل تھا اور ابو حنیفہ کی فقہ میں اور تفسیر اور حدیث اور اصول و کلام میں استحضار اور مہارت تمام رکھتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار احمد بن دانیال غزنین سے ہندوستان کی طرف آ کر شہر بدایوں میں متوطن ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء اس شہر میں ماہ صفر ۶۳۴ چھ سو چونتیس ہجری میں پیدا ہوئے جب پانچ برس کے ہوئے ان کے والد نے قضا کی اور ان کی والدہ پرورش میں مصروف ہوئیں اور جب حضرت سن تمیز اور رشد کو پہنچے۔ تحصیل علوم ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے اور جب بدایوں میں کوئی مدرس نہ رہا۔ جناب پچیس برس کے سن میں اپنی والدہ کو لے کر دہلی میں آئے اور ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی اور اس وقت دہلی میں ایک فاضل متبحر اور علمائے وقت سے سر آمد تھے۔ ان کا اسم مبارک خواجہ شمس الدین خوارزمی تھا۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن نے انہیں آخر میں بخطاب شمس الملک مخاطب کر کے منصب وزارت تفویض فرمایا جیسا کہ تاج الدین سنگ ریزہ نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

شمسا کنوں بکام دل دوستاں شدی فرمانده ممالک ہندوستان شدی

اور تحمل وزارت درس میں مشغول رہتے تھے۔ پھر شیخ ان سے مل کر ان کے شاگردوں کی سلک میں منسلک ہوئے اور وہ ایک حجرہ رکھتے تھے کہ وہ خاص مطالعہ کے واسطے تھا اور تین شاگرد جو صاحب استعداد تھے۔ وہ اس حجرہ میں سبق پڑھتے تھے اور باقی شاگرد اس کے باہر درس کرتے تھے اور ان تین مخصوں میں ایک ملا قطب الدین ناقلہ اور دوسرے ملا برہان الدین عبدالباقی اور تیسرے شیخ نظام الدین اولیاء تھے اور جب شیخ نے آپ کی مولویت اور تیزی فہم پر آگاہی پائی تو شاگردوں سے آپ کی تعظیم میں اور دن سے زیادہ اہتمام کرتے تھے اور مولانا شمس الدین کو یہ عادت تھی کہ اگر کوئی شاگرد غیر حاضر ہوتا اور جس وقت وہ آتا مولانا ازراہ دل لگی اس سے فرماتے تھے کہ کیا تھا جو تو حاضر نہ ہوا تاکہ پھر وہ کروں جو تو حاضر ہوا کرے' اور اگر کبھی شیخ کی تعطیل ہوتی تھی پھر مولانا انہیں جب دیکھتے تھے یہ بیت پڑھتے تھے۔

باری کم از انکہ گاہ گاہے آئی وہمائی نگاہے

اور شیخ نظام الدین اولیاء کا جو بحسب اتفاق شیخ نجیب الدین متوکل بر اور شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا ہمسایہ واقع ہوا تھا اور بہت علمائے دہلی پر علم میں فوقیت رکھتے تھے۔ لہٰذا شیخ نظام الدین اولیاء اکثر اوقات ان کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ قضارا جو ان دنوں میں والدہ شیخ نظام الدین اولیاء کی فوت ہو گئی تھیں اور شیخ تنہا رہ گئے تھے۔ شیخ نجیب الدین متوکل سے زیادہ تر ہم صحبت رہتے تھے اور غم تنہائی رفع

besturdubooks.wordpress.com

کرتے تھے یہاں تک کہ روز بروز محبت فیما بین بڑھتی گئی اور آپس میں نہایت اتحاد ہوا اور بعد اس کے شیخ نظام الدین اولیا چند سال خواجہ شمس الدین سے درس لے کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے اور معاش کے واسطے عہدہ قضا کی فکر میں ہوئے۔ ایک دن اثنائے کلام میں شیخ نجیب الدین متوکل سے کہا کہ آپ میرے واسطے فاتحہ خیر پڑھیں کہ میں کسی مقام کا قاضی ہوں اور خلق خدا کو انصاف سے راضی رکھوں۔ یہ سن کر شیخ نجیب الدین ساکت ہوئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نظام الدین اولیا سمجھے کہ شیخ نجیب الدین نے نہیں سنا۔ پھر بہ آواز بلند کہا التماس فاتحہ کی رکھتا ہوں کہ میں کسی مقام کا قاضی ہو جاؤں۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل نے فرمایا کہ خدا نہ کرے تو قاضی ہو لیکن وہ ہو جو میں جانتا ہوں اور انہیں دنوں میں شیخ نظام الدین ایک رات مسجد جامع دہلی میں تھے۔ صبح کے وقت سنا کہ موذن نے منارہ پر یہ پڑھا الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ یہ سنتے ہی حال حضرت کا متغیر ہوا اور نور الٰہی نے آپ کو گھیر لیا اور اس سبب سے کہ اس وقت میں جو آواز شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی مشیخت اور کرامات کا عالمگیر ہوا تھا اور شیخ نجیب الدین متوکل کی بھی مجلس میں غائبانہ شیخ کی مشیخت اور کرامات کے اوصاف سن کر شیخ نظام الدین اولیاء ان کی زیارت کے نہایت مشتاق تھے۔ صبح کو بغیر سواری اور زاد راہ کے قصبہ اجودھن کی سمت روانہ ہوئے اور روز پنج شنبہ کو ظہر کی نماز کے وقت آنحضرت کی ملازمت سے فائز ہوئے اور راوی کا یہ بھی قول ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی ملازمت سے مشرف ہوئے ہر چند چاہا کہ اپنے اشتیاق اور اخلاص کا حال بیان کروں۔ حضرت کی ایسی دہشت غالب ہوئی کہ شرح اشتیاق کچھ عرض نہ کر سکے۔ شیخ فریدالدین مسعود نے یہ حالت مشاہدہ کر کے فرمایا کل و خیل دہشہ مرحبا خوش آیا اور صفا لایا تو انشاء اللہ تعالیٰ نعمت دینی اور دنیوی سے برخوردار ہوگا۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے خرقہ درویشی کا حضرت شیخ سے پایا اور مریدان خاص کی سلک میں منتظم ہوئے اور اس عرصہ میں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو عسرت کمال تھی۔ اکثر آنحضرت کے متعلقین اور فرزندوں کو ہر ہفتہ میں ایک یا دو فاقہ گزرتے تھے اور ان بزرگوار کی صحبت سے کوئی شخص آزردہ اور دل گیر نہ تھا۔ الغرض مولانا بدرالدین اسحٰق بخاری کہ جامع معقول و منقول تھے۔ لکڑیاں جنگل سے باورچی خانہ کے واسطے لاتے تھے اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی صحرا سے ویلہ کہ مراد کریل کے درخت کے پھل سے ہے اور اکثر آدمی اس پھل کو سرکہ اور نمک میں ڈال کر اچار بناتے ہیں' حاضر کرتے تھے اور مولانا حسام الدین کابلی آب کشی اور باورچی خانہ کی دیگیں دھوتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیاء از روئے صدق و صفا کھانا پکاتے تھے اور باحتیاط تمام کھانا پکا کر ظروف گلی اور کچکول چوبین میں نکال کر انتظار کے وقت شیخ کی مجلس میں لے جاتے تھے لیکن کبھی نمک ہوتا تھا اور کبھی نہ ہوتا تھا اور دو دو تین تین روز نمک میسر نہ ہوتا تھا اور شیخ نظام الدین اولیاء جب اس خدمت پر مامور ہوئے۔ اس بقال سے جو اس مسجد کے قریب رہتا تھا۔ کبھی غیب سے جو کچھ پہنچتا تھا کھانے کا مصالحہ خرید کرتے تھے اور کبھی ایک درم نمک قرض لے کر کاسائے ویلہ میں کہ جوش ہوتے تھے ڈالتے تھے اور ہر روز شیخ کے روبرو اور درویشوں کے سامنے حاضر کرتے تھے اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور شیخ نظام الدین اولیاء شیخ کے حکم کے موافق ایک کاسہ میں تناول کرتے تھے اور شیخ کے قریب بیٹھے تھے۔

ایک دن جب تمام حصار مجلس اپنے اپنے مقام میں بیٹھ گئے۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ دست مبارک کاسہ کی طرف لے گئے اور لقمہ اٹھا کر فرمایا کہ یہ لقمہ میرے ہاتھ میں گراں معلوم ہوتا ہے اس لقمہ کو منہ میں رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ شاید کہ اس کھانے میں شبہہ ہے یہ کہہ کر لقمہ کاسہ میں ڈال دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ یہ کلام سنتے ہی میرا بدن کانپنے لگا۔ فوراً میں نے استادہ ہو کر نہایت ادب سے یہ عرض کیا کہ یا حضرت لکڑیاں اور کریل کے پھل اور پانی باورچی خانہ کا شیخ جمال الدین اور مولانا حسام الدین اور مولانا بدرالدین لاتے ہیں۔ سبب شبہ کا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ حضرت پر واضح ہوا ہوگا۔ شیخ نے فرمایا کہ نمک جو اس کاسہ میں پڑا ہے وہ کہاں سے آیا ہے۔ شیخ نظام الدین یہ سن کر متنبہ ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر صورت حال عرض کی۔ شیخ نے ارشاد کیا فقراء اگر فاقہ سے مرجائیں

besturdubooks.wordpress.com

بہتر ہے لیکن لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں۔ کس واسطے کہ قرض اور توکل کے مابین بعد مشرقین ہے۔ اگر ادا نہ ہوئے وبال اس کا قیامت تک گردن پر رہے۔ پھر فرمایا یہ کاسے درویشوں کے آگے سے اٹھا کر اور محتاجوں پر تقسیم کریں اور شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ مجھ میں ایک عادت تھی جیسا کہ طلباء کا دستور ہے کہ اگر کوئی شے نہایت پر ضرور ہوتی ہے۔ قرض لیتے ہیں میں بھی قرض لیتا تھا۔ لیکن اس دن سے میں نے استغفار کر کے یہ نیت کی کہ ہرچند احتیاج اشد ہو آئندہ ہرگز قرض نہ لوں گا اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے وہ کمل کہ جس پر اجلاس فرماتے تھے مجھے بخشا اور یہ دعا کی کہ تو کبھی ساتھ قرض کے محتاج نہ ہوگا اور جب شیخ نظام الدین اولیاء ایک مدت کے بعد خدمت گاری سے مرتبہ کمال کو پہنچے پیر نے انہیں اور دن کی تکمیل کی اجازت دے کر دہلی کی سمت رخصت کیا اور انہوں نے رخصت کے وقت اپنے پیر کی یہ نصیحت یاد رکھی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دشمنوں کو جس طور سے ہو سکے راضی اور خوش رکھنا اور جس شخص سے قرض لینا اس کے ادا کرنے میں نہایت سعی کرنا شیخ نظام الدین اولیاء جب مسافر ہوئے۔ مع ایک درویش کے ایک مقام میں پہنچے کہ فی الجملہ وہاں ایک جنگل تھا اور راہزن اس مقام میں مسافروں کو لوٹتے تھے۔ ناگاہ اس مقام میں پانی برسنے لگا۔ شیخ ایک لحظہ درخت چھتنار کے سایہ میں استادہ ہوئے۔ ناگاہ پانچ چھ ہندو مع شمشیر و تیر و کمان نمودار ہو کر شیخ کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کمل اور جامہ جو شیخ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس پر نظر بد لگے میں آبادی میں ہرگز نہ جاؤں گا اور کسی کو اپنا منہ نہ دکھاؤں گا۔ اسی اندیشہ میں تھے کہ راہزنوں نے یکبارگی حضرت کی طرف سے منہ موڑا اور دوسری جانب روانہ ہوئے اور شیخ مع الخیروالعافیت دہلی میں داخل ہوئے۔ دوسرے دن شیخ نجیب الدین متوکل سے ملاقات کر کے ماجرا اس سفر کا اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی حصول سعادت ملازمت کا تذکرہ مشرح بیان کیا۔ اس کے بعد ایک شخص کے مکان پر کہ اس سے ایک کتاب عاریت لے کر گم کی تھی۔ تشریف لے گئے اور اس سے یہ کہا کہ اے مخدوم اس روز کہ میں تم سے کتاب عاریت لے گیا تھا۔ وہ میرے پاس سے گم ہوئی ہے۔ نیت صادق رکھتا ہوں کہ کاغذ بہم پہنچا کر وہ نسخہ نقل کر کے آپ کے پاس حاضر کروں گا۔ اس شخص نے جب یہ کلام سنا ایک لحظہ شیخ نظام الدین اولیاء کو نظر غور سے دیکھ کر فرمایا کہ جس مقام سے آپ تشریف لائے ہیں اس کا ثمرہ خدا کی خوشنودی کے سوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کتاب آپ کو بخشی۔ شیخ وہاں سے پھر ایک بزاز کے پاس گئے اور فرمایا کہ میں نے تجھ سے کپڑا خرید کیا تھا اب اس کی قیمت لایا ہوں لے۔ بزاز نے دس روپیہ لیے اور باقی حضرت کو معاف کیے اور کہتے ہیں کہ اس وقت شیخ نظام الدین اولیاء کو دہلی میں ایسا مقام تخلیہ کا میسر نہ تھا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر حق میں مشغول ہوں اور اس شہر میں شیخ کو کثرت خلق اور انبوہ پسند نہ آتا تھا کہ ساکن ہوں جو ان دنوں میں قرآن شریف حفظ کرتے تھے اکثر اوقات شہر سے باہر جا کر صحرا میں بسر لے جاتے تھے۔ ایک روز قتلغ خان کے تالاب کے کنارے ایک درویش پاک کیش کو کہ آثار صلاح و تقویٰ ان کے ناصیہ حال سے ہویدا تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے دیکھا ان سے پوچھا کہ اے مخدوم تم اس شہر میں رہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں پھر پوچھا کہ آپ اس شہر میں خواہش طبع سے رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں کوئی درویش ایسے شہر آباد میں کہ جس میں اس قدر کثرت اور انبوہ آدمیوں کا ہے۔ اپنی طبیعت کی خواہش سے نہ رہے گا۔ مگر بہ ضرورت پھر یہ حکایت نقل کی کہ میں نے ایک وقت خطیرہ کمال درویش کے دروازے کے باہر ایک خرقہ پوش کو دیکھا اور اس نے مجھ سے یہ بات کہی کہ اگر تو سلامتی ایمان کی اور استقامت عبادت میں چاہتا ہے۔ اس شہر میں نہ رہ کہ یہ چشمہ فسق و فجور کا ہوا ہے اور پھر یہ بھی کہا کہ اے مولانا نظام الدین اولیاء میں بھی چاہتا ہوں کہ اس شہر میں نہ رہوں اور کسی طرف راہی ہوں لیکن کیا کروں کہ عرصہ بیس سال کا گزرا ہے کہ میں اس شہر میں سکونت پذیر ہوں اور بسبب اس کتوین کے کہ میں نے تیار کیا ہے۔ مجال سفر نہیں پاتا قید پانی کی شدید تر۔ لوہے کی قید سے واقع ہوئی اور شیخ نظام الدین اولیاء نے جب ان درویش سے یہ بات سنی عزم جزم کیا کہ اس شہر میں نہ رہوں گا اور اس مقام سے برآمد ہو کر رانی بوستانی کے تالاب کے نزدیک کہ جسے باغ خسرو تعبیر کہتے ہیں داخل ہوئے اور تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور اس وقت

besturdubooks.wordpress.com

خوشی میں درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ اے خدا میں اس شہر سے برآمد ہوا ہوں لیکن اپنے اختیار سے کسی مقام میں نہیں جا سکتا۔ جس مقام میں خیریت اور سلامتی دین کی ہو وہاں رکھ ناگاہ ایک طرف سے آواز آئی کہ جگہ تیری غیاث پور ہے اور وہ غیاث پور ایک موضع تھا۔ گمنام مجہول کہ اسے کوئی نہیں جانتا تھا اور وہاں کا حاکم علم زرو رکھتا تھا اور اس ملک میں ایک قسم کی روئی زرد ہوتی ہے کہ اس سے لباس تیار کرتے ہیں اور حاکم کو شیخ فرید گنج شکرؒ سے نہایت الفت تھی لیکن شیخ نظام الدین اس کے مرنے کے بعد دہلی میں وارد ہوئے۔ لہٰذا اس کو نہ دیکھا تھا اور منقول ہے کہ ایک وقت شیخ نے اجودھن سے مولانا شعیب کے ہاتھ ایک مصلا نما سیاہ اور ایک کلاہ شیخ نظام الدین اولیاء کے واسطے دہلی بھیجی اور مولانا شعیب جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امانت پہنچائی۔ شیخ نظام الدین دوگانہ شکر کا ادا کر کے محظوظ ہوئے اور اسی وقت ایک رئیس نے گجرات سے دو لاکھ اور پچاس ہزار اشرفی بھیجی تھیں۔ شیخ نے وہ تمام زر نقد مولانا شعیب کو عطا فرمایا اور معذرت کر کے یہ رباعی لکھ کر شیخ فرید شکر گنجؒ کی خدمت میں ارسال کی۔

زانروی کہ بندہ تو دانند مرا ۔۔۔ برمردمک دیدہ نشانند مرا

لطف عامت عنایتے فرمودہ است ۔۔۔ ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

کہتے ہیں کہ جب دوسری مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء قصبہ اجودھن میں شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شیخ نے فرمایا مولانا نظام الدین وہ رباعی جو تم نے عریضہ میں لکھی تھی میں نے اسے یاد کر لیا۔ انشاء اللہ جہاں تم رہو گے صاحب نظر تمہیں اپنے مردم دیدہ میں جگہ دیں گے اور نقل ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے ابتداء حال میں غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی۔ دو شخص آپ کی ملازمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک شیخ برہان الدین محمد غریب جو دولت آباد دکن میں مدفون ہیں اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوب جن کا مزار پٹن گجرات میں واقع ہے۔ یہ دونوں بزرگوار اور خلفاء سے پیشتر خرقہ خلافت پا کر تحصیل کمال اور ریاضت نفس میں شغل رکھتے تھے اور اس عرصہ میں وجہ معاش ان پر نہایت تنگ تھی۔ بعض وقت ایسا اتفاق ہوتا کہ چار روز تک کچھ بہم نہ پہنچا کہ سلطان الاولیاء اور دیگر درویش اس سے افطار فرماتے۔ ایک عورت صالحہ کہ شیخ سے توسل رکھتی تھی اور ہمسایہ میں رہتی تھی اور سوت کات کر گیہوں خریدتی تھی اور نان بے نمک پکا کر اس سے افطار کرتی تھی۔ چنانچہ اس ایام فاقہ میں اس نیک بخت نے ڈیڑھ سیر آٹا کہ اس کی قوت سے فاضل تھا۔ شیخ کے واسطے بھیجا۔ شیخ نے کمال الدین یعقوب سے فرمایا کہ اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر پکاؤ۔ شاید کہ کسی آنے والے کا حصہ ہو اور شیخ کمال الدین یعقوب اسکے پکانے میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک درویش گوڈری پوش کسی مقام سے وارد ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء سے متوجہ ہو کر بہ آواز بلند فرمایا کہ اے شیخ جو کچھ ماحضر رکھتا ہے ہم سے دریغ نہ کر۔ شیخ نے جواب دیا کہ آپ ازراہ شفقت ایک لحظہ استراحت فرمائیں کہ دیگ جوش میں ہے۔ درویش نے فرمایا تو خود اٹھ اور دیگ چولہے پر سے بجنسہ اٹھالا۔ شیخ یہ سنتے ہی بہ تعجیل تمام اٹھے اور دست حق پرست پر آستین چڑھا کر دونوں ہاتھ سے دیگ کے گلے کا کنارا پکڑ کر ان کے روبرو لائے اور آواز جوش کی آدمیوں کے کان میں پہنچتی تھی درویش نے وہ دیگ اٹھا کر زمین پر دے ماری کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پھر یہ فرمایا کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے نعمت باطن شیخ نظام الدین اولیاء کو ارزانی رکھی ہے۔ میں نے ان کی ظاہری محتاجی کی دیگ کو توڑ ڈالا یہ کہا اور وہ درویش آدمیوں کی نظر سے غائب ہوا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ان کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور خرقہ خلافت کا پا کر درجہ عالی اور مقام متعالی میں داخل ہوئے اور بعد اس کے شیخ برہان الدین محمد غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی شرف ارادت اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور اہل شریعت اور شیخ کو بسبب وفور عقل اور علم و فضل کے گنج معانی کہتے تھے اور شیخ اخی سراج شیخ نور کے دادا تھے اور بنگالہ میں مدفون ہیں وہ بھی شیخ کے مریدوں سے ہیں اور خیر المجالس میں مرقوم ہے کہ ایک دن مولانا حسام الدین نصرت خانی اور مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین کاشانی شیخ کے روبرو بیٹھے تھے۔ شیخ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر

besturdubooks.wordpress.com

فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن کو صائم اور رات کو قائم رہے یہ کام نہایت سہل ہے کہ بیوہ عورتیں بھی اس کام میں اقدام کر سکتی ہیں۔ لیکن مشغولی بحق کہ مردان طلبگار درگاہ پروردگار میں بسبب اس کے راہ پاتے ہیں اور قرب پیدا کرتے ہیں اور مشاہدہ کی دولت سے نیضیاب ہوتے ہیں۔ وہ ان عبادات کے علاوہ ہے۔ حصار مجلس نے جب یہ کلام سنا امیدوار ہوئے کہ شیخ اسے بیان فرمائیں کہ وہ کون سی عبادت ہے۔ شیخ نے انہیں مضطرب اور مصر دیکھ کر فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اور وقت اس کا مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ مریدوں اور عزیزوں نے چھ مہینے انتظار کھینچا۔

ایک دن سب شیخ کی مجلس میں حاضر تھے محمد کاشف جو بادشاہ علاء الدین خلجی کے دیوان عام کا داروغہ تھا وارد ہوا اور سر زمین پر رکھ کر مودب بیٹھا۔ شیخ نے پوچھا کہ کہاں تھا۔ اس نے عرض کی دیوان عام میں تھا۔ آج ظل سبحانی نے پچاس ہزار روپیہ بندگان خدا کے واسطے انعام فرمائے ہیں۔ شیخ نے اس وقت مولانا حسام الدین نصرت خانی اور دوسرے یاروں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ انعام بادشاہ کا بہتر ہے یا وفا کرنا۔ اس عہد کا کہ جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ سن کر سب شرائط تعظیم بجالائے اور عرض کی کہ وفا کرنا عہد کا ہشت بہشت سے بہتر ہے۔ پچاس ہزار روپیہ نقرہ کیا مال ہے پھر اپنے پاس سلطان الاولیاء نے تینوں بزرگوں کو بلایا اور لوگوں کو رخصت کر کے یہ فرمایا کہ مقصود کے پہنچنے کا راستہ مشغولی حق ہے باستغراق تمام خلوت میں اور بے ضرورت باہر نہ آئے اور ہمیشہ باوضو رہے۔ سوائے وقت قیلولہ کے کہ اس وقت غلبہ خواب ہوتا ہے اور صائم الدہر رہے۔ باخلاص تمام اور اگر یہ میسر نہ ہو۔ تقلیل غذا پر قناعت کرے اور ہمیشہ سوائے ذکر حق کے سکوت میں رہے مگر بضرورت اہل دنیا سے کلام مختصر کرے اور علی الدوام ذکر بارابطہ و استغراق دل عمل میں لائے اور منقول ہے کہ تینوں مشائخ شیخ نظام الدین اولیاء کے انفاس کی برکت سے ساتھ اس صفات کے کامل ہو کر جملہ واصلین سے ہوئے اور نقل ہے مولانا شہاب الدین امام سے کہ ایک دن شیخ نظام الدین اولیاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کی زیارت کو دہلی کہنہ میں تشریف لے گئے اور ہم اور مولانا برہان الدین محمد غریب اس جناب کی رکاب میں تھے اور شیخ حضرت خواجہ کی زیارت کر کے اور مشائخوں کی زیارت کے واسطے تالاب شمسی کے کنارے رونق افزا ہوئے اور اس مقام میں خواجہ حسن شاعر ولد علائی سنجری کہ سن اس کا پچاس برس سے زیادہ تھا۔ ابتدائے حال میں شیخ سے رابطہ اتحاد اور مصاحبت کلی رکھتا تھا۔ ساتھ ایک جماعت یاروں کے مے نوشی میں مشغول تھا۔ جب شیخ کو دیکھا آپ کے روبرو آکر یہ دو بیت پڑھیں۔

سالہا باشد کہ ماہم صحبتم گرز صحبتہا اثر بودی کجا ست
زید تان فسق ازل دل ماکم نہ کرو فسق مایان بہتر از زہد شما ست

شیخ نے جب یہ بات سنی فرمایا صحبتوں کو تاثیریں ہیں انشاء اللہ تجھے نصیب ہوگی فی الفور حضرت کی دعا مستجاب ہوئی۔ خواجہ حسن سربرہنہ کر کے آپ کے قدم مبارک پر گر پڑے اور جمیع مناہی سے تائب ہو کر خود مع رفقا جو اس کے ہم مشرب تھے مرید ہوئے اور خواجہ حسن نے کتاب فوائد الفوائد مشتمل بر احوال شیخ نظام الدین اولیاء اور حکایات جو کہ زبان مبارک پر آنحضرت کے جاری ہوئیں۔ تصنیف فرمائی خلعت قبول اور تحسین سے سرفراز ہوئے اور امیر خسرو دہلوی نے اس نسخہ پر رشک کر کے کہا کہ کاش خلعت قبول اور تحسین اس نسخہ کی تصنیف کا میری نسبت منسوب ہوتا اور میری تمام تصانیف خواجہ حسن کے نام ہوتیں۔ بہتر تھا اور کہتے ہیں خواجہ حسن نے بعد توبہ کے ایک غزل کہی جس میں یہ بیت بھی مندرج ہے۔

اے حسن توبہ آنگہی کردے کہ ترا قوت گناہ نماند

اور جس وقت کہ محمد تغلق شاہ دہلی کو خراب کر کے آدمیوں کو دولت آباد دکن کی طرف لے جاتا تھا۔ خواجہ حسن بھی بزرگان دکن کی زیارت اور صحبت کی نیت سے ہمراہ گئے اور اس ملک میں جا کر عالم باقی کی سمت سفری ہوئے اور بالا گھاٹ دولت آباد میں مدفون ہوئے

besturdubooks.wordpress.com

اور نقل ہے شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء کو راگ کی سماعت کی رغبت ہوتی تھی امیر خسرو اور امیر حسن قوال کہ علم موسیقی میں عدیم المثال تھے۔ حاضر ہوتے تھے اور مبشرہ جو شیخ کا غلام زر خرید تھا اور خوش آوازی میں صوت داؤدی رکھتا تھا وہ بھی حاضر ہوتا تھا۔ پہلے امیر خسرو غزلیں اور بیتیں ایسی متصوفانہ پڑھتے تھے کہ شیخ سر مبارک کو جنبش دیتے تھے اور اسی کو امیر حسن قوال اور مبشر غلام ایسا سماں باندھتے تھے کہ شیخ وجد میں آتے تھے اور دو سو قوال کہ راگ میں مرغ کو ہوا سے زمین پر لاتے تھے۔ شیخ کے علوفہ خوار تھے اور سب کا سردار امیر حسن قوال تھا۔ جب اپنے کام میں مشغول ہوتا تھا طرفہ مجلس منعقد ہوتی تھی اور وہ بیت کہ جس سے شیخ سلطان الاولیاء کو وجد اور حال آتا تھا لکھ کر سلطان الاولیاء کے ملاحظہ میں گزارتا تھا اور سلطان الاولیاء بھی اس بیت سے محظوظ ہوتے تھے ایک روز سلطان الاولیاء کو حکیم ثنائی کی ان دو بیت پر کہ حدیقہ میں مندرج ہیں وجد حاصل ہوا۔

بیش منما جمال جان افروز در نمودی بروسپند بہ سوز

آن جمال توچیست ہستی تو وان سپند تو چیست مستی تو

قرابیگ ترک جو بادشاہ علاء الدین خلجی کا خاص تر خواص تھا باوجود صلاح اور پرہیز گاری کے لطافت و ظرافت میں بھی امتیاز رکھتا تھا اور شیخ کے سلک مریدوں میں بھی منتظم تھا ان ابیات کو قلم بند کر کے بادشاہ کے روبرو لے گیا۔ بادشاہ ہر بار پڑھتا تھا اور آنکھوں پر ملتا تھا اور تحسین کرتا تھا۔ اس وقت قرابیگ ترک عرض پیرا ہوا کہ باوجود اس کے کہ ظل سبحانی شیخ سے ایسا اعتقاد رکھتے ہیں تعجب ہے کہ کبھی آنحضرت سے ملاقات نہیں کرتے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے قرابیگ ترک ہم بادشاہ ہیں سراپا دنیا میں آلودہ اور اس آلودگی سے شرماتا ہوں کہ ایسے پاک کی زیارت کروں۔ تجھے لازم ہے کہ خضر خان اور شادی خان کو جو میرے جگر گوشہ ہیں۔ شیخ کی خدمت میں لے جا کر مرید کرا اور دو لاکھ روپیہ جماعت خانہ کے درویشوں کو شکرانہ پہنچا۔ قرابیگ ترک نے حکم کے موافق عمل کیا اور یہ عمارت عالی کہ مقبرہ میں ان بزرگوار کے واقع ہے خضر خان کی ساختہ اور پرداختہ ہے اور کہتے ہیں کہ ایک روز بادشاہ علاء الدین خلجی نے ایک مندیل زر و جواہر سے مملو کر کے برسم نذر شیخ کے روبرو بھیجی۔ ایک قلندر شیخ کے برابر بیٹھا تھا۔ دور سے اس کی نگاہ اس پر پڑی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا ایہا الشیخ ہدایا مشترک شیخ نے ازروئے ظرافت فرمایا اماتنہا خوشتر ک قلندر نے مایوس ہو کر بازگشت کی عزیمت کی شیخ نے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تنہا خوشتر ک سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تجھے تنہا مبارک ہو۔ یہ کہہ کر وہ تمام نقد و جواہر اس کو بخشا اس قلندر نے چاہا کہ اس سب کو اٹھاؤں اس کی قوت نے وفا نہ کی شیخ کے خادم نے اس کی مدد کی اور نقل ہے کہ جب بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ دہلی کے تخت سلطنت پر متمکن ہوا خضر خان کو جو شیخ کا مرید تھا اس نے قتل کیا اور شیخ سے بھی درپے عداوت ہوا اور ان دنوں میں شیخ کے باورچی خانہ مقرری کا خرچ سوائے غلہ کے دو ہزار روپیہ کا تھا اور انعام و اکرام اور علوفہ متعلقان اور خرچ مسافران اور مجاوراں اس سے جدا تھا۔ اس صورت میں بادشاہ نے قاضی محمد غزنوی سے کہ محرم خاص تھا پوچھا کہ اس قدر خرچ شیخ کا کہاں سے آتا ہے۔ قاضی کہ وہ بھی اس قدر اعتقاد آنحضرت سے نہ رکھتا تھا بولا اکثر امرائے سلطانی شیخ کی اعانت زر شکرانہ اور نذرانہ سے کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ امر پسند نہ آیا۔ حکم کیا کہ جو شخص شیخ کے مکان پر جائے گا اس کی مدد خرچ کو روپیہ یا اشرفی بھیجے گا وہ نہایت معتوب اور مقہور ہوگا اور اس بارہ میں زیادہ مبالغہ کیا پھر لوگوں نے غضب شاہی کے خوف سے ہاتھ کھینچا اور اقبال غلام شیخ کا کہ تحویل اس کے پاس رہتی تھی متحیر ہوا۔

اس لئے کہ پیشتر اس سے نذر و نیاز کا روپیہ بے شمار آتا تھا چنانچہ ایک وقت ایک تاجر کہ اسے رہزنوں نے لوٹا تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سفارش نامہ صدر الدین عارف پسر شیخ بہاء الدین زکریا کا اس کے پاس موجود تھا۔ ملاحظہ میں گزار کر ان سے عرض حال کیا۔ شیخ نے خادم سے فرمایا کہ علی الصباح سے چاشت تک جو فتوح یعنی زر نذرانہ آئے۔ اس عزیز کے سپرد کرو منقول ہے کہ بارہ ہزار روپیہ پہر دن چڑھے تک اس تاجر کو وصول ہوئے۔ القصہ شیخ بادشاہ کے حکم سے واقف ہوئے۔ اقبال غلام سے فرمایا کہ آج سے خرچ مقرری

besturdubooks.wordpress.com

مضاعف کر اور جس وقت تجھے روپیہ کی حاجت ہو بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ اپنا اس حجرے کے طاق میں ڈال کر بسم اللہ کہہ کر جس قدر درکار ہو نکال لینا۔ چنانچہ اقبال حسب الحکم عمل میں لاتا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہو کر رفتہ رفتہ بادشاہ کو پہنچی۔ نہایت شرمندہ اور نادم ہوا لیکن پھر بھی ازراہ جہالت اور خجالت شیخ کو یہ پیغام بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتان سے میری ملاقات کو آتے تھے۔ اگر آپ بھی کبھی کبھی قدم رنجہ فرمادیں مراحم ذاتی سے بعید نہ ہو گا۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں مرد گوشہ نشین ہوں کہیں نہیں جاتا اور علاوہ اس کے رسم اور عادت ہر سلسلہ کی ہر طور پر ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگوں کا قاعدہ نہ تھا کہ کچہری دربار میں جائیں اور بادشاہ کے مصاحب ہوں۔ اس امر میں فقیر کو معاف رکھیں اور اس مسکین کو اپنے حال پر چھوڑیں۔ بادشاہ نے کہ بادہ نخوت سے مخمور غرور تھا اس عذر کو قبول نہ کیا اور اس کے جواب میں لکھا کہ آپ کو ہفتہ میں دو بار میری ملاقات کو آنا پڑے گا۔ شیخ نے ناچار ہو کر خواجہ حسن شاعر کو شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس کہ پیر بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے اور مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے بھیجا کہ بادشاہ کو سمجھا دیں کہ فقیروں کو آزردہ کرنا کسی مذہب اور ملت میں درست نہیں ہے اور خیریت دارین کی اس قوم کی کم آزاری میں ہے اور ماورا اس کے ہر خانوادے کی ایک روش مخصوص ہے۔ خواجہ حسن شیخ ضیاء الدین رومی کے مکان سے پلٹ کر خبر لایا کہ ان کا درد شکم کی شدت سے حال روی ہے کہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ شیخ ساکت ہوئے اور انہیں دنوں میں شیخ ضیاء الدین رحمت حق میں واصل ہوئے۔ بادشاہ اور تمام اعیان و ارکان سوم کے دن وہاں حاضر ہوئے اور رسم ہندوستان کے موافق اول قرآن شریف کے سپارہ تقسیم کر کے پڑھے۔ اس کے بعد پانچ آیت پڑھ کر پھول اٹھائے اور سلطان الاولیاء بھی بقصد زیارت وہاں تشریف لے گئے۔ بادشاہ کو سلام کیا اور بادشاہ نے جواب نہ دیا اور مطلق التفات نہ کی اور ایک روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ جب شیخ اس مجلس میں رونق افروز ہوئے جس شخص نے حضرت کو دیکھا تعظیم کے واسطے دوڑا اور حضرت سے عرض کہ بادشاہ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر آپ سلام کریں ہم بادشاہ کو اعلام کریں۔ شیخ نے فرمایا سلام کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن پڑھنے میں مشغول ہے۔ اسے مشوش نہ کرنا چاہیے اور جب حصار مجلس ہجوم لا کر شیخ کے قدم پر گرے بادشاہ گوشہ چشم سے دیکھتا تھا دل میں آزردہ ہوا بعد اس کے بادشاہ نے ایک محضر تیار کر کے یہ حکم دیا کہ اگر ہر ہفتہ میں شیخ ایک بار میری ملاقات سے متعذر ہو تو ہر سلخ یعنی ہر چاند رات کو البتہ آ کر مجھے دیکھے نہیں تو ویسی فکر کی جائے۔ سید قطب الدین غزنوی اور شیخ وحید الدین قندزی اور مولانا برہان الدین مروی اور دیگر اکابر نے بادشاہ کے حکم کے موافق ماہ شوال کی اٹھائیسویں تاریخ کو غیاث پور میں جا کر شیخ کو دیکھا اور بادشاہ نے جو کچھ حکم دیا تھا شیخ کے گوش گزار کیا اور یہ بات کہی کہ بادشاہ جوان عاقبت نا اندیش ہے اور حضرت فضل خدا سے پیر دانش کیش ہیں۔ اگر ہر مہینے میں ایک مرتبہ ضرور تا دیوان عام سلطانی میں تشریف لے جائیں امور درویشی میں فرق نہ ہو گا۔ شیخ نے تامل کر کے فرمایا انشاء اللہ دیکھتا ہوں کہ اس کا انجام کیا ظہور میں آتا ہے۔ وہ سمجھے کہ حضرت سلطان الاولیاء بادشاہ کے پاس جانے پر راضی ہوئے۔ بادشاہ سے جا کر عرض کی ہم نے شیخ کو راضی کیا وہ ہر چاند رات کو آپ کی ملاقات کو آئیں گے اور رات کو خواجہ وحید الدین قندزی اور اعز الدین علی شاہ جو بڑے بھائی امیر خسرو کے تھے۔ انہوں نے شیخ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ بادشاہ آپ کے قدم رنجہ کی بشارت سے نہایت محظوظ ہوا۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں ہرگز اپنے بزرگوں کے خلاف نہ کروں گا کہ بادشاہ کی ملاقات کو جاؤں۔ یہ سن کر دونوں بزرگوار غمگین ہوئے اور یہ التماس کی کہ چاند رات قریب ہے اور بادشاہ پرخاش پر آمادہ ہے۔ حضرت کو مناسب ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی طرف توجہ فرمائیں یہ معاملہ دشوار آسانی سے گزرے۔ شیخ نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ اس امر حقیر کے واسطے شیخ کی طرف متوجہ ہوں اور دین کے کام بہت ہیں۔ شیخ کی طرف ان کے واسطے توجہ کرنی چاہیے اور علاوہ اس کے تم یقین جانو کہ بادشاہ مجھ پر ظفریاب نہ ہو گا کس لیے کہ شب کو میں نے خواب دیکھا ہے کہ صفہ پر قبلہ رو بیٹھا ہوں اور ایک بیل شاخدار نے مجھ پر قصد کیا۔ جب نزدیک پہنچا میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کے ایسا اسے زمین پر دے مارا کہ وہ فوراً ہلاک ہوا۔ خواجہ وحید الدین قندزی

besturdubooks.wordpress.com

اور عزالدین علی شاہ ۔ ب یہ واقعہ سنا سمجھے کہ اس جناب کو کچھ آسیب نہ پہنچے گا بلکہ بادشاہ کو ضرر جانی پہنچے گا۔ القصہ چاندرات کو خواجہ اقبال نے بعد نماز ظہر شیخ سے عرض کی کہ آج روز سلخ ہے حکم ہو کہ کون سا راہوار حضرت کی سواری کو مہیا کروں۔ شیخ کچھ جواب نہ دیا اور اقبال دم بخود ہوا جب پہر دن باقی رہا پھر عرض کی کہ سواری کا وقت بھی ہے۔ اگر حکم ہو پالکی اور کہاروں کو حاضر کروں۔ اس مرتبہ بھی شیخ نے کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال کو پھر عرض کی مجال نہ رہی۔ خاموش ہوا اور حکم خدا سے اسی شب کو بعد ایک پہر اور چند ساعت کے خسرو خان جو نمک پروردہ شاہ کا محرم راز تھا بلکہ شاہ نے اسے خاک مذلت سے اٹھا کر مرتبہ عالی پر فائز کیا تھا جیسا کہ مقام مناسب میں مذکور ہوا اس نے اپنے ہاتھ سے بادشاہ کو قتل کیا اور منقول ہے کہ شیخ شرف الدین شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے پوتے شیخ بدرالدین سمرقندی کے عرس میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے ان سے یہ کلام کیا کہ شیخ نظام الدین اولیاء عجب باطن فارغ البال رکھتے ہیں کہ اہل و عیال کی طرف سے ان کو کچھ فکر و غم نہیں کیونکہ اس قدر فراغت دنیوی انہیں حاصل ہے کہ ایک عالم ان کے خوان مائدہ فیض اور احسان سے بہرہ یاب ہے کسی طور کا انہیں رنج نہیں پہنچتا ہے بے فکری سے گزرتی ہے۔ اس کے بعد جب شیخ شرف الدین وہاں سے شیخ کے مکان پر آئے چاہا کہ وہ تذکرہ عرض کروں۔ شیخ نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا بابا شرف الدین جو درد کہ دم بدم مجھے پہنچتا ہے مجھے یقین ہے کہ دوسرے کو نہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص میرے پاس آ کر اپنا درد دل اظہار کرتا ہے۔ اس وقت مجھے اس قدر غم و الم لاحق حال ہوتا ہے کہ زبان اس کی شرح سے عاجز ہے۔ عجب سنگین دل ہے وہ کہ جسے غم برادر دینی کا اثر نہ کرے اور بھی بحکم المخلصون من اللہ علی خطر عظیم جاننا چاہیے۔

نزدیکان را بیش بود حیرانی

نقل ہے کہ دہلی میں ایک بزاز تھا شمس الدین نام نہایت متمول اور وہ شیخ سے اعتقاد نہ رکھتا تھا بلکہ حضرت کی غیبت میں بے ادبانہ کلام کرتا تھا۔ ایک روز اس نے موضع افغان پور کے قریب ایک مقام سبزہ زار اور فرحت افزا دیکھا اپنے ہمراہیوں کو لے کر وہاں بیٹھا اور مے نوشی پر آمادہ ہوا۔ اس مابین میں وہ چشم ظاہری سے کیا دیکھتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء اس کے مقابل استادہ ہیں اور اشارہ سے ممانعت کرتے ہیں۔ فوراً اس نے شراب پانی میں پھینک دی اور وضو کر کے شیخ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا جونہی شیخ کی نگاہ اس پر پڑی فرمایا کہ جس شخص کو سعادت مساعدت کرتی ہے ایسے گناہوں سے باز آتا ہے۔ شمس الدین یہ کلام سن کر متنبہ اور متحیر ہوا اور اسی وقت صدق دل اور اخلاص تمام سے حضرت کے مریدوں میں منتظم ہوا اور دوسرے دن تمام مال و منال اپنا شیخ کے جماعت خانہ کے درویشوں پر تقسیم کیا اور علائق دنیا سے بیکبار اور مجرد ہو کر عرصہ قلیل میں جملہ اولیاء اللہ سے ہوا اور خیرالمجالس میں ہے کہ شیخ نصیرالدین اودھی کی تصنیف ہے وہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک وقت شیخ سے رخصت لے کر اودھ کی طرف جاتا تھا۔ شمس الدین بزاز کو میں نے قصبہ بے تابی میں دیکھا تو ایک گدڑی پارہ پارہ اس کے زیب بدن ہے اور ایک جریب ہاتھ میں اور ظروف گلی کہ جس کا گلا رسی سے بندھا تھا۔ ہاتھ میں لٹکائے ہیں اور خطہ بہار کی سمت عازم ہیں۔ شاید بہار میں ان کی بوڑھی ماں تھی جب میں نے انہیں اس حال روی سے دیکھا پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ الحمد للہ شیخ نظام الدین اولیاء کی برکت سے دروازے سعادت کے مفتوح ہیں اور دل ہوا و ہوس سے خالی ہوا۔ چین سے گزرتی ہے میں نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک چھاگل چرمی ہے اسے قبول فرمائیں تو نہایت احسان ہے۔ فرمایا کہ میں اس جناب کی عنایت سے اکثر نماز کے واسطے مسجد میں اترتا ہوں کوئی شخص اس لکڑی اور ظروف گلی پر نظر نہیں کرتا ہے۔ شاید اس چھاگل چرمی کی کوئی طمع کرے۔ یہ فرما کر میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جدا ہوئے اور یہ بھی نصیرالدین اودھی فرماتے ہیں کہ میں جب قاضی محی الدین کاشانی کے پاس علوم ظاہری پڑھتا تھا۔ ناگاہ ایسا بیمار ہوا کہ لوگوں نے میری زیست سے قطع نظر کی قضارا شیخ نظام الدین اولیاء میری عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نہایت بے ہوش تھا۔ جب آنحضرت نے دست مبارک میرے منہ پر

besturdubooks.wordpress.com

پھیرا فوراً ہوش میں آیا اور صحت پائی اور ان کے قدم پر گر پڑا اور اس دن سے میرا اعتقاد اور اخلاص آنحضرت کی نسبت زیادہ تر ہوا اور یہ بھی شیخ موصوف روایت کرتے ہیں کہ ایک مرید نے حضرت نظام الدین اولیاء کی دعوت کی اور قوالوں کو بلایا اور بقدر مقدرت طعام بھی مہیا کیا اور جب راگ شروع ہوا کئی ہزار آدمی جمع ہوئے اور کھانا اس قدر نہ تھا کہ پچاس یا ساٹھ آدمی کو کفایت کرے۔ خداوند دعوت قلع طعام اور کثرت انام مشاہدہ کر کے مضطرب ہوا۔ شیخ نور باطن سے سمجھ گئے اور اپنے خادم کو جس کا نام مبشر تھا اشارہ کیا کہ آدمیوں کے ہاتھ دھلا اور دس دس آدمی یکجا بٹھا اور بسم اللہ کہہ کر ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے مع سالن لوگوں کے سامنے رکھ۔ جب مبشر نے ایسا کیا کہتے ہیں تمام خلق حسب رغبت کھانا کھا کر سیر ہوئی اور بہت کھانا بچ رہا اور نقل ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء بارہ برس کے سن میں مولانا علاء الدین اصولی سے کہ مناقب ان کے کتاب فوائد الفواد میں مسطور ہیں کتاب مدوری (شاید قصدوری) پڑھتے تھے اور وہ شیخ جلال الدین تبریزی سے خرقہ رکھتے تھے۔ لیکن اواخر حال میں شیخ نظام الدین اولیاء کی نظر ایک روز راستہ میں مولانا علاء الدین اصولی پر پڑی کہ کسی طرف جاتے تھے۔ فوراً طلب کر کے اپنا خلعت خاص انہیں پہنایا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی اور مولانا اسی دم شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں واصلان حق سے ہوئے اور انہیں دنوں میں شیخ شرف الدین احمد سبزواری اور بڑے بھائی ان کے شیخ جلال الدین .بقصد ارادت دہلی کی طرف آئے تھے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونا چاہتے تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ خانوادہ فردوسیوں کا تمہارے حوالہ ہے۔ آخر دونوں بھائی آپ کے اشارہ کے بموجب وہاں جا کر شیخ نجم الدین فردوسی کے مرید ہوئے اور شیخ شرف الدین احمد سبزواری خرقہ خلافت پا کر ولایت بہار میں گئے اور وہاں استقامت کر کے کتاب مکاتیب اور معدنی المعانی تالیف فرمائی اور نقل ہے شیخ نصیرالدین سے کہ قصبہ سرسادہ میں ایک دانشمند تھے۔ ان کے مکان میں آگ لگی۔ فرمان املاک کا جل گیا۔ انہوں نے دہلی میں آ کر ایک مدت مدید کچہری میں دوا دوش کر کے دوسرا فرمان فرمان سابق کے موافق حاصل کیا اور اسے بغل میں رکھ کر بہ بشاشت تمام اپنی فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک دوست سے دوچار ہو کر ایسی باتوں میں مشغول ہوئے کہ فرمان ان کی بغل سے گر پڑا۔ مطلق اس کا خیال نہ رہا جب مکان پر آئے اور فرمان نہ دیکھا جہاں ان کی نظر میں تیرہ و تاریک ہوا۔ اسی قلق اور اضطراب میں سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ سے ان کا اندوہ و ملال دیکھا نہ گیا فرمایا مولانا نذر کر کہ فرمان تیرا جب مل جائے شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی روح پر فتوح کے واسطے حلوہ نذر کر کے حاضر کرے گا۔ مولانا نے نذر بدل و جان قبول کی اور بعد ایک لحظہ کے شیخ نے فرمایا مولانا اگر تو ابھی حلوہ خرید کر حاضر کرے تو خوب ہے۔ مولانا فوراً اٹھ کر حلوائی کی دکان پر گئے اور کئی درم کا اس سے حلوہ طلب کیا۔ حلوائی نے حلوہ تول کر ایک کاغذ نکالا تو اسے چاک کر کے حلوہ اس میں لپیٹے مولانا نے اسے پہچانا کہ یہ فرمان میرا ہے۔ حلوائی سے گھڑک کر فرمایا کہ اسے چاک نہ کر یہ میری املاک کا فرمان ہے۔

پھر اسے مع حلوہ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر مرید ہوئے اور اہل ارادت نے اس کرامت سے متحیر ہو کر اعتقاد کی تازگی اور شادابی حاصل کی اور نفحات میں لکھا ہے کہ جب اس شخص نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کاغذ کے گم ہونے کا اظہار کیا اور التماس دعا کر کے اضطرار ظاہر کیا۔ شیخ نے اسے ایک درم دیا کہ اس کا حلوا خرید کر کے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھ کر درویشوں کو تقسیم کر۔ جب اس شخص نے درم حلوائی کو دیا اور اس سے حلوہ کاغذ میں لپیٹ کر لیا۔ جب غور سے دیکھا وہی کاغذ تھا جو گم ہوگیا تھا اور اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ ایک شخص نے سو دینار کسی کے پاس امانت رکھے اور اس سے امانت نامہ لکھوا لیا تھا اور جب وقت اس کے مطالبہ کا آ پہنچا سند نہ پائی۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس دعا کی۔ شیخ نے فرمایا میں پیر ہوں اور شیرینی کو دوست رکھتا ہوں۔ ایک رطل حلوہ میرے واسطے مول لے آ تو دعا کروں۔ اس مرد نے حلوہ خرید کیا اور کاغذ میں لپیٹ کر شیخ کے پاس لایا۔ شیخ نے ارشاد کیا کاغذ کو کھول جب اس نے کھولا وہی امانت نامہ تھا۔ پھر فرمایا سند لے اور حلوہ لے جا۔ آپ کھا اور اپنے لڑکوں کو

besturdubooks.wordpress.com

دے وہ دونوں چیزیں لے کر حضرت سے رخصت ہوا اور نقل ہے کہ اخی سراج پر وانہ شیخ نور کے دادا جو بنگالہ میں مدفون ہیں۔ محض ناخواندہ تھے۔ جب دہلی میں آکر شیخ کے مرید ہوئے۔ شیخ نے ملا فخر الدین ارادی سے کہا۔ یہ جوان بہت قابل ہے۔ کاش تھوڑا علم ظاہری رکھتا تو خوب ہوتا۔ مولانا فخرالدین ارادی نے یہ سن کر سر زمین پر رکھا اور عرض کی اگر حضرت کی توجہ ہو بندہ اس جوان کو چند روز میں مسائل لابدی تعلیم کرے۔ شیخ نے فرمایا مبارک ہے۔ مولانا انہیں اپنے مکانوں پر لے جاکر تعلیم میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ شیخ کی برکت انفاس کے سبب عرصہ قلیل میں دانشمند ہوئے اور خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر بنگالہ میں تشریف لے گئے۔ سید وحید الدین کرمانی مبارک سے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں سے ہیں اور سید خرد مشہور اور کتاب سیرالاولیاء ان کی تصانیف سے ہے منقول ہے کہ خرد خان بعد قتل بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ جب تخت پر بیٹھا دو لاکھ یا تین لاکھ روپیہ ہر ایک مشائخ کے واسطے بھیجے۔ سوائے ان تین مشائخ کے یعنی سید علاء الدین جنپوری اور شیخ وحید الدین خلیفہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ اور شیخ عثمان سیاح کہ خلیفہ شیخ رکن الدین ابوفتح ہیں۔ سب نے قبول کیا لیکن اکثر بزرگواروں نے وہ روپیہ امانت نگاہ رکھا۔ ایک حبہ اس میں سے صرف نہ کیا اور شیخ نظام الدین اولیاء پانچ لاکھ روپیہ خسرو خان کے صرف فقراء میں لائے اور چار ماہ کے بعد جب غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق خسرو خان کو تہ تیغ کر کے بادشاہ دہلی کا ہوا اور استقلال بہم پہنچا کر درپے اس کے ہوا کہ خسرو خان نے جو روپیہ مشائخوں کو دیا تھا باز یافت کرے۔ اکثر مشائخ نے بلا تامل ادا کیا اور شیخ نظام الدین اولیاء نے وہ روپیہ صرف کیا تھا کچھ جواب نہ دیا۔ بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ نے شیخ سے سوء مزاجی بہم پہنچائی اور ایک جماعت کہ شیخ سے عداوت اور حسد رکھتی تھی اور راگ کی منکر تھی۔ اس نے فرصت پاکر بادشاہ سے معروض کیا کہ یہ شیخ مع جمیع مرید ان راگ کے سوا کوئی کام نہیں رکھتا ہے اور سرور اور مزامیر جو مذہب حنفی میں حرام ہے سنتا ہے۔ بادشاہ کو واجب ہے کہ علماء کو طلب کر کے ایک محضر بنا دے اور اسے اس فعل ناشروع سے ممانعت کرے۔ بادشاہ غیاث الدین نے قلعہ تغلق آباد میں کہ اس کا تعمیر کیا ہوا تھا۔ شیخ اور جمیع علماء کو اس قلعہ میں طلب کیا۔ چنانچہ ترپن (۵۳) دانشمند کہ ہر ایک اپنے تئیں سرآمد روزگار جانتے تھے اور یہ تمام عالم راگ اور سرور کے مسئلہ میں شیخ نظام الدین اولیاء سے خصومت اور نزاع رکھتے تھے۔ بحث کے واسطے حاضر ہوئے۔ مولانا فخرالدین رازی کہ شیخ کے مریدوں سے تھے اور دم اجتہاد سے مارتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے یہ بات کہی کہ دو آدمیوں کو جو سب سے عالم زیادہ ہوں انتخاب کیجئے تو وہ ہم سے بحث کریں۔ الغرض بادشاہ نے قاضی رکن الدین ابوالحی کو کہ شہر کا حاکم اور شیخ کی عداوت میں فخر و مباہات کرتا تھا بحث کے واسطے اشارہ کیا اور قاضی نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے درویش تم سرور اور راگ کے بارہ میں کیا دلیل رکھتے ہو۔ شیخ حدیث نبوی السماع مباح لاہلہ کو اپنی بریت کی دلیل لائے۔ قاضی نے جواب دیا۔ تم مرد مقلد ہو تمہیں حدیث سے کیا کام ہے کوئی روایت ابو حنیفہ سے لاؤ تو ہم اسے قبول کریں۔ شیخ نے کہا سبحان اللہ میں حدیث صحیح مصطفوی سے نقل کرتا ہوں اور تم مجھ سے روایت ابو حنیفہ طلب کرتے ہو۔ شاید حکومت کی رعونت تمہارے دماغ میں ہے کہ تم خدا کے دوستوں سے بے ادبی کرتے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد اس عہدہ سے معزول ہوگے اور بادشاہ نے جب حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنی متفکر ہو کر کچھ نہ کہا اور یہ گفتگو میں تھے اور وہ سب کے سوال و جواب سنتا تھا کہ اتنے میں مولانا علم الدین پوتے شیخ بہاء الدین زکریا کے ملتان سے آئے اور گرد راہ سے دیوان عام میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے مع حصار مجلس ان کے استقبال کے واسطے قیام کیا اور مولانا علم الدین نے پہلے شیخ نظام الدین اولیاء سے متوجہ ہو کر ملاقات کی اور باعزاز و احترام پیش آئے۔ اس کے بعد بادشاہ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ کو کس واسطے تکلیف دی ہے کہ وہ جناب یہاں تشریف لائے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ حاست اور حرمت راگ کے بارہ میں علما کا محضر ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ آپ بھی تشریف لائے ہیں۔ مولانا علم الدین نے کہا علامہ زمان تھے کہا میں نے سفر مکہ اور مدینہ اور مصر اور شام کیا ہے۔ تمام شہروں میں مشائخ باوجود علمائے تبحر اور پرہیزگار کے راگ سنتے ہیں اور کوئی شخص انہیں مانع نہیں ہوتا ہے۔ ولاہلہ بلا شک و شبہ مباح ہے اور حضرت

besturdubooks.wordpress.com

شیخ نظام الدین اولیاء اور اصحاب ان کے تمام اہل حال ہیں اور ران کا ظاہر و باطن کمال اخلاق اور زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راگ سنا ہے اور وجد فرمایا ہے۔ جب مولانا نے یہ کہا بادشاہ اٹھا اور شیخ نظام الدین اولیاء کو باعزاز و اکرام تمام رخصت کیا اور بادشاہ ازبسکہ شرمندہ ہوا۔ اسی دن قاضی رکن الدین ابوالحی کو عہدہ حکومت سے معزول کیا اور منقول ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء کا سن مبارک پچانوے سال کو پہنچا وہ جناب سات مہینے مرض حسب بول و غائط میں مبتلا رہے۔ ایک روز اقبال کو طلب کر کے فرمایا کہ اسباب اور زر نقد سے جو کچھ میری ملک میں ہے حاضر کر تو آدمیوں پر تقسیم کروں۔ اس نے جواب دیا کہ زر نقد سے تو کچھ ایک حبہ میری تحویل میں نہیں ہے۔ ہر روز کی آمدنی اسی دن صرف ہوتی ہے لیکن کئی ہزار من غلہ انبار خانہ میں موجود ہے۔ ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسے کس واسطے نگاہ رکھا ہے۔ جلد اسے برآوردہ کر اور مستحقوں کو پہنچا۔ یہ فرما کر بقچہ جامہ کا طلب کر کے ایک دستار اور ایک پیراہن اور ایک مصلائے خاص مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا اور انہیں دکن کی طرف رخصت فرمایا اور ایک پگڑی اور ایک کرتا اور ایک جانماز شیخ یعقوب کو دے کر گجرات کی سمت روانہ کیا اور اسی طور سے مولانا جمال الدین خوارزمی مولانا شمس الدین یحیٰ کو ایک ایک دستار اور پیراہن اور مصلا عنایت فرمایا اور بقچہ میں کوئی شے قسم جامہ سے باقی نہ رکھی اور ان دنوں میں جو شیخ نصیر الدین اودھی حاضر نہ تھے انہیں کچھ عنایت نہ ہوا۔

اس سبب سے تمام حصار مجلس حیران رہے لیکن بعد چند روز کے بروز چہار شنبہ ربیع الآخر کی اٹھارہویں تاریخ ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری میں بعد نماز ظہر سلطان الاولیاء نے نصیر الدین اودھی کو طلب کر کے خرقہ اور عصا' مصلہ اور تسبیح اور کاسہ چوبین یعنی کچکول وغیرہ جو کچھ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے اس جناب کو پہنچا تھا۔ انہیں سب عنایت فرمایا اور حکم ہوا کہ تم دہلی میں رہ کر آدمیوں کی قضا اور جفا اٹھاؤ۔ پھر بعد نماز عصر کہ ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا سلطان الاولیاء جوار رحمت حق میں واصل ہوئے اور غیاث پور میں کہ اب وہ محلات نئے دہلی سے ہے مدفون ہوئے اور وہ جناب ہمیشہ مجرد رہے۔ عمر پارسائی میں بسر کی اور مشہور ہے کہ بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ اگرچہ بحسب ظاہر شیخ سے کچھ نہ کہتا تھا اور شیخ کے احوال کا معارض اور متعرض نہ ہوتا تھا لیکن اس قدر اپنے دل میں رنجش رکھتا تھا کہ اس نے جس وقت بنگالہ سے مراجعت کی عزیمت کی شیخ کو پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک آپ کو دہلی میں نہ رہنا چاہیے اور بعد اس کے غیاث پور سے نکل جاؤ۔ شیخ نے حالت بیماری میں یہ جواب دیا کہ ابھی دہلی دور ہے۔ پھر آخر کو یہ ہوا کہ وہ دہلی میں نہ پہنچا تھا کہ تغلق آباد کا محل اس پر گرا اس میں دب کر ہلاک ہوا اور شیخ نے اس سے چند روز پیشتر رحلت کی تھی اور یہ مثل کہ ابھی دہلی دور ہے ہند میں مشہور ہے نقل ہے کہ ایک روز شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے مکان میں فاقہ تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے فرمایا کہ کچھ لاؤ سلطان الاولیاء نے اپنی دستار مبارک رہن کر کے قدرے لوبیا خرید کی اور جوش کر کے حاضر کی۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے باتفاق یاران تناول فرمائی اس کے بعد آنحضرت کے پیر نے یہ دعا دی کہ کیا خوب اسے پکایا تھا اور نمک موافق اس میں ڈالا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسا کرے کہ تیرے باورچی خانہ میں ہر روز ستر من نمک خرچ ہو اور اسی وقت شیخ نے دیکھا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی ازار جابجا سے چاک ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے اپنی ازار مکان سے طلب کی اور آپ کو عطا کی اور فرمایا اسے پہن۔ شیخ نظام الدین اولیاء نہایت محظوظ ہوئے اور شیخ کے حضور وہ ازار اپنی ازار پر پہننے لگے۔ ناگاہ ازار بند دست مبارک سے چھٹ گیا۔ ازار گر پڑی۔ شیخ نے فرمایا کہ ازار بند خوب کس کر باندھ شیخ نظام الدین اولیاء نے عرض کہ کیونکر باندھوں۔ فرمایا ایسی باندھ کہ سوائے حوارن بہشتی کسی کے واسطے نہ کھلے۔ شیخ نظام الدین اولیاء تعظیم بجالائے اور قبول کیا۔ چنانچہ توفیق ایزدی سے آخر عمر تک عورتوں سے مباشرت نہ کی اور جیسا کہ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا تھا ہر روز ستر من نمک آپ کے باورچی خانہ میں صرف ہوتا تھا اور نقل ہے کہ ایک صوفی کو شیخ نظام الدین اولیاء کی مجلس میں حال آیا اور وہ ایک آہ کھینچ کر جل گیا۔ سلطان الاولیاء جب حال سے فارغ ہوئے پوچھا کہ یہ خاکستر

besturdubooks.wordpress.com

کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کہ کی فلاں صوفی ایک آہ کر کے جل گیا۔ یہ اسی کی راکھ ہے۔ پھر شیخ نے پانی پر کچھ پڑھ کر اس پر چھڑکا وہ صوفی فوراً زندہ ہوا اور تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ شیخ نے اس سے فرمایا تجھے روا نہیں ہے کہ تو راگ کے وقت حاضر ہو۔ کس واسطے کہ تو ابھی خام ہے۔ اس سبب سے تو ایک آہ سے جل جاتا ہے اور صوفیوں کے سر پر بہت ماجرے گزرتے ہیں کہ اس کے متحمل ہوتے ہیں دم نہیں مارتے۔

besturdubooks.wordpress.com

شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی قدس سرہ

شیخ نصیر الدین اودھی شیخ نظام الدین اولیاء کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے اور جامع جمیع علوم ظاہری اور باطنی ہو کر اخلاق حسنہ کے ساتھ اتصاف رکھتے تھے اور ان کے فضل و دانش کی کثرت اور وفور سے سلطان الاولیاء کے اصحاب انہیں گنج معانی کہتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے بعد از وفات وہ جناب دہلی میں سجادہ نشین ہوئے اور خلائق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ جیسا کہ مخدوم جہانیاں سید جلال کی داستان میں لکھا ہے کہ جب مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ یافعی کی زبان پر جاری ہوا کہ مشائخ دہلی کے تمام جوار رحمت حق میں واصل ہوئے۔ اب شیخ نصیر الدین اودھی کے چراغ دہلی ہے باقی رہا۔ اس واسطے اس جناب کا چراغ دہلی لقب ہوا اور مخدوم جہانیاں مکہ سے مراجعت کر کے دہلی میں آئے۔ اور شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی کی صحبت میں تبرک خرقہ سے مخصوص ہوئے۔ اس سبب سے کہتے ہیں کہ ملتان کے مشائخ خانوادہ چشتیہ سے بھی بہرہ رکھتے ہیں اور سید محمد گیسو دراز جو شہر حسن آباد میں گلبرگہ میں مدفون ہیں اور یہ شیخ اخی سراج پروانہ کہ مقبرہ ان کا بنگالہ میں ہے اور شیخ حسام الدین جو نہوالہ گجرات میں آسودہ ہیں۔ آنحضرت کے مریدوں سے ہوتے ہیں اور منقول ہے کہ شیخ نصیر الدین اودھی نے خلق کے ازدحام سے بہ تنگ آکر امیر خسرو سے کہا کہ آپ شیخ نظام الدین سے میرے واسطے رخصت لیں تو میں کسی پہاڑ یا بیابان میں جا کر اس ہجوم سے نجات پا کر ذکر حق میں مشغول ہوں۔ شیخ نے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ تمہیں خلق میں رہنا اور ان کے قفا اور جفا سہنا پڑے گا اور نقل ہے کہ بادشاہ محمد تغلق شاہ خونریزی اور سیاست کے سبب خونی مشہور ہوا تھا۔ اس نے درویشوں سے سو مزاجی بہم پہنچا کر حکم کیا کہ درویش خدمت گاروں کی طرح میری خدمت کریں۔ یعنی کوئی مجھے پان کھلائے اور کوئی میرے دستار باندھے۔ الغرض بہت مشائخوں کو ایک ایک خدمت پر مقرر کیا اور شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی کو بھی تکلیف پوشاک پہنانے کی دی۔ شیخ نے قبول نہ کی۔ بادشاہ نے طیش میں آکر شیخ کو قفا دے کر قید کیا اور شیخ کو اپنے پیر شیخ نظام الدین اولیاء کا کلام یاد آیا ناچار انہوں نے قبول کر کے قید سے نجات پائی۔ قضارا انہیں دنوں میں بادشاہ کو قضایائے عجیب پیش آئے اور اسی عرصہ میں فوت ہوا۔ بندگان خدا نے رہائی پائی اور تذکرۃ الاتقیاء میں مرقوم ہے کہ شیخ نماز عصر کے بعد حجرہ میں داخل ہو کر حق کی طاعت و عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور کسی سے بات نہ کرتے تھے اور خادموں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس وقت جو شخص میری ملاقات کو آئے اسے ایک تنکہ دے کر رخصت کرو اگر ایک تنکہ نہ لے دو تنکہ سے پچاس تنکہ تک دے کر اسے واپس کر دو اور اگر اس مقدار سے بھی راضی نہ ہو اسے میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ ایک روز کا مذکور ہے کہ ایک قلندر شیخ کے دیکھنے کو آیا۔ ہر چند خادموں نے چاہا کہ وہ کچھ لے کر رخصت ہوں۔ ان کا سمجھانا مفید نہ ہوا۔ ناچار اسے اذن دخول حجرہ دیا۔ قلندر شیطان صفت نے حجرہ میں جا کر بہ سختی و درشتی شیخ سے کچھ طلب کیا۔ شیخ نے جو طاعت میں مشغول تھے دو تین مرتبہ اشارہ کیا کہ بیٹھ جا میں تجھے دوں گا قبول نہ کیا اور اس موذی نے چند زخم چھری کے شیخ کے جسد مبارک پر مارے کہ خون سوراخ آستانہ سے رواں ہو کر برآمد ہوا۔ خادم مضطرب ہو کر اندر گئے اور چاہا کہ اسے سزا کو پہنچا دیں۔ شیخ نے ممانعت کی اور ایک گھوڑا اور پچاس اشرفی اسے مرحمت فرمائیں اور ارشاد کیا کہ تو گھوڑے پر سوار ہو کر اس شہر سے نکل جا تو کوئی تجھے مزاحمت نہ پہنچا دے۔ قلندر اسے لے کر حسب الارشاد کاربند ہوا اور چند ساعت کے بعد جب وقت ارتحال پہنچا۔ آپ نے وصیت کی کہ سید محمد گیسو دراز مجھے غسل دیں اور اس خرقہ میں جو شیخ نظام الدین اولیاء سے پہنچا ہے لپیٹ کر مع عصا اور مصلا مجھے قبر میں رکھیں۔ الغرض وہ جناب اٹھارہویں تاریخ ماہ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ ہجری میں ساتھ رحمت ایزدی کے واصل ہوئے اور سید محمد

besturdubooks.wordpress.com

گیسو دراز نے حسب وصیت عمل کر کے غسل و کفن دے کر مدفون کیا اور مدت آپ کی عمر کی بیاسی برس راوی نشان دیتے ہیں اور نقل ہے کہ سید محمد گیسو دراز نے جب دیکھا کہ پیر بے نظیر شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے خرقہ اور عصا اور مصلا نہ پہنچا گریان باسینہ بریان شہر دہلی سے برآمد ہو کر دکن کی طرف گئے۔ اس وقت میں شاہ فیروز شاہ بہمنی دکن میں فرمانروا تھا وہ سید کے آنے سے نہایت خوش ہوا اور انہیں باعزاز تمام احمد آباد بیدر میں پہنچایا اور اس تفصیل سے کہ جو احوال میں اس کے لکھا گیا سید کا مرید اور معتقد ہوا اور ان کی تعظیم و تکریم میں زیادہ تر کوشش کر کے ایک گنبد کہ سید اس میں مدفون ہیں تیار کیا اور اہالی دکن کو ان بزرگوار کی نسبت حد سے زیادہ اعتقاد اور اخلاص تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے فرمایا کہ جو قصبے شاہان بہمنیہ نے ان سید کو وقف کیے ہیں شاہان عادل شاہیہ و نظام شاہیہ اور قطب شاہیہ ان کے فرزندوں پر حسب دستور بحال رکھیں اور اولاد ان کی دو فرقہ ہوئی۔ بعض نے مذہب امامیہ لیا اور بعض مذہب حنفی رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جب سید ہجرت کے راستے سے دکن میں روانہ ہوئے۔ شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی کے بہت مریدوں نے ان کی ہمراہی اختیار کی لیکن جب ان کے ہمراہ نہوالہ میں پہنچے اور خواجہ رکن الدین کان شکر سے ملاقات کی خواجہ نے پوچھا کہ اپنے تئیں کہاں پہنچا فرمایا میں نے کام شبلی اور جنید کا کیا لیکن کشائش اپنے کام میں نہ پائی خواجہ نے کہا اس سبب سے کہ ان بزرگواروں نے کیسہ زر پھینکا تھا اور تو نے جمع کیا سید متنبہ ہوئے اور کیسہ زر جو ہمیشہ کمر میں رکھتے تھے۔ اسے اپنے پاس سے دور کیا ایک مریدان شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی سے شیخ اخی سراج پروانہ ہیں اور وہ اگرچہ شیخ نظام الدین اولیاء کی نسبت ارادت صادق رکھتے تھے اور اس جناب سے تربیت پا کر بنگالہ کی طرف رخصت ہوئے تھے لیکن شیخ نظام الدین اولیاء کی بعد وفات پھر دہلی میں آئے اور دست ارادت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ہاتھ میں دے کر درجہ کمال کو پہنچے اور خرقہ بنگالہ کی خلافت کا پایا اور مشہور ہے کہ جب شیخ نصیر الدین اودھی نے انہیں بنگالہ کی رخصت عطا فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس مملکت میں شیخ علاء الدین قل تشریف رکھتے ہیں اور اس طرف کی تمام خلقت ان سے رجوع ہے۔ میرا رہنا اس ملک میں کیا اثر بخشے گا۔ شیخ نے فرمایا کہ تم اوپر دے قل یعنی تم بالا اور وہ زیر شیخ اخی سراج پروانہ اپنے کام کی برتری کی بشارت سن کر بنگالہ کی طرف راہی ہوئے۔ مگر جس روز کہ شیخ علاء الدین قل کی ملاقات کو گئے وہ شیخ کے اس ملک میں آنے سے آزردہ خاطر ہوئے۔ خبر ان کی تشریف آوری کی سن کر چارپائی پر چار زانو ہو کر بیٹھے اور جب شیخ تشریف لائے انہیں سلام کیا تو انہوں نے تواضع نہ کی۔ اسی طریق سے بیٹھے رہے اور شیخ اخی سراج پروانہ چارپائی سے اتر کر نیچے بیٹھے اور بہ بشاشت تمام کلام حقانی اور معارف سے شروع کیے خدا جانے کہ شیخ علاء الدین قل کو کیا مشاہدہ ہوا جو یکایک چارپائی سے اتر کر نیچے بیٹھے اور شیخ اخی سراج پروانہ کو بمبالغہ تمام چارپائی پر بٹھا کر ان کے مرید ہوئے اور شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی کے مریدان صاحب حال بہت ہیں چونکہ احوال ان کا بہ تفصیل مولف کی نظر سے نہیں گزرا۔ لہذا ان کے ذکر میں نہیں مشغول ہوا۔ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء کے خلفاء کے واقعات آغاز کیے۔

شاہ منتخب الدین المعروف بزرزری بخش قدس سرہ

منقول ہے کہ شاہ منتخب الدین اور شیخ برہان الدین شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور جو علوم متداولہ اور اخلاق حسنہ میں کمال رکھتے ہیں ان بزرگوار کے منظور نظر ہو کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے۔ پہلے شیخ نظام الدین اولیاء نے خلافت نامہ اور مصلا اور عصاء اور خلعت شاہ منتخب الدین کو عنایت فرمایا اور ارشاد خلائق کے واسطے دکن میں تعین کیا اور بروایت مشہور اپنے سات سو مرید کہ بعضے پالکی سوار تھے۔ ان کے ہمراہ کیے شاہ منتخب الدین ان بزرگواروں کے خرچ کے بارہ میں متفکر ہوئے اور سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ ریاست مقتضی غم خواری متعلقان اور دوستاں ہے اور مجھ میں یہ قوت اور استطاعت نہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے مراقبہ

besturdubooks.wordpress.com

میں جا کر فرمایا خرچ ان آدمیوں کا ہر شب نماز تہجد کے وقت تمہارے پاس پہنچے گا۔ شاہ منتخب الدین زمین خدمت کو لب ادب سے بوسہ دے کر راہی ہوئے اور دولت آباد میں پہنچ کر متوطن ہوئے اور آخر عمر تک ہر شب کو نماز تہجد کے وقت غیب سے ایک ڈبہ زریں آتا تھا اور شاہ علی الصباح اسے فروخت کر کے درویشوں کے صرف میں لاتے تھے اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ شاہ زر درج سے برآورد کر کے بوسہ دیتے تھے اور نماز تہجد کی ادا کرتے تھے اور صبح کو وہ زر رفقاء کے صرف میں لاتے تھے۔ اس سبب سے مشہور بزرزری بخش ہوئے اور نقل ہے کہ جب شاہ منتخب الدین دولت آباد میں فوت ہوئے۔ اسی دن شیخ نظام الدین اولیاء نے ازروئے کشف دریافت کر کے شیخ برہان الدین سے پوچھا کہ تمہارے بھائی شاہ منتخب الدین کی کیا عمر تھی۔ وہ سمجھے کہ میرا بھائی رحمت حق میں واصل ہوا اپنے مکان میں جا کر ماتم میں بیٹھے۔ دوسرے دن سلطان المشائخ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء نے اپنی وفات سے پیشتر شیخ برہان الدین کو خرقہ خلافت دکن کا مرحمت کر کے رخصت فرمایا تھا۔

شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ

کہتے ہیں جب سلطان المشائخ نے انہیں دکن کی نقد رخصت عنایت فرمائی۔ زمین خدمت کو بوسہ دے کر عرض کی کہ میں اس مجلس کے بزرگواروں کو کہاں پاؤں گا۔ شیخ نے مراقبہ میں جا کر فرمایا میں نے اہل مجلس کہ چار سو آدمی ہیں تمہیں عطا کیے۔ پھر عرض کی کہ میں طاقت جدائی کی نہیں رکھتا۔ شیخ نے مراقبہ میں جا کر یہ ارشاد کیا کہ جس مقام میں تم رہو گے میرے اور تمہارے حجاب نہ ہوگا۔ چاہیے کہ تم سفر اختیار کرو اور فتوح کے باب میں لاردو اور لاکد رہنا۔ شیخ برہان الدین حسب الحکم مع چار سو درویش دولت آباد میں جا کر ساکن ہوئے اور اس ملک کے باشندوں کو اعتقاد عظیم بہم پہنچا زر فتوح بے شمار آنے لگا اور تذکرۃ الاتقیا میں تحریر ہے کہ ابتدائے حال میں باورچی خانہ نظام الدین اولیاء کا ان کے حوالہ تھا۔ ایک روز شیخ برہان الدین باورچی خانہ میں کنج پر بیٹھے تھے۔ سردی نے ان پر غلبہ کیا۔ ایک پارچہ کہ دوش پر ڈالے تھے۔ اسے زمین سرد پر ڈال کر بیٹھے بعدہ ایک شخص نے ان میں سے سلطان المشائخ کو خبر پہنچائی کہ شیخ باورچی خانہ میں نمالچہ پر بیٹھے ہیں۔ فرمایا بے ادبی کی ہے ابھی ہوس اس کے سر میں باقی ہے وہ میرے سامنے آنے نہ پائے یہ خبر جب شیخ برہان الدین نے سنی پیر کی مفارقت سے نہایت بے تاب ہوئے۔ ہرچند یاروں سے التماس سفارش کی فائدہ نہ بخشا۔ آخرش امیر خسرو کے پاس التجا لے گئے اور جو وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں قرب اور عزت تمام رکھتے تھے۔ انہوں نے رحم دلی سے ان کی درخواست قبول کرائی اور دستار اپنے سر سے اتار کر ان کی گردن میں ڈال کر اسی نہج سے سلطان الاولیاء کی خدمت میں لے گئے اس وقت وہ جناب کلاہ سر مبارک پر کج رکھے ہوئے وضو کرتے تھے۔ بدیہہ یہ بیت پڑھی۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے   من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے

آنحضرت نہایت خوش وقت ہوئے اور اٹھ کر دونوں سے بغلگیر ہوئے اور منقول ہے کہ ایک روز سلطان المشائخ کے روبرو شیخ بایزید بسطامی کی تعریف کرتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا ہم بھی بایزید بسطامی رکھتے ہیں۔ یاروں نے پوچھا کہاں ہے۔ فرمایا جماعت خانہ میں بیٹھا ہے۔ خواجہ اقبال بسرعت تمام جماعت خانہ میں گئے دیکھا کہ شیخ برہان الدین وہاں بیٹھے ہیں۔ یاروں نے جانا کہ یہ بات ان کے حق میں فرمائی ہے نقل ہے کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس وقت کوئی شخص میرے پاس بیعت کے واسطے آتا ہے۔ میں پہلے لوح محفوظ کو دیکھتا ہوں۔ اگر وہ اہل سعادت ہے فی الفور اس کے ہاتھ ہاتھ میں دیتا ہوں اور جو اس کے برعکس ہے توقف کرتا ہوں اول اس کی سعادت کے واسطے حق تعالیٰ سے دست بدعا ہوتا ہوں۔ بعد اس کے اسے مرید کرتا ہوں۔ الغرض شیخ برہان الدین جب دولت آباد میں برحمت حق واصل ہوئے خادموں نے اس مقام میں انہیں دفن کیا اور شیخ زین الدین ان کے قائم مقام اور جانشین ہوئے۔

besturdubooks.wordpress.com

شیخ زین الدین رحمتہ اللہ علیہ

بعض راویوں کا یہ قول ہے کہ شیخ زین الدین اودھی المشہور چراغ دہلی کے بھانجے ہیں اور وہ جناب بہت صاحب حال اور اہل کمال تھے۔ جس وقت نصیر خان فاروقی والی خاندیش نے قلعہ اسیر کو آسا اہیر سے لیا۔ شیخ زین الدین سے استدعائے قدوم کی اور جو کہ وہ ارادت صادق رکھتا تھا التماس اس کی قبول ہوئی و جناب اس مقام میں کہ جہاں قصبہ زین آباد ہے تشریف لائے اور نصیر خان فاروقی دریا کے اس طرف اس موضع میں کہ بالفعل جہاں شہر برہان پور ہے وارد تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ جناب قلعہ اسیر کو اپنے نور حضور سے منور فرمائیں۔ حضرت نے یہ امر قبول نہ کیا۔ فرمایا کہ مجھے پیر کی اجازت نہیں ہے کہ آب تپتی سے عبور کروں۔ الغرض نصیر خان چند روز جب تک کہ شیخ وہاں رونق افزا رہے ہر روز صبح کی نماز شیخ کے پیچھے ادا کر کے درویشوں کی خدمت میں تقصیر نہ کرتا تھا۔ جس وقت شیخ نے عزم مراجعت کیا نصیر خان نے انہیں تکلیف قبول قصبات اور دیہات کی کی۔ آپ نے جواب دیا کہ فقیروں کو جاگیر سے کیا نسبت ہے۔ جب نصیر خان حد سے زیادہ مصر ہوا کہ میری سرفرازی کے واسطے کچھ قبول فرمائیں۔ شیخ نے کہا یہ امر قبول کرتا ہوں کہ جس مقام میں تم وارد ہوئے ہو وہاں پر ایک شہر میرے پیر شیخ برہان الدین کے نام آباد کرو اور اس مقام میں کہ فقیر فروکش ہوا ہے۔ ایک قصبہ اس فقیر کے نام بنا کر خلاصہ یہ کہ نصیر خان فاروقی نے شیخ کے حضور دونوں موضع کی بنا ڈالی۔ خشت زمین پر رکھی اور شیخ کی زبان مبارک کی تاثیر سے شہر برہان پور عرصہ قلیل میں اس قدر آباد ہوا کہ مصر کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرنے لگا اور زین آباد بھی قصبات میں محسوب ہوا۔

شیخ نظام الدین ابوالمؤید

انہوں نے غزنین میں شیخ عبدالواحد سے خرقہ خلافت کا پایا۔ اس کے بعد دہلی میں آکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید ہوئے اور آنحضرت کی خدمت میں مرتبہ کمال کو پہنچ کر واصلان حق سے ہوئے اور والدہ ماجدہ ان کی بی بی سامیراں کہ ہمشیرہ سید نورالدین غزنوی کی تھیں۔ وہ خواجہ قطب الدین کو بھائی کہتی تھیں اور خواجہ بھی انہیں مثل اپنی ہمشیرہ سمجھتے تھے۔ اور شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں ابتداء حال میں روز جمعہ کو شہر دہلی کی جامع مسجد میں حاضر تھا۔ ناگاہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید تشرف لائے اور اس طرح سے دوگانہ تحیت میں مشغول ہوئے کہ مجھے ان کی حالت استغراق سے ذوق تمام حاصل ہوا۔ بعد ادائے نماز ایک فقیر قاسم نام منبر پر چڑھے اور ایک آیت کلام اللہ کی پڑھی۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین ابو المؤید نے کلام آغاز کر کے فرمایا کہ میں نے یہ بیت اپنے یار کے خط خاص سے لکھی دیکھی۔

در عشق تو کی از تو حذر خواہم کرد   جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

یہ بیت اس سوز و گداز سے پڑھی کہ سامعین اسے سن کر نعرہ زن ہوئے اور مجھے بھی اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا اور نقل ہے کہ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں امساک باراں ہوا لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو دعائے باراں کی تکلیف کی۔ ناچار ہو کر دعائے باراں پڑھی اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ مجھے قسم ہے تیری عظمت اور بزرگی کی اگر تو آج کے دن پانی نہ برسائے گا میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔ غرض کہ حضرت ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ باران رحمت نازل ہوا اور راوی کا یہ بھی قول ہے کہ سید قطب الدین ترمذی ایک بزرگان وقت سے تھے۔ انہوں نے شیخ سے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ کو حق تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور نیاز تمام ہے لیکن یہ بات آپ نے کیوں فرمائی کہ اگر پانی نہ برسے گا میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔ شیخ نے جواب دیا میں یقین جانتا تھا کہ حق سبحانہ

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ باران رحمت نازل کرے گا میں نے اس واسطے یہ فضولی کی تھی اور بعض کا یہ قول ہے کہ شیخ نظام الدین ابوالموید نے جواب دیا کہ مجھ سے اور سید نورالدین مبارک غزنوی سے شمس الدین التمش کی مجلس میں کچھ نزاع ہوئی تھی اور لوگوں نے انھیں مجھ سے رنجیدہ کیا تھا اور اس وقت میں مجھے یاروں نے دعائے باراں کی تکلیف دی- میں نے ان کے روضہ میں جاکر فاتحہ پڑھی اور یہ کہا کہ مجھ سے درگزر کیجئے- ناگاہ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں نے تجھ سے صلح کی جا دعا کر کہ البتہ حق تعالیٰ باران رحمت فرما دے گا- بسبب اس اعتماد کے یہ کلمہ زبان پر لایا تھا اور کہتے ہیں کہ اس دن منبر پر برآمد ہو کر شیخ نے ہاتھ آستین میں کر کے اور ایک کپڑا برآور وہ کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور اس کپڑے کو جنبش دے کر دعا پڑھی اس صورت میں ملا وجیہ الدین یحییٰ کہ وہ خواجہ کے مرید تھے- لوگوں نے ان سے پوچھا کہ وہ پارچہ کیسا تھا- فرمایا کپڑا خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا دامن تھا- خواجہ نے میری والدہ بی بی سامیراں کو عنایت فرمایا تھا وہ ہی اجابت دعا میں دخیل ہوا-

امیر خسرو دہلوی

نام اصلی ان کا ابوالحسن ہے- اور آنحضرت کے والد امیر سیف الدین محمود امرائے ہزارہ بلخ سے تھے اور قرلیش کے اطراف میں رہتے تھے اور چنگیز خان کے فتنہ شروع ہونے کے قریب وہاں سے ہندوستان میں آ کر امرا کی سلک میں منتظم ہوئے اور امیر خسرو قصبہ مومن آباد میں کہ اس زمانہ میں اس قصبہ کو پٹیالی کہتے ہیں پیدا ہوئے اور آٹھ برس کے سن میں جیسا کہ مذکور ہوا باپ اور بھائی کی خدمت میں کہ اعزالدین علی شاہ اور حسام الدین نام تھا رہے اور بہ عہد غیاث الدین بلبن کے شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں مشرف ہو کر مرید ہوئے- جب نو برس کا زمانہ گزرا امیر سیف الدین محمود کہ جن کی عمر پچاسی برس کی تھی ایک معرکہ میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور اعزالدین علی شاہ قائم مقام ان کے ہوئے اور امیر خسرو نے اپنے والد کے مرثیہ میں یہ بیت موزوں کی:

سیف از سرم گذشت دل من دونیم شد دریائے خون رواں شدو دریتیم شد

اور بعد شہادت امیر سیف الدین محمود کے امیر خسرو کے نانا جن کا خطاب عماد الملک اور اعیان عصر اپنے زمانہ سے تھے اور ایک سو تیرہ برس کی عمر رکھتے تھے- صفت ان کی دیباچہ عزت الکمال میں تحریر ہے- ان کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہوئے اور اس قدر توجہ اور التفات ان کی نسبت مبذول فرمائی کہ فضلائے عصر سے ہوئے ایک دن شیخ نظام الدین اولیاء مع اپنے اصحاب بازار کی طرف جاتے تھے اور امیر خسرو کا آغاز شباب تھا- وہ بھی ہمراہ تھے- خواجہ حسن شاعر کہ حسن و جمال بے مثال اور فضل و دانش میں کمال رکھتے تھے- ایک دوکان میں بیٹھ کر روٹی بیچتے تھے- جونہی امیر خسرو کی نگاہ ان سے دوچار ہوئی ان کی شکل زیبا اور حرکات موزوں دیکھ کر مرغ دل ان کا گرفتار ہوا اور ان کے قریب جاکر پوچھا روٹی کیونکر بیچتا ہے- حسن نے جواب دیا کہ میں ایک پلہ میں روٹی رکھ کر خریدار سے کہتا ہوں کہ زر دوسرے پلہ میں رکھ جب زر اس کا روٹی کے وزن سے بہت گراں ہوتا ہے لے کر مشتری کو ایک راستہ بتاتا ہوں- امیر خسرو نے جواب دیا اگر مشتری مفلس ہو اس کی کیا تدبیر ہے- کہا اس سے زر کے عوض دو دینار بھی لیتا ہوں- امیر خسرو خواجہ حسن کے حسن کلام سے حیران رہے اور حقیقت حال شیخ سے عرض کی اور خواجہ حسن کو بھی درد طلب دامن گیر ہوا- انھیں دنوں میں دکان ترک کی اگرچہ خواجہ حسن اس عرصہ میں شیخ کے مرید نہ ہوئے تھے لیکن اول سے زیادہ تر علوم و کمالات ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہو کر شیخ کی خانقاہ کی طرف آمد و شد کرتے تھے اور ان کے اور امیر خسرو کے درمیان الفت تمام بہم پہنچی اور دونوں نے شہزادہ محمد سلطان خان شہید بادشاہ غیاث الدین بلبن کی کہ ملتان کا حاکم تھا- نوکری اختیار کی- امیر خسرو شہزادہ کے مصحف دار اور خواجہ حسن دوات دار ہوئے- جب محمد سلطان خان شہید دہلی میں آتا تھا- دونوں عزیز شہزادہ کی خدمت سے فارغ ہو کر اکثر اوقات شیخ کی ملازمت میں بسر لے جاتے تھے- پھر رفتہ

besturdubooks.wordpress.com

رفتہ ان کی عاشقی اور معشوقی کا اس قدر شہرہ ہوا کہ غرض گویوں نے شہزادہ سے عرض کی کہ تمام خلق امیر خسرو اور خواجہ حسن کو اہل ملامت سے جانتی ہے۔ یہ قرب خدمت کے قابل نہیں ہیں۔ امیر خسرو نے انہیں دنوں میں غزل کہ جس کا مطلع یہ ہے موزوں کی۔

زین دل خود کام کار من برسوائی کشید خسرو افرمان دل برون ہمیں بار آورد

بعد اس کے محمد سلطان خان شہید نے ازروئے مصلحت خواجہ حسن کو امیر خسرو کی مصاحبت اور اختلاط سے ممانعت فرمائی لیکن جو رشتہ محبت کا ان کے درمیان میں مضبوط تھا ممانعت نے کچھ فائدہ نہ بخشا اور اہل غرض نے پھر یہ امر محمد سلطان خان شہید سے عرض کیا اور اس مرتبہ شہزادہ نے غیظ میں آ کر چند تازیانہ خواجہ حسن کو مارے او روہ وہاں سے برآمد ہو کر پھر امیر خسرو کے مکان پر گئے اور محمد خان شہید کو اسی وقت یہ خبر پہنچی۔ متعجب ہو کر ایک حصار مجلس سے کہ حقیقت حال سے مطلع تھا یہ فرمایا کہ ان کی محبت مجازی زیور حقیقت سے آراستہ ہوئی ہے اوران کا جمال حال پردہ عفت اور صلاح سے پیراستہ ہوا ہے۔ محمد سلطان خان شہید نے آدمی بھیج کر امیر خسرو کو طلب کر کے پوچھا کہ محبت تمہاری آمیزش ہوا سے پاک ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ دوئی ہمارے درمیان سے کوچ کر گئی۔ محمد سلطان خان شہید نے گواہ طلب کیے امیر خسرو نے ہاتھ آستین سے برآوردہ کر کے کہا۔

گواہ عاشق صادق در آستین باشد

محمد سلطان خان شہید نے جب دیکھا کہ نشان تازیانہ کا جس مقام پر خواجہ حسن کے پہنچا تھا امیر خسرو کے ہاتھ پر ظاہر ہے۔ سکوت اختیار کیا اور امیر خسرو نے فوراً یہ رباعی پڑھی۔

عشق آمد و شدچہ خوانم اندر رگ و پوست تاکرو مراتہی و پر کروز دوست

اجزا بے وجودم ہمگی دوست گرفت نامیست مرا برمن و باقی ہمہ اوست

اور اس وقت میں تسیم عالم تحقیق کی۔ ان کے باغ امید پر چلی عالم اور مافیہا ان کی نظر ہمت میں ایک خس دکھلائی دیے۔ شہزادہ کی ملازمت سے مستعفی ہوئے لیکن محمد سلطان خان شہید نے انہیں بحال رکھا اور بعد اس کے جب محمد سلطان خان شہر ملتان میں بدرجہ شہادت فائز ہوئے۔ امیر خسرو دہلی میں آ کر امیر علی جامہ دار کے ملازم ہوئے اور تعریف اس کی امیر خسرو کے دیوان میں بہت ہے اور بعدہ بادشاہ جلال الدین خلجی کے مقرب ہوئے اور مثل اپنے باپ اور بھائی کے مدارج علیہ پر پہنچ کر امرائے کبار میں مخصوص ہوئے اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد تک جو بادشاہ تخت پر اجلاس کرتا امیر خسرو کو معزز کر کے امرا کے جرگہ میں رکھتے تھے اور بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ کہ تغلق نامہ بنام نامی اس کے ہے۔ امیر خسرو کو اور امرائے کبار سے زیادہ تر عزت دے کر سفر بنگالہ میں اپنے ہمراہ رکھتا تھا لیکن مراجعت کے وقت بادشاہ نے کسی کام کے واسطے امیر خسرو کو لکھنوتی میں چھوڑا۔ اس اثناء میں امیر خسرو نے جب سنا کہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمت حق میں واصل ہوئے۔ اس سبب سے بے تاب ہو کر بتعجیل تمام آنحضرت کے مزار پر حاضر ہوئے اور نقد و جنس جو کچھ رکھتے تھے ان کی روح پرفتوح کی ترویح کے واسطے فقراء اور مساکین پر تقسیم کیا اور بادشاہ کی خدمت سے دست کش ہو کر مجرد ہوئے اور کپڑے سیاہ ماتمانہ پہن کر آنحضرت کی قبر پر ساکن ہوئے اور مفارقت سے ایسے محزون اور مغموم ہوئے کہ سلطان المشائخ کی بعد وفات کے چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا۔ جمعرات کو انتیسویں تاریخ ماہ ذی قعدہ ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری میں بجوار رحمت ایزدی واصل ہوئے اور اسی حظیرہ میں اپنے مرشد کے پائیں دفن ہوئے اور منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بارہا فرمایا تھا کہ امیر خسرو بعد میرے زندہ نہ رہے گا جس... رحلت کرے میرے پ... دفن کرنا۔ وہ میرا صاحب اسرار ہے اور میں بھی بغیر اس کے بہشت میں قدم نہ رکھوں گا اور اگر دو شخص کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ اسے میری قبر میں دفن کریں تو دونوں ایک جا رہتے الغرض جب امیر خسرو فوت ہوئے۔ چاہا کہ وصیت کے موافق شیخ کے پہلو میں مدفون کریں۔ ایک خواجہ سرا کہ منصب وزارت رکھتا تھا اور شیخ کا مرید تھا مانع ہوا

besturdubooks.wordpress.com

کہ شیخ کے بعض مریدوں کا شیخ اور امیر خسرو کے مزار میں شبہ واقع ہوگا اس واسطے انہیں شیخ کے پائیں یاروں کے چبوترہ پر مدفون کیا۔ چنانچہ یہ قطعہ میرے استاد کا مادہ تاریخ ان کا ہے۔

قطعہ تاریخ

میر خسرو خسرو ملک سخن آن محیط فضل و دریائے کمال
نثر او دلکش تراز ماء معین نظم اوصافی تراز ماء زلال
بلبل بستان سرائے وار و دین طوطی شکر مقال بے زوال
از پے تاریخ سال فوت او چون نہادم سر بزانوے خیال
شد عدیم (۷۲۵) المثل یک تاریخ او دیگرے شد (۷۲۵) طوطی شکر مقال

تذکرۃ الاولیاء میں مسطور ہے کہ امیر خسرو استادان ماضیہ کی نسبت طعنہ زن ہوئے تھے۔ خاص اس وقت میں کہ خمسہ نظامی کا جواب کہتے تھے اور سلطان المشائخ نظامی گنجوی کے باطن سے خوف کھا کر منع کرتے تھے اور امیر خسرو درجواب کہتے تھے کہ میں آپ کی پناہ میں ہوں کچھ آسیب مجھے نہ پہنچے گا۔ قضارا جب یہ بیت کہی۔

کوکبہ خسرویم شد بلند غلغلہ درگور نظامی فگند

ناگاہ تیغ برہنہ امیر خسرو کی طرف نمودار ہوئی امیر خسرو نے نام شیخ اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کا لیا۔ اس وقت ایک ہاتھ پیدا ہوا اور آستین کا سر تیغ کے مپیلہ میں دیا۔ وہ تلوار وہاں سے گزر کر کے ایک بیر کے درخت پر کہ اس مقام میں تھا پہنچی۔ امیر خسرو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حال اپنے پیرو مرشد سے اظہار کیا چاہتے تھے کہ شیخ نے سر آستین کا انہیں دکھلایا۔ پھر امیر خسرو نے زمین خدمت کو لب ادب سے بوسہ دے کر دعا کی اور شیخ نے ان کے حق میں یہ دو بیت فرمائیں۔

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست ملکیت ملک سخن از خسروماست
این خسروماست ناصر خسرونیست زیرا کہ خدا ناصر این خسروماست

شیخ آذری نے جواہرالانوار میں لکھا ہے کہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی عین پیرانہ سالی میں شیراز سے امیر خسرو کی ملاقات کو ہندوستان میں آئے۔ شعر میں حق استادی ان پر ظاہر کرتے تھے۔ امیر خسرو بھی نہایت اعتقاد آنحضرت سے رکھتے تھے۔ اس بیت کا اعتقاد ظاہر ہے۔

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت شیرہ از خمخانہ سعدی کہ در شیراز بود

اور دوسرے مقام میں فرمایا۔

جلد مخنم وارد شیرازہ ، شیرازی

اور یہ بھی منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بارہا فرمایا تھا کہ خدا مجھے اس ترک کے سوسینہ کے سبب بخشے اور امیر خسرو نے ان کی مدح میں بہت کچھ کہا ہے اور یہ دو بیت انہیں میں سے ہیں۔

جدا از خانقاہ او بہ تقدیم خلیم کعبہ راماند بہ تعظیم
ملک کردہ بہ سقفش آشیانہ چو اندر سقفہا کنجشک خانہ

اور بعض کتابوں میں فقیر کی نظر سے گزرا ہے کہ ریاضت امیر خسرو کی باوجود شغل امارت کے اس درجہ اعلیٰ کو پہنچی تھی کہ چالیس سال صوم الدہری میں بسر کیے اور حضرت خواجہ خضر کی ملاقات سے مشرف ہو کر لعاب دہن کی التماس کی۔ چنانچہ خواجہ خضر نے ارشاد کیا

besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ دولت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کے نصیب ہو چکی- امیر خسرو نے شیخ نظام الدین اولیاء کی ملازمت میں حاضر ہو کر وہ حقیقت عرض کہ شیخ نے اپنا آب دہن ان کے دہن میں ڈالا- چنانچہ اس کی تاثیرات اور برکات سے امیر خسرو نے بانوے کتاب سلک نظم میں منتظم کیں اور مشہور ہے کہ امیر خسرو نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ میرے اشعار پانچ لاکھ سے کمتر اور چار لاکھ سے زیادہ تر ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک روز میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ میرا تخلص اہل دول سے ایک نسبت رکھتا ہے- اگر فقراء کی نسبت منسوب ہوتا تو کیا خوب ہوتا- عرصہ قیامت میں مجھے ساتھ اس نام کے بلاتے- سلطان المشائخ نے یہ امر دریافت کر کے فرمایا کہ وقت سعید میں تیرا تخلص رکھا جائے گا- پھر چند روز کے بعد فرمایا مجھے یوں ظاہر ہوا کہ تجھے صحرائے محشر میں محمد کاسہ لیس کہہ کر بلائیں گے اور امیر خسرو کی مدت عمر چوراسی برس کی تھی-

شیخ سلیم قدس سرہ

آنحضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں- باپ ان کے سپاہی تھے- قصبہ سیکری میں جو شہر آگرہ سے بارہ کوس ہے رہتے تھے اور شیخ سلیم کی اسی قصبہ میں ولادت ہوئی- جب سن رشد اور تمیز کو پہنچے مسائل لابدی سے بہرہ حاصل کر کے تصفیہ باطن میں کوشش کی اور دو مرتبہ سیکری سے ولایت میں جا کر ممالک عرب اور عجم اور روم اور یمن کی سیر کی- ایک مرتبہ سولہ برس اس حدود میں رہے- دوسری مرتبہ سات برس اور ایک مدت بصرہ میں بسر لے جا کر تیئس حج کر کے ہندوستان میں مراجعت کی اور اس پہاڑ پر جو سیکری کے پہلو میں واقع ہے سکونت اختیار کی اور عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوئے- اکثر ایام صوم میں بسر لے جاتے تھے اور شیر شاہ اور سلیم شاہ افغان سور اور خواص خان کہ ان کے امرائے کبار سے تھے- آنحضرت سے ارادت صادق رکھتے تھے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے بھی آنحضرت سے محبت اور اخلاص بہم پہنچا کر اس پہاڑ میں ایک شہر موسوم بہ فتح پور بنا دیا اور بارہ برس تک اسے تخت گاہ کر کے شیخ کے مکان کے قریب ایک مسجد اور خانقاہ نہایت تکلف کی تعمیر کی اور محمد اکبر بادشاہ شیخ کی مجلس میں اکثر حاضر ہو کر شیخ کی تعظیم اور تکریم میں کوشش کرتے تھے اور جب آنحضرت ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں برحمت حق واصل ہوئے- آنحضرت کے بڑے صاحبزادہ شیخ بدرالدین ان کے سجادہ نشین ہوئے اور بعد چند روز کے مکہ میں جا کر وفات پائی- ان کا دوسرا بیٹا کہ قطب الدین نام رکھتا تھا وہ اس سبب سے کہ ان کی والدہ نے نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا- اس بادشاہ صوری اور معنوی کے عہد میں مرتبہ بزرگی اور امارت پر پہنچا- حکومت بنگالہ کی پائی اور بعد چند عرصہ کے وہ ایک اہل غدر کے ہاتھ سے مقتول ہوا- شیخ بدرالدین کا فرزند کہ علاء الدین نام رکھتا تھا خطاب اسلام خان اور حکومت بنگالہ پر سرفراز ہوا اور شیخ سلیم چشتی کی نسبت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے یوں ہے- شیخ سلیم بن بہاء الدین بن شیخ سلطان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود بن شیخ بدرالدین بن شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی المشہور بہ گنج شکر قدس اللہ اسرار ہم ورفع درجاتہم فی القدس ان اوراق کے ناظرین پر تمکین پر پوشیدہ نہ رہے کہ سلسلہ چشت میں سوائے جماعت مذکورہ کے اور بھی اولیاء اللہ بہت ہیں کہ احوال ان کا فقیر کی نظر سے نہیں گزرا- مثل مولانا شیخ جمال ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور شیخ بدرالدین سلیمان اور شیخ علاء الدین اور مولانا فخرالدین اور شیخ شہاب الدین امام اور دوسرے بہت مشائخ کہ نام ان کے فقیر کے گوش زد نہیں ہوئے- اس صورت میں اگر توفیق رہبری کرے گی اور وہ کتاب کہ مشتمل ان کے حالات پر ہے نظر سے گزرے گی- خلاصہ اس کا اضافہ کتاب ہذا ہوگا- اور جس شخص کو فرصت ہو تحریر کر کے ملحق کرے کہ فقیر ممنون تلطف ہوگا-

besturdubooks.wordpress.com

دوسرا خاندان سہروردیہ ملتان

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ

آن محرم راز لا مکانی موصوف صفات جاودانی
افلاک بزیر پائے کردہ در عالم عشق جائے کردہ
جارو فتہ از فنائے توحید پاکو فتہ در مقام تفرید
باطن لہویت و حقیقت ظاہر بشریت و طریقت
آن پاک گزیدہ مشائخ وان مردم دیدہ مشائخ
سلطان سریر ملک تمکین یعنی کہ بہائے ملت و دین

زبدۃ الاتقیا خلاصۃ الاولیاء شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز مشائخ کبار سے ہیں۔ ہندوستان ان کے غبار آستان سے سر رفعت کا آسمان پر رکھتا ہے اور جد بزرگوار آنحضرت کے کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم کی طرف آئے اور وہاں سے قبتہ الاسلام ملتان میں تشریف لا کر ساکن ہوئے اور جو کہ جد آپ کے صلاح اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے۔ باشندے وہاں کے ان کے آنے سے نہایت محظوظ ہوئے اور مریدوں کے مانند باعزازو اکرام پیش آئے اور کمال الدین علی شاہ نے وہاں استقامت فرمائی اور قلعہ کوٹ کرور میں جس کو سلطان محمود نے اپنے زمانہ جہانگیری و کشور کشائی میں فتح کیا تھا۔ مولانا حسام الدین ترمذی رہتے تھے جو چنگیز خان کے فتنہ میں ترمذ سے جلا وطن ہو کر یہاں قلعہ کوٹ کرور میں آئے تھے۔ کمال الدین علی شاہ ان کی دختر پاکیزہ گوہر کو اپنے فرزند شیخ وجیہ الدین کے عقد ازدواج میں لائے اور شیخ بہاء الدین زکریا اس دختر بلند اختر کے بطن مبارک سے قلعہ کوٹ کرور میں ۵۷۸ پانچ سو اٹھتر ہجری میں پیدا ہوئے اور شیخ معین الدین بیجاپوری نے تذکرۃ الاولیاء ہند میں لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا اولاد ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ہیں اور ہبار اسلام میں آئے تھے اور ان کے بھائی مسمیان زمعہ اور عمرو اور عقیل بحالت کفر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے اور سودہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں تھیں بیٹی زمعہ کی ہیں۔ الغرض جب شیخ بہاء الدین زکریا بارہ برس کے ہوئے شیخ وجیہ الدین اس دار ناپائدار سے کوچ کر کے رحمت حق میں واصل ہوئے اور شیخ بہاء الدین زکریا نے سفر خراسان کا اختیار کیا اور وہاں عارفوں کی صحبت میں پہنچ کر فیضیاب ہوئے اور بخارا میں جا کر علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور شہرت عظیم پائی۔ پندرہ سال کی عمر میں خلائق کی تدریس اور افادہ علوم میں مصروف ہوئے۔ چنانچہ ہر روز ستر مرد علماء اور فضلاء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں جا کر مناسک حج بجالائے اور ایک راوی کہتا ہے کہ آنحضرت مدینہ رسول اللہ میں پانچ برس مجاور رہے۔ اس کے بعد شیخ کمال الدین محمد یمنی کے پاس کہ محدثین کبار سے تھے ترپن برس مدینہ منورہ میں تدریس حدیث فرماتے رہے تھے۔ پھر کتب حدیث کو پڑھ کر اور اجازت حاصل کر کے بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر بغداد میں آئے اور وہاں کے مشائخ کی زیارت کر کے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی صحبت کے فیض سے

besturdubooks.wordpress.com

مشرف ہوئے اور بروایت شیخ نظام الدین اولیاء سترہ روز میں خرقہ خلافت کا حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ بہاء الدین زکریا بہ قصد حصول نظر عنایت اور خرقہ خلافت شیخ الشیوخ کی مجلس میں حاضر ہوئے ایک رات کو شیخ کی خانقاہ میں یہ واقعہ دیکھا ایک مکان ہے منور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف رکھتے ہیں اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر بطریق حجاب آپ کے روبرو استادہ ہیں اور اس مکان میں ایک طناب بندھی ہوئی ہے اور خرقہ چند اس طناب پر آویزاں ہیں۔ بعد اس کے خلاصہ موجودات نے شیخ الشیوخ کے ذریعہ سے شیخ بہاء الدین زکریا کو اپنے روبرو بلایا اور شیخ الشیوخ نے ان کا ہاتھ پکڑ کے مسند نشین بارگاہ نبوت کے قدم بوس سے مشرف کیا اور آنحضرت نے شیخ الشیوخ کو اشارہ کیا کہ فلاں خرقہ شیخ بہاء الدین زکریا کو پہنا۔ شیخ الشیوخ نے حضرت کے فرمان کے بموجب عمل کر کے دوبارہ شیخ کو پائے بوس اقدس سے سربلندی بخشی اور وہ جناب بسبب اس خواب کے شیخ الشیوخ کے خرقہ کے امیدوار ہو کر خوش حال ہوئے۔ قضارا علی الصباح ان بزرگوار نے شیخ بہاء الدین زکریا کو مکان کے اندر طلب کیا اور اس مکان کو ساتھ اس وضع کے جو خواب میں دیکھا تھا مشاہدہ کیا اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے وہ خرقہ کہ حضرت رسالت پناہؐ نے اشارہ سے فرمایا تھا طناب سے اٹھا کر انہیں پہنایا اور یہ فرمایا بابا شیخ بہاء الدین زکریا یہ خرقے حضرت نبوت پناہی کے ہیں اور میں درمیان میں متوسط ہوں بے اجازت آنحضرت کے کسی کو نہیں دے سکتا ہوں۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب چند روز میں شیخ بہاء الدین زکریا کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ وہ درویش جو مدت مدید سے شیخ الشیوخ کی ملازمت میں حاضر تھے۔ متعجب ہوئے کہ ہمیں باوجود خدمت چند سالہ کے یہ دولت نصیب نہ ہوئی اور ہندی فقیر نے بہ مجرد پہنچنے کے یہ سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ نے عالم کشف میں یہ امر دریافت کر کے درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ لکڑی تر کے مانند ہو اور زکریا بمنزلہ خشک ہے اور آگ خشک لکڑی کو جلد تر پکڑتی ہے۔ بعد اس کے شیخ الشیوخ نے شیخ بہاء الدین زکریا کو وداع کیا اور رخصت کے وقت فرمایا کہ ملتان میں جا کر سکونت کرو کہ اس ملک کے باشندوں کی ہدایت تم سے رجوع ہوئی ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمت میں شیخ الشیوخ کے حاضر تھے۔ عرض پیرا ہوئے کہ مجھے شیخ بہاء الدین زکریا سے کمال محبت بہم پہنچی ہے۔ اگر ارشاد ہو ان کی صحبت میں رہ کر ہند کی سیر کروں۔ شیخ الشیوخ نے رخصت فرمایا لیکن شیخ جلال الدین تبریزی خوارزم تک ہمراہ گئے اور وہاں اجازت لے کر اس حدود میں توقف کیا اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتان میں جا کر متاہل ہوئے اور شیخ صدرالدین عارف اور دیگر فرزند بھی آفریدگار عالم نے انہیں کرامت فرمائے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید بہت ہیں۔ ازانجملہ ایک سید جلال بخاری ہیں۔ احوال ان کا مرقوم ہوگا اور دوسرے آنحضرت کے مریدوں سے شیخ فخرالدین اور شیخ ابراہیم عراقی ہیں۔ اور شیخ ابراہیم عراقی اٹھارہ برس کے سن میں اپنے مدرسہ میں جو نہایت پر تکلف تھا بیٹھ کر درس دیتے تھے اور طلبہ کو فیض پہنچاتے تھے۔ ان دنوں میں ایک جماعت قلندروں سے مدرسہ میں آ کر ان کی ملاقات سے شرف یاب ہوئی اور جو کہ اس جماعت میں ایک مرد صاحب جمال تھا۔ شیخ کی نگاہ جونہی اس پر پڑی دل ہاتھ سے جاتا رہا۔

درس و بحث کو ترک کر کے ان کی مہمانی میں مشغول ہوئے اور جب تین چار روز کے بعد قلندر اس حال سے واقف ہوئے خراسان کا راستہ لیا۔ شیخ ابراہیم عراقی بے تاب ہو کر دو تین روز کے بعد ان کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ان کے پاس پہنچ کر ارادہ رفاقت کا کیا۔ قلندروں نے عرض کی آپ مرد بزرگ ہیں قلندران ابرو تراش کے ساتھ کیونکر صحبت برآر ہوں گے۔ شیخ ناچار ہو کر چار ابرو ترشوا کر ان کا لباس پہن کر رفیق ہوئے اور اس جماعت کے ہمراہ سیر کرتے ہوئے ملتان میں پہنچے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے خانقاہ میں گئے۔ جب نظر شیخ کی اس جماعت پر پڑی۔ عراقی کو آپ نے پہچانا اور متعجب ہوئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہمت مصروف فرمائی کہ انہیں لباس قلندری ترک کرا کے اس لڑکے کی قید عشق سے نجات بخشیں۔ قضارا شیخ کو خبر پہنچی کہ قلندران مسافر ملتان سے نکل گئے اور شیخ نے تامل کیا۔ اس درمیان میں ایک آندھی نہایت عظیم کہ کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اٹھی اور گرد و غبار کی کثرت سے دن نے لباس رات کا

besturdubooks.wordpress.com

پہنا۔ فضائے عالم تیرہ و تاریک ہوا قلندروں کی جماعت جس راہ میں کہ چلی جاتی تھی تاریکی کی شدت سے سراسیمہ اور بدحواس ہوئی اور خبر ایک دوسری کی نہ رکھ کر متفرق اور پریشان ہو کر ہر ایک طرف جا پڑی اور شیخ ابراہیم عراقی بہ قصد قلندر زادہ ایسے راستہ میں پڑے کہ وہ بے اختیار شیخ بہاء الدین زکریا کے مکان پر پہنچے اور شیخ نے صفائے باطن سے دریافت کر کے خادم کو باہر بھیجا۔ انہیں خانقاہ میں طلب کیا اور اٹھ کر ابراہیم عراقی کو اپنے آغوش مبارک میں کھینچا۔ جب شیخ کا سینہ ان کے سینہ پر پہنچا اسی وقت قلندر بچہ کی محبت ابراہیم عراقی کے دل سے دور ہوئی اور شیخ نے انہیں اپنے لباس خاص سے مشرف فرمایا اور ان کے رہنے کے واسطے ایک حجرہ مقرر کر کے تربیت میں مشغول ہوئے۔ حتیٰ کہ یہ نوبت آئی کہ شیخ نے اپنی دختر کہ عفت اور پرہیزگاری میں اپنے وقت کی رابعہ تھی ان کے عقد نکاح میں دی اور ابراہیم عراقی اور پیر محمد شیراز جو بھانجے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے' وہ ہمیشہ سادہ غداروں کو بہ نظر پاک مشغول محبت ہوتے تھے۔ ایک روز اہل اغراض نے شیخ الشیوخ سے عرض کی کہ ابراہیم عراقی ایک نعل بند کے لڑکے کے روبرو بیٹھ کر نظارہ کرتا ہے۔ شیخ الشیوخ نے بلا کر ملامت کی اور فرمایا اے ابراہیم عراقی مگر دوئی دلنشین پر رکھتا ہے کہ اس کام میں مشغول ہے۔ اٹھ اور کنارہ کش ہو۔ اہل نظر حرف زن ہیں۔ ابراہیم عراقی نے کہا ہے۔ اے شیخ غیر کہاں ہے جو حضور گمان فرماتے ہیں شیخ شہاب الدین اس گستاخی سے رنجیدہ ہوئے اور ابراہیم عراقی یہ امر سمجھ کر ایک مدت زار زار روتے رہے یہاں تک کہ شیخ الشیوخ ان سے راضی ہوئے اور انہیں شیخ بہاء الدین زکریا کے پاس ملتان میں روانہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم عراقی ملتان میں پہنچے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پچیس برس ان کی خدمت میں بسر لے گئے اور سلوک یعنی ریاضت اور عبادت میں مشغول ہوئے اور فتوح حد سے زیادہ حاصل کی اور ان دنوں میں اشعار پرسوز کہتے تھے اور شیخ بہاء الدین زکریا کو اس کلام سے وجد اور پیدا ہوتا تھا اور شیخ کا ایک شب گزار ابراہیم عراقی کے حجرہ کی طرف ہوا۔ زمزمہ اس غزل کا سنا۔

نخستین بادہ کا ندر جا کردند — زچشم مست ساقی و دام کردند
برائے صید مرغ جان عاشق — زرلف ماہر دیان دام کردند
بعالم ہر کجا رنج و ملامت — بہم بروند و عشقش نام کردند
زبہر نقل مستان از لب و چشم — مہیا شکر و بادام کردند
چو خود کردند را از خویشتن فاش — عراقی راچرا بدنام کردند

شیخ کو اس غزل کے سننے سے وجد و حال عجیب ظاہر آیا اور منقول ہے کہ ابراہیم عراقی ان دنوں میں شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں بسر لے جاتے تھے۔ زوجہ ان کی کہ دختر شیخ کی تھی۔ فوت ہوئی اور شیخ نے چاہا کہ دوسری دختر جو اس سے چھوٹی تھی ابراہیم عراقی کے جبالہ نکاح میں لائیں۔ اپنے بڑے فرزند شیخ صدرالدین عارف سے اس بارہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے جواب دیا میں نے ایک روز ابراہیم عراقی کو ساباط خانقاہ پر دیکھا تھا کہ کھڑا ہے اور پیراہن کو اٹھا کر کسب ہوا کرتا ہے۔ ایسا شخص لائق پیوند کے نہیں ہے اور ابراہیم عراقی بعد از وفات شیخ بہ نیت حج بیت اللہ ملتان سے برآمد ہوئے اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد روم کی سمت روانہ ہوئے اور شہر قونیہ میں شیخ صدرالدین عارف کو دیکھ کر کتاب فصوص ان سے پڑھی (شیخ صدر الدین عارف کہ جن کی شرح فصوص مشہور ہے وہ قونوی لکھے جاتے ہیں۔ ظاہراً یہ حضرت علاوہ شیخ صدر الدین عارف ملتانی ہوں یا یہی حضرت وہاں پہنچ گئے ہوں واللہ تعالیٰ علم) اور نسخہ لمعات لکھا اور روم میں حسن قوال پر کہ جمال دل پذیر اور حسن صورت بے نظیر رکھتا تھا عاشق ہو کر غزلیں کہیں۔ چنانچہ یہ مطلع غزل کا ان میں سے ہے۔

ساز طرب عشق چہ دانی کہ چہ ساز ست — کز زخمہ اونہ فلک اندر تک و تازست

پھر وہاں سے مصر میں گئے اور ایک موچی کے لڑکے کے حسن دلربا پر شیفتہ ہوئے اور بعد اس کے ولایت شام میں جا کر شہر دمشق میں

بہاء الدین زکریا کے مریدان صادق الاخلاص میں
قوم سادات سے ہیں۔ اول مرتبہ اپنے والد سید نجم الدین کے ہمراہ برسم تجارت ملتان میں پہنچ کر مرید ہو
ل کے پہنچا کر فارغ التحصیل ہوئے اور دوسری خواہش کا دخل دماغ میں رکھتے تھے لیکن اپنے والد ماجد کے
ر مال دنیوی سے جو کچھ رکھتے تھے فقراء کو دے کر ملتان میں آئے اور شیخ کے مریدوں کی سلک میں منتظم
ت میں رہ کر بہت کمال حاصل کیے اور ان کی اکثر تصانیف مثل نزہت الارواح اور زادالمسافرین اور کنز
سے مشرف ہوئی ہیں اور شیخ بہاء الدین زکریا اور ان کے فرزند شیخ صدر الدین نے ان کی مدح کتاب الرم

ہفت اقلیم قطب اولیاء واصل حضرت ندیم
ملت بہار شرع دیں جان پاکش منبع صدق و
وجود اوبہ نزد دوستاں جنت الماو اشدہ ہندو
رواز نیک واز بدنا فستم این سعادت از قبولش
ہستی چون بردن براداز میاں کرو پروازہا بر آ
بلند آوازہ عالم پناہ سرور عصر افتخار صدر
دین و دولت آن مقبول حق نہ فلک برخوان جو دش یک

چھٹی شوال سات سو اٹھارہ ہجری میں ہرات میں فوت ہوئے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے
کا عنقریب مذکور ہوگا۔ نقل ہے کہ قطب الدین ایبک نے شمس الدین التمش کو آزاد کیا اوچتر سرخ اور
دین محمد سام غوری کی اسے بخش کر ولی عہد کیا اور حکومت شہر اوچہ اور ملتان کی ناصرالدین قباچہ کو دے ک
کے واسطے وصیت فرمائی قضارا ناصرالدین قباچہ نے بعد وفات قطب الدین ایبک بغاوت کر کے شمس الدین
اعت نہ کی اور ماورا اس کے شرع محمدی کے رواج میں بھی ساعی نہ ہوا۔ اس کے متعلقوں نے فسق و فجو
اور قاضی شرف الدین اصفہانی عامل ملتان نے شمس الدین التمش کے پاس مکاتیب مشیر اظہار مخالفت نا
ت تحریر کر کے ارسال کیے۔ اتفاقات سے وہ مکتوب ناصرالدین قباچہ کے آدمیوں کو دستیاب ہوئے اور نا
خط پیچیدہ کے مانند پیچ تاب کر کے طیش میں آیا اور آدمی شیخ بہاء الدین زکریا اور قاضی کی طلب میں بھیجے۔
شیخ کو اس نے اپنے پہلو میں بٹھایا اور قاضی کو بھی اپنے برابر بٹھا کر ان کا خط ان کے حوالہ کیا۔ قاضی ا
ہوئے۔ ناصرالدین قباچہ نے قاضی کو اسی وقت تیغ ظلم سے قتل کیا اس کے بعد دوسرا خط شیخ کو دیا۔ شیخ
لیکن میں نے اسے فرمان حق کے موافق لکھا ہے تو کیا کر سکتا ہے ناصرالدین قباچہ یہ کلام سن کر کانپنے لگ

کے دامن کے سوا اور کچھ مجھے نظر نہ آیا اور دوسرے دن عبداللہ قوال خلعت گرانمایہ اور بیس روپیہ نقد
وا اور وہاں پہنچ کر شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے قدمبوس ہو کر دہلی کی سمت روانہ ہوا اور پھر عرصہ قلیل میں
ر کے ملتان کی رخصت طلب کی اور یہ عرض کی کہ راستہ مخوف ہے۔ امیدوار دعا کا ہوں۔ شیخ نے ارشاد کیا
را علاقہ ہے۔ بعد اس کے شیخ بہاء الدین زکریا سے تعلق رکھتا ہے۔ عبداللہ قوال زمین خدمت کو بوسہ د
کے قریب پہنچا ایک جماعت راہزنوں کی مع شمشیرہائے برہنہ نمودار ہوئی عبداللہ قوال کو حضرت شیخ فرید ا
آیا بہ آواز بلند پکارا یا شیخ بہاء الدین زکریا میری مدد فرمایئے یہ کہتے ہی راہزن غائب ہوئے جس روز عبداللہ
زم بوسی سے شرفیاب ہوا۔ جامہ سرخ سقرلاتی پہنے ہوئے تھا۔ شیخ نے فرمایا۔ کمل سرخ لباس شیطان کا ہے
یہ قول ناگوار خاطر ہوا کلام بے ادبانہ زبان پر لایا کہ لوگوں کے پاس خزانے نامحصور موجود ہیں اس پر نظر نہیں
قیمت نیم تنگہ سے بھی کم ہے عیب فرماتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اے عبداللہ ہوش میں آ اور وہ اضطراب
پر رکھتا تھا یاد کر عبداللہ قوال یہ کلام صدق انجام سن کر استغفراللہ کہتا ہوا شیخ کے قدم مبارک پر گرا اور
ر الدین عارف سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک وقت مولانا نجم الدین سنائی کے پاس گیا مجھ سے پوچھا کہ آ
نے عرض کیا تفسیر کشاف اور ایجاز اور عمدہ کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مولانا نجم الدین نے فرمایا کشاف اور ایجاز
جب مولانا صدرالدین عارف مولانا نجم الدین کی خدمت سے رخصت ہوئے۔ شیخ بہاء الدین زکریا کی حضوری
بے کم و کاست عرض کر کے کہا کہ مولانا نجم الدین نے یوں فرمایا ہے۔ شیخ نے کہا ہاں یونہی ہے اور بظاہر سبب
ین عارف کی داستان میں مرقوم ہوا یہ تھا کہ کشاف اور ایجاز کے منع کرنے کا سبب اس کے سوا اور معلوم
ین زکریا نے واقعہ میں دیکھا ہوگا کہ مصنف کشاف کا اہل دوزخ سے ہے اور ایجاز کے بارہ میں بھی اسی قبیل
اس کا معلوم نہ تھا مولانا صدرالدین کو یہ بات شاق گزری اور رات کو ان تینوں کتاب کے مطالعہ میں مشغو
غلبہ کیا عمدہ کو دونوں کتاب پر رکھ کر سو رہے اور شعلہ چراغ سے کشاف و ایجاز دونوں جل کر خاکستر ہوئیں
فوظ اور سلامت رہی۔ مولانا حسام الدین حاجی سے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں سے تھے منقول ہے ک
روانی نے جو شیخ بہاء الدین زکریا کے مخلصوں میں سے تھے اور وہ نہایت متمول تھے۔ اکثر جواہر کی سوداگری کر
ن سے بندر عدن کی عزیمت میں جہاز پر سوار ہوئے۔ ناگاہ باد مخالف پیدا ہوئی جہاز کا مستول ٹوٹا قریب تھا کہ
مسعود شیروانی نے بہ عجز تمام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا سے توجہ کی اور مدد کے طلبگار ہوئے۔ اسی وقت
ل جہاز کو نجات کی بشارت دی اور غائب ہوئے اور حکم خدا سے باد مخالف ساکن ہوئی۔ جہاز بندر عدن میں
وں نے از روئے صدق اور اخلاص کے ثلث مال اپنا خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی کے سپرد کیا کہ شیخ کی

سے استعانت چاہتے ہیں۔ شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے منقول ہے کہ ایک وقت شیخ بہاء
عمر سہروردی کی خدمت سے رخصت ہوئے اور ایک روز اثنائے راہ میں ایک مسجد میں نزول کیا۔ اس مقام
ق (جوالق جمع جلق بمعنی ذلق ہندی گدڑی) پوش کہ لباس سید جلال مجرد کا ہے۔ فروکش ہوئے اور جب را
رغ ہوئے بعد مراقبہ شیخ کی نظر ایک قلندر پر پڑی کہ نور اس کا سپر اعلیٰ کی طرف ساطع تھا۔ شیخ تعجب کر
لے گئے اور فرمایا کہ اے مرد خدا اس قوم کے درمیان کیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے زکریا آگاہ ہو
کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس قوم کو اسے بخشا ہے اور وہ سید عالی نسب اور عالم اور فاضل اور مجذوب تھے۔ ا
ر موصل کے فرزند تھے اور دہاط (نام مقام) میں سید جمال الدین مجرد کی قبر پر لباس قلندرانہ پہنا تھا۔ شیخ
آوردہ کر کے عالم جذبہ سے عالم سلوک کی طرف پہنچایا اور مقبرہ ان کا قصبہ ناہن میں جو یزد اور اصفہان
ر جلال مجرد ساوجی تھے اور ایک مدت مصر میں مفتی رہے۔ جو مشکل لوگوں کو مسائل میں پیش آتی تھی۔ سید
تے تھے۔ چنانچہ مصر کی خلقت انہیں کتاب خانہ رواں کہتے تھے اور کہتے ہیں آخرش انہیں جذبہ اور ایسی حال
شوا کر دہاط میں جو مصر سے سات یا آٹھ منزل ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد سے اس وقت تک
ئے اور بعد چند روز کے کچھ ہوش میں آکر مبہوت کے مانند بیٹھے اور روزہ و نماز نہ کرتے تھے اور علمائے
ضی کہنے لگے اور رانگا گرم کر کے جب ان کے حلق میں ڈالا کچھ صدمہ انہیں نہ پہنچا۔ ان کی ایذا رسانی
لیکن قول صحیح یہ ہے کہ سید جمال مجرد صفت حسن و جمال سے بھی موصوف تھے۔ چنانچہ مصری انہیں یو
سے زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہوئی تھی اسی طرح سے ایک عورت امرائے مصر سے سید جمال مجرد پر م
بہ تنگ آکر مصر سے سرزمین دمنات کی طرف بھاگ گئے اور وہ عورت فرط تعشق سے بے تاب ہو کر
یہ خبر سید جمال مجرد کو پہنچی مضطرب ہوئے اور دست دعا درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کر کے اپنے زوال
ب اجابت سے مقرون ہوئی۔ موئے ریش و بروت اور ابرو کے تمام گر گئے اور عورت نے جب انہیں ا
کر مصر میں واپس گئی اور سید اس بلائے ناگہانی سے نجات پا کر اس مقام میں ساکن ہوئے۔ چنانچہ مقبرہ ا
ں کی وہاں رہتی ہے اور ہنگامہ برپا رکھتی ہے اور نقل ہے کہ ایک رات شیخ بہاء الدین زکریا اپنے خلفاء
سے یہ خطاب کیا کہ تم میں ایسا کوئی شخص ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے اور ایک رکعت میں تمام قرآن
شیخ نے دوگانہ میں قیام کیا۔ اول رکعت میں ختم کلام اللہ کیا اور دوسری رکعت میں چار پارہ پڑھ کر بعد جلد
تھے کہ جو کچھ تمام اہل حال کو میسر نہ ہوا۔ توفیق ایزدی سے مجھے بسر ہوا مگر ایک چیز نصیب نہ ہوئی۔ وہ یہ

besturdubooks.wordpress.com

عیدی مانگتا ہے اور میں بھی تجھ سے مانگتا ہوں تو خزانہ غیب سے مجھے عیدی عنایت کر۔ جب یہ دعا تمام ہو
مان سے نازل ہوا اور اس میں تحریر تھا کہ ہم نے آتش دوزخ تجھ پر حرام کی اور اس کی حرارت کی مشقت
حاضرین نے شیخ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور ایک شخص نے ان میں سے یہ عرض کی اے شیخ تو نے
کہ تو مجھے بھی عیدی سے سرفراز فرما۔

نی نے جب یہ کلام سنا تو فوراً وہ حریر کا ٹکڑا بغل سے برآوردہ کر کے اسے بخشا اور فرمایا کہ یہ عیدی تجھے
میں جانوں اور آتش دوزخ اور شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا نے اواخر میں
اور بھوکی ریاضت برطرف کی۔ چنانچہ ان کے باورچی خانہ میں قسم قسم کا طعام لذیذ پکتا تھا۔ آپ ہر مسافر
سائے کلوا من الطیبات واعملوا صالحا طعام ہائے لذیذ تناول کرتے تھے اور جس شخص کو
بت تمام کھاتا ہے۔ خوش حال ہوتے تھے الغرض ایک دن دسترخوان ان کے روبرو بچھا تھا۔ جب اس درمیان
ہوئے۔ ایک درویش کو دیکھا کہ وہ روٹی شوربا میں ریزہ ریزہ کر کے کھاتا ہے۔ شیخ نے فرمایا بہترین طعام یہ
لت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت طعام ثرید اور طعاموں پر مثل میری فضیلت (مشہور یو
صدیقہؓ کی فضیلت کاملہ عورتوں مریم و آسیہ پر ایسے بیان کی جیسے ثرید کو کھانوں پر فضیلت ہے) کے ہے ا
مرید شیخ کا ایک موضع دیہات ولایت لاہور میں رہتا تھا اور اس قریہ کے قریب ساحل دریا تھا۔ غلہ بو کر او
ہاں کے تحصیلدار نے اس کی زراعت کی جریب سے پیمائش کی اور یہ بات کہی کہ کچھ اپنی کرامات دکھا
ت گزشتہ کا بیباق کیجئے۔ مرید نے ہرچند عذر کیا کہ اسے معاف کر فائدہ نہ بخشا۔ درویش ایک لحظہ سر مراقبہ
اٹھا کر فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ شحنہ نے کہا مجھے یہ منظور ہے کہ آپ اس پانی پر قدم رکھ کر اس پار عبور کر
نہیں۔ آخر کو درویش نے شیخ بہاء الدین زکریا سے ہمت چاہی اور بسم اللہ کہہ کر قدم پانی پر رکھا اور جس طو
دریا سے عبور کیا اور اس پار پہنچ کر تجدید وضو کر کے دوگانہ شکر کا بجا لائے اور پھر اپنی سواری کے واسطے کش
کیا جس طور سے آپ تشریف لے گئے تھے۔ اسی نہج سے چلے آئیے۔ فرمایا ڈرتا ہوں کہ نفس خوش ہو کر عجب
کشتی لے گئے۔ شیخ نے سوار ہو کر مراجعت کی اور نقل ہے شیخ نظام الدین اولیاء سے کہ ایک دن شیخ بہاء
یہ آواز بلند نعرہ زن ہوئے کہ ابھی شیخ سعید الدین جموی نے دار دنیا سے رحلت فرمائی اور حقیقت میں ویسا ہی
ب مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہر سے ملتان میں تشریف لائے شاہ ناصرالدین قباچہ والی ملتان نے ایک
سطے تعمیر کیا اور مولانا کہ علامہ زمان تھے۔ نماز فجر کی اس مدرسہ میں ادا کر کے درس میں مشغول ہوتے تھے

besturdubooks.wordpress.com

شریعت کے موافق نہیں ہے وہ عظمت ہے شیخ نے جب یہ بات سنی پھر نماز کو حاضر نہ ہوئے اور منقول ہے
مولانا قطب الدین سے کہا کہ آپ کیوں درویشوں کی نسبت اعتقاد نہیں لاتے ہیں۔ فرمایا اس سبب سے ک
یکھا کہ اس کا مثل نہیں پایا۔ القصہ کاشغر میں میرے قلم تراش کا دنبالہ ٹوٹ گیا۔ میں نے بازار میں لے جا کر
اش کو بدستور سابق تیار کر دو کہ عیب جوڑ کا نہ رہے۔ سب نے جواب دیا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا حالت
ب لوہار ان میں سے بولا کہ فلاں محلہ میں ایک کاریگر نہایت پرہیزگار اور متقی ہے۔ شاید وہ اسے درست ک
ر پہنچا ایک پیرمرد کو دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر میں نے قلم تراش کا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے قلم ت
یا کہ ایک لحظہ آنکھ بند کر میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کنکھیوں سے دیکھا کہ قلم تراش اپنے ہونٹ
دعا پڑھ کر دم کیا اور میرے حوالہ کی جب میں نے اسے نظر غور سے دیکھا تو سابق سے بھی اسے بہتر اور
فور اعتقاد سے اس کے قدم پر سر رکھا اور قدرے زر پیشکش کیا۔ آنحضرت نے قبول نہ کیا۔ جب میں نے
ا قلم تراش درست ہوا۔ اس سے زیادہ مجھے تکلیف نہ دے۔ مولانا نے جب یہ حکایت تمام کی اس عزیز نے
درست کرنے والا شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے ہے۔ شیخ کی یمن تربیت اور فیض برکت سے ساتھ
طب الدین متعجب ہوئے اور اس گفتگو سے جو نماز کے بارہ میں شیخ سے کی تھی۔ پشیمان ہوئے اور کچھ دنو
ی زمانہ ان کی حیات کا آخر ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ اپنے حجرہ
ایک شخص نورانی پیدا ہوا۔ نامہ سربمہر اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ نامہ شیخ صدرالدین عارف حضرت شیخ ک
یہ خط جلد اپنے والد ماجد کی خدمت میں پہنچاؤ۔ شیخ صدرالدین عارف سرنامہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور حجرہ م
کو دے کر برآمد ہوئے اور اس شخص کو جو نامہ لایا تھا نہ دیکھا اور شیخ نامہ پڑھ کر جوار رحمت حق میں وا
وشوں سے یہ آواز برآمد ہوئی کہ دوست اپنے دوست کے جوار رحمت میں واصل ہوا اور جب یہ
کے سمع مبارک میں پہنچا۔ فوراً حجرہ میں جا کر اپنے والد کو دیکھا کہ مطمورہ خاک سے معمورہ پاک کی طرف
ترہویں تاریخ صفر ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ہجری میں واقع ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ش
الدین خضری اور شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ہم عصر تھے۔ اول شیخ سعید الدین ح
تحال کیا اور اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین خضری (خضری اسی طرح فارسی میں بھی ہے اور مشہور
شریف کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ امیر علی) روضہ رضوان کی طرف خراماں ہوئے اور اس کے تین سال
نے وفات پائی۔ جب تین برس کا اور عرصہ گزرا۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے عالم فانی سے عالم باقی کی

گہر معدن حق الیقین تازہ ز آب گرش باغ
زپاکی بہ ملائک صلا خرقہ وحدت نجلا
مواج دل پاک او عقل فرو ماندہ در ادراک
نشین گشت بہ عرش بریں گشتہ خطابش زخدا صدر

ب اس واسطے کہتے ہیں کہ ہر بار ختم کلام اللہ کرتے تھے۔ سمند فکر کو زیادہ تر گرم عنان فرماتے تھے اور جس
تے تھے انہیں فوج فوج معانی کا سامنا ہوتا تھا اور وہ جناب ہمت عالی رکھتے تھے کہ مال دنیوی سے کچھ اپنے پاس
کے والد شیخ بہاء الدین زکریا کے آفتاب حیرت نے مغرب ممات کی طرف رجعت کی۔ آنحضرت کے شیخ صد
ر اور دوسری بی بی سے تھے۔ جب شریعت غرا کے موافق متروکات تقسیم ہوئے۔ اسباب و اجناس کے علاوہ
ین عارف کو میراث پہنچا۔ انہوں نے وہ تمام نقد جنس اول روز فقرا پر تقسیم کر کے ایک درم اور دینار باقی نہ
نے آنحضرت سے یہ عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار اس قدر نقد جنس خزانہ میں نگاہ رکھتے تھے اور با
رتے تھے۔ آپ کو انہیں کی روش پر عمل کرنا چاہیے جوابدیا کہ میرے والد ماجد جو دنیار پر غالب مطلق ہوگئے
نے سے خوف نہ رکھتے تھے اور بتدریج تمام فقراء پر صرف کرتے تھے اور میں بھی اگرچہ اکثر اوقات غالب ہو
کو مساوی پاتا ہوں۔ لہٰذا اس کے جمع کرنے سے اندیشہ کرتا ہوں کہ مبادا مال دنیوی مجھے فریب دے۔ اس
تا ہوں اور اپنے پاس نہیں رکھتا ہوں اور شیخ صدرالدین عارف بہت مرید صاحب جمال رکھتے تھے۔ مثل شیخ
ن اور مولانا علاء الدین خجندی اور فرزند ارجمند حضرت کے شیخ رکن الدین ابوالفتح تھے اور یہ جو لوگوں کی ز
ین زکریا نے رحلت کے وقت شیخ صدرالدین عارف سے وصیت فرمائی کہ شہر اوچھ میں ایک درویش نہایت کا
ب تک کسی درویش سے پیوند نہیں کیا اور ہمارے خانوادہ سے انہیں ایک نصیب وافر ہے اور اگرچہ وہ می
تمہارے پاس آئیں گے اور اب تک انہیں جذبہ نے مغلوب کیا ہے جس وقت وہ تمہارے پاس آئیں پہلے
نہ کرنا اور تین دن انہیں خلوت میں بٹھانا اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول کرنا اور جب وہ جذبہ
و اپنے روبرو انہیں بلانا اور جو کچھ ہم سے تمہیں پہنچا ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خرقہ کے
نقل بنائی ہوئی یعنی خلاف واقع ہے کیونکہ یہ بات میزان درویشی کے پلہ میں نہیں سماتی ہے اور فقیر نے کسی
کہ وہ مجذوب کون تھے اور انجام اس کا کیا ہوا اور کتاب فوائد الفوائد میں مرقوم ہے کہ شیخ صدرالدین
اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کی کہ اگر ارشاد ہو میں علم نحو کے استحکام کے واسطے کتاب مفصل جو صاح

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

تھا- شیخ رکن الدین طفولیت کے سبب آہو برہ کی طرف راغب ہو کر اس کے خیال میں مشغول رہے اور ج
شیخ صدرالدین عارف نے وضو سے فارغ ہو کر دوگانہ ادا کیا- اپنے فرزند کو بلایا کہ قرآن شریف کا ربع پار
وہ سعادت مند مصحف مجید کھول کر سبق پڑھنے میں مشغول ہوا اور عادت اس صاحبزادہ کی یہ تھی کہ تین مر
تا تھا اور اس روز دس مرتبہ پڑھا یاد نہ ہوا- شیخ صدرالدین نے صورت حال پوچھی بعض حاضرین نے جواب
رف سے گزرا اور اس کے درمیان میں ایک ہرن کا بچہ تھا- ایسا معلوم ہوتا ہے مخدوم زادہ کو اس کی طرف
کیا کہ آیا وہ غول ہرن کا کس طرف گیا ہے- شیخ رکن الدین نے فی الفور عرض کی کہ بابا فلاں طرف گیا-
توجہ کی- ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہرنی اپنا بچہ ساتھ لیے ہوئی چلی آتی ہے- جب قریب پہنچی شیخ رکن ا
و گود میں لیا اور سر اور آنکھیں چوم کر پستان اور اس کے دہن میں چھوڑے تو دودھ پیے اور بعد اس کے
کلام اللہ کا ایک پارہ حفظ کیا اور اس ہرنی کو مع بچہ اپنی خانقاہ میں چھوڑ دیا- چنانچہ وہ مدت مدید تک وہاں رہی
دین بلبن نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان خان کو کہ آخر بخان شہید مشہور ہوا- چتر اور دورباش دے کر ملت
اقات کر کے ممالک کے انتظام میں مشغول ہوا اور اس کی منکوحہ جو بادشاہ رکن الدین ابراہیم بن شمس الد
عفت و عصمت سے آراستہ تھی- محمد سلطان خان شہید کی شراب کی کثرت سے ہمیشہ محزون اور مغموم ر
نے بحسب اتفاق اس عفیفہ سے رنجش بہم پہنچا کر تین طلاق دے کر مطلقہ کیا اور بعد تین روز کے اس کی مفا
تھی- بے تاب ہو کر شہر کے عالموں کو طلب کیا اور ان سے مسئلہ پوچھا سبھی نے عرض کی کہ جب تک ا
رفاقت واقع نہ ہو رجوع درست نہیں ہے- محمد سلطان خان شہید کہ شہزادہ تنک مزاج تھا- نہایت آشفتہ ہ
جا کر قاضی امیرالدین خوارزمی سے جو شہزادہ کے محرم اور ہمدم تھے- یہ بات کہی کہ اگر خلاف شریعت ا
ا ہوں تو دوزخ کے عذاب اور باپ کے عتاب کا خوف ہے اور جو اسے علیحدہ رکھتا ہوں تاب دوری ا
کل ہے- قاضی امیرالدین نے کہا اگر امان ہو تو عرض کروں- خان شہید نے امان دی- قاضی نے فرمایا کہ آ
خ صدرالدین عارف پاک ذات اور فرشتہ صفات ہیں- اس عورت کو خلق سے پوشیدہ ان کے نکاح میں لائ
کر جدا کریں تو مباح ہو- محمد سلطان خان شہید نے حسب ضرورت اجازت دی قاضی صاحب نے خلق
صدرالدین عارف کے عقد ازدواج میں لا کر ان کے سپرد کیا اور دوسرے دن اس عفیفہ کے طلاق دینے کی
ر شیخ کے قدم پر گر پڑی اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے پھر اس ظالم فاسق کے سپرد فرمائیں گے میں قیامت
ی- شیخ کو اس کی عجز و زاری پر رحم آیا- طلاق دینے سے انکار کیا- قاضی یہ خبر سن کر ایسے بدحواس اور

تو پہلے مغلوں کی جماعت کو درہم برہم کروں- اس کے بعد شیخ کے خون سے بساط زمین رنگین کر کے اپنے د

کہ دوسرے دن محمد سلطان خان شہید چاشت کے وقت مع فوج شہر سے برآمد ہوا اور لشکر غنیم سے دوپہر لڑ

ن کے صفوف کو متفرق اور پریشان کیا اور ظہر کے وقت ادائے نماز کے واسطے ایک تالاب پر وارد ہو کر نماز

یخ سو سوار اس کے ہمراہ تھے اور باقی سپاہ غنیم کے تعاقب اور غنیمت میں معروف تھی- اس درمیان میں ایک

ر سے ایک باغ میں استادہ تھا اور اسے حملہ کی فرصت نہ ملی تھی- مغل کی خبر شکست سن کر بہ قصد فرار ر

تالاب پر ہوا محمد سلطان خان شہید کو بہ جماعت قلیل دیکھ کر شیر گرجنہ کی طرح تاخت لایا اور خان شہید ک

یا-

درویشانست غیرت از ہم کہ باشی خواندہ   ہنوز قعہ از میرود فرد کہ ا

فراغت تمام شیخ کے مکان میں رہی اور آنحضرت کی برکت صحبت سے واصلان حق سے ہوئی اور شیخ رکن

نجم الدین کے پیر ہیں اور وہ پیر شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کے ہیں- منقول ہے کہ میں نے ان دنوں میں

بت کی اور جب ملتان میں پہنچا- شیخ صدرالدین کی ملاقات کو ایام بیض میں گیا اور میں روزہ رکھتا تھا- شیخ

ں کے مائدہ پر جو بادشاہوں کے دسترخوان کے مانند تھا- حاضر ہوئے اور میں شیخ کے قریب اور درویشوں

آنحضرت کے روبرو ایک طباق مزعفر سے بھرا ہوا اور ایک حلوائے صابونی سے لبریز رکھا تھا- شیخ نے میری

شو بسم اللہ میں اگرچہ صائم تھا- لیکن بحکم من اکل مع المغفور فھو المغفور اپنے تی

ر سکا اور بسم اللہ کہہ کر اکل طعام میں مشغول ہوا- دیکھا کہ شیخ برغبت تمام طعام تناول فرماتے ہیں اور ہر ایک

واسطے اشارہ کرتے ہیں- میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگرچہ تو نے صوم البیض کے افطار میں مراعات می

ل غذا پر کفایت کرے- غرضیکہ جب یہ امر میرے دل میں گزرا شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس

رت باطن سے طعام کو روشن اور نورانی کر سکتا ہے- اسے قلت غذا کا مقید ہونا لازم نہیں-

بخور بتوانی ہرچند مزن تن   گہر برتو شود ے ہ

الدین عارف مرض الموت میں مبتلا ہوئے- شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا خرقہ اور دیگر چیزیں

نہیں پہنچی تھیں- اپنے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین ابوالفتح کو دے کر خلیفہ اور جانشین کیا اور ۷۷۶ سات س

ے وارستہ ہو کر عالم روحانی کی طرف سفری ہوئے-

شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ العزیز

besturdubooks.wordpress.com

شکم مبارک میں تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے اس روز بخلاف عادت ان کی تعظیم کی اور فرمایا اے بی بی یہ تعظیم
ں کی حال ہے اور یہ نور عین ہمارے خاندان اور در دماں کا چراغ ہوگا۔ ایک روز کا مذکور ہے کہ شیخ بہاء ال
ے اور آپ نے دستار مبارک پلنگ کے پایہ پر رکھ دی تھی اور شیخ صدرالدین چارپائی کے قریب فرش پر موج
ن ان دنوں میں چار برس کا تھا۔ چارپائی کے گرد پھرتے تھے یک بارگی حضرت کی دستار مبارک اٹھا کر
نے مضطرب ہو کر بہ آواز بلند فرمایا کہ اے رکن الدین بے ادبی نہ کر اور حضرت کی دستار مبارک اتار کر
نے فرمایا اے صدر الدین عارف تم اسے منع نہ کرو کہ بسبب استحقاق کے زیب سر کی ہے اور میں نے یہ
حضرت نے وہ دستار اسی طور سے معقد صندوق میں امانت رکھی۔ بروز جلوس سجادہ اس کو سر پر رکھتے
ب الدین عمر سہروردی کا پہنتے تھے اور روش آنحضرت کی سلطان ابو سعید ابو الخیر کی روش کے موافق تھی۔
ے دل میں جو کچھ آتا وہ آنحضرت پر مکشوف ہوتا تھا اور مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری اور شیخ عثمان سیاح
مرید رکھتے تھے اور شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے منقول ہے کہ جس وقت شیخ رکن الدین
تھے۔ خلق کو آنحضرت کے عطائی ظاہری اور باطنی سے ہر روز روز عید اور ہر شب شب قدر ہوتی تھی اور
یں دو بار دہلی میں تشریف لائے تھے اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے عصر میں تین بار اور بادشاہ علاء
آنحضرت کے استقبال کے واسطے سوار ہوتا تھا اور باعزاز تمام شہر میں لاتا تھا اور دس لاکھ روپیہ پہلے دن ا
یق شکرانہ ارسال کرتا تھا اور شیخ رکن الدین کے پاس اس دن جس قدر زر شکرانہ آتا تھا۔ خلائق پر تقسیم
ں نہ رکھتے تھے اور بارہا فرماتے تھے کہ میں ملتان سے بہ عشق محبت شیخ نظام الدین اولیاء دہلی میں آتا ہوں
وں بزرگ مسجد کیلو کھری میں جمعہ کی نماز ادا کر کے باہم ملاقی ہوئے۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح شیخ نظام الدین
لے گئے اور درویشاں صاحب حال وہاں حاضر تھے۔ مولانا علم الدین چچیرے بھائی شیخ رکن الدین ابوالفتح کے
ان السعدین واقع ہوا بہتر ہے کہ اس وقت ان بزرگوں کے درمیان نکتہ علمی مذکور ہو۔ فی الفور دونوں بزرگ
مولانا علم الدین جو کچھ تمہارے دل میں گزرا ہے اسے زبان پر لاؤ۔ مولانا نے کہا آیا کیا حکمت تھی کہ حض
سلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی شیخ رکن الدین ابوالفتح نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ بعض کم
وقوف تھے۔ اس واسطے وہاں تشریف لے گئے تو وہ کمالات حاصل ہوں۔ بعد اس کے شیخ نظام الدین اولیاء
میں یہ آتا ہے کہ بعض ناقصاں مدینہ کو مکہ معظمہ کے سفر کی قدرت نہ تھی۔ تا خدمت بابرکت میں مش
ق سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجا تو اہل نقصان آپ کے یمن خدمت سے درجہ

besturdubooks.wordpress.com

ین کو ... اور بادشاہ خود پڑھ کر ہر عریضہ کے ناصیہ پر مدعی کے حسب مدعا بخط خاص جواب لکھتا
ں کے موافق عمل کرتے تھے اور جب مقدمات خلائق کا تصفیہ ہو جاتا تھا۔ شیخ اپنے مکان پر تشریف لے جاتے
ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے عرس کے دن حضرت رکن الدین ابوالفتح اور شیخ نظام الدین اولیاء دو
والوں نے راگ شروع کیا شیخ نظام الدین اولیاء حالت وجد و حال میں آ کر اٹھنا چاہتے تھے کہ شیخ رکن الدین
۔ بعد ایک لحظہ کے شیخ دوبارہ وجد میں آ کر استادہ ہوئے۔ اس مرتبہ شیخ رکن الدین ابوالفتح مانع نہ ہوئے ا
اتھ باندھ کر کھڑے ہوئے اور جب سماع موقوف ہوا ہر شخص اپنے مکان کی طرف راہی ہوا۔ مولانا علم الد
ے پوچھا کہ ممانعت اول اور سکوت ثانی کا کیا سبب تھا جواب دیا کہ میں نے اول مرتبہ شیخ نظام الدین ا
تھا۔ میرا بھی دسترس اس مقام تک تھا۔ لہٰذا دامن گیر ہوا۔ دوسری بار انہیں عالم جبروت میں دیکھا جب مجھے م
نہ سکے گا اس واسطے دست بردار ہوا اور نقل ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نظام الدین اولیاء کی خبر فوت
متوجہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر لوازم زیارت بجا لائے اور بھی انہیں دنوں میں بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ
س کے فرزند سلطان محمد تغلق شاہ نے استقبال کیا اور شیخ بھی اس کی پیشوائی کو روانہ ہوئے اور بادشاہ ضیاف
ں کہ اس کے فرزند نے افغان پور کے قریب تعمیر کیا تھا وارد ہوا جو شیخ رکن الدین ابوالفتح بھی اس قصر میں
ادشاہ سے کہ وہ طعام تناول کرنے میں مصروف تھا کہا کہ جس قدر ممکن ہو اس قصر سے برآمد ہو جائیے۔
شرب سے فارغ ہو کر برآمد ہوں گا۔ شیخ نے دوبارہ بادشاہ سے کہا وہی جواب سنا۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح اپنے
اور لوگ بھی یہ حال دیکھ کر شیخ کے پیچھے ہو گئے لیکن بادشاہ مع ایک جماعت مخصوصان بیٹھا رہا۔ ابھی شیخ دو
س قصر کی چھت گر پڑی اور بادشاہ ہلاک ہوا اور یہ واقعہ دیکھ کر لوگ زیادہ تر شیخ کے معتقد ہوئے اور شیخ
رنو تازہ ہوا اور مولانا اسماعیل ذاکر سے نقل ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نے اپنی وفات سے تین مہینے پیش
گوشہ نشینی قبول کی تھی اور کبھی حجرہ سے سوائے نماز فرض کے برآمد نہ ہوتے تھے۔ الغرض بتاریخ سولہوی
بر مولانا ظہیرالدین محمد کو کہ خادم خاص تھے حجرہ میں طلب کیا اور اپنی تجہیز و تکفین کے بارہ میں وصیت کی جو
نہ تھا مصلے اور خرقہ اپنے ایک بھائی کو عطا کیا اور نماز مغرب کے وقت امام کو اندر بلا کر نماز فرض ادا کی اور
ت رب کائنات کے سپرد کی اور جو کہ مولف کتاب ہذا محمد قاسم فرشتہ کو یہ حقیقت کسی کتاب سے دریافت
ابوالفتح کے انتقال کے بعد کون لوگ ۔مثلاً بعد بطن سجادہ خلافت پر بیٹھتے آئے۔ لہٰذا اس سے ساکت ہو کر ا
یں مشغول ہوا۔

سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز

خلاف عادت تھا متعجب ہوئے اور وقت دوپہر کا تھا کہ ناگاہ ایک ٹکڑا ابر کا خانقاہ کے مقابل میں ظاہر آیا اور
رغ برابر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ تمام صحن اولوں سے بھر گیا اور ابر برطرف ہوا اور ایک اولا خانقاہ کے سوا
کہ سید جلال بہت اولے تناول فرما کر اپنی آرزو کو پہنچے اور ملتان کی خلائق ایک ایک اولا تبرکاً اور تمناً ا
ر کے واسطے حجرہ سے برآمد ہوئے۔ سید جلال بخاری کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے سید جلال بخاری اس
یا برف بخارا کی۔ سید جلال بخاری نے عرض کی کہ ایک اولا ملتان کا یخ بخارا کے سو ریکا لے سے بہتر ہے
ہ خلافت کا پاکر بلدہ اوچہ میں مامور ہوئے اور آنحضرت کا مقبرہ اس شہر میں واقع ہے۔

شیخ حسن افغان رحمتہ اللہ علیہ

شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں میں سے ہیں جن کا یہ مرتبہ ہے کہ شیخ نے اپنی زبان مبارک سے ارش
کرسی ندا آئے گی کہ زکریا ہماری درگاہ میں کیا لایا۔ عرض کروں گا حسن افغان کو لایا ہوں اور کتاب فوائد ا
سے مرقوم ہے کہ شیخ حسن مرد امی تھے کچھ پڑھے لکھے نہ تھے بلکہ بعض حروف بھی زبان سے ادا نہ کر
ہ آئینہ دل پر عکس افگن تھی۔ اس دلیل سے کہ لوگ بارہا تین سطر ایک کاغذ پر تحریر کر کے ان کے روبرو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایک سطر اقاویل مشائخ سے اور ایک سطر آیات کلام مجید سے اور
ئیں ان سطروں میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات قرآن شریف اور اقوال مشائخ کون
مجید کی سطر پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا ہے کہ نور اس کا عرش اعظم تک مشاہدہ کر
ہے کہ طلعت اس کی سپہر ہفت میں تک دیکھتا ہوں۔ پھر مشائخ کے سطر کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے
نور اس کا فلک تک معائنہ کرتا ہوں اور یہ بھی شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک وقت دہلی
بلہ کے تعین میں کہ داہنی طرف میل کرتا ہے۔ یا بائیں سمت علما کو اختلاف ہوا اتفاقاً شیخ حسن افغان اس
استادہ ہو کر کعبہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا بیت اللہ کی زیارت کرو۔ جمیع علما جو حاضر تھے کعبتہ اللہ کی
شیخ کی تعظیم کو جھکے اور ایک روز شیخ حسن افغان کا گزر ایک کوچہ میں ہوا اور ہنگام مغرب ایک مسجد میں
مت کی ادا کرتا ہے آپ نے اس امام کے پیچھے اقتدا کی۔ جب امام سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا آپ امام
گئے اور کہا اے صاحب ہم اس نماز کی جماعت میں شریک ہوئے اور تمہاری اقتدا کی۔ تم عین نماز میں د
بردے خرید کر کے ملتان لے گئے اور ملتان سے غزنین کی سمت ان بردوں کو گراں قیمت بیچنے کے واسطے

ن کا کام تھا۔ اتفاق حسنہ سے وہ ایک روز دکان میں بیٹھے تھے کہ شیخ صدرالدین عارف کہ شیخ بہاء الدین زکریا
ئے۔ نظر ان کی شیخ احمد پر پڑی ایک خادم کو بھیجا کہ انہیں جس طور سے ممکن ہو میرے پاس لا۔ یہ کہہ کر وہ ج
اخل ہوئے اور شیخ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ بعد اس کے خادم شیخ احمد کو شیخ صدرالدین عارف کی خ
پنے ہمراہ اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جو فضل کرامتی شربت طلب کر کے قدرے
خ احمد کو دیا وہ شربت انہوں نے پیا۔ اس کے پیتے ہی ابواب معرفت ان پر کشادہ ہوئے اور وہ فوراً تائب
رف ہوئے اور جو کچھ نقد و جنس اپنے پاس رکھتے تھے اس خانقاہ کے درویشوں پر تقسیم کیا اور علائق دنیا سے
ر سات برس گوشہ انزوا میں بیٹھ کر بیاد حق مشغول ہوئے اور ہر وقت شیخ سے ایک فیض حاصل کرتے تھے۔
ز ہو کر اہل ولایت سے ہوئے اور فوائد الفوائد میں شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ احمد رحمۃ ا
ے مشغول ہوئے کہ چشم ظاہری نہ کھولتے تھے۔ ایک وقت عین سرمایہ میں کہ ہوا نہایت سرد تھی صبح کو ح
ے اور ایک عرصہ تک اس میں درنگ کر کے زبان مناجات میں کھولی کہ الٰہی تو بادشاہ ہے اور بندوں کی اطا
ب ہمیم سے بندگان بے بضاعت کو سرفراز فرماتا ہے اور قسم ہے تیری محبت کی جب تک کہ میں اپنا قرب
ے نہ نکلوں گا۔ آخرش ندا آئی کہ ہماری درگاہ میں تیرا مرتبہ وہ ہے کہ ہم تیرے وسیلہ شفاعت سے خلائق
کے بہشت جاودانہ میں داخل کریں گے۔ شیخ احمد نے عرض کی کہ بار الہا تیری نعمت بے حد اور رحمت لاتو
کروں گا" اس کے بعد فرمان صادر ہوا کہ ہم نے تجھے اپنا معشوق بنایا تو اپنے تمام طالبوں کو میرا عاشق ک
رت سنتے ہی پانی سے برآمد ہوئے اور اپنے مکان کا راستہ لیا۔ الغرض راہ میں جس جگہ پہنچتے تھے خلقت کہ
ے۔ منقول ہے کہ پھر تو جذبہ ان کا اس نہایت کو پہنچا کہ نماز سے بھی باز رہے اور جب علماء و فضلا سمجھاتے
ے شعوری سے باز رکھیے اور نماز پنجگانہ ادا کیجئے۔ فرمایا قدرت نماز پر رکھتا ہوں لیکن فاتحہ الکتاب نہیں پڑھ
ے سورہ فاتحہ درست نہیں ہے۔ شیخ نے کہا فاتحہ پڑھوں گا لیکن ایاک نعبد و ایاک نستعین نہ کہو
ہے۔ تمام سورہ فاتحہ کی قرات واجب ہے۔ شیخ نے عالموں کی تکلیف کے سبب نماز میں قیام کیا۔ جب ایاک
عین پر پہنچے۔ اس جناب کے ہربن موئے ایک قطرہ خون کا ٹپکا کہ تمام خرقہ خون آلود ہوا ناچار علما کی طرف
ں زن حائضہ کے مانند ہوں۔ مجھ پر نماز درست نہیں ہے: مجھ سے دست بردار ہو۔

مولانا شیخ حسام الدین نور اللہ مرقدہ

شیخ صدرالدین عارف کے مریدوں میں انتظام رکھتے تھے۔ ایک روز کا مذکور ہے کہ شیخ صدرالدین عارف شیخ

pakurdubooks.wordpress.com

مولانا علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ

ی شیخ صدرالدین عارف کے مریدوں میں سے ہیں- نہایت محقق اور فاضل تھے- چار برس تک خدمت میں
ور شیخ صدرالدین عارف انہیں ہمیشہ محبوب اللہ کہتے تھے اور وہ جناب رات دن میں دوبار کلام اللہ ختم کر
ی شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے ہیں لیکن شیخ صدرالدین عارف کے تربیت یافتہ ہیں- علوم ظاہری ا
اور خارق عادت اس جناب سے بہت سرزد ہوتے تھے اور قبران کی اوچھ میں ہے-

شیخ وحید الدین عثمان المشہور بسیاح

دین اودھی مشہور بہ چراغ دہلی سے نقل ہے کہ شیخ وحید الدین عثمان سیاح کو میں نے دیکھا ہے- ایک روز ک
خ رکن الدین عارف کے مرید ہوئے اور انہوں نے ایسی ترک و تجرید کی کہ ایک تہمد کے سوا جو ستر عورت
س نہ رکھتے تھے اور اسی حال سے شیخ کے ہمراہ ملتان میں جاکر کتاب عوارف مصنف شیخ الشیوخ شہاب ال
ور قرآن مجید حفظ کیا اور مشہور ہے کہ جب وہ جناب شیخ کی اجازت سے عازم سفر ہوئے اور قدم سیاحی می
لیا- وہی لنگی یعنی تہمد ہمراہ تھی اور سیاحی مجرد کرتے تھے- ذات باری کے سوا کوئی رفیق شفیق نہ رکھتے تھے- ج
کرحج ادا کیا اور وہاں سے مدینہ میں جاکر ایک سال مقیم ہوئے اور پھر موسم حج میں بیت اللہ میں جاکر طو
ہ ہوا گرم تھی- خضر علیہ السلام نے حاضر ہو کر اپنی آستین کا سایہ اس جناب پر کیا اور خود بھی طواف میں
چہ آنخضرت کو پہچانا لیکن کچھ نہ کہا بعد اس کے ملتان میں آکر شیخ رکن الدین سے ملاقات کی- شیخ نے فرمایا
ہیں تو خلق کے لیے فتنہ ہو جاتے- پھر لباس خاص اپنا انہیں پہنایا اور دستار مبارک اتار کر ان کے سر پر ر
ا کہ تم دہلی میں جاکر بودوباش اختیار کرو اور اکثر اوقات شیخ نظام الدین اولیاء کی صحبت میں بسر لے جانا
منزل مقرر کریں اسی مقام میں قیام کرنا اور میری دعا شیخ کو پہنچانا اور شیخ وحید الدین عثمان سیاح جب دہلی م
ولیاء سے مل کر پہلے شیخ رکن الدین کا سلام پہنچایا- شیخ نے اٹھ کر وعلیکم السلام کہا پھر ان دونوں بزرگوارو
ئی- شیخ وحید الدین عثمان بھی شیخ نظام الدین اولیاء کی ملازمت میں رہتے تھے اور سماع اور وجد میں نہایت
ا الدین نے ترک سماع کا محضر تیار کرنے سے پہلے یہ حکم کیا تھا کہ جو مطرب یا قوال کسی صوفی کے روبرو را
گا تو اس کی زبان گدی کی طرف سے کھینچی جائے گی- اس سبب سے کسی قوال اور صوفی کو یہ قدرت نہ
کے گرد جاتا- الغرض ...

زدیں برآدم و صوفی ز اعتقاد ترسا محمدی شد و عاشق ہماں کہ

ی ایسے وجد میں آئے کہ بے خودی میں حجرہ کا دروازہ کھول دیا- یہ خبر سن کر دو سو قوال تخمیناً حاضر ہوئے
ے اژدہام کیا- محفل طولانی ہوئی اور یہ خبر شہر میں منتشر ہونے سے انبوہ کثیر اور جم غفیر اہل وجد و حال اور
ن سیاح کے محلہ میں جمع ہوا اور شیخ ساتھ اس جمعیت کے قریب تین ہزار آدمی کے تھے- تغلق آباد کی سمت
ں تک ڈھائی کوس فاصلہ تھا- وضیع و شریف متحیر ہو کر سمجھے کہ اب شیخ اور قوالوں کا بادشاہ کی تیغ سیاست سے
ے- جب شیخ ساتھ اس وضع کے تغلق آباد کے قریب پہنچے بادشاہ غیاث الدین تغلق نے ملک شاہی کو کہ جو
ا بھیجا کہ جاکر دریافت کرے کہ یہ ہجوم اور شور کیسا ہے- ملک شادی حسب الحکم گھوڑا سرپٹ پھینک کر
وحید الدین عثمانی سیاح اور صوفی اور قوال وجد کرتے ہوئے اور گاتے ہوئے آتے ہیں- اس نے فوراً پلٹ
ں کی- بادشاہ نے فرمایا کہ میں اس شخص کی ایسی تنبیہہ اور تادیب کروں گا کہ اوروں کی عبرت کا باعث ہو-
خسرو خان قاتل قطب الدین مبارک شاہ کا طلب کیا کہ اس میں دیکھوں کہ اس شیخ نے خسرو خان سے کس
کروں گا کہ وہ روپیہ شیخ سے اسی وقت بہ شدت و اہانت تمام پھیر لیں- اراکین دولت جو بادشاہ کی خدمت میں
کی کہ اس شیخ نے خسرو خان سے زر فتوح ایک حبہ قبول نہیں کیا ہے- مقلب القلوب نے بادشاہ کے دل کو اپ
ٹ شادی سے فرمایا کہ تو جلد جاکر شیخ کو میرا سلام پہنچا اور قصر خاص میں باعزاز تمام لا اور سامان ضیافت مہیا کر
ے مالا مال کر- ملک شادی نے شیخ کو مع جماعت تین روز مہمان رکھا اور اپنی طرف سے بہت زر شکرانہ پیش
لق آباد سے ساتھ اس ازدحام اور غوغا کے غیاث پور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء کی م

مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاری

گوہر معدن سیادت سلطان سرادق سعاد
حاجی دین سلالہ پاک فرزند نبی خاص لولاک
شریعت و طریقت استاد مشائخ حقیقت
پے مصطفیٰ در اسلام از فقر نہادہ برزمیں گا
جہاں براہ دینی برداشتہ توشہ فیض
یافتہ شش حج اکبر ہم زائر روضہ پیمبر

مجلس پر تقسیم کیے۔ سید جلال الدین حسین بخاری نے خرما مع خستہ تناول کیا۔ شیخ جمال جندی نے خرما مع
س کی کہ جو خرما آپ کے دست حق پرست سے دستیاب ہو اس کا تخم دور کرنا سو ادبی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ
ں کو قیامت تک روشن رکھے گا۔ سید جلال الدین حسین بخاری عالم متبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آ
ں اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص کے مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کریں اور فرماتے تھے کہ
سے مستفیض ہونا چاہیے اور اس جناب نے سبھی سے فیض و نصیب حاصل کر کے اپنے والد سید احمد سے
قہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے پایا۔ روایت ہے کہ برسوں ان کی خدمت کر کے مکہ اور مدینہ اور مع
روم و عراقین اور خراسان اور بلخ اور بخارا کی سمت سفر فرمایا اور بہت حج کیے۔ ازانجملہ چھ حج اکبر انہیں
اللہ میں سلطان العلماء استاد المحدثین عفیف الدین بن سعد الدین علی الیافعی الیمنی سے ملاقات کر کے دو بر
حاضر رہے اور نسخہ عوارف وغیرہ انہیں پیش کش کیا اور منقول ہے کہ عفیف الدین نے خرقہ شیخ ر
ے پہنا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے پایا اور اسی طریق اثنائے سفر میں شیخ
ی کی ملازمت میں فائز ہو کر آنحضرت سے بھی خرقہ اور فیض حاصل کیا اور سید حمید الدین نے شیخ محمد ابر
م الدین ابوالعطاء بخاری سے اور منقول ہے کہ سید جلال الدین حسین بخاری نے اثنائے سیر و سلوک میں
زیارت سے مشرف ہو کر فیض کلی حاصل کیا اور جس وقت سید بیت اللہ میں تھے ان کے اور شیخ عبد
محبت واقع ہوئی۔ ایک روز سید ممدوح طواف کرتے تھے۔ دیکھا کہ غلاف کعبہ کا معلق ہے اور دیوار خا
ہو کر شیخ عبداللہ شافعی سے اس کا سبب پوچھا۔ شیخ نے فرمایا ان کعبہ راحت الی زیارۃ قطب ال
قطب ہند شیخ نصیرالدین محمود کی زیارت کو گیا ہے اور جو کہ آنحضرت کے مقام متحیرن رکھتے ہیں اور مست
ں کیا اور شیخ نے یہ بھی ارشاد کیا کہ اس وقت دہلی میں اگرچہ وہ درویش جو سابق میں تھے نہیں رہے لیکن
دین نصیرالدین محمود میں موجود ہے اور بالفعل وہ دہلی کے چراغ ہیں اور وہ جناب بلقب چراغ دہلی اسی و
جلال الدین حسین بخاری نے یہ کلام سنا نیت کی کہ جب ہندوستان واپس ہوں دہلی میں جا کر شیخ نص
آپ کی ملاقات کے مشتاق ہوئے اور جب آنحضرت نے اپنے وطن اوچھ کی طرف عود کیا ۷۷۲ سات سو
آکر شیخ نصیرالدین محمود سے ملاقات کی اور شیخ سے کہا کہ الحمد للہ کہ جو ظن آپ سے فقیر کی نسبت نے
کہا کہ رحمت خدا کی شیخ عبداللہ شافعی پر نازل ہو کہ مجھے ساتھ اس دولت کے رہنموں کیا اور سید جلال
اور حالات کتاب قطبی میں کہ ایک درویش نے تصنیف کی ہے۔ بشرح و بسط مرقوم ہیں۔ لہٰذا طول سے ا

besturdubooks.wordpress.com

کا مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح بلندی سے چاہتے تھے کہ نیچے اتریں جو کہ زینہ نہایت پست تھا۔
پنے پیر کی آسائش کے واسطے زینہ پر لیٹ گئے اور اپنا سینہ جو اسرار حق کا گنجینہ تھا زینہ بنا کر عرض کی کہ حض
م رکھ کر اتر آئیں۔ شیخ نے یہ حالت مشاہدہ کر کے انگشت شہادت دانت میں دابی اور فرمایا اے سید با
کوئی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ مرتبہ ولایت میں تو مرتبہ کمال پر پہنچے گا اور ان کے پیر نے سید ممدوح کو اٹھا
دیا اور سینہ مبارک ان کے سینہ سے مس کیا اور ایک روز سید جلال الدین حسین نماز چاشت میں
ند چار برس کا مصلا کے گرد پھرتا تھا۔ حضرت نے سلام پھیر کر سید شمس الدین عزیزی کی طرف کہ وہ وہاں
ں معصوم کی زیست دشوار ہے اس لیے کہ عین نماز میں اس کی طرف میں نے میل کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ
ں مبتلا ہو کر اسی شب کو فوت ہوا اور قصبات اوچھ میں ایک شخص ملا وجیہ الدین محمد رہتے تھے۔ ایک رو
کے مکان پر کہ جن کا نام مولانا نصیرالدین ابوالمعالی تھا گئے اور وہاں قیلولہ کیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک
ایک شخص وعظ کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو شخص کار دنیا کو کار دین پر مقدم رکھتا ہے دونوں کام اس کے
ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ اس اطراف میں کوئی شخص وعظ فرماتا ہے۔ بولے سید جلال الدین حسین بخاری
جیہ الدین نے آنحضرت کو نہ دیکھا تھا۔ دوسرے دن احرام زیارت باندھ کر اوچھ میں گئے جب وہ صورت
ہ کی باعتقاد وافران کے قدم پر گر پڑے۔ سید نے فرمایا اے بابا دنیا کا کام عقبیٰ پر مقدم نہ چاہیے۔ ملا وجیہ
ق انجام سنا زیادہ تر معتقد ہو کر مرید ہوئے۔ ایک روز شیخ کبیرالدین اسمٰعیل نے سید سے اس وقت کہ و
تھے۔ پوچھا کہ تم کو اپنی ولادت سے کچھ یاد ہے۔ فرمایا کہ چھٹے روز مجھے ایک عورت نے نہلا کر کپڑا پہنایا تھا۔ مج
و پہچانتا ہوں اور نقل ہے مولانا شہاب الدین برہان سے کہ سید ماہ رمضان میں برفاقت معتقدان اہل صلاح
درویش کہ یہ صفت لا یفقہون تسبیحہم موصوف تھے۔ کبھی کبھی اس جناب کے پاس آ بیٹھتے
چہ سید کی زیارت کو آیا اور اس نے درویشوں کا ہجوم دیکھ کر بلا اجازت شیخ سید کے بعد لوگوں کو مسجد سے
مرہ کیا تو دیوانہ ہوا ہے جو فقیروں سے الجھتا ہے۔ یہ فرماتے ہی سومرہ دیوانہ ہوگیا اور حالت جنون میں اپ
ر شہر اوچھ میں مشہور ہوئی کہ حاکم دیوانہ ہوا۔ بزرگان شہر اتفاق کر کے زنجیر اور ہتکڑی سے اسے جکڑ لائے
ر اس کی والدہ نے سید کی خدمت میں حاضر ہو کر بہ عجز و زاری تمام عرض کی کہ اے مخدوم جہانیاں آپ کی
د اور یکساں ہے۔ لہٰذا اس جوان کا گناہ اس پیرزال عاجز کے سبب بخشیے۔ سید نے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ اسے
شیخ جمال الدین خجندی کی قبر پر لے جاؤ۔ آنحضرت کی قبر زیارت سے مشرف کرا کے میرے پاس لاؤ۔ انہوں
اصلی حالت میں آیا۔ مسجد میں جا کر سید کی قدم بوسی سے شرفیاب ہوا اور درویشوں سے معذرت کر کے

ے جدہ میں آکر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوئے کہ ناگاہ پیمانہ حیات آب بقا سے لبریز ہوا- روضہ رضوا
سید مراقبہ میں گئے اور بعد ایک لحظہ کے سر اٹھا کر فرمایا کہ ان بزرگوار کو دفن نہ کرو- شاید کہ سکتہ ہوا ہو-
یا کے کنارے واقع تھی لے جاکر دروازہ بند کیا اور تابوت کو کھولا اور شیخ بدرالدین کو برآوردہ کر کے مسجد
نماز ادا کر کے قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوئے- بعد اس کے حی الذی لایموت کے فر
ت میں آئے اور اٹھ بیٹھے اور سید جلال الدین حسین بخاری کے دست بوس ہوئے- ان سے احوال پوچھا
نا کر فرمایا کہ دروازہ مسجد کا کھول کر نماز عصر کی اذان دیں- اذان کے بعد شیخ بدرالدین یمنی نے امامت او
ے دن سید شیخ بدرالدین یمنی کے ہمراہ کعبتہ اللہ روانہ ہوئے اور سعادت طواف سے مشرف ہو کر شیخ کے
ور از سرنو سرور کائنات مفخر موجودات کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور السلام علیک یا جد
سلام یا ولدی سنا اور اس کے بعد جب سفر مکہ سے معاودت کر کے اوچھ میں پہنچے- ستر برس کے س
وز بروز ضعیف ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ عید قربان کے روز بعد ادائے دوگانہ عید اس جہان فانی سے
ور اسی شہر میں مدفون ہوئے- کتب معتبرہ میں مسطور ہے کہ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری ک
تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کام کسی انبیاء نے نہیں کیا ہاں جس وقت کوئی شخص بارادت صادق آپ کی خ
اد کرتے تھے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں کہ کسی کو مرید کروں- لیکن عقد اخوت کرتا ہوں اور حدیث
نا ہوں کس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے- ان اللہ حی کریم یستحیی ان یعذب الرح
بھی کہتے تھے کہ یہ لوگ جو ساتھ جامہ ہائے مشائخ کے تبرک لیتے ہیں چونکہ اس کی اصل موجود ہے میں
ں- کس واسطے کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب ایک گھر میں تشریف لائ
اس درمیان جریر بن عبداللہ بجلی آئے اور جگہ نہ پاکر باہر بیٹھے- حضرت نے واقف ہو کر اپنا جامہ خاص
پھینکا اور فرمایا کہ تم اسے زمین پر بچھا کر بیٹھو- جریر نے وہ جامہ لے کر سر اور آنکھوں پر ملا اور تمنا و ت
ا-

صدرالدین راجوئے علیہ الرحمتہ

ں سید جلال الدین حسین بخاری کے چھوٹے بھائی ہیں- علوم ظاہری اور باطنی میں شہرت تمام رکھتے تھے او

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ں پر ... فوراً بے ہوش ہو کر جان دیتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک کافر نو
جلال الدین حسین بخاری کی خدمت میں آکر مسلمان ہوا اور سید نے اس کا نام عبداللہ رکھ کر تربیت فرما
کی شہرت عظیم چتان میں واقع ہوئی اور غوغا برپا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ایک روز عبداللہ حسب الاستدعا سید ص
برو حاضر تھا اور کسی امر کے سبب سید نے نگاہ قہر اس پر ڈالی اور وہ گر پڑا اور بہ آواز بلند کہتا تھا کہ ہائے میں
مشکیں پانی سے لبریز کراتے تھے فائدہ نہ بخشتا تھا یہاں تک کہ اسی سوز میں مرگیا اور یہ بھی منقول ہے کہ ج
ین حسین بخاری مرض الموت میں مبتلا ہوئے ایک کافر نواہوں نام کہ بادشاہ فیروز باربک کی طرف سے او
عیادت کو آیا اور کہا حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو ختم الاولیاء کیا ہے۔ جیسے حضرت رسالت
یا تھے۔ خدائے تعالیٰ صحت عاجل اور شفائے کامل کرامت فرمائے۔ سید جلال الدین حسین نے یہ کلام سن کر
ے قتال سے فرمایا کہ جو اس شخص نے حضرت رسالت پناہ کی نبوت کا اقرار کیا تو حکم شریعت کے موافق مس
ں اس کے گواہ ہو اور اسے مسلمان کرو۔ نواہوں تکلیف اسلام کے خوف سے بھاگ گیا اور بادشاہ فیروز با
ر صورت حال اظہار کی اور شاہ نے باوجود اس کے کہ اس کو دوست رکھتا تھا فرمایا کہ جب تو نے ایسا کہا تو
دنوں میں سید جوار رحمت حق میں واصل ہوگئے سید صدرالدین راجوئے قتال بعد ادائے لوازم زیارت
فیصل کے واسطے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب اطراف شہر میں پہنچے بادشاہ نے استقبال کا قصد کیا اور عالم
بارہ میں کیا کہتے ہو۔ شیخ محمد نے جو قاضی عبدالمقتدر تھا۔ نیسری کے فرزند اور جودت طبع میں مشہور تھے
استقبال کے واسطے تشریف لے چلئے۔ وہیں مجلس اول میں سید سے یہ سوال کریں کہ حضرت سید کیا اس
لائیں ہیں۔ جب کہیں کہ ہاں کافر کے معاملہ کے واسطے آیا ہوں تب اس کے کفر کا اقرار ہوگا اور ہم ان
ے۔ الغرض بادشاہ نے ان کی فہمائش اور قرار داد کے موافق مجلس اول میں پوچھا کہ آنحضرت اس کافر کی مہم
کہا اس مسلم کے قصہ کے واسطے آیا ہوں۔ اس درمیان میں شیخ محمد نے آپ کے روبرو آکر کہا اے سید اس
نے کہا۔ شرعاً اس پر اسلام لازم نہیں آتا ہے۔ سید نے فرمایا اے مخدوم زادہ تمہارے کلام سے خوشبو دیا
ں کی فکر کرو یہ کہہ کر انہیں نظر تیز سے دیکھا کہ فوراً ان کے شکم میں درد پیدا ہوا گھر میں گئے اور قاضی
مجلس میں حاضر تھے۔ سید کی تعظیم بجالا کر عرض پرداز ہوئے کہ میں یہی ایک لڑکا رکھتا ہوں۔ میری عاجزی
۔ سید نے فرمایا کہ وہ مرگیا ہوگا لیکن وہ فرزند کہ جو شکم مادر میں ہے اہل تقویٰ سے ہوگا اور شیخ محمد نے
فوت ہوئے اور قاضی عبدالمقتدر تھا۔ نیسری کو خدا نے اور فرزند عطا فرمایا۔ شیخ نے ان کا نام ابوالفتح رکھا۔ چ
انہ ہوئے اور اب تک ان کا مقبرہ جون پور میں موجود ہے اور فیروز شاہ باربک نے صحبت سید اور شیخ کی

م جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کے مریدوں میں سے ہیں۔ آنحضرت کے بعد وفات اس جناب نے
اجوئے قتال سے پڑھ کر کمالات حاصل کیے اور جن دنوں میں کہ نسخہ عوارف پڑھتے تھے۔ ایک مجذوب یحیٰ
ر تھے۔ کبھی کبھی اس مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور کہتے ہیں کہ شیخ کبیرالدین اسمٰعیل کی عادت یہ تھی کہ آ
نیاں سید جلال الدین حسین بخاری کی زیارت کو جاتے تھے اور انگشت شہادت کے اشارے سے دروازہ کو
تھے اور تہجد کی نماز پڑھ کر کلام اللہ ختم کر کے برآمد ہوتے تھے اور پھر انگشت شہادت سے گنبد کا دروازہ
ب کو یحیٰ مجذوب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کی قبر پر حاضر تھے۔ انہوں نے شیخ کبیرالدی
کا ماجرا سید صدرالدین راجوئے قتال کے سمع مبارک میں پہنچایا اور شیخ کبیرالدین اسمٰعیل نے نور باطن سے
الت سے اپنے استاد سید صدرالدین راجوئے قتال کے پاس سبق پڑھنے نہ گئے۔ سید خود ان کے مکان پر ت
دولت سرا میں لائے اور ان کی تعظیم میں کوشش فرمائی اور نقل ہے کہ کبیرالدین اسمٰعیل کے دو فرزند
سرے کا اسم عبدالغفور تھا اور صورت و سیرت میں دونوں بے نظیر تھے اور باوجود خرد سالی شب و روز باپ
شغول رہتے تھے اور بطریق درویشاں دانا ساتھ آہستگی اور سخن سنجیدگی کے اوقات بسر کرتے تھے۔ جب شیخ
نوں بیٹوں کو اپنے روبرو بلا کر ارشاد کیا کہ جو مشکل تمہیں پیش آئے میری قبر پر آ کر اظہار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی
اور وہی ہوتا تھا کہ جو آنحضرت نے فرمایا تھا۔

خاتمہ بذکر کیفیت ہندوستان جنت نشان

مرقوم ہے کہ مملکت ہند مرکب اقلیم اول اور دوم اور سوم سے ہے اور اس کی کوئی سمت ساتھ اقلیم
د یہ مملکت مشتمل بر قواعد اور رسوم عجیب و غریب ہے۔ اس کے بلاد اور شہر کسی اور ممالک سے مشابہت ن
و بعض رسوم یمن اور عربان بدوی سے فی الجملہ کچھ مناسبت ہے اور کشمیر اس مملکت کے شمال میں واقع ہ
کشمیر اور اس حدود سے برآمد ہو کر ہر ایک ہند کے بلاد اور قریات میں جاری ہوئے ہیں۔ چھ دریا غرب کی ط
ں میں ایک جا ہو کر آب سند سے پیوستہ ہوئے اور ٹھٹھہ کے قریب دریائے عمان یعنی سمندر میں گرتے ہیں
س اور راوی اور بھٹ اور چناب اور سندھ اور دریائے بھٹ کو ایام قدیم میں جہلم کہتے تھے جیسا کہ اس
بھی بولتے ہیں اور ان چھ دریا کے ماورا اور بھی بہت سے دریا ہیں کہ ان کا چشمہ کوہستان ہے۔ مثل جون
وئی اور کنڈک اور سرود وغیرہ کہ مشرق کی طرف رواں ہوئے ہیں اور ولایت بنگالہ سے گزر کر ... گنگا م

ر آب و ہیم سے کچھ حظ اور ذوق نہیں رکھتی- بلکہ حسب اتفاق اگر سفر میں خیمہ کسی ارباب اقتدار کا دریا
را پردے دریا کی طرف ڈالتے ہیں کہ پانی نظر نہ آئے اور ہند کی اکثر عمارات زندان سے بہت مشابہت رکھ
یں اس کی مطلق صفائی نہیں لیکن شہر حیدر آباد گلکنڈہ کہ محمد علی قطب شاہ کا ساختہ اور پرداختہ ہے- وہ البتہ
یں سے دعوے ہمسری بلکہ برتری کا کرتا ہے- کس واسطے کہ اس کے ہر کوچہ و بازار میں ہمیشہ پانی کی نہریں
یں اور ان میں پانی ہمیشہ جاری رہتا ہے اور دوکانیں مع صحن دو طرفہ پختہ اور سنگین نہایت صفائی سے تعمیر ہیں
دار موجود ہیں اور ہند میں بہت جنگل سخت اور بیشتر درخت بہت ہیں کہ راجاؤں اور رعیت کی سرکشی کے
ر آدمیوں کی کثرت اور مویشی کی افزونی کے سبب کسی ملک سے مشابہت نہیں رکھتی اور ویرانی اور آباد
یں واسطے کہ وہاں کی رعایا کے چھپر کے مکان اور مٹی کے ظروف پر گزران ہے اور اس سے قطع تعلق کر
سرے مقام میں لے جاسکتے ہیں اور فی الفور مثل اول کے مکان اور ظروف بہم پہنچا کر اپنے کاروبار میں مش
ی زراعت خریف کہ سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان کے تعلق ہے- آب باراں کے سبب بہم پہنچتی -
ب اور قوس اور جدی اور دلو سے تعلق رکھتی ہے- بغیر اس کے کہ باران اور ندی اور کنویں کا پانی ایک ق
بب بخوبی تمام پیدا ہوتی ہے اور موجب حیرت ہوتا ہے اور ہند کی ہوا بسبب قربت دریائے محیط اور کثرت ب
ر ہند میں تین فصلیں مخصوص ہیں اور ہر ایک فصل کے چار ماہ مقرر ہیں- انہیں گرمی اور برسات اور جاڑ
یں قمر پر ہے- مقابلہ سے مقابلہ تک لیکن تینوں فصلوں کی بنا چاند اور سورج دونوں کی گردش پر رکھتی ہو- ک
قمری کا استقبال روز دو شنبہ ہوا اور پندرھویں یا بیسویں کو تحویل سرطان ہوئے- اس ماہ کا نام ساون اور دو
تا ہے- شمسی سال سے دس روز اور کسرے فرق ہوتا ہے تیسرے برس لوند کا ایک مہینا اعتبار کرتے ہیں اور ا
ضافہ کر کے اس فصل کے پانچ ماہ قمری کرتے ہیں اور ایک بار جاڑے میں داخل کر کے اس کے بھی پانچ ما
یں داخل کر کے اس کے بھی پانچ ماہ کرتے ہیں پس ہر ایک فصول ثلاثہ بزبان ہندی اس طور پر ہے- اساڑھ
ر ماہ برسات کے ہیں- سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان کے موافق لیکن چھبیس روز اور کسرے برج می
یہ کہ کسر ماہ ہائے شمسی اور قمری کی تفاوت کے سبب سے ہے اور دوسرے کاتک اور اگھن اور پوس او
- ایام اواخر میزان سے ایام اواخر دلو تک پس کچھ میزان سے جاڑے میں داخل ہوتا ہے اور کچھ دلو سے خ
اور جیٹھ یہ چار مہینے گرمی کے ہیں- انتہائی گرمی سے بیسویں جوزا تک اور بارش کا زور شور اول دو ماہ خو
بھادوں کہتے ہیں اور جاڑے کی شدت اور قوت دو ماہ اواخر میں رہتی ہے کہ جس کا نام پوس اور ماگھ ہے او
نے آخر جیٹھ اور اساڑھ میں ہے-

besturdubooks.wordpress.com

لا کر ہمت و الا ہمت کفر و ظلام کے آثار کے انہدام پر تعین رکھتے ہیں- لیکن مملکت ہند کے اطراف و کنا
تصرف ہو کر بذریعہ باج و خراج کے اپنی دولت و مملکت کی حفاظت کرتے ہیں- از انجملہ پانچ راجہ قوی شما
ر پانچ جنوب کی سمت اور ہر ایک ان راجاؤں سے کتنے چھوٹے راجاؤں کو اپنا محکوم رکھتے ہیں اور ایک بڑا ر
ت بہت اس کے زیر نگیں ہے اور اس طرف کے راجہ اس کے حکم کے محکوم ہیں- ایک ان پانچ راجاؤں میں
جموں کا تیسرا راجہ نگر کوٹ کا چوتھا راجہ کماؤں کا پانچواں راجہ بہار کا اور راجہ کوچ کا عہد شکل سے .ملتا" ب
لیکن اسی مدت میں چار بار ان کے درمیان میں تغیر اور تبدل واقع ہوا اور یہ گروہ جو اب مسند حکومت
ی سے ہے اور مردمان ہند کے نزدیک چنداں اعتبار نہیں رکھتے- خلاصہ یہ کہ ایک طرف ولایت ان کے
ھتی ہے اور دوسری سمت چین تک پہنچی ہے اور تیسری طرف بنگالہ سے متصل ہوئی ہے اور جموں کا راج
تھا- کس واسطے کہ ستر قلعہ اس کے تصرف میں تھے اور یہ طائفہ ملباس سے ہے اور ملباس قوم نوائر کے س
جو شخص اہل بہاریاں کوہستان سے آیا- راجہ رک ہے اور کید راج بھانجہ مہراج راجہ قنوج نے کہ گشتاسپ
اس کو ان پہاڑوں میں نگاہ رکھا اور قلعہ اس کے سپرد کیا اور اس نے اپنی قوم کے چار سو مرد سے کہ اکث
ب شمشیر لیا اور اپنی اولاد کے واسطے ایک ریاست بہم پہنچائی اور وہ راجہ کہ اب مسند رائی پر متمکن ہے-
اپنے باپ اور دادا کی نہیں رکھتا ہے اور راجگان نگر کوٹ اسی قوم سے ہیں اور ایک ہزار تین سو برس س
نے کف اقتدار میں رکھتے ہیں اور اس جماعت سے جو قوم کہ آگے تھے انہوں نے بھی ہزار سال کے قریب
قوم کو حکومت پہنچی اور اصل و نسب ان کا معلوم نہیں ہے اور راجہ نگر کوٹ کا دو وجہ سے ہنود کے نز
ہ سا قلعہ محکم اور سنگین رکھتا ہے دوسرے بت خانہ درگاہ کا کہ ہنود ساتھ اس کے اعتقاد بہت رکھتے ہیں
ر سال زر خطیر اس بت خانہ سے حاصل ہوتا ہے- اس لیے کہ ہنود اطراف و جوانب سے فوج فوج اس کی
ر اس پر نثار کرتے ہیں اور راجہ کماؤں کے قبضہ میں ملک بہت ہیں اور طلا کہ بسبب دھونے کے حاصل ہو
ہے اور تانبے کی کان بھی اس جگہ ہے اور قسم قسم کے حیوانات اس کی ولایت میں خوب ہوتے ہیں اور
سے سنبھل کے حدود تک کہ داخل ہند ہے- اس کی ولایت سر برآوردہ ہے اور اسی ہزار پیادہ اور سوار اس
کے روبر اعتبار بہت رکھتا تھا اور ماورا اس کے خزانہ وافر اس کے تصرف میں ہے اور رسم اس کے خاندان
پ دادا کے خزانوں کی طرف دست تصرف دراز کرے بے رشد اور نالائق اور گدا طبع ہو- اس سبب
ابق چھپن خزانے ہر ایک کی مہر سے جمع ہوئے ہیں اور دریائے گنگ اور جمن دونوں اس ولایت سے برآمد

bestUrdubooks.wordpress.com

کم یابی آب زراعت کم ہوتی ہے اور وہاں کے آدمیوں کی خورش شیر شتر ہے اور راجہ امرکوٹ راجہ ملک
محمد اکبر بادشاہ اس مقام میں پیدا ہوا اور وہ ملک بھی کچ کی طرح کم زراعت اور کم آب ہے اور راجہ بیکانیر کا
اور اپنی بیٹی کسی راجہ کو نہیں دیتا ہے اور اسے پھریتہ کہتے ہیں اور کھنا کا راجہ عظیم الشان ہے اور ولایت
مابین ہے۔ لیکن اس میں نہایت بیابان سخت اور پر درخت اور کم آب ہے اور حاصل اس ملک کا گھوڑے او
ہ مثل سرزمین کچ اور سندھ کے اس ملک میں بسبب کم آبی کے زراعت خوب نہیں ہوتی اور راجہ جام
کے متصل ہے۔ حاکم گجرات اگر قوی ہے تو پیشکش دیتا ہے ورنہ نہیں دیتا اور پانی اس ملک میں بھی کم ہے ا
اور لباس میں عسرت کھینچتے ہیں اور مدار ان کی زیست کا شیر شتر اور گائے اور بھینس پر ہے اور گھوڑے
حاصل اس ملک کا اکثر گھوڑے سے ہے اور ان پانچوں راجوں کے ولایات میں سوائے باجرا اور جوار کے
۔ حاصل راجہائے مذکور کا اکثر اونٹ اور گھوڑے سے ہے اور ایک بڑا راجہ ہندوستان کا دکن کی جانب راجہ
راجاؤں سے کہ جس کا نام بجے چند تھا نو سو سال پہلے مسند رائی پر متمکن تھا اس نے بیجانگر آباد کیا اور ا
اور اس کے بیٹوں نے اس کو مبارک جان کر اس کی آبادی میں کوشش بہت ظہور میں پہنچائی تھی۔ یہاں تک
پہنچی اور اول جو شخص کہ فساد ہندوستان میں ظاہر لایا اور بدعت اور سرکشی راجہ قنوج کے ساتھ کی راجہ
ت میں ذکر اس کا مذکور ہوا اور مہاراج کہ ہم عصر اس کا تھا اس نے خروج کر کے شیوارے حاکم دکن کو نکال
بطن راج پر قائم رہی۔ یہاں تک کہ رام راج نامی ۹۷۰ء نو سو ستر ہجری میں حکام دکن سے لڑ کر مارا گیا او
ں نے قوت بہم پہنچائی لیکن اس ملک میں طوائف الملوکی ظاہر آئی اور باقی احوال وہاں کے راجاؤں کا مولف
۔ اس واسطے یہاں قلم انداز کیا۔ وہاں دیکھنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان

للہ والمنہ کہ صحیفہ یادگار زمانہ و نسخہ نادر یگانہ یعنی ترجمہ تاریخ فرشتہ اردو جس میں حالات شاہان دکن
رح و بسط سے مذکور ہیں اور ترجمہ سابق میں کسی وجہ سے بعض بادشاہوں کا کلی یا جزوی حال ساقط ہوا تھا
مل تاریخ فرشتہ سے مکمل بمقابلہ و تکمیل تمام ہوا۔

الحمدللہ اولا و اخرا

besturdubooks.wordpress.com